مثنوی مولوی معنوی
رحمۃ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مولانا جلال الدّین رومیؒ

مترجم
قاضی سجّاد حسین

بسم الله الرحمن الرحيم

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

دفترِ اوّل

مصنّف

مولانا جلال الدّین رومیؒ

مترجم

قاضی سجّاد حسین

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

891.551 Roomi, Maulana Jalal-ud-din
Masnavi Maulvi Ma'nvi / Maulana Jalal-ud-din
Roomi; tr by Qazi Sajjad Hussain.- Lahore: Al-Faisal
Nashran , 2006.
3v., (816; 872; 1000 p.)

1. Farsi adab-Shairi I. Title card

ISBN 969-503-464-0

جولائی 2006ء
محمد فیصل نے
آر۔ایم۔ایس پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

AI-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street,Urdu Bazar,Lahore.Pakistan
Phone : 042-7230777 Fax : 09242-7231387
http : www.alfaisalpublishers.com
e.mail : alfaisal_pk@hotmail.com
e.mail : alfaisalpublishers@yahoo.com

فہرست

مقدمہ

عجب اتفاق ہے کہ نہ فارسی پڑھی نہ فارسی آئی لیکن ہندوستان میں مروّج فارسی کتابوں کی اشاعت کا کام قدرت نے اس ہیچمداں سے لے لیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد جبکہ فارسی کے رسم و رواج کے تابوت میں آخری کیل ٹھک رہی تھی، خیال آیا کہ گلستانِ سعدی کو سہل الحصول بنا کر شائع کیا جائے۔ اس پر اردو میں کچھ حواشی لکھے اور اس کو شائع کر دیا۔ اس کی اشاعت اور قبولیت نے ہمت بندھائی تو بوستانِ سعدی پر بھی طبع آزمائی شروع کر دی اور اردو کے حاشیہ کے ساتھ اس کو بھی شائع کر دیا۔ پھر مطالبہ شروع ہوا کہ ہر دو کتب کو مستقل ترجمہ کے ساتھ شائع کر دیا جائے چنانچہ یہ بھی ہوا۔ ان چاروں کتابوں کی پیہم اشاعت نے مزید اسباب و وسائل جمع کر دیئے اور عزم پیدا ہو گیا کہ ہندوستان کے مکاتب میں مروّج فارسی کتب کو آسان حواشی لکھ کر بہترین انداز میں شائع کر دیا جائے۔ مالا بدمنہ شائع کی، اخلاقِ محسنی مترجم شائع کی اور پھر گلزارِ دبستاں کریما، حمد باری اور پندنامہ بھی شائع کر دیا۔ ربُّ العزت کا کرم ہے کہ اب ان کتابوں کی ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مکاتب اور مدارس میں مانگ اور صرف انہی کی مانگ ہے۔ گذشتہ سالوں میں دیوانِ حافظ کو مترجم اور محشّٰی کیا اور اس کو بھی شائع کر دیا۔ اس کی مقبولیت وہم و خیال سے بھی زیادہ ہوئی اور ہندوستان کے اہل علم اور تعلیمی حلقوں سے اس کی اس قدر داد ملی کہ مثنوی مولانا رومؒ پر کام کرنے اور اس کو شائع کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مثنوی کی ضخامت کے پیش نظر فیصلہ کیا کہ ابتداً صرف پہلے دفتر کو شائع کیا جائے۔ اگر زندگی نے وفا کی اور توفیق خداوندی شامل حال رہی تو بقیہ دفتر بھی ایک ایک کر کے شائع کر دیئے جائیں گے۔ تقریباً سال بھر گزرتا ہے کہ میں اس دفتر اول کے ترجمہ اور حواشی لکھ کر فارغ ہو گیا، لیکن کتابت کی دشواریاں اشاعت کی تاخیر کا سبب بنیں۔ اب جبکہ کتابت کی نگرانی اور تصحیح کی مصروفیت سے کچھ وقت بچنے لگا تو یہ چند سطور بطور مقدمہ کے پیشِ خدمت کر رہا ہوں۔ کتاب کی اہمیت اور مولانا کی شخصیت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مقدمہ میں سیر حاصل بحثیں کی جائیں لیکن اپنی صلاحیت کی قلت اور وقت کی اضاعت کی کثرت شاید یہ تمنا پوری نہ کرنے دے پھر بھی خدائی مدد کے بھروسہ پر کچھ لکھ رہا ہوں۔

نام و نسب

محمد نام جلال الدین لقب اور شہرت مولانائے روم کے عنوان سے ہے۔ نسب کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ محمد صرف مولانا ہی کا نام نہیں ہے بلکہ مولانا کے والد اور دادا بھی مولانا کے ہمنام ہیں۔ مولانا کے والد کا لقب بہاء الدین اور وطن بلخ ہے۔ شیخ بہاؤالدین بڑے صاحب علم و فضل بزرگ تھے اور پورے خراسان میں مرجع خلائق تھے۔ محمد خوارزم شاہ کا دورِ سلطنت تھا۔ وہ خود شیخ بہاؤالدین کے حلقہ بگوشوں میں تھا اور امام فخر الدین رازی کی معیت میں شیخ کے حلقہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ شیخ کی مقبولیت عامہ

جب حد سے بڑھی تو اس پر اور امام فخر الدین رازی کی طبیعتوں پر وہ بار بن گئی۔ شیخ نے اس کو محسوس کیا اور ۶۱۰ھ میں شیخ وطن ترک کر کے نیشاپور چلے گئے۔ خواجہ فرید الدین عطار شیخ بہاؤالدین سے نیشاپور میں ملے۔ اس وقت مولانائے روم کی تقریباً ۶ سال کی عمر تھی۔ مولانا پر بچپن ہی سے سعادتمندی کے آثار نمایاں تھے۔ خواجہ صاحب نے مولانا کو دیکھ کر شیخ بہاؤالدین سے فرمایا۔ ''ان صاحبزادے کے جوہر قابل سے غفلت نہ برتئے گا۔'' اور اپنی مثنوی اسرار نامہ مولانا کو پڑھنے کے لئے عنایت کی۔ شیخ نیشاپور سے بغداد پہنچے۔ وہاں کچھ دن قیام کر کے حجاز اور شام ہوتے ہوئے زنجان پہنچے اور وہاں سے لارندہ کا رخ کیا۔ لارندہ کے دورانِ قیام میں شیخ نے جبکہ مولانا کی عمر ۱۸ برس کی تھی، مولانا کی شادی کر دی اور یہیں مولانا کے فرزند رشید سلطان ولد پیدا ہوئے۔ بغداد کے دورانِ قیام میں مولانا کی شہرت شاہِ روم علاؤالدین کیقباد تک پہنچ چکی تھی۔ لارندہ کے قیام کے دوران میں علاؤالدین کیقباد نے درخواست کی تو شیخ، قونیہ میں اس کے پاس تشریف لے آئے اور اپنی بقیہ زندگی قونیہ ہی میں گزار کر جمعہ کے دن ۱۸ ربیع الثانی ۶۲۸ھ میں واصل بحق ہو گئے۔ مولانائے روم کی ولادت ۶۰۴ھ میں بلخ میں ہوئی تھی۔ تعلیم کے ابتدائی مراحل شیخ بہاؤالدین نے طے کرا دیئے تھے اور پھر اپنے مرید سید برہان الدین محقق کو جو اپنے زمانے کے بہت بڑے فاضل علماء میں سے تھے، مولانا کا معلم اور اتالیق بنا دیا تھا۔ مولانا نے اکثر علوم وفنون انہی سے حاصل کئے اور اپنے والد کی حیات تک اپنے والد ہی کی خدمت میں حاضر رہے۔ والد کے انتقال کے بعد ۶۲۹ھ میں شام کا قصد کیا۔ ابتداً حلب کے مدرسہ حلاویہ میں رہ کر مولانا کمال الدین مصنف تاریخ حلبی سے تلمذ کیا۔

مولانائے رومؒ اپنے دور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ فقہ اور مذاہب کے بہت بڑے عالم تھے۔ دیگر علوم میں بھی مولانا کو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ دورانِ طالبعلمی ہی میں پیچیدہ مسائل میں علماءِ وقت مولانا کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اپنے والد صاحب کے وصال کے بعد مولانا نے اپنا روحانی تعلق سید برہان الدین سے قائم کر لیا تھا چنانچہ مثنوی میں مولانا نے ان کا تذکرہ اپنے پیر ہی کی حیثیت سے کیا ہے۔ مولانا کا یہ وہ دور ہے جس میں مولانا پر ظاہری علوم ہی کا غلبہ تھا۔ سماع سے احتراز کرتے تھے۔ درس وتدریس اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہتے تھے۔

مولانا اور شمس تبریز

مولانا کی زندگی کا دوسرا دور شمس تبریز کی ملاقات کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ مولانا کی زندگی میں شمس تبریز کی ملاقات کا واقعہ جس قدر اہم ہے، اسی قدر یہ واقعہ معرضِ خفا میں ہے۔ جواہر مضیہ کے بیان کے مطابق تو واقعہ کی صورت یہ ہے کہ مولانا ایک روز اپنے شاگردوں کے حلقہ میں رونق افروز تھے۔ چاروں طرف کتابوں کے ڈھیر تھے کہ اچانک شمس تبریز قلندرانہ انداز سے آ پہنچے اور کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔ مولانا کا یہ فرمانا تھا کہ

اچانک کتابوں میں آگ لگ گئی۔ مولانا نے شمس تبریز سے کہا کہ یہ کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو اور یہ کہہ کر مجلس سے روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ سے مولانا کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ تمام گھربار اور شان و شوکت کو خیرباد کہا اور صحرا نوردی شروع کر دی۔ ملک کے گوشوں میں شمس تبریز کو تلاش کرتے پھرے لیکن ان کا کہیں پتہ نہ چلا۔ مولانا کے مرید چونکہ مولانا کی اس کیفیت سے سخت پریشان تھے، کہتے ہیں کہ مولانا کے کسی مرید نے شمس تبریز کو مار ڈالا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ شمس تبریز کو ان کے پیر بابا کمال الدین جندی نے یہ کہہ کر مولانا کے پاس بھیجا تھا کہ روم جاؤ۔ وہاں ایک سوختہ دل ہے اس کو گرما آؤ۔ شمس تبریز قونیہ پہنچے۔ شکر فروشوں کی سرائے میں مقیم ہوئے اور ایک دن جبکہ مولانا نہایت تزک و احتشام سے ایک راستہ سے گزر رہے تھے، شمس تبریز نے مولانا سے سرِ راہ دریافت کیا کہ مجاہدہ اور ریاضت کا مقصد کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا اتباعِ شریعت۔ شمس تبریز نے کہا۔ یہ تو سب ہی جانتے ہیں لیکن اصل مقصد علم و مجاہدے کا یہ ہے کہ وہ انسان کو منزل تک پہنچا دے اور پھر حکیم سنائی کا یہ شعر پڑھا۔

علم کز تو ترا نہ بستاند   جہل زاں علم بہ بود بسیار

جو علم تجھے تجھ سے نہ لے لے   اس علم سے جہل بہت بہتر ہے

ان جملوں سے مولانا اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً شمس تبریز کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مولانا کسی حوض کے کنارے کتب بینی میں مصروف تھے۔ وہاں شمس تبریز آ گئے اور مولانا سے دریافت کیا کہ یہ کیا کتابیں ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ تمہیں ان کتابوں سے کیا غرض۔ اس پر شمس تبریز نے وہ کتابیں حوض میں پھینک دیں۔ مولانا کو سخت رنج ہوا اور فرمایا کہ میاں درویش تم نے ایسی چیزیں ضائع کر دیں جن میں نادر نکتے تھے اور اب ان کا ملنا محال ہے۔ اس پر شمس تبریز نے وہ کتابیں خشک حالت میں حوض سے نکال کر مولانا کے سامنے رکھ دیں۔ مولانا حیران ہوئے تو شمس تبریز نے کہا۔ یہ حال کی باتیں ہیں تم صاحب قال ان کو کیا جانو۔ اس کے بعد مولانا شمس تبریز کے ارادت مندوں میں داخل ہو گئے۔

ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ ایک حلوہ فروش مولانا کی درسگاہ میں آیا۔ مولانا نے بھی اس سے حلوہ کی ایک قاش خرید کر کھائی جس سے مولانا کے احوال یکسر بدل گئے۔ بے اختیار اٹھے اور گھربار چھوڑ کر نکل گئے۔ ایک عرصہ تک گم رہے۔ واپس آئے تو بالکل خاموش تھے۔ جذبہ میں کسی وقت بولتے تو زبان پر اشعار جاری ہو جاتے۔ یہی اشعار ہیں جو بصورتِ مثنوی آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تمام واقعات سے وہ واقعہ قرین عقل ہے جو سپہ سالار نے قلمبند کیا ہے۔ سپہ سالار مولانا کے خاص مرید ہیں اور تقریباً چالیس سال تک مولانا کے فیض صحبت سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ لکھتے ہیں، شمس تبریز ولد علاؤالدین کیا بزرگ کے خاندان سے تھے جو کہ اسمٰعیلیہ فرقہ کا امام تھا لیکن انہوں نے آبائی مذہب ترک کر دیا تھا۔ علومِ ظاہری حاصل کرنے کے بعد

بابا کمال الدین کے مرید ہو گئے تھے۔ تاجرانہ حیثیت سے زندگی بسر کرتے تھے، کمر بند بُن کر اپنا گذارہ کرتے تھے۔ ایک روز انہوں نے دعا کی کہ خدا کوئی ایسا شخص عطا فرمائے جو میری صحبت کا متحمل ہو سکے۔ غیبی اشارہ ہوا کہ روم جاؤ وہاں ایک شخص مل جائے گا۔ شمس تبریز قونیہ پہنچ کر برنج فروشوں کی سرائے میں مقیم ہو گئے۔ وہاں ایک اونچا چبوترہ تھا جہاں شہر کے عمائد اور امراء کا مجمع ہو جایا کرتا تھا۔ شمس تبریز بھی اس مجمع میں جا بیٹھتے تھے۔ مولانا کو شمس تبریز کی آمد کا حال معلوم ہوا تو ملاقات کے لئے پہنچے۔ شمس تبریز سے آنکھیں چار ہوئیں تو ایک دوسرے کو سمجھا۔ شمس تبریز نے پوچھا کہ مولانا، بایزید بسطامی کے بارے میں مشہور ہے کہ تمام عمر انہوں نے خربوزہ نہیں کھایا کیونکہ ان کو یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خربوزہ کس طریقہ سے کھایا ہے۔ یہ تو تھا ان کا اتباع سنت کا جذبہ، دوسری طرف مشہور ہے کہ بایزید فرماتے تھے۔ سبحانی ما اعظم شانی۔ اللہ اکبر میری شان کس قدر بڑی ہے۔ حالانکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اپنی جلالت شان کے فرماتے ہیں، میں ہر دن میں ستر مرتبہ اپنی مغفرت کی دعا مانگتا ہوں۔ اب ان دونوں باتوں کو کس طرح منطبق کیا جا سکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ بایزید بسطامی اگرچہ بہت بڑے بزرگ تھے لیکن وہ منازل تقرب میں ایک مقام پر ٹھہر گئے تھے اور اس مرتبہ کی عظمت کے اثر سے ان کی زبان سے اس طرح کے الفاظ نکل جاتے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر منازل طے کرتے جاتے تھے اور جب اونچی منزل پر پہنچتے تھے تو نیچے کی منزل اس قدر پست نظر آتی تھی کہ اس پر استغفار کرتے تھے۔

سپہ سالار کے بیان کے مطابق اس کے بعد مولانا اور شمس تبریز دونوں صلاح الدین زرکوب کے حجرے میں چالیس روز تک چلہ کش رہے۔ اس عرصہ میں کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا اور صلاح الدین زرکوب کے علاوہ حجرے میں کوئی داخل نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد مولانا کے احوال بالکل بدل گئے۔ پہلے سماع سے محترز تھے۔ اب اس کے بغیر ان کو چین نہ آتا تھا۔ مسند تدریس اور فتویٰ نویسی بالکل ترک کر دی اور ایک لمحہ کے لئے بھی شمس تبریز سے جدا ہونا گوارا نہ کرتے تھے۔ اس سے اہل شہر میں شمس تبریز کے خلاف شورش برپا ہوئی اور شمس تبریز قونیہ چھوڑ کر دمشق کو چل دیئے۔ مولانا، شمس تبریز کی جدائی سے بے چین ہو گئے اور مولانا نے اس جدائی میں نہایت رقت آمیز اشعار کہنا شروع کر دیئے۔ اس پر اہل شہر اور مولانا کے مریدوں کو ندامت ہوئی اور طے کیا گیا کہ شمس تبریز کو واپس لایا جائے۔ چنانچہ مولانا کے بڑے صاحبزادے سلطان ولد کی قیادت میں ایک قافلہ دمشق کو روانہ ہوا اور سلطان ولد نے مولانا کا ایک منظوم خط شمس تبریز کی خدمت میں پیش کیا۔ شمس تبریز متاثر ہوئے اور قافلہ کے ساتھ قونیہ واپس آ گئے اور تقریباً دو سال تک قونیہ میں رہے۔ اس کے بعد شمس تبریز کا انجام کیا ہوا؟ اس میں مختلف روایات ہیں۔ کچھ صاحبان کہتے ہیں کہ مولانا کے صاحبزادے علاؤ الدین چلپی سے آزردہ خاطر ہو کر غائب ہو گئے اور پھر کچھ پتہ نہ چلا۔ کچھ صاحبان کا بیان ہے کہ علاؤ الدین کے ہاتھوں شہید

ہو گئے۔

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

شمس تبریزی جو مولانائے روم کے پیر ہیں، ان کے کچھ حالات ہم نے سپردِ قلم کر دیے ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوا، خود وفات پائی یا شہید کیے گئے، اس بارے میں ہم مختلف باتیں تحریر کر چکے ہیں۔ ان کی قبر کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ لیکن یہ طے ہے کہ ہندوستان سے ان کی قبر کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک مشہور قبر شمس تبریز کے نام سے ملتان کے علاقہ میں موجود ہے۔ وہ یقیناً ان شمس تبریز کی نہیں ہے جو مولانائے روم کے پیر تھے۔ اس لئے کہ یہ بزرگ ساتویں صدی کے تھے اور ہندوستان میں جو صاحب مدفون ہیں یہ دسویں گیارہویں صدی کے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم خواجہ حسن نظامی دہلوی مرحوم کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو منشی محمد الدین فوق نے "حالاتِ شمس تبریز" نامی کتاب میں نظام المشائخ کے حوالے سے نقل کی ہے:

"حضرت شمس (مولانائے روم کے پیر) کے والد کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ فرقہ اسماعیلیہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت شمس نے یہ مذہب ترک کر دیا تھا۔ مجھ کو اس دعوے کے قبول کرنے میں تامل ہے کیونکہ اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھنے والے شمس دوسرے گزرے ہیں جن کا مزار ملتان میں ہے۔ عوام ملتانی شمس تبریزی کو ہی حضرت مولانائے روم کا مرشد سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے، یورپین مؤرخین کو غالباً اسی روایت کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے۔"

ملتانی شمس تبریز کو تین سو برس کا عرصہ گزرا ہے۔ یہ اسماعیلی فرقہ کے داعی بن کر ہندوستان میں آئے تھے۔ ان کے ہمراہ دو اور شخص تھے۔ ایک کا نام پیر صدر الدین اور دوسرے کا نام پیر امام الدین تھا۔ صدر الدین نے اضلاعِ سندھ و بمبئی میں دعوت شروع کی اور امام الدین نے گجرات و کاٹھیاواڑ میں۔ شمس الدین سیدھے پنجاب چلے آئے اور یہاں اپنا مشن جاری کیا۔ سندھ اور بمبئی میں جس قدر آغا خانی خوجے ہیں وہ سب صدر الدین کی کوشش سے مسلمان ہو کر آغا خانی (اسماعیلی) جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ امام الدین نے اوّل اوّل تو بحیثیت اسماعیلی داعی کے کام کیا مگر چند روز کے بعد خود مختار ہو کر اپنا علیحدہ طریقہ امام شاہی جاری کر دیا۔ امام شاہی طریقہ کے اصول بھی قریب قریب اسماعیلی تھے لیکن وہ خود اپنے تئیں نائب امام اور مظہر ذاتِ مولیٰ علی بیان کرتے تھے۔ امام الدین کا مزار مقام پیرانہ میں ہے جو احمد آباد گجرات کے قریب ایک قصبہ ہے۔ آج امام شاہی جماعت میں کم از کم پندرہ بیس لاکھ آدمی ہوں گے جن میں کچھ تو ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے ہیں جن کا لقب مومن ہے۔ باقی گپتی یعنی پوشیدہ ہیں اور ان کو اپنے عقائد ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک گھر میں چار ہندو رہتے ہیں اور ان میں سے تین امام شاہی ہیں تو چوتھے کو خبر نہ ہوگی۔ پیرانہ میں ان کی خانقاہیں بنی ہوئی ہیں اور گدی ہندو مہنت کے اختیار میں ہے جو بظاہر ہندو ہے اور بباطن امام شاہی۔ اس مہنت کے سینکڑوں داعی ہندوانہ لباس میں اپنے مشن کو پھیلانے اور جماعت سے عشر اور نذر و نیاز وصول کرنے کے

لئے دورے کرتے رہتے ہیں۔ مہنت، پیر امام الدین کی اولاد میں اس عشر اور نذر و نیاز میں سے معقول حصہ تقسیم کر کے باقی خانقاہ کے اخراجات میں صرف کر دیتا ہے۔ اسی خانقاہ میں جنیو کی درگاہ بنی ہوئی ہے یعنی جو گپتی ظاہری طریق سے مسلمان ہونا چاہتے ہیں، وہ اپنا جنیو اس درگاہ میں چڑھا کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور پھر ان کو مومن کا لقب مل جاتا ہے۔

شمس الدین تبریزی نے جن کا مزار ملتان میں ہے، پنجاب کے کہاروں اور سناروں میں اپنا طریقہ رائج کیا اور لوگوں کو شمسی ہندو کا لقب دیا۔ شمسی ہندو براہِ راست آغا خان کے معتقد بنائے گئے ہیں اور سالانہ نذر نیاز اب تک آغا خاں ہی کو دیتے ہیں۔ ان کی تعداد تیس لاکھ کے قریب صوبہ پنجاب میں ہے۔ ملتانی شمس تبریزی نے کن طریقوں سے اپنا عقیدہ پھیلایا اور کیسے کیسے عجیب و غریب واقعات عوام کی زبانوں پر ان کی نسبت مشہور ہیں، ان کے لکھنے کو ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ بالفعل یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت شمس تبریزی (مولانا روم کے پیر) کو اسماعیلی گروہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اسماعیلی شمس تبریز ملتان میں اور مولانا والے شمس تبریز سے سینکڑوں برس بعد ہوئے ہیں۔

صلاح الدین زرکوب

شمس تبریز کی جدائی کے بعد مولانا پر سکر کی کیفیت طاری رہنے لگی۔ اس اضطراب میں پابجولاں رہتے تھے۔ ایک دن صلاح الدین زرکوب کی دوکان کے سامنے سے گزر رہے تھے اور وہ چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے۔ مولانا پر ان کے ہتھوڑے کی آواز نے سماع کا اثر پیدا کر دیا۔ وہیں کھڑے رہے اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد صلاح الدین بھی زرکوبی کا شغل چھوڑ کر مولانا سے بغلگیر ہو گئے۔ مولانا یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

یکے گنجے پدید آمد ازیں دکانِ زرکوبی زہے صورت زہے معنیٰ زہے خوبی زہے خوبی
اس زرکوبی کی دکان سے ایک خزانہ مل گیا عجب صورت عجب معنی عجب خوبی عجب خوبی

دونوں بزرگ جوش و مستی کی حالت میں ظہر سے عصر تک اسی وجدی کیفیت میں مبتلا رہے۔ اس کے بعد صلاح الدین نے اپنی ساری دکان لٹا دی اور مولانا کے ساتھ ہو لئے۔ صلاح الدین پہلے بھی صاحب حال بزرگ تھے۔ سید برہان الدین محقق سے بیعت تھے اور اس طرح پر مولانا کے ہم استاد تھے۔ اب مولانا کو صلاح الدین کی صحبت میں سکون میسر آنے لگا اور مولانا کی اور صلاح الدین کی صحبتیں گرم ہونے لگیں۔ نو برس تک ان صحبتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ۶۶۲ھ میں جب صلاح الدین کا انتقال ہو گیا تو مولانا نے اپنے مرید خاص حضرت حسام الدین چلپی کو اپنا ہمدم اور ہمراز بنا لیا اور مولانا کو ان سے اس درجہ تعلق خاطر پیدا ہوا کہ ان کا ذکر ایسے الفاظ سے کرنے لگے جیسا کہ کوئی اپنے مرشد و پیر کا کرتا ہے، پھر بھی حسام الدین مولانا کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ مولانا کے وضوخانہ میں وضو کرنا بھی گستاخی تصور کرتے تھے اور برف باری کے وقت بھی اپنے گھر جا کر

وضو کر کے آتے تھے۔ یہی حسام الدین ہیں جو مولانا کے مثنوی لکھنے کا باعث ہوئے ہیں اور مولانا نے ہر دفتر میں کہیں مطلع میں، کہیں دوسری جگہ نہایت عزت و احترام سے ان کا ذکر کیا ہے۔۶۷۲ھ میں قونیہ میں بہت شدت کا زلزلہ آیا۔تقریباً چالیس روز تک اس کے جھٹکے محسوس ہوتے رہے۔اہل شہر نے مولانا سے اس پریشانی کا ذکر کیا تو مولانا نے فرمایا زمین بھوکی ہے۔کوئی تر لقمہ چاہتی ہے اور انشاء اللہ کامیاب ہوگی چند روز بعد مولانا کا مزاج ناساز ہوا۔ ہر چند اطباء نے معالجہ کی تدبیریں کیں لیکن کوئی سودمند نہ ہوئی۔مولانا مرض کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے تھے۔بیماری کی شہرت عام ہوئی تو شیخ صدرالدین جو شیخ محی الدین ابن عربی کے تربیت یافتہ تھے اور روم و شام میں مرجع انام تھے، مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔مولانا کے مرض کی کیفیت دیکھ کر بیقرار ہو گئے اور مولانا کی شفا کے لئے دعا کرنے لگے۔مولانا نے سنا تو فرمایا شفا آپ کو مبارک ہو۔محب اور محبوب میں صرف ایک پیرہن کا پردہ رہ گیا ہے۔کیا آپ نہیں چاہتے کہ وہ اٹھ جائے اور نور، نور میں مل جائے۔اس پر شیخ روتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے اور سمجھ گئے کہ اب مولانا کا دمِ واپسیں ہے۔چنانچہ یکشنبہ کے دن ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ کو مغرب کے وقت مولانا ہر مذہب و ملت کے لاکھوں انسانوں کو روتا ہوا چھوڑ کر عالم آخرت کی طرف روانہ ہو گئے اور قونیہ کی پاک سرزمین میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گئے۔

مولانا اور فرقہ مولویہ

مولانا اپنی زندگی میں بکثرت مجاہدہ اور ریاضت کیا کرتے تھے۔دس دس اور بیس بیس دن روزہ رکھتے تھے اور مطلقاً کچھ نہ کھاتے تھے۔نماز کا وقت آتا تو فوراً قبلہ رخ ہو جاتے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا۔نماز میں اس درجہ استغراق ہوتا تھا کہ بقول سپہ سالار اکثر عشا کے بعد دو رکعت نفل کی نیت باندھتے تھے اور ان ہی دو رکعتوں میں صبح کر دیتے تھے۔خود مولانا نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں اپنی نماز کی استغراقی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

بخدا خبر ندارم چو نماز می گذارم — کہ تمام شد رکوعے کہ امام شد فلانے

جب میں نماز پڑھتا ہوں خدا کی قسم مجھے — یہ معلوم نہیں رہتا کہ رکوع پورا ہو گیا ہے، امام کون ہے

ایک روز نماز میں اس قدر روئے کہ تمام چہرہ اور داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور سرمائی شدت کی وجہ سے آنسو جم کر یخ ہو گئے۔بسا اوقات مولانا پر سکر کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو اس حالت میں شریعت کے ظاہری احکام کا ہوش نہ رہتا تھا۔بیٹھے بیٹھے یکبارگی اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور رقص کرنے لگتے تھے۔کبھی خاموشی سے کسی ویرانے کی طرف نکل کھڑے ہوتے تھے اور ہفتوں کی تلاش کے بعد مریدوں کو ملتے تھے۔سماع کی مجلس میں کئی کئی دن مدہوشی کی حالت میں گزر جاتے تھے۔راستہ چلتے کوئی آواز کان میں پڑتی تھی تو بسا اوقات وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔سماع کی مجلسوں میں اکثر اپنے کپڑے اتار کر قوالوں کی نذر کر دیتے تھے۔

یہ ظاہر ہے کہ کسی بزرگ کی سکری حالت کے افعال عام مریدوں کے لئے شمع راہ نہیں بنتے ہیں اور نہ ہی وہ قابل اتباع ہوتے ہیں لیکن آج مولانا کے نام پر جو فرقہ مولویہ یا جلالیہ کہلاتا ہے اور شام، مصر اور قسطنطنیہ وغیرہ میں ان کی خانقاہیں ہیں۔ مولانا کی صرف سکری حالت کا اتباع کرتے ہیں، خاص قسم کا لباس پہنتے ہیں اور خاص قسم کا رقص ان کے حلقوں میں ہوتا ہے۔ شریعت اور اس کے احکام سے دور اور اُن سے نابلد رہتے ہیں۔ شاہ بوعلی قلندر پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ بھی ایک عرصہ دراز تک مولانا کی صحبت میں رہے اور ہندوستان کا فرقہ قلندریہ بھی ایک درجہ میں مولانا کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

مولانا کی تصانیف

فیہ مافیہ۔ یہ مولانا کے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کو لکھے ہیں۔ معین الدین پروانہ، رکن الدین قلیج ارسلان شاہِ قونیہ کے حاجب تھے اور دربار کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ ان کو مولانا سے بہت عقیدت تھی اور اکثر و بیشتر مولانا کی خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک بار چند امراء کے ساتھ مولانا کے یہاں پہنچے تو امراء سے طبعی نفرت کی بناء پر مولانا چھپ گئے۔ معین الدین کے دل میں خیال آیا کہ امراءِ اسلام تو اولوالامر ہیں اور قرآن مجید کے حکم کے اعتبار سے ان کی اطاعت فرض ہے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا باہر تشریف لے آئے اور گفتگو کے اثناء میں فرمانے لگے۔ ایک دفعہ سلطان محمود غزنوی، شیخ ابوالحسن خرقانی کی ملاقات کو گیا۔ درباریوں نے بڑھ کر شیخ کو سلطان کی آمد کی خبر دی لیکن شیخ متوجہ نہ ہوئے۔ حسن میمندی جو سلطان کا وزیر تھا، اس نے شیخ سے کہا کہ حضرت قرآن مجید میں اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُو الرَّسُول وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ آیا ہے اور سلطان تو اولوالامر ہونے کے ساتھ عادل اور نیک بھی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ مجھے تو ابھی اَطِیْعُوا اللّٰہَ سے ہی فرصت نہیں ملی کہ اَطِیْعُو الرَّسُول میں مشغول ہوں اور اولوالامر کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہ سن کر معین الدین اور تمام امراء روتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے۔

مولانا کی یہ کتاب بالکل نایاب تھی لیکن گذشتہ سالوں میں مولانا عبدالماجد دریابادی مدظلہ نے اس کو دریافت کیا اور اس کی ترتیب و تہذیب کر کے ۱۹۲۸ء میں شائع کر دیا ہے۔ مولانا نے اس کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ رضا لائبریری رامپور میں ۱۹۲۰ء میں ان کی نظر سے اس کتاب کا ایک بوسیدہ اور کرم خوردہ نسخہ گزرا پھر ۱۹۲۳ء میں حیدر آباد دکن میں انہیں دو نسخے ملے جن میں سے ایک کتب خانہ آصفیہ کا تھا۔ مقابلہ کرنے پر کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ زیادہ صحیح ثابت ہوا۔ پھر انہوں نے پروفیسر نکلسن کی طرف رجوع کیا۔ نکلسن صاحب نے یہ نسخہ قسطنطنیہ بھیجا۔ وہاں اس پر تحقیق ہوئی اور ۱۹۲۴ء میں ایک صاف نقل مولانا دریابادی کو مل گئی جس کی انہوں نے اشاعت کی۔ اس کے بعد پھر اس کتاب کا ایرانی اڈیشن بھی منظر عام پر آ گیا۔

دیوان۔ عوام اس کو شمس تبریز کا دیوان سمجھتے ہیں حتیٰ کہ لوح پر دیوانِ شمس تبریز لکھ دیتے ہیں۔ مغالطہ کی بنیاد یہ ہے کہ مولانا نے اکثر غزلوں کے مقطع میں شمس تبریز کا نام ڈال دیا ہے لیکن دراصل یہ خود مولانا کا دیوان

ہے۔اس میں پچاس ہزار اشعار ہیں۔محققین نے تصریح کی ہے کہ مولانا نے یہ دیوان خود شمس تبریز کے نام سے لکھا ہے۔چنانچہ اکثر شعراء نے اس دیوان کی غزلوں پر غزلیں لکھی ہیں اور مقطع میں تصریح کی ہے کہ یہ غزل مولانا کی غزل کے جواب میں ہے۔علی حزیں کہتے ہیں:

ایں جوابِ غزلِ مرشدِ روم ست کہ گفت
من بوئے تو خوشم نافۂ تاتار مگیر

دوسرا مصرع مولانا کا ہے۔پورا شعر اس دیوان میں موجود ہے۔

من بکوئے تو خوشم خانۂ من ویراں کن
من بوئے تو خوشم نافۂ تاتار مگیر

مثنوی۔مولانا کی اسی کتاب نے مولانا کو حیاتِ جاوداں عطا کی ہے۔اس کتاب کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی اس قدر بڑھی کہ تمام ایرانی تصانیف اس کے مقابلہ میں ہیچ ہو کر رہ گئیں۔اس مثنوی کے کل اشعار کی تعداد ۲۶۶۶ ہے۔مشہور یہ ہے کہ مولانا نے چھٹا دفتر ناتمام چھوڑ دیا تھا اور فرما دیا تھا۔

باقی ایں گفتہ آید بے زباں در دلِ ہر کس کہ دارد نورِ جاں
جس شخص کی جان میں نور ہوگا اس مثنوی کا بقیہ حصہ اس کے دل میں خود بخود آ جائے گا

چنانچہ اس پیشین گوئی کا مصداق بننے کے لئے ہندوستان کے اربابِ علم وفضل نے بھی مثنوی کے طرز پر دفتر ہفتم لکھا ہے۔ہمارے علم میں مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دفتر ہفتم اور مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا دفتر ہفتم ہے۔جو اسی بحر اور طرز میں منظوم کیا گیا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ خود مولانا ہی نے کچھ عرصہ بعد دفتر ششم مکمل کر کے دفتر ہفتم تحریر فرمایا ہے۔

مثنوی کے لغوی معنی تو دو والا ہیں۔اصطلاح میں اس نظم کو مثنوی کہا جاتا ہے جس کے ہر شعر میں دو قافیے ہوں۔ایک پہلے مصرع میں ایک دوسرے مصرع میں۔مولانا کی اس مثنوی کو مثنوی معنوی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں عالم معنی اور احوالِ باطن کے اسرار و معارف کا تذکرہ ہے۔مسائل تصوف اور اسرار و معارف کے بیان میں سلطان ابو سعید الخیر کی رباعیات بھی مشہور ہیں۔حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیقہ لکھا جو تصوف کی پہلی منظوم کتاب ہے۔خواجہ فرید الدین عطار نے تصوف کے موضوع پر مختلف مثنویاں تحریر فرمائیں جن میں منطق الطیر کو زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔لیکن اب اس موضوع پر سب سے زیادہ اہمیت مولانا روم کی مثنوی ہی کو حاصل ہے۔اس مثنوی کی تصنیف کا سبب مولانا کے مرید حسام الدین چلپی بنے ہیں۔چنانچہ مولانا نے دفتر اول کے علاوہ ہر دفتر میں ان کا ذکر کیا ہے۔دفتر اول ختم ہوا تو حسام الدین کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔اس حادثہ سے حسام الدین اس درجہ متاثر ہوئے کہ دو برس تک افسردہ خاطر اور پریشان رہے۔مولانا بھی اس عرصہ میں خاموش رہے اور مثنوی کا کام رک گیا۔پھر جب خود حسام الدین نے استدعا کی تو مولانا نے مثنوی کے دوسرے

دفتر کی ابتدا کی اور فرمایا۔

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد مہلتے بایست تا خوں شیر شد
ایک مدت تک مثنوی لکھنے میں تاخیر ہو گئی کچھ وقت چاہئے تا کہ خون سے دودھ بنے
چوں ضیاء الحق حسام الدین عناں بازگردانید ز اوجِ آسماں
جب ضیاء الحق حسام الدین نے آسمان کی بلندی سے باگ موڑی

چوں بمعراجِ حقائق رفتہ بود
بے بہارش غنچہ ہا بشگفتہ بود
چونکہ وہ حقائق کی معراج میں گئے ہوئے تھے
ان کی بہار کے بغیر غنچہ نہ کھلا تھا

تیسرے دفتر کے آغاز میں فرمایا۔

اے ضیاء الحق حسام الدیں بیار ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار
اے ضیاء الحق حسام الدین تیسرا دفتر لا کیونکہ تین مرتبہ وضو میں اعضاء دھونا سنت ہے

چوتھے دفتر کا آغاز کیا تو فرمایا۔

اے ضیاء الحق حسام الدیں توئی کہ گذشت ازمہ بنورت مثنوی
اے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے جس کے نور کی وجہ سے مثنوی چاند سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے

پانچواں دفتر اس طرح شروع کیا۔

شہ حسام الدیں کہ نورِ انجم است طالب آغاز سفر پنجم ست
حسام الدین جو ستاروں کا نور ہیں پانچویں کتاب کی ابتدا کے طالب ہیں

چھٹے دفتر کی ابتدا ہے۔

اے حیاتِ دل حسام الدیں بسے میل میجوشد بقسم سادسے
اے دل کی زندگی حسام الدین چھٹی قسم کی طرف دل کا بہت میلان ہو گیا ہے

جیسا کہ اوپر گذرا، تحقیق یہی ہے کہ چھٹا دفتر مولانا نے خود مکمل فرمایا اور اس کے بعد ساتواں دفتر بھی تحریر فرمایا ہے۔ شیخ اسماعیل قیصری کو یہ ساتواں دفتر ۸۱۴ھ میں دستیاب ہوا اور انہوں نے تحقیق سے ثابت کیا، یہ خود مولانا کا ہی تحریر کردہ ہے اور شام و روم کے اہل علم نے اس کو تسلیم کیا ہے جس کی ابتداء حسب ذیل شعروں سے کی ہے۔

اے ضیاء الحق حسام الدیں فرید دولت پایندہ فقرت برحرید
اے یکتا ضیاء الحق حسام الدین تیری دولت ہمیشہ رہے تیرے فقر میں اضافہ ہو
چونکہ از چرخِ ششم کردی گذر برتر از چرخِ ہفتم کن سفر

جبکہ تو چھٹے آسمان سے آگے بڑھ گیا ہے   ساتویں آسمان کی بلندی کا سفر کر

مثنوی کی شہرت اور مقبولیت

ایران کی چار کتابوں کو جس قدر شہرت حاصل ہوئی، وہ ایرانی کتب میں سے کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ شاہ نامۂ فردوسی، گلستانِ سعدی، دیوانِ حافظ، مثنوی مولانا روم۔ ان میں سے بھی مثنوی کو جو قبولِ عام حاصل ہوا بقیہ تین کتابوں کو حاصل نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ فاضل علماء نے جس قدر مثنوی کی طرف توجہ کی اور کسی کتاب کی طرف نہ کی۔ اس مثنوی کی بڑی بڑی ضخیم شرحیں لکھی گئیں کشف الظنون میں جن کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ مولانا شبلی نے اپنی کتاب سوانح مولانا روم میں محمد افضل الہ آبادی، ولی محمد، مولانا عبدالعلی بحر العلوم اور محمد رضا کی شرحوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ ۱۳۴۳ھ میں مرزا محمد نذیر صاحب عرشی نے مفتاح العلوم کے نام سے ایک ضخیم شرح سترہ جلدوں میں تحریر فرمائی اور اس سے پہلے مولانا احمد حسین کانپوری کی شرح بصورتِ حواشی شائع ہوئی اور کلید مثنوی کے نام سے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کئی دفتروں کی شرح شائع ہو چکی ہے۔ نیز مرأۃ المثنوی از جناب تلمذ حسین صاحب اور تشبیہاتِ رومی اور حکمت رومی از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم بھی قابل قدر کتابیں شائع ہوئیں۔

مثنوی پڑھنے والوں کے لئے چند مفید باتیں

(۱) موسیقی سے متعلق بعض اہل دل اس نظریہ پر پہنچے ہیں کہ ایک خاص قسم کی موسیقی کے ذریعہ روح اپنی ماہیت اور ماہیت حیات وکائنات میں غوطہ زن ہوتی ہے اور موسیقی انسان کو اسی جسمانی واسطہ سے روحانی عالم میں پہنچا دیتی ہے۔ روحانی موسیقی بعض مذاہب میں جزوِ عبادت تک شمار ہوتی ہے اور اس کو غذائے روح قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں سماع کے مسئلہ پر اکابر صوفیاء اور علماء نے بہت بحثیں کی ہیں اور جواز وعدمِ جواز کو ثابت کیا ہے۔ جہاں تک مولانا کا تعلق ہے وہ سماعِ راست کو جائز اور سماعِ ناراست کو ناجائز قرار دیتے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست   طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
صحیح سماع پر ہر شخص قادر نہیں ہے   انجیر ہر پرندہ کی خوراک نہیں ہے

سماعِ راست کی شرائط اکابر صوفیاء کے ملفوظات میں مذکور ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ سننے والا عالی جذبات کا حامل اور سافل جذبات سے عاری ہو اور عالی جذبات کی نشوونما کے لئے روحانی غذا کا طالب ہو، موسیقی اس قسم کی ہو جو حیوانی جذبات کو نہ ابھارے اور روح کو اسفل سے اعلیٰ کی طرف لے جائے۔ مولانا نے مثنوی بانسری کے بیان سے شروع کی ہے اور بانسری کے ذریعہ اسرار و معارف کے جو مضامین پیدا کئے ہیں وہ کسی اور ساز سے پیدا نہ ہو سکتے تھے۔ بانسری کا تعلق روحانیت اور الوہیت سے ہندوؤں کے یہاں بھی مسلم ہے۔ چنانچہ کرشن جی کے ساتھ بانسری کا تصور اسی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ مولانا نے بھی بانسری کی تشبیہ سے

روح کی ماہیت اور اس کے جذبات کو دلنشیں اور دلسوز طریقہ پر پیش فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ جس طرح بانسری کے دلسوز نغمے اس بناء پر ہیں کہ وہ اپنی اصل سے جدا ہو گئی ہے اور اس کے نغموں کا سوز و گداز نیستاں سے جدا ہو جانے کی بنیاد پر ہے۔ اسی طرح روحِ انسانی چونکہ روح الارواح، ہستی مطلق سے جدا ہو کر اس عالم شہود میں آئی ہے لہٰذا اس کا اضطراب اور بے چینی بھی اسی بنیاد پر ہے اور جب تک وہ اپنی اصل کی طرف واپس نہ ہو جائے گی اس کو سکون حاصل نہ ہوگا۔ یَاأَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً کی منتظر ہے اور جب تک اس کو یہ پیغام نہ مل جائے گا اس کو سکون اور چین نصیب نہ ہوگا اور وہ بانسری کی طرح اپنے درد و فراق کا اظہار کرتی رہے گی۔ یہی مضمون جو مولانا نے شروع کیا ہے، مولانا کی پوری مثنوی میں پھیلا ہوا ہے۔

وحدت الوجود، وحدت الشہود

لا الہ الا اللہ کے معنی اہل ظاہر کے یہاں تو یہ ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ پرستش اور عبادت صرف اسی کی ہونی چاہئے۔ اس ذاتِ واحد کے علاوہ کسی اور چیز کی پرستش شرک ہے، لیکن صوفیاء کے نزدیک لا الہ الا اللہ کے معنی لا موجود الا اللہ کے ہیں، یعنی عالم وجود میں صرف ذاتِ واحد موجود ہے، اس کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے۔ کسی دوسری چیز کو حقیقی وجود سے متصف کرنا شرک اور کفر ہے۔ اب اس کے بعد یہ بحث پیدا ہو جاتی ہے کہ ممکنات اور وجودِ کائنات کی وجودِ مطلق، وجودِ باری سے کیا نسبت ہے؟ جو صوفیاء وحدت الوجود کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ وجودِ مطلق ایک ہی ہے جو وجوب، امکان، قدیم، حادث، مجرد، جسمانی، مومن، کافر، طاہر، نجس مختلف مظاہر میں ظاہر ہے لیکن ہر مظہر کا حکم جداگانہ ہے۔ مظاہر میں فرق کرنا لازمی امر ہے اور ہر مظہر پر ایک جداگانہ حکم لگانا ضروری ہے۔ طاہر پر طہارت کا حکم ہے تو نجس پر نجاست کا۔ کافر کے کچھ احکام ہیں تو مومن کے لئے دوسرے احکام ہیں۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ... گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

وجود کے ہر مرتبہ کا ایک حکم ہے ... اگر تو مراتب کا فرق نہ کرے گا تو زندیق ہے

مولانا بحر العلوم نے وحدت الوجود کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ تمام موجودات عین ذاتِ حق ہیں۔ ممکنات کے تعینات اور تشخصات محض ایک پردہ ہیں۔ اگر یہ پردہ اٹھ جائے تو سوائے ذاتِ حق کے کوئی وجود نہیں ہے اور یہ عالم امکاں نیست و نابود ہو جائے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا۔ صوفیاء کے نزدیک وجود سے مراد مصدری معنی نہیں ہیں کیونکہ وہ خارج میں موجود نہیں ہیں۔ معقولاتِ ثانیہ میں سے ہیں جس کا وجود صرف ذہن میں ہوتا ہے بلکہ وجود سے ان کی مراد مابہ الموجودیت ہے۔ حضرتِ حق جل مجدہٗ اپنے وجود اور ممکنات کے وجود میں غیر کا محتاج نہیں ہے۔ اس کی ذات ہی خود اس کے وجود کی مقتضی ہے اور اسی طرح ممکنات کے وجود کی بھی اس کی ذات ہی مقتضی ہے۔ ممکنات کا مابہ الموجودیت کیا ہے؟ ان کے وجود سے ارادہ

الٰہی کا تعلق ہے اور یہ ارادہ اللہ کی صفت ذاتی ہے جس کا مقتضیٰ صرف اس کی ذات ہے لہٰذا ممکنات کا مابہا الموجودیت ذاتِ حق کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اب حضرتِ حق تعالیٰ کو ممکنات کا وجود بمعنی مابہا الموجودیت کہنا بالکل حق اور درست ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزی میں وحدت الوجود کی تشریح کی ہے۔ فرمایا کہ پہلے وحدت الوجود کے معنی سمجھ لو پھر حقیقت حال سمجھنا۔ وحدت الوجود کے معنی یہ ہیں کہ وجودِ حقیقی (بمعنی ما بہ الموجودیت نہ کہ معنی مصدری) ایک چیز ہے جو واجب میں واجب اور ممکن میں ممکن، اور جوہر میں جوہر، عرض میں عرض ہے۔ اور اس کے یہ اختلافات ذات کے اختلافات نہیں ہیں جیسا کہ سورج کی شعاعیں پاک اور ناپاک پر پڑتی ہیں اور وہ اپنی ذات کے اعتبار سے پاک ہیں ناپاک نہیں ہیں۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ حق ہے اور کسی طرح بھی شرع کے مخالف نہیں ہے، اس لئے اس وجودِ حقیقی میں سے ہر مرتبہ کا ایک جداگانہ حکم ہے اور شرع شریف ہر مرتبہ کا حکم بیان کرتی ہے۔ بعض کو ہادی، بعض کو گمراہ کنندہ، بعض کو واجب الاطاعت، بعض کو واجب العصیان، بعض کو حلال، بعض کو حرام، بعض کو پاک، بعض کو ناپاک قرار دیتی ہے۔ کوتاہ بین سمجھتا ہے کہ یہ ذات کے اختلاف کی وجہ سے ہے حالانکہ یہ قطعاً نہیں ہے۔ بلکہ شئون اور اعتبارات کا اختلاف ہے۔ قرآن مجید کی چند آیتوں سے بھی اس مسئلہ کی صحت کے اشارات ملتے ہیں۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَ فِي أَنفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ. أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ. أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں دکھائیں گے۔ ان کے اپنے درمیان میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز کا شاہد ہے۔ یاد رکھو، یہ لوگ تو اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونے کی طرف سے شک میں ہیں۔ سنو خدا ہر چیز پر حاوی ہے۔ نیز آیت هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وہی شروع سے ہے، وہی آخر تک رہے گا، وہی ظاہر ہے وہی پوشیدہ ہے۔ صوفیاء کا ایک گروہ ہے جو وحدت الوجود کے قائلوں کی باتوں کو سکر اور استغراق کی حالت پر محمول کرتا ہے اور وحدت الوجود کی واقعیت سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بسا اوقات سالک کو وحدت الوجود کا احساس ہوتا ہے لیکن وہ نفس الامری نہیں ہے جیسا کہ سورج کی روشنی میں تمام ستارے چھپ جاتے ہیں تو دیکھنے والا صرف سورج کا وجود سمجھتا ہے اور ستاروں کو معدوم سمجھتا ہے حالانکہ وہ نفس الامر میں موجود اور منور ہوتے ہیں تو یہ لوگ جس کو وحدت الوجود سمجھ گئے ہیں وہ وحدت الشہود ہے۔ ان دونوں نظریوں میں فرق یہ ہے کہ وحدت الوجود کے قائل تو دراصل وجود کی حقیقی تقسیم وجودِ واجب اور وجودِ ممکن کے قائل نہیں ہیں اور وحدت الشہود کے قائل وجودِ ممکنات کے بھی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ واجب الوجود کے مشاہدہ کے وقت ممکنات کے وجودات مخفی ہو جاتے ہیں۔ وحدت الوجود کے مدعی، وجودِ حقیقی اور ممکنات کی تشبیہ دریا اور اس کی موجوں اور بلبلوں سے یا رسّی

اوراس کی گرہوں سے دیتے ہیں۔

گفتم از وحدت و کثرت سخنے گوئی بہ رمز — گفت موج و کف و گرداب ہمانا دریاست
میں نے کہا وحدت اور کثرت کی بات اشارہ میں کہہ دے — اس نے کہا موجیں اور جھاگ اور بھنور، دریا ہی ہیں

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہیں — حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں
ہے مشتمل نمودِ صُوَر پر وجودِ بحر — یاں کیا دھرا ہے قطرۂ موج و حباب میں
(غالب)

اور وحدت الشہود کے قائل وجودِ حقیقی اور ممکنات کے وجود کو تشبیہ اصل اور اس کے سایہ سے دیتے ہیں۔ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی وحدت الشہود کو چند در چند اشاروں کے ذریعہ ثابت کیا ہے۔ بادشاہ کے دربار میں گاؤں کے چودھری کا قصہ نقل کر کے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور پٹ بیجنے کی حکایت میں بھی اسی حقیقت کو روشناس کرایا ہے۔

ایک مقام پر شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دونوں مسلکوں کی تطبیق بھی کی ہے اور فرمایا ہے کہ وحدتِ وجودی مرتبۂ ذات میں درست ہے اور وحدت الشہو دتعینات کے درجہ میں واجب القبول اور صحیح ہے لہٰذا دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔

اب ہم اس مسئلہ پر آپ کو ''رودِ کوثر'' کے حوالے سے شیخ محمد اکرم کی زبانی کچھ باتیں سناتے ہیں تاکہ مسئلہ کی پوری تنقیح اور توضیح ہو جائے۔ وہ فرماتے ہیں حضرت مجدد سرہندی سے پہلے تمام صوفیاءِ ہند میں ایک ہی فلسفہ رائج تھا اور وہ تھا ابن العربی کا فلسفہ وحدت الوجود۔ بے شک اس کے اخذ و قبول میں مختلف منازل اور مراتب تھے۔ بعض انتہا پسند صوفی تو وحدت الوجود میں اس قدر غلو کرتے تھے کہ وہ قریب قریب دائرۂ اسلام سے باہر آ جاتے تھے اور کئی دوسرے اسے فقط اسی حد تک اختیار کرتے تھے جس حد تک اسلام مانع نہ ہو۔ اب پہلی مرتبہ ایک جداگانہ فلسفہ مدوّن ہوا جو فلسفہ وحدت الوجود کے مقابل ہوا اور یہ فلسفہ وحدت الشہود تھا جو معنوی اعتبار سے وحدت الوجود کی ضد یعنی تثنیۃ الوجود کا فلسفہ کہلا سکتا ہے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود دونوں فلسفے ذاتِ باری اور مخلوقات و ممکنات کے تعلقات کو بیان کرتے ہیں اور ان دونوں فلسفوں کو توحید عینی اور توحید ظلی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ تذکرۂ غوثیہ میں دونوں فلسفوں کے فرق کو ان الفاظ میں سمجھایا گیا ہے۔ وجود یعنی حقیقی ہستی واحد ہے لیکن ایک ظاہر وجود ہے اور ایک باطن، باطن وجود ایک نور ہے جو تمام عالم کے لئے بمنزلہ جان کے ہے۔ اس نور باطن کا پرتو ظاہر وجود ہے جو ممکنات کی صورت میں رونما ہے۔ ہر اسم، وصف، فعل جو عالم ظاہر میں ہے، ان سب کی اصل وہی وصف باطن ہے اور اس کثرت کی حقیقت وہی وحدتِ صرف ہے جیسے امواج کی حقیقت عین ذاتِ دریا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کائنات

کے جملہ افراد تجلیاتِ حق ہیں۔ سُبحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَشْیَاءَ وَ هُوَ عَیْنُهَا اور اس اعتباری کثرت کا وجود اسی حقیقی وحدت سے ہے۔ اَلْحَقُّ مَحْسُوْسٌ وَ الْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ۔ یہ وحدت الوجود کے فلسفہ کا خلاصہ ہے۔ وحدت الشہود کی تفصیل یہ ہے کہ کائنات کا وجود اور مختلف صفات اور آثار کا ظہور، واحد مطلق کی ذات وصفات کا ظل وعکس ہے جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور یہ ظل وعکس واحد مطلق کا عین نہیں بلکہ محض ایک مثال ہے۔ نواب سر احمد حسین نظام جنگ بہادر نے اپنی کتاب فلسفہ فقراء میں ان دونوں نظریوں کے فرق کو حسب ذیل نقشہ کی مدد سے نمایاں کیا ہے:-

وحدت الوجود	(هُوَ الْكُلُّ)	وحدت الشہود	(هُوَ الْهَادِیْ)
نظریہ	ہمہ اوست	نظریہ	ہمہ از وست
رجحانِ تصوف	سکون کی طرف مائل	رجحانِ تصوف	جوش کی طرف مائل
	(میں اور وہ جدا نہیں وہ دریا تو میں قطرہ ہوں)		میں اس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے۔
	وصل		عشق
اعتقاد۔	میں کون؟ اَنَا الْحَقُّ	اعتقاد۔	میں کون؟ اَنَا عَبْدُهٗ (عاشق)

حقیقت تو یہ ہے کہ اس طرح کے مباحث محض ذوقی اور وجدانی ہیں ان کو دلائل سے ثابت کرنا اور ان کی تشریحات کرنا انتہائی دقت طلب ہیں۔ اسی لئے شریعت نے ان مباحث میں پڑنے سے روکا ہے اور ذات و صفات کے مسائل کو نصوص پر محمول کر کے خارج از بحث قرار دیا ہے۔ اس بحث میں مولانا رومی کا کیا رجحان ہے اور وہ کون سے گروہ کے ترجمان سمجھے جاتے ہیں؟ مولانا کے پڑھنے والوں کو اس کا فیصلہ کرنا دشوار ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

می شناسد ہر کہ اُو را منظرست — کایں فغانِ ایں سرے ہم زاں سرست

صاحب نظر جانتا ہے — کہ اس جانب کی آہ و زاری اس جانب سے ہی ہے

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

جملہ معشوق ست و عاشق پردہٴ

سب کچھ معشوق ہی ہے، عاشق ایک پردہ ہے

کسی مقام پر واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ صرف ذاتِ واحد ہی موجود ہے اور تعدد یا کثرت محض ایک اعتباری چیز ہے۔

گر ہزاراں اندیک کس بیش نیست — جز خیالاتِ عدد اندیش نیست

اگر ہزاروں بھی ہیں ایک کے علاوہ کچھ نہیں ہے — کثرت اور تعدّد محض خیالی ہے

بحر وحدانیست جفت و زوج نیست — گوہر و ماہیتش غیرِ موج نیست

صرف وحدانیت کا سمندر ہے جفت اور جوڑا کچھ نہیں — اس کی حقیقت اور ماہیت موجوں سے جدا نہیں ہے

نیست اندر بحر شرکِ پیچ پیچ لیک با احول چہ گویم ہیچ ہیچ
سمندر میں کسی چیز کی شرکت نہیں ہے لیکن بھینگے سے میں کیا کہوں؟

یعنی غیر محدود کثرت کے اندر وجودِ حقیقی ایک ہی ہے، کثرت کو حقیقی سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بھینگا ایک کو دو دیکھتا ہے۔ انسان کی اس بھینگی آنکھ نے ہی اس کو مشرک بنایا ہے۔ اگر صحیح بینائی ہو تو وحدت کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے۔ یہ اور اس طرح کے بہت سے اشعار پڑھنے والے کو بتاتے ہیں کہ مولانا وحدت الوجود کے داعی ہیں لیکن دوسری طرف اگر غور کیا جائے تو حقیقت اس کے خلاف واضح ہوتی ہے۔

جو لوگ وحدت الوجود کے نظریہ کے قائل ہیں وہ جبر و اختیار کی بحثوں میں جبر کو ترجیح دیتے ہیں اور جبریہ فرقہ ہی کو حق بجانب سمجھتے ہیں اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔

ہر آں کس را کہ مذہب غیر جبر ست نبی فرمود کو مانند گبر ست
جس شخص کا مذہب جبر کے علاوہ ہے نبی نے فرما دیا ہے وہ مجوسی ہے

لیکن مولانا اختیار کے قائل ہیں اور جابجا جبر کے عقیدے کی تردید کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

سعی، شکر نعمت قدرت بود جبر تو انکارِ آں نعمت بود
کوشش، قدرت کی نعمت کا شکریہ ہے جبر اس نعمت کا کفر ہے

شکر نعمت نعمتت افزوں کند کفر نعمت از کفت بیروں کند
نعمت کا شکر نعمت کو بڑھاتا ہے کفر، نعمت سے محروم کر دیتا ہے

جبر تو خفتن بود در رہ مخسپ
تا نہ بینی آں در و درگہ مخسپ

تیرا جبر سو جانا ہے، راستہ میں نہ سو جب تک اس در اور دربار کو نہ دیکھ لے نہ سو

جبر خفتن درمیانِ رہزناں مرغِ بے ہنگام کے یابد اماں
جبر، ڈاکوؤں میں سو جانا ہے بے وقت کا مرغا کب بچا ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ صوفیا کی وہ اکثریت جو وحدت الوجود کی قائل ہے۔ وہ جبر کی بھی قائل ہے اور جبر کا نتیجہ جدوجہد کا ترک اور گوشہ نشینی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی بنا پر تصوف پر الزام لگانے والے تصوف کا یہ نتیجہ سمجھنے لگے کہ تصوف کا نتیجہ تعطل اور بیکاری اور دنیوی جدوجہد سے دست برداری کے سوا کچھ نہیں ہے اور تصوف مسائل زندگی سے ایک راہِ فرار ہے۔

لیکن مولانا جدوجہد اور سعی وعمل کے بہت بڑے داعی ہیں

او ز کوشش بیہودہ بہ از خفتگی
سو جانے سے، سعی لاحاصل بہتر ہے

تک کے قائل ہیں۔

ایک جگہ شیر کی زبانی فرمایا ہے۔

پایہ پایہ رفت باید سوئے بام　　ہست جبری بودن ایں جا طمع خام

ایک ایک پڑی کوٹھے کی طرف چڑھنا چاہئے　　اس جگہ جبری بننا بیکار لالچ ہے

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں دے کر کوشش اور سعی کی تلقین کی ہے۔ اگر وہ ان کو بروئے کار نہیں لاتا ہے تو کفرانِ نعمت ہے۔

پائے داری چوں کنی خود را تو لنگ　　دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ

تیرے پیر ہیں اپنے آپ کو تو لنگڑا کیوں بناتا ہے؟　　تیرے ہاتھ ہیں پنجہ کو کیوں چھپاتا ہے؟

خواجہ چوں بیلے بدست بندہ داد　　بے زباں معلوم شد اُو را مراد

آقا نے مجھے جب بیلچہ ہاتھ میں دے دیا　　اسکا مقصد بغیر کہے معلوم ہو گیا

توکل کا ایک غیر شرعی مفہوم عقیدۂ جبر کا لازمی نتیجہ ہے۔ مولانا اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

گر توکل می کنی در کارکُن　　کارکن پس تکیہ بر جبّار کن

اگر توکل کرتا ہے، کام میں کر　　کام کر پھر اللہ پر توکل کر

گفت آرے ار توکل رہبرست　　ایں سبب ہم سنّت پیغمبرست

اس نے کہا ہاں اگر توکل راہنما ہے　　سبب کو اختیار کرنا بھی پیغمبر کی سنت ہے

گفت پیغمبر بآوازِ بلند
بر توکل زانوئے اشتر بہ بند
پیغمبر نے بلند آواز سے فرمایا
توکل کے ساتھ اونٹ کا پیر باندھ

رمز اَلکاسب حبیب اللہ شنو
از توکل در سبب کاہل مشو
''کمانے والا اللہ کا دوست ہے'' کا اشارہ سن
توکل کی وجہ سے اسباب اختیار کرنے میں سستی نہ کر

در توکّل کسب وجہد اولیٰ ترست　　تا حبیب حق شوی ایں بہترست

کمانا اور کوشش کرنا توکل کے معاملہ میں بہت بہتر ہے　　تاکہ تو اللہ کا سہارا بن جائے یہ اچھا ہے

ایک جگہ فرمایا اسباب کا اختیار کرنا اور زندگی کی جدوجہد میں صبر و استقلال کے ساتھ زندگی کے نشیب وفراز سے دوچار ہونا ہمیشہ خاصانِ خدا کا خاصہ رہا ہے۔

سعی ابرار و جہادِ مومناں　　تابدیں ساعت ز آغازِ جہاں

نیکوں کی کوشش اور مومنوں کا جہاد　　دنیا کی ابتداء سے اب تک

حق تعالیٰ جہد شاں را راست کرد	آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد
اللہ نے ان کی کوشش اور تمام	گرم و سرد کو صحیح قرار دیا

جہد و عمل کے سلسلہ میں مولانا کا وہ شعر بھی مشہور ہے جس پر غالب جیسا شاعر سر دھنتا ہے۔

بزیر کنگرۂ کبریاش مردانند	فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزداں گیر
اس کی کبریائی کے کنگرہ کے زیر سایہ وہ انسان بھی ہیں	فرشتہ اور پیغمبر جن کا شکار اور وہ خدا کو قابو میں کر لینے والے ہیں

اور اقبال نے اسی شعر کو اپنے الفاظ میں اس طرح کہا ہے۔

در دشت جنونِ من جبرئیل زبوں صیدے	یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ
میرے جنون کے میدان میں جبرئیل معمولی شکار ہیں	اے ہمت مردانہ خدا کو قابو میں کر لے

ان حالات میں کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مولانا وحدت الوجود کے اس مفہوم کے قائل تھے جو دوسرے صوفیاء نے اختیار کیا ہے۔

جبر و قدر۔ انسان جو کام کرتا ہے وہ اپنے اختیار سے کرتا ہے یا بصورتِ جبر اس سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے جن کا فیصلہ کرنا دشوار ترین امر ہے۔ اس مسئلہ کی بنیاد دراصل اس مسئلہ پر ہے کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے یا انسان کے افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ حکماء کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ انسانی جملہ افعال بھی اللہ کی تخلیق ہیں۔ انسان کو ان کے صادر کرنے میں کوئی اختیار اور دخل نہیں ہے۔ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ۔ تمہارا چاہنا کچھ نہیں بجز اس کے کہ اللہ چاہے۔ مَاشَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَ مَا لَمْ يَشَاءْ لَمْ يَكُنْ جو اللہ نے چاہا وہ ہوا جو نہ چاہا نہ ہوا۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ۔ خلق اور امر صرف اللہ کا ہے۔ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَاهُوَ كَائِنٌ۔ ہونے والی باتوں پر قلم تقدیر (لکھ کر) خشک ہو چکا ہے۔ اَلْقَلْبُ بَيْنَ اِصْبَعِي الرَّحْمٰنِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَآءُ۔ انسانی قلب اللہ کے قبضہ میں ہے جس طرح چاہتا ہے (برائی یا بھلائی) اس کو اس طرف مائل کر دیتا ہے۔ اب ان دلائل کے پیش نظر، یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انسان مجبورِ محض ہے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں انسان کے افعال کے حسن و قبح کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے اور افعال پر جزا و سزا کا ترتب بھی بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ اگر زید کے ہاتھ میں رعشہ کی اضطراری حرکت ہے تو زید کو اس حرکت کی بنا پر اچھا یا برا کہنا بالکل غیر معقول ہے۔ انسان کے سر پر پھول برسیں یا پتھر، انسان نہ پھولوں کی ستائش کرتا ہے نہ پتھر کی شکایت۔ حکماء کے اس گروہ کو جبریہ کہا جاتا ہے۔

دوسرا گروہ قدریہ ہے۔ جو تقدیر ازلی کا منکر ہے اور تمام انسانی افعال کا صدور انسان سے بطورِ کلی اختیار کے تسلیم کرتا ہے اور بندوں کے افعال کا خالق بندوں ہی کو قرار دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں عالم میں دو خالق تسلیم کرنے پڑیں گے۔ ایک خدا اور ایک غیر خدا اور اس ثنویت کو اسلام کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتا ہے۔ یزداں اور اہرمن کے تصور کو اسلام نے مٹایا ہے اور خالص توحید کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اسی بنیاد پر اس قدریہ

فرقہ کو مجوس ہذۃ الامۃ قرار دیا گیا ہے۔

عقلی اعتبار سے غور کیا جائے تو یہ عقیدہ بھی خلافِ واقعہ نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ انسان کا کسی کام کو کرنا یا کسی کام سے باز رہنا خواہش و ارادہ یا نفرت و اجتناب کی بنیاد پر ہوتا ہے اور انسان کو اپنی قوتِ ارادی یا قوتِ اجتنابی کی تحریک پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ اب ان دونوں قوتوں کی تحریک کا جو نتیجہ بھی ہے وہ غیر اختیاری ہو جاتا ہے۔ اشاعرہ نے ایک درمیانی صورت نکالی یعنی انسان کے افعال کا خالق تو اللہ کو قرار دیا اور کسب کو انسان کا اپنا فعل قرار دیا اور یہ عقیدہ ٹھہرایا کہ افعال خواہ خداوندی ہوں یا بندوں کے سب کا خالق اللہ ہی ہے۔ اب بندوں کے افعال کی برائی، بھلائی یا جزا و سزا اس بنیاد پر ہے کہ انسان نے اس کا کسب کیا ہے۔ مولانا روم نے اس مسئلہ پر بہت سے مقامات پر بحث کی ہے۔ ایک جگہ تو جبریہ اور قدریہ دونوں کو غلط کہا ہے اور فرمایا کہ اگر دیکھا جائے تو انسان کا جبر مطلق، اختیارِ مطلق کی بہ نسبت بالکل بداہت کے خلاف ہے۔ بداہۃً نظر آتا ہے کہ انسان اپنے افعال میں صاحب اختیار ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ اختیار خدا کا عطا کردہ ہے۔ یہ ایک نظری مسئلہ ہے اور فرمایا قدری کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو دھوئیں کو موجود مانتا ہے اور آگ جو اس کی علت ہے اس کا انکار کرتا ہے اور جبری کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو دھوئیں کے ہوتے ہوئے اس دھوئیں کے وجود ہی سے انکار کرتا ہے۔ اب فیصلہ کیا جائے کہ کون سا شخص زیادہ حماقت میں مبتلا ہے۔ مولانا کے زمانہ میں اکثر صوفیاء اور علماء جبر کے قائل تھے۔ امام رازی جیسے فاضل نے اپنی تفسیر میں متعدد جگہ جبر پر دلائل قائم کئے ہیں اور پھر مستقل کتاب لکھ کر جبر کے اثبات کے لئے عقلی و نقلی دلائل پیش کئے ہیں لیکن مولانا روم کا رجحان جبر کے بالکل خلاف ہے۔ مَاشَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَ مَالَمْ يَشَالَمْ يَكُنْ کے بارے میں مولانا نے فرمایا۔ یہ حدیث جدوجہد کی ترغیب کے لئے ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی شاہی ملازم سے یہ کہے "جو وزیر چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وزیر کو خوش رکھنے کی جدوجہد کرنی چاہئے کیونکہ مقصد کا حصول وزیر کی خوشی پر موقوف ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مقصد کا حصول ہمارے ہاتھ میں ہے لہٰذا وہ بغیر جدوجہد کے ہمیں حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ نجات اور حصولِ مقاصد تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ جب چاہو حاصل ہو جائے بلکہ اس کے لئے انتہائی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

جَفَّ الْقَلَمُ بِمَاهُوَ كَائِنٌ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہے لیکن اس کے یہ معنی کہ جو کچھ ہونا ہے وہ پہلے ہی دن لوحِ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے، صحیح نہیں ہیں۔ یہ عوام کی غلطی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر کام کا خاص نتیجہ ہے۔ یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر چیز کا ایک سبب ہے۔ یہ طے ہو چکا ہے کہ نیکی و بدی یکساں نہیں ہیں۔ یہ طے ہو چکا ہے کہ نیکی کا نتیجہ نیک اور بدی کا بد ہوگا۔

مولانا نے انسان کے اختیار کے ثبوت کے لئے جو دلائل قائم کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) ہر شخص کے دل میں اختیار کا یقین ہے گو زبانی اس کا انکار کرے۔ اگر اسی شخص کے سر پر چھت ٹوٹ

کر گر پڑے تو کبھی چھت پر غصہ نہ کرے گا اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے سر پر پتھر مار دے تو اس پر اس کو سخت غصہ آئے گا اور یہ اسی بنیاد پر ہے کہ چھت کو اس نے غیر مختار سمجھا ہے اور اس شخص کو اس نے صاحب اختیار مانا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کتا بھی اس بات کو سمجھتا ہے۔ کتا پتھر کو نہیں کاٹتا ہے۔ جو پتھر پھینک کر اس کے مارے گا، اس کو کاٹے گا۔

(۲) خود انسان کے تمام اقوال و افعال سے اختیار کا ثبوت ہوتا ہے۔ ہم کسی شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں، کسی کو کسی کام کے کرنے کی ممانعت کرتے ہیں۔ اپنے کسی فعل پر خود نادم ہوتے ہیں اور کسی فعل پر خوش۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ ہم خود اپنے آپ کو اور دوسرے کو صاحب اختیار سمجھتے ہیں۔

(۳) جبر کے ثبوت میں سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اگر خدا ہمارے افعال پر قادر نہیں ہے تو مجبور ہے اور اگر قادر ہے اور بندہ کو بھی قادر مانا جائے تو ایک فعل کے دو فاعل قرار پاتے ہیں، جو باطل ہے۔ مولانا نے اس شبہ کا جواب دیا جو شبہ کا جواب بھی ہے اور بجائے خود بندہ کے اختیار کے لئے دلیل بھی ہے۔ فرمایا جو چیز کسی چیز کی ذاتیات میں سے ہے، وہ سلب نہیں ہوتی ہے۔ لوہار کے بسولے میں جبر ہے۔ لوہار کا آلہ بننے کی وجہ سے اس کا جبر سلب نہیں ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اختیار انسان کی ذاتیات میں سے ہے۔ اگر اللہ کو فاعل مانا جائے اور انسان اس کے لئے بمنزلہ آلہ کے ہو تب بھی اس کا اختیار باقی رہے گا۔ انسانی اختیار مسلوب نہ ہوگا اور نہ جبر سے تبدیل ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ انسان کا کفر کرنا اللہ کی مرضی سے ہے تو بھی خود یہ ثابت ہو رہا ہے کہ کفر کافر کا فعل اختیاری ہے ورنہ کافر، کافر نہیں ہے۔

(۴) انسان کے تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان کا صدور انسان سے ہوتا ہے۔ اللہ کے خالق ہونے کی وجہ سے بسا اوقات افعالِ عباد کی نسبت اللہ کی طرف کر دی جاتی ہے ورنہ دراصل وہ بندہ کا فعل ہے۔ مولانا بحر العلوم نے ایک مقام پر فرمایا ہے۔ ایک فرق بعد الجمع کا مقام ہے۔ جب سالک کی سیر عروج کی طرف ختم ہو جاتی ہے اور اس کا وجود مقامِ فنا میں پہنچ جاتا ہے تو وہ پھر بشریت کی طرف نزول کرتا ہے اور اپنی ذات کا جلوہ آئینۂ حق میں دیکھتا ہے اور اپنے تمام افعال و صفات کو منسوب بسوئے حق دیکھتا ہے اور یہ عرفان کا سب سے بلند مقام ہے۔

مثنوی اور فلسفی مسائل

مولانا کا مقصد مثنوی میں اگرچہ فلسفی مسائل کو بیان کرنا نہیں ہے ضمناً جو مسائل بیان فرما دیئے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:-

تجاذبِ اجسام

کائنات کے تمام اجسام ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور اسی تجاذب اور کشش پر نظامِ

کائنات قائم ہے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس کی تفاصیل نیوٹن نے کیں اور یہ نظریہ اس کی طرف منسوب کیا گیا جبکہ مولانا نے سینکڑوں برس قبل یہ نظریہ بیان فرما دیا تھا۔

جملہ اجزاءِ جہاں زاں محکم پیش ۔ جفت جفت و عاشقانِ جفت خویش
دنیا کے تمام اجزاء جوڑ جوڑ ہیں ۔ اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے

آسماں گوید، زمیں را مرحبا ۔ باتو ام چوں آہن و آہن ربا
آسمان، زمین کو خوش آمدید کہتا ہے ۔ کہ میری تیری مثال لوہے اور مقناطیس کی سی ہے

فرمایا کہ اجرامِ فلکی کی کشش کی بنیاد پر زمین بیچ میں معلق ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے مقناطیس کا ایک گنبد بنایا جائے اور لوہے کا ایک ٹکڑا بیچ میں کر دیا جائے تو وہ معلق ہو کر رہ جائے گا۔

آں حکیمش گفت کز جذبِ سما ۔ از جہاتِ شش بماند اندر ہوا
اُس حکیم نے اُس سے کہا کہ آسمان کی وجہ ۔ شش جہات کی کشش کی وجہ سے زمین فضا میں معلق ہے

چوں ز مقناطیس قبہ ریختہ ۔ درمیاں ماند آہنے آویختہ
جس طرح کہ مقناطیس کا گنبد ہو ۔ اور اس کے درمیان لوہے کا ٹکڑا لٹکا ہو

تجاذبِ ذرّات

اب یہ بات مسلمات میں سمجھ لی گئی ہے کہ اجسام کی ترکیب ذرات سے ہے اور ان ذرّات میں باہمی کشش اور تجاذب ہے اور تمام اجسام کے ذرات میں کشش اور تجاذب یکساں نہیں ہے۔ بعض اجسام کے ذرات میں باہمی کشش بہت بڑھی ہوئی ہے اور بعض میں کم جیسا کہ لوہا اور لکڑی۔ اس مسئلہ کو سینکڑوں سال قبل مولانا نے بیان فرمایا۔

میل ہر جزئی بہ جزئی می نہد ۔ ز اتحادِ ہر دو تولیدے جہد
ہر جزئی کا ایک جزئی کی طرف میلان ہے ۔ دونوں کے اتحاد سے پیدائش ہوئی ہے

ان اشعار میں مولانا نے تجاذب کی کیفیت کو عشق سے تعبیر کیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ نباتات کے جو اجزاء ہیں وہ جمادی ہیں لیکن ان میں اور نباتی اجزاء میں چونکہ کشش ہے لہٰذا وہ جمادی اجزاء نباتیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح نباتی اجزاء حیوانی اجزاء بن جاتے ہیں۔ اگر یہ کشش نہ ہو تو عالم میں مرکبات کا فقدان ہو جائے۔

تجددِ امثال

مولانا بحرالعلوم نے ایک مقام پر فرمایا ہے۔ تجددِ امثال یہ ہے کہ کائنات کی صورتیں ہر آن تبدیل ہو رہی ہیں۔ ایک صورت زائل ہوتی ہے اور دوسری صورت اس کی جگہ لے لیتی ہے اور ذات اسی طرح باقی رہتی ہے۔ چونکہ مٹنے والی صورت آنے والی صورت جیسی ہے۔ اس وجہ سے اس تبدیلی کا احساس نہیں ہوتا ہے اور بظاہر یہی

معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلی صورت علیٰ حالہا باقی ہے۔ جدید تحقیقات اس مسئلہ کی تصدیق کرتی ہیں۔ مولانا نے اس مسئلہ کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست — مصطفیٰ فرمود دنیا ساعتے ست
ہر لحظہ تیری موت اور واپسی ہے اسی لئے — آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا ایک ساعت کی ہے

ہر نفس نو مے شود دنیا و ما — بے خبر از نوشدن اندر بقا
ہر سانس میں دنیا نئی بن رہی ہے — ہم اس کے نئے بننے سے بے خبر ہیں

عمر ہمچو جوئے نو نومی رسد — مستمرے می نماید در جسد
زندگی نہر کے پانی کی طرح نئی نئی آتی رہتی ہے — بدن میں مسلسل نظر آتی ہے

شاخِ آتش را بہ جنبانی بساز — در نظر آتش نماید بس دراز
جلتی لکڑی کو تیزی سے گھماؤ — تو دیکھنے میں ایک لمبی آگ نظر آئے گی

انسان کی زندگی کی بھی یہی صورت ہے۔ ہر لمحہ فنا اور بقا ہے لیکن یہ تبدیلی اس سرعت کے ساتھ ہے کہ زندگی مستقل اور مستمر معلوم ہوتی ہے اور اس کی مثال میں فرمایا کہ نہر کے پانی کی سطح مستقل نظر آتی ہے حالانکہ وہ سطح برابر بدل رہی ہے یا شعلہ کو اگر تیزی سے گھماؤ تو وہ ایک دائرے کی شکل میں نظر آنے لگتا ہے حالانکہ ہر آن وہ شعلہ دائرے میں اپنی جگہ بدل رہا ہے لیکن تم اسے محسوس نہیں کر رہے ہو۔

مسئلہ ارتقاء

دنیا کی موجودات کو چار قسموں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ جمادات، نباتات، حیوانات، انسان۔ اب ان میں یہ بحث ہے کہ آیا یہ چاروں قسمیں ابتداءِ تخلیق سے اسی طرح سے مخلوق ہوئی ہیں یا ابتداءِ تخلیق میں صرف ایک چیز پیدا کی گئی تھی پھر اس نے ترقی اور ارتقاء کیا ہے۔ وہ چیز جماد تھی پھر ترقی کر کے نبات بنی پھر ترقی کر کے حیوان بنی اور پھر ترقی کر کے انسان بن گئی۔ یہ آخری نظریہ ڈارون کی طرف منسوب ہے۔ مولانا شبلی کا خیال ہے کہ مولانا بھی ڈارون سے بہت پہلے اسی ارتقاء کے قائل تھے اور اس کے ثبوت کے لئے حسب ذیل اشعار پیش کئے ہیں:-

آمدہ اوّل بہ اقلیم جماد — وز جمادی در نباتی او فتاد
انسان شروع میں جماد تھا — جماد سے نبات بنا

سالہا اندر نباتی عمر کرد — وز نباتی یاد ناورد از نبرد
سالوں نبات رہا — لیکن نباتی زندگی اسے یاد نہیں ہے

وز نباتی چوں بہ حیوانی فتاد — نامدش حال نباتی ہیچ یاد
نبات سے جب حیوان بنا — نباتی حالت اسے بالکل یاد نہیں ہے

جز ہمان میلے کہ دارد سوئے آن — خاصہ در وقت بہار ضمیران

ہاں سوائے اس میلان کے جو اس کو نباتات کی طرف ہے
ہمچو میل کودکاں با مادراں
جس طرح کہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان ہوتا ہے
باز از حیواں سوِ انسانیش
پھر حیوان سے انسان کی جانب
ہم چنیں اقلیم تا اقلیم رفت
اسی طرح وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف چلتا رہا

خصوصاً موسم بہار میں ضیمران کے کھلنے کے وقت
سرِّ میل خود نہ داند در لباں
شیر خوارگی کے زمانہ میں اپنے میلان کا راز نہیں جانتا
میکشد آں خالقے کہ دانیش
ہم کو وہ خدا لے جاتا ہے جو اس کو جانتا ہے
تاشد اکنوں عاقل و دانا وزفت
یہاں تک کہ وہ عاقل و دانا اور فربہ بن گیا

مولانا کے یہ اشعار صاف لفظوں میں بتا رہے ہیں کہ مولانا انسان کی ابتدائی خلقت جمادی مانتے ہیں، اس سے ترقی کر کے اس نے جسم نباتی اختیار کیا، پھر عالم نباتات سے وہ جسم حیوانی بنا اور جسم حیوانی سے اس نے جسم انسانی اختیار کیا اور موسم بہار میں گل وگلزار کی طرف اس کے میلان کو اُس کے عالم نباتات سے عالم حیوانات کی طرف منتقل ہونے کی دلیل بتا رہے ہیں۔

وجود کے مراتب

وجود صرف مادی ہے یا اس کے مراتب ہیں اور اولیٰ درجہ مادی وجود کا ہے نیز علم کے حصول کا ذریعہ صرف حواس ہیں یا اس کے ماوراء بھی کچھ علم کے اسباب ہیں۔ ان دونوں مسئلوں میں اختلاف چلا آ رہا ہے۔ مادے کے قائل تو یہ کہتے ہیں کہ وجود کا مدار صرف مادے پر ہے اور مادی وجود کے علاوہ اور کوئی وجود نہیں ہے۔ حصولِ علم کے بارے میں بھی لامحالہ ان کا یہ خیال ہے کہ وہ صرف عقل اور حواس کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ گروہ نہ نفس یا روح کی مستقل حیثیت تسلیم کر سکتا ہے اور نہ خدا کا قائل ہو سکتا ہے اور نہ حیات بعد الموت کا۔ ان کے نزدیک روح کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہے بلکہ وہ عناصر کی خاص ترکیب کی پیداوار ہے۔ جس طرح ساز کے تاروں کے ایک خاص نظم و ضبط سے ایک نغمہ پیدا ہوتا ہے اسی طرح وجود کے ذرات کی خاص ترتیب عقل و شعور پیدا کر دیتی ہے۔ جب ساز ٹوٹ جائے تو نغمہ بھی ناپید ہو جائے گا۔ اہل شرع اس نظریہ کو الحاد قرار دیتے ہیں۔ مولانا روم نے بھی مثنوی میں جابجا اس مسئلہ پر اظہارِ خیال کیا ہے اور بتایا ہے کہ وجود کے مختلف مراتب ہیں اور وجود کا ہر مرتبہ اپنی مخصوص عقل اور اسباب وعلل کا مخصوص نظام رکھتا ہے جیسے جیسے وجود کے مراتب میں ترقی ہوتی ہے ویسے ہی علم اور اس کے ذرائع میں بھی ارتقاء ہوتا ہے۔ نباتی وجود اور عقل، جمادی وجود اور عقل سے بالاتر ہے اور نباتات کا شعور جمادات سے بڑھا ہوا ہے۔ اسی طرح حیوانات کا شعور نباتی شعور سے زیادہ بہتر اور وسیع ہے اور پھر حیوانات میں بھی عقل و شعور کے مراتب میں تفاوت ہے۔ انسان تمام حیوانات میں بالاتر ہے اور اس کی نوع کے افراد میں بھی عقل و شعور میں بے حد تفاوت ہے۔ ایک طرف جنگلی انسانوں کا شعور ہے دوسری طرف حکماء کے شعور کی بلند پروازی ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ انسان کے وجود کا ارتقاء

اور اس کی عقل کا ارتقاء اس مرحلہ پر پہنچ کر بھی نہیں رکتا ہے بلکہ حکماء کے علاوہ انبیاء اور اولیاء کا ایک طبقہ ہے جو حکماء کے مقابلہ میں زیادہ کاشف اسرار ہے۔ فرماتے ہیں۔

باز غیر از عقل و جانِ آدمی　ہست جانے در نبی و در ولی
عام انسانی جان اور عقل کے علاوہ　نبی اور ولی میں ایک اور جان ہے

وحی والہام و نبی

مولانا وحی والہام میں فرق نہیں کرتے ہیں اور الہامات نیز اس بصیرت کے لئے بھی جو عقل وحس سے ماوراء ہے وحی کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ انسان کے حواسِ ظاہری کے علاوہ انسان میں حواسِ باطنی بھی ہیں جن سے ان باتوں کا انکشاف ہوتا ہے جو حواسِ ظاہری کے ادراک سے باہر ہیں۔

پنج حسّے ہست جز ایں پنج حس　آں چو زرِ سرخ و ایں حسہا چو مس
ان حواسِ خمسہ کے علاوہ اور حواسِ خمسہ ہیں　سونا جیسے ہیں اور یہ تانبا ہیں

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک　نقشہا بینی بروں از آب و خاک
دل کا آئینہ جب پاک و صاف ہو جاتا ہے　آب و خاک کے علاوہ وہ اور نقش دیکھتا ہے

پس محلّ وحی گردد گوشِ جاں　وحی چہ بود گفتن از حسّ نہاں
پھر جان کا کان وحی کا محل بن جاتا ہے　وحی کیا ہے؟ اسی پوشیدہ حس کی گفتگو

اس ادراک کو وحی کہیے یا الہام، یہ عقل سے بالاتر حس باطن کا انکشاف ہوتا ہے۔ چونکہ عوام وحی کو انبیاء کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں، لہٰذا صوفیاء اس قسم کے انکشافات کو وحیِ دل کہہ دیتے ہیں۔

از پے روپوش عامہ در جہاں　وحی دل گویند او را صوفیاں
دنیا میں عوام سے چھپانے کے لئے　اس کو صوفی دل کی وحی کہہ دیتے ہیں

نبی کا لفظ بھی عام طور پر ایک خاص معنی میں بولا جاتا ہے لیکن مولانا اونچے درجہ کے مصلحین کے لئے بھی لفظ نبی بولتے ہیں۔

فکر کن در راہ نیکو خدمتے　تانبوت یابی تو از اُمتے
بھلائی کے راستہ میں خدمت کی فکر کر　تاکہ اُمت میں رہتے ہوئے تو نبوت پالے

مولانا کی اصطلاح میں نبی اور وحی کے ایسے عام معنی ہیں جو اصطلاحی نبی اور وحی سے وسیع تر ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ایں نجوم و طب وحیِ انبیاء ست　عقل وحس را سوئے بے سوزہ کجاست
یہ طب اور نجوم نبیوں کی وحی ہے　عقل اور حس کو بے جہت چیز کا راستہ نہیں ملتا ہے

قابلِ تعلیم فہم ست ایں خرد　لیک صاحب وحی تعلیمش دہد

اس عقل میں فہم و تعلیم کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے لیکن صاحب وحی اس کو تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود اوّل · اوّل عقل اُو را برفزود

یقیناً تمام ہنر ابتداً وحی کے ذریعہ معلوم ہوئے پھر عقل نے ان میں اضافہ کیا ہے

مولانا کا یہ بھی خیال ہے کہ جب دل محل وحی ہوتا ہے تو وہ اپنی ملکوتی قوت کو متمثل کر کے پیش کرتا ہے۔ کوئی دوسری شخصیت پیغام رساں نہیں ہوتی ہے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ جبرئیل کچھ کہہ رہے ہیں حالانکہ خود نبی کی قوتِ ملکوتی یہ تمثل اختیار کر لیتی ہے۔ جیسا کہ خواب میں انسان دیکھتا ہے کہ دوسرا شخص اس سے ہمکلام ہے حالانکہ خود اس کا قلب دوسرے کو ممثل کر کے پیش کر دیتا ہے۔ مولانا بحرالعلوم نے مولانا کے اشعار کی تشریح کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا۔ جبرئیلؑ جو رسولوں کے سامنے آتے ہیں اور اللہ کی جانب سے وحی لاتے ہیں وہ ایک جبرئیلیہ حقیقت ہے جو رسولوں کی قوتوں میں سے ایک قوت ہے اور یہ قوت وہ صورت اختیار کر لیتی ہے جو عالم مثال میں اس کے لئے پوشیدہ تھی۔ وہ رسولوں کے پاس حاضر ہوتی ہے اور اللہ کا پیغام پہنچاتی ہے تو رسول خود اپنے آپ سے فیض حاصل کرتے ہیں نہ کہ کسی دوسرے سے۔ تو جو کچھ رسول دیکھتے ہیں وہ انہیں کے خزانہ کی پوشیدہ چیز ہے۔ مولانا کے نزدیک روحِ انسانی کے عروج کے منازل ہیں۔ ایک وہ مقام آتا ہے جہاں روحِ انسانی کا روحِ الٰہی سے غایت درجہ کا اِتصال ہو جاتا ہے۔

ہست رب الناس را باجانِ ناس اِتصالے بے تکیف بے قیاس

اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے اتصال ہے جو قیاس اور بیان سے باہر ہے

اس مقام پر پہنچ کر حکمت کا طالب خود حکمت کا منبع بن جاتا ہے اور اس مقام پر پہنچ کر خود انسانی قلب، لوحِ محفوظ بن جاتا ہے۔

لوحِ حافظ لوحِ محفوظے شود روحِ اُو از روح محظوظے شود

حافظ کا دل لوحِ محفوظ بن جاتا ہے اس کی روح خدا سے محظوظ ہوتی ہے

اس حالت میں الٰہی کلام اور فرمان خود اس کے دل سے ابھرتا ہے اور یہ اَحْسَنُ التَّقْوِیْم والا انسان جب روحانی بلندیوں پر پہنچتا ہے تو خود اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔

پس محل وحی گردد گوشِ جاں وحی چہ بود گفتن از حس نہاں

روح کا کان وحی کا محل بن جاتا ہے وحی کیا ہے؟ پوشیدہ حس کی گفتگو

گوشِ جان و چشمِ جاں جُز ایں حِس ست گوشِ عقل و چشمِ ظن زاں مفلس ست

روح کے کان اور آنکھ ان حواس کے علاوہ ہیں عقل کا کان، اور ظن کی آنکھ ان سے محروم ہے

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش تا بگوشت آمد از گردوں خروش

وسوسوں کی روئی کان سے نکال تا کہ تیرے کان میں آسمانی آوازیں آئیں

وحی، نبی، جبرئیل اور لوحِ محفوظ کے بارے میں مولانا کے خیالات اجمالی طور پر ہم نے عرض کر دیئے ہیں

تا کہ مولانا کا کلام سمجھنے میں سہولت ہو لیکن ظاہر ہے کہ یہ مولانا کے اپنے خیالات ہیں اور اربابِ شرع کو ان میں ردو قبول کا حق ہے۔ ان میں سے جو چیزیں ظاہر نصوص سے ٹکرائیں وہ یقیناً دوسروں کے لئے لائق قبول نہ ہوں گی۔ بزرگوں کے مکاشفات اسی وقت تک حجت ہیں جب تک کہ وہ اصولِ شرع کے موافق ہوں۔

بعض اصطلاحیں

صوفی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے۔ دل میں کوئی شیطانی خطرہ نہ آنے دے۔ عبادت و ریاضت میں اصولِ شرع اور سنت رسول پر قائم رہے۔

ابن الوقت ۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو اسرار اور واردات سے مغلوب الحال ہو جائے۔ اسرار کا اظہار کر دے، خوارق اس سے ظاہر ہو جائیں اور احکام ظاہری کی مخالفت کر بیٹھے۔ ابن الوقت ہی کو قلندر اور رند بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ ابن الوقت اس صوفی کو بھی کہا جاتا ہے جو مقتضائے وقت پر عمل کرے۔ یہ معنی پہلے معنی سے عام ہیں۔ جو اصطلاحی ابن الوقت اور ابوالوقت دونوں کو شامل ہیں۔

ابوالوقت ۔ وہ صاحب مقام صوفی کہلاتا ہے جو آدابِ شریعت کا پورا پاس کرے۔ حالات اور واردات میں نفس اور روح پر قابو رکھے۔ خداوندی حکمت کے مقتضیٰ کو سمجھتے ہوئے کرامات اور خوارق پر قابو رکھے۔ ابوالوقت کا مقام ابن الوقت سے بہت اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔

ابدال ۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت ہے جو کسی دوسری شخصیت کو اپنی شکل وصورت میں تبدیل کر سکتی ہے۔ ان کی تعداد سات ہوتی ہے۔ دنیا کی ساتوں اقلیموں میں سے ہر اقلیم کا ان میں ایک قطب ہوتا ہے۔

نقباء ۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت کہلاتی ہے جن میں سے ہر ایک آسمان کے بارہ برجوں میں سے ہر برج سے متعلق ہوتا ہے اور اس برج کے نجوم و کواکب کی تاثیرات سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ ان نقباء کو بھی ابدال کہہ دیا جاتا ہے۔

رجبیّون ۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت کہلاتی ہے جو رجب کے مہینہ میں اپنی جگہ مقیم رہتی ہے باقی پورے سال عالم میں گشت کرتی رہتی ہے۔ رجب کے پہلے دن ان پر اس قدر بوجھ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسی عضو کو حرکت تک نہیں دے سکتے ہیں۔ دوسرے دن یہ بوجھ کم ہو جاتا ہے اور تیسرے دن بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ ان کو پورے سال کشف رہتا ہے۔ ان کی تعداد چالیس ہوتی ہے۔

عالم خلق یا عالم شہود ۔ یہ دنیا کہلاتی ہے جہاں اشیاء اپنے مادے اور مقدار کے ساتھ موجود ہیں۔

عالم مثال ۔ وہ عالم ہے جو عالم خلق سے بالا ہے۔ وہاں اشیاء میں مقدار تو ہے مادہ نہیں ہے۔

عالم امر یا عالم روح ۔ وہ عالم ہے جو عالم مثال سے بھی بالا ہے اور وہاں اشیاء بغیر مادہ اور مقدار کے موجود ہیں۔

واصل بحق ۔ وہ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں جو مادی خواص سے پاک وصاف ہو کر سراپا روح بن جاتے ہیں

اور ان کا اضطرابِ عشق، وصل کے سکون میں بدل جاتا ہے۔ان کو سالک واصل بھی کہا جاتا ہے اور سالک طالب وہ ہے جو ابھی اس درجہ تک نہ پہنچا ہو۔

ولی۔وہ شخص ہے جو اللہ کی ذات وصفات کو پہچانے، ہمیشہ طاعات بجالائے، محرمات سے بچے، لذتوں اور شہوتوں میں منہمک نہ ہو، نجاستوں سے بچتا ہو، فرائض کا تارک نہ ہو، مجنون اور پاگل نہ ہو، شرمگاہ اور بدن کو برہنہ نہ رکھتا ہو۔

اہل ارشاد۔وہ اولیاء اللہ ہیں جن کے سپرد مخلوق کی ہدایت، قلوب کی اصلاح وتربیت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی تعلیم ہوتی ہے۔ان اولیاء میں سے جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہوتا ہے وہ قطب الارشاد کہلاتا ہے۔

اہل تکوین۔وہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جن کے سپرد مخلوق کے معاش کی اصلاح، دنیا کا انتظام، مصائب کا دفع کرنا ہوتا ہے۔ان میں سے جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہوتا ہے وہ قطب التکوین کہلاتا ہے۔

لطائف ستہ۔روح، نفس، قلب، سرّ، خفی، اخفیٰ۔سالک اپنے جسم کے ان مقامات کو ذاکر وشاغل بناتا ہے۔

صحو۔وہ حالت ہے جس میں ظاہری وباطنی احکام میں فرق باقی رہتا ہے۔

سُکر۔وہ کیفیت ہے جس میں سالک کے لئے ظاہری اور باطنی احکام میں امتیاز اٹھ جائے۔

انبساط، بسط۔وہ کیفیت ہے جس میں مسلسل وارداتِ غیبی کی وجہ سے روح میں نشاط رہتا ہے۔

انقباض، قبض۔وہ کیفیت ہے جس میں وارداتِ غیبی کے انقطاع کی وجہ سے روح کو ایک تنگی اور گرفتگی محسوس ہوتی ہے۔

محو اور فنا۔وہ کیفیت ہے جس میں سالک اپنی ہستی کو مٹادے اس کے بالمقابل اثبات ہے۔

ہشت بہشت۔خلد، دارالسلام، دارالقرار، جنت عدن، جنت الماویٰ، جنت النعیم، علیین، فردوس۔

ہفت دوزخ۔سقر، سعیر، لظیٰ، حاطمہ، جحیم، جہنم، ہاویہ۔

من وسلویٰ۔بنی اسرائیل کو تیہ کے میدان میں خدا کی جانب سے من جو کہ ترنجبین کی طرح کی ایک چیز تھی اور سلویٰ جو بٹیروں جیسے پرند تھے، کھانے کے لئے عطا ہوئے۔

علم احکام۔وہ علم ہے جو قانونِ کلی کی صورت میں انبیاء اور مرسلین کو دیا جاتا ہے۔

علم لدنی۔وہ علم بھی کہلاتا ہے جو خاص جزئی معاملہ میں کسی کلیہ سے استثنائی طور پر عنایت ہو جاتا ہے جیسا کہ خضرؑ کو بچہ کے قتل کے سلسلہ میں حاصل ہوا۔

عہد الست۔قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ازل میں حضرتِ آدمؑ کی ذرّیت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

تھا۔ ''اَلَستُ بِرَبِّکُم'' کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب میں کہا تھا ''بلیٰ'' کیوں نہیں۔ اس قول و قرار کو میثاقِ الست اور عہد الست کہا جاتا ہے۔

قصص

اصحاب کہف ۔ان بزرگوں کی جماعت ہے جو دقیانوس بادشاہ کے زمانہ میں پیغمبر وقت پر ایمان لائے تھے اور بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لئے ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ خدا کی قدرت سے ان کو ایسی نیند آئی کہ ہزاروں برس گزر گئے اور وہ اسی خواب استراحت میں پڑے ہیں، نہ کھاتے پیتے ہیں نہ جاگتے ہیں، آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور بظاہر بیدار معلوم ہوتے ہیں۔

ہاروت و ماروت و زہرہ ۔مشہور ہے کہ زہرہ ایک حسین عورت تھی۔ ہاروت و ماروت جو دو فرشتے تھے، وہ اس سے زنا کر بیٹھے جس کی پاداش میں ان دونوں کو بابل کے ایک کنویں میں الٹا لٹکا دیا گیا ہے اور زہرہ اس اسم اعظم کے ذریعہ جو اس نے اُن فرشتوں سے سیکھا تھا، آسمان پر چڑھ گئی ہے۔ جس کو وہاں مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا گیا ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قصہ یہود کا من گھڑت ہے۔ جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ امر واقعہ صرف اس قدر ہے کہ جس کو قرآن نے ذکر کیا ہے کہ ہاروت و ماروت کو سحر کی تعلیم دینے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا جس سے نیک و بد کی آزمائش مقصود تھی۔

اَصْحَابُ الْاُخْدُوْد ۔سورہ بروج میں ہے۔ قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ. وَ هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْد۔ خندقوں والے ہلاک ہوئے، جو آگ کی تھیں، جن میں ایندھن تھا جبکہ وہ خندقوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو بد سلوکی مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھتے تھے۔ حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک لڑکا ایک جادوگر کے پاس جادو سیکھنے جاتا تھا، اس کے راستہ میں ایک خدا رسیدہ راہب کا گرجا گھر تھا۔ یہ لڑکا اس راہب سے مانوس ہو گیا اور اس سے فیض حاصل کرنے لگا۔ ایک روز یہ لڑکا جا رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ ڈرے ہوئے راستہ پر کھڑے ہیں۔ آگے جانے کی ہمت نہیں کر رہے ہیں۔ اس نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ایک خونخوار شیر نے راستہ روک رکھا ہے۔ یہ لڑکا آگے بڑھا اور اس نے خدا کا نام لے کر ایک پتھر شیر کے مارا تو شیر ہلاک ہو گیا۔ اس واقعہ سے اس لڑکے کی شہرت ہوئی اور لوگ اس کے گرد جمع ہونے لگے اور مومن بننے لگے۔ ان واقعات کا علم بادشاہ کو ہوا تو وہ بہت برہم ہوا اس لئے کہ وہ خود خدائی کا مدعی تھا اور اس نے لڑکے کو ہلاک کرنے کا حکم دیا۔ اس لڑکے کو پہاڑ سے پھینکا گیا لیکن وہ ہلاک نہ ہوا، اس کو دریا میں غرق کرنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ غرق نہ ہوا۔ تب اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ اگر تو مجھے ہلاک ہی کرنا چاہتا ہے تو صرف ایک تدبیر ہے کہ تو بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الغلام کہہ کر میری طرف تیر چلا تو میری موت واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور لڑکا شہید ہو گیا۔ اس پر جو مجمع تھا وہ سب کا سب مومن ہو گیا۔ بادشاہ نے ان کو ہلاک کرنے کے لئے خندقیں کھدوائیں اور ان میں آگ

جلائی اور ان مومنوں کو آگ میں جلوایا۔

لَیْلَۃُ التَّعْرِیْس ۔ آخر شب کے پڑاؤ والی رات۔ ۷ ہجری میں غزوۂ خیبر سے واپسی پر آپؐ نے وادی القریٰ اور تیماء کا رخ کیا۔ وہاں سے واپسی پر آنحضور ﷺ اور دیگر اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم رات بھر مشغول سفر رہے۔ صبح کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ وہ نہ سوئیں اور فجر کی نماز کے وقت سب کو جگا دیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر بھی نیند کا غلبہ ہوگیا اور سب کی آنکھ جب کھلی جبکہ سورج نکل آیا تھا اور فجر کی نماز قضا ہوگئی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہاں سے فوراً کوچ کرو، اور کچھ آگے جا کر پڑاؤ کیا اور نماز پڑھی۔ مولانا نے اپنے اشعار میں اس نیند کو استغراقی کیفیت سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت سلیمان اور انگوٹھی ۔ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک عورت سے نکاح کرلیا جو پوشیدہ طور پر بت پرست تھی۔ اس کی پاداش میں یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ کی وہ انگوٹھی جس کے اثر سے ان کی حکومت جن وانس پر قائم تھی وہ ایک صخر نامی یا سدیونامی جن نے چرالی اور وہ اس انگوٹھی کے اثر سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر قابض ہوگیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام روپوش ہوگئے۔ اپنی روپوشی کی حالت میں وہ ایک مچھیرے کے گھر کام پر لگ گئے۔ مچھیرے نے اپنی لڑکی کی شادی ان سے کردی۔ کچھ عرصہ بعد وہ انگوٹھی اس جن کے ہاتھ سے دریا میں گری اور اس کو مچھلی نے نگل لیا۔ وہ مچھلی شکار ہوکر اس مچھیرے کے گھر آ گئی، مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی برآمد ہوئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی کو پہچان لیا اور اس کی تاثیر سے دوبارہ اپنے تخت سلطنت پر قابض ہوگئے۔ اس روایت کی حیثیت افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ نبی پر کسی شیطان یا جن کا اس طرح کا غلبہ ممکن نہیں ہے۔ یہ محض ایک اسرائیلی روایت ہے جو عصمت انبیاء کے شرعی اصول کے بالکل منافی ہے لہٰذا یہ کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہوسکتی۔

مثنوی کی احادیث اور تفاسیر

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلید مثنوی میں فرمایا ہے کہ صوفیاء اور بزرگوں کے کلام میں ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جو احادیث کی کتابوں میں نہیں ہیں اور محدثین کے نزدیک ان کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے تو ان بزرگوں کے اس فعل کی دو توجیہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس طرح محدثین نے خواب کی احادیث پر حدیث کا اطلاق کردیا ہے، اسی طرح ان بزرگوں نے اپنے کشف وغیرہ کی بناء پر ان کو احادیث کہہ دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان احادیث سے جو مقصد ہے وہ دوسرے شرعی دلائل سے ثابت ہوجاتا ہے لہٰذا ان احادیث کا غیر واقعی ہونا مقصد کے ثبوت کے لئے مضر نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ غیر حدیث کو حدیث کیوں کہہ دیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں پر حسن ظن غالب رہتا ہے جو کچھ سن لیتے ہیں یا لکھا ہوا دیکھ لیتے ہیں اس پر یقین کرلیتے ہیں۔ ان کو زیادہ چھان بین کی نہ عادت ہوتی ہے نہ مہلت۔ یہ وہ تبصرہ تھا جو

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بہر حال مثنوی میں بہت سی احادیث وہ ہیں جو محدثین کی اصطلاح میں کسی طرح بھی حدیث کہلانے کی مستحق نہیں اور ایسی احادیث کو حدیث کہہ کر بیان کر دینے کے معاملہ میں محدثین کا طرزِ عمل بہت سخت ہے۔ اسی طرح مولانا نے مثنوی میں صحابہ سے متعلق بعض ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر صحابہ کے حالات پر مشتمل کتابوں میں کہیں نہیں ملتا ہے۔ نیز مولانا نے مثنوی میں بعض آیات کی وہ تفسیر کی ہے جو معتبر مفسرین کے نزدیک کسی طرح درست نہیں ہے۔ لہٰذا مثنوی کا مطالعہ کرنے والوں کو ان امور کا لحاظ رکھنا چاہئے اور مثنوی کا مطالعہ محض تصوف کی کتاب سمجھ کر کرنا چاہئے اور تصوف کے مسائل ہی میں اس کو شمع راہ بنانا چاہئے۔ مولانا کی بیان کردہ احادیث وتفسیر پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

گذارش

ارادہ نہ تھا کہ مقدمہ اس قدر طویل لکھا جائے لیکن حالات نے مجبور کر دیا اور مقدمہ نے کافی طوالت اختیار کر لی اور پھر بھی بعض بحثیں تشنہ تکمیل رہ گئیں۔

آخر میں میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں ان مصنفین اور کتابوں کا ذکر کروں جن سے میں نے اپنے اس مقدمہ یا اصل کتاب میں استفادہ کیا ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ جو مصنفین بقید حیات ہیں خدا ان کو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے نوازے اور جو اس جہانِ فانی سے چلے گئے ہیں خدا ان کی مغفرت فرمائے اور اپنی اس کتاب کے ناظرین سے استدعا اور التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھے بھی دعائے خیر سے فراموش نہ فرماویں۔

جن کتابوں سے میں نے استفادہ کیا، وہ حسب ذیل ہیں:-

کلید مثنوی از مولانا اشرف علیؒ

مفتاح العلوم از مولانا نذیر صاحب عرشی

مثنوی مطبوعہ مطبع نامی کانپور

ملفوظاتِ رومی از عبدالرشید صاحب تبسم

حکمت رومی وتشبیہاتِ رومی از خلیفہ عبدالحکیم

سوانح مولانا روم از مولانا شبلی

نقد اقبال از میکش اکبر آبادی

رسالہ از سپہ سالار

مراۃ المثنوی از تلمذ حسین صاحب

رودِ کوثر از شیخ اکرام

بڑی ناسپاس گزاری ہوگی اگر میں ان بزرگوں اور دوستوں کا ذکر نہ کروں جنہوں نے دورانِ کار میں طرح طرح سے میری مدد کی ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن صاحب زید نقشبندی مجددی زادلطفہ نے پورا مقدمہ

حرفاً حرفاً ملاحظہ فرما کر اس میں مذکور بحثوں پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا اور مثنوی کے اشعار کے مطالب فہمی میں جگہ جگہ مجھے مدد دی۔ عزیزم مولانا مکرم احمد امام مسجد فتح پوری بھی شکریہ کے مستحق ہیں انہوں نے کتابت کی تصحیح میں میرا ہاتھ بٹایا۔ نیز سید نظام الدین صاحب رامپوری نے میرے پورے کام پر نظر ڈالی اور بھرپور تعاون کیا۔
فَلَهُمُ الشُّکْرُ۔

سجاد حسین
۹ ستمبر ۱۹۷۴ء

قطعہ تاریخ

از جناب قمرؔ سنبھلی

سیّدی سجاد حسین اے عالمِ شیریں سخن
آپ کے زورِ قلم سے زندہ ہیں کچھ علم و فن
اس زمانے میں کہ ہے اپنی زباں بے دست و پا
قندِ پارس سے ہیں لذت یاب اربابِ وطن
یوں تو ہے یہ ہر زباں کے لفظ و معنیٰ کی امیں
فارسی سے ہے مگر اردو چمن اندر چمن
جملہ تصنیفاتِ سعدی کے تراجم حاشئے
جامۂ اردو سے دی دیوانِ حافظ کو پھبن
اک نئی تخلیق کا ہے اے قمرؔ یہ سالِ طبع
مثنویِ روم کا ہے خوب اردو پیرہن

۱۹۷۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بشنواز نے[1] چوں حکایت می کند
بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے
وزجدائیہا شکایت می کند
اور وہ جدائیوں کی (کیا) شکایت کرتی ہے؟

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند
کہ جب سے مجھے بنسلی سے کاٹا ہے
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
میرے نالہ سے مرد و عورت (سب) روتے ہیں

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو جدائی سے پارہ پارہ ہو
تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق
تاکہ میں عشق کے درد کی تفصیل سناؤں

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
جو کوئی اپنی اصل سے دور ہو جاتا ہے
باز جوید روزگارِ وصل[2] خویش
وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر تلاش کرتا ہے

من بہر جمعیتے نالاں شدم
میں ہر مجمع میں روئی
جفت خوشحالان و بدحالاں شدم
خوش اوقات اور بداحوال لوگوں کے ساتھ رہی

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من
ہر شخص اپنے خیال کے مطابق میرا یار بنا
وزدرونِ من نہ جُست اَسرارِ[3] من
اور میرے اندر سے میرے رازوں کی جستجو نہ کی

سرِ من از نالۂ من دور نیست
میرا راز، میرے نالہ سے دور نہیں ہے
لیک چشم و گوش را آں نور نیست
لیکن آنکھ اور کان کے لئے وہ نور نہیں ہے

تن زِجان و جاں زتن مستور نیست
بدن، روح سے اور روح، بدن سے چھپی ہوئی نہیں ہے
لیک کس را دید جاں دستور[4] نیست
لیکن کسی کے لئے روح کو دیکھنے کا دستور نہیں ہے

آتش ست ایں بانگ نائے و نیست باد
بانسری کی یہ آواز آگ ہے، ہوا نہیں ہے
ہر کہ ایں آتش ندارد نیست باد
جس میں یہ آگ نہ ہو، وہ نیست (و نابود) ہو

آتشِ عشق ست کاندر نَے فتاد
عشق کی آگ ہے جو بانسری میں لگی ہے
جوششِ عشق ست کاندر مے فتاد
عشق کا جوش ہے جو شراب میں آیا ہے

---

[1] نَے۔ بانسری۔ کز۔ کہ از۔ یہ شعر اور بعد کے پانچ شعر بانسری کا بیان ہیں۔ نیستاں۔ بانس کا جنگل۔ نفیر۔ آہ وزاری، فریاد۔ شرحہ شرحہ۔ پارہ پارہ۔ شرح۔ تفصیل۔ اشتیاق۔ شوق، عشق۔

[2] وصل خویش۔ روح، عالم ارواح میں بانسری، بنسلی میں لوٹنے کی مشتاق ہے۔ خوشحالاں۔ جو لوگ اپنی حالت سدھارے ہوئے ہیں۔ بدحالاں۔ وہ لوگ جنہوں نے دنیا سے لو لگائی ہے۔

[3] اسرار۔ سرّ کی جمع بمعنی راز۔ سرِّ من یعنی میرے نالہ کو سن کر چھپے ہوئے غم کو سمجھ سکتا ہے۔ آں نور۔ وہ نور باطنی جس سے میرا راز دیکھ اور سن سکے۔

[4] دستور نیست۔ بدن، روح کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ نیست باد۔ بے عشق انسان کی موت بہتر ہے۔ آتش۔ بانسری میں سوزِ عشق ہے اور شراب میں جوشِ عشق۔

نے حریف[1] ہر کہ از یارے بُرید
بانسری اس کی ساتھی ہے جو یار سے کٹا ہو

پَردہائش پرد ہائے مادرید
اس کے راگوں نے ہمارے دل کے پردے پھاڑ دیئے

ہمچو نے زہرے و تریاقے کہ دید
بانسری جیسا زہر اور تریاق کس نے دیکھا ہے؟

ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید
بانسری جیسا ساتھی اور عاشق کس نے دیکھا ہے؟

نے حدیث راہِ پُرخوں می کند
بانسری خطرناک راستہ کی بات کرتی ہے

قصہ ہائے عشق مجنوں می کند
مجنوں کے عشق کے قصے بیان کرتی ہے

دو دہاں[2] داریم گویا ہمچو نے
بانسری کی طرح گویا ہم دو منہ رکھتے ہیں

یک دہاں پنہان ست در لبہائے وے
ایک منہ اس کے لبوں میں چھپا ہوا ہے

یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما
ایک منہ روتا ہوا تمہاری جانب ہے

ہائے و ہوئے در فگندہ در سما
آسمان میں شور و غل مچائے ہوئے ہے

لیک داند ہر کہ او را منظرست
لیکن جسے آنکھ میسر ہے وہ جانتا ہے

کایں فغانِ ایں سرے ہم زاں سرست
کہ اس سرے کی آہ و فریاد اس ہی جانب کی ہے

دَمدمہ ایں نائے از دمہائے اوست
اس بانسری کی آواز اسی کی پھونکوں کی وجہ سے ہے

ہائے و ہوئے روح از ہیہائے[3] اوست
روح کا شور و غل اس کی تنبیہات کی وجہ سے ہے

محرمِ ایں ہوش جُز بیہوش نیست
اس ہوش کا رازداں بیہوش کے علاوہ کوئی نہیں ہے

مرزباں را مشتری چوں گوش نیست
زبان کا خریدار کان جیسا کوئی نہیں ہے

گر نبودے نالۂ نَے را ثمر
بانسری کی فریاد کا اگر کوئی نتیجہ نہ ہوتا

نَے جہاں را پُر نہ کردے از شکر
بانسری دنیا کو شکر سے نہ بھرتی

در غمِ ما روز ہا بیگاہ شد
ہمارے غم میں بہت سے دن ضائع ہوئے

روزہا باسوز با ہمراہ شد
بہت سے دن سوزشوں کے ساتھ ختم ہوئے

روزہا گر رفت گو رَو باک نیست
دن اگر گذریں تو کہہ دو گزریں، پروا نہیں ہے

تو بماں اے آنکہ چوںتو پاک نیست
اے وہ کہ تجھ جیسا کوئی پاک نہیں ہے، تو رہے!

---

1. حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن دونوں معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ پردہ۔ راگ، حجاب۔ زہرے۔ بانسری میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی۔ تریاق۔ تریاک، وہ دوا جو زہر کو زائل کر دیتی ہے۔ حدیث۔ قصہ، بات۔ راہِ پُرخوں۔ خطرناک راستہ۔ مجنوں۔ قیس عامری (عرب کے مشہور عاشق کا لقب ہے)۔

2. دو دہاں۔ بانسری کا ایک منہ بانسری بجانے والے کے منہ میں چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے دوسرے منہ سے جو آواز برآمد ہوتی ہے دراصل وہ بانسری بجانے والے ہی کی ہے۔ اسی طرح ہمارے جملہ کام مشیت ایزدی کی وجہ سے ہیں۔ ایں فغاں۔ بانسری کے ظاہری سوراخ سے جو فریاد برآمد ہو رہی ہے وہ اس سوراخ کی آواز ہے جو بانسری بجانے والے کے منہ میں چھپا ہوا ہے۔ دمدمہ۔ نقارہ کی آواز۔ دم۔ پھونک۔ ہائے و ہو۔ شور و غل۔

3. ہیہا۔ ہے کی جمع ہے جو تنبیہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ محرم۔ رازداں۔ ہوش۔ دانائی۔ مر۔ بمعنی خاص زائد بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مشتری۔ خریدار۔ ثمر۔ پھل، نتیجہ۔ شکر۔ یعنی عشق کی مٹھاس۔ درغم۔ غم فراق کا زمانہ بیکار گزرتا ہے اور سوائے سوزشوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ روزہا۔ محبوب اگر باقی ہے تو ایام فراق کی بربادی کی کوئی پروا نہیں ہے۔

ہر کہ جز ماہی[1] ز آبش سیر شد
جو مچھلی کے علاوہ ہے اس کے پانی سے سیر ہوا
ہر کہ بے روزی ست روزش دیر شد
جو بے روزی ہے اس کا وقت ضائع ہوا

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام
کوئی ناقص، کامل کا حال معلوم نہیں کر سکتا
پس سخن کوتاہ باید والسلام
پس بات مختصر چاہیے، والسلام

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست
شراب جوش میں ہمارے جوش کی محتاج ہے
چرخ در گردش اسیر ہوشِ ماست
آسمان، گردش میں ہمارے ہوش کا قیدی ہے

بادہ از ما مست شد نے ما ازو
شراب، ہم سے مست ہوئی نہ کہ ہم اس سے
قالب از ماہست شد نے ما ازو
جسم، ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے نہ کہ ہم اس کی وجہ سے

بر سماع راست ہر کس چیر نیست
سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے
طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
انجیر، ہر حقیر پرندہ کی خوراک نہیں ہے

بند بگسل باش آزاد اے پسر
اے بیٹا! قید کو توڑ، آزاد ہو جا
چند باشی بند سیم و بند زر
سونے، چاندی کا قیدی کب تک رہے گا؟

گر بریزی بحر را در کوزۂ
اگر تو دریا کو ایک پیالے میں ڈالے
چند گنجد قسمت یک روزۂ
کتنا آئے گا؟ ایک دن کا حصہ

کوزۂ چشم حریصاں پُر نہ شد
حریصوں کی آنکھ کا پیالہ نہ بھرا
تا صدف[2] قانع نہ شد پُر دُر نہ شد
جب تک سیپ نے قناعت نہ کی موتی سے نہ بھرا

ہر کرا جامہ زعشقے چاک شد
جس کا جامہ عشق کی وجہ سے چاک ہوا
او ز حرص و عیب کلی پاک شد
وہ حرص اور عیب سے بالکل پاک ہوا

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
خوش رہ، ہمارے اچھے جنون والے عشق
اے طبیب جملہ علّتہائے ما
اے! ہماری تمام بیماریوں کے طبیب

اے دوائے نخوت و ناموسِ ما
اے ہمارے تکبر اور عزت طلبی کی دوا!
اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
اے کہ تو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے!

جسم خاک از عشق بر افلاک شد
خاکی جسم عشق کی وجہ سے آسمانوں پر پہنچا
کوہ در رقص آمد و چالاک شد
پہاڑ، ناچنے لگا اور ہوشیار ہو گیا

---

1. ماہی۔ مچھلی، مراد عاشق ہے جو دریائے عشق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے۔ دیر شدن۔ ضائع ہونا۔ در نیابد۔ کامل عاشق کے احوال ناقص نہیں سمجھ سکتا، کمالِ عشق کی باتیں عام لوگوں کو سنانا بیکار ہے۔ بادہ۔ شراب میں وہ جوش کہاں جو عشق صادق میں ہے۔ آسمان کی سیر و گردش مشہور ہے لیکن عاشق صادق کی سیر اس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ بر سماع۔ عاشق اپنے منازل کی سیر کی باتیں عوام کو سنائے تو وہ ان کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ بند بگسل۔ عشق میں کمال کی راہ یہ ہے کہ انسان ماسوا اللہ کی قید و بند سے آزاد ہو جائے۔ گر بریزی۔ دنیا کی حرص و ہوس کی لغویت کو ظاہر کیا گیا ہے۔
2. صدف۔ سیپ، بارش کا ایک قطرہ لے کر منہ بند کر لیتا ہے تب اس میں موتی بنتا ہے۔ ہر کرا۔ جذبہ عشق سے ہی نفسانی رذائل دور ہوتے ہیں۔ شاد باش۔ جنونِ عشق سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ وہی تمام نفسانی رذائل کا معالج ہے، تکبر اور حبِ جاہ کی بیماری اسی سے جاتی ہے، وہی ان امراض کا افلاطون اور جالینوس ہے۔ افلاطون۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا مشہور حکیم ہے۔ جالینوس۔ روم اور مصر کا مشہور حکیم ہے جس کا مشہور شاگرد بقراط ہے۔ جسم خاک۔ آنحضورﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانی معراج عشق سے حاصل ہوئی۔ کوہ۔ یعنی کوہِ طور کا زلزلہ تجلی عشق کی وجہ سے تھا۔

عشق جانِ طور آمد عاشقا
اے عاشق! عشق طور کی جان بنا
طور مست و خرّ موسیٰ صَعِقا
طور مست بنا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گرے

سرِّ پنہان ست اندر زیر و بم[1]
زیر و بم میں راز چھپا ہوا ہے
فاش اگر گویم جہاں برہم زنم
صاف صاف بیان کر دوں تو دنیا کو درہم برہم کر دوں

آنچہ نے می گوید اندر ایں دو باب
ان دونوں معاملوں میں بانسری جو کچھ کہتی ہے
گر بگویم من جہاں گردد خراب
اگر میں بیان کر دوں دنیا تباہ ہو جائے

بالب دمسازِ خود گر جُفتمے
اگر میں اپنے یار کے ہونٹ سے ملا ہوا ہوتا
ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے
بانسری کی طرح کہنے کی باتیں کہتا

ہر کہ او از ہم زبانے شد جدا
جو شخص دوست سے جدا ہوا
بے نواشد گرچہ دارد صد نوا
بے سہارا بنا، خواہ سو سہارے رکھے

چونکہ گل رفت و گلستاں در گذشت
جب پھول ختم ہوا اور باغ جاتا رہا
نشنوی زیں پس ز بلبل سرگذشت
اس کے بعد تو بلبل کی سرگزشت نہ سنے گا

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
جب پھول ختم ہوا اور باغ ویران ہو گیا
بوئے گل را از کہ جویم از گلاب
پھول کی خوشبو کس میں تلاش کروں؟ (عرق) گلاب میں

جملہ[2] معشوق ست و عاشق پردۂ
تمام کائنات معشوق ہے اور عاشق پردہ ہے
زندہ معشوق ست و عاشق مُردۂ
معشوق زندہ ہے اور عاشق مردہ ہے

چوں نہ باشد عشق را پروائے او
جب عشق کو اس کی پروا نہ ہو
اُو چو مرغے ماند بے پَر، وائے اُو
وہ بے پر کے پرندے کی طرح ہے اس پر افسوس ہے

پَر و بالِ ماکمند عشق اُوست
ہمارے بال و پر اس کے عشق کی کمند ہیں
مُوکشانش می کشد تا کوئے دوست
اس کے بال کھینچی ہوئی اس کو دوست کے کوچہ تک لیجاتی ہے

من چہ گویم ہوش دارم پیش و پس
میں کیا کہوں کہ میں آگے پیچھے کا ہوش رکھتا ہوں
چوں نہ باشد نورِ یارم ہم نفس
جبکہ میرے دوست کا نور ساتھی نہ ہو

نورِ اُو در یُمن و یُسر و تحت و فوق
اس کا نور دائیں بائیں، نیچے اوپر ہے
برسر و برگردنم چوں تاج و طوق
تاج اور طوق کی طرح میرے سر اور گردن میں ہے

---

[1] زیر و بم۔ نیچا، اونچا سر۔ بانسری کے سروں میں وحدۃ الوجود کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر اس مسئلہ کو واضح کیا جائے گا تو عوام نہ سمجھیں گے اور گڑبڑ پھیلے گی۔ دو باب۔ یعنی زیر و بم۔ دمساز۔ یار، دوست۔ جفتمے۔ جفت بودے۔ نوا۔ ساز و سامان۔ سرگذشت۔ بلبل، موسم بہار میں اپنے چہچہوں میں اپنے عشق کی داستان سناتی ہے، موسم خزاں موسم فراق ہے، اس میں خاموش ہو جاتی ہے۔ از گلاب۔ فراق میں بوئے یار ہی تسلی کا سبب ہوتی ہے۔

[2] جملہ۔ خدا کا ایک ہی وجود ہے جو تمام کائنات میں موجود ہے، ممکن کا وجود اس کا محض ایک پردہ ہے۔ چوں نہ باشد۔ رحمت خداوندی جبکہ بندہ کے شاملِ حال نہ ہو تو وہ بندہ بے بال و پر کا پرندہ ہے۔ کمند۔ وہ رسی جس سے شکار پھانسا جاتا ہے یعنی اس کا عشق ہمارے لئے کمند کا کام کرتا ہے۔ من چہ۔ جب تک نور خداوندی شاملِ حال نہ ہو انسان مدہوش ہے۔

عشق خواہد[1] کایں سخن بیروں رود
عشق چاہتا ہے کہ یہ بات ظاہر ہو
آئینہ ات نبود غماز چوں بود
تیرا آئینہ غماز نہ ہو تو کیونکر ہو؟

آئینہ ات دانی چرا غماز نیست
تو جانتا ہے تیرا آئینہ غماز کیوں نہیں ہے؟
زانکہ زنگار از رُخش ممتاز نیست
اس لئے کہ زنگ اس کے چہرے سے علیحدہ نہیں ہے

آئینہ کز زنگ و آلایش جداست
وہ آئینہ جو زنگ اور میل سے دور ہے
پُر شعاع نورِ خورشید خداست
وہ خدا کے نور کے آفتاب کی شعاعوں سے بھرا ہے

رَو، تو زنگار از رخِ او پاک کن
جا، اس کے رخ سے زنگ کو صاف کر
بعد ازاں آں نور را ادراک کن
اس کے بعد اس نور کو حاصل کر

ایں حقیقت را شنو از گوشِ دل
اس حقیقت کو دل کے کان سے سن
تا بروں آئی بکلی ز آب و گل
تاکہ تو پانی اور مٹی سے بالکل نکل آئے

فہم گر دارید جاں را رہ دہید
اگر سمجھ رکھتے ہو تو روح کو راستہ دو
بعد ازاں از شوق پا در رہ نہید
اس کے بعد شوق سے راستہ پر چلو

حکایت عاشق شدن بادشاہ بر کنیزک و خریدنِ اُو

حکایت۔ بادشاہ کا لونڈی پر عاشق ہونا اور اس کا اس لونڈی کو

آں کنیزک را و بیمار شدن کنیزک و درمانِ بیماریِ او

خریدنا اور لونڈی کا بیمار ہونا اور اس کی بیماری کا علاج

بشنوید اے دوستاں ایں داستاں
اے دوستو! اس قصہ کو سنو
خود حقیقت نقد حالِ[2] ماست آں
وہ خود ہمارے موجودہ حال کی حقیقت ہے

نقد حالِ خویش را گر پے بریم
اگر ہم اپنی موجودہ حالت کا سراغ لگائیں
ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ برخوریم
ہم دنیا سے بھی اور عقبیٰ سے بھی پھل کھائیں

بود شاہے در زمانے پیش ازیں
اب سے پہلے زمانہ میں، ایک بادشاہ تھا
ملک دنیا بودش و ہم ملک دیں
(جس کی حکومت) ملک دنیا پر بھی تھی اور ملک دیں پر بھی

اتفاقاً شاہ روزے شد سوار
اتفاقاً ایک دن بادشاہ سوار ہوا
باخواصِ خویش از بہر شکار
اپنے خواص کے ساتھ شکار کے لئے

بہر صیدے می شد او بر کوہ و دشت
پہاڑ اور جنگل میں وہ شکار کے لئے پھر رہا تھا
ناگہاں در دامِ عشق او صید گشت
اچانک وہ عشق کے جال میں شکار ہو گیا

---

1. عشق خواہد۔ عشق خداوندی کا تقاضا ہے کہ ہر قلب پر اس کی تجلی ہو لیکن زنگ آلود دل تجلی کو قبول نہیں کرتا۔ غماز۔ وہ آئینہ جس میں عکس پڑتا ہو۔ آئینہ کز زنگ۔ مصفا قلب پر تجلیاتِ رب کا ظہور ہوتا ہے۔ آب و گل یعنی مادی جسم۔ فہم گر دارید۔ انسان کو پہلے روح کی تربیت کرنی چاہئے، اس کے بعد راہِ عشق پر گامزن ہو۔
2. نقد حال۔ فی الحال۔ یعنی ہمیں روح کے امراض کے ازالہ کے لئے ایک ایسے ہی طبیب کی ضرورت ہے جیسا کہ لونڈی کا معالج تھا۔ برخوریم۔ بر، پھل یعنی اگر ہم اپنی اصلاح کر لیں تو دنیا اور آخرت کے فائدہ سے بہرہ اندوز ہو سکیں گے۔ ملک دنیا۔ یعنی وہ دنیا کی دولت کا مالک تھا اور نیک اعمال بھی تھا۔ خواص۔ خاصہ کی جمع، خدمتگار، نوکر چاکر۔ صید۔ شکار۔ صید شدن۔ عاشق ہو جانا۔

یک کنیزک دید او بر شاہ راہ[1]
اس راستہ پر ایک لونڈی دیکھی

شد غلامِ آں کنیزک جانِ شاہ
بادشاہ کی جان اس لونڈی کی غلام بن گئی

مرغِ جانش در قفس چوں در طپید
اس کی جان کا پرندہ جب پنجرے میں تڑپا

داد مال و آں کنیزک را خرید
مال دیا اور اس لونڈی کو خرید لیا

چوں خرید او را و برخوردار شد
جب اس نے اس کو خرید لیا اور کامیاب ہو گیا

آں کنیزک از قضا بیمار شد
وہ لونڈی تقدیر سے بیمار ہو گئی

آں یکے خر داشت پالانش نہ بود
ایک شخص کے پاس گدھا تھا اس کا پالان نہ تھا

یافت پالاں گرگ خر را در ربود
اس نے پالان پا لیا تو گدھے کو بھیڑیا لے گیا

کوزہ بودش آب می نامد بدست
اس کے پاس پیالہ تھا، پانی ہاتھ نہ آیا

آب را چوں یافت خود کوزہ شکست
جب پانی پایا خود پیالہ ٹوٹ گیا

شہ طبیباں جمع کرد از چپ و راست
دائیں بائیں سے بادشاہ نے طبیبوں کو جمع کیا

گفت جانِ ہر دو در دست شماست
کہا، دونوں کی جان تمہارے ہاتھ میں ہے

جانِ من سہل ست و جانِ جانم اوست
میری جان معمولی ہے، میری جان کی جان وہ ہے

دردمند و خستہ ام درمانم اوست
میں دکھی اور زخمی ہوں، میرا علاج وہ ہے

ہر کہ درماں کرد مر جانِ مرا
جس نے میری جان کا علاج کر دیا

بُرد گنجِ دُرّ و مرجانِ مرا
وہ میرے موتی اور مونگے کا خزانہ لے گیا

جملہ گفتندش کہ جانبازی کنیم
سب نے کہا ہم جان لڑا دیں گے

فہم گرد آریم و انبازی کنیم
خوب غور کریں گے اور مل کر کریں گے

ہر یکے از ما مسیحِ[2] عالَم ست
ہم میں سے ہر ایک دنیا کا مسیحا ہے

ہر الم را درکف ما مرہم ست
ہمارے پاس ہر درد کا مرہم ہے

گر خدا خواہد نہ گفتند از بطر
تکبر کی وجہ سے، انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا

پس خدا بنمود شاں عجزِ بشر
تو خدا نے انسان کی مجبوری ان پر واضح کر دی

ترکِ استثناء مرادم قسوتے ست
انشاء اللہ نہ کہنے سے میری مراد سیہ دلی ہے

نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست
یہ بھی نہیں کہنا چاہئے کیونکہ یہ ایک عارضی حالت ہے

---

1. شاہراہ۔ عام راستہ۔ برخوردار شدن۔ فائدہ اٹھانا۔ پالان۔ وہ گدا جو گدھے کی کمر پر بیٹھنے کے لئے کسا جاتا ہے۔ ربودن۔ اچک لینا یعنی اس دنیا میں پوری کامیابی حاصل نہیں ہوتی، بادشاہ نے لونڈی خرید لی لیکن اس کی بیماری کی وجہ سے اس سے لطف اندوز نہ ہو سکا۔ ہر دو۔ معشوق کی موت عاشق کی موت ہے۔ سہل۔ آسان، ناچیز درمان۔ علاج۔ دُر۔ موتی۔ مرجان۔ مونگا۔ گرد آوردن۔ جمع کرنا۔ انبازی۔ شرکت یعنی باہمی مشورے سے علاج کریں گے۔

2. مسیح۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ ان کے پھونک مارنے سے مریض اچھا ہو جاتا تھا۔ عالَم۔ جہان۔ الم۔ درد۔ خدا خواہد۔ انشاء اللہ کا ترجمہ ہے۔ بطر۔ تکبر۔ عجز۔ کمزوری، بے بسی۔ استثنا۔ انشاء اللہ کہنا، یعنی محض زبان سے انشاء اللہ کہنا کوئی خاص معنی نہیں رکھتا۔ دل میں یہ یقین ہونا چاہئے کہ ہر کام اللہ کی مشیت سے ہے۔ اگر دل کا یہ عقیدہ پختہ ہے تو زبان سے نہ کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اے بسا ناوردہ استثنا بگفت
بہت سے لوگوں نے انشاء اللہ کہے بغیر بات کہی ہے
جانِ اُو با جانِ استثناست جفت
(لیکن) ان کی جان انشاء اللہ کی روح کے ساتھ ہے

ہر چہ کردند از علاج و از دوا
جس قدر بھی انہوں نے اس کا علاج اور دوا کی
گشت رنج[1] افزون و حاجت ناروا
مرض بڑھا اور مقصد لاحاصل رہا

آں کنیزک از مرض چوں موئے شد
وہ لونڈی مرض کی وجہ سے بال جیسی ہو گئی
چشم شاہ از اشک خوں چوں جوئے شد
بادشاہ کی آنکھ، خون کے آنسو سے نہر کی طرح ہو گئی

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود
جب موت آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے
آں دوا در نفع خود گمرہ شود
وہ دوا اپنا نفع پہنچانے میں گمراہ ہو جاتی ہے

از قضا سرکنگبیں صفرا فزود
تقدیر سے سکنجبین نے صفرا بڑھایا
روغن بادام خشکی مے نمود
روغن بادام خشکی بڑھاتا تھا

از ہلیلہ[2] قبض شد اطلاق رفت
ہیڑ سے قبض ہو گیا، دست ختم ہوئے
آبِ آتش را مدد شد ہمچو نفت
پانی، مٹی کے تیل کی طرح آگ کی مدد بن گیا

سستی دل شد فزون و خواب کم
دل کی سستی بڑھ گئی، نیند کم ہو گئی
سوزشِ چشم و دلِ پُردرد و غم
آنکھوں میں جلن اور دل درد و غم سے بھر گیا

شربت و ادویہ و اسبابِ اُو
شربت اور دواؤں اور اس کے اسباب نے
از طبیباں برد یکسر آبِ رُو
طبیبوں کی آبرو بالکل ختم کر دی

عاجز شدنِ طبیباں از معالجۂ کنیزک و ظاہر شدن
طبیبوں کا علاج سے عاجز آ جانا اور بادشاہ کو معلوم ہو جانا

بر بادشاہ و رُو آوردن بدرگاہِ بادشاہِ حقیقی
اور حقیقی بادشاہ کی طرف اس کا رخ کرنا ۔

شہ چوں عجز آں طبیباں را بدید
بادشاہ نے جب طبیبوں کی بے بسی دیکھی
پابرہنہ جانب مسجد دَوید
ننگے پاؤں مسجد کی جانب بھاگا

رفت در مسجد سوئے محراب شد
مسجد میں گیا، محراب کی جانب ہوا
سجدہ گاہ از اشک شاہ پُر آب شد
بادشاہ کے آنسوؤں سے سجدے کی جگہ تر ہو گئی

چوں بخویش آمد زغرقابِ فنا
جب وہ فنا کی گہرائی سے نکل کر آپے میں آیا
خوش زباں بکشاد در مدح و ثنا
مدح و ثناء میں خوب زبان کھولی

---

[1] رنج۔ مرض، تکلیف۔ ناروا۔ یعنی مقصد پورا نہ ہوا۔ موئے۔ بال۔ جوئے۔ نہر۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ گمرہ منزلِ مقصود کے خلاف چلنے والا یعنی دوا نے اپنا فائدہ نہ دیا۔ سرکنگبیں۔ سرکہ اور انگبیں بمعنی شہد، سے مل کر بنتا ہے۔ اسی کو سکنجبین بھی کہتے ہیں۔ صفرا۔ بدن کی ایک خلط ہے۔ سکنجبین کا خاصہ صفرا کو کم کرنا ہے لیکن اس نے اور بڑھا دیا، روغن بادام تری پیدا کرتا ہے لیکن اس نے خشکی پیدا کر دی۔

[2] ہلیلہ۔ ہیڑ، یہ قبض کشا ہے لیکن اس نے قبض پیدا کر دیا اور بسہولت قضاءِ حاجت ہونی بند ہو گئی۔ نفت۔ مٹی کے تیل کی طرح کا ایک مادہ جو بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے۔ سستی دل۔ یعنی طبیبوں کے علاج سے امراض میں اور اضافہ ہو گیا۔ اسباب۔ یعنی مرض کی تشخیص۔ بخویش آمدن۔ ہوش میں آنا۔ غرقاب۔ پانی کی گہرائی۔ فنا۔ محویت، بے خودی۔

کاے کمینہ[1] بخشِشت ملک جہاں
اے! وہ کہ دنیا کی سلطنت تیری معمولی بخشش ہے
حالِ ما و ایں طبیباں سَر بسر
ہمارا اور ان طبیبوں کا حال سب کا سب
اے ہمیشہ حاجت مارا پناہ
اے وہ کہ ہمیشہ میری حاجت کی پناہ ہے
لیک گفتی گرچہ می دانم سِرت
لیکن تو نے کہا ہے، اگرچہ میں تیرا بھید جانتا ہوں
چوں برآورد از میانِ جاں خروش
جب اس نے تہ دل سے فریاد کی
درمیانِ گریہ خوابش در ربود
روتے روتے اس کو نیند آ گئی
گفت اے شہ مژدہ! حاجاتت رواست
بولے، اے بادشاہ! بشارت ہے، تیری حاجتیں پوری ہوئیں
چونکہ آید، او حکیم حاذق ست
جب وہ آئے تو ماہر طبیب ہے
در علاجش سحر مطلق را ببیں
اس کے علاج میں پورا جادو دیکھنا
خفتہ بود ایں خواب دید آگاہ شد
وہ سویا ہوا تھا، یہ خواب دیکھا جاگ اٹھا
چوں رسید آں وعدہ گاہ و روز شد
جب وعدہ کا وقت آ گیا اور دن ہو گیا
بود اندر منظرہ شہ منتظر
بادشاہ جھروکہ میں منتظر تھا
دید شخصے کاملے پُر مایۂ
اس نے ایک شخص کامل، پُرہنر دیکھا

من چگویم چوں تو می دانی نہاں
میں کیا کہوں تو خود پوشیدہ بات جانتا ہے۔
پیشِ لطف عامِ تو باشد ہدر
تیری عام مہربانی کے سامنے بیکار ہے
بارِ دیگر ما غلط کردیم راہ
راستہ سے ہم پھر بھٹک گئے
زودہم پیدا کنش بر ظاہرت
تو بھی جلد اس کو اپنی ظاہری حالت کے مطابق بیان کر دے
اندرِ آمد بحر بخشایش بجوش
اس کی بخشش کا دریا جوش میں آ گیا
دید در خواب او کہ پیرے رُو نمود
اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ظاہر ہوئے
گر غریبے آمدت فردا۔ زماست[2]
اگر کل کوئی اجنبی شخص آئے تو وہ ہماری طرف سے ہے
صادقش داں کو امین و صادق ست
اس کو سچا جاننا، وہ سچا اور امانتدار ہے
در مزاجش قدرتِ حق را ببیں
اس کے مزاج میں خدا کی قدرت دیکھنا
گشتہ مملوکِ کنیزک شاہ شد
لونڈی کا غلام، بادشاہ بن گیا
آفتاب از شرقِ اختر سوز شد
سورج مشرق سے، ستاروں کو ختم کرنے والا ہو گیا
تابہ بیند آنچہ بنمودند سر
تاکہ اس بھید کو دیکھ لے جو اس پر ظاہر کیا ہے
آفتابے درمیانِ سایۂ
جو اندھیرے میں سورج تھا

---

[1] کمینہ۔ ادنٰی۔ ہدر۔ بیکار۔ بارِ دیگر۔ پہلی غلطی یہ ہوئی کہ طبیبوں پر بھروسہ کیا۔ دوسری یہ ہے کہ تجھ علام الغیوب کو حال سنا رہا ہوں۔ لیک۔ خدا نے فرمایا "ادعونی استجب لکم" مجھ سے دعا مانگو میں دعا پوری کروں گا۔ رونمودن۔ ظاہر ہونا۔ مژدہ۔ خوشخبری۔ حاجات۔ حاجت کی جمع۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔

[2] زماست۔ یعنی وہ ہمارا بھیجا ہوا ہے۔ حاذق۔ ماہر، تجربہ کار۔ کو۔ کہ او۔ سحرِ مطلق۔ مکمل جادو۔ گشتہ مملوک۔ لونڈی کے غم میں غلاموں کی طرح مجبور محض تھا۔ اب یہ خوشخبری سن کر شاہوں کی طرح غم سے آزاد ہو گیا۔ وعدہ گاہ۔ وعدہ کا وقت۔ اختر سوز۔ سورج کے نکلنے سے تارے روپوش ہو جاتے ہیں۔ منظرہ۔ دریچہ، جھروکہ۔ منتظر۔ انتظار کرنے والا۔ سر۔ راز، بھید۔ مایہ۔ پونجی۔ پُرمایہ۔ یعنی معرفت کے علوم سے بھرا ہوا۔

می رسید از دور مانند ہلال[1] | نیست بود و ہست بر شکلِ خیال
دور سے، چاند جیسا آ رہا تھا | معدوم اور موجود تھا خیال کی طرح

نیست وَش باشد خیال اندر جہاں | تو جہانے بر خیالے بیں رواں
دنیا میں خیال، معدوم کی طرح ہوتا ہے | تو دنیا کو بھی خیال کی طرح چلتی پھرتی چیز سمجھ

بر خیالے صلح شاں و جنگ شاں | وز خیالے فخر شاں و ننگ شاں
ان کی صلح اور لڑائی خیال کے مطابق ہوتی ہے | ان کا فخر اور ذلت خیال ہی سے ہے

آں خیالاتے کہ دامِ اولیاء ست | عکسِ مہ رویانِ بستانِ خداست
وہ خیالات، جو اولیاء کے لئے جال ہیں | خدا کے باغ کے حسینوں کا عکس ہیں

آں خیالے راشہ در خواب دید | در رخِ مہماں ہمی آمد پدید
وہ خیال جو بادشاہ نے خواب میں دیکھا | مہمان کے چہرے پر ظاہر ہوا

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی | نیک بیں باشی اگر اہلِ دلی
ولی میں اللہ کا نور ظاہر ہوتا ہے | اگر تو صاحب دل ہے، اچھی طرح دیکھ لے گا

آں ولی حق چو پیدا شد ز دور | از سراپایش ہمی می ریخت نور
وہ اللہ کا ولی جب دور سے نظر آیا | اس کے سراپا سے نور برستا تھا

شہ بجائے حاجباں در پیش رفت | پیشِ آں مہمانِ غیب خویش رفت
بادشاہ، دربانوں کی بجائے آگے بڑھا | اپنے غیبی مہمان کے سامنے آیا

ضیف[2] غیبی را چو استقبال کرد | چوں شکر گوئی کہ پیوست او بوَرد
غیبی مہمان کا جب استقبال کیا | گویا شکر، گلاب کی پتی سے پیوستہ ہوئی

ہر دو بحری آشنا آموختہ | ہر دو جاں بیدوختن بر دوختہ
دونوں سمندری، تیرنا سیکھے ہوئے | دونوں جانیں بلا سئے، سلی ہوئی

آں یکے لب تشنہ واں دیگر چو آب | آں یکے مخمور واں دیگر شراب
ایک پیاسا اور دوسرا پانی جیسا | ایک مست، دوسرا شراب

گفت معشوقم تو بودستی نہ آں | لیک کار از کار خیزد در جہاں
اس نے کہا، میرا معشوق تو تھا نہ وہ | لیکن اس دنیا میں کام سے کام نکلتا ہے

اے مرا تو مصطفیٰؐ من چوں عمرؓ | از برائے خدمتت بندم کمر
اے! تو میرا مصطفیٰؐ ہے، میں عمرؓ کی طرح ہوں | تیری خدمتگاری کے لئے میں کمربستہ ہوں

---

[1] ہلال۔ چونکہ وہ شخص عبادت اور ریاضت کی وجہ سے نحیف ولاغر تھا یا وہ عید کے چاند کی طرح تھا۔ خیال۔ کبھی موجود ہوتا ہے کبھی معدوم۔ وش۔ مانند۔ جہانے۔ دنیا کا وجود بھی محض خیالی ہے۔ ننگ۔ ذلت۔ خیالاتیکہ۔ اولیاء اللہ کے خیالات علومِ باری کا پرتو ہیں لہذا وہ قائم اور ثابت ہیں۔ نورِ حق۔ اللہ کے ولی کو نور سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اہلِ دلی۔ بادشاہ بھی اہلِ دل تھا لہٰذا اس نے پہچان لیا۔ حاجباں۔ حاجب کی جمع۔ دربان۔

[2] ضیف۔ مہمان۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔ بحری۔ سمندری۔ آشنا۔ تیراکی۔ ہر دو۔ یعنی دونوں یک جان دو قالب ہو گئے۔ آں یکے۔ دونوں کے اتحاد کا بیان ہے۔ کار از کار۔ لونڈی کا عشق اس غیبی مہمان کی ملاقات کا سبب بنا۔ اے مرا۔ یعنی میں تیرا ایسا ہی خدمتگذار ہوں جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔

درخواستن توفیق رعایت ادب و وَخامتِ بے ادبی

رعایت ادب کی خواہش اور بے ادبی کی نحوست

از خدا جوئیم توفیق ادب[1] | بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں | بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہا

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد | بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بے ادب نے نہ صرف اپنے آپ کو خراب کیا | بلکہ اس نے تمام اطراف میں آگ لگا دی

مائدہ از آسماں در می رسید | بے شرا و بیع و بے گفت و شنید

خوان، آسمان سے پہونچتا تھا | بغیر خریدے اور بیچے، اور بغیر کہے سنے

درمیانِ قومِ موسیٰ چند کس | بے ادب گفتند کو سِیر و عدس

موسیٰ کی قوم میں سے چند اشخاص | بے ادب نے کہا لہسن اور مسور کہاں ہے؟

منقطع شد خوان و ناں از آسماں | ماند رنجِ زرع و بیل و داساں

آسمان سے خوان اور روٹی بند ہو گئی | کھیتی اور کدال اور درانتی کا غم باقی رہ گیا

باز عیسیٰ چوں شفاعت[2] کرد حق | خواں فرستاد و غنیمت بر طبق

پھر عیسیٰ نے جب سفارش کی، اللہ نے | خوان اور طباق میں مالِ غنیمت بھیجا

مائدہ از آسماں ٭ شد عائدہ | چونکہ گفت اَنزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَہ

خوان آسمان سے لوٹنے والا ہوا | چونکہ اس نے "اتار ہم پر خوان" کہا

باز گستاخاں ادب بگذاشتند | چوں گدایاں زلّہ ہا برداشتند

پھر گستاخوں نے ادب چھوڑا | فقیروں کی طرح بچا کھچا اٹھا رکھا

کرد عیسیٰ علیہ السلام لابہ ایشاں را کہ ایں | دائم ست و کم نہ گردد از زمیں

عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی خوشامد کی کہ یہ | مستقل ہے، اور زمین سے غائب نہ ہوگا

بدگمانی کردن و حرص آوری | کفر باشد پیشِ خوانِ مہتری

بدگمانی اور لالچ کرنا | شاہی دسترخوان پر ناشکری ہوتی ہے

زاں گدا رُویانِ نادیدہ زِ آز | آں درِ رحمت بر ایشاں شد فراز

ان فقیر صورت، لالچ کے ندیدوں کی وجہ سے | وہ رحمت کا دروازہ ان پر بند ہو گیا

---

1. توفیق ادب۔ مشہور ہے باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ وخامت۔ نحوست۔ بے ادب، گنہگار، عالم کی تباہی کا سبب ہوتا ہے۔ آفاق۔ افق کی جمع ہے۔ آسمان کا کنارہ مراد تمام عالم ہے۔ مائدہ۔ دسترخوان۔ شراء۔ خریداری۔ بیع۔ فروخت۔ سیر۔ لہسن۔ عدس۔ مسور، حضرت موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل کے پاس قدرتی طریقہ پر منا جو ترنجبین کی طرح کی ایک چیز تھی اور سلویٰ جو بٹیر کی طرح کا پرندہ تھا پہنچتا تھا لیکن انہوں نے بے ادبی سے لہسن اور مسور کی خواہش کرنی شروع کر دی۔ منقطع۔ بند۔ زرع۔ کھیتی۔ بیل۔ پھاوڑا، کدال۔ داساں۔ درانتی۔

2. شفاعت۔ سفارش۔ غنیمت۔ یعنی من وسلویٰ۔ طبق۔ طباق، بعض حضرات نے طبق بمعنی مطابقت کر کے ترجمہ کیا ہے کہ اللہ نے خوان اور مال غنیمت بھیجا حضرت عیسیٰ کی سفارش کے مطابق، طبق زمین کے معنی میں بھی آتا ہے اگر یہ معنی مراد ہوں تو ترجمہ ہوگا خوان اور مال غنیمت زمین پر بھیجا۔ انزل علینا۔ حضرت عیسیٰ کی دعا ہے۔ زلہ۔ بچا ہوا کھانا۔ لابہ۔ خوشامد۔ دائم۔ ہمیشہ باقی رہنے والا۔ درِ رحمت۔ یعنی مائدہ کا اترنا۔ فراز۔ کھلنا، بند ہونا۔

نان و خواں از آسماں شد منقطع
آسمان سے من و سلویٰ بند ہو گیا
بعد ازاں زاں خواں نشد کس منتفع
اس کے بعد اس دسترخوان سے کوئی فائدہ مند نہ ہوا

ابر ناید[1] از پئے منع زکات
زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ابر نہیں آتا ہے
و ز زنا افتد وبا اندر جہات
اور زناکاری سے اطراف میں وبا پھیلتی ہے

ہر چہ آید بر تو از ظلماتِ غم
تجھ پر جو غم کی اندھیریاں آتی ہیں
آں ز بے باکی و گستاخی ست ہم
وہ بے باکی اور گستاخی کی وجہ سے بھی ہیں

ہر کہ بے باکی کند در راہِ دوست
جو شخص دوست کے راستہ میں بے باکی کرتا ہے
رہزنِ مرداں شد و نامرد اوست
مردوں کا رہزن بنا اور وہ نامرد ہے

از ادب پُرنور گشت ست ایں فلک
یہ آسمان، ادب سے پُرنور بنا
وز ادب معصوم و پاک آمد ملک
اور ادب ہی سے فرشتے معصوم اور پاک ہوئے

بدزِ گستاخی کسوفِ آفتاب
سورج گرہن گستاخی کی وجہ سے تھا
شد عزازیلے[2] ز جرأت ردِّ باب
شیطان گستاخی کی وجہ سے مردودِ بارگاہ ہوا

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق
(سلوک کے) راستہ میں جو گستاخی کرتا ہے
گردد اندر وادیِ حیرت غریق
حیرت کی وادی میں ڈوب جاتا ہے

حالِ شاہ و میہماں بر گو تمام
بادشاہ اور مہمان کا پورا حال کہہ
زانکہ پایانے ندارد ایں کلام
اس لئے کہ اس کلام کی انتہا نہیں ہے

ملاقاتِ بادشاہ با طبیب الٰہی کہ درخوابش

اس خدائی طبیب سے بادشاہ کی ملاقات جس کو اس نے خواب میں دیکھا تھا

دیدہ بود و بشارت بقدومِ او دادہ شد
اور اس کی تشریف آوری کی اس کو خبر دی گئی تھی

شہ چو پیشِ میہمانِ خویش رفت
بادشاہ جب اپنے مہمان کے سامنے گیا
شاہ بود و لیک بس درویش رفت
بادشاہ تھا لیکن مکمل فقیر بن کے گیا

دست بکشاد و کنارانش گرفت
ہاتھ پھیلائے، اور اس سے معانقہ کیا
ہمچو عشق اندر دل و جانش گرفت
عشق کی طرح اس کو دل اور جان میں لیا

دست و پیشانیش بوسیدن گرفت
اس کے ہاتھ اور پیشانی چومنا شروع کی
و ز مقام و راہِ پُرسیدن گرفت
مقام اور راستہ کا حال پوچھنا شروع کیا

---

[1] ابر ناید۔ انسانی گناہوں سے خدا کی رحمتیں منقطع ہوجاتی ہیں اور مصائب نازل ہوتے ہیں۔ بے باکی۔ انسان کی بےادبی مصائب کا سبب بنتی ہے۔ ہر کہ۔ احکامِ خداوندی میں بے باکی دوسروں کی تباہی کا سبب بنتی ہے۔ ایں فلک۔ آسمان نے اطاعت کی، چاند اور سورج سے منور ہوا۔ فرشتوں نے آدمؑ کے خلیفہ بنائے جانے پر اطاعت کی، معصوم اور پاک قرار دیئے گئے۔ گستاخی۔ بدکاروں کو ڈرانے کے لئے سورج گرہن ہوتا ہے۔

[2] عزازیل۔ شیطان نے آدمؑ کو سجدہ نہ کر کے نافرمانی کی، مردود ہوگیا۔ طریق۔ مدارجِ تصوف طے کرنے کا راستہ۔ ایں کلام۔ یعنی ادب کی فضیلتیں اور بےادبی کی برائیاں۔ کناراں۔ کنار کی جمع بمعنی بغل۔ اش سے دونوں مصرعوں میں مہمان مراد ہے۔ مقام۔ مہماں سے وطن اور راستہ کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں۔

پرس پرساں میکشیدش تا بہ صدر
پوچھتے پوچھتے اس کو صدر تک لے جا رہا تھا

گفت گنجے[1] یافتم اما بہ صبر
بولا، مجھے خزانہ مل گیا، لیکن صبر سے

صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت
صبر، کڑوا ہوتا ہے لیکن بالآخر

میوۂ شیریں دہد پُر منفعت
میٹھا، اور مفید پھل دیتا ہے

گفت اے نورِ حق و دفعِ حرج
اس نے کہا، اے اللہ کے نور، اور تنگی کو دور کرنے والے

معنیِ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجُ
"صبر کشادگی کی کنجی ہے" کے مصداق!

اے لقاءِ تو جوابِ ہر سوال
اے! تیری ملاقات ہر سوال کا جواب ہے

مشکل از تو حل شود بے قیل و قال
بے شک تجھ سے مشکل حل ہوتی ہے

ترجمانِ ہر چہ مارا در دل ست
جو کچھ ہمارے دل میں ہے، تو اس کا ترجمان ہے

دستگیرِ ہر چہ پایش در گل ست
جس کا پیر دلدل میں پھنسا ہے تو اس کا مددگار ہے

مَرْحَبا یَا مُجْتَبیٰ یَا مُرْتَضیٰ
خوش آمدید! اے پسندیدہ! اے برگزیدہ!

اِنْ تَغِبْ جَاءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَاء
اگر تو غائب ہوا، موت آ جائے گی، فضا تنگ ہو جائے گی

اَنْتَ مَوْلَی الْقَوْمِ مَنْ لَّا یَشْتَهِیْ
تو قوم کا آقا ہے! جو تجھے نہیں چاہتا

قَدْ رَدیٰ کَلَّا[2] لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ
وہ بے شک ہلاک ہوا، یقیناً وہ ہرگز نہ رکا

چوں گذشت آں مجلس و خوانِ کرم
جب وہ مجلس اور خوانِ کرم ختم ہوا

دست او بگرفت و برد اندر حرم
اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور حرم سرا میں لے گیا

بُردنِ بادشاہ طبیبِ غیبی را بر سرِ بیمار
بادشاہ کا غیبی طبیب کو بیمار کے پاس لے جانا

قصۂ رنجور و رنجوری بخواند
بیمار، اور مرض کا حال سنایا

بعد ازاں در پیشِ رنجورش نشاند
اس کے بعد اس کو بیمار کے سامنے بٹھایا

رنگِ رُو و نبض و قارورہ بدید
اس نے چہرہ کا رنگ اور نبض اور قارورہ دیکھا

ہم علاماتش ہم اسبابش شنید
اس کی علامتیں اور اسباب بھی سنے

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند
اس نے کہا، جو دوا انہوں نے کی ہے

آں عمارت نیست ویراں کردہ اند
وہ تعمیر نہیں ہے، انہوں نے ویران کیا ہے

---

1. گنج یعنی طبیب الٰہی۔ عاقبت۔ انجام کار۔ منفعت۔ فائدہ۔ سعدی نے کہا ہے صبر تلخ است ولیکن بَر شیریں دارد۔ دفع۔ بمعنی دافع۔ حرج۔ تنگی۔ مفتاح۔ کنجی۔ فرج۔ کشادگی۔ لقاء۔ ملاقات۔ بے قیل و قال۔ بلا گفتگو، بلا کلام، بے شک۔ ترجمان۔ مطلب بیان کرنے والا۔ پادرگل۔ عاجز، بے بس۔ مرحبا۔ خوش آمدید کے معنی میں ہے۔ آنے والے مہمان کے لئے بولا جاتا ہے۔ مجتبیٰ۔ منتخب۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ فضا۔ کا ہمزہ محذوف ہے بمعنی کھلا میدان۔ مولیٰ۔ آقا۔

2. کلا۔ یہ قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ مخالفت سے باز نہ آیا تو ہم اس کو پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹیں گے اور جہنم میں داخل کر دیں گے، اولیاء اللہ کی مخالفت کا انجام بے حد خطرناک ہے۔ خوانِ کرم۔ مہمانی کا کھانا۔ حرم۔ محلسرائے، زنان خانہ۔ رنجور۔ مریض۔ رنجوری۔ مرض۔ قصہ بخواند۔ حال سنایا۔ قارورہ۔ یعنی وہ شیشی جس میں پیشاب جمع کر کے طبیب کو دکھایا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر سکے۔ عمارت۔ آباد کرنا۔ ویران کردن۔ اجاڑنا۔ یعنی طبیبوں کے علاج سے مریض کی بربادی ہوئی ہے۔

بے خبر بودند از حالِ درون
وہ، اندرونی حالت سے لاعلم تھے
اَستَعِیذُ اللّٰہَ مِمَّا یَفتَرُوْنَ[1]
جوانہوں نے غلط بیانی کی ہے اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں

دید رنج و کشف شد بروے نہفت
اس نے مرض دیکھا اور راز اُس پر کھل گیا
لیک پنہاں کرد و با سلطاں نگفت
لیکن اُس نے چھپایا اور بادشاہ سے نہ کہا

رنجش از صفرا و از سودا نہ بود
اس کا مرض صفرا اور سودا کی وجہ سے نہ تھا
بوئے ہر ہیزم پدید آید ز دُود
لکڑی کی بو، دھوئیں سے ظاہر ہو جاتی ہے

دید از زاریش کو زارِ دل ست
اس کی بیماری کی وجہ وہ سمجھ گیا کہ وہ دل کی بیمار ہے
تن خوش ست و او گرفتارِ دل ست
بدن ٹھیک ہے اور وہ دل (کی بیماری) میں گرفتار ہے

عاشقی پیداست از زاریِ دل
دل کی بیماری سے عاشقی ظاہر ہے
نیست بیماری چو بیماریِ دل
دل کی بیماری جیسی کوئی بیماری نہیں

علت عاشق ز علتہا جداست
عاشق کی بیماری، بیماریوں سے جدا ہے
عشق اُصطرلاب اسرارِ خداست
عشق، خدا کے بھیدوں کا اصطرلاب ہے

عاشقی گرزیں سَر[2] و گرزاں سَرست
عاشقی خواہ اِدھر کی خواہ اُدھر کی ہے
عاقبت ما را بداں شہ رہبرست
بالآخر، اس شاہ تک ہماری راہ نما ہے

ہرچہ گویم عشق را شرح و بیاں
میں عشق کی تشریح اور بیان جو کچھ کرتا ہوں
چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں
جب عشق میں پڑتا ہوں اس سے شرمندہ ہوتا ہوں

گرچہ تفسیر زباں روشن، گرست
اگرچہ زباں کی تشریح روشنی ڈالنے والی ہے
لیک عشق بے زباں روشن تر ست
لیکن بے زبان عشق زیادہ روشن ہے

چوں قلم اندر نوشتن می شتافت
جب قلم لکھنے میں مصروف تھا
چوں بعشق آمد قلم برخود شگافت
جب عشق پر پہنچا تو خود قلم چر گیا

چوں سخن در وصف ایں حالت رسید
جب اس حالت کے بیان کی بات آئی
ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید
قلم ٹوٹ گیا، اور کاغذ بھی پھٹ گیا

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت
عقل، اس کی شرح میں مٹی میں پھنسے گدھے کی طرح سوگئی
شرحِ عشق و عاشقی ہم عشق گفت
عشق اور عاشقی کی شرح بھی عشق نے ہی کی ہے

---

1. مِمَّا یَفتَرُوْنَ۔ ان کی غلط بیانی یہی تھی کہ وہ غیر مرض کو مرض بتا رہے تھے۔ کشف شدن۔ ظاہر ہو جانا۔ نہفت۔ پوشیدہ۔ نگفت۔ چونکہ طبیب کو ابھی پورا اطمینان نہ ہوا تھا۔ صفرا و سودا۔ انسان کی ان چار خلطوں میں سے دو ہیں جن سے انسانی بدن بنا ہے جن کے گھٹنے اور بڑھنے سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ ہیزم۔ جلانے کی لکڑی۔ زاری۔ رونا، لاغری۔ زار۔ بیمار۔ زاریِ دل۔ دل کی بیماری عشق کی علامت ہے یعنی طبیب سمجھ گیا کہ لونڈی مرضِ عشق میں مبتلا ہے۔ علت۔ مرض۔ اصطرلاب۔ ایک آلہ ہے جس سے ستاروں کی گردش، آفتاب کی بلندی معلوم کی جاتی ہے۔
2. سر۔ جانب۔ ایں سر۔ یعنی عشق مجازی۔ آں سر۔ یعنی عشق حقیقی، عشق مجازی عشق حقیقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ مولانا جامی نے فرمایا ہے۔ شعر متاب از عشق رو گرچہ مجازی ست۔ کہ آں بہر حقیقت کارسازی ست۔ ہرچہ۔ عشق کی حقیقت بیان سے باہر ہے۔ گرچہ۔ اقبال نے کہا ہے۔ شعر۔ نہیں منت کش تابِ شنیدن داستاں میری۔ خموشی گفتگو ہے، بے زبانی ہے زباں میری۔ چوں قلم۔ عشق ایک ذوقی چیز ہے اس کا بیان نہ زبان سے ممکن ہے نہ قلم سے۔ عشق گفت۔ عشق و عاشقی کا بیان زبان و قلم سے ممکن نہیں، خود عشق میں مبتلا ہو تو اس کی کیفیت سمجھ سکتا ہے۔

آفتاب آمد[1] دلیل آفتاب
آفتاب کی دلیل، خود آفتاب بنا
گر دلیلت باید ازوے رُو متاب
اگر تجھے دلیل درکار ہے تو اس سے منہ نہ موڑ

از وے ار سایہ نشانے می دہد
سایہ، اگر اس کا پتہ دیتا ہے
شمس ہر دم نورِ جانے می دہد
سورج، ہر وقت جان کو نور دیتا ہے

سایہ خواب آرد ترا ہمچوں سَمَر
سایہ، قصہ گوئی کی طرح تجھے سلاتا ہے
چوں برآید شمس اِنْشَقَّ القمر
سورج جب نکلتا ہے چاند شق ہو جاتا ہے

خود غریبے در جہاں چوں شمس نیست
دنیا میں سورج جیسا کوئی مسافر نہیں ہے
شمس جاں باقیست کورا اَمس نیست
روح کا سورج باقی ہے جس کے لئے کل گذشتہ نہیں ہے

شمس در خارج اگرچہ ہست فرد
سورج، اگرچہ خارج میں ایک ہی ہے
مثل اُو ہم میتواں تصویر کرد
اس جیسا بھی تصور کیا جا سکتا ہے

لیک آں شمسیکہ شد مستش اثیر
لیکن وہ سورج جس سے عالم بالا مست ہے
نبودش در ذہن و در خارج نظیر
اس کی ذہن اور خارج میں کوئی مثال نہیں ہے

در تصور ذاتِ او را گنج[2] کو
تصور میں اس کی ذات کی گنجائش کہاں ہے
تا در آید در تصور مثل او
کہ تصور میں اس کی مثال آ سکے

شمس تبریزی کہ نورِ مطلق ست
شمس تبریزی جو مکمل نور ہے
آفتاب ست و ز انوارِ حق ست
سورج ہے اور حق کے نوروں میں سے ہے

چوں حدیث روئے شمس الدیں رسید
جب شمس الدین کے چہرہ کی بات آ گئی
شمس چارم آسماں سر در کشید
چوتھے آسمان کے سورج نے منہ چھپا لیا

واجب آمد چونکہ بُردم نامِ اُو
اب جبکہ میں نے ان کا نام لیا ہے تو ضروری ہوگیا
شرح کردن رمزے از انعامِ اُو
ان کے انعام کی تھوڑی سی شرح کرنا

ایں نفس جاں دامنم برتافتہ ست
اس وقت میری روح مستفید ہو گئی ہے
بوئے پیراہانِ یوسف یافتہ ست
اس نے یوسف کے لباس کی خوشبو سونگھی ہے

---

1. آفتاب آمد۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے وجود کی دلیل خود ان کا وجود ہی ہوتا ہے۔ عشق اور آفتاب انہی چیزوں میں سے ہیں۔ ار۔ اگر۔ شمس۔ یعنی ذاتِ حق۔ دنیاوی سورج کی پہچان سایہ سے ہوتی ہے اس لئے کہ دنیاوی چیزوں میں ہر چیز کی ضد سے اس کی پہچان ہوتی ہے۔ ذاتِ حق کی پہچان اس نور سے ہوتی ہے جس کا پرتو روحِ انسانی پر پڑتا ہے۔ سَمَر۔ قصہ گوئی۔ القمر۔ چاند، یہاں ممکنات کا وجود مراد ہے۔ شمس جاں۔ ذاتِ حق کے لئے دوام و بقا ہے۔ امس۔ کل گذشتہ یعنی ذاتِ حق زمانہ سے منزہ ہے۔ شمس۔ یعنی کائناتی سورج اگرچہ ایک ہے لیکن اس جیسا متصور ہوسکتا ہے۔ مست۔ فریفتہ۔ اثیر۔ بمعنی بلند و عالی۔ نظیر۔ مثال۔

2. گنج۔ گنجائش۔ کو۔ کہاں۔ تا در آید۔ جبکہ شمس حقیقی کی ذات کا تصور نا ممکن ہے تو اس کے مثل کا تصور کیسے ہوسکتا ہے۔ شمس تبریزی۔ مولانا رومی کے پیر ہیں۔ ان کے تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کر لیجئے۔ حدیث۔ بات، تذکرہ۔ سر در کشیدن۔ منہ چھپا لینا۔ چارم۔ چہارم، چوتھا، سورج کو چوتھے آسمان میں مانا جاتا ہے۔ شرح کردن۔ بیان کرنا۔ رمز۔ اشارہ، تھوڑا سا بیان۔ نفس۔ فاء کے زبر کے ساتھ پڑھا جائے بمعنی سانس، لحہ، وقت۔ دامن برتافتن۔ دامن سمیٹنا، تیار ہونا۔ پیراہان۔ پیرہن، حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے لباس کی خوشبو آئی تھی تو وہ بے خود ہو گئے تھے۔

کز برائے حق صحبت سالہا — باز گو حالے ازاں خوش حالہا
برسوں کی صحبت کا حق ادا کرنے کے لئے — اس خوش احوال کا کچھ حال بیان کر

تازمین[1] و آسماں خنداں شود — عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود
تاکہ زمین اور آسمان ہنس پڑیں — عقل، روح اور آنکھیں سو گنا ہو جائیں

گفتم اے دور اوفتادہ از حبیب — ہمچو بیمار یکہ دورست از طبیب
میں نے کہا، اے! دوست سے دور پڑی ہوئی — اس بیمار کی طرح جو طبیب سے دور ہو

لَا تُکَلِّفْنِیْ فَاِنِّیْ فِی الْفَنَا — کَلَّتْ اَفْهَامِیْ فَلَا اُحْصِیْ ثَنَاء
مجھے مجبور نہ کر میں فنا ہوں — میری سمجھ درماندہ ہے میں پوری تعریف نہیں کر سکتا

کُلُّ شَیْءٍ قَالَهٗ غَیْرُ الْمُفِیْق — اِنْ تَکَلَّفْ اَوْ تَصَلَّفْ لَا یَلِیْق
مدہوش جو بات بھی کہے — خواہ تکلف کرے یا دراز بیانی مناسب نہیں ہے

ہرچہ می گوید موافق چوں نبود — چو تکلف نیک نالائق[2] نمود
جو کچھ وہ کہتا ہے چونکہ وہ مناسب نہیں ہوتا — اور تکلف کی وجہ سے بہت نامناسب نظر آتا ہے

من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست — شرحِ آں یاریکہ آں را یار نیست
میں کیا کہوں؟ میری ایک رگ بھی ہوش میں نہیں ہے — اس یار کی تفصیل جس کا کوئی شریک نہیں ہے

خود ثنا گفتن زمن ترکِ ثناست — کایں دلیل ہستی و ہستی خطاست
میرا تعریف کرنا ہی خود تعریف نہ کرنا ہے — اس لئے کہ یہ وجود کی دلیل ہے اور وجود غلط ہے

شرحِ ایں ہجران[3] و ایں خونِ جگر — ایں زماں بگذار تا وقتِ دگر
اس فراق اور خونِ جگر کی تفصیل — اب دوسرے وقت کے لئے چھوڑ

قَالَ اَطْعِمْنِیْ فَاِنِّیْ جَائِعٌ — فَاعْتَجِلْ فَالْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ
اس نے کہا، مجھے کھلا میں بھوکی ہوں — جلدی کر کہ وقت تیز تلوار ہے

---

1. تازمین۔ پیر نے جو اسرار تصوف بتائے ہیں، ان کے ذکر سے عالم میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔ گفتم۔ میں نے اپنی روح سے کہا تو اپنے محبوب شمس تبریزی سے دور پڑی ہے، گویا مریض طبیب سے دور ہے۔ لاتکلفنی۔ مجھے تکلیف نہ دے۔ فنا۔ نیستی۔ افہام۔ فہم کی جمع، سمجھ۔ لااحصی۔ میں شمار نہیں کرسکتا۔ ثناء۔ تعریف۔ غیرالمفیق۔ مدہوش۔ تصلف۔ لاف زنی کرنا۔

2. نالائق۔ مدہوش اگر اپنے ممدوح کی تعریف کرے گا تو وہ نامناسب ہوگی۔ یار۔ دوسرے مصرع میں دو بار لفظ یار آیا ہے۔ اول کے معنی محبوب جس سے مراد ذاتِ حق ہے۔ دوسرے کے معنی مثل اور شریک کے ہیں۔ خود۔ زائد ہے۔ ترکِ ثناء۔ چونکہ کما حقہ تعریف نہیں کر سکتا ہوں۔ ہستی خطا۔ میں مقام فنا میں ہوں جہاں اپنی ہستی باقی نہیں رہتی ہے۔

3. ایں ہجراں۔ مراد مسئلہ وحدۃ الوجود ہے جو اہل اللہ کا سرمایہ عشق ہے۔ سالک اپنے ہر مقام کو ہجر سمجھتا ہے اس لئے کہ سیر کی کوئی حد نہیں ہے۔ جائع۔ بھوکا۔ اعتجل۔ جلدی کری۔ سیف قاطع۔ تیز تلوار۔ وقت کو تیز تلوار اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی جلد تلوار کی طرح گزر جاتا ہے۔ اطعمنی۔ یہ پورا جملہ روح کا قول ہے۔ صوفی۔ وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے دل میں کوئی نفسانی خواہش نہ آنے دے۔

صوفی ابن الوقت[1] باشد اے رفیق
اے دوست! صوفی ابن الوقت ہوتا ہے

نیست فردا گفتن از شرطِ طریق
کل کا حوالہ دینا طریق (سلوک) کے مناسب نہیں ہے

صوفی ابن الحال باشد در مثال
مثلاً صوفی ابن الحال ہوتا ہے

گرچہ ہر دو فارغ انداز ماہ و سال
اگرچہ دونوں مہینہ اور سال سے بے نیاز ہیں

تو مگر خود مردِ صوفی نیستی
شاید تو خود صوفی نہیں ہے

نقد را از نسیہ خیزد نیستی
نقد کی ادھار سے تباہی ہوتی ہے

گفتمش پوشیدہ خوشتر سرِّ یار
میں نے اس سے کہا کہ یار کا راز چھپا ہوا اچھا ہوتا ہے

خود تو در ضمن حکایت گوش دار
البتہ تو اس کو قصہ کے ضمن میں سن لے

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں
بہتر یہی ہوتا ہے کہ معشوقوں کا راز

گفتہ آید در حدیثِ[2] دیگراں
دوسروں کے قصہ میں بیان ہو جائے

گفت مکشوف و برہنہ بے غلول
کھلم کھلا، بے پروا اور بے خیانت کے بات کہہ دے

باز گو، رنجم مدہ اے بوالفضول
اے بکواسی! (الجھی ہوئی باتیں کر کے) مجھے نہ ستا

باز گو اسرار و رمز مرسلیں
رسولوں کے راز اور اشارے بتا

آشکارا بہ کہ پنہاں ذکر دیں
دین کا ذکر کھلم کھلا بہتر ہے نہ کہ پوشیدہ

پردہ بردار و برہنہ گو کہ من
پردہ اٹھا دے اور بے پردہ کہہ کیونکہ میں

می نگنجم با صنم در پیرہن
محبوب کے ساتھ پیرہن میں نہیں سما سکتی

گفتم ار عریاں شود او در عیاں
میں نے کہا، اگر وہ آنکھوں کے سامنے بے پردہ ہوگا

نے تو مانی نے کنارہ نے میاں
نہ تو رہے گی، نہ کنارہ، نہ وسط

آرزو می خواہ لیک با اندازہ خواہ
مراد مانگ، لیکن اندازہ کے مطابق مانگ

برنتابد کوہ را یک برگِ کاہ
گھاس کا ایک تنکا پہاڑ کو برداشت نہیں کر سکتا

آفتابے کزوے ایں عالم فروخت
وہ سورج جس سے یہ سارا عالم روشن ہے

اندکے گر پیش آید جملہ سوخت
اگر تھوڑا سا آگے آ جائے تو سب کو جلا دے

---

[1] ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو اپنے احوال سے مغلوب ہو جائے۔ راز کو ظاہر کرنے لگے اور اضطراری طور پر اس سے کرامات کا ظہور ہونے لگے۔ ایسے صوفی کو رند اور قلندر بھی کہا جاتا ہے نیز ابن الوقت اس صوفی کو کہا جاتا ہے جو واردات قلبی پر فوراً عمل کرے اور ابوالوقت وہ صوفی کہلاتا ہے جس کو اپنے احوال پر قابو ہے، اسرار کو ضبط کرے، کوئی کرامت ظاہر نہ ہونے دے۔ فردا گفتن۔ یعنی آج کی بات کل پر ٹالنا۔ ہردو۔ یعنی صوفی اور اس کا حال یعنی قلبی واردات۔ مگر۔ شاید۔ نسیہ۔ ادھار۔ نیستی۔ بربادی۔ ضمن۔ درمیان۔

[2] حدیث دیگراں۔ شعر۔ چو اہل دل زعشق افسانہ گویند۔ حدیث بلبل و پروانہ گویند۔ رمز۔ اشارہ۔ مرسلین۔ مرسل کی جمع بمعنی رسول۔ اسرار مرسلین۔ یعنی وحدۃ الوجود کا راز، تمام انبیاء نے لا الہ الا اللہ کی تعلیم دی ہے جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ صفات کمال سے متصف صرف ایک وجودِ باری تعالیٰ ہے۔ برہنہ گو۔ یعنی دوسروں کی حکایتوں کے ضمن میں نہیں۔ باصنم۔ محبوب کا پیرہن بھی حقیقی وصال سے مانع ہے۔ گفتم۔ یعنی میں نے روح سے کہا کہ اگر اس راز کو بالکل کھولا گیا تو درہم برہم ہو جائے گی۔ برنتابد۔ برداشت نہیں کر سکتا۔ آفتابے۔ یعنی حدود سے بڑھ کر وصال وبال بن جاتا ہے۔ اکبرالہ آبادی نے کہا ہے۔ شعر۔ پروانے نے شمع سے لپٹنا چاہا۔ پہلے تھا نور میں اور اب نار میں ہے۔

تا نگردد خوں دلِ جانِ جہاں — لب بدوز و دیدہ بربند ایں زماں
تا کہ دنیا کی جان کا دل تباہ نہ ہو — اب ہونٹ سی لے اور آنکھیں بند کر لے

فتنہ[1] و آشوب و خونریزی مجو — بیش ازیں از شمس تبریزی مجو
فتنہ و فساد اور تباہی کی کوشش نہ کر — اور اس سے زیادہ شمس تبریز کے بارے میں جستجو نہ کر

ایں ندارد آخر از آغاز گو — رو تمامِ ایں حکایت باز گو
اس بات کا اختتام نہیں ہے شروع سے بات کہہ — جا، اس تمام قصے کو پھر بیان کر

خلوت طلبیدنِ طبیب از بادشاہ باآں کنیزک جہت دریافت مرضِ کنیزک

لونڈی کا مرض معلوم کرنے کے لئے طبیب کا بادشاہ سے لونڈی کے ساتھ تنہائی چاہنا

چوں حکیم از ایں سخن آگاہ شد — وز دروں ہمداستانِ شاہ شد
طبیب! جب اس بات سے باخبر ہو گیا — اور اندر سے بادشاہ کا رازدار ہو گیا

گفت اے شہ خلوتی کن خانہ را — دور کن ہم خویش و ہم بیگانہ را
بولا، اے بادشاہ! گھر کو خالی کر دے — اپنے اور غیر کو ہٹا دے

کس ندارد گوش در دہلیز ہا — تا پرسم از کنیزک چیز ہا
دہلیزوں میں کوئی کان نہ لگائے — تا کہ میں کنیز سے کچھ باتیں پوچھوں

خانہ خالی کرد شاہ و شد بروں — تا بخواند بر کنیزک اُو فسوں
بادشاہ نے گھر خالی کر دیا اور باہر چلا گیا — تا کہ وہ کنیز پر منتر پڑھے

خانہ خالی کرد ویک دیار نے — جز طبیب و جز ہماں بیمار نے
گھر خالی کر دیا، اور کوئی گھر والا نہ رہا — سوائے طبیب، اور سوائے بیمار کے کوئی نہ رہا

نرم نرمک گفت شہرِ تو کجاست — کہ علاجِ اہلِ ہر شہرے جداست
آہستگی ونرمی سے (طبیب نے) کہا، تیرا شہر کہاں ہے؟ — کیونکہ ہر شہر والے کا علاج جداگانہ ہے

وندراں شہر از قرابت کیستت — خویشی و پیوستگی با چیستت
اور اس شہر میں تیرا رشتہ دار کون ہے؟ — اپنائیت اور تعلق کس سے ہے؟

دست بر نبضش نہاد و یک بیک — باز می پرسید از جورِ فلک
ہاتھ اس کی نبض پر رکھا اور ایک ایک — آسمان کے ظلم کا حال پوچھ رہا تھا

چوں کسے را خار در پایش خلد — پائے خود را بر سرِ زانو نہد
جب کسی کے پیر میں کانٹا چبھتا ہے — اپنا پیر ران پر رکھ لیتا ہے

از سرِ سوزن ہمی جوید سرش — ور نیابد می کند بالب ترش
اس کا سرا سوئی کی نوک سے تلاش کرتا ہے — اور اگر نہیں ملتا تو اسے لب سے تر کرتا ہے

---

[1] فتنہ۔ یعنی جب ظاہری شمس کے انوار کی تاب نہیں، تو معنوی شمس کی کیا تاب ہوگی۔ دروں۔ باطن۔ ہمداستاں۔ ہم راز، ہم کلام۔ خلوتی۔ جس میں تنہائی ہو۔ کس ندارد۔ رازِ عشق تنہائی میں ہی پوچھا جا سکتا تھا۔ فسوں۔ منتر یعنی عشق کا جادو۔ دیار۔ گھر میں رہنے والا۔ نرمک۔ کاف تصغیر کا ہے۔ علاج۔ مختلف ممالک کے رہنے والوں کے مختلف مزاج ہوتے ہیں، اسی لئے علاج بھی جداگانہ ہوتا ہے۔ جور۔ ظلم۔ سرش۔ کانٹے کا سرا۔

خار در پا شد چنیں دشوار یاب
پیر کا کانٹا پانا جب اس قدر دشوار ہے

خار در دل چوں بود گوئی جواب[1]
دل کے کانٹے کا کیا حال ہوگا؟ جواب دے

خارِ دل را گر بدیدے ہر خسے
دل کا کانٹا اگر ہر شخص دیکھ سکتا

کے غماں را دست بودے بر کسے
تو غموں کو کسی پر کب قابو ہوتا؟

کس بزیرِ دُمِ خر خارے نہد
کوئی گدھے کی دم کے نیچے کانٹا رکھ دیتا ہے

خر نداند دفع آں بر می جہد
گدھا اس کو نکالنا نہیں جانتا، کودتا ہے

خر زبہر دفع خار از سوز و درد
سوزش اور درد کی وجہ سے گدھے نے کانٹے کو دور کرنے کیلئے

جفتہ می انداخت صد جا زخم کرد
دولتیاں پھینکیں اور سو جگہ زخم کر لئے

آں لگد کے دفع خارِ او کند
وہ دولتی اس کا کانٹا کہاں نکال سکتی ہے؟

حاذقے باید کہ بر مرکز فتد
ایک ماہر چاہئے جو کانٹے کی جگہ کو سمجھے

بر جہد واں خار محکم تر کند
وہ گدھا کودتا ہے اور اس کانٹے کو اور مضبوط کر دیتا ہے

عاقلے باید کہ خارے بَر کند
کوئی عقلمند چاہئے جو کانٹے کو نکالے

آں حکیم[2] خار چیں استاد بود
وہ کانٹا نکالنے والا طبیب، استاد تھا

دست میزد جا بجا می آزمود
جابجا ہاتھ مارتا تھا اور آزماتا تھا

زاں کنیزک بر طریق راستاں
اس لونڈی سے سچوں کی طرح

بازمی پرسید حالِ پاستاں
گذشتہ حالات کے بارے میں پوچھتا تھا

با حکیم او رازہا می گفت فاش
طبیب سے وہ راز کی باتیں کھل کر کہتی تھی

از مقام و خواجگان و شہر تاش
مقام، اور آقاؤں اور بستی والوں کے متعلق

سوئے قصہ گفتنش میداد گوش
وہ اس کی قصہ گوئی پر کان لگائے تھا

سوئے نبض و جنبشش می داشت ہوش
نبض اور اس کی حرکات پر پوری طرح متوجہ تھا

تا کہ نبض از نامِ کہ گردد جہاں
تا کہ (یہ جان لے کہ) کس نام پر اس کی نبض پھڑکتی ہے

او بود مقصودِ جانش در جہاں
دنیا میں اس کا جانی محبوب وہی ہوگا

دوستانِ شہر خود را بر شمرد
(پہلے) اس نے اپنے شہر کے دوستوں کو گنا

بعد ازاں شہر دگر را نام بُرد
اس کے بعد دوسرے شہر کا نام لیا

---

[1] وادہ جواب۔ صاف جواب یہی ہے کہ مرضِ عشق کو سمجھ لینا آسان کام نہیں ہے۔ خس۔ کمینہ، ادنیٰ۔ غماں۔ خلافِ قیاس غم کی جمع ہے۔ جہیدن۔ کودنا، اچھلنا۔ جفتہ انداختن۔ دولتیاں پھینکنا۔ لگد۔ لات۔ حاذق۔ ماہر تجربہ کار۔ مرکز۔ نشانہ۔ تنیدن۔ اردگرد گھومنا۔ بر جہد۔ اس مصرعہ میں بعض شارحین نے کند کو بفتح کاف کندن بمعنی کھودنا کا مضارع قرار دیا ہے۔ اس صورت میں بر جہد کا فاعل حکیم کو قرار دیا ہے جو ہمیں مناسب نہیں معلوم ہوا۔ ہم نے دوسرے شارحین کی طرح کند کو کاف کے پیش کے ساتھ کردن کا مضارع قرار دے کر ترجمہ کیا ہے۔ اس صورت میں بر جہد کا فاعل گدھا ہوگا۔

[2] آں حکیم۔ ان اشعار کا مقصد یہ ہے کہ دل کی بیماریوں کا علاج رہبر کامل ہی کر سکتا ہے۔ فاش۔ کھلم کھلا۔ خواجگان۔ خواجہ کی جمع بمعنی مالک۔ آقا۔ شہر تاش۔ ہم شہر یعنی ایک شہر کے رہنے والے آپس میں شہر تاش کہلائیں گے۔ جستن۔ جیم کے فتحہ سے، کودنا۔ جہاں۔ جیم کے زیر کے ساتھ، کودنے والا۔ جہاں۔ دنیا، جیم کے فتحہ سے۔

گفت چوں بیروں شدی از شہر خویش
(طبیب نے) کہا جب تو اپنے شہر سے نکلی
در کدامیں شہر بودستی تو بیش[1]
زیادہ کس شہر میں رہی تھی

نامِ شہرے گفت و زاں ہم در گذشت
اس نے ایک شہر کا نام لیا اور آگے بڑھی
رنگ رُوو نبض او دیگر نہ گشت
چہرہ کا رنگ اور اس کی نبض نہ بدلی

خواجگان و شہر ہا را یک بیک
آقاؤں اور شہر کا ایک ایک کر کے
باز گفت از جای و از نان و نمک
نام بتایا پھر مقام اور کھانے پینے کا ذکر کیا

شہر شہر و خانہ خانہ قصہ کرد
ایک ایک شہر اور ایک ایک گھر کا ذکر کیا
نے رگش جنبید و نے رخ گشت زرد
نہ اس کی نبض پھڑکی، نہ چہرہ زرد پڑا

نبضِ اُو بر حالِ خود بد بے گزند
اس کی نبض بلاتکلف اپنی حالت پر تھی
تا پرسید از سمرقند چو قند
یہاں تک کہ (طبیب نے) شکر جیسے سمرقند کا حال پوچھا

آہِ سردے برکشید او ماہرو
اس چاند سے مکھڑے والی نے ٹھنڈی آہ بھری
آب از چشمش رواں شد ہم چو جو
نہر کی طرح اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

گفت بازرگانم آنجا آورید
بولی، مجھے ایک تاجر وہاں لایا
خواجۂ زر گر دراں شہرم خرید
اس شہر میں ایک مالدار سنار نے مجھے خرید لیا

در برخود داشت ششماہ و فروخت
اس نے چھ مہینے اپنے پہلو میں رکھا اور بیچ دیا
چوں بگفت ایں زآتش غم برفروخت
جب اس نے یہ کہا تو رنج کی آگ سے جل اٹھی

نبض جست و رُوئے سُرخش زرد شد
نبض پھڑکی اور اس کا لال چہرہ زرد ہو گیا
کز سمرقندیِ زر گر فرد شد
اس لئے کہ سمرقندی سنار سے جدا ہو گئی

چوں زِ رنجور آں حکیم ایں راز یافت
اس طبیب نے جب بیمار سے یہ راز پا لیا
اصل آں درد و بلا را بازیافت[2]
اس درد اور مصیبت کی جڑ معلوم کر لی

گفت کوئے او کدام است و گذر
اس (طبیب نے) کہا اس کا کوچہ اور راستہ کون سا ہے؟
اُو سَرِپل گفت و کوئے غاتفر
اس (لونڈی) نے کہا (راستہ) سرپل اور کوچہ غاتفر ہے

گفت آنگہ آں حکیم باصواب
تب اس راست باز حکیم نے کہا
آں کنیزک را کہ رَستی از عذاب
اس لونڈی سے کہ تو تکلیف سے نجات پا گئی

چونکہ دانستم کہ رنجت چیست زود
چونکہ میں سمجھ گیا ہوں کہ تیرا مرض کیا ہے، جلد
در علاجت سحر ہا خواہم نمود
تیرے علاج میں جادو دکھاؤں گا

---

[1] بیش۔ زیادہ، بعض نسخوں میں لفظ پیش ہے جو مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ دیگر گشتن۔ متغیر ہونا۔ بد۔ بود کا مخفف ہے۔ سمرقند۔ ترکستان کا مشہور تاریخی شہر ہے۔ بازرگاں۔ سوداگر۔ فرد شدن۔ اکیلا ہو جانا۔ یافت۔ طبیب، نبض اور چہرے سے فوراً سمجھ گیا کہ لونڈی اس سنار کے عشق میں مبتلا ہے۔

[2] بازیافتن۔ حاصل کرنا۔ گذر۔ گذرگاہ، راستہ۔ غاتفر۔ سمرقند کے ایک محلّہ کا نام ہے۔ باصواب۔ صائب الرائے۔ رستن۔ راء کے فتحہ سے، چھوٹنا، نجات پانا۔

شاد باش و ایمن و فارغ کہ من
خوش اور مطمئن اور فارغ البال رہ کہ میں
آں کنم با تو کہ باراں با چمن[1]
تیرے ساتھ وہ کچھ کروں گا جو بارش چمن سے کرتی ہے

من غم تو میخورم تو غم مخور
میں تیرا غم خوار ہوں تو غم نہ کر
بر تو من مشفق ترم از صد پدر
سو باپوں سے بڑھ کر میں تجھ پر مہربان ہوں

ہاں و ہاں ایں راز را باکس مگوی
خبردار، خبردار یہ راز کسی سے نہ کہنا
گرچہ شاہ از تو کند بس جستجوی
گرچہ بادشاہ بھی تجھ سے دریافت کرے

تاتوانی پیشِ کس مکشائے راز
حتی الامکان کسی پر راز نہ کھولنا
بر کسے ایں در مکن زنہار باز
ہرگز کسی پر یہ دروازہ نہ کھولنا

چونکہ اسرارت نہاں در دل شود
جب تیرا راز دل میں چھپا ہوگا
آں مرادت زود تر حاصل شود
تیری وہ مراد بہت جلد تجھ کو حاصل ہو جائے گی

گفت پیغمبر ﷺ ہر آں کو سر نہفت
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنا راز چھپایا
زود گردد بامرادِ خویش جفت
بہت جلد اپنی مراد سے وابستہ ہوا

دانہ چوں اندر زمیں پنہاں شود
دانہ جب زمین میں چھپتا ہے
بعد ازاں سرسبزیِ بستاں شود
اس کے بعد باغ کی سرسبزی (کا سبب) بنتا ہے

زر[2] و نقرہ گر نہ بودندے نہاں
سونا اور چاندی اگر چھپے نہ ہوتے
پرورش کے یافتندے زیر کاں
تو کان میں پرورش کیسے پاتے

وعدہا و لطفہائے آں حکیم
اس طبیب کے وعدوں اور مہربانیوں نے
کرد آں رنجور را ایمن زبیم
اس بیمار کو خوف سے مطمئن کر دیا

وعدہا باشد حقیقی دلپذیر
سچے وعدے دل پسند ہوتے ہیں
وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر
(اور جھوٹے وعدے پریشان کرتے ہیں)

وعدۂ اہل کرم گنج رواں
اہل کرم کا وعدہ جاری خزانہ ہے
وعدۂ نااہل شد رنج رواں
(اور) نااہل کا وعدہ عذابِ جان ہے

وعدہا باید وفا کردن تمام
وعدوں کو پورا کرنا چاہئے
ورنخواہی کرد باشی سرد و خام
اور اگر تو پورا نہ کرے گا تو سرد اور خام بنے گا

وعدہ کردن را وفا باشد بجاں
وعدہ کو جان و دل سے پورا کرنا ضروری ہے
تا بہ بینی در قیامت فیض آں
تاکہ قیامت میں تو اس کا فیض دیکھے

---

1. باراں با چمن۔ جس طرح بارش چمن کو شاداب اور پُر رونق بنا دیتی ہے اسی طرح میں تجھے ہرا ابھرا کردوں گا۔ ہاں۔ حرفِ تنبیہ ہے۔ چونکہ۔ راز ظاہر ہو جانے پر مخالفوں کو مخالفت کا موقع مل جاتا ہے اور کامیابی دشوار ہو جاتی ہے۔ دانہ۔ زمین میں بیج پوشیدہ ہوتا ہے تب سرسبز و شاداب ہو کر ابھرتا ہے۔
2. زر۔ اس شعر اور پہلے شعر سے یہ سمجھایا ہے کہ راز کا پوشیدہ رہنا ہی مفید ہے۔ تاسہ۔ اندیشہ، بے قراری۔ گنج رواں۔ قارون کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا نام بھی ہے۔ سرد و خام۔ جھوٹے وعدے کرنے والا، سرد دل اور خام کار ہوتا ہے۔

در یافتن آں طبیب الٰہی رنج کنیزک را و بہ شاہ وا نمودن

اس طبیب الٰہی کا لونڈی کے مرض کو معلوم کر لینا اور بادشاہ پر ظاہر کرنا

آں حکیم مہرباں چوں راز یافت — صورتِ رنج کنیزک باز یافت

اس مہربان طبیب نے جب راز معلوم کر لیا — (اور) لونڈی کے مرض کی صورت کو جان گیا

بعد ازاں برخاست عزمِ شاہ کرد — شاہ را زاں شمہ[1] آگاہ کرد

اس کے بعد وہ اٹھا اور بادشاہ کا قصد کیا — بادشاہ کو اس سے تھوڑا سا آگاہ کر دیا

شاہ گفت اکنوں بگو تدبیر چیست — درچنیں غم موجب تاخیر چیست

بادشاہ نے کہا، بتا اب کیا تدبیر ہے؟ — اس طرح کے غم میں تاخیر کا سبب کیا ہے؟

گفت تدبیر آں بودکاں مرد را — حاضر آریم از پئے ایں درد را

اس (طبیب) نے کہا، تدبیر یہ ہے کہ اس مرد کو — اس درد کے علاج کے لئے ہم بلائیں

قاصدے بفرست کاخبارش کند — طالب ایں فضل و ایثارش کند

ایک قاصد بھیج جو اس کو بتائے — (اور اس کو اس انعام اور بخشش کا طلب گار بنائے

مردِ زرگر را بخواں زاں شہر دور — با زر و خلعت بدہ او را غرور

سنار کو اس دور شہر سے بلا لے — نقد اور خلعت سے اس کو لالچ دے

تاشود محبوبِ تو خوشدل بدو — گردد آساں ایں ہمہ مشکل بدو

تاکہ تیری محبوبہ اس کی بدولت خوش ہو جائے — اور اس کے ذریعہ یہ سب مشکل آسان ہو جائے

چوں بہ بیند سیم و زر آں بے نوا — بہر زر گردد زخان و ماں جدا

جب وہ تنگدست چاندی اور سونا دیکھے گا — تو سونے کی خاطر گھربار سے جدا ہو جائے گا

زر خرد را والہ و شیدا کند — خاصہ مفلس را کہ خوش رُسوا کند

سونا، عقل کو دیوانہ بنا دیتا ہے — خصوصاً مفلس کو کہ خوب ذلیل کرتا ہے

زر اگرچہ عقل می آرد و لیک — مردِ عاقل باید او را نیک نیک

سونا، اگرچہ عقل پیدا کرتا ہے لیکن — اس کے لئے عقلمند اور بہت نیک آدمی درکار ہے

فرستادنِ بادشاہ رسولاں بسمرقند در طلب آں زرگر

بادشاہ کا ایلچیوں کو سمرقند روانہ کرنا، اس سنار کی تلاش میں

چونکہ سلطاں از حکیم آں را شنید — پند او را از دل و جاں برگزید

جب بادشاہ نے طبیب سے وہ بات سنی — دل و جان سے اس کی نصیحت کو قبول کیا

گفت فرمانِ ترا فرماں کنم — ہر چہ گوئی آں چناں کن آں کنم

اس (بادشاہ) نے کہا تیرے فیصلہ کے مطابق حکم جاری کردوں گا — جو تو کہے گا ایسا کر میں ویسا ہی کروں گا

---

[1] شمہ۔ بفتح شین، تھوڑا سا حصہ، طبیب الٰہی نے لونڈی کے عشق کا پورا قصہ نہیں سنایا تاکہ بادشاہ کو غیرت نہ آ جائے۔ اخبار۔ مصدر ہے، خبر دینا۔ فضل۔ بزرگی، بخشش۔ ایثار۔ اپنے کو چھوڑ کر دوسرے کو فائدہ پہنچانا۔ خلعت۔ خاء کے کسرہ کے ساتھ، وہ پوشاک جو بادشاہ کسی کو بطور انعام دے۔ غرور۔ غین کے ضمہ کے ساتھ، دھوکا۔ بے نوا۔ تنگدست۔ خان وماں۔ گھربار۔ والہ۔ عاشق، فریفتہ۔ شیدا۔ عاشق۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ خوش۔ بہت، خوب۔

پس فرستاد آں طرف یکدو رسول
پھر ایک دو قاصد اس طرف روانہ کئے
حاذقان[1] و کافیان و بس عدول
جو ماہر، کارگزار اور بہت نیک تھے

تا سمرقند آمدند آں دو امیر
وہ دونوں سردار سمرقند میں آئے
پیش آں زرگر ز شاہنشاہ بشیر
اس سنار کے پاس بادشاہ کی طرف سے خوشخبری لے کر

کاے لطیف استادِ کامل معرفت
کہ اے نازک کام کرنے والے استاد پوری شناخت والے
فاش اندر شہر ہا از تو صفت
شہریوں میں تیری خوبی پھیلی ہوئی ہے

نک فلاں شہ از برائے زرگری
اب فلاں بادشاہ نے زیور گھڑنے کے لئے
اختیارت کرد زیرا مہتری
تجھے چنا ہے کیونکہ تو (زرگری میں) سردار ہے

اینک ایں خلعت بگیر و زرّ و سیم
اب یہ جوڑا اور سونا چاندی لے
چوں بیائی خاص باشی و ندیم
(اور) جب تو آئے گا، خاص اور ہم نشیں ہوگا

مرد مال و خلعت بسیار دید
مرد نے جب بہت سا مال اور جوڑا خلعت دیکھا
غرہ شد از شہر و فرزنداں برید
تو فریفتہ ہو گیا (اور) شہر اور اولاد سے جدا ہو گیا

اندر آمد شادماں در راہ مرد
مرد، خوشی خوشی راستے پر پڑ گیا
بیخبر کاں شاہ قصد جانش کرد
(اس سے) بے خبر کہ بادشاہ نے اسکی جان کا ارادہ کیا ہے

اسپ تازی برنشست و شاد تاخت
عربی گھوڑے پر بیٹھا اور خوشی خوشی دوڑا
خون بہائے[2] خویش را خلعت شناخت
(اور) اپنے خون کے عوض کو شاہی جوڑا سمجھا

اے شدہ اندر سفر باصد رضا
افسوس کہ ہنسی خوشی سفر کرنے والا۔
خود بپائے خویش تا سوء القضاء
اپنے پاؤں سے بری موت کی طرف روانہ ہوا ہے

در خیالش ملک و عز و سروری
اس کے خیال میں تو حکومت و عزت اور سرداری تھی
گفت عزرائیل رَو، آرے بری
ملک الموت نے کہا کہ جا، ہاں یہ سب چیزیں تو حاصل کریگا

چوں رسید از راہ آں مردِ غریب
جب وہ مسافر راستہ طے کر کے آ پہنچا
اندر آوردش بہ پیش شہ طبیب
تو طبیب اس کو بادشاہ کے سامنے لایا

پیش شاہنشاہ بردش خوش بناز
اس کو بادشاہ کے سامنے بڑے ناز کے ساتھ لے گیا
تا بسوزد بر سرِ شمع طراز
تا کہ اس کو طراز کی شمع کے سر پہ جلا دے

---

[1] حاذق۔ ماہر۔ کافی۔ کام میں کفایت کرنے والا، کارگزار۔ عدول۔ وہ شخص جس کی گواہی معتبر ہے۔ لطیف۔ مہربان، باریک کام کرنے والا۔ فاش۔ مشہور۔ صفت۔ تعریف۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے، اکنون، اب۔ زیرا۔ ازیں راکہ۔ مہتر۔ بڑا، سردار۔ خلعت۔ شاہی جوڑا۔ ندیم۔ ہمنشین، مصاحب۔ غرہ۔ غین کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ، فریفتہ ہونا۔ اسپ تازی۔ عربی گھوڑا جو عمدہ اور قیمتی ہوتا ہے۔

[2] خونبہا۔ دیت، وہ مال جو مقتول کے بدلے میں مقتول کے وارثوں کو دیا جاتا ہے۔ اے۔ بعض شارحین نے منادیٰ، مخاطب کو بتایا ہے لیکن ہم نے ترجمہ میں منادیٰ زرگر کو قرار دے کر ترجمہ کیا ہے۔ رضا۔ رضامندی۔ سوء القضا۔ بری موت۔ ملک۔ پادشاہی۔ عز۔ عزت۔ آرے۔ حرف ایجاب ہے یعنی ملک الموت نے استہزا کہا یہ چیزیں تجھے ضرور ملیں گی۔ غریب۔ مسافر، اجنبی۔ شمع۔ موم بتی یہاں مراد لونڈی ہے۔ طراز۔ ملک چین کا ایک حسن خیز شہر ہے۔

شاہ دید او را و بس تعظیم کرد | مخزنِ[1] زر را بدو تسلیم کرد
بادشاہ نے اس کو دیکھا اور بہت تعظیم کی | (اور) سونے کا خزانہ اس کے سپرد کر دیا

پس بفرمودش کہ برسازد ز زر | از سوار و طوق و خلخال و کمر
پھر اس کو حکم دیا کہ سونے سے بنائے | کنگن اور طوق اور پاؤں زیب اور پٹکا

ہم ز انواعِ اَوانی بے عدد | کانچناں در بزمِ شاہنشہ سزد
نیز برتنوں کی قسمیں، ان گنت | جو بادشاہ کی مجلس کے لائق ہوں

زر گرفت آں مرد و شد مشغولِ کار | بے خبر از حالت ایں کارزار
اس مرد نے سونا لیا اور کام پر لگ گیا | وہ اس خراب کام کی حالت سے بے خبر (تھا)

پس حکیمش گفت کاے سلطانِ مہ | آں کنیزک را بایں خواجہ بدہ
پھر طبیب نے اس سے کہا اے بڑے بادشاہ! | وہ لونڈی اس سردار (سنار) کو دے دے

تا کنیزک در وصالش خوش شود | آبِ وصلش دفعِ ایں آتش شود
تاکہ لونڈی اس کے وصل سے خوش ہو جائے | اور اس کے وصل کا پانی اس آگ کا دافع ہو

شہ بدو بخشید آں مہ روئے را | جفت کرد آں ہر دو صحبت جوئے را
بادشاہ نے وہ چاند سے مکھڑے والی اس کو بخش دی | ان دونوں وصل چاہنے والوں کا نکاح کر دیا

مدتِ ششماہ میراندند کام | تا بصحت آمد آں دختر تمام
چھ مہینہ (کی مدت) تک انہوں نے مقصد برآری کی | یہاں تک کہ اس لڑکی کو پوری صحت ہو گئی

بعد ازاں از بہر او شربت بساخت[2] | تا بخورد و پیش دختر می گداخت
اس کے بعد اس (طبیب) نے اس کے لئے شربت بنایا | جس کو وہ پیتا اور وہ لڑکی کے سامنے گھلتا تھا

چوں ز رنجوری جمالِ او نماند | جانِ دختر در وبالِ او نماند
جب مرض کی وجہ سے اس کا حسن نہ رہا | تو لڑکی کی جان اس کے وبال میں نہ رہی

چونکہ زشت و ناخوش و رخ زرد شد | اندک اندک در دلِ او سرد شد
چونکہ بدصورت اور ناگوار اور زرد رو ہو گیا | آہستہ آہستہ اس کے دل میں (عشق) ٹھنڈا ہو گیا

عشقہائے کز پئے رنگے بود | عشق نبود عاقبت ننگے بود
وہ عشق جو رنگ کی خاطر ہوتا ہے | عشق نہیں ہوتا، انجام کار ذلت اور رسوائی ہوتی ہے

کاشکے آں ننگ بودے یکسری | تا نرفتے بروے آں بد داوری
کاش وہ (عشقِ حسنِ ظاہری) پائیدار ہوتا | تاکہ اس پر یہ ظلم نہ ہوتا

---

[1] مخزن۔خزانہ۔بدو۔باؤ۔تسلیم۔سپرد کرنا۔سوار۔سین کے کسرہ کے ساتھ، ہاتھ کا کنگن۔طوق۔گلے کا زیور۔خلخال۔پاؤں زیب۔کمر۔پٹکا، کمر کی پیٹی۔انواع۔نوع کی جمع،قسم۔اوانی۔آنیہ کی جمع، برتن۔مہ۔بڑا، کہ کی ضد۔خواجہ۔یعنی سنار۔آتش۔تاء پر کسرہ اور فتحہ دونوں درست ہیں۔جفت کردن۔نکاح کر دینا۔صحبت جوئے۔وصل چاہنے والا۔کام۔مقصد۔

[2] بساخت۔یعنی طبیب نے زرگر کے لئے ایک زہر آلود شربت تیار کیا جس کو پی کر وہ گھلنے لگا۔گداختن۔گھلنا، پگھلنا۔رنجوری۔مرض۔وبال۔مصیبت مراد عشق ہے۔سرد شد۔سچا عشق نہ تھا محض صورت پرستی تھی، صورت بگڑنے سے عشق زائل ہو گیا۔ننگ۔شرم، عار۔کاشکے۔حرفِ تمنا ہے۔یکسری۔پائیدار۔داوری۔حکومت، انصاف۔بد داوری۔ناانصافی، ظلم یعنی عشق مجازی میں بھی اگر پائیداری ہوتی تو وہ ننگ نہ شمار ہوتا۔

خوں دَوید از چشم ہمچوں جوئے اُو
اس کی نہر جیسی آنکھوں سے خون بہنے لگا
دشمن جانِ وے آمد روئے اُو[1]
(اور) اس کا چہرہ اس کی جان کا دشمن بنا

دشمنِ طاؤس آمد پَرِّ اُو
مور کے دشمن اس کے پر ہوئے
اے بساشہ را بکشتہ فرِّ او
(اور) بہت سے شاہوں کو انکی شان وشوکت نے مارا

چونکہ زرگر از مرض بدحال شد
جب سنار مرض سے بدحال ہو گیا
در گدازش شخص او چوں نال شد
(اور) اس کا جسم پگھل کر قلم کے ریشہ کی طرح ہو گیا

گفت من آں آہوم کز نافِ من
اس نے کہا، میں وہ ہرن ہوں کہ میری ناف سے
ریخت آں صیاد خونِ صافِ من
اس صیاد نے میرا صاف خون بہا دیا

اے من آں روباہِ صحراء کز کمیں
اے (مخاطب) میں جنگل کی وہ لومڑی ہوں کہ گھات میں بیٹھ کر
سر بریدندم برائے پوستیں
پوستین کے لئے انہوں نے میرا سر کاٹ لیا

اے من آں پیلے کہ زخم پیلباں
میں وہ ہاتھی ہوں کہ پیلبان کے زخم نے
ریخت خونم از برائے استخواں
ہڈیوں کی خاطر میرا خون بہا دیا

آنکہ کشتستم پئے مادونِ[2] من
جس نے مجھے مجھ سے کمتر کی خاطر مار ڈالا
می نداند کہ نخسپد خونِ من
اس کو معلوم نہیں کہ میرا خون رائیگاں نہ جائے گا

بر من ست امروز فردا بروے ست
(مصیبت) آج مجھ پر اور کل اس پر ہے
خونِ چوں من کس چنیں ضائع کے ست
مجھ جیسے آدمی کا خون یوں رائیگاں کیسے ہو سکتا ہے

گرچہ دیوار افگند سایہ دراز
اگرچہ دیوار لمبا سایہ ڈالتی ہے
باز گردد سوئے او آں سایہ باز
لیکن وہ سایہ پھر اس کی طرف لوٹتا ہے

ایں جہاں کوہ ست و فعلِ ما ندا
یہ دنیا ایک پہاڑ ہے اور ہمارا فعل آواز
سوئے ما آید نداہا را صدا
آوازوں کی گونج ہماری طرف لوٹتی ہے

ایں بگفت و رفت دردم زیرِ خاک
یہ کہا اور فوراً زیر زمین چلا گیا
آں کنیزک شد زدرد و رنج پاک
وہ لونڈی درد و غم سے نجات پا گئی

زانکہ عشقِ مُردگاں پایندہ نیست
اس لئے کہ مردوں سے عشق پائیدار نہیں ہے
چونکہ مُردہ سوئے ما آیندہ نیست
اس لئے کہ مردہ ہماری طرف واپس آنے والا نہیں ہے

---

1. روئے او۔ یعنی اس زرگر کی خوبصورتی اس کی ہلاکت کا سبب بنی۔ گدازش۔ حاصل مصدر ہے گداختن کا، پگھلنا، لاغر ہونا۔ نال۔ قلم کے بیچ کا ریشہ۔ گفت۔ اگلے چار شعر زرگر کا مقولہ ہیں۔ کز ناف من۔ ختن کے ہرن اس لئے مارے جاتے ہیں کہ ان کے نافہ میں سے مشک نکلتا ہے۔ کمیں۔ کسی کی گھات میں بیٹھنا۔ پوستین۔ لومڑی کی کھال سے پوستین بنایا جاتا ہے۔ استخواں۔ ہاتھی دانت کی طرح ہاتھی کی ہڈی بھی قیمتی ہوتی ہے۔
2. مادون۔ کمتر، زرگر نے بادشاہ کو کمتر اس لئے کہا کہ وہ کنیزک کا معشوق تھا اور بادشاہ ناکام عاشق۔ نخسپد۔ یعنی میرے خون کا بدلہ لیا جائے گا، خون رائگاں نہ جائے گا۔ گرچہ دیوار۔ مولانا نے جزاء عمل کو دو مثالوں سے سمجھایا ہے کہ گنہگار کا عمل بصورت جزاء اس کی طرف لوٹتا ہے۔ ندا۔ پکارنا، آواز دینا۔ صدا۔ گونج جو پہاڑ یا کنوئیں میں انسان کی آواز کے بعد سنائی دیتی ہے۔ دردم۔ فوراً، اسی وقت۔ مردگاں۔ یعنی فانی اشیاء کا عشق قائم نہیں رہتا۔

عشقِ زندہ[1] در رواں و در بصر ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر
زندہ کا عشق روح اور آنکھ (باطن و ظاہر) میں ہر وقت غنچہ سے بھی زیادہ تروتازہ رہتا ہے

عشقِ آں زندہ گزیں کو باقی ست وز شرابِ جانفزایت ساقی ست
اس زندہ کا عشق اختیار کر جو سدا رہنے والا ہے اور جانفزا شراب سے تجھے سیراب کرنے والا ہے

عشقِ آں بگزیں کہ جملہ انبیا یافتند از عشقِ او کار و کیا
اس کا عشق اختیار کر کہ تمام نبیوں نے اس کے عشق سے عزّ و شرف پایا

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست بر کریماں کارہا دشوار نیست
تو یہ نہ کہہ کہ ہماری رسائی اس بادشاہ تک نہیں ہے کریموں پر بڑے کام دشوار نہیں ہوتے

در بیانِ آنکہ کشتن مردِ زرگر باشارۂ الٰہی بود نہ بخیالِ باطل

اس بیان میں کہ سنار کو مارنا خدائی اشارہ پر تھا، نہ کسی برے خیال سے

کشتنِ آں مرد بردستِ حکیم نے پئے امید بود و نے زبیم
اس مرد کا طبیب کے ہاتھ سے ہلاک ہونا نہ کسی امید کی بناء پر تھا، نہ کسی خوف سے

او نکشتش از برائے طبعِ شاہ تانیامد امر و الہام[2] از الٰہ
اس نے بادشاہ کی خاطر سے اسے قتل نہیں کیا جب تک اللہ کی طرف سے حکم اور الہام نہ آیا

آں پسر راکش خضرؑ ببرید حلق سرِّ آں را در نیابد عام خلق
وہ لڑکا، خضرؑ نے جس کا گلا کاٹا تھا اس کا بھید عام مخلوق نہیں سمجھ سکتی

آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب ہر چہ فرماید بود عین صواب
جو شخص اللہ کی جانب سے وحی اور خطاب پاتا ہے وہ جو کچھ کہتا ہے بالکل درست ہوتا ہے

آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست نائب ست و دست او دست خداست
جو جان عطا کرتا ہے اگر قتل بھی کرے تو جائز ہے وہ (اللہ کا) قائم مقام ہے اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے

ہمچو اسمٰعیل علیہ السلام پیشش سر بنہ شاد و خنداں پیشِ تیغش جاں بدہ
حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح اس کے سامنے سر جھکا دے اور ہنسی خوشی اس کی تلوار سے قتل ہو جا۔

تابماند جانت خنداں تاابد ہمچو جانِ پاکِ احمدؐ با اَحد
تاکہ تیری روح ہمیشہ خوش رہے جس طرح کہ احمد (مجتبیٰ ﷺ) کی روحِ پاک اللہ کے ساتھ

---

[1] زندہ۔ یعنی خدائے حیّ و قیوم۔ گزیں۔ اختیار کر، صیغہ امر ہے گزیدن مصدر سے۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا، روح کو قوت دینے والا۔ کیا۔ خداوند، کارفرما۔ کار و کیا یافتند۔ یعنی عزّ و شرف پایا۔ شہ۔ شاہ کا مخفف ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ بر کریماں۔ یعنی حق تعالیٰ کریم و کارساز ہے وہ اپنے فضل و کرم سے کامیابی و باریابی مرحمت فرمائے گا۔ نے پئے۔ یعنی طبیب کا زرگر کو ہلاک کرنا بادشاہ سے لالچ یا خوف کی وجہ سے نہیں تھا۔ امر۔ حکم۔

[2] الہام۔ جو بات خدا کی طرف سے دل میں ڈالی جائے۔ الٰہ۔ معبود، اللہ تعالیٰ۔ خضر۔ حضرت خضر علیہ السلام، جنہوں نے ایک بچہ کو قتل کیا تھا، قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے جس کی مصلحت یہ تھی کہ بچہ کافر ہوتا اور اس کے کفر کی وجہ سے اس کے والدین کے ایمان کو خطرہ تھا۔ نائب۔ قائم مقام یعنی جو خدا کے حکم سے قتل کرتا ہے اس کا ہاتھ دراصل خدا کا ہاتھ ہے۔ ہمچو اسماعیلؑ۔ حضرت اسماعیلؑ سے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہاری قربانی دوں تو فوراً حضرت اسماعیلؑ نے سر اطاعت زمین پر رکھ دیا۔ احمد با احد۔ آنحضور ﷺ کو تسلیم و رضا کی بناء پر مقامِ قرب حاصل ہوا۔

عاشقاں جامِ فرح آنگہ کشند
عاشق خوشی کا جام اس وقت پیتے ہیں
کہ بدست خویش خوباں شاں کشند
جبکہ معشوق اپنے ہاتھ سے ان کو قتل کرتے ہیں

شاہ[1] آں خوں از پئے شہوت نکرد
وہ خون بادشاہ نے اپنی شہوت کی خاطر نہیں کیا
تو رہا کن بدگمانی و نبرد
تو (اس معاملہ میں) بدگمانی اور جھگڑے کو چھوڑ دے

تو گماں کردی کہ کرد آلودگی
تو نے یہ گمان کیا کہ وہ خواہش نفسانی سے ملوث تھا
درصفاغش کے ہلد پالودگی
(لیکن) صاف میں صفائی کھوٹ کو کب چھوڑتی ہے

بہر آنست ایں ریاضت ویں جفا
یہ محنت اور مشقت تو اس لئے ہے
تابر آرد کورہ از نقرہ جفا
کہ بھٹی چاندی سے میل کو نکال دے

بہر آنست امتحانِ نیک و بد
کھرے اور کھوٹے کا امتحان اس لئے ہے
تابجوشد، بر سر آرد زر زَبد
تاکہ وہ جوش میں آئے اور سونا اپنا میل اوپر لے آئے

بگذر از ظن خطا اے بدگماں
اے بدگمان! غلط گمان چھوڑ دے
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ راںخواں
''بے شک بعض گمان گناہ ہیں'' کو پڑھ

گر نبودش کار زالہامِ الٰہ
اگر اس کا کام خدا کے الہام سے نہ ہوتا
او سگے بودے درانندہ نہ شاہ
تو وہ پھاڑ کھانے والا کتا ہوتا، بادشاہ نہ ہوتا

پاک بود از شہوت و حرص و ہوا
وہ شہوت اور حرص و ہوس سے پاک تھا
نیک کرد او لیک نیک[2] بدنما
اس نے اچھا کیا لیکن اچھا بظاہر برا

گر خضرؑ در بحر کشتی را شکست
اگرچہ خضرؑ نے سمندر میں کشتی توڑ دی
صد درستی در شکست خضر ہست
(لیکن) خضرؑ کے توڑنے میں سو درستیاں تھیں

وہم موسیٰؑ باہمہ نور و ہنر
باوجود تمام نور و ہنر کے موسیٰؑ کا خیال
شد ازاں محجوب تو بے پر مپر
اس تک نہ پہنچا، تو بھی بے پرکی نہ اڑا

آں گل سُرخ است تو خونش مخواں
وہ سرخ پھول ہے تو اس کو خون نہ کہہ
مست عقل ست او تو مجنونش بداں
وہ عقل سے مست ہے تو اس کو دیوانہ نہ سمجھ

گر بدے خونِ مسلماں کامِ او
اگر مسلمان کا خون بہانا اس کا مقصود ہوتا
کافرم گر بردمے من نام او
تو میں کافر ہوتا اگر اس کا نام بھی لیتا

می بلرزد عرش از مدحِ شقی
بدبخت (اور سنگدل) کی تعریف سے عرش لرزتا ہے
بدگماں گردد زمدحش متقی
اور اس کی تعریف سے پرہیزگار بدگماں ہو جاتا ہے

---

1. شاہ۔ بادشاہ کا زرگر کو قتل کرانا اشارہ خداوندی سے تھا۔ غش۔ کھوٹ۔ ہلد۔ حاصل مصدر ہے ہلیدن سے، چھوڑنا۔ پالودگی۔ صفائی۔ جفا۔ جیم کے ضمہ کے ساتھ سونے اور چاندی کا میل۔ کورہ۔ بھٹی، جس میں چیزوں کو پگھلایا اور تپایا جاتا ہے۔ زبد۔ جھاگ، یعنی جس طرح سونا بھٹی میں جا کر نکھرتا ہے اسی طرح انسان کے نفسانی رذائل ریاضت سے دور ہوتے ہیں۔ ظن۔ خطا، بدگمانی۔ اثم۔ گناہ۔ درانندہ۔ پھاڑنے والا۔
2. نیک بدنما۔ بباطن نیک اور بظاہر برا۔ خضر۔ خضرؑ کے کشتی توڑنے کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے جو بظاہر بری بات تھی لیکن اس میں مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ محجوب۔ پردے میں آیا ہوا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام باایں ہمہ نور و ہنر اس مصلحت تک نہ پہنچ سکے جو حضرت خضرؑ کے پیش نظر تھی۔ آں گل۔ اشارہ بادشاہ کی طرف ہے۔ بدے۔ بودے کا مخفف ہے۔ کام۔ مقصد و غرض۔ شقی۔ بدبخت، سنگدل۔ متقی۔ پرہیزگار۔

شاہ بود و شاہ بس آگاہ[1] بود — خاص بود و خاصۂ اللہ بود
وہ بادشاہ تھا اور بہت باخبر بادشاہ تھا — وہ خاص تھا اور اللہ تعالیٰ کا مخصوص تھا

آں کسے را کش چنیں شاہے کشد — سوئے تخت و بہتریں جاہے کشد
وہ آدمی جس کو ایسا بادشاہ قتل کر ڈالتا ہے — اس کو تخت اور بہترین مرتبہ عنایت فرماتا ہے

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد — آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
وہ آدھی جان لیتا ہے تو سو جانیں دیتا ہے — (بلکہ) اتنا دیتا ہے کہ جو تیرے خیال میں بھی نہیں آ سکتا

قہر خاصے از برائے لطفِ عام — شرع می دارد روا بگذار گام
عام مہربانی کے لئے کسی خاص پر قہر — شریعت جائز رکھتی ہے، قدم آگے بڑھا

گر ندیدے سودِ او در قہرِ او — کے شدے آں لطف مطلق قہر جو
اگر (اللہ تعالیٰ) اس کا فائدہ قہر میں نہ دیکھتا — تو وہ سراپا لطف و کرم، قہر کیوں کرتا

طفل می لرزد زنیشِ احتجام — مادرِ مشفق[2] دراں غم شاد کام
پچھنے لگانے کی تکلیف سے بچہ تو لرزتا ہے — (لیکن اس کی) مہربان ماں اس تکلیف سے خوش ہوتی ہے

تو قیاس از خویش می گیری و لیک — دُور دُور افتادہ بنگر تو نیک
تو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے، لیکن — تو غور کر (حقیقت سے) بہت دور جا پڑا ہے

پیشتر آ تا بگویم قصۂ — بُو کہ یابی از بیانم حصۂ
میرے قریب آ تاکہ تجھے ایک قصہ سناؤں — ہو سکتا ہے کہ تو میرے بیان سے کچھ حصہ حاصل کر لے

حکایت مردِ بقال و طوطی و روغن ریختن طوطی در دکان

ایک بنئے اور طوطی کا قصہ اور طوطی کا دکان کے اندر تیل بہانا

بود بقالے مر او را طوطیئے — خوشنوا و سبز و گویا طوطیئے
ایک بنیا تھا اور اس کی ایک طوطی تھی — جو خوش آواز، سبز رنگ اور بولنے والی طوطی تھی

بر دکاں بودے نگہبانِ دکاں — نکتہ گفتے با ہمہ سوداگراں
(یہ طوطی) دکان پر دکان کی حفاظت کرتی تھی — اور تمام سوداگروں سے دلچسپ باتیں کرتی تھی

در خطابِ آدمی ناطق بدے — در نوائے طوطیاں حاذق بدے
وہ آدمیوں سے خطاب کرنے میں ان جیسی باتیں کرتی — اور طوطیوں کے ساتھ نوا سنجی میں ماہر تھی

خواجہ روزے سوئے خانہ رفتہ بود — در دکاں طوطی نگہبانی نمود
مالک ایک دن اپنے گھر کو گیا تھا — طوطی دکان کی حفاظت کر رہی تھی

---

[1] آگاہ۔ یعنی عارف باللہ۔ کش۔ کہ اش کا مخفف ہے۔ قہر خاصے۔ یعنی اس زرگر کا قتل ظلم نہ تھا اور اگر ظلم مان بھی لیا جائے تو عام مصلحت اور مفاد کے پیش نظر کسی ایک پر ظلم جائز ہے۔ گر ندیدے۔ یعنی زرگر کے قتل ہی میں زرگر کا فائدہ تھا۔ احتجام۔ پچھنے لگوانا یعنی خونِ فاسد جسم سے نکالنے کے لئے عمل جراحی کرنا۔

[2] مشفق۔ ہمدرد، مہربان۔ تو قیاس الخ۔ یعنی اللہ کے کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس نہ کر۔ بو کہ۔ یعنی شاید کہ ممکن ہے۔ بقال۔ سبزی فروش کو کہتے تھے پھر بنئے کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ ناطق۔ قوت گویائی رکھنے والا۔ حاذق۔ ماہر، زیرک و چالاک۔

گربہ بر جست[1] ناگہ در دکاں
اچانک ایک بلی دکان میں کودی
جست از صدرِ دکاں بہر گریخت
بھاگنے کے لئے دکان کے بیچ کودی
از سوئے خانہ بیامد خواجہ اش
اس کا مالک گھر سے (واپس) آیا
دید پُر روغن دکان و جامہ چرب
(لیکن) دکان کو تیل سے پُر اور کپڑوں کو چکنا دیکھ کر
روز کے چندے سخن کوتاہ کرد
چند دن تک (طوطی) نے بات کرنا چھوڑ دی
ریش بر می کند و می گفت اے دریغ
(وہ اپنی) داڑھی کو نوچتا تھا اور کہتا تھا ہائے افسوس
دست من بشکستہ بودے آں زماں
اس وقت میرے ہاتھ ٹوٹ گئے ہوتے
ہدیہ ہا می داد ہر درویش را
وہ ہر فقیر کو تحفے تقسیم کر رہا تھا
بعد سہ روز و سہ شب حیران و زار
تین دن اور تین رات کے بعد حیران اور بد حال
با ہزاراں غصہ و غم گشتہ جفت
ہزاروں رنج اور غم میں مبتلا
می نمود آں مرغ را ہر گوں شگفت
ہر قسم کی انوکھی چیزیں اس پرندہ کو دکھاتا تھا
دمبدم می گفت با او ہر سخن
وہ ہر وقت اس سے طرح طرح کی باتیں کرتا تھا
بر امیدِ آنکہ مرغ آید بگفت
اس امید پر کہ پرندہ بول پڑے۔

بہر موشے، طوطیک از بیم جاں
ایک چوہے کیلئے، اور بیچاری طوطی اپنی جان کے خوف سے
شیشہ ہائے روغنِ گل را بریخت
(اور) روغن گل کی شیشیاں بہا دیں
بر دکاں بنشست فارغ شاد و خوش
(اور) خوش خوش، اطمینان سے دکان پر بیٹھ گیا
برسرش زد، گشت طوطی کل زضرب
اس کے سر پر ایسی مار لگائی کہ طوطی گنجی ہو گئی
مردِ بقال از ندامت آہ کرد
بنئے نے ندامت و افسوس سے آہ کی
کافتابِ نعمتم شد زیرِ میغ
میری نعمت کا سورج بدلی میں آ گیا
کہ زدم من برسرِ آں خوش زباں
جب میں نے اس خوش زبان (طوطی) کے سر پر ضربیں ماری تھیں
تا بیابد نطق مرغِ خویش را
تاکہ اپنی طوطی کی گویائی کو پا لے
بر دکاں بنشستہ بد نومید وار
مایوسی کی حالت میں دکان پر بیٹھا تھا
کاے عجب ایں مرغ[2] کے آید بگفت
ہائے تعجب! یہ طوطی کب بولے گی؟
وز تعجب لب بدنداں می گرفت
اور پھر تعجب سے اپنے ہونٹ کاٹتا تھا
تا کہ باشد کاندر آید در سخن
کہ شاید وہ باتیں کرنے لگے
چشم او را با صور می کرد جفت
(مختلف قسم کی) تصویریں اسے دکھاتا

---

1. جستن۔ جیم کے فتح کے ساتھ، کودنا۔ طوطیک۔ کاف تصغیر کا ہے۔ فارغ۔ یعنی بے فکر۔ کل۔ گنجا جس کے سر پر بال نہ ہوں۔ ضرب۔ چوٹ مارنا۔ روز کے۔ کاف زائد ہے۔ ریش۔ داڑھی۔ کندن۔ اکھاڑنا، کھودنا، نوچنا۔ میغ۔ ابر۔ درویش۔ دال کے فتح کے ساتھ، بمعنی فقیر، بھکاری اور دال کے ضمہ کے ساتھ، اولیاء اللہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ نطق۔ گویائی۔
2. مرغ۔ پرند، مراد طوطی ہے۔ زار۔ عاجز و خوار، ذلیل۔ نومید وار۔ مایوس، غمگین۔ شگفت۔ عجیب اور انوکھی، شاید وہ ایسی چیز کو دیکھ کر بول پڑے۔ وز تعجب۔ اور جب وہ اس پر بھی نہ بولتی تھی تو تعجب سے ہونٹ کاٹتا تھا۔ گفت۔ گفتگو۔ صور۔ صورت کی جمع، یعنی شاید تصویریں دیکھ کر بول پڑے۔

ناگہانی جولقیؔ[1] می گذشت
اتفاقاً ایک گدڑی پوش ادھر سے گزر رہا تھا
با سرِ بے مو چو پشت طاس و طشت
جسکا سر پرات اور طشت کی پشت کی طرح (بالوں سے صاف) تھا

طوطی اندر گفت آمد آں زماں
طوطی (اس کو دیکھ کر) فوراً بول پڑی
بانگ بر رویش زده چوں عاقلاں
اس کو پکارا اور عقلمندوں کی طرح (سوال کیا)

کز چه اے کل با کلاں آمیختی
اے گنجے! تو گنجوں میں کیوں شامل ہوا؟
تو مگر از شیشہ روغن ریختی
شاید تو نے بھی شیشی سے تیل گرایا ہے

از قیاسش خنده آمد خلق را
اُس کے اِس قیاس پر لوگ ہنس پڑے
کو چو خود پنداشت صاحب دلق را
کہ اس نے گدڑی والے کو اپنے جیسا سمجھا

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
پاک لوگوں کے کام کو اپنے پر قیاس نہ کر
گرچہ باشد در نوشتن شیر شِیر
اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شِیر (دودھ) یکساں ہوتا ہے

شیر آں باشد کہ مرد اُو را خورد
شِیر تو وہ ہے جس کو آدمی پیتا ہے
شیر آں باشد کہ مردم را درد
اور شیر وہ ہے جو آدمیوں کو پھاڑتا ہے

جملہ عالم زیں سبب گمراه شد
اس وجہ سے پورا عالم گمراہ ہو گیا
کم کسے زابدالِ حق آگاه شد
بہت کم کوئی خدا کے ابدال سے واقف ہوا

اشقیاء را دیدۂ بینا نہ بود
بدبختوں کی دیکھنے والی آنکھ نہ تھی
نیک و بد در دیده شاں یکساں نمود
اچھا اور برا ان کی آنکھ میں یکساں نظر آیا

ہمسری با انبیاء برداشتند
(انہوں نے) نبیوں کے ساتھ برابری کا دعویٰ کھڑا کر دیا
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند
اور اولیاء کو اپنے جیسا سمجھ لیا

گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر
یہ کہا کہ ہم بھی انسان ہیں اور وہ بھی انسان ہیں
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور
ہم اور وہ سونے اور کھانے کے پابند ہیں

ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ
اندھے پنے سے وہ یہ نہ سمجھے
ہست فرقے درمیاں بے منتہیٰ
کہ ان دونوں میں بے انتہا فرق ہے

ہر دو گوں زنبور خورد از یک محل
(دونوں قسم کی) بھڑوں نے ایک ہی جگہ سے کھایا
لیک زیں شد نیش و زاں دیگر عسل
لیکن اس سے ڈنک اور اس سے شہد بنا

ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب
دونوں قسم کے ہرنوں نے گھاس، اور پانی کھایا پیا
زیں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب
اس ایک کا گوبر بنا اور دوسرے کا خالص مشک

ہر دو نے خوردند از یک آبخور
دونوں نرسلوں نے ایک گھاٹ سے پانی پیا
آں یکے خالی و آں پُر از شکر
لیکن ایک کھوکھلی اور دوسری شکر سے بھری ہوئی ہے

[1] جولقی۔ کمل پوش فقیر۔ طاس۔ بڑا تھال۔ طشت۔ تھال۔ دلق۔ گدڑی۔ زیں سبب۔ غلطی کرنے کی وجہ سے۔ ابدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت کو کہتے ہیں۔ اشقیاء۔ شقی کی جمع بمعنی بدبخت۔ گفتہ۔ یعنی برابری کے دعوے میں یہ کہتے ہیں۔ اینک۔ این اسم اشارہ کاف تصغیر کا ہے۔ عمیٰ۔ اندھاپن، کفر، گمراہی۔ منتہیٰ۔ انتہاء۔ گوں۔ گونہ، قسم۔ زنبور۔ بھڑ، شہد کی مکھی۔ محل۔ جگہ۔ نیش۔ ڈنک۔ عسل۔ شہد۔ سرگیں۔ گوبر، مینگنی۔ ناب۔ خالص۔

صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں
اس طرح کی لاکھوں مثالیں تیرے سامنے ہیں
ایں خورد[1] گردد پلیدی زو جدا
یہ کھاتا ہے تو نجاست اس سے نکلتی ہے
ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد
یہ کھاتا ہے تو سراسر بخل اور حسد پیدا ہوتا ہے
ایں زمین پاک و آں شورست و بد
یہ پاک زمین ہے اور وہ شور اور خراب
ہر دو صورت گر بہم ماند رواست
دونوں صورتیں اگر ایک جیسی ہیں، ٹھیک ہے
جز کہ صاحب ذوق کشناسد بیاب
سوائے صاحب ذوق کے کوئی نہیں پہچان سکتا ہے، سمجھ لے
جز کہ صاحب ذوق کشناسد طعُوم
صاحب ذوق کے سوا ذائقہ کو کوئی نہیں پہچان سکتا
سحر را با معجزہ کردہ قیاس
جادو کو معجزہ پر قیاس کر کے
ساحراں با موسیٰ علیہ السلام از استیزہ را
جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے لڑائی کے لئے
زیں عصا تا آں عصا فرقیست ژرف
(لیکن) اِس لاٹھی اور اُس لاٹھی میں گہرا فرق ہے
لعنۃ اللہ ایں عمل را در قفا
اس کام کے پیچھے اللہ کی لعنت ہے
کافراں اندر مرے بوزینہ طبع
کافر لوگ جھگڑا کرنے میں بندر کی خصلت رکھتے ہیں
ہر چہ مردم می کند بوزینہ ہم
جو کچھ انسان کرتا ہے بندر بھی کرتا ہے

فرقِ شاں ہفتاد سالہ راہ بیں
(لیکن) ان میں ستر سالہ راہ کا فرق دکھائی دیتا ہے
واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا
اور وہ جو کچھ کھاتا ہے، سب خدا کا نور بن جاتا ہے
واں خورد زاید ہمہ نورِ احد
اور وہ کھاتا ہے تو سب خدا کا نور بن جاتا ہے
ایں فرشتہ پاک و آں دیوست و دَد
یہ پاک فرشتہ ہے اور وہ بھوت اور درندہ
آبِ تلخ و آبِ شیریں را صفا است
نمکین اور شیریں پانی میں صفائی موجود ہے
اُو شناسد آبِ خوش از شورہ آب
کہ وہی میٹھے اور کھارے پانی کو پہچانتا ہے
شہد را ناخوردہ[2] کے داند زموم
جس نے شہد نہ چکھا وہ شہد اور موم میں امتیاز کب کرسکتا ہے
ہر دو را بر مکر پندارد اساس
دونوں کی بنیاد مکر و فریب پر سمجھتا ہے
بر گرفتہ چوں عصائے اُو عصا
ان کی لاٹھی جیسی لاٹھی اٹھائی
زیں عمل تا آں عمل راہے شگرف
اِس کام اور اُس کام میں بڑا فاصلہ ہے
رحمۃ اللہ آں عمل را در وفا
اس کام میں اللہ کی رحمت شامل حال ہے
آفتے آمد درونِ سینہ طبع
(اور انکی یہ خصلت) سینہ میں چھپی ہوئی ایک آفت ہے
آں کند کز مرد بیند دمبدم
جو انسان سے پے در پے دیکھتا ہے وہ کرتا ہے

[1] ایں خورد۔ بہرحال بزرگوں کو اپنے اوپر قیاس نہ کرنا چاہئے بہت سی چیزوں کے کام یکساں ہیں لیکن نتائج جداگانہ ہیں۔ دیو۔ بھوت، شیطان۔ دد۔ درندہ۔ صفا۔ میٹھا اور کھاری پانی دونوں صاف ہوتے ہیں۔ بیاب۔ یافتن سے امر کا صیغہ ہے۔ صاحب ذوق۔ جو چکھ کر ذائقوں میں فرق کر سکے۔

[2] ناخوردہ۔ جس شخص نے کبھی شہد نہ کھایا ہو وہ موم اور شہد میں کیا فرق کر سکتا ہے۔ اساس۔ بنیاد۔ ساحراں۔ جادوگر۔ استیزہ۔ جھگڑا۔ از۔ زیادہ ہے اور دوسرے نسخے میں "از استیزہا" ہے اس میں از زیادہ نہ ہوگا۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ حیرت ناک، عجیب۔ عصا۔ لاٹھی۔ قفا۔ گدی، پیچھے۔ وفا۔ وعدہ پورا کرنا، دوستی۔ مرے۔ مراء کا امالہ ہے، جھگڑا کرنا۔ بوزینہ۔ بندر۔ طبع۔ طبیعت۔ دم بدم۔ بندر انسان کے مسلسل حرکات کو دیکھ کر اس کی نقل اتارتا ہے۔

اُو گماں بردہ کہ من کردم چو اُو
اس نے گمان کیا کہ میں نے اس کی طرح کیا
فرق[1] را کے بیند آں استیزہ جو
وہ لڑاکا فرق کو کب دیکھتا ہے؟

ایں کند از امر و آں بہرِ ستیز
یہ (مومن) حکم خداوندی سے کرتا ہے اور وہ (کافر) جھگڑے کیلئے
بر سرِ استیزہ رُویاں خاک ریز
جھگڑا کرنے والوں کے سر پر خاک ڈال

آں منافق با موافق در نماز
وہ منافق مومن کے ساتھ، نماز میں
از پئے استیزہ آید نے نیاز
مقابلہ کے لئے آتا ہے نہ کہ نیازمندی کے لئے

در نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ
نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ میں
بامنافق مومناں در بُرد و مات
مومن، منافق کے ساتھ جیت اور ہار میں ہیں

مومناں را بُرد باشد عاقبت
انجام کار مومنوں کی جیت ہوگی
بر منافق مات اندر آخرت
آخرت میں منافق کو ہار ہوگی

گرچہ ہر دو بر سرِ یک بازی اند
اگرچہ دونوں ایک بازی لگائے ہوئے ہیں
لیک باہم مَروَزی و رازی اند
لیکن یہ دونوں مرو اور رے کے باشندوں کی طرح (باہم مختلف) ہیں

ہر یکے سوئے مقامِ خود رَوَد
ہر ایک اپنے مقام کی طرف جاتا ہے
ہر یکے بروفقِ نامِ خود رَوَد
ہر ایک اپنے نام کے مطابق کام کرتا ہے

مومنش خوانیش جانش خوش شود
تو اس کو مومن کہے تو اس کی روح خوش ہوتی ہے
ور منافق، تند و پُرآتش شود
اور اگر منافق کہے تو مشتعل اور آگ سے پُر ہو جاتا ہے

نامِ آں محبوب از ذاتِ ویست
اس کا نام اس کی ذات کی وجہ سے پیارا ہے
نامِ ایں مبغوض ز آفاتِ ویست
اور اسکا نام اسکی آفتوں کیوجہ سے موجب بغض وعداوت ہے

میم[2] و واوَ و میم و نوں تشریف نیست
میم اور واوَ اور میم اور نون میں کوئی شرافت نہیں ہے
لفظ مومن جز پئے تعریف نیست
لفظ مومن پہچان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے

گر منافق خوانیش ایں نامِ دوں
اگر اس کو منافق کہے تو یہ ذلیل نام
ہمچو کژدم می خلد در اندروں
بچھو (کے ڈنک) کی طرح اس کے دل میں چبھتا ہے

گر نہ آں نام اشتقاقِ دوزخ ست
اگر وہ نام دوزخ سے نہیں بنا ہے
پس چرا دروے مذاقِ دوزخ ست
پھر اس میں دوزخ کا ذائقہ کیوں ہے؟

---

[1] فرق۔ اصل اور نقل کے فرق کو وہ نہیں سمجھتا۔ آں منافق۔ منافق، مومن کی نماز میں شریک ہوتا ہے لیکن اس کا مقصد عبادت نہیں بلکہ فساد ہے۔ بُرد۔ جیت۔ مات۔ ہار۔ مقام۔ جائے قیام۔ وفق۔ موافق، مطابق۔ مومن۔ مومن کو مومن کہو تو وہ خوش ہوتا ہے، منافق کو منافق کہو تو وہ چڑتا ہے۔ نامِ آں۔ لفظ مومن میں مومن کی ذات کی شرافت سے شرافت آئی منافق کی بری حرکات کی وجہ سے یہ لفظ مبغوض بنا۔ مروزی۔ مرو کا رہنے والا۔ رازی۔ رے کا باشندہ۔ مرو، خراسان میں ہے اور رے عراق میں، ان دونوں ملکوں میں بہت فاصلہ ہے۔

[2] میم۔ یعنی مومن کے لفظ میں جس قدر حروف ہیں، ان میں کوئی ذاتی شرافت نہیں ہے۔ دوسرے اسماء جس طرح مسمّٰی سے شناخت اور پہچان کے لئے ہوتے ہیں، یہ بھی ہے اب اس میں شرافت، مومن کے اوصاف کی وجہ سے آئی ہے جو اس کے معنی ہیں۔ منافق۔ اس کے الفاظ میں جو ناگواری ہے وہ بھی معنی کی وجہ سے ہے۔ دوزخ۔ منافق کے معنی میں وہ اوصاف ملحوظ ہیں جو اس کو دوزخ میں لے جائیں گے۔

زشتیٔ ایں نامِ بد از حرف نیست
برے نام کی برائی حروف کی وجہ سے نہیں ہے
تلخیٔ آں آبِ بحر از ظرف[1] نیست
اوراس سمندری پانی کی کڑواہٹ برتن کی وجہ سے نہیں ہے

حرف ظرف آمد درو معنی چو آب
حروف برتن ہیں اور ان میں معنی پانی کی طرح ہیں
بحرِ معنیٰ عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَاب
معنی کا سمندر وہ ہے جس کے پاس ام الکتاب ہے

بحرِ تلخ و بحرِ شیریں ہمعناں
میٹھا اور شور دریا ساتھ ساتھ رواں ہے
درمیاں شاں بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَان
اور انکے درمیاں ایک آڑ ہے، یہ ایک دوسرے پر چڑھتے نہیں

دانکہ ایں ہر دوز یک اصلے رواں
جان لے کہ یہ دونوں ایک ہی اصل سے رواں ہیں
در گذر زیں ہر دو رَو تا اصلِ آں
دونوں سے گزر کر ان کی اصل تک پہنچ جا

زرِ قلب و زرِ نیکو در عیار
کھوٹا سونا اور کھرا سونا پرکھنے میں
بے محک[2] ہرگز ندارد اعتبار
بغیر کسوٹی کے ہرگز قابلِ اعتبار نہیں

ہر کرا در جاں خدا بنہد محک
خدا جس کے دل میں کسوٹی رکھ دیتا ہے
مر یقیں را باز داند اُو زِ شک
بلاشبہ وہ یقین کو شک سے جدا کر لیتا ہے

آنچہ گفت اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ مصطفیٰؐ
وہ جو مصطفیٰؐ نے ''اپنے دل سے فتویٰ پوچھ'' فرمایا ہے
آں کسے داند کہ پُر بود از وفا
اس کو وہی جانتا ہے جو وفاداری سے پُر ہے

در دہانِ زندہ خاشاک ار جہد
زندہ کے منہ میں اگر تنکا گر جائے
آنگہ آرامد کہ بیرونش نہد
تو اس کو چین اسی وقت آتا ہے جب اس کو باہر نکال دے

در ہزاراں لقمہ یک خاشاکِ خورد
ہزاروں لقموں میں ایک چھوٹا سا تنکا
چوں در آمد حِسِّ زندہ پے ببرد
جب آیا تو زندہ کی حس نے اس کا پتہ لگا لیا

حِسِّ دنیا نردبانِ ایں جہاں
دنیا کا احساس، اس جہاں کی سیڑھی ہے
حِسِّ عقبیٰ نردبانِ آسماں
اور آخرت کا احساس، آسمان کی سیڑھی ہے

صحتِ ایں حس بجوئید از طبیب
اس حس کی تندرستی طبیب سے معلوم کرو
صحتِ آں حِسّ بجوئید از حبیب
اور اُس حس کی تندرستی محبوب سے معلوم کرو

---

1. ظرف۔ کسی پانی کا شور ہونا برتن کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ اسی طرح لفظ معنی کا برتن ہے۔ بحرِ معنی۔ تمام اوصاف اور معانی کا منبع حضرتِ حق کی ذات ہے جس کے پاس ام الکتاب یعنی لوحِ محفوظ ہے۔ بحرِ تلخ۔ ذاتِ باری، متضاد صفات کی حامل ہے اور ہر صفت کا مظہر دوسری صفت کے مظہر سے ممتاز ہے۔ اصل۔ صفت رحمۃ اور صفت قہر کا سرچشمہ ذاتِ واحد ہے اور سالک کا مقصد ومنتہیٰ ذات وحدہ ولاشریک ہے۔ زر۔ سونا۔ قلب۔ کھوٹا۔ عیار۔ پرکھنا۔ محک۔ کسوٹی۔ زرِ قلب۔ نیکی، بدی کسوٹی پر پرکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔

2. محک۔ مومن کے دل میں یہ کسوٹی پیدا ہوتی ہے۔ استفت۔ مفتی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں دل سے فتویٰ لے لو یہ انہی لوگوں کے لئے حکم ہے جن کے قلوب میں وہ کسوٹی پیدا ہو چکی ہے۔ عوام مفتی کے فتوے پر عمل کریں گے۔ خاشاک۔ تنکا، گھاس پھوس۔ جہد۔ جستن کا فعل مضارع ہے۔ پے بُردن۔ سراغ لگالینا۔ نردبان۔ سیڑھی۔ عقبیٰ۔ آخرت، دین۔ نردبانِ آسمان۔ یعنی جس طرح حس ظاہری دنیاوی ترقی کا باعث ہے اسی طرح اگر کسی کی باطنی حس بیدار ہے اور مکروہات اور گناہوں سے بچتا ہے اس کو اخروی ترقی اور معراج حاصل ہوتی ہے۔ حبیب۔ یعنی محبوب خدا جو شیخ کامل ہو۔

شاہِ جاں مر جسم را ویراں کند
روح کا بادشاہ، جسم کو ویران کرتا ہے

بعد ویرانیش آباداں کند
اور اس کی ویرانی کے بعد اس کو آباد کرتا ہے

اے خنک جانیکہ در عشقِ مآل
بڑی مبارک ہے وہ جان جس نے عاقبت کی فکر میں

بذل کرد اُو خانماں و ملک و مال
(اپنا) گھر بار اور ملک و مال خرچ کر ڈالا

کرد ویراں خانہ بہرِ گنجِ زر
سونے کے خزانہ کے لئے اس نے اپنے گھر کو ویران کیا

وز ہماں گنجش کند معمور[1] تر
اور اسی خزانہ سے پھر اس کو بہت زیادہ آباد کر دیتا ہے

آب را ببرید و جُو را پاک کرد
اس نے پانی کو بند کیا اور نہر کو پاک کیا

بعد ازاں در جُو رواں کرد آبخورد
پھر اس نے نہر میں پینے کا پانی چھوڑ دیا ہے

پوست را بشگافت پیکاں را کشید
کھال میں شگاف کیا، تیر کو کھینچا

پوست نو بعد از آنش بردمید
اس کے بعد نئی کھال اس سے پیدا ہو گئی

قلعہ ویراں کرد و از کافر ستد
اس نے قلعہ کو ویران کیا اور کافر سے چھینا ہے

بعد ازاں برساختش صد برج و سد
اس کے بعد اس پر سینکڑوں برج اور فصیلیں بنائی ہیں

کارِ بیچوں[2] را کہ کیفیت نہد
یکتا کے کام کی کیفیت کون بیان کرے

اینکہ گفتم از ضرورت می جہد
یہ جو کچھ میں نے کہا ہے بضرورت کہا ہے

گہ چنیں بنماید و گہ ضدِ ایں
کبھی یوں جلوہ آرا ہوتا ہے اور کبھی اس کے برعکس

جز کہ حیرانی نباشد کارِ دیں
دین کا کام حیرت کے بغیر نہیں ہے

کاملاں کز سرِّ تحقیق آگہند
اہل کمال جو حقیقت کے راز سے آگاہ ہیں

بیخود و حیران و مست و والہ اند
بے خود، حیران اور مست اور سرگرداں ہیں

نے چنیں حیراں کہ پشتش سوئے اوست
نہ ایسے حیران کہ ان کی پشت اس کی طرف ہو

بل چنیں حیراں کہ رو در روئے اوست
بلکہ ایسے حیران کہ ان کا چہرہ اس کے سامنے ہے

آں یکے را روئے اُو شد سوئے دوست
اس ایک کا رخ دوست کی جانب ہوا

ویں یکے را روئے اُو خود روئے اوست
اور اس ایک کا اپنا رخ خود دوست کا رخ ہے

---

1. معموری۔ آبادی، آراستگی۔ تخریب۔ تباہی، شکستگی۔ بدن۔ جب ریاضتوں کے ذریعہ انسان بدن کو گھلاتا ہے تو اس کی باطنی حس بیدار ہوتی ہے۔ خنک۔ خوش، سرد۔ گنج زر۔ یعنی روحانی کیفیات حاصل کرنے کے لئے جسم کو لاغر کیا جاتا ہے۔ آب بریدن۔ پانی بند کرنا۔ آبخورد۔ گھاٹ، پانی۔ ستدن۔ لینا۔ سد۔ دیوار، فصیل، قلعہ کو فتح کرتے ہی ویران کر دیا جاتا ہے، پھر فاتح اس کی تعمیر کرتا ہے اسی طرح جسم کو شیطان کے قبضہ سے نکالنے میں ویران کرنا پڑتا ہے، پھر روح کے ذریعہ اس کی تجدید کی جاتی ہے۔

2. کارِ بے چوں۔ خدائے یکتا سے تقرب حاصل کرنے کا بقدرِ ضرورت بیان کیا گیا ہے ورنہ اس کی پوری کیفیات بیان سے باہر ہیں۔ گہ چنیں۔ تجلیاتِ رب گوناگوں ہیں سالک ان میں حیران رہتا ہے۔ کاملاں۔ جو رازِ حقیقت سے آگاہ ہیں وہ ہر معاملہ میں قدرت و حکمت کو دیکھ کر حیران اور مست رہتے ہیں۔ حیراں۔ حیرانی دو قسم کی ہے ایک تو وہ ہے جو شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے۔ دوسری وہ ہے جو محویت پیدا کرتی ہے۔ آں یکے۔ حیرانی کی محویت دو طرح کی ہے ایک میں طالب اور مطلوب متمائز ہوتے ہیں دوسری میں طالب و مطلوب میں امتیاز نہیں رہتا۔

روئے ہر یک[1] می نگر میدار پاس
ہر ایک کے رخ کو دیکھ اور ادب کر
بو کہ گردی تو ز خدمت بو شناس
ہوسکتا ہے کہ تو خدمت سے صاحبِ معرفت بن جائے

دیدنِ دانا، عبادت ایں بود
عالم کو دیکھنا بھی ایک عبادت ہوتی ہے
فتحِ ابوابِ سعادت ایں بود
اس سے نیک بختی کے دروازے کھل جاتے ہیں

فرق درمیانِ محقق و مدعی و محق و مُبطِل

صاحبِ تحقیق اور ڈینگیں مارنے والے اور حق گو اور جھوٹے کے درمیاں فرق

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست
چونکہ بہت سے شیطان انسانی چہرے کے ہیں
پس بہر دستے نشاید داد دست
اس لئے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ پکڑانا چاہئے

زانکہ صیاد آورد بانگِ صفیر
شکاری پرندے جیسی آواز اس لئے نکالتا ہے
تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
تاکہ وہ پکڑنے والا، پرندے کو دھوکا دے

بشنود آں مرغ بانگ جنسِ خویش
وہ پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سنتا ہے
از ہوا آید بیابد دام و نیش
(اور) فضا سے اترتا ہے تو جال اور ڈنک پاتا ہے

حرفِ درویشاں بد زدد مردِ دُوں
کمینہ آدمی فقراء کے کلمات چرا لیتا ہے
تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں
تاکہ کسی بھولے بھالے پر وہ منتر پڑھے

کارِ مرداں روشنی و گرمی ست
مردوں کا کام روشنی اور گرمی (پہنچانا) ہے
کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی ست
(اور) کمینوں کا کام دھوکا (دینا) اور بے شرمی ہے

شیر پشمیں از برائے گد کنند
گداگری کے لئے اون کا شیر بناتے ہیں
بو مسیلم[2] را لقب احمد کنند
مسیلمہ (کذاب) کو احمد کا لقب دیتے ہیں

بُو مُسَیلم را لقب کذاب ماند
مسیلمہ کا لقب ''کذاب'' رہا
مر محمدؐ را اُولو الالباب ماند
(اور) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ''صاحب عقل'' رہا

آں شرابِ حق ختامش مشکناب
وہ حق کی شراب ہے جس کی مہر خالص مشک کی ہے
بادہ را ختمش بود گند و عذاب
(اور) شراب کی مہر گندگی اور عذاب ہے

1. روئے ہر یک۔ دونوں قسم کے حیراں مقربین بارگاہ الٰہی ہیں جن کی خدمت باعث عرفان الٰہی ہے۔ دیدن۔ شریعت نے عالم کے دیکھنے کو جو عبادت قرار دیا ہے اس سے ایسے ہی بزرگوں کی زیارت مراد ہے جو باعث سعادت ہے۔ چوں۔ بیعت کے لئے شیخ کامل کی جستجو کرنی چاہئے، مکاروں اور نقالوں سے بچنا چاہئے۔ بشنود۔ مکار درویشوں کا روپ بھر کر خلق اللہ کو پھانستے ہیں۔ مرد دوں۔ یعنی مکار پیر۔ مرداں۔ یعنی کامل بزرگ۔ روشنی۔ نور۔ گرمی۔ یعنی عشق کی گرمی۔ شیر پشمیں۔ گداگر اون کا مصنوعی شیر بنا کر اپنی لکڑی پر آویزاں کر لیتے تھے۔ گد۔ گداگری۔

2. بومسیلم۔ بو زیادہ ہے، ہا کو ضرورت شعری کی وجہ سے حذف کر دیا ہے، اصل مسیلمہ ہے، اس نے یمامہ کے علاقہ میں جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے مریدوں کی طاقت سے حکومت قائم کر لی تھی، حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں شکست دے کر اس کا خاتمہ کیا۔ کذاب۔ بہت جھوٹا۔ اولو۔ ذو کی جمع بمعنی صاحب۔ الباب۔ لب کی جمع بمعنی عقل۔ آں۔ یعنی آنحضورﷺ۔ ختام۔ شراب کا ڈھکنا جس کو سربمہر کر دیتے تھے۔ مشک ناب۔ خالص مشک۔ بادہ۔ شراب، مسیلمہ مراد ہے۔ گند۔ بدبو۔

داستانِ آں بادشاہ جہود[1] کہ نصرانیاں را میکشت از تعصب

اس یہودی بادشاہ کا قصہ جو عیسائیوں کو تعصب کی وجہ سے قتل کرتا تھا

بود شاہے در جہوداں ظلم ساز — دشمنِ عیسیٰؑ و نصرانی گداز

یہودیوں میں ایک ظالم بادشاہ تھا — حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن اور عیسائیوں کو تباہ کرنے والا

عہدِ عیسیٰؑ بود و نوبت آنِ اُو — جانِ موسیٰؑ اُو و موسیٰؑ جانِ اُو

حضرت عیسیٰ کا زمانہ تھا اور اس (بادشاہ) کی حکومت تھی — (لیکن) وہ حضرت موسیٰ کی جان اور حضرت موسیٰ اسکی جان تھے

شاہِ اَحول کرد در راہِ خدا — آں دو دمساز خدائی را جدا

بھینگے بادشاہ نے خدا کے راستہ میں — ان دونوں (حضرت عیسیٰؑ اور موسیٰؑ) للّٰہی دوستوں کو جدا کردیا

گفت استاد احولے را کاندرآ — رَو بروں آر از وثاق آں شیشہ را

ایک استاد نے بھینگے سے کہا اندر آ — جا گھر میں سے وہ بوتل لے آ

چوں درونِ خانہ اَحول رفت زود — شیشہ پیشِ چشم اُو دو می نمود

جب بھینگا فوراً مکان میں گیا — ایک بوتل اس کی نگاہ میں دو نظر آئیں

گفت احول زاں دو شیشہ تا کدام — پیشِ تو آرم بکن شرحش تمام

بھینگے نے کہا ان دو بوتلوں میں سے کون سی — تمہارے پاس لاؤں، خوب کھول کر بتاؤ

گفت استاد آں دو شیشہ نیست رَو — احولی بگذار و افزوں[2] بیں مشو

استاد نے کہا دو بوتلیں نہیں ہیں، چل — بھینگا پن چھوڑ اور زیادہ دیکھنے والا نہ بن

گفت اے اُستا مرا طعنہ مزن — گفت اُستا، زاں دویک را برشکن

اس نے کہا، اے استاد مجھے طعنہ نہ دیجئے — استاد نے کہا، تو دونوں میں سے ایک کو توڑ ڈال

چوں یکے بشکست ہر دو شد زچشم — مرد اَحول گردد از میلان و خشم

جب اس نے ایک توڑی نگاہ سے دونوں غائب ہوگئیں — انسان محبت اور غصہ سے (بھی) بھینگا بن جاتا ہے

شیشہ یک بود و بچشمش دو نمود — چوں شکست اُو شیشہ را دیگر نبود

بوتل ایک تھی لیکن اس کو دو نظر آئیں — جب اس نے بوتل توڑ دی تو دوسری موجود نہ تھی

خشم و شہوت مرد را احول کند — زاستقامت روح را مبدل کند

غصہ اور شہوت انسان کو بھینگا بنا دیتے ہیں — (اور) روح کو راست روی سے پھیر دیتے ہیں

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد — صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

جب غرض آئی تو ہنر پوشیدہ ہوا — اور دل کے سینکڑوں پردے آنکھ پر پڑ گئے

---

[1] جہود۔ یہود۔ گداز۔ گداختن سے بنا ہے بمعنی جلا دینا، فنا کر دینا۔ نوبت۔ باری یعنی حکومت اس بادشاہ کی تھی۔ آن۔ وقت، زمانہ۔ احول۔ بھینگا، ایک کو دو دیکھنے والا۔ وثاق۔ گھر۔ شیشہ۔ بوتل۔ دوی نمود۔ بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ شرح۔ تفصیل۔ احولی۔ بھینگا پن۔

[2] افزوں۔ زیادہ۔ استا۔ استاد کا مخفف ہے۔ برشکن۔ بر زیادہ ہے۔ میلان۔ محبت، طرفداری۔ خشم۔ غصہ، ناراضگی۔ یعنی محبت اور غصہ میں بھی اصل حقیقت نظر نہیں آتی ہے۔ شہوت۔ خواہش۔

چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار[1] — کے شناسد ظالم از مظلوم زار

جب قاضی دل میں رشوت طے کرے — تو وہ ظالم اور عاجز مظلوم میں کب فرق کر سکے گا؟

شاہ از حقد جہودانہ چناں — گشت اَحول کالاَماں یا رَب اماں

بادشاہ یہودیت کے کینہ سے ایسا — بھینگا بن گیا کہ الامان و الحفیظ!

صد ہزاراں مومن مظلوم کشت — کہ پناہم دینِ موسیٰ را و پشت

لاکھوں مومن مظلوم مار ڈالے — کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے دین کی پشت و پناہ ہوں

حکایت وزیر بادشاہ و مکر اُو در تفریق ترسایاں

بادشاہ کے وزیر کا قصہ اور عیسائیوں میں تفرقہ پھیلانے کے لئے مکر و فریب

شہ وزیرے داشت رہزن عشوہ دہ — کُو بر آب از مکر بر بستے گرہ

اس بادشاہ کا ایک مکار اور رہزن وزیر تھا — جو مکاری سے پانی میں گرہ لگاتا تھا

گفت ترسایاں پناہِ جاں کنند — دینِ خود را از ملک پنہاں کنند

اس نے کہا، نصرانی اپنی جان کی (اسطرح) حفاظت کرینگے — کہ بادشاہ سے اپنے دین کو چھپائیں گے

با ملک گفت اے شہِ اسرار جُو — کم کش ایشانرا و دست از[2] خوں بشو

بادشاہ سے کہا، اے طالب اسرار بادشاہ! — ان کو قتل نہ کر اور ان کی خونریزی چھوڑ دے

کم کش ایشانراکہ کشتن سود نیست — دیں ندارد بوئے مُشک و عود نیست

ان کو قتل نہ کر کیونکہ قتل کرنا مفید نہیں ہے — مذہب میں خوشبو نہیں ہوتی وہ مشک اور اگر نہیں ہے

سرِّ پنہاں ست اندر صد غلاف — ظاہرش باتست و باطن بر خلاف

وہ سو غلافوں میں چھپا ہوا راز ہے — اس کا ظاہر تیرے ساتھ ہے اور باطن بر خلاف ہے

شاہ گفتش پس بگو تدبیر چیست — چارۂ ایں مکر و ایں تزویر چیست

بادشاہ نے اس سے کہا، تو بتا کیا تدبیر ہے؟ — اور اس مکر و فریب کا کیا علاج ہے؟

تانماند در جہاں نصرانیئے — نے ہویدا دین و نے پنہانیئے

(میں چاہتا ہوں کہ) دنیا میں کوئی عیسائی نہ بچے — نہ کھلے دین کا اور نہ چھپے دین کا

گفت اے شہ گوش و دستم را ببر — بینیم بشگاف و لب از حکم مُر

اس نے کہا اے بادشاہ! میرے کان اور ہاتھ کاٹ دے — اور کڑوے حکم سے میری ناک اور ہونٹ چیر دے

بعد ازاں در زیرِ دار آور مرا — تا بخواہد یک شفاعت گر مَرا

اس کے بعد مجھے سولی کے نیچے لے آ — یہاں تک کہ ایک سفارشی مجھے مانگ لے

---

[1] قرار۔ یعنی جب قاضی رشوت لینے کی ٹھان لے تو اس کے ذہن میں ظالم اور مظلوم کا فرق نہیں رہتا۔ حقد۔ کینہ۔ کہ۔ میں کاف بیانیہ ہے اس کی ہا کا تلفظ نہیں کیا جاتا ہے۔ رہزن۔ ڈاکو، یہاں عیار اور چالاک مراد ہے۔ عشوہ۔ دھوکہ۔ کو۔ کہ او۔ ترسایاں۔ ترسا کی جمع جو عیسائی اور آتش پرست کے لئے بولا جاتا ہے، یہاں عیسائی کے معنی میں ہے۔ کم۔ کبھی کم کے معنی میں آتا ہے کبھی نفی کے معنی دیتا ہے، یہاں نفی کے معنی میں ہے۔

[2] دست از چیزے شستن۔ کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ مشک۔ میم کے کسرہ اور ضمہ سے پڑھا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کو پہچاننا مشکل ہے۔ تزویر۔ حیلہ، مکروفریب۔ ہویدا۔ ظاہر۔ پنہاں۔ پوشیدہ۔ مُر۔ کڑوا۔ دار۔ سولی۔ شفاعت گر۔ سفارشی۔

بر منادی گاہ[1] کن ایں کار تو — بر سَرِ راہے کہ باشد چار سو

تو یہ کام اعلان گاہ پر کر — (اور) اس راستہ پر کہ جو چوراہا ہو

آنگہم از خود براں تا شہر دور — تا در اندازم در ایشاں صد فتور

اس وقت مجھے اپنے پاس سے کسی دور شہر میں نکال دے — تاکہ میں ان میں سو فتور ڈال دوں

چوں شوند آں قوم از من دیں پذیر — کارِ ایشاں سَرْ بسر شوریدہ گیر

جب وہ قوم مجھ سے دین قبول کرنے لگے گی — تو ان کا کام بالکل ابتر ہو جائے گا

درمیاں شاں فتنہ و شور افگنم — کاہرمن حیراں بماند در فنم

ان میں ایسا فتنہ اور شورش پیدا کر دوں گا — کہ شیطان بھی میرے فن کو دیکھ کر حیران ہو جائے گا

آنچہ خواہم کرد با نصرانیاں — آں نمی آید کنوں اندر بیاں

جو (برتاؤ) میں عیسائیوں سے کروں گا — اس وقت وہ بیان (بھی) نہیں ہو سکتا

چوں شمارندم امین و رازداں — دامِ دیگر گوں نہم در پیش شاں

جب وہ مجھے امانتدار اور رازدار سمجھ لیں گے (تو میں) — ان کے آگے ایک اور قسم کا جال پھیلاؤں گا

از حیل[2] بفریبم ایشاں را ہمہ — و اندرایشاں افگنم صد دمدمہ

ان سب کو حیلوں سے فریب دوں گا — اور ان میں سینکڑوں مکر اور فریب پھیلا دوں گا

تابدست خویش خونِ خویشتن — بر زمین ریزند کو تہ شد سخن

یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنا خون — زمین پر بہائیں گے، بات مختصر ہوئی

تلبیس اندیشیدنِ وزیر بانصاریٰ و مکر اُو

وزیر کا عیسائیوں کو دھوکہ دینے کی فکر کرنا اور اس کا مکر

پس بگویم من بسر نصرانیم — اے خدائے رازداں میدانیم

پھر میں کہوں گا، میں پوشیدہ طور پر عیسائی ہوں — اے رازداں خدا! تو مجھے جانتا ہے

شاہ واقف گشت از ایمانِ من — و زتعصب کرد قصد جانِ من

بادشاہ میرے ایمان سے واقف ہو گیا — (اور) اس نے تعصب کی وجہ سے میری جان لینے کا تہیہ کرلیا

خواستم تا دیں ز شہ پنہاں کنم — آنچہ دینِ اوست ظاہر آں کنم

میں نے چاہا کہ بادشاہ سے اپنا دین چھپاؤں — اور جو اس کا مذہب ہے وہی اپنا مذہب ظاہر کروں

شاہ بوئے بُرد از اسرارِ من — متہم شد پیشِ شہ گفتارِ من

بادشاہ نے میرے رازوں کی بو پا لی — اور میری بات بادشاہ کے سامنے جھوٹی ہو گئی

---

[1] منادی گاہ۔ وہ جگہ جہاں اعلانِ عام کیا جاتا ہے۔ چار سو۔ چوک، چوراہہ۔ براں۔ راندن سے امر کا صیغہ ہے۔ دین پذیر۔ دین کی بات قبول کرنے والا۔ شوریدہ۔ پریشان وخراب۔ اہرمن۔ ایرانیوں کے عقیدہ کے مطابق وہ خدا جو خالق شر ہے۔ ہم اس کا ترجمہ شیطان کرتے ہیں۔ امین۔ امانتدار۔ رازداں۔ بھیدی۔ دگر گوں۔ دوسری طرح۔

[2] حیل۔ حیلہ کی جمع ہے۔ دمدمہ۔ مکروفریب۔ بسر نصرانیم۔ یعنی بظاہر یہودی پوشیدہ عیسائی ہوں۔ اے خدا۔ یعنی خدا کی قسم کھا کر کہوں گا۔ تعصب۔ اپنے کی بے جاحمایت۔ دین۔ یعنی عیسائیت۔ دین او۔ یعنی یہودیت۔ متہم۔ تہمت زدہ۔

گفت[1] گفتِ تو چو درناں سوزن ست
اس نے کہا، تیری گفتگو روئی میں سوئی کی طرح ہے
از دلِ من تا دلِ تو روزن ست
(اور) میرے دل سے تیرے دل تک سوراخ ہے

من ازاں روزن بدیدم حالِ تو
میں نے اس سوراخ سے تیرا حال دیکھ لیا ہے
حال دیدم کے نیوشم قالِ تو
جب میں نے حال دیکھ لیا تو تیری بات کیوں سنوں؟

گر نبودے جانِ عیسیٰؑ چارہ ام
اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح میری مددگار نہ ہوتی
اُو جہودانہ بکردے پارہ ام
تو وہ یہودیوں کی طرح میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا

بہرِ عیسیٰؑ سر بیازم جاں دہم
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے میں جان اور سر دوں
صد ہزاراں منتش برخود نہم
ان کے لاکھوں احسان جان پر سمجھوں

جاں دریغم نیست از عیسیٰؑ و لیک
حضرت عیسیٰؑ کیلئے جان دینے میں مجھے تامل نہیں ہے لیکن
واقفم بَر علم دینش نیک نیک
میں ان کے دین سے خوب خوب واقف ہوں

حیف می آید مراکاں دین پاک
مجھے اس پر افسوس آتا ہے کہ یہ پاک دین
درمیانِ جاہلاں گردد ہلاک
جاہلوں میں پہنچ کر تباہ و برباد ہو

شکر یزداں را و عیسیٰ را کہ ما
اللہ اور عیسیٰ کا شکر ہے کہ ہم
گشتہ ایم ایں دینِ حق را رہنما
اس سچے دین کے راہنما بن گئے ہیں

از جہودی[2] و ز جہوداں رستہ ایم
یہودیت اور یہودیوں سے ہم چھوٹ گئے ہیں
بَرزُنّارے میاں را بستہ ایم
جب سے کہ ہم نے زنار سے اپنی کمر کس لی ہے

دُور دورِ عیسیٰ ست اے مرداں
اے لوگو! یہ عہد تو حضرت عیسیٰ ہی کا عہد ہے
بشنوید اَسرارِ کیشِ اُو بجاں
ان کے مذہب کے اسرار دل و جان سے سنو

کایں شہِ بیدین و ظالم بس عدوست
یہ بادشاہ بے دین اور ظالم بہت بڑا دشمن ہے
می نہ داند ہیچ دشمن راز دوست
دوست اور دشمن میں فرق نہیں کرتا

ایں نسق می گفت با نصرانیاں
وہ عیسائیوں سے اس طرح کی باتیں کہتا تھا
لیک بودش دل بسوئے شہ کشاں
لیکن اس کا دل بادشاہ کا گرویدہ تھا

گفت شہ را کاے شہنشہ صبر کن
بادشاہ سے کہا، جہاں پناہ! ذرا صبر کریں
تا مَن ایشاں را کنم از بیخ و بن
تاکہ میں ان کی جڑ اور بنیاد اکھاڑ دوں

1. گفت۔ پہلا گفت فعل ماضی، دوسرا گفت حاصل مصدر ہے۔ روزن۔ کھڑکی، روشن دان، یعنی میں تیرے دل کی بات سے واقف ہوں۔ نیوشیدن۔ سننا۔ قال۔ بات، گفتگو۔ جہودانہ۔ یعنی وہ تعصب جو یہودیوں میں ہے۔ پارہ۔ ٹکڑا۔ بہرعیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ کے لئے جان اور سر دینے کی تمنا ہے، اگر یہ سعادت مجھے مل جائے تو ہزار احسان مانوں۔ حیف۔ یعنی جینے کی تمنا اس لئے کہ دین عیسیٰ کی حفاظت اور تبلیغ کروں۔

2. جہودی۔ یہودیت۔ جہوداں۔ بادشاہ کے متعلقین یہودی۔ زنار۔ جنیو، وہ دھاگا جس میں عیسائی اپنی گردن میں صلیب ڈالتے ہیں۔ دور۔ عہد، زمانہ یعنی اس وقت لوگ حضرت عیسیٰ کی شریعت سے مکلف ہیں۔ کیش۔ دین، مذہب۔ می نہ داند۔ دشمنی میں اندھا ہے۔ نسق۔ طرز، اسلوب یعنی جو باتیں عیسائیوں سے کہے گا وہ بادشاہ کو سنائیں۔ کشاں۔ مائل۔ کنم۔ کاف کے فتحہ سے، کندن، اکھاڑنا۔ بن۔ جڑ، بنیاد۔

چوں شمارندم امین و مقتدا[1] سر نہندم جملہ جویند اہتدا

جب وہ مجھے امانتدار اور پیشوا سمجھ لیں گے میرے سامنے سب سر جھکا دیں گے اور رہنمائی چاہیں گے

قبول کردن نصاریٰ مکر وزیر را

نصاریٰ کا وزیر کے مکر کو قبول کرنا

چوں وزیر ایں مکر را برشہ شمرد از دلش اندیشہ را کلی ببرد

جب وزیر نے بادشاہ کے سامنے یہ فریب بیان کیا تو اس کے دل سے فکر کو بالکل دور کر دیا

کرد بادے شاہ آں کاریکہ گفت خلق حیراں ماند زاں رازِ نہفت

بادشاہ نے اس کے ساتھ وہی کام کیا جو اس نے کہا (اور) اس چھپے ہوئے بھید سے لوگ بے خبر رہے

کرد رسوالیش میانِ انجمن تاکہ واقف شد زحالش مرد و زن

بادشاہ نے اس کو بھری انجمن میں رسوا کیا یہانتک کہ مرد اور عورت اسکے حال سے واقف ہو گئے

راند او را جانب نصرانیاں کرد در دعوت شروع اُو بعد ازاں

اس کو عیسائیوں کی جانب بھگا دیا اس کے بعد اس نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا

چوں چناں دیدند ترسایانش زار می شدند اندر غم اُو اشکبار

عیسائیوں نے جب اس کو ایسا عاجز و بدحال دیکھا تو وہ اس کی حالت زار پر رو پڑے

حالِ عالم ایں چنیں ست اے پسر از حسد می خیزد اینہا سر بسر

اے لڑکے! دنیا کا حال یہی ہے اور یہ سب باتیں حسد سے پیدا ہوتی ہیں

جمع آمدن نصاریٰ با وزیر، و، راز گفتن او با ایشاں

وزیر کے پاس عیسائیوں کا جمع ہونا اور اس کا ان سے راز کہنا

صد ہزاراں مرد ترسا سوئے اُو اندک اندک جمع شد در کوئے اُو

لاکھوں عیسائی اس کی حمایت میں تھوڑے تھوڑے اس کے کوچہ میں جمع ہو گئے

اُو بیاں می کرد با ایشاں براز سرِّ انگلیوں و زُنار و نماز

وہ ان سے رازداری کے ساتھ بیان کرتا تھا انجیل اور رشتہ صلیب اور نماز کے اسرار

اُو بیاں می کرد با ایشاں فصیح دائما اقوال و افعالِ مسیح

وہ ان سے فصاحت کے ساتھ بیان کرتا تھا ہمیشہ حضرت مسیح کے اقوال اور افعال

اُو بظاہر واعظ احکام بود لیک در باطن صفیر و دام بود

وہ بظاہر (دین کے) حکموں کا واعظ تھا لیکن بباطن سیٹی اور جال (والا معاملہ) تھا

بہر ایں معنی صحابہ از رسول ملتمس بودند مکر نفس غول

اسی سبب سے صحابہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نفسانی بھوت کے مکر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے

---

[1] مقتدا۔ جس کی پیروی کی جائے۔ اہتداء۔ ہدایت حاصل کرنا۔ شمرد۔ اس نے گنا، شمار کیا۔ کلی۔ بالکل۔ گفت۔ یعنی بادشاہ نے اس کے ہاتھ، پیر، ناک، کان کاٹ کر عیسائیوں کے علاقہ میں نکلوا دیا۔ دعوت۔ یعنی دین کی تبلیغ۔ زار۔ عاجز، بدحال۔ اشکبار۔ آنسو بہانے والا۔ حال۔ یعنی حسد یہ سب کراتا ہے جو وزیر عیسائیوں کے ساتھ کر رہا تھا۔ ترسا۔ عیسائی۔ انگلیوں۔ انجیل کو کہتے ہیں۔ زنار۔ یعنی اس صلیب کا دھاگا جو عیسائی گلے میں لٹکاتے ہیں۔ احکام۔ عیسوی مذہب کے احکام۔ صفیر۔ وہ آواز جو شکاری جانوروں کو پھنسانے کے لئے نکالتا ہے۔ ایں معنی۔ شیطانی مکر و فریب۔ غول۔ شیطان، چھلاوہ۔

کو[1] چہ آمیزد زاغراضِ نہاں
کہ وہ کیا پوشیدہ طور پر خودغرضیاں ملا دیتا ہے
فضل طاعت را نجستندے ازو
ان سے عبادت کی فضیلتیں تلاش نہ کرتے
موبمو و ذرّہ ذرّہ مکر نفس
نفس کی مکاری کا بال بال اور ذرّہ ذرّہ
گفت زاں فصلے حذیفہؓ با حسنؒ
اس کا کچھ حصہ حضرت حذیفہؓ نے حضرت حسنؒ کو بتایا۔
موشگافانِ[2] صحابہ جملہ شاں
تمام نکتہ شناس صحابہ
دل بدو دادند ترسایاں تمام
تمام عیسائیوں نے اس کو دل دے دیا
در درونِ سینہ مہرش کاشتند
انہوں نے اپنے سینوں میں اس کی محبت کا بیج بو لیا
او بسرِ دجالِ یک چشم لعیں
وہ خفیہ طور پر ملعون کانا دجال ہے
صد ہزاراں دام و دانہ ست اے خدا
اے خدا، لاکھوں جال اور دانے ہیں
دمبدم پابستۂ دامِ نو ایم
ہم ہر وقت ایک نئے جال میں گرفتار ہیں
می رہانی ہر دمے مارا و باز
تو ہمیں ہر وقت چھڑاتا ہے اور پھر
مادریں انبانِ گندم می کنیم
ہم اس بورے میں گیہوں بھرتے ہیں

در عبادتہا و در اخلاصِ جاں
عبادتوں اور دل کے اخلاص میں
عیب باطن را بجستندے کہ گو
(بلکہ) باطنی عیب کی جستجو کرتے کہ فرمایئے
میشناسیدند چوں گل از کرفس
وہ پہچان لیتے جس طرح پھول کو کرفس سے (جدا پہچانا جاسکتا ہے)
تابداں شد وعظ و تذکیرش حسن
جس سے ان کا وعظ اور بیان خوب ہو گیا
خیرہ گشتندے دراں وعظ و بیاں
اس وعظ اور بیان سے حیران رہ جاتے تھے
خود چہ باشد قوتِ تقلید عام
عام تقلید کی قوت (بھی) کیا ہوتی ہے
نائب عیسیش می پنداشتند
وہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نائب سمجھ رہے تھے
اے خدا فریاد رس نعم المعیں
اے خدا، اچھے مددگار، ہماری فریاد سن
ما چو مرغانِ حریص و بے نوا
اور ہم لالچی بھوکے پرندوں کی طرح ہیں
ہر یکے گر باز و سیمرغے شویم
اگرچہ ہم سب باز اور سیمرغ بن جائیں
سوئے دامے می رویم اے بے نیاز
ہم کسی جال کی طرف چل دیتے ہیں، اے بے نیاز!
گندم جمع آمدہ گم می کنیم
جمع شدہ گیہوں کو گم کر دیتے ہیں

1 کو۔ کہ او۔ اغراض۔ نفسانی خواہشیں۔ کرفس۔ ایک تیز بدبودار گھاس ہے۔ حذیفہؓ۔ ابن الیمان مشہور صحابی ہیں جن کو دین کے اسرار حضورؐ سے حاصل ہوئے تھے۔ حسنؒ۔ حسن بصری مراد ہیں اگرچہ حضرت حذیفہؓ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہیں ان کو بالواسطہ حضرت حذیفہؓ کے علوم پہنچے ہیں۔ امام غزالی نے فرمایا ہے کہ حسن بصری کا کلام انبیاء کے کلام سے مشابہ ہوتا ہے۔

2 موشگاف۔ نکتہ شناس، محقق۔ خیرہ۔ حیران۔ دل بکسے دادن۔ عاشق ہونا، معتقد ہونا۔ تقلید۔ بلادلیل کسی کی پیروی کرنا۔ دجال۔ ایک جھوٹے کا نام ہے جو قیامت کے قریب رونما ہوگا۔ بہت سے لوگ اس کی شعبدہ بازی سے معتقد ہو کر اس کے پیرو بن جائیں گے۔ یک چشم۔ کانا، دجال کانا ہوگا۔ لعین۔ ملعون۔ نعم المعین۔ اچھا مددگار۔ سیمرغ۔ کہا جاتا ہے کوئی نادرالوجود پرندہ ہے جو کوہ قاف میں رہتا ہے۔ اس کے پروں میں تیس رنگ ہوتے ہیں۔

می بیندیشیم آخر ما بہوش
کایں خلل در گندم ست از مکرِ موش

جب ہم عقل سے سوچتے ہیں
تو گیہوؤں میں یہ کمی چوہے کی مکاری سے ہے

موش تا انبانِ[1] ما حفرہ زدہ ست
از فنش انبارِ ما ویراں شدہ ست

چوہے نے ہمارے بورے میں سوراخ کر لیا ہے
اس کے مکر سے ہمارا ذخیرہ برباد ہو گیا ہے

اول ایجاں دفع شرِّ موش کن
وانگہ اندر جمع گندم جوش کن

اے عزیز! پہلے چوہے کی شرارت کو رفع کر
پھر گیہوں جمع کرنے کی کوشش کر

بشنواز اخبارِ آں صدرُ الصّدور
لَا صَلٰوۃَ (تَمَّ) اِلَّا بِالْحُضُوْرِ

صدروں کے صدر کی یہ حدیث سن لے
کہ کوئی نماز بغیر حضورِ قلب کے مکمل نہیں ہوتی

گر نہ موشے دزد در انبانِ ماست
گندمِ اعمالِ چل سالہ کجاست

اگر کوئی چوہا ہمارے بورے میں چور نہیں ہے
تو چالیس سالہ اعمال کے گیہوں کہاں ہیں؟

ریزہ ریزہ صدق ہر روزہ چرا
جمع می ناید دریں انبارِ ما

ہر روز کا ذرا ذرا سا صدق کیوں
ہمارے اس انبار میں جمع نہیں ہوتا ہے؟

بس ستارہ آتش از آہن جہید
ویں دلِ شوریدہ پذرفت و کشید

آگ کی بہت سی چنگاریاں لوہے سے نکلیں
اور اس دیوانہ دل نے ان کو قبول اور جذب کیا

لیک در ظلمت یکے دُزدِ نہاں[2]
مے نہد انگشت بر استارگاں

لیکن ایک چھپا ہوا چور اندھیرے میں
چنگاریوں پر انگلی دھر دیتا ہے

میکشد استار گانرا یک بیک
تا کہ نفروزد چراغے بر فلک

چنگاریوں کو فوراً بجھا دیتا ہے
تا کہ آسمان پر کوئی چراغ روشن نہ ہو

چوں عنایاتت شود باما مقیم
کے بود بیمے ازاں دُزدِ لئیم

جب تیری عنایتیں ہمارے ساتھ ہو جائیں گی
تو اس کمینہ چور کا ڈر کب ہو سکتا ہے؟

گر ہزاراں دام باشد ہر قدم
چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

اگر ہر قدم پر ہزاروں جال ہوں
جب تو ہمارے ساتھ ہے تو کچھ غم نہیں

ہر شبے از دامِ تن ارواح را
می رہانی می کنی الواح را

روحوں کو بدن کے جال سے ہر شب
تو رہا کر دیتا ہے، تختیاں اکھاڑ دیتا ہے

می رہند ارواح ہر شب زیں قفس
فارغاں بے حاکم و محکوم کس

روحیں ہر شب اس پنجرے (جسم) سے چھوٹ جاتی ہیں
فارغ البال بغیر افسری اور ماتحتی کے

---

1. انبان۔ تھیلا، بورا۔ حفرہ۔ گڑھا، سوراخ۔ اول۔ یعنی انسان کو پہلے شیطانی وساوس سے نجات حاصل کرنی چاہئے اس کے بعد عبادت کا ذخیرہ کرے۔ لاصلوٰۃ۔ یعنی نماز جب ہی مکمل ہوگی جب دل میں شیطانی وسوسہ کا دخل نہ رہے۔ چل سالہ۔ عموماً چالیس سالہ عمر جوانی کی ہوتی ہے جس میں انسان باطن کی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ ستارۂ آتش۔ آگ کی چنگاری۔ جہیدن۔ نکلنا۔ شوریدہ۔ دیوانہ۔

2. دزدِ نہاں۔ یعنی شیطان ان شراروں کو بجھا دیتا ہے جو عبادت سے پیدا ہوتے ہیں۔ مقیم۔ قائم، شامل حال۔ با مائی۔ تو ہمارے ساتھ ہے۔ الواح۔ لوح کی جمع بمعنی تختہ۔ یعنی جس طرح خدا روحوں کو آزاد کر دیتا ہے، اسی طرح ہمیں شیطانی وسوسے سے آزاد کر دے۔ فارغاں۔ ہر طرح کی تکالیف سے آزاد۔

شب ز زنداں بے خبر زندانیاں
(جسطرح) رات کو قیدی، قید خانہ سے بے خبر ہوتے ہیں
شب ز دولت بے خبر سلطانیاں
(اور) رات کو کارکنان، سلطنت سے بے خبر ہوتے ہیں

نے غم و اندیشۂ سود و زیاں
نہ کسی کو فائدہ اور نہ نقصان کا غم اور فکر
نے خیالِ ایں فلان و آں فلاں
نہ اس فلانے اور اس فلانے کا خیال

حالِ عارف[1] ایں بود بے خواب ہم
خدا شناس کی یہ حالت بغیر نیند کے بھی ہوتی ہے
گفت یزداں ھُمْ رُقُوْدٌ زیں مَرم
خدا نے فرمایا ہے "وہ سوئے ہوئے ہیں" اس سے نہ بھاگ

خفتہ از احوالِ دنیا روز و شب
وہ دن و رات دنیا کے احوال سے غافل ہوتا ہے
چوں قلم در پنجہ تقلیبِ رب
خدا کے دست تصرف میں قلم کی طرح ہے

آنکہ او پنجہ نہ بیند در رقم
(وہ شخص) جو لکھنے میں ہاتھ کو نہیں دیکھتا
فعل پندارد بہ جنبش از قلم
وہ قلم کی حرکت کو اسی کا فعل سمجھتا ہے

تمثیل مردِ عارف و تفسیر "اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا"

مرد عارف کی مثال اور "اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے" کی تفسیر

شمۂ[2] زیں حالِ عارف وا نمود
عارف کے حال کا کچھ حصہ (اللہ نے) واضح کر دیا ہے
خلق راہم خوابِ حسی در ربود
کہ لوگوں کو حسی نیند بھی بے خود کر دیتی ہے

رفتہ در صحرائے بے چوں جانِ شاں
ان کی جان ایک بے مثال بیابان میں چلی جاتی ہے
روحِ شاں آسودہ و ابدانِ شاں
ان کی روح اور ان کے بدن آرام میں ہوتے ہیں

فارغاں از حرص و اکباب[3] و حصص
(یہ لوگ) حرص اور جھکاؤ اور پریشانی سے فارغ ہوتے ہیں
مرغ وار از دام جستہ و ز قفس
اس پرندہ کی طرح جو جال اور پنجرے سے آزاد ہو گیا ہو

ترکِ روز آخر چو با زرّیں سپر
آخر جب دن کے سپاہی نے سنہری ڈھال لگا کر
ہندوئے شب را بہ تیغ افگند سر
رات کے چور کا تلوار سے سر کاٹ گرایا

میل ہر جانے بسوئے تن بود
ہر جان کا جسم کی طرف میلان ہوتا ہے
ہر تنے از روح آبستن بود
ہر بدن روح سے بار دار ہو جاتا ہے

---

1. عارف۔ جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہو۔ ہم رقود۔ وہ سوئے ہوئے ہیں یہ قرآن پاک میں اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا ہے۔ اصحاب کہف بزرگوں کی ایک جماعت تھی جو دقیانوس بادشاہ کے زمانہ میں پیغمبر وقت پر ایمان لے آئے تھے۔ بادشاہ کے ظلم کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے۔ مرم۔ یعنی اصحاب کہف کے بارے میں عقیدہ سے گریز نہ کر۔ چوں قلم۔ اصل کاتب کا پنجہ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے قلم چلتا ہے۔
2. شمہ۔ تھوڑا سا حصہ۔ عارف۔ وہ شخص جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہو۔ صحراء بے چوں۔ اس سے مراد عالم مثال ہے جس کو عالم برزخ بھی کہتے ہیں۔ یہ عالم جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اس کو عالم اجسام یا عالم شہادت کہا جاتا ہے، جو کچھ عالم شہادت میں ہے وہ بلا کسی مادہ کے عالم مثال میں بھی ہے۔ یہی عالم مثال مرنے کے بعد تا قیامت انسان کا مقام ہے، خواب میں یہی عالم مثال نظر آتا ہے، اس کے علاوہ ایک عالم ارواح ہے جو مادہ اور کیفیت دونوں سے منزہ ہے۔
3. اکباب۔ کسی چیز پر اوندھا گرنا۔ حصص۔ بفتحتین، دوڑنا، سر کے بالوں کا کم ہونا جو فکر اور پریشانی سے ہوتا ہے۔ ترک۔ ترکستان کا رہنے والا، سپاہی۔ ہندو۔ چور، غلام، ہندوستان کا رہنے والا۔ آبستن۔ حاملہ ہونا، بوجھل ہونا۔

از صفیرے[1] باز دام اندر کشی
سیٹی کے ذریعہ تو پھر جال بچھا دیتا ہے

جملہ را در دام درد آور کشی
سب کو مصیبت کے جال میں پھانس دیتا ہے

چونکہ نورِ صبح دم سر بر زند
جب صبح کے وقت کا نور نمودار ہوتا ہے

کرگس زرّین گردوں پر زند
اور آسمان کا سنہری گدھ اڑنے لگتا ہے

فالق الاصباح اسرافیل وار
صبح کو پیدا کرنے والا اسرافیل کی طرح

جملہ را در صورت آرد زاں دیار
ان جگہوں سے سب کو صورت میں لاتا ہے

روحہائے منُبسِط را تن کند
منتشر روحوں کو جسم میں لے آتا ہے

ہر تنے را باز آ بستن کند
ہر جسم کو پھر بار دار کر دیتا ہے

اسپ جاں را می کند عاری زِزیں
روح کے گھوڑے کو زین سے ننگا کر دیتا ہے

سِرِّ النَّوْمُ اَخُ الْمَوْتُ ست ایں
"نیند موت کی بہن ہے" کا مطلب یہی ہے

لیک بہر آنکہ روز آیند باز
لیکن اس لئے کہ وہ دن میں واپس آئیں

بر نہد بر پائے شاں بند دراز
ان کے پیر میں لمبی رسی باندھ دیتا ہے

تا کہ روزش وا کشد زاں مرغزار
تاکہ اس سبزہ زار سے دن میں واپس لے آئے

وز چراگاہ آردش در زیر بار
اور چراگاہ سے اس کو بوجھ کے نیچے لاتا ہے

کاش چوں اصحابِ کہف آں روح را
کاش اصحابِ کہف کی طرح اس روح کو

حفظ کردے یا چو کشتی[2] نوح را
محفوظ کر دیتا یا اسطرح جیسے کشتی نے نوح کی حفاظت کی

تا ازیں طوفانِ بیداری و ہوش
تاکہ بیداری اور ہوش کے اس طوفان سے

وا رہیدے ایں ضمیر و چشم و گوش
چھوٹ جاتے، یہ دل اور آنکھ اور کان

اے بسا اصحابِ کہف اندر جہاں
اے (مخاطب) بہت سے اصحابِ کہف دنیا کے اندر

پہلوئے تو پیشِ تو ہست ایں زماں
تیرے پہلو میں، تیرے سامنے اب بھی موجود ہیں

یار با او، غار با او ہم سرُود
یار اور غار (دونوں) ان کے ہمساز ہیں

مہر بر چشم ست و بر گوشت چہ سود
لیکن تیری آنکھ اور کان پر تو مہر ہے، کیا فائدہ

باز داں کز چیست ایں رُوپوشہا
اب سمجھ لے کہ یہ حجابات کس لئے ہیں؟

ختم حق بر چشم ہا و گوش ہا
آنکھوں اور کانوں پر خدا کی مہر کس وجہ سے ہے؟

---

[1] صفیر۔ شکاری کی سیٹی جس سے شکار مائل ہو جاتا ہے۔ دامِ درد آور۔ بیداری میں طرح طرح کے دردوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ سر بر زدن۔ ظاہر ہونا۔ کرگس۔ گدھ۔ پر زدن۔ اڑنا۔ فالق الاصباح۔ صبح کو رات کی تاریکی سے نکالنے والا۔ اسرافیل۔ اس فرشتہ کا نام ہے جو قیامت کے قریب صور پھونکے گا۔ منبسط۔ آزاد۔ عاری۔ خالی، برہنہ۔ زین۔ کاٹھی۔ سِرّ۔ بھید۔ نوم۔ نیند۔ اخ۔ بھائی۔ برنہد۔ بر نہادہ ہے۔ واکشیدن۔ زور یا حیلہ کے ذریعے کھینچنا۔ مرغزار۔ چراگاہ۔ وز۔ واز۔ زیر بار۔ جانوروں کو چراگاہ سے واپس لانے کے بعد لادا جاتا ہے۔

[2] کشتی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے چند روز حفاظت کی۔ طوفان۔ بیداری میں انسان طرح طرح کے مصائب اور افکار سے دوچار ہوتا ہے۔ بسا۔ اصحاب کہف کی طرح کے بہت سے اولیاء اس وقت بھی گردوپیش میں موجود ہیں لیکن ہمیں بصیرت حاصل نہیں کہ ان کو پہچان سکیں۔ باز داں۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ بے بصیرتی ہماری معصیت کاری کی وجہ سے ہے۔

سوال کردنِ خلیفہ از لیلیٰ و جوابِ اُو

خلیفہ کا لیلیٰ سے سوال کرنا اور اس کا جواب

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں[1] توئی
خلیفہ نے لیلیٰ سے کہا کیا تو وہی ہے
کز تو مجنوں شد پریشان و غوی
کہ تیری وجہ سے مجنوں پریشان اور دیوانہ ہوا ہے

از دگر خوباں تو افزوں نیستی
تو دوسرے حسینوں سے بڑھ کر تو نہیں ہے
گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی
اس نے کہا خاموش رہ چونکہ تو مجنوں نہیں ہے

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا
اگر تیرے پاس مجنوں کی آنکھ ہوتی
ہر دو عالم بے خطر بودے ترا
(تو) تیرے لئے دونوں جہاں بے قدر ہوتے

باخودی تو لیک مجنوں بیخودست
تو ہوش میں ہے لیکن مجنوں بے ہوش ہے
در طریق عشق بیداری بدست
عشق کی راہ میں بیداری بری ہے

ہرکہ بیدارست او در خواب تر
جو بیدار ہے، وہ زیادہ نیند (غفلت) میں ہے
ہست بیداریش از خوابش بتر
اس کی بیداری، نیند سے بدتر ہے

ہر کہ درخواب ست بیداریش بہ
جو خواب (غفلت) میں ہے اس کا بیدار ہونا بہتر ہے
مست غفلت عین ہشیاریش بہ
غفلت کے مدہوش کا عین ہوشیار ہونا بہتر ہے

چوں بحق[2] بیدار نبود جانِ ما
جب ہماری جان خدا کے معاملہ میں بیدار نہ ہو
ہست بیداری چو در بندانِ ما
تو ہماری بیداری قید خانہ کی بیداری کی طرح ہے

جاں ہمہ روز از لکد کوبِ خیال
پورے دن جان، خیالات کی پامال
وز زیان و سود و از خوفِ زوال
اور نقصان و نفع اور زوال کے خوف سے

نے صفا میماندش نے لطف و فر
نہ اس میں صفائی رہتی ہے نہ پاکیزگی اور قوت
نے بسوئے آسماں راہِ سفر
نہ آسمان کی طرف سفر کا راستہ

خفتہ آں باشد کہ اُو از ہر خیال
سویا ہوا وہ ہے جو ہر خیال سے
دارد امید و کند با اُو مقال
امید وابستہ کرے اور اس کے متعلق گفتگو کرے

نے چنانکہ از خیال آید بحال
وہ ایسا نہیں ہے کہ خیال سے وجد میں آئے
آں خیالش گردد اُو را صد وبال
(بلکہ) اس کا وہ خیال اس کے لئے سو وبال ہے

دیو را چوں حور بیند اُو بخواب
وہ خواب میں شیطان کو حور دیکھتا ہے
پس ز شہوت ریزد اُو با دیو آب
پھر شہوت سے اس سے ہم بستری کرتا ہے

---

1. کاں۔ کہ آں۔ غوی۔ دیوانہ، گمراہ۔ مجنوں نیستی۔ سعدیؒ نے فرمایا ہے لیلیٰ را از دریچہ چشم مجنوں بایستے نگریست۔ خطر۔ قدر و منزلت۔ باخود۔ ہوشیار۔ بے خود۔ بے ہوش، مجذوب۔ ہرکہ۔ جو شخص دنیاوی کاروبار میں پھنسا ہے اور جاگ رہا ہے اس کی بیداری نیند سے بدتر ہے۔ بتر۔ بدتر۔ خواب۔ خواب غفلت میں مبتلا لوگوں کا بیدار ہو جانا بہتر ہے۔

2. بحق۔ اللہ کے معاملہ میں بیدار رہنا چاہئے۔ جاں۔ دنیاوی دھندوں سے روح مکدر ہو جاتی ہے اور اس کو عالم بالا کی سیر کا راستہ نہیں ملتا۔ ہر خیال۔ خیالوں کی دنیا میں آباد بیدار، غفلت کی نیند میں ہے۔ مقال۔ گفتگو۔ حال۔ وجد کی وہ کیفیت جو سالکوں پر طاری ہوتی ہے۔ دیو۔ شیطان۔ آب۔ یعنی انزال منی۔

چونکہ تخمِ نسل[1] در شورہ بریخت
جیسے ہی نسل کا بیج اس نے شور زمین میں ڈالا
اُو بخویش آمد خیال از وے گریخت
وہ بیدار ہوا اور خیال اس سے روانہ ہوا

ضعفِ سر بیند ازاں و تن پلید
اس کی وجہ سے سر کی کمزوری محسوس کرتا ہے اور جسم پلید
آہ ازاں نقشِ پدید ناپدید
اس ظاہری اور معدوم نقش پر افسوس ہے

مرغ بر بالا پراں و سایہ اش
پرندہ اوپر اڑ رہا اور اس کا سایہ
میدوَد بر خاک پرّاں مرغ وش
پرندہ کی طرح زمین پر اڑان کر رہا ہے

ابلہے صیّادِ آں سایہ شود
بیوقوف، اس سایہ کا شکاری بنتا ہے
میدوَد چندانکہ بے مایہ شود
اتنا دوڑتا ہے کہ بے طاقت ہو جاتا ہے

بے خبرکاں عکسِ آں مرغِ ہواست
اس سے غافل ہے کہ وہ ہوا کے پرندہ کا عکس ہے
بے خبر کہ اصلِ آں سایہ کجاست
اور اس سے بے خبر ہے کہ اس سایہ کی اصل کہاں ہے

تیر اندازد بسوئے سایہ اُو
وہ سایہ کی طرف تیراندازی کرتا ہے
ترکشش خالی شود در جستجو
(اور) جستجو ہی میں اس کا ترکش خالی ہو جاتا ہے

ترکشِ عمرش تہی شد عمر رفت
اس کی عمر کا ترکش خالی ہوا، عمر (برباد) گئی
از دویدن در شکارِ سایہ تفت
سایہ کے شکار میں دوڑنے سے جل بھن گیا

سایۂ یزداں چو باشد دایہ اش
جب اللہ کا سایہ اس کی دایہ ہو
وارہاندازِ خیالِ سایہ اش
تو اس کو سایہ کے خیال سے نجات دے دے گا

در تحریضِ متابعت ولیِ مرشد
رہنما ولی کی تابعداری کی ترغیب

سایۂ یزداں بود بندہ خدا
خدا کا بندہ اللہ کا سایہ ہوتا ہے
مردۂ ایں عالم و زندہ خدا
وہ اس دنیا کا مردہ اور خدا کا زندہ ہوتا ہے

دامنِ اُو گیر زوتر[2] بے گماں
اس کا دامن شک و شبہ کے بغیر جلد تھام لے
تارہی از آفتِ آخر زماں
تاکہ آخرت کی مصیبت سے تو چھوٹ جائے

کیفَ مَدَّ الظِّل نقشِ اولیاست
"کیف مد الظل" اولیاء کا وجود ہے
کو دلیلِ نورِ خورشید خداست
جو اللہ کے آفتاب کے نور کے رہنما ہیں

اندریں وادی مرو بے ایں دلیل
اس وادی میں بغیر رہنما کے نہ چل
لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ گو چوں خلیل
خلیل اللہ کی طرح کہہ دے میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

---

1. تخمِ نسل۔ نطفہ، منی۔ ضعفِ سر۔ بدخوابی سے دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ پدید ناپدید۔ خواب میں جو ظاہر ہوا حقیقت میں وہ کچھ نہیں ہے۔ مرغ۔ واہی خیالات کے پیچھے بھاگنے والوں کی دوسری مثال ہے۔ اصل۔ یعنی پرند۔ ترکش۔ تیروں کا تھیلا۔ تفت۔ فعل ماضی، تفتن بمعنی سوختن۔ سایۂ یزداں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ دایہ۔ انا، مراد مرشد کامل ہے۔ سایہ۔ یعنی خیالاتی دنیا۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ بندۂ خدا۔ یعنی خدا کا خاص بندہ۔

2. زوتر۔ زودتر کا مخفف ہے، بہت جلد۔ کیف مد الظل۔ یہ قرآنی آیت کا ٹکڑا ہے اس میں فرمایا گیا ہے اے نبیؐ کیا تم اپنے رب کی طرف نہیں دیکھتے کہ اس نے کس طرح سایہ کو دراز کیا ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ اس سایہ سے اولیاء اللہ کے وجود کی طرف اشارہ ہے۔ دلیل۔ یعنی مرشد کامل۔ لا احب الآفلین۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستارے کی الوہیت سے انکار کرتے ہوئے فرمایا تھا میں چھپ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا مراد دنیائے ناپائیدار کے تعلقات ہیں۔

رَو زِ سایہ آفتابے را بیاب
جا، سایہ کے ذریعہ آفتاب کو حاصل کر لے

رہ ندانی جانبِ ایں سور و عرس
اس جشن اور شادی کا راستہ اگر تجھے معلوم نہیں ہے

درحسد گیرد ترا در رہ گلو
اگر راستہ میں حسد تیرا گلا دبائے

کو زِ آدم ننگ دارد از حسد
اسلئے کہ وہ حسد کی وجہ سے آدم سے ذلت محسوس کرتا ہے

عقبہٗ زیں صَعبؔ[2] تر در راہ نیست
راستہ میں اس سے سخت گھاٹی نہیں ہے

ایں جسد خانہ حسد آمد بداں
یہ جسم حسد کا گھر ہے، سمجھ لے

خانمانہا از حسد گردد خراب
حسد سے گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں

گر جسد خانہ حسد باشد ولیک
اگرچہ جسم حسد کا گھر ہو سکتا ہے لیکن

یافت پاکی از جنابِ کبریا
اللہ تعالیٰ کی جناب سے پاکی پا لی ہے

"طَهِّرَا بَيْتِيَ" بیانِ پاکی ست
"تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو" پاکی کا بیان ہے

چوں کنی یا بے حسد مکر و حسد
جب تو کسی صاف دل کے ساتھ مکر اور حسد کرے گا

خاک شو مردانِ حق را زیرِ پا
خاصانِ خدا کے پیر کے نیچے خاک بن جا

دامن شہ شمس تبریزیؔ[1] بتاب
اور شاہ شمس تبریزی کا دامن تھام لے

از ضیاء الحق حُسام الدّیں پرس
تو ضیاء الحق حُسام الدّین سے پوچھ لے

در حسد ابلیس را باشد غلو
حسد میں شیطان کو غلو ہے

با سعادت جنگ دارد از حسد
اور حسد کی وجہ سے نیک بختی سے جنگ کرتا ہے

اے خنک آں کش حسد ہمراہ نیست
وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جسکے ساتھ حسد نہیں ہے

کز حسد آلودہ گردد خانداں
حسد میں پورا خاندان مبتلا ہو جاتا ہے

بازِ شاہی از حسد گردد غراب
حسد کی وجہ سے شاہی باز (دل) کوا بن جاتا ہے

آں جسد را پاک کرد اللہ نیک
جسم کو اللہ نے خوب پاک کر دیا ہے

جسم پُر از کبر و پُر حقدوریا
اس جسم نے جو کبر اور کینہ اور ریاکاری سے بھرا ہے

گنج نورست ار طلسمش خاکی ست
نور کا خزانہ ہے اگرچہ اس کا نقش مٹی کا ہے

زاں حسد دل را سیاہیہا رسد
تو اس حسد سے دل میں سیاہیاں پیدا ہوں گی

خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما
ہماری طرح حسد پر مٹی ڈال

---

1. شمس تبریزیؔ۔ مولانا رومی کے شیخ ہیں، تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ سورؔ۔ سین کے ضمہ سے، مجلس شادی، جشن۔ ضیاء الحق حسام الدینؔ۔ شمس تبریزی سے بیعت تھے پھر مولانا سے مستفیض ہوئے۔ تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ درحسد۔ تو اس حسد کو شیطانی وسوسہ سمجھ، اس لئے کہ شیطان حسد پیدا کر دینے میں غلو ہے۔ کوؔ۔ کہ او، شیطان نے حضرتِ آدم کی قدر و منزلت دیکھ کر حسد کیا اور یہ کہہ کر کہ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے، اس تکبر کا اظہار کیا تو ہمیشہ کے لئے سعادت سے محروم ہو گیا۔ عقبہ۔ عین اور قاف کے زبر کے ساتھ پہاڑ کی دشوار گزار گھاٹی۔

2. صعب۔ دشوار، سخت۔ جسد۔ جسم۔ خاندانؔ۔ یعنی تمام اعضائے انسانی۔ خانمانؔ۔ مخفف ہے خان و مان کا، گھر بار۔ غرابؔ۔ کوا۔ بازؔ۔ پرندوں میں اشرف ہے، کوا نجاست خور ذلیل پرندہ ہے۔ یافتؔ۔ جب انسان ریاضت اور مجاہدہ کرتا ہے، یہ نفسانی عیوب زائل ہو جاتے ہیں۔ طلسمؔ۔ جادو، وہ پتلا جو خزانہ پر بٹھا دیا جاتا تھا۔ طہرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرو اور اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ کبر اور حسد کے بتوں کو دل سے نکال ڈالو۔ مردانِ حقؔ۔ اولیاء اللہ۔ خاک شوؔ۔ فرمانبردار بن جا۔ خاک بر سر کنؔ۔ دفع کر۔

در بیانِ حسد کردن وزیر جہود

یہودی وزیر کے حسد کے بیان میں

آں وزیرک[1] از حسد بودش نژاد ‏ تا بباطل گوش و بینی باد داد

وہ کمینہ وزیر، حسد سے بنا تھا ‏ اسی لئے اس نے ناحق کان اور ناک برباد کئے

بر امید آنکہ از نیش حسد ‏ زہر او در جانِ مسکیناں رسد

اس امید پر کہ حسد کے ڈنک کے ذریعہ ‏ اس کا زہر مسکینوں کی جان پر پہنچ جائے گا

ہر کسے کو از حسد بینی کند ‏ خویش را بے گوش و بے بینی کند

جو شخص حسد کی وجہ سے اپنی ناک کاٹتا ہے ‏ وہ اپنے آپ کو ہی کان اور بے ناک کا کر لیتا ہے

بینی آں باشد کہ او بوئے بُرد ‏ بوئے او را جانب کوئے برد

ناک تو وہ ہے جو بو سونگھے ‏ بو اس کو کوچہ کی طرف لے جائے

ہر کہ بویش نیست بے بینی بود ‏ بوئے آں بوئیست کاں دینی بود

جس میں بو کی صلاحیت نہیں وہ بے ناک کا ہوتا ہے ‏ اور بو وہ بو ہے جو دین کی ہو

چونکہ بوئے برد و شکر آں نہ کرد ‏ کفر نعمت آمد و بینیش خورد

اور جب بو سونگھی اور اس کا شکر نہ کیا ‏ تو یہ کفرانِ نعمت ہوا اور (گویا) وہ اس کی ناک کو کھا گیا

شکر کن مر شاکراں را بندہ باش ‏ پیشِ ایشاں مُردہ شو[2] پایندہ باش

شکر کر اور شکر گزاروں کا غلام بن ‏ ان کے سامنے مردہ بن اور عمر دوام حاصل کر

چوں وزیر از رہزنی جامہ مساز ‏ خلق را تو برمیا ور از نماز

وزیر کی طرح رہزنی کا سامان نہ کر ‏ لوگوں کو نماز سے نہ روک

فہم کردن حاذقانِ نصاریٰ مکر وزیر را

ماہر عیسائیوں کا وزیر کے مکر کو سمجھ جانا

ناصح دیں گشتہ آں کافر وزیر ‏ کردہ او مکر از در لوزینہ سیر

وہ کافر وزیر، دین کا واعظ بن گیا ‏ اس نے مکر سے بادام کے حلوہ میں لہسن ملا دیا

ہر کہ صاحب ذوق بود از گفت او ‏ لذتے میدید و تلخی جفت او

جو صاحب ذوق تھا وہ اس کی گفتگو سے ‏ لذت محسوس کرتا اور اس کے ساتھ کڑواہٹ بھی

نکتہ ہا میگفت او آمیختہ ‏ در جلاب و قند زہرے ریختہ

وہ ملے جلے نکتے بیان کرتا تھا ‏ گلاب اور شکر میں زہر ملاتا تھا

---

[1] وزیرک۔ کاف تصغیر کا ہے۔ نژاد۔ اصل۔ باطل۔ ناحق۔ بادداد۔ برباد۔ مسکیناں۔ یعنی عیسائی۔ بینی کندن۔ انکار کرنا۔ بے گوش۔ یعنی اپنے آپ کو بہرا بناتا ہے۔ کوئے۔ یعنی راہِ خدا۔ بوئے بردن۔ پہچاننا، سراغ لگالینا۔ کفر نعمت۔ احسان فراموشی یعنی ولی کامل کو پہچان کر فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت ہے۔

[2] مردہ شو۔ مرید کو شیخ کے سامنے ایسا بن جانا چاہیے جیسا کہ مردہ غسل دینے والے کے لئے۔ از نماز۔ یعنی خدا کی یاد۔ صاحب ذوق۔ یعنی صاحب ذوق لوگ بیان کی لذت بھی محسوس کرتے تھے اور مکاری کی تلخی بھی محسوس کرتے تھے۔

ہاں[1] مشو مغرور زاں گفت نکو
خبردار، اس بھلی بات سے دھوکے میں نہ پڑنا
ہر کہ باشد زشت گفتش زشت داں
جو شخص برا ہو، اس کی گفتگو بری سمجھ
گفت انساں پارۂ انساں بود
انسان کی گفتگو انسان کا ٹکڑا ہوتی ہے
زاں علیؓ فرمود نقل جاہلاں
اسی لئے حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جاہلوں کی بات
بر چناں سبزہ ہر آنکو بر نشست
ایسے سبزہ پر جو شخص بیٹھا
بایدش خود را بشستن از حدث
اس کو اپنے آپ کو ناپاکی سے پاک کرنا چاہئے
ظاہرش میگفت در رہ چست شو
اس کا ظاہر کہتا تھا (معرفت کی) راہ میں چست ہو جا
ظاہر نقرہ سپیدست و منیر
چاندی کا ظاہر اگر سفید اور روشن ہے
آتش ارچہ سُرخرو است از شرر
آگ اگرچہ چنگاریوں کی وجہ سے سرخ رو ہے
برق اگرچہ نور آید در نظر
بجلی اگرچہ نگاہ کو نور دکھائی دیتی ہے
ہر کہ جز آگاہ و صاحب ذوق بود
صاحب ذوق اور باخبر آدمی کے علاوہ جو بھی تھا
مدتِ شش سال در ہجرانِ شاہ
بادشاہ سے چھ سالہ دوری میں
دین و دل را کل بد و بسپرد خلق
لوگوں نے دین اور دل بالکل اس کے سپرد کر دیا

زانکہ باشد صد بدی در زیرِ اُو
اس لئے کہ اس کی تہ میں سو برائیاں ہوتی ہیں
ہرچہ گوید مردہ آنرا نیست جاں
جو بات مردہ کہے، اس میں جان نہیں ہے
پارۂ از ناں یقیں ہم ناں بود
روٹی کا ٹکڑا یقیناً روٹی ہوتا ہے
برمزابل ہمچو سبزہ است اے فلاں
اے فلاں! کوڑیوں پر سبزہ کی طرح ہے
برنجاست بیشکے نشستہ است
وہ بے شک نجاست پر بیٹھا ہے
تا نمازِ فرض اُو نبود عبث
تاکہ اس کی فرض نماز بیکار نہ ہو جائے
واز اثر میگفت جاں را ست شو
اور اثر کے اعتبار سے جان کو کہتا تھا، ست ہو جا
دست و جامہ زاں سیہ گردد چو قیر[2]
ہاتھ اور کپڑے اس سے سیاہ ہو جاتے ہیں تارکول کی طرح
تو ز فعل اُو سیہ کاری نگر
لیکن تو اس کے کام کی سیاہ کاری کو دیکھ
لیک ہست از خاصیت دُزدِ بصر
لیکن خاصیت میں بینائی کو چرانے والی ہے
گفت اُو در گردنِ اُو طوق بود
اس (وزیر) کی گفتگو اس کی گردن کا طوق تھی
شد وزیرِ اتباعِ عیسیٰؑ را پناہ
وزیر، عیسائیوں کی پناہ ہو گیا
پیشِ امر و نہی اُو می مُرد خلق
اس کے حکم اور ممانعت پر لوگ جان دیتے تھے

1. ہاں۔ حرف تنبیہ ہے۔ مغرور۔ دھوکے میں مبتلا۔ زشت۔ یعنی برے کی بات بھی بری ہوتی ہے۔ نقل۔ قول، بات۔ مزابل۔ مزبلہ کی جمع، کوڑی۔ کوڑا ڈالنے کی جگہ۔ حدث۔ ناپاکی۔ عبث۔ باطل۔ ظاہرش۔ بظاہر اگرچہ نصیحت کرتا تھا لیکن تاثیر الٹی تھی۔ ظاہر نقرہ۔ یہ تینوں شعر اس مضمون کو واضح کرنے کے لئے ہیں کہ ظاہر کی خوبی باطن کی خوبی کی دلیل نہیں۔

2. قیر۔ ایک قسم کا سیاہ روغن، تارکول۔ طوق۔ لوہے کا حلقہ جو قیدیوں کے گلے میں ڈالا جاتا تھا، گلے کا زیور۔ ہجراں۔ جدائی۔ اتباع۔ تابع کی جمع، پیروی کرنے والے بتابعدار۔ می مرد خلق۔ یعنی اس کے احکام پر جان دینے لگے۔

پیغامِ شاہ پنہانی بسوئے وزیر پُر تزویر

بادشاہ کا خفیہ پیغام مکار وزیر کے نام

درمیانِ شاہ و اُو پیغام ہا — شاہ را پنہاں بدو آرام ہا

اس کے اور بادشاہ کے درمیان پیغامات جاری تھے — بادشاہ کو خفیہ طور پر اس سے آرام و اطمینان حاصل تھا

آخر الامر[1] از برائے آں مراد — تا دہد چوں خاکِ ایشاں را بباد

بالآخر اس مقصد کے لئے — کہ ان کو خاک کی طرح برباد کر دے

پیشِ اُو بنوشت شہ کائے مُقبِلَم — وقت آمد زود فارغ کن دلم

اس کو بادشاہ نے لکھا کہ اے میرے اقبال مند! — وقت آ گیا، جلد میرے دل کو فارغ کر

زانتظارم دیدہ و دل بر رہ ست — زیں غمم آزاد کن گر وقت ہست

انتظار میں میرے دیدہ و دل راستے پر لگے ہیں — اس غم سے مجھے نجات دے، اگر موقع ہے

گفت اینک اندراں کارم شہا — کافگنم در دینِ عیسیٰؑ فتنہا

اس نے کہا کہ اے بادشاہ میں بھی اسی کام میں لگا ہوں — کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں فتنے ڈال دوں

بیانِ دوازدہ امیر

قومِ عیسیٰؑ را بد اندر داروگیر — حاکم شاں دہ امیر و دو امیر

عیسائیوں کے انتظام میں — ان کے بارہ امیر لگے ہوئے تھے

ہر فریقے مرامیرے را تبع — بندہ گشتہ میر خود را از طمع

ہر فریق ایک امیر کے ماتحت تھا — جو لالچ سے اپنے امیر کا غلام بنا ہوا تھا

ایں دَہ و دیں دو امیر و قومِ شاں — گشتہ بندہ آں وزیرِ بد نشاں

یہ بارہ حاکم اور ان کی قوم — اس بدنشاں وزیر کے غلام بن گئے

اعتمادِ جملہ بر گفتارِ اُو — اقتدائے جملہ بر رفتارِ اُو

سب کو اس کی بات پر بھروسہ تھا — سب اس کی چال کے مقتدی تھے

پیشِ اُو در وقت و ساعت ہر امیر — جاں بدادے گر بدو گفتے کہ میر

فوراً ہر امیر اس کے آگے — جان دے دیتا اگر وہ اس سے کہتا کہ مر جا

چوں زبوں کرد آں جہودک جملہ را — فتنۂ انگیخت از مکر و دہا

جب اس کمینہ یہودی نے سب کو قابو میں کر لیا — مکر اور چالاکی سے فتنہ برپا کر دیا

تخلیط وزیر در احکام انجیل و مکر آں

انجیل کے حکموں میں وزیر کا گڑبڑ کرنا اور اس کی چالاکی

ساخت طومارے بنامِ ہر یکے — نقش ہر طومار دیگر مسلکے

اس نے ہر ایک نام پر ایک تحریر تیار کی — اور ہر تحریر کی عبارت دوسرے مسلک کی تھی

---

[1] آخرالامر۔ بالآخر۔ مقبل۔ اقبال مند۔ بد۔ بود۔ داروگیر۔ انتظام۔ تبع۔ تابع۔ دہ امیر دو امیر۔ معنی دوازدہ سبط نصاریٰ۔ اعتماد۔ بھروسہ۔ اقتدار۔ پیروی۔ در وقت و ساعت۔ فوراً۔ میر۔ مردن کا امر ہے۔ زبوں۔ عاجز، بے چارہ۔ جہودک۔ کمینہ یہودی۔ دہا۔ چالاکی۔ طومار۔ لمبی چوڑی تحریر۔ نقش۔ تحریر۔

حکمہائے ہر یکے نوعِ دِگر
ہر ایک کے احکام دوسری قسم کے

در یکے راہِ ریاضت[1] را و جوع
ایک میں ریاضت اور بھوکا رہنے کو

در یکے گفتہ ریاضت سود نیست
ایک میں، کہا کہ ریاضت کا کوئی فائدہ نہیں

در یکے گفتا کہ جوع و جودِ تو
ایک میں کہا کہ تیری فاقہ کشی اور سخاوت

جز توکل جز کہ تسلیم تمام
توکل اور رضا کے علاوہ

در یکے گفتہ کہ واجب خدمت ست
ایک میں کہا کہ اطاعت ضروری ہے

در یکے گفتہ کہ امر و نہی ہاست
ایک میں کہا کہ کرنے نہ کرنے کے جو حکم ہیں

تا کہ عجز خود بہ بینم اندراں
تاکہ ہم ان میں عجز کو دیکھ لیں

در یکے گفتا کہ عجز خود[3] مبیں
ایک میں کہا کہ اپنے عجز کو نہ دیکھ

قدرتِ خود بیں کہ ایں قدرت ازوست
اپنی قدرت کو دیکھ کہ یہ قدرت اسی کی دی ہوئی ہے

در یکے گفتہ کزیں دو درگذر
ایک میں کہا ان دونوں سے گزر جا

ایں خلافِ آں زپایاں سَربسر
یہ اول سے آخر تک اس کے بالکل خلاف

رکن توبہ کردہ و شرطِ رجوع
توبہ کا رکن بتایا اور اللہ کی طرف رجوع کی شرط

اندریں رہ مخلصی جز جود نیست
اور اس راستہ میں سخاوت کے علاوہ چارہ نہیں

شرک باشد از تو تا معبودِ تو
تیرے اور تیرے معبود کے درمیان شرک ہے

در غم و راحت ہمہ مکرست و دام
غم اور راحت میں سب چالاکی اور جال ہے

ورنہ اندیشہ توکل تہمت[2] ست
ورنہ توکل کا خیال تہمت ہے

بہر کردن نیست شرحِ عجز ماست
کرنے کے لئے نہیں ہیں، ہمارے عجز کی تفصیل ہیں

قدرتِ حق را بدانیم آں زماں
اس وقت خدا کی قدرت کو پہچانیں

کفر نعمت کردن ست آں عجز بیں
خبردار! وہ عجز احسان فراموشی ہے

قدرتِ خود نعمت اُو داں کہ ہوست
اپنی قدرت کو اس کا انعام سمجھ، کہ وہی وہ ہے

بت بود ہر چہ بگنجد در نظر
بت ہوگا جو نظر میں سمائے گا (ان دونوں میں سے)

---

1. ریاضت۔ یعنی عبادت میں محنت کرنا۔ جوع۔ بھوکا رہنا، فاقہ کشی۔ رجوع۔ لوٹنا۔ در یکے۔ یعنی ریاضت سے کوئی فائدہ نہیں، سخاوت کرنا کافی ہے۔ شرک باشد۔ یعنی نجات دہندہ خدا ہے، فاقہ کشی اور سخاوت کو ذریعہ نجات بنانا شرک ہے۔ تسلیم۔ یعنی عبادت و ریاضت ضروری ہے۔ توکل۔ یعنی خدا پر اعتماد کی ضرورت ہے اور اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا ذریعہ نجات ہے۔ خدمت۔ یعنی عبادت و اطاعت۔

2. تہمت است۔ یعنی محض توکل کو ذریعہ نجات سمجھنا نبی پر تہمت کے مترادف ہے کیونکہ نبی نے عبادت کو ضروری قرار دیا ہے۔ امر و نہی۔ یعنی جس قدر خدائی احکام ہیں وہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ بندہ کو اس کا عجز تسلیم کرانے کے لئے ہیں، ان پر عمل ناممکن ہے لہٰذا بندہ اپنے آپ کو عاجز تسلیم کر لے گا، یہ جبر کی تعلیم ہے۔

3. عجز خود مبیں۔ اپنے آپ کو مجبور محض نہ سمجھو ورنہ خدا کی عطا کردہ نعمت قدرت کا کفر ہوگا۔ انسان کی قدرت خدا کا عطیہ ہے، لہٰذا انسان قادر ہے اور اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ دو۔ یعنی جبر اور اختیار کی بحث میں پڑنا اللہ سے بے خوف ہونا ہے لہٰذا یہ بحثیں بمنزلہ بت کے ہیں۔

در یکے گفتہ کہ عجز و قدرتت
بگذرد[1] و زہرچہ اندر فکرتت

ایک میں کہا کہ تیرا عجز اور قدرت
اور جو کچھ تیرے فکر میں ہے (خودبخود) گزر جائے گا

از ہوائے خویش در ہر ملتے
گشتہ ہر قومے اسیر ذلتے

ہر مذہب میں اپنی خواہش نفسانی سے
ہر قوم ذلت میں گرفتار ہوئی ہے

در یکے گفتہ مکش ایں شمع را
کایں نظر چوں شمع آمد جمع را

ایک میں کہا (عقل کی) اس شمع کو نہ بجھا
اس لئے کہ یہ غور و فکر شمع محفل ہے

از نظر چوں بگذری و از خیال
کشتہ باشی نیم شب شمع وصال

خیال اور غور و فکر کو جب تو چھوڑ دے گا
تو گویا تو نے وصال کی شمع کو آدھی رات میں بجھا دیا

در یکے گفتہ بکش باکے مدار
تا عوض بینی یکے باصد ہزار

ایک میں کہا، بجھا دے، پروا نہ کر
تاکہ ایک کے بدلے میں لاکھ پائے

کہ زکشتن شمع جاں افزوں شود
لیلیت از صبر تو مجنوں شود

اس لئے کہ شمع کے بجھانے سے روح بڑھے گی
تیرے صبر کیوجہ سے تیری لیلیٰ مجنوں کی طرح ہو جائیگی

ترکِ دنیا ہر کہ کرد از زہد خویش
بیش آمد پیشِ اُو دنیاز پیش

جس نے اپنے زہد کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ دیا
اس کے سامنے دنیا پہلے سے زیادہ آتی ہے

در یکے گفتہ کہ آنچت داد[2] حق
بر تو شیریں کرد در ایجادِ حق

ایک میں کہا جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے
وہ آفرینش کے وقت اللہ نے تیرے لئے شیریں کر دیا

بر تو آساں کرد و خوش آنرا بگیر
خویشتن را در میفگن در زحیر

تیرے لئے آسان اور خوشگوار کر دیا ہے اس کو لے لے
اپنے آپ کو پیچش میں مبتلا نہ کر

در یکے گفتہ کہ بگذر زانِ خود
کاں قبولِ طبع تو ردّست و بد

ایک میں کہا، اپنی ملکیت سے دستکش ہو جا
اس لئے کہ تیری مرغوبِ طبع چیز مردود اور بری ہے

راہہائے مختلف آساں شدست
ہر یکے را ملّتے چوں جاں شدست

مختلف راستے آسان ہو گئے ہیں
ہر ایک کے لئے ایک مذہب جان کی طرح بن گیا ہے

گر میسر کردنِ حق رہ بدے
ہر جہود و گبر از و آگہ بدے

اگر اللہ کا آسان کر دینا ہی کوئی راستہ ہوتا
ہر یہودی اور آتش پرست اس سے واقف ہوتا

---

[1] بگذرد۔ یعنی جبر و قدر کی بحثیں اور جو کچھ انسانی افکار ہیں خود بخود ختم ہو جائیں گے لہٰذا ان کو ترک کرنے کے اہتمام کی ضرورت نہیں۔ ہوا۔ نفسانی خواہش یعنی ان بحثوں کا ترک بھی نفسانی خواہش ہے جو گمراہی کا سبب ہے۔ ایں شمع۔ شمع سے مراد عقل اور غور و فکر ہے، یعنی مذہبی احکام اور عقائد عقلی ہیں، انسان کو اپنی عقل سے کام لینا چاہیے۔ بکش۔ یعنی دینی معاملوں میں عقل کو دخل نہ دے اور دیوانگی اختیار کر۔ کہ زکشتن شمع۔ یعنی دیوانگی اختیار کرنے سے تو خدا کا محبوب بن جائے گا۔ ترکِ دنیا۔ عقل کو بالائے رکھ کر جو دنیا کو چھوڑے گا دنیا اور زیادہ اس کو ملے گی۔

[2] دادِ حق۔ خدا نے ازل میں جو کچھ تیرے لئے مقدر کر دیا ہے وہ مل کر رہے گا اس کے لئے کیوں سعی کرتا ہے اور کیوں حلال و حرام کی بحثیں پیدا کرتا ہے۔ آنچت۔ مخفف ہے آنچہ ترا کا۔ ایجاد۔ کسی چیز کو پیدا کرنا۔ خوش۔ پسندیدہ۔ زحیر۔ پیچش، پیچ و تاب۔ آن۔ ملکیت۔ قبول۔ مقبول۔ رد۔ نامنظور، مردود۔ بد۔ یعنی جس چیز کی طرف دل راغب ہو وہ بری اور مردود ہے، اس کو اختیار نہ کر۔ راہہا۔ اپنی پسند کی چیز کو اختیار کرنے سے ہی یہ اختلاف مذاہب پیدا ہوا ہے جو فساد کا سبب ہے۔ راہہائے۔ لہٰذا پسندیدگی حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔

در یکے گفتہ میسر[1] آں بود
ایک میں کہا کہ آسان چیز وہ ہوتی ہے
کہ حیاتِ دل غذائے جائے بود
جو دل کی زندگی اور جان کی غذا ہوتی ہے

ہر چہ ذوقِ طبع باشد چوں گذشت
جو چیز طبیعت کے ذوق کے مطابق ہوتی ہے جب گذر جاتی ہے
بر نیارد ہمچو شورہ رَیع و کشت
تو شور زمین کی طرح پیداوار اور فصل نہیں دیتی ہے

جز پشیمانی نباشد رَیع اُو
اس کی پیداوار شرمندگی کے سوا نہیں ہوتی
جز خسارت بیش نارد بیع اُو
اور اس کی بیع کا حاصل نقصان کے سوا کچھ نہیں ہوتا

آں میسّر نبود اندر عاقبت
انجام کار وہ آسان نہیں ہوتی
نامِ اُو باشد مُعَسَّر عاقبت
اور آخر میں اس کا نام دشوار ہوتا ہے

تو مُعَسَّر از مُیَسَّر بازداں
تو دشوار اور آسان کے فرق کو سمجھ
عاقبت بنگر جمالِ این و آں
اِس اور اُس کے حسن کے نتیجہ پر نظر رکھ

در یکے گفتہ کہ استادے[2] طلب
ایک میں کہا، کسی استاد کی طلب کر
عاقبت بینی نیابی در حسب
(محض) ذاتی شرافت سے تجھے عاقبت اندیشی حاصل نہیں ہو سکتی

عاقبت دیدند ہر گوں مِلّتے
(بغیر استاد) جس قوم نے انجام کو معلوم کیا
لا جُرمِ گشتند اسیر زِلّتے
لامحالہ لغزش میں گرفتار ہوئی

عاقبت دیدن نباشد دست باف
آخرت کو سمجھنا (اپنے) ہاتھ کا کام نہیں ہے
ورنہ کے بود زدینہا اختلاف
ورنہ مذہبوں میں اختلاف نہ ہوتا

در یکے گفتہ کہ استاہم توئی
ایک میں کہا کہ استاد بھی تو ہی ہے
زانکہ استا را شناسا ہم توئی
اس لئے کہ استاد کو پہچاننے والا تو ہی ہے

مرد باش و سخرۂ مرداں مشو
مرد بن اور لوگوں کا بیگاری نہ بن
رو سرِ خود گیر و سرگرداں مشو
جا، خود اپنی فکر کر اور پریشان نہ ہو

چشم بر سِرّت بدار رو از خلاف
اپنی ذاتی رائے قائم کر اور خلاف سے
دور شو تا یابی از حق ائتلاف
بھاگ، تاکہ تو اللہ کا وصال پائے

در یکے گفتہ کہ ایں جملہ یکے ست
ایک میں کہا یہ سب (کائنات) ایک (ذات) ہے
ہر کہ او دو بیند احول مرد کے ست
جو دو سمجھے وہ کمینہ، بھینگا ہے

---

1. میسر۔ آسان یعنی آسان چیز بھی درست ہے جس سے دل زندہ ہوتا ہے اور روح کے لئے وہ غذا ہے۔ ذوقِ طبع۔ آسان اور مزاج کے موافق چیزیں اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ عاقبت۔ انجام کار۔ میسر۔ آسان۔ معسر۔ دشوار گزار۔ عاقبت۔ یعنی آسان کام شروع میں آسان ہے لیکن انجام کے اعتبار سے دشوار ہے۔ ریع۔ کھیتی کا محصول، پیداوار۔ تو معسر۔ روح اور عقل جس کام کو آسان سمجھے وہ عین دین ہے۔ عاقبت۔ انجام بینی۔ حسب۔ ماں باپ اور دین کے فتہ سے، ذاتی خوبیاں، شخصی کمالات۔

2. استاد۔ یعنی شیخ الطریقت۔ ہر گوں۔ ہر نوع۔ لاجرم۔ ضرور۔ زلت۔ لغزش، خطا۔ دست باف۔ ہاتھ کا کام، آسان کام۔ استا۔ استاد کا مخفف ہے۔ یعنی تو خود استاد ہے کسی شیخ کی کیا ضرورت ہے اس لئے کہ جو شیخ کو شناخت کر سکتا ہے وہ خود آخرت کو بھی سمجھ سکتا ہے۔ سخرہ۔ بیگاری۔ سر خود گیر۔ اپنی فکر کر۔ سرگرداں۔ حیران۔ سِرّ۔ باطن، ذاتی رائے۔ ائتلاف۔ اتحاد، وصال۔ ایں جملہ۔ وجود صرف واحد ہے جو تمام کائنات میں جاری اور ساری ہے۔

در یکے گفتہ کہ صد[1] یک چوں بود
ایک میں کہا کہ سو ایک کیسے ہو سکتے ہیں
اینکہ اندیشد مگر مجنوں بود
جو یہ سوچے وہ شاید پاگل ہو

ہر یکے قولے ست ضدِّ یک دگر
ہر ایک قول دوسرے کی ضد ہے
چوں یکے باشد بگو زہر و شکر
بتا، زہر اور شکر ایک کیسے ہو سکتے ہیں

در معانی اختلاف و در صور
معنوں اور صورتوں میں اختلاف
روز و شب بیں خار و گل سنگ و گہر
دن اور رات، کانٹے اور پھول، پتھر اور موتی (کا سا اختلاف)

تا ز زہر و از شکر در نگذری
جب تک تو زہر اور شکر سے نہ گذرے گا
کے تو از گلزارِ وحدت بُو بَری
وحدت کے چمن کی خوشبو کب سونگھے گا

وحدت اندر وحدت ست ایں مثنوی
یہ مثنوی وحدت در وحدت ہے
از سمک رو تا سماک[2] اے معنوی
اے معنی کے طالب! مچھلی سے سماک تک چلا جا

در بیانِ آنکہ اختلاف در صورتِ روش ست نہ درحقیقت راہ

اس بیان میں کہ رفتار کی صورت میں اختلاف ہے نہ کہ راستہ کی حقیقت میں

زیں نمط زیں نوع دہ طومارو دو
اس انداز اور اس قسم کے بارہ لمبے خطوط
بر نوشت آں دینِ عیسیٰؑ را عدو
اس (حضرت) عیسیٰ کے دین کے دشمن نے لکھے

اُو زیک رنگی عیسیٰؑ بُو نداشت
اس کو حضرت عیسیٰ کی یکرنگی کی خوشبو نہ پہنچی تھی
وز مزاج خُمِّ عیسیٰؑ خُو نداشت
اور نہ حضرت عیسیٰ کے خم کے مزاج کی عادت رکھتا تھا

جامۂ صد رنگ[3] ازاں خُمِّ صفا
اس صفائی کے خم سے صد رنگے کپڑے
سادہ و یک رنگ گشتے چوں ضیا
نور کی طرح سادہ اور یکرنگ ہو جاتے تھے

نیست یکرنگی کزو خیزد ملال
ایسی یکرنگی نہیں جس سے طبیعت اکتا جائے
بل مثالِ ماہی و آبِ زُلال
بلکہ اس کی مثال، مچھلی اور صاف پانی کی ہے

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگہاست
اگرچہ خشکی میں ہزاروں رنگ ہیں
ماہیاں را با یبوست جنگہاست
لیکن مچھلیوں کو خشکی سے بڑی مخالفت ہے

کیست[1] ماہی چیست دریا در مثل
کون ہے مچھلی، کیا ہے دریا، مثال دینے میں
تا بداں ماند خدا عزّوجلّ
کہ اس سے خدائے عزوجل مشابہ ہو

---

1. صد۔ یعنی کروڑوں کائنات ایک وجود کب بن سکتی ہیں۔ زہر و شکر۔ یعنی ان باتوں میں ایسا ہی اختلاف تھا جیسے زہر اور شکر میں۔ در معانی۔ یعنی ان طوماروں کے الفاظ و معانی میں سب سے زیادہ اختلاف تھا۔ تاز زہر۔ یعنی جب تک مختلف مظاہر سے گزر کر ذات واحد تک نہ پہنچے گا تکمیل نہ ہو گی۔ سمک۔ مچھلی، ایک فرضی عقیدہ ہے کہ ایک مچھلی ہے اس مچھلی کی پشت پر ایک بیل ہے، اس بیل کے سینگوں پر زمین ٹکی ہوئی ہے۔
2. سماک۔ دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں، ایک کو سماکِ اعزل دوسرے کو سماکِ رامح کہتے ہیں۔ وحدت۔ یعنی اس مثنوی میں وحدت الوجود کا ہی بیان ہے جس کے ذریعہ زمین سے آسمانوں تک کی سیر کی جاسکتی ہے۔ نمط۔ روش، طرز۔ نوع۔ قسم۔ عدو۔ یعنی مکار وزیر۔ یکرنگی۔ ایک رنگ کا ہونا۔ بو۔ سراغ، علامت۔ خم عیسیٰ۔ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹکا، مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رنگریزی کا کام کرتے تھے، رنگ کا ایک مٹکا تھا جس میں سے ہر رنگ کا کپڑا رنگ کر نکال دیتے تھے۔
3. جامۂ صد رنگ۔ یعنی مذہبی اختلاف۔ خم صفا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات۔ ضیا۔ نور۔ خیزد۔ پیدا شود۔ ملال۔ اکتا جانا۔ آب زلال۔ صاف پانی یعنی وہ یکرنگی ایسی نہ تھی جس سے انسان اکتائے بلکہ اس کی مثال دریا کی یکرنگی کی سی ہے جس سے مچھلی کبھی نہیں اکتاتی۔ خشکی۔ کوئی زمین کالی ہے کوئی لال کہیں ریتا ہے کہیں مٹی۔

صد ہزاراں بحر و ماہی در وجود
موجودات میں سے لاکھوں دریا اور مچھلیاں
سجدہ آرد پیش آں دریائے جود
اس بحر سخاوت کے سامنے سربسجود ہیں

چند بارانِ عطا باراں شدہ
بخشش کی بہت سی بارشیں برسیں
تابداں آں بحر دُر افشاں شدہ
یہانتک کہ ان سے وہ سمندر موتی برسانے والا بنا

چند خورشید کرم افروختہ
کرم کے بہت سے سورج طلوع ہوئے
تا کہ ابر و بحر جود آموختہ
تب بادل اور سمندر نے سخاوت سیکھی

چند خورشید کرم تاباں شدہ
کرم کے بہت سے سورج روشن ہوئے
تابداں آں ذرّہ سرگرداں شدہ
تب ان سے وہ ذرّہ چکر کاٹنے والا بنا

پرتو ذاتش زدہ بر ماء و طین
مٹی اور پانی پر اس کی ذات کی روشنی پڑی
تاشدہ دانہ پذیرندہ زمیں
تب زمین، دانے کو قبول کرنے والی بنی

خاک امین و ہرچہ در وے کاشتی
زمین امانتدار (بنی) اور جو کچھ تو نے اس میں بویا
بے خیانت جنس آں برداشتی
بغیر کسی خیانت کے اس کی جنس کو اٹھایا

ایں امانت زاں عنایت یافتست
(زمین نے) یہ امانتداری اس کی مہربانی سے پائی ہے
کافتابِ عدل بروئے تافتست
کیونکہ اس پر انصاف کا سورج چمکا ہے

تا نشانِ حق نیاید نو بہار
جب تک موسم بہار اللہ کا حکم بن کر نہیں آتا
خاک سبزہ را نسازد آشکار
مٹی سبزے کو ظاہر نہیں کرتی

آں جوادے کو جمادے را بداد
وہ سخی جس نے جمادات کو دیے
ایں خبرہا، ویں امانت ویں سداد
یہ پیغامات اور یہ امانت اور یہ راہ روی

آں جماد[2] از لطف چوں جاں میشود
وہ جماد، مہربانی سے جان کی طرح ہو جاتا ہے
زمہریر از قہر پنہاں میشود
سخت جاڑا خوف سے چھپ جاتا ہے

آں جمادے گشت از فضلش لطیف
وہ جمادات اس کی مہربانی سے لطیف ہو گئی
کُلُّ شَیْءٍ مِن ظَرِیفٍ ھُوَ ظَرِیفٌ
جو چیز خوب کی طرف سے ہوتی ہے خوب ہوتی ہے

ہر جمادے را کند فضلش خبیر
اس کا کرم ہر جماد کو باخبر بنا دیتا ہے
عاقلاں را کردہ قہر اُو ضریر
اور اس کا قہر عقلمندوں کو اندھا کر دیتا ہے

جان و دل را طاقت ایں جوش نیست
جان اور دل میں اس جوش کی طاقت نہیں ہے
با کہ گویم در جہاں یک گوش نیست
کس سے کہوں؟ دنیا میں کوئی کان نہیں ہے

ہر کجا[1] گوشے بد از وے چشم گشت
ہر کجا سنگے بد از وے یشم گشت

چیست۔ کون ہے۔ چیست۔ کیا ہے۔ مثل۔ میم اور ثاء کے فتحہ کے ساتھ مثال، نمائندہ، مشابہ۔ عز۔ وہ غالب ہوا۔ جل۔ وہ بزرگ ہوا۔ باراں۔ عبارت یعنی سمندر کی درافشانی اس کی عطا ہے۔ ابر و بحر۔ ابر اور سمندر کی سخاوت اس کی مہربانی ہے۔ دانہ پذیرندہ۔ پانی اور مٹی پر اس کا کرم ہی زمین کی صلاحیت کا سبب ہے۔ پرتو۔ روشنی۔ ماء۔ پانی۔ طین۔ مٹی۔ عدل۔ انصاف۔ نشان۔ فرمان، حکم۔ سر۔ بھید، چھپی ہوئی چیز۔ جواد۔ سخی۔

2. جماد۔ پتھر وغیرہ۔ سداد۔ سین کے کسرہ سے درستی، سچائی، راستی۔ آں جماد۔ جمادات اگرچہ بے جان ہیں لیکن عنایت خداوندی سے جانداروں کا سا کام کرنے لگتے ہیں۔ زمہریر۔ سخت جاڑا۔ لطیف۔ خوش طبع۔ فضل۔ کرم، مہربانی۔ خبیر۔ باخبر، آگاہ۔ قہر۔ غضب، جلال۔ ضریر۔ نابینا۔ ایں جوش۔ قدرت کے کمالات بیان کرتے ہوئے دل میں جو جوش پیدا ہوتا ہے اس کی تاب نہیں ہے۔

جہاں کہیں کان تھا اس جوش کی وجہ سے آنکھ بن گیا
اور جہاں کہیں پتھر تھا وہ یشب بن گیا

کیمیا سازے ست چہ بود کیمیا
وہ کیمیا ساز ہے، کیمیا کیا ہوتی ہے؟
معجزہ بخشے ست چہ بود سیمیا
معجزہ عنایت کرنے والا ہے، سیمیا کیا ہوتی ہے

ایں ثناء گفتن زمن ترکِ ثناست
میرا یہ تعریف کرنا، تعریف نہ کرنا ہے
کایں دلیل ہستی و ہستی خطاست
اسلئے کہ یہ (اپنے) وجود کی دلیل ہے اور وجود کا (احساس) غلطی ہے

پیش ہست اُو بباید نیست بود
اس کے وجود کے سامنے نیست ہو جانا چاہئے
چیست ہستی پیشِ اُو کور و کبود
ہستی کیا ہوتی ہے؟ اسکے سامنے اندھی اور سیاہ پوش ہے

گر نبودے کور ازو بگداختے
اگر اندھی نہ ہوتی اس سے پگھل جاتی
گرمیٔ خورشید[2] را بشناختے
آفتاب کی گرمی کو پہچانتی

ور نبودے اُو کبود از تعزیت
اگر وہ (ہستی) تعزیت کی وجہ سے سیاہ پوش نہ ہوتی
کے فسردے ہمچو یخ ایں ناحیت
تو اس جانب (دنیا) برف کی طرح کیوں ٹھٹھرتی

بیانِ خسارتِ وزیر دریں خدعہ و مکر

اس مکر و فریب میں وزیر کے خسارہ اٹھانے کا بیان

ہمچو شہ نادان و غافل بد وزیر
وزیر، بادشاہ کی طرح نادان اور غافل تھا
پنجہ میزد باقدیم و ناگزیر
جو واجب الوجود اور قدیم سے پنجہ لڑاتا تھا

ناگزیر جملگاں حَیِّ قدیر
جو سب کے لئے ضروری ہے زندہ، قادر ہے
لَایَزَالُ و لَمْ یَزَلْ فرد و بصیر
ہمیشہ رہے گا اور ہمیشہ رہا، اکیلا اور تنہا ہے

باچناں قادر خدائے کز عدم
ایسے قادر خدا سے کہ جو عدم سے
صد چو عالم ہست گرداند بدم
اس عالم جیسے سو عالم ایک دم میں پیدا کر دیتا ہے

صد چو عالم در نظر پیدا کند
اس عالم جیسے سو عالم ایک نظر میں پیدا کر دے
چونکہ چشمت را بخود بینا کند
جب تیری آنکھوں کو اپنے معاملہ میں بینا کر دے

گر جہاں پیشت بزرگ و بے تنے ست
اگرچہ عالم تیرے نزدیک بڑا اور وسیع ہے
پیشِ قدرت ذرّہٗ میداں کہ نیست
سمجھ لے، قدرت کے آگے ایک ذرہ بھی نہیں ہے

1۔ ہرکجا۔ اِس جوش سے شنیدہ، دیدہ ہوگیا، سنگ دل بھی نور سے معمور ہو کر سنگ یشب بن گیا۔ یشم۔ ایک قسم کا قیمتی نورانی پتھر ہے اسی کو سنگ یشب کہتے ہیں۔ کیمیا۔ وہ فن جس سے قلعی، تانبے وغیرہ کو چاندی، سونا بنا دیا جاتا ہے۔ سیمیا۔ وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے۔ ہست اُو۔ حضرت حق کی ذات کے سامنے ممکن ہونے کے باوجود عدم ہے، اپنے وجود کا احساس مشاہدہ کا حجاب ہے جس نے آنکھوں کو اندھا اور محرومی کی وجہ سے سیاہ پوش بنا رکھا ہے۔

2۔ خورشید۔ آفتاب حق کا مشاہدہ فنا کر ڈالتا ہے۔ تعزیت۔ ماتم پرسی۔ فسردن۔ ٹھٹھرنا۔ یخ۔ برف۔ ناحیت۔ طرف، کنارہ۔ ناگزیر۔ ضروری، واجب الوجود۔ جملگاں۔ جملہ کی جمع۔ حی۔ زندہ۔ لایزال۔ جو ہمیشہ رہے گا۔ لم یزل۔ جو ہمیشہ سے ہے۔ بصیر۔ بینا، اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ باچناں۔ وہ وزیر ایسے خدا سے پنجہ کشی کر رہا تھا جو قادر مطلق ہے۔ ہست۔ موجود۔ بخود بینا کند۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی معرفت عطا فرما دے۔ بے تن۔ وسیع و کشادہ۔

ایں جہاں خود حبس[1] جانہائے شماست
یہ عالم تمہاری جانوں کا قید خانہ ہے

ہیں دوید آنسو کہ صحرائے خداست
خبردار! اس جانب دوڑو جو خدا کا میدان ہے

ایں جہاں محدود آں خود بے حد ست
یہ عالم محدود اور وہ غیرمحدود ہے

نقش و صورت پیشِ آں معنی سدست
نقش اور صورت اس معنی کے سامنے آڑ ہیں

صد ہزاراں نیزۂ فرعون را
فرعون کے لاکھوں نیزے

در شکست آں موسیٰؑ با یک عصا
موسیٰ نے ایک لاٹھی سے توڑ دیئے

صد ہزاراں طب جالینوس بود
جالینوس کی لاکھوں طبیں تھیں

پیش عیسیٰؑ و دمش افسوس بود
(حضرت) عیسیٰؑ اور انکی پھونک کے سامنے بیکار تھیں

صد ہزاراں دفتر اشعار بود
اشعار کے لاکھوں دیوان تھے

پیش حرفِ اُمیش آں عار بود
جو اسکے امی (محمدؐ) کے کلام کے سامنے موجب ننگ تھے

باچناں غالب خداوندے کسے
ایسے غالب خدا کے آگے کوئی

چوں نمیرد گر نباشد او خسے
کیسے نہ مرے، اگر وہ کمینہ نہیں ہے!

بس دلِ چوں کوہ را انگیخت او
پہاڑ جیسے بہت سے دلوں کو اس نے اکھاڑ دیا

مُرغِ زیرک باد و پا آویخت او
چالاک، پرندے کو دو پیروں کے ہوتے ہوئے ہوا میں لٹکا دیا

فہم و خاطر[2] تیز کردن نیست راہ
عقل اور طبیعت کو تیز کر لینا راہ نہیں ہے

جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ
شاہ کا فضل، عاجز کے سوا کسی کی دستگیری نہیں کرتا

اے بسا گنج آگنانِ گنج گاوٗ
اے (مخاطب) بہت سے گنج گاوٗ جیسے خزانے جمع کرنے والے

کاں خیال اندیش را شد ریش گاوٗ
عقلمندوں کے لئے سامانِ تمسخر بن گئے

گاوٗ کہ بود تا تو ریش او شوی
بیل کیا چیز ہے؟ کہ تو اس کی داڑھی بنے

خاک کہ بود تا حشیش او شوی
خاک کیا ہے؟ کہ تو اس کی گھاس بنے

زرّ و نقرہ چیست تا مفتوں شوی
سونا اور چاندی کیا ہے؟ کہ تو اس کا عاشق بنے

چیست صورت تا چنیں مجنوں شوی
صورت کیا ہے؟ کہ تو ایسا پاگل بنے

ایں سرا و باغِ تو زندانِ تست
یہ محل اور باغ، تیرا قید خانہ ہے

ملک و مالِ تو بلائے جانِ تست
تیرا ملک اور مال تیری جان کے لئے مصیبت ہے

---

1. حبس۔ قید خانہ۔ ہیں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ صحرا۔ جنگل مراد عالم بالا ہے۔ سد۔ دیوار۔ آنسو۔ یعنی عالم بالا۔ نقش وصورت۔ یعنی عالم سفلی عالم علوی کے لئے سدراہ ہے۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم عصر تھا۔ افسوس۔ کھیل، مذاق۔ حرف۔ یعنی کلام اللہ۔ امی۔ ام بمعنی ماں کی طرف منسوب ہے وہ بچہ جو سایہ پدری سے محروم ہو کر صرف ماں کے زیر سایہ پلا ہو اور علوم مروجہ حاصل نہ کر سکا، آنحضور ﷺ کو بھی امی کہا جاتا ہے۔ چوں نمیرد۔ اپنے آپ کو فانی نہ سمجھے۔ مرغ زیرک۔ چالاک پرندہ، مراد فلسفی ہے۔
2. فہم وخاطر۔ یعنی فلاسفہ اور حکماء محض عقل کے زور پر معرفت حاصل کرلیں یہ ممکن نہیں ہے، اللہ عجز و نیاز سے ہی دستگیری فرماتا ہے۔ گنج آگناں۔ خزانہ بھرنے والے۔ گنج گاوٗ۔ مشہور خزانہ جو جمشید کے زمانہ کا تھا، بہرام کے زمانہ میں ایک کاشتکار کے ہاتھ آیا تھا، اس میں گائے بیل کے طلائی بت بھی تھے اس لئے اس کا نام گنج گاوٗ پڑ گیا تھا۔ خیال اندیش۔ فلسفی۔ ریش گاوٗ۔ بیل کی ڈاڑھی، اس سے احمق، بیوقوف مراد ہوتا ہے۔ حشیش۔ گھاس۔ مفتون۔ فریفتہ۔ مجنون۔ دیوانہ، عاشق۔ سرا و باغ۔ دنیاوی چیزیں، راہ طریقت کی رکاوٹیں ہیں۔

آں جماعت را کہ ایزد مسخ کرد
جس گروہ کو اللہ نے مسخ کیا
آیت تصویر شاں را نسخ کرد
ان کی صورت کی پہچان کو مٹا دیا

چوں زنے از کارِ بد[1] شد روئے زرد
جب عورت بدکاری کی وجہ سے زرد رُو ہوئی
مسخ کرد اُو را خدا و زُہرہ کرد
اس کو خدا نے مسخ کر دیا اور زہرہ بنا دیا

عورتے را زُہرہ کردن مسخ بود
عورت کو زہرہ بنا دینا تو مسخ تھا
آب و گل گشتن نہ مسخ ست اے عنود[2]
کیا پانی اور مٹی ہو جانا مسخ نہیں ہے۔ اے سرکش!

روح می بردت سوئے عرشِ بریں
روح تو تجھے عرش بریں کی طرف لے جاتی لیکن،
سوئے آب و گل شدی در اسفلیں
تو پانی اور مٹی کی طرف نچلے درجوں میں آ گیا

خویش را تو مسخ کردی زیں سفول
تو نے اپنے آپ کو اس پستی کی وجہ سے مسخ کر لیا
باوجودے کہ بداں رشک عقول
حالانکہ وہ جو عقولِ عشرہ کے لئے باعث رشک تھا

پس بترزیں مسخ کردن چوں بود
اس سے بدتر مسخ کرنا کیا ہوگا؟
پیشِ آں مسخ ایں بغایت دوں بود
بلکہ اس مسخ کے بالمقابل یہ مسخ گرا ہوا ہے

اسپِ ہمت سوئے اختر تاختی
تو نے ہمت کا گھوڑا ستاروں کی طرف تو دوڑایا
آدمِ مسجود را نشناختی
لیکن مسجودِ آدم علیہ السلام کو تو نہ پہچانا

آخر آدمؑ زادۂ اے ناخلف
اے ناخلف! آخر تو آدم علیہ السلام کی اولاد ہے
چند پنداری تو پستی را شرف
ذلت کو شرافت کب تک سمجھے گا؟

چند گوئی من بگیرم عالمے
کب تک کہے گا؟ میں تمام دنیا کو فتح کروں گا
ایں جہاں را پُر کنم از خود ہمے
اور اس دنیا کو اپنے سے بھر دوں گا

گر جہاں پُر برف گردد سربسر
اگر پوری دنیا بالکل برف سے بھر جائے
تابِ خور بگدازدش از یک نظر
سورج کی گرمی ایک نظر میں اس کو پگھلا دے

وزرِ اُو و وزرِ چوں اُو صد ہزار
اُس (وزیر) کے بوجھ اور اس جیسے لاکھوں کے بوجھ کو
نیست گرداند خدا از یک شرار
خدا ایک چنگاری سے نیست و نابود کر دے

عین آں تخییل را حکمت کند
بعینہٖ ان خیالات کو دانائی بنا دے
عین آں زہراب را شربت کند
اور اس زہریلے پانی کو شربت بنا دے

کارِ بد۔ برا کام، زنا۔ زہرہ۔ ایک ستارے کا نام ہے، عوام میں مشہور ہے کہ زہرہ ایک عورت تھی، ہاروت و ماروت دو فرشتوں نے اس سے زنا کر لیا اس سزا میں وہ دونوں فرشتے چاہِ بابل میں الٹے لٹکا دیئے گئے اور زہرہ عورت نے ان دونوں سے جو اسم عظم سیکھا تھا اس کے ذریعہ آسمان پر چلی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا، اس سارے قصے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، یہ محض افسانہ ہے۔ آب و گل گشتن۔ علائق جہانی میں پھنسنا۔

عنود۔ سرکش۔ اسفلیں۔ اسفل کی جمع ہے بمعنی نچلا۔ سفول۔ پستی، علو کی ضد ہے۔ عقول۔ عقولِ عشرہ، ملائکہ۔ بتر۔ بدتر۔ آں مسخ۔ صوری مسخ۔ ایں مسخ۔ معنوی مسخ۔ دوں۔ کم رتبہ، خراب۔ اختر۔ ستارہ۔ مسجود۔ جس کو سجدہ کیا جائے۔ آدم زادہ۔ زادۂ آدم۔ خلف۔ نیک فرزند۔ ناخلف۔ بدفرزند۔ شرف۔ بزرگی، بلندی۔ تاب۔ تپش۔ خور۔ سورج۔ وزر۔ بوجھ، گناہ۔ نیست۔ معدوم یعنی خدا کی بخشش سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔ تخییل۔ خیالی بات، وہمی علوم۔ زہراب۔ زہریلا پانی۔

در خرابی[1] گنجہا پنہاں کند
ویرانہ میں خزانوں کو محفوظ رکھتا ہے
خار را گل جسمہا را جاں کند
کانٹے کو پھول اور جسموں کو جان بنا دیتا ہے

آں گماں انگیز را سازد یقیں
وہ گمان پیدا کرنے والی بات کو یقین بنا دیتا ہے
مہرہا رویاند از اسبابِ کیں
اور کینہ کے اسباب سے، محبتیں اگا دیتا ہے

پرورد در آتش ابراہیمؑ را
حضرت ابراہیم کو آگ میں پال دیتا ہے
ایمنی روح سازد بیم را
اور خوف کو روح کے اطمینان کا ذریعہ بنا دیتا ہے

از سبب سازیش من سودائیم
اس کی علت آفرینی سے میں دیوانہ ہوں
وزسبب سوزیش سوفسطائیم[2]
اور اس کی سبب سوزی سے میں سوفسطائی ہوں

در سبب سازیش سرگرداں شدم
اس کی سبب سازی سے میں سرگرداں ہوں
در سبب سوزیش ہم حیراں شدم
اس کی سبب سوزی سے بھی میں حیران ہوں

مکر کردن وزیر و در خلوت نشستن و شور افگندن در قوم

وزیر کا مکر کرنا اور تنہائی میں بیٹھنا اور قوم میں شورش پیدا کر دینا

چوں وزیر ماکر بد اعتقاد
جب مکار، بداعتقاد وزیر نے
دین عیسٰیؑ را بدل کرد از فساد
حضرتِ عیسٰیؑ کے دین کو فساد ڈالنے کے لئے بدل ڈالا

مکر دیگر آں وزیر از خود بہ بست
دوسرا مکر اس وزیر نے اختیار کیا
وعظ را بگذاشت در خلوت نشست
وعظ کہنا چھوڑا، تنہائی میں بیٹھ گیا

در مریداں در فگند از شوقِ سوز
مریدوں میں شوق کی سوزش ڈال دی
بود در خلوت چہل پنجاہ روز
چالیس پچاس روز تک تنہائی میں رہا

خلق دیوانہ شدند از شوقِ او
اس کے شوق سے لوگ دیوانے ہو گئے
از فراقِ حال و قال و ذوقِ او
حال اور گفتگو اور اس کے ذوق کی جدائی سے

لابہ و زاری ہمی کردند و او
لوگ خوشامد اور عاجزی کرتے تھے اور وہ
از ریاضت گشتہ در خلوت دو تو
مجاہدہ کی وجہ سے تنہائی میں کبڑا ہو گیا تھا

گفتہ ایشاں بے تو مارا نیست نور
انہوں نے کہا تیرے بغیر ہمارے لئے روشنی نہیں ہے
بے عصاکش چوں بود احوالِ کور
لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر نابینا کا حال کیا ہوگا؟

از سرِ اکرام و از بہر خدا
ازراہ مہربانی اور خدا کے لئے
بیش ازیں از خود مکن مارا جدا
اس سے زیادہ ہم کو اپنے سے جدا نہ کر

---

1. خراب۔ ویرانہ۔ در آتش۔ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈلوا دیا لیکن وہ آگ باغ بن گئی۔ سبب سازی۔ سبب بنانا، علت ومعلول کا سلسلہ قائم کرنا یعنی ایک وجود کو کسی دوسرے وجود پر موقوف رکھنا۔ سبب سوزی۔ بلا علت کوئی کام کرنا۔
2. سوفسطائی۔ حکماء کا ایک گروہ ہے جو کسی حقیقت کو موجود نہیں مانتا، ہر شے کے وجود کو وہمی اور خیالی مانتا ہے۔ ماکر۔ مکر کرنے والا۔ حال۔ عالت مستی۔ قال۔ گفتگو۔ ذوق۔ وجدان، روحانی احساس۔ لابہ۔ خوشامد۔ زاری۔ عاجزی۔ دوتو۔ کبڑا، خمی، دوہرا۔ کور۔ نابینا۔

ما چو طفلانیم و مارا دایہ[1] تو — بر سر ما گستراں آں سایہ تو
ہم بچوں کی طرح ہیں اور تو ہماری دایہ ہے — وہی سایہ تو ہمارے اوپر ڈال دے

گفت جانم از محباں دور نیست — لیک بیروں آمدن دستور نیست
اس نے کہا میری جان دوستوں سے دور نہیں ہے — لیکن باہر آنے کا میرے لئے حکم نہیں ہے

آں امیراں در شفاعت آمدند — واں مُریداں در ضراعت آمدند
وہ امیر سفارش کے لئے آئے — اور وہ مُرید عاجزی کرنے لگے

کانیچہ بدبختی ست مارا اے کریم — از دل و دیں ماندہ ما بے تو یتیم
کہ اے بزرگ! یہ ہماری کیسی بدبختی ہے — ہم دل اور دین سے تیرے بغیر محروم رہ گئے

تو بہانہ می کنی و مازِ درد — میزنیم از سوزِ دل دمہائے سرد
تو تو بہانہ کر رہا ہے اور ہم درد سے — دل کی جلن سے ٹھنڈی آہیں بھر رہے ہیں

ما بگفتارِ خوشت خو کردہ ایم — ماز شِیرِ حکمت تو خوردہ ایم
ہمیں تیری میٹھی باتوں کی عادت ہو گئی ہے — ہم نے تیری دانائی کا دودھ پیا ہے

اللہ اللہ ایں جفا با ما مکن — لطف کن امروز را فردا مکن
خدا کے لئے یہ ظلم ہم پر نہ کر — مہربانی کر، اور آج کو کل پر نہ ٹال

می دہد دل مر ترا کیں بیدلاں[2] — بے تو گردند آخر از بے حاصلاں
کیا تیرا دل اس کی اجازت دیتا ہے کہ یہ بیدل — تیرے بغیر محرومیوں میں شامل ہو جائیں؟

جملہ در خشکی چو ماہی می طپند — آب را بکشاز جُو بردار بند
سب ایسے تڑپ رہے ہیں جیسے مچھلی خشکی میں — پانی کھول دے اور نہر سے بند اٹھا دے

ایکہ چونتو در زمانہ نیست کس — اللہ اللہ خلق را فریاد رس
اے وہ کہ دنیا میں تجھ جیسا کوئی نہیں ہے! — خدا کے لئے لوگوں کی فریاد سن لے

دفع کردن وزیر مریدان و اتباعِ خود را

وزیر کا اپنے مریدوں اور متبعین کو دفع کرنا

گفت ہاں اے سُخرگانِ گفتگو — وعظ و گفتار و زبان و گوش جو
اس نے کہا، خبردار! اے گفتگو کے پابندو! — وعظ اور کان، گفتار اور زبان کے تلاش کرنے والو

پنبہ اندر گوشِ حِسّ دوں کنید — بند حس از چشم خود بیروں کنید
حسی کان کے اندر روئی ٹھونس لو — اپنی آنکھ سے ظاہری رکاوٹ دور کرو

---

1. دایہ۔ دودھ پلانے والی عورت، انا۔ دستور۔ حکم، اجازت، طریقہ۔ امیراں۔ بارہ سردار۔ ضراعت۔ عاجزی، خوشامد۔ کریم۔ بزرگ۔ یتیم۔ بے باپ کا بچہ، محروم۔ دمہائے سرد۔ ٹھنڈے سانس۔ خو۔ عادت۔ شیر۔ دودھ۔ حکمت۔ دانائی۔ خوردہ۔ نوشیدہ۔ دل دادن۔ آمادہ کرنا۔

2. بیدل۔ عاشق۔ بے حاصل۔ محروم۔ طپیدن۔ تپیدن، تڑپنا، جلنا۔ ہاں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ سخرگان۔ سخرہ کی جمع ہے، تابع۔ پنبہ۔ روئی۔ گوشِ حس۔ ظاہری کان۔ دون۔ کمینہ۔ چشم۔ یعنی قلبی بینائی۔

پنبهٔ آں گوشِ سِرّ[1] گوشِ سرست ۔ تا نگردد ایں۔ کرآں باطن کرست

باطنی کان کی روئی، سر کا کان ہے ۔ جب تک یہ بہرا نہ ہو باطن بہرا ہے

بے حس و بے گوش و بے فکرت شوید ۔ تا خطاب اِرجعی را بشنوید

بے حس اور بغیر کان کے اور بے فکر ہو جاؤ ۔ تاکہ ''ارجعی'' کے خطاب کو سنو

تابگفت و گوئے بیداری دری ۔ توزگفت خواب کے بوئے بری

جب تک تو بیداری کی گفتگو میں ہے ۔ تو خواب کی گفتگو سے کب خوشبو حاصل کر سکتا ہے؟

سیر بیرونی ست فعل و قولِ ما ۔ سَیرِ باطن ہست بالائے سما

ہمارا فعل اور قول بیرونی سیر ہے ۔ باطنی سیر آسمانوں پر ہے

حس خشکی دید کز خشکی بزاد ۔ موسیٰ جان پائے بر دریا نہاد

جس نے خشکی دیکھی ہے چونکہ وہ خشکی سے پیدا ہوئی ۔ جان کے موسیٰ نے دریا پر قدم دھر دیا

سیر جسم خشک بر خشکی فتاد ۔ سَیرِ جاں پا در دلِ دریا نہاد

خشک جسم کی سیر، خشکی پر ہوئی ہے ۔ جان کی سیر نے دریا کے دل پر پیر دھر دیا ہے

چونکہ عمر اندر رہِ خشکی گذشت ۔ گاہ کوہ گاہ صحراء گاہ دشت

چونکہ عمر خشکی کے راستہ میں کٹی ہے ۔ کبھی پہاڑ، کبھی جنگل اور کبھی میدان میں

آبِ حیواں را کجا خواہی تو یافت ۔ موجِ دریا را کجا خواہی شگافت

تو آب حیات کو کب پا سکے گا؟ ۔ دریا کی موج کو کب چیر سکے گا؟

موجِ خاکی فہم و وہم و فکر ماست ۔ موجِ آبی محو[2] و سُکرست و فناست

خاکی موج، ہماری سمجھ، ہمارا وہم اور ہماری سوچ ہے ۔ آبی موج محویت اور سکر اور فنا ہے

تا دریں سُکری ازاں سُکری تو دُور ۔ تا ازیں مستی ازاں جامے نفور

جب تک تو اس سکر میں ہے اس سکر سے دور ہے ۔ جب تک تو اس سے مست ہے اس جام سے نفرت کرنیوالا ہے

گفتگوئے ظاہر آمد چوں غبار ۔ مدتے خاموش خو کن ہوشدار

ظاہری گفتگو، غبار کی مانند ہے ۔ کچھ مدت چپ رہنے کی عادت ڈال، ہوش میں آ

مکرر عرض کردن مُریداں کہ خلوت را بشکن

مریدوں کا مکرر عرض کرنا کہ خلوت کو چھوڑیے

---

1. گوشِ سِرّ ۔ باطنی کان۔ گوشِ سَر ۔ ظاہری کان، یعنی جب تک ظاہری کان کھلے ہوئے ہیں، باطنی کان کام نہیں کرتے ۔ اِرجعی ۔ تو لوٹ آ، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً یعنی اے مطمئن جان اپنے پروردگار کی طرف خود خوش ہوتی، اور اس کو خوش کرتی لوٹ جا۔ حسؔ ۔ یعنی حس ظاہری، چونکہ مٹی سے بنا ہے لہٰذا اس کی سیر گاہ بھی عالم آب وگل ہے۔ روحؔ ۔ ملاء اعلیٰ کی چیز ہے، اس کی سیر بھی ملاء اعلیٰ میں ہوتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدائش کے بعد دریائے نیل میں بہا دیے گئے تھے۔ دریاؔ ۔ یعنی عالم آخرت۔
2. محوؔ ۔ مٹا دینا، تصوف کی اصطلاح میں فنائی الذات کو کہتے ہیں جس کے مقابل اثبات ہے۔ سُکرؔ ۔ مستی، تصوف میں وہ کیفیت مراد ہے، جس میں انوارِ غیبی کے غلبہ سے ظاہری اور باطنی احکام میں امتیاز ختم ہو جاتا ہے، اس کے بالمقابل کیفیت صحو ہے۔ سُکرؔ ۔ یعنی انوارِ غیبی کے غلبہ کی کیفیت ۔ جامؔ ۔ یعنی جام معرفت ۔ نفورؔ ۔ متنفر ۔ غبارؔ ۔ یعنی حجاب قلب، حدیث شریف میں ہے، کثرت کلام دل میں قساوت پیدا کرتا ہے۔

جملہ گفتند اے حکیم رخنہ[1] جو
سب نے کہا، اے حکیم، خلل انداز
ایں فریب و ایں جفا با ما مگو
یہ فریب اور یہ ظلم، ہمیں نہ سنا

ما اسیرانیم تا کے ایں فریب
ہم قیدی ہیں، یہ فریب کب تک؟
بیدل و جانیم تا کے ایں عتیب
ہم بے دل اور بے جان ہیں، یہ غصہ کب تک؟

چوں پذیرفتی تو مارا ز ابتدا
تو نے جب ہمیں ابتداء سے قبول کر لیا ہے
مرحمت کن ہم چنیں تا انتہا
اسی طرح آخر تک ہم پر رحم کر

ضعف و عجز و فقر ما دانستۂ
تو نے ہماری کمزوری، عاجزی اور احتیاج جان لی ہے
دردِ ما را ہم دوا دانستۂ
ہمارے درد کی دوا بھی تو نے جان لی ہے

چارپا را قدرِ طاقت بار نہ
چوپائے پر طاقت کے مطابق بوجھ لاد
بر ضعیفاں قدرِ قوت کار نہ
کمزوروں پر بقدرِ قوت کام ڈال

دانۂ ہر مرغ[2] اندازہ ویست
ہر پرندہ کا دانہ اس کے اندازے کے مطابق ہے
طعمۂ ہر مرغ انجیرے کے ست
ہر پرندہ کی خوراک انجیر کب ہے؟

طفل را گر ناں دہی بر جائے شیر
تو اگر بچے کو دودھ کی بجائے روٹی دے
طفل مسکیں را ازاں ناں مُردہ گیر
مسکین بچہ کو اس روٹی سے مردہ سمجھ

چونکہ دنداںہا بر آرد بعد ازاں
جب وہ دانت نکال لے گا
خودبخود گردد دلش جویائے ناں
تو اس کا دل خودبخود روٹی کی تلاش کرے گا

مُرغِ پَر نارُستہ چوں پرّاں شود
جس پرندے کے پر نہ نکلے ہوں جب وہ اڑے گا
لقمۂ ہر گربۂ درّاں شود
ہر درندہ بلی کا لقمہ بن جائے گا

چوں برآرد پَر پرّد اُو بخود
جب پر نکال لے گا وہ خودبخود اڑے گا
بے تکلف بے صفیر نیک و بد
اچھی، بری سیٹی کے بغیر، بلاتکلف

دیو را نطق تو خامش می کند
تیری گفتگو، شیطان کو چپ کر دیتی ہے
گوش مارا گفت تو ہش می کند
تیری گفتگو ہمارے کان کو ہوشمند کر دیتی ہے

گوش ماہوش ست چوں گویا توئی
جب تو گویا ہوتا ہے ہمارے کان (ہمہ تن) ہوش ہوتے ہیں
خشک ما بحرست چوں دریا توئی
چونکہ تو دریا ہے، ہمارا خشک بھی سمندر ہے

با تو مارا خاک بہتر از فلک
تیرے ساتھ، ہمارے لئے زمین آسمان سے بہتر ہے
اے سماک از تو منور تا سمک
اے وہ ذات کہ تجھ جیسے سماک سے سمک تک روشن ہے

[1] رخنہ جو۔ چونکہ ہماری تباہی کو پسند کر رہا ہے۔ اسیر۔ محبت کا قیدی۔ عتیب۔ عتاب کا امالہ ہے، غصہ، ناراضی۔ چوں۔ وضعداری یہی ہے کہ جب ہمیں خادم بنایا ہے تو خادم بنائے رکھ۔ دانستۂ۔ یعنی تجھے معلوم ہے کہ ہماری دوا تیرا اقرب ہے۔ چارپاء۔ یعنی ہمارے ساتھ اب وہ برتاؤ نہ کر جو ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔ دانہ۔ ہر پرندہ کا دانہ اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔

[2] مرغ۔ تو ہمارے لئے بمنزلہ پروں کے ہے، تیرے بغیر ہماری ہلاکت ہے۔ دیو۔ شیطان۔ نطق۔ گویائی۔ ہش۔ ہوش کا مخفف ہے یعنی ہمارا شیطان سے بچاؤ اور ہمارا ہوش تیری صحبت اور گفتگو پر موقوف ہے۔ سماک۔ ستارہ کا نام ہے سمک۔ مچھلی۔

بے تو مارا بر فلک تاریکی ست
تیرے بغیر ہمارے لئے آسمان پر اندھیرا ہے
با تو اے مہ ایں زمین تاری کے ست
اے چاند! تیرے ہوتے ہوئے یہ زمین کب اندھیری ہے؟

بامہ روئے تو شب تاری کے ست
تیرے چہرہ کے چاند کے ہوتے ہوئے رات کب تاریک ہے؟
روز را بے نورِ تو تاریکی ست
دن، تیرے نور کے بغیر تاریک ہے

با تو بر خاک از فلک بُردیم دست[1]
تیرے ذریعہ زمین پر رہتے ہوئے ہم آسمان پر سبقت لے گئے
بر سما ما بے تو چوں خاکیم پست
تیرے بغیر ہم آسمان پر بھی زمین کی طرح پست ہیں

صورتِ رفعت بود افلاک را
آسمانوں کو ظاہری بلندی حاصل ہے
معنیٔ رفعت روانِ پاک را
پاک، روح کو معنوی بلندی حاصل ہے

صورتِ رفعت برائے جسمہاست
جسموں کی، ظاہری بلندی ہے
جسمہا در پیشِ معنیٰ اسمہاست
جسم، معنی کے سامنے (محض) نام ہیں

اللہ، اللہ یک نظر برما فگن
للہ ہم پر ایک نظر ڈال دے
لَا تُقَنِّطْنَا فَقَدْ طَالَ الْحَزَنُ
ہمیں مایوس نہ کر، غم دراز ہو گیا ہے

جواب گفتن وزیر کہ خلوت را نمی شکنم

وزیر کا جواب دینا کہ میں تنہائی نہ چھوڑوں گا

گفت حجت ہائے خود کو تہ کنید
اس نے کہا اپنی حجتوں کو مختصر کرو
پند را در جان و در دل رہ کنید
جان اور دل میں نصیحت کو راستہ دو

گر امینم متّہم نبو امیں
اگر میں امانتدار ہوں تو امین متہم نہیں ہوتا ہے
گر بگویم آسماں را من زمیں
خواہ میں آسمان کو زمین کہوں

گر کمالم باکمال انکار چیست
اگر میں کامل ہوں، تو کمال کے ہوتے ہوئے انکار کیا ہے؟
ورنیم ایں زحمت و آزار چیست
اور اگر نہیں ہوں تو یہ زحمت اور تکلیف کیوں ہے؟

من نخواہم شد ازیں خلوت بروں
میں خلوت سے باہر نہ نکلوں گا
زانکہ مشغولم باحوالِ دروں
اس لئے کہ میں باطنی احوال میں مشغول ہوں

لا بہ کردن مریداں در خلوتِ وزیر بارِ دگر

وزیر کی خلوت کے متعلق مریدوں کا دوبارہ خوشامد کرنا

جملہ گفتند اے وزیر انکار نیست
سب نے کہا اے وزیر! انکار نہیں ہے
گفت ما چوں گفتۂ اغیار نیست
ہماری بات غیروں کی سی بات نہیں ہے

اشک دیدہ است از فراقِ تو دواں
تیری جدائی سے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں
آہ آہ ست از میانِ جاں رواں
جان سے آہ آہ نکل رہی ہے

---

[1] بردیم دست۔ دست بُردن، غالب آنا، سبقت لے جانا۔ سما۔ آسمان۔ صورت رفعت۔ ظاہری بلندی۔ معنی رفعت۔ حقیقی بلندی۔ پند را۔ یعنی نصیحت کو دل و جان سے قبول کرلو۔ متہم۔ تہمت زدہ۔ گفت۔ گفتگو۔ گفتہ۔ کہا ہوا۔ اغیار۔ غیر کی جمع یعنی ہماری یہ باتیں اپنوں کی باتیں جو آپ کے کمال کے انکار کی وجہ سے نہیں ہیں۔ اشک۔ اگر کمال کا انکار ہوتا تو ہماری یہ حالت کیوں ہوتی۔ تاری۔ اندھیرا۔

طفل[1] با دایہ نہ استیزد ولیک
بچہ دایہ سے نہیں لڑتا لیکن
گرید اُو گرچہ نہ بد داند نہ نیک
وہ روتا ہے اگرچہ اچھا برا نہیں جانتا ہے

ماچو چنگیم و تو زخمہ میزنی
ہم سارنگی کی طرح ہیں اور تو مضراب مارتا ہے
زاری از ما نے تو زاری میکنی
رونا ہمارا نہیں ہے تو روتا ہے

ما چو نائیم و نوا در ما ز تست
ہم بانسری کی طرح ہیں اور ہم میں آواز تجھ سے ہے
ما چو کوہیم و صدا در ما ز تست
ہم پہاڑ کی طرح ہیں اور ہم میں گونج تجھ سے ہے

ما چو شطرنجیم اندر بُرد و مات
ہار جیت میں ہم شطرنج کی طرح ہیں
بُرد و ماتِ ما ز تست اے خوش صفات
اے خوش صفات! ہماری ہار جیت تیری طرف سے ہے

ما کہ باشیم اے تو ما را جانِ جاں
اے وہ کہ تو ہماری جان کی جان ہے ہم کیا ہوتے ہیں؟
تا کہ ما باشیم با تو درمیاں
تیرے ہوتے ہوئے، درمیان میں ہم کون ہوتے ہیں؟

ما عدمہائیم و ہستی ہائے ما
ہم اور ہماری ہستیاں معدوم ہیں
تو وجودِ مطلق فانی[2] نما
تو فانی نما، وجودِ مطلق ہے

ماہمہ شیراں و لے شیرِ علم
ہم سب شیر ہیں لیکن جھنڈے کے شیر
حملۂ شاں از باد باشد دمبدم
جس کا مسلسل حملہ ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے

حملہ شاں پیدا و ناپیداست باد
ان کا حملہ نظروں میں ظاہر ہے اور ہوا نظر سے غائب ہے
آنکہ ناپیداست ہرگز گم مباد
وہ ذات جو کہ نظروں سے غائب ہے، کبھی (دل سے) گم نہ ہو

بادِ ما و بودِ ما از دادِ تست
ہماری ہوا اور ہمارا وجود تیری عطا سے ہے
ہستی ما جملہ از ایجادِ تست
ہم سب کی ہستی تیری ایجاد سے ہے

لذتِ ہستی نمودی نیست را
تو نے معدوم کو وجود کی لذت چکھائی
عاشقِ خود کردہ بودی نیست را
تو نے معدوم کو اپنا عاشق بنایا تھا

لذتِ انعامِ خود را وا مگیر
اپنے انعام کی لذت کو واپس نہ لے
نقل و خمر و جامِ خود را وا مگیر
شراب کے نقل اور اپنے جام کو واپس نہ لے

ور بگیری کیست جست و جو کند
اور اگر تو لے لے کون ہے جو جستجو کر سکے؟
نقش با نقاش چوں نیرو کند
نقش، نقاش کے ساتھ کیا زور آزمائی کرے؟

منگر اندر ما مکن در ما نظر
ہمیں نہ دیکھ، ہم پر نظر نہ کر
اندر اکرام و سخائے خود نگر
اپنے اکرام اور سخاوت کو دیکھ

---

1. طفل۔ یعنی بچہ اپنی اندرونی تکلیف سے روتا ہے ماں کو ستانا مقصود نہیں ہوتا اس لئے ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس سے مقصد آپ کو ستانا نہیں ہے۔ ماچو چنگیم۔ یہاں سے مولانا کا اپنا بیان شروع ہو گیا ہے، اس کا تعلق وزیر کے مریدوں سے نہیں ہے۔ نائے۔ بانسری۔ نوا۔ آواز۔ صدا۔ گونج، آوازِ بازگشت۔ شطرنج۔ مشہور کھیل ہے۔ بردومات۔ ہار جیت۔ ماکہ باشیم۔ تیرے وجود کے بالمقابل ہمارا وجود معدوم ہے۔
2. فانی نما۔ یعنی ممکن کا وجود حقیقت میں کچھ نہیں، صرف نظر آتا ہے لہٰذا وہ ہستی نما عدم ہے اور واجب کا وجود حقیقی ہے جو نظر نہیں آتا لہٰذا وہ وجودِ مطلق فانی نما ہے۔ حملہ شاں۔ جھنڈا ہوا سے ہلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیر حملہ آور ہے۔ لذتِ ہستی۔ ہم معدوم تھے تو نے وجود کا مزا چکھایا ازل میں ہم سے عہد الست لے کر ہم کو شیدا بنادیا۔ وا۔ باز، واپس۔ نقل۔ وہ میوہ یا نمکین وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ نقش۔ ممکنات، واجب کا نقش و نگار ہیں۔

مانبودیم[1] و تقاضا ماں نبود — لطف تو ناگفتۂ ما می‌شنود

نہ ہم تھے نہ ہمارا تقاضا تھا — تیری مہربانی ہماری ان کہی سنتی تھی

نقش باشد پیشِ نقاش و قلم — عاجز و بستہ چو کودک در شکم

نقش، نقاش اور قلم کے سامنے ہوتا ہے — عاجز اور مجبور جس طرح بچہ، پیٹ میں

پیشِ قدرت خلق جملہ بارگہ — عاجزاں چوں پیشِ سوزن کارگہ

قدرت کے سامنے عالم کی تمام مخلوقات — عاجز ہیں جس طرح سوئی کے سامنے کڑھائی کا کپڑا

گاہ نقش دیو و گہ آدم کند — گاہ نقش شادی و گہ غم کند

کبھی شیطان کا کبھی آدم کا نقش بناتا ہے — کبھی خوشی کا اور کبھی غم کا نقش کھینچتا ہے

دست نے تا دست جنباند بدفع — نطق نے تادم زند از ضر و نفع

کوئی ہاتھ نہیں جو روکنے کو ہاتھ ہلائے — گویائی نہیں، جو نفع اور نقصان پر دم مارے

تو زقرآں باز خواں تفسیر بیت — گفت ایزد مَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ

تو قرآن سے (اس) شعر کی تفسیر پڑھ لے — اللہ نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا

گر پراَنیم تیر آں کے زماست — ما کمان[2] و تیر اندازش خداست

اگر ہم تیر چلائیں تو وہ ہماری وجہ سے کب ہے؟ — ہم تو کمان ہیں اور تیر چلانے والا خدا ہے

ایں نہ جبر ایں معنی جباری ست — ذکر جباری برائے زاری ست

یہ جبر نہیں ہے، یہ جباری کے معنی ہیں — جباری کا ذکر (انسان کا) عجز ظاہر کرنے کے لئے ہے

زاریِ ماشد دلیل اِضطرار — خجلت ماشد دلیل اختیار

ہمارا عجز، اضطرار کی دلیل ہے — ہماری شرمندگی، اختیار کی دلیل ہے

گر نبودے اختیار ایں شرم چیست؟ — ویں دریغ[3] و خجلت و آزرم چیست؟

اگر اختیار نہ ہوتا تو یہ شرم کیا ہے؟ — اور یہ افسوس اور شرمندگی اور صلح جوئی کیا ہے؟

زجر اُستاداں بشاگرداں چراست؟ — خاطر از تدبیر ہا گرداں چراست؟

استادوں کی جھڑکی، شاگردوں کو کیوں ہے؟ — تدبیروں میں طبیعتیں سرگرداں کیوں ہیں؟

---

1. مانبودیم۔ ہمارا وجود بھی نعمت ہے جو بلا مانگے ملی اور ہمیں اشرف المخلوقات بنایا۔ عاجز و بستہ۔ اگر خدا اپنی نعمتیں ہم سے چھین لے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ بارگہ۔ عالم، دنیا۔ سوزن۔ سوئی۔ کارگہ۔ وہ کپڑا جس پر نقاش بیل بوٹے کاڑھتا ہے۔ دست۔ ہاتھ، طاقت۔ دفع۔ روکنا، دھکیلنا۔ نطق۔ قوت گویائی۔ ضر۔ نقصان۔ بیت۔ یعنی ان اشعار کی تفسیر۔ مَا رَمَیۡتَ۔ غزوۂ بدر میں آنحضور ﷺ نے ایک مٹھی کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں جس سے وہ بدحواس ہو کر شکست کھا گئے۔

2. ماکمان۔ ہم محض ایک آلہ ہیں اصل فاعل خدا کی ذات ہے۔ جبر۔ زبردستی، فرقہ جبریہ کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے، اسے بالکل اختیار نہیں ہے، اہل سنت کے نزدیک انسان کو اختیار ہے لیکن یہ اختیار خدا کے اختیار کے تابع ہے۔ جباری۔ زبردستی، دباؤ۔ زاری۔ ضعف، ناتوانی۔ برائے۔ یعنی اللہ کی جباری سے انسان کا مجبور محض ہونا لازم نہیں آتا۔ اضطرار۔ مجبوری۔ خجلت۔ شرمندگی یعنی انسان میں جبر اور اختیار ملا جلا ہے، لہٰذا وہ مضطر بھی ہے اور مختار بھی۔

3. دریغ۔ افسوس۔ آزرم۔ صلح جوئی۔ شرم چیست۔ اگر انسان مجبور محض ہوتا تو اپنے گناہوں پر کیوں شرماتا۔ زجر۔ جھڑکی۔ خاطر۔ طبیعت، دل۔ گرداں۔ پریشان۔ چراست۔ یعنی اگر شاگرد مجبور محض ہوتا تو استاد اس کو کیوں جھڑکتا۔ گرداں۔ مدبروں کا تدبیریں کرنا بھی جبر کے منافی ہے۔

ور[1] تو گوئی غافل ست از جبر او
اگر تو کہے، وہ جبر سے غافل ہے
ماہِ حق پنہاں کند در ابر او
اللہ کا چاند اس کو اپنے ابر میں چھپا دیتا ہے

ہست ایں را خوش جواب ار بشنوی
اگر تو سنے تو اس کا (بھی) اچھا جواب ہے
بگذری از کفر و بر دیں بگروی
تو کفر سے بچ جائے گا اور دین پر مائل ہو جائے گا

حسرت و زاری کہ در بیماری ست
حسرت اور عاجزی جو بیماری میں ہے
وقتِ بیماری ہمہ بیداری است
بیماری کا وقت پوری بیداری ہے

آں زماں کہ میشوی بیمارِ تو
جس وقت تو بیمار ہوتا ہے
میکنی از جرم استغفارِ تو
تو گناہ سے توبہ کرتا ہے

می نماید بر تو زشتی گنہ
تیرے اوپر گناہ کی برائی کھل جاتی ہے
میکنی نیت کہ باز آیم برہ
تو ارادہ کرتا ہے کہ راہِ راست پر لوٹ آؤں گا

عہد و پیماں میکنی کہ بعد ازیں
تو عہد اور پیماں کرتا ہے کہ اس کے بعد
جز کہ طاعت نبودم کارِ گزیں
عبادت کے علاوہ کوئی کام نہ کروں گا

پس یقیں گشت آنکہ بیماری ترا
لہٰذا یقین ہو گیا کہ تیری بیماری
می بہ بخشد ہوش[2] و بیداری ترا
تجھے ہوش اور بیداری بخشتی ہے

پس بداں ایں اصل را اے اصل جو
اے راز کے طالب! اس حقیقت کو سمجھ لے
ہر کرا درد است او بُردست بو
جس میں درد ہے اس کو پتہ مل گیا ہے

ہر کہ او بیدار تر پُر درد تر
جو زیادہ ہوشمند ہے وہی زیادہ پُردرد ہے
ہر کہ او آگاہ تر رخ زرد تر
جو زیادہ باخبر ہے اس کا چہرہ زیادہ زرد ہے

گر زجبرش آگہی زاریت کو
اگر تو اس کے جبر کا معتقد ہے تو تیری عاجزی کہاں ہے؟
جنبش زنجیر جباریت کو
تیری مجبوری کی زنجیر کی جھنکار کہاں ہے؟

بستہ در زنجیر رادی چوں کند
زنجیر سے جکڑا ہوا، سخاوت کیسے کر سکتا ہے؟
چوب اشکستہ عمادی چوں کند
ٹوٹی ہوئی لکڑی ستون کب بن سکتی ہے؟

کے اسیر حبس آزادی کند
قید خانہ کا قیدی، آزادی کب منا سکتا ہے؟
کے گرفتارِ بلا شادی کند
مصیبت میں گرفتار، خوشی کب منا سکتا ہے؟

ور تو می بینی کہ پایت بستہ اند
اگر تو دیکھتا ہے کہ تیرے پیر باندھ دیئے ہیں
بر تو سرہنگانِ شہ بنشستہ اند
تجھ پر بادشاہ کے سپاہی مسلط ہیں

---

1. ور۔ یعنی اگر یہ اعتراض ہو کہ مدبروں کی سرگردانی اور استاد کا جھڑکنا اس بنیاد پر ہے کہ ان کو جبر کا احساس نہیں۔ خوش جواب۔ اس کا بہت اچھا جواب ہے جو آئندہ اشعار میں مذکور ہے۔ بگروی۔ گرویدن کا فعل مضارع ہے بمعنی مائل ہونا، جھکنا۔ بیداری۔ غفلت کے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ استغفار۔ استغفر اللہ پڑھنا یعنی اے اللہ ہمیں معاف کر دے۔ راہ۔ ہدایت کا راستہ۔

2. ہوش۔ تو معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے جبر و اختیار کا صحیح ہوش بیماری کے وقت ہو جاتا ہے۔ اصل۔ قاعدۂ کلیہ۔ بو۔ خوشبو۔ رخ زرد۔ چہرے کی زردی خوف کی علامت ہے۔ گر۔ اگر اللہ کی طرف سے جبر ہو تو انسان کو ہر کام میں عاجز ہونا چاہیئے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور کہیں تو جبر کی آواز ہونی چاہیئے۔ رادی۔ سخاوت۔ راد۔ سخی۔ اسیر۔ قیدی۔ حبس۔ قید خانہ۔ سرہنگ۔ سپاہی۔

پس تو سرہنگی[1] مکن با عاجزاں
لہذا تو کمزوروں پر سپاہی نہ بن
زانکہ نبود طبع و خوئے عاجزاں
اسلئے کہ یہ عاجزوں کی طبیعت اور عادت نہیں ہوتی ہے

چوں تو جبر اُو نمی بینی مگو
جب تو اس کا جبر نہیں دیکھتا ہے تو قائل نہ ہو
ور ہمی بینی نشانِ دید کو
اور اگر تو دیکھتا ہے، تو دیکھنے کی دلیل کہاں ہے؟

اندراں کاریکہ میل سَفقت بداں
جس کام میں تیرا میلان ہوتا ہے اُس میں
قدرتِ خود را ہمی بینی عیاں
تو اپنی قدرت کو کھلا دیکھتا ہے

اندراں کاریکہ میلت نیست و خواست
جس کام میں تیری خواہش اور میلان نہیں ہے
اندراں جبری شوی کیں از خداست
اس میں تو جبری بنتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ہے

انبیاء در کارِ دنیا جبری اند
انبیاء دنیا کے کام میں جبری ہیں
کافراں در کارِ عقبیٰ جبری اند
کافر، آخرت کے کام میں جبری ہیں

انبیاء را کارِ عقبیٰ اختیار
انبیاء کے لئے آخرت کے کام اختیاری ہیں
کافراں را کارِ دنیا اختیار
کافروں کے لئے دنیا کے کام اختیاری ہیں

زانکہ ہر مرغے بسوئے جنس خویش
کیونکہ ہر پرندہ اپنی جنس کی طرف
میرود اُو در پس و جاں پیش پیش
پیچھے پیچھے جاتا ہے اور جان آگے آگے

کافراں چوں جنس سجّین آمدند
کافر، چونکہ سجین کی جنس کے ہیں
سجن دنیا را خوش آئین آمدند
دنیا کے قید خانہ کے قوانین خوب سمجھتے ہیں

انبیاء[2] چوں جنس علیّین بدند
انبیاء چونکہ علیین کی جنس کے تھے
سوئے علیین بجان و دل شدند
اس لئے وہ دل و جان سے علیین کی طرف متوجہ ہوئے

ایخدا بنما تو جاں را آں مقام
اے خدا! تو جان کو وہ مقام دکھا دے!
کاندر و بے حرف میروید کلام
جہاں بلا حرفوں کے کلام بنتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد لیک ما
اس بات کی تو کوئی انتہا نہیں ہے لیکن ہم
باز گوئیم آں تمامی قصہ را
پھر اس باقی قصہ کو سناتے ہیں

نومید کردن وزیر مریداں را در نقضِ خلوت

وزیر کا مریدوں کو تنہائی چھوڑنے سے ناامید کرنا

آں وزیر از اندروں آواز داد
اس وزیر نے اندر سے آواز دی
کاے مریداں از من ایں معلوم باد
اے مریدو! میری جانب سے یہ معلوم رہے

کہ مرا عیسیٰؑ چنیں پیغام کرد
کہ مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا پیغام دیا ہے
کز ہمہ یاران و خویشاں باش فرد
کہ تمام دوستوں اور اپنوں سے اکیلے رہو

---

[1] سرہنگی۔ سپاہیانہ جبر و تشدد۔ زانکہ۔ مجبور دوسروں پر جبر نہیں کر سکتا اور انسان دوسروں پر ظلم و جبر کرتا ہے۔ خواست۔ خواہش۔ جبری۔ مجبور۔ کیں۔ کہ ایں۔ از خداست۔ یہ انسان کی عادت ہے کہ حسب منشاء کاموں میں اپنا اختیار سمجھتا ہے اور جو کام نہ کرنا چاہے اس میں اپنے آپ کو مجبور ظاہر کرتا ہے۔

[2] انبیاء۔ دنیاوی کاموں میں ترک اسباب کرتے ہیں اور کافر آخرت کے کاموں میں۔ اختیار۔ انبیاء آخرت کے کاموں کو اختیاری سمجھتے ہیں اور کافر دنیا کے کاموں کو۔ ہر مرغے۔ پرندہ اس قدر خوشی سے جاتا ہے کہ خود تو پیچھے ہو جاتا ہے اور اس کی جان اس سے بھی آگے ہوتی ہے۔ سجین۔ وہ جگہ جہاں کفار کے نام محفوظ ہیں، جہنم کی ایک وادی کا بھی نام ہے۔ علیین۔ نیکوں کا رجسٹر، جنت کا ایک مقام۔ جان را۔ یعنی روح کو وہ مقام عنایت فرما دے جہاں بلا قال و قیل مکاشفہ سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

روئے در دیوار کن تنہا نشیں — وز وجودِ خویش ہم خلوت گزیں
گوشہ نشین بن، اکیلا بیٹھ — اپنے وجود سے بھی تنہائی اختیار کر

بعد ازیں دستوریِ گفتار نیست — بعد ازیں با گفتگویم کار نیست
اس کے بعد بات چیت کا حکم نہیں ہے — اس کے بعد بات چیت سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے

الوداع اے دوستاں من مُردہ ام — رخت بر چارم[1] فلک بَر بُردہ ام
اے دوستو! رخصت، میں مُردہ ہوں — سامان چوتھے آسمان پر لے جا چکا ہوں

تا بزیرِ چرخِ ناری چوں حطب — می نسوزم در عنا و درعَطب
تاکہ میں آگ کے کرہ کے نیچے، ایندھن کی طرح — مشقت اور محنت میں نہ جلوں

پہلوئے عیسیٰؑ نشینم بعد ازیں — بر فرازِ آسمانِ چارمیں
اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلو میں بیٹھوں گا — چوتھے آسمان کی بلندی پر

ولی عہد ساختن وزیر ہر یک امیر را جدا جدا

ولی عہد بنانا وزیر کا ہر سردار کو علیحدہ علیحدہؔ

وانگہانے آں امیراں را بخواند — یک بیک تنہا بہر یک حرف راند
تب ان امیروں کو بلایا — اور ایک ایک کر کے تنہائی میں ہر ایک سے بات کی

گفت ہر یک رابدین عیسوی — نائب حق و خلیفہ من توئی
ہر ایک سے کہا کہ عیسوی دین میں — اللہ کا نائب اور میرا خلیفہ تو ہی ہے

واں امیرانِ دِگر اَتباعِ تو — کرد عیسیٰؑ جملہ را اشیاعِ تو
اور دوسرے امیر، تیرے تابع ہیں — حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب کو تیرا پیرو بنا دیا ہے

ہر امیرے کو کشد گردن بگیر — یا بکش یا خود ہمیدارش اَسیر
جو امیر سرکشی کرے اس کو گرفتار کر لے — یا مار ڈال یا اس کو اپنا قیدی بنا لے

لیک تامن زندہ ام ایں را مگو — تانمیرم ایں ریاست را مجو
لیکن جب تک میں زندہ ہوں یہ بات نہ کہنا — جب تک میں مر نہ جاؤں اس سرداری کی کوشش نہ کرنا

تانمیرم من تو ایں پیدا مکن — دعویٰ شاہی و استیلاء مکن
جب تک میں نہ مروں یہ ظاہر نہ کرنا — بادشاہی اور غلبہ کا دعویٰ نہ کرنا

اینک ایں طومار و احکامِ مسیح — یک بیک بر خواں تو بر امت فصیح
اب یہ دفتر اور حضرتِ مسیح کے احکام — ایک ایک کر کے صاف طور پر قوم کے سامنے پڑھ دے

ہر امیرے را چنیں گفت اُو جدا — نیست نائب جز تو در دین خدا
ہر امیر سے علیحدہ علیحدہ ایسا ہی کہا — کہ خدا کے دین میں تیرے سوا کوئی نائب نہیں ہے

---

[1] چارم، چہارم، حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر زندہ و سلامت ہیں۔ چرخِ ناری۔ آگ کا کرہ جو ہوا کے کرہ سے اوپر ہے۔ حَطب۔ ایندھن۔ عنا۔ مشقت۔ عَطب۔ ہلاکت۔ عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چرخِ چہارم پر ہیں۔ فراز۔ وسعت۔ حرف راندن۔ بات کرنا۔ نائب۔ قائم مقام، خلیفہ، جانشین۔ اتباع۔ تابع کی جمع، پیرو۔ اشیاع۔ شیعہ کی جمع، طرف دار۔ کشد گردن۔ سرکشی کرے۔ اسیر۔ قیدی۔ ریاست۔ حکومت۔ پیدا۔ ظاہر۔ استیلاء۔ غلبہ۔

ہر یکے را کرد اُو یک یک عزیز[1]
ہر ایک کو اس نے ایک ایک کر کے معزز بنایا
ہرچہ اُو را گفت ایں را گفت نیز
جو اُس سے کہا اِس سے بھی کہا

ہر یکے را اُو یکے طومار داد
ہر ایک کو اس نے ایک دفتر دیا
ہر یکے ضد دگر بد اَلمراد
اور ہر ایک کا مقصد دوسرے کے خلاف تھا

متن آں طومار ہا بد مختلف
ان دفتروں کی عبارتیں باہم مختلف تھیں
ہمچو شکل حرفہا یا تا الف
جیسا کہ الف، با، تا کے حروف

حکم ایں طومارِ ضد حکم آں
اس دفتر کا حکم اُس دفتر کے خلاف تھا
پیش از کردیم ایں ضد را بیاں
اور اس اختلاف کو ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں

ضد ہم دیگر زپایاں تا بسر
سر سے پیر تک ایک دوسرے کی ضد
شرح دادستیم ایں را اے پسر
اے صاحبزادے! ہم اس کی تفصیل بتا چکے ہیں

کشتن وزیر خود را در خلوت از مُریداں

مریدوں سے تنہائی میں وزیر کا اپنے آپ کو مار ڈالنا

بعد ازاں چل روز دیگر دَر بہ بست
اس کے بعد پھر چالیس روز دروازہ بند رکھا
خویش را کشت از وجودِ خود برست
اور اپنے آپ کو قتل کر کے اپنے وجود سے چھٹکارا پالیا

چونکہ خلق از مرگِ اُو آگاہ شد
جب لوگ اس کی موت سے آگاہ ہوئے
بر سرِ گورش قیامت گاہ شد
تو اس کی قبر پر قیامت کا میدان بن گیا

خلق چنداں جمع شد بر گورِ اُو
اس کی قبر پر بے شمار لوگ جمع ہو گئے
مُو کناں جامہ دراں در شورِ اُو
بال نوچتے ہوئے، کپڑے پھاڑتے ہوئے اسکے غم میں

کاں عدد راہم خدا داند شمر
ان کی تعداد کو خدا ہی گننا جانتا ہے
از عرب و زترک و ز رومی و کرد
عرب اور ترک اور رومی اور کرد (سب ہی انمیں شامل تھے)

خاکِ اُو کردند برسر ہائے خویش
اس کی مٹی اپنے سروں پر ڈالی
دردِ اُو دیدند درمانہائے خویش
اور اپنا علاج اس کے درد کو سمجھا

آں خلائق بر سرِ گورش مہے
ان لوگوں نے ایک مہینہ تک اس کی قبر پر
کردہ خوں را از دو چشم خود رہے
اپنی دونوں آنکھوں سے خون بہایا

جملہ از دردِ فراقش در فغاں
اس کی جدائی کے درد سے سب آہ و زاری میں تھے
ہم شہاں و ہم کہاں و ہم مہاں
بادشاہ بھی، چھوٹے بھی اور بڑے بھی

طلب کردنِ امت عیسیٰؑ کہ ولیعہد از شما کدام ست

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کا معلوم کرنا کہ تم میں سے ولی عہد کون ہے؟

---

[1] عزیز۔معزز، باعزت۔ الف۔ حروف تہجی میں سے ہر ایک کی شکل جدا ہے۔ اے پسر۔ گزشتہ مضامین میں اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔ قیامت گاہ۔ میدان حشر۔ مُو۔ بال۔ کناں۔ کندن، کھودنا، اکھاڑنا۔ دراں۔ دریدن، پھاڑنا۔ کرد۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ، ایک قوم ہے۔ درد۔ تکلیف۔ درماں۔ علاج۔ مہے۔ ایک مہینہ۔ راہ کردن۔ جاری کرنا۔ کہاں۔ کہ کی جمع، کم رتبہ، چھوٹا۔ مہاں۔ مہ کی جمع، بزرگ، بڑا۔ ولی عہد۔ کسی حاکم کے بعد حاکم ہونے والا۔

بعد ماہے خلق گفتند اے مہاں
از امیراں کیست بر جایش نشاں

ایک مہینہ کے بعد لوگوں نے کہا اے بزرگو! سرداروں میں سے اس کا قائم مقام کون ہے

تا بجائے او شناسیمش امام
تا کہ کارِ ما ازو گردد تمام

تا کہ اس کی جگہ ہم اس کو امام سمجھیں تا کہ ہمارا کام اس کے ذریعہ مکمل ہو

سر ہمہ بر اختیارِ او نہیم
دست بر دامان[1] و دست او زنیم

ہم سب اس کے حکم کی اطاعت کریں اور اس کے دامن اور ہاتھ کو پکڑ لیں

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ
چارہ نبود بر مقامش از چراغ

جبکہ سورج غروب ہو گیا اور ہمیں داغ دے گیا تو اس کی جگہ چراغ ضروری ہو گیا ہے

چونکہ شد از پیش دیدہ روئے یار
نائبے باید ازو ماں یادگار

جب دوست کا چہرہ آنکھوں سے غائب ہو گیا (تو) ہمیں اس کا قائم مقام اس کی یادگار چاہئے

چونکہ گل بگذشت و گلشن شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

جب فصل گل ختم ہو گئی اور چمن تباہ ہو گیا تو پھول کی خوشبو کس سے طلب کریں؟ گلاب سے

حق تعالیٰ چوں نیاید در عیاں
نائب حقند ایں پیغمبراں

چونکہ خدا مشاہدہ میں نہیں آتا ہے یہ پیغمبر اللہ کے قائم مقام ہیں

نے غلط گفتم کہ نائب یا منوب
گردو پنداری قبیح آید نہ خوب

نہیں میں نے نائب غلط کہا بلکہ وہ اصل ہیں اور اگر ان کو دو سمجھو گے تو برا ہوگا، اچھا نہ ہوگا

نے دو باشد تا توئی صورت پرست[2]
پیشِ او یک گشت کز صورت برست

نہیں، وہ دو ہیں جب تک تو ظاہر پرست ہے جو ظاہر بینی سے گزرا اس کے لئے ایک ہیں

چوں بصورت بنگری چشمت دو است
تو بنورش در نگر کاں یک تو است

جب تو بظاہر دیکھے گا تو تیری دو آنکھیں ہیں تو ان کے ااس نور کو دیکھ کہ وہ ایک ہی ہے

لا جرم چوں بر یکے افتد بصر
آں یکے بینی دو ناید در نظر

لامحالہ جب ایک چیز پر نظر پڑتی ہے تو اس کو تو ایک ہی دیکھے گا، دو نظر نہ آئیں گی

نور ہر دو چشم نتواں فرق کرد
چونکہ بر نورش نظر انداخت مرد

دونوں آنکھوں کی روشنی میں فرق نہیں کیا جا سکتا جب انسان ان کے نور پر نظر ڈالے

در بیانِ آنکہ جملہ پیغمبران برحق اند کہ لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ

اس کا بیان کہ تمام پیغمبر برحق ہیں اس لئے کہ "ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے" (فرمایا گیا ہے)

---

[1] دست بر داماں زدن۔ سہارا پکڑنا۔ دست بر دست زدن۔ بیعت کرنا۔ خورشید۔ یعنی وزیر۔ چارہ۔ علاج، تدبیر۔ چراغ۔ سورج کے ڈوبنے پر چراغ جلانا پڑتا ہے۔ ماں۔ مارا۔ نے۔ پہلی بات صحیح نہیں ہے کہ میں نے پیغمبر کو نائب کہہ دیا ہے۔ نے۔ نہیں یعنی دونوں جداگانہ بھی ہیں۔

[2] صورت پرست۔ جو ظاہر بینی سے نکلا۔ چشمت۔ یعنی آنکھیں دو ہیں لیکن ان کی روشنی میں وحدت ہے۔ لا جرم۔ یقیناً، دونوں آنکھیں جب کسی چیز کو دیکھتی ہیں تو وہ ایک نظر آتی ہے۔ (۱)

ده چراغ[1] ار حاضر آری در مکاں
اگر تو دس چراغ ایک جگہ لے آئے
هر یکے باشد بصورت غیر آں
تو ہر ایک چراغ صورت میں دوسرے سے جدا ہوگا

فرق نتواں کرد نورِ ہر یکے
ہر ایک کے نور میں فرق نہیں کیا جا سکے گا
چوں بنورش روئے آری بیشکے
بے شک جب تو اس کے نور کی طرف رخ کرے گا

اُطْلُبِ الْمَعْنٰی مِنَ الْفُرْقَانِ وَ قُلْ
اس کا مطلب قرآن میں تلاش کر اور کہہ
لَا نُفَرِّقْ بَیْنَ اٰحَادِ الرُّسُلْ
کہ ہم رسولوں کی شخصیتوں میں فرق نہیں کرتے ہیں

گر تو صد سیب و صد آبی بشمری
اگر تو سو سیب اور سو بہی گنے
صد نماید یک شود چوں بفشری
تو سو نظر آئیں گے لیکن جب ان کو نچوڑے گا تو ایک ہو جائیں گے

در معانی قسمت و اعداد نیست
معانی میں تقسیم اور عدد نہیں ہے
در معانی تجزیہ و افراد نیست
تجزیہ اور اکائیاں (بھی) معانی میں نہیں ہیں

اتحادِ یار با یاراں خوش ست
یار کا یاروں سے اتحاد بہتر ہے
پائے معنی گیر صورت سرکش ست
معنی کا اتباع کر، ظاہر تو سرکش ہے

صورتِ سرکش گدازاں کن برنج
سرکش ظاہر کو ریاضت سے پگھلا دے
تا بہ بینی زیرِ آں وحدت چو گنج
تا کہ تو اس کے نیچے خزانہ کی طرح وحدت کو دیکھ لے

ور تو نگذاری عنایت ہائے او
اور اگر تو نہ پگھلا سکے تو اس کی مہربانیاں
ہم گدازد اے دلم مولائے او
بھی پگھلا دیں گی اے (مخاطب) میرا دل اسکا غلام ہے

او[2] نماید ہم بدلہا خویش را
وہ اپنے آپ کو دلوں میں بھی ظاہر کر دیتا ہے
او بدوزد خرقۂ درویش را
اور وہ درویش کی گدڑی سی دیتا ہے

منبسط بودیم و یک گوہر ہمہ
ہم بسیط اور بالکل ایک جوہر تھے
بے سر و بے پا بدیم آں سر ہمہ
ہم بے سروپا تھے اور وہ ہم سب کا سردار و مربی تھا

یک گہر بودیم ہمچوں آفتاب
ہم سورج کی طرح ایک جوہر تھے
بے کدر بودیم و صافی ہمچو آب
ہم میں گدلا پن نہ تھا اور پانی کی طرح صاف تھے

چوں بصورت آمد آں نورِ سرہ
جب اس خالص نور نے صورت اختیار کی
شد عدد چوں سایہ ہائے کنگرہ
تو وہ کنگرہ کے سایوں کی طرح متعدد بن گیا

---

1. دہ چراغ۔ دس چراغ بظاہر دس ہیں لیکن سب کی روشنی میں وحدت ہے۔ کہ قل۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِنْ رُسُلِهٖ "ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں۔" در معانی۔ تعداد الفاظ میں ہے اور معنی میں وحدت ہے اور اصل چیز معنی ہیں۔ صورت سرکش یعنی ظاہر پرستی، محنت اور ریاضت کے ذریعہ ختم کر دے، وحدت نظر آنے لگے گی۔ ور۔ اگر تیری ریاضت بھی کام نہ کرے گی تو اللہ کی مہربانیاں اس منزل پر پہنچا دیں گی۔
2. آو۔ قلب مومن، مظہر ذات خداوندی ہے، اپنے جمال سے درویش کے ٹوٹے دل کو جوڑ دیتا ہے۔ اں سر۔ عالم ارواح میں سب ایک بسیط جوہر تھے اعضا بھی نہ تھے۔ چوں بصورت۔ جب اس خالص نور کا مظہر کائنات بنی تو اس میں تعدد پیدا ہو گیا جیسا کہ سورج کی بسیط روشنی مختلف کنگروں پر پڑ کر تعدد کو قبول کر لیتی ہے۔ کنگرہ۔ ریاضت کے ذریعے مختلف مظاہر سے قطع نظر کر لینے کی طاقت پیدا کرتا کہ یہ تعدد اور فرق مٹ جائے۔

کنگرہ ویراں کنید از منجنیق تا رَود فرق از میانِ ایں فریق
گوپھن کے ذریعہ کنگرہ کو ڈھا دو تاکہ اس فریق سے فرق مٹ جائے

در بیانِ آنکہ انبیاء علیہم السلام گفتند ''کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُولِھِمْ''

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم السلام نے کہا ہے ''لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کرو''

زیرا کہ انچہ ندانند انکار کنند و ایشاں را زیاں دارد
اس لئے کہ جس کو وہ نہ سمجھیں گے، انکار کر دیں گے اور ان کا نقصان ہوگا

قال علیہ السلام ''اُمِرْنَا اَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ''
آنحضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھیں''

شرحِ ایں را گفتمے من از مرے[1] لیک ترسم تا نہ لغزد خاطرے
اس راز کی تفصیل میں زور و شور سے بیان کرتا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی دل لغزش نہ کھا جائے

نکتہا چوں تیغ الماس ست تیز گر نداری تو سپر واپس گریز
نکتے، تیز تلوار کی طرح تیز ہیں اگر تیرے پاس ڈھال نہیں ہے واپس بھاگ جا

پیشِ ایں الماس بے اسپر میا کز بریدن تیغ را نبود حیا
اس تیز تلوار کے سامنے سپر کے بغیر مت آ اس لئے کہ تلوار، کاٹنے سے نہیں شرماتی

زیں سبب من تیغ کردم در غلاف تا کہ کژ خوانے نخواند بر خلاف
اسی وجہ سے میں نے تلوار، غلاف میں کر لی ہے تاکہ کوئی الٹا پڑھنے والا، الٹا نہ پڑھے

آمدیم اندر تمامی داستاں از وفاداریِ جمعِ دوستاں
ہم قصہ کے اختتام پر آ گئے دوستوں کے مجمع کی وفاداری کی وجہ سے

کز پسِ ایں پیشوا برخاستند بر مقامش نایبے می خواستند
کہ وہ جو اس پیشوا کے بعد اٹھے اس کی جگہ کوئی قائم مقام چاہتے تھے

منازعت کردنِ امراء بایک دیگر

سرداروں کا، ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا

یک امیرے زاں امیراں پیش رفت پیشِ آں قومِ وفا اندیش رفت
ان سرداروں میں سے ایک سردار آگے بڑھا اور اس وفا اندیش قوم کے سامنے گیا

گفت اینک نایبِ آں مرد من نایبِ عیسیٰ منم اندر زمن
بولا، اب اس مرد کا میں قائم مقام ہوں (اور) زمانہ میں حضرت عیسیٰ کا نائب میں ہوں

اینک ایں طومارِ برہانِ من ست کایں نیابت بعد ازو آنِ من ست
اب! یہ دفتر میری دلیل ہے کہ یہ قائم مقامی اس کے بعد میری ملکیت ہے

---

[1] مرے۔ مرا کا امالہ ہے، لڑنا جھگڑنا۔ تیغ الماس۔ تیز تلوار۔ اسپر۔ ڈھال۔ کژ خواں۔ کج خواں، جو غلط مطلب سمجھے۔ پس ایں پیشوا۔ وزیر کے مرنے کے بعد۔ وفا اندیش۔ وفادار۔ برہان۔ دلیل۔ آنِ من۔ میری ملکیت۔

آں امیر دیگر آمد از کمیں
دوسرا سردار اپنی جگہ سے آیا
دعویِ اُو در خلافت بد ہمیں
(اور) قائم مقامی میں اس کا بھی یہی دعویٰ تھا

از بغل اُو نیز طومارے نمود
اس نے بھی بغل میں سے دفتر دکھایا
تا برآمد ہر دو را خشم و جحودِ[1]
یہاں تک کہ دونوں کو غصہ اور ضد آ گئی

آں امیرانِ دگر یک یک قطار
دوسرے سرداروں نے بھی صف بستہ ہو کر
بر کشیدہ تیغ ہائے آبدار
تیز تلواریں سونت لیں

ہر یکے را تیغ و طومارے بدست
ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار اور دفتر تھا
درہم افتادند چوں پیلانِ مست
اور یہ سب مست ہاتھیوں کی طرح باہم گتھ گئے

ہر امیرے داشت خیل بیکراں
ہر امیر کے پاس ان گنت لشکر تھا
تیغ ہا را برکشیدند از میاں
(اور) انہوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں

صد ہزاراں مردِ ترسا کشتہ شد
لاکھوں عیسائی مارے گئے
تاز سَر ہائے بریدہ پشتہ شد
یہاں تک کہ ان کے کٹے ہوئے سروں سے پشتہ بن گیا

خوں رواں شد ہمچو سیل از چپ و راست
دائیں، بائیں سے سیلاب کی طرح خون بہہ نکلا
کوہ کوہ اندر ہوازیں گرد خاست
پہاڑ در پہاڑ ہوا میں غبار اڑا

تخمہائے فتنہا کو کشتہ بود
فتنوں کے بیج جو اس نے بوئے تھے
آفت سر ہائے ایشاں گشتہ بود
وہ ان کے لئے آفت سر بن گئے

جوزہا بشکست و آنکو مغز داشت
اخروٹ ٹوٹے، اور جس میں گری تھی
بعد کشتن روحِ پاک و نغز داشت
مرنے کے بعد وہ ایک پاکیزہ اور عمدہ روح رکھتا تھا

کشتن و مُردن کہ بر نقشِ تن ست
مارنا اور مرنا جو جسم سے متعلق ہے
چوں انار و جوز را بشکستن ست
انار اور اخروٹ توڑنے کی طرح ہے

آنچہ شیرین ست آں شد یارِ دانگ
جو میٹھا ہے وہ قیمتی بنا
وانچہ بوسیدہ ست نبود غیر بانگ
اور جو گلا سڑا ہے وہ آواز کے علاوہ کچھ نہیں ہے

آنچہ پُر مغزست چوں مشک ست پاک
جو گری سے بھرا ہے، مشک کی طرح پاک ہے
وانچہ بوسیدہ ست نبود غیر خاک
جو گلا سڑا ہے وہ سوائے خاک کے کچھ نہیں ہے

آنچہ با معنی ست خوش پیدا شود
جو پُر حقیقت ہے وہ اچھا ہو جاتا ہے
وانچہ بے معنی ست خود رسوا شود
اور جو بے حقیقت ہے وہ خود رسوا ہو جاتا ہے

رَو بمعنی کوش اے صورت پرست
اے صورت کے پجاری! جا معنی کی کوشش کر
زانکہ معنی برتن صورت پرست
اس لئے کہ معنی ظاہر کے جسم کے لئے پَر ہیں

---

[1] جحود۔ یعنی ایک دوسرے کی بات کا انکار۔ بیکراں۔ لاتعداد۔ ترسا۔ عیسائی۔ کوہ کوہ۔ یعنی غبار کے پہاڑ ہوا میں اڑنے لگے۔ جوز۔ اخروٹ۔ نغز۔ نادر، عمدہ، عجیب۔ بانگ۔ آواز یعنی خراب اخروٹ ٹوٹنے کی آواز کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ معنی۔ حقیقت، باطنی خوبیاں۔ پَر۔ جسم کی پرواز باطنی خوبیوں کے ذریعے ہوتی ہے۔

ہم نشین اہلِ معنی[1] باش تا
اہل باطن کا ہم نشیں بن تاکہ

ہم عطا یابی و ہم باشی فتیٰ
انعام بھی پائے اور مرد بھی بنے

جانِ بے معنی دریں تن بے خلاف
اس بدن میں بے معنی جان، یقیناً

ہست ہمچوں تیغ چوبیں در غلاف
غلاف میں لکڑی کی تلوار کی طرح ہے

تا غلاف اندر بود باقیمت ست
جب تک وہ غلاف میں ہو قیمتی ہے

چوں بروں شد سوختن را آلت ست
جب باہر نکلی، جلانے کی چیز ہے

تیغ چوبیں را مبر در کار زار
میدانِ جنگ میں لکڑی کی تلوار نہ لے جا

بنگر اول تا نگردد کار زار
پہلے دیکھ لے تاکہ خراب نہ ہو

گر بود چوبیں برو دیگر طلب
اگر وہ لکڑی کی ہے، جا دوسری لے

ور بود الماس پیش آبا طرب
اور اگر تیز تلوار ہے تو خوشی سے سامنے آ

تیغ در زرّادخانہ[2] اولیاست
تلوار، اولیاءؒ کے اسلحہ خانہ میں ہے

دیدنِ ایشاں شما را کیمیاست
ان کا دیدار تمہارے لئے کیمیا ہے

جملہ دانایاں ہمیں گفتہ ہمیں
تمام سمجھداروں نے یہی کہا ہے

ہست دانا رَحمَۃٌ لِلعٰلَمِین
کہ عقل مند دونوں جہاں کے لئے رحمت ہے

گر انارے میخری خنداں بخر
اگر تو انار خریدے، کھلا ہوا خرید

تا دہد خندہ ز دانہ اُو خبر
تاکہ کھلا ہونا اس کے دانہ کی بابت بتا دے

اے مبارک خندہ اش کو از دہاں
اس شخص کی مسکراہٹ بڑی مبارک ہے

می‌نماید دلِ چو دُر از دُرجِ جاں
جو موتی جیسا صاف اور آبدار دل جان کی ڈبیہ سے دکھاتا ہے

نا مبارک خندۂ آں لالہ بود
منحوس ہنسی اس گل لالہ کی تھی

کز دہانِ اُو سوادِ دِل نمود
جس کے منہ سے اس کے دل کی سیاہی ظاہر ہو گئی

نارِ خنداں باغ راں خنداں کند
مسکراتا انار، باغ کو مسکراتا بنا دیتا ہے

صحبتِ مرداں از مرداں کند
مردوں کی صحبت تجھے مردوں میں سے بنا دے گی

یک زمانے صحبتے با اولیاءؒ
تھوڑی سی دیر اولیاءؒ کی ہم نشینی

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے

گر تو سنگِ خارہ و مرمر شوی
اگر تو سنگ خارہ اور سنگ مرمر ہو

چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
جب صاحب دل کے پاس پہنچے گا تو موتی بن جائے گا

---

[1] اہل معنی۔ یعنی اولیاء اللہ۔ فتی۔ نوجوان، عارف باللہ۔ جانِ بے معنی۔ وہ روح جس میں کوئی بزرگی نہ ہو۔ تا غلاف۔ زندگی میں کچھ قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ مرنے کے بعد جہنم کا ایندھن ہے۔ کارزار۔ میدانِ جنگ، خراب کام یعنی میدانِ حشر میں وہی روح کام کی ثابت ہوگی جو فضائل سے پُر ہوگی۔ تیغ۔ اگر اپنی روح کو آبدار تلوار کی طرح قیمتی بنانا ہے تو اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کر وہ اکسیر ہے۔

[2] زرادخانہ۔ اسلحہ خانہ۔ انارے۔ یعنی شیخ طریقت اس کو بناؤ جس میں آثارِ نبوت نمایاں ہوں اور اس کا دل موتی کی طرح مصفا ہو۔ نار۔ انار کا مخفف ہے۔ مرداں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ یک زمانے۔ بعض نسخوں میں دوسرا مصرعہ "بہتر از صد سال بودن در تقا" ہے جس کا ترجمہ ہے سو سال تقوے میں گزارنے سے بہتر ہے۔ سنگ خارہ۔ ایک قسم کا سخت پتھر ہے۔ سنگ مرمر۔ ایک قسم کا سفید پتھر ہے۔

مہر پاکاں درمیانِ جاں نشاں ۔۔۔ دل مدہ[1] اِلّا بمہر دل خوشاں

پاک لوگوں کی محبت جان میں بٹھا لے ۔۔۔ خوش دل لوگوں کی محبت کے علاوہ دل نہ دے

کوئے نومیدی مَرو کامیدہا ست ۔۔۔ سوئے تاریکی مَرو خورشیدہا ست

مایوسی کے کوچہ میں نہ جا، کیونکہ امیدیں ہیں ۔۔۔ اندھیرے کی طرف نہ جا، سورج ہیں

دل ترا در کوئے اہل دل کشد ۔۔۔ تن ترا در حبس آب و گل کشد

دل تجھے اہل دل کے کوچہ کی طرف کھینچتا ہے ۔۔۔ اور جسم تجھے پانی، مٹی کے قیدخانہ کی طرف کھینچتا ہے

ہیں غذائے دل بدہ از ہمدلے ۔۔۔ رو بجو اقبال را از مقبلے

ہاں! کسی دل والے سے (لے کر) دل کو خوراک دے ۔۔۔ جا! کسی نصیبہ والے سے نصیبہ تلاش کر

دست زن در ذیل[2] صاحب دولتے ۔۔۔ تازِ افضالش بیابی رفعتے

کسی دولت والے کا دامن تھام لے ۔۔۔ تاکہ اس کی بزرگی سے تو بلندی پا لے

صحبت صالح ترا صالح کند ۔۔۔ صحبت طالح ترا طالح کند

نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی ۔۔۔ بدبخت کی صحبت تجھے بدبخت بنائے گی

نعت تعظیم مصطفیٰ ﷺ کہ در انجیل بود

آنحضورؐ کی تعظیم کی تعریف جو انجیل میں تھی

بود در انجیل نامِ مصطفیٰ ﷺ ۔۔۔ آن سرِ پیغمبراں بحر صفا

مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام انجیل میں تھا ۔۔۔ جو پیغمبروں کے سردار اور صفا کے سمندر ہیں

بود ذکر حلیہ ہا و شکل او ۔۔۔ بود ذکر غزو و صوم و اکل اُو

ان کے حلیہ اور شکل کا ذکر تھا ۔۔۔ ان کے جہاد اور روزے اور کھانے کا ذکر تھا

طائفہ نصرانیاں بہر ثواب ۔۔۔ چوں رسیدندے بداں نام و خطاب

عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کے لئے ۔۔۔ جب اس نام اور خطاب پر پہنچے

بوسہ دادندے بر آں نامِ شریف ۔۔۔ رُو نہادندے بداں وصف لطیف

اس متبرک نام کو بوسہ دیتے ۔۔۔ اس پاک تعریف پر منہ رکھ دیتے

اندریں قصہ کہ گفتم آں گروہ ۔۔۔ ایمن از فتنہ بدند و از شکوہ

اس قصہ میں جس گروہ کا میں نے ذکر کیا ہے ۔۔۔ وہ خوف و خطر سے بے خوف تھا

ایمن از شرِّ امیران و وزیر ۔۔۔ در پناہِ نام احمد مستجیر

سرداروں اور وزیر کے شر سے مطمئن ۔۔۔ اور احمد (ﷺ) کے نام کی پناہ میں پناہ گزیں تھا

---

1. دل مدہ۔ انسان کو اولیاء اللہ کی محبت کا شیدائی ہونا چاہئے۔ کوئے نا امیدی۔ یعنی شیخ کامل کے وجود سے انسان کو مایوس نہ ہونا چاہئے۔ خورشید ہا۔ یعنی اولیاء اللہ۔ اہل دل۔ اہل باطن، اولیاء اللہ۔ آب وگل۔ یعنی مادی لذتیں۔ کشد۔ یعنی انسان کی طبیعت کے مختلف تقاضے ہیں۔ ہیں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ ہمدل۔ وہ شخص جس سے دل لگے۔ مقبل۔ اقبال مند۔ دست زدن۔ پکڑ لینا۔

2. ذیل۔ دامن۔ افضال۔ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، بزرگی، فضل وکرم۔ رفعت۔ راء کے کسرہ کے ساتھ بلندی۔ صالح۔ نیک۔ طالح۔ بدبخت۔ حلیہ۔ حاء کے ضمہ سے، صورت، خلاقت۔ غزو۔ جنگ، وہ جنگ جس میں آنحضورؐ نے شرکت کی۔ صوم۔ روزہ۔ اکل۔ کھانا۔ طائفہ۔ جماعت، گروہ۔ نام شریف۔ آنحضورؐ کا نام نامی۔ ایمن۔ مامون، مطمئن۔ شکوہ۔ خوف، دبدبہ۔ مستجیر۔ پناہ پکڑنے والا۔

نسل ایشاں نیز ہم بسیار شد
ان کی نسل بھی زیادہ ہو گئی
نورِ احمد ناصر[1] آمد یار شد
(اور) احمد (ﷺ) کا نور ساتھی اور مددگار بن گیا

واں گروہِ دیگر از نصرانیاں
لیکن عیسائیوں کا دوسرا گروہ
نامِ احمد داشتند ے مستہاں
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی بے حرمتی کرتا تھا

مستہان و خوار گشتند از فتن
وہ فتنوں کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو گئے
از وزیرِ شوم رائے شوم فن
بد رائے اور بدکار وزیر کے

مستہان و خوار گشتند آں فریق
وہ فریق ذلیل اور خوار ہو گیا
گشتہ محروم از خود و شرطِ طریق
اپنے سے بھی محروم ہوا اور مذہب کے آداب سے بھی

ہم مخبط دین شاں و حکم شاں
اُن کا مذہب اور ان کا قانون بھی تہ و بالا ہو گیا
از پئے طومار ہائے کژ بیاں
کج بیان دفتروں کی وجہ سے

نامِ احمدؐ چوں چنیں یاری کند
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جب اسطرح مدد کرتا ہے
تا کہ نورش چوں مددگاری کند
تو ان کا نور کس قدر مدد کر سکتا ہے؟

نامِ احمدؐ چوں حصارے شد حصیں
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جب مضبوط قلعہ بنا
تاچہ باشد ذاتِ آں روح الامیں
تو اس روح الامین کی ذات کس درجہ کی ہوگی؟

حکایت بادشاہِ جہودِ دیگر کہ در ہلاکِ دینِ عیسیٰؑ جہد می کرد

ایک دوسرے یہودی بادشاہ کی حکایت جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی تباہی کی کوشش کرتا تھا

بعد ازیں خونریز درماں نا پذیر
اس ناقابل علاج خونریزی کے بعد
کاندر افتاد از بلائے آں وزیر
جو اس وزیر کی مصیبت کی وجہ سے واقع ہوئی تھی

یک شہ دیگر ز نسل آں جہود
اس یہودی کی نسل سے ایک دوسرا بادشاہ
در ہلاکِ قومِ عیسیٰؑ رو نمود
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کی طرف متوجہ ہوا

گر خبر خواہی ازیں دیگر خروج[2]
اگر تو اس دوسری بغاوت کی خبر چاہتا ہے
سورہ بر خواں وَ السَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ
تو سورۂ والسماء ذاتِ البُرُوج کو پڑھ لے

سنت بد کز شہِ اوّل بزاد
برا طریقہ جو پہلے بادشاہ سے پیدا ہوا
ایں شہ دیگر قدم بروے نہاد
اس دوسرے بادشاہ نے اس پر قدم رکھا

ہر کہ اُو بنہاد ناخوش سنتے
جس کسی نے کوئی برا طریقہ ایجاد کیا
سوئے اُو نفریں رَوَد ہر ساعتے
اس کی جانب ہر وقت لعنت کی جاتی ہے

---

[1] ناصر۔ مددگار۔ مستہاں۔ ذلیل، بےقدر۔ فتن۔ فتنہ کی جمع۔ شوم۔ منحوس۔ فن۔ ہنر، پیشہ۔ از خود۔ یعنی فتنوں میں مارے گئے۔ شرطِ طریق۔ یعنی دین اور مذہب کے آداب۔ مخبط۔ الٹ پلٹ، تہ و بالا۔ کژ۔ کج۔ حصار۔ قلعہ۔ حصین۔ مضبوط۔ روح الامین۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آپ امت سے مدبر اور امانتدار ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ جہد۔ کوشش۔

[2] خروج۔ بغاوت، فتنہ و فساد۔ البروج۔ سورۂ بروج کی آیت قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ سنت بد۔ جو کوئی بری رسم جاری کرتا ہے تو قیامت تک جو لوگ اس پر عمل کریں گے وہ بھی ان کی برائی میں شریک سمجھا جائے گا اور نیک طریقہ ایجاد کرنے والے کو قیامت تک عمل کرنے والوں کی نیکیوں میں شریک سمجھا جائے گا۔

زانکہ ہر چہ ایں کند زانگوں ستم　زاولیں جوید خدا بے بیش و کم
اس لئے کہ جو کچھ یہ اس طرح کا ظلم کرے گا　بغیر کمی بیشی کے خدا پہلوں سے باز پرس کرے گا

نیکواں رفتند و سنتہا بماند　وز لئیماں ظلم و لعنتہا بماند
نیک لوگ گذر گئے اور ان کے طریقے رہ گئے　اور کمینوں سے ظلم اور لعنتیں باقی رہ گئیں

تا قیامت ہر کہ جنس آں بداں　در وجود آید بود رویش بداں
قیامت تک ان بروں کی جنس سے جو　وجود میں آتا ہے اس کا رخ ان کی طرف ہوتا ہے

رگ رگ است ایں آبِ شیریں[1] و آبِ شور　در خلائق میرود تا نفخ صور
یہ میٹھا پانی اور کھاری پانی رگ رگ میں ہے　جو لوگوں میں صور پھونکے جانے تک جاری رہے گا

نیکواں را ہست میراث از خوشاب　آنچہ میراث ست اَوْرَثْنَا الْكِتَاب
نیکوں کا ورثہ میٹھا پانی ہے　جو "اورثنا الکتاب" کی میراث ہے

شد نیازِ طالباں ار بنگری　شُعلہا از گوہر پیغمبری
اگر تو غور کرے تو طالبوں کی نیاز مندی　پیغمبری جوہر کے شعلے ہیں

شعلہ ہا[2] با گوہراں گرداں بود　شعلہ آں جانب رَوَد ہم کان بود
شعلے، جواہر کے ساتھ گردش کرتے ہیں　انوار اس جانب جاتے ہیں جہاں وہ ہوتے ہیں

نورِ روزن گردِ خانہ می دَوَد　زانکہ خور بُرجے بہ بُرجے می رَوَد
روشندان کی روشنی گھر کے چاروں طرف دوڑتی ہے　اسلئے کہ سورج ایک بُرج سے دوسرے برج میں جاتا ہے

ہر کرابا اخترے پیوست گیست　مَر وُرا با اختر خود ہم تگی ست
جس کو کسی ستارے سے وابستگی ہے　اس کی اپنے ستارے کے ساتھ دوڑ ہے

طالعش گر زہرہ[3] باشد در طرب　میل کلی دارد و عشق و طلب
اگر اس کا بچھتر زہرہ ہوگا تو عیش و طرب　اور عشق و طلب میں پورا میلان رکھے گا

ور بود مرّیخی خوں ریز خو　جنگ و بہتان و خصومت جوید اُو
اور اگر وہ مریخ جیسی خونریز عادت والا ہے　تو وہ لڑائی، بہتان اور جھگڑے کی جستجو کرے گا

---

[1] آبِ شیریں۔ یعنی خوبیاں۔ آبِ شور۔ یعنی برائیاں۔ نفخ صور۔ یعنی اسرافیل فرشتہ کا بوق بجانا جو قیامت کے قریب ہوگا۔ نیکواں۔ نیکو کی جمع۔ خوشاب۔ میٹھا پانی۔ الکتاب۔ قرآن پاک میں مذکور ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو ہم نے انتخاب کیا۔ تو اس آیت میں جس میراث کا ذکر ہے یہی اخلاقِ حسنہ اور عباداتِ صالحہ مراد ہیں۔

[2] شعلہا۔ یعنی انوارِ نبوت۔ گوہراں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ کاں بود۔ جہاں اولیاء اللہ ہوں گے وہاں ہی انوارِ نبوت ہوں گے۔ نورِ روزن۔ ازل سے آفتاب نبوت مختلف انبیاء پر ضو فگن ہوتا رہا تو انبیاء کو روشنی ایک ہی جگہ سے حاصل ہوئی اسی لئے اصولِ دین میں سب متحد ہیں۔ پیوستگی۔ وابستگی۔ ہم تگی۔ مل کر دوڑنا۔

[3] زہرہ۔ سیارہ کا نام ہے اس سے جس کو مناسبت ہوتی ہے، اس آدمی کا عشق و محبت کی طرف میلان ہوتا ہے۔ مریخ۔ ستارہ کا نام ہے جس کے اثرات جنگ جوئی اور خونریزی مانے گئے ہیں، ستاروں کے لامحالہ اثرات پڑتے ہیں، اگر ستاروں کی تاثیرات باقضاء اللہ مانی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں، ہاں ان کو موثر حقیقی ماننا کفر ہے۔

اختر انند[1] از ورائے اختراں
ستاروں کے پیچھے اور ستارے ہیں
کاحتراق و نحس نبود اندراں
ان میں جلانے کا میلان اور نحوست نہیں ہے

سائراں در آسمانہائے دگر
جو دوسرے آسمانوں میں گردش کر رہے ہیں
غیر ایں ہفت آسمانِ مشتہر
ان مشہور سات آسمانوں کے علاوہ

راسخاں در تابِ انوارِ خدا
(وہ ستارے) خدا کے انوار کی گرمی میں ثابت قدم ہیں
نے بہم پیوستہ نے از ہم جدا
نہ باہمی جڑے ہوئے ہیں نہ ایک دوسرے سے جدا ہیں

ہر کہ باشد طالع او زاں نجوم
جس شخص کا بچھتر ان ستاروں سے ہوگا
نفس او کفار سوزد در رجوم
اس کا نفس کفار کو رُجوم کے وقت جلا دے گا

خشم مرّیخی نباشد خشم او
اس کا غصہ مریخی غصہ نہیں ہوگا
منقلب رو غالب و مغلوب خو
وہ سر جھکا کر چلنے والا، غالب اور مغلوب عادت والا ہے

نورِ غالب[2] ایمن از کسف و غسق
وہ غالب آنے والا نور ہے، گہن اور اندھیرے سے محفوظ
درمیانِ اصبعینِ نورِ حق
اللہ کے نور کی دو انگلیوں کے درمیان

حق فشاند آں نور را بر جانہا
اللہ تعالیٰ نے اس نور کو روحوں پر نچھاور فرمایا
مقبلاں برداشتہ دامانہا
جس سے نصیبہ ور اپنے دامن بھرے ہوئے ہیں

واں نثارِ نور ہر کو یافتہ
جس نے اس نور کا نچھاور پا لیا
روئے از غیر خدا بر تافتہ
اس نے منہ خدا کے غیر سے موڑ لیا

ہر کرا دامانِ عشقے نابدہ
جس کے پاس عشق کا دامن نہ تھا
زاں نثارِ نور بے بہرہ شدہ
وہ اس نور کے نچھاور سے بے حصہ رہا

جزوہا را رویہا سوئے کل ست
اجزاء کے رخ کل کی طرف ہیں
بلبلاں را عشق با روئے گل ست
بلبلوں کو پھول کے چہرہ سے عشق ہے

گاؤ را رنگ از بروں و مرد را
بیل کا رنگ باہر سے اور انسان کا
از دروں جو رنگ سرخ و زرد را
اندر سے ڈھونڈ، سرخ اور زرد رنگ

رنگہائے نیک از خم صفاست
نیک لوگوں کے رنگ صفا کے مٹکے سے ہیں
رنگ زشتاں از سیاہ آبہ جفاست
اور بروں کے رنگ، میل کچیل کے سیاہ پانی سے ہیں

---

[1] اختر انند۔ یعنی اولیاء اللہ ایسے ستارے ہیں جن کی تاثیر میں خیر ہی خیر ہے۔ سائراں۔ اولیاء اللہ کی سیر ان ساتوں آسمانوں سے وراء الوراء ہے۔ راسخاں۔ اولیاء اللہ کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ نے نے۔ فلکی ستاروں میں باہمی اتصال اور جدائی سے جو نقائص پیدا ہوتے ہیں اولیاء اللہ ان سے بری ہیں۔ رجوم۔ رجم کی جمع، وہ چیز جو پھینک کر ماری جائے۔ فلکی ستاروں سے قدرت یہ کام لیتی ہے کہ جب شیاطین غیبی باتیں اچکنے کے لئے آسمان کی طرف جاتے ہیں تو ستارے ان پر پھینک کر مارے جاتے ہیں، جس کے وہ لگتے ہیں وہ جل بھن جاتا ہے، اولیاء اللہ بھی نفس امارہ اور کافروں کے لئے رجوم ہیں۔

[2] غالب۔ یعنی اللہ کی مدد سے وہ غالب ہیں لیکن منکسر المزاجی کی وجہ سے مغلوب نظر آتے ہیں۔ کسف۔ ستارہ کا بے نور ہو جانا، گہن۔ غسق۔ رات کی تاریکی۔ اصبعین۔ اصبع کا تثنیہ ہے، انگلی۔ نثار، روپیہ پیسہ جو کسی پر صدقہ کر کے نچھاور کر دیا جائے۔ زرد و سرخ۔ جانوروں کا رنگ کھال سے دیکھا جاتا ہے انسانی رنگ سے مراد باطنی اوصاف ہیں۔ خم۔ مٹکا۔ سیاہ آبہ۔ کالا پانی۔ جفا۔ جیم کے ضمہ سے، میل کچیل، جیم کے فتحہ سے، ظلم و زیادتی۔

صِبْغَۃُ اللہ[1] نامِ آں رنگ لطیف — لعنۃ اللہ بوئے ایں رنگ کثیف
صبغۃ اللہ اس پاک رنگ کا نام ہے — لعنۃ اللہ اس گندے رنگ کی بدبو ہے

آنچہ از دریا بدریا می رود — از ہماں جاکاید آنجا می رود
جو پانی دریا سے آتا ہے، دریا میں جاتا ہے — جس جگہ سے آتا ہے اسی جگہ جاتا ہے

از سَرِ کہ سیلہائے تیز رَو — وز تن ما جانِ عشق آمیز رو
پہاڑ کی چوٹی سے تیز رو سیلاب — اور ہمارے جسم سے عشق میں ڈوبی ہوئی جان (رواں ہوتی ہے)

آتش افروختن بادشاہ و بت نہادن پہلوئے آتش کہ
بادشاہ کا آگ جلانا اور آگ کے پاس بت رکھنا کہ

ہر کہ ایں بت را سجود کند از آتش رہائی باید
جو بت کو سجدہ کرے گا وہ آگ سے نجات پائے گا

آں جُھودِ سگ بہ بیں چہ رائے کرد — پہلوئے آتش بتے بر پائے کرد
دیکھو! اس یہودی کتے نے کیا تدبیر کی؟ — آگ کے پاس ایک بت کھڑا کر دیا

کانکہ ایں بت را سجود آرد برست — ور نیارد در دلِ آتش نشست
کہ جو اس بت کو سجدہ کرے گا چھوٹ جائے گا — اور اگر نہیں کرے گا، آگ میں بھسم ہو جائے گا

چوں سزائے آں بت نفس او نداد — از بت نفسش بتے دیگر بزاد
چونکہ اس نے اپنے نفس کے بت کو سزا نہ دی تھی — اس کے نفس کے بت سے ایک دوسرا بت پیدا ہو گیا

مادرِ بتہا بت نفس[2] شماست — زانکہ آں بت مار و ایں بت اژدہاست
تمہارا نفس تمام بتوں کی ماں ہے — کیونکہ وہ بت سانپ اور یہ بت اژدہا ہے

آہن و سنگ ست نفس و بت شرار — آں شرار از آب می گیرد قرار
نفس لوہا اور پتھر ہے اور بت، چنگاری — چنگاری، پانی سے بجھ جاتی ہے

سنگ و آہن زاب کے ساکن شود — آدمی با ایں دو کے ایمن شود
(لیکن) پتھر اور لوہا پانی سے کب ساکن ہو سکتے ہیں؟ — آدمی ان دونوں کے ہوتے ہوئے کب مطمئن ہو سکتا ہے؟

سنگ و آہن در دروں دارند نار — آب را بر نارِ شاں نبود گذار
پتھر اور لوہا (اپنے) اندر آگ رکھتے ہیں — پانی کا ان کی آگ پر گذر نہیں ہے

زاب چوں نارِ بروں کشتہ شود — در درونِ سنگ و آہن کے رود
پانی سے باہر کی آگ بجھ جاتی ہے — (وہ پانی) پتھر اور لوہے کے اندر کب جا سکے گا؟

---

1. صبغۃ اللہ۔ اللہ کا رنگ، قرآن پاک میں ہے صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً 'اللہ کا رنگ، اور کون ہے اللہ سے زیادہ اچھا از روئے رنگ کے۔'' از دریا۔ سمندر کا پانی بخارات بن کر بادل میں تبدیل ہوتا ہے اور پھر برس کر اسی سمندر میں واپس ہو جاتا ہے۔ بر پا کرد۔ کھڑا کر دیا۔
2. نفس۔ اصل بت انسان کا نفس ہے جو سینکڑوں بتوں کو جنم دیتا ہے۔ آہن۔ لوہے سے لوہا، پتھر سے پتھر ٹکراتا ہے تو چنگاری نکلتی ہے، چنگاری کو بجھا دینا ممکن ہے لیکن پتھر کے اندر جو چنگاری پیدا کرنے کا مادہ ہے، اس کو نہیں بجھایا جا سکتا، اسی طرح نفس کے پیدا کردہ بت فنا کئے جا سکتے ہیں لیکن نفس کی وہ قوت جو بت پیدا کرتی ہے اس کا ازالہ بہت دشوار ہے، اس سے مطمئن نہ ہونا چاہیے۔

سنگ و آہن چشمۂ نار ند و دود
لوہا اور پتھر آگ اور دھوئیں کے چشمے ہیں
قطرہ ہا شاں کفر و ترسا و جہود
کفر اور عیسائیت اور یہودیت اس کے قطرے ہیں

بت[1] سیہ آب ست در کوزہ نہاں
بت، کوزہ میں چھپا، کالا پانی ہے
نفس مر آبِ سیہ را چشمہ داں
نفس کو اس سیاہ پانی کا چشمہ سمجھو

آں بت منحوت چوں سیل سیاہ
وہ تراشا ہوا بت، کالا سیلاب ہے
نفس بت گر چشمۂ بر شاہراہ
بت ساز، نفس شارع عام پر چشمہ ہے

بت درونِ کوزہ چوں آبِ کدر
بت، کوزہ میں، گدلا پانی ہے
نفس شومت چشمۂ آں اے مصر
تیرا بدبخت نفس اس کا چشمہ ہے، اے کج بحث!

صد سبورا بشکند یک پارہ سنگ
پتھر کا ایک ٹکڑا سو گھڑے توڑ دیتا ہے
وابِ چشمہ میزہاند بے درنگ
اور چشمہ کا پانی فوراً اس کو اچھال دیتا ہے

آبِ خم و کوزہ گر فانی شود
مٹکے اور پیالے کا پانی اگر ختم ہو جائے
آبِ چشمہ تازہ و باقی بود
چشمہ کا پانی تازہ اور باقی رہے گا

بت شکستن سہل باشد نیک سہل
بت توڑنا، آسان، اور بہت آسان ہوتا ہے
سہل دیدن نفس را جہل ست جہل
نفس کے معاملہ کو آسان سمجھنا نادانی ہی نادانی ہے

صورتِ نفس ار بجوئی اے پسر
اے بیٹا! اگر تجھے نفس کی تصویر کی جستجو ہے
قصۂ دوزخ بخواں با ہفت در
تو سات دروازے والی دوزخ کا قصہ پڑھ لے

ہر نفس[2] مکرے و در ہر مکر زاں
(اس نفس کے) ہر سانس میں ایک مکر ہے اور اسکے ہر مکر میں
غرق صد فرعون با فرعونیاں
سو فرعون، فرعونیوں کے ساتھ غرق ہیں

در خدائے موسیٰؑ و موسیٰؑ گریز
موسیٰ کے خدا، اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھاگ
آبِ ایمان را زِ فرعونی مریز
فرعونیت سے ایمان کی آبروریزی نہ کر

دست را اندر اَحد و اَحمدؐ بزن
اَحد اور اَحمدؐ سے تعلق پیدا کر
اے برادر وارہ از بوجہل تن
اے بھائی! جسم کے ابوجہل سے چھٹکارا حاصل کر

آوردن بادشاہِ جہود زنے را با طفل و انداختن اُو طفل را در آتش و بسخن آمدنِ طفل درمیانِ آتش

یہودی بادشاہ کا ایک عورت کو مع بچے کے لانا اور اس کا بچہ کو آگ میں ڈالنا اور آگ میں سے بچہ کا بولنا

1. بت کی مثال اس سیاہ پانی کی ہے جس کا سرچشمہ نفس انسانی ہے۔ صد سبو۔ گندے پانی کے سو گھڑے ایک پتھر سے توڑے جا سکتے ہیں لیکن چشمہ بند نہیں کیا جا سکتا۔ قصۂ دوزخ۔ دوزخ کے جس قدر عذاب ہیں وہ دراصل نفس خبیث ہی کے اعمال ہیں تو گویا نفس کی مکمل تصویر دوزخ ہے۔
2. ہر نفس۔ نفس ہر سانس میں ایک مکر کرتا ہے جس میں سینکڑوں فرعونی شخصیتیں غرق رہتی ہیں۔ موسیٰؑ۔ فرعون کی مناسبت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ احد۔ خدا اور رسول کا اتباع ہی ذریعۂ نجات ہے۔ ابوجہل کا راستہ ہلاکت کا ہے۔

یک زنے با طفل آورد آں جہود
وہ یہودی ایک عورت کو مع بچے کے لایا
پیشِ آں بت و آتش اندر شعلہ[1] بود
بت کے سامنے، اور آگ شعلہ زن تھی

گفت اے زن پیشِ ایں بت سجدہ کن
بولا، اے عورت! اس بت کے سامنے سجدہ کر
ورنہ در آتش بسوزی بے سخن
ورنہ لاکلام تو آگ میں جلے گی

بود آں زن پاک دین و مومنہ
وہ عورت پاک دین والی، اور مومنہ تھی
سجدۂ آں بت نہ کرد آں موقنہ
اس یقین والی نے بت کو سجدہ نہ کیا

طفل ازو بستید در آتش فگند
اس نے اس سے بچے کو چھینا اور آگ میں ڈال دیا
زن بترسید و دل از ایماں بکند
عورت ڈری اور دل کو ایمان سے ہٹایا

خواست تا اُو سجدہ آرد پیشِ بت
اس نے چاہا کہ وہ بت کے سامنے سجدہ کرے
بانگ زد آں طفل کہ اِنِّی لَمْ اَمُتْ
بچہ چیخا کہ میں مرا نہیں

اندر آ مادر کہ من اینجا خوشم
اماں! اندر آ جا میں اس جگہ اچھا ہوں
گرچہ در صورت میانِ آتشم
اگرچہ بظاہر آگ میں ہوں

چشم بندست آتش از بہر حجیب
آگ نظربندی کے لئے ایک پردہ ہے
رحمتست ایں سربرآوردہ زجیب
(ورنہ) یہ ایک رحمت ہے جو رونما ہے

اندر آ مادر ببیں بُرہانِ حق
ماں! اندر آ سچائی کی دلیل دیکھ
تا بہ بینی عشرتِ خاصانِ حق
تاکہ تو خاصانِ خدا کے عیش کو دیکھے

اندر آ و آب بیں آتش مثال
اندر آ اور آگ کی صورت کا، پانی دیکھ
از جہانے کاتش ست آبش مثال
اس دنیا سے جس کا پانی (بھی) آگ جیسا ہے

اندر آ اسرار ابراہیمؑ بیں
اندر آ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے راز دیکھ
کو در آتش یافت وَرد و یاسمیں
جس نے آگ میں گلاب اور چنبیلی کے پھول پائے

مرگ می دیدم گہے زادن[2] ز تو
تجھ سے پیدا ہونے کے وقت مجھے موت نظر آ رہی تھی
سخت خوفم بود افتادن زتو
تجھ میں سے نکل پڑنے کا مجھے بہت ڈر تھا

چوں بزادم رَستم از زندانِ تنگ
جب میں پیدا ہوا تنگ قید خانہ سے چھوٹا
در جہانے خوش سرائے خوب رنگ
اچھے فام اور اچھے رنگ کی دنیا میں (آ گیا)

ایں جہاں را چوں رحم دیدم کنوں
اب میں اس دنیا کو رحم کی طرح سمجھتا ہوں
چوں دریں آتش بدیدم ایں سکوں
جب میں نے اس آگ میں یہ سکون دیکھا

---

[1] شعلہ زن ـ لپٹیں مارنے والی۔ بے سخن ـ لامحالہ، لاکلام۔ موقنہ ـ مومنہ۔ ستید ـ ماضی ہے ستیدن کا، لینا۔ فگند ـ آگ میں ڈال دیا۔ دل از چیزے برکندن ـ کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ چشم بند ـ نظر بندی، نظر فریبی۔ حجیب ـ حجاب کا امالہ ہے، پردہ۔ زجیب سر برآوردن ـ ظاہر ہونا۔ آتش مثال ـ طاعات، بظاہر ناگوار ہیں لیکن ان کا نتیجہ بہت اچھا ہے، گناہ بظاہر میٹھا ہے، درحقیقت بہت تلخ ہے۔ ورد ـ گلاب۔ یاسمین ـ چنبیلی کا پھول۔

[2] زادن زتو ـ رحم مادر کی زندگی پسند تھی، پیدا ہونے سے خوف لگتا تھا۔ چوں بزادم ـ پیدا ہونے کے بعد دنیا اچھی لگنے لگی۔ ایں جہاں ـ جیسا کہ پہلے رحم مادر کو اچھا سمجھتا تھا اور دنیا کو برا لیکن پھر دنیا اچھی لگنے لگی، اسی طرح دنیا کو چھوڑ کر آگ میں آنے کو برا سمجھا لیکن آگ میں آنے کے بعد دنیا بری لگنے لگی۔

اندریں آتش بدیدم عالمے
میں نے اس آگ میں وہ دنیا دیکھی
ذرّہ ذرّہ اندر و عیسیٰ دمے[1]
جس میں ایک ایک ذرہ عیسیٰ علیہ السلام کے دم کی طرح ہے

نک جہانے نیست شکلے ہست ذات
اب ایک دنیا ہے بظاہر معدوم، دراصل موجود
واں جہانے ہست شکلے بے ثبات
اور وہ دنیا کی موجودہ شکل ناپائیدار ہے

اندر آ مادر بحق مادری
ماں! اندر آ کہ مادری حقوق کا واسطہ
بیں کہ ایں آذر ندارد آذری
دیکھ یہ آگ، آگ کی تاثیر نہیں رکھتی ہے

اندر آ مادر کہ اقبال آمدست
ماں اندر آ کہ خوش قسمتی آ گئی ہے
اندر آ مادر مدہ دولت زدست
ماں! اندر آ دولت کو ہاتھ سے نہ دے

قدرتِ آں سگ بدیدی اندر آ
تو نے اس کتے کی طاقت دیکھ لی، اندر آ
تابہ بینی قدرت و لطف خدا
تاکہ تو اللہ کی قدرت اور مہربانی دیکھ لے

من ز رحمت میکشایم پائے تو
میں محبت کی وجہ سے تیرا پیر کھول رہا ہوں
کز طرب خود نیستم پروائے تو
(ورنہ) خوشی کی وجہ سے مجھے تیری پروا نہیں ہے

اندر آ و دیگراں راہم بخواں
اندر آجا، اور دوسروں کو بھی بلا لے
کاندر آتش شاہ[2] بنہادست خواں
کیونکہ آگ میں شاہ نے دستر خوان بچھا دیا ہے

اندر آئید اے ہمہ پروانہ وار
اے لوگو! سب کے سب پروانوں کی طرح اندر آ جاؤ
اندر ایں آتش کہ دارد صد بہار
اس آگ میں جس میں سینکڑوں بہاریں ہیں

اندر آئید اے مسلماناں ہمہ
اے مسلمانو! سب اندر چلے آؤ
غیر عذبِ دیں عذاب ست آں ہمہ
دین کے میٹھے پانی کے علاوہ سب عذاب ہے

اندر آئید و بہ بینید ایں چنیں
اندر آ جاؤ اور دیکھو کہ کس طرح
سرد گشتہ آتش گرم مہیں
یہ دہکتی ہوئی آگ ٹھنڈی ہو گئی ہے؟

اندر آئید اے ہمہ مست و خراب
اے مست اور تباہ لوگو! اندر آ جاؤ
اندر آئید اے ہمہ عین عتاب
اے مجسم عتاب، اندر آ جاؤ

اندر آئید اندریں بحر عمیق
اس گہرے سمندر میں، اندر آ جاؤ
تاکہ گردد روح صافی و رقیق
تاکہ روح، صاف اور لطیف بن جائے

مادرش انداخت خود را نزدِ او
اس کی ماں نے اپنے آپ کو اس کے پاس پھینک دیا
دست او بگرفت طفل مہر جو
محبت کے جویاں بچے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا

اندر آمد مادرِ آں طفل خورد
اس چھوٹے بچے کی ماں اندر آ گئی
اندر آتش گوئے دولت را ببرد
آگ میں اس نے دولت کی بازی جیت لی

---

[1] دمے۔ آگ کو مہلک سمجھتا تھا لیکن معلوم ہوا کہ اس کے ذرہ ذرہ میں دمِ مسیحائی ہے۔ نک۔ اب تک، اب۔ نیست شکل۔ صورتاً معدوم۔ ہست ذات۔ حقیقتاً موجود۔ بے ثبات۔ بے قیام۔ آذر۔ آگ۔ آذری۔ آگ کی تاثیر۔ اقبال۔ سعادت۔ پائے تو۔ دنیا کے پنجے سے باہر نکال رہا ہوں۔ طرب۔ خوشی، مستی۔

[2] شاہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ عذب۔ شیریں پانی۔ مہیں۔ میم اور ہاء کے کسرہ کے ساتھ، بزرگ تر۔ مست و خراب۔ جو دنیا کی لذتوں میں مست اور برباد ہیں۔ عین عتاب۔ سخت معتوب۔ بحر۔ سمندر۔ عمیق۔ گہرا۔ رقیق۔ باریک، لطیف۔ گوئے بردن۔ گیند لے جانا، بازی جیت لینا۔

مادرش ہم زاں نسق[1] گفتن گرفت
اس کی ماں نے بھی اسی طرح کہنا شروع کر دیا
دُرِّ وصف لطف حق سُفتن گرفت
اللہ کی مہربانی کے موتیوں کو پرونا شروع کر دیا

بانگ میزد درمیانِ آں گروہ
اس جماعت میں وہ پکار رہی تھی
پُرہمی شد جانِ خلقاں از شکوہ
لوگوں کی جان عظمت سے پُر ہو رہی تھی

نعرہ میزد خلق را کاے مرداں
اس نے لوگوں کو پکارا، اے لوگو!
اندر آتش بنگرید ایں بوستاں
آگ کے اندر اس باغ کو دیکھو

انداختن مرداں خود را در آتش از سرِ ذوق

ذوق کی وجہ سے لوگوں کا اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا

خلق خود را بعد زاں بیخویشتن
اس کے بعد بے خود ہو کر لوگ اپنے آپ کو
میفگندند اندر آتش مرد و زن
مرد و عورت، آگ میں ڈال رہے تھے

بے موکل بے کشش از عشق دوست
دوست کے عشق کی وجہ سے کسی کے بلانے اور کشش کے بغیر
زانکہ شیریں کردنِ ہر تلخ ازوست
اسلئے کہ ہر تلخ کا شیریں کر دینا اسکی ہی جانب سے ہے

تا چناں شد کاں عواناں خلق را
یہاں تک ہوا کہ وہ سپاہی، لوگوں کو
منع میکردند کاآتش درمیا
منع کرتے تھے کہ آگ میں نہ آؤ

آں یہودی شد سیہ رُوی و خجل
وہ یہودی سیہ رو اور شرمندہ ہو گیا
شد پشیماں زیں سبب بیمارِ دل
دل کا بیمار، اس وجہ سے پشیمان ہو گیا

کاندر آتش خلق عاشق ترشدند
کہ لوگ آگ میں گرنے کے اور زیادہ عاشق ہو گئے
در فنائے جسم صادق ترشدند
جسم کو فنا کرنے میں اور سچے ہو گئے

مکر شیطاں[2] ہم در و پیچید شکر
شکر ہے، شیطان کا مکر اسی کو چمٹ گیا
دیو خود را ہم سیہ رو دید شکر
شکر ہے، شیطان نے اپنے آپ کو بھی کالا منہ دیکھا

آنچہ میمالید بر روئے کساں
(وہ سیاہی) جو وہ لوگوں کے منہ پر ملتا تھا
جمع شد در چہرۂ آں ناکساں
ان کمینوں کے چہروں پر اکٹھی ہو گئی

آنکہ می درّید جامۂ خلق چست
جو تیزی سے لوگوں کی جامہ دری کرتا تھا
شد دریدہ آنِ اُو زیشاں درست
اس کا جامہ چاک ہو گیا، ان کا درست ہو گیا

کژماندنِ دہانِ آں شخص کہ نامِ پیغمبر را بہ تسخر برد

اس شخص کا منہ ٹیڑھا رہ جانا جس نے آنحضورؐ کا نام تمسخر کے ساتھ لیا تھا

آں دہن کژ کرد و از تسخر بخواند
جس نے منہ ٹیڑھا کیا اور تمسخر سے لیا
نامِ احمدؐ را دہانش کژ بماند
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام، اس کا منہ ٹیڑھا رہ گیا

---

1. نسق۔ طرز، ترتیب۔ دُر۔ موتی۔ سفتن۔ پرونا۔ جان پُرشدن۔ جوش میں آنا، بہادری پیدا ہو جانا۔ خلقاں۔ خلق کی جمع، مخلوق۔ شکوہ۔ عظمت، دبدبہ۔ بوستاں۔ باغ۔ بے خویشتن۔ از خود رفتہ۔ موکل۔ وہ شخص جس کو کوئی کام سپرد کیا گیا ہو۔ عواں۔ عین کا فتحہ، واؤ کی تشدید، سخت گیر۔
2. مکر شیطان۔ مولانا فرماتے ہیں خدا کا شکر ہے شیطان خود اپنے جال میں پھنس گیا۔ ناکس۔ بے وجود۔ کمینہ۔ کژماندن۔ ٹیڑھا ہو جانا، جس طرح یہودی بادشاہ اپنے کام سے خود ذلیل ہوا اسی طرح آنحضورؐ کا مذاق اڑانے والا ذلیل ہوا۔ تسخر۔ تمسخر۔

باز آمد کاے محمدؐ عفو کن — اے تُرا الطاف و علمِ مِن لَدُن[1]

واپس آیا کہ اے محمدؐ معاف کر دیجئے — اے (حضرت) آپکو مہربانیاں اور علمِ لدنی حاصل ہے

من ترا افسوس می کردم ز جہل — من بدم افسوس را منسوب و اہل

میں نے جہالت کی وجہ سے آپؐ کا مذاق اڑایا — (حالانکہ) تمسخر کے قابل اور مستحق تو میں تھا

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرَد — مَیلش اندر طعنۂ پاکاں بَرَد

جب خدا چاہتا ہے کہ کسی کی پردہ دری کرے — اس کا میلان پاک لوگوں پر طعنہ زنی میں کر دیتا ہے

ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس — کم زند در عیبِ معیوباں نفس

اور اگر خدا چاہتا ہے کہ کسی کی عیب پوشی کرے — تو عیب داروں کے عیب بھی نہیں بیان کرتا

چوں خدا خواہد کہ ماں یاری کند — میل ما را جانب زاری کند

جب خدا ہماری مدد کرنا چاہتا ہے — تو ہمیں انکساری کی طرف مائل کر دیتا ہے

اے خنک چشمیکہ اُو گریانِ اُوست — وے ہمایوں دل کہ اُو بریانِ اُوست

بڑی مبارک ہے، وہ آنکھ جو اس کے لئے روتی ہے — (اور) وہ دل بہت مبارک ہے جو اسکے لئے جل بھن رہا ہے

از پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست — مردِ آخر بیں[2] مبارک بندہ ایست

ہر رونے کے بعد بالآخر ہنسی ہے — انجام پر نظر رکھنے والا مبارک انسان ہے

ہر کجا آبِ رواں سبزہ بود — ہر کجا اشکِ رواں رحمت شود

جہاں کہیں آبِ رواں ہو، سبزہ ہوتا ہے — جہاں کہیں اشک رواں ہو، رحمت ہوتی ہے

باش چوں دو لاب نالاں چشم تر — تاز صحنِ جانت بر روید خضر

رہٹ کی طرح نالاں اور گریاں رہ — تاکہ تیری روح کے صحن سے سبزہ اگے

مرحمت فرمود سیدؐ عفو کرد — چوں ز جرأت توبہ کرد آں روئے زرد

سیّد الکونینؐ نے رحم فرمایا، معاف کر دیا — جب اس شرمندہ نے ہمت کر کے توبہ کی

رحم خواہی رحم کن بر اشکبار — رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر

تو رحم چاہتا ہے تو آنسو بہانے والے پر رحم کر — تو رحم چاہتا ہے تو کمزوروں پر رحم کر

عتاب کردنِ جہود آتش را کہ چرائی سوزد و جوابِ اُو

یہودی (بادشاہ) کا آگ پر غصہ کرنا کہ کیوں نہیں جلاتی اور اس کا جواب

رُو بآتش کردِ شہ کاے تند خو — آں جہاں سوزِ طبیعی خوت کو

بادشاہ آگ کی طرف متوجہ ہوا کہ اے بدمزاج! — تیری دنیا کو جلانے والی فطری عادت کہاں ہے؟

---

[1] علم لدنی۔ وہ علم جو براہِ راست خدا سے بدون کسی استاد کے واسطہ کے حاصل ہوا ہو۔ افسوس۔ استہزاء، تمسخر۔ اہل۔ قابل، صاحب۔ نفس زدن۔ سانس لینا، بات کرنا۔ یاری۔ مدد گریاں۔ یعنی اللہ کے خوف سے۔ بریاں۔ یعنی اللہ کی محبت میں۔ آخر خندہ۔ ہر سختی کے بعد راحت ہوتی ہے۔

[2] آخر بیں۔ جو شخص انجام پر نظر رکھتا ہے، وہ قابل مبارک باد ہے۔ رحمت۔ اللہ کے خوف سے تنہائی میں رو پڑنا اللہ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔ خضر۔ سبزہ۔ سید۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ روئے زرد۔ شرمندہ، نادم۔ خوت۔ خوئے تو۔ کو۔ کجا۔

چوں نمیسوزی چہ شد خاصیت　یاز بخت ما دگر شد نیت
تو جلاتی کیوں نہیں، تیری خاصیت کہاں گئی؟　یا ہمارے نصیب سے تیری نیت بدل گئی

می نہ بخشائی[1] تو بر آتش پرست　آنکہ نپرستد ترا چوں او برست
تو آگ کے پوجنے والے کو بھی نہیں بخشتی ہے　جو تجھے نہیں پوجتا، وہ کیوں بچ گیا

ہرگز اے آتش تو صابر نیستی　چوں نسوزی چیست قادر نیستی
اے آگ! تو صبر کرنے والی ہرگز نہیں ہے　کیوں نہیں جلاتی ہے؟ کیا ہے جو تو قادر نہیں ہے؟

چشم بندست اے عجب یا ہوش بند　چوں نسوزاند چنیں شعلہ بلند
ہائے تعجب! یہ نظربندی ہے یا حواس بندی　ایسا بلند شعلہ جلاتا کیوں نہیں ہے؟

جادوئے کردت کسے یاسیمیات　یا خلافِ طبع تو از بخت ماست
کسی نے تجھ پر جادو کیا ہے یا طلسم　یا تیرا طبیعت کے خلاف (کام) ہمارے نصیبہ کی وجہ سے ہے؟

جواب دادنِ آتش

گفت آتش من ہمانم آتشم　اندر آ تا تو بینی تابشم
آگ نے کہا میں وہی آگ ہوں　اندر آجا، تاکہ تو میری گرمی دیکھے

طبع من دیگر نگشت و عنصرم　تیغ حقم ہم بدستوری برم[2]
میری طبیعت اور اصل نہیں بدلی ہے　میں خدا کی تلوار ہوں، اجازت ہی سے کاٹتی ہوں

بر درِ خرگہ سگانِ ترکماں　چاپلوسی کردہ پیشِ میہماں
ترکمانوں کے کتے، خیمہ کے دروازہ پر　مہمان کے آگے خوشامد کرتے ہیں

ور بخرگہ بگذرد بیگانہ رُو　حملہ بیند از سگاں شیرانہ اُو
اگر خیمہ کے پاس سے اجنبی گذرتا ہے　تو وہ کتوں سے شیروں جیسا حملہ دیکھتا ہے

من ز سگ کم نیستم در بندگی　کم ز تُرکے نیست حق در زندگی
میں غلامی میں، کتے سے کم نہیں ہوں　اللہ تعالیٰ زندہ ہونے میں کسی تُرک سے کم نہیں ہے

آتش طبعت اگر غمگیں کند　سوزش از امر ملیکِ دیں کند
اگر تیرے مزاج کی آگ تجھے غمگین کرتی ہے　دین کے مالک کے حکم سے سوزش کرتی ہے

آتش طبعت اگر شادی دہد　اندرو شادی ملیکِ دیں نہد
اگر تیرے مزاج کی گرمی، خوشی دیتی ہے　دین کا مالک، اس میں خوشی رکھ دیتا ہے

چونکہ غم بینی تو استغفار کن　غم بامر خالق آمد کارکن
جب تو غم دیکھے، تو توبہ کر　غم، خدا کے حکم سے کام کرتا ہے

---

[1] می نہ بخشائی۔ تو اپنے پجاریوں کو بھی نہیں بخشتی تو نے ان کو جو تجھے پوجتے نہیں کیوں نہیں جلایا۔ چشم بند۔ نظر بندی۔ ہوش بند۔ جس سے انسان کے حواس گم ہو جائیں۔ سیمیا۔ وہ علم جس کے ذریعہ انسان اپنی شکل بدل لیتا ہے موہوم چیزوں کو موجود کرکے دکھا دیتا ہے۔ تابش۔ تپش۔ عنصر۔ اصل مادہ۔ دستوری۔ حکم، اجازت۔

[2] برم۔ باء کا ضمہ بریدن کا فعل مضارع متکلم ہے۔ خرگہ۔ خیمہ۔ ترکماں۔ ترکوں کی ایک قوم ہے، ڈاکو۔ آتش طبعت۔ جس طرح ظاہری آگ خدا کے حکم کی پابند ہے، اسی طرح باطنی آگ بھی خدا کے حکم کی پابند ہے۔ ملیک۔ مالک۔ دین۔ بدلہ، جزاء۔ استغفار۔ توبہ۔ غم کا سبب گناہ ہے۔

چوں بخواہد عین غم[1] شادی شود
جب وہ چاہتا ہے عین غم، خوشی بن جاتا ہے

عین بند پائے آزادی شود
خود بیڑی، آزادی بن جاتی ہے

باد و خاک و آب و آتش بندہ اند
ہوا، مٹی، پانی اور آگ غلام ہیں

بامن و تو مردہ باحق زندہ اند
میرے اور تیرے اعتبار سے مردہ ہیں لیکن اللہ کے نزدیک زندہ ہیں

پیشِ حق آتش ہمیشہ در قیام
آگ، اللہ کے سامنے ہمیشہ کھڑی ہے

ہمچو عاشق روز و شب پیچاں مدام
عاشق کی طرح، بے جان، دن اور رات مسلسل

سنگ بر آہن زنی آتش جہد
تو لوہے پر پتھر مارے گا آگ نکلے گی

ہم بامر حق قدم بیروں نہد
وہ بھی خدا کے حکم سے باہر نکلتی ہے

آہن و سنگ از ستم برہم مزن
ظلم کے لوہے اور پتھر کو باہم نہ ٹکرا

کایں دو میزانید ہمچو مرد و زن
اسلئے کہ دونوں مرد اور عورت کی طرح بچے دیتے ہیں

سنگ و آہن خود سبب آمد و لیک
پتھر اور لوہا خود سبب ہیں لیکن

تو ببالا تر نگر اے مردِ نیک
اے نیک مرد! تو زیادہ اونچا دیکھ

کیں سبب را آں سبب آورد پیش
اس لئے کہ اس سبب کو اس سبب نے پیدا کیا ہے

بے سبب کے شد سبب ہرگز زخویش
کوئی سبب، بلا کسی سبب کے خود بخود کب ہوا ہے؟

ایں سبب را آں سبب عامل کند
اس سبب کو وہ سبب، عمل کرنے والا بناتا ہے

باز گاہے بے پر و عاطل کند
پھر کبھی بے پر، اور معطل بنا دیتا ہے

واں سببہا کانبیا را رہبرست
وہ اسباب جو انبیاء کے رہنما ہیں

آں سببہا زیں سببہا برترست
وہ اسباب، ان اسباب سے بالاتر ہیں

ایں سبب را محرم آمد عقل ما
اس سبب سے ہماری عقل واقف ہے

واں سببہا راست محرم انبیا
اور ان اسباب کو انبیاء جانتے ہیں

ایں سبب چہ بود بتازی گو رسن
یہ سبب کیا ہوتا ہے؟ عربی میں کہہ دے، رسّی

اندریں چہ ایں رسن[2] آمد بفن
اس کنوئیں میں یہ رسّی تدبیر سے آئی ہے

گردشِ چرخ ایں رسن را علت ست
گھیڑی کی گردش، اس رسّی کی علت ہے

چرخ گرداں راندیدن زلت ست
گھیڑی گھمانے والے کو نہ دیکھنا غلطی ہے

ایں رسنہائے سببہا در جہاں
دنیا میں ان اسباب کی رسیوں کو

ہاں و ہاں زیں چرخِ سرگرداں مداں
ہرگز ہرگز اس گھومنے والے چرخ (آسمانی) وجہ سے نہ جاننا

---

1. عین غم۔ خدا اسباب کی تاثیرات بدل دیتا ہے۔ باد۔ جس قدر عناصر ہیں خدا کے حکم کے پابند ہیں اور اس کے احکام کو سمجھتے ہیں صرف آگ ہی خدا کے حکم کی پابند نہیں ہے۔ آتش۔ آگ اللہ کے احکام کی منتظر رہتی ہے۔ قدم بیروں نہادن۔ پیدا ہونا۔ بالاتر نگر۔ حقیقتاً اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے لیکن اسباب میں تاثیرات وہی پیدا کرتا ہے۔ آں سبب۔ اللہ تعالیٰ۔ عقل ما۔ عوام کی نگاہ اسبابِ ظاہری پر رہتی ہے، انبیاء کی نظر مسبب الاسباب پر رہتی ہے۔
2. رسن۔ ڈول کے کھینچنے کا سبب بظاہر رسی ہے لیکن حقیقی سبب رسی کو کھینچنے والا ہے۔ چہ۔ چاہ، کنواں۔ گردشِ چرخ۔ فلاسفہ آسمان کو مسبب الاسباب مانتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ اسباب بمنزلہ رسی کے ہیں اور آسمان بمنزلہ گھیڑی ہے اور اصل سبب گھیڑی کو گھمانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ چرخ۔ فلاسفہ فلک الافلاک کی گردش کو سبب حقیقی قرار دیتے ہیں۔

تا نمانی صفر[1] و سرگرداں چوں چرخ
تاکہ تو خالی، اور آسمان کی طرح سرگرداں نہ رہے

تا نہ سوزی تو ز بے مغزی چو مرخ
اور بے عقلی کی وجہ سے مرخ کی طرح نہ جلے

باد و آتش میشوند از امر حق
ہوا، اور آگ اللہ کے حکم سے وجود میں آتے ہیں

ہر دو سرمست آمدند از خمر حق
اللہ کی شراب سے دونوں مست ہیں

آبِ حلم و آتش خشم اے پسر
اے بیٹا! بردباری کا پانی اور غصہ کی آگ

ہم زحق بینی چو بکشائی نظر
بھی تو اللہ کی جانب سے دیکھے گا اگر آنکھ کھولے گا

گر نبودے واقف از حق جانِ باد
ہوا کی جان، اگر اللہ سے واقف نہ ہوئی

فرق کے کردے میانِ قوم عاد
قومِ عاد (کے نیک و بد) میں کب فرق کرتی؟

قصۂ ہلاک کردن باد قوم ہود علیہ السلام را

ہوا کا ہود علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کا قصہ

ہود گردِ مومناں خطے کشید
مومنوں کے چاروں طرف حضرتِ ہود نے خط کھینچ دیا

نرم میشد باد[2] کانجا میرسید
جب ہوا اس جگہ پہنچتی، نرم پڑ جاتی

ہر کہ بیروں بود زاں خط جملہ را
جو اس خط کے باہر تھا، سب کو

پارہ پارہ می شکست اندر ہوا
ہوا اندر سے ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی

ہم چنیں شیبانِ راعی می کشید
اسی طرح (حضرت) شیبان چرواہے کھینچ دیتے تھے

گرد بر گردِ رمہ خطے پدید
ریوڑ کے چاروں طرف نمایاں خط

چوں بجمعہ میشد او وقت نماز
جب نماز کے وقت جمعہ کو جاتے

تا نیارد گرگ آں جا ترکتاز
تاکہ اس جگہ بھیڑیا غارت گری نہ کرے

ہیچ گرگے در نرفتے اندراں
اس میں کوئی بھیڑیا نہ گھستا

گوسپندے ہم نگشتے زاں نشاں
کوئی بکری بھی اس علامت سے باہر نہ نکلتی

بادِ حرصِ گرگ و حرصِ گوسپند
بھیڑیے کی حرص اور بکری کی حرص کی ہوا

دائرہ مردِ خدا را بود بند
(اس) مردِ خدا کے دائرہ میں بند تھی

ہم چنیں بادِ اجل با عارفاں
اسی طرح، اولیاء اللہ پر موت کی ہوا

نرم و خوش ہم چو نسیم بوستاں
باغ کی نسیم کی طرح نرم اور خوشگوار ہے

آتش ابراہیم را دنداں نزد
آگ نے (حضرت) ابراہیم کو تکلیف نہیں پہنچائی

چوں گزیدہ حق بود چونش گزد
جبکہ اللہ کا برگزیدہ ہو وہ کس طرح گزند پہنچائے؟

---

1. صفر۔ خالی۔ مرخ۔ ایک درخت ہے جس سے آگ نکالتے ہیں۔ میشوند۔ وجود میں آتے ہیں۔ خمر۔ یعنی شراب محبت۔ عاد۔ ایک قوم کا نام ہے جس میں حضرت ہودؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا، ان کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے ان پر ہوا کو مسلط کیا گیا جس نے ان میں سے کافروں کو ہلاک کر دیا۔ شیبان۔ ایک ولی کا نام ہے۔ راعی۔ چرواہا۔ رمہ۔ ریوڑ۔ پدید۔ ظاہر، نمایاں، نشاں یعنی وہ خط جو شیبان نے کھینچا تھا۔
2. باد۔ چونکہ گذشتہ اشعار میں ہوا کے تابع فرمان ہونے کا ذکر تھا اس جگہ پر لفظ باد ہی استعمال کیا ہے یعنی بھیڑیے کو دائرہ میں داخل ہونے اور بکریوں کو دائرے سے نکلنے کی حرص تھی۔ اجل۔ اولیاء اللہ پر موت کے بہتر آثار طاری ہوتے ہیں۔

آتش شہوت نسوزد اہلِ دیں
دینداروں کو شہوت کی آگ نہیں جلاتی ہے

باغیاں را بُردہ تا قعرِ[1] زمیں
سرکشوں کو زمین کی تہ میں لے جاتی ہے

موجِ دریا چوں بامرِ حق بتاخت
دریا کی موج چونکہ خدا کے حکم سے اٹھی

اہلِ موسیٰؑ راز قبطی وا شناخت
موسیٰ والوں کو قبطی سے پہچان لیا

خاکِ قاروں را چو فرماں در رسید
قارون کی زمین کو جب حکم پہنچا

با زر و تختش بقعر خود کشید
اس کو دولت اور تخت کے ساتھ اپنی گہرائی میں کھینچ لیا

آب و گِل چوں از دمِ عیسیٰؑ چرید
مٹی اور پانی نے جب حضرت عیسیٰؑ کی پھونک کو چکھا

بال و پر بکشاد و مرغے شد پدید
بال اور پر کھولے اور پرندہ بن گیا

از دہانت چوں بر آید حمد حق
جب تیرے منہ سے اللہ کی تعریف نکلتی ہے

مرغِ جنت سازدش ربُّ الفلق
صبح کا رب اس کو جنت کا پرندہ بنا دیتا ہے

ہست تسبیحت بجائے آب و گِل
تیرا سبحان اللہ کہنا جو بجائے پانی اور مٹی کے ہے

مرغِ جنت شد زنفخ صدقِ دل
دل کی سچائی کی پھونک سے جنت کا پرندہ بنا

کوہِ طور[2] از نورِ موسیٰؑ شد برقص
کوہِ طور (حضرت) موسیٰؑ کے نور سے رقص میں آ گیا

صوفی کامل شد ورست اُو زِ نقص
باکمال صوفی بن گیا اور نقص سے بری ہو گیا

چہ عجب گر کوہ صوفی شد عزیز
اے عزیز! اگر پہاڑ صوفی ہو گیا تو کیا تعجب ہے

جسم موسیٰؑ از کلوخے بود نیز
حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کا جسم بھی تو مٹی کا ہی تھا

طنز و انکار کردن بادشاہِ جہود نصیحتِ ناصحاں را
یہودی بادشاہ کا نصیحت کرنے والوں کی نصیحت پر طنز اور انکار

ایں عجائب دید آں شاہِ جہود
(جب) یہودی بادشاہ نے یہ عجائب دیکھے

جز کہ طنز و جز کہ انکارش نبود
سوائے طنز اور سوائے انکار کے اس سے کچھ نہ ہوا

ناصحاں گفتند از حد مگذراں
نصیحت کرنے والوں نے کہا، حد سے نہ گذر

مرکبِ استیزہ را چنداں مَراں
جھگڑے کی سواری کو اس قدر تیز نہ دوڑا

بگذر از کشتن مکن ایں فعلِ بد
قتل کرنا چھوڑ دے، یہ برا کام نہ کر

بعد ازیں آتش مزن در جانِ خود
اس کے بعد اپنی جان میں آگ نہ لگا

---

1. قعر۔ گہرائی، یہاں دوزخ مراد ہے۔ دریا۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا تو دریائے نیل کی موجوں نے اس کو اور اس کی قوم قبطیوں کو غرق کر دیا۔ قارون۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچیرا بھائی، بہت مالدار تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس نے بہت ستایا تو مع خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ دمِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چمگادڑ جیسی شکل کا ایک پرندہ گارے سے بنایا اور اس پر دم کیا تو وہ اڑنے لگا۔ تسبیحت۔ تمہارا سبحان اللہ کہنا بمنزلہ گارے کے پرندہ کے ہے اور صدقِ دل سے کہنا بمنزلہ دم عیسیٰ علیہ السلام کے ہے۔
2. کوہِ طور۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے اور ان کے لئے تجلی رب رونما ہوئی تو طور پہاڑ کو وجد آ گیا اور اس میں صفت انسانی یعنی حرکت وجدی پیدا ہو گئی اور اس کا نقص جمادیت ختم ہو گیا۔ چہ عجب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سرخیل صوفیاء بھی مٹی کے بنے ہوئے تھے اگر مٹی کا پہاڑ صوفی بن گیا تو کیا تعجب ہے۔ ناصحاں۔ ناصح کی جمع، نصیحت کرنے والا۔ استیزہ۔ لڑائی جھگڑا۔ در جانِ خود۔ چونکہ یہ ظلم جہنم میں جلنے کا سبب بنے گا۔

ناصحاں را دست بست و بند کرد — ظلم را پیوند در پیوند کرد

اس نے نصیحت کرنے والوں کے ہاتھ باندھے اور قید کر دیا — ظلم کو پیوند در پیوند کر دیا

بانگ آمد کار چوں ایں جا رسید — پائے دارائے سگ کہ قہر ما رسید

جب کام یہاں تک پہنچا، آواز آئی — اے کتے! ٹھہر ہمارا قہر آ پہنچا ہے

برجستن آتش

بعد ازاں آتش چہل گز بر فروخت — حلقہ گشت و آں جہوداں را بسوخت

اس کے بعد آگ چالیس گز ابھری — گھیرا ڈالا اور ان یہودیوں کو جلا دیا

اصل ایشاں بود ز آتش[1] زابتدا — سوئے اصل خویش رفتند انتہا

ان کی اصل شروع ہی سے آگ تھی — بالآخر اپنی اصل کی طرف چلے گئے

ہم ز آتش زادہ بودند آں فریق — جزو ہا را سوئے کل باشد طریق

وہ لوگ آگ ہی سے پیدا ہوئے تھے — اور اجزاء کا کل کی طرف راستہ ہوتا ہے

ہم ز آتش زادہ بودند آں خساں — حرف میراندند از نار و دُخاں

وہ کمینے آگ سے پیدا ہوئے تھے — آگ اور دھوئیں کی بات کرتے تھے

آتشے بودند مومن سوز و بس — سوخت خود آتش مرایشا نرا چو خس

وہ محض مومن سوز، آگ تھے — آگ نے خود ان کو تنکے کی طرح جلا دیا

آنکہ اُو بودست اُمّ الہاویہ — ہاویہ آمد مَر اُو را زاویہ[2]

جو شخص ہاویہ (دوزخ) کی جڑ ہے — ہاویہ ہی اس کا گوشہ بنی

مادرِ فرزند جویائے وے ست — اصلہا مر فرعہارا درپے ست

بچے کی ماں اپنے بچے کی جویا ہے — جڑیں، شاخوں کے درپے ہیں

آب اندر حوض گر زندانی ست — بادِ نشفش میکند کارِ کانی ست

پانی اگرچہ حوض میں بند ہے — ہوا اس کو جذب کرتی ہے کیونکہ وہ عنصری ہے

مے رہاند می بُرد تا معدنش — اندک اندک تا نہ بینی بُردنش

(ہوا) اسکو رہائی دیتی ہے اور اسکے معدن تک لیجاتی ہے — تھوڑا، تھوڑا تاکہ تم اس کے لے جانے کو نہ دیکھو

ویں نفس جانہائے مارا ہمچناں — اندک اندک دزدد از حبس جہاں

اسی طرح یہ سانس ہماری جانوں کو — دنیا کے قیدخانہ سے تھوڑا تھوڑا چراتا ہے

---

1. ز آتش۔ یہ بھی شیاطین تھے اور شیطان آگ سے بنا ہے۔ انتہا۔ جبکہ آگ سے بنے تھے، آگ میں چلے گئے۔ خس۔ کمینہ۔ حرف راندن۔ بات کرنا۔ دخان۔ دال کے ضمہ کے ساتھ، دھواں۔ خس۔ تنکا۔ ہاویہ۔ دوزخ کے طبقے کا نام ہے۔ یہ قرآن پاک کی آیت اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَهٌ کا اقتباس ہے یعنی جس کے نیک اعمال ہلکے ٹھہرے اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے۔

2. زاویہ۔ کونہ، گوشہ۔ مادر۔ کفار کی ماں جہنم ہے لہٰذا ان کو طلب کرے گی۔ زندانی۔ قیدی۔ نشف۔ چوسنا، خشک کر دینا۔ کار کانی ست۔ کہ ارکانی است، ارکان چاروں عنصروں کو کہا جاتا ہے یعنی پانی بھی عنصر ہے اور ہوا بھی لہٰذا ہوا پانی کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ معدن۔ کان، یہاں پانی کا کرہ مراد ہے۔ جانہا۔ چونکہ روح عالم بالا کی چیز ہے تو سانس کی ہوا اس کو رفتہ رفتہ اس کے اصل مقام تک پہنچا دیتی ہے۔

تَا اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ اَطۡیَابُ[1] الۡکَلِم ۔ صَاعِدًا مِنَّا اِلٰی حَیۡثُ عَلِم

یہاں تک کہ پاک کلمات اس (اللہ) کی طرف چڑھتے ہیں ۔ ہماری طرف سے اس جگہ تک چڑھتے ہیں جسکو وہ جانتا ہے

تَرۡتَقِی اَنۡفَاسُنَا بِالۡاِتِّقَاء ۔ مُتۡحَفًا مِنَّا اِلٰی دَارِ الۡبَقَاء

پرہیزگاری کی وجہ سے ہمارے سانس چڑھتے ہیں ۔ ہماری جانب سے بطور تحفہ کے دار البقاء تک

ثُمَّ یَاتِیۡنَا مُکَافَاتُ الۡمَقَال ۔ ضِعۡفُ ذَاکَ رَحۡمَۃً مِنۡ ذِی الۡجَلَال

پھر کلمات کا بدلہ ہمیں ملتا ہے ۔ اس کا دوگنا ذوالجلال کی رحمت سے

ثُمَّ یُلۡجِیۡنَا اِلٰی اَمۡثَالِهَا ۔ کَیۡ یَنَالُ الۡعَبۡدُ مِمَّا نَالَهَا

پھر وہ ہمیں مجبور کرتا ہے، ان جیسوں پر ۔ تاکہ بندہ حاصل کرے وہی جو ان سے حاصل کر چکا ہے

هٰکَذَا تَعۡرُجُ وَ تَنۡزِلُ[2] دَائِمًا ۔ ذَا فَلَا زَالَتۡ عَلَیۡهِ قَائِمًا

اسی طرح وہ چڑھتے اور اترتے ہیں ہمیشہ ۔ یہ، تو وہ اس پر ہمیشہ قائم ہیں

پارسی گوئیم یعنی ایں کشش ۔ زا نطرف آمد کہ آمد ایں چشش

ہم فارسی میں کہتے ہیں یعنی یہ کشش ۔ اس طرف سے آئی ہے کہ جس طرف سے یہ ذوق آیا ہے

چشم ہر قومے بسوئے ماندہ است ۔ کانطرف یکروز ذوقے راندہ است

ہر قوم کی نظر اس طرف رہتی ہے ۔ کہ جس طرف ایک دن کوئی مزا حاصل کیا ہے

ذوقِ جنس از جنس خود باشد یقیں ۔ ذوقِ جزو از کل خود باشد ببیں

یقیناً جنس کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے ۔ دیکھو! جزو کا ذوق اپنے کل سے ہوتا ہے

یا مگر آں قابل جنسے بود ۔ چوں بدو پیوست جنس او شود

یا شاید وہ چیز جنس کو قبول کرنے والی ہے ۔ جب اس جنس سے ملے اسی جنس کی ہو جائے

ہمچو آب و ناں کہ جنس ما نبود ۔ گشت جنس ما و اندر ما فزود

جیسے پانی اور روٹی ہماری جنس کا نہ تھا ۔ ہماری جنس بن گیا اور ہم میں اضافہ کر دیا

نقش جنسیت ندارد آب و ناں ۔ ز اعتبارِ آخر آنرا جنس داں

پانی اور روٹی جنسیت کی صورت نہیں رکھتے ۔ لیکن انجام کے اعتبار سے ان کو جنس سمجھو

ور بغیر جنس باشد ذوقِ ما ۔ آں مگر مانند باشد جنس را

اور اگر غیر جنس سے ہمارا ذوق ہوگا ۔ وہ شاید، ہماری جنس سے مناسبت رکھتا ہو

[1] اطیاب۔طیب کی جمع ہے، پاکیزہ۔الکلم۔کاف کے فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ، کلمہ کی جمع یعنی کلماتِ طیبات کا بھی اصل مقام ملاءِ اعلیٰ ہے لہٰذا وہ اپنے مقام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔انفاس۔نفس نون اور فاء کے فتحہ کے ساتھ کی جمع ہے، سانس۔متحف۔وہ چیز جو تحفہ میں پیش کی جائے۔ دارالبقاء۔آخرت۔مکافات۔بدلہ، معاوضہ۔مقال۔گفتگو، کلماتِ طیبات مراد ہیں۔ضعف۔ضاء کے کسرہ کے ساتھ، دوگنا۔ذی الجلال۔مقربِ حق۔یلجینا۔الجاء سے بنا ہے، مجبور کرنا، مونث کی ضمیریں مکافات کی طرف لوٹتی ہیں۔تعرج۔کلماتِ طیبات چڑھتے ہیں۔

[2] تنزل۔خدا کی رحمت اترتی ہے۔علیہ۔یعنی عروج و نزول۔چشش۔چشیدن کا حاصل مصدر ہے، چکھنا یعنی انسان کو جس چیز کا ذوق ہوتا ہے، اسی کی طرف کھنچتا ہے۔یا مگر۔دراصل تو ہر ایک کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے اور کبھی اس چیز سے بھی ذوق ہوتا ہے جو فی الحال تو ہم جنس نہیں ہے، لیکن بعد میں ہم جنس بن جاتی ہے جیسے روٹی پانی کہ وہ انسان کی جنس میں سے نہیں ہے لیکن انسانی بدن میں جا کر انسان کا جزو بن جاتی ہے۔آں مگر۔کبھی ذوق اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ چیز حقیقتاً ہم جنس تو نہیں ہے لیکن ہم جنس سے مشابہت رکھتی ہے لیکن یہ ذوق بہت عارضی ہے۔

آنکه مانندست باشد عاریت | عاریت باقی نماند عاقبت
جو مشابہ ہے وہ عارضی ہوتا ہے | انجام کار عارضی چیز باقی نہیں رہتی

مرغ[1] را گر ذوق آید از صفیر | چونکہ جنس خود نیابد شد نفیر
پرندہ کو اگر سیٹی سے لطف آتا ہے | جب وہ اپنی جنس کو نہیں پاتا، بھاگ جاتا ہے

تشنہ را گر ذوق آید از سراب | چوں رسد در وے گریزد جوید آب
پیاسے کو، اگر سراب سے ذوق آتا ہے | جب اسمیں پہنچتا ہے، بھاگتا ہے، پانی کی جستجو کرتا ہے

مفلساں گر خوش شوند از زرِ قلب | لیک آں رُسوا شود در دارِ ضرب
مفلس، اگر کھوٹے سونے سے خوش ہوتے ہیں | لیکن وہ ٹکسال میں جا کر بے قدر ہو جاتا ہے

تاز راند و دیت از رہِ نقگند | تا خیالِ کژ تُرا چہ نفگند
خبردار! کوئی ملمع ساز تجھے راستہ سے نہ بھٹکا دے | خبردار کج خیالی تجھے کنوئیں میں نہ گرا دے

از کلیلہ باز جو آں قصہ را | واندراں قصہ طلب کن حصہ را
اس قصہ کو کلیلہ و دمنہ میں تلاش کر | اور اس قصہ میں اپنا حصہ طلب کر

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں | قشر[2] و افسانہ بود نے مغزِ جاں
تو نے کلیلہ میں پڑھا ہوگا لیکن وہ | چھلکا اور افسانہ تھا نہ کہ جان کا مغز

قصہٗ نخچیراں و بیانِ توکل و ترکِ جہد کردن

شکار کے جانوروں کا قصہ اور توکل اور کوشش ترک کر دینے کا بیان

طائفہ نخچیر در وادیِ خوش | بود شاں با شیر دائم کشمکش
شکار کے جانوروں کی ایک ٹکڑی، عمدہ وادی میں | ان کی شیر کے ساتھ مستقل کشمکش رہتی تھی

بسکہ آں شیر از کمیں در می بود | آں چرا بر جملہ ناخوش گشتہ بود
چونکہ وہ شیر گھات سے اٹھا لے جاتا تھا | وہ چراگاہ سب کے لئے ناگوار ہو گئی تھی

حیلہ کردند آمدند ایشاں بہ شیر | کز وظیفہ ما تُرا دادیم سیر
انہوں نے تدبیر کی، وہ شیر کے پاس آئے | کہ تجھے ہم نے پیٹ بھر کر خوراک دینا منظور کیا ہے

جز وظیفہ در پئے صیدے میا | تا نگردد تلخ بر ما ایں گیا
راتب کے علاوہ کسی شکار کے پیچھے نہ آ | تاکہ یہ گھاس ہمارے لئے کڑوی نہ بنے

---

1. مرغ۔ پرندہ، شکاری کی سیٹی کی طرف اس وجہ سے کھنچتا ہے کہ وہ اس کے ہم جنس پرندہ کی آواز سے مشابہت رکھتی ہے لیکن فوراً ہی حقیقت کھلنے پر بھاگتا ہے۔ سراب۔ چمکتا ہوا ریتہ جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔ زرِ قلب۔ کھوٹا سونا۔ دارِ ضرب۔ ٹکسال۔ تا۔ یہاں سے مولانا کا قول شروع ہوتا ہے۔ کژ۔ کج۔ کلیلہ دمنہ۔ مشہور کتاب ہے، کلیلہ اور دمنہ دو فرضی گیدڑوں کے نام ہیں جن کی زبانی بہت نصیحت آمیز قصے کہانیاں نقل کی گئی ہیں۔ یہ اصل کتاب سنسکرت میں تھی پھر اس کا فارسی ترجمہ ہوا اور پھر خلیفہ ہارون الرشید نے فارسی سے عربی میں منتقل کرائی۔ اب اس کے سنسکرت اور فارسی کے نسخے مفقود ہیں، عربی نسخے سے یہ کتاب دنیا بھر کی مشہور زبانوں میں منتقل ہوئی ہے۔
2. قشر۔ چھلکا۔ افسانہ۔ کہانی۔ جہد۔ جیم کا فتحہ اور ضمہ دونوں صحیح ہیں۔ کوشش۔ محنت۔ طائفہ۔ جماعت، گروہ۔ وادیِ خوش۔ سرسبز میدان۔ نخچیر۔ شکار کرنا، شکارگاہ، شکار کیا ہوا جانور، وہ جانور جس کا شکار کھیلا جاتا ہے۔ کشمکش۔ صیغہ امر و نہی کا مجموعہ ہے جیسے گومگو، کھینچا تانی۔ بسکہ۔ چونکہ۔ کمیں۔ گھات کی جگہ۔ چرا۔ جیم فارسی کے فتحہ کے ساتھ، چریدن سے، چراگاہ۔ حیلہ۔ تدبیر۔ کز وظیفہ۔ روزینہ، راتب۔ سیر۔ پیٹ بھر کھانا۔ گیا۔ گھاس۔

جوابِ شیر نخچیراں را و بیانِ خاصیت جہد

شیر کا شکار کو جواب دینا اور کوشش کی خاصیت کا بیان

گفت آ رے[1] گر وفا بینم نہ مکر — مکر ہا دیدم بسے از زید و بکر

اس نے کہا، ہاں اگر میں وفاداری دیکھوں نہ مکاری — زید و بکر کے میں نے بہت مکر دیکھے ہیں

من ہلاکِ قول و فعل مردمم — من گزیدہ زخم مار و کژدمم

میں لوگوں کے قول اور فعل سے تباہ ہوں — میں سانپ اور بچھو کا زخم خوردہ ہوں

نفس ہر دم از درونم در کمیں — از ہمہ مردم بتر در مکر و کیں

میرے اندر سے نفس ہر وقت گھات میں ہے — مکر اور کینہ میں سب انسانوں سے بدتر ہے

گوشِ من لَا یُلْدَغُ الْمُؤمِن شنید — قولِ پیغمبر بجان و دل گزید

میرے کان نے لا یلدغ المومن سنا ہے — پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول کو جان و دل سے اختیار کرلیا ہے

باز ترجیح نہادن نخچیراں توکل را بر جہد و اکتساب

شکاروں کا کوشش اور کمانے پر توکل کو پھر ترجیح دینا

جملہ گفتند اے امیر باخبر — اَلْحَذَرُ دَعْ لَیْسَ یُغْنِیْ عَنْ قَدَر[2]

سب نے کہا اے باخبر سردار! — احتیاط کو چھوڑ، وہ تقدیر سے بے نیاز نہیں کرتی ہے

در حذر شوریدنِ شور و شرست — رو توکل کن توکل بہترست

بچاؤ میں، شور و شر کا برانگیختہ ہونا ہے — جا، توکل کر، توکل بہتر ہے

با قضا پنجہ مزن اے تند و تیز — تانگیرد ہم قضا با تو ستیز

اے تند و تیز! خدائی فیصلہ کا مقابلہ نہ کر — تاکہ خدائی فیصلہ تجھ سے برسرِ پیکار نہ ہو

مردہ باید بود پیشِ حکم حق — تانیاید زحمت از ربُّ الفلق

اللہ کے حکم کے سامنے مردہ ہو جانا چاہیئے — تاکہ رب الفلق کی جانب سے عذاب نہ آئے

باز ترجیح نہادنِ شیر جہد را بر توکل و تسلیم

شیر کا پھر کوشش کو توکل اور تسلیم پر ترجیح دینا

گفت آ رے گر توکل رہبرست — ایں سبب ہم سنت پیغمبرست

اس نے کہا بے شک اگرچہ توکل راہنما ہے — یہ سبب (اختیار کرنا) بھی پیغمبر کی سنت ہے

---

1. آرے۔ مجھے منظور ہے، ہاں۔ زید وبکر۔ یعنی عام انسان۔ ہلاک۔ برباد۔ مردم۔ لوگ۔ گزیدہ۔ ڈسا ہوا۔ مار۔ سانپ۔ کژدم۔ ٹیڑھی دم والا، بچھو۔ نفس۔ یہاں سے مولانا نے نفس امارہ کے مکر کا ذکر شروع کیا ہے۔ لایلدغ المومن۔ حدیث ہے لَایُلْدَغُ الْمُوْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مُّرَّتَیْنِ، مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا۔ اکتساب۔ کمانا۔ الحذر۔ پرہیز، بچاؤ، چوکنا رہنا۔ احتیاط۔ دع۔ امر کا صیغہ ہے ودع ودعا سے، چھوڑنا۔

2. قدر۔ تقدیر، قضائے الٰہی۔ شوریدن۔ برانگیختہ ہونا، فتنہ بپا ہونا۔ شر۔ برائی۔ تدبیر اور دیگر اسباب کو جو گوہر حقیقی سمجھتے ہیں، وہ زندیق سمجھے جاتے ہیں۔ پنجہ مزن۔ مقابلہ کرنا۔ ستیز۔ جنگ وجدل۔ مردہ بودن۔ یعنی سر تسلیم خم کرنا۔ زحمت۔ صدمہ، مار پیٹ، عذاب۔ ربُّ الفلق۔ صبح کی سفیدی پیدا کرنے والا، اللہ تعالیٰ۔ سبب۔ اسباب کو اختیار کرنا آنحضورؐ کی سنت ہے۔

گفت پیغمبرؐ باآوازِ بلند[1] — بر توکل زانوئے اُشتر بہ بند

پیغمبرؐ نے بلند آواز سے کہا ہے — توکل کے ساتھ اونٹ کے گھٹنے باندھ دو

رَمزِ اَلکاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ شنو — از توکل در سبب کاہل مشو

الکاسب حبیب اللہ کا نکتہ سنو — توکل کی وجہ سے سبب کے معاملہ میں سست نہ بنو

در توکل کسب و جہد اولیٰ ترست — تا حبیبِ حق شوی ایں بہترست

توکل میں کمائی اور کوشش زیادہ بہتر ہے — تاکہ تو اللہ کا محبوب بن جائے، یہ بہتر ہے

رَو توکل کن تو باکسب اے عمو — جہد می کُن کسب می کن مُوبمو

اے چچا! جا، مع کوشش کے توکل کر — کوشش کر، کمائی کر، سربسر

جہد کُن جِدّے نما تا وارہی — گر تو از جہدش بمانی اَبلہی

کوشش کر، تندہی کر، تاکہ نجات پائے — اگر تو اس کی کوشش سے باز رہا تو بیوقوف ہے

باز ترجیح نخچیراں توکل را از جہد و کسب

پھر شکاروں کا توکل کو کوشش اور کمائی پر ترجیح دینا

قوم گفتندش کہ کسب از ضعفِ خلق — لقمۂ تزویر داں بر قدرِ حلق

قوم نے اس سے کہا کہ کوشش لوگوں کی کمزوری کی وجہ سے ہے — اور اس کو بقدرِ حلق فریب کا لقمہ سمجھ

پس بدانکہ کسب ہا از ضعف خاست — در توکل تکیہ بر غیرے خطاست

پس جان لے کہ کوششیں ضعف کی وجہ سے پیدا ہوئیں — توکل میں غیر پر بھروسہ غلط ہے

نیست کسبے از توکل خوب تر — چیست از تسلیم خود محبوب تر

کوئی کوشش، توکل سے بہتر نہیں ہے — رضا و تسلیم سے زیادہ محبوب کیا چیز ہے؟

بس گریزند از بلا سوئے بلا — بس جہند از مار سوئے اژدہا

بہت لوگ ایک مصیبت سے دوسری مصیبت کی طرف بھاگتے ہیں — بہت لوگ سانپ سے اژدہے کی طرف کودتے ہیں

حیلہ[2] کرد انسان و حیلش دام بود — آنکہ جاں پنداشت خوں آشام بود

انسان نے تدبیر کی اور اس کی تدبیر جال تھی — جس کو جان سمجھا وہ خون پینے والی تھی

در بہ بست و دشمن اندر خانہ بود — حیلۂ فرعون زیں اَفسانہ بود

(اس نے) دروازہ بند کر لیا اور دشمن گھر ہی میں تھا — فرعون کی تدبیر اسی قسم کی تھی

---

1. باآواز بلند۔ علی اعلان۔ زانوئے اشتر۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے اعقل وتوکل، اونٹ کے رسّی باندھ اور خدا پر بھروسہ کر یعنی حفاظت کے جو اسباب ہیں، وہ بھی اختیار کر۔ الکاسب حبیب اللہ۔ کسب کرنے والا اللہ کا محبوب ہے۔ یہ مشہور مقولہ ہے۔ کاہل۔ سست، یعنی انسان کو اسباب اختیار کرنے میں سستی نہ کرنی چاہئے۔ در توکل۔ انسان کا محنت کرنا اور اسباب دنیوی اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ عمو۔ چچا، بزرگ۔ موبمو۔ سربسر، پوری طرح۔ جِد۔ جیم کے کسرہ سے، کوشش۔ وا۔ جدا۔ رہی۔ رہیدن کا فعل مضارع، چھوٹنا۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ خلق۔ مخلوق۔ تزویر۔ مکروفریب۔ ضعف۔ یعنی انسان کو کسب اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ اس کے عقیدے میں کمزوری آ گئی ہے، خدا پر پورا بھروسہ نہیں کرتا ہے۔ تکیہ۔ بھروسہ۔ تسلیم۔ خدا کے حکم پر سر جھکا دینا۔

2. حیلہ۔ تدبیر۔ دام۔ جال۔ خون آشام۔ خونخوار۔ فرعون۔ یہ لقب ہے، نام ولید بن مُصعب ہے یہ مصر کا ظالم بادشاہ گزرا ہے، کاہنوں نے اس کو بتایا تھا کہ بنی اسرائیل کا لڑکا تمہاری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا، اس بنا پر اس نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے بچوں کو قتل کرانا شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ کو ان کی والدہ نے پیدائش کے بعد دریائے نیل میں ڈال دیا جو بالآخر فرعون کے گھر پہنچ گئے اور وہیں ان کی پرورش ہوئی اور وہی اس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنے۔

صد ہزاراں طفل کشت آن کینہ کش
وانکہ اُو می جست اندر خانہ اش

اس کینہ والے نے لاکھوں بچے مار ڈالے
اور جس کو وہ تلاش کرتا تھا اس کے گھر میں تھا

دیدۂ ما چوں بسے علّت دروست
رَو فنا کن دید خود در دید دوست

جبکہ ہماری نگاہ میں بڑی خرابیاں ہیں
جا، اپنی صوابدید کو دوست کی صوابدید میں فنا کر دے

دید[1] مارا دید او نعم العوض
ہست اندر دیدِ او کلی غرض

اس کی صوابدید ہماری صوابدید کا بہترین بدل ہے
اس کی صوابدید میں تمام مقاصد موجود ہیں

طفل تا گیرا و تاپویا نہ بود
مرکبش جز گردنِ بابانہ بود

بچہ جب تک پکڑنے والا اور چلنے والا نہ تھا
بابا کی گردن کے علاوہ اُس کی سواری نہ تھی

چوں فضولی کرد و دست و پا نمود
در عنا افتاد و در کور و کبود

جب اس نے بیکار بات کی اور ہاتھ پیر نکالے
(تو) مشقت و مصیبت اور اندھیرے میں پھنس گیا

جانہائے خلق پیش از دست و پا
می پریدند از وفا اندر صفا

لوگوں کی روحیں، ہاتھ، پیر سے پہلے
کمال کی وجہ سے، عالم غیب میں پرواز کرتی تھیں

چوں بامر اِہبطوا بندی شدند
حبس خشم و حرص و خورسندی شدند

جب اہبطوا کے حکم سے قیدی بن گئیں
غصہ اور حرص اور خوشی میں گرفتار ہو گئیں

ما عیالِ[2] حضرتیم و شیر خواہ
گفت اَلْخَلْقُ عِیَالُ لِلْاِلٰہ

ہم اللہ کے عیال، اور شیرخوار ہیں
(خدا نے) فرمایا ہے مخلوق اللہ کی عیال ہے

آنکہ او از آسماں باراں دہد
ہم تواند کو برحمت ناں دہد

جو آسمان سے بارش عطا فرماتا ہے
یہ بھی کر سکتا ہے کہ وہ کرم سے روٹی دے دے

دیگر بار بیان کردنِ شیر ترجیح جہد بر توکل

شیر کا توکل پر کوشش کو دوسری بار ترجیح دینا

گفت شیر آرے ولے ربّ العباد
نرد بانے پیش پائے ما نہاد

شیر نے کہا، ہاں لیکن بندوں کے پروردگار نے
ہمارے پیروں کے پاس سیڑھی رکھ دی ہے

پایہ پایہ رفت باید سوئے بام
ہست جبری بودن اینجا طمع خام

کوٹھے پر رفتہ رفتہ چڑھنا چاہیے
اس مقام پر جبری ہونا خام خیالی ہے

پائے داری چوں کنی خود را تو لنگ
دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ

تو پیر رکھتا ہے، کیوں اپنے کو لنگڑا بناتا ہے؟
تو ہاتھ رکھتا ہے، پنجہ کو کیوں چھپاتا ہے؟

---

1. دید۔ نظر، صوابدید۔ علت۔ بیماری، نقص۔ نعم العوض۔ اچھا بدلہ۔ گیرا۔ گیرندہ، پکڑنے والا۔ پویا۔ دوڑنے والا۔ مرکب۔ سواری۔ بابا۔ باپ۔ فضولی۔ غیر ضروری بات، بیہودگی۔ عنا۔ مشقت۔ کور۔ یعنی اندھاپن۔ کبود۔ کالا، تاریک۔ جانہائے۔ روحیں عالم ازل میں بغیر ہاتھ پیر کے اڑی پھرتی تھیں۔ صفا۔ عالم بالا چونکہ وہ مادہ سے صاف ہے۔ اہبطوا۔ نیچے اترو، حضرت آدم وحواء اور شیطان کو گندم خوری کے بعد حکم ہوا تھا کہ سرزمین پر اترو۔
2. عیال۔ بال بچے، کنبہ، جو لوگ کسی کی سرپرستی میں ہوں۔ آرے۔ ہاں۔ ولے۔ لیکن۔ رب العباد۔ بندوں کا پروردگار۔ نردبان۔ سیڑھی، زینہ۔ پایہ پایہ۔ درجہ بدرجہ۔ بام۔ کوٹھا، بالاخانہ۔ جبری۔ مجبور۔ لنگ۔ لنگڑا۔ چنگ۔ چنگل، پنجہ۔

خواجہ[1] چوں بیلے بدست بندہ داد
آقا نے، جب غلام کو بیلچہ تھما دیا

دست ہمچوں بیل اشارتہائے اوست
بیلچہ کی طرح، ہاتھ اس کے اشارے ہیں

چوں اشارتہاش را بر جاں نہی
جب تو اس کے اشاروں کو دل پر جما لے گا

پس اشارتہاش اسرارت دہد
تب اس کے اشارے تجھے راز عطا کریں گے

حاملی محمول گرداند ترا
تو باربردار ہے تو تجھے سوار کر دے گا

قابلی امر وئی قابل شوی
تو اسکے حکم کو قبول کرنے والا ہے (دربار کے) قابل ہو جائے گا

سعی شکر نعمت قدرت بود
کوشش، قدرت کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے

شکر نعمت نعمت افزوں کند
نعمت پر شکر ادا کرنا تیری نعمت کو بڑھائے گا

جبر تو خفتن بود در رہ مخسپ
اپنے آپ کو مجبور سمجھنا، سو جانا ہے، راستہ میں نہ سو

ہاں مخسپ اے جبری بے اعتبار
اے بے بھروسہ جبری! ہرگز نہ سونا

تا کہ شاخ افشاں کند ہر لحظہ باد
تاکہ ہوا ہر لحظہ شاخ کو ہلائے

جبر، خفتن درمیانِ رہزناں
خود کو مجبور سمجھنا، ڈاکوؤں کے درمیان سو جانا ہے

بے زباں معلوم شد اُو را مُراد
بغیر کچھ کہے اس کا مقصد معلوم ہو گیا

آخر اندیشی عبارتہائے اوست
جس کا مطلب انجام بینی ہے

در وفائے آں اشارت جاں دہی
اور ان اشاروں کو پورا کرنے میں جان دے دے گا

بار بردارد زتو، کارت دہد
تیرا بوجھ ہلکا کردیں گے، تجھے کام دیں گے

قابلی مقبول گرداند ترا
تو (حکم کو) ماننے والا ہے تو تجھے مقبول بنا دے گا

وصل۔ جوئی بعد ازاں واصل شوی
تو وصل کا طالب ہے، اس کے بعد وصال والا بن جائیگا

جبر[2] تو انکارِ آں نعمت بود
اور تیرا جبری ہونا اس نعمت کا انکار ہے

کفر نعمت از کفت بیروں کند
اور نعمت کا کفر، (اس کو) تیرے قبضہ سے نکال دے گا

تا نہ بینی آں در و درگہ مخسپ
جب تک اس در اور درگاہ کو نہ دیکھ لے، نہ سو

جز بزیرِ آں درخت میوہ دار
اس میوہ دار درخت کے نیچے کے سوا

بر سرت دائم بریزد نقل و زاد
(اور) ہمیشہ تیرے لئے نقل و توشہ مہیا کرتی رہے

مرغِ بے ہنگام کے یابد اماں
بے وقت اذان دینے والا مرغ کب بچتا ہے؟

---

1. خواجہ۔ مالک، آقا۔ بندہ۔ غلام، نوکر۔ بیل۔ بیلچہ۔ بے زباں۔ بغیر کہے ہوئے۔ مراد۔ آقا کا مطلب یہ ہے کہ زمین کھود، جب خدا نے یہ اعضا دیے ہیں تو اشارہ ہے کہ ہاتھ پیر کو کام میں لا۔ بر جاں نہی۔ تو دل پر نقش کر لے گا۔ وفا۔ پورا کرنا۔ اسرارت۔ یعنی جب تم محنت اور ریاضت کرو گے تو مجاہدہ سے کشف شہود ہوگا۔ حامل۔ بوجھ اٹھانے والا۔ محمول۔ لدا ہوا، یعنی اب تو تم پر اعمال کا بار ہوگا، کل کو یہی اعمال باعث رحمت ہوں گے۔ قابل۔ قبول کرنے والا۔ مقبول۔ یعنی مقبول بارگاہ۔ امر وئی۔ یعنی امر و ہے ہستی۔ قدرت۔ اختیار۔

2. جبر۔ مجبور ہونا، بے بسی، بے اختیاری۔ در و درگہ۔ یعنی جب تو جناب باری میں پہنچ جائے اور تجھے مشاہدۂ حق میسر ہو جائے۔ ہاں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ جبری۔ وہ شخص جو عقیدۂ جبر کا قائل ہو، انسان کو مجبور محض سمجھتا ہو۔ بے اعتبار۔ اپنے منافع کے لئے تو بھاگا بھاگا پھرتا ہے اور عبادات و طاعات میں اپنے آپ کو مجبور سمجھتا ہے۔ درخت۔ یعنی وصول الی اللہ کا درخت۔ افشاندن۔ جھاڑنا۔ نقل۔ وہ چیزیں جو شراب کے ساتھ کھائی جاتی ہیں۔ زاد۔ توشہ۔ رہزناں۔ یعنی شیاطین۔ مرغ۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا تھا اس کو ذبح کر لیا جاتا تھا۔

در اشارتہاش را بینی[1] زنی — مرد پنداری و چوں بینی زنی

اگر اس کے اشاروں پر تو ناک چڑھائے گا — تو اپنے آپکو مرد سمجھتا ہے، اور جب غور کریگا تو عورت ہے

آں قدر عقلے کہ داری گم شود — سر کہ عقل از وے پرد دم شود

تو جس قدر عقل رکھتا ہے، وہ گم ہو جائے گی — جس سر سے عقل اڑ جائے وہ دم بن جاتا ہے

زانکہ بے شکری بود شوم و شنار — می برد ناشکر را در قعر نار

چونکہ ناشکری، منحوس اور نامبارک ہوتی ہے — ناشکرے کو جہنم کے گڑھے میں لے جاتی ہے

گر توکل میکنی در کار کن — کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

اگر تو توکل کرتا ہے، کاروبار میں کر — کما، اور پھر اللہ پر بھروسہ کر

تکیہ بر جبار کن تا وارہی — ورنہ افتی در بلا و گمرہی

خدا پر بھروسہ کر تاکہ نجات پائے — ورنہ مصیبت اور گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا

باز ترجیح نہادن نخچیراں توکل را بر جہد

شکاروں کا توکل کو کوشش پر پھر ترجیح دینا

جملہ باوے بانگ ہا برداشتند — کاں حریصاں کیں سببہا کاشتند

سب اس پر چیخ پڑے — کہ جن حریصوں نے یہ اسباب بوئے ہیں

صد ہزار اندر ہزاراں مرد و زن — پس چرا محروم ماند اندر زمن[2]

لاکھوں، لاکھ مرد اور عورت — زمانہ میں کیوں محروم رہے؟

صد ہزاراں قرن ز آغازِ جہاں — ہمچو اژدر ہا کشادہ صد دہاں

ابتداءِ آفرینش سے لاکھوں صدیاں — اژدہوں کی طرح سینکڑوں منہ کھولے ہوئے

مکر ہا کردند آں دانا گروہ — کہ زبن بر کندہ شد زاں مکر کوہ

ان عقلمندوں نے ایسی چالاکیاں کیں — کہ ان کی چالاکیوں سے پہاڑ جڑ سے اکھڑ گیا

کردہ مکر و حیلہ آں قومِ خبیث — گر زما باور نداری ایں حدیث

اس خبیث قوم نے چالاکی اور تدبیر کی — اگر ہماری اس بات پر تجھے یقین نہیں آتا

کرد وصف مکر شاں را ذوالجلال — لِتَزُوْلَ مِنْهُ اَقْلَالُ الْجِبَال

اللہ نے ان کے مکر کا بیان فرمایا ہے — اس سے پہاڑ کی چوٹیاں ہٹ جاتی ہیں

---

1. بینی زدن۔ناک چڑھانا۔زنی۔تو عورت ہے۔عقلے۔قوت عقلیہ کو اگر میں کام میں نہ لایا جائے گا وہ بیکار ہو جائے گی۔دُم۔یعنی بدترین عضو۔شوم۔منحوس۔شنار۔شین کے ضمہ کے ساتھ، نامبارک۔قعر۔گہرائی۔نار۔آگ یعنی نعمت کا کفران، عذاب کا سبب ہے۔کار۔یعنی کام میں لگ کر توکل کرنا چاہئے۔جبار۔اللہ تعالیٰ۔تکیہ۔خدا پر بھروسہ ضروری ہے ورنہ انسان مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔حریصاں۔یعنی حریص انسان اسباب اختیار کرتے ہیں۔

2. زمن۔زمانہ۔یعنی اگر اسباب اختیار کرنا مفید ہوتا تو لاکھوں انسان جنہوں نے اسباب اختیار کئے، محروم کیوں ہوئے۔قرن۔صدی۔صد ہزاراں۔لاکھوں۔اژدرہا۔اژدہے، پیٹ بھرنے پر اژدہا سو جاتا ہے، ورنہ زبان لٹکائے پھرتا ہے۔زبن۔اس مصرع میں قومِ عاد کی سنگتراشی کا بیان نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو آئندہ اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔مکر و حیلہ۔فریب، مکاری۔خبیث۔ناپاک، بداعتقاد، مراد وہی لوگ ہیں جو اسباب کو حقیقی موثر مانتے ہیں۔وصف۔بیان، تعریف۔اقلال۔قلہ کی جمع، پہاڑ کی چوٹی۔جبال۔جبل کی جمع، پہاڑ۔

جز کہ آں قسمت کہ رفت اندر ازل
سوائے اس حصہ کے جو ازل میں مقرر ہوا ہے
روئے ننمود از سگال[1] و از عمل
غور و فکر اور عمل) سے (کچھ) نہ ملا

جملہ افتادند از تدبیر و کار
سب، تدبیر اور کام سے عاجز آ گئے
ماند کار و حکمہائے کردگار
اللہ کا کام اور اس کے احکام باقی رہے

کسب جز نامے مداں اے نامدار
اے نامدار! کوشش کو برائے نام سمجھ
جہد جز وہمے مپندار اے عیار
اے ہوشیار! کوشش کو وہم کے سوا کچھ نہ سمجھ

نگریستن عزرائیل علیہ السلام بر مردے و گریختن اُو در سرائے

عزرائیل علیہ السلام کا ایک شخص کو گھورنا اور اس کا

سلیمان علیہ السلام و تقریر ترجیح توکل بر جہد و کوشش

سلیمان علیہ السلام کے گھر کی طرف بھاگنا اور توکل کی مشقت اور کوشش پر ترجیح کی تقریر

سادہ مردے چاشتگاہے در رسید
ایک بھولا آدمی دن چڑھے آیا
در سرا عدلِ سلیمانی در دوید
(اور) حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں دوڑا

رویش از غم زرد و ہر دو لب کبود
غم سے اس کا چہرہ زرد اور دونوں ہونٹ نیلے تھے
پس سلیمانؑ گفت اے خواجہ چہ بود
(حضرت) سلیمانؑ نے پوچھا اے صاحب کیا ہوا؟

گفت عزرائیل در من ایں چنیں
اس نے کہا، عزرائیل (علیہ السلام) نے مجھ پر ایسی
یک نظر انداخت پُر از خشم و کیں[2]
ایک نظر ڈالی جو غصہ اور کینہ سے بھری ہوئی تھی

گفت ہیں اکنوں چہ میخواہی بخواہ
انہوں نے کہا اب جو کچھ چاہتا ہے بیان کر
گفت فرما باد را اے جاں پناہ
اس نے کہا، اے جاں پناہ! ہوا کو حکم دیجئے

تا مرا زینجا بہندستاں بَرد
تاکہ مجھے اس جگہ سے ہندوستان لے جائے
بو کہ بندہ کانطرف شد جاں برد
ہوسکتا ہے بندہ اس طرف چلا جائے تو جان بچا لے

پس سلیمانؑ کرد بر باد ایں برات
تو (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو یہ حکم دیا
بُرد باد اُو را بسوئے سومنات
ہوا، اس کو سومنات کی طرف لے گئی

باد را فرمود تا اُو را شتاب
ہوا کو حکم دیا اور وہ فوراً اس کو
بُرد سوئے خاکِ ہندوستاں برآب
پانی پر (سوار) کر کے ہندوستان کی سرزمین کی طرف لے گئی

نک ز درویشی گریزانند خلق
اب! افلاس سے لوگ بھاگتے ہیں
لقمہ حرص و امل زانند خلق
اس لئے لوگ حرص اور خواہش کا لقمہ ہیں

---

1. سگال۔ غور وفکر، سوچ۔ عمل۔ کسب، کاروبار۔ افتادند۔ رہ گئے، عاجز آ گئے۔ کردگار۔ کام کا مالک، اللہ تعالیٰ۔ سادہ۔ بھولا بھالا۔ چاشتگاہ۔ ایک پہر دن چڑھے کا وقت۔ سرائے عدل۔ عدالت، محکمہ۔ سلیمانؑ۔ نبی جو حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں جن کو نبوت کے ساتھ دنیا کی عظیم الشان سلطنت بھی ملی تھی، انسانوں کے علاوہ جنوں پر بھی حکمران تھے۔ کبود۔ نیلا۔ خواجہ۔ مالک، آقا، بزرگ۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔
2. کیں۔ کینہ۔ ہیں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ باد۔ ہوا بھی حضرت سلیمان کے تابع تھی۔ بو۔ بود، ہوسکتا ہے، ممکن ہے۔ جاں برد۔ بچ جائے، زندہ رہے۔ برات۔ تحریری حکم، شاہی حکم۔ سومنات۔ علاقہ گجرات کا ایک شہر ہے جس کا مندر دنیا میں مشہور ہے جس کو سلطان محمود نے منہدم کر دیا تھا اور اب حکومت ہند نے اس کی دوبارہ تعمیر کرائی ہے۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے، اب۔ گریزیدن۔ بھاگنا، بچنا۔ امل۔ آرزو۔ زانند۔ ازاں اند۔

ترس[1] درویشی مثالِ آں ہراس — حرص و کوشش را تو ہندوستاں شناس
افلاس کا ڈر، اس خوف کی مثال ہے — حرص اور کوشش کو تو ہندوستان سمجھ

روزِ دیگر وقتِ دیوان و لقا — شہ سلیمانؑ گفت عزرائیل را
دوسرے دن دربار اور ملاقات کے وقت — حضرت سلیمانؑ نے عزرائیل (علیہ السلام) سے کہا

کاں مسلماں را بخشم از چہ سبب — بنگریدی باز گو اے پیکِ رب
اس مسلمان کو غصہ سے کس وجہ سے — تو نے دیکھا؟ اے اللہ کے قاصد! بتا

اے عجب ایں کردہ باشی بہرِ آں — تا شود آوارہ اُو از خانماں
تعجب ہے! یہ تو نے اس لئے کیا — تاکہ وہ گھربار سے آوارہ ہو جائے

گفتش اے شاہِ جہانِ بے زوال — فہم کژ کرد و نمود اُو را خیال
حضرت عزرائیل نے ان سے کہا کہ اے لازوال جہاں کے بادشاہ — اس نے غلط سمجھا اور اس کو خیال نے (غصہ) دکھایا

کہ مرا فرمود حق کامروز ہاں[2] — جانِ اُو را تو بہندوستاں ستاں
اس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آج ہی — اس کی جان ہندوستان میں نکال لے

دیدمش اینجا و بس حیراں شدم — در تفکر رفتہ سرگرداں شدم
میں نے اس کو یہاں دیکھا تو بہت حیران ہوا — میں فکر میں ڈوب کر پریشان ہوا

از عجب گفتم گر اُو را صد پرست — او بہندوستاں شدن دور اندرست
تعجب سے میں نے کہا کہ اگر اس کے سو پَر ہوں — اس کا ہندوستان پہنچنا دور از قیاس ہے

چوں بامرِ حق بہندوستاں شدم — دیدمش آنجا و جانش بستدم
میں جب اللہ کے حکم سے ہندوستان پہنچا — میں نے اس کو وہاں دیکھا اور اس کی جان نکال لی

تو ہمہ کارِ جہاں را ہم چنیں — کن قیاس و چشم بکشا و ببیں
(اے مخاطب) تو دنیا کے تمام کاموں کو اس پر — قیاس کر لے، اور آنکھ کھول اور دیکھ

از کہ بگریزیم از خود، ایں محال — از کہ برتابیم از حق ایں وبال
ہم کس سے بھاگیں؟ اپنے آپ سے؟ یہ ناممکن ہے — ہم کس سے سرتابی کریں؟ خدا سے! یہ تو تباہی ہے

باز ترجیح نہادن شیر جہد را بر توکل و فوائد جہد بیان کردن

شیر کا پھر توکل پر کوشش کو ترجیح دینا اور کوشش کے فائدے بیان کرنا

شیر گفت آرے و لیکن ہم ببیں — جہد ہائے انبیاء و مرسلیں
شیر نے کہا درست ہے لیکن یہ بھی تو دیکھ — انبیاء اور رسولوں کی کوششیں

---

1. ترس۔ یعنی افلاس کے ڈر سے لوگ توکل کو ترک کرتے ہیں پھر بھی محروم رہتے ہیں جیسا کہ وہ شخص وہاں سے ہندوستان کی طرف بھاگا لیکن وہاں بھی نہ بچا۔ دیوان ولقا۔ یعنی دربارِ عام جس میں لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ جہانِ بے زوال۔ عالم آخرت، حضرت سلیمان علیہ السلام نبی بھی تھے لہٰذا ان کو شاہِ آخرت کہا ہے۔ کژ۔ کج، ٹیڑھ۔
2. ہاں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ ستاں۔ ستاندن کا امر ہے لینا۔ صد پر۔ یعنی اگر اس شخص کے سو پر بھی لگ جائیں گے۔ از کہ۔ تقدیر سے بھاگنا ایسا ہے جیسا کہ خود انسان اپنے آپ سے بھاگے جو ناممکن ہے۔ انبیاء و مرسلین۔ رسولوں اور نبیوں نے بھی اسبابِ دنیوی اختیار کئے ہیں اور جد و جہد کی ہے۔

سعیِ ابرار[1] و جہادِ مومناں
نیکوں کی کوشش، مومنوں کا جہاد
تا بدیں ساعت ز آغازِ جہاں
ابتداء آفرینش سے اب تک

حق تعالیٰ جہد شاں را راست کرد
اللہ نے ان کی کوشش درست کر دی
آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد
جو کچھ انہوں نے ظلم اور گرم و سرد دیکھا

حیلہ ہا شاں جملہ حال آمد لطیف
بہرحال ان کی تدبیریں، پاکیزہ ثابت ہوئیں
کُلُّ شَیْءٍ مِنْ ظَرِیْفٍ هُوَ ظَرِیْفٌ
بھلے کی ہر شے بھلی ہوتی ہے

دامہا شاں مرغِ گردونی گرفت
ان کے جالوں نے آسمانی پرندے پکڑے
نقصہاشاں جملہ افزونی گرفت
ان کی تمام کمیوں نے، ترقیاں حاصل کر لیں

جہد میکن تا توانی اے کیا
اے عقلمند! جس قدر بھی ہو سکے کوشش کر
در طریق انبیاء و اولیاء
انبیاء اور اولیاء کے طریقہ پر

باقضا[2] پنجہ زدن نبود جہاد
جہاد تقدیرِ الٰہی کا مقابلہ نہیں ہے
زانکہ ایں راہم قضا برما نہاد
اس لئے کہ یہ بھی تقدیرِ الٰہی نے ہم پر رکھا ہے

کافرم من گر زیاں کردست کس
میں کافر ہوں، اگر کسی نے نقصان اٹھایا ہو
در رہِ ایمان و طاعت یک نفس
ایمان اور اطاعت کے راستہ میں، تھوڑی دیر کیلئے بھی

سر شکستہ نیست ہیں سر را مبند
(تیرا) سر پھٹا ہوا نہیں ہے، خبردار سر کو نہ باندھ
یک دو روزے جہد کن باقی بخند
ایک دو روز کوشش کر لے پھر آرام اٹھا

بد محالے جست کو دنیا بجست
جس نے دنیا کی جستجو کی اس نے باطل کی جستجو کی
نیک حالے جست کو عقبیٰ بجست
جس نے آخرت کی جستجو کی، اسنے اچھی حالت کی جستجو کی

مکرہا در کارِ دنیا بار دست
دنیاوی کام میں تدبیر کرنا بیکار ہے
مکرہا در ترکِ دنیا وارِدست
دنیا چھوڑنے میں، تدبیر کرنا منقول ہے

مکر آں باشد کہ زنداں حفرہ کرد
تدبیر یہ ہے کہ قید خانہ میں سرنگ لگا دی
آنکہ حفرہ بست ایں مکریست سَرد
جس نے سرنگ بند کردی، یہ غلط تدبیر ہے

ایں جہاں زندان و ما زندانیاں
یہ دنیا قید خانہ ہے، اور ہم قیدی ہیں
حفرہ کن زندان و خود را وارہاں
قید خانہ میں سرنگ لگا دے اور اپنے آپ کو چھڑا لے

چیست دنیا از خدا غافل بدن
دنیا کیا ہے؟ اللہ سے غافل ہونا
نے قماش و نقرہ و فرزندان و زن
نہ کہ ساز و سامان اور چاندی اور بچے، بیوی

---

[1] ابرار۔ بر کی جمع ہے، نیک آدمی۔ راست کرد۔ ان کو غلبہ دیا اور طرح طرح سے ان کی مدد کی۔ حیلہ۔ تدبیر۔ جملہ حال۔ بہرحال۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ ظریف۔ نیک، بھلا، خوش طبع۔ دام۔ جال۔ گردونی۔ آسمان۔ نقص۔ کمی۔ افزونی۔ زیادتی، بڑھوتی۔ کیا۔ دانا، پہلوان، بادشاہ۔

[2] قضا۔ انسان کی کوشش بھی تقدیرِ الٰہی کے ماتحت ہے۔ یک نفس۔ تھوڑی دیر۔ سر شکستہ۔ معذور، تو معذور ہے لیکن تندرست معذور نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ محال۔ باطل، ناممکن۔ بارد۔ ٹھنڈا، بے اثر۔ وارد۔ قرآن و حدیث میں منقول ہے۔ مکر۔ قیدی کی رہائی کی یہ تدبیر ہے کہ وہ قید خانہ میں سرنگ لگا کر نکل بھاگے، دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔ بدن۔ بودن۔ قماش۔ ساز و سامان۔ نقرہ۔ چاندی۔

مال را کز بہر دیں باشی حمول[1]
وہ مال دین کے لئے تو جس کا باربردار ہو
نِعمَ مَالٌ صَالِحٌ خواندش رسول
اس کو رسول (ﷺ) نے بہترین اچھا مال فرمایا ہے

آب در کشتی ہلاکِ کشتی ست
کشتی میں پانی بھرنا، کشتی کی تباہی ہے
آب اندر زیر کشتی پشتی ست
کشتی کے نیچے پانی کا ہونا، کشتی کے لئے مددگار ہے

چونکہ مال و ملک را از دل براند
چونکہ مال اور ملک کو دل سے نکال دیا تھا
زاں سلیمانؑ خویش جز مسکیں نخواند
اسلئے (حضرت) سلیمانؑ نے اپنے آپکو مسکین کے علاوہ کچھ نہ کہا

کوزۂ سربستہ اندر آبِ زفت
سر بندھا پیالہ، گہرے پانی میں گیا
از دلِ پُر باد فوقِ آب رفت
اور ہوا سے پیٹ بھرا ہونے کی وجہ سے پانی پر تیرا

بادِ درویشی چو در باطن بود
جب دل میں فقیری کی ہوا بھری ہوگی
بر سرِ آبِ جہاں ساکن بود
دنیا کے پانی کے اوپر، پُرسکون ہوگا

آب نتواند مرُو را غوطہ داد
پانی اس کو غوطہ نہیں دے سکتا ہے
کِش دل از نفخِ الٰہی گشت شاد
کیونکہ اس کا دل خدائی پھونک سے مسرور ہو گیا ہے

گرچہ جملہ ایں جہاں ملک وَے ست
خواہ یہ تمام دنیا اس کی ملک ہو
ملک در چشمِ دلِ او لاشَیٔ ست
سلطنت اس کے دل کی نگاہ میں ہیچ ہے

پس دہانِ دل ببند و مہر کن
پس دل کا دہانہ بند کر، اور مہر لگا
پُر کنش از باد گیر مِنْ لَدُن
مِنْ لَدُن کے دریچہ سے اس کو بھر لے

جہد حق ست و دوا حق ست و درد
کوشش حق ہے، اور دوا کرنا حق ہے اور درد حق ہے
منکر[2] اندر نفی جہدش جہد کرد
منکر اپنی کوشش کی نفی میں کوشاں ہے

کسب کُن سعی نما و جہد کن
کما، کوشش کر، اور جدوجہد کر
تابدانی سرِّ علم من لدن
تاکہ تو علم من لدن کا راز سمجھ لے

گرچہ ایں جملہ جہاں پُرجہد شد
اگرچہ یہ تمام دنیا جدوجہد سے پُر ہو رہی ہے
جہد کے درکام جاہل شہد شد
جاہل کے منہ میں جدوجہد کب شیریں ہوئی ہے؟

مقرر شدن ترجیح جہد بر توکل

کوشش کی توکل پر ترجیح ثابت ہو جانا

زیں نمط بسیار برہاں گفت شیر
شیر نے اس طریقہ پر بہت سے دلائل بیان کئے
کز جواب آں جبریاں گشتند سیر
جن کے جواب سے وہ جبر کے قائل خاموش ہو گئے

---

[1] حمول۔ باربردار، بوجھ اٹھانے والے۔ آب اندر۔ اندر زیادہ ہے۔ پشتی۔ مدد، سہارا۔ براند۔ دور کر دیا۔ مسکین۔ غریب، خاکسار۔ زفت۔ موٹا، سخت۔ فوق۔ اوپر۔ باطن۔ اندر، قلب۔ ساکن۔ ٹھہرا ہوا۔ کش۔ کہ اش۔ نفخ۔ پھونک۔ دے۔ یعنی وہ شخص جس کے قلب میں درویشی ہے۔ لاشی۔ ناچیز۔ بادگیر۔ روشندان، دریچہ۔ من لدن۔ پاس سے، یعنی وہ علم جو خدا کی جانب سے براہِ راست حاصل ہو جس کو علم لدنی کہا جاتا ہے۔

[2] منکر۔ جدوجہد کا منکر اس انکار میں خود جدوجہد کرتا ہے۔ لدن۔ علم لدنی وہ علم ہے جو براہِ راست جنابِ باری سے حاصل ہو جیسا کہ آیت وَ عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا میں فرمایا گیا" اور اس کو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا۔" گرچہ۔ یعنی تمام دنیا عالم اسباب ہے لیکن جاہل یعنی اس عقیدہ پر یقین نہ رکھنے والا اس کو نہیں سمجھتا ہے۔ نمط۔ طرز، طریقہ۔ برہان۔ دلیل۔ جبریاں۔ یعنی وہ جانور جو جبر کے قائل تھے۔ سیر۔ پیٹ بھرا، خاموش۔

روبہ[1] و خرگوش و آہو و شغال
لومڑی، خرگوش، ہرن اور گیدڑ نے
جبر را بگذاشتند و قیل و قال
جبر (کے عقیدے) کو اور بحثابحثی کو چھوڑ دیا

عہد ہا کردند با شیر ژیاں
غضب ناک شیر سے انہوں نے عہد کئے
کاں دریں بیعت نیفتد در زیاں
کہ اس قول و قرار میں وہ نقصان میں نہ رہے گا

قسم ہر روزش بیاید بے ضرر
ہر روز اس کو حصہ بے ضرر پہنچے گا
حاجتش نبود تقاضائے دگر
اس کو دوبارہ تقاضا کرنے کی حاجت نہ ہوگی

عہد چوں بستند و رفتند آں زماں
جب انہوں نے عہد کر لیا اس وقت وہ روانہ ہوئے
سوئے مرعیٰ ایمن از شیر ژیاں
چراگاہ کی طرف غضب ناک شیر سے مطمئن ہو کر

جملہ بنشستند یکجا آں وحوش
وہ وحشی جانور اکٹھے ہو کر بیٹھے
او فتادہ درمیانِ جملہ جوش
سب میں جوش پھیلا ہوا تھا

ہر کسے تدبیر و رائے می زدند
ہر ایک اپنی تدبیر اور رائے لڑاتا تھا
ہر کسے در خونِ ہر یک می شدند
ہر ایک دوسرے کے خون کے درپے ہوتا تھا

عاقبت شد اتفاقِ جملہ شاں
بالآخر ان سب کا اتفاق ہو گیا
تابیاید قرعۂ اندر میاں
تاکہ درمیان میں قرعہ اندازی ہو

قرعہ بر ہر کو زند اُو طعمہ است
جس پر قرعہ نکلے وہ خوراک ہے
بے سخن شیر ژیان را لقمہ است
بلاعذر وہ تند شیر کا لقمہ ہے

ہم بریں کردند آں جملہ قرار
سب نے اس پر اتفاق کر لیا
قرعہ آمد سربسر را اختیار
قرعہ، سب کو پسند آ گیا

قرعہ بر ہر کو فتادے روز روز
ہر روز جس پر قرعہ نکلا
سوئے آں شیر اُو دویدے ہمچو یوز
وہ چیتے کی طرح اس شیر کی طرف دوڑ جاتا

انکار کردن نخچیراں بر خرگوش در تاخیر رفتن بر شیر
خرگوش کے شیر کے پاس جانے میں تاخیر پر شکاروں کی ناپسندیدگی

چوں بخرگوش آمد ایں ساغر بدور
جب یہ ساغر دور میں خرگوش کے پاس آیا
بانگ زد خرگوش کاخر چند جور
تو خرگوش چیخا آخر ظلم کب تک؟

قوم گفتندش کہ چندیں گاہ ما
قوم نے اس سے کہا اتنی مرتبہ ہم نے
جاں فدا کردیم در عہد و وفا
عہد اور وفا کی خاطر جان قربان کی ہے

تو مجو بدنامی ما اے عنود
اے جھگڑالو! تو ہماری بدنامی نہ چاہ
تا نرنجد شیر رَو تو زود زود
تاکہ شیر خفا نہ ہو، جلد جلد جا

---

[1] روبہ۔ لومڑی۔ آہو۔ ہرن۔ شغال۔ گیدڑ۔ قیل و قال۔ گفتگو، بحث مباحثہ۔ مباحثہ۔ ژیاں۔ غضب ناک۔ بیعت۔ عہد، قرار، معاملہ۔ زیاں۔ نقصان۔ قسم۔ حصہ۔ بے ضرر۔ بلا تکلیف۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔ وحوش۔ وحشی کی جمع الجمع، جنگلی جانور۔ عاقبت۔ انجام کار۔ قرعہ۔ پانسہ۔ طعمہ۔ خوراک۔ روز روز۔ روز بروز۔ یوز۔ چیتا۔ ساغر۔ جام شراب۔ دور۔ چکر۔ بانگ۔ آواز۔ عنود۔ جھگڑالو، ضدی۔

جواب گفتن خرگوش نخچیراں را و مہلت خواستن

خرگوش کا شکاروں کو جواب دینا اور مہلت چاہنا

گفت اے یاراں مرا مہلت دہید — تا بمکرم[1] از بلا ایمن شوید
اس نے کہا اے یارو! مجھے مہلت دو — تاکہ تم میری تدبیر کی وجہ سے مصیبت سے بے خوف ہو جاؤ

تا اماں یابد زمکرم جانِ تاں — ماند ایں میراث فرزندانِ تاں
میری تدبیر سے تمہاری جان امان پا لے — (جنگل) تمہاری اولاد کی میراث بنا رہے

ہر پیمبر امتاں را در جہاں — ہمچنیں تا مخلصی میخواند شاں
ہر پیغمبر، امتیوں کو دنیا میں — اسی طرح ان کو نجات کی طرف بلاتا رہا ہے

کز فلک راہِ بروں شو دیدہ بود — در نظر چوں مردمک پیچیدہ بود
اس لئے کہ وہ آسمان سے باہر نکلنے کا راستہ دیکھ چکے تھے — وہ نگاہ میں پتلی کی طرح پوشیدہ تھے

مردمش چوں مردمک دیدند خرد — در بزرگی مردمک کس رہ نبرد
انسانوں نے پتلی کی طرح ان کو چھوٹا سمجھا — پتلی کی بڑائی کا کسی کو پتہ نہ چلا

اعتراضِ نخچیراں بر سخن خرگوش

شکاروں کا خرگوش کی بات پر اعتراض

قوم گفتندش کہ اے خر[2] گوش دار — خویش را اندازۂ خرگوش دار
قوم نے اس سے کہا، اے گدھے سن — اپنے آپ کو خرگوش کے رتبے میں رکھ

ہیں چہ لاف است ایں کہ از تو مہتراں — در نیاوردند اندر خاطر آں
خبردار! یہ کیا بکواس ہے کہ تجھ سے بڑے — دل میں بھی یہ نہیں لائے

معجبی یا خود قضا ماں درپے ست — ورنہ ایں دم لائق چونتو کے ست
تو خود پسند ہے، یا ہماری قضا ہمارے درپے ہے — ورنہ یہ دعویٰ تجھ جیسے کے کب مناسب ہے؟

باز جواب دادنِ خرگوش

گفت اے یاراں حقم الہام داد — مر ضعیفے را قوی رائے فتاد
اس نے کہا اے دوستو! مجھے خدا نے الہام کیا ہے — ایک کمزور کی سمجھ میں مضبوط رائے آ گئی ہے

آنچہ حق آموخت مر زنبور را — آں نباشد شیر را و گور را
اللہ نے جو کچھ شہد کی مکھی کو سکھا دیا ہے — وہ شیر اور گورخر کو میسر نہیں ہے

خانہا سازد پُر از حلوائے تر — حق برو آں علم را بکشود در
وہ تر حلوے سے بھرے ہوئے خانے بناتی ہے — اللہ نے اس علم کا دروازہ اس پر کھول دیا ہے

---

1. مکر۔ حیلہ، تدبیر۔ ایمن۔ بے خوف۔ میراث۔ ورثہ، ترکہ۔ ہر پیمبر۔ یعنی میں جس طرح نجات کی کوشش کر رہا ہوں، ہر نبی نے اپنی امت کی نجات کی کوشش کی ہے۔ بیروت شو۔ باہر نکلنے والا۔ مردمک۔ آنکھ کی پتلی۔ پیچیدہ۔ ملا جلا، مخلوط، چھپا ہوا۔ خرد۔ چھوٹا، پتلی ایک چھوٹی سی چیز ہے لیکن اس میں اتنی طاقت ہے کہ بحر و بر کو اپنے اندر سما لیتی ہے، یہی حال انبیاء علیہم السلام کا ہے۔

2. خر۔ گدھا، بیوقوف۔ گوشدار۔ سن۔ لاف۔ گپ، شیخی۔ مہتراں۔ بزرگ۔ خاطر۔ دل۔ معجب۔ خود پسند، متکبر۔ قضا ماں۔ موت۔ دم۔ دعویٰ۔ الہام۔ غیبی اشارہ۔ فتاد۔ یعنی۔۔۔۔۔ زنبور۔ شہد کی مکھی۔ گور۔ گورخر، جنگلی گدھا۔ حلوہ تر۔ نرم و لذیذ حلوہ، یہاں شہد مراد ہے۔

آنچہ حق آموخت کرمِ پیلہ[1] را
جو کچھ اللہ نے ریشم کے کیڑے کو سکھا دیا ہے
ہیچ پیلے داند آنگوں حیلہ را؟
اس طرح کی تدبیر کوئی ہاتھی جانتا ہے؟

آدمِ خاکی زحق آموخت علم
مٹی کے آدم نے اللہ سے علم سیکھا
تا بہفتم آسماں افروخت علم
علم نے ساتواں آسمان تک روشن کر دیا

نام و ناموسِ ملک را در شکست
فرشتوں کی عزت و آبرو کو شکست دے دی
کوریِ آنکس کہ باحق در شک ست
اس شخص کے اندھے پن نے جو اللہ کے معاملہ میں شک کرتا ہے

زاہد شش صد ہزاراں سالہ را
چھ لاکھ برس کے زاہد کے
پوز بندے ساخت آں گوسالہ را
مچکا چڑھا دیا، اس بچھڑے کے

تانناند شیرِ علم دیں کشید
تاکہ علم دین کا دودھ نہ پی سکے
تانگردد گردِ آں قصرِ مشید
تاکہ اس مضبوط قلعہ کے چکر نہ کاٹے

علمہائے اہلِ حس[2] شد پوز بند
اہل حس کے علوم، مچکا بن گئے
تانگیرد شیر ازاں علمِ بلند
تاکہ وہ اعلیٰ علم کے دودھ کو نہ پی سکیں

قطرۂ دل را یکے گوہر فتاد
قطرۂ دل کو ایسا گوہر عطا ہوا
کاں بدریا ہا و گردوں ہا نداد
جو دریاؤں اور آسمانوں کو نہ دیا

چند صورت آخر اے صورت پرست
اے صورت کے پجاری! آخر صورت (پرستی) کب تک؟
جانِ بے معنیت از صورت نرست
تیری بے معنی جان نے صورت سے رہائی نہ پائی

احمدؐ و بوجہل در بت خانہ رفت
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوجہل بت خانے میں گئے
زیں شدن تا آں شدن فرقے ست زفت
ان کے جانے اور اُس کے جانے میں گہرا فرق ہے

ایں در آید سر نہند آں را بتاں
یہ اندر آتے ہیں تو بت ان کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں
واں در آید سرنہد چوں اُمتاں
وہ اندر آتا ہے تو پجاریوں کی طرح ماتھا ٹیکتا ہے

نقش بر دیوار مثلِ آدم ست
دیوار کی تصویر آدمی جیسی ہے
بنگر اندر صورتِ اُو چہ کم ست
غور کر اس کی صورت میں کیا چیز کم ہے؟

جاں کم ست آں صورتِ بے تاب را
اس بے طاقت تصویر میں جان کم ہے
رَو بجو آں گوہرِ نایاب را
جا، اس نایاب گوہر کو تلاش کر

---

1. کرم پیلہ۔ ریشم کا کیڑا۔ پیل۔ ہاتھی۔ آنگوں۔ اس قسم کا۔ حیلہ۔ تدبیر۔ نام و ناموس۔ فرشتوں نے حضرت آدم کی خلافت پر اعتراض کیا، حضرت آدم کے علم کی وجہ سے پھر ان کو آدم کی خلافت تسلیم کرنا پڑی۔ شش صد ہزاراں۔ چھ لاکھ، مشہور ہے کہ شیطان نے ملعون ہونے سے قبل چھ لاکھ سال عبادت کی تھی۔ پوز بند۔ وہ جالی جو گائے کے بچے کے منہ پر چڑھادی جاتی ہے تاکہ وہ بے وقت گائے کا دودھ نہ پی سکے۔ گوسالہ۔ بچھڑا، یہاں شیطان مراد ہے۔ نناند۔ نتواند کا مخفف ہے۔ قصر۔ محل۔ مشید۔ چونہ گچ لگا ہوا، مضبوط۔
2. اہل حس۔ وہ عقلاء، جو مشاہدہ ہی کو دلیل وجود مانتے ہیں اور باطنی دسری علوم کے مخالف ہیں۔ قطرۂ دل۔ امانت الٰہی کا بار آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں نے برداشت کرنے سے انکار کر دیا، صرف انسان کا قلب اس کا متحمل ہوا۔ احمد۔ یعنی آنحضورؐ اور ابوجہل کی صورت تو یکساں ہی تھی لیکن باطنی اوصاف اور معنویت کا کتنا بڑا فرق تھا، آنحضورؐ فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تھے تو بت اوندھے منہ گر پڑے۔ نقش۔ یہ دوسری مثال ہے جس کے ذریعہ باطنی اوصاف کے فرق کو سمجھایا ہے۔ بےتاب۔ بے طاقت۔ صورت۔ تصویر۔ نایاب۔ جو ہاتھ نہ لگے۔

شد سرِ شیرانِ عالم جملہ پست
دنیا کے تمام شیروں کا سر جھک گیا

چوں سگ اصحاب[1] را دادند دست
جب (قضا و قدر) نے اصحاب کہف کے کتے کو غلبہ دیدیا

چہ زیانستش ازاں نقشِ نفور
اس قابل نفرت صورت سے اس کو کیا نقصان ہے

چونکہ جانش غرق شد در بحرِ نور
جبکہ اس کی روح نور کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہے

وصف صورت نیست اندر خامہا
قلموں میں صورت کی تعریف (لکھنے کا رواج) نہیں ہے

عالم و عادل بود در نامہا
خطوں میں، عالم عادل (لکھا) ہوتا ہے

عالم و عادل ہمہ معنی ست و بس
عالم اور عادل سب معنی ہیں فقط

کش نیابی در مکانِ پیش و پس
جن کو تو آگے اور پیچھے کسی جگہ نہیں پائے گا

میزند برتن زسوئے لا مکاں
یہ لامکاں سے جسم پر وارد ہوتے ہیں

می نگنجد در فلک خورشید جاں
جان کا سورج، آسمان میں نہیں سما سکتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد ہوش دار
واضح ہو، یہ بات انتہاء نہیں رکھتی ہے

گوش سوئے قصۂ خرگوش دار[2]
خرگوش کے قصہ کی طرف کان لگائے رکھو

گوشِ خر بفروش و دیگر گوشِ خر
گدھے کے کان فروخت کردے، دوسرے کان خرید لے

کیں سخن را در نیابد گوشِ خر
اس لئے کہ اس بات کو گدھے کے کان نہیں سن سکتے

ذکر دانش خرگوش و بیانِ فضیلت و منافع دانش

خرگوش کی عقلمندی کا ذکر اور عقلمندی کی فضیلت اور نفعوں کا بیان

زو تو روبہ بازیِ خرگوش بیں
چل، خرگوش کی چالاکی دیکھ

مکر و شیر اندازیِ خرگوش بیں
خرگوش کا مکر اور شیر کو پچھاڑنا، دیکھ

خاتمِ ملکِ سلیمانؑ ست علم
علم حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک کی انگوٹھی ہے

جملہ عالم صورت و جان ست علم
تمام دنیا صورت، اور علم جان ہے

آدمی رازیں ہنر بے چارہ گشت
اس ہنر کی وجہ سے آدمی کے لئے فرمانبردار ہوگئی ہے

خلق دریا ہا و خلق کوہ و دشت
پہاڑ، جنگل اور دریا کی مخلوق

زو پلنگ و شیر ترساں ہمچو موش
اس سے تیندوا اور شیر بھی، چوہے کی طرح خوفزدہ ہیں

زوشدہ پنہاں بدشت و کہ وُحوش
اس سے وحشی جانور، جنگل اور پہاڑ میں چھپ گئے

---

[1] اصحاب۔ یعنی اصحاب کہف، اس شعر میں بھی معنوی اوصاف کی بنیاد پر فوقیت کو سمجھایا ہے۔ زیاں۔ نقصان۔ نقش۔ ظاہری صورت۔ نفور۔ قابل نفرت۔ وصف صورت۔ یعنی ظاہری حسن قابل تحریر نہیں ہے۔ انسان کی باطنی خوبیوں کو تحریر میں لایا جاتا ہے۔ کش۔ کہ اش یعنی یہ معنوی خوبیاں مکان وزمان کے ساتھ مقید نہیں ہوتی ہیں۔ لامکاں۔ عالم قدس، یعنی ان باطنی خوبیوں کا نزول عالم قدس سے ہوتا ہے۔ خورشید جاں۔ روح کی وسعتیں لا محدود ہوتی ہیں۔ پایاں۔ خاتمہ، انتہا۔

[2] گوش دار۔ کان لگا۔ ہوش دار۔ ہوش رکھ، خوب سمجھ۔ خر۔ گدھا، بیوقوف۔ خر۔ خریدن کا امر ہے۔ روبہ بازی۔ مکر وفریب۔ بیں۔ دیدن سے امر کا صیغہ ہے۔ شیر اندازی۔ شیر کو مغلوب کرنا۔ خاتم۔ انگوٹھی، مہر، مشہور ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کی وجہ سے تمام عالم ان کے لئے مسخر ہوگیا تھا۔ آدمی۔ انسان علم ہی کی بدولت بحر وبر پر حکمران ہے۔ پلنگ۔ تیندوا، چیتے کو فارسی میں یوز کہتے ہیں۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے۔

زو[1] پری و دیو ساحلہا گرفت
اس سے پری اور دیو نے سمندر کا کنارہ پکڑا

ہر یکے در جائے پنہاں جا گرفت
ہر ایک نے پوشیدہ مقام میں جگہ بنا لی

آدمی را دشمن پنہاں بسے ست
آدمی کے چھپے ہوئے دشمن بہت ہیں

آدمی باحذر عاقل کے ست
محتاط آدمی، سمجھدار انسان ہے

خلق خوب و زشت ہست از ما نہاں
اچھی اور بری مخلوق ہم سے چھپی ہوئی موجود ہے

میزند بر دل بہر دم کوب شاں
ان کی چوٹ ہر وقت دل پر لگتی ہے

بہر غسل ار در روی در جوبار
تو اگر نہر میں غسل کے لئے جائے گا

بر تو آسیبے زند در آبِ خار
تو کانٹا، پانی میں تجھے تکلیف پہنچائے گا

گرچہ پنہاں خار در آب ست پست
اگرچہ کانٹا پانی کے نیچے چھپا ہوا ہے

چونکہ در تو میخلد دانی کہ ہست
چونکہ تیرے چبھا ہے تو جانتا ہے کہ موجود ہے

خار خارِ[2] حسہا و وسوسہ
حواس اور وسوسہ کے کانٹے

از ہزاراں کس بود نے یک کسہ
ہزاروں اشخاص کیجانب سے ہیں نہ کہ ایک شخص کی (جانب سے)

باش تا حسہائے تو مبدل شود
ٹھہر، تاکہ تیرے حواس تبدیل ہو جائیں

تا بہ بینی شاں و مشکل حل شود
تاکہ تو ان کو دیکھ لے اور مشکل حل ہو جائے

تا سخنہائے کیاں رد کردۂ
تاکہ (معلوم ہو جائے) کن ہستیوں کی باتوں کو تو نے رد کیا ہے؟

تا کیاں را سرورِ خود کردۂ
اور کن کو تو نے اپنا سردار بنایا ہے؟

باز جستن نخچیراں سِرّ و اندیشۂ خرگوش را

پھر شکاروں کا خرگوش کی تدبیر اور راز کو معلوم کرنا

بعد ازاں گفتند کاے خرگوشِ چست
پھر انہوں نے کہا اے چالاک خرگوش!

درمیاں نہ آنچہ در ادراکِ تست
سامنے رکھ دے جو تیری سمجھ میں آیا ہے

اے کہ با شیرے تو در پیچیدۂ
اے وہ! کہ شیر سے تو بھڑا ہے

باز گو رائے کہ اندیشیدۂ
بتا، تو نے کیا تدبیر سوچی ہے؟

مشورت ادراک و ہشیاری دہد
مشورہ، عقل اور سمجھ عطا کرتا ہے

عقلہا مر عقل را یاری دہد
عقلیں، عقل کی مدد کرتی ہیں

---

1. زو۔ از او۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ حذر۔ بچنا، پرہیز کرنا، احتیاط۔ خلق خوب۔ اچھی مخلوق، فرشتے۔ زشت۔ برا، یعنی شیاطین۔ کوب۔ چوٹ، صدمہ، اوپر کے اشعار میں انسان کے غلبہ کو بتایا گیا تھا، اب یہ سمجھایا گیا ہے کہ انسان کو باوجود غلبہ کے پُرخطر اور شیاطین کے مکر سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ جوبار۔ نہر۔ آسیب۔ صدمہ۔ پست۔ نیچے۔ دانی۔ بعض چیزیں نظروں سے غائب ہیں لیکن ان کے اثرات سے ان کا وجود معلوم ہو جاتا ہے۔

2. خار خار۔ لفظوں کی تکرار کثرت کے معنی دیتی ہے۔ باش۔ یعنی ریاضت اور مجاہدہ سے حواسِ باطنی پیدا ہوتے ہیں تو نظروں سے غائب چیزیں مشاہدہ میں آجاتی ہیں۔ کیاں۔ کیا کی جمع، بزرگ، دانا۔ کیاں۔ استفہام جمع کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ سرور۔ سردار۔ کاے۔ کہ اے۔ چست۔ چالاک۔ نہ۔ نہادن سے امر کا صیغہ ہے۔ ادراک۔ عقل، سمجھ۔ عقلہا۔ یعنی مشورہ دینے والوں کی عقلیں۔ عقل۔ یعنی مشورہ لینے والے کی عقل۔ یاری۔ مدد۔

گفت پیغمبر بکن[1] اے رائے زن — مشورت کالمُستشارُ مُؤتمَنٌ

پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا ہے اے رائے زنی کرنے والے! — مشورہ کر لے اس لئے کہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے

قولِ پیغمبر بجاں باید شنود — باز گو تا چیست مقصودِ تو زود

پیغمبر (ﷺ) کے قول کو دل و جان سے سننا چاہئے — تو جلدی بتا، تیرا مقصد کیا ہے؟

پوشیدہ داشتن خرگوش راز را از نخچیراں

خرگوش کا شکاروں سے راز کو پوشیدہ رکھنا

گفت ہر رازے نشاید باز گفت — جفت طاق آید گہے گہ طاق جفت

اس نے کہا ہر راز کہنے کے لائق نہیں ہوتا — کبھی جفت طاق آتا ہے، کبھی طاق جفت آتا ہے

از صفا گردم زنی با آئینہ — تیرہ گردد زود با ما آئینہ

اگر تو آئینہ پر پھونک مارے تو صفائی کی وجہ سے — وہ بہت جلد ہمارے لئے اندھا ہو جائے گا

در بیانِ ایں سہ کم جنباں لبت — از ذہاب و از ذہب و ز مذہبت[2]

ان تین چیزوں کے بیان میں لب کشائی نہ کر — سفر اور سونا اور اپنی منزلِ مقصود کے بارے میں

کیں سہ را خصم ست بسیار و عدو — در کمینت ایستد چوں داند او

اس لئے کہ ان تینوں کے مخالف اور دشمن بہت ہیں — تیری گھات میں رہے گا جب وہ جان جائے گا

ور برانی با یکے گوئی الوداع — کُلُّ سِرٍّ جَا وَزَالِاثْنَیْنِ شَاع

اگر تم نے ایک سے کہہ دیا تو الوداع کہہ دو — ہر راز جو دو (لب) سے گذرا، مشہور ہوا

گر دو سہ پرندہ را بندی بہم — بر زمیں مانند محبوس از الم

اگر تو دو تین پرندوں کو اس میں باندھ دے — تکلیف کی وجہ سے زمین پر مقید رہیں گے

مشورت دارند سرِّ پوشیدہ خوب — در کنایت با غلط افگن مشوب

چھپے ہوئے راز کا مشورہ بہتر سمجھتے ہیں — کنایۃً جو غلطی میں مبتلا کرنے والی بات سے مخلوط ہو

مشورت کردے پیمبر بستہ سر — گفت ایشانش جواب و بے خبر

پیمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سربستہ مشورہ کرتے — اور وہ ان کو بے خبری میں جواب دے دیتے

بکن۔ مفعول دوسرے مصرع میں مشورت ہے۔ المستشار۔ جس سے مشورہ لیا جائے۔ موتمن۔ جس کے پاس امانت رکھی جائے۔ جفت۔ جوڑ۔ طاق۔ اکیلا۔ بعض کھیلوں میں ہار جیت اس بات پر ہوتی ہے کہ جس چیز کے ذریعہ کھیلا جاتا ہے وہ جوڑ نکلتی ہے یا بے جوڑ، یعنی انسان جیتنے کی آرزو کرتا ہے اور ہارنے کا پانسا آ جاتا ہے۔ از صفا۔ آئینہ صاف چیز ہے لیکن اس پر اگر پھونک مارو تو دھندلا ہو جاتا ہے، اسی طرح دوست کا سینہ صاف ہوتا ہے، اگر اس سے راز کہہ دیا جاتا ہے تو اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات گھومنے لگتے ہیں جو اکثر مفید نہیں ہوتے۔ ذہاب۔ سفر۔ ذہب۔ سونا، یعنی مال و دولت۔

مذہب۔ اس سے منزل مراد ہے جہاں انسان جا رہا ہے، دین مراد لینا مناسب نہیں ہے۔ الوداع۔ رخصت کرنا، یعنی اگر تم نے اپنا راز کسی ایک سے بھی کہہ دیا تو اس کو الوداع کہہ دو، اب وہ راز، راز نہیں رہے گا۔ الاثنین۔ دونوں ہونٹ مراد ہیں۔ پرندہ۔ راز کی مثال پرندہ کی سی ہے، اگر بندھے پڑے رہیں گے تو ٹھہریں گے۔ مشورت۔ مشورہ ایسے طور پر کرو جس میں دوسرے پر بات نہ کھلے وہ مغالطہ میں پڑا رہے اور تمہیں مشورہ بھی مل جائے۔ مشوب۔ ملا ہوا۔ بے خبر۔ صحابہ کو صحیح بات کا پتہ بھی نہ لگتا تھا اور مشورہ بھی ہو جاتا تھا۔

در مثالے[1] بستہ گفتے رائے را — تا نداند خصم از سر پائے را
رائے کو کسی مثال سے وابستہ کر کے فرما دیتے — تاکہ مخالف سر، پیر نہ سمجھ سکے

اُو جوابِ خویش بگرفتے ازو — و زسوالش می نبردے غیر بو
وہ اس سے اپنا جواب نکال لیتے — ان کے سوال کی غیر کو بو بھی نہ لگتی

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — سوئے خرگوشِ دلاور تا چہ کرد
اس بات کا خاتمہ نہیں، لوٹ — بہادر خرگوش کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

قصۂ مکر کردن خرگوش با شیر و بسر بُردن

خرگوش کا شیر کے ساتھ چالاکی کرنے اور انجام کو پہنچنے کا قصہ

حاصل آں خرگوش رائے خود نگفت — مکر اندیشید با خود طاق و جفت
الحاصل، اس خرگوش نے اپنی رائے نہ بتائی — جوڑ توڑ کر کے خود تدبیر سوچ لی

باوحوش از نیک و بد نکشاد راز — سرِّ خود باجانِ خود میراند باز
وحشی جانوروں پر اچھے برے کا راز نہ کھولا — اپنا راز اپنے آپ سے کہتا رہا

ساعتے تاخیر کرد اندر شدن — بعد ازاں شد پیش شیر پنجہ زن
جانے میں ایک گھنٹہ تاخیر کی — اس کے بعد پنجہ زن شیر کے سامنے گیا

زاں سبب کاندر شدن اُو ماند دیر — خاک را میکند و میغرید شیر
اس سبب سے کہ جانے میں دیر تک توقف کیا — شیر زمین کو کھود رہا تھا اور غرا رہا تھا

گفت من گفتم کہ عہد آں خساں — خام باشد خام و زشت و نارساں
اس نے کہا، میں نے کہا تھا کہ ان کمینوں کا عہد — کچا ہوگا اور برا اور نامکمل ہوگا

دمدمہ ایشاں مرا از خر فگند — چند[2] بفریبد مرا ایں دہر چند
ان کے مکر نے مجھے مار ڈالا — یہ زمانہ مجھے آخر کتنا فریب دے گا؟

سخت درماند امیر سست ریش — چوں نہ پس بیند، نہ پیش از احمقیش
بیوقوف حاکم بہت عاجز رہتا ہے — جب اپنی بیوقوفی سے نہ آگا دیکھے نہ پیچھا

راہ ہموارست وزیرش دامہا — قحط معنی درمیانِ نامہا
راستہ صاف ہے، اور اس کے نیچے جال ہیں — لفظوں میں معنی کا قحط ہے

لفظہا و نامہا چوں دامہاست — لفظ شیریں ریگ آبِ عمر ماست
الفاظ اور نام جالوں کی طرح ہیں — میٹھا لفظ ہماری عمر کے پانی کا ریت ہے

---

1. در مثالے۔ کوئی مثال دے کر مشورہ کرتے تھے۔ باز گرد۔ واپس چل۔ دلاور۔ بہادر۔ ساعت۔ گھنٹہ تھوڑی دیر۔ شدن۔ جانا۔ پنجہ زن۔ پنجہ مارنے والا۔ وا۔ جدا، اکثر کسی فعل کے ساتھ ملا کر مستعمل ہوتا ہے۔ میکند۔ کندن، کھودنا۔ غریدن۔ غرانا، دھاڑنا۔ خساں۔ یعنی شکاری جانور۔ خام۔ کچا۔ زشت۔ برا۔ نارساں۔ ناتمام۔ دمدمہ۔ مکر و فریب۔ از خر افگندن۔ دور کر دینا، ہلاک کر دینا۔
2. چند۔ تا چند، کب تک۔ دہر۔ زمانہ، مراد اہل زمانہ ہیں۔ درماندن۔ عاجز رہنا۔ سست ریش۔ بیوقوف، احمق، سماقت۔ ہموار۔ صاف، برابر۔ دام۔ جال۔ قحط۔ کال۔ لفظہا۔ یعنی جھوٹے پیروں کے بڑے بڑے القاب بہت میٹھے ہیں لیکن یہ مرید کی زندگی کو برباد کرتے ہیں۔

عمر چوں آب ست وقت او را چو جو[1]
عمر پانی کی طرح ہے، اس کے لئے وقت بمنزلہ نہر کے ہے
خلق باطن ریگ جوئے عمر تو
باطنی اخلاق، تیری عمر کی نہر کا ریت ہیں

آں یکے ریگے کہ جوشد آب ازو
وہ ریت جس سے پانی ابلے
سخت کمیاب ست رَو آنرا بجو
بہت کمیاب ہے، جا اس کو تلاش کر

ہست آں ریگ اے پسر مردِ خدا
اے بیٹا! وہ ریت مردِ خدا ہے
کُو بحق پیوست و از خود شد جدا
جو اللہ سے جڑا اور اپنے سے جدا ہو

آبِ عذبِ دیں ہمی جوشد ازو
دین کا میٹھا پانی اس سے ابلتا ہے
طالباں رازاں حیات ست و نمو
طلبگاروں کی اس سے زندگی اور نشوونما ہے

غیر مردِ حق چو ریگِ خشک داں
جو مردِ خدا نہیں اس کو خشک ریت سمجھ
کاب عمرت را خورد اُو ہر زماں
جو ہر وقت تیری زندگی کا پانی چوس رہا ہے

طالبِ حکمت شو از مردِ حکیم
مرد دانا سے، دانائی کا طالب بن
تا ازو گردی تو بینا و علیم
تاکہ تو اس سے صاحب بصیرت اور عالم بنے

منبع حکمت شود حکمت طلب
دانائی کا طالب، دانائی کا چشمہ بن جاتا ہے
فارغ آید اُو زتحصیل و سبب
وہ تحصیل علم اور سبب (ظاہری) سے بے نیاز ہو جاتا ہے

لوحِ حافظ[2] لوحِ محفوظے شود
حافظ کی لوح، لوحِ محفوظ بن جاتی ہے
عقلِ اُو از روح محظوظے شود
اس کی عقل روح سے بہرہ یاب ہو جاتی ہے

چوں معلم بود عقلش ز ابتدا
عقل، شروع میں جو اس کی استاد تھی
بعد ازاں شد عقل شاگردے ورا
اس کے بعد عقل اس کی شاگرد بن گئی

عقل چوں جبریل گوید احمدا!
جبرئیل (علیہ السلام) کی طرح عقل کہتی ہے اے احمدؐ!
گر یکے گامے نہم سوزد مَرا
اگر ایک قدم بڑھاؤں (تجلی) مجھے جلا دے گی

تو مرا بگذار زیں پس پیش راں
مجھے پیچھے چھوڑ دیجئے اور آپ آگے جائیے
حدِّ من ایں بود اے سلطانِ جہاں
اے جہاں کے بادشاہ! میری یہ سرحد تھی

ہر کہ ماند از کاہلی بے شکر و صبر
جو شخص سستی کی وجہ سے بے شکر اور بے صبر رہا
اُو ہمی داند کہ گیرد پائے جبر
وہ سمجھتا ہے کہ اس نے جبر کا پایہ تھاما ہے

---

1. جو۔ نہر۔ خلق باطن۔ یعنی شیخ کے باطنی احوال۔ ریگے۔ شیخ کامل کی تلاش کر۔ مرد خدا۔ خدارسیدہ۔ عذب۔ شیریں۔ حیات۔ زندگی۔ نمو۔ بڑھنا۔ غیر مرد حق۔ یعنی مکار پیر وہ ریت ہے جو تیری عمر برباد کر رہا ہے۔ مرد حکیم۔ شیخ کامل۔ منبع۔ شیخ کامل کی تربیت سے مرید، علوم اور حکمتوں کا سرچشمہ بن جاتا ہے اس کو مدرسہ میں جانے اور اسباب تحصیل علم اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اس کو علم لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔ لوح۔ تختی۔

2. حافظ۔ حفظ کرنے والا۔ لوح محفوظ۔ وہ غیبی دفتر جس میں اللہ کی قدرت کے تمام احوال جو گذر گئے یا آنے والے ہیں، درج ہیں۔ روح۔ جان۔ روح۔ الہام۔ محظوظ۔ حصہ پانے والا، شاگرد، یعنی جب اسرار الٰہی حاصل ہو جاتے ہیں تو عقل ان سے روشنی حاصل کرتی ہے۔ گام۔ قدم، معراج میں حضرت جبرئیل نے آنحضورؐ سے کہا تھا۔ اگر یکسر موے برتر پرم۔ فروغ تجلی بسوزد پرم۔ کاہلی۔ یعنی اپنی کوتاہی اور بے عملی کو جبر سمجھتا ہے۔

ہر کہ جبر آورد خود رنجور[1] کرد — تاہماں رنجوریش در گور کرد

جس نے جبر اختیار کیا اس نے خود کو بیمار بنا لیا — یہاں تک کہ اس کو اسی بیماری نے قبر میں پہنچا دیا

گفت پیغمبرؐ کہ رنجوری بہ لاغ — رنج آرد تا بمیرد چوں چراغ

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مذاق کی بیماری — مرض پیدا کر دیتی ہے یہانتک کہ (مریض) چراغ کی طرح بجھ جاتا ہے

جبر چہ بود بستنِ اشکستہ را — یا بہ پیوستن رگِ بگستہ را

جبر کیا ہے؟ ٹوٹے ہوئے کو باندھنا — یا ٹوٹی رگ کو جوڑنا

چوں دریں رہ پائے خود نشکستۂ — بر کہ میخندی چہ پارا بستۂ

جب تو نے اس راہ میں اپنے پیر کو نہیں توڑا ہے — کس پر ہنستا ہے، پاؤں کو کیوں باندھا ہے؟

وانکہ پایش در رہِ کوشش شکست — در رسید او را براق و برنشست

جس نے کوشش کی راہ میں اپنے پیر کو توڑا — اس کے لئے براق پہنچا اور وہ سوار ہوا

حامل دیں بود او محمول شد — قابل فرماں بد او مقبول شد

وہ دین کا بوجھ اٹھانے والا تھا (اب) سوار بن گیا — اللہ کے فرمان کو قبول کرنیوالا تھا، مقبولِ (بارگاہ) ہو گیا

تاکنوں فرماں پذیرفتے ز شاہ — بعد ازیں فرماں رساند بر سپاہ

اب تک بادشاہ کا فرمان مانتا تھا — اس کے بعد سپاہیوں کا فرماں روا ہو گیا

تا کنوں اختر اثر کردے درو — بعد ازاں باشد امیر اختر[2] او

اب تک ستارہ اس میں اثر کرتا تھا — اس کے بعد وہ ستارے کا حاکم ہوگا

گر ترا اشکال آید در نظر — پس تو شک داری در انشق القمر

اگر تجھ کو اس میں اشکال نظر آتا ہے — تو تو انشق القمر میں شک رکھتا ہے

تازہ کن ایماں نہ از گفت زباں — اے ہوا را تازہ کردہ در نہاں

ایمان کو تازہ کر لے، نہ صرف زبانی — اے وہ شخص جس نے اپنے اندر خواہش کو تازہ کیا ہے

تا ہوا تازہ است ایماں تازہ نیست — چوں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست

جب تک خواہش تازہ ہے، ایمان تازہ نہیں ہے — خواہش کے علاوہ اس دروازہ کا کوئی قفل نہیں ہے

کردۂ تاویل حرفِ بکر را — خویش را تاویل کن نے ذِکر را

تو نے اچھوتے حرف میں تاویل کی ہے — اپنے آپ کو بدل، قرآن میں تاویل نہ کر

---

1. رنجور۔ بیمار، یعنی کاہلی کو جبر سمجھنا ایسی بیماری ہے جو اس کو در گور کر دے گی۔ لاغ۔ ہنسی مذاق۔ رنج۔ مرض۔ جبر۔ لغت میں ٹوٹے کو جوڑنے کے معنی میں ہے اسی لئے جبیرہ وہ پٹی کہلاتی ہے جو ٹوٹی ہڈی پر جوڑنے کے لئے باندھی جاتی ہے لہٰذا پہلے طلب میں پیر توڑو اس کے بعد جبر کا عقیدہ اختیار کرو۔ اشکستہ۔ الف زیادہ ہے۔ براق۔ وہ سواری جو آنحضور کو معراج میں ملی تھی، یعنی مجاہدہ کے بعد جذب الٰہی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ حامل۔ مجاہدہ میں دین کے احکام کا حامل تھا، اب جذب الٰہی، وصول الی اللہ کا سبب ہو گیا ہے۔ تا کنوں۔ یعنی فرمانبرداری کے بعد فرماں روائی کا مقام ملتا ہے۔
2. امیر اختر۔ بطور کرامت ستاروں پر حکمرانی کرتا ہے۔ انشق القمر۔ شق قمر کا معجزہ اس کی دلیل ہے۔ گفت۔ گفتگو۔ نہاں۔ باطن۔ ہوا۔ خواہش نفسانی۔ قفل۔ تالا، یعنی جب تک انسان پر خواہش نفسانی کا غلبہ ہے اس پر علوم ربانی کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ تاویل۔ پھیرنا، بدلنا، عبارت کی ظاہری مراد کو چھوڑ کر کوئی محتمل معنی مراد لینا۔ بکر۔ با کے کسرہ سے، کنوارا، کنواری، محفوظ، قرآن کو بکر اس لئے کہا ہے کہ وہ شیطانوں کے تصرف سے محفوظ ہے۔

فکر تو تاویل کردہ ذکر[1] را — ذکر را مان و بگرداں فکر را

تیرے فکر نے قرآن میں تاویل کی ہے — قرآن کو اپنی حالت پر رہنے دے، فکر میں تبدیلی کر

بر ہوا تاویل قرآں میکنی — پست و کژ شد از تو معنی سنی

خواہش کے مطابق تو قرآن میں تاویل کرتا ہے — تیری وجہ سے روشن معنی پست اور کج ہو گئے ہیں

زیافت تاویل رکیک مگس

مکھی کی رکیک تاویل کا بودا پن

ماند احوالت بداں طرفہ مگس — کو ہمی پنداشت خود را ہست کس

تیرے احوال اس عجیب مکھی کی طرح ہیں — جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتی تھی

از خودی سرمست گشتہ بے شراب — ذرۂ خود را شمر دہ آفتاب

جو بغیر پئے، تکبر کی وجہ سے مست ہو گئی تھی — جس نے اپنے ذرہ کو آفتاب سمجھ لیا تھا

وصف بازاں را شنیدہ در زماں — گفتہ من عنقائے وقتم بیگماں

اس نے زمانہ میں بازوں کی تعریف سنی تھی — بولی بے شک میں اپنے وقت کا عنقاء ہوں

قصۂ مگس و اندیشہ کردن

آں مگس بر برگِ کاہ و بولِ خر — ہمچو کشتی باں ہمی افراشت[2] سر

وہ مکھی گھاس کے تنکے اور گدھے کے پیشاب پر — ملاح کی طرح شیخی بگھارتی تھی

گفت من کشتی دریا خواندہ ام — مدتے در فکر آں می ماندہ ام

بولی میں نے دریا کی کشتی کے بارے میں پڑھا ہے — ایک مدت تک میں اس کی فکر میں رہی ہوں

اینک ایں دریا و ایں کشتی و من — مردِ کشتی باں و اہل رائے و فن

یہ دریا اور یہ کشتی ہے اور میں ہوں — کشتی بان اور صاحب تدبیر و فن ہوں

بر سرِ دریا ہمی راند اُو عمد — می نمودش آںقدر بیروں زحد

دریا پر وہ چپو چلا رہی تھی — اور وہ اس کو لامحدود نظر آتا تھا

بود بے حد آں چمیں نسبت بدو — آں نظر کو بیند آںرا راست کو

اس کے اعتبار سے وہ پیشاب لامحدود تھا — اس کی وہ نگاہ کہاں تھی کہ اس کو صحیح طور پر دیکھتی

عالمش چنداں بود کش بینش ست — چشم چندیں بحر ہم چندینش ست

اس کا عالم بھی اتنا ہی ہے جس قدر اس کی نگاہ ہے — جتنی اس کی آنکھ ہے، اتنا ہی اس کا دریا ہے

---

1. ذکر۔ قرآن مجید۔ ماں۔ صیغہ امر ہے، ماندن بمعنی گذاشتن کا۔ گرداں۔ پھیر دے۔ کژ۔ ٹیڑھا۔ سنی۔ روشن۔ ماند۔ مانستن کا مضارع ہے، مشابہ ہونا۔ طرفہ۔ عجیب، نادر۔ خودی۔ خود پسندی، تکبر۔ بازاں۔ باز کی جمع۔ عنقاء۔ عین کے فتحہ کے ساتھ، کوئی خوبصورت پرندہ تھا جواب معدوم ہو گیا ہے۔ معدوم کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

2. سر فراشتن۔ شیخی بگھارنا۔ خواندہ ام۔ یعنی کتابوں میں ذکر پڑھا ہے۔ عمد۔ چپو، یعنی وہ لکڑی جس کے ذریعہ کشتی چلائی جاتی ہے۔ چمیں۔ پیشاب، پاخانہ، یہاں پیشاب مراد ہے۔ راست۔ ٹھیک۔ بینش۔ نگاہ۔ چندیں۔ اتنی ہی۔

صاحب تاویل باطل[1] چوں مگس
باطل تاویل کرنے والا، مکھی کی طرح ہے
وہم او بولِ خر و تصویر خس
اسکا خیال، گدھے کے پیشاب اور تنکے کی صورت ہے

گر مگس تاویل بگذارد برائے
اگر مکھی رائے کی وجہ سے تاویل کرنا چھوڑ دے
آں مگس را بخت گرداند ہمائے
تو نصیبہ اس مکھی کو ہما بنا دے

آں مگس نبود کش ایں غیرت بود
وہ مکھی نہیں ہے جس میں یہ غیرت ہو (کہ باطل تاویل نہ کرے)
روحِ او نے در خورِ صورت بود
اس کی روح اس کی صورت کے موافق نہیں ہوتی ہے

ہمچو آں خرگوش کو بر شیر زد
اس خرگوش کی طرح جس نے شیر پر حملہ کیا
روحِ او کے بود اندر خوردِ قد
اس کی روح، قد کے مطابق کب تھی؟

رنجیدنِ شیر از دیر آمدنِ خرگوش

خرگوش کے دیر میں آنے سے شیر کا رنجیدہ ہونا

شیر می گفت از سرِ تیزی و خشم
شیر، تندی اور غصہ سے کہہ رہا تھا
کز رہِ گوشم عدو بربست چشم
دشمن نے میرے کان کے راستہ سے آنکھیں بند کر دیں

مکر ہائے جبریانم[2] بستہ کرد
جبر کا عقیدہ رکھنے والوں کے مکر نے مجھے مجبور کر دیا
تیغ چوبیں شاں تنم را خستہ کرد
ان کی لکڑی کی تلوار نے میرے جسم کو زخمی کر دیا

زیں سپس من نشنوم آں دمدمہ
اس کے بعد میں اس مکر کو نہ سنوں گا
بانگ دیوان ست و غولاں آں ہمہ
وہ سب شیطانوں اور بھوتوں کی آواز ہے

بر دراں اے دل تو ایشاں را مایست
اے دل! تو ان کو پھاڑ ڈال، نہ رک
پوست شاں برکن کہ غیر پوست نیست
ان کی چمڑی ادھیڑ دے وہ چھلکے کے سوا کچھ نہیں ہیں

پوست چہ بود گفتہائے رنگ رنگ
پھلکا کیا ہوتا ہے؟ رنگارنگ باتیں
چوں زرہ بر آب کش نبود درنگ
جیسے پانی کی زرہ کہ وہ تھوڑی دیر بھی باقی نہیں رہتی

ایں سخن چوں پوست معنی مغز داں
یہ بات چھلکے کی طرح ہے، معنی کو مغز سمجھ
ایں سخن چوں نقش معنی ہم چو جاں
یہ بات صورت کی طرح ہے اور معنی جان کی طرح ہیں

پوست باشد مغز بد را عیب پوش
پھلکا، خراب گری کا عیب پوش ہوتا ہے
مغز نیکو راز غیرت، غیب پوش
اچھی گری کیلئے غیرت کیوجہ سے، غائب رکھکر پوشیدہ رکھنے والا ہوتا ہے

---

1. تاویل باطل۔ غلط معنی یعنی زلیغ میں مبتلا لوگ جو قرآن کی غلط تاویل کرتے ہیں ان کے خیالات گدھے کے پیشاب اور تنکے کی طرح ہیں اور وہ خود مکھی جیسے ہیں۔ ہما۔ ایک پرندہ ہے جو بہت مبارک سمجھا جاتا ہے، مشہور ہے کہ جس کے سر پر سے وہ گذر جائے بادشاہ ہو جاتا ہے۔ غیرت۔ یعنی این کی ایسی غیرت ہو کہ تاویل باطل نہ کرے۔ روح او۔ یعنی اس کی روح بلند ہوتی ہے، خواہ صورت اور علم ظاہری اتنا بلند نہ ہو۔ ہمچو۔ خرگوش کا قد تو چھوٹا تھا لیکن اس کی روح بلند تھی۔ کز رہ گوشم۔ یعنی دشمن نے ایسی باتیں سنائیں کہ میں عقل کا اندھا ہو گیا۔
2. جبریاں۔ جبر کا قائل، مراد شکاری جانور ہیں۔ چوبیں۔ لکڑی کی، جانوروں کے دلائل کو لکڑی کی تلوار قرار دیا ہے۔ سپس۔ بعد، پیچھے۔ دیواں۔ دیو کی جمع ہے۔ غولاں۔ چھلاوا۔ بر دراں۔ بر زیادہ ہے، دراں، درانیدن بمعنی پھاڑنا سے بنا ہے۔ پوست۔ کھال، چھلکا۔ زرہ۔ یعنی وہ لہریں جو بشکل زرہ پانی پر پیدا ہوتی ہیں، ان کا بقا چند منٹ کا ہوتا ہے۔ پوست۔ چھلکا عیب کو چھپاتا ہے اور عمدہ مغز کو نظروں سے پوشیدہ رکھنے کا بھی کام کرتا ہے۔

چوں ز بادستت قلم، دفتر ز آب — ہر چہ بنویسی فنا گردد شتاب[1]

جب تیرا قلم ہوا کا ہے اور دفتر پانی کا — تو جو کچھ لکھے گا وہ جلد فنا ہو جائے گا

نقش آب ست ار وفا خواہی ازاں — باز گردی دست ہائے خود گزاں

وہ نقش برآب ہے اگر تو اس سے وفا چاہے گا — اپنے ہاتھ کو کاٹتا ہوا (پشیمان) واپس لوٹے گا

باد در مردم ہوا و آرزوست — چوں ہوا بگذاشتی پیغامِ ہوست

انسانوں میں ہوا، خواہش اور آرزو ہے — جب تو نے خواہش کو ترک کیا (بس یہی) اللہ کا پیغام ہے

خوش بود پیغامہائے کردگار — کوز سرتاپائے باشد پائدار

خدا کے پیغام مبارک ہوتے ہیں — جو سر سے پیر تک پائیدار ہوتے ہیں

خطبۂ شاہاں بگردد واں کیا — جز کیا و خطبہ ہائے انبیاء

بادشاہوں کے خطبے اور ان کی سرداری بدل جاتی ہے — بخلاف نبیوں کے قصوں اور سرداری کے

زانکہ بوشِ بادشاہاں از ہواست — بارِ نامہ انبیاء یا کبریاست

اس لئے کہ بادشاہوں کی کروفر خواہش نفسانی سے ہے — انبیاء کی عزت خدا کی جانب سے ہے

از درمہا نام شاہاں بر کنند — نامِ احمدؐ تا قیامت میزنند

بادشاہوں کے نام سکوں سے مٹا دیتے ہیں — احمد (ﷺ) کا نام قیامت تک منقش کرتے رہیں گے

نامِ احمدؐ نامِ جملہ انبیاست — چونکہ صد[2] آمد نود ہم پیشِ ماست

احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام تمام انبیاء کا نام ہے — جب سو آئے تو نوے بھی ہمارے سامنے ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے پسر — قصۂ خرگوش گو و شیر نر

اے بیٹا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — خرگوش اور نر شیر کا قصہ سنا

ہم در بیانِ مکر خرگوش و تاخیر اُو در رفتن پیشِ شیر

یہ بیان بھی خرگوش کی چالاکی اور اس کا شیر کے سامنے دیر سے جانے کا ہے

درشدن خرگوش بس تاخیر کرد — مکر را با خویشتن تقریر کرد

خرگوش نے جانے میں بہت دیر کی — اور اپنی حیلہ سازی کو ثابت کیا

در رہِ آمد بعد تاخیر دراز — تا بگوشِ شیر گوید یک دو راز

بہت دیر کے بعد راستہ پر پڑا — تاکہ شیر کے کان میں ایک دو راز کہے

تاچہ عالمہاست در سودائے عقل — تاچہ باپہناست ایں دریائے عقل

دیکھ! عقل کے فکر میں کیا عالم ہیں — دیکھ! یہ عقل کا دریا کس قدر وسیع ہے

---

[1] شتاب۔ جلدی، یعنی نقش برآب جلد فنا ہو جاتا ہے۔ نقش برآب۔ ناپائیدار چیز۔ گزاں۔ گزیدن بمعنی کاٹنا سے بنا ہے۔ ہوست۔ خواہش نفسانی۔ ہو۔ باری تعالیٰ کی ذات کا اسم ہے۔ خوش۔ اچھا۔ کردگار۔ کرنے والا، کام کا مالک۔ کیا۔ پہلوان، اس شعر میں بمعنی ملکیت اور سرداری بولا گیا ہے۔ بوش۔ باء کے فتحہ کے ساتھ، کروفر، شان وشوکت۔ بارنامہ۔ تجمل، تفاخر۔ کبریا۔ اللہ تعالیٰ۔ برکنند۔ نکال ڈالتے ہیں۔ میزنند۔ منقش کرتے ہیں۔

[2] صد۔ سو۔ نود۔ نون اور واؤ کے فتح کے ساتھ ننانویں یعنی آنحضورؐ انبیاء کا مجموعہ لہٰذا جیسا کہ سو کے ضمن میں ننانوے کا عدد موجود ہے، اسی طرح آنحضورؐ کے نام میں تمام انبیاء کا نام آجاتا ہے۔ شدن۔ ہونا، جانا۔ تاخیر۔ دیر لگانا۔ تقریر۔ بیان کرنا، ثابت کرنا۔ تا۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ چہ۔ تفخیم کے لئے ہے۔ عقل۔ یعنی وہ قوت شعور جو حیوانات میں بھی ہے۔

بحرِ[1] بے پایاں بود عقلِ بشر
انسان کی عقل لامحدود سمندر ہے
بحر را غواص باید اے پسر
اے بیٹا! سمندر کے لئے غوطہ خور چاہئے

صورتِ ما اندریں بحرِ عذاب
ہماری صورتیں اس شیریں سمندر میں
میدود چوں کاسہا بر روئے آب
اس طرح دوڑ رہی ہیں جس طرح پانی کی سطح پر پیالے

تانشد پُر برسرِ دریاست طشت
جب تک بھرا نہیں، طشت دریا کے اوپر ہے
چونکہ پُرشد طشت دروے غرق گشت
جب طشت بھرا اس میں غرق ہوا

عقل پنہاں ست و ظاہر عالمے
عقل مستور ہے اور عالم ظاہر ہے
صورتِ ما موج یا از وے نمے
ہماری صورت موج یا اس کی نمی ہے

ہر چہ صورت می وسیلت سازدش
جو موجود (متعین) ہے صورت اس کو وسیلہ بنا لیتی ہے
زاں وسیلت بحر دور اندازدش
اس وسیلہ کی وجہ سے سمندر اس کو دور پھینک دیتا ہے

تا نہ بیند دل، دہندہ راز را
جب تک دل، راز عطا کرنے والے کو نہ دیکھ لے
تا نہ بیند تیر، دور انداز را
جب تک کہ تیر، دور سے پھینکنے والے کو نہ دیکھ لے

اسپ خود را یاوہ[2] داندوز ستیز
اپنے گھوڑے کو گمشدہ سمجھتا ہے اور جھگڑے کی وجہ سے
میدواند اسپ خود در راہِ تیز
اپنے گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہے

اسپ خود را یاوہ داند آں جواد
وہ جوانمرد اپنے گھوڑے کو گمشدہ سمجھتا ہے
واسپ خود اُو را کشاں کردہ چو باد
اور گھوڑا اس کو ہوا کی طرح اڑائے لئے جا رہا ہے

در فغاں و جستجو آں خیرہ سَر
وہ حیران فریاد اور جستجو میں ہے
ہر طرف پُرساں و جویاں دَربدر
ہر جانب پوچھنے والا اور دربدر تلاش کرنے والا ہے

کانکہ دُزدید اسپ مارا کو و کیست
جس شخص نے ہمارا گھوڑا چرایا ہے، کہاں ہے کون ہے؟
ایں کہ زیرِ رانِ تست ایخواجہ چیست
اے صاحب! یہ جو آپ کی ران تلے ہے، یہ کیا ہے

آرے ایں اسپ ست لیک آں اسپ کو
ہاں، یہ گھوڑا ہے لیکن وہ گھوڑا کہاں ہے؟
باخود آ اے شہسوارِ اسپ جو
اے گھوڑے کی جستجو کرنے والے شہسوار! ہوش میں آ

وصفہارا مستمع گوید براز
سننے والا، اس کی نشانیاں چپکے سے بتاتا ہے
تاشناسد مُرد اسپ خویش باز
تاکہ وہ اپنے گھوڑے کو پھر پہچان لے

---

1. بحر۔ سمندر۔ بے پایاں۔ لامحدود۔ غواص۔ غوطہ خور۔ صورت۔ یعنی جسم انسانی۔ عذاب۔ شیریں، بحرِ عذاب سے مراد دریائے عقل و روح ہے۔ تانشد پُر۔ جب تک اجسام روحانیت سے پُر نہیں ہوتے ہیں ان پر مادیت کا غلبہ رہتا ہے۔ عقل۔ دریائے عقل اگرچہ نظروں سے غائب ہے، لیکن جسم اسی کی ایک موج ہے۔ ہر چہ۔ مظاہر پرست جو تعینات کو وسیلہ بناتے ہیں دریائے وحدت سے دور جا پڑتے ہیں۔ دہندہ راز۔ رہنمائے کامل۔ دور انداز۔ دور پھینکنے والا۔
2. یاوہ۔ بیہودہ، آوارہ، گم۔ ستیز۔ جنگ، جھگڑا۔ اسپ خود را۔ یعنی جب تک انسان کو روح کا مشاہدہ اور اس سے توسل حاصل نہیں ہوتا تو وہ سمجھتا ہے کہ روح غیر موجود ہے تو اس کی مثال اس شہسوار کی ہے جو گھوڑے پر سوار ہو اور اپنے گھوڑے کو گمشدہ سمجھ رہا ہو۔ جواد۔ سخی۔ خیرہ سَر۔ بدمزاج، حیران۔ کو۔ کجا۔ کیست۔ کہ است۔ آرے۔ ہاں، وہ شہسوار اپنے گھوڑے سے اس قدر غافل ہے کہ اس کی علامتیں بیان کر دینے کے بعد بھی اس کو نہیں پہچانتا۔ مستمع۔ سننے والا۔

جاں ز پیدائی[1] و نزدیکی ست گم
جان، نمایاں اور قریب ہونے کی وجہ سے گم ہے
چوں شود پُر آب و لب خشکے چو خم
جس طرح منکا پانی سے بھرا ہو اور کنارے خشک ہوں

در درونِ خود بیفزا دَرد را
اپنے اندر درد کو بڑھا
تا بہ بینی سبز و سرخ و زرد را
تاکہ سبز، سرخ اور زرد کو دیکھے

کے بہ بینی سرخ و سبز و بور را
تو سرخ اور سبز اور گلابی کو کب دیکھ سکے گا؟
تا نہ بینی پیش ازیں سہ نور را
جب تک ان تین سے پہلے، نور کو نہ دیکھ لے گا

لیک چوں در رنگ گمشد ہوشِ تو
لیکن چونکہ تیرے ہوش رنگ میں گم ہو گئے ہیں
شد ز نور آں رنگہا روپوشِ تو
تو وہ رنگ، نور کی وجہ سے تیرے روپوش بن گئے ہیں

چونکہ شب آں رنگہا مستور بود
چونکہ وہ رنگ رات کو چھپے ہوئے تھے
پس بدیدی دید رنگ از نور بود
لہٰذا تو نے دیکھ لیا رنگ کا دیکھنا نور کی وجہ سے تھا

نیست[2] دید رنگ بے نورِ بروں
رنگ کا دیکھنا، بیرونی روشنی کے بغیر نہیں ہوتا
ہم چنیں رنگِ خیالِ اندروں
یہی حال اندرونی خیال کے رنگ کا ہے

ایں بروں از آفتاب و از سُہاست
یہ باہر کی روشنی آفتاب اور سہا کی وجہ سے ہے
واں دروں از عکس انوارِ عُلاست
وہ باطنی روشنی عالم بالا کے انوار کے عکس سے ہے

نور نورِ چشم خود نورِ دل ست
خود بینائی کا نور، دل کا نور ہے
نورِ چشم از نورِ دلہا حاصل ست
بینائی کا نور دلوں کے نور سے حاصل ہوتا ہے

باز نورِ نورِ دل نورِ خداست
پھر دل کی بصیرت کا نور خدا کا نور ہے
کوز نورِ عقل و حس پاک و جداست
جو عقل اور حس کے نور سے پاک اور جدا ہے

شب نہ بُد نور و ندیدی رنگ را
رات کو نور نہ تھا اور تو نے رنگ نہ دیکھا
پس بضدِّ نور پیدا شد تُرا
پس ضد (شب کی تاریکی) کیوجہ سے وہ نور نمایاں ہو گیا

شب ندیدی رنگ کاں بے نور بود
رات کو تو نے رنگ نہ دیکھا کیونکہ وہ بے نور تھی
رنگ چہ بود مہرۂ کور و کبود
رنگ کیا ہوتا ہے، ایک اندھا، نیلا منکا

کہ نظر بر نور بُود آنگہ برنگ
کیونکہ نور پر نظر تھی پھر رنگ پر
ضدّ بضدّ پیدا بُود چوں روم و زنگ
ایک مقابل دوسرے مقابل سے واضح ہوتا ہے جیسے رومی اور حبشی

---

1. پیدائی۔ظاہر ہونا۔خم۔منکا یعنی روح، انتہائی نزدیکی اور ظہور کی وجہ سے مخفی ہو گئی ہے، کسی چیز کا انتہائی بدیہی ہونا اس کے مخفی ہونے کا سبب بن جاتا ہے اس لئے کہ ہر چیز اپنی انتہا کو پہنچ کر اپنی ضد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے جیسا کہ خوشی کی زیادتی رونے کا سبب بن جاتی ہے۔سبز و سرخ۔صوفیاء کے نزدیک لطائف غیب مختلف رنگوں کے ہیں۔بور۔گلابی، سرخ مائل بسیاہی۔نور۔نورِ باطن جب تک پیدا نہ ہوگا، لطائف غیبیہ کے رنگ نظر نہ آئیں گے۔ہوش۔عقل۔روپوش۔نقاب، حجاب۔مستور۔پوشیدہ۔

2. نیست۔ظاہری رنگ دن کی روشنی کے بغیر نظر نہیں آتے، اسی طرح باطنی رنگ بغیر باطنی نور کے نظر نہیں آتے۔بروں۔ظاہری روشنی آفتاب اور سہا ستارے کی وجہ سے اور نورِ باطنی عالم بالا کے انوار کا عکس ہے۔نور۔یعنی بصارتِ چشم، بصیرتِ قلبی کا فیض ہے۔باز۔یعنی بصیرتِ قلبی خدا کے نور کا فیض ہے جو عقل و حس سے جدا ایک چیز ہے۔نہ بد۔نہ بود۔ضد۔مخالف، مقابل۔پیدا۔ظاہر، نمایاں یعنی نور کا احساس ہمیں اس کی ضد رات کی وجہ سے ہوا۔مہرہ۔منکا، ہار کا دانہ۔کور۔اندھا۔کبود۔نیلا، سیاہ رنگ، یعنی نور کے بدون کوئی رنگ نظر نہیں آتا۔

دیدنِ نورست آنگہ دید رنگ
پہلے نور کا نظر آتا ہے پھر رنگ کا دیکھنا
وِیں بضدّ[1] نور دانی بے درنگ
اور اس کو تو نُور کی ضد سے بغیر تاخیر سمجھتا ہے

پس بضدِّ نور دانستی تو نور
پس نور کی ضد سے تو نور کو پہچانا
ضد ضد را می نماید در صدور
ضد، ضد کو سینوں میں واضح کر دیتی ہے

رنج و غم را حق پئے آں آفرید
اللہ تعالیٰ نے رنج کو اس لئے پیدا فرمایا ہے
تابدیں ضدّ خوشدلی آید پدید
تاکہ اس ضد سے خوشدلی واضح ہو جائے

پس نہانیہا بضد پیدا شود
پس پوشیدہ چیزیں ضد سے واضح ہوتی ہیں
چونکہ حق را نیست ضدّ پنہاں بود
اللہ تعالیٰ کی چونکہ کوئی ضد نہیں ہے وہ پوشیدہ ہے

نورِ حق را نیست ضدے در وجود
اللہ کے نور کی بھی ضد وجود میں نہیں ہے
تابضدّ اُو را تواں پیدا نمود
تاکہ ضد سے اس کو پہچانا جا سکے

لَا جَرَمْ اَبْصَارُنَا لَا تُدْرِکُہٗ
یقیناً ہماری نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں
وَ ہُوَ یُدْرِکُ بیں، از موسیٰ و کہ
اور وہ ادراک کر لیتا ہے، حضرت موسیٰ اور پہاڑ کے قصہ کو دیکھ

صورت[2] از معنی چوں شیر از بیشہ داں
صورت کی نسبت معنی سے ایسی ہے، جیسے شیر کی نسبت کچھار سے
یا چو آواز و سخن ز اندیشہ داں
یا جیسے بات اور آواز کی نسبت خیال سے ہے

ایں سخن و آواز از اندیشہ خاست
یہ بات اور آواز خیال سے پیدا ہوئی
تو ندانی بحر اندیشہ کجاست
تجھے یہ معلوم بھی نہیں کہ خیال کا سمندر کہاں ہے؟

لیک چوں موجِ سخن دیدی لطیف
لیکن جب تو نے بات کی موج کو پاکیزہ پایا
بحرِ آں دانی کہ ہم باشد شریف
اسکے سمندر کے متعلق بھی تو نے سمجھ لیا کہ وہ بھی شاندار ہوگا

چوں زدانش موج اندیشہ بتافت
جب عقل سے خیال کی موج اٹھی
از سخن و آواز اُو صورت بساخت
اس نے بات اور آواز کی صورت اختیار کر لی

از سخن صورت بزاد و باز مُرد
بات سے صورت پیدا ہوئی اور پھر مر گئی
موجِ خود را باز اندر بحر بُرد
موج اپنے آپ کو پھر سمندر میں لے گئی

صورت از بے صورتے آمد بُرون
صورت ایک بے صورت سے پیدا ہوئی
باز شد کہ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
پھر لوٹ گئی کہ ہم اسی طرف لوٹنے والے ہیں

1. ضد۔ مشہور مقولہ ہے، چیزیں اپنی نقیضوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ رنج۔ خوشی کی وضاحت رنج وغم کے ذریعہ ہوتی ہے۔ چونکہ۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی ندا اور ضد نہیں ہے لہٰذا وہ نگاہوں سے مخفی ہے۔ لاجرم۔ لامحالہ، یقیناً۔ ابصار۔ بصر کی جمع، بینائی۔ ادراک۔ کسی چیز کی حقیقت معلوم کر لینا، کسی چیز کا احاطہ کر لینا۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھنے کی خواہش کی تو فرمادیا گیا کہ تم دیکھ نہیں سکتے، ذرا سی تجلی دکھائی تو پہاڑ پاش پاش ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔

2. صورت۔ صورت اور معنی کی نسبت ایسی ہے جیسا کہ شیر اور اس کی کچھار یا آواز اور خیالات کی، ظاہر ہے کہ کچھار اور خیال ایک پائیدار چیز ہے اس کی نسبت سے شیر اور آواز جلد فنا ہو جانے والی چیزیں ہیں۔ لطیف۔ پاکیزہ، نازک۔ شریف۔ بزرگ، شاندار۔ از سخن۔ آواز نکلتی ہے اور فنا ہو جاتی ہے جس طرح دریا کی موج اٹھتی ہے اور پھر دریا میں فنا ہو جاتی ہے۔ صورت۔ یعنی کلام اور آواز۔ بے صورت۔ یعنی خیال اور عقل۔ انا الیہ۔ یعنی ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے[1] ست
مصطفیؐ فرمودہ دُنیا ساعتے ست
پس تیرے لئے ہر لحظہ موت اور واپسی ہے
آنحضور (ﷺ) نے فرمایا دنیا ایک گھڑی (وقت) ہے

فکر ما تیرے ست از ہو در ہوا
در ہوا کے پاید آید تا خدا
ہمارا خیال ایک تیر ہے جو اللہ کی جانب سے ہوا میں ہے
ہوا میں کب تک ٹھہرے؟ خدا کی طرف لوٹتا ہے

ہر نفس نو می شود دنیا و ما
بے خبر از نو شدن اندر بقا
ہر دم دنیا نئی ہو جاتی ہے، اور ہم
زندگی میں اس کے نئے ہونے سے بے خبر ہیں

عمر ہمچوں جوئے نو نو میرسد
مستمرّے می نماید در جسد
نہر کی طرح (تیری) عمر نئی نئی آتی رہتی ہے
جو جسم میں لگاتار نظر آتی ہے

آں زتیزی مستمر شکل آمدست
چوں شرر[2] کش تیز جنبانی بدست
تیزی کی وجہ سے وہ لگاتار شکل بنی ہے
اس انگارے کی طرح جس کو تو ہاتھ سے تیز گھمائے

شاخِ آتش ار بجنبانی بساز
در نظر آتش نماید بس دراز
اگر تو جلتی لکڑی کو کوشش سے گھمائے
تو وہ بہت لمبی آگ نظر آئے گی

ایں درازی مدت از تیزیِ صنع
می نماید سُرعت انگیزیِ صنع
ایجاد کی تیزی سے یہ بقاء کا طول
اللہ تعالیٰ کی ایجاد کی تیزی کو ظاہر کرتا ہے

طالب ایں سِرّ اگر علامہ ایست
نک حسام الدیں کہ سامی نامہ ایست
اس راز کا طالب اگر کوئی علامہ ہے
اب حسام الدین ہے جو متبرک کتاب ہے

وصف او از شرح مستغنی بود
رَو حکایت گو کہ بے گہ میشود
اس کی تعریف شرح سے بے نیاز ہے
چل، قصہ بیان کر کہ بے وقت ہوا جاتا ہے

رسیدنِ خرگوش بہ شیر و خشم شیر بر وے

خرگوش کا شیر کے پاس پہنچنا اور شیر کا اس پر غصہ کرنا

شیر اندر آتش و در خشم و شور
دیدکاں خرگوش می آید ز دور
شیر نے آگ اور غصہ اور شور میں
دیکھا کہ وہ خرگوش دور سے چلا آ رہا ہے

میدود بے دہشت و گستاخِ اُو
خشمگین و تند تیز و ترش رُو
بے خوف، دلیرانہ وہ دوڑ رہا ہے
غضبناک، تند اور تیز اور منہ بگاڑے

---

1. رجعت۔ واپسی، دوبارہ زندہ ہونا۔ ساعت۔ گھڑی، وقت کا تھوڑا سا حصہ۔ ساعتے۔ یعنی اس دنیا میں تجدد امثال ہوتا ہے، ہر آن ایک چیز فنا ہوتی ہے اور اس جیسی ہی اس کے قائم مقام بن جاتی ہے۔ ہو۔ اسم ذاتِ باری ہے، اس کو بعض صاحبان نے اسم اعظم بھی قرار دیا ہے۔ ہر نفس۔ صرف آواز اور کلام میں ہی نہیں دنیا کی ہر چیز میں تجددِ امثال ہو رہا ہے۔ جو۔ نہر۔ مستمر۔ لگاتار، مسلسل، دائم، ہمیشہ رہنے والا۔ جسد۔ جسم، بدن۔ نو۔ نیا، یعنی نہر کا پانی ہر آن بدل رہا ہے لیکن نظر میں ایک ہی پانی ہے، اسی طرح عمر کی حالت ہے۔
2. شرر۔ چنگاری، شعلہ۔ کش۔ کہ اش۔ جنبانی۔ جنبانیدن، ہلانا کا مضارع مخاطب ہے۔ شاخِ آتش۔ جلتی لکڑی۔ ساز۔ بناوٹ، کوشش، ایک انگارے کو تیزی سے گھماؤ گے تو وہ شعلہ جوالہ نظر آئے گا۔ درازیٔ مدت۔ زندگی کی طوالت۔ صنع۔ پیدا کرنا، ایجاد کرنا۔ علامہ۔ بڑا عالم۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے۔ سامی۔ بزرگ۔ نامہ۔ کتاب۔ حسام الدین۔ ضیاء الحق یہ مولانا رومی کے خلیفہ اعظم ہیں، مثنوی لکھنے کے محرک یہی ہوئے تھے۔ مستغنی، بے نیاز۔ بے گہ۔ بے وقت۔

کز شکستہ[1] آمدن تہمت بود — وز دلیری دفع ہر ریبت بود
اس لئے کہ انکسار سے آنا وجہ تہمت ہوتا — اور دلیری سے ہر تہمت کا دفعیہ ہوتا ہے
چوں رسید اُو پیشتر نزدیک صف — بانگ برزد شیر ہاں اے ناخلف
جب وہ صف کے نزدیک آگے پہنچا — شیر چیخا کہ ہاں اے نا خلف!
من کہ گاواں را زہم بدریدہ ام — من کہ گوشِ شیر نَر مالیدہ ام
میں جس نے گایوں کو چیرا ہے — میں جس نے نر شیروں کی گوشمالی کی ہے
نیم خرگوشے چہ باشد کو چنیں — امر مارا افگند اُو بر زمیں
ناقص خرگوش کیا ہوتا ہے کہ اس طرح — وہ ہمارے حکم کو نیچے ڈال دے
ترکِ خواب و غفلت خرگوش کن — غرہَ ایں شیر اے خر گوش کن
غفلت اور خوابِ خرگوش چھوڑ دے — اے گدھے! اس شیر کی گرج سن

عذر گفتن خرگوش بہ شیر از تاخیر و لابہ کردن

تاخیر کی وجہ سے خرگوش کا شیر سے معذرت اور خوشامد کرنا

گفت خرگوش الاماں عذریم ہست — گر دہد عفو خداوندیت دست
خرگوش نے کہا جان کی بخشش، میرا ایک عذر ہے — اگر تیری مالکانہ خطا بخشی دستگیری کرے
باز گویم چوں تو دستوری دہی — تو خداوندی و شاہ و من رہی
اگر تو اجازت دے تو میں کہوں — تو مالک اور بادشاہ ہے اور میں غلام ہوں
گفت چہ عذر اے قصورِ ابلہاں — ایں زماں آیند در پیشِ شہاں
اس نے کہا اے بیوقوفوں میں سے کمترین! کیا عذر ہے؟ — بادشاہوں کے سامنے اس وقت آتے ہیں؟
مرغِ بے وقتی[2] سرت باید بُرید — عذرِ احمق را نمی باید شنید
تو بے وقت کا مرغ ہے، تیرا سر قلم کرنا چاہئے — احمق کے عذر کو نہ سننا چاہئے
عذرِ احمق بدتر از جرمش بود — عذرِ ناداں زہر ہر دانش شود
احمق کا عذر، اس کے جرم سے بھی بدتر ہوتا ہے — ناسمجھ کا عذر، ہر عقل کا زہر ہوتا ہے
عذرت اے خرگوش از دانش تہی — من نہ خر گوشم کہ در گوشم نہی
اے بے عقل خرگوش! تیرا عذر — میں گدھے کا کان نہیں ہوں کہ تو (عذر) سناتا ہے
گفت اے شہ ناکسے راکس شمار — عذرِ اِستم دیدگاں را گوش دار
اس نے کہا، اے شاہ! نالائق کو لائق سمجھ کر — مظلوموں کا عذر سن لے

---

1. شکستہ۔ بدحال، انکسار۔ تہمت۔ الزام۔ ریبت۔ شک وشبہ، یہ شعر مولانا کا مقولہ ہے۔ ہاں۔ حرف تنبیہ ہے۔ ناخلف۔ جو بزرگوں کا صحیح جانشین نہ ہو۔ نیم۔ آدھا، ناچیز، ناقص۔ خواب خرگوش۔ کچھوے اور خرگوش کی مشہور کہانی کی طرف اشارہ ہے۔ غرہ۔ گرج۔ خر۔ گدھا۔ لابہ۔ خوشامد، چاپلوسی۔ الاماں۔ جان بخشی۔ عذریم۔ میرا عذر۔ دست دادن۔ دستگیری کرنا۔ دستوری۔ اجازت۔ رہی۔ غلام، خادم۔ قصور ابلہاں۔ بیوقوفوں میں سب سے کم حقیر۔
2. مرغ بے وقت۔ مرغ بے ہنگام، وہ مرغ جو بے وقت اذان دے، ایسے مرغ کو ذبح کر دیا جاتا ہے تاکہ غیر وقت میں صبح صادق کا دھوکہ نہ لگے۔ خرگوش۔ گوشِ خر۔ از دانش تہی۔ عقل سے خالی، بے عقل۔ ناکس۔ نالائق۔ استم۔ ستم، ظلم، الف زیادہ ہے۔ استم دیدگاں۔ مظلوم لوگ۔

خاص از بہر زکوٰۃِ جاہِ[1] خود　گمرہے را تو مراں از راہِ خود
خاص طور پر، اپنے مرتبہ کے صدقہ میں　ایک گمراہ کو اپنے راستہ سے نہ ہٹا

بحر کو آبے بہر جو می دہد　ہر خسے را بر سر و رُو می نہد
وہ دریا جو ہر نہر کو پانی دیتا ہے　اور ہر تنکے کو سر اور منہ پر رکھتا ہے

کم نخواہد گشت دریا زیں کرم　از کرم دریا نگردد بیش و کم
اس کرم کی وجہ سے دریا کم نہ ہوگا　کرم کی وجہ سے، دریا کا کچھ گھٹتا بڑھتا نہیں ہے

گفت دارم من کرم بر جائے او　جامۂ ہر کس بُرم بالائے او
اس نے کہا میں اس کے موقع پر کرم کرتا ہوں　ہر شخص کا کپڑا اس کے قد کے مطابق تراشتا ہوں

گفت بشنو گرنباشد جائے لطف　سَر نہادم پیش اژدرہائے عُنف
اس نے کہا سن لے، اگر مہربانی کا موقع نہ ہوگا　میں سختی کے اژدہے کے سامنے سر دھرتا ہوں

من بوقت چاشت در راہ آمدم　با رفیق خود سوئے شاہ آمدم
میں چاشت کے وقت راستہ پر پڑا　اپنے ساتھی کے ساتھ شاہ کی جانب آنے لگا

با من از بہر تو خرگوشے دگر　جفت و ہمرہ کردہ بودند آں نفر[2]
تیرے لئے، میرے ساتھ ایک دوسرا خرگوش　اس جماعت نے ساتھ کر دیا تھا

شیرے اندر راہ قصد بندہ کرد　قصد ہر دو ہمرہِ آئندہ کرد
راستہ میں ایک شیر نے بندے کا قصد کیا　(بلکہ) ہم دونوں ساتھ آنے والوں کی طرف جھپٹا

گفتمش ما بندۂ شاہنشہیم　خواجہ تاشانِ کہ آں درگہیم
میں نے اس سے کہا کہ ہم بادشاہ کے غلام ہیں　ہم دونوں اس درگاہ کے ادنیٰ حاضر باش ہیں

گفت شاہنشہ کہ باشد شرم دار　پیشِ من تو نامِ ہر ناکس میار
اس نے کہا، شہنشاہ کون ہوتا ہے، شرم کر　میرے سامنے تو کسی نالائق کا نام نہ لے

ہم ترا و ہم شہت را بردَرم　گر تو با یارت بگردی از بَرم
تجھے اور تیرے بادشاہ کو بھی پھاڑ ڈالوں گا　اگر تو اپنے ساتھی کے ساتھ میرے سامنے سے گیا

گفتمش بگذار تا بارِ دگر　روئے شہ بینم، بَرم از تو خبر
میں نے اس سے کہا، چھوڑ دے تاکہ ایک بار　بادشاہ کا چہرہ دیکھ لوں اور تیری اطلاع کردوں

گفت ہمرہ را گرو نہ پیشِ من　ورنہ قربانی تو اندر کیشِ من
اس نے کہا، ساتھی کو میرے پاس گروی رکھ دے　ورنہ تو میرے مذہب میں قربان ہے

[1] جاہ۔ رتبہ۔ گمراہ۔ یعنی خرگوش۔ بحر۔ دریا، سمندر۔ جو۔ نہر۔ خس۔ تنکا، کمینہ۔ بر سرو رُو نہادن۔ عزت کرنا۔ کرم۔ احسان۔ بر جا۔ موقع پر۔ بُرم۔ بریدن بمعنی قطع کرنا سے ہے۔ اژدرہا۔ جمع اژدہا۔ عنف۔ عین کے ضمہ کے ساتھ، سختی، درشتی۔ چاشت۔ ایک پہر دن چڑھے۔ رفیق۔ سفر کا ساتھی۔ شاہ۔ یعنی شیر۔ جفت۔ جوڑا، جوڑی دار۔

[2] نفر۔ جماعت، مراد شکاری جانور ہیں۔ بندہ۔ غلام، یعنی خرگوش۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے اگر چند نوکر ہوں تو ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلائے گا۔ ناکس۔ نالائق۔ بردرم۔ بر زیادہ ہے، درم دریدن کا واحد متکلم ہے۔ گردی۔ گردیدن سے مخاطب کا صیغہ ہے۔ گرو۔ گروی۔ کیش۔ مذہب، دین۔

لابہ[1] کردیمش بسے سودے نہ کرد / یارِ من بستد مرا بگذاشت فرد

میں نے اس کی بہت خوشامد کی، فائدہ نہ دیا / میرے یار کو پکڑ لیا، مجھے اکیلا چھوڑ دیا

ماند آں ہمرہ گرو در پیشِ اُو / خوں رواں شد از دلِ بے ہوشِ اُو

وہ ساتھی اس کے پاس گروی رہ گیا / اس کے مدہوش دل سے خون بہنے لگا

یارم از زفتی سہ چنداں بد کہ من / ہم بلُطف و ہم بخوبی ہم بہ تن

میرا یار میرے اعتبار سے تگنا تھا / پاکیزگی میں بھی اور خوبی میں بھی اور بدن میں بھی

بعد ازیں زاں شیر آں رہ بستہ شد / حالِ ما ایں بود با تو گفتہ شد

اس کے بعد اس شیر کی وجہ سے راستہ بند ہو گیا / ہمارا حال یہ تھا جو تجھ سے کہہ دیا گیا

از وظیفہ بعد ازیں امید بر / حق ہمی گویم ترا الحق مُرّ

اس کے بعد روزینے سے امید منقطع کر لے / تجھ سے سچ کہتا ہوں، سچی بات کڑوی ہوتی ہے

گر وظیفہ بایدت رہ پاک کن / ہیں بیا و دفع آں بے باک کن

اگر تجھے روزینہ چاہئے تو راستہ صاف کر دے / ہاں آ اور اس بے شرم کو دفع کر دے

جواب گفتن شیر خرگوش را و رواں شدن با اُو

شیر کا خرگوش کو جواب دینا اور اس کے ساتھ روانہ ہونا

گفت بسم اللہ بیا تا اُو کجاست / پیشِ رَو شو گر ہمی گوئی تو راست

اس نے کہا بسم اللہ، آ، میں دیکھوں وہ کہاں ہے؟ / اگر تو سچ کہتا ہے تو آگے آگے چل

تا سزائے اُو و صد چوں اُو دہم / ور دروغ ست ایں سزائے تو دہم

تاکہ اس کو (بلکہ) اس جیسے سو کو سزا دوں / اور اگر یہ جھوٹ ہے، تجھے سزا دوں

اندر آمد چوں قلاووزے بہ پیش / تا بَرد اُو را بسوئے دامِ خویش

وہ رہبر کی طرح آگے آیا / تاکہ اس کو اپنے جال کی جانب لے جائے

سوئے چاہے کو نشانش کردہ بود / چاہِ مغ را دامِ جانش کردہ بود

ایک کنوئیں کی جانب جس کا اس نے پہلے پتہ لگا لیا تھا / گہرے کنوئیں کو اس کی جان کا جال بنا رکھا تھا

میشدند ایں ہر دو تا نزدیک چاہ / اینت خرگوشے چو آبِ زیرکاہ

دونوں کنوئیں کے نزدیک تک جا پہنچے / واہ واہ خرگوش، گویا گھاس کے نیچے کا پانی ہے

آبِ کاہے رانِ ہاموں می برد / آبِ کوہے را عجب چوں می برد

پانی ایک تنکے کو جنگل سے بہا لے جاتا ہے / تعجب ہے، پانی ایک پہاڑ کو کس طرح بہائے لے جا رہا ہے

دامِ مکر اُو کمند شیر بود / طرفہ خرگوشے کہ شیرے را ربود

اس کے مکر کا جال شیر کا پھندا تھا / عجب خرگوش تھا کہ شیر کو اچک لے گیا

[1] لابہ۔ خوشامد، چاپلوسی۔ فرد۔ اکیلا۔ ہمرہ۔ یعنی دوسرا خرگوش۔ زفتی۔ فربہی، موٹاپا۔ سہ چنداں۔ تگنا۔ بد۔ بود کا مخفف ہے۔ کت۔ کہ ترا۔ وظیفہ۔ روزینہ۔ الحق مر۔ سچی بات کڑوی ہے۔ بے باک۔ بے پروا۔ صد۔ سو۔ دروغ۔ جھوٹ۔ قلاوز۔ بدرقہ، رہبر، پیشرو۔ تا۔ سیہ ہے۔ دام۔ جال۔ مغ۔ میم کے فتحہ کے ساتھ، گہرا۔ اینت۔ واہ واہ۔ آب زیرکاہ۔ مکر اور دھوکے میں ضرب المثل ہے، ناواقف آدمی گھاس سمجھ کر قدم رکھتا ہے اور ڈوبتا ہے۔ ہاموں۔ جنگل۔ کوہ۔ یعنی شیر۔

موسیٰ[1] فرعون را تا رُودِ نیل
ایک موسیٰ علیہ السلام فرعون کو دریائے نیل تک

میکشد با لشکر و جمع ثقیل
لشکر اور بھاری مجمع کے ساتھ لے جا رہے ہیں

پشۂ نمرود را بانیم پر
مچھر آدھے پر کے ساتھ نمرود کو

میشگافد میرود تا مغزِ سَر
شگاف دیتا ہے اور سر کے بھیجے تک جاتا ہے

حالِ آں کو قولِ دشمن را شنود
(یہ ہے) اس کی حالت جس نے دشمن کی بات سنی

بیں جزائے آنکہ شد یارِ حسود
دیکھ، اس کی سزا جو دشمن کا دوست بنا

حالِ فرعونے کہ ہاماں را شنود
یہی حال اس فرعون کا ہے جس نے ہامان کی شنوائی کی

حالِ نمرودیکہ شیطاں را ستود
اور یہی حال اس نمرود کا ہے جس نے شیطانی تعریف کی

دشمن ارچہ دوستانہ گویدت
دشمن اگرچہ تجھ سے دوستانہ بات کرے

دام داں گرچہ زدانہ گویدت
جال سمجھ اگرچہ وہ تجھ سے دانہ کہے

گر تُرا قندے[2] دہد آں زہر داں
اگر تجھے شکر دے، اس کو زہر سمجھ

گر بتو لطفے کند آں قہر داں
اگر تجھ پر مہربانی کرے، اس کو قہر سمجھ

چوں قضا آید نہ بینی غیر پوست
جب قضا آتی ہے چھلکے کے علاوہ تو کچھ نہ دیکھے گا

دشمناں را باز نشناسی ز دوست
دشمنوں اور دوستوں میں امتیاز نہ کر سکے گا

چوں چنیں شد ابتہال آغاز کن
جب ایسا ہو گڑگڑانا شروع کر دے

نالہ و تسبیح و روزہ ساز کن
زاری اور تسبیح اور روزے کا سامان کر

نالہ میکن کاے تو عَلّامُ الغُیُوب
زور کہ اے (خدا) تو غیب کا جاننے والا ہے

زیرِ سنگ مکر بد مارا مکوب
ہمیں برے مکر کے پتھر کے نیچے نہ کچل

یا کریمَ العَفوِ ستّارُ العُیُوب
اے معافی کے داتا، عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والے

انتقام از ما مکش اندر ذُنوب
گناہوں کا ہم سے بدلہ نہ لے

آنچہ در کون ست ز اشیاء ہر چہ ہست
موجودات میں سے جو چیزیں بھی دنیا میں ہیں

وانما جانرا بہرحالت کہ ہست
دل پر اس حالت میں ظاہر کر دے جس پر وہ ہیں

گر سگی کردیم اے شیر آفریں
اے شیر کو پیدا کرنے والے! اگرچہ ہم نے کتاپن کیا ہے

شیر را مگمار بر ما زیں کمیں
اس گھات کی جگہ سے شیر کو ہم پر مسلط نہ کر

---

1. موسیٰ۔ یعنی خرگوش۔ فرعون۔ یعنی شیر۔ ولید بن مصعب جو فرعون کے لقب سے مشہور ہے، حضرت موسیٰؑ کے تعاقب میں نیل میں غرق ہو گیا تھا۔ جمع۔ مجمع۔ ثقیل۔ بھاری۔ نمرود۔ ایک بادشاہ کا لقب ہے جو بابل اور عراق کے علاقہ کا حاکم تھا اور خدائی کا مدعی تھا۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ خدا نے اس کو ایک مچھر کے ذریعے ہلاک کیا، مچھر اس کے دماغ میں گھس گیا جو اس کی موت کا سبب بنا۔ حسود۔ حسد کرنے والا۔ ہامان۔ فرعون مصر کے وزیر کا نام جس نے گمراہ کیا تھا۔ ستود۔ نمرود شیطان کا مداح اور اس کا پجاری تھا۔ دام داں۔ یعنی اس کی بات کو الٹا سمجھ۔

2. قند۔ شکر۔ لطف۔ مہربانی۔ غیر پوست۔ یعنی انسان اصل معاملہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ابتہال۔ گڑگڑانا۔ ساز کن۔ سامان کر۔ علام الغیوب۔ غیب کی باتوں کا جاننے والا۔ مکوب۔ کوبن، کوٹنا سے نہی کا صیغہ ہے۔ کریم۔ جوانمرد، سخی، گناہ بخشنے والا۔ ذنوب۔ ذنب کی جمع ہے، گناہ۔ کون۔ دنیا، جہان۔ وا۔ کشادہ، ظاہر۔ نما۔ نمودن، دکھانا سے امر کا صیغہ ہے۔ سگی۔ کتاپن۔ مگمار۔ گماشتن بمعنی مقرر کرنا سے نہی کا صیغہ ہے۔ کمین۔ گھات کی جگہ۔

آبِ خوش[1] را صورتِ آتش مده — اندر آتش صورتِ آبی منہ
اچھے پانی کو، آگ کی صورت میں نمایاں نہ کر — آگ میں پانی کی صورت نہ رکھ

از شرابِ قہر چوں مستی دہی — نیست ہا را صورتِ ہستی دہی
قہر کی شراب سے جب تو مست کر دیتا ہے — معدوم چیزوں کو موجود کی صورت دے دیتا ہے

چیست مستی بند چشم از دید چشم — تانماید سنگ گوہر پشم یشم
مستی کیا ہے؟ آنکھ کا آنکھ کے دیکھنے سے بند ہونا — یہاں تک کہ پتھر، موتی اور اون، یشب نظر آئے

چیست مستی حسّہا مبدل شدن — چوبِ گز اندر نظر صندل شدن
مستی کیا ہے؟ حسوں کا بدل جانا — جھاؤ کی لکڑی کا نگاہ میں صندل ہو جانا

قصہ سلیمان علیہ السلام و ہدہد و بیان آنکہ چوں قضا آید چشمہا بستہ شود

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ہدہد کا قصہ اور اس کا بیان کہ جب قضا آتی ہے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں

چوں سلیمانؑ را سَرا پَردہ زدند — جملہ مُرغانش بخدمت آمدند
جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا خیمہ لگایا گیا — تمام پرندے خدمت میں حاضر ہوئے

ہمزبانِ و محرمِ خود یافتند — پیشِ اُو یک یک بجاں بشتافتند
ان کو اپنا ہم زبان اور محرم پایا — ایک ایک کر کے دل و جان سے ان کے سامنے دوڑ آئے

جملہ مُرغاں ترک کردہ چیک چیک[2] — با سلیمانؑ گشتہ اَفصح من اَخیک
تمام پرندوں نے چیں چیں چھوڑ کر — حضرت سلیمانؑ کے ساتھ تیرے بھائی سے بھی زیادہ فصیح ہوئے

ہمزبانی خویشی و پیوندی ست — مَرد با نامحرماں چوں بندی ست
ہمزبانی، قرابت اور رشتہ داری ہے — انسان، نامحرموں کے ساتھ قیدی جیسا ہے

اے بسا ہندو و تُرکِ ہم زباں — اے بسا دو تُرک چوں بیگانگاں
اے (مخاطب) بہت سے ہندو اور ترک ہم زبان (محرم ہیں) — اے (مخاطب) دو ترک بیگانوں کی طرح ہیں

پس زبانِ محرمی خود دیگرست — ہم دلی از ہم زبانی بہترست
محرمی کی زبان دوسری ہے — ہم دلی، ہم زبانی سے بہتر ہے

غیر نطق و غیر ایماء و سجل — صد ہزاراں ترجماں خیزد ز دل
بغیر بولے اور بغیر اشارے اور لکھنے کے — دل سے لاکھوں ترجمان پیدا ہو جاتے ہیں

جملہ مُرغاں ہر یکے اسرارِ خود — از ہنر و از دانش و از کارِ خود
تمام پرندوں میں سے ہر ایک اپنے راز — ہنر اور عقل اور اپنے کام

1. آبِ خوش۔ یعنی جو حقیقت ہے وہ ہم پر واضح کر دے۔ نفس کی خواہش کی وجہ سے ہم مضر چیز کو مفید نہ سمجھیں۔ مستی۔ دیوانگی۔ نیست ہا۔ غیر موجود چیزیں۔ ہستی۔ وجود، موجودگی۔ بند چشم۔ بستگی چشم۔ پشم۔ اون۔ یشم۔ سبز رنگ کا قیمتی پتھر ہے جس کو عربی میں یشب کہتے ہیں۔ گز۔ جھاؤ، کپڑا وغیرہ ناپنے کا آلہ۔ سلیمان۔ مشہور نبی ہیں جن کی حکومت جن و انس پر تھی اور وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے۔ سَراپردہ۔ خیمہ۔ محرم۔ میم اور راء کا فتحہ ہے، واقف کار، راز دار۔
2. چیک چیک۔ پرندوں کا چہچہانا۔ اَفصح۔ زیادہ خوش گفتار۔ من اخیک۔ تیرے بھائی سے۔ خویشی۔ قرابت۔ پیوندی۔ رشتہ داری۔ بندی۔ قیدی، گرفتار۔ ہندو۔ ہندوستانی۔ ترک۔ ترکستان کا رہنے والا جو خوش رنگ ہوتا ہے۔ محرمی۔ ہمراز ہونا۔ ہمدلی۔ قلبی یگانگت۔ نطق۔ گویائی۔ ایماء۔ اشارہ۔ سجل۔ سین اور جیم کے کسرہ اور لام کی تشدد کے ساتھ تحریر، کتاب، صحیفہ۔ اسرار۔ سرّ کی جمع، راز۔ کارِ خود۔ پیشہ۔

با سلیماں یک بیک وا می نمود
(حضرت) سلیمانؑ سے ایک ایک کر کے ظاہر کر رہا تھا
از تکبر نے و از ہستی خویش
نہ تکبر سے، اور نہ اپنی خودی سے
چوں بیاید بردہَ را خواجہَ
جب کسی غلام کے پاس کوئی آقا آتا ہے
چونکہ دارد از خریداریش ننگ
جب وہ اس کی خریداری کو ذلت سمجھتا ہے
نوبتِ ہُدہُد رسید و پیشہ اش
ہدہد اور اس کے پیشے کی باری آئی
گفت اے شہ یک ہنر کاں کہترست
اس نے کہا اے شاہ! ایک ہنر جو چھوٹا ہے
گفت بر گو تا کدام ست آں ہنر
انہوں نے کہا، کہہ وہ ہنر کون سا ہے؟
بنگرم از اَوج با چشم یقیں
بلندی سے، یقین کی آنکھ سے دیکھتا ہوں
تا کجایست و چہ عمقستش، چہ رنگ
کہ کہاں ہے، اس کی کتنی گہرائی ہے، کیا رنگ ہے؟
اے سلیماںؑ بہر لشکر گاہ را
اے سلیمان علیہ السلام! فوجی کیمپ کے لئے
پس سلیماںؑ گفت مارا شو رفیق
پس (حضرت) سلیمانؑ نے کہا، ہمارا سفر کا ساتھی بن جا
تا بیابی بہر لشکر آب را
تاکہ تو لشکر کے لئے پانی دریافت کرے
ہمرہِ ما باشی و ہم پیشوا
ہمارا ساتھی اور نیز پیش رو بن

از برائے عرضہ[1] خود را می ستود
پیش کرنے کے لئے اپنی تعریف کرتا تھا
بہرِ آں تا رہ دہد اُو را بہ پیش
اس لئے کہ وہ اپنی پیشی کا راستہ دے دیں
عرضہ دارد از ہنر دیباچہَ
وہ ہنر کا رخسار پیش کرتا ہے
خود کند بیمار و کرّ و شلّ و لنگ
اپنے آپ کو بیمار اور بہرا اور لولا اور لنگڑا بنا لیتا ہے
واں بیانِ صنعت و اندیشہ[2] اش
تو اس کی کاریگری اور تدبیر کا بیان ہوا
باز گویم گفت کو تہ بہترست
کہتا ہوں، مختصر بات بہتر ہے
گفت من آنگہ کہ باشم اوج بر
اس نے کہا جس وقت میں بلندی پر ہوتا ہوں
می بہ بینم آب در قعرِ زمیں
زمین کی گہرائی میں پانی کو دیکھ لیتا ہوں
از چہ میجوشد ز خاکے یاز سنگ
کس چیز میں سے ابل رہا ہے، مٹی سے یا پتھر سے؟
در سفر میدار ایں آگاہ را
سفر میں اس باخبر کو ساتھ رکھ
در بیاباں ہائے بے آب اے شفیق
اے مہربان! بے آب جنگلوں میں
در سفر سقّا شوی اَصحاب را
ساتھیوں کے لئے، سفر میں سقّا بن جائے
تا کنی تو آب پیدا بہرِ ما
تاکہ تو ہمارے لئے پانی مہیا کر دے

---

1. عرضہ۔ عین کے فتحہ کے ساتھ، پیش کرنا۔ ہستی۔ خودی، غرور۔ بردہ۔ غلام۔ خواجہ۔ مالک، آقا۔ دیباچہ۔ چہرہ، رخسار، کتاب کا شروع۔ ننگ۔ شرم، ذلت۔ کر۔ بہرا۔ شل۔ لنجا جس کے ہاتھ پیر بیکار ہو گئے ہوں۔ لنگ۔ لنگڑا۔ ہدہد۔ کھٹ کھٹ بڑھیا۔ صنعت۔ ہنر، کاریگری۔
2. اندیشہ۔ خیالات۔ کوتہ۔ کوتاہ، مختصر۔ اوج۔ بلندی۔ قعر۔ گہرائی۔ عمق۔ گہرا۔ لشکرگاہ۔ فوجی کیمپ۔ آگاہ۔ واقف، تجربہ کار۔ رفیق۔ سفر کا ساتھی، ساتھی۔ شفیق۔ مہربان۔ سقا۔ پانی پلانے والا۔ اصحاب۔ یعنی لشکر والے۔

باش ہمراہِ مَن اندر روز و شب — تا نہ بیند از عطش[1] لشکر تعب
دن رات ہمارے ساتھ رہ — تاکہ لشکر، پیاس سے تکلیف نہ اٹھائے

بعد ازاں ہُد ہُد بد و ہمراہ بود — زانکہ از آبِ نہاں آگاہ بود
اس کے بعد ہُدہُد ان کے ساتھ تھا — اس لئے کہ وہ چھپے پانی سے با خبر تھا

طعنہ زدنِ زاغ در دعویِ ہدہد

کوے کا ہدہد کے دعوے میں طعنہ زنی کرنا

زاغ چوں بشنود آمد از حسد — با سلیمانؑ گفت کو کژ گفت و بد
جب کوے نے سنا، حسد کی وجہ سے آیا — (حضرت) سلیمان سے کہا کہ اس نے غلط اور غیر مناسب کہا ہے

از ادب نہ بود بہ پیشِ شہ مقال — خاصہ خود لافِ دروغین و محال
بادشاہ کے سامنے بات کرنا خلاف ادب ہے — خصوصاً جھوٹی شیخی اور ناممکن (بات)

گر مر او را ایں نظر بودے مدام — چوں ندیدے زیر مشتِ خاک دام
اگر اس کی ہمیشہ یہ نظر ہوتی — ایک مٹھی مٹی کے نیچے جال کیوں نہ دیکھ لیتا

چوں گرفتار آمدے در دامِ او — چوں قفس اندر شدے ناکام او
جال میں وہ کیوں پھنستا — ناکام ہو کر وہ کیوں پنجرے میں ہوتا

پس سلیمانؑ گفت کاے ہُدہُد رواست — کز تو در اوّل قدح ایں دُرد[2] خاست
پھر حضرت سلیمانؑ نے کہا اے ہُدہُد کیا مناسب ہے؟ — تیرے پہلے ہی پیالے میں یہ تلچھٹ نکلے

چوں نمائی مستِ خویش اے خوردہ دوغ — پیشِ من لافے زنی آنگہ دروغ
اے چھاچھ پیے ہوئے! اپنے آپ کو مست کیوں دکھارہا ہے؟ — میرے سامنے شیخی مارتا ہے وہ بھی جھوٹ

جواب گفتن ہُدہُد مر سلیمانؑ را دریں طعنہ

اس طعنہ کے بارے میں ہُدہُد کا حضرت سلیمان علیہ السلام کو جواب دینا

گفت اے شہ بر منِ عور و گدا — قولِ دشمن مشنواز بہر خدا
اس نے کہا، اے شاہ! مجھ ننگے اور فقیر کے خلاف — خدا کے لئے دشمن کی بات نہ سن

گر ببطلان ست دعویٰ کردنم — مَن نہادم سر ببر از گردنم
اگر میرا دعویٰ کرنا غلطی ہے — میں نے سر رکھ دیا (اس کو) گردن سے قطع کر دے

زاغ کو حکم خدارا منکرست — گر ہزاراں عقل دارو کافرست
کوا جو کہ خدا کی قضا کا منکر ہے — اگر لاکھ عقل رکھتا ہو، کافر ہے

---

1. عطش۔ پیاس۔ تعب۔ رنج، تھکن۔ بدو۔ اصل میں بادتھا، الف کو دال سے بدل لیا جاتا ہے۔ زاغ۔ کوا۔ کو۔ کہ او۔ کژ۔ کج، غلط۔ مقال۔ گفتگو۔ خود۔ زیادہ ہے۔ لاف۔ گپ، شیخی کی بات۔ دروغین۔ دروغ، جھوٹ۔ یا اور نون نسبت کا ہے جیسے زریں، بلوریں میں ہے۔ محال۔ ناممکن، باطل۔ مدام۔ ہمیشہ۔ دام۔ جال۔ قفس، پنجرہ۔ قدح۔ قاف اور دال کے فتحہ کے ساتھ، پیالہ۔
2. دُرد۔ دال کے ضمہ کے ساتھ، تلچھٹ، گاد۔ دوغ۔ مکھن نکالا ہوا دودھ، چھاچھ۔ لاف۔ گپ۔ دروغ۔ جھوٹ۔ عور۔ عین کے ضمہ کے ساتھ، برہنہ ننگا۔ سرنہادن۔ سر رکھنا، اطاعت کرنا۔ حکم۔ یعنی کو التقدیر اور قضاء الٰہی کا انکار کنندہ ہے۔ کافر۔ اللہ کی قضا و قدر کا منکر کافر ہے۔

در تو تا کافے[1] بود از کافراں — جائے گند و شہوتی چوں کافراں
اگر تجھ میں کافروں کا ایک کاف ہو — تو گندگی اور شہوت کا مقام ہے، شرمگاہ کی طرح

من ببینم دام را اندر ہوا — گر نپوشد چشم عقلم را قضا
ہوا میں سے جال کو دیکھتا ہوں — اگر میری عقل کی آنکھ کو قضا بند نہ کر دے

چوں قضا آید شود دانش بخواب — مہ سیہ گردد بگیرد آفتاب
جب قضا آتی ہے عقل سو جاتی ہے — چاند کالا ہو جاتا ہے، سورج گرہن ہو جاتا ہے

از قضا ایں تعبیہ کے نادرست — از قضا داں کُو قضا را منکرست
قضا سے یہ چھپانا کب نئی بات ہے؟ — یہ بھی قضا سے سمجھ کہ وہ قضا کا منکر ہے

قصہ آدم علیہ السلام و بستنِ قضا نظرِ اُو را از مراعاتِ

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ اور قضا کا ان کی آنکھ کو بند کر دینا صاف ممانعت کی نگہداشت سے

صریح نہی و ترکِ نہی و تاویل

اور ممانعت کو ترک کرنا اور تاویل کرنا

بوالبشر کو عَلَّمَ الْاَسْمَاء بگ ست — صد ہزاراں علمش اندر ہر رگ ست
انسانوں کا باپ جو علم الاسماء کا سردار ہے — جس کی ہر رگ میں لاکھوں علم ہیں

اسم ہر چیزے چناں کاں چیز ہست — تا بپایاں جانِ اُو را داد دست
ہر چیز کا نام جس طرح وہ چیز ہے — آخر تک ان کی جان کو حاصل ہو گیا

ہرلقب[2] کو داد آں مُبدَل نشد — آنکہ چستش خواند اُو کاہل نشد
جو لقب اس نے دیا وہ نہ بدلا — جس کو اس نے چست کہا وہ ست نہ ہوا

ہر کرا اُو مقبل و آزاد خواند — اُو عزیز و خرم و دلشاد ماند
جس کو اس نے بااقبال اور آزاد کہا — وہ باعزت اور خوش اور مسرور رہا

ہر کہ آخر مومن ست اوّل بدید — ہر کہ آخر کافر اُو را شد پدید
جو آخر میں مومن ہے، شروع میں دیکھ لیا — جو آخر میں کافر ہے وہ اس پر ظاہر ہو گیا

ہر کہ آخر بیں بود اُو مومن ست — ہر کہ آخر بیں بود او بیدن ست
جو آخرت کو دیکھے وہ مومن ہے — جو چراگاہ پر نظر رکھے، بے دین ہے

اسم ہر چیزے تو از دانا شنو — رمز و سِرِّ عَلَّمَ الْاَسْمَاء شنو
تو ہر چیز کا نام عقلمند سے سن — علم الاسماء کا اشارہ اور راز سن

---

[1] کافے۔ یعنی کفریہ عقیدوں میں سے ایک کا ماننے والا بھی کافر ہے۔ کاف۔ ران، شرمگاہ۔ بخواب شدن۔ سو جانا۔ گرفتن آفتاب۔ سورج کا گرہن میں آ جانا۔ تعبیہ۔ آراستہ کرنا، چھپا دینا۔ نادر۔ عجیب، انوکھا۔ ابوالبشر۔ انسانوں کے باپ، آدم علیہ السلام۔ بگ۔ بیگ کا مخفف ہے، سردار، بہادر۔ پایاں۔ انجام، خاتمہ۔ دست دادن۔ حاصل ہونا۔

[2] ہرلقب۔ حضرت آدم علیہ السلام کو صرف ناموں کی تعلیم نہیں دی گئی تھی بلکہ ان کو اشیاء کی حقیقتیں بتا دی گئی تھیں تو جس چیز کو جو لقب آدم علیہ السلام نے دیا، اس میں تبدیلی نہ آئی۔ مقبل۔ بااقبال، خوش نصیب۔ عزیز۔ باعزت۔ ہر کہ۔ ایمان اور کفر کا مدار انسان کے آخری احوال پر ہے۔ آخر بیں۔ آخرت کی طرف نظر رکھنے والا۔ آخر۔ چوپایوں کے چارہ کھانے کی جگہ۔ بیدن۔ بے دین کا مخفف ہے۔ رمز۔ اشارہ۔ سِرّ۔ راز۔

اسم ہر چیزے بر ما[1] ظاہرش
ہمارے نزدیک ہر چیز کا نام اس کے ظاہر پر ہے
اسم ہر چیزے بر خالق سرش
اللہ کے نزدیک ہر چیز کا نام اس کے باطن پر ہے

نزدِ موسیٰؑ نامِ چوبش بد عصا
موسیٰ (علیہ السلام) کے نزدیک ان کی لکڑی کا نام عصا تھا
نزدِ خالق بود نامش اژدہا
اللہ کے نزدیک اس کا نام اژدہا تھا

بد عمرؓ را نام اینجا بت پرست
اس جگہ عمر کا نام بت پرست تھا
لیک مومن بود نامش در اَلست
لیکن ازل میں اس کا نام مومن تھا

آنکہ بد نزدیک ما نامش منی
وہ جس کا نام ہمارے نزدیک منی تھا
پیش حق ایں نقش بد کہ با منی
اللہ کے سامنے وہ صورت تھی جیسا کہ تو میرے سامنے ہے

صورتے بد ایں منی اندر عدم
عدم میں یہ منی ایک صورت تھی
پیشِ حق موجود نے بیش و نہ کم
جو خدا کے سامنے بغیر کمی بیشی کے موجود تھی

حاصل آں آمد حقیقت نامِ ما
الحاصل ہمارا نام وہی حقیقت بنا
پیشِ حضرت کاں بود انجامِ[2] ما
جو اللہ کے سامنے ہمارا انجام تھا

مردِ را بر عاقبت نامے نہند
انسان کا انجام کے اعتبار سے نام رکھتے ہیں
نے براں کو عاریت نامے نہند
نہ اس پر جو چند روز کے لئے رکھتے ہیں

چشمِ آدمؑ کو بنورِ پاک دید
حضرتِ آدمؑ کی آنکھ نے پاک نور کے ذریعہ دیکھا
جانِ و سرِّ نامہا گشتش پدید
ناموں کی حقیقت اور راز ان پر ظاہر ہو گیا

چوں ملک انوارِ حق بروے بیافت
جب فرشتوں نے اللہ کے انوار ان پر پائے
در سجود افتاد و در خدمت شتافت
سربجود ہوئے اور خدمت کے لئے دوڑے

چوں ملائک نورِ حق دیدند ازو
جب فرشتوں نے ان سے اللہ کے نور کا مشاہدہ کیا
جملہ افتادند در سجدہ برو
سب ان کے سامنے سجدے میں گر گئے

مدحِ ایں آدمؑ کہ نامش می برم
جس آدمؑ کا میں نام لے رہا ہوں ان کی تعریف سے
گر ستایم تا قیامت قاصرم
اگر میں قیامت تک مدح کروں تو قاصر رہوں

ایں ہمہ دانست و چوں آمد قضا
وہ یہ سب جان گئے اور جب قضا آئی
دانش یک نہی شد بروے خطا
ایک ممانعت کی سمجھ میں ان سے غلطی ہوئی

کاے عجب نہی از پئے تحریم بود
تعجب ہے! ممانعت حرام ہونے کی وجہ سے تھی
یا بتاویلے بدو توہیم بود
یا کسی تاویل کی وجہ سے تھی اور وہم میں ڈالتا تھا

---

1. بر ما۔ انسان کسی چیز کے ظاہر کو دیکھ کر اس کا نام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت کے اعتبار سے اس کا نام لیتا ہے۔ چوبش۔ حضرت موسیٰ کا عصا بظاہر لکڑی تھا لیکن حقیقت میں سانپ تھا۔ یوم الست۔ یوم میثاق، وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا سب سے اقرار کرایا تھا۔ منی۔ انسان کا نطفہ انجام کے اعتبار سے انسانی صورت اختیار کرتا ہے۔ اللہ کے یہاں منی یہی صورت اختیار کئے ہوئے موجود ہے۔

2. انجام۔ یعنی جو جس چیز کا انجام ہے اس اعتبار سے اللہ کے یہاں اس کا نام ہے۔ عاقبت۔ انجام، خاتمہ۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز۔ چون ملک۔ ملک کا تعلق دوسرے مصرع سے ہے یعنی ملک در سجود افتاد۔ آدم۔ یعنی ان کی تعریف قیامت تک ممکن نہیں ہے۔ دانش۔ عقل۔ قضا۔ حکم الٰہی، فیصلہ خداوندی۔ نہی۔ ممانعت، حکم امتناعی۔ تحریم۔ حرام قرار دینا۔ تاویل۔ کلام کو ظاہری مفہوم سے پھیر کر کسی معنی پر محمول کرنا جس کا احتمال صحیح ہو۔ توہیم۔ وہم دلانا۔

در دلش تاویل چوں ترجیح یافت[1]
ان کے دل میں جب تاویل نے ترجیح حاصل کر لی
طبع در حیرت سوئے گندم شتافت
طبیعت، حیرانی میں گیہوں کی طرف دوڑ پڑی

باغباں را خار چوں در پائے رفت
جب باغبان کے پیر میں کانٹا چبھ گیا
دُزد فرصت یافت کالا بُرد تفت
چور نے موقع پا لیا، تیزی سے سامان لے بھاگا

چوں ز حیرت رُست باز آمد براہ
جب حیرت سے انہیں چھٹکارا ملا، راستہ پر آئے
دیدہ بُردہ دُزد رخت از کارگاہ
دیکھا، کارخانے سے چور سامان لے بھاگا

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا گفت و آہ
"ہمارے رب ہم نے ظلم کیا" کہا اور آہ کی
یعنی ظلمت آمد و گم گشت راہ
یعنی اندھیرا چھا گیا اور راستہ گم ہو گیا

ایں قضا ابرے بود خورشید پوش
یہ قضا سورج کو چھپا لینے والا ابر ہے
شیر و اژدرہا بود زو ہمچو موش
اس سے شیر اور اژدہا، چوہے کی طرح بن جاتا ہے

من اگر دامے نہ بینم گاہِ حکم
اگر میں قضا کے وقت جال نہیں دیکھتا ہوں
من نہ تنہا جاہلم در راہِ حکم
میں ہی تنہا قضا کے راستہ میں بے خبر نہیں ہوں

اے خنک آں کو نکوکاری کند
اے (مخاطب) قابل مبارکباد ہے وہ شخص جو نیکی کرے
زور را بگذارد و زاری کند
زور کو چھوڑ دے اور عاجزی کرے

گر قضا[2] پوشد سیہ ہمچوں شبت
اگر قضا سیاہ بن کر تجھے رات کی طرح ڈھانپ لے
ہم قضا دستت بگیرد عاقبت
بالآخر قضا ہی تیری دستگیری کرے گی

گر قضا صد بار قصد جاں کند
اگر قضا سو بار تیری جان لینا چاہے
ہم قضا جانت دہد درماں کند
قضا ہی تیری جان بخشی کرے گی، علاج کرے گی

ایں قضا صد بار اگر راہت زند
یہ قضا اگر سو بار تجھے لوٹتی ہے
بر فرازِ چرخ خر گاہت زند
آسمان کی وسعت پر تیرا خیمہ گاڑتی ہے

از کرم داں اینکہ می ترساندت
کرم سمجھ کہ یہ قضا تجھے ڈراتی ہے
تا بمُلکِ ایمنی بنشاندت
تاکہ امن کی سرزمین میں تجھے بٹھا دے

چوں بترساند ترا آگہ شوی
جب تجھے ڈراتی ہے تو باخبر ہو جاتا ہے
ورنہ ترساند ترا گمرہ شوی
اگر تجھے نہ ڈرائے تو گمراہ ہو جائے

ایں سخن پایاں ندارد گشت دیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، دیر ہو گئی
گوش کن تو قصۂ خرگوش و شیر
شیر اور خرگوش کا قصہ سن

---

1 ترجیح یافت۔ حضرت آدم علیہ السلام سمجھے کہ ممانعت صرف وقتی تھی۔ کالا۔ سامان۔ تفت۔ گرم۔ فرصت۔ موقع پانا، یعنی جس طرح پیر میں کانٹا چبھنے پر چور کو موقع مل جاتا ہے اسی طرح حضرت آدمؑ کی حیرانی نے شیطان کو موقع دے دیا۔ براہ۔ یعنی حضرت آدمؑ سمجھے کہ ممانعت تحریم کی وجہ سے تھی۔ دزد۔ چور۔ کارگاہ۔ کارخانہ۔ رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا۔ اے ہمارے رب بے شک ہم نے ظلم کیا، یہ دعا آخر تک حضرتِ آدم علیہ السلام نے پڑھی تھی۔

2 قضا۔ خداوندی قضا وقدر چمکدار کو بے نور اور بہادروں کو بزدل بنا دیتی ہے۔ حکم۔ یعنی قضا خداوندی۔ اے خنک۔ اوپر ہدہد کی تقریر تھی اب مولانا کا مقولہ شروع ہوا۔ گر قضا۔ اگر تقدیر سے مصائب آئیں تو اس کی تدبیر دعا و استغفار ہے۔ درماں۔ علاج۔ خرگاہ۔ خیمہ۔ کرم داں۔ اللہ کی جانب سے مصائب، تنبیہات ہیں، تاکہ انسان غفلت سے بیدار ہو جائے ورنہ امن واطمینان کی زندگی بسا اوقات غفلت کا سبب بن جاتی ہے۔ پایاں۔ خاتمہ، انجام۔

پائے واپس کشیدن خرگوش از شیر چوں نزدیک چاہ آمد

کنویں کے پاس آ کر خرگوش کا شیر سے پیچھے ہٹنا

شیر با خرگوش چوں ہمراہ شد
شیر جب خرگوش کے ساتھ ہو گیا
پُر غضب[1] پُر کینہ و بدخواہ شد
غضب ناک، کینہ سے پُر اور دشمن ہو رہا تھا

بود پیشا پیش خرگوشِ دلیر
بہادر، خرگوش اس کے آگے تھا
ناگہاں پا را کشید از پیش شیر
اچانک، شیر کے آگے سے پیچھے کو ہٹا

چونکہ نزدِ چاہ آمد شیر دید
جب شیر کنویں کے پاس پہنچا، دیکھا
کز رہ آں خرگوش ماند پا کشید
کہ خرگوش پیچھے رہ گیا اور ہٹ گیا

گفت پا واپس کشیدی تو چرا
اس (شیر) نے کہا تو پیچھے کیوں ہٹا؟
پائے را واپس مکش پیشِ اندر آ
پیچھے کو نہ ہٹ، آگے آ

گفت کو پایم کہ دست و پائے رفت
اسنے کہا (خرگوش) کہاں ہیں، میرے ہاتھ پیر ختم ہو گئے
جانِ من لرزید و دل از جائے رفت
روح کانپ رہی ہے، دل دھڑک رہا ہے

رنگِ رُویم را نمی بینی چو زر
میرے چہرے کا رنگ نہیں دیکھ رہا ہے، سونے کا سا
زاندروں خود میدہد رنگم خبر
میرا رنگ اندرونی حالت کی خبر دے رہا ہے

حق چو سیما را معرّف خواندہ است
جب اللہ نے پیشانی کو حال بتانے والا فرمایا ہے
چشمِ عارف سوئے سیما ماندہ است
پہچاننے والے کی نگاہ، پیشانی پر پڑتی ہے

رنگ و بُو غمّاز آمد چوں جرس[2]
رنگ اور بو، گھڑیال کی طرح چغل خور ہے
از فرس آگہ کند بانگِ فرس
گھوڑے کی آواز، گھوڑے کی خبر دے دیتی ہے

بانگ ہر چیزے رساند زو خبر
ہر چیز کی آواز اس کی خبر دے دیتی ہے
تابدانی بانگ خر از بانگ در
گدھے کی آواز کو دروازے کی آواز سے جدا سمجھ

گفت پیغمبر بہ تمییز کساں
انسانوں کے پہچاننے کے سلسلہ میں پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا
مَرْءُ مَخْفِیٌّ لَدٰی طَیِّ اللِّسَان
انسان زبان بند رکھنے کے وقت، پوشیدہ ہے

رنگ رُو از حالِ دل دارد نشاں
چہرہ کا رنگ دل کی حالت کی علامت ہے
رحمتم کن مہر من در دل نشاں
مجھ پر رحم کر، دل میں میری محبت بٹھا

رنگ روئے سرخ دارد بانگ شکر
سرخ چہرے کی رنگت، شکر کی صدا رکھتی ہے
رنگ روئے زرد دارد صبر و نُکر
زرد چہرے کی رنگت، صبر اور تکلیف کی (علامت) رکھتی ہے

---

[1] پُرغضب۔ یعنی خرگوش کے بتائے ہوئے دوسرے شیر پر غضب ناک ہو رہا تھا۔ پا کشیدن۔ پیچھے ہٹنا، ٹھہرنا۔ پیشا پیش۔ الف زیادہ ہے۔ کو۔ کجا، کہاں۔ دست و پا رفتن۔ بدحواس ہو جانا۔ از جائے رفتن۔ گھبرا جانا۔ سیما۔ نشان، علامت، پیشانی۔ معرف۔ بتانے والا۔ عارف۔ پہچاننے والا، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے "تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ" "تو ان کو پیشانی سے پہچانتا ہے۔ غمّاز۔ اشارہ کرنے والا، چغل خور۔

[2] جرس۔ گھڑیال۔ در۔ دروازہ، بعض نسخوں میں زر ہے جو زرہ بمعنی چیونٹی کی جمع ہے۔ گفت۔ حدیث ہے "اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِهٖ لَا فِیْ طَیْلَسَانِهٖ" انسان اپنی زبان میں چھپا ہوا ہے چادر میں نہیں۔ در دل۔ یعنی در دل خود۔ نشاں۔ علامت، نشاندن بمعنی بٹھانا ہے، امر کا صیغہ ہے۔ رنگ۔ چہرے کی سرخی سے دل کی شکر گزاری کا پتہ چلتا ہے اور چہرے کی زردی دل کی تکلیف کی علامت ہے۔ بانگ۔ آواز۔ نُکر۔ عذاب، تکلیف۔

درمن آمد انچہ دروے گشت مات[1]
مجھ میں وہ چیز آ گئی جس میں مات کھا گئے
آدمی و جانور جامد نبات
انسان اور جانور، جمادات اور نباتات

درمن آمد آنکہ دست و پا بُرد
مجھ میں وہ چیز آ گئی جو حواس باختہ کر دیتی ہے
رنگ رو و قوت و سیما بُرد
چہرے کا رنگ اور طاقت اور نشانی ختم کر دیتی ہے

آنکہ در ہر چہ در آید بشکند
مجھ میں وہ چیز آ گئی جو جس چیز میں آ جائے اس کو شکستہ کر دے
ہر درخت از بیخ و بن اُو بر کند
درخت کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ دے

ایں خود اجزایند کلیات ازو
یہ چھوٹی چیزیں ہیں لیکن بڑی چیزیں ان کی وجہ سے
زرد کردہ رنگ و فاسد کردہ بو
رنگت زرد کئے ہوئے ہیں اور بو بگاڑے ہوئے ہیں

تا جہاں گہ صابرست و گہ شکور
یہاں تک کہ دنیا کبھی صابر ہے اور کبھی شکرگزار
بوستان گہ حلہ پوشد گاہ عور
باغ کبھی جوڑا پہنتا ہے، کبھی ننگا ہے

آفتابے کو برآید نار گوں
سورج جو آگ کی طرح برآمد ہوتا ہے
ساعتے دیگر شود اُو سر نگوں
دوسرے وقت وہ اوندھا ہو جاتا ہے

اخترانِ تافتہ بر چار طاق
چار گوشہ خیمہ (آسمان) پر چمکنے والے یہ ستارے
لحظہ لحظہ مبتلائے احتراق
دم بدم جلنے میں مبتلا ہیں

ماہ[2] کو افزود ز اختر در جمال
چاند جو حسن میں ستاروں سے بڑھا ہوا ہے
شد زرنج دِق اُو ہمچوں ہلال
دق کے مرض کی وجہ سے ہلال کی طرح ہے

ایں زمین با سکون و با ادب
یہ پُرسکون اور باادب زمین
اندر آرد زلزلہ اش در لرز و تب
زلزلہ اس کو جاڑے کے بخار میں مبتلا کر دیتا ہے

اے بسا کہ زیں بلائے مُردہ ریگ
اے (مخاطب) بہت سے پہاڑ اس ذلیل مصیبت سے
گشتہ است اندر جہاں اُو خوردہ ریگ
دنیا میں باریک ریتہ بن گئے ہیں

ایں ہوا با روح آمد مقترن
یہ ہوا جو روح سے وابستہ ہے
چوں قضا آید و باگشت و عَفِن
جب قضا آتی ہے تو وبا اور گندی بن جاتی ہے

آبِ خوش گو روح را ہمشیرہ شد
خوشگوار پانی اگرچہ روح کا بھائی بن گیا ہے
در غدیرے زرد و تلخ و تیرہ شد
لیکن گڑھے میں زرد اور کڑوا اور گدلا ہو گیا

---

[1] مات۔ شکست خوردہ۔ جامد۔ جمادات یعنی اینٹ پتھر وغیرہ۔ نبات۔ یعنی نباتات اگنے والی چیزیں، درخت گھاس وغیرہ۔ سیما۔ علامت۔ آنکہ۔ یعنی موت کا تصور۔ اجزاء۔ یعنی چھوٹی مخلوق۔ کلیات۔ یعنی بڑی مخلوقات جیسے آسمان، زمین۔ صابر۔ صبر کرنے والا۔ شکور۔ شکر کرنے والا۔ حلہ۔ پوشاک، شاہانہ لباس۔ عور۔ برہنہ۔ نار۔ آگ۔ سرنگوں۔ اوندھا یعنی غروب کے وقت۔ چار طاق۔ ایک قسم کا چار گوشہ خیمہ۔ احتراق۔ جل جانا۔ علم نجوم کی اصطلاح میں کسی ستارے کا سورج کے برج میں آ کر اپنی شعاعوں کو کھو دینا۔

[2] ماہ۔ چاند چودھویں رات میں مکمل ہوتا ہے پھر بشکل ہلال ایسا ہو جاتا ہے، جیسا کہ دق زدہ مریض۔ ایں زمین۔ زمین ساکن اور باادب ہے، زلزلہ میں ایسی ہو جاتی ہے جیسے جاڑے بخار میں مبتلا مریض۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے، پہاڑ۔ مردہ ریگ۔ مردے کا مال، ناچیز۔ خوردہ۔ باریک۔ ہوا۔ ہوا پر مدار زندگی ہے، قضا آتی ہے تو یہی موت اور وباء عام کا سبب بن جاتی ہے۔ مقترن۔ ملنے والا، نزدیک۔ وبا۔ پھیلنے والا عام مرض۔ عفن۔ متعفن، سڑا ہوا، بدبودار۔ ہمشیرہ۔ بھائی بہن، دو بچے جنہوں نے ایک ماں کا دودھ پیا ہے۔ غدیر۔ حوض، تالاب۔ تیرہ۔ گدلا، مکدر۔

آتشے کو باد دارد در بُروت[1]
ہم یکے بادے برو خواند تموت

آگ جو نہایت سرکش اور مغرور ہے
یکایک اس پر ہوا "تو مرے" پڑھ دیتی ہے

خاکِ کو شد مایۂ گل در بہار
ناگہاں بادے بر آرد زو دمار

مٹی جو موسم بہار میں پھولوں کا سرمایہ ہے
اچانک ہوا اس کو تباہ کر دیتی ہے

حالِ دریا زاضطراب و جوشِ اُو
فہم کن تبدیل ہائے ہوشِ اُو

دریا کا حال اس کے اضطراب و جوش سے
سمجھ لے یہی اس کے ہوش کی تبدیلی ہے

چرخِ سرگرداں کہ اندر جستجوست
حالِ اُو چوں حالِ فرزندانِ اوست

سرگرداں آسمان جو جستجو میں ہے
اس کی حالت اس کے فرزندوں جیسی ہے

گہ حضیض و گہ میانہ گاہ اوج
اندر و از سعد[2] و نحسے فوج فوج

کبھی حضیض اور کبھی اوسط، کبھی اوج
اس میں فوج در فوج سعد اور نحس ہیں

گہ شرف گاہے صعود و گہ فرح[3]
گہ و بال و گہ ہبوط و گہ ترح

کبھی شرف، کبھی صعود اور کبھی فرح
کبھی وبال اور کبھی ہبوط اور کبھی ترح

از خودت اے جزو ز کلہا مختلط
فہم می کن حالت ہر مُنبسط

اپنے سے، اے جزو جو کل سے ملا جلا ہے
ہر مفرد کی حالت کو سمجھ لے

چوں نصیب مہتراں در دست و رنج
کہتراں را کے تواند بود گنج

جب بڑوں کا حصہ درد اور رنج ہے
تو چھوٹوں کو کب خزانہ مل سکتا ہے

چونکہ کلیات را رنج ست و درد
جزوِ ایشاں چوں نباشد روئے زرد

جب کلیات کو رنج اور درد ہے
تو ان کا جزو کیوں زرد چہرہ نہ ہوگا

---

1. بُروت۔ مونچھ، باد در بروت داشتن، مغرور ہونا، اس سرکش آگ کو ہوا کا ایک جھونکا بجھا دیتا ہے۔ دمار۔ ہلاکت، تباہی۔ اضطرابِ دریا۔ دریا کا موجیں مارنا۔ تبدیل ہوش۔ حواس باختگی۔ فرزنداں۔ یعنی عناصر اربعہ، آگ، پانی، ہوا، مٹی اور موالید ثلاثہ یعنی حیوانات اور نباتات اور جمادات، جن کے تغیرات کا بیان ہو چکا ہے۔ حضیض۔ ساتوں سیارے ایک دائرہ پر حرکت کرتے ہیں، اس دائرہ کا مرکز فلک الافلاک کے مرکز سے اوپر ہے، اس دائرہ پر ایک نقطہ فلک الافلاک کے مرکز سے بہت قریب ہے، اس کو حضیض کہتے ہیں اور ایک نقطہ بہت زیادہ بعید ہے اس کو اوج کہتے ہیں اور اس دائرہ کے محیط پر دو نقطے ہیں جن کا فاصلہ فلک الافلاک کے مرکز سے یکساں ہے جن کو اوسط کہتے ہیں۔ مولانا نے انہی کو میانہ کہا ہے۔
2. سعد۔ سعادت، نیک بختی۔ نحس۔ نحوست، بدبختی۔ شرف۔ شرافت، ہر ستارے کا ایک اصل برج ہے، یہ ستارہ حرکت کرتا ہوا جب اس برج میں داخل ہوتا ہے تو وہ برج اس کا خانۂ شرف کہلاتا ہے آفتاب کے لئے برج حمل خانہ شرف ہے اس کے مقابل وبال ہے یعنی ستارے کا خانۂ شرف چھوڑ کر انتہائی دوری یعنی ساتویں برج میں داخل ہو جانا، آفتاب کا برج دلو میں پہنچنا وبال کہلائے گا۔ صعود۔ اوپر چڑھنا اس کی ضد ہبوط ہے۔ نیچے اترنا، کسی ستارے کا برج شرف سے نکل کر بالمقابل برج میں آ جانا مثلاً آفتاب کا برج میزان میں آ جانا۔
3. فرح۔ خوشی، ہر ستارے کا ایک خاص خانہ خانۂ فرح کہلاتا ہے مثلاً عطارد کے لئے حمل کو خانۂ فرح قرار دیا گیا ہے۔ ترح۔ رنج، کسی ستارے کا خانۂ فرح کو چھوڑ کر ساتویں خانہ میں پہنچ جانا جیسا کہ عطارد کا میزان میں پہنچنا۔ مختلط۔ ملا جلا، مرکب۔ منبسط۔ بسیط، مفرد۔ جزو۔ یعنی انسان عناصر اربعہ کا جزو ہے اور عناصر اربعہ جو کلیات ہیں، یہ ان سے مل کر بنا ہے۔ مہتراں۔ یعنی عناصر اربعہ جن کے تغیرات کا ذکر آ چکا ہے۔ کہتراں۔ یعنی وہ چیزیں جو ان سے بنی ہیں۔ گنج۔ خزانہ، خوشی۔ روئے زرد۔ یعنی تغیر کی وجہ سے۔

خاصہ جزوے کو زاضداد ست جمع
خصوصاً وہ جزو جو اضداد کا مجموعہ ہے
زاب و خاک و آتش و بادست جمع
پانی اور مٹی اور آگ اور ہوا کا مجموعہ ہے

ایں عجب نبود کہ میش[1] از گرگ جست
یہ تعجب کی بات نہ ہوگی کہ بھیڑ، بھیڑیے سے چھوٹ بھاگی
ایں عجب کہ میش دل در گرگ بست
یہ تعجب ہے کہ بھیڑ نے بھیڑیے سے دل لگا لیا

زندگانی آشتی ضدہاست
زندگی مخالف چیزوں کا باہمی تعلق ہے
مرگ آں کاندر میان شاں جنگ خاست
موت یہ ہے کہ ان کے درمیان جنگ شروع ہو گئی

صلح اضداد است ایں عمر جہاں
اس دنیا کی زندگی مخالف چیزوں کی صلح ہے
جنگ اضداد ست عمر جاوداں
مخالف چیزوں کی لڑائی، ابدی زندگی ہے

زندگانی آشتی دشمناں
زندگی، دشمنوں کی صلح ہے
مرگ وارفتن باصل خویش داں
موت کو اپنی اصل کی طرف لوٹنا سمجھو

صلح دشمن وار باشد عاریت
دشمنوں کی صلح عارضی ہوتی ہے
دل بسوئے جنگ تازد عاقبت
بالآخر لڑائی کی طرف ان کے دل دوڑتے ہیں

روز کے چند از برائے مصلحت
چند دن کے لئے ازراہِ مصلحت
باہمند[2] اندر وفا و مرحمت
وفا اور محبت میں ملے جلے ہیں

عاقبت ہر یک بجوہر بازگشت
بالآخر ہر ایک اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا
ہر یکے با جنس خود انباز گشت
ہر ایک اپنی جنس کا ساتھی بن گیا

لطف باری ایں پلنگ و رنگ را
خدا کی مہربانی ہے کہ اس تیندوے اور پہاڑی بکرے کو
الف داد و بُرد زیشاں جنگ را
محبت عطا فرما دی، اور ان کی مخالفت ختم کر دی

لطف حق ایں شیر را و گور را
اللہ کا کرم ہے کہ شیر اور گورخر
الف دادست ایں دو ضد را در وفا
دو مخالفوں کو وفاداری میں الفت عطا کر دی

چوں جہاں رنجور و زندانی بود
جب دنیا بیمار اور قیدی ہو
چہ عجب رنجور گر فانی بود
تو کیا تعجب ہے اگر بیمار فانی ہو

پرسیدنِ شیر سبب پائے واپس کشیدنِ خرگوش را و جوابِ اُو
شیر کا خرگوش سے رکنے کا سبب پوچھنا اور اس کا جواب

خواند بر شیر اُو ازیں رُو پند ہا
اس نے شیر کو اس قسم کی نصیحتیں سنائیں
گفت من پس ماندہ ام زیں بند ہا
بولا میں ان رکاوٹوں کی وجہ سے پیچھے رہا ہوں

---

1. میش۔ بھیڑ۔ گرگ۔ بھیڑیا۔ زندگانی۔ شعر، زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب۔ موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشاں ہونا۔ آشتی۔ صلح، دوستی۔ عمر جاوداں۔ ابدی زندگی، آخرت کی زندگی۔ صلح۔ حقیقی دشمنوں کی صلح بالکل عارضی ہوگی وہ پھر دشمن پر اتر آئیں گے۔ روز کے۔ کاف تصغیر کا ہے۔

2. باہمند۔ باہم اند۔ عاقبت۔ بالآخر۔ جوہر۔ اصل۔ انباز۔ شریک۔ پلنگ۔ تیندوا۔ رنگ۔ پہاڑی بکرا۔ الف۔ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، الفت، محبت۔ گور۔ گورخر۔ فانی۔ فنا ہونے والا۔ بند۔ قید، خیال، حیلہ۔

شیر گفتش تو ز اسبابِ مرض — ایں سبب گو خاص کا نیستم غرض
شیر نے اس سے کہا مرض کے اسباب میں سے — خاص سبب بتا کہ میرا مقصد یہ ہے

پائے را واپس کشیدی تو چرا — میدہی بازیچہ[1] واہی مرا
تو پیچھے کیوں ہٹا — (کیا) تو مجھے ست اور بے ہودہ دھوکا دے رہا ہے

گفت آں شیر اندریں چہ ساکن ست — اندریں قلعہ ز آفات ایمن ست
خرگوش نے کہا وہ شیر اس کنویں میں مقیم ہے — وہ اس قلعہ میں آفتوں سے محفوظ ہے

یارِ من بستاندہ از من چاہ بُرد — برگرفتش از رہ و بے راہ بُرد
میرے دوست (خرگوش) کو مجھ سے الگ کر کے کنویں میں لے گیا — راستہ چلتے اس کو پکڑ لیا اور غلط راستہ پر لے گیا

قعر چہ بگوید ہر کو عاقل ست — زانکہ در خلوت صفائے ہا دل ست
جو سمجھدار ہے اس نے کنویں (جیسی) گہرائی اختیار کر لی — اس لئے کہ تنہائی میں دل کی صفائیاں ہیں

ظلمت چہ بہ کہ ظلمت ہائے خلق — سر نہ بُرد آں کس کہ گیرد پائے خلق
مخلوق کی سیہ کاریوں سے کنویں کا اندھیرا بہتر ہے — جو شخص لوگوں کے پاؤں پکڑے، سر نہیں بچا سکتا ہے

گفت پیش آ زخم[2] او را قاہر ست — تو ببیں کاں شیر در چہ حاضر ست
اسنے کہا، آگے آ میرا اس پر زخم لگانا قہر ڈھانے والا ہے — تو دیکھ لے کہ وہ شیر کنویں میں موجود ہے

گفت من سوزیدہ ام زاں آتشی — تو مگر اندر بر خویشم کشی
اس نے کہا، میں اس آتش مزاج سے جلا ہوا ہوں — ہاں، اگر تو مجھے اپنی بغل میں لے لے

تا بہ پشت تو من اے کانِ کرم — چشم بکشایم بچہ در بنگرم
تا کہ اے کرم کی کان! تیری مدد سے — میں آنکھ کھولوں، کنویں میں دیکھوں

من بہ پشت تو توانم آمدن — کہ نگہدارم دراں چہ بے رسن
میں تیری مدد سے (آگے) آ سکتا ہوں — تا کہ بلا رسی کے اس کنویں میں نگاہ ڈالوں

نظر کردنِ شیر در چاہ و دیدن عکس خود را و عکس آں خرگوش

شیر کا کنویں میں جھانکنا اور اپنے اور اس خرگوش کے عکس کو دیکھنا

چونکہ شیر اندر بر خویشش کشید — در پناہِ شیر تاچہ می دوید
جب شیر نے اس کو اپنی بغل میں لے لیا — شیر کی حفاظت میں وہ کنویں تک دوڑا

چونکہ در چہ بنگریدند اندر آب — اندر آب از شیر و او در تافت تاب
جب انہوں نے کنویں کے پانی میں دیکھا — پانی میں، شیر اور اس کی جھلک دکھائی دی

---

1. بازیچہ۔ دھوکا، چکمہ۔ واہی۔ ست، فضول۔ چہ۔ چاہ کا مخفف ہے، کنواں۔ ایمن۔ مطمئن۔ بے راہ۔ غلط، جو راستہ صحیح نہ ہو۔ قعر۔ گہرائی یعنی گوشہ تنہائی میں دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے لہٰذا یہ عقلمندی کا کام ہے، انسانوں سے زیادہ اختلاط کرنے سے دل میں تاریکی پیدا ہوتی ہے جو کہ غفلت کا سبب ہے اور غافل ہلاک ہو جاتا ہے۔

2. زخم۔ چوٹ، حملہ۔ قاہر۔ غالب، زبردست۔ کاں۔ کہ آن۔ سوزیدہ۔ سوختہ۔ آتشی۔ آتش مزاج۔ بر۔ بغل، گود۔ پشت۔ مدد، اعانت۔ کانِ کرم۔ بخشش کی کان۔ بچہ۔ در چاہ۔ تا نم۔ توانم۔ در تافت۔ چمکا۔ تاب۔ چمک، عکس۔ او۔ یعنی خرگوش۔

شیر عکس خویش دید[1] از آب تفت
شیر نے گرم مزاجی میں پانی میں اپنا عکس دیکھا
شکل شیر و در برش خرگوشِ زفت
شیر کی شکل اور اس کی بغل میں موٹا خرگوش

چونکہ خصم خویش را در آب دید
جب اس نے پانی میں اپنے دشمن کو دیکھا
مرؤ را بگذاشت اندر چہ دوید
اس کو چھوڑ دیا اور کنویں میں دوڑ گیا

در فتاد اندر چہے کو کندہ بود
اس کنویں میں جا گرا جو اس نے کھودا تھا
زانکہ ظلمے بر سرش آئندہ بود
کیونکہ ظلم اس کے سر پڑنے والا تھا

چاہ مظلم گشت ظلم ظالماں
ظالموں کا ظلم اندھیرا کنواں تھا
ایں چنیں گفتند جملہ عالماں
تمام عالموں نے یہی کہا ہے

ہر کہ ظالم تر چہش باہولِ تر
جو زیادہ ظالم ہے اس کا کنواں زیادہ خوفناک ہے
عدل فرمودست بدتر را بتر
انصاف نے فرمایا ہے بدتر کو بدتر

ایکہ تو از ظلم چاہے میکنی
اے وہ کہ تو ظلم کر کے کنواں کھودتا ہے
از برائے خویش دامے می تنی
خود اپنے لئے جال تنتا ہے

بر ضعیفاں گر تو ظلمے میکنی
اگر تو کمزوروں پر ظلم کرتا ہے
داں کہ اندر قعر چاہ بے بنی
سمجھ لے کہ تو اتھاہ کنویں کی گہرائی میں ہے

گردِ خود چوں کرمِ پیلہ برمتن
ریشم کے کیڑے کی طرح اپنے چاروں طرف نہ تن
بہر خود چہ میکنی اندازہ کن
تو اپنے لئے کنواں کھود رہا ہے، اندازے سے کھود

مر ضعیفاں را تو بے خصمے مداں
تو کمزوروں کو بے حمایتی نہ سمجھ
از نبٔ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ بخواں
قرآن سے اذا جاء نصر اللہ کو پڑھ لے

گر تو پیلی[2] خصم تو از تو رمید
اگر تو ہاتھی ہے، تیرا مدمقابل تجھ سے بھاگ گیا
نک جزا طیراً ابابیلت رسید
دیکھ! طیراً ابابیل کی سزا تیرے پاس پہنچ گئی ہے

گر ضعیفے در زمیں خواہد اماں
اگر کوئی کمزور زمین میں امان کا خواہاں ہوتا ہے
غلغل افتد در سپاہِ آسماں
آسمان کے سپاہیوں میں شور مچ جاتا ہے

---

1. دید۔ دیکھا، سمجھا۔ تفت۔ گرم۔ زفت۔ فربہ، موٹا۔ کندہ بود۔ کھودا تھا، شیر نے کنواں تو نہ کھودا تھا لیکن چونکہ وہ اپنے مظالم کی وجہ سے گرا تو ''چاہ کن راچاہ درپیش'' کے اعتبار سے گویا اس نے ہی کھودا تھا۔ ظلم ظالماں۔ ظالموں کے ظلم کا نتیجہ ان کے لئے اندھا کنواں ہوتا ہے۔ چہش۔ چاہِ او۔ بتر۔ بدتر۔ می تنی۔ تو تنتا ہے۔ قعر۔ گہرائی۔ بے بن۔ بے تھاہ۔ کرم پیلہ۔ ریشم کا کیڑا۔ اندازہ کن۔ اندازے سے کھود۔ خصم۔ دشمن، یہاں حمایتی مراد ہے۔ نبٔ۔ نون کے ضمہ باء کے کسرہ اور یائے مجہول کے ساتھ، قرآن مجید مراد ہے۔ اذا جاء نصر اللہ۔ جب اللہ کی مدد آئی، یہ سورۂ نصر کی آیت ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان مظلوموں کے لئے ایک وقت وہ آئے گا جب فوج در فوج ہوں گے اور ظالموں کو ظلم کا بدلہ چکھا دیں گے۔

2. پیلی۔ پیل، ہاتھی یا خطاب کی ہے۔ رمید۔ بھاگ گیا۔ نک۔ اینک، دیکھ۔ طیراً ابابیل۔ سورۂ فیل میں مذکور ہے کہ ابرہہ نامی بادشاہ بیت اللہ کو ڈھانے کے لئے ایک بہت بڑے ہاتھی پر سوار ہو کر مع لشکر کے مکہ پر حملہ آور ہوا جس کا اہل مکہ تو مقابلہ نہ کر سکے خدا نے پرندوں کی ایک جماعت بھیجی جن کے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں تھیں ان کنکریوں کے ذریعے لشکر تباہ کر دیا گیا۔ سپاہِ آسماں۔ آسمانی فرشتے مظلوم کی مدد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔

گر بدندانش گزی[1] پُرخوں کنی
اگر تو اسے دانتوں سے کاٹ کر لہولہان کردے گا
دردِ دندانت بگیرد چوں کنی
تجھے دانتوں کا درد آ پکڑے گا تو تو کیا کرے گا

شیر خود را دید در چہ وز غلو
شیر نے اپنے آپ کو کنویں میں دیکھا اور غلو کی وجہ سے
خویش را نشناخت آندم از عدو
اپنی ذات اور دشمن میں اس وقت امتیاز نہ کر سکا

عکس خود را او عدوِ خویش دید
اس نے اپنے عکس کو اپنا دشمن سمجھا
لا جرم بر خویش شمشیرے کشید
لامحالہ اپنے اوپر تلوار سونت لی

اے بسا ظلمے کہ بینی در کساں
اے ظالم! ظلم کی صفت جو تو لوگوں میں دیکھتا ہے
خوئے تو باشد در ایشاں اے فلاں
اے فلاں! وہ اکثر تیری ہی خصلت ان میں ہوتی ہے

اندر[2] ایشاں تافتہ ہستی تو
ان میں تیری ہستی نمایاں ہو رہی ہے
از نفاق و ظلم و بدمستی تو
تیرے نفاق اور تیرے ظلم اور تیری بدمستی سے

آں توئی واں زخم بر خود میزنی
وہ تو ہی ہے اور وہ زخم تو اپنے آپ پر لگا رہا ہے
برخود آں دم تارِ لعنت می تنی
اور تو اس وقت اپنے اوپر لعنت کے تار تن رہا ہے

در خود ایں بد را نمی بینی عیاں
تو اس بدی کو اپنے اندر نمایاں نہیں پاتا ہے
ورنہ دشمن بودۂ خود را بجاں
ورنہ تو خود اپنی جان کا دشمن بنا ہوا ہے

حملہ برخود میکنی اے سادہ مرد
اے بیوقوف! تو اپنے اوپر حملہ کرتا ہے
ہمچوں آں شیرے کہ برخود حملہ کرد
اس شیر کی طرح جس نے اپنے اوپر حملہ کیا

چوں بقعرِ خوئے خود اندر رسی
جب تو اپنی عادت کی گہرائی پر پہنچے گا
پس بدانی کز تو بود آں ناکسی
پھر تو جانے گا کہ وہ نالائقی تیری ہی تھی

شیر را در قعر پیدا شد کہ بود
شیر کو گہرائی میں جا کر معلوم ہوا کہ
نقشِ او آں کش دگر کس می نمود
وہ اس کا اپنا ہی عکس تھا جو دوسرے کا نظر آ رہا تھا

ہر کہ دندانِ ضعیفے میکند
جو کسی کمزور پر ظلم کرتا ہے
کارِ آں شیر غلط بیں میکند
وہ اس غلط بیں شیر کا کام کرتا ہے

اے بدیدہ خالِ بد بر روئے عم
اے چچا کے چہرے پر بدنما تل دیکھنے والے!
عکس خالِ تست آں از عم مرم
وہ تیرے ہی تل کا عکس ہے، چچا سے نفرت نہ کر

---

[1] گزی۔ گزیدن، کاٹنا کا صیغہ مخاطب ہے۔ بگیرد۔ عارض گردد، پکڑے گا۔ چہ۔ چاہ کا مخفف ہے، کنواں۔ وز۔ از۔ غلو۔ زیادتی، حد سے تجاوز کرنا۔ خویش۔ اپنے عکس پر حملہ کرنا، خود اپنے اوپر حملہ کرنا ہے۔ اے بسا۔ یعنی اکثر اوقات انسان دوسرے کو ظالم سمجھتا ہے، حالانکہ وہ خود اس کا عکس ہے جو دوسرے میں دیکھ رہا ہے۔

[2] اندر۔ دوسروں میں نفاق، ظلم اور تکبر جو نظر آتا ہے دراصل وہ خود اس کی صفات ہیں جو دوسرے میں منعکس ہو رہی ہیں۔ در خود۔ اپنے عیب تمہیں نظر نہیں آ رہے ہیں، ورنہ خود اپنے جانی دشمن ہوتے۔ سادہ مرد۔ بیوقوف۔ قعر۔ گہرائی۔ ناکسی۔ نالائقی، کوتاہی، گناہ۔ پیدا۔ ظاہر۔ دنداں کندن۔ دانت اکھاڑنا، تکلیف پہنچانا۔ خال۔ تل۔ عم۔ چچا۔ مرم۔ رمیدن، بھاگنا سے نہی کا صیغہ ہے۔

مومناں آئینۂ یکدیگر اند — ایں خبر[1] را از پیمبر آورند

مومن، ایک دوسرے کا آئینہ ہے — یہ حدیث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیان کی ہے

پیشِ چشمت داشتی شیشہ کبود — زاں سبب عالم کبودت می نمود

تو نے اپنی آنکھوں پر اندھا چشمہ لگایا ہے — اس وجہ سے تجھے دنیا تاریک نظر آ رہی ہے

گر نہ کوری ایں کبودی داں زخویش — خویش را بد گومگو کس را تو پیش

اگر تو اندھا نہیں ہے، تو یہ تاریکی اپنی طرف سے سمجھ — اپنے آپ کو برا کہہ، آئندہ کسی کو برا نہ کہہ

مومن ار ینظر بنورِ اللہ[2] نبُود — عیب مومن را برہنہ چوں نمود

اگر مومن "ینظر بنور اللہ" نہیں تھا — تو اس نے مومن کا عیب صاف کیسے بتا دیا

چونکہ تو ینظر بنارِ اللہ بُدی — نیکوئی را ندیدی از بدی

چونکہ تو ینظر بنار اللہ تھا — (اس لئے) نیکی کو بدی سے نہ پہچان سکا

اندک اندک آب بر آتش بزن — تا شود نارِ تو نور اے بُوالحزن

آگ پر تھوڑا تھوڑا پانی چھڑک — اے غمگین! تاکہ تیری آگ نور بن جائے

تو بزن یا ربّنا آبِ طہور — تا شود ایں نارِ عالم جملہ نور

اے ہمارے رب تو پاک پانی چھڑک — تاکہ یہ دنیا کی آگ سب نور بن جائے

کوہ و دریا جملہ در فرمانِ تست — آب و آتش اے خداوند آنِ تست

پہاڑ اور دریا سب تیرے حکم کے ماتحت ہیں — اے خدا! پانی اور آگ تیری ملکیت ہے

گر تو خواہی آتش آبِ خوش شود — ور نخواہی آب ہم آتش شود

اگر تو چاہے، آگ عمدہ پانی بن جائے — اگر نہ چاہے تو پانی بھی آگ بن جائے

بے طلب تو ایں طلب ماں دادۂ — بے شمار و عدّ عطا بنہادۂ

بغیر مانگے تو نے ہمیں مرادیں دی ہیں — ان گنت اور بے شمار تو نے انعام فرمائے ہیں

باطلب چوں ندہی اے حیِّ وَدُود — کز تو آمد جملگی جود و وجود

اے حیّ ودُود! تو مانگنے پر کیوں نہ دے گا؟ — جبکہ تمام بخشش اور ہستی تیری ہی طرف سے ہے

---

[1] خبر۔ حدیث شریف ہے "المومن مراۃ المومن" ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے یعنی جس طرح ایک شخص آئینہ میں دیکھ کر اپنی اصلاح کرتا ہے اسی طرح مومن دوسرے مومن کو دیکھ کر اپنی اصلاح کر سکتا ہے، یہ ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جو صحیح معنی میں مسلم ہیں لوگوں کو چاہئے کہ ان کے حالات دیکھ کر اپنی اصلاح کریں پہلے اشعار میں غلط نکتہ چینیوں کا بیان تھا کہ ان کو اپنے عیوب دوسروں میں نظر آتے ہیں۔ کبود۔ کالا، تاریک، یعنی اگر تمہاری آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی ہے تو تم المومن مراۃ المومن سے فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔

[2] ینظر بنور اللہ۔ وہ دیکھتا ہے خدا کے نور کے ذریعہ۔ حدیث شریف میں آیا ہے اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ۔ مومن کی فراست سے ڈرتے رہو، وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے، تمہارے سارے عیوب تاڑ لے گا۔ ینظر بنار اللہ۔ اللہ کی آگ کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ آگ سے مراد صفاتِ نفسانیہ ہیں۔ بدی۔ بودی۔ بوالحزن۔ غم کا باپ، غمگین۔ آب۔ یعنی کسی بزرگ کی صحبت کا فیضان۔ آب زدن۔ پانی چھڑکنا۔ طہور۔ پاک کر دینے والا۔ آن۔ ملکیت۔ آتش۔ یعنی تکلیف کے اسباب۔ آب۔ یعنی راحت کے اسباب۔ طلب۔ درخواست۔ ماں۔ ہارا۔ عد۔ شمار۔ حی۔ زندہ۔ ودود۔ دوست رکھنے والا، یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔

در عدم کئے بود مارا خود طلب
عدم میں کب ہمارا مطالبہ تھا
بے سبب کر دی عطا ہائے عجب
تو نے بغیر مانگے عجیب نعمتیں عطا فرمائیں

جان و ناں داری و عمر جاوداں[1]
جان، رزق اور ابدی زندگی عطا فرمائی
سائر نعمت کہ ناید در بیاں
اور باقی نعمتیں جن کا بیان ناممکن ہے

بے شمار وحد عطا ہا دادۂ
تو نے ان گنت اور بے حد نعمتیں عطا فرمائیں
بابِ رحمت بر ہمہ بکشادۂ
تو نے سب پر رحمت کا دروازہ کھولا ہے

ایں طلب در ماہم از ایجادِ تست
یہ ہمارا مانگنا بھی تیری ہی ایجاد ہے
رُستن از بیدادِ یارب دادِ تست
اے خدا! ظلم سے نجات پانا، تیری عطا ہے

بے طلب ہم میدہی گنج نہاں
تو بغیر مانگے پوشیدہ خزانے دے دیتا ہے
رائگاں بخشیدۂ جانِ جہاں
تو نے دنیا کو جان مفت بخشی ہے

هٰكَذَا اَنْعِمْ اِلٰى دَارِ السَّلَام
جنت میں جانے تک اسی طرح انعام فرماتا رہ
بِالنَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى خَيْرِ الْاَنَام
سرور کائنات نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں

مژدہ بردن خرگوش سوئے نخچیراں کہ شیر در چاہ افتاد

خرگوش کا شکاروں کے پاس خوشخبری لے جانا کہ شیر کنویں میں گر گیا ہے

چونکہ خرگوش از رہائی شاد گشت
خرگوش جب رہائی سے خوش ہوا
سوئے نخچیراں رواں شد تابدشت
جنگل میں شکاروں کی طرف روانہ ہوا

شیر را چوں دید محو ظلم خویش
اس نے جب شیر کو اپنے ظلم میں مبتلا دیکھا
سوئے قومِ خود دوید اُو پیش پیش
بہت تیز اپنی قوم کی طرف بھاگا

شیر را چوں دید کشتہ ظلم خود
جب اس نے شیر کو اپنے ظلم سے ہلاک ہوتا دیکھ لیا
میدوید اُو شادمانِ بارشد
وہ خوش خوش، سیدھے راستہ دوڑ رہا تھا

شیر را چوں دید در چہ گشتہ زار[2]
جب اُس نے شیر کو بری حالت میں کنویں کے اندر دیکھ لیا
چرخ میزد شادماں تا مرغزار
تو چراگاہ میں خوشی سے قلابازیاں کھاتا تھا

دست میزد چوں رہید از دست مرگ
جب موت کے پنجے سے چھوٹا، تالیاں بجاتا تھا
سبز و رقصاں در ہوا چوں شاخ و برگ
جس طرح شاخ اور پتے ہوا میں سبز اور رقصاں ہوتے ہیں

شاخ و برگ از حبس خاک آزاد شد
شاخ اور پتے مٹی کی قید سے آزاد ہوئے
سر برآورد و حریف باد شد
تو سر ابھارا اور ہوا کے دوست ہو گئے

---

1. جاوداں۔ ابدی۔ سائر۔ بقیہ۔ ناید۔ نیاید۔ ایجاد۔ وجود میں لانا۔ داد۔ انصاف، بخشش۔ بیداد۔ ظلم۔ رائیگاں۔ مفت، بلاعوض۔ دارالسلام۔ جنت۔ انام۔ مخلوق۔ شادماں۔ خوش۔ رشد۔ راء کے ضمہ اور شین کے سکون اور راء کے فتحہ کے ساتھ دونوں طریقہ پر صحیح ہے، راستی، سچائی، ہدایت۔
2. زار۔ خراب۔ چرخ زدن۔ قلابازیاں کھانا۔ دست زدن۔ تالیاں بجانا۔ در ہوا۔ اس کا تعلق شاخ و برگ سے ہے۔ حبس۔ قید۔ حریف۔ مقابل، ساتھی۔ برسرآوردن۔ ظاہر ہونا، پھوٹ نکلنا۔

برگہا چوں شاخ را بشگافتند
پتوں نے جب شاخ کو چیرا

تا ببالائے درخت اِشتافتند[1]
یہاں تک کہ درخت کے اوپر تک چڑھ گئے

بازبانِ شُطْاَہ شکرِ خدا
"شطاہ" کی زبان سے خدا کا شکر

می سراید ہر بر و برگے جدا
ہر برگ و بار الگ الگ ادا کر رہا ہے

بے زباں ہر بار و برگ و شاخہا
ہر پھل اور پتا اور شاخیں بغیر زبان کے

می ستاید شکر و تسبیح خدا
شکر و خدا کی تسبیح کا راگ گاتے ہیں

کہ پرورد اصل ما را ذوالعطاء
عطا کرنے والے نے ہماری جڑ کی پرورش کی

تا درخت اِستغلظ آمد فاستویٰ
یہاں تک کہ درخت موٹا ہو گیا، پھر سیدھا ہو گیا

جانہائے بستہ اندر آب و گل
پانی اور مٹی میں مقید، جانیں

چوں رہند از آب و گلہا شاد دل
جب پانی اور مٹی سے خوشی کے ساتھ رہا کی جاتی ہیں

در ہوائے عشقِ حق رقصاں شدند
اللہ کے عشق کی ہوا میں ناچتی ہیں

ہمچو قرصِ[2] بدر بے نقصاں شدند
چودھویں رات کے چاند کی طرح بے نقصان ہو جاتی ہیں

جسمِ شاں در رقص و جانہا خود مپرس
ان کے جسم رقص کرتے ہیں جانوں کے متعلق تو نہ پوچھ

وانکہ گردد جاں ازانہا خود مپرس
اور جو (جسم) جان بنجاتے ہیں انکے بارےمیں بھی نہ پوچھ

شیر را خرگوش در زنداں نشاند
شیر کو خرگوش نے قید خانہ میں ڈال دیا

ننگِ شیرے کوزِ خرگوشے بماند
شیر کیلئے شرمناک بات ہے کہ وہ ایک خرگوش سے عاجز ہو گیا

در چنیں ننگی وانگہ[3] اے عجب
تو ایسے ہی ننگ میں (مبتلا) ہے اور پھر تعجب ہے

فخرِ دیں خواہی کہ گویندت لقب
تو چاہتا ہے کہ تجھے فخر دیں کا لقب دیں

اے تو شیری در تگِ ایں چاہِ دہر
اے (غافل) تو زمانہ کے اس کنویں کی گہرائی میں شیر کی طرح ہے

نفس چوں خرگوش، خوں ریزد قہر
تیرا نفس خرگوش کی طرح ہے جو قہر سے تیرا خون بہاتا ہے

نفسِ خرگوشت بصحراء در چرا
تیرا خرگوش (صفت) نفس جنگل کے اندر چرنے میں مشغول ہے

تو بقعرِ ایں چہِ چون و چرا
اور تو چوں و چرا کے اس کنویں کی گہرائی میں ہے

---

[1] اشتافتند۔ الف زیادہ ہے۔ شطاہ۔ سبز شاخ جو سب سے پہلے زمین سے نکلتی ہے۔ بر۔ پھل۔ تسبیح۔ کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ ذوالعطاء۔ عطا والا، یہ اللہ کی صفت ہے۔ استغلظ۔ موٹا ہوا۔ استویٰ۔ سیدھا ہوا، یہ قرآن پاک کی آیت فاستغلظ واستویٰ کی طرف اشارہ ہے، یعنی خدا کی قدرت سے ایک چھوٹے بیج سے پودا نکلتا ہے پھر وہ موٹا ہوتا ہے اور سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ بستہ۔ مقید۔ آب وگل۔ جسم عنصری۔

[2] قرص۔ ٹکیا۔ بدر۔ چودھویں رات کا مکمل چاند یعنی جس طرح نباتات زمین کی قید سے نکل کر لہلہاتی ہیں، اسی طرح نیک لوگوں کی روحیں جسد عنصری کی قید سے آزاد ہو کر خوشی میں رقص کرتی ہیں۔ جسم شاں۔ نیک لوگوں کے جسم بھی برے اخلاق سے صفائی کے بعد رقص کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی جان کا تو پوچھنا کیا کہ کس قدر رقص کرتی ہے۔

[3] وانکہ۔ وہ لوگ جو جسم روح بن جاتے ہیں اور زندگی میں علائق جسمانی سے آزاد ہو جاتے ہیں، ان کا تو کیا ہی پوچھنا ہے۔ ننگ۔ جو شیر خرگوش سے مات کھا جائے اس کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ننگی۔ تو شیر ہے اور تیرا نفس خرگوش، اگر تو اس سے مار کھا گیا تو یہی ننگ اور ذلت تیرے لئے ہے۔ فخر دیں۔ ممکن ہے اس سے امام فخر الدین رازی مراد ہوں۔ تگ۔ کنویں کی تلی۔ چرا۔ چرنا۔ چون و چرا۔ سوال جواب، شک وشبہ۔

سوئے نخچیراں دوید آں شیر گیر
وہ شیر کو پھانسنے والا، شکاروں کی طرف دوڑا

کابشروا یا قوم اذ جاء البشیر
کہ اے قوم خوشخبری حاصل کرلو جبکہ خوشخبری دینے والا آ گیا

مژدہ مژدہ اے گروہِ عیش ساز
مبارک، مبارک اے عیش منانے والے گروہ

کاں سگِ دوزخ بدوزخ رفت باز
وہ دوزخ کا کتا پھر دوزخ میں چلا گیا

مژدہ مژدہ کاں عدوئے جانہا
مبارک، مبارک کہ وہ جانوں کا دشمن

کند قہر خالقش دندانہا[1]
اللہ کے قہر نے اس کے دانت توڑ دیئے

مژدہ مژدہ کز قضا ظالم بچاہ
مبارک مبارک کہ تقدیر سے ظالم، کنویں میں

او فتاد از عدل و لطف بادشاہ
گر گیا، خدا کے انصاف اور مہربانی سے

آنکہ از پنجہ بسے سر ہا بکوفت
وہ جس نے پنجے سے بہت سے سر توڑ ڈالے

ہمچو خس جاروبِ مرگش ہم بروفت
موت کی جھاڑو نے اس کو بھی کوڑے کی طرح جھاڑ دیا

آنکہ جز ظلمش دگر کارے نبود
جس کو ظلم کے سوا دوسرا کام نہ تھا

آہِ مظلومش گرفت و کوفت زود
مظلوم کی آہ نے اس کو پکڑ لیا اور فوراً تباہ کر دیا

گردنش بشکست و مغزش بردرید
اس کی گردن توڑ دی اور اس کا مغز پھاڑ دیا

جانِ ما از قید محنت وا رہید
ہماری جان مشقت کی قید سے رہائی پا گئی

گم شد و نابود شد از فضلِ حق
اللہ کی مہربانی سے وہ گم اور نابود ہو گیا

بر مہم دشمن شمارا شد سبق
اور عظیم دشمن سے تمہیں سبق مل گیا

جمع شدن نخچیراں نزدِ خرگوش و ثنا و مدح گفتن او را

شکاروں کا خرگوش کے پاس جمع ہونا اور اس کی مدح و ثنا کرنا

جمع گشتند آں زماں جملہ وحوش
اس وقت سب وحشی جمع ہو گئے

شاد و خنداں از طرب در ذوق و جوش
ذوق و جوش اور مسرت کے عالم میں ہنسی خوشی

حلقہ کردند او چو شمع درمیاں
انہوں نے حلقہ کر لیا، وہ شمع کی طرح درمیان میں تھا

سجدہ کردندش ہمہ صحرائیاں
اور تمام صحرائی جانوروں نے اس کی تعظیم کی

تو فرشتہ آسمانی یا پری
تو آسمانی فرشتہ ہے یا پری ہے

یا تو عزرائیل شیرانِ نری
یا تو نر شیروں کا ملک الموت ہے

ہرچہ ہستی جانِ ما قربانِ تست
تو جو کچھ بھی ہے ہماری جان تجھ پر قربان ہے

دستبردِ دست و بازویت درست
تیرے دست و بازو کا غلبہ درست ہے

راند حق ایں آب را در جوئے تو
اللہ نے یہ پانی تیری نہر میں بہایا

آفریں بر دست و بر بازوئے تو
تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

---

[1] دنداں کندن۔ تکلیف پہنچانا۔ بادشاہ۔ اللہ تعالیٰ۔ جز۔ سوا۔ زود۔ جلد۔ بر۔ زیادہ ہے۔ قیدِ محنت۔ شیر کی وجہ سے جن مشقتوں میں ہم جکڑے ہوئے تھے۔ وحوش۔ یعنی جنگلی جانور۔ طرب۔ مستی۔ صحرائیاں۔ جنگلی جانور۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔ دستبرد۔ غلبہ۔ آب در جو۔ دولت، حکومت، کامیابی سے کنایہ ہے۔

باز گو تا قصہ درمانہا شود
پھر کہو تا کہ یہ قصہ (ہمارے درد کا) علاج بن جائے
باز گو تا مرہم جانہا شود
پھر کہو تا کہ جانوں کا مرہم بن جائے

باز گو تا چوں سگالیدی[1] بمکر
یہ تو کہو کہ تو نے یہ تدبیر کس طرح سوچی
آں عواں را چوں بمالیدی بمکر
اس ظلم کو چالاکی سے تو نے کیسے پامال کیا

باز گو کز ظلم آں استم نما
پھر کہو، کیونکہ اس ظالم کے ظلم سے
صد ہزاراں زخم دارد جانِ ما
ہماری جان میں ہزاروں زخم ہیں

باز گو آں قصہ کاں شادی فزاست
پھر سنا، کیونکہ وہ قصہ خوشی بڑھانے والا ہے
روحِ ما را قوت و دل را جانفزاست
ہماری روح کیلئے غذا اور دل کیلئے جان کو بڑھانے والا ہے

گفت تائید خدا بود اے مہاں
اس نے کہا اے بزرگو! خدا کی تائید تھی
ورنہ خرگوشے چہ باشد در جہاں
ورنہ خرگوش دنیا میں کیا چیز ہے

قوتم بخشید و دل را نور داد
اس نے مجھے قوت عطا فرمائی اور دل کو نور دیا
نورِ دل مردست و پا را زور داد
دل کے نور نے ہاتھ اور پیر کو طاقت دے دی

پند دادنِ خرگوشِ نخچیراں را کہ از مُردنِ خصم شاد مشوید

خرگوش کا شکاروں کو نصیحت کرنا کہ دشمن کے مرنے پر خوش نہ ہو

از برِحق میرسد تفضیل ہا
فضیلتیں اللہ کی جانب سے ملتی ہیں
بازہم از حق رسد تبدیل ہا
پھر خدا کی جانب سے ہی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں

جملہ فضل اوست دانید ایں چنیں
یہ سمجھو کہ سب اس کا فضل ہے
سجدہ اش از جان و دل آرید ہیں
ہاں، جان اور دل سے اس کا سجدہ بجا لاؤ

حق بدور و نوبت ایں تائید را
باری، باری سے اللہ تعالیٰ یہ تائید
مینماید اہل ظن و دید[2] را
دکھا دیتا ہے اہل گمان اور اہل مشاہدہ کو

ہیں بملکِ نوبتی شادی مکن
خبردار! باری والی سلطنت پر خوش نہ ہو
اے تو بستہ نوبت آزادی مکن
اے مخاطب تو باری سے وابستہ ہے (اظہار) آزادی نہ کر

آنکہ مُلکش برتر از نوبت تنند
جس کی سلطنت باری سے بالاتر قائم کرتے ہیں
برتر از ہفت انجمش نوبت زنند
اس کا نقارہ سات ستاروں سے اوپر بجاتے ہیں

بُرتر از نوبت ملوکِ باقیند
باری سے بلند، وہ باقی رہنے والے بادشاہ ہیں
دورِ دائم روحہا را ساقیند
جو دائمی دور کے ساتھ روح کے ساقی ہیں

---

[1] سگالیدن۔سوچنا۔مکر۔حیلہ،تدبیر۔عواں۔ظالم۔مالیدن۔پامال کرنا،ملیامیٹ کرنا۔استم۔الف زیادہ ہے۔قوت۔روزی،غذاء۔تائید۔مدد۔ مہاں۔مہ کی جمع،سردار۔خرگوشے۔یاء تحقیر کی ہے۔از برحق۔عزت،ذلت سب من جانب اللہ ہےاور دنیا کی کسی حالت کو قرار نہیں ہے۔دور۔چکر، باری۔نوبت۔باری۔اہل ظن۔ناقص لوگ جو مشاہدہ کے درجہ کو نہیں پہنچے۔

[2] اہل دید۔وہ کاملین جو مقامِ مشاہدہ تک پہنچ چکے ہیں۔ملک نوبتی۔وہ سلطنت جو باری باری خاندانوں اور افراد میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔نوبت زنند۔ نقارہ بجاتے ہیں۔انجم۔نجم کی جمع ہے،ستارہ۔ساقی اند۔یعنی اپنی روح کو محبت الٰہی کی شراب سے سیراب کرتے رہتے ہیں۔

چوں بنوبت می دہند ایں دولت
جب تجھے یہ سلطنت باری سے دیتے ہیں
از چہ شد پُرباد آخر سَبلت[1]
تو کس وجہ سے تیری مونچھوں میں ہوا بھری

ترکِ ایں شُرب ار بگوئی یکدو روز
ایک دو روز اگر تو اس شراب کو چھوڑ دے
ترکنی اندر شرابِ خلد پوز
جنت کی شراب سے منہ تر کرے

یکدو روزے چہ کہ دنیا ساعتے ست
ایک دو روز کیا بلکہ دنیا ایک ساعت ہے
ہر کہ ترکش کرد اندر راحتے ست
جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ راحت میں ہے

معنی اَلترک راحت گوش کن
''چھوڑنا راحت ہے'' کا مطلب سمجھ لے
بعد ازاں جامِ بقا را نوش کن
اس کے بعد بقا کا پیالہ پی

با سگاں بگذار ایں مُردار را
اس مردار کو کتوں کے لئے چھوڑ دے
خرد بشکن شیشۂ پندار را
غرور کے شیشے کو چورا چورا کر دے

تفسیر ''رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ[2] اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ''

''ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں'' کی تفسیر

اے شہاں کشتیم ما خصم بروں
اے بزرگو! ہم نے باہر کے دشمن کو مار ڈالا
ماند خصمے زاں بتر در اندروں
لیکن اس سے زیادہ بدتر دشمن باطن میں بچا رہ گیا

کشتن ایں کارِ عقل و ہوش نیست
اس دشمن کو مارنا عقل و ہوش کا کام نہیں ہے
شیرِ باطن سخرۂ خرگوش نیست
باطن کا شیر خرگوش کے قابو کا نہیں ہے

دوزخ ست ایں نفس و دوزخ اژدہاست
یہ نفس دوزخ ہے اور دوزخ اژدہا ہے
کو بدریاہا نگردد کم و کاست
کہ وہ دریاؤں سے بھی کم نہیں ہوتا

ہفت دریا را در آشامد ہنوز
سات سمندروں کو پی لے، پھر بھی
کم نہ گردد سوزشِ آں خلق سوز
اس مخلوق سوز کی جلن کم نہ ہو

سنگہا و کافرانِ سنگدل
پتھر اور سنگدل کافر
اندر آیند اندر و خوار و خجل
اس میں ذلیل اور شرمندہ ہو کر داخل ہوں گے

ہم نگردد ساکن از چندیں غذا
اس قدر خوراک سے بھی اس کو سکون نہ ہوگا
تا زحق آید مر اُو را ایں ندا
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو یہ ندا آئیگی

---

1. سبلت۔ پہلے تینوں حرفوں پر فتحہ ہے، فارسی والے باء کو ساکن کر دیتے ہیں۔ سبلت پُر بادشدن۔ مونچھوں میں ہوا بھرنا، کبر و غرور سے کنایہ ہے۔ شرب۔ یعنی شراب پینا۔ پوز۔ مونہہ۔ یکدو روز۔ یعنی دنیاوی زندگی میں۔ ساعت۔ گھڑی۔ راحت۔ مشہور مقولہ ہے ''اَلدُّنْيَا سَاعَةٌ وَ تَرْكُهَا رَاحَةٌ'' دنیا ایک گھڑی ہے اس کا چھوڑنا راحت ہے۔ باسگاں۔ مشہور مقولہ ہے ''اَلدُّنْيَا جِيفَةٌ وَ طَالِبُهَا كِلَابٌ'' دنیا ایک مردار جانور ہے اور اس کے طلبگار کتے ہیں۔

2. جہاد اصغر۔ یعنی کافر سے جہاد کرنا۔ الجہاد الاکبر۔ یعنی نفس امارہ سے جہاد کرنا۔ بروں۔ یعنی ظاہری دشمن۔ خصم اندروں۔ نفس امارہ جو باطن میں ہے۔ سخرہ۔ بیگار۔ بدریا۔ یعنی اس اژدہے کی پیاس سات سمندر پی جانے سے بھی نہ بجھے گی ہفت دریا۔ یعنی کل مخلوق۔ آشامیدن۔ پینا۔ سنگہا۔ قرآن پاک میں ہے ''وَقُودُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ'' جہنم کی خوراک انسان اور پتھر ہوں گے۔

سیر گشتی[1] سیر گوید نے ہنوز
تیرا خوب پیٹ بھر گیا وہ کہے گی ابھی نہیں
اینت آتش اینت تابش اینت سوز
زہے آگ، زہے تابش، زہے جلن

عالمے را لقمہ کرد و در کشید
اس نے دنیا بھر کو لقمہ بنایا اور نگل گئی
معدہ اش نعرہ زناں ہل من مزید
اس کا معدہ نعرہ لگا رہا ہے ''کیا کچھ اور ہے''

حق قدم بروے نہد از لا مکاں
اللہ تعالیٰ اس پر لامکاں سے قدم رکھ دے گا
آنگہ اُو ساکن شود از کن فکاں
اس وقت وہ ''کن فکاں'' سے ساکن ہو جائے گی

چونکہ جزوِ دوزخ ست ایں نفس ما
چونکہ ہمارا یہ نفس دوزخ کا حصہ ہے
طبع کل دارد ہمیشہ جزوہا
اور اجزاء ہمیشہ کل کی طبیعت رکھتے ہیں

ایں قدم حق را بود کو را کشد
یہ اللہ تعالیٰ ہی کا قدم ہوگا جو اس کی پیاس بجھائے گا
غیر حق کو کہ کمانِ او کشد
سوائے اللہ تعالیٰ کے کون ہے جو اس کی کمان کو کھینچے

در کماں نہ نہند اِلّا تیر راست
کمان میں سیدھا تیر ہی رکھتے ہیں
ایں کماں را باژگوں کژ[2] تیر ہاست
اس کمان کے الٹے ٹیڑھے تیر ہیں

راست شو چوں تیر وا رہ از کماں
تیر کی طرح سیدھا ہو جا، کمان سے چھوٹ جا
کز کماں ہر راست بجہد بیگماں
اس لئے کہ کمان سے یقیناً ہر سیدھا تیر چھوٹ جاتا ہے

چونکہ وا گشتم ز پیکارِ بروں
چونکہ میں ظاہری جنگ سے فارغ ہو گیا ہوں
روئے آوردم بہ پیکارِ دُروں
باطنی جنگ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

قَدْ رَجَعْنَا مِنْ جِهَادِ الْاَصْغَرِیْم
ہم ''واپس ہوئے چھوٹے جہاد سے'' کے مصداق ہیں
بانبی اندر جہادِ اکبریم
نبی کے سہارے جہادِ اکبر میں (لگے) ہیں

قوتے خواہم ز حق دریا شگاف
خدا تعالیٰ سے میں سمندر کو چاک کر دینے والی قوت چاہتا ہوں
تابسوزن بر کنم ایں کوہِ قاف
تا کہ اس کوہِ قاف کو سوئی سے اکھاڑ دوں

سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند
وہ شیر (بننا) آسان سمجھ جو کہ صفیں پھاڑ دے
شیر آنست آں کہ خود را بشکند
شیر وہی ہے جو خود کو شکست دے دے

---

1. سیر گشتی۔ قرآن پاک میں ہے اللہ تعالیٰ جہنم سے دریافت فرمائیں گے ''ھَلِ امْتَلَئْتِ'' کیا تیرا پیٹ بھر گیا، وہ کہے گی ''ھَلْ مِنْ مَّزِیْد'' کیا کچھ اور ہے۔ حق قدم۔ حدیث میں آیا ہے کہ جہنم کا پیٹ نہ بھرے گا تب اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے، اس پر وہ کہے گی کافی ہے، کافی ہے۔ کن فکاں۔ ہو جا، وہ ہو گیا، قرآن پاک میں ''اِنَّمَا اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ'' اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کہتا ہے، ہو جا، وہ ہو جاتی ہے۔ جزوہا۔ لہٰذا نفس کی پیاس بھی محض کی رب کی تجلی سے بجھ سکتی ہے۔ راست۔ سیدھا۔ باژگوں۔ واژگوں، الٹا۔

2. کژ۔ ٹیڑھا۔ کز کماں۔ کمان سے ٹیڑھا تیر نہیں چلتا، سیدھا تیر خوب چلتا ہے۔ بانبی۔ نبی کے سہارے یعنی ان کی سنت کی پیروی کر کے، بعض نسخوں میں با بتے ہے یعنی نفس کے بت کے ساتھ جہادِ اکبر کر رہے ہیں۔ شگافتن۔ پھاڑنا۔ بر کنم۔ میں کھودلوں۔ کوہ قاف۔ بلندی اور عظمت میں مشہور تھا۔ تابسوزن۔ انسان کی اپنی قوت سوئی جیسی ہے اور نفس بمنزلہ کوہ قاف کے ہے تو سوئی سے کوہ قاف اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت سے اکھاڑا جا سکتا ہے۔

تا شود شیرِ خدا از عونِ اُو / وارہد از نفس و از فرعونِ[1] اُو
تاکہ اللہ کی مدد سے اللہ کا شیر بن جائے / نفس اور اس کے فرعون سے نجات پائے

آمدنِ رسولِ قیصر روم بنزدِ عمر رضی اللہ عنہ برسالت

قیصر روم کے ایلچی کا پیغام لے کر حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا

در بیانِ ایں شنو یک قصۂ / تا بَری از سِرّ گفتم حصۂ
اس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے / تاکہ تو میری بات کے راز کا ایک حصہ پا لے

بر عمرؓ آمد ز قیصر یک رسول / در مدینہ از بیابانِ نغول
قیصر کا ایک ایلچی (حضرت) عمرؓ کے پاس آیا / دور و دراز جنگل سے، مدینہ میں

گفت کو قصر خلیفہ اے حشم / تامن اسپ و رخت را آنجا کشم
بولا! اے متعلقین خلیفہ کا محل کہاں ہے؟ / تاکہ میں گھوڑا اور سامان وہاں لے جاؤں

قوم گفتندش کہ اُو را قصر نیست / مر عمرؓ را قصر جانِ روشنے ست
لوگوں نے کہا، ان کا کوئی محل نہیں ہے / عمرؓ کا محل تو ان کی روشن جان ہے

گرچہ از میری وُرا آوازہ ایست / ہمچو درویشاں مَر اُو را کازہ ایست
گرچہ ان کی سرداری کی شہرت ہے / لیکن فقیروں جیسی ان کی جھونپڑی ہے

اے برادر چوں بہ بینی قصر اُو / چونکہ در چشم دلت رُستست مو
اے بھائی! تو اس کا محل کیسے دیکھ سکتا ہے؟ / جبکہ تیرے دل کی آنکھ میں پڑوال اُگا ہے

چشمِ دل از موئے علت پاک آر / وا نگہاں دیدارِ قصرش چشم دار
دل کی آنکھ کو پڑوال سے صاف کر لے / پھر اس کے محل کے دیکھنے کی امید کر

ہر کرا ہست از ہو سہا جانِ پاک / زود بیند حضرت و ایوانِ[2] پاک
جس کی جان ہوسوں سے پاک ہے / وہ دربار اور پاک محل جلد دیکھ لے گا

چوں محمدؐ پاک شد از نار و دود / ہر کجا رُو کرد وجہُ اللہ بود
جب محمد (ﷺ) آگ اور دھوئیں سے پاک ہو گئے / جس طرف بھی رخ کیا خدا کی ذات تھی

چوں رفیقی وسوسہ بدخواہ را / کے بہ بینی ثَم وَجہُ اللہ را
جبکہ تو دشمن وسوسہ کا دوست ہے / اللہ کی ذات کو کب دیکھ سکتا ہے

ہر کرا باشد ز سینہ فتح باب / اُو ز ہر ذرّہ بیند آفتاب
جس کسی کے سینہ کا دروازہ کھل جائے / وہ ہر ذرّہ میں آفتاب دیکھے گا

---

1. فرعون۔ انسان کا نفس پر غلبہ ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون پر غلبہ، اسی مناسبت سے دریا شگاف قوت کی دعا ہے۔ ایں۔ یعنی نفس پر غلبہ۔ قیصر۔ شاہانِ روم کا لقب ہے۔ نغول۔ عمیق، دراز۔ قصر۔ محل، ایوان۔ حشم۔ نوکر چاکر، عوام۔ رخت۔ سامان۔ کشم۔ بزم۔ میری۔ سرداری۔ وُرا۔ اُورا۔ آوازہ۔ شہرہ۔ کازہ۔ جھونپڑیا۔ موئے علت۔ بیماری کا بال، یعنی آنکھ میں جو پڑوال پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت۔ دربار، کچہری۔

2. ایوان۔ محل، قلعہ۔ نار۔ آگ یعنی خواہشات نفسانی۔ دود۔ دھواں یعنی خواہشات نفسانی کے اثرات۔ وجہ اللہ۔ اللہ کا چہرہ، اللہ کی ذات یہ قرآن پاک کی آیت "اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰه" تم جدھر کو رخ کرو وہاں اللہ کی ذات موجود ہے، کی طرف اشارہ ہے۔ فتح۔ کشائش۔ باب۔ دروازہ۔ حق۔ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ دوسری چیزوں کی عظمت ختم کر دیتا ہے جیسے ستارے چاند کے مشاہدہ کے وقت بے وقعت ہو جاتے ہیں۔

حق[1] پدیدست از میانِ دیگراں ہمچو ماہ اندر میانِ اختراں
دوسروں کے درمیان اللہ اس طرح روشن ہے جیسا کہ ستاروں میں چاند
دو سرِ انگشت بردو چشم نہ ہیچ بینی از جہاں انصاف دہ
دو انگلیوں کے سرے دونوں آنکھوں پر رکھ انصاف کر، دنیا کا تجھے کچھ نظر آتا ہے
ورنہ بینی ایں جہاں معدوم نیست عیب جز انگشت نفس شوم نیست
اگر تو نہیں دیکھتا ہے یہ دنیا تو معدوم نہیں ہے منحوس نفس کی انگلی کے علاوہ کوئی عیب نہیں ہے
توزِچشم انگشت را بردار ہیں وانگہانے ہر چہ میخواہی ببیں
خبردار! آنکھ سے انگلی ہٹا لے پھر تو جو کچھ چاہتا ہے، دیکھ
نوحؑ را گفتند امت کو ثواب گفت اُو زا نسوئے وَاسْتَغْشَوْا ثیاب
امت نے نوح (علیہ السلام) سے کہا ثواب کہاں ہے؟ اس نے کہا وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَہُم کے اس طرف ہے
رُو[2] و سر در جامہا پیچیدہ اید لا جرم بادیدہ و نادیدہ اید
تم نے منہ اور سر کپڑوں میں لپیٹ رکھا ہے لامحالہ آنکھ والے ہو کر (بھی) نابینا بنے ہو
آدمی دیدست باقی پوست ست دید آنست آنکہ دید دوست ست
آدمی تو بینائی ہے، باقی کھال ہے دید تو دراصل محبوب کی دید ہے
چونکہ دید دوست نہ بود کور بہ دوست کو باقی نباشد دور بہ
جبکہ دوست کا دیدار نہ ہو، اندھا ہونا اچھا ہے جو دوست باقی رہنے والا نہ ہو، اس کا دور ہونا اچھا ہے
چوں رسولِ روم ایں الفاظِ تر در سماع آورد، شد مشتاق تر
جب روم کے ایلچی نے یہ تروتازہ لفظ سنے، تو وہ زیادہ مشتاق ہو گیا
دیدہ را بر جستنِ عمرؓ گذاشت رخت راوٗ اسپ را ضائع گذاشت
آنکھیں حضرت عمرؓ کے ڈھونڈنے پر لگا دیں سامان اور گھوڑے کو بغیر حفاظت کے چھوڑ دیا
ہر طرف اندر پئے آں مردِ کار میشدے پُرسانِ اُو دیوانہ وار
اس مردِ کار کی تلاش میں ہر طرف دیوانوں کی طرح پوچھتا پھرتا

---

[1] حقؔ۔ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ دوسری چیزوں کی عظمت ختم کر دیتا ہے جیسے ستارے چاند کے مشاہدہ کے وقت بے وقعت ہو جاتے ہیں۔ دو سر انگشتؔ۔ اگر کوئی شخص آنکھیں بند کر لے تو دنیا کی کوئی چیز اس کو نظر نہ آئے گی لیکن چیزیں معدوم نہیں ہیں، اسی طرح دل کی آنکھیں اگر بند ہوں تو مشاہدۂ حق نہ ہوگا لیکن وہ موجود ہے۔ اِسْتَغْشَوْا ثِیَابَھُمْ۔ انہوں نے اپنے کپڑے اپنے اوپر ڈھانپ لئے۔ قرآن پاک میں یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا حال بیان کیا گیا ہے کہ ان کی دعوت پر انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لئے تاکہ نہ ان کی بات سن سکیں نہ ان کو دیکھ سکیں، حضرت نوح علیہ السلام کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک تمہارا کفر ہے، ثواب کہاں نظر آئے گا۔

[2] روؔ۔ منہ۔ جامہؔ۔ کپڑا۔ لاجرمؔ۔ لامحالہ۔ دیدہؔ۔ آنکھ۔ آدمیؔ۔ یعنی اگر آدمی حقیقت کا ادراک نہ کرے وہ آدمی کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور ادراک بھی محبوبِ حقیقی سے متعلق ہو۔ کور بہؔ۔ یعنی اس آدمی کا اندھا ہونا اچھا ہے جو محبوب کا دیدار نہ کرے اور قابل محبت فانی کائنات نہیں ہے۔ ترؔ۔ پُرمغز و تازہ۔ عمرؔ۔ صحیح تلفظ عین کے ضمہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ ہے لیکن ضرورتِ شعری کی وجہ سے میم مشدد کر دیا گیا ہے۔ ضائعؔ۔ گم، بے حفاظت۔

کایں چنیں مَردے بود اَندر جہاں وز جہاں مانند جاں[1] باشد نہاں

کہ ایسا آدمی بھی دنیا میں ہوگا جو جان کی طرح دنیا سے پوشیدہ ہو

جست اُو را تاش چوں بندہ بود لا جرم جوئندہ یابندہ بود

ان کو ڈھونڈا تاکہ ان کا غلام جیسا ہو جائے لامحالہ تلاش کرنے والا، پا لینے والا ہوتا ہے

یافتن رسولِ قیصر روم عمرؓ را خفتہ در زیر درخت خرما

قیصر روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ کو کھجور کے درخت کے نیچے سوتا ہوا پانا

دید اعرابی زنے اُو را دخیل گفت عمرؓ نک بزیر آں نخیل

ایک بدو عورت نے اس اجنبی کو دیکھ کر کہا یہ عمرؓ اس کھجور کے نیچے ہیں

زیرِ خرما بن زِ خلقاں اُو جدا زیرِ سایہ خفتہ بیں سایہ خدا

کھجور کے درخت کے نیچے مخلوق سے جدا خدا کے سایہ کو سایہ میں سوتا دیکھ

آمد اُو آنجاوُ از دور ایستاد مر عمرؓ را دید و در لرزہ فتاد

وہ اس جگہ آیا اور دور کھڑا ہو گیا (حضرتِ) عمرؓ کو دیکھا اور کپکپی میں مبتلا ہو گیا

ہیبتے زاں خفتہ آمد بر رسول حالتے خوش کرد بر جانش نزول

ایلچی پر اس سوتے ہوئے کی ہیبت طاری ہو گئی ایک اچھی حالت اس کی جان پر نازل ہو گئی

مہر و ہیبت ہست ضد یک دگر ایں دو ضد را جمع دید اندر جگر

محبت اور ہیبت ایک دوسرے کی ضد ہیں ان دو ضدوں کو اس نے اپنے جگر میں جمع دیکھا

گفت باخود[2] من شہاں را دیدہ ام پیشِ سلطاناں خوش و بگزیدہ ام

اپنے سے بولا میں نے بادشاہوں کو دیکھا ہے میں بادشاہوں کے سامنے مطمئن اور برگزیدہ رہتا ہوں

از شہانم ہیبت و ترسے نبود ہیبت ایں مَرد ہوشم در ربود

بادشاہوں کی مجھ پر کوئی ہیبت اور خوف نہ تھا اس شخص کی ہیبت نے میرے حواس گم کر دیئے

رفتہ ام در بیشۂ شیر و پلنگ روئے من زایشاں نگردانید رنگ

میں شیر اور تیندوے کی جھاڑی میں گیا ہوں میرے چہرے کا ان سے رنگ نہیں بدلا

بس شدم من در مصاف و کارزار ہمچو شیر آندم کہ باشد کارزار

میں بہت سے معرکوں اور جنگوں میں گیا ہوں شیر کی طرح، جبکہ کام سخت ہو

بس کہ خوردم بس زدم زخم گراں دل قوی تر بودہ ام از دیگراں

بہت سے بھاری زخم کھائے اور بہت سے لگائے اور دوسروں سے قوی دل رہا ہوں

---

[1] جاں۔ روح کے فضائل معنوی ہیں تو وہ ادراک سے بالاتر ہیں، اسی طرح حضرت عمرؓ کے فضائل۔ تاش۔ تاکہ اُو را۔ اعرابی۔ بدو۔ دخیل۔ اجنبی۔ خرمابن۔ کھجور کا درخت۔ خلقاں۔ خلق کی جمع مخلوق۔ سایہ خدا۔ منصف حاکم خدا کا سایہ ہے۔ نزول۔ یعنی ایلچی کے دل میں حضرت عمر کی محبت بھی پیدا ہوئی اور خوف بھی۔

[2] باخود۔ اپنے دل میں۔ بگزیدہ۔ برگزیدہ۔ بیشہ۔ درندے کے رہنے کی جھاڑی۔ پلنگ۔ تیندوا۔ مصاف۔ صف بندی کی جگہ۔ کارزار۔ کام کی جگہ۔ زار۔ خراب۔

بے سلاح[1] ایں مردِ خفتہ بر زمیں　من بہفت اَندام لرزاں چیست ایں
یہ شخص بغیر ہتھیاروں کے زمین پر سویا پڑا ہے　میں ساتوں اعضاء سے لرز رہا ہوں، یہ کیا ہے؟

ہیبت حق ست ایں از خلق نیست　ہیبت ایں مردِ صاحب دلق نیست
یہ خدا کی ہیبت ہے، مخلوق کی نہیں ہے　اس گدڑی پوش انسان کی ہیبت نہیں ہے

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید　ترسد ازوے جن و انس و ہر کہ دید
جو اللہ (تعالیٰ) سے ڈرا اور اس نے تقویٰ اختیار کیا　اس سے جن اور انسان اور جو بھی اس کو دیکھے ڈرتا ہے

بیدار شدن امیرؓ

اندریں فکرت بحرمت دست بست　بعد یک ساعت عمرؓ از جائے جست
اسی فکر میں وہ ادب سے دست بستہ ہوا　ایک گھنٹہ بعد (حضرتِ) عمرؓ جگہ سے اٹھے

کرد خدمت مر عمرؓ را وَ سلام　گفت پیغمبرؐ سلام آنگہ کلام
اس نے (حضرتِ) عمرؓ کی تعظیم اور سلام کیا　پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا ہے پہلے سلام پھر کلام

پس علیکش[2] گفت و اُو را پیش خواند　ایمنش کرد و بنزدِ خود نشاند
پھر (حضرت عمرؓ نے) اس کو علیک کہا اور آگے بلایا　اس کو مطمئن کیا اور اپنے پاس بٹھایا

ہرکہ ترسد مُرو را ایمن کنند　مردِ دل ترسندہ را ساکن کنند
جو ڈرتا ہے اس کو مطمئن کرتے ہیں　جس کا دل ڈرے اس کو تسکین دیتے ہیں

لا تخافوا ہست نزل خائفاں　ہست در خور از برائے خائف آں
ڈرنے والوں کی مہمانی کا کھانا "نہ ڈرو" ہے　اور اس سے ڈرنے والوں کے لائق (خوشخبری) ہے

آنکہ خوفش نیست چوں گوئی مترس　درس چہ دہی نیست اُو محتاجِ درس
جس کو ڈر نہ ہو اس کو "نہ ڈر" تو کیسے کہے گا؟　سبق کیا سکھاتا ہے، وہ سبق کا ضرورت مند نہیں ہے

خاطرِ ویرانش را آباد کرد　آں دل از جا رفتہ را دلشاد کرد
اس کی برباد طبیعت کو آباد کر دیا　اس گھبرائے ہوئے کو خوش کر دیا

سخن گفتن عمرؓ با رسولِ قیصر روم و سوالِ رسول قیصر روم با عمرؓ

حضرتِ عمرؓ کا قیصر روم کے ایلچی سے بات کرنا اور روم کے ایلچی کا حضرتِ عمرؓ سے سوال کرنا

بعد ازاں گفتش سخنہائے دقیق　در صفاتِ پاکِ حق نعم الرفیق
اس کے بعد انہوں نے اس سے باریک باتیں کیں　اللہ پاک کی صفات کے بارے میں جو بہترین رفیق ہے

---

1. سلاح۔ ہتھیار۔ ہفت اندام۔ سات اعضاء، سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔ دلق۔ گدڑی۔ صاحب دلق۔ کملی والا فقیر۔ ہر کہ۔ شعر۔ تو ہم گردن از حکم داور پیچ۔ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ۔ جست۔ یعنی سو کر اٹھے۔ خدمت۔ ادب، تعظیم۔ پیغمبر۔ حدیث شریف میں آیا ہے السلام قبل الکلام، سلام بات چیت سے پہلے ہے۔
2. علیک۔ یعنی وعلیکم السلام۔ ہر کہ۔ یعنی جو شخص خدا سے ڈرتا ہے، اس کو طمانیت حاصل ہو جاتی ہے پھر کسی چیز کا اس کو خوف نہیں رہتا ہے۔ نزل۔ مہمانی کا کھانا۔ در خور۔ لائق۔ خائف۔ خوفزدہ۔ خاطر ویراں۔ شکستہ دل۔ دل از جا رفتہ۔ گھبرایا ہوا۔ دقیق۔ باریک۔ نعم الرفیق۔ اچھا ساتھی۔

وزنواز شہائے حق اَبدال[1] را
اور اولیاء پر اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کے بارے میں
تابداند اُو مقام و حال را
تا کہ وہ مقام اور حال کو سمجھ جائے

حال چوں جلوہ است زاں زیبا عروس
حال، گویا .اس حسین دلہن کا جلوہ ہے
ویں مقام آں خلوت آمد با عروس
اور مقام، دلہن کے ساتھ خلوت ہے

جلوہ بیند شاہ و غیر شاہ نیز
جلوہ تو شاہ اور شاہ کے غلام (بھی) دیکھتے ہیں
وقت خلوت نیست جز شاہِ عزیز
لیکن خلوت کے وقت باعزت بادشاہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا ہے

جلوہَ کردِ عام و خاصاں را عروس
دلہن عوام اور خواص کو جلوہ دکھاتی ہے
خلوت اندر شاہ باشد با عروس[2]
دلہن کے ساتھ خلوت میں (صرف) بادشاہ ہوتا ہے

ہست بسیار اہل حال از صوفیاں
صوفیوں میں اہل حال بہت ہیں
نادرست اہل مقام اندر میاں
ان میں صاحب مقام کم ہیں

از منازلہائے جانش یاد داد
اس کو جان کی منزلیں بتلائیں
وزسفر ہائے روانش یاد داد
اور اس کو روح کے سفر یاد دلائے

وز زمانے[3] کز زماں خالی بدست
اس زمانہ کی یاد دلائی جو (قید) زماں سے خالی تھا
وزمقامِ قدس کاجلالی شدست
اور اس مقامِ قدس کی جو جلالی ہے

وزہوائے کاندر و سیمرغِ روح
اور اس ہوا کی جس میں روح کے سیمرغ نے
پیش ازیں دیدست پروازِ فتوح
اس سے پہلے خوشی کی پرواز دیکھی ہے

ہر یکے پروازش از آفاق بیش
اس کی ہر ایک پرواز عالم سے بڑھی ہوئی تھی
وزامید و نہمت مشتاق بیش
مشتاق کی امید اور قصد سے بڑھی ہوئی تھی

چوں عمرؓ اغیار رُو را یار یافت
جب (حضرتِ) عمرؓ نے بیگانہ صورت کو یار پایا
جانِ اُو را طالب اسرار یافت
اور اس کی طبیعت کو اسرار کا طالب پایا

شیخ کامل بود و طالب مشتہی
شیخ کامل تھا، اور طالب پُر شوق
مردِ چابک بود و مرکب در گہی
سوار ہوشیار تھا اور سواری تیار

1. ابدالؔ۔ اولیاء اللہ کی ایک مخصوص جماعت ہے یہاں مطلقاً اولیاء اللہ مراد ہیں۔ مقامؔ۔ وہ باطنی کیفیت ہے جو شریعت پر عمل کرنے اور کسب وریاضت سے حاصل ہوتی ہے۔ حالؔ۔ وہ قلبی کیفیت ہے جو بلاکسب کے پیدا ہوتی ہے جیسے شوق، استغراق چنانچہ مشہور مقولہ ہے۔ اَلْمَقَامَاتُ مَکَاسِبُ وَالْاَحْوَالُ مَوَاهِبُ یعنی مقامات، کسب سے حاصل کئے جاتے ہیں اور احوال خدا کی دین ہیں۔ جلوہ۔ نمائش حسن، ناز وکرشمہ دکھانا۔ زیبا۔ خوبصورت۔

2. عروسؔ۔ دلہن، دولہا۔ مقامؔ۔ ایک مستقل کیفیت ہے لہٰذا اس کو دلہن کے ساتھ خلوت سے تشبیہ دی ہے اور حال ایک زوال پذیر کیفیت ہوتی ہے لہٰذا اس کو جلوہ قرار دیا ہے۔ جلوہ۔ یعنی اہل حال کے آثار ہر کس وناکس پر ظاہر ہو جاتے ہیں، صاحب مقام کی کیفیت عوام سے پوشیدہ رہتی ہے۔ منازلہائے۔ روح کی منزلیں یہی ہیں کہ وہ پہلے مجرد تھی پھر عالم مثال میں آئی پھر عالم خلق یعنی ناسوت میں آئی اس کے بعد جسم سے جدا ہو کر عالم برزخ میں جائے گی پھر حشر میں اس جسم سے متعلق ہو جائے گی۔

3. وززماںؔ۔ زمانہ مخلوق اور حادث ہے، اس سے پہلے ایک ایسی حالت تھی جو زمانہ سے خالی تھی۔ مقام قدسؔ۔ عالم جبروت یعنی مرتبہ صفات الٰہیہ۔ فتوحؔ۔ کشائش، امنگ، شوق۔ آفاقؔ۔ اطراف عالم۔ ہمتؔ۔ خواہش، حرص۔ چوں عمرؔ۔ یہ شرط ہے، جزاء تیسرے شعر کا دوسرا مصرع ہے۔ مشتہیؔ۔ شائق۔ چابکؔ۔ چالاک۔ درگہیؔ۔ درگاہ میں حاضر۔

دید آں مرشد کہ او ارشاد[1] داشت　تخم پاک اندر زمین پاک کاشت
مرشد نے دیکھا کہ وہ استعداد رکھتا ہے　پاک بیج پاک زمین میں بو دیا

سوال کردنِ رسول از امیر المومنین

مرد گفتش کاے امیر المومنیں　جاں ز بالا چوں درآمد برزمیں
(اس) شخص نے ان سے کہا، اے امیر المومنین　روح (عالم) بالا سے زمین پر کیوں آ گئی؟

مُرغ بے اندازہ چوں شد در قفس　گفت حق بر جاں فسوں خواند و قصص
لاتعداد پرندے پنجرے میں کیسے آ گئے　انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے روح پر افسوں و افسانے پڑھ دیے

بر عدمہا کاں ندارد چشم و گوش　چوں فسوں خواند ہمی آید بجوش
وہ معدوم جو آنکھ اور کان نہیں رکھتے　جب وہ ان پر افسوں پڑھتا ہے وہ جوش میں آ جاتے ہیں

از فسونِ اُو عدمہا زود زود　خوش معلق میزند[2] سوئے وجود
اس کے افسوں سے معدوم چیزیں جلد جلد　وجود کی جانب قلابازیاں کھاتی ہیں

باز بر موجود افسونے چو خواند　زود اُو را در عدم دو اسپہ راند
پھر جب موجود پر اس نے افسوں پڑھا　جلد اس کو عدم میں تیز دوڑا دیا

گفت با جسم آیتے تا جاں شد اُو　گفت با خورشید تا رخشاں شد اُو
جسم کو کوئی آیت سنا دی، تو وہ جان بن گیا　سورج سے کہا، تو وہ چمک دار ہو گیا

باز در گوشش دمد نکتہ مخوف　در رُخِ خورشید اُفتد صد کسوف
پھر اس کے کان میں کوئی خوفناک نکتہ پھونک دیا　تو سورج کے رخ میں سو گرہن آ گئے

گفت در گوشِ گل و خندانش کرد　گفت بالعل خوش و تابانش کرد
پھول کے کان میں کچھ کہا، اس کو شگفتہ کر دیا　خوبصورت لعل سے کچھ کہا اور اس کو چمکدار بنا دیا

تابگوشِ خاک حق چہ خواندہ است　کو مُراقب گشت و خامش ماندہ است
(معلوم نہیں) زمین کے کان میں کیا پھونک دیا ہے؟　کہ وہ منتظر اور خاموش ہو گئی ہے

تابگوشِ ابر آں گویا چہ خواند　کو چو مشک از دیدۂ خود آب راند
(نہ معلوم) اس بولنے والے نے ابر کے کان میں کیا کہا ہے؟　کہ اس نے مشک کی طرح اسی آنکھ سے پانی بہا دیا

در تردّد ہر کہ اُو آشفتہ است　حق بگوشِ اُو معما گفتہ است
جو شخص تردّد میں پریشان ہے　اللہ تعالیٰ نے اس کے کان میں کوئی معما کہا ہے

---

[1] ارشاد۔ کامگاری، صلاحیت۔ مرد۔ یعنی ایلچی۔ امیر المومنین۔ ایمان والوں کے سردار یعنی حضرت عمرؓ۔ بالا۔ یعنی عالم امر۔ زمین۔ یعنی عالم خلق۔ بے اندازہ۔ روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اس کو بے مقدار کہا ہے۔ قفس۔ پنجرا، یعنی جسم انسانی۔ فسون۔ افسوں۔ قصص۔ قصہ کی جمع ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو کلمہ "کن" ہوجا فرما دیا، جواب کا مطلب یہ ہے کہ روح کا عالم خلق میں آنا، اس کا اختیاری فعل نہیں ہے۔ عدمہا۔ یعنی معدوم چیزیں۔

[2] معلق زدن۔ قلابازی کھانا، اچھلنا کودنا۔ دو اسپہ۔ تیز رفتار، جو باری باری دو گھوڑوں پر سفر کرے گا وہ جلد منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ جسم۔ جسم کا زندہ ہونا اور سورج کا چمکنا اس کے حکم سے ہے۔ کسوف۔ گرہن، حدیث میں ہے کہ چاند اور سورج کا گرہن کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی آیتیں یعنی علامتیں ہیں جن سے اللہ اپنے بندوں کو تنبیہ کرتا ہے۔ مراقب۔ مراقبہ کرنے والا، منتظر، گردن جھکانے والا۔ گویا۔ گفتن سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ تردد۔ کسی کام کے کرنے نہ کرنے کا فیصلہ نہ کر سکنا۔ معمہ۔ اندھا بنایا ہوا، چھپایا ہوا، وہ کلام جس کا مطلب پوشیدہ کر دیا گیا ہو۔

تا کند محبوسش[1] اندر دو گماں
تاکہ اس کو دو گمانوں میں مبتلا کر دے

ہم زحق ترجیح یابد یک طرف
پھر اللہ (تعالیٰ) کی طرف سے ایک جانب کا رجحان پایا جاتا ہے

گر نخواہی در تردّد ہوشِ جاں
اگر تو جان کے ہوش کو تردد میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا ہے

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش
وسوسہ کی روئی کو کان سے نکال دے

تا کنی فہم آں معما ہاش را
تاکہ تو اس کے ان معموں کو سمجھ لے

پس محل وحی گردد گوشِ جاں
پھر جان کا کان، وحی کی جگہ بن جاتا ہے

گوشِ جان و چشمِ جاں جز ایں حس ست
جان کے کان اور آنکھ اس حس کے علاوہ ہیں

لفظ جبرم عشق را بے صبر کرد
جبر کے لفظ نے میرے عشق کو بے قرار کر دیا

ایں معیّت باحق[2] ست و جبر نیست
یہ اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ معیت ہے، اور جبر نہیں ہے

ور بود ایں جبر جبر عامہ نیست
اگر یہ جبر ہے تو عوام کا جبر نہیں ہے

جبر را ایشاں شناسند اے پسر
اے بیٹا! جبر کو وہی پہچانتے ہیں

غیب و آئندہ بر ایشاں گشت فاش
غیب اور آنے والی چیزیں ان پر منکشف ہو گئی ہیں

آں کنم کو گفت یا خود ضدِّ آں
وہ کروں جو (فلاں نے) کہا یا اس کی ضد

زاں دو یک را برگزیند زاں کنف
اُس طرف سے دونوں میں سے ایک کو اختیار کرتا ہے

کم فشار ایں پنبہ اندر گوشِ جاں
اس روئی کو جان کے کان میں نہ ٹھونس

تابگوشت آید از گردوں خروش
تاکہ آسمان سے آواز تیرے کان میں آئے

تا کنی ادراک رمز و فاش را؟
تاکہ تو واضح بات اور اشاروں کا ادراک کر سکے

وحی چہ بود گفتن از حس نہاں
وحی کیا ہوتی ہے؟ پوشیدہ حس کی گفتگو ہے

گوشِ عقل و چشمِ ظن زاں مفلس ست
عقل کا کان اور گمان کی آنکھ اس سے خالی ہے

وانکہ عاشق نیست حبسِ جبر کرد
جو عاشق نہیں ہے اس کو جبر کا قیدی بنا دیا

ایں تجلی مہ ست ایں ابر نیست
یہ چاند کی تجلی ہے، ابر نہیں ہے

جبر آں امارۂ خود کامہ نیست
خود غرض (نفس) امارہ کا جبر نہیں ہے

کہ خدا بکشاد شاں در دل بصر
جن کے دل کی آنکھ خدا نے کھول دی ہے

ذکر ماضی پیشِ ایشاں گشت لاش
گزشتہ کی یاد تو ان کے لئے کچھ بھی نہیں

1۔ محبوس۔ پابند، قیدی۔ کو۔ کہ او۔ ترجیح۔ دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنا۔ طرف۔ شق، فریق، جانب۔ کنف۔ کنارہ، طرف۔ ہوشِ جاں۔ روحانی زندگی۔ وسواس۔ یعنی مشاغل دنیوی۔ تا بگوشت۔ یعنی انسان جب دنیاوی مشاغل چھوڑ دیتا ہے، اس کو ملاءِ اعلیٰ سے مناسبت ہو جاتی ہے۔ وحی۔ اس سے مراد الہام ہے جو غیر نبی کو بھی ہوتا ہے۔ گوشِ جاں۔ روح کے کان اور آنکھ جسم کے کان اور آنکھ کے علاوہ ہیں نیز وہ عقل کے کان اور گمان کی آنکھ سے بھی جداگانہ ہیں۔ جبر۔ یعنی جب یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ مطلق الاختیار صرف ذات باری کو حاصل ہے تو میرے عشق میں اور اضافہ ہو گیا جو عبادت اور ریاضت کے اضافہ کا متقاضی ہے جو لوگ عشق سے خالی ہیں وہ جبر کے معنی مجبور محض کے لے کر عبادات کو ترک کر بیٹھتے ہیں۔

2۔ معیت باحق۔ جب ذات باری سے تعلق قائم ہو جاتا ہے تو وہ اس کو ہی متصرف حقیقی سمجھتا ہے لیکن اس کو جبر کہنا غلطی ہے۔ عامہ۔ عام لوگ۔ امارہ۔ یعنی وہ نفس جو برائی پر آمادہ کرتا ہے۔ خودکامہ۔ خودغرض۔ نیست۔ یعنی اگر کوئی اللہ کے کامل الاختیار کے مقابلہ میں اپنے ناقص اختیار کو جبر کے ساتھ تعبیر کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ آئندہ۔ مستقبل۔ فاش۔ ظاہر۔ لاش۔ لاشئ، غیر موجود۔

اختیار و جبر ایشاں دیگرست[1] قطرہا اندر صدفہا گوہرست
ان کا اختیار اور جبر دوسرا ہی ہے صدفوں میں قطرے گوہر ہیں

ہست بیروں قطرۂ خورد و بزرگ در صدف دُر ہائے خوردست و سترگ
باہر وہ چھوٹے اور بڑے قطرے ہیں لیکن صدف میں وہ چھوٹے اور بڑے موتی ہیں

طبع نافِ آہوست آں قوم را از بروں خوں وز دروں شاں مشکہا
اس قوم کی طبیعت ہرن کا نافہ ہے باہر خون ہے اور ان کے اندر مشک ہے

تو مگو کیں نافہ بیروں خوں بود چوں بود در ناف مشکے چوں شود
تو نہ کہہ کہ یہ نافہ باہر خون ہوتا ہے جب ناف میں جاتا ہے مشک کیوں بن جاتا ہے

تو مگو کایں مس[2] بروں بد محتقر در دلِ اکسیر چوں گشت ست زر
تو نہ کہہ کہ یہ تانبا باہر ناچیز تھا اکسیر کے دل میں پہنچ کر سونا کیسے بن گیا؟

اختیار و جبر در تو بد خیال چوں در ایشاں رفت شد نورِ جلال
اختیار اور جبر تجھ میں ایک خیال تھا جب ان میں پہنچا تو نورِ جلال بن گیا

نان چوں در سفرہ است او باشد جماد در تنِ مردم شود اُو روحِ شاد
روٹی جب تک دسترخوان میں ہے وہ بے روح ہے انسان کے جسم میں پہنچ کر وہ بشاش روح بن جاتی ہے

در دلِ سفرہ نگشتہ مستحیل[3] مستحیلش جاں کند از سلسبیل
دسترخوان میں وہ متغیر نہیں ہوتی ہے روح اس کو سلسبیل کے ذریعہ متغیر کرتی ہے

قوتِ جان ست ایں اے راست خواں تاچہ باشد قوتِ آں جانِ جاں
اے سچی بات پڑھنے والے! یہ روح کی طاقت ہے تو روح کی روح کی کیا طاقت ہوگی؟

نان ست قوتِ تن و لیکن درنگر تاچہ قوتِ جانش باشد اے پسر
اے بیٹا! روٹی بدن کی غذا ہے، لیکن غور کر اس کی روح کی غذا کیا ہوگی؟

گوشت پارہ آدمی از زورِ جاں می شگافد کوہ را با بحر و کاں
آدمی جو گوشت کا ٹکڑا ہے، جان کے زور سے پہاڑ کو مع سمندر اور کان کے پھاڑ دیتا ہے

---

1. دیگرست۔ عارفین کا جبر مزید عشق واطاعت کا سبب ہے، عوام جو جبر کے معنی لیتے ہیں وہ شرعی احکام کے معطل ہو جانے کا باعث ہے۔ قطرہا۔ جبر محمود اور جبر مذموم کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ پہلی مثال پانی کے قطروں کی ہے کہ وہ صدف سے باہر معمولی قطرات ہیں، صدف میں پہنچ کر قیمتی موتی بن جاتے ہیں۔ اسی طرف عارفین میں جبر کی کیفیت موجب خیر ہے۔ سترگ۔ موٹا۔ تو مگو۔ دوسری مثال نافہ کی ہے وہ باہر خون ہے، ہرن کی ناف میں پہنچ کر مشک بن جاتا ہے۔
2. مس۔ تیسری مثال تانبے کی ہے جو اکسیر میں داخل ہو کر خالص سونا بن جاتا ہے۔ بدخیال۔ عوام میں جبر کے معنی محض ایک خیال ہیں۔ عارفین میں وہ نور بن جاتا ہے۔ نان۔ چوتھی مثال روٹی کی ہے، دسترخوان میں وہ ایک بے جان چیز ہے، انسان بدن میں پہنچ کر روح بن جاتی ہے۔ سفرہ۔ دسترخوان۔
3. مستحیل۔ متغیر ہو جانے والا۔ جاں۔ روحِ حیوانی۔ سلسبیل۔ جنت کا چشمہ ہے یہاں بدن کی قوتِ محللہ مراد ہے۔ جانِ جاں۔ روحِ انسانی، کیونکہ وہ روحِ حیوانی سے متعلق ہے اور روحِ حیوانی جسم سے متعلق ہے۔ نان۔ روٹی، روحِ حیوانی کی غذا ہے روحِ انسانی کی غذا علوم و معارف ہیں۔

زورِ جانِ کوہکن[1] شق الحجر — زورِ جانِ جاں در انشق القمر

کوہکن کی جان کے زور نے پتھر پھاڑا — جان کی جان کا زور انشق القمر میں ہے

گر کشاید دل سرِ انبانِ راز — جاں بسوئے عرش سازد ترکتاز

اگر دل راز کے تھیلے کا منہ کھول دے — جان عرش کی جانب دوڑ جائے۔

گر زباں گوید ز اسرارِ نہاں — آتش افروزد بسوزد ایں جہاں

اگر زبان چھپے راز کہہ دے — آگ لگا دے (اور) اس جہان کو جلا دے

اضافت کردن آدم علیہ السلام زلتِ خود را بخویش کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا

حضرت آدم علیہ السلام کا اپنی لغزش کو اپنی طرف منسوب کرنا کہ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا

و اضافت کردن ابلیس بحق تعالیٰ کہ رَبِّ[2] بِمَا اَغْوَيْتَنِي

اور شیطان کا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا کہ اے میرے رب مجھے تو نے کیوں گمراہ کیا

فعلِ حق و فعلِ ماہر دو ببیں — فعلِ ما را ہست داں پیداست ایں

اللہ کے فعل اور ہمارے فعل، دونوں کو دیکھ — ہمارے فعل کو تو موجود سمجھ، یہ ظاہر ہے

گر نباشد فعلِ خلق اندر میاں — پس مگو کس را چرا کردی چناں

اگر مخلوق کا فعل موجود نہ ہو — تو کسی کو نہ کہہ کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟

خلقِ حق افعالِ مارا موجدست — فعلِ ما آثارِ خلقِ ایزدست

اللہ کی آفرینش ہمارے افعال کی موجد ہے — ہمارے فعل اللہ کی آفرینش کے نتیجے ہیں

لیک ہست ایں فعلِ ما مختارِ ما — زو جزا گہ مارِ ما گہ یارِ ما

لیکن ہمارا یہ فعل ہمارے اختیار میں ہے — اسکی جزا، کبھی ہمارے لئے سانپ ہے اور کبھی ہماری دوست ہے

زانکہ[3] ناطق حرف بیند یا غرض — کے شود یک دم محیطِ دو عرض

اس لئے کہ بولنے والا یا حرفوں کو دیکھتا ہے، یا مطلب کو — ایک دم دو حالتوں پر کیسے حاوی ہو سکتا ہے؟

گر بمعنی رفت شد غافل ز حرف — پیش و پس یکدم نہ بیند ہیچ طرف

اگر معنی کی طرف گیا حروف سے غافل ہوا — کوئی آنکھ ایک دم آگے اور پیچھے نہیں دیکھ سکتی

---

[1] کوہکن۔ پہاڑ کھودنے والا، فرہاد جو شیریں کا عاشق تھا جس نے شیریں کے وصال کے شوق میں پہاڑ کھود ڈالا تھا لیکن نامراد مرا۔ انشق القمر۔ چاند پھٹ گیا، آنحضورؐ کے معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے کہ روحِ انسانی کی طاقت یہ کام کر ڈالتی ہے۔ انبان۔ تھیلا۔ ترکتاز۔ لوٹ مار۔ آتش افروزد۔ پوشیدہ اسرار کے بیان کو عوام نہ سمجھیں گے تو عالم کے فساد کا سبب بن جائے گا۔ ربنا ظلمنا۔ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا قرآن پاک میں یہ حضرت آدم کا قول نقل کیا گیا ہے اس میں انہوں نے اپنی خطا کو اپنی طرف منسوب کیا۔

[2] رب بما اغویتنی۔ اے رب تو مجھے کس سبب سے گمراہ کیا۔ یہ قرآن نے شیطان کا قول نقل کیا ہے۔ اس میں شیطان نے گمراہ کرنے کی نسبت اللہ کی تعالیٰ کی طرف ہے۔ مختار۔ پسند کرنے والا، پسندیدہ۔ مار۔ سانپ یعنی جزاء بصورت عذاب ہوگی۔ یار۔ دوست یعنی جزاء ہمارے لئے پسندیدہ ہوگی۔

[3] زانکہ۔ مولانا یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ انسان اپنے احوال کا خود خالق نہیں ہے بلکہ انسان کے افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اس لئے کہ خالق کا اپنی مخلوق پر عملی احاطہ ضروری ہے ورنہ وہ اس کو کیسے پیدا کر سکے گا اور انسان کو اپنے افعال کا ہر طرح سے علم ہو، ایسا نہیں ہے لہٰذا انسان کو اپنے افعال کا خالق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ناطق۔ بولنے والا۔ غرض۔ مطلب، مفہوم۔ یکدم۔ ایک آن میں۔

آں زماں کہ پیش بینی آں زماں
جس وقت تو آگے دیکھتا ہے، اس وقت

چوں محیط[1] حرف و معنی نیست جاں
جب ایک جان حروف اور معنی پر حاوی نہیں ہو سکتی ہے

حق محیط جملہ آمد اے پسر
اے بیٹا! اللہ سب پر حاوی ہے

گفت ایزد جانِ مارا مست کرد
اللہ کے قول نے ہماری جان کو مست کر دیا

گفت شیطاں کہ بما اغویتنی
شیطان نے کہا کہ مجھے کیوں گمراہ کیا؟

گفت آدم کہ ظلمنا نفسنا
آدم (علیہ السلام) نے کہا ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا

در گنہ اُو از ادب پنہانش کرد
انہوں نے گناہ (کے معاملہ) پر ادب کی وجہ سے اس (اللہ کے فعل) کو چھپالیا

بعد توبہ گفتش اے آدم نہ من
توبہ کے بعد ان سے کہا اے آدم! کیا میں نے نہیں

نے کہ تقدیر و قضائے من بداں
کیا وہ میری تقدیر اور قضا نہ تھی؟

گفت ترسیدم ادب نگذاشتم
حضرتِ آدم نے کہا میں ڈرا، ادب کو نہ چھوڑا

ہر کہ آرد حرمت اُو حرمت برد
جو شخص تعظیم کرتا ہے عزت پاتا ہے

طیّبات از بہر کہ للطّیبین
پاک چیزیں کس کے لئے ہیں، پاک لوگوں کے لئے

تو پس خود کے بہ بینی ایں بداں
تو اپنے پیچھے کب دیکھ سکتا ہے، یہ سمجھ لے

چوں بود جاں خالق ایں ہر دو آں
تو جان دونوں کی خالق کیسے ہو سکتی ہے؟

وا ندارد کارش از کارِ دگر
اس کو ایک کام دوسرے کام سے نہیں روکتا ہے

چوں نداند آنکہ را خود ہست کرد
جس کو اس نے پیدا کیا ہے وہ اس کو کیوں نہ جانے گا؟

کرد فعل خود نہاں دیو دَنی
کمینے شیطان نے اپنے فعل کو چھپا لیا

او زفعل خود نبد غافل چو ما
وہ اپنے فعل سے ہماری طرح غافل نہ تھے

زاں گنہ برخود زدن[2] اُو بر بخورد
اپنے اوپر گناہ لے لینے سے انہوں نے پھل کھایا

آفریدم در تو آں جرم و محن
پیدا کیا تھا تجھ میں وہ جرم اور مصیبتیں

چوں بوقت عذر کردی آں نہاں
تو نے عذر کے وقت اس کو کیوں چھپایا؟

گفت من ہم پاس آنت داشتم
(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں نے بھی تیرے لئے اسکا لحاظ رکھا

ہر کہ آرد قند لوزینہ خورد
جو شخص شکر لاتا ہے وہ بادامی حلوہ کھاتا ہے

یار را خوش کن مرنجاں و ببیں
دوست کو خوش رکھ، رنجیدہ نہ کر اور دیکھ

---

[1] محیط۔ احاطہ کرنے والا، گھیر لینے والا۔ عرض۔ حالت۔ طرف۔ آنکہ۔ ہردو آں۔ یعنی حروف اور مطلب۔ واندارد۔ "لا یشغلهٗ شانٌ عن شانٍ" اللہ تعالیٰ کو ایک حالت دوسری حالت سے غافل نہیں بناتی ہے۔ گفت۔ قول، یعنی کلمہ کن۔ دیو۔ شیطان۔ دنی۔ کمینہ۔ فعل خود۔ یعنی اپنے کسب کو۔ آدم۔ حضرت آدم نے ظلم کی اپنی طرف نسبت نسب کے اعتبار سے کی ورنہ اس کا خلق، اللہ کی طرف منسوب تھا جس کو ادباً ذکر نہیں کیا۔ شعر، گناہ گرچہ بنود اختیار ما حافظ۔ تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من ست۔ برخود زدن۔ اپنے اوپر لگا لینا، اپنے ذمہ لازم کر دینا۔

[2] برخوردن۔ پھل پانا، نتیجہ حاصل کرنا۔ آفریدم۔ میں نے پیدا کیا۔ محن۔ محنت کی جمع ہے یعنی احکام کی پابندی میں جو مشقتیں ہیں۔ بداں۔ بود آں یعنی آدم کا گندم کھالینا۔ نہاں۔ یعنی تو نے عذر کے وقت یہ کیوں نہیں کہا کہ تقدیر کے مطابق میں نے گندم کھایا ہے۔ ترسیدم۔ یعنی بے ادبی سے۔ گفت۔ یعنی خدا نے فرمایا ہے۔ ت۔ برائے تو کے معنی میں ہے۔ حرمت۔ عزت و احترام۔ لوزینہ۔ بادام کا حلوہ۔ طیبات۔ پاک چیزیں، پاک عورتیں۔ طیبین۔ پاک لوگ۔ یار۔ یعنی خدائے تعالیٰ۔

تمثیل

یک مثال اے دل پئے فرقے[1] بیار
اے دل! ایک مثال فرق کرنے کے لئے لا
تا بدانی جبر را از اختیار
تاکہ تو جبر کو اختیار سے جدا سمجھ سکے

دست کو لرزاں بود از ارتعاش
وہ ہاتھ جو رعشہ سے ہل رہا ہے
وانکہ دستے را تو لرزانی زجاش
اور وہ ہاتھ جس کو تو جگہ سے ہلا رہا ہے

ہر دو جنبش آفریدہ حق شناس
دونوں حرکتوں کو اللہ کی پیدا کردہ سمجھ
لیک نتواں کرد ایں با آں قیاس
لیکن اس کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے

زاں پشیمانی کہ لرزانیدیش
اس سے تو شرمندہ ہے جس کو تو نے ہلایا ہے
چوں پشیماں نیست مردِ مرتعش
رعشہ والا انسان کیوں شرمندہ نہیں ہے

مرتعش را کے پشیماں دیدۂ
رعشہ والے کو تو نے کب شرمندہ دیکھا ہے؟
برچنیں جبرے چہ برچسپیدۂ
اس قسم کے جبر کو تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟

بحث عقل ست ایں چہ عقل آں حیلہ گر
یہ عقلی بحث ہے، عقل کیا ہے، حیلہ گر ہے
تا ضعیفے[2] رہ برد آنجا مگر
شاید کوئی کمزور (اسکے ذریعہ) اس مقام تک پہنچ جائے

بحث عقلی گر دُر و مرجاں بود
عقلی بحث، خواہ موتی اور مونگا ہو
آں دگر باشد کہ بحث جاں بود
روحانی بحث دوسری ہی چیز ہے

بحث جاں اندر مقامے دیگرست
روحانی بحث کا مقام دوسرا ہے
بادۂ جاں را قوامے دیگرست
روحانی شراب کا قوام ہی دوسرا ہے

آں زماں کہ بحث عقلی ساز بود
جس زمانہ میں عقلی بحث مہیا تھی
ایں عمرؓ با بوالحکم ہمراز بود
یہ (حضرت) عمرؓ ابوجہل کے ساتھ ہمراز تھے

چوں عمرؓ از عقل آمد سوئے جاں
عمرؓ جب عقل سے روح کی طرف آئے
بوالحکم بوجہل شد در بحث آں
ان کی بحث میں ابوالحکم ابوجہل بن گیا

سوئے عقل و سوئے حس اُو کامل ست
عقل اور حواس کے اعتبار سے وہ پورا ہے
گرچہ خود نسبت بجاں اُو جاہل ست
اگرچہ روح کے اعتبار سے وہ جاہل ہے

---

1. فرقے۔ یعنی جبر اور اختیار میں امتیاز کرنے کے لئے۔ ارتعاش۔ لرزہ، رعشہ کا مرض۔ از جاش۔ از جائے اُو۔ ہر دو۔ ہاتھوں کی دونوں قسم کی حرکت اللہ کی پیدا کردہ ہے لیکن دونوں میں فرق ہے۔ ایک جبری ہے، ایک اختیاری ہے۔ مرتعش۔ حرکت اضطراری کی وجہ سے انسان کبھی شرمندگی محسوس نہیں کرتا، اختیاری ناشائستہ حرکت سے شرمندہ ہوتا ہے۔ بحث۔ یعنی جبر و اختیار کا فرق سمجھانے کے لئے جو ہم نے پہلے تقریر کی یہ عقلی بحث ہے لیکن عقل بے چاری خود کیا چیز ہے جو اس کی بحث قابل قدر ہو، یہ تو محض عوام اور روحانیت سے خالی لوگوں کے لئے ایک راہنمائی کی تدبیر ہے۔
2. ضعیف۔ یعنی وہ لوگ جن کو وہبی علوم حاصل نہیں ہیں۔ دُر۔ موتی۔ مرجان۔ مونگا یعنی عقلی بحث خواہ کیسی حسین ہو، روحانی بحث کا مقام حاصل نہیں کر سکتی۔ مقام۔ روحانی بحث کا مرتبہ وحی والہام کا مرتبہ ہے۔ بادہ۔ شراب۔ قوام۔ کسی چیز کے حقیقی اجزاء۔ ساز بودن۔ سامان ہونا۔ بوالحکم۔ عمر بن ہشام کی پہلی کنیت ہے، اس کے بعد اس کی کنیت ابوجہل مشہور ہو گئی، رشتہ میں آنحضورؐ کا چچا تھا لیکن دشمنی میں سب سے آگے تھا، جنگ بدر میں مارا گیا۔ سوئے عقل۔ ابوجہل کے عقل و حواس میں کوئی کمی نہ تھی لیکن روحانیت سے بالکل خالی تھا۔

بحث عقل و حِسّ اثر[1] داں یا سبب بحث جانی یا عجب یا بُوالعجبْ

عقلی اور حسی بحث کو اثر یا سبب سمجھ روحانی بحث یا عجیب ہے یا اس سے بھی بڑھ کر ہے

ضوءِ جاں آمد نماند اے مستضی لازم و ملزوم و نافی مقتضی

اے روشنی کے طالب! روح کا نور جب آیا لازم اور ملزوم اور نافی مقتضی نہ رہے

زانکہ بینا را کہ نورش بازغ[2] ست از عصا و از عصاکش فارغ ست

اس لئے کہ وہ بینا جس کی روشنی چمک رہی ہے لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے سے بے نیاز ہے

تفسیر آیت وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ و بیانِ آں

''وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو'' آیت کی تفسیر اور اس کا بیان

بارِ دیگر ما بقصہ آمدیم ما ازیں قصہ بروں خود کے شدیم

ہم پھر قصہ کی طرف لوٹتے ہیں ہم اس قصہ سے باہر ہی کب نکلے ہیں؟

گر بجہل آئیم آں زندانِ اُوست وَر بعلم آئیم آں ایوانِ اُوست

اگر ہم جہل میں مبتلا ہیں تو وہ اس کا قید خانہ ہے اگر علم سے بہرہ ور ہوں، وہ اس کا محل ہے

گر بخواب آئیم مستانِ وئیم ور بہ بیداری بدستانِ وئیم

اگر ہم سو جائیں تو ہم اس کے مست ہیں اگر بیدار ہیں، تو اس کے داستان گو ہیں

ور بگرییم ابر پُر زرقِ وئیم وربخندیم آں زماں برق وئیم

اگر ہم روئیں تو اس کا صاف پانی بھرا ابر ہیں اگر ہم ہنسیں تو اس وقت ہم اس کی بجلی ہیں

وربخشم و جنگ عکس قہر اوست ور بصلح و عذر عکس مہر اوست

اگر غصہ اور لڑائی میں ہیں تو اس کے قہر کے پرتو ہیں اگر صلح اور معذرت میں ہیں تو اس کی مہر کا پرتو ہیں

ماکہ ایم اندر جہانِ پیچ پیچ چوں الف اُو خود کہ دارد ہیچ ہیچ

اس پیچ در پیچ دنیا میں ہم کیا ہیں؟ الف کی طرح ہیں جس کے پاس کچھ نہیں ہے

چوں الف گر تو مجرّد می شوی اندریں رہ مردِ مُفرد می شوی

اگر الف کی طرح تو خالی ہو جائے تو اس راستہ میں تو یگانہ انسان بن جائے

جہد کن تا ترک غیر حق کنی دل ازیں دنیائے فانی بر کنی

کوشش کر تاکہ تو ماسوی اللہ کو ترک کرے اس فانی دنیا سے دل کو ہٹا لے

---

[1] اثر۔ یعنی اثر سے موثر پر استدلال جیسے دھوئیں سے آگ کے وجود پر استدلال جس کو دلیل انی کہتے ہیں۔ سبب۔ یعنی علت سے معلول کے وجود پر استدلال جس کو دلیل لمی کہتے ہیں جیسے سورج کے نکلنے سے دن کے وجود پر استدلال۔ عجب۔ عجیب۔ بوالعجب۔ عجیب کا باپ یعنی بہت زیادہ تعجب خیز۔ مستضی۔ روشنی حاصل کرنے والا۔ لازم وملزوم۔ یعنی لازم کے وجود سے ملزوم کے وجود پر ملزوم کے وجود سے لازم کے وجود پر استدلال۔ نافی مقتضی۔ یعنی نافی کے وجود سے منفی کے وجود پر یا مقتضی کے وجود سے مقتضا کے وجود پر استدلال۔

[2] بازغ۔ چمکنے والا۔ فارغ۔ یعنی عقلی بحث اندھے کی لاٹھی ہے جو اس کی رہنمائی کرتی ہے، سا کے کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جہل۔ نادانی، یہ خدا کا قید خانہ ہے۔ علم۔ یعنی قرب الٰہی یہ اس کے دربار میں باریابی کا سبب ہے۔ دستان۔ داستان۔ ابر۔ بادل۔ زرق۔ صاف پانی۔ برق۔ بجلی۔ درخشم۔ غرضیکہ جملہ صفات انسانی اللہ کی شانوں کا مظہر ہیں۔ الف۔ یعنی جو ہر چیز سے خالی ہے نہ اس پر نقطہ ہے نہ حرکت۔ مجرد۔ خالی۔ مرد مفرد۔ یگانہ انسان، بے مثال۔

ایں سخن را نیست پایاں اے پسر — از رسولِ روم بر گو و ز عمرؓ

اے بیٹا! اس بات کی انتہا نہیں ہے — روم کے ایلچی اور حضرتِ عمرؓ کی بات کر

سوال کردنِ رسولِ روم از عمرؓ سبب ابتلائے ارواح با ایں آب و گِلِ جسم

روم کے ایلچی کا حضرتِ عمرؓ سے روحوں کے اس آب و گِل کے جسم میں مبتلا ہونے کا سبب پوچھنا

از عمرؓ چوں آں رسول ایں را شنید[1] — روشنے در دلش آمد پدید

اس ایلچی نے (حضرتِ) عمرؓ سے جب یہ سنا — اس کے دل میں ایک روشنی پیدا ہو گئی

محو شد پیشش سوال و ہم جواب — گشت فارغ از خطا و از صواب

سوال اور جواب بھی اس کے سامنے مٹ گیا — صحیح اور غلط سے بے نیاز ہو گیا

اصل را دریافت بگذشت از فروع — بہرِ حکمت کرد در پرسش شروع

اس نے اصل معلوم کر لی فروع کو چھوڑ دیا — حکمت کی بات پوچھنی شروع کر دی

با عمر گفت اُو چہ حکمت بود و سِرّ — حبسِ ایں صافی دریں خاکِ کدر

(حضرتِ) عمرؓ سے بولا کیا حکمت اور کیا راز تھا؟ — اس مصفا چیز کو اس مکدر مٹی میں قید کرنے کا

آبِ صافی درّ گلے پنہاں شدہ — جانِ صافی بستۂ ابداں شدہ

صاف پانی، مٹی میں چھپا ہوا ہے — مصفّٰی روح جسموں سے وابستہ ہو گئی

فائدہ فرما کہ ایں حکمت چہ بود — مرغ را اندر قفس[2] کردن چہ سود

فرمایئے یہ کیا حکمت تھی؟ — پرندہ کو پنجرے میں بند کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

گفت تو بحثے شگرفے می کُنی — معنئے را بند حرفے می کُنی

(حضرتِ عمرؓ نے) کہا تو عجیب بحث کر رہا ہے — معنیٰ کو لفظوں میں قید کر رہا ہے

حبس کردی معنئے آزاد را — بند حرفے کردۂ تو باد را

آزاد معنیٰ کو تو نے قید کر دیا — آواز کو بھی تو نے لفظوں کا پابند کر دیا

از برائے فائدہ ایں کردۂ — تو کہ خود از فائدہ در پردۂ

تو نے فائدہ کے لئے یہ کیا ہے — حالانکہ تو خود فائدہ سے حجاب میں ہے

آنکہ ازوے فائدہ زائیدہ شد — چوں نہ بیند آنچہ مارا دیدہ شد

جس ذات سے وہ فائدہ پیدا ہوا ہے — وہ اس کو کیوں نہ دیکھے گا جس کو ہم نے دیکھا ہے

---

1. ایں راشنید۔ یعنی حضرت عمرؓ نے روح کے بارے میں جو تقریر کی تھی۔ محو شد۔ یعنی سوال و جواب ختم ہو گئے اور اس کو شرحِ صدر ہو گیا۔ اصل۔ یعنی اس کو معلوم ہو گیا کہ اشیاء کے وجود کا اصل سبب کلمہ کُنْ ہے۔ فروع۔ یعنی اشیاء کے وجود کے جزوی اسباب۔ حکمت۔ یعنی اللہ کے افعال کی حکمتیں۔ گفت۔ اس نے دریافت کیا کہ روح کو جسم میں مقید کرنے کی کیا حکمت ہے۔ آب صافی۔ یعنی روح۔ گِل۔ یعنی انسانی جسم۔ مرغ۔ یعنی روح۔
2. قفس۔ یعنی انسانی بدن۔ شگرف۔ شین کے کسرہ اور گاف کے فتحہ کے ساتھ، عجیب، عظیم۔ حبس۔ قید کرنا۔ باد۔ ہوا یعنی آواز، انسان معنیٰ اور آواز جیسی آزاد چیزوں کو لفظوں میں مقید کرتا ہے تو اس میں لامحالہ کوئی نہ کوئی حکمت اور فائدہ پیش نظر ہوتا ہے۔ آنکہ۔ جو ذات فائدوں کی خالق ہے اس کے افعال میں کوئی نہ کوئی فائدہ کیوں مضمر نہ ہوگا۔

صد ہزاراں[1] فائدہ است و ہر یکے ۔۔۔ صد ہزاراں پیشِ آں یک اندکے

لاکھوں فائدے ہیں ۔۔۔ اور انمیں سے ایک کے سامنے لاکھوں فائدے کم ہیں

آں دمِ نطقش کہ جانِ جانہاست ۔۔۔ چوں بود خالی ز معنی گوئے راست

اس کی گویائی کا افسوں جو جانوں کی جان ہے ۔۔۔ معنی سے کب خالی ہوگا؟ سچ کہنا

آں دمِ نُطقت کہ جزوِ جزو ہاست ۔۔۔ فائدہ شد کُلِّ کُلِ خالی چراست

تیری گویائی جو جزوں کا جزو ہے ۔۔۔ مفید ہوئی، تو کل کا کل خالی کیوں ہے؟

تو کہ جزوی کارِ تو با فائدہ است ۔۔۔ پس چرا در طعنِ کل آری تو دست

تو جو ایک جزو ہے، تیرا کام بافائدہ ہے ۔۔۔ پھر تو کل پر طعنہ زنی کے لئے کیوں آمادہ ہوتا ہے؟

گفت را گر فائدہ نبود مگو ۔۔۔ ور بود ہل اعتراض و شکر جو

بولنے میں اگر فائدہ نہ ہو تو نہ بول ۔۔۔ اگر ہو تو اعتراض چھوڑ دے اور شکریہ ادا کر

شکرِ حق[2] چوں طوق ہر گردن بود ۔۔۔ نے جدال و رُو ترش کردن بود

اللہ کا شکر ہر گردن میں طوق کی طرح ہونا چاہئے ۔۔۔ نہ کہ جھگڑا اور منہ بگاڑنا

گر تُرشرو بودن آمد شکر و بس ۔۔۔ ہمچو سرکہ شکر گوئے نیست کس

اگر ترش رو ہونا ہی صرف شکر ہے ۔۔۔ تو سرکہ کا سا شکر گذار کوئی نہیں ہے

سرکہ را گر راہ باید در جگر ۔۔۔ گو بشو سر کنگبیں اُو از شکر

اگر سرکہ کو جگر میں جانے کا راستہ چاہئے ۔۔۔ کہہ دو، شکر سے مل کر سکنجبین بنے

معنی اندر شعر جز با خبط نیست ۔۔۔ چوں فلا سنگ ست آنرا ضبط نیست

شعر میں معنی بیان کرنا بغیر گڑبڑ (ممکن) نہیں ہے ۔۔۔ جنگل کے پتھروں کی طرح ہے انکا ضبط کرنا ممکن نہیں ہے

در بیانِ حدیث ''مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰهِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ اَهْلِ التَّصَوُّفِ''

حدیث ''جو اللہ کے ساتھ بیٹھنے کا قصد کرے وہ اہل تصوف کے ساتھ بیٹھے'' کا بیان

آں رسول اینجا رسید و شاہ شد ۔۔۔ والہ اندر قدرتُ اللہ شد

وہ ایلچی اس جگہ پہنچ کر شاہ بن گیا ۔۔۔ اللہ کی قدرت کا فریفتہ ہو گیا

---

[1] صد ہزاراں۔ روح کو مقید کرنے میں لاکھوں فائدے ہیں اور ان میں سے ہر ایک ہمارے لاکھ فائدوں سے بڑھا ہوا ہے۔ دمِ نطقش۔ یعنی کلمہ کن۔ جانِ جانہا۔ تمام جانداروں کی جان کا اصلی سبب ہے۔ معنی۔ یعنی افادیت۔ دمِ نطقت۔ یعنی انسان کا کلام جو حادث ہے جب وہ فائدے سے خالی نہیں تو کل کل، یعنی کلامِ قدیم کارکن فائدے سے کیسے خالی ہو سکتا ہے۔ تو کہ۔ جب انسان کا کام فائدے سے خالی نہیں ہوتا ہے تو کل یعنی ذاتِ باری کے کام پر بے فائدہ ہونے کے طعنہ کا کیا موقع ہے۔ گفت۔ تیرا کلام جو تو نے سوال میں کیا ہے اگر مفید ہے تو مدعا ثابت ہو گیا یعنی کلامِ باری بھی مفید ہوگا جیسا کہ اوپر کے اشعار میں بتایا گیا اور اگر یہ تیرا کلام غیر مفید ہے تو ایسا کلام ہی نہ کرنا چاہئے لہٰذا تجھے یہ سوال ترک کر دینا چاہئے نیز یہ مطلب بھی ہے کہ غیر مفید سوال کرنا درست نہیں ہے، مفید سوال بھی بشکل اعتراض نہ ہونا چاہئے بلکہ شکر گوئی کے طریقہ پر ہونا چاہئے۔

[2] شکرِ حق۔ انسانوں کا شکر گذار ہونا اللہ کا شکر گذار ہونا ہے۔ نے جدال۔ لڑائی اور جھگڑے کے طریقہ پر سوال کرنا شکر گذاری کا طریقہ نہیں۔ سرکہ۔ اگر ترشروئی، شکریہ ادا کرنے کا طریقہ ہو تو پھر سرکہ سے زیادہ شکر گذار کون ہوگا۔ از شکر۔ اگر جگر تک مقبولیت کی خواہش ہے تو سرکہ کو شکر میں ملا کر سکنجبین بنالو۔ معنی۔ اس موضوع کی وضاحت شعروں کے ذریعہ نہیں ہو سکتی۔ شعر میں معنی توڑ پھوڑ کر سموئے جاتے ہیں معنی ایک وسیع چیز ہے۔ حدیث۔ یعنی اولیاء اللہ کا قول ہے۔ اینجا۔ قدرتِ الٰہی کی معرفت۔ شاہ۔ یعنی عارف باللہ، دنیا سے مستغنی۔ والہ۔ حیران، دیوانہ۔

آں رسول از خود بشد زیں یکدو جام　　نے رسالت یاد ماندش نے پیام
وہ ایلچی ان ایک دو جام سے بے خود ہو گیا　　نہ اس کو سفارت یاد رہی نہ پیغام

سیل[1] چوں آمد بدریا بحر گشت　　دانہ چوں آمد بمزرع کشت گشت
سیلاب دریا میں پہنچا، دریا بن گیا　　دانہ جب کھیت میں پہنچا کھیتی بن گیا

سیل چوں آمد بدریا محو گشت　　میغ پیشِ تیغ شمسی ضو گشت
سیلاب جب دریا میں پہنچا، فنا ہو گیا　　ابر، سورج کی تلوار کے آگے دھوپ بن گیا

چوں تعلق یافت ناں با بوالبشر　　نانِ مردہ زندہ گشت و باخبر
روٹی کا تعلق جب (حضرتِ) آدم سے ہوا　　مردہ روٹی، زندہ اور باخبر ہو گئی

موم و ہیزم چوں فدائے نار شد　　ذاتِ ظلمانیِ اُو انوار شد
موم اور سوختہ لکڑی جب آگ پر قربان ہوئی　　اس کی تاریک ذات انوار بن گئی

سنگ سرمہ چونکہ شد در دیدگاں　　سنگ بینائی شد انجا دیدہ باں
سرمہ کا پتھر جب آنکھوں میں پہنچا　　بینائی کا پتھر اور آنکھ کا نگہبان بن گیا

اے خنک آں مرد کز خود رستہ شد　　در وجودِ زندۂ پیوستہ شد
بہت ہی قابل مبارکباد ہے وہ شخص جو خودی سے نکل گیا　　اور کسی زندہ کے وجود سے وابستہ ہو گیا

وائے آں زندہ کہ با مردہ نشست　　مردہ گشت و زندگی ازوے بجست
افسوس ہے اس زندہ پر جو مردے کا ہم نشین ہوا　　مردہ ہو گیا اور زندگی اس سے نکل بھاگی

چوں تو در قرآنِ[2] حق بگریختی　　باروانِ انبیاء آمیختی
جب تو سچے قرآن کی پناہ میں آ گیا　　انبیاء کی روح سے گھل مل گیا

ہست قرآں حالہائے انبیاء　　ماہیانِ بحر پاکِ کبریا
قرآن میں انبیاء کے احوال ہیں　　جو اللہ کے پاک دریا کی مچھلیاں ہیں

ور بخوانی و نہٖ قرآں پذیر　　انبیاء و اولیاء را دیدہ گیر
اگر تو پڑھتا ہے اور تو قرآن پر عمل کرنے والا نہیں ہے　　انبیاء اور اولیاء کا دیدار سمجھ

ور پذیرائی چو برخوانی قصص　　مرغِ جانت تنگ آید در قفص
اگر تو عمل پیرا ہے، جب قصے پڑھے　　تو تیری جان کا پرند پنجرے میں تنگ ہو جائے

---

1. سیل۔ فیضِ صحبت کی ایک مثال ہے یعنی سیلاب کا پانی دریا میں مل کر دریا بن جاتا ہے، اسی طرح وہ ایلچی حضرت عمرؓ جیسے عارف باللہ انسان کی صحبت میں عارف باللہ بن گیا۔ دانہ۔ یہ فیضِ صحبت کی دوسری مثال ہے۔ یہ فیضِ صحبت کی تیسری مثال ہے۔ باخبر۔ زندہ کا جز و زندہ اور باخبر کا جز و باخبر ہوگا، یہ چوتھی مثال ہے۔ موم۔ یہ بھی فیضِ صحبت سے تبدیلی کی ایک مثال ہے۔ سنگ سرمہ۔ یعنی ناقص، کامل کی صحبت سے کمال حاصل کر لیتا ہے۔ زندہ۔ یعنی مرشد اولی اللہ جو زندہ دل ہے۔ زندہ۔ یعنی وہ شخص جس میں صلاحیت تھی۔ مردہ۔ یعنی مردہ دل، ناقص پیر۔ درگریختن۔ پناہ پکڑنا۔

2. قرآن۔ یعنی اگر ولی کامل میسر نہ آئے تو قرآن سے فیض حاصل کرنا چاہئے۔ قرآن پذیر۔ یعنی قرآنی احکام کا عامل۔ انبیاء و اولیاء۔ یعنی انبیاء اور اولیاء کی تعلیمات پر عمل کرنا جس طرح مفید ہے، اسی طرح ان کی زیارت بھی مفید ہے، اسی طرح قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا بھی مفید ہے اور محض زبانی تلاوت بھی مفید ہے۔ قفص۔ یعنی دنیا، قرآنی تعلیمات پر عمل آخرت کی طرف متوجہ کر دے گا، دنیا سے دل گھبرانے لگے گا۔

مرغ[1] کو اندر قفس زندانی ست — می نجوید رستن از نادانی ست
جو پرند پنجرے میں قیدی ہے — چھٹکارا نہ چاہے، تو نادانی ہے

روحہائے کز قفسہا رستہ اند — انبیاء و رہبر شائستہ اند
جو روحیں پنجروں سے آزاد ہو گئی ہیں — انبیاء۔ اور شائستہ مرشد ہیں

از بروں آوازِ شاں آید بریں — کہ رہِ رستن ترا اینست ایں
باہر سے ان کی آواز اس طرح آتی ہے — کہ تیرے چھٹکارے کا راستہ یہی ہے یہی ہے

مابدیں رستیم زیں تنگیں قفص — غیر ایں رہ نیست چارہ ایں قفص
ہم اس تنگ پنجرے سے اسی (راستہ) سے چھوٹے ہیں — اس رستہ کے علاوہ اس پنجرے سے (چھٹنے کی) کوئی تدبیر نہیں ہے

خویش را رنجور ساز و زار زار — تا ترا بیروں کنند از اشتہار
اپنے آپ کو رنجور اور زار و نزار بنا لے — تاکہ تجھے شہرت سے نکال لائیں

کاشتہارِ خلق بند محکم ست — در رہِ ایں از بند آہن کے کم ست
مخلوق میں شہرت، مضبوط بیڑی ہے — راہ میں یہ لوہے کی بیڑی سے کب کم ہے

یک حکایت بشنو اے زیبا رفیق — تابدانی شُرطِ[2] ایں بحر عمیق
اے اچھے ساتھی! ایک قصہ سن لے — تاکہ اس گہرے سمندر کی موافق ہوا کو تو سمجھ لے

بشنو اکنوں داستانے در مثال — تاشوی واقف بر اسرارِ مقال
اب ایک قصہ بطور مثال کے سن لے — تاکہ بات کے رازوں سے تو باخبر ہو جائے

قصۂ بازرگاں کہ بہندوستاں بتجارت میرفت و پیغام

ایک سوداگر کا قصہ[1] جو ہندوستان کو تجارت کے لئے جا رہا تھا اور ایک قیدی

دادنِ طوطی محبوس بطوطیانِ ہندوستان

طوطی کا ہندوستان کی طوطیوں کو پیغام دینا

بود بازرگانے اُو را طوطئے — در قفس محبوس زیبا طوطئے
ایک سوداگر کے پاس ایک طوطی تھی — ایک خوبصورت طوطی جو پنجرے میں قیدی تھی

چونکہ بازرگاں سفر را ساز کرد — سوئے ہندوستاں شدن آغاز کرد
جب سوداگر نے سفر کا سامان کیا — اور ہندوستان کی طرف روانگی کا آغاز کیا

---

1. مرغ۔ روح کو آزاد کرنے کی ترکیب قرآن خوانی ہے۔ اگر اس پر کوئی عمل نہ کرے تو نادانی ہے۔ انبیاء۔ نبی اور کامل مرشد کی روحیں قفس سے آزاد ہیں۔ بروں۔ یعنی عالم بالا، ان بزرگوں کی روحیں عام انسانوں کو درسِ عبرت دے رہی ہیں اور روح کی آزادی کا طریقہ بتا رہی ہیں۔ قفس۔ سین اور صاد دونوں سے صحیح ہیں۔ رنجور۔ بیمار، منکسر المزاج، انسان کا کبر و غرور اس راہ پر چلنے میں رکاوٹ ہے۔ اشتہار۔ مال و دولت کے ذریعہ شہرت طلبی۔

2. شُرط۔ سمندر کی ہوا جو جہاز کے موافق ہو۔ بحر عمیق۔ گہرا سمندر۔ اسرار۔ سر کی جمع، راز۔ مقال۔ قول، بات۔ قصہ۔ پہلے سمجھایا گیا ہے کہ واصل بحق ہونے کا طریقہ فنا ہے، شہرت مانع بنتی ہے۔ اس قصہ اور حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ ایک طوطی نے مردہ بن کر دوسری طوطی کو تعلیم اور قفس سے رہائی کا راستہ بتایا۔ مُوْتُو قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُو کی یہی تفسیر ہے۔ بازرگان۔ تاجر، سوداگر۔ زیبا۔ خوبصورت۔

ہر غلام و ہر کنیزک[1] رازِ جود — گفت بہر تو چہ آرم گوئے زود

ہر غلام اور لونڈی کو بطور بخشش کے — کہا، جلد بتا، تیرے لئے کیا لاؤں؟

ہر یکے ازوے مرادے خواست کرد — جملہ را وعدہ بداد آں نیک مرد

ہر ایک نے اس سے اپنی ایک خواہش ظاہر کی — اس نیک مرد نے سب سے وعدہ کیا

گفت طوطی را چہ خواہی ارمغاں — کارمت از خطۂ ہندوستاں

اس نے طوطی سے کہا تو کیا سوغات چاہتی ہے — جو تیرے لئے ہندوستان سے لاؤں

گفتش آں طوطی کہ آنجا طوطیاں — چوں بہ بینی کن زحالِ من بیاں

اس طوطی نے اس سے کہا وہاں طوطیاں ہیں — جب تو دیکھے، میرا حال بیان کر دینا

کہ فلاں طوطی کہ مشتاقِ شماست — از قضائے آسماں در حبس ماست

کہ فلاں طوطی جو تمہاری مشتاق ہے — آسمانی فیصلہ کے مطابق وہ ہماری قید میں ہے

بر شما کرد اُو سلام و داد خواست — وزشما چارہ رہِ ارشاد خواست

اس نے تمہیں سلام کہا ہے اور انصاف کی درخواست کی ہے — اور تم سے راستہ کی تدبیر اور رہنمائی چاہی ہے

گفت میشاید کہ من در اشتیاق — جاں دہم اینجا بمیرم در فراق

اس نے کہا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ میں شوق میں — اس جگہ جان دے دوں اور فراق میں مر جاؤں

ایں روا باشد کہ من در بند سخت — گہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت

کیا یہ جائز ہوگا کہ میں سخت قید میں رہوں — اور تم کبھی سبزہ پر اور کبھی درخت پر؟

ایں چنیں باشد وفا اے دوستاں — من دریں حبس و شما در بوستاں

اے دوستو! وفا ایسی ہی ہوتی ہے — میں اس قید میں رہوں اور تم باغ میں؟

یاد آرید اے مہاں زیں مرغِ زار — یک صبوحے درمیانِ مرغزار

اے صاحبان! اس تباہ حال پرند کو یاد کر لو — کسی صبح کو سبزہ زار میں

یاد آرید از محبتہائے ما — حق مجلسہا و صحبتہائے ما

ہماری محبتوں کو یاد کرو — ہماری ہم نشینوں اور صحبتوں کے حق کو (یاد کرو)

یادِ یاراں یار را میموں بود — خاصہ کاں لیلیٰ و ایں مجنوں بود

دوستوں کی یاد دوست کے لئے مبارک ہوتی ہے — خصوصاً جبکہ وہ لیلیٰ اور یہ مجنوں ہو

اے حریفاں بابت موزونِ خود — من قدحہامی خورم از خونِ خود

اے دوستو (تم) اپنے حسین محبوب کیساتھ (جام نوش کر رہے ہو) — میں اپنے خون کے پیالے پی رہی ہوں

یک قدح مے نوش کن بر یادِ من — گرہمی خواہی کہ بدہی دادِ من

میری یاد میں ایک پیالہ شراب کا پی — اگر میرے حق میں انصاف کرنا چاہتا ہے

یا بیادِ ایں فتادہ خاک بیز — چونکہ خوردی جرعۂ بر خاک ریز

یا، اس افتادہ خاک چھاننے والے کی یاد میں — جب تو پئے، ایک گھونٹ زمین پر بہا دے

---

[1] کنیزک۔لونڈی۔ جود۔سخاوت۔ نیک مرد۔یعنی سوداگر۔ ارمغاں۔تحفہ،سوغات۔ خطہ۔ملک،علاقہ۔ حبس۔قید۔ داد۔انصاف۔ چارہ رہ۔یعنی راہ نجات کی تدبیر۔ ارشاد۔رہنمائی۔ بوستاں۔باغ۔ مہاں۔مہ کی جمع،سردار۔ صبوح۔صبح کی شراب۔ مرغزار۔چمن۔ میموں۔مبارک۔ خاصہ۔یعنی خصوصاً جب عشق و محبت ایسا ہو جیسا لیلیٰ اور مجنوں میں تھا۔ قدح۔پیالہ،جام۔ جرعہ۔گھونٹ۔

اے عجب آں عہد و آں سوگند[1] کو
ہائے تعجب! وہ عہد اور قسمیں کہاں گئیں؟
وعدہ ہائے آں لب چوں قند کو
اس شکر جیسے ہونٹ کے وعدے کہاں گئے؟

گر فراقِ بندہ از بد بندگی ست
اگر بندہ سے جدائی اس کی بندگی کی کوتاہی کی وجہ سے ہے
چوں تو بابد بدکنی پس فرق چیست
جب تو برے کے ساتھ برا کرے تو فرق کیا ہے؟

اے بدی کہ تو کنی در خشم و جنگ
اے (خدا) تو جو برائی غصہ اور لڑائی میں کرتا ہے
با طرب تر از سماعِ بانگ چنگ
سارنگی کی آواز کے سننے سے بھی زیادہ خوشگوار ہے

اے جفائے تو ز دولت خوب تر
اے (خدا) تیرا ظلم (دنیا کی) دولت سے بہتر ہے
و انتقامِ تو ز جاں محبوب تر
اور تیرا انتقام جان سے زیادہ پیارا ہے

نارِ تو ایں ست نورت چوں بود
تیری آگ یہ ہے تو تیرا نور کیسا ہوگا؟
ماتم ایں تا خود کہ سورت چوں بود
تیرا غم ایسا ہے تو تیری شادی کیسی ہوگی؟

از حلاوتہا کہ دارد جورِ تو
تیرا ظلم جو شیرینیاں رکھتا ہے
وز لطافت کس نیابد غورِ تو
اور لطافت، کوئی شخص تیری گہرائی کو نہیں پا سکتا ہے

فی المثل جورت اگر عریاں شود
بالفرض اگر تیرا ظلم منکشف ہو جائے
گر جہاں گریاں بود خنداں شود
عالم اگر رو رہا ہو تو ہنسنے لگے

نالم و ترسم کہ او باور کند[2]
میں روتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ وہ یقین کر لے
وز ترحم جور را کمتر کند
اور رحم کھا کر ظلم کو گھٹا دے

عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد
میں اس کے قہر اور مہربانی پر واقعتہً عاشق ہوں
اے عجب من عاشق ایں ہر دو ضد
تعجب ہے میں ان دو مخالف چیزوں کا عاشق ہوں

عشق من بر مصدرِ ایں ہر دو شد
میرا عشق ان دونوں کے منبع سے ہے
چوں نباشد عشق کزوے نیست بد
عشق کیوں نہ ہو اس سے چارہ نہیں ہے

واللہ ار زیں خار در بستاں شوم
واللہ اگر اس خار سے (ہٹ کر) باغ میں چلا جاؤں
ہمچو بلبل زیں سبب نالاں شوم
اس وجہ سے بلبل کی طرح نالہ کروں

ایں عجب بلبل کہ بکشاید دہاں
یہ عجیب بلبل ہے کہ منہ پھلاتی ہے
تا خورد او خار را با گلستاں
تاکہ گلستان کو مع کانٹے کے نگل لے

---

[1] سوگند۔ قسم۔ فرق چیست۔ عمر خیام نے کہا ہے (شعر) ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو۔ آنکس کہ گنہ نکرد چوں زیست بگو۔ من بدکنم وتو بد مکافات دہی۔ پس فرق میان من وتو چیست بگو۔ طرب۔ مستی۔ سماع۔ سننا۔ چنگ۔ سارنگی۔ انتقام۔ بدلہ لینا۔ نار۔ یعنی سزا۔ نور۔ یعنی ثواب۔ ماتم۔ رنج کی مجلس۔ سور۔ شادی کی محفل۔ لطافت۔ باریکی، نزاکت۔ غور۔ گہرائی۔ عریاں۔ منکشف، ننگا، ایک مومن کی تکالیف اس کے لئے کفارۂ سیئات ہوتی ہیں تو انجام کے اعتبار سے یہ مصائب خوشی کا سبب ہیں۔

[2] باور کند۔ یقین کر لے کہ میرا رونا مصیبت کے ازالہ کے لئے ہے اور رحم کھا کر ستانا چھوڑ دے۔ جد۔ جیم کے کسرہ کے ساتھ، کوشش، واقعتہً۔ ضد۔ مخالف، متباین۔ مصدر۔ نکلنے کی جگہ یعنی ذاتِ باری تعالیٰ جس سے قہر اور مہر کا صدور ہوتا ہے۔ خار۔ یعنی قہر۔ زیں سبب۔ یعنی قہر کے مہر میں تبدیل ہونے کی وجہ سے۔ عجب بلبل۔ یعنی عاشق صادق کے لئے دوست کی جانب سے قہر اور مہر میں یکساں لذت ہے۔

ایں نہ بلبل ایں نہنگ آتش ست
یہ بلبل نہیں ہے (بلکہ) یہ آگ کا مگرمچھ ہے
جملہ ناخوش ہا زعشق اُو را خوش ست
عشق کی وجہ سے تمام ناگواریاں اس کو گوارا ہیں

عاشقِ کُلّ[1] ست و خود کل ست اُو
وہ کل کا عاشق ہے اور وہ خود کل ہے
عاشق خویش ست و عشق خویش جو
اپنے آپ کا عاشق ہے اور اپنے عشق کا جویاں ہے

صفت اولی اجنحہ طیورِ عقل الٰہی

عقولِ الٰہی کے پردار پرندوں کا ذکر

قصۂ طوطیِ جاں زینساں بُوَد
جان کی طوطی کا حال اس طرح کا ہے
کو کسے کو محرمِ مُرغاں بود
وہ کہاں ہے جو ان پرندوں کا محرم ہو؟

کو یکے مُرغے ضعیفے بے گناہ
جو کہ ایک پرند، کمزور، بے گناہ ہے
و اندرونِ اُو سلیماں با سپاہ
جسکے اندر (حضرتِ) سلیمانؑ سپاہیوں کے ساتھ ہیں

چوں بنالد زار اے شکر و گلہ
جب وہ بغیر شکر اور شکوے کے خوب روتا ہے
افتد اندر ہفت گردوں غلغلہ
تو ساتوں آسمانوں میں شور مچ جاتا ہے

ہردمش[2] صد نامہ صد پیک از خدا
اسکے پاس ہروقت سو پیام اور سو قاصد خدا کیجانب سے (آتے) ہیں
یا ربے زو شصت لبیک از خدا
اس کی طرف سے ایک بار یارب ہوتا ہے اور خدا ساٹھ مرتبہ لبیک کہتا ہے

زلتِ اُو بہ ز طاعت پیشِ حق
اس کی لغزش خدا کے نزدیک اطاعت سے بہتر ہے
پیشِ کفرش جملہ ایماں ہا خلق
اس کے کفر کے بالمقابل تمام ایمان پرانے ہیں

ہر دمے اُو را یکے معراجِ خاص
اس کو ہر لحظہ ایک خاص معراج ہوتی ہے
برسر تاجش نہد حق تاجِ خاص
اس کے تاج پر اللہ تعالیٰ ایک خاص تاج رکھ دیتا ہے

صورتش بر خاک و جاں در لامکاں
اس کا جسم زمین پر ہے اور روح لامکان میں ہے
لامکانے فوقِ وہمِ سالکاں
وہ لامکاں جو سالکوں کے تصور سے بالا ہے

لامکانے نے کہ در وہم آیدت
وہ ایسا لامکاں نہیں ہے جو تیرے تصور میں آئے
ہر دمے در وے خیالے زایدت
ہر لحظہ اس کے بارے میں تیرا ایک خیال پیدا ہو

---

1. کُلّ۔ یعنی ذات باری جو جامع الصفات ہے۔ عاشق خویش است۔ ہم اسی کل کے جزو ہیں لہٰذا کل سے عشق گویا اپنے سے عشق ہے، عراقی نے کہا۔ شعر۔ ظاہر و باطن توئی طالب و مطلوب تو۔ واں دگر نامے ست اندر ہر زباں انداختہ۔ اجنحہ۔ جناح کی جمع، بازو۔ طیور۔ طائر کی جمع، پرند۔ عقول۔ یعنی مجرد روحیں۔ کو۔ کجا، کہ او۔ محرم۔ رازدار، ہمراز۔ مرغ۔ یعنی روح جس کا جسم عنصری ریاضتوں سے کمزور ہو گیا ہے اور معصوم ہے اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کی قوت ہے۔ نالد۔ یعنی جب ایسی روح درد و فراق سے نالاں ہوتی ہے تو ملائکہ متاثر ہوتے ہیں۔

2. ہردمش۔ ایسی روح سے اللہ تعالیٰ کے نام و پیام جاری رہتے ہیں وہ ایک بار یارب کہتی ہے تو جناب باری سے متعدد بار لبیک کی صدا آتی ہے۔ پیک۔ قاصد۔ شصت۔ ساٹھ۔ لبیک۔ میں حاضر ہوں، خدا کی طرف جب اس کی نسبت ہو تو دعا قبول کرنے کے معنی میں ہوگا۔ زلت۔ لغزش، چونکہ اس کی لغزش توبہ اور استغفار کا سبب بنتی ہے تو مراتب اور بڑھ جاتے ہیں۔ خلق۔ خاء اور لام کے فتحہ کے ساتھ، پرانا۔ کفر۔ یعنی خلاف شریعت بات جیسے بعض اولیاء اللہ کا کلمہ سبحانی ما اعظم شانی میری ذات پاک ہے میری شان کس قدر بڑی ہے۔ معراج۔ یعنی درجات کی ترقی۔ صورت۔ جسم۔ لامکاں۔ وہ جگہ جو مکان و زمان سے منزہ ہے۔ سالکاں۔ علماءِ ظاہر۔

بل مکان و لامکاں در حکم او ہمچو در حکم بہشتی چار[1] جو

بلکہ مکان اور لامکاں اس کے حکم میں ہیں جیسے بہشتی کے حکم میں چار نہریں

شرحِ ایں کوتہ کن و رخ زیں بتاب دَم مزن واللہ اَعلمُ بالصَّواب

اس بات کی شرح مختصر کردے اور اس سے رخ موڑ لے دم نہ مار، اللہ ہی بہتر جانتا ہے

باز می گردیم ازیں اے دوستاں سوئے مُرغ و تاجر ہندوستاں

اے دوستو! ہم یہاں سے پلٹتے ہیں پرندے اور ہندوستان کے تاجر کے قصے کی طرف

دیدنِ خواجہ در دشت طوطیاں را و پیغام رسانیدن

سوداگر کا جنگل میں طوطیوں کو دیکھنا اور پیغام پہنچانا

مردِ بازرگاں پذیرفت ایں پیام کو رساند سوئے جنس ازوے سلام

سوداگر نے یہ پیغام قبول کر لیا کہ وہ اس کے ہم جنس کو اس کا سلام پہنچا دے گا

چونکہ تا اقصائے ہندوستاں رسید در بیاباں طوطیٔ چندے بدید

جب وہ ہندوستان کے حدود میں پہنچا اس نے جنگل میں چند طوطیاں دیکھیں

مرکب استانید و پس آواز داد آں سلام و آں امانت باز داد

سواری روکی اور پھر آواز دی وہ سلام اور وہ امانت پہنچا دی

طوطیٔ از طوطیاں لرزید و پس اُو فتاد و زود بگسستش نفس

طوطیوں میں سے ایک طوطی کانپنے لگی اور پھر گر پڑی اور بہت جلد اس کا دم ٹوٹ گیا

شد پشیماں خواجہ از گفت خبر گفت رفتم در ہلاکِ جانور

خبر پہنچانے سے خواجہ پریشان ہوا اور بولا میں ایک جاندار کی ہلاکت کے درپے ہوا

ایں مگر خویش ست با آں طوطیک ایں مگر دو جسم بود و روح یک

شاید یہ طوطی اس طوطی کی رشتہ دار ہے شاید یہ دو جسم اور ایک جان تھے

ایں چرا کردم چرا دادم پیام سوختم بیچارہ رازیں گفت خام

میں نے یہ کیوں کیا؟ کیوں پیغام پہنچایا؟ اس فضول بات سے میں نے بے چاری کو جلا ڈالا

ایں زباں چو سنگ و فم آہن وش ست آنچہ بجہد از زباں چوں آتش ست

یہ زبان پتھر کی طرح ہے اور منہ لوہا جیسا ہے جو زبان سے نکلتا ہے آگ کی طرح ہے

سنگ و آہن را مزن برہم گزاف گہ ز روئے نقل و گہ از روئے لاف

خواہ مخواہ پتھر اور لوہے کو نہ ٹکرا کبھی نقل کے طور پر اور کبھی شیخی سے

زانکہ تاریکی ست ہر سو پنبہ زار درمیانِ پنبہ چوں باشد شرار

کیونکہ اندھیرا ہے، ہر جانب روئی ہے شعلہ روئی میں کیسے رک سکتا ہے؟

---

[1] چار جو۔ چار نہریں جو بہشت میں جنتیوں کے حکم کے تابع ہوں گی، پانی کی نہر، شہد کی نہر، دودھ کی نہر، شراب کی نہر۔ سوئے جنس۔ یعنی دوسری طوطیاں۔ اقصائے ہند۔ ہندوستاں کی سرحد۔ مرکب۔ سواری۔ امانت۔ یعنی طوطی کا پیغام۔ خواجہ۔ یعنی سوداگر۔ سنگ۔ پتھر۔ فم۔ منہ۔ گزاف۔ بے ہودہ بات۔ لاف۔ شیخی۔ تاریکی۔ یعنی دلوں کی تاریکی۔ پنبہ۔ روئی۔ شرار۔ یعنی اسرارِ توحید تاریک دل عوام کے سامنے بیان کرنا تباہی اور بربادی کا سبب ہے۔

ظالم آں قومیکہ چشماں[1] دوختند — وز سخنہا عالمے را سوختند
وہ لوگ ظالم ہیں جنھوں نے آنکھیں سی لیں — اور باتوں سے جہان کو جلا ڈالا

عالمے را یک سخن ویراں کند — روبہانِ مردہ را شیراں کند
ایک بات، جہان کو ویران کر دیتی ہے — مردہ لومڑیوں کو شیر کر دیتی ہے

جانہا دراصل خود عیسیٰؑ دم اند — یکزماں زخم اند و دیگر مرہم اند
روحیں اپنی اصل میں (حضرتِ) عیسیٰؑ کا سا دم رکھتی ہیں — ایک وقت زخم ہیں اور دوسرے وقت مرہم ہیں

گر حجاب از جانہا برخاستے — گفت ہر جانے مسیح آسا ستے
اگر روحوں سے پردہ اٹھ جائے — تو ہر روح کی بات مسیح جیسی ہے

گر سخن خواہی کہ گوئی چوں شکر — صبر کن زیں حرص و ایں حلوا مخور
اگر تو شکر جیسی بات کہنا چاہتا ہے — (تب بھی) اس حرص سے صبر کر اور یہ حلوا نہ کھا

صبر باشد مشتہائے[2] زیر کاں — ہست حلوا آرزوئے کودکاں
عقلمندوں کو صبر مرغوب ہوتا ہے — حلوا کھانے کی آرزو تو بچوں کو ہوتی ہے

ہر کہ صبر آورد گردوں بر رود — ہر کہ حلوہ خورد واپس تر رود
جو صبر اختیار کر لیتا ہے، آسمان سے بلند ہو جاتا ہے — جس نے حلوا کھایا وہ لوٹ جاتا ہے

تفسیر قولِ شیخ فرید الدین عطار قدس سرّہٗ

شیخ فرید الدین قدس سرہ کے قول کی تفسیر

تو صاحب نفسی اے عاقل میانِ خاک خوں میخور — کہ صاحب دل اگر زہرے خورد آں انگبیں باشد
اے عقلمند! تو صاحب دل ہے مٹی میں خون پیے جا — اسلئے کہ صاحب دل اگر زہر کھاتا ہے تو وہ شہد بنجاتا ہے

صاحب دل را ندارد آں زیاں — گر خورد اُو زہر قاتل را عیاں
صاحب دل کو نقصان نہیں پہنچتا ہے — اگرچہ وہ صاف طور پر قاتل زہر کھائے

زانکہ صحت یافت و ز پرہیز رست — طالب مسکیں میانِ تپ درست
اسلئے کہ وہ صحت یاب ہوگیا ہے اور پرہیز سے نجات پا گیا — اور مسکین طالب بخار میں مبتلا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ اے طالب جری — ہاں مکن با ہیچ مطلوبے مری
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ (اے گستاخ مرید) — کسی مرشد کی کبھی برابری نہ کر

---

1. چشماں۔ یعنی وہ لوگ جو دل کے اندھے ہیں اور مدعی ہیں غلط انداز سے اسرار کی باتیں کر کے عالم میں فساد برپا کرتے ہیں۔ روبہانِ مردہ۔ مردہ لومڑیاں یعنی وہ لوگ جو دین کی باتوں پر اعتراض کرنے کے عادی ہیں۔ اصل۔ فطرت۔ عیسیٰ دم۔ وہ لوگ جن کی پھونک میں وہ اثر ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دم کر دینے میں تھا کہ بیمار اچھے ہو جاتے تھے۔ گفت۔ گفتار۔ بات آسا۔ مانند۔ گر۔ روح سے جسمانی حجاب رفع کرنے کی ترکیب ہے۔ حلوہ۔ یعنی جسمانی لذت کی باتیں۔ صبر۔ صاد کے فتحہ سے، ضبط نفس، کسر خواہش اور صاد کے کسرہ سے بمعنی ایلوا جو ایک کڑوی دوا ہے۔
2. مشتہی۔ وہ چیز جس کو دل چاہے۔ ہر کہ۔ صبر کرنے والوں کے مراتب بلند ہوتے ہیں اور لذائذ جسمانی سے انسان کے مراتب کا تنزل ہوتا ہے۔ تو صاحب نفسی۔ یعنی ناقص لوگوں کے لئے جو باتیں مضر ہیں درجہ کمال پر پہنچ کر مضر نہیں رہتی ہیں۔ آں۔ یعنی زہر۔ عیاں۔ برملا، کھلم کھلا۔ زانکہ۔ بہت سی چیزیں مریض کے لئے مضر ہوتی ہیں، صحت یاب ہونے پر وہ مضر نہیں رہتیں بلکہ مفید ہوتی ہیں۔ طالب۔ جو علم معرفت کے ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے۔ مری۔ لڑائی جھگڑا۔

گفت احمدؐ گر نمی خواہی زلل ‖ ہیں مکن با ہیچ مطلوبے[1] جدل

احمد (ﷺ) نے فرمایا ہے اگر تو نقصان کا خواہشمند نہیں ہے ‖ ہرگز کسی مرشد سے جھگڑا نہ کر

وَر تو نمرودی ست آتش در مَرو ‖ رفت خواہی اوّل ابراہیمؑ شو

اگر تو نمرود ہے تو آگ میں نہ جا ‖ اگر جانا چاہتا ہے تو پہلے ابراہیم علیہ السلام بن

چوں نئی سبّاح نے دریائیے ‖ در میفگن خویش از خود رائیے

جبکہ تو نہ تیراک ہے نہ دریائی ‖ خودسری سے اپنے آپ کو دریا میں نہ ڈال

اُو ز قعر بحر گوہر آورد ‖ از زیانہا[2] سود برسَر آوَرد

وہ دریا کی گہرائی سے موتی لاتا ہے ‖ نقصانوں سے فائدہ اٹھاتا ہے

کاملے گر خاک گیرد زر شود ‖ ناقص ار زر بُرد خاکستر شود

کامل انسان اگر خاک لے لے سونا ہو جائے ‖ ناقص اگر سونا لے لے خاک ہو جائے

دستِ ناقص دستِ شیطان ست و دیو ‖ زانکہ اندر دامِ تلبیس ست و ریو

ناقص کا ہاتھ، شیطان اور بھوت کا ہاتھ ہے ‖ کیونکہ وہ دھوکے اور مکر کے جال میں ہے

چوں قبولِ حق بود آں مردِ راست ‖ دست اُو درکار ہا دست خداست

سچا انسان چونکہ اللہ کا مقبول ہوتا ہے اس لئے ‖ کاموں میں اس کا ہاتھ، خدا کا ہاتھ ہے

جہل آید پیشِ اُو دانش شود ‖ جہل شد علمیکہ در ناقص رَوَد

اس کے سامنے جہل بھی آتا ہے تو عقل بن جاتا ہے ‖ جو علم ناقص میں چلا جائے وہ جہل بن جاتا ہے

ہرچہ گیرد عِلّتی عِلّت شود ‖ کفر گیرد کاملے ملت شود

بیمار جو لیتا ہے، بیماری بن جاتی ہے ‖ کامل انسان کفر اختیار کرتا ہے دین بن جاتا ہے

اے مِرے کردہ پیادہ باسوار ‖ سَر نخواہی بُرد اکنوں پائے دار

اے پیدل! تو سوار سے لڑتا ہے ‖ سنبھل کہ اب تو سَر سالم نہ لے جائے گا

تعظیم کردن ساحراں موسیٰؑ را کہ اوّل تو عصا بینداز

جادوگروں کا موسیٰ (علیہ السلام) کی تعظیم کرنا کہ پہلے آپ لاٹھی ڈالئے

ساحراں در عہد فرعونِ لعیں ‖ چوں مِرے کردند با موسیٰؑ زکیں

ملعون فرعون کے زمانہ میں جادوگروں نے ‖ کینہ وری کی وجہ سے جب (حضرتِ) موسیٰ سے جھگڑا کیا

---

1. مطلوب۔ یعنی مرشد کامل۔ احمد۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کوئی حدیث نہیں ہے، مفہوم ایک درجہ میں صحیح ہے۔ زلل۔ لغزش۔ جدل۔ جھگڑا، بحث۔ مطلوب۔ یعنی مرشد، راہنما۔ نمرود۔ وہی ظالم بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دہکتی آگ میں ڈلوایا تھا اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ آگ ان کے لئے گلزار بن گئی تھی یعنی نمرودی صفات ہیں تو آگ، آگ ہے اور اگر تم اپنے اندر ابراہیمی صفات پیدا کرلو تو تمہارے لئے آگ، گلزار ہے۔ سباح۔ تیراک، یعنی کسی کمالات۔ دریائی۔ دریا کا رہنے والا یعنی جس میں وہبی کمالات ہوں۔

2. از زیانہا۔ یعنی ناقص جو چیزیں، اور باتیں مضر ہیں، کامل ان سے نفع اندوز ہوتا ہے۔ ناقص۔ وہ پیر جو معرفت سے خالی ہیں۔ تلبیس۔ دھوکا دینا۔ ریو۔ مکروفریب۔ قبول۔ مقبول۔ مردِ راست۔ راست باز شیخ۔ علتی۔ بیمار۔ علت۔ بیماری۔ ملت۔ دین، شریعت۔ پیادہ۔ پیدل، یعنی مردِ ناقص۔ سوار۔ یعنی مردِ کامل۔ پائے داشتن۔ ثابت قدم رہنا۔ ساحر۔ جادوگر، شعبدہ باز۔ مرے۔ امالہ ہے مراء کا، جھگڑا، مقابلہ، اختلاف۔

لیک موسیٰ را مُقدّم[1] داشتند
لیکن (حضرتِ) موسیٰ علیہ السلام کو آگے کیا

ساحراں اُو را مُکرّم داشتند
جادوگروں نے ان کو معزز مانا

زانکہ گفتندش کہ فرماں آنِ تست
اس لئے کہ انہوں نے ان سے کہا کہ آپ صاحب فرمان ہیں

گر تو میخواہی عَصا بفگن نخُست
اگر آپ چاہیں تو پہلے عصا ڈالیں

گفت نے اوّل شما اے ساحراں
انہوں نے فرمایا اے جادوگرو! نہیں پہلے تم

افگنید آں مکر را اندر میاں
وہ شعبدہ دکھاؤ

ایں قدر تعظیم دیں شاں را خرید
دین کی اس قدر تعظیم نے ہی انہیں خرید لیا

وز مرے آں دست و پاہا شاں بُرید
اور مقابلہ بازی میں ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے

ساحراں چوں قدرِ اُو بشناختند
جادوگروں نے جب ان کا مرتبہ پہچان لیا

دست و پا در جرمِ آں در باختند
اس جرم میں ہاتھ اور پیر ہار بیٹھے

لقمہ و نکتہ ست کامل را حلال
نوالہ اور نکتہ کامل کے لئے حلال ہے

تو نۂ کامل مخور، می باش لال
تو کامل نہیں ہے، نہ کھا، گونگا بن جا

تو چو گوشی اُو[2] زباں نے جنس تو
تو کان کی طرح ہے اور وہ زبان جو تیری جنس نہیں ہے

گوشہارا حق بفرمود اَنْصِتُوا
کانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ خاموشی سے سنو

کودک اوّل چوں بزاید شیر نوش
بچہ جب دودھ پیتا پیدا ہوتا ہے

مدتے خامش بود اُو جملہ گوش
ہمہ تن کان بن کر ایک مدت تک چپ رہتا ہے

مدتے می بایدش لبؔ دوختن
اس کو ایک مدت تک ہونٹ سینے چاہئیں

از سخن گویاں سخن آموختن
بات کرنے والوں سے بات سیکھنی چاہئے

تانیاموزد نگوید صد یکے
جب تک سیکھ نہیں لیتا سو میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہے

وَر بگوید حشو گوید بے شکے
اگر بولتا ہے تو بلاشبہ بے کار بولتا ہے

ورنباشد گوش تی تی می کند
اگر کان نہ ہوں تو تی تی کرتا ہے

خویشتن را گنگ گیتی می کند
اپنے کو تمام عمر کے لئے گونگا بنا لیتا ہے

کرِّ اصلی کش نبود آغاز گوش
مادر زاد بہرا جس کے شروع سے کان نہ ہوں

لال باشد کے کند در نطق جوش
گونگا ہوتا ہے، بولنے کی ہمت کب کرتا ہے

---

1. مقدم۔ آگے۔ مکرم۔ باعزت، معزز۔ آن۔ ملکیت۔ عصا۔ لاٹھی۔ مکر۔ یعنی شعبدہ بازی۔ ایں قدر۔ ساحروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعظیم بھی کی اور ان سے مقابلہ بھی کیا، تعظیم کے نتیجہ میں تو وہ خود مومن ہو گئے اور مقابلہ کی گستاخی کی وجہ سے انجام کار ان کے ہاتھ پیر کٹے۔ ساحراں۔ ساحر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معتقد ہو گئے تو اپنی گستاخی کی بخوشی سزا بھگتنے پر آمادہ ہو گئے ورنہ کسی حیلہ سے فرعون سے نجات پا سکتے تھے۔ کامل۔ یعنی تکمیل مراتب کے بعد لذائذ کا استعمال اور تصوف کے باریک مسائل کا بیان جائز ہے، سالک کے لئے ترک لذائذ ضروری ہے اور اس کو مسائل تصوف پر کلام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ لال۔ گونگا۔ تو۔ ناقص کا کام سننا ہے لہٰذا وہ بمنزلہ کان کے ہے کامل کا کام تعلیم دینا ہے لہٰذا وہ بمنزلہ زبان کے ہے۔

2. اُو۔ یعنی مرد کامل۔ کودک۔ بچہ ایک عرصہ تک سنتا ہے پھر بولتا ہے۔ تانیاموزد۔ بچہ جب تک تعلیم مکمل نہیں کر لیتا ہے، اس وقت تک خاموشی سے سنتا ہے اور اگر بولتا بھی ہے تو غلط سلط بول جاتا ہے۔ ورنباشد۔ جو مادرزاد بہرا ہوتا ہے وہ گونگا بھی ہوتا ہے، اس کو بولنا نہیں آتا۔ تی تی۔ یعنی گونگے کی تتلاہٹ۔ گنگ۔ گونگا۔ گیتی۔ زمانہ، مدت العمر۔ کرّ۔ اصلی، مادرزاد بہرا۔ لال۔ گونگا۔

زانکہ اوّل سمع[1] باید نطق را
اس لئے کہ بولنے سے پہلے سننا چاہئے
سوئے منطق از رہِ سمع اندرا
بولنے کی جانب، سننے کے راستہ سے اندر آ

اُدْخُلُوا الْاَبْیَاتَ مِنْ اَبْوَابِھَا
گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو
وَاطْلُبُوا الْاَرْزَاقَ مِنْ اَسْبَابِھَا
رزقوں کو اُن کے ذرائع سے تلاش کر

نطق کاں موقوفِ راہِ سمع نیست
وہ گویائی جو سننے کی راہ پر موقوف نہیں ہے،
جز کہ نطق خالق بے طمع نیست
بے نیاز، اللہ تعالیٰ کی گویائی کے علاوہ نہیں ہے

مبدع ست و تابع اُستاد نہ
وہ موجد ہے اور کسی استاد کے تابع نہیں ہے
مسند جملہ اُو را اِسناد نہ
سکو سہارا دینے والا ہے اسکو سہارے کی ضرورت نہیں ہے

باقیاں ہم در حرف ہم در مقال
باقی سب ہی دستکاریوں اور گفتگو میں
تابع اُستاد و محتاجِ مثال
استاد کے تابع اور مثال کے محتاج ہیں

زیں سخن گر نیستی بیگانۂ
اگر تو اس بات سے ناآشنا نہیں ہے
دلق و اشکے گیر درِ ویرانۂ
کسی ویرانے میں گدڑی اور اشکباری اختیار کر

زانکہ آدمؑ زاں عتاب[2] از اشک رست
اسلئے کہ آدم (علیہ السلام) اُس عتاب سے آنسوؤں سے بچے
اشک تر باشد دَمِ توبہ پرست
اشک تر توبہ کرنے والے کیلئے ایک (موثر) تدبیر ہے

بہر گریہ آدمؑ آمد بر زمیں
آدم (علیہ السلام) رونے کے لئے زمین پر آئے
تابود گریاں و نالاں و حزیں
تاکہ روئیں اور چلائیں اور غمگین ہوں

آدمؑ از فردوس و از بالائے ہفت
آدم (علیہ السلام) جنت اور سات آسمانوں پر سے
پائے ماچاں از برائے عذر رفت
ایک پیر پر کن پکڑی کرتے ہوئے عذر کے لئے چلے

گر زپشت آدمی و زصلب او
اگر تو آدم (علیہ السلام) کی پشت اور ان کی کمر سے ہے
در طلب می باش ہم در طلب او
جستجو میں رہ نیز ان کی جماعت میں

زآتش دل و آبِ دیدہ نقل بساز
دل کی آگ اور آنکھ کے پانی سے چبینا تیار کر
بوستاں از ابرو خورشیدست تاز
باغ، ابر اور آفتاب سے تازہ ہے

توچہ دانی ذوقِ آب اے شیشہ دل
اے نازک دل! تو آنسوؤں کا ذوق کیا جانے
زانکہ ہمچوں خر شدی تو پا بہ گل
اس لئے کہ تو گدھے کی طرح دھنسا ہوا ہے

---

[1] سمع۔ سننا۔ نطق۔ گویائی۔ منطق۔ بولی۔ گفتگو۔ اندرا۔ یعنی تقاضائے فطرت یہی ہے کہ پہلے سنو اور جب خوب سیکھ جاؤ تب بولو۔ ادخلوا۔ یعنی ہر کام کو اس کے طریقہ کے مطابق کرنا چاہئے۔ نطق۔ خدا کی گویائی سننے کی محتاج نہیں ہے، انسان کی گویائی لامحالہ سننے کے بعد ہے۔ مبدع۔ ایجاد کرنے والا۔ تابع۔ پیروی کرنے والا۔ مسند۔ سہارا دینے والا۔ اسناد۔ ٹیک، سہارا۔ حرف۔ حاء کے کسرہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ، حرفہ کی جمع ہے، پیشہ، دستکاری۔ دلق۔ باطن کی تکمیل کا طریقہ یہ ہے کہ گدڑی پہن کر ویرانے میں آہ وزاری کرو۔

[2] عتاب۔ غصہ۔ حضرت آدمؑ کو ان کی آہ وزاری اور اشکباری نے نجات دلائی تھی اور ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ پائے ماچاں۔ فقراء میں ایک سزا کی نوعیت ہے جب کسی سے کوئی قصور ہو جاتا ہے تو اس کو ایک پیر پر جوتیوں میں کھڑا کیا جاتا ہے اور کان پکڑوائے جاتے ہیں۔ طلب۔ جماعت، تا کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔ صلب۔ پشت۔ نقل۔ چبینا۔ ابر۔ یعنی جس طرح باغ کا نشوونما اور تازگی ابر کے پانی اور آفتاب کی گرمی سے ہے، اسی طرح انسان کی تروتازگی آبِ دیدہ اور عشق کی گرمی سے ہے۔ گل۔ مٹی۔

تو چہ دانی ذوقِ آبِ دیدگاں
تو آنکھوں کے آنسوؤں کا ذوق کیا جانے
عاشق نانی تو چوں نادیدگاں
تو ندیدوں کی طرح روٹی کا عاشق ہے

گر تو ایں انباں[1] زناں خالی کنی
اگر تو اس تھیلے کو روٹی سے خالی کر لے
پُرزگوہر ہائے اجلالی کنی
انوار کے موتیوں سے پُر کر لے

طفلِ جاں از شیرِ شیطاں باز کن
جان کے بچے کو شیطان کے دودھ سے روک
بعد ازانش با ملک انباز کن
اس کے بعد اس کو فرشتوں کا ساتھی بنا لے

تا تو تاریک و ملول و تیرۂ
جب تک تو تاریک، رنجیدہ اور سیاہ ہے
داں کہ با دیوِ لعیں ہمشیرۂ
سمجھ لے کہ ملعون شیطان کا دودھ شریک بھائی ہے

لقمۂ کاں نور افزود و کمال
جس لقمہ نے نور اور کمال بڑھایا ہے
آں بود آوردہ از کسبِ حلال
وہ حلال کمائی سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے

روغنے کاید چراغِ ما کشد
وہ تیل جو آتے ہی ہمارا چراغ بجھا دے
آب خوانش چوں چراغے را کشد
چونکہ وہ چراغ کو گل کرتا ہے اس کو پانی کہو

علم و حکمت زاید از لقمہ[2] حلال
حلال لقمہ سے علم اور دانائی پیدا ہوتی ہے
عشق و رقت زاید از لقمہ حلال
عشق اور دل کی نرمی حلال لقمہ سے پیدا ہوتی ہے

چوں زلقمہ تو حسد بینی دوام
جب تو دیکھے کہ لقمہ سے ہمیشہ حسد اور مکر
جہل و غفلت زاید آنرا داں حرام
جہل اور غفلت پیدا ہوتی ہے تو اس کو حرام سمجھ

ہیچ گندم کاری و جو بر دہد
کبھی (ایسا ہوا ہے کہ) تو نے گیہوں بوئے اور جو پیدا ہوئے
دیدۂ اسپے کہ کرّہ خر دہد
تو نے دیکھا ہے کہ گھوڑی نے گدھے کا بچا جنا ہو؟

لقمہ تخم ست و برش اندیشہا
لقمہ بیج ہے اور اس کا پھل خیالات ہیں
لقمہ بحر و گوہرش اندیشہا
لقمہ سمندر ہے اور اس کے موتی خیالات ہیں

زاید از لقمہ حلال اندر دہاں
منہ میں حلال لقمہ سے پیدا ہوتا ہے
میل خدمت عزمِ رفتن آں جہاں
عبادت کا رجحان اور اس جہاں (آخرت) میں جانے کا ارادہ

زاید از لقمہ حلال اے مہ حضور
اے سردار! حلال لقمہ سے حضوری پیدا ہوتی ہے
در دلِ پاکِ تو و در دیدہ نور
تیرے پاک دل اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے کیا
اے بزرگ! اس بات کی کوئی انتہا نہیں ہے
بحث بازرگانِ و طوطی کن بیا
سوداگر اور طوطی کی بحث شروع کر

---

1. انباں۔ تھیلہ یعنی پیٹ۔ گوہراجلالی۔ انوار معرفت۔ ملک۔ فرشتہ۔ انباز۔ شریک۔ کسب۔ حلال، جائز کمائی۔ روغنے۔ یعنی جو تیل چراغ بجھائے وہ تیل نہیں بلکہ پانی ہے۔ رقت۔ یعنی قلب کی نرمی۔ کاری۔ کاشتن، بمعنی بونا کا صیغہ واحد مخاطب ہے۔ بر۔ پھل۔ کرّہ۔ کاف کے ضمہ سے گھوڑے یا گدھے کا بچہ۔

2. لقمہ۔ یعنی انسان جس طرح کی غذا کھائے گا ویسے ہی خیالات پیدا ہوں گے۔ خدمت۔ اطاعت، بندگی۔ مہ۔ سردار۔ حضور۔ دل کی توجہ، محویت۔ کیا۔ بزرگ، بڑا۔

باز گفتن بازرگاں با طوطی آنچہ ہندوستاں دیدہ بود

سوداگر کا پھر طوطی سے کہنا جو کچھ اس نے ہندوستان میں دیکھا تھا

کرد بازرگاں تجارت را تمام
سوداگر نے تجارت مکمل کر لی
باز آمد سوئے منزل[1] شاد کام
اور وطن کی طرف خوشی سے لوٹا

ہر غلامے را بیاوُرد ارمغاں
ہر غلام کے لئے سوغات لایا
ہر کنیزک را بہ بخشید اُو نشاں
اس نے ہر کنیز کو ایک نشانی دی

گفت طوطی ارمغانِ بندہ کُو
طوطی بولی بندی کا تحفہ کہاں ہے؟
آنچہ دیدی آنچہ گفتی باز گو
جو تو نے دیکھا اور جو کہا وہ بھی بیان کر

گفت نے من خود پشیمانم ازاں
وہ بولا نہیں، میں اس سے خود شرمندہ ہوں
دستِ خود خایاں و انگشتاں گزاں
اپنے ہاتھ کو چبا رہا ہوں اور انگلیوں کو کاٹتا ہوں

کہ چرا پیغامِ خامے از گزاف
کہ کیوں لغویت سے بیکار پیغام
بُردم از بیدانشی و از نشاف
میں لے گیا، بے عقلی اور غلطی سے

گفت اے خواجہ پشیمانی زچیست
اس نے کہا اے خواجہ، کس بات سے شرمندگی ہے؟
چیست ایں کیں خشم و غم را مقتضی ست
کون سی بات ہے جو غصہ اور غم کی متقاضی ہے

گفت، گفتم آں شکایت ہائے تو
اس نے کہا میں نے تیری شکایتیں بتائیں
با گروہِ طوطیاں ہمتائے تو
تیری ہم جنس طوطیوں کو

آں یکے طوطی زدردت بوئے بُرد
ایک طوطی کو تیرے درد کا احساس ہوا
زہرہ اش بدرید و لرزید و بمُرد
اس کا پتہ پھٹا، کپکپائی اور مر گئی

من پشیماں گشتم ایں گفتن چہ بود
میں شرمندہ ہوا کہ یہ کیا کہنے کی بات تھی
لیک چوں گفتم پشیمانی چہ سود
لیکن جب کہہ چکا تو شرمندگی سے کیا فائدہ؟

نکتۂ کاں جُست ناگہ از زباں
جو بات اچانک زبان سے نکل گئی
ہمچو تیرے داں کہ جست آں از کماں
اُس کو اُس تیر جیسا سمجھ جو کمان سے نکل جائے

وانگردد از رہ آں تیر اے پسر
اے بیٹا! وہ تیر راستہ سے واپس نہیں آ سکتا
بند باید کرد سیلے را زسر
سیلاب کو ابتدا ہی سے بند کرنا چاہئے

چوں گذشت از سَر جہانے را گرفت
جب پانی سر سے گزر گیا اس نے دنیا کو گھیر لیا
گر جہاں ویراں کند نبود شگفت
اگر دنیا کو ویران کر دے تو کوئی تعجب نہ ہوگا

فعل را در غیب اثرہا زادنی ست
غیب میں فعل کے آثار پیدا ہونے والے ہیں
واں موالیدش بحکم خلق نیست
اور اس کے وہ نتیجے مخلوق کے حکم سے نہیں ہیں

---

1. منزلؔ۔وطن۔شادکامؔ۔بامقصد،خوش۔ارمغاںؔ۔تحفہ۔نشاںؔ۔علامت،نشانی۔پشیماںؔ۔شرمندہ۔خایاںؔ۔چباتا ہوا۔گزاںؔ۔کاٹتا ہوا۔نشافؔ۔بے عقلی، غلطی۔کیںؔ۔کہ ایں۔مقتضیؔ۔باعث،موجب۔ہمتاؔ۔برابر،ہم جنس۔بوئے بردنؔ۔معلوم کرلینا،محسوس کرنا۔زہرہؔ۔زاء کے فتحہ کے ساتھ، پتہ،جگر۔نکتہؔ۔بات۔سیلؔ۔بہاؤ۔شگفتؔ۔عجب۔فعلؔ۔یعنی ہر انسان کے عمل کا عالم غیب میں اثر و نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔زادنیؔ۔پیدا ہونے کے لائق۔موالیدؔ۔مولود کی جمع ہے نتیجہ،اثر۔

بے شریکے[1] جملہ مخلوقِ خداست
بغیر شرکت یہ سب خدا کے پیدا کردہ ہیں
زید پرّانید تیرے سوئے عمر
زید نے عمرو کی طرف تیر چلایا
مدتِ سالے ہمی زائید درد
سال بھر درد ہوتا رہا
زید رامی آندم ار مُرد ازوجل
اگر تیر چلانے والا زید خوف سے اسی وقت مر گیا
زاں موالید وَجع چوں مُرد اُو
جب وہ درد کے ان نتیجوں سے مر گیا
آں وجعہا را بدو منسوب دار
ان دردوں کو اس کی طرف منسوب کر
ہم چنیں کسب و دم و دام و جماع
اسی طرح کمائی اور تدبیر اور جال اور ہم بستری
بستہ در ہائے موالید از سبب
سبب سے نتیجوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں
اولیاء[2] را ہست قدرت از الہٰ
اللہ کی جانب سے اولیاء کو قدرت حاصل ہے
گفتہ ناگفتہ کند از فتح باب
دروازہ کھلا ہوا ہونیکی وجہ سے وہ کہے ہوئے کو نہ کہا ہوا کر دے
از ہمہ دلہا کہ آں نکتہ شنید
ان تمام دلوں سے جنہوں نے وہ بات سنی ہے
گرت بُرہاں باید و حجت، مہا
اے بزرگ! اگر تجھے حُجت اور دلیل چاہیۓ

آں موالید ارچہ نسبت شاں بماست
تمام نتیجے، اگرچہ ان کی نسبت ہماری طرف ہے
عمر را بگرفت تیرش ہمچو نمر
اور اس کے تیر نے عمرو کو تیندوے کی طرح دبوچ لیا
دَرد ہا را آفرید حق نہ مرد
دردوں کو خدا پیدا کرتا ہے، نہ کہ انسان
درد ہا می زاید آنجا تا اَجل
اس جگہ مرنے تک درد پیدا ہوتے رہیں گے
زید را ز اوّل سبب قتّال گو
زید کو ابتدائی سبب کی وجہ سے قاتل کہو
گرچہ ہست آں جملہ صنع کردگار
اگرچہ وہ سب اللہ کی کارفرمائی ہے
آں موالیدست حق را مستطاع
وہ سب کام اللہ کے پیدا کردہ اور مقدور ہیں
چوں پشیماں شد ولی از دست رب
خدا کے ہاتھ سے جب ولی شرمندہ ہوتا ہے
تیر جَستہ باز آرندش زراہ
(کردہ) چھوٹے ہوئے تیر کو راستہ سے واپس لے آئیں
تا ازاں نے سیخ سوزد نے کباب
تاکہ اس سے سیخ جلے نہ کباب
آں سخن را کرد محو و ناپدید
اس بات کو محو اور نابود کر دے
از نُبے خواں آیۃ اَوْ نُنْسِهَا
قرآن میں سے آیت اَوْ نُنْسِهَا پڑھ لے

1. بے شریک۔ خدا کی صفت ہے۔ نمر۔ تیندوا، فہد، ان دونوں شعروں میں خدا کے افعال بندوں کی طرف مجازاً منسوب کیے جانے کی مثال ذکر کی ہے۔ رامی۔ تیرانداز۔ وجل۔ خوف۔ تا اجل۔ یعنی عمرو کے مرنے تک، تو معلوم ہوا کہ درد کا خالق اللہ ہے نہ کہ زید ورنہ زید کے مرنے پر درد ختم ہو جاتا۔ دم۔ مکر، تدبیر۔ مستطاع۔ مقدور۔ ولی۔ یعنی اللہ کا دوست جب کبھی اپنے کسی فعل پر شرمندہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سبب سے پیدا ہونے والے نتائج کے دروازے بند کر دیتے ہیں اور اس سبب پر نتائج مرتب نہیں ہوتے ہیں۔
2. اولیاء۔ ولی کی جمع ہے۔ ولی وہ شخص ہے جس میں یہ تین باتیں ہوں، اللہ کی ذات وصفات کی معرفت، طاعات کی بجا آوری، محرمات سے اجتناب۔ تیر جستہ۔ کمان سے چلے ہوئے تیر کو واپس کر سکتے ہیں، اولیاء کی کرامت حق ہے۔ فتح باب۔ اولیاء پر اللہ کے قرب کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔ گرت۔ اگر ترا۔ مہا۔ اے مہ، اے سردار۔ نبے۔ قرآن مجید۔ اوننسہا۔ قرآن پاک میں ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا۔ نہیں منسوخ کرتے ہیں ہم کسی آیت کو نہ بھلاتے ہیں اس کو مگر یہ کہ لاتے ہیں بہتر اس سے۔

آیۃ اَنسَوْکُمْ ذِکْرِیْ بخواں ۔۔۔ قوتِ نسیاں نہادن شاں بداں
اَنسَوْکُمْ ذِکْرِیْ آیت پڑھ لے ۔۔۔ اور اُن میں بھلانے کی قوت پیدا کیے جانے کو سمجھ لے

چوں بہ تذکیر و بہ نسیاں قادرند ۔۔۔ بر ہمہ دلہائے خلقاں قاہرند
چونکہ وہ یاد دلانے اور بھلانے پر قادر ہیں ۔۔۔ تمام مخلوق کے دلوں پر حاکم ہیں

چوں بہ نسیاں بست اُو راہِ نظر ۔۔۔ کارِ نتواں کرد وَر باشد ہنر
جب اس نے بھلا دینے کے ذریعہ غور و فکر کی راہ بند کر دی ۔۔۔ کام نہیں کر سکتا ہے خواہ ہنر موجود ہو

خُذْتُمُوْ[1] سُخْرِیَۃً اَھْلَ السُّمُوْ ۔۔۔ از نبے خوانید تا اَنسَوْکُمْ
مرتبہ والوں کو تم نے مذاق بنایا ۔۔۔ اَنسَوْکُمْ تک قرآن میں پڑھو

صاحب دِہ بادشاہِ جسمہاست ۔۔۔ صاحب دل شاہِ دلہائے شماست
شہر کا حاکم جسموں کا بادشاہ ہے ۔۔۔ تمہارے دلوں کا بادشاہ اہل دل ہے

فرعِ دید آمد عمل بے ہیچ شک ۔۔۔ پس نباشد مَردم اِلّا مَرْدُمک
بلاشک عمل دیکھنے کی شاخ ہے ۔۔۔ تو انسان پتلی کے سوا کچھ نہ ہوگا

مَردمش چوں مَردمک دیدند خرد ۔۔۔ در بزرگی مَردمک کس پے نبرد
لوگوں نے اس کو پتلی کی طرح حقیر سمجھا ۔۔۔ پتلی کی بڑائی کا کسی نے پتہ نہ لگایا

من تمام ایں را نیارم گفت زاں ۔۔۔ منع می آید زصاحب مَرکزاں
میں ان کو پورا نہیں بنا سکتا کیونکہ ۔۔۔ مرکز والوں کی طرف سے اس کی ممانعت ہوتی ہے

چوں فراموشی خلق و یادِ شاں ۔۔۔ باوے ست و میرسد فریادِ شاں
چونکہ لوگوں کی بھول اور ان کی یاد ۔۔۔ اس سے متعلق ہے اور وہ ان کی فریاد کو پہنچتا ہے

صد ہزاراں نیک و بد را آں بہی ۔۔۔ می کند ہر دم ز دلہا شاں تہی
وہ باکمال لاکھوں اچھے اور برے! خیالات (رات کو) ۔۔۔ ان کے دلوں سے ہر دم نکالتا ہے

روزِ دلہا را ازاں پُر میکند ۔۔۔ آں صدفہا را پُر از دُر میکند
دن میں دلوں کو ان (خیالات) سے پُر کرتا ہے ۔۔۔ ان سیپیوں کو موتیوں سے پُر کرتا ہے

آں ہمہ اندیشۂ پیشانہا ۔۔۔ می شناسند از ہدایت جانہا
تمام گذشتہ خیالات کو ۔۔۔ (اولیاء کی) روحیں پہچان لیتی ہیں اللہ کی رہنمائی کی وجہ سے

پیشہ و فرہنگ تو آید بتو ۔۔۔ تا درِ اَسباب بکشاید بتو
تیرا پیشہ اور عقل تیرے پاس آ جاتے ہیں ۔۔۔ تاکہ تجھ پر اسباب کا دروازہ کھول دیں

---

[1] خذتمو۔ قرآن پاک میں ہے فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ۔ یعنی تم نے ان نیک لوگوں کا مذاق اڑایا تو انہوں نے تمہارے دلوں سے میری یاد بھلا دی۔ صاحب دِہ۔ دنیاوی بادشاہ جسموں پر حکمرانی کرتے ہیں اور اولیاء اللہ دلوں پر فرمانروائی کرتے ہیں۔ فرع۔ یعنی علم کے بعد عمل ہے اور علم کا ذریعہ آنکھ ہے تو انسان دراصل پتلی کا نام ہے لیکن لوگ اس کو ایک چھوٹی چیز سمجھتے ہیں۔ یہی حال اولیاء اللہ کا ہے کہ بظاہر وہ معمولی انسان ہیں لیکن ان کے کارنامے عظیم الشان ہیں۔ صاحب مرکز۔ یعنی بڑے اولیاء اللہ۔ بہی۔ باء کا فتحہ، باکمال یعنی بزرگ رات کے اوقات میں متعلقین کے خیالات پر تصرف کرتے ہیں۔ روز۔ دن میں اپنی توجہ کے ذریعہ دلوں میں بہترین خیالات پیدا کر کے سیپیوں کو موتیوں سے پُر کرتے ہیں۔ آں ہمہ۔ شیخ اپنی قوتِ باطنی سے مرید کے پہلے خیالات اور وساوس کو جان جاتا ہے۔ درِ اسباب۔ پیشہ اور ہنر کمائی کا ذریعہ اور سبب ہے۔

پیشۂ زرگر باہنگر نشد ۔ خوئے ایں خوشخو بداں منکر نشد
سنار کا پیشہ، لوہار کے لئے نہیں ہوتا ہے ۔ اس خوش اخلاق کی عادت اس منکر کی طرف نہیں جاتی ہے

پیشہا و خُلقہا[1] ہمچوں جہیز ۔ سوئے خصم آیند روزِ رُست خیز
پیشے اور اخلاق سامانِ سفر کی طرح ۔ قیامت کے دن مالک کی طرف آئیں گے

صورتے کاں بر نہادت غالب ست ۔ ہم براں تصویر حشرت واجب ست
وہ صورت جو تیرے وجود پر غالب ہے ۔ اسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

پیشہا و خلقہا از بعد خواب ۔ واپس آید ہم بخصم خود شتاب
پیشے اور اخلاق، سونے کے بعد ۔ اپنے مالک کی طرف فوراً لوٹ آتے ہیں

پیشہا و اندیشہا در وقت صبح ۔ ہم بدانجا شد کہ بود آں حسن و قبح
پیشے اور خیالات صبح کے وقت ۔ اسی جگہ پہنچ جاتے ہیں جہاں وہ حسن اور قبح (کا سبب) تھے

چوں کبوتر ہائے پیک از شہر ہا ۔ سوئے شہر خویش آرد بہرہا
نامہ بری کے کبوتروں کی طرح، شہروں سے ۔ اپنے شہر کی جانب (نامہ و پیام کے) حصے لاتے ہیں

ہرچہ بینی سوئے اصل خود رود ۔ جزو سوئے کل خود راجع شود
تو جس چیز کو دیکھے گا، اپنی اصل کی طرف جاتی ہے ۔ جزو اپنے کل کی طرف لوٹتا ہے

شنیدنِ آں طوطی حرکت آں طوطی را و مُردنِ او و نوحۂ خواجہ بر اُو

طوطی کا اس طوطی کی حرکت کو سننا اور اس کا مر جانا اور مالک کا اس پر رونا

چوں شنید آں مُرغ کاں طوطی چہ کرد ۔ ہم بلرزید و فتاد و گشت سَرد
جب اس پرند نے سنا کہ اس طوطی نے کیا کیا ۔ وہ بھی کپکپایا اور گرا اور ٹھنڈا ہو گیا

خواجہ چوں دیدش فتادہ ایں چنیں ۔ برجہید و زد کلہ را بر زمیں
مالک نے جب اس کو اس طرح پڑا ہوا دیکھا ۔ تڑپ گیا اور ٹوپی زمین پر پٹخ دی

چوں بدیں رنگ و بدیں حالش بدید ۔ خواجہ بر جست و گریباں را درید
جب اس کو اس حالت اور اس رنگ میں دیکھا ۔ مالک تڑپا اور گریباں چاک کر لیا

گفت اے طوطی خوب خوش جبیں ۔ ہے چہ بودت ایں چرا گشتی چنیں
بولا کہ اے حسین، اور اچھی پیشانی والی طوطی! ۔ ہائے، تجھے یہ کیا ہوا، تو ایسی کیوں ہو گئی؟

اے دریغا مُرغِ خوش آوازِ من ۔ اے دریغا ہمدم و ہمرازِ من
ہائے افسوس! میرے خوش الحان پرندے ۔ ہائے افسوس! میرے ساتھی اور میرے ہمراز

اے دریغا مرغِ خوش الحانِ من ۔ راحِ روح و روضۂ رضوانِ من
ہائے افسوس! میرے خوش آواز پرند ۔ میری روح کی راحت اور میری جنت

---

[1] خلق۔اخلاق۔جہیز۔سامانِ سفر۔خصم۔یعنی وہ شخص جس کے وہ اخلاق ہیں۔روز رست خیز۔روز قیامت۔نہاد۔طبیعت۔پیشہا۔صبح ہوتے ہی وہ پیشے اور خیالات ان اشخاص تک پہنچ جاتے ہیں جن کے لئے وہ اچھائی یا برائی کا سبب ہوتے ہیں۔بہرہ۔حصہ یعنی وہ نامہ بر کبوتر اپنے حصہ کی خبریں لے کر اپنے شہر کو لوٹتے ہیں۔گشت سرد۔مر کر ٹھنڈا ہو گیا۔رضواں۔داروغۂ جنت کا نام ہے۔

گر سلیمان[1] را چنیں مرغے بدے
اگر (حضرتِ) سلیمان کے پاس ایسا پرند ہوتا
کے دگر مشغول آں مُرغاں شدے
وہ پھر کب ان پرندوں میں مصروف ہوتے

اے دریغا مرغِ کارزاں یافتم
ہائے افسوس! پرند جس کو میں نے سستا خریدا
زود رُو از روئے اُو بر تافتم
بہت جلد میں نے اس کے دیدار سے منہ موڑ لیا

اے زُباں تو بس زیانی مَرمَرا
اے زبان! تو سراسر میرا نقصان ہے
چوں توئی گویا چہ گویم مَر تُرا
تو ہی چونکہ بات کرنے والی ہے، تجھے کیا کہوں؟

اے زُباں ہم آتش و ہم خرمنی
اے زبان! تو آگ بھی ہے اور خرمن بھی
چند ایں آتش دریں خرمن زنی
کب تک اس خرمن میں تو آگ لگاتی رہے گی؟

در نہاں جاں از تو افغاں میکند
پوشیدہ طور پر جان تجھ سے فریاد کرتی ہے
گرچہ ہرچہ گوئیش آں میکند
اگرچہ تو اس سے جو کہتی ہے وہ وہی کرتی ہے

اے زُباں ہم گنج[2] بے پایاں توئی
اے زبان! بے شمار خزانہ تو ہے
اے زباں ہم رنج بے درماں توئی
اے زبان! لاعلاج مرض بھی تو ہے

ہم صفیر و خدعۂ مرغاں توئی
سیٹی بجانے والی اور پرندوں کیلئے دھوکے کا سبب تو ہے
ہم انیس وحشت ہجراں توئی
ہجر کی وحشت میں محبت بھری بھی تو ہے

ہم خفیر و رہبر یاراں توئی
دوستوں کی رہبر و قاصد بھی تو ہے
ہم بلیس و ظلمت کفراں توئی
شیطان اور کفر کی تاریکی بھی تو ہے

چند امانم میدہی اے بے اماں
اے بے امان، تو کب مجھے امن دے گی؟
اے تو زِہ کردہ بکین من کماں
اے کہ تو نے میری دشمنی میں کمان پر چلہ چڑھا رکھا ہے

نک بپرانیدۂ مُرغِ مرا
اب تو نے میرے پرند کو اڑا دیا ہے
در چراگاہِ ستم کم کن چرا
ظلم کی چراگاہ میں چرنا کم کر دے

یا جوابِ من بگویا داد دہ
یا میرا جواب دے یا انصاف کر
یا مَرا اَسبابِ شادی یاد دہ
یا مجھے خوشی کے اسباب یاد دلا

اے دریغا نورِ ظلمت سوزِ من
ہائے افسوس! میرے اندھیرے کو ختم کرنے والے نور
اے دریغا صبح روز افروزِ من
ہائے افسوس! میرے دن کو روشن کرنے والی صبح

---

1. سلیمانؑ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی سمجھتے تھے، اسی لئے پرندوں سے دلچسپی رکھتے تھے۔ دریغا۔ حسرت، افسوس، اس میں الف ندبہ کا ہے۔ اے زباں۔ یعنی میری زبان سے مجھے یہ نقصان پہنچا، نہ وہ مرنے والی طوطی کا قصہ سناتی نہ میری طوطی مرتی لیکن میں زبان کا شکوہ کیا کروں، جبکہ یہ شکوہ بھی زبان ہی ادا کر رہی ہے۔ ہم آتش۔ زبان ہی ذخیرہ کرتی ہے اور زبان ہی اس کو تباہ کرتی ہے۔ در نہاں۔ انسان کی تباہی زبان کی بدولت ہوتی ہے، زبان دے کر انسان کو بسا اوقات خلاف مزاج کام کرنا پڑتا ہے۔

2. گنج۔ زبان خزانے بھی جمع کرتی ہے اور لاعلاج مصائب میں بھی مبتلا کرتی ہے۔ صفیر۔ سیٹی۔ خدعہ۔ دھوکے کی چیز۔ خفیر۔ رہبر۔ انیس۔ محبت کرنے والا یعنی زبان ہی سیٹی بجا کر پرندوں کے دھوکے کا سبب بنتی ہے اور وہ اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر آ کر جال میں پھنس جاتے ہیں اور یہی زبان تنہائی میں مونس و غمخوار بنتی ہے۔ خفیر۔ رہنما، نگہبان، قاصد۔ بلیس۔ ابلیس کا مخفف ہے، شیطان۔ مرغِ مرا۔ یعنی سوداگر کی طوطی۔ شادی۔ خوشی۔

اے دریغا مرغِ خوش پروازِ من ز انتہاء پرّید[1] تا آغازِ من
ہائے افسوس! میرے خوش پرواز پرند انتہاء سے ابتداء تک تلف ہو گیا

عاشقِ رنج ست ناداں تا ابد خیز و ''لا اُقسم'' بخواں تا فی کبد
ناداں (انسان) ہمیشہ رنج کا خوگر ہے اٹھ، اور لا اُقسم کو فی کبد تک پڑھ لے

از کبد فارغ شدم با روئے تو وز زبد صافی بدم در جوئے تو
تیرے چہرہ کی وجہ سے میں رنج سے خالی ہوا میں تیری نہر میں میل سے صاف تھا

اے دریغا ہا خیالِ دیدن ست وز وجودِ نقد خود ببریدن ست
ہائے افسوس! دیدار کا خیال ہے اپنے موجودہ وجود سے جدا ہونا ہے

غیرتِ[2] حق بود باحق چارہ نیست کو دلے کز حکم حق صد پارہ نیست
اللہ کی غیرت تھی اور اللہ کے سامنے چارہ نہیں ہے کونسا دل ہے جو اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے سوٹکڑے نہیں ہے؟

غیرت آں باشد کہ اُو غیر ہمہ است آنکہ افزوں از بیان و دمدمہ است
غیرت یہ ہے کہ وہ سب سے غیر ہے جو کہ بیان اور مکر و حیلہ سے بالاتر ہے

اے دریغا اشکِ من دریا بدے تا نثارِ دلبرِ زیبا شدے
ہائے افسوس! میرے آنسو دریا ہوتے تاکہ حسین معشوق پر نثار ہوتے

طوطیِ من مُرغِ زیرک سارِ من ترجمانِ فکرت و اَسرارِ من
میری طوطی میرے عقلمند پرند میرے فکر اور رازوں کے ترجمان

ہرچہ روزی داد و ناداد آمدم اُو ز اوّل گفت تا یاد آمدم
اس نے مجھے عطا کیا میں ناشکرا ثابت ہوا پہلے وہ بولی یہاں تک کہ مجھے (خدا) یاد آیا

طوطئے کاید ز وحی آوازِ اُو پیش ز آغازِ وجود آغازِ اُو
وہ طوطی (روح) جس کی آواز وحی ہے وجود کی ابتداء سے پہلے اُس کی ابتداء ہے

اندرونِ تست آں طوطی نہاں عکسِ اُو را دیدہ تو بر این و آں
وہ طوطی تیرے اندر پوشیدہ ہے تو اس پر اور اُس پر اُس کا عکس دیکھتا ہے

---

1. پرید۔ تلف ہو گیا، زائل ہو گیا، اس کا فاعل لطف وعیش مقدر ہے۔ ناداں۔ یعنی انسان۔ فی کبد۔ سورۂ لا اقسم میں فرمایا گیا ہے۔ ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ'' ہم نے انسان کو رنج اور سختی میں پیدا کیا ہے۔ از کبد۔ یعنی اے طوطی تجھے دیکھ کر میرا رنج وغم مٹ جاتا تھا یا اس شعر سے عالم ارواح اور اس سے جدائی کا تذکرہ شروع کیا ہے، اس صورت میں روئے تو سے مراد دیدارِ خداوندی ہے۔ وز وجود۔ اب دیدار جب ہی ہوگا جب روح جسد عنصری سے جدا ہو جائے گی۔
2. غیرت۔ اللہ نے یہ چاہا کہ اس کو پہچانا جائے لہٰذا ہمیں عالم عنصری میں پیدا فرما دیا۔ آنکہ۔ یعنی اس کی غیریت کا بیان ناممکن ہے۔ دلبر۔ یعنی مردہ طوطی اس شعر سے پھر طوطی کا نوحہ شروع کیا ہے۔ زیرک۔ ذہین، سمجھدار۔ سار۔ مثل، مانند، مینا۔ ہرچہ۔ یہ طوطی اللہ کا ایک عطیہ تھی جس کا میں شکر نہ ادا کر سکا۔ وہ صبح اٹھ کر اللہ کی یاد میں لگ جاتی تھی اس کی وجہ سے مجھے بھی خدا کی یاد آ جاتی تھی۔ طوطئے۔ یہاں سے طوطی کے قصے سے روح کا بیان شروع کیا ہے۔ روح کا عالم اور جسم سے پہلے مخلوق ہونا مشہور ہے۔ عکس۔ یعنی تم روح کو نہیں دیکھ سکتے ہو، اس کے آثار جو جسم پر طاری ہیں ان کو دیکھتے ہو۔

می برد[1] شادیت را تو شاد ازو
وہ (عکس) تیری خوشی برباد کر رہا ہے تو اس سے خوش ہے

می پذیری ظلم را چوں داد ازو
تو اس کے ظلم کو انصاف کی طرح قبول کر رہا ہے

ایکہ جاں از بہرتن می سوختی
اے وہ کہ تو نے جان کو جسم کے لئے جلا دیا ہے

سوختی جاں را و تن افروختی
تو نے جان کو جلا دیا اور جسم کو روشن کیا

سوختم من سوختہ خواہد کسے
میں جل چکا ہوں، کوئی جلنا چاہے

تازمن آتش زند اندر خسے
تو مجھ سے پھونس میں آگ لگا لے

سوختہ چوں قابل آتش بود
جلا ہوا آگ کے قابل کب ہو سکتا ہے؟

سوختہ بستاں کہ آتش کش بود
ایسا جلا ہوا لے جو آگ کو قبول کرنے والا ہو

اے دریغا اے دریغا اے دریغ
ہائے افسوس، ہائے افسوس، ہائے افسوس

کانچناں ماہے نہاں شد زیرِ میغ
ایسا چاند ابر کے نیچے چھپ گیا

چوں زنم دم کآتش دل تیز شد
کیسے دم ماروں کیونکہ دل کی آگ تیز ہو گئی ہے

شیرِ ہجر آشفتہ و خونریز شد
ہجر کا شیر غضب ناک اور خونریز ہو گیا ہے

آنکہ او ہشیار خود تندست و مست
وہ جو کہ ہوش کی حالت میں تند اور مست ہے

چوں بود چوں او قدح گیرد بدست
اس کا کیا حال ہوگا جب وہ ہاتھ میں پیالہ تھام لے

شیر مستے[2] کز صفت بیروں بود
وہ مست شیر جو اپنے آپے سے باہر ہو

از بسیط مرغزار افزوں بود
وہ جنگل کے میدان سے بڑھ جاتا ہے

قافیہ اندیشم و دلدارِ من
میں قافیہ کی فکر میں ہوں اور میرا محبوب

گویدم مندیش جز دیدارِ من
مجھ سے کہتا ہے، سوائے میرے دیدار کے کچھ نہ سوچ

خوش نشیں اے قافیہ اندیش من
اے میرے قافیہ سوچنے والے! آرام سے بیٹھ

قافیہ دولت توئی درپیشِ من
تو میرے روبرو خوش نصیبی کے ہم معنی ہے

حرف چہ بود تا تو اندیشی ازاں
حرف کیا ہوتا ہے جو تو اس کی فکر میں ہے

صوت چہ بود خارِ دیوارِ رزاں
آواز کیا ہوتی ہے، انگور کی ٹٹی کا کانٹا

حرف و صوت و گفت را برہم زنم
حرف اور آواز اور بولی کو میں مٹا دیتا ہوں

تاکہ بے ایں ہر سہ با تو دم زنم
تاکہ ان تینوں کے بغیر تجھ سے بات کروں

---

[1] می برد۔ یعنی روح کے عکس میں مشغولیت کے باعث رنج ہے، روح میں مشغول ہونا چاہئے۔ ایکہ۔ انسان تن پروری میں لگتا ہے اور روح کو فنا کرتا ہے۔ سوختم۔ میں عشق الٰہی میں اپنے جسم کو جلا چکا ہوں، اگر کوئی عشق کی آگ میں جلنا چاہے، مجھ سے آگ لے لے۔ سوختہ۔ جو شخص روح کو بالکل فنا کر چکا ہو، اس میں آتش عشق نہیں لگتی، ایسا شخص تلاش کر جو اس آگ کو قبول کر سکے۔ ماہے۔ یعنی روح۔ میغ۔ یعنی جسم۔ چوں زنم۔ عشق الٰہی کا بیان ممکن نہیں رہا۔ آنکہ۔ یعنی میں صحو کی حالت میں بھی عشق کے بیان پر قادر نہیں، مستی کی حالت میں کیا بیان کر سکوں گا۔

[2] شیر مستے۔ یہ خود مولانا نے اپنی حالت بیان کی ہے۔ قافیہ۔ جب میں شعر کا قافیہ تلاش کرتا ہوں تو محبوب کا تقاضہ ہوتا ہے کہ میرے دیدار کے علاوہ کچھ تلاش نہ کر۔ قافیہ۔ پیچھے آنے والا، مترادف یعنی قافیہ کی تلاش میں مشاہدہ کی دولت حاصل نہ رہے گی۔ رزاں۔ رز کی جمع، انگور۔ دیوار۔ یعنی ٹٹی جس پر انگور کی بیل چڑھتی ہے، حرف اور آواز چونکہ معانی کے حامل ہوتے ہیں تو ان کو انگور کی ٹٹی قرار دیا ہے، جو انگوروں کو قائم رکھتی ہے۔ حرف۔ یعنی کلام لفظی کو چھوڑ کر کلام نفسی کے ذریعہ ہم کلام ہوتا ہوں جو حروف وغیرہ سے منزہ ہوتا ہے۔

آں دمے[1] کز آدمش کردم نہاں
وہ بات جو آدم علیہ السلام سے میں نے پوشیدہ رکھی
با تو گویم اے تو اسرارِ جہاں
اے اسرارِ جہاں! تجھ سے میں کہوں گا

آں دمے را کہ نگفتم با خلیلؑ
وہ بات جو میں نے خلیل علیہ السلام سے نہ کہی
واں دمے را کہ نداند جبرئیلؑ
اور وہ بات جو جبرئیل علیہ السلام (بھی) نہیں جانتا

آں دمے کزوے مسیحاؑ دم نزد
وہ بات جو مسیحا علیہ السلام نے نہ کہی
حق ز غیرت نیز بے ماہم نزد
(اور) اللہ نے غیرت کی وجہ سے (بغیر فنا حاصل کئے ہوئے سے) نہ کہی

ما چہ باشد در لغت اثبات و نفی
(لفظ) ما کیا ہے لغت میں اثبات اور نفی (کے معنی میں) ہے
من نہ اثباتم، منم بے ذات و نفی
میں اثبات نہیں ہوں، میں بے ذات ہوں اور نفی

من کسی[2] در ناکسی در یافتم
میں نے ہستی فنا میں پائی
پس کسی در ناکسی در تافتم
اس لئے ہستی کو فنا میں لپیٹ دیا

بند کن چوں سیل سیلانی کند
بند باندھ لے جب سیلاب طغیانی پر آئے
ورنہ رسوائی و ویرانی کند
ورنہ خرابی اور بربادی کر دے گا

من چہ غم دارم کہ ویرانی بود
میں کیا غم کروں کہ ویرانی ہو گی
زیرِ ویراں گنجِ سلطانی بود
شاہی خزانہ ویرانہ میں ہی ہوتا ہے

غرقِ[3] حق خواہد کہ باشد غرق تر
اللہ میں ڈوبا ہوا چاہتا ہے کہ زیادہ ڈوب جائے
ہمچوں موجِ بحر، جاں زیر و زبر
سمندر کی موج کی طرح جان زیر و زبر ہو جائے

زیرِ دریا خوشتر آید یا زبر
دریا کے نیچے بہتر ہوگا یا دریا کے اوپر
تیرِ اُو دلکش تر آید یا سپر
اس کا تیر زیادہ پسندیدہ ہوگا یا ڈھال

پس زبونِ وسوسہ باشی دلا
اے دل تو وسوسہ کا مارا ہوا ہوگا
گر طرب را باز دانی از بلا
اگر تو نے خوشی اور مصیبت میں فرق کیا

گر مُرادت را مذاقِ شکرست
اگر تیری مراد میں شکر کا ذائقہ ہے
بے مرادی نے مرادِ دلبرست
کیا بے مرادی محبوب کی مراد نہیں ہے؟

---

1. آں دمے۔ قرآن پاک میں ہے۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی پھر اللہ نے آنحضور کو وحی کی جو بھی کی۔ اس آیت میں ان اسرار کی طرف اشارہ ہے جو بغیر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وساطت کے حضور (ﷺ) کو بتائے گئے اور چونکہ وہ اسرار طریقہ محمدیہ سے متعلق تھے، دوسرے انبیاء سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا لہٰذا وہ اسرار ان کو نہیں بتائے گئے۔ ما۔ لفظ ما عربی میں دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک نفی جس کو ما نافیہ کہتے ہیں دوسرے ما موصولہ جو اثبات کے معنی دیتا ہے لیکن جب میں اپنے لئے لفظ ما بولوں تو نفی کے معنی ہوں گے اس لئے کہ میں اپنی ذات کو فنا کر چکا ہوں اور نفی محض ہوں۔

2. کسی۔ ہستی۔ ناکسی۔ نیستی، فنا۔ تافتن۔ بٹنا، موڑنا۔ سیلانی۔ طغیانی۔ ویرانی۔ بربادی۔ ورنہ۔ مولانا اپنے آپ کو کہتے ہیں، تجلی بے حجاب کے سوال سے باز آؤ وہ اس عالم کی بربادی کا سبب ہوگی جیسا کہ کوہ طور کے ساتھ ہوا۔ من چہ غم۔ مولانا فرماتے ہیں مجھے ویرانی کا غم نہیں ہے، ویرانہ میں خزانہ ملتا ہے۔

3. غرق۔ جو شخص مقام شہود تک پہنچ گیا وہ تو اور بھی قرب کا متمنی ہوگا اور چاہے گا کہ جسد عنصری کا حجاب جلد رفع ہو جائے۔ زبر۔ عشق میں فانی مزید فنا چاہے گا، کسی طرح اپنی بقا پسند نہ کرے گا۔ گر طرب۔ فانی کو عتاب اور لطف میں یکساں لطف آتا ہے۔ گر مرادت۔ عاشق صادق مراد اور بے مرادی کو منشاء باری سمجھ کر دونوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

ہر ستارہ اش خونبہائے صد ہلال[1] — خونِ عالم ریختن اُو را حلال

اس کا ہر ستارہ سو چاندوں کا خون بہا ہے — عالم کا خون بہانا اس کے لئے درست ہے

ما بہا و خونبہا را یافتیم — جانبِ جاں باختن بشتافتیم

ہم نے قیمت اور خون بہا پا لیا ہے — ہم جان کی بازی ہارنے کی طرف دوڑے ہیں

جملہ شاہاں پست پست خویش را — جملہ مستاں مست مست خویش را

تمام بادشاہ اپنے آگے جھکنے والے کے سامنے جھکے ہیں — اپنے عاشق کے تمام عاشق، عاشق ہوتے ہیں

جملہ شاہاں بَردۂ بَردہ خوداند — جملہ خَلقاں مُردۂ مُردہ خوداند

تمام بادشاہ اپنے غلام کے غلام ہیں — تمام لوگ اپنے مُردہ کے لئے مُردہ ہیں

می شود صیاد مُرغاں را شکار — تا کند ناگاہِ ایشاں را شکار

شکاری، پرندوں کا شکار بنتا ہے — تاکہ اچانک ان کا شکار کرے

دلبراں بر بیدلاں فتنہ بجاں — جملہ معشوقاں شکارِ عاشقاں

معشوق، عاشقوں پر دل سے عاشق ہوتے ہیں — تمام معشوق، عاشقوں کا شکار ہوتے ہیں

ہر کہ[2] عاشق دیدیش معشوق داں — کو بہ نسبت ہست ہم این و ہم آں

جس کو تو عاشق دیکھے، اس کو معشوق سمجھ — کیونکہ نسبت کی وجہ سے وہ یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے

تشنگاں گر آب جویند از جہاں — آب ہم جوید بعالم تشنگاں

اگرچہ دنیا میں پیاسے پانی تلاش کرتے ہیں — پانی بھی دنیا میں پیاسوں کو تلاش کرتا ہے

چونکہ عاشق اُوست تو خاموش باش — اُو چو گوشت میدہد تو گوش باش

جبکہ وہ عاشق ہے، تو چپ رہ — جب اسنے تجھے کان دیئے ہیں (تو ہمہ تن) کان بن جا

اے حیاتِ عاشقاں در مُردگی — دل نیابی جز کہ در دِلبُردگی

اے (طالب!) عاشقوں کی زندگی مرنے میں ہے — دل گم کئے بغیر، تو دل نہ پائے گا

من دلش جستہ بصد ناز و دلال — اُو بہانہ کردہ بامن از ملال

میں نے سو ناز و انداز سے اس کی دلجوئی کی — اس نے ناراضی کی وجہ سے مجھ سے بہانہ کر دیا

---

[1] ہلال۔ یعنی عاشق خمیدہ کمر۔ بہا۔ قیمت۔ خون بہا۔ خون کی قیمت۔ ہر ستارہ۔ یعنی تجلیاتِ باری۔ پست۔ جھکنے والا۔ مست۔ عاشق جب اطاعت کمال کو پہنچ جاتا ہے تو آقا اس کی بات پر سر تسلیم خم کرنے لگتا ہے اور عاشق اپنے عاشقوں سے عشق کرنے لگتا ہے۔ بردہ۔ غلام، مسخر، تابع۔ مردہ۔ بے جان۔ جملہ۔ یعنی بادشاہ اپنے فرمانبرداروں کے فرمانبردار بن جاتے ہیں اور جس غلام نے مولیٰ کی مرضی میں اپنے آپ کو فنا کردیا ہو، مولیٰ اس کے لئے فنا ہوتا ہے۔ میشود۔ شکاری شوق میں خود شکار بنتا ہے پھر کہیں شکار اس کے ہاتھ لگتا ہے۔ دلبر۔ معشوق۔ فتنہ بجاں۔ کسی پر مرنے والا۔

[2] ہر کہ۔ عاشق صادق، معشوق کے دل میں گھر کرلیتا ہے اس اعتبار سے وہ معشوق بن جاتا ہے۔ آب جویند۔ نہروں اور دریاؤں میں پانی بہہ کر پیاسوں کی تلاش کرتا ہے۔ چونکہ عاشق اوست۔ جب حضرتِ حق خود مہربان ہو گئے ہیں اور رؤف و رحیم ہیں تو اب تو ہمہ تن گوش بن جا اور آہ و فریاد کو چھوڑ دے۔ اے۔ عاشق کی زندگی موت میں مضمر ہے جب تک تو دل کو محبت میں فنا نہ کردے گا تو وہ حقیقی دل نہ ہوگا۔ دل جستن۔ دلجوئی کرنا۔ ناز و دلال۔ ناز و انداز۔ بہانہ کردن۔ ٹال دینا۔ ملال۔ ناراضی یعنی میں دیدار کا طالب ہوا اس نے فردائے قیامت پر ٹال دیا۔

منّش جستہ بانیاز و بے ملال
میں نے عاجزی سے کسی ملال کے بغیر اس کی جستجو کی

اُو بہانہ کردہ از ناز و دلال
اس نے ناز و انداز کی وجہ سے ٹال دیا

گفتم آخر غرقِ تست ایں عقل و جاں
میں نے یہ عقل اور جان آخر تجھ میں غرق ہے

گفت رَو رَو بر من ایں افسوں[1] مخواں
بولا، جا، جا مجھ پر جادو نہ چلا

من ندانم آنچہ اندیشیدۂ
مجھے معلوم نہیں تو نے کیا سوچ رکھا ہے؟

اے دو دیدہ دوست را چوں دیدۂ
اے دوئی والے تو نے دوست کو کیا سمجھ رکھا ہے

اے گر انجاں خوار دیدستی مرا
اے پست ہمت! تو نے مجھے بے قدر سمجھا

زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا
اس لئے کہ تو نے مجھے سستا خریدا ہے

ہر کہ اُو ارزاں خرد ارزاں دہد
جو سستا خریدتا ہے، سستا دے ڈالتا ہے

گوہرے طفلے بقرصِ ناں دہد
ایک بچہ موتی، ایک روٹی کی ٹکیا میں دے دیتا ہے

غرقِ عشقے شو کہ غرق ست اندریں
عشق میں ڈوب جا کہ اس میں غرق ہیں

عشقہائے اوّلین و آخریں
اگلے پچھلوں کے عشق

مجملش گفتم نکردم من بیاں
میں اس کو مجملاً بتایا، میں نے تفصیل نہیں کی

ورنہ ہم افہام سوز وہم زباں
ورنہ عقلیں جل جائیں اور زبان بھی

من چو لب گویم لب دریا بود
میں جب لب کہتا ہوں (مطلب) لب دریا ہوتا ہے

من چو لاَ گویم مراد اِلاَّ بود
میں جب لا کہتا ہوں تو اِلا مراد ہوتا ہے

من ز شیرینی نشینم رُو ترش
میں مٹھاس سے ترش رو ہو کر بیٹھ جاتا ہوں

من زبسیاریِ گفتارم خمش
میں اپنی باتوں کی کثرت کی وجہ سے چپ ہو جاتا ہوں

تاکہ شیرینیِ ما از دو جہاں
تاکہ ہماری مٹھاس دونوں جہاں میں

در حجابِ رو تُرش باشد نہاں
تُرشروئی کے پردہ میں پوشیدہ رہے

تاکہ در ہر گوش ناید ایں سخن
تاکہ ہر کان میں یہ بات نہ آئے

یک ہمی گویم زصد سرِّ لدن
"علم لدنی" کے سو رازوں میں سے ایک کہہ دیتا ہوں

تفسیر قولِ حکیم سنائی[2] رَوَّحَ اللّٰہ رُوحہ

حکیم سنائی کے قول کی تفسیر خدا ان کی روح کو راحت دے

---

[1] ایں افسوں۔ یعنی جان ودل کی زاری دکھا کر دیدار کا طالب نہ بن جب تک تجھے جان ودل کا خیال ہے، دیدار کا مستحق نہیں ہے۔ دو دیدہ۔ دو دیکھنے والے، چونکہ اس نے اپنے جان اور دل کی طرف بھی نظر کی اور محبوب کی طرف بھی۔ گرانجاں۔ کاہل، پست ہمت۔ خوار۔ بے قدر۔ ارزاں۔ چونکہ اس کے دریائے کرم سے دوست اور دشمن سیراب ہو رہے ہیں۔ طفلے۔ بچے کو جب مفت موتی مل جاتا ہے وہ ایک روٹی کے ٹکڑے میں فروخت کر ڈالتا ہے۔ غرق عشقے۔ یہاں سے مولانا کا مقولہ ہے۔ شیرینی۔ یعنی اسرار معرفت کی مٹھاس۔ رُو ترش۔ یعنی خاموش، یعنی اسرار معرفت سے واقفیت کے باوجود اپنے آپ کو لاعلم ظاہر کرتا ہوں کیونکہ ہر آدمی کے سامنے وہ مضامین بیان نہیں کیے جا سکتے ہیں۔

[2] حکیم سنائی۔ غزنیں کے رہنے والے تھے۔ ابتدا شاعری کی پھر فقر اور تجرید اختیار کر لی۔ آپ کا شمار مشہور اولیاء اللہ میں ہے۔ ۵۴۶ھ میں وفات پائی۔ تصوف میں آپ کی "حدیقۃ الحقیقہ" کتاب بہت مشہور ہے۔ مولانا روم نے اپنی مثنوی میں کئی جگہ اس کتاب سے اقتباس کیا ہے۔ حکیم سنائی کے مقولہ کا خلاصہ یہ ہے کہ طاعت بھی جناب قدس سے دوری کا سبب بنے تو وہ معصیت ہی ہے مثلاً کوئی فرض عین جہاد چھوڑ کر نفلی حج کے لئے جائے۔

بہر چہ ازراہ وا مانی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں

جس چیز کی وجہ سے تو راستہ سے بھٹک جائے وہ کلمہ کفر ہوا تو کیا اور ایمان ہوا تو کیا

بہر چہ از دوست دور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا

جس سے تم دوست سے دور ہو جاؤ وہ نقش برا ہو تو کیا اچھا ہو تو کیا

وَ فِیْ مَعْنٰی قَوْلِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ سَعْدًا[1] الْغَیُوْرُ وَّ اَنَا اَغْیَرُ مِنْهُ

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے معنی سعدؓ بے شک غیرتمند ہے اور میں اس سے بھی زیادہ غیرتمند ہوں

وَاللّٰهُ اَغْیَرُ مِنِّیْ وَ مِنْ غَیْرَتِهٖ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ

اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرتمند ہے اور اللہ نے اپنی غیرت کی وجہ سے تمام کھلی اور ڈھکی بدکاریوں کو حرام قرار دیا ہے

جملہ عالم زاں غیور آمد کہ حق
تمام دنیا اس لئے غیرتمندی بنی کہ اللہ تعالیٰ

بُرد در غیرت بریں عالم سبق
غیرت میں اس دنیا پر سبقت لے گیا ہے

اُو چو جان ست و جہاں چوں کالبد
وہ جان کی طرح ہے اور دنیا جسم کی طرح

کالبد از جان پذیرد نیک و بد
جسم، جان سے نیکی اور بدی قبول کرتا ہے

ہر کہ محرابِ نمازش گشت عین
جس کی نماز محرابِ ذات ہو

سوئے ایماں[2] رفتنش می داں تو شین
اس کا ایمان کی طرف جانا تو عیب سمجھ

ہر کہ شد مر شاہ را اُو جامہ دار
جو بادشاہ کا مہتمم توشہ خانہ ہو

ہست خسراں بہر شاہش اتجار
اس کا بادشاہ کے لئے تجارت کرنا ٹوٹے کی بات ہے

ہر کہ با سلطاں شود اُو ہمنشیں
جو بادشاہ کا ہم نشیں ہو

بر درش شِستن بود حیف و غبیں
اسکا دروازہ پر بیٹھنا قابل افسوس اور نقصان کی بات ہے

دست بوسش چوں رسید از بادشاہ
جب اس کو بادشاہ کی دست بوسی حاصل ہو گئی

گر گزیند بوسِ پا باشد گناہ
اگر پابوسی اختیار کرے تو گناہ ہوگا

چوں بیابی دست گردِ پا مگرد
جب تو ہاتھ پالے، پیر کے چکر نہ کاٹ

ہست سَر بازی نشانِ مَردِ مَرد
سر دینا بڑے بہادر کی علامت ہے

گرچہ سَر بر پا نہادن خدمت ست
اگرچہ پیروں پر سَر رکھ دینا خدمت ہے

پیشِ آں خدمت خطا و زِلت ست
(لیکن) اس خدمت کے مقابلہ میں غلطی اور لغزش ہے

---

1. سعد بن عبادہؓ۔ مشہور صحابی ہیں۔ حد قذف کے سلسلہ میں انہوں نے عرض کیا تھا کہ اگر بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھوں گا تو فوراً قتل کردوں گا۔ چار گواہ لانے کی مجھ میں تاب نہ رہے گی۔ اس پر آنحضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ مولانا نے اسرار کے بیان کا ترک غیرتِ خداوندی کی وجہ سے کیا ہے لہٰذا اب غیرتِ خداوندی کا بیان شروع کر دیا ہے۔ جملہ عالم۔ عالم صفاتِ باری کا مظہر ہے تو مخلوق کی غیرت، غیرتِ حق کا پرتو ہے۔ اُو۔ جسم حرکات و سکنات میں روح کے تابع ہے، اسی طرح کائنات کے احوال مشیت باری کے تابع ہیں۔ محراب نماز۔ مرکز توجہ۔ عین۔ یعنی ذاتِ باری۔

2. ایمان۔ یعنی مشاہدہ سے تنزل اختیار کر کے دلائل سے یقین حاصل کرنا غیرتِ رب کا سبب ہے۔ شین۔ عیب۔ جامہ دار۔ بخشی، مہتمم توشہ خانہ ہو کر کپڑے کا تاجر بنے۔ شستن۔ نشستن، بیٹھنا کا مخفف ہے۔ حیف۔ ظلم، افسوس۔ غبین۔ زیاں کار، یہ غیرت کی تیسری مثال ہے۔ دست بوسش۔ یعنی اعلیٰ مرتبہ چھوڑ کر ادنیٰ مرتبہ اختیار کرنا بھی غیرت کا سبب ہے۔ پیش آں۔ یعنی دست بوسی کے مقابلہ میں یہ خدمت کا ادنیٰ درجہ ہے۔

شاہ را غیرت[1] بود بر ہر کہ اُو
بادشاہ کو اس پر غیرت آئے گی جو
بو گزیند بعد ازاں کہ دید رُو
خوشبو اختیار کرے جبکہ چہرہ دیکھ لیا ہے

غیرتِ حق بر مثل گندم بود
اللہ کی غیرت، گیہوں جیسی ہے
کاہِ خرمن غیرتِ مَردم بود
انسانوں کی غیرت بھوسے کی طرح ہے

اصل غیرتہا بدانید از اِلٰہ
غیرتوں کی جڑ خدا سے سمجھو
آنِ خلقاں فرعِ حق بے اشتباہ
بلاشبہ مخلوق کی غیرت خدا کی غیرت کی شاخ ہے

شرحِ ایں بگذارم و گیرم گلہ
اس کی شرح چھوڑتا ہوں، شکوہ شروع کرتا ہوں
از جفائے آں نگارے دَہ دلہ
اس دس دل والے محبوب کی جفا کا

نالم ایرا نالہا خوش آیدش
اس لئے روتا ہوں کہ اس کو رونا اچھا لگتا ہے
از دو عالم نالہ و غم بایدش
دونوں جہاں کی جانب سے اس کو رونا پسند آتا ہے

چوں نالم تلخ از دستانِ[2] اُو
اسکے ناز وانداز کی وجہ سے کڑوے آنسو کیوں نہ بہاؤں؟
چوں نیم در حلقۂ مستانِ اُو
اس کے عاشقوں کے حلقے میں کیوں نہ داخل ہوں؟

چوں نباشم ہمچو شب بے روزِ اُو
اس کے دن کے بغیر میں رات کی طرح کیوں نہ ہو جاؤں
بے وصالِ روئے روز افروز اُو
اسکے دن کو روشن کرنے والے چہرہ کے وصال کے بغیر

ناخوشِ اُو خوش بود در جانِ من
اس کی جانب سے ناگوار، میری جان کو گوارا ہے
جاں فدائے یارِ دل رنجانِ من
دل دکھانے والے یار پر میری جان قربان ہے

عاشقم بر رنج خویش و دردِ خویش
میں اپنے رنج اور اپنے درد کا عاشق ہوں
بہر خوشنودی شاہِ فردِ خویش
اپنے بے مثال شاہ کی خوشنودی کے لئے

خاکِ غم را سرمہ سازم بہر چشم
میں غم کی خاک کا آنکھوں کے لئے سرمہ بناتا ہوں
تا زگوہر پُر شود دو بحر چشم
تاکہ آنکھوں کے دونوں سمندر موتیوں سے بھر جائیں

اشک کاں از بہر اُو بارند خلق
لوگ جو آنسو اس کے لئے بہاتے ہیں
گوہرست و اشک پندارند خلق
موتی ہیں، لوگ ان کو آنسو سمجھتے ہیں

من ز جانِ جاں شکایت می کنم
میں جانِ جاناں کی شکایت کرتا ہوں
من نیم شاکی روایت می کنم
میں شاکی نہیں ہوں، بیان کر رہا ہوں

---

[1] شاہ راغیرت۔ یہ بھی غیرت کی بات ہے کہ دیدار کا موقع ہو تو اس کو چھوڑ کر خوشبو سونگھنے پر اکتفا کر لے۔ غیرتِ حق۔ یعنی اصل غیرتِ حق ہے اور انسانوں کی غیرت بھوسے کی طرح بے قدر ہے۔ شرح ایں۔ یعنی غیرتِ حق کی تفصیل۔ گلہ۔ شکوہ۔ نگار۔ معشوق۔ دہ دلہ۔ چونکہ حضرتِ حق کی شئون مختلف ہیں، لہذا اس کو دہ دلہ کہا ہے۔ ایرا۔ زیرا، حدیث شریف میں آیا ہے اللہ کو دو قطرے بہت محبوب ہیں۔ ایک وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے آنکھ سے بہہ پڑے، ایک وہ خون کا قطرہ جو جہاد میں ٹپک جائے۔ تلخ نالیدن۔ نہایت درد سے رونا۔

[2] دُستاں۔ مکروفریب، ناز وانداز۔ مستاں۔ عشاق۔ شب۔ رات یعنی سیاہ بختی۔ روز۔ یعنی دن کی طرح روشن ہے۔ ناخوش۔ معشوق، عاشق کے درد سے اس لئے خوش ہے کہ وہ درد تقاضائے عشق ہے لہذا اس کی خوشی کی خاطر ہم اپنے درد اور رنج سے خوش ہیں۔ اشک۔ یعنی جو آنسو محبوب کی یاد میں بہے وہ موتی ہے۔ روایت۔ یعنی میں اپنے درد کا جو بیان کرتا ہوں وہ بصورتِ شکایت ضرور ہے لیکن دراصل وہ شکایت نہیں بلکہ ایک واقعہ کو نقل کرتا ہے۔

دل[1] ہمی گوید ازو رنجیدہ ام ... وز نفاقِ سست میخندیدہ ام
دل کہتا ہے، میں اس سے رنجیدہ ہوں ... کمزور نفاق سے، میں ہنستا ہوں

راستی کُن اے تو فخر راستاں ... اے تو صدر و من درت را آستاں
اے وہ ذات کہ تو سچوں کا فخر ہے! سیدھا چل ... اے وہ کہ تو صدر ہے اور میں تیرے در کی دہلیز ہوں

آستان و صدر در معنیٰ کجاست ... ما و من کُو آں طرف کُو یارِ ماست
حقیقتاً آستاں اور صدر کہاں ہے؟ ... جہاں ہمارا یار ہے وہاں "ما و من" کہاں ہے؟

اے رہیدہ جانِ تو از ما و من ... اے لطیفہ روح اندر مرد و زن
اے وہ کہ تیری ذات "ما و من" سے آزاد ہے ... اے! مرد اور عورت میں لطیفۂ روح

مرد و زن چوں یک شوند آں یک توئی ... چونکہ یکہا محو شد آں تک توئی
مرد و زن جب ایک ہو جائیں وہ ایک تو ہی ہے ... جب سب مٹ جائیں اب تو وہی ہے

ایں من و ما بہرِ آں بر ساختی ... تا تو باخود نردِ خدمت باختی
اس "من و ما" کو تو نے اس لئے بنایا ہے ... تاکہ تو خدمت کی بازی کھیلے

تا تو ما و تو زیک جوہر شوی ... عاقبت محض چناں دلبر شوی
جب تو "ما و تو" ایک جوہر بن جائے گا ... بالآخر اسی طرح خالص دلبر ہو جائے گا

تا من و تو باہمہ یک جاں شوند ... عاقبت[2] مستغرقِ جاناں شوند
جب "من و تو" سب ایک جان ہو جائیں گے ... انجام کار جاناں میں فنا ہو جائیں گے

ایں ہمہ ہست و بیا اے امر کن ... اے منزّہ از بیان و از سخن
یہ سب کچھ ہے، اور آ جا اے حاکم ... اے وہ (ذات) جو بیان اور کلام سے پاک ہے

چشمِ جسمانی نتاند دیدنت ... در خیال آرد غم و خندیدنت
جسمانی آنکھ تجھے نہیں دیکھ سکتی ہے ... تجھے خیال میں لا سکتا ہے غم اور ہنسنا؟

دل کہ اُو بستہ غم و خندیدن ست ... تو بگوئے لائق آں دیدن ست
وہ دل جو غم اور ہنسی سے وابستہ ہے ... تو بتا وہ دیدار کے قابل ہے

آں کہ اُو بستہ غم و خندہ بود ... اُو بدیں دو عاریت زندہ بود
جو غم اور ہنسی سے مقید ہو ... وہ ان دونوں عارضی چیزوں سے زندہ رہتا ہے

---

[1] دل۔ یعنی دل محبوب سے رنجیدہ ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ میں اس کے اس نفاق پر ہنستا ہوں، اس لئے کہ وہ دل دراصل خوشی محسوس کر رہا ہے۔ راستی کن۔ یعنی مجھے ناز و کرشمہ نہ دکھا تو صدرِ مجلس ہے میں آستاں جیسا پامال ہوں لہٰذا مجھ پر ظلم کرنا تیری شایانِ شان نہیں ہے۔ آستاں۔ چونکہ پہلے شعر میں محبوب کو صدر اور اپنے آپ کو آستاں کہا تو اس سے دوئی کی بو آئی جو فنا کے خلاف ہے لہٰذا اب اس کا تدارک کیا ہے۔ اے۔ ذاتِ حق واحد ہے، یہ ممکنات اس کے عارضی تعینات ہیں وہی ذات واحد لطیفۂ روح ہے جو مرد و زن کے عارضی جسم کو قائم کئے ہوئے ہے۔ تک۔ ایک کا مخفف ہے، اب، یہ ہے۔ خدمت۔ دنیاوی کاروبار۔ من و ما۔ یعنی جملہ مخلوقات۔

[2] عاقبت۔ یعنی یہ ممکنات کے عارضی تعینات ختم ہو جائیں گے تو وہی ذاتِ واحد قیوم باقی رہ جائے گی۔ امر کن۔ امر کنندہ، حاکم یعنی بے شک ذاتِ واجب الوجود ممکنات کے حجاب میں محجوب ہے لیکن میری تمنا یہی ہے کہ بیان و سخن سے گزر کر اس کی ذات کا مشاہدہ کر لوں۔ چشمِ جسمانی۔ اب مضمونِ سابق سے گریز کرتے ہیں کہ تمنا غلط ہے یہ ہماری جسمانی آنکھ کب مشاہدہ کر سکتی ہے اور جب تک ہم غم و شادی کے پابند ہیں ہم پر مادی عوارض طاری ہیں، کیسے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ دل۔ یعنی وہ دل جو طبعی کیفیتوں کا مقید ہے وہ دیدار ہی نہیں کر سکتا ہے۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز جو چند روز اپنے پاس رہتی ہے، یعنی غم و خندہ۔

باغِ سبز عشق کو بے منتہاست[1]
عشق کا سبز باغ جو دائمی ہے
عاشقی زیں ہر دو حالت برترست
عاشقی ان دونوں حالتوں سے بلند و بالا ہے
دِہ زکوٰۃ روئے خود اے خوبرو
اے (محبوب) خوبرو اپنے مکھڑے کی زکوٰۃ عطا کر
کز کرشمہ غمزۂ غمازۂ
چغل خور ناز کے انداز سے
من حلالش[2] کردم ارخونم بریخت
میں نے اس کے لئے حلال کر دیا اگر وہ میرا خون بہائے
چوں گریزانی زنالہ خاکیاں
خاکساروں کے نالہ سے تو کیوں گریزاں ہے؟
ایکہ ہر صبحیکہ از مشرق بتافت
اے محبوب! ہر صبح جو مشرق سے نمودار ہوئی
چہ بہانہ میدہی شیدات را
اپنے عاشق سے تو کیوں بہانے کرتا ہے
اے جہانِ کہنہ را تو جانِ نو
اے (محبوب) پرانی دنیا کی تو تازہ جان ہے
شرحِ گل بگذار از بہر خدا
(اے دل) خدا کے لئے پھول کی تشریح چھوڑ
از غم و شادی نباشد جوشِ ما
غم اور خوشی سے ہمارا جوش (وابستہ) نہیں ہے
حالت دیگر بود کاں نادرست
ایک دوسری ہی حالت ہے جو کمیاب ہے

جز غم و شادی درو بس میوہاست
اس میں غم اور خوشی کے علاوہ بہت سے میوے ہیں
بے بہار و بے خزاں سبز و ترست
(وہ) بے بہار اور بے خزاں سبز اور تر ہے
شرحِ جانِ شرحہ شرحہ باز گو
پارہ پارہ جان کی شرح پھر کر دے
بر دلم بنہاد داغِ تازۂ
اس نے میرے دل پر تازہ داغ لگا دیا ہے
من ہمی گفتم حلالِ او میگریخت
میں حلال حلال کہتا رہا وہ گریز کرتا رہا
غم چہ ریزی بر دلِ غمناکیاں
غمگینوں کے دل پر کیوں غم پاشی کرتا ہے؟
ہمچو چشمہ مشرقت در جوش یافت
اس نے مشرق کے سورج کی طرح تجھے تاباں پایا
اے بہانہ شکر لبہات را
اے وہ (محبوب) جسکے ہونٹوں کی شکر کی کوئی قیمت نہیں ہے
از تن بیجان و دل افغاں شنو
بے جان اور بے دل جسم کی فریاد سن لے
شرحِ بلبل گو کہ شد از گل جدا
اس بلبل کی تفصیل بتا جو پھول سے جدا ہو گئی ہے
باخیال و وہم نبود ہوشِ ما
ہمارا ہوش خیال اور وہم سے (وابستہ) نہیں ہے
تو مشو منکر کہ حق بس قادرست
تو منکر نہ بن اللہ بہت قدرت والا ہے

1. بے منتہا۔ لافانی، یعنی جب انسان میں لافانی صفات پیدا ہو جائیں گی تب وہ دیدارِ الٰہی کے قابل ہوگا۔ دو حالت۔ یعنی خزاں اور بہار، باغ عشق کی تر و تازگی لافانی ہے۔ شرح جاں۔ یعنی یہ بتا کہ ہماری روح کو کب دیدار میسر آئے گا۔ شرحہ شرحہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ غمزہ۔ آنکھ کا اشارہ۔ غماز۔ چغل خور۔ غمزہ کو غماز اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ دل کی بات کو ظاہر کر دیتا ہے۔ داغ تازہ۔ یعنی نئی تجلی۔
2. حلال۔ یعنی میں یہی کہتا رہا کہ میرا خون بہانا حلال ہے مگر وہ خونریزی پر آمادہ نہ ہوا بلکہ گریز کر گیا۔ چشمہ مشرق۔ آفتاب۔ بہانہ۔ قیمت نہیں ہے۔ جہانِ کہنہ۔ دنیا میں چونکہ تغیرات ہیں، اس لئے اس کو کہنہ کہا ہے۔ جانِ نو۔ حضرت حق، قیوم ہے لہٰذا وہ عالم کے لئے بمنزلہ جان ہے اور ہر روز اس کی ایک شان کا ظہور ہوتا ہے۔ شرح گل۔ یعنی محبوب کے دیدار کی باتیں ختم کر کے اب عاشق کی مجبوری کا حال سنا۔

تو قیاس از حالت انسان[1] مکن / منزل اندر جور و در احساں مکن
تو انسان کی حالت پر قیاس نہ کر / ظلم و احسان میں ٹکاؤ نہ کر

جور و احساں رنج و شادی حادِث ست / حادثاں میرند و حق شاں وارِث ست
ظلم اور احسان، رنج اور خوشی سب نو پیدا ہیں / نو پیدا چیزیں فنا ہو جاتی ہیں اور اللہ ان کا وارث ہے

صبح شد اے صبح را پشت و پناہ / عذرِ مخدومی حسام الدین بخواہ
اے صبح کے پشت و پناہ! صبح ہو گئی / میرے مخدوم حسام الدین سے معذرت کر

عذرِ خواہِ عقل[2] کل و جاں توئی / جانِ جان و تابش مرجاں توئی
عقل کل اور جان سے معذرت چاہنے والا تو ہی ہے / جان کی جان اور مونگے کی چمک تو ہی ہے

تافت نورِ صبح ما از نورِ تو / در صبوحی با مئے منصور تو
ہماری صبح کا نور تیرے نور سے چمک اٹھا / صبح کی شراب نوشی کے وقت، تیری منصور شراب کے ذریعہ

دادۂ حق چوں چنیں دارد مرا / بادہ کہ بود تا طرب آرد مرا
اللہ کی عطا جب مجھے ایسا بنائے رکھتی ہے / شراب کیا ہوتی ہے جو مجھے مست کرے؟

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست / چرخ در گردش فدائے ہوشِ ماست
شراب، جوش میں ہمارے جوش کی بھکاری ہے / آسمان، گردش میں ہمارے ہوش پر قربان ہے

بادہ از ما مست شدنے ما ازو / قالب از ما ہست شدنے ما ازو
شراب ہم سے مست ہوئی ہے، نہ کہ ہم اس سے / جسم ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے نہ کہ ہم اس کی وجہ سے

ماچو زنبوریم و قالب ہا چو موم / خانہ خانہ کردہ قالب را چو موم
ہم شہد کی مکھی کی طرح ہیں اور جسم موم کی طرح / اس نے جسم کو موم کی طرح خانہ خانہ بنا رکھا ہے

بس درازست ایں حدیث اےخواجہ گو / تاچہ شد احوالِ آں مردِ نکو
یہ قصہ دراز ہے اے صاحب! بتائیے / اس نیک مرد کے کیا احوال ہوئے؟

رجوع بحکایت خواجۂ تاجر

خواجہ سوداگر کی حکایت کی طرف رجوع

خواجہ اندر آتش و درد و حنیں / صد پراگندہ ہمی گفت ایں چنیں
خواجہ، آگ اور درد اور رونے کی حالت میں / اسی طرح کی سینکڑوں بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا

---

[1] حالت انساں۔ یعنی عشق مجازی کی لذت اور تکلیف محبوب کے قہر اور مہر پر موقوف ہے۔ عشق حقیقی کو عشق مجازی پر قیاس نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ اس کی کیفیات عوارض سے وابستہ ہیں جو فانی ہیں اور عشق حقیقی کا تعلق ذات باری سے ہے جو حی و قیوم ہے۔ صبح شد۔ یعنی تجلیات کی محویت میں سحر ہو گئی اور مثنوی لکھنے میں تاخیر ہوئی لہٰذا اے عشق تجھے حسام الدین سے عذر خواہی کرنی چاہئے جن کی فرمائش اور اصرار پر مثنوی لکھنی شروع کی گئی ہے۔ حسام الدین مولانا کے خاص مرید ہیں جن کا ذکر مولانا بڑی تعظیم سے کرتے ہیں۔ توئی۔ یعنی عشق۔

[2] عقل، جان۔ مرجان۔ یعنی مونگا۔ مراد مولانا حسام الدین۔ نورِ تو۔ نورِ عشق۔ صبوحی۔ صبح کی شراب۔ منصور۔ یعنی خدائی مدد سے بہرہ یاب۔ دادۂ حق۔ یعنی عشق الٰہی۔ بادہ۔ انگوری شراب یعنی انگوری شراب کا جوش ہماری مستی کے جوش کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ نیز ہمارے وجد اور حال کی گردش آسمان کی گردش سے بڑھی ہوئی ہے۔ ماچو زنبوریم۔ اس شعر میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ ما سے مراد انسان اور قالبہا سے دیگر مخلوقات مراد ہوں۔ خانہ خانہ کردہ۔ یعنی اپنے تصرف میں لایا۔ مردِ نکو۔ یعنی سوداگر۔ حنین۔ رونے کی آواز۔

گہ تناقض گاہ ناز و گہ نیاز
کبھی متضاد باتیں، کبھی ناز اور کبھی نیاز
گاہ سودائے حقیقت گہ مجاز
کبھی حقیقی پاگل پن اور کبھی بناوٹی

مردِ غرقہ گشتہ جانے می کند
ڈوبنے والا، جان توڑتا ہے
دست را در ہر گیاہے[1] میزند
ہر تنکے پر ہاتھ مارتا ہے

تا کدامیں دست گیرد در خطر
تاکہ خطرے میں اس کی کوئی دستگیری کرے
دست و پائے میزند از بیم سَر
سر کے ڈر سے ہاتھ پیر مارتا ہے

دوست دارد دوست ایں آشفتگی
اس پریشان حالی کو دوست پسند کرتا ہے
کوشش بیہودہ بہ از خفتگی
سونے سے، لاحاصل کوشش بہتر ہے

آنکہ اُو شاہ ست او بیکار نیست
جو شاہ ہے وہ (بھی) بیکار نہیں ہے
نالہ ازوے طرفہ کو بیمار نیست
جو بیمار نہیں ہے اس کی آہ و زاری عجیب بات ہے

بہر ایں فرمودہ رحمٰن اے پسر
اے بیٹا! رحمٰن نے اس لئے فرمایا ہے
کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَان اے پسر
اے بیٹا! وہ ہر روز کسی کام میں ہے

اندریں رہ می تراش و می خراش[2]
اس راستہ میں کانٹ چھانٹ کرتے رہو
تا دمِ آخر دمے فارغ مباش
آخری سانس تک کسی وقت خالی نہ رہو

تا دمِ آخر دمے آخر بود
مرتے دم تک کوئی وقت ضرور ہوگا
کہ عنایت با تو صاحب سِر بود
کہ عنایت (خداوندی) تیری ہمراز ہوگی

ہر کہ میکوشید گر مرد و زن ست
جو بھی کوشش کرتا ہے، خواہ مرد ہو یا عورت
گوش و چشم شاہِ جاں بر روزن ست
جانکے مالک کے کان اور آنکھیں جھرو کے پر لگی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
قصۂ طوطی و خواجہ باز گو
طوطی اور خواجہ کا قصہ سنا

بیروں انداختن خواجہ طوطیِ مُردہ را از قفس و پَریدنِ آں

خواجہ کا مردہ طوطی کو پنجرے سے باہر پھینکنا اور اس کا اڑ جانا

بعد ازانش از قفس بیروں فگند
اس کے بعد اس کو پنجرے سے باہر پھینکا
طوطیک پَرید تا شاخِ بلند
طوطی بلند شاخ پر اڑ گئی

[1] گیاہے۔ مشہور ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ بیم سَر۔ موت کا ڈر۔ دوست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو کوشش اور سعی پسند ہے اگرچہ نتیجہ اس نے اپنے قبضہ قدرت میں رکھا ہے۔ شاہ ست۔ یعنی اللہ تعالیٰ باوجود تمام بے نیازیوں اور صمدیت کے مصروف کار ہے۔ نالہ۔ بدون بیماری کے آہ و زاری جس طرح باعث تعجب ہے اسی طرح حضرت حق کی بے نیازی کے باوجود مشغولیت باعث تعجب ہے۔ رحمٰن۔ اللہ کا اسم ہے نیز سورۂ رحمٰن بھی مراد ہو سکتی ہے چونکہ یہ آیت اسی سورہ کی ہے ''کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَان'' یعنی صفات ذات جن کا وہ اظہار کرتا رہتا ہے کسی کو مارتا ہے کسی کو رزق دیتا ہے کسی کو حیات بخشا ہے۔

[2] تراش و خراش۔ تراشیدن، بمعنی کاٹنا اور خراشیدن بمعنی چھیلنا سے امر کے صیغے ہیں یہاں کوشش اور سعی مراد ہے۔ آخر۔ دو جگہ ہے، پہلے کے معنی پچھلا اور دوسرے کے معنی یقیناً ہیں۔ ہر کہ۔ قرآن میں ہے ''لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی'' میں تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام ضائع نہ کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ گوش۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر شخص کے کام کا سننے اور دیکھنے والا ہے۔

طوطی مُردہ چناں پرواز کرد — کافتاب از شرقِ ترکی تاز[1] کرد
مردہ طوطی نے اس طرح اُڑان بھری — جیسے سورج مشرق سے دوڑ دھوپ کرتا ہے

خواجہ حیراں گشت اندر کارِ مرغ — بے خبر ناگہ بدید اَسرارِ مُرغ
پرندے کے کام سے خواجہ حیران ہو گیا — اچانک، بے خبر اس نے پرندے کے راز دیکھے

روئے بالا کرد و گفت اے عندلیب — از بیانِ حالِ خود ماں دِہ نصیب
اوپر منہ اٹھایا اور بولا اے بلبل! — اپنے حال کے بیان سے ہمیں حصہ دے

اُو چہ کرد آنجا کہ تو آموختی — چشم ما از مکر خود بر دوختی
اس نے وہاں کیا کیا جو تو نے سیکھ لیا — اپنی تدابیر سے تو نے ہماری آنکھیں بند کر دیں

ساختی مکرے و مارا سوختی — سوختی مارا و خود افروختی
تو نے مکر کیا اور ہمیں جلا ڈالا — ہمیں جلا دیا اور خود کو روشن کر لیا

گفت طوطی کُو بفعلم پند داد — کہ رہا کن نطق و آواز و گشاد
طوطی نے کہا کہ اس نے عمل سے مجھے نصیحت کی — کہ بول چال اور خوشی کو ترک کر دے

زانکہ آوازت تُرا در بند کرد — خویش اُو مُردہ پئے ایں پند کرد
کیونکہ تیری آواز نے تجھے قید کرایا — اُس نے اِس نصیحت کے لئے اپنے آپ کو مردہ بنا لیا

یعنی[2] اے مطرب شدہ با عام و خاص — مُردہ شو چوں من کہ تایابی خلاص
یعنی اے خاص و عام کو مست کرنے والے — میری طرح مردہ بن جا کہ نجات پائے

دانہ باشی مرغکانت بر چنند — غنچہ باشی کودکانت بر کنند
دانہ بنے گا تو پرندے تجھے چگ لیں گے — کلی بنے گا تو بچے تجھے نوچ لیں گے

دانہ پنہاں کُن بکلّی دام شو — غنچہ پنہاں کُن گیاہِ بام شو
دانے کو چھپا، بالکل جال بن جا — کلی کو چھپالے محل کا سبزہ بن جا

ہر کہ داد اُو حسنِ خود را در مزاد — صد قضائے بدسوئے اُو رُو نہاد
جس نے اپنے حسن کو بڑھایا — سینکڑوں آفتوں نے اس کا رخ کیا

چشمہا و خشمہا و رشکہا — برسرش بارد چو آب از مشکہا
آنکھیں اور غصے اور رشک — اُس پر اس طرح برس پڑیں گے جیسے مشک سے پانی

دشمناں اُو را زغیرت میدرند — دوستاں ہم روزگارش میبرند
دشمن، حسد سے اسے پھاڑ ڈالیں گے — دوست بھی اس کا وقت ضائع کر دیں گے

1. ترکی تاز۔ ترکتاز یعنی ترکوں کی طرح دوڑ دھوپ کرنا۔ عندلیب۔ بلبل۔ نصیب۔ حصہ۔ بفعل پند دادن۔ عملی طور پر نصیحت کرنا۔ رہا کردن۔ چھوڑنا۔ گشاد۔ انبساط، خوشی۔ آوازت۔ طوطی کی خوش الحانی گرفتاری کا سبب بنی ہے۔ پند کرد۔ پہلے گذرا ہے کہ تاجر کی طوطی نے جنگل کی طوطی سے اپنی نجات کی راہنمائی چاہی تھی تو جنگل کی طوطی نے مرکر اس کو تعلیم دی کہ خاموشی نجات کا سبب ہے۔

2. یعنی۔ مرکر اس نے یہ سمجھایا تھا کہ مرکر تیری خوش بیانی ختم ہوگی تو تجھے نجات ملے گی۔ دانہ باشی۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی انسان کی نمود اس کی تباہی ہے۔ مزاد۔ زیادتی۔ قضا۔ آفت۔ رونہادن۔ متوجہ ہونا۔ روزگارش می برند۔ اوقات ضائع کریں گے۔

آنکہ غافل بود از کشت[1] بہار
جو موسم بہار کی کھیتی سے غافل ہو
اُو چہ داند قیمت ایں روزگار
وہ اس وقت کی قیمت کیا جانے

در پناہِ لطف حق باید گریخت
اللہ کی مہربانی کی پناہ میں آنا چاہئے
کو ہزاراں لطف بر اَرواح ریخت
جس نے روحوں پر ہزاروں مہربانیاں برسائی ہیں

تا پناہے یابی آنگہ چہ پناہ
اس وقت تک کہ تو پناہ حاصل کر لے اور پناہ بھی کیسی
آب و آتش مَر تُرا گردد سپاہ
کہ پانی اور آگ تیرے سپاہی بن جائیں

نوحؑ و موسیٰؑ را نہ دریا یار شد
کیا نوح اور موسیٰ (علیہما السلام) پر دریا مہربان نہیں ہوا؟
نے بر اَعداشاں بکیں قہار شد
کیا ان کے دشمنوں پر اس نے قہر نہیں ڈھایا؟

آتش ابراہیمؑ را نے قلعہ بود
کیا آگ ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے قلعہ نہیں بنی؟
تا بر آورد از دلِ نمرود[2] دُود
یہاں تک کہ نمرود کے دل سے دھواں اٹھا دیا

کوہ یحییٰؑ را نہ سوئے خویش خواند
کیا پہاڑ نے یحییٰ (علیہ السلام) کو اپنی طرف نہیں بلایا؟
قاصدانش را بزخم سنگ راند
اور ان کا قصد کرنے والوں کو پتھر مار کر بھگایا؟

گفت اے یحییٰؑ بیا در من گریز
اس نے کہا اے یحییٰ! آ مجھ میں بھاگ آ
تاپناہت باشم از شمشیر تیز
تاکہ تیز تلوار سے تیری پناہ بنوں

وداع کردن طوطی خواجہ را و پند دادن و پَریدن

طوطی کا خواجہ کو رخصت کرنا اور نصیحت کرنا اور اُڑ جانا

یک دو پندش داد طوطی بے نفاق
طوطی نے اس کو مخلصانہ دو ایک نصیحتیں کیں
بعد ازاں گفتش سلامُ الفراق
اس کے بعد اس نے کہا، سلام ہے، الفراق

الوداع اے خواجہ کردی مرحمت
الوداع اے خواجہ! تو نے کرم کیا
کردی آزادم ز قید و مظلمت
مجھے قید اور تاریکی سے آزاد کر دیا

الوداع اے خواجہ رفتم تا وطن
اے خواجہ الوداع، میں وطن کو جاتی ہوں
ہم شوی آزاد روزے ہمچو من
تو بھی میری طرح کسی دن آزاد ہو جائے

خواجہ گفتش فی أمان اللہ برو
خواجہ نے اس سے کہا فی امان اللہ جا
مَرمَرا اکنوں نمودی راہِ نو
تو نے مجھے اب نئی راہ دکھا دی

1. کشت۔ کھیتی۔ بہار۔ موسم بہار۔ او چہ داند۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اگر یہاں بیج نہ بوؤ گے تو آخرت میں نہ کاٹ سکو گے۔ در پناہ حق۔ انسانوں سے خلوت اختیار کر کے اللہ سے دوستی جوڑنی چاہئے۔ چہ پناہ۔ خدا کی پناہ۔ وہ پناہ ہے جس کے ذریعہ کائنات خادم بن جاتی ہے۔ شعر۔ تو ہم گردن از حکم داور مپیچ۔ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ۔ نوحؑ و موسیٰؑ۔ طوفان آیا جو حضرت نوحؑ کی نجات اور دشمنوں کی تباہی کا سبب بنا۔ دریائے نیل نے فرعون کو ڈبو دیا، حضرت موسیٰؑ کو نجات دلائی۔ قلعہ۔ یعنی پناہ گاہ۔ از دل برآوردن۔ حسرت زدہ بنانا، محروم کرنا۔

2. نمرود۔ وہی ظالم بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈلوایا تھا۔ یحییٰؑ۔ مشہور ہے کہ حضرت یحییٰؑ کو جب قوم نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ایک پہاڑ نے ان کو اپنے اندر پناہ دی اور جب قوم ان کے تعاقب میں پہنچی تو اسی پہاڑ کے پتھروں نے اس قوم کو ہلاک کر دیا۔ وداع کردن۔ رخصت کرنا۔ الوداع الفراق۔ یہ دونوں کلمے جدائی کے وقت بولے جاتے ہیں۔ مظلمت۔ اندھیرا۔ آزاد۔ یعنی دنیوی علائق کے پنجرے سے۔ فی امان اللہ۔ اللہ کی حفاظت میں، یہ کلمہ بھی رخصت کرتے وقت بولا جاتا ہے۔

سوئے ہندوستاں اصلی[1] رُو نہاد
اصلی وطن ہندوستان کی طرف اس نے رخ کیا
بعد شدّت از فرح دل گشت شاد
سختی کے بعد خوشی سے اس کا دل خوش ہو گیا

خواجہ باخود گفت ایں پندِ من ست
خواجہ نے اپنے آپ سے کہا، یہ میرے لئے نصیحت ہے
راہِ اُو گیرم کہ ایں رہ روشن ست
اس کا راستہ اختیار کروں گا، یہ راستہ واضح ہے

جانِ من کمتر زطوطی کے بُوَد
میری جان طوطی سے کیا کم ہے
جاں چنیں باید کہ نیکو پئے بُوَد
ایسی جان چاہئے جو نیک قدم ہو

مضرتِ تعظیم خلق و انگشت نماشدن

لوگوں کی تعظیم اور شہرت کی مضرت

تن قفس شکل ست و زاں شد خارِ جاں
جسم، پنجرے کی طرح ہے، اسی وجہ سے جان کیلئے کانٹا ہے
از فریب داخلاں و خارجاں
اندرونی اور بیرونی لوگوں کے مکر کی وجہ سے

ایں‌ش گوید من شوم ہمرازِ تو
یہ اس کو کہتا ہے میں تیرا ہمراز ہوں
واں‌ش گوید نے منم انبازِ تو
اور وہ اس سے کہتا ہے نہیں میں تمہارا ساتھی ہوں

ایں‌ش گوید نیست چوں تو در وجود
یہ اس سے کہتا ہے تجھ جیسا کوئی موجود نہیں ہے
در کمال و فضل و در احسان و جود
کمال اور فضل اور احسان اور سخاوت میں

آں‌ش گوید ہر دو عالم آنِ تست
وہ اس سے کہتا ہے دونوں جہاں تیری ملکیت ہیں
جملہ جانہائے ما طفیلِ جانِ تست
ہم سب کی جانیں تیرے جان کی طفیلی ہیں

ایں‌ش گوید گاہ عیش و خرّمی
یہ اس سے کہتا ہے، عیش اور خوشی کا وقت ہے
آں‌ش گوید گاہِ نوش و ہمدمی
وہ اس سے کہتا ہے، پینے پلانے اور یاری دوستی کا وقت ہے

اُو چو بیند خلق را سرمستِ خویش
وہ جب لوگوں کو اپنا شیدائی دیکھتا ہے
از تکبّر میرود از دستِ خویش
تکبر کی وجہ سے آپے سے باہر ہو جاتا ہے

اُو نداند کہ ہزاراں را چو اُو
وہ نہیں سمجھتا کہ اس جیسے ہزاروں کو
دیو افگندست اندر آبِ جو
شیطان نے نہر کے پانی میں پھینک دیا ہے

لطف و سالوسِ جہاں خوش لقمہ ایست
دنیا کی مہربانی اور مکاری مزیدار نوالہ ہے
کمترش خور کو پُر آتش لقمہ ایست
اس کو نہ کھا کیونکہ وہ آگ بھرا ہے

آتشش[2] پنہاں و ذوقش آشکار
اس کی آگ ڈھکی ہوئی ہے اور مزا کھلا ہوا ہے
دُودِ اُو ظاہر شود پایانِ کار
اس کا دھواں آخر میں ظاہر ہوتا ہے

تو مگو تا مدح رامن کے خرم
تو یہ نہ کہہ کہ خوشامد کا میں کب خریدار ہوں؟
از طمع می گوید اُو من پے بَرم
مجھے معلوم ہے وہ لالچ کی وجہ سے کہہ رہا ہے

---

[1] اصلی۔ وطن محذوف کی صفت ہے۔ فرح۔ خوشی۔ انگشت نماشدن۔ مشہور ہونا۔ ایں‌ش۔ جلوت کی جو مضرتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ شہرت دل کے یاروں سے ہوا شوق گناہ۔ آدمی کا آدمی شیطان ہے۔ انباز۔ شریک، ساتھی۔ جود۔ سخاوت۔ دیو۔ شیطان۔ سالوس۔ مکروفریب۔

[2] آتشش۔ مدح سرائی سے انسان ابتداً لطف اندوز ہوتا ہے لیکن انجام تباہی ہے۔ تو مگو۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی غلط مدح سرائی سے ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مولانا اس کی تردید کرتے ہیں کہ ضرور اثر ہوتا ہے جو تمہارے لئے غیر محسوس ہے۔

مادحت گر ہجو گوید بر ملا
تیری تعریف کرنے والا، اگر کھلم کھلا برائی کرے
گرچہ دانی[1] کوز حرماں گفت آں
اگر چہ تو جانتا ہے کہ اسے محروم رہنے کی وجہ سے وہ کہا ہے
آں اثر میماندت در اندروں
اس کا اثر تجھ میں رہے گا
آں اثر ہم روز ہا باقی بود
وہ اثر بھی عرصہ تک باقی رہتا ہے
نیک بنماید چو شیرین ست مدح
تعریف چونکہ میٹھی ہے، اچھی لگتی ہے
ہمچو مطبوخ ست و حب کانرا خوری
(وہ برائی) مسہل اور گولی کی طرح ہے جو تو کھاتا ہے
ورخوری حلوا بود ذوقش دمے
اگر تو حلوا کھائے اس کا مزا تھوڑی دیر رہتا ہے
چوں نمی پاید ہمی ماند نہاں
چونکہ (حلوے کا ذائقہ منہ میں) نہیں ٹھہرتا ہے چھپا رہتا ہے
چوں شکر[2] ماند نہاں تاثیر او
چونکہ شکر کی تاثیر پوشیدہ رہتی ہے
ورحب و مطبوخ خوردی اے ظریف
اے خوش مزاج! اگر تو گولی اور مسہل پئے
نفس از بس مدحہا فرعون شد
نفس تعریفوں سے فرعون بن گیا
تا توانی بندہ شو سلطاں مباش
جب تک ہو سکے خادم بن، بادشاہ نہ بن

روزہا سوزد دِلت زاں سوزہا
ان سوزشوں سے تیرا دل عرصہ تک جلے گا
کاں طمع کہ داشت از تو شد زیاں
کیونکہ وہ لالچ جو اس کو تجھ سے تھا، نہ ملا
در مدیح ایں حالتے ہست آزموں
تعریف میں (بھی) یہ حالت معیار ہے
مایۂ کبر و خداعِ جاں شود
جو جان کے تکبر اور دھوکے کا سرمایہ بنتا ہے
بدنماید زانکہ تلخ اُفتاد قدح
برائی چونکہ کڑوی ہے بری لگتی ہے
تا بدیرے شورش و رنج اندری
جس کی شورش اور تکلیف دیر تک تجھ میں رہتی ہے
ایں اثر چوں آں نمی پاید ہمے
اس کا اثر بھی اس کے اثر کی طرح پائیدار نہیں ہے
ہر ضدے را تو بضد آں بداں
ہر ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچان لے
بعد چندے دُمل آرد نیش جو
چند دن بعد قابل نشتر پھوڑا پیدا کر دیتی ہے
اندروں شد پاک ز اَخلاطِ کثیف
گندے مواد سے تیرا باطن پاک ہو جائے
كُنْ ذَلِيْلَ النَّفْسِ هَوْنًا لَاتَسُدْ
تو منکسر مزاج خاکسار بن جا، سرداری نہ چاہ
زخم کش چوں گوئے شو چوگاں مباش
گیند کی طرح چوٹ برداشت کرنے والا بن، بلا نہ بن

1. گرچہ دانی۔ یعنی تم خود سمجھتے ہو کہ چونکہ تم نے اسے محروم کیا ہے، اس لئے برائی کر رہا ہے لیکن اس کی برائی سے متاثر ہوتے ہو۔ اندروں۔ باطن، قلب۔ مدیح۔ مدح، تعریف۔ خداع۔ مکروفریب۔ قدح۔ عیب جوئی، طعنہ زنی۔ مطبوخ۔ پکا ہوا یعنی مسہل کی دوا جو پکا کر پلائی جاتی ہے۔ حب۔ گولی۔ تابدیرے۔ مسہل کا اثر سارے دن رہتا ہے، پیٹ میں مروڑ ہوتا رہتا ہے اور دست آتے رہتے ہیں۔ ایں۔ حلوے کا ذائقہ۔ آں۔ مسہل کا اثر۔ ہر ضدے۔ ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچانا جاتا ہے۔ جب کڑوی دوا کا اثر دیر تک رہتا ہے تو شکر کا اثر بھی دیرپا ہوگا۔

2. چوں شکر۔ شکر کا اندرونی اثر یہ ہوگا کہ پھوڑے پیدا ہوں گے جن پر شگاف لگانے کی ضرورت پڑے گی۔ ظریف۔ خوش مزاج۔ اخلاط۔ خلط کی جمع ہے جسم کا مادہ۔ کثیف۔ گندا، گاڑھا۔ ذلیل النفس۔ منکسر مزاج۔ ھون۔ خاکساری۔ لاتسد۔ سردار نہ بن، سیادت کا فعل نہی ہے۔ گوئی۔ گیند، گیند بلے کی چوٹ کھاتی ہے۔ چوگاں۔ بلا، گیند پر ضرب لگاتا ہے۔

ورنہ[1] چوں لُطفت نماند ویں جمال
ورنہ جب تیری مہربانی اور حسن نہ رہے گا
از تو آید آں حریفاں را ملال
ان دوستوں کے تجھ سے دل بھر جائیں گے

آں جماعت کت ہمی دادند ریو
وہی لوگ جو تجھے دھوکا دیتے تھے
چوں ببینندت بگویندت کہ دیو
جب تجھے دیکھیں گے تجھے بھوت کہیں گے

جملہ گویندت چو بینندت بدر
جب تجھے دروازہ پر دیکھیں گے سب تجھے کہیں گے
مُردہَ از گورِ خود بَر کردہ سَر
مردہ اپنی قبر سے نکل آیا ہے

ہمچو اَمرد کہ خدا نامش کنند
اَمرد (لڑکے) کی طرح کہ اس کو خدا کہتے ہیں
تابداں سالوس در دامش کنند
تاکہ اس مکاری سے اس کو جال میں پھانس لیں

چوں بہ بدنامی برآید ریش او
جب بدنامی کے ساتھ اس کی داڑھی نکل آئی
دیو را ننگ آید از تفتیش او
اسکے احوال معلوم کرنیسے شیطانکو (بھی) ذلت محسوس ہوتی ہے

دیو سوئے آدمی شد بہر شر
شیطان شر پھیلانے سے آدمی کی طرف آتا ہے
سوئے تو ناید کہ از دیوی بتر
تیری جانب نہیں آتا کیونکہ تو شیطان سے بدتر ہے

تا تو بودی آدمی دیو از پیت
جب تک تو آدمی تھا شیطان تیرے پیچھے
میدوید و میچشانید از میت
دوڑتا تھا اور تجھے شراب پلاتا تھا

چوں شدی در خوئے دیوی اُستوار
جب تو شیطنت میں پختہ کار ہو گیا
میگریزد از تو دیو اے نابکار
اے نالائق! شیطان تجھ سے بھاگتا ہے

آنکہ اندر دامنت آویخت او
جو تیرے دامن سے چمٹا ہوا تھا
چوں چنیں گشتی زتو بگریخت او
جب تو ایسا ہو گیا وہ تجھ سے بھاگ گیا

تفسیر مَاشَآءَ اللّٰہُ[2] کَانَ وَمَالَمْ یَشَألَمْ یَکُنْ

جو اللہ نے چاہا ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا کی تفسیر

ایں ہمہ گفتیم لیک اندر بسیج
یہ سب کچھ ہم نے کہا لیکن ارادہ میں
بے عنایاتِ خدا ہیچیم ہیچ
خدا کی عنایتوں کے بغیر ہم ہیچ در ہیچ ہیں

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
اللہ اور اللہ کے مخصوص بندوں کی عنایتوں کے بغیر
گر ملک باشد سیہ ہستیش ورق
اگر فرشتہ (بھی) ہے تو اس کا نامۂ اعمال سیاہ ہے

اے خدا اے قادرِ بیچون و چند
اے خدا! اے قدرت والے کیفیت اور کمیت سے پاک
از تو پیدا شد چنیں قصر بلند
اس قدر بلند محل تجھ سے بنا ہے

---

[1] ورنہ۔ وہی خوشامدی تجھ سے بھاگیں گے۔ کت۔ کہ ترا۔ ریو۔ فریب، دھوکا۔ دیو۔ شیطان، بھوت۔ بدر۔ بہ در، دروازہ پر۔ امرد۔ نوخیز لڑکا۔ خدا۔ یعنی اس کے چاہنے والے اس کو دل و جان کا مالک بتاتے تھے۔ بدنامی۔ عاشقوں کی صحبت کی وجہ سے۔ دیوی بتر۔ تو شیطان سے بھی بڑا شیطان ہے۔ از پیت۔ از پے تو۔ میت۔ ترا مے می چشانید۔ آنکہ۔ شعر۔ بوقت تنگدستی آشنا بے گانہ می گردد۔ صراحی چوں شود خالی جدا پیمانہ می گردد۔

[2] ماشاء اللہ۔ جو اللہ نے چاہا، اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خدا کی مشیت اور ارادہ سے اس کی مراد جدا نہیں ہو سکتی جو خدا چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ بسیج۔ بروزنِ سریش بقصد و ارادہ۔ ہیچ۔ ناچیز۔ خاصانِ حق۔ انبیاء اور مرسلین۔ ورق۔ نامۂ اعمال۔ بیچوں۔ وہ ذات جس کی حقیقت دریافت نہ کی جا سکے۔ چند۔ مقدار۔ قصر بلند۔ آسمان۔

واقفی بر حالِ بیرون و درون
تو ظاہری اور باطنی حالت سے واقف ہے
بے کم و بیش و بے چندی و چوں
تو بلا کمی اور زیادتی کے اور کمیت اور کیفیت کے ہے

اے خدا اے فضل تو حاجت روا[1]
اے خدا! اے وہ ذات کہ تیری عنایت حاجت روا ہے
با تو یادِ ہیچ کس نبود روا
تیرے سامنے کسی کی یاد درست نہیں ہے

ایں قدر ارشاد تو بخشیدۂ
اس قدر رہنمائی تو نے بخشی ہے
تابدیں بس عیبہا پوشیدۂ
جس سے تو نے بہت سے عیب ڈھک دیئے ہیں

قطرۂ دانش کہ بخشیدی ز پیش
پہلے سے تو نے علم کا قطرہ بخشا ہے
متصل گرداں بدریا ہائے خویش
اس کو اپنے دریاؤں سے ملا دے

قطرۂ علم ست اندر جانِ من
میری جان میں علم کا ایک قطرہ ہے
وارہانش از ہوا و زخاکِ تن
اس کو خواہش اور جسم کی مٹی سے بچا دے

پیش ازیں کیں خاکہا خسفش کند
اس سے پہلے کہ یہ مٹیاں اس کو دھنسا لیں
پیش ازیں کیں بادہا نشفش کند
اس سے پہلے کہ یہ ہوائیں اس کو سکھائیں

گرچہ چوں نشفش کند تو قادری
اگرچہ تو اس پر قادر ہے کہ جب وہ اس کو سکھائیں
کش ازیشاں واستانی و آخری
کہ اس کو تو ان سے واپس لے لے

قطرۂ کو در ہوا شد یا کہ ریخت
وہ قطرہ جو ہوا میں اڑ گیا یا بہہ گیا
از خزینہ قدرتِ تو کے گریخت
تیری قدرت کے خزانے سے کب بھاگ سکتا ہے

گر درآید در عدم یا صد عدم
اگر وہ عدم یا سو عدموں میں بھی آ جائے
چوں بخوانیش اُو کند از سر قدم
جب تو اسے بلائے وہ سر کے بل آئے

صد ہزاراں[2] ضد ضد را می کشد
لاکھوں متضاد چیزیں متضاد چیزوں کو فنا کرتی ہیں
بازشاں فضل تو بیروں می کشد
پھر تیرا فضل ان کو باہر نکال لاتا ہے

از عدمہا سوئے ہستی ہر زماں
ہر وقت عدموں سے وجود کی طرف
ہست یارب کارواں در کارواں
اے خدا! قافلہ در قافلہ (رواں) ہے

خاصہ ہر شب جملہ افکار و عقول
خصوصاً ہر رات تمام فکریں اور عقلیں
نیست گردد غرق در بحر نغول
نیند کے سمندر میں غرق ہو کر معدوم ہو جاتی ہیں

باز وقتِ صبح چوں اللّٰہیاں
پھر صبح کو خدا پرستوں کی طرح
برزنند از بحر سر چوں ماہیاں
مچھلیوں کی طرح سمندر سے سر ابھارتی ہیں

---

1. روا۔ برلانے والا، جائز۔ ارشاد۔ رہنمائی، ہدایت۔ قطرۂ دانش۔ انسان کا علم اللہ کے علم کی نسبت سمندروں کے اعتبار سے ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ خسف۔ زمین کا کسی چیز کو اپنے اندر دھنسا لینا۔ نشف۔ خشک کرنا۔ کش۔ کہ اورا واستاندن۔ واپس لینا۔ واخریدن۔ اپنی چیز کو واپس خرید لینا۔

2. صد ہزاراں۔ دنیا میں تنازع للبقاء کا عمل جاری ہے، اشیاء فنا ہو جاتی ہیں قدرت پھر ان کو پیدا کرتی ہے۔ خاصہ۔ جس طرح موجوداتِ خارجہ معدوم سے موجود ہوتے ہیں اسی طرح خیالات کا بھی حال ہے۔ نغول۔ بفتحتین ژرف۔ گہرا۔

در خزاں[1] بیں صد ہزاراں شاخ و برگ
خزاں (کے موسم) میں لاکھوں شاخیں اور پتے

از ہزیمت رفتہ در دریائے مرگ
شکست کھا کر موت کے دریا میں چلے جاتے ہیں

زاغ پوشیدہ سیہ چوں نوحہ گر
کوے نے نوحہ گر کی طرح سیاہ لباس پہنا ہے

در گلستاں نوحہ کردہ بر خضر
باغ میں سبزہ پر نوحہ کرتا ہے

باز فرماں آید از سالارِ دہ
پھر رب العالمین کی جانب سے حکم آتا ہے

مر عدم را کانچہ خوردی باز دہ
عدم کے لئے، کہ جو کچھ تو نے کھایا ہے واپس دے

آنچہ خوردی وادہ اے مرگِ سیاہ
اے کالی موت! جو تو نے کھایا ہے، واپس دے

از نبات و ورد و از برگ و گیاہ
پودے اور گلاب اور پتے اور گھاس

اے برادر عقل یک دم باخود آر
اے بھائی! تھوڑی دیر ہوش سنبھال

دمبدم در تو خزان ست و بہار
تجھ میں (بھی) ہر وقت خزاں اور بہار ہے

اے برادر یک دم از خود دور شو
اے بھائی! تھوڑی دیر کے لئے خودی چھوڑ دے

باخود آ و غرقِ بحر نور شو
ہوش میں آ، اور نور کے سمندر میں ڈوب جا

باغِ دل را سبز و تر و تازہ بیں
دل کے باغ کو سبز اور تروتازہ دیکھ

پُر زغنچہ و ورد و سرو و یاسمیں
غنچے اور گلاب اور سرو اور چنبیلی سے

زانبہیِ برگِ پنہاں گشتہ شاخ
پتوں کی کثرت سے شاخیں ڈھکی ہوئی ہیں

زانبہیِ گل نہاں صحرا و کاخ
پھولوں کی کثرت سے جنگل اور محل ڈھکے ہوئے ہیں

ایں سخنہائیکہ از عقل کل[2] ست
یہ باتیں جو عقل کل کی جانب سے ہیں

بوئے آں گلزار سر و سنبل ست
سرو اور سنبل کے چمن کی خوشبو ہیں

بوئے گل دیدی کہ آنجا گل نبود
جس جگہ پھول نہ تھا تو نے پھول کی خوشبو سونگھی ہے

جوشِ مل دیدی کہ آنجا مل نبود
تو نے شراب کا نشہ اس جگہ دیکھا ہے جہاں شراب نہ تھی؟

بو قلاوزست و رہبر مر ترا
خوشبو تیری راہنما اور رہبر ہے

مے برد تا خلد و کوثر مر ترا
تجھے جنت اور کوثر تک لے جائے گی

بو دوائے چشم باشد نور ساز
خوشبو نور پیدا کرنے والی، آنکھ کی دوا ہے

شد زبوئے دیدۂ یعقوبؑ باز
خوشبو سے (حضرتِ) یعقوبؑ کی آنکھیں کھل گئیں

[1] درخزاں۔ موسم خزاں میں شاخیں اور پتے فنا ہو جاتے ہیں اور کوے گویا ان پر نوحہ گری کرتے ہیں اور قدرت پھر ان کو پیدا کر دیتی ہے۔ سالار دہ۔ رب العالمین"۔ نبات۔ زمین سے اگنے والی چیزیں۔ ورد۔ پھول، گلاب۔ اے برادر۔ انسان کے نفس میں خزاں یہ ہے کہ تعلقات کونیہ سے وہ متعلق ہو اور بہار یہ ہے کہ معارفِ وجدانیہ سے سرفراز ہو۔ ایں سخن ہائے۔ یہ مضامین جو سمجھائے جا رہے ہیں، یہ اسی باطنی گلزار کی مہک ہے۔

[2] عقل کل۔ یعنی ذاتِ باری تعالیٰ۔ مل۔ شراب۔ جوشِ مل۔ مستی۔ مل نبود۔ یعنی شراب کے بغیر مستی ممکن نہیں اور گل کے بغیر خوشبو ممکن نہیں ہے لہٰذا ان مضامین میں جوش اور خوشبو لامحالہ باطنی شراب اور باطنی گلزار کا فیض ہے۔ بو۔ خوشبو، باطنی گلزار کی خوشبو جنت اور کوثر کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ قلاوز۔ بدرقہ، جو شخص لشکر کے آگے رہنمائی کے لئے چلتا ہے۔ خلد۔ جنت۔ کوثر۔ جنت میں ایک نہر ہے۔ نور ساز۔ نور افزا۔ یعقوبؑ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرتِ یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتے روتے اندھے ہو گئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو سے پھر بینا ہو گئے۔

بوئے بد مر دیدہ را تاری کند — بوئے یوسفؑ دیدہ را یاری کند
بدبو آنکھ کو تاریک کرتی ہے — یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آنکھ کی مدد کرتی ہے

تو کہ یوسفؑ نیستی[1] یعقوبؑ باش — ہمچو اُو با گریہ و آشوب باش
تو جب یوسفؑ نہیں ہے، یعقوبؑ بن جا — اس کی طرح رونے اور مصیبت میں رہ

چوں تو شیریں نیستی فرہاد باش — چوں نہ لیلیٰ تو مجنوں گرد فاش
جب تو شیریں نہیں ہے فرہاد بن — جب تو لیلیٰ نہیں ہے تو کھلا مجنوں بن جا

تفسیر قولِ حکیم سنائی قدسَ سرُّہٗ

حکیم سنائی قدس سرہ کے قول کی تفسیر

ناز را روئے بباید ہمچو ورد — چوں نداری گرد بد خوئی مگرد
ناز کرنے کے لئے گلاب جیسا چہرہ چاہئے — جب تو نہیں رکھتا ہے بدمزاجی کے قریب نہ جا

عیب باشد چشم نابینا و باز — زشت باشد روئے نازیبا و ناز
عیب ہے، اندھی آنکھ اور کھلی ہوئی — بری بات ہے بدصورت چہرہ اور ناز

بشنو ایں پند از حکیم غزنوی — تا بیابی در تن کہنہ نوی
حکیم غزنوی سے یہ نصیحت سن لے — تاکہ پرانے جسم میں نیا پن پائے

ایں رُباعی را شنو از جان و دل — تابکل بیروں شوی از آب و گل
جان و دل سے اس رباعی کو سن لے — تاکہ تو بالکلیہ آب و گل سے نکل جائے

پند اُو را از دل و جاں گوش کن — ہوش را جاں ساز و جاں را ہوش کن
اس کی نصیحت کو دل و جان سے سن — ہوش کو جان بنا اور جان کو ہوش بنا لے

آں حکیم غزنوی شیخ کبیر — گفتہ است ایں پند نیکو یادگیر
اس بڑے شیخ حکیم غزنوی نے — کہا ہے، اس نصیحت کو اچھی طرح یاد کر لے

پیشِ یوسف[2] نازش و خوبی مکن — جز نیاز و آہِ یعقوبی مکن
یوسف کے سامنے ناز اور نخرے نہ کر — سوائے عاجزی اور یعقوبی آہ کے (کچھ) نہ کر

معنئ مُردن ز طوطی بد نیاز — در نیاز و فقر خود را مُردہ ساز
طوطی کے مرنے کا مطلب عاجزی تھا — عاجزی اور احتیاج میں اپنے آپ کو مردہ بنا لے

تا دمِ عیسیٰؑ ترا زندہ کند — ہمچو خویشت خوب و فرخندہ کند
تاکہ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کا دم تجھے زندہ کر دے — اپنی طرح تجھے نیک اور مبارک بنا دے

---

1. نیستی۔ یعنی اگر تم مطلوب نہیں ہو تو طالب ہی بنو۔ چوں تو۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مطلوب نہیں ہو تو طالب ہی بن جاؤ۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔ عیب۔ اندھی آنکھ سے کوئی غمزے کرے تو وہ عیب ہوگا۔ غزنوی۔ یعنی حکیم سنائی۔ آب و گل۔ یعنی جسد عنصری۔ ہوش را۔ یعنی مطالب سمجھنے میں پورے ہوش وحواس سے کام لو۔
2. پیش یوسف۔ یعنی مطلوب کے سامنے غمزہ وناز مناسب نہیں ہے، عاجزی اور آہ وزاری سے کام لے۔ معنی۔ یعنی طوطی کا مرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیاز سے کام لے اور مطلوب کے سامنے اپنے آپ کو مردہ بنالے۔ دم عیسیٰ۔ یعنی مطلوب کا فیض تجھے زندہ کر دے گا۔

در بہاراں[1] کے شود سَرسبز سنگ — خاک شو تا گل بَروید رنگ رنگ
پتھر (موسم) بہار میں کب سرسبز ہوتا ہے — مٹی بن جا تاکہ رنگ برنگ کے پھول اُگیں

سالہا تو سنگ بودی دلخراش — آزموں را یک زمانے خاک باش
تو سالوں دلخراش پتھر رہا ہے — آزمائش کے طور پر تھوڑی دیر کے لئے خاک بن جا

درمیانِ ایں شنو یک داستاں — تابدانی اعتقادِ راستاں
اس بیان میں ایک داستان سن لے — تاکہ تجھے راست بازوں کا عقیدہ معلوم ہو جائے

داستانِ پیر چنگی کہ در عہد عمرؓ از بہر خداوند تعالیٰ

سارنگی بجانے والے بوڑھے کا قصہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں

در گورستاں در روز بے نوائی چنگ میزد

فاقہ کے روز اللہ واسطے سارنگی بجاتا تھا

ایں شنیدستی کہ در عہد عمرؓ — بود چنگی مطربے با کر و فر
تو نے یہ سنا ہے کہ (حضرت) عمرؓ کے زمانہ میں — ایک سارنگی بجانے والا گویا شان و شوکت سے تھا

بلبل از آوازِ اُو بے خود شدے — یک طرب زِ آوازِ خوبش صد شدے
بلبل اس کی آواز سے مست ہو جاتی — اس کی حسین آواز سے ایک مستی سو مستیاں بن جاتیں

مجلس و مجمع دمش آراستے — در نوائے اُو قیامت خاستے
اس کی آواز مجلس اور مجمع کو آراستہ کر دیتی — اور اس کی آواز سے قیامت برپا ہو جاتی

ہمچو اسرافیلؑ[2] کاوازش بفن — مردگاں را جاں در آرد در بدن
وہ (حضرت) اسرافیلؑ جیسا تھا کہ اسکی آواز فن کے ذریعہ — مُردوں کے بدن میں جان ڈال دیتی

یا رسائل بود اسرافیلؑ را — کز سماعش پَر بُرستے فیل را
یا وہ (حضرت) اسرافیل علیہ السلام کا ہم آواز تھا — کہ اس کے سننے سے ہاتھی کے پر لگ جاتے

سازد اسرافیلؑ روزے نالہ را — جاں دہد بوسیدۂ صد سالہ را
(حضرت) اسرافیلؑ ایک روز نالہ کا ساز و سامان کریں گے — سو سال کے پرانے (جسم) کو جان عطا کریں گے

اولیاء را در دروں ہم نغمہاست — طالباں را زاں حیاتِ بے بہاست
اولیاء کے اندر (بھی) نغمے ہیں — ان سے طالبوں کو انمول زندگی حاصل ہوتی ہے

---

1. در بہاراں۔ موسم بہار میں پتھر پر سبزہ نہیں اگتا، مٹی اور خاک پر سبزہ اگتا ہے تو پتھر نہ بن خاکسار بن۔ سالہا۔ تعلقاتِ دنیوی سے تو سنگ بن گیا ہے۔ راستاں۔ راست باز لوگ۔ چنگی۔ چنگ، سارنگی، یا نسبت کی ہے، سارنگی بجانے والا۔ مطرب۔ مستی پیدا کرنے والا، گویا۔ کروفر۔ شان وشوکت۔ صد شدے۔ یعنی اس کی آواز سے مستی سوگنا بڑھ جاتی تھی۔ دم۔ آواز، سرود۔ نوا۔ آواز، موسیقی کے ایک مقام کا نام ہے۔

2. اسرافیل۔ ایک فرشتہ کا نام ہے جو قیامت کے قریب صور پھونکے گا جس سے تمام نظام کائنات درہم برہم ہو جائیگا، انسان بیہوش ہو جائیں گے۔ پھر چالیس سال کے بعد وہ دوسرا صور پھونکے گا تو تمام کائنات اصلی حالت پر آ جائے گی۔ فن۔ تدبیر، حیلہ۔ مُردگاں۔ مُردے۔ رسائل۔ رسیلہ کی جمع، ہم زباں، ہم آواز۔ پر رُستن۔ پر نکل آنا یعنی مست ہو جانا۔ نالہ۔ یعنی صور پھونکنا۔ دروں۔ باطن۔ نغمہ۔ نرم اور شیریں آواز، جمع بناتے وقت آخری حرف گر جائے گا اور جمع نغمہا آئے گی۔ بے بہا۔ انمول۔

نشنود آں نغمہا را گوشِ حس¹
ان نغموں کو حسی کان نہیں سنتے ہیں
کز سخنہا گوشِ حس باشد نجس
اسلئے کہ (دنیا کی) باتوں سے حسی کان ناپاک ہو جاتے ہیں

نشنود نغمہ پری را آدمی
پری کا نغمہ آدمی نہیں سنتا
کو بود زِ اسرارِ پریاں اعجمی
کیونکہ وہ پریوں کے راز سے نابلد ہے

گرچہ ہم نغمہ پری زیں عالم ست
اگرچہ پری کا نغمہ بھی اسی عالم کا ہے
نغمہ دل برتر از ہر دو دَم ست
لیکن دل کا نغمہ دونوں نغموں سے بلند ہے

کہ پری و آدمی زندانی اند
اس لئے کہ پری اور آدمی قیدی ہیں
ہر دو در زندانِ ایں نادانی اند
دونوں اسی نادانی کے قید خانہ میں ہیں

سورۂ رحمٰن بخواں اے مبتدی
اے نوآموز! سورۃ الرحمٰن پڑھ
تاشوی بر سِرِّ پریاں مہتدی
تاکہ تو پریوں کے بھید سے واقف ہو جائے

معشر الجن سورۂ رحمٰن بخواں
سورۃ الرحمٰن کی "معشر الجن" پڑھ
تَستَطِیعُوا تَنفُذُوا را بازداں
تستطیعوا اور تنفذوا کو سمجھ

نغمہائے اندرونِ اولیاء
اولیاء کے باطن نغمے
اولاً گوید کہ اے اجزاءِ لا
پہلے کہتے ہیں اے معدوم کے جزو!

ہیں زلائے² نفی سر ہا بر زنید
خبردار! عدم کے لا سے نکلو
ایں خیال و وہم بیروں افگنید
اس خیال اور وہم کو نکال پھینکو

اے ہمہ پوشیدہ در کون و فساد
اے بالکلیہ کون اور فساد میں ڈوبے ہوؤ
جانِ باقی تاں نروئید و نزاد
تمہاری باقی (رہنے والی) روح نہ اُگی نہ پیدا ہوئی

کارِ ایشاں ست زانسوئے پرے
ان (اولیاء) کا کام اس سے بھی آگے کا ہے
گرددت روشن چو جوئی رہبرے
جب تو رہبر کی تلاش کرے گا تجھ پر کھلے گا

گر بگویم شمہ زاں نغمہا
اگر میں ان نغموں کا تھوڑا سا بیان کر دوں
جانہا سر بر زنند از دخمہا
تو روحیں قبروں سے نکل پڑیں

گوش را نزدیک کن کاں دور نیست
کان کو قریب کر وہ دور نہیں ہیں
لیک نقل آں بتو دستور نیست
لیکن ان کو تجھ سے نقل کرنے کا دستور نہیں ہے

---

1. گوشِ حس۔ کان۔ نجس۔ ناپاک۔ کو۔ کہ او۔ اعجمی۔ گونگا، کسی زبان سے ناواقف۔ دو دم۔ یعنی پری اور گویے کا نغمہ۔ زندانی۔ قیدی۔ نادانی۔ غفلت، یعنی تعلقات دنیوی۔ مبتدی۔ ابجد پڑھنے والا، نوآموز۔ مہتدی۔ ہدایت یافتہ، واقف کار۔ معشر۔ گروہ۔ رحمٰن۔ سورۂ الرحمٰن میں جن اور پری کا ذکر ہے، اس میں انسانوں کے ساتھ جنوں کو بھی خطاب کیا گیا ہے، اسی سورۃ میں فرمایا گیا ہے۔ یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنفُذُوا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانفُذُوا. لَا تَنفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلطَان۔ اے جن اور انسانوں کے گروہ، اگر تم سے ہو سکے کہ تم آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ (اور ہم سے بچ جاؤ) تو نکل جاؤ۔ نہ نکلو گے مگر زور سے۔

2. لا۔ نفی کا کلمہ ہے یعنی ظاہری ہستی جو کالعدم ہے۔ ایں خیال۔ یعنی خودی کا خیال۔ کون و فساد۔ بننا اور بگڑنا یعنی عالم دنیا۔ جانِ باقی۔ روحِ حقیقی۔ رہبر۔ شیخ کامل۔ سر بر زدن۔ نکل پڑنا۔ دخمہ۔ مجوسیوں کا قبرستان۔ دستور۔ یعنی وہ نغمے خود سنو، ان کے سنانے کا دستور نہیں ہے۔

ہیں کہ اسرافیل وقتند اولیاء[1]	مُردہ را زیشاں حیات ست و نما
خبردار! اولیاء وقت کے اسرافیل ہیں	مُردے کی ان سے زندگی اور نشوونما ہے
جانہائے مُردہ اندر گورِ تن	برجہد ز آوازِ شاں اندر کفن
جسم کی قبر میں مُردہ جانیں	ان کی آواز سے کفن میں تڑپنے لگتی ہیں
گوید ایں آوازِ آوازہا جداست	زندہ کردن کارِ آوازِ خداست
وہ کہتی ہے یہ آواز، آوازوں سے جداگانہ ہے	زندہ کرنا خدا کی آواز کا کام ہے
چوں ز صوتِ اولیاء آگاہ شوند	از طرب گویند چوں بارہ شوند
جب وہ اولیاء کی آواز سے واقف ہو جاتی ہیں	جب راستہ پر چل پڑتی ہیں تو خوش ہو کر کہتی ہیں
مابمردیم و بکلّی کاستیم	بانگ حق آمد ہمہ برخاستیم
ہم مر گئے تھے اور بالکل مضمحل ہو گئے تھے	خدا کی آواز آئی، ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے
بانگ حق اندر حجاب و بے جَیب	آں دہد کو داد مریم[2] راز حبیب
اللہ کی آواز پردے میں اور بے پردہ	وہ چیز عطا کرتی ہے جو اس نے حبیب سے مریم کو دی
اے فنا تاں نیست کردہ زیرِ پوست	باز گردید از عدم ز آوازِ دوست
اے لوگو! تمہیں فنا نے کھال کے اندر نابود کر دیا ہے	دوست کی آواز پر عدم سے واپس آ جاؤ
مطلق آں آواز از شہ بود	گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود
وہ مطلق آواز شاہ کی ہوتی ہے	اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے ہو
گفت اُو را من زبان و چشم تو	من حواس و من رضا و خشم تو
اس کو خدا نے کہہ دیا ہے میں تیری زبان اور آنکھ ہوں	میں تیرے حواس اور تیری رضا اور ناراضی ہوں
رو کہ بِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یُبْصِرُ توئی	سِرّ توئی چہ جائے صاحب سِرّ توئی
جا! بی یسمع و بی یبصر تو ہے	تو راز ہے چہ جائیکہ تو صاحب راز ہو

بیانِ حدیث ''مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ''

حدیث ''جو شخص اللہ کے لئے ہو گیا اللہ اس کے لئے ہو گیا'' کا بیان

---

1. اولیاء۔ اولیاء اللہ بھی وہی کام کرتے ہیں جو اسرافیل کریں گے۔ ان کے صور سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔ اولیاء بھی مردہ دلوں کو زندگی عطا کرتے ہیں۔ جانہائے۔ اولیاء اللہ کے نغمے مردہ دلوں کو زندگی عطا کر دیتے ہیں۔ گوید۔ جب ان روحوں اور دلوں کو زندگی مل جاتی ہے تو وہ اولیاء کے نغموں کی آواز کو خدا کی آواز سمجھتے ہیں اس لئے کہ زندہ کر دینا خدا کی آواز کی تاثیر ہے۔ صوت۔ آواز، نغمہ۔ بارہ۔ رو براہ، راہ پر چلنے والا۔ بکلّی۔ بالکل۔ کاستن۔ گھٹنا، مضمحل ہونا۔ بانگ۔ آواز، یعنی اولیاء کے نغمے۔ حجاب۔ پردہ۔ جَیب۔ حجاب کا امالہ ہے، یعنی وہ آواز جو خدا کی براہِ راست ہے بالواسطہ رسولوں کی ہے۔

2. مریم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا مبارک نام ہے، خدا کی آواز نے ان کو حضرت عیسیٰ جیسا اولوالعزم پیغمبر عطا فرما دیا۔ فنا۔ یعنی فانی دنیا کے تعلقات۔ مطلق۔ یعنی اس سے قطع نظر کہ وہ کس کے حلقوم سے آ رہی ہے۔ عبداللہ۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔ حواس۔ حاسہ کی جمع۔ رضا۔ خوشنودی۔ خشم۔ غصہ، ناراضی، حدیث شریف میں ہے ''میں جب بندہ سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ بی یَسْمَعُ۔ میرے ذریعہ سے سنتا ہے۔ بی یُبْصِرُ۔ میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ سِر۔ یعنی اب وہ صرف رازداں نہیں ہے بلکہ مجسم راز ہے۔ من کان۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص خدا کا ہو گیا خدا اس کا ہو گیا۔

چوں شدی مَن کَانَ لِلّٰہ از وَلَہ[1]
جب تو عشق کی وجہ سے من کان للہ بنا
من تُرا باشم کہ کَانَ اللّٰہُ لَہ
میں تیرا ہو گیا کیونکہ کَانَ اللّٰہ لَہٗ ہے

گہ توئی گویم ترا گاہے منم
کبھی تجھے تو ہے کبھی میں ہوں کہتا ہوں
ہرچہ گویم آفتابِ روشنم
جو کچھ بھی کہتا ہوں میں روشن آفتاب (ہی) ہوں

ہرکجا تابم ز مُشکاتت دَمے
جس جگہ تھوڑی دیر کیلئے تیرے طاقچہ سے چمک جاتا ہوں
حل شد آنجا مشکلاتِ عالمے
اس جگہ دنیا کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں

ہر کجا تاریکی آمد ناسزا
جس جگہ نامناسب تاریکی آتی ہے
از فروغِ ما بود شمس الضحیٰ
ہماری تجلی سے شمس الضحیٰ بن جاتی ہے

ظلمتے را کافتابش برنداشت
جس تاریکی کو سورج نہ اٹھا سکا
از دمِ ما گردد آں ظلمت چو چاشت
ہمارے دم سے وہ تاریکی چاشت بن جاتی ہے

آدمے را اُو بخویش اَسما نمود
آدم پر اس نے اپنی جانب سے ناموں کا اظہار کیا
دیگراں را ز آدم اسما می کشود
دوسروں پر آدم کے ذریعہ نام منکشف ہو گئے

آب[2] خواہ از جوبجو یا از سبو
پانی خواہ نہر سے لے یا مٹکے سے
کیں سبو راہم مدد باشد زجو
مٹکے کی مدد بھی تو نہر سے ہے

نور خواہ از مہ طلب خواہی زخور
روشنی چاند سے طلب کر یا سورج سے
نورِ مہ ہم ز آفتاب ست اے پسر
اے بیٹا! چاند کی روشنی بھی سورج سے ہے

مقتبس شو زود چوں یابی نجوم
جلد روشنی حاصل کر لے جب تو ستارے پا لے
گفت پیغمبر کہ اَصحابی نجوم
پیغمبر (علیہ السلام) نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں

خواہ ز آدم گیر نورش خواہ ازو
اس کا نور آدم سے لے یا اس سے لے
خواہ از خم گیر مے خواہ از کدو
شراب خواہ مٹکے سے لے یا کدو سے

کیں کدو باخم بہ پیوست ست سخت
یہ کدو مٹکے سے سخت جڑا ہوا ہے
نے چو تو شاد آں کدو اے نیک بخت
اے نیک بخت! تیری طرح وہ کدو بے نیاز نہیں ہے

---

1. وَلَہ۔ عشق۔ گَہ۔ یعنی ایسے بندہ کو تو کہہ کر پکاروں یا میں کہہ کر پکاروں مقصد میری اپنی ذات ہوتی ہے، من وتو کا قصہ ختم ہو جاتا ہے اور ذات باری سے وحدت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہرکجا۔ جب کسی ولی میں تجلی رب ظاہر ہو جاتی ہے، اس سے عالم کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ فروغ۔ روشنی۔ شمس الضحیٰ۔ چاشت کے وقت کا سورج۔ ظلمت۔ تاریکی۔ چاشت۔ ایک پہر چڑھے دن کا وقت۔ آدمے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا کی چیزوں کے نام سکھائے پھر فرمایا دوسروں کو یہ نام بتادو تو یہ فیض حضرت آدم علیہ السلام کے واسطہ سے خدا ہی کا ہے۔
2. آب۔ چند مثالیں دے کر سمجھایا گیا ہے کہ واسطہ درمیان میں آ جانے سے حقیقت نہیں بدلتی ہے۔ پانی نہر ہی کا ہے خواہ مٹکے سے لے کر پیا جائے۔ نور۔ چاند کی روشنی، سورج ہی کی روشنی ہے۔ نجوم۔ ستارے۔ اصحابی نجوم۔ میرے صحابہ ستارے جیسے ہیں جس سے ہدایت حاصل کرو گے ہدایت پا جاؤ گے، یہ حدیث شریف ہے۔ ایں کدو۔ یعنی اولیاء اللہ کا ذات باری سے اتحاد ہے۔ کدو۔ کدو کو خشک کر کے اس کے اندر سے گودا نکال کر شراب بھر لیتے تھے۔

گفت طوبیٰ مَنْ رَاٰنِیْ [1] مصطفیٰ
مصطفیٰ (ﷺ) نے فرمایا خوشخبری اسکے لئے ہے جس نے مجھے دیکھا

وَالَّذِیْ یُبْصِرُ لِمَنْ وَجْھِیْ یَرٰی
اور جو اس کو دیکھے جس نے میرا چہرہ دیکھا

چوں چراغے نورِ شمع را کشید
جب چراغ نے شمع کی روشنی حاصل کر لی

ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع دید
جس نے اس کو دیکھا یقیناً اس نے شمع کو دیکھا

ہم چنیں تاصد چراغ ارنقل شد
اسی طرح اگر وہ سو چراغوں میں منتقل ہوئی

دیدنِ آخر لقائے اصل بد
آخری کا دیکھنا، اصل کی ملاقات تھی

خواہ از نورِ پسیں بستاں تو آں
خواہ آخری روشنی سے تو وہ لے

ہیچ فرقے نیست خواہ از شمع داں
کوئی فرق نہیں خواہ شمع سے سمجھ لے

خواہ نور از اوّلیں بستاں بجاں
خواہ پہلے والے سے تو دل و جان سے روشنی لے

خواہ از نورِ پسیں فرقے مداں
خواہ آخری روشنی سے، کوئی فرق نہ سمجھ

خواہ بیں نور از چراغِ آخریں
خواہ روشنی آخری چراغ کی دیکھے

خواہ بیں نورش ز شمع غابریں
خواہ اس کی روشنی گذرے ہوؤں کی سمجھ

---

[1] مَنْ رَاٰنِیْ۔ حدیث شریف ہے "طُوْبیٰ لِمَنْ رَاٰنِیْ اَوْرَاٰءَ بِیْ مَنْ رَاٰءَ نِیْ" خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا یا اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا، صحابہ میں بالواسطہ حضور کا نور تھا۔ چوں چراغے۔ جو چراغ شمع سے روشن ہوا ہے اس چراغ کو دیکھنا گویا کہ شمع کو دیکھنا ہے۔ صد چراغ۔ بیعت میں اگر چند واسطے بھی ہوں تو نور اصل سے ہی حاصل ہوا ہے لہٰذا شیخ طریقت سے بیعت آنحضورؐ سے بیعت ہے۔ خواہ۔ غرضیکہ جو روشنی منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے اس سے فیض حاصل کرنا اصل ہی سے فیض حاصل کرنا ہے۔ غابریں۔ غابر کی جمع بمعنی گذشتہ و آئندہ یہاں گذشتہ کے معنی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

در معنی حدیث اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٌ[1] اَلَا فَتَعَرَّضُوْا

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ تمہارے رب کی تمہارے زمانہ میں خوشبوئیں ہیں، آگاہ، ان سے وابستہ ہو جاؤ

گفت پیغمبرؐ کہ نفحہائے حق ۔ اندریں ایام می آرد سبق
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ اللہ کی خوشبوئیں ۔ اس زمانہ میں آگے بڑھی ہیں

گوشِ ہش دارید ایں اوقات را ۔ در ربائید ایں چنیں نفحات را
ان اوقات میں ہوش کے کان لگائے رکھو ۔ اس طرح کی خوشبوئیں حاصل کر لو

نفحہ آمد شمارا دید و رفت ۔ ہر کرامی خواست جاں بخشید و رفت
خوشبو آئی، اس نے تمہیں دیکھا اور چل دی ۔ جس نے چاہا اس کو جان بخش دی اور چلی گئی

نفحہ دیگر رسید آگاہ باش ۔ تا ازیں ہم وا نمانی خواجہ تاش
خبردار! دوسری خوشبو آئی ۔ اے پیر بھائی! اس سے محروم نہ رہنا

جانِ آتش یافت زاں آتش کشے[2] ۔ جانِ مردہ یافت از وے جُنبشے
جہنمی جان نے اُس سے آگ کو بجھانے والا پا لیا ۔ مردہ جان نے اس سے زندگی پا لی

جانِ ناری یافت ازوے اِنطفا ۔ مُردہ پوشید از بقائے اُو قبا
جہنمی جان نے اس سے بجھاؤ حاصل کر لیا ۔ مردے نے اس کے وجود سے قبا پہن لی

تازگی و جنبش[3] طوبیٰ ست ایں ۔ ہمچو جنبش ہائے خلقاں نیست ایں
یہ طوبیٰ کی تازگی اور جنبش ہے ۔ یہ مخلوق کی جنبشوں کی طرح نہیں ہے

گر در اُفتد در زمین و آسماں ۔ زَہرہَ شاں آب گردد در زماں
اگر وہ زمین اور آسمان پر آ پڑے ۔ فوراً ان کا پتہ پانی ہو جائے

---

1. نفحات۔ نفحہ کی جمع، خوشبو، مہک۔ سبق۔ پیش قدمی، آگے بڑھنا۔ ہش۔ ہوش کا مخفف ہے۔ اوقات۔ وقت کی جمع، وقت، صوفیاء کی اصطلاح میں وہ وقت ہے جس میں وارداتِ غیبی کا دل پر نزول ہوتا ہے۔ نفحہ آمد۔ یعنی آنحضور ﷺ کے دمِ مبارک کی خوشبو۔ ہر کرا میخواست۔ ہر کہ اُورا میخواست۔ نفحہ دیگر۔ اولیاء اللہ کے دمِ مبارک کی خوشبو۔ وا ماندن۔ محروم رہنا۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ یہاں پیر بھائی مراد ہے۔ جانِ آتش۔ وہ جان جو آگ کے لائق ہو۔
2. آتش کشے۔ اگر کشے کے کاف پر زبر پڑھا جائے تو معنی ہوں گے آگ کو کھینچنے والا یعنی جلا دینے والا تو پہلے مصرع کا مطلب ہوگا جن بدنصیبوں نے اس کی خوشبو سے فائدہ نہ اٹھایا، وہ مزید تباہی میں مبتلا ہوئے اور اگر کشے کے کاف پر پیش پڑھا جائے تو معنی ہوں گے آگ کو بجھا دینے والا تو مصرع کا مطلب ہوگا کہ ان گنہگاروں نے ایسی چیز حاصل کر لی جس سے ان کے گناہ معاف ہو گئے۔ مردہ۔ یعنی جن کے دل مردہ ہو گئے تھے۔
3. جنبش۔ حرکت، زندگی۔ ناری۔ دوزخی۔ انطفا۔ بجھ جانا، بے نور ہو جانا۔ مردہ۔ شعر۔ مُردوں کو زندہ کیا، زندوں کو مرنے نہ دیا۔ اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم۔ طوبیٰ۔ خوشخبری، جنت کے ایک درخت کا نام ہے۔ میرے نزدیک شعر کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء کے نفحات سے جو زندگی اور تازگی میسر آجاتی ہے وہ شجر طوبیٰ کی سی تازگی اور زندگی ہے، ممکنات کی سی عارضی تازگی نہیں ہے۔ در افتد۔ یعنی وہ نفحہ اور تجلی زمین اور آسمان برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔

خود زبیمِ ایں دمِ[1] بے منتہا ‏ باز خواں فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا

اس بے انتہا ہوا کے خوف سے ‏ پڑھ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا

ورنہ خود اَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا چوں بُدے ‏ گرنہ از بیمش دلِ کہ خوں شدے

ورنہ اَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا کیوں ہوتا؟ ‏ اگر اس کے خوف سے پہاڑ کا دل خوں نہ بنتا

دوش دیگر گونہ ایں میداد دست ‏ لقمۂ چندے درآمد در بہ بست

کل، یہ عجیب طرح سے حاصل ہو رہا تھا ‏ چند لقمے آ گئے، دروازہ بند ہو گیا

بہرِ لقمہ گشت لقمانے گرو ‏ وقت لُقمان ست اے لقمہ برو

لقمہ کی وجہ سے لقمان گروی ہو گیا ‏ اے لقمے جا! لقمان کا وقت ہے

از ہوائے لقمۂ ایں خار خار ‏ از کفِ لُقماں بروں آرید خار

لقمہ کی خواہش میں یہ بے قراری ‏ لقمان کے تلوے سے کانٹا نکال دو

در کفِ اُو خار و سایش نیز نیست ‏ لیک تاں از حرص آں تمیز نیست

اس کے تلوے میں کانٹا اور اس کا اثر بھی نہیں ہے ‏ لیکن تجھے حرص کی وجہ سے تمیز نہیں ہے

خار داں آں را کہ خُرما دیدۂ ‏ زانکہ بس ناں کور و بس نادیدۂ

جس کو تو چھوارا سمجھا ہے اس کو کانٹا سمجھ ‏ کیونکہ تو بہت ناشکرا اور ندیدہ ہے

جانِ لقماں[2] کہ گلستانِ خداست ‏ پائے جانش بستۂ خارے چراست

لقمان کی جان، جو خدا کا باغ ہے ‏ اس کی جان کا پاؤں کانٹے سے کیوں وابستہ ہے؟

اُشتر آمد ایں وجودِ خار خوار ‏ مصطفیٰ زادے بریں اُشتر سوار

یہ کانٹے خور وجود، اونٹ ہے ‏ مصطفیٰ زادہ اس اونٹ پر سوار ہے

اُشترا تنگ گلے بر پشت تست ‏ کز نسیمش در تو صد گلزار رُست

اے اونٹ! پھولوں کی گٹھڑی تیری پیٹھ پر ہے ‏ جس کی خوشبو سے تجھ میں سو گلزار اُگے ہیں

میل تو سوئے مُغیلان ست و ریگ ‏ تاچہ گل چینی ز خار اے مُردہ ریگ

تیرا میلان کیکر اور ریت کی طرف ہے ‏ اے حقیر! تو کانٹے سے کیا پھول چنے گا

اے بگشتہ زیں طلب ہر کُوبکُو ‏ چند گوئی آں گلستاں کُو و کُو

اے اس طلب میں کوچہ بکوچہ گھومنے والے! ‏ کب تک کہے گا، وہ چمن کہاں ہے، کہاں ہے؟

---

[1] دم۔نعرہ۔فابین۔قرآن پاک میں ہے اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا ہم نے امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی انہوں نے انکار کیا کہ وہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے۔ایں۔یعنی نفحات اور تجلیات۔لقمہ۔ یعنی نفسانی لذت۔لقمان۔مشہور دانا بزرگ گذرے ہیں بعض ان کو نبی مانتے ہیں، یہاں مراد روح ہے۔خار خار۔تردد، پریشانی۔سایہ۔یعنی کانٹے کا نشان۔خرما۔چھوارا، کھجور یعنی لذتِ نفس کو تو مفید سمجھتا ہے حالانکہ وہ مہلک ہے۔نان کور۔ناشکرا۔نادیدہ۔حریص، بھوکا۔

[2] لقمان۔روح اور جان پر چونکہ وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے اس لئے اس کو لقمان قرار دیا ہے۔خار۔یعنی نفسانی خواہش۔اشتر۔اونٹ، یہاں جسم انسانی مراد ہے۔خار خوار۔اونٹ ببول وغیرہ کے کانٹے کھا جاتا ہے۔مصطفیٰ زادہ۔روح کو شرافت کی وجہ سے مصطفیٰ زادہ کہا ہے۔تنگ۔تا، کے ضمہ کے ساتھ، بورا، گٹھڑی۔نسیم۔ہلکی خوشگوار ہوا۔مغیلاں۔کیکر کا درخت، اونٹ ریگستان میں خوش رہتا ہے اور کیکر کے کانٹے اسے مرغوب ہیں۔مردہ ریگ۔حقیر، ناچیز۔گلستاں۔یعنی علم و معرفت کا باغیچہ۔کو۔کوچہ۔کو۔کہاں۔

پیش ازاں کیں خارِ پا بیروں کنی
اس سے پہلے کہ تو پاؤں کے اس کانٹے کو نکالے
چشم تاریک ست جولاں چوں کنی
آنکھیں اندھی ہیں، تو کیونکر دوڑ سکتا ہے؟

آدمی[1] کو می نگنجد در جہاں
وہ انسان جو دنیا میں نہیں سماتا
در سرِ خارے ہمی گردد نہاں
ایک کانٹے کے پیچھے چھپ جاتا ہے

مصطفیٰ آمد کہ سازد ہمدمی
مصطفیٰ آئے کہ ہم کلامی کریں
کَلِّمِینِیْ یَا حُمَیْرَا کَلِّمِیْ
اے حمیرا! مجھ سے بات کر، بات کر

اے حمیرا آتش اندر نہ تو نعل[2]
اے حمیرا! نعل آگ میں ڈال
تازِ نعل تو شود ایں کوہ نعل
تاکہ تیرے نعل کی وجہ سے یہ پہاڑ نعل بن جائے

ایں حمیرا لفظ تانیث ست و جاں
یہ حمیرا مؤنث لفظ ہے اور جان
نام تانیثش نہند ایں تازیاں
اہل عرب اس کا نام مؤنث رکھتے ہیں

لیک از تانیث جاں را باک نیست
لیکن جان کو مؤنث ہونے کی کوئی پروا نہیں ہے
روح را با مرد و زن اِشراک نیست
روح کی مرد و عورت سے کوئی شرکت نہیں ہے

از مؤنث وز مذکر برتر ست
وہ مذکر اور مؤنث سے بالا ہے
ایں نہ آں جان ست کز خشک و تر ست
یہ وہ جان نہیں ہے جو خشک اور تر سے ہے

ایں[3] نہ آں جانست کافزاید زِناں
یہ وہ جان نہیں ہے جو روٹی سے بڑھتی ہے
یا گہے باشد چنیں گاہے چناں
یا کبھی ایسی اور کبھی ویسی ہوتی ہے

خوش کنندہ است و خوش و عین خوشی
خوش کرنے والی ہے اور خوش ہے اور مجسم خوشی ہے
بے خوشی نبود خوشی اے مُرتشی
اے رشوت خور! خوشی بغیر خوشی کے نہیں ہے

مُرتشی راہست از رشوت خوشی
رشوت خور کو رشوت سے خوشی ہوتی ہے
صد خوشی یابی چودست اندر کشی
تو اگر رشوت سے دستکش ہو جائے تو سو خوشیاں پائے

چوں تو شیریں از شکر باشی بود
اگر تو شکر کی وجہ سے میٹھا ہے تو ہو سکتا ہے
کاں شکر گاہے ز تو غائب شود
کہ وہ شکر کبھی تجھ سے غائب ہو جائے

---

1. آدمی۔ روح لامکانی چیز ہے، عالم کی وسعتیں اس کے لئے تنگ ہیں لیکن لذتِ نفس سے وہ غائب ہو جاتی ہے۔ ہمدمی۔ ہمکلامی۔ حمیرا۔ حمراء کی تصغیر ہے بمعنی سرخ، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ یہاں مصطفیٰ سے مراد مردِ عارف اور حمیراء سے مراد روح ہے یعنی عارف کامل اپنی روح سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اے حمیرا۔ مردِ عارف کہتا ہے اے روح عشقِ الٰہی میں بے چین کر دے تاکہ یہ جسم بے قرار ہو جائے۔

2. نعل در آتش نہادن۔ یہ کوئی عمل ہے، نعل کو کچھ پڑھ کر آگ میں ڈال دیا جاتا ہے تو معمول بے چین ہو جاتا ہے لہٰذا اس کے معنی بے قرار کر دینا ہو گئے ہیں۔ کوہ۔ یعنی بدن۔ حمیرا۔ مؤنث کا صیغہ ہے اور عربی میں روح یعنی نفس کو مؤنث مانا جاتا ہے لہٰذا لفظ حمیرا سے روح مراد لینا مناسب ہے۔ باک۔ خوف، خطرہ۔ اشراک۔ شرکت۔

3. ایں۔ یعنی اس روح سے روحِ حیوانی مراد نہیں ہے جس کی پرورش خشک اور تر غذاؤں سے ہوتی ہے۔ مرتشی۔ رشوت خور، روح کے مراتب عشق تین ہیں، ایک تو یہ کہ روح عشق کو خوش کرنے والی ہو، دوسرے یہ کہ عشق سے خود خوش ہو، تیسرے یہ کہ عین خوشی بن جائے۔ صد خوشی۔ اگر انسان لذتِ نفس کی رشوت خوری چھوڑ دے تو صدہا مسرتیں حاصل ہوں۔

چوں شکر گردی ز تاثیر وفا[1]
جب وفا کی تاثیر سے تو خود شکر بن جائے

پس شکر کے از شکر گردد جدا
تو شکر، مٹھاس سے کب جدا ہوتی ہے؟

زہر محض ست آں کہ باشد بے وفا
جو بے وفا ہے، وہ خالص زہر ہے

هَبْ لَنَا يَا رَبَّنَا نِعَمَ الْوَرٰی
اے ہمارا پروردگار ہمیں اچھی مخلوق عطا فرمائے

عاشق از حق چوں غذا یابد رحیق
عاشق جب اللہ کی جانب سے شراب کی غذا پا لیتا ہے

عقل آنجا گم شود گم اے رفیق
اے دوست! عقل اس جگہ بالکل بیکار ہو جاتی ہے

عقل جزوی عشق را منکر بود
تھوڑی عقل عشق کی منکر ہوتی ہے

گرچہ بنماید کہ صاحب سِرّ بود
اگرچہ (بظاہر) نظر آتا ہے کہ رازداں ہوگی

زیرک و دانا ست اما نیست نیست
وہ عقلمند اور سمجھدار ہے لیکن (صاحب) فنا نہیں ہے

تا فرشتہ لا نشد اہرمنے ست
جب تک فرشتہ نیست نہ ہو جائے شیطان ہے

اُو بقول و فعل یارِ ما بود
وہ قول اور فعل میں ہماری دوست ہے

چوں بحکم حال[2] آئی لا شوذ
جب تو عالم حال کے ماتحت آ جائے گا، معدوم ہوگی

لا بود اُو چوں نشد از ہست نیست
وہ کچھ نہیں ہے جبکہ ہست سے نیست نہ ہو

زانکہ طوعاً لا نشد کرہاً بسے ست
جبکہ وہ خوشی سے نیست نہ بنی تو مجبوریاں بہت ہیں

جاں کمال ست و ندائے اُو کمال
جان کمال ہے، اور اس کی آواز کمال ہے

مصطفیٰ گویاں اَرِحنا یا بلال
مصطفیٰ (ﷺ) فرماتے ہیں، اے بلال، ہمیں راحت پہنچا

اے بلال افراز بانگ سلسلت
اے بلال! اپنی حسین آواز بلند کر

زاں دَمے کاندم دمیدم در دلت
اس فیض سے، جو میں نے تیرے دل میں پھونکا ہے

اے بلال ایں گلبنت را جاں سپار
اے بلال! اپنے اس بوٹے میں جان ڈال

خیز بلبل وار جاں می کن نثار
اٹھ، بلبل کی طرح جان نچھاور کر

زاں دمے کادمؑ از و مدہوش شد
اس آواز سے جس سے آدمؑ بے ہوش ہو گئے

ہوشِ اہل آسماں بے ہوش شد
آسمان والوں کے ہوش بے ہوش ہوئے

مصطفیٰ بے ہوش شد زاں خوب صوت
مصطفیٰ (ﷺ) جس آواز سے مدہوش ہوئے

شد نمازش از شب تعریس فوت
لیلۃ التعریس میں ان کی نماز فوت ہو گئی

---

[1] وفا۔ عشق میں وفا کے ذریعہ عین شکر بن جاؤ گے تو شیرینی لازوال ہوگی۔ بے وفا۔ عشق میں بے وفائی زہر ہے۔ نعم الوریٰ۔ اچھی مخلوق جو عشق میں وفادار ہے۔ رحیق۔ شراب کا نام ہے۔ عقل۔ یعنی عقل فلسفی۔ عقل جزوی۔ ناقص عقل، وجود باری پر تو دلائل قائم کر کے واقف اسرار ہونا ظاہر کرتی ہے لیکن عشق کے عجائب کی منکر ہے۔ زیرک۔ دانا، ہوشیار۔ نیست۔ نابود، فنا۔ لا۔ نیست۔ اہرمن۔ دیو، شیطان۔ یار۔ یعنی بات چیت اور کاموں میں عقل رہنمائی کرتی ہے۔

[2] حال۔ کیفیت باطن، ذوق معرفت۔ طوعاً خوشی سے۔ کرہاً۔ جبراً۔ کمال۔ یعنی عین کمال۔ افراز۔ بلند کر۔ سلسل۔ خوشگوار شیریں پانی۔ دم۔ آواز۔ دمیدن۔ پھونکنا۔ گلبن۔ بوٹا، سرخ پھولوں کا درخت۔ زاں دمے۔ وحی الٰہی سے حضرت آدم مدہوش ہو گئے تھے۔ خوب صوت۔ حسین آواز یعنی حضرت بلالؓ کی اذان۔ تعریس۔ آخری شب میں پڑاؤ کرنا، غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر آنحضورﷺ کی صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی۔

سَر ازاں خوابِ مبارک برنداشت
بابرکت نیند سے سر نہ اٹھایا
تا نمازِ صبح دم[1] آمد بچاشت
یہاں تک کہ صبح کی نماز کے بعد چاشت کا وقت آ گیا

در شب تعریس پیش آں عروس
شب تعریس میں، اس دلہن کے سامنے
یافت جانِ پاک ایشاں دست بوس
آپؐ کی پاک روح نے دست بوسی کی

عشق و جاں ہر دو نہانند و ستیر
معشوق اور جان دونوں پوشیدہ اور مستور ہیں
گر عروسش خواندہ ام عیبے مگیر
اگر میں نے اس کو دلہن کہہ دیا ہے عیب گیری نہ کر

از ملالِ یار خامش گردمے
یار کے ملال سے میں چپ ہو جاتا
گر ہم اُو مہلت بدادے یکدمے
اگر تھوڑی دیر کے لئے (بھی) وہ مجھے مہلت دیتا

لیک می گوید بگوہیں عیب نیست
لیکن وہ کہتا ہے، کہہ، خبردار عیب نہیں ہے
جز تقاضائے قضائے غیب نیست
(یہ کلمات) غیب کے تقاضے کے بغیر نہیں ہیں

عیب باشد کو نہ بیند جز کہ عیب
(یہ کلمات) عیب ہونگے اس کیلئے جو عیب کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے
عیب کے بیند روانِ پاکِ غیب
عالم غیب کی پاک روح عیب کب دیکھتی ہے؟

عیب شد نسبت بمخلوقِ جہول[2]
جاہل مخلوق کے اعتبار سے عیب ہوگا
نے بہ نسبت باخداوند قبول
مقبولِ بارگاہ (شخص) کی نسبت سے عیب نہ ہوگا

کفرہم نسبت بخالق حکمت ست
اللہ کے اعتبار سے کفر بھی حکمت ہے
چوں بما نسبت کنی کفر آفت ست
جب تو ہمارا اعتبار کرے کفر، مصیبت ہے

ور یکے[3] عیبے بود با صد صفات
اگر سو خوبیوں کے ساتھ ایک عیب ہو
بر مثالِ چوب باشد در نبات
تو وہ مصری میں لکڑی کی طرح ہوگا

در ترازو ہر دو را یکساں کشند
ترازو میں دونوں کو یکساں رکھتے ہیں
زانکہ آں ہر دو چو جسم و جاں خوشند
اس لئے وہ دونوں جسم اور اچھی جان کی طرح ہیں

پس بزرگاں ایں نہ گفتند از گزاف
تو بزرگوں نے یہ خواہ مخواہ نہیں کہا
جسم پاکاں عین جاں افتاد صاف
پاک لوگوں کا جسم جان کی طرح مصفی ہے

---

1. نمازِ صبح دم۔ نماز فجر یعنی آنحضورﷺ کی نیند دراصل ایک استغراقی کیفیت تھی جس کی وجہ سے بروقت حضورﷺ نماز نہ پڑھ سکے۔ عروس۔ دولہا، دلہن۔ دست بوس۔ ہاتھ چومنا۔ عشق۔ یعنی معشوق۔ ستیر۔ مستور، چھپا ہوا۔ گر عروسش۔ جس طرح دلہن پردہ میں ہوتی ہے، اسی طرح عشق اور جان بھی پوشیدہ ہے۔ از ملال۔ یعنی میں ذاتِ حق کو عروس کہنے سے باز بھی آ جاتا لیکن غلبہ حال کی وجہ سے کہنے پر مجبور ہوں۔ قضائے غیب۔ یعنی یہ کلمات غیبی اشارے سے میں نے کہے ہیں۔ عیب۔ یعنی کلمات کہنا انہی کے نزدیک عیب ہوگا جن کو عیب کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔
2. جہول۔ نادان۔ خداوند قبول۔ صاحب قبولیت، مقبول، یعنی بعض کلمات جاہل کہیں تو عیب شمار ہوگا اور اگر وہی کلمات صاحب حال کہے تو ان کے اعتبار سے وہ عیب نہیں ہے۔ کفرہم۔ یعنی نسبت کے بدل جانے سے کلمات اور اقوال کا حکم بدل جاتا ہے مثلاً کفر ہے اللہ کی طرف اس کے خلق کی نسبت عین حکمت ہے، ہماری نسبت سے وہ انتہائی خراب بات اور عیب ہے۔
3. ور یکے۔ یعنی میں نے حضرت حق کے بارے میں بہت سی باتوں کا ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے مجھ میں خوبیاں گنی جائیں گی اگر ایک لفظ عروس کہہ دینا میرا عیب بھی ہے تو گرفت نہ کرو، شکر کے ساتھ تنکا بھی اسی بھاؤ تل جاتا ہے۔ پس بزرگاں۔ یعنی جب برائی اور بھلائی نسبتی ہے تو جسم عوام کے اعتبار سے روح سے کم درجہ کی چیز ہے لیکن بزرگوں کے اعتبار سے جسم ان کی روح کی طرح پاک و صاف ہے۔

گفت شان[1] و فعل شان و ذکر شاں
ان کا قول اور ان کا فعل اور ان کا ذکر
جملہ جانِ مطلق آمد بے نشاں
سب بے نشان، مطلق جان ہیں

جانِ دشمن دارِ شاں جسمے ست صرف
ان کے دشمن کی جان صرف جسم ہے
چوں زیاد از نرد اُو اسمے ست صرف
جیسے نرد کا زیاؔد کہ وہ صرف نام ہے

آں بخاک اندر شد و کل خاک شد
وہ خاک میں ملا اور پورا خاک ہو گیا
ایں نمک اندر شد و کل پاک شد
یہ نمک میں گیا اور سب پاک ہو گیا

آں نمک کزوے محمدؐ املح ست
وہ نمک جس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ملیح تر ہوئے
زاں حدیث با نمک اُو افصح ست
اس نمکین بات سے وہ فصیح تر ہوئے

آں نمک باقی ست از میراثِ اُو[2]
آپؐ کی میراث کا وہ نمک باقی ہے
با تو اند آں وارثانِ اُو بجو
آپ کے وہ وارث تیرے ساتھ ہیں، تلاش کر لے

پیش تو شستہ ترا خود پیش کو
تیرے آگے بیٹھے ہیں، خود تجھے آگا کب میسر ہے؟
پیش ہستت جانِ پیش اندیش کو
تیرے وجود کے سامنے، آگے سوچنے والی جان کہاں ہے؟

گر تو خود را پیش و پس داری گماں
اگر تو اپنے لئے آگے پیچھے کا گمان رکھتا ہے
بستۂ جسمی و محرومی زجاں
تو تو جسم کا پابند ہے اور جان سے محروم ہے

زیر و بالا پیش و پس وصف تن ست
نیچا اور اونچا، آگا اور پیچھا جسم کی صفتیں ہیں
بے جہتہا ذات جانِ روشن ست
پاک جان بغیر سمتوں کے ہے

برکشا از نورِ پاکِ شہ نظر
شاہ کے پاک نور سے نظر کر
تا نہ پنداری تو چوں کوتہ نظر
تاکہ کوتاہ نظر کی طرح تو یہ نہ خیال کرے

کہ ہمینی در غم و شادی و بس
کہ تو صرف غمی اور خوشی کے لئے ہے اور بس
اے عدم کو مر عدم را پیش و پس
اے معدوم! معدوم کا آگا پیچھا کہاں ہے؟

از وجود و از عدم گر بگذری
تو اگر وجود اور عدم سے گزر جائے
از حیاتِ جاودانی بر خوری
تو ابدی زندگی حاصل کر لے

---

[1] گفت شاؔن۔ پاک لوگوں کے جو افعال جسم سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی بمنزلہ روح کے ہیں۔ دشمن داؔر۔ یعنی دشمنی رکھنے والا۔ زیاؔد۔ نرد کی سات بازیوں میں سے ایک بازی کا نام ہے، اس کے ہر نقش میں ایک خال زیادہ کر دیتے ہیں جس کو خالِ زیاد کہتے ہیں۔ اس بازی کا کوئی خاص نتیجہ بر آمد نہیں ہوتا ہے اگرچہ نام زیاد ہے لیکن یہ نام ہی نام ہے۔ آؔں۔ اولیاء کا دشمن نفس لذتوں کی خاک میں ملا جسم خاک بن گیا۔ ایؔں۔ یعنی کامل شخص محبت کی چاشنی میں غرق ہو کر پاک ہو گیا۔ املح۔ ملیح تر، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بھائی یوسف صبیح تھے اور میں ملیح ہوں۔ ایک جگہ فرمایا میں عرب میں سب سے فصیح ہوں علاوہ ازیں میں قریشی ہوں یعنی حضور ﷺ کے جسم اور زبان میں ملاحت تھی جس سے آپ ملیح اور فصیح قرار پائے۔

[2] از میراثِ اُو۔ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا علماء انبیاء کے وارث ہیں، یعنی آپ کی معرفت کی چاشنی اور ملاحت علماء اور اولیاء میں منتقل ہوئی ہے جو اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔ پیش توؔ۔ وہ وارثانِ نبی موجود ہیں لیکن وہ لوگ اپنے وجود میں روح کو گم کئے ہوئے ہیں ان کو احساس نہیں ہے جب تک انسان اپنی ہستی کو فنا نہیں کرتا اس کو پیش بیں روح میسر نہیں آتی۔ گر توؔ۔ اگر انسان کو اپنے آگے پیچھے کا خیال ہے تو وہ جسمانی صفات میں الجھا ہوا ہے اور روح کی لذتوں سے محروم ہے۔ زیر و بالاؔ۔ یہ سب صفات جسم کی ہیں، روح ان سے پاک ہے۔ نورِ پاکؔ۔ حقیقی معرفت حاصل ہو جانے پر انسان غم اور خوشی وغیرہ جسمانی صفات سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ بگذرؔی۔ دست بردار شوی۔ حیاتِ جاودانؔی۔ ابدی زندگی۔ برخورؔی۔ پھل کھائے۔

روزِ باران[1] ست میر و تابہ شب
بارش کا دن ہے، رات تک چلا چل
نے ازیں باراں ازاں بارانِ رب
اس بارش سے نہیں، خدا کی بارش سے

ہست باراں با جز ایں باراں بداں
سمجھ لے! اس بارش کے علاوہ اور بارش بھی ہے
می نمی بیند وُرا جز چشم جاں
جس کو صرف جان کی آنکھ دیکھتی ہے

چشم جاں را باز کن نیکو نگر
جان کی آنکھ کھول، اچھی طرح دیکھ
تا ازاں باراں عیاں بنی خضر
تاکہ اس بارش کا سبزہ صاف دیکھے

سوال کردنِ عائشہؓ از پیغمبر علیہ السلام کہ باراں شدو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیغمبر علیہ السلام سے سوال کرنا کہ بارش ہوئی اور

جامۂ مبارک تو ترنگشت و جوابِ آں

آپؐ کے بابرکت کپڑے نہ بھیگے اور اس کا جواب

مصطفیٰ روزے بگورستاں برفت
مصطفیٰ (ﷺ) ایک روز قبرستان تشریف لے گئے
باجنازہ یارے از یاراں برفت
دوستوں میں سے ایک دوست کے جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے

خاک را در گورِ اُو آگندہ کرد
ان کی قبر میں مٹی بھر دی
زیرِ خاک آں دانہ اش را زندہ کرد
مٹی کے نیچے ان کے دانہ کو زندہ کر دیا

ایں درختانند ہمچوں خاکیاں
مٹی میں دفن کئے ہوؤں کی مانند یہ درخت (بھی) ہیں
دست ہا بر کردہ اند از خاکداں
جو مٹی سے ہاتھ باہر نکالے ہوئے ہیں

سوئے خلقاں صد اشارت میکنند
لوگوں کی طرف سو اشارے کر رہے ہیں
وانکہ گوشستش عبارت میکنند
جن کے کان ہیں ان کے لئے تقریر کر رہے ہیں

تیز گوشاں رازِ ایشاں بشنوند
تیز کان والے ان کا راز سنتے ہیں
غافلاں آواز ہا را نشنوند
غافل لوگ آوازوں کو نہیں سنتے ہیں

با زبانِ سبز[2] و بادست دراز
سبز زبان سے اور لمبے ہاتھ سے
از ضمیر خاک میگویند راز
خاک میں چھپے ہوئے راز بتا رہے ہیں

ہمچو بطاں سَر فرو بُردہ بآب
بطخوں کی طرح پانی میں غوطہ مارے ہوئے
گشتہ طاؤسان و بودہ چوں غراب
مور بن گئے، اور کوے کی طرح

---

1. روز باراں۔ یعنی الٰہی فیوض برس رہے ہیں، ایسی حالت میں گھر میں بیٹھا رہنا مناسب نہیں ہے ان سے نفع اندوز ہونا چاہیے۔ چشم جاں۔ فیوض کی بارش کا روح کی آنکھ ادراک کر سکتی ہے۔ خضر۔ سبزہ۔ یار۔ یعنی صحابی۔ دانہ اش۔ یعنی دنیوی موت کے بعد اس کو برزخی زندگی نصیب ہو گی۔ خاکیاں۔ مٹی سے پیدا ہونے والے اور مر کر مٹی میں مدفون ہونے والے۔ بر کردن۔ نکالنا۔ خاکداں۔ دنیا۔ عبارت۔ تقریر۔ برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار۔ ہرورقے دفتریست معرفت کردگار۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح پڑھتی ہے تم نہیں سمجھتے ہو۔
2. زبان سبز۔ یعنی پتے۔ دست دراز۔ یعنی شاخیں۔ ضمیر۔ دل کی بات۔ ہمچو۔ درختوں کی تین حالتوں کو تین پرندوں سے تشبیہ دی ہے، درخت موسم خزاں میں ہریالی ختم ہو کر کالے کوے کی طرح ہو جاتے ہیں، رطوبت کو حاصل کرنے میں گویا وہ بطخیں ہیں جو پانی میں غوطہ لگا کر غذا حاصل کرتی ہیں موسم بہار میں پھول پتیاں نکلنے کے بعد وہ مور بن جاتے ہیں۔

در زمستان شان اگر محبوس کرد — آں غرابان را خدا طاؤس کرد

جاڑوں میں اگر ان کو قید کیا — ان کووں کو (اللہ تعالیٰ) نے مور بنا دیا

در زمستان شان اگرچہ داد مرگ — زندہ شان کرد از بہار و داد برگ

جاڑوں میں اگرچہ ان کو مارا — ان کو بہار سے زندہ کر دیا اور پتے دے دیئے

منکراں[1] گویند ہست ایں خود قدیم — ایں چرا بندیم بر ربِ کریم

منکر کہتے ہیں یہ قدیم ہیں — رب کریم سے ان کا تعلق کیوں کریں؟

جملہ پندارند کیں خود دائم ست — وزقدیم ایں جملہ عالم قائم ست

سب یقین کرتے ہیں کہ یہ ہمیشہ سے ہے — اور ہمیشہ سے یہ تمام عالم قائم ہے

کوریِ ایشاں درونِ دوستاں — حق برو یانید باغ و بوستاں

(یہ عقیدہ) انکے اندھے پن سے ہے اور دوستوں کے دل میں — اللہ (تعالیٰ) نے باغ اور بوستاں اُگا دیا ہے

ہر گلے کاندر دروں بویا بود — آں گل از اسرارِ کل گویا بود

جو پھول اپنے اندر خوشبو دے رہا ہو — وہ پھول تمام اسرار کا پتہ دیتا ہے

بوئے ایشاں رغمِ انفِ منکراں — گردِ عالم می رَوَد پردہ دَراں

ان کی خوشبو منکروں کی ذلت کے ساتھ — پردہ دری کرتے ہوئے دنیا کا چکر کاٹتی ہے

منکراں ہمچو جعل[2] زاں بوئے گل — یا چو نازک مغز از بانگ دُہل

اس کے پھول کی خوشبو سے منکر گبروںڈے کی طرح ہیں — یا ایسے جیسے ڈھول کی آواز سے نازک داغ

خویشتن مشغول می سازند و غرق — چشم می دو زند از لمعانِ برق

اپنے آپ کو مشغول اور غرق کرتے ہیں — بجلی کی چمک سے آنکھیں سی لیتے ہیں

چشم می دو زند و آنجا چشم نے — چشم آں باشد کہ بیند مامنے

آنکھیں سی لیتے ہیں اور ان کی آنکھیں ہی نہیں ہیں — آنکھ تو وہ ہے جو جائے پناہ کو دیکھ لے

چوں زگورستاں پیمبرؐ بازگشت — سوئے صدیقہ شد و ہمراز گشت

جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) قبرستان سے لوٹے — صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی طرف گئے اور ہمراز بنے

چشم صدیقہ چو بر رُویش فتاد — پیش آمد دست بروے می نہاد

صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی نظر جب آپؐ کے چہرے پر پڑی — آگے بڑھیں اور آپؐ پر ہاتھ رکھا

بر عمامہ بر رُخ و بر موئے اُو — بر گریباں و بَرو بازوئے اُو

عمامہ پر اور آپؐ کے چہرے اور بالوں پر — گریبان پر اور جسم پر اور آپؐ کے بازو پر

---

[1] منکراں۔ یعنی دہریہ جو وجود باری کے منکر ہیں اور فلاسفہ جو خدا کو صانع اور مختار نہیں مانتے ہیں۔ ایں۔ یعنی کائنات قدیم ہے، خدا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کوری۔ اندھاپن۔ رویانیدن۔ روئیدن کا متعدی مصدر ہے یعنی اولیاء اللہ کے سینے علوم معرفت سے باغ و بہار ہیں۔ اس کے گل اور بوٹے کی خوشبو سے منکر اس طرح پریشان ہوتے ہیں جیسے گوبر کا کیڑا خوشبو سے یا کمزور دماغ والا ڈھول کی آواز سے۔ بویا۔ خوشبو دینے والا۔ گویا۔ بولنے والا۔

[2] جعل۔ گبروںڈا، گوبر کی گولیاں بنا کر لڑھکانے والا کیڑا۔ دہل۔ ڈھول۔ مشغول۔ یعنی منکرین جو محض عقلی غلط دلائل میں اپنے آپ کو مصروف کیے ہوئے ہیں اور صحیح دلائل کی روشنی سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ چشم نے۔ دراصل ان کے آنکھ ہی نہیں آنکھ تو وہی ہے جو صحیح دیکھے۔ بازگشت۔ واپس آئے۔ صدیقہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ ہمراز۔ راز کی باتیں کرنے والا۔ عمامہ۔ عین کے کسرہ سے، پگڑی۔ بر۔ پہلو، بغل۔

گفت پیغمبرؐ چہ می جوئی شتاب
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جلد جلد کیا دیکھتی ہو؟
گفت باراں آمد امروز از سحاب[1]
بولیں آج بادل سے بارش برسی ہے

جا مہایت می بجویم در طلب
جستجو میں آپؐ کے کپڑے چھوتی ہوں
تر نمی بینم ز باراں اے عجب
تعجب ہے! بارش سے تر نہیں دیکھتی ہوں

گفت چہ بر سر فگندی از اِزار
فرمایا، سر پر کون سا کپڑا اوڑھا تھا؟
گفت کردم آں ردائے تو خمار
بولیں آپ کی چادر کو دوپٹہ بنایا تھا

گفت بہر آں نمود اے پاک جیب
فرمایا، اے پاک دل! اسی لئے دکھائی
چشم پاکت را خدا بارانِ غیب
خدا نے تیری پاک آنکھ کو غیبی بارش

نیست آں باراں ازیں ابر شما
وہ بارش تمہارے اس ابر کی نہیں ہے
ہست ابر دیگر و دیگر سما
وہ دوسرا ابر اور دوسرا آسمان ہے

ایں چنیں باراں ز ابر دیگرست
اس طرح کی بارش دوسرے ابر کی ہے
رحمت حق در نزولش مضمرست
جس کے نازل ہونے میں خدا کی رحمت پوشیدہ ہے

بشنو از قولِ سنائیؒ در رُموز
اشارات کے بارے میں سنائی کے قول کے
معنئ تا واقف آئی بر کنوز
ایک معنی سن، تاکہ تو خزانوں سے واقف ہو جائے

گر تو بکشائی ز باطن دیدۂ
اگر تو باطن کی آنکھیں کھول لے
زود یابی سرمۂ بگزیدۂ
بہت جلد پسندیدہ سرمہ حاصل کر لے

تفسیر بیت حکیم سنائی رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ
حکیم سنائی (خدا ان کی روح کو راحت پہنچائے) کے شعر کی تفسیر

آسمانہاست در ولایت جاں
روح کی اقلیم میں آسمان ہیں
کار فرمائے آسمانِ جہاں
جو دنیا کے آسمان میں کارفرما ہیں

در رہِ روح پست و بالا ہاست
روح کے راستہ میں پستی اور بلندیاں ہیں
کوہ ہائے بلند و دریا ہاست
اونچے پہاڑ اور دریا ہیں

پیر دانا اندریں رمزے کہ گفت
دانا بزرگ نے اس سلسلہ میں جو اشارہ کیا
درحقیقت زیں صدف درّے بُسفت
حقیقتاً اس سیپ کا موتی پرو دیا

غیب را ابرے و آبے دیگرست
(عالم) غیب کا ابر اور پانی دوسرا ہے
آسمان و آفتابے دیگرست
آسمان اور آفتاب دوسرا ہے

ناید آں اِلّا کہ بر خاصاں پدید
وہ صرف خاصانِ (خدا) پر ظاہر ہوتا ہے
باقیاں فِی لَبۡسٍ مِّنۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ
باقی لوگ اس نئی مخلوق سے شبہ میں ہیں

---

[1] سحاب۔ ابر۔ ازار۔ تہ بند، لنگی۔ ردا۔ چادر، اوڑھنی۔ جیب۔ گریبان، سینہ، دل۔ سما۔ آسمان۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ سنائی۔ مشہور حکیم، شاعر، بزرگ ہیں۔ رموز۔ رمز کی جمع، اشارہ۔ کنوز۔ کنز کی جمع، خزانہ۔ ولایت جان۔ عالم روح۔ پیر دانا۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ رمز۔ اشارہ۔ صدف۔ سیپ۔ دُر۔ موتی۔ فی لبس۔ یہ آیت حشر کے منکروں کے بارے میں ہے۔ مولانا نے امورِ غیبیہ پر شبہ کرنے والوں کے لئے استعمال کر دی ہے۔

ہست باراں از پئے پروردگی ۔۔۔ ہست باراں[1] از پئے پژمردگی
ایک بارش پرورش کے لئے ہے ۔۔۔ ایک بارش مرجھانے کے لئے ہے

نفع بارانِ بہاراں بوالعجب ۔۔۔ باغ را بارانِ پائیزی چو تب
موسم بہار کی بارش کا نفع تعجب خیز ہے ۔۔۔ خزاں کی بارش باغ کے لئے بخار کی طرح ہے

باغ را بارانِ نیسانی طرب ۔۔۔ باز بارانِ خزانی ہمچو تب
نیساں کی بارش باغ کی مستی ہے ۔۔۔ پھر خزاں کی بارش بخار کی طرح ہے

آں بہاری ناز پروردش کند ۔۔۔ ویں خزانی ناخوش و زردش کند
موسم بہار کی بارش اس کی ناز پروری کرتی ہے ۔۔۔ یہ خزاں کی بارش اس کو خراب اور زرد کر دیتی ہے

ہم چنیں سرما و باد و آفتاب ۔۔۔ بر تفاوت داں و سر رشتہ بیاب
اسی طرح جاڑا اور ہوا اور سورج ۔۔۔ جداگانہ سمجھ، اور اصول کو سمجھ لے

ہم چنیں در غیب انواع ست ایں ۔۔۔ در زیان و سود و در رنج و غبیں
اسی طرح (عالم) غیب میں اس کی قسمیں ہیں ۔۔۔ نفع اور نقصان، تکلیف اور ٹوٹے میں

ایں دمِ ابدال باشد زاں بہار ۔۔۔ در دل و جاں روید از وے سبزہ زار
ابدال کا کلام اسی بہار سے ہوتا ہے ۔۔۔ اس سے دل و جان میں سبزہ اگتا ہے

فعل بارانِ بہاری با درخت ۔۔۔ آید از اَنفاسِ[2] شاں اے نیک بخت
موسم بہار کی بارش کا درختوں سے جو معاملہ ہے ۔۔۔ اے نیک بخت! ان کے سانسوں سے حاصل ہوتا ہے

گر درخت خشک باشد در مکاں ۔۔۔ عیب آں از بادِ جاں افزاید آں
اگر کسی جگہ کوئی خشک درخت ہو ۔۔۔ اس کا وہ عیب روحانی ہوا سے بڑھ جاتا ہے

باد کارِ خویش کرد و بَروزید ۔۔۔ آنکہ جانے داشت بر جانش گزید
ہوا نے اپنا کام کیا اور چلی گئی ۔۔۔ جس میں جان تھی اس نے اس کو اپنی جان پر ترجیح دی

وانکہ جامد بود خود واقف نشد ۔۔۔ وائے اُو جانے کہ اُو عارف نشد
اور جو پتھر تھا واقف نہ ہوا ۔۔۔ اس جان پر افسوس جو پہچاننے والی نہ بنی

در معنی حدیث کہ اِغْتَنِمُوْا بَرْدَ الرَّبِیْعِ فَاِنَّہٗ یَعْمَلُ بِاَبْدَانِکُمْ کَمَا یَعْمَلُ بِاَشْجَارِکُمْ

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ موسم ربیع کی سردی کو غنیمت سمجھو وہ تمہارے بدنوں پر وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر

وَ اجْتَنِبُوْا بَرْدَ الْخَرِیْفِ فَاِنَّہٗ یَعْمَلُ بِاَبْدَانِکُمْ کَمَا یَعْمَلُ بِاَ شْجَارِکُمْ

اور موسم خریف کی سردی سے بچو وہ تمہارے جسموں پر وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر

---

1. ہست باراں۔ یعنی غیبی بارش کی بھی دو قسمیں ہیں، مضر اور مفید۔ بوالعجب۔ بہت تعجب خیز۔ پائیز۔ خزاں۔ نیساں۔ وہ دن جب آفتاب برج حمل میں ہوتا ہے، ایامِ بہار۔ تپ۔ بخار۔ تفاوت۔ فرق۔ سررشتہ۔ بات کا سرا، کھوج۔ انواع۔ نوع کی جمع، قسم۔ زیاں۔ نقصان۔ سود۔ نفع۔ غبین۔ فاتر العقل، ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ دم۔ سانس، کلام۔ ابدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت ہے۔ یعنی اولیاء کے انفاس بہار کا کام کرتے ہیں اور دلوں میں سبزہ اگاتے ہیں۔

2. انفاس۔ نفس کی جمع، سانس۔ گر درخت۔ یعنی بزرگوں کے انفاس سے بدبختوں کی بدبختی میں اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ وہ ان انفاس کے منکر ہو جائیں۔ باد۔ اولیاء کی بادِ بہاری اصلاحِ عوام کا کام کر جاتی ہے اور جو اس سے مستفید ہوں اولیاء ان پر جان نثار کرتے ہیں۔ جامد۔ جن کے دل پتھر کے ہو گئے ہیں اور نا قابلِ اصلاح ہیں۔ ربیع۔ موسم بہار۔ خریف۔ موسم خزاں۔

قولِ پیغمبر شنو اے جانِ من
اے جانِ من! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن

گفت پیغمبر ز سرمائے بہار[1]
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا موسم بہار کے جاڑے سے

زانکہ با جانِ شما آں می کند
اس لئے کہ وہ تمہاری جان کے ساتھ وہی کرتا ہے

بس غنیمت باشد آں سرمائے اُو
اس کی سردی غنیمت ہوتی ہے

در بہاراں جامہ از تن بَر کنید
(موسم) بہار میں کپڑے اتار دو

لیک بگریزید از بادِ خزاں
لیکن بادِ خزاں سے بچو

راویاں ایں را بظاہر بُردہ اند
روایت کرنے والوں نے اس کو ظاہری معنی پر محمول کیا

بے خبر بودند از سِرِّ[2] آں گروہ
یہ جماعت، راز سے بے خبر تھی

آں خزاں نزدِ خدا نفس و ہواست
وہ خزاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفس اور خواہش ہے

گر تُرا عقلے ست جزوی در نہاں
اگر تجھ میں ناقص عقل ہے

جزوِ تو از کل اُو کلی شود
تیری ناقص (عقل) اسکی کامل (عقل) سے کامل ہو جائیگی

پس بتاویل بود کانفاسِ پاک
(اس حدیث کے معنی) تاویل کیساتھ یہ ہونگے کہ پاک سانس

دور کن از خویشتن انکار و ظن
انکار اور گمان اپنے سے دور کر

تن مپوشانید یاراں زِ نہار
یارو! ہرگز بدن نہ ڈھکو

کاں بہاراں با درختاں میکند
جو موسم بہار درختوں کے ساتھ کرتا ہے

در جہاں بر عارفانِ وقت جو
دنیا میں وقت کے تلاش کرنے والے عارفوں پر

تن برہنہ جانب گلشن روید
ننگے بدن، باغ کی طرف چلو

کاں کند کاں کرد با باغ و رزاں
اسلئے کہ وہ وہی کریگی جو اس نے باغ اور انگوروں کے ساتھ کیا

ہم براں صورت قناعت کردہ اند
اور انہوں نے انہی معنی پر قناعت کر لی

کوہ را دیدہ ندیدہ کاں بکوہ
پہاڑ کو دیکھا، پہاڑ میں کان کو نہ دیکھا

عقل و جاں عین بہارست و بقاست
عقل اور روح عین بہار اور بقا ہے

کامل العقلے بجو اندر جہاں
دنیا میں مکمل عقل والا تلاش کر لے

عقل کل بر نفس چوں غلے شود
کامل عقل نفس کے لئے طوق بن جائے گی

چوں بہارست و حیاتِ برگ و تاک
(موسم) بہار کی طرح ہیں اور پتوں اور انگور کی حیات ہیں

---

[1] سرمائے بہار۔ یعنی غیبی فیوض و برکات۔ بادرختاں۔ جس طرح موسم بہار کی بارش سے درخت سرسبز و شاداب ہوتے ہیں، فیوضِ غیبیہ سے روح تازہ ہوتی ہے۔ سرمائے اُو۔ یعنی فیوض و برکات۔ وقت۔ یعنی وہ وقت جس میں غیبی واردات کا قلب پر نزول ہو۔ رزاں۔ رز کی جمع، انگور، خزاں کی ہوا سے یہ چیزیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ راویاں۔ راوی کی جمع، حدیث نقل کرنے والا یعنی عام طور پر روایت کرنے والوں نے اس حدیث کے ظاہری معنی لئے ہیں۔

[2] سِرّ۔ راز، یہاں پر عالم غیب کی بادِ بہار اور خزاں مراد ہے۔ کاں۔ معدن۔ ہوا۔ خواہش نفسانی۔ تقا۔ تقویٰ، پرہیزگاری۔ گر ترا۔ یعنی اگر یہ مضامین غیب تیری سمجھ میں نہیں آتے تو کسی شیخ کامل کا دامن پکڑ لے پھر سمجھ میں آجائیں گے۔ کل اُو۔ یعنی شیخ کامل کی مکمل عقل۔ غل۔ گردن کا طوق یعنی اس کی بیعت تجھے ہوا و حرص سے روک دے گی۔ تاویل۔ کسی عبارت سے ظاہری معنی مراد نہ لینا۔ حیات۔ زندگی۔ تاک۔ انگور۔

از حدیث اولیاء نرم و درشت[1]
تن مپوشاں زانکہ دینت راست پشت

اولیاء کی نرم اور سخت بات سے
پہلوتہی نہ کر کیونکہ وہ تیرے دین کی پشت و پناہ ہیں

گرم گوید سرد گوید خوش بگیر
تاز گرم و سرد بجہی وز سعیر

گرم کہیں، سرد کہیں خوشی سے تسلیم کر
تاکہ گرم اور سرد اور جہنم سے نجات پا لے

گرم و سردش نوبہارِ زندگی ست
مایۂ صدق و یقین و بندگی ست

ان کا گرم و سرد (کہنا) زندگی کی نوبہار ہے
صدق اور یقین اور بندگی کا سرمایہ ہے

زانکہ زاں بستانِ جانہا زندہ است
زاں جواہر بحر دل آگندہ است

اس لئے کہ ان سے جانوں کا باغ تر و تازہ ہے
ان جواہر سے دل کا سمندر پُر ہے

بر دلِ عاقل ہزاراں غم بود
گرز باغِ دل خلالے کم بود

عقلمند کے دل پر ہزاروں غم چھا جاتے ہیں
اگر دل کے باغ سے ایک تنکا کم ہو جاتا ہے

پُرسیدنِ عائشہ رضی اللہ عنہا از مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا

کہ سرّ بارانِ امروز چہ بود

کہ آج کی بارش کا کیا راز تھا؟

پس سوالش کردہ صدیقہ ز صدق
باخشوع و باادب از جوشِ عشق

صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے سچائی سے آپ سے سوال کیا
محبت کے جوش سے، عاجزی اور ادب کے ساتھ

کاے خلاصہ ہستی[2] و زُبدہ وجود
حکمت بارانِ امروزی چہ بود

اے ہستی کے خلاصہ اور وجود کے برگزیدہ!
آج کی بارش میں کیا حکمت تھی؟

ایں زبارانہائے رحمت ہاست یا
بہر تہدیدات و عدلِ کبریا

یہ رحمتوں کی بارشوں میں سے ہے، یا
دھمکیوں اور خدا کے انصاف کے لئے ہے

ایں ازاں لطف و بہاریات بود
یاز پائیزیِ پُر آفات بود

یہ (بارش) مہربانی اور موسم بہار کی بارشوں میں سے تھی
یا آفتوں بھری خزاں کی بارش تھی

گفت ایں از بہر تسکین غم ست
کز مصیبت بر نژادِ آدم ست

فرمایا کہ یہ اس غم کی تسکین کے لئے ہے
جو آدم کی نسل پر مصیبت کی وجہ سے ہے

گر براں آتش بماندے آدمی
بس خرابی اوفتادے و کمی

اگر آدمی اس آگ میں رہتا
بہت خرابی اور کمی واقع ہو جاتی

---

[1] نرم و درشت۔ پیاری اور تلخ نصیحتیں۔ پشت۔ یعنی پشت پناہ۔ گرم و سرد گفتن۔ سخت و سست کہنا۔ گرم و سرد۔ مصائب۔ سعیر۔ جہنم۔ نوبہار۔ بارش کی ٹھنڈک اور سورج کی گرمی سبزہ زار پیدا کرتی ہے، اسی طرح شیخ کی گرم و سرد نصیحتیں ایمان کی تازگی کا سبب ہیں۔ بستانِ جاں۔ روحانی باغ۔ بحر۔ سمندر۔ آگندہ۔ پُر۔ صدق۔ سچائی۔ خشوع۔ عاجزی۔

[2] خلاصہ ہستی۔ مخلوقات کے کمالات کا جامع۔ زبدہ۔ مکھن، برگزیدہ۔ تہدید۔ دھمکی۔ عدل۔ انصاف۔ لطف۔ مہربانی۔ بہاریات۔ سامانِ بہار۔ پائیزی۔ خزانی۔ تسکین۔ ساکن کرنا۔ نژاد۔ نسل، اولاد۔ گر۔ یعنی اگر انسان کو غم سے بالکل سکون نہ ملے تو مشاغل زندگی میں خلل پڑ جائے۔

ایں جہاں[1] ویراں شدے اندر زماں
یہ دنیا فوراً ویران ہو جاتی

حرصہا بیروں شدے از مرداں
انسانوں میں سے حرص نکل جاتی

اُستنِ ایں عالم اے جاں غفلت ست
اے جان! اس عالم کا ستون غفلت ہے

ہوشیاری ایں جہاں را آفت ست
ہوشیاری اس عالم کی آفت ہے

ہوشیاری زاں جہان ست و چو آں
ہوشیاری اس عالم کی ہے اور جب وہ

غالب آید پست گردد ایں جہاں
غالب آ جائے تو یہ عالم پست ہو جاتا ہے

ہوشیاری آفتاب و حرص یخ
ہوشیاری سورج ہے اور حرص برف ہے

ہوشیاری آب و ایں عالم وسخ
ہوشیاری پانی ہے اور یہ عالم میل ہے

زاں جہاں[2] اندک ترشح می رسد
اس عالم سے تھوڑی سی رستی رہتی ہے

تا نہ خیزد زیں جہاں حرص و حسد
تاکہ اس عالم سے حرص اور حسد ختم نہ ہو جائے

گر ترشح بیشتر گردد زغیب
اگر غیب سے یہ رساؤ زیادہ بڑھ جائے

نے ہنر ماند دریں عالم نہ عیب
اس عالم میں نہ ہنر رہے نہ عیب

ایں ندارد حد سوئے آغاز رو
اس کا خاتمہ نہیں ہے شروع کی طرف چل

سوئے قصہ مردِ چنگی باز رو
سارنگی بجانے والے کے قصہ کی طرف واپس چل

بقیہ قصہ پیر چنگی و بیانِ مخلص آں

سارنگی بجانے والے بوڑھے کے قصہ کا بقیہ اور اس کا خلاصہ

مطربے کزوے جہاں شد پُر طرب
وہ گویا جس سے، عالم مستی سے بھرا ہوا تھا

رُستہ ز آوازش خیالاتِ عجب
اس کی آواز سے عجیب خیالات پیدا ہوتے تھے

از نوایش مرغِ دل پرّاں شدے
اس کی آواز سے مرغ دل اچھلنے لگتا تھا

وز صدایش ہوشِ جاں حیراں شدے
اس کی صدا سے جان کا ہوش حیران ہو جاتا تھا

چوں برآمد روزگارش پیر شد
جب اس کی عمر ڈھل گئی اور بوڑھا ہو گیا

بازِ جانش از عجز پشہ گیر شد
اس کی جان کا باز، عاجزی سے مچھر کا شکاری بن گیا

بازچہ گر پیل باشد بیگماں
باز کیا، اگر ہاتھی بھی ہو تو بلاشبہ

پشہ اش سازد ضعیف و ناتواں
مچھر اس کو کمزور اور بے طاقت بنا دے

---

[1] ایں جہاں۔ انسان غم کی مایوسیوں میں پڑا رہتا اور حرص کی وجہ سے جو کوشش ہے، وہ ختم ہو جاتی اور دنیا ویران ہو جاتی۔ استن۔ ستون۔ غفلت۔ لاپروائی۔ ہوشیاری۔ احساس۔ آفت۔ مشہور مقولہ ہے "لَوْلَا الْحُمَقَاءُ الْخَرِبَتِ الدُّنْیَا" اگر احمق نہ ہوتے تو دنیا تباہ ہو جاتی۔ ہوشیاری۔ آخرت کا پورا احساس ہو جائے تو پھر دنیا بے حقیقت نظر آنے لگے، ہوشیاری کا سورج حرص کے برف کو پگھلا دے اور یہ دنیا جو میل کچیل ہے، ہوشیاری کا پانی اس کو دھو ڈالے۔

[2] زاں جہاں۔ عالم آخرت سے اس دنیا میں تھوڑا تھوڑا ترشح ہوتا ہے تاکہ لوگ غفلت میں مبتلا رہ کر حرص وحسد کی بنیاد پر دنیا کا کاروبار کرتے رہیں، اگر غفلت زیادہ بڑھ جائے تو ہر انسان سکر میں مبتلا ہو جائے اور دنیا سے اچھی اور بری صفات کا خاتمہ ہو جائے۔ مطرب۔ اس گویے کی آواز مستی اور عجیب خیالات پیدا کر دیتی تھی، انسانوں کے دل دھڑکنے لگتے تھے اور مدہوشی کا عالم چھا جاتا تھا۔ پشہ گیر۔ مچھر کا شکار کرنے والا یا مچھر کا شکار یعنی وہ گویا انتہائی کمزور ہو گیا۔ بازچہ۔ یعنی باز ہی نہیں ہاتھی بھی اپنی ناتوانی کے وقت مچھروں سے عاجز آ جاتا ہے۔

پشت اُو خم گشت ہم چوں پشت خم[1]
اس کی کمر مٹکے کی طرح ٹیڑھی ہو گئی

ابرواں بر چشم ہمچوں پارِ دُم
آنکھ پر ابروئیں دمچی کی طرح ہو گئیں

گشت آوازِ لطیف و جانفزاش
اس کی پاکیزہ اور جان کو بڑھانے والی آواز

ناخوش و مکروہ و زشت و دلخراش
خراب اور مکروہ اور بری اور دلخراش ہو گئی

آں نوا کہ رشک زہرہ آمدہ
وہ آواز جو زہرہ کے لئے باعث رشک تھی

ہمچوں آوازِ خر پیرے شدہ
بوڑھے گدھے کی آواز کی طرح ہو گئی

خود کدامیں خوش کہ آں ناخوش نشد
کون سا خوش ہے جو ناخوش نہ ہوا ہو؟

یا کدامیں سقف کاں مفرش نشد
یا کون سی چھت ہے جو پامال نہ ہوئی ہو؟

غیر آوازِ عزیزاں در صدور
(اللہ کے) پیاروں کی آواز کے علاوہ جو سینوں میں ہے

کہ بود از عکس دمِ شاں نفخ صور[2]
کہ صور کا پھکنا بھی ان کی آواز کی گونج ہے

آں درونے[3] کیں درونہا مست ازوست
وہ باطن کہ یہ باطن اس سے مست ہیں

نیستے کیں ہستہا ماں ہست ازوست
وہ فانی کہ ہمارے وجود اس سے (قائم) ہیں

کہربائے فکر دہر آوازِ اُوست
اس کی آواز زمانے کی فکر کے لئے کہربا ہے

لذتِ الہام و وحی و رازِ اُوست
الہام اور وحی اور راز کی وہ لذت ہے

چونکہ مطرب پیر تر گشت و ضعیف
چونکہ گویا بہت بوڑھا اور کمزور ہو گیا

شد ز بے کسبی رہینِ یک رغیف
بلاکمائی کے ایک روٹی کا مرہونِ (منت) ہو گیا

گفت عمرو مہلتم دادی بسے
اس نے کہا (اے خدا) تو نے مجھے عمر اور بہت مہلت دی

لطفہا کردی خدایا با خسے
اے خدا! تو نے ایک کمینہ پر مہربانیاں کیں

معصیت ورزیدہ ام ہفتاد سال
میں نے ستر سال گناہ کئے

باز نگرفتی زمن روزے نوال
تو نے مجھ سے ایک دن (بھی) عطا واپس نہ چھینی

نیست کسب امروز مہمانِ توام
کمائی نہیں ہے، اب میں تیرا مہمان ہوں

چنگ بہر تو زنم کانِ توام
تیرے لئے سارنگی بجاؤں گا کیونکہ تیرا غلام ہوں

چنگ را برداشت شد اللہ جوئے
سارنگی اٹھائی، اللہ (تعالیٰ) کی طلب میں روانہ ہوا

سوئے گورستانِ یثرب آہ جوئے
مدینہ کے قبرستان کی جانب آہیں بھرتا ہوا

---

[1] خم۔ مٹکا۔ پاردم۔ دمچی۔ لطیف۔ نازک، پاکیزہ۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا۔ زشت۔ برا۔ دل خراش۔ دل کو چھیلنے والا۔ زہرہ۔ ایک ستارہ کا نام ہے جس کو اہل نجوم گانے بجانے والی عورت کی ہمشکل تصور کرتے ہیں اور اس کو رقاصہ فلک کہتے ہیں۔ خر۔ گدھا، گدھے کی آواز کو بدترین سمجھا گیا ہے۔ سقف۔ چھت۔ مفرش۔ پامال۔ نشد۔ مشہور ہے ہر کمالے رازوالے۔ عزیزاں۔ یعنی اولیاء اللہ جو اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ صدور۔ صدر کی جمع، سینہ۔

[2] نفخ صور۔ دوسری مرتبہ صور پھونکنے پر مردے زندہ ہو جائیں گے۔

[3] آں درونے۔ یعنی اولیاء کے باطن کی وجہ سے بہت سے باطن مست ہیں وہ فنا ہونے والے ضرور ہیں لیکن ہمارے وجود ان کے وجود سے قائم ہیں۔ کہربا۔ ایک پتھر ہے جس میں تنکوں کے لئے کشش ہوتی ہے۔ بے کسبی۔ نہ کما سکنا۔ رہین۔ گروی محتاج۔ رغیف۔ روٹی۔ گفت۔ یعنی گویے نے خدا سے یہ دعا کی۔ خس۔ تنکا، کمینہ۔ ہفتاد۔ ستر، گویے کی عمر ستر سال کی تھی۔ نوال۔ بخشش۔ کسب۔ کمائی۔ کان۔ کہ آن۔ اللہ جوئے۔ جوئندۂ خدا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ کا پرانا نام ہے۔

گفت خواہم از حق ابریشم بہا[1]
بولا، اللہ (تعالیٰ) سے سارنگی (بجانے کا) انعام چاہوں گا
کو بہ نیکوئی پذیرد قلب ہا
کیونکہ وہ کھوٹے سکے (بھی) عمدگی کے ساتھ قبول کرتا ہے

چنگ زد بسیار و گریاں سر نہاد
سارنگی بہت بجائی اور روتے ہوئے سر رکھ دیا
چنگ بالیں کرد و بر گورے فتاد
سارنگی کا تکیہ بنایا اور ایک قبر پر گر پڑا

خواب بردش مرغِ جاں از حبس رست
اس کو نیند آ گئی، جان کا پرندہ قید سے چھوٹ گیا
چنگ و چنگی را رہا کرد و بجست
سارنگی اور سارنگی باز کو چھوڑا اور چل دیا

گشت آزاد از تن و رنج جہاں
جسم سے اور دنیا کی تکلیف سے آزاد ہوا
در جہانِ سادہ و صحرائے جاں
سادہ عالم میں اور روح کے میدان میں (جا پہنچا)

جانِ اُو آنجا سرایاں ماجرا
اس کی روح اس جگہ (یہ) قصہ گانے لگی
کاندریں جا گر بماندندے مرا!
کہ کاش مجھے اسی جگہ رہنے دیتے!

خوش بدے جانم ازیں باغ و بہار
اس باغ و بہار سے میری جان خوش ہوتی
مست ایں صحراءِ غیب لالہ زار
اس لالہ زار غیبی میدان سے مست (ہوتی)

بے پر و بے پا سفر می کردمے
میں بغیر پر اور پیر کے سفر کرتی
بے لب و دنداں شکر میخوردمے
بغیر ہونٹ اور دانتوں کے شکر کھاتی

ذکر و فکرے فارغ از رنج دماغ
ذہنی الجھن سے فارغ ہو کر ذکر اور فکر (میں مشغولیت ہوتی)
کردمے با ساکنانِ چرخ لاغ
آسمان میں بسنے والوں کے ساتھ خوشی مناتی

چشم بستہ عالمے می دیدمے
آنکھیں بند کر کے میں عالم کو دیکھتی
ورد و ریحاں بے کفے می چیدمے
ہاتھ لگائے بغیر، گلاب و ریحان چنتی

مُرغِ آبی غرقِ دریائے عسل
پانی کا پرندہ، شہد کے دریا میں ڈوبا ہوا
عین ایوبی[2] شراب و مغتسل
حضرت ایوب (علیہ السلام) کا چشمہ جو پینے اور نہانے کا تھا

کہ بدو ایوبؑ از پا تا بفرق
کہ جس کے ذریعہ حضرت ایوبؑ پیر سے سر کی مانگ تک
پاک شد از رنجہا چوں نورِ شرق
نورِ مشرق کی طرح تکلیفوں سے پاک ہوئے

گر بود ایں چرخ دہ چندے کہ ہست
اگر یہ آسمان موجودہ حالت سے دس گنا ہو
نیست نزدِ آں جہاں جز تنگ و پست
اس جہان کے مقابلہ میں تنگ اور پست کے سوا کچھ نہیں ہے

مثنوی در حجم گر بودے چو چرخ
مثنوی (معنوی) اگر جسامت میں آسمان کی طرح ہوتی
در نگنجیدے دریں زاں نیم برخ
اس میں اس (عالم کے بیان) کا آدھا ٹکڑا بھی نہ سماتا

---

1. ابریشم بہا۔ سارنگی بجانے کا انعام، سارنگی کے تار ریشم سے بھی بنائے جاتے تھے۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ فتاد۔ یعنی لیٹ گیا۔ خواب۔ نیند میں اس کی روح آزاد ہو گئی۔ صحرائے جاں۔ عالم ارواح۔ مرا۔ یہ تمام باتیں گویے کی روح نے کہیں جن میں عالم روح کی کیفیات کا ذکر ہے۔ لاغ۔ خوشی و مسرت، ہنسی کھیل۔ ورد۔ گلاب کا پھول، پھول۔ ریحاں۔ ہر خوشبودار پودا۔ عسل۔ شہد۔ عین۔ چشمہ۔

2. ایوبی۔ حضرت ایوب کا جسم جب گل سڑ گیا اور اس میں کیڑے پڑ گئے تو ان کی دعا سے خدا نے ایک چشمہ پیدا کر دیا اور ان کو حکم دیا کہ اس کا پانی پیو اور اسی سے نہاؤ، چنانچہ چند روز میں ان کا تمام جسم اچھا ہو گیا۔ شراب۔ ہر پینے کی چیز۔ مغتسل۔ نہانے کا پانی۔ فرق۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ رنجہا۔ بیماریاں۔ مثنوی۔ یعنی یہ مثنوی جس میں عالم ارواح کی باتیں ذکر کی جا رہی ہیں۔ حجم۔ موٹائی۔ برخ۔ پارہ، ٹکڑا۔

کاں زمین و آسمانِ بس[1] فراخ ۔ کرد از تنگی دلم را شاخ شاخ
اس بہت وسیع آسمان اور زمین نے ۔ تنگی کی وجہ سے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے

ویں جہانے کاندریں خوابم نمود ۔ از کشایش پرّ و بالم را کشود
اور یہ عالم جو اس نیند میں مجھے نظر آیا ۔ اس نے وسعت کی وجہ سے میرے بال و پر کھول دیئے ہیں

ایں جہان و راہش ار پیدا بدے ۔ کم کسے یک لحظۂ انجا بدے
یہ عالم اور اس کا راستہ اگر نظر آتا ۔ کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی اس جگہ نہ ہوتا

امری آمد کہ ہیں طامع مشو ۔ چوں زپایت خار بیروں شد برو
حکم ہوتا تھا کہ خبردار، لالچی نہ بن ۔ جبکہ تیرے پیر سے کانٹا نکل گیا، جا

مول مولے میزد آنجا جانِ او ۔ در فضائے رحمت و احسانِ او
اس کی جان اس جگہ ٹھہرو ٹھہرو کہتی تھی ۔ اس کے احسان اور رحمت کی فضا میں

در خواب گفتن ہاتف با عمرؓ کہ چندیں زر از بیت المال

غیبی آواز کا نیند میں حضرت عمرؓ سے کہنا کہ اس قدر روپیہ بیت المال سے

بآں مرد دہ کہ در گورستان خفتہ است

اس شخص کو دے دو جو قبرستان میں سویا ہوا ہے

آں زماں حق بر عمرؓ خوابے گماشت ۔ تا کہ خویش از خواب نتوانست داشت
اس وقت اللہ (تعالیٰ) نے حضرت عمرؓ پر نیند طاری کر دی ۔ یہاں تک کہ نیند کی وجہ سے اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے

در عجب افتاد کیں معہود نیست ۔ ویں ز غیب افتاد بے مقصود نیست
تعجب کیا کہ یہ عادت نہیں ہے ۔ یہ غیب سے آئی ہے، بلامقصد نہیں ہے

سر نہاد و خواب بُردش خواب دید ۔ کامدش از حق ندا جانش شنید
سر رکھا اور ان کو نیند آ گئی، خواب دیکھا ۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی آواز آئی جو ان کی جان نے سنی

آں ندائے کاصل ہر بانگ و نواست ۔ خود ندا آنست[2] و ایں باقی صداست
وہ آواز، جو ہر آواز اور صدا کی اصل ہے ۔ وہی آواز ہے اور یہ سب گونج ہے

ترک و کرد و پارسی گو و عرب ۔ فہم کردہ آں ندا بے گوش و لب
ترک اور کرد اور فارسی بولنے والے اور عرب ۔ بغیر کان اور ہونٹ کے اس آواز کو سن چکے ہیں

خود چہ جائے تُرک و تاجیک ست و زنگ ۔ فہم کردست ایں ندا را چوب و سنگ
ترک اور تاجیک اور حبشی پر منحصر نہیں ہے ۔ اس آواز کو تو لکڑی اور پتھر نے سنا ہے

---

1. بس۔ بہت، بکثرت۔ شاخ شاخ۔ پاش پاش، پارہ پارہ۔ پیدا۔ ظاہر۔ بدے۔ بودے۔ کم۔ یعنی نہیں۔ خار۔ یعنی غفلت۔ مول۔ میم کے ضمہ کے ساتھ، بمعنی باش، توبہ، ناز وغمزہ، دوسرے مول میں یا زیادہ ہے، تکرار اصرار کے لئے ہے۔ ہاتف۔ غیبی آواز۔ بیت المال۔ شاہی خزانہ۔ خویش داشتن۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھنا۔ معہود۔ عادت کے مطابق۔ بے مقصود۔ بلاوجہ۔ جانش شنید۔ چونکہ وہ غیبی آواز تھی۔ اصل۔ جڑ۔ نوا۔ آواز۔

2. ندا آنست۔ چونکہ وہ کلمہ کن کی آواز تھی جس سے تمام کائنات وجود میں آئی ہے۔ صدا۔ گونج، آواز بازگشت۔ ترک۔ ترکستان کی مشہور جنگجو قوم ہے۔ کرد۔ کردستان کے بسنے والے۔ پارسی گو۔ فارسی بولنے والے۔ بے گوش ولب۔ چونکہ وہ اللہ کی آواز ہے اور وہ لب سے منزہ ہے اس کو دل سنتا ہے، کان کی ضرورت نہیں ہے۔ تاجیک۔ ایک قوم کا نام ہے، اور وہ عربی النسل جو عجم میں پیدا ہوا ہو۔ زنگ۔ حبشہ۔

ہر دمے از وے ہمی آید اَلست[1]
ہر وقت اس کی جانب سے الست (کی آواز) آتی ہے
جوہر و اعراض می گردند مست
جس سے جوہر اور عرض مست ہو جاتے ہیں

گرنمی آید بلےٰ زیشاں ولے
اگرچہ ان کی جانب سے "بلےٰ" نہیں نکلتا ہے لیکن
آمدن شاں از عدم باشد بلےٰ
ان کا عدم سے آنا "بلےٰ" ہے

آنچہ من گفتم ز فہم چوب و سنگ
وہ جو میں نے لکڑی اور پتھر کے سمجھنے کی بات کہی ہے
در بیانش قصہ بشنو بے دِرنگ
اس کے بیان میں فوری طور پر ایک قصہ سن لے

آنچہ گفتم زآشنائی سنگ و چوب
میں نے پتھر اور لکڑی کی سمجھ بوجھ کی جو بات کہی ہے
در بیانش قصۂ ہُشدار خوب
اس کے بیان میں ایک قصہ ہے، خوب غور کر

نالیدنِ ستونِ حنانہ[2] از فراقِ پیغمبر علیہ السلام کہ جماعت انبوہ شدند و

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کی وجہ سے حنانہ ستون کے رونے کا قصہ جبکہ ایک مجمع جمع ہوا اور

گفتند کہ ما روئے مبارک ترا چوں بر آں نشستہ نمی بینیم و منبر ساختن و

انہوں نے کہا کہ جب آپ اس پر بیٹھتے ہیں ہم آپ کا چہرۂ مبارک نہیں دیکھ پاتے اور منبر کا بنانا اور

شنیدنِ رسولِ خدا نالۂ ستوں را بصریح و مکالماتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باآں

رسولِ خدا کا ستون کا رونا صاف سننا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے گفتگو

اُستن حنانہ در ہجر رسول
حنانہ ستون رسول کی جدائی میں
نالہ میزد ہمچو اربابِ عقول
سمجھداروں کی طرح روتا تھا

درمیانِ مجلس وعظ آنچناں
وعظ کی مجلس کے دوران اس طرح (رویا)
کزوے آگاہ گشت ہم پیر و جواں
کہ اس سے بوڑھے اور جوان واقف ہو گئے

در تحیر ماند اصحابِؓ رسولؐ
رسول کے صحابہ حیرت میں پڑ گئے
کز چہ می نالد ستوں باعرض و طول
کہ ستون لمبائی اور چوڑائی کے ساتھ کیوں روتا ہے

گفت پیغمبرؐ چہ خواہی اے ستوں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے ستون تو کیا چاہتا ہے
گفت جانم از فراقت گشت خوں
بولا کہ میری جان آپ کے فراق سے خون ہو گئی ہے

از فراقِ تو مرا چوں سوخت جاں
چونکہ میری جان آپ کی جدائی میں جل گئی ہے
چوں نالم بے تو اے جانِ جہاں
اے جانِ عالم! آپ کے بغیر میں کیوں نہ روؤں

---

[1] الست۔ یعنی "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" یہ خدا نے ازل میں روحوں کو خطاب کر کے فرمایا جس پر روحوں نے "بلےٰ" ہاں کہا یہ عہد الست کہلاتا ہے۔ جوہر۔ وہ موجودات جو خود قائم ہیں۔ اعراض۔ عرض کی جمع جو اپنے وجود میں دوسرے موجود کا محتاج ہو جیسے رنگ وغیرہ وغیرہ۔ آمدن۔ یعنی کائنات اگرچہ زبان سے بلےٰ نہیں کہتی لیکن اس کا وجود میں آنا بلےٰ کہنے کے مترادف ہے۔ آنچہ۔ یعنی میں نے یہ بات کہی کہ پتھر اور لکڑی بھی روحانی کلام کو سنتے ہیں، اس سلسلے میں استوانہ حنانہ کا قصہ سن لو۔

[2] حنانہ۔ بہت رونے والا، مسجد نبوی میں شروع میں ایک کھجور کا تنا گاڑ دیا گیا جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر درس دیا کرتے تھے اس کے بعد منبر بنا لیا گیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی پر وہ کھجور کا تنا رونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اس کو پیار کیا تو وہ چپ ہوا پھر اس کو مسجد کی قبلی دیوار میں چنوا دیا۔ استن۔ ستون۔ اربابِ عقول۔ عقل والے۔ تحیر۔ حیرانی۔ عرض۔ چوڑائی۔ طول۔ لمبائی۔

مسندت[1] من بودم از من تاختی
میں آپؐ کی مسند تھا، آپ مجھ سے دور ہو گئے

بر سرِ منبر تو مسند ساختی
اور منبر پر آپ نے مسند بنا لی

پس رسولش گفت کاے نیکو درخت
تو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے بھلے درخت!

اے شدہ با سرِ تو ہمراز بخت
اے وہ کہ تیرے باطن کو خوش نصیبی حاصل ہے!

گر ہمی خواہی ترا نخلے کنند
اگر تو چاہتا ہے تجھے کھجور بنا دیں

شرقی و غربی ز تو میوہ چنند
مشرق اور مغرب کے لوگ تیرا میوہ چنیں

یا دراں عالم حقت سروے کند
یا اس جہاں میں اللہ (تعالیٰ) تجھے سرو بنا دے

تا تر و تازہ بمانی تا ابد
تاکہ تو ہمیشہ تر و تازہ رہے

گفت آنخواہم کہ دائم شد بقاش
بولا میں وہ چاہتا ہوں کہ جس کی بقا دائمی ہو

بشنو اے غافل کم از چوبے مباش
اے غافل سن! تو لکڑی سے کم نہ بن

آں ستوں را دفن کرد اندر زمیں
اس ستون کو زمین میں دفن کر دیا

کہ چو مردم حشر گردد یومِ دیں
جو انسانوں کی طرح قیامت میں اٹھایا جائے گا

تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند
تاکہ تو سمجھ جائے کہ جس کو خدا نے پکار لیا

از ہمہ کارِ جہاں بیکار ماند
وہ دنیا کے تمام کاموں سے بیکار ہو گیا

ہر کہ را باشد ز یزداں کاروبار
جس کا خدا (تعالیٰ) سے کاروبار ہوتا ہے

یافت بار[2] آنجا و بیروں شد زکار
وہ وہاں باریاب ہو جاتا ہے اور (دنیا کے) کام کا نہیں رہتا

وانکہ اُو را نبود از اسرار داد
وہ شخص جس کو اسرار کی بخشش نہ ہو

کے کند تصدیق اُو نالہ جماد
وہ بے جان کے رونے کی کب تصدیق کرتا ہے؟

گوید آرے نے ز دل بہر وفاق
موافقت کی خاطر ہاں (زبان سے) کہہ دے گا نہ کہ دل سے

تانگویندش کہ ہست اہل نفاق
تاکہ اس کو لوگ منافق نہ کہیں

گر نبندے واقفانِ امر کن
اگر امر کن کے واقف کار نہ ہوتے

در جہاں رُو گشتہ بودے ایں سخن
تو دنیا میں یہ بات مانی نہ جاتی

صد ہزاراں زاہل تقلید و نشاں
لاکھوں مقلدوں اور لکیر کے فقیروں کو

افگند شاں نیم وہمے در گماں
آدھا وہم (پورے) وہم میں مبتلا کر دیتا ہے

کہ بظن تقلید و استدلالِ شاں
اس لئے کہ ان کی تقلید اور ان کا استدلال ظن پر

قائم ست و جملہ پرّ و بالِ شاں
قائم ہے اور ان کے سب بال و پر (ظنیات ہیں)

---

[1] مسند۔ وہ چیز جس پر ٹیک لگائی جائے۔ تاختن۔ بھاگنا، گریز کرنا۔ سِرّ۔ باطن۔ ہمراز۔ ساتھی، رفیق۔ نخل۔ کھجور۔ چنند۔ چینند کا مخفف ہے۔ سرو۔ مشہور درخت ہے۔ بقاش۔ بقائے اُو۔ بشنو۔ یعنی لکڑی نے حیاتِ ابدی کی خواہش کی لیکن انسان کو اس سے کم سمجھدار نہ ہونا چاہئے۔ حشر۔ قبر سے اٹھایا جانا۔ یومِ دین۔ بدلے کا دن، قیامت۔ تابدانی۔ استوانہ حنانہ کو دفن کرنا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو خدا کا ہو گیا، دنیا کے دھندے سے بیکار ہو گیا۔

[2] بار۔ دخل۔ اسرار۔ علومِ باطن۔ داد۔ حصہ۔ جماد۔ وہ چیز جس میں حس و حرکت نہ ہو۔ آرے۔ ہاں، تصدیق کا کلمہ ہے۔ اہل نفاق۔ منافق۔ رو گشتہ۔ یعنی یہ بات کوئی تسلیم نہ کرتا۔ اہل تقلید و نشاں۔ یعنی فلاسفہ۔ ظن۔ وہ علم ہے جو شک ڈالنے سے زائل ہو جاتا ہے۔

شبہ می انگیزد آں شیطانِ دوں[1]
وہ کمینہ شیطان، شبہ پیدا کر دیتا ہے

پائے استدلالیاں چوبیں بود
(عقلی) دلائل والوں کا پیر لکڑی کا ہوتا ہے

غیر آں قطب زمانِ دیدہ ور
سوائے اس قطب دوراں، صاحب بصیرت کے

پائے نابینا عصا باشد عصا
اندھے کا پیر لاٹھی ہوتی ہے لاٹھی

آں سوارے کو سپہ را شد ظفر[2]
وہ سوار جو سپاہیوں کی فتح (کا باعث) ہے

با عصا کوراں اگر رہ دیدہ اند
اندھوں نے اگر لاٹھی سے راستہ ٹٹول لیا ہے

گر نہ بینایاں بدندے و شہاں
اگر آنکھوں والے اور شاہ نہ ہوتے

نے ز کوراں کشت آید نے درود
اندھوں سے نہ بونا آئے نہ کاٹنا

گر نبودے رحمت و افضالِ شاں
اگر ان کی مہربانیاں اور شفقت نہ ہوتی

ایں عصا چہ بود قیاسات و دلیل
یہ لاٹھی کیا ہے، قیاس اور دلیل

اُو عصا تاں داد تا پیش آمدید
اس نے تمہیں لاٹھی دی تاکہ آگے بڑھو

در فتند ایں جملہ کوراں سَرنگوں
جس سے یہ سب اندھے اوندھے گر جاتے ہیں

پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود
(اور) لکڑی کا پیر بہت کمزور ہوتا ہے

کز ثباتش کوہ گردد خیرہ سر
کہ اس کے جماؤ سے پہاڑ حیران ہو جاتا ہے

تا نیفتد سر نگوں اُو بر حصا
تاکہ وہ کنکریوں پر سر کے بل نہ گرے

اہل دل را کیست سلطانِ بصر
دینداروں کیلئے کون ہے؟ فرمانروائے بصیرت ہے

در پناہِ خلق روشن دیدہ اند
تو روشن چشم مخلوق کی پناہ میں ہیں

جملہ کوراں خود بمردندے عیاں
تمام۔ اندھے صاف مر جاتے

نے عمارت نے تجارتہا و سود
نہ تعمیر کرنا، نہ تجارت اور نہ نفع

در شکستے چوبِ استدلال شاں
ان کے استدلال کی لاٹھی ٹوٹ جاتی

آں عصا کہ داد شاں بینا جلیل
یہ وہ لاٹھی ہے جو ان کو (خدا) بصیر جلیل نے دی ہے

آں عصا از خشم ہم بروے زدید
غصہ سے وہ لاٹھی تم نے اس پر دے ماری

دوںؔ۔ کمینہ۔ کوراںؔ۔ کور کی جمع، اندھا۔ استدلالؔ۔ یعنی عقلی دلیل سے کام لینا۔ چوبیںؔ۔ لکڑی کی چیز۔ بے تمکیںؔ۔ کمزور۔ پائے استدلالیاںؔ۔ اس کے بعد بعض نسخوں میں یہ شعر بھی ہے۔ گر باستدلال کارِ دیں بدے۔ فخر رازی رازدارِ دیں بدے یعنی اگر دین کے تمام مسائل کا مدار عقلی دلائل پر ہوتا تو فخر الدین رازی دین کے سب سے بڑے رازداں ہوتے۔ قطبؔ۔ صاحب ارشاد ولی۔ دیدہ ورؔ۔ صاحب بصیرت۔ ثباتؔ۔ ثابت قدمی۔ خیرہ سرؔ۔ حیران۔ عصاؔ۔ لاٹھی۔ حصاؔ۔ کنکری۔

ظفرؔ۔ فتح، کامیابی۔ سلطان بصرؔ۔ فرمانروائے بصیرت۔ بینایاںؔ۔ صاحب بصیرت یعنی اولیاء اللہ۔ شہاںؔ۔ شاہ کی جمع یعنی ولی اللہ۔ کوراںؔ۔ یعنی عوام الناس۔ کشتؔ۔ فصل بونا۔ درودؔ۔ فصل کاٹنا۔ عمارتؔ۔ تعمیر یعنی جس طرح اندھے اپنی ضروریات میں دوسروں کے محتاج ہیں، اسی طرح عوام شیخ کامل کی رہبری کے محتاج ہیں۔ گر نبودےؔ۔ اگر بزرگوں کی توجہ نہ ہو تو محض استدلال سے علوم معرفت حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ ایں عصاؔ۔ اللہ تعالیٰ نے ان فلاسفہ کو قوت استدلال اسی لئے دی تھی کہ انبیاء کو پہچانیں لیکن انہوں نے الٹا کام لیا اور ان دلائل سے انکار کا کام لینا شروع کر دیا۔

چوں عصا[1] شد آلت جنگ و نفیر
جب لاٹھی جنگ اور بھگدڑ کا ذریعہ ہو گئی
آں عصا را خورد بشکن اے ضریر
اے اندھے! اس لاٹھی کا چورا چورا کر دے

حلقہ کوراں بچہ کار اندرید
تم اندھوں کے حلقہ میں کیوں ہو؟
دید باں را درمیانہ آورید
کسی صاحب بصیرت کو درمیان میں لاؤ

دامن اُو گیر کو دادت عصا
اس کا دامن پکڑ جس نے تجھے لاٹھی دی ہے
در نگر کادمؑ چہا دید از عصیٰ
غور کر آدم (علیہ السلام) نے نافرمانی سے کیا دیکھا؟

چوں عصا شد مار و اُستن با خبر
لاٹھی سانپ کیسے بنی اور ستون کیسے باخبر ہوا؟
معجزہ موسیٰؑ و احمدؐ در نگر
(حضرت) موسیٰ اور (حضرت) احمد علیہما السلام کے معجزے پر غور کر

از عصا ماری و از استن حنیں[2]
لاٹھی کا سانپ بن جانا اور ستون کا رونا
پنج نوبت میزنند از بہر دیں
دین کے لئے پانچ وقت نقارہ پیٹتے ہیں

گر نہ نامعقول بودے ایں مزہ
اگر یہ مزہ عقل میں نہ آنے والا نہ ہوتا
کے بدے حاجت بچندیں معجزہ
تو اس قدر معجزوں کی کب ضرورت پڑتی؟

ہر چہ معقول ست عقلت می خرد
جو عقل میں آنے والی بات ہوتی ہے تیری عقل اسکو قبول کر لیتی ہے
بے بیانِ معجزہ بے جزر و مد
بغیر معجزہ کے ظہور کے اور بغیر ردّ و کد کے

ایں طریق نکر نامعقول بیں
اس انوکھے اور عقل میں نہ آنے والے طریقہ کو دیکھ
در دلِ ہر مقبلے مقبول[3] بیں
ہر بانصیب مقبول (شخص) کے دل میں دیکھ

آں چناں کز بیم آدم دیو و دد
جس طرح آدمی کے ڈر سے جن اور درندے
در جزائر در رمیدند از حسد
حسد کی وجہ سے جزیروں میں بھاگ گئے

ہم زبیم معجزاتِ انبیا
نبیوں کے معجزوں کے خوف سے بھی
سرکشیدہ منکراں زیر گیا
منکروں نے گھاس کے نیچے سر چھپا لیا

تا بناموسِ مسلمانی زیند
تاکہ مسلمانی کی عزت کے ساتھ زندہ رہیں
در تسلس تا ندانی کہ کیند
مکاری میں، تاکہ تو یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کون ہیں؟

---

[1] چوں عصا۔ جب دلائل مقصد کے خلاف استعمال ہوں تو ان دلائل کو ترک کر دینا چاہئے۔ حلقہ۔ جماعت۔ دیدبان۔ صاحب بصیرت، یعنی شیخ کامل۔ عصیٰ۔ اس نے نافرمانی کی، حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن پاک ہے "فعصی آدم ربہ فغوی" آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گئے۔ ماری۔ مار شدی۔

[2] حنیں۔ گریہ وزاری۔ بہر دیں۔ معجزات کے ذریعہ دین کے غلبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ نامعقول۔ الٰہیات کی بحثیں محض دلائل عقلیہ سے طے نہیں ہو سکتی ہیں لامحالہ وحی پر اعتماد کرنا ضروری ہے۔ معقول۔ یعنی جو چیز عام انسانوں کی عقل کے مطابق ہو۔ می خرد۔ قبول می کند۔ بیان۔ اظہار۔ جزر۔ سمندر کے پانی کا ستاؤ۔ مد۔ سمندر کے پانی کا چڑھاؤ۔ نکر۔ انوکھا۔ مقبل۔ بانصیب۔

[3] مقبول۔ خدا رسیدہ، یعنی علوم اخروی کا ادراک عام عقلوں سے بالاتر ہے، ان کا ادراک کشف اور ذوق سے ہوتا ہے۔ دیو۔ جن، شیطان۔ دد۔ درندہ۔ جزیرہ۔ زمین کا وہ ٹکڑا جو چاروں طرف سمندر سے گھرا ہوا ہو۔ زیر گیا۔ یعنی مولانا کے دور کے ملحد اپنے آپ کو ظاہر نہ کرتے تھے بلکہ صوفیاء کے لباس میں چھپے رہتے تھے۔ ناموس۔ عزت و آبرو، قاعدہ قانون۔ تسلس۔ سالوس سے بنا ہے، مکر و فریب کرنا۔ زیند۔ زیستن کا مضارع ہے۔ کیند۔ کدام اند۔

ہمچو قلاباں[1] بر آں نقدِ تباہ
کھوٹے سکے بنانے والوں کی طرح اس خراب سکہ پر
نقرہ می مالند و نامِ پادشاہ
چاندی اور بادشاہ کا نام چڑھاتے ہیں

ظاہراً الفاظِ توحید و شرع
بظاہر توحید اور شریعت کے الفاظ ہیں
باطنِ آں ہمچو در ناں تخمِ ضرع
باطن ان کا ایسا ہے جیسے روٹی میں ضرع کے بیج

فلسفی را زہرہ نے تا دم زند
فلسفی کی مجال نہیں کہ دم مارے
دم زند دینِ حقش برہم زند
دم مارے تو سچا دین اس کو بیخ دے

دست و پائے اُو جماد و جانِ اُو
اس کے ہاتھ اور پیر جماد ہیں اور اس کی روح
ہر چہ گوید آں دو در فرمانِ اُو
جو کچھ کہتی ہے وہ دونوں اس کے حکم میں ہیں

بازباں گرچہ کہ تہمت می نہند
زبان سے اگرچہ وہ تہمت دھرتے ہیں
دست و پاہا شاں گواہی می دہند
ان کے ہاتھ اور پیر گواہی دیتے ہیں

اظہارِ معجزہ پیغمبر علیہ السلام و بسخن آمدنِ سنگریزہ در دست ابوجہل[2]

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر کرنا اور سنگریزوں کا ابوجہل کے ہاتھ میں بات کرنا

و گواہی دادن برسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم

اور گواہی دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی رسالت پر

سنگہا اندر کفِ بوجہل بود
سنگ ریزے ابوجہل کی مٹھی میں تھے
گفت اے احمدؐ بگو ایں چیست زُود
بولا اے احمدؐ جلدی بتا یہ کیا ہے؟

گر رسولی چیست در دستم نہاں
اگر تو رسول ہے میرے ہاتھ میں کیا چھپا ہے؟
چوں خبرداری ز رازِ آسماں
جبکہ آسمان کے راز کا تو خبردار ہے

گفت چوں خواہی بگویم کانچہاست
فرمایا، تو کیا چاہتا ہے، میں بتاؤں کہ وہ کیا ہے؟
یا بگویند آنکہ ما حقیم و راست
یا وہ کہیں ہم برحق اور سچے ہیں

گفت بوجہل آں دوم نادر ترست
ابوجہل نے کہا دوسری بات زیادہ انوکھی ہے
گفت آرے حق ازاں قادر ترست
فرمایا ہاں (اللہ تعالیٰ) اس سے زیادہ پر قادر ہے

گفت شش پارہ حجر در دستِ تست
فرمایا تیرے ہاتھ میں پتھر کے چھ ٹکڑے ہیں
بشنو از ہر یک تو تسبیحِ درست
اور ہر ایک سے تو صحیح تسبیح سن لے

---

[1] قلاب۔ کھوٹے سکے بنانے والا۔ تباہ۔ کھوٹا، خراب۔ ضرع۔ ایک زہریلی، کڑوی گھاس ہے۔ جماد۔ یعنی ان میں کوئی عقل اور سمجھ نہیں ہے۔ دو۔ ہاتھ اور پیر۔ بازبان۔ یعنی فلسفی یہ کہتے رہتے ہیں کہ جمادات میں شعور نہیں ہے وہ کیسے کسی کا حکم مان سکتے ہیں ان کے ہاتھ پیر خود ان کے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ ان میں بھی شعور نہیں ہے لیکن روح کے حکم کو مانتے ہیں۔ معجزہ۔ اس معجزہ کا تذکرہ حدیث کی معتبر کتابوں میں نہیں ہے۔ مولانا کا منشاء یہ ہے کہ نداء غیبی کو جس طرح نباتات سنتی ہیں جس کو استوانہ حنانہ کے واقعہ نے ثابت کیا اسی طرح جمادات بھی سنتی ہیں۔

[2] ابوجہل۔ اسلامی دور سے پہلے اس کو ابوالحکم کہا جاتا تھا۔ آنحضورﷺ کی انتہائی دشمنی میں جو سنگینیں کیں اس کی وجہ سے اسلامی دور میں اس کو ابوجہل کہا گیا۔ گر رسولی۔ جب تم آسمانوں کے راز بتاتے ہو تو یہ قریب کی چیز ہے، اس کو ضرور بتا دینا چاہیے۔ گفت۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ میں بتاؤں کہ تیری مٹھی میں کیا ہے یا جو چیز مٹھی میں ہے وہ بتائے کہ میں کون ہوں۔ دوم۔ یعنی مٹھی کی چیز تمہارے بارے میں شہادت دے۔

از میانِ مشت اُو ہر پارہ سنگ — در شہادت گفتن آمد بے درنگ
اس کی مٹھی میں ہر سنگریزے نے — فوراً (کلمہ) شہادت پڑھنا شروع کر دیا

لَا اِلٰہ[1] گفت و اِلَّا اللہ گفت — گوہر احمد رسول اللہ سفت
لا الہ کہا اور الا اللہ کہا — احمد رسول اللہ کا موتی پرو دیا

چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں — زد زخشم آں سنگہا را بر زمیں
ابوجہل نے جب پتھروں سے یہ سنا — غصہ سے ان پتھروں کو زمین پر دے مارا

گفت نبود مثل تو ساحر دِگر — ساحراں را سَر توئی و تاجِ سر
بولا تجھ جیسا کوئی جادوگر نہ ہوگا — تو ساحروں کا سردار اور سرتاج ہے

چوں بدید آں معجزہ بوجہل تفت — گشت در خشم و بسوئے خانہ رفت
جب ابوجہل نے وہ معجزہ دیکھا، جل گیا — غصہ میں بھر گیا اور گھر کی طرف چلا گیا

رہِ گرفت و رفت از پیشِ رسولؐ — اوفتاد اندر چہ آں زشت سفول
راستہ لیا، اور رسولؐ کے سامنے سے چلا گیا — وہ بدبخت، پست فطرت کنویں میں جا گرا

معجزہ را دید و شد بدبخت و زفت — سوئے کفر و زندقہ شد تیز رفت[2]
معجزہ دیکھا اور مزید بدبخت اور سخت ہو گیا — کفر اور بے دینی کی طرف تیز رو ہو گیا

خاک بر فرقش کہ بد کور و لعیں — چشم اُو ابلیس آمد خاک بیں
اس کے سر پر خاک کیونکہ وہ اندھا اور ملعون تھا — اس کی آنکھ خاک کو دیکھنے والا شیطان ثابت ہوئی

ایں سخن را نیست پایاں اے عمو — قصۂ آں پیر چنگی باز گو
اے چچا! اس بات کا اختتام نہیں ہے — سارنگی نواز بوڑھے کا قصہ پھر سنا

باز گرد و حالِ مطرب گوش دار — زانکہ عاجز گشت مطرب ز انتظار
واپس لوٹ اور گویئے کا حال کہہ — اس لئے کہ گویا انتظار میں عاجز آ گیا

بقیہ قصۂ پیرکِ چنگی و پیغام رسانیدن باو

حقیر بوڑھے سارنگی نواز کا بقیہ قصہ اور اس کو پیغام پہنچانا

بانگ آمد مر عمرؓ را کاے عمرؓ — بندۂ مارا ز حاجت باز خر
عمر (رضی اللہ عنہ) کو آواز آئی، اے عمرؓ — ہمارے ایک بندہ کو ضرورت سے نجات دلا

بندۂ داریم خاص و محترم — سوئے گورستاں تو رنجہ کن قدم
ہمارا ایک خاص اور محترم بندہ ہے — قبرستان کی جانب جا

---

1. لا الہ۔ یعنی خدا کی وحدانیت کی گواہی دی پھر آنحضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ ساحر۔ جادوگر۔ تفت۔ تاء کے فتحہ کے ساتھ، گرم، غضب ناک۔ خشم۔ غصہ۔ زشت۔ بدبخت، شقی، برا۔ سفول۔ پست فطرت، کمینہ۔ زفت۔ زاء کے فتحہ کے ساتھ، سخت، درشت۔ زندقہ۔ بے دینی۔

2. تیز رفت۔ تیز رفتار۔ فرق۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ بد۔ بود کا مخفف ہے۔ خاک بیں۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے پتلے کو مٹی کا خیال کیا، باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔ کاے۔ کہ اے۔ باز خریدن۔ نجات دلانا، چھڑا لینا۔ محترم۔ معزز۔ قدم رنجہ کن۔ تشریف لے جایئے۔

اے عمرؓ برجہ ز بیت المالِ[1] عام
اے عمرؓ! اٹھ، عام بیت المال سے
ہفت صد دینار برکف نہ تمام
پورے سات سو دینار ہاتھ میں لے

پیشِ اُو بر، کاے تو ما را اختیار
اس کے سامنے لے جا کر اے ہمارے برگزیدہ!
ایں قدر بستاں کنوں معذور دار
اتنا لے لے، اب معذور سمجھ

ایں قدرز از بہر ابریشم بہا
یہ مقدار، جو سارنگی کا انعام ہے
خرج کن چوں خرج شد اینجا بیا
خرچ کر، جب خرچ ہو جائے اس جگہ آ جانا

پس عمرؓ زاں ہیبت آواز جست
تو عمرؓ اس آواز کی ہیبت سے اٹھ کھڑے ہوئے
تامیاں را بہر ایں خدمت بہ بست
اور اس خدمت کے لئے کربستہ ہو گئے

سوئے گورستاں عمرؓ بنہاد رُو
عمر (رضی اللہ عنہ) نے قبرستان کا رخ کیا
در بغل ہمیاں دواں در جستجو
ہمیانی بغل میں تھی، جستجو میں دوڑ رہے تھے

گردِ گورستاں دواں شد اُو بسے
قبرستان کے چاروں طرف بہت دوڑے
غیر آں پیر اُو ندید آنجا کسے
اس بوڑھے کے علاوہ کسی کو نہ دیکھا

گفت ایں نبود دگر بارہ دوید
کہا، یہ نہ ہوگا، پھر دوڑے
ماندہ گشت و غیر آں پیر اُو ندید
تھک گئے اور اس بوڑھے کے سوا نہ دیکھا

گفت حق فرمود مارا بندہ ایست
کہا، اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے ہمارا ایک بندہ ہے
صافی و شائستہ و فرخندہ ایست
پاک، شائستہ اور بابرکت ہے

پیر چنگی کے بود خاصِ خدا
بوڑھا، سارنگی نواز خدا کا خاص کب ہوگا؟
حبذا اے سرِّ پنہاں حبذا[2]
واہ واہ، اے پوشیدہ راز، واہ واہ

بارِ دیگر گردِ گورستاں بگشت
پھر قبرستان کا چکر لگایا
ہمچو آں شیر شکاری گردِ دشت
جیسے شکاری شیر، جنگل کے گرد (چکر لگاتا ہے)

چوں یقیں گشتش کہ غیر پیر نیست
جب ان کو یقین ہو گیا کہ بوڑھے کے علاوہ کوئی نہیں ہے
گفت در ظلمت دلِ روشن بسے ست
بولے، بہت سے روشن دل اندھیرے میں ہوتے ہیں

آمد و باصد ادب آنجا نشست
آئے اور بہت ادب سے وہاں بیٹھے
بر عمرؓ عطسہ فتاد و پیر جست
عمر (رضی اللہ عنہ) کو چھینک آئی اور بوڑھا اٹھ بیٹھا

مر عمرؓ را دید و ماند اندر شگفت
عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا اور حیران ہو گیا
عزمِ رفتن کرد و لرزیدن گرفت
چل دینے کا ارادہ کیا اور کانپنے لگا

1. بیت المال۔ شاہی خزانہ جو عوام کے لئے ہوتا ہے۔ برجہ۔ جہ امر ہے جہیدن کا، کودنا، بر زیادہ ہے۔ تمام۔ مکمل۔ بر۔ بردن کا امر ہے۔ اختیار۔ برگزیدہ۔ ابریشم بہا۔ سارنگی بجانے کا انعام۔ میان بستن۔ کمر کسنا، کسی کام کے لئے تیار ہو جانا۔ ہمیاں۔ نقدی کی تھیلی۔ صافی۔ پاک۔ شائستہ۔ لائق، مہذب۔ فرخندہ۔ مبارک۔

2. حبذا۔ تعریف کا کلمہ ہے، واہ واہ، سبحان اللہ۔ چوں۔ تلاش کے بعد کوئی سارنگی نواز کے علاوہ نہ ملا تو سمجھے وہی چھپا ہوا بزرگ ہے۔ انجا۔ یعنی بوڑھے کے پاس۔ عطسہ۔ چھینک۔ جست۔ وہ سویا ہوا تھا چھینک کی آواز سے اٹھ بیٹھا۔ شگفت۔ حیرت، تعجب۔ لرزیدن۔ کانپنا، لرزنا۔

گفت در باطن[1] خدایا از تو داد
دل میں بولا اے خدا تیری دہائی ہے
محتسب بر پیر کے چنگی فتاد
ناچیز سارنگی نواز پر محتسب آ پڑا

چوں نظر اندر رخِ آں پیر کرد
جب اس بوڑھے کے چہرے پر نظر کی
دید اُو را شرمسار و روئے زرد
اس کو شرمندہ اور زرد رو دیکھا

پس عمرؓ گفتش مترس از من مرم
عمرؓ نے اس سے کہا، خوف نہ کر، مجھ سے نہ بھاگ
کت بشارتہائے حق آوردہ ام
کیونکہ میں تو تیرے لئے خدا کی جانب سے خوشخبریاں لایا ہوں

چند یزداں مدحت خوئے تو کرد
اللہ (تعالیٰ) نے تیری خصلت کی اس قدر تعریف کی
تا عمرؓ را عاشق روئے تو کرد
کہ عمرؓ کو تیرے چہرے کا عاشق بنا دیا

پیش من بنشیں و مہجوری مساز
میرے سامنے بیٹھ، اور جدائی نہ کر
تا بگوشت گویم از اقبال راز
تا کہ تیرے کان میں تیری اقبال مندی کا راز کہوں

حق سلامت میکند می پُرسدت
اللہ (تعالیٰ) نے تجھے سلام کہا ہے اور تجھ سے دریافت کیا ہے
چونی از رنج و غمانِ بے حدت
کہ بے حد غموں اور تکلیفوں میں تیرا کیا حال ہے؟

نک قراضہ[2] چند ابریشم بہا
یہ ہے کچھ تھوڑا سا سارنگی بجانے کا انعام!
خرج کن ایں را و باز ایں جا بیا
اس کو خرچ کر اور پھر اس جگہ آ جانا

پیر لرزاں گشت چوں ایں را شنید
جب یہ سنا تو بوڑھا کانپ گیا
دست می خائید و برخود می طپید
ہاتھ کاٹتا تھا اور تڑپتا تھا

بانگ می زد کاے خدائے بے نظیر
چلاتا تھا کہ اے بے مثال خدا!
بسکہ از شرم آب شد بے چارہ پیر
بے چارہ بوڑھا شرم سے پانی پانی ہو گیا

چوں بسے بگریست و زحد رفت درد
جب بہت رویا اور درد حد سے بڑھ گیا
چنگ را زد بر زمیں و خرد کرد
سارنگی کو زمین پر دے مارا اور ریزہ ریزہ کر دیا

گفت اے بودہ حجابم از اللہ
بولا اے (سارنگی) تو ہی خدا سے میرا پردہ تھی
اے مرا تو راہزن از شاہراہ
اے (سارنگی) تو ہی میرے لئے شاہراہ سے راہزن تھی

اے بخوردہ خونِ من ہفتاد سال
اے (سارنگی) تو نے ہی ستر سال میرا خون پیا
اے زتو رویم سیہ پیشِ کمال
اے (سارنگی) تیری وجہ سے میرا منہ اہل کمال کے سامنے کالا تھا

اے خدائے با عطائے با وفا
اے خدا کہ تو عطا والا اور باوفا ہے
رحم کن بر عمر رفتہ در جفا
اس زندگی پر رحم کر دے جو ظلم میں بسر ہوئی

---

1. باطن۔ دل۔ داد۔ فریاد، دہائی۔ محتسب۔ اسلامی دور میں ایک شخص مقرر کیا جاتا تھا جو لوگوں کی نگرانی رکھتا تھا اور بدکاروں کو سزا دیتا تھا۔ مرم۔ رمیدن سے نہی کا صیغہ ہے، نہ بھاگ۔ کت۔ کہ ترا، کہ برائے تو۔ بشارت۔ خوشخبری۔ چند۔ اس قدر۔ مدحت۔ تعریف۔ خوئے۔ خصلت۔ مہجوری۔ جدائی۔ اقبال۔ خوش نصیبی۔ سلامت میکند۔ ترا اسلام می کند۔ می پُرسدت۔ ترا می پرسد۔ چونی۔ چگونہ استی۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے، اب۔

2. قراضہ۔ ریزگاری، کترن۔ ابریشم بہا۔ سارنگی بجانے کا انعام۔ خائیدن۔ چبانا۔ برخود طپیدن۔ لوٹنا، مضطرب ہو جانا۔ آب شدن۔ پسینہ میں ڈوب جانا اور شرمندہ ہونا۔ خرد کرد۔ ریزہ ریزہ کر دیا۔ حجاب۔ پردہ، رکاوٹ۔ راہزن۔ ڈاکو۔ شاہراہ۔ آباد راستہ۔ کمال۔ اہل کمال۔ جفا۔ ظلم۔

دادِ[1] حق عمرے کہ ہر روزے ازاں
اللہ (تعالیٰ) نے جو عمر دی ہے اس کے ہر دن کی قیمت

کس نداند قیمت آں در جہاں
اس کی قیمت دنیا میں کوئی نہیں جانتا

خرج کردم عمر خود را دمبدم
میں نے اپنی عمر کا لمحہ لمحہ خرچ کر دیا

درد میدم جملہ را در زیر و بم
اور زیر و بم میں سب کو پھونک دیا

آہ کز یادِ رَہ و پردۂ عراق
افسوس! رَہ اور پردۂ عراق کی یاد میں

رفت از یادم دمِ تلخ فراق
میں موت کے تلخ وقت کو بھول گیا

وائے کز تریِ زیرِ افگند خرد[2]
ہائے! ناچیز زیرِ افگند خرد کی تری سے

خشک شد کشت دلِ من دل بمرد
میرے دل کی کھیتی خشک ہو گئی، میرا دل مردہ ہو گیا

وائے کز آوازِ ایں بست و چہار
ہائے! اس چوبیس کی آواز کی وجہ سے

کارواں بگذشت بیگہ شد نہار
قافلہ چلا گیا، دن بے وقت ہو گیا

اے خدا فریاد ازیں فریاد خواہ
اے خدا! اس فریادی سے، فریاد ہے

داد خواہم نے زکس زیں داد خواہ
انصاف چاہتا ہوں اور کسی سے نہیں، اسی داد خواہ سے

دادِ خود را چوں ندادم در جہاں
چونکہ میں نے خود اپنے آپ سے اس جہان میں انصاف نہ کیا

عمر شد ہفتاد سال از من جہاں
میری ستر سال کی عمر (بیکار) گزر گئی

دادِ خود از کس نیابم جز مگر
اپنا انصاف کسی سے نہ حاصل کر سکوں گا سوائے

زانکہ اُو از من بمن نزدیک تر[3]
اسکے جو خود میری ذات سے زیادہ مجھ سے قریب ہے

کیں منی ازوے رسد دم دم مرا
اس لئے کہ یہ ہستی لمحہ بہ لمحہ مجھے اس سے مل رہی ہے

پس وُرا بینم چو ایں شد گم مرا
جب یہ مجھ سے گم ہو گئی ہے تو میں اس کو دیکھ رہا ہوں

ہمچو آنکو باتو باشد زر شمر
جیسے وہ شخص جو تجھے روپے گن کر دے رہا ہو

سوئے اُو داری نہ سوئے خود نظر
تو اس کی طرف دیکھتا ہے نہ کہ اپنی جانب

ہمچنیں در گریہ و در نالہ اُو
اسی طرح رو رو کر اور چلا چلا کر

می شمردے جرمِ چندیں سالہ اُو
وہ اپنے سالہا سال کے گناہ گن رہا تھا

---

1. دادؔ۔ یعنی خدا نے جو عمر عطا کی ہے اس کے دنوں کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اور انسان ان کو ضائع کرتا ہے۔ زیر و بمؔ۔ موسیقی میں آوازوں کے نام ہیں، زیر ہلکا سر، بم بھاری سر۔ رہؔ۔ راہ کا مخفف ہے، موسیقی میں سر جمانے کو کہتے ہیں۔ پردۂ عراقؔ۔ ایک راگ کا نام ہے۔ دمِ تلخ فراقؔ۔ موت کا کڑوا وقت۔ تریؔ۔ رونق، راہ کو ضرورت شعری کی وجہ سے مشدد کر دیا ہے۔

2. زیر افگند خردؔ۔ موسیقی کے مشہور چوبیس راگوں میں سے ایک راگ کا نام ہے۔ بست و چہارؔ۔ یعنی چوبیس راگنیاں۔ بے گہؔ۔ بے وقت۔ نہارؔ۔ دن۔ اے خداؔ۔ یعنی میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، اے خدا میں اس کی تجھ سے داد و فریاد چاہتا ہوں۔ دادِ خودؔ۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے گناہ اور کفر سے خود انسان اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔

3. نزدیک ترؔ۔ قرآن پاک میں فرمایا ہے ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔ منیؔ۔ خودی، ہستی، صوفیاء کے نزدیک تجدد امثال ہے یعنی انسان کا ہر آن ایک وجود فنا ہوتا ہے اور اللہ کی جانب سے اسی آن میں اس جیسا دوسرا وجود عطا ہوتا ہے۔ گمؔ۔ یعنی جب اپنی ہستی کو فنا کر دوں گا تو دیدار میسر آئے گا۔

گردانیدنِ عمر رضی اللہ عنہ نظر اُو از مقامِ گریہ[1] کہ ہستی ست بمقامِ استغراق

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا اس کو مقامِ گریہ سے جو کہ ہستی ہے مقامِ استغراق کی طرف پھیر دینا

پس عمرؓ گفتش کہ ایں زاریِ تو
حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس سے فرمایا کہ یہ تیرا رونا
ہست ہم آثارِ ہشیاریِ تو
بھی تیرے ہوش کی علامت ہے

بعد ازاں اُو را ازاں حالت براند
اس کے بعد اس کو اس حالت سے ہٹایا
ز اعتذارش سوئے استغراق خواند
اس کو عذر خواہی سے استغراق کی طرف بلایا

ہست ہشیاری زیادِ ما مضیٰ
گذشتہ کی یاد سے ہوشیاری پیدا ہوتی ہے
ماضی و مستقبلت پردہ خدا
تیرا ماضی اور مستقبل خدا سے پردہ ہے

آتشے برزن بہر دو تا بکے
دونوں کو جلا دے، کب تک
پُر گرہ باشی ازیں ہر دو چو نے
تو ان دونوں سے نے کی طرح پُر گرہ رہے گا

تا گرہ بانے بود ہمراز نیست
جب تک بانسری میں گرہ ہے ہمراز نہیں ہے
ہمنشینِ آں لب و آواز نیست
اس لب اور آواز کی ساتھی نہیں ہے

چوں[2] بطوفِ خود بطوفی مرتدی
جب تک تو خودی کے چکر کیساتھ طواف کرتا ہے، مرتد ہے
چوں بخانہ آمدی ہم باخودی
جب تو خانہ (کعبہ) میں آیا تب بھی خودی میں ہے

اے خبرہات از خبر دِہ بے خبر
اے (مخاطب) تیری خبریں خبر دینے والے سے غیر متعلق ہیں
توبۂ تو از گناہِ تو بتر
تیری توبہ، تیرے گناہ سے بدتر ہے

راہِ فانی گشتہ راہِ دیگرست
فناشدہ کا راستہ، دوسرا ہی راستہ ہے
زانکہ ہشیاری گناہِ دیگرست
اس لئے کہ ہشیاری ایک دوسرا گناہ ہے

اے تو از حالِ گذشتہ توبہ جو
اے تو! کہ گذشتہ حالت سے توبہ کرنے والا ہے
کے کنی توبہ ازیں توبہ بگو
بتا اس توبہ سے کب توبہ کرے گا؟

گاہ بانگ زیر را قبلہ کنی
کبھی تو نرم آواز کو قبلہ بناتا ہے
گاہ گریہ زار را قبلہ زنی
کبھی پھوٹ پھوٹ کر رونے کا بوسہ لیتا ہے

---

[1] مقامِ گریہ۔ جب انسان اپنے گناہوں کا احساس کر کے روتا ہے تو اس کی اپنی طرف نظر ہوتی ہے اس لئے وہ مقامِ ہستی ہے جس میں اپنے وجود کا دھیان رہتا ہے اور مقامِ استغراق میں انسان اپنے اور ماسوئی اللہ کے وجود سے غافل ہو کر صرف بحرِ وحدت میں غرق ہو جاتا ہے۔ براند۔ یعنی مقامِ ہستی سے مقامِ استغراق میں پہنچا دیا۔ ہست۔ گذشتہ واقعات کی یاد خودی ہے، گذشتہ اور آئندہ کی فکر خدا سے حجاب ہے۔ آتشے۔ گذشتہ اور آئندہ کی یاد کو نرسل کی گرہوں سے تعبیر کیا ہے جو حجاب ہیں، بانسری کی گرہیں جب صاف کر دی جاتی ہیں تب وہ بجانے والے کی ہمراز بنتی ہے۔

[2] چوں۔ خودی کے ساتھ طوافِ کعبہ شرک ہے۔ اے۔ جو اپنے ماضی اور مستقبل کی فکر میں ہے وہ واقعات پیدا کرنے والے سے غافل ہے۔ ایسے شخص کی اپنے واقعات سے توبہ، گناہ سے بدتر ہے۔ فانی۔ مقامِ فنا میں انسان سب کچھ فراموش کر دیتا ہے۔ اے۔ تو جس میں خودی باقی ہے اور اس حالت میں توبہ کرتا ہے اس کو اس توبہ سے توبہ کرنی چاہئے۔ گاہ۔ گویّے کو خطاب ہے، تو کبھی نغمہ میں مشغول تھا اب گریہ و زاری کی خودی میں مشغول ہے۔

چونکہ[1] فاروق آئینۂ اسرار شد
چونکہ (عمر) فاروقؓ اسرار کا آئینہ ہو گئے
ہمچو جاں بے گریہ و بے خندہ شد
(وہ بوڑھا) روح کی طرح گریہ اور خندہ سے آزاد ہو گیا
حیرتے آمد درونش آں زماں
اس کے باطن میں اس وقت ایک حیرت پیدا ہوئی
جستجوئے ماورائے جستجو
جستجو کے علاوہ ایک جستجو (تھی)
جستجوئے از ورائے حال و قال
ایک جستجو (کے ساتھ) جو حال و قال سے ماوراء تھی
غرقۂ نے کہ خلاصی باشدش
وہ مستغرق نہیں کہ جس کو چھٹکارا حاصل ہو
عقل جزو از کل[2] گویا نیستے
جزوی عقل (عقل) کل کے بارے میں نہ بتا سکتی
چوں تقاضا بر تقاضا می رسد
چونکہ تقاضہ پر تقاضہ ہو رہا ہے
چونکہ قصہ حالِ پیر اینجا رسید
جبکہ بوڑھے کے حال کا معاملہ یہاں تک پہنچا
پیر دامن را زِ گفت و گو فشاند
بوڑھے نے گفتگو سے دامن جھاڑا
از پئے ایں عیش و عشرت ساختن
اس عیش و عشرت کے حاصل کرنے کے لئے
در شکارِ بیشۂ جاں باز باش
روح کی جھاڑی کے شکار میں باز بن جا

جانِ پیر از اندروں بیدار شد
بوڑھے کی جان باطن سے بیدار ہو گئی
جانش رفت و جانِ دیگر زندہ شد
اس کی (ایک) جان چلی گئی دوسری جان زندہ ہو گئی
کہ بروں شد از زمین و آسماں
جس سے وہ زمین اور آسمان سے باہر ہو گیا
من نمیدانم تو میدانی بگو
میں نہیں جانتا، تو جانتا ہے تو بتا
غرقہ گشتہ در جمالِ ذوالجلال
وہ ذوالجلال کے جمال میں مستغرق ہو گیا
یا بجز دریا کسے بشناسدش
یا دریا کے علاوہ اس کو کوئی پہچان سکے
گر تقاضا بر تقاضا نیستے
اگر تقاضہ بر تقاضہ نہ ہوتا
موجِ آں دریا بدینجا می رسد
اس دریا کی موج اس جگہ تک پہنچتی ہے
پیر و جانش روئے در دریا کشید
بوڑھا اور اس کی جان دریا میں ڈوب گئی
نیم گفتہ در دہانِ او بماند
آدھی بات کہی (آدھی) ان کے منہ میں رہ گئی
صد ہزاراں جاں بشاید باختن
لاکھوں جانیں قربان کر دینی چاہئیں
ہمچو خورشید جہاں جاں باز باش
دنیا کے سورج کی طرح جانباز بن جا

1. چونکہ۔ حضرت عمرؓ کے رخِ انور سے اسرارِ الٰہی نمایاں تھے، ان کو دیکھ کر بوڑھے کی روح بیدار ہو گئی تھی۔ ہمچو۔ اب وہ مجسم روح تھا، روح گریہ اور خندہ سے منزہ ہے۔ اب بوڑھے کی روحِ حیوانی فنا ہو چکی تھی اور اس کو روحِ مجرد حاصل ہو گئی تھی۔ حیرت۔ یہ ایک کیفیت ہے جو استغراق کا لازمہ ہے۔ دروں۔ باطن۔ من۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی اس کی جستجو کسبی نہ تھی بلکہ انجذابی تھی جس کی کیفیت واضح نہیں کی جا سکتی۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ خلاصی۔ نجات۔ دریا۔ یعنی دریائے وحدت۔ عقل جزو۔ انسانِ عارف۔
2. کل۔ یعنی ذاتِ حق۔ گویا۔ بولنے والا۔ چوں۔ یعنی جو کچھ ذاتِ باری کے متعلق کہا گیا ہے، تقاضہائے غیبی کی بنا پر کہا گیا ہے۔ اینجا۔ یعنی مقامِ حیرت۔ دامن فشاندن۔ ترک کر دینا۔ نیم گفتہ۔ آدھی بات۔ عیش و عشرت۔ یعنی جو جان دے کر بوڑھے کو حاصل ہو جائے۔ بیشۂ جاں۔ عالمِ روح۔ باز۔ مشہور شکاری پرندہ ہے۔ جانباز۔ سورج اپنی روشنی ہر وقت دوسروں پر نچھاور کرتا رہتا ہے۔

جاں فشاں[1] افتاد خورشید بلند — ہر دمے تی می شود پُر می کنند
اونچا آفتاب جان چھڑکنے والا واقع ہوا ہے — ہر سانس میں خالی ہوتا ہے اور وہ بھر دیتے ہیں

در وجودِ آدمی جان و رواں — میرسد از غیب چوں آبِ رواں
انسان کے جسم میں جان اور روح — جاری پانی کی طرح غیب سے پہنچتی رہتی ہے

ہر زماں از غیب نو نو می رسد — وز جہانِ تن بروں شو می رسد
غیب سے ہر وقت نئی نئی پہنچتی رہتی ہے — اور دنیا سے چل (کی آواز) آتی رہتی ہے

جانفشاں اے آفتابِ معنوی — مَر جہانِ کہنہ را بنما نوی[2]
اے روحانی سورج! جانفشانی کر — پرانی دنیا کو تو نئی (دنیا) بنا دے

تفسیر دعائے آں دو فرشتہ کہ ہر روز برسرِ بازار منادی کنند کہ اَللّٰھُمَّ

ان دو فرشتوں کی دعا کی تفسیر جو کہ ہر روز برسرِ بازار اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ ہر

اَعْطِ کُلَّ مُنفِقٍ خَلَفًا وَ کُلَّ مُمْسِکٍ تَلَفًا و بیانِ آنکہ

خرچ کرنے والوں کو اچھا بدل اور ہر بخیل کو تباہی عطا فرما اور اس کا بیان کہ خرچ

مُنفِق مجاہد راہِ حق ست نہ مسرفِ راہِ ہوا

کرنے والا اللہ کے راستہ کا مجاہد ہے نہ کہ خواہشات میں اڑانے والا

گفت پیغمبر کہ دائم بہرِ پند — دو فرشتہ خوش منادی می کنند
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ نصیحت کیلئے ہمیشہ — دو فرشتے عمدہ منادی کرتے ہیں

کاے خدایا مُمسکاں را در جہاں — تو مدہ اِلّا زیاں اندر زیاں
کہ اے خدا! دنیا میں بخیلوں کو — تو نہ عطا فرما مگر تباہی در تباہی

اے خدایا مُنفقاں را دِہ خلف — اے خدایا مُمسکاں را دِہ تلف
اے خدا! خرچ کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے — اے خدا! بخیلوں کو تباہ کر دے

مُنفق و مُمسک محل بیں بہ بود — چوں محل باشد مؤثر می شود
موقع دیکھ کر خرچ کرنیوالے اور نہ خرچ کرنیوالے اچھے ہوتے ہیں — جب موقع ہوتا ہے تو اثر کرتا ہے

اے بسا اِمساک کز اِنفاق بہ — مالِ حق را جز بامرِ حق مدہ
اے (مخاطب) بہت سی جگہوں پر خرچ نہ کرنا خرچ کرنیسے بہتر ہے — اللہ کے مال کو اللہ کے حکم کے بغیر خرچ نہ کر

تا عوض یابی تو گنجِ بیکراں — تانباشی از عدادِ کافراں
تاکہ تو لاتعداد خزانہ بدلے میں پا لے — تاکہ تو کافروں کی شمار میں نہ آئے

---

[1] جاں فشاں۔ جان کو صرف کرنے والا۔ تی۔ تہی کا مخفف ہے، خالی۔ پُر می کنند۔ عالم غیب سے اس کو روشنی عطا ہوتی رہتی ہے۔ آبِ رواں۔ دریا کی سطح جو آپ کو نظر آتی ہے ہر آن اس میں سے سامنے کا پانی گذرتا رہتا ہے اور نیا پانی اس کی جگہ لیتا رہتا ہے۔ یہی حال صوفیاء کے نزدیک روحِ انسانی کا ہے۔ وز جہانِ تن بروں شو۔ جسم کی دنیا سے نکل جا، یہ غیبی آواز آتی ہے۔ آفتابِ معنوی۔ روحانی سورج یعنی شیخ کامل۔

[2] نوی۔ نیا۔ دائم۔ ہمیشہ۔ پند۔ نصیحت۔ منادی۔ پکارنے والا۔ مسک۔ بخیل۔ زیاں۔ تباہی، نقصان۔ منفق۔ خرچ کرنے والا۔ خلف۔ قائم مقام۔ منفق و مسک۔ یعنی موقع پر خرچ کرنے والا اور بے موقع نہ خرچ کرنے والا بہتر ہوتا ہے۔ امساک۔ روکنا، بخل کرنا۔ انفاق۔ خرچ کرنا۔ بیکراں۔ لامحدود۔ عداد۔ شمار۔

کاشتراں قرباں ہمی کردند تا
جو کہ اونٹوں کی قربانی کرتے تھے تاکہ
چیرہ[1] گردد تیغ شاں بر مصطفیٰ
ان کی تلوار مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غالب آ جائے

امر حق را باز داں از واصلے
اللہ (تعالیٰ) کا حکم کسی پہنچے ہوئے سے معلوم کر لے
امر حق را در نیابد ہر دلے
ہر دل، خدا کے حکم کو معلوم نہیں کر سکتا

چوں غلامے باغی کو عدل کرد
اس باغی غلام کی طرح جس نے انصاف کیا
مالِ شہ بر باغیاں اُو بذل کرد
اس نے بادشاہ کا مال باغیوں پر خرچ کر دیا

طرفہ تر کانرا ہمی پنداشت عدل
زیادہ عجیب یہ ہے کہ اس نے اس کو انصاف سمجھا
کز سخاوت کردہ ام ایثار و بذل
کہ میں نے سخاوت کی وجہ سے فائدہ رسانی کی اور خرچ کیا

بندہ پندارد کہ اُو خود عدل کرد
غلام سمجھتا ہے کہ اس نے انصاف کیا
مالِ شہ را بر مساکیں بذل کرد
بادشاہ کا مال مسکینوں پر خرچ کیا

عدلِ ایں باغی و دادش پیشِ شاہ
بادشاہ کے روبرو اس باغی کا انصاف اور عطا
چہ فزاید دوری و روئے سیاہ
کیا بڑھائے گا؟ دوری اور سیاہ روئی

در نبے انذارِ اہل غفلت ست
قرآن میں غافلوں کے لئے دھمکی ہے
کاینہمہ انفاقہا شاں حسرت ست
کہ ان کی یہ سب فضول خرچیاں حسرت (کا سبب) ہیں

قربانی کردن سردارانِ عرب بامید قبول افتادن

عرب کے سرداروں کا قبولیت کی امید پر قربانی کرنا

سروَرانِ مکہ در حربِ رسول
رسول (ﷺ) سے لڑائی میں مکہ کے سرداروں کی
بود شاں قرباں بامید قبول
قربانی قبولیت کی امید پر تھی

بہر ایں مومن ہمی گوید زبیم
اسی سبب سے، مومن خوف سے کہتا ہے
در نماز اِهْدِ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيم
نماز میں (اے خدا) سیدھے راستہ کی رہنمائی کر

آں درم دادن سخی[2] را لائق ست
روپیہ خرچ کرنا، سخی کے لئے مناسب ہے
جاں سپردن خود سخائے عاشق ست
عاشق کی سخاوت، جان سپرد کر دینا ہے

ناں دہی از بہر حق نانت دہند
اگر تو خدا کے لئے روٹی دے گا، تجھے روٹی دیں گے
جاں دہی از بہر حق جانت دہند
تو خدا کے لئے جان دے گا، تو تجھے جان دیں گے

گر بریزد برگہائے ایں چنار
اگر اس چنار کے پتے جھڑ جائیں
برگِ بے برگیش بخشد کردگار
خدا اس کی بے سامانی کو سامان سے بدل دیتا ہے

---

1. چیرہ۔ غالب۔ واصل۔ یعنی واصل بحق۔ عدل۔ انصاف۔ بذل۔ خرچ کرنا۔ طرفہ۔ عجیب۔ ایثار۔ کسی فائدہ کے معاملہ میں اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دینا۔ نبے۔ نون کے ضمہ با کے کسرہ اور یائے مجہول کے ساتھ فارسی لفظ ہے بمعنی قرآن مجید۔ انذار۔ ڈرانا۔ حسرت۔ یعنی یہی فضول خرچی باعث حسرت اور افسوس بنے گی۔ سرور۔ سردار۔ حرب۔ جنگ۔ قرباں۔ قربانی۔ بہر ایں۔ یعنی خرچ کے مصرف میں غلطی کے ڈر سے۔
2. سخی۔ یعنی سخی کا کام اللہ (تعالیٰ) کے دربار میں مال و دولت پیش کرنا ہے اور عاشق کا کام جان پیش کرنا۔ ناں۔ روٹی خیرات کرنے سے رزق کی فراخی ہوگی جان قربان کرنے سے ابدی زندگی ملے گی۔ چنار۔ درخت پت جھڑ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پتے دیتے ہیں تم جان قربان کرو گے تو اللہ جان عطا فرما دیں گے۔

گر نماند[1] از جود در دست تو مال
اگر سخاوت کی وجہ سے تیرے ہاتھ میں مال نہ رہا
کے کند فضل الٰہت پائمال
تو خدا کی مہربانی تجھے برباد کب کرے گی؟

ہر کہ کارد گردد انبارش تہی
جو بوتا ہے اس کا ڈھیر خالی ہو جاتا ہے
لیکش اندر مزرعہ باشد بہی
لیکن اس کی کھیتی میں خوبی ہوتی ہے

وانکہ در انبارِ ماند و صرفہ کرد
اور جس نے ڈھیر میں رہنے دیا اور بخل کیا
اسپش و موشِ و حوادثہاش خورد
اس کو حوادث کے گھن اور چوہے نے کھایا

ایں جہاں نفی ست در اثبات جو
یہ جہاں عدم ہے، وجود میں (مقصد) تلاش کی
صورتت صفرست در معنات جو
تیرا جسم صفر ہے، معنی میں (مقصد) ڈھونڈ

جانِ شور و تلخ پیش تیغ بَر
کھاری اور کڑوی جان کو تلوار کے سامنے کر دے
جان چوں دریائے شیریں را بخر
میٹھے دریا جیسی جان خرید لے

در نمی تانی شدن زیں آستاں
اگر تو اس آستانہ سے نہیں جا سکتا ہے
گوش کن بارے زمن ایں داستاں
تو ذرا یہ قصہ مجھ سے سن لے

قصۂ آں خلیفہ کہ در کرم از حاتم[2] طائی گذشتہ بود

اس خلیفہ کا قصہ جو سخاوت میں حاتم طائی سے بڑھا ہوا تھا

یک خلیفہ بود در ایامِ پیش
پہلے زمانہ میں ایک خلیفہ تھا
کردہ حاتم را گدائے جودِ خویش
جس نے حاتم کو بھی اپنی بخشش کا فقیر بنایا تھا

رایت اکرام و جود افراشتہ
جس نے اکرام اور سخاوت کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا
فقر و حاجت از جہاں برداشتہ
افلاس اور احتیاج کو دنیا سے اٹھا دیا تھا

بحر و کاں از بخشش صاف آمدہ
سمندر اور کانیں اس کی بخشش کی وجہ سے خالی ہو گئے
دادِ اُو از قاف تا قاف آمدہ
اس کی بخشش قاف سے قاف تک تھی

در جہانِ خاک اَبر و آب بود
خاکدان (دنیا) میں ابر اور پانی تھا
مظہر بخشائش وہاب بود
وہ وہاب (اللہ تعالیٰ) کی بخشش کا مظہر تھا

از عطایش بحر و کاں در زلزلہ
اس کی عطا سے سمندر اور کانیں ہلچل میں تھیں
سوئے جودش قافلہ در قافلہ
اسکی عطا کی طرف (انسانوں کے) قافلے در قافلے تھے

---

[1] گر نماند۔ اللہ کی راہ میں اگر مال خرچ ہوگا تو اللہ کا فضل کبھی ذلیل نہ ہونے دے گا۔ ہر کہ۔ خدا کی راہ میں دینا ایسا ہے جیسے غلہ بونا، فی الحال تو اس ڈھیر میں کمی آئے گی لیکن انجام میں کئی گنا حاصل ہوگا۔ وانکہ۔ اگر کوئی تخم ریزی نہ کرے گا اور غلہ جمع رکھے گا وہ بجائے بڑھنے کے تباہ ہو جائے گا۔ نفی۔ نابود، معدوم۔ صفر۔ خالی۔ معنات۔ معنی تو۔ جانِ شور۔ یعنی عارضی زندگی کے بجائے حیاتِ ابدی حاصل کر لے۔ تانی۔ توانی کا مخفف، توانستن، سکنا۔ خلیفہ۔ قائم مقام، بادشاہ کو رسول کا نائب سمجھا جاتا تھا اس لئے اس کو خلیفہ کہا جاتا تھا۔

[2] حاتم۔ بنو طے قبیلہ کے مشہور سخی سردار کا نام ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قبل وفات پا گیا تھا اس کے صاحبزادے عدی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے۔ رایت۔ جھنڈا۔ بحر۔ سمندر۔ کان۔ معدن۔ صاف آمدہ۔ یعنی اس نے سمندر کے موتی اور کانوں کا سارا چاندی سونا صرف کر ڈالا تھا اور سمندر موتیوں سے اور کانیں چاندی سونے سے خالی ہو گئی تھیں۔ قاف۔ ایک پہاڑ ہے جس کے بارے میں یہ تخیل تھا کہ وہ دنیا کے چاروں طرف گھوما ہوا ہے لہٰذا قاف تا قاف: کے معنی سارے عالم کے لئے جاتے تھے۔ جہانِ خاک۔ دنیا۔ وہاب۔ بہت زیادہ دینے والا، یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

قبلہ[1] حاجت در و دروازہ اش — رفتہ در عالم بجود آوازہ اش

اس کا در اور دروازہ حاجتوں کا قبلہ تھا — سخاوت میں اس کا شہرہ عالم میں تھا

ہم عجم ہم روم ہم ترک و عرب — ماندہ از جود و سخایش در عجب

عجم بھی روم بھی ترک اور عرب بھی — اس کی بخشش اور عطا سے تعجب میں تھے

آبِ حیواں بود دریائے کرم — زندہ گشتہ ہم عرب زو ہم عجم

وہ آبِ حیات اور دریائے کرم تھا — اس کی وجہ سے عرب اور عجم میں جان پڑ گئی تھی

اندر ایامِ چنیں سلطانِ داد — بشنو اکنوں داستانے با کشاد

اس جیسے داد و دہش کے بادشاہ کے زمانہ میں — اب خوشی سے ایک قصہ سن

قصۂ اعرابیِ درویش و ماجرا کردنِ زن با اُو از فقر و درویشی

ایک فقیر بدو کا قصہ اور اس کی بیوی کا اس سے جھگڑا کرنا فقر اور افلاس کے بارے میں

یک شب اعرابی زنے مر شوئے را — گفت و ازحد بُرد گفت و گوئے را

ایک رات، بدو عورت نے، شوہر سے — کہا، اور گفتگو حد سے بڑھا دی

کیں ہمہ فقر و جفا ہامی کشیم — جملہ عالم در خوشی ما ناخوشیم

کہ ہم یہ سب محتاجی اور سختیاں جھیلتے ہیں — ساری دنیا خوش ہے اور ہم ناخوش ہیں

نانِ ماں نے، ناں خورش ما درد و رشک — کوزہ ماں نے آبِ ماں از دیدہ اشک

ہمارے لئے روٹی نہیں ہے، ہمارا سالن درد و رشک ہے — ہمارے پاس پیالہ نہیں ہے، ہمارا پانی آنکھ کے آنسو ہیں

جامۂ ما روز تابِ آفتاب — شب نہالین و لحاف از ماہتاب

ہمارا لباس دن میں، سورج کی دھوپ ہے — رات میں ہمارا بچھونا اور لحاف، چاندنی ہے

قرصِ مہ را قرصِ ناں پنداشتہ — دست سوئے آسماں برداشتہ

ہم نے چاند کی ٹکیا کو روٹی کی ٹکیا سمجھا ہے — اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں

ننگ[2] درویشاں ز درویشی ما — روز، شب از روزی اندیشی ما

ہماری فقیری فقیروں کے لئے (باعث) ذلت ہے — روزی کی فکر میں ہمارا دن، رات ہے

خویش و بیگانہ شدہ از ما رماں — بر مثالِ سامری از مَردماں

اپنا اور پرایا ہم سے گریزاں ہے — جیسا کہ سامری انسانوں سے

گر بخواہم از کسے یکمشت نسک — مرمرا گوید خمش کن مرگ و جسک

اگر میں کسی سے ایک مٹھی مسور مانگوں — (تو وہ) مجھ سے کہتا ہے کہ چپ ہو جا، غم کھائے جا اور مرجا

---

[1] قبلہ وکعبہ۔ یعنی مرکز توجہات۔ قبلہ حاجت۔ وہ شخص جس کی طرف لوگ ضروریات میں متوجہ ہوں۔ آب حیواں۔ کوئی چشمہ ہے جس کا پانی پینے سے ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ ایام۔ زمانہ۔ داستان۔ قصہ۔ کشاد۔ فرحت، خوشی۔ اعرابی زنے۔ بدوی عورت۔ شوئے۔ شوہر۔ ماں۔ ہمارا۔ ناں خورش۔ سالن۔ رشک۔ حسد۔ قرص۔ ٹکیا۔ دست۔ یعنی ہم نے جو آسمان کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھا رکھے ہیں، گویا چاند کو روٹی کی ٹکیا سمجھ رکھا ہے۔

[2] ننگ۔ یعنی ہم اس قدر مفلس ہیں کہ ہمارے اس افلاس سے فقیر بھی شرما جاتے ہیں، روزی کی فکر میں ہمارا دن بھی شب تاریک ہے۔ رماں۔ اسم حالیہ ہے رمیدن سے بمعنی بھاگنا۔ سامری۔ وہ شخص جس نے حضرت موسیٰ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کو گئو سالہ پرستی میں لگا دیا تھا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس کو بددعا لگی تو اس کا یہ حال ہو گیا کہ اگر کوئی اس کو چھوئے تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا، اس لئے وہ لوگوں سے بچا پھرتا تھا۔ نسک۔ نون کا فتحہ اور سین کا سکون، مسور۔ خمش۔ خاموش ہو جا۔ کن مرگ۔ مرجا۔ جسک۔ رنج و بلا یعنی جسک بکن۔

مر عرب را فخر غزوست[1] و عطا / در عرب ما ہمچو خط اندر خطا
عرب کیلئے خصوصاً جنگ اور بخشش (موجب) فخر ہے / عرب میں ہم ایسے ہیں جیسے خط میں حرفِ غلط

چہ غزا ما بے غذا خود کشتہ ایم / یا بشمشیرِ عدم سرگشتہ ایم
کہاں کی جنگ، ہم بغیر غذا کے مردہ ہیں / یا موت کی تلوار سے پریشان ہیں

چہ خطا ما بے خطا در آتشیم / چہ دوا ما درد و غم را مفرشیم
کیسی خطا، ہم بلاقصور کے، آگ میں ہیں / دوا کیسی؟ ہم تو درد و غم سے پامال ہیں

چہ عطا ما برگدائی مے تنیم / مر مگس را در ہوا رگ می زنیم
کیسی بخشش، ہم بھیک مانگنے پر آمادہ ہیں / ہوا میں مکھی کے نشتر مارتے ہیں

گر کسے مہماں رسد گر من منم / شب بخسپد دلق اُو را بر کنم
اگر کوئی مہمان پہنچ جائے اگر میں، میں ہوں / رات کو سوئے تو اس کی گدڑی اتار لوں

زیں نمط زیں ماجرا و گفتگو / بُرد از حدّ عبارت پیشِ شو
اس طور پر یہ قصہ اور گفتگو / بیان سے بڑھی ہوئی، شوہر سے کرتی

کز عنا و فقر ما گشتیم خوار / سوختیم از اضطراب و اضطرار
کہ مشقت اور افلاس سے ہم ذلیل ہو گئے ہیں / پریشانی اور مجبوری سے ہم جل گئے ہیں

تا بکے ما ایں چنیں خواری کشیم / غرقہ اندر بحرِ ژرفِ[2] آتشیم
ہم کب تک اس طرح کی ذلت برداشت کریں؟ / آگ کے گہرے سمندر میں ہم غرق ہیں

تا کہ ار روزے در آید میہماں / شرمساریہا بریم ازوے بجاں
اگر کسی روز اچانک کوئی مہمان آ جائے / ہمیں انتہائی شرمندگی اٹھانی پڑے

لیک مہماں گر در آید بے ثبوت / دانکہ کفشِ مہماں سازیم قوت
لیکن اگر کوئی مہمان بلاتحقیق آ جائے / سمجھ لے کہ ہم مہمان کا جوتا بیچ کھائیں گے

مغرور شدنِ مریدانِ محتاج وتشبیہ بمدعیانِ مُزوّر وایشاں را شیخ واصل

ضرورت مند مریدوں کا دھوکا کھانا اور بناوٹی مدعیوں سے شبہ میں پڑنا اور ان کو

پنداشتن و نقد را از نقل ندانستن و نیافتن

پہنچا ہوا بزرگ سمجھنا اور کھرے کو نقلی سے نہ پہچاننا اور نہ پانا

بہر ایں گفتند دانایاں بفن / میہمانِ محسناں باید شدن
اسی لئے فن کے سمجھداروں نے کہا ہے / محسنوں کا مہمان بننا چاہئے

---

1. غزو۔ جنگ، جہاد۔ خط اندر۔ اندر خط۔ خطا۔ یعنی غلط حرف۔ سرگشتہ۔ حیران پریشان۔ مفرش۔ فرش، پامال۔ گدائی۔ بھکاری پن۔ مگس۔ یعنی تاکہ اس سے روزی حاصل کریں۔ من منم۔ یعنی میں اپنی اصلیت پر آ جاؤں۔ دلق۔ گدڑی۔ نمط۔ طور، طریقہ۔ شوئے۔ شوہر۔ عنا۔ رنج و مشقت۔ غرقہ۔ ڈوبا ہوا۔

2. ژرف۔ گہرا۔ بے ثبوت۔ یعنی ہماری حقیقت معلوم کئے بغیر۔ سازیم قوت۔ یعنی ہم اس کے جوتے بیچ کھائیں۔ مغرور۔ دھوکہ میں مبتلا۔ مدعی۔ بزرگی کا جھوٹا دعویدار۔ مزوّر۔ دھوکے باز۔ شیخ واصل۔ وہ بزرگ جو اللہ تعالیٰ تک پہنچا ہوا ہو۔ نقل۔ نقلی سکہ۔ محسناں۔ بخشش کرنے والے۔

تو مرید و میہمانِ آں کسی — کوستاند حاصلت[1] را از خسی

تو ایسے شخص کا مہمان اور مرید ہے — جو تیری کمائی کمینہ پن سے وصول کر لے

نیست چیرہ چوں ترا چیرہ کند — نور ندہد مر تُرا تیرہ کند

وہ قابو پانے والا نہیں ہے کہ تجھے قابو پانے والا بنائے — روشنی نہ دے گا، تجھے تاریک بنا دے گا

چوں وُرا نورے نہ بد اندر قراں — نور کے یابند از وے دیگراں

جبکہ اس کے باطن میں نور نہیں ہے — تو اس سے دوسرے کب روشنی حاصل کر سکتے ہیں؟

ہمچو اعمش کو کند داروئے چشم — چہ کشد درچشم ہا اِلّا کہ یشم

اس چندھے کی طرح جو آنکھ کا علاج کرے — آنکھوں میں سوائے (سنگ) یشم کے اور کیا لگائے گا؟

حالِ ما این ست و در فقر و عنا — ہیچ مہمانے مبا مغرورِ ما

افلاس اور مشقت میں ہمارا یہ حال ہے — کوئی مہمان ہم سے دھوکا نہ کھائے

قحط دہ سال ار ندیدی در صور — چشمہا بکشا و اندر ما نگر

اگر تو نے مجسم دس سالہ قحط نہ دیکھا ہو — تو آنکھیں کھول اور ہمیں دیکھ لے

ظاہر ما چوں درونِ مدعی — در دلش ظلمت زبانش شعشعی

ہمارا ظاہر مدعی کے باطن کی طرح ہے — اسکے دل میں تاریکی ہے اور اسکی زبان چمکیلی (تیز وطرار)

از خدا نے بوئے اُو را نے اثر — دعوتش افزوں زشیثؑ و بوالبشرؑ[2]

اس میں خدا کی نہ بو ہے نہ اثر — اس کی دعوت شیثؑ اور ابوالبشرؑ سے بڑھی ہوئی ہے

دیو ننمودہ وُرا ہم نقش خویش — اُو ہمی گوید زاَبدالیم بیش

شیطان نے (بھی) اس کو اپنی صورت نہیں دکھائی — وہ یہ کہتا ہے کہ میں ابدال سے بھی بڑھا ہوا ہوں

حرفِ درویشاں بد ز دیدہ بسے — تا گماں آید کہ ہست اُو خود کسے

درویشوں کی بہت سی باتیں چرا لی ہیں — تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ بھی کچھ ہے

خردہ گیرد در سخن بر بایزیدؒ — ننگ دارد از درونِ اُو یزید

باتوں میں (حضرت) بایزیدؒ کی عیب گیری کرتا ہے — اس کے باطن سے یزید کو (بھی) شرم آتی ہے

ہر کہ داند مردُ را چوں بایزیدؒ — روزِ محشر حشر گردد بایزید

جو اس کو (حضرت) بایزیدؒ کی طرح سمجھتا ہے — قیامت کے دن اس کا حشر یزید کے ساتھ ہوگا

بے نوا از نان و خوانِ آسماں — پیش اُو ننداخت حق یک استخواں

آسمان کی روٹی اور خوان سے بے سرو سامان ہے — اللہ (تعالیٰ) نے اسکے سامنے ایک ہڈی (بھی) نہیں ڈالی ہے

---

1. حاسلت۔ تیری کمائی۔ خسی۔ کمینہ پن۔ چیرہ۔ غالب یعنی مشکلات پر قابو پانے والا۔ تیرہ۔ تاریک۔ نبد۔ نہ بود۔ اعمش۔ چندھا، جس کی آنکھیں مریض ہوں، پانی بہتا ہو۔ یشم۔ ایک پتھر ہے، بعض نسخوں میں پشم بمعنی اون ہے۔ عنا۔ رنج و مشقت۔ مبا۔ مبادکا مخفف ہے۔ در صور۔ یعنی صورتوں میں مجسم۔ شعشعی۔ روشن، چمکدار۔ اثر۔ نشان۔ شیث۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے جو نبی تھے۔

2. بوالبشر۔ انسانوں کے باپ یعنی آدم علیہ السلام۔ دیو۔ شیطان۔ ابدال۔ اولیاء کی ایک جماعت ہے۔ خردہ۔ عیب۔ ننگ۔ ذلت، شرم۔ یزید۔ ابن معاویہ جس کے دور حکومت میں حضرت حسینؓ شہید ہوئے۔ بایزید۔ بسطامی مشہور بزرگ ہیں۔ نان و خوانِ آسمان۔ غیبی، روحانی غذائیں۔ استخواں۔ یعنی معمولی غذا۔

اُو ندا کردہ کہ خواں بنہادہ ام
اس نے منادی کی ہے کہ میں نے دستر خوان بچھا رکھا ہے
نائب حقم خلیفہ زادہ ام
میں اللہ (تعالیٰ) کا نائب اور خلیفہ زادہ ہوں

الصلا[1] سادہ دلانِ پیچ پیچ
اے پیچ در پیچ احمقو! صلائے عام ہے
تا خورید از خوانِ جو دم ہیچ ہیچ
میری بخشش کے خوان سے کھاؤ (حالانکہ) ہیچ در ہیچ ہے

سالہا بر وعدۂ فردا کساں
کل کے وعدہ پر لوگ سالوں
گردِ آں در گشتہ فردا نارساں
اس دروازہ کے گرد چکر کھاتے رہے اور کل آنیوالی نہیں ہے

دیر باید تا کہ سرِّ آدمی
کافی وقت چاہئے کہ انسان کا بھید
آشکارا گردد از بیش و کمی
کمی اور بیشی میں واضح ہو

زیرِ دیوارِ بدن گنجیست یا
جسم کی دیوار کے نیچے خزانہ ہے یا
خانۂ موریست و مار و اژدہا
چیونٹی اور سانپ اور اژدہے کا بھٹ ہے

چونکہ پیدا گشت کو چیزے نبود
جب معلوم ہوا کہ وہ کچھ نہ تھا
عمرِ طالب رفتہ آگاہی چہ سود
تو مرید کی عمر گذر گئی، اب معلوم ہونے سے کیا فائدہ؟

در بیانِ آنکہ نادر افتد کہ مریدے در مدعی مزوّر اعتقاد

اس بات کا بیان کہ کم ہوتا ہے کہ کوئی مرید جھوٹے مدعی کا سچائی سے معتقد

بصدق بندد کہ اُو کیست و بدیں اعتقاد بمقامے برسد کہ

ہو جائے کہ وہ کچھ ہے اور اس اعتقاد کے ذریعے وہ ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ

شیخش بخواب ندیدہ باشد و آب و آتش اُو را گزند نہ کند و

اس کے پیر نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو اور پانی اور آگ اس کو نقصان نہ پہنچائے اور

شیخش را گزند بکند و لیکن نادر نادر باشد

اس کے پیر کو نقصان پہنچا دے لیکن نادر تو نادر ہی ہوتا ہے

لیک نادر طالب آید کز فروغ[2]
لیکن نادر ہے کہ مرید کو روشنی کی وجہ سے
در حق اُو نافع آید آں دروغ
اس کے حق میں وہ جھوٹ مفید ہو جائے

اُو بقصدِ نیک خود جائے رسد
وہ اپنے نیک ارادہ کی وجہ سے ایک مقام تک پہنچ جاتا ہے
گرچہ جاں پنداشت آں آمد جسد
اگرچہ جس کو اس نے جان جانا تھا جسم ثابت ہوا

مر وُرا رُومی نماید حالہا
اس کے لئے ایسے احوال رونما ہوتے ہیں
کہ ندید آں ہیچ شیخش سالہا
کہ اس کے ناچیز پیر نے سالوں (بھی) نہیں دیکھے

چوں تحری در دلِ شب قبلہ را
جیسا کہ آدھی رات میں قبلہ کی اٹکل کرنا
قبلہ نے واں نمازِ اُو رَوا
ادھر قبلہ نہیں ہے (لیکن) اس کی نماز درست ہو گئی

---

[1] الصلا۔ کھانا کھانے کے لئے پکارنا۔ سادہ دلاں۔ بیوقوف لوگ۔ ہیچ ہیچ۔ یہ مولانا کا قول ہے۔ فردا۔ یعنی کل کا وعدہ۔ سرّ۔ راز، باطنی حالت۔ گنجیست۔ یعنی معارف الٰہیہ کا خزانہ۔ مور۔ چیونٹی۔ مار۔ سانپ، یعنی برے اخلاق۔ پیدا۔ ظاہر۔ طالب۔ مرید۔ نادر۔ کمیاب۔

[2] فروغ۔ روشنی۔ گرچہ۔ یعنی مرید نے پیر کو مجسم روح سمجھا وہ جسم محض نکلا۔ تحری۔ صحیح بات کی جستجو کرنا۔ دل شب۔ آدھی رات۔ روا۔ درست یعنی قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں اگر اٹکل سے نماز پڑھی اور وہ قبلہ رو نہ تھا تب بھی نماز درست ہو جائے گی۔

مُدّعی[1] را قحط جاں اندر سرست
مدعی کے باطن میں روح کا قحط ہے

لیک مارا قحط ناں بر ظاہرست
لیکن ہمارے ظاہر پر روٹی کا قحط ہے

ما چرا چوں مدعی پنہاں کنیم
مدعی کی طرح ہم کیوں چھپائیں

بہرِ ناموسِ مُزَوَّر جاں کنیم
جھوٹی آبرو کے لئے جان دیں

صبر فرمودنِ اعرابی زنِ خود را و فضیلت صبر گفتن

بدو کا اپنی بیوی کو صبر کا حکم دینا اور صبر کی فضیلت بیان کرنا

شوئے گفتش چند جوئی دَخل و کشت
شوہر نے اس سے کہا تو آمدنی اور پیداوار کی کب تک جستجو کرے گی؟

خود چہ ماند از عمر افزوں تر گذشت
خود زندگی کتنی رہی ہے، زیادہ تو گذر گئی ہے

عاقل اندر بیش و نقصاں ننگرد
سمجھدار کمی بیشی کو نہیں دیکھتا ہے

زانکہ ہر دو ہمچو سیلے بگذرد
اس لئے کہ دونوں بہاؤ کی طرح گذر جاتے ہیں

خواہ صاف و خواہ سیل تیرہ رو
خواہ صاف ہو یا بہاؤ کی گدلی رَو ہو

چوں نمی پاید دمے از وے مگو
جبکہ وہ ٹھہرنے والی نہیں ہے اس کا کچھ ذکر نہ کر

اندریں عالم ہزاراں جانور
اس دنیا میں ہزاروں جاندار

میزید خوش عیش بے زیر و زبر
بغیر کسی تردد کے آرام سے جی رہے ہیں

شکر می گوید خدارا فاختہ
فاختہ، اللہ (تعالیٰ) کا شکر ادا کرتی ہے

بر درخت و برگِ شب ناساختہ
درخت پر، حالانکہ اس نے رات کا کچھ سامان نہیں کیا ہے

حمد می گوید خدا را عندلیب
بلبل، خدا کی تعریف کرتی ہے

کاعتمادِ رزق بر تُست اے مجیب
کہ اے قبول کرنے والے! رزق کا تجھ پر بھروسہ ہے

باز دستِ شاہ را کردہ نُوِید[2]
باز نے، بادشاہ کے ہاتھ کو دعوت نامہ بنا کر

از ہمہ مُردار ببرُیدہ امید
تمام مُرداروں سے امید منقطع کر لی

ہم چنیں از پشہ گیری تا بہ پیل
اسی طرح مچھر سے لے کر ہاتھی تک

شد عیال اللہ و حق نِعْمَ الْمُعِیل
سب اللہ (تعالیٰ) کا کنبہ ہیں اور اللہ بہترین پرورش کرنیوالا ہے

ایں ہمہ غمہا کہ اندر سینہ ہاست
یہ سب غم جو سینوں میں ہیں

از غبار و گرد بادِ بودِ ماست
ہماری ہستی کے غبار اور بگولے ہیں

ایں غمانِ بیخ کن چوں داسِ ماست
یہ جڑ کھودنے والے غم ہمارے لئے درانتی کی طرح ہیں

ایں چنیں شد و انچناں وسواسِ ماست
اِس طرح ہو گیا، اُس طرح ہو گیا، ہمارے وسوسے ہیں

---

1. مدّعی۔ بناوٹی پیر، یعنی بناوٹی پیر کی طرح ہمیں اپنے افلاس کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہے اور جھوٹی آبرو کے لئے جان کھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دخل۔ آمدنی۔ کشت۔ کھیتی، پیداوار۔ بگذرد۔ دنیا میں نہ راحت کو بقا ہے نہ رنج کو۔ خوش۔ عیش آرام کی زندگی۔ زیر و زبر۔ فکر و تردد۔ برگ شب۔ رات کا سامان۔ عندلیب۔ بلبل، ہزار داستاں۔ مجیب۔ دعا کو قبول کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ باز۔ باز کو ہاتھ پر بٹھایا جاتا ہے۔

2. نوید۔ دعوت نامہ، خوشخبری۔ مردار۔ باز کی اصل خوراک مردوں کی ہڈیاں ہیں۔ پشہ۔ مچھر۔ پیل۔ ہاتھی۔ عیال۔ وہ لوگ جن کے اخراجات ذمہ ہوں۔ معیل۔ عیال کو پالنے والا۔ ایں۔ یعنی یہ غم ہماری موہوم ہستی کے اثرات ہیں۔ غماں۔ غم کی جمع ہے۔ داس۔ کھیتی وغیرہ کاٹنے کی درانتی۔

دانکہ[1] ہر رنجے زمُردن پارہ ایست — جزوِ مرگ از خود براں گر چارہ ایست

سمجھ لے کہ ہر غم موت کا ایک ٹکڑا ہے — اگر کوئی تدبیر ہے تو موت کے حصہ کو اپنے سے دفع کر دے

چوں زجزوِ مرگ نتوانی گریخت — دانکہ کلش بر سرت خواہند ریخت

جب تو موت کے حصہ سے نہیں بھاگ سکتا ہے — سمجھ لے کہ اس کے کل کو تجھ پر طاری کر دیں گے

جزوِ مرگ ارگشت شیریں مر ترا — دانکہ شیریں میکند کل را خدا

اگر موت کا جزو تیرے لئے میٹھا ہو گیا ہے — سمجھ لے کہ خدا کل کو میٹھا کر دے گا

درد ہا از مرگ می آید رسول — از رسولش رو مگر داں اے فضول

درد، موت کے قاصد ہیں — اے بیوقوف! قاصد سے منہ نہ موڑ

ہر کہ شیریں می زید اُو تلخ مُرد — ہر کہ اُو تن را پرستد جاں نبرد

جو شخص خوشگوار زندگی بسر کرتا ہے وہ تلخ موت مرتا ہے — جو شخص تن پروری کرتا ہے، جان نہ بچا سکے گا

گوسفنداں را زِ صحرا می کشند — آنکہ فربہ تر مَر اُو را می کشند

بکری کو جنگل سے لاتے ہیں — جو زیادہ موٹی ہوتی ہے اس کو ذبح کرتے ہیں

شب گذشت و صبح آمد اے قمر — چند گیری ایں فسانہ رازِ سَر[2]

اے چاند! رات گزر گئی اور صبح ہو گئی — تو اس قصہ کو کب تک دہرائے گی؟

تو جواں بودی و قانع تربدی — زر طلب گشتی خود اول زر بدی

تو جوان تھی تو زیادہ صابر تھی — تو زر کی طلب گار بن گئی پہلے تو خود زر تھی

رز بدی پُر میوہ چوں کاسد شدی — وقت میوہ پختنت فاسد شدی

تو میوے سے بھری انگور کی بیل تھی، کیوں خراب ہو گئی — میوہ پکنے کے وقت تو سڑ گئی

میوہ ات باید کہ شیریں تر شود — چوں رسن تاباں نہ واپس تر رود

چاہئے تھا کہ تیرا میوہ اور زیادہ میٹھا ہوتا — نہ کہ بٹی ہوئی رسی کی طرح بل اترنے لگے

جفت مائی جفت باید ہم صفت — تابر آید کارہا بر مصلحت

تو میرا جوڑا ہے جوڑے کو یکساں ہونا چاہئے — تاکہ مصلحت کے مطابق کام چلیں

جفت باید بر مثالِ ہمدگر — در دو جفت کفش و موزہ در نگر

جوڑے کو ایک دوسرے کی طرح ہونا چاہئے — جوتے اور موزے دونوں کے جوڑے کو دیکھ

گر یکے کفش از دو تنگ آید بپا — ہر دو جفتش کار ناید مر ترا

دونوں میں سے اگر ایک جوتہ پیر میں تنگ آئے — تو پورا جوڑا ہی تیرے کام میں نہیں آتا

---

[1] دانکہ۔ رنج وغم موت کے اجزاء ہیں اور موت سے مفر نہیں ہے تو ان سے بھی مفر نہیں ہے۔ قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں۔ موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں۔ کل۔ یعنی موت۔ رسول۔ قاصد، پیغامبر۔ ہر کہ۔ جو مصائب جھیلنے کا عادی نہیں ہے موت کے وقت اس کو بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گوسفند۔ بکری، یعنی موٹی بکری کی موت جلد آتی ہے۔ اے قمر۔ چاند کہہ کر بیوی کو خطاب کیا ہے۔

[2] از سر گرفتن۔ تکرار کرنا۔ قانع۔ صابر۔ زر بدی۔ یعنی استغناء کی وجہ سے تو خود بمنزلہ سونے کے تھی۔ رز۔ انگور، انگور کی بیل۔ کاسد۔ کھوٹا۔ فاسد۔ خراب۔ چوں رسن۔ جس رسی کو الٹا بل دیا جائے چھوڑنے سے فوراً اس کے بل اتر جاتے ہیں۔ جفت۔ جوڑا، نر مادہ۔ گر یکے۔ ایک موزہ یا جوتہ اگر پیر میں تنگ ہو تو دوسرا بھی بیکار ہے۔

جُفت در یک خُرد و آں دیگر بزرگ
جوڑے میں سے ایک پاؤں میں چھوٹا اور دوسرا بڑا
جفت شیرِ بیشہ[1] دیدی ہیچ گرگ
تو نے دیکھا ہے کہ جنگل کے شیر کا جوڑا بھیڑیا ہو

راست ناید بر شتر جفت جُوال
بوروں کا جوڑا اونٹ پر ٹھیک نہیں ہو سکتا
آں یکے خالی و آں پُر مالِ مال
کہ ان میں سے ایک خالی ہو اور دوسرا مال سے بھرا ہوا

من روم سوئے قناعت دل قوی
میں جرأت سے قناعت کی طرف جاتا ہوں
تو چرا سوئے شناعت می روی
تو برائی کی طرف کیوں جاتی ہے؟

مردِ قانع از سرِ اخلاص و سوز
صابر مرد، خلوص اور دل (سوزی) سے
زیں نسق می گفت با زن تا بروز
دن نکلنے تک اسی طرح بیوی سے کہتا رہا

نصیحت کردنِ زن شوہر را کہ سخن افزوں از قدم و مقامِ خود مگو کہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالاَ تَفْعَلُوْنَ کہ ایں سخنہا اگرچہ راست ست اما مقامِ توکل ترا نیست و ایں سخن گفتن فوقِ مقام و معاملہ خود ترا زیاں[2] دارد وَکَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ باشد

بیوی کا شوہر کو نصیحت کرنا کہ اپنی بساط اور مقام سے بڑھ کر بات نہ کر کیونکہ (فرمایا گیا ہے) جو تم نہیں کرتے ہو وہ کہتے کیوں ہو، اس لئے کہ یہ باتیں اگرچہ سچی ہیں لیکن تجھے توکل کا مقام حاصل نہیں ہے اور یہ بات کہنا مقام اور معاملہ سے بڑھ کر تیرے نقصان کا باعث ہے اور "اللہ کے نزدیک بڑی موجب عذاب ہے" (کا مصداق) ہوگی

زن برو زد بانگ کاے ناموسِ کیش
عورت اس پر چیخی کہ اے عزت کے شیدائی!
من فسونِ تو نخواہم خورد بیش
اب میں زیادہ تیرے فریب میں نہ آؤں گی

ترہات از دعویٰ و دعوت مگو
دعوے اور دعوت کی بکواس نہ کر
رَو سخن از کبر و از نخوت مگو
جا، تکبرؔ اور غرور کی بات نہ کر

چند حرفِ طمطراق و کاروبار
دنیا داری اور کرّوفر کی باتیں کب تک؟
کار و حالِ خود ببین و شرم دار
اپنا کام اور حال دیکھ اور شرم کر

نخوت و دعویٰ و کبر و ترہات
تکبر اور دعویٰ اور غرور اور بکواس
دُور کُن از دل کہ تایابی نجات
دل سے نکال دے تاکہ تو نجات پائے

---

1. بیشہ۔ پہاڑی۔ گرگ۔ بھیڑیا یعنی شیر اور بھیڑیے سے جوڑا نہیں بنتا ہے۔ راستؔ۔ ٹھیک۔ جوالؔ۔ گون، تھیلا۔ قناعتؔ۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ شناعتؔ۔ برائی۔ سوزؔ۔ یعنی سوزِ دل۔ مقتاؔ۔ قرآن پاک میں ہے کبر مقتا عنداللہ ان تقولوا ما لا تفعلون، اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی موجب عذاب ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔
2. زیاںؔ۔ نقصان۔ ناموسؔ۔ عزت۔ کیشؔ۔ طریقہ۔ فسونؔ۔ مکروفریب۔ ترہاتؔ۔ جھوٹی بناوٹی باتیں۔ طمطراقؔ۔ شان وشوکت۔ نخوتؔ۔ تکبر۔

کبر زِشت[1] و از گدایاں زشت تر
تکبر برا ہے اور مفلسوں سے اور زیادہ برا ہے
روزِ سَرد و برف و انگہ جامہ تر
ٹھنڈا دن اور برف اور پھر کپڑے بھیگے ہوئے

چند آخر دعویٰ و بادِ بروت
دعویٰ اور مونچھوں کا تاؤ کب تک؟
اے ترا خانہ چو بَیْتُ الْعَنکَبُوت
اے وہ کہ تیرا گھر مکڑی کے جالے کی طرح ہے

از قناعت کے تو جاں افروختی
تو نے قناعت سے کب روح روشن کی ہے؟
از قناعت ہا تو نام آموختی
تو نے قناعتوں کا نام سیکھ لیا ہے

گفت پیغمبر قناعت چیست؟ گنج
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا قناعت کیا ہے؟ خزانہ ہے
گنج را تو وا نمیدانی ز رنج
تو رنج اور گنج میں فرق نہیں سمجھتا ہے

ایں قناعت نیست جز گنج رواں
یہ قناعت تو گنج رواں ہی ہے
تو مزن لاف اے غم و رنج رواں
اے چلتے پھرتے رنج و غم! تو ڈینگیں نہ مار

تو مخوانم جفت و کمتر زن بغل[2]
تو مجھے بیوی نہ کہہ اور شوہر ہونے کا اظہار نہ کر
جفت انصافم، نیم جفت دغل
میں انصاف کی (بنیاد پر) بیوی ہوں نہ کہ مکاری کی بیوی

چوں قدم با شاہ و با بگ می زنی
تو بادشاہ اور سردار کے ساتھ ہمسری کیوں کرتا ہے؟
چوں مگس را در ہوا رگ می زنی
اڑتی مکھی کے کیوں نشتر مارتا ہے؟

باسگاں زیں استخواں در چالشی
تو ہڈی پر کتوں کی طرح چھینا جھپٹی کرتا ہے
چوں نے اِشکم تہی در نالشی
تو خالی پیٹ بانسری کی طرح آہ و فریاد کرتا ہے

سوئے ما منگر بخواری سست ست
میری جانب حقارت اور ذلت کی نگاہ سے نہ دیکھ
تانگویم آنچہ در رگ ہائے تست
تاکہ تیری رگ رگ کا حال نہ کہہ ڈالوں

عقل خود را از من افزوں دیدۂ
تو نے اپنی عقل کو میری عقل سے بڑا سمجھا ہے
تو من کم عقل را چوں دیدۂ
تو نے مجھ کم عقل کو کیوں پسند کیا ہے؟

ہمچو گرگِ زشت اندر ما مجہ
بدمزاج بھیڑیے کی طرح مجھ پر نہ جھپٹ
اے زننگ عقل تو بے عقل بہ
تیری قابل شرم عقل سے، بے عقل ہونا اچھا ہے

چونکہ عقل تو عقیلہ مردم ست
چونکہ تیری عقل انسانوں کے لئے پھندا ہے
آں نہ عقل ست بلکہ مار و کژدم ست
یہ عقل نہیں ہے بلکہ سانپ اور بچھو ہے

---

[1] زشت۔ برا۔ روزِ سرد۔ یعنی مفلسی اور محتاجی میں غرور ایسا ہے جیسے جاڑے کا زمانہ پھر برف باری اور کپڑے بھی گیلے ہوں، یعنی مصیبت بالائے مصیبت ہے۔ بادِ بروت۔ مونچھ کی ہوا یعنی تکبر۔ بیت العنکبوت۔ مکڑی کا جالا، جو کمزوری میں ضرب المثل ہے۔ گفت پیغمبر۔ حدیث شریف میں آیا ہے اَلْقَنَاعَۃُ کَنْزٌ لَا یَنْفَدُ، قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا ہے۔ گنج رواں۔ قارون کے خزانوں میں سے ایک خزانے کا نام ہے، مخواں۔ نہ بلا۔

[2] بغل زدن۔ جوڑے پن کو ظاہر کرنا، دو کبوتروں کا مل کر پرواز کرنا جوڑا ہونے کی نشانی ہے۔ دغل۔ کھوٹ، مکر۔ قدم زدن۔ برابری کرنا۔ بگ۔ بیگ کا مخفف ہے، سردار۔ مگس۔ مکھی۔ رگ زدن۔ خون نکالنا۔ چالش۔ حملہ، چھینا جھپٹی۔ اشکم۔ شکم ہمزہ زیادہ ہے۔ نالش۔ رونا چیخنا، فریاد۔ خواری۔ ذلت۔ سست نگریستن۔ ذلت سے دیکھنا۔ چوں دیدۂ۔ جوڑے کے لئے مجھے کیوں پسند کیا ہے۔ عقیلہ۔ رسی، یعنی تو اپنی عقل کے ذریعہ لوگوں کو پھانستا ہے۔

خصم ظلم و مکر تو اللہ باد ۔۔۔ دست عقل تو زما کوتاہ باد
تیرے ظلم اور مکر کو اللہ سمجھے ۔۔۔ (خدا کرے) تیری عقل کی دست درازی ہم پر نہ ہو

ہم تو[1] ماری، ہم فسوں گر اے عجب ۔۔۔ مار گیرو ماری اے ننگ عرب
ہائے تعجب! تو سانپ بھی ہے اور منتر پڑھنے والا بھی ۔۔۔ اے عرب کیلئے باعث ذلت، تو سانپ بھی ہے اور سپیرا بھی

زاغ گر زشتی خود بشناختے ۔۔۔ ہمچو برف از رنج و غم بگداختے
کوا اگر اپنی بدصورتی کو پہچان لیتا ۔۔۔ رنج اور غم سے برف کی طرح پگھل جاتا

مردِ افسوں گر بخواند چوں عدو ۔۔۔ اُو فسوں بر مار و مار افسوں برَو
منتر پڑھنے والا دشمن کی طرح پڑھتا ہے ۔۔۔ وہ سانپ پر منتر اور سانپ اس پر منتر (پڑھتا ہے)

گر نبودے دامِ اُو افسونِ مار ۔۔۔ کے فسونِ مار را گشتے شکار
اگر سانپ کا منتر اس کے لئے جال نہ ہوتا ۔۔۔ تو وہ سانپ کے منتر کا شکار کب بنتا؟

مردِ افسوں گر ز حرصِ کسب و کار ۔۔۔ در نیابد آں زماں افسونِ مار
منتر پڑھنے والا، کمائی اور کام کی حرص کی وجہ سے ۔۔۔ اس وقت سانپ کے منتر کو محسوس نہیں کرتا ہے

مار گوید اے فسوں گر ہین و ہیں ۔۔۔ آنِ خود[2] دیدی فسونِ من ببیں
سانپ کہتا ہے، اے سپیرے! خوب دیکھ لے ۔۔۔ تو نے اپنا منتر دیکھا، میرا منتر (بھی) دیکھ لے

تو بنامِ حق فریبی مَر مرا ۔۔۔ تاکنی رُسوائے شور و شر مرا
تو اللہ کے نام کے ذریعے مجھے پھانستا ہے ۔۔۔ تاکہ تو مجھے شور و شر سے رسوا کرے

نامِ حقم بست نے آں رائے تو ۔۔۔ نامِ حق را دام کردی وائے تو
مجھے اللہ کے نام نے باندھا نہ کہ تیری رائے نے ۔۔۔ تو نے اللہ کے نام کو جال بنایا، تجھ پر افسوس ہے

نامِ حق بستاند از تو دادِ من ۔۔۔ من بنامِ حق سپردم جان و تن
اللہ (تعالیٰ) کا نام تجھ سے مجھے انصاف دلائے گا ۔۔۔ میں نے اللہ کے نام پر جان اور جسم کو سپرد کر دیا ہے

تا بزخم من رگِ جانت بُرد ۔۔۔ یا تُرا چوں من بزندانے برد
تاکہ وہ میرے زخم کے بدلے تیری جان کی رگ کاٹ دے ۔۔۔ یا تجھے میری طرح قید خانہ میں ڈال دے

زن ازیں گونہ خشن گفتار ہا ۔۔۔ خواند بر شوئے خود آں طومار ہا
عورت اس قسم کی سخت باتیں ۔۔۔ دفتر در دفتر شوہر کو سناتی رہی

نصیحت کردنِ مرد زن را کہ در فقیراں بخواری

مرد کا عورت کو نصیحت کرنا کہ فقیروں کو ذلت سے نہ دیکھ اور اللہ

---

۱ ہم تو۔ تو انسانوں کو تباہ کرتا ہے تو تو سانپ ہے۔ لوگوں کو پھنساتا ہے تو تو سپیرا ہے۔ زشتی خود۔ یعنی اپنی بدصورتی۔ مرد۔ سپیرا اگر سانپ پر منتر پڑھتا ہے تو سانپ بھی اس پر منتر پڑھتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ سپیرا سانپ پکڑنے کے شوق میں مبتلا ہے۔ گر نبودے۔ سانپ نے جو منتر پڑھا ہے وہ سپیرے کے لئے جال ہے۔

۲ آنِ خود۔ یعنی اپنا منتر۔ نام حق۔ منتر میں اللہ کے نام استعمال ہوتے ہیں۔ شور و شر۔ یعنی سانپ کا تماشہ دیکھنے والوں کا۔ نام حق۔ چونکہ سپیرے نے اللہ کے ناموں کا غلط کاموں کے لئے استعمال کیا ہے۔ زندانے۔ یعنی جس طرح سپیرے نے قید کیا ہے۔ خشن۔ سخت، ناگوار۔ طومار۔ دفتر۔

منکر و در کارِ حق بگمانِ کمال نگر و طعنہ مزن در

کے معاملہ میں کمال کے گمان سے نظر کر اور اپنے افلاس کی وجہ

فقر و فقیراں از بے نوائی خویشتن

سے فقر اور فقیروں پر طعنہ زنی نہ کر

مرد چوں ایں طعنہ ہا از زن شفت | مستمع[1] شد بعد ازیں بیں تا چہ گفت

مرد نے جب یہ طعنے عورت کے سنے | سنتا رہا، اس کے بعد دیکھ کہ کیا کہا؟

گفت اے زن تو زنی یا بوالحزن | فقر فخر آمد مرا طعنہ مزن

بولا، اے بیوی! تو عورت ہے یا مجسم غم | مجھے طعنہ نہ دے فقر (باعث) فخر ہے

مال و زر سَر را بود ہمچوں کلاہ | کل بود آں کز کلہ سازد پناہ

مال و زر ایسے ہیں جیسے سر کی ٹوپی | جو شخص ٹوپی کی پناہ پکڑتا ہے، گنجا ہوتا ہے

آنکہ زُلف و جعد رعنا باشدش | چوں کلاہش رفت خوشتر آیدش

جس کی زلف حسین اور گھونگریالے بال ہوں | جب اس کی ٹوپی نہ ہو تو اور زیادہ حسین ہوتا ہے

مردِ حق باشد بماتند بصر | پس برہنہ بہ کہ پوشیدہ بصر

مردِ خدا بینائی کی طرح ہے | پس بینائی کھلی اچھی ہے یا ڈھکی ہوئی؟

وقت عرضہ کردن آں بَردہ فروش | برکند از بندہ جامہ عیب پوش

غلام فروش دکھاتے وقت | غلام کے عیب چھپانے والے کپڑے اتار دیتا ہے

ور بود عیبے برہنہ اش کے کند | بل بجامہ خدعہٗ با وے[2] کند

اگر کوئی عیب ہو، اس کو ننگا کب کرے گا؟ | بلکہ کپڑوں کے ذریعہ اس کو دھوکا دے گا

گوید ایں شرمندہ است از نیک و بد | از برہنہ کردن اُو از تو رَمد

کہے گا، یہ اچھے برے سے شرماتا ہے | ننگا کرنے سے تیرے پاس سے بھاگ جائے گا

خواجہ در عیب ست غرقہ تا بگوش | خواجہ را مال ست و مالش عیب پوش

آقا کانوں تک عیب میں ڈوبا ہوا ہے | (لیکن) آقا کے پاس مال ہے اور اس کا مال عیب کو چھپانے والا ہے

کز طمع عیبش نہ بیند طامعے | گشت دلہا را طمعہا جامعے

لالچی لالچ کی وجہ سے اس کے عیب نہیں دیکھتا ہے | لالچ دلوں کو جوڑنے والا بن گیا ہے

ور گدا گوید سخن چوں زرِّ کاں | رہ نیابد کالہٗ او در دکاں

اگر فقیر کان کے سونے کی سی بات کہے | اس کا سامان دکان میں راہ یاب نہیں ہوتا ہے

کارِ درویشی ورائے فہم تست | سوئے درویشاں تو منگر سست

درویشی کا معاملہ تیری سمجھ سے اونچا ہے | تو ذلت سے درویشوں کو نہ دیکھ

---

[1] مستمع۔ سننے والا۔ بوالحزن۔ غموں کا باپ یعنی بہت غمگین، مالداروں کو حشر میں بہت غم اٹھانے پڑیں گے۔ کلاہ۔ ٹوپی۔ کل۔ گنجا۔ کلہ۔ کلاہ کا مخفف ہے۔ جعد۔ گھنگریالے بال۔ رعنا۔ حسین، خوبصورت۔ عرضہ کردن۔ پیش کرنا۔ بردہ۔ غلام، لونڈی۔ خدعہ۔ دھوکا۔

[2] وے۔ یعنی خریدار۔ خواجہ۔ آقا۔ طامع۔ لالچی۔ دلہا۔ یعنی لالچی اور مالدار کے دل۔ جامع۔ اکٹھا کرنے والا۔ زرکان۔ خالص سونا جو کان سے برآمد ہوا ہے۔ کالہ۔ سامان۔ دکان۔ یعنی سننے والے کا کان۔ فہم۔ سمجھ، عقل۔

زانکہ درویشی ورائے کارہاست[1]
کیونکہ درویشی دنیوی کاموں سے جداگانہ چیز ہے
دمبدم از حق مر ایشانرا عطاست
ان (درویشوں) کیلئے اللہ کیطرف سے ہر وقت بخشش ہے

بلکہ درویشاں ورائے ملک و مال
بلکہ درویش ملک اور مال کے علاوہ
روزیِ دارند ژرف از ذوالجلال
اللہ سے ایک بھاری روزی پاتے ہیں

حق تعالیٰ عادل ست و عادلاں
اللہ تعالیٰ عادل ہے، اور عادل
کے کنند استمگری بر بے دلاں
کمزوروں پر کب ظلم کرتے ہیں؟

آں یکے را نعمت و کالا دہند
ایک کو نعمت اور سامان دیں
ویں دگر را بر سرِ آتش نہند
دوسرے کو آگ پر رکھیں

آتشش سوزد کہ دارد ایں گماں
اس کو آگ جلائے جو یہ گمان کرے
بر خدائے خالق ہر دو جہاں
دونوں جہان کے خالق کے بارے میں

"فقر فخری" نز گزاف ست و مجاز
"فقر میرا فخر ہے" نہ گپ ہے نہ مجاز
صد ہزاراں عز پنہان ست و ناز
لاکھوں عزتیں اور ناز پوشیدہ ہیں

از غضب بر من لقبہا راندۂ
تو نے غصہ سے میرے بہت نام دھرے
مار خوی و مار گیرم خواندۂ
تو نے مجھے سانپ جیسی خصلت والا اور سپیرا بتایا

گر بگیرم مار و دندانش کنم
اگر میں سانپ پکڑتا ہوں اور اسکے دانت اکھاڑ دیتا ہوں
تاکش از سر کوفتن ایمن کنم
تو اس لئے کہ اس کو سر کچلنے سے محفوظ کر دوں

زانکہ آں دنداں عدوئے جانِ اوست
چونکہ دانت اس کی جان کے دشمن ہیں
من عدو را می کنم زیں علم دوست
میں دشمن کو اس علم کے ذریعہ دوست بناتا ہوں

از طمع ہرگز نخوانم من فسوں
میں لالچ کی وجہ سے منتر نہیں پڑھتا ہوں
ایں طمع را کردہ ام من سر نگوں
میں نے تو لالچ کو اوندھے منہ کر دیا ہے

حاش للہ طمع من از خلق نیست
خدا کی قسم مجھے لوگوں سے لالچ نہیں ہے
از قناعت در دلِ من عالمے ست
میرے دل میں قناعت کا ایک جہان ہے

از سرِ امرود[2] بن بینی چناں
تو امرود کے درخت سے ایسا دیکھتی ہے
زاں فرود آ تا نماند آں گماں
اس سے اتر آ تاکہ وہ گمان نہ رہے

---

1. کارہا۔ دنیا کے معاملے۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ استمگری۔ ستمگری، ہمزہ زیادہ ہے۔ آتش۔ یعنی مفلس کی آگ۔ آتشش سوزد۔ یعنی جو خدا کے بارے میں یہ خیال کرے کہ غنیٰ باعث رحمت اور فقر باعث عذاب ہے، خدا اس کو برباد کردے۔ الفقر فخری۔ حدیث، صحیح بات ہے اور اپنی حقیقی معنی میں ہے۔ لقبہا۔ یعنی بیوی نے جو سپیرا کہا۔ ایمن۔ مطمئن۔ عدو۔ سانپ کو اس کے دانتوں کی وجہ سے مارا جاتا ہے۔ زیں علم۔ منتر۔ ایں طمع۔ یعنی میں نے لالچ کو دل سے نکال دیا ہے۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔

2. سر امرود۔ مولانا نے دفتر چہارم میں ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ایک بدکار عورت نے اپنے شوہر کے ساتھ یہ فریب کیا کہ اس کو باغ میں لے گئی اور ایک امرود کے درخت کے نیچے لے جا کر بولی کہ تو نیچے رہ میں اوپر سے امرود دوں گی، شوہر نیچے رہا وہ اوپر سے امرود دینے لگی، پھر تھوڑی دیر بعد شور مچانے لگی کہ تو بدفعلی کیوں کر رہا ہے، مرد حیران ہوا اور انکار کیا تو بولی اچھا تو اوپر چڑھ کر امرود توڑ کر مجھے دے اور خود نیچے اتر آئی، جب وہ امرود توڑ کر دے رہا تھا اس نے اپنے ایک یار کو بلایا اور اس سے زنا میں مصروف ہو گئی۔ شوہر اوپر سے چیخا کہ یہ کیا حرکت ہے تو کہنے لگی کہ کچھ نہیں ہاں یہ اس پیڑ کا اثر ہے کہ جو اس پر چڑھا ہوتا ہے اس کو نیچے کا آدمی بدفعلی کراتا نظر آتا ہے۔ مولانا نے اسی قصہ کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔ بن۔ بوٹا، پودا۔

چونکہ[1] بر گردی و سرگشتہ شوی　　خانہ را گردندہ بینی و آں توئی
جب تو گھومے اور سر چکرانے لگے　　تو گھر کو گھومتا دیکھے گا، حالانکہ گھومنے والا تو ہی ہے

در بیانِ آنکہ جُنبیدنِ ہر کسے از انجاست کہ ویست ہر کسے

اس بیان میں کہ چیز کا حرکت کرتے نظر آنا اس لئے ہے کہ وہ ہر چیز کو

را از چنبرہ وجودِ خود بیند تا بہ کبودِ آفتاب را کبود نماید
اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے یہاں تک کہ نیلے رنگ کے ذریعہ سورج کو نیلا

و سُرخ سُرخ نماید چوں تابہا از رنگ بیروں آید
اور سرخ کے ذریعہ سرخ دکھاتا ہے جب چمک رنگ سے صاف ہو جاتی ہے

و سفید شود از ہمہ تابہائے دیگر راست گوتر باشد
اور سفید ہو جاتی ہے تو تمام دوسری روشنیوں سے زیادہ صحیح دکھانے والی ہوتی ہے

دید احمدؐ را ابوجہل و بگفت　　زِشت نقشی کز بنی ہاشم شگفت
ابوجہل نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا اور کہا　　تو بدصورت ہے جو بنی ہاشم میں پیدا ہوا ہے

گفت احمدؐ مَر وُرا کہ راستی　　راست گفتی گرچہ کار افزاستی
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تو سچا ہے　　تو نے سچ کہا ہے اگرچہ بیہودہ گو ہے

دید صدیقش بگفت اے آفتاب　　اے زِ شرقی نے زِغربی[2] خوش بتاب
حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) نے انکو دیکھا تو کہا اے آفتاب!　　اے وہ کہ جو نہ شرقی ہے نہ مغربی، خوب روشن ہو

گفت احمدؐ راست گفتی اے عزیز　　اے رہیدہ تو ز دنیائے نچیز
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا، اے عزیز! تو نے سچ کہا　　اے وہ! کہ جو ناچیز دنیا سے آزاد ہے

حاضراں گفتند کاے صدرُالورا　　راست گو گفتی تو دو ضد گو را چرا
حاضرین نے کہا، اے سرورِ عالمؐ!　　آپ نے دو متضاد باتیں کہنے والوں کو سچا کیوں کہا؟

گفت من آئینہ اَم مَصقولِ دست　　تُرک و ہندو درمن آں بیند کہ ہست
فرمایا میں ہاتھ کا منجھا ہوا آئینہ ہوں　　ترک اور ہندوستانی مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو وہ خود ہے

ہر کرا آئینہ باشد پیش رُو　　زشت و خوبِ خویش را بیند دِرُو
جس کے منہ کے سامنے آئینہ ہو　　اپنے اچھے اور برے کو اس میں دیکھے گا

اے زن ار طماع می بینی مرا　　زیں تحری زنانہ بَرتَر آ
اے بیوی! اگر تو مجھے لالچی سمجھتی ہے　　تو اس زنانہ اٹکل سے باہر نکل

---

[1] چونکہ۔ جس شخص کا سر گھومتا ہے اس کو ہر چیز گھومتی نظر آتی ہے۔ چنبرہ۔ حلقہ۔ کبود۔ نیلا۔ در بیاں۔ اس عنوان کا خلاصہ یہ ہے کہ اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ ہر انسان اپنے اوپر سے دوسرے کو قیاس کرتا ہے، برے کو سب برے اور اچھے کو اچھے نظر آتے ہیں۔ کار افزاء۔ ضرورت سے زیادہ کام کرنے والا۔ صدیق۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔

[2] نے زغربی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف مشرق والوں کے لئے ہیں نہ مغرب والوں کے لئے بلکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ نچیز۔ ناچیز۔ کاے۔ کہ اے۔ صدر الوریٰ۔ مخلوق کے سردار۔ ضد گو۔ خلاف بولنے والا۔ مصقول۔ منجھا ہوا۔ ترک۔ یعنی گورا۔ ہندو۔ یعنی کالا۔ تحری۔ اٹکل کرنا۔

آں[1] طمع را ماند و رحمت بود
وہ (فقر) لالچ کے مشابہ ہے اور رحمت ہوتا ہے

کو طمع آنجا کہ آں نعمت بود
جہاں یہ نعمت ہو وہاں لالچ کہاں؟

امتحاں کن فقر را روزے دو تو
تو دو دن فقر کو آزما لے

تا بفقر اندر غنا بینی دو تو
تاکہ فقر کے ذریعہ تجھے دوگنی غنا نظر آئے

صبر کن بافقر و بگذار ایں ملال
فقر پر صبر کر لے اور اس رنج کو ترک کر دے

زانکہ در فقرست عز ذوالجلال
کیونکہ فقر میں خداداد عزت ہے

سرکہ مفروش و ہزاراں جاں ببیں
ترش روئی نہ کر اور دیکھ ہزاروں جانیں

از قناعت غرقِ بحر انگبیں
قناعت کی وجہ سے شہد کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہیں

صد ہزاراں جان تلخی کش نگر
تلخی کا برداشت کرنے والی لاکھوں جانوں کو دیکھ

ہمچو گل آغشتہ اندر گل شکر
گلقند میں پھولوں کی طرح لت پت ہیں

اے دریغا مر ترا گنجا بدے
ہائے افسوس! تجھ میں اگر گنجائش ہوتی

تا زجانم شرحِ دل پیدا شدے
تو میری جان سے دل کی شرح ظاہر ہوتی

ایں سخن شیرست در پستانِ جاں
یہ باتیں جان کے پستان میں دودھ ہیں

بے کشندہ خوش نمیگردد رواں
چوسنے والے کے بغیر اچھی طرح جاری نہیں ہوتی ہیں

مستمع چوں تشنہ و جوئندہ شد
سننے والا جب پیاسا اور طلبگار ہو

واعظ ار مُردہ بود گویندہ شد
وعظ کہنے والا اگر مردہ (بھی) ہو تو بولنے لگتا ہے۔

مستمع چوں تازہ آید بے ملال
سننے والا جب تازہ دم اور بے تکان ہو

صد زباں گردد بگفتن گنگ[2] و لال
سینکڑوں گونگی زبانیں بولنے لگتی ہیں

چونکہ نامحرم در آید از درم
جب دروازے سے کوئی نامحرم آتا ہے

پردہ در پنہاں شوند اہل حرم
مستورات پردے میں چھپ جاتی ہیں

ور درآید محرمے دور از گزند
اور اگر کوئی محرم آتا ہے، خدا اس کو سلامت رکھے

برکشایند آں ستیراں روئے بند
تو مستورات نقاب اٹھا دیتی ہیں

ہرچہ را خوب و خوش و زیبا کنند
جس چیز کو اچھا اور عمدہ اور حسین بناتے ہیں

از برائے دیدۂ بینا کنند
دیکھنے والی آنکھ کے لئے بناتے ہیں

کے بود آوازِ چنگ از زیر و بم
سارنگی کی زیر و بم کی آواز کب تک ہوتی ہے؟

از برائے گوشِ بے حس اصم
بہرے، بے حس کان کے لئے

---

1. آں۔ لوگوں کو مسخر کرنا۔ آں نعمت۔ یعنی رحمت خداوندی۔ دوتو۔ دوگنا۔ سرکہ مفروش۔ ترش روئی نہ کر۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ انگبیں۔ شہد۔ آغشتن۔ آلودہ ہونا۔ گل شکر۔ گلقند۔ گنجا۔ گنجائش کا مخفف ہے۔ ایں سخن۔ یعنی اسرار معرفت شیخ پر اسی وقت وارد ہوتے ہیں جب کوئی طالب صادق ہو۔ مردہ بود۔ یعنی شیخ کی طبیعت حاضر نہ بھی ہو تو واردات شروع ہو جاتی ہیں۔

2. گنگ۔ گونگا۔ لال۔ گونگا۔ نامحرم۔ اجنبی، یعنی وہ شخص جو اسرار سننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اہل حرم۔ زنانخانہ، یعنی اسرار معرفت۔ ستیراں۔ مستورات یعنی اسرار معرفت۔ روئے بند۔ نقاب۔ ہرچہ۔ یعنی اسرار اہل معرفت کے لئے ہیں۔ اصم۔ بہرا۔

مشک را حق بیہدہ خوشدم نکرد — بہر شم[1] کرد و پئے اخشم نکرد
اللہ تعالیٰ نے مشک کو خوشبودار بیکار نہیں بنایا — سونگھنے کیلئے بنایا ہے، بے حس ناک والے کیلئے نہیں بنایا

نائے را حق بیہدہ خوشدم نکرد — بہر انس آمد پئے اہرم نکرد
اللہ تعالیٰ نے بانسری کو خوش آواز بیکار نہیں بنایا — انسان کے لئے بنی ہے، شیطان کے لئے نہیں بنی

حق زمین و آسماں بر ساختہ است — درمیاں بس نور و نار افروختہ است
اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بنایا ہے — درمیان میں نور اور نار کو روشن کیا ہے

ایں زمیں را از برائے خاکیاں — آسماں را مسکن اَفلاکیاں
اس زمین کو خاک والوں کے لئے — آسمان کو آسمان والوں کے رہنے کی جگہ (بنایا)

مردِ سفلی دشمن بالا بود — مشتری ہر مکاں پیدا بود
نیچے رہنے والا انسان، اوپر کا مخالف ہوتا ہے — ہر مکان کا خریدار پیدا ہو جاتا ہے

اے ستیرہ ہیچ تو بر خاستی — خویشتن را بہر کور آراستی
اے پردہ نشین! کبھی تو تیار ہوئی ہے — اپنے آپ کو اندھے کے لئے تو نے آراستہ کیا ہے

گر جہاں را پُر درِ مکنوں کنم — روزیِ تو چوں نباشد چوں کنم
اگر میں دنیا کو اچھوتے موتیوں سے بھر دوں — تب بھی تیرا حصہ نہ ہو تو میں کیا کروں؟

ترکِ جنگ و رہزنی اے زن بگو — وَر نمیگوئی بترکِ من بگو
اے بیوی! ڈکیتی اور جنگ ترک کر دے — اگر نہیں چھوڑتی ہے تو مجھے چھوڑ دے

مَر مَرا[2] چہ جائے جنگ نیک و بد — کایں دلم از صلحہا ہم می رمد
نیک و بد کی لڑائی کا میرے لئے کیا موقع ہے؟ — اس لئے کہ میرا دل تو صلح سے بھی بھاگتا ہے

بر سرِ ایں ریشہا نیشم مزن — زخمہا بر جانِ بے خویشم مزن
میرے ان زخموں پر ڈنک نہ مار — میری بے خود جان پر زخم نہ لگا

گر خمش گردی و گرنہ آں کنم — کہ ہمیں دم ترکِ خان و ماں کنم
اگر تو چپ ہوتی ہے (تو خیر) ورنہ میں یہ کروں گا — کہ ابھی گھربار چھوڑ دوں گا

پابرہنہ گشتن بہ است از کفش تنگ — رنج غربت بہ کہ اندر خانہ جنگ
تنگ جوتے سے، پیر کا ننگا ہونا بہتر ہے — خانہ جنگی سے، سفر کی تکلیف بہتر ہے

مُراعات کردن زن شوئے را و استغفار نمودن از گفتۂ خود

عورت کا مرد کی رعایت کرنا اور اپنے کہے ہوئے سے توبہ کرنا

---

[1] شم۔ سونگھنا۔ اخشم۔ جس کی ناک میں حس نہ ہو۔ خوش دم۔ خوش آواز۔ انس۔ انسان۔ اہرم۔ شیطان، دیو۔ نور و نار۔ خیر و شر۔ سفلی۔ نچلے درجہ کا۔ دشمن۔ مخالف۔ مشتری۔ خریدار۔ ستیرہ۔ مستورہ، پردہ نشین۔ کور۔ اندھا۔ درِ مکنوں۔ سیپ میں چھپا ہوا موتی جو نہایت آبدار ہوتا ہے۔

[2] مرا۔ یعنی جنگ و جدل تو درکنار صلح کی بھی میرے دل میں گنجائش نہیں، علائق دنیوی ختم کر چکا ہوں۔ نیش۔ ڈنک۔ بے خویش۔ کمزور، بے طاقت۔ خان و ماں۔ گھربار۔ کفش۔ جوتا۔ غربت۔ مسافرت، بے وطنی۔ مراعات۔ رعایت برتنا۔ استغفار۔ معافی چاہنا۔

زن چو دید اُو را کہ تند و توسن[1] ست
جب عورت نے اس کو دیکھا کہ تند اور تیز ہے
گشت گریاں، گریہ خود دامِ زنست
رونے لگی، رونا تو خود عورت کا جال ہے

گفت از تو کے چنیں پنداشتم
بولی، میں تمہیں ایسا نہ خیال کرتی تھی
از تو من امید دیگر داشتم
تم سے تو مجھے اور ہی توقع تھی

زن در آمد از طریق نیستی
عورت خاکساری سے پیش آئی
گفت من خاکِ شمایم نے ستی
بولی، میں تمہاری خاک ہوں، بیوی نہیں ہوں

جسم و جانم ہر چہ ہستم آنِ تست
میرا جسم اور جان جو کچھ بھی ہے، تیری ملک ہے
حکم و فرماں جملگی فرمانِ تُست
حکم اور فرمان سب تیرا (حق) ہے

گر ز درویشی دلم از صبر جَست
اگر فقیری سے میرا دل اکھڑا
بہر خویشم نیست ایں بہر تو است
یہ اپنے لئے نہیں (بلکہ) تیرے لئے ہے

تو مَرا در دردہا بودی دوا
تو میرے دردوں کی دوا رہا ہے
من نمی خواہم کہ باشی بے نوا
میں نہیں چاہتی کہ تو بے سر و سامان رہے

جانِ تو کز بہر خویشم نیست ایں
تیری جان کی قسم، یہ اپنے لئے نہیں ہے
از برائے تست ایں بانگ و حنیں
یہ رونا اور چیخنا تیرے لئے ہے

خویش من واللہ کہ بہرِ خویش تو
خدا کی قسم میری ہستی تیرے لئے ہے
ہر نفس خواہد کہ میرد پیش تو
وہ ہر وقت چاہتی ہے کہ تجھ پر قربان ہو جائے

کاش جانت کش روانِ من فدے
کاش تیری وہ جان جس پر میری جان فدا ہے
از ضمیر جانِ من واقف شدے
میری جان کے دل کی بات سے واقف ہو جاتی

چوں[2] تو بامن ایں چنیں بودی بظن
جبکہ تیرا گمان میرے ساتھ یہ ہے
ہم زجاں بیزار گشتم ہم زتن
میں جسم و جان سے بیزار ہو گئی ہوں

خاک را بر سیم و زر کردیم چوں
میں نے چاندی، سونے پر خاک ڈالی، جبکہ
تو چنینی بامن اے جانرا سکوں
تیرا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے اے سکونِ دل!

تو کہ در جان و دلم جا می کنی
تو جو کہ میرے دل و جان میں جگہ بنائے ہوئے ہے
زیں قدر از من تبرّا می کنی
مجھ سے اس قدر (اظہار) بیزاری کر رہا ہے

تو تبرّا کُن کہ ہستت دستگاہ
تو بیزار ہو جا، کیونکہ تجھے اختیار ہے
اے تبرّائے تُرا جاں عذر خواہ
اے (وہ کہ) تیری بیزاری سے میری جان معافی چاہتی ہے

---

[1] توسن۔ سین کے فتحہ کے ساتھ، سرکش گھوڑا۔ دام۔ جال۔ دیگر۔ یعنی جو تو نے کہا اس کے خلاف۔ نیستی۔ خاکساری۔ ستی۔ نیک عورت۔ آن۔ ملکیت۔ جملگی۔ تمام۔ بہرِ تو۔ تیرے لئے۔ جانِ تو۔ تیری جان کی قسم۔ حنین۔ رونا۔ خویش من۔ میری ہستی۔ ہر نفس۔ ہر دم۔ کاش۔ تو کہ جس پر میری جان قربان ہے، میرے دل کی بات سے واقف ہو جاتا اور میرے ظاہری الفاظ سے برا نہ مانتا۔

[2] چوں۔ تو نے بدگمانی سے سمجھا کہ میں محض اپنے آرام کے لئے زر کی طالب ہوں لہٰذا میں جینے سے بیزار ہوں۔ تو چنینی۔ یعنی جب تیرا میرے بارے میں یہ خیال ہے۔ تبرا۔ اظہار بیزاری۔ دستگاہ۔ قدرت، قابو۔

یادمی کن آں زمانے را کہ من — چوں صنم[۱] بُودم تو بودی چو شمن

وہ وقت بھی یاد کر لے کہ میں — بت کی طرح تھی اور تو پجاری کی طرح تھا

بندہ بروفقِ تو دل افروخت ست — ہر چہ گوئی پخت گویم سوخت ست

بندی نے تیری موافقت کے لئے دل منور کر لیا ہے — جس کو تو کہے گا پک گیا میں کہوں گی جل گیا ہے

من سپاناخِ تو ام ہر چم پزی — یا بہ ترشی یا بہ شیریں می سزی

میں تیرے لئے پالک کا ساگ ہوں جس چیز میں تو چاہے مجھے پکالے — کھٹائی میں یا مٹھائی میں، تیرے لئے مناسب ہے

کفر گفتم نک بایمان آمدم — پیشِ حکمت از سرِ جاں آمدم

میں نے کفر بکا اب میں ایمان لے آئی ہوں — تیرے حکم کے سامنے جان سے حاضر ہوں

خوئے شاہانہ ترا نشناختم — پیشِ تو گستاخ خر[۲] در تاختم

تیرے شاہانہ مزاج کو میں نہ پہچانی — تیرے سامنے بے باکی سے میں نے سواری ہانکی

چوں زعفو تو چراغے ساختم — توبہ کردم اعتراض انداختم

اب تیرے عفو کو میں نے چراغ بنا لیا — میں نے توبہ کر لی، اعتراض کو چھوڑ دیا

می نہم پیشِ تو شمشیر و کفن — می کشم پیشِ. تو گردن را بزن

میں تیرے سامنے تلوار اور کفن رکھتی ہوں — تیرے سامنے گردن جھکاتی ہوں، مجھے مار ڈال

از فراقِ تلخ می گوئی سخن — ہر چہ خواہی کن و لیکن ایں مکن

تو کڑوے فراق کی بات کرتا ہے۔ — جو چاہے کر، لیکن یہ نہ کر

در تو از من عذر خواہے ہست سِرّ — با تو بے من اُو شفیعے مستمر

میرے بارے میں تجھ میں عذرخواہی کرنیوالی ایک پوشیدہ چیز ہے — جو میری عدم موجودگی میں ہمیشہ تجھ سے سفارش کرنے والی ہے

عذر خواہم در درونت خُلقِ تُست — زاعتمادِ اُو دلِ من جرم جست

میرا عذر خواہ جو تیرے اندر ہے، وہ تیرا اخلاق ہے — اس کے بھروسہ پر میرے دل نے جرم کیا ہے

رحم کن پنہاں زخود اے خشمگیں — اے کہ خُلقت بہ زصد من انگبیں

اے غضب ناک! اپنی طرف سے چپکے سے رحم کر دے — اے وہ کہ تیرا خلق سو من شہد سے بہتر ہے

زیں نسق می گفت با لطف و کشاد — درمیانِ گریہ بر رُو او فتاد

اس طور پر نرمی سے اور دل کھول کر وہ کہہ رہی تھی — روتے روتے منہ کے بل گر پڑی

گریہ چوں از حد گزشت و ہائے ہائے — از حنینش مرد رَا شد دل ز جائے

جب اس کا رونا اور ہائے ہائے کرنا حد سے بڑھ گیا — اس کے رونے سے مرد کا دل پگھل گیا

چوں قرارش ماند و صبرش بجائے — زانکہ بے گریہ بد اُو خود دلربائے

اس کا صبر و قرار کس طرح باقی رہتا — اس لئے کہ وہ تو روئے بغیر (ہی) دلربا تھی

---

۱ صنم۔ بت۔ شمن۔ شین اور میم کے فتحہ کے ساتھ، بت پرست۔ ہر چہ۔ یعنی تجھ سے ایک قدم آگے بڑھ کر تائید کروں گی۔ سپاناخ۔ پالک کا ساگ۔ ہر چم۔ بہر چہ مرا۔ پزی۔ پختن، بمعنی پکانا کا مضارع مخاطب ہے۔ می سزی۔ ترا سزاوار است۔

۲ خر۔ گدھا، سواری۔ تاختن۔ دوڑانا۔ چراغ۔ یعنی مشعل راہ۔ ایں مکن۔ جدائی نہ کر۔ سِرّ۔ باطن۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ شفیع۔ سفارشی۔ خلق۔ اخلاقِ حسنہ۔ انگبیں۔ شہد۔ نسق۔ طرز، طریق۔ کشاد۔ کشائش دل۔ حنین۔ رونا۔ دل از جا شدن۔ رحم آنا۔ شرار۔ چنگاری۔

ازاں باراں یکے برقے پدید
اس بارش سے ایک بجلی چمکی
زو شرارے بردلِ مردے جہید
اور اس کی ایک چنگاری مرد کے دل پر آگری

زانکه بندہ[1] روئے خوبش بود مرد
اس لئے کہ مرد اس کے حسین چہرہ کا غلام تھا
چوں بود چوں بندگی آزاد کرد
کیا ہوگا جب آزاد غلامی کرنے لگے؟

آنکه از کبرش دلت لرزاں بود
وہ جس کے تکبر سے تیرا دل لرزتا ہو
چوں شوی چوں پیشِ تو گریاں شود
تیرا کیا حال ہوگا اگر وہ تیرے سامنے رونے لگے

آنکه از نازش دل و جاں خود بود
وہ جس کے ناز سے دل اور جان خون ہوں
چونکه آید در نیاز اُو چوں بود
جب وہ نیازمندی کرنے لگے تو کیا ہوگا؟

آنکه در جور و جفائش دامِ ماست
وہ جو ظلم و ستم میں ہمارے لئے جال ہے
عذرِ ماچہ بود چو اُو در عذر خاست
اگر وہ عذر خواہی کرنے لگے تو ہمارا کیا عذر ہوگا؟

آنکه جز خونریزیش کارے نبود
وہ جس کا خونریزی کے علاوہ کوئی کام نہ تھا
چوں نہد گردن زہے سودا و سود
جب وہ گردن جھکا دے تو کتنا اچھا سودا اور نفع ہے

آنکه جز گردن کشی ناید ازو
وہ جس کو تکبر کے سوا کچھ نہ آتا ہو
خوش درآید با تو چوں باشد بگو
تجھ سے اچھی طرح پیش آئے تو بتا کیا ہوگا؟

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حق آراستہ است
"زُیِّنَ لِلنَّاس" کو خدا نے آراستہ کیا ہے
زانکه حق آراست چوں تا نند رست
جس کو خدا نے آراستہ کیا ہے اس سے چھٹکارا کیسے ہوسکتا ہے؟

چوں پئے یَسْکُنَ اِلَیْهَاش[2] آفرید
جب اس کو "یَسْکُنَ اِلَیْهَا" کے لئے پیدا فرمایا ہے
کے تواند آدمؑ از حوا برید
تو آدم علیہ السلام، حوا سے کیسے جدا ہو سکتے ہیں؟

رستم زال ار بود و ز حمزہ بیش
اگر رستم زال ہو اور (حضرت) حمزہؓ سے بھی بڑھا ہوا
ہست در فرماں اسیر زالِ خویش
وہ اپنی بوڑھی (بیوی) کے حکم کا قیدی ہے

آنکه عالم مست گفتش آمدے
وہ ذات جس کی گفتگو سے عالم مست ہو جاتا
کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَا میزدے
فرماتی تھی کہ اے حمیرا! مجھ سے بات کر

آب غالب شد بر آتش از نہیب
برائی کی وجہ سے پانی آگ پر غالب ہے
آتشش جوشد چو باشد در حجیب
پردے میں ہو تو وہ آگ سے جوش کھانے لگتا ہے

---

1. بندہ۔ غلام۔ بندگی۔ غلامی۔ آزاد۔ یعنی محبوب جو آزاد آقا کی طرح ہوتا ہے۔ نیاز۔ عاجزی۔ آنکہ در جور۔ محبوب کا جور و جفا عاشق کا حال ہے تو معشوق کی عذر خواہی کے بعد عاشق کا کیا حال ہوگا۔ زہے سودا۔ یعنی جب معشوق فرمانبرداری کرنے لگے تو پھر سبحان اللہ۔ زُیِّنَ۔ قرآن پاک کی آیت ہے زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ الخ لوگوں کو مرغوب چیزوں یعنی بیویوں کی دل بستگی بھلی معلوم ہوتی ہے۔
2. یَسْکُنَ اِلَیْهَا۔ وہ اس سے سکون حاصل کرلے، حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ حوا کو اس لئے پیدا کیا تا کہ آدم علیہ السلام اس سے سکون حاصل کریں۔ رستم زال۔ یعنی زال کا بیٹا رستم۔ زال۔ بوڑھی، یہاں بیوی مراد ہے۔ حمزہ۔ ایک مشہور پہلوان بھی ہے اور آنحضور ﷺ کے سب سے چھوٹے چچا کا نام بھی جن کی شجاعت ضرب المثل ہے۔ حمیرا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ نہیب۔ عظمت، رعب۔

چونکہ دیگے حائل[1] آمد ہر دو را — نیست کرد آں آب را کردش ہوا
جب دیگ دونوں میں حائل ہو گئی — اس (آگ) نے پانی کو معدوم کر دیا اس کو ہوا بنا دیا

ظاہراً بر زن چو آب ار غالبی — باطناً مغلوب و زن را طالبی
اگرچہ بظاہر تو عورت پر پانی کی طرح غالب ہے — درپردہ تو مغلوب اور عورت کا شیدائی ہے

ایں چنیں خاصیتے در آدمی ست — مہر حیواں را کم ست آں از کمی ست
یہ انسان کی خصوصیت ہے — حیوان میں محبت کم ہے، یہ نقصان کی وجہ سے ہے

در بیانِ حدیث اِنَّھُنَّ یَغْلِبْنَ الْعَاقِلَ وَ یَغْلِبُھُنَّ الْجَاھِلُ

اس حدیث کے بیان میں کہ بے شک وہ عورتیں عقلمند پر غالب ہیں اور جاہل ان پر غالب ہے

گفت پیغمبرؐ کہ زن بر عاقلاں — غالب آید سخت بر صاحبدلاں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عورت عقلمندوں — اور صاحب دلوں پر بہت غالب ہے

باز برزن جاہلاں چیرہ شوند — زانکہ ایشاں تند و بس خیرہ روند
پھر جاہل لوگ عورت پر غالب ہو جاتے ہیں — کیونکہ وہ بدمزاجی اور اکھڑ پن سے چلتے ہیں

کم بود شاں رِقت و لطف و وِداد[2] — زانکہ حیوانی ست غالب بر نہاد
ان میں نرمی، مہربانی اور محبت کم ہوتی ہے — کیونکہ ان کی طبیعت پر حیوانیت غالب ہے

مہر و رقت وصف انسانی بود — خشم و شہوت وصف حیوانی بود
محبت اور نرمی انسانی وصف ہوتا ہے — غصہ اور شہوت حیوانی وصف ہوتا ہے

پرتو حق ست آں معشوق نیست — خالق ست آں گوئیا مخلوق نیست
وہ اللہ (تعالیٰ) کا عکس ہے، معشوق نہیں ہے — گویا وہ خالق ہے، مخلوق نہیں ہے

تسلیم کردن مرد خود را بانچہ التماسِ زن بود از

مرد کا عورت کی درخواست کو قبول کرنا جو روزگار کے بارے میں

طلب معیشت و آں اعتراض را اشارۂ حق دانستن

تھی اور اس اعتراض کو اللہ کا اشارہ جاننا

بنزدِ عقل ہر دانندۂ ہست — کہ باگردندہ گردانندۂ ہست
ہر عقلمند کے نزدیک یہ (مسلم) ہے — کہ گھومنے والے کے ساتھ گھمانے والا ہے

ازاں چرخہ کہ گرداند زنِ پیر — قیاسِ چرخِ گرداں را ہمی گیر
اس چرخ کی طرح جس کو بوڑھی گھما رہی ہو — گھومنے والے آسمان کو قیاس کر لو

مرد ازاں گفتن پشیماں شد چناں — کز عوانی ساعت مُردن عواں
مرد اس گفتگو سے ایسا شرمندہ ہوا — جیسے ظالم مرتے وقت ظلم سے

---

1. حائل۔ آڑ۔ ہردو۔ آگ پانی۔ باطناً۔ چونکہ تعلق خاطر ہے۔ خاصیتے۔ یعنی انس ومحبت انسان کا خاصہ ہے۔ از کمی۔ یعنی حیوان کی خلقت انسان سے ناقص ہے۔ حدیث۔ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی مشہور کتابوں میں نہیں ہے۔ تند۔ بدمزاج۔ خیرہ۔ بے ہودہ۔ رقت۔ دل کی نرمی۔
2. وداد۔ محبت۔ پرتو۔ روشنی عکس، شعاع۔ خالق۔ عورت، مرد کو جنم دیتی ہے اور تربیت کرتی ہے۔ التماس۔ درخواست کرنا۔ معیشت۔ روزگار۔ چرخ گرداں۔ آسمان۔ عواں۔ عین کا فتحہ اور واؤ کا تشدید ہے لیکن یہاں بلا تشدید پڑھا جائے، ظالم، سخت گیر۔ عوانی میں یاء مصدری ہے۔

گفت خصم[1] جانِ جاں چوں آمدم
بولا، جانِ جاں کا میں مدمقابل کیوں بنا؟
بر سرِ جاں من لکد با چوں زدم
میں نے اپنی جان سے بدسلوکی کیوں کی؟

چوں قضا آید نماند فہم و رائے
جب قضا آتی ہے عقل اور سمجھ نہیں رہتی ہے
کس نمی داند قضا را جز خدائے
خدا کے علاوہ قضا کو کوئی نہیں جانتا ہے

چوں قضا آید فرو پوشد بصر
جب قضا آتی ہے آنکھیں بند کر دیتی ہے
تا نداند عقل ما پا را ز سر
تاکہ ہماری عقل سر پیر کو نہ سمجھ سکے

زاں امامُ المتقیں داد ایں خبر
اسی لئے متقیوں کے امام نے یہ خبر دی ہے
گفت اِذَا جَاءَ الْقَضَاءُ عَمِیَ الْبَصَرُ
فرمایا "جب قضا آتی ہے آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں"

چوں قضا بگذشت خود را می خورد
جب قضا گذر جاتی ہے انسان اپنے آپ کو کاٹتا ہے
پردہ بدریدہ گریباں می درد
پردہ چاک کر کے گریبان چاک کرتا ہے

مرد گفت اے زن پشیماں می شوم
مرد نے کہا اے بیوی میں شرمندہ ہوں
گر بدم کافر مسلماں می شوم
اگر میں کافر تھا تو مسلمان ہوتا ہوں

من گنہگارم تو ام رحمے بکن
میں خطاوار ہوں، تو مجھ پر رحم کر
برمکن یکبارگیم از بیخ و بن
ایک بارگی میری بیخ کنی نہ کر

کافر پیر ار پشیماں می شود
بوڑھا کافر اگر شرمندہ ہوتا ہے
چونکہ عذر آرد مسلماں می شود
جب عذر کرتا ہے تو مسلمان ہو جاتا ہے

من گنہگارم تو ام رحمے بکن
میں خطاوار ہوں تو مجھ پر رحم کر
عذرِ من بپذیر و بشنو ایں سخن
میرا عذر قبول کر لے اور یہ بات سن

حضرتِ پُر رحمت ست و پُر کرم
رحمت اور کرم سے بھرا دربار ہے
عاشق او ہم وجود و ہم عدم
وجود اور عدم (دونوں) اس کے عاشق ہیں

کفر و ایماں عاشق آں کبریا
کفر اور ایمان اس کبریا کے عاشق ہیں
مس و نقرہ بندۂ آں کیمیا
تانبا اور چاندی اس کیمیا کے غلام ہیں

در بیانِ آنکہ موسیٰؑ وفرعون ہر دو مسخر یک تمشیت اند چنانکہ

اس بیان میں کہ موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون دونوں ایک ہی مشیت کے تابع ہیں

زہر و پازہر و ظلمت و نور و خلوتِ فرعون با حق تعالیٰ

جیسا کہ زہر اور تریاق اور تاریکی اور روشنی اور فرعون کی اللہ تعالیٰ سے خلوت

موسیٰ و فرعون معنے را رہی
موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون ایک حقیقت کے تابع ہیں
ظاہر آں رہ دارد و ایں بے رہی
بظاہر وہ راستہ پر ہے اور یہ بے راہ

[1] خصم۔ دشمن، مخالف۔ جانِ جاں۔ محبوب۔ لکد۔ لاتیں مارنا، بدسلوکی کرنا۔ امام المتقین۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہ۔ می خورد۔ یعنی افسوس میں ہاتھوں کو کاٹتا ہے۔ پردہ۔ یعنی غفلت کا پردہ۔ مکن۔ کندن بمعنی اکھاڑنا سے نہی کا صیغہ ہے۔ حضرت۔ یعنی دربار خداوندی۔ وجود۔ یعنی وجود اور عدم دونوں اسکے حکم کے تابع ہیں۔ مس۔ تانبا۔ مسخر۔ تابع۔ تمشیت۔ مشیت خداوندی۔ پازہر۔ تریاق۔ رہی۔ غلام۔ بے رہی۔ گمراہی یعنی نکوکار اور خطاکار دونوں اپنے اختیار کے ساتھ تابع فرمان ہیں۔

روز موسیٰؑ پیشِ حق نالاں شدہ — نیم شب فرعون ہم گریاں شدہ
موسیٰ (علیہ السلام) دن میں (بھی) اللہ کے سامنے روتے تھے — آدھی رات کو فرعون بھی رویا

کایں[1] چہ غلّ ست اے خدا بر گردنم — ورنہ غل باشد کہ گوید می منم
کہ اے خدا! میری گردن میں یہ کیسا طوق ہے؟ — اگر طوق نہ ہو تو "میں میں ہوں" کون کہے؟

زانکہ موسیٰؑ را تو مہ رو کردۂ — ماہِ جانم را سیہ رُو کردۂ
جس سے تو نے موسیٰ (علیہ السلام) کو چاند کی شکل کر دیا ہے — میری جان کے چاند کو سیہ رُو کر دیا ہے

زانکہ موسیٰؑ رُا منوّر کردۂ — مرمرا زاں ہم مکدّر کردۂ
جس سے تو نے موسیٰ (علیہ السلام) کو روشن کر دیا ہے — اسی سے مجھے غبار آلود کر دیا ہے

بہتر از ماہے نمود استارہ ام — چوں خسوف آمد چہ باشد چارہ ام
میرا ستارہ چاند سے بہتر معلوم ہوتا تھا — جب گرہن لگ گیا، میں کیا کروں؟

نوبتم گر ربّ و سلطاں می زنند — مہ گرفت و خلق پنگاں می زنند
اگر لوگ میرے رب اور سلطان ہونے کا ڈنکا بجاتے ہیں — تو چاند گرہن میں آ گیا، لوگ تھالی بجاتے ہیں

میزنند آں طاس و غوغا می کنند — ماہ را زاں زخمہ رُسوا می کنند
لوگ طشت بجاتے ہیں اور شور مچاتے ہیں — چاند کو اس ڈنکے سے رسوا کرتے ہیں

من کہ فرعونم[2] ز خلق اے وائے من — زخم طاس آں ربی الاعلائے من
میں جو کہ فرعون ہوں، ہائے افسوس مخلوق کی جانب سے — ڈنکے کی چوٹ میرے "ربی الاعلیٰ" پر

خواجہ تاشانیم امّا تیشہ ات — می شگافد شاخ را در بیشہ ات
ہم ایک آقا کے غلام ہیں لیکن تیرا کلہاڑا — تیرے جنگل میں شاخ میں شگاف لگاتا ہے

باز شاخے را مُوَصّل می کند — شاخِ دیگر را معطل می کند
پھر ایک شاخ پر پیوند چڑھا دیتا ہے — اور دوسری شاخ کو بیکار کر دیتا ہے

شاخ را بر تیشہ دستے ہست، نے — ہیچ شاخ از دست تیشہ رست، نے
شاخ کو کلہاڑے پر قابو ہے، نہیں — کوئی شاخ کلہاڑے سے بچی، نہیں

حق آں قدرت کہ آں تیشہ تُراست — از کرم کن ایں کژیہارا تو راست
اس قدرت کے طفیل جو کہ تیرا کلہاڑا ہے — کرم کر کے ان کجیوں کو تو سیدھا کر دے

---

[1] کایں۔ کہ ایں۔ غل۔ طوق، یعنی انانیت کا طوق۔ من منم۔ یعنی انانیت کا دعویٰ۔ مہ رو۔ چاند کی سی شکل والا۔ مکدر۔ میلا۔ استارہ۔ ستارہ، الف زیادہ ہے۔ خسوف۔ چاند گرہن۔ نوبت زدن۔ نقارہ پیٹنا۔ مہ گرفت۔ چاند گرہن میں ہے۔ پنگاں۔ تھالی، بعض قومیں چاند گرہن کے وقت تھالیاں بجاتی اور ڈھول پیٹتی ہیں تا کہ چاند گرہن سے نکل جائے۔ طاس۔ طشلہ۔ غوغا۔ شور وغل۔ زخمہ۔ وہ چھلا جو انگلی میں پہن کر ستار بجایا جاتا ہے، مضراب۔

[2] فرعون۔ شاہانِ مصر کا لقب تھا، حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام مصعب بن ولید تھا لہٰذا فرعون سے مراد شاہِ مصر ہے۔ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں، یہ فرعون کا مقولہ ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام ہوں تو ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلائے گا۔ تیشہ۔ طبر، کلہاڑا۔ بیشہ۔ جنگل۔ موصل۔ پیوند۔ نے۔ یعنی شاخ کا کلہاڑے پر کوئی بس نہیں ہے۔ حق۔ یعنی بحق آں قدرت۔ کژی۔ کجی۔ راست۔ سیدھا۔

باز با خود گفتہ فرعون اے عجب — من نہ در یَارَبَّنَا[1] ام جملہ شب

پھر فرعون اپنے دل میں کہتا، ہائے تعجب — کیا میں تمام رات یَا رَبَّنَا میں نہیں ہوتا ہوں؟

در نہاں خاکی و موزوں می شوم — چوں بموسیٰؑ می رسم چوں می شوم

تنہائی میں متواضع اور معتدل ہو جاتا ہوں — جب موسیٰؑ کے سامنے پہنچتا ہوں، کیسا ہو جاتا ہوں؟

رنگ زرِ قلب دہ تو می شود — پیشِ آتش چوں سیہ رُو می شود

کھوٹے سونے کا رنگ دس گنا ہوتا ہے — آگ کے سامنے کیسا کالا منہ ہو جاتا ہے

نے کہ قلب و قالبم در حکم اُوست — لحظۂ مغزم کند یک لحظہ پوست

کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارا قلب اور جسم اس کے تابع ہے؟ — ایک لحظہ میں ہمیں گودا بنا دیتا ہے ایک لحظہ میں چھلکا

لحظۂ ماہم کند، لحظہ سیاہ — خود چہ باشد کارِ ایں غیر الٰہ

ایک لحظہ میں ہمیں چاند بنا دیتا ہے، ایک لحظہ میں کالا — خدا کے علاوہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟

سبز گردم چونکہ گوید کشت باش — زرد گردم چونکہ گوید زِشت باش

جب وہ کہے "کھیتی بن جا" میں سبز ہو جاؤں — جب وہ کہے بدصورت بن جا، میں زرد ہو جاؤں

پیش چوگانہائے حکم کن فکاں — میدویم اندر مکان و لامکاں

"کُنْ فَکَانَ" کے حکم کے بلے کے آگے — ہم مکان اور لامکان میں دوڑ رہے ہیں

چونکہ بے رنگے[2] اسیر رنگ شد — موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد

جب بے رنگ، رنگ کا پابند ہو گیا — ایک موسیٰ کا دوسرے موسیٰ سے اختلاف ہو گیا

چوں بہ بیرنگی شدی کاں داشتی — موسیٰؑ و فرعون دارند آشتی

جب تو اس بے رنگی میں آ جائے جو تو رکھتا تھا — (معلوم ہوگا) کہ موسیٰؑ اور فرعون (باہمی) صلح رکھتے ہیں

گر تُرا آید بریں گفتہ سوال — رنگ کے خالی بود از قیل و قال

اگر تو میری اس گفتگو پر سوال کرے — رنگ قیل و قال سے کب خالی ہو سکتا ہے؟

اے عجب کایں رنگ از بیرنگ خاست — رنگ با بیرنگ چوں در جنگ خاست

تعجب ہے، یہ رنگ بے رنگ سے پیدا ہوا — رنگ بے رنگ سے کیوں مختلف ہوا؟

اصل روغن ز آب افزوں می شود — عاقبت با آبِ ضد چوں می شود

تیل کا بیج، پانی سے بڑھتا ہے — انجام کار، پانی کے مخالف کیوں ہوتا ہے؟

---

1. یار بنا۔ اے ہمارے پروردگار یعنی تمام رات خدا کو پکارتا ہوں۔ خاکی۔ منکسر المزاج۔ موزوں۔ معتدل۔ رنگ۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون کی عادتیں ملمع شدہ تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آتش کے سامنے ان کا سنہرا رنگ سیاہ پڑ جاتا تھا۔ کہ۔ بلکہ۔ قلب۔ روح۔ قالب۔ جسم، فرعون کی بات کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ سب مشیت کے تابع ہیں، وہ جس کے ساتھ جو معاملہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ ماہم کند۔ مرا ماہ کند۔ کشت۔ کھیتی۔ زشت۔ برا۔ کن فکان۔ ہو جا، پس ہو گیا، قرآن پاک میں ہے جب خدا کسی بات کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو حکم دیتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔

2. بے رنگ۔ وجود مطلق۔ اسیر رنگ۔ یعنی وجود مطلق جب تعین کی قید میں آتا ہے اور وہ وجود صفت امکاں کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے۔ موسیٰ۔ یہاں مراد مطلقاً نبی ہے۔ دارند آشتی۔ یعنی جو کچھ اختلافات ہیں، وہ تعینات کی وجہ سے ہیں، وجود مطلق کا تقاضہ آشتی اور صلح ہے۔ قیل و قال۔ یعنی اختلافات۔ اے عجب۔ یعنی جب وجود مطلق ہی کے سب تعینات ہیں تو وجود مطلق کے خواص ممکنات میں کیسے بدل گئے۔ اصل۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ تلمن پانی سے نشو و نما پاتی ہے لیکن پانی اور تیل میں بیر ہے۔

چونکہ روغن راز آب اسرشتہ اند
آب با روغن چرا ضد گشتہ اند
جب کہ تیل کو پانی سے تیار کیا ہے
تو پانی اور تیل میں کیوں تضاد ہے؟

چوں گل[1] از خارست و خار از گل چرا
ہر دو در جنگ اند و اندر ماجرا
جب پھول کانٹے سے اور کانٹا پھول سے ہے، کیوں؟
دونوں جنگ میں (مبتلا) ہیں اور بحث وتمحیص میں؟

یا نہ جنگ ست ایں برائے حکمت ست
ہمچو جنگ خر فروشاں صنعت ست
یا یہ جنگ نہیں ہے، بلکہ مصلحت کے لئے ہے
دلالوں کی جنگ کی طرح مصنوعی ہے

یا نہ این ست و نہ آں حیرانی ست
گنج باید گنج در ویرانی ست
یا نہ یہ ہے اور نہ وہ، حیرانی ہے
خزانہ چاہئے، (اور) خزانہ ویرانی میں ہے

آنچہ تو گنجش توہّم می کنی
زاں توہّم گنج را گم می کنی
جس کو تو خزانہ سمجھ رہا ہے
اس وہم سے تو خزانہ گم کر رہا ہے

چوں عمارت داں تو وہم و رایہائے
گنج نبود در عمارت جایہائے
وہم اور تدبیر کو تو آبادی کی طرح سمجھ
آبادیوں میں خزانہ نہیں ہوتا ہے

در عمارت ہستی و جنگے بُود
نیست را از ہستہا ننگے بود
عمارت میں ہستی اور اختلاف ہوتا ہے
فانی کو ہستیوں سے نفرت ہوتی ہے

نے کہ ہست از نیستی فریاد کرد[2]
بلکہ نیست آں ہست را وا داد کرد
(یہ بات) نہیں ہے کہ ہست نے نیستی سے نفرت کی
بلکہ نیست نے اُس ہست کو رد کر دیا ہے

تو مگو کہ من گریزانم زنیست
بلکہ اُو از تو گریزانست بایست
تو یہ نہ کہہ کہ میں نیست سے گریز کرتا ہوں
بلکہ وہ تجھ سے گریز کرتا ہے، ٹھہر

ظاہراً میخواندت اُو سوئے خود
وز دروں می راندت با چوبِ رد
بظاہر وہ تجھے اپنی طرف بلاتا ہے
(لیکن) باطن میں تجھے ہکانے کی لکڑی سے بھگاتا ہے

قومے اندر آتش سوزاں چو ورد
قومے اندر گلستاں با رنج و درد
ایک قوم جلانے والی آگ میں پھولوں کی طرح ہے
(اور) ایک قوم باغ میں رنج اور درد میں ہے

نعلہائے باژ گونہ است اے سلیم
نفرتِ فرعون را داں از کلیم
اے سلیم! یہ الٹے نعل ہیں
فرعون کی نفرت کو موسیٰ (علیہ السلام) کی جانب سے سمجھ

---

1. چوں گل۔ یہ دوسرا جواب ہے یعنی گل اور خار دونوں کا نشو ونما ایک درخت سے ہے پھر بھی دونوں میں تضاد ہے۔ یا نہ جنگ۔ تیسری بات یہ ہے کہ ان میں حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ مصلحت کی وجہ سے بناوٹی اختلاف ہے۔ حیرانی۔ ادراک اور احساس کا تعطل۔ گنج۔ خزانہ، یہاں استغراق فی الحق مراد ہے۔ ویرانی۔ حیرت، مجاہدہ۔ گنجش۔ گنج سے مراد دنیوی لذتیں ہیں۔ عمارت۔ آبادی یعنی وہم اور خیالات آبادی کی طرح ہیں، خزانہ ویرانہ میں ملتا ہے، آبادی میں نہیں ہوتا۔ نیست۔ یعنی فانی فی اللہ۔ ہست ہا۔ یعنی دنیادار، مدعیانِ ہستی۔

2. فریاد کردن۔ شاکی ہونا، نفرت کرنا۔ واداد۔ واپس۔ نیست۔ صاحب فنا۔ راندن۔ ہانکنا، ہٹانا۔ چوب رد۔ وہ ڈنڈا جو بلی کتے کو بھگانے کے لئے بنا لیا جاتا ہے۔ قومے۔ یعنی اہل اللہ۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔ نعلہائے باژگو۔ چور جوتوں میں الٹے نعل جڑوا لیتے ہیں تاکہ کھوجی ان کی آمد کو رفت سمجھ لے۔ یعنی دراصل تو اہل اللہ کو اہل دنیا سے نفرت ہوتی ہے لیکن نظر یہ آتا ہے کہ دنیادار ان کو ذلیل سمجھ رہے ہیں۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ۔

سبب حرمانِ اشقیا از دو جہاں کہ خَسِرَ الدُّنیَا وَ الْاٰخِرَۃ

بدبخت لوگوں کے دو جہاں سے محروم رہنے کا سبب جنہوں نے دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھایا

آں حکیمک[1] اعتقادے کردہ است
اس فلسفی نے اعتقاد کیا ہے
کآسماں بیضہ زمیں چوں زردہ است
کہ آسمان انڈے کی طرح اور زمین زردی کی طرح ہے

گفت سائل چوں بماند ایں خاکداں
سوال کرنیوالے نے کہا کہ یہ زمین کس طرح ٹھہری ہوئی ہے؟
درمیانِ ایں محیط آسماں
اس احاطہ کرنے والے آسمان کے درمیان میں

ہمچو قندیلے مُعلّق در ہوا
ہوا میں ایک مُعلّق قندیل کی طرح
نے بر اسفل می رود نے بر علا
(جو) نہ نیچے جاتی ہے نہ اوپر

آں حکیمش گفت کز جذبِ سما
اس فلسفی نے کہا کہ آسمان کی کشش ہے
از جہاتِ شش بماند اندر ہوا
شش جہات سے، ہوا میں ہے

چوں ز مقناطیس قبّہ ریختہ
جیسے مقناطیس سے ڈھلا ہوا قبہ
درمیاں ماند آہنے آویختہ
لٹکا ہوا لوہا (اس کے) درمیان رہتا ہے

آں دِگر گفت آسمانِ با صفا
دوسرے نے کہا مصفّٰی آسمان
کے کشد در خود زمینِ تیرہ را
تاریک زمین کو اپنی طرف کب کھینچے گا؟

بلکہ دفعش می کند از شش جہات
بلکہ اس کو چھ جانبوں سے دفع کرتا ہے
تا بماند درمیانِ عاصفات[2]
تاکہ تیز ہواؤں کے درمیان میں رہے

پس ز دفعِ خاطرِ اہلِ کمال
اہل کمال کی طبیعت کے دفع کرنے کی وجہ سے
جانِ فرعوناں بماند اندر ضلال
فرعونوں کی جان گمراہی میں پڑی رہی

پس ز دفعِ ایں جہان و آں جہاں
پس اس جہان اور اس جہان کے دفع کرنے کی وجہ سے
ماندہ اند ایں بیرہاں بے این و آں
یہ گمراہ بغیر اس کے اور بغیر اس کے رہے

سرکشی از بندگانِ ذوالجلال
اللہ کے بندوں سے تو سرکشی اس لئے کرتا ہے
زانکہ دارند از وجودِ تو ملال
کیونکہ وہ تیرے وجود سے رنجیدہ ہیں

کہربا دارند و چوں پیدا کنند
ان کے پاس کہربا ہے جب وہ اس کو ظاہر کرتے ہیں
کاہِ ہستی تُرا شیدا کنند
تیرے وجود کے تنکے کو عاشق بنا لیتے ہیں

کہربائے خویش چوں پنہاں کنند
اپنے کہربا کو جب وہ چھپا لیتے ہیں
زود تسلیم تُرا طغیاں کنند
فوراً تیری اطاعت کو سرکشی بنا دیتے ہیں

1. حکیمک۔ فلسفی، کاف تصغیر کا ہے۔ زردہ۔ انڈے کی زردی۔ خاکداں۔ زمین۔ محیط۔ احاطہ کرنے والا۔ معلق۔ لٹکا ہوا۔ اسفل۔ نیچے کی چیز۔ علا۔ بلندی۔ جذب۔ کشش۔ سما۔ آسمان۔ شش جہات۔ دایاں بایاں، اوپر نیچے، آگا پیچھا۔ مقناطیس۔ میم اور طاء کا کسرہ ہے، ایک پتھر ہے جو لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ قبہ۔ گنبد۔ ریختہ۔ ڈھلا ہوا۔ باصفا۔ صاف وشفاف۔ تیرہ۔ غبار آلود۔ دفع۔ دور کرنا۔ شش جہات۔ چھ طرفین۔

2. عاصفات۔ عاصفہ کی جمع، تیز ہوا۔ خاطر۔ قلب۔ اہل کمال۔ یعنی اولیاء اللہ۔ ضلال۔ گمراہی۔ ایں جہاں۔ دنیا۔ آں جہاں۔ آخرت۔ بیرہاں۔ گمراہان۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ ملال۔ رنج۔ کہربا۔ کاہ ربا، وہ پتھر جو تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ کاہ۔ تنکا۔ تسلیم۔ مان لینا۔ طغیان۔ سرکشی، انکار۔

آنچناں کہ مرتبہ حیوانی ست　　کو اسیر[1] و سغبہ انسانی ست
جس طرح حیوانی مرتبہ ہے　　کہ وہ انسان کا قیدی اور فرمانبردار ہے

مرتبہ انساں بدست اولیا　　سغبہ چوں حیواں شناسش اے کیا
انسان کا مرتبہ اولیاء کے ہاتھ میں ہے　　حیوان کی طرح فرمانبردار سمجھ، اے عقلمند!

بندۂ خود خواند احمدؐ در رشاد　　جملہ عالم را بخواں قُلْ یَا عِبَادْ
قرآن میں احمد (ﷺ) نے اپنا بندہ کہہ کر پکارا ہے　　تمام جہان کو "قُلْ یَا عِبَادْ" پڑھ لے

عقل تو ہمچوں شُترباں تو شُتر　　می کشاند ہر طرف در حکم مُر
تو اونٹ ہے اور عقل شتربان کی طرح ہے　　سخت حکم سے ہر طرف کھینچتی ہے

عقل عقلہا اولیاء و عقلہا　　بر مثالِ اشتراں تا انتہا
اولیاء عقل کی عقل ہیں اور عقلیں　　آخر تک اونٹوں کی طرح ہیں

اندر ایشاں بنگر آخر ز اعتبار　　یک قلاوزست و جانِ صد ہزار
ان کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ　　ایک رہنما ہے اور لاکھوں جانیں ہیں

چہ قلاوز و چہ اشترباں بیاب　　دیدۂ کاں دیدہ بیند آفتاب
رہنما کیا اور شتربان کیا، حاصل کر　　وہ آنکھ جو آنکھ آفتاب کو دیکھ سکے

نک جہاں در شب بماندہ میخ دوز　　منتظر[2] موقوفِ خورشیدست و روز
یہ دنیا تاریکی میں ہے، بیکار　　منتظر اور سورج اور دن پر موقوف ہے

اینت خورشیدے نہاں در ذرّۂ　　شیر نر در پوستین برّۂ
حیرت، ذرہ میں سورج پوشیدہ ہے　　بکری کے بچہ کی کھال میں شیر نر ہے

اینت دریائے نہاں در زیر کاہ　　پا بر ایں کہ ہیں منہ با اشتباہ
حیرت، گھاس کے نیچے چھپا دریا ہے　　خبردار شبہ میں اس گھاس پر پاؤں نہ رکھنا

اشتباہے و گمانے در دروں　　رحمت حق ست بہر رہنموں
باطن میں حسن ظن اور گمان　　رہنمائی کے لئے اللہ کی رحمت ہے

ہر پیمبر فرد آمد در جہاں　　فرد بود و صد جہانش در نہاں
ہر پیغمبر دنیا میں تنہا آیا　　تنہا تھا اور اس میں سو جہان چھپے ہوئے تھے

---

1. اسیر۔ قیدی۔ سغبہ۔ سین کے فتح کے ساتھ، مطیع، مغلوب، فریفتہ۔ قل یا عبادی۔ کہہ دو اے میرے بندو، عام مفسرین یا عبادی کو اللہ کا مقولہ قرار دیتے ہیں لیکن مولانا نے یہاں جو تفسیر کی ہے اس کے اعتبار سے یا عبادی کو آنحضور کا مقولہ بتایا ہے۔ مر۔ کڑوا، سخت۔ عقل۔ عقلمند یعنی اولیاء لوگوں کی عقل کے لئے بمنزلہ عقل کے ہیں۔ اعتبار۔ عبرت اور سبق حاصل کرنا۔ قلاوز۔ رہبر۔ صد ہزار۔ لاکھ۔ چہ۔ یعنی اولیاء کو قلاوز اور شتربان جیسا سمجھنا غلط ہے بلکہ وہ آفتاب ہیں۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے۔ میخ دوز۔ ساکن، بیکار۔
2. منتظر۔ یعنی اولیاء کے بغیر دنیا میں اندھیرا ہے دنیا اپنی روشنی کے لئے ان کے وجود کی منتظر ہے جس طرح رات اپنے منور ہونے میں سورج کی منتظر رہتی ہے۔ اینت۔ اینک، یہ خورشید، یعنی روح۔ ذرہ۔ یعنی جسم انسانی۔ زیر کاہ۔ جس دریا کی سطح پر گھاس ہو وہاں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے، انسان گھاس سمجھ کر قدم دھرتا ہے، نیچے گہرا پانی ہوتا ہے۔ کہ۔ کاہ۔ اشتباہے۔ فقراء کے ساتھ حسن ظن قائم رکھنے سے رہنما مل جاتا ہے۔ ہر پیمبر۔ یعنی پیغمبر دراصل پوری ایک امت ہوتا ہے۔

عالم کبریٰ[1] بقدرت سخرہ کرد
قدرت سے عالم کبریٰ کو مسخر کر لیا
کرد خود را در کہیں نقشے نورد
معمولی نقش میں اپنے آپ کو لپیٹ دیا

ابلہانش فرد دیدند و ضعیف
بیوقوفوں نے اس کو اکیلا اور کمزور سمجھا
کے ضعیف ست آنکہ باشہ شد حریف
وہ کمزور کب ہوگا جو شاہ کا مصاحب ہو

ابلہاں گفتند مردے بیش نیست
بیوقوفوں نے کہا ایک انسان سے زیادہ نہیں ہے
وائے آنکو عاقبت اندیش نیست
اس پر افسوس ہے جو عاقبت اندیش نہیں ہے

عاقبت دیدن بود از کاملی
کامل ہونا، انجام پر نظر رکھتا ہے
دور بودن ہر نفس از جاہلی
ہر وقت جہالت سے دور رہتا ہے

بشنو اکنوں قصۂ صالحؑ رواں
اب (حضرت) صالح علیہ السلام کا مشہور قصہ سن
بگذر از صورت طلب معنے دراں
الفاظ سے گزر جا، ان میں معنی طلب کر

زانکہ صورت[2] بیں نہ بیند عاقبت
کیونکہ ظاہر بیں انجام کو نہیں دیکھتا ہے
عاقبت بینی بیابی عافیت
تو انجام پر نظر کرے گا تو عافیت کو پا لے گا

حقیر دیدن خصمانِ صالحؑ ناقہ را چوں حق تعالیٰ خواہد لشکرے
دشمنوں کا حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو حقیر سمجھنا۔ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی لشکر کو

را ہلاک گرداند در نظر ایشاں خصماں را حقیر نماید و یُقَلِّلُکُمْ
ہلاک کرے، ان کی نگاہ میں دشمنوں کو حقیر دکھاتا ہے اور وہ تم کو ان

فِیْ اَعْیُنِهِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا
کی نظر میں کم دکھاتا تھا تاکہ اس کام کو سرانجام دے جو کرنا چاہتا ہے

ناقۂ صالحؑ بصورت بد شتر
(حضرت) صالح علیہ السلام کی اونٹنی بظاہر ایک اونٹنی تھی
پے بریدندش بجہل آں قومِ مُر
اس سخت قوم نے جہالت سے اس کی کونچیں کاٹ دیں

از برائے آبِ جو خصمش شدند
وہ نہر کے پانی کی وجہ سے اس کے دشمن ہو گئے
آب کور و نان کور ایشاں بدند
وہ پانی اور روٹی کے احسان فراموش ہو گئے

ناقۃ اللہ آب خورد از جوئے میغ
اللہ کی اونٹنی نے ابر کی نہر سے پانی پیا
آبِ حق را داشتند از حق دریغ
انہوں نے اللہ کا پانی، اللہ سے روکا

---

1. عالمِ کبریٰ۔ جہان، عالم صغریٰ انسان کو کہا جاتا ہے۔ نقشے۔ یعنی پیغمبر انسان کی صورت میں رونما ہوتا ہے لیکن کائنات پر اس کا تصرف ہوتا ہے۔ ابلہاں۔ ابلہ کی جمع، بیوقوف۔ فرد۔ اکیلا، حریف، مقرب، مقابل۔ مردے بیش نیست۔ یعنی ایک انسان سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عاقبت اندیش۔ انجام کو سوچنے والا۔ کاملی و جاہلی۔ میں یا، مصدری ہے۔ صالحؑ۔ قوم ثمود کے نبی تھے ان کے لئے بطور معجزہ ایک اونٹنی پتھر سے پیدا کر دی گئی جس کو قوم نے اس ضد میں مار ڈالا کہ وہ تالاب کا بیشتر پانی پی لیتی تھی، اس پر قوم ثمود پر زلزلہ کا عذاب آیا اور وہ تباہ ہو گئی۔ رواں۔ جاری، مشہور۔
2. صورت۔ ظاہری حیثیت، لفظی پہلو۔ عاقبت۔ انجام کار۔ خصماں۔ خصم کی جمع، مخالف۔ و یقللکم۔ یہ آیت جنگ بدر سے متعلق نازل ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قدرت نے مشرکین کی نظروں میں مسلمانوں کو قلیل کر کے دکھایا تاکہ وہ جنگ پر آمادہ ہوں اور قدرت مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کا خاتمہ کرا دے۔ پے بریدن۔ ایڑی کے اوپر سے پیر کے رگ پٹھے کاٹ دینا تاکہ چلنے کے قابل نہ رہے۔ مُر۔ کڑوا۔ آب کور، نان کور۔ احسان فراموش۔ جوئے میغ۔ یعنی اس تالاب اور نہر میں قدرتی پانی تھا۔ میغ۔ ابر۔ آب حق۔ قدرتی پانی۔

ناقۂ[1] صالحؑ چوں جسمِ صالحاں
(حضرت) صالحؑ کی اونٹنی کی مثال نیکوں کے جسم کی سی ہے

شد کمینے در ہلاکِ طالحاں
(جو) بدبختوں کی ہلاکت کی کمین گاہ بنی

تا براں اُمت ز حکمِ مرگ و درد
دیکھ لو! کہ اس قوم پر موت اور درد کے ذریعہ

نَاقَةُ اللّٰهِ وَ سُقْيَاهَا چہ کرد
اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے نے کیا کیا

شحنۂ قہرِ خدا زایشاں بجست
خدا کے قہر کے داروغہ نے ان سے طلب کیا

خونبہائے اشترے شہرے درست
اونٹنی کے خون کے بدلے میں ایک پورا شہر

روحِ صالح بر مثالِ اشتریست
روح جو بمنزلہ (حضرت) صالحؑ کے ہے اونٹ جیسی چیز پر (سوار) ہے

نفسِ گمرہ مَر وُرا چوں پے بریست
اور گمراہ نفس اس کی کونچیں کاٹنے والے کی طرح ہے

روحِ ہم چو صالحؑ و تن ناقہ است
روح بمنزلہ (حضرت) صالحؑ ہے اور جسم اونٹنی ہے

روح اندر وصل و تن در فاقہ است
روح وصل (کی خوشی) میں ہے اور جسم فاقہ میں ہے

روحِ صالحؑ قابلِ آفات نیست
روح (جو بمنزلہ) صالح ہے مصائب کو قبول کرنیوالی نہیں ہے

زخم بر ناقہ بود بر ذات نیست
زخم اونٹنی پر ہوگا، ذات پر نہیں ہے

روحِ صالحؑ قابلِ آزار نیست
روح (جو بمنزلہ) صالح ہے تکالیف کو قبول کرنیوالی نہیں ہے

نورِ یزداں سُغبۂ[2] کفار نیست
اللہ کا نور کافروں کا لقمہ تر نہیں ہے

حق ازاں پیوست با جسمے نہاں
اللہ تعالیٰ نے اسکو جسم سے پوشیدہ طور پر پیوست کر دیا ہے

تاش آزارند و بینند امتحاں
تاکہ وہ اس کو ستائیں اور آزمائش میں پڑیں

بے خبر کآزارِ ایں آزارِ اُوست
(وہ) اس سے بے خبر ہیں کہ اس (روح) کا ستانا اس (اللہ) کا ستانا ہے

آبِ ایں خم متصل با آبِ جوست
اس مٹکے کا پانی نہر کے پانی سے وابستہ ہے

زاں تعلق کرد با جسمش الٰہ
اس کو اللہ نے جسم سے اس لئے متعلق کیا

تاکہ گردد جملہ عالم را پناہ
تاکہ وہ تمام دنیا کے لئے پناہ بنے

کس نیابد بر دلِ ایشاں ظفر
ان کے دل پر کوئی فتح نہیں پاتا ہے

بر صدف آید ضرر نے بر گہر
ضرر، سیپ کو پہنچتا ہے نہ کہ موتی کو

ناقۂ جسمِ ولی را بندہ باش
ولی کے جسم کی اونٹنی کا غلام بن جا

تاشوی با روحِ صالحؑ خواجہ تاش
تاکہ روحِ صالح کے ساتھ، تجھے ہم خواجگی حاصل ہو

---

[1] ناقہ۔ یعنی نیک لوگوں کو ستانا ہلاکت کا باعث ہے حضرت صالح کی اونٹنی کو ستا کر قومِ ثمود ہلاک ہوئی۔ ناقة الله سقیاها۔ یہ سورۂ شمس کی آیت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ کے رسول نے ان سے کہا کہ اللہ کی اونٹنی کو نہ ستانا اور نہ اس کا پانی بند کرنا لیکن انہوں نے نہ مانا تو خدا نے ان کو ہلاک کر دیا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ خونبہا۔ خون کا عوض۔ روحِ صالح۔ یعنی انسان میں روح کو حضرت صالح کی طرح اور جسم کو بمنزلہ اونٹنی کے سمجھو اور نفسِ انسانی گویا قدار ہے جس نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا تھا۔ وصل۔ یعنی وہ واصل بحق ہے اور مسرور ہے۔ تن۔ یعنی جسم پر مصائب آتے ہیں۔ ذات۔ یعنی روح۔

[2] سغبہ۔ چکنی چیز۔ امتحان۔ یعنی شریر لوگ نیکوں کے جسم کو ستاتے ہیں تو عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایں۔ یعنی روح۔ او۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ آب۔ یعنی روح کی نسبت اللہ تعالیٰ سے وہی ہے جو مٹکے کے پانی کی نہر کے پانی سے ہے۔ زاں۔ انبیاء اور اولیاء کی روح کو جسموں سے اس لئے بھی متعلق کیا گیا ہے کہ وہ عالم کی پناہ بنیں۔ ظفر۔ فتح۔ صدف۔ سیپ۔ گہر۔ موتی۔ جسم۔ یعنی جو بمنزلہ حضرت صالح کے ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام

گفت صالحؑ چونکہ کردید ایں حسد[1]
(حضرت) صالحؑ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے یہ حسد برتا
بعد سہ روزِ دگر از جاں ستاں
اگلے تین دن بعد جان لینے والے (اللہ) کی جانب سے
رنگ روئے جملہ تاں گردد دگر
تم سب کے چہروں کا رنگ دگرگوں ہو جائے گا
روزِ اوّل روئے تاں چوں زعفراں
پہلے دن تمہارے چہرے زعفران جیسے ہوں گے
در سوم گردد ہمہ رُو ہا سیاہ
تیسرے دن سب چہرے سیاہ ہو جائیں گے
گر نشاں خواہید از من زیں وعید
اگر تم مجھ سے اس دھمکی کی علامت چاہتے ہو
گر توانیدش گرفتن چارہ ہست
اگر اس کو پکڑ سکو تو (یہ) تدبیر ہے
چوں شنیدند ایں از و جملہ بہ تگ
جب انہوں نے ان سے یہ سنا، سب دوڑ کر
کس نتانست اندراں کرّہ رسید
کوئی شخص اس بچہ تک نہ پہنچ سکا
ہمچو روحِ پاک کو از ننگ تن
پاک روح کی طرح جو کہ جسم کی نفرت سے
گفت دیدید ایں قضا مبرم شدست
فرمایا، تم نے دیکھ لیا یہ فیصلہ قطعی ہو گیا ہے
کرّہ ناقہ چہ باشد، خاطرش
اونٹنی کا بچہ کس کی مثال ہے، اس کے دل کی
گر بجا آید دلش رستید ازاں
اگر اسکا دل صاف ہو جائے، اس (عذاب) سے چھوٹ گئے

بعد سہ روز از خدا قمت رسد
تین دن کے بعد خدا کا عذاب آئے گا
آتشے آید کہ دارد سہ نشاں
ایک آگ آئے گی جس کی تین علامتیں ہیں
رنگ رنگ مختلف اندر نظر
جو دیکھنے میں مختلف رنگ کے ہوں گے
در دوم رُو سرخ ہمچوں ارغواں
دوسرے دن چہرے ارغواں کی طرح سرخ ہوں گے
بعد ازاں اندر رسد قہر الٰہ
اس کے بعد اللہ کا عذاب آ جائے گا
کرّہ ناقہ بسوئے کہ دوید
اونٹنی کا بچہ پہاڑ کی جانب بھاگا جا رہا ہے
ورنہ خود مرغِ امید از دام جست
ورنہ امید کا پرندہ جال سے نکل گیا ہے
در پئے اشتر دویدندے چو سگ
اونٹ (کے بچے) کے پیچھے کتے کی طرح بھاگے
رفت و در کہسارہا[2] شد ناپدید
وہ چلا گیا اور پہاڑوں میں غائب ہو گیا
میگریزد جانب رَبُّ الْمِنَنْ
خدا کی جانب بھاگتی ہے
صورتِ امید را گردن زدست
جس نے امید کی صورت معدوم کر دی ہے
کہ بجا آرید احسان و برش
کہ جس کے ساتھ احسان اور خدمت بجا لاؤ
ورنہ نومیدید و ساعدہا گزاں
ورنہ ناامید اور حسرت زدہ رہو گے

1. حسد۔ یعنی ان کو اونٹنی کے پانی پینے سے جلن پیدا ہوئی۔ قمت۔ عذاب۔ جاں ستاں۔ جان کو لینے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ نشاں۔ علامت۔ تاں۔ جمع مخاطب کی ضمیر ہے۔ ارغواں۔ گل بابونہ جو نہایت سرخ ہوتا ہے۔ وعید۔ بری بات کا وعدہ۔ کرہ۔ چوپائے کا بچہ۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے، پہاڑ۔ چارہ ہست۔ یعنی عذاب سے بچنے کی تدبیر ہے۔ تگ۔ دوڑ۔ دویدندے۔ یا زیادہ ہے، ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔ نتانست۔ نتوانست۔

2. کہسار۔ کوہستان۔ ننگ۔ عیب، ذلت۔ منن۔ منت کی جمع ہے، احسان۔ قضا۔ فیصلہ خداوندی۔ مبرم۔ محکم، قطعی۔ گردن زدن۔ مار ڈالنا۔ کرہ۔ یعنی حضرت صالحؑ کی اونٹنی کا بچہ ان سے راضی ہو جاتا تو عذاب الٰہی سے نجات پا جاتے، اسی طرح اگر ولی کے دل کو خوش رکھو گے نجات پا جاؤ گے ورنہ حسرت اور افسوس سے دوچار ہو گے۔ دل بجا آمدن۔ طبیعت کا بحال ہو جانا، مطمئن ہو جانا۔ ساعد۔ کلائی۔

چوں شنیدند آں وعید منکدر[1] | چشم بنہادند آں را منتظر
جب انہوں نے ہولناک دھمکی سنی | سراپا انتظار بن کر انتظار کرنے لگے

روزِ اول روئے خود دیدند زرد | میزدند از ناامیدی آہِ سرد
پہلے دن اپنے چہروں کو زرد دیکھا | اور ناامیدی سے ٹھنڈی آہیں بھریں

سرخ شد روئے ہمہ روزِ دوم | نوبت امید و توبہ گشت کم
دوسرے دن سب کے چہرے سرخ ہو گئے | امید اور توبہ کا وقت ختم ہو گیا

شد سیہ روزِ سوم روئے ہمہ | حکم صالحؑ راست شد بے ملحمہ
تیسرے دن سب کے چہرے سیاہ ہو گئے | (حضرتِ) صالح کا حکم بلااختلاف صحیح ثابت ہوا

چوں ہمہ در ناامیدی سرزدند | ہمچو اشتر در دو زانو[2] آمدند
جب سب ناامیدی میں مبتلا ہو گئے | اونٹ کی طرح گھٹنوں کے بل آئے

در نبے آورد جبریلؑ امیں | شرح ایں زانو زدن را جاثمیں
قرآن میں جبریل امین لائے ہیں | گھٹنوں کے بل بیٹھنے کی شرح ''جاثمین''

زانو آں دم زن کہ تعلیمت کنند | وزچنیں زانو زدن بیمت کنند
تو دو زانو اس وقت بیٹھ، جب تجھے پڑھائیں | اور اس طرح دو زانو بیٹھ جانے سے تجھے ڈرائیں

منتظر گشتند زخمِ قہر را | قہر آمد نیست کرد آں شہر را
قہر کی چوٹ کے منتظر ہو گئے | قہر ٹوٹا (اور) اس شہر کو نیست و نابود کر دیا

صالحؑ از خلوت بسوئے شہر رفت | شہر دید اندر میانِ دود و تفت
(حضرت) صالح خلوت سے شہر کی جانب گئے | شہر کو دھویں اور سوختگی میں دیکھا

نالہ از اجزائے ایشاں می شنید | نوحہ پیدا نوحہ گویاں ناپدید
ان کے اجزاء سے وہ نالہ سنتے تھے | رونا موجود تھا رونے والے معدوم تھے

زاستخوانہا شاں شنید اُو نالہا | اشک خوں از جانِ شاں چوں ژالہا
انہوں نے ان کی ہڈیوں سے رونا سنا | انکی جانوں سے خون کے آنسو اولوں کی طرح (دیکھے)

گریہ چوں از حد گذشت و ہائے ہائے | گریہ ہائے جانفزائے دلربائے
رونا اور ہائے ہائے جب حد سے گزر گیا | وہ رونا جو جانفزا اور دلربا تھا

صالحؑ آں بشنید و گریہ ساز کرد | نوحہ بر نوحہ گراں آغاز کرد
(حضرت) صالحؑ نے وہ سنا اور رونا شروع کر دیا | رونے والوں پر رونا شروع کر دیا

گفت اے قومِ بباطل زیستہ | وزشما من پیشِ حق بگریستہ
فرمایا، اے باطل میں زندگی بسر کرنے والی قوم! | اور تم سے میں خدا کے سامنے نالاں رہا ہوں

---

[1] منکدر۔ مکدر۔ چشم نہادن۔ انتظار کرنا۔ حکم۔ فیصلہ۔ ملحمہ۔ معرکہ، اختلاف۔ نبے۔ قرآن پاک۔ جاثمیں۔ قرآن پاک میں قومِ ثمود کے بارے میں فرمایا گیا ہے ''فاصبحوا فی دارھم جاثمین'' پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے۔

[2] زانو۔ انسان کو تعلیم حاصل کرنے کیلئے استاد اور پیر کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھنا چاہئے۔ بیم۔ ناامیدی۔ خلوت۔ خاء کے فتحہ کے ساتھ، تنہائی۔ دود۔ دھواں۔ تفت۔ گرمی۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا چونکہ ان کا رونا باعث عبرت تھا جس کی وجہ سے روحانی ترقی ہوتی ہے اس لئے اس کو جانفزا کہا ہے۔

حق بگفتہ صبر کن بر جورِ شاں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ان کے ظلم پر صبر کر

پندشاں دہ بس[1] نماند از دورِ شاں
ان کو نصیحت کر، ان کا دور زیادہ نہیں رہا ہے

من بگفتہ پند شد بند از جفا
میں نے عرض کیا نصیحت جور و جفا کی وجہ سے بند ہو گئی

شِیر پند از مہر جوشد وز صفا
نصیحت کا دودھ محبت اور صاف دلی سے جوش میں آتا ہے

بسکہ کردید از جفا بر جائے من
میرے بارے میں تم نے بہت ظلم کئے

شِیر پند افسردہ در رگہائے من
نصیحت کا دودھ میری رگوں میں ٹھٹھر گیا

حق مرا گفتے ترا لطفے دہم
اللہ (تعالیٰ) نے مجھ سے فرمایا تجھے (صفت) لطف عطا کرونگا

بر سرِ آں زخمہا مرہم نہم
ان زخموں پر مرہم رکھ دوں گا

صاف کردہ حق دلم را چوں سما
اللہ (تعالیٰ) نے میرے دل کو آسمان کی طرح صاف کر دیا

روفتہ از خاطرم جورِ شما
تمہارے ظلم کو میری طبیعت سے جھاڑ دیا

در نصیحت من شدہ بارِ دگر
میں دوبارہ نصیحت میں لگ گیا ہوں

گفتہ امثال و سخنہا چوں شکر
شکر جیسی باتیں اور مثالیں کہنے لگا ہوں

شِیر تازہ از شکر انگیختہ
شکر سے، تازہ دودھ نکالا

شیر و شہدے با شکر آمیختہ
دودھ اور شہد کو شکر سے ملایا

در شما چوں زہر گشتہ ایں سخن
اس بات نے تم میں زہر کا کام کیا

زانکہ زہرستاں بدید از بیخ و بن
اس لئے کہ تم جڑ اور بنیاد سے سراپا زہر تھے

چوں شوم غمگیں کہ غم شد سرنگوں[2]
میں غمگین کیوں ہوں جبکہ غم اوندھا ہو گیا؟

غم شما بودید اے قومِ حروں
اے سرکش قوم! غم تو تم تھے

ہیچ کس بر مرگِ غم نوحہ کند
غم کے ختم ہو جانے پر کوئی روتا ہے؟

ریش سر چوں شد کسے مو بر کند
جب سر کا زخم اچھا ہو جائے کون بال اکھاڑتا ہے؟

رو بخود کرد و بگفت اے نوحہ گر
اپنی طرف رخ کیا اور کہا اے نوحہ گر!

نوحہ ات رامی نیرزند ایں نفر
یہ لوگ تیرے نوحے کے لائق نہیں ہیں

کژ مخواں اے راست خوانندہ مبین
اے قرآنِ مبیں کے صحیح پڑھنے والے! غلط نہ پڑھ

كَيْفَ اٰسىٰ خَلْفَ قَوْمٍ كَافِرِيْنَ
میں کافروں کی قوم پر کس طرح غمخواری کروں؟

1. بس۔ بہت۔ دور۔ زمانہ۔ من بگفتہ۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا نصیحت کے جذبات تو محبت سے ابھرتے ہیں۔ بسکہ۔ ان لوگوں نے مجھ پر ظلم کئے تو نصیحت کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ لطفے دہم۔ خدا نے فرمایا ہم تجھ میں اپنی صفت لطف ودیعت کر دیں گے۔ آں زخمہا۔ ان کی ایذا رسانی کے زخم۔ سما۔ آسمان کی صفائی ضرب المثل ہے۔ روفتن۔ جھاڑ دینا، صاف کر دینا۔ شیر۔ دودھ یعنی نصیحت۔ شکر۔ یعنی میٹھی باتیں۔ زہرستان۔ زہر کی جگہ۔ بدید۔ بودید۔

2. سرنگوں۔ اوندھا، مغلوب۔ حروں۔ سرکش۔ مرگ غم۔ زوال غم۔ ریش۔ زخم۔ مو بر کندن۔ بال نوچنا، اظہار غم کرنا۔ رو بخود کرد۔ نبی نے اپنے آپ کو مخاطب کیا۔ نفر۔ جماعت۔ کژ۔ کج، ٹیڑھا۔ کیف اسیٰ۔ قرآن میں حضرت شعیب کا مقولہ منقول ہے کہ میں کافروں کی ہلاکت پر کیسے غم کروں، آیت میں علیٰ قوم ہے مولانا نے خلف قوم فرمایا ہے یعنی مجھے اب غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

باز[1] اندر چشم خود او گریہ یافت — رحمت بے علتے بروے بتافت

پھر ان (صالح) نے اپنی آنکھ میں رونا محسوس کیا — بے علت رحمت نے ان پر تجلی کی

قطرہ می بارید و حیراں گشتہ بود — قطرۂ بے علت از دریائے جود

قطرے ٹپک رہے تھے اور وہ (صالح) حیران تھے — وہ قطرے جو بخشش کے دریا سے کسی وجہ کے بغیر آ رہے تھے

عقل او می گفت کہ ایں گریہ زچیست — بر چنیں افسوسیاں شاید گریست

ان کی عقل کہتی تھی کہ یہ رونا کس وجہ سے ہے؟ — ایسے ظالموں پر رونا چاہیے؟

برچہ می گریی بگو بر فعل شاں — بر سپاہِ کینۂ بدنعل شاں

کس چیز پر روتے ہو؟ بتاؤ ان کے کاموں پر — ان کی پُرکینہ شریر فوج پر

بر دلِ تاریک پُر زنگارِ شاں — بر زبانِ زہر ہمچوں مارِ شاں

ان کے زنگ آلود تاریک دل پر — ان کی سانپ جیسی زہر آلود زبان پر

بر دم و دندان سگسارانہ شاں — بر دہان و چشم کژدم خانہ شاں

ان کے کتوں جیسے دانتوں اور سانس پر — ان کے منہ اور آنکھوں پر جو بچھوؤں کا گھر تھے

برستیز[2] و تسخر و افسوسِ شاں — شکر کن چون کرد حق محبوسِ شاں

ان کی جنگجوئی اور تمسخر اور ظلم پر — اللہ (تعالیٰ) کا شکر کرو جبکہ اللہ نے ان کو گرفتار کر لیا ہے

دست شاں کژ پائے شاں کژ چشم کژ — مہر شاں کژ صلح شاں کژ خشم کژ

ان کے ہاتھ کج، ان کے پیر کج، آنکھیں کج — ان کی محبت کج، ان کی دوستی کج، غصہ کج

از پئے تقلید و از آیاتِ نقل — پانہادہ بر سرِ ایں پیر عقل

تقلید اور منقول کہانیوں کی وجہ سے — اس عاقل شیخ کے سر کو پامال کر رکھا تھا

پیر خرنے جملہ گشتہ پیر خر — از زبان و چشم و گوشے ہمدگر

پیر کے خریدار نہیں تھے، سب بوڑھے گدھے ہو گئے تھے — ایک دوسرے کی زبان اور آنکھ اور کان کی وجہ سے

از بہشت آورد یزداں بندگاں — تا نماید شاں سقر پروردگاں

اللہ (تعالیٰ) اپنے بندوں کو بہشت سے (اسلئے) باہر لایا — تا کہ انہیں دوزخیوں (کے انجام) کو دکھائے

---

[1] باز۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنے آپ کو تسلی دی لیکن پھر بھی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رحمت بے علت۔ خدا کی رحمت بلا علت اور بغیر غرض کے ہوتی ہے۔ حیران۔ حضرت صالح حیران تھے کہ آنکھوں سے آنسو کیوں بہے جاتے ہیں۔ دریائے جود۔ یعنی رحمت خداوندی۔ افسوس۔ ظلم۔ افسوسیاں۔ ظلم کرنے والے۔ برچہ۔ نیچے کے متعدد شعر عقل کا مقولہ ہیں۔ سپاہِ کینہ۔ یعنی قوم کا ہر فرد مجسم کینہ تھا اور پوری قوم کینہ کے سپاہی تھے۔ بدنعل۔ وہ گھوڑا جو نعل بندی کے وقت شرارت کرے۔ کژدم خانہ۔ بچھو کے سوراخ یعنی ان کی آنکھوں اور منہ سے زہر آلود نظریں اور باتیں نکلتی تھیں۔

[2] ستیز۔ جنگ وجدل۔ تسخر۔ تمسخر۔ محبوس۔ یعنی گرفتارِ عذاب۔ دست۔ یعنی ان کے جملہ اعضاء میں کجی تھی، کوئی عضو صحیح کام نہ کرتا تھا۔ تقلید۔ یعنی آباؤ اجداد کی تبلیغ۔ آیاتِ نقل۔ یعنی جو غلط باتیں اپنے بڑوں سے سنی تھیں۔ پیر عقل۔ حضرتِ صالح علیہ السلام۔ پیر خرنے۔ یعنی وہ پیر کے خریدار نہ تھے۔ پیر خر۔ بوڑھا گدھا جس کی بے عقلی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ از زبان۔ یعنی ایک نے دوسرے کو اپنی زبان اور آنکھ کے ذریعہ اور زیادہ حماقتوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ سقر۔ دوزخ، انبیاء کی بعثت اس لئے بھی ہوئی ہے کہ وہ کافروں کا حسرتناک انجام دیکھیں۔

در معنی آیت مَرَجَ[1] الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَا یَبْغِیَان

(اس) آیت کے معنی کے بیان میں "چلائے دو دریا مل کر چلنے والے ان دونوں میں ہے ایک پردہ جو ایکدوسرے پر زیادتی نہ کرے"

اہل نار و خلد را بیں ہمدکاں
جہنمیوں اور جنتیوں کو ہمنشیں دیکھ
درمیانِ شاں برزخ لا یبغیان
انکے بیچ میں پردہ ہے ایکدوسرے سے خلط ملط نہیں ہیں

اہل نار و اہل نور آمیختہ
ناری اور نوری ملے جلے ہیں
درمیانِ شاں کوہِ قاف انگیختہ
ان کے درمیان کوہِ قاف کھڑا ہے

اہل نار و نور باہم درمیاں
ناری اور نوری آپس میں متحد ہیں
درمیانِ شاں بحر ژرفِ بیکراں
ان کے درمیان ناپیدا کنار گہرا سمندر ہے

ہمچو در کاں خاک و زر کرد اختلاط
جس طرح معدن میں مٹی اور سونا باہم ملے ہوئے ہیں
درمیانِ شاں صد بیابان و رِباط
ان کے درمیان سینکڑوں جنگل اور سرائے ہیں

ہمچنانکہ عقد در دُرّ و شبہ
جس طرح کہ ہار میں موتی اور پوتھ
مختلط چوں میہمانِ یکشبہ
ایک رات کے مہمان کی طرح ملے جلے ہوئے ہیں

صالح و طالح بصورت مشتبہ
نیک اور بدصورت ملے جلے ہیں
دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ
آنکھ کھول، ہو سکتا ہے تو آگاہ ہو جائے

بحر را نیمیش شیریں چوں شکر
سمندر کا آدھا شکر جیسا میٹھا
طعم شیریں رنگ روشن چوں قمر
میٹھا مزا، رنگ چاند جیسا چمکدار

نیم دیگر تلخ ہمچوں زہر مار[2]
دوسرا آدھا، سانپ کے زہر کی طرح کڑوا
طعم تلخ و رنگ مظلم قیروار
مزا کڑوا اور رنگ روغن قیر کی طرح کالا

ہر دو برہم میزنند از تحت و اوج
دونوں آپس میں اوپر اور نیچے سے ٹکراتے ہیں
بر مثالِ آبِ دریا موج موج
موج در موج دریا کے پانی کی طرح

صورتِ برہم زدن از جسم تنگ
تنگ نظری کی وجہ سے ایک دوسرے سے بھڑنا
اختلاطِ جانہا صلح و جنگ
صلح اور جنگ میں روحوں کا شامل ہونا ہے

موجہائے صلح برہم میزنند
(نوری) صلح کی موجوں کو ابھارتے ہیں
کینہ ہا از سینہ ہا بر می کنند
سینوں سے کینوں کو نکالتے ہیں

موجہائے جنگ بر شکل دگر
(ناریوں کی) جنگ کی موجیں (اس کے) برعکس
مہرہا را می کند زیر و زبر
محبتوں کو تہ و بالا کرتی ہیں

---

1. مرج۔ یعنی دو سمندروں کی طرح دوزخی اور بہشتی ملے جلے ہیں اور امتیاز اوصاف سے ہے۔ ہمدکاں۔ ہمنشیں، پڑوسی۔ برزخ۔ پردہ، حائل۔ بحر۔ سمندر۔ ژرف۔ گہرا۔ رباط۔ سرائے۔ عقد۔ ہار۔ عقد در۔ در عقد۔ شبہ۔ کانچ کا موتی، پوتھ۔ میہمانِ یکشبہ۔ جو صرف ایک رات کا مہمان ہے اور اہل خانہ سے ملا جلا ہوا ہے لیکن اگلے روز ہی جدا ہو جائے گا۔ طالح۔ بد بخت۔ بو۔ بود کا مخفف۔ منتبہ۔ آگاہ۔ نیم۔ آدھا۔

2. زہر مار۔ سانپ کا زہر۔ قیر۔ ایک کالا روغن ہے۔ ہر دو۔ یعنی ناری اور نوری لوگوں کا ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے لیکن دونوں اپنی اپنی حالت پر رہتے ہیں چونکہ یہ کیفیت ازلی ہے۔ جسم۔ یعنی یہ جسموں کی کشمکش دراصل روحوں کی کشمکش ہے۔ موجہائے صلح۔ یعنی نوری یہ کوشش کرتے ہیں کہ حق کی طرف سے ناریوں میں کینہ دور ہے محبت پیدا ہو جائے۔ موجہائے جنگ۔ ناری اس کے کوشاں رہتے ہیں کہ عداوت پہلے محبت کا غلبہ نہ ہو سکے۔

مہر تلخاں[1] را بشیریں می کشد
محبت، کڑووں کو مٹھاس کی طرف کھینچتی ہے
زانکہ اصل مہرہا باشد رَشد
اس لئے کہ محبتوں کی اصل، راہ روی ہے

قہر شیریں را بہ تلخی می بَرد
عداوت، میٹھے کو تلخ بناتی ہے
تلخ با شیریں کجا اندر خورد
کڑوا، میٹھے سے کب مناسبت رکھتا ہے؟

تلخ و شیریں زیں نظر ناید پدید
کڑوا اور میٹھا اس نگاہ سے نظر نہیں آتا ہے
از دریچہ عاقبت تانند دید
انجام کے دریچہ سے دیکھ سکتے ہیں

چشم آخر بیں تواند دید راست
انجام پر نظر رکھنے والی آنکھ صحیح دیکھ سکتی ہے
چشم اول بیں غرورست و خطاست
ابتداء کو دیکھنے والی آنکھ دھوکا اور غلط ہے

اے بسا شیریں کہ چوں شکر بود
(اے) مخاطب بہت سی چیزیں شکر جیسی ہوتی ہیں
لیک زہر اندر شکر مضمر بود
لیکن شکر میں زہر چھپا ہوا ہوتا ہے

آنکہ زیرک تر بود بشناسدش
جو زیادہ سمجھدار ہوتا ہے اس کو پہچانتا ہے
چونکہ دید از دورش اندر کشمکش
جبکہ دور سے اس کو کشمکش میں دیکھتا ہے

وآں دگر درپیش رو بوئے برد
اور وہ (دوسرا) سامنے آنے پر سونگھ لیتا ہے
وآں دگرچوں دست بنہد کرد رد
اور وہ (تیسرا) جب ہاتھ رکھتا ہے، رد کر دیتا ہے

وآں دگر بشناسدش تا بو کند
اور وہ (چوتھا) اس کو جب پہچانتا ہے جب سونگھتا ہے
وآں دگر چوں بر لب و دنداں[2] نہد
اور وہ (پانچواں) جب وہ ہونٹ اور دانت پر رکھتا ہے (چباتا ہے)

پس لبش ردّش کند پیش از گلو
تو حلق سے پہلے ہی اس کے ہونٹ اس کو رد کر دیتے ہیں
گرچہ نعرہ میزند شیطاں کلوا
اگرچہ شیطان نعرہ لگاتا ہے کہ کھا جاؤ

وآں دگر را در گلو پیدا کند
اور وہ (چھٹا) حلق میں پہنچنے پر معلوم کر لیتا ہے
وآں دگر را در بدن رسوا کند
اور اس (ساتویں) کو بدن میں پہنچ کر شرمندہ کرتا ہے

وآں دگر را در حدث سوزش کند
اور اس (آٹھویں) کے پاخانہ پھرنے میں جلن پیدا کرتا ہے
دمبدم زخم جگر دوزش دہد
پے در پے اس میں جگردوز زخم پیدا کرتا ہے

وآں دگر را بعد ایام و شہور
اور وہ (نواں) دنوں اور مہینوں کے بعد
وآں دگر را بعد مرگ اندر قبور
اور اس (دسویں) کو مرنے کے بعد قبر میں

تلخاں۔ یعنی ناری۔ اندر خوردن۔ موافقت کرنا۔ زیں نظر۔ یعنی ظاہر بیں نظر۔ پدید۔ ظاہر۔ دریچہ عاقبت یعنی انجام کی آنکھ کا دریچہ۔ غرور۔ دھوکا۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ آنکہ زیرک۔ یعنی سمجھدار آدمی فوراً ہی اس ملمع سازی کو سمجھ جاتا ہے، مدعی فقراء کو پہچاننے میں انسانوں کے مختلف مراتب ہیں جن کو مولانا نے ان اشعار میں سمجھایا ہے۔ بوئے برد۔ یعنی بعض لوگ مصنوعی پیر کو جب سمجھتے ہیں جب بالکل اس کے سامنے پہنچیں اور بعض جب سمجھتے ہیں جب ہاتھ میں ہاتھ پکڑا دیں۔ بو کند۔ بعض جب سمجھتے ہیں جب ادنیٰ میل جول ہوتا ہے۔

لب و دنداں۔ بعض جب سمجھتے ہیں جب برت لیتے ہیں۔ پیش از گلو۔ یعنی اس مصنوعی پیر کی تعلیمات کو حلق تک نہیں پہنچنے دیتے ہیں۔ در گلو۔ بعض جب سمجھتے ہیں جب وہ تعلیمات حلق تک پہنچ جاتی ہیں۔ در بدن۔ بعض کو جب احساس ہوتا ہے جب اس کی زہریلی تعلیمات کا بدن پر اثر پڑتا ہے۔ در حدث۔ خراب غذا کا اثر بسا اوقات پاخانہ پھرتے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ ایام۔ یعنی زندگی میں بداثرات کو محسوس کر لیتے ہیں۔

در دہندش مہلت اندر قعرِ گور[1]
اور اگر اس کو قبر کے گڑھے میں مہلت دے دیتے ہیں
لابد آں پیدا شود یوم النّشور
لامحالہ وہ حشر کے دن ظاہر ہوتا ہے

ہر نبات و شکرے را در جہاں
ہر مصری اور شکر کے لئے دنیا میں
مہلتے پیداست از دَورِ زماں
رفتارِ زمانہ سے، ایک وقت درکار ہے

سالہا باید کہ تا از آفتاب
سالوں چاہئیں تاکہ سورج سے
لعل یابد رنگ و رخشانی و تاب
لعل رنگ اور چمک اور روشنی حاصل کرے

پنج سال و ہفت باید تا درخت
پانچ اور سات سال درکار ہیں تاکہ درخت
یابد از میوہ رَسانی فر و بخت
پھل دینے کی وجہ سے شان و شوکت اور نصیبہ حاصل کرے

باز ترہ[2] در دو ماہ اندر رسد
پھر سبزی دو مہینے میں تیار ہو جاتی ہے
باز تا سالے گل احمر رسد
اور گلاب کا پھول ایک سال میں آتا ہے

بہر ایں فرمودِ حق عز و جل
اسی لئے اللہ عز و جل نے ذکر فرمایا ہے
سورۃ الانعام در ذکر اجل
سورۂ انعام کو مدت کے بارے میں

ایں شنیدی موبمویت گوش باد
تو نے یہ سنا، خدا کرے تیرا رواں رواں کان بن جائے
آبِ حیوانست خوردی نوش باد
جو تو نے پیا آبِ حیات ہے، خدا کرے تریاق ثابت ہو

آبِ حیواں خواں مخواں ایں را سخن
اس کو آبِ حیات کہہ، بات نہ کہہ
روحِ نو بیں در تنِ حرفِ کہن
پرانے حرفوں کے قالب میں نئی روح دیکھ

نکتۂ دیگر تو بشنو اے رفیق
اے دوست! تو ایک دوسرا نکتہ سن
ہمچو جاں[3] اُو سخت پیدا و دقیق
جو روح کی طرح بالکل ظاہر بھی ہے اور باریک بھی ہے

در مقامِ ہست ایں ہم زہر مار
ایک جگہ یہ سانپ کا زہر ہے
از تصاریف خدائے خوشگوار
خدا کے تصرفات سے جو خوشگوار (بنانے والا) ہے

---

1. قعر گور۔ قبر کا گڑھا، یعنی بعض اشخاص کو ان بری تعلیمات کا احساس قبر میں جا کر ہوتا ہے۔ یوم النشور۔ حشر کا دن، غرضیکہ بدعقیدہ پیروں کی تعلیمات کا مضر اثر محسوس کرنے میں انسانوں میں بہت تفاوت ہے اور ہر انسان کے لئے ان کو محسوس کرنے میں ایک وقت لگتا ہے، اللہ کی جانب سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے، اس وقت سے پہلے اس کام کی تکمیل نہیں ہوتی ہے۔ ہر نبات۔ اللہ نے ہر چیز کی تکمیل کی ایک میعاد مقرر فرما دی ہے۔ لعل۔ آفتاب لعل کی ہزاروں برس تربیت کرتا ہے تب اس کا رنگ و روپ نکھرتا ہے۔ درخت۔ پھلدار درخت میں پھل پانچ سات سال میں آتا ہے۔

2. ترہ۔ سبزی۔ اجل۔ سورہ انعام میں ہے ہوالذی خلقکم من طین ثم قضی اجلا، وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک میعاد ٹھہرا دی۔ ایں شنیدی۔ یعنی یہ بات کہ اللہ نے ہر چیز کی ایک میعاد مقرر فرما دی ہے اور یہ کہ اشرار اور ابرار بظاہر مشتبہ ہیں لیکن حقیقت بیں نظر میں ممتاز ہیں۔ موبمو۔ بال بال، مراد جسم کا ہر حصہ۔ نوش۔ شہد، تریاق۔ ایں را سخن۔ یعنی یہ بات کہ ہر چیز کے لئے منجانب ایک میعاد مقرر ہے جس میں وہ کمال کو پہنچتی ہے کوئی معمولی بات نہیں اگر اس کو اچھی طرح سمجھ کر عمل پیرا ہو تو حیات ابدی مل جاتی ہے۔

3. ہمچو جان۔ جس طرح روح، ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی، اسی طرح یہ نکتہ ہے یعنی اگرچہ منجانب اللہ ہر چیز کے لئے میعاد کا مقرر ہونا آبِ حیات ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس مسئلہ کے متضاد پہلو اور اثرات ہیں جن کو مولانا نے نیچے کے تیرہ شعروں میں واضح کیا ہے۔ زہر مار۔ جو لوگ میعاد و قدر کے معاملہ میں اسباب کو مؤثر بالذات اور اللہ کا غیر سمجھتے ہیں، وہ ہلاک ہوتے ہیں۔ خوشگوار۔ یہ مسئلہ ان کے لئے خوشگوار ہے جو اسباب کی کثرت میں وحدتِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ زہر۔ ان لوگوں کے لئے ہے جو اسباب کی کثرت کو غیر حق سمجھ بیٹھتے ہیں۔

در مقامے زہر و در جائے دوا[1] — در مقامے کفر و در جائے روا
ایک جگہ زہر ہے اور ایک جگہ دوا ہے — ایک جگہ کفر ہے اور ایک جگہ جائز ہے

در مقامے خار و در جائے چو گل — در مقامے سرکہ و در جائے چو مل
ایک جگہ کانٹا ہے اور ایک جگہ پھول جیسا ہے — ایک جگہ سرکہ ہے اور ایک جگہ شراب جیسا ہے

در مقامے خوف و در جائے رجا — در مقامے بخل و در جائے سخا
ایک جگہ خوف ہے اور ایک جگہ امید ہے — ایک جگہ بخل ہے اور ایک جگہ سخاوت ہے

در مقامے فقر و در جائے غنا — در مقامے قہر و در جائے رضا
ایک جگہ فقر ہے اور ایک جگہ غنا ہے — ایک جگہ قہر ہے اور ایک جگہ خوشنودی ہے

در مقامے جور[2] و در جائے وفا — در مقامے منع و در جائے عطا
ایک جگہ ظلم ہے اور ایک جگہ وفا ہے — ایک جگہ منع کرنا ہے اور ایک جگہ بخشش ہے

در مقامے دُرد و در جائے صفا — در مقامے خاک و جائے کیمیا
ایک جگہ تلچھٹ ہے اور ایک جگہ صاف ہے — ایک جگہ خاک ہے اور ایک جگہ کیمیا ہے

در مقامے عیب و در جائے ہنر — در مقامے سنگ و در جائے گہر
ایک جگہ عیب ہے اور ایک جگہ ہنر ہے — ایک جگہ پتھر ہے اور ایک جگہ موتی ہے

در مقامے حنظل و جائے شکر — در مقامے خشک و در جائے مطر
ایک جگہ اندرائن ہے اور ایک جگہ شکر ہے — ایک جگہ خشکی ہے اور ایک جگہ بارش ہے

در مقامے ظلم و جائے محض عدل — در مقامے جہل و جائے عین عقل
ایک جگہ ظلم ہے اور ایک جگہ خالص عدل ہے — ایک جگہ جہل ہے اور ایک جگہ پوری عقل ہے

گرچہ ایں جا اُو گزند جاں بود — چوں بدانجا در رسد درماں بود
اگرچہ اس جگہ وہ جان کا نقصان ہے — جب اس جگہ پہنچے تو علاج ہے

آب در غورہ ترش باشد و لیک — چوں بانگوری رسد شیریں و نیک
رس کچے انگور میں کھٹا ہوتا ہے لیکن — جب پختگی پر آتا ہے تو میٹھا اور عمدہ ہوتا ہے

باز در خم اُو شود تلخ و حرام — در مقامے سرکگے نعم الادام
پھر مٹکے میں وہ کڑوا اور حرام بن جاتا ہے — سرکہ کے مقام پر وہ بہترین سالن ہے

ایں چنیں باشد تفاوت در امور — مردِ کامل ایں شناسد در ظہور
اسی طرح معاملات میں فرق ہوتا ہے — کامل انسان اس کو خوب پہچانتا ہے

---

1 دوا۔ ان لوگوں کے لئے ہیں جو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ خوف۔ یعنی یہی مسئلہ خوف کا سبب ہے اور اسی سے امید وابستہ ہے۔ نیز دل اس کے سمجھنے میں کبھی بخل سے کام لیتا ہے کبھی سخا سے کام لیتا ہے۔ فقر۔ یعنی دولت ایمان سے تہی دست بنا دیتا ہے کبھی ایمان سے مالا مال کر دیتا ہے کبھی قہر خداوندی کا سبب بنتا ہے کبھی رضائے الٰہی کا سبب بن جاتا ہے۔

2 جور۔ جبکہ اس مسئلہ کو غلط طور پر انسان سمجھے تو یہی ظلم ہے، صحیح سمجھے تو اپنے ساتھ وفاداری ہے، حصول سعادت سے مانع بھی ہے اور سعادت عطا بھی کرتا ہے۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ صفا۔ یعنی صاف شراب۔ حنظل۔ اندرائن۔ ایں جا۔ یعنی جبکہ اس کو صحیح طور پر نہ سمجھے۔ غورہ۔ کچا انگور یعنی محل کے بدلنے سے چیزوں کے خواص اور تاثیرات بدل جاتی ہیں۔ حرام۔ جب شیرۂ انگور خمر بن جائے تو حرام ہے، سرکہ بن جائے تو بہترین سالن ہے۔

در بیانِ آنکہ اُنچہ ولی کامل کند مریداں را نشاید گستاخی کردن و ہماں فعل کردن کہ حلوا طبیب را زیاں ندارد و مریض رازیاں دارد و سرما و برف انگور رسیدہ رازیاں ندارد اما غورہ رازیاں دارد کہ در راہ است و نارسیدہ

اس بات کے بیان میں جو ولی کامل کرے مریدوں کے لئے گستاخی کرنا اور وہ کام کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ حلوا طبیب کو مضر نہیں ہے اور مریض کو نقصان پہنچاتا ہے اور جاڑا اور برف پکے انگور کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے لیکن کچے انگوروں کو نقصان پہنچا دیتا ہے کیونکہ ابھی راہ میں ہیں اور پختہ نہیں ہیں

لِیَغْفِرَ لَکَ[1] اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ۔ صَدَقَ اللّٰهُ

تاکہ اللہ بخش دے تیرے اگلے پچھلے گناہ، اللہ نے سچ فرمایا

گر ولی زہرے خورد نوشے شود — ور خورد طالب سیہ ہوشے شود
اگر ولی زہر کھائے تریاق ہو جائے — اگر طالب کھائے تو بے ہوش ہو جائے

رَبِّ هَبْ لِی از سلیماں آمدست — کہ مدہ غیر مرا ایں ملک و دست
رَبِّ هَبْ لِی (حضرت) سلیمان سے منقول ہے — کہ میرے سوا کسی کو یہ سلطنت اور غلبہ نہ عطا کر

تو مکن با غیر من ایں لطف و جود — ایں حسد را ماند اما آں نبود
میرے غیر پر تو یہ مہربانی اور عطا نہ فرما — یہ حسد سے مشابہ ہے، لیکن حسد نہیں تھا

نکتۂ لَا یَنْبَغِیْ میخواں بجاں — سِرِّ مِنْ بَعْدِیْ ز بخل اُو مداں
لَا یَنْبَغِیْ کا نکتہ غور سے پڑھ — مِنْ بَعْدِیْ کا راز ان کے بخل کی وجہ سے نہ سمجھ

بلکہ اندر ملک دید اُو صد خطر — مو بمو[2] ملک جہاں بد بیم سر
بلکہ سلطنت میں انہوں نے سو خطرے محسوس کئے — پوری دنیا کی سلطنت، جان کا خطرہ تھی

بیم سَر یا بیم سِرّ یا بیم دیں — امتحانے نیست مارا مثل ایں
جان کا خطرہ یا روحانی خوف یا دین کا خوف — ہمارے لئے اس جیسی کوئی آزمائش نہیں ہے

پس سلیماں ہمتے باید کہ اُو — بگذرد زیں صد ہزاراں رنگ و بو
پس کوئی سلیمان علیہ السلام جیسی ہمت والا چاہئے کہ جو — ان لاکھوں رنگ و بو سے (بچ کر) نکل جائے

باچناں قوت کہ اُو را بود ہم — موجِ آں ملکش فرومی بست دم
اس قوت کے ہوتے ہوئے جو ان کو حاصل تھی — اس سلطنت کی موجیں ان کا سانس گھونٹتی تھیں

---

1. لیغفر لک۔ بعض مباحات کاملوں کے لئے مفید ہیں لیکن ناقصوں کے لئے مضر ہوتے ہیں، حضور ﷺ کا وہ مقام تھا جس میں کسی مباح سے تلذذ اور نفع اندوزی نقصان کا سبب نہیں بن سکتی تھی۔ رب هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی، یہ حضرت سلیمان کی دعا ہے جو قرآن میں منقول ہے یعنی اے خدا میرے جیسی سلطنت میرے بعد اور کسی کو نہ دینا۔ مولانا اس آیت کا مطلب یہ سمجھا رہے ہیں کہ یہ دعا حسد پر مبنی نہ تھی بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام یہ سمجھتے تھے کہ اس عظیم الشان سلطنت کا بار میں تو اٹھا سکتا ہوں، کوئی دوسرا نہیں اٹھا سکے گا، اس کے لئے اس قسم کی سلطنت مضر ہوگی تو یہ فرمانا دوسروں پر شفقت کی وجہ سے تھا نہ کہ حسد کی وجہ سے۔
2. مو بمو۔ بال بال، یعنی مکمل۔ بیم سر۔ جان کا خوف۔ بیم سِرّ۔ یعنی روح کے لئے خطرہ۔ بیم دیں۔ یعنی دین کے لئے خطرہ۔ رنگ و بو۔ یعنی سلطنت کے گوناگوں مسائل۔ اُو را۔ یعنی حضرت سلیمان میں اس عظیم سلطنت کے بار کے تحمل کی قوت تھی لیکن پھر بھی وہ خلل انداز ہوئی۔

خواں وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ[1]
أَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ پڑھ
چوں بماند از تخت و ملک خود تہی
کس طرح اپنے تخت و سلطنت سے خالی ہو گئی

چوں برو بنشست زیں اندوہ گرد
جب ان پر اس غم کی گرد بیٹھی
بر ہمہ شاہانِ عالم رحم کرد
دنیا کے تمام بادشاہوں پر ترس کھایا

شد شفیع و گفت ایں ملک و لوا[2]
سفارشی بن گئے اور کہا یہ سلطنت اور جھنڈا
با کمالے دِہ کہ دادی مَرمرا
اس کمال کے ساتھ عنایت فرما جو تو نے مجھے دیا ہے

ہر کرا بدہی و بکنی آں کرم
جس کو تو عطا کرے اور وہ کرم کرے
اُو سلیمان ست و آنکس ہم منم
وہ سلیمان ہے اور وہ میں ہی ہوں

اُو نباشد بعدی اُو باشد معی
وہ میرے بعد نہ ہوگا وہ میرے ساتھ ہوگا
خود معی چہ بود منم بے مدعی
میرے ساتھ ہونا کیا ہوتا ہے، وہ میں ہی ہوں بغیر کسی دعویدار کے

شرحِ ایں فرض ست گفتن لیک من
اس کی تشریح کرنا ضروری ہے لیکن میں
باز میگردم بقصہ مرد و زن
پھر مرد اور عورت کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں

مخلص ماجرائے عرب و جفت اُو در فقر و شکایت

اعرابی اور اس کی بیوی کے فقر اور شکایت کے قصہ کا خلاصہ

ماجرائے مرد و زن را مُخلَصے
مرد اور عورت کے قصہ کے خلاصے کو
باز می جوید روانِ مُخلِصے
ایک مخلص کی روح تلاش کر رہی ہے

ماجرائے مرد و زن افتاد نقل
مرد اور عورت کا قصہ ایک مثال واقع ہوا ہے
ایں مثالِ نفس خود می دان و عقل
اس کو اپنے نفس اور عقل کی مثال سمجھ

ایں زن و مردے کہ نفس ست و خرد
یہ عورت اور مرد جو کہ نفس اور عقل ہے
نیک بایست ست بہر نیک و بد
نیک اور بد کے لئے ضروری ہے

ویں دو پا بستہ دریں خاکی سرا
یہ دونوں اس عالم سفلی کے پابند ہیں
روز و شب در جنگ و اندر ماجرا
دن رات، جنگ اور بحث میں ہیں

زن ہمی خواہد حویج خانقاہ
عورت گھر کی ضروریات چاہتی ہے
یعنی آبِ رُو و نان و خوان و جاہ
یعنی آبرو اور روٹی اور خوان اور عزت

---

[1] أَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا۔ ہم نے ڈال دیا اس کی کرسی پر ایک جسم، یہ آیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے۔ جس کی تفسیر بعض مفسرین نے یہ کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے لاعلمی میں ایک مشرکہ عورت سے نکاح کرلیا جس کی پاداش میں ان کی وہ انگوٹھی صخر نامی جن لے گیا جس میں ان کی سلطنت کا راز مضمر تھا اور آپ کے تخت سلطنت پر قابض ہوگیا چند روز بعد وہ انگوٹھی پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ آئی تب تخت سلطنت پر دوبارہ قابض ہوئے۔

[2] لوا۔ جھنڈا۔ کمالے۔ تاکہ وہ اس کمال کے ذریعہ غلطی کی تلافی کر سکے۔ بعدی۔ مولانا نے اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ وہ مجھ سے کم رتبہ نہ ہو۔ معی۔ میرے ساتھ، یعنی کمالات میں مجھ جیسا ہو۔ مُخلَص۔ میم اور لام کے فتحہ کے ساتھ، خلاصہ، میم کے ضمہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ، خالص محبت والا دوست۔ ایں مثال۔ یعنی عورت سے مراد نفس اور مرد سے مراد عقل ہے۔ پابستہ۔ مقید۔ خاکی سرا۔ دنیا۔ ماجرا۔ جھگڑا۔ حویج۔ حوائج کا اختصار ہے۔ خانقاہ۔ گھر۔

نفس ہمچوں زن پئے چارہ گری
گاہ خاکی[1] گاہ جوید سروری
نفس عورت کی طرح تدبیر کے درپے ہے
کبھی عاجزی کرتا ہے کبھی بڑائی چاہتا ہے

عقل خود زیں فکرہا آگاہ نیست
در دماغش جز غم اللہ نیست
عقل، ان افکار سے واقف نہیں ہے
اس کے دماغ میں اللہ کے غم کے سوا کچھ نہیں ہے

گرچہ سرِّ قصہ ایں دانہ است و دام
صورتِ قصہ شنو اکنوں تمام
اگرچہ قصہ کا راز یہ دانہ ہے، اور جال
قصہ کا ظاہر ہے، اب پورا قصہ سن

گر بیانِ معنوی کامل شدے
خلق عالم عاطل و باطل بدے
اگر باطن کا بیان مکمل ہو جائے
عالم کی پیدائش بیکار اور باطل ہو جائے

گر محبت فکرت و معنے ستے
صورتِ صوم و نمازت نیستے
اگر محبت، فکر اور باطنی معاملہ ہوتا
تو تیری نماز اور روزے کی صورت معدوم ہو جاتی

ہدیہ[2] ہائے دوستاں باہم دگر
نیست اندر دوستی الّا صور
دوستوں کے ایک دوسرے کو تحفے
دوستی میں محض صورتیں ہیں

تا گواہی دادہ باشد ہدیہ ہا
بر محبت ہائے مضمر در خفا
تاکہ تحفے گواہی دیں
اندر چھپی ہوئی محبتوں پر

زانکہ احساں ہائے ظاہر شاہدند
بر محبت ہائے سرّ اے ارجمند
کیونکہ ظاہری احسانات گواہ ہیں
اے گرامی قدر! چھپی ہوئی محبتوں پر

شاہدت گہ راست باشد گہ دروغ
مست گاہے از مے و گاہے ز دوغ
تیرا گواہ کبھی سچا ہوتا ہے کبھی جھوٹا
مست کبھی شراب سے اور کبھی چھاچھ سے

دوغ خوردہ مستئے پیدا کند
ہائے و ہوئے و سر گرانیہا کند
چھاچھ پینے والا مستی ظاہر کرتا ہے
ہائے و ہو اور نشہ دکھاتا ہے

آں مُرائی در صلوٰۃ و در صیام
می نماید جدوجہدے بس تمام
ریاکار نماز اور روزے میں
پوری جدوجہد ظاہر کرتا ہے

تا گماں آید کہ او مست ولاست
چوں حقیقت بنگری غرقِ ریاست
تاکہ گمان ہو جائے کہ وہ دوستی سے مست ہے
جب تو اصلیت دیکھے گا تو وہ ریاکاری میں غرق ہے

---

1. خاکی۔ عاجزی۔ سروری۔ سرداری۔ گرچہ۔ یعنی اس قصہ کی حقیقت بمنزلہ دانہ کے ہے اور قصہ کی صورت جال ہے۔ معنوی۔ باطنی۔ عاطل۔ بیکار، عبث۔ باطل۔ لغو۔ گر محبت۔ اگر محبت خداوندی محض ایک باطنی معاملہ ہوتا تو پھر نماز، روزہ کی فرضیت کی ضرورت نہ ہوتی حالانکہ یہ بھی شریعت میں ضروری ہیں۔

2. ہدیہ ہائے۔ دوستوں میں باہمی تحفوں کا لین دین قلبی محبت کے گواہ ہیں جو دل میں چھپی ہوئی ہے۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ خفا۔ باطن۔ احسانہائے ظاہر۔ ظاہری احسانات چھپی ہوئی محبت کے گواہ ہوتے ہیں۔ ارجمند۔ بوزن نقشبند، صاحب مرتبہ، عزیز۔ شاہد۔ لیکن گواہ ہمیشہ سچا ہی نہیں ہوتا، جو ظاہری مستی دکھاتا ہے، کبھی وہ حقیقتاً مست ہوتا ہے، کبھی اس کی مستی بناوٹی ہوتی ہے۔ دوغ۔ مٹھا، چھاچھ۔ مرائی۔ ریاکار یعنی ریاکار کی نماز اور روزہ جھوٹے گواہ ہیں اس کا دل محبت خداوندی سے خالی ہوتا ہے۔ ولا۔ دوستی۔ ریا۔ دکھاوا۔

حاصل، افعالِ برونی[1] رہبر ست
الحاصل، ظاہری افعال رہبر ہیں

تانشاں باشد بر آنچہ مضمر ست
تاکہ اس چیز کی علامت بنیں جو پوشیدہ ہے

راہبر گہ حق بود گاہے غلط
رہبر، کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط ہوتا ہے

گہ گزیدہ باشد و گاہے سَقط
کبھی برگزیدہ ہوتا ہے، کبھی ناکارہ ہوتا ہے

یا رب آں تمیز دہ ما را بخواست
اے خدا! درخواست پر ہمیں وہ تمیز عطا کردے

تا شناسیم آں نشانِ کژ ز راست
کہ ہم غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا سمجھ سکیں

حِسّ را تمیز دانی چوں شود
تجھے معلوم ہے حس کو تمیز کیسے حاصل ہوتی ہے؟

زانکہ حِسّ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہ بُود
جبکہ حس "وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" بن جائے

ور اثر نبود سبب ہم مظہرست[2]
اگر اثر نہ پایا جائے، سبب بھی ظاہر کرنے والا ہے

ہمچو خویشی کز محبت مخبرست
جیسے رشتہ داری، جو محبت کی خبر دینے والی ہے

نبود آنکہ نورِ حقش شد امام
جس شخص کے لئے اللہ کا نور امام بن جائے وہ نہیں رہتا

مر اثرہا یا سبب ہارا غلام
آثار اور سبب کا غلام

چونکہ نور اللہ در آید در مشام
جب اللہ کا نور دماغ میں سما جاتا ہے

مر اثر را یا سبب را نبود غلام
وہ اثر یا سبب کا غلام نہیں رہتا

تا محبت در دروں شعلہ زند
جب باطن میں محبت شعلہ زن ہوتی ہے

زفت گردد و ز اثر فارغ کند
تو قوی ہو جاتی ہے اور اثر سے فارغ کر دیتی ہے

حاجتش نبود پئے اعلامِ مہر
محبت کے ظاہر کرنے کیلئے اسکو کوئی ضرورت نہیں رہتی ہے

چوں محبت نورِ خود زد بر سپہر
جبکہ محبت اپنا نور آسمان پر پہنچا دیتی ہے

ہست تفصیلات تا گردد تمام
بہت تفصیلات ہیں کہ پوری ہو

ایں سخن لیکن بجو تو والسلام
یہ بات، لیکن تو خود تلاش کر لے والسلام

گرچہ[3] شد معنی دریں صورت پدید
اگرچہ معنی اس صورت میں ظاہر ہوئے ہیں

صورت از معنی قریب ست و بعید
(لیکن) صورت معنی سے قریب بھی ہے اور دور (بھی) ہے

در دلالت ہمچو آبند و درخت
دلالت کرنے میں پانی اور درخت کی طرح ہیں

چوں بماہیت روی دور اند سخت
تو اگر حقیقت پر غور کرے گا (ایک دوسرے سے) بہت دور ہیں

---

[1] افعالِ برونی۔ ظاہری افعال۔ گزیدہ۔ برگزیدہ، یعنی سچا راہبر۔ سقط۔ بیکار، ناکارہ۔ بخواست۔ یعنی ہماری درخواست ہے۔ نشان۔ علامت، یعنی ظاہری اعمال۔ حس۔ یعنی عمل حقیقی اور ریاکاری میں انسان جب فرق کر سکتا ہے جب اس کو اللہ اپنا نور عطا فرمائے۔ ور اثر۔ یعنی ظاہری اعمال کے علاوہ اور اسباب بھی محبت کا پتہ دیتے ہیں مثلاً رشتہ داری ہے، اگر ظاہری لین دین نہ ہو تو بھی رشتہ داری یہ بتاتی ہے کہ باہمی محبت ہے۔

[2] مظہر۔ ظاہر کرنے والا۔ مخبر۔ خبر دینے والا۔ نبود۔ یعنی جب نورِ خداوندی دل میں سما جاتا ہے تو اعمالِ ظاہری بتقاضائے محبت صادر ہوتے ہیں، ثواب و عذاب یا اظہارِ عبودیت ان کا مقصود نہیں ہوتا ہے۔ تا محبت جب کسی کے باطن میں محبت کی آگ لگی ہوتی ہے اور وہ محبت توانائی حاصل کر لیتی ہے تو بغیر علامتوں کے بھی پہچانی جاتی ہے۔ اعلام۔ بتانا۔ لیکن بجو تو۔ اس مضمون کی تفصیلات بہت ہیں تو خود تلاش کر لے۔

[3] گرچہ۔ یعنی محبت کا ظہور بصورتِ اعمال ہوتا ہے لیکن محبت اور علامت میں بہت مناسبت بھی ہے اور دونوں ایک دوسرے سے جدا بھی ہیں۔ در دلالت۔ درخت کی سبزی پانی کے وجود کو بتاتی ہے لیکن پانی اور درخت دو جداگانہ حقیقتیں ہیں۔

دانہ[1] بیں کز آب و خاک و آفتاب
دانہ کو دیکھ پانی اور مٹی اور سورج کی وجہ سے
چوں درختے گشت در عالم شتاب
کیسے بہت جلد دنیا میں درخت بن گیا

ور بماہیت بگردانی نظر
اگر تو حقیقت پر نظر ڈالے
دور دور اند ایں ہمہ از یک دگر
ایک دوسرے سے بہت دور ہیں

ترکِ ماہیات و خاصیات گو
ماہیتوں اور خاصیتوں (کے بیان) کو چھوڑ
شرح کن اقوالِ آں دو رزق جو
ان دونوں رزق کے طلبگاروں کی باتوں کی تفصیل بتا

باز گو از ماجرائے مرد و زن
مرد اور عورت کا قصہ پھر سنا
زانکہ انجامے ندارد ایں سخن
اس لئے کہ اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

دل نہادنِ مردِ عرب بر التماسِ دلبر خویش و سوگند خوردن کہ مرا دریں تسلیم حیلتے و امتحانے نیست

اعرابی کا اپنی محبوبہ کی بات پر راضی ہو جانا اور قسم کھانا کہ اس رضامندی سے میرا مقصد کوئی حیلہ اور آزمائش نہیں ہے

مرد گفت اکنوں گذشتم از خلاف
مرد نے کہا اب میں خلاف سے باز آیا
حکم داری تیغ برکش از غلاف
تجھے حکم دینے کا حق ہے، تلوار نیام سے نکال لے

ہرچہ گوئی مر ترا فرماں برم
جو تو کہے گی تیرا حکم بجا لاؤں گا
ور بد و نیک آید آنرا ننگرم
اگر اچھائی برائی آئے گی اس کو نظرانداز کروں گا

در وجودِ تو شوم من منعدم
میں تیرے وجود میں فنا ہو جاؤں گا
چوں محبم[2] حُبّ یعمی و یصم
جبکہ میں عاشق ہوں، محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے

گفت زن آہنگ برّم می کنی
عورت نے کہا، تو میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کر رہا ہے
یا بحیلت کشف سرّم می کنی
یا چالاکی سے میرا راز کھول رہا ہے

گفت وَاللّٰهُ عَالِمُ السِّرِّ الْخَفِیِّ
اس نے کہا اللہ (تعالیٰ) چھپے ہوئے بھیدوں کا جاننے والا ہے
کافرید از خاک آدم را صفی
جس نے برگزیدہ آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا ہے

درسہ گز قالب کہ دادش وا نمود
تین گز کے جسم میں جو ان کو دیا، ظاہر فرما دیں
آنچہ در ارواح و در الواح بود
وہ تمام چیزیں جو روحوں اور تختیوں میں تھیں

یاد دادش لوحِ محفوظِ وجود
ان کو وجود کی لوح محفوظ یاد کرا دی
تابدانست آنچہ در الواح بود
یہانتک کہ وہ ان تمام باتوں کو جان گئے جو تختیوں میں تھیں

---

[1] دانہ۔ درخت، بیج، مٹی، پانی اور سورج کی گرمی سے بنتا ہے لیکن ان کی حقیقتیں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ التماس۔ گزارش۔ دلبر۔ معشوق۔ سوگند۔ قسم۔ گذشتم از خلاف۔ میں نے اختلاف چھوڑ دیا۔ حکم داری۔ تجھے حکم دینے کا اختیار ہے۔ تیغ۔ یعنی تلوار چلائے تو گردن حاضر ہے۔ منعدم۔ محو، فنا۔

[2] محبم۔ محب ہستم۔ یعمی۔ اندھا کر دیتا ہے۔ یصم۔ بہرا کر دیتا ہے۔ بر۔ احسان، سلوک۔ حیلت۔ تدبیر۔ کشف سر۔ راز کھولنا۔ آفریدن۔ پیدا کرنا۔ صفی۔ برگزیدہ، منتخب۔ قالب۔ یعنی جسم آدمؑ۔ الواح۔ لوح کی جمع ہے۔ مختی، الواح سے لوحِ محفوظ مراد ہے یا دیگر لوحیں مراد ہیں۔

تا ابد[1] ہرچہ کہ از پس بود و پیش
ابد تک جو ماضی اور مستقبل میں تھا
تا ملک بے خود شد از تدریس او
اس علم کی تعلیم سے فرشتے مدہوش ہو گئے
آں کشادِ شاں کز آدمؑ رو نمود
وہ انکشافات جوان کو (حضرت) آدمؑ سے حاصل ہوئے
در فضائے عرصۂ آں پاک جاں
اس پاک جان کے میدان کی وسعت (کے مقابلہ) میں
گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا کہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے
در زمین و آسمان و عرش نیز
زمین اور آسمان نیز عرش میں بھی
در دلِ مومن بگنجم اے عجب
تعجب ہے، مومن کے دل میں سما جاتا ہوں
گفت[2] فَادْخُلْ فِیْ عِبَادِیْ تَلْتَقِیْ
(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میرے بندوں میں داخل ہو جا تو پا لے گا
عرش با آں نور و پہنائی خویش
عرش نے باوجود اپنے نور اور وسعت کے
خود بزرگی عرش باشد بس پدید
عرش کی بڑائی بہت واضح ہے
ہر ملک می گفت ما را پیش ازیں
ہر فرشتہ کہتا تھا، ہمیں اس سے پہلے
تخم خدمت در زمیں می کاشتیم
ہم نے زمین میں خدمت کے بیج بوئے تھے

درس کرد از عَلَّمَ الْاَسْمَآءِ خویش
اپنے اسماء کی تعلیم کے ذریعے ان کو پڑھا دیا
قدسِ دیگر یافت از تقدیس او
ان فرشتوں نے (اللہ کی) پاکی بیان کر کے اور پاکیزگی حاصل کر لی
در کشادِ آسمانہا شاں نبود
وہ آسمانوں کے انکشافات میں ان کو حاصل نہ تھے
تنگ آمد عرصۂ ہفت آسماں
ساتوں آسمانوں کا میدان تنگ ہو گیا
من نگنجم ہیچ در بالا و پست
میں اوپر نیچے (کہیں) نہیں سما سکتا ہوں
من نگنجم ایں یقیں داں اے عزیز
میں نہیں سما سکتا ہوں، اے پیارے! یقین کر
گر مرا جوئی دراں دلہا طلب
اگر میری تلاش کرے ان دلوں میں تلاش کر
جَنَّةً مِنْ رُؤْیَتِیْ یَا مُتَّقِیْ
میرے دیدار کی جنت اے پرہیزگار!
چوں بدید اُو را برفت از جائے خویش
جب اس کو دیکھا، بے قرار ہو گیا
لیک صورت کیست چوں معنیٰ رسید
لیکن صورت کیا چیز ہے، جب معنیٰ آ پہنچیں؟
اُلفتے می بود بر روئے زمیں
روئے زمین سے محبت تھی
زاں تعلق ما عجب می داشتیم
اس تعلق سے ہم متعجب تھے

[1] ابد۔ ختم نہ ہونے والا مستقبل زمانہ۔ تقدیس۔ یعنی فرشتوں نے کہا سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ ”اے خدا تیری ذات پاک ہے ہمیں بجز اس کے کچھ معلوم نہیں جو تو نے ہمیں بتا دیا ہے۔ آں کشاد۔ جو معلومات فرشتوں کو آدم سے حاصل ہوئیں وہ آسمانوں سے حاصل نہ تھیں۔ در فضائے۔ اسماء کی تعلیم کے بعد، آدم علیہ السلام کی وسعتوں کی آسمانوں میں گنجائش نہ تھی۔ گفت پیغمبر۔ حدیث قدسی ہے ”لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن۔“ مجھے نہ میری زمین سما سکتی ہے نہ میرا آسمان، ہاں میرے مومن بندے کا دل سما سکتا ہے۔

[2] گفت۔ قرآن پاک میں ہے۔ ”فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔“ پس داخل ہو ہمارے بندوں میں اور داخل ہو جا ہماری جنت میں، مولانا نے اس آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ مومن کے دل میں سما کر دیدار کی جنت میں پہنچ جا۔ یعنی قلب مومن میں اللہ کی رویت میسر آ سکتی ہے۔ با۔ باوجود۔ پہنا۔ وسعت۔ از جا رفتن۔ بیقرار ہونا۔ صورت۔ یعنی مادی چیز۔ معنیٰ۔ یعنی روحانی چیز۔

کایں تعلق چیست با ایں خاکداں[1]
کہ اس زمین سے یہ تعلق کیسا ہے؟
چوں سرشت ما بدست از آسماں
جبکہ ہمارا خمیر آسمان سے ہے

الف ایں انوار با ظلمات چیست
ان نوروں کو تاریکیوں سے محبت کیوں ہے؟
چوں تواند نور با ظلمات زیست
نور تاریکیوں کے ساتھ کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟

آدما آں الف از بوئے تو بود
اے آدمؑ! وہ محبت تیری خوشبو کی وجہ سے تھی
زانکہ جسمت را زمیں بد تار و پود
کیونکہ تیرے جسم کا تانا بانا زمین تھی

جسمِ خاکت را ازیں جا یافتند
تیرے خاکی جسم کو اس جگہ سے حاصل کیا
نورِ پاکت را در آنجا تافتند
تیرے پاک نور کو اس جگہ چمکایا

ایں کہ جانِ ما زروحت یافت ست
یہ جو کچھ ہماری جان نے تیری روح سے حاصل کیا ہے
پیش پیش از خاک آں می تافت ست
پہلے پہلے زمین سے چمکا ہے

در زمیں بودیم و غافل از زمیں
ہم زمین پر تھے اور زمین سے غافل تھے
غافل از گنجے کہ دروے بد دفیں
اس خزانہ سے غافل تھے جو اس میں مدفون تھا

چوں سفر فرمود مارا زاں مقام
جب ہمیں اس جگہ سے سفر کرنے کا حکم فرمایا
تلخ شد مارا ازاں تحویل کام
اس تبدیلی سے ہمارا حلق کڑوا ہو گیا

تاکہ حجتہا ہمی گفتیم ما
یہاں تک کہ ہم نے حجتیں کیں
کہ بجائے ما کہ آید اے خدا
کہ اے خدا! ہماری جگہ کون آئے گا؟

نورِ ایں تسبیح و ایں تہلیل را
اس تسبیح اور تہلیل کے نور کو
می فروشی[2] بہر قال و قیل را
تو لڑائی، جھگڑے سے تبدیل کرتا ہے

حلم حق گسترد بہر ما بساط
اللہ (تعالیٰ) کے حلم نے ہمیں موقع دیا
کہ بگوئید از طریق انبساط
کہ کھل کر کہو

ہر چہ آید بر زباں تاں بے حذر
بلاخوف، جو تمہاری زبان پر آئے
ہمچو طفلانِ یگانہ باپدر
جیسے بے تکلف بچے اپنے باپ سے

ماہمی دانیم خود رازِ شما
خود ہم تمہارے راز کو جانتے ہیں
لیک می خواہیم آوازِ شما
لیکن تمہاری آواز (میں) سننا چاہتے ہیں

زانکہ ایں دمہا چہ گر نالائق ست
اس لئے کہ یہ معمولی باتیں اگرچہ مناسب نہیں ہیں
رحمت من بر غضب ہم سابق ست
(لیکن) میری رحمت، غصہ پر سبقت رکھتی ہے

1. خاکداں۔ زمین۔ الف۔ الفت، محبت۔ انوار۔ یعنی ملائکہ۔ ظلمات۔ یعنی دنیا کی چیزیں۔ تار و پود۔ تانا، بانا۔ جسم خاکت۔ یعنی آدم علیہ السلام کا جسم تو خاکی ہے اس میں نور علم آسمانی ہے۔ ایں کہ۔ یعنی علم کا نور۔ چوں سفر۔ اللہ نے فرشتوں کو زمین سے منتقل ہونے کا حکم دیا تو فرشتوں پر یہ حکم بھاری پڑا۔ حجتہائے۔ یعنی فرشتوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تو زمین میں ہماری جگہ انسانوں کو بسانا چاہتا ہے جو زمین میں فتنہ و فساد برپا کر دیں گے۔
2. می فروشی۔ یعنی فرشتوں نے کہا کہ ہم تو روئے زمین پر تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں تو انسانوں کو آباد کرے گا تو وہ تسبیح و تہلیل کے بجائے فتنہ و فساد کریں گے۔ حلم۔ بردباری۔ گستردن۔ بچھانا۔ بساط۔ بچھونا۔ بساط گستردن۔ موقع دینا۔ انبساط۔ خوشی، کشائش دل۔ بے حذر۔ بلاخوف۔ آواز شما۔ یعنی تمہاری زبان اور آواز سے ہم سننا چاہتے ہیں۔ دمہا چہ۔ چہ تصغیر کے لئے ہے یعنی ادنیٰ باتیں۔ رحمت۔ حدیث قدسی ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ میری رحمت میرے غصہ سے آگے ہے۔

از پئے اظہارِ ایں سبق[1] اے ملک
در تو بنہم داعیہ اشکال و شک

اے فرشتو! اس سبقت کے اظہار کے لئے
میں تم میں اشکال اور شک کا داعیہ پیدا کر رہا ہوں

تابگوئی و نگیرم بر تو من
منکر حلمم نیارد دم زدن

تاکہ تم کہو اور میں تم پر گرفت نہ کروں
میری بردباری کا منکر دم نہ مار سکے

صد پدر صد مادر اندر حلمِ ما
ہر نفس زاید در افتد در فنا

سو باپ اور سو مائیں ہمارے حلم میں
ہر لمحہ پیدا ہو کر فنا ہو رہی ہیں

حلم ایشاں کفِ بحر حلم ماست
کف رود، آید ولے دریا بجاست

ان کا حلم ہمارے حلم کے سمندر کا جھاگ ہے
جھاگ تو آتے جاتے رہتے ہیں لیکن دریا اپنی جگہ پر ہے

خود چہ گویم پیشِ آں دُر ایں صدف
نیست الّا کفِ کفِ کفِ کفُ

میں کیا بتاؤں، اس موتی کے سامنے یہ سیپ
جھاگ کی جھاگ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے

حقِ آں کف،[2] حقِ آں دریائے صاف
کامتحانی نیست ایں گفت و نہ لاف

اس جھاگ کی قسم اور اس صاف دریا کی قسم
یہ گفتگو نہ آزمائش ہے نہ بکواس

از سرِ مہر و صفا ہست و خضوع
حق آنکس کہ بدو دارم رجوع

محبت اور خلوص اور عاجزی کی وجہ سے ہے
اس ذات کی قسم جس کی طرف مجھے لوٹنا ہے

گر بہ پیشت امتحان ست ایں ہوس
امتحاں را امتحاں کن یک نفس

اگر تیرے نزدیک یہ خواہش آزمائش کے لئے ہے
تھوڑی دیر کے لئے آزمائش کو آزما لے

سرّ مپوشاں تاپدید آید سِرم
امر کن تو ہرچہ بروے قادِرم

راز کو نہ چھپا، تاکہ میرا راز (بھی) ظاہر ہو جائے
جو میں کر سکتا ہوں اس کا حکم دے

دل مپوشاں تاپدید آید دلم
تا قبول آید ہر انچہ قابلم

دل (کی بات) نہ چھپا، تاکہ میرے دل (کی بات) ظاہر ہو جائے
تاکہ جس بات کے میں قابل ہوں اس کو قبول کروں

چہ کنم در دست من چہ چارہ است
در نگر تا جانِ من چہ کارہ است

کیا کروں میرے قابو میں کیا تدبیر ہے؟
غور کر لے، میں کس کام کا ہوں

تعیین کردنِ زن طریق طلب روزی شوئے خودرا قبول کردنِ اُو

عورت کا اپنے شوہر کیلئے روزی طلب کرنے کا راستہ متعین کرنا اور اس کا قبول کر لینا

گفت زن تک آفتابے تافت ست
عالمے زو رُوشنائی یافت ست

عورت نے کہا، یہ آفتاب چمکا ہے
(اور) دنیا نے اس سے روشنی پائی ہے

---

[1] سبق۔ سبقت۔ داعیہ۔ جذبہ۔ تا گوئی۔ یعنی تاکہ فرشتے اعتراض کریں اور میں گرفت نہ کروں اور میرے حلم کا ثبوت ہو جائے اور ان کے لئے انکار کا موقع نہ رہے۔ صد پدر۔ یعنی سینکڑوں ماں باپ کی بردباری اللہ کی بردباری کے سامنے ہیچ در ہیچ ہے۔ کف۔ جھاگ، سمندر کے مقابلہ میں جھاگ بے حقیقت چیز ہوتی ہے۔ در۔ یعنی حلم باری تعالیٰ۔ صدف۔ یعنی ماں باپ کی بردباری۔ گفت۔ گفتگو۔ لاف۔ گپ، بکواس۔

[2] حق آں کف۔ یہ مقولہ بدو کا شروع ہوا ہے، بیوی نے کہا تھا کہ تیرا اظہارِ محبت امتحان کے لئے ہے یا حقیقت پر مبنی ہے اس کے جواب میں کہا ہے کہ میری باتیں محبت پر مبنی ہیں، امتحانی اور آزمائشی نہیں ہیں۔ رجوع۔ واپسی یعنی مرنے کے بعد۔ صفا۔ خلوص۔ خضوع۔ عاجزی، انکساری۔ ہوس۔ یعنی صلح کی خواہش۔ سرّ۔ راز۔ قادر۔ قدرت والا۔ چہ کنم۔ اب جبکہ تو روزی کمانے کو کہتی ہے تو بتا کس طرح کماؤں۔ تک۔ ایک، اب۔ آفتاب۔ یعنی خلیفۂ وقت۔

نائب رحماں خلیفہ کردگار
خدا کا قائم مقام، اللہ کا خلیفہ
گر بہ پیوندی بداں شہ، شہ شوی
اگر تو اس بادشاہ سے وابستہ ہو جائے گا، بادشاہ بنجائے گا
ہمنشینی مُقبلاں چوں کیمیاست
نصیبہ ور لوگوں کی مصاحبت، کیمیا ہے
چشمِ احمدؐ بر ابوبکرؓ زدہ
احمد (ﷺ) کی نگاہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر پڑی
گفت من شہ را پذیرا چوں شوم
اس نے کہا بادشاہ کے یہاں میں مقبول کس طرح ہو سکتا ہوں؟
نسبتے باید مرا یا حیلتے
مجھے کوئی تعلق یا تدبیر چاہیئے
ہمچو مجنونے[۲] کہ بشنید از یکے
مجنوں کی طرح، کہ جب اس نے کسی سے سنا
گفت آوہ بے بہانہ چوں روم
بولا، افسوس! بغیر بہانہ کے کیسے جاؤں؟
لَیْتَنِیْ کُنْتُ طَبِیباً حَاذِقاً
کاش میں ماہر طبیب ہوتا
قُلْ تَعَالَوْا گفت حق مارا بداں
اللہ تعالیٰ نے قُلْ تَعَالَوْا ہمارے لئے اسی لئے فرمایا ہے
شب پراں را گر نظر و آلت بدے
چمگادڑوں کے لئے اگر نظر اور ذریعہ ہوتا
گفت چوں شاہِ کرم میداں رود
بولی، جب شاہِ کرم میدان میں نکلتا ہے
زانکہ آلت دعویٰ ست و ہستی ست
کیونکہ سامان تو دعویٰ اور انانیت کا ہے

شہر بغداد[۱] ست ازوے چوں بہار
بغداد شہر اس کی وجہ سے (موسم) بہار جیسا ہے
سوئے ہر ادبار تاکے می روی
ہر نحوست کی طرف کب تک چلے گا؟
چوں نظر شاں کیمیائے خود کجاست
ان کی نظر جیسی، کیمیا (بھی) کب ہے؟
اُو زیک تصدیق صدیقے شدہ
وہ ایک تصدیق سے صدیق ہو گئے
بے بہانہ سوئے اُو من چوں روم
ذریعہ کے بغیر میں اس کے پاس کیسے جاؤں؟
ہیچ پیشہ راست شد بے آلتے
کوئی پیشہ بغیر اوزار کے چلا ہے؟
کہ مرض آمد بہ لیلیٰ اندکے
کہ لیلیٰ کسی قدر بیمار ہے
ور بمانم از عیادت چوں شوم
اگر مزاج پرسی سے رہ جاؤں گا تو میرا کیا حال ہوگا؟
کُنْتُ اَمْشِیْ نَحْوَ لَیْلیٰ شَائِقاً
لیلیٰ کے پاس شوق سے جاتا
تابود شرم اِشْکَنی مارا نشاں
تاکہ ہماری شرم ٹوٹنے کا نشان بن جائے
روز شاں جولان و خوش حالت بدے
دن میں ان کی گردش اور اچھی حالت ہوتی
عین ہر بے آلتی آلت شود
ہر بے سروسامانی، ذریعہ بن جاتی ہے
کار در بے آلتی و پستی ست
(اصل) کام بے سروسامانی اور ذلت ہے

۱. بغداد۔ عراق کا مشہور شہر ہے، اصل میں باغ داد تھا، اس باغ میں بیٹھ کر نوشیرواں انصاف کیا کرتا تھا۔ پیوندی۔ پیوستن کا فعل مضارع مخاطب ہے۔ شہ۔ یعنی خلیفہ۔ شہ۔ یعنی مالدار۔ ادبار۔ بدبختی۔ چوں۔ یعنی شاہوں کی نظر کیمیا سے بھی بڑھ کر ہے۔ یک تصدیق۔ یعنی معراج کے واقعہ کی تصدیق۔ صدیق۔ بہت سچ بولنے والا، بہت زیادہ تصدیق کرنے والا، یہ حضرت ابوبکرؓ کا لقب ہے۔ پذیرا۔ مقبول۔ بہانہ۔ حیلہ۔

۲. مجنوں۔ قیس عامری کا لقب ہے۔ عیادت۔ بیمار کی مزاج پرسی کرنا۔ قُلْ تَعَالَوْا۔ قرآن پاک کی آیت ہے۔ "اے نبی کہہ دے چلے آؤ۔" شرم اشکنی۔ شرم کو توڑنا یعنی اللہ تعالیٰ نے چلے آؤ فرما کر بغیر حیلہ جانے میں جو شرم تھی اس کو توڑا ہے۔ شاہِ کرم۔ بخشش والا بادشاہ۔ عین بے آلتی۔ یعنی بے سروسامانی کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ زانکہ۔ ساز و سامان میں انانیت ہے جس سے محرومی ہوتی ہے، بے سروسامانی اور عاجزی سے سوال میں کامیابی ہوتی ہے۔

گفت کے بے آلتی[1] سودا کنم
(شوہر نے) کہا کہ بے سروسامانی کا میں کب خیال کر سکتا ہوں؟
تا نہ من بے آلتی پیدا کنم
جب تک میں بے سروسامانی پیدا نہ کر لوں

پس گواہے بایدم بر مفلسی
پس مفلسی پر میرا کوئی گواہ ہونا چاہئے
تا شہم رحمے کند در مفلسی
تاکہ بادشاہ مفلسی میں مجھ پر رحم کرے

تو گواہی غیر گفت و گو و رنگ
(اے مخاطب) تو (بھی) گفتگو اور وضع کے علاوہ کوئی گواہی
وانما تا رحم آرد شاہِ شنگ
پیش کر تاکہ محبوب بادشاہ تجھ پر رحم کرے

کایں گواہی کش زگفت و رنگ بد
اس لئے کہ گواہی جو گفتگو اور وضع کی تھی
نزد آں قاضی القضاۃ آں جرح شد
احکم الحاکمین کے سامنے مجروح ہو گئی ہے

پس گواہے[2] زاندروں می بایدم
مجھے کوئی باطنی گواہ درکار ہے
نے گواہیِ بروں می بایدم
ظاہری گواہی کی مجھے ضرورت نہیں ہے

صدق می باید گواہِ حالِ اُو
سچائی اس کے حال کی گواہ ہونی چاہئے
تابتابد نورِ اُو بے قالِ اُو
تاکہ اس کا نور اس کی گفتگو کے بغیر چمک جائے

ہدیہ بردن آں عرب سبوئے آبِ باراں از میانِ بادیہ

اس بدوی کا جنگل سے بارش کے پانی کا مٹکا ہدیہ میں لے جانا

سوئے بغداد بنزدِ خلیفہ و پنداشت کہ آنجا قحط آب ست

خلیفہ بغداد کے پاس اور اس نے خیال کیا کہ وہاں پانی کا قحط ہے

گفت زن صدق آں بود کز بودِ خویش
عورت نے کہا کہ سچائی یہ ہے کہ اپنے وجود سے
پاک بر خیزی تو از مجہودِ خویش
اپنی کوشش سے بالکل علیحدہ ہو جا

آبِ باران ست مارا در سبو
ٹھلیا میں ہمارا بارش کا پانی ہے
ملکت و سرمایۂ و اسبابِ تو
جو تیری ملکیت اور سرمایہ اور اسباب ہے

ایں سبوئے آب را بردار و رو
پانی کی یہ ٹھلیا اٹھا اور جا
ہدیہ سا و پیشِ شاہنشاہ شو
تحفہ قرار دے اور بادشاہ کے پاس پہنچ جا

گو کہ مارا غیر زیں اسباب نیست
کہنا، ہمارے پاس اس سامان کے علاوہ کچھ نہیں ہے
در مفازہ ہیچ بہ زیں آب نیست
جنگل میں اس سے اچھا پانی نہیں ہے

گر خزانہ اش پُر ز دُرّ و گوہر ست
اگرچہ اس کا خزانہ موتیوں اور جواہر سے بھرا ہوا ہے
ایں چنیں آبش نباشد نادِرست
اس کے پاس ایسا پانی نہ ہوگا (یہ) کمیاب ہے

---

[1] بے آلتی۔ بے سروسامانی۔ سودا۔ خیال، شوق یعنی اتنا خلوص ہو جائے کہ تحفہ کی ضرورت نہ رہے۔ گواہے۔ صدق اور اخلاص کی کوئی علامت ہونی چاہئے۔ تو گواہی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کے سامنے جانے کے لئے بھی اخلاص کی گواہی کی ضرورت ہے۔ اگر دل میں اخلاص نہ ہوگا محض ظاہری گفتگو سے کام نہ چلے گا۔

[2] پس گواہے۔ شوہر نے کہا باطنی گواہ کی ضرورت ہے۔ صدق آں بود۔ عورت نے شوہر سے کہا اپنی ہستی اور اپنی جدوجہد سے دستبردار ہو جانا ہی سچائی ہے۔ سبو۔ ٹھلیا۔ ملکت۔ مملوکِ تو۔ مفازہ۔ جنگل۔ فاخر۔ قیمتی، قابل فخر۔ نادر۔ کمیاب۔

چیست آں کوزہ[1] تن محصورِ ما
وہ ٹھلیا کیا ہے؟ ہمارا گھرا ہوا بدن ہے
اندر او آب ایں حواسِ شوربا
اس میں پانی، ہمارے نمکین حواس ہیں

اے خداوند ایں خم و کوزہ مرا
اے خدا! میرے اس مٹکے اور کوزے کو
در پذیر از فضلِ اللہ اشتریٰ
"اللہ اشتریٰ" کی مہربانی سے قبول فرما لے

کوزۂ با پنج لولہ پنج حس
پانچ ٹونٹیوں کا کوزہ (جو) پانچ حواس ہیں
پاک دار ایں آب را از ہر نجس
اس پانی کو ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھ

تاشود زیں کوزہ منفد سوئے بحر
تاکہ اس کوزہ کا راستہ سمندر کی جانب ہو جائے
تا بگیرد کوزۂ من خوئے بحر[2]
تاکہ میرا کوزہ سمندر کی خصلت اختیار کر لے

تاچو ہدیہ پیشِ سلطانش بری
تاکہ ہدیہ میں جب تو اس کو بادشاہ کے سامنے لے جائے
پاک بیند باشدش شہ مشتری
اسکو وہ پاک دیکھے، ہوسکتا ہے کہ بادشاہ اسکا خریدار بن جائے

بے نہایت گردد آبش بعد ازاں
اس کے بعد اس کا پانی لاانتہا ہو جائے گا
پُر شود از کوزۂ من صد جہاں
میرے کوزے سے سو جہان بھر جائیں گے

لولہا بربند و پُر دارش ز خم
اس کی ٹونٹیاں بند کر دے اور اس کو مٹکے سے بھرا رکھ
گفت غُضُّوا عَنْ ھَوَیٰ اَبْصَارَکُمْ
فرمایا ہے، خواہش نفسانی سے اپنی نگاہیں نیچی رکھ

ریش او پُر باد کیں ہدیہ کراست
وہ مغرور تھا کہ یہ تحفہ کس کو میسر ہے؟
لائق چوں تو شہے اینست راست
تجھ جیسے بادشاہ کے لائق ہے، یہ درست ہے

آں نمی دانست کانجا برگذر
اس کو یہ خبر نہ تھی کہ وہاں راستہ پر
ہست جاری دجلہ ہمچوں شکر
شکر جیسا دجلہ بہہ رہا ہے

درمیانِ شہر چوں دریا رواں
شہر کے درمیان، سمندر کی طرح جاری ہے
پر زکشتیہا و شست ماہیاں
کشتیوں اور مچھلیوں کو پکڑنے کے کانٹوں سے پُر ہے

رَو بر سلطان و کاروبار بیں
بادشاہ کے پاس جا اور کاروبار دیکھ
حسن تَجْرِی تَحْتَہَا الْاَنْہَارُ بیں
"تَجْرِی تَحْتَہَا الْاَنْہَار" کا حسن دیکھ

ایں چنیں حِسہا و اِدراکاتِ ما
اسی طرح ہماری معلومات اور احساسات
قطرۂ باشد دراں بحر صفا
اس صاف سمندر میں ایک قطرہ ہیں

---

1. چیست آں کوزہ۔ یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے یعنی جس طرح بدو اپنی ٹھلیا شاہ بغداد کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے چلا، ہمیں بھی اپنے بدن کی ٹھلیا دربار خداوندی میں پیش کرنی ہے۔ اللہ اشتریٰ۔ قرآن پاک میں ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ "خدا نے مومنین سے ان کی جانیں اور مال خرید لیا ہے بعوض جنت کے۔" لولہ۔ ٹونٹی۔ یعنی بدن کی ٹھلیا میں پانچ حواس بمنزلہ پانچ ٹونٹیوں کے ہیں ان حواس کے ذریعہ اندر گندگی نہ پہنچنی چاہیے۔ منفد۔ سوراخ۔ بحر۔ یعنی وحدت کا سمندر۔

2. خوئے بحر۔ حدیث شریف میں ہے اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔ مشتری۔ خریدار۔ ریش او پر باد۔ بدو کو گھمنڈ تھا کہ ایسا تحفہ کسی کو میسر نہ آیا ہوگا اور یہ عجیب تحفہ یقیناً بادشاہ کے لائق ہے۔ گذر۔ گذرگاہ، راستہ۔ دجلہ۔ دال کے فتحہ کے ساتھ، عراق کا مشہور دریا ہے۔ جس کے دونوں طرف شہر بغداد آباد ہے۔ شست۔ شین کے فتحہ سے، نشتر، مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ تجری تحتھا الانھار نہریں اس کے نیچے جاری ہیں، قرآن میں یہ جنت کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ بحر صفا۔ علوم الٰہی کا سمندر۔

بازجوی[1] و باز بیں و بازیاب　از کہ از مَنْ عِنْدَهٗ اُمُّ الْکِتٰبْ

طلب کر اور مشاہدہ کر اور حاصل کر　کس سے؟ اس ذات سے جس کے پاس لوحِ محفوظ ہے

در نمد دوختن زن سبوئے آب را و مُہر بروے نہادن

عورت کا ٹھلیا کو نمدہ میں سینا اور اس پر مہر لگانا

مرد گفت آرے سبو را سَر بِبند　ہیں کہ ایں ہدیہ است مارا سود مند

مرد نے کہا، ہاں، ٹھلیا کا منہ بند کردے　یقیناً یہ تحفہ ہمارے لئے مفید ہے

در نمد در دوز تو ایں کوزہ را　تا کشاید شہ بہدیہ روزہ را

تو اس کوزہ کو نمدے میں سی دے　تاکہ بادشاہ تحفہ سے روزہ کشائی کرے

کایں چنیں اندر ہمہ آفاق نیست　جز رحیق و مایۂ اذواق نیست

اس طرح کا تحفہ دنیا میں نہیں ہے　(یہ) عمدہ شراب اور لذتوں کے سرمایہ کے سوا کچھ نہیں ہے

زانکہ ایشاں زابہائے تلخ و شور　دائماً پُر علّت اند و نیم کور

اس لئے کہ یہ لوگ کڑوے اور نمکین پانی کی وجہ سے　ہمیشہ بیمار اور آدھے اندھے ہیں

مرغ کابِ شور باشد مسکنش　اُو چہ داند جائے آبِ روشنش

جس پرندہ کی جائے رہائش کھاری پانی ہو　وہ اپنے صاف پانی کی جگہ کیا جانے؟

ایکہ اندر چشمۂ شورست جات　تو چہ دانی شَطِّ جیحون و فرات

اے وہ کہ تیری جگہ کھاری چشمہ ہے!　تو جیحوں اور فرات (دریا) کے کنارے کو کیا جانے؟

اے تو نارَستہ ازیں فانی رَباط　تو چہ دانی صحو و سُکر و انبساط

اے وہ کہ تو اس فانی سرائے سے نہیں چھوٹا!　تو صحو اور سکر اور انبساط کو کیا جانے؟

ور بدانی نَقلت از اَب و جدست　پیشِ تو ایں نامہا چوں ابجدست[2]

اگر تو جانتا (بھی) ہے تو باوا، دادا سے سنا سنایا ہے　تیرے سامنے یہ نام حروفِ تہجی کی طرح ہیں

ابجد و ہَوّز چہ فاش ست و پدید　برہمہ طفلان و معنی بس بعید

ابجد اور ہوز کس قدر واضح اور ظاہر ہیں　تمام بچوں پر، اور معنی کس قدر دور ہیں

پس سَبُو برداشت آں مردِ عرب　درسفر شُد می کشیدش روز و شب

اس بدو مرد نے ٹھلیا اٹھائی　سفر میں (روانہ) ہو گیا، دن رات اس کو اٹھاتا تھا

---

[1] بازجو۔ علومِ الٰہی کا طالب بن وہ تجھے خدا سے حاصل ہوں گے۔ سر بہ بند۔ منہ بند کردے۔ ہیں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ دوز۔ سی دے۔ رحیق۔ شراب۔ اذواق۔ ذوق کی جمع ہے، مزہ، لطف۔ زانکہ۔ اعرابی (بدوی) کو یہ غلط فہمی اس لئے تھی کہ لوگ جنگل میں عموماً شور اور تلخ پانی پی کر بیمار رہتے ہیں اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ آبِ شور۔ کھارا پانی۔ جات۔ جائے تو۔ شط۔ کنارہ جیحوں۔ ایران کا مشہور دریا۔ فرات۔ عراق کا مشہور دریا جو کوفہ کے قریب سے گذرتا ہے۔ رباط۔ سرائے یعنی دنیا۔ صحو و سکر و انبساط۔ روحانی کیفیات جو سالک کو پیش آتی ہیں۔

[2] ابجد۔ بچوں کو حروفِ تہجی کے حقائق کا کوئی علم نہیں، وہ صرف رٹ لیتے ہیں، نہ ان کو یہ معلوم ہے کہ انہی ابجد ہوز کی ترتیب سے اعداد کے ذریعہ تاریخیں نکالی جاتی ہیں نہ یہ معلوم کہ یہی حروف تعویذات اور طلسمات میں کام آتے ہیں نہ یہ معلوم کہ انہی حروف سے اسماء باری بنے ہیں جن کی تاثیرات غیر متناہی ہیں، نہ یہ معلوم کہ ان حروفِ تہجی کو ملا کر جو آٹھ کلمات بنائے گئے ہیں ان میں حضرت آدمؑ کے واقعات کی پوری تاریخ ہے۔

برسبو لرزاں بد از آفاتِ دہر
زمانے کی آفتوں سے ٹھلیا کے بارے میں خوفزدہ تھا
زن مُصلّیٰ[1] باز کردہ از نیاز
عورت نے عاجزی سے مصلیٰ بچھایا
کہ نگہدار آبِ مارا از خساں
کہ ہمارے پانی کو کمینوں سے محفوظ رکھ
گرچہ شُوئیم آگہ است و پُرفن ست
اگرچہ میرا شوہر باخبر اور صاحب تدبیر ہے
خود چہ باشد گوہر، آبِ کوثر ست
موتی کیا ہوگا (حوضِ) کوثر کا پانی ہے
از دعا ہائے زن و زاریِ اُو
عورت کی دعاؤں اور اس کی عاجزی سے
سالم از دُزداں و از آسیب سنگ
چوروں اور پتھر کے صدمہ سے، سالم
دید در گاہے[2] پُر از انعامہا
انعاموں سے بھرا ایک دربار دیکھا
دمبدم ہر سوئے صاحب حاجتے
لحہ بہ لحہ ہر جانب ضرورت مند
بہر گبر و مومن و زیبا و زشت
کافر اور مومن اور اچھے اور برے کے لئے (وہ دربار)
دید قوے در نظر آراستہ
ایک قوم کو دیکھا جو سامنے آراستہ تھی
خاص و عامہ از سلیمانؑ تا بمور
خاص اور عام (حضرت) سلیمانؑ سے لے کر چیونٹی تک
اہل صورت در جواہر تافتہ
اہل ظاہر جواہر میں لدے ہوئے تھے

ہم کشیدش از بیاباں تا بشہر
اس کو جنگل سے شہر کی طرف لئے جاتا تھا
رَبِّ سَلِّمْ ورد کردہ در نماز
نماز میں "اے خدا اسکو سلامت رکھ" کی دعا شروع کر دی
یارب ایں گوہر بداں دریا رساں
اے خدا! یہ موتی اس دریا تک پہنچا دے
لیک گوہر را ہزاراں دشمن ست
لیکن موتی کے ہزاروں دشمن ہیں
قطرۂ زاں آب کاصلِ گوہرست
اس پانی کا قطرہ ہے جو اصل میں گوہر ہے
وزِغم مَرد و گراں باریِ اُو
مرد کے غم اور اس کی جفاکشی سے
برد تا دارالخلافتہ بے درنگ
بلاتوقف دارالخلافہ تک لے گیا
اہلِ حاجت گستریدہ دامہا
ضرورت مندوں نے جال بچھا رکھے ہیں
یافتہ زاں در عطا و خلعتے
اس در سے عطا اور خلعت پا رہے ہیں
ہمچو خورشید و مُطربل چوں بہشت
سورج اور بارش کی طرح بلکہ بہشت کی طرح تھا
قومِ دیگر منتظر برخاستہ
دوسری قوم منتظر کھڑی تھی
زندہ گشتہ چوں جہاں از نفخ صور
جی اٹھے جیسے کہ دنیا صور پھونکنے سے
اہل معنی بحرِ معنی یافتہ
اہل باطن نے حقیقت کا سمندر پایا تھا

1. مصلیٰ۔ جائے نماز۔ رب سلم۔ اے خدا اس ٹھلیا کو سلامت رکھنا۔ خساں۔ یعنی چور ڈاکو۔ گوہر۔ یعنی ٹھلیا۔ دریا۔ یعنی خلیفہ۔ کوثر۔ جنت کا چشمہ ہے۔ اصل گوہر۔ یعنی موتی اسی پانی کے قطرات سے بنتے ہیں۔ گراں باری۔ بوجھ اٹھانا، جفاکشی۔ آسیب۔ صدمہ۔ دارالخلافتہ۔ خلیفۃ المسلمین کے رہنے کا شہر۔ درنگ۔ تاخیر۔
2. درگاہ۔ دربار۔ دامہا۔ جال، یعنی انعام حاصل کرنے کے وسائل و ذرائع۔ خلعت۔ شاہی لباس۔ گبر۔ آتش پرست، کافر۔ مطر۔ بارش، مینہ۔ در نظر۔ بادشاہ کے سامنے۔ سلیماں۔ یعنی امراء۔ مور۔ یعنی غرباء۔ نفخ صور۔ صور پھونکنا، جس سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے۔

آنکہ بے ہمت چہ باہمت شدہ — وانکہ باہمت چہ بانعمت شدہ
جو بے ہمت تھا کس قدر باہمت ہو گیا! جو باہمت تھا کس قدر نعمت والا ہو گیا

بانگ می آمد کہ اے طالب بیا — جود[1] محتاجِ گدایاں چوں گدا
آواز آتی تھی کہ اے طلبگار! آ جا سخاوت کو سائلوں کی ضرورت ہے جیسے کہ سائل کو سخاوت کی

در بیانِ آنکہ چنانکہ گدا عاشق کریم ست ہم عاشق گداست

اس کا بیان کہ جس طرح فقیر، سخی کا عاشق ہے، سخی بھی فقیر کا عاشق ہے

اگر گدارا صبر بیش بود کریم بر درِ اُو آید و اگر کریم را صبر بود گدا

اگر فقیر کا صبر بڑھا ہوا ہے تو کریم اس کے دروازے پر آ جاتا ہے اور سخی کو صبر ہو تو فقیر اس کے

بر درِ اُو آید اما صبر کمالِ گدا و نقصانِ کریم ست

دروازے پر آتا ہے لیکن صبر کرنا فقیر کا کمال ہے اور سخی کا عیب ہے

جود محتاج ست و خواہد طالبے — ہمچنانکہ توبہ خواہد تائبے
سخاوت ضرورتمند ہے، اور کوئی طلبگار چاہتی ہے جس طرح توبہ، توبہ کرنے والے کو چاہتی ہے

جود می جوید گدایان و ضعاف — ہمچو خوباں کائینہ جویند صاف
سخاوت، فقیروں اور کمزوروں کو تلاش کرتی ہے جیسے حسین صاف آئینہ تلاش کرتے ہیں

روئے خوباں ز آئینہ زیبا[2] شود — روئے احساں از گدا پیدا شود
حسینوں کا چہرہ، آئینہ سے حسین بنتا ہے احسان کا چہرہ فقیر سے رونما ہوتا ہے

چوں گدا آئینۂ جود ست ہاں — دَم بود بر روئے آئینہ زیاں
جبکہ فقیر، سخاوت کا آئینہ ہے، خبردار پھونک مارنا، آئینہ کے چہرے کی بربادی ہے

پس ازیں فرمود حق در والضحٰی — بانگ کم زن اے محمدؐ بر گدا
اس لئے اللہ (تعالیٰ) نے (سورۂ) والضحٰی میں فرمایا ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فقیر کو نہ جھڑک

آں یکے جودش گدا آرد پدید —ویں دِگر بخشد گدایاں را مزید
ایک وہ ہے جس کی سخاوت کو فقیر رونما کرتا ہے اور یہ دوسرا وہ ہے جو فقیر کو زیادہ دیتا ہے

پس گدایاں آئینہ جودِ حق اند — وانکہ باحق اند جودِ مطلق اند
فقراء اللہ (تعالیٰ) کی سخاوت کے آئینہ ہیں اور جو لوگ اللہ سے وابستہ ہیں وہ مجسم سخاوت ہیں

---

[1] جود۔ یعنی اس کی سخاوت بھکاریوں کو اس طرح تلاش کرتی تھی جس طرح بھکاری بخشش اور عطا کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ در بیان۔ سخیوں کی سخاوت کا وجود اور ظہور فقراء کے وجود سے ہے لہٰذا سخی اپنی سخاوت کے لئے فقراء کے محتاج ہیں جیسا کہ توبہ کا وجود توبہ کرنے والے سے ہے۔ گدا۔ فقیر، بھکاری۔ ضعاف۔ ضعیف کی جمع ہے، کمزور، فقیر۔ خوباں۔ خوب کی جمع ہے، حسین، خوبصورت۔

[2] زیبا۔ خوبصورت۔ پیدا۔ ظہور۔ والضحٰی۔ سورہ والضحٰی میں آنحضور کو کہا گیا ہے "وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْہَرْ" اور سائل کو نہ جھڑک۔ آں یکے۔ ایک سخی کی سخاوت کو بھکاری رونما کرتا ہے، دوسری قسم سخی کی یہ ہے کہ سائل کو بغیر مانگے دوگنا دیتا ہے۔ پس گدایاں۔ فقیر کی ایک قسم تو وہ ہے جو صبر کرتی ہے اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتی وہ تو اللہ کی صفت جود کی مظہر ہے اور جو فقراء ایسے ہیں کہ اللہ نے ان کے دل غنی کر دیے ہیں، وہ جودِ مطلق ہیں جو اللہ کی صفت جود اختیار کر چکے ہیں۔

وانکہ[1] جز ایں دو بود خود مُردہ است — اُو بریں در نیست نقش پردہ است

اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ مردہ ہے — وہ اس دروازے پر نہیں ہے پردے کا نقش ہے

فرق درمیانِ آنکہ دُرویش ست بخدا و تشنۂ خدا و آنکہ

فرق اس شخص میں جو اللہ کا بھکاری اور اس کا پیاسا ہے اور اس شخص

دَرویش ست از خدا و تشنہ است بغیر

میں جو خدا سے بے پروا اور غیر کا پیاسا ہے

لیک دُرویشے کہ اُو تشنہ خداست — ہست دائم از خدایش کار راست

لیکن وہ فقیر جو اللہ (تعالیٰ) کا پیاسا ہے — اس کا کام ہمیشہ خدا کی جانب سے درست ہے

لیک دَرویشے کہ تشنہ غیر شد — اُو حقیر و ابلہ و بے خیر شد

لیکن وہ فقیر جو غیر کا پیاسا ہوا — وہ ذلیل اور بیوقوف ہے اور بھلائی سے خالی ہوا

نقش دُرویش ست اُو نے اہل جاں — نقش سگ را تو مینداز استخواں

وہ صرف فقیر کی تصویر ہے، جاندار نہیں ہے — کتے کی تصویر کو ہڈی نہ ڈال

فقر لقمہ دارد اُو نے فقر حق — پیش نقش مردۂ کم نہ طبق[2]

وہ لقمہ کی فقیری رکھتا ہے نہ کہ اللہ (تعالیٰ) کی فقیری — مردے کی تصویر کے سامنے طباق نہ رکھ

ماہی خاکی بود دَرویش ناں — شکل ماہی لیک از دریا رماں

روٹی کا فقیر، مٹی کی مچھلی ہوتا ہے — مچھلی کی شکل ہے لیکن دریا سے بے تعلق ہے

نقش ماہی کے بود درویش آب — آں زبے آبی نمیگردد خراب

مچھلی کی تصویر، پانی کی فقیر کب ہوتی ہے؟ — وہ پانی نہ ہونے سے تباہ نہیں ہوتی ہے

مرغِ خانہ است اُو نہ سیمرغِ ہوا — لُوتِ نو شد اُو نوشد از خدا

وہ گھریلو پرندہ ہے نہ کہ ہوا کا سیمرغ — لذیذ کھانے کھاتا ہے خدا سے فیض حاصل نہیں کرتا ہے

عاشقِ حق ست اُو بہر نوال — نیست جانش عاشق حسن و جمال

وہ عطیہ کی خاطر اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے — اس کی جان حسن و جمال کی عاشق نہیں ہے

گر توہّم می کند اُو عشقِ ذات — ذات نبود وہم اسماء و صفات

اگر وہ ذاتِ (خداوندی) کے عشق کا خیال کرتا ہے — اسماء اور صفات کا خیال ذاتِ (خداوندی) نہیں ہوتا ہے

وہم مخلوق ست و مولود آمدست — حق نہ زائیدست اُو لَمْ یُولَدست

خیال، مخلوق ہے اور پیدا شدہ ہے — حق (تعالیٰ) پیدا نہیں ہوا ہے وہ "لم یولد" ہے

---

1. وانکہ۔ تیسری قسم فقیر کی ہے جو دست سوال دراز کرتا ہے، وہ اللہ کے در پر نہیں ہے بلکہ دروازہ کے پردے کا نقش ہے جو دروازہ سے باہر ہوتا ہے۔ تشنہ۔ پیاسا۔ دائم۔ ہمیشہ۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ اہل جاں۔ جاندار۔ استخواں۔ یعنی ایسے فقیر کے سامنے معرفت خداوندی کے نکتے بیان کرنا بے سود ہے۔

2. طبق۔ یعنی معرفت خداوندی کے علوم کا طبق۔ سیمرغ۔ ایک فرضی پرندہ ہے جس میں تیس رنگ کے پر فرض کئے گئے ہیں۔ لوت۔ لذیذ کھانے۔ نوال۔ عطیہ۔ توہم۔ وہم کرنا۔ اسماء یعنی اسماء الٰہی۔ صفات۔ یعنی صفات خداوندی۔ مخلوق۔ پیدا کیا ہوا۔ مولود۔ جنا ہوا۔ لم یولد۔ وہ جنا نہیں گیا۔

عاشقِ تصویر و وہمِ[1] خویشتن — کے بود از عاشقانِ ذوالمنن

اپنے وہم کی تصویر کا عاشق — اللہ (تعالیٰ) کے عاشقوں میں سے کب ہو سکتا ہے

عاشقِ آں وہم گر صادق بود — آں مجازش تا حقیقت می کشد

اس خیال کا عاشق بھی اگر سچا ہو — وہ مجاز اس کو حقیقت تک پہنچا دیتا ہے

شرح میخواہد بیانِ ایں سخن — لیک می ترسم زافہامِ کہن

اس بات کا بیان تفصیل چاہتا ہے — لیکن میں پرانے خیالات سے ڈرتا ہوں

فہمہائے کہنہء کوتہ نظر — صد خیالِ بد در آرد در فکر

کوتاہ نظر لوگوں کی بوسیدہ عقلیں — تخیل میں سینکڑوں برے خیالات لائیں گی

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست — لقمۂ ہر مرغکے انجیر نیست

سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے — ہر پرندے کی خوراک انجیر نہیں ہے

خاصہ مرغِ مُردۂ بوسیدۂ — پُر خیالِ اعمیٔ بے دیدۂ

خاص طور پر مردہ، سڑا ہوا پرندہ — اندھا، اندھے پن کے خیالات سے بھرا ہوا

نقشِ ماہی را چہ دریا و چہ خاک — رنگِ ہندو[2] را چہ صابون و چہ زاک

مچھلی کی تصویر کے لئے کیا دریا اور کیا خشکی — ہندوستانی کے رنگ کے لئے کیا صابون اور کیا پھٹکری

نقش اگر غمگیں نگاری بر ورق — اُو ندارد از غم و شادی سبق

اگر کاغذ پر تو کوئی غمگین تصویر بنائے — اس کو خوشی اور غم سے کوئی واسطہ نہ ہوگا

صورتش غمگین و اُو فارغ ازاں — صورتش خنداں و اُوزاں بے نشاں

اس کی صورت غمگین ہے اور وہ غم سے خالی ہے — اسکی صورت ہنستی ہے اور وہ اس (ہنسی) سے خالی ہے

ویں غم و شادی کہ اندر دل خفی ست — پیشِ آں شادی و غم جز نقش نیست

یہ غم اور خوشی جو دل میں چھپی ہوئی ہے — اس خوشی اور غم کے سامنے سوائے نقش کے کچھ نہیں ہے

صورتِ خندانِ نقش از بہرِ تست — تا ازاں صورت شود معنی درست

تصویر کی ہنستی ہوئی صورت، تیرے لئے ہے — تاکہ اس صورت سے، باطن درست ہو جائے

صورتِ غمگین نقش از بہرِ ماست — تاکہ مارا یاد آید راہِ راست

غمگین تصویر کی صورت، ہمارے لئے ہے — تاکہ ہمیں سیدھا راستہ یاد آ جائے

---

[1] تصویرِ وہم۔ خیالی صورت۔ ذوالمنن۔ احسانات والا، حق تعالیٰ۔ صادق۔ سچا۔ مجاز۔ غیر اصلی۔ حقیقت۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا عشق۔ افہام۔ فہم کی جمع، سمجھ، عقل۔ کہن۔ پرانا۔ راست۔ سچی بات۔ چیر۔ غالب۔ طعمہ۔ خوراک۔ مرغک۔ حقیر پرندہ۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ اعمیٰ۔ اندھا۔ بے دیدہ۔ کورچشم۔ نقشِ ماہی۔ مچھلی کی تصویر کے لئے دریا اور خشکی یکساں ہے چونکہ وہ اصلی نہیں ہے لہٰذا وہ اپنی اصلی حیات کی جویاں نہیں ہے، مزورین اور غلط مدعیانِ تصوف کا یہی حال ہے۔

[2] ہندو۔ ہندوستان کا رہنے والا جو عموماً کالے ہوتے ہیں ان کے لئے صابون اور پھٹکری یکساں ہے، ان کی سیاہی دور نہ ہوگی۔ زاک۔ پھٹکری۔ نقش۔ یعنی تصویر میں جو کیفیات ظاہر کی جاتی ہیں وہ حقیقت سے دور ہوتی ہیں۔ محض صورت رنج و غم کی ہوتی ہے، حقیقت غیر موجود ہوتی ہے۔ خفی۔ پوشیدہ۔ نقش۔ تصویر، یعنی اولیاء اللہ پر جو قبض اور بسط کی کیفیت طاری ہوتی ہے اس کے بالمقابل عام انسانوں کا غم اور خوشی ہیچ ہے۔ صورت۔ یعنی یہ ظاہری غم اور خوشی اس لئے ہے کہ تو اہل اللہ کے غم اور خوشی کی طرف رہنمائی حاصل کرے۔ معنی۔ باطن۔

نقشہائے کاندریں حمامہا[1] ست
وہ تصویریں جو ان حماموں میں ہیں

از برونِ جامہ کن چوں جامہاست
جامہ کن (حمام کے درجے) سے باہر، کپڑوں جیسی ہیں

تابرونی جامہا بینی و بس
جب تک تو (جامہ کن سے) باہر ہے، کپڑے دیکھتا ہے

جامہ بیروں کن در آ اے ہم نفس
اے ساتھی! کپڑے اتار، اندر آ جا

زانکہ با جامہ درآنسو راہ نیست
اسلئے کہ کپڑوں کے ہوتے ہوئے اس جانب راستہ نہیں ہے

تن زجان و جاں زتن آگاہ نیست
جسم کو جان اور جان کو جسم کی خبر نہیں ہے

بازمی گردم سوئے قصۂ عرب
میں بدوی کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں

از بیانِ سرّ و رازِ بوالعجب
سرّ اور عجیب راز کے بیان سے

پیش آمدنِ نقیبان و دربانانِ خلیفہ از بہر اکرامِ
بدوی کے اعزاز کے لئے خلیفہ کے دربانوں اور نقیبوں کا آگے بڑھنا

اعرابی و پذیرفتن ہدیۂ او را
اور اس کے ہدیہ کو قبول کر لینا

آں عرابی[2] از بیابانِ بعید
وہ بدوی، دور کے جنگل سے

بر درِ دارُالخلافہ چوں رسید
جب دارالحکومت کے دروازہ پر پہنچا

پس نقیباں پیشِ اَعرابی شدند
تو نقیب، بدوی کے پاس آئے

بس گلابِ لطف بر رویش زدند
(اور انہوں نے) مہربانی کا گلاب اسکے چہرے پر چھڑکا

حاجت اُو فہم شاں شد بے مقال
بغیر گفتگو کے اس کی حاجت ان کی سمجھ میں آ گئی

کارِ ایشاں بُد عطا پیش از سوال
ان کا کام سوال سے پہلے عطا کرنا تھا

پس بدو گفتند یا وَجہَ العرب
انہوں نے اس سے کہا کہ اے عرب کے سردار!

از کجائی، چونی از رنج و تعب
تو کہاں سے آیا ہے، تکلیف اور تھکن سے تیرا کیا حال ہے؟

گفت وَجہم گر مَرا وجہے دہید
اس نے کہا میں سردار ہوں، اگر مجھے ذریعہ معاش دے دو

بے وجوہم چوں پس پشتم نہید
(اور) اگر مجھے پس پشت ڈالو تو میں بے حقیقت ہوں

اے کہ در رُوتاں نشانِ مہتری
اے (نقیبو)! تمہارے چہروں پر سرداری کا نشان ہے

فرِّ تاں خوشترزِ زرِّ جعفری
تمہاری شان وشوکت جعفری سونے سے زیادہ خوشنما ہے

اے کہ یک دیدارِ تاں دیدار ہا
اے (نقیبو)! تمہارا ایک دیدار بہت سے دیدار ہیں

اے نثارِ دید تاں دینار ہا
اے (نقیبو)! تمہارے دیدار پر اشرفیاں نچھاور ہیں

1 حمامہائے۔ غسل خانے یعنی دنیا جس میں محض نقوش ہیں جو حقیقت سے خالی ہیں۔ جامہ کن۔ حمام کا وہ درجہ کہلاتا ہے جہاں کپڑے اتارے جاتے ہیں۔ ان اشعار میں مولانا نے تنبیہ کی ہے کہ انسان ظاہر سے نکل کر ہی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے، کپڑوں سے مراد بدن کے آثار اور خصوصیات ہیں جب تک انسان ان کو ترک نہ کرے گا حقیقت تک نہ پہنچ سکے گا۔ جامہ بیروں کن۔ یعنی مقتضیاتِ جسمانی سے معرّیٰ ہو کر حمام حقیقت میں داخل ہو۔

2 عرابی۔ اعرابی۔ دارالخلافہ۔ خلیفۃ المسلمین کا شہر۔ نقیباں۔ نقیب کی جمع ہے، چوبدار۔ بے مقال۔ بلا گفتگو۔ وجہ العرب۔ عرب کا چہرہ، یعنی سردار۔ کجائی۔ از کجا ہستی۔ چونی۔ چوں ہستی۔ تعب۔ تھکن۔ روتاں۔ روئے شما۔ مہتری۔ سرداری۔ فر۔ جاہ واقبال۔ جعفر۔ زرد رنگ کا ایک پھول ہے، ایک کیمیا گر کا نام ہے اور جعفر برمکی بنی عباس کا مشہور وزیر تھا۔

اے ہمہ یَنظُرُ بِنُورِ اللّٰہ[1] شدہ
اے (نقیبو)! جو سب کے سب اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہو

از بر حق بہر بخشش آمدہ
اللہ تعالیٰ کے پاس سے انعام دینے کے لئے آئے ہو

تازنید آں کیمیا ہائے نظر
تاکہ وہ کیمیا اثر نگاہیں ڈالو

بر سرِ مِسہائے اشخاصِ بشر
انسانوں کے وجود کے تانبے پر

من غریبم از بیاباں آمدم
میں مسافر ہوں، جنگل سے آیا ہوں

بر امید لطف سلطاں آمدم
بادشاہ کی مہربانی کی امید پر آیا ہوں

بوئے لطف اُو بیابانہا گرفت
اس کی مہربانی کی خوشبو جنگلوں میں پھیل گئی ہے

ذرّہ ہائے ریگ ہم جانہا گرفت
ریت کے ذروں میں بھی جانیں پڑ گئی ہیں

تا بدینجا بہر دینار آمدم
میں یہاں دینار کے لئے آیا

چوں رسیدم مست دیدار آمدم
جب پہنچا تو دیدار سے مست ہو گیا

بہر ناں شخصے سوئے نانبا دوید
ایک شخص روٹی کے لئے نانبائی کی جانب دوڑا

داد جاں چوں حسن نانبارا بدید
جب نانبائی کا حسن دیکھا جان دے دی

بہر فرجہ شد یکے تا گلستاں
ایک شخص تفریح کے لئے باغ میں گیا

فرجۂ اُو شد جمالِ باغباں
باغبان کا حسن اس کی تفریح کا سبب بن گیا

ہمچو اَعرابی کہ آب از چہ کشید
اس بدوی کی طرح جس نے کنویں سے پانی کھینچا

آبِ حیواں از رخِ یوسف چشید
(حضرت) یوسف علیہ السلام کے رخ سے آبِ حیات پی لیا

رفت موسیٰ ع[2] کاتشے آرد بدست
موسیٰ (علیہ السلام) گئے تاکہ آگ لائیں

آتشے دید اُو کہ از آتش برست
انہوں نے وہ آگ دیکھی جسکی وجہ سے آگ سے کنارہ کش ہو گئے

جست عیسیٰ ع تا رہد از دشمناں
(حضرت) عیسیٰ دشمنوں (کے نرغہ) سے کودے تاکہ نجات حاصل کریں

بُردش آں جستن بچارم آسماں
وہ کودنا ان کو چوتھے آسمان پر لے گیا

دامِ آدمؑ خوشۂ گندم شدہ
(حضرت) آدم علیہ السلام کا جال گیہوں کی بال بنی

تا وجودش خوشۂ مَردُم شدہ
یہاں تک کہ ان کا وجود انسانوں کا گچھا بن گیا

باز آمد سوئے دام از بہر خور
باز، کھانے کے لئے جال کی جانب آیا

ساعد شہ یافت و اقبال و فر
اس کو بادشاہ کی کلائی پر جگہ اور شان و شوکت ملی

---

[1] ینظر بنور اللّٰہ۔ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، حدیث میں ہے۔ اتقوا من فراسة المومن فانه ینظر بنور الله۔ مومن کی فراست سے ڈرتے رہو وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ مِس۔ تانبا۔ اشخاص۔ وجود۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔ تاں بدینجا۔ مولانا نے اس شعر سے یہ بیان فرمایا ہے کہ بسا اوقات انسان ایک معمولی مقصد کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو ایک اعلیٰ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ آئندہ بہت سے اشعار میں مختلف واقعات پیش فرما کر اسی مضمون کو بیان کیا ہے۔ نان با۔ نانبائی۔ فرجہ۔ فا کے ضمہ کے ساتھ، کشادگی، تفریح۔ اعرابی۔ وہ مسافر مراد ہے جس نے چاہِ کنعاں میں پانی کے لئے ڈول ڈالا اور وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ لیا۔

[2] رفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر آگ لینے گئے تھے، وہاں تجلی رب کا مشاہدہ ہو گیا۔ جست عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دشمنوں کے نرغے سے نکلنے کے لئے کودے اور وہاں سے چوتھے آسمان پر پہنچ گئے۔ حضرت عیسیٰؑ کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام کے خیال میں ہے، وہ دوسرے آسمان پر ہیں۔ آدمؑ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے گیہوں کھا لیا اور وہی اس کا سبب بنا کہ ان کی نسل سے سینکڑوں انبیاء اور رسول پیدا ہوئے۔ باز۔ باز دانہ خوری کے ارادہ سے جال میں پھنستا ہے اور وہی اس کے عروج کا سبب ہو جاتا ہے کہ اس کو بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھنا نصیب ہوتا ہے۔

طفل شد مکتب پئے کسب ہنر — بر امید مرغ[1] یا لطف پدر
بچہ، ہنر حاصل کرنے مکتب میں گیا — باپ کی مہربانی یا کسی چڑیا کی امید پر

پس ز مکتب آں یکے صدرے شدہ — ماہیانہ دادہ و بدرے شدہ
پھر مکتب سے وہ صدر ہو گیا — ماہواری (فیس) دی اور چاند ہو گیا

آمدہ عباسؓ حرب از بہر کیں — بہر قمع احمدؐ و استیز دیں
عباس (رضی اللہ عنہ) کینہ پروری سے جنگ کیلئے آئے — احمد (ﷺ) کی بیخ کنی اور دین سے لڑنے کے لئے

گشت دیں را تا قیامت پشت و رُو — در خلافت اُو و فرزندانِ اُو
قیامت تک کے لئے دین کے پشت و پناہ بن گئے — خلافت کے معاملہ میں وہ اور ان کی اولاد

آمدہ عمرؓ بقصدِ مصطفیٰؐ — تیغ در کف بستہ بس میثاقُھا
(حضرت) عمرؓ آنحضورؐ کے قتل کے ارادہ سے آئے — تلوار ہاتھ میں لے کر بہت سے عہد کر کے

گشتہ اندر شرع امیر المومنیں[2] — پیشوا و مقتدائے اہل دیں
شریعت میں امیر المومنین بنے — دینداروں کے پیشوا اور مقتدا بنے

آں علف کش سوئے ویرانہا شدہ — بے خبر بر گنج ناگہ پازدہ
وہ گھسیارا، جنگلوں کی جانب چلا — اچانک بے خبری میں اس کا پاؤں خزانہ پر پڑ گیا

تشنہ آمد سوئے جوئے آب در — دید اندر جوئے خود عکس قمر
پیاسا، نہر کی طرف آیا، پانی میں — نہر کے اندر اس نے چاند کا عکس دیکھ لیا

من بریں در طالب چیز آمدم — صدر گشتم چوں بدہلیز آمدم
میں اس دروازہ پر ایک چیز کا طالب بن کر آیا — جب دہلیز پر پہنچا، صدر بن گیا

آب آوردم تحفہ بہر ناں — بوئے نانم برد تا صدرِ جہاں
روٹی کی خاطر میں پانی کا تحفہ لایا — روٹی کی تمنا مجھے دنیا کے صدر کے پاس لے آئی

ناں بروں راند آدمی را از بہشت — ناں مَرا اندر بہشتے در سَرشت
روٹی نے انسان کو جنت سے نکالا — مجھے روٹی نے جنت سے وابستہ کر دیا

رستم از آب و زِناں ہمچوں ملک — بے غرض گردم بریں در چوں فلک
فرشتے کی طرح میں روٹی اور پانی سے نجات پا گیا ہوں — میں اس آسمان جیسے در کا بغیر کسی غرض کے طواف کرتا ہوں

---

1. بر امید مرغ۔ باپ بچہ کو معمولی چڑیا کا لالچ دے کر مدرسہ بھیجتا ہے اور بچہ اسی کی وجہ سے مکتب سے صدر الصدور ہو کر نکلتا ہے۔ عباسؓ۔ آنحضورﷺ کے چچا مخالفت کے لئے میدان میں آئے، وہاں گرفتار ہو کر مسلمان ہوئے اور ان کی نسل کو خلافت ملی۔ پشت۔ یعنی مددگار۔ رُو۔ سردار۔ فرزندانِ اُو۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی اولاد سات آٹھ سو سال تک بغداد کی خلافت پر متمکن رہی۔ عمرؓ۔ میم پر تشدید ضرورت شعری کی وجہ سے ہے۔ میثاقہا۔ میثاق، عہد و پیمان۔ حضرت عمرؓ نے ابوجہل وغیرہ سے آنحضورﷺ کو قتل کرنے کا عہد کیا تھا۔

2. امیر المومنین۔ حضرت عمرؓ پہلے خلیفۂ خلیفۃ الرسول اللہ کہلاتے تھے پھر امیر المومنین لقب پڑ گیا۔ مقتدا۔ وہ جس کی لوگ پیروی کریں۔ علف کش۔ گھسیارا۔ گنج۔ خزانہ۔ آب در۔ در آب، یہاں تک یہی مضمون ہے کہ انسان بسا اوقات معمولی چیز کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو اعلیٰ چیز حاصل ہو جاتی ہے۔ صدرِ جہاں۔ یعنی بادشاہ۔ ناں۔ یعنی گیہوں نے حضرت آدم کو جنت سے نکالا۔ سرشت۔ ملا دیا۔ در۔ زیادہ ہے۔

در بیانِ آنکہ عاشق دنیا بر مثالِ عاشق دیوار یست کہ بروآفتاب تافتہ و

اس کا بیان کہ دنیا کے عاشق کی مثال اس دیوار کے عاشق جیسی ہے جس پر سورج چمکا ہو اور

جہد نکرد تا فہم کند کہ ایں تاب از دیوار نیست از آفتاب ہست

اس نے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی کہ یہ روشنی دیوار کی نہیں ہے، سورج کی ہے جو

در آسمانِ چہارم لا جرم کلی دل بر دیوار نہاد و چوں پرتو آفتاب

چوتھے آسمان میں ہے، لامحالہ وہ بالکلیہ دیوار پر عاشق ہو گیا اور جب سورج کی روشنی

بآفتاب پیوست اُومحروم ماند وَحِیلَ بَیۡنَھُمۡ وَ بَیۡنَ مَا یَشۡتَھُوۡنَ

سورج سے جا ملی تو وہ محروم رہ گیا اور آڑ کر دی گئی ان میں اور ان کی مراد میں

بے غرض[1] نبود بگردش در جہاں
دنیا میں گردش بے غرض نہیں ہوتی ہے
غیر جسم و غیر جانِ عاشقاں
سوائے عاشقوں کے جسم اور جان کے

عاشقانِ کل نہ ایں عشاقِ جزو
کل کے عاشق، نہ کہ یہ جزو کے عشق
ماند از کل آنکہ شد مشتاقِ جزو
جو جزو کا عاشق ہو، وہ کل سے (دور) رہ گیا

چونکہ جزوے عاشق جزوے شود
جب کوئی جزو، کسی جزو کا عاشق ہو
زود معشوقش بکلِ خود رود
اس کا معشوق بہت جلد اپنے کل کی طرف چلا جاتا ہے

ریش گاؤ و بندۂ غیر آمد اُو
وہ بے وقوف اور غیر کا غلام بنا
غرقہ شد کف در ضعیفے در زد اُو
وہ ڈوبا اس نے کمزور پر ہاتھ مارا

نیست حاکم تا کند تیمارِ اُو
وہ (معشوق) حاکم نہیں ہے تاکہ (اپنے اختیار سے) اس (عاشق) کی مزاج پرسی کرے
کارِ خواجہ خود کند یا کارِ اُو
وہ (معشوق) آقا کا کام کرے یا اس (عاشق) کا!

فاَزۡنِ[2] بِالۡحُرَّہ پئے ایں شد مثل
آزاد عورت سے زنا کر، یہ مثل اسی لئے بنی ہے
فاسۡرِقِ الدُّرَّۃ بدیں شد منتقل
موتی کی چوری کر، اسی لئے منقول ہوا ہے

بندہ سوئے خواجہ شد اُو ماند زار
غلام اپنے آقا کی طرف روانہ ہوا وہ عاجز رہ گیا
بوئے گُل شد سوئے گُل اُو ماند خار
پھول کی خوشبو پھول میں گئی وہ کانٹا رہ گیا

ہمچوں آنِ ابلہ کہ تابِ آفتاب
اس احمق کی طرح جس نے سورج کی روشنی
دید بر دیوار و حیراں شد شتاب
دیوار پر دیکھی، اور فوراً حیران ہو گیا

---

[1] بے غرض۔ مخلصانہ۔ رستم۔ یعنی میں اس دربار میں دنیا طلبی کے لئے آیا تھا اور اب میں دنیا سے بے نیاز ہو گیا ہوں چونکہ میں روحانی دولت سے مالا مال ہو گیا ہوں۔ عاشقاں۔ عاشق محبت کے تقاضے سے کام کرتا ہے اس کی کوئی غرض نہیں ہوتی ہے۔ کل۔ ذاتِ خداوندی۔ جزو۔ مخلوق۔ عشاق۔ عاشق کی جمع ہے۔ چونکہ۔ یعنی جب مخلوق کسی مخلوق پر عاشق ہو۔ بکل خود۔ یعنی ممکنات فنا ہو کر ذاتِ احدیت میں مل جاتے ہیں۔ ریش گاؤ۔ یعنی احمق۔ غرقہ شد۔ ڈوب گیا۔ کف۔ مثل مشہور ہے ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا پکڑنا چاہتا ہے۔

[2] اِزۡن۔ امر کا صیغہ ہے، زنا کر۔ حرہ۔ آزاد عورت۔ اسرق۔ امر کا صیغہ ہے، چوری کر۔ درّہ۔ موتی۔ منتقل۔ منقول یعنی انسان جو بھی کرے بلند ہمتی سے کرے۔ ہر گنا ہے کہ کنی در شب آدینہ بکن۔ تا کہ از صدر نشینانِ جہنم باشی۔ بندہ۔ یعنی معشوق جب اپنے مالک سے جا ملے گا تو یہ عاشق عاجز اور محروم رہ جائے گا لہٰذا مخلوق سے عشق بیوقوفی ہے خالق سے عشق کرنا چاہئے۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ تاب۔ روشنی، چمک۔ شتاب۔ جلد۔

عاشق دیوار شد کایں[1] با ضیاست
دیوار کا عاشق بن گیا کہ یہ پُرنور ہے
بے خبر کاں عکس خورشید سماست
یہ معلوم نہیں کہ یہ آسمان کے سورج کا عکس ہے

چوں باصل خویش پیوست آں ضیا
جب وہ روشنی اپنی اصل سے جا ملی
دید دیوارِ سیہ ماندہ بجا
دیکھا کالی دیوار اپنی جگہ پر کھڑی ہے

اُو بماندہ دور از مطلوبِ خویش
وہ اپنے مطلوب سے دور رہ گیا
سعی ضائع، رنج باطل، پائے ریش
محنت برباد، تکلیف اکارت، پیر زخمی

ہمچو صیادے کہ گیرد سایۂ
(مجاز کا عاشق) اس شکاری کی طرح ہے جو سایہ کو پکڑے
سایہ کے گردد وُرا سرمایۂ
سایہ اس کا سرمایہ کب بن سکتا ہے؟

سایۂ مرغے گرفتہ مرد سخت
شکاری نے پرندے کے سایہ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا
مرغ حیراں گشتہ بر شاخِ درخت
پرندہ درخت کی شاخ پر حیران تھا

کایں مدمغ برکہ می خندد عجب
یہ بیہودہ دماغ، تعجب ہے کس پر ہنستا ہے؟
اینت باطل اینت پوشیدہ سبب
عجب! باطل ہے، عجب! سبب پوشیدہ ہے

وَر تو گوئی جزوِ پیوستہ کل ست
اگر تو کہے جزو کل سے وابستہ ہے
خار می خور خار پیوستہ گل ست
کانٹا کھا لے، کانٹا، پھول سے ملا ہوا ہے

جزو یک رُو نیست پیوستہ بکل
جزو پوری طرح کل سے جڑا ہوا نہیں ہے
ورنہ خود باطل بُدے بعث رسل
ورنہ رسولوں کی بعثت بیکار ہوتی

چوں رسولاں از پۓ پیوستن اند
جبکہ رسول ملانے کے لئے ہیں
پس چہ پیوندند شاں چوں یک تن اند
وہ کس چیز کو ملائیں گے، جب ایک ہی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے غلام
اے لڑکے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
زانکہ جرے سخت دارد ایں کلام
اس لئے کہ یہ بات بہت کشش رکھتی ہے

شرح کن حالِ عرب اے با نظام
اے منتظم! بدوی کے حال کی تفصیل بتا
روز بے گہ شد حکایت کن تمام
دن بے وقت ہو گیا، کہانی ختم کر

سپردنِ عرب ہدیۂ خود بغلامانِ خلیفہ و شرحِ آں

بدوی کا اپنے تحفہ کو خلیفہ کے نوکروں کے سپرد کرنا اور اس کی تفصیل

با نقیباں حالِ خود را آں عرب
بدوی نے اپنی حالت نقیبوں سے
چوں بگفت اُو دید ہنگامِ طلب
جب کہی، اور اس نے سوال کا موقع دیکھا

آں سبوئے آب را در پیش داشت
وہ پانی کی ٹھلیا پیش کر دی
تخم خدمت را دراںحضرت بکاشت
(اور) اس دربار میں خدمت کا بیج بو دیا

1. کایں۔ کہ ایں۔ ضیا۔ روشنی۔ سما۔ آسماں۔ سعی۔ کوشش۔ ریش۔ زخمی۔ مدمغ۔ بد دماغ۔ اینت۔ اینک، دیکھ، حیرت، عجب۔ ور تو گوئی۔ یعنی جزو کل کا عین ہے تو جزو پر عاشق ہونا کل پر عاشق ہونا ہے۔ ورنہ۔ اگر جزو کا کل سے بالکلیہ اتصال ہوتا تو رسولوں کو بھیجنا بیکار ہوتا اس لئے کہ رسولوں کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے وابستہ کرنا ہی ہے۔ غلام۔ لڑکا۔ جر۔ کشش، طوالت۔ بیگہ۔ بے گاہ۔ ہنگام۔ وقت۔ طلب۔ سوال۔ حضرت۔ دربار۔

گفت ایں ہدیہ بداں سلطاں برید — سائل شہ را زحاجت[1] وا خرید
بولا، یہ تحفہ بادشاہ کے پاس لے جاؤ — بادشاہ کے بھکاری کو حاجت سے نجات دلاؤ

آبِ شیریں و سبوئے سبز و نو — زآبِ بارانی کہ جمع آمد بہ گو
میٹھا پانی ہے، ٹھلیا سبز اور نئی ہے — بارش کا پانی ہے جو گڑھے میں جمع ہو گیا تھا

خندہ می آمد نقیباں را ازاں — لیک پذرفتند آنرا ہمچو جاں
نقیبوں کو اس پر ہنسی آ رہی تھی — لیکن انہوں نے جان کی طرح اس کو قبول کر لیا

زانکہ لطف شاہِ خوبِ باخبر — کردہ بود اندر ہمہ ارکاں اثر
اس لئے کہ اچھے باخبر بادشاہ کی مہربانی — سب کارکنوں میں اثر کئے ہوئے تھی

خوئے شاہاں در رعیت جا کند — چرخِ اخضر خاک را خضرا کند
بادشاہوں کی عادت رعایا میں گھر کر لیتی ہے — سبز آسمان زمین کو سرسبز کر دیتا ہے

شہ چوں حوضے داں حشم چوں لولہا — آب از لولہ رود در گولہا
بادشاہ کو حوض اور خادموں کو ٹونٹیاں سمجھ — پانی ٹونٹیوں کے ذریعہ نالیوں میں جاتا ہے

چونکہ آبِ جملہ از حوضے ست پاک — ہر یکے آبے دہد خوش ذوق[2] ناک
جبکہ سب کا پانی پاک حوض کا ہے — ہر ایک (ٹونٹی) خوش ذائقہ پانی دیتی ہے

ور دراں حوض آبِ شورست و پلید — ہر یکے لولہ ہماں آرد پدید
اگر اس حوض میں کھارا اور ناپاک پانی ہے — ہر ٹونٹی سے وہی پانی نکلے گا

زانکہ پیوست ست ہر لولہ بحوض — خوض کن در معنی ایں حرفِ خوض
کیونکہ ہر ٹونٹی حوض سے وابستہ ہے — ان حرفوں کے معنی میں خوب غور کر لے

لطف شاہنشاہِ جانِ بے وطن — چوں اثر کردست اندر کل تن
بے وطن جان کے بادشاہ کی مہربانی نے — پورے بدن میں کیا اثر کیا ہے!

لطف عقل خوش نہادِ خوش نسب — چوں ہمہ تن را در آرد در ادب
پاک طبیعت، پاک نسب، عقل کی لطافت — کس طرح تمام بدن کو مہذب کر دیتی ہے

عشق شنگ بے قرارِ بے سکوں — چوں در آرد کل تن را در جنوں
شوخ، بے چین، بے قرار عشق — کس طرح سارے بدن کو جنون میں مبتلا کر دیتا ہے

لطف آبِ بحر کو چوں کوثر ست — سنگریزش جملہ دُرّ و گوہرست
اس دریا کی لطافت (کو دیکھ) جو کوثر کی طرح ہے — اس کے سنگریزے سب موتی اور گوہر ہیں

[1] حاجت۔ ضرورت، محتاجی۔ واخریدن۔ چھڑانا، نجات دلانا۔ گو۔ زمین کا گڑھا۔ پذرفتند۔ پذیرفتند۔ زانکہ۔ مشہور ہے کہ رعایا بادشاہ کی عادت اختیار کرتی ہے۔ ارکان۔ رکن کی جمع ہے، کارکن۔ جا کردن۔ گھر کر لینا۔ اخضر۔ مذکر سبز۔ خضرا۔ مونث، سبز، آسمان کی سبزی سے زمین کا سبز ہونا شاعرانہ تخیل ہے۔ حشم۔ حاء اور شین کے فتحہ کے ساتھ، نوکر چاکر۔ لولہ۔ ٹونٹی، نل۔ گول۔ نالی، چہ بچہ۔

[2] ذوق۔ ذائقہ۔ آبِ شور۔ کھاری پانی، ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ الناس علی دین ملوکھم یعنی جیسا راجہ ویسی پرجا۔ جان۔ روح، چونکہ وہ تمام بدن پر حکمرانی کرتی ہے اس لئے اس کو شہنشاہ کہا ہے، اور چونکہ وہ اس عالم کی چیز نہیں ہے لہٰذا اس کو دنیا کے اعتبار سے بے وطن کہا ہے روح کو بدن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو شاہ کی رعایا سے۔ تن۔ جسم۔

ہر ہنر کاستا[1] بداں معروف شد — جانِ شاگردش بداں موصوف شد

جس ہنر میں استاد مشہور ہوتا ہے — اس کے شاگرد کی جان انہی سے موصوف ہوتی ہے

پیشِ استادِ اصولی ہم اصول — خواند آں شاگرد چست با وصول

اصولی استاد کے سامنے اصول — پڑھتا ہے، مستعد اور کامیاب شاگرد

پیشِ استادِ فقیہ آں فقہ خواں — فقہ[2] خواند نے اصول و نے بیاں

فقہ کا پڑھنے والا، فقیہ استاد کے سامنے — فقہ پڑھتا ہے نہ (علم) اصول اور نہ (علم) بیان

پیشِ استادے کہ اُو نحوی بود — جانِ شاگردش از و نحوی شود

اس استاد کے سامنے جو نحوی ہو — شاگرد کی جان اس سے نحوی بن جاتی ہے

باز استادے کہ آں محوِ رہ ست — جانِ شاگردش از و محوِ شہ ست

پھر وہ استاد جو راہِ (خدا) میں محو ہے — اس کے شاگردوں کی جان شاہ میں محو ہو جاتی ہے

زیں ہمہ انواعِ دانش روزِ مرگ — دانشِ فقرست سازِ راہ و برگ

علم کی ان قسموں میں سے مرنے کے دن (آخرت کے) — راستہ کا ساز و سامان، علم فقر ہی ہے

ماجرائے مردِ نحوی در کشتی با کشتی بان و جواب دادنِ اُو

ملاح کے ساتھ کشتی میں نحوی کا قصہ اور اس کا جواب دینا

آں یکے نحوی بہ کشتی در نشست — رو بکشتیباں نہاد آں خود پرست

ایک نحوی کشتی میں سوار ہوا — اس متکبر نے ملاح کا رخ کیا

گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لا — گفت نیم عمر تو شد در فنا

بولا، تو نے کچھ نحو پڑھی ہے، اس نے کہا نہیں — اس نے کہا، تیری آدھی عمر برباد ہوئی

دل شکستہ گشت کشتیباں زتاب — لیک آندم گشت خاموش از جواب

رنج سے ملاح کا دل ٹوٹ گیا — لیکن اس وقت جواب سے خاموش رہا

باد کشتی را بگردابے فگند — گفت کشتی باں بداں نحوی بلند

ہوا نے کشتی کو بھنور میں ڈال دیا — ملاح نے بلند آواز سے نحوی سے کہا

ہیچ دانی آشنا کردن بگو — گفت نے از من تو سباحی مجو

تو کچھ تیرنا جانتا ہے، بتا — اس نے کہا تو مجھ سے تیراکی کی امید نہ کر

گفت کل عمرت اے نحوی فناست — زانکہ کشتی غرقِ ایں گرداب ہاست

اس نے کہا، اے نحوی! تیری ساری عمر برباد ہے — اس لئے کہ کشتی ان بھنوروں میں ڈوب رہی ہے

---

1. استا۔ استاد کا مخفف ہے۔ معروف۔ مشہور۔ موصوف۔ متصف۔ اصولی۔ علم اصول کا ماہر، علم اصول وہ کہلاتا ہے جس میں کسی علم کے قواعد کلی بیان کئے گئے ہوں جیسے علم اصول فقہ وغیرہ۔ چست۔ ہوشیار۔ باوصول۔ فارغ التحصیل، یعنی جس طرح رعایا بادشاہ کے اوصاف قبول کرتی ہے اور اعضاء روح کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں، اسی طرح شاگرد میں استاد کے اوصاف منتقل ہوتے ہیں۔ فقیہ۔ علم فقہ کا ماہر۔
2. فقہ۔ دانائی، وہ علم جس میں شرع کے عملی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ بیان۔ وہ علم ہے جس میں ایک معنی کو مختلف انداز سے بیان کرنا بتایا جاتا ہے۔ نحوی۔ جو علم نحو کا ماہر ہو۔ رہ۔ طریقت، سلوک۔ شہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ انواع دانش۔ علم کی قسمیں۔ دانش فقر۔ علم تصوف۔ ساز۔ سامان۔ برگ۔ توشہ۔ خود پرست۔ متکبر۔ لا۔ نہیں۔ گرداب۔ بھنور۔ آشنا کردن۔ تیرنا۔ سباحی۔ تیراکی۔ گرداب۔ بھنور۔

محوی باید نہ نحو ایں جابداں گر تو محوی[1] بے خطر در آب راں
اس جگہ محویت چاہئے نہ کہ نحو، سمجھ لے اگر تو محو ہے بے خطر سمندر میں کود جا
آبِ دریا مردہ را بر سَر نہد در بود زندہ ز دریا کے رہد
دریا کا پانی مردے کو سر پر اٹھا لیتا ہے اگر زندہ ہو تو دریا سے کب بچ سکتا ہے؟
گر بمردی تو ز اوصافِ بشر بحر اسرارت نہد بر فرقِ سر
اگر تو بشری خصلتوں سے مردہ ہو جائے اسرار کا سمندر تجھے سر پر اٹھا لے گا
اے کہ خلقانرا تو خرمی خواندۂ ایں زماں چوں خر بریں یخ ماندۂ
اے (وہ) کہ مخلوق کو تو نے گدھا کہا ہے تو اب گدھے کی طرح اس برف میں پھنسا ہے
گر تو علامہ زمانی در جہاں نک فنائے ایں جہاں بیں ایں زماں
اگر تو دنیا میں علامۂ زماں ہے اب دنیا کے فنا ہونے کو دیکھ
مردِ نحوی را ازاں در دوختیم تا شما را نحو محو آموختیم
نحوی انسان کا قصہ ہم نے اس لئے منسلک کر دیا ہے تاکہ تمہیں فنا کا طریقہ سکھا دیں
فقہ فقہ و نحو نحو و صرفِ صرف در کم آمد یابی اے یارِ شگرف
فقہ کا فقہ اور نحو کی نحو اور صرف کی صرف اے بھلے یار! تو فنا میں پائے گا
آں سبوئے آب دانشہائے ماست واں خلیفہ دجلۂ علم خداست
وہ پانی کی ٹھلیا، ہمارے علوم ہیں اور وہ خلیفہ خدا کے علم کا دجلہ ہے
ما[2] سبوہا پُر بدجلہ می بریم گر نہ خردانیم خود را ما خریم
ہم ٹھلیاں بھر کر دجلہ کی طرف لے جا رہے ہیں اگر ہم اپنے آپ کو گدھا نہ سمجھیں تو گدھے ہیں
بارے اعرابی، بداں معذور بود کوزِ دجلہ غافل و بس دور بود
اب سمجھ لے کہ وہ بدوی تو اس بارے میں کیونکہ وہ دجلہ سے غافل اور بہت دور تھا
گرزِ دجلہ باخبر بودے چو ما اُو نبردے آں سبو را جا بجا
اگر وہ ہماری طرح دجلہ سے باخبر ہوتا تو وہ ٹھلیا کو منزل بمنزل نہ لے جاتا
بلکہ از دجلہ اگر واقف بدے آں سبو را بر سرِ سنگے زدے
بلکہ اگر دجلہ سے واقف ہوتا تو وہ ٹھلیا کو پتھر پر مار دیتا

[1] نحو۔ فنا، استغراق۔ ان اشعار سے مولانا کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح سمندر میں جان بچانے کے لئے تیراکی کی ضرورت ہے اور نحو بیکار ہے اسی طرح بحر طریقت میں صرف فنائیت کام دے گی۔ اپنے جسمانی خصائل کو فنا کر دو تب نجات ہوگی۔ محوی۔ محو ہستی۔ راں۔ چل۔ برسر نہد۔ یعنی مردہ انسان پانی کے اوپر آ جاتا ہے۔ فرق۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ اے۔ جو شخص رسمی علوم کی بنیاد پر دوسروں کو گدھا سمجھتا ہے خود بری حالت میں ہوگا۔ علامہ۔ بہت بڑا عالم۔ دوختم۔ یعنی میں نے یہاں نحوی کا قصہ ذکر کیا ہے۔ نحو۔ طریقہ۔ فقہ فقہ۔ علم فقہ کا مغز۔ کم آمد۔ فنا۔ شگرف۔ عمدہ، پسندیدہ۔

[2] ما۔ یعنی ہم اگر اپنے علومِ رسمی پر نازاں ہوں تو ہماری حماقت ہے۔ ہمارے علوم کی علومِ خداوندی کے مقابلہ میں وہی حیثیت ہے جو ٹھلیا کے پانی کی دجلہ کے اعتبار سے تھی۔ اعرابی۔ بدو دجلہ سے واقف نہ تھا اس لئے ایک گھڑا پانی لے کر بغداد کو چلا۔ اگر وہ دجلہ سے واقف ہوتا تو کبھی بادشاہ کی خدمت میں بغداد جا کر ایک گھڑا پانی پیش نہ کرتا۔ اسی طرح اگر ہم اللہ کے علوم کے دریا سے واقف ہو جائیں تو اپنے مختصر سے علم کا مشکیزہ پیش کرنے کی جرأت نہ کریں۔

آں سبوئے تنگ، پُر ناموس و ننگ[1] شد حجابِ بحر برزن آں بسنگ
وہ مختصر ٹھلیا، شرم اور ذلت سے بھری ہوئی وہ سمندر (علومِ معرفت) کا حجاب بن گئی، اسکو پتھر پر پٹخ دے

قبول کردن خلیفہ ہدیہ را و عطا فرمودن با کمالِ بے نیازی ازاں ہدیہ

خلیفہ کا ہدیہ کو قبول کرنا اور بخشش کرنا اس ہدیہ سے پوری بے نیازی کے باوجود

چوں خلیفہ دید و احوالش شنید آں سبو را پُرز زر کرد و مزید
جب خلیفہ نے (اس کو) دیکھا اور اس کے حالات سنے اس ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر دیا بلکہ اور زیادہ دیا

آں عرب را کرد از فاقہ خلاص داد بخششہا و خلعتہائے خاص
اس بدوی کو فاقہ (کشی) سے نجات دی (اس کو) بخششیں اور خاص شاہی جوڑے دیئے

پس نقیبے را بفرمود آں قباد آں جہانِ بخشش و آں بحر داد
پھر اس عالیجاہ بادشاہ نے نقیب کو حکم دیا اس جہانِ بخشش اور عطا کے سمندر نے

کایں سبو پُر زر بدست اُو دہید چونکہ وا گردد سوئے دجلش برید
کہ اس ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر کر اس کو دے دو جب واپس لوٹے تو اس کو دجلہ کی جانب لے جاؤ

ازرہِ خشک آمدست و آں سفر ازرہِ دجلش بود نزدیک تر
وہ خشکی کے راستہ سے آیا ہے اور سفر دجلہ کے راستہ سے اس کے لئے زیادہ قریب ہوگا

چوں بکشتی در نشیند رنجِ راہ[2] خود فراموشش شود آں جایگاہ
جب وہ کشتی میں بیٹھے گا، راستہ کی تکلیف اس جگہ وہ بھول جائے گا

ہمچناں کردند و دادندش سبو پُر زر و بُردند تا دجلہ دو تو
انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس کو ٹھلیا دے دی اشرفیوں سے بھری ہوئی اور اسکو دوہرا (لطف کیساتھ) دجلہ کی طرف لے گئے

چوں بکشتی در نشست و دجلہ دید سجدہ می کرد از حیا و می خمید
جب وہ کشتی میں بیٹھا اور اس نے دجلہ دیکھا شرم سے سجدہ کرتا تھا اور جھکتا تھا

کاے عجب لطف آں شہ وہاب را واں عجب تر کوستد آں آب را
کہ تعجب ہے، اس لکھ بخش بادشاہ کی مہربانی پر اور اسپر زیادہ تعجب ہے کہ وہ پانی (کا ہدیہ) قبول کرلیتا ہے

چوں پذیرفت ازمن آں دریائے جود آنچناں نقدِ دغل را زود زود
اس دریائے سخا نے کیسے قبول کر لیا؟ بہت جلد اس جیسے کھوٹے سکے کو

---

1. ناموس وننگ۔ شرم وعار۔ زَن۔ زدن بمعنی مارنا سے صیغۂ امر ہے۔ زر۔ سونا، اشرفیاں۔ مزید۔ یعنی مزید برآں۔ خلعت۔ وہ کپڑے جو بادشاہ اپنے اتار کر کسی کو دے دے، وہ کپڑے جو بادشاہ کسی کو عطا کرے۔ قباد۔ ایک مشہور بادشاہ کا نام ہے، ہر بادشاہ کو بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

2. رنجِ راہ۔ راستہ کی مشقت۔ دوتو۔ یعنی دو گنے لطف کے ساتھ، دولت بھی ملی اور دجلہ کی سیر بھی ہوئی۔ سجدہ می کرد۔ یعنی حیا سے اوندھا ہوا جا رہا تھا۔ کاے۔ کہ اے۔ وہاب۔ بہت زیادہ عطا کرنے والا۔ پذیرفتن۔ قبول کرنا۔ جنس۔ مال۔ دغل۔ کھوٹا۔

کل عالم را سبوداں اے پسر
اے بیٹا! پوری دنیا کو ٹھلیا سمجھ
پُر شدہ از لطف و خوبی تا بسر[1]
جو لطف اور خوبی سے کناروں تک بھری ہوئی ہے

قطرۂ از دجلۂ خوبیِ اُوست
(یہ ٹھلیا) اس کی خوبی کے دجلہ کی ایک بوند ہے
کاں نمی گنجد زپُری زیرِ پوست
جو اپنے پُر ہونے پر پھولا نہیں سماتا ہے

گنجِ مخفی بد زپُری چاک کرد
چھپا ہوا خزانہ تھا جو فراوانی کی وجہ سے پھٹ پڑا
خاک را تاباں تَرا زافلاک کرد
جس نے خاک کو افلاک سے (بھی) زیادہ روشن کر دیا

گنجِ مخفی بُد زپُری جوش کرد
وہ چھپا ہوا خزانہ تھا فراوانی کی وجہ سے اس نے جوش مارا
خاک را[2] سلطانِ اطلس پوش کرد
مٹی کو اطلس پوش بادشاہ بنا دیا

ور بدیدے قطرہ از دجلہ خدا
اگر (کوئی) خدا کے دجلہ کا ایک قطرہ دیکھ لیتا
آں سبو را اُو فنا کر دے فنا
اس ٹھلیا کو وہ بالکل فنا کر دیتا

آنکہ دیدندش ہمیشہ بے خودند
جنہوں نے اس کو دیکھا ہے وہ ہمیشہ بے خود ہیں
بیخودانہ بر سبو سنگے زدند
انہوں نے بے خودوں کی طرح ٹھلیا پر پتھر مار دیا ہے

اے زغیرت بر سبو سنگے زدہ
اے وہ جس نے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا ہے
آں سبو ز اشکست کامل ترشدہ
وہ ٹھلیا ٹوٹنے سے اور مکمل ہو گئی ہے

خُم شکستہ آب ازو ناریختہ
ٹھلیا ٹوٹ گئی، اس کا پانی نہیں بہا
صد درستی زیں شکست انگیختہ
اس شکستگی سے سینکڑوں درستیاں پیدا ہو گئی ہیں

جزو جزوِ خم برقص ست و بحال
ٹھلیا کا ٹکڑا ٹکڑا رقص اور حال میں ہے
عقلِ جزوی را نمودہ ایں محال
ناقص عقل کو یہ ناممکن نظر آتا ہے

نے سبو[3] پیدا دریں حالت نہ آب
اس حالت میں اس کے سامنے نہ ٹھلیا ہے نہ پانی
خوش ببیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اچھی طرح سمجھ لے اور اللہ (تعالیٰ) بہتر جانتا ہے

چوں درِ معنی زنی بازت کنند
تو جب معنی کا دروازہ کھٹکھٹائیگا، تیرے لئے کھولدیں گے
پَرِ فکرت زن کہ شہبازت کنند
فکر کا پر پھڑپھڑا کر تجھے شہباز بنا دیں گے

[1] تابسر۔ لبریز، یہاں سے پھر اسی مضمون کا اعادہ ہے کہ ہمارے علوم ہیچ ہیں۔ پُرّی۔ راء پر تشدید ضرورت کی وجہ سے ہے۔ زیر پوست نگنجیدن۔ پھولا نہ سمانا۔ گنج مخفی۔ چھپا ہوا خزانہ، یہ ایک غیر صحیح حدیث کی طرف اشارہ ہے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں" یعنی کائنات کی پیدائش معرفت خداوندی کے لئے ہے۔

[2] خاک را۔ یعنی انسان کو اللہ نے اپنی صفات سے موصوف بنایا ہے۔ آں سبو۔ یعنی انسانی علوم کی ٹھلیا۔ آنکہ۔ جن لوگوں پر علم باری کی حقیقت منکشف ہو گئی ہے، انہوں نے اپنے حقیر علم کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ اے زغیرت۔ مقامِ فنا میں پہنچ کر انسان کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ خم شکستہ۔ یعنی مقامِ فنا میں پہنچ کر رگ رگ میں محبت کا نور سرایت کر جاتا ہے اور جزو جزو رقص اور حال میں ہوتا ہے اور کمالِ ذاتی بھی فنا نہیں ہوتا ہے۔

[3] نے سبو۔ اس مقام پر پہنچ کر نہ اس کو اپنے بدن کا ہوش رہتا ہے نہ اپنے ذاتی کمالات کا۔ چوں در معنی۔ اگر تو علومِ الٰہی کا طالب ہے تو کوشش کر کہ خدا تیری مدد کرے گا۔ پر فکرت۔ چونکہ تو نے عالمِ عقلی کو اپنی خوراک بنالیا ہے لہٰذا تو علومِ عالیہ سے محروم ہو گیا ہے۔

پرِّ فکرت شد گل آلود و گراں
تیرے فکر کا پر مٹی میں سن گیا ہے اور بھاری ہو گیا ہے
ناں گل ست و گوشت کمتر خور ازیں
روٹی اور گوشت مٹی ہے اس کو کم کھا
خاک می خوردیم عمرے در غذا
ہم غذا میں تمام عمر مٹی کھاتے رہے
چوں گرسنہ می شوی سگ میشوی
جب تو بھوکا ہوتا ہے، کتا بن جاتا ہے
چوں شدی تو سیر مُردارے شدی
جب تیرا پیٹ بھر جاتا ہے تو مردہ ہو جاتا ہے
پس دمے مردار دیگر دم سگی
پس ایک وقت تو مردار ہے اور دوسرے وقت تو کتا ہے
آلت اشکارِ خود جز سگ مداں
اپنے شکار کے ذریعہ کو کتے کے سوا کچھ نہ سمجھ
زانکہ سگ چوں سیر شد سرکش شود
اسلئے کہ کتے کا جب پیٹ بھر جاتا ہے وہ سرکش ہو جاتا ہے
آں عرب را بے نوائی می کشید
اس بدوی کو بے سروسامانی کھینچ لائی
درحکایت گفتہ ام احسانِ شاہ
میں نے قصہ میں بادشاہ کے احسان کا ذکر کیا ہے
ہر چہ گوید مردِ عاشق بوئے عشق
عاشق انسان جو کچھ کہتا ہے، عشق کی خوشبو
گر بگوید فقہ فقر آید ہمہ
اگر وہ فقہ کی بات کرتا ہے، سب فقر ہوتا ہے

زانکہ گل خواری ترا گل شد چو ناں[1]
کیونکہ تو مٹی کھانے والا ہے، تیرے لئے مٹی روٹی کی طرح بن گئی ہے
تانمانی ہمچو گل اندر زمیں
تاکہ مٹی کی طرح تو زمین میں نہ رہ جائے
خاکِ مارا خورد آخر در جزا
آخرکار بدلہ میں مٹی نے ہمیں کھا لیا
تند و بد پند و بدرگ می شوی
تو بدمزاج، بداخلاق، بدخصلت ہو جاتا ہے
بے خبر چوں نقش دیوارے شدی
دیوار کی تصویر کی طرح بے خبر ہو جاتا ہے
چوں کنی در راہِ شیراں خوش تگی
تو شیروں کے راستہ میں کب خوش رفتار ہو سکتا ہے؟
کمترک اندازِ سگ را استخواں
کتے کو ہڈی کم ڈال
کے سوئے صید و شکارے خوش دود
پھر، صید اور شکار کی طرف اچھی طرح کب دوڑتا ہے؟
تابداں درگاہ و آں دولت رسید[2]
یہاں تک کہ وہ اس درگاہ اور اس دولت تک پہنچ گیا
در حق آں بے نوائے بے پناہ
(جو) اس بے نوا اور بے پناہ کے حق میں (کیا گیا)
از دہانش می جہد در کوئے عشق
عشق کے کوچہ میں اس کے منہ سے مہک جاتی ہے
بوئے فقر آید ازاں خوش دمدمہ
اس خوش گفتاری سے فقر کی خوشبو آتی ہے

[1] ناں۔ انسانی خوراک سب مٹی کی پیداوار ہے اس کی کثرت اس کو مٹی میں ملا دیتی ہے۔ چوں۔ انسان جب بھوکا ہوتا ہے تو اس میں درندگی آ جاتی ہے۔ چوں شدی سیر۔ بسیار خوری انسان میں مردنی پیدا کر دیتی ہے۔ پس۔ لہٰذا شکم سیری اور انتہائی بھوک دونوں مضر ہیں۔ راہِ شیراں۔ یعنی ایسی دو حالتوں میں راہِ سلوک کیسے طے کر سکتے ہو۔ آلت۔ ذریعہ۔ اشکار۔ الف زیادہ ہے۔ کمترک۔ کاف تصغیر کا ہے۔ سگ۔ یعنی قوائے حیوانی۔ بے نوائی۔ بے سروسامانی۔ درگاہ۔ یعنی خلیفہ کا دربار۔

[2] دولت رسید۔ تو بھی بے نوائی اختیار کرے گا تو دربار خداوندی میں جا پہنچے گا۔ بے پناہ۔ یعنی بدو۔ ہر چہ گوید۔ یعنی بدو اور خلیفہ کے قصہ سے ان احسانات الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے جو ہر وقت بندوں پر مبذول ہوتے رہتے ہیں۔ ہر چہ۔ یعنی ہم تو عشق الٰہی میں مبتلا ہیں، ہمارے قصے اور کہانیوں سے بھی مضامین عشق کی بو آتی ہے۔ گر بگوید۔ عارف اگر فقہ کا مسئلہ بھی بیان کرتا ہے تو چونکہ مقصد رضائے الٰہی ہوتا ہے لہٰذا وہ علم فقر و تصوف بن جاتا ہے۔

ور بگوید[1] کفر آید بوئے دیں
اگر وہ کفر (کی بات) کہتا ہے، دین کی خوشبو آتی ہے
آید از گفت شکش بوئے یقیں
اس کے شک کی بات سے بھی یقین کی خوشبو آتی ہے

ور بگوید کژ نماید راستی
اگر ٹیڑھی بات کہے تو سیدھی نظر آئے
اے کژی کہ راست را آراستی
اے کجی (تو خوب ہے) کہ تو نے سیدھی بات کو آراستہ کر دیا ہے

کف کژ کز بحر صافی خاست ست
ٹیڑھا جھاگ جو صاف دریا سے پیدا ہوتا ہے
اصل صاف آں فرع را آراست ست
صاف اصل نے اس فرع کو آراستہ کر دیا ہے

آں کفش را صافی و محقوق داں
اس کے اس جھاگ کو صاف اور صحیح سمجھ
ہمچو دشنامِ لب معشوق داں
معشوق کے منہ کی گالی کی طرح سمجھ

گشت ایں دشنامِ نامطلوبِ اُو
اس کی ناپسندیدہ گالی (بھی)
خوش زبہر عارضِ محبوبِ اُو
اس کے محبوب چہرے کی وجہ سے اچھی ہے

از شکر گر شکل نانے می پزی
اگر تو شکر سے روٹی پکائے گا
طعم قند آید نہ ناں چوں می مزی
جب تو چکھے گا، اس میں شکر کا مزا آئے گا نہ کہ روٹی کا

ور بت[2] زریں بیابد مومنے
اگر کوئی مومن سونے کا بت پا لے
کے ہلد اُو را پئے سجدہ کنے
اس کو سجدہ کرنے والے کے لئے کب چھوڑے گا

چوں بیابد مومنے زریں وثن
جب کوئی مومن، سونے کا بت پا لے گا
کے ہلد آں را برائے ہر شمن
اس کو پجاری کے لئے کب چھوڑے گا

بلکہ گیرد اندر آتش افگند
بلکہ اس کو لے کر آگ میں ڈال دے گا
صورتِ عاریتش را بشکند
اس کی عارضی ہیئت کو توڑ دے گا

تا نماند بر ذہب نقش وثن
تاکہ سونے پر بت کی صورت نہ باقی رہے
زانکہ صورت مانع ست و راہزن
اس لئے کہ صورت مانع اور رہزن بنی ہے

ذاتِ زرّش دادِ ربانیت ست
اس کا اصل سونا خدا کی دین ہے
نقش بت برنقد زر عاریت ست
نقد سونے پر بت کی تصویر عارضی ہے

بہر کیکے تو گلیمے را مسوز
پسو کی وجہ سے تو گدڑی کو نہ جلا
در صداعِ ہر مگس مگذار روز
ہر مکھی کی دردسری کی وجہ سے دن کو باہر نکلنا نہ چھوڑ

---

[1] ور بگوید۔ بظاہر اس کا نامناسب کلام بھی عین دین ہوتا ہے۔ کژ۔ وہ کلام جو عوام کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ بحر صافی۔ صاف دریا۔ فرع۔ شاخ۔ محقوق۔ ٹھیک، درست۔ نامطلوب۔ ناپسندیدہ۔ عارض۔ رخسار، اولیاء اللہ کا کلام چونکہ عشق پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا وہ صحیح ہوتا ہے۔ پزی۔ پختن بمعنی پکانا سے فعل مضارع مخاطب ہے۔ مزی۔ مزیدن بمعنی چکھنا سے فعل مضارع مخاطب ہے۔

[2] گر بت۔ اوپر یہ بیان تھا کہ اہل عرفان کے بظاہر برے کلمات بھی بباطن مفید ہوتے ہیں اور اعتبار باطن کا ہے ظاہر کا نہیں ہے، شکر کی روٹی کا ظاہر روٹی ہے لیکن باطن شکر ہے، اسی طرح بت کا ظاہر برا ہے لیکن باطن سونا ہے لہٰذا مومن اس کو اٹھا لے گا۔ ہلد۔ ہلیدن بمعنی چھوڑنا سے فعل مضارع ہے۔ وثن۔ بت، مورتی۔ شمن۔ بت پرست۔ عاریت۔ مانگی ہوئی، عارضی۔ ذہب۔ سونا۔ دادِ ربانیت۔ خداداد۔ کیک۔ کاف کے فتحہ کے ساتھ، پسو۔ گلیم۔ گدڑی۔ صداع۔ دردسر۔ مگس۔ مکھی، لہٰذا اولیاء اللہ کی بات بظاہر اگر ناگوار بھی ہے تو اس کی وجہ سے حقیقت سے کنارہ کش نہ ہو جانا۔

بت پرستی[1] گر بمانی در صُور
اگر تو صورتوں میں (لگا) رہا تو بت پرست ہے

مردِ حجی ہمرہی حاجی طلب
(اگر) تو حج کا جوانمرد ہے تو حاجی کو اپنا ہمسفر بنا

منگر اندر نقش و اندر رنگ اُو
تصویر اور اس کے رنگ کو نہ دیکھ

گر سیاہست و ہم آہنگِ توست
اگر وہ کالا ہے اور تیرا ہم خیال ہے

ور سپیدست و ورا آہنگ نیست
اگر وہ سفید ہے اور تیرا ہم خیال نہیں ہے

ایں حکایت گفتہ شد زیر و زبر
یہ قصہ بغیر ترتیب کے کہہ دیا گیا ہے

سر ندارد چوں ازلَ بودست پیش
(عاشق کے خیال کا) سرانہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ازل سے بھی پہلے کا ہے

بلکہ چوں آب ست و ہر قطرہ ازاں
بلکہ وہ پانی کی طرح ہے اور اس کا ہر قطرہ

حاش للہ ایں حکایت نیست ہیں
خدا بچائے، خبردار یہ کہانی نہیں ہے

پیشِ ہر صوفی کہ اُو با فر بُوَد
ہر اس صوفی کے لئے جو شان و شوکت والا ہے

چوں بُوَد فکرش ہمہ مشغولِ حال
جبکہ اس کا فکر پوری طرح حال میں مشغول ہوتا ہے

ہم عرب ما ہم سُبو ما ہم ملک
بدو بھی ہم ہیں اور ٹھلیا بھی ہم ہیں اور بادشاہ بھی

صورتش بگذار و در معنی نگر
صورت سے گذر جا اور معنی کو دیکھ

خواہ ہندو خواہ ترک و یا عرب
خواہ ہندوستانی ہو، خواہ ترکی یا عرب ہو

بنگر اندر عزم و در آہنگِ اُو
اس کے ارادے اور قصد کو دیکھ

تو سفیدش خواں کہ ہمرنگ توبت
تو اس کو گورا سمجھ کیونکہ وہ تیرا ہمرنگ ہے

زو ببُر کز دل مَر اُو را رنگ نیست
اس سے تعلق نہ رکھ کیونکہ وہ دل سے ہمرنگ نہیں ہے

ہمچو فکرِ عاشقاں بے پاوٗ سَر
جیسا کہ عاشقوں کا خیال بے سروپا ہوتا ہے

پاندارد یا ابد بودست خویش
(وہ) انتہانہیں رکھتا ہے (اسلئے کہ) ابد سے وابستہ ہے

ہم سرست و پا و ہم بے ہر دواں
سر اور پیر بھی رکھتا ہے اور بغیر سر و پا بھی ہے

نقد حالِ[2] ماوَ تست ایں خوش ببیں
یہ ہمارا اور تیرا موجودہ حال ہے، غور کر

ہر چہ آں ماضی ست لا یُذکَرُ بُوَد
جو گذر گیا ہے وہ ناقابل ذکر ہوتا ہے

نایَد اندر ذہنِ اُو فکرِ مآل
اس کے ذہن میں انجام کا فکر (بھی) نہیں آتا ہے

جملہ ما یُوفَکُ عَنۡہُ مَنۡ اُفِکُ
سب وہی ہے جس سے باز رہا وہی جو پھیرا گیا

---

1. بت پرستی۔ بت پرست ہستی۔ در معنی۔ لہٰذا بزرگوں کے ظاہر الفاظ سے درگذر کر کے معنی تک پہنچو۔ صوَر۔ صورت کی جمع ہے۔ مرد حجی۔ مرد حج ہستی۔ نقش۔ شکل وصورت۔ رنگ۔ کالا، گورا۔ آہنگ۔ قصد، لہٰذا اعتبار باطن کا ہے نہ کہ ظاہر کا۔ حکایت۔ بدو کا قصہ۔ زیروزبر۔ غیر مرتب۔ سر۔ ابتداء۔ پا۔ انتہا۔ ازل۔ زمانہ ماضی کی ہمیشگی۔ ابد۔ زمانہ مستقبل کی جانب کی ہمیشگی، عاشق کا تعلق چونکہ ذات خداوندی سے ہے جو ازلی اور ابدی ہے لہٰذا اس کے معاملہ کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ قطرہ۔ اگر قطرے کو دریا سے علیحدہ کرلو تو اس کی انتہا اور ابتدا ہے اور اگر علیحدہ نہ کرو تو قطرہ کی نہ اپنی انتہا ہے نہ ابتدا یہی حال عاشق کے احوال کا ہے۔

2. نقد حال۔ یعنی بدو اور اس کی بیوی کا قصہ دراصل خود ہمارا قصہ ہے۔ فر۔ یعنی تصوف کی شان وشوکت۔ مشغول حال۔ چونکہ واردات میں مصروف ہوتا ہے۔ فکر مآل۔ عاشق رضا وتسلیم کی وجہ سے انجام سے بھی بے فکر ہوتا ہے۔ ہم عرب ما۔ یعنی بدو اور ٹھلیا اور بادشاہ کی عطا کا جو قصہ ہم نے نقل کیا ہے وہ ایک مثال ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ کی ہے ہم وہ عبادتیں اور تحفے پیش کرتے ہیں جن کی اس کے یہاں کمی نہیں ہے وہ پھر بھی قبول فرماتا ہے۔ ان باتوں کا وہی انکار کرے گا جو راندہ درگاہ ہوگا۔

عقل را شو[1] داں و زن ایں نفس و طبع
عقل کو شوہر اور نفس اور طبیعت کو عورت (سمجھ)
ایں دو ظلمانی و منکر عقل شمع
یہ دونوں تاریک اور منکر ہیں، عقل شمع ہے

بشنو اکنوں اصل انکار از چہ خاست
اب سن، انکار کی بنیاد کیسے پڑی؟
زانکہ کل را گونہ گونہ جزو ہاست
اس لئے کہ کل کے مختلف قسم کے اجزاء ہیں

جزو کل نے جزو ہا نسبت بکل
(حقیقی) جزو اور کل نہیں، جزو کی کل کیساتھ نسبت (تابع ہونے میں)
نے چو بوئے گل کہ باشد جزوِ گل
ایسی (بھی) نہیں ہے جیسے کہ پھول کی خوشبو پھول کا جزو ہوتی ہے

لطف سبزہ جزوِ لطف گل بود
(بلکہ اسطرح سے ہے جیسے) سبزہ کا لطف پھول کے لطف کا جزو ہوتا ہے
بانگ قمری جزوِ آں بلبل بود
(جیسے) قمری کی آواز بلبل کا جزو (تابع ہونے کی حیثیت سے) ہوتی ہے

گر شوم[2] مشغولِ اشکال و جواب
اگر میں اعتراض اور جواب میں مشغول ہو جاؤں،
تشنگاں را کے توانم داد آب
(تو) پیاسوں کو کب سیراب کر سکوں گا؟

گر تو اشکالی بکلی و حرج
اگر تو مجسم اشکال اور تنگی ہے
صبر کن کہ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج
(تو) صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے

احتما کن احتما زاندیشہا
وسوسوں سے بہت پرہیز کر
زانکہ شیرانند در ایں بیشہا
اس لئے کہ ان جھاڑیوں میں شیر چھپے ہیں

احتماہا بر دواہا سَرورست
پرہیز دواؤں سے بہتر ہے
زانکہ خاریدن فزونی گرست[3]
اس لئے کہ کھجانا، خارش کی زیادتی (کی علامت) ہے

احتما اصل دوا آمد یقیں
پرہیز یقیناً دوا کی جڑ ہے
احتما کن قوتِ جانت ببیں
پرہیز کر، (پھر) اپنی روح کی طاقت دیکھ

احتماہا مَر دواہا را سَرست
پرہیز، دوا کی اصل ہے
ہضم دارو علت نو دیگرست
دوا کا ہضم ہو جانا، دوسری نئی بیماری ہے

قابل ایں گفتہا شو گوش دار
ان باتوں کو قبول کرنے والا بن، توجہ سے سن
تاکہ از زر سازمت من گوشوار
تاکہ میں تیرے لئے سونے کے آویزے بناؤں

---

1. عقل را شو۔ عقل کو بمنزلہ شوہر کے سمجھو اور نفس اور طبیعت انسانی کو بمنزلہ عورت کے سمجھو اور دونوں کے مکالمہ کو عقل اور نفس کا مکالمہ سمجھو۔ بشنو۔ دولت باطنی ایک حقیقت ہے لیکن طبائع مختلف ہیں اس لئے کچھ انکار کرتی ہیں، کچھ اقرار کرتی ہیں۔ جزو کل۔ یعنی ہم بار بار رب العزت کو کل سے اور انسانوں کو جزو سے تعبیر کرتے آرہے ہیں لیکن اس سے مراد حقیقی جزئیت اور کلیت نہیں ہے۔ اللہ اجزاء سے منزہ ہے نیز وہ نسبت بھی مراد نہیں ہے جو خوشبو اور پھول میں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حادث صفات سے پاک ہے بلکہ جزو اور کل سے مراد یہاں تابع اور متبوع ہے۔
2. گر شوم۔ جو نسبت میں نے بیان کی اس میں بھی اشکالات ہیں لیکن اگر اس طرح کے اشکال اور جواب کے درپے ہو جاؤں گا تو حقائق بیان نہ کر سکوں گا۔ صبر کن۔ صبر سے ذوق اور وجدان پیدا ہوگا جس سے سب اشکالات حل ہو جائیں گے۔ احتما کن۔ وساوس سے بچنا ضروری ہے، وساوس راہِ طریقت کے درندے ہیں۔ اصل دوا سے بھی زیادہ ضروری پرہیز کرنا ہے۔
3. گر۔ بکاف فارسی مفتوح، کھاج، خارش۔ قوت۔ پھر روح میں ایسی طاقت پیدا ہو جائے گی جو تمام مشکلات کو رفع کر دے گی۔ ہضم۔ مثلاً اگر مسہل پیا جائے اور بد پرہیزی کی وجہ سے وہ ہضم ہو جائے تو اور نئے امراض پیدا ہوں گے۔ گفتہا۔ مسائل تصوف سمجھنے کی قابلیت پیدا کرو پھر تمہارا مرتبہ کائنات سے بلند ہو جائے گا۔

گوشوارہ چہ کہ کانِ زر شوی
آویزہ کیا ہوتا ہے، بلکہ تو سونے کی کان بن جائے گا

تا بماہ و تا ثُریا بَر شوی
یہاں تک کہ چاند اور ثریا سے بھی بالاتر ہو جائے گا

اولاً بشنو[1] کہ خلق مختلف
پہلے سن لے کہ مختلف مخلوق

مختلف جانند از یا تا الف
الف سے یا تک مختلف حقیقتیں ہیں

در حروفِ مختلف شور و شکے ست
مختلف حروفِ (تہجی) میں (اختلاف کا) شور اور شک ہے

گرچہ از یک رُو ز سر تا پا یکے ست
اگرچہ ایک اعتبار سے سر سے پیر تک ایک ہیں

از یکے رُو ضد و دیگر متحد
ایک پہلو سے (ایک دوسرے کے) مخالف، دوسرے (پہلو سے) متحد ہیں

از یکے رُو ہزل و از یکروئے جد
(جیسا کہ کوئی جملہ) ایک پہلو سے مذاق اور دوسرے (پہلو) سے مقصود ہو

پس قیامت روزِ عرضِ اکبرست
قیامت (کا دن) بڑی پیشی کا دن ہے

عرضِ اُو خواہد کہ بازیب و فرست
پیشی وہ چاہے گا جو شان و شوکت سے ہے

ہر کہ[2] چوں ہندو بدو سودائی ست
جو کوئی ہندو کی طرح برا اور سودائی ہے

روزِ عرضش نوبت رسوائی ست
اس کے لئے پیشی کا دن رسوائی کا وقت ہے

چوں ندارد روئے ہمچوں آفتاب
جو شخص آفتاب جیسا چہرہ نہ رکھتا ہو

اُو نخواہد جز شب ہمچوں نقاب
وہ نقاب کی طرح، رات کے سوا کچھ نہ چاہے گا

برگِ یک گل چوں ندارد خارِ اُو
جبکہ اس کا کانٹا پھول کی ایک پتی (بھی) نہ رکھتا ہو

شد بہاراں دشمن اسرارِ اُو
موسم بہار اس کے چھپے ہوئے رازوں کا دشمن ہوگا

وانکہ سرتاپا گل ست و سوسن ست
جو شخص سر سے پیر تک گل اور سوسن ہے

پس بہار اُو را دو چشم روشن ست
موسم بہار اس کے لئے دو روشن آنکھیں ہیں

خارِ بے معنی خزاں خواہد خزاں
بے حقیقت کا نٹا، خزاں ہی خزاں چاہتا ہے

تازند پہلوئے خود با گلستاں
تاکہ گلستاں کا مقابلہ کر سکے

تا بپوشد حسن آن و ننگ ایں
تاکہ وہ (خزاں) اس کا حسن اور اس کا عیب ڈھک دے

تا نہ بینی ننگ آن و رنگ ایں
تاکہ تو اس کا عیب اور اس کا رنگ نہ دیکھ سکے

پس خزاں اُو را بہارست و حیات
اس کے لئے خزاں بہار اور زندگی ہے

یک نماید سنگ و یاقوتِ زکات
جو پتھر اور قیمتی یاقوت کو یکساں دکھاتی ہے

---

1. اولاً بشنو۔ چونکہ انسان باوجود انسان ہونے کے مختلف طبائع رکھتے ہیں، اس لئے بعض طبائع میں اشکالات پیدا ہوتے ہیں۔ در حروف۔ انسانوں کے طبائع کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے حروفِ تہجی میں اختلاف ہے حالانکہ سب حروفِ تہجی ہی ہیں۔ از یکے رو۔ جیسا کہ بعض جملے ہوتے ہیں کہ جملہ ایک ہی ہے اور مذاق میں اس کے کچھ معنی ہیں اور جب حقیقت کے طور پر وہ بولا جائے تو دوسرے معنی ہوتے ہیں۔ پس قیامت۔ اختلاف کے اسباب کو سمجھنے سے زیادہ ضروری ہے کہ اس اختلاف کے نتائج پر غور کیا جائے جو قیامت میں ظاہر ہوں گے۔

2. ہر کہ۔ جو لوگ شکوک و شبہات سے اپنے منہ کالے کئے ہوئے ہیں پیشی کے دن ان کی بہت رسوائی ہوگی۔ چوں ندارد۔ معارف الٰہیہ سے جن کے چہرے منور نہ ہوں گے وہ منہ چھپائیں گے۔ برگ۔ جس کانٹے میں پھول کی ایک پتی بھی نہ ہو وہ موسم بہار میں اور زیادہ رسوا ہوتا ہے جبکہ دوسرے کانٹے دار درخت پھولوں سے لد جاتے ہیں۔ وانکہ۔ جو شخص نیک اعمال سے مزین ہوگا، قیامت کے دن وہ نہایت مسرور ہوگا۔ خار۔ بد اعمال دوسروں کو بھی بد اعمال دیکھنے کا خواہشمند ہوگا۔ پس۔ بد اعمال چاہے گا کہ پیشی کا وقت نہ آئے تاکہ اچھے اور برے کی تمیز نہ ہو سکے۔

باغباں[1] ہم داند آں را در خزاں — لیک دید یک بہ از دید جہاں
باغباں بھی اس کو موسم خزاں میں جانتا ہے — لیکن ایک کا دیکھنا دنیا کے دیکھنے سے بہتر ہے

خود جہاں آں یک کس ست و آگہ است — ہر ستارہ برفلک جزوِ مہ است
وہ ایک شخص خود جہان ہے اور باخبر ہے — آسمان پر ہر ستارہ چاند کا جزو ہے

خود جہاں آں یک کس ست و باقیاں — جملہ اتباع و طفیل اند اے فلاں
جہاں وہی ایک شخص ہے اور باقی — سب تابع اور طفیلی ہیں، اے فلاں!

اُو جہانِ کامل ست و مفرد ست — نسخۂ کلِّ وجود[2] اُو را بدست
وہ پورا جہان ہے اور اکیلا ہے — وجودِ کل کا نسخہ (جو حقیقت انسانیہ ہے) اسکے ہاتھ میں ہے

پس ہمی گویند ہر نقش و نگار — مُژدہ مُژدہ نک ہمی آید بہار
ہر نقش و نگار یہ کہتا ہے — خوشخبری ہو خوشخبری اب بہار آتی ہے

تابود تاباں شگوفہ چوں زرہ — تا کنند آں میوہ ہا پیدا گرہ
تاکہ شگوفے زرہ کی طرح چمکیں — تاکہ میوے گچھے پیدا کریں

چوں شگوفہ[3] ریخت میوہ سر کند — چونکہ تن بشکست جاں سر برزند
جب شگوفہ جھڑا، میوہ نکلا — جب جسم ختم ہوا روح ظاہر ہوئی

میوہ معنی و شگوفہ صورتش — آں شگوفہ مژدہ میوہ نعمتش
میوہ، معنی ہے اور شگوفہ اس کی صورت ہے — شگوفہ خوشخبری ہے، میوہ اس کی نعمت ہے

چوں شگوفہ ریخت میوہ شد پدید — چون کہ آں کم شد شد ایں اندر مزید
جب شگوفہ جھڑا، میوہ رونما ہوا — جب شگوفہ گھٹا تو یہ (میوہ) بڑھا

تاکہ ناں نشکست قوت کے دہد — نا شکستہ خوشہا کے مے دہد
جب تک روٹی نہ ٹوٹے، طاقت کب دیتی ہے؟ — نہ ٹوٹے ہوئے خوشے شراب کب بناتے ہیں

تا ہلیلہ نشکند با ادویہ — کے شود خود صحت افزا در ریہ
جب تک ہیڑ دواؤں میں نہ کٹے — پھیپھڑے میں صحت افزا کب ہوتی ہے؟

---

1. باغباں۔ یعنی شیخ کامل اس کی بداعمالی کو جانتا ہے۔ بداعمال کو چاہئے کہ اس شیخ کے سامنے اپنے مخفی احوال بیان کر کے اصلاح کرا لے تاکہ قیامت کے دن بے شمار مجمع اس کے عیوب کو نہ دیکھ سکے۔ خود۔ شیخ کامل خود ایک عالم ہے۔ ہر ستارہ۔ یعنی دوسرے نیک لوگ اس کے اجزاء ہیں۔ باقیاں۔ باقی کی جمع ہے۔ اتباع۔ تابع کی جمع ہے۔ اُو جہان۔ شیخ کامل اگر چہ ایک شخص ہے لیکن مکمل ایک جہان ہے، وہ چاند ہے، دوسرے ستارے ہیں۔

2. نسخہ کل وجود۔ حقیقت انسانیہ کو تندرست رکھنے کا نسخہ اس کے پاس ہوتا ہے۔ پس۔ کائنات اپنے فانی ہونے کی وجہ سے قیامت کا پیغام دے رہی ہے۔ تابود۔ تاکہ جیسے زرہ کے حلقے چمکتے ہیں اسی طرح شگوفے چمک جائیں اور پھل آ جائیں۔ یہ پیغام بہار اسی لئے ہے۔ چوں شگوفہ۔ شگوفہ کی پتیاں جھڑ جانے پر اندر سے پھل نمودار ہوتا ہے۔

3. چوں۔ روح کا جسم سے تعلق منقطع ہونے پر اس کے آثار اور قوی ہو جاتے ہیں تو قیامت میں یہ آثار خوب ظاہر ہوں گے۔ شگوفہ، پھل کی آمد کا پیغام دیتا ہے۔ آں۔ شگوفہ۔ ایں۔ پھل۔ تاکہ۔ روٹی کے ٹوٹ کر جب نوالے بنتے ہیں تو وہ بدن کو قوت پہنچاتی ہے، انگور ٹوٹنے کے بعد شراب بنتا ہے، اسی طرح ہیڑ کے فائدے جب ہیں جب اس کو کوٹ کر دواؤں میں ملا دیا جائے، اسی طرح ریاضت اور مجاہدہ سے جب تک بدن کو پامال نہ کرو گے فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔ ریہ۔ پھیپھڑا۔

در صفت[1] پیر و مُطاوَعت کردن با اُو

پیر کی تعریف اور اس کی تابعداری کرنے کا بیان

اے ضیاء الحق حسام الدین بگیر
اے ضیاء الحق حسام الدین! لے
یک دو کاغذ بر فزا در وصفِ پیر
پیر کے بیان میں ایک دو کاغذ اور بڑھا لے

گرچہ جسمت نازک ست و بس نزار
اگرچہ تیرا جسم نازک اور بہت لاغر ہے
بر نمی آید جہاں را بے تو کار
(لیکن) دنیا کا کام تیرے بغیر نہیں نکلتا ہے

گرچہ جسم نازکت را زور نیست
اگرچہ تیرے نازک جسم میں طاقت نہیں ہے
لیک بے خورشید مارا نور نیست
لیکن سورج کے بغیر ہمارے لئے روشنی نہیں ہے

گرچہ مصباح[2] و زجاجہ گشتۂ
اگرچہ تو چراغ اور قندیل بن گیا ہے
لیک سرخیلِ دل و سر رشتۂ
لیکن (اہل) دل کا پیشوا اور آغاز کار ہے

چوں سرِ رشتہ بدست و کامِ تست
جبکہ آغازِ کار تیرے ہاتھ میں اور منشا کے مطابق ہے
دُرّ ہائے عقد دل ز انعامِ تست
دل کے ہار کے موتی تیرا انعام ہیں

بر نویس احوالِ پیرِ راہ داں
واقف راہ پیر کے احوال تحریر کر
پیر را بگزیں و عینِ راہ داں
پیر (کا دامن) تھام لے اور حقیقی راستہ پا لے

پیر تابستان و خلقان تیرِ ماہ
پیر، موسم بہار ہے اور مخلوق خزاں ہے
خلق مانند شب اند و پیر ماہ
مخلوق رات جیسی ہے اور پیر چاند ہے

کردہ ام بختِ جواں را نامِ پیر
میں نے جواں بخت کو پیر کہا ہے
کوزحق پیرست نہ از ایامِ پیر
کیونکہ وہ خدا کی جانب سے پیر ہے، عمر کی وجہ سے پیر نہیں ہے

اُو چناں پیرست کش آغاز نیست[3]
وہ ایسا پیر ہے جس کی ابتداء نہیں ہے
با چناں دُرِّ یتیم انباز نیست
اور ایسے یکتا موتی کا (کوئی) شریک نہیں

خود قوی تر می بود خمرِ کہن
پرانی شراب خود زیادہ طاقتور ہوتی ہے
خاصہ آں خمریکہ باشد مِنْ لَدُن
خصوصاً وہ شراب جو علم لدنی کی ہو

---

[1] درصفت۔ اس سے پہلے کہا تھا کہ ریاضت ضروری ہے۔ اب بتاتے ہیں کہ ریاضت پیر کی رہنمائی میں ہونی چاہئے۔ ضیاء الحق۔ مولانا کے مخصوص مرید ہیں جن کی فرمائش پر اس مثنوی کی تکمیل اس طور پر ہوئی کہ مولانا بولتے تھے اور وہ لکھتے تھے۔ بس۔ بہت۔ نزار۔ لاغر یعنی ریاضت کی وجہ سے۔ بر آید۔ لیکن تمہارے بغیر کام بھی نہیں چلتا لہٰذا تمہیں تکلیف دینا پڑتی ہے۔ مارا نور نیست۔ ضیاء الحق مرید ہیں لیکن مولانا ان کی محبت میں ایسے الفاظ کا ذکر کر جاتے ہیں جو پیر کے لئے بولے جاتے ہیں۔

[2] مصباح۔ چراغ۔ زجاجہ۔ قندیل۔ سرخیل۔ افسر، پیشوا۔ سررشتہ۔ ڈور کا سرا، باعث۔ کام۔ مقصد۔ عقد۔ ہار یعنی مثنوی۔ راہ۔ سلوک۔ تابستان۔ موسم گرما جو موسم بہار ہوتا ہے۔ تیر ماہ۔ موسم خزاں۔ نام کردہ۔ پیر بوڑھے کو کہتے ہیں اور بزرگی چونکہ اکثر بڑھاپے میں آتی ہے لہٰذا پیر اور شیخ بزرگ کے معنی میں بولا جانے لگا۔ مولانا نے فرمایا کہ ضیاء الحق عمر کے اعتبار سے پیر نہیں ہیں بلکہ جوان ہیں اور بزرگی کے اعتبار سے پیر ہیں۔

[3] آغاز نیست۔ پیری، پیغمبری کا پرتو ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے میں اسی وقت پیغمبر تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا صرف پتلا بنا تھا۔ دُرِّ یتیم۔ دُرِّ یکتا۔ انباز۔ شریک، نظیر۔ خود قوی تر۔ پیر کا بڑھاپا کمزوری کی دلیل نہیں ہے بلکہ کہنہ شراب کی طرح اس کی روحانی قوت اور تیز ہو جاتی ہے۔ من لدن۔ یعنی من عند اللہ، اللہ کی جانب سے، علم لدنی۔

خود قوی تر می شود خمر قدیم
پرانی شراب خود زیادہ قوی ہوتی ہے
آں کہن تر بہتر اے شیخ علیم
اے دانا شیخ! جس قدر زیادہ پرانی ہو بہتر ہے

پیر را بگزیں[1] کہ بے پیر ایں سفر
پیر (کا توسل) اختیار کر، یہ سفر بغیر پیر کے
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
آفت اور خوف و خطر سے بہت پُر ہے

آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ
جس راستہ پر تو بارہا چلا ہے
بے قلاوز اندر آں آشفتۂ
بغیر رہنما کے تو اس میں پریشان ہے

پس رہے را کہ ندیدستی تو ہیچ
پھر وہ راستہ جو تو نے کبھی نہیں دیکھا ہے
ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ
خبردار! تنہا نہ جا (اور) رہبر سے انحراف نہ کر

ہر کہ اُو بے مرشدے در راہ شد
جو شخص بغیر پیر کے راستہ پر چلا
اُو زغولاں گمرہ و در چاہ شد
وہ شیطانوں کی وجہ سے گمراہ اور ہلاک ہوا

گر نباشد سایۂ پیر اے فضول
اے مہمل! اگر پیر کا سایہ نہ ہو
بس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول
شیطان کی آواز تجھے بہت پریشان کرے گی

غولت از رہ افگند اندر گزند
شیطان تجھے گمراہ کر کے نقصان پہنچا دے گا
از تو داہی تر دریں رہ بس بدند
تجھ سے زیادہ چالاک، اس راستہ میں بہت سے (گمراہ) ہوئے ہیں

از نبے بشنو ضلالِ رہرواں
راستہ چلنے والوں کی گمراہی قرآن سے سن
کہ چہ شاں کرد آں بلیس بد رواں
کہ ان کے ساتھ بدذات شیطان نے کیا کیا ہے؟

صد ہزاراں سالہ رہ از جادہ دور
سیدھے راستہ سے لاکھوں سال کی مسافت پر دور
بُرد شاں و کرد شاں زادبار عور[2]
انہیں لے گیا اور بدبختی کی وجہ سے اُن کو ننگا کر دیا

استخوانہا شاں ببیں و موئے شاں
ان کی ہڈیاں اور بال دیکھ لے
عبرتے گیر و مراں خر سوئے شاں
عبرت حاصل کر، اور ان کا راستہ اختیار نہ کر

گردنِ خر گیرو سوئے راہ کش
گدھے کی گردن پکڑ لے اور (اسکو) راستہ کی طرف کھینچ
سوئے رہبانانِ و رہ دانانِ خوش
(سیدھے) راستہ والوں اور راستہ کو خوب جاننے والوں کی طرف

ہیں مہل خر را و دست ازوے مدار
خبردار! گدھے کو نہ چھوڑ اور اس کو آزاد نہ کر
زانکہ عشق اُوست سوئے سبزہ زار
اس لئے کہ اس کا عشق سبزہ زار سے ہے

---

1. گزیں۔گزیدن بمعنی اختیار کرنا سے صیغہ امر ہے۔خوف وخطر۔یعنی وساوس شیطانی کے خطرے۔قلاوز۔رہبر۔آشفتن۔پریشان ہونا۔ غول۔چھلاوہ، شیطان۔درچاہ شدن۔ہلاک ہونا۔بانگ۔شیطانی وساوس کی آواز۔داہی۔چالاک، یعنی تجھ سے زیادہ عقلمند بغیر پیر کے گمراہ ہوئے ہیں۔نبے۔قرآن مجید، یعنی قرآن مجید میں بہت سی قوموں کے قصے مذکور ہیں جن کو شیطان نے گمراہ کر دیا۔ادبار۔بدبختی، نحوست۔

2. عور۔ننگا، یعنی نیک اعمال سے خالی۔خرسوئے کسے راندن۔کسی کی طرف مائل ہونا، اس کے راستہ پر چلنا، یعنی ان ہلاک شدگان سے عبرت حاصل کرو، ان کا راستہ نہ اختیار کرو۔خر۔گدھا یعنی نفس۔رہبانان۔جمع ہے رہبان کی، بان علامت ہے اسم فاعل کی، جیسے فیل بان، راہگیر۔راہ داں۔راستہ سے واقف۔مہل۔نہ چھوڑ، ہلیدن سے نہی کا صیغہ ہے۔

گر یکے دم تو بغفلت واہلیش[1] — اُو رود فرسنگہا سوئے حشیش

اگر تو غفلت سے اسکو تھوڑی دیر کیلئے بھی آزاد چھوڑ دیگا — وہ میلوں گھاس کی جانب چلا جائے گا

دشمن راہ است خر مست علف — اے بسا خربندہ را کردہ تلف

گھاس کا عاشق گدھا، راستہ کا دشمن ہے — بہت سے اناڑیوں کو اس نے ہلاک کیا ہے

گر ندانی رہ ہرآنچہ خر بخواست — عکس آں کن خود بود آں راہ راست

اگر تو راستہ نہیں جانتا ہے، تو جو گدھا چاہے — اس کے برخلاف کر وہی سیدھا راستہ ہوگا

شَاوِرُوْهُنَّ پس آنگہ خَالِفُوْا — اِنَّ مَنْ لَمْ يَعْصِهِنَّ تَالِفٌ

ان (عورتوں) سے مشورہ کرو پھر خلاف کرو — جو شخص انکے خلاف نہیں کرتا ہے ہلاک ہو جانیوالا ہے

باہوا و آرزوکم باش دوست — چوں[2] يُضِلُّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اوست

خواہش نفسانی اور آرزو سے دوستی نہ کر — کیونکہ وہی ہے جو تجھے اللہ (تعالیٰ) کے راستہ سے گمراہ کرتی ہے

ایں ہوا را نشکند اندر جہاں — ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہاں

دنیا میں خواہش نفسانی کو پامال نہیں کرتی — کوئی چیز جیسا کہ ساتھیوں کا سایہ

وصیت کردنِ رسولِ خدا مر علیؓ را کہ چوں ہر کسے بنوعِ طاعتے تقرب بحق جوید

رسولِ خداﷺ کا (حضرت) علیؓ کو وصیت کرنا کہ جب ہر شخص اللہ کا تقرب کسی قسم کی اطاعت کے ذریعہ ڈھونڈتا ہے

تو تقرب جو بصحبت عاقل و بندۂ خاص تا از ایشاں ہمہ پیش قدم باشی

تو عقلمند اور خاص بندے کی صحبت کے ذریعہ تقریب چاہ تاکہ ان سب سے آگے بڑھ جائے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا تَقَرَّبَ النَّاسُ اِلٰى خَالِقِهِمْ

آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا جب لوگ اپنے خالق کا تقرب

بِاَنْوَاعِ الْبِرِّ فَتَقَرَّبْ اِلَى اللّٰهِ بِالْعَقْلِ وَ السِّرِّ تَسْبِقُهُمْ

مختلف نیکیوں کے ذریعہ چاہیں تو اللہ کا عقل، اور اسرارِ الٰہی کے ذریعہ تقرب چاہ،

بِالدَّرَجَاتِ وَ الزُّلْفٰى عِنْدَ النَّاسِ فِي الدُّنْيَا وَ عِنْدَاللّٰهِ فِي الْاٰخِرَةِ

درجوں میں سب سے بڑھ جائے گا، دنیا میں لوگوں کے نزدیک اور آخرت میں اللہ کے نزدیک

گفت پیغمبرؐ علیؓ را کاے علیؓ — شیر حقی پہلوانی، پُر دلی

(حضرت) علیؓ سے پیغمبر(ﷺ) نے فرمایا اے علیؓ! — تو اللہ کا شیر ہے، بہادر ہے، دلیر ہے

---

[1] واہلیش۔ شین مفعول کی ضمیر ہے۔ وا۔ بمعنی کشادہ۔ ہلی۔ ہلیدن کا فعل مضارع ہے۔ فرسنگ۔ فرسخ جو تین میل کا ہوتا ہے۔ حشیش۔ گھاس۔ علف۔ گھاس، چارہ۔ خربندہ۔ اناڑی سوار جو سواری کے تابع ہوتا ہے۔ خر۔ یعنی نفس انسانی۔ شاوروھن۔ ان عورتوں سے مشورہ کرو، یہ حدیث ثابت نہیں ہے البتہ طاعت النساء ندامۃ عورت کی اطاعت ندامت کا باعث ہے، حدیث صحیح ہے۔ تالف۔ اسم فاعل ہے، ہلاک ہونے والا۔

[2] چوں۔ قرآن میں ہے ولا تتبع الھوی فیضلک و عن سبیل اللہ اور نہ اتباع کر خواہش نفسانی کا ورنہ وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گا۔ امرہاں۔ ساتھ چلنے والے، یعنی مرشد کامل جو مرید کا راہنما ہوتا ہے، پیر کی رہنمائی لامحالہ ضروری ہے بصورت مجبوری نفس کی خواہش کے خلاف عمل کرتے رہنا چاہیئے۔ قال النبی۔ یہ حدیث ان الفاظ سے حدیث کے ذخیرے میں نہیں ہے، مضمون صحیح ہے۔ شیر حق۔ حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔ پہلواں۔ بہادر، افسر۔ پُر دل۔ مضبوط دل والا۔

لیک بر شیری مکن ہم اعتمید[1] — اندر آ در سایۂ نخل امید
لیکن تو شیری پر بھروسہ نہ کر — نخل امید کے سایہ میں آ جا

ہر کسے گر طاعتے پیش آورند — بہر قربِ حضرتِ بیچون و چند
ہر شخص اگر عبادت پیش کرے — بے مثال اور بے نظیر دربار کی قربت کے لئے

تو تقرب جو بعقل و سرِّ خویش — نے چو ایشاں بر کمالِ برِّ خویش
تو اپنی عقل اور محبت کے ذریعہ سے نزدیکی حاصل کر — نہ کہ اُن کی طرح اپنے کمال اور نیکی (کی بنیاد) پر

تو در آ در سایۂ آں عاقلے — کش نتاند بُرد از راہ ناقلے
تو اس عقلمند کے سایہ میں آ جا — جس کو راستہ سے کوئی ہٹانے والا نہ ہٹا سکے

پس تقرب جو بدو سوئے الٰہ — سر مپیچ از طاعت اُو ہیچ گاہ
اس کے ذریعہ اللہ کا قرب طلب کر — کسی وقت (بھی) اس کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑ

زانکہ اُو ہر خار را گلشن کند — دیدۂ ہر کور را روشن کند[2]
اس لئے کہ وہ ہر کانٹے کو پھول بنا دیتا ہے — ہر اندھی آنکھ کو روشنی عطا کردیتا ہے

ظل اُو اندر زمیں چوں کوہِ قاف — روحِ اُو سیمرغ بس عالی طواف
اس کا سایہ زمین پر کوہِ قاف کی طرح ہے — اس کی روح اونچا چکر لگانے والا سیمرغ ہے

دست گیرد بندۂ خاصِ الٰہ — طالباں را می برد تا پیشگاہ
اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ دستگیری کرتا ہے — (وہ) طالبوں کو (اللہ تعالیٰ کی) درگاہ تک لے جاتا ہے

گر بگویم تا قیامت نعت اُو — ہیچ آں را غایت و مقطع مجو
اگر میں قیامت تک اس کی تعریف کروں — اس کی انتہا اور خاتمہ کی امید نہ کر

آفتابِ روح نے آنِ فلک — کہ زنورش زندہ اند انس و ملک
(وہ) روح کا سورج ہے، آسمان کی طرف منسوب نہیں ہے — اس کے نور سے انسان اور فرشتے زندہ ہیں

در بشر رو پوش گشت ست آفتاب — فہم کن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابُ
سورج انسان (کے جسم) میں روپوش ہے — سمجھ لے، اور اللہ (تعالیٰ) بہتر جانتا ہے

یا علیؓ از جملۂ طاعاتِ راہ — برگزیں تو سایۂ خاصِ الٰہ
اے علیؓ! راہِ (حق) کی تمام اطاعتوں میں سے — اللہ (تعالیٰ) کے مخصوص (بندہ) کے سایہ کو اختیار کر

ہر کسے در طاعتے بگریختند — خویشتن را مخلصے انگیختند
ہر شخص ایک اطاعت کی پناہ لے رہا ہے — (اور) اپنے لئے نجات کی جگہ نکال رہا ہے

---

1. اعتمید۔ اعتماد کا امالہ ہے، بھروسہ۔ نخل امید۔ یعنی مرشد۔ تقرب۔ قریب ہونا۔ عقل۔ یعنی معرفت الٰہی۔ سرّ۔ یعنی محبت۔ برّ۔ نیک، عمل۔ عاقل۔ یعنی مردِ عارف۔ نتاند۔ نتواند کا مخفف ہے۔ ناقل۔ نقل کرنے والا۔ زانکہ۔ شیخ کامل، اس انسان کو جو اعمالِ حسنہ سے خالی ہے نیک عمل بنا دیتا ہے۔
2. روشن کند۔ یعنی قلبی بصیرت عطا کر دیتا ہے۔ کوہِ قاف۔ شاعرانہ تخیل کے اعتبار سے کوہِ قاف پوری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے یعنی شیخ کامل کا سایہ پورے عالم پر ہوتا ہے۔ سیمرغ۔ فرضی پرندہ ہے جس کے پروں میں تیس خوشنما رنگ ہیں۔ دست گیرد۔ مردِ عارف دستگیری کرتا ہے۔ پیشگاہ۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ غایت۔ انتہا۔ مقطع۔ خاتمہ۔ آن۔ ملکیت۔ آفتاب۔ یعنی شیخ کامل کی روح۔ خاصِ الٰہ۔ اللہ کا مخصوص بندہ۔ مخلص۔ نجات کی جگہ۔

تو برو در سایۂ عاقل گریز
تو جا عقلمند کے سایہ کی پناہ لے

از ہمہ طاعات اینت لائق ست
تیرے لئے یہ تمام اطاعتوں سے زیادہ مناسب ہے

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو
جب پیر بنا لے خبردار! سرِ اطاعت رکھ دے

صبر کن بر کارِ خضرؑ اے بے نفاق
اے مخلص! خضر کے کام پر صبر کر

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن
خواہ وہ (خضر) کشتی کو توڑ دے تو اعتراض نہ کر

دست اُو را حق چو دست خویش خواند
جب خدا نے اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے

دست حق میراندش زندش کند
اللہ (تعالیٰ) کا ہاتھ اس کو مارتا ہے تو اس کو زندہ کرتا ہے

یار باید راہ را تنہا مرو
کوئی راستہ کا یار چاہئے تنہا نہ جا

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید
(ایسا) کم ہے کہ تنہا کسی نے یہ راستہ طے کیا ہو

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست
پیر کا ہاتھ غیر حاضر لوگوں سے (بھی) کوتاہ نہیں ہے

غائباں را چوں چنیں خلعت دہند
جب وہ غیرحاضر لوگوں کو ایسا انعام دیتے ہیں

غائباں را چوں نوالہ می دہند
جب وہ غیرحاضر لوگوں کو لقمہ دیتے ہیں

تا رہی زاں دشمن پنہاں ستیز[1]
تاکہ چھپ کر لڑنے والے دشمن سے نجات پا لے

سبق یابی بر ہر آں کو سابق ست
ہر آگے بڑھنے والے سے تو سبقت لے جائے گا

ہمچو موسیٰؑ زیر حکم خضرؑ رو
موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح (حضرت) خضر کے حکم کے ماتحت چل

تا نہ گوید خضرؑ رو ہٰذا فراق
تاکہ خضر یہ نہ کہہ دے کہ جا یہ جدائی ہے

گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن
خواہ وہ بچے کو مار ڈالے تو رنج نہ کر

تا یَدُ اللّٰہِ[2] فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ براند
یہاں تک کہ "اللہ کا ہاتھ اسکے ہاتھ پر ہے" فرمایا ہے

زندہ چہ بود جانِ پایندش کند
زندہ کیا ہوتا ہے، اس کو ابدی زندگی عطا کرتا ہے

از سرِ خود اندریں صحرا مشو
اس جنگل میں تنہا نہ جا

ہم بعونِ ہمت مرداں رسید
وہ بھی بزرگوں کی باطنی توجہ کی وجہ سے پہنچا ہوگا

دست اُو جز قبضۂ اللہ نیست
اس کا ہاتھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہاتھ ہے

حاضراں از غائباں لاشک بہند
تو لامحالہ حاضر لوگ، غیرحاضروں سے بہتر ہیں

پیشِ مہماں تا چہ نعمتہا نہند
تو مہمان کے سامنے کیا کیا نعمتیں رکھتے ہوں گے؟

1. پنہاں ستیز۔ شیطان چھپا ہوا دشمن ہے۔ اینت۔ ایں برائے تو۔ ہمچو موسیٰ۔ حضرت موسیٰ جب خضر سے تعلیم حاصل کرنے لگے تو بالکلیہ ان کے حکم کے تابع بن گئے تھے۔ ہٰذا فراق۔ جب حضرت موسیٰ سے صبر نہ ہوا تو حضرت خضر نے ان سے کہہ دیا اب جدا ہو جاؤ۔ کشتی۔ حضرت خضر نے اس کشتی میں سوراخ کر دیا جس میں سوار ہوئے تھے۔ طفلے۔ حضرت خضر نے معصوم بچہ کو مار ڈالا تھا۔ مو کندن۔ بال نوچنا، رنجیدہ ہونا۔

2. ید اللہ۔ شجرۂ رضوان کے نیچے جب آنحضور ﷺ نے صحابہؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت لی تھی اس کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ وہ نبی کا ہاتھ نہ تھا بلکہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر تھا۔ میراندش۔ حضرت خضر نے جس بچہ کو مارا وہ اس کی موت نہ تھی بلکہ اس کی حیات جاودانی تھی۔ ہر کہ تنہا۔ بغیر شیخ کامل کے کسی کو شاذ و نادر کوئی مرتبہ حاصل ہوا ہے تو وہ بھی دراصل کسی بزرگ کی روح کا تصرف ہے۔ دست پیر۔ شیخ کا ہاتھ دراصل اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ غائباں۔ شیخ کا فیض اگرچہ غائبانہ بھی پہنچتا ہے لیکن جن کو قرب حاصل ہوتا ہے وہ یقیناً بہتر ہیں۔

کُو کسے[1] کُو پیشِ شہ بندد کمر
کہاں وہ شخص جو بادشاہ کے سامنے کمر کسے ہوئے ہو
با کسے کُو ہست از بیرونِ در
اس شخص کے مقابلہ میں جو دروازہ سے باہر ہو

فرق بسیارست ناید در حساب
بہت فرق ہے جو حساب میں نہیں آتا ہے
آں ز اہلِ کشف و ایں ز اہلِ حجاب
وہ اہل کشف میں سے ہے اور یہ اہل حجاب میں سے ہے

جہد آں کن تا رہے یابی دروں
وہ کوشش کر تاکہ اندر کا راستہ پا لے
ورنہ مانی حلقہ وار از در بروں
ورنہ زنجیر کی طرح دروازہ سے باہر رہ جائے گا

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش
جب تو نے پیر بنا لیا تو نازک دل نہ بن
سست و ریزندہ چو آب و گِل مباش
گارے کی طرح سست اور بکھرنے والا نہ بن

زم[2] گوید سخت گوید خوش بگیر
(پیر) نرم بات کہے (یا) سخت کہے خوشی سے قبول کر
تا کند بر جملہ میرانت امیر
تاکہ تجھے سرداروں کا سردار بنا دے

در بہر زخمے تو پُر کینہ شوی
اگر ہر تکلیف پر تو غصہ سے بھرے گا
پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
تو بغیر مانجھے کس طرح صاف ہوگا؟

قصۂ کبودی زدن قزوینی بر شانہ گاہ و پشیماں شدنِ اُو بزخم سوزن

ایک قزوینی کا کندھے پر گدوانا اور زخم سوزن کی وجہ سے شرمندہ ہونے کا قصہ

ایں حکایت بشنو از صاحب بیاں
بیان کرنے والے سے یہ قصہ سن
در طریق و عادتِ قزوینیاں
جو قزوینیوں کی عادت اور رسم کے بارے میں ہے

برتن و دست و کتفہا بے درنگ
جسم، ہاتھ اور کاندھے پر بلا تردد
میزنند از صورتِ شیر و پلنگ
شیر اور تیندوے کی صورت گدواتے ہیں

بر چناں صورت پیا پے بے گزند
اس طرح کی تصویر پے در پے بلاتکلف
از سرِ سوزن کبودیہا زنند
سوئی کی نوک سے گودتے ہیں

سوئے دلاّکے بشد قزوینیئے
ایک قزوینی نائی کے پاس گیا
کہ کبودم زن ستاں شیرینیئے
کہ میرے گود دے (اور) شیرینی لے لے

گفت چہ صورت زنم اے پہلواں
اس نے کہا اے پہلوان! کیا تصویر بناؤں؟
گفت برزن صورتِ شیرِ ژیاں
کہا، غضب ناک شیر کی تصویر بنا دے

طالعم شیرست و نقشِ شیر زن
میرا طالع اسد ہے، شیر کی تصویر بنا دے
جہد کُن رنگِ کبودی سیر زن
کوشش کر، دل بھر کے گود دے

---

[1] کو کسے۔ جو لوگ شاہی دربار کے حاضر باش ہوتے ہیں وہ یقیناً ان سے افضل ہوتے ہیں جو دربار تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ اہل کشف۔ جن کو شیخ کی صحبت نصیب ہوتی ہے وہ اہل کشف ہوتے ہیں۔ اہل حجاب۔ جو لوگ مجلس سے غیر حاضر ہیں ان کو علوم الٰہی کا کشف حاصل نہیں ہوتا ہے۔ حلقہ۔ زنجیر، زنجیر مکان سے باہر رہتی ہے۔ نازک دل۔ وہ شخص جو معمولی سی بات پر رنجیدہ ہو جائے۔

[2] نرم۔ شیخ کی ہر بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے خواہ ناگوار ہو یا گوارا۔ زخم۔ یعنی مجاہدہ کی تکالیف برداشت کئے بغیر آئینۂ دل پر صیقل نہیں چڑھتی ہے۔ کبودی زدن۔ بدن کو گودوانا۔ قزوینی۔ قزوین کا رہنے والا جو عراق کا ایک شہر ہے۔ دلاک۔ حجام، نائی۔ شیرنی۔ یعنی گودنے کی اجرت۔ پہلوان۔ جوانمرد، سپاہی۔ شیر ژیاں۔ غضب ناک شیر۔ برزن۔ بر زیادہ ہے۔ طالع۔ نچھتر، کسی کی پیدائش کے وقت بارہ برجوں میں سے جو برج مشرق سے نمودار ہو وہ پیدا ہونے والے کا طالع کہلاتا ہے۔ شیر۔ یعنی برج اسد۔ سیر زن۔ یعنی پوری طرح گود۔

گفت بر چہ موضعت[1] صورت زنم
اس نے کہا، تیرے کس جگہ تصویر بناؤں؟
گفت بر شانہ گہم زن آں رقم
کہا میرے کندھے پر نقش کردے

تا شود پشتم قوی در رزم و بزم
تاکہ رزم اور بزم میں میری کمر مضبوط ہو جائے
باچنیں شیرِ ژیاں در عزم و حزم
ایسے خوفناک شیر کی وجہ سے پختہ کاری اور پختہ ارادہ میں

چونکہ اُو سوزن فرو بردن گرفت
اس نے جب سوئیاں چبھانی شروع کیں
دردِ آں در شانہ گہ مسکن گرفت
اس کی تکلیف کندھے میں ہونے لگی

پہلواں در نالہ آمد کاے سنی
پہلوان نے رونا شروع کر دیا کہ اے بھلے مانس!
مرمرا کشتی چہ صورت می زنی
تو نے تو مجھے مار ڈالا، کیا تصویر بنا رہا ہے؟

گفت آخر شیر فرمودی مرا
اس نے کہا، تو نے شیر بنانے کے لئے کہا ہے
گفت از چہ عضو کردی ابتدا
کہا، کس عضو سے تو نے شروع کیا ہے؟

گفت از دُمگاہ آغازیدہ ام
اس نے کہا میں نے دم کی طرف سے شروع کیا ہے
گفت دم بگذار اے دو دیدہ ام
کہا، اے نورِ چشم! دم بنانی چھوڑ دے

از دُم و دُمگاہِ شیرم دم گرفت
دُم اور دم کی جگہ سے شیر نے میرا سانس گھونٹ دیا
دُم گہ اُو دَم گہم محکم گرفت
اس کی دم کی جگہ نے میرے سانس لینے کی جگہ کو دبا دیا

شیرِ بے دُم باش گو اے شیر ساز
بے دم کا شیر سہی، اے شیر بنانے والے!
کہ دلم سستی گرفت از زخم گاز
اوزار کے زخم نے میرا دل نڈھال کر دیا ہے

جانب دیگر گرفت آں شخص زخم
وہ شخص دوسری جانب زخم کرنے لگا
بے محابا و مواساتے و رحم
بے دھڑک اور بغیر ہمدردی اور رحم کے

بانگ زد اُو کایں چہ اندام ست ازو
وہ چیخا، یہ اس کا کون سا عضو ہے؟
گفت اُو گوش ست اے مردِ نکو
اس نے کہا، اے نیک مرد! یہ کان ہے

گفت تا گوشش نباشد اے ہمام
اس نے کہا، اے سردار! اس کا کان نہ ہو
گوش را بگذار و کوتہ کن کلام
کان کو چھوڑ دے، اور قصہ مختصر کر

جانب دیگر خلش آغاز کرد
اس نے دوسری جانب سے چبھانا شروع کیا
باز قزوینی فغاں را ساز کرد
پھر قزوینی نے شور کرنا شروع کر دیا

کایں سوم جانب چہ اندام ست نیز
کہ یہ تیسری جانب کون سا عضو ہے؟
گفت ایلست اشکم شیر اے عزیز
اس نے کہا، اے پیارے! یہ شیر کا پیٹ ہے

گفت تا اشکم نباشد شیر را
اس نے کہا، شیر کا پیٹ بھی نہ ہو
خود چہ اشکم می باید شیر را
شیر کو پیٹ کی کیا ضرورت ہے؟

1. موضع۔مقام۔شانہ۔کندھا۔رقم۔نشان۔رزم۔جنگ۔بزم۔مجلس نشاط۔عزم۔پختہ ارادہ۔حزم۔ہوشیاری۔فرو بردن۔گاڑنا۔مسکن۔جگہ۔سنی۔ اچھا، روشن۔دمگاہ۔دم کی جگہ۔دم گرفت۔سانس رک گیا۔دم گہ۔سانس کی جگہ۔محکم۔مضبوط/ گاز۔قینچی، جراحی کا اوزار۔محابا۔مروت، لحاظ۔ مواسات۔غمخواری، معاونت۔اندام۔عضو۔ہمام۔سردار، بزرگ۔خلش۔چبھن۔فغاں۔فریاد۔اشکم۔شکم، الف زائد ہے۔

گشت افزوں درد کم زن زخمہا
درد بہت بڑھ گیا، زخم کم کر
خیرہ[1] شد دلاّک بس حیراں بماند
نائی متعجب ہوا اور حیران رہ گیا
بر زمیں زد سوزن آندم اوستاد
اس وقت استاد نے سوئی زمین پر پھینک دی
شیرِ بے دُمّ و سر و اشکم کہ دید
بے دم، سر اور پیٹ کا شیر کس نے دیکھا ہے؟
چوں نداری طاقت سوزن زدن
جب تو سوئی چبھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے
اے برادر صبر کن بردردِ نیش
اے بھائی سوئی کے درد پر صبر کر
کاں گروہیکہ رہیدند از وجود
اس لئے کہ جو لوگ اپنے وجود سے آزاد ہو گئے ہیں
ہر کہ مُرد اندر تن اُو نفس گبر
جن کے بدن میں بے دین نفس مر گیا ہے
چوں دلش آموخت صبر افروختن
جب اس کا دل صبر کو روشن کرنا سیکھ جاتا ہے
گفت حق در آفتابِ منجّم
روشن سورج کے بارے میں اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے
خفتگانے کز خدا بد کارِ شاں
وہ سونے والے جن کا معاملہ خدا سے تھا
خار جملہ لطف چوں گل می شود
کانٹا پھول کی طرح پُرلطف ہو جاتا ہے

اشکمے چہ شیر را بہر خدا
شیر کے لئے پیٹ کی کیا ضرورت ہے؟ خدا کے لئے
تا بدیر انگشت در دنداں بماند
دیر تک انگلی دانتوں میں دبائے رہا
گفت در عالم کسے را ایں فتاد
بولا، دنیا میں کسی کو ایسا بھی پیش آیا ہوگا؟
ایں چنیں شیرے خدا خود نافرید
ایسا شیر تو خدا نے کوئی پیدا ہی نہیں کیا ہے
از چنیں شیرِ ژیاں بس دم مزن
ایسے خوفناک شیر کے بارے میں بات نہ کر
تا رہی از نیش نفس گبر خویش
تاکہ تو اپنے بے دین نفس کے ڈنک سے نجات پائے
چرخ و مہر و ماہ شاں آرد سجود
آسمان اور سورج اور چاند ان کو سجدہ کرتا ہے
مَرُورا فرماں بَرد خورشید و اَبر
سورج اور ابر ان کا حکم مانتا ہے
آفتاب اُو را نیارد سوختن
سورج اس کو نہیں جلا سکتا
ذکرِ تزّا وَر[2] کَذَا عَنْ کَھفِھِمْ
ان کے غار سے بچ کر نکل جاتا ہے
میل کردے آفتاب از غارِ شاں
سورج ان کے غار سے کترا جاتا تھا
پیش جزوے کو سوئے کل می شود
اس جزو کے سامنے جو کل سے وابستہ ہوتا ہے

[1] خیرہ۔ حیران۔ سرگشتہ۔ پریشان۔ نافرید۔ نہ آفرید۔ سوزن زدن۔ یعنی گودنے کے سوئیں چبھانا۔ شیر ژیاں۔ غضبناک شیر۔ رہی۔ تو نجات پائے، رہیدن سے واحد مخاطب مضارع ہے۔ گبر۔ آتش پرست، یہاں مطلقاً کافر مراد ہے، یہ مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے یعنی انسان اگر مجاہدوں اور ریاضتوں کی تکلیف برداشت کر لیتا ہے تو پھر نفس امارہ سے بچ جاتا ہے، ورنہ اسی طرح محروم رہتا ہے جیسا کہ قزوینی محروم رہا۔ مرورا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض ”اللہ نے تمہارے تابع فرمان بنادیا ہے ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔“

[2] تزاور۔ قرآن پاک میں اصحاب کہف کے قصہ میں فرمایا گیا ہے ”جب آفتاب نکلتا ہے تو داہنی جانب سے بچ کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں جانب سے کترا جاتا ہے۔“ یعنی سورج کی تپش ان کو نہیں پہنچتی ہے۔ منجّم۔ روشن۔ کہف۔ غار۔ خفتگانے۔ یعنی اصحاب کہف جو غار میں سوئے ہوئے تھے۔ خار۔ یعنی جو لوگ ذات واحد میں اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں، ان کے لئے کانٹے پھول بن جاتے ہیں۔

چیست[1] تعظیم خدا افراشتن — خویشتن را خوار و خاکی داشتن
خدا کی عظمت کو ظاہر کرنا کیا ہے؟ — اپنے آپ کو ذلیل اور مٹی بنا لینا ہے

چیست توحید خدا آموختن — خویشتن را پیشِ واحد سوختن
اللہ (تعالیٰ) کی وحدانیت سیکھنا کیا ہے؟ — اپنے آپ کو "واحد" کے سامنے فنا کر دینا ہے

گر ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز — ہستی ہم چوں شب خود را بسوز
اگر تو چاہتا ہے کہ دن کی طرح منور ہو جائے — (تو) اپنی رات جیسی ہستی کو جلا ڈال

ہستیت در ہست آں ہستی نواز — ہمچو مس در کیمیا اندر گداز
وجود عطا کرنے والے کے وجود میں اپنے وجود کو — تانبے کی طرح کیمیا میں پگھلا دے

در من و ما سخت کر دستی تو دست — ہست ایں جملہ خرابی از دو ہست
"من و ما" کو تو نے مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے — دو وجودوں کی وجہ سے یہ ساری خرابی ہے

رفتن گرگ و روباہ در خدمت شیر بشکار

بھیڑیے اور لومڑی کا شیر کے ساتھ شکار کو جانا

شیر و گرگ و روبہے بہر شکار — رفتہ بودند از طلب در کوہسار
شیر اور بھیڑیا اور لومڑی شکار کے لئے — جستجو کرتے ہوئے پہاڑ میں پہنچ گئے تھے

ہر سہ باہم اندراں صحرائے ژرف — صیدہا گیرند بسیار و شگرف
(تاکہ) تینوں مل کر گھنے جنگل میں — بہت، اور عمدہ (قسم کا) شکار کریں

تا بہ پشت ہمدگر بر صیدہا — سخت بر بندند بار و قیدہا
تاکہ ایک دوسرے کی مدد سے شکاروں پر — سخت دباؤ ڈالیں، اور گرفت میں لائیں

گرچہ زایشاں شیرِ نر را ننگ[2] بود — لیک کرد اکرام و ہمراہی نمود
اگرچہ وہ بہادر شیر کے لئے موجب عار تھے — لیکن اس نے عزت افزائی کی اور ساتھ ہو گیا

ایں چنیں شہ راز لشکر زحمت ست — لیک ہمرہ شد جماعت رحمت ست
اس جیسے بادشاہ کو لشکر سے تکلیف ہوتی ہے — لیکن ساتھ ہو گیا، (اس لئے کہ) جماعت رحمت ہے

ایں چنیں مہ را زاختر ننگہاست — اُو میانِ اختراں بہر سخاست
اسی طرح چاند کو ستاروں سے شرم آتی ہے — (لیکن) وہ ازراہِ کرم ستاروں کے درمیان ہے

---

1. چیست۔ یعنی توحید یہی ہے کہ ذاتِ احد میں اپنے آپ کو فنا کر دے۔ گر۔ اگر تو منور ہونا چاہتا ہے تو اپنی ذات کو فنا کر دے۔ ہستیت۔ اپنی ہستی کو خدا کی ہستی میں پگھلا دے۔ دو ہست۔ دو ہستیاں۔ رفتن گرگ۔ اس قصہ سے مقصود یہی ہے کہ بھیڑیے نے شیر کے مقابلہ میں انانیت اختیار کی اور دوئی کو ختم نہ کیا تو خود فنا ہو گیا لہٰذا انسان کی بھی دوئی مٹانے میں ہی نجات ہے۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ اچھا۔ پشت۔ مدد۔ بار و قید۔ دباؤ اور گرفت۔

2. ننگ۔ شرم و عار۔ اکرام۔ عزت کرنا۔ جماعت۔ ید اللہ الجماعة جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ایں چنیں۔ ان مثالوں کا مقصد یہ ہے کہ کاملین اگر ناقصین کو ساتھ لگا لیتے ہیں تو اس سے ناقصین کو مغرور نہ ہونا چاہئے بلکہ ناقصین کو شکر گزار ہونا چاہئے کہ وہ اپنا نقصان کر کے ان کا بھلا کر رہے ہیں۔

امر[1] شَاوِرْهُمْ پیمبر را رسید
پیغمبر (ﷺ) کو "ان سے مشورہ کر" کا حکم ملا ہے

در ترازو جو رفیقِ زر شدست
ترازو میں جو سونے کا ساتھی بن گیا ہے

روح قالب را کنوں ہمرہ شدست
اب روح جسم کے ساتھ ہو گئی ہے

چونکہ رفتند ایں جماعت سوئے کوہ
جب یہ جماعت پہاڑ پر گئی

گاوِ کوہی و بز و خرگوشِ زفت
پہاڑی گائے اور بکرا اور موٹا خرگوش

ہرکہ باشد در پئے شیرِ حراب
جو کوئی جنگجو شیر کے ساتھ ہو

چوں زکہ در بیشہ[2] آوردند شاں
جب پہاڑ سے انہیں جنگل میں لائے

گرگ و روبہ را طمع بود اندراں
ان میں بھیڑیئے اور لومڑی کی خواہش تھی

عکس طمع ہر دو شاں بر شیر زد
شیر پر ان دونوں کے لالچ کا عکس پڑا

ہر کہ باشد شیر اسرار و امیر
جو شخص اسرار (کے میدان) کا شیر اور سردار ہو

ہیں نگہدار اے دلِ اندیشہ خو
خبردار! اے وسوسوں کے عادی دل! محفوظ رکھ

داند او خر راہمی راند خموش
وہ جانتا ہے (پھر بھی) کام چلاتا ہے

گرچہ رائے نیست رایش را مزید
اگرچہ کوئی رائے اس کی رائے سے بڑھ کر نہیں ہے

نے ازانکہ جو چو زر جوہر شدست
اس لئے نہیں کہ جو سونے کی طرح جوہر بن گیا ہے

مدتے سگ حارسِ درگہ شدست
مدت تک کتا دربار کا محافظ رہا ہے

در رکابِ شیر با فرّ و شکوہ
شان و شوکت سے شیر کے ساتھ

یافتند و کارِ ایشاں پیش رفت
انہوں نے پکڑ لیا اور ان کا کام چل گیا

کم نیاید روز و شب او را کباب
اس کے لئے دن و رات میں کباب کی کمی نہ ہوگی

کشتہ و مجروح اندر خوں کشاں
مردہ اور زخمی، خون میں لتھڑے ہوئے

کہ رود قسمت بعدلِ خسرواں
کہ شاہی انصاف سے تقسیم ہو

شیر دانست آں طمع ہا را سند
شیر ان لالچوں کے ثبوت کو جان گیا

او بداند ہرچہ اندیشہ ضمیر
وہ جان جاتا ہے جو کچھ دل سوچتا ہے

دل ز اندیشہ بدی در پیشِ او
دل کو اس کے سامنے برے خیال سے

در رُخت خندد برائے روئے پوش
پردہ پوشی کے لئے تیرے سامنے مسکراتا ہے

امر۔ قرآن پاک میں ہے اے پیغمبر جنگ کے بارے میں ان سے مشورہ لیجئے پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو خدا پر بھروسہ کریں۔ در ترازو۔ جو کو یہ شرافت سونے کے ساتھ ہونے کی وجہ سے حاصل ہوگئی ہے۔ روح۔ جسم کو روح کے ساتھ رہنے سے یا جو کو سونے کے ساتھ تل جانے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جسم اور جو کو کوئی ذاتی فضیلت حاصل ہوگئی ہے، جسم کو روح کی معیت سے فائدہ پہنچا۔ حارس۔ نگہبان۔ گاؤ کوہی۔ نیل گائے۔ بز۔ بکری۔ زفت۔ موٹا، فربہ۔ ہرکہ۔ اسی طرح اولیاء کے ساتھ رہنے سے نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ حراب۔ جنگ۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے۔

بیشہ۔ جھاڑی، جنگل۔ خسرو۔ بادشاہ، خاء کا ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں، کسرہ اولیٰ ہے۔ سند۔ ثبوت۔ ضمیر۔ دل، لہٰذا مرید کو شیخ کے متعلق دل میں وسوسے نہ لانے چاہئیں ورنہ شیخ ان کو جان لے گا۔ ہیں۔ شیخ اپنے مرید کے چھپے ہوئے خیالات کو سمجھ جاتا ہے لہٰذا اس کی مجلس میں برے خیالات دل میں نہ لانے چاہئیں۔ داند او۔ یعنی وہ جانتا ہے لیکن ظاہر نہیں کرتا ہے۔ خر راندن خموش۔ سوار کا گدھے کی خواہش کے مطابق سفر کرنا، کام چلانا، دوسرے کی خواہش کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لینا۔ در رخت۔ تیرے سامنے مسکراتا ہے تاکہ تو کچھ نہ سمجھ سکے۔

شیر چوں دانست آں وسواسِ شاں
شیر کو جب ان کے وسوسے معلوم ہو گئے
وانگفت و داشت آندم پاسِ شاں
کھل کر نہ بتایا اور ان سے رعایت برتی

لیک باخود گفت بنمایم سزا
لیکن اس نے دل میں کہا (ابھی) سزا دیتا ہوں
مر شمارا اے خسیسانِ[1] گدا
تمہیں اے کمینے فقیرو!

مر شمارا بس نیامد رائے من
تمہارے لئے میری رائے کافی نہ ہوئی
ظن تاں اینست در اعطائے من
میری بخشش میں تمہارا یہ خیال ہے

اے وجودِ رائے تاں از رائے من
خبردار! تمہاری رائے کا وجود میری رائے سے ہے
از عطا ہائے جہاں آرائے من
میری دنیا کو سجانے والی عطاؤں کی وجہ سے ہے

نقش بانقاش چہ اِسگالد دگر
نقش، نقاش کو کیا سوجھائے
چوں سگالش اُوش بخشید و نظر
جبکہ اس کی سوچ و نگاہ اسی کی بخشی ہوئی ہے

ایں چنیں ظن خسیسانہ بمن
مجھ پر ایسے کمینہ پن کا گمان
مر شما را بود ننگانِ زمن
تمہارا تھا، تم زمانے کے لئے (باعث) عار ہو

ظَانِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ را
خدا کے ساتھ بدگمانی کرنے والوں کا
گر نہ بُرّم سر بود عین خطا
اگر میں سر قلم نہ کروں تو غلطی ہے

وا رہانم چرخ را از ننگ تاں
تمہارے (وجود) کی ذلت سے آسمان کو نجات دلاؤں گا
تا بماند در جہاں ایں داستاں
تاکہ یہ قصہ دنیا میں (مثال بنا) رہے

شیر با ایں فکر میزد خندہ[2] فاش
شیر اس خیال میں بظاہر ہنستا تھا
بر تبسم ہائے شیر ایمن مباش
شیر کی مسکراہٹوں پر مطمئن نہ ہو جانا

مالِ دنیا شد تبسم ہائے حق
دنیا کی دولت (اللہ تعالیٰ) کی مسکراہٹیں ہیں
کرد مارا مست و مغرور و خلق
جنہوں نے ہمیں مست اور مغرور اور بوسیدہ بنا دیا ہے

فقر و رنجوری بہشت ست اے سند
اے سردار! فقیری اور بیماری بہشت ہے
کاں تبسم دام خود را بر کند
کیونکہ اس کی وجہ سے مسکراہٹ اپنا جال اکھاڑ لیتی ہے

امتحان کردنِ شیر گرگ را و گفتن کہ ایں صید ہارا قسمت کن

شیر کا بھیڑیے کو آزمانا اور کہنا کہ ان شکاروں کو تقسیم کر دے

گفت شیر اے گرگ ایں را بخش کن
شیر نے کہا، اے بھیڑیے! اس کو تقسیم کر دے
معدلت را نو کن اے گرگِ کہن
اے پرانے بھیڑیے! انصاف (کی رسم) تازہ کر

---

1. خسیس۔ کمینہ۔ رائے من۔ میری رائے پر تمہیں اعتاد نہیں ہے بلکہ تم اپنے آپ کو حصہ دار سمجھتے ہو۔ رائے من۔ تمہاری رائے اور تمہارا وجود میری رائے کے تابع ہے۔ نقش۔ نقش، نقاش کی دین ہے، نقش نقاش کو بتائے گا۔ ننگان زمن۔ تمہارا وجود دنیا کے لئے عار کا سبب ہے۔ تا بماند۔ تاکہ تمہاری سزا دوسروں کے لئے عبرت کا سبب بنے۔ خندہ۔ ہنسی۔ فاش۔ ظاہر، کھلا ہوا۔ ایمن۔ مطمئن۔ تبسم۔ مسکراہٹ۔
2. مال دنیا۔ یعنی دنیا کی دولت بظاہر تو نعمت ہے لیکن مصائب کا سبب ہے لہٰذا اس کو اللہ تعالیٰ کا زہر خند سمجھو۔ خلق۔ بوسیدہ۔ سند۔ سردار۔ دام۔ یعنی اگر فقر اختیار کرلو گے تو اس زہر خند سے بچ جاؤ گے۔ قسمت۔ تقسیم۔ بخش کن۔ تقسیم کر دے۔ معدلت۔ انصاف۔ گرگ کہن۔ پرانا بھیڑیا، تجربہ کار۔

نایب[1] من باش در قسمت گری
تقسیم کرنے میں میرا قائم مقام بن جا
تا پدید آید کہ تو چہ گوہری
تا کہ معلوم ہو جائے کہ تجھ میں کیا جوہر ہے؟

گفت اے شہ گاوِ وحشی بخش تست
(بھیڑیا) بولا اے شاہ! نیل گائے تیرا حصہ ہے
آں بزرگ و تو بزرگ و زفت و چست
یہ بھی بڑی ہے اور تو بھی بڑا، اور عظیم اور شہ زور ہے

بُز مرا کہ بُز میانہ است و وسط
بکری میری ہے کیونکہ بکری درمیانی اور متوسط (چیز) ہے
روبہا! خرگوش بستاں بے غلط
او لومڑی! تو خرگوش لے لے، بلا غلطی کے

شیر گفت اے گرگ چوں گفتی بگو
شیر نے کہا او بھیڑیئے! تو کیا بکتا ہے، بتا؟
چونکہ من باشم تو گوئی ما و تو
جبکہ میں موجود ہوں تو میرے تیرے کی کیا بات کرتا ہے؟

گرگ خود چہ سگ بود کہ خویش دید
بھیڑیا کیا کتا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے
پیشِ چوں من شیر بے مثل و ندید
مجھ جیسے بے مثل اور انوکھے شیر کے ہوتے ہوئے

گفت پیش آ اے خرے کو خود خرید
اس نے کہا، او خود پسند گدھے! آگے آ
پیشش آمد پنجہ زد اُو را درید
وہ آگے آیا، اس نے پنجہ مارا، اس کو پھاڑ ڈالا

چوں ندیدش مغز و تدبیرش رشید
جب (شیر نے) اس میں مغز اور بھلی تدبیر نہ دیکھی
در سیاست پوستش از سر کشید
سزا میں اس کی کھال کھینچ لی

گفت چوں دید منت از خود نبرد
(شیر نے) کہا، جب میرا دیدار تیری خودی نہ مٹا سکا
ایں چنیں جاں را بباید زار مُرد[2]
ایسی جان کو ذلیل ہو کر مر جانا چاہئے

چوں نگشتی فانی اندر پیشِ من
تو جب میرے سامنے فانی نہ ہوا
فرض آمد مر ترا گردن زدن
تجھے قتل کر دینا ضروری ہوا

گرچہ غالب دارم اندر بذلِ فضل
اگرچہ عنایت فرمائی کو میں غالب رکھتا ہوں
گاہ گاہے ہم کنم از عدلِ فضل
(لیکن) کبھی کبھی انصاف کو ترجیح دے دیتا ہوں

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ جز وجہِ اُو
سوائے اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے
چوں نہ در وجہِ اُو ہستی مجو
جب تو اُکی ذات میں نہیں (سمایا) ہے، ہستی کی امید نہ رکھ

ہر کہ اندر وجہِ ما باشد فنا
جو ہماری ذات میں فنا ہو جائے
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ نبود جزا
اس کی سزا کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ نہیں ہوتی ہے

---

[1] نائب۔ قائم مقام۔ گوہر۔ اصل ونسل۔ وسط۔ درمیانہ۔ بستاں۔ ستاندن بمعنی لینا کا صیغۂ امر ہے۔ ما و تو۔ تو تو، میں میں۔ خویش دید۔ خود بینی۔ ندید۔ جس کی مثال نہ دیکھی گئی ہو۔ خر۔ یعنی احمق۔ خود خرید۔ یعنی اپنی قدر و قیمت لگاتا ہے۔ مغز۔ قابلیت، جوہر۔ رشید۔ ٹھیک، درست۔ سیاست۔ سزا۔ پوست از سر کشیدن۔ کھال کھینچ لینا، مار ڈالنا۔ دید منت۔ یعنی دیدار من ترا۔ از خود بردن۔ بے خود کر دینا۔

[2] زار مردن۔ ذلیل موت مرنا۔ بذلِ فضل۔ یعنی رحم و کرم سے کام لیتا ہوں۔ گاہ۔ کبھی رحم و کرم پر انصاف کو ترجیح دیتا ہوں اور جو انصاف کا تقاضا ہوتا ہے، وہی کرتا ہوں۔ کل شی۔ قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہے "اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔" در وجہ اُو۔ جو شخص اپنی ذات کو ذاتِ باری میں فنا کر دے گا، وہی بچے گا ورنہ ہلاک ہو جائے گا کیونکہ صرف اس کی ذات فنا سے بچے گی۔

زانکہ در اِلّاست[1] اُو ازلاَ گذشت
اس لئے کہ وہ "اِلّا" میں ہے "لا" سے گذر گیا
ہر کہ در اِلاست اُو فانی نگشت
جو شخص "اِلّا" میں داخل ہے فانی نہ ہوا

ہر کہ بر در اُو من و ما می زند
جو دروازے پر "میں" اور "تو" کا اعلان کرے
ردِّ باب ست اُو و بر لا می تند
وہ دروازے سے مردود ہے اور "لا" (کے درجہ) میں مقیم ہے

قصۂ آں کس کہ دریا رے بکوفت اُو از دروں گفت تو کیستی گفت منم گفت چوں توئی در نمی کشایم کہ ہیچ کس را از یاراں نمی شناسم کہ اُو "من" گوید برو

اس شخص کا قصہ کہ جس نے دوست کے دروازے پر دستک دی اس نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ "میں ہوں" اس نے جواب دیا کہ "تو ہے" تو میں دروازہ نہیں کھولونگا کیونکہ میں اس کو دوست نہیں سمجھتا جو اپنے آپ کو "میں" کہے، واپس ہو جا

آں یکے آمد درِ یارے بزد
ایک شخص آیا، دوست کا دروازہ کھٹکھٹایا
گفت یارش کیستی کیں در مزد
اسکے دوست نے کہا، تو کون ہے، اس دروازہ کو نہ کھٹکھٹا

گفت من[2] گفتش برو ہنگام نیست
اسنے کہا "میں" اسنے کہا جاؤ (ملاقات کا) وقت نہیں ہے
بر چنیں خوانے مقامِ خام نیست
ایسے خوان پر کچے کی جگہ نہیں ہے

خام را جز آتش ہجر و فراق
کچے کو سوائے ہجر اور جدائی کی آگ کے
کہ پزد کہ وارہاند از نفاق
کون پختہ بنا سکتا ہے تاکہ اس کو نفاق سے نجات دے

چوں توئی تو ہنوز از تو نرفت
جبکہ تیری خودی ابھی تک تجھ میں سے نہیں گئی ہے
سوختن باید ترا در نارِ تفت
تجھے دہکتی آگ میں جلا دینا چاہئے

پشیمان شدن آں گوینده کہ منم و غربت و ریاضت و غرامت یک سال کشیدن و بازگشتن مستغفر بر درِ خانہ و پرسیدنِ صاحب خانہ کہ کیست بر در و جواب گفتن آں کہ توئی بردر و نفی منی خود

اس "میں" کہنے والے کا شرمندہ ہونا اور ایک سال تک بے وطنی اور محنت اور مشقت برداشت کرنا اور معافی کے لئے دروازے پر واپس آنا اور صاحب خانہ کا دریافت کرنا دروازے پر کون ہے؟ اور اس کا جواب میں کہنا کہ دروازے پر تو ہی ہے اور اپنے وجود کا انکار کرنا

---

1. درالا۔ یعنی اس کی ذات ہلاکت سے مستثنٰی رہنے والی چیز میں داخل ہے۔ ازلا۔ یعنی ہلاک ہونے والی چیز نہ رہی۔ فانی۔ یعنی وہ ذاتِ احد میں داخل ہو گیا جس کے لئے فنا نہیں ہے۔ من وما۔ یعنی اس کے دروازے پر دوئی ختم ہو جانی چاہئے ورنہ مردود بارگاہ ہوگا اور ہلاک ہو جائے گا۔ قصہ۔ جب تک دو دوستوں میں "میں" اور "تو" کا معاملہ ہے ان میں یکتائی نہیں ہے اور نہ حقیقی دوستی ہے۔
2. من۔ یعنی اس نے اپنے وجود کو دوست کے وجود سے جدا سمجھا۔ خام۔ یعنی جو دوئی کا قائل ہے اور دوستی میں کچا ہے۔ نفاق۔ یعنی دوئی۔ توئی تو۔ یعنی تیرا "تو" ہونا۔ تفت۔ تند و تیز، یعنی تاکہ دوستی میں پختہ ہو جائے۔ پشیمان۔ یعنی وہ دوست شرمندہ ہوا اور ریاضت اور مجاہدوں سے اس نے دوئی کو ختم کیا پھر دروازہ پر واپس آیا۔

رفت آں مسکین و سالے در سفر
وہ بے چارا چلا گیا اور ایک سال تک سفر میں
در فراقِ دوست سوزید از شرر[1]
دوست کے فراق میں چنگاریوں سے جلتا رہا

پختہ گشت آں سوختہ پس باز گشت
وہ (آتش فراق سے) جلا ہوا پختہ ہوگیا، پھر لوٹا
باز گردِ خانۂ انباز گشت
دوبارہ دوست کے گھر کی طرف روانہ ہوا

حلقہ زد بر در بصد ترس و ادب
نہایت خوف اور ادب سے دروازہ کھٹکھٹایا
تا نہ بجہد بے ادب لفظے زلب
تاکہ منہ سے کوئی بے ادبی کا لفظ نہ نکلے

بانگ زد یارش کہ بر در کیست آں
اس کے دوست نے آواز دی، دروازہ پر کون ہے؟
گفت بر درہم توئی اے دلستاں
اس نے کہا اے دوست! دروازہ پر بھی تو ہی ہے

گفت اکنوں چوں منی اے من در آ
اس نے کہا اب "تو" "میں" ہے تو اے "میں" اندر آ جا
نیست گنجائے دو من در یک سرا
ایک گھر میں دو "میں" کی گنجائش نہیں ہے

چوں یکے باشد ہمہ نبود دوئی
جب سب ایک ہو جائیں دوئی نہیں رہتی ہے
ہم منی برخیز و آنجاہم توئی
وہاں "میں" اور "تو" ختم ہو جاتا ہے

نیست سوزن را سرِ رشتہ دوتا
سوئی میں دو دھاگے نہیں ہوتے
چونکہ یکتائی دریں سوزن در آ
جب تو ایک بن گیا ہے، سوئی میں آ جا

رشتہ را باشد بسوزن ارتباط
دھاگے اور سوئی میں مناسبت ہے
نیست در خور با جمل سَمُّ الْخِیَاطْ
سوئی کا نکوا، اونٹ کے مناسب نہیں ہے

کے شود[2] باریک ہستی جمل
اونٹ کا وجود باریک نہیں ہو سکتا ہے
جز بمقراضِ ریاضات و عمل
عمل اور ریاضتوں کی قینچی کے بغیر

دست حق باید مر آں را اے فلاں
اے فلاں! اس کام کے لئے خدا کا ہاتھ چاہئے
کاں بود بر ہر محالے کن فکاں
کیونکہ وہ ناممکن پر "کن فکاں" ہوتا ہے

ہر محال از دست اُو ممکن شود
ہر ناممکن اس کے ہاتھ سے ممکن ہو جاتا ہے
ہر حروں از بیم اُو ساکن شود
اس کے خوف سے ہر سرکش ساکن ہو جاتا ہے

اَکْمَہْ و اَبرص چہ باشد مُردہ نیز
نابینا اور کوڑھی کیا ہوتا ہے، مردہ بھی
زندہ گردد از فسونِ آں عزیز
اس غالب کے منتر سے زندہ ہو جاتا ہے

[1] شرر۔ چنگاری یعنی جدائی کی آگ۔ انباز۔ شریک، دوست۔ ترس۔ خوف۔ ہم توئی۔ یعنی دروازہ پر تو ہی ہے میں اپنے وجود کو ختم کر چکا ہوں اور دوئی مٹا چکا ہوں۔ چوں منی۔ یعنی اب جبکہ "تو" "میں" بن گیا ہے اور دوئی ختم ہوگئی ہے۔ گنجا۔ گنجائش۔ دوتا۔ دوسروں کا دھاگا سوئی کے نکوے میں نہیں آتا ہے۔ یکتائی۔ جب دونوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے تو سوئی کے نکوے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ارتباط۔ تعلق۔ درخور۔ لائق۔ جمل۔ اونٹ۔ سم الخیاط۔ سوئی کا سوراخ، قرآن پاک میں ہے کافر جنت میں نہ جائیں گے جب تک اونٹ سوئی کے نکوے میں نہ داخل ہو جائے۔

[2] کے شود۔ موٹا نفس ریاضتوں کے ذریعہ ہی سے دبلا بنایا جا سکتا ہے تب ہی وہ سلوک کے تنگ مقامات سے گزر سکتا ہے۔ مقراض۔ قینچی۔ دست حق۔ یعنی نفس انسان کو کسی قابل بنانے کے لئے دست قدرت ہی کی ضرورت ہے جس کے لئے ہر ناممکن بھی ممکن ہے۔ کن فکان۔ یعنی حضرتِ حق کا "کن" کا حکم ہر محال اور ناممکن کو موجود کر دیتا ہے۔ اکمہ۔ پیدائشی اندھا۔ ابرص۔ کوڑھی۔ فسوں۔ منتر، یہاں کلمہ کن مراد ہے۔ عزیز۔ اللہ تعالیٰ۔

وان عدم[1] کز مردہ مردہ تر بود
وہ عدم جو مردے سے بھی زیادہ مردہ ہوتا ہے
در کف ایجادِ اُو مضطر بود
اس کے ایجاد کے ہاتھ میں بے اختیار ہوتا ہے

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ بخواں
"کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنٍ" کو پڑھ
مَرُورا بے کار و بے فعلے مداں
اس کو بیکار اور بغیر کام کے نہ سمجھ

کمتریں کارش ہر روزست آں
اس کا معمولی کام ہر روز یہ ہوتا ہے
کوسہ لشکر را کند ایں سو رواں
کہ وہ تین لشکر اس طرف روانہ کرتا ہے

لشکرے زِاصلاب سوئے اُمہات
ایک لشکر (باپوں کی) پشت سے ماؤں کی جانب
بہرِ آں تا در رحم روید نبات
تاکہ وہ رحم میں اُگے

لشکرے ز اَرحام سوئے خاکداں
ایک لشکر ماؤں کے رحم کی طرف سے دنیا کی طرف
تاز نر و مادہ پُر گردد جہاں
تاکہ دنیا نر اور مادہ سے بھری رہے

لشکرے از خاکداں سوئے اجل
ایک لشکر دنیا سے موت کی جانب
تا بہ بیند ہر کسے حسنِ عمل
تاکہ ہر شخص اچھے عمل کو دیکھے

باز بیشک پیش ازانہا می رسد
پھر بے شک ان (تینوں لشکروں سے) پہلے پہنچتی ہے
انچہ از حق سوئے جانہا می رسد
وہ چیز (شہوتِ جماع) جو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے روحوں میں آتی ہے

وانچہ از جانہا بدلہا می رسد
وہ چیز (شہوتِ جماع) جو روحوں سے دلوں میں پہنچتی ہے
وانچہ از دلہا بگلہا می رسد
اور وہ جو دلوں سے جسموں میں پہنچتی ہے

اینت لشکر ہائے حق بیحد و مر
دیکھو! اللہ (تعالیٰ) کے لشکر بے حد و حساب ہیں
از پئے گفت ذِکْرٰی لِلْبَشَر[2]
اسی لئے فرمایا ہے "ذِکْرٰی لِلْبَشَر"

ایں سخن پایاں ندارد ہیں بتاز
ہاں، اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چل
سوئے آں دو یار پاک و پاکباز
ان دو پاکباز اور پاک دوستوں کے قصہ کی جانب

خواندنِ آں یار یارِ خود را پس از تربیت یافتن

اس دوست کا دوست کو تربیت پانے کے بعد بلانا

گفت یارش کاندرآ اے جملہ من
دوست نے اس سے کہا، اے میرے سب کچھ اندر آ جا
نے مخالف چوں گل و خارِ چمن
(اب ہم) چمن کے پھول اور کانٹے کیطرح مخالف نہیں ہیں

رشتہ یکتا شد غلط کم شد کنوں
دھاگا اکہرا ہو گیا، اب (دوئی کی) غلطی ختم ہو گئی ہے
گر دو تا بینی حروفِ کاف و نوں
اگرچہ تو حرفِ کاف اور نون کو دو عدد دیکھتا ہے

---

1. عدم۔ معدوم چیز مردے سے بھی زیادہ مردہ ہے لیکن کلمہ کن سے موجود ہو جاتی ہے۔ کل یوم ھو فی شان۔ ہر دن وہ کسی کام میں ہے۔ اصلاب۔ صلب کی جمع ہے، کمر کی ہڈی۔ امہات۔ ام کی جمع ہے، ماں۔ رحم۔ بچہ دان۔ نبات۔ زمین سے اگنے والی چیزیں۔ خاکداں۔ زمین۔ اجل۔ موت۔ باز۔ یعنی ان تین لشکروں کے علاوہ ایک طاقت ہے جو اللہ کی جانب سے بدنِ انسانی میں پیدا کی جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان جماع پر قادر ہو جاتا ہے۔
2. ذکر للبشر۔ سورۂ مدثر میں ہے وما یعلم جنود ربک الا ھو و ما ھی الا ذکری للبشر یعنی پروردگار کے لشکروں کو سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں جانتا ہے اور یہ انسان کے لئے عبرت ہیں۔ جملہ من۔ یعنی تو میرا مجموعہ ہے۔ غلط۔ یعنی دوئی۔ کاف ونون۔ یعنی کلمہ کن کے کاف اور نون۔

کاف و نوں ہمچوں کمند آمد جذوب[1] — تا کشاند مر عدم را در خطوب
کاف اور نون (مل کر) کمند کی طرح کھینچنے والے بن گئے ہیں — تا کہ عدم کو بڑے کاموں کی طرف کھینچ کر لائیں

پس دو تا باید کمند اندر صور — گرچہ یکتا باشد آں دو در اثر
بظاہر کمند دوہری ہونی چاہئے — اگرچہ نتیجہ میں دونوں مل کر اکہرے ہو جائیں

گر دو پا گر چار پا رہ را برد — ہمچو مقراضِ دو پا یک تا بُرد
خواہ دو پایہ ہو یا چار پایہ جب راستہ چلتا ہے — دو پاؤں والی قینچی کی طرح ایک راستہ قطع کرتا ہے

آں دو انبازانِ گازر[2] را ببیں — ہست در ظاہر خلافِ آن و ایں
ان دو شریک دھوبیوں کو دیکھ — بظاہر یہ اور وہ مخالف ہیں

آں یکے کرپاس در جو می زند — واں دگر انباز خشکش می کند
ایک کپڑے کو نہر میں ڈالتا ہے — دوسرا شریک اس کو خشک کرتا ہے

باز او آں خشک را تر می کند — گوئیا زاستیزہ ضد بر می تند
پھر وہ اس خشک کو تر کر دیتا ہے — گویا جھگڑے کی وجہ سے مخالف کام کرتا ہے

لیک آں دو ضد استیزہ نما — یکدل و یک کار باشد اے فتا
لیکن دونوں مخالف بظاہر جھگڑا کرنے والے — اے نوجوان! ایک دل اور ایک کام میں ہیں

ہر نبیؑ و ہر ولیؒ را مسلکے ست — لیک تا حق می برد جملہ یکے ست
ہر نبی اور ہر ولی کا ایک (الگ) راستہ ہے — لیکن اللہ (تعالیٰ) تک پہنچانے میں سب ایک ہیں

روئے درہم کشیدن از سخن بہ سبب ملالت مُستمعان

سننے والوں کی بے توجہی کی وجہ سے بات کرنے سے روگردانی کرنا

چونکہ جمع مُستمع را خواب برد — سنگہائے آسیا را آب برد
چونکہ سننے والوں کے مجمع کو نیند آ گئی ہے — (اللہ تعالیٰ نے) چکی کے پاٹوں کو چلانے والا پانی بند کر دیا

رفتنِ ایں آب فوقِ آسیا ست — رفتنش در آسیا بہر شما ست
اس پانی (یعنی اسرار) کی آمد چکی (ہونٹ) سے دور (دل میں) ہے — چکی (ہونٹوں) میں جاری ہونا تمہارے لئے ہے

چوں شما را حاجت طاحوں نماند — آب را در جوئے اصلی باز راند
جب تمہیں چکی (ہونٹوں) کے کلام کی ضرورت نہ رہی — پانی کو اصل نہر (دل) کی جانب پھر جاری کر دیا

ناطقہ سوئے دہاں تعلیم راست — ورنہ خود آں آب را جوئے جداست
(قوتِ گویائی). منہ میں تمہاری تعلیم کے لئے ہے — ورنہ اس پانی کی نہر علیحدہ (دل میں) ہے

---

[1] جذوب۔ جذب کرنے والا۔ کشاند۔ کشاندن بمعنی کشیدن سے مضارع ہے۔ خطوب۔ خاء کے فتحہ کے ساتھ خطب بمعنی امر عظیم کی جمع ہے۔ پس دوتا۔ پہلے اشعار میں یکتائی کا بیان تھا، اب سمجھاتے ہیں کہ یکتائی سے دو وجودوں کا ایک ہونا مراد نہیں ہے بلکہ عمل کی یکسانیت مراد ہے۔ جانور کے پیر متعدد ہیں، کام ایک ہے۔ قینچی کے پر دو ہیں، عمل ایک ہے، دو دھوبی کام کرتے ہیں، کام ایک ہے۔ صور۔ صورت کی جمع ہے۔ اثر۔ نتیجہ۔ مقراض۔ قینچی۔

[2] گازر۔ دھوبی۔ انباز۔ شریک۔ کرپاس۔ سوتی کپڑا۔ جو۔ نہر۔ استیزہ۔ جنگ۔ دوضد۔ دونوں دھوبی جو ایک دوسرے کے مخالف کام کرتے ہیں مسلک۔ مذہب، مشرب۔ ملالت۔ تنگدلی۔ مستمعان۔ سننے والے۔ مولانا کو مثنوی کا املاء کرانے میں کچھ انقباض ہوا جس کی وجہ سننے والوں کی غفلت تھی۔ آسیا۔ چکی۔ فوقِ آسیا۔ یعنی دل۔ آسیا۔ یعنی ہونٹ۔ طاحون۔ چکی۔ جوئے اصلی۔ یعنی دل۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی۔ ورنہ۔ یعنی اسرارِ خداوندی کی اصل جگہ قلب ہے۔

می رود بے بانگ[1] و بے تکرار ہا — تحتہا الانہار تا گلزار ہا

وہ (پانی) جاری ہے بغیر شور اور نزاع کے — ان چمنوں تک جن کے نیچے نہریں ہیں

اے خدا جاں را تو بنما آں مقام — کاندرو بے حرف می روید کلام

اے خدا! روح کو وہ مقام دکھا دے — جس میں بغیر حروف کے کلام پیدا ہوتا ہے

تاکہ سازد جانِ پاک از سر قدم — سوئے عرصہ دور پہنائے عدم

تاکہ پاک روح سر کے بل جائے — اس میدان کی جانب جو وسیع اور معدوم ہے

عرصۂ بس باکشاد و با فضا — وین خیال و ہست یابد زو نوا

وہ میدان (عالم غیب) جو وسیع اور پُرفضا ہے — یہ (عالم) مثال اور (عالم) شہود اس سے ساز و سامان پاتا ہے

تنگ تر آمد خیالات از عدم — زاں سبب باشد خیال اسبابِ غم

(عالم) مثال عدم (عالم غیب) سے چھوٹا ہے — اسی وجہ سے (عالم) مثال غم کا سبب بنتا ہے

باز ہستی تنگ تر بود از خیال — زاں شود دروے قمر ہمچوں ہلال

پھر (عالم) شہود (عالم) مثال سے چھوٹا ہے — اسی وجہ سے اس میں قمر ہلال جیسا بن جاتا ہے

باز ہستی[2] جہانِ حس و رنگ — تنگ تر آمد کہ زندانے ست تنگ

پھر حس و رنگ کے جہاں کا وجود — بہت تنگ ہے بلکہ وہ تو تنگ قید خانہ ہے

علت تنگی ست ترکیب و عدد — جانب ترکیب حس ہا می کشد

مرکب اور محدود ہونا تنگی کا سبب ہے — حواس مرکب کی جانب کشش کرتے ہیں

زانسوئے حس عالم توحید داں — گر یکے خواہی بداں جانب براں

عالم توحید حس سے پرے سمجھ — اگر تو (عالم) توحید کی خواہش رکھتا ہے اس جانب قدم بڑھا

امر کن یک فعل بود و نون و کاف — در سخن افتاد و معنی بود و صاف

''کن'' کا امر ایک فعل تھا اور نون اور کاف — لفظوں میں آیا ورنہ مدلول اور (لفظوں سے) پاک تھا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تاچہ شد احوالِ گرگ اندر نبرد

اس بات کا آخر نہیں ہے، واپس لوٹ — معرکے میں بھیڑیے کا کیا حال ہوا؟

ادب کردنِ شیر گرگ را بجہت بے ادبی او

شیر کا بھیڑیے کو اس کی بے ادبی پر سزا دینا

1. بانگ۔ آواز۔ تکرار۔ بحث۔ انہار۔ نہر کی جمع ہے۔ اے خدا۔ یعنی وہ مقام عطا فرما دے جہاں الہام ہو۔ عرصہ۔ میدان۔ دور۔ وسیع۔ عدم۔ یعنی عالم غیب۔ خیال۔ یعنی عالم مثال۔ ہست۔ یعنی عالم شہادت۔ نوا۔ سامان۔ خیالات۔ یعنی عالم مثال۔ عدم۔ یعنی عالم غیب۔ غم۔ عموماً غم کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ واقعہ کی پوری حکمت منکشف نہ ہو، عالم مثال میں عالم غیب کے اعتبار سے روح کو انکشاف تام حاصل نہیں ہوتا ہے، اس لئے اس کو رنج پہنچتا ہے۔

2. باز ہستی۔ یعنی عالم شہود، عالم مثال کے اعتبار سے تنگ ہے، اسی لئے غم میں چاند جیسے چہرے ہلال جیسے بن جاتے ہیں۔ علت تنگی۔ یعنی عالم ناسوت کی تنگی اس کے مادی ہونے کی وجہ سے ہے، مادی ہونے کی وجہ سے وہ محدود اور مرکب بن گیا ہے۔ حس۔ یعنی عالم مثال اور عالم شہادت۔ عالم توحید۔ عالم غیب جس میں پہنچ کر توحید کا پورا انکشاف ہو جاتا ہے۔ کن۔ یعنی لفظ کن پہلے کلام نفسی تھا جو حروف اور آواز سے منزہ تھا پھر کلام لفظی بن گیا۔ نبرد۔ جنگ۔

گرگ را بر کند سر آں سرفراز[1]
اس معزز (شیر) نے بھیڑیئے کا سر توڑ ڈالا
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ست اے گرگِ پیر
اے بوڑھے بھیڑیئے! "ہم نے ان سے بدلہ لے لیا" ہے
بعد ازاں رُو شیر با رُوباہ کرد
اس کے بعد شیر نے لومڑی کا رخ کیا
سجدہ کرد و گفت کایں گاوِ سمین
(لومڑی نے) سجدہ کیا اور کہا یہ موٹی نیل گائے
واں بز از بہر میانہ روز را
اور وہ بکری دوپہر کے لئے
واں دگر خرگوش بہر شام ہم
اور وہ دوسرا خرگوش شام کے لئے
گفت اے روبہ تو عدل افروختی
(شیر نے) کہا اے لومڑی! تو نے انصاف کو روشن کر دیا
از کجا آموختی ایں اے بزرگ
اے بزرگ! تو نے یہ انصاف کہاں سے سیکھا ہے؟
گفت چوں در عشق ما گشتی گرو
(شیر نے) کہا جب تو ہماری محبت میں رہن ہے
روبہا چوں جملگی مارا شدی
اے لومڑی! جب تو مجسم ہمارے لئے ہو گئی ہے
ما ترا و جملہ اشکاراں ترا
ہم تیرے ہیں اور سب شکار تیرے ہیں
چوں گرفتی عبرت از گرگِ دنی
جبکہ تو نے کمینہ بھیڑیئے سے عبرت حاصل کر لی ہے
عاقل آں باشد کہ عبرت گیرد از
عقلمند وہ ہے جو عبرت حاصل کر لے

تانماند دو سری و امتیاز
تاکہ دوہری سرداری اور امتیاز نہ رہے
چوں نبودی مردہ در پیشِ امیر
جبکہ تو حاکم کے سامنے مردہ نہ بنا
گفت ایں را بخش کن از بہر خورد
بولا، اس کو کھانے کے لئے تقسیم کر دے
چاشت خوردت باشد اے شاہِ مہین
اے بڑے بادشاہ! یہ تیرا ناشتہ ہے
یخنیے باشد شہ فیروز را
فیروز مند بادشاہ کے لئے یخنی ہوگی
شب چرہ اے شاہ بالطف و کرم
نقل ہے، اے مہربان خوش مزاج بادشاہ!
ایں چنیں قسمت ز کہ آموختی
اس طرح کی تقسیم تو نے کس سے سیکھی ہے؟
گفت اے شاہِ جہاں از حالِ گرگ
اسنے کہا، اے دنیا کے بادشاہ! بھیڑیئے کے حال سے
ہر سہ را بر گیر و بستان و برو
تینوں کو لے لے اور قبضہ کر اور چل دے
چونت آزاریم چوں تو ما شدی
جبکہ تو "ہم" ہوگئی ہے، تجھے ہم کیسے ستا سکتے ہیں؟
پائے بر گردونِ ہفتم نہ برآ[2]
ساتویں آسمان پر پیر رکھ، جلوہ گر ہو
پس تو روبہ نیستی شیرِ منی
تو لومڑی نہیں ہے بلکہ میرا شیر ہے
مرگِ یاراں وز بلائے محترز
دوستوں کی موت اور قابل احتراز مصیبت سے

---

[1] سرفراز۔سردار۔دوسری۔دوسرداروں کی رقابت۔فانتقمنا منہم۔پھر ہم نے ان سے بدلہ لے لیا،یہ قوم فرعون کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے۔مردہ۔فانی۔امیر۔حاکم۔سمین۔موٹا۔چاشت خورد۔ناشتہ۔مہین۔بزرگ۔میانہ روز۔دوپہر۔فیروز۔فتحمند۔شب چرہ۔رات کا کھانا۔ افروختن۔روشن کرنا،کسی کام کو عمدگی سے کرنا۔حال گرگ۔بھیڑیئے کا انجام۔اشکار۔شکار۔پائے بر گردون نہادن۔عالی مرتبہ بن جانا۔

[2] برآمدن۔جلوہ گر ہونا۔عبرت۔دوسرے کے انجام کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرنا۔دنی۔کمینہ۔شیر منی۔شیر من ہستی۔عاقل آں باشد۔اس قصہ کا منشایہ ہے کہ جو اپنے آپ کو ذات حق میں فنا کردے گا نجات پا جائے گا اور انسان کو چاہئے کہ دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔محترز۔بچنے کی چیز۔

روبہ[1] آں دم بر زباں صد شکر راند — کہ مرا شیر از پس آں گرگ خواند

اس وقت لومڑی نے زبان سے سینکڑوں شکر ادا کیے — کہ شیر نے مجھے بھیڑیے کے بعد بلایا

گر مرا اوّل بفرمودے کہ تو — بخش کن ایں را کہ جاں بردے ازو

اگر مجھے شروع میں کہہ دیتا کہ تو — اس کو تقسیم کر دے تو اس سے کون جان بچاتا؟

مقصودِ حکایت در فضیلت آخر زمانیاں

آخری زمانہ میں پیدا ہونے والوں کی فضیلت کا بیان اس حکایت کا مقصد ہے

پس سپاس اُو را کہ ما را در جہاں — کرد پیدا از پس پیشیناں

اس (خدا) کا شکر ہے کہ اس نے دنیا میں ہمیں — اگلوں کے بعد پیدا فرمایا ہے

تا شنیدیم آں سیاستہائے حق — بر قرونِ ماضیہ اندر سبق

یہاں تک ہم نے اللہ تعالیٰ کی ان سزاؤں کو سن لیا — جو گذشتہ زمانوں میں اگلے لوگوں کو دی گئیں

تا کہ ما از حالِ آں گرگانِ پیش — ہمچو روبہ پاسِ خودداریم بیش

تا کہ اگلے زمانہ کے بھیڑیوں کے حال سے — لومڑی کی طرح ہم خوب اپنی حفاظت کر لیں

اُمت مرحومہ زیں رُو خواند ماں — آں رسولِ حق و صادق در بیاں

اسی وجہ سے ہمیں امت مرحومہ فرمایا ہے — احادیث میں سچے، برحق رسولؐ نے

استخواں[2] و پشم آں گرگاں عیاں — بنگرید و پند گیرید اے مہاں

ان بھیڑیوں کو اور ان کی ہڈیاں اور بال خوب — دیکھو اور اے بزرگو! نصیحت حاصل کرو

عاقل از سر بنہد مستی و باد — چوں شنید انجامِ فرعوناں و عاد

عقلمند انسان تکبر اور مستی کو دماغ سے نکال دیتا ہے — جب وہ فرعونوں اور قومِ عاد کا قصہ سنتا ہے

ورنہ بنہد دیگراں از حالِ اُو — عبرتے گیرند و از اضلالِ اُو

اور اگر (انانیت و غرور کو سر سے) نہ نکالے گا تو دوسرے لوگ اسکے حال سے — اور اس کی گمراہی سے عبرت حاصل کریں گے

تہدید کردنِ نوح علیہ السلام مَرقوم را کہ بامن مپیچید کہ

حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو ڈرانا کہ مجھ سے نہ الجھو میں تو خدا

مَن روئے پوشم خدارا پس با خدا می پیچید نہ با من

کا نقاب ہوں، تو تم خدا سے الجھ رہے ہو نہ کہ مجھ سے

---

[1] روبہ۔ لومڑی اس بات پر شکر گذار ہوئی کہ شیر نے اس کو پہلے نہ طلب کیا تھا ورنہ وہ بھیڑیے کے انجام سے عبرت حاصل نہ کر سکتی تھی۔ سپاس۔ شکر۔ پیشیناں۔ پہلے لوگ۔ سیاست۔ سزا۔ قرون۔ قرن کی جمع ہے، زمانہ کی صدی۔ سبق۔ درس یعنی قرآن کا درس۔ گرگان۔ یعنی بھیڑیا صفت انسان۔ امت مرحومہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ایسی امت قرار دیا ہے جس پر خدا کی رحمت ہے اور اس نے ہمیں دوسری امتوں کے بعد پیدا کیا ہے تا کہ عبرت حاصل کریں۔

[2] استخواں۔ قرآن نے بار بار فرمایا ہے کہ پہلی قوموں کے منکرین سے عبرت حاصل کرو۔ مہاں۔ مہ کی جمع ہے، سردار۔ فرعوناں۔ شاہانِ مصر۔ عاد۔ مشہور قوم ہے جو اللہ کے عذاب سے ہلاک ہوئی، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ ان قوموں کے انجام سے سبق حاصل کرے۔ اضلال۔ بہکانا، گمراہ کرنا۔ تہدید کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فنائیت کے بعد ذات احد کے افعال میں اس قدر وحدت ہو جاتی ہے کہ انسانی فعل اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

گفت نوحؑ اندر نصیحت قوم را
(حضرت) نوح علیہ السلام نے نصیحت میں قوم سے کہا
بنگرید اے سرکشاں من من نیم
اے سرکشو! غور کرو میں میں نہیں ہوں
چوں ز جاں مردم بجاناں زندہ ام
جبکہ (اپنی) جان (کے اعتبار) سے مردہ ہوں، محبوب کے ذریعہ زندہ ہوں
چوں بمردم از حواساتِ بشر
چونکہ میں بشری حواس (کے اعتبار) سے مردہ ہوں
چونکہ من من نیستم ایں دم زہوست
چونکہ میں میں نہیں ہوں یہ کلام اس کی جانب سے ہے
ہست اندر نقش ایں روباہ شیر
لومڑی کی اس صورت (نوح) میں شیر (ذاتِ احد) ہے
گر ز روئے صورتش می نگروی
اگر تو اس کی صورت کے اعتبار گرویدہ نہیں ہوتا ہے
گر نبودے نوحؑ را از حق یدے
اگر (حضرت) نوح کی مدد اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے نہ ہوتی
صد ہزاراں شیر بود اندر تنے
(حضرت نوح کے) ایک جسم میں لاکھوں شیر تھے
اُو بروں رفتہ بد از ما و منے[2]
وہ ما اور من سے کنارہ کش ہو گئے تھے
چونکہ خرمن پاسِ عشر اُو نداشت
چونکہ کھلیان نے ان کے دسوانس کی رعایت نہ کی
ہر کہ اُو درپیشِ ایں شیرِ نہاں
جو شخص اس چھپے ہوئے شیر کے سامنے
ہمچو گرگ آں شیر بر درّاندش
وہ شیر بھیڑیے کی طرح اس کو پھاڑ ڈالے گا

در پذیرید از خدا آخر.. عطا
خدا کی عطا کو قبول کر لو
من زجاں مُردم[1] بجاناں می زیم
میں (اپنی) جان (کے اعتبار) سے مردہ ہوں محبوب کے ذریعہ زندہ ہوں
نیست مَرگم تا ابد پایندہ ام
میرے لئے موت نہیں ہے میں ابد تک زندہ ہوں
حق مرا شد سمع و اِدراک و بصر
اللہ (تعالیٰ) میرا کان اور احساس اور بینائی بن گیا ہے
پیش ایں دم ہر کہ دم زد کافر اوست
اس گفتگو کے مقابلہ میں جو بات کرے گا وہ کافر ہے
سوئے ایں روبہ نشاید شد دلیر
اس لومڑی (نوح) کے مقابلہ میں دلیر نہ ہونا چاہئے
غرشِ شیراں ازو می نشوی
تو کیا شیروں جیسی گرج بھی اس سے نہیں سن رہا ہے؟
پس جہانے را چساں برہم زدے
تو وہ (طوفان کے ذریعہ) دنیا کو کیسے درہم برہم کر دیتے؟
ہر دو عالم را ہمی دیدار اَز زنے
دونوں عالم کو وہ چینا کا ایک دانہ سمجھتے تھے
اُو چو آتش بود عالم خرمنے
وہ آگ کی طرح اور دنیا کھلیان کی طرح تھی
اُو چناں شعلہ براں خرمن گماشت
انہوں نے اس کھلیان پر آگ کا شعلہ مسلط کر دیا
بے ادب چوں گرگ بکشاید دہاں
بھیڑیے کی طرح بے ادبی سے زبان کھولے گا
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ برخواندش
''ہم نے ان سے بدلہ لے لیا'' اس پر پڑھ دے گا

[1] زجاں مردم۔ یعنی میں فنا ہو چکا ہوں، اب میری بقا اللہ کے ذریعہ ہے۔ جاناں۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ تا ابد۔ اب مجھے ابدی زندگی مل گئی ہے۔ حواسات۔ حواس کی جمع ہے۔ دم۔ یعنی کلام۔ دم زدن۔ اعتراض کرنا۔ سمع۔ قوتِ سماعت۔ ادراک۔ معلوم کرنا۔ بصر۔ قوتِ بینائی۔ ھو۔ اللہ کا اسم ذات ہے۔ غرش۔ آواز کی گرج۔ ید۔ ہاتھ، طاقت۔ برہم زدن۔ تہ وبالا کر دینا۔ ارزن۔ ایک اناج ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے جس کو چینا کہتے ہیں۔
[2] ما و من۔ یعنی غرور اور خودی۔ خرمن۔ غلہ کا کھلیان۔ پاس۔ لحاظ، رعایت۔ عشر۔ دسواں حصہ، اناج کی پیداوار کا دسواں حصہ جو بطور زکوٰۃ ادا کیا جاتا ہے۔ دریدن و درانیدن۔ پھاڑ ڈالنا۔ فانتقمنا منھم۔ قرآن پاک میں ایک معذب قوم کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ جب انہوں نے نافرمانی کی تو ہم نے ان سے بدلہ لے لیا۔

زخم یابد ہمچو گرگ از دست شیر
وہ بھیڑیے کی طرح شیر کے ہاتھ سے زخم کھائے گا
کاشکے آں زخم بر جسم آمدے
کاش وہ زخم جسم پر لگتا
قوتم بگسست چوں اینجا رسید
یہاں پہنچ کر میری طاقت نے جواب دے دیا
لیک ہم رمزے بگویم با شما
لیکن تمہیں ایک اشارہ کرتا ہوں
ہمچوں آں روباہِ کم اشکم کنید
اس لومڑی کی طرح کم کھاؤ
جملہ ما و من بہ پیشِ اُو نہید
''ما'' اور ''من'' کو تمام تر اس کے سامنے چھوڑ دو
چوں فقیر آئید اندر راہِ راست
سیدھے راستہ میں فقیر بن کر آ جاؤ
زانکہ اُو پاک ست و سبحاں[2] وصف اوست
اس لئے کہ وہ یکتا ہے اور پاک ہونا اس کی صفت ہے
ہر شکار و ہر کراماتے کہ ہست
ہر شکار اور ہر نعمت جو بھی ہے
گفت اَلَیسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبدَہٗ
اس نے فرمایا ہے، کیا خدا اپنے بندہ کیلئے کافی نہیں ہے؟
ہر کہ اُو بر حق توکل می کند
جو اللہ (تعالیٰ) پر بھروسہ کرتا ہے
نیست شہ را طمع بہر خلق ساخت
اللہ (تعالیٰ) کو کوئی لالچ نہیں ہے، مخلوق کیلئے بنائی ہے
آنکہ دولت آفرید و دو سرا
جس نے دولت اور دونوں جہان پیدا کئے ہیں

پیش شیر ابلہ[1] بود کو شد دلیر
احمق ہے جو شیر کے سامنے دلیر بنے
تا دل و ایماں سلامت ماندے
تاکہ دل اور ایمان سالم رہتے
چوں توانم کردن ایں سِرّ را پدید
میں اس راز کو کس طرح ظاہر کروں؟
بوکہ در یابید و گردید آشنا
شاید تم سمجھ جاؤ اور واقف ہو جاؤ
پیشِ اُو روباہ بازی کم کنید
اس کے سامنے حیلہ بازی نہ کرو
مالک ملک اوست ملک اُو را دہید
ملک کا مالک وہ ہے، سلطنت اس کے سپرد کر دو
شیر و صید شیر خود آنِ شماست
شیر اور شیر کا شکار تمہارا مال ہے
بے نیازست اُو ز مغز نغز و پوست
وہ اچھے مغز اور چھلکے سے بے نیاز ہے
از برائے بندگانِ آں شہ است
اس شاہ کے غلاموں کے لئے ہے
تا نہ گردد بندہ ہر سو حیلہ جو
تاکہ بندہ ہر جانب بھٹکتا نہ پھرے
اُو بجائے خود تفضّل می کند
وہ خود اپنے ساتھ بھلائی کرتا ہے
ایں ہمہ دولت خنک آں کو شناخت
یہ سب دولت، خوش قسمت ہے وہ جو یہ سمجھا
ملک و دولت ہا چہ کار آید وُرا
ملک اور دولتیں اس کے کس کام آئیں گی؟

1. ابلہ۔ بےوقوف۔ دلیر۔ بہادر، گستاخ۔ قوتم۔ یعنی ایک انسان کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہے، اس کی وضاحت نازک مسئلہ ہے۔ رمزے۔ جبکہ ایک بندہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو وہ صفات رب کا حامل بن جاتا ہے۔ کم اشکم۔ فنائیت حاصل کرنے کا طریقہ ریاضت اور مجاہدہ ہے، جس میں قلت خوراک بھی داخل ہے۔ روباہ بازی۔ چالاکی، حیلہ بازی۔ ما و من۔ یعنی خودی۔ چوں۔ جب تم صفات نفسانیہ سے پاک ہو جاؤ گے تو تمہیں معیت حاصل ہو جائے گی۔
2. سبحان۔ بے عیب۔ مغز۔ گودا۔ پوست۔ چھلکا۔ نغز۔ اچھا۔ شکار۔ یعنی ظاہری نعمت۔ کرامات۔ یعنی باطنی نعمت۔ می کند۔ چونکہ توکل کے ذریعہ نعمتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔ شہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ ایں ہمہ۔ قرآن پاک میں ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعا اے انسانوں تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ سب کچھ جو زمین میں ہے۔ دو سرا۔ دونوں جہاں۔

پیشِ سبحاں[1] پس نگہدارید دل
(اللہ) پاک ذات کے سامنے، دل کی حفاظت رکھو
تا نگردید از گمانِ بد خجل
تاکہ بدگمانی کر کے شرمندہ نہ ہونا پڑے

کو بہ بیند سرّ و فکر و جستجو
وہ راز اور فکر اور طلب کو اس طرح دیکھ لیتا ہے
ہمچو اندر شیر خالص تارِ مو
جس طرح خالص دودھ میں بال

آنکہ اُو بے نقش و سادہ سینہ شد
جو شخص بے نقش اور صاف سینہ والا ہو جاتا ہے
نقشہائے غیب را آئینہ شد
وہ غیب کے نقوش کا آئینہ ہو جاتا ہے

سرِّ مارا بیگماں موقن شود
بلاشبہ وہ ہمارے راز کا یقین کرنے والا ہو جائے گا
زانکہ مومن آئینۂ مومن شود
اس لئے کہ مومن، مومن کا آئینہ بن جاتا ہے

مومنے اُو مومنی تو بیگماں
بلاشبہ وہ بھی مومن ہے تو بھی مومن ہے
درمیانِ ہر دو فرقے بیکراں
(لیکن) دونوں میں بے انتہا فرق ہے

چوں زند اُو نقد ما را بر محک[2]
جب وہ ہمارے نقد کو کسوٹی پر رگڑتا ہے
پس یقیں را باز داند اُو زشک
تو وہ یقین کو شک سے جدا کر لیتا ہے

چوں شود جانش محک نقدہا
جب اس کی جان نقدوں کی کسوٹی بن جاتی ہے
پس بہ بیند نقد را و قلب را
تو وہ کھرے اور کھوٹے کو سمجھ جاتا ہے

نشاندن پادشاہاں صوفیاں را پیشِ روئے خود تا چشم شاں روشن شود

بادشاہوں کا صوفیوں کو اپنے سامنے بٹھانا تاکہ ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں

پادشاہاں را چنیں عادت بود
بادشاہوں کی یہ عادت ہوتی ہے
ایں شنیدہ باشی ار یادت بود
تو نے یہ سنا ہوگا، اگر تجھے یاد ہو

دست چپ شاں پہلواناں ایستند
ان کے بائیں ہاتھ پر پہلوان کھڑے ہوتے ہیں
زانکہ دل پہلوئے چپ باشد بہ بند
کیونکہ دل بائیں جانب رکھا ہوتا ہے

مشرف و اہل قلم بر دست راست
محاسب اور اہل قلم دائیں ہاتھ پر (ہوتے ہیں)
زانکہ علم ثبت و خط آں دست راست
کیونکہ درج کرنے اور لکھنے کا علم دائیں ہاتھ کا ہے

صوفیاں را پیشِ رُو موضع دہند
صوفیوں کو سامنے جگہ دیتے ہیں
کآئینۂ جانند و زآئینہ بہند
کیونکہ وہ روح کا آئینہ ہیں اور (ظاہری) آئینہ سے بہتر ہیں

حاجباں ایں صوفیانند اے پسر
اے بیٹا! یہ صوفی دربان ہیں
سادۂ و آزادہ و افگندہ سر
سادہ ہیں، آزاد ہیں اور سر جھکائے ہوئے ہیں

سبحاں۔ یعنی شیخ کامل۔ خجل۔ شرمندہ۔ مو۔ بال۔ آنکہ۔ جو شخص ماسوا اللہ اور وساوس کے نقش سے دل کو صاف کر لیتا ہے اس کے دل پر اسرار غیبی کا نزول ہونے لگتا ہے لہٰذا وہ دوسرے کے دل کے وساوس کو جان لیتا ہے۔ زانکہ۔ حدیث شریف میں ہے المومن مراۃ المومن۔ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے یعنی مومن کامل کے قلب پر دوسرے مومن کے وسوسوں کا عکس پڑتا ہے۔ نقد۔ چاندی سونا یعنی دل کے وسوسے۔

محک۔ کسوٹی۔ پس۔ وہ اچھے اور برے خیالات میں فرق کر لیتا ہے۔ قلب۔ کھوٹا۔ پہلواناں۔ یعنی فوجی افسر۔ دل۔ انسان کا دل سینہ میں بائیں جانب ہے۔ مشرف۔ محاسب اعلیٰ۔ ثبت۔ درج کرنا، لکھنا۔ وزآئینہ۔ یعنی صوفیاء عام آئینوں سے بہت افضل ہیں، آئینہ سامنے رکھا جاتا ہے، اس لئے صوفیاء کو سامنے بٹھایا جاتا ہے۔ حاجب۔ دربان یعنی صوفیاء اللہ کے دربار کے دربان ہیں۔ سادہ۔ یعنی ان کے دل علائق دنیوی سے آزاد ہیں۔

سینہ[1] ہا صیقل زدہ از ذکر و فکر
(ان کے) سینے ذکر و فکر سے منجھے ہوئے ہیں
تا پذیرد آئینۂ دل نقش بکر
تاکہ دل کا آئینہ نئے نقش قبول کر لے

ہر کہ اُو از اصل فطرت خوب زاد
جو شخص اصل پیدائش سے حسین پیدا ہوا ہے
آئینہ درپیش اُو باید نہاد
آئینہ اس کے سامنے رکھنا چاہئے

عاشق آئینہ باشد روئے خوب
خوبصورت ہی آئینہ کا عاشق ہوتا ہے
صیقل جاں آمد از تَقْوَی الْقُلُوْب
روح کی صیقل دلوں کی تقویت سے حاصل ہوتی ہے

ہر کہ دارد روئے خوبِ با نظام
جو شخص خوبصورت اور موزوں چہرہ رکھتا ہے
طالب آئینہ باشد والسلام
وہ آئینہ کا طالب ہوتا ہے والسلام

بشنو اکنوں یک مثالِ معنوی
اب ایک بامعنی مثال سن لے
تا تو دیگر قولِ صورت نشنوی
تاکہ تو پھر ظاہری بات نہ سنے

آمدن[2] آشنائے از سفر بدیدن حضرتِ یوسف علیہ السلام

ایک دوست کا حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کے لئے سفر سے آنا

آمد از آفاق یارے مہرباں
ایک مہربان دوست دور سے آیا
یوسف ؑ صدیق را شد میہماں
(حضرت) یوسف علیہ السلام صدیق کا مہمان بنا۔

کاشنا بودند وقت کودکی
کیونکہ وہ بچپن سے آپس میں آشنا تھے
بر وِسادہ آشنائی متکی
(اور) دوستی کے تکیہ پر تکیہ لگائے ہوئے تھے

یاد دادش جورِ اخوان و حسد
اسنے (حضرت) یوسف کو بھائیوں کا ظلم اور حسد یاد دلایا
گفت آں زنجیر بود و ما اسد
فرمایا وہ زنجیر تھی اور ہم شیر ہیں

عار نبود شیر را از سلسلہ
شیر کو زنجیر سے کوئی عار نہیں ہوتی ہے
نیست مارا از قضائے حق گلہ
ہمیں اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کا کوئی گلہ نہیں ہے

شیر را بر گردن ار زنجیر بود
اگرچہ شیر کی گردن میں زنجیر تھی
بر ہمہ زنجیر ساراں میر بود
(لیکن) وہ تمام قیدیوں کا سردار تھا

گفت چوں بودی تو در زندان و چاہ
اس نے کہا قید خانہ اور کنویں میں آپ کا کیا حال تھا؟
گفت ہمچوں در محاق و کاست ماہ
انہوں نے کہا جیسا کہ چاند (کا حال) زوال اور گھٹاؤ میں

---

1. سینہ ہا۔ ابتدا میں چیز کو مانجھتے ہیں پھر عمدہ نقش و نگار بنائے جاتے ہیں۔ صوفیاء نے دل کو مانجھ لیا ہے، لہٰذا ان کے قلوب پر علوم الٰہی منکشف ہوتے ہیں۔ بکر۔ تازہ، غیر مستعمل۔ ہر کہ اُو۔ یعنی اولیاء اللہ کی صحبت سے پاک فطرت مستفید ہوتے ہیں۔ تقوی القلوب۔ جو دل سے متقی ہیں، ان کی روح صیقل ہو جاتی ہے۔ بانظام۔ یعنی جن کے چہرے موزوں خدوخال کے ہیں۔ معنوی۔ حقیقی۔ قول صورت۔ وہ بات جو حقیقت پر مبنی نہ ہو۔
2. آمدن۔ پہلے یہ بتا چکے ہیں کہ اولیاء اللہ کی مثال آئینہ کی ہے اور آئینہ وہی پسند کرتا ہے جو خوبصورت ہو اور اپنے حسن کو سنوارنا چاہتا ہو۔ اسی بات کو واضح کرنے کے لئے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام چونکہ حسین و جمیل تھے، اس لئے ان کے دوست نے ان کو آئینہ پیش کیا۔ وسادہ۔ تکیہ۔ متکی۔ تکیہ لگانے والا۔ یاد داش۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے رشک و حسد کی وجہ سے کنویں میں گرا دیا تھا یہ بات اس نے ان کو یاد دلائی۔ اخوان۔ اخ کی جمع بمعنی بھائی۔ عار۔ ذلت، یعنی شیر بہرحال شیر رہتا ہے۔ زنجیر سار۔ زنجیر والا۔ میر۔ امیر، حاکم۔ محاق۔ چاند کے گھٹاؤ کا زمانہ۔ کاست۔ گھٹاؤ۔

در محاق ار ماہِ نو گردد دوتا[1] — نے در آخر بدر گردد بر سما

اگرچہ نیا چاند (ہلال) گھٹاؤ میں دوہرا ہو جاتا ہے — کیا آخر میں وہ آسمان پر بدر (کامل) نہیں بن جاتا ہے؟

گرچہ دُرِ دانہ بہاوں کوفتند — نورِ چشم و دل ازو افروختند

موتی کو اگرچہ ہاون میں کوٹا — (لیکن) اس سے آنکھوں اور دل کیلئے نور کا سامان کیا

گندمے را زیرِ خاک انداختند — پس زخاکش خوشہا برساختند

گیہوں کو مٹی کے نیچے ڈالا — پھر اس زمین سے گیہوں کے خوشے چنے

بارِ دیگر کوفتندش زآسیا — قیمتش افزود و ناں شد جانفزا

پھر اس کو چکی میں پیسا — تو اسکی قیمت بڑھ گئی اور وہ جان کو بڑھانیوالی روٹی بن گئی

باز ناں را زیرِ دنداں کوفتند — گشت عقل و فہم و جانِ ہوشمند

پھر روٹی کو دانتوں میں دبایا — تو وہ عقلمند کی عقل و فہم اور جان بن گئی

باز آں جاں چونکہ محو عشق گشت — یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ[2] آمد بعد کشت

پھر وہ جان جب عشق میں فنا ہوئی — تو وہ کاشت کے بعد کسانوں کو حیرتمیں ڈالنے والی بنی

باز آں جاں چوں بحق اُو محو شد — باز ماند از سُکر و سوئے صحو شد

پھر وہ جان جب اللہ (تعالیٰ) میں فنا ہوئی — تو مستی سے ہٹ کر ہوش کی جانب آ گئی

عالمے را زاں صلاح آمد ثمر — قومِ دیگر را فلاحِ منتظر

ایک عالم کو اس سے نیکی کا پھل ملا — دوسری قوم کو متوقع فلاح حاصل ہوئی

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تا کہ با یوسفؑ چہ کرد آں نیک مرد

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ — کہ اس نیک انسان نے (حضرت) یوسف کیساتھ کیا کیا

طلب کردن یوسف علیہ السلام ارمغان ازاں مرد بعد از مقالات

(حضرت) یوسف علیہ السلام کا اس مرد سے گفتگو کے بعد سوغات طلب کرنا

بعد قصہ گفتنش گفت اے فلاں — ہیں چہ آوردی تو ما را ارمغاں

اسکو قصہ سنانے کے بعد (حضرت یوسفؑ نے) فرمایا اے فلاں! — ہاں، تو ہمارے لئے کیا سوغات لایا ہے

دیدنِ یاراں تہیدست اے کیا — ہست بے گندم شدن در آسیا

اے عقلمند! دوستوں کی زیارت خالی ہاتھ — بغیر گیہوں کے آٹے کی چکی پر جانا ہے

بر درِ یاراں تہیدست آمدن — ہست بے گندم سوئے طاحوں شدن

دوستوں کے دروازے پر خالی ہاتھ آنا — بغیر گیہوں کے چکی کی طرف جانا ہے

---

[1] دوتا۔ دوہرا، چاند شروع ماہ میں دوہری کمر کا ہوتا ہے۔ بدر۔ چودھویں کا چاند، یعنی بزرگوں کا ابتلاء، مزید بزرگی کا سبب بن جاتا ہے۔ سما۔ آسمان۔ دردانہ۔ موتی۔ ہاون۔ اوکھلی۔ گزند۔ نقصان۔ آسیا۔ چکی۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا۔ ہوشمند۔ عقلمند۔ محو۔ فنا۔ یعجب۔ تعجب میں ڈالتی ہے۔

[2] زراع۔ زارع کی جمع ہے، کاشتکار۔ کشت۔ کھیتی۔ سکر۔ نشہ، بے ہوشی۔ صحو۔ ہوش میں آنا۔ صلاح۔ بہتری۔ ثمر۔ پھل۔ فلاح۔ نجات، بہبودی۔ منتظر۔ متوقع۔ ارمغان۔ تحفہ، سوغات۔ طاحون۔ چکی۔

حق تعالیٰ خلق را گوید بحشر[1]
اللہ تعالیٰ حشر میں مخلوق سے فرمائے گا
جِئْتُمُوْنَا وُ فُرَادیٰ بے نوا
تم ہمارے پاس تنہا بے ساز و سامان کے آئے
ہیں چہ آورد دید دستاویز را
خبردار! کیا سند لائے ہو
یاامید بازگشتن تاں نبود
یا تمہیں واپس لوٹنے کی امید نہ تھی
وعدۂ مہمانیش را منکری
اس کی مہمانی کے وعدہ کا تو منکر ہے
ورنۂ منکر چنیں دست تہی
اور اگر تو منکر نہیں ہے تو اس طرح خالی ہاتھ
اندکے صرفہ بکن از خواب و خور
سونے اور کھانے میں تھوڑی سی کمی کر
شو قَلِیْلُ النَّوْمِ مِمَّا یَهْجَعُوْن
سونے میں کم نیند والا بن جا
اندکے جنبش بکن ہمچو جنیں[2]
ماں کے پیٹ کے بچہ کی طرح تھوڑی سی حرکت کر
چوں بیابی آں حواسِ دور بیں
جب تو وہ دور دیکھنے والے حواس حاصل کر لے گا
وز جہاں چوں رحم بیروں می روی
جب دنیا سے جو (ماں کے) رحم کی طرح ہے تو باہر جائیگا
آنکہ ارض اللہ واسع گفتہ اند
وہ (میدان) جس کو اللہ کی وسیع زمین کہا گیا ہے
دل نگر دو تنگ زاں عرصہ فراخ
اس وسیع میدان سے دل کبھی نہیں گھبراتا ہے

ارمغاں کو از برائے روزِ نشر
نشر کے دن کے لئے تحفہ کہاں ہے؟
ہم بدانساں کہ خَلَقْنَا کُمْ کَذَا
ویسے ہی جیسے کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا
ارمغانِ روزِ رُستاخیز را
قیامت کے دن کے لئے تحفہ
وعدۂ امروز تاں باطل نمود
(اور) آج کا وعدہ تمہیں غلط نظر آیا تھا
پس ز مطبخ خاک و خاکستر خوری
(اسلئے اسکے) باورچی خانہ سے تو خاک اور راکھ کھائیگا
بر درِ آں دوست چوں پا می نہی
اس دوست کے دروازہ پر قدم کیوں رکھتا ہے؟
ارمغاں بہر ملاقاتش ببر
اس ملاقات کے لئے سوغات لے جا
باش در اسحار از یَسْتَغْفِرُوْن
صبح کے وقت توبہ کرنے والوں میں سے ہو جا
تابہ بخشندت حواسِ نور بیں
تاکہ تجھے نور دیکھنے والے حواس عطا کر دیں
پا نہی بالائے چرخِ ہفتمیں
ساتویں آسمان پر قدم رکھے گا
از زمیں در عرصۂ واسع شوی
(اور) زمین سے ایک وسیع میدان میں پہنچے گا
عرصۂ داں کانبیا در رفتہ اند
وہ، وہ میدان ہے جہاں انبیاء گئے ہیں
نخل تر آنجا نہ گردد خشک شاخ
تر کھجور وہاں کبھی خشک شاخ نہیں بنی ہے

1. حشر نشر۔ قیامت۔ فرادیٰ۔ فردہ کی جمع ہے، اکیلا جانے والا۔ دستاویز۔ سند۔ رستاخیز۔ قیامت۔ وعدۂ امروز۔ یعنی قیامت۔ منکر۔ انکار کرنے والا۔ خاکستر۔ راکھ۔ تہی۔ خالی۔ صرفہ۔ کفایت شعاری، کمی۔ خواب وخور۔ سونا اور کھانا۔ مما یہجعون۔ قرآنِ پاک میں مومنین کی حالت بیان کی ہے کہ وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے اور صبح کو استغفار کرتے ہیں۔ اندکے۔ اب اللہ کے دربار میں تحفہ لے جانے کی تدبیر بتاتے ہیں۔

2. جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو، بچہ ماں کے پیٹ کی حرکت کی وجہ سے باہر آتا ہے تو اس کو حواس عطا ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب تو بھی ریاضت کرے گا تو تجھے باطنی حواس مل جائیں گے۔ وز جہاں۔ یہ دنیا ماں کے رحم کی طرح تنگ ہے اور عالم ارواح وسیع تر ہے۔ عرصہ۔ یعنی عالم ارواح یا عالم مثال۔

حاملی[1] تو مر حواست را کنوں — کند و ماندہ می شوی و سرنگوں

اب کہ تو اپنے حواس کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے — ست اور تھکا ہوا اور اوندھا ہو جاتا ہے

چونکہ محمولی نہ حامل وقت خواب — ماندگی رفت و شدی بے پیچ و تاب

نیند کے وقت تو سوار ہوتا ہے نہ کہ سواری — تھکن جاتی رہتی ہے اور تو آرام سے ہو جاتا ہے

چاشنئے داں تو حالِ خواب را — پیشِ محمولی حالِ اولیاءؒ

نیند کی حالت کو تو ایک نمونہ سمجھ — اولیاء کے سوار ہونے کی حالت کا

اولیاء اصحابِ کہف اند اے عنود — در قیام و در تقلّب ھُم رقُود

اے سرکش! اولیاء اصحاب کہف ہیں — جو قیام اور چلنے پھرنے کی حالت میں بھی سوئے ہوئے ہیں

می کشد[2] شاں بے تکلف در فعال — بے خبر ذَاتَ الْیَمِیں ذَاتَ الشِّمال

ان کو (اللہ تعالیٰ) افعال میں بلاتکلف کھینچتا ہے — دائیں بائیں جانب جبکہ وہ بے خبر ہیں

چیست آں ذَاتُ الْیَمِیْن فعلِ حسن — چیست آں ذَاتُ الشِّمال اشغالِ تن

ذات الیمین کیا ہے؟ اچھے کام — ذات الشمال کیا ہے؟ جسمانی مصروفیت

گر تو بینی[3] شاں بدشواری دروں — نیست شاں خوفے وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْن

اگر تو ان کو کسی دشواری میں دیکھے — تو ان کو کوئی خوف نہیں ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں

می رود ایں ہر دو از مردم پدید — بے خبر زیں ہر دو ایشاں در مزید

یہ دونوں کام انسانوں سے ظاہر ہوتے ہیں — جبکہ وہ ان سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں

می رود ایں ہر دو کار از انبیاء — بے خبر زیں ہر دو ایشاں چوں صدا

یہ دونوں کام (بیداری میں) انبیاء سے ظاہر ہوتے ہیں — وہ صدائے بازگشت کی طرح دونوں سے بے خبر ہوتے ہیں

گر صدایت بشنواند خیر و شر — ذاتِ کہ باشد زہر دو بے خبر

اگر پہاڑ کی آوازِ بازگشت تجھے بری بھلی آواز سنائے — پہاڑ دونوں سے بے خبر ہے

گفتن مہمان یوسف علیہ السلام را کہ ارمغاں بہر تو آئینہ

مہمان کا یوسف علیہ السلام کو کہنا کہ تمہارے لئے سوغات میں آئینہ

حاملی۔ بیداری میں انسان پر اس کے حواس مسلط ہوتے ہیں اور انسان ان کی سواری بنتا ہے، سواری تھکتی ہے، سوار آرام سے رہتا ہے۔ محمولی۔ جس وقت انسان سویا ہوا ہوتا ہے، حواس پر سوار ہوتا ہے اور حواس اس کو لئے پھرتے ہیں تو انسان کو تھکن نہیں ہوتی ہے۔ چاشنی۔ نمونہ، اولیاء اللہ بھی حواس کے محمول ہوتے ہیں، اختیار اور ارادہ کو ترک کر دیتے ہیں اور یہ حالت ان کی مستقل ہوتی ہے۔ اولیاء۔ اولیاء کی مثال بالکل اصحاب کہف کی سی ہے جو غار میں بے خود لیٹے تھے اور قدرت ان کو کروٹیں دلاتی تھی۔

[2] می کشد۔ اصحاب کہف کے ارادے کے بغیر اللہ تعالیٰ ان سے افعال صادر کراتا تھا۔ ذات الیمین۔ قرآن پاک میں اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا گیا ہے ونقلبھم ذات الیمین و ذات الشمال "ہم ان کو دائیں بائیں پلٹ رہے ہیں۔" اس آیت میں ذات الیمین سے روحانی مشغولیت اور ذات الشمال سے جسمانی مشغولیت مراد ہے۔

[3] گر تو بینی۔ اولیاء پر تکالیف ظاہری ہوتی ہیں۔ نفس الامر میں ان پر نہ خوف طاری ہوتا ہے نہ غم۔ می رود۔ اولیاء سے افعال کا صدور بغیر ارادہ کے ہونے لگتا ہے۔ ہر دو کار۔ یعنی روحانی اور جسمانی مشغولیت۔ گر صدایت۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسا کہ صدائے بازگشت پہاڑ سے صادر ہوتی ہے اور اس میں پہاڑ کے کسی ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔

آوردہ ام تا چوں در آں نگری مرا یاد آری
لایا ہوں تاکہ جب آپ اس میں دیکھیں مجھے یاد کریں

گفت یوسفؑ ہیں بیاور ارمغاں
(حضرت) یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہاں تحفہ لا
او ز شرمِ ایں تقاضا در فغاں
وہ اس تقاضہ کی شرم سے آہیں بھرنے لگا

گفت من چند ارمغاں جستم ترا
بولا میں نے آپ کے لئے چند تحفے ڈھونڈے
ارمغانے در نظر نامد مرا
کوئی تحفہ میری نگاہ میں نہ جچا

حبہ[1] را جانب کاں چوں برم
ایک حبہ کو کان کی طرف کیسے لے جاؤں؟
قطرہ را سوئے عمّاں چوں برم
ایک قطرہ کو عمان (دریا) کی طرف کیسے لے جاؤں؟

زِیرہ را من سوئے کرماں آورم
(گویا) میں زیرے کو کرمان لے جاؤں
گر بہ پیشِ تو دل و جاں آورم
اگر آپ کے دل و جان (بھی) رکھ دوں

نیست تخمے کاندریں انبار نیست
کوئی بیج نہیں ہے جو اس ڈھیر میں نہ ہو
غیر حسن تو کہ اُو را یار نیست
آپ کے حسن کے سوا کہ اس کا کوئی ثانی نہیں ہے

لائق آں دیدم کہ من آئینۂ
میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ایک آئینہ
پیشِ تو آرم چو نورِ سینۂ
آپ کو پیش کروں جو سینہ کے نور کی طرح ہو

تا بہ بینی روئے خوب خود دراں
تاکہ آپ اپنا حسین چہرہ اس میں دیکھیں
اے تو چوں خورشید و شمعِ آسماں
آپ کہ آسمان کے سورج اور شمع (چاند) کی طرح ہیں

آئینہ آوردمت اے روشنی
اے نورا! میں آپ کے لئے آئینہ لایا ہوں
تا چو بینی روئے خود یا دم کنی
تاکہ جب آپ اپنا چہرہ دیکھیں تو مجھے یاد کرلیا کریں

آئینہ بیروں کشید او از بغل
اس نے بغل سے آئینہ نکالا
خوب[2] را آئینہ باشد مشتغل
خوبصورت کے لئے آئینہ ایک مشغلہ ہوتا ہے

آئینۂ ہستی چہ باشد نیستی
ہستی کا آئینہ کیا ہوتا ہے؟ فنا
نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی
فنا اختیار کر اگر تو بے وقوف نہیں ہے

ہستی اندر نیستی بتواں نمود
ہستی کو فنا میں دیکھا جا سکتا ہے
مالداراں بر فقیر آرند جُود
مالدار، فقیر پر سخاوت کرتے ہیں

آئینہ صافی ناں خود گرسنہ است
بھوکا خود روٹی کا صاف آئینہ ہے
سوختہ ہم آئینہ آتش زنہ است
سوختہ چقماق کا آئینہ ہے

---

1. حبہ۔ ایک رائی کے برابر وزن۔ عمّان۔ یمن میں سمندر کے کنارے ایک شہر کا نام ہے، اس شہر کی نسبت سے اس سمندر کو عمان کہہ دیا جاتا ہے۔ زیرہ۔ گرم مصالحوں میں جو زیرہ پڑتا ہے وہ کرمان کا مشہور ہے جو کہ فارس کا ایک شہر ہے اس کو زیرۂ کرمانی کہا جاتا ہے۔ انبار۔ ڈھیر۔ یار۔ دوست، مثال۔ اے تو۔ حضرت یوسف کا حسن مشہور ہے اسی لئے ان کو آسمان کی شمع اور سورج کہا ہے۔

2. خوب را۔ یعنی حسین چہرے والا آئینہ میں مشغول ہو جاتا ہے۔ آئینۂ ہستی۔ یعنی فنا فی اللہ ہونے سے بقا باللہ حاصل ہوتا ہے۔ ہستی۔ یعنی وجود، بقا باللہ۔ نیستی۔ فنا، یعنی ماسوا اللہ سے انقطاع۔ جود۔ سخاوت یعنی غیر اللہ سے تہی دست ہو جاؤ گے تو عطا ملے گی۔

نیستی و نقص ہر جائیکہ خاست
فنا اور نقص جس جگہ پیدا ہوا
آئینۂ[1] خوبی جملہ پیشہاست
تمام خوبیوں کے حسن کا مظہر ہے

بہر آنکہ نیستی پالودگی ست
اس لئے کہ فنا، صفائی ہے
وانچہ ایں ہستی ہمہ آلودگی ست
اور یہ ہستی جو کچھ ہے سراسر آلودگی ہے

چونکہ جامہ چست دوزیدہ بود
جبکہ کپڑا (پہلے سے) صحیح سلا ہوا ہو
مظہر فرہنگ درزی کے شود
وہ درزی کی عقلمندی کا مظہر کب بنے گا؟

نا تراشیدہ ہمی باید جذوع
درختوں کے تنے بغیر کٹے ہوئے ہونے چاہئیں
تا درو گر اصل سازد یا فروع
تاکہ بڑھئی چھوٹی بڑی چیزیں بنا سکے

خواجۂ اشکستہ بند آنجا رود
ہڈی جوڑنے کا ماہر اس جگہ جائے گا
کہ در آنجا پائے اشکستہ بود
جس جگہ کوئی ٹوٹے ہوئے پیر والا ہوگا

کے شود چوں نیست رنجور[2] و نزار
جب کوئی مریض اور بیمار نہ ہو، کب ہو سکتا ہے
آں جمال و صنعت طب آشکار
طب کی کاریگری اور حسن کا اظہار؟

خواری و دونی مِسہا برملا
تانبے کی ذلت اور کم درجہ ہونا کھلا ہوا
گر نباشد کے نماید کیمیا
اگر نہ ہو تو کیمیا کیا دکھائے گی؟

نقصہا آئینۂ وصف کمال
ہر قسم کا نقص، وصف کمال کا آئینہ ہے
واں حقارت آئینہ عز و جلال
اور ذلت، عزت اور جلال کا آئینہ ہے

زانکہ ضد را ضد کند پیدا یقیں
ضد، ضد کو خوب واضح کرتی ہے
زانکہ با سرکہ پدیدست انگبیں
سرکہ کے مقابلہ میں شہد بہت واضح ہو جاتا ہے

ہر کہ نقصِ خویش را دید و شناخت
جس نے اپنے نقص کو دیکھ لیا اور پہچان لیا
اندر استکمالِ خود دو اسپہ تاخت
وہ اپنی تکمیل میں تیز دوڑا ہے

زاں نمی پرّد بسوئے ذوالجلال
اسی وجہ سے وہ شخص ذوالجلال کی طرف پرواز نہیں کرتا
کو گمانے می بَرد خود را کمال
جو اپنے کمال کا گمان رکھتا ہے

عِلّتے بدتر زپندارِ کمال
کمال کے گھمنڈ سے زیادہ بدتر بیماری
نیست اندر جانت اے مغرورِ ضال
تیری روح میں اور کوئی نہیں ہے، اے گمراہ مغرور!

---

1. آئینہ۔ یعنی مظہر۔ سوختہ۔ وہ چیز جس کو سلگا کر لکڑیوں میں رکھتے ہیں تاکہ لکڑیاں آگ پکڑ لیں۔ گرسنہ۔ بھوکا۔ آتش زنہ۔ چقماق جس کو رگڑ کر آگ نکالی جاتی ہے۔ نیستی و نقص۔ یعنی غیر اللہ کے تعلقات کی فنا اور کمی۔ پالودگی۔ صفائی۔ آلودگی۔ آلائش۔ جامہ چست۔ بدن کے مطابق کپڑا۔ فرہنگ۔ عقل، دانش۔ دوزیدہ۔ سلا ہوا۔ جذوع۔ جذع کی جمع ہے، تنۂ درخت۔ درودگر۔ درودگر، بڑھئی۔ اصل۔ جڑ، بڑی چیز۔ فرع۔ شاخ، چھوٹی چیز۔ اشکستہ بند۔ ٹوٹی ہڈی جوڑنے والا۔

2. رنجور۔ بیمار۔ نزار۔ لاغر، کمزور۔ خواری۔ ذلت، ناچیز ہونا۔ دونی۔ ادنیٰ درجہ کا ہونا۔ نقصہائے۔ نقائص، کمال حاصل کرنے کا سبب بن جاتے ہیں یعنی نیستی اور فنا سے بقائے دوام حاصل ہو جاتا ہے۔ ضد۔ مشہور مقولہ ہے الاشیاء تعرف..... باضدادھا یعنی کسی چیز کی شناخت اس کی ضد کے ذریعہ ہوتی ہے۔ استکمال۔ پورا کرنا۔ دو اسپہ۔ بہت تیز۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ علت۔ بیماری۔ پندار۔ غرور، گھمنڈ۔ ضال۔ گمراہ۔

از دل و از دیده ات بس خوں رود
تیرے دل اور آنکھ سے بہت خون بہے

علت ابلیس اَنَا خیر بدست
شیطان کی بیماری "میں بہتر ہوں" تھی

گرچہ خود را بس شکستہ بیند اُو
اگرچہ وہ اپنے آپ کو بہت متواضع خیال کرتا ہے

جوں بشو رانی وُرا در امتحاں
جب تو اس کو بطورِ امتحان ہلائے گا

در تگ جو ہست سرگین اے فتیٰ
اے نوجوان! نہر کی تہ میں گوبر ہے

ہست پیر راہ دانِ پُرفطن
سمجھدار راہِ (طریقت) سے واقف پیر

جوئے خود را کے تواند پاک کرد
نہر اپنے آپ کو خود کب پاک کر سکتی ہے؟

آبِ جو سرگیں نتاند[2] پاک کرد
نہر کا پانی گوبر کو صاف نہیں کر سکتا ہے

کے تراشد تیغ دستہ خویش رَا
تلوار اپنے دستہ کو کب تراش سکتی ہے؟

بر سرِ ہر ریش جمع آمد مگس
ہر زخم پر مکھیاں جمع ہو گئی ہیں

واں مگس اندیشہا و آمالِ تو
وہ مکھیاں تیرے خیالات اور امیدیں ہیں

ورنہد مرہم برآں ریش تو پیر
اگر تیرے اس زخم پر پیر مرہم لگا دے

تا نہ پنداری کہ صحت یافت ست
ہرگز نہ سمجھ لینا کہ صحت حاصل ہو گئی ہے

تاز تو ایں معجبی[1] بیروں رود
تاکہ یہ تکبر تجھ سے نکلے

ویں مرض در نفس ہر مخلوق ہست
یہ مرض ہر مخلوق کے نفس میں موجود ہے

آبِ صافی داں و سرگیں زیر جو
صاف پانی سمجھ اور نہر کی تہ میں گوبر ہے

آب سرگیں رنگ گردد در زماں
فوراً پانی، گوبر کے رنگ کا ہو جائے گا

گرچہ جو صافی نماید مر ترا
اگرچہ تجھے نہر صاف نظر آ رہی ہے

باغہائے نفس و تن را جوئے کن
جسم اور نفس کے باغوں کی نہر کو صاف کرنے والا ہے

نافع از علم خدا شد علم مرد
پیر کا علم خداوندی علم کی وجہ سے مفید بن گیا ہے

جہل نفش را نزوبد علم مَرد
انسان کا علم اسکے نفس کے جہل کو صاف نہیں کر سکتا ہے

رَو بجراحے سپار ایں ریش را
جا، اس زخم کو جراح کے سپرد کر

تا نہ بیند قیح ریش خویش کس
تاکہ کوئی شخص اپنے زخم کی پیپ کو نہ دیکھ سکے

ریش تو آں ظلمت احوالِ تو
تیرے احوال کی تاریکی تیرا زخم ہے

آن زماں ساکن شود درد و نفیر
اس وقت تیرے درد اور آہوں کو سکون ہو جائے گا

پرتو مرہم درانجا تافت ست
(ابھی) مرہم کا سایہ اس پر پڑا ہے

---

1. معجبی۔ غرور، تکبر، خود پسندی۔ انا خیرہ۔ میں بہتر ہوں۔ یہ دعویٰ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں کیا تھا۔ شکستہ۔ متواضع۔ سرگیں۔ گوبر۔ جو۔ نہر۔ شورانیدن۔ ہلانا، حرکت دینا۔ تگ۔ کنوئیں کی گہرائی، ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے مصائب کا علاج خود نہیں کر سکتا ہے کسی شیخ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ فتی۔ جوان۔ فطن۔ فاء اور طاء کا فتحہ، دانائی۔ جوئے کن۔ نہر کھودنے والا۔
2. نتاند۔ نتواند۔ نزوبد۔ پاک نہیں کرتا، روفتن کا فعل مضارع منفی ہے۔ اندیشہائے۔ خیالات۔ آمال۔ آمل کی جمع، امید۔ ورنہد۔ شیخ کامل کے معالجہ سے ہی مرض دور ہو سکے گا۔ تانہ پنداری۔ شیخ کی صحبت سے اگر کچھ سکون ملے تو اپنی صحت کی غلط فہمی کی بناء پر اس کی صحبت کو ترک نہ کرے۔

ہیں[1] ز مرہم سر مکش اے پشت ریش
واں ز پرتو داں مداں از اصلِ خویش
اے زخمی کمر والے! خبردار مرہم سے منہ نہ موڑ
اس (آرام) کو (عارضی) اثر سمجھ، اصل (صحت) نہ جان

ایں سخن پایاں ندارد اے جواں
بشنو اکنوں قصۂ در ضمن آں
اے جوان! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
اس کے ضمن میں ایک قصہ سن لے

مُرتَد شدن کاتب وحی بسبب آنکہ پرتو وحی بروے زد

وحی کے کاتب کا مرتد ہو جانا اس لئے کہ وحی کا پرتو اس پر پڑا

آں آیہ را پیشِ پیغمبرؑ خواند و گفت من محلّ وحیم

اس نے آیت پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے پڑھی اور بولا مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے

پیش از عثمانؓ یکے نَسّاخ بود
کو بہ نسخِ وحی جدے می نمود
حضرت عثمانؓ سے پہلے ایک کاتب وحی تھا
جو وحی کے لکھنے میں سرگرم رہتا تھا

چوں نبی از وحی فرمودے سبق
اُو ہماں را وا نوشتے در ورق
جب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) وحی کا سبق پڑھاتے
وہ اس کو ورق پر لکھ لیتا

پرتو آں وحی بروے تافتے
اُو درونِ خویش حکمت یافتے
وحی کا پرتو اس پر پڑا
(اور) اس نے اپنے اندر دانائی محسوس کی

عین آں حکمت بفرمودے رسُول
زیں قدر گمراہ شد آں بُوالفضُول
بعینہ اس دانائی کا رسول (ﷺ) نے (لکھنے کا) حکم فرمایا
(لیکن) وہ نالائق اس کے باوجود گمراہ ہو گیا

کانچہ می گوید رسولِ مستنیر[2]
مر مرا ہست آں حقیقت در ضمیر
کہ روشن (ضمیر) رسول (ﷺ) جو کچھ فرماتے ہیں
وہ حقیقت تو میرے دل میں ہے

پرتوِ اندیشہ اش زد بر رسول
قہرِ حق آورد بر جانش نزول
اس کے خیال کا عکس رسول پر پڑا
اللہ (تعالیٰ) کا قہر اس کی جان پر نازل ہوا

پرتو اُو ناگہش در دل بتافت
در درونِ خویشتن حرفے نیافت
اس کا عکس اس کے دل پر نمودار ہوا
اس نے اپنے دلمیں (حکمت کا) ایک حرف بھی نہ پایا

ہم ز نساخی بر آمد ہم ز دیں
شد عدوّے مصطفیٰؐ و دیں بکیں
کتابت سے بھی برطرف ہوا اور دین سے بھی
کینہ وری سے مصطفیٰ (ﷺ) اور دین کا دشمن بن گیا

---

[1] ہیں۔ عارضی سکون کو مرہم کا اثر سمجھو، زخم باقی ہے۔ کاتب وحی۔ یہ عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کا قصہ ہے۔ اس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ بغیر کمال، کمال کے دھوکے سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ نساخ۔ لکھنے والا۔ جد۔ کوشش۔ گمراہ۔ سورۂ مومنون کی آیت ولقد خلقنا الانسان الخ کا نزول ہوا اس کے آخر میں فتبارک اللہ احسن الخالقین ہے۔ آنحضورﷺ اس آیت کو لکھوار ہے تھے تو اس کی زبان پر آنحضورﷺ کے بولنے سے پہلے ہی فتبارک اللہ احسن الخالقین جاری ہو گیا۔ آنحضورﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے، یہ لکھ لو، اس سے اس کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، حالانکہ یہ حضورﷺ کے پرتو کا اثر تھا۔

[2] مستنیر۔ روشن۔ ضمیر۔ دل۔ بوالفضول۔ بیکار اور لغو انسان۔ پرتو۔ آنحضورﷺ کو جب اس کی حالت منکشف ہو گئی تو خدا کا قہر اس پر نازل ہو گیا۔ پرتو آں۔ یعنی قہر الٰہی کا عکس۔ حرفے نیافت۔ یعنی وحی کے آثار اس کے دل سے فنا ہو گئے۔ نساخی۔ کتابت۔ کیں۔ کینہ۔ عنود۔ جھگڑالو۔

مصطفیٰ فرمود کاے گبر عنود
مصطفیٰ (ﷺ) نے فرمایا اے سرکش گمراہ!

چوں سیہ گشتی اگر نور از تو بود
تو کیسے سیاہ (دل) ہو گیا اگر نور تیرے (دل کا) تھا

گر تو ینبوعِ[1] الٰہی بودہٗ
اگر تو اللہ (کے نور) کا چشمہ ہوتا

ایں چنیں آبِ سیہ نکشودہٗ
تو ایسا سیاہ پانی تجھ سے نہ بہتا

اندروں می سوختش ہم زیں سبب
اس وجہ سے اس کا دل جلتا تھا

او نیارد توبہ کردن اے عجب
(لیکن) تعجب ہے وہ توبہ نہ کر سکتا تھا

تاکہ ناموسش بہ پیشِ این و آں
تاکہ اِس کے اور اُس کے سامنے اس کی آبرو

نشکند بربست ایں اُو را دہاں
خراب نہ ہو اُس نے اِس کا منہ بند کر دیا

آہ می کرد و نبودش آہ سود
آہ کرتا تھا اور آہ کرنا اس کو مفید نہ تھا

چوں درآمد تیغ سر را در ربود
جب (قضا کی) تلوار آئی اس نے سر قلم کر دیا

کردہ حق ناموس را صد من حدید
اللہ (تعالیٰ) نے آبرو (کے خیال) کو سو من کا لوہا بنا دیا ہے

اے بسا بستہ بہ بند ناپدید
اے (مخاطب) بہت سے انسان اس چھپی ہوئی بیڑی سے بندھے ہوئے ہیں

کبر و کفر آنساں بہ بست آں راہ را
اس طرح تکبر اور کفر نے اس راستہ کو بند کر دیا ہے

کو نیارد کرد ظاہر آہ را
کہ وہ افسوس (بھی) ظاہر نہیں کر سکتا ہے

گفت اَغْلَالًا[2] فَهُمْ بِه مُقْمَحُوْن
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا طوق ہیں پس وہ انکی وجہ سے منہ کو اونچا کیے ہوئے ہیں

نیست آں اغلال ما را از بروں
ہمارے وہ طوق بیرونی نہیں ہیں

خَلْفَهُمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ
ان کے پیچھے ایک دیوار ہے پھر ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے

می نہ بیند بند را پیش و پس اُو
وہ اس دیوار کو نہیں دیکھتا ہے جو اسکے آگے اور پیچھے ہے

رنگ صحرا دارد آں سدّیکہ خاست
وہ دیوار جو پیدا ہوئی ہے صحرا جیسی ہے

اُو نمیداند کہ آں سدّ قضاست
وہ نہیں جانتا کہ وہ قضاءِ (الٰہی) کی دیوار ہے

شاہدِ تو سد روئے شاہد ست
تیرا معشوق، معشوق کے چہرے کی دیوار ہے

مرشد تو سد گفت مرشد ست
تیرا مرشد، مرشد کی گفتگو کے لئے دیوار ہے

---

1. ینبوع۔ چشمہ۔ نیارست۔ نتوانست۔ دہان بربستن۔ خاموش ہوجانا، اس شعر کی وجہ سے بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ کاتب وحی مرتد ہو گیا تھا وہ مسیلمہ کذاب ہے اس لئے عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح فتح مکہ میں مسلمان ہو گیا ہے اور مسیلمہ حالت کفر میں حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مارا گیا ہے، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ مسیلمہ کسی زمانے میں کاتب وحی رہا ہو۔ کردہ حق۔ انسان بسا اوقات اپنے گناہ کے اعتراف اور توبہ سے اس لئے رکتا ہے کہ وہ اس کی بے آبروئی کا سبب بنتی ہے اور یہ ایک ایسی بیڑی اور بند ہے جو اس کو نظر بھی نہیں آتا ہے۔ آں راہ۔ یعنی توبہ کا راستہ۔

2. اغلالا۔ سورۂ یٰسین میں ہے اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلَالًا فَهُمْ مُقْمَحُوْن وَ جَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْن "بے شک ہم نے کر دیے ہیں ان کی گردنوں میں طوق تو وہ منہ اٹھائے ہوئے ہیں اور کر دی ہے ہم نے ان کے سامنے دیوار اور ان کے پیچھے دیوار پھر ہم نے ان کو اوپر سے ڈھانپ دیا ہے، پس وہ نہیں دیکھتے ہیں۔" رنگ۔ یعنی جس طرح صحرا میں کوئی ابھار نہیں ہوتا اور نہ وہاں کوئی آڑ ہوتی ہے وہ دیوار بھی ایسی ہی ہے۔ شاہد تو۔ دنیا کی محبوب چیزیں انسان کو محبوب حقیقی کے دیدار سے مانع آتی ہے۔ مرشد تو۔ یعنی تو نے جس باطل چیز کو رہنما سمجھ لیا ہے۔

اے بسا کفار را سودائے دیں
اے (مخاطب) بہت سے کافر ہیں جن کو دین کی لگن ہے
بندشاں ناموس و کبر و آن و این
ان کی بیڑی شرم اور تکبر اور یہ اور وہ ہے

بند پنہاں[1] لیک از آہن بتر
(یہ) بند پوشیدہ ہے لیکن لوہے سے بھی بدتر ہے
بند آہن را کند پارہ تبر
لوہے کے بند کو کدال توڑ دیتی ہے

بند آہن را تواں کردن جدا
لوہے کے بند کو جدا کیا جا سکتا ہے
بند غیبی را نداند کس دوا
غیبی بند کی کوئی دوا نہیں جانتا ہے

مَرد را زنبور گر نیشے زند
اگر انسان کے بھڑ ڈنک مارتی ہے
طبع اُو آں لحظہ بر دفعے تند
اسکی طبیعت اسی وقت اسکو دفع کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے

زخم نیش اما چو از ہستی تست
لیکن اگر تیرے تکبر کا ڈنک کا زخم ہے
غم قوی باشد نگردد درد سست
(تو) غم زیادہ ہوگا، درد کم نہ ہوگا

شرحِ ایں از سینہ بیروں می جہد
اس کی تفصیل سینہ سے باہر آ رہی ہے
لیک می ترسم کہ نومیدی دہد
لیکن میں ڈرتا ہوں کہ مایوسی پیدا نہ کر دے

نے مشو نومید خود را شاد کن
نہیں ناامید نہ ہو اپنے آپ کو خوش رکھ
پیشِ آں فریاد رس فریاد کن
اس فریاد سننے والے کے سامنے فریاد کر

کاے محبّ عفو از ما عفو کن
اے معافی کو پسند کرنے والے! ہمیں معاف فرما دے
اے طبیب رنج ناسورِ کہن
اے پرانے ناسور کی تکلیف کے طبیب

عکس حکمت[2] آں شقی را یاوہ کرد
حکمت کے عکس نے اس بدبخت کو گمراہ کر دیا
خود مبیں تا بر نیارد از تو گرد
خودپسند نہ بن، تاکہ تو برباد نہ ہو

اے برادر بر تو حکمت جاریہ است
اے بھائی! تیرے (دل) پر جو حکمت جاری ہے
آں ز ابدال ست و بر تو عاریہ است
وہ ابدال کی ہے اور تیرے پاس عارضی ہے

گرچہ در خود خانہ نورے یافت ست
گھر، اپنے اندر اگرچہ روشنی محسوس کر رہا ہے
آں ز ہمسایہ منور تافت ست
(لیکن) وہ روشن پڑوسی کی وجہ سے چمک رہا ہے

شکر کن غرہ مشو بینی مکن
شکر کر، گھمنڈ نہ کر، انکار نہ کر
گوش دار و ہیچ خود بینی مکن
سن، اور کبھی تکبر نہ کر

صد دریغ و درد کایں عاریتے
افسوس، صد افسوس کہ اس عارضی چیز نے
معجباں را دور کرد از اُمتے
متکبروں کو امت سے دور کر دیا

---

1. بند پنہاں۔ یعنی دیوار سے یہ مخفی دیوار مراد ہے جو لوہے کی دیوار سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مرد را۔ یعنی نظر آنے والی چیز کی فوراً طبیعت مدافعت کرتی ہے۔ زخم۔ بیرونی دشمن کا مقابلہ آسان ہوتا ہے، اندرونی دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ شرح ایں۔ یعنی اس کی تفصیل کہ کبر اور ناموس غیبی بند ہیں جس کی علت قضائے الٰہی ہے، اس کی تفصیل مایوسی پیدا کر دے گی۔ محب۔ دوست۔ رنج۔ مرض۔

2. عکس حکمت۔ یعنی مرشد کے کمالات کا پرتو جو مرید پر پڑے۔ شقی۔ کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے۔ جاریہ۔ رواں۔ ابدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت ہے۔ غرہ۔ مغرور۔ بنی کردن۔ انکار کرنا۔ گوش داشتن۔ توجہ سے سننا۔ عاریۃ۔ عارضی علم و کمال۔ معجباں۔ معجب کی جمع ہے، متکبر۔ امت۔ یعنی امت محمدیہ۔

من[1] غلامِ آنکہ اُو در ہر رَباط
میں اس شخص کا غلام ہوں جو ہر منزل میں
بس رباطے کہ بباید تَرک کرد
بہت سی منزلوں سے گزرنا ہوگا
گرچہ آہن سرخ شد اُو سرخ نیست
اگرچہ لوہا سرخ ہوگیا (لیکن) وہ سرخ نہیں ہے
گر شود پُر نور روزن یا سرا
اگر روشن دان یا گھر نور سے بھر جائے
در و دیوار گوید روشنم
اگر در و دیوار کہے کہ میں روشن ہوں
پس بگوید آفتاب اے نارشید
تو سورج کہے گا کہ اے گمراہ!
سبزہا گویند ما سبز از خودیم
(اگر) سبزے کہیں ہم خودبخود سبز ہیں
فصل تابستاں بگوید کاے امم
(تو) موسم بہار کہے گا اے مخلوق!
تن[2] ہمی ناز و بخوبی و جمال
حسن اور جمال پر جسم ناز کرتا ہے
گویدش کاے مزبلہ تو کیستی
وہ (روح) اس (بدن) کو کہتی ہے اے کوڑی تو کیا ہے؟
غنج و نازت می نگنجد در جہاں
عالم میں تیرا کرشمہ اور ناز نہیں سماتا ہے
گرم دارانت تُرا گورے کنند
تیرے دوست تیرے لئے قبر کھودیں گے

خویش را واصل نداند بر سماط
اپنے آپ کو دسترخوان پر پہنچ جانے والا نہ سمجھے
تا بمسکن در رسد یک روز مرد
پھر کسی دن انسان مسکن تک پہنچے گا
پرتو عاریت آتش زنے ست
(وہ) آتش زن کا مانگا ہوا عکس ہے
تو مداں روشن مگر خورشید را
تو صرف سورج کو روشن سمجھ
پر تو غیرے ندارم ایں منم
مجھ پر غیر کا کوئی عکس نہیں ہے میں خود (روشن) ہوں
چونکہ من غائب شوم آید پدید
جب میں غائب ہو جاؤں گا تو پتہ چلے گا
شاد و خندانیم و بس زیبا خدیم
شاد اور خنداں ہیں اور بہت خوبصورت ہیں
خویش را بینید چوں من بگذرم
اپنے آپ کو اس وقت دیکھنا جب میں گذر جاؤں
روح پنہاں کردہ فرّ و پرّ و بال
روح نے اپنی شان وشوکت اور بال و پر چھپا رکھے ہیں
یک دو روز از پرتو من زیستی
کچھ تو میرے عکس سے جی لیا ہے
باش تاکہ من شوم از تو جہاں
ٹھہر جا، یہاں تک کہ میں تجھ سے رخصت ہو جاؤں
کش کشانت در تگ گور افگند
کشاں کشاں تجھے قبر کے گڑھے میں پھینکیں گے

1. مَن۔ میں اس شخص کا معتقد ہوں جو کسی مقام کو بھی مقام کمال نہ سمجھے۔ رباطؔ۔ سرائے، منزل۔ سماطؔ۔ دسترخوان۔ بسؔ۔ سالک بہت سی منزلیں طے کر کے مقام قرب تک پہنچتا ہے۔ گرچہؔ۔ مقصد یہ ہے کہ بہت سی چیزوں کے اوصاف اپنے نہیں ہوتے ہیں بلکہ دوسرے کے عکس اور پرتو ہوتے ہیں، اس کی ایک مثال کرچہ درخانہ نور سے دی تھی، دوسری مثال یہ ہے کہ لوہے کی سرخی اپنی نہیں ہے بلکہ آگ کا پرتو ہے۔ گرشودؔ۔ یہ تیسری مثال ہے کہ گھر میں نور اپنا نہیں ہوتا ہے بلکہ سورج کا پرتو ہوتا ہے۔ سبزہاؔ۔ یہ چوتھی مثال ہے کہ سبزہ کی تری وتازگی اپنی نہیں ہے بلکہ موسم بہار کی عطا کردہ ہے۔
2. تنؔ۔ یہ پانچویں مثال ہے، بدن کی تمام خوبیاں روح کی وجہ سے ہیں۔ زیباؔ۔ خوبصورت۔ خدؔ۔ رخسارہ۔ فرؔ۔ شان وشوکت۔ پر و بالؔ۔ ساز و سامان۔ مزبلہؔ۔ کوڑی۔ غنجؔ۔ ناز و ادا۔ جہانؔ۔ جہان۔ عالم۔ جہاںؔ۔ کودنے والا، جستن سے اسم فاعل ہے۔ گرم دارانؔ۔ محبت کی گرمجوشی دکھانے والے۔ ترا [illegible] تو۔ کنند۔ کھودیں گے، کندن کا فعل مضارع۔ کش کشاںؔ۔ کھینچتے کھینچتے۔ تگؔ۔ تہ، گہرائی۔

تا کہ چوں در گور یارانت کنند
جب تیرے دوست تجھے قبر میں دفن کر دیں گے
طعمہ[1] موران و مارانت کنند
تجھے چیونٹیوں اور سانپوں کی خوراک بنا دیں گے

بینی ازگند تو گیرد آں کسے
تیری بدبو سے (وہ بھی) ناک بند کرے گا
کہ بہ پیش تو ہمی مُردے بسے
جو اکثر تجھ پر جان قربان کرتا تھا

پرتو روح ست نطق و چشم و گوش
گویائی اور آنکھ، کان، روح کا اثر ہے
پرتو آتش بود در آبِ جوش
پانی میں جوش آنا آگ کا اثر ہوتا ہے

آں چنانکہ پرتو جاں برتن ست
جس طرح روح کا پرتو جسم پر ہے
پرتو ابدال بر جانِ من ست
ابدال کا پرتو میری روح پر ہے

جانِ جاں چوں وا کشد پا را زجاں
جانِ جاں جب جان سے اپنا قدم پیچھے ہٹا لے
جاں چناں گردد کہ بیجاں تن بداں
تو سمجھ لے کہ جان، بے جان جسم کی طرح ہو جائے گی

سر ازاں رُو می نہم من بر زمیں
میں اسی وجہ سے زمین پر چہرہ رکھتا ہوں
تا گواہِ من بود در یومِ دیں
تا کہ وہ قیامت کے دن میری گواہ ہو

یومِ دیں کہ زُلزِلَتْ زِلْزَالَهَا
قیامت کے دن جبکہ زمین کو زلزلہ آ جائے گا
ایں زماں باشد گواہِ حالہا
اس وقت وہ حالتوں کی گواہ ہوگی

کو تُحَدِّثُ جہرتا اَخْبَارَهَا
کیونکہ وہ علی اعلان اپنی خبریں سنائے گی
در سخن آید زمین و خارہا
زمین اور اس کا خار و خس بولنے لگے گا

فلسفی[2] گوید زمعقولاتِ دُوں
فلسفی، کمتر درجہ کی معقولات کی باتیں کرتا ہے
عقل از دہلیز می ماند بروں
(اس کی) عقل چوکھٹ سے باہر رہتی ہے

فلسفی منکر شود در فکر و ظن
فکر اور ظن میں (رہ کر) فلسفی منکر ہوتا ہے
گو برو سَر را بداں دیوار زن
کہہ دے کہ جا، اس دیوار سے سر پھوڑ

نطق آب و نطق خاک و نطق گل
پانی کا بولنا اور مٹی کا بولنا اور گارے کا بولنا
ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل
اہل دل کے حواس کا محسوس ہے

فلسفی کو منکر حنانہ است
فلسفی جو (اسطوانہ) حنانہ (کے رونے کا منکر) ہے
از حواسِ انبیاء بیگانہ است
وہ نبیوں کے حواس سے بے خبر ہے

---

1. طعمہ۔ خوراک۔ موراں۔ مور کی جمع ہے، چیونٹی۔ ماراں۔ مار کی جمع ہے، سانپ۔ بینی گرفتن۔ ناک بند کرنا۔ گند۔ بدبو۔ بر کسے مردن۔ کسی پر قربان ہونا۔ جانِ جاں۔ یعنی مرشد کامل۔ پاکشیدن۔ پیچھے ہٹنا۔ بداں۔ تو جان۔ دانستن سے امر کا صیغہ ہے۔ یومِ دیں۔ یومِ قیامت۔ زلزلت۔ سورۂ الزلزال میں کہا گیا ہے "جب زمین بڑے زور سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنے خزانے نکال کر پھینک دے گی اور انسان کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا ہے، اس دن تمام خبریں بتا دے گی۔"

2. فلسفی۔ فلاسفہ جمادات کے کلام کے منکر ہیں لہٰذا مولانا ان کی تردید کر رہے ہیں۔ نطق۔ جمادات اور نباتات کا کلام اہل دل سنتے ہیں۔ حنانہ۔ رونے والا، وہ ستون کہلاتا ہے جس کے سہارے آنحضورﷺ منبر بننے سے پہلے خطبہ دیا کرتے تھے، منبر بن جانے پر جب آپ نے اس کا سہارا لینا چھوڑا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ بیگانہ۔ نا آشنا۔

گویدؔ[1] اُو کہ پرتو سودائے خلق
وہ (فلسفی) کہتا ہے کہ انسانوں کی سوداویت کا اثر

بلکہ عکس آں فساد و کفر اُو
اس کے فساد اور کفر کا پرتو ہے

فلسفی مر دیو را مُنکر شود
فلسفی، شیطان کا منکر بنتا ہے

گر ندیدی دیو را خود را بہبیں
اگر تو نے شیطان کو نہیں دیکھا ہے، اپنے آپ کو دیکھ لے

ہر کرا در دل شک و پیچانی است
جس کے دل میں شک اور کجی ہے

می نماید اعتقاد اُو گاہ گاہ
وہ کبھی کبھی اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے

اَلحذر اے مومناں کو در شماست
دوڑو، اے مومنو! کہ وہ تمہارے اندر ہے

جملہ[2] ہفتاد و دو ملت در توست
سب بہتر(۷۲) فرقے تجھ میں ہیں

ہر کہ اُو را برگِ ایں ایماں بود
جس شخص کے پاس ایمان کا ساز و سامان ہوگا

بر بلیس و دیو زاں خندیدہؔ
ابلیس اور شیطان پر تو اس لئے ہنستا ہے

چوں کند جاں باز گونہ پوستیں
جب چھپے ہوئے احوال ظاہر ہوں گے

بر دُکاں ہر زرنما خنداں شدست
دکان پر ہر سونا دکھانے والا ہنس رہا ہے

بس خیالات آورد در رائے خلق
لوگوں کی رائے میں بہت سے خیالات (فاسد) پیدا کر دیتا ہے

آں خیالِ منکرے را زد برُو
جس نے یہ برا خیال اس پر مسلط کر دیا ہے

در ہماندم سخرۂ دیوے بود
(اور) اسی وقت شیطان کا محکوم ہو جاتا ہے

بے جنوں نبود کبودی بر جبیں
جنون کے بغیر پیشانی پر نیلاہٹ نہیں ہوتی ہے

در جہاں اُو فلسفی پنہانی ست
وہ دنیا میں چھپا فلسفی ہے

آں رگِ فلسف کند رویش تباہ
فلسفہ کی وہ رگ اس کا رو سیاہ کرتی ہے

در شما بس عالمِ بے منتہاست
تم میں (فاسد خیالات کا) بے انتہا جہاں ہے

وِہ کہ آں روزے بر آرد از تو دست
افسوس! کہ کسی دن وہ ہاتھ پیر نکالیں

ہمچو برگ از بیم اُو لرزاں بود
وہ پتے کی طرح اس کے ڈر سے لرزاں رہے گا

کہ تو خود را نیک مردم دیدۂ
کہ تو نے اپنے آپ کو نیک انسان سمجھا ہے

چند واویلا بر آید ز اہلِ دیں
دیندار لوگ کس قدر واویلا کریں گے

زانکہ سنگ امتحاں پنہاں شدست
اس لئے کہ کسوٹی غائب ہو گئی ہے

---

1. گوید۔ فلسفی جمادات اور نباتات کے کلام کے اعتقاد کو مجنونانہ خیال سے تعبیر کرتا ہے۔ دیو را۔ فلسفی شیطان کا انکار کرتا ہے حالانکہ اسی شیطان کی اطاعت میں حقائق کا انکار کرتا ہے۔ گر ندیدی۔ فلسفی نے اگر شیطان کو نہیں دیکھا ہے تو خود اپنے آپ کو دیکھ لے، اس میں شیطان کے اثرات موجود ہیں، جنون کو بھی اس کے اثرات سے پہچانا جاتا ہے۔ ہر کرا۔ فلسفی کسی گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر کج فہم فلسفی ہی ہوتا ہے۔ مومناں۔ ایک شخص جو مومنین کے زمرے میں داخل ہے، وہ بھی فلسفی ہو سکتا ہے۔ ایک مومن کے دل میں فاسد خیالات آ سکتے ہیں لہٰذا بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

2. جملہ۔ بہتر گمراہ فرقوں کے اعتقادات انسان کے دل میں چھپے ہوئے ہیں، مومن کا کام یہ ہے کہ ان کا نشو و نما نہ ہونے دے۔ ہر کہ اُو۔ ایماندار کا کام ہے کہ وہ بد خیالات کے خوف سے ہمیشہ لرزتا ہے۔ بر بلیس۔ شیطان کا مذاق وہ اڑاتا ہے جو اپنے آپ کو بڑا پارسا سمجھتا ہے۔ چوں کند۔ لیکن انسان کے جب مخفی احوال کھلتے ہیں تو اس کے معتقد واویلا کرنے لگتے ہیں۔ پوستین باز گونہ کردن۔ پوستین کو الٹ دینا یعنی مخفی احوال کا ظاہر ہو جانا اور ظاہری حالت کا مخفی ہو جانا۔ بر دکاں۔ جب تک کسوٹی پر نہیں کسا جاتا، کھرا کھوٹا یکساں معلوم ہوتا ہے۔

پردہ[1] اے ستار از ما بر مگیر — باش اندر امتحاں مارا مجیر

اے پردہ پوش! ہمارا پردہ نہ اٹھا — امتحان میں ہمیں پناہ دینے والا بن جا

قلب پہلو می زند بازر بہ شب — انتظارِ روز می دارد ذہب

رات میں کھوٹا سونا (کھرے) سونے کی برابری کرتا ہے — (کھرا) سونا دن کا انتظار کرتا ہے

با زبانِ حال زر گوید کہ باش — اے مزوّر تا بر آید روزِ فاش

زبانِ حال سے (کھرا) سونا کہتا ہے، ٹھہر — اے دھوکہ باز! جب تک کہ دن چڑھے

صد ہزاراں سال ابلیس لعیں — بود ز ابدال و امیرالمومنیں

ابلیس لعین لاکھوں سال — ابدال میں سے، اور مومنین (فرشتوں) کا سردار رہا

پنجہ زد با آدم از نازیکہ داشت — گشت رُسوا ہمچوں سرگیں وقت چاشت

تکبر کی وجہ سے حضرتِ آدمؑ کے مقابلہ میں آ گیا — اس طرح رسوا ہوا جیسے دن چڑھے گوبر

پنجہ با مرداں مزن اے بوالہوس — برتر از سلطاں چہ می رانی فرس

اے بوالہوس! مردانِ خدا کا مقابلہ نہ کر — بادشاہ سے آگے گھوڑا کیوں دوڑاتا ہے؟

دعا کردنِ بلعم باعور[2] کہ موسیٰ علیہ السلام را و قومش را ازیں شہر

بلعم باعور کا دعا کرنا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اس شہر سے

کہ حصار دادہ اند بے مراد باز گرداں و مستجاب شدن دعائش

جس کا انہوں نے محاصرہ کر رکھا ہے، ناکام واپس کر دے اور اس کی دعا کا مقبول ہونا

بلعمِ باعور را خلقِ جہاں — سُغبہ شد مانندِ عیسیٰ زماں

بلعم باعور پر دنیا کی مخلوق — فریفتہ ہوگئی جس طرح عیسیٰ (علیہ السلام) پر انکے زمانہ میں

سجدہ ناوردند کس را دونِ اُو — صحت رنجور بود افسونِ اُو

وہ اس کے علاوہ کسی کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کرتے — اس کا دم کرنا بیمار کی صحت تھی

پنجہ زد با موسیٰؑ از کبر و کمال — آنچناں شد کہ شنیدستی تو حال

کمال اور غرور کیوجہ سے اسنے (حضرت) موسیٰؑ کا مقابلہ کیا — اس کا وہ حال ہوا جو تو نے سنا

صد ہزار ابلیس و بلعم در جہاں — ہم چنیں بودست پیدا و نہاں

لاکھوں شیطان اور بلعم دنیا میں — ایسے ہی ہوئے ہیں جو مشہور اور غیر مشہور ہیں

---

1. پردہ۔ جبکہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ہر انسان میں مخفی عیوب ہیں تو اب مولانا دعا کرتے ہیں۔ با کسے پہلو زدن۔ مقابلہ کرنا۔ صد ہزاراں۔ شیطان مردود ہونے سے قبل بڑا ولی اللہ اور فرشتوں کا سردار تھا۔ پنجہ زدن۔ مقابلہ کرنا، مخالف ہو جانا۔ برتر۔ بادشاہ کی سواری سے اپنی سواری آگے بڑھانا حد سے تجاوز کرنا ہے۔

2. بلعم باعور۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا ایک مشہور عبادت گذار تھا جو کنعان یا شہر جبارین کا رہنے والا تھا، حضرت موسیٰؑ نے جب کنعان پر چڑھائی کی تو اہل شہر نے اس سے اصرار کیا کہ وہ موسیٰؑ کی پسپائی کی دعا کرے، اصرار کے بعد وہ راضی ہوگیا اس پر اس کا دین وایمان بھی گیا اور حضرت موسیٰؑ کا کچھ نہ بگڑا تب اس نے سازش کر کے موسیٰؑ کی قوم میں زنا کی رسم جاری کر دی، شمعون نامی سردار زنا کر بیٹھا جس سے طاعون کی وبا پھیلی اور ہزاروں آدمی ہلاک ہوگئے، اشعارِ بالا میں بزرگوں سے مقابلہ نہ کرنے کی نصیحت تھی۔ بلعم کے قصہ کے ذریعے اس کے انجامِ بد سے ڈرانا مقصود ہے۔ سغبہ۔ فریفتہ، گرویدہ۔ صحت۔ بلعم باعور کے دم کرنے سے بیمار اچھے ہو جاتے تھے۔ حال۔ بلعم کی زبان کتے کی طرح باہر نکلی رہتی تھی۔

این دو[1] را مشہور گردانید اِلٰہ
ان دو کو خدا نے مشہور کر دیا

تا کہ باشند این دو بر باقی گواہ
تا کہ یہ دونوں باقی کے لئے گواہ بنیں

رہزناں را در بیاباں چوں کشند
ڈاکوؤں کو جب جنگل میں قتل کر دیتے ہیں

یکدو تن را سوئے دِہ زاں‌ایشاں کشند
انہیں سے ایک دو (کی نعش) کو گاؤں میں کھینچ کر لاتے ہیں

تا بہ بینند اہل دِہ گیرند پند
تا کہ گاؤں والے دیکھیں، نصیحت پکڑیں

رویت ایشاں بود شاں ہمچو بند
ان کا دیکھنا ان کے لئے بندش بنتا ہے

ایں دو دُزد آویخت بردارِ بلند
ان دو چوروں کو (اللہ تعالیٰ نے) اونچی سولی پر لٹکا دیا

ورنہ اندر دہر بس دُزداں بدبد
ورنہ دنیا میں بہت سے چور تھے

ایں دو را پرچم بسوئے شہر بُرد
ان دونوں کو پرچم شہر کی طرف لایا ہے

کشتگانِ قہر را نتواں شمرد
(ورنہ) قہر (خدا) کے مارے ہوئے شمار نہیں کیے جا سکتے

نازنینی تو ولے در حد خویش
تو نازنین ہے لیکن اپنی حد میں (رہ)

اللہ اللہ پا منہ از حد تو بیش
خدا کے لئے حد سے آگے قدم نہ رکھ

گر زنی بر نازنیں تر از خودت
اگر تو اپنے سے زیادہ نازنین پر حملہ کرے گا

در تگ ہفتم زمیں زیر آردت
وہ تجھے ساتویں زمین کے نیچے گہرائی میں اتار دے گا

قصۂ عاد و ثمود از بہر چیست
عاد اور ثمود کا قصہ (قرآن میں) کس لئے ہے؟

تابدانی انبیاء را ناز کیست
(اسلئے ہے) تا کہ تو جان لے انبیاء کا کس پر ناز ہے

ایں نشانِ خسف و قذف و صاعقہ[2]
یہ دھنسنے اور سنگباری اور کڑک کی علامت

شد بیانِ عز نفس ناطقہ
نفس ناطقہ کی عزت کے اظہار کے لئے ہے

جملہ حیواں را پئے انساں بکش
تمام حیوانات انسان کے لئے مارے جا سکتے ہیں

جملہ انساں را بکش از بہر ہش
ہوشمند (انسانِ کامل) کیلئے سب انسان مارے جا سکتے ہیں

ہش چہ باشد عقل کل اے ہوشمند
اے عقلمند! ہوش کیا ہے؟ عقل کامل!

عقل جزوی ہش بود اما نژند
جزوی عقل رکھنے والا بھی صاحب ہوش ہوتا ہے لیکن افسردہ

جملہ حیواناتِ وحشی زِ آدمی
آدمی سے وحشت کرنے والے سب حیوان

باشد از حیوانِ انسی در کمی
مانوس جانوروں سے کم درجہ میں ہوتے ہیں

خونِ آنہا خلق را باشد سبیل
ان کا خون لوگوں کے لئے حلال ہے

زانکہ وحشی اند از عقل جلیل
کیونکہ وہ بڑی عقل (انسان) سے وحشی ہیں

1. ایں دو۔ یعنی شیطان اور بلعم باعور۔ گواہ۔ تا کہ لوگ ان کے حالات دیکھ کر اور سن کر عبرت حاصل کریں۔ ہمچو بند۔ گاؤں والے ڈاکوؤں کی نعشیں دیکھ کر جرائم سے باز رہتے ہیں۔ پرچم۔ بالوں کا گچھا جو جھنڈے کے سر پر باندھا جاتا تھا۔ گر زنی۔ اپنے سے بڑے سے مقابلہ ہلاکت کا باعث ہے۔ ناز کیست۔ یعنی انبیاء کو خدا پر ناز ہوتا ہے۔ خسف۔ زمین میں دھنسنا، قارون زمین میں دھنسایا گیا۔ قذف۔ سنگباری، قوم لوط کو سنگسار کر دیا گیا تھا۔

2. صاعقہ۔ بجلی کی کڑک، قوم ثمود پر بجلی گری تھی۔ نفس ناطقہ۔ یعنی انبیاء کرام۔ جملہ حیواں۔ جس طرح حیوانات کو انسانوں کے لئے ذبح کیا جا سکتا ہے، اسی طرح انبیاء کی خاطر نافرمانوں کو قتل کرا دیا جاتا ہے۔ عقل کل۔ مکمل عقل، یعنی انبیاء۔ عقل جزوی۔ ناقص عقل والا، عوام۔ نژند۔ ضعیف، کمزور۔ حیوانات وحشی۔ جنگلی جانور۔ حیوان انسی۔ پالتو جانور۔ سبیل۔ حلال یعنی شکاری ان کا شکار کر لیتے ہیں۔ عقل جلیل۔ بڑی عقل یعنی انسان۔

خونِ ایشاں خلق را باشد روا
ان کا خون لوگوں کے لئے روا ہے

زانکہ انساں را نبند ایشاں سزا[1]
کیونکہ انسان سے ان کو مناسبت نہیں ہے

عزتِ وحشی بداں ساقط شدست
وحشی (جانور) کی عزت اسی وجہ سے جاتی رہی

کہ مُرانساں را مخالف آمدست
کہ وہ انسان کا مخالف ہے

پس چہ عزت باشدت اے نادرہ
اے احمق! تیری عزت کیا رہے گی؟

چوں شدی تو حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَہ
جب تو بھڑکنے والے گدھوں (میں سے) بن گیا

خر نشاید کشت از بہر صلاح
مصلحت کی وجہ سے گدھے کو ذبح نہیں کیا جاتا ہے

چوں شود وحشی شود خونش مباح
جب وحشی (گورخر) ہو جاتا ہے تو اسکا خون حلال ہو جاتا ہے

گرچہ خر را دانش زاجر نبود
اگرچہ گدھے میں روکنے والی عقل نہیں ہے

ہیچ معذورش نمیدارد وَدُوْد
پھر بھی خدا اس کو معذور نہیں رکھتا ہے

پس چو وحشی شد ازاں دم آدمی
پھر جب انسان اس (انبیاء کی) گفتگو سے وحشی ہو جائے

کے بود معذور اے یارِ سمی
اے عالی قدر دوست! وہ کب معذور ہوگا؟

لا جَرَمَ کفار راشد خوں مباح
لامحالہ کفار کا خون مباح ہو گیا

ہمچو وحشی پیشِ نشاب و رِماح
وحشی (جانور) کی طرح تیروں اور نیزوں کے سامنے

جفت و فرزندانِ شاں جملہ سبیل[2]
ان کی بیویاں اور اولاد سب مباح ہو گئے

زانکہ بے عقل اند و مردود و ذلیل
اسلئے کہ وہ (دین سے) بے عقل ہیں اور مردود اور ذلیل ہیں

باز عقلے کو رَمد از عقلِ عقل
پھر وہ عقل جو (انبیاء کی) عقل کل سے وحشت کرتی ہے

گردد از عقلی بحیوانات نقل
عقلمندی سے حیوانات کی طرف منتقل ہو جاتی ہے

بشنو اکنوں در بیانِ ایں سخن
اب اس سلسلہ میں ایک قصہ سن

قصۂ از جان و نیکو گوش کن
دل و جان سے اور اچھی طرح سن

اعتماد کردنِ ہاروت و ماروت بر عصمت خویش و
ہاروت اور ماروت کا اپنی پاکدامنی پر گھمنڈ کرنا اور دنیا کی

امیریِ دنیا خواستن و در فتنہ افتادن
سرداری چاہنا اور فتنہ میں پھنس جانا

ہمچو ہاروت و چو ماروتِ شہیر
مشہور ہاروت اور ماروت جیسوں نے

از بطر خوردند زہر آلود تیر
تکبر کی وجہ سے زہر آلود تیر کھایا ہے

---

1. سزا۔ مناسبت، لائق۔ نادرہ۔ احمق۔ حمر مستنفرہ۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے "وہ کفار حق سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح گورخر شیر سے۔" صلاح۔ گدھے کی باربرداری کا فائدہ ہے۔ مباح۔ جائز۔ زاجر۔ منع کرنے والا۔ ودود۔ دوست رکھنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ دم۔ سانس، انبیاء کا کلام۔ سمی۔ بلند، عالی قدر۔ نشاب۔ نشابہ کی جمع ہے، تیر۔ رماح۔ رُمح کی جمع ہے، نیزہ۔ جفت۔ بیوی، جوڑا۔

2. سبیل۔ مباح۔ عقل عقل۔ یعنی انبیاء۔ عقلی۔ عقلمندی۔ نقل۔ منتقل۔ ہاروت و ماروت۔ مشہور ہے کہ یہ دو فرشتے تھے جن کو اپنی عبادت پر بڑا گھمنڈ پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے قہر خداوندی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ قصہ محض ایک افسانہ ہے جس کو مولانا نے عبرت کے لئے نقل کر دیا ہے جس کا خلاصہ خود اعتمادی اور گھمنڈ کے انجام بد کو واضح کرتا ہے۔ شہیر۔ مشہور۔ بطر۔ تکبر و غرور۔

اعتمادے[1] بود شاں بر قدسِ خویش
ان کو اپنے تقدس پر گھمنڈ تھا
چیست بر شیر اعتمادِ گاوِ میش
شیر (قضائے الٰہی) پر بھینس (انسان) کو کیا اطمینان ہوسکتا ہے

گرچہ اُو با شیر صد چارہ کند
اگرچہ وہ شیر کے مقابلہ میں سو تدبیریں کرے
شاخ شاخش شیر نر پارہ کند
نر شیر اس کے جوڑ جوڑ کے ٹکڑے کر دے گا

گرشود پُر شاخ ہمچو خار پُشت
خواہ وہ سینگوں سے ساہی کی طرح بھری ہو
شیر خواہد گاوَ را ناچار کشت
لامحالہ شیر گائے کو مار ڈالے گا

گرچہ صَرصَر بس درختاں می کند
اگرچہ آندھی بہت سے درختوں کو اکھاڑ دیتی ہے
با گیاہِ پست احساں می کند
(لیکن) چھوٹی گھاس پر احسان کرتی ہے

بر ضعیفی گیاہ آں بادِ تُند
گھاس کی کمزوری پر، تیز ہوا نے
رحم کرد اے دل تو از قوّت مَلَنْد
رحم کیا اے دل! تو قوت کے بارے میں نہ غرا

تیشہ را زانبوہی شاخِ درخت
درخت کی شاخ کے گھنے پن سے کلہاڑا
کے ہراس آید برد لخت لخت[2]
کب ڈرتا ہے، اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

لیک بر برگے نکو بد خویش را
لیکن پتے پر اپنے آپ کو نہیں مارتا ہے
جز کہ بر تیشے نکو بدنیش را
سوائے سخت کے اپنی دھار نہیں چلاتا ہے

شعلہ را زانبوہی ہیزم چہ غم
سوختے کے گٹھڑ کے گھنے پن سے آگ کو کیا ڈر ہے؟
کے رمد قصاب زانبوہے غنم
بکریوں کے ریوڑ سے قصاب کب بھاگتا ہے؟

پیشِ معنیٰ چیست صورت بس زبوں
معنی (مؤثر) کے سامنے صورت (متاثر) کی کیا حقیقت ہے، بہت عاجز
چرخ را معنیش می دارد نگوں
آسمان کو اس کا معنی (مؤثر) اوندھا رکھتا ہے

تو قیاس از چرخِ دولابی بگیر
تو (کنویں کی) گھرّی پر قیاس کر لے
گردشش از چیست از عقلِ مُنیر
اسکی گردش کس کی وجہ سے ہے؟ روشن عقل کی وجہ سے

گردشِ ایں قالب ہمچوں سپر
ڈھال جیسے اس جسم کی گردش
ہست از روحِ مستّر اے پسر
اے صاحبزادے! چھپی ہوئی روح کی وجہ سے ہے

گردشِ ایں باد از معنیٰ اُوست
اس ہوا کی گردش اس (اللہ تعالیٰ) کے اثر سے ہے
ہمچوں چرخے کُو اسیر آبِ جوست
اس پن چکی کی طرح جو نہر کے پانی کی پابند ہے

جزر و مدّ و دخل و خرجِ ایں نفس
اس سانس کا اتار اور چڑھاؤ، اندر جانا اور باہر نکلنا
از کہ باشد جُز زجانِ پُر ہوس
سوائے پُرہوس روح کے کس کی وجہ سے ہے؟

۱ اعتماد۔ بھروسہ۔ قدس۔ پاکبازی۔ گاو میش۔ بھینس۔ شاخ شاخ۔ ایک ایک عضو۔ پارہ۔ ٹکڑا۔ شاخ۔ سینگ۔ خار پشت۔ بلی کے برابر ایک جنگلی جانور ہے جس کے تمام بدن پر تیروں جیسے کانٹے ہوتے ہیں جن کو وہ اپنی مدافعت میں کھڑا کر لیتا ہے۔ گاو۔ یعنی بھینس۔ گرچہ۔ قضا سے صرف زاری اور دعا کے ذریعہ بچا جا سکتا ہے۔ صرصر۔ آندھی۔ ملند۔ نہی کا صیغہ ہے لندیدن بوزن جنبیدن، غرانا، بکارنا۔ تیشہ۔ کلہاڑا۔ ہراس۔ خوف۔

۲ لخت لخت۔ ریزہ ریزہ۔ نیش۔ سخت، دھار، ڈنک۔ انبوہی۔ کثرت۔ ہیزم۔ ایندھن۔ قصاب۔ قصائی۔ غنم۔ بکریاں۔ معنی۔ یعنی مؤثر جو کائنات میں تصرف کر رہا ہے۔ صورت۔ یعنی کائنات۔ چرخ دولابی۔ گھرّی جس پر رسی ڈال کر ڈول کھینچا جاتا ہے۔ عقل منیر۔ یعنی انسانی عقل۔ قالب۔ جسم۔ مستر۔ مستور۔ چرخ۔ یعنی پن چکی۔ پُر ہوس۔ ہوسناک۔

گاہ[1] جیمش می کند گہ حاؤ دال — گاہ صلحش می کند گاہے جدال
وہ (روح) اس (سانس) کو کبھی جسم بناتی ہے کبھی حا اور دال — کبھی اسکو (باعث) صلح بنا دیتی ہے، کبھی لڑائی کا (سبب)

گہ یمینش می برد گاہے یسار — گہ گلستاں می کند گاہیش خار
کبھی اس کو دائیں طرف لے جاتی ہے، کبھی بائیں طرف — کبھی اس کو چمن بنا دیتی ہے، کبھی کانٹا

ہمچناں ایں آب را یزدانِ پاک — کرد بر فرعون خونِ سہمناک
اسی طرح اللہ پاک نے پانی کو — فرعون پر خوفناک خون بنا دیا

ہم چنیں ایں باد را یزدانِ ما — کردہ بد بر عاد ہمچوں اژدہا
اسی طرح ہمارے اللہ نے اس ہوا کو — قومِ عاد پر اژدہے کی طرح بنا دیا تھا

باز ہم ایں باد را بر مومناں — کردہ بد صلح و مراعات و اماں
پھر اسی ہوا کو مومنوں پر — صلح اور رعایت اور امن بنا دیا تھا

گفت اَلْمَعْنٰی هُوَ اللّٰهُ[2] شیخ دیں — بحر معنیہاست رَبُّ الْعَالَمِیْں
دین کے شیخ نے فرمایا ہے معنی وہ اللہ ہی ہے — معانی کا سمندر رب العالمین ہے

جملہ اطباقِ زمین و آسماں — ہمچو خاشاکے دراں بحر رواں
زمین اور آسمان کے سارے طبقے — اس جاری سمندر میں تنکے کی طرح ہیں

جملہا و رقص خاشاک اندراب — ہم ز آب آمد بوقت اضطراب
پانی کے اندر تنکے کے حملے اور رقص — پانی کے موجزن ہونیکے وقت پانی کیوجہ سے ہوتے ہیں

چونکہ ساکن خواہدش کرد از مرا — سوئے ساحل افگند خاشاک را
چونکہ کشکش سے اس کو سکون دینا چاہتا ہے — (اس لئے) تنکے کو ساحل پر پھینک دیتا ہے

چوں کشد از ساحلش در موجگاہ — آں کند آں موج کاتش با گیاہ
پھر جب اس کو ساحل سے موجوں کی جگہ لائے گا — وہ موج اسکے ساتھ وہ کریگی جو آگ گھاس سے (کرتی ہے)

ایں حدیث آخر ندارد باز راں — جانب ہاروت و ماروت اے جواں
اس بات کا آخر نہیں ہے، پھر چل — اے جوان! ہاروت و ماروت (کے قصہ) کی جانب

بقیہ قصۂ ہاروت و ماروت و نکال و عقوبت ایشاں
ہاروت اور ماروت اور ان کی سزا اور عذاب کے قصہ کا بقیہ

1. گاہ۔ روح، انسان کے سانس کو مختلف حرفوں کی آواز میں منہ سے خارج کرتی ہے۔ گاہ صلحش۔ کبھی ایسے اچھے الفاظ منہ سے نکالتی ہے جو باہمی دوستی اور صلح کا سبب بنتے ہیں اور کبھی ایسے الفاظ نکالتی ہے جن سے دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ گلستاں۔ یعنی وہ کلام جو باغ کی طرح باعث تفریح ہو۔ خار۔ یعنی ایسا کلام جو کانٹے کی طرح چبھے۔ فرعون۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے لئے پانی کو ہلاکت کا سبب بنا دیا۔ عاد۔ قومِ عاد پر ہوا مسلط کر دی جس نے اژدہوں کی طرح ان کو تباہ کر دیا۔ بر مومناں۔ غزوۂ احزاب میں ہوا ہی مسلمانوں کی فتح مندی کا سبب بنی تھی۔ شیخ دین۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ۔

2. المعنی ہو اللہ۔ یعنی مؤثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور تمام اسباب کا وہی مرجع ہے۔ جملہ۔ اس بحر رواں یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے آسمانوں اور زمینوں کی حقیقت تنکے سے زیادہ نہیں ہے، جس طرح ایک سمندر تنکے پر اثر انداز ہے اسی طرح حضرت حق زمینوں اور آسمانوں پر اثر انداز ہے۔ اطباق۔ طبقات۔ آں کند۔ یعنی جب قیامت میں کائنات کو دوبارہ وجود میں لائے گا اس قدر جلد ان میں تاثیر کرے گا جیسا کہ آگ پھونس میں تاثیر کرتی ہے۔ نکال۔ عذاب۔ عقوبت۔ سزا۔

چوں گناہ و فسق خلقانِ جہاں
جب دنیا کی مخلوق کی بدکاری اور گناہ
دست خائیدن[1] گرفتندے زخشم
وہ غصہ سے ہاتھ چبانا شروع کر دیتے
خویش در آئینہ دید آں زشت مرد
بدصورت نے اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھا
خویش بیں چوں از کسے جرمے بدید
خود بیں جب کسی کا کوئی گناہ دیکھتا ہے
حمیت دیں خواند اُو آں کبر را
اس تکبر کو وہ دین کی حفاظت بتاتا ہے
حمیت دیں را نشانے دیگرست
دینی حمیت کی علامت تو دوسری ہے
گفت حق شاں گر شما روشنگرید
اللہ (تعالیٰ) نے ان (ہاروت و ماروت) سے فرمایا اگر تم نورانی ہو
شکر گوئید اے سپاہ و چاکراں
اے سپاہیو اور خادمو! شکر ادا کرو
گر ازاں معنیٰ نہم من بر شما
اگر وہ معنیٰ (شہوت) میں تم میں رکھ دوں
عصمتے کہ مر شما را در تن ست
وہ پاکدامنی جو تمہارے جسم میں ہے
آں زمن بینید نز خود ہین و ہیں
اس (عصمت) کو میری جانب سے سمجھو نہ کہ اپنی جانب سے خبردار خبردار
آنچنانکہ کاتب وحی رسول
جیسا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وحی کے کاتب نے
خویش را ہم لحن مرغانِ خدا
اپنے آپ کو طائرانِ قدس کا ہم نوا

می شدے روشن بایشاں آں زماں
ان پر واضح ہوتا، اس وقت
لیک عیب خود ندیدندے بچشم
لیکن آنکھوں سے اپنا عیب نہ دیکھتے
رُو بگردانید ازاں و خشم کرد
اس سے منہ پھیر لیا اور اس پر غصہ کیا
آتشے دروے ز دوزخ شد پدید
اس میں دوزخ کی آگ نمودار ہو جاتی ہے
ننگرد در خویش نفس گبر را
اپنے اندر بے دین نفس کو نہیں دیکھتا ہے
کہ ازاں آتش جہانے اخضرست
کہ اس آگ سے تو دنیا سرسبز ہوتی ہے
در سیہ کاراں مغفّل منگرید
سیاہ کاروں کو غفلت سے نہ دیکھو
رستہ اید از شہوت و از مثل آں[2]
کہ شہوت اور اس جیسی چیز سے بچے ہوئے ہو
مر شمارا پیش نپذیرد سما
تمہیں آسمان نہ قبول کرے
آں ز عکس عصمت و حفظ من ست
وہ میرے بچانے اور حفاظت کرنے کا اثر ہے
تانچربد بر شما دیو لعیں
تاکہ تم پر لعین شیطان غالب نہ آ جائے
دید در خود حکمت و نورِ وصول
اپنے اندر حکمت اور وصول (الی اللہ) کی روشنی دیکھی
می شمرد آں بد صفیرے چوں صدا
سمجھا، (حالانکہ) وہ صدائے بازگشت کی طرح کی آواز تھی

---

1. دست خائیدن۔ ہاتھ چبانا یعنی افسوس کرنا۔ خشم۔ غصہ۔ زشت مرد۔ بدصورت آدمی۔ خویش بیں۔ خود پسند، متکبر۔ حمیت۔ بوزن خدمت، حفاظت کرنا، پرہیز کرنا اور اگر حاء کا فتحہ میم کا کسرہ اور یا کو مشدد پڑھا جائے تو غیرتمندی کے معنی میں ہوگا۔ گبر۔ بے دین، سرکش۔ اخضر۔ سرسبز یعنی دین کی غیرت سے جو غصہ آتا ہے وہ دنیا کی سرسبزی کا باعث ہوتا ہے۔ روشنگر۔ نورانی۔ سیہ کار۔ گنہگار۔ مغفّل۔ غافل۔ سپاہ و چاکراں۔ فرشتے اللہ کے سپاہی اور خدام دربار ہیں۔
2. مثل آں۔ بعض نسخوں میں اس کی بجائے چاک راں ہے، ران کا شگاف یعنی عورت کی شرمگاہ۔ معنیٰ۔ یعنی شہوت۔ سما۔ آسمان۔ عصمت۔ پاکدامنی، بچاؤ۔ زمن۔ از من۔ چربد۔ چربیدن، غالب آ جانا۔ آنچنانکہ۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی پرتو کو اپنی ذاتی صفت سمجھنا غلط ہے۔ کاتب۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ وصول۔ یعنی خدا رسیدہ۔ لحن۔ آواز۔ مرغانِ خدا۔ انبیاء جن کا طائرِ روح قدسِ باری کے قریب رہتا ہے۔ صفیر۔ سیٹی، پرندہ کی آواز۔ صدا۔ گونج۔

لحن مُرغاں را اگر واصف[1] شوی — بر ضمیر مُرغ کے واقف شوی

اگر تو پرندوں کی بولی بولے — پرندہ کے دل سے تو کب واقف ہو سکتا ہے؟

گر بیا موزی صفیرے بلبلے — تو چہ دانی کو چہ گوید با گلے

اگر تو بلبل کی چہچہاہٹ سیکھ لے — تو کیا جانے کہ وہ پھول سے کیا کہتی ہے؟

وَر بدانی از قیاس و از گماں — باشد آں بر عکس آں اے ناتواں

اگر تو قیاس اور گمان سے سمجھ بھی لے — (تو) اے ناتواں! وہ اس کے برعکس ہوگا

باشد آں بے شک و بے شبہ گماں — چوں زلب جنباں گمانہائے کراں

وہ یقیناً (محض) گمان ہوگا — جیسا کہ بہرے کا گمان، ہونٹ ہلانے والوں کے بارے میں

بعیادت رفتن کر بخانہٴ ہمسایہٴ بیمار و رنجیدنِ بیمار

ایک بہرے کا بیمار پڑوسی کے گھر مزاج پرسی کے لئے جانا اور بیمار کا رنجیدہ ہونا

آں کرے را گفت افزوں[2] مایہٴ — کہ ترا رنجور شد ہمسایہٴ

ایک ذی حیثیت آدمی نے بہرے سے کہا — کہ تیرا پڑوسی بیمار ہو گیا ہے

گفت باخود کر کہ باگوشِ گراں — من چہ دریابم زگفت آں جواں

بہرے نے اپنے دل میں کہا کہ بہرے کانوں سے — میں اس نوجوان کی گفتگو کیا سمجھوں گا

خاصہ رنجور و ضعیف آواز شد — لیک باید رفت آنجا نیست بد

خصوصاً (جبکہ وہ) بیمار اور کمزور آواز والا ہو گیا ہے — لیکن وہاں جانا ہی چاہئے، کوئی چارہ نہیں ہے

چوں بہ بینم کاں لبش جنباں شود — من قیاسے گیرم آنرا ہم زخود

جب میں دیکھوں گا کہ اس کے ہونٹ ہلتے ہیں — میں خودبخود اس سے قیاس کر لوں گا

چونکہ گویم چونی اے محنت کشم — اُو بخواہد گفت نیکم یا خوشم

جب میں کہوں گا اے میرے مصیبت زدہ دوست! تو کیسا ہے؟ — وہ کہے گا اچھا ہوں یا خوش ہوں

من بگویم شکر چہ خوردی ابا — اُو بگوید شربتے یا ماش با

میں کہوں گا (اللہ کا) شکر ہے، بابا کیا کھایا ہے؟ — وہ یا شوربا کہے گا یا اڑد کا شوربا

من بگویم صح نوشت کیست آں — از طبیباں پیش تو گوید فلاں

من کہوں گا تیرا پینا مناسب ہوا، وہ کون ہے؟ — طبیبوں میں سے تیرا معالج، وہ کہے گا فلاں

من بگویم بس مبارک پاست اُو — چونکہ اُو آید شود کارت نکو

میں کہوں گا وہ بہت مبارک قدم ہے — چونکہ وہ آتا ہے، تیرا کام اچھا ہو جائے گا

---

1. واصفؔ۔ صاحب وصف۔ ضمیرؔ۔ باطن، دل۔ دربدآنی۔ اگر انکل سے کچھ سمجھو گے تو وہ حقیقت کے خلاف ہوگا۔ کراںؔ۔ کر کی جمع، بہرا، بہرے دوسروں کے ہونٹوں کی حرکات سے کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جو عموماً صحیح نہیں ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو اس قصہ میں واضح کیا گیا ہے۔

2. افزوں مایہ۔ معزز آدمی، متمول۔ رنجورؔ۔ بیمار۔ کرؔ۔ بہرا۔ گوشِ گراںؔ۔ اونچا سننے والا کان۔ خاصہؔ۔ خصوصاً۔ نیست بدؔ۔ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اباؔ۔ ہم نے اب بمعنی باپ سمجھ کر ترجمہ کیا ہے۔ شربہؔ۔ شوربا۔ ماش باؔ۔ اڑد کی دال کا شوربہ۔ صح نوشتؔ۔ تیرا پینا درست ہوا۔ مبارک پاؔ۔ مبارک قدم۔

پائے اُو را آزمودستیم ما
ہم نے اس کا قدم آزمایا ہے
ایں جواباتِ قیاسی راست کرد
ان قیاسی جوابوں کو اس نے ٹھیک کر لیا
گویا رنجور را خاطر زِ کر
گویا، بیمار کا دل بہرے سے
کر درآمد پیشِ رنجور و نشست
بہرا، بیمار کے پاس پہنچا اور بیٹھ گیا
گفت چونی؟ گفت مُردم گفت شکر
اس نے کہا تو کیسا ہے؟ (بیمار نے) کہا میں تو مرگیا، اس نے کہا شکر ہے
کایں چہ شکرست اُو عدوِ ماشدست
کہ یہ کیسا شکر ہے وہ ہمارا دشمن ہوا ہے
بعد ازاں گفتش چہ خوردی گفت زہر
اسکے بعد اس نے کہا، تونے کیا کھایا ہے، اس نے کہا زہر!
بعد ازاں گفت از طبیباں کیست اُو
اس کے بعد اس نے کہا، طبیبوں میں سے کون ہے
گفت عزرائیل[2] می آید برو
(بیمار نے) کہا، ملک الموت آتا ہے، جا
ایں زماں از نزدِ اُو آیم برت
میں تیرے پاس ابھی اس کے پاس سے آیا ہوں
کر بروں آمد ازانجا شادماں
بہرا اس جگہ سے خوش خوش لوٹا
خود گمانش از کری معکوس بود
بہرے پن کی وجہ سے اس کا گمان الٹا تھا
رُو بره می گفت با خود از عما
وہ راستہ میں اندھے پن سے، اپنے دل میں سوچ رہا تھا
گفت رنجور ایں عدوِ جانِ ماست
(لیکن) مریض نے کہا، یہ تو ہماری جان کا دشمن ہے

ہر کجا شد می شود حاجت[1] روا
جہاں پہنچتا ہے، حاجت روا بن جاتا ہے
پیشِ آں رنجور شد آں نیک مرد
(پھر) وہ نیک انسان، بیمار کے پاس گیا
اندکے رنجیدہ بود اے پُرہنر
کچھ رنجیدہ تھا، اے ہنرمند!
برسرِ اُو خوش ہمی مالید دست
اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگا
شد ازو رنجور پُر آزار و نکر
اس سے بیمار، تکلیف اور ناگواری سے بھر گیا
کر قیاسے کرد و آں کژ آمدست
بہرے نے انکل لگائی اور وہ ٹیڑھی لگی
گفت نوشت باد افزوں گشت قہر
اس نے کہا مبارک ہو، اس کا غصہ اور بڑھا
کہ بیاید اُو بچارہ پیشِ تو
جو تیرے پاس علاج کے لئے آتا ہے؟
گفت پایش بس مبارک شاد شو
اس نے کہا، اس کے قدم بہت مبارک ہیں، خوش ہو جا
گفتم اُو را تاکہ گردد غمخورت
میں نے اس کو کہا ہے کہ تیری خبر گیری کرے
شکر کش کردم مراعات ایں زماں
(اللہ کا) شکر ہے کہ میں نے اسوقت اسکا حق ادا کر دیا ہے
کہ زیانِ محض را پنداشت سود
کہ خالص نقصان کو وہ نفع سمجھا
شکر کہ کردم عیادت جار را
(خدا کا) شکر ہے کہ میں نے پڑوسی کی عیادت کر لی
ماندانستیم کو کانِ جفاست
ہم نہ سمجھے تھے کہ وہ تو ظلم کی کان ہے

1. حاجت روا۔ ضرورت کو پورا کرنے والا۔ راست کردن۔ صحیح کر لینا۔ خاطر۔ دل، مزاج۔ چونی۔ چساں ہستی۔ شکر۔ یعنی اللہ کا شکر ہے۔ نکر۔ ناگواری۔ بدست۔ بود ہ است۔ کژ۔ کج، ٹیڑھا۔ نوشت باد۔ تجھے مبارک ہو۔ قہر۔ یعنی بیمار کا غصہ۔ چارہ۔ علاج، تدبیر۔
2. عزرائیل۔ موت کے فرشتے کا نام ہے۔ برت۔ یعنی تیرے پاس۔ کش۔ کہ اش۔ مراعات۔ لحاظ، مروت۔ از کری۔ بہرے پن کی وجہ سے اس کے سب قیاس الٹے ہوئے اور منہ پڑے۔ رو برہ۔ روئے خود براہ آوردہ۔ عما۔ اندھا پن۔ کان۔ معدن۔ جفا۔ ظلم۔

خاطرِ رنجور جویاں صد سقط[1] | تا کہ پیغامش کند از ہر نمط
مریض کا دل سینکڑوں بری باتیں سوچ رہا تھا | تا کہ اس کو ہر طرح کا پیغام بھیجے

چوں کسے کو خوردہ باشد آشِ بد | می بشوراند دلش تا قے کند
اس شخص کی طرح جس نے خراب حریرہ پیا ہو | اس کا دل متلا رہا ہو تا کہ قے کر ڈالے

کظم غیظ ایں است آنرا قے مکن | تا بیابی در جزا شیریں سخن
غصہ کو گھونٹنا یہی ہے کہ اس کو نہ اگل | تا کہ بدلے میں میٹھی بات حاصل ہو

چوں نبودش صبر می پیچید اُو | کایں سگ ملعون کژ گفتار کو
چونکہ اس میں صبر (کا مادہ) نہ تھا، وہ بل کھا رہا تھا | کہ یہ ملعون کتا، بکواس کرنے والا کہاں ہے؟

تا بریزم بروے آنچہ گفتہ بود | کاں زماں شیرِ ضمیرم خفتہ بود
تا کہ اس پر پلٹ دوں جو اس نے کہا ہے | کیونکہ اس وقت میرے اندر کا شیر سو رہا تھا

چوں عیادت بہر دل آرامی ست | ایں عیادت نیست دشمن کامی ست
جبکہ بیمار پرسی دل کو آرام پہنچانے کے لئے ہے | یہ تو بیمار پرسی نہیں ہے، عداوت ہے

تا بہ بیند دشمن خود را نزار | تا بگیرد خاطرِ زشتش قرار
تا کہ اپنے دشمن کو بدحال دیکھے | تا کہ اس کی بری طبیعت کو سکون ہو

بس کساں کایشاں عبادتہا کنند | دل برضوان[2] و ثوابِ آں نہند
بہت انسان ہیں جو عبادت کرتے ہیں | اور (اللہ تعالیٰ کی) خوشنودی اور اسکے ثواب کی امید کرتے ہیں

خود حقیقت معصیت باشد خفی | بس کدر کانرا تو پنداری صفی
(لیکن) وہ چھپی ہوئی گنہگاری ہوتی ہے | بہت سے مکدر پانی ہوتے ہیں جن کو تو صاف پانی سمجھتا ہے

ہمچوں آں کر کو ہمی پنداشت ست | کو نکوئی کرد و آں خود بد بدست
اس بہرے کی طرح جس نے یقین کیا ہے | کہ اس نے بھلائی کی (حالانکہ) وہ برائی تھی

اُو نشستہ خوش کہ خدمت کردہ ام | حق ہمسایہ بجا آوردہ ام
وہ خوش ہو بیٹھا کہ میں نے خدمت کی ہے | (اور) پڑوسی کا حق ادا کیا ہے

بہر خود اُو آتشے افروخت ست | در دلِ رنجور و خود را سوخت ست
اس نے (تو) اپنے لئے آگ بھڑکا دی ہے | بیمار کے دل میں، اور اپنے آپ کو پھونک دیا ہے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ اَوْ قَدْتُمُوْ | اِنَّکُمْ فِی الْمَعْصِیَۃِ اِزْ دَدْ تُمُوْ
اس آگ سے بچو جو تم نے بھڑکائی | تم نے تو گنہگاری میں ترقی کی ہے

---

[1] سقط۔ بری بھلی باتیں۔ نمط۔ طرز، طریقہ۔ آش۔ حریرہ۔ بد۔ بدبودار۔ شورانیدن۔ بے چین ہونا۔ کظم۔ غصہ کو پی جانا۔ غیظ۔ غصہ، غضب۔ کو۔ کہاں۔ دشمن کام۔ دشمن کے مقصد کے مطابق، یعنی تباہ و برباد۔ نزار۔ بدحال۔ خاطر زشت۔ بدباطنی۔ بس کساں۔ یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان اپنے بہت سے اعمال کو صحیح سمجھتا ہے حالانکہ وہ غلط ہوتے ہیں۔

[2] رضوان۔ رضامندی۔ دل بر چیزے نہادن۔ کسی چیز کا امیدوار ہونا۔ کر۔ بہرا۔ کو۔ کہ اُو۔ ہمسایہ۔ پڑوسی۔ فاتقوا۔ پس بچو۔ النار۔ آگ۔ الّتی۔ جس کو۔ اَوْقَدْتُمْ۔ تم نے بھڑکایا۔ اِنَّکُمْ۔ بے شک تم۔ فِی الْمَعْصِیَۃِ۔ گناہ میں۔ اِزْدَدْتُمْ۔ تم بڑھ گئے۔

گفت[1] پیغمبرؐ بیک صاحب ریا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ریاکار سے فرمایا
صَلِّ اِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ یَا فَتیٰ
اے نوجوان! نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی ہے

از برائے چارۂ ایں خوفہا
ان ہی اندیشوں کے علاج کے لئے
آمد اندر ہر نمازے اِهْدِنَا
ہر نماز میں ''اے اللہ ہماری رہنمائی فرما'' آیا ہے

کیں نمازم رامیامیز اے خدا
کہ اے اللہ! میری اس نماز کو نہ ملا
با نمازِ ضالین[2] و اہل ریا
گمراہوں اور ریاکاروں کی نماز کے ساتھ

از قیاسے کہ بکرد آں کر چنیں
اس اٹکل کی وجہ سے جو اس بہرے نے کی
صحبت دہ سال باطل شد بدیں
دس سال کی دوستی ٹوٹ گئی

خواجہ پندارد کہ طاعت می کند
جناب سمجھ رہے ہیں کہ عبادت کرتے ہیں
بے خبر کز معصیت جاں می کند
اس سے بے خبر ہیں کہ گناہ کی وجہ سے جان کو ہلاک کر رہے ہیں

رو قیاسِ خویشتن را ترک کن
جا، اپنا قیاس چھوڑ
کز قیاست تو شود ریش کہن
کیونکہ تیرے قیاس کی وجہ سے زخم پرانا بن جائے گا

خاصہ اے خواجہ قیاسِ حس دوں
اے صاحب! خصوصاً وہ قیاس جو ناقص حس کے ذریعہ ہو
اندر آں وحی کہ ہست از حد فزوں
اس وحی میں جو (تیری) حد سے آگے ہے

گوشِ حس تو بحرف ار درخورست
تیرے حس کا کان اگر حرفوں کے لائق ہے (بھی)
داں کہ گوشِ غیب گیر تو کرست
(تو) سمجھ لے، کہ تیرا غیب کو سننے والا کان بہرا ہے

در بیان آں کہ اوّل کسیکہ در مقابل نصِ صریح قیاس آورد ابلیس بود

اس بیان میں کہ جس نے سب سے پہلے صریح نص کے مقابلہ میں قیاس کیا وہ شیطان تھا

اوّل آں کس کیں قیاسکہا نمود
سب سے پہلا شخص، جس نے یہ بے ہودہ قیاس کئے
پیشِ انوارِ خدا ابلیس بود
خدائی انوار کے مقابلہ میں، وہ شیطان تھا

گفت نار از خاک بے شک بہترست
اس نے کہا کہ یقیناً، آگ مٹی سے بہتر ہے
من ز نار و اُو زخاکِ اکدرست
میں آگ سے اور وہ (آدم) تاریک مٹی سے بنا ہے

پس قیاسِ فرع بر اصلش کنیم
ہم فرع کو اصل پر قیاس کریں گے
اُو ز ظلمت ما ز نورِ روشنیم
وہ تاریکی ہے، میں روشن نور سے (بنا) ہوں

---

[1] گفت پیغمبر۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے رکوع سجدہ ٹھیک کئے بغیر نماز پڑھی اور پھر آنحضورﷺ کو سلام کیا۔ آنحضورﷺ نے فرمایا جاؤ تم نے نماز نہیں پڑھی، دوبارہ پڑھو۔ تین بار ایسا ہی ہوا پھر آنحضورﷺ نے اس کو صحیح نماز کا طریقہ بتایا۔ یہ روایت اس شخص کے بارے میں ہے جس نے تعدیل ارکان نہیں کی تھی، اس کو ریاکار فرمانا ثابت نہیں ہے۔ اھدنا۔ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا، سورۂ فاتحہ میں ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

[2] ضالین۔ ضال کی جمع ہے، گمراہ۔ اہل ریا۔ ریاکار۔ صحبت دہ سال۔ بہرے اور بیمار پڑوسی کی دس سالہ ملاقات۔ ریش کہن۔ پرانا زخم، ناسور۔ حس دوں۔ کمتر درجہ کے حواس۔ از حد فزوں۔ وحی الٰہی کا حقیقی ادراک ظاہری حواس سے نہیں ہو سکتا ہے۔ درخور۔ لائق۔ قیاسک۔ کاف تحقیر کے لئے ہے چونکہ یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے۔ من زنار۔ شیطان کا مادہ ناری ہے اور آدم علیہ السلام کا خاکی ہے۔ اکدر۔ زیادہ میلا، تاریک۔ فرع۔ شاخ۔ کنیم۔ قیاس میں کسی جزوی مسئلہ کو کسی کلیہ سے مستنبط کیا جاتا ہے تو فرع سے مراد وہ جزوی مسئلہ ہے اور اصل سے کلیہ مراد ہے۔

گفت حق نے بلکہ لَا اَنسَابَ[1] شد
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا نہیں، بلکہ "نسبت کچھ نہیں" طے ہو گیا ہے

زہد و تقویٰ فضل را محراب شد
پرہیز گاری اور تقویٰ بزرگی کا مقام بن گیا ہے

ایں نہ میراثِ جہانِ فانی ست
یہ فانی دنیا کی وراثت نہیں ہے

کہ بہ انسابش بیابی، جانی ست
جسکو تو نسبت کی بنیاد پر حاصل کرے (بلکہ) روحانی (وراثت) ہے

بلکہ ایں میراثہائے انبیاءؑ ست
بلکہ یہ انبیاء کا ورثہ ہے

وارثِ ایں جانہائے اتقیاء ست
اس کی وارث متقیوں کی جانیں ہیں

پورِ آں بوجہل شد مومن عیاں
ابوجہل کا بیٹا علی الاعلان مومن بنا

پورِ آں نوحِ نبی از گمرہاں
نوح علیہ السلام نبی کا بیٹا گمراہوں میں سے (بنا)

زادۂ خاکی منور شد چو ماہ
خاک سے پیدا شدہ چاند کی طرح منور ہوا

زادۂ آتش توئی اے رُوسیاہ
اے روسیاہ! تو آگ سے پیدا شدہ ہے

ایں قیاسات و تحری روزِ ابر
یہ اٹکل اور قیاس ابر کے دن

یاشب مَر قبلہ را کردست جبر
یا رات میں قبلہ کا بدل ہیں

لیک با خورشید و کعبہ پیش رُو
لیکن سورج اور کعبہ کے سامنے ہوتے ہوئے

ایں قیاس و ایں تحری را مجو
یہ قیاس اور یہ اٹکل کام میں نہ لا

کعبہ نادیدہ[2] مکن رُو زو متاب
کعبہ کو ان دیکھا نہ بنا، اس سے منہ نہ موڑ

از قیاس اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ
قیاس کر کے، (اور) اللہ بہتر جانتا ہے

چون صفیرے بشنوی از مرغِ حق
جب تو طائر قدس کی آواز سن لیتا ہے

ظاہرش را یاد گیری چوں سبق
اس کے ظاہر کو سبق کی طرح رٹ لیتا ہے

وانگہے از خود قیاساتے کنی
پھر اپنی جانب سے قیاسات کرتا ہے

مَر خیالِ محض را ذاتے کنی
محض خیال کو تو ذات بنا لیتا ہے

اصطلاحاتے ست مر ابدال را
ابدال کی خاص اصطلاحیں ہیں

کہ نباشد زاں خبر اقوال را
(صاحب) اقوال کو ان کا علم نہیں ہوتا ہے

منطق الطیری بصوت آموختی
تو نے پرندوں کی بولی، آواز سے سیکھ لی

صد قیاس و صد ہوس افروختی
(اور) سینکڑوں قیاس اور سینکڑوں ہوسیں روشن کر دیں

[1] لا انسابَ۔ انسانی نسب کا روحانی معاملوں میں اعتبار نہیں ہے۔ محرابَ۔ صدر مقام۔ پورَ۔ بیٹا، ابوجہل کا بیٹا حضرت عکرمہؓ آخر میں مسلمان ہوئے اور بڑے کارنامے کئے جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ پور نوح۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان ایمان نہ لایا اور طوفان میں غرق ہوا۔ زادۂ خاکی۔ حضرت آدم علیہ السلام۔ زادۂ آتش۔ شیطان۔ تحریٰ۔ اٹکل لگانا، ابر کے دن یا رات میں اگر سمت قبلہ معلوم نہ ہو تو جس طرف بھی قبلہ ہونے کا زیادہ گمان ہو، نماز پڑھ لی جاتی ہے اور وہ نماز درست ہوتی ہے خواہ قبلہ کی مخالف سمت کو پڑھی گئی ہو۔

[2] کعبہ نادیدہ۔ اگر کعبہ سامنے ہو تو اس کو اَن دیکھا بنا کر تحری کرنا غلط ہوگا۔ مرغِ حق۔ انبیاء و اولیاء حظیرۂ قدس کے طائر کہلاتے ہیں۔ چوں سبق۔ یعنی صرف حروف رٹ لینا۔ خیالَ۔ یعنی غیر موجود چیز۔ ذات۔ یعنی حقیقت۔ اقوالَ۔ یعنی وہ لوگ جو الفاظ رٹے ہوئے ہیں اور معانی سے بہت دور ہیں، بعض نسخوں میں عقال ہے جو عاقل کی جمع ہے۔ منطق الطیر۔ پرندوں کی بولی، یہاں سے مولانا نے اولیاء کے مقابلہ میں قیاس آرائی کی برائی ظاہر کی ہے۔

ہمچو آں رنجور[1] دلہا از تو خست
اس بیمار کی طرح، تجھ سے بہت سے دل شکستہ ہو گئے
کر بہ پندارِ اصابت گشت مست
بہرا درستگی کے گھمنڈ سے مست ہو گیا

کاتب آں وحی زاں آوازِ مرغ
اس وحی کا کاتب طائر قدس کی آواز سے
بُردہ ظنّے کہ بود انبازِ مرغ
گمان کرنے لگا کہ وہ طائر قدس کا شریک ہے

مرغِ پرّے زد مَر اُو را کور کرد
طائر قدس نے ایک پر مارا (اور) اس کو اندھا کر دیا
نک فرو بردش بقعرِ مرگ و درد
اس کو موت اور عذاب کے گڑھے میں اتار دیا

ہیں بعکسے یا بظنّے ہم شما
خبردار! تم بھی پرتو یا گمان کی وجہ سے
در میفتید از مقاماتِ سما
آسمانی مراتب سے نہ گر پڑنا

گرچہ ہاروتید و ماروت و فزوں
اگرچہ تم ہاروت اور ماروت ہو اور بڑھ کر
از ہمہ بر بامِ نَحْنُ الصَّافُّوْن
سب سے، "ہم صف بندی کرنے والے ہیں" کے ایوان پر

بر بدیہائے بداں رحمت کنید
بروں کی برائی پر رحم کرو
برمنی و خویش بینی کم تنید[2]
خودی اور خودپسندی پر نہ اکڑو

ہیں مبادا غیرت آید از کمیں
خبردار! غیرتِ (خداوندی) گھات سے نہ نکل آئے
سرنگوں افتید در قعرِ زمیں
(اور) زمین کے گڑھے میں اوندھے گرو

ہر دو گفتند اے خدا فرماں تراست
(ہاروت ماروت) دونوں نے کہا اے خدا! حکم تیرا ہی ہے
بے امانِ تو امانے خود کجاست
تیری امان کے بغیر امان کہاں ہے؟

ایں ہمی گفتند دل شاں می طپید
یہ وہ کہہ رہے تھے (اور) ان کا دل بے چین تھا
بد کجا آید زما نِعْمَ الْعَبِیْد
ہم بہترین غلاموں سے برائی کیسے سرزد ہو سکتی ہے؟

خارِ خارِ دو فرشتہ ہم نہشت
ان دونوں فرشتوں کے وسوسوں نے نہ چھوڑا
تا کہ تخمِ خویش بینی را نکشت
جب تک کہ خودبینی کا بیج نہ بو دیا

بس ہمی گفتند کاے ارکانیاں
وہ کہتے تھے، اے عناصر سے بنے ہوؤ!
بے خبر از پاکی روحانیاں
روحانی مخلوق کی پاکیزگی سے بے خبر

ما کہ بر گردوں تتقہا می تنیم
ہم جو کہ آسمان پر (عبادت کے) خیمے تانتے ہیں
بر زمیں آئیم و شادُرواں زنیم
ہم زمین پر آئینگے اور (کارنامو نکے) شامیانے لگائینگے

ہر دو شاں گفتند مارا باک نیست
ان دونوں نے کہا ہمیں کوئی پروا نہیں ہے
کہ سرشت ما ز آب و خاک نیست
اس لئے کہ ہمارا خمیر پانی اور مٹی کا نہیں ہے

---

[1] رنجور۔ جس طرح بہرے سے وہ مریض دل شکستہ ہوا، بزرگوں کے دل تجھ سے خستہ ہوں گے۔ آوازِ مرغ۔ یعنی آنحضورﷺ کی آیات کی تلاوت۔ مرغ۔ یعنی آنحضورﷺ کو۔ یعنی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو یہ خیال ہو گیا کہ میں وحی میں شریک ہوں، مجھ پر بھی وحی آتی ہے۔ ہیں۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے اور خطاب ہاروت و ماروت کو ہے۔ نحن الصافون۔ ہم صف بستہ ہیں، یہ فرشتوں کا مقولہ ہے۔ منی۔ انانیت، خودی۔

[2] تنیدن۔ تننا، اکڑنا۔ غیرت۔ یعنی خدائی غیرت۔ کمیں۔ گھات۔ قعر۔ گہرائی۔ فرماں تراست۔ تجھے حکم دینے کا حق ہے۔ دل شاں می طپید۔ ان کے دل بے چین تھے، چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ان سے بدی کا صدور ممکن نہیں ہے۔ نعم العبید۔ اچھے غلام۔ خار خار۔ وسوسے جو دل میں کانٹے کی طرح چبھتے ہیں۔ ارکانیاں۔ وہ جو ارکان اربعہ یعنی چار عنصروں سے بنے ہوئے ہیں۔ تتق۔ بڑا خیمہ۔ شادرواں۔ سائبان، بڑا فرش، کنگرہ۔

عدل ورزیم و عبادت آوریم
ہم انصاف کریں گے اور عبادت بجا لائیں گے
باز ہر شب سوئے گردوں بر پریم
پھر ہر رات کو آسمان پر اڑ جائیں گے

تا شویم اعجوبۂ[1] دورِ زماں
یہاں تک کہ ہم دورِ زمانہ کے انوکھے بن جائیں گے
تا نہیم اندر زمیں امن و اماں
(کیونکہ) ہم زمین پر امن و امان قائم کریں گے

آں قیاسِ حالِ گردوں بر زمیں
آسمان کے حال کو زمین پر قیاس کرنا
راست ناید فرق دارد در کمیں
درست نہ ہوگا، گہرا فرق ہے

در بیانِ آنکہ حالِ خود و مستیِ خود پنہاں باید داشت

اس کا بیان کہ اپنی حالت اور اپنی مستی کو چھپانا چاہیے

بشنو الفاظِ حکیم پردۂ
رازداں حکیم کے الفاظ سن
سرہم آنجا نہ کہ بادہ خوردۂ
جس جگہ تو نے شراب پی ہے وہیں سر رکھ دے

مستے از میخانۂ چوں ضال شد
کوئی مست جب کسی میخانہ سے بھٹک گیا
تسخر و بازیچۂ اطفال شد
وہ بچوں کے لئے مسخرہ اور کھلونا بن گیا

می فتد اُو سوبسو بر ہر رہے
وہ ادھر ادھر ہر راستہ پر گرتا ہے
در گل و می خندش ہر ابلہے
کیچڑ میں، اور اس پر ہر احمق ہنستا ہے

اُو چنین و کودکاں اندر پیش
وہ اس حال میں اور بچے اس کے پیچھے
بے خبر از مستی و ذوقِ میش
بے خبر اس کی شراب اور مستی کے ذوق سے

خلق اطفال اند جز مستِ[2] خدا
مخلوق بچے ہیں، خدا کے مست کے علاوہ
نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
بالغ کوئی نہیں ہے اسکے علاوہ جو نفسانی خواہش سے نجات پائیں

گفت دنیا لعب و لہو ست و شما
(اللہ نے) فرمایا ہے دنیا کھیل کود ہے اور تم
کودکید و راست فرماید خدا
بچے ہو اور خدا درست فرماتا ہے

از لعب بیروں نرفتی کودکی
تو کھیل کود سے باہر نہیں نکلا، تو بچہ ہے
بے زکاتِ روح کے باشد زکی
روح کی پاکیزگی کے بغیر تو پاک کب ہو سکتا ہے؟

چوں جماعِ طفل داں ایں شہوتے
تو اس شہوت کو بچہ کے جماع کی طرح سمجھ
کہ ہمی رانند ایں جا اے فتے
جس کو وہ یہاں پورا کر رہے ہیں؟ اے نوجوان!

ایں جماعِ طفل چہ بود بازئے
بچہ کا جماع کیا ہوتا ہے؟ محض کھیل
با جماعِ رستمے و غازئے
رستم اور غازی کے جماع کے سامنے

---

1. اعجوبہ۔ تعجب کی چیز۔ دربیان۔ ان اشعار کا مقصد یہ ہے کہ اہل باطن کو اسرار کا اظہار نہ کرنا چاہیے تاکہ عوام غلط قیاس آرائی کر کے تباہ نہ ہوں۔ حکیم۔ اس سے حکیم سنائی رحمتہ اللہ علیہ مراد ہیں۔ سرنہادن۔ پڑ رہنا۔ ضال۔ راستہ بھول جانے والا مسافر۔ تسخر۔ تمسخر۔ بازیچہ۔ کھلونا۔ پیش۔ پیچھے اُو۔
2. مستِ خدا۔ عاشق خدا۔ رہیدہ۔ آزاد۔ گفت۔ قرآن پاک میں ہے وما هذه الحيوة الدنيا الا لهو و لعب "دنیا کی زندگی تو محض جی کا بہلاوا اور کھیل ہے" لہٰذا دنیا دار بچے ہیں جو دنیا کے کھلونے سے کھیلتے ہیں۔ زکات۔ پاکیزگی۔ زکی۔ پاکیزہ۔ جماعِ طفل۔ نابالغ بچہ کے جماع کا کوئی نتیجہ نہیں ہے، اسی طرح اہل دنیا حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ فتے۔ فتی کا امالہ ہے، نوجوان۔ خلقان۔ خلق کی جمع، مخلوق۔

جنگ خلقاں ہمچوں جنگ کودکاں
لوگوں کی لڑائی بچوں کی لڑائی جیسی ہے
جملہ بے معنی و بے مغز و مہاں
سب بے معنی اور بے مغز اور حقیر

جملہ باشمشیر چوبیں جنگ شاں
ان کی لڑائی لکڑی کی تلواروں سے ہے
جملہ در لَا یَنْبَغِی[1] آہنگ شاں
ان کا قصد و ارادہ سب "غیر مناسب" میں داخل ہے

جملہ شاں گشتہ سوارہ برنئے
سب لکڑی کے سوار بنے ہوئے ہیں
کایں براقِ ماست یا دُلدل پئے
کہ یہ ہمارا براق ہے یا دُلدل قدم ہے

حامل اند و خود زجہل افراشتہ
وہ لدے ہوئے ہیں اور نادانی سے اپنے آپ کو بلند کیے ہوئے
راکب و محمولِ رہ پنداشتہ
راستہ کا سوار اور چڑھا ہوا سمجھتے ہیں

باش تا روزے کہ محمولانِ حق
ٹھہر، جب تک حق کے سوار کسی دن
اسپ تازاں بگذرند از نہ طبق
گھوڑے دوڑاتے ہوئے نو آسمانوں سے گذر جائیں

یَعْرُجُ الرُّوْحُ اِلَیْہِ وَ الْمَلَکُ
فرشتے اور روح اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف چڑھیں گے
مِنْ عُرُوْجِ الرُّوْحِ یَھْتَزُّ الْفَلَکُ
روح کے چڑھنے سے آسمان جھومے گا

ہمچو طفلاں جملہ تاں دامن سوار
بچوں کی طرح تم سب دامن پر سوار ہو
گوشۂ دامن گرفتہ اسپ وار
گھوڑے کی طرح دامن کو پکڑے ہوئے ہو

از حق اِنَّ الظَّنَّ[2] لَا یُغْنِیْ رسید
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے "گمان فائدہ نہیں دیتا ہے" وارد ہوا ہے
مرکب ظن بر فلکہا کے دَوِید
گمان کا گھوڑا آسمانوں پر کب دوڑا ہے؟

اَغْلَبُ الظَّنَّیْنِ فِیْ تَرْجِیْحِ ذَا
دو گمانوں میں سے زیادہ غالب اس کی ترجیح کے لئے ہے
لَا تُمَارِ الشَّمْسَ فِیْ تَوْضِیْحِھَا
سورج کی وضاحت میں نہ جھگڑ

آفتابِ حق چو گردد مستوی
حق کا سورج جب سر پر آ جائے گا
در قیامت بر رشید و برغوی
قیامت میں راہ یاب اور گمراہ پر

آنگہے بینند مرکبہائے خویش
اس وقت اپنی سواریوں کو دیکھیں گے
مرکبے سازیدہ اند از پائے خویش
کہ انہوں نے اپنے پیر کو سواری بنایا ہے

وہم و حس و فکر و ادراکِ شما
تمہارا وہم اور حس اور فکر اور معلومات
ہمچو نے داں مرکب کودک ہلا
آگاہ! ان کو بچہ کی بانس کی سواری کی طرح سمجھ

---

1. لاینبغی۔ غیر مناسب چیزیں۔ نے۔ بانس، عموماً بچے بانس پر سوار ہو کر اس کو گھوڑا سمجھ کر کھیلتے ہیں، ایسے ہی اہل ظاہر غیر حقیقی دلائل پر سوار ہیں۔ براق۔ وہ سواری جو آنحضورﷺ کو معراج میں ملی تھی۔ دلدل۔ آنحضورﷺ کا وہ خچر جو حاکم اسکندریہ نے بطور تحفہ دیا تھا۔ حامل۔ اٹھانے والا، سواری۔ راکب۔ سوار۔ محمول۔ سوار۔ محمولان حق۔ خدائی سوار۔ نہ طبق۔ نو آسمان۔ یعرج۔ چڑھے گا۔ یھتز۔ جھولے گا۔ ہمچو۔ بچے یہ بھی کرتے ہیں کہ اپنے دامن کو ہی ٹانگوں کے درمیان کر کے اس کو گھوڑا تصور کر لیتے ہیں، یہی حال اہل ظاہر کا ہے جو غلط دلائل پر سوار ہیں۔

2. ان الظن۔ قرآن پاک میں ہے "وہ لوگ صرف گمان کا اتباع کرتے ہیں اور گمان حق بات کے مقابل کچھ مفید نہیں ہے، لہٰذا حقائق باطنہ کا محض ظن کی بنیاد پر انکار درست نہیں ہے۔ اغلب۔ یعنی ظن غالب پر تو جب عمل ہوتا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں بھی ظن ہی ہو۔ یقین کے بالمقابل ظن بالکل باطل ہے، جب سورج سامنے ہو تو اس کے انکار کے ظنی دلائل بالکل بیکار ہیں۔ مستوی۔ یعنی نصف النہار میں۔ آنگہے۔ جو ظنی علوم پر عامل ہیں انہیں ان کے باطل ہو جانے کا یقین آ جائے گا۔ وہم۔ یعنی عقلی دلائل کی وہی حقیقت ہے جیسے بچوں کے بانس کی جس کو انہوں نے گھوڑا سمجھ رکھا تھا۔

علمہائے[1] اہل دل حمال شاں
اہل دل کے علوم ان کی سواری ہیں

علمہائے اہل تن اَحمالِ شاں
تن پروروں کے علم ان کا بوجھ ہیں

علم چوں بر دل زند یارے شود
علم جب دل پر اثر کرے گا، مددگار ہوگا

علم چوں برتن زند بارے شود
علم جب بدن پر اثر کرے، بوجھ ہوگا

گفت ایزد یَحمِلُ اَسفَارَہٗ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اپنی کتابیں لادے ہوئے ہے

بار باشد علم کاں نبود ز ھُوْ[2]
وہ علم بوجھ ہوتا ہے جو اللہ کی جانب سے نہ ہو

علم کاں نبود ز ھُوْ بے واسطہ
جو علم اللہ تعالیٰ کی جانب سے بلاواسطہ نہ ہو

آں نپاید ہمچو رنگ ماشطہ
وہ پائیدار نہیں ہوتا ہے، مشاطہ کے (لگائے ہوئے) رنگ کی طرح

لیک چوں ایں بار را نیکو کشی
لیکن جب تو اس بوجھ کو اچھی طرح کھینچے گا

بار برگیرند و بخشندت خوشی
بوجھ اتار لیں گے اور تجھے خوشی بخشیں گے

ہیں بکش بہر خدا ایں بارِ علم
خبردار! علم کے اس بوجھ کو اللہ کے لئے اٹھا

تا بہ بینی در دروں انبارِ علم
یہاں تک کہ تو (اپنے) اندر علم کے انبار دیکھے

ہیں مکش بہر ہوا ایں بارِ علم
خبردار! علم کے اس بوجھ کو (خواہش نفسانی کیلئے نہ اٹھا)

تا شوی راکب تو بر رہوارِ علم
تاکہ تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو جائے

چونکہ بر رہوارِ علم آئی سوار
جب تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے گا

بعد ازاں افتد ترا از دوش بار
اس کے بعد تیرے کندھے سے بوجھ ہلکا ہوگا

از ہواہا کے رہی بے جام ھُوْ
محبت الٰہی کے جام کے بغیر تو خواہشات سے کب چھوٹ سکتا ہے

اے ز ھُوْ قانع شدہ[3] با نامِ ھُوْ
اے وہ کہ جو اللہ کی ذات کی بجائے نام پر قانع ہو گیا ہے

از صفت وز نام چہ زاید خیال
(اللہ کی) صفت اور نام سے کیا پیدا ہوتا ہے؟ خیال (پیدا ہوتا ہے)

واں خیالش ہست دلّالِ وصال
اور وہ اس کا خیال، وصال کا راہنما ہے

دیدۂ دلّال بے مدلول ہیچ
کبھی تو نے کوئی راہنما بغیر مقصود کے دیکھا ہے

تا نباشد جادہ نبود غول ہیچ
جب تک راستہ نہ ہو، کبھی چھلاوا نہیں ہوتا ہے

---

1. علمہائے۔ یقینی علوم راحت رساں ہیں، ظنی علوم وبالِ جان ہیں۔ حمال۔ بوجھ اٹھانے والا۔ احمال۔ حمل کی جمع ہے، بوجھ۔ بردل۔ یعنی وہ علم جو بطریقہ الہام اور وحی حاصل ہو۔ برتن۔ یعنی وہ علم جو بدن کے حواس کے ذریعہ حاصل ہو۔ یحمل۔ قرآن پاک میں ہے ”جن لوگوں پر تورات پر عمل کرنے کا بار ڈالا گیا پھر وہ اس پر کاربند نہ ہوئے ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔“ اسفار۔ سفر کی جمع ہے، کتاب۔

2. ھو۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ بے واسطہ۔ کسبی علوم کے بعد دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جو وہبی ہے، یہاں علم سے وہی کیفیت مراد ہے۔ ماشطہ۔ مشاطہ، نائن جو دلہن کو بناؤ سنگھار کراتی ہے۔ ایں بار۔ یعنی کسبی علوم بیکار نہیں ہیں ان کو اللہ کے لئے حاصل کیا جائے تو نور عطا ہو جاتا ہے۔ بار۔ یعنی کسبی علوم کی کثافت اور بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

3. زھو قانع شدہ۔ مومن کو اللہ کی ذات کا طالب بننا چاہئے، محض اللہ کے ناموں پر اکتفا نہ کرنا چاہئے۔ از صفت۔ یعنی اللہ کے اسماء اور صفات کا ورد ذات تک پہنچنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ دیدۂ۔ دلالت کرنے والے کا وجود اس چیز کے وجود کی علامت ہے جس پر وہ دلالت کرتا ہے، عوام کا خیال ہے کہ راستوں پر چھلاوے ہوتے ہیں جو راستہ سے بھٹکا دیتے ہیں اگر چھلاوہ ہے تو وہاں راستہ ضرور ہے۔

ہیچ نامے[1] بے حقیقت دیدۂ
تو نے کبھی کوئی نام بغیر مسمّٰی کے دیکھا ہے؟
یا زگاف و لامِ گل گل چیدۂ
یا (لفظ) گل کے گاف اور لام سے تو نے پھول چنے ہیں

اسم خواندی رو مسمّٰی رو بجو
تو نے نام پڑھ لیا، جا نام والے کو ڈھونڈ
مہ بہ بالا داں نہ اندر آبِ جو
چاند کو اوپر سمجھ، نہ کہ نہر کے پانی میں

گر ز نام و حرف خواہی بگذری
تو اگر نام اور حرفوں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے
پاک کن خود را زخود ہیں یکسری
تو خبردار! اپنے آپ کو خودی سے بالکل پاک کر لے

ہمچو آہن زآہنی بیرنگ شو
لوہے کی طرح لوہے پن سے بے تعلق ہو جا
در ریاضت آئینۂ بے زنگ شو
ریاضت کر کے بغیر زنگ کا آئینہ بن جا

خویش را صافی کن از اوصافِ خود
اپنے آپ کو اوصاف سے صاف کر لے
تا ببینی ذاتِ پاکِ صافِ خود
تاکہ تو اپنی پاک، صاف ذات کو (اس حالت میں) دیکھے

بینی اندر دل علومِ انبیاءؑ
(کہ) تو دل میں انبیاء کے علوم دیکھے
بے کتاب و بے مُعید[2] و اُوستا
بغیر کتاب اور بغیر دہرانے والے کے اور بغیر استاد کے

گفت پیغمبرؐ کہ ہست از اُمتم
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا کہ میرے امت میں ایک وہ ہے
کو بود ہم گوہر و ہم ہمتم
جو میرے جوہر اور میری ہمت میں میرا شریک ہوگا

مُر مرا زاں نور بیند جانِ شاں
ان کی جان مجھے اس نور سے دیکھے گی
کہ من ایشاں راہمی بینم بداں
جس سے میں ان کو دیکھتا ہوں

بے صحیحین و احادیث و رُوات
(مجھے میرے نور سے دیکھے گا) بغیر صحیحین اور احادیث اور راویوں کے
بلکہ[3] اندر مشربِ آبِ حیات
بلکہ مشرب (عشق) میں (جو) آب حیات ہے (دیکھے گا)

سرِّ اَمسَینَا لکُردِیاً بداں
"ہم نے کردی ہو کر شام گذاری" کے راز کو سمجھ
رازِ اَصبَحنَا عَرَابِیاً بخواں
"ہم نے عربی ہو کر صبح کی" کے راز کو پڑھ

سرِّ اَمسَینَا وَ اَصبَحنَا ترا
تجھے اَمسَینَا اور اَصبَحنَا کا راز
می رساند جانبِ راہِ خدا
راہِ خدا کی جانب پہنچا دے گا

---

1. ہیچ نامے۔ ہر اسم کا مسمّٰی ضروری ہے خواہ اس کا وجود خارج میں ہو یا ذہن میں، دراصل منفعت مسمّٰی سے متعلق ہے، نام سے نہیں جیسا کہ گل اس کے گاف اور لام میں کوئی خوشبو نہیں۔ گر زنام۔ اسماءِ الٰہی سے ذات الٰہی تک اس وقت پہنچو گے جب خودی سے اپنے آپ کو پاک کر لو گے۔ ہمچو آہن۔ آئینہ لوہے سے بنایا جاتا تھا، اس کو زنگ سے صاف کر کے صیقل کر دیا جاتا تھا جس میں عکس نظر آنے لگتا تھا، اگر لوہے میں اس کا اپنا زنگ رہے تو اس میں عکس نمودار نہ ہوگا۔ خویش را۔ دل کے زنگ کو دور کر دو گے تو اس میں انبیاء کے علوم کا عکس نظر آ سکے گا۔
2. معید۔ سبق دہرانے والا، تکرار کرانے والا۔ گفت پیغمبر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میرے جوہر علم و ہمت میں میرے شریک ہوں گے، ایک روایت میں ہے۔ "میری امت میں وہ لوگ ہوں گے جن کو اللہ کی طرف سے الہام ہوگا۔" صحیحین۔ دو صحیح کتابیں یعنی امام بخاری کی صحیح اور امام مسلم کی صحیح۔
3. بلکہ۔ مشاہدہ کی یہ صورت مشرب عشق سے حاصل ہوتی ہے جو روح کے لئے آب حیات ہے۔ سر امسینا۔ حضرت ابوالوفا کرد قوم میں سے تھے جو عربی سے ناواقف تھے، حضرت حق نے ان کو ایک شب میں علوم عربیہ عطا فرما دیئے، صبح کو جب انہوں نے وعظ فرمایا تو کہا شام کو میں کردی تھا اور عربی سے ناواقف تھا، اللہ کا کرم ہے کہ اس نے رات میں عربی علوم عطا فرما دیئے اور میں صبح کو عربی ہو گیا ہوں۔

در مثالے خواہی از علم نہاں — قصہ گو از رومیان و چینیاں
اگر تو علم لدنی کی مثال چاہتا ہے — تو رومیوں اور چینیوں کا قصہ دہرا

قصۂ مِرے کردنِ رومیان و چینیاں در علم نقاشی و صورتگری[1]

نقاشی اور مصوری کے علم میں رومیوں اور چینیوں کے مقابلہ کا قصہ

چینیاں گفتند ما نقاش تر — رومیاں گفتند مارا کرّ و فر
چینیوں نے کہا کہ ہم بڑے نقاش ہیں — رومیوں نے کہا کہ ہم شان و شوکت والے ہیں

گفت سلطاں امتحاں خواہم دریں — کز شما خود کیست در دعوٰی گزیں
بادشاہ نے کہا میں اس معاملہ میں امتحان لوں گا — کہ دعوے میں تم میں سے کون بہتر ہے؟

اہل چین و روم چوں حاضر شدند — رومیاں در علم واقف تر بدند
چینی اور رومی جب آئے — (تو) رومی باعتبارِ علم زیادہ ماہر تھے

چینیاں گفتند خدمتہا کنیم — رومیاں گفتند بر حکمت تنیم
چینیوں نے کہا ہم محنت کریں گے — رومیوں نے کہا ہم حکمت اور دانائی دکھائیں گے

چینیاں گفتند یک خانہ بما — خاص بسپارید و یک آنِ شما
چینیوں نے کہا کہ ایک گھر — خاص طور پر ہمارے سپرد کرو اور ایک تم لے لو

بود دو خانہ مقابل در بدر — زاں یکے رومی ستد چینی دگر
آمنے سامنے کے دو گھر بالمقابل تھے — ان میں سے ایک رومیوں نے دوسرا چینیوں نے لے لیا

چینیاں صد رنگ از شہ خواستند — پس خزینہ باز کرد آں ارجمند
چینیوں نے بادشاہ سے سو قسم کے رنگ مانگے — اس اقبال مند (بادشاہ) نے خزانہ کھول دیا

ہر صباحے از خزینہ رنگہا — چینیاں را راتبہ بود و عطا
ہر صبح کو خزانے کے رنگوں کے لئے — چینیوں کو مقرر رقم بلکہ اور کچھ زیادہ مل جاتا

رومیاں گفتند نے نقش و نہ رنگ — درخور آید کار را جز دفع زنگ
رومیوں نے کہا نہ نقش اور نہ رنگ — کام میں آئے گا، سوائے زنگ صاف کرنے کے

در فروبستند و صیقل می زدند — ہمچوں گردوں[2] سادہ و صافی شدند
ان (رومیوں) نے دروازہ بند کیا اور مانجھنے لگے — (در و دیوار) آسمان کی طرح سادہ اور صاف ہو گئے

از دو صد رنگی بہ بیرنگی رہے ست — رنگ چوں ابرست و بیرنگی مہے ست
رنگارنگی (عالم کثرت) سے (بے رنگی) عالم وحدت کی طرف راستہ ہے — رنگ، ابر کی طرح اور بے رنگی چاند کی طرح ہے

---

1. صورتگری۔ مصوری، علم باطن کے حصول کی صورت اس قصہ سے سمجھائی ہے۔ کروفر۔ شان وشوکت۔ گزیں۔ پسندیدہ۔ خدمتہا۔ یعنی قوتِ عمل سے کام لیں گے۔ تنیم۔ مشغول ہوں گے۔ آن۔ ملکیت۔ دربدر۔ یعنی دونوں کے دروازے آمنے سامنے تھے۔ راتبہ۔ دونوں کا مقرر عطیہ۔ عطا۔ بخشش جو مقرر نہ ہو۔ دفع زنگ۔ یعنی ہمیں رنگ و روغن مفید نہ ہوگا بلکہ دیواروں کو صاف کرنا اور مانجھنا مفید ہوگا۔

2. ہمچوں گردوں۔ مکان کو آسمان کی طرح صاف ستھرا کر دیا۔ از دو صد۔ یعنی عالم کثرت، عالم وحدت کا راہنما ہے، یہاں سے مولانا کا ذہن چینیوں کی رنگارنگی اور رومیوں کی بے رنگی سے کثرت کی رنگارنگی اور وحدت کی بے رنگی کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔

ہر چہ[1] اندر ابر ضو بینی و تاب
تو ابر میں جو کچھ روشنی اور چمک دیکھتا ہے

حدن چوں از عمل فارغ شدند
جب چینی کام سے فارغ ہوئے

شہ درآمد دید آنجا نقشہا
بادشاہ آیا اس نے اس جگہ نقش دیکھے

بعد ازاں آمد بسوئے رومیاں
اس کے بعد (بادشاہ) رومیوں کی طرف آیا

عکس آں تصویر و آں کردار ہا
(تو) ان کی تصویروں کا عکس

ہر چہ آنجا دید ایں جا بہ نمود
(بادشاہ نے) جو وہاں دیکھا، یہاں اس سے اچھا دیکھا

رومیاں آں صوفیانند اے پدر
اے بابا! رومی وہ صوفی ہیں

لیک صیقل کردہ اند آں سینہا
لیکن انہوں نے سینوں کو مانجھ لیا ہے

آں صفائے آئینہ وصف دل[2] ست
آئینہ کی صفائی ان کے دل کی صفت ہے

صورتِ بے صورتے بے حد و عیب
صورت، بغیر صورت کے جو بے حد اور بے عیب تھی

گرچہ آں صورت نہ گنجد در فلک
اگرچہ وہ صورت آسمان میں نہیں سماتی ہے

زانکہ محدودست و معدودست آں
اس لئے کہ یہ چیزیں محدود اور شمار میں آنے والی ہیں

آں ز اختر دان و ماہ و آفتاب
وہ ستاروں اور چاند اور سورج کی وجہ سے سمجھ

از پئے شادی دُہلہا می زدند
انہوں نے خوشی میں ڈھول بجائے

می ربود آں عقل را و فہم را
جو عقل اور سمجھ کو دنگ کر رہے تھے

پردہ را بالا کشیدند از میاں
انہوں نے درمیان سے پردے کو اوپر کھینچ دیا

زد بریں صافی شدہ دیوار ہا
ان صاف دیواروں پر پڑا

دیدہ را از دیدہ خانہ می ربود
(اور یہ منظر) آنکھوں کو حلقہ چشم سے اچک رہا تھا

بے ز تکرار و کتاب و بے ہنر
بغیر تکرار اور کتاب اور ہنر (آموزی) کے

پاک ز آز و حرص و بخل و کینہا
لالچ اور حرص اور بخل اور کینوں سے پاک (کرلیا ہے)

صورتِ بے منتہا را قابل ست
(جو) بلاانتہا صورتوں کو قبول کرنے والا ہے

زائینہ دل تافت بر موسیٰؑ زجیب
جو گریبان میں سے دل کے آئینہ سے حضرت موسیٰؑ پر چمکی تھی

نے بعرش و فرش و دریا و سمک
نہ عرش میں اور نہ زمین اور دریا نہ دریا میں اور نہ مچھلی میں

آئینہ دل را نباشد حد بداں
سمجھ لے دل کے آئینہ کی کوئی حد نہیں ہے

---

[1] ہر چہ۔ ابر میں چمک اور روشنی ان ستاروں یا چاند اور سورج کی وجہ سے ہوتی ہے جو اس کے پیچھے ہوتے ہیں، اسی طرح عالم امکاں میں ہر کمال ذاتِ واحد سے آیا ہے۔ دہلہا۔ دہل کی جمع ہے، ڈھول۔ پردہ را۔ یعنی رومیوں نے اپنے مکان پر جو پردہ ڈال رکھا تھا۔ کردار ہا۔ صنعتیں۔ بہ۔ بہتر۔ دیدہ خانہ۔ آنکھوں کے حلقے۔ رومیاں آن صوفیاں۔ یعنی جس طرح رومیوں نے خود نقش و نگار نہیں بنائے بلکہ چینیوں کے نقش و نگار کو منعکس کرلیا، اسی طرح صوفیاء، اپنی لوحِ دل پر علوم الٰہیہ کو منعکس کر لیتے ہیں۔

[2] دل۔ دل ایسا آئینہ ہے کہ جب وہ صاف ہو جاتا ہے تو لاانتہا صورتوں کو اپنے اندر منعکس کر لیتا ہے۔ بر موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کو علم لدنی حاصل ہوا تھا جو لاانتہا تھا اور بے صورت تھا چونکہ وہ علم حصولی نہ تھا جو اشیاء کی صور ذہنیہ کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔ گرچہ۔ وہ علم لدنی زمین آسمان اور دریا اور دریائی حیوانات میں نہیں سما سکتا چونکہ یہ سب چیزیں محدود ہیں اور وہ غیر محدود ہے لیکن آئینہ دل میں غیر محدود کو قبول کر لینے کی صلاحیت ہے۔

عقل اینجا[1] ساکت آید یا مضل
عقل اس جگہ خاموش رہتی ہے یا گمراہ کرتی ہے
زانکہ دل با اوست یا خود اوست دل
اس لئے کہ دل اس سے ملا ہوا ہے یا خود ہی دل ہے

عکس ہر نقشے نتابد تا ابد
قیامت تک کے، ہر نقش کا عکس نہیں چمکتا ہے
جز ز دل ہم با عدد ہم بے عدد
دل کے علاوہ (کسی اور چیز پر) خواہ وہ شمار میں آسکنے والے ہوں یا اگنت ہوں

تا ابد ہر نقش نو کاید برو
قیامت تک کا ہر نیا نقش جو اس دل پر پڑتا ہے
می نماید بے حجابے اندرو
کسی حجاب کے بغیر اس میں نظر آتا ہے

اہل صیقل رستہ اند از بو و رنگ
صیقل کرنے والے بو اور رنگ سے نجات پا گئے ہیں
ہر دمے بینند خوبی بے درنگ
وہ اچھائی کو بلاتوقف ہر وقت دیکھ لیتے ہیں

نقش و قشرِ علم را بگذاشتند
انہوں نے نقش اور علم کے چھلکے کو چھوڑ دیا ہے
رایتِ عَینُ الیَقِیں[2] افراشتند
عین الیقین کا جھنڈا بلند کر دیا ہے

ذوق و فکر و روشنائی یافتند
ان کو ذوق اور فکر اور روشنی حاصل ہو گئی ہے
بحر بہر آشنائی یافتند
انہوں نے تیراکی کے لئے سمندر پا لیا ہے

مرگ کزوے جملہ اندر وحشت اند
موت، جس سے سب خوفزدہ ہیں
می کنند ایں قوم بروے ریشخند
یہ قوم اس کی ہنسی اڑاتی ہے

کس نیابد بر دلِ ایشاں ظفر
(کیونکہ) ان کے دل پر کوئی قابو نہیں پا سکتا ہے
بر صدف آید ضرر نے بر گہر
ضرر سیپ کو پہنچتا ہے، نہ کہ موتی کو

گرچہ نحو و فقہ را بگذاشتند
اگرچہ انہوں نے نحو اور فقہ کو ترک کر دیا ہے
لیک محو و فقر را برداشتند
لیکن فنا اور فقر کے حامل ہو گئے ہیں

تا نقوشِ ہشت جنت تافت ست
جب سے آٹھوں بہشتوں کے نقوش ابھرے ہیں
لوحِ دل شانرا پذیرا یافت ست
ان کی لوحِ دل کو (عکس کی) قبول کرنے والی پایا ہے

برتر اند از عرش و کرسی و خلا
وہ عرش اور کرسی اور خلا سے بھی بہتر ہیں
ساکنانِ مقعدِ صدقِ خدا
(وہ) خدا کی سچائی کی نشستگاہ کے ساکن ہیں

صد نشاں دارند و محو مطلق اند
وہ سینکڑوں نشان رکھتے ہیں اور مطلق فنا ہیں
چہ نشاں بل عین دیدارِ حق اند
نشان کیا، بلکہ وہ اللہ کا بعینہٖ دیدار ہیں

---

1. اینجا۔ یعنی اس معاملہ میں کہ قلب میں علم لدنی سما سکتے ہیں۔ زانکہ۔ کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ قلب اور صورت میں اقتران ہے یا دونوں میں عینیت ہے۔ تا ابد۔ قیامت تک۔ جس قدر نقوش ہیں، خواہ محدود ہوں یا غیر محدود، دل کے سوا کسی آئینہ میں منعکس نہیں ہو سکتے ہیں۔ خوبی۔ علوم محمودہ۔

2. عین الیقین۔ یقین کا آخری درجہ ہے۔ روشنائی۔ یعنی نورِ قلب۔ بحر۔ یعنی علوم وہبیہ کا سمندر۔ آشنائی۔ تیراکی۔ وحشت۔ خوف۔ ریشخند۔ ہنسی اڑانا۔ ظفر۔ فتح۔ صدف۔ یعنی جسم۔ گہر۔ یعنی روح۔ محو۔ فنا۔ خلا۔ وہ فضا جو عرش سے اوپر ہے۔ مقعد صدق۔ قرآن پاک میں ہے، "پرہیزگار سچائی کی نشستگاہ میں ہیں۔" صد نشاں۔ جو بقاء باللہ کے ہیں۔ محو مطلق۔ یعنی فنا فی اللہ کی وجہ سے۔

پرسیدنِ پیغمبرؐ زید[1] را کہ امروز چونی و چوں بامداد کردی

پیغمبر ﷺ کا حضرت زید (رضی اللہ عنہ) سے دریافت فرمانا کہ آج تم کیسے ہو اور تم نے کس حالت میں صبح کی

و برخاستی و جواب گفتن اُو کہ اَصْبَحتُ مُؤمِنًا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ

اور (بستر سے) کس حال میں اٹھے ہو اور ان کا جواب دینا کہ رسول اللہ میں نے مومن ہونے کی حالت میں صبح کی ہے

گفت پیغمبرؐ صباحے زید را — کَیْفَ اَصْبَحْتَ اے رفیق باصفا

ایک صبح کو پیغمبر (ﷺ) نے زیدؓ سے فرمایا — اے مخلص رفیق! تم نے صبح کس حالت میں کی ہے؟

گفت عَبْداً مُومِنًا باز اوش[2] گفت — کو نشاں از باغِ ایماں گر شگفت

انہوں نے کہا مومن بندہ ہونے کی حالت میں پھر ان سے (حضور ﷺ نے فرمایا) — اگر ایمان کا چمن کھلا ہے تو اس کی علامت بتاؤ

گفت تشنہ بودہ ام من روزہا — شب نہ خفتستم ز عشق و سوز ہا

انہوں نے کہا میں (روزہ کی وجہ سے) دنوں پیاسا رہا ہوں — عشق اور سوز کی وجہ سے راتوں نہیں سویا ہوں

تازروز و شب گذر کردم چناں — کہ زاسپر بگذرد نوکِ سناں

یہاں تک کہ روز و شب سے اس طرح گزر گیا — جس طرح نیزے کی نوک ڈھال سے گزر جاتی ہے

کہ ازاں سو جملۂ ملّت یکے ست — صد ہزاراں سال و یک ساعت یکے ست

کیونکہ وہاں تمام ملتیں ایک ہیں — لاکھوں سال اور ایک گھنٹہ یکساں ہے

ہست ازل را و ابد را اتحاد — عقل را رہ نیست زاں سُوز افتقاد

(وہاں) ازل اور ابد میں وحدت ہے — گم ہو جانیکی وجہ سے وہاں عقل کیلئے کوئی راستہ نہیں ہے

گفت ازاں رہ کو رہ آوردی[3] بیار — در خورِ فہم و عقولِ ایں دیار

(آنحضور ﷺ نے) فرمایا اس راستہ کا تحفہ کہاں ہے، لا — جو ان ملکوں (دنیا کے رہنے والوں) کی فہم اور عقلوں کے مناسب ہو

گفت خلقاں چو بہ بینند آسماں — من بہ بینم عرش را با عرشیاں

(زیدؓ نے) کہا جب لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں — میں عرش کو مع عرش کے باشندوں کے دیکھتا ہوں

ہشت جنت ہفت دوزخ پیشِ من — ہست پیدا ہمچو بت پیشِ شمن

آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں میرے سامنے — اسطرح نمایاں ہیں جس طرح پجاری کے سامنے بت

---

1. زید۔ یعنی ابن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو زید الخیر بھی کہا جاتا ہے، احادیث میں آنحضور ﷺ کا اس طرح کا مکالمہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف اس قدر ملتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے ان سے دریافت کیا تھا کہ تم نے صبح کس حالت میں کی، اس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدہ سے مشاہدہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کیف۔ کیسے۔ اصبحت۔ تو نے صبح کی۔ باصفا۔ مخلص۔
2. اوش۔ اُو را۔ گفت۔ دن میں روزے رکھتا تھا اور رات کو یادِ خدا میں مصروف رہتا تھا۔ تازروز۔ یعنی زمانی اشیاء سے مجھے تعلق نہ رہا اور معیت حق جو غیر زمانی ہے، وہ حاصل ہو گئی۔ کہ۔ ذاتِ حق وحدتِ تامہ ہے اور وہ غیر زمانی ہے۔ حضرت زیدؓ مقامِ وحدتِ ذات اور فنائے کثرتِ تعینات میں پہنچ گئے تھے۔ ازل و ابد۔ چونکہ زمانی ہے لہٰذا غیر زمانی ذات کے لئے وہ یکساں ہے۔
3. رہ آورد۔ سوغات، تحفہ۔ درخور۔ چونکہ حضرت زیدؓ نے ایسے مقام کی باتیں شروع کر دی تھیں جو عوام کی عقلوں سے بالاتر تھیں لہٰذا آنحضور ﷺ نے ان کو تنبیہ کی اور پھر انہوں نے دوزخ اور جنت وغیرہ سے متعلق باتیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ ہشت۔ یعنی جنت اور دوزخ کے تمام طبقے میرے لئے روشن ہو گئے ہیں۔

یک بیک وا می شناسم خلق را ‏ ‏ ہمچو گندم من ز جو در آسیا
میں لوگوں کو ایک ایک کر کے جدا جدا پہچانتا ہوں ‏ ‏ جس طرح میں چکی میں جو اور گندم کو (پہچانتا ہوں)

کہ بہشتی کیست و بیگانہ کہ ست ‏ ‏ پیشِ من پیدا چو مار و ماہی ست
کہ بہشتی کون ہے اور (جنت سے) بیگانہ کون ہے؟ ‏ ‏ میرے سامنے اسطرح نمایاں ہے جس طرح سانپ اور مچھلی

ایں زماں[1] پیدا شدہ بر ایں گروہ ‏ ‏ یَوۡمَ تَبۡیَضُّ وَ تَسۡوَدُّ وُجُوۡہ
اس گروہ پر اسی وقت روشن ہے ‏ ‏ وہ دن جب چہرے منور اور کالے ہو جائیں گے

پیش ازیں[2] ہر چند جاں پُر عیب بود ‏ ‏ در رحم بود و زخلقاں غیب بود
اس (روزِ قیامت) سے پہلے ہی یقیناً روح عیبوں سے بھری تھی ‏ ‏ رحم مادہ میں (بچہ کی طرح) تھی اور مخلوق (کی نظروں) سے غائب تھی

اَلشَّقِیُّ مَنۡ شَقِیَ فِیۡ بَطۡنِ اُمّ ‏ ‏ مِنۡ سِمَاتِ الۡجِسۡمِ یُعۡرَفُ حَالُھُمۡ
بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے بدبخت بنا ‏ ‏ جسم کی علامتوں سے ان کا حال جانا جاتا ہے

تن[3] چوں مادر طفل جاں را حاملہ ‏ ‏ مرگ دردِ زادن ست و زلزلہ
بدن، ماں کی طرح، روح سے حاملہ ہے ‏ ‏ موت، جننے کا درد اور ہلچل ہے

جملہ جانہائے گذشتہ منتظر ‏ ‏ تا چگونہ زاید آں طفل بطر
پہلی تمام روحیں منتظر ہیں ‏ ‏ کہ یہ خود پسند بچہ کس حالت میں پیدا ہوتا ہے؟

زنگیاں گویند خود از ماست او ‏ ‏ رومیاں گویند بس زیباست او
کالے سمجھتے ہیں وہ ہم میں سے ہے ‏ ‏ گورے کہتے ہیں کہ وہ بہت سرخرو ہے

چوں بزاید در جہاں جانِ وجود ‏ ‏ پس نماند اختلافِ بیض و سود
جب روح کا وجود دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے ‏ ‏ کالوں اور گوروں کا امتیاز نہیں رہتا ہے

گر بود زنگی برندش زنگیاں ‏ ‏ روم را رومی برد ہم از میاں
اگر وہ کالا ہوتا ہے تو اس کو کالے لے جاتے ہیں ‏ ‏ گورے کو درمیان میں سے گورے لے جاتے ہیں

تا نزاد او مشکلاتِ عالم ست ‏ ‏ آنکہ او نا زادہ بشناسد کم ست
جب تک وہ پیدا نہیں ہوتا عالم کیلئے مشکلات (کا سبب) ہے ‏ ‏ جو نہ جنے ہوئے کو پہچان لیں، کم ہیں

---

1. ایں زماں۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ عوام تو جنتی اور جہنمی کو قیامت میں پہچانیں گے لیکن اولیاء اللہ ان کو اسی دنیا میں پہچان لیتے ہیں۔ یوم۔ قرآن پاک میں ہے یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ جس روز بعض چہرے نورانی ہوں گے اور بعض چہرے کالے۔ ایں زماں۔ یعنی جس طرح حضرت زیدؓ کو مشاہدہ حاصل تھا، اولیاء اللہ کو بھی مشاہدہ ہو جاتا ہے۔
2. پیش ازیں۔ یعنی قیامت سے پہلے روح نظروں سے چھپی ہوئی تھی اور اس کے عیب نظر نہیں آ رہے تھے جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں چھپا ہوتا ہے اور اس کے اوصاف معلوم نہیں ہوتے ہیں۔ الشقی۔ بدبخت یعنی بچہ کا دوزخی یا جنتی ہونا ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے ہی طے ہو جاتا ہے البتہ عوام اس کے پیدا ہونے کے بعد اس کی جسمانی حرکات سے کسی فیصلہ پر پہنچتے ہیں۔ من شقی۔ جو بدبخت ہو۔ سمات۔ جمع سمۃ کی ہے، علامت۔
3. تن۔ جسم، روح کو اس طرح چھپائے ہوئے جیسے حاملہ عورت بچہ کو اور موت گویا جننے کا وقت ہے۔ جانہائے۔ گذشتہ، ان لوگوں کی روحیں جو مر چکے ہیں۔ بطر۔ خود پسندی اور شادمانی۔ زنگیاں۔ حبشہ کے رہنے والے، مراد جہنمی ہیں۔ چوں بزاید۔ اوپر کا قصہ تو عالم برزخ کا ہے کہ وہاں جہنمی کو جہنمی اور جنتی کو جنتی پہچانیں گے لیکن جب دنیا میں بچہ پیدا ہوتا ہے وہاں جہنمی اور جنتی کا فرق محسوس نہیں ہوتا ہے۔ بیض۔ ابیض کی جمع ہے، گورا۔ سود۔ اسود کی جمع ہے، کالا۔ تا نزاد او۔ یعنی جب تک عالم برزخ کی پیدائش نہیں ہوتی۔

اُو مگر یَنظُرُ بِنُورِ اللّٰه بود — کاندرونِ پوست اُو راہِ بود

اگر، وہ اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو — کہ چھلکے کے اندر اس کے لئے راستہ ہوتا ہے

اصل[1] آبِ نطفہ اسپیدست و خوش — لیک عکس جانِ رومی و حبش

نطفہ کا پانی اصل میں سفید اور خوشنما ہے — لیکن گورے اور کالے کی روح کا اثر

میدہد رنگ احسن التقویم را — تابہ اسفل می برند ایں نیم را

بہترین ساخت والے کو رنگ بخشتا ہے — یہاں تک کہ آدھوں کو گہرائی میں لے جاتا ہے

یَوْمَ تَبْیَضُّ وَ تَسْوَدُّ وُجُوْہ — ترک و ہند و شہرہ گردد زاں گروہ

جس روز چہرے سفید اور سیاہ ہوں گے — اس گروہ میں سے گورے اور کالے مشہور ہو جائیں گے

فاش گردد کہ تو کاہی یا کہ کوہ — ہندوی یا ترک پیشِ ہر گروہ

واضح ہو جائے گا کہ تو تنکا ہے یا پہاڑ — تو کالا ہے یا گورا ہر گروہ پر

در رحم پیدا نباشد ہند و ترک — چونکہ زاید بیندش خورد و بزرگ

رحم (مادر) میں کالا گورا واضح نہیں ہوتا ہے — جب پیدا ہوتا ہے اس کو ہر چھوٹا بڑا دیکھ لیتا ہے

ایں سخن پایاں نہ دارد باز راں — تا نمانیم از قطارِ کارواں

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ — تاکہ ہم قافلہ کی قطار سے (پیچھے) نہ رہ جائیں

جواب زید بن حارثہؓ رسول ﷺ را کہ احوالِ خلق بر من پوشیدہ و پنہاں نیست

حضرت زید بن حارثہؓ کا آنحضور ﷺ کو جواب دینا کہ لوگوں کے احوال مجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں

جملہ را چوں روزِ رستاخیز[2] من — فاش می بینم عیاں از مرد و زن

میں سب کو قیامت کے دن کی طرح — کھلا ہوا دیکھتا ہوں خواہ مرد ہو یا عورت

ہیں بگویم یا فروبندم نفس — لب گزیدش مصطفیؐ یعنی کہ بس

ہاں میں بتاؤں یا سانس گھونٹ لوں — مصطفیٰ (ﷺ) نے ان کے لئے ہونٹ دبایا کہ بس

یا رسول اللہ بگویم سرِّ حشر — در جہاں پیدا کنم امروز نشر

یا رسول اللہ میں قیامت کا راز کہہ ڈالوں — دنیا میں آج ہی قیامت برپا کر دوں

ہل مرا تا پردہ ہا را بردرم — تا چو خورشیدے بتابد گوہرم

مجھے اجازت دیجئے کہ پردے چاک کردوں — تاکہ میرا جوہر آفتاب کی طرح چمکے

تاکسوف آید زمن خورشید را — تا نمایم نخل را و بید را

تاکہ میری وجہ سے سورج گرہن میں آ جائے — تاکہ میں کھجور اور بید کو (جدا کر کے) دکھا دوں

---

1. اصل۔ یعنی دوزخی اور جنتی جس نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور جس سے جسم کی ساخت ہوتی ہے، اس میں یکسانیت ہے، فرق جو پیدا ہوتا ہے وہ روح کا عکس ہے۔ احسن التقویم۔ بہترین ساخت یعنی انسان۔ اسفل۔ نچلا حصہ، یعنی جہنم کا نچلا حصہ۔ یوم۔ یعنی قیامت کے روز جہنمی اور جنتی گروہ بالکل علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔ فاش۔ واضح۔ کاہی۔ تو تنکا ہے۔ کوہ۔ پہاڑ، یعنی عمل کے اعتبار سے بھاری ہے یا ہلکا۔ ہندو ترک۔ یعنی جہنمی اور جنتی۔

2. رستاخیز۔ قیامت۔ لب گزیدن۔ ہونٹ دانتوں میں دبانا، یہ کام سے روکنے کا اشارہ ہوتا ہے۔ حشر و نشر۔ قیامت۔ ہل۔ ہلیدن سے امر کا صیغہ ہے، تو چھوڑ۔ گوہرم۔ میرا کمال۔ نخل۔ کھجور یعنی وہ لوگ جو اپنے اعمال کے ثمرات پائیں گے۔ بید۔ مشہور درخت ہے جس پر کوئی پھل نہیں آتا ہے یعنی وہ لوگ جو نیک اعمال کے پھلوں سے محروم ہوں گے۔

وا نمایم روزِ رستا خیز را — نقد را و نقد قلب[1] آمیز را

قیامت کے دن کو کھول کر دکھا دوں — کھرے اور کھوٹے کو (دکھا دوں)

دست ہا ببریدہ اصحابِ شمال — وانمایم رنگ کفر و رنگ آل

ہاتھ کٹے ہوئے، بائیں جانب والوں — تاریکی اور سرخ رنگ کو واضح کر دوں

وا کشایم ہفت سوراخِ نفاق — در ضیائے ماہ بے خسف و محاق

نفاق کے سات سوراخ واضح کر دوں — اس چاند کی روشنی میں جس کیلئے گرہن اور گھٹاؤ نہیں ہے

وانمایم من پلاسِ اشقیا — بشنوانم طبل و کوسِ انبیا

میں بدبختوں کا ٹاٹ کا لباس کھول کر دکھا دوں — انبیاء کا نقارہ سنا دوں

دوزخ و جنات و برزخ درمیاں — پیشِ چشم کافراں آرم عیاں

دوزخ اور جنتیں اور درمیان میں برزخ — کافروں کی نظروں میں لے آؤں

وانمایم حوضِ کوثر را بجوش — کاب[2] بر روشاں زند بانگش بگوش

حوضِ کوثر کو ٹھاٹھیں مارتا ہوا دکھا دوں — کہ وہ انکے چہروں پر پانی چھڑکے، کانوں میں آواز پہنچائے

وانکہ تشنہ گرد کوثر می دوند — یک بیک را وا نمایم تا کیند

وہ لوگ کوثر کے گرد پیاسے بھاگے پھر رہے ہیں؟ — ایک ایک کو دکھا دوں کہ وہ کون ہیں؟

واں کساں کہ تشنہ بر گردش دواں — گشتہ اند ایندم نمایم من عیاں

وہ لوگ جو اس کے چاروں طرف پیاسے بھاگے — پھر رہے ہیں، ان کو ابھی کھلم کھلا دکھا دوں

می بساید دوشِ شاں بر دوشِ من — نعرہاشاں می رسد در گوشِ من

ان کا کندھا میرے کندھے سے چھل رہا ہے — ان کے نعرے میرے کان میں پہنچ رہے ہیں

اہل جنت پیشِ چشمم ز اختیار — درکشیدہ یک دگر را در کنار

میری آنکھوں کے سامنے جنتی خوشی سے — ایک دوسرے سے گلے مل رہے ہیں

دست یکدیگر زیارت می کنند — وزلباں ہم بوسہ غارت می کنند

ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے ہوئے ملاقات کر رہے ہیں — اور ہونٹوں سے بوسے (کے مزے) لوٹ رہے ہیں

کر شد ایں گوشم ز بانگ آہ آہ — از خسان و نعرۂ وا حسرتاہ

آہ آہ کی آواز سے میرے یہ کان بہرے ہو گئے — بدبختوں کی وجہ سے، اور واحسرتا کے نعروں سے

ایں اشارتہاست گویم از نغول — لیک می ترسم ز آزارِ رسول

یہ تو اشارے ہیں، گہری بات (بھی) کہتا ہوں — لیکن رسول (ﷺ) کے ملال سے ڈرتا ہوں

---

[1] قلب۔ کھوٹا۔ اصحاب شمال۔ بائیں جانب والے، دوزخی۔ کفر۔ سیاہی۔ آل۔ سرخی ہفت۔ اس سے وہ سات کبیرہ گناہ مراد ہیں جن کو احادیث میں ''السبع الموبقات'' سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزیں کہا گیا ہے۔ خسف۔ چاند گرہن۔ محاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔ پلاس۔ ٹاٹ کا لباس، ذات کا لباس۔ طبل وکوس۔ نقارہ۔ برزخ۔ جنت اور دوزخ کا درمیانی مقام۔

[2] آب۔ یعنی اس کا پانی اِن کے چہروں پر پڑے اور اس کے پانی کے جاری ہونے کی آواز ان کے کانوں میں آئے۔ کہ تشنہ۔ کافروں کو حوضِ کوثر سے سیراب نہ کیا جائے گا۔ اہل جنت۔ جنتی باہم مصافحے کریں گے اور بغلگیر ہوں گے۔ زبانگ آہ آہ۔ جہنمی ہائے افسوس کے نعرے لگائیں گے۔ ایں۔ یعنی قیامت کے واقعات کے بارے میں کچھ اشارے کر رہا ہوں، تفصیل بیان کرتے سے ڈرتا ہوں۔ نغول۔ گہری بات۔ آزار۔ ملال۔

ہم چنیں می گفت سَرمست و خراب
وہ (زیدؓ) مستی اور مدہوشی میں یہ کہہ رہے تھے
داد پیغمبرؐ گریبانش بتاب[1]
پیغمبر (ﷺ) نے ان کا گریبان اینٹھا

گفت دم در کش کہ اسپت گرم شد
آنحضورﷺ نے فرمایا خاموش رہ کہ تیرا گھوڑا تیز ہو گیا ہے
عکس حق لَا یَسْتَحِییْ زد شرم شد
تجھ پر "اللہ نہیں شرماتا ہے" کا عکس پڑ گیا ہے جھجک جاتی رہی ہے

آئینۂ تو جست بیروں از غلاف
تیرا آئینہ غلاف سے باہر آ گیا ہے
آئینۂ و میزاں کجا گوید خلاف
آئینہ اور ترازو خلاف (واقعہ) کب بتاتے ہیں؟

آئینۂ و میزاں کجا بندد نفس
آئینہ اور ترازو کب چپ ہوئے ہیں
بہرِ آزار و حیائے ہیچ کس
کسی کی شرم اور تکلیف کی وجہ سے

آئینۂ و میزاں محکہائے سَنی
آئینہ اور ترازو روشن کسوٹیاں ہیں
گر دو صد سالش تو خدمتہا کنی
اگر تو دو سو سال خدمت کرے

کز برائے من بپوشاں راستی
کہ میری وجہ سے سچائی کو چھپا لے
بل فزوں بنما و منما کاستی
بلکہ زیادہ دکھا دے، کمی نہ دکھا

اوت گوید ریش وسَبلت برمخند[2]
وہ تجھ سے کہے گا کہ اپنا مذاق نہ اڑا
آئینۂ و میزاں وانگہ ریو وبند
آئینہ اور ترازو، اور پھر فریب اور حیلہ

چوں خدا مارا برائے آں فراخت
جبکہ خدا نے ہمیں اس لئے بلند کیا ہے
کہ بما بتواں حقیقت را شناخت
کہ ہمارے ذریعہ سے حقیقت پہچانی جائے

ایں نہ باشد ما چہ ارزیم اے جواں
اے جوان! اگر یہ نہ ہوا تو، ہم کس لائق ہیں
کے شویم آئینِ روئے نیکواں
ہم نیکوں کے چہرے کا آئینہ کب ہو سکتے ہیں؟

لیک در کش در بغل آئینہ را
لیکن آئینے کو بغل میں دبا لے
کز تجلی کرد سینا سینہ را
اس لئے کہ اس نے سینہ کو تجلی سے (کوہ) سینا بنا دیا ہے

گفت آخر ہیچ گنجد در بغل
(حضرت زیدؓ نے) کہا، بغل میں کبھی سمایا ہے
آفتابِ حق و خورشید ازل
حق کا سورج اور ازل کا آفتاب؟

ہم دغل راہم بغل را بر دَرَد
وہ کھوٹ اور بغل کو بھی پھاڑ ڈالتا ہے
نے جنوں ماند بہ پیشش نے خرد
اس کے سامنے نہ جنون ٹکتا ہے نہ عقل (ٹکتی ہے)

1. تابیدن۔ تافتن، اینٹھنا، بل دینا۔ اسپت۔ یعنی تیرے کلام کا گھوڑا۔ لا یستحی۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ ان اللہ لا یستحی من الحق "خدا سچی بات کہنے سے دریغ نہیں کرتا ہے۔" آئینہ۔ یعنی صاف گوئی کا آئینہ۔ غلاف۔ یعنی اعتدال۔ آئینہ ومیزان۔ یہ دونوں حقیقت واضح کر دیتے ہیں، خواہ کسی کو رنج ہو یا خوشی۔ محک۔ کسوٹی۔ سَنی۔ روشن۔ فزوں۔ زیادہ۔ کاستی۔ کمی۔

2. ریش وسبلت برمخند۔ بر ریش وسبلت خود مخند "اپنی داڑھی اور مونچھ کا مذاق نہ بنا۔" ریو۔ فریب۔ بند۔ حیلہ۔ فراخت۔ افراخت، بلند کیا، پیدا کیا۔ ارزیم۔ ارزیدن، قیمت پانا۔ آئین روئے نیکواں شویم۔ بھلے لوگوں کے چہرے کے لائق ہوں یعنی ان کے روبرو ہونے کی جرأت کر سکیں۔ تجلی۔ جلوہ گر ہونا۔ سینا۔ وہ پہاڑ ہے جس پر حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی تجلی حاصل ہوئی تھی۔ دغل۔ کھوٹ۔ درد۔ فعل مضارع ہے، دریدن پھاڑنا۔

گفت یک اِصبع[1] چو بر چشمے نہی — بنی از خورشید عالم را تہی

(آنحضور ﷺ نے) فرمایا اگر تو آنکھوں پر ایک انگلی رکھ دے — دنیا کو سورج سے خالی پائے گا

یک سرِ انگشت پردہ ماہ شد — ویں نشانِ ساتریِ شاہ شد

ایک سرِ انگشت چاند کا پردہ بن گیا — یہ شاہ (اللہ) کی پردہ پوشی کی مثال ہوئی

تا بپوشاند جہاں را نقطۂ — مہر گردد منخسف از سُقطۂ

ایک نقطہ (آنکھ کا پھولا) دنیا کو چھپا دیتا ہے — بادل کے ایک ٹکڑے سے سورج چھپ جاتا ہے

لب بہ بند و غور دریائے نگر — بحر را حق کرد محکومِ بشر

خاموش رہ، اور دریا کی گہرائی پر نظر کر — سمندر کو اللہ (تعالیٰ) نے انسان کا محکوم بنا دیا ہے

ہمچو چشمہ زنجبیل[2] و سلسبیل — ہست در حکم بہشتی جلیل

جیسا کہ زنجبیل و سلسبیل — بزرگ بہشتی کے حکم میں ہیں

چار جوئے جنت اندر حکم ماست — ایں نہ زورِ ما بفرمانِ خدا ست

جنت کی چار نہریں ہمارے حکم میں ہیں — یہ ہماری طاقت نہیں ہے، خدا کے حکم کی وجہ سے ہے

ہر کجا خواہیم داریمش رواں — ہمچو سحر اندر مرادِ ساحراں

ہم جس طرف چاہتے ہیں، ان کو جاری کر دیتے ہیں — جیسا کہ جادو، جادوگر کے قابو میں ہوتا ہے

ہمچو ایں دو چشمۂ چشم رواں — ہست در حکم دل و فرمانِ جاں

جس طرح آنکھ کے دو رواں چشمے — جان کے فرمان اور دل کے حکم کے تابع ہیں

گر بخواہد رفت سوئے زہر مار — ور بخواہد رفت سوئے اعتبار

اگر وہ چاہے، سانپ کے زہر کی طرف (بصارت) چلی جائے — اگر وہ چاہے، عبرت پکڑنے کی طرف چلی جائے

گر بخواہد سوئے محسوسات رفت — ور بخواہد سوئے ملبوسات رفت

اگر وہ چاہے تو نظر محسوسات کی طرف چلی جائے — اگر وہ چاہے، چھپی ہوئی چیزوں کی طرف چلی جائے

گر بخواہد سوئے کلیات راند — ور بخواہد حبس جزویات ماند

اگر وہ چاہے (بصیرت) کلیات کی جانب چلی جائے — اگر وہ چاہے جزئیات میں گھری رہے

ہم چنیں ہر پنج حس چوں نائزہ — بر مرادِ امر دل شد جائزہ

اسی طرح پانچوں حواس ٹونٹی کی طرح — دل کی مراد کے مطابق چلنے والے بن گئے ہیں

---

[1] اِصبع۔ انگلی۔ دیں۔ کسی چیز کے پوشیدہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس چیز کو چھپا دیا جائے دوسرے یہ کہ اپنی آنکھ بند کر لی جائے، اللہ تعالیٰ کا پوشیدہ ہونا دوسری قسم کا ہے۔ نقطہ۔ یعنی پتلی میں سفید نقطہ۔ مہر۔ سورج۔ منخسف۔ محجوب۔ سقطہ۔ سین کے ضمہ کے ساتھ، بادل کا ٹکڑا۔ محکوم۔ انسان نے دریا کو مسخر کر لیا ہے جس طرح چاہتا ہے، اس پر جہاز رانی کرتا ہے، تو جب دریا مسخر ہے تو خیالات کے دریا کو بھی قابو میں رکھنا چاہئے۔ لب بہ بند۔ یعنی دل پر قابو حاصل کر اور اس کے مکشوفات کو ظاہر نہ کر اور غور کر کہ جب اللہ نے سمندر کو انسان کا محکوم بنایا ہے تو دل بھی محکوم بن سکتا ہے۔

[2] زنجبیل و سلسبیل۔ جنت کی دو نہروں کے نام ہیں یعنی یہ بھی انسان کی محکوم ہیں۔ چار جو۔ چار نہریں جو کہ پانی، دودھ، شہد اور شراب کی ہیں۔ ہر کجا۔ یہ نہریں ہر اس طرف کو جاری ہوں گی جس طرف جنتی چاہے گا، یہ بھی انسان کی محکوم ہیں۔ دو چشمہ۔ دونوں آنکھیں دل کی محکوم ہیں۔ زہر مار۔ سانپ کا زہر یعنی گناہ۔ محسوسات۔ وہ چیزیں جو حواس کے ذریعہ معلوم کی جائیں۔ ملبوسات۔ چھپی ہوئی چیزیں جن کا حواس کے ذریعہ ادراک نہ ہو سکے۔ کلیات۔ اور جزئیات کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے۔ پنج حس۔ حواسِ خمسہ بھی دل کے محکوم ہیں۔ نائزہ۔ ٹونٹی، نل۔ جائزہ۔ گذرنے والی۔

ہر طرف کہ دل اشارت کرد شاں
جس طرف دل نے ان کو اشارہ کیا

میرود ہر پنج حس دامن کشاں[1]
پانچوں حواس ناز و انداز سے روانہ ہو جاتے ہیں

دست و پا در امر دل اندر بلا
ہاتھ اور پاؤں دل کے حکم میں پھنسے ہوئے ہیں

ہمچو اندر دست موسیٰؑ آں عصا
جس طرح لاٹھی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں

دل بخواہد پا در آید زو برقص
دل چاہے تو پاؤں اس کی وجہ سے رقص میں آجائیں

یا گریزد سوئے افزونی ز نقص
یا نقصان سے نفع کی طرف بھاگیں

دل بخواہد دست آید در حساب
دل اگر چاہے، ہاتھ کام میں لگ جائیں

با اصابع تا نویسد اُو کتاب
مع انگلیوں کے تاکہ وہ کتاب لکھے

دست در دست نہانی ماندہ است
ہاتھ، پوشیدہ ہاتھ (دل) کے قبضہ میں ہے

اُو دروں، تن را بُروں بنشاندہ است
وہ (دل) اندر ہے، جسم کو باہر بٹھا رکھا ہے

گر بخواہد بر عدو مارے شود
اگر وہ چاہے، (ہاتھ) دشمن کے لئے سانپ بن جائے

وَر بخواہد بر ولی یارے شود
اگر وہ چاہے، دوست کا یار بن جائے

گر بخواہد کفچۂ در خوردنی
اگر وہ چاہے، کھانے میں چمچہ بن جائے

ور بخواہد ہمچو گرزِ دہ منی
اگر وہ چاہے، دس من کا گرز بن جائے

دل چہ می گوید بدیشاں اے عجب
تعجب ہے، دل ان سے کیا کہہ دیتا ہے

طرفہ وصلت طرفہ پنہانی سبب
عجیب تعلق ہے، عجیب مخفی سبب ہے

دل مگر مہر سلیماںؑ یافتہ است
دل کو شاید مہر سلیمانی مل گئی ہے

کو مہارِ پنج حس بر تافتہ است
جس نے پانچوں حواس کی مہار موڑ رکھی ہے

پنج حسے از بروں میسورِ اُو
باہر کے پانچوں حواس اس کے تابع ہیں

پنج حسے از دروں[2] مامورِ اُو
اندر کے پانچوں حواس اس کے محکوم ہیں

دَہ حس ست و ہفت اندامِ دگر
دس حواس ہیں اور سات دوسرے اعضاء ہیں

آنچہ اندر گفت ناید می شمر
جو ذکر میں نہیں آئے تو ان کو گن لے

چوں سلیمانی دلاور مہتری
جبکہ تو سلیمانؑ (جیسا) ہے (اور) بہادر سردار ہے

بَر پری و دیو زن انگشتری
پری اور دیو پر حکومت کر

1. دامن کشیدن۔ ناز سے چلنا۔ عصا۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی ان کی محکوم تھی۔ افزونی۔ زیادتی۔ حساب۔ کام۔ اصابع۔ اصبع کی جمع ہے، انگلی۔ دست نہانی۔ خفیہ ہاتھ، دل یعنی ہاتھ بھی دل کا محکوم ہے۔ دل چہ می گوید۔ یہاں سے مولانا نے دل کی حاکمیت پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ مہر سلیماں۔ حضرت سلیمان کی انگوٹھی جس کی تاثیر سے وہ انسانوں اور جنوں پر حکومت کرتے تھے۔ پنج حسے از بروں۔ ظاہری پانچ حواس۔ باصرہ، دیکھنے کی طاقت۔ سامعہ، سننے کی طاقت۔ شامہ، سونگھنے کی طاقت۔ ذائقہ، چکھنے کی طاقت۔ لامسہ، چھونے کی طاقت۔

2. پنج حسے از دروں۔ پانچ باطنی حواس۔ حس مشترک، خیال، وہم، حافظہ، متصرفہ۔ ہفت اندام۔ سات اعضاء، سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں ظاہری ہفت اندام ہیں، باطنی ہفت اندام یہ ہیں۔ دماغ، پھیپھڑا، دل، جگر، تلی، پتہ، گردہ۔ چوں سلیمانی۔ جبکہ انسان کو قوت سلیمانی حاصل ہے تو اس کو اپنے قویٰ پر حکمراں ہونا چاہئے۔ دیو و پری۔ یعنی قوت نفسانیہ و روحانیہ۔

گر دریں مملکت بَری باشی زریوِ ۔ خاتم از دست تو نستاند سدیو
اگر تو اپنی اس سلطنت میں فریب سے بچا رہے ۔ تو سدیو تجھ سے انگوٹھی نہیں چھین سکتا ہے

بعد ازاں عالم بگیرد اسمِ تو ۔ دو جہاں محکومِ تو چوں جسمِ تو
اس کے بعد دنیا تیرا نام (یاد) کرے گی ۔ تیرے جسم کی طرح دونوں جہاں تیرے محکوم ہوں گے

ور زدستت دیو خاتم را ببرد ۔ بادشاہی فوت شد بخت بمرد
اگر تیرے ہاتھ سے جن انگوٹھی لے اڑا ۔ تو تیری بادشاہی ختم ہوئی اور تیرا نصیبہ مردہ ہوگیا

بعد ازاں یَا حَسرَتَا شد لِلعِبَادْ ۔ بر شما مختوم تا یَومُ التَّنَادْ
اس کے بعد "بندوں پر افسوس ہے" ہو گیا ۔ وہ تمہارے لئے قیامت تک مہر بن گیا

ور تو دیو خویشتن را منکری ۔ چوں روی آنجا تو روشن بنگری
اگر تو اپنے شیطان (کے وجود) کا منکر ہے ۔ جب وہاں (حشر میں) پہنچے گا تو خوب دیکھ لے گا

مکر خود را گر تو انکار آوری ۔ از ترازو و آئینہ کے جاں بری
اگر تو اپنے فریب (کھانے) کا منکر ہے ۔ ترازو اور آئینہ سے کیسے جان بچائے گا؟

ایں سخن پایاں ندارد چوں کنم ۔ بعد ازیں بر قصۂ لقمانؑ تنم
کیا کروں، اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ۔ اسکے بعد میں (حضرتِ) لقمان کے قصہ میں لگتا ہوں

متہم کردنِ غلامان و خواجہ تاشاں مر لقمانؑ را کہ آں

غلاموں اور ساتھیوں کا (حضرتِ) لقمان کو متہم کرنا کہ ہم عمدہ اور

میوہائے پروریدہ و گزیدہ آوردیم اُو خوردہ است

اچھے میوے لائے اور وہ اس نے کھا لئے ہیں

بود لقمانؑ پیشِ خواجہ خویشتن ۔ درمیانِ بندگانش خوارتن
(حضرتِ) لقمان اپنے آقا کے سامنے ۔ اس کے غلاموں میں حقیر تھے

می فرستاد اُو غلاماں را بباغ ۔ تا کہ میوہ آیدش بہر فراغ
وہ غلاموں کو میوہ لانے کے لئے باغ میں بھیجتا تھا ۔ تاکہ اس کے لئے بفراغت میوہ آئے

بود لقمانؑ در غلاماں چوں طفیل ۔ پُرمعانی تیرہ صورت ہمچو لیل
غلاموں میں (حضرتِ) لقمان طفیل کی طرح تھے ۔ حکمتوں سے پُر تھے، رات کی طرح کالی صورت تھے

رَیو۔ مکروفریب۔ سدیو۔ اس جن کا نام ہے جس نے حضرت سلیمان کی انگوٹھی چرالی تھی۔ یا حسرتا۔ قرآن پاک میں ہے۔ یَا حَسرَۃً عَلَی العِبَادِ مَا یَاتِیھِم مِّن رَّسُولٍ اِلَّا کَانُوا بِہٖ یَستَھزِءُونَ۔ بندوں کے حال پر افسوس ہے کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔ مختوم۔ مہر زدہ۔ یوم التناد۔ قیامت کا دن۔ دیو خویشتن۔ یعنی نفس۔ آنجا۔ یعنی میدانِ حشر۔ ترازو۔ یعنی میزان العدل جس سے قیامت میں اعمال تولے جائیں گے۔

آئینہ۔ یعنی صحیفہ اعمال جو قیامت میں ہر شخص کو دیا جائے گا۔ لقمان۔ ایک بڑے دانشور اور صاحب حکمت شخص کا نام ہے ان کو بعض لوگ نبی بھی مانتے ہیں۔ متہم۔ تہمت زدہ۔ خوارتن۔ حقیر، یعنی لقمان کی دوسرے غلاموں کے مقابلہ میں آقا کے یہاں کوئی عزت نہ تھی۔ طفیل۔ ایک شخص کا نام ہے جو بن بلائے دعوتوں میں شرکت کرتا تھا اور ذلیل ہوتا تھا۔ تیرہ صورت۔ سیاہ فام۔ لیل۔ رات۔

آں غلاماں میوہ ہائے جمع[1] را
ان غلاموں نے جمع شدہ میووں کو
خوش بخوردند از نہیب طمع را
لالچ کی لوٹ مار سے خوب کھایا

خواجہ را گفتند لقماں خورد آں
انہوں نے آقا سے کہا وہ لقمانؑ نے کھائے ہیں
خواجہ بر لقمانؑ ترش گشت و گراں
آقا (حضرتِ) لقمانؑ پر بگڑا اور ناراض ہوا

چوں تفحص کرد از لقمانؑ سبب
جب اس نے (حضرتِ) لقمان سے وجہ دریافت کی
در عتابِ خواجہ اش بکشاد لب
اپنے آقا کی ناراضی کے سلسلہ میں انہوں نے لب کشائی کی

گفت لقماں سیدا پیشِ خدا
(حضرتِ) لقمان نے کہا اے آقا! خدا کے سامنے
بندۂ خائن نباشد مرتضٰی
خیانت کرنے والا غلام پسندیدہ نہیں ہو سکتا

امتحاں را کار فرما اے کیا
اے سردار! امتحان لے لیجئے
شربت رانش بدہ بہر نما
(اصلیت) دکھانے کے لئے مسہل کا شربت پلا دیجئے

امتحاں کن جملہ مارا اے کریم
اے داتا! ہم سب کا امتحان لے لیجئے
سیر ماں دردہ تو از آبِ حمیم
ہمیں گرم پانی پیٹ بھر کر پلا دیجئے

بعد ازاں مارا بصحرائے براں
اس کے بعد ہمیں جنگل میں نکال دیجئے
تو سوار و ما پیادہ می دواں
آپ سوار اور ہم پیدل دوڑیں

آنگہاں بنگر تو بدکردار را[2]
تب تو بدکردار کو دیکھ لینا
صنعہائے کاشف الاسرار را
رازوں کو کھولنے والوں کی حکمتوں کی وجہ سے

گشت ساقی خواجہ از آبِ حمیم
آقا گرم پانی کا ساقی بن گیا
مر غلاماں را، و خوردند آں زبیم
غلاموں کیلئے، اور انہوں نے خوف کی وجہ سے پی لیا

بعد ازاں میراند شاں در دشتہا
اس کے بعد ان کو جنگلوں میں نکال دیا
می دویدند آں نفر تحت و علا
وہ لوگ اونچی نیچی جگہ دوڑے

قے در افتادند ایشاں از عنا
مشقت کی وجہ سے وہ قے میں مبتلا ہو گئے
آب می آورد زیشاں میوہا
پانی نے ان (کے پیٹ) میں سے میوے نکال ڈالے

چونکہ لقمانؑ را درآمد قے زناف
جب (حضرتِ) لقمان کی ناف سے قے آئی
می برآمد از درونش آبِ صاف
ان کے (پیٹ) میں سے صاف پانی نکلتا تھا

حکمت لقماں چو تاند ایں نمود
جب (حضرتِ) لقمان کی دانائی یہ (کرشمہ) دکھا سکتی ہے
پس چہ باشد حکمتِ ربُّ الوُجُود
تو رب الوجود کی حکمت کیا ہوگی؟

---

1. جمع۔ یعنی جمع شدہ۔ خوش۔ بہت، خوب۔ نہیب۔ لوٹ۔ آں۔ آں را۔ ترش۔ ناراض۔ گراں۔ خفا۔ تفحص۔ جستجو کرنا۔ لب کشادن۔ بولنا۔ سیدا۔ اے آقا۔ خائن۔ خیانت کرنے والا۔ مرتضٰی۔ پسندیدہ۔ کار فرما۔ عمل میں لا۔ کیا۔ سردار۔ رانش۔ راندن سے بنا ہے، مسہل۔ کریم۔ بزرگ، سخی۔ آب حمیم۔ گرم پانی، صنعہائے۔ حکمتیں۔ کاشف الاسرار۔ رازوں کو کھولنے والا۔

2. را۔ پہلے مصرع میں علامت مفعول ہے، دوسرے مصرع میں سبب کے لئے ہے۔ ساقی۔ پانی پلانے والا۔ بیم۔ ڈر، خوف۔ دشت۔ جنگل۔ نفر۔ گروہ، جماعت۔ تحت۔ نیچا۔ علا۔ بلندی۔ عنا۔ محنت۔ زیشاں۔ یعنی غلام۔ تاند۔ تواند۔ رب الوجود۔ وجود کا پالنے والا، اللہ تعالٰی۔

یَوْمَ[1] تُبْلَی السَّرَائِرُ کُلُّهَا — بَانَ مِنکُم کَامِنٌ لَا یُشْتَهٰی

جس دن سب رازوں کی آزمائش کی جائے گی — تم میں سے وہ باتیں ظاہر ہوں گی جو ناپسندیدہ ہیں

چوں سُقُوْا مَاءً حَمِیمًا قُطِّعَتْ — جُمْلَةُ الْاَسْتَارِ مِمَّا اَفْضَحَتْ

جب ان کو گرم پانی پلایا گیا پارہ پارہ کر دیے گئے — تمام پردے ان کارناموں سے جنہوں نے رسوا کیا

نار زاں آمد عذابِ کافراں — کہ حجر را نار باشد امتحاں

کافروں کی سزا، آگ اسی وجہ سے بنی ہے — کہ پتھر کی آزمائش آگ سے ہوتی ہے

ایں دلِ چوں سنگ را تاچند چند — پند گفتیم و نمی پذرفت پند

اس پتھر جیسے دل کو کتنی ہی — ہم نے نصیحت کی اس نے نصیحت قبول نہ کی

ریش بد را داروئے بد یافت رگ — مر سر خر را سزد دندانِ سگ

خراب زخم کو خراب دوا ہی قابو میں لاتی ہے — گدھے کے سر کے لئے کتے ہی کے دانت مناسب ہیں

لِلْخَبِیْثَاتِ الْخَبِیْثُوْن حکمت ست — زشت راہم زشت جفت و بابت ست

خبیثات کے لئے خبیثوں کا ہونا ہی دانائی ہے — برے کا برا ہی جوڑا اور لائق ہے

پس[2] تو ہر جفتے کہ میخواہی بگیر — محو اُو باش و صفاتش را پذیر

پس تو جو جوڑا چاہے بنا لے — اس میں فنا ہو جا اور صفات کو قبول کر لے

پس تو ہر راہے کہ میخواہی برو — محو و ہمشکلِ صفاتِ دوست شو

پس تو جس راستہ پر چلنا چاہے، چل — دوست کی صفات میں فنا اور ہمشکل بن جا

نور خواہی مستعد نور شو — دور خواہی خویش بین و دور شو

نور چاہتا ہے تو نور کے لئے مستعد بن — دور ہونا چاہتا ہے تو متکبر اور دور ہو جا

ور رہے خواہی ازیں سجن خرب — سرمکش از دوست وَ اسجُدْ وَ اقْتَرِبْ

اگر اس برباد، قید خانے سے رہائی چاہتا ہے — دوست (اللہ تعالیٰ) سے سرکشی نہ کر اور سجدہ کر اور قریب ہو جا

سر کشانرا بیں سراسر در عذاب — سر بنہ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ

سرکشوں کو سراسر عذاب میں سمجھ — سر (تسلیم) خم کر دے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد خیز زیدؓ — بر براقِ ناطقہ بربند قید

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اے زیدؓ! اٹھ — گویائی کے براق کو باندھ دے

---

[1] یوم۔ دن۔ تبلی۔ آزمائے جائیں گے۔ السرائر۔ سریرۃ کی جمع ہے، چھپی ہوئی چیز۔ بان۔ ظاہر ہوا۔ کامن۔ پوشیدہ۔ لا یشتھی۔ ناپسندیدہ۔ سقوا۔ پلائے گئے۔ ماءً حمیمًا۔ گرم پانی۔ قطعت۔ پارہ پارہ کر دیے گئے۔ الاستار۔ ستر کی جمع ہے، پردہ۔ مما۔ وہ چیزیں۔ افضحت۔ جس نے رسوا کیا۔ حجر۔ پتھر کو آتش گیر مادہ سے توڑا جاتا ہے۔ ایں دل۔ کافروں کے دل کو قرآن نے پتھر سے تعبیر کیا ہے۔ رگ یافتن۔ حقیقت کو پہنچ جانا۔ مر سر خر۔ مشہور ہے گوشت خر دندانِ سگ۔ زشت۔ بدصورت۔ جفت۔ شوہر، بیوی۔ بابت۔ لائق، سزاوار، مناسب۔

[2] پس۔ حدیث شریف میں ہے اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ انسان اپنے دوست کا مذہب اختیار کر لیتا ہے تو غور کر لے کس سے دوستی کر رہا ہے۔ سجن۔ قید خانہ۔ خرب۔ ویرانہ۔ اسجد۔ تو سجدہ کر۔ اقترب۔ قریب ہو جا۔ ایں سخن۔ یہ آنحضور ﷺ کا مقولہ ہے۔ براق۔ وہ سواری جو حضور ﷺ کو معراج میں ملی تھی۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی، یہاں سے مولانا نے اسرار کے اخفاء کی حکمتیں بتائی ہیں۔

بقیہ قصۂ زیدؓ در جواب حضرتِ رسالت علیہ الصلوٰۃ و السلام

آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم کے جواب میں (حضرت) زیدؓ کا بقیہ قصہ

ناطقہ چوں فاضح[1] آمد عیب را
جبکہ بولنا عیب کی پردہ دری کرنے والا ہے
میدراند پردہائے غیب را
وہ غیب کے پردوں کو چاک کر دیتا ہے

غیب مطلوبِ حق آمد چند گاہ
ہرچند کہ اللہ (تعالیٰ) کو غیب مطلوب ہے
ایں دُہل زن را براں بر بند راہ
اس ڈھول پیٹنے والے کو نکال دے، راستہ بند کردے

تگ مراں در کش عناں مستور بہ
تیز نہ دوڑ باگ کھینچ (راز کا) چھپا ہوا ہونا بہتر ہے
ہر کس از پندارِ خود مسرور بہ
ہر انسان کا اپنے خیال کے مطابق خوش رہنا بہتر ہے

حق ہمی خواہد کہ نومیدانِ او
اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ اس سے ناامید
زیں عبادت ہم نگر دانند رُو
بھی اس کی عبادت سے منہ نہ موڑیں

ہم مشرف در عبادتہائے[2] او
جو لوگ اس کی عبادتوں سے مشرف ہیں
مشتغل گشتہ بطاعتہائے او
اس کی فرمانبرداریوں میں مشغول ہیں

ہم بامیدے مشرف می شوند
وہ بھی امید سے مشرف ہوں
چند روزے در رکابش می دوند
(کیونکہ) چند روز وہ بھی ہمرکاب رہے ہیں

خواہد آں رحمت بتابد برہمہ
رحمت چاہتی ہے کہ وہ سب پر نازل ہو
بربد و نیک از عموم مرحمہ
برے اور بھلے پر، رحمت کے عام ہونے کی وجہ سے

حق ہمی خواہد کہ ہر میر و اسیر
اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ ہر حاکم اور محکوم
با رجا و خوف باشند و حذیر
امید و بیم میں رہیں اور ڈرتے رہیں

ایں رجا و خوف در پردہ بود
یہ امید و بیم پردہ (پوشی کی صورت) میں ہو سکتی ہے
تاپس ایں پردہ پرورده شود
تاکہ پس پردہ وہ پرورش پاتے رہیں

چوں دریدی پردہ کو خوف و رجا
جب تو نے پردہ چاک کر دیا، امید و بیم کہاں رہی؟
غیب راشد کرّ و فر اندر ملا
غیب کی شان و شوکت برملا ہو گئی

حکایت

بَر لب جو بُرد ظنّے یک فتیٰ
ایک نوجوان نے دریا کے کنارے پر خیال کیا
کہ سلیمانؑ ست ماہی گیر ما
کہ ہمارا مچھیرا، سلیمان (علیہ السلام) ہے

---

1 فاضح۔ رسوا کرنے والا۔ غیب۔ پردہ پوشی۔ دہل زن۔ ڈھول پیٹنے والا، اعلان کرنے والا۔ تگ۔ دوڑ۔ مراں۔ راندن سے نہی ہے، نہ چلا۔ عناں۔ باگ۔ مستور۔ چھپا ہوا۔ پندار۔ عقیدہ، خیال۔ نومیداں۔ وہ لوگ جو غلط عقیدہ کی وجہ سے نفس الامر سے مایوس ہیں، یعنی اخفاءِ اسرار میں یہ بھی حکمت ہے کہ یہ لوگ بھی مایوس نہ ہوں۔

2 عبادتہائے۔ یعنی ناقص عبادتیں۔ رکاب۔ سواری، جلو۔ میر۔ سردار۔ اسیر۔ یعنی محکوم۔ رجا۔ امید۔ حذیر۔ ڈرنے والا۔ ایں رجا۔ یعنی جب تک انسان کے اعمال پردے میں ہیں، امید و خوف ہے ورنہ یکسو ہو جائے گا۔ اندر ملا۔ برملا۔ حکایت۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انکشافِ حقیقت کے بعد خوف و رجا ختم ہو جاتا ہے۔

گرویست[1] ایں از چہ فردست و خفیست
یہ اگر وہی ہے تو یہ تنہائی اور چھپاؤ کیوں ہے؟
ورنہ سیمائے سلیمانیش چیست
ورنہ اس کا سلیمانؑ جیسا چہرہ مہرہ کیوں ہے؟

اندریں اندیشہ می بود اُو دو دل
اس خیال میں وہ دو دل ہو رہا تھا
تا سلیماں گشت شاہِ مستقل
یہاں تک کہ (حضرتِ) سلیمانؑ مستقل بادشاہ بن گئے

دیو رفت از ملک و تخت اُو گریخت
دیو چلا گیا، ان کے ملک اور تخت سے بھاگ گیا
تیغ بختش خونِ آں شیطاں بریخت
ان کے نصیبہ کی تلوار نے اس شیطان کا خون بہا دیا

کرد در انگشت خود انگشتری
انہوں نے اپنی انگلی میں انگوٹھی پہنی
جمع آمد لشکر دیو و پری
دیو اور پریوں کا لشکر جمع ہو گیا

آمدند از بہر نظارہ رجال
لوگ، دیدار کے لئے آئے
درمیانِ شاں آنکہ بد صاحب خیال
ان میں وہ گمان کرنے والا (بھی) تھا

چوں در انگشتش بدید انگشتری
جب اس نے ان کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی
رفت اندیشہ و گمانش یکسری
اس کا گمان اور خیال ختم ہو گیا

وہم[2] آنگاہ ہست کاں پوشیدہ است
وہم اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ وہ پوشیدہ ہے
ایں تحری از پئے نادیدہ است
اٹکل بغیر دیکھی چیز کے لئے ہے

شد خیالِ غائب اندر سینہ زفت
غائب (چیز) کا خیال سینہ میں استوار ہوا
چونکہ حاضر شد خیالِ اُو برفت
جب وہ حاضر ہو گئی خیال ختم ہوا

گر سمائے نور بے باریدنی ست
اگر منور آسمان نہ برسنے والا ہے
ہم زمین تار بے بالیدنی ست
تاریک زمین بھی بغیر نشوونما کے ہے

یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْب می باید مرا
(اللہ نے فرمایا) ہمیں غیب پر ایمان لانیوالے درکار ہیں
زاں بہ بستم روزنِ فانی سرا
اس لئے میں نے دنیا کے سوراخ بند کر دیے ہیں

گرچہ ہست اظہار کردن خود کمال
اگرچہ ظاہر کرنا خود کمال ہے
می رہاند جانہا را از خیال
(کیونکہ) جانوں کو وہم سے رہائی دے دیتا ہے

لیک یک در صد بود ایماں بغیب
لیکن سو میں سے ایک کو ایمان بالغیب ہوتا ہے
نیک دان و بگذر از تزویر و ریب
خوب سمجھ لے اور مکر اور شک سے درگزر کر

---

[1] گرویست۔ اگر مچھیرا واقعی سلیمانؑ ہیں تو تنہا اور اس حالت میں کیوں۔ سیما۔ علامت، چہرہ مہرہ۔ دودل۔ متردد۔ مستقل۔ خودمختار۔ دیو۔ وہ جن جس نے انگوٹھی چرائی تھی۔ جمع آمد۔ حضرت سلیمانؑ کی سلطنت دوبارہ جم گئی۔ رجال۔ رجل کی جمع ہے، مرد۔ صاحب خیال۔ یعنی وہ شخص جس نے حضرت سلیمانؑ کو مچھلیاں پکڑتے دیکھا تھا جبکہ وہ سلطنت سے محروم ہو کر ایک مچھیرے کے گھر میں روپوش ہو گئے تھے۔ چوں۔ ایک روز حضرت سلیمانؑ کے جال میں وہ مچھلی آ گئی جس نے وہ انگشتری نگل لی تھی جو دیو سے دریا میں گر پڑی تھی اور جس کے بل پر حضرت سلیمانؑ حکومت کرتے تھے اور اس مچھلی کے پیٹ سے وہ انگشتری نکال کر حضرتِ سلیمانؑ نے اپنی انگلی میں پہن لی۔

[2] وہم۔ جو چیز پوشیدہ اور مخفی ہو، وہاں وہم کارفرما ہوتا ہے۔ گر سمائے نور۔ عالم کی شادابی کے لئے بارش کا ہونا ضروری ہے جو کہ ابر کے حجاب کے ساتھ زمین پر نازل ہوتی ہے ورنہ زمین میں بالیدگی نہ ہو۔ اسی طرح اخفاءِ غیب میں بھی مصلحت ہے۔ فانی سرا یعنی دنیا۔ لیک در صد۔ تمام عالم کا مومن ہو جانا مصلحت باری کے خلاف ہے۔

چوں[1] شگافم آسماں را در ظہور
اگر اظہار کے لئے آسمان میں شگاف لگا دوں
چوں بگویم ہَلْ تَرٰی فِیْہَا فُطُوْر
تو، کیا تم اس میں شگاف دیکھتے ہو، کیسے کہوں؟

تا دریں ظلمت تحری گسترند
تاکہ اس اندھیرے میں اٹکل لگاتے رہیں
ہر کسے رُو جانبے می آورند
ہر آدمی الگ الگ جانب کو رخ کرے

مدتے معکوس باشد کارہا
(تاکہ) ایک عرصہ تک کام الٹے رہیں
شحنہ را دُزد آورد بردار ہا
چور، کوتوال کو سولی پر چڑھا دے

تا کہ بس سلطانِ عالی ہمتے
تاکہ عالی ہمت بادشاہ
بندۂ بندہ خود آید مدتے
ایک عرصہ تک غلام کا غلام رہے

بندگی[2] در غیب آمد خوب و گش
غیب کی صورت میں عبادت خوب اور بہتر ہے
حفظ غیب آمد در استعباد خوش
عبادت کرانے میں غیب کی حفاظت اچھی ہے

کو کہ مدحِ شاہ گوید پیشِ او
کہاں ہے وہ جو بادشاہ کے سامنے بادشاہ کی تعریف کرے
باکہ در غیبت بود اُو شرم رُو
اس کے مقابلہ میں جو غائبانہ شرمائے

قلعہ دارے کز کنارِ مملکت
وہ قلعہ دار جو مملکت کے کنارے پر
دور از سلطان و سایہ سلطنت
بادشاہ اور سلطنت کے پاس ہے

قلعہ نہ فروشد بمالِ بیکراں
لا تعداد مال کے لئے قلعہ کو فروخت نہ کرے
پاس دارد قلعہ را از دشمناں
دشمنوں سے قلعہ کی حفاظت کرے

غائب از شہ در کنارِ ثغرہا
سرحدوں کے کنارے پر بادشاہ سے غائب
ہمچو حاضر اُو نگہدارد وفا
حاضر کی طرح وفا کی نگہداشت کرے

پیشِ شہ اُو بہ بود از دیگراں
بادشاہ کے نزدیک وہ دوسروں سے بہتر ہوگا
کہ بخدمت حاضر اند و جانفشاں
جو دربار میں حاضر ہیں اور جانفشانی کر رہے ہیں

پس بغیبت نیم ذرّہ حفظ کار
غیبت میں کام کی تھوڑی بھی نگہداشت
بہ کہ اندر حاضری زاں صد ہزار
موجودگی کی لاکھ کار گذاری سے بہتر ہے

طاعت و ایماں کنوں محمود شد
فرمانبرداری اور ایمان اب قابل تعریف ہے
بعد مرگ اندر عیاں مردود شد
مرنے کے بعد مشاہدہ کی صورت میں نامقبول ہے

چونکہ غیب و غائب و رُوپوش بہ
چونکہ غیب اور غائب چھپا ہوا بہتر ہے
پس دہاں بر بند و لب خاموش بہ
تو منہ کو بند کر لے، خاموش رہنا بہتر ہے

---

1. چوں۔ اگر میں غیب کے مشاہدہ کے لئے آسمانوں کوشق کر دیتا تو ہَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْر کی دعوت نہ دیتا۔ قرآن میں اللہ کی حکمت پر استدلال میں یہ آیت ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ ہَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْر۔ "اے انسان تو اپنی نظر آسمان پر دوڑا، کیا اس میں تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے۔ تادریں۔ غیب میں یہ مصلحت بھی ہے کہ کچھ دن کام الٹ پلٹ چلتے رہیں۔ معکوس۔ الٹا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ دار۔ سولی۔
2. بندگی۔ یہاں سے بھی اخفاء احوال کی حکمت بیان کرنا شروع کی ہے۔ گش۔ خوب۔ حفظ۔ محفوظ۔ استعباد۔ عبادت کرانا۔ حفظ غیب۔ غائبانہ اطاعت کا بڑا درجہ ہے۔ کو۔ کہا، یعنی دونوں میں بہت فرق ہے۔ ثغر۔ سرحد۔ طاعت وایماں۔ آیات الٰہیہ کے مشاہدہ کے بعد ایمان معتبر نہ ہوگا۔

اے برادر دست وَا دار از سخن
اے بھائی! بات کہنے سے دستبردار ہو جا
خود خدا پیدا کند علم لدن[1]
وہ (اللہ تعالیٰ) علم وہبی خود پیدا کر دے گا

بس بود خورشید را رویش گواہ
سورج کے لئے اس کا چہرہ کافی گواہ ہے
اَیُّ شَیْئٍ اَعْظَمُ الشَّاهِدُ اِلٰه
سب سے بڑا گواہ کون ہے؟ خدا ہے

نے بگویم چوں قریں شد در بیاں
نہیں میں تو شہادت دوں گا جیسا کہ بیان میں ساتھ ہیں
ہم خدا و ہم ملک ہم عالماں
اللہ بھی اور فرشتے بھی اور علماء بھی

یَشْهَدُ اللّٰهُ وَ الْمَلَکُ وَ اَهْلُ الْعُلُوْم
اللہ گواہی دیتا ہے اور فرشتے اور علماء
اِنَّهٗ لَا رَبَّ اِلَّا مَنْ یَدُوْم
کہ رب نہیں ہے مگر وہ جو ہمیشہ رہے

چوں گواہی[2] داد حق کہ بود ملک
جب اللہ (تعالیٰ) نے گواہی دیدی تو فرشتے کیا ہوتے ہیں
تا شوند اندر گواہی مشترک
کہ وہ گواہی دینے میں شریک ہوں

زانکہ شعشاع و حضورِ آفتاب
یہ اس لئے کہ کرنوں اور سورج کی موجودگی کی
برنتابد چشم و دلہائے خراب
کمزور آنکھیں اور دل، طاقت نہیں رکھتے ہیں

چوں خفاشے کوتف خورشید را
جبکہ چمگادڑ جو سورج کی چمک کی
برنتابد بگسلد امید را
تاب نہیں لاتی ہے امید توڑ بیٹھتی ہے

پس ملائک را چو ماہاں بازداں
تو فرشتوں کو ان چاندوں کی طرح سمجھ
جلوہ گر خورشید را بر آسماں
جو آسمان پر سورج کو جلوہ دیتے ہیں

کایں ضیا ماز آفتابے یافتیم
(وہ کہتے ہیں) کہ یہ روشنی ہم نے سورج سے حاصل کی ہے
چوں خلیفہ بر ضعیفاں تافتیم
قائم مقام بن کر ہم کمزوروں پر چمکے ہیں

چوں مہ نو یا سہ روزہ یا کہ بدر
نئے چاند یا تین روزہ چاند یا چودھویں کے چاند کی طرح
مرتبہ ہر یک بود در نور و قدر
ہر ایک (فرشتہ) کا نور اور قدر میں رتبہ ہے

زاجنحہ نورِ ثلاثِ اَو رُباع
نور کے تین تین یا چار چار بازوؤں کی وجہ سے
بر مراتب ہر ملک را آں شعاع
مرتبہ کے اعتبار سے ہر فرشتہ کو وہ نور حاصل ہے

---

1. علم لدن۔ خدا جس کو چاہے گا، خود علم وہبی عطا فرما دے گا اور وہ غیب پر مطلع ہو جائے گا، تو خاموش ہو جا۔ بس۔ جب مشاہدہ ہو جائے گا تو پھر کسی گواہ کی ضرورت نہ رہے گی۔ نے بگویم۔ اوپر کا مضمون تھا کہ صرف اللہ کی گواہی ہی کافی ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اب اس مضمون سے گریز ہے کہ ہاں اللہ کی گواہی کافی ضرور ہے لیکن چونکہ اللہ نے اپنی گواہی میں فرشتوں اور اہل علم کو شریک کیا ہے تو میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ یشہد۔ قرآن پاک میں ہے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ "اللہ اس پر گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم گواہی دیتے ہیں۔"

2. چوں گواہی۔ اب یہ سمجھانا ہے کہ خدا کی گواہی کے بعد فرشتوں اور علماء کی گواہی کی کیا ضرورت تھی۔ شعشاع۔ شعاع۔ برنتابد۔ تاب نیارد۔ خفاش۔ چمگادڑ۔ تف۔ چمک، گرمی۔ پس ملائک۔ یعنی جس طرح سورج کے ہوتے ہوئے چاند اور ستاروں کے وجود میں مصلحت کارفرما ہے، اسی طرح اللہ کی گواہی کے بعد فرشتوں کی گواہی میں مصلحت کارفرما ہے۔ ماہاں۔ مختلف دنوں کے چاند۔ چوں۔ جس طرح مختلف تاریخوں کے چاند کے نور میں فرق ہے، اسی طرح فرشتوں کے مراتب میں فرق ہے۔ اجنحہ جناح کی جمع ہے، بازو۔ ثلاث۔ تین تین۔ رباع۔ چار چار۔

ہمچو پَر ہائے عقولِ[1] انسیاں
جیسے انسانوں کے عقلی بازو
کہ بسے فرق ست شاں اندر میاں
کہ ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے

پس قرین ہر بشر در نیک و بد
ہر انسان کا نیکی اور بدی کے اعتبار سے ساتھی
آں ملک باشد کہ مانندش بود
وہ فرشتہ ہوگا جو اس کے مناسب ہوگا

چشم اَعمش نورِ خور را بر نتافت
چندھے کی آنکھ میں سورج کی روشنی کی تاب نہیں ہے
اختر اُو را شمع شد تا رہ بیافت
ستارہ اس کی شمع بن گیا یہاں تک کہ اس کو راستہ مل گیا

گفتن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مر زید رضی اللہ عنہ را

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زید رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ

کہ ایں سِرّ را فاش تر زیں مگو و متابعت نگہدار

اس راز کو اس سے زیادہ کھل کر نہ کہہ اور فرمانبرداری کا لحاظ رکھ

گفت پیغمبرؐ کہ اصحابی نجوم
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں
رہرواں را شمع و شیطاں را رجوم
جو مسافروں کی شمع اور شیطان کے لئے گرز ہیں

ہر کسے را گر بدے آں چشم و زور
اگر ہر شخص کے لئے وہ آنکھ اور طاقت ہوتی
کو گرفتے زا فتابِ چرخ نور
کہ جس سے آسمان کے سورج سے نور حاصل کر سکتا

کے ستارہ حاجتستے اے ذلیل
اے ذلیل! ستارے کی پھر کیا ضرورت تھی؟
کے بدے بر نورِ خورشید آں دلیل
وہ سورج کی روشنی کا راہنما کب ہوتا؟

ہیچ ماہ و اخترے حاجت نبود
(اس کو) کسی چاند اور ستارے کی ضرورت نہ تھی
کو بود بر آفتابِ حق شہود
جو حق کے سورج کا گواہ ہوتا

ماہ می گوید با بر و خاک و فے
چاند، ابر اور خاک اور سایہ سے کہتا ہے
من بشر مِنۡ مِثۡلُکُمۡ یُوۡحٰی[2] اِلَیَّ
میں تم جیسا انسان ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے

چوں شما تاریک بودم در نہاد
دراصل تمہاری طرح میں بھی بے نور تھا
وحی خورشیدم چنیں نورے بداد
وحی کے سورج نے مجھے یہ نور عطا کیا ہے

ظلمتے دارم بہ نسبت با شموس
سورجوں کی بہ نسبت، میں تاریک ہوں
نور دارم بہر ظلماتِ نفوس
انسانوں کی تاریکیوں کے لئے میرے پاس نور ہے

---

1. عقولؔ۔ انسانوں کی عقلوں میں فرق ہے۔ اعمشؔ۔ چندھا، کمزور نگاہ والا۔ خورؔ۔ خورشید۔ اصحابیؔ۔ حدیث شریف ہے اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم ''میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، تم جس کی بھی پیروی کرلو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔'' ستاروں کے دو فائدے ہیں۔ ایک راہنمائی دوسرے یہ کہ وہ شیطانوں کے لئے گرز بھی ہیں جو شیاطین آسمانی باتیں چرانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ اسی طرح صحابہ جو اہل العلوم ہیں، وہ منکروں کی ہلاکت کا سبب ہیں۔ چرخؔ۔ آسمان۔ دلیلؔ۔ رہنما۔ شہودؔ۔ شاہد، گواہ۔ فےؔ۔ سایہ۔ ماہؔ۔ یعنی نبی کریم ﷺ۔
2. یوحیٰؔ۔ وحی بھیجی جاتی ہے۔ الیؔ۔ میری جانب، قرآن میں ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی۔ ''اے نبی! تم لوگوں سے کہہ دو میں تم جیسا انسان ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے۔'' چوں شماؔ۔ آنحضور ﷺ کو خطاب کر کے اللہ نے فرمایا ہے۔ ''اسی طرح سے ہم نے اپنے حکم سے دین کی جان یعنی قرآن تمہاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجی ہے تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کس کو کہتے ہیں۔'' شموسؔ۔ یعنی شئون باری اور صفات الٰہی۔

زاں ضعیفم تا تو تابے آوری — کہ نہ مردِ[1] آفتابِ انوری
میں اس لئے ضعیف ہوں کہ تو برداشت کر سکے — کیونکہ تو زیادہ چمکدار سورج کا مرد (میدان) نہیں ہے

ہمچو شہد و سرکہ درہم بافتم — تا بہ بیماری جگر رہ یافتم
میں شہد اور سرکہ کی طرح باہم مل گیا ہوں — یہاں تک کہ جگر کی بیماری تک پہنچ گیا ہوں

چوں ز علت وا رہیدی اے رہیں — سرکہ را بگذار می خور انگبیں
اے گرفتار (مرض) جب تو بیماری سے نجات پا جائے — سرکہ کو چھوڑ دے شہد چاٹ

تخت دل معمور شد پاک از ہوا — بروے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی
جب دل کا تخت خواہشات سے پاک ہو کر (نور سے) بھر گیا — تو اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کا مصداق ہو گیا

حکم بر دل بعد ازیں بے واسطہ — حق کند چوں یافت دل ایں رابطہ
اس کے بعد بلاواسطہ دل پر حکم — اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے جب دل کو یہ ربط حاصل ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد زیدؓ کو — تا وہم بدنش کہ رسوائی[2] مجو
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے (حضرت) زیدؓ کہاں ہیں؟ — تاکہ میں ان کو روکوں کہ رسوائی نہ کر

نیست حکمت گفتن ایں اسرار را — چوں قیامت می رسد اظہار را
ان رازوں کے کہنے میں دانائی نہیں ہے — اظہار کے لئے قیامت آ رہی ہے

رجوع بحکایت زید رضی اللہ عنہ

(حضرتِ) زید رضی اللہ عنہ کی حکایت کی طرف واپسی

زید را اکنوں نیابی کو گریخت — جست از صف نعال و نعل ریخت
(اے مخاطب) اب تو زیدؓ کو نہ پائے گا کیونکہ اب وہ چل دیئے — (مجلس کی) آخری صف سے روانہ ہو گئے اور تیزی سے روانہ ہوئے

تو کہ باشی زید ہم خود را نیافت — ہمچو اختر کہ برو خورشید تافت
تو کیا ہے، زید خود اپنے آپ کو نہیں پا سکتے ہیں — اس ستارے کی طرح جس پر سورج روشنی ڈال دے

نے ازو نقشے بیابی نے نشاں — نے کہے یابی براہِ کہکشاں
تو نہ اس (ستارے) کا نقش پائے گا نہ نشاں — نہ کہکشاں کے راستہ میں تو تنکا پائے گا

---

1. کہ نہ مرد۔ براہ راست منجانب اللہ افاضہ عوام کے لئے مناسب نہیں، اس لئے رسول واسطہ بنے ہیں۔ شہد۔ یعنی فیض حق۔ سرکہ۔ یعنی قولی تعلیمات۔ جگر۔ یعنی مخلوقات۔ درہم بافتن۔ مل جل جانا۔ رہ یافتن۔ داخل ہو جانا، سرایت کرنا۔ علت۔ یعنی روحانی امراض۔ سرکہ را بگذار۔ اب قالی اور قولی تعلیمات کی ضرورت نہیں ہے اسرار الٰہی کی معرفت بذریعہ علم لدنی حاصل ہونے لگے گی۔ تخت دل۔ یعنی جب دل ہوا و ہوس سے پاک ہو جائے گا اللہ کی تجلیات اس پر ایسی ہی ہوں گی جیسی کہ عرش پر۔ حکم۔ جب اللہ سے رابطہ پیدا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ دل پر براہ راست الہام فرماتا ہے اور اس کو علوم لدنیہ حاصل ہو جاتے ہیں۔
2. رسوائی۔ اسرار کا کھولنا رسوائی کا سبب ہے۔ قیامت۔ قیامت کے دن سب چھپے ہوئے راز کھل جائیں گے۔ نعل ریختن۔ تیز بھاگنا۔ تو کہ۔ زیدؓ اب فنا کے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں خود ان کو اپنی خبر نہیں ہے۔ کہکشاں۔ اصل میں کاہ کشاں ہے۔ یہ باریک ستاروں کا ایک لمبا مجموعہ ہے اور ایسا ہے جیسا کہ گھاس کا گٹھر زمین پر ڈال کر کھینچا جائے تو زمین پر نشانات ہو جاتے ہیں۔ یہ آسمان پر رات کی تاریکی میں جنوباً و شمالاً ایک سڑک کی صورت نظر آتا ہے، جب سورج نکلتا ہے نہ ستارے نظر آتے ہیں، نہ کہکشاں۔

شد[1] حواس و نطق بے پایانِ ما ‎ ‎ محو نورِ دانش سلطانِ ما

ہمارے لامحدود حواس اور قوتِ گویائی ‎ ‎ ہمارے شہنشاہ کی دانش کے نور میں فنا ہو گئی

حسہا و عقلہا شاں در درون ‎ ‎ موج در موج لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن

ان (روحوں) کے حواس اور عقلیں اس عالم میں ‎ ‎ "لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن" کے مقام میں موجزن تھے

چوں شب آمد باز وقت بار شد ‎ ‎ انجم پنہاں شدہ بر کار شد

جب رات آئی پھر کام کا وقت آ گیا ‎ ‎ چھپے ہوئے ستارے کام میں لگ گئے

خلق عالم[2] جملگی بیہش شوند ‎ ‎ پرد ہا بر رو کشند و بغنوند

دنیا کی تمام مخلوق بے ہوش ہو جاتی ہے ‎ ‎ چہرے ڈھانپ لیتے ہیں اور اونگھنے لگتے ہیں

صبح چوں دم زد علم افراشت خور ‎ ‎ ہر فتیٰ از خوابگہ برداشت سر

صبح نے جب سانس لیا، سورج نے جھنڈا بلند کیا ‎ ‎ ہر نوجوان نے خواب گاہ سے سر اٹھایا

بیہشاں را وا دہد حق ہوشہا ‎ ‎ حلقہ حلقہ حلقہا در گوشہا

اللہ بے ہوشوں کو ہوش دے دیتا ہے ‎ ‎ جماعت در جماعت تابع فرمان ہو جاتے ہیں

پائے کوباں دست افشاں در ثنا ‎ ‎ ناز نازاں رَبَّنَا اَحْیَیْتَنَا

تعریف میں ناچتے ہوئے، رقص کرتے ہوئے ‎ ‎ ناز کرتے ہوئے کہ اے ہمارے رب تو نے ہمیں زندہ کر دیا

آں جلود و آں عظامِ ریختہ ‎ ‎ فارساں گشتہ غبار انگیختہ

ریزہ ریزہ کھالیں اور ہڈیاں ‎ ‎ شہسوار بنے ہوئے، غبار اڑاتے ہوئے

حملہ آرند از عدم سوئے وجود ‎ ‎ در قیامت ہم شکور و ہم عنود

عدم سے وجود کی طرف تیزی سے چلیں گے ‎ ‎ قیامت میں شکرگزار بھی اور سرکش بھی

سرچہ می پیچی چرا نا دیدہٗ ‎ ‎ در عدم اوّل .نہ سَر پیچیدہٗ

ایسا بھولا بن کر تو کیوں انکار کرتا ہے؟ ‎ ‎ کیا پہلے عدم میں تو نے منہ نہ موڑا تھا؟

در عدم افشردہ بودی پائے خویش ‎ ‎ کہ مرا کہ بر کند از جائے خویش

تو نے عدم میں اپنا پیر سکوڑ رکھا تھا ‎ ‎ کہ مجھے میری جگہ سے کون اکھاڑ سکتا ہے؟

می نہ بینی صنع ربانیت را ‎ ‎ کہ کشد اُو موئے پیشانیت را

کیا تو خدا کی کاریگری کو نہیں دیکھتا ہے ‎ ‎ کہ اسی نے تیری پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچ لیا

---

1. شد۔ عالم ارواح میں ہمارے تمام حواس خدائی نور میں اسی طرح محو تھے جیسے حضرت زیدؓ پر محویت طاری ہوئی۔ لدینا۔ سورۂ یٰسین میں مذکور ہے۔ اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْن "قیامت بس ایک زور کی آواز ہو گی تو بس لوگ ہمارے حضور میں حاضر کئے جائیں گے۔" چوں شب آمد۔ جس طرح ستارے دن میں چھپ جاتے ہیں اور رات آتے ہی مصروف عمل ہو جاتے ہیں، اسی طرح جب انسان پر شب یعنی موت طاری ہوتی ہے اور روح عالم ارواح میں پہنچ جاتی ہے تو ملائکہ اس میں تصرف شروع کر دیتے ہیں۔

2. خلق عالم۔ یعنی سکرات الموت سے بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور عالم برزخ میں روحوں پر غنودگی طاری ہو جاتی ہے۔ صبحدم۔ صبح ہوتے ہی تمام انسان نیند سے بیدار ہو جاتے ہیں اسی طرح قیامت آئے گی تو سب ہوش میں آ جائیں گے۔ بیہشاں۔ قیامت کے میدان میں سب بے ہوش ہوش میں آ کر جناب باری تعالیٰ میں پہنچ جائیں گے۔ ربنا۔ حدیث میں سو کر اٹھنے کی دعا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْر۔ سرچہ۔ روح نے حضرت آدمؑ کے جسم میں آنے سے پہلے بھی انکار کیا تھا۔ در عدم۔ ازل میں روح جسم میں آنے کو آمادہ نہ تھی۔

تا کشیدت[1] اندریں انواعِ حال
یہاں تک کہ تجھے ان احوال میں مبتلا کر دیا
کہ نبودت در گمان و در خیال
جو تیرے گمان اور خیال میں بھی نہ تھے

آں عدم اُو را ہمارہ بندہ است
عدم ہمیشہ اس کے فرمان کے تابع ہے
کارکن دیوا! سلیماں زندہ است
اے دیو! کام میں لگ جا، سلیمان زندہ ہے

دیو می سازد جفانِ کالجواب
دیو، تالابوں جیسے لگن بنا رہا ہے
زَہرہ نے تا دفع گوید یا جواب
طاقت نہیں ہے کہ انکار کرے یا جواب دے دے

خویش را بیں چوں ہمی لرزی زبیم
تو اپنے آپ کو دیکھ خوف سے کیسا کانپ رہا ہے
مر عدم را نیز لرزاں داں مقیم
عدم کو بھی ہمیشہ لرزاں سمجھ

ور تو دست اندر مناصب میزنی
اگر تو بڑے عہدوں پر دست درازی کر رہا ہے
ہم زترس ست آنکہ جانے میکنی
یہ بھی ڈر ہی کی وجہ سے ہے کہ تو مشقت اٹھاتا ہے

ہرچہ جز عشق خدائے احسن ست
خدائے خوب تر کے عشق کے علاوہ جو کچھ ہے
گر شکر خائیست آں جاں کندن ست
اگر شکر خوری بھی ہے وہ جاں کنی ہے

چیست جاں کندن[2] سوئے مرگ آمدن
جان کنی کیا ہے؟ موت کی جانب چلنا ہے
دست را آبِ حیاتے ناز دن
آبِ حیات کو حاصل نہ کرنا ہے

خلق را دو دیدہ در خاکِ ممات
مخلوق کی نگاہیں موت کی مٹی کی طرف ہیں
صد گماں دارند در آبِ حیات
آبِ حیات میں سینکڑوں شک کرتے ہیں

جہد کن تا صد گماں گردد نود
کوشش کر کہ سو گمان نوے بن جائیں
شب برو ور تو بخسپی شب رود
رات کو سفر کر اگر سو گیا رات چلی جائے گی

در شب تاریک جو آں روز را
اندھیری رات میں اس دن کی تلاش کر لے
پیش کن آں عقل ظلمت سوز را
تاریکی کو ختم کر دینے والی عقل کو رہنما بنا

در شب بد رنگ بس نیکی بود
کالی رات میں بہت نیکیاں ہوتی ہیں
آبِ حیواں جفت تاریکی بود
آبِ حیات اندھیرے میں ہوتا ہے

سر زخفتن کے تواں برداشتن
سونے سے سر کب اٹھایا جا سکتا ہے؟
با چنیں صد تخم غفلت کاشتن
غفلت کے ایسے سو بیج بو کر

تا کشیدت۔ مجبوراً روح کو جسد عنصری اختیار کرنا پڑا اور احوالِ دنیا میں مبتلا ہونا پڑا۔ ہمارہ۔ ہموارہ، ہمیشہ۔ دیوا۔ اے دیو۔ جفان۔ جفن کی جمع ہے، لگن۔ جواب۔ اصل میں جوابی ہے جو جابیہ کی جمع ہے، بڑا حوض۔ زہرہ۔ پتہ، حوصلہ۔ مناصب۔ منصب کی جمع، بڑا عہدہ۔ بڑے عہدوں کی کاوش انسان مال حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے جس کی وجہ افلاس کا خوف ہوتا ہے جو بقدر اللہ ہے تو گویا انسان کا عہدے حاصل کرنا اللہ سے لرزنا ہے۔

جان کندن۔ مصیبت برداشت کرنا۔ مرگ۔ یعنی دنیا۔ آبِ حیات۔ یعنی عشقِ الٰہی، دیدارِ الٰہی۔ نود۔ نوے۔ شب رفتن۔ رات کو چلنا، یعنی رات کو عبادت کرنا۔ آں روز۔ یعنی نورِ الٰہی۔ آبِ حیواں۔ مشہور ہے کہ آبِ حیات تک پہنچنے کے لئے بہت سی تاریکیوں سے گزرنا پڑتا ہے، یعنی رات کے اندھیرے میں آبِ حیات تلاش کر۔

خوابِ مُردہ لقمہ مردہ[1] یار شد
خواجہ خفت و دزدِ شب بر کارشد
مردے کی سی نیند، حرام لقمے، پیارے بن گئے
جناب سو گئے، اور رات کا چور کام میں لگ گیا

تو نمیدانی کہ خصمانت کیند
ناریاں خصم وجودِ خاکیند
تو نہیں جانتا کہ تیرے دشمن کون ہیں؟
ناری، خاکیوں کے وجود کے دشمن ہیں

نار خصم آب و فرزندانِ اوست
ہمچنانکہ آب خصم جانِ اوست
آگ، پانی اور اس کی پیداوار کی دشمن ہے
جس طرح پانی اس کی جان کا دشمن ہے

آب آتش را کشد زیرا کہ اُو
خصم فرزندانِ آبست و عدو
پانی، آگ کو بجھا دیتا ہے کیونکہ وہ (آگ)
پانی کی پیداوار کی مخالف اور دشمن ہے

بعد ازاں ایں نار نارِ شہوت ست
کاندرو اصلِ گناہ و زَلت ست
اس آگ کے علاوہ ایک شہوت کی آگ ہے
جس کے اندر گناہ اور لغزش کی جڑ ہے

نارِ بیرونی بآبے بفسرد
نارِ شہوت تا بدوزخ می برد
بیرونی آگ پانی سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے
شہوت کی آگ جہنم تک لے جاتی ہے

نارِ شہوت می نیارامد بآب
زانکہ دارد طبع دوزخ در عذاب
شہوت کی آگ، پانی سے نہیں بجھتی ہے
اس لئے کہ عذاب میں وہ دوزخ کا مزاج رکھتی ہے

نارِ شہوت را چہ چارہ نورِ دیں
نُورُكُم اِطْفَاءُ نَارِ الْكَافِرِيْن
شہوت کی آگ کا کیا علاج ہے، دین کا نور (علاج ہے)
(جس طرح) تمہارا نور (ایمان) کافرونکی آگ کا بجھا دینا ہے

چہ کشد ایں نار را نورِ خدا
نورِ ابراہیمؑ را ساز اُوستا[2]
اس آگ کو کیا چیز بجھا سکتی ہے؟ خدا کا نور (بجھا سکتا ہے)
(حضرت) ابراہیم علیہ السلام کے نور کو استاد بنا لے

تازِ نارِ نفس چوں نمرودِ تو
وا رہد ایں جسم ہمچوں عودِ تو
تاکہ تیرے نمرود جیسے نفس کی آگ سے
تیرا لکڑی جیسا جسم نجات پا جائے

شہوتِ نارے براندن کم نشد
اُو بماندن کم شود بے ہیچ بد
شہوت وہ آگ ہے جو پورا کرنے سے کم نہیں ہوتی ہے
وہ روکنے سے کم ہو جاتی ہے بغیر کسی چیز کے

تا کہ ہیزم می نہی بر آتشے
کے بمیرد آتش از ہیزم کشے
تو آگ پر ایندھن کب تک رکھے گا؟
ایندھن ڈالنے سے آگ کب بجھ سکتی ہے؟

---

[1] لقمہ مردہ۔ حرام غذا۔ دزدِ شب۔ یعنی شیطان۔ خصم۔ دشمن، مخالف۔ ناریاں۔ شیاطین۔ فرزندانِ آب۔ یعنی انسان جو نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بعد ازاں۔ یعنی ناری مخلوق کے علاوہ شہوت کی آگ بھی آدمی کی دشمن ہے۔ نارِ بیرونی۔ یعنی یہ عنصری آگ۔ نارِ شہوت۔ جس طرح دوزخ کی آگ پانی سے نہ بجھے گی اسی طرح شہوت کی آگ پانی سے نہیں بجھ سکتی ہے بلکہ دین کے نور کے ذریعہ بجھے گی۔ چارہ۔ علاج۔ اطفاء۔ بجھادینا۔

[2] اوستا۔ استاد۔ نمرود۔ اس بادشاہ کا نام ہے جس نے حضرت ابراہیم کو دہکتی ہوئی آگ میں پھنکوادیا تھا اور آگ ان پر گلزار بن گئی تھی۔ حضرت ابراہیم کا نور آگ کے بجھ جانے کا باعث بنا تھا۔ شہوت راندن۔ خواہش نفسانی کو پورا کرنا۔ بماندن۔ یعنی شہوت کو روکو گے تو رکے گی۔ تا کہ۔ شہوت اور اس کے تقاضے پورا کرنے کی مثال آگ اور ایندھن کی ہے، جس قدر شہوت کا تقاضہ پورا کرو گے، شہوت میں اضافہ ہوگا۔

چونکہ ہیزم باز گیری نار مُرد
جب تو ایندھن ہٹا لے گا آگ مردہ ہو جائے گی
زانکہ تقویٰ[1] آب سوئے نار بُرد
اس لئے کہ پرہیزگاری نے آگ پر پانی ڈال دیا ہے

کے سیہ گردد زآتش روئے خوب
خوبصورت چہرہ آگ سے کب سیاہ ہوتا ہے؟
کو نہد گلگونہ از تقویٰ القلوب
اسلئے کہ اس نے دلوں کی پرہیزگاری کا غازہ لگا لیا ہے

نار پاکاں را ندارد خود زیاں
آگ، پاک لوگوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے
کے زخاشاکے شود دریا نہاں
کوڑے کرکٹ سے دریا کب چھپ سکتا ہے؟

ہر کہ تریاکِ خدائے را بخورد
جس نے خدائی تریاق کھا لیا
گر خورد زہرے مگویش کو بمرد
اگر وہ زہر بھی کھا لے تو اس کو مردہ نہ کہہ

گر طبیب[2] گوید اے رنجورِ زار
اگر تجھ سے طبیب کہے کہ اے کمزور مریض!
از عسل پرہیز کن ہیں ہوش دار
شہد سے پرہیز کر، خبردار اے ہوشیار!

گر جوابش گوئی از جہل اے سقیم
اے بیمار! اگر تو اس نادانی سے اس کو جواب دے
کہ چرا تو میخوری بے ترس و بیم
کہ تو بلاخوف و خطر کیوں کھا رہا ہے؟

گویدت در دل حکیم مہرباں
مہربان طبیب، دل دل میں تجھے کہے گا
کژ قیاسے کردۂ چوں ابلہاں
تو نے بیوقوفوں کی طرح غلط قیاس کیا ہے

آبِ چشمہ بیں زریزش شد فزوں
چشمہ کے پانی کو دیکھ بہاؤ سے اور بڑھ گیا
آبِ خم بیں خود زخوردن شد نگوں
مٹکے کے پانی کو دیکھ پینے سے (مٹکا) اوندھا ہو گیا

خور کند رنجور را رنجور تر
کھانا، بیمار کو زیادہ بیمار بنا دیتا ہے
وانکہ معمورست خود معمور تر
جو صحت مند ہے اس کو زیادہ صحتمند بنا دیتا ہے

در تو علت می فروزد ہمچو نار
(کھانا) تجھ میں آگ کی طرح بیماری بڑھا دے گا
ہیں مکن با نار ہیزم را تو یار
خبردار! ایندھن کو آگ کا یار نہ بنا

زیں دو آتش خانہ ات ویراں شود
ان دونوں آگوں سے تیرا گھر برباد ہو جائے گا
قالب زندہ ازو بے جاں شود
زندہ جسم ان سے مردہ ہو جائے گا

درمن ار ناریست ہست آں ہمچو نور
مجھ میں اگر آگ ہے تو وہ نور جیسی ہے
نارِ صحت در تن افزاید سرور
صحت کی آگ جسم میں سرور بڑھاتی ہے

نارِ صحت چوں فزاید در وجود
صحت کی آگ جب جسم میں بڑھتی ہے
بے زیانِ تن شود صد گونہ سود
جسم میں نقصان کے بغیر سو گونہ مفید ہوتی ہے

تقویٰ۔ یعنی خواہشاتِ نفسانی سے بچنا۔ گلگونہ۔ غازہ۔ تقویٰ القلوب۔ دلوں کی پرہیزگاری۔ نارِ پاکاں را۔ حضرت ابراہیمؑ کو آگ نہیں جلا سکی، اسی طرح آتش نفس سے پاک لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ ہر کہ۔ جو کامل ہو گئے ہیں ان کو جائز لذتیں مضر نہیں ہوتی ہیں۔ ابتدائی مجاہدوں میں ان کا ترک مناسب ہے۔

گر طبیب۔ مریض کو شہد مضر ہو سکتا ہے، طبیب کو مضر نہیں ہے، اسی طرح شیخ کامل لذائذ دنیوی کا استعمال کر سکتا ہے، مبتدی کے لئے مناسب نہیں ہے۔ آبِ چشمہ۔ شیخ کامل کی مثال جاری چشمہ کی سی ہے اور مبتدی خم جیسا ہے۔ خور۔ اگر بیمار غذا کھائے گا بیماری میں اضافہ ہوگا صحتمند کھائے گا تو قوت بڑھے گی۔ دو آتش۔ عنصری آگ اور بیماری کی آگ۔ نارِ صحت۔ حرارتِ عزیزی۔

آتش افتادن در شہر در زمانِ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں شہر میں آگ لگنا

آتشے افتاد در عہد[1] عمرؓ — ہمچو چوبِ خشک میخورد اُو حجر
(حضرتِ) عمرؓ کے زمانے میں آگ لگ گئی — جو پتھروں کو سوکھی لکڑیوں کی طرح جلا رہی تھی

در فتاد اندر بناؤ خانہا — تازد اندر پرِّ مرغ و لانہا
تعمیرات اور گھروں میں آگ لگ گئی — یہاں تک کہ پرندوں کے پروں اور گھونسلوں میں جا لگی

نیم شہر از شُعلہا آتش گرفت — آب می ترسید ازان و می شگفت
آدھے شہر کو آگ کے شعلوں نے گرفت میں لے لیا — پانی اس سے خوفزدہ تھا اور تعجب کر رہا تھا

مشکہائے آب و سرکہ می زدند — بر سرِ آتش کسانِ ہوشمند
پانی اور سرکہ کی مشکیں ڈال رہے تھے — ہوشمند انسان آگ پر

آتش از استیزہ افزودے لہب — می رسد او را مدد از صُنعِ رب
آگ، دشمنی سے، لپٹیں بڑھاتی تھی — اس کو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت سے مدد پہنچ رہی تھی

آتش از استیزہ افزوں می شدے — می رسید اُو را مدد از بے حدے
آگ جوش سے بڑھ رہی تھی — اس کو بے پایاں (قدرت) سے مدد پہنچ رہی تھی

خلق آمد جانب عمرؓ شتاب — کآتشِ ماخود نمی میرد ز آب
لوگ جلدی سے حضرت عمرؓ کے پاس آئے — کہ ہماری آگ پانی سے نہیں بجھ رہی ہے

گفت آں آتش زآیاتِ[2] خداست — شعلۂ از آتشِ بخل شماست
انہوں نے فرمایا یہ آگ خدا (کے قہر) کی نشانیوں میں سے ہے — تمہارے بخل کی آگ کا شعلہ ہے

آب بگذارید و ناں قسمت کنید — بخل بگذارید اگر آنِ منید
پانی کو چھوڑو، اور روٹیاں تقسیم کرو — بخل سے توبہ کرو، اگر تم میرے ہو

خلق گفتندش کہ در بکشودہ ایم — ما سخی و اہل فتوّت بودہ ایم
لوگوں نے کہا کہ ہم نے تو دروازے کھول دیئے ہیں — ہم تو سخی اور جوانمرد چلے آتے ہیں

گفت ناں در رسم و عادت دادہ اید — دست از بہر خدا نکشادہ اید
انہوں نے فرمایا تم نے روٹی رواج اور عادت کی وجہ سے دی ہے — خدا کے لئے ہاتھ نہیں کھولا ہے

بہر فخر و بہر بوش و بہر ناز — نز برائے ترس و تقویٰ و نیاز
فخر اور شان و شوکت اور خود نمائی کے لئے (دیا ہے) — نہ کہ خوف (خدا) اور پرہیزگاری اور نیازمندی کیوجہ سے

---

1. عہد۔ زمانہ۔ حجر۔ پہاڑوں کے پتھر کو لکڑی کی طرح جلا رہی تھی۔ لانہ۔ گھونسلہ، بھڑوں کا چھتہ۔ آب۔ پانی خوفزدہ تھا اور تعجب کر رہا تھا کہ اس سے آگ کیوں نہیں بجھ رہی ہے۔ آب و سرکہ۔ عرب میں گھروں میں پانی اور سرکہ کے مٹکے ہوتے تھے۔ استیزہ۔ جھگڑا، خصومت۔ لہب۔ شعلہ۔ بے حدے۔ یعنی قدرت الٰہی جو لا محدود ہے۔ عمر۔ میم پر تشدید ضرورت شعری کی وجہ سے ہے۔
2. آیات۔ آیۃ کی جمع ہے، عذاب، علامت یعنی یہ تمہارے بخل کے گناہ کی سزا ہے۔ در بکشودہ ایم۔ غریبوں اور مسافروں کے لئے ہمارے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ فتوت۔ جوانمردی، مروت۔ عادت۔ یعنی تمہاری مہمان نوازی بطور عادت ہے بطور عبادت نہیں ہے۔ بوش۔ باء کے فتحہ اور شین معجمہ کے ساتھ۔ کروفر۔ نز۔ نہ از۔

مال تخم ست و بہر شورہ منہ — تیغ را در دست ہر رہزن مدہ

مال، بیج ہے، ہر شور زمین میں نہ ڈال — تلوار کو کسی ڈاکو کے ہاتھ میں نہ دے

اہل دیں را باز داں از اہل کیں[1] — ہمنشینِ حق بجو با اُو نشیں

دینداروں اور دشمنوں میں فرق کر — اللہ (تعالیٰ) کا مقرب تلاش کر، اس کا ہمنشین بن

ہر کسے بر قومِ خود ایثار کرد — خواجہ پندارد کہ اُو خود کار کرد

ہر شخص نے اپنی قوم پر ایثار کیا ہے — جناب سمجھتے ہیں کہ آپ نے (بڑا) کام کیا ہے

قصہ خیو انداختن خصم در روئے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر ایک دشمن کے تھوک دینے

وانداختن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ شمشیر از دست

کا قصہ اور امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ سے تلوار پھینک دینا

از علیؓ آموزِ اخلاصِ عمل — شیرِ حق را داں مطہر از دغل

(حضرت) علیؓ سے عمل کا اخلاص سیکھ — اسداللہ کو کھوٹ سے پاک سمجھ

در غزا بر پہلوانے دست یافت — زود شمشیرے بر آورد و شتافت

جہاد میں (حضرتِ علی نے) ایک پہلوان پر قابو پا لیا — جلد تلوار نکالی اور لپکے

اُو خیو انداخت بر روئے علیؓ — افتخارِ ہر نبیؐ و ہر ولیؒ

اس نے (حضرتِ) علیؓ کے منہ پر تھوک دیا — جو ہر نبی اور ولی کے لئے باعث فخر ہیں

اُو خیو زد بر رُخے کہ روئے ماہ[2] — سجدہ آرد پیشِ اُو در سجدہ گاہ

اس نے اس چہرے پر تھوکا کہ چاند — اس کے سامنے سجدہ گاہ میں سجدہ کرتا ہے

افتخارِ ہر ولی و ہر صفی — کرد نارِ غیظ بر خود منطفی

ہر ولی اور ہر برگزیدہ کے لئے باعث فخر (علیؓ) نے — اپنے غصہ کی آگ کو بجھا دیا

در زماں انداخت شمشیر آں علیؓ — کرد اُو اندر غزایش کاہلی

(حضرتِ) علیؓ نے فوراً تلوار ڈال دی — (اور) اس سے لڑنے میں سستی برتی

گشت حیراں آں مبارز زیں عمل — وزنمودن عفو و رحمت بے محل

وہ جنگجو اس عمل سے حیران ہو گیا — اور بے موقع عفو اور شفقت کرنے سے (حیران ہو گیا)

گفت برمن تیغ تیز افراشتی — از چہ افگندی مرا بگذاشتی

اس نے کہا، آپ نے مجھ پر تیز تلوار اٹھائی — (پھر) کس وجہ سے آپ نے پھینک دی، مجھے چھوڑ دیا؟

اہل کیں۔ یعنی خدا کے دشمن، بدکار۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کو ترجیح دے دینا۔ خیو۔ بفتح اول وضم تحتانی وواوِ معروف، تھوک۔ شیرِ حق۔ اسداللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ مطہر۔ پاک۔ دغل۔ کھوٹ، فساد۔ غزا۔ جہاد، مذہبی جنگ۔ افتخار۔ اچھے، چھوٹے بڑوں کے لئے باعث فخر ہوتے ہیں۔

روئے ماہ۔ حضرت علیؓ کا چہرہ چاند کے لئے بھی باعث تعظیم ہے لیکن اس نے یہ گستاخی کی۔ منطفی۔ بجھ جانے والا۔ کاہلی۔ سستی۔ مبارز۔ میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنے والا، جنگجو۔ بے محل۔ لڑائی میں شفقت بے محل ہے۔

آنچه دیدی بهتر از پیکارِ من
آپ نے وہ کیا دیکھا جو مجھ سے لڑنے سے بہتر تھا؟
تا شُدی تو سست در اشکارِ من
یہاں تک کہ آپ میرا شکار کرنے میں ست ہو گئے

آنچه دیدی که چنیں خشمت نشست
آپ نے وہ کیا دیکھا کہ اس طرح آپ کا غصہ فرو ہو گیا؟
تا چنیں برقے[1] نمود و باز جست
یہاں تک کہ وہ بجلی چمکی اور واپس ہو گئی

آنچه دیدی که مرا زاں عکس دید
آپ نے وہ کیا دیکھا کہ اسکے دیکھنے کے عکس سے میرے؟
در دل و جاں شعلۂ آمد پدید
دل اور جان میں شعلہ نمودار ہو گیا

آنچه دیدی برتر از کون و مکاں
آپ نے وہ کیا دیکھا؟ جو کون و مکاں سے برتر تھا
کو به از جاں بود و بخشیدیم جاں
جو جانسے بھی پیارا تھا اور آپ نے میری جان بخشی کر دی

در شجاعت شیر ربانیستی
بہادری میں آپ شیر خدا ہیں
در مُروّت خود که داند کیستی
مروت میں، کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ آپ کیا ہیں؟

در مُروّت ابر موسائی به تیه
مروت میں آپ موسائی ابر ہیں (میدان) تیہ میں
کامد ازوے خوانِ نانِ بے شبیه
جس کی وجہ سے بے نظیر روٹی کا خوان آیا

ابرها گندم دهد کانرا بجهد
ابر گیہوں عطا کرتے ہیں جس کو محنت سے
پخته و شیریں کند مردم چو شهد
لوگ پکاتے ہیں اور شہد کی طرح میٹھا کر لیتے ہیں

ابر موسیٰ پرِّ رحمت بر کشاد
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے ابر نے رحمت کا پر کھولا
پخته و شیریں و بے زحمت بداد
پکا پکایا اور میٹھا (کھانا) بغیر محنت کے عطا کیا

از برائے پخته خوارانِ[2] کرم
کرم (خداوندی) سے پختہ (کھانا) کھانے والوں کیلئے
رحمتش افراخت در عالم علم
اس کی رحمت نے عالم میں جھنڈا بلند کر دیا

تا چهل سال آں وظیفه واں عطا
چالیس سال تک وہ وظیفہ اور وہ عطا
کم نشد یک روز زاں اہل رجا
امیدواروں میں سے ایک روز (بھی) کم نہ ہوا

تاہم ایشاں از خسیسی خاستند
پھر وہ بھی کمینہ پن سے، اٹھ کھڑے ہوئے
گندنا و ترّه و خس خواستند
گندنا اور کاہو اور ساگ کی خواہش کرنے لگے

جملگی گفتند با موسیٰ ز آز
حرص کی وجہ سے سب نے (حضرت) موسیٰ سے کہا
بقل و قثّا و عدس سیر و پیاز
سبزی اور ککڑی اور مسور اور لہسن اور پیاز (چاہئے)

زیں گدا روئی و حرص و آزِ شاں
ان کی اس گداگری اور حرص اور طمع کی وجہ سے
منقطع شُد مَنّ و سلویٰ ز آسماں
آسمان سے مَن اور سلویٰ بند ہو گیا

1. برقے۔ یعنی غصہ کی بجلی۔ زاں عکس دید۔ اس چیز کے اثر سے میرے دل میں بجلی کوند گئی ہے۔ شیر ربانی۔ خدائی شیر، حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔ تیہ۔ وہ جنگل بیابان تھا جس میں حضرت موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل پر آسمان سے ابر بھی آیا اور من وسلویٰ بھی اترا تھا۔ ابرہا۔ یعنی معمولی ابر تو بارش برسا کر گیہوں پیدا کر دیتا ہے جس سے محنت اور مشقت کر کے انسان نفع اندوز ہوتا ہے، موسیٰؑ کے ابر کے ساتھ بغیر محنت کے من وسلویٰ اُترا تھا۔

2. پختہ خواراں۔ یعنی جو پکا ہوا کھانا کھانے کے عادی تھے۔ آں عطا۔ یعنی من وسلویٰ۔ رجا۔ امید۔ خسیسی۔ کمینہ پن۔ گندنا۔ ایک سبزی ہے جو پکا کر کھائی جاتی ہے، اس میں لہسن کی سی بو ہوتی ہے۔ ترہ۔ ساگ۔ خس۔ کاہو۔ آز۔ لالچ۔ بقل۔ سبزی۔ قثا۔ ککڑی۔ عدس۔ مسور۔ سیر۔ لہسن۔ گدا روئی۔ گداگری۔

اُمت احمد کہ ہستند از کرام[1]
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت جو شرفاء میں سے ہے
ہست باقی تا قیامت آں طعام
(اس کے لئے) وہ کھانا قیامت تک باقی ہے

چوں اَبِیتُ عِندَ رَبّی فاش شد
جبکہ میں اپنے پروردگار کے پاس رات گزارتا ہوں، صاف آیا ہے
یُطعِمُ وَ یُسقِی کنایت زاش شد
وہ کھلاتا اور پلاتا ہے، حریرہ سے کنایہ ہے

ہیچ بے تاویل ایں را در پذیر
اس کو بغیر تاویل کے مان لے
تا درآید در گلو چوں شہد و شیر
تاکہ تیرے حلق میں شہد اور دودھ کی طرح آئے

زانکہ تاویل ست وا دادِ عطا
اس لئے کہ تاویل کرنا خدا کی بخشش کو رد کرنا ہے
چونکہ بیند آں حقیقت را خطا
کیونکہ وہ حقیقت کو غلط سمجھ رہا ہے

آں خطا دیدن زضعف عقل اوست
وہ غلط سمجھنا اس کی عقل کی کمزوری کی وجہ سے ہے
عقل کل مغزست و عقل جزو پوست
عقل کل مغز ہے اور عقل جزو چھلکا ہے

خویش را تاویل کن نہ اخبار[2] را
اپنی تاویل کر، حدیثوں کی تاویل نہ کر
مغز را بد گوئی نے گلزار را
دماغ کو برا کہہ نہ کہ باغ کو

اے علیؓ کہ جملہ عقل و دیدۂ
اے علیؓ! جو تم کہ مجسم عقل و نظر ہو
شمۂ وا گو از انچہ دیدۂ
جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس میں سے کچھ بتا دو

تیغ حلمت جانِ ما را چاک کرد
آپ کی بردباری کی تلوار نے ہمیں قتل کر ڈالا
آبِ علمت خاکِ ما را پاک کرد
آپ کے علم کے پانی نے ہماری مٹی کو پاک کر دیا

باز گو دانم کہ ایں اسرارِ ہوست
بتایئے! میں سمجھا کہ یہ خدائی رازوں میں سے ہے
زانکہ بے شمشیر کشتن کارِ اوست
اس لئے کہ بغیر تلوار کے قتل کرنا اسی کا کام ہے

صانع بے آلت و بے جارحہ
وہ بغیر اوزار اور ہاتھ کے، صانع ہے
واہب ایں ہدیہ ہائے رائحہ
وہ ان قیمتی تحفوں کا عطا کرنے والا ہے

صد ہزاراں روح بخشد ہوش را
ہوش و حواس کو لاکھوں روحیں عطا کر دیتا ہے
کہ خبر نبود دو چشم و گوش را
(اس طرح) کہ دونوں آنکھوں اور کانوں کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے

صد ہزاراں مے چشاند روح را
روح کو لاکھوں شرابیں پلا دیتا ہے
کہ خبر نبود دہاں را اے فتی
(اس طور پر) کہ اے نوجوان! منہ کو خبر نہیں ہوتی ہے

باز گو اے بازِ عرش و خوش شکار
اے عرش کے باز، بہترین شکار کرنے والے! بتایئے
تاچہ دیدی ایں زماں از کردگار
آپ نے اس وقت خدا کی جانب سے کیا دیکھا؟

[1] کرام۔ کریم کی جمع ہے، شریف، سخی۔ ابیت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی ''میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔'' آش۔ ہر رقیق غذا جو پی جائے۔ تاویل۔ کسی کلام کے ظاہری معنی چھوڑ کر کوئی دوسرے معنی مراد لینا۔ واداد۔ واپس لینا۔ عقل کل۔ یعنی وہ عقل جو آخرت کی باتیں سمجھے۔ عقل جزو۔ دنیاوی معاملات کی عقل۔

[2] اخبار۔ خبر کی جمع ہے، حدیث۔ اے علی۔ یہ اسی پہلوان کا قول ہے۔ شمہ۔ پارہ۔ حلم۔ بردباری۔ ہو۔ اللہ تعالیٰ۔ صانع۔ کام کرنے والا، بنانے والا، کاریگر۔ آلت۔ اوزار۔ جارحہ۔ ہاتھ۔ رائحہ۔ خوشبودار، قیمتی۔ خوش شکار۔ اچھا شکاری۔ کردگار۔ اللہ تعالیٰ۔

چشم تو ادراکِ[1] غیب آموختہ
آپ کی نگاہ غیب کا ادراک سیکھے ہوئے ہے
چشمہائے حاضراں بر دوختہ
حاضرین (مجلس) کی آنکھیں سلی ہوئی ہیں

آں یکے ماہے ہمی بیند عیاں
ایک وہ ہے جو چاند کو صاف دیکھ رہا ہے
واں یکے تاریک می بیند جہاں
ایک وہ ہے جو دنیا کو تاریک دیکھ رہا ہے

واں یکے سہ ماہ می بیند بہم
ایک وہ ہے جو تین چاند یکجا دیکھتا ہے
ایں سہ کس بنشستہ یک موضع نعم
یہ تینوں شخص ایک جگہ متغرق ہوئے بیٹھے ہیں

چشم ہر سہ باز و گوشِ ہر سہ تیز
تینوں کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور تینوں کے کان تیز ہیں
در تو آویزان و از من در گریز
تجھ سے متعلق ہیں اور مجھ سے متنفر ہیں

سحرِ غیب ست ایں عجب لطف خفی ست
یہ غیبی جادو ہے، عجیب مخفی معاملہ ہے
بر تو نقش گرگ و برمن یوسفی ست
تیرے لئے بھیڑیئے کا نقش ہے اور میرے لئے یوسفی (نقش) ہے

عالم ار ہجدہ ہزارست و فزوں
عالم اٹھارہ ہزار ہیں بلکہ اور زیادہ
ہر نظر را نیست ایں ہجدہ زبوں
یہ اٹھارہ ہزار ہر نظر کے قابو میں نہیں ہیں

راز بکشا اے علی مرتضیٰ[2]
اے علی مرتضیٰؓ! راز کھول دیجئے
اے پس سُوْءُ الْقَضَا حُسْنُ الْقَضَا
اے وہ (ذات) جو بدقسمتی کے بعد خوش نصیبی بن گئی ہے

یا تو واگو انچہ عقلت یافت ست
یا تو آپ بتایئے جو کچھ آپ کی عقل نے سمجھا ہے
یا بگویم انچہ برمن تافت ست
یا میں بتاتا ہوں جو مجھ پر منکشف ہوا ہے

از تو برمن تافت چوں داری نہاں
آپ کی ذات سے مجھ پر منکشف ہوگیا ہے، چھپاتے کیوں ہیں؟
میفشانی نور چوں مہ بے زباں
آپ تو بغیر کہے چاند کی طرح نور پاشی کرتے ہیں

از تو برمن تافت پنہاں چوں کنی
آپ چھپاتے کیوں ہیں، آپ ہی سے مجھ پر واضح ہوگیا ہے
بے زباں چوں ماہ پرتو می زنی
آپ تو چاند کی طرح بغیر بات کہے روشنی پھیلاتے ہیں

لیک اگر در گفت آید قرصِ ماہ
لیکن اگر چاند کی ٹکیا بول پڑے
شبرواں را زود تر آرد براہ
تو مسافروں کو جلد راستہ پر لے آئے

از غلط ایمن شوند و از ذہول
غلطی اور بھول سے وہ محفوظ ہو جائیں
بانگ مہ غالب شود بر بانگ غول
چاند کی آواز چھلاوے کی آواز پر غالب آ جائے

[1] ادراک۔ پالینا، حاصل کرلینا۔ ماہے۔ چاند یعنی ذاتِ حق، سائل نے یہاں مشاہدۂ حق کے مختلف مرتبوں کا ذکر کیا ہے۔ سہ ماہ۔ ایک مشاہدۂ حق جس کو جمع بھی کہتے ہیں، دوسرے مشاہدۂ خلق جس کو فرق کہتے ہیں، تیسرے حق اور خلق کے مجموعہ کا مشاہدہ جس کو جمع الجمع کہتے ہیں۔ نعم۔ یعنی متفکرہ خیال میں مستغرق۔ درتو آویزاں۔ یعنی مشاہدۂ حق کرنے والا۔ صاحب جمع الجمع سے قریب اور صاحب فرق سے متنفر ہے۔ برتو۔ یعنی خلق کا مشاہدہ صاحب فرق کے لئے مہلک اور صاحب جمع الجمع کے لئے عین ایمان ہے۔ عالم۔ یعنی عوالم کی کثرت کا ہر شخص مشاہدہ نہیں کرسکتا ہے۔

[2] مرتضیٰ۔ پسندیدہ، یہ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ سوءُ القضاء۔ بدقسمتی یعنی قتل کرنے کا ارادہ۔ حسن القضاء۔ خوش قسمتی یعنی معاف کرنے کا معاملہ اور ایمان کا سبب۔ تافت ست۔ یعنی وہ نور جو آپ منکشف ہوا ہے، اس کا عکس مجھ پر بھی پڑا ہے۔ بے زباں۔ یعنی بغیر کہے۔ پرتو می زنی۔ تم مظہر حقیقت ہو۔ شب رواں۔ رات کا مسافر جو چاند سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ غول۔ چھلاوہ، مشہور ہے کہ وہ راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔

ماہ[1] بے گفتن چو باشد رہنما — چوں بگوید شد ضیا اندر ضیا

جب چاند بغیر بولے رہنما ہوتا ہے — اگر بولے تو نور علیٰ نور بن جائے

چوں تو بابی آں مدینہ علم را — چوں شعاعی آفتاب حلم را

جبکہ آپ علم کے شہر کا دروازہ ہیں — جبکہ آپ بردباری کے سورج کی شعاع ہیں

بازباش اے باب بر جویائے باب — تا رسد از تو قشور اندر لباب

اے دروازے! دروازے کی جستجو کرنے والے کیلئے کھلا رہ — تا کہ تیری وجہ سے چھلکے مغز کے مرتبہ کو پہنچ جائیں

باز باش اے بابِ رحمت تا ابد — بارگاہِ مَالَہٗ کُفُواً اَحَدٌ

اے رحمت کے دروازے! قیامت تک کھلا رہ — اس ذات کی بارگاہ جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے

ہر ہواؤ ذرّہٴ خود منظرے ست — ناکشودہ کے بود کانجا درے ست[2]

ہر ہوا اور ہر ذرہ ایک دریچہ ہے — جس جگہ دروازہ ہوتا ہے وہ بند کب رہتا ہے؟

تانہ بکشاید درے را دید باں — در دروں ہرگز نہ گنجد ایں گماں

نگراں، جب تک دروازہ نہ کھول دے — یہ خیال دل میں نہیں جمتا ہے

چوں کشادہ شد درے حیراں شود — مرغِ امید و طمع پرّاں شود

جب دروازہ کھلتا ہے، حیران ہو جاتا ہے — امید اور طمع کا پرندہ پرواز کرنے لگتا ہے

غافلے ناگہ بویراں گنج یافت — سوئے ہر ویرانہ زاں پس می شتافت

ایک ناواقف کو اچانک ویرانہ میں خزانہ مل گیا — اس کے بعد وہ ہر ویرانے کی طرف دوڑتا ہے

تاز دُرویشے نیابی تو گہر — کے گہر جوئی ز دُرویش دگر

جب تک ایک درویش سے تجھے موتی نہ مل جائے — تو دوسرے درویش سے موتی کب ڈھونڈے گا؟

سالہا گر ظن دَوَد با پائے خویش — نگذرد زا شگافِ بینیہائے خویش

(تیرا) خیال سالوں بھی اپنے پیر سے دوڑے گا — تو اپنی ناک کے نتھنوں سے آگے نہ بڑھے گا

تا نہ بینی نایدت از غیب بو — غیر بینی ہیچ می بینی بگو

جب تک تیری ناک میں غیب کی خوشبو نہ آئے — بتا، ناک کے علاوہ تجھے کچھ نظر آئے گا

سوال کردن از امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کہ چوں بود کہ بر خون

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کرنا کہ یہ کیا ہوا کہ مجھ جیسے

---

[1] ماہ۔ چاند بغیر بولے رہنمائی کرتا ہے اگر بولنے لگے تو مزید رہنمائی کرنے لگے۔ بابی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔" قشور۔ قشر کی جمع ہے، چھلکا، یعنی بے علم۔ لباب۔ مغز۔ یعنی علم۔ کفو۔ ہمسر، شریک۔ احد۔ کوئی۔ ہر ہوا۔ یعنی مشاہدۂ حق کے لئے دروازہ کا کھلنا ہی ضروری نہیں ہے، کائنات کے ہر ہر ذرہ میں اس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے لیکن پھر بھی دیدبان کی ضرورت ہے جیسا کہ اگلے شعر میں فرمایا ہے۔

[2] درے ست۔ یعنی جو دروازہ اسی لئے بنایا گیا ہے کہ آنے والے اس سے داخل ہوں، وہ بند نہیں کیا جاتا ہے۔ دید باں۔ محافظ، یعنی شیخ کامل کے ذریعہ اطمینان حاصل ہوگا کہ ہر ذرہ کے ذریعہ مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ چوں کشادہ شد۔ مشاہد کو کیفیت حیرت لاحق ہوتی ہے اور وہ مزید انکشاف کے لئے کوشش کرتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی کو ایک خزانہ مل جائے تو وہ شوق میں جنگلوں میں مزید خزانوں کی تلاش کرتا ہے۔ سالہا۔ شیخ کامل کے بغیر محض ذاتی جدوجہد سے کمال حاصل نہیں ہوتا ہے۔ تا نہ بینی۔ غیب سے مناسبت شیخ کامل کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔

ہمچومنی مظفر شدی و شمشیر از دست انداختی و مرا نکشتی

کے قتل پر آپ قابو پا گئے اور آپ نے ہاتھ سے تلوار پھینک دی اور مجھے قتل نہ کیا

پس بگفت آں نو مسلمانِ[1] ولی
اس نو مسلم، ولی نے کہا
از سرِ مستی و لذت یا علیؓ
حضرت علیؓ سے لذت اور سرمستی کی حالت میں

کہ بفرما یا امیر المومنین
کہ اے امیر المومنین! فرمائیے
تا بجنبد جاں بہ تن ہمچو جنیں
تاکہ روح جسم میں وجد کرے، پیٹ کے بچہ کی طرح

ہفت اختر ہر جنیں را مدتے
ساتوں ستارے ایک مدت تک پیٹ کے بچہ کی
میکنند اے جاں بنوبت خدمتے
باری باری خدمت کرتے ہیں، اے جان!

چونکہ وقت آید کہ جاں گیرد جنیں
جب یہ وقت آتا ہے کہ پیٹ کے بچہ میں روح آ جائے
آفتابش آں زماں گردد معیں
اس وقت سورج اس کا مددگار بنتا ہے

چوں جنیں را نوبت تدبیر و رُو
جب پیٹ کے بچہ کی پیدائش کا وقت آ جاتا ہے
از ستارہ سوئے خورشید آید او
تو وہ ستارے سے سورج کی جانب آ جاتا ہے

ایں جنیں در جنبش آید زافتاب
یہ پیٹ کا بچہ سورج کی وجہ سے حرکت میں آتا ہے
کافتابش جاں ہمی بخشد شتاب
چونکہ آفتاب جلد اس کو روح بخشتا ہے

از دگر انجم بجز نقشے نیافت
(اس پیٹ کے بچے نے) دوسرے ستاروں سے صورت کے علاوہ کچھ نہ پایا
ایں جنیں تا آفتابش بر نتافت
اس طرح جب تک کہ اس پر سورج نہیں چمکا

از کدامیں رہِ تعلق یافت او
کس راستہ سے اس کو تعلق پیدا ہوا؟
در رحم با آفتابِ خوبرو
رحم میں رہتے ہوئے خوبصورت آفتاب سے

از رہِ پنہاں کہ دور از حس ماست
اس مخفی راستہ سے جو ہمارے ادراک سے دور ہے
آفتابِ چرخ را بس راہہاست[2]
آسمان کے سورج کے بہت سے راستے ہیں

آں رہے کہ زر بیابد قوت ازو
وہ راستہ ہے کہ سونا اس سے غذا حاصل کرتا ہے
واں رہے کہ سنگ شد یاقوت ازو
وہ راستہ ہے کہ اس سے پتھر یاقوت بن جاتا ہے

آں رہے کہ سرخ سازد لعل را
وہ راستہ ہے کہ لعل کو سرخ بناتا ہے
واں رہے کہ برق بخشد نعل را
وہ راستہ ہے کہ جو نعل کو برق عطا کرتا ہے

---

1. نومسلم۔ وہ شخص جو کافر کے گھر میں پیدا ہوا ہو اور پھر مسلمان ہوا ہو۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہے۔ ہفت اختر۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کی تدبیر اور نشو ونما میں مختلف ستاروں کا دخل ہوتا رہتا ہے، روح پڑنے کے وقت سورج مدبر بنتا ہے جس کی وجہ سے بچہ میں روحِ حیوانی آ جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورج قرار دے کر جنین ایمانی میں روح پیدا کر دینے کی تمنا کا اظہار ہے۔ نوبت۔ باری۔ معین۔ مددگار۔ شتاب۔ جلد۔ بجز۔ نقشے، سورج کے علاوہ دوسرے ستارے صرف جسمانی نشو ونما کی تدبیر کرتے ہیں۔ او۔ یعنی ماں کے پیٹ کا بچہ، جنین۔

2. راہہا۔ سورج کائنات میں بہت سی راہوں سے اثر انداز ہے، یہ مخفی راہ جس سے وہ ماں کے پیٹ کے بچہ پر اثر انداز ہے ہم حواس کے ذریعہ اس کا ادراک نہیں کر سکتے، یہی وہ راہ ہے کہ سورج کان میں سونے کی پرورش کرتا ہے، اسی راہ سے اس کے ذریعہ پتھر یاقوت بن جاتا ہے، لعل میں سرخی اسی راہ سے آتی ہے، گھوڑے کے نعل میں رگڑ کے وقت اسی راہ سے سورج کی تاثیر ہوتی ہے جس سے آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ میوہ را۔ میووں کی پختگی سورج کی تاثیر سے ہے۔

آں رہے کہ پختہ سازد میوہ را
وہ راستہ ہے کہ میووں کو پکاتا ہے
واں رہے کہ دل دہد[1] کالیوہ را
وہ راستہ ہے کہ حیران کو، دل عطا کرتا ہے

باز گو اے بازِ پر افروختہ
بتایئے، اے پر کھولے ہوئے باز!
باشہ و با ساعدش آموختہ
جو بادشاہ اور اس کی کلائی پر سدھایا ہوا ہے

باز گو اے بازِ عنقا گیر شاہ
بتایئے، اے عنقاء کو شکار کرنے والے شاہی باز!
اے سپاہ اشکن بخود نے با سپاہ
اے بغیر سپاہیوں کے تنہا لشکر کو شکست دینے والے!

امت وحدی یکے و صد ہزار
آپ تنہا ایک امت ہیں، ایک ہیں اور لاکھوں ہیں
باز گو اے بندہ بازت را شکار
بتایئے اے وہ کہ خادم آپ کے باز کا شکار ہے!

در محل قہر ایں رحمت زچیست
قہر کی جگہ یہ مہر کس وجہ سے ہے؟
اژدہا را راہ دادن راہِ کیست
اژدہے کو چھوڑ دینا کس کا طریقہ ہے؟

جواب دادنِ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کہ سبب

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا کہ اس وقت تلوار کو

افگندنِ شمشیر از دست چہ بود در آنحالت

ہاتھ سے پھینک دینے کا سبب کیا تھا

گفت من از تیغ پئے حق میزنم
فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کے لئے تلوار چلاتا ہوں
بندۂ حقم نہ مامورِ تنم
میں خدا کا بندہ ہوں، اپنے جسم کا غلام نہیں ہوں

شیرِ حقم، نیستم شیر ہوا
میں اسد اللہ ہوں، خواہش نفسانی کا شیر نہیں ہوں
فعل من بر دین من باشد گوا
میرا فعل میرے دین پر گواہی دے گا

مَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ در حراب
جنگ میں کنکریاں تو نے نہیں پھینکیں جبکہ پھینکیں
من چو تیغم واں زندہ آفتاب[2]
میں تلوار کی طرح ہوں اور چلانے والا سورج ہے

رخت خود را من زرہ برداشتم
راستہ سے میں نے اپنا سامان ہٹا لیا
غیر حق را من عدم انگاشتم
خدا کے غیر کو میں نے معدوم سمجھ لیا ہے

سایہ ام من کے جدا ام ز آفتاب
میں سایہ ہوں، سورج سے کب جدا ہوں؟
حاجبم من نیستم او را حجاب
میں (دربار کا) دربان ہوں، اسکے لئے پردہ نہیں ہوں

---

1. دل دہد۔ حوصلہ بڑھاتا ہے۔ کالیوہ۔ حیران، احمق۔ باشہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قرب الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ امت وحدی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ ابراہیم تنہا ایک قوم تھے۔ اژدہا۔ سانپ کو تو مار ڈالنا چاہیے، اس کو بھاگنے کا راستہ نہ دینا چاہیے تو آپ کو چاہیے تھا کہ مجھ جیسے دشمن کو قتل کر ڈالتے۔ پے حق۔ یعنی میرا جہاد صرف اللہ کے لئے ہے۔ مَارَمَیْتَ۔ آنحضورﷺ نے غزوۂ بدر میں کفار کی طرف ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے کفار سراسیمہ ہوگئے، قرآن میں فرمایا گیا کہ وہ تمہارا پھینکنا نہ تھا ہمارا کام تھا جس کی یہ تاثیر ہوئی۔
2. آفتاب۔ یعنی اللہ تعالیٰ، جب بندہ کوئی کام اللہ کی عین مرضی کے مطابق کرتا ہے تو اس کام کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ رخت۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ سایہ ام۔ خدا کی مرضیات میں بالکل خدا کے تابع ہوں جس طرح سایہ سورج کے تابع ہے۔ حاجب۔ دربان، جس کا کام دربار تک پہنچانا ہے۔

من چو تیغم پُر گہر ہائے وصال[1]
جبکہ میں وصال کے موتیوں سے جڑی ہوئی تلوار ہوں
زندہ گردانم نہ کشتہ در قتال
میں جنگ میں زندگی دیتا ہوں، قتل نہیں کرتا ہوں

خوں نپوشد گوہر تیغ مرا
میری تلوار کے جوہر کو، خون نہیں چھپا سکتا ہے
باد از جا کے برد میغ مرا
میرے ابر (کرم) کو ہوا جگہ سے کب ہلا سکتی ہے

کہ نیم کوہم زصبر و حلم و داد
میں تنکا نہیں ہوں، صبر اور حلم اور انصاف کا پہاڑ ہوں
کوہ را کے در رباید تند باد
تیز ہوا، پہاڑ کو کب ہلا سکتی ہے؟

آنکہ از بادے رود از جا خسے ست
جو ہوا سے جگہ سے ہل جائے، وہ تنکا ہے
زانکہ بادِ ناموافق خود بسے ست
اس لئے کہ ناموافق ہوائیں تو بہت ہیں

بادِ خشم و بادِ شہوت بادِ آز
غصہ کی ہوا، اور شہوت کی ہوا، حرص کی ہوا
بُرد اُو را کو نبود اہل نماز
اس شخص کو جنبش دیتی ہے جو دیندار نہ ہو

بادِ حرص و بادِ کینہ بادِ آز
حرص کی ہوا اور کینہ کی ہوا، ہوس کی ہوا
بُرد اُو را کو نبود اہل نیاز
اس کو اڑا لے گئی جو نیازمند نہ تھا

بادِ کبر و بادِ عجب و بادِ خلم
تکبر کی ہوا اور غرور کی ہوا اور سبک سری کی ہوا
بُرد اُو را کو نبود از اہل علم
اس کو اڑا لے گئی اس لئے کہ وہ اہل علم میں سے نہ تھا

کوہم و ہستی من بنیادِ اُوست
میں پہاڑ ہوں اور میرا وجود اس کی بنیاد ہے
وَر شوم چوں کاہ بادم بادِ اوست
اگر میں تنکا ہوں تو میرے لئے ہوا اسکی جانب سے ہے

جز ببادِ او نجنبد میل من
اس کی ہوا کے بغیر میرا جھکاؤ نہیں ہوتا ہے
نیست جز عشق احد سرخیل من
عشق الٰہی کے علاوہ میرا کوئی پیشرو نہیں ہے

خشم بر شاہاں شہ و مارا غلام
غصہ، بادشاہوں پر حکمراں ہے اور ہمارا غلام ہے
خشم را من بستہ ام زین و لگام
میں نے غصہ پر زین اور لگام کس دیا ہے

تیغ حلمم گردنِ خشمم زدست
میری بردباری کی تلوار نے میرے غصہ کی گردن کاٹ دی ہے
خشم حق بر من ہمہ رحمت شدست
مجھ پر اللہ کا غصہ مجسم رحمت بن گیا ہے

غرقِ نورم گرچہ سقفم[2] شد خراب
میں نور میں غرق ہوں اگرچہ میرا جسم تباہ ہے
روضہ گشتم گرچہ ہستم بو تراب
میں باغ بن گیا ہوں اگرچہ میں ابوتراب ہوں

---

[1] وصال۔ بادشاہوں کی تلواروں میں موتی جڑے ہوئے ہوتے ہیں، میری تلوار کا زیور خدا کا وصال ہے۔ زندہ گردانم۔ میرے جہاد کا مقصد اصلی قتل کرنا نہیں ہے بلکہ راہ حق دکھا کر جاوید زندگی دینا ہے۔ کہ نیم۔ میں گھاس کا تنکا نہیں ہوں۔ زانکہ۔ تنکا ہر ناموافق ہوا کے ساتھ اڑ جاتا ہے۔ آنکہ۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ خلم۔ بجائے عجب، سبک سری، آپ بیتی۔ بنیاد اوست۔ یعنی میں حلم اور بردباری کا پہاڑ ہوں اور میرا وجود اس علم کی جڑ اور بنیاد ہے۔ باد اوست۔ یعنی اللہ کی ہوا کے لئے میں بمنزلہ تنکے کے ہوں۔ خشم۔ غصہ، بادشاہوں پر حکمراں ہے میں نے اس کو قابو میں کرلیا ہے۔

[2] سقف۔ چھت، اس جگہ بدن مراد ہے۔ بوتراب۔ مٹی والا، ایکبار حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ سے رنجیدہ ہو کر مسجد نبوی کے کچے فرش پر جا لیٹے، پسینہ آیا تو زمین کی مٹی آپ کے بدن پر لگ گئی۔ آنحضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آنحضور ﷺ نے مسجد میں پہنچ کر آپ کی کمر سے مٹی صاف کرنی شروع کی اور محبت سے فرمایا قم یا ابا تراب "اے مٹی میں سنے ہوئے کھڑا ہو جا" اس روز سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ابوتراب پڑ گیا۔

چوں درآمد علّتے اندر غزا
جہاد میں جب ایک علت پیدا ہو گئی
تیغ را دیدم میاں کردن سزا
میں نے مناسب سمجھا کہ تلوار کو میان میں کر لوں

تا اَحبَّ[1] لِلّٰہِ آید نامِ من
تاکہ میرا نام احب للہ میں ہو جائے
تاکہ اَبغَضَ لِلّٰہِ آید کامِ من
تاکہ میرا مقصد ابغض للہ ہو جائے

تاکہ اَعطِیٰ لِلّٰہِ آید جودِ من
تاکہ میری بخشش اعطی للہ ہو جائے
تاکہ اَمسَکَ لِلّٰہِ آید بودِ من
تاکہ میرا وجود امسک للہ بن جائے

بخل من للہ عطا للہ و بس
میرا بخل کرنا اللہ کیلئے ہے اور میرا دینا اللہ کے لئے ہے
جملہ للہ ام نیم من آنِ کس
میں مجسم اللہ کے لئے ہوں میں کسی کا غلام نہیں ہوں

للہ انچہ می کنم تقلید نیست
میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ کے لئے ہے تقلید نہیں ہے
نیست تخییل و گماں، جز دید نیست
خیال و گمان نہیں ہے آنکھوں دیکھی بات ہے

زاجتہاد و از تحری رستہ ام
میں غور و فکر اور اٹکل سے آزاد ہوں
آستیں بر دامنِ حق بستہ ام
میں نے آستین اللہ کے دامن سے وابستہ کر دی ہے

گر ہمی پرّم ہمی بینم مطار
اگر میں پرواز کرتا ہوں تو مجھے اڑنے کی جگہ نظر آتی ہے
ور ہمی گردم ہمی بینم مدار
اگر میں گردش کرتا ہوں تو مجھے گھومنے کی جگہ نظر آتی ہے

ور کشم بارے بدانم تا کجا
اگر میں بوجھ اٹھاتا ہوں تو جانتا ہوں کہاں تک (اٹھانا ہے)
ماہم و خورشید پیشم پیشوا
میں چاند ہوں اور میرے آگے سورج راہنما ہے

بیش ازیں[2] با خلق گفتن روئے نیست
مخلوق سے اس سے زیادہ کہنا مناسب نہیں ہے
بحر را گنجائے اندر جوئے نیست
نہر میں سمندر کی گنجائش نہیں ہے

پست می گویم باندازہ عقول
عقلوں کے اندازہ سے گر کر میں بات کہتا ہوں
عیب نبود ایں بود کارِ رسول
عیب نہیں، یہی رسول کا (طریقہ) کار ہے

از غرض حرم گواہی حر شنو
میں غرض سے آزاد ہوں، آزاد کی گواہی سنو
کہ گواہی بندگاں نرزد بجو
اس لئے کہ غلاموں کی گواہی ایک جو کے بھی برابر نہیں

---

[1] اَحب۔ حدیث شریف میں ہے مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبغَضَ لِلّٰہِ وَ اَعطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ استَکمَلَ الاِیمَانَ" جس شخص نے کسی سے محض اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے بغض کیا اور کسی کو محض اللہ کے لئے دیا اور محض اللہ کے لئے نہ دیا، اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا یعنی ان کاموں میں اس کی ذاتی غرض شامل نہ ہو تو وہ خاصانِ خدا میں سے ہے۔ تقلید نیست۔ یعنی عمل کا یہ اخلاص لوگوں کی دیکھا دیکھی نہیں ہے بلکہ یہ میرا عین الیقین ہے۔ گرہمی پرم۔ قرب الٰہی کے نور کی وجہ سے میرا ہر کام علی وجہ البصیرت ہے۔ ماہم۔ میں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے نور کا کسب کرتا رہتا ہوں۔

[2] بیش ازیں۔ یعنی جس میں اپنے بارے میں کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ کہنے کا موقع نہیں ہے۔ بخاری شریف میں حضرت علیؓ کا قول منقول ہے حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ و رسولہ "لوگوں سے وہی باتیں کہو جو وہ سمجھ سکیں کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلا دیا جائے، یعنی عوام کے لئے نا قابل فہم باتیں کرو گے تو وہ ان باتوں کی تکذیب کر دیں گے۔ از غرض۔ یعنی میں اپنی ان باتوں پر دلائل تو قائم نہیں کرتا ہوں کیونکہ یہ ذوقی باتیں ہیں۔ خود گواہی دیتا ہوں اور چونکہ میں آزاد ہوں، آزاد شخص کی گواہی شریعت میں معتبر ہوتی ہے جو خود اپنی جگہ دلیل ہوتی ہے۔

در شریعت مَر گواہی بندہ را
غلام کی گواہی کی شریعت میں
نیست قدرے وقت دعویٰ و قضا
دعویٰ اور فیصلہ کے وقت کوئی قدر نہیں ہے

گر ہزاراں بندہ باشندت گواہ
اگر ہزاروں غلام تیرے گواہ ہوں
بر نسنجد شرع ایشانرا بکاہ
شریعت ان کو تنکے کا (بھی) ہموزن نہیں سمجھتی

بندۂ شہوت بتر نزدیک حق
اللہ کے نزدیک نفسانی خواہش کا غلام زیادہ برا ہے
از غلام و بندگانِ مسترق[1]
رقیق بنائے ہوئے غلاموں سے

کایں بیک لفظے شود از خواجہ حر
اسلئے کہ وہ (غلام) ایک لفظ سے آقا سے آزاد ہو جاتا ہے
واں زید شیریں و میرد سخت مُر
اور وہ (نفس کا غلام) لذت میں جی کر تلخی سے مرتا ہے

بندۂ شہوت ندارد خود خلاص
شہوت کے غلام کی خلاصی نہیں ہے
جز بفضل ایزد و انعامِ خاص
بجز اللہ تعالیٰ کے فضل اور خاص انعام کے

در چہے افتاد کو را غور نیست
وہ ایسے کنویں میں گرا ہے جس کی تھاہ نہیں ہے
واں گناہِ اُوست جبر و جور نیست
وہ اس کی خطا ہے ظلم و زبردستی نہیں ہے

در چہے انداخت اُو خود را کہ من
اس نے اپنے آپ کو ایسے کنویں میں گرا دیا ہے کہ مجھے
در خورِ قعرش نمی یابم رسن
اس کی گہرائی کے بقدر رسی نہیں ملتی ہے

چوں گناہِ اُوست اے جاں چوں کنم
جب اس کی خطا ہے اے پیارے! میں کیا کروں؟
کہ ورا از قعر چہ بیروں کنم
کہ اس کو کنویں کی گہرائی سے باہر نکالوں

بس کنم گر ایں سخن افزوں شود
بس کرتا ہوں، اگر یہ بات بڑھی
خود جگر چہ بود کہ خارا[2] خوں شود
تو جگر کیا ہوتا ہے، سنگ خارا بھی خون بن جائے گا

ایں جگرہا خوں نشد از سختی ست
یہ جگر خون نہ بنے اس کی وجہ سختی ہے
غفلت و مشغولی و بدبختی ست
غفلت اور مصروفیت کی بدبختی ہے

خوں شود روزیکہ خونش سود نیست
اس دن خون بنے گا جبکہ خون بننا مفید نہیں ہے
خوں شو ایں وقتیکہ خوں مردود نیست
اب اس وقت خون بن جبکہ خون بننا نامقبول نہیں ہے

چوں گواہی بندگاں مقبول نیست
جبکہ غلاموں کی گواہی مقبول نہیں ہے
عدل آں باشد کہ بندہ غول نیست
عدل وہ ہوگا جو شیطان کا غلام نہیں ہے

---

1. مسترق۔ رقیق یعنی غلام بنایا ہوا۔ کایں۔ یعنی غلام اور رقیق کو اگر اس کا آقا انت حر کہہ دے تو فوراً آزاد ہو جاتا ہے لیکن شہوت کا غلام موت تک غلام رہتا ہے۔ چہ۔ یعنی گمراہی کا کنواں۔ رسن۔ کنویں کی رسی۔ چوں کنم۔ میں کیا کروں۔ خود کردہ را علاج نیست۔ قعر چہ۔ کنوئیں کی گہرائی۔ ایں سخن۔ یعنی گناہوں کی بنا پر قساوتِ قلبی کا بیان۔
2. خارا۔ پتھر کی ایک سخت قسم ہے۔ ایں جگرہا۔ قرآن نے قساوتِ قلبی کا بیان کیا اور کفار کے دل خون نہ ہوئے اس کی وجہ ان کی قساوتِ قلبی کی انتہا تھی۔ خوں شود۔ ان قسی القلب لوگوں کے جگر بھی خون ہوں گے لیکن وہ قیامت میں ہوں گے جبکہ ندامت اور خونِ جگر بہانے سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ عدل۔ گواہی کے لئے عدالت شرط ہے، جس کے لئے حریت ضروری ہے، تو شیطان کا غلام عدل نہ کہلائے گا اور اس کی گواہی معتبر نہ ہوگی۔

گفت[1] اَرسَلنٰاکَ شَاھِدًا در نُذُر
قرآن میں اَرسَلنٰاکَ شَاھِدًا فرمایا ہے
زانکہ بود از کونؐ او حُرّ ابن حُرّ
کیونکہ وہ (آنحضور ﷺ) پیدائش سے حر ابن حر تھے

چونکہ حُرّم خشم کے بندد مرا
جبکہ میں حر ہوں تو غصہ مجھے کب قیدی بنا سکتا ہے؟
نیست اینجا جز صفاتِ حق درآ
یہاں تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اندر آ

اندر آ کازاد کردت فضلِ حق
اندر آجا، اللہ تعالیٰ کی مہربانی نے تجھے آزاد کر دیا ہے
زانکہ رحمت داشت بر خشمش سبق
کیونکہ اس کی رحمت اس کے غصہ پر سبقت لے گئی ہے

اندر آ اکنوں کہ رستی از خطر
اندر آجا، اب تو خطرے سے نجات پا گیا ہے
سنگ بودی کیمیا کردت گہر
تو پتھر تھا، تجھے کیمیا نے موتی بنا دیا ہے

رستۂ از کفر و خارستانِ او
تو کفر اور اس کے خارستان سے نجات پا گیا ہے
چوں گلے بشگفتہ در بستانِ او
اس کے باغ میں تو پھول کی طرح کھل گیا ہے

تو منی و من توام اے محتشم
تو میں ہے اور میں تو ہے اے معزز
تو علیؓ بودی علیؓ را چوں کشم
تو علیؓ تھا، علیؓ کو میں کیسے قتل کردوں؟

معصیت کردی بہ از ہر طاعتے
تو نے وہ گناہ کیا جو ہر طاعت سے بہتر ہے
آسماں[2] پیمودۂ در ساعتے
تو نے ایک گھڑی میں آسمان ناپ ڈالا

بس خجستہ معصیت کاں مرد کرد
وہ معصیت بہت مبارک تھی جو اس مرد نے کی
نے زخارے بَردمد اوراقِ ورد
کیا گلاب کی پتیاں کانٹے سے نہیں نکلتی ہیں؟

نے عمر را قصدِ آزارِ رسول
کیا عمرؓ کو رسول (ﷺ) کے ستانے کے ارادہ نے
می کشیدش تا بدرگاہِ قبول
قبولیت کے دربار کی طرف نہیں کھینچا

نے بسحرِ ساحراں فرعونِ شاں
کیا فرعون نے جادوگروں کو ان کے جادو کی وجہ سے
می کشید و گشت دولت عونِ شاں
نہیں بلایا، اور خوش نصیبی ان کی مددگار بنی

گر نبودے سحرِ شان و آں جحود
اگر ان کا جادو اور ان کی سرکشی نہ ہوتی
کے کشیدے شاں بفرعونِ عنود
عنادی فرعون انہیں کب بلاتا؟

کے بدیدندے عصا و معجزات
وہ عصا اور معجزے کب دیکھ سکتے؟
معصیت طاعت شُد اے قومِ عصات
اے نافرمانو! معصیت، طاعت بن گئی

---

[1] گفت۔ قرآن پاک میں انا ارسلناک شاھدًا اے رسول! ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ حر بن حر۔ آزاد، آزاد کا بیٹا۔ جز صفاتِ حق۔ یعنی اب میں خدائی اخلاق اور صفات کا حامل ہوں۔ سبق۔ سبقت، حدیث قدسی ہے ان رحمتی سبقت غضبی بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ خطر یعنی کفر اور قتل کے خطرات۔ کیمیا۔ یعنی فضل خداوندی۔ بستان۔ باغ یعنی بندگانِ خاص۔ تو منی۔ یعنی اب تو اور میں ہم مشرب اور ہم مذہب ہو گئے ہیں۔ معصیت۔ قتل کا ارادہ جو مسلمان ہونے کا سبب بن گیا۔

[2] آسمان۔ یعنی انتہائی عروج حاصل ہو گیا۔ خجستہ۔ بابرکت۔ اوراقِ ورد۔ گلاب کے پھول کی پتیاں۔ نے۔ وہ مثالیں بیان کی گئی ہیں جن میں گناہ نجات کا سبب بنا ہے۔ عمر۔ حضرت عمرؓ آنحضور ﷺ کو ایذا پہنچانے چلے تھے اور مسلمان ہو گئے، فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰ کے مقابلے کے لئے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ عون۔ مددگار۔ جحود۔ انکار، کفر۔ عنود۔ سرکش۔ عصا۔ حضرت موسیٰ کا عصا۔ عصات۔ عاصی کی جمع ہے بمعنی گنہگار۔

نا اُمیدی را خدا گردن زدست
ناامیدی کو خدا نے فنا کر دیا ہے

چوں گناہ[1] و معصیت طاعت شدست
جبکہ گناہ اور معصیت طاعت بن گئی ہے

چوں مُبدّل می کند اُو سیّئات
جب وہ گناہوں کو تبدیل کر دینا چاہتا ہے

عین طاعت می کند رغم وُشات
تو (انکو) چغل خوروں کے علی الرغم عین اطاعت بنا دیتا ہے

زیں شود مرجوم شیطانِ رجیم
اس سے شیطان رجیم مزید سنگسار ہو جاتا ہے

وزحسد اُو بطرقد گردد دو نیم
اور حسد سے وہ شق ہو جاتا ہے، دوٹکڑے بن جاتا ہے

اُو بکوشد تا گناہے آورد
وہ کوشش کرتا ہے تاکہ کوئی گناہ کرا دے

زاں گنہ مارا بچاہے آورد
اس گناہ کی وجہ سے ہمیں کنویں میں گرا دے

چوں بہ بیند کاں گنہ شد طاعتے
جب دیکھتا ہے کہ وہ گناہ طاعت بن گیا

گردد اُو را نامبارک ساعتے
اس کے لئے بڑا نحوس وقت ہوتا ہے

اندر آ من در کشادم مَر ترا
اندر آجا، میں نے تیرے لئے دروازہ کھول دیا ہے

تف زدی و تحفہ دادم مر ترا
تو نے تھوکا، میں نے تجھے تحفہ دیا

من جفا گر را چنیں ہای دہم
(جب) میں ظالم کو اس طرح عطا کرتا ہوں

پیش پائے حُب چساں سَر می نہم
(اندازہ کر) محبت کے قدموں پر کس طرح جھکوں گا

پس[2] وفا گر راچہا بخشم بداں
پس وفادار کو کیا کچھ عطا کروں گا، سمجھ لو

گنجہا و ملکہائے جاوداں
خزانے اور لازوال ملک (دوں گا)

جاودانہ بادشاہی بخششش
اس کو لازوال بادشاہی بخشوں گا

آنچہ اندر وہم ناید بدہمش
جس کا تصور بھی نہ ہو سکے اس کو وہ دوں گا

من چُناں مَردم کہ بر خونی خویش
میں ایسا مرد ہوں کہ اپنے قاتل پر بھی

نوشِ لُطف من نشد در قہر نیش
میری مہربانی کا شہد، قہر کا ڈنک نہیں بنا

گفتن حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بگوشِ رکابدارِ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خادم سے آنحضور ﷺ کا کان میں کہنا کہ

کہ کشتن علی رضی اللہ عنہ بردست تو خواہد بود خبرت کردم
علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تیرے ہاتھ سے ہوگی، میں نے تجھے بتا دیا ہے

گفت پیغمبرؐ بگوشِ چاکرم
میرے خادم کے کان میں پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا

کو بُرد روزے ز گردن ایں سَرم
کہ وہ ایک روز اس گردن سے سر قلم کرے گا

---

[1] چوں گناہ۔ جب اللہ کے کرم سے سیئات بھی حسنات بن جاتے ہیں تو گنہگاروں کو مایوس نہ ہونا چاہئے۔ سیئات۔ سیئہ کی جمع ہے، گناہ۔ وشات۔ واشی کی جمع ہے، چغلخور یعنی مخالف۔ رغم۔ خاک آلود ہونا یعنی کسی کی منشاء کے خلاف کام کا ہونا۔ زیں شود۔ شیطان کا مقصد گناہ کرا کر تباہ کرنا ہے جب گناہ طاعت بن جاتا ہے تو اس کو انتہائی صدمہ ہوتا ہے۔ تف۔ تھوک۔

[2] پس۔ یعنی جب مخالفوں سے یہ برتاؤ ہے تو دوستوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کروں گا۔ خونی۔ قاتل۔ نوش۔ شہد، تریاق۔ نیش۔ ڈنک، ڈنک۔ رکابدار۔ خادم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں ہوئی ہے جو کہ صحابی نہ تھا اس صورت میں اس قصہ کی تصدیق صحیح روایات سے نہیں ہوتی ہے۔ چاکر۔ خادم۔

کرد آگہ آں رسول از وحیِ دوست[1]
رسول اللہ (ﷺ) نے وحی کے ذریعہ آگاہ کر دیا
کہ ہلاکم عاقبت بردستِ اُوست
کہ میری ہلاکت انجام کار اس کے ہاتھ سے ہو گی

اوہمی گوید بکش پیشیں مرا
وہ (مجھ سے) کہتا ہے کہ پہلے ہی مجھے مار ڈالئے
تانیاید از من ایں منکر خطا
تاکہ ایسی بری خطا مجھ سے نہ ہو

من ہمی گویم چو مرگِ من ز تست
میں (اس سے) کہتا ہوں جبکہ میری موت تیرے ہاتھ سے ہے
با قضا من چوں توانم حیلہ جست
قضائے (خداوندی) کے مقابلہ میں، میں کیا تدبیر کر سکتا ہوں؟

اوہمی اُفتد بہ پیشم کاے کریم
وہ میرے قدموں پر گرتا ہے کہ اے آقا!
مَر مراکُن از برائے حق دو نیم
خدا کے لئے میرے دو ٹکڑے کر دیجئے

تا نیاید برمن ایں انجامِ بد
تاکہ میرا یہ برا انجام نہ ہو
تانسوزد جانِ من بر جانِ خود
تاکہ میں اپنے اوپر نہ جلوں

من ہمی گویم برو جَفَّ القَلَم
میں کہتا ہوں، جا، قلم خشک ہو چکا ہے
زاں قلم بس سرنگوں گردد علم
اس قلم سے بہت سے جھنڈے سرنگوں ہوئے ہیں

ہیچ بُغضے نیست در جانم ز تو
میرے دل میں تیری طرف سے کوئی بغض نہیں ہے
زانکہ ایں رامن نمیدانم ز تو
اسلئے کہ میں اس بات کو تیری طرف سے نہیں سمجھتا ہوں

آلتِ حقی تو، فاعل دستِ حق
تو اللہ تعالیٰ کا آلۂ کار ہے، اور کرنے والا خدا ہے
چوں زنم بر آلت حق طعن و دَق
میں اللہ تعالیٰ کے آلہ پر نیزہ زنی اور گرز رانی کیسے کروں؟

گفت اُو پس آں قصاص از بہر چیست
اس نے کہا، تو پھر خون کا بدلہ کیوں ہے؟
گفت ہم از حق و آں[2] سرِّ خفیست
کہا وہ بھی اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے ہے اور وہ مخفی راز ہے

گر کُند بر فعلِ خود حق اِعتراض
اگر اللہ (تعالیٰ) اپنے فعل پر اعتراض کرتا ہے
زِاعتراضِ خود برو یاند ریاض
اپنے اعتراض سے وہ باغ اگا دیتا ہے

اعتراض اُو را رسد بر فعلِ خود
اس کو اپنے کام پر اعتراض کا حق ہے
زانکہ در قہرست و در لطف اُو احد
کیونکہ وہ قہر اور مہر میں یگانہ ہے

اندریں شہرِ حوادث میر اُوست
حوادث کی اس دنیا میں وہی حکمران ہے
در ممالک مالک تدبیر اُوست
ملکوں میں وہی تدبیر کا مالک ہے

[1] دوست۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ اوست۔ یعنی وہی خادم۔ منکر خطا۔ بری خطا، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل۔ حیلہ۔ تدبیر۔ جف القلم۔ حدیث شریف میں ہے جفّ القلم بما انت لاق "جو تیرے ساتھ ہونے والا ہے اس کو لکھ کر قلم قدر خشک ہو چکا ہے" یعنی تقدیر کا لکھا اب نہیں مٹ سکتا ہے۔ سرنگوں۔ یعنی اقبال مند، ادبار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ علم۔ جھنڈا۔ آلت۔ اوزار، آلۂ کار۔ قصاص۔ خون کا بدلہ، یعنی جبکہ قاتل خود نہیں قتل کرتا ہے تو قاتل سے بدلہ کیوں لیا جاتا ہے۔

[2] و آں۔ قاتل کو صدورِ قتل سے قبل قتل کرنا اضطرارِ محض پر قتل کر دینا ہے اور جب اس سے قتل صادر ہو چکا ہو تو اس کا اختیار بھی کارفرما ہوا لہٰذا اب اس کا قتل عین حکمت ہے، رہی یہ بات کہ ہے بہر حال وہ بھی آلہ صدورِ قتل سے قبل بھی اور بعد میں بھی اور اللہ نے اب قصاصاً اس کو قتل کرنے کا حکم فرما دیا تو اللہ کو اختیار ہے کہ اپنے ایک آلہ کو خود توڑ ڈالے۔ اعتراض۔ یعنی اپنے کسی کو اب خلافِ مصلحت قرار دے دے اور اس کی بجائے دوسرا حکم دے دے تو وہ اس دوسرے حکم پر مصلحتوں کے باغ کھلا دیتا ہے۔

آلت خود را اگر خود بشکند
اگر وہ اپنے آلہ کو خود توڑ دیتا ہے
آں شکستہ گشتہ را نیکو کند
اس ٹوٹے ہوئے کو خوب جوڑ دیتا ہے

رمز ننسخ[1] آیۃ او ننسہا
ما ننسخ آیۃ او ننسہا کے اشارے
نأت خیراً در عقب می داں مہا
کے بعد نات بخیر منہا کو سمجھ لے۔ اے بزرگ!

ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد
جس شریعت کو خدا نے منسوخ کیا ہے
او گیا برد و عوض آورد ورد
(تو) اسنے گھاس کو ختم کیا ہے اور بدلے میں گلاب لایا ہے

شب کند منسوخ نور روز را
رات، دن کی روشنی کو منسوخ کر دیتی ہے
چوں جمادے داں خرد افروز را
عقلمند کو، پتھر کی طرح سمجھ

باز شب منسوخ شد از نور روز
پھر دن کی روشنی سے رات منسوخ ہوئی
تا جمادی سوخت زاں آتش فروز
یہانتک کہ اس حرارت پیدا کرنیوالے کیوجہ سے پتھریلا پن ختم ہوگیا

گرچہ ظلمت آمد آں نوم و سبات
اگر نیند اور رات کا سکون تاریکی ہے
نے درون ظلمت ست آب حیات
(تو) کیا آب حیات تاریکی میں نہیں ہے؟

نے دراں ظلمت خردہا تازہ شد
کیا اس تاریکی میں عقلیں تازہ نہیں ہو گئیں
سکتۂ[2] سرمایۂ آوازہ شد
کیا خاموشی، شہرت کا سرمایہ نہیں بنی؟

کہ ز ضدہا ضدہا آید پدید
کیونکہ اضداد سے اضداد پیدا ہوتے ہیں
در سویدا روشنائی آفرید
دل کے کالے نقطہ میں نور پیدا فرمایا ہے

جنگ پیغمبر مدار صلح شد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جنگ صلح کا دارومدار ہوئی
صلح ایں آخر زماں زاں جنگ بد
اس آخر زمانہ کی صلح، اسی جنگ کی وجہ سے تھی

صد ہزاراں سر برید آں دلستاں
اس محبوب نے لاکھوں سر قلم کر دیئے
تا اماں یابد سر اہل جہاں
تاکہ دنیا والوں کے سروں کو امن حاصل ہو

باغباں زاں می برد شاخ خضر
باغباں، سبز شاخ اس لئے کاٹ دیتا ہے
تا بیابد نخل قامتہا و بر
تاکہ کھجور قد اور پھل حاصل کرے

می کند از باغ آں دانا حشیش
وہ سمجھدار، باغ میں سے گھاس اکھاڑ ڈالتا ہے
تا نماید باغ و میوہ خرمیش
تاکہ باغ اور پھل اپنی تر و تازگی نمایاں کر سکے

---

1. ننسخ۔ تشریع میں جو تبدیلی ہوتی ہے وہ مصلحتوں سے پُر ہوتی ہے، خود فرمادیا ہے۔ ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا "ہم جب کیا آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں۔" شب کند۔ تکوینیات میں بھی جب اللہ کوئی تغیر فرماتا ہے تو اس میں مصلحت ہوتی ہے۔ چوں۔ عقل انسانی بیکار پتھر جیسی ہو جاتی ہے۔ گرچہ ظلمت۔ بظاہر نور کی تبدیلی کے بعد ظلمت کی آمد کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتی لیکن جانداروں کو حقیقتاً اسی سے آب حیات حاصل ہوتا ہے اور تمام قوی از سر نو تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔

2. سکتہ۔ رات میں انسان خاموش رہا، عقل و خرد تازہ ہوئی جو اس کی شہرت کا سبب بنی ہے۔ ز ضدہا۔ یہاں سے مولانا نے دیگر تغیرات کا ذکر فرمایا ہے جو چیزیں باہمی مقابل ہیں، ایک چیز جاتی ہے تو اس کے مقابلہ کی دوسری چیز نمودار ہو جاتی ہے۔ سویدا۔ کالا نقطہ، اس سے قلب کا کالا نقطہ اور نور سے نور عقل مراد ہے یا سیاہ پتلی اور نور سے نور نظر مراد ہے۔ جنگ پیغمبر۔ آنحضور ﷺ کے جس قدر غزوات ہیں ان میں بظاہر تخریب ہے لیکن در اصل تعمیر ہے۔ باغباں۔ مالی شاخیں تراشتا ہے اور گھاس اکھاڑ ڈالتا ہے، اس کی وجہ سے باغ میں پھل اور پھول کی کثرت ہوتی ہے۔

می کند دندانِ بد را آں طبیب
مریض کے دانت کو ڈاکٹر اکھاڑ دیتا ہے
تا رہد از درد و بیماری حبیب
تاکہ دوست درد اور بیماری سے نجات پا جائے

پس زیادتہا درونِ نقصہاست
پس نقصانوں میں ترقیاں (مضمر) ہیں
مر شہیداں را حیات اندر فناست
شہیدوں کی زندگی، فنا ہو جانے میں ہیں

چوں بُریدہ گشت حلق رزق خوار
جب رزق کھانے والا حلق کٹ گیا
یُرزَقُوْنَ یَفْرَحُوْنَ آید گوار
تو یُرزقون یفرحون خوشگوار ہو کر آ جاتا ہے

حلق حیواں چوں بُریدہ شد بعدل
جانور کا گلا جب انصاف سے کاٹا گیا
حلق انساں رُست و افزائید فضل
انسان کے حلق نے نشو ونما پائی اور اسکی فضیلت بڑھ گئی

حلق انسان چوں بُریدہ شد ببیں
جب انسان کا گلا کٹا، غور کر
تا چہ زاید کن قیاس آں را بدیں
وہ کیا اضافہ کرے گا، اس کو اس پر قیاس کر لے

حلق ثالث زاید و تیمارِ او
تیسرا حلقوم پیدا کرے گا اور اس کی تیمارداری
شربت حق باشد و انوارِ او
اللہ (تعالیٰ) کے شربت اور اس کے انوار سے ہوگی

حلق ببریدہ خورد شربت ولے
کٹا ہوا حلقوم شربت پیتا ہے، لیکن
حلق از لا رُستہ مُردہ در بلے
وہ حلق جو لا سے آزاد ہو گیا ہو اور بلیٰ میں فنا ہو گیا ہو

بس کن اے دوں ہمت کوتہ بنان
اے کوتاہ ہمت اور کوتاہ دست! بس کر
تا کیت باشد حیاتِ جاں بنان
روٹی کے ذریعہ تیری جان کی زندگی کب تک رہے گی؟

زاں نداری میوۂ مانند بید
بید کی طرح تو بے ثمر اسی وجہ سے ہے
کآ برو بردی پئے نانِ سپید
کہ تو نے سفید روٹی کے لئے آبرو ختم کر دی ہے

گر ندارد صبر زیں ناں جانِ حس
اگر حس کی جان اس روٹی سے صبر نہیں کرتی ہے
کیمیا را گیر و زر گرداں تو مس
کیمیا حاصل کر، اور تو تانبے کو سونا بنا دے

جامہ شوئی کرد خواہی اے فلاں
اے فلاں! اگر تو کپڑے صاف کرنا چاہتا ہے
رُو مگرداں از محلّہ گازراں
تو دھوبیوں کے محلّہ سے روگردانی نہ کر

می کند۔ طبیب دانت اکھاڑتا ہے لیکن مصلحت یہ ہوتی ہے کہ بیمار کو آرام ملے۔ حبیب۔ یعنی محبوب بیمار۔ پس۔ بہت سی چیزوں میں جو نقصان نظر آتے ہیں، وہی اضافوں کا سبب ہیں، انسان شہید ہو کر بقاءِ دوام حاصل کر لیتا ہے۔ گوار۔ شہیدوں کے بارے میں آیت یرزقون فرحین نازل ہوئی ہے یعنی ان شہیدوں کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ حلق حیواں۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور ذبح ہوتا ہے اور انسان اس کو کھاتا ہے تو اس کو یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اشرف المخلوقات کے بدن کا جزو بن جاتا ہے، انسان کا حلق اگر اللہ کے نام پر کٹے تو اس پر قیاس کر لو کہ اس کو کیا فضیلتیں حاصل ہوں گی۔

ببیں۔ یعنی دیکھ۔ حلق ثالث۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا حلقوم اللہ کے نام پر کٹے گا تو انسان کو ایک ایسا حلقوم عنایت ہو جائے گا جو اللہ کے انوار اور شربت پیے گا۔ لا۔ یعنی غیر اللہ کی نفی۔ بلے۔ یعنی اس نے اللہ کی ربوبیت کا پورا اقرار کیا ہو۔ بنان۔ سرانگشت یعنی ہاتھ۔ بید۔ بے ثمر درخت ہے۔ کیمیا۔ یعنی اگر تو خود ترکِ دنیا نہیں کر سکتا تو کسی شیخ کا ہاتھ پکڑ لے، وہ تیرے تانبے کو سونا بنا دے گا۔ جامہ شوئی۔ یعنی گناہوں سے اپنا دامن پاک کر لے۔ گازراں۔ گازر کی جمع ہے، دھوبی یعنی وہ شیخ کامل جو تجھے گناہوں سے پاک کر دے۔

گرچہ ناں[1] بشکست مر روزہ ترا
در شکستہ بند پیچ و برتر آ

اگرچہ روٹی نے تیرا روزہ توڑ دیا ہے
ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والے سے لپٹ جا اور آگے بڑھ

چوں شکستہ بند آمد دست او
پس رفو آید یقیں زا شکست او

جب اس کا ہاتھ، ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا ہے
تو اس کا توڑنا یقیناً، جوڑنا ہوگا

گر تو آں را بشکنی گوید بیا
تو درستش کن نداری دست و پا

اگر تو خود اس کو توڑنے لگے وہ کہے گا، آ جا
تو اس کو درست کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے

پس شکستن حق او باشد کہ او
مر شکستہ گشتہ را داند رفو

توڑنا اس کے لئے مناسب ہے جو
ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا جانتا

آنکہ داند دوخت او داند درید
ہرچہ او بفروخت نیکو تر خرید

جو سینا جانتا ہے، وہ کاٹنا بھی جانتا ہے
جو بیچتا ہے وہ عمدہ طریقہ پر خریدتا ہے

خانہ را کند و چو جنت ساخت او
پست کرد و بر فلک افراخت او

گھر کو اجاڑا اور اس کو جنت بنا دیا
اس کو ڈھایا اور آسمان تک بلند کر دیا

خانہ را ویراں کند زیر و زبر
پس بیک ساعت کند معمور تر

گھر کو ویران اور زیر و زبر کرتا ہے
پھر ایک گھڑی میں اور زیادہ آباد کر دیتا ہے

گر یکے را سر ببرد از بدن
صد ہزاراں سر بر آرد در زمن

اگر کسی کے جسم سے سر کاٹتا ہے
فوراً لاکھوں سر پیدا کر دیتا ہے

گر نفرمودے قصاصے بر جنات
خود نگفتے[2] فی القصاص آمد حیات

اگر وہ مجرموں پر قصاص کا حکم نہ فرماتا
(اور) یہ نہ فرماتا کہ قصاص میں زندگی ہے

خود کرا زہرہ بدے تا او زخود
بر اسیر حکم حق تیغے زند

کس کی طاقت ہوگی کہ وہ ازخود
اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند پر تلوار چلائے

زانکہ داند ہر کہ چشمش را کشود
کاں کشندہ سخرۂ تقدیر بود

اس لئے کہ ہر وہ شخص جانتا ہے جس نے آنکھ کھولی ہے
کہ وہ قاتل تقدیر کے تابع تھا

ہر کرا آں حکم بر سر آمدے
بر سر فرزند خود تیغے زدے

جس کے لئے یہ حکم صادر ہوتا
(وہ) اپنے لڑکے کے سر پر تلوار مارتا

---

[1] ناں۔ روٹی یعنی دنیاوی لذتیں۔ روزہ۔ یعنی پرہیزگاری۔ شکستہ بند۔ ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا یعنی شیخ کامل۔ گرتو۔ اگر تو خود تقویٰ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو کوئی نہ کوئی شیخ کامل تجھے اپنی طرف کھینچ لے گا۔ پس شکستن۔ اصلاح باطن کرنا شیخ کامل ہی کا کام ہے۔ رفو۔ سینا یعنی جوڑنا۔ خانہ۔ ایک ماہر کاریگر گھر کھودڈالتا ہے تو پھر اس کو جنت نشان بنا دیتا ہے۔ بر آرد۔ پیدا کند یعنی ایک بری عادت چھڑا کر لاکھوں بھلی عادتیں پیدا کر دیتا ہے۔ در زمن۔ فوراً۔ جنات۔ جانی کی جمع ہے، مجرم۔

[2] خود نگفتے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولکم فی القصاص حیوۃ تمہارے لئے قصاص میں زندگانی ہے۔ اس شعر سے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ شروع ہوا ہے۔ خود کرا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا قاتل جو تقدیر کا اسیر ہے اس کو بغیر حکم خداوندی کون مار سکتا تھا۔ زہرہ۔ ہمت، حوصلہ۔ چشم کشودن۔ غور کرنا۔ کشندہ۔ قاتل۔ سخرہ۔ مسخر، مجبور۔ حکم۔ یعنی تقدیر الٰہی کا حکم، یعنی اگر بیٹے کا قتل باپ کے ہاتھ سے مقدر ہو چکا ہے تو شفقت پدری اس کو نہیں روک سکتی ہے۔

رَو بترس و طعنہ کم زن بَر بداں — پیش دامِ حکم[1] عجز خود بداں

جا، ڈرتا رہ اور بُروں پر طعنہ زنی نہ کر — اللہ (تعالیٰ) کے حکم کے جال کے سامنے اپنا عجز سمجھ

پیش حکم حق بنہ گردن زجاں — تسخر و طعنہ مزن بر دیگراں

دل سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے گردن جھکا دے — دوسروں پر مذاق اور طعنہ زنی نہ کر

تعجب کردنِ آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام از ضلالت ابلیس

ابلیس لعین کی گمراہی پر حضرتِ آدم علیہ السلام کا تعجب کرنا

و عجب آوردنِ او

اور اس کا غرور کرنا

روزے آدم بر بلیسے کو شقی ست — از حقارت وز زیافت بنگریست

ایک روز آدم (علیہ السلام) نے ابلیس کو جو بدبخت ہے — حقارت اور کھوٹے پن کی نگاہ سے دیکھا

خویش بینی کرد و آمد خود گزیں — خندہ زد بر کارِ ابلیس لعیں

(انہوں نے) خود بینی کی اور خود پسند بنے — ابلیس لعین کے کام کی ہنسی اڑائی

بانگ بر زد غیرتِ حق کاے صفی — تو نمیدانی ز اسرارِ خفی

غیرتِ حق نے پکارا کہ اے برگزیدہ! — تمہیں چھپے ہوئے رازوں کا علم نہیں ہے

پوستیں[2] را باژ گونہ گر کنم — کوہ را از بیخ و از بن بر کنم

اگر میں پوستین کو الٹ دوں — (تو) پہاڑ کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ ڈالوں

پردہٴ صد آدم آندم بَردرَم — صد بلیس نو مسلماں آورم

فوراً سینکڑوں آدموں کی پردہ دری کر دوں — سینکڑوں شیطانوں کو نومسلم کردوں

گفت آدمؑ توبہ کردم زیں نظر — ایں چنیں گستاخ نندیشم دگر

(حضرتِ) آدم نے کہا میں نے اس نظر سے توبہ کی — پھر کبھی ایسی گستاخی کو خیال میں بھی نہ لاؤں گا

یارب ایں جرأت ز بندہ عفو کن — توبہ کردم می نگیرم زیں سخن

اے خدا! بندہ کی اس جرأت کو معاف کر دے — میں نے توبہ کی، میری اس بات پر گرفت نہ کر

یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اِھْدِنَا — لَا افْتِخَارَ بِالْعُلُوْمِ وَ الْغِنَا

اے فریادیوں کے فریاد رس! ہم کو ہدایت دے — علوم اور مالداری پر کوئی فخر نہیں ہے

لَا تُزِغْ قَلْباً ھَدَیْتَ بِالْکَرَمْ — وَاصْرِفِ السُّوْءَ الَّذِیْ خَطَّ الْقَلَمْ

کرم کر کے جس دل کو تو نے ہدایت دیدی ہے اسکو کج نہ کر — اور اس برائی کو پھیر دے جو قلم نے لکھ دی ہے

---

[1] دامِ حکم۔ یعنی تقدیرِ خداوندی کا جال، یعنی بروں کا مذاق اڑانا بڑا خطرناک ہے۔ تعجب کردن۔ اس قصہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ کسی کے گناہ پر مذاق نہ اڑانا چاہیے اور اپنے اوپر گھمنڈ نہ کرنا چاہیے۔ بلیس۔ ابلیس، شیطان۔ شقی۔ بدبخت۔ زیافت۔ کھوٹا پن۔ خویش بینی۔ غرور، تکبر۔ خودگزیں۔ خود پسند۔ صفی۔ منتخب، صفی اللہ حضرت آدم کا لقب ہے۔ خفی۔ پوشیدہ۔ باژ گونہ۔ الٹا۔

[2] پوستیں باژ گونہ کردن، حالات کو الٹ دینا، باطن کو ظاہر کر دینا۔ بن۔ جڑ۔ نو مسلماں۔ وہ شخص جو کافر کے گھر میں پیدا ہونے کے بعد اسلام لایا ہو۔ نظر۔ یعنی خود بینی۔ غیاث۔ فریادرس۔ مستغیثین۔ مستغیث کی جمع ہے، فریادی۔ افتخار۔ فخر کرنا۔ غنا۔ مالداری۔ لاتزغ۔ کج نہ کر۔ سوء۔ برائی۔ قلم۔ یعنی قلمِ تقدیر۔

بگذراں[1] از جانِ ما سُوْءَ الْقَضَا
بری تقدیر کو ہماری جان سے ٹال دی
وَا مبر ما را ز اِخوانِ الصفا
ہمیں اہل اللہ سے جدا نہ کر

تلخ تر از فرقت تو ہیچ نیست
تیری جدائی سے زیادہ کڑوی چیز کوئی نہیں ہے
بے پناہت غیر پیچاپیچ نیست
تیری پناہ کے بغیر سوائے الجھن کے کچھ نہیں ہے

رَخت ما ہم رَخت مارا راہزن
ہمارا سامان بھی ہمارا راہزن ہے
جِسم ما مَر جانِ مارا جامہ کن
ہمارا جسم ہی ہماری جان کے لئے نقصان رساں ہے

دست ما چوں پائے ما را می خورد
جب ہمارا ہاتھ ہی ہمارے پاؤں کو کھاتا ہے
بے امانِ تو کسے چوں جاں بَرد
تیری اماں کے بغیر کوئی کس طرح جان بچا سکتا ہے؟

ور بَرد جاں زیں خطر ہائے عظیم
اگر ان بڑے خطروں سے جان (بھی) بچا لی
بُردہ باشد مایۂ اِدبار و بیم
تو بدبختی اور خوف کا سرمایہ حاصل کیا

زانکہ جاں چوں و اصل جاناں نبود
اس لئے کہ جان کا جب تک محبوب سے وصال نہ ہو
تا ابد باخویش کورست و کبود
قیامت تک وہ خود اندھی اور بے نور ہے

چوں تو ندہی راہ[2] جاں خود بردہ گیر
جب تو راستہ نہ دے جان کا بچنا فرضی بات ہے
جاں کہ بے تو زندہ باشد مردہ گیر
وہ جان جو تیرے بغیر زندہ ہو، اس کو مردہ سمجھنا چاہئے

گر تو طعنہ می زنی بر بندگاں
اگر تو بندوں پر طعنہ زنی کرے
مَر ترا آں می رَسد اے کامراں
اے مختار! یہ تیرا حق ہے

ور تو ماہ و مہر را گوئی خفا
اگر تو چاند اور سورج کو مخفی کہے
ور تو قدِ سرو را گوئی دوتا
اگر تو سرو کے قد کو جھکا ہوا کہے

ور تو چرخ و عرش را خوانی حقیر
اگر تو آسمان اور عرش کو حقیر کہے
وَر تو کان و بحر را گوئی فقیر
اگر تو کان اور سمندر کو فقیر کہے

آں بہ نسبت با کمالِ تو رواست
یہ بات تیرے کمال کے پیش نظر درست ہے
ملک اِکمال و فنا با مَر تُراست
مکمل کرنے اور فنا کرنے کی ملکیت تیری ہی ہے

کہ تو پاکی از خطر وز نیستی
کیونکہ تو عدم اور نیستی سے پاک ہے
نیستاں را موجِد و مفنیستی
معدوم کو موجود کرنے والا ہے اور فنا کرنے والا ہے

آنکہ رویانید داند سوختن
جس نے اگایا ہے وہ جلانا جانتا ہے
وانکہ بدرید ست داند دوختن
جس نے پھاڑا ہے وہ سینا جانتا ہے

1. بگذراں۔ ٹال دے۔ وامبر۔ جدا نہ کر۔ اخوان الصفاء۔ صاف دل لوگ، اہل اللہ۔ رخت۔ سامان، یعنی دنیاوی لذتیں۔ جامہ کن۔ کپڑے اتارنے والا۔ دست ما۔ یعنی ہماری مصروفیت راہ سلوک میں نہیں چلنے دیتی۔ ادبار۔ نحوست۔ بیم۔ خوف، یعنی وہ جان جو محبت الٰہی سے خالی ہے، اگر بچا بھی لی تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ ایسی جان تو ادبار اور خوف کا سرمایہ ہے۔ کور و کبود۔ بے نور و تاریک۔

2. راہ۔ راہ نجات، یعنی جب اللہ تعالیٰ نجات کا راستہ نہ دے تو جان کا بچنا فرضی اور غیر واقعی ہے کیونکہ ایسی جان تو خود مردہ ہے۔ ترا می رسد۔ تجھے حق حاصل ہے۔ کامراں۔ کامیاب۔ خفا۔ مخفی، پوشیدہ۔ دوتا۔ دہرا، کبڑا۔ پاکی۔ تو پاک ہے۔ خطر۔ احتمال عدم۔ نیستاں۔ نیست ہا۔ مفنی۔ فنا کرنے والا۔ رویانیدن۔ اگانا۔

نی بسوزد ہر خزاں مر باغ را — باز رویاند گل صباغ[1] را

ہر خزاں میں باغ کو جلا ڈالتا ہے — پھر رنگ آمیز پھول اگا دیتا ہے

کاے بسوزیدہ بروں آ تازہ شو — بارِ دیگر خوب و خوش آوازہ شو

کہ اے جلے ہوئے باہر آ، تر و تازہ ہو جا — دوبارہ خوبصورت بن اور مشہور ہو جا

چشم نرگس کور شد بازش بساخت — حلق نے ببرید و بازش خود نواخت

نرگس کی آنکھ اندھی ہوئی، اس کو پھر بنا دیا — بانسری کا حلق پھاڑ دیا پھر اس کو بجا دیا

ماچو مصنوعیم و صانع نیستیم — جز زبون و جز کہ قانع نیستیم

ہم چونکہ بنائے ہوئے ہیں اور بنانے والے نہیں ہیں — سوائے ناچیز اور سوائے (ادنیٰ درجہ پر) قانع ہونے کے کچھ نہیں ہیں

ماہمہ نفسی و نفسی می زنیم — گر نخواہی ماہمہ آہرمنیم

ہم سب نفسی نفسی پکارتے ہیں — اگر تو نہ چاہے، ہم سب شیطان ہیں

زاں ز آہرمن رہیدستیم ما — کہ خریدی جانِ ما را از عمیٰ

ہم نے شیطان سے رہائی اس لئے پائی ہے — کہ تو نے ہماری جان کو اندھے پن سے بچا لیا ہے

تو عصاکش[2] ہر کرا کہ زندگیست — بے عصا و بے عصا کش کور چیست

جس کی زندگی ہے تو اس کے لئے لاٹھی پکڑنے والا ہے — لاٹھی اور لاٹھی پکڑنیوالے کے بغیر اندھا کیا ہوتا ہے؟

غیر تو ہر چہ خوش ست و ناخوش ست — آدمی سوز ست و عین آتش ست

تیرے سوا جو کچھ بھی ہے خواہ اچھا ہے یا برا ہے — آدمی کو جلانے والا ہے اور مجسم آگ ہے

ہر کرا آتش پناہ و پشت شد — ہم مجوسی گشت و ہم زردشت شد

جس کسی کے لئے آگ پشت و پناہ بن گئی — وہ آتش پرست اور آتش پرستوں کا پیشوا بن گیا

کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلُ — اِنَّ فَضْلَ اللّٰہِ غَیْمٌ ھَاطِلُ

اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے — بے شک اللہ کا فضل بارش برسانے والا ابر ہے

بازگشتن بحکایت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصہ کی طرف واپسی

و مسامحت کردنِ اُو با خونی و رکابدارِ خویش

اور ان کا اپنے قاتل اور اپنے خادم سے چشم پوشی برتنا

باز رو سوئے علیؓ و خونیش — واں کرم با خونی و افزونیش

(حضرتِ) علیؓ اور انکے قاتل کے (قصہ کی) طرف پھر چل — اور قاتل پر انکے کرم اور کرم میں اضافہ کی طرف (چل)

---

[1] صباغ۔ رنگریز۔ گل صباغ۔ وہ پھول جو اپنی خوش رنگی کی وجہ سے باغ کی زینت ہو۔ آوازہ۔ شہرت۔ بازش۔ اس کی جگہ دوسرا پھول کھلا دیا۔ مصنوع۔ بنایا ہوا، مخلوق۔ صانع۔ بنانے والا، خالق۔ زبون۔ کمزور، ناچیز۔ نفسی نفسی زدن۔ حاجت کا اظہار کرنا۔ اہرمن۔ اہرمن، شیطان۔ عمیٰ۔ اندھا پن۔

[2] عصاکش۔ اندھے کی لاٹھی پکڑ کر چلنے والا۔ کور چیست۔ اندھا بالکل بیکار ہے، چل پھر نہیں سکتا ہے۔ ما خلا۔ علاوہ۔ غیم۔ ابر۔ ہاطل۔ برسنے والا۔ مسامحت۔ چشم پوشی۔ رکابدار۔ خادم۔

گفت[1] دشمن را ہمی بینم بچشم
کہا میں دشمن کو آنکھ سے دیکھتا ہوں
روز و شب بروے ندارم ہیچ خشم
شب و روز، اس پر کوئی غصہ نہیں کرتا ہوں

زانکہ مرگم ہمچو جاں خوش آمدست
کیونکہ مجھے موت زندگی کی طرح اچھی لگتی ہے
مرگِ من در بعث چنگ اندر زدست
میری موت نے زندگی کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے

مرگِ بے مَرگی بود مارا حلال
بغیر موت کے موت، ہمارے لئے حلال ہے
برگِ بے بَرگی بود مارا نوال
بے نوائی کا سامان ہمارے لئے عطیہ ہے

برگِ بے برگی ترا چوں بَرگ شد
بے نوائی کا سامان جب تیرے لئے سامان بن گیا
جانِ باقی یافتی و مَرگ شد
تو تو نے حیاتِ جاودانی پا لی اور موت ختم ہو گئی

آنچہ خوفِ دیگراں آں امن تست
جو دوسروں کیلئے خوف کا سبب ہے وہ تیرے لئے امن بن گیا
بط قوی در بحر و مرغِ خانہ سست
دریا میں بط قوی ہوتی ہے اور پالتو مرغ سست ہوتا ہے

ظاہرش مرگ و بباطن زندگی
اس کا ظاہر موت ہے اور باطن زندگی ہے
ظاہرش ابتر نہاں پایندگی
بظاہر وہ تباہی ہے، بباطن وہ بقا ہے

از رحم[2] زادن جنیں را رفتن ست
بچہ کا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا (اس کا) سفر ہے
در جہاں اُو را زنو بشگفتن ست
اس کا دنیا میں ازسرنو کھلنا ہے

چوں مرا سوئے اجل عشق و ہواست
چونکہ موت سے مجھے عشق اور محبت ہے
نہیِ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُم مراست
اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کی ممانعت میرے لئے ہے

آنکہ[3] مُردن پیشِ جانش تہلکہ است
جس کی جان کے لئے مرنا ہلاکت ہے
امر لَا تُلْقُوْا نگیرد اُو بدست
وہ لَا تُلْقُوْا کے حکم پر عامل نہیں ہے

آنکہ مُردن پیشِ اُو شد فتح باب
جس کے لئے مرنا کامیابی بن گیا ہے
سَارِعُوْا آمد مَر اُو را در خطاب
اس کے لئے "جلدی کرو" کا خطاب آیا ہے

---

[1] گفت۔ یعنی حضرت علیؓ نے اپنے مقابل سے کہا۔ خشم۔ یعنی اپنے ذاتی معاملہ میں۔ مرگ بے مرگی۔ حدیث شریف میں ہے موتو قبل ان تموتو "مر جاؤ قبل اس کے کہ مرو۔" بے برگی۔ بے نوائی، بے سروسامانی، یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ آنچہ۔ موت کافروں کے لئے باعث خوف اور مومن کے لئے باعث امن ہے جیسا کہ دریائی بطخ کے لئے قوت کا سبب اور پالتو مرغ کے لئے کمزوری کا سبب ہے۔

[2] از رحم۔ بچہ کا ماں کے پیٹ سے باہر آنا اس کا انتقال ہے اور اسی سے اس کا نشوونما ہوتا ہے۔ نہی۔ قرآن پاک میں ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ "تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔" مولانا نے ہلاکت کے معنی موت کے لئے ہیں جبکہ ایک حدیث صحیح میں اس کے معنی ترک جہاد کے بتائے گئے ہیں۔ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ نہی ان چیزوں کے لئے ہوتی ہے جن کی طرف انسان کو رغبت ہو، ناپسندیدہ چیز سے روکنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ اب دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ موت چونکہ میرے لئے مرغوب ہو چکی ہے، اس لئے لاتلقوا کا خطاب میرے اور مجھ جیسوں کے لئے ہے جو لوگ موت کو خود ہی پسند نہیں کرتے۔ وہ دراصل اس نہی کے مخاطب نہیں بن سکتے اور نہ وہ اس نہی پر عامل سمجھے جائیں گے۔

[3] آنکہ۔ جو عشق الٰہی میں مبتلا ہیں اور وصال کے جویاں ہیں ان کے لئے موت ہی ذریعہ وصال ہے، وہ سارعوا کا اپنے آپ کو مخاطب سمجھتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں اور لا تلقوا کی نہی پر عمل کرنے میں معذور ہیں۔ سارعوا۔ جلدی کرو یعنی موت کے طالب ہو۔

زانکہ[1] نہی از دانۂ شیریں بود — تلخ را خود نہی حاجت کے شود

اس لئے کہ ممانعت تو میٹھے دانہ سے ہوتی ہے — کڑوے کے لئے ممانعت کی کیا ضرورت ہے؟

دانۂ کش تلخ باشد مغز و پوست — تلخی و مکر و ہیش خود نہی اوست

جس دانہ کا گودا اور چھلکا کڑوا ہو — اس کی تلخی اور کڑواہٹ خود ممانعت ہے

دانۂ مُردن مرا شیریں شدست — بَلْ هُمْ اَحْيَاءٌ پئے من آمدست

موت کا دانہ میرے لئے میٹھا ہو گیا ہے — "بلکہ وہ زندہ ہیں" میرے لئے وارد ہوا ہے

اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتِیْ لَائِماً[2] — اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتِیْ دَائِماً

اے میرے معتمد لوگو! مجھے ملامت کرتے ہوئے قتل کر ڈالو — بے شک میرے مرنے میں میری ابدی زندگی ہے

اِنَّ فِیْ مَوْتِیْ حَیَاتِیْ یَافَتیٰ — کَمْ اُفَارِقُ مَوْطِنِیْ حَتّٰی مَتیٰ

اے نوجوان! میری موت میں میری زندگی ہے — میں اپنے وطن سے کب تک اور کتنا جدا رہوں؟

فُرْقَتِیْ لَوْ لَمْ یَکُنْ فِیْ ذَا السَّکُوْنْ — لَمْ یَقُلْ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنْ

اگر اس سکونت میں میری جدائی نہ ہوتی — تو (اللہ تعالیٰ) نہ فرماتا ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

راجع آں باشد کہ باز آید بشہر — سوئے وحدت آید از تفریق دہر

لوٹنے والا تو وہی ہوتا ہے جو اپنے شہر میں واپس آئے — زمانہ کے فراق سے وصال کی طرف آئے

ایں سخن پایاں ندارد چاکرم — چوں شنید ایں سرّ زسید گشت خم

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، میرے خادم نے — آنحضور ﷺ سے جب یہ راز سنا (شرم سے) جھک گیا

افتادن رکابدار ہر بار در پائے امیر المومنین علیؓ کہ اے

ہر دفعہ خادم کا امیر المومنینؓ کے پاؤں پڑنا کہ اے

امیر المومنین مرا بکش و ازیں قضا باز رہاں

امیر المومنینؓ مجھے مار ڈالئے اور اس قضائے خداوندی سے چھڑا دیجئے

آمد و در خاک پیشم او فتاد — دمبدم در پائے من سر می نہاد

وہ (خادم) آیا اور میرے آگے زمین پر گر پڑا — اس نے بار بار میرے پیروں پر سر رکھا

باز آمد کاے علیؓ زودم بکش — تا نہ بینم آں دَم و وقت تُرش

پھر آیا کہ اے علیؓ! مجھے جلد قتل کر دیجئے — تاکہ وہ برا وقت نہ دیکھوں

---

[1] زانکہ۔ یہ اوپر کے دوسرے اور تیسرے شعر کی دلیل اور وضاحت ہے یعنی مرغوب چیز سے ممانعت ہوا کرتی ہے مکروہ کے لئے ممانعت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ دانہ مردن۔ یہ حضرت علیؓ کا مقولہ ہے۔ بل۔ شہداء کے بارے میں قرآن میں کہا گیا ہے "لا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلِ الَّذِیْنَ اَحْیَاءٌ" نہ گمان کرو تم ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے ہیں مردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ثقات۔ ثقہ کی جمع ہے، معتمد علیہ۔

[2] لائم۔ ملامت کرنے والا۔ اقتلونی۔ یہ شعر حضرت منصور حلاج کے شعر سے ماخوذ ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا اقتلونی یا ثقاتی (میرے معتمدو مجھے قتل کر دو) ان فی قتلی حیاتی (بے شک قتل میں میری زندگی ہے) موطن۔ وطن۔ السکون۔ یعنی دنیاوی زندگی۔ وحدت۔ دوست کے ساتھ اتحاد، وحدت۔ تفریق۔ جدا کرنا۔ دہر۔ زمانہ۔ سید۔ آنحضور ﷺ۔ گشت خم۔ ندامت سے جھک گیا۔ دم بدم۔ لحہ بہ لحہ، ہر آن۔ ترش۔ کھٹا، ناگوار۔

من حلالت[1] می کنم خونم بریز — تا نہ بیند چشمِ من آں رست خیز

میں معاف کرتا ہوں، میرا خون بہا دیجئے — تاکہ میری آنکھ وہ قیامت نہ دیکھے

گفت ار ہر ذرّۂ خونی شود — خنجر اندر کف بقصدِ تو بود

(حضرت علیؓ نے) فرمایا گر ہر ذرہ قاتل بن جائے — تیرے لئے اس کے ہاتھ میں خنجر ہو

یک سرِ مو از تو نتواند برید — چوں قلم بر تو چناں خطے کشید

تیرا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکتا ہے — جبکہ قلم (تقدیر) نے تیرے لئے ایسا لکھ دیا ہے

لیک بے غم شو شفیع تو منم — خواجۂ روحم نہ مملوکِ تنم

لیکن بے فکر ہو جا میں تیرا سفارشی ہوں — میں روح کا مالک ہوں، جسم کا غلام نہیں ہوں

پیشِ من ایں تن ندارد قیمتے — بے تنِ خویشم فتے ابن الفتے

میرے نزدیک اس جسم کی کوئی قیمت نہیں ہے — بغیر جسم (کے واسطہ) کے میں جوانمرد، جوانمرد کا بیٹا ہوں

خنجر و شمشیر شد ریحانِ من — مرگِ تن شد بزم و نرگستانِ من

خنجر اور تلوار میرے لئے خوشبودار پھول بن گئے ہیں — جسم کی موت میری بزم (نشاط) اور باغیچہ ہے

آنکہ اُو تن را بدینساں پے کند — حرصِ میری و خلافت کے کند

جو جسم کو اس طرح مغلوب کرے — وہ امیری اور خلافت کی حرص کب کر سکتا ہے؟

زاں بظاہر کوشد اندر جاہ[2] و حکم — تا امیراں را نماید راہِ حکم

بظاہر وہ جو حکومت اور مرتبہ کے لئے کوشاں ہے — (تو اسلئے ہوا) تاکہ حاکموں کیلئے حکومت کرنیکی رہنمائی کریں

تا بیارا ید بہر تن جامۂ — تا نویسد او بہر کس نامۂ

تاکہ ہر (حکومت) کے جسم کے لئے جامہ تیار کر دیں — تاکہ ہر شخص (حاکم) کے لئے قانون نامہ تحریر کریں

تا امیری را دہد جانِ دگر — تا دہد نخلِ خلافت را ثمر

تاکہ امارت میں نئی روح ڈال دیں — تاکہ نخل خلافت کو پھل عطا کر دیں

میریؑ او بینی اندر آں جہاں — فکرتِ پہنانیت گردد عیاں

اس عالم (آخرت) میں تو ان کی سرداری دیکھے گا — تیرے چھپے ہوئے خیالات ظاہر ہو جائیں گے

ہیں گمانِ بد مبر اے ذُو لباب — با خود آ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

اے عقلمند! خبردار بُرا گمان نہ کر — ہوش میں آ اور اللہ بہتر جانتا ہے

بیانِ آنکہ فتح طلبیدنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ و غیر

اس کا بیان کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ وغیرہ کی فتح طلب کرنا

1. حلالت۔ حلال برائے تو۔ خون ریختن۔ مار ڈالنا۔ رستخیز۔ قیامت، ہولناک واقعہ۔ قلم۔ قلم تقدیر۔ شفیع۔ سفارشی۔ خواجہ روح۔ صاحب دل۔ مملوک تن۔ جسم کا غلام۔ قیمت۔ قدر۔ فتی۔ جوانمرد۔ ابن۔ بیٹا۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ نرگستان۔ باغ۔ پے کردن۔ کاٹ ڈالنا۔ میری۔ سرداری۔

2. جاہ۔ رتبہ۔ حکم۔ حکومت۔ راہِ حکم۔ حکومت کا قاعدہ۔ تن۔ جسم یعنی حکومت۔ جامہ۔ کپڑا یعنی طرز عمل۔ نامہ۔ یعنی قانون نامہ۔ امیری۔ حکومت۔ جاں دادن۔ تازہ کر دینا، مضبوط کر دینا۔ نخل۔ کھجور کا درخت۔ ثمر۔ پھل۔ لباب۔ لب، عقل۔ با خود آ۔ ہوش میں آ جا۔

مکہ را جہت[1] دوستی ملک دنیا نبود چونکہ فرمود اَلدُّنیاَ

ملکِ دنیا کی محبت کی وجہ سے نہ تھا چونکہ خود فرمایا ہے دنیا مردار ہے

جِیفَۃٌ وَ طَالِبُھَا کِلَابٌ بلکہ بامر بود

اور اس کے طلبگار کتے ہیں بلکہ خدا کے حکم سے تھا

جہد پیغمبرؐ بفتح مکہ ہم ٭ کے بود در حب دنیا مُتّہم

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فتح مکہ کی کوشش دنیا کی محبت سے مُتّہم کب ہو سکتی ہے؟

آنکہ او از مخزنِ ہفت آسماں چشم دل بر بست روزِ امتحاں

جس ذات نے سات آسمانوں کے خزانہ سے دل کی آنکھ بند کر لی، آزمائش کے دن

از پئے نظارۂ او حور و جاں پُرشدہ آفاق ہر ہفت آسماں

جس کے دیدار کے لئے حوریں اور روحیں ساتوں آسمانوں کے اطراف میں جمع تھیں

قدسیاں افتادہ بر خاکِ رہش صد چو یوسفؑ اوفتادہ در چہش

مقدس فرشتے ان کے راستہ کی خاک پر گرے پڑتے تھے یوسف (علیہ السلام) جیسے سینکڑوں ان کے مشتاق تھے

خویشتن آراستہ از بہر او خود ورا پروائے غیر دوست کو

ان کے لئے سب نے اپنے آپ کو سنوارا تھا خود ان کو دوست کے علاوہ کسی کی پروا کب تھی؟

آنچناں پُرگشتہ از اِجلالِ حق کاندر و ہم رہ نیابد آلِ حق

اللہ کے جلال سے آپ اس قدر بھرے ہوئے تھے کہ اس میں انبیاء کو بھی دخل نہ تھا

لَا یَسَعُ فِیْنَا نَبِیٌّ مُرسَلٌ وَالْمَلَکُ وَ الرُّوْحُ اَیضاً فَاعْقِلُوْا

ہمارے اندر گنجائش نہیں پاتا کہ کوئی مرسل نبی اور فرشتے اور روح پس سمجھ لو

گفت ما زاغیم[2] و ہمچوں زاغِ نے مست صباغیم و مست باغ نے

فرمایا، ہم مازاغ ہیں، (کوے) کی طرح نہیں ہیں ہم صباغ کے متوالے ہیں، باغ کے شیدائی نہیں ہیں

چونکہ مخزنہائے افلاک و عقول چوں خسے آمد بر چشم رسولؐ

جبکہ آسمانوں اور عقول کے خزانے رسولؐ کی نگاہ میں ایک تنکے کے برابر ثابت ہوئے

پس چہ باشد مکہ و شام و عراق کہ نماید او نبرد و اشتیاق

تو مکہ اور شام اور عراق کیا ہوتا ہے اور وہ کوشش اور اشتیاق ظاہر کرے

---

1. جہد۔ طاقت، کوشش۔ حب۔ محبت۔ مُتّہم۔ تہمت زدہ۔ روز امتحان۔ معراج کے وقت۔ آفاق۔ افق کی جمع ہے، آسمان کا کنارہ۔ قدسیاں۔ عالم قدس کے فرشتے۔ در چہ افتادن۔ مشتاق ہونا۔ دوست۔ اللہ تعالیٰ۔ اجلال۔ جلال، بزرگی۔ آلِ حق۔ اہل اللہ، انبیاء۔ لایسع۔ گنجائش نہیں پاتا ہے۔ نبی مرسل۔ رسول پیغمبر۔ روح۔ حضرت جبرائیل۔ فاعقلوا۔ سمجھ لو۔ لایستغنی۔ حدیث شریف ہے لی وقت لا یسعنی فیہ غیر ربی میرے لئے ایک ایسا وقت آتا ہے اس میں میرے اندر سوائے رب کے کسی کی گنجائش نہیں ہے۔

2. مازاغیم۔ مازاغ ایم۔ ہم مازاغ کے مصداق ہیں۔ سورۂ نجم میں ہے مازاغ البصر و ما طغی یعنی دیدار الٰہی کے وقت آنحضورﷺ کی نظر ادھر ادھر ہوئی نہ آنچی۔ زاغ۔ کوا یعنی دنیا کا دلدادہ۔ صباغ۔ رنگنے والا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ خدا کا رنگ اور خدا سے بہتر رنگنے والا کون ہے۔ مخزن۔ خزانہ، جائے اجتماع۔ عقول۔ عقل کی جمع، فرشتے۔ نبرد۔ جنگ۔

آں گمان و ظن منافق را بود
یہ گمان اور خیال تو منافق کا ہو سکتا ہے
کو قیاس از جہل و حرصِ خود کند
کیونکہ وہ اپنے جہل اور حرص پر قیاس کرتا ہے

آبگینہ[1] زرد چوں سازی نقاب
تو جب زرد آئینہ کا نقاب بنائے گا
زرد بینی جملہ نورِ آفتاب
سورج کی تمام روشنی کو زرد دیکھے گا

بشکن آں شیشہ کبود و زرد را
اس اندھے اور زرد شیشہ کو توڑ ڈال
تا شناسی گرد را و مَرد را
تاکہ تو گرد اور مرد کی شناخت کر سکے

گردِ فارس گردِ سر افراشتہ
شہسوار کے چاروں طرف غبار اڑ رہا ہے
گرد را تو مردِ حق پنداشتہ
تو نے غبار کو مردِ حق سمجھ لیا ہے

گرد دید ابلیس و گفت ایں فرعِ طیں
شیطان نے (آدم کی) گرد دیکھی اور بولا یہ مٹی کا بنا ہوا ہے
چوں فزاید برمن آتش جبیں
مجھ آتشیں پیشانی والے سے کیسے بڑھ جائے گا؟

تا تو می بینی عزیزاں را بشر
جب تک تو معززین (بارگاہِ الٰہی) کو بشر سمجھتا ہے
داں کہ میراثِ بلیس ست آں نظر[2]
سمجھ لے یہ نگاہ، شیطان کی میراث ہے

گرنہ فرزند بلیسی اے عنید
اے سرکش! اگر تو شیطان کی اولاد نہیں ہے
پس بتو میراثِ آں سگ چوں رسید
تو تجھے اس کتے کی میراث کیسے ملی ہے؟

مَن نیم سگ شیرِ حقم حق پرست
میں کتا نہیں ہوں، حق پرست اسد اللہ ہوں
شیرِ حق آنست کز صورت برست
اللہ کا شیر وہ ہے جو صورت (پرستی) سے چھوٹ جائے

شیرِ دنیا جوید اشکارے و برگ
دنیا کا شیر، شکار اور سامان تلاش کرتا ہے
شیرِ مولیٰ جوید آزادی و مَرگ
اللہ کا شیر، آزادی اور موت کی جستجو کرتا ہے

چونکہ اندر مَرگ بیند صد وجود
چونکہ وہ موت میں سینکڑوں وجود سمجھتا ہے
ہمچو پروانہ بسوزاند وجود
پروانہ کی طرح (اپنے) وجود کو جلا دیتا ہے

شد ہوائے مَرگ طوقِ صادقاں
موت کی تمنا، سچوں کے گلے کا طوق ہے
کہ جہوداں را بداں بد امتحاں
اس لئے کہ یہود کا اسی سے امتحان ہوا تھا

در نبے فرمود کاے قومِ یہود
(اللہ تعالیٰ نے) قرآن پاک میں فرمایا کہ اے یہودیو!
صادقاں را مَرگ باشد فتح و سود
سچوں کے لئے موت کامیابی اور نفع ہے

ہمچنانکہ آرزوئے سود ہست
جس طرح کہ نفع کی تمنا ہوتی ہے
آرزوئے مَرگ بُردن زاں بہ است
موت کی آرزو کرنا اس سے (بھی) بہتر ہے

1. زرد آبگینہ۔ اگر کوئی زرد چشمہ لگا لے تو ہر چیز زرد نظر آئے گی، یہی حال اچھوں کے ساتھ بدگمانی کرنے کا ہے۔ فارس۔ گھوڑا سوار۔ مردِ حق۔ اہل اللہ۔ گرد۔ یعنی مٹی۔ فرع۔ شاخ۔ طین۔ مٹی۔ فرعِ طین۔ مٹی سے بنے ہوئے آدم علیہ السلام۔ آتش۔ شیطان آگ سے بنا ہے۔ عزیزاں۔ اہل اللہ۔ بشر۔ یعنی صرف صفات بشری سے متصف جیسا کہ قرآن میں کفار کا مقولہ منقول ہے، ان انتم الا بشر مثلنا یعنی تم صرف ہم جیسے انسان ہو۔
2. آں نظر۔ یعنی محض ظاہر کو دیکھنا اور باطنی فضائل پر نظر نہ کرنا۔ فرزندِ بلیسی۔ یعنی تو فرزندِ ابلیس۔ عنید۔ سرکش۔ اشکار۔ شکار۔ برگ۔ ساز و سامان۔ شیرِ مولیٰ۔ اسد اللہ۔ ہوائے مرگ۔ موت کا شوق۔ صادق۔ سچی محبت والا۔ جہوداں۔ یہود۔ امتحان۔ آزمائش۔ نبے۔ قرآن پاک۔ سود۔ نفع۔

اے جهوداں[1] بہر ناموسِ کساں
اے یہودیو! لوگوں میں آبرو کی خاطر
بگذرانید ایں تمنا بر زباں
اس تمنا کو زبان پر لے آؤ

یک جہودے ایں قدر زہرہ نداشت
ایک یہودی میں بھی اس قدر ہمت نہ ہوئی
چوں محمدؐ ایں علم را بر فراشت
جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ جھنڈا بلند کیا

گفت اگر گویند ایں را بر زباں
(آنحضور ﷺ نے) فرمایا اگر یہودی زبان سے یہ کہہ لیں
یک جہودے خود نماند در جہاں
تو ایک یہودی بھی دنیا میں نہ بچے

پس یہوداں مال بردند و خراج
یہودی مال اور خراج آنحضور ﷺ کے پاس لے گئے
کہ مکن رسوا تو مارا اے سراج[2]
کہ اے چراغ (ہدایت) ہمیں رسوا نہ کر

جزیہ پذرفتند می بودند شاد
انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور خوش تھے
ہمچناں واللّٰہُ اَعلَمُ بِالرَّشَاد
اسی حالت میں اور خدا انکی ہدایت کا حال زیادہ جانتا ہے

ایں سخن را نیست پایانے پدید
اس بات کا تو خاتمہ نظر نہیں آتا
دست بامن دہ چو چشمت دوست دید
(اپنا) ہاتھ مجھے پکڑا جبکہ تیری آنکھوں نے دوست (خدا) کا دیدار کرلیا ہے

اندر آ در گلستاں از مزبلہ
کوڑی سے باغ کے اندر آ جا
چونکہ در ظلمت بدیدی مشعلہ
جبکہ تو نے تاریکی میں نور دیکھ لیا ہے

بے توقف زود تر در نہ قدم
بلاتاخیر بہت جلد قدم رکھ
زیں چہ بے بن سوئے باغِ ارم
اس اتھاہ کنویں سے، بہشت میں

ہم نبردش گفت از بہر خدا
ان کے (حضرت علیؓ) مقابل نے کہا، خدا کے لئے
شرح کن ایں را و بپذیرم ہلا
اسکی تفصیل بتا دیجئے اور مجھے ضرور (غلامی) میں قبول کر لیجئے

گفتن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ با قرین خود کہ چوں

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل سے فرمایا کہ جب

تو خیو انداختی بر روئے من خشم من بجنبید و اخلاصِ عمل
تو نے میرے منہ پر تھوکا، میرا غصہ بھڑکا اور عمل کا اخلاص

نماند مانعِ کشتن تو آں بود و مسلماں شدنِ او
نہ رہا، تیرے قتل کا مانع یہ تھا اور اس کا مسلمان ہو جانا

---

[1] اے جہوداں۔ قرآن میں ہے یَااَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ اَوْلِیَاءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ۔ "اے یہودیو! اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگوں کے علاوہ تو موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔" کساں۔ لوگ۔ زہرہ۔ پتہ، طاقت۔ مال۔ یعنی جزیہ جو غیر مسلموں کو فوجی خدمات کے عوض بصورتِ مال ادا کرنا پڑتا تھا۔ خراج۔ غیر مسلم مالکانِ زمین سے جو ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

[2] سراج۔ چراغ، یعنی آنحضور ﷺ۔ پایاں۔ آخر، خاتمہ۔ دست بامن دہ۔ یعنی مسلمان ہونے کے لئے۔ گلستاں۔ یعنی باغِ اسلام۔ مزبلہ۔ کوڑی یعنی کفر کی نجاست۔ چہ۔ چاہ کا مخفف ہے۔ بے بن۔ بے تھاہ۔ باغِ ارم۔ بہشت۔ ہم نبرد۔ شریک جنگ۔ خیو۔ خاء کو فتح یا پر ضمہ واؤ معروف، لعابِ دہن، تھوک۔

گفت امیر المومنینؓ با آں جواں[1] — کہ بہنگامِ نبرد اے پہلواں

امیر المومنینؓ نے اس جوان سے فرمایا — کہ اے پہلوان! مقابلہ کے وقت

چوں تو خیو انداختی بر روئے من — نفس جنبد و تبہ شد خوئے من

جب تو نے میرے منہ پر تھوکا — نفس میں اشتعال پیدا ہوا اور میری عادت بگڑی

نیم بہرِحق شد و نیمے ہوا — شرکت اندر کارِ حق نبود روا

آدھا (جہاد) اللہ کیلئے اور آدھا خواہش نفسانی کیلئے ہوگیا — اللہ کے کام میں شرکت درست نہیں ہے

تو نگاریدہ کفِ مولیستی — آنِ حقی کردۂ من نیستی

تو مولیٰ کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے — تو اللہ کا مملوک ہے، میرا مخلوق نہیں ہے

نقشِ حق را ہم بامرِ حق شکن — بر زُجاجۂ دوست سنگِ دوست زن

اللہ کے نقش کو اللہ ہی کے حکم سے توڑ — دوست کے شیشہ پر دوست کا پتھر مار

گبر ایں بشنید و نورے شد پدید — در دلِ او تا کہ زُنارش بُرید

اس کافر نے یہ بات سنی اور ایک نور ظاہر ہوا — اسکے دل میں، یہاںتک کہ اس نے اپنا زنار کاٹ پھینکا

گفت من تخمِ جفا می کاشتم — من ترا نوعے دِگر پنداشتم

اس نے کہا میں نے ظلم کا بیج بویا تھا — میں نے آپ کو کچھ اور ہی خیال کیا تھا

تو ترازوئے[2] اَحد خو بودۂ — بل زبانۂ ہر ترازو بودۂ

آپ تو خدائی اخلاق والی ترازو تھے — بلکہ آپ تو ہر ترازو کا کانٹا تھے

تو تبار و اصل و خویشم بودۂ — تو فروغِ شمعِ کیشم بودۂ

آپ تو میری اصل اور خاندان تھے — آپ میرے مذہب کی شمع کا نور تھے

من غلامِ آں چراغِ شمع خو — کہ چراغت روشنی پذرفت ازو

میں اس شمع خو چراغ کا غلام ہوں — کہ جس سے آپ کے چراغ نے نور حاصل کیا ہے

من غلامِ موجِ آں دریائے نور — کو چنیں گوہر بر آرد در ظہور

میں اس دریائے نور کی موج کا غلام ہوں — جو ایسے موتی نکالتی ہے

عرض کن بر من شہادت را کہ من — مر ترا دیدم سر افرازِ زمن

مجھ پر (کلمہ) شہادت پیش کیجئے کیونکہ میں — آپ کو خصوصاً زمانہ میں برتر سمجھتا ہوں

---

1. آں جواں۔ یعنی مقابل۔ ہنگام۔ وقت۔ نبرد۔ جنگ۔ نفس جنبیدن۔ نفس کا جوش میں آنا۔ خوئے۔ عادت۔ نیم۔ آدھا۔ روا۔ درست۔ نگاریدہ۔ منقش کیا ہوا، آفریدہ۔ کف مولیٰ۔ دست قدرت۔ آن۔ مملوک۔ کردہ۔ مخلوق۔ نقش حق۔ یعنی مخلوق خدا۔ شکستن۔ یعنی کشتن۔ زجاجہ۔ کانچ کی بنی ہوئی چیز، بوتل۔ نور۔ یعنی نور ایمان۔ زنار بریدن۔ مسلمان ہو جانا، کفر سے توبہ کرنا۔ احد خو۔ خدائی اخلاق والا۔ زبانہ۔ ترازو کا کانٹا۔

2. تو ترازو۔ یعنی آپ تو بزرگی کا معیار اور انصاف کا حامل نکلے۔ تو تبار۔ یعنی میں اب اپنے خاندان اور مذہب سے نکل کر آپ کی غلامی اور مذہب اختیار کرتا ہوں۔ آں چراغ۔ آنحضور ﷺ جن سے حضرت علیؓ نے نور حاصل کیا۔ شمع خو۔ شمع کی روشنی چاروں طرف یکساں ہوتی ہے، آنحضور ﷺ کا فیض بھی عام ہے۔ چنیں گوہر۔ یعنی حضرت علیؓ جیسے گوہر نایاب۔ عرض کردن۔ پیش کرنا، تلقین کرنا۔ شہادت۔ کلمہ شہادت۔ سرافراز۔ معظم و مکرم۔

قُربِ[1] پنجہ کس ز خویش و قومِ اُو　عاشقانہ سوئے دیں کردند رُو

اسکے رشتہ داروں اور قوم میں سے تقریباً پچاس آدمیوں نے　والہانہ (طور پر) دین کا رخ کیا

اُو بہ تیغِ حلم چندیں خلق را　وا خرید از تیغ چندیں حلق را

ان (علیؓ) نے بردباری کی تلوار کے ذریعہ اتنے لوگوں کو　تلوار سے بچا دیا، اس قدر حلقوم کو

تیغِ حلم از تیغِ آہن تیز تر　بل زصد لشکر ظفر انگیز تر

بردباری کی تلوار لوہے سے زیادہ تیز ہے　بلکہ سینکڑوں لشکروں سے زیادہ فتح کرنے والی ہے

خاتمہ

اے دریغا لقمۂ دو[2] خوردہ شد　جوششِ فکرت ازاں افسردہ شد

ہائے افسوس! دو چار لقمے کھا لئے گئے　فکر کا جوش اس سے ٹھنڈا پڑ گیا

گندمے خورشید آدمؑ را کسوف　چوں ذَنب شعشاعِ بدرے را خسوف

گیہوں کا ایک دانہ آدم کے سورج کے لئے گرہن بنا　جیسا کہ (نقطہ) ذنب میں آنا چاند کے نور کا گرہن ہے

اینت[3] لطفِ دل کہ از یکمشت گل　ماہِ اُو چوں می شود پرویں گسل

دل کی لطافت عجیب ہے کہ ایک مٹھی خاک سے　اس کا چاند، ثریا کی طرح پراگندہ ہو جاتا ہے

ناں چو معنی بود خوردش سود بود　چونکہ صورت گشت انگیزد جحُود

روٹی جب تک معنی تھی اس کا کھانا مفید تھا　چونکہ وہ صورت بن گئی (اسلئے) انکار کا باعث بن گئی

ہمچو خارِ سبز کاشتر می خورد　زاں خورش صد نفع و لذت می برد

سبز کانٹوں کی طرح جو کہ اونٹ کھاتا ہے　اس خوراک سے سینکڑوں نفعے اور لذتیں حاصل کرتا ہے

چونکہ آں سبزیش رفت و خشک گشت　چوں ہمآنرا می خورد اشتر بدشت

جب ان کی سبزی جاتی رہے اور خشک ہو جائیں　پھر اونٹ ان کو جنگل میں چرے

می دراند کام و لُنجش اے دریغ　کانچناں وردِ مُربا گشت تیغ

اس کا تالو اور ہونٹ پھاڑ دیں گے، ہائے افسوس　کہ ایسا گلقند تلوار بن گیا

---

1. قُرب۔ تقریباً۔ پنجہ۔ پنجاہ، پچاس۔ واخرید۔ آزاد کر دیا۔ خاتمہ۔ مولانا نے دفتر اول ختم کرنے کے بعد کافی دن بعد دفتر دوم شروع کیا تھا۔ دفتر اول کو ختم کر دینے کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو سامعین کا قصص اور حکایات میں لگ جانا اور ان کے بیان سے جو اصلی مقصد، عبرت اور نصیحت ہے اس کی طرف توجہ کا کم کر دینا ہے، دوسرے کلام کی طوالت جو سامعین میں ملال پیدا کر دیتی ہے اور کام زیادہ مفید نہیں رہتا ہے۔

2. لقمہ دو۔ یعنی حکایتوں اور قصوں کو لوگوں نے جسمانی خوراک بنا لیا۔ جوشش۔ سامعین کی غفلت، مقرر کا جوش ختم کر دیتی ہے۔ گندمے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے گیہوں کھا لیا تو جنت سے نکلنا پڑا۔ ذنب۔ مدارِ شمس اور مدارِ قمر کے باہمی تقاطع سے دو نقطے پیدا ہوتے ہیں ان میں سے ایک کا نام راس اور دوسرے کا ذنب ہے جس وقت سورج نقطہ راس پر ہو اور چاند نقطہ ذنب پر تو دونوں کے درمیان زمین حائل ہو جاتی ہے اور چاند گرہن میں آ جاتا ہے۔

3. اینت۔ ہمزہ پر کسرہ یائے معروف نون ساکن غنہ، کلمہ تحسین وتعجب ہے، بمعنی زہے۔ یکمشت گل۔ یعنی سامعین کی بے توجہی۔ پروین۔ ستاروں کا مجموعہ ہے جو جاڑوں میں شروع رات سے نمودار ہو جاتا ہے۔ ناں۔ یعنی جب تک قصوں اور حکایتوں سے اسرار اور حکمتیں اخذ کی جائیں تو مفید ہوں گے لیکن جب وہ محض قصہ گوئی ہو جائے تو قابل سماعت نہیں ہیں۔ ہمچو خار۔ کانٹے جب تک سبز ہیں، اونٹ کے لئے مفید ہیں، خشک ہو جانے کے بعد انتہائی مضر ہیں۔ کام۔ تالو۔ لُنج۔ ہونٹ، لام کے ضمہ کے ساتھ خرام ناز۔ وردِ مربا۔ گلقند۔

ناں چو معنی بود بود آں خارِ سبز
روٹی جب تک معنی تھی وہ سبز کانٹا تھی

تو بداں عادت کہ اُو را پیش ازیں
تو اسی عادت سے کہ اس سے پہلے اس کو

برہماں بوی خوری ایں خشک را
اسی بو پر تو اس خشک کو کھاتا ہے

گشت خاک آمیز و خشک و گوشت بُر
جو مٹی میں مل گئی اور خشک ہو گئی اور گوشت کو کاٹنے والی ہے

سخت خاک آلودہ می آید سخن
بات بہت خاک آلود نکلتی ہے

تا خدایش باز صاف و خوش کند
جب تک خدا اس کو پھر اچھا اور صاف کرے

صبر آرد آرزو رانے شتاب
صبر، آرزو پوری کرتا ہے، نہ کہ جلدبازی

چونکہ صورت شد کنوں خشک ست و گبز[1]
جب صورت بن گئی، خشک اور سخت ہے

خوردہ بودی اے وجودِ نازنیں
تو نے کھایا، اے نازنیں وجود والے!

بعد ازاں کامیخت معنی باثریٰ
اس کے بعد جبکہ معنی مٹی میں مل گئے ہیں

زاں گیاہ اکنوں پرہیز اے شتر
اے اونٹ! اب اس گھاس سے پرہیز کر

آب تیرہ شد سرِ چہ بند کن
پانی گدلا ہو گیا، کنویں کا منہ بند کردے

اُو کہ تیرہ کردہم صافش کند
جس نے اس کو گدلا کیا ہے اس کو صاف بھی کر دے گا

صبر کن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابُ
صبر کر، اور خدا بہتر جانتا ہے

---

[1] گبز۔ سخت، قوی۔ تو بداں عادت۔ یعنی پہلے حکایات کو نتیجہ خیز بنا کر سن رہا تھا اب جبکہ وہ بے نتیجہ ہو گئی ہیں تو پرانی عادت کے مطابق ان کو سنے جا رہا ہے اب جبکہ وہ بے معنی ہو گئی ہیں تو ان سے پرہیز ضروری ہے۔ گوشت بُر۔ گوشت کو کاٹنے والا۔ سخت۔ خاک آلود۔ یہاں سے مولانا نے اپنے آپ کو مخاطب بنایا ہے۔ تیرہ۔ گدلا۔ سرِ چہ۔ کنویں کا منہ۔ صبر آرد۔ یعنی تمنائیں صبر سے پوری ہوتی ہیں، جلدبازی بے فائدہ ہے۔

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

دفتر دوم

مُصنّف

مولانا جلال الدّین رومیؒ

مُترجم

قاضی سجّاد حسین

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

فہرست

مقدمہ

دفتر اوّل کی اشاعت

جس وقت میں نے مثنوی کی اشاعت کا ارادہ کیا تھا خود بھی مذبذب تھا اور احباب بھی مختلف الرائے تھے۔ کچھ احباب ہمت بندھاتے تھے تو کچھ احباب مخلصانہ طور پر اس اقدام کی مخالفت کرتے تھے لیکن میں نے خدا پر بھروسہ کر کے عواقب وانجام سے قطع نظر کی اور اشاعت کے کاموں میں لگ گیا۔ جب دفتر اوّل مکمل ہوا تو سوچا کہ اس کا اجراء کسی جلسہ میں کرایا جائے۔ میں اس فکر میں لگا ہوا تھا کہ بعض احباب نے توجہ دلائی کہ اس سال جبکہ مولانائے رومؒ کی سات سو سالہ یادگار منائی جا رہی ہے اور دیگر ممالک میں اس سلسلہ میں بہت سے اجتماعات ہو رہے ہیں، ہندوستان میں بھی اس طرح کی تقریب منانی چاہئے اور اسی میں دفتر اوّل کے اجراء کی رسم ادا کی جائے۔ میں نے یہ خیال جناب پروفیسر سید نورالحسن صاحب وزیر تعلیم حکومت ہند کے سامنے ظاہر کیا تو موصوف نے اس کو پسند فرمایا اور اپنے ہاتھوں دفتر اوّل کا اجراء کرنا منظور کر لیا چنانچہ ۲۸ مارچ ۱۹۷۵ء کو غالب اکیڈمی بستی نظام الدین میں جناب حکیم عبدالحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی کی زیر صدارت جشن ۷۰۰ سالہ مولانائے رومؒ کے عنوان سے ایک کامیاب اجتماع ہوا جس میں جناب کوکب دری زادلطفہ کا مجھے بھرپور تعاون حاصل رہا اور جناب مسعود حسن خان صاحب وائس چانسلر جامعہ ملیہ نے ایک علمی مقالہ پڑھا۔ جناب فتح اللہ صاحب مجتبائی کلچرل کونسلر ایرانی ایمبیسی دہلی نے مولانا رومؒ اور مثنوی پر ایک فاضلانہ تقریر کی اور جناب محمد اعظم کامران نے اپنے دلنواز نغمہ سے مولانا رومؒ کی ایک غزل سنائی۔ دہلی کے اکثر علم دوست احباب اس میں شریک ہوئے۔ بقول بعض احباب کے یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہل علم کا ایک قابل ذکر اجتماع تھا۔ دہلی کے انگریزی ہندی اور اردو اخبارات نیز آل انڈیا ریڈیو دہلی اور ٹیلی ویژن نے اس اجتماع اور مثنوی کے دفتر اوّل کے اجراء اور اس کی پسندیدگی پر خوب خوب خبریں شائع کیں۔ محکمہ ٹیلی ویژن نے تو صرف اسی اجتماع کو رونما کرنے پر بس نہ کی بلکہ میری اور مثنوی کی مستقل فلم تیار کر کے اس کو مختلف اسٹیشنوں سے مختلف اوقات میں دکھایا۔ اس کے بعد سے آج تک شاید ہی کوئی اردو کا کوئی مؤقر اخبار یا رسالہ ایسا ہوگا جس نے دفتر اوّل پر سیر حاصل تبصرہ نہ کیا ہو اور مثنوی شریف کے پورے دفتروں کی تکمیل پر اصرار نہ کیا ہو۔ میں منعم وہاب کا کس طرح شکریہ ادا کروں کہ اس کی رحمت بے پایاں سے اس کی قبولیت وہم وگمان سے بھی زیادہ ہوئی۔ ملک کے اہل علم نے بذریعہ خطوط اس کی تعریف وتوصیف کی اور ملک کے ہر ہر گوشہ سے اس کی مانگ شروع ہوگئی۔ میں نے اس کی اشاعت کے بعد فوراً ہی دفتر دوم پر کام شروع کر دیا، آج جبکہ میں یہ مقدمہ سپردِ قلم کر رہا ہوں، یہ دفتر

دوم اس قابل ہو گیا ہے کہ اس کی طباعت شروع کرا سکوں اور قریبی عرصہ میں اہل علم کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ دفتر اوّل کی اشاعت کے بعد سے بقیہ دفتروں کی اشاعت و تکمیل کے لئے جو سہولتیں میسر آ رہی ہیں ان کا تفصیلی ذکر تو طویل ہے البتہ اس سلسلہ میں اگر میں پروفیسر سید نورالحسن صاحب وزیر تعلیم اور وزارتِ تعلیم ہند کا ذکر نہ کروں تو بڑی ناسپاس گذاری ہوگی۔ میں موصوف اور ان کی وزارت کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ موصوف نے دفتر اوّل کی بڑی تعداد میں خریداری کرا کر دیگر دفاتر کی اشاعت کو آسان بنا دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بقیہ دفتروں کی اشاعت کے لئے ایک گراں قدر مالی اعانت کرنا بھی منظور کر لیا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے دفتر دوم تو عنقریب ہی سامنے آ جائے گا۔ اب میں نے تیسرے دفتر پر کام شروع کر دیا ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ اس کو نصف کے قریب لکھ چکا ہوں۔ اب جبکہ بقیہ دفتروں کی اشاعت کی مالی مشکلات سے میں بے نیاز ہو چکا ہوں، ناظرین سے استدعا ہے، وہ دعا فرمائیں رب العزت مجھے وہ طاقت بھی عطا فرما دے کہ میں قلمی اعتبار سے اس خدمت کی جلد از جلد تکمیل کر سکوں گو سن قتالہ میں پہنچ گیا ہوں اور اپنی عمر کی ۶۵ ویں منزل طے کر رہا ہوں، قوائے جسمانی بھی انحطاط پذیر ہیں، لیکن مولائے کریم سے پُر امید ہوں کہ وہ اس ناکارہ کو وہ طاقت عطا فرما دے گا جس سے میں اپنی اس تمنا کو پورا کر سکوں گا۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

مولانائے رومؒ اور مثنوی

دفتر اوّل کے مقدمہ میں مولانا کے حالات اور مثنوی کے بارے میں کچھ معروضات کی گئی ہیں، اس کی اشاعت کے بعد ماہ مئی، جون، جولائی ۱۹۷۵ء کے رسالہ "جامعہ" کے شماروں میں اسی موضوع پر مسز انیماریا شمیل پروفیسر ہارورڈ یونیورسٹی کے مقالہ کا ترجمہ از سید ضیاء الحسن صاحب ندوی نظروں سے گزرا۔ اس میں بعض جدید معلومات تھیں۔ موصوفہ وہ مستشرق خاتون ہیں جو مولانائے رومؒ پر ایک سند تسلیم کی جاتی ہیں۔ وہ امسال ماہِ ستمبر میں ہندوستان بھی آئیں اور مجھے بھی ان سے ملنے اور اس موضوع پر معلومات حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مناسب سمجھا گیا کہ اس کی تلخیص و اقتباس دفتر دوم کے اس مقدمہ میں بشکریہ رسالہ جامعہ ہدیۂ ناظرین کروں۔ اب مطالعہ کرنے والوں سے گذارش ہے کہ اس تلخیص و غیر مرتب اقتباس کو دفتر اوّل کے مقدمہ کے مضمون کے ساتھ ملا کر مطالعہ کریں تاکہ پوری افادیت حاصل ہو سکے۔

☆

مولانا جلال الدین رومیؒ ۱۲۰۷ء میں بلخ میں پیدا ہوئے جو آج کل مملکت افغانستان کے زیر نگین ہے۔ اس تاریخ ولادت پر مؤرخین کا اتفاق ہے لیکن مولانا کی کتاب "فیہ مافیہ" کی ایک عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا خوارزم شاہ کے سمرقند کے محاصرہ کے جو کہ ۱۲۰۷ء میں ہوا تھا، چشم دید واقعات بیان کر رہے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی پیدائش یقیناً اس سے کم از کم دس بارہ سال قبل ہو چکی تھی۔ بلخ اس دور میں علمی و دینی مرکز تھا، قدیم زمانے میں یہ شہر بودھ مذہب کا بھی مرکز رہ چکا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ تصوف کے قدیم رجحانات

میں جھلکنے والے بعض بودھ افکار اسی شہر کی دین ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم اسی شہر کی پیداوار ہیں۔ دنیا سے ان کی بیزاری گوتم بدھ کے زہد اور ترکِ دنیا سے بہت ملتی جلتی ہے۔ مولانائے رومؒ نے بچپن میں فلسفی مفکر امام فخر الدین رازی کا زمانہ بھی پایا تھا۔ امام رازی کو سلطان خوارزم کے دربار میں بہت رسوخ تھا اور سلطان کو صوفیوں کے خلاف کر دینے میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا۔ ۱۲۰۹ء میں صوفی مجد الدین بغدادی کے نہر جیحون میں ڈوب کر جان دے دینے کا سبب بھی یہی بنے تھے۔ مولانائے رومؒ کے والد شیخ بہاؤ الدین ولد سے بھی امام کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ مولانائے رومؒ بھی دینی معاملات میں عقل وفلسفہ کی مداخلت کو ناپسند کرتے تھے۔ ان کے دوست اور شیخ شمس الدین تبریزی تو امام فخر الدین رازی کو ''الکافر الاحمر'' سرخ کافر کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ مولانائے رومی کا یہ شعر

گر باستدلال کارِ دیں بدے — فخر رازی رازدارِ دیں بدے

اگر دین کا معاملہ دلیل بازی پر موقوف ہوتا — تو فخر الدین رازی دین کے رازدار ہوتے

بھی ان حالات کی غمازی کرتا ہے۔

شیخ بہاؤ الدین ولد کے بلخ چھوڑنے کی بنیاد امام رازی کی عداوت کو قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام رازی کی وفات ۱۲۱۰ء میں ہو گئی تھی جبکہ شیخ بہاؤ الدین نے بلخ ۱۹۔۱۲۱۸ء میں چھوڑا ہے۔

شیخ بہاؤ الدین ۱۲۲۰ء کے وسط میں روم میں پہنچے۔ یہاں سے مولانا جلال الدینؒ کے نام کے ساتھ رومی کی نسبت شروع ہوئی۔ ایک عرصہ تک شیخ بہاؤ الدین ''لارندا'' میں مقیم رہے۔ مولانائے رومؒ کی والدہ کی یہاں ہی وفات ہوئی۔ لوگ آج بھی اس قبر اور مسجد کی زیارت کو جاتے ہیں جو مولاناؒ نے ان کی یادگار میں بنائی تھی۔ مولانائے رومؒ نے یہاں ہی جوہر نامی ایک سمرقندی دوشیزہ سے شادی کی جس سے ان کے عزیز ترین بیٹے سلطان ولد پیدا ہوئے جو آگے چل کر مولانائے رومؒ کے خلیفہ دوم اور مولاناؒ کے بہترین سوانح نگار اور ان کی کتابوں کے شارح بنے۔ سلطان علاؤ الدین کیقباد نے شیخ بہاؤ الدین ولد کو قرمان (لارندا) میں بلوا لیا تھا۔ قرمان، قونیہ سے سو کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ سلطان علاؤ الدین نے قلعہ کے قریب ایک ٹیلہ پر ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی، قونیہ اس دور میں پُر رونق مدرسوں اور مسجدوں سے آباد تھا۔ شیخ بہاؤ الدین ولد اور ان کے خاندان کے آ جانے سے اس کی رونق دوبالا ہو گئی۔ ۲۲ جنوری ۱۲۳۱ء کو شیخ بہاؤ الدین اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

شیخ بہاؤ الدین کی وفات کے چند سال بعد ان کے شاگردِ رشید برہان الدین محقق ترمذی بھی قونیہ پہنچ گئے۔ مولانا رومؒ نے انہی سے علوم لدنی، حکمت الہامی اور صوفیانہ زندگی کے رموز و اسرار کی معرفت حاصل کی اور پھر انہی کے حکم کی تعمیل میں آپ شام تشریف لے گئے اور وہاں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، شیخ سعد الدین حموی، شیخ اوحد الدین کرمانی کے حلقے کے بڑے بڑے صوفیوں سے آپ نے ملاقاتیں کیں۔ ہو سکتا ہے کہ ممتاز

صوفی شمس الدین تبریزی سے پہلی ملاقات آپ کی یہاں ہی ہوئی ہو۔

برہان الدین محقق ۱۲۴۰ء میں قونیہ چھوڑ کر قیصریہ چلے گئے اور وہاں ہی ان کی وفات ہوئی اور آج بھی ان کی قبر کی زیارت کے لئے لوگ دور دراز علاقوں سے آتے ہیں۔

منگول نے ۱۲۴۲ء میں روم کے علاقہ پر قبضہ کرلیا، اناطولیہ بھی ان کے قبضہ میں آ گیا۔ قیصریہ بھی جلد ہی منگول کی لوٹ مار کی نذر ہو گیا۔ انہی حالات میں قونیہ پر منگول کا تسلط ہو چکا تھا، اس سیاسی تاریکی کے باوجود مولانائے رومؒ نے شمس دوام کو اپنے سامنے درخشاں دیکھ لیا تھا۔ جنوری ۱۲۴۴ء کے اواخر میں مولاناؒ کی شمس الدین تبریزی سے ملاقات قونیہ میں ہوئی۔ مولانائے رومؒ اور شمس الدین تبریزی کی پہلی ملاقات کے بارے میں بہت سی روایتیں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ قرین قیاس وہی روایت ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بایزید بسطامی کے فرقِ مراتب کے سلسلہ میں باہمی گفتگو کی ہے، اس ملاقات کے بعد دونوں بزرگ ایک دوسرے سے ایسے وابستہ ہوئے کہ چھ ماہ تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے۔ صلاح الدین زرکوب کی دکان تھی اور اس پر ان دونوں کی مجلس اس طور پر ہوتی تھی کہ نہ کھانے پینے کی فکر ہوتی نہ ضروریاتِ زندگی کی خبر۔ پورے چھ ماہ اسی عالم میں گزر گئے۔ یہ شمس الدین تبریزی کون تھے جو مولانائے رومؒ کی زندگی میں اس قدر انقلاب کا سبب بنے۔ ان کے صحیح واقعات تو پردۂ اخفا میں ہیں لیکن اس قدر ضرور معلوم ہے کہ ان کی سخت تنقید سے اس دور کے صوفیاء میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ شام و عراق کے بڑے بڑے مشائخ سے شمس الدین نے ملاقاتیں کیں۔ ان کی ملاقاتوں کا سب سے زیادہ دلچسپ قصہ وہ ہے جو اوحد الدین کرمانی کی ملاقات کے دوران پیش آیا۔ اوحد الدین کرمانی ان صوفیوں میں سے تھے جو مخلوق کی صورتوں میں خالق کا جمال دیکھتے اور اس کی پرستش کرتے تھے۔ انسانی شباب میں انہیں جمالِ خداوندی نظر آتا تھا۔ ایک مرتبہ اوحد الدین نے شمس الدین سے کہا کہ میں چاند کو اس وقت دیکھتا ہوں جبکہ وہ پانی کے پیالے میں عکس ریز ہوتا ہے۔ شمس الدینؒ نے فوراً ٹوکا اور کہا کہ اگر تمہاری گردن میں کجی نہیں ہے تو تم اس کو آسمان پر ہی کیوں نہیں دیکھتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شمس الدین کی ملاقات محی الدین عربی سے بھی ہوئی ہے۔ شیخ اکبر کے تصنیفی اور علمی شہ پارے اور ان کے خیالات و افکار بھی شمس الدین کی نگاہِ تنقید سے نہیں بچ سکے ہیں۔ شمس الدین، ابن عربی کو نوآموز و خام کار سمجھتے تھے۔ وہ مولانائے رومؒ کو موتی سے تشبیہ دیتے تھے تو شیخ محی الدین ابن عربیؒ کو کنکریوں سے۔ شمس الدین صوفیاء کے کس سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے، یہ ابھی تک واضح نہیں ہو سکا ہے۔ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ انہیں خواب میں براہِ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خرقۂ تصوف حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔ ہمیں ترک عالم عبدالباقی کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ وہ عملاً قلندر اور ایک جہاں گشت درویش تھے۔ شمس الدین کے بعض جملے اور عبارتیں بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں جن میں وہ قلندریت کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ ان کا اپنے بارے میں دعویٰ تھا کہ وہ عاشقیت ہی سے نہیں بلکہ معشوقیت کے مقام سے بھی آگے نکل گئے تھے۔ وہ تمام مراحل طے

کر کے قطب المعشوقین کے مقام پر سرفراز تھے۔

سخت حیرت ہے کہ شمس الدین کی چند ماہ کی صحبت سے مولانائے رومؒ نے تمام سماجی ذمہ داریوں بلکہ فرائض اور واجبات کو بھی بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ اسی بنیاد پر مولاناؒ کے متعلقین میں غیض وغضب کی وہ آگ بھڑکی کہ شمس الدین کو قونیہ چھوڑنا پڑا۔ اس جدائی کا مولانائے روم پر یہ اثر پڑا کہ ان کو اپنا غم ہلکا کرنے کے لئے رقص وسرود اور نغمۂ موسیقی میں پناہ لینی پڑی۔ ایک عرصہ کے بعد مولاناؒ کو پتہ چلا کہ شمس الدین شام کے مرغزاروں میں فروکش ہیں تو مولاناؒ نے اپنے بیٹے سلطان ولد کو ان کو واپس لانے کے لئے روانہ کیا۔ شمس الدین واپس آئے تو مولاناؒ پر سرور وانبساط کا عالم طاری ہوا، دونوں کی ملاقات ہوئی تو یہ تمیز کرنا مشکل تھا کہ ان میں طالب کون ہے اور مطلوب کون ہے۔ مولاناؒ نے ان کو قونیہ کا پابند کرنے کے لئے کیمیا نامی ایک دوشیزہ سے ان کی شادی کرادی اور پھر دونوں میں ہفتوں بلکہ کئی کئی ماہ مسلسل روحانی اور وجدانی گفتگو میں گزرنے لگے۔ یہ بات پھر مولاناؒ کے عقیدتمندوں پر گراں گذرنے لگی جس سے ان کے اندر پھر شمس الدین کے خلاف غم وغصہ کے جذبات بھڑک اٹھے۔ اسی دوران ۱۲۴۸ء میں "کیمیا" کا انتقال ہوگیا تو پھر شمس الدین قونیہ سے ایسے غائب ہوئے کہ ڈھونڈنے سے بھی کبھی نہ ملے۔ شمس الدین کی اس روپوشی کے بارے میں متضاد کہانیاں ملتی ہیں۔ بعض روایات بتاتی ہیں کہ شمس الدین قونیہ سے نامعلوم مقام کی طرف رخصت ہوئے۔ "افلاکی" صراحت کرتے ہیں کہ ان کو مولاناؒ کے صاحبزادے فخر العلماء علاؤالدین ولد کی دشمنی کی وجہ سے قتل کردیا گیا۔ لیکن یہ بات بھی بعید از قیاس ہے کہ ایسے محترم خانوادے کا کوئی فرد قتل عمد جیسے معیوب اور ذلیل جرم کا ارتکاب کرے یا کرائے۔

بہرحال کہا جاتا ہے کہ ۵ دسمبر ۱۲۴۸ء کی رات تھی۔ دونوں بزرگ شب کے آخری حصہ تک باہمی گفتگو میں محو تھے کہ کوئی شخص شمس الدین کو باہر بلا کر ان پر پے در پے قاتلانہ حملے کرنے لگا اور ان کو قتل کر کے قریب ایک اندھے کنویں میں ڈال دیا۔ یہ کنواں آج تک موجود ہے جس کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ صبح کو مولاناؒ کے بڑے صاحبزادے سلطان ولد کو خبر ملی تو انہوں نے ان کی نعش کو کنویں سے نکال کر ایک قبر میں دفن کردیا۔ اب یہی شمس الدین کی آخری آرامگاہ ہے جس پر ایک یادگاری تختی لگادی گئی ہے۔ حال ہی میں جو کھدائی کی گئی ہے، اس سے ایک بڑی قبر کا سراغ ملتا ہے جس کا تعلق عہد سلجوقی سے معلوم ہوتا ہے۔ مولانا میوزیم کے ڈائریکٹر سید محمد اورند، افلاکی کے اس بیان کی تائید کرتے ہیں۔ مولانائے رومؒ سے اس جانگسل واقعہ کو پوشیدہ رکھا گیا لیکن پھر بھی مولاناؒ کے بعض اشعار بتاتے ہیں کہ ان کو اس سانحہ کا علم ہوگیا تھا۔ بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ شمس الدین دیارِ شام میں مقیم ہیں تو مولانا وہاں پہنچ گئے اور کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس نے شمس الدین کو دیکھا ہے تو اس سے پوچھو کہ اس فردوسِ بریں کا راستہ کدھر ہے؟ اس کے بعد مولاناؒ کے اشعار میں شمس الدین کی ایسی چھاپ نظر آتی ہے کہ ان کو ہر طرف شمس الدین ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ایک غزل میں کہتے ہیں۔

تنہا میں ہی شمس الدین تہیں گاتا رہتا ہوں بلکہ ادھر بطخیں اور سارس تالابوں میں اور ٹیلوں پر

بلبلیں چمن زاروں میں وارفتگی کے عالم میں نغمہ سرا ہیں، ادھر میں سرِ شام گنگناتا ہوں۔
شمس الدین کانِ جواہر، شمس الدین روز و شب، شمس الدین شام و سحر، شمس الدین جامِ جم، شمس الدین بحرِ بیکراں، شمس الدین دمِ عیسیٰ، شمس الدین ید بیضا، شمس الدین جمالِ یوسف۔
مولانا کو اگرچہ جلد ہی شمس الدین کی وفات کا علم ہو گیا تھا لیکن اس کا اعتراف و اقرار ان پر سخت گراں تھا۔

اس کے بعد بھی شمس الدین تبریزی کی شخصیت کے بارے میں بہت سے حالات معرضِ خفاء میں ہیں حتیٰ کہ بعض محققین ان کے بارے میں اس درجہ مشکوک ہیں کہ وہ سرے سے اس جیسی شخصیت کے وجود کا ہی انکار کرتے ہیں، لیکن وہ عظیم کلاہِ درویشی جو قونیہ میوزیم میں آج بھی موجود ہے اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس جیسی شخصیت ایک زمانہ میں موجود تھی۔ آنکھوں نے اس کو دیکھا ہے اور اس کے نقوش آج بھی تازہ ہیں۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانائے رومؒ اور شمس تبریزی کی باہمی انوکھی ملاقاتیں، باہمی شیفتگی اور یہ ربط صوفیائے اسلام میں کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا ہے۔
بعض لوگ شمس الدین تبریزی کو سقراط سے تشبیہ دیتے ہیں جس نے اپنے پیچھے تحریری شکل میں کچھ نہ چھوڑا لیکن افلاطون جیسا شاگرد چھوڑا جو اس کی عظمت کا سبب بنا۔ اسی طرح مولاناؒ ایک چراغ کے مانند تھے لیکن شمس الدین وہ چنگاری تھے جو اس چراغ کو روشن کر گئی۔
شمس الدین تبریزی کی جدائی کے بعد مولاناؒ کی روح الہام و کشف کے ایک نئے سرچشمہ سے مانوس ہونے لگی۔ وہ ایک روز قونیہ میں صرافہ کے بازار سے گزر رہے تھے وہاں صلاح الدین زرکوب کی دکان پر زرکوبی کی کھٹ کھٹ کی آواز ایک دلکش نغمہ کی طرح مولاناؒ کے کان میں پڑی اور مولاناؒ بے اختیار رقص کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد صلاح الدین زرکوب بھی اس رقصِ مستانہ میں شریک ہو گئے۔ اس طرح کچھ دیر دونوں سرِ بازار رقص کرتے رہے۔ پھر صلاح الدین تو اپنی دکان کے کاموں میں لگ گئے اور مولانا گھنٹوں اسی عالم میں رقصاں رہے۔ صلاح الدین زرکوب مولانا برہان الدین محقق کے فیض یافتہ تھے، زہد و تقشف میں شیخ و مرشد کی بولتی تصویر تھے۔ اسی بناء پر شیخ محقق نے باوجود ان کی ناخواندگی کے ان کو اپنا روحانی وارث اور اکلوتا خلیفہ قرار دیا تھا۔ شمس الدین تبریزی کے بعد مولاناؒ کو پھر صلاح الدین زرکوب کی صحبتوں میں وہی پرانا کیف و سرور حاصل ہونے لگا، صحبتوں کا سلسلہ طویل ہونے لگا۔ بالآخر اس اتحاد و شیفتگی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مولاناؒ نے اپنے صاحبزادے سلطان ولد کی شادی صلاح الدین زرکوب کی بیٹی فاطمہ سے کر دی۔ ایک وقت آیا کہ صلاح الدین بیمار ہوئے۔ مولاناؒ ان کی تیمارداری میں اس قدر منہمک اور مصروف ہو گئے کہ اپنے معمولات سے بھی غافل رہے اور بہت ہی کم صلاح الدین سے جدا ہوتے تھے۔ جب وہ وقت آیا کہ صلاح الدین زرکوب اس دنیا سے رخصت ہوئے اور ان کی روح عالمِ ارواح کے تصرفات سے لطف اندوز ہونے لگی تو مولاناؒ تدفین سے فارغ ہو

کر گھر واپس آئے۔ مولاناؒ نے ان کا جو مرثیہ لکھا، اس میں تحریر فرمایا:-

اے وہ شخص جو زمین و آسمان کو چھوڑ جانے والے پر کبھی روتا تھا تیرے عہد زرّیں کی یاد میں ہوش و حواس اشکبار ہیں اور روح کرب زدہ اور غمگسار ہے، اب کوئی نہیں جو تیری جگہ لے سکے، مکان و لامکان تیرا ماتم کر رہے ہیں، جبرئیل امین کے پر تیرے غم میں پیلے پڑ گئے ہیں، اوّلیاء او انبیاء سب کی آنکھیں نم ہیں۔ اے صلاح الدین تم ایک بلند پرواز برق رفتار طائر تھے، تم کیا اڑے کہ وہ شاخ بھی اڑ گئی جس سے کبھی تم تیر کی مانند اڑتے تھے۔

یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ مولاناؒ صوفیانہ جذب و کیف اور رقص و سرود میں منہمک رہنے کے باوجود عین اسی وجدانی کیفیت کے دوران بھی صحیح شرعی رائے یا فتویٰ دینے سے کبھی قاصر نہ رہے۔ سپہ سالار نے جنہیں برسوں مولاناؒ کی خدمت کا موقع ملا ہے، نماز اور اس کے آداب سے ان کے شغف اور ان کی طویل روزہ کشی کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

مولاناؒ کا حسن سلوک، حسن معاشرت اور شریعت کی غیر معمولی پابندی ہی لوگوں کو ان کے در تک کھینچتی تھی۔ مولاناؒ کے دروازے خواص اور مالداروں سے زیادہ عوام اور غریبوں کے لئے کھلے رہتے تھے۔ مولاناؒ کے معتقدین میں جہاں مردوں کے انبوہ در انبوہ نظر آتے ہیں، وہاں معتقد عورتوں کی بھی ایک بڑی تعداد ہے۔ سلطان غیاث الدین کی بیگم جو قونیہ سے قیصریہ چلی گئی تھیں، جب مولانا کی جدائی برداشت نہ کر سکیں تو انہوں نے ایک بازنطینی آرٹسٹ سے مولانا کی تصویر بنوائی جس کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ خود مولاناؒ کی پوتی سلطان ولد کی صاحبزادی ایک عرصہ تک کامیابی کے ساتھ طریق مولویت کی نشر و اشاعت کرتی رہیں۔ مولانا کی دوسری بیوی کرا خاتون کو بھی وہ روحانی مقام حاصل تھا کہ مولانا ان کو ''سارہ ثانی'' اور ''مریم زمانہ'' کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

تیسری شخصیت جو مولاناؒ کے جذب و کشش کا محور بنی، وہ حسام الدین چلپی کی شخصیت ہے۔ حسام الدین بن حسن اخی ترک، قونیہ کی سوسائٹی میں درمیانہ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حسام الدین مولاناؒ کی زندگی میں اچانک نمایاں نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ برسوں پہلے سے ان کی صحبت میں رہتے آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ شمس الدین تبریزی نے ان کو ہونہاری کی حالت میں دیکھا تھا تو ان پر اپنی پوری توجہ مبذول کی تھی۔ حسام الدین اس قدر روشن ضمیر تھے کہ وہ دوستوں اور محبت کرنے والوں کی تکلیف کو خود بخود اس طرح محسوس کر لیا کرتے تھے جیسے کہ وہ تکلیفیں خود ان کے روح اور جسم میں پائی جاتی ہوں۔ وہ تصوف اور سلوک کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے۔ مولاناؒ نے ان کو اپنے بعض خطوط میں ''جنید عصر'' سے تعبیر فرمایا ہے اور کہتے تھے کہ وہ مجھ سے باپ اور بیٹے کی مانند قریب ہیں اور مجھے وہ نورِ عین کی طرح عزیز ہیں۔ مولاناؒ کے الہامی افکار اور ان کی حکمت و تعلیمات کی تشریح اور تفسیر کا سہرا حسام الدین ہی کے سر ہے جنہوں نے مولاناؒ کے صوفیانہ فلسفہ اور حکمت کو اصل صورت

میں محفوظ کر دیا اور مولانا کی تحریروں کو ان کے عقید تمندوں اور مریدوں نے یکجا کر دیا۔ مولاناؒ نے انہی کی فرمائش پر اپنا وہ روحانی سرمایہ جس کو مثنوی معنوی کہا جاتا ہے، ان کو املاء کرایا۔ چند برس تک حسام الدین مولانا کے ساتھ رہے۔ مولانا کی زبان سے جو شعر نکلتا وہ اس کو قلمبند کر لیتے۔ سڑک ہو یا گھر، حمام ہو یا بازار، محفل سماع ہو یا خلوتِ خانہ، سایہ کی طرح مولاناؒ کے ساتھ رہتے تھے۔

مثنوی کی ابتداء کی تاریخ متعین کرنا تو دشوار ہے لیکن بقول عبدالباقی کے دفتر اوّل کی بعض حکایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک بغداد میں عباسی حکومت قائم تھی۔ ۱۲۵۸ء میں جب تاتاریوں نے معتصم باللہ عباسی خلیفہ کو قتل کیا اس وقت دفتر اوّل کا املا مکمل ہوا تھا۔ دفتر اوّل کی تکمیل کے بعد حسام الدین کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو مولاناؒ کے اشعار کا الہامی سلسلہ جاری نہ رہ سکا اور کافی تاخیر سے دفتر دوم شروع کیا۔ مولاناؒ جب مرض الموت میں مبتلا ہو گئے تب ہی مثنوی کے املاء کا سلسلہ ختم ہوا۔

۱۲۷۳ء کے موسم خزاں میں مولانا کی نقاہت بڑھ گئی۔ طبیب مرض کی تشخیص میں ناکام ہو گئے۔ طبیبوں نے بہر حال یہ محسوس کر لیا کہ مولاناؒ کے پھیپھڑے میں پانی اتر آیا ہے۔ ۱۷ دسمبر ۱۲۷۳ء کی شام ایک پُر ملال شام تھی جس میں مولاناؒ ہمیشہ کے لئے اس دارِ فانی سے رخصت ہو کر اپنے حقیقی محبوب سے جا ملے۔ ان کی وفات سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات بھی متاثر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا کی بلی نے بھی ان کی وفات کے بعد کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد وہ اپنی زندگی کی بساط لپیٹ کر چل دی جس کو مولاناؒ کی اہلیہ نے مولاناؒ کے پہلو میں دفن کرا دیا۔

مولانائے رومؒ کی احادیث و تفسیر اور سیرِ صحابہ

اس موضوع پر میں دفتر اوّل کے مقدمہ میں کچھ باتیں لکھ چکا ہوں۔ اس سلسلہ میں آیات کی تفسیر سے متعلق حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ نے رسالہ ''غایتہ القال'' میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرات صوفیہ بعض آیات کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جس پر کوئی نقل شاہد نہیں ہوتی ہے۔ اس پر بعض جہلاء ان کو کفر کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ ان کی مراد حقیقی تفسیر نہیں ہوتی بلکہ صرف ایک اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''التفرقہ بین الاسلام والزندقہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض اصحاب غلبۂ ظن سے بلا دلیل کسی آیت کی تاویل کرنے لگتے ہیں۔ ان پر کفر کا فتویٰ صادر کرنے میں عجلت سے کام نہ لینا چاہئے بلکہ غور کرنا چاہئے۔ اگر ان کی یہ تفسیر و تاویل اصولی عقائد سے متعلق نہیں ہے تو ان کی کسی طرح سے تکفیر جائز نہ ہوگی اور ایسی تاویل کے قائل کو مبتدع اور کافر نہیں کہا جا سکتا ہے۔ جہاں تک احادیث اور سیر انبیاء وصحابہ کی بحث ہے اس کے متعلق بھی میں دفتر اوّل کے مقدمہ میں کچھ عرض کر چکا ہوں۔ مولاناؒ نے دفتر دوم میں ''سجدہ کردن یحییٰ و مسیح در شکم مادر یک دگر را'' کے ماتحت جو کلام فرمایا ہے، اس میں حضرت مسیح اور حضرت یحییٰ کے ماؤں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنے پر معترضین کے اعتراضات نقل کیے ہیں اور پھر

فرمایا ہے:۔

این بداند آنکہ اہل خاطر ست — غائب از آفاق اُو را حاضرست

اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو صاحب دل ہے — آفاق سے غائب (چیز) اس کے لئے حاضر ہے

پیشِ مریمؑ حاضر آمد در نظر — مادرِ یحییٰؑ کہ دورست از بصر

حضرت مریم علیہ السلام کی نگاہوں کے سامنے آ گئی — حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ماں جو نگاہ سے دور تھی

اور پھر فرمایا:۔

ور ندیدش نز برون و نز دروں — از حکایت گیر معنی اے زبوں

اور اگر مریمؑ نے انکو ظاہری اور باطنی طور پر نہ بھی دیکھا ہو — اے ناقص! اس حکایت سے معنی اخذ کر لے

نے چناں افسانہا بشنیدۂ — ہمچو شیں بر نقش آں چسپیدۂ

کیا تو نے ایسے افسانے نہیں سنے ہیں — تو ان کے نقش پر شین کی طرح چپکا ہوا ہے

اور پھر فرمایا کہ کلیلہ و دمنہ اور گل و بلبل کے افسانے تم سنتے ہو اور ایسے نتائج اخذ کرتے ہو اسی طرح مثنوی کے قصص اور حکایات کو سمجھ لو اور ان سے صحیح نتائج اخذ کرلو۔

مولانا کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہے کہ بعض بزرگوں نے افسانوی قصوں سے بہترین نتائج نکالے ہیں۔ شیخ فریدالدین عطارؒ نے ''منطق الطیر'' لکھی اور پرندوں کی زبانی مسائل کو سمجھایا، کلیلہ و دمنہ بھی حکمت و دانائی سے لبریز بہترین کتاب سمجھی گئی ہے، لیکن اس فرق کو بہر حال نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ افسانوں کو حدیث اور سیر صحابہ کر کے پیش کرنے کی جو مضرتیں ہیں، وہ ان کی افادیت سے زیادہ ہیں۔ اس سلسلہ میں، میں نے دفتر اوّل کے مقدمہ میں جو معروضات پیش کی ہیں وہ بہر حال مثنوی شریف کے مطالعہ میں پیش نظر رہنی چاہئیں۔

دفتر دوم کی تصوف کی چند اصطلاحیں

فتوح۔ عبادات و مکاشفات اور علم و معارف کا دروازہ کھل جانا۔ فتح۔ بندہ پر ذاتِ احدیت کی تجلیات کا نزول شروع ہو جانا۔ اذا جآءَ نصر الله و الفتح میں اس مقام کی طرف بھی اشارہ ہے۔ حسِ خفاش۔ انسان کے مادی حواسِ ظاہرہ اور حواسِ باطنہ۔ حسِ دُرپاش۔ روحانی حواس۔ مراقبہ۔ غیر اللہ سے توجہ ہٹا کر حضورِ دل کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ حضورِ یار۔ معیت حق تعالیٰ۔ ظاہر۔ صوفیہ کی اصطلاح میں حقیقت کو کہتے ہیں۔ مظہر۔ صورت اور مرأۃ کو کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہے تو وہ شخص ظاہر ہے اور صورت و آئینہ مظہر ہے۔ روح۔ صوفیہ کی اصطلاح میں صورتِ نوعیہ کو کہتے ہیں۔ روحِ اعظم۔ انواع کی صورِ نوعیہ کے علاوہ جن کو ارواح کہا جاتا ہے، صوفیہ ایک اور روح مانتے ہیں جو ذاتِ باری سے سب سے پہلے صدور میں آئی ہے اور وہ تمام ارواح کی مربی ہے اس کو روحِ اعظم کہا جاتا ہے اور یہی روحِ اعظم روحِ محمدی ہے جیسا کہ حدیث اوّل ما خلق الله نوری (سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا

ہے) میں مذکور ہے۔ لاہوت۔ ذاتِ باری بلالحاظِ اسماء وصفات۔ جبروت۔ مرتبۂ صفاتِ باری تعالیٰ۔ ملکوت۔ مرتبۂ اسمائے باری تعالیٰ۔ حظیرۂ قدس۔ وہ مقام ہے جس میں ملاءِ اعلیٰ اور روحِ اعظم کے انوار کا باہمی تداخل ہوتا ہے۔ ملاء اعلیٰ۔ افضل ملائکہ کی جماعت۔ علم الیقین۔ وہ علم ہے جو کسی سچے خبر دینے والے کی خبر سے حاصل ہو جیسے کسی سچے انسان کے کہنے سے آگ کے جلانے کا علم۔ عین الیقین۔ وہ علم ہے جو خود اپنی آنکھ کے دیکھنے سے حاصل ہو۔ مثلاً آگ کے جلانے کا علم جبکہ آگ سے کسی چیز کو جلتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ حق الیقین۔ وہ علم ہے جو اپنی ذات پر تجربہ کرنے سے حاصل ہو جیسا کہ آگ کے جلانے کا علم جبکہ خود آگ نے اس کو جلایا ہو۔ قطب الاقطاب غوثِ اعظم۔ وہ ولی ہوتا ہے جو تمام عوالم پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقائے عالم کا سلسلہ اس کی بقاء سے قائم رہتا ہے اور دوسرے تمام اولیاء اس کے تابع ہوتے ہیں۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ میں فرمایا ہے کہ ان قطبوں میں سے بعض کو خلافت باطنہ کے ساتھ خلافت ظاہری بھی حاصل ہوتی ہے جیسے کہ خلفائے اربعہ، امام حسن، حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ اور بعض کو محض خلافت باطنی حاصل ہوتی ہے جیسے شیخ احمد سبتی، حضرت بایزید بسطامی وغیرہ۔ مولانا بحرالعلوم نے فرمایا ہے، قطب حقیقی اور غوثِ ازلی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک ہے۔ دنیا کے دیگر اقطاب اس روحِ پاک کے خلیفہ ہیں اور ان اقطاب میں سے بعض کو تحکم عظیم حاصل ہے اور یہ مقام شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "کلید مثنوی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ سالک پر ابتداً حق تعالیٰ کے افعال کا ظہور ہوتا ہے اس کو تجلی افعال کہتے ہیں پھر صفات کا ظہور ہوتا ہے، اس کو تجلی صفات کہتے ہیں پھر ذاتِ بحت کا، اس کو تجلی ذات کہا جاتا ہے۔

شخصیتیں

واصل بن عطا۔ یہ معتزلہ کے فرقہ کا بانی ہے۔ بہت ذہین شخص تھا لیکن اس کے عقائد فلسفۂ یونان سے متاثر تھے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں اس نے بحث شروع کی اور دعویٰ کیا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ بین بین ہے۔ اس پر حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا یعنی وہ ہم (اہل سنت والجماعت) سے کنارہ کش ہو گیا۔ اس وقت سے اس کو اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو معتزلی کہا جانے لگا۔
سکندر ذوالقرنین۔ یہ ایک خدا پرست اور برگزیدہ بادشاہ تھا جس کا قصہ قرآنِ پاک میں مذکور ہے۔ آبِ حیات کی جستجو اور اس سے محرومی کا قصہ بھی اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ سکندرِ اعظم (جس کو سکندر رومی بھی کہتے ہیں) کے علاوہ شخصیت ہے۔ سکندر رومی شاہِ یونان تھا جس نے دارا شاہِ ایران کو شکست دی تھی۔ یہ سکندر

ذوالقرنین سے صدیوں بعد گزرا ہے۔

نمرود۔ یہ کافر بادشاہ تھا جو خدائی کا مدعی بنا تھا جس کی سزا میں قدرت نے ایک مچھر اس پر مسلط کر دیا تھا جو اس کے دماغ میں گھس گیا تھا جس کی کلبلاہٹ اور اذیت رسانی اس وقت تک ختم نہ ہوتی تھی جب تک کہ نمرود کے سر پر جوتے کی دس پندرہ ضربیں نہ پڑیں۔

خضرؑ۔ حضرت خضرؑ کے نسب اور خاندان اور حالات سے متعلق مستند روایات ہمیں کم ملتی ہیں، بہر حال اس قدر ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ملاقات کی تھی اور وہ علم لدنی اور تکوینیات کے بہت بڑے عالم تھے۔ تفسیر خازن میں مذکور ہے کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ وہ زندہ جاوید شخصیت ہیں اور اہل معرفت اور صوفیاء اس عقیدہ پر متفق ہیں۔

جرجیسؑ۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری کے شاگرد تھے۔ فلسطین میں رہتے تھے۔ اس دور میں موصل کا بادشاہ بہت بڑا ظالم تھا جو لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ انہوں نے اس کو نصیحت کی تو اس نے ان کے قتل کے احکام جاری کر دیئے۔ یہ متعدد بار قتل کئے گئے لیکن قدرتِ الٰہی ہر بار ان کو زندہ کر دیتی تھی۔ اس معجزے سے بہت سے لوگ ان کے پیرو ہو گئے لیکن سرکشوں کی سرکشی ختم نہیں ہوئی اور بالآخر وہ انہی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

سامری۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص گذرا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت کوہِ طور پر گئے تو اس نے قوم میں شرارت پیدا کر دی۔ ایک گئوسالہ بنا کر قوم کو اس کی پرستش پر لگا دیا۔ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت برہم ہوئے اور اس کو بددعائیں دیں جس سے وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

برصیصا۔ بنی اسرائیل میں ایک عیسائی راہب کا نام ہے جو بہت بڑا عبادتگذار تھا۔ ستر سال تک عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا لیکن شیطان نے اس پر غلبہ حاصل کیا اس کو ابتداً عملیات سکھائے جس سے اس کی بہت شہرت ہوئی۔ شاہِ وقت کی ایک لڑکی اس کے پاس دعا کرانے آئی تو اس سے زنا کر بیٹھا، شہزادی حاملہ ہو گئی تو اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کی پاداش میں وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

امام محمد بن عسکری رحمتہ اللہ علیہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور یہ اثناء عشری شیعہ صاحبان کے بارہویں امام ہیں اور ان کے عقیدے کے مطابق ان کو حضرت خضر کی طرح عمر جاوید دی گئی ہے اور وہ اس وقت سُرمَنْ رَایٰ مقام کے ایک غار میں روپوش ہیں۔ قیامت کے قریب ان کا ظہور ہو گا اور ان صاحبان کے نزدیک وہی مہدی موعود ہیں جو قیامت کے قریب ظاہر ہو کر دنیا سے ظلم و فساد کو مٹائیں گے۔ اہل سنت ان کی وفات کے قائل ہیں اور مہدی موعود بھی ان کو نہیں کہتے ہیں۔ بلکہ مہدی موعود محمد بن عبداللہ کو مانتے ہیں جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوں گے اور قیامت کے قریب ان کا ظہور ہو گا۔

بلعم بن باعور ۔ بنی اسرائیل یا قومِ عمالقہ میں ایک بہت بڑا زاہد و عابد اور مستجاب الدعوات شخص تھا۔ شیطان نے اس کا اغوا کیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف ہو گیا جس کی پاداش میں اس کی تمام برکتیں مسلوب ہو گئیں اور کفر کی حالت میں اس کی موت ہوئی۔

عوج بن عنق ۔ قومِ عمالقہ میں سے ایک کافر شخص کا نام ہے جس کے قد اور عمر کے بارے میں مبالغہ آمیز قصے منقول ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں اس کے حالات نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ اس کے حالات بغوی نے بہت مبالغہ آمیز لکھے ہیں جن کو کسی طرح عقل قبول نہیں کرتی ہے اور محدثین بھی ان کا انکار کرتے ہیں۔ ہاں وہ قومِ جبابرہ میں سے ایک بڑے قد اور بڑی طاقت کا آدمی تھا اور یہ قوم بہت قد آور اور ہیبت ناک تھی۔

ابو عامر راہب ۔ یہ مدینہ کا رہنے والا تھا۔ اس نے آنحضورﷺ کی ہجرت سے قبل مسیحیت اختیار کر لی تھی اور توریت و انجیل کا کافی مطالعہ کر لیا تھا۔ آنحضورﷺ کی ہجرت سے قبل نبی آخر الزماں کی بشارتیں لوگوں کو سناتا تھا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد اس کو حسد و رشک پیدا ہو گیا اور آنحضورﷺ کی مخالفت کرنے لگا۔ آنحضورﷺ نے اس کو فہمائش کی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ جنگ بدر کی فتح کے بعد یہ مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ معظمہ میں جا بسا اور قریش کو آنحضورﷺ کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ جنگ احد میں قریش مکہ کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور اسی نے مسلمانوں پر سب سے پہلا تیر چلایا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ بھاگ کر ہرقل شہنشاہِ روم کے دربار میں پہنچ گیا اور وہاں بیٹھ کر مسلمانوں اور آنحضورﷺ کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔ منافقوں نے قبا میں مسجد ضرار اسی کے مشورے سے بنائی تھی اور ان کا ارادہ تھا کہ اس کو بلا کر مسجد میں بٹھائیں اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دیں۔ آنحضورﷺ نے اس سازش کو کامیاب نہ ہونے دیا اور یہ منافقانہ حالت میں مدینہ نہ پہنچ سکا اور اسی حالت میں روم میں مرا۔

جعفر طرار ۔ یہ ایک بہت بڑا حیلہ ساز اور چالاک شخص تھا۔ جیب تراشی میں بھی ماہر تھا۔ اس نے دو مصنوعی پر بھی بنوائے تھے جن کے ذریعہ یہ ٹڈوں کی طرح اچھل کود کر لیتا تھا۔

مذہبی فرقے

مُشَبِّہ ۔ وہ فرقہ ہے جو خدا کو مخلوقات اور ممکنات سے تشبیہ دیتا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ''کلید مثنوی'' میں فرمایا ہے کہ بعض کامل مشبہ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ممکنات کی مخصوص صفات کو بھی حضرت حق تعالیٰ کے لئے ثابت کرتے ہیں جیسے شکل و صورت اور مکان اور جسم وغیرہ۔ پھر ان کامل مشبہ میں باہمی اختلاف ہے۔ حق تعالیٰ کے لئے کوئی ایک شکل ثابت کرتا ہے تو دوسرا کوئی دوسری شکل ثابت کرتا

ہے۔

منزھہ ۔ یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت حق تعالیٰ کو ممکنات کی صفات سے پاک و خالی مانتا ہے۔ اس میں بھی ایک کامل منزہ ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جو ممکنات کے ساتھ مختص اور غیر مختص جملہ صفات سے حضرتِ حق کو پاک مانتے ہیں حتیٰ کہ صفت علم سے بھی۔

جامعۃ بین التشبیہ والتنزیہ ۔ یہ وہ جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ان صفات کی تو نفی کرتی ہے جو ممکن کے لئے مخصوص ہیں لیکن وہ صفات جو ممکن کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں ان کو اللہ کے لئے ثابت کرتی ہے پھر ان میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو نفس صفات کی نفی کرتا ہے مگر صفات کے آثار اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرتا ہے اور ان آثار کا منشاء ذاتِ باری تعالیٰ کو بتاتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ خدا علیم ہے لیکن صفت علم اس کے لئے ثابت نہیں ہے بلکہ انکشاف کا منشا اس کی ذات ہے۔ اسی طرح وہ قدیر ہے لیکن صفت قدرت اس کے لئے ثابت نہیں ہے۔ قدرت کے جو آثار ہیں ان کا منشا بھی اس کی ذات ہے۔ یہ گروہ معتزلہ کا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو صفات کو بھی ثابت کرتا ہے۔ پھر اس دوسرے گروہ میں بھی دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک تو وہ گروہ ہے جو ان نصوص کی تاویل کرتا ہے جن میں اللہ کے لئے صفت استواء، صفت بطش، صفت ضحک، ید، وجہ وغیرہ آیا ہے۔ یہ گروہ متکلمین کا ہے۔ دوسرا وہ گروہ ہے جو ان آیتوں کی کوئی تاویل نہیں کرتا لیکن یہ ضرور کہتا ہے کہ ان صفات کے وہ معنی نہیں ہیں جن معنی کے اعتبار سے یہ ممکنات کے لئے بولی جاتی ہیں اور ان صفات کی حقیقت کو اللہ کے علم کی طرف مفوض کرتا ہے۔ یہ گروہ محدثین کا ہے۔

معتزلہ ۔ یہ فرقہ واصل ابن عطا کا پیرو ہے۔ اس کی بہت سی شاخیں ہیں جن کے عقائد یہ ہیں۔ قرآن مخلوق ہے۔ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ تقدیر کا عقیدہ غلط ہے۔ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن نہیں ہے۔ خدا کی صفات نہیں ہیں۔

دہریہ ۔ یہ وہ فرقہ ہے جو خدا کو نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ عالم کا کاروبار بغیر کسی متصرف کے خود چل رہا ہے اور اسی طرح قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ چونکہ یہ خود دہر اور زمانے کو متصرف مانتا ہے، اس لئے ان کو دہریہ کہا گیا ہے۔

ثنویہ ۔ یہ فرقہ دو خداؤں کا قائل ہے۔ ایک کو یزداں کہتا ہے جو خالق خیر ہے، دوسرے کو اہرمن کہتا ہے جو خالق شر ہے۔

فرقہ اباحیہ ۔ یہ فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ اگر انسانی قلب کا تصفیہ ہو جائے تو پھر اس کے لئے ہر کام جائز ہے۔ پھر اس کے لئے شریعت کے اوامر اور نواہی یکساں ہیں۔ اس سے کسی کبیرہ گناہ کا بھی مواخذہ نہ ہوگا۔

جبریہ۔ اس فرقے کے عقائد ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں مجبورِ محض ہے۔ اس فرقہ کے انتہا پسند، بندے کی طرف افعال کی نسبت کرنے کو ایسا ہی مانتے ہیں جیسا کہ جمادات کی طرف کسی فعل کی نسبت کی جائے۔

قدریہ۔ یہ فرقہ تقدیر کا منکر ہے اور بندہ کو اپنے افعال پر قادرِ مطلق مانتا ہے۔

سوفسطائیہ۔ یہ فرقہ توہم پرست فلاسفہ کے ایک گروہ کا پیرو ہے۔ یہ فلاسفہ اشیاء کی حقیقت کے منکر ہیں۔ ان کی کئی شاخیں ہیں۔

عنادیہ۔ یہ فرقہ اشیاء کی حقیقت کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ جن کو حقیقتیں سمجھا جاتا ہے، وہ محض اوہام اور خیالات ہیں۔

عندیہ۔ یہ فرقہ بھی اشیاء کی حقیقت واقعیہ کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ جس چیز کی جو حقیقت فرض کر لی جائے وہی اس کی حقیقت ہے۔ جوہر کو اگر جوہر فرض کرلیا جائے تو وہ جوہر ہے اگر اس کو عرض فرض کرلیا جائے تو وہ عرض ہے۔

لاادریہ۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ نہ کسی چیز کے وجود کا علم ممکن ہے نہ عدم کا۔ بلکہ ہر چیز کا عدم و وجود مشکوک ہے اور یہ شکوک بھی مشکوک ہی ہے۔

سجاد حسین
۲۹ محرم الحرام ۱۲۹۶ھ
یکم فروری ۱۹۷۶ء

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدتے[1] ایں مثنوی تاخیر شد — مہلتے بایست تاخوں شیر شد
ایک مدت کی اس مثنوی میں تاخیر ہوئی — مہلت درکار ہے تاکہ خون، دودھ بنے

تانزاید بخت تو فرزندنو — خوں نگردد شیر شیریں خوش شنو
جب تک تیرا نصیب، نیا بچہ نہ جنے — خون، شیریں دودھ نہیں بنتا، خوب سن لے

چوں ضیاء الحق حسام الدیں عناں[2] — باز گردانید ز اوجِ آسماں
جب ضیاء الحق حسام الدین نے باگ — آسمان کی بلندی سے موڑی

چوں بمعراجِ حقائق رفتہ بود — بے بہارش غنچہا نشگفتہ بود
چونکہ وہ حقائق کی معراج میں پہنچے ہوئے تھے — ان کی بہار کے بغیر غنچے نہ کھلے تھے

چوں ز دریا سوئے ساحل بازگشت — چنگ شعرِ مثنوی با سازگشت
جب وہ دریا سے کنارے کی طرف واپس آئے — مثنوی کے اشعار کی سارنگی باساز بن گئی

مثنوی کہ صیقل ارواح بود — بازگشتش روزِ استفتاح بود
وہ مثنوی جو روحوں کے لئے صیقل تھی — ان کی واپسی (مثنوی کے لئے) روزِ استفتاح ہوئی

مطلع تاریخ[3] ایں سودا و سود — سالِ ہجرت ششصد و شصت و دو بود
اس سودے اور نفع کی تاریخ کا مطلع — چھ سو باسٹھ ہجری کا سال تھا

بلبلے زینجا برفت و بازگشت — بہر صید ایں معانی بازگشت
بلبل اس جگہ سے گئی اور واپس لوٹی — ان معانی کے شکار کے لئے باز بن گئی

---

1. مدتے۔ مثنوی کا دوسرا دفتر تاخیر سے شروع ہوا، اس کی کئی وجہیں ہوئیں۔ (۱) مولانا حسام الدین جو مثنوی کی تحریر کا باعث تھے ان کو اپنی اہلیہ کے انتقال سے پریشانیاں لاحق ہوئیں۔ (۲) سامعین کی بے التفاتی کو شوق سے بدلنا تھا۔ (۳) مولانا نے دفتر دوم کے مضامین کو ذہن میں جمع کیا۔ بخت۔ نصیبہ۔ خون۔ بچہ پیدا ہونے پر خون دودھ بن کر پستان میں آتا ہے۔
2. عنان۔ باگ۔ اوج۔ بلندی۔ معراج۔ سیڑھی، آسمانوں وغیرہ کی سیر جو آنحضور ﷺ کو کرائی گئی تھی۔ بہار۔ یعنی روحانی فیض۔ غنچہا۔ یعنی وہ مضامین عالیہ جن کا دوسرے دفتر میں بیان ہے۔ دریا۔ یعنی عالم ملکوت۔ ساحل۔ دریا کا کنارا یعنی عالم ناسوت۔ چنگ۔ سارنگی۔ باساز۔ باسامان۔ صیقل۔ قلعی۔ استفتاح۔ کھولنا، یعنی علوم و معارف کا جو دروازہ بند ہو گیا تھا، اس کا کھولنا۔ رجب کی پندرہ تاریخ جس میں رحمت خداوندی کے دروازے کھلتے ہیں اور خانہ کعبہ کا دروازہ زائرین کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔
3. مطلع تاریخ۔ وہ شعر یا عبارت جس کے حروف سے ابجدی حساب سے تاریخ نکلتی ہے۔ سودا۔ سامانِ تجارت۔ سود۔ نفع۔ بلبلے۔ یعنی مولانا حسام الدین چونکہ وہ مضامین عالیہ کا شکار نہیں کرتے تھے۔ زینجا۔ یعنی عالم ناسوت۔ برفت۔ یعنی عالم ملکوت میں گئے۔ بازگشت۔ واپس ہوئے۔

ساعد شہ مسکن ایں باز[1] باد
(خدا کرے) اس باز کا ٹھکانا شاہ کی کلائی ہو

تا ابد بر خلق ایں درباز باد
قیامت تک مخلوق پر یہ دروازہ کھلا رہے

آفت ایں در ہوا و شہوت ست
اس دروازہ کی آفت خواہش نفسانی اور شہوت ہے

ورنہ اینجا شربت اندر شربت ست
ورنہ یہاں پر شربت ہی شربت ہے

ایں دہاں بربند تابینی عیاں
اس منہ کو بند رکھ تاکہ تو (اسرار و معارف) کو آنکھ سے دیکھ لے

چشم بندآں جہاں حلق و دہاں
اس جہان (معرفت) کیلئے منہ اور حلق آنکھوں کی پٹی ہیں

اے دہاں تو خود دہانہ دوزخی
اے منہ! تو دوزخ کا دہانہ ہے

وے جہاں تو بر مثالِ برزخی
اور اے دنیا! تو برزخ جیسی ہے

نورِ باقی[2] پہلوئے دنیائی دوں
ناچیز دنیا کے پہلو میں باقی (رہنے والا) نور ہے

شیر صافی پہلوئے جوہائے خوں
خون کی نہروں کے پہلو میں صاف دودھ ہے

چوں درو گامے زنی بے احتیاط
اگر تو اس میں ایک قدم بغیر احتیاط کے رکھے گا

شیرِ تو خوں می شود از اختلاط
خلط، ملط ہو کر تیرا دودھ خون بن جائے گا

یک قدم زد آدم اندر ذوقِ نفس
نفس کی خوشی میں آدم نے ایک قدم رکھا

شد فراقِ صدرِ جنت طوقِ نفس
(تو) جنت کے صدر (مقام) کی جدائی گلے کا ہار بن گئی

ہمچو دیولز وے فرشتہ می گریخت
فرشتہ ان سے ایسا بھاگتا تھا جیسا کہ شیطان

بہر نانِ چند آبِ چشم ریخت
چند روٹیوں کی وجہ سے کس قدر آنسو بہائے

گرچہ یک مو بد گنہ کو جستہ بود
اگرچہ وہ گناہ جو انہوں نے کیا بال برابر تھا

لیک آں مودر دو دیدہ رُستہ بود
لیکن وہ بال (گویا) دونوں آنکھوں میں اُگا تھا

بود آدمؑ دیدۂ نورِ قدیم
آدمؑ تو قدیم نور کی آنکھ تھے

موئے در دیدہ بود کوہِ عظیم
(لیکن) آنکھ میں بال، بڑا پہاڑ ہوتا ہے

گردراں دم اُوبکر دے مشورت
اگر وہ اُس وقت مشورہ کر لیتے

در پشیمانی نگفتے معذرت
(تو) شرمندگی میں معذرت نہ کرتے

---

1. بازؔ۔ شاہین یعنی مولانا حسام الدین مضامین عالیہ کا شکار کرنے کے قابل ہو گئے۔ ایں درؔ۔ یعنی مضامین عالیہ کے فیضان کا دروازہ جو مثنوی کے ذریعہ کھلا ہے۔ آفتؔ۔ اس فیض سے وہ بہرہ مند ہوگا جو خواہش اور شہوت نفس سے بچے گا۔ ایں دہاںؔ۔ یعنی حلق اور زبان کی لذتوں سے دست کش ہو جا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ اندروں از طعام خالی دار۔ تا دروں نور معرفت بینی۔ عیاںؔ۔ کھلا ہوا۔ چشم بندؔ۔ آنکھوں کی پٹی یعنی حلقوم اور منہ کی لذتیں اسرار معرفت سے مانع ہیں۔ اے دہاںؔ۔ اگر انسان حرام لقمہ کھاتا ہے تو دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔ برزخؔ۔ دو متضاد چیزوں کے درمیان آڑ۔ دنیاوی زندگی، جنتی اور دوزخی زندگی کے درمیان ہے، اس میں جنت اور جہنم دونوں کے آثار ہیں۔

2. نور باقیؔ۔ ابدی روشنی، ہدایت۔ شیر صافیؔ۔ یعنی اعمال صالحہ۔ جوہائے خوںؔ۔ یعنی معاصی۔ گامؔ۔ قدم۔ احتیاطؔ۔ بچاؤ۔ شیر توؔ۔ یعنی نیکی برائی سے بدل جائے گی۔ ذوق نفسؔ۔ خلود کے شوق میں ممنوعہ درخت سے کھا لیا۔ فراقؔ۔ یعنی جنت سے جدائی ہو گئی۔ دیوؔ۔ آدم علیہ السلام سے شیطان متنفر تھا، اب فرشتے بھاگنے لگے۔ بہر نانؔ۔ یعنی گیہوں کے لئے۔ گرچہؔ۔ اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا معمولی تھا لیکن "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" کی رو سے ان پر عتاب ہو گیا۔ بود آدمؔ۔ معمولی خطا حضرت آدم علیہ السلام کے اعتبار سے بڑی بن گئی جیسا کہ آنکھ جیسی شفاف چیز میں معمولی بال بھی بڑا پہاڑ بن جاتا ہے۔ گردراںؔ۔ گناہ سے بچ جانے کی ترکیب یہ ہے کہ اہل علم سے مشورہ کرلیا جائے۔

زانکہ با عقلے[1] چو عقلے جفت شد | مانع بدفعلی و بدگفت شد
اس لئے کہ ایک عقل جب دوسری عقل کو شریک بنی | (تو) برے کام اور بری بات سے مانع ہوئی

نفس با نفس دگر چوں یار شد | عقل جزوی عاطل و بیکار شد
ایک نفس جب دوسرے نفس کا یار بنا | ناقص عقل معطل اور بے کار ہوئی

گر زِ تنہائی چو ناہیدے شوی | زیرِ ظل یار خورشیدے شوی
اگر تو تنہائی میں زہرہ جیسا بنے گا | یار (پیر) کے سایہ میں آفتاب بنے گا

رَو بجو یارِ خدائے را تو زُود | چوں چناں کر دی خدا یارِ تو بود
جا، خدا کے دوست کی جلد تلاش کر لے | جب تو نے ایسا کر لیا تو خدا تیرا دوست ہے

آنکہ در خلوت نظر بر دوخت ست | آخر آں را ہم ز یار آموخت ست
جس نے خلوت کو مطمحِ نظر بنا لیا ہے | آخر اُس (خلوت پسندی) کو بھی یار سے سیکھا ہے

خلوت از اغیار باید نے ز یار | پوستیں[2] بہر دَے آمد نے بہار
گوشہ نشینی غیروں سے چاہئے نہ کہ یار سے | پوستین ماگھ کے مہینہ کے لئے ہے، نہ کہ موسم بہار کے لئے

عقل با عقل دگر دو تا شود | نور افزوں گشت و رَہ پیدا شود
عقل، دوسری عقل کے ساتھ مل کر دوگنی ہو جاتی ہے | روشنی بڑھ جاتی ہے اور راستہ نمایاں ہو جاتا ہے

نفس با نفس دگر دو تا شود | ظلمت افزوں گشت و رَہ پنہاں شود
نفس نفس کے ساتھ مل کر دوگنا ہو جاتا ہے | اندھیرا بڑھ جاتا ہے اور راستہ چھپ جاتا ہے

یار چشم تست اے مردِ شکار | از خس و خاشاک اُورا پاک دار
اے شکاری! یار، تیری آنکھ ہے | کوڑے کرکٹ سے اس کو محفوظ رکھ

ہیں[3] بجاروبِ زباں گرد مکن | چشم را از خس رہ آوردے مکن
خبردار! زبان کی جھاڑو سے گرد نہ اُڑا | آنکھ کو تنکے کا تحفہ نہ دے

چونکہ مومن آئینہ مومن بود | روئے اُو ز آلودگی ایمن بود
جب کہ مومن، مومن کا آئینہ ہوتا ہے | اُس کا چہرہ آلودگی سے محفوظ رہنا چاہئے

---

1. عقلے۔ یعنی مشورہ کرنے والے کی عقل اور صاحب معرفت کی عقل۔ نفس۔ یعنی امارہ نفس۔ عقل جزوی۔ ناقص عقل لہٰذا بری صحبت سے بچنا ضروری ہے۔ ناہید۔ زہرہ ستارہ۔ یار۔ پیر کی صحبت، تنہائی کی عبادت سے زیادہ فیض رساں ہے۔ رو۔ اہل اللہ کی صحبت اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ خلوت۔ تنہائی۔ نظر بر دوختن۔ کسی کو مطمح نظر بنا لینا۔ یار۔ یعنی خلوت پسندی کے فوائد کسی شیخ کی صحبت میں ہی سیکھے ہیں لہٰذا صحبت مفید ہوئی۔ اغیار۔ بیگانے۔
2. پوستین۔ بال دار کھال کا لباس۔ دے۔ ماگھ کا مہینہ جس میں سخت سردی پڑتی ہے۔ بہار۔ یعنی پھاگن کا مہینہ، ہر خلوت میں فضیلت نہیں ہے۔ اغیار سے خلوت مفید ہے یار کے ساتھ صحبت مفید ہے۔ دوتا۔ دوگنی۔ نور افزوں گشت۔ شیخ کی صحبت نور افزا ہے اس سے خلوت اختیار کرنا مفید نہیں ہے۔ نفس۔ برے ساتھی سے خلوت مفید ہے۔ یار۔ جبکہ صحبت شیخ ضروری ہے تو اس کے آداب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مردِ شکار۔ شکاری۔
3. ہیں۔ شیخ کی شان میں بدگوئی نہ ہونی چاہئے۔ پاک دار۔ شیخ راہِ ہدایت دکھاتا ہے لہٰذا وہ آنکھ کا کام دیتا ہے۔ مومن۔ حدیث شریف میں ہے، المومن مراۃ المومن یعنی جس طرح آئینہ عیب دکھا دیتا ہے اور اس کو مشہور کرتا نہیں پھرتا ہے، اسی طرح ایک مومن کو دوسرے مومن کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے۔ ایمن۔ محفوظ۔

یار آئینہ ست جاں را در حزن[1] — در رُخِ آئینہ اے جاں دم مزن
غم میں یار جان کا آئینہ ہے — اے پیارے! آئینہ پر پھونک نہ مار

تا نپوشد رُوئے خود را از دَمت — دم فرو بردن بباید ہر دَمت
تا کہ تیری پھونک سے وہ اپنا منہ نہ چھپا لے — ہر وقت تجھے سانس روک کے رہنا چاہئے

کم زخاکی! چونکہ خاکے یار یافت — از بہارے صد ہزار انوار یافت
کیا تو مٹی سے بھی کم ہے؟ جب مٹی نے یار کو پا لیا — ایک بہار سے لاکھوں کلیاں حاصل کر لیں

آں درختے کو شود با یار جفت — از ہوائی خوش زسرتا پا شگفت
وہ درخت جو یار کا ساتھی بنا — عمدہ ہوا سے سر سے پیر تک کھل گیا

درخزاں چوں دید او یارِ خلاف — درکشید اُو زود سَر زیرِ لحاف
خزاں کے موسم میں جب اُس نے مخالف ساتھی دیکھا — اس نے فوراً سر لحاف کے نیچے کر لیا

گفت یارِ بد بلا آشفتن ست — چونکہ او آمد طریقم خفتن ست
اُس نے کہا، برا ساتھی مصیبت ہے — جب وہ آ گیا تو میرا شیوہ سو جانا ہے

پس بخسپم باشم از اصحابِ کہف[2] — بہ ز دقیانوس باشد خوابِ کہف
پس میں سو جاتا ہوں اصحابِ کہف میں سے ہو جاتا ہوں — غار میں سونا، دقیانوس (کی صحبت) سے بہتر ہے

یقظ شاں مصروفِ دقیانوس بود — خوابِ شاں سرمایۂ ناموس بود
ان کی بیداری دقیانوس پر صرف ہوتی تھی — ان کا سو جانا عزت کا سرمایہ تھا

خواب بیداریست چوں باد انش ست — وائے بیدارے کہ باناداں نشست
جو نیند، عقلمندی سے ہے، وہ بیداری ہے — اُس بیدار پر افسوس ہے جو نادان کے ساتھ بیٹھا

چونکہ زاغاں خیمہ بر گلشن زدند — بلبلاں پنہاں شدند و تن زدند
چونکہ کوؤں نے باغ میں ڈیرے ڈال دیئے — بلبلیں چھپ گئیں اور چپ ہو گئیں

زانکہ بے گلزار بلبل خامش ست — غیبت خورشید بیداری کش ست
جس طرح کہ بغیر چمن کے بلبل چپ ہے — سورج کا غروب بیداری ختم کر دینے والا ہے

---

1. حزن۔ غم یعنی حالت انقباض۔ دم زدن۔ پھونک مارنا، پھونک سے آئینہ دھندلا ہو جاتا ہے۔ ہر دمت۔ یعنی کسی وقت بھی شیخ کے سامنے لاف زنی نہ کرنی چاہئے۔ خاک۔ جب زمین اپنے یار (موسم بہار) سے ہم صحبت ہوتی ہے تو طرح طرح کے پھول اگا دیتی ہے، مرید کو بھی شیخ کی صحبت سے اسی طرح استفادہ کرنا چاہئے۔ انوار۔ جمع نور بمعنی غنچہ و کلی۔ آں۔ موسم بہار، درخت کے لئے یار موافق ہے، اس کی صحبت سے درخت شگفتہ ہو جاتا ہے، اسی طرح پیر کی صحبت باعث شگفتگی ہوتی ہے۔ درخزاں۔ موسم خزاں درختوں کے لئے یار ناموافق ہے، درخت اس کی صحبت پسند نہیں کرتے ہیں لہٰذا سو جاتے ہیں یعنی بدصحبت سے خلوت میں سو جانا بہتر ہے۔
2. اصحاب کہف۔ ان کا پورا قصہ دفتر اول میں گزر چکا ہے ان کے دور میں دقیانوس ظالم بادشاہ تھا، یہ بزرگ لوگ اس سے جدا ہو کر غار کی تنہائی میں جا کر سو گئے تھے۔ یقظا۔ بیداری۔ مصروف۔ زیر استعمال۔ ناموس۔ عزت۔ خواب۔ وہ سونا جو بہتر مقصد کے پیش نظر ہو، اس بیداری سے بہتر ہے جس میں بروں کی صحبت ملے۔ دانش۔ عقل۔ وائے۔ کلمہ افسوس ہے۔ نادان۔ عرفانِ حق سے خالی۔ زاغاں۔ زاغ کی جمع ہے، کوا یعنی نااہل لوگ۔ خیمہ زدن۔ مقیم ہو جانا۔ بلبلاں۔ یعنی اہل حق۔ تن زدن۔ خاموش ہو جانا۔ گلزار۔ گلشن یعنی حق کے طالب لوگ۔ غیبت خورشید۔ سورج کے غروب کر جانے سے بیداری کے کام ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح طالبین کے غائب ہو جانے سے شیخ پر خاموشی طاری ہو جاتی ہے۔

آفتاب[1] ار ترکِ ایں گلشن کند
سورج اگر اس چمن کو چھوڑتا ہے
تا کہ تحت الارض را روشن کند
تو اس لئے کہ زمین کے نچلے حصہ کو روشن کرے

آفتابِ معرفت را نقل نیست
حضرت (خداوندی) کے سورج (پیر) کیلئے منتقل ہونا نہیں ہے
مشرقِ اُو غیر جان و عقل نیست
اُس کی مشرق صرف روح اور عقل ہے

خاصہ خورشید کمالِ کاں سریست
خصوصاً وہ آفتاب کمال جو اُس جانب کا ہے
روز و شب کردارِ اُو روشنگریست
اُس کا کام دن رات روشنی کرنا ہے

مطلع شمس آئی گر اسکندری
اگر تو سکندر ہے تو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر آ
بعد ازاں ہر جا رَوی نیکو فری
اس کے بعد جہاں جائے گا نیک بخت ہوگا

بعد ازاں ہرجا رَوی مشرق بود
اس کے بعد تو جہاں جائے گا مشرق ہوگی
شرقہا بر مغربت[2] عاشق شود
مشرقیں تیری مغرب پر عاشق ہوں گی

حسِّ خُفاشت سوئے مغرب دواں
تیری چمگادڑ والی حس مغرب کی طرف دوڑنے والی ہے
حسِّ دُر پاشت سوئے مشرق رواں
تیری موتی برسانے والی حس مشرق کی جانب رواں ہے

راہِ حس راہِ خران ست اے سوار
اے سوار! حس کا راستہ گدھوں کا راستہ ہے
اے خراں راتو مزاحم شرم دار
تو گدھوں سے بھڑتا ہے، شرم کر

پنج حسے ہست جز ایں پنج حس
ان پانچ حواس کے علاوہ پانچ حس اور ہیں
آں چو زرِ سرخ و ایں حسہا چومس
وہ سرخ سونے کی طرح ہیں اور یہ حواس تانبے کی طرح ہیں

اندراں بازار کاہل محشر اند
جس بازار میں اہل محشر ہیں
حسِّ مس را چوں حسِّ زر کے خرند
تانبے کے حس کو سونے کے حس کی طرح کب خریدتے ہیں؟

حسِ ابداں قوت ظلمت می خورد
بدنوں کی حس ظلمت سے روزی حاصل کرتی ہے
حسِ جاں از آفتابے می چرد
روح کی حس آفتاب سے غذا حاصل کرتی ہے

اے ببردہ رخت حسہا سوئی غیب
اے (وہ ذات) جو حس کے سامان کو غیب کی طرف لے گئی ہے
دست چوں موسیٰ بروں آور زِ جیب
موسیٰ کی طرح ہاتھ کو گریبان سے باہر نکال

---

1. آفتاب۔ سورج کو فیض رسانی کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا پڑتا ہے۔ زمین کی فوقانی سطح سے منتقل ہو کر زمین کی تحتانی سطح کے باشندوں کو نور پہنچاتا ہے لیکن شیخ اپنی جگہ رہتا ہے اور زمین کے ہر حصہ کے باشندوں کو فیض پہنچاتا ہے۔ آفتاب معرفت۔ شیخ کامل۔ مشرق۔ سورج کے طلوع کرنے کی جگہ۔ جان۔ شیخ کی توجہ سے روح اور عقل روشنی حاصل کرتی ہے۔ خورشید کمال۔ اللہ تعالیٰ۔ آں سر۔ اس جانب یعنی ذات باری عالم امکان سے وراء ہے۔ روشنگری۔ روشنی پہنچانا۔ اسکندری۔ سکندر ذوالقرنین کا واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے، یہ نیک بادشاہ تھا اور اس نے مشرق سے مغرب تک اپنی سلطنت کو وسیع کر دیا تھا۔ مطلع شمس۔ اہل اللہ۔ نیکوفر۔ بااقبال۔ مشرق۔ یعنی مطلع انوار۔

2. مغربت۔ یعنی تیرے وہ حالات جن میں انوار کی کمی ہوگی اس پر مشرقیں قربان ہوں گی۔ حس خفاشت۔ حواس خمسہ ظاہرہ، مادی چیزوں کا ادراک کرتے ہیں اور وہ ظلمت کے طالب ہیں۔ حس در پاش۔ انسان کے لطائف ستہ، قلب، روح، نفس، سر، خفی، اخفی، مراد ہیں جن کے انکشافات پر معرفت حق مبنی ہے۔ آں چو زر۔ مادی حواس لطائف کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ بازار۔ آخرت کے بازار میں لطائف ستہ کی قیمت اٹھے گی۔ قوت۔ روزی۔ حس جاں۔ لطائف۔ آفتاب۔ یعنی ذاتِ باری۔ اے۔ یہاں سے مولانا نے مناجات شروع کر دی ہے۔ دست چوں موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کا ید بیضا تاریکی کو دور کر دیتا تھا۔ بروں آور۔ تاکہ تیری تجلی نور ہمارے جہل کی تاریکی کو دور کر دے۔

اے صفاتت[1] آفتابِ معرفت
اے وہ کہ تیری صفات پہچان کے لئے سورج ہیں

و آفتابِ چرخ بندیک صفت
اور آسمان کا سورج ایک صفت کا پابند ہے

گاہ خورشید و گہے دریا شوی
تو کبھی سورج اور کبھی دریا (میں متجلی) ہوتا ہے

گاہ کوہِ قاف وگہ عنقا شوی
کبھی کوہ قاف (میں) اور کبھی عنقا (کیطرح بے نشان) ہو جاتا ہے

تو نہ ایں باشی نہ آں در ذاتِ خویش
اپنی ذات میں تو نہ یہ ہے نہ وہ ہے

اے فزوں از وہمہا وز بیش بیش
اے وہ ذات جو وہموں سے آگے ہے اور آگے سے بھی آگے ہے

روح باعلم ست و باعقل ست یار
روح علم اور عقل کی ساتھی ہے

روح رابا تازی وترکی چہ کار
روح کو ترکی یا عربی سے کیا واسطہ؟

از تو اے بے نقش باچندیں صور
اے بے نقش! اتنے مظاہر کے ہوتے ہوئے تیری وجہ سے

ہم مشبہ ہم موحد خیرہ سر
اہل تشبیہ بھی اور اہل توحید بھی حیران ہیں

گہ مشبہ را موحد می کنی
تو کبھی اہل تشبیہ کو اہل توحید بنا دیتا ہے

گہ موحد را بصورت رہزنی
کبھی اہل توحید کا صورت کی وجہ سے رہزن ہوتا ہے

گر ترا گوید زمستی بوالحسن[2]
کبھی مستی میں ابوالحسن تجھے کہتا ہے

یا صغیر السن یا رطب البدن
اے کم عمر! اے نازک بدن!

گاہ نقش خویش ویراں می کند
کبھی وہ اپنے نقش کو مٹاتا ہے

از پئے تنزیہ جاناں می کند
تنزیہ کے لئے اپنی جان کھوتا ہے

چشم حس راہست مذہب اعتزال
حس کی آنکھ کا مذہب اعتزال ہے

دیدۂ عقل ست سنی در وصال
وصال کے معاملہ میں عقل کی آنکھ سنی ہے

سخرۂ حس اند اہل اعتزال
حس کے پابند معتزلی ہیں

خویش راسنی نمایند از ضلال
غلطی سے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے ہیں

ہرکہ در حس ماند اوُ معتزلی ست
جو حس میں (پھنسا) رہا وہ معتزلی ہے

گرچہ گوید سنیم ازجاہلی ست
اگرچہ وہ کہے ''میں سنی ہوں'' نادانی ہے

---

[1] صفاتت۔ صفات خداوندی ذات کی معرفت کا ذریعہ ہیں۔ آفتاب چرخ۔ سورج بھی صفت باری کا مظہر ہے۔ گاہ خورشید۔ یہ تمام چیزیں مظاہر قدرت ہیں۔ تو نہ۔ مظاہر قدرت عین ذات باری نہیں ہیں اس کی ذات، وہم سے بھی وراء الوراء ہے۔ روح۔ روح اگرچہ مادی بدن میں متصرف ہے لیکن مادی اثر سے منزہ ہے۔ مشبہ۔ وہ لوگ جو خدا کو مخلوقات سے تشبیہ دیتے ہیں۔ موحد۔ وہ لوگ جو خدا کو ذات وصفات میں یکتا مانتے ہیں۔ خیرہ سر۔ حیران یعنی دونوں گروہوں میں سے اس کی حقیقت تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ گہ مشبہ۔ مشبہ حیران ہو کر تنزیہ کا قائل ہو جاتا ہے اور موحد بن جاتا ہے کبھی موحد حیران ہو کر تشبیہ کا قائل ہو جاتا ہے۔

[2] ابوالحسن۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی کنیت ہے، مراد عارف کامل ہے جو کسی بچہ میں جلوہ دیکھ کر مشبہ کے الفاظ بول جاتا ہے۔ صغیرالسن۔ کم عمر۔ رطب البدن۔ نازک بدن۔ گاہ۔ موحد غلبہ تنزیہ میں اپنے وجود کو ہی معدوم سمجھنے لگتا ہے اور صرف ذات واحد کو موجود مانتا ہے۔ چشم حس۔ ظاہری آنکھ۔ مذہب اعتزال۔ معتزلہ کا عقیدہ کہ حشر میں بھی دیدار خدا ناممکن ہے۔ دیدۂ عقل۔ باطنی بصیرت کا تقاضا ہے کہ دیدار حق ہوگا، یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ سخرۂ حس۔ جو سنی محض حس ظاہری رکھتے ہیں، وہ بھی حقیقتاً معتزلی ہیں، ان کو بھی دیدار حق میسر نہ آئے گا، سنی تو حقیقتاً وہ ہے جو باطنی بصیرت پیدا کرے اور دیدار حق کر سکے۔

ہر کہ از حسِ خدا[1] دید آیتے
جس نے حس خداوندی کے ذریعہ کوئی نشانی دیکھ لی

در برحق ہست بہر طاعتے
وہ اطاعت کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی جناب میں ہے

ہر کہ بیروں شد زحسِ سنّی ویست
جو شخص حس سے بالا تر ہوگیا وہ سنّی ہے

اہلِ بینش چشمِ عقلِ خویش بست
اہل نظر نے اپنی عقل کی آنکھ بند کر لی ہے

گر بدیدے حسِ حیواں شاہ را
اگر حیوانی حس، شاہ کو دیکھ سکتی

پس بدیدے گاؤ و خر اللہ را
تو گاؤ اور خر (بھی) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتے

گر نبودے حسِ دیگر مر ترا
اگر دوسری حس تیرے لئے مخصوص نہ ہوتی

جز حسِ حیوان بیروں از ہوا
حیوانی حسّ کے علاوہ، خواہش نفسانی سے بالا تر

پس بنی آدمؑ مکرّم کے بدے
تو بنی آدمؑ مکرم کب ہوتے؟

کے بہ حسِ مشترک[2] محرم شدے
مشترک حسّ کی وجہ سے محرم (راز) کب ہوتے؟

نامصوّر یا مُصوّر گفتنت
تیرا (خدا کو) با صورت یا بے صورت کہنا

باطل آمد بے زصورت رفتنت
بے کار ہے، جب تک کہ تو صورت سے نہ گزر جائے

نا مُصوّر یا مُصوّر پیشِ اوست
با صورت یا بے صورت تو اُس کے سامنے ہے

کو ہمہ مغز ست بیروں شد ز پوست
جو مجسم مغز ہے چھلکے سے بالا ہے

گر تو کوری نیست برا عمیٰ حرج
اگر تو اندھا ہے تو اندھے پر کوئی گناہ نہیں

ورنہ رو کَالصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج
ورنہ جا "صبر کرنا کشادگی کی کنجی ہے"

پردہائے دیدہ را داروئے صبر
(ظاہری) آنکھ کے پردوں کو داروئے صبر

ہم بسوزد[3] ہم بسازد شرحِ صدر
جلا بھی دیتی ہے اور شرح صدر بھی کر دیتی ہے

آئینۂ دل چوں شود صافی و پاک
دل کا آئینہ جب صاف و پاک ہو جائے گا

نقشہا بینی بروں از آب و خاک
تو آب و خاک سے بالا تر نقش دیکھے گا

ہم بہ بینی نقش و ہم نقّاش را
نقش بھی دیکھے گا اور نقاش کو بھی

فرشِ دولت را وہم فراش را
دولت کے فرش کو اور نیز فرش کرنے والے کو

حسِ خدا۔ حسِ باطن۔ آیت۔ نشانی۔ بر۔ پیش، جناب۔ بہر طاعتے۔ اللہ کی کسی نشانی میں اللہ کے جمال کا مشاہدہ کرنا، مستقل عبادت ہے۔ اہل بینش۔ صاحب نظر عقل وحواس سے کام نہیں لیتا ہے، وہ بصیرتِ قلبی سے کام لیتا ہے۔ حس حیواں۔ ظاہری حس۔ شاہ۔ اللہ تعالیٰ۔ حس دیگر۔ حس باطنی۔ بیروں از ہوا۔ ہوا و ہوس سے بالاتر۔ مکرم۔ قرآن میں ہے لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ "اور البتہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی۔"

حسِ مشترک۔ یعنی وہ حواس جو حیوان اور انسان میں مشترک ہیں۔ محرم۔ راز داں۔ نامصوّر۔ یعنی خدا کا با صورت ہونا یا صورت سے منزہ ہونا اس شخص کے لئے محقق ہے جو مجاہدے کر کے سراپا مغز بن گیا ہو۔ کوری۔ کور ہستی۔ اعمیٰ۔ نابینا۔ حرج۔ تنگی، گناہ۔ ورنہ۔ اگر استعداد ہی مفقود ہے تو مجبوری ہے ورنہ صبر سے مجاہدات کرو گے تو یہ مقام حاصل ہو جائے گا۔

سوزد۔ یعنی صبر آنکھوں کے پردے ہٹا دے گا۔ آئینہ دل۔ بغیر اضافت کے پڑھا جائے۔ آب وخاک۔ عالم ناسوت۔ نقش۔ یعنی مخلوق۔ نقاش۔ یعنی خالق۔ فرشِ دولت۔ دربار۔ فراش۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

چوں خلیل[1] آمد خیالِ یارِ من
وہ میرے یار کا خیال خلیل (اللہ) کی طرح ثابت ہوا
صورتش بت معنی اُو بُت شکن
اس کا ظاہر بت اور اس کی حقیقت بت شکن ہے

شکر یزداں راکہ چوں اُو شد پدید
خدا کا شکر ہے کہ وہ جب ظاہر ہوا
در خیالِ اُو خیالِ حق رسید
اُس کے تصور میں اللہ تعالیٰ کا تصور حاصل ہوا

شکر مُعطی راکہ چوں اُو در رسید
داتا کا شکر ہے کہ جب وہ خیال میں آیا
در خیالش جاں خیالِ خود بدید
اُس کے خیال میں جان نے اپنا خیال دیکھا

خاکِ درگاہت دلم را می فریفت[2]
تیری درگاہ کی خاک نے میرے دل کو فریفتہ کردیا
خاک بروے کوز خاکت می شکیفت
اُس پر خاک جس نے تیری خاک سے بے نیازی برتی

گفتم از خوبم پذیرد ایں ازو
میں نے کہا اگر میں اچھا ہوں تو وہ (اللہ) اس (خوبی) کو اس (دل یعنی مجھ) سے قبول کریگا
ورنہ خود خندید برمن زشت رُو
ورنہ مجھ بدصورت پر ہنس دے گا

چارہ آں باشد کہ خود را بنگریم
تدبیر یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو دیکھیں
درخورِ آنیم و یا نادر خوریم
ہم اُس کے لائق ہیں یا نالائق ہیں

اُو جَمِیل ست ویُحِبُّ لِلْجَمَال
وہ حسین ہے اور حسن کو پسند کرتا ہے
کے جوانِ نوگزیند پیرہ زال
بوڑھی عورت کو نوجوان کب قبول کرتا ہے

طَیِّبَاتْ از بہرِ کہ لِلطَّیِّبِیْن
پاکیزہ عورتیں کس کے لئے ہیں؟ پاک مردوں کے لئے
خوب خوبی راکند جذب ایں یقیں
اچھا، اچھائی کو جذب کرتا ہے، یہ یقینی بات ہے

خوب خوبی راکند جذب ایں بداں
اچھا، اچھائی کو جذب کرتا ہے، سمجھ لے
طیبات و طیبین بروے بخواں
طیبات اور طیبین اُس پر پڑھ دے

در ہر آں چیزے کہ تو ناظر شوی
تو جس چیز کو بھی دیکھے گا
می کند باجنس سَیر اے معنوی
اے معنی شناس! وہ اپنی ہم جنس کے ساتھ چلتی ہے

درجہاں ہر چیز چیزے جذب کرد
دنیا میں ہر ایک چیز نے ایک چیز کو جذب کیا ہے
گرم گرمی راکشید و سَرد سَرد
گرم نے گرمی کو کھینچا اور سرد نے سردی کو

قسم باطل باطلاں را می کشند
باطل قسم باطلوں کو کھینچتی ہے
باقیاں از باقیاں ہم سر خوشند
باقی رہنے والے باقی رہنے والوں سے خوش ہیں

1. خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ خیال یار۔ تصور شیخ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارے کو دیکھ کر ھذا ربی "یہ میرا رب ہے" کہا یہ ایک مدعا تھا جو بظاہر بت پرستی تھی لیکن دراصل اس کا اثبات اس کے ابطال کے لئے تھا جو بت شکنی تھی، اسی طرح تصور شیخ بظاہر بت پرستی ہے لیکن چونکہ وہ اللہ تک پہنچاتا ہے، اس لئے حقیقتاً وہ بت شکنی ہے۔ شکر یزداں۔ تصور شیخ نے اللہ تعالیٰ کے تصور تک پہنچا دیا۔ چوں او۔ تصور شیخ، یعنی شیخ کے تصور کے ذریعہ ہمیں اپنے نفس کی حقیقت معلوم ہوگئی اور اس کے ذریعہ معرفت خداوندی حاصل ہوئی۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے خدا کو پہچان لیا۔"

2. فریفتن۔ عاشق بنانا۔ شکیفتن۔ بے نیاز ہونا۔ ازو۔ از دل۔ زشت رو۔ بدصورت۔ چارہ۔ تدبیر۔ درخور۔ لائق۔ پیرہ زال۔ بوڑھی عورت۔ ایں یقیں۔ یہ یقینی بات ہے۔ جذب۔ کشش۔ طیبات۔ قرآن پاک میں ہے الطیبات للطیبین "پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں۔" ناظر۔ دیکھنے والا۔ اے معنوی۔ اے حقیقت بیں۔ قسم۔ فرقہ، گروہ۔ باقیاں۔ اہل ہدایت۔

ناریاں[1] مر ناریاں را جاذب اند
جہنمی جہنمیوں کو کھینچنے والے ہیں
نوریاں مر نوریاں را طالب اند
نوری نوریوں کے طالب ہیں

صاف را ہم صافیاں راغب شوند
صاف لوگ، صاف کی طرف راغب ہوتے ہیں
دُرد را ہم تیرگاں جاذِب بوند
بد باطن، تلچھٹ کو حاصل کرتے ہیں

زنگ را ہم زنگیاں باشند یار
حبشی کے حبشی دوست ہوتے ہیں
روم را با رومیاں افتاد کار
رومی کا، رومیوں سے واسطہ ہے

چشم چوں بستی تُرا جاں کند نیست
تو نے جب آنکھ بند کی، تجھے بے قراری ہے
چشم را از نورِ روزن صبر نیست
آنکھ روزن کے نور سے صبر نہیں کرسکتی ہے

چشم چوں بستی ترا تاسہ گرفت
جب تو نے آنکھ بند کی تجھے گھبراہٹ نے پکڑا
نورِ چشم از نورِ روزن می شگفت
آنکھ کا نور روزن کے نور سے کھلتا ہے

تاسہ تو جذبِ نورِ چشم بود
تیری بے قراری آنکھ کے نور کا جذبہ تھی
تا بہ پیوندد بہ نورِ روز زُود
تاکہ جلد، دن کی روشنی سے وابستہ ہوجائے

چشم باز اَر تاسہ گیرد مر ترا
کھلی ہوئی آنکھ، اگر تجھے بے قرار کرے
دانکہ چشم دل بہ بستی بَرکشا
سمجھ لے کہ تو نے دل کی آنکھ بند کی ہے، کھول لے

آں تقاضائے دو چشم دل شناس
سمجھ لے یہ دل کی دونوں آنکھوں کا تقاضا تھا
کوہمی جوید ضیائے بیقیاس
کیونکہ وہ بے اندازہ روشنی چاہتی ہیں

چوں فراق آں دو نورِ بے ثبات
جب کہ دو ناپائدار نوروں کی جدائی نے
تاسہ آوردت کشادی چشمہات
تجھے بے قرار کردیا، تو نے اپنی آنکھیں کھول دیں

چوں فراقِ آں دو نورِ پائدار
تو دو پائیدار نوروں کی جدائی
تاسہ چوں آرد مرآں را پاس دار
کیسی بے قراری پیدا کرے گی، اس کا خیال رکھ

اُو چو می خواند مرا من بنگرم
وہ جب مجھے بلاتا ہے میں غور کرتا ہوں
لائق جذبم و یا بد پیکرم[2]
میں کشش کے قابل ہوں یا بدصورت ہوں

گر لطیفے زشت را درپے کند
اگر کوئی خوبصورت، بد صورت کا پیچھا کرے
تسخرے باشد کہ اُو بر وے کند
یہ ایک مذاق ہوتا ہے جو وہ اُس سے کرتا ہے

کے ببینم رُوئے خود را اے عجب
تعجب ہے، میں اپنا چہرہ کب دیکھتا ہوں؟
تاچہ رنگم ہمچو روزم یا چو شب
جو یہ کہوں کہ میں کس رنگ کا ہوں، میں دن کی طرح ہوں یا رات کی مانند

---

1. ناریاں۔ جہنمی۔ نوریاں۔ جنتی۔ صافیاں۔ صاف باطن۔ تیرگاں۔ سیاہ باطن۔ زنگ۔ حبشی۔ روم۔ رومی۔ جاں کندگی۔ گھبراہٹ۔ روزن۔ روشندان۔ تاسہ۔ بیقراری۔ نورِ چشم۔ آنکھ کا نور بیرونی نور کا طالب ہے ورنہ گھبراہٹ پیدا ہوجاتی ہے۔ چشمِ باز۔ آنکھ کھلی ہونے پر اگر گھبراہٹ طاری ہو تو سمجھ لے کہ یہ اضطراب دل کی آنکھ بند ہونے کی وجہ سے ہے۔ آں تقاضائے۔ دل کی گھبراہٹ، دل کی آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے ہوئی جولا انتہا نور کا مشاہدہ چاہتی ہیں۔ دو نور۔ یعنی دل کی آنکھ کا نور اور لامحدود نور۔
2. بدپیکر۔ بدصورت۔ گر لطیفے۔ جب یہ طے ہے کہ ہم جنس ہم جنس کا طالب ہوتا ہے تو اگر حسین کسی بدصورت کا طالب ہوتا ہے تو وہ محض مذاق کے لئے ہوتا ہے۔ اے عجب۔ اس کا تعلق اگلے شعر کے دوسرے مصرع سے ہے۔ ہمچو روز۔ یعنی منور۔ چو شب۔ یعنی سیاہ باطن۔

نقش جانِ[1] خویش می جستم بسے
میں نے اپنی جان کا نقش بہت تلاش کیا

ہیچ می نمود نقشم از کسے
(لیکن) میرا نقش کسی سے رونما نہ ہوا

گفتم آخر آئینہ از بہر چیست
میں نے کہا آخر آئینہ کس لئے ہوتا ہے

تا بداند ہر کسے کہ جنس کیست
(اسی لئے) کہ ہر شخص یہ جان لے کہ وہ کس جنس کا ہے

آئینہ آہن برائے پوستہاست
لوہے کا آئینہ جسموں کے لئے ہے

آئینہ سیمائے جاں سنگیں بہاست
جان کے چہرے کا آئینہ بہت قیمتی ہے

آئینہ جاں نیست اِلّا روئے یار
جان کا آئینہ، یار کے چہرے کے علاوہ نہیں ہے

روئے آں یارے کہ باشد زاں دیار
اُس یار کا چہرہ جو اس دیار (عالم ملکوت) کا ہو

گفتم اے دل آئینہ کلی[2] بجو
میں نے کہا اے دل! مکمل آئینہ تلاش کر

رَو بدریا کار برناید ز جو
دریا پر جا، نہر سے کام نہ چلے گا

زیں طلب بندہ بکوئے تو رسید
اس طلب کی وجہ سے خادم تیرے کوچہ میں پہنچا

درد مریم را بخرما بُن کشید
مریم کو درد کھجور کے درخت کی طرف لے گیا

دیدۂ توچوں دلم را دیدہ شد
تیرا نور جب میرے دل کا نور بن گیا

صد دلِ نادیدہ غرقِ دیدہ شد
سینکڑوں نہ دیکھے ہوئے دل دیکھے ہوئے میں سما گئے

آئینہ کُلی بَر آوردم زِ دود
میں نے دھویں سے مکمل آئینہ نکالا

دیدم اندر آئینہ نقش تو بود
میں نے دیکھا آئینہ میں تیرا نقش تھا

آئینہ کُلی ترا دیدم ابد[3]
میں نے تجھے ہمیشہ مکمل آئینہ سمجھا

دیدم اندر چشم تومن نقش خود
میں نے تیری آنکھوں میں اپنا نقش دیکھا

گفتم آخر خویش را من یافتم
میں نے کہا بالآخر میں نے اپنے آپ کو پا لیا

در دو چشمش راہ روشن یافتم
اُس کی دونوں آنکھوں میں روشن راستہ پا لیا

گفت وہم کاں خیالِ تست ہاں
میرے وہم نے کہا کہ یہ تیرا خیال ہے خبردار!

ذاتِ خود را از خیالِ خود بداں
اپنی ذات کو اپنا خیال سمجھ

نقش من از چشم تو آواز داد
میرے نقش نے تیری آنکھ میں سے آواز دی

کہ منم تو تو منی در اتحاد
کہ میں تو ہوں، تو میں ہے، یگانگت میں

---

1. نقش جان۔ شیخ کے ذریعہ مرید کی حقیقی تصویر سامنے آجاتی ہے یعنی میں نے ایسا شیخ تلاش کیا جس کی وجہ سے مجھ پر اپنی حقیقت واضح ہوجائے۔ گفتم۔ آئینہ میں دیکھ کر اپنی خوبصورتی و بدصورتی پہچان لی جاتی ہے۔ آئینہ سیمائے جاں۔ جس آئینہ میں باطن کی خوبصورتی و بدصورتی نظر آتی ہے وہ مرشد و شیخ ہے جو بہت قیمتی چیز ہے۔ روئے یار۔ شیخ کی صحبت میں اپنے نقائص نظر آجاتے ہیں۔ آں دیار۔ یعنی وہ شیخ جس کا تعلق عالم ملکوت سے ہو۔
2. آئینہ کلی۔ یعنی شیخ کامل۔ دریا۔ یعنی شیخ کامل۔ جو۔ نہر۔ یعنی ناقص پیر۔ مریم۔ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ۔ خرمابن۔ کھجور کا درخت، حضرت مریم کے دردِ زہ کا اضطراب کھجور کے سائے، پھل اور ٹھنڈے پانی اور بچہ کے دیدار سے رفع ہوا تھا۔ صد دل نادیدہ۔ میرا دل جو بے معرفت ہونے میں سو دلوں کے برابر تھا۔ برآوردم ز دود۔ یعنی میں نے نورِ مطلق کو تعینات کے دھوئیں سے جدا کیا تو اس میں تیرا نقش محسوس کیا۔ آئینہ کلی۔ مکمل آئینہ۔
3. ابد۔ ہمیشہ۔ چشم تو۔ دل کا دیدۂ بصیرت۔ گفتم۔ شیخ کے آئینۂ دل میں اپنی صورت دیکھ کر اطمینان ہوگیا اور اس کی وجہ سے مجھے راہِ ہدایت حاصل ہوئی۔ خیال۔ خیالی بات۔ ہاں۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ ذات۔ نفس الامری صورت۔ نقش۔ میری صورت نے یہ بتایا کہ یہ صورت واقعی ہے محض خیالی نہیں ہے۔

کاندریں چشم[1] منیر بے زوال
اس روشن، حقائق سے بے زوال آنکھ میں
از حقائق، راہ کے یابد خیال
خیال راستہ کب پا سکتا ہے؟

در دو چشم غیر من تو نقش خود
میرے علاوہ کسی کی دونوں آنکھوں میں اپنا نقش
گر ببینی آں خیالے دان ، ورد
اگر تو دیکھے تو اُس کو (محض) خیال اور (قابل) رد سمجھ

زانکہ سرمہ نیستی درمی کشد
اس لئے کہ وہ نیستی کا سرمہ لگاتا ہے
بادہ از تصویرِ شیطاں می چشد
(اور) شیطان کی تصویر سے شراب پیتا ہے

چشم او خانہ خیالست و عدم
اُس کی آنکھ عدم اور خیال کا گھر ہے
نیستہا را ہست بیند لا جرم
لا محالہ وہ معدوم کو موجود دیکھتا ہے

چشم من چوں سرمہ دید از ذوالجلال[2]
میری آنکھ نے جب کہ جلال والے (اللہ) کا سرمہ دیکھا ہے
خانۂ ہستی ست نے خانہ خیال
وہ موجود کا خانہ ہے، نہ کہ خیال کا

تا یکے مو باشد از ہستی تو
جب تک تیری ہستی کا ایک بال بھی رہے گا
درخیالت گم شود مستی تو
تیری مستی تیرے خیال میں گم ہوجائے گی

تا یکے مو باشد از تو پیشِ چشم
جب تک تیرا ایک بال بھی آنکھ کے سامنے ہو گا
درخیالت گوہرے باشد چو یشم
تیرے خیال میں موتی، سنگ یشم ہو گا

یشم را آنگہ شناسی از گہر
تو یشم (پتھر) اور موتی میں اُس وقت تمیز کر سکے گا
کز خیالِ خود کنی کلی گذر
جب اپنے خیال سے بالکلیہ گذر جائے گا

یک حکایت بشنو اے گوہر شناس
اے موتی کو پہچاننے والے! ایک حکایت سن لے
تابدانی تو عیاں را از قیاس
تاکہ تو مشاہدہ کو قیاس سے (جدا) جان لے

ہلال پنداشتن آں شخص خیال را در عہد امیر المومنین عمرؓ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کا خیال کو چاند سمجھ لینا

ماہِ روزہ گشت در عہد عمرؓ
(حضرت) عمرؓ کے زمانے میں رمضان آیا
بر سرِ کوہے دویدند آں نفر
سب پہاڑ کی چوٹی پر گئے

تا ہلالِ روزہ را گیرند فال
تاکہ روزے کے چاند سے (نیک) فال لیں
آں یکے گفت اے عمرؓ اینک ہلال
ایک شخص بولا، اے عمرؓ! چاند یہ ہے

چوں عمرؓ برآسماں مہ را ندید
جب (حضرت) عمرؓ نے آسمان پر چاند نہ دیکھا
گفت کایں مہ از خیالِ تو دمید
فرمایا یہ چاند تیرے خیال سے چمکا ہے

---

[1] کاندریں چشم۔ یعنی میرے نقش نے یہ بھی کہا کہ شیخ کی چشم دل میں جو کہ ہمیشہ حقائق سے وابستہ ہے کوئی غیر واقعی خیالی چیز نہیں سما سکتی۔ در دو چشم غیر۔ ناقص کی چشم دل میں غیر حقیقی چیز نمودار ہو سکتی ہے۔ نیستی۔ عالم فانی۔ بادہ۔ شراب۔ تصویر۔ تخیل۔ می چشد۔ چونکہ وہ ناقص ہے اور اس کی چشم بصیرت عالم سفلی میں پھنسی ہوئی ہے، وہاں شیطانی تصور پہنچ جاتا ہے۔ خانہ خیال۔ یعنی اس کی آنکھ میں غیر حقیقی چیزیں گھر کیے ہوئے ہیں۔

[2] ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ کے تصور کے ساتھ باطل جمع نہیں ہو سکتا۔ تا یکے سو۔ یعنی جب تک عالم ناسوت سے ادنیٰ تعلق رہے گا۔ مستی تو۔ عالم وجد۔ یشم۔ ایک کم قیمت پتھر ہے۔ کلی گذر۔ فنا کے بعد حقائق منکشف ہوں گے۔ عیاں۔ مشاہدہ۔ قیاس۔ تخمینی بات۔ ماہِ روزہ۔ رمضان شریف۔ نفر۔ جماعت۔ فال۔ نیک شگون۔ از خیالِ تو۔ یعنی تیرا چاند محض خیالی ہے۔

ورنہ من بینا ترم[1] افلاک را	چوں نمی بینم ہلالِ پاک را
ورنہ میں تو آسمانوں کو زیادہ دیکھنے والا ہوں	پاک چاند کو کیوں نہ دیکھ لوں گا؟
گفت تَر کن دست و بر ابرو بمال	آنگہاں تو بر نگر سوئے ہلال
فرمایا ہاتھ تر کر اور ابرو پر مل	پھر تو چاند کی طرف دیکھ
چونکہ اُو تر کرد اَبرو مہ ندید	گفت اے شہ نیست مہ شد ناپدید
جب اس نے ابرو تر کرلی چاند کو نہ دیکھا	بولا، اے شاہ! چاند نہیں ہے، وہ غائب ہوگیا
گفت آرے موئے ابرو شد کماں	سوئے تو افگند تیرے از گماں
فرمایا ہاں ابرو کا بال کمان بن گیا	اُس نے تیری جانب گمان کا تیر چلا دیا
چوں یکے مو کژ شد از ابروئے اُو	شکلِ ماہے نو نمود آں موئے اُو
جب اُس کی ابرو کا ایک بال ٹیڑھا ہوا	اُس کے بال نے نئے چاند کی شکل نمودار کر دی
چوں یکے مو کژ شد او را راہ زد	تا بدعوٰی لافِ دید ماہ زد
جب ایک بال ٹیڑھا ہوا اُس نے اس کو گمراہ کر دیا	یہاں تک کہ دعوے کے ساتھ چاند دیکھنے کی ڈینگ ماری
موئے کژ چوں پردۂ گردوں بود	چوں ہمہ اَجزات کژ شد چوں بود
ٹیڑھا بال جب آسمان کا پردہ بن گیا	جب تیرے تمام اجزاء ٹیڑھے ہو جائیں تو کیا ہوگا؟
راست کن اَجزات را از راستاں	سَرمکش اے راست رَوزاں آستاں
سچوں کے ذریعہ اپنے اجزا سیدھے کرلے	اے سیدھا چلنے والے اُس چوکھٹ سے سر نہ ہٹا
ہم ترازو را ترازو راست کرد	ہم ترازو را ترازو کاست کرد
ترازو ہی ترازو کو برابر کرتی ہے	ترازو ہی ترازو کو کم کر دیتی ہے
ہرکہ با ناراستاں ہم سنگ شد	در کمی اُفتاد و عقلش دنگ[2] شد
جو گمراہوں کے ساتھ تلا	کمی میں مبتلا ہوا اور اُس کی عقل ماری گئی
رَو اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار باش	خاک بر دلداریِ اغیار پاش
جا، کفار پر بھاری پڑ	بیگانوں کی دلداری پر خاک ڈال
برسرِ اغیار چوں شمشیر باش	ہیں مکن رو باہ بازی شیر باش
بیگانوں کے سر پر تلوار بن	خبردار! مکاری نہ کر، شیر بن
تا ز غیرت از تو یاراں نگسلند	زانکہ آں خاراں عدوئے ایں گلند
تاکہ غیرت کی وجہ سے تجھ سے یار نہ کٹ جائیں	اسلئے کہ وہ کانٹے (اغیار) اس گلستاں (وحدت) کے دشمن ہیں

1. بیناتر۔ حضرت عمرؓ کی نگاہ اس سے زیادہ تیز تھی یا حضرت عمرؓ کا اپنے کشف کی طرف اشارہ تھا۔ راہ زد۔ گمراہ کر دیا۔ لاف۔ بے ہودہ دعوٰی۔ اجزات۔ اجزائے تو۔ راستاں۔ عارفین۔ سرمکش۔ روگردانی نہ کر۔ ترازو۔ یعنی ترازو کا باٹ۔ کاست۔ کم۔ ہم سنگ شدن۔ برابر تلنا۔
2. دنگ شدن۔ حیران ہونا۔ اشداء۔ شدید کی جمع ہے، سخت۔ اغیار۔ غیر کی جمع ہے۔ پاش۔ چھڑک۔ روباہ بازی۔ مکاری۔ تا ز غیرت۔ غیروں سے جڑنا، اپنوں سے ٹوٹنا ہے۔ خاراں۔ یعنی اللہ سے بیگانے۔ گل۔ ذات خداوندی۔

آتش[1] اندر زن بگرگاں چوں سپند
کالے دانہ کی طرح اُن بھیڑیوں (اغیار) میں آگ لگا دے
زانکہ ایں گرگاں عدوے یوسف اند
کیونکہ یہ بھیڑیے یوسف (محبوب حقیقی) کے دشمن ہیں

جانِ بابا گویدت ابلیس ہیں
خبردار! شیطان تجھے جان پدر کہے گا
تا بہ دم بفریبدت دیو لعیں
تاکہ لعین شیطان تجھے فریب میں پھنسا لے

ایں چنیں تلبیس بابا بات کرد
(شیطان نے) تیرے ابا (حضرت آدمؑ) سے ایسی ہی مکاری کی
آدمے را ایں سیہ رُخ مات کرد
(حضرت) آدمؑ کو اُس سیاہ رُو نے ہرا دیا

برسرِ شطرنج چست ست ایں غراب
یہ کوا شطرنج پر چست (ہوکر بیٹھا) ہے
تو مبیں بازی بچشم نیم خواب
تو بازی کو اونگھتی آنکھ سے نہ دیکھ

زانکہ فرزیں[2] بندہا داند بسے
اس لئے کہ وہ فرزین کے بہت سے گھیراؤ جانتا ہے
کہ بگیرد در گلویت چوں خسے
تاکہ تیرے گلے میں تنکے کی طرح پھنس جائے

در گلو ماند خس او سالہا
اُس (شیطان) کا تنکا گلے میں سالہا رہتا ہے
چیست آں خس مہر جاہ و مالہا
وہ تنکا کیا ہے؟ رُتبہ اور مال کی محبت

مال خس باشد چوہست آں بے ثبات
مال چونکہ فانی ہے، وہ تنکا ہے
درگلویت مانع آبِ حیات
تیری گلے میں وہ آبِ حیات سے مانع ہے

گر بَرَد مالت عدوّے پُرفنے
اگر کوئی چالاک دشمن تیرا مال لے جائے
رہزنے را بُردہ باشد رہزنے
ایک ڈاکو، دوسرے ڈاکو کا مال لے گیا

دُزدیدن مار گیرے مارے را از مار گیرے دیگر

ایک سپیرے کا دوسرے سپیرے کے سانپ کو چرانا

دُزد کے ازمار گیرے مار بُرد
ایک چور، ایک سپیرے کا سانپ لے گیا
زابلہی آں را غنیمت می شمرد
بیوقوفی سے اُس کو (مال) غنیمت سمجھ رہا تھا

وا رہید آں مار گیر از زخم مار
وہ سپیرا، سانپ کے زخم سے بچ گیا
مار کشت آں دُزد را بس زار زار
سانپ نے اُس چور کو بری طرح مار ڈالا

مارگیرش دید پس بشناختش
سپیرے نے اُس کو دیکھا تو پہچان گیا
گفت از جاں مارِ من پرداختش
بولا، اس کو میرے سانپ نے بے جان کیا ہے

---

[1] آتش زدن۔ برباد کرنا۔ گرگاں۔ یعنی اللہ کے دشمن۔ سپند۔ کالا دانہ جو بہت جلد آگ پکڑلیتا ہے اور نظر بد کے دفع کرنے کے لئے اس کو جلایا جاتا ہے۔ یوسف۔ یعنی محبوب حقیقی، حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا کہ یوسف کو بھیڑیے نے کھالیا، اگرچہ یہ غلط تھا۔ مولانا نے ان کے قول کے مطابق بھیڑیے اور حضرت یوسفؑ کی دشمنی کو ذکر کردیا ہے۔ جانِ بابا۔ نورنظر، لاڈلا بیٹا۔ دم۔ فریب۔ بابات۔ بابائے تو۔ مات۔ شاہ شطرنج کو مقید کردینا، جس شطرنجی کا شاہ مقید ہوجائے وہ ہار جاتا ہے لہٰذا "مات کردن" مطلقاً ہرادینے کے معنی میں مستعمل ہوجاتا ہے۔

[2] فرزیں۔ شطرنج کے مہروں میں بمنزلہ وزیر کے ہوتا ہے جو دورخی چال چل سکتا ہے، اس کے گھر جانے سے مات دے دینا آسان ہوجاتا ہے، فرزیں بند ایسی چال کو کہا جاتا ہے جس میں فرزین گھر جائے۔ خس۔ گھاس کا تنکا۔ مہر۔ محبت۔ جاہ۔ مرتبہ۔ بے ثبات۔ ناپائیدار۔ آبِ حیات۔ وہ پانی جس سے ابدی زندگی حاصل ہوجاتی ہے۔ پُرفن۔ مکار۔ رہزنے۔ مال بھی راہزن ہے، گمراہ کردیتا ہے۔ دزدک۔ کمینہ چور۔ مارگیر۔ سپیرا۔ وارہید۔ نجات پاگیا۔ زخم مار۔ سانپ کا ڈسنا۔ زار۔ بری حالت۔ پرداخت۔ خالی کردیا۔

در دُعا[1] می خواستے جانم ازو — کش بیابم، مارِ بستانم ازو
دعا میں میری جان اُس کو طلب کرتی تھی — کہ میں اس کو پکڑ لوں، سانپ اُس سے لے لوں

شکر حق راکاں دُعا مردود شد — من زیاں پنداشتم آں سود شد
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ وہ دعا مردود ہو گئی — میں نے نقصان سمجھا تھا وہ نفع ہوئی

بس دعاہا کاں زیانست و ہلاک — از کرم می نشنود یزدانِ پاک
بہت سی دعائیں جو نقصان اور ہلاکت ہیں — اللہ پاک اُن کو کرم کی وجہ سے قبول نہیں کرتا ہے

مصلح ست او مصلحت را داند او — کاں دعا را باز می گرداند او
وہ مصلح ہے اور مصلحت کو جانتا ہے — کہ اُس دعا کو وہ لوٹا دیتا ہے

واں دعا گوینده شاکی می شود — مے بَرد ظن بدوآں بد بود
دعا کرنے والا شاکی ہوتا ہے — برا گمان کرتا ہے اور یہ بدگمانی بری ہوتی ہے

می نداند کہ بلائے خویش خواست — وزکرم حق آں بدو ناورد راست
وہ نہیں سمجھتا کہ اُس نے اپنی مصیبت کی دعا کی ہے — اور خدا نے کرم کرکے اُس کو قبول نہیں کیا

التماس کردن[2] ہمراہ عیسیٰ علیہ السلام بزندہ کردن استخوانہا از عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کا اُن سے ہڈیوں کو زندہ کر دینے کی درخواست کرنا

گشت با عیسیٰ یکے ابلہ رفیق — استخوانہا دید در گورے عمیق
ایک بیوقوف (حضرت) عیسیٰ کا سفر کا ساتھی بن گیا — اُس نے ایک گہری قبر میں ہڈیاں دیکھیں

گفت اے ہمراہ نامِ آں سَنی — کہ بداں تو مُردہ زندہ می کنی
کہنے لگا اے ساتھی! اُس بلند ذات کا نام — جس کے ذریعہ تم مُردے کو زندہ کرتے ہو

مَر مرا آموز تا احساں کنم — استخوانہا را بداں با جاں کنم
مجھے سکھا دو، تاکہ میں اچھا کام کروں — اُس کے ذریعہ ہڈیوں کو جاندار بنا دوں

گفت خامش کن کہ آں کارِ تو نیست — لائق انفاس و گفتارِ تو نیست
فرمایا چپ رہ کہ وہ تیرا کام نہیں ہے — تیرے سانسوں اور گفتار کے لائق نہیں ہے

کاں نَفَس خواہد زباراں پاک تر — وز فرشتہ در رَوِش چالاک تر
وہ (نام) ایسا سانس چاہتا ہے جو بارش سے زیادہ پاک ہو — اور رفتار میں فرشتہ سے زیادہ تیز ہو

عمر ہا بایست تادم پاک شد — تا امین مخزنِ افلاک شد
عمریں چاہئیں تاکہ سانس پاک ہو — اور آسمانوں کے خزانے کا امین بنے

---

1. درد عا۔ یعنی، سانپ کے مل جانے کی دعا کرتا تھا۔ کش۔ کہ اش۔ مردود۔ نامقبول۔ زیاں۔ نقصان۔ سود۔ فائدہ۔ مصلح۔ بہتری کرنے والا۔ باز گردانیدن۔ لوٹا دینا۔ شاکی۔ شکوہ کرنے والا۔ بدبود۔ یعنی بدگمانی بری ہوتی ہے۔ بدو۔ باو۔ ناورد۔ نیاورد۔ راست۔ مقبول۔ لہٰذا راضی برضاء الٰہی رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول بھی نہ کرے تو یہی سمجھنا چاہئے کہ بھلائی اسی میں تھی۔
2. التماس کردن۔ اس حکایت کا منشا بھی یہی ہے کہ انسان ایک بات کی خواہش کرتا ہے لیکن اس کی بھلائی اس میں نہیں ہوتی ہے۔ ابلہ۔ بے وقوف۔ گور۔ قبر۔ بعض نسخوں میں گوے ہے جو گڑھے کے معنی میں ہے۔ سَنی۔ بلند۔ احساں۔ اچھا کام کرنا۔ باجاں۔ جاندار۔ خامش کن۔ چپ ہو جا۔ انفاس۔ نفس کی جمع، سانس۔

خود گرفتی ایں عصا[1] دَر دست راست — دست را دستانِ موسیٰ از کجاست
یہ لاٹھی تو نے داہنے ہاتھ میں پکڑی ہے — ہاتھ میں، موسوی اعجاز کہاں ہے؟

گفت گر من نیستم اَسرار خواں — ہم تو برخوان نام را بر استخواں
وہ بولا، اگر میں اَسرار کے پڑھنے کے قابل نہیں ہوں — (تو) آپ ہی ان ہڈیوں پر نام پڑھ دیجئے

گفت عیسیٰؑ یا رب ایں اسرار چیست — میل ایں اَبلہ دریں گفتار چیست
(حضرت) عیسیٰؑ نے کہا اے خدا! یہ کیا راز ہے؟ — اس بیوقوف کا میلان اِس گفتگو کی طرف کیوں ہے؟

چوں غم خود نیست ایں بیمار را — چوں غم جاں نیست ایں مردار را
اس بیمار کو اپنا غم کیوں نہیں ہے؟ — اس مردے کو (اپنی) جان کا غم کیوں نہیں ہے؟

مردۂ خود را رہا کر دست اُو — مردۂ بیگانہ را جوید رَفو
اُس نے اپنے مردے کو چھوڑا ہے — غیر کے مردے کی بھلائی چاہتا ہے

گفت حق اِدبار اگر ادبار جوست — خار روئیدن جزائے کشت اوست
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا بدبخت ہے اگر بدبختی کا جویاں ہے — اُس کی کھیتی کا نتیجہ کانٹوں کا اُگنا ہے

آنکہ تخم خار را کارَد در جہاں — ہاں و ہاں او را مجو در گلستاں
جس شخص نے دنیا میں کانٹے کا بیج بویا — خبردار، خبردار! اُس کو گلستاں میں نہ تلاش کر

گر گلے گیر د بکف خارے شود — در سوئے یارے رود مارے شود
اگر وہ ہاتھ میں پھول لے گا تو وہ کانٹا بن جائے گا — اگر دوست کی طرف جائے گا تو سانپ بن جائے گا

کیمیائے زہر مارست آں شقی[2] — برخلافِ کیمیائے متقی
وہ بدبخت سانپ کے زہر (کی طرح) کی کیمیا ہے — متقی کی کیمیا کے برخلاف

ہیں مکن برقول و فعلش اعتمید — کو ندارد میوۂ مانند بید
خبردار! اُس کے قول و فعل پر بھروسہ نہ کر — وہ بید (کے درخت) کی طرح پھل نہیں رکھتا ہے

اندرز کردنِ صوفی خادم را در تیمار داشت بہیمہ وَلا حَوْل گفتن آں خادم

صوفی کا خادم کو جانور کی خبر گیری کرنے کی نصیحت کرنا اور اُس خادم کا لاحول پڑھنا

صوفیئے می گشت در دَورِ افق — تا شبے در خانقاہے شد قنق
ایک صوفی دنیا کے اطراف میں گشت کرتا تھا — ایک رات ایک خانقاہ میں مہمان ہو گیا

یک بہیمہ داشت در آخر بہ بست — اُو بصدرِ صفہ با یاراں نشست
اُس کا ایک چوپایہ (سواری کا) تھا جس کو اصطبل میں باندھ دیا — وہ دوستوں کے ساتھ چبوترے کے صدر مقام پر بیٹھ گیا

---

1. عصا۔ لاٹھی۔ راست۔ دایاں۔ دستاں۔ فسوں، اعجاز۔ اسرار۔ راز۔ نام۔ اسم اعظم۔ چوں۔ دوسرے کے لئے اسم اعظم کا خواہاں ہے۔ مردۂ خود۔ یعنی اپنی مردہ روح۔ رفو۔ سلائی، اصلاح۔ ادبار۔ بدبختی، مبالغۃً بدبخت کے معنی میں بولا گیا ہے۔ کشت۔ کھیتی۔ کارد۔ کاشتن بمعنی بونا کا مضارع ہے۔ مارے شود۔ دوست کی صحبت ہلاکت کا سبب بن جائے گی۔ کیمیا۔ وہ فن ہے جس کے ذریعے چیزوں کی ماہیت بدلتے ہیں، تانبے کو سونا بنا دیتے ہیں۔
2. شقی۔ یعنی شقی سانپ کے زہر کی طرح کی کیمیا ہے جو زندہ کو مردہ کر دیتا ہے۔ متقی۔ یعنی متقی شخص بُروں کی ماہیت تبدیل کر کے ان کو بھلا بنا دیتا ہے۔ اعتمید۔ اعتماد کا امالہ ہے، بھروسہ۔ بید۔ بے ثمر درخت ہے۔ اندرز۔ نصیحت۔ بہیمہ۔ چوپایہ، یعنی سواری کا جانور۔ دورِ افق۔ اطراف عالم۔ قنق۔ ترکی لفظ ہے بمعنی مہمان۔ آخر۔ اصطبل۔ صدر۔ صدر مقام۔ صفہ۔ چبوترہ۔

پس مُراقب[1] گشت با یارانِ خویش
پھر اپنے دوستوں کے ساتھ مراقبہ کرنے لگا

دفترے باشد حضورِ یار بیش
یار کی صحبت بہت بڑا دفتر ہوتی ہے

دفترِ صوفی سواد و حرف نیست
صوفی کا دفتر، سیاہی اور حرف نہیں ہے

جز دلِ اسپید ہمچوں برف نیست
برف کی طرح سفید دل کے سوا کچھ نہیں ہے

زادِ دانشمند آثارِ قلم
عقلمند کا توشہ قلم کے نشانات ہیں

زادِ صوفی چیست انوارِ قدم
صوفی کا توشہ کیا ہے، اللہ (تعالیٰ) کے انوار

ہمچو صیادے سوئے اِشکار شد
اُس شکاری کی طرح جو شکار کے پیچھے لگا

گامِ آہو دید و بر آثار شد
ہرن کے قدم دیکھے اور نشانِ قدم پر چل پڑا

چند گاہش گامِ آہو در خورست
اُس کو کچھ دیر ہرن کے قدموں کی ضرورت ہے

بعد ازاں خود نافِ آہو رہبرست
اُس کے بعد خود ہرن کا نافہ اُس کا رہنما ہے

چونکہ شکر گام کردو رَہ بُرید
چونکہ اُس نے نشانِ قدم کی قدر کی اور راستہ طے کیا

لاجرم زاں گام در کامے رسید
لا محالہ اُس قدم سے مقصد تک پہنچ گیا

رفتن یک منزلے بربوئے ناف[2]
نافہ کی خوشبو پر ایک منزل چلنا

بہتر از صد منزلِ گام و طواف
چکر کی سو منزلوں سے بہتر ہے

آں دلے کو مَطلعِ مہتا بہاست
وہ دل جو بہت سے سورجوں کا مشرق ہے

بہر عارف فُتحت ابوابہاست
عارف کے لئے فتحت ابوابہا (کا مصداق) ہے

با تو دیوارست و با ایشاں دَرست
(وہ دل) تیرے لئے دیوار اور اُن کے لئے دروازہ ہے

باتو سنگ و با عزیزاں گوہرست
تیرے لئے پتھر اور پیاروں کے لئے موتی ہے

آنچہ تو در آئینہ بینی عیاں
تو جو کچھ آئینہ میں مشاہدہ کرتا ہے

پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
پیر لوہے کے ٹکڑے میں اُس سے پہلے دیکھ لیتا ہے

پیر ایشانند کایں عالم نبود
وہ اُس وقت سے پیر ہیں جب کہ یہ جہان نہ تھا

جانِ ایشاں بود در دریائے جود
اُن کی روحیں دریائے حق میں تھیں

[1] مراقب۔ مراقبہ کرنے والا یعنی ماسوا اللہ سے توجہ ہٹا کر خدا کی طرف متوجہ ہونے والا۔ حضورِ یار۔ معیت حق۔ بیش۔ اکثر و بیشتر۔ سواد۔ سیاہی۔ اسپید۔ سفید۔ زاد۔ توشہ۔ آثار قلم۔ یعنی نوشتۂ قلم۔ انوار قدم۔ انوار الٰہی۔ صیاد۔ شکاری۔ اشکار۔ شکار۔ گام۔ یعنی نشانِ قدم۔ چند گاہ۔ کچھ دیر۔ سالک ابتدا تجلیات افعال کا مشاہدہ کرتا ہے پھر فرطِ شوق میں مطلوب حقیقی کے منازل قرب طے کرنے لگتا ہے پھر منجانب اللہ جذب و کشش ہوتی ہے تو منازل کی دشواریاں کم ہونے لگتی ہیں اور تجلی صفاتی اور تجلی ذاتی ہو جاتی ہے، سلوک کا تعلق سالک کی ذاتی محنت اور کوشش سے ہے اور اس میں غلطی کا امکان ہے، جذب منجانب اللہ ہے لہٰذا اس میں شیطانی مداخلت ممکن نہیں ہے اسی وجہ سے مجرد سالک سے مجذوب سالک بدرجہا افضل ہے۔

[2] بوئے ناف۔ نافہ ہرن کی خوشبو یعنی منجانب اللہ جذب۔ بہتر۔ کسی بزرگ نے کہا ہے جَذْبَۃٌ مِّنْ جَذَبَاتِ الرَّحْمٰنِ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ اللہ کی جانب سے ایک کشش جن و انس کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ آں دلے۔ پہلے کہا تھا صوفی کے لئے اس کا دل دفتر ہے۔ اب کہتے ہیں کہ اس دل کے ذریعہ معارف کے دروازے کھلتے ہیں۔ فتحت ابوابہا۔ قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ جنتیوں کے لئے جنت کے دروازے پہلے سے کھول دیئے جائیں گے، شعر میں ضرورت کی وجہ سے فتحت کی پہلی تا کو مشدد اور ابوابہا کی دوسری ہا کو ساکن پڑھنا پڑے گا۔ باتو۔ عامی انسان دفتر دل سے کچھ نہیں پڑھ سکتا لہٰذا اس کے لئے بمنزلہ دیوار کے ہے۔ عزیزاں۔ گرامی قدر لوگ۔ خشت۔ مراد وہ لوہے کا ٹکڑا ہے جس کو صیقل کر کے آئینہ بنایا جاتا تھا۔ ایں عالم۔ عالم ناسوت، اولیاء کی روحیں عالم ارواح میں وہ سب کچھ حاصل کرتی ہے جو عوام کو عالم ناسوت میں آنے کے بعد حاصل ہوگا۔

پیش ازیں تن عمرہا بگذاشتند　　پیشتر از کشت[1] بر برداشتند
اس جسم سے پہلے اُنہوں نے عمریں گزاری ہیں　　اُنہوں نے کھیتی سے پہلے ہی پھل چنے ہیں

پیشتر از نقش جاں پذرفتہ اند　　پیشتر از بحر دُرہا سُفتہ اند
وہ جسم سے پہلے جان حاصل کرچکے ہیں　　دریا سے پہلے ہی وہ موتی پرو چکے ہیں

مشورت کردن خدائے تعالیٰ بافرشتگان در ایجادِ خلق

مخلوق کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے مشورہ کرنا

مشورت می رفت در ایجادِ خلق　　جانِ شاں در بحر قدرت تا بحلق
مخلوق کے پیدا کرنے میں مشورہ ہو رہا تھا　　اُن کی روح گلے گلے تک قدرت کے سمندر میں ڈوبی ہوئی تھی

چوں ملائک مانع آں می شدند　　برملائک خفیہ خنبک می زدند
جب فرشتے اُس کے لئے مانع بنے　　اُنہوں نے فرشتوں پر چپکے سے تالی پیٹی

مطلع برنفس ہرچہ ہست شد　　پیش ازاں کیں نقش گل پا بست شد
وہ ہر اُس چیز سے باخبر تھے جو وجود میں آئی　　اُس سے پہلے کہ یہ صورت مٹی کی پابند ہو

پیشتر[2] زافلاک کیواں دیدہ اند　　پیشتر از دانہا ناں دیدہ اند
اُنہوں نے آسمانوں سے پہلے زحل کو دیکھا ہے　　اُنہوں نے دانوں سے پہلے روٹی دیکھی ہے

بے دماغ و دل پُراز فکرت بدند　　بے سپاہ و جنگ برنصرت زدند
وہ دماغ اور دل کے بغیر غور و فکر سے پُر تھے　　اُنہوں نے بغیر لشکر اور جنگ کے (شیطان پر) فتح حاصل کرلی تھی

آں عیاں نسبت بایشاں فکرت ست　　ورنہ خود نسبت بدوراں رویت ست
وہ مشاہدہ اُن کے اعتبار سے (بمنزلہ) فکر کے ہے　　ورنہ دوروالوں کے اعتبار سے (جو وجود کے بعد مشاہدہ ہوگا) رویت ہے

فکرت[3] از ماضی و مستقبل بود　　چوں ازیں دوّرست مشکل حل شود
فکر (کا تعلق) ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے　　جبکہ اُنکا فکر اس (ماضی و مستقبل) سے متعلق نہیں، مسئلہ حل ہوگیا

دیدہ چوں بے کیف ہر با کیف را　　دیدہ پیش ازکاں صحیح و زیف را
چونکہ اُنہوں نے ہر باکیف کو بے کیف دیکھ لیا ہے　　اُنہوں نے کان (کے وجود) سے پہلے ہی کھرے کھوٹے کو دیکھ لیا ہے

---

1. کشت۔ عالم ناسوت کے اعمالِ صالحہ۔ بر۔ پھل یعنی اجر۔ نقش۔ یعنی جسم عنصری۔ بحر۔ یعنی عالم ناسوت۔ در۔ یعنی اعمالِ صالحہ کے نتائج۔ می رفت۔ می آمد۔ ایجاد۔ آفرینش۔ تا بحلق۔ یعنی غریق۔ مانع۔ فرشتوں نے ایجادِ انسان اور اس کی خلافت کے خلاف مشورہ دیا تھا۔ خنبک زدن۔ تالی بجانا چونکہ اولیاء کی ارواح کو مصالح کا علم تھا لہٰذا فرشتوں کی رائے پر ازراہِ بے تکلفی ہنسی اڑائی۔ نقش۔ جسم عنصری۔ کیواں۔ زحل ستارہ بلندی میں مشہور ہے۔
2. پیشتر۔ یعنی اعمال کے نتائج کا ان کو علم تھا۔ بے دماغ۔ ان کو ازل میں قوتِ علمیہ حاصل تھی۔ بے سپاہ۔ ان کو ازل میں نصرت حاصل تھی۔ آں عیاں۔ عالم ناسوت کی خلق سے قبل جو کچھ اس کی چیزوں کا مشاہدہ اولیاء کو ہوا وہ ان کے علوم میں بمنزلہ فکر کے ہے جس کے ذریعہ ادنیٰ درجہ کا علم حاصل ہوتا ہے، عوام کو یہی مشاہدہ اگر حاصل ہوگا تو بمنزلہ رویت کہلاتا ہے جس کے ذریعہ اعلیٰ درجہ کا علم حاصل ہوتا ہے، اس لئے کہ عوام کے علوم میں اس سے زیادہ کوئی علم نہیں ہے۔ دوراں۔ وہ لوگ جو تجلی حق سے دور ہیں۔
3. فکرت۔ فکر کا تعلق ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے۔ حل شود۔ چونکہ اولیاء کے سامنے سب حاضر ہے لہٰذا ان کا فکر، فکر نہیں ہے بلکہ مشاہدہ ہے۔ بے کیف۔ وہ حقائق جو مادی نہیں ہیں، ذات باری۔ زیف۔ کھوٹا۔

پیشتر[1] از خلقتِ انگورہا
انگوروں کی پیداوار سے پہلے ہی
خوردہ میہا و نمودہ شورہا
اُنہوں نے شرابیں پی لی ہیں اور مستیاں دکھائی ہیں

در تموزِ گرم می بینند دے
وہ ساون میں، ماگھ کو دیکھتے ہیں
در شعاعِ شمس می بینند فے
وہ سورج کی شعاع میں، سایہ دیکھتے ہیں

در دلِ انگورے را دیدہ اند
اُنہوں نے انگور کے دل میں شراب کو دیکھا ہے
درفنائے محض شئے را دیدہ اند
اُنہوں نے عدمِ محض میں وجود کو دیکھا ہے

رُوح از انگورے رادیدہ است
روح نے انگور کے اندر شراب کو دیکھا ہے
رُوح ازمعدوم شئے را دیدہ است
رُوح نے معدوم سے موجود کو دیکھا ہے

آسماں در دورِ ایشاں جُرعہ نوش
آسمان ان کے دَور (جام) میں شراب نوش ہے
آفتاب از جودِ شاں زربفت پوش
سورج ان کی سخاوت سے زربفت پوش ہے

چوں از ایشاں مجتمع بینی دو یار
جب تو اُن میں سے دو یاروں کو اکٹھا دیکھے
ہم یکے باشند و ہم شش صد ہزار
وہ ایک ہوں گے اور چھ لاکھ (بھی)

بر مثالِ موجہا[2] اعدادِ شاں
اُن کی شمار موجوں جیسی ہے
در عدد آوردہ باشد بادِ شاں
جن کو ہوا گنتی میں لے آئی ہے

مفترق شد آفتابِ جانہا
روحوں کا سورج جدا جدا ہوگیا ہے
در درونِ روزنِ ابدانہا
جسموں کے سوراخوں میں

چوں نظر در قرص داری خود یکیست
جب تو سورج کی ٹکیہ کو دیکھے تو وہ ایک ہے
آنکہ شد محجوب ابداں در شکیست
جو بدنوں کے حجاب میں ہے وہ شک میں ہے

تفرقہ در رُوحِ حیوانی بود
تعدد، حیوانی روح میں ہوتا ہے
نفس واحد روحِ انسانی بود
انسانی روح ایک جان ہوتی ہے

روحِ انسانی کنفسٍ وّاحدست
انسانی روح ایک نفس کی طرح ہے
روحِ حیوانی سفالِ جامدست
حیوانی روح جامد ٹھیکرا ہے

گفت حق رَشَّ عَلَیْهِمْ نُوْرَہٗ
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اُن پر اپنا نور چھڑک دیا ہے
مُفترق ہرگز نہ گردد نورِ اُو
اُس کا نور متعدد نہیں ہوسکتا ہے

عقلِ جزو از رمزِ ایں آگاہ نیست
ناقص عقل اس راز سے آشنا نہیں ہے
واقف ایں سرّ بجز اللہ نیست
اس راز سے اللہ کے علاوہ کوئی واقف نہیں ہے

---

1. پیشتر۔ ممکنات کے وجود سے پہلے ہی وہ ان کی کیفیات حاصل کر چکے تھے۔ تموز۔ ماگھ، ساون کے بعد آتا ہے۔ شعاع۔ سورج ڈھلے سایہ نمودار ہوتا ہے۔ جرعہ۔ گھونٹ۔ زربفت۔ ایک قسم کا ریشمیں سنہرا کپڑا۔ چوں از ایشاں۔ روحِ اعظم میں سب کا اشتراک ہے لہٰذا تمام اولیا حقیقت میں متحد اور ایک ہیں۔ ہم ششصد۔ ہزار، تشخص کے اعتبار سے ان میں دوئی ہے اور باطنی قوت کے اعتبار سے وہ دو قائم مقام چھ لاکھ کے ہیں۔
2. بر مثالِ موج۔ موجوں کا تعدد ہوا کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت میں سب سمندر ہیں۔ مفترق۔ سورج کا تعدد مختلف روزنوں کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت میں وہ ایک ہے۔ روحِ حیوانی۔ اس کا خاصہ درندگی اور شہوت ہے جو تفرقہ کا سبب ہے۔ روحِ انسانی۔ تعدد کے باوجود حقیقت میں متحد ہے۔ نورِ او۔ خدا کے نور میں تفرقہ ممکن نہیں ہے۔ عقل جزو۔ ناقص عقل، عام انسانی عقل۔ رمز۔ اشارہ، بھید کی بات۔

عقل را اندر چنیں سودا چہ کار
اس معاملے میں عقل کا کیا کام؟
کرؔ[1] مادر زاد را سرنا چہ کار
پیدائشی بہرے کو شہنائی سے کیا واسطہ؟

یک زماں بگذار اے ہمرہ ملال
اے ساتھی تھوڑی دیر کے لئے ملال کو چھوڑ دے
تا بگویم وصف خالے زاں جمال
تا کہ میں تجھ سے اُس حسن کے ایک تل کی تعریف کروں

در بیاں ناید جمالِ حالِ اُو
اُس کی خوبی کا حسن بیان نہیں کیا جا سکتا
ہر دو عالم چیست عکسِ خالِ اُو
دونوں جہان کیا ہیں؟ اُس کے تل کا عکس

چونکہ من از خالِ خویش دم زنم
جب میں اُس کے حسین تل کا بیان کرتا ہوں
نطق می خواہد کہ بشگافد تنم
گویائی چاہتی ہے کہ میرے جسم کو پھاڑ ڈالے

چون کنم لب را کشادن نیست راہ
میں کیا کروں لب کشائی کا موقع نہیں ہے
فکر تے کُن تا نماید راہ اِلٰہ
تدبیر کر، تاکہ خدا رہنمائی کر دے

ہمچو مورے اندریں خرمن خوشم
اس ڈھیر میں چیونٹی کی طرح خوش ہوں
تا فزوں از خویش بارے میکشم
اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھا رہا ہوں

بستہ شدنِ تقریرِ معنی حکایت بسبب میل مستمع باستماع صورت ظاہر حکایت وغیر آں

حکایت کے معنی کی تقریر کا بند ہو جانا چونکہ سننے والے کا رجحان حکایت کے ظاہر کی طرف ہے وغیرہ

کے گذارد آنکہ رشکِ روشنی ست
(اسرار کی) وضاحت پر رشک (کرنے والی ذات) کب موقع دیتی ہے؟
تا بگویم آنچہ فرض و گفتنی ست
کہ میں فرض اور کہنے کی بات کہوں

بحرؔ[2] کف پیش آرد وسدّے کُند
سمندر سامنے جھاگ لے آتا ہے اور بندش کر دیتا ہے
جرّ کُند و زبعد جرمدّے کند
کھینچ کرتا ہے اور کھینچ کے بعد ڈھیل دے دیتا ہے

ایں زماں بشنو چہ مانع شد، مگر
اب سن کہ مانع کیا پیش آیا، شاید
مستمع را رفت دل جائے دگر
سننے والے کا دل دوسری جگہ پہنچ گیا

خاطرش شد سوئے صوفی قنق
اُس کا دل مہمان صوفی کی طرف چلا گیا
اندراں سودا فرو شد تا عُنُق
اس معاملہ میں وہ گردن تک ڈوب گیا

لازم آمد باز رفتن زیں مقال
اس گفتگو سے پلٹنا ضروری ہوگیا
سوئے آں افسانہ بہر وصف حال
اُس افسانہ کی طرف، حال بیان کرنے کے لئے

صوفی صورت مپندار اے عزیز
اے عزیز! ظاہری صوفی نہ سمجھنا
ہمچو طفلاں تا کے از جوز و مُویز
بچوں کی طرح اخروٹ اور منقیٰ سے کب تک دلچسپی؟

جسم ما جوز و مویز ست اے پسر
اے بیٹا! ہمارا جسم اخروٹ اور منقیٰ ہے
گر تو مردی زیں دو چیز اندر گذر
اگر تو مرد ہے تو ان دونوں چیزوں سے گزر جا

---

[1] کر۔ بہرا۔ مادرزاد۔ پیدائشی۔ سرنا۔ شہنائی۔ خال۔ تل، مراد روحِ اعظم ہے۔ بشگافد تنم۔ جوش کے اظہار کے لئے صرف زبان کافی نہیں ہوتی، بدن پھٹ پڑنا چاہتا ہے۔ مور۔ چیونٹی۔ خرمن۔ انبار۔ فزوں۔ زیادہ۔ بار۔ بوجھ۔ رشک روشنی۔ اللہ تعالیٰ جو اسرار کے افشاء سے روکتا ہے۔

[2] بحر۔ سمندر۔ کف۔ جھاگ۔ سد۔ روک۔ جر۔ کھینچنا۔ مد۔ پھیلانا۔ مستمع۔ سننے والا۔ خاطر۔ طبیعت، دل۔ قنق۔ ترکی لفظ ہے، مہمان۔ عنق۔ گردن۔ مقال۔ بات چیت۔ صوفی صورت۔ ظاہری صوفی۔ جوز۔ اخروٹ۔ مویز۔ منقیٰ۔ جسم۔ مادی جسم کی مشغولیت طفلانہ حرکت ہے۔

ور توؔ[1] اندر نگذری اکرامِ حق — بگذراند مر ترا از نہ طبق

اگر تو (خود) نہ گذر سکے گا تو اللہ (تعالیٰ) کا کرم — تجھے نو آسمانوں سے گزار دے گا

بشنو اکنوں صورتِ افسانہ را — لیک ہیں از کہ جدا کن دانہ را

اب افسانہ کی صورت سن لے — لیکن خبردار! بھس سے غلہ کو جدا کرلینا

التزام کردنِ خادم تعہد بہیمہ را و تخلّف نمودن

خادم کو چوپائے کی نگرانی اپنے ذمہ لینا اور وعدہ خلافی کرنا

حلقۂ آں صوفیانِ مستفید — چونکہ در وجد و طرب آخر رسید

استفادہ کرنے والے صوفیوں کا حلقہ — جب وجد اور طرب میں ختم ہوا

خواں بیاوردند بہرِ میہماں — از بہیمہ یاد آورد آں زماں

وہ مہمان کے لئے خوان لائے — تب اُس نے چوپائے کو یاد کیا

گفت خادم را کہ در آخر برو — راست کن بہرِ بہیمہ کاہ و جَو

خادم سے کہا اصطبل میں جا — چوپائے کے لئے گھاس اور جو تیار کر

گفت لا حول ایں چہ افزوں گفتن ست — از قدیم ایں کارہا کارِ من ست

اُس نے کہا لا حول یہ کیا زیادہ کہنے کی بات ہے — یہ کام تو میرے ہمیشہ کے کام ہیں

گفت ترکن آں جَوش را از نخست — کاں خرکؔ[2] پیرست و دندانہاش سست

اُس نے کہا اُس کے جَو کو پہلے بھگو لینا — کیونکہ گدھا بوڑھا ہے اور اُس کے دانت کمزور ہیں

گفت لا حول ایں چہ می گوئی مہا — از من آموزند ایں ترتیب ہا

اُس نے کہا لاحول یہ جناب کیا فرماتے ہیں؟ — یہ باتیں لوگ مجھ سے سیکھتے ہیں

گفت پالانش فرونہ پیش پیش — داروئے منبل بنہ بر پُشتِ ریش

اُس نے کہا اُس کا فوراً پالان اُتار دے — زخمی کمر پر منبل دوا مل دینا

گفت لا حول آخر ایں حکمت گذار — جنسِ تو مہمانم آمد صد ہزار

اُس نے کہا لاحول اِس حکمت کو رہنے دے — تجھ جیسے ہزاروں مہمان میرے یہاں آئے ہیں

جملہ راضی رفتہ انداز پیشِ ما — ہست مہمان جانِ ما و خویشِ ما

ہمارے پاس سے سب خوش گئے ہیں — مہمان تو ہمارا اپنا اور جان ہے

گفت آبش دِہ و لیکن شیر گرم — گفت لا حول از توام بگرفت شرم

اُس نے کہا اُس کو پانی پلا دے لیکن نیم گرم — اُس نے کہا لا حول میں تو تجھ سے شرمندہ ہو رہا ہوں

---

1. ورتو۔ اگر انسان ذاتی کوشش سے روح کے منازل طے نہیں کر پاتا ہے تو خدا کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے۔ نُہ طبق۔ نو آسمان، یعنی ملاءِ اعلیٰ۔ دانہ رک یعنی قصہ کی روح کو سمجھ لے۔ مستفید۔ فائدہ حاصل کرنے والا۔ وجد۔ کیفیت وجدیہ جو صوفیوں پر طاری ہوتی ہے۔ خوان۔ کھانے کی سینی۔ بہیمہ۔ چوپایہ۔ یعنی صوفی کا گدھا۔ آخر۔ اصطبل، چراگاہ۔ کاہ۔ گھاس۔ افزوں گفتن۔ زیادہ کہنا۔ نخست۔ ابتداء۔
2. خرک۔ معمولی گدھا۔ مہا۔ بزرگ، بڑا۔ پالان۔ گدھے کا چار جامہ۔ منبل۔ ایک دوا کا نام ہے جو زخموں پر لگائی جاتی ہے۔ ریش۔ زخم، زخمی۔ صد ہزار۔ لاکھ۔ راضی۔ چونکہ میں نے اچھی خدمات انجام دی ہیں۔ شیر گرم۔ نیم گرم۔ شرم۔ آپ کی غیر ضروری باتوں سے شرمندہ ہو رہا ہوں۔

گفت اندر جو تو کمتر کاہ کن — گفت لا حول ایں سخن کوتاہ کن
اُس نے کہا جو میں گھاس کم ملانا — اُس نے کہا لا حول، بات مختصر کر

گفت جایش را بروب از سنگ و پشک[1] — ور بود تر ریز بروے خاک خشک
اُس نے کہا اُس کا تھان کنکر اور لید سے صاف کر دینا — اگر گیلا ہو خشک مٹی ڈال دینا

گفت لا حول اے پدر لا حول کن — با رسولِ اہل کمتر کن سخن
اُس نے کہا لاحول، اے بادا! لاحول پڑھ — لائق قاصد سے بات کم کر

گفت بستاں شانہ پشت خر بخار — گفت لا حول اے پدر شرمے بدار
اُس نے کہا کھریرا لے، گدھے کی کمر پر پھیر دے — اُس نے کہا لا حول اے بادا! شرم کر

گفت دُم افسار را کوتہ بہ بند — تا زِ غلطیدن نیفتد اُو بہ بند
اُس نے کہا پچھاڑی چھوٹی کر کے باندھ — تا کہ لوٹنے میں اُس میں نہ پھنس جائے

گفت لا حول اے پدر چندیں منال — بہر خر چندیں مرو اندر جوال
اُس نے کہا لا حول، اے بادا! اس قدر نہ رو — گدھے کے لئے اِس قدر پریشان نہ ہو

گفت بر پشتش فگن جل زود تر — زانکہ شب سرماست اے کانِ ہنر
اُس نے کہا کہ اُس کی کمر پر جلد جھول ڈال دے — اے ہنر مندا! چونکہ سردی کی رات ہے

گفت لا حول اے پدر چندیں مگو — استخواں[2] در شیر چوں نبود مجو
اُس نے کہا لا حول، اے بادا! اس قدر باتیں نہ کر — دودھ میں ہڈی نہیں ہوتی ہے، تلاش نہ کر

من زِ تو اُستاترم درفنِ خود — میہماں آید مرا از نیک و بد
میں اپنے فن میں تجھ سے زیادہ اُستاد ہوں — میرے پاس اچھے اور برے مہمان آتے رہتے ہیں

لائق ہر میہماں خدمت کنم — من زخدمت چوں گل وچوں سوسنم
میں مہمان کے مناسب خدمت کرتا ہوں — میں خدمت ہی کی وجہ سے پھول اور سوسن کی طرح ہوں

خادم ایں گفت و میاں رابست چست — گفت رفتم کاہ وجو آرم نخست
خادم نے یہ کہا اور کس کر کمر باندھی — بولا، جاتا ہوں پہلے گھاس اور جو لاؤں

رفت وز آخر نکرد اُو ہیچ یاد — خوابِ خرگوشے بداں صوفی فتاد
وہ چلا گیا اور اصطبل کی کوئی بات یاد نہ رکھی — اُس صوفی کو غفلت کی نیند آ گئی

رفت خادم جانب اوباش چند — کرد بر اندرزِ صوفی رِیشخند
خادم چند آواروں کے پاس پہنچا — صوفی کی نصیحت کی مذاق اُڑائی

---

1. پشک۔ مینگنی، لید۔ رسولِ اہل۔ سمجھدار قاصد۔ شانہ۔ یعنی کھریرا۔ دم افسار۔ پچھاڑی۔ غلطیدن۔ لوٹنا۔ منال۔ نہ رو۔ جوال۔ صاحب غیاث نے بمعنی بورا جس میں غلہ یا گھاس بھر کر گھوڑے گدھے پر لادا جاتا ہے نیز بمعنی جسم لکھا ہے، بعض شارحین نے در جوال فتن کے معنی دھوکا کھانا اور پریشان ہونا لکھا ہے ہم نے اسی اعتبار سے ترجمہ کر دیا ہے۔ جل۔ جھول۔
2. استخوان۔ دودھ میں ہڈی ڈھونڈنا فضول کام ہے۔ استا۔ استاد۔ سوسن۔ آسمانی رنگ کا ایک خوشبودار پھول ہے۔ خوابِ خرگوش۔ کچھوے اور خرگوش کی دوڑ کی بازی کے مشہور قصہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی خوابِ غفلت۔ اوباش۔ فارسی میں مفرد سمجھا جاتا ہے، کمینہ، آوارہ۔ ریشخند۔ مذاق، دل لگی۔

صوفی از رہ ماندہ بود و شد دراز[1]
صوفی راستے کا تھکا ہوا تھا، لیٹ گیا
کاں خرش درچنگ گرگے ماندہ بود
کہ وہ گدھا ایک بھیڑیے کے پنجے میں ہے
گفت لا حول ایں چہ مالیخولیاست
بولا، لا حول، یہ کیا دیوانگی ہے
بازمیدید آں خرش در راہرو
پھر اُس نے دیکھا کہ اُس کا وہ گدھا راستہ چلتے میں
گونا گوں می دید ناخوش واقعہ
قسم قسم کے ناخوشگوار واقعات دیکھتا تھا
گفت چارہ چیست یاراں خستہ اند
اُس نے کہا تدبیر کیا ہو دوست تھکے ہوئے ہیں
بازمی گفت[2] اے عجب آں خادمک
پھر کہتا ہائے تعجب، وہ نالائق نوکر
من نکردم باوے اِلّا لطف و لیں
میں نے تو اس کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی برتی
مر عداوت را سبب باید سند
دشمنی کی بناء کے لئے کوئی سبب ہونا چاہئے
بازمی گفت آدمؑ بالطف وُجود
پھر کہتا مہربانی اور کرم کرنے والے آدمؑ نے
آدمی مرمارو کژدم راچہ کرد
آدمی نے سانپ اور بچھو کے ساتھ کیا کیا ہے؟
گرگ را خود خاصیت بدریدنست
بھیڑیے کی اپنی خاصیت پھاڑ ڈالنا ہے
باز میگفت ایں گمانِ بدخطاست
پھر کہتا یہ بدگمانی بری ہے

خوابہا می دید با چشم فراز
بند آنکھوں سے خوابیں دیکھ رہا تھا
پارہا از پشت و رانش می ربود
وہ اُس کی کمر اور ران کے ٹکڑے اُڑا رہا ہے
اے عجب آں خادمِ مشفق کجاست
ہائے تعجب! وہ مہربان نوکر کہاں ہے؟
گہ بچاہے می فتادو گہ بہ گو
کبھی کنویں میں گرتا تھا، کبھی گڑھے میں
فاتحہ می خواند با القارعہ
سورۂ الحمد مع سورۂ القارعہ کے پڑھتا تھا
رفتہ اندو جملہا دربستہ اند
سب چلے گئے ہیں اور دروازہ بند کر لیا ہے؟
نے کہ باما گشت ہم نان و نمک
کیا ہمارا ہم پیالہ وہم نوالہ نہیں بنا ہے
او چرا با من کند برعکس کیں
وہ کیوں برعکس کینہ کرتا ہے؟
ورنہ جنسیت وفا تلقیں کند
ورنہ ہم جنس ہونا وفاداری سکھاتا ہے
کے براں ابلیس جورے کردہ بود
کب اُس شیطان پر ظلم کیا تھا؟
کو ہمیخواہند او را مرگ و درد
کہ وہ اُس کی تکلیف اور موت کے خواہاں ہیں
ایں حسد در خلق آخر روشن ست
مخلوق میں یہ حسد کرنا کھلا ہوا ہے
بر برادر ایں چنیں ظنم چراست
بھائی کے بارے میں یہ میرا گمان کیوں ہے؟

---

1. شد دراز۔ لمبے پیر کر کے سو گیا۔ بعض نسخوں میں شب دراز بود ہے یعنی شب دراز ہے۔ مالیخولیا۔ جنون کی ایک قسم ہے۔ خر۔ گدھا۔ گونا گوں۔ قسم قسم۔ فاتحہ۔ سورہ الحمد۔ القارعہ۔ یہ دونوں سورتیں مصیبت کے دفع کرنے کے لئے پڑھی جاتی ہیں۔ خستہ۔ تھکا ماندہ۔ خادمک۔ کاف تحقیر کا ہے۔ لطف۔ مہربانی۔ لین۔ نرمی۔ کین۔ کینہ وری۔ سند۔ ٹیک، بنیاد۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا۔ تلقین۔ پڑھانا، سکھانا۔
2. بازمی گفت۔ پہلے سوچا کہ بدی کرنے کا کوئی سبب ہوتا ہے، پھر خیال آیا کہ برائی کرنے والے بلاوجہ بھی برائی کرتے ہیں۔ جور۔ ظلم۔ کژدم۔ بچھو۔ شعر۔ نیش عقرب نہ از پئے کیں است۔ مقتضائے طبیعتش ایں است۔ حسد۔ اپنے ذاتی حسد کی وجہ سے انسان دوسرے کے ساتھ بلاوجہ برائی کرتا ہے۔ برادر۔ یعنی خادم۔

باز گفتے حزم سوءُ الظن[1] تست
ہر کہ بدظن نیست کے ماند درست
پھر کہتا بدگمانی تیری پختہ کاری ہے
جو بدظن نہیں ہے وہ کب بچتا ہے؟

صوفی اندر وسوسہ وآں خر چناں
کہ چناں بادا جزائے دشمناں
صوفی وسوسوں میں اور وہ گدھا اس حال میں
کہ دشمنوں کی یہ سزا ہے

آں خر مسکیں میانِ خاک و سنگ
کژ شدہ پالاں دریدہ پالہنگ
وہ بیچارہ گدھا پتھر اور مٹی میں
پالان ٹیڑھا اور باگ ڈور شکستہ

خستہ از رہ جملہ شب بے علف
گاہ درجاں کندن و گہ در تلف
راستہ کا تھکا ماندہ، تمام رات بغیر گھاس کے
کبھی جاں کنی میں، اور کبھی ہلاکت میں

خر ہمہ شب ذکر می کرد اے اِلٰہ
جو رہا کردم کم از یکمشت کاہ
گدھا تمام رات کہتا تھا، اے خدا!
میں نے جو چھوڑے، ایک مٹھی گھاس (ہی مل جائے)

با زبانِ حال می گفت اے شیوخ
رحمتے کن سوختم زیں خام شوخ
زبان حال سے کہتا تھا، اے بزرگو!
رحم کرو اِس ناتجربہ کار، بے شرم کے ہاتھوں جل گیا

آنچہ آں خر دید از رنج و عذاب
مُرغِ خاکی بیند اندر سیل[2] آب
جو رنج اور عذاب اُس گدھے نے دیکھا
خشکی کا پرند پانی کے بہاؤ میں دیکھتا ہے

بس بہ پہلو گشت آں شب تا سحر
آں خر بیچارہ از جوع البقر
رات سے صبح تک بہت پہلو بدلتا رہا
وہ بیچارہ گدھا، بھوک کی شدت سے

نالہ می کرد از فراقِ کاہ و جو
مستمند از اشتیاقِ کاہ و جو
گھاس اور جو کی جدائی میں روتا تھا
گھاس اور جو کے شوق میں غمزدہ تھا

ہمچنیں در محنت و در درد و سوز
نالہا می کرد آں شب تا بروز
درد و سوزش اور تکلیف میں اسی طرح
اُس رات (میں) دن تک روتا رہا

روز شد خادم بیامد با مداد
زود پالاں چست بر پشتش نہاد
دن ہوا، خادم صبح کو آیا
بہت جلد اُس کی کمر پر پالان کس دیا

خر فروشانہ دوسہ زخمش بزد
کرد با خر آنچہ زاں سگ می سزد
گدھے بیچنے والوں کی طرح دو تین چوٹیں لگائیں
گدھے سے وہ کیا جو کتے کے لائق ہوتا ہے

خر جہندہ گشت از تیزیِ نیش
کو زباں تا خر بگوید حالِ خویش
چوٹ کی تیزی سے گدھا کودنے لگا
زبان کہاں تھی کہ گدھا اپنی حالت بتاتا؟

---

[1] سوء الظن۔ بدگمانی۔ حزم۔ پختہ کاری، احتیاط۔ کہ چناں۔ گدھا ایسی مصیبت میں مبتلا تھا کہ دشمن کو نصیب ہو۔ پالہنگ۔ باگ ڈور۔ علف۔ گھاس، چارہ۔ جاں کندن۔ نزع، جان نکلنا۔ تلف۔ ہلاکت۔ ذکر۔ یعنی گدھا دعا کرتا تھا کہ جو نہ سہی ایک مٹھی گھاس ہی مل جائے۔ خام۔ یعنی ناتجربہ کار مالک جس نے خادم پر بھروسہ کرلیا تھا۔ شوخ۔ شریر۔ مرغ خاکی۔ خشکی کا پرندہ۔

[2] سیل۔ بہاؤ۔ جوع البقر۔ بیل کی سی بھوک، ایک مرض ہے جب انسان اس میں مبتلا ہو جاتا ہے تو ہر وقت کھاتا ہے، کسی وقت بھوک بند نہیں ہوتی۔ مستمند۔ رنجیدہ۔ بامداد۔ صبح۔ زخم۔ چوٹ۔ بزد۔ تاکہ وہ تیز چلنے لگے۔ انچہ۔ یعنی مارنا، ڈانٹنا۔ جہندہ۔ کودنے والا۔ نیش۔ یعنی ڈنڈے کی چوٹ۔

گمان بردنِ کاروانیاں کہ بہیمہ[1] صوفی رنجورست

قافلہ والوں کا گمان کرنا کہ صوفی کا گدھا بیمار ہے

چونکہ صوفی برنشست و شد رواں
جب صوفی بیٹھا، اور روانہ ہوا

خر بروُ اُفتادن آمد در زماں
اُس وقت گدھا منہ کے بل گرنے لگا

ہر زمانش خلق می برداشتند
ہر موقع پر لوگ اُس کو اُٹھا دیتے

جملہ رنجورش ہمی پنداشتند
سب ہی نے اُس کو بیمار سمجھا

آن یکے گوشش ہمی پیچید سخت
کوئی اُس کا کان، سخت مڑوڑتا

واں دگر در زیرِ گامش جست لخت
کوئی دوسرا اُس کے قدم کے نیچے کنکر تلاش کرتا

واں دگر در نعلِ اومی جست سنگ
کوئی اُس کے کُھر میں پتھر ڈھونڈتا

واں دگر در چشم اُو می دید رنگ
کوئی اُس کی آنکھ کی رنگت دیکھتا

بازمی گفتند اے شیخ ایں زچیست
پھر کہتے اے شیخ! اس کو کیا ہوا ہے؟

دی ہمی گفتی کہ شکرایں خرقویست
کل تو کہتا تھا کہ (خدا کا) شکر ہے یہ گدھا مضبوط ہے

گفت آں خرکو بشب لا حول خورد
اُس نے کہا وہ گدھا جس نے رات کو لاحول کھائی ہو

جز بدیں شیوہ نداند راہ برد
اس طریقہ کے علاوہ راستہ طے نہیں کرسکتا ہے

چونکہ قوتِ خر بشب لاحول بود
چونکہ رات کو گدھے کی خوراک لاحول تھی

شب مسبح بود و روز اندر سجود[2]
رات کو تسبیح خواں تھا اور دن میں سجدہ میں ہے

چوں ندارد کس غم تو ممتحن
اے مبتلا! جب کسی کو تیری فکر نہ ہو

خویش کارِ خویش باید ساختن
اپنا کام خود کر لینا چاہئے

آدمی خوارند اغلب مردماں
اکثر لوگ مردم خور ہیں

از سلام علیک شاں کم جواماں
اُن کی سلام علیک سے مطمئن نہ ہو

خانۂ دیوست دلہائے ہمہ
سب کے دل شیطان کا مسکن ہیں

کم پذیر از دیوِ مردم دمدمہ
انسانی شیطان سے فریب نہ کھا

ازدم دیو آنکہ اُو لاحول خورد
جو شیطان کے افسوں سے دھوکا کھا گیا

ہمچوآں خر در سر آید در نبرد
معرکہ میں وہ گدھے کی طرح سر کے بل گرے گا

ہر کہ در دنیا خور و تلبیس دیو
جو دنیا میں شیطان کا دھوکا کھاتا ہے

وز عدوے دوست رو تعظیم و ریو
اور دوست نما دشمن سے تعظیم (پر پھولتا) اور فریب کھاتا ہے

---

1. بہیمہ۔ یعنی گدھا۔ رنجور۔ بیمار۔ بروافتادن۔ منہ کے بل گرنا۔ خلق۔ لوگ۔ پنداشتند۔ اس کے گرنے سے اس کو بیمار سمجھنے لگے۔ گام۔ قدم۔ لخت۔ یعنی کوئی سخت ٹکڑا۔ درچشم او۔ جانور کی آنکھوں کے رنگ سے بیماری کی شناخت کی جاتی ہے۔ زچیست۔ گرنے کا کیا سبب ہے۔ دی۔ کل گذشتہ۔ کو۔ کہ او۔ لاحول خورد۔ یعنی اس گدھے نے چارے کے بجائے خادم کی لاحول کھائی ہے۔ شیوہ۔ طریقہ۔ راہ بردن۔ چلنا۔ مسبح۔ تسبیح پڑھنے والا۔
2. سجود۔ منہ کے بل گرنے کو سجدہ سے تعبیر کیا ہے۔ ممتحن۔ مبتلائے آزمائش۔ آدمی خوار۔ مردم خور۔ اغلب۔ اکثر۔ کم۔ نفی کے معنی میں ہے۔ دیو۔ شیطان۔ دیومردم۔ شیطان سیرت انسان۔ دمدمہ۔ فریب۔ لاحول خوردن۔ دھوکے میں آجانا۔ درسرآمدن۔ سر کے بل گرنا۔ تلبیس۔ فریب۔ ریو۔ مکر۔

در رہ اسلام بر پول[1] صراط — در سَر آید ہمچوآں خَر از خباط
اسلامی طریقہ کے مطابق پل صراط پر — حماقت کی وجہ سے اس گدھے کی طرح سر کے بل گرے گا

عشوہائے یارِ بد منیوش ہیں — دام بیں ایمن مرو تو بر زمیں
خبردار! شریر دوست کے نخرے نہ سہہ — جال کو دیکھ، زمین پر بے پروا ہوکر نہ چل

صد ہزار ابلیس لا حول آربیں — آدما ابلیس را در مار بیں
لاحول پڑھنے والے لاکھوں شیطانوں کو مدنظر رکھ — اے آدمؑ! شیطان کو سانپ میں دیکھ

دم دہد گوید ترا اے جانِ دوست — تاچو قصابے کشداز گوشت پوست
دھوکا دے گا، تجھے اے جانِ دوست کہے گا — تاکہ قصاب کی طرح گوشت سے کھال کھینچ دے

دم دہد تا پوستت بیروں کشد — وائے آں کز دشمناں افیوں چشد
وہ فریب دے گا تاکہ تیری کھال کھینچ لے — اُس پر افسوس ہے جو دشمنوں سے افیون کھائے

سر نہد برپائے تو قصاب دار — دم دہد تا ریزدت خوں زار زار
قصائی کی طرح تیرے پیر پر سر رکھتا ہے — فریب دیتا ہے تاکہ خوب ذلت سے تیرا خون بہا دے

ہمچو شیراں صید خود را خویش کن — ترکِ عشوہ[2] اجنبی و خویش کن
شیر کی طرح اپنے لئے خود شکار کر — اپنے اور غیر کے مکر سے بچ

ہمچو خادم داں مراعاتِ خساں — بے کسی بہتر زعشوہ ناکساں
کمینوں کی رو رعایت خادم جیسی سمجھ — نالائقوں کی ناز برداری کرنے سے بے کسی بہتر ہے

در زمین مُردماں خانہ مکن — کارِ خود کُن کارِ بیگانہ مکن
دوسروں کی زمین میں گھر نہ بنا — اپنے کام میں لگ جا بیگانے کے کام کو چھوڑ

کیست بیگانہ تنِ خاکی تو — کز برائے اوست غمناکی تو
بیگانہ کون ہے؟ تیرا خاکی جسم ہے — جس کے لئے تو فکر مند ہے

تاتوتن را چرب و شیریں می دہی — جوہرِ جاں را نہ بینی فربہی
جبتک تو جسم کو تر اور میٹھے (کھانے) دیتا ہے — روح کے جوہر میں تو مٹاپا نہ پائے گا

گر میانِ مُشک تن را جا شود — روزِ مُردن گند اُو پیدا شود
اگر جسم کی جگہ مشک میں (بھی) ہوگی — موت کے دن اُس میں بدبو پیدا ہو جائے گی

1. پول۔ پل۔ خباط۔ دیوانگی، بے وقوفی۔ عشوہ۔ ناز وانداز، فریب۔ منیوش۔ نہ سن۔ دام۔ جال۔ ایمن۔ مطمئن۔ لاحول آر۔ یعنی لاحول پڑھنے والے۔ آدما۔ اے آدم۔ ابلیس در مار۔ مشہور ہے کہ جنت میں حضرت آدمؑ کو دھوکا دینے کے لئے شیطان سانپ کے پیٹ میں چھپ کر گیا تھا۔ جانِ دوست۔ دھوکا دینے کے لئے جانِ من کہتا ہے اور محبت کا اظہار کرتا ہے۔ دم دہد۔ دھوکا دیتا ہے۔ افیوں چشیدن۔ کسی کی باتوں سے دھوکا کھا جانا۔ زار زار۔ بری طرح۔

2. عشوہ۔ ناز وانداز۔ خادم۔ یعنی خانقاہ والا خادم۔ مُراعات۔ رعایتیں۔ خساں۔ کمینے لوگ۔ ناکس۔ نالائق۔ کارِ خود۔ "تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔" کیست۔ لوگ بیگانہ صرف غیر آدمی کو سمجھتے ہیں لیکن جسم خاکی بھی بیگانہ ہے جو ساتھ نہ دے گا۔ تاتوتن۔ تن پروری بھی بیگانے کے کام میں لگنا ہے۔ جوہرجاں۔ تن پروری سے روح کمزور ہوتی ہے۔ گرمیان۔ گل سڑ جانے والی چیز کی نگہداشت زیادہ مناسب نہیں ہے۔

مشک[1] را بر تن مزن بر دل بمال
مشک کو جسم پر نہ مل، دل پر مل

مشک چہ بود نام پاکِ ذوالجلال
مشک کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہے

آں منافق مشک برتن می نہد
منافق جسم پر مشک ملتا ہے

روح را در قعرِ گلخن می نہد
روح کو بھٹی میں جھونکتا ہے

برزباں نام حق و درجانِ او
بزبان پر اللہ (تعالیٰ) کا نام اور اُس کی روح میں

گندہا از کفر بے ایمانِ او
بے ایمان کفر کی گندگیاں ہیں

ذکر با او ہمچو سبزہ گلخن ست
اُس کا ذکر (و فکر) کوڑی کے سبزہ کی طرح

بر سرِ مبرز گلست و سوسن ست
پاخانہ پر پھول اور سوسن ہے

آں نبات آنجا یقین عاریت ست
وہ سبزہ اُس جگہ پر یقینا عارضی ہے

جائے آں گل مجلس ست و عشرت ست
اُس پھول کی جگہ مجلس اور (مقام) عشرت ہے

طیبات آمد برائے طیبین
اچھی چیزیں اچھوں کے لئے ہیں

لِلْخَبِیْثَاتِ اَلْخَبِیْثِیْن ست ہیں
ہاں، برائیاں بُروں کے لئے ہیں

کیں مدار آنہا کہ از کیں گمرہند
کینہ وری نہ کر، وہ لوگ جو کینہ کی وجہ سے گمراہ ہیں

گورشاں پہلوئے کیں داراں نہند
اُن کی قبر کینہ وروں کے پہلو ہیں بنائیں گے

اصل کینہ دوزخست[2] و کین تو
کینہ کی اصل دوزخ ہے اور تیرا کینہ

جزوآں کلست و خصم دینِ تو
اُس کل کا جز ہے اور تیرے دین کا دشمن ہے

چوں تو جزوِ دوزخی پس ہوش دار
چونکہ تو دوزخ کا جز ہے، لہٰذا سمجھ لے

جزو سوئے کل خود گیر و قرار
جز اپنے کل کی جانب ہی قرار پکڑتا ہے

در تو جزوِ جنتی اے نامدار
اے نامور! اگر تو جنت کا جز ہے

عیش تو باشد زجنت پائدار
تیری زندگی جنت کی وجہ سے پائیدار ہوگی

تلخ با تلخاں یقیں ملحق شود
یقینا کڑوا، کڑووں کے ساتھ مل جاتا ہے

کے دمِ باطل قرین حق شود
باطل بات، حق (بات) کے ساتھ کب مل سکتی ہے؟

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ
اے بھائی! تو فقط غور (و فکر) ہے

ما بقی تو استخوان وریشۂ
باقی تو ہڈیاں اور رگیں ہیں

گر گل ست اندیشہ تو گلشنی
اگر تیرا فکر پھول ہے تو تو گلزار ہے

ور بود خارے تو ہیمہ گلخنی
اور اگر کانٹا ہے تو تو بھٹی کا ایندھن ہے

---

1. مشک۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روح معطر ہوتی ہے۔ قعر۔ گہرائی۔ گلخن۔ بھٹی، دوزخ۔ برزباں۔ منافق بظاہر خدا کا نام لیتا ہے۔ جان۔ اس کے دل میں گندگی ہے۔ ذکر۔ ذکر خداوندی کا مقام منافق نہیں ہے۔ گلخن۔ یعنی کوڑی۔ مبرز۔ بیت الخلاء۔ سوسن۔ مشہور خوشبودار پھول ہے۔ نبات۔ اگنے والی چیز۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز۔ عشرت۔ عیش و راحت۔ کیں مدار۔ کینہ وری نہ کر، یہ پاکیزہ بننے کی ترکیب ہے۔
2. دوزخ۔ شمر۔ کینہ، دل کا ایک بڑا آزار ہے۔ کینہ کیا ہے ایک عذاب النار ہے۔ خصم۔ دشمن، حدیث شریف میں ہے کینہ ور جنت میں نہ جائے گا۔ جزو دوزخی۔ جبکہ کینہ کی اصل دوزخ ہے تو کینہ ور دوزخ کا جزو ہے۔ اے برادر۔ جنتی اور دوزخی ہونے کا مدار خیالات اور اعتقادات پر ہے اور یہی انسان کی خصوصیت ہے ورنہ گوشت و پوست تو دیگر حیوانات میں بھی ہے۔ گل۔ اعمال صالحہ۔ خار۔ یعنی برے اعمال۔

گر گلابی¹ برسر و جیبت زنند
اگر تو گلاب ہے تو سر اور گریبان پر ملیں گے
ورتو چوں بولی برونت افگنند
اگر تو پیشاب ہے تو تجھے باہر پھینک دیں گے

طبلہا در پیش عطاراں بہ بیں
عطار کے سامنے ڈبیوں کو دیکھ
جنس رابا جنس خود کردہ قریں
جنس کو جنس کے ساتھ ملا رکھا ہے

جنسہا با جنسہا آمیختہ
ہم جنسوں کو ہم جنسوں میں ملائے ہوئے ہے
زیں تجانس زینتے انگیختہ
اس جنسی مناسبت سے رونق بڑھائی ہے

تو رہائی جو ز ناجنساں بجد
تو کوشش کر کے ناجنسوں سے رہائی حاصل کر لے
صحبت ناجنس گورست و لحد
ناجنس کی صحبت قبر اور لحد ہے

گر در آمیزند عود و شکرش
اگر اُس کی شکر اور عود گڑ بڑ ہو جائیں
برگزیند یک بیک از دیگرش
ایک کو دوسرے سے چھانٹ لے گا

طبلہا بشکست و جانہا ریختند
ڈبیاں ٹوٹیں اور روحیں بہہ پڑیں
نیک و بد در ہمدگر آمیختند
اچھی اور بری آپس میں مل گئیں

حق فرستاد انبیاء را با ورق
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو کتابیں دے کر بھیجا
تا گزید ایں دانہا را برطبق²
یہاں تک کہ ان دانوں کو (مختلف) طبق پر چن دیا

حق فرستاد انبیاء را بہر دیں
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو اس لئے بھیجا ہے
تا جدا گردد ز ایشاں کفر و دیں
تا کہ اُن کی وجہ سے کفر اور دین جدا ہو جائے

مومن و کافر مسلمان و جہود
مومن اور کافر، مسلمان اور یہودی
پیش از ایشاں جملہ یکساں می نمود
اُن سے پہلے سب یکساں نظر آتے تھے

پیش از ایشاں ماہمہ یکساں بدیم
اُن سے پہلے ہم سب یکساں تھے
کس ندانستہ کہ ما نیک و بدیم
کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہم نیک ہیں یا برے

قلب و نیکو در جہاں بودے رواں
کھوٹا اور کھرا دنیا میں چالو تھا
چوں جہاں شب بود و ماچوں شبرواں
چونکہ دنیا رات تھی اور ہم رات کے مسافروں کی طرح تھے

تابر آمد آفتاب انبیاء
یہاں تک کہ نبیوں کا آفتاب طلوع ہوا
گفت اے غش دور شو صافی بیا
اُس نے کہا اے کھوٹ تو دور ہو (اور اے) صاف تو آ

چشم داند فرق کردن رنگ را
آنکھ رنگ میں فرق کرنا جانتی ہے
چشم داند لعل را وسنگ را
آنکھ لعل اور پتھر کو جانتی ہے

---

1. گلابی۔ نیک کاموں کی وجہ سے اگر تو بمنزلہ گلاب کے ہے۔ بول۔ پیشاب۔ طبلہ۔ دنبہ، ڈبیہ۔ عطار۔ عطرفروش۔ قرین۔ ساتھی۔ تجانس۔ دو چیزوں کا ہم جنس ہونا۔ جد۔ کوشش۔ صحبت ناجنس۔ شعر۔ پارسا را بس ایں قدر زنداں۔ کہ بود ہم طویلۂ رنداں۔ عود۔ اگر۔ طبلہا۔ یعنی عالم ارواح میں نیک و بد روحیں جداگانہ تھیں عالم ناسوت میں نیک و بد مل جل گئے۔ ورق۔ یعنی آسمانی صحیفے۔

2. طبق۔ بعض شارحین نے بمعنی مطابقت لکھا ہے بعض نے طباق کے معنی میں لیا ہے۔ ایشاں۔ انبیاء۔ مومن۔ یہ تقسیمیں انبیاء کی بعثت کے بعد ہوتی ہیں۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ رواں۔ رائج۔ شب رواں۔ رات کے مسافروں میں باہمی امتیاز نہیں ہوتا۔ غش۔ کھوٹ۔ صافی۔ خالص۔ چشم داند۔ انبیاء بمنزلہ آنکھ کے ہیں جو اچھے برے کو پہچان لیتے ہیں۔

چشم داند گوہر و خاشاک را
آنکھ موتی اور تنکے کو جانتی ہے
چشم رازاں می خلد[1] خاشاکہا
اسی لئے آنکھ میں تنکا کھٹکتا ہے

دشمن روزند ایں قلابگاں
یہ کھوٹے سکے ڈھالنے والے، دن کے دشمن ہیں
عاشق روزند آں زرہائے کاں
کان کے سونے، دن کے عاشق ہیں

زانکہ روزست آئینہ تعریف را
اس لئے کہ دن پہچاننے کا آئینہ ہے
تا بہ بیند اشرفے تشریف را
تاکہ اشرف بلند رتبے کو دیکھ لے

حق قیامت را لقب زاں روز کرد
اللہ (تعالیٰ) نے قیامت کا لقب اسی وجہ سے دن بنایا ہے کہ
روز بنماید جمالِ سرخ و زرد
دن سرخ اور زرد کا حسن دکھا دیتا ہے

پس حقیقت روز سرِّ اولیاست
پس (اُس) روز (قیامت) کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے
روز پیش مہرشاں چوں سایہاست
اُن کے چاند کے مقابلہ میں دن سایوں کی طرح ہے

عکس رازِ مردِ حق[2] دانید روز
دن کو مردِ حق کے باطن کا عکس سمجھو
عکس ستاریش شامِ چشم دوز
آنکھ کو بند کر دینے والی شام اُس کی ستاری کا عکس ہے

زاں سبب فرمود یزداں والضحیٰ
اسی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) نے (قسم ہے) ضحیٰ کی فرمایا ہے۔
والضحیٰ نورِ ضمیر مصطفیٰؐ
اور ضحیٰ مصطفیٰؐ کے دل کا نور ہے

قولِ دیگر کایں ضحیٰ را خواست دوست
دوسرا قول یہ ہے کہ یہ چاشت کا وقت دوست (خدا) نے چاہا ہے
ہم برائے آنکہ اینہم عکس اوست
وہ بھی اس لئے کہ یہ (چاشت کا وقت) اُس کے (دل کے نور) کا عکس ہے

ورنہ برفانی قسم گفتن خطاست
ورنہ فانی چیز پر قسم کھانے کو کہنا غلطی ہے
خود فنا چہ لائق گفت خدا ست
کیا فنا (کا ذکر) اللہ تعالیٰ کے قول کے مناسب ہے؟

از خلیلے لاَ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
خلیل (اللہ) نے فرمایا میں غروب کر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں
پس فنا چوں خواست رَبُّ الْعَالَمِیْن
تو فانی کو رب العالمین نے کیسے پسند فرما لیا؟

لاَ اُحِبُّ الْاٰفِلِیں گفت آں خلیل
میں غروب کر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا خلیل نے فرمایا
کے فنا خواہد ازیں ربِّ جلیل
ربِّ جلیل فنا کو کب پسند کرے گا؟

---

1. می خلد۔ آنکھ کو تنکا اسی لئے ستاتا ہے کہ وہ اس کی قدر گھٹا دیتی ہے۔ قلابگاں۔ کھوٹا سکہ بنانے والے، یہ لوگ اندھیرے سے اپنا کام چلاتے ہیں۔ زرہائے۔ چونکہ وہ خالص ہے اور دن میں اس کی قدر بڑھتی ہے۔ اشرفے۔ زیادہ شریف، بعض نسخوں میں "اشرفی" ہے جو کہ ایک سونے کا سکہ ہے۔ تشریف۔ اعلیٰ منزلت، بلند مرتبہ۔ قیامت۔ قرآن میں قیامت کو دن بتایا گیا ہے۔ حقیقت۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ظاہر کو حقیقت اور مظاہر کو صورت کہا جاتا ہے، تمام کائنات اسماء الٰہی کا مظہر ہے اور اسماء الٰہی ظاہر و حقیقت ہیں اور تمام کائنات میں انسان مظہر اتم ہے، قیامت کے دن کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے چونکہ وہ اسم مقسط کا مظہر ہے تو کھوٹے کھرے کو جدا کرنے کا مظہر قیامت کا دن ہے اور اس کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے۔
2. مردِ حق۔ اولیاء کے قلوب میں کھرے کھوٹے کو جدا کرنے کی صلاحیت ہے اور پردہ پوشی کی بھی، لہٰذا دن اور رات ان کے قلوب کا عکس ہیں۔ والضحیٰ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے آنحضور ﷺ کے قلب مبارک کا نور مراد ہے جس کی قسم خدا نے کھائی ہے۔ اگر دوسرے مفسرین کے قول کے مطابق ضحیٰ کے معنی چاشت کے وقت کے لئے جائیں تب بھی اس کی قسم اسی بنیاد پر ہے کہ وہ نورِ مصطفوی کا مظہر ہے ورنہ محض چاشت کا وقت ایک فانی چیز ہے جو خدا کی قسم کی لائق نہیں ہے۔

باز واللّیل[1] ست ستاریِّ او
پھر "واللّیل" آنحضور کی ستاری ہے

واں تن خاکی زنگاریِّ او
اور آپ کا زنگاری، خاکی جسم ہے

آفتابش چوں برآمد زاں فلک
ان (آنحضور) کا آفتاب (اللہ تعالیٰ) جب فلک (الوہیت) سے برآمد ہوا

باشبِ تن گفت ہیں ما ودّعک
جسم کی رات کو فرمایا خبردار! اس نے تمہیں چھوڑا نہیں ہے

وصل پیدا گشت از عین بلا
خود ابتلاء سے وصل پیدا ہو گیا

زاں حلاوت شد عبارت ما قلیٰ
"اُس نے کینہ وری نہیں کی" کی تعبیر شیرینی ہوئی

ہر عبارت[2] خود نشانِ حالیتست
ہر عبادت ایک حالت کی علامت ہے

حال چوں دست وعبارت آلیتست
حال بمنزلہ ہاتھ کے اور عبارت بمنزلہ آلہ کے ہے

آلت زرگر بدست کفش گر
سنار کا اوزار موچی کے ہاتھ میں

ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در
ایسا ہی ہے جیسے ریت میں بویا ہوا دانہ

وآلت اِسکاف پیش برزگر
اور موچی کا اوزار کاشتکار کے سامنے

پیشِ سگ کہ استخواں درپیشِ خر
کتے کے سامنے گھاس اور گدھے کے سامنے ہڈی ڈالنا ہے

بود اَنَا الْحَق در لبِ منصور[3] نور
اَنَا الْحَق منصور کے لب پر نور تھا

بود اَنَا لِلّٰه در لب فرعون زُور
"میں خدا ہوں" فرعون کے لب پر جھوٹ تھا

شد عصا اندر کفِ موسیٰ گوا
لاٹھی موسیٰ کے ہاتھ میں گواہ بنی

شُد عصا اندر کف ساحر ہبا
جادو گر کے ہاتھ میں لاٹھی بیکار ہوئی

زیں سبب عیسیٰ بداں ہمراہِ خود
اسی وجہ سے (حضرت) عیسیٰ نے اپنے ساتھی کو

در نیا موزید آں اسمِ احد
اللہ کا نام (اسم اعظم) نہ سکھایا

کو نداند نقص برآلت نہد
کیونکہ وہ (اپنا) نقص نہ سمجھے گا آلہ پر (الزام) دھرے گا

سنگ برگِل زن تو آتش کے جہد
تو چقماق کو مٹی پر رگڑ، شعلہ کب دے گا؟

واللّیل۔ خدا نے جو رات کی قسم کھائی ہے، اس سے آنحضور ﷺ کی ستاری اور جسد عنصری مراد ہے جس میں نور پنہاں ہے۔ آفتاب۔ ذاتِ خداوندی۔ شں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ فلک۔ یعنی آسمانِ الوہیت۔ شب تن۔ رات کی طرح جسم بھی نور کے لئے ساتر ہے۔ ماودّعک۔ اس خدا نے تجھے چھوڑا نہیں ہے۔ عین بلا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہود نے روح کی حقیقت کا سوال کیا، آنحضور ﷺ نے بتانے کا وعدہ کیا لیکن انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ اس پر بطور تنبیہ کچھ دن کے لئے وحی منقطع ہوگئی اور پھر سورہ والضحیٰ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ خدا نے تمہیں چھوڑا نہیں ہے یعنی تمہیں وصل حاصل ہے لہٰذا انہیں ابتلاء سے وصل کی بشارت ملی۔

ہرعبارت۔ عبارت کے ذریعہ کسی حالت کو بیان کیا جاتا ہے اوران دونوں کی وہی نسبت ہے جو ہاتھ اور کاریگر کے اوزار کی ہے۔ اگر ہاتھ اور اوزار کی مناسبت ہے تو کام ٹھیک ہوگا ورنہ غلط۔ اسی طرح عبارت اگر حال کے مطابق ہوگی تو صحیح ہے ورنہ غلط ہے۔ آلت زرگر۔ ہر آلہ ہر ہاتھ میں کام نہیں کرتا ہے، ہاتھ اور آلہ میں تناسب ضروری ہے۔ پیش سگ۔ کتا گھاس نہیں کھا سکتا نہ گدھا ہڈی چبا سکتا ہے۔ خر۔ گدھا گھاس کھا سکتا ہے نہ کہ ہڈی۔ منصور۔ حلاج نے اپنے آپ کو فنا کر کے انا الحق کہا تھا، عبارت اور حال میں مطابقت تھی۔ فرعون۔ فرعون نے خدائی کی نفی کے لئے کہا جو جھوٹ تھا۔ عبارت اور حال میں مطابقت نہ تھی۔ عصا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ کی لکڑی اژدہا بنی جو معجزہ ہونے کی وجہ سے رسالت کی گواہ بنی، آلہ اور ہاتھ میں مناسبت تھی۔ ساحر۔ ہار گئے اور ان کی لاٹھیاں بیکار ہو گئیں۔ زیں سبب۔ جب ہاتھ کام کا نہ ہو تو اوزار کام نہ کرے گا۔ کو۔ اپنا قصور نہ سمجھے گا، اسم اعظم کو غلط کہے گا۔ سنگ۔ یعنی چقماق۔

دست و آلت ہمچو سنگ و آہن ست
ہاتھ اور آلہ، چقماق اور لوہے کی طرح ہے
آنکہ بے جُفتست و بے آلت یکیست
جو (ذات خدا) بے جوڑے کے اور بے آلے کے ہے وہ ایک ہی ہے
آنکہ دو گفت و سہ گفت و بیش ازیں
جنہوں نے (اُسکو) دو کہا اور تین کہا اور اس سے زیادہ کہا
اَحولی چوں دفع شد یکساں شوند
بھینگا پن جب جاتا رہا، یکساں ہو جائیں گے
گر یکے گوئی تو درمیدانِ او
اگر تو (خدا کو) ایک کہتا ہے تو اُس کے میدان میں
گوی[2] آنکہ راست و بے نقصاں شود
گیند، اس وقت صحیح اور بے عیب ہوتی ہے
گوش دار اے احول اینہا را بہوش
اے بھینگے! اس کو ہوش سے سُن لے
بس کلامِ پاک در دلہائے کور
بہت سے پاک کلام ہیں جو اندھے دلوں میں
واں فسونِ دیو در دلہائے کژ
شیطان کے منتر ٹیڑھے دلوں میں
گرچہ حکمت را بہ تکرار آوری
اگرچہ دانائی کی باتوں کو تو دہرائے
ورچہ بنویسی نشانش می کنی
اگرچہ تو لکھ لے، اُس کی پہچان بنا لے
اُوز تو رُو در کشد اے پُرستیز
اے جھگڑالو! وہ (باتیں) تجھ سے منہ پھیر لیں گی

جفت[1] باید جفت شرطِ زادن ست
جوڑا چاہئے جننے کے لئے جوڑا شرط ہے
دَر عدد شک ست و آں یک بے شکیب
(اُسکے) چند ہونے میں شک ہے اور اُسکا ایک ہونا بیشک ہے
متفق باشند در واحد یقیں
یقیناً وہ ایک (کے وجود) میں متفق ہیں
آں دو سہ گویاں یکے گویاں شوند
دو تین کہنے والے ایک کہنے والے ہو جائیں گے
گرد برمیگرد از چوگانِ او
اُس کے بلے پر چکر کاٹ
کوز زخم دست شہ رقصاں شود
جب کہ وہ بادشاہ کے ہاتھ کی ضرب سے ناچے
داروئے دیدہ بکش از راہِ گوش
کان کے راستہ سے آنکھ کی دوا لگا لے
می نپاید می رود تا اصل نور
نہیں ٹھہرتے ہیں، اصل نور کی طرف چلے جاتے ہیں
می رود چوں کفش کژ در پائے کژ
اتر جاتے ہیں جیسے ٹیڑھی جوتی ٹیڑھے پیر میں
چوں تونا اہلی شود از تو بری
جب کہ تو نا اہل ہے، وہ تجھ سے علیحدہ رہے گی
ورچہ می لافی بیانش می کنی
اگرچہ تو ڈینگیں مارے اُس کو بیان کرے
بندہا را بگسلد بہر گریز
بھاگنے کے لئے پھندے توڑیں گی

---

1. جفت۔ جوڑے سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ آنکہ۔ صحیح نتیجہ کے لئے جوڑا اور صحیح آلہ ہونا ضروری ہے لیکن یہ انسانوں کے لئے ہے۔ خدا جوڑے اور آلہ سے پاک ہے۔ در عدد۔ چند خدا ہونا ثابت نہیں ہیں۔ دو گفت۔ چند خداؤں کے ماننے والے بھی ایک خدا کے تو لامحالہ قائل ہوئے۔ احولی۔ بھینگا پن جس کی وجہ سے ایک کے چند نظر آتے ہیں۔ گر یکے۔ موحد کے لئے ضروری ہے کہ اس کا تابع فرمان بنے۔

2. گوی۔ صحیح گیند وہی ہے جو بلے کی مار کے مطابق حرکت کرے۔ موحد کو بھی چوگانِ قضا کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ راہ گوش۔ نصیحت سن کر صحیح عقیدہ قائم کرلے۔ بس۔ نصیحت اسی پر اثر کرتی ہے جو دل کا اندھا نہ ہو۔ فسون۔ شیطانی باتوں کو بھی دل قبول کرتا ہے چونکہ وہ باتیں بھی ٹیڑھی ہیں۔ گرچہ حکمت۔ علم سیکھنے کے لئے مناسبت شرط ہے۔ ورچہ۔ علم حاصل کرنے کی سب تدبیریں کرے۔ لافی۔ لافیدن، شیخی بگھارنا۔ رو کشیدن۔ منہ موڑنا۔

ورنہ خوانی[1] و بیند سوزِ تو
اگر تو (علم ظاہری) نہ پڑھے اور وہ (خدا) تیرے شوق کو دیکھتا ہے
علم باشد مُرغِ دست آموزِ تو
علم، تیرے ہاتھ کا پلا ہوا پرند ہوگا

او نپاید پیشِ ہرنا اوستا
وہ بے اُستادے کے پاس نہیں ٹھہرتا ہے
ہمچو بازِ شہ بخانہ رُوستا
جیسے کہ شاہی باز دیہاتی کے گھر میں

یافتن بادشاہ باز گم کردہ رابخانۂ پیرزن

بادشاہ کا گم شدہ باز کو بوڑھی عورت کے گھر میں پا لینا

علم آں بازیست کوازشہ گریخت
علم، وہ باز ہے جو بادشاہ سے بھاگا
گندہ پیر از جہل پیشش کاہ ریخت
بوڑھی نے نادانی سے اُس کے سامنے گھاس ڈالی

علم بازے داں کہ اُو از شہ گریخت
علم کو وہ باز سمجھ جو بادشاہ سے بھاگا
سوئے آں کمپیر کومی آرد بیخت
اُس بوڑھی کے پاس جو آٹا چھانتی تھی

تاکہ تتما جے پزد اولاد را
تاکہ بچوں کے لئے حریرہ پکائے
دیدآں بازِ خوشِ خوش زاد را
اُس نے اُس خوبصورت، اچھی نسل کے باز کو دیکھا

پایکش بست و پرش کوتاہ کرد
اُس کے نازک پیر باندھے اور اُس کے پر کاٹے
ناخنش ببرید و قوتش کاہ کرد
اُس کے ناخن چھانٹے اور اُس کو گھاس کا چارہ دیا

گفت نا اہلاں نکردندت بساز
بولی، نااہلوں نے تجھے درست نہ کیا
پر فزود از حد و ناخن شد دراز
پر، حد سے بڑھ گئے، اور ناخن لمبے ہو گئے

دست[2] ہر نااہل بیمارت کند
ہر نا اہل کا ہاتھ تجھے بیمار کر دے گا
سوئے مادر آ کہ تیمارت کند
ماں کے پاس آ، تاکہ تیری خبر گیری کرے

مہر جاہل راچنیں داں اے رفیق
اے دوست! جاہل کی محبت کو ایسا ہی سمجھ
کژ رود جاہل ہمیشہ در طریق
جاہل راستہ میں ہمیشہ ٹیڑھا چلتا ہے

جاہل اَر با تو نماید ہمدلی
جاہل اگر تجھ سے ہمدردی ظاہر کرے
عاقبت زخمت زند از جاہلی
نادانی سے آخر کار تجھے زخمی کر دے گا

روزِ شہ در جستجو بیگاہ شد
بادشاہ کا دن تلاش میں بیکار گیا
سوئے آں کمپیر وآں خرگاہ شد
(بالآخر) اُس بڑھیا اور اُس کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا

دید ناگہ باز را در دود و گرد
اچانک باز کو دھویں اور غبار میں دیکھا
شہ برو بگریست زار و نوحہ کرد
بادشاہ اس پر رو پڑا اور نوحہ کرنے لگا

---

1. ورنہ خوانی۔ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، معارف کا سرچشمہ ہے۔ نپاید۔ پائیدار نہیں ہوتا۔ روستا۔ دیہاتی۔ گندہ پیر۔ بوڑھی۔ جہل۔ یعنی باز کی خوراک سے ناواقفیت۔ کمپیر۔ بوڑھی۔ می آرد بیخت۔ آرد بیخت۔ تتماج۔ حریرہ۔ خوش۔ خوبصورت۔ خوش زاد۔ اعلیٰ نسل والا۔ پایکش۔ پا یک اش کاف تصغیر کے لئے ہے۔ کوتاہ کرد۔ کاٹ کر چھوٹے کر دیئے۔ قوت۔ خوراک۔ کاہ۔ گھاس۔ ساز۔ ساخت، پرداخت۔
2. دست۔ نااہل کے ہاتھوں بری گت بنتی ہے۔ مادر۔ بڑھیا نے محبت میں اپنے آپ کو باز کی ماں کہا ہے۔ مہر۔ شعر۔ بود محبت ناداں بلا کہ یوسف را۔ طرب سرائے زلیخا تمام زنداں ست۔ درجستجو۔ باز کے ڈھونڈنے میں۔ بیگاہ۔ ضائع، بیکار۔ خرگاہ۔ خیمہ۔ دود۔ بڑھیا کے چولہے کا دھواں۔

گفت ہرچند ایں جزائے کارِ[۱] تست
بولا، درحقیقت تیرے کام کی یہی سزا ہے
کہ نباشی در وفائے ما درست
کیونکہ تو ہماری وفاداری پر قائم نہ رہا

چوں کنی از خلد در دوزخ فرار
تو جنت سے دوزخ میں ٹھکانہ کیوں کرتا ہے؟
غافل از لَا یَسْتَوِیٰ اَصْحَابُ نَارْ
اے لَا یَسْتَوِیٰ اَصْحَابُ النَّارِ سے غافل

ایں سزائے آنکہ از شاہِ خبیر
یہی اُس کی سزا ہے جو جانکار بادشاہ سے
خیرہ بگریزد بخانہ گندہ پیر
شوخی سے بھاگ کر بوڑھی عورت کے گھر جائے

گندہ پیر جاہل ایں دنیا دنی ست
جاہل، بوڑھی یہ کمینی دنیا ہے
ہر کہ مائل شد بد و خوار و غبی ست
جو اُس کی طرف جھکا، ذلیل اور بیوقوف ہے

ہست دنیا جاہل و جاہل پرست
دنیا جاہل اور جاہل پرست ہے
عاقل آں باشد کزیں جاہل برست
عقلمند وہ ہے جو اُس جاہل سے نجات پا لے

ہر کہ با جاہل بود ہمراز باز
جو جاہل کا ہمراز ہو گا بالآخر
آں رسد با او کہ با آں شاہ باز
اُس کو وہ ملے گا جو اُس شاہباز کو

بازمی مالید پَر بردست شاہ
بازؔ بادشاہ کے ہاتھ پر بازو ملتا تھا
بیزباں می گفت من کردم گناہ
بغیر زبان کے کہتا تھا کہ میں نے خطا کی

پس کجا زارد کجا نالد لئیم
کمینہ کہاں زاری کرے، کہاں روئے؟
گر تو نپذیری بجز نیک اے کریم
اے کریم! اگر تو نیک کے علاوہ کسی کی (دعا) قبول نہیں کرتا ہے

سَر کجا بنہد ظلومِ شرمسار
ظالم، شرمندہ سر کہاں جھکائے؟
جز بدرگاہِ تو اے آمرزگار
تیری درگاہ کے سوا، اے بخشنے والے!

لطف شہ جاں را جنایت جو کند
شاہ کی مہربانی، جان کو گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے
زانکہ شہ ہرزشت را نیکو کند[۲]
کیونکہ شاہ ہر برائی کو بھلائی کر دیتا ہے

رُو مکن زشتی کہ نیکیہائے ما
گناہ کا رخ نہ کر، کیونکہ ہماری نیکیاں (بھی)
زشت آید پیشِ آں زیبائے ما
اُس ہمارے محبوب کے سامنے بُری (نظر) آتی ہیں

خدمت خود را سَزا پنداشتی
تو نے اپنی عبادت کو اچھا سمجھا
تو لوائے جرم ازاں افراشتی
اس لئے تو نے خطا کاری کا جھنڈا بلند کردیا

چوں ترا ذکر و دُعا دستور شد
چونکہ تجھے ذکر اور دعا کی عادت ہوگئی ہے
زاں دعا کردن دلت مغرور شد
اس لئے دعا سے تیرا دل مغرور ہو گیا ہے

---

۱ کارؔ۔ یعنی بے وفائی۔ لا یستوی۔ قرآن پاک میں ہے ’’دوزخی اور بہشتی برابر نہیں ہو سکتے ہیں، بہشتی نجات پانے والے ہیں۔‘‘ خبیر۔ باخبر، حق شناس۔ گندہ پیر۔ بوڑھی عورت۔ دنی۔ کمینہ۔ بدو۔ ہاوَ۔ غبی۔ کندذہن۔ جاہل پرست۔ دنیا جاہلوں کی زیادہ قدرداں ہے۔ بازؔ۔ پھر، بالآخر۔ بے زباں۔ یعنی زبانِ حال۔ زارد۔ زاریدن کا فعل ماضی ہے۔ لئیم۔ کمینہ، گنہگار۔ ظلوم۔ بہت ظلم کرنے والا۔ جنایت جو۔ خطا کار۔

۲ نیکو کند۔ برائیوں کو بھلائیوں میں بدل دیتا ہے۔ رو مکن۔ خدا کی رحمت کے بھروسے پر گناہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ نیکیہائے ما۔ ہماری نیکیاں بھی اس کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ خدمت۔ یعنی عبادت۔ سزا۔ یعنی خداتعالیٰ کے لائق۔ لوا۔ جھنڈا۔ جرم۔ گناہ۔ مغرور شد۔ ہماری دعا قبولیت کے لائق کہاں ہے۔

هم سخن دیدی تو خود را با خدا ‎ اے بسا کو زیں[1] گمان اُفتد جدا

تو نے اپنے آپ کو خدا سے ہمکلام سمجھا ‎ بہت سے لوگ اسی گمان کی وجہ سے دور جا پڑے ہیں

گرچہ باتو شہ نشیند بر زمیں ‎ خویشتن بشناس و نیکو ترنشیں

اگرچہ بادشاہ تیرے ساتھ زمین پر بیٹھ جائے ‎ اپنے آپ کو پہچان، اور سلیقے سے بیٹھ

باز گفت اے شہ پشیماں می شوم ‎ توبہ کردم نو مسلماں می شوم

باز نے کہا، اے شاہ! میں شرمندہ ہوں ‎ میں نے توبہ کی از سر نو مسلمان ہوتا ہوں

آنکہ تو مستش کنی و شیر گیر ‎ گرز مستی کژ رود عذرش پذیر

جس کو تو مست اور نیم مست کرے ‎ اگر مستی کی وجہ سے ٹیڑھا چلے، تو اُس کا عذر قبول فرما

گرچہ ناخن رفت چوں باشی مرا ‎ برکنم من پرچم خورشید را

گرچہ ناخن جاتے رہے، (لیکن) جب تو میرا ہو گا ‎ میں سورج کا جھنڈا اُکھاڑ دوں گا

ورچہ پرّم رفت چوں بنوازیم ‎ چرخ بازی کم کند درباز یم

اگرچہ میرے پر جاتے رہے (لیکن) جب تو مجھے نواز دے ‎ آسمان مجھ سے گردش میں بازی نہیں بد سکتا

گر گمر بخشیم کہ را برکنم ‎ گر دہی کِلکم علمہا بشکنم

اگر تو میرے پٹکا باندھ دے، پہاڑ کو اکھاڑ دوں ‎ اگر تو مجھے (قلم کا) پورا دے دے میں جھنڈے گرا دوں

آخر ازپشہ نہ کم باشد تنم ‎ ملک نمرودی بپر برہم زنم

آخر میرا جسم مچھر سے کم نہ ہو گا ‎ نمرودی سلطنت کو پَر سے زیر و زبر کر دوں

در ضعیفی تو مرا بابیل[2] گیر ‎ ہر یکے خصم مرا چوں پیل گیر

کمزوری میں مجھے ابابیل سمجھ ‎ میرے ہر مقابل کو ہاتھی جیسا سمجھ

قدر فندق افگنم بندق خریق ‎ بندقم در فعل صد چوں منجنیق

فندق کی بقدر پھاڑنے والا غلہ پھینکوں گا ‎ میرا غلہ کام میں سو گوپھنوں کی طرح ہو گا

گرچہ سنگم ہست مقدارِ نخود ‎ لیک در ہیجانہ سَر ماند نہ خود

اگرچہ میرا پتھر چنے کی بقدر ہے ‎ لیکن جنگ میں نہ سَر بچے گا نہ خود

رفت موسیٰ دروغا بایک عصاش ‎ زد براں فرعون و بر شمشیر ہاش

موسیٰ جنگ میں ایک لاٹھی لے کر گئے ‎ اُس کو فرعون اور اُس کی تلواروں پر چلایا

---

1. زیں۔ گمان، عبادت کا گھمنڈ، ہلاکت کا سبب ہے۔ گرچہ۔ بڑے کی بے تکلفی سے انسان کو گستاخ نہ ہونا چاہیے۔ باز۔ یہاں سے پھر باز کی گفتگو ہے۔ نو مسلماں۔ از سر نو فرمانبردار۔ شیر گیر۔ وہ مست جو اپنی گفتار و رفتار پر قابو رکھتا ہو۔ کژ۔ کج۔ ناخن رفت۔ بوڑھی نے ناخون تراش دیئے تھے۔ کمر۔ پٹکا۔ بخشیم۔ بخشی مرا۔ کلک۔ قلم کا پورا۔ علم۔ جھنڈا۔ پشہ۔ مچھر۔ نمرود۔ ایک ظالم بادشاہ تھا جو خدائی کا مدعی تھا، ایک مچھر اس کی ناک میں گھس گیا جو اس کی ہلاکت کا سبب بنا۔

2. بابیل۔ ابرہہ نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کے لشکر سے حملہ کیا، چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھرمٹ نے اس لشکر پر حملہ کیا اور معمولی کنکریاں اپنے پنجوں کے ذریعے ان پر گرا کر ان کو ہلاک کر دیا۔ خصم۔ مقابل، دشمن۔ پیل۔ ہاتھی۔ فندق۔ عناب کی وضع کا ایک پھل ہے، چھوٹی گیند۔ بندق۔ غلہ۔ خریق۔ پھاڑنے والا۔ نخود۔ چنا۔ ہیجا۔ جنگ۔ خود۔ لوہے کی ٹوپی جو جنگ میں اوڑھی جاتی ہے۔ موسیٰ۔ ساحروں کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ عصا لے کر گئے تھے۔ وغا۔ جنگ۔

ہر رسولے یک تنہ[1] کاں درز دست
ہر پیغمبر تنہا جو اُس جنگ میں داخل ہوا ہے
نوحؑ چوں شمشیر در خواہید ازو
نوحؑ نے جب اُس (اللہ) سے تلوار چاہی
احمداؐ خود کیست اسپاہِ زمیں
اے احمدؐ! یہ زمین کے سپاہی کیا ہیں؟
تا بداند سعد و نحس بے خبر
تاکہ نیک بخت اور جاہل بدبخت جان لے
دورِ تست ایرا کہ موسیٰؑ کلیم
یہ تیرا دور ہے اس لئے موسیٰ کلیم (اللہ)
چونکہ موسیٰؑ رونق دورِ تو دید
چونکہ موسیٰؑ نے تیرے دَور کی رونق دیکھی
گفت یا رب ایں چہ دَورِ رحمت
کہا، اے خدا یہ کیسا رحمت کا دور ہے؟
غوطہ خورِ موسیاؑ اندر بحار
اے موسیٰ! سمندروں کے اندر غوطہ لگا
گفت یا موسیٰؑ بداں بنمودمت
(اللہ نے) فرمایا اے موسیٰ اسی لئے میں نے تمہیں دکھایا ہے
گرتو[2] زاں دوری دریں دور اے کلیم
اے کلیم! اگرچہ تو اس دَور سے دُور ہے (لیکن) اسی میں ہے
من کریم ناں نمایم بندہ را
میں کریم ہوں، بندہ کو روٹی دکھا دیتا ہوں
بینی طفلے بمالد مادرے
ماں بچے کی ناک ملتی ہے
کو گرسنہ خفتہ باشد بے خبر
کہ وہ بھوکا بے خبر سویا ہوا ہوتا ہے

برہمہ آفاق تنہا برزدست
تمام جہان پر تنہا غالب آیا ہے
موجِ طوفاں کرد حق شمشیر او
اللہ (تعالیٰ) نے طوفان کی موج کو اُن کی تلوار بنا دیا
ماہ بیں بر چرخ و بشگافش جبیں
آسمان پر چاند کو دیکھ اور اُس کی پیشانی چیر دے
دور دورِ تست نے دورِ قمر
یہ تیرا دَور دورہ ہے نہ کہ قمر کا
آرزومی بُرد زیں دورت مقیم
تیرے اس دَور میں مقیم ہونے کی آرزو کرتے تھے
کاندر و صبح تجلی می دمید
کہ اُس میں تجلی کی صبح چمکتی ہے
آں گذشت از رحمت اینجا رویت ست
وہ تو رحمت سے (بھی بڑھ گیا) اس جگہ تو دیدار ہے
درمیان دورِ احمد سر برآر
اور احمدؐ کے دَور کے درمیان سر اُبھار دے
راہِ آں خلوت بداں بکشودمت
اس خلوت کا راستہ تم پر اسی لئے کھولا ہے
پابکش زیرا دراز است ایں گلیم
پیر پھیلا دے، اس لئے کہ یہ کمبلی دراز ہے
تا بگریاند طمع آں زندہ را
تاکہ اُس زندہ کو لالچ رُلا دے
تا شود بیدار و وا جوید خورے
تاکہ جاگ جائے، اور کھانا مانگے
واں دو پستاں می چکد از مہر در
اور دونوں پستان محبت سے دودھ ٹپکاتے ہیں

1. یک تنہ۔ تنہا۔ در۔ دروازہ۔ زد۔ داخل ہوا، تاراج کیا۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ کے طوفان کی موجوں نے وہ کام کیا جو تلواریں کرتی ہیں۔ احمدا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اسپاہ۔ سپاہ۔ ماہ۔ آنحضورﷺ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ نے دور قمر۔ ستاروں اور چاند کی پرستش کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ مقیم۔ ابونعیمؒ نے کتاب حلیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس تمنا کا اظہار ہے کہ مجھے آنحضورﷺ کا زمانہ مل جائے۔

2. گرتو۔ اگرچہ تیرا زمانہ دور احمدی سے دور ہے لیکن تو اس سے متمتع اور نفع اندوز ہے۔ گلیم۔ چادر، یعنی آنحضورﷺ کا زمانہ۔ من کریم۔ میں دینا چاہتا ہوں اور بندوں کو اپنی نعمتوں کی جھلک دکھا دیتا ہوں تاکہ وہ ان کی خواہش میں گریہ وزاری کریں اور میرا دریائے رحمت جوش میں آجائے، حضرت موسیٰ کو دور احمدی کی جھلک اسی لئے دکھائی گئی۔ مادرے۔ ماں سوئے ہوئے بچہ کو بیدار کرتی ہے تاکہ وہ روئے اور پستان سے دودھ جوش مار کر نکلے اور وہ اس کو پلائے۔

كُنْتُ[1] كَنْزًا رَحْمَةً مَّخْفِيَّةً فَانْبَعَثْتُ اُمَّةً مَّهْدِيَّةً

میں رحمت کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے ایک ہدایت یافتہ اُمت پیدا کی

ہر کراماتے کہ میجوئی بجاں اُونمودت تا طمع کر دی دراں

جن عطاؤں کو تو جان (و دل) سے چاہتا ہے اُس نے وہ تجھے دکھا دیں تا کہ تو اُن کا لالچ کرے

چند بت بشکست احمدؐ درجہاں تا کہ یا رب گوی گشتند اُمتاں

احمدؐ نے دنیا میں چند بت توڑے تو اُمتیں، یارب، کہنے والی بن گئیں

گرنبودے کوشش احمدؐ تو ہم می پرستیدی چو اجداداتِ صنم

احمدؐ کی کوشش نہ ہوتی، تو تو بھی (اے مخاطب) اپنے باوا دادا کی طرح بت پوجتا

ایں سَرت وارست از سجدہ صنم تا بدانی حق اُو را بر اُمم

تیرا یہ سر بت کو سجدہ کرنے سے بچ گیا خبردار، امتوں پر اُن کے حق کو سمجھ لے

گر بگوئی شکر ایں رستن بگو کز بت باطن ہمت برہاند اُو

اگر تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے تو کر تا کہ اندرونی بت سے بھی تجھے چھٹکارا دلا دے

مرسَرت را چوں رہانید از بتاں ہم بداں قوت[2] تو دل را وار ہاں

جس طرح اُس نے تیرے سر کو بتوں سے آزاد کر دیا اِسی طاقت کے ذریعہ سے تو دل کو (بت پرستی سے) آزاد کر

سَر زشکر دیں ازاں بر تافتی کز پدر میراث ارزاں یافتی

دین کے شکریہ سے تو نے اِس لئے منہ موڑا ہے کہ تو نے باپ کی سستی میراث پائی ہے

مرد میراثی چہ داند قدرِ مال رُستمے جاں کند مجاں یافت زال

وراثت پانے والا انسان مال کی قدر کیا جانے؟ رستم نے جان کھپائی، بوڑھی نے مفت حاصل کر لیا

چوں[3] بگریانم بجوشد رحمتم آں خروشندہ نیوشد نعمتم

جب میں رُلاتا ہوں میری رحمت جوش مارتی ہے وہ رونے والا سن لیتا ہے ''میں نعمت ہوں''

گر نخواہم داد خود ننمایمش چونکش کردم بستہ دل بکشایمش

اگر میں دینا نہ چاہوں تو اُس کو نہ دکھاؤں جب میں اُسکو تنگ دل بناتا ہوں تو اُس دل کو کشادہ کر دیتا ہوں

رحمتم موقوفِ آں خوش گریہ ہاست بعدازاں از بحرِ رحمت موج خاست

میری رحمت خوب رونے پر موقوف ہے اُس کے بعد رحمت کے دریا سے موج اٹھتی ہے

---

1. کنت۔ حدیث شریف میں ہے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق ''میں چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔'' امۃ مھدیۃ۔ ہدایت یافتہ امت یعنی امت محمدی جس کو معرفت ذات وصفات کا پورا علم عطا کیا گیا ہے۔ احمد۔ آنحضورؐ کی بعثت بھی انہی عطیات میں سے ہے جس کی نمائش کی وجہ سے اشرف المخلوقات نے اپنا مقام پالیا ورنہ اپنے سے ادنیٰ کے سامنے سربسجود تھا۔ وارست۔ چھوٹ گیا۔ بگو۔ اس کا شکریہ مزید نعمت کا سبب بنے گا اور انسان باطنی بت سے بھی نجات پالے گا۔

2. قوت۔ یعنی آنحضورؐ کے اتباع کی قوت۔ سر۔ نسلی مسلمان کو نعمت اسلام کی قدر نہیں ہے۔ انسان جس قدر ذاتی کمائی کی قدر کرتا ہے، میراثِ پدر کی اتنی قدر نہیں کرتا۔ میراثی۔ جس کو ورثہ میں مال مل گیا ہو۔ رستم۔ یعنی کمانے والا بہادری اور محنت سے مال کماتا ہے اور وارث اس کو اڑا لیتے ہیں۔ زال۔ یعنی وارث۔

3. چوں۔ یہاں سے پھر پہلے مضمون کو شروع کیا ہے کہ گریہ وزاری سے میری رحمت کو جوش آتا ہے۔ نعمتم۔ یعنی نعمت خداوندی پکارتی ہے کہ میں موجود ہوں۔ گر نخواہم۔ جس کو دینا مقصود نہیں ہوتا ہے اس کو نعمت کی جھلک بھی نہیں دکھاتا ہوں۔ چونکش۔ جب وہ شوق کی وجہ سے دل گرفتہ ہوتا ہے تو اس کو دے کر خوش کر دیتا ہوں۔

تانگرید[1] طفل کے جوشد لبن　تانگرید ابر کے خندد چمن

جب تک بچہ نہ روئے، دودھ کب جوش مارتا ہے؟　جب تک ابر نہ روئے چمن کب ہنستا ہے؟

حلوا خریدن شیخ احمد خضرویہ از جہت غریماں بالہام حق تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے اِلہام سے شیخ احمد خضرویہ کا قرض خواہوں کے لئے حلوا خریدنا

بود شیخے دائماً اُو وام دار　از جوانمردیکہ بود اُونامدار

ایک شیخ ہمیشہ قرض دار رہتے تھے　اُس سخاوت کی وجہ سے جس میں وہ مشہور تھے

دَہ ہزاراں وام کر دے از مہاں　خرچ کر دے بر فقیرانِ جہاں

وہ مالداروں سے ہزاروں قرض لیتے تھے　دنیا بھر کے فقیروں پر خرچ کر دیتے تھے

ہم بوام او خانقاہے ساختہ　جان و مال و خانقہ در باختہ

انہوں نے قرض ہی سے خانقاہ بنائی تھی　گھر بار اور خانقاہ (قرض) میں) کھو چکے تھے

احمد خضرویہؒ بودے نامِ اُو　خدمت عشاق بودے کامِ اُو

اُن کا نام احمد خضرویہؒ تھا　(خدا کے) عاشقوں کی خدمت اُن کا کام تھا

وامِ اوراحق زہر جائی گذارد　کرد حق بہر خلیلؑ از ریگ آرد

اللہ (تعالیٰ) اُن کے قرض کہیں نہ کہیں سے اتار دیتا تھا　خدا (تعالیٰ) نے (حضرت) ابراہیمؑ کیلئے ریت سے آٹا کر دیا

گفت پیغمبرؐ کہ در بازارہا　دو فرشتہ می کند از دل دُعا[2]

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ بازاروں میں　دو فرشتے دل سے دعا کرتے ہیں

کائے خدا تو مُنفقاں را دہ خلف　وے خدا تو مُمسکاں را دہ تلف

کہ اے خدا تو خرچ کرنے والوں کو عوض دے دے　اے پیغمبر تو بخیلوں کو ہلاکت دے دے

خاصہ آں منفق کہ جاں اِنفاق کرد　حلق خود قربانی خلاق کرد

خصوصاً وہ خرچ کرنے والا جس نے جان خرچ کی　اپنے گلے کو اللہ (تعالیٰ) کی قربانی بنایا

حلق پیش آورد اسماعیلؑ وار　کارد بر حلقش نیارد کردگار

(حضرت) اسماعیلؑ کی طرح اُس نے گلا پیش کر دیا　خدا اُس کے گلے پر چھری نہ چلائے گا

پس شہیداں زندہ زیں رویند و خوش　تو بداں قالب بمنگر گبروش

پس شہید اسی لئے زندہ اور خوش ہیں　تو اُن کے (خاکی) قالب کو کافر کی طرح نہ دیکھ

1. تانگرید۔ اس سنت اللہ کا مشاہدہ کائنات میں کرلو۔ بچہ کے رونے سے ماں کے پستان میں دودھ جوش مارتا ہے، ابر کے رونے اور پانی برسانے سے باغ شگفتہ ہوتا ہے۔ حلوا خریدن۔ اس قصہ کا مقصد بھی گریہ کی فضیلت اور اس پر نعمتوں کے نزول کا بیان ہے۔ خضرویہ۔ فارسی والے یاء پر زبر ہاء کو ساکن کر کے پڑھتے ہیں۔ وام۔ قرض۔ جوانمردی۔ سخاوت۔ ریگ آرد۔ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خادم کو مہمانوں کی خاطر گیہوں قرض لینے بھیجا، وہاں اس کو قرض نہ ملا تو واپسی پر شرمندگی سے بچنے کے لئے اس نے اونٹ پر ریت لادلیا۔ جب گھر واپس آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا گیہوں کے بجائے آٹا لائے ہو۔ اب اس خادم نے دیکھا تو وہ ریت نہ تھا بلکہ آٹا تھا۔

2. دعا۔ یعنی فرشتے ندا دیتے ہیں۔ منفق۔ یعنی اللہ کے لئے خرچ کرنے والے۔ خلف۔ یعنی خرچ کا بدلہ۔ ممسک۔ بخیل۔ تلف۔ ہلاکت۔ حلق۔ حلقوم۔ خلاق۔ اللہ تعالیٰ۔ اسماعیل۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ قالب۔ شہداء کو اخروی حیات ابدی ملی ہے۔ ان کے جسم خاکی کو دیکھ کر کافر اس کا منکر بنتا ہے۔

چوں خلف دا دست شاں جانِ بقا[1] ۔ جانِ ایمن از غم و رنج و شقا
چونکہ انکو (اللہ تعالیٰ نے) باقی رہنے والی جان عوض میں دے دی ہے ۔ وہ جان جو غم اور رنج اور بدبختی سے محفوظ ہے

شیخ وامی سالہا ایں کارکرد ۔ می ستدی داد ہمچوں پائمرد
قرض لینے والے شیخ نے سالوں یہ کام کیا ۔ مستقل مزاج کی طرح لیتے دیتے رہے

تخمہا می کاشت تا روزِ اجل ۔ تا بود روزِ اَجل میر اَجل
مرنے کے دن تک (نیکیوں کی) تخم ریزی کرتے رہے ۔ تاکہ موت کے دن بڑے سردار بنیں

چونکہ عمر شیخ در آخر رسید ۔ در وجودِ خود نشانِ مرگ دید
جب شیخ کی آخری عمر آگئی ۔ اُنہوں نے اپنے جسم میں موت کے آثار دیکھے

وام خواہاں گردِ اُو بنشستہ جمع ۔ شیخ برخود خوش گدازاں ہمچو شمع
قرض خواہ اُن کے گرد جمع ہوکر بیٹھ گئے ۔ شیخ شمع کی طرح اپنے آپ میں پگھل رہے تھے

وام خواہاں گشتہ نومید و ترش ۔ دردِ دلہا یار شد با دردِ شش
قرض خواہ نا امید اور ناراض تھے ۔ دلوں کا درد پھیپھڑے کے درد کا ساتھی ہوگیا تھا

شیخ گفت ایں بدگماناں رانگر ۔ نیست حق را چار صد دینارِ[2] زر
شیخ نے فرمایا ان بدگمانوں کو دیکھ ۔ (کیا) اللہ کے پاس سونے کی چار سو اشرفیاں نہیں ہیں

کود کے حلواز بیروں بانگ زد ۔ لاف حلوا بر امید دانگ زد
ایک لڑکے نے باہر سے حلوے کی آواز لگائی ۔ پیسے کی امید پر حلوے کی تعریف کی

شیخ اشارت کرد خادم را بسر ۔ کہ بروآں جملہ حلوارا بخر
شیخ نے خادم کو سر سے اشارہ کیا ۔ کہ جا تمام حلوا خرید لے

تا غریماں چونکہ آں حلوا خورند ۔ یک زمانے تلخ درمن ننگرند
کیونکہ قرض خواہ جب وہ حلوا کھا لیں گے ۔ تھوڑی دیر تیکھی نظر سے مجھے نہ دیکھیں گے

در زماں خادم بُروں آمد ز در ۔ تا خرد آں جملہ حلوا زاں پسر
فوراً خادم دروازے سے باہر آیا ۔ تاکہ سارا حلوا لڑکے سے خرید لے

گفت اُورا جملہ حلوا بچند ۔ گفت کودک نیم دینار ست و اَند
(خادم نے) اُس سے پوچھا سب حلوا کتنے کا ہے؟ ۔ لڑکے نے کہا کہ آدھے دینار سے کچھ زائد کا ہے

گفت نے از صوفیاں افزوں مجو ۔ نیم دینارت دہم افزوں مگو
اُس نے کہا صوفیوں سے زیادہ نہ مانگ ۔ تجھے آدھا دینار دوں گا زیادہ نہ بول

---

[1] جانِ بقا۔ باقی رہنے والی جان۔ وامی۔ قرض لینے کا عادی۔ پائمرد۔ مستقل مزاج۔ اجل۔ موت کا وقت۔ اجل۔ بزرگ۔ نشان۔ علامت۔ شمع۔ شیخ شمع کی طرح پگھل رہے تھے۔ ترش۔ بدمزاج۔ شش۔ پھیپھڑا یعنی دل کے درد کے ساتھ پھیپھڑے کے درد کا بھی اضافہ ہوگیا۔ بدگماناں۔ قرض خواہ جو قرض کی ادائیگی میں بدگمان تھے۔ چار صد۔ شیخ کے ذمہ چار سو اشرفیوں کا قرض تھا۔

[2] دینار۔ سونے کا ایک سکہ ہے جس کا وزن مثقال کی برابر یعنی ساڑھے چار ماشے ہوتا ہے۔ لاف۔ شیخی بگھارنا۔ دانگ۔ چھوٹی کا ہوتا ہے۔ بسر۔ سر سے اشارہ کیا، بولنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ غریماں۔ غریم کی جمع ہے، قرضخواہ۔ تلخ۔ یعنی غصہ۔ درزماں۔ فوراً۔ بچند۔ کس قیمت کا ہے۔ اند۔ مبہم عدد کے لئے بولا جاتا ہے جس کا اطلاق ایک سے نو تک ہوتا ہے۔ افزوں مگو۔ زیادہ نہ بول۔

اُو طبق بنہاد اندر پیشِ شیخ
اُس نے اندر جا کر طباق شیخ کے سامنے رکھ دیا
کرد اشارت باغریماں کیں نوال
(شیخ نے) قرضخواہوں کو اشارہ کیا کہ یہ عطا (ہے)
بہر فرماں جملگی حلقہ زدند
حکم کے مطابق سب نے حلقہ باندھ لیا
چوں طبق خالی شدآں کودک ستد
جب طباق خالی ہوگیا اُس لڑکے نے اٹھا لیا
شیخ گفتا از کجا آرم درم
شیخ نے فرمایا، درہم کہاں سے لاؤں؟
کودک از غم زد طبق را بر زمیں
لڑکے نے غم کے مارے طباق زمین پر پٹخ دیا
بانگ می کرد و فغان و ہائے ہائے
شور کرتا اور روتا اور ہائے ہائے کرتا تھا
کاشکے من گردِ گلخن گشتمے
کاش میں بھٹی کے گرد ہی چکر لگاتا
صوفیانِ طبل خوارِ لقمہ جو
پیٹو صوفی، لقمہ ڈھونڈنے والے
از غریو کودک آنجا خیر و شر
لڑکے کے شور و غل سے اُس جگہ بھلے اور بُرے
پیشِ شیخ آمد کہ اے شیخ درشت
شیخ کے سامنے آیا، کہ اے سنگدل شیخ!
گر روم من پیشِ اُو دست تہی
اگرمیں اُس کے سامنے خالی ہاتھ جاؤں
واں غریماں ہم بانکار روجحود
قرض خواہ بھی تردید اور انکار کے ساتھ

توبہیں اسرارِ[1] سرّ اندیش شیخ
(اب) تو راز کو سوچنے والے شیخ کے اسرار کو دیکھ
تک تبرک خوش خورید ایں را حلال
یہ تبرک ہے اس کو حلال سمجھ کر خوب کھاؤ
خوش ہمی خوردند حلوائے چو قند
قند جیسے حلوے کو خوب کھایا
گفت دینارم بدہ اے پُر خرد
بولا، اے دانشمند میرا دینار دے
وام دارم میروم سوئے عدم
میں مقروض ہوں۔ (ملک) عدم کی طرف جا رہا ہوں
نالہ وگریہ بر آورد و حنین
رونا اور چیخنا شروع کر دیا
کاے مَرا اشکستہ بودے ہر دو پائے
کہ میرے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے ہوتے
بر درِ ایں خانقاہ نگذشتمے
اِس خانقاہ کے دروازے سے نہ گزرتا
سگ دلانِ ہمچو گربہ[2] روئے شو
کتوں کا دل رکھنے والے، بلی کی طرح منہ دھونے والے
گرد آمد گشت بر کودک حشر
جمع ہوگئے، لڑکے پر بھیڑ لگ گئی
تو یقیں داں کہ مرا اُستاد کشت
تو یقین کر لے کہ اُستاد نے مجھے مار ہی ڈالا
او مَرا بکشد اجازت میدہی
وہ مجھے مار ڈالے گا، تو روا رکھتا ہے؟
رو بشیخ آوردہ کایں بازی چہ بود
شیخ کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ کیا تماشہ تھا!

1. اسرار۔ سِرّ کی جمع ہے، رانعہ سِرّ اندیش۔ راز کو سوچنے والا۔ نوال۔ عطیہ۔ تک۔ ایک کی تخفیف ہے بمعنی لیکن وا کنوں۔ درم۔ درہم، ایک سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے۔ حنین۔ رونا چلانا۔ گلخن۔ بھٹی، یعنی حلوا پکانے کی بھٹی۔ طبل خوار۔ طبل، ڈھول یعنی کھا کر ڈھول سا پیٹ پھلانے والے۔

2. گربہ۔ بلی اپنا زہد دکھانے کے لئے اپنا منہ اپنے لعاب سے صاف کرتی رہتی ہے۔ غریو۔ شور وغل۔ خیر وشر۔ بھلے برے لوگ۔ حشر۔ مجمع۔ درشت۔ یعنی سنگدل۔ استا۔ استاد۔ کشت۔ مارتے مارتے مار ڈالے گا۔ دست تہی۔ خالی ہاتھ۔ جحود۔ دیدہ ودانستہ انکار۔ بازی۔ تماشہ۔

مالِ ماخوردی مظالم[1] می بَری
ہمارا مال مارا، حقوق لے جا رہا ہے
از چہ بود ایں ظلم دیگر بر سَری
علاوہ ازیں یہ کیا ظلم تھا؟

تا نمازِ دیگر آں کودک گریست
عصر کی نماز تک وہ لڑکا روتا رہا
شیخ دیدہ بست و در وے ننگریست
شیخ نے آنکھیں بند کرلیں اور اُسکی طرف دیکھا (بھی) نہیں

شیخ فارغ از جفاؤ از خلاف
شیخ ظلم اور جھگڑے سے فارغ (البال) تھے
در کشیدہ روی چوں مہ در لحاف
چاند جیسا چہرہ لحاف میں چھپائے ہوئے تھے

با ازل خوش با اَبد خوش شاد کام
ازل (مقدر) سے خوش ابد (آخرت) سے خوش اور مسرور
فارغ از تشنیع و طعن خاص و عام
خاص و عام کے لعن طعن سے بے نیاز تھے

آنکہ جاں در روئے اُو خندد چو قند
جسکی جان اُسکے سامنے قند کی طرح (میٹھی) مسکرا رہی ہو
از ترشروئی خلقش چہ گزند
اُس کو مخلوق کی بدمزاجی سے کیا نقصان؟

آنکہ جاں بوسہ دہد بر چشم اُو
جس کی آنکھوں پر جان بوسہ دے
کے خورد غم از فلک و ز خشم اُو
وہ آسمان اور اُس کے غصہ کا غم کب کرتا ہے؟

در شب مہتاب مہ رابر سماک
چاندنی رات میں چاند کو سماک پر
از سگاں و عوعو ایشاں چہ باک
کتوں اور اُن کے بھونکنے سے کیا خوف ہے؟

سگ وظیفہ خود بجا می آورد
کتا اپنا کام کررہا ہے
مہ وظیفہ خود برخ می گسترد
چاند اپنا کام (روشنی) رُخ پر ڈال رہا ہے

کارک[2] خود می گذارد ہر کسے
ہر شخص اپنا کام کرتا ہے
آب نگذارد صفا بہر خسے
تنکے کی وجہ سے پانی اپنی صفائی نہیں چھوڑتا ہے

خس خسانہ می رود بر روئے آب
تنکا کمینوں کی طرح پانی کے اوپر جا رہا ہے
آب صافی می رود بے اضطراب
صاف پانی بغیر پریشانی کے بہہ رہا ہے

مصطفیٰ مہ می شگافد نیم شب
(حضرت) مصطفیٰؐ، آدھی رات چاند کو شق کر رہے ہیں
ژاژ می خاید زکینہ بولہب
کینہ کی وجہ سے ابولہب بکواس کر رہا ہے

آں مسیحا مُردہ زندہ می کند
(حضرت) عیسیٰؑ مردے کو زندہ کررہے ہیں
واں جہود از خشم سُبلت می کند
یہود غصہ میں اپنی مونچھیں نوچ رہے ہیں

بانگ سگ ہرگز رسد در گوشِ ماہ
کتوں کی آواز کبھی چاند کے کان میں پہنچی ہے؟
خاصہ ماہے کو بود خاصِ اِلٰہ
خصوصاً وہ چاند جو اللہ (تعالیٰ) کا مخصوص ہو

1. مظالم۔ حقوق، مطالبات۔ برسری۔ علاوہ۔ نمازِ دیگر۔ نماز اول ظہر، دوسری نماز عصر۔ دیدہ۔ آنکھ۔ فارغ۔ خالی۔ جفا۔ ظلم۔ خلاف۔ لڑائی جھگڑا۔ ازل۔ یعنی مقدر۔ ابد۔ یعنی انجام۔ تشنیع۔ لعنت ملامت کرنا۔ آنکہ۔ جس کی روح اس کے سامنے مسکرائے، کسی کا منہ بنانا اس کے لئے مضر نہیں ہے۔ شب مہتاب۔ چاندنی رات۔ سماک۔ قمر کی منزلوں میں سے چودھویں منزل ہے۔ عوعو۔ کتوں کے بھونکنے کی آواز۔ وظیفہ۔ معمول۔

2. کارک۔ معمولی کام۔ خس۔ تنکا۔ خسانہ۔ کمینہ پن۔ اضطراب۔ پریشانی، دریا کا جوش۔ مصطفیٰ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے۔ ژاژ خائیدن۔ بکواس کرنا۔ ابولہب۔ آنحضورﷺ کا چچا جو آپ کی دشمنی میں مشہور ہے۔ مسیحا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کا معجزہ مردے کو زندہ کرنا تھا۔ جہود۔ یہودی لوگ۔ سُبلت۔ مونچھ۔

مے خورد[1] شہ برلب جو تا سحر
بادشاہ نہر کے کنارے صبح تک مے نوشی کرتا ہے
در سماع از بانگ چغزاں بیخبر
گانے میں مینڈکوں کی آواز سے بے خبر

ہم شدے تو زیع کودک دانگ چند
لڑکے کے چند پیسے چندہ بھی ہوسکتے تھے
ہمت شیخ آں سخارا کرد بند
شیخ کی باطنی توجہ نے اُس سخاوت کو روک دیا

تاکسے ندہد بکودک ہیچ چیز
تاکہ کوئی شخص لڑکے کو کچھ نہ دے
قوتِ پیراں ازیں بیش ست نیز
بزرگوں کی قوت اِس سے بھی بڑھ کر ہے

شد نمازِ دیگر آمد خادمے
عصر کی نماز ختم ہوئی تو ایک خادم آیا
یک طبق برکف زپیش حاتمے[2]
ایک طباق ہاتھوں پر دھرے کسی سخی کے پاس سے

صاحب مالے و حالے پیش پیر
ایک صاحب مال و حال نے پیر کی خدمت میں
ہدیہ بفرستاد کزوے بد خبیر
ہدیہ بھیجا کیونکہ وہ اُس کی حالت سے باخبر تھا

چار صد دینار برگوشہ طبق
طباق کے کنارے پر چار سو دینار
نیم دینارِ دگر اندر ورق
آدھا دینار اور، کاغذ میں

خادم آمد شیخ را اِکرام کرد
خادم آیا، شیخ کی تعظیم کی
واں طبق بنہاد پیش شیخ فرد
اور اُس طبق کو یگانہ (زمانہ) شیخ کے سامنے رکھ دیا

چوں طبق را از عطا بکشود زود
جب فوراً عطیہ کے طباق کو کھولا
خلق دیدند آں کرامت بے جحود
لوگوں نے وہ کرامت اقرار کے ساتھ دیکھی

آہ و افغاں از ہمہ برخاست زود
فوراً سب کی آہ و فغاں بلند ہوئی
کاے سرِ شیخاں و شاہاں ایں چہ بود
کہ اے بزرگوں اور بادشاہوں کے سردار! یہ کیا تھا؟

ایں چہ سرّ ست ایں چہ سلطانیست باد
یہ کیا راز ہے؟ اور یہ کیسی شہنشاہی ہے؟
اے خداوند خداوندانِ۔ راز
اے راز داروں کے آقا!

ما ندانستیم مارا عفو کن
ہم نہ سمجھے، ہمیں معاف کر دیجئے
بس پراگندہ کہ رفت ازما سخن
وہ بہت بیہودہ باتیں جو ہم سے ہوئیں

ماکہ کورانہ عصا ہامی زنیم
ہم جو اندھا دھند لاٹھی گھماتے ہیں
لاجرم قندیلہا را بشکنیم
یقیناً قندیلوں کو توڑ دیتے ہیں

---

1. مے خورد۔ شراب می نوشد۔ برلب جو۔ دریا کے کنارے شراب نوشی مزید لطف کا سبب ہوتی ہے۔ توزیع۔ تقسیم، چندہ مراد ہے۔ آں سخا۔ لوگوں کے چندہ دینے میں شیخ کی باطنی توجہ مانع بنی۔ کودک۔ یعنی حلوہ بیچنے والا لڑکا۔ قوت۔ باوجود دوسرے قرض خواہوں کے لڑکے کے قرض کی ادائیگی دوسروں سے پسند نہ کی، اس لئے کہ بزرگوں کی قوت باطنی کے مقابلہ میں یہ سب قرض ہیچ تھا۔ نماز دیگر۔ عصر کی نماز، اول نماز ظہر کی کہلاتی ہے چونکہ فرضیت نماز کے بعد امامت جبرئیل میں پہلی نماز ظہر کی ادا ہوئی ہے۔
2. حاتم۔ یعنی سخی۔ بدخبیر۔ وہ سخی شیخ کے مقروض ہونے سے واقف تھا۔ نیم دینار۔ جس کا حلوہ خریدا تھا۔ فرد۔ یکتائے زمانہ۔ کرامت۔ بزرگوں سے جو بات غیبی نظام کے ماتحت عام سنت اللہ کے خلاف ظاہر ہو، وہ کرامت کہلاتی ہے۔ سر۔ سردار۔ سرّ۔ راز۔ خداوند۔ آقا۔ قندیلہا۔ یعنی بزرگوں کے روشن دل۔

ما چوکراں[1] ناشنیدہ یک خطاب
ہم بہروں کی طرح ہیں ایک بات سنے بغیر
ہرزہ گویاں از قیاسِ خود جواب
اپنے اندازے سے بیہودہ جواب دیتے ہیں

ماز موسیٰ پند نگرفتیم کو
ہم نے (حضرت) موسیٰؑ (کے واقعہ) سے نصیحت حاصل نہ کی جو
گشت از انکار خضرؑ زرد رُو
(حضرت) خضرؑ پر اعتراض کر کے شرمندہ ہوئے

باچناں چشمے کہ بالائی شتافت
ایسی آنکھوں کے ذریعہ جو عالم (بالا) کی طرف جاتی تھیں
نورِ چشمش آسماں رامی شگافت
اُن کی آنکھوں کا نور آسمان کو چاک کرتا تھا

کردہ با چشمت تعصب موسیا
اے موسیٰ! (شیخ خضرویہ) تیری آنکھوں کیساتھ تعصب برتا
از حماقت چشم موشِ آسیا
حماقت کیوجہ سے ہماری چکی کے چوہے (جیسی) آنکھ نے

شیخ فرمود آں ہمہ انکار وقال
شیخ نے فرمایا وہ سب انکار اور گفتگو
من بحل کردم[2] شمارا آں جدال
وہ لڑائی جھگڑا، میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے

سرّ آں ایں بود کز حق خواستم
اُس کا راز یہ تھا کہ میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی
لا جرم بنمود راہِ راستم
لا محالہ اُس نے سیدھا راستہ مجھے دکھایا

گفت ایں دینار اگرچہ اندک است
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ یہ اگرچہ تھوڑے سے دینار ہیں
لیک موقوفِ غریو کودک است
لیکن بچے کے رونے پر موقوف ہیں

تا نگرید کودکِ حلوا فروش
جب تک حلوہ فروش کا لڑکا نہ روئے
بحر بخشش در نمی آید بجوش
بخشش کا دریا جوش میں نہ آئے گا

اے برادر طفل طفل چشم تُست
اے بھائی! بچہ تیری آنکھ ہے
کامِ خود موقوف زاری داں نخست
پہلے اپنے مقصد کو رونے پر موقوف سمجھ لے

کامِ خود موقوفِ زاریِ دل ست
اپنا مقصد دل کے رونے پر موقوف ہے
بے تضرّع کامیابی مشکل ست
گڑگڑائے بغیر کامیابی مشکل ہے

گرہمی خواہی کہ مشکل حل شود
اگر تو چاہتا ہے کہ مشکل حل ہو جائے
خارِ محرومی بگل مبدل شود
محرومی کا کانٹا پھول میں بدل جائے

گرہمی خواہی کہ آں خلعت رسد
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ پوشاک تجھے مل جائے
پس بگریاں طفل دیدہ برجسد
تو آنکھ کے بچے کو جسم (کی ضرورت) پر رُلا

ترسانیدن شخصے زاہدے را کہ کم گری تا کور نہ شوی

ایک شخص کا ایک زاہد کو ڈرانا کہ کم رویا کر، تاکہ تو اندھا نہ ہو جائے

[1] ماچوکراں۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ عوام بزرگوں کی بات کی تہ تک نہیں پہنچتے اور اپنے قیاس سے الکل پچو باتیں بناتے ہیں۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کے کاموں کی تہ تک نہ پہنچے تھے اور اعتراضات کر کے شرمندہ ہوئے تھے۔ باچناں چشمے۔ اولیاء کی چشم بصیرت آسمانوں کو پار کر جاتی ہے۔ تعصب۔ بے جا حمایت۔ موسیا۔ یعنی شیخ خضرویہ۔ موش۔ چوہا۔ آسیا۔ چکی۔ انکار۔ یعنی وہ تمام بے ہودہ باتیں جوان لوگوں نے کی تھیں۔

[2] بحل کردم۔ میں نے معاف کر دیں۔ جدال۔ لڑائی جھگڑا۔ گفت۔ یعنی میری دعا پر اللہ نے فرمایا۔ غریو۔ شور وغل۔ اے برادر۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ جس طرح بخشش کا دروازہ حلوا فروش بچے کے رونے سے کھلا، اسی طرح تو بھی اپنے معاملے کو سمجھ۔ تضرّع۔ عاجزی، گڑگڑانا۔ خارِ محرومی۔ یعنی مصیبتیں، نعمتوں میں تبدیل ہو جائیں۔ خلعت۔ شاہی لباس۔ یارے ورعمل۔ یار طریقت، ہم مشرب۔ گری۔ گریستن سے صیغہ امر ہے۔

زاہدے را گفت یارے در عمل
عمل (تصوف) کے ایک ساتھی نے ایک زاہد سے کہا
کم گری تا چشم را ناید خلل[1]
کم رویا کر تا کہ آنکھ کو نقصان نہ پہنچے

گفت زاہد از دو بیروں نیست حال
زاہد نے کہا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہے
چشم بیند یا نہ بیند آں جمال
اُس حسن کو آنکھیں دیکھیں گی یا نہ دیکھیں گی

گر بہ بیند نورِ حق خود چہ غم ست
اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دیکھ لیں گی تو پھر کیا غم ہے؟
در وصالِ حق دو دیدہ کے کم ست
اللہ (تعالیٰ) کے وصال میں دو آنکھیں کیا کم ہیں

ورنہ خواہد دید از حق نور و ضو
اور اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور اور روشنی کو نہ دیکھ سکیں گی
ایں چنیں چشم شقی گو کور شو
تو کہہ دو ایسی آنکھیں اندھی ہو جائیں

غم مخور از دیدہ کاں عیسیٰ تراست
آنکھوں کی فکر نہ کر، عیسیٰ (خدا) تیرا ہے
چپ مرو تا بخشدت او چشم راست
ٹیڑھا نہ چل تا کہ وہ تجھے صحیح آنکھ بخش دے

عیسیٰ روحِ[2] تو با تو حاضرست
تیری روح کا عیسیٰ (خدا) تیرے پاس موجود ہے
نصرت از وے خواہ کو خوش ناصرست
مدد اُس سے مانگ، وہ بہترین مددگار ہے

لیک بیگارِ تن پُر استخواں
لیکن ہڈیوں بھرے جسم کی بیگار
بر دلِ عیسیٰ منہ تو ہر زماں
کسی وقت (بھی عیسیٰ (خدا) کے دل پر نہ رکھ

ہمچو آں ابلہ کہ اندر داستاں
اُس بیوقوف کی طرح جس کا قصہ میں
ذکر اُو کردیم بہر راستاں
اہل حق کے لئے ہم نے اُس کا ذکر کیا ہے

زندگی تن مجو از عیسیت
اپنے عیسیٰ (خدا) سے جسم کی زندگی کا طالب نہ بن
کامِ فرعونی مخواہ از موسیت
اپنے موسیٰ (خدا) سے فرعونی مقصد نہ چاہ

بردِلِ خودکم نہ اندیشہ معاش
اپنے دل پر معاش کی فکر کم کر
عیش کم ناید تو بر درگاہ باش
معاش کم نہ رہے گی تو دربار میں حاضر رہ

ایں بدن خرگاہ آمد رُوح را
یہ جسم روح کا خیمہ ہے
یا مثالِ کشتی نمر نوحؑ را
یا کشتی جیسا ہے، نوحؑ کے لئے

ترک چوں باشد بیابد خرگہے
سپاہی :ب (ملازم) ہوتا ہے اُس کو خیمہ مل جاتا ہے
خاصہ چوں باشد عزیز در گہے
خصوصاً جب کہ وہ دربار میں باعزت ہو

---

1. خلل۔ نقصان۔ کمتؔ۔ یعنی زاہد نے جواب میں کہا میں اللہ کی یاد میں روکر آنکھیں خراب کر رہا ہوں تو اب دو صورتیں ہیں یا تو اس رونے کے نتیجہ میں میری آنکھیں برباد ہوں گی اور مجھے دیدارِ حق میسر آجائے گا۔ تو پھر مجھے ان جسمانی آنکھوں کی بربادی کی کوئی پروا نہیں اور اگر دیدارِ حق میسر نہ آئے تو پھر ایسی آنکھوں کا برباد ہو جانا ہی بہتر ہے جو دیدارِ حق سے محروم ہوں۔ چہ غم۔ یعنی جسمانی آنکھوں کی بربادی کا کوئی رنج نہیں ہے۔ دو دیدہ۔ جو آنکھیں دیدارِ حق نے لے لیں گی۔ عیسیٰ۔ یعنی وہ خدا جو مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ چپ مرو۔ کجروی نہ اختیار کر۔ راست۔ درست۔
2. عیسیٰ روح۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو روحوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ نصرت۔ مدد۔ بے گار۔ بے مزدوری کا کام۔ بردل عیسیٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے روح کی زندگی چاہو۔ ابلہ۔ حضرت عیسیٰ کا وہ بیوقوف ساتھی جس نے ہڈیوں کو زندہ کرنے پر اصرار کیا۔ کام فرعونی۔ یعنی تن پروری، لذات جسمانی۔ موسیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ معاش۔ یعنی جسمانی زندگی کا گزارا۔ درگاہ۔ یعنی بارگاہ خداوندی۔ خرگاہ۔ خیمہ یعنی اصل روح ہے اور جسم محض اس کی قیامگاہ ہے۔ کشتی۔ اصل حضرت نوح کی ذات تھی اور کشتی محض ان کی نشست گاہ تھی۔ ترک۔ یعنی اگر تم اللہ کے وفادار سپاہی بنو گے تو وہ خود تمہارا بندوبست فرما دے گا۔ عزیز۔ باعزت۔

تمامی قصه زنده شدن استخوانہا بدعائے عیسیٰ علیہ السلام

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ہڈیوں کے زندہ ہو جانے کے قصہ کی تکمیل

چونکہ عیسیٰؑ دید آں ابلہ رفیق
جب (حضرت) عیسیٰؑ نے اُس بیوقوف ساتھی کو دیکھا
جز کہ استیزہ[1] نمیداند طریق
کہ جھگڑے کے سوا کوئی طریقہ نہیں جانتا ہے

می نگیرد پند را از ابلہی
بیوقوفی کی وجہ سے نصیحت قبول نہیں کرتا ہے
بخل می پندارد او از گمرہی
نادانی کی وجہ سے (اسم اعظم نہ پڑھنے کو) بخل سمجھتا ہے

خواند عیسیٰؑ نامِ حق براستخواں
(حضرت) عیسیٰؑ نے ہڈیوں پر اسم اعظم پڑھ دیا
از برائے التماسِ آں جواں
اُس جوان کے اصرار کی وجہ سے

حکم یزداں از پئے انجامِ مرد
اللہ (تعالیٰ) کے حکم نے (اُس) انسان کے انجام کے لئے
صورتِ آں استخواں را زندہ کرد
اُن ہڈیوں کے ڈھانچہ کو زندہ کر دیا

از میاں بر جست یک شیرِ سیاہ
درمیان سے ایک کالا شیر کودا
پنجۂ زد کرد نقشش را تباہ
اُس (شیر) نے پنجہ مارا اور اُس کے نقش کو مٹا دیا

کلہ اش برکند و مغزش ریخت زود
اُس کی کھوپڑی اُکھاڑ دی اور جلد اُس کا بھیجا بکھیر دیا
ہمچو جوزے کاندرے مغزے نبود
اُس اخروٹ کی طرح جس میں گری نہ تھی

گر ورا مغزے بدے زاشکستنش
اگر اُس میں گودا ہوتا، اُس کے ٹوٹنے سے
خود نبودے نقص الّا بر تنش
محض اُس کے جسم کو نقصان پہنچتا

گفت عیسیٰؑ چوں شتابش کوفتی
(حضرت) عیسیٰؑ نے اُس (شیر) سے فرمایا تو نے اسقدر اسکی جلد سرکوبی کیوں کی؟!
گفت زاں رو کہ توزو آشوفتی[2]
اُس نے کہا اِس لئے کہ تم اُس سے پریشان ہوئے

گفت عیسیٰؑ چوں نخوردی خونِ مرد
(حضرت) عیسیٰؑ نے فرمایا تو نے اُسکا خون کیوں نہ پیا؟
گفت در قسمت نبودم رزقِ خود
اُس نے کہا میری قسمت میں اپنی روزی نہ تھی

اے بساکس ہمچوآں شیر ژیاں
اے (مخاطب) بہت سے لوگ اُس غضبناک شیر کی طرح
صید خود ناخوردہ رفتہ از جہاں
دنیا سے اپنا شکار بغیر کھائے چلے گئے

قسمتش کاہے نہ و حرصش چو کوہ
اُسکی قسمت میں ایک تنکا نہیں اور اُسکی حرص پہاڑ جیسی ہے
جستہ بے وجہے وجوہ از ہر گروہ
ہر گروہ سے بے طریقہ آمدنیوں کا جویاں ہے

جمع کردہ مال و رفتہ سوئے گور
مال کو جمع کیا اور قبر میں چلا گیا
دشمناں در ماتم او کردہ سور
دشمنوں نے اس کے ماتم میں جشن منایا

---

[1] استیزہ۔ لڑائی جھگڑا۔ طریق۔ راستہ۔ پند۔ یعنی حضرت عیسیٰ کی نصیحت۔ بخل۔ حضرت عیسیٰ کے اسم اعظم نہ پڑھنے کو اُن کے بخل پر محمول کر رہا تھا۔ نام حق۔ یعنی اسم اعظم۔ جواں۔ یعنی حضرت عیسیٰ کا بیوقوف ساتھی۔ از میاں۔ یعنی گڑھے کے اندر سے یا فوراً۔ شیر سیاہ۔ کالا شیر، خوفناک شیر۔ نقش۔ یعنی ہستی۔ ہمچو۔ یعنی کھوپڑی خالی اخروٹ کی طرح رہ گئی۔ مغزے بدے۔ یعنی عقل ہوتی۔ گفت عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ نے شیر سے کہا۔

[2] آشوفتی۔ اس نے بے جا سوال کر کے حضرت عیسیٰ کو پریشان کیا تھا۔ در قسمت۔ شیر اپنی مقدر روزی کھا کر طبعی موت مرا تھا۔ اے بساکس۔ یہاں سے مولانا نے نصیحت شروع کی ہے۔ کاہے۔ کاہ، تنکا، معمولی مال۔ کوہ۔ پہاڑ، بڑی چیز۔ بے وجہ۔ ناموزوں۔ وجوہ۔ آمدنیاں۔ ماتم۔ سوگ۔ سور۔ محفل نشاط، جشن مسرت۔

اے میسر کردہ بر ما در جہاں
اے (وہ ذات) تو نے دنیا کو ہمارے لئے آسان کر دیا ہے
سُخرہ[1] و بیگار ما را وا رہاں
فرمانبرداری اور بیگار سے ہمیں نجات دے

طعمہ بنمودہ بما و آں بودہ شست
ہمیں چارہ نظر آیا اور وہ مچھلی کا کانٹا تھا
آنچناں بنما بما آں را کہ ہست
ہمیں اسی طرح دکھا دے جس طرح سے وہ ہے

گفت آں شیر اے مسیحا ایں شکار
اُس شیر نے کہا، اے مسیحا! یہ شکار
بود خالص از برائے اعتبار
محض عبرت کے لئے تھا

گر مرا روزی بدے اندر جہاں
اگر دنیا میں میرا رزق ہوتا
خود چہ کارستے مرا با مُردگاں
میرا مُردوں سے کیا واسطہ ہوتا؟

ایں سزائے آنکہ یابد آب صاف
یہ اُس کی سزا ہے جو صاف پانی پائے
ہمچو خر در جو بمیزد از گزاف
بیہودگی سے گدھے کی طرح اس میں پیشاب کر دے

گر بداند قیمت آں جوئے خر
اگر گدھا اُس نہر کی (قدرو) قیمت جانتا
او بجائے پا نہد در جوئے سر
وہ نہر میں پیر کی جگہ سر رکھتا

او بیابد آنچناں پیغمبرے
وہ ایسا پیغمبر پائے
میر آب زندگانی پرورے
جو زندگی کے پرورش کرنیوالے پانی (آبِ حیات) کا سردار ہے

چوں نمیرد پیش اُو از امرِ کُن[2]
(لفظ) کن کے حکم سے اُسکے سامنے جان کیوں نہ دیدے
اے امیر آبِ ما را زندہ کن
اے آبِ حیات کے سردار ہمیں زندہ کر دے

ہیں سگِ نفس را زندہ مخواہ
خبردار! اپنے نفس کتے کی زندگی نہ چاہ
کو عدوِ جانِ تست از دیرگاہ
کیونکہ وہ مدت سے تیری جان کا دشمن ہے

خاک برسر استخوانے را کہ آں
اُن ہڈیوں پر خاک، جو کہ
مانع ایں سگ بود از صید جاں
اِس کتے کو جان کا شکار کرنے سے روکیں

سگ نۂ بر استخواں چوں عاشقی
تو کتا نہیں ہے ہڈیوں پر کیوں عاشق ہے؟
دیوچہ وار از چہ برخوں عاشقی
جونک کی طرح خون پر تو کس وجہ سے عاشق ہے؟

آں چہ چشمست آنکہ بینائیش نیست
وہ بھی کیا آنکھ ہے جس میں بینائی نہیں ہے
زامتحانہا جز کہ رسوائیش نیست
امتحانوں میں رسوائی کے سوا اُس کے لئے کچھ نہیں ہے

---

1. سُخرہ۔ بیگار، بغیر اجرت کی مزدوری۔ طعمہ۔ خوراک۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ خالص۔ محض۔ اعتبار۔ عبرت پکڑنا یعنی تا کہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو بزرگوں کو لا حاصل سوال کر کے پریشان کرتے ہیں۔ مردگاں۔ یعنی میں مرکر مُردوں میں شامل نہ ہوتا۔ بمیزد۔ میزیدن بمعنی پیشاب کرنا، یہ فعل مضارع ہے۔ گزاف۔ بیہودگی، اس بیوقوف کو حضرت عیسٰی کی ذات گرامی میسر آئی جو بمنزلہ صاف پانی کے تھے، ان کے ذریعہ اس کو اپنی روح کی پاکیزگی کرنی چاہیے تھی لیکن اس نے گدھے کی طرح ان کا غلط استعمال کیا۔
2. امرکن۔ یعنی خدائی حکم۔ امیر آب۔ یعنی آبِ حیات کے سردار۔ عدو۔ حدیث میں آیا ہے کہ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میں ہے۔ استخواں۔ یعنی جسم انسانی۔ جاں یعنی روحانی کمالات۔ سگ نۂ۔ انسانی جسم ہڈیوں اور خون کا مجموعہ ہے۔ ہڈی کتے کی خوراک ہے اور خون جونک کی خوراک ہے۔ دیوچہ۔ جونک، دیمک۔ آں چہ۔ اگر تمہاری نگاہ میں چھلکے اور مغز میں کوئی فرق نہیں تو تمہاری آنکھیں بیکار ہیں، امتحان کے وقت رسوا ہوں گی۔

سہو[۱] باشد ظنہا را گاہ گاہ — اینچہ ظنّ ست اینکہ کور آمد براہ

گمانوں میں، کبھی کبھی بھول ہوتی ہے — یہ کیا گمان ہے جو راستہ سے اندھا ہوا

کردۂ بردیگراں نوحہ گری — مدتے بنشیں و برخودی گری

تو دوسروں پر رویا ہے — کچھ عرصہ بیٹھ اور اپنے اوپر رو

ز ابر گریاں شاخ سبز و تر شود — زانکہ شمع از گریہ روشن تر شود

رونے والے ابر سے شاخ سبز و تازہ بنتی ہے — جیسا کہ شمع، رونے سے اور زیادہ روشن ہو جاتی ہے

ہرکجا نوحہ کنند آنجا نشیں — زانکہ تو اولیٰ تری اندر حنیں

جہاں نوحہ کریں وہاں بیٹھ — کیونکہ رونا تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

زانکہ ایشاں در فراقِ فانی[۲] اند — غافل از لعل بقائے کانی اند

کیونکہ وہ فنا ہونیوالے (مردے) کے فراق میں (مبتلا) ہیں — بقا کی کان کے لعل سے غافل ہیں

زانکہ بردل نقش تقلیدست بند — رَو بآبِ چشم بندش را برند

کیونکہ دل پر تقلید کا نقش رُکاوٹ ہے — جا آنسوؤں سے اُس رکاوٹ کو صاف کر دے

زانکہ تقلید آفت ہرنیکویست — کہ بود[۳] تقلید گرہ کوہِ قوی ست

کیونکہ تقلید ہر نیکی کی تباہی ہے — تقلید اگر مضبوط پہاڑ (بھی) ہے تو وہ تنکا ہے

گر ضریرے لمترست و تیزخشم — گوشت پارہ اش داں کہ اُو رانیست چشم

اگر کوئی اندھا موٹا اور غصیل ہے — اُس کو گوشت کا ٹکڑا سمجھ کیونکہ اُس کے آنکھ نہیں ہے

گر سخن گوید زمو باریک تر — آں سَرش رازاں سخن نبود خبر

اگر وہ بال سے زیادہ باریک بات کہے — اُس کے دماغ کو اُس بات کا پتہ نہیں ہے

مستی دارد زگفت خود ولیک — از بروئے تابۂ راہست نیک

اپنی گفتگو سے مست ہے لیکن — اُس سے شراب تک بڑا لمبا راستہ ہے

ہمچو جویست اُو نہ آبے میخورد — آب ازو برآب خوارں بگذرد

اُس کی مثال نہر کی سی ہے جو پانی نہیں پیتی — اُس کا پانی، پینے والوں تک چلا جاتا ہے

آب در جوزاں نمی گیرد قرار — زانکہ جونیست تشنہ و آب خوار

پانی اس وجہ سے نہر میں نہیں ٹھہرتا — کہ وہ نہر پیاسی اور پانی پینے والی نہیں ہے

---

۱ سہو۔ اگر انسان لذائذ جسمانی اور اخروی نعمتوں میں فرق نہیں کرسکتا ہے تو قابل معافی بھول نہیں ہے یہ تو اندھاپن ہے۔ بردیگراں۔ یعنی دوسروں کے عیب۔ برخود۔ یعنی اپنے مصائب پر رونا چاہئے۔ زابرگریاں۔ جس طرح بارش سے نباتات کا فروغ ہے، اسی طرح اپنے مصائب پر رونے سے روح کا فروغ ہوتا ہے۔ ازگریہ۔ موم پگھل کر آنسوؤں کی صورت میں ٹپکتا ہے۔ نوحہ۔ مردے پر رونا۔ حنیں۔ چلانا۔ ایشاں۔ مردے پر رونے والے۔

۲ فانی۔ یعنی مرنے والے انسان۔ لعل کانی۔ معدنی لعل، یعنی ابدی زندگی۔ زانکہ۔ نوحہ اس لئے ممنوع ہے کہ وہ دیکھا دیکھی کا رونا ہے، اس ممانعت کو پُرخلوص رونے سے ختم کردو۔ برند۔ صاف کردے، ندیدن بمعنی ستردن سے امر کا صیغہ ہے۔ تقلید۔ یعنی اندھا دھند کسی کی پیروی کرنا۔

۳ کہ بود۔ تقلیدی کام خواہ بڑا ہو اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔ ضریر۔ ناقص، اندھا۔ لمتر۔ فربہ، موٹا۔ تیزخشم۔ غضبناک۔ سخن۔ یعنی باریک نکتے۔ سرش۔ جب تک حال نہ ہو قال بیکار ہے۔ ازبروے۔ میں نے لفظ بر کو زیادہ مان کر ترجمہ کیا ہے۔ مے۔ یعنی عشق خداوندی کا نشہ۔ ہمچو۔ یعنی واعظ بے عمل اور مقلد بے بصر کی مثال نہر اور بانسری کی سی ہے، نہر خود نفع نہیں اٹھاتی، بانسری کے دل میں سوز نہیں ہے۔

همچو نائے نالہ و زاری کند
جیسا کہ بانسری نالہ و زاری کرتی ہے
لیک بیگارِ خریدارے کند
لیکن وہ خریدار کی بیگار کرتی ہے

نوحہ گر[1] باشد مقلد در حدیث
نوحہ گر بات میں مقلد ہوتا ہے
جز طمع نبود مرادِ آں خبیث
اُس خبیث کا لالچ کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہے

نوحہ گر گوید حدیث سوز ناک
نوحہ گر درد ناک بات کہتا ہے
لیک کو سوزِ دل و دامانِ چاک
لیکن دل کی جلن اور پھٹا ہوا دامن کہاں ہے؟

از مقلد تا محقق فرقہاست
مقلد اور محقق میں بہت فرق ہے
کیں چوداؤد ست وآں دیگر صداست
یہ داؤدؑ کی طرح ہے اور وہ صدائے بازگشت ہے

منبع گفتار ایں سوزے بود
اُس کی بات کا سرچشمہ سوز ہوتا ہے
واں مقلد کہنہ آموزے بود
اور وہ مقلد کہنہ آموز ہوتا ہے

ہیں مشو غرہ بداں گفت حزیں
اُس غمناک بات سے دھوکے میں نہ پڑنا
بار برگاوست برگردوں حنیں
بوجھ بیلوں پر ہے گاڑی میں چوں چوں ہے

ہم مقلد نیست محروم از ثواب
مقلد بھی ثواب سے محروم نہیں ہے
نوحہ گر را مزد[2] باشد در حساب
نوحہ گر کی مزدوری بھی حساب میں لگتی ہے

کافر و مومن خدا گویند ولیک
کافر اور مومن (یا) خدا کہتے ہیں، لیکن
درمیان ہر دو فرقے ہست نیک
دونوں میں بہت فرق ہے

آں گدا گوید خدا از بہرناں
بھکاری (یا) خدا روٹی کے لئے کہتا ہے
متقی گوید خدا از عین جاں
متقی (دل و) جان سے خدا کہتا ہے

اللہ اللہ می زنی از بہرناں
تو روٹی کے لئے (اللہ) اللہ کی ضربیں لگاتا ہے
بے طمع پیش آ واللہ رابخواں
لالچ کے بغیر آگے بڑھ اور اللہ کہہ

گر بدانستے گدا از گفت خویش
اگر بھکاری اپنی بات کی (قدر) جانتا
پیش چشم او نہ کم ماند نہ بیش
اُس کی نظر میں (دنیا کا) کم و بیش نہ رہتا

سالہا گوید خدا آں نان خواہ
روٹی مانگنے والا سالوں (یا) خدا کہتا ہے
ہمچو خر مصحف کشد از بہر کاہ
گدھے کی طرح گھاس کے لئے قرآن اٹھاتا ہے

گر بدل در تافتے گفت لبش
اگر اُس کے ہونٹ کی بات دل پر چمکتی
ذرّہ ذرّہ گشتہ بودے قالبش
تو اُس کا جسم ذرہ ذرہ ہو جاتا

1. نوحہ گر۔ وہ عورت یا مرد جو اجرت پر رونے کا پیشہ کرے۔ مقلد۔ نوحہ گروں میں سے ایک کچھ کہتا ہے، دوسرے اسی کو دہراتے ہیں۔ خبیث۔ یعنی نوحہ گر۔ محقق۔ وہ شخص جو اپنی تحقیق سے بات کی تہ تک پہنچے۔ داؤد۔ مشہور نبی ہیں جن کا لحن و لہجہ بڑا پر اثر تھا۔ انسانوں کے علاوہ حیوانات تک وجد کرنے لگتے تھے۔ صدا۔ آواز بازگشت۔ غرہ۔ مغرور، دھوکے میں پڑا ہوا۔ حزیں۔ غمناک۔ گردوں۔ گاڑی، چھکڑا۔ مقلد۔ اچھے کام کی تقلید بھی باعث ثواب ہے۔

2. مزد۔ مزدوری۔ در حساب۔ طے شدہ۔ خدا گویند۔ خدا کا نام لیتے ہیں یا خدا کے قائل ہیں۔ بہرناں۔ روٹی کمانے کے لئے۔ عین جاں۔ یعنی تہ دل۔ گفت خویش۔ یعنی اللہ کا نام۔ نان خواہ۔ روٹی کا بھکاری۔ ہمچو خر۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے ان لوگوں کی مثال جو تورات کے حامل بنائے گئے اور پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا، اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ قالبش۔ اس کا جسم اللہ کے نام کی تجلی سے پارہ پارہ ہو جاتا۔

نام دیوے[1] رہ بُرد در ساحری — تو بنامِ حق پشیزے می بری
جادو گری میں شیطان کا نام کام کرتا ہے — تو اللہ کے نام کے ذریعہ دمڑی حاصل کرتا ہے

خاریدن روستائی در تاریکی شیر را بہ ظن آنکہ گاؤ ست

ایک دیہاتی کا شیر کو سہلانا اس خیال سے کہ وہ گائے ہے

روستائی گاؤ در آخر بہ بست — شیر گاوش خورد و برجایش نشست
ایک دیہاتی نے گائے کو سال میں باندھ دیا — شیر نے اُس کی گائے کھا لی اور اُس کی جگہ بیٹھ گیا

روستائی شد در آخر سوئے گاؤ — گاؤ رامی جست شب آں کنجکاوَ
دیہاتی سال میں گائے کے پاس گیا — وہ تلاش کنندہ رات میں گائے کو ڈھونڈتا تھا

دست می مالید بر اعضائے شیر — پشت و پہلو گاہ بالا گاہ زیر
شیر کے اعضاء پر ہاتھ پھیرتا تھا — کمر اور کروٹ پر، کبھی اوپر، کبھی نیچے

گفت شیر ار روشنی افزوں بدے — بر دریدے زہرہ اش دل خوں شدے
شیر نے کہا اگر روشنی تیز ہوتی — اُس کا پتا پھاڑ دیتی، اُس کا دل خون بن جاتا

ایں چنیں گستاخ زاں می خاردم — کو دریں شب گاؤ می پندار دم
اس طرح نڈر ہوکر مجھے سہلا رہا ہے — کیونکہ وہ رات میں مجھے گائے سمجھ رہا ہے

حق ہمی گوید کہ اے مغرور کور — نے زنامم پارہ پارہ گشت طور
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے اے دھوکے میں مبتلا اندھے! — کیا میرے نام سے (کوہ) طور ریزہ ریزہ نہیں ہوا

کہ[2] لَوْ اَنْزَلْنَا کِتَابًا لِلْجَبَلْ — لَانْصَدَعْ ثُمَّ انْقَطَعْ ثُمَّ ارْتَحَلْ
کہ اگر ہم (اپنی) کتاب پہاڑ پر اُتارتے — تو وہ پھٹ جاتا پھر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا پھر جگہ سے ہل جاتا

از من ار کوہِ اُحد واقف بدے — پارہ گشتے و دلش پُرخوں شدے
اگر اُحد پہاڑ مجھ سے واقف ہوتا — ٹکڑے ہوجاتا اور اس کا دل پُرخون ہو جاتا

از پدر و ز مادر ایں بشنیدہٗ — لاجرم غافل ازیں پیچیدہٗ
تو نے ماں باپ سے یہ سنا ہے — لامحالہ تو غفلت سے اِس میں لگا ہوا ہے

گر تو بے تقلید ازیں واقف شوی — بے نشاں از لطف چون ہاتف شوی
اگر بغیر تقلید کے تو اس سے واقف ہو جائے — ہاتف کی طرح لطافت کی وجہ سے بے نشان ہو جائے

---

1. نام دیو۔ سفلیات میں جادوگر شیطان کے نام سے کام لیتے ہیں۔ پشیز۔ دمڑی۔ روستائی۔ دیہاتی۔ آخر۔ جانوروں کے باندھنے کی جگہ۔ کنج کاوَ۔ کونے کونے کو کھودنے والا، کنج گوشہ، کاوَ، کاویدن سے بنا ہے، کھودنے والا۔ افزوں۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے وہ شیر کو گائے سمجھ کر اس پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ زہرہ۔ پتا۔ گستاخ۔ نڈر۔ حق ہمی گوید۔ جس طرح سے ناواقفیت کی وجہ سے شیر پر ہاتھ پھیرنے کے باوجود اس دیہاتی کا دل شق نہ ہوا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کما حقہ معرفت نہ ہونے سے اس کے نام کا تحمل ہو جاتا ہے ورنہ کوہِ طور کی طرح جسم انسانی پارہ پارہ ہو جائے۔
2. کہ۔ قرآن پاک میں ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو ایک پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے جھک جاتا اور پھٹ جاتا۔ احد۔ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ از پدر۔ ماں باپ سے جو ملتا ہے انسان اس کی زیادہ قدر نہیں کرتا ہے۔ لاجرم۔ لامحالہ۔ ہاتف۔ وہ فرشتہ جس کی آواز سنائی دے اور نظر نہ آئے۔

بشنو ایں قصہ پئے تہدید[1] را تا بدانی آفت تقلید را
تنبیہ کے لئے یہ قصہ سن لے تاکہ تو تقلید کی ہلاکت کو سمجھ لے

فروختن صوفیاں بہیمہ صوفی مسافر راجہت سماع

سماع کی خاطر صوفیوں کا ایک مسافر صوفی کی سواری کو بیچ ڈالنا

صوفیی در خانقاہ از رہ رسید مرکب خود بُرد و در آخر کشید
ایک صوفی (سفر کے) راستہ سے ایک خانقاہ میں پہنچا اپنی سواری کو لے گیا اور اصطبل میں باندھ دیا

آبکش داد و علف از دست خویش نے چوآں صوفی کہ ما گفتیم پیش
اپنے ہاتھ سے اُس کو تھوڑا سا پانی اور چارا دیا اُس صوفی کی طرح نہیں جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے

احتیاطش کرد از سہو و خباط چوں قضا آید چہ سو دست احتیاط
اُس (صوفی) نے اُس (سواری) کی بھول اور بیوقوفی سے احتیاط کی جب قضا آتی ہے تو احتیاط سے کیا فائدہ؟

صوفیاں درویش بودند و فقیر کَادَ فَقْرٌ اَنْ یَّکُنْ کُفْرًا کَبِیْر
صوفی درویش اور فقیر تھے قریب ہے کہ فقر بڑا کفر بن جائے

اے تونگر تو کہ سیری ہیں مخند بر کژیِ آں فقیر درد مند
اے مالدار تو کہ پیٹ بھرا ہے، نہ ہنس اس دکھی فقیر کی کج روی پر

ازسر تقصیر آں صوفی رمہ خر فروشی[2] درگر فتند آں ہمہ
اُس صوفی گروہ نے غلط کاری سے سب نے خرفروشی شروع کر دی

کز ضرورت ہست مُردارے مباح بس فسادے کز ضرورت شد صلاح
کیونکہ ضرورت کی وجہ سے مردار جائز ہے بہت سی خرابیاں ہیں جو ضرورت میں جائز ہو جاتی ہیں

ہمدراں دم آں خرک بفروختند لوت آوردند شمع افروختند
فوراً ہی انہوں نے وہ گدھیا بیچ دی مزیدار کھانا لائے اور شمع روشن کی

ولولہ افتاد اندر خانقہ کامشباں لوت و سماع ست وولہ
خانقاہ میں غل مچ گیا کہ آج رات لذیذ کھانا ہے، سماع ہے مستی ہے

چند ازیں صبر و ازیں سہ روزہ چند چند ازیں زنبیل و زیں دریوزہ چند
کب تک یہ صبر اور کب تک یہ تین دن کا فاقہ! کہاں تک یہ کشکول! اور کہاں تک بھیک

---

1. تہدید۔ دھمکی، تنبیہ۔ فروختن۔ اس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ سنی سنائی بات کو رٹ لینا اور حقیقت پر غور نہ کرنا بہت مضر ہوتا ہے۔ مرکب۔ یعنی گدھا۔ آ بک۔ تھوڑا پانی۔ نے۔ پہلے جس صوفی کا ذکر گذرا ہے اس نے خود اپنے گدھے کو چارہ پانی نہ دیا تھا۔ خادم پر بھروسہ کر لیا تھا۔ سہو۔ بھول۔ خباط۔ خبط، دیوانگی۔ کاد فقر۔ حدیث میں ہے، قریب ہے کہ افلاس کفر بن جائے یعنی مفلس کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے۔ سیر۔ پیٹ بھرا۔ کژی۔ کجروی۔ رمہ۔ بکریوں کا ریوڑ، یہاں صوفیوں کا گروہ مراد ہے۔
2. خرفروشی۔ یعنی انہوں نے اس مسافر کے گدھے کے بیچنے کا معاملہ کر ڈالا۔ کز ضرورت۔ شرعی اصول ہے، مجبوریاں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں۔ بس۔ ضرورت کے وقت مردار کھانا جائز ہے۔ خرک۔ معمولی گدھا۔ لوت۔ لذیذ کھانا۔ سماع۔ سننا یعنی قوالی سننا۔ وَلہ۔ مستی۔ جوش عشق۔ سہ روزہ۔ اس میں ہانسبت کی ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے یعنی فاقہ۔ زنبیل۔ چمڑے کا تھیلا جس میں فقراء اپنے کھانے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ دریوزہ۔ بھیک مانگنا۔

ماہم از خلقیم جاں داریم ما
ہم بھی مخلوق ہیں، ہم بھی جان رکھتے ہیں

دولت امشب میہماں داریم ما
آج رات دولت ہماری مہمان ہے

تخم باطل[1] را ازاں می کاشتند
باطل کا بیج اُنہوں نے اس لئے بویا

کانکہ آں جاں نیست جاں پنداشتند
کہ جو جان نہیں ہے اُس کو انہوں نے جان سمجھا

واں مسافر نیز از راہِ دراز
وہ (صوفی) مسافر، طویل راستہ کی وجہ سے

خستہ بود و دید آں اقبال و ناز
تھکا ہوا تھا اور اس نے توجہ اور مہربانی دیکھی

صوفیانش یک بیک بنواختند
ایک ایک صوفی نے اُس کو نوازا

نرد خدمتہاش وخوش می باختند
اُس کی خدمت گذاری کی اچھی چالیں چل رہے تھے

آں یکے پایش ہمی مالید و دست
ایک اُس کے ہاتھ . پیر دبا رہا تھا

واں یکے پرسیدش ازجائے نشست
ایک اُس کی نشست گاہ کو دریافت کرتا تھا

واں یکے افشاند گرد از رخت اُو
ایک اُس کے سامان کی گرد کو جھاڑتا تھا

واں یکے بوسید دستش را و رُو
دوسرا اُس کے ہاتھ اور منہ کو چومتا تھا

گفت چوں می دید میلان شاں بوے
جب اُس نے انُ کا جھکاؤ اپنی طرف دیکھا تو کہا

گر طرب امشب نخواہم کرد کے
اگر آج (عیش و) طرب نہ کروں گا تو کب کروں گا؟

لوت خوردند و سماع آغاز کرد
سب نے کھانا کھایا اور سماع شروع ہوا

خانقہ تاسقف شد پر دود و گرد[2]
خانقاہ، چھت تک دھویں اور گرد سے بھر گئی

دودِ مطبخ، گرد آں پاکوفتن
دھواں مطبخ کا، گرد رقص کی

زا شتیاق و وجد جاں آشوفتن
شوق اور وجد کی وجہ سے جان کا پریشان ہونا

گاہ دست افشاں قدم می کوفتند
کبھی بھاؤ دکھاتے ہوئے رقص کرتے تھے

گہ بسجدہ صفہ رامی رَو فتند
کبھی سجدوں سے چبوترہ پر جھاڑو دیتے تھے

دیر یابد صوفی آزاز روز گار
صوفی زمانہ سے مراد دیر میں پاتا ہے

زاں سبب صوفی بود بسیار خوار
اِسی لئے صوفی پُر خور ہوتا ہے

جز مگرآں صوفی کز نورِ حق
مگر سوائے اُس صوفی کے جو اللہ کے نور سے

سیر خورد و فارغ ست ازننگ و دَق
پیٹ بھرا ہوا اور ذلت اور (دروازہ) پیٹنے سے بے نیاز ہو

---

[1] تخم باطل۔ یعنی برے اعمال۔ کانکہ۔ انہوں نے نفس امارہ کو روح سمجھ کر اس کی پرورش شروع کردی۔ اقبال۔ متوجہ ہونا۔ ناز۔ مہربانی۔ یک بیک۔ بااتصال کے لئے ہے جیسے دربدر۔ نواختن۔ نوازنا۔ نرد باختن۔ چال چلنا، دھوکا دینا۔ پرسید۔ یعنی کھانے کے لئے جائے نشست کے بارے میں پوچھتا تھا یا قیامگاہ کو پوچھتا تھا۔ رخت۔ سامان۔ گفت۔ یعنی مسافر صوفی نے دل میں کہا۔ میلان۔ توجہ۔ طرب۔ مستی، وجد میں رقص کرنا۔ دود۔ دھواں یعنی مطبخ کا دھواں۔

[2] گرد۔ یعنی رقص کی۔ پاکوفتن۔ رقص کرنا۔ دست افشاندن۔ ہاتھ نچاتے ہوئے یعنی بھاؤ دکھاتے ہوئے۔ گہ بسجدہ۔ کبھی سجدہ رو ہوکر چبوترے پر پیشانی گھستے تھے گویا کہ پیشانیوں سے چبوترے پر جھاڑو دے رہے ہیں۔ آز۔ حرص، مقصد۔ زاں سبب۔ بھوکا زیادہ کھاتا ہے۔ جز۔ یعنی حقیقی صوفی کسی حالت میں بھی بسیار خور نہیں ہوتا ہے۔ ننگ۔ یعنی بھیک مانگنے کی ذلت۔ دق۔ کوٹنا، یعنی دروازہ کھٹکھٹانا۔

از ہزاراں اندکے زیں صوفی اند
ہزاروں میں بہت تھوڑے ایسے صوفی ہیں
باقیاں درِ دولت[1] آں می زیند
باقی ان کی بدولت جیتے ہیں

چوں سماع آمد ز اوّل تا کراں
جب سماع (کا سامان) اول تا آخر ہوگیا
مطرب آغازید یک ضربِ گراں
گویئے نے ایک موثر گت شروع کی

خر برفت و خر برفت آغاز کرد
گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا (کی دھن) کو شروع کیا
زیں حرارہ جملہ را انباز کرد
اس گرمی نے سب کو (دھن میں) شریک کر دیا

زیں حرارہ پائے کوباں تا سحر
اس گرم جوشی میں صبح تک رقص کرتے ہوئے
کف زناں خر رفت و خر رفت اے پسر
تالیاں بجاتے ہوئے، اے لڑکے گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا (گاتے رہے)

از رہِ تقلید آں صوفی ہمیں
بطور تقلید کے (مسافر) صوفی نے (بھی) یہی
خر برفت آغاز کرد اندر حنیں
روتے ہوئے گدھا چلا گیا (گانا) شروع کر دیا

چوں گذشت آں نوش و جوش و آں سماع
جب وہ (کھانا) پینا اور جوش اور سماع ختم ہوا
روز گشت و جملہ گفتند الوداع[2]
دن نکل آیا اور سب رخصت ہوگئے

خانقہ خالی شد و صوفی بماند
خانقاہ خالی ہوگئی اور (مسافر) صوفی رہ گیا
گرد از رختِ آں مسافر می فشاند
وہ (صوفی) مسافر سامان سے گرد جھاڑنے لگا

رخت از حجرہ بروں آورد او
اُس نے حجرے سے سامان باہر نکالا
تا بخر بندد آں ہمراہ جو
تاکہ وہ ساتھیوں کو تلاش کرنے والے (صوفی) گدھے پر لاد دیں

تا رسد در ہمرہاں خوش می شتافت
بہت جلدی کر رہا تھا تاکہ ساتھیوں سے جا ملے
رفت در آخر خر خود را نیافت
اصطبل میں گیا (تو) اپنا گدھا نہ پایا

گفت آں خادم بآبش بردہ است
(دل میں) کہا کہ خادم اُس کو پانی پلانے لے گیا ہے
زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
اس لئے کہ گدھے نے کل رات پانی کم پیا تھا

خادم آمد گفت صوفی خر کجاست
خادم آیا (تو) صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے؟
گفت خادم ریش بیں، جنگے بخاست
خادم نے کہا اپنی ڈاڑھی کا خیال کر، (اس پر دونوں میں) جھگڑا شروع ہوگیا

گفت من خر را بتو بسپردہ ام
(صوفی نے) کہا میں نے گدھا تیرے سپرد کیا ہے
من ترا بر خر موکل کردہ ام
میں نے تجھے گدھے کا محافظ بنایا ہے

بحث با توجیہ کن حجت میار
مدلل بات کر، حجت بازی نہ کر
وانچہ من بسپردمت واپس سپار
جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے، واپس دے

1. درِ دولت۔ بناوٹی صوفی بھی حقیقی صوفیوں کے بدولت کھا کما لیتے ہیں۔ کراں۔ کنارہ، آخری حد۔ مطرب۔ گویا، قوال۔ ضرب گراں۔ بھاری چوٹ، ایسی گت جو بے چین کر دے۔ حرارت۔ گرمی۔ انباز۔ شریک کار۔ پاکوبیدن۔ رقص کرنا۔ کف زناں۔ تالیاں بجاتے ہوئے۔ تقلید۔ دیکھا دیکھی۔ حنین۔ آہ و بکا۔

2. الوداع۔ رخصت کرنا۔ ہمرہاں۔ یعنی سفر کے وہ ساتھی جو پہلے روانہ ہو گئے تھے۔ دوش۔ گذشتہ رات، گذشتہ دن کے معنی صحیح نہیں ہیں۔ ریش بیں۔ یعنی اپنی داڑھی کا خیال کر اور مجھ سے غلط سوال نہ کر۔ موکل۔ وکیل، محافظ۔ بحث۔ گفتگو۔ توجیہ۔ دلیل پیش کرنا۔ حجت۔ دلیل۔

از تو خواہم آنچہ من دادم بہ تو
جو میں نے تجھے دیا ہے تجھ سے (لینا) چاہتا ہوں
باز دہ آنچہ کہ بسپردم بہ تو
جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے، واپس کر

گفت[1] پیغمبرؐ کہ دستت ہرچہ برد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ ہاتھ جو کچھ لے
بایدش در عاقبت واپس سپرد
اُس کو آخر میں واپس کرنا چاہئے

ورنہ از سرکشی راضی بدیں
اور اگر سرکشی سے تو اِس پر راضی نہیں ہے
نک من و تو خانۂ قاضی دیں
ابھی میں ہوں اور تو ہے اور شریعت کے قاضی کا گھر ہے

گفت من مغلوب بودم صوفیاں
(خادم نے) کہا، میں مجبور تھا، صوفیوں نے
حملہ آوردند و بودم بیم جاں
حملہ کر دیا، اور مجھے جان کا خوف تھا

تو جگر بندے میانِ گربگاں
تو کلیجہ کو بلیوں میں
اندر اندازی وجوئی زاں نشاں
پھینکتا ہے اور اُس کا نشان ڈھونڈتا ہے

درمیانِ صد گرسنہ گردۂ
سو بھوکوں میں ایک روٹی
پیشِ صد سگ گربہ پژمردۂ
مری بلی سو کتوں کے سامنے

گفت گیرم کز تو ظلماً بستدند
(صوفی نے) کہا مانتا ہوں تجھ سے وہ ظلماً چھین کر لے گئے
قاصد خونِ من مسکیں شدند
مجھ غریب کے خون کے درپے ہوئے

تو نیائی و نگوئی مر مرا
تو نہیں آتا اور مجھ سے نہیں کہتا ہے
کاں خرت را می برند اے بینوا
کہ اے مفلس! وہ تیرا گدھا لے جارہے ہیں

تا خر از ہرکہ بردمن وا خرم[2]
تا کہ جس نے گدھا لیا میں اس سے واپس لے لیتا
ورنہ تو زیعے کنند ایشاں زرم
ورنہ وہ چندہ کرکے میری قیمت دے دیتے

صد تدارک بود چوں حاضر بدند
جب وہ تھے تو سو بندوبست ہو سکتے تھے
ایں زماں ہریک با قلیمے شدند
اب تو ہر ایک، ایک ملک کو روانہ ہوگیا

من وکرا گیرم کرا قاضی برم
میں کس کو پکڑوں؟ کس کو قاضی کے پاس لے جاؤں؟
ایں قضا خود از تو برآمد سرم
یہ مصیبت تیری وجہ سے میرے، سر پر آئی ہے

چوں نیائی و نگوئی کاے غریب
تو کیوں نہ آیا اور نہیں کہا کہ اے بے وطن!
پیش آمد ایں چنیں ظلم مہیب
ایسا خوفناک ظلم پیش آیا ہے

گفت واللہ آمدم من بارہا
(خادم نے) کہا، خدا کی قسم میں کئی بار آیا
تاترا واقف کنم زیں کارہا
تاکہ تجھے ان کارناموں سے واقف کر دوں

---

[1] گفت۔ حدیث میں ہے۔ علی الید ما اخذت" ہاتھ جو کچھ لے، اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔" ورنہ۔ یعنی ورنہ راضی۔ مغلوب۔ عاجز۔ بیم جان۔ جان کا خوف۔ جگر بند۔ جگر، پھیپھڑے اور دل کا مجموعہ۔ گربگان۔ گربہ کی جمع یعنی بھوکے صوفی۔ گرسنہ۔ بھوکا۔ گردہ۔ روٹی، ٹکیہ، خیمہ۔ گیرم۔ میں مانتا ہوں۔

[2] واخرم۔ میں لوٹا لیتا۔ توزیع۔ تقسیم، چندہ۔ زر۔ یعنی گدھے کی قیمت۔ تدارک۔ فوت شدہ چیز کو حاصل کر لینا۔ اقلیم۔ فلک، ولایت۔ قضا۔ مصیبت یعنی گدھے کا بک جانا۔ غریب۔ مسافر، بے وطن۔ مہیب۔ خوفناک۔ کارہا۔ یعنی صوفیوں کے کارنامے۔

تُو ہمی گفتی کہ خرفت اے پسر
تو کہتا تھا، اے بیٹا! گدھا چلا گیا
از ہمہ گویندگاں باذوقِ تر[1]
سب کہنے والوں سے زیادہ ذوق سے

بازمی گشتم کہ اَو خود واقف ست
میں واپس ہو جاتا تھا کہ وہ تو واقف ہے
زیں قضا راضیست مردِ عارفست
اس مصیبت پر راضی ہے، عارف انسان ہے

گفت آنرا جملہ می گفتند خوش
(صوفی نے) کہا وہ سب اُس کو ذوق سے گا رہے تھے
مر مراہم ذوق آمد گفتنش
اُن کے کہنے سے میرے اندر بھی ذوق پیدا ہوگیا

مَرمرا تقلید شاں بَرباد داد
مجھے اُن کی تقلید نے برباد کیا
کہ دو صد لعنت برآں تقلید باد
ایسی تقلید پر دو سو لعنتیں ہوں

خاصہ تقلید چنیں بے حاصلاں
خصوصاً ایسے بیہودہ لوگوں کی تقلید
کابرو را ریختند از بہرناں
جنہوں نے روٹی کی خاطر آبرو لٹا دی

عکس ذوقِ آں جماعت میزدے
اُس جماعت کے ذوق کا عکس پڑ رہا تھا
ویں دلم از عکس ذوقیں می شدے
میرا دل عکس سے صاحب ذوق بن رہا تھا

عکس چنداں باید از یارانِ خوش
اچھے دوستوں کا عکس اس قدر درکار ہے
کہ شوی از بحر بے عکس آب کش
کہ تو بے عکس سمندر سے سیراب ہو

عکس کاوّل[2] زد تو آں تقلید داں
شروع میں جو عکس پڑے تو اس کو تقلید سمجھ
چوں پیا پے شد بود تحقیق آں
جب پے در پے ہو تو وہ تحقیق ہوگی

تانشد تحقیق ازیاراں مبر
جب تک تحقیق (کا درجہ حاصل) نہ ہو دوستوں سے نہ کٹ
از صدف مگسل نگشتہ قطرہ دُر
جب تک قطرہ موتی نہ بنے سیپ سے جدا نہ ہو

صاف خواہی چشم عقل و سمع را
اگر تو عقل کی آنکھ اورکان کو صاف رکھنا چاہتا ہے
بَردرآں تو پردہائے طمع را
تو لالچ کے پردوں کو چاک کر دے

زانکہ آں تقلید صوفی از طمع
اس لئے کہ لالچ کی وجہ سے اس صوفی کی تقلید نے
عقل اوبَر بست از نور و لمع
اُس کی عقل کو نور اور چمک سے روک دیا

زانکہ صوفی راطمع بُردش زِراہ
کیونکہ صوفی کو لالچ نے گمراہ کیا
ماند در خسران و شد کارش تباہ
ٹوٹے میں پڑا اور اُس کا کام برباد ہو گیا

طمع لوت و طمع آں ذوقِ سماع
مزیدار کھانے کا لالچ اور سماع کے ذوق کا لالچ
مانع آمد عقل اُو را زِاطلاع
اُس کی عقل کے لئے، خبر ہونے سے مانع بن گیا

---

1. باذوق تر۔ یعنی دوسرے صوفیوں سے بھی زیادہ ذوق سے کہتا تھا۔ مرد عارف۔ باخدا انسان۔ تقلید۔ یعنی اندھا دھند بغیر سوچے سمجھے پیروی کرنا۔ بہرناں۔ یعنی شکم پُری کے لئے ان صوفیوں نے خیانت کی۔ عکس۔ یعنی ان لوگوں کے ذوق نے میرے اندر بھی ذوق پیدا کر دیا۔ یارانِ خوش۔ اچھے دوست یعنی مرشدین کاملین، یہ اچھی تقلید کا بیان ہے۔ بحر بے عکس۔ ذات ہستا، اللہ تعالیٰ۔
2. عکس کاول۔ سالک ابتداً مرشد کامل کی تقلید کرتا ہے اور کمال حاصل ہو جانے پر مقلد، محقق بن جاتا ہے۔ مبر۔ منقطع نہ ہوتا کہ وہ شیخ کامل تربیت کرتا رہے۔ صدف۔ سیپ، یعنی شیخ۔ دُر۔ موتی۔ صاف خواہی۔ شیخ سے مستفیض ہونے کے لئے برے اخلاق کا ترک ضروری ہے۔ زانکہ۔ اس لئے کہ۔ طمع۔ لالچ۔ زاطلاع۔ یعنی صوفیوں کی سازش کی خبر۔

گر طمع در آئینہ[1] برخاستے | در نفاق آں آئینہ چوں ماستے
لالچ، اگر آئینہ میں پیدا ہو جائے | نفاق میں وہ آئینہ بھی ہم جیسا ہو جائے

گر ترازو را طمع بودے بمال | راست کے گفتے ترازو وصف حال
اگر ترازو کو مال کا لالچ ہوتا | (تو) ترازو سچی حالت کب بتاتی؟

گفت گیرم از طمع قاروں شوی | آخرالامر اندریں ہاموں شوی
(ترازو نے) کہا میں مانتی ہوں لالچ سے تو قارون بن جائے گا | انجام کار اسی جنگل (قبرستان) میں پہنچے گا

ہر نبی می گفت با قوم از صفا | من نخواہم مزد پیغام از شما
ہر نبی اپنی قوم سے اخلاص سے کہتا تھا | میں تم سے پیغام (بری) کی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

من دلیلم حق شمارا مشتری | داد حق دلاّلیم ہر دو سری
میں راہ نما ہوں اور تمہارا خریدار اللہ (تعالیٰ) ہے | اللہ (تعالیٰ) نے مجھے دونوں طرف کی دلالی دے دی ہے

ہست مزدِ کار مر دلاّل را | مزد باید داد تا گوید سزا
ہر دلال کی اُجرت ہوتی ہے | اُجرت دے دینی چاہئے تاکہ وہ ٹھیک بات کہے

چیست مزدِ کارِ من دیدارِ یار | گرچہ خود بوبکر[2] بخشد چل ہزار
میرے کام کی اُجرت کیا ہے؟ یار کا دیدار | اگرچہ ابوبکرؓ خود چالیس ہزار دے دیں

چل ہزارِ اُو نباشد مزدِ من | کے بود شبہ شبہ دُرِّ عدن
اُن کے چالیس ہزار میری مزدوری نہیں ہو سکتے | پوتھ، عدن کے موتی کی طرح کب ہوتا ہے؟

یک حکایت گویمت بشنو بہوش | تا بدانی کیں طمع شد بند گوش
میں تجھے ایک قصہ سناتا ہوں ہوش سے سن لے | تاکہ تو سمجھ جائے کہ یہ لالچ کان کی ڈاٹ ہے

ہر کرا باشد طمع الکن شود | باطمع کے چشم دل روشن شود
جس میں لالچ ہوتا ہے وہ گونگا ہو جاتا ہے | لالچ کے ہوتے ہوئے دل کی آنکھ روشن ہوتی ہے

پیش چشم اُو خیالِ جاہ و زر | ہمچناں باشد کہ موی اندر بصر
اُس کی آنکھ کے سامنے رُتبے اور مال کا خیال ہے | ایسا ہوتا ہے جیسا کہ آنکھ میں بال

جز مگر مستے کہ از حق پُر بود | گرچہ بدہی گنجہا اُو حر بود
ہاں سوائے اُس مست کے کہ جو حق سے بھرا ہو | اگرچہ تو اُس کو خزانے بخش دے وہ آزاد ہوتا ہے

---

[1] آئینہ۔ آئینہ حقیقت حال کو صحیح طور پر واضح کر دیتا ہے لہٰذا وہ صاف گوئی میں ضرب المثل ہے۔ ترازو۔ ترازو بھی کم و بیش کو صحیح صحیح بتا دیتی ہے۔ قارون۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ کا مشہور مالدار بخیل ہے۔ ہاموں۔ جنگل یعنی قبرستان جہاں مالدار اور فقیر یکساں ہیں۔ ہر نبی۔ حضرت نوح حضرت ہود علیہ السلام وغیرہ سب نے قوم سے یہی کہا تھا۔ دلیل۔ راستہ بتانے والا، دلال۔ مشتری۔ خریدار۔ ہر دو سری۔ دونوں جانب سے، دلال دونوں جانب سے دلالی وصول کرتا ہے۔ سزا۔ مناسب، دلال کو دلالی مل جاتی ہے تو ٹھکانے کی بات کرتا ہے۔ من۔ یعنی یہ آنحضورﷺ نے فرمایا۔

[2] بوبکرؓ۔ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورﷺ پر اپنی تمام دولت صرف کر ڈالی۔ بعض روایات میں ہے کہ جس وقت وہ مسلمان ہوئے ان کی ملکیت میں چالیس ہزار دینار تھے۔ شبہ۔ شین کے زیر کے ساتھ بمعنی مثل اور شین کے زبر کے ساتھ بمعنی پوتھ۔ بند گوش۔ یعنی لالچ میں پڑ کر انسان کسی کی نصیحت کو قبول نہیں کرتا ہے۔ الکن۔ ہکلا، یعنی لالچی آدمی صحیح بات کہنے پر قادر نہیں رہتا۔ پیش چشم۔ مال و جاہ کا لالچ انسان کو بے بصیرت بنا دیتا ہے۔ حر بود۔ جو مے حق کا مست ہے، وہ آزاد ہوتا ہے کسی کا بے جا دباؤ قبول نہیں کرتا ہے۔

ہر کہ از دیدار بر خوردار شد — ایں جہاں[1] در چشم اُو مُردار شد
جو دیدار (خداوندی) سے بہرہ ور ہوگیا — یہ دنیا اُس کی نظر میں مردار ہوگئی

لیک آں صوفی زمستی دور بود — لا جرم از حرصِ خود بے نور بود
لیکن وہ صوفی مستی سے دُور تھا — لا محالہ اپنے لالچ کی وجہ سے بے نور تھا

صد حکایت بشنود مدہوشِ حرص — در نیاید نکتۂ در گوشِ حرص
حرص سے مدہوش سو قصے سنتا ہے — لیکن حرص کے کان میں ایک نکتہ بھی نہیں آتا

تعریف کردنِ منادیانِ قاضی مفلس را گردِ شہر

قاضی کے اعلانچیوں کی شہر کے چاروں طرف ایک مفلس کی تشہیر کرنا

بود شخصے مُفلسے بے خان و ماں — ماند در زندان و بند بے اماں
ایک شخص مفلس اور خانہ خراب تھا — جو قید خانہ اور بے اماں قید میں تھا

لقمۂ زندانیاں خوردے گزاف — بردلِ خلق از طمع چوں کوہِ قاف
خواہ مخواہ قیدیوں کا کھانا کھا جاتا — لالچ کی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں پر کوہ قاف کی طرح بھاری تھا

زہرہ نے کس را کہ او لقمہ خورد — زانکہ آں لقمہ رُبا چابک بَرد
کسی کا پتہ نہ تھا کہ وہ لقمہ کھائے — کیونکہ وہ لقمہ اُچک لینے والا فوراً (اڑا) لے جائے گا

ہر کہ دور از رحمتِ رحماں بود — اوگدا چشم ست گر سلطاں بود
جو رحمان کی رحمت سے دور ہو — اگرچہ وہ بادشاہ ہو اُس کی آنکھ بھکاری کی ہے

مر مروّت را نہادہ زیرِ پا — گشت زنداں دوزخے زاں ناں رُبا
اُس نے مروت کو پامال کر رکھا تھا — اُس روٹی اُچکے سے قید خانہ دوزخ بن گیا تھا

گر گریزی بر اُمید راحتے — زاں طرف ہم پیشت آید کوفتے
اگر تو راحت کی تمنا میں بھاگے گا — اُس طرف سے بھی تیرے سامنے کوئی مصیبت آ جائے گی

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست — جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست
کوئی گوشہ درندے اور چرندے کے بغیر نہیں ہے — حق کی خلوت گاہ کے سوا کہیں راحت نہیں ہے

کنجِ زندانِ جہانِ[2] ناگزیر — نیست بے پا مزد و بے دق الحصیر
دنیا کے جبری قید خانہ کا گوشہ — محنت اور بھاگ دوڑ سے خالی نہیں ہے

واللہ ار سوراخ موشے در روی — مبتلائے گربہ چنگالے شوی
خدا کی قسم اگر تو کسی چوہے کے سوراخ میں جائے گا — کسی بلی کے پنجے میں پھنسے گا

---

1. ایں جہاں۔ دنیا۔ مردار۔ حدیث شریف میں ہے دنیا مردار ہے۔ اس کے طلبگار کتے ہیں۔ صوفی۔ وہ بے نور صوفی کھانے اور سماع کے لالچ میں گدھا کھو بیٹھا۔ تعریف کردن۔ تشہیر کرنا۔ خان ومان۔ خان، خانہ، مان، گھر سامان، یعنی بے گھر و بے در۔ گزاف۔ بے ہودہ۔ کوہ قاف۔ ایران کا مشہور پہاڑ ہے۔ زہرہ۔ پتہ۔ چابک۔ تیزی، جلدی۔ گدا چشم۔ فقیر کی آنکھ والا، لالچی۔ دد۔ درندہ۔ دام۔ چرندہ۔

2. زندان جہاں۔ پہلے رکی قید خانہ کے مصائب کا ذکر تھا اب دنیا جو ایک مومن کا قید خانہ ہے اس کے مصائب کا ذکر ہے۔ ناگزیر۔ دنیوی زندگی میں اس جہان سے چھٹکارا نہیں ہے۔ پامزد۔ محنت، مزدوری۔ دق الحصیر۔ دق، کوٹنا، حصیر، بوریا، جم کر بیٹھنے اور مشقت کا کام کرنے سے نیچے کا بوریا جلد ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا اس کے معنی محنت و مشقت کے آتے ہیں۔

آدمی[1] را فربہی ہست از خیال
خیالات کی وجہ سے آدمی کی فربہی ہے

گر خیالاتش بود صاحب جمال
اگر اس کے تصورات حسین ہوں

ور خیالاتش نماید ناخوشے
اگر اُس کے خیالات ناخوشگواری ظاہر کریں

می گدازد ہمچو موم آتشے
آگ (پر) کے موم کی طرح پگھل جائے گا

درمیانِ مار و کژدم گر ترا
اگر تجھے سانپ اور بچھوؤں کے درمیان

با خیالاتِ خوشاں دارد خدا
عمدہ تصورات کے ساتھ خدا رکھے

مار و کژدم مر ترا مونس شود
سانپ بچھو تیرے غم خوار ہو جائیں گے

کاں خیالت کیمیائے مس[2] شود
کیونکہ تیرے وہ خیالات تانبے کیلئے کیمیا ہو جائیں گے

صبر شیریں از خیالِ خوش شدست
اچھے خیال سے صبر، شیریں بنا ہے

کاں خیالاتِ فرح پیش آمدست
کیونکہ وہ خوشی کے خیالات پیش آئے ہیں

آں فرح آید زایماں در ضمیر
دل میں خوشی، ایمان سے آتی ہے

ضعف ایماں نا امیدی وزحیر
ایمان کی کمزوری نا اُمیدی اور ناخوشی ہے

صبر از ایماں بیابد سَر کلہ
صبر نے ایمان کا تاج پہنا ہے

حَیْثُ لَا صَبْرَ فَلَا اِیْمَانَ لَهُ
جس کو صبر (نصیب) نہیں اس کا ایمان نہیں ہے

گفت پیغمبرؐ خداش ایماں نداد
پیغمبرؐ نے فرمایا خدا نے اس کو ایمان عطا نہیں کیا ہے

ہر کرا صبرے نباشد در نہاد
جس کی فطرت میں صبر (کرنا) نہ ہو

آں یکے در چشم تو باشد چو مار
ایک شخص تیری نظر میں سانپ ہوتا ہے

ہم وے اندر چشم آں دیگر نگار
وہی دوسرے کی نظر میں محبوب ہوتا ہے

زانکہ[3] در چشمت خیالِ کفر اوست
اس لئے کہ تیری نظر میں اُس کے کفر کا خیال ہے

واں خیالِ مومنی در چشم دوست
دوست کی نگاہ میں (اُسکے) مومن ہونے کا خیال ہے

کاندریں یک شخص فعلے ہر دو ہست
ایک شخص میں دونوں کے کارنامے ہیں

گاہ ماہی باشد او گاہست شست
کبھی وہ مچھلی ہوتا ہے کبھی مچھلی (پکڑنے) کا کانٹا

---

[1] آدمی۔ پہلے اشعار میں انسان کے خارجی مصائب میں مبتلا ہونے کا بیان تھا۔ اب ان اشعار میں ان مصائب کا ذکر ہے جن کے اسباب خود انسان کے اندر ہیں۔ صاحب جمال۔ اچھے خیالات انسان کی تروتازگی کا سبب ہیں۔ ناخوشے۔ اگر انسانی خیالات کوئی ناخوشگوار تصور بندھا دیتے ہیں تو انسان موم کی طرح پگھل جاتا ہے۔ درمیانِ مار۔ انسان اچھے خیالات کی بناء پر دشمنوں میں بھی راحت سے زندگی گزار لیتا ہے۔

[2] مس۔ یعنی اچھے خیالات دشمنوں کو دوست بنا دیتے ہیں۔ خیالِ خوش۔ یعنی صبر کے ثواب کا خیال۔ فرح۔ خوشی۔ زایماں۔ مومن کا ایمان ہوتا ہے کہ صبر کا ثواب ملے گا۔ سرکلہ۔ کلاہ سر۔ نداد۔ حدیث شریف میں ہے صبر ایمان کا ایک حصہ ہے۔ ضمیر۔ دل۔ زحیر۔ پیچش، ناخوشی۔ آں یکے۔ خیالات جس طرح اثرات کے اعتبار سے مختلف ہیں، اسی طرح اپنی ذات کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں۔ ایک ہی انسان کے بارے میں ایک انسان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ ڈسنے والا سانپ ہے، دوسرا اس کو اپنا دوست خیال کرتا ہے۔

[3] زانکہ۔ سانپ سمجھنے والے کی نظر میں اس کی برائیاں ہیں۔ دوست سمجھنے والے کے خیال میں اس کی بھلائیاں ہیں۔ کاندریں۔ ہر شخص میں نفس الامر میں برے اور بھلے اخلاق ہوتے ہیں۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔

نیم اُو[1] مومن بود نیمیش گبر — نیم اُو حرص آوری نیمیش صبر

اُس کا نصف مومن ہوتا ہے، نصف کافر — اُس کا نصف حرص پسندی نصف صبر ہوتا ہے

گفت یزدانت فَمِنکُم مُؤمِنٌ — باز مِنکُم کَافِرٌ گبر کہن

تیرے خدا نے فرمایا ہے پس تم میں سے مومن ہیں — پھر (فرمایا) تم میں سے کافر ہیں پرانے کافر

ہمچو گاوے نیمہَ جلدش سیاہ — نیمہَ دیگر سپید و ہمچو ماہ

اُس بیل کی طرح جس کی آدھی کھال کالی ہے — اور دوسری آدھی چاند کی طرح سفید ہے

ہر کہ ایں نیمہ بہ بیند رد کند — ہر کہ آں نیمہ بہ بیند کد کند

جو اس آدھے کو دیکھتا ہے اُس کو لوٹا دیتا ہے — جو اُس آدھے کو دیکھتا ہے (خریداری کی) کوشش کرتا ہے

از جمالِ یوسف اخواں بس نفور — لیک اندر دیدہَ یعقوب نور

یوسف علیہ السلام کے حسن سے بھائی سخت متنفر — لیکن وہ یعقوب (علیہ السلام) کے نور چشم تھے

از خیالِ بدمر اُو را زشت دید — چشم فرع و چشم اصلی نا پدید

(بھائیوں نے) برے خیال کی وجہ سے اُنکو بدشکل دیکھا — (اُن کی) فروعی آنکھ تھی اور دراصل آنکھ ناپید تھی

چشم ظاہر سایہَ آں چشم داں — ہر کہ آں بیند بگردد ایں بداں

ظاہری آنکھ کو اُس آنکھ کا پر تو سمجھ — جو وہ (دل کی آنکھ دیکھے گی یہ اسی طرف گھوم جائے گی

سایہَ اصل[2] ست فرع اما کجا — سایہ با خورشید دارد پا بجا

فرع، اصل کا سایہ ہے لیکن کہاں — ٹھہرتا ہے سایہ سورج کے سامنے؟

تو مکانی اصل تو در لا مکاں — ایں دُکان بر بند و بکشاآں دُکاں

تو مکانی ہے، تیری اصل لا مکان میں ہے — یہ دکان بند کر دے وہ دکان کھول لے

شش جہت مگریز زیرا در جہات — ششدرست و ششدرہ مات ست مات

چاروں طرف نہ بھاگ اس لئے کہ تمام جانبوں میں — پھنساؤ کی جگہ ہے اور پھنساؤ والے کے لئے ہاری ہار ہے

ایں سخن را نیست حد زندانیاں — مضطر انداز دست آں خرقلتباں

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، قیدی — اُس دیوث، گدھے سے پریشان ہیں

شکایت کردن اہل زنداں پیشِ وکیل قاضی از دست آں مفلس

قیدیوں کا اُس مفلس کی قاضی کے وکیل سے شکایت کرنا

---

[1] نیم او۔ ہر انسان میں کافرانہ صفات بھی ہوتی ہیں، مومنانہ صفات بھی۔ ہمچو گاوے۔ انسان کی مثال چتکبرے بیل کی طرح سمجھو۔ ایں نیمہ۔ یعنی کالا حصہ۔ آں نیمہ۔ یعنی سفید حصہ۔ یوسف۔ اپنے باپ حضرت یعقوب کے نور نظر تھے اور ان کو ان کے بھائی برا سمجھتے تھے۔ از خیال۔ چونکہ ان کے بھائیوں کے خیالات برے تھے، ان کو یوسف برے نظر آئے۔ چشم اصلی۔ دل کی آنکھ۔ چشم ظاہر۔ جسم کی آنکھ۔ آں چشم۔ دل کی آنکھ۔ ہر کہ۔ جسمانی آنکھ، دل کی آنکھ کے تابع ہے۔

[2] اصل۔ یعنی دل کی آنکھ۔ فرع۔ یعنی جسمانی آنکھ۔ تو مکانی۔ انسان میں اصل روح ہے اور اس کا مسکن عالم بالا ہے لہٰذا انسان کو عالم ارواح کے کاروبار میں لگنا چاہیے۔ شش جہت۔ چھ جانبیں، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، اوپر، نیچے۔ ششدر۔ وہ جگہ جس سے رہائی مشکل ہو، وہ چھ خانے جس میں نرد کا مہرہ پھنس کر مشکل سے نکلتا ہے۔ ششدرہ۔ نرد کا وہ مہرہ جو ششدر میں پھنس جائے۔ مات۔ شاہ شطرنج کا گرفتار ہو جانا جس کی وجہ سے بازی میں ہار ہو جاتی ہے۔

با وکیل قاضی ادراک مند
عقل مند، قاضی کے وکیل سے

کہ سلام ما بقاضی بر[1] کنوں
کہ اب ہمارا سلام قاضی کو پہنچا

کاندریں زنداں بماند او مستمر
وہ ہمیشہ اس قید خانہ میں رہتا ہے

مردِ زندانی نیابد لقمہٗ
قیدی کو (اول تو) روٹی ملتی نہیں ہے

در زماں پیش آیدآں دوزخ گلو
وہ جہنم (جیسے) حلق والا فوراً آجاتا ہے

چوں مگس حاضر شود بر ہر طعام
ہر کھانے پر مکھی کی طرح گرتا ہے

پیش او ہیچست لُوتِ شصت کس
اُس کے لئے ساٹھ آدمیوں کا کھانا کچھ بھی نہیں ہے

زیں چنیں قحط سہ سالہ[2] داد داد
اس تین سالہ قحط سے فریاد ہے فریاد ہے

گوزِ زنداں تا رَوَد ایں گاوَ میش
حکم دے (دیجئے) کہ یہ بھینسا قید خانہ سے چلا جائے

اے زتو خوش ہم ذکور و ہم اناث
اے وہ کہ تجھ سے سب مرد و زن راضی ہیں!

سوئے قاضی شد وکیلِ بانمک
خوش مزاج وکیل، قاضی کے پاس گیا

خواند از زنداں وُرا قاضی بہ پیش
قاضی نے اُس کو قید خانہ سے (اپنے) سامنے بلایا

گشت ثابت پیشِ قاضی آن ہمہ
وہ سب کچھ قاضی کے سامنے ثابت ہوگیا

اہل زنداں در شکایت آمدند
قیدی شکایت کرنے لگے

باز گو آزارِ مازیں مردِ دوں
پھراُس کمینہ انسان سے جو تکلیف ہمیں پہنچ رہی ہے وہ بیان کرنا

یاوہ تاز و طبل خورست و مضر
فضول گشت کرنے والا پر خور اور تکلیف دہ ہے

ور بصد حیلت کشاید طعمہٗ
اگر سو تدبیروں سے وہ کھانا کھولتا ہے

حجتش اینکہ خدا گفتہ کلو
اُس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کھاؤ

از وقاحت بے صلاح و بے سلام
بے شرمی سے بغیر بلائے اور بغیر سلام کے

کر کند خود را اگر گوئیش بس
اگر اُس کو "بس" کہو تو اپنے آپ کو بہرا بنا لیتا ہے

ظلِّ مولانا اَبد پایندہ باد
جناب کا سایہ ہمیشہ قائم رہے

یا وظیفہ کن زِوَقفے لُقمہ ایش
یا اُس کے کھانے کا کسی وقف سے وظیفہ مقرر کر دیجئے

داد کن المستغاث المُستغاث
انصاف کیجئے المدد المدد

گفت با قاضی شکایت یک بیک
ایک ایک کرکے قاضی سے شکایتیں کر دیں

پس تفحص کرد از اعیانِ خویش
اور اپنے لوگوں سے تحقیق کی

کہ نمودند از شکایت آں رمہ
جو شکایت میں اُس جماعت نے ظاہر کیا تھا

---

1. بر۔ بردن سے امر کا صیغہ ہے۔ آزار۔ تکلیف۔ دوں۔ کمینہ۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ یاوہ تاز۔ بیکار پھرنے والا، آوارہ گرد۔ طبل خوار۔ کھا کر پیٹ کو ڈھول کی طرح بنا لینے والا۔ طعمہ۔ خوراک۔ دوزخ گلو۔ وہ شخص جس کا گلا ہر وقت کھانا مانگے۔ کلوا۔ تم کھاؤ، یہ کئی جگہ قرآن میں آیا ہے۔ وقاحت۔ بے شرمی۔ صلاح۔ نیکی، کھانے کے لئے بلانا۔ کر کند۔ یعنی اگر اسے کھانا کھانے سے روکو تو بہرا بن جاتا ہے۔

2. قحط سہ سالہ۔ وہ پیٹو شاید تین سال سے جیل خانہ میں تھا۔ گاو میش۔ بھینس۔ ذکور۔ ذکر کی جمع، مرد۔ اناث۔ انثی کی جمع، عورت۔ المستغاث۔ وہ شخص جس سے مدد مانگی جائے۔ بانمک۔ خوش مزاج، باذاق۔ یک بیک۔ ایک ایک۔ تفحص۔ جستجو۔ اعیان۔ سردار۔ رمہ۔ جماعت، گروہ۔

گفت قاضی خیز زیں زنداں برو — سوئے خانہ مُردہ ریگ[1] خویش شو
قاضی نے کہا (اس قید خانہ سے چلا جا — اپنے موروثی گھر کی جانب (روانہ) ہو

گفت خان و مانِ من احسانِ تست — ہمچو کافر جنّتم زندانِ تست
اُس نے کہا میرا گھر بار تو تیرا احسان ہے — کافر کی طرح، میری جنت تیرا قید خانہ ہے

گر زِ زندانم برانی تو برد — خود بمیرم من ز درویشی و کد
اگر تو دھکے دے کر مجھے قید خانہ سے نکال دے گا — میں مفلسی اور مشقت سے مر جاؤں گا

ہمچو ابلیسے کہ می گفت اے سلام — رَبِّ اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَام
شیطان کی طرح کہ کہتا تھا اے خدا! — مجھے قیامت تک مہلت دے دے

کاندریں زندانِ دنیا من خوشم — تاکہ دشمن زادگاں را می کشم
کہ اس دنیا کے قید خانہ میں میں خوش ہوں — تاکہ دشمن کی اولاد کو ہلاک کروں

ہرکہ او را قوتِ ایمانے بود — وز برائے زادِ رہ نانے بود
جس کے پاس ایمان کی روزی ہو — اور توشہ کے لئے روٹی ہو

می ستانم گہ بمکرو گہ بریو — تابر آرند از پشیمانی غریو
(اُس سے) کبھی مکر سے کبھی دھوکے سے چھین لوں گا — تاکہ شرمندگی سے چیخنے لگے

گہ بدرویشی[2] کنم تہدید شاں — گہ بزلف و خال بندم دید شاں
کبھی ان کو افلاس سے ڈراؤں — کبھی اُن کی نگاہ کو زلف اور تل میں پھنساؤں

قوت ایمانی دریں زنداں کم ست — وانکہ ہست از قصد ایں سگ درخم ست
اس قید خانہ میں ایمان کی روزی کم ہے — جو ہے وہ اِس کتے کی وجہ سے (پیچ و) خم میں ہے

از نماز و صوم و صد بیچارگی — قوتِ ذوق آید برد یکبارگی
نماز اور روزہ اور سو قسم کے عجز سے — ذوق میسر آتا ہے، جس کو وہ ایک دَم لے بھاگتا ہے

اَسْتَعِیْذُ اللّٰہَ مِنْ شَیْطَانِہٖ — قَدْ ھَلَکْنَا آہ مِنْ طُغْیَانِہٖ
میں اللہ سے اُس کے شیطان سے پناہ چاہتا ہوں — آہ ہم اس کی سرکشی سے ہلاک ہوگئے ہیں

یک سگ ست و در ہزاراں می رود — ہر کہ در وے رفت اُو آں می شود
ایک کتا ہے اور ہزاروں میں گھس جاتا ہے — جس میں وہ گھستا ہے وہ وہی بن جاتا ہے

---

1. مردہ ریگ۔ موروثی چیز۔ ہمچو۔ حدیث میں ہے" دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے" کد۔ محنت، مشقت۔ ربّ۔ قرآن پاک میں شیطان کا مقولہ مذکور ہے" اے میرے پروردگار مجھے روزِ قیامت تک مہلت دے دے۔" دشمن زادگاں۔ بنی آدم، حضرت آدم علیہ السلام سے شیطان کی دشمنی ہے۔ قوت۔ خوراک۔ راہ۔ یعنی راہِ آخرت۔ نانے۔ یعنی کوئی نیک عمل۔ می ستانم۔ یعنی میں اس کی زادِ راہ چھین لیتا ہوں۔ ریو۔ مکروفریب۔ غریو۔ شوروغل۔
2. کہ بدرویشی۔ قرآن پاک میں ہے" شیطان تمہیں افلاس کے احتمال میں مبتلا کر دیتا ہے اور تم کو بے حیائی کی ترغیب دیتا ہے۔" قوت۔ اس دنیا کے قید خانہ میں مومن اور شیطان کی وہی صورت ہے جو دوسرے قیدیوں کی تھی اور اس پیٹو مفلس کی تھی۔ از نماز۔ عبادات سے جو روزی حاصل ہوتی ہے اس کو شیطان اڑا دیتا ہے۔ یک سگ۔ ابلیس ایک ہے اس کی ذریت بہت سے شیطان ہیں، شیطانی اثر سے انسان بھی شیطان بن جاتا ہے۔

ہر کہ[1] سردت کرد میداں کو دروست — دیو پنہاں گشت اندر زیرِ پوست
جو تجھے (اللہ کی عبادت میں) ست بنائے سمجھ لے وہ اس میں گھسا ہے — کھال کے اندر شیطان چھپا ہے

چوں نیابد صورت آید در خیال — تا کشاند آں خیالت در وبال
جب (اپنی صورت میں نہ آئے تو تصویر میں آجائے گا — تاکہ وہ تصور، تجھے وبال میں ڈال دے

از خیالاتِ تو می آید بلا — چوں خیالت فاسد آمد جا بجا
تیرے خیالات سے مصیبت آتی ہے — چونکہ تیرا خیال ہر جگہ فاسد ہوتا ہے

گہ خیالِ فرجہ و گاہے دکاں — گہ خیالِ علم و گاہے خان و ماں
کبھی کشادگی کا خیال اور کبھی دکاں (کا خیال) — کبھی علم کا خیال اور کبھی گھر در (کا خیال)

گہ خیالِ مکسب و سوداگری — گہ خیالِ تاجری و داوری
کبھی پیشے اور سوداگری کا خیال — کبھی تاجر ہونے اور عہدہ کا خیال

گہ خیالِ نقرہ و فرزندو زن — گہ خیالِ بوالفضول و بوالحزن
کبھی زر اور اولاد اور بیوی کا خیال — کبھی بکواسی اور غمزدہ کا خیال

گہ خیالِ آسیا[2] و باغ و راغ — گہ خیالِ میغ وماغ و لیغ و لاغ
کبھی چکی اور باغ اور جنگل کا خیال — کبھی ابر اور کہر اور بدلی اور شوخی کا خیال

گہ خیالِ آشتی و جنگہا — گہ خیالِ ناموہا و ننگہا
کبھی صلح اور لڑائیوں کا خیال — کبھی نام آوریوں اور ذلتوں کا خیال

گہ خیالِ کالہ و گاہے قماش — گہ خیالِ مفرش و گاہے فراش
کبھی سامان کا خیال کبھی عمدہ چیزوں کا — کبھی فرش بچھانے کی جگہ کا خیال اور کبھی فرش کا

ہیں بروں کن از سر ایں تخیلہا — ہیں بروب از دل چنیں بدحیلہا
خبردار! ان خیالات کو سر سے نکال دے — خبردار! ان بری تدبیروں کو دل سے نکال دے

ہاں بگو لاحولہا در ہر زماں — از زباں تنہا نہ بل از عین جاں
خبردار! ہر وقت لاحول پڑھ — صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ دل سے

تتمۂ قصۂ آں مفلس

اُس مفلس کے قصہ کا بقیہ

گفت قاضی مفلسی را وانما — گفت اینک اہل زندانت گواہ
قاضی نے کہا، مفلسی کو ثابت کر — اُس نے کہا یہ قیدی آپ کے (سامنے) گواہ ہیں

---

[1] ہر کہ۔ ہر وہ چیز جو انسان کی عبادات کی سرگرمیوں کو سرد کردے، اس میں شیطانی اثر سمجھو۔ چوں۔ شیطان کی تباہ کاری کے لئے اس کا مجسم ہو کر سامنے آنا ضروری نہیں، وہ انسانی خیالات میں شیطنت ملا دیتا ہے جو تباہی کا سبب بن جاتے ہیں۔ از خیالات۔ انسان کی تباہی اس کے فاسد خیالات سے ہوتی ہے۔ گہ خیال۔ ان تمام چیزوں میں فاسد خیالات کی آمیزش ہلاکت کا سبب ہے۔ بوالفضول۔ بے ہودہ انسان۔ بوالحزن۔ غمگین۔

[2] آسیا۔ چکی۔ راغ۔ جنگل۔ میغ۔ بادل۔ ماغ۔ کہر، غبار۔ لیغ۔ بدول۔ لاغ۔ شوخی۔ کالہ۔ سامان۔ قماش۔ ریشمین کپڑا، گھر کا ساز وسامان۔ مفرش۔ فرش بچھانے کی جگہ۔ ہاں۔ ان فاسد خیالات کے دفعیہ کی یہی صورت ہے کہ انسان دل وجان سے لاحول پڑھتا رہے۔ وانما۔ اگر مفلس کا افلاس ثابت ہو جاتا ہے تو اس کو قید نہیں رکھا جا سکتا۔ گواہ۔ یعنی قیدی افلاس ثابت کر دیں گے۔

گفت ایشاں متّہم[1] باشند چوں
(قاضی نے) کہا وہ متہم ہوں گے کیونکہ
وز توی خواہند تا ہم وارہند
وہ چاہتے ہیں کہ تجھ سے چھٹکارا حاصل کر لیں
جملہ اہل محکمہ گفتند ما
محکمہ کے سب لوگوں نے کہا کہ ہم
ہر کرا پُرسید قاضی حالِ اُو
قاضی نے جس سے بھی اُس کا حال پوچھا
گفت قاضی کش بگردانید فاش
قاضی نے کہا اُس کو علی الاعلان گھماؤ
کو بکو او را منادیہا کنید
کوچہ کوچہ اُس کے بارے میں اعلانات کر دو
تا کسے نسیہ نبفروشد بدو
تاکہ کوئی اُس کے ہاتھ اُدھار نہ بیچے
ہر کہ دعویٰ آردش اینجا بفن
جو کوئی اُس پر اس جگہ چالاکی سے دعویٰ کرے گا
پیشِ من افلاسِ اُو ثابت شدست
میرے روبرو اُس کا افلاس ثابت ہو گیا ہے
آدمی در حبس دنیا زاں بود
انسان دنیا کے قید خانہ میں اسی وجہ سے ہوتا ہے
مفلسی دیورا یزدانِ ما
ہمارے خدا نے شیطان کی مفلسی کا
کودغا و مفلس ست و بد سخن
کہ وہ (مجسم) دغا اور مفلس اور بد کلام ہے
ورکنی او را بہانہ آوری
اگر تو کرے گا تو اُس کے لئے بہانہ مہیا کرے گا

می گریزند از توی گریند خوں
وہ تجھ سے گریزاں ہیں، تیری وجہ سے خون کے آنسو بہا رہے ہیں
زیں غرض باطل گواہی می دہند
اِس وجہ سے غلط گواہی دیں گے
ہم بر اِدبار و بر افلاسش گوا
بھی اس کی نحوست اور مفلسی کے گواہ ہیں
گفت مولا دست زیں مفلس بشو
اُس نے کہا جناب! اِس سے دستبردار ہو جائیں
گرد شہر ایں مفلس ست وہم قلاش
شہر کے چاروں طرف کہ یہ مفلس اور کنگال ہے
طبل افلاسش عیاں ہر جا زنید
علی الاعلان اُس کے افلاس کا ہر جگہ ڈھول پیٹ دو
قرض ندہد ہیچ کس او را تسو
کوئی اُس کو آدھا جَو (بھی) قرض نہ دے
پیشِ زندانش نخواہم کردمن
اُس کو میں قید میں نہ ڈالوں گا
نقد و کالا[2] نیستش چیزے بدست
نقد اور جنس کچھ اُس کے پاس نہیں ہے
تابود کافلاسِ اُو ثابت شود
تاکہ اُس کا افلاس ثابت ہو جائے
ہم منادی کرد در قرآنِ ما
بھی ہمارے قرآن میں اعلان کر دیا ہے
ہیچ با اُو شرکت و سودا مکن
تو کبھی اُس کے ساتھ شرکت اور معاملہ نہ کر
مفلس ست اُو صرفہ ازوے کم بری
(وہ) مفلس ہے اُس سے ڈگری وصول نہ کر سکے گا

[1] متّہم۔ اگر گواہی میں گواہ کی غرض ثابت ہو جاتی ہے تو اس کی گواہی معتبر نہیں رہتی ہے۔ غرض۔ صاحب غرض کی گواہی معتبر نہیں ہوتی۔ کش۔ کہ اش۔ قلاش۔ مفلس، کنگال۔ نسیہ۔ ادھار۔ تسو۔ چار جو کا وزن۔ ہر کہ۔ نادہندکی سزا قید ہے لیکن جبکہ اس کا افلاس ثابت ہو جائے تو پھر قید نہیں کیا جا سکتا۔
[2] کالا۔ سامان۔ آدمی۔ انسان کو دنیا کی قید میں قدرت نے اسی لئے مقید کیا ہے تاکہ عمل صالح سے اس کا افلاس یا مالداری ثابت ہو سکے۔ مفلسی۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی مفلسی کا اسی لئے اعلان کیا ہے تاکہ کوئی اس سے کسی قسم کا معاملہ نہ کرے جیسا کہ قاضی نے اس مفلس کے بارے میں کرا دیا تھا۔ صرفہ۔ یعنی ذر ڈگری۔

حاضر آوردند[1] چوں فتنہ فروخت
جب فتنہ روشن ہوگیا (لوگ) لائے
اُشترِ کردی کہ ہیزم می فروخت
ایک کردی کا اونٹ جو ایندھن بیچتا تھا

کُرد بے چارہ بسے فریاد کرد
بیچارے کردی نے بہت فریاد کی
ہم موکّل را بدانگے شاد کرد
سپاہی کو بھی ایک دانگ دے کر خوش کیا

اُشترش بُردند از ہنگامِ چاشت
چاشت کے وقت سے اُس کا اونٹ لے گئے
تا شب و افغان اُو سودے نداشت
رات تک کے لئے، اور اُس کا رونا دھونا مفید نہ ہوا

برشُتر بنشست آں قحطِ گراں
وہ بھاری قحط اونٹ پر بیٹھ گیا
صاحب اُشتر پئے اُشتر دَواں
اونٹ والا، اونٹ کے پیچھے دوڑ رہا تھا

سو بسو و کو بکو می تاختند
ہر ہر جانب اور کوچہ بکوچہ دوڑتے تھے
تاہمہ شہرش عیاں بشناختند
یہاں تک کہ تمام شہر نے اُس کو نمایاں طور پر پہچان لیا

پیشِ ہر حمام و ہر بازارگہ
ہر حمام اور ہر بازار کے سامنے
کردہ مردم جملہ در شکلش نگہ
سب لوگوں نے اُس کی صورت پر نگاہ ڈال لی

دہ منا دیگر بلند آوازیاں
دس بلند آواز، منادی کرنے والے
تُرک و کُرد و رُومیان و تازیاں
ترک، اور کرد، اور رومی، اور عرب

جُملگاں آوازہا برداشتہ
سب چیختے تھے
کایں ہمہ تخمِ جفاہا کاشتہ
کہ اس نے سب بدمعاملگیوں کا بیج بویا ہے

مفلس ست وایں ندارد ہیچ چیز
یہ مفلس ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہے
تاکس اُو را قرض ندہد یک پشیز[2]
ہرگز اس کو کوئی ایک دمڑی قرض نہ دے

ظاہر و باطن ندارد حبۂ
کھلا ڈھپا اُس کے پاس ایک حبہ نہیں ہے
مفلسے قلبے دغائے دِبہٗ
مفلس ہے کھوٹا ہے دغا باز ہے مٹی کا ڈھیر ہے

بینوائے بد ادائے بے وفا
مفلس ہے، ناد ہند ہے، بے وفا ہے
ناں ربائے نرگدائے بے حیا
روٹی کا اُچکا ہے، پکا بھکاری ہے، بے شرم ہے

ہاں وہاں با اُو حریفی کم کنید
خبردار! خبردار! اُس کے ساتھ معاملہ نہ کرنا
چونکہ گاز آرد گرہ محکم زنید
چونکہ قینچی رکھتا ہے اِس لئے مضبوط گرہ لگا لو

ور بحکم آرید ایں پژمردہ را
اس موئے کو اگر تم عدالت میں لاؤ گے
من نخواہم کرد زندان مُردہ را
میں مردے کو قید نہ کروں گا

---

1. حاضر آوردند۔ چونکہ اس مفلس کا اعلان اور تشہیر کرنی تھی اور مفلس کو سارے شہر میں گھماتا تھا۔ کرد۔ ایک صحرا نورد قوم ہے۔ ہیزم۔ ایندھن۔ موکل۔ کارندہ۔ دانگ۔ چھ رتی کے وزن کا سکہ ہے۔ شاد کرد۔ یعنی سپاہی کو ایک دانگ دے کر خوش کرنا چاہتا کہ اس کا اونٹ چھوڑ دے۔ قحط گراں۔ یعنی وہ مفلس قیدی چونکہ وہ سب کو بھوکا مارتا تھا۔ نگہ۔ اس کو شناخت کرنے کے لئے سب نے اس کو دیکھا۔ دہ۔ دس آدمی مختلف زبانوں میں منادی کر رہے تھے۔
2. پشیز۔ تانبے کا سکہ، پیسہ، دھیلا۔ حبہ۔ دانہ، رتی بھر چاندی کا سکہ۔ قلب۔ کھوٹا۔ دِبہ۔ دال کے زیر کے ساتھ، مٹی کا ڈھیر دال کے ضمہ کے ساتھ ریچھنی۔ بد ادا۔ نادہند، بدمعاملہ۔ نر۔ بڑے حریفی۔ معاملہ۔ چونکہ۔ یہ گرہ کٹ ہے، جیب کی حفاظت رکھو۔ حکم۔ یعنی محکمہ قضا۔

خوش دم[1] ست وآں گلویش بس فراخ
بت بنا (باتونی) ہے اور اس کا حلق بہت پھیلا ہوا ہے
گر بپوشد بہر مکر آں جامہ را
اگر مکاری کے لئے وہ کوئی کپڑا پہنے
حرفِ حکمت بر زبانِ نا حکیم
نادان کی زبان پر دانائی کی بات
گرچہ دُزدے حلۂ پوشیدہ است
اگرچہ ایک چور نے پوشاک پہن لی ہے
چوں شبانگہ[2] از شتر آمد بزیر
رات کو جب وہ (مفلس) اونٹ سے نیچے اترا
برنشستی اُشترم را از پگاہ
تو صبح سے میرے اونٹ پر بیٹھا ہے
گفت تا اکنوں چہ میکردیم پس
(مفلس نے) کہا ہم نے اب تک کیا کیا ہے؟
چرخ اِفلاسم شنید اے پُر طمع
اے لالچی! میرے افلاس (کی بات) آسمان نے سن لی
طبل اِفلاسم بچرخِ سابعہ
میرے افلاس کا ڈھنڈورا ساتویں آسمان تک
گوش تو پُر بودہ است از طمع خام
تیرا کان بیہودہ لالچ سے پُر ہے
تا کلوخ و سنگ بشنید ایں بیاں
یہ بیان اینٹ اور پتھر تک نے سن لیا
تابشب گفتند و در صاحب شتر
وہ (منادی کرنے والے) رات تک کہتے رہے اور اونٹ والے پر
ہست بر سمع و بصر مہر خدا
کان اور آنکھ پر خدا کی مہر ہے

باشعارِ نو دثارِ شاخ شاخ
اوپر کا لباس نیا ہے اور اندرونی تار تار ہے
عاریہ است آں تافریبد عامہ را
وہ مانگا ہوا ہے تاکہ عوام کو فریب دے
حُلّہائے عاریت داں اے سلیم
اے عزیز مانگی ہوئی پوشاک سمجھ
دست توچوں گیرد آں ببریدہ دست
(مصافحہ میں) تیرا ہاتھ کیسے پکڑے کہ اسکا ہاتھ کٹا ہوا ہے
کرد گفتش منزلم دوراست و دیر
کردی نے اُس سے کہا میرا مکان دور ہے اور (دیر ہوگئی ہے)
جو رِہا کردم کم از اخراجِ کاہ
جو میں نے چھوڑے کم از کم گھاس کا خرچہ (دے)
ہوشِ تو کونیست اندر خانہ کس
تیری ہوش کہاں ہیں؟ بے وقوف!
تو نہ بشنیدی بگوشِ بے لمع
پھوٹے کان سے تو نے نہ سنی
رفت و تو نشنیدۂ ایں واقعہ
پہنچ گیا اور تو نے یہ واقعہ نہ سنا
پس طمع کری کند گوش اے غلام
اے لڑکے! لالچ کان کو بہرا بنا دیتا ہے
مفلس ست و مفلس ست ایں قلتباں
(کہ) یہ دیوث مفلس ہے، مفلس ہے
برنزد کو از طمع پُر بود و پر
اثر نہ کیا کیونکہ وہ لالچ سے بھرپور تھا
در حجب بس صورت ست و بس صدا
بہت سی صورتیں اور بہت سی آوازیں پردوں میں ہیں

---

1. خوش دم۔ چرب زبان، باتونی۔ شعار۔ اوپری لباس۔ دثار۔ اندرونی لباس، یعنی بظاہر بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن برا شخص ہے۔ گر بپوشد۔ مانگ کر اچھا لباس پہن کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ حرف حکمت۔ بے وقوف شخص دانائی کی بات کہتا ہے تو وہ بھی کسی اور کی کہی ہوئی ہوتی ہے۔ گرچہ۔ چور کا عموماً ہاتھ کٹا ہوا ہوتا ہے، اگر وہ چھپانے کے لیے دراز آستین قمیص بھی پہن لے تو مصافحہ کے وقت راز کھل جاتا ہے، یہی بیوقوف کا حال ہے۔
2. شبانگہ۔ رات کے وقت۔ آمد۔ یعنی وہ مفلس اترا۔ پگاہ۔ صبح۔ رہا کردم۔ میں نے جو معاف کئے۔ کو۔ کہاں۔ نیست۔ اندر خانہ کس۔ گھر میں کوئی لائق آدمی نہیں ہے، یہ محاورہ اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جس پر کوئی نصیحت اثر نہ کرے۔ چرخ۔ آسمان۔ لمع۔ نور، روشنی، قوت سامعت مراد ہے۔ طبل۔ ڈھول۔ سابعہ۔ ساتواں۔ طمع خام۔ بےہودہ لالچ۔ کر۔ بہرا۔ قلتباں۔ دیوث، بھڑوا۔ حجب۔ حجاب کی جمع ہے۔ پردہ۔ بس۔ بہت۔

اُنچہ[1] او خواہد رساند آں بہ چشم
جس کو وہ چاہتا ہے آنکھ تک پہنچا دیتا ہے
از جمال و از کمال و از کرشم
(یعنی) حسن اور کمال اور کرشمہ (کو)

وانچہ اُو خواہد رساند آں بگوش
جس کو وہ چاہتا ہے کان تک پہنچا دیتا ہے
از سماع و از بشارت وز خروش
(یعنی) قوالی اور خوشخبری اور شور (کو)

گرچہ تو ہستی کنوں غافل ازاں
اگرچہ تو اب اُن سے غافل ہے
وقت حاجت حق کند آنرا عیاں
ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ اُن کو ظاہر کر دے گا

گفت پیغمبرؐ کہ یزدانِ مجید
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
از پئے ہر درد درماں آفرید
ہر درد کا علاج پیدا فرمایا ہے

گرچہ درماں جوئی و گوئی بجاں
اگرچہ تو علاج تلاش کرے اور دل سے کہے
کاے خدا درمان کارمن رساں
کہ اے خدا میرے کام کا علاج کر دے!

لیک زاں درماں نہ بینی رنگ و بو
لیکن تو اُس علاج کا رنگ بو نہیں دیکھے گا
بہر دردِ خویش بے فرمانِ اُو
اُس کے حکم کے بغیر اپنے درد کے لئے

چشم را اے چارہ جو در لا مکاں
اے علاج کی جستجو کرنے والے۔ آنکھ کو لا مکان میں
ہیں بنہ چوں چشم کشتہ[2] سوئے جاں
لگائے رکھ جسطرح مقتول کی آنکھ جان کیطرف (لگی رہتی ہے)

کون پُر چارہ است و ہیچت چارہ نے
دنیا علاج سے پر ہے اور تیرا کوئی علاج نہیں ہے
تاکہ نگشاید خدایت روزنے
جبتک خدا تیرے لئے راہ نہ کھول دے

ایں جہاں از بے جہت پیدا شدست
یہ جہان، بے جہت (خدا) سے پیدا ہوا ہے
کہ زبے جائے جہاں راجا شدست
لامکاں (خدا کی قدرت) سے دنیا کو (عالم وجود میں) جگہ ملی ہے

باز گرد از ہست سوئے نیستی
ہستی سے نیستی کی طرف لوٹ
گر تو از جاں طالب مولیستی
اگر تو (دل و) جاں سے مولا کا طالب ہے

جائے دخل ست ایں عدم ازوے مرم
یہ نیستی آمدنی کی جگہ ہے اس سے گریز نہ کر
جائے خرج ست ایں وجودِ بیش و کم
یہ گھٹنے بڑھنے والا وجود خرچ کی جگہ ہے

کارگاہِ صنع حق چوں نیستی ست
اللہ (تعالیٰ) کی کارگری کا محل نیستی ہے
جز معطل درجہانِ ہست کیست
عالم ہستی میں بیکاری کے علاوہ کچھ نہیں ہے

---

1. انچہ۔ تمام تاثیرات اللہ تعالیٰ کی اجازت پر موقوف ہیں۔ کرشم۔ ناز وانداز۔ بگوش۔ آنکھ، کان وغیرہ اپنا کام جب کرتے ہیں جب خدا چاہتا ہے۔ وقت۔ قیامت کے روز یہ سب باتیں عیاں ہو جائیں گی۔ درماں آفرید۔ حدیث شریف میں ہے "خدا نے جو بیماری پیدا کی ہے، اس کی دوا بھی پیدا کی ہے۔" لہٰذا حق و باطل میں امتیاز نہ کر سکنے کے مرض کی بھی دوا ضرور ہے۔ لیک۔ اس مرض کی دوا بھی بتائید خداوندی حاصل ہو سکے گی۔ لامکاں۔ عالم ملکوت۔

2. چوں چشم کشتہ۔ مقتول کی آنکھیں عموماً پھیلی رہ جاتی ہیں تو گویا وہ اپنی جان کو دیکھ رہا ہے، تو بھی درد کے علاج کے لئے عالم ملکوت پر نظر رکھ۔ ایں جہاں۔ اس عالم کون ومکان کو ذات بے جہت اور لامکان نے پیدا کیا ہے، تو اسی کی طرف نظر رکھ اور جہت ومکان سے نگاہ ہٹا لے۔ قدم۔ یعنی لامکان عالم ملکوت۔ مرم۔ رمیدن سے نہی کا صیغہ ہے۔ کارگاہ۔ اللہ تعالیٰ نیست سے ہست کرتا ہے تو اس کی ایجاد کا تعلق نیستی سے ہے لہٰذا اپنے آپ کو نیست بنا لے۔

فی المناجات

اے خدائے پاک بے انبار[1] و یار
اے خدائے پاک جو لاشریک و روزگار سے مستغنی ہے
دست گیر و جرم مارا در گذار
دست گیری فرما اور ہماری خطا سے در گذر فرما

یاد دہ مارا سخنہائے رقیق
ہمیں رقت آمیز باتیں سکھا دے
کہ ترا رحم آورد آں اے رفیق
اے مہربان! جو تیرے رحم کا سبب بنیں

ہم دعا از تو اجابت ہم زِتو
دعا (کی توفیق) بھی تیری جانب سے ہے اور قبولیت بھی
ایمنی از تو مہابت ہم زِتو
اطمینان تیری طرف سے ہے، ڈر بھی تجھی سے ہے

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن
اگر ہم غلط بات کہیں تو اس کی اصلاح کر دے
مصلحی تو اے تو سلطانِ سخن
اے کہ تو کلام کا بادشاہ ہے تو ہی اصلاح کرنے والا ہے

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی
تیرے پاس کیمیا ہے تو اُس کو تبدیل کر سکتا ہے
گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی
اگر خون کی نہر ہو تو اُس کو (دریائے) نیل بنا دیتا ہے

ایں چنیں مینا گریہا کارِ تست
ایسی مینا کاری تیرا کام ہے
ایں چنیں اکسیر ہا اسرارِ تست
ایسی کیمیائیں تیرے بھید ہیں

آب[2] را و خاک را برہم زدی
تو نے پانی اور مٹی کو ملایا
زآب و گل نقش تن آدمؑ زدی
پانی اور مٹی سے آدمؑ کے جسم کی صورت بنا دی

نسبتش دادی بجفت و خال و عم
(پھر) تو نے اُسکے ساتھ شوہر اور ماموں اور چچا (ہونیکی) نسبت قائم کردی
با ہزار اندیشۂ شادی و غم
مع ہزاروں شادی اور غم کے خیالات کے

باز بعضے را رہائی دادۂ
پھر تو نے بعض کو چھٹکارا دے دیا
زیں غم و شادی جدائی دادۂ
اس غم اور خوشی سے جدا کر دیا

بردۂ از خویش و پیوند و سرشت
(اُس کو) اپنے دوستوں عزیزوں اور سرشت سے نکال لیا
کردۂ در چشم او ہر خوب زشت
اُس کی نظر میں ہر لبھانے والی چیز کو برا بنا دیا

ہرچہ محسوس ست اُو ردمی کند
وہ ہر محسوس چیز کو رد کر دیتا ہے
وانچہ ناپیداست مسند می کند
جو غیر محسوس ہے اُس کو سہارا بناتا ہے

عشق اُو پیدا و معشوقش نہاں
اُس کا عشق ظاہر ہے اور اُس کا معشوق پوشیدہ ہے
یار بیروں فتنۂ اُو در جہاں
یار (کائنات سے) باہر ہے، جہان میں اُس کا فتنہ ہے

---

[1] انباز۔ شریک، ساتھی۔ یار۔ مددگار۔ ہم دعا۔ خدا ہی ایسی دعا کی توفیق عطا فرماتا ہے جس کو وہ قبول کرلے۔ ایمنی۔ خدا کی غفاریت سے اطمینان ہے اور اس کی قہاریت سے ڈر ہے۔ گر خطا۔ دعا میں اگر کوئی غلط بات نکلے تو اس کی اصلاح فرمادے۔ کیمیا۔ جس طرح کیمیا تانبے کو سونا بنا دیتی ہے، اللہ تعالیٰ بھی سیئات کو حسنات میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ مینا گری۔ کسی چیز میں آبگینے جڑنا یعنی خطا کو صواب بنا دینا۔ اکسیر ہا۔ یعنی گناہوں کو نیکیاں بنا دینا۔

[2] آب۔ جب اللہ تعالیٰ پانی اور مٹی سے اشرف المخلوقات بنا دیتا ہے تو برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کرنا معمولی بات ہے۔ نسبتش۔ معمولی آب و گل میں یہ نسبتیں بھی پیدا فرما دیں اور اس کو ایسا ذی حس بنا دیا کہ اس میں غم و شادی کے جذبات ہیں۔ باز۔ پھر انہی انسانوں میں سے بعض کو تمام دنیا سے بے نیاز کر کے اپنا بنا لیا۔ پیوند۔ تعلقات۔ سرشت۔ بناوٹ، خمیر۔ ہر خوب۔ یعنی وہ چیزیں جو خدا سے غافل بنائیں۔ محسوس۔ یعنی دنیاوی چیزیں۔ ناپید۔ یعنی حواس ظاہر سے غیر محسوس، اللہ تعالیٰ۔ مسند۔ بھروسہ کی چیز، معتمد علیہ۔ بیروں۔ یعنی دنیا و مافیہا سے باہر۔ فتنہ۔ یعنی اس کے عشق میں جہان میں مبتلا ہے۔

ہیں[1] رہا کن عشقہائے صورتی
خبردار! صورت کے، عشقوں کو چھوڑو
نیست برصورت نہ برروئے ستی
وہ (عشق) بیوی کے چہرہ اور صورت پر نہیں ہے

آنچہ معشوقست صورت نیست آں
جس سے عشق ہے وہ صورت نہیں ہے
خواہ عشق اینجہاں خواہ آنجہاں
خواہ اس جہان (عالم ناسوت) کا عشق ہو یا اس جہان (عالم ملکوت) کا

آنچہ برصورت تو عاشق گشتۂ
جس کی صورت پر تو عاشق ہو رہا ہے
چوں بروں شد جاں چرایش ہشتۂ
جب (اُس کی) جان نکل گئی تو اُس کو کیوں چھوڑا ہے

صورتش برجاست این سیری زچیست
اُس کی صورت موجود ہے یہ دل بھرنا کیوں ہے؟
عاشقا وا جوکہ معشوقِ تو کیست
اے عاشق! ڈھونڈ کہ تیرا معشوق کون ہے؟

آنچہ محسوس ست گر معشوقہ است
اگر محسوس چیز ہی معشوق ہے
عاشقستے ہرکہ اُورا حس ہست
تو جس میں بھی حس ہے وہ عاشق ہوتا

چوں وفا[2] آں عشق افزوں می کند
جب وفاداری عشق کو بڑھاتی ہے
کے وفا صورت دگرگوں می کند
(تو) وفا صورت میں کب تغیر کرتی ہے؟

پَرتو خورشید بر دیوار تافت
آفتاب کا عکس دیوار پر پڑا
تابش عاریتے دیوار یافت
(تو) عارضی چمک دیوار نے حاصل کر لی

برکلوخے دل چہ بندی اے سلیم
اے سادہ لوح! ڈھیلے سے کیا دل لگاتا ہے
واطلب اصلی کہ اُو تابد مقیم
اصلی کو طلب کر جو ہمیشہ چمکتا ہے

اے کہ تو[3] ہم عاشقی بر اصل خویش
اے وہ کہ تو بھی (اپنے زعم میں) اصل پر عاشق ہے
خویش برصورت پرستاں دیدہ بیش
اپنے آپ کو صورت پرستوں سے زیادہ افضل سمجھتا ہے

پَرتو عقل ست آں بر حس تو
تیرے (اس) احساس پر عقل کا سایہ پڑ گیا ہے
عاریت میداں ذہب برمس تو
اپنے تانبے پر سونے کو عارضی سمجھ

چوں زراندود ست خوبی در بشر
انسان کا حسن ملمع کی طرح کا ہے
ورنہ چوں شد شاہد تو پیر خر
ورنہ تیرا معشوق بوڑھے گدھے کی طرح کیوں ہوا؟

---

[1] ہیں۔ پہلے اشعار میں عشق حقیقی کا ذکر تھا، اب عشق مجازی سے پرہیز کرنے کی ہدایت ہے۔ ایں جہاں۔ یعنی عالم ناسوت کا عشق۔ آنجہاں۔ یعنی عالم ملکوت کا عشق۔ آنچہ۔ اگر معشوق دراصل صورت ہے تو مرجانے کے بعد بھی تو وہ صورت باقی ہے، اب اس سے عشق کیوں نہیں ہے، یہ صورت کے معشوق نہ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔ محسوس۔ صورت کے معشوق نہ ہونے کی دوسری دلیل ہے یعنی صورت جس کا حواس سے ادراک ہوتا ہے اگر وہی معشوق ہے تو جانوروں کو بھی اس سے عشق ہونا چاہئے تھا کیونکہ صورت کو تو وہ بھی دیکھتے ہیں۔

[2] چوں وفا۔ یہ صورت کے معشوق نہ ہونے کی تیسری دلیل ہے، معشوق کی وفا سے عشق میں اضافہ ہوتا ہے حالانکہ صورت وہی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ عشق کا تعلق صورت سے نہیں ہے۔ خورشید۔ یعنی اللہ تعالیٰ، اصل جمال، جمال حق ہے اور ممکنات پر اس کا پرتو ہے لہٰذا اس سے عشق کا تعلق ہے، جب یہ حال ہے تو پھر عشق اصل سے ہی کرنا چاہئے۔ کلوخ۔ یعنی جس پر اصل جمال کا پرتو پڑا ہے۔

[3] اے کہ تو۔ بعض لوگ مجازی معشوق کو معشوق حقیقی کا مظہر قرار دے کر اس سے عشق کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صورت پرستوں سے افضل سمجھتے ہیں، یہ محض ان کے عقلی ڈھکوسلے ہیں اور یہ ان کی ملمع سازی ہے، عقلی دلائل کے زور سے حقیقت نہیں بدلتی ہے۔ زراندود۔ ملمع کیا ہوا۔ شاہد۔ معشوق یعنی حسین معشوق بھی بڑھاپے میں بوڑھے گدھے جیسا نظر آنے لگتا ہے۔

چوں فرشتہ بود ہمچوں دیو شد — کاں ملاحت اندر و عاریہ بد
فرشتہ جیسا تھا، بھوت جیسا بن گیا — کیونکہ اُس میں حسن عارضی تھا

اندک اندک[1] می ستاند آں جمال — اندک اندک خشک می گردد نہال
(اللہ تعالیٰ) اُس حسن کو تھوڑا تھوڑا واپس لیتا رہتا ہے — آہستہ آہستہ (ہرا بھرا) پودا خشک ہو جاتا ہے

رَو نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ بخواں — دل طلب کُن دل منہ بَر استخواں
جا نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ کو پڑھ — دل کی طلب کر، ہڈی سے دل نہ لگا

کاں جمالِ دل جمالِ باقی ست — دو لبش از آبِ حیواں ساقی ست
کیونکہ دل کا حسن باقی رہنے والا حسن ہے — اُس کے دونوں ہونٹ آبحیات کے ساقی ہیں

خود ہم اُو[2] آب ست وہم ساقی و مست — ہر سہ یک شد چوں طلسم تو شکست
خود ہی پانی ہے وہی پلانے والا ہے اور مست ہے — جب تیرا طلسم ٹوٹا تینوں ایک ہوئے

آں یکے را تو ندانی از قیاس — بندگی کن ژاژ کم خاناشاس
تو اکیلے (خدا) کو عقل سے نہ سمجھے گا — اے جاہل! عبادت کر، بکواس نہ کر

معنی تو[3] صورت ست و عاریہ — برمناسب شادی و برقافیہ
تیری اصل (بھی) صورت ہے اور عارضی ہے — مناسب (اعضا) اور موزونیت پر تو خوش ہے

آں بود معنی کہ بستاند ترا — بے نیاز از نقش گرداند ترا
اصل تو وہ ہوتی ہے جو تیری خودی کو ختم کر دے — تجھے صورت سے بے نیاز بنا دے

نبود آں معنی کہ کور و کر کند — مر ترا بر نقش عاشق تر کند
اصل وہ نہیں ہے جو اندھا اور بہرا بنائے — تجھے صورت پر زیادہ عاشق کر دے

کور را قسمت خیال غم فزاست — بہرۂ چشم ایں خیالاتِ فناست
اندھے کا حصہ غم بڑھانے والے خیالات ہیں — (ظاہری) آنکھ کا حصہ فانی خیالات ہیں

حرفِ قرآں را ضریراں معدنند — خر نہ بینند و بپالاں برزنند
اندھے قرآن کے حروف کی کان ہیں — گدھے کو نہیں دیکھتے ہیں اور پالان کو لوٹتے ہیں

---

1. اندک اندک۔ اللہ تعالیٰ اپنے جمال کو انسان سے واپس لے لیتا ہے اور سرسبز وشاداب پیڑ جھاڑ بن جاتی ہے۔ نعمرہ۔ قرآن پاک میں ہے ومن نعمره ننكسه في الخلق ''اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں، اس کو بناوٹ میں الٹا گھٹاتے ہیں۔'' دل۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ استخواں۔ یعنی ممکنات۔ جمال دل۔ اللہ تعالیٰ کا حسن۔ دو لبش۔ اس کے دونوں ہونٹ، بعض نسخوں میں دو لعلش ہے یعنی اس کا عشق۔
2. خود ہم او۔ جب انسان کی خودی مٹ جاتی ہے تو تمام ممکنات میں اس کو وجود واحد ہی نظر آتا ہے۔ یکے۔ یعنی ذات احد۔ قیاس۔ یعنی عقلی دلائل۔ بندگی۔ یعنی ذات خداوندی کو مجاہدات کے ذریعے پہچانا جا سکتا ہے۔ ژاژ۔ ایک کڑوی اور خاردار گھاس ہے جس کو اونٹ بھی نہیں کھا سکتا ہے، اسی سے ژاژ خائیدن بمعنی بکواس کرنا ہے۔
3. معنی تو۔ یعنی جس کو تو حقیقت سمجھ کر عاشق ہوا ہے، وہ بھی محض صورت ہے اور تیرا عشق محض معشوق پر مناسب اور موزوں اعضاء کی وجہ سے ہے۔ عاریہ۔ عارضی۔ قافیہ۔ موزونیت۔ آں بود۔ حقیقت کا عشق انسان کی خودی مٹاتا ہے اور صورت پرستی سے بے نیاز بنا دیتا ہے۔ کور و کر۔ یعنی حقیقت سے۔ کور را۔ یعنی حقیقت بینی سے محروم شخص۔ ضریر۔ اندھا۔ معدن۔ کان۔ خر نہ بینند۔ چشم بصیرت کے اندھے حقیقت کو چھوڑ کر مجاز پر فریفتہ ہیں۔

چوں تو بینائی[1] پے خر روکہ جست
اگر تو بینا ہے، گدھے کا پیچھا کر جو کہ کود گیا
خر چو ہست آید یقیں پالاں ترا
جب گدھا ہے تو تجھے پالان یقیناً مل جائے گا
خرچو باشد کم نیاید اے عمو
اے چچا! جب گدھا ہوگا (پالان کی) کمی نہ ہوگی
پشت خر دُکانِ مال و مکسب ست
گدھے کی کمر، اور مال کی کمائی کی جگہ ہے
خر برہنہ[2] برنشین اے بوالفضول
اے ہوا اسی! ننگی پشت والے گدھے پر چڑھ جا
اَلنَّبِیُّ قَدْ رَکِبَ مَعْرُوْرِیًا
نبیؐ ننگے پشت (گدھے) پر سوار ہوئے
بلکہ آں شہ ہم پیادہ رفتہ است
بلکہ وہ شاہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدل بھی چلے ہیں
شد خر نفس تو برمیخش بہ بند
تیرا خرنفس (قبضہ سے) نکل گیا اُس کو کھونٹے سے باندھ
بارِ صبر و شکر اورا برد نیست
صبر اور شکر کا بوجھ اُس کو اٹھانا ہے
ہیچ وازِر وزرِ غیرے برنداشت
کسی بوجھ اُٹھانے والے نے دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھایا
طمع خام ست آں مخور خام اے پسر
خام لالچ ہے اے صاحبزادے! تو کچا نہ کھا
کاں فلانے یافت گنجے نا گہاں
کہ فلانے نے اچانک خزانہ پالیا

چند ازیں پالاں گری اے تن پرست
اے تن پرست! یہ پالان گری کب تک؟
کم نگردد ناں چو باشد جاں ترا
جب تک تیری جان ہے رزق ناپید نہ ہوگا
خود بہ پشتش رُو نہد پالان او
خود بخود اُس کی کمر پر اُس کا پالان آجائے گا
جانِ تو سرمایۂ صد قالب ست
تیری جان سو قالبوں کا سرمایہ ہے
خر برہنہ نے کہ راکب شد رسول
کیا ننگی پشت والے گدھے پر رسولؐ سوار نہیں ہوئے؟
وَالنَّبِیُّ قِیْلَ سَافَرَ مَا شِیًا
کہا گیا ہے نبیؐ نے پیدل سفر کیا
بارِ این وآں بسے بِز رفتہ است
اِس کا اور اُس کا بوجھ بہت اُٹھایا ہے
چند بگریزد ز کاروبارِ چند
تو کاروبار سے کب تک گریز کرے گا؟
خواہ در صد سال خواہی سی و بیست
خواہ سو سال میں خواہ تیس اور بیس سال میں
ہیچکس ندرود تا چیزے نکاشت
کسی نے نہ کاٹا جب تک کہ کچھ نہ بویا
خام خوردن علت آرد در بشر
کچا کھانا انسان میں بیماری پیدا کر دیتا ہے
من ہم آں خواہم چرا جویم دکاں
میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں دکان کی جستجو کیوں کروں؟

1. چوں تو بینائی۔ صاحب بصیرت کو اصلی مقصود کے درپے ہونا چاہئے، فروعات میں نہ پھنسنا چاہئے۔ خر چو ہست۔ جب مقصود حاصل ہوجاتا ہے تو اس کے لوازم بھی مہیا ہوجاتے ہیں۔ پشت خر۔ ایک چیز جو ایک چیز کے اعتبار سے مقصود بالذات ہوتی ہے اور دوسری چیز کے اعتبار سے وہ اصلی مقصد نہیں ہوتی ہے، گدھا، پالان کے اعتبار سے مقصود ہے لیکن کمائی کے اعتبار سے اصل مقصد نہیں ہے بلکہ گدھے سے کما کر کھانا اصلی مقصد ہے۔
2. خر برہنہ۔ اصل مقصد سے سروکار رکھنا چاہئے خواہ فروع نہ حاصل ہوں، اگر پالان نہ بھی ہو تو گدھے پر سوار ہوجانا چاہئے اور اگر گدھا بھی نہ ہو تو منزل تک پیدل ہی چلنا چاہئے۔ شد خر نفس۔ نفس امارہ کو قابو میں رکھنا چاہئے اور اس کی حیلہ جوئی کی وجہ سے مجاہدات سے باز نہ رہنا چاہئے۔ بارِ صبر۔ انسان کو لامحالہ اپنے فرائض انجام دینے ہیں۔ وازر۔ بوجھ اٹھانے والا۔ وزر۔ بوجھ۔ ہیچ کس۔ بغیر عمل کے کوئی پھل نہیں ملتا ہے۔ طمع خام۔ بے بنیاد لالچ۔ خام۔ کچا۔ علت۔ بیماری۔ کاں فلانے۔ یہ بے بنیاد لالچ ہے۔

کار بخت ست آں و آنہم نادرست
یہ مقدر کی بات ہے اور وہ بھی بہت نادر ہے
کسب باید[1] کرد تاتن قادرست
جب تک بدن میں جان ہے کمائی کرنی چاہئے

کسب کردن گنج را مانع کے ست
کمائی خزانہ کے لئے کب رکاوٹ ہے؟
پامکش از کارِ آں خود در پے ست
کام سے قدم نہ ہٹا وہ (تیرے) پیچھے ہے

تا نگردی تو گرفتارِ اگر
تو اگر مگر میں ہرگز نہ پھنس
کہ اگر ایں کردے یا آں دگر
کہ اگر میں یہ کرتا یا وہ کرتا

کز اگر گفتن رسولِ باوفاق
باتوفیق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اگر کہنے سے
منع کرد[2] و گفت ہست آں از نفاق
منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ وہ نفاق ہے

کاں منافق در اگر گفتن بمرد
کیونکہ منافق "اگر مگر" میں ہی مر گیا
وز اگر گفتن بجز حسرت نبرد
اور "اگر مگر" کہنے سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہ کیا

اے بساکس مردہ در بوک و مگر
بہت سے انسان "شاید کہ ہو" اور "اگر" میں مر گئے
از نہالِ عاقبت ناخوردہ بر
آخرت کے درخت کا پھل چکھے بغیر

در نمی یابی تو نقصانِ اگر
اگر تو "اگر مگر" کے نقصان کو نہیں سمجھا
ایں مثل بشنو کہ در یابی مگر
تو یہ قصہ سن لے شاید تو سمجھ جائے

حکایت در معنی ایں بیت "اگر را با مگر" ہم جفت کردند ازیشاں بچہ آمد کاشکے نام

اس شعر کے معنی سے متعلق قصہ انہوں نے "اگر اور مگر" کی شادی کر دی اُن سے "کاشکے" نامی بچہ پیدا ہوا

یک غریبے خانہ می جست از شتاب
ایک مسافر جلدی میں گھر تلاش کر رہا تھا
دوستے بُردش سوئے خانہ خراب
ایک دوست اُس کو گرے ہوئے گھر کے پاس لے گیا

گفت اُو ایں را اگر سقفے بدے
اُس (دوست) نے کہا کہ اگر (اُس گھر پر) چھت ہوتی
پہلوئے من مر ترا مسکن شدے
میرے پڑوس میں تیرے رہنے کی جگہ (ہوتی)

ہم عیالِ تو بیا سودے اگر
تیرے بال بچوں کو بھی آرام ملتا، اگر
درمیانہ داشتے حجرہ دگر
دوسرا حجرہ، درمیان میں ہوتا

ور رسیدے میہماں روزے ترا
اگر کسی روز تیرا مہمان آ جاتا
ہم بیا سودے اگر بودیت جا
وہ بھی آرام پاتا اگر تجھے جگہ مل جاتی

کاشکے معمور بودے ایں سَرا
کاش یہ مکان آباد ہوتا
خانۂ تو بودے ایں بوریا
تو ہمارا یہ آباد گھر تیرا گھر ہوتا

---

1. کسب باید۔ شیخ چلی کی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے جب تک انسان میں طاقت ہے کام کرنا چاہئے۔ کسب کردن۔ انسان جس غیبی خزانے کے لالچ میں پڑا ہے، کما کر کھانا اس کے لئے کب مانع ہے، اگر ملنا ہے تو وہ بھی خود مل جائے گا۔ تانگردی۔ اگر مگر میں پھنسنا کسب اور عمل سے مانع بنتا ہے اور اس سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کز۔ اگر مگر میں پھنسنا۔ یقین کے منافی ہے اور یقین عین ایمان ہے لہٰذا اگر مگر میں پھنسا ہوا انسان مومن نہیں ہو سکتا۔

2. منع کرد۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا اِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ اگر مگر کا خیال شیطانی کام کا دروازہ کھولتا ہے۔ بوک۔ یہ "بود کہ" کا مخفف ہے یعنی شاید کہ، یہ جملہ بھی شکی انسان بولتا ہے۔ اگر۔ یعنی لفظ اگر کہنے کا نقصان۔ اگر را با مگر۔ "اگر" اور "مگر" کا نکاح کیا، اس سے "کاشکے" بچہ پیدا ہوا۔ خانہ خراب۔ ڈھیا ہوا گھر۔ عیال۔ بال بچے۔ معمور۔ آباد۔

گفت آرے[1] پہلوئے یاراں خوش است

(مسافر نے) کہا بے شک دوستوں کا پڑوس اچھا ہے

ایں ہمہ عالم طلبگارِ خوش اند

یہ تمام جہان اچھائی کا طلبگار ہے

طالب زر گشتہ جملہ پیر و خام

تمام بوڑھے اور نوجوان سونے کے طلبگار ہیں

پرتوے برقلب زد خالص ببیں

دیکھ خالص نے کھوٹے کو چمکا دیا ہے

گر محک داری گزیں کن ورنہ رو

اگر تو کسوٹی رکھتا ہے لے ورنہ جا

پس محک[2] باید میانِ جانِ خویش

کسوٹی اپنے اندر ہونی چاہئے

بانگ غولاں ہست بانگ آشنا

چھلاووں کی آواز دوست کی آواز ہے

بانگ می دارد کہ ہاں اے کارواں

وہ (چھلاوا) پکارتا ہے کہ خبردار اے قافلے!

نامِ ہریک می برد غول اے فلاں

چھلاوا ہر ایک کا نام پکارتا ہے اے فلانے!

چوں رسد آنجا بہ بیند گرگ و شیر

وہ جب اُس جگہ پہنچتا ہے بھیڑیا اور شیر دیکھتا ہے

چہ بودآں بانگ غول اے نیک خو

اے نیک مزاج! چھلاوے کی آواز کیا ہوتی ہے؟

از درونِ خویش ایں آواز ہا

اپنے اندر سے اِن آوازوں کو

لیک اے جاں در اگر نتواں نشست

لیکن اے جان (من) "اگر" میں سکونت نہیں ہوسکتی ہے

وز خوشِ تزویر اندر آتش اند

لیکن بناوٹی اچھائی سے آگ میں ہیں

لیک قلب از زر نداند چشم عام

لیکن عام آنکھ (کھرے) سونے کو کھوٹے سے نہیں پہچانتی ہے

بے محک زر را مکن از ظن گزیں

بغیر کسوٹی کے (محض) اندازے سے سونا نہ لے

نزدِ دانا خویشتن را کن گرو

اپنے آپ کو کسی دانا کے سپرد کر دے

ور نداری رہ مرو تنہا بہ پیش

اگر تیرے پاس نہیں ہے تو تنہا آگے نہ بڑھ

آشنائے کو کشد سوئے فنا

(لیکن) ایسا دوست جو ہلاکت کی طرف کھینچتا ہے

سوئے من آئید نک راہ و نشاں

میری جانب آؤ یہ راستہ اور نشان (منزل) ہے

تا کند آں خواجہ را از آفلاں

تاکہ اُن صاحب کو ہلاک شدگان میں (شامل) کر دے

عمر ضائع راہ دور و روز دیر

عمر برباد (ہوئی) راستہ دور رہ گیا، اور دن بے وقت (ہو گیا)

مال خواہم جاہ خواہم آبرو

مال چاہتا ہوں، رتبہ چاہتا ہوں، آبرو (چاہتا ہوں)

منع کن تا کشف گردد رازہا

روک دے تاکہ راز کھلیں

---

[1] آرے۔ ہاں۔ دراگر۔ اگرمگر کا جو خیالی مکان ہے اس میں رہائش نہیں ہوسکتی ہے۔ ایں ہمہ عالم۔ سب یہ چاہتے ہیں کہ آخرت کی کامیابی حاصل ہو لیکن شیطان ان کو گمراہ کر دیتا ہے اور وہ آتش حسرت میں جلتے ہیں جیسا کہ اس مسافر کے ساتھ اس دوست نے کیا۔ طالب زر۔ ہر انسان نیک عمل چاہتا ہے لیکن شیطان نے جو ملمع سازی کی ہے وہ نہیں پہچان سکتا ہے۔ پرتوے۔ شیطان برے اعمال کو مزین کر کے دکھا دیتا ہے اگر کوئی ایسا صاحب باطن ہو کہ خود اس فریب کو سمجھ سکے تو امتیاز کر کے عمل کرے ورنہ اپنے آپ کو کسی شیخ کامل کے سپرد کر دے تاکہ وہ شیطانی اور رحمانی عمل میں امتیاز کر دے۔

[2] محک۔ کسوٹی یعنی برے بھلے میں تمیز کرنے کا نورِ فراست۔ غولاں۔ چھلاوے جو مسافر کو راستہ سے بھٹکا دیتے ہیں۔ آشنا۔ دوست۔ نک۔ اینک، اینست۔ نشان۔ یعنی نشانِ منزل۔ آفلاں۔ آفل کی جمع ہے، غائب ہونے والا۔ چہ بود۔ چھلاوے کی آواز انسان کے اپنے اندرونی جذبات ہیں جو مال اور جاہ اور آبرو سے متعلق ہیں۔ رازہا۔ یعنی حقیقت کے اسرار۔

ذکر حق کن بانگ غولاں را بسوز — چشم چوں نرگس[1] ازیں کرگس بدوز
اللہ کا ذکر کر، چھلاووں کی آواز کو پھونک دے — نرگس جیسی آنکھ اس گدھ سے بند کر لے

صبح کاذب را زصادق وا شناس — رنگ مے را باز داں از رنگ کاس
صبح صادق کو صبح کاذب سے پہچان — شراب کے رنگ کو پیالہ کے رنگ سے علیحدہ کر

تا بود کز دیدگانِ ہفت رنگ[2] — دیدۂ پیدا کند صبر و درنگ
ہوسکتا ہے کہ سات پردوں والی آنکھوں کی بجائے — صبر اور استقلال، ایک آنکھ پیدا کر دے

رنگہا بینی بجز ایں رنگہا — گوہراں بینی بجائے سنگہا
ان رنگوں کے علاوہ تو اور رنگ دیکھے — سنگریزوں کی بجائے تو موتی دیکھے

گوہرے چہ بلکہ دریائے شوی — آفتابِ چرخ پیمائی شوی
موتی کیا بلکہ تو دریا بن جائے — آسمان کو طے کرنے والا، سورج بن جائے

کارکن در کارگاہ باشد نہاں — تو برو در کارگہ بینش عیاں
کاریگر، کارخانہ میں چھپا ہوتا ہے — تو جا، کارخانہ میں اُس کا مشاہدہ کر لے

کار[3] چوں برکارکن پردہ تنید — کارکن بر کارگہ باشد پدید
کام نے جب کہ کارکن پر پردہ ڈال رکھا ہے — کاریگر کارخانہ میں رونما ہو گا

خارجِ ایں کار نتوانیش دید — منتظر در کارگہ آید پدید
کام سے علیحدہ تو اُس کو نہ دیکھ سکے گا — جس کا انتظار ہے وہ کارخانہ میں ظاہر ہو گا

کارگہ چوں جائے باشِ عامل ست — آں کہ بیرون ست ازوے غافل ست
جب کہ کارخانہ کاریگر کا ٹھکانا ہے — جو اُس (کارخانہ) سے باہر ہے وہ اُس کے غافل ہے

پس در آ در کارگہ یعنی عدم — تا بہ بینی صنع و صانع را بہم
لہٰذا کارخانہ یعنی عدم میں آ — تاکہ تو کام اور کاریگر کو اکٹھا دیکھے

کارگہ چوں جائے روشن دید گیست — پس برونِ کارگہ پوشید گیست
کارخانہ چونکہ کھلے طور پر دیکھنے کی جگہ ہے — پس کارخانہ کے باہر پوشیدگی ہے

---

1. چشم چوں نرگس۔ نرگس کی آنکھ بے نور اور حسین ہونے میں ضرب المثل ہے یہاں دونوں معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ کرگس۔ گدھ، مردہ خوری میں مشہور ہے۔ صبح۔ آسمان کے مشرقی کنارے پر پہلے سفیدی آتی ہے وہ صبح کاذب کہلاتی ہے، اس لئے کہ اس کے بعد پھر تاریکی آجاتی ہے، اس تاریکی کے بعد کی سفیدی کو صبح صادق کہا جاتا ہے جو دراصل صبح ہے یعنی اصل کو عارضی چیز سے جدا کر لینے کی استعداد پیدا کر۔

2. دیدگانِ ہفت رنگ۔ انسان کی آنکھ میں سات پردے ہیں جن کو ہفت رنگ کہا ہے۔ دیدہ۔ یعنی صبر و استقلال دل کی آنکھ کھول دے گا۔ رنگہا۔ جب قلب کی آنکھ کھل جائے گی تو اصل حقیقت واضح ہو جائے گی۔ گوہرے۔ یعنی صرف گوہر کو دیکھنا ہی نہیں بلکہ تو ایسا سمندر بن جائے گا جس میں موتی پیدا ہوتے ہیں اور عالم بالا کی سیر کرنے لگے گا۔ کارکن۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی مصنوعات ومخلوقات میں دیکھا جاسکتا ہے، مصنوع سے صانع کے وجود پر استدلال کیا جاتا ہے۔

3. کار۔ اللہ کی صنعت اس کے لئے پردہ پوش ہے تو اب اس کو کارگاہِ عالم ہی میں دیکھا جاسکتا ہے۔ کارگہ۔ کاریگر کارخانہ میں ہوتا ہے، اس کو باہر تلاش کرنا بے وقوفی ہے۔ یعنی عدم۔ اپنے وجود اور ہستی کو فنا کرنے کے بعد ہی وجودِ واحد کا مشاہدہ ہوسکتا ہے۔ کارگہ۔ کارخانۂ عالم۔ ہستی کو ختم کر کے مشاہدۂ حق کرنے کا مقام ہے، جب تک انسان اپنی ہستی کا قائل ہے وہ مشاہدہ سے محروم ہے۔

روبہ ہستی داشت فرعونِ[1] عنود — لا جرم از کارگاہش کور بود
سرکش فرعون (اپنے) وجود کی طرف متوجہ ہوا — لا محالہ اُس کے کارخانہ سے اندھا تھا

لا جرم میخواست تبدیل قدر — تا قضا را باز گرداند ز دَر
یقیناً وہ تقدیر کو بدلنا چاہتا تھا — تاکہ (اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کو دروازہ سے واپس لوٹا دے

خود قضا بر سُبلتِ آں حیلہ مند — زیرِ لب می کرد ہر دم ریشخند
فیصلہ (خداوندی) اُس حیلہ گر کی مونچھوں پر — ہر وقت زیرِ لب مسکرا رہا تھا

صد ہزاراں طفل کشت اُو بے گناہ — تا بگردد حکم و تقدیرِ اِلٰہ
اُس نے لاکھوں معصوم بچے قتل کر ڈالے — تاکہ (اللہ تعالیٰ کا) فیصلہ اور تقدیر ٹل جائے

تاکہ موسیٰؑ نبی ناید بروں — کرد در گردن ہزاراں ظلم و خوں
تاکہ موسیٰؑ نبی ظاہر نہ ہوں — اُسنے (اپنی) گردن پر ہزاروں ظلم اور خون لے لئے

آں ہمہ خوں کرد و موسیٰؑ زادہ شد — وز برائے قہرِ اُو آمادہ شد
اُس نے بہت (کشت و) خون کیا اور موسیٰؑ پیدا ہو گئے — اور اُس کی سرکوبی کے لئے آمادہ ہو گئے

گر بدیدے کارگاہِ لایزال — دست و پایش خشک گشتے زاحتیال
اگر وہ (خدائے) لا یزال کا کارخانہ دیکھ لیتا — حیلہ گری سے اُس کے ہاتھ پیر خشک ہو جاتے

اندرونِ خانہ[2] اش موسیٰؑ معاف — وز بروں می کشت طفلاں را گزاف
اُس کے گھر میں موسیٰؑ آرام سے تھے — وہ باہر خواہ مخواہ بچوں کو قتل کر رہا تھا

ہمچو صاحب نفس کو تن پَرورد — بر دِگر کس ظن حقدے می بَرد
اُس نفسانی (انسان) کی طرح جو تن پروری کرے — دوسرے پر دشمنی کا گمان کرے

کایں عدوّ آں حسود و دشمن ست — خود حسود و دشمن اُو آں تن ست
کہ یہ دشمن، اور وہ حاسد، اور مخالف ہے — (حالانکہ) اُس کا حاسد اور دشمن خود وہ جسم ہے

اُو چو موسیٰؑ و تنش فرعونِ اُو — اُو بہ بروں می دَوَد کہ کو عدو؟
وہ موسیٰؑ کی طرح ہے اور اُس کا جسم اُس کا فرعون ہے — وہ باہر بھاگا پھرتا ہے، کہ دشمن کہاں ہے؟

نفس اندر خانۂ تن نازنین — بر دگر کس دست می خاید بکیں
نفس جسم کے گھر میں نازوں میں پل رہا ہے — وہ دوسروں پر کینہ سے ہاتھ چبا رہا ہے

---

[1] فرعون۔ فرعون اپنی ہستی کی طرف متوجہ تھا لہٰذا وہ کارگاہِ عدم سے اندھا تھا۔ تبدیل قدر۔ مقدر یہ ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کی سلطنت کو زیر و زبر کر دیں گے۔ سبلت۔ مونچھ، بر سبلت کسے خندیدن کے معنی یہ ہیں کسی کو بنظر حقارت دیکھنا۔ ریش خند۔ مذاق اڑانا۔ طفل۔ بنی اسرائیل کے نومولود لڑکوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ تاکہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کو اس کی ایک خواب کی تعبیر میں بتایا گیا تھا کہ بنی اسرائیل کا کوئی لڑکا اس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنے گا۔ کارگاہِ لایزال۔ اللہ تعالیٰ کا کارخانہ قدرت۔ احتیال۔ قضاءِ الٰہی سے بچنے کے لئے بنی اسرائیل کے لڑکوں کا قتل۔

[2] اندرونِ خانہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر میں ہو رہی تھی اور باہر اس نے قتل عام کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ہمچو صاحب نفس۔ جو انسان تن پروری کر رہا ہے اور دوسروں پر دشمنی کا گمان کر رہا ہے، اس کی مثال فرعون کی سی ہے کہ اصل دشمن موسیٰ علیہ السلام کو پال رہا تھا اور بے قصور بچوں کو قتل کرا رہا تھا۔ آں تن ست۔ تن پروری روح کی موت کا سبب ہے تو اصل دشمن انسان کا تن ہے۔ او۔ یعنی اس کی روح۔ نفس اندر تن۔ یعنی نفس امارہ۔ نازنین۔ نازوں سے پلا ہوا۔

ملامت کردن[1] مردم شخصے راکہ مادر را کشت بہ تہمت

لوگوں کا ایک شخص کو ملامت کرنا جس نے ماں کو تہمت کی وجہ سے قتل کر ڈالا

آں یکے از خشم مادر را بکشت ۔۔۔ ہم بزخم خنجر وہم زخم مشت

ایک شخص نے غصہ میں ماں کو مار ڈالا ۔۔۔ خنجر کے زخم اور مکوں کی مار سے

آں یکے گفتش کہ از بد گوہری ۔۔۔ یاد ناوردی تو حق مادری

ایک شخص نے اُس سے کہا کہ بد ذاتی کی وجہ سے ۔۔۔ تو نے ماں کا حق یاد نہ کیا

ہے چرا کشتی وُرا اے زشت رُو ۔۔۔ می نگوئی اُوچہ کرد آخر بتو

افسوس! اے بدرو تو نے اُس کو کیوں مار ڈالا؟ ۔۔۔ کیوں نہیں بولتا؟ آخر اُس نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا؟

ہیچ کس کشت ست مادر اے عنود ۔۔۔ می نگوئی کوچہ کرد آخر چہ بود

اے سرکش! کسی نے ماں کو (بھی) قتل کیا ہے؟ ۔۔۔ کیوں نہیں بولتا کہ اُس نے کیا کیا؟ آخر کیا بات تھی؟

گفت کارے کردکاں عارِ ویست ۔۔۔ کشتمش کاں خاک ستارِ ویست

اُس نے کہا، اُس نے وہ کام کیا جو اُس کے لیے عار تھا ۔۔۔ میں نے اُسکو قتل کر دیا کیونکہ مٹی (ہی) اُسکی پردہ پوشی کرنے والی ہے

متہم شد بایکے زاں کشتمش ۔۔۔ غرق خوں در خاک گور آغشتمش

وہ ایک کے ساتھ متہم ہوئی اس لئے میں نے اُس کو قتل کر دیا ۔۔۔ خون میں نہلا کر میں نے قبر کی مٹی میں اُس کو ملا دیا

گفت آں کس رابکش اے محتشم ۔۔۔ گفت پس ہر روز مردے را کشم

اُس نے کہا، ارے بھلے اُس شخص کو قتل کر ۔۔۔ اُس نے کہا تو پھر ہر روز ایک مرد کو قتل کروں

کشتم او را رستم از خونہائے خلق[2] ۔۔۔ نائے او بُرّم بہ است از نائے خلق

میں نے اُس کو قتل کر دیا، لوگوں کے خون سے چھٹکارا پا لیا ۔۔۔ اُس کا گلا کاٹوں یہ اُس سے بہتر ہے کہ لوگوں کا گلا

نفس تست آں مادرِ بد خاصیت ۔۔۔ کہ فسادِ اُوست در ہر ناحیت

وہ بُری عادت ماں تیرا نفس ہے ۔۔۔ کہ ہر جانب اِسی کا فساد ہے

ہیں بکُش اُو راکہ بہرآں دنی ۔۔۔ ہر دمے قصد عزیزے می کنی

آگاہ! اُس ہی کو قتل کر اُس کمینے کی وجہ سے ۔۔۔ تو ہر وقت کسی عزیز (کی جان لینے) کا قصد کرتا ہے

از وَے ایں دنیائے خوش برتست تنگ ۔۔۔ از پئے اُو باحق و باخلق جنگ

اس ہی کی وجہ سے یہ بھلی دنیا تجھ پر تنگ ہے ۔۔۔ اس ہی کے لئے اللہ (تعالیٰ) اور مخلوق سے جنگ ہے

نفس کشتی باز رستی ز اعتذار ۔۔۔ کس ترا دشمن نہ ماند در دیار

(اگر) تو نے نفس کو مار ڈالا عذر خواہی سے چھوٹ جائے گا ۔۔۔ دنیا میں تیرا کوئی دشمن نہ رہے گا

---

1. ملامت کردن۔ اس حکایت کا منشاء یہ ہے کہ برائی کی جڑ کو ختم کرنا چاہئے، نفس امارہ ہی سب برائیوں کی جڑ ہے۔ زخم مشت۔ گھونسوں کی چوٹ۔ بد گوہری۔ اس میں یاء کو مصدری اور خطاب کے لئے مان کر دو طرح ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ عنود۔ سرکش۔ کارے۔ یعنی وہ ایک اجنبی سے ملوث تھی۔ خاک۔ یعنی قبر کی مٹی ہی اس کی پردہ پوش ہے۔ آں کس۔ یعنی جس کے ساتھ وہ متہم ہوئی تھی۔

2. خونہائے خلق۔ یعنی آج جس سے متہم ہے اس کو قتل کروں، کل کو کسی دوسرے سے متہم ہو تو اس کو قتل کروں۔ نفس۔ انسان کی تمام برائیاں نفس امارہ کی وجہ سے ہیں۔ ناحیت۔ گوشہ، جانب۔ آں دنی۔ کمینہ نفس۔ از وے۔ اس نفس کی وجہ سے۔ اعتذار۔ عذر خواہی، ایک دوسرے سے دشمنی کرتا ہے اور پھر اس کو معذرت بھی کرنی پڑتی ہے، جب دشمنی ختم ہو جائے گی تو معذرت کی ضرورت نہ رہے گی۔

گر شکال آرد کسے بر گفت ما
اگر ہماری بات پر کوئی اشکال (اعتراض) کرے
از برائے انبیا و اولیا
انبیاء اور اولیاء کی وجہ سے

کانبیا[1] را نے کہ نفس کشتہ بود
کہ نبیوں کا نفس کیا مرا ہوا نہ تھا
پس چرا شاں دشمناں بود و حسود
تو اُن کے حاسد اور دشمن کیوں تھے؟

گوشِ نہ تو اے طلبگارِ صواب
اے بھلی بات کے طالب! کان دھر
بشنو ایں اشکال و شبہت را جواب
اِس اشکال اور شبہ کا جواب سن لے

دشمن خود بودہ اند آں منکراں
وہ منکر خود اپنے دشمن تھے
زخم بر خودمی زدند ایشاں چناں
اس طرح وہ اپنے ہی کو زخمی کررہے تھے

دشمن آں باشد کہ قصد جاں کند
دشمن تو وہ ہوتا ہے جو جان (لینے) کا ارادہ کرے
دشمن آں نبود کہ خود جاں می کند
دشمن وہ نہیں ہوتا جو خود دم توڑ دے

نیست خفاشک[2] عدوِ آفتاب
چگادڑ، سورج کی دشمن نہیں ہے
او عدوِ خویش آمد در حجاب
وہ در پردہ اپنی ہی دشمن ہے

تابش خورشید اُو را می کشد
سورج کا نور اُس کو مارے ڈالتا ہے
رنج اُو خورشید ہرگز کے کشد
اُس کی تکلیف سورج کب برداشت کرتا ہے؟

دشمن آں باشد کزو آید عذاب
دشمن وہ ہوتا ہے جس سے تکلیف پہنچے
مانع آید لعل را از آفتاب
لعل کے لئے آفتاب سے مانع بنے

مانع خوشند جملہ کافراں
تمام کافر اپنے لئے روک ہیں
از شعاعِ جوہر پیغمبراں
پیغمبروں کے گوہر کی شعاع سے

کے حجاب چشم آں فردند خلق
لوگ اُس یکتا کی آنکھ کا حجاب کب ہیں؟
چشم خود را کور و کژ کردند خلق
لوگوں نے اپنی آنکھ کو اندھا اور (اپنے آپ کو) بہرا بنا لیا ہے

چوں غلام ہندوی کوکیں کشد
ہندوستانی غلام کی طرح کہ وہ کینہ رکھتا ہے
از ستیز خواجہ خود را می کشد
آقا کی دشمنی میں اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے

سرنگوں می افتد از بامِ سرا
کوٹھے پر سے اوندھا گر جاتا ہے
تازیانے کردہ باشد خواجہ را
تاکہ آقا کو نقصان پہنچائے

گرشود بیمار دشمن باطبیب
اگر بیمار، طبیب کا دشمن ہوجائے
ورکند کودک عداوت با ادیب
اگر بچہ اُستاد سے عداوت کرے

---

[1] کانبیاء۔ یہ اشکال کی وضاحت ہے کہ انبیاء اور اولیاء نے تو اپنے نفس امارہ کو ماردیا تھا پھر ان سے دشمنی اور حسد کیوں تھا۔ دشمن خود۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء واولیاء کے دشمن ان کے دشمن نہ تھے بلکہ اپنے دشمن تھے کیونکہ دشمنی کے نقصانات خودان کو پہنچتے تھے۔ قصد جاں۔ یعنی روح اوراس کے مراتب کونقصان پہنچائے۔ می کند۔ خودمخالفوں کی روح تباہ ہوئی۔

[2] خفاشک۔ ذلیل چگادڑ خودہی آفتاب کے نور سے محروم ہے، اس کے نور میں خلل انداز نہیں ہے۔ عذاب۔ یعنی دشمن تو وہ ہے جس کی دشمنی سے منافع کونقصان پہنچے۔ لعل۔ لعل آفتاب سے فیض حاصل کرتا ہے کے حجاب۔ اپنے زمانہ کے یکتا کے ساتھ دشمنوں کی دشمنی ان کی آنکھ کا حجاب نہیں بن سکتی ہے بلکہ دشمن خود اپنے آپ کو اندھا اور بہرہ بنالیتے ہیں۔ کیں۔ کینہ۔ ستیز۔ لڑائی جھگڑا۔ خواجہ را۔ خواجہ کونقصان کیا پہنچا، دشمنی میں خوداس نے اپنے آپ کو ہلاک کرلیا۔

در حقیقت دشمنِ جانِ خودند — راہِ عقل[1] و جانِ خود را خود زدند
درحقیقت وہ خود اپنی جان کے دشمن ہیں — اپنی عقل اور جان کا راستہ خود کاٹتے ہیں

گازرے گر خشم گیرد ز آفتاب — ماہیے گر خشم می گیرد زآب
دھوبی اگر سورج پر غصہ کرے — مچھلی اگر پانی سے دشمنی کرتی ہے

تو نکو بنگر کرا دارد زیاں — عاقبت کہ بود سیاہ اختر ازاں
تو غور کر، نقصان کس کا ہے — آخر کار اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا؟

گر ترا حق آفریند زِشت رُو — ہاں مشو ہم زشت رو ہم زشت خو
اگر تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بدصورت پیدا کیا ہے — خبردار، بدصورت اور بد عادت نہ بن

ور بود کفشت مَرو در سنگلاخ — ور دو شاخستت مشو[2] تو چار شاخ
اگر تیرے پاس جوتا ہے تو پتھریلی زمین میں نہ چل — اگر تیری دو شاخیں ہیں چار شاخوں والا نہ بن

تو حسودی کز فلاں من کمترم — می فزاید کمتری در اخترم
تو اس پر حاسد ہے کہ میں فلاں سے کم ہوں — وہ میرے نصیب میں کمتری بڑھا رہا ہے

خود حسد نقصان و عیب دیگرست — بلکہ از جملہ بدیہا بدترست
خود حسد ایک دوسرا عیب اور نقصان ہے — بلکہ تمام برائیوں سے برا ہے

آں بلیس از ننگ و عارِ کمتری — خویشتن افگند در صد ابتری
شیطان نے کمتری کی ذلت اور عار سے — اپنے آپ کو سینکڑوں تباہیوں میں پھنسا دیا

از حسد می خواست تا بالا بود — خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بود
اُس نے حسد کی وجہ سے چاہا کہ اُونچا بنے — اُونچا تو کیا بنتا، بلکہ خون آلود ہو گیا

آں ابوجہل از محمدؐ ننگ داشت — وز حسد خود را ببالا می فراشت
ابوجہل کو محمدؐ سے ذلت محسوس ہوئی — اور حسد کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اونچا کرتا

بوالحکم نامش بدو بوجہل شد — اے بسا اہل از حسد نا اہل شد
اُس کا نام بوالحکم تھا، بوجہل ہو گیا — بہت سے لوگ حسد کی وجہ سے نا اہل بنے

من ندیدم در جہانِ جستجو — ہیچ اہلیت بہ از خوئے نکو
میں نے تگ و دو کی دنیا میں نہیں دیکھی — کوئی اہلیت نیک عادت سے بہتر

1. راہِ عقل۔ نہ عقل کی تکمیل ہوگی نہ جان کی بالیدگی ہوگی۔ گازر۔ دھوبی کو کپڑے سکھانے کے لئے دھوپ کی ضرورت ہے۔ ماہیے۔ مچھلی کو اپنی زندگی کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ سیاہ اختر۔ بدنصیب۔ گر ترا۔ ایک عیب ہے تو اس میں اضافہ نہ کرنا چاہئے۔ انبیاء اور اولیاء کے دشمنوں میں جہل تو تھا ہی دشمنی کر کے اور اپنے آپ کو تباہ کر لیا۔ ور بود۔ پیادہ پا جوتے پہن کر چلنا ایک مصیبت ہے، اس کو پتھریلی زمین پر چل کے دوگنا نہ کر۔ شاخ۔ سینگ، ٹہنی، ٹکڑا۔

2. مشو۔ یعنی اپنی مصیبت میں اضافہ نہ کر۔ تو حسودی۔ حسد کی بنیاد دوسرے کے مال و جاہ کی زیادتی ہے۔ حاسد کا مال تو کم ہی ہوتا ہے۔ حسد کر کے اور مصائب میں اضافہ کرتا ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے حضرت آدم پر حسد کیا اور سو مصیبتوں میں اپنے آپ کو پھنسا دیا۔ از حسد۔ حسد کی وجہ سے بلندی تو کیا ملتی، تباہ ہو گیا۔ ابوجہل۔ آنحضور ﷺ کے چچا عمر بن ہشام کو ابوالحکم کہا جاتا تھا، وہ سب کے فیصلے کرتا تھا، حسد میں مبتلا ہوا تو ابوجہل یعنی نادان لقب پڑا۔ خوئے نکو۔ نیک خصلت ہونا سب سے بڑی خوبی ہے۔

انبیا[1] را واسطہ زاں کرد حق — تا پدید آید حسدہا در فلق

اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کا واسطہ اسی سے بنایا ہے — تاکہ حسد روشنی میں نمایاں ہو جائے

در گذر از فضل وز چستی و فن — کار خدمت دارد و خلق حسن

بڑائی اور چالاکی اور ہنر سے در گزر کر — خدمت اور اچھے اخلاق کام کے ہیں

زانکہ کس را از خدا عارے نبود — حاسد حق ہیچ دیارے نبود

اس لئے کہ خدا سے تو کسی کو عار نہ تھی — کوئی باشندہ اللہ (تعالیٰ) کا حاسد نہ تھا

آں کسے کش مثل خود پنداشتے — زاں سبب با اُو حسد برداشتے

جس شخص کو تو اپنا جیسا سمجھتا ہے — اُس سے اِسی وجہ سے تو حسد کرتا ہے

چوں مقرر شد بزرگی رسولؐ — پس حسد ناید کسے را از قبول

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑائی طے ہو گئی — تو کسی (مومن) کو ماننے میں حسد نہیں آتا

پس بہر دورے ولی قائم ست — تا قیامت آزمائش دائم ست

ہر زمانے میں ایک ولی قائم ہے — قیامت تک دائمی آزمائش ہے

ہر کرا[2] خوئے نکو باشد برست — ہر کسے کو شیشہ دل باشد شکست

جس کی اچھی عادت ہوگی وہ نجات پا گیا — جس کا دل شیشے کا ہو گا وہ ٹوٹ گیا

پس امامِ حی و قائم آں ولی ست — خواہ از نسل عمرؓ خواہ از علیؓ ست

زندہ اور قائم امام وہ ولی ہے — خواہ (حضرت) عمرؓ کی نسل سے ہو یا (حضرت) علیؓ کی

مہدی و ہادی ویست اے نیکخو — ہم نہان وہم نشستہ پیش رُو

اے نیک بخت! مہدی اور ہادی وہی ہے — چھپا ہوا بھی ہے اور سامنے بیٹھا ہوا بھی ہے

اُوچو نورست و خرد جبرئیل اُو — آں ولی کم ازو قندیل اُو

وہ نور کی طرح ہے اور عقل اس کا جبریل ہے — اُس سے کم (درجہ کا) ولی اُس کا قندیل ہے

وانکہ زیں قندیل کم مشکوٰۃ ماست — نور را در مرتبہ ترتیبہاست

اور جو اُس قندیل سے کم (درجہ کا ہے) وہ ہمارا طاقچہ ہے — مرتبہ میں نور کی ترتیبیں ہیں

---

[1] انبیاء۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان انبیاء کو واسطہ اسی لئے بنایا ہے تاکہ حاسدوں کا مخلصوں سے امتیاز ہو جائے۔ کار۔ خدمت گذاری اور خوش خلقی ہی کام کی چیزیں ہیں۔ زانکہ۔ اگر اللہ تعالیٰ رسولوں کا واسطہ نہ بناتا تو حاسدوں کا حسد ظاہر نہ ہوتا، اللہ کو کوئی بھی اپنے برابر کا تصور کر کے حسد نہ کرتا۔ آں کسے۔ انسان کے حسد کی بنیاد یہی ہے کہ وہ دوسرے کو اپنے برابر کا سمجھتا ہے پھر اس کی بڑائی پر حسد کرتا ہے۔ پس۔ رسولوں کا سلسلہ ختم ہو جانے سے حاسدوں کے حسد کے اظہار کا موقع ختم نہیں ہوا، اب اولیاء اللہ کی ذات بھی حاسدوں کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ ولی قائم۔ قطب الاقطاب جو تمام عوام پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقاء عالم اس کی بقا سے ہے۔

[2] ہر کرا۔ اچھی عادت والے اس کا اتباع کر کے نجات حاصل کر لیں گے، تنگ مزاج محروم رہیں گے۔ امام حی و قائم۔ شیعہ حضرات بارہویں امام محمد مہدیؒ کو زندہ اور قائم مانتے ہیں چونکہ ان کے نزدیک امام صرف اہل بیت میں سے ہی ہو سکتا ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ امام کے لئے نسل کی کوئی خصوصیت نہیں ہے، ہر دور کا قطب الاقطاب امام حی و قائم ہے، مہدی بھی وہی ہے اور ہادی بھی وہی ہے، اس کی یہ خوبیاں مخفی ہوتی ہیں اور وہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔ شیعہ صاحبان کے عقیدہ کے مطابق وہ لوگوں کی نگاہوں سے سر من رآی کے غار میں پوشیدہ ہیں۔ خرد جبرئیل اُو۔ اس کی عقل اس کے لئے منجانب اللہ پیغام رساں ہے۔ قندیل اُو۔ دوسرے اولیاء اس کے ہی نور سے فیض پہنچاتے ہیں۔ وانکہ۔ قطب الاقطاب، نور ہے جو اولیاء اس سے مستفید ہیں وہ بمنزلہ قندیلوں کے ہیں، دیگر بزرگ جو ان اولیاء سے منور ہیں، ان کی مثال طاقچہ کی سی ہے جو قندیل سے منور ہوتا ہے۔

زانکہ ہفصد[1] پردہ دارد نورِ حق ۔ پردہائے نور داں چندیں طبق
اس لئے کہ اللہ (تعالیٰ) کا نور سات سو پردے رکھتا ہے ۔ تو ان مراتب کو نور کے پردے سمجھ

از پسِ ہر پردہ قومے را مقام ۔ صف صف اند ایں پردہاشاں تا امام
ہر پردے کے پیچھے ایک جماعت کا مقام ہے ۔ اُن کے یہ پردے امام تک صف بہ صف ہیں

اہلِ صف آخریں از ضعف خویش ۔ چشم شاں طاقت ندارد نورِ بیش
آخری صف والے اپنی کمزوری کی وجہ سے ۔ اُن کی آنکھ زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے؟

واں صف پیش از ضعیفی بصر ۔ تاب نارد از شعاعِ بیش تر
اگلی صف، نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے ۔ زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

روشنی کو حیاتِ اوّل ست ۔ رنج جان و فتنۂ ایں اَحول ست
وہ روشنی جو پہلی (صف) کی زندگی ہے ۔ اس کمزور آنکھ والے کی جان کیلئے مصیبت و آفت ہے

اَحولیہا اندک اندک کم شود ۔ چوں زہفصد بگذرد اویم شود
اس کی کمزوری تھوڑی تھوڑی کم ہوتی ہے ۔ جب سات سو (پردوں سے) گزر جاتا ہے "میں وہ ہوں" ہو جاتا ہے

آتشے[2] کا صلاحِ آہن یاز رست ۔ کے صلاحِ آبی وسیب ترست
وہ آنچ جو لوہے یا سونے کی (باعث) اصل ہے ۔ تازہ سیب اور بہی کی (باعث) اصلاح کب ہے؟

سیب و آبی خامی دارد خفیف ۔ نے چو آہن تابشے خواہد لطیف
سیب اور بہی تھوڑا سا کچا پن رکھتے ہیں ۔ لوہے جیسا نہیں ہے، (اس لئے) ہلکی گرمی چاہتے ہیں

لیکن آہن را لطیف آں شعلہاست ۔ کو جذوبِ تابشِ آں اژدہاست
لیکن لوہے کے لئے وہ شعلے ہلکے ہیں ۔ کیونکہ وہ گرمی کے اُن اژدہوں کو خوب چوسنے والا ہو

ہست آں آہن فقیر سخت کش ۔ زیرِ تپک و آتش ست اُو سرخ و خوش
سختی کو برداشت کرنے والا درویش وہ لوہا ہے ۔ ہتھوڑے اور آگ کے نیچے وہ سرخ اور خوش ہے

حاجب آتش بود بے واسطہ ۔ در دلِ آتش رَوَد بے رابطہ
وہ بلا واسطہ آگ کی روک بنتا ہے ۔ بغیر کسی ذریعہ کے آگ کے درمیان گھس جاتا ہے

بے حجابے آب و فرزندانِ آب ۔ پختگی زآتش نیابند و خطاب
پانی اور پانی کی پیدوار بغیر آڑ کے ۔ آگ سے نہیں پکتی ہے اور نام نہیں پاتی ہے

---

[1] ہفصد۔ یعنی بہت سے۔ طبق۔ یعنی اولیاء کے طبقات۔ از بس۔ اولیاء کے مختلف طبقات ہیں جو قطب الاقطاب پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔ اہل صف۔ آخری صف والے زیادہ تجلی کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ صف پیش۔ یعنی آخری صف سے اگلی صف والے۔ شعاع۔ یعنی نور خداوندی۔ حیات اول۔ یعنی وہ تجلی جو صف اول کے لئے باعث حیات ہے۔ اَحول۔ بھینگا، کمزور نگاہ والا۔ اَحولیہا۔ دوسرے تیسرے درجہ کے اولیاء بھی مجاہدات کے ذریعہ ترقی کر کے اور حجابات طے کر کے عارف کامل بن جاتے ہیں۔ اویم۔ میں وہ ہوں، وحدت کی طرف اشارہ ہے۔

[2] آتشے۔ یعنی جس طرح محسوسات میں ہر آگ کو ہر چیز برداشت نہیں کر سکتی، اسی طرح ہر تجلی کا ہر شخص متحمل نہیں ہو سکتا ہے، اگر وہ آنچ جو لوہے کے لئے مفید ہے، سبزی پر ڈال دی جائے تو وہ جل کر خاک ہو جائے گی۔ آبی۔ بہی۔ آں شعلہا۔ جو سخت آنچ لوہے کے لئے درکار ہے، لوہے کے لئے وہی لطیف ہے۔ اژدہا۔ یعنی شعلے۔ فقیر سخت کش۔ وہ درویش جو مجاہدات کی بھٹی میں تپتا ہے، اس کی حالت لوہے کی طرح ہے۔ حاجب۔ وہ اس آگ کو براہ راست بدن پر لے لیتا ہے۔ فرزندان آب۔ پانی کی پیداوار۔ خطاب۔ یعنی ان کو مثلاً روٹی، پلاؤ وغیرہ نہیں کہا جاتا۔

واسطہ دیگے بود یا تابہ[1] ہمچو پارا در روش پا تابہ
دیگ کا واسطہ ہو، یا توے کا جس طرح چلنے میں پیر کے لئے جوتا

یا مکانے درمیاں تا آں ہوا میشود سوزاں و می آرد نما
یا درمیان میں الگ جگہ ہو، تاکہ وہ ہوا گرم ہو، اور بڑھائے

پس فقیر آنست کو بے واسطہ ست شُعلہا را با وجودش رابطہ ست
درویش وہ ہے جو بغیر واسطہ کے ہے شعلوں کو اُس کے وجود سے تعلق ہے

پس دلِ عالم ویست ایراکہ تن می رسد از واسطہ ایں دل بفن
وہ درویش عالم کے لئے (بمنزلہ) دل ہے کیونکہ جسم اسی دل کے واسطے سے فن (ہنر) تک پہنچتا ہے

دل نباشد تن چہ داند گفتگو دل نہ جوید تن چہ داند جستجو
اگر دل نہ ہو جسم گفتگو کیا جانے؟ دل جستجو نہ کرے تو جسم جستجو کرنا کیا جانے؟

پس نظر گاہِ شعاع آں آہن ست پس نظر گاہِ خدا دل نے تن ست
لہٰذا شعلے کا منظور نظر، لوہا ہے خدا کا منظور نظر دل ہے، نہ کہ جسم

باز ایں دلہائے جزوی چوں تن ست بادلِ صاحب دلے[2] کو معدن ست
پھر یہ جزوی دل جسم کی طرح ہیں صاحب دل کے دل کے مقابلے میں جو کان ہے

بس مثال و شرح خواہد ایں کلام لیک ترسم تانہ لغزد فہم عام
یہ کلام بہت سی مثالیں اور شرح چاہتا ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ عوام کی سمجھ لغزش نہ کھا جائے

تانہ گردد نیکویِ ما بدی ایں کہ گفتم ہم نہ بدجز بے خودی
تاکہ ہماری نیکی، بدی نہ بن جائے یہ بھی جو کچھ میں نے کہہ دیا سوائے بیخودی کے کچھ نہ تھا

پائے کژ را کفش کژ بہتر بود مَرگدا را دست گہ بردر بود
ٹیڑے پیر کے لئے ٹیڑھا جوتا بہتر ہوتا ہے گدا گر کی جگہ دروازے پر ہوتی ہے

امتحانِ بادشاہ بآں دو غلام کہ نو خریدہ بود

بادشاہ کا اُن دو غلاموں کا امتحان کرنا جن کو نیا خریدا تھا

بادشاہے دو غلام ارزاں خرید تا یکے زاں دو سخن گفت و شنید
ایک بادشاہ نے دو سستے غلام خریدے ان دونوں میں سے ایک سے بات کہی اور سنی

تابہ۔ توا، آٹا جب توے کے واسطے سے آگ پر پکے گا تب اس کو روٹی کہا جائے گا۔ پا تابہ۔ جوتہ۔ نما۔ گرم ہوا سے درخت وغیرہ نشو ونما پاتے ہیں۔
پس فقیر۔ عارف کامل براہِ راست کسب فیض کرتا ہے۔ ویست۔ قطب الاقطاب عالم کے لئے بمنزلہ دل کے ہے۔ دل نباشد۔ جسم کے سارے کمالات دل کی وجہ سے ہیں۔ نظر گاہِ خدا دل۔ خدا کا منظورِ نظر قطب الاقطاب ہوتا ہے۔ دلہائے جزوی۔ یعنی اس دور کے دیگر اولیاء۔
بادلِ صاحب دلے۔ قطب الاقطاب دیگر اولیاء کو فیض پہنچاتا ہے۔ ایں کلام۔ اولیاء کے مراتب کی وضاحت کے لئے مفصل کلام درکار ہے جس کا مآل وحدت الوجود کا مسئلہ ہے جو عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ تانہ گردد۔ نیکی بربادگناہ لازم کا مصداق نہ ہو جائے۔ پائے کژ۔ عوام کے ذہن کے مطابق عوام سے بات کرنی چاہئے، باریک مسائل ان کے سامنے بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ مرگدارا۔ فقیر دروازے پر سے بھیک مانگے گا تو کچھ مل جائے گا، گھر میں گھسے گا تو گت بن جائے گی۔ امتحان۔ پہلے کہا گیا تھا کہ ہر شخص کے مناسب حال اس سے بات کرنی چاہئے اسی ذیل میں یہ حکایت ہے۔ ارزاں۔ سستی چیز کو خریدتے وقت زیادہ نہیں پرکھا جاتا ہے، اس لئے بادشاہ نے خریدنے کے بعد ان کو آزمایا۔

یافتش زیرک دل و شیریں جواب
اُس نے اُس کو ذہین اور شیریں جواب پایا
آدمی مخفیست در زیرِ زباں
انسان زبان میں پوشیدہ ہے
چونکہ بادے پردہ را درہم کشید
جب ہوا نے پردہ ہٹا دیا
کاندراں خانہ گہر یا گندم ست
کہ اُس گھر میں موتی ہیں، یا گیہوں
یاد درو گنجست و مارے برکراں
یا اُس میں خزانہ ہے اور کنارے پر سانپ ہے
بے تامل[2] اُو سخن گفتے چناں
وہ بے تامل ایسی باتیں کرتا
گفتے در باطنش دریاستے
گویا اُس کے اندر ایک دریا ہے
نورِ ہر گوہر کزو تاباں شدے
ہر موتی (بات) کا نور جو اُس سے چمکتا
نورِ فرقاں فرق کر دے بہرِ ما
قرآں کو نور ہمارے لئے جدا کر دیتا ہے
نورِ گوہر نورِ چشمِ ما شدے
موتی کا نور ہماری آنکھ کا نور ہو جاتا
چشم کر کردی دو دیدی قرصِ ماہ
تو نے آنکھ کو ٹیڑھا کر لیا، چاند کی ٹکیا کو دو دیکھا

از لبِ شکر[1] چہ زاید شکر آب
حسین ہونٹوں سے کیا ٹپکتا ہے؟ شربت
ایں زباں پردہ است بردرگاہِ جاں
یہ زبان جان کے دربار کا پردہ ہے
سِرِّ صحن خانہ شد برما پدید
گھر کے صحن کا راز ہم پر کھل گیا
گنجِ زر یا جملہ مار و کژدم ست
سونے کا خزانہ ہے یا سب سانپ اور بچھو ہیں
زانکہ نبود گنجِ زر بے پاسباں
اِس لئے کہ سونے کا خزانہ محافظ کے بغیر نہیں ہوتا ہے
کز پس پانصد تامل دیگراں
جو دوسرے پانچ سو بار غور کر کے (کرتے)
جملہ دُر یا گوہر گویاستے
جو موتی ہی موتی ہے یا وہ (غلام) بولتا موتی ہے
حق و باطل را ازاں فرقاں[3] شدے
حق اور باطل اُس سے الگ الگ ہو جاتا
ذرّہ ذرّہ حق و باطل را جدا
حق اور باطل کے ذرّے ذرّے کو علیحدہ
ہم سوال وہم جواب ما بدے
ہمارا سوال بھی ہمارا جواب بھی ہو جاتا
چوں سوال ست ایں نظر در اشتباہ
اشتباہ (کے معاملہ) میں یہ ٹیڑھی نظر سوال (اعتراض) جیسی ہے

1. لب شکر۔ شیریں دہن۔ زیرِ زباں۔ عربی کا مشہور محاورہ ہے المرءُ مخبو ماتحت لسانہ آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ چونکہ۔ جب آدمی بول پڑا تو زبان کا پردہ ہٹ گیا۔ صحن خانہ۔ یعنی انسان کا باطن۔ گہر۔ یعنی اچھی خصلتیں۔ گندم۔ یعنی معمولی خصلتیں۔ مارو کژدم۔ یعنی بری خصلتیں۔ یادرو۔ یعنی اس میں اچھی اور بری دونوں خصلتیں ہیں۔ زانکہ۔ عموماً اچھوں میں بھی کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہے۔

2. بے تامل۔ وہ برجستہ ایسی بات کہتا تھا کہ دوسرا سینکڑوں بار سوچ کر بھی نہ کہہ سکے۔ تاباں۔ چمکنے والا۔ فرقان۔ الگ الگ نظر آنا۔ نورِ فرقان۔ پہلے اشعار میں مولانا نے اس غلام کی باتوں کے بارے میں فرمایا کہ اس سے حق و باطل میں امتیاز ہو جاتا تھا، اس پر شبہ ہوا کہ یہ صفت تو قرآن میں بھی نہیں ہے ورنہ دنیا میں کوئی گمراہ نہ رہتا، ان اشعار میں مولانا نے اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ بے شک قرآن میں اپنی جگہ یہی خوبی ہے لیکن دیکھنے والے کی آنکھ کی کجی اس میں آڑے آجاتی ہے۔

3. فرقان۔ کلام اللہ کا نام ہے چونکہ وہ حق و باطل میں امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ گوہر۔ یعنی قرآن کی آیتیں۔ ہم سوال۔ جو شبہ پیدا ہوتا اس کا جواب خود قرآن میں مل جاتا۔ چشم کژ۔ بھینگے کو صحیح حقیقت نظر نہیں آتی ہے۔

راست گرداں چشم را در ماہتاب — تا یکے بینی تو مہ را نک جواب[1]
چاند (دیکھنے) میں اپنی آنکھ سیدھی کر لے — تاکہ تو چاند کو ایک دیکھے، یہ جواب ہے

فکرتت را راست کن نیکو نگر — ہست ہم نور و شعاعِ آں گہر
اپنی فکر کو سیدھا کر لے، اچھی طرح دیکھ — وہ بھی اسی موتی کا نور اور شعاع ہے

ہر جوابے کاں زگوش آید بدل — چشم گفت ازمن شنوآں را بہل
جو خواب کان کے ذریعہ سے دل میں پہنچتا ہے — چشم (بصیرت) کہتی ہے مجھ سے سن، اُس کو چھوڑ

گوش دلالست و چشم اہل وصال — چشم صاحب حال و گوش اصحابِ قال
کان (تو) دلال ہے اور چشم (بصیرت خود) صاحب وصل ہے — چشم (بصیرت) صاحب حال ہے اور کان زبانی بات کرنے والوں میں سے ہے

در شنید گوش تبدیل صفات — در عیانِ دیدہا تبدیل ذات
کان سے سننے میں صفات کی تبدیلی ہے — مشاہدوں سے ذات کی تبدیلی ہے

زآتش ارعلمت یقیں شد بے سخن — پختگی جو در یقیں[2] منزل مکن
بلاشبہ اگر آگ کا تجھے علم الیقین ہو گیا ہے — یقین میں پختگی طلب کر، ٹکاؤ نہ کر

تانسوزی نیست آں عین الیقین — ایں یقیں خواہی در آتش نشیں
جب تک آگ تجھے جلا نہ دے عین الیقین نہیں ہے — تو یہ یقین چاہتا ہے، تو آگ میں بیٹھ

گوش چوں ناقد بود دیدہ شود — ورنہ قل در گوش پیچیدہ شود
کان اگر پرکھنے والا ہو تو چشم (بصیرت) بن جاتا ہے — ورنہ بات کان میں لپٹ (کر رہ) جاتی ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تاکہ شہ با آں غلامانش چہ کرد
یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے، واپس لوٹ — دیکھ، بادشاہ نے اپنے غلاموں سے کیا کیا؟

رواں کردن بادشاہ یکے را ازاں دو غلام وازیں دیگر حال پرسیدن

بادشاہ کا ان دو غلاموں میں سے ایک کو روانہ کر دینا اور دوسرے سے حالات دریافت کرنا

آں غلامک راچو دید اہل ذکا — آں دگر را کرد اشارت کہ بیا
جب اُس (شاہ) نے اُس پیارے غلام کو ذہین سمجھا — دوسرے کو اشارہ کیا کہ آجا

نک جواب۔ جواب یہی ہے کہ تو اپنی نظر کو صحیح کر لے قرآن کی فرقانیت واضح ہو جائے گی۔ ہست۔ صحیح فکر خدا کی دین ہے۔ گہر۔ یعنی ذاتِ باری۔
ہر جوابے۔ کسی شبہ کا حقیقی جواب صحیح فکر سے حاصل ہوتا ہے، دوسروں کا جواب سن لینے سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ گوش۔ سنی سنائی بات اور صحیح فکر سے حاصل شدہ بات میں وہی نسبت جو ایک دلالہ اور محبوبہ میں ہے۔ صاحب حال۔ جو کسی کیفیت میں خود مبتلا ہو۔ اصحابِ قال۔ وہ لوگ جنہوں نے اس کیفیت کو لوگوں سے سنا ہو۔ در شنید۔ کسی بری بات کے نتیجہ کو سن کر انسان اس سے پرہیز کرتا ہے جس میں یہ ممکن ہوتا ہے کہ اس برائی کو پھر کر بیٹھے لیکن انجامِ بد میں پھنس کر ایسی نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ اس برائی کا ارتکاب ممکن نہیں رہتا ہے۔
یقین۔ آگ کے جلا دینے کی اگر کوئی مخبر صادق خبر دے، اس سے جو یقین آگ کے جلانے پر حاصل ہوا، وہ علم الیقین ہے، کسی کو آگ میں جلتے دیکھ کر جو اس کے جلانے پر یقین حاصل ہوا، وہ عین الیقین ہے، خود اپنا ہاتھ آگ میں جلنے سے جو آگ کے جلانے پر جو یقین حاصل ہوا، وہ حق الیقین ہے۔ گوش۔ کان کو اگر کمال حاصل ہو جاتا ہے تو وہ بھی آنکھ کا کام کرنے لگتا ہے اور سننا بھی دیکھنے کے قائم مقام بن جاتا ہے۔ غلامک۔ اس میں کاف تصغیر کا ہے یعنی جس میں یہ لگایا جاتا ہے اس کو چھوٹا کر کے ظاہر کرنا ہوتا ہے، اب یہ چھوٹا ظاہر کرنا کبھی اس چیز کی ذلت ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے، کبھی بندے اور پیار کے اظہار کے لئے۔

کاف رحمت گفتمش تصغیر نیست
میں نے (غلامک میں) کاف محبت کیلئے بولا ہے تحقیر کا نہیں ہے
جد چو گوید طفلکم تحقیر نیست
دادا جب میرا بچونگڑا کہتا ہے وہ تحقیر نہیں ہے

چوں بیامد آں دوم در پیشِ شاہ
جب وہ دوسرا بادشاہ کے سامنے آیا
بود اُو گندہ دہاں دنداں سیاہ
وہ گندہ ذہن اور کالے دانتوں والا تھا

گرچہ شہ ناخوش شد از گفتار اُو
بادشاہ اگرچہ اُسکی گفتگو سے (منہ کی بدبو سے) ناخوش ہوا
جستجوئے کرد ہم زاسرارِ[1] اُو
(تاہم) اُس کے بھیدوں کی جستجو کی

گفت با ایں شکل و گندہ دہاں
اُس (بادشاہ) نے کہا اِس شکل اور منہ کی بدبو کے ہوتے ہوئے
دور بنشیں مرکب ایں سوتر مراں
پرے ہو کر بیٹھ، سواری اِس جانب زیادہ نہ بڑھا

کہ تو زِ اہل نامہ و رُقعہ بدی
کیونکہ تو نامہ و پیام کے لائق ہے
نے جلیس و یار ہم بقعہ بدی
نہ کہ ہم نشین اور ہم مجلس دوست ہونے کے

تا علاجِ آں دہانِ تو کنیم
جب تک ہم تیرے منہ کا علاج کریں
تو حبیب و ما طبیب پُرفہیم
تو پیارا ہے اور ہم ہنر مند طبیب ہیں

بہر کیکے نو گلیمے سوختن
ایک پسو کی وجہ سے نئی گدڑی کو جلانا (مناسب نہیں)
نیست لائق از تو دیدہ دوختن
(اسیطرح) تجھ سے آنکھیں بند کرلینا مناسب نہیں ہے

لیک[2] قابل تر بدی زاں یارِ خود
لیکن تو اپنے دوست سے زیادہ قابل ہے
نزدِ ما آ کہ تو بہ زاں یارِ بد
ہمارے پاس آجا کیونکہ تو اُس برے دوست سے بہتر ہے

باہمہ بنشیں دو سہ دستاں بگو
سب کچھ ہوتے ہوئے بیٹھ جا دو تین قصے سنا
تا بہ بینم صورتِ عقلت نکو
تاکہ میں تیری عقل کی حالت اچھی طرح دیکھ لوں

آں ذکی راپس فرستاد اُو بکار
پھر اُس ذہین کو اُس نے کام کے لئے بھیج دیا
سوئے حمامے کہ رو خود را بخار
حمام کی جانب، کہ جا اپنے آپ کو مل دَل

ویں دِگر راگفت توچہ زیرکی
اُس دوسرے سے کہا تو کتنا سمجھدار ہے
صد غلامی درحقیقت نے یکی
درحقیقت تو سو غلام (کی برابر) ہے نہ کہ ایک کے

آں نۂ کاں خواجہ تاشِ تو نمود
تو ایسا نہیں ہے جیسا کہ تیرے ساتھی نے ظاہر کیا ہے
از تو مارا سرد کردِ آں حسود
اُس حاسد نے ہمیں تجھ سے برگشتہ کیا ہے

گفت کو دُزد و کژ ست و کژ نشیں
اُسنے کہا ہے کہ وہ (تو) چور اور بدچلن ہے اور بدصحبت (ہے)
حیز و نامرد و چنا نست و چنیں
کم ہمت (ہے) اور نامرد (ہے) اور ایسا ہے اور ویسا (ہے)

---

1. اسرار۔ بھید۔ مرکب۔ یعنی دور تو بیٹھ لیکن اس قدر دور نہیں کہ بات ہی نہ سن سکے۔ کہ تو۔ چونکہ تو گندہ دہن ہے، اس لئے ہم مجلس تو بنے گا لیکن تجھ سے نامہ و پیام کا کام لیا جائے گا یا تجھ سے آمنے سامنے بات نہ کی جائے گی بلکہ نامہ و پیام کے ذریعہ تجھ سے کام لیا جائے گا۔ بہر کیکے۔ جس طرح ایک پسو کی وجہ سے گدڑی جلا دینا حماقت ہے، اسی طرح محض گندہ دہنی کی وجہ سے تجھ سے جدائی مناسب نہیں ہے۔
2. لیک۔ چونکہ راز معلوم کرنا تھا، اس لئے اس طرح کی گفتگو شروع کی۔ یار بد۔ یعنی دوسرا غلام۔ باہمہ۔ یعنی گندہ دہنی وغیرہ کے ہوتے ہوئے۔ دستاں۔ داستاں۔ ذکی۔ ذہین، روشن طبع۔ بخار۔ یعنی بدن مل کر غسل کر لے۔ زیرکی۔ زیرک ہستی۔ غلامی۔ غلام ہستی۔ یکی۔ یک ہستی۔ خواجہ تاش۔ آقا شریک۔ سرد کردن۔ برگشتہ بنانا۔ کژ۔ ٹیڑھا، بدچلن۔ کژنشین۔ آوارہ، بدصحبت۔ حیز۔ مخنث، نامرد۔

گفت[1] پیوستہ بدست او راست گو
اُس نے کہا، وہ ہمیشہ سے سچا ہے
راستی و نیک خوئی و حیا
سیدھا پنؔ اور نیک خصلتی اور شرم
راست گوئی در نہادش خلقت است
(اور) سچائی اُس کے مزاج میں پیدائشی ہے
کژ ندانم آں نکو اندیش را
میں اس نیک خیال کو ٹیڑھا نہیں سمجھتا ہوں
باشد او در من بہ بیند عیبہا
ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ میں عیبوں کو دیکھتا ہو
ہر کسے گر عیب خود دیدے زپیش
ہر شخص اگر پیشگی اپنا عیب دیکھ لیتا
غافل اند ایں خلق از خود اے پدر
اے باوا! یہ لوگ اپنے آپ سے غافل ہیں
من نہ بینم روئے خود را اے شمن[2]
اے صورت پرست! میں اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہوں
آں کسے کہ اُو بہ بیند روئے خویش
جو شخص اپنا چہرہ دیکھتا ہے
گر بمیرد نورِ اُو باقی بود
اگر وہ مر (بھی) جائے اُس کا نور باقی رہتا ہے
نورِ حسی نبود آں نورے کہ اُو
وہ نور حسی نہیں ہوتا ہے جو کہ وہ
گفت تو ہم عیب او گو مو بمو
(اُسنے کہا) تو بھی اسکے عیب ایک ایک بار کر کے کہہ دے
تا بدانم کہ تو غم خوارِ منی
تاکہ میں سمجھ جاؤں کہ تو میرا غم خوار ہے

راست گوئے من ندیدستم چو اُو
اُس جیسا سچا میں نے نہیں دیکھا
حلم و دینداری و احسان و سخا
بردباری، اور دینداری اور احسان اور سخاوت
ہر چہ گوید من نگویم تہمت ست
وہ جو کچھ کہتا ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ (وہ) تہمت ہے
متہم دارم وجودِ خویش را
اپنے آپ کو ملزم ٹھہراتا ہوں
من نہ بینم در وجودِ خود شہا
اے بادشاہ! میں اپنے اندر نہیں دیکھتا ہوں
کے بدے فارغ وے از اصلاحِ خویش
اپنی اصلاح سے کب فارغ ہوتا؟
لا جرم گویند عیب ہمدگر
لا محالہ ایک دوسرے کے عیب بیان کرتے ہیں
من بہ بینم روئے تو تو در روئے من
میں تیرا چہرہ دیکھتا ہوں، تو میرا چہرہ
نورِ اُو از نورِ خلقاں ست بیش
اُس کا نور لوگوں کے نور سے بڑھا ہوا ہے
زاں کہ دیدش دید خلاقی بود
کیونکہ اُس کی نظر خدائی نظر ہوتی ہے
روئے خود محسوس بیند پیش رُو
اپنے چہرے کو آمنے سامنے محسوس کرے
آنچناں کہ گفت اُو از عیب تو
جس طرح اُس نے تیرے عیب کہے ہیں
کد خدائے مملکت یارِ منی
سلطنت کا منتظم (اور) میرا دوست ہے

[1] گفت۔ یعنی مخاطب بدصورت غلام نے جواب میں کہا۔ بدست۔ بودہ است۔ راستی۔ سچائی۔ حیا۔ شرم۔ حلم۔ بردباری۔ راست گوئی۔ سچ بولنا۔ نہاد۔ طبیعت۔ ہر چہ گوید۔ وہ جو کچھ بھی میرے بارے میں کہتا ہے۔ متہم۔ تہمت زدہ، بدنام۔ باشد۔ ہو سکتا ہے، ممکن ہے۔ شہا۔ اے شاہ۔ ہر کسے۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ بدے۔ بودے۔ لا جرم۔ لا محالہ۔

[2] شمن۔ بت پرست، عابد۔ روئی۔ منہ، یعنی عیب۔ خلقان۔ مخلوق۔ باقی بود۔ خدائی نور باقی رہنے والا ہے۔ روئے خود۔ اپنے عیوب اس کو ایسے صاف نظر آتے ہیں جیسا کہ دوسرے کے۔ گفت۔ یعنی بادشاہ نے اسے ابھار کر دوسرے غلام کی بابت پوچھا۔ کدخدا۔ مہتمم، منتظم۔ مملکت۔ سلطنت۔

گفت اے شہ من بگویم عیب ہاش
اُس (غلام) نے کہا اے شاہ! میں اُسکے عیوب بتاتا ہوں
عیب اُو[1] مہر و وفا و مردمی
اُس کا عیب محبت اور وفاداری اور انسانیت ہے
کمتریں عیبش جوانمردی و داد
اُس کا سب سے چھوٹا عیب، سخاوت اور بخشش ہے
صد ہزاراں جاں خدا کردہ پدید
خدا نے لاکھوں جانیں پیدا فرمائی ہیں
در بدیدے کے بجاں بخلش بدے
اگر (اُن جانوں کو) دیکھ لیتا (اپنی) جان پر کب بخل کرتا؟
بر لب جو[2] بخل آبِ آں را بود
نہر کے کنارے پر پانی کا بخل اُس میں ہو گا
گفت پیغمبرؐ کہ ہر کس از یقیں
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یقینی طور پر
ہر یکے را دہ عوض مے آیدش
کہ اُس کو ایک کے بدلے میں دس ملیں گے
جود جملہ از عوضہا دیدن ست
سب کی سخاوت بدلوں کو دیکھ لینے کی وجہ سے ہے
بخل نا دیدن بود اعواض را
بدلوں کو نہ دیکھنا بخل (کا سبب) ہوتا ہے
پس بعالم ہیچکس نبود بخیل
(اگر بدلے کی دید ہر شخص کو حاصل ہو جائے) تو دنیا میں کوئی شخص بخیل نہ ہو

گرچہ ہست اُو مرمرا خوش خواجہ تاش
اگرچہ وہ میرا اچھا ساتھی ہے
خوئے اُو صدق و ذکا و ہمدمی
اُس کی خصلت سچائی اور ذہانت اور ہمدردی ہے
آں جوانمردی کہ جاں را ہم بداد
ایسی سخاوت جو جان بھی بخش دے
چہ جوانمردی بود کاں را ندید
جس نے انکو نہ دیکھا اس سے (جان کی) سخاوت کیا ہو گی
بہر یک جاں کے چنیں غمگیں شدے
(اپنی) ایک جان کی وجہ سے کب ایسا غمگین ہوتا؟
کو زجوئے آب نابینا بود
جو نہر کے پانی سے اندھا ہو گا
داند اُو پاداشِ خود در یومِ دیں
قیامت کے دن کے اپنے بدلے کو جان لے گا
ہر زماں جودے دگر گوں زایدش
اُس سے ہر وقت نئی قسم کی سخاوت صادر ہو گی
پس عوض دیدن ضد ترسیدن ست
بدلے کو دیکھ لینا (فقر سے) ڈرنے کی ضد ہے
شاد دارد دید در غواص را
موتی کی دید، غوطہ خور کو خوش رکھتی ہے
زانکہ کس چیزے نیارد بے بدیل
اس لئے کہ بدلے کے بغیر کوئی کچھ نہیں دیتا ہے

---

[1] عیب اُو۔ یہ اس طریقہ پر تعریف ہے جو بظاہر عیب جوئی ہے۔ مردمی۔ انسانیت۔ ذکا۔ ذہانت۔ ہمدمی۔ غمخواری۔ جوانمردی۔ شجاعت، سخاوت۔ داد۔ بخشش، آں جوانمردی۔ سخاوت کا انتہائی درجہ ہے کہ اپنی جان بھی ضرورت مند کو دے دے۔ صد ہزاراں۔ اس شعر کا ایک مطلب تو وہ ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہے کہ جان دینے اور شہادت کا شوق اس شخص کو ہوگا جس کے مدنظر وہ جانیں ہوں گی جو اس ایک جان کو اللہ کے راستہ میں لٹا دینے سے حاصل ہوں گی، دوسرا مطلب بعض صاحبان نے یہ لکھا ہے کہ بدلے میں جو جانیں ملیں گی وہ مدنظر نہ ہوں بلکہ صرف مولیٰ کی رضا مدنظر ہو تو اس صورت میں دوسرے مصرع کا ترجمہ یہ ہوگا، وہ سخاوت کیا ہی اعلیٰ ہے جس میں بدلے کی جانیں پیش نظر نہ ہوں، ان دونوں مطلبوں کے اعتبار سے آئندہ چند شعروں کا مطلب بیان کرنا ہوگا۔ در بدیدے۔ اگر ایک جان کے بدلے میں بہت سی جانیں مل جانے کا یقین ہو تو جان دینے میں کوئی بھی بخل نہ کرے۔

[2] بر لب جو۔ نہر کے کنارے پر پانی پر وہی بخل کرے گا جو نہر کا پانی نہ دیکھ رہا ہو۔ پاداش۔ جزا، بدلہ۔ یوم دیں۔ بدلہ کا دن، روز قیامت۔ ہر یکے۔ حدیث شریف ہے کُلُّ عَمَلَ ابْنِ آدَمَ بِعَشَرَةِ اَمْثَالِهَا۔ انسانوں کو ہر عمل کا بدلہ دس گنا ملے گا۔ ترسیدن۔ شیطان فقر سے ڈرا کر سخاوت سے روکتا ہے۔ بخل۔ انسان بخل جب ہی کرتا ہے جبکہ آخرت کے بدلوں پر اس کو یقین نہ ہو۔ اعواض۔ عوض کی جمع، بدلہ۔ غواص۔ غوطہ خور۔

پس سخا از چشم[1] آمد نے زدست　دید دارد کار جز بینا نرست
تو سخاوت کا تعلق آنکھ سے ہوا نہ کہ ہاتھ سے　معاملہ دیکھنے پر ٹھہرا دیکھ لینے والے کے سوا کسی نے (بخل سے) نجات حاصل نہ کی

عیب دیگر آنکہ خودبیں نیست اُو　ہست در ہستیِ خود اُو عیب جو
(اُس غلام میں) دوسرا عیب یہ ہے کہ وہ خودبیں نہیں ہے　وہ اپنے اندر عیوب کو تلاش کرنے والا ہے

عیب گوی و عیب جوی خود بدست　باہمہ نیکو و باخود بد بدست
وہ خود اپنا عیب گو اور عیب جو ہے　سب کے ساتھ بھلا اور اپنے لئے برا ہے

گفت شہ جلدی مکن در مدحِ یار　مدحِ خود در ضمن مدحِ اُو میار
بادشاہ نے کہا دوست کی تعریف میں جلدی نہ کر　اُس کی تعریف کے ضمن میں خود ستائی نہ کر

زانکہ من در امتحان آرم وُرا　شرمساری آیدت در ماجرا
اس لئے کہ میں اُس کو آزماؤں گا　(اس) قصہ میں تجھے شرمندگی ہو گی

قسم غلام درصدق و وفائے یارِ خود از طہارتِ ظن خود نزدیک شاہ

بادشاہ کے سامنے غلام کا اپنے دوست کی سچائی اور وفاداری کی اپنے گمان اور پاکیزگی کی وجہ سے قسم کھانا

گفت نے وَاللہِ بِاللہِ الْعَظِیْم　مَالِکِ الْمُلْکِ وَرَحْمٰن و رَحِیْم
اُس (غلام) نے کہا نہیں، خدا کی قسم اُس خدا کی قسم جو بزرگ ہے　سلطنت کا مالک ہے اور مہربان ہے اور رحم والا ہے

آں خدائے کہ فرستاد انبیا　نے بحاجت[2] بل بفضل و کبریا
وہ خدا جس نے نبی بھیجے　مجبوری سے نہیں بلکہ (اپنی) بڑائی اور فضل سے

آں خداوندیکہ از خاکِ ذلیل　آفرید اُو شہسوارانِ جلیل
وہ خدا جس نے حقیر مٹی سے　بڑے بڑے (روحانی) شہسوار پیدا فرمائے

پاک شاں کرد از مزاجِ خاکیاں　بگذرانید از تگ افلاکیاں
اُن کو خاکیوں کے مزاج سے پاک کر دیا　آسمان والوں کی دوڑ سے آگے کر دیا

برگرفت از نار و نورِ صاف ساخت　وانگہ او بر جملۂ انوار تاخت
آگ سے اُن کو علیحدہ کردیا اور صاف نور بنایا　تب وہ (نور) تمام نوروں سے بازی لے گیا

آں سنا برقے کہ بر اَرواح تافت　تاکہ آدمؑ معرفت زاں نور یافت
وہ روشن برق جو روحوں پر چمکی　یہانتک کہ (حضرت) آدمؑ نے اس نور سے معرفت حاصل کرلی

---

[1] از چشم۔ بدلہ کا عین الیقین سخاوت کا سبب ہے۔ نے زدست۔ ہاتھ محض آلہ کار ہے۔ نرست۔ بخل سے وہی چھٹکارا پائے گا جس کو بدلہ نظر آرہا ہو۔ بدست۔ بودہ است۔ باہمہ۔ سب کی نیکیاں پیش نظر رکھتا ہے۔ باخود۔ اپنے لئے عیب جو ہے۔ مدحِ خود۔ انسان بسا اوقات دوسروں کی تعریف اس لئے کرتا ہے کہ لوگ اس کی نیکی کے قائل ہو جائیں۔ ماجرا۔ جو ہوا، واقعہ۔ نے۔ یعنی جو میں تعریف کررہا ہوں، غلط نہیں ہے۔ واللہ۔ یہاں سے قسم شروع ہوتی ہے اور سینتالیس شعروں تک قسم کا ہی مضمون ہے اور اڑتالیسویں شعر" کہ درصفاتِ خواجہ تاش" جواب قسم ہے۔

[2] نے بحاجت۔ یعنی خدا انبیاء کو بھیجنے میں مجبور نہ تھا بلکہ انبیاء کی رسالت بھی اس کا کرم ہے۔ شہسواراں۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔ خاکیاں۔ عنصری مخلوق۔ تگ۔ رفتار۔ افلاکیاں۔ آسمانی مخلوق۔ نار۔ آگ، برے اخلاق۔ تاخت۔ چڑھ دوڑا۔ سنا۔ روشنی، حدیث شریف میں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو جمع کر کے ان پر نور برسایا جس پر وہ نور پڑ گیا وہ ہدایت پا گیا جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔ معرفت۔ خدائی عرفان۔

آں کز آدمؑ رست و دست شیثؑ [1] چید
وہ (نور) کہ (حضرت آدمؑ) سے چھوٹا اور اسکو (حضرت) شیثؑ کے ہاتھ نے چنا

پس خلیفہ اش کرد آدمؑ کاں بدید
جب اُس (نور) کو (حضرت) آدمؑ نے دیکھا تو اُن (حضرت) شیثؑ کو خلیفہ بنایا

نوحؑ ازاں گوہر چو برخور دار شد
جب (حضرت) نوحؑ اُس موتی (نور) سے نفع اندوز ہوئے

در ہوائے بحرِ جاں دُر بار شد
جان کے سمندر کے تموّج سے موتی برسانے لگے

جانِ ابراہیمؑ ازاں انوار زفت
انہی عالی قدر نوروں کی وجہ سے (حضرت) ابراہیمؑ کی جان

بے حذر در شعلہائے نار رفت
بلا جھجک آگ کے شعلوں میں گھس گئی

چونکہ اسماعیلؑ در جویش فتاد
چونکہ (حضرت) اسماعیلؑ اس (نور) کی نہر میں گھسے

پیشِ دشنہ آبدارش سر نہاد
اور اس کے تیز خنجر کے سامنے سر رکھ دیا

جانِ داؤدؑ [2] از شعاعش گرم شد
(حضرت) داؤدؑ کی جان اس (نور) کی شعاع سے گرم ہوئی

آہن اندر دست بافش نرم شد
لوہا ان کے بننے والے ہاتھ میں نرم ہو گیا

چوں سلیمانؑ بُد وصالش را رضیع
چونکہ (حضرت) سلیمانؑ اُس (نور) کے وصال سے شیر خوار تھے

دیو گشتش بندہ فرمان و مطیع
دیو (اور پری) اُنکے حکم کے غلام اور فرمانبردار ہو گئے

در قضا یعقوبؑ چوں بنہاد سر
(حضرت) یعقوبؑ نے جب (نور کے اثر سے) خدائی حکم کے آگے سر رکھدیا

چشم روشن کرد از بوئے پسر
تو بیٹے کی خوشبو سے آنکھوں کو روشن کیا

یوسفؑ [3] مہ رُو چو دید آں آفتاب
چاند سے مکھڑے والے (حضرت) یوسفؑ نے جب (اُس نور کا) آفتاب دیکھا

شد چناں بیدار در تعبیر خواب
تو خواب کی تعبیر (دینے) میں بہت بیدار (مغز) ہو گئے

چوں عصا از دست موسیٰؑ آب خورد
جب لاٹھی (حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ سے سیراب ہوئی

ملکتِ فرعون را یک لقمہ کرد
فرعون کی سلطنت کو ایک لقمہ بنا لیا

جانِ جرجیسؑ از فرش چوں رازیافت
(حضرت) جرجیسؑ کی جان نے جب اُس (نور) کی عظمت کا راز پالیا

ہفت نوبت جاں فشاند و باز یافت
سات مرتبہ جان نثار کی اور پھر پالی

---

1. شیثؑ۔ حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں جو حضرت آدمؑ کے بعد نبی ہوئے اور حضرت آدمؑ نے اپنی زندگی میں ان کو اپنا جانشین بنایا۔ نوحؑ۔ حضرت آدمؑ کی وفات کے ایک سو چالیس سال بعد حضرت نوحؑ کی ولادت ہوئی جو جوان ہوتے ہی رسول بنا دیے گئے۔ ابراہیمؑ۔ نمرود کا زمانہ تھا جس وقت حضرت ابراہیمؑ ستائیس سال کے تھے، ان کو نمرود نے آگ میں جلا دینا چاہا۔ اسماعیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں حکم ہوا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کی قربانی دو، چنانچہ حضرت اسماعیلؑ قربان ہونے کے لئے فوراً تیار ہو گئے۔

2. داؤدؑ۔ حضرت شمویلؑ اور اس دور کے بادشاہ طالوت کے بعد بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے، رسول بنائے گئے اور زبور ان پر نازل ہوئی، ان کا معجزہ تھا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا، جس سے وہ زرہیں بناتے تھے۔ سلیمانؑ۔ حضرت داؤدؑ کے فرزند ہیں اور اپنے والد کی طرح سلطنت اور نبوت کے جامع تھے۔ آپ کی سلطنت جن اور انس پر تھی۔ رضیع۔ شیر خوار۔ دیو۔ جن بھی فرمانبردار تھے۔ یعقوبؑ۔ اپنے بیٹے یوسفؑ کے فراق میں اس قدر روئے کہ بینائی جاتی رہی پھر حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے بینائی لوٹی۔

3. یوسفؑ۔ حسن اور خواب کی تعبیر میں عدیم النظیر تھے جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ عصا۔ نباتات میں پانی زندگی کا سبب ہے، خشک لکڑی حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کی وجہ سے زندہ ہو کر سانپ بنی تو گویا اس نے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے پانی حاصل کیا۔ ملکت۔ ملک۔ لقمہ کرد۔ حضرت موسیٰؑ کا معجزہ سلطنت کے زوال کا سبب بنا۔ جرجیسؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواری کے صاحبزادے اور پیغمبر ہیں، ان کی قوم نے ان کو کئی مرتبہ ہلاک کیا لیکن وہ زندہ ہو گئے۔

چونکہ زکریاؑ[1] ز عشقش دم زدے
(حضرت) زکریاؑ نے (اُس نور کیوجہ سے) اُسکے عشق کا دم بھرا

کرد در جوفِ درختش جاں فدے
اُس کے درخت کے بیچ میں جان قربان کر دی

چونکہ یونسؑ[1] جرعۂ زاں جام یافت
چونکہ (حضرت) یونسؑ نے اُس (نور کے) جام سے ایک گھونٹ پیا

در درونِ ماہی او وآرام یافت
مچھلی کے (پیٹ کے) اندر اُنہوں نے آرام کیا

چونکہ یحییٰؑ[2] مست گشت از ذوقِ او
چونکہ (حضرت) یحییٰؑ اُس (نور) کے ذوق سے مست ہوئے

سَر بطشتِ زر نہاد از شوقِ او
اُس کے عشق میں سونے کے طشت میں سر دے دیا

چوں شعیبؑ[2] آگاہ شد زیں ارتقا
جب (حضرت) شعیبؑ اُس (نور کیوجہ سے) عروج سے واقف ہوئے

چشم را در باخت از بہر لقا
ملاقات کے لئے آنکھیں ہار دیں

شکر کرد ایوبؑ[2] صابر ہفت سال
(حضرت) ایوبؑ صابر نے (اُس نور (کی بدولت) شکر ادا کیا

در بلا چوں دید آثارِ وصال
مصیبت میں جب کہ وصال کے آثار دیکھے

خضرؑ و الیاسؑ[3] از میش چوں دم زدند
(حضرت) خضر اور الیاسؑ نے جب اُس (نور) کی شراب کا گھونٹ پیا

آبِ حیواں یافتند و کم زدند
اُنہوں نے آبِ حیات پا لیا، اور پروا نہ کی

نَرد بانش عیسیٰؑ مریمؑ چو یافت
(حضرت) عیسیٰؑ ابن مریم نے جب اُس (نور) کی سیڑھی پالی

بر فرازِ گنبد چارم شتافت
چرخِ چہارم کی بلندی پر چڑھ گئے

چوں محمدؐ یافت آں ملک و نعیم
جب (حضرت) محمدؐ نے (نور کی) وہ دولت اور نعمت پالی

قرصِ مہ را کرد اندر دم دو نیم
فوراً چاند کی ٹکیا کے دو ٹکڑے کر دیئے

چوں ابوبکرؓ آیت توفیق شد
جب (حضرت) ابوبکرؓ (نور کی بدولت) توفیق (خداوندی) کے نشان بنے

با چناں شہ صاحب و صدیق شد
ایسے بادشاہ کے ساتھی اور تصدیق کرنے والے ہوئے

چوں عمرؓ شیدائے آں معشوق شد
جب (حضرت) عمرؓ اُس معشوق (نور) کے شیدا بنے

حق و باطل راز دل فاروق شد
دل سے حق اور باطل میں امتیاز کرنے والے ہوگئے

چونکہ عثمانؓ آں عیاں راعین گشت
چونکہ (حضرت) عثمانؓ اُس (نور) مشاہدہ کی آنکھ بنے

نور فائض بودہ ذوالنورین گشت
نور فیضان رساں تھا وہ ذوالنورین بن گئے

---

[1] زکریاؑ۔ یہ خدا کے پیغمبر حضرت سلیمانؑ کی اولاد میں ہیں، قوم نے ستایا تو انہوں نے ایک درخت میں پناہ لی جس کو قوم نے آرے سے چیر کر انہیں شہید کر دیا۔ یونسؑ۔ آپ نینوا میں مبعوث ہوئے، قوم کو سمجھایا، ان کی نافرمانی سے ناراض ہو کر اس خیال سے کہ اب ان پر عذاب نازل ہوگا مع اہل و عیال کے اس بستی سے نکل کر چلے گئے۔ عذاب نازل نہ ہوا تو شرمندگی کی وجہ سے کسی اور طرف چل دیئے۔ اس پر ان پر عتاب ہوا جس کشتی میں سوار ہوئے وہ نہ چلی تو دریا میں پھینکے گئے اور مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ توبہ کی تو مچھلی کے پیٹ سے زندہ برآمد ہوئے۔

[2] یحییٰؑ۔ مردوس نامی بادشاہ کے دور میں مبعوث ہوئے، اس نے ایک عورت کی سازش سے ان کو قتل کرا دیا اور سونے کے طشت میں ان کا سر رکھ کر اس عورت کو پیش کر دیا۔ شعیبؑ۔ اہل مدین اور اصحاب ایکہ کے لئے مبعوث ہوئے لیکن نافرمانی کی وجہ سے وہ لوگ صاعقہ اور زلزلہ سے ہلاک ہوگئے۔ ایوبؑ۔ ان کی طرح طرح سے آزمائش ہوئی، مال و اولاد تباہ ہوئی، جسم پھوٹنے لگا لیکن ان کے صبر و شکر میں فرق نہ آیا۔

[3] خضرؑ و الیاسؑ۔ حضرت الیاسؑ بنی اسرائیل میں نبی بنا کر بھیجے گئے لیکن قوم نے ان کا کہنا نہ مانا تو حضرت الیسعؑ کو قائم مقام بنا کر روپوش ہوگئے۔ ان کو اور حضرت خضرؑ کو روئے زمین پر زندہ مانا جاتا ہے۔ عیسیٰؑ۔ صحیح یہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر زندہ ہیں۔ ان کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام میں مشہور ہے۔ قرصِ مہ۔ شق القمر کا معجزہ آنحضورﷺ سے مکہ میں ظاہر ہوا۔ صاحب۔ ساتھی۔ صدیق۔ راست گو، تصدیق کنندہ۔ فاروق۔ جدا کرنے والا۔ ذوالنورین۔ دو نوروں والا۔ حضرت عثمانؓ کی شادی حضورﷺ کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ سے یکے بعد دیگرے ہوئی، اس لئے ان کا یہ لقب پڑا۔

چوں ز نورش مرتضٰی[1] شد دُر فشاں
جب اُسکے نور سے (حضرت علی) مرتضٰیؓ موتی برسانے والے بنے

روشن از نورش چو سبطینؓ آمدند
چونکہ حسنینؓ اُس کے نور سے روشن (پیدا) ہوئے

آں یکے از زہر جاں کردہ نثار
اُس ایک نے زہر سے جان نثار کر دی

چونکہ سبطینؓ از سرش واقف بدند
چونکہ حسنینؓ اُس (نور) کے راز سے واقف تھے

سبط پاکش ہم حسینؓ و ہم حسنؓ
اُن کی پاک اولاد حسینؓ بھی اور حسنؓ بھی

چوں جنیدؒ از جند او دیدآں مدو
جب (حضرت) جنیدؒ نے اُس (نور) کے لشکر کی مدد دیکھی

بایزیدؒ اندر مزیدش راہ دید
(حضرت) بایزیدؒ نے اُس (نور) کی زیادتی میں راستہ پایا

چونکہ کرخیؒ کرخ او را شد حرس
چونکہ (حضرت) کرخیؒ اُس کے کرخ کے محافظ بنے

پورِ ادہمؒ[3] مرکب آں سوراند شاد
ادہمؒ کے بیٹے نے خوشی سے اُس طرف سواری ہانکی

واں شقیقؒ از شق آں راہِ شگرف
(حضرت) شقیقؒ اُس عجب راستہ کو طے کرنے کیوجہ سے

شد فضیلؒ از رہزنی رہ پیر راہ
(حضرت) فضیلؒ راستہ کی رہزنی سے راہ (طریقت) کے شیخ ہو گئے

گشت اُو شیرِ خدا در مرج جاں
تو وہ جان کے جنگل میں شیر خدا ہو گئے

عرش را دُرّین و قرطین آمدند
عرش کے لئے دو موتی اور دو بالے بن گئے

واں سَر افگندہ براہش مست وار
اور اُس (دوسرے) نے مستانہ وار اُسکی راہ میں سر دے دیا

گوشوارِ عرش ربانی شدند
خدا کے عرش کے گوشوارے بن گئے

گوشوارِ عرش حی ذوالمنن
حی ذوالمنن کے عرش کے گوشوارے ہیں

خود مقاماتش[2] فزوں شداز عدد
اُن کے مرتبے شمار سے (آگے) بڑھ گئے

نامِ قطب العارفین از حق شنید
خدا سے قطب العارفین کا لقب سنا

شد خلیفہ حق و ربانی نفس
خدا کے خلیفہ اور خدائی سانس والے بن گئے

گشت او سلطانِ سلطانان راد
تو انصاف کے بادشاہوں کے بادشاہ بن گئے

گشت او خورشید رای و تیز طرف
آفتاب جیسی رائے والے اور تیز نگاہ بن گئے

چوں ملحظ لطف شد ملحوظِ شاہ
جب شاہ کی مہربانی سے منظور نظر بنے

---

1. مرتضٰی۔ حضرت علیؓ۔ درفشاں۔ موتی برسانے والا۔ مرج۔ چراگاہ، جنگل۔ سبطین۔ دو بیٹے، حسن حسن رضی اللہ عنہما۔ درین۔ دو موتی۔ قرطین۔ دو گوشوارے۔ آں یکے۔ حضرت حسنؓ کو زہر دے دیا گیا جس سے ان کی شہادت ہو گئی۔ واں۔ حضرت حسینؓ کو دشت کربلا میں شہید کر دیا گیا۔ جنیدؒ۔ مشہور بزرگ ہیں، تصوف میں صاحب تصانیف ہیں، شریعت وطریقت کے جامع، مزار مبارک بغداد میں ہے۔ جند۔ لشکر۔

2. مقاماتش۔ حضرت جنید سید الطائفہ کہلاتے ہیں۔ بایزید۔ بسطامی کہلاتے ہیں، ان کا لقب قطب العارفین مشہور ہے۔ کرخیؒ۔ کرخ کا رہنے والا، کرخ بغداد یا بلخ کا ایک گاؤں ہے۔ یہ حضرت معروفؒ کا لقب ہے۔ حرس۔ نگہبان، چونکہ حضرت معروفؒ مقام کرخ میں رات بھر بیداری اور گریہ وزاری میں مصروف رہتے اس لئے ان کو کرخ کا نگہبان کہا ہے۔

3. پور ادہم۔ ادہم کا بیٹا یعنی حضرت ابراہیمؒ، شاہی خاندان سے تھے، بلخ کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی تھی۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور جامع طریقت وشریعت تھے۔ شقیق۔ بلخ کے رہنے والے مشہور تاجر تھے، پھر سب کچھ خیرات کر کے فقیری اختیار کر لی تھی۔ امام ابو یوسفؒ کے شاگرد تھے۔ فضیل۔ ابتدائی زندگی میں ڈاکو تھے لیکن بھیس صوفیا کا بنائے رکھتے تھے، نماز با جماعت کے پابند تھے بالآخر ہدایت ملی اور اولیاء کاملین میں سے ہو گئے۔

بشر حافیؒ[1] را مبشر شد ادب
سَر نہاد اندر بیابانِ طلب
بشر حافیؒ کے لئے ادب بشارت دینے والا بنا
تو وہ طلب کے بیابان میں چل پڑے

چونکہ ذوالنون از غمش دیوانہ شد
مصر جاں را ہمچو شکر خانہ شد
چونکہ (حضرت) ذوالنونؒ اُس کے غم میں دیوانہ بنے
روح کی بستی کے لئے شکر خانہ جیسا بن گئے

چوں سریؒ بے سَرشد[2] اندر راہِ اُو
برسَریرِ سَروراں شد جاہ اُو
جب سریؒ اُس کے راستہ میں فنا ہوگئے
شاہوں کے تخت پر اُن کی جگہ ہو گئی

رحمت و رضوانِ حق در ہر زماں
باد برجان و روانِ پاک شاں
ہر زمانہ میں اللہ (تعالیٰ) کی رضا مندی اور رحمت
اُن کی پاک جان اور روح پر رہے

صد ہزاراں بادشاہانِ مہاں
سر فرازانند زاں سوئے جہاں
لاکھوں بڑے بڑے شاہِ (طریقت)
جو اُس عالم کی جانب سے سرفراز ہیں

نام شاں از رشک حق پنہاں بماند
ہر گدائے نامِ شاں رابر نخواند
اُن کا نام اللہ (تعالیٰ) کے رشک کی وجہ سے پوشیدہ رہا
کسی درویش نے بھی اُن کا نام ظاہر نہ کیا

حقِ آں نور و حق نورانیاں
کاندراں بحر اند ہمچو ماہیاں
قسم ہے اُس نور کی اور قسم ہے اُن نور والوں کی
جو اُس (نور کے) سمندر میں مچھلیوں کی طرح ہیں

بحر جان و جانِ بحر ارگویمش
نیست لائق[3] نام نومی جویمش
اگر میں اُس (نور کے سمندر) کو جان کا سمندر اور سمندر کی جان کہوں
مناسب نہیں ہے، اس کے لئے نیا نام تلاش کروں گا

حق آں آنے کہ این وآں از وست
مغزہا نسبت بدو باشد پوست
اُس ملکیت کی قسم کہ یہ اور وہ اُسی سے ہے
اُس کے اعتبار سے مغز (بمنزلہ) چھلکے کے ہیں

کہ صفاتِ خواجہ تاش و یارِ من
ہست صد چنداں کہ ایں گفتارِ من
کہ ساتھی اور میرے یار کی خوبیاں
میرے اس بیان سے سو گنا ہیں

آنچہ می دانم ز وصفِ آں ندیم
باورت ناید چہ گویم اے کریم
اُس دوست کی خوبی جو میں جانتا ہوں
اے صاحب کرم! میں کیا بتاؤں آپ یقین نہیں کرتے ہیں

---

[1] بشر حافیؒ۔ ننگے پیر رہنے والے بشر، یہ بڑے عالم تھے اور پھر بہت بڑے ولی ہوئے۔ مبشر شد ادب۔ بشر نے ایک کاغذ پر بسم اللہ لکھی ہوئی پڑی پائی، ادب سے اس کو اٹھایا اور اس پر خوشبو لگا کر ایک طاق میں رکھا۔ ان کا یہ ادب ان کے روحانی عروج کا سبب بنا اور اولیاء کاملین میں شمار ہوئے۔ ذوالنون۔ مصریؒ، مشہور بزرگ ہیں، ملامتیہ فرقہ میں آپ کا شمار ہے۔ سریؒ۔ بوزعلی مشہور بزرگ ہیں، آپ کے نام کے ساتھ سقطی بھی لگایا جاتا ہے کیونکہ آپ کباڑ فروشی بھی کرتے تھے، معروف کرخیؒ کے خلیفہ اور حضرت جنید بغدادیؒ کے ماموں ہیں۔

[2] بے سرشد۔ یعنی خود کو فنا کر دیا، یا اپنے سر سے انانیت کو نکال دیا۔ صد ہزاراں۔ لاکھوں اولیاء اللہ کو ایسے محبوب ہیں کہ خدا رشک کی وجہ سے ان کو مخفی رکھتا ہے اور اس کو گوارا نہیں کرتا ہے کہ دوسرے ان کو پہچانیں۔ ہمچو ماہیاں۔ اولیاء کاملین کی تشبیہ مچھلیوں سے دی جاتی ہے کیونکہ جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، اسی طرح وہ لوگ تقرب الٰہی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔

[3] نیست لائق۔ خدا کی پوری صفات اس کا کوئی نام ظاہر نہیں کر سکتا۔ مغزہا۔ اور ملکیتیں خواہ کتنی ہی مضبوط ہوں، وہ ملکیت خداوندی کی نسبت ہیچ ہیں۔ کہ صفات۔ یہ شعر اوپر کی قسموں کا جواب ہے۔ ندیم۔ ہم مجلس، ہم پیالہ۔ باور۔ یقین۔ کریم۔ سخی، بزرگ۔

شاہ گفت اکنوں از آنِ[1] خود بگو
شاہ نے کہا، اب اپنی بات کہہ
توچہ داری وچہ حاصل کردۂ
تیرے پاس کیا ہے؟ اور تو نے کیا حاصل کیا ہے؟
روزِ مرگ ایں حس تو باطل شود
مرتے وقت تیری یہ حس تو بیکار ہو جائے گی
در لحد کیں چشم را خاک آگند
قبر میں اس آنکھ کو مٹی بھر دے گی
نورِ دل از جاں بود اے یارِ غار
اے جگری دوست! دل کا نور روح سے ہوتا ہے
آں زماں کیں دست و پایت بردرد
جس وقت تیرے یہ ہاتھ پیر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے
آں زماں کیں جانِ حیوانی نماند
جس وقت یہ حیوانی روح نہ رہے گی
شرطِ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَن نے کردن ست
''جو شخص نیکی لایا'' کی شرط کرنا نہیں ہے
جوہرے داری ز انساں یا خری
تو انسانیت کا جوہر رکھتا ہے یا نرا (گدھا) ہے
ایں عرضہائے نماز و روزہ را
نماز، روزہ عرض
نقل نتواں کرد مر اعراض را
اعراض کو نقل نہیں کیا جا سکتا ہے
تا مبدل گشت جوہر زیں عرض
ان اعراض سے جوہر میں تبدیل ہوجاتی ہے

چند گوئی آنِ ایں و آنِ او
اُس کی اور اِس کی کب تک کہے گا؟
از تگ دریا چہ دُر آوردۂ
دریا کی تہہ سے کیا موتی لایا ہے؟
نورِ جاں داری کہ یارِ دل شود
تیرے پاس روح کا نور (بھی) ہے جو دل کا رفیق بنے
ہست آنچہ گور را روشن کند
وہ کچھ بھی ہے جو قبر کو روشن کرے
مستعار آں را مداں اے مست عار
اے مغرور! اُس کو مانگی ہوئی چیز نہ سمجھ
پرّ وبالت ہست تا جاں بَر پَرد
بال و پر ہیں کہ روح پرواز کرے
جانِ باقی بایدت برجا نشاند
اُس کی جگہ باقی رہنے والی جان بٹھانی چاہیے
بل حسن را سوئے حضرت بُردن ست
بلکہ نیکی کو دریا میں لے جانا ہے
ایں عرضہا[2] کہ فنا شد چوں بری
یہ اعراض جب کہ فنا ہوگئے (انکو) کیسے لے جائے گا؟
چونکہ لا یبقیٰ زمانین انتفا
جبکہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہتے ہیں، ناپید ہو گئے
لیک از جوہر برند امراض را
ہاں (یہ اعراض) جوہر سے امراض خارج کر دیتے ہیں
چوں ز پرہیزے کہ زائل شد مرض
جیسا کہ پرہیز سے مرض جاتا رہتا ہے

1. آنؔ۔طرز وانداز۔تگؔ۔تہ۔ایں حسؔ۔قوائے ظاہری۔نورِجاںؔ۔یعنی قوائے باطنی۔لحدؔ۔قبر میں روشنی نیک اعمال سے ہوگی۔پروبالؔ۔یعنی روحانی کمالات۔جانِ حیوانیؔ۔حیوانی روح موت پر فنا ہو جاتی ہے۔جانِ باقیؔ۔روح انسانی۔من جاء بالحسنؔ۔قرآن پاک میں ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ''جو ایک نیکی لایا تو اس کے لئے دس گنا اجر ہے۔'' مولانا فرماتے ہیں کہ اس شرطیہ جملہ من جاء بالحسنة کا مطلب محض نیکی کرنا نہیں ہے بلکہ نیکی کو خدا کے دربار میں پیش کرنا ہے۔جوہرؔ۔موتی، ہنر، اصطلاح میں وہ چیز جوہر کہلاتی ہے جو اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج نہ ہو بلکہ بالذات قائم ہو۔خریؔ۔خرمستی۔

2. عرضؔ۔وہ چیز جو خود قائم نہ ہو بلکہ اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج ہو جیسے رنگ وغیرہ۔نماز وروزہؔ۔حرکات اور اقوال کا مجموعہ ہے جن کا وجود آنی ہے، زمانۂ وجود کے بعد دوسرے زمانہ میں ان کا وجود نہیں رہتا ہے۔اعراضؔ۔عرض کی جمع ہے، عرض ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے۔جوہرؔ۔روح۔امراضؔ۔یعنی برے اخلاق۔پرہیزؔ۔عرض ہے، اس کے ذریعہ امراض دور ہو جاتے ہیں اور انسان میں تبدیلی آ جاتی ہے۔

گشت پرہیز عرض جوہر بجہد
کوشش سے پرہیز (عرض) جوہر (کومکمل کرنےوالا) بن گیا

شد دہان[1] تلخ از پرہیز شہد
کڑوا منہ پرہیز سے میٹھا بن گیا

از زراعت خاکہا شد سنبلہ
کھیتی کرنے سے مٹی بال بن گئی

داروئے مُو کرد مورا سلسلہ
بالوں کی دوا نے بالوں کو بڑھا دیا

آں نکاحِ زن عرض بد شد فنا
عورت سے نکاح کرنا عرض تھا جو فنا ہوگیا

جوہر فرزند حاصل شد زما
فرزند، جوہر ہم سے برآمد ہو گیا

جفت کردن اسپ و اشتر را عرض
گھوڑے اور اونٹ کی جفتی کرانا عرض ہے

جوہر کرّہ بزائیدن غرض
مقصود بچہ جوہر جننا ہے

ہست آں بستاں نشاندن ہم عرض
باغ لگانا بھی عرض ہے

گشت جوہر میوہ اش ایک عرض
اُس کا پھل جوہر بن گیا یہ مقصود ہے

ہم عرض داں کیمیا بردن بکار
کیمیا گری کو بھی عرض سمجھ

جوہرے زاں کیمیا گرشد بیار
کیمیا گر کے پاس سے جوہر دوست کے پاس آگیا

صیقلی[2] کردن عرض باشد شہا
اے شاہ! صیقل کرنا عرض ہوتا ہے

زیں عرض جوہر ہمی زاید صفا
یہ عرض جوہر میں صفائی پیدا کر دیتا ہے

پس مگو کہ من عملہا کردہ ام
تو یہ نہ کہہ میں نے عمل کیے ہیں

دَخل آں اَعراض را بنما مَرم
ان اعراض کی پیداوار دکھا، بھاگ نہیں

ایں صفت کردن عرض باشد خمش
اسی طرح "کرنا" عرض ہوگا، چپ رہ

سایۂ بُز را پئے قرباں مکش
قربانی کے لئے بکری کے سایہ کو ذبح نہ کر

گفت[3] شاہا بے قنوطِ عقل نیست
اُس (غلام) نے کہا اے شاہ عقل کیلئے مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہے

گر تو فرمائی عرض رانقل نیست
اگر آپ یہ کہیں کہ عرض منتقل نہیں ہوتا ہے

---

1 دہاں۔ صفراوی مریض پرہیز کرتا ہے تو منہ کی کڑواہٹ چلی جاتی ہے اور مٹھاس پیدا ہو جاتی ہے۔ زراعت۔ کھیتی کرنا عرض ہے۔ خاکہا۔ زمین کی مٹی جو جوہر ہے تبدیل ہو کر اناج کی بال بن جاتی ہے۔ دارو۔ دوا کرنا عرض ہے۔ مو۔ بال جوہر ہے جس میں درازی آئی۔ نکاح۔ عرض ہے جس سے بچہ جو جوہر ہے، پیدا ہوا۔ جفت کردن۔ گھوڑے یا اونٹ کی جفتی کرانا عرض ہے۔ بچہ۔ جوہر ہے۔ ہست۔ باغ کا لگانا عرض ہے، اس کا پھل جوہر ہے جو مقصود ہے۔ ہم عرض داں۔ کیمیا گری ایک عرض ہے اس سے جو سونا بنتا ہے وہ جوہر و مقصود ہے۔

2 صیقلی۔ صیقل کرنا، عرض ہے، اس سے جو چیز صاف ہو جاتی ہے وہ جوہر اور مقصود ہے۔ پس مگو۔ بادشاہ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی عبادات وغیرہ سب اعراض ہیں جو ناقابل انتقال ہیں اور دربارِ خداوندی میں پیش نہیں کی جائیں گی، بلکہ روح پیش ہوگی جو جوہر ہے اور عبادات وغیرہ سے اس کی نشو و نما مقصود ہے۔ کردن۔ یعنی انسان کا فعل۔ بز۔ بکری جوہر ہے، اس کا سایہ عرض ہے۔ بکری کی قربانی تقرب کا سبب بنے گی نہ کہ سایہ کی قربانی۔

3 گفت۔ غلام کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر عبادات کو اعراض کہہ کر نا قابل انتقال کہا جائے گا تو عبادات کی اہمیت ختم ہو جائے گی اور عابدوں میں مایوسی پیدا ہوگی اور یہ کہنا کہ عبادات اعراض ہیں ان کی دربارِ خداوندی میں دنیا سے کیسے منتقل کیا جا سکتا ہے جب صحیح ہے کہ یہ اعراض، اعراض رہیں لیکن اگر ان اعراض کی تبدیلی بصورتِ جواہر کر دی جائے تو پھر ان کے منتقل ہونے میں کوئی عقلی اشکال نہیں ہے اور شریعت نے بتایا ہے کہ انسان کی ہر عبادت اور ہر عمل ایک خاص جوہری شکل اختیار کرے گا اور دربارِ خداوندی میں پیش ہوگا۔

بادشاہا جز کہ یاسِ بندہ نیست
اے شہا! (یہ بات) بندہ کی مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہے
ہر عرض کاں رفت و باز آئندہ نیست
(کہ) جو عرض چلا گیا واپس آنے والا نہیں ہے

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر
اگر عرض کے لئے، نقل ہونا اور جمع ہونا نہیں ہے
فعل بودے باطل و اقوال قشر
"کرنا" باطل ہو گا اور کہنا چھلکا ہو گا

ایں عرضہا نقل شد لونِ دگر
اعراض دوسری طرف منتقل ہوں گے
حشر ہر فانی بود کونِ دگر
ہر فانی کا حشر دوسری ہستی میں ہو گا

نقل ہر چیزے بود ہم لائقش
ہر چیز کا منتقل ہونا اُس کے مناسب ہو گا
لائق گلہ[1] بود ہم سائقش
گلہ بان، گلہ کے مناسب ہوتا ہے

وقت محشر ہر عرض را صورتیست
حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہو گی
صورتِ ہر یک عرض را نوبتیست
ہر عرض کی صورت کے لئے ایک نوبت (معین) ہے

بنگر اندر خود کہ تو بودی عرض
تو خود اپنے اندر غور کر' تو عرض تھا
جنبشِ جفتے بہ جفتے یا غرض
ایسے جوڑے کی جوڑے کے ساتھ حرکت خواہش کے ساتھ تھی

بنگر اندر خانہ و کاشانہا
محلوں اور گھر کو دیکھ
در مہندس بود چوں افسانہا
انجینیر (کے ذہن) میں خیالات کی طرح تھے

کاں فلاں خانہ کہ مادیدیم خوش
کہ فلاں گھر جو ہم نے دیکھا ہے بہت خوبصورت تھا
بود موزوں صفہ و سقف[2] و درش
اس کا دالان اور چھت اور دروازہ بہت موزوں تھا

از مہندس آں عرض واندیشہا
انجینیر کا وہ عرض اور خیالات
آلت آورد ستوں از بیشہا
آلہ اور جنگلوں سے ستون لائے

چیست اصل و مایہ ہر پیشۂ
ہر پیشہ کی اصل اور سرمایہ کیا ہے؟
جز خیال و جز عرض و اندیشۂ
سوائے خیال اور عرض اور سوچ کے

جملہ اجزائے جہاں را بے غرض
دنیا کے تمام اجزاء کو بے غرض (ہو کر)
در نگر حاصل نشد جز از عرض
دیکھ سوائے عرض کے اور کچھ حاصل نہیں ہے

اول فکر آمد آخر در عمل
پہلے فکر آیا، پھر عمل
بنیتِ عالم چناں داں در ازل
ایسے ہی عالم کی بناء ازل میں (سمجھ)

میوہا در فکر دل اوّل بود
پھل، اول دل کے خیال میں ہوتے ہیں
در عمل ظاہر بآخر می شود
آخر میں عملی طور پر ظاہر ہوتے ہیں

[1] لائق گلہ۔ اونٹوں کا چرواہا اور ہوتا ہے اور بکریوں کا چرواہا اور ہوتا ہے۔ نوبتیست۔ عرض مختلف جواہر کی صورت اختیار کرے گا جس کے لئے وقت مقرر ہے۔ بنگر۔ یہ ایسی مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرض جوہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جنبش۔ ماں باپ کی ہمبستری عرض ہے، اسی نے بچہ کی جوہری صورت اختیار کر لی۔ مہندس۔ انجینئر کا ذہنی خاکہ عرض ہے جو مکان کی جوہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔ صفہ۔ ایسا مسقف حصہ جس پر چہار دیواری نہ ہو۔

[2] سقف۔ چھت۔ بیشہا۔ جنگلات۔ ہر پیشۂ۔ صرف انجینئری میں ہی نہیں بلکہ ہر پیشہ میں کاریگر ایک تصور قائم کرتا ہے جو عرض ہے اور پھر وہ تصور جوہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اول فکر۔ مشہور مقولہ ہے اول الفکر آخر العمل یعنی پہلے تجویز پھر عمل۔ در ازل۔ جملہ اجزائے عالم ازل میں صور علمیہ تھے پھر ان کا وجود خارج میں ہوا۔ میوہا۔ باغ لگانے کا نقشہ ذہنی ہوتا ہے اور اس کے پھل پھول سب تصوراتی ہوتے ہیں، آخر میں عملی صورت وجود میں آتی ہے۔

چوں عمل کردی شجر بنشاندیٔ | اندر آخر[1] حرفِ اول خواندیٔ
جب تو نے عمل کیا، شجر کاری کی | (گویا) آخر میں پہلا حرف پڑھا

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اوّل ست | آں ہمہ از بہر میوہ مُرسَل ست
اگرچہ اُس (درخت) کی شاخ اور پتے اور جڑ پہلے ہے | وہ سب میوے کے لئے بھیجے ہوئے ہیں

پس سَرے کہ مغز ایں افلاک بود | اندر آخر خواجۂ لولاک بود
پس وہ سردار جو ان آسمانوں کا مغز تھا | آخر میں صاحب لولاک ہوا

نقل اعراض ست ایں بحث[2] و مقال | نقل اَعراض ست ایں شیر و شگال
یہ بحث اور گفتگو اعراض کی نقل ہے | یہ شیر اور گیدڑ اعراض کی نقل ہے

جملہ عالم خود عرض بودند تا | اندریں معنیٰ بیا مدھل اَتیٰ
تمام عالم خود عرض تھا یہاں تک | کہ اسی مقصد کے لئے ھل اتی (قرآن میں) آیا ہے

ایں عرضہا ازچہ زائید از صور | ویں عرض ہم ازچہ زائید از فکر
یہ اعراض (دنیا) کس چیز سے پیدا ہوئے صور (مثالی سے) | اور یہ عرض (صورِ مثالی) کس چیز سے پیدا ہوا فکر (صورِ علیہ)

ایں جہاں یک فکر تست از عقل کل | عقل چوں شاہ است وفکرتہا رسل
یہ دنیا ایک عقل کل (اللہ) کا ایک علم ہے | عقل (اللہ) گویا بادشاہ ہے اور فکر (صورِ علیہ) قاصد ہیں

عالم اوّل جہانِ امتحاں | عالم ثانی[3] جزائے این وآں
پہلا عالم امتحان کی دنیا ہے | دوسرا عالم اِس اور اُس کا بدلہ ہے

چاکرت شاہا خیانت می کند | آں عرض زنجیر و زنداں می شود
اے شاہ! آپ کا نوکر بد دیانتی کرتا ہے | وہ عرض، زنجیر اور قید خانہ بن جاتا ہے

بندہ ات چوں خدمت شائستہ کرد | آں عرض نے خلعتے شد در نبرد
آپ کے غلام نے جب اچھی خدمت کی | وہ عرض کیا معرکہ میں خلعت نہیں بنی؟

ایں عرض با جوہر آں بیضہ است و طیر | ایں ازان وآں ازیں زاید بہ سیر
اس عرض (کی نسبت) جوہر کے ساتھ انڈے اور پرند کی ہے | یہ اُس سے اور وہ اِس سے مسلسل پیدا ہوتا ہے

---

1. اندر آخر۔ تصور کا ابتدائی نقشہ عمل کے آخر میں وجود میں آتا ہے۔ گرچہ۔ شاخ وبرگ اصلی مقصد نہیں ہے مقصود پھل ہے جو آخر میں وجود میں آتا ہے۔ خواجہ لولاک۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، ایک حدیث قدسی ہے لولاک لما خلقت الافلاک۔ یعنی اے محمدؐ اگر تمہارا وجود پیش نظر نہ ہوتا تو میں عالم کو نہ پیدا کرتا، عالم کی پیدائش سے اصل مقصود حضورﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اسی لئے سب سے آخر میں ظہور پذیر ہوئے، محدثین کے نزدیک مضمون تو صحیح ہے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

2. ایں بحث۔ اعراض کے منتقل ہونے نہ ہونے کی یہ بحث بھی عرض ہی کو منتقل کرتا ہے۔ ابتدا تصورات تھے، بعد کو بصورتِ جوہر وجود میں آئے۔ شیر و شگال۔ شیر گیدڑ وغیرہ کے افسانے پہلے ان کا تصور کیا جاتا ہے، پھر لکھے جاتے ہیں۔ شگال۔ شغال، گیدڑ۔ ھل اتی۔ قرآن مجید میں ہے "بے شک انسان پر ایسا وقت آیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا، اس سے معلوم ہوا کہ عالم عدم کے بعد وجود میں آیا ہے۔ از صور۔ یعنی مثالی صورتیں جو عالم شہود سے پہلے عالم مثال میں تھیں۔ ویں عرض۔ یعنی یہ مثالی صورتیں اللہ تعالیٰ کی صورِ علیہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ عقل کل۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔ عالم اول۔ دنیا۔

3. عالم ثانی۔ آخرت۔ خیانت۔ نوکر کی چوری، ایک عرض ہے، وہ بصورتِ زنجیر وقید خانہ ظہور میں آجاتی ہے۔ خدمت۔ خدمت کرنا عرض ہے، وہ بصورتِ خلعت ظاہر ہوتا ہے جو جوہر ہے۔ ایں عرض۔ عرض اور جوہر کی وہی نسبت ہے جو انڈے اور مرغی کی ہے۔ انڈے سے مرغی، مرغی سے انڈا بنتا رہتا ہے، اسی طرح عرض سے جوہر اور جوہر سے عرض صادر ہوتا رہتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ عرض نا قابل انتقال ہے یا عرض کا جوہر میں تبدیل ہونا ممکن نہیں ہے، غلط بات ہے۔

گفت شاہنشہ[1] چنیں گیر المراد
شاہنشاہ نے فرمایا، مطلب یہی سمجھو
ایں عرضہائے تو یک جوہر نزاد
تیرے ان اعراض نے ایک جوہر نہ بنایا

گفت مخفی داشت ہست آں را خرد
اُس (غلام) نے کہا عقل (اللہ) نے اُس کو پوشیدہ رکھا ہے
تا بود غیب ایں جہانِ نیک و بد
تاکہ یہ جہان نیک و بد، پوشیدہ رہے

زانکہ گر پیدا شدے اشکالِ فکر
اس لئے کہ اگر خیالات کی شکلیں ظاہر ہو جاتیں
کافر و مومن نگفتے جز کہ ذکر
(تو) کافر اور مومن سوائے ذکر (خداوندی) کے زبان پر نہ لاتا

پس عیاں بودے نہ غیب اے شاہِ دیں
اے دین کے بادشاہ! مشاہدہ ہو جاتا نہ کہ غیب
نقش دین و کفر بودے بر جبیں
پیشانی پر دین اور کفر کا نشان ہو جاتا

کے دریں عالم بت و بتگر بدے
اس عالم میں بت اور بتگر کب ہوتے؟
چوں کسے را زہرۂ تسخر بدے
کس طرح کسی کو مذاق اڑانے کا حوصلہ ہوتا؟

پس قیامت بودے ایں دنیائے ما
ہماری یہ دنیا حشر بن جاتی
در قیامت کے کند جرم و خطا
(اور) حشر میں جرم و خطا (کوئی) کب کرسکتا ہے؟

گفت شہ[2] پوشید حق پاداشِ بد
بادشاہ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ) نے برائی کی سزا پوشیدہ رکھی ہے
لیک از عامہ نہ از خاصانِ خود
لیکن عام انسانوں سے نہ کہ اپنے خواص سے

گر بدامے افگنم من یک امیر
اگر میں (سزا کے) جال میں کسی ایک سردار کو ڈالوں
از امیراں خفیہ دارم نز وزیر
سرداروں سے مخفی رکھوں گا نہ کہ وزیر سے

حق بمن بنمود بس پاداشِ کار
اللہ (تعالیٰ) نے عملوں کا بدلہ میرے لئے نمودار کردیا ہے
وز صور ہائے عملہا صد ہزار
لاکھوں عملوں کی صورتوں کے ذریعہ

تو نشانے دہ کہ من دانم تمام
تو اپنے (اعمال کی) نشاندہی کر میں سب جان جاؤں گا
ماہ را برمن نمی پوشد غمام
ابر، چاند کو میرے سامنے نہیں چھپا سکتا

گفت پس از گفت من مقصود چیست
اُس (غلام) نے کہا پھر میرے کہنے کا کیا فائدہ ہے؟
چوں تو میدانی کہ آں چہ بود چیست
جب کہ آپ جانتے ہیں کہ جو (عمل) تھا وہ کیسا تھا

گفت شہ حکمت در اظہارِ جہاں
شاہ نے فرمایا دنیا کو پیدا کرنے کی حکمت
آنکہ دانستہ بُروں آید عیاں
یہ ہے کہ (اللہ کا) جانا ہوا مشاہدہ میں آجائے

---

1. گفت شاہنشہ۔ بادشاہ نے کہا چلو یہی سہی کہ عرض جوہر بن جاتا ہے تو تمہارا کوئی عمل جوہر بنا۔ گفت۔ غلام نے کہا کہ عرض بصورت جوہر دنیا میں نمایاں نہیں کیا جاتا ہے، قدرت کو یہی منظور ہے ورنہ دنیا آزمائش کی جگہ نہ رہے گی۔ اشکال فکر۔ یعنی اعراض، بشکل جواہر نمودار ہو جائیں۔ پس۔ مومن کے اعمال اچھی صورتوں میں اور کافر کے اعمال بری صورتوں میں نمایاں ہو جاتے۔ کے۔ نہ کوئی کافر ہوتا اور نہ دین کا مذاق اڑانے والا۔ پس قیامت۔ تو یہ دنیا محشر بن جاتا جس میں اعمال اپنی شکلوں میں ظاہر ہوں گے۔ در قیامت۔ محشر میں سب مطیع و فرمانبردار ہوں گے۔

2. گفت شہ۔ بے شک عمل کی جزا پوشیدہ ہے لیکن عوام کے لئے، خاصانِ خدا کی نظروں کے سامنے ہے۔ یک امیر۔ امراء کی مثال عوام کی ہے اور وزیر کی مثال خاصانِ خدا کی ہے۔ حق بمن بنمود۔ شاہ، عارف کامل تھا اور خاصانِ خدا میں سے تھا۔ تو نشانے دہ۔ تو اپنے عمل کی صورت بتا میں سمجھ لوں گا کہ وہ اچھا ہے یا برا۔ گفت۔ غلام نے کہا کہ جب آپ کا کشف اس قدر بڑھا ہوا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں۔ گفت شہ۔ سنت اللہ یہی ہے کہ وہ زبان سے کہلواتا ہے ورنہ اس کے علم میں سب کچھ ہے، اسی لئے اس نے عالم کو بنایا ہے اور پھر اس کو عالم تکلیف قرار دیا ہے۔

آنچہ می دانست تا پیدا نکرد
جب تک (اللہ تعالیٰ نے) اُسکو پیدا نہ کر دیا جس کو وہ جانتا تھا

بر جہاں ننہاد رنج طلق و درد
دنیا پر دردِ زہ اور تکلیف کو مسلط نہیں کیا

یک زمان[1] بیکار نتوانی نشست
تو تھوڑی دیر (بھی) بیکار نہیں بیٹھ سکتا ہے

تابدی یا نیکی از تو نجست
جب تک کہ کوئی بدی یا نیکی تجھ سے سرزد نہ ہو

ایں تقاضاہائے کار از بہر آں
کام کے یہ تقاضے اِس لئے

شد موکل تا شود سرّت عیاں
مسلط ہوئے تا کہ تیرا بھید کھل جائے

ورنہ کے گیرد کلابہ تن قرار
ورنہ (یہ کیوں ہے کہ) بدن کا چرخہ کب قرار پکڑتا ہے؟

چوں ضمیرت می کشد او را بکار
چونکہ تیرا دل اُس کو کام کی طرف کھینچتا ہے

پس کلابہ تن کجا ساکن شود
جسم کا چرخہ کہاں ٹھہرتا ہے؟

چوں سرِ رشتہ ضمیرش می کشد
جب کہ دل کا دھاگا اُس کو چلاتا ہے

تاسۂ توشد نشانِ آں کشش
اُس کشش کی علامت تیری بے چینی ہے

بر تو بیکاری بود چوں جاں کنش
بیکاری تیرے لئے جاں کنی ہے

تاسۂ تو آں کشش راشد نشاں
تیری بے قراری اُس کشش کی علامت ہے

ہست بیکاری چو جاں کندن عیاں
ظاہر ہے کہ بیکاری جاں کنی کی طرح ہے

ایں جہان[2] و آں جہان زاید ابد
یہ جہاں اور وہ جہاں ہمیشہ (نتائج) پیدا کرتا ہے

ہر سبب مادر اثر ازوے ولد
ہر سبب ماں ہے مسبب اُس کا بچہ ہے

چوں اثر زائید آں ہم شد سبب
جب مسبب پیدا ہوا وہ بھی سبب بن گیا

تا بزاید زو اثرہائے عجب
یہاں تک کہ اُس نے عجب مسببات پیدا کئے

ایں سببہا نسل بر نسل ست لیک
یہ اسباب نسل در نسل ہیں لیکن

دیدۂ باید منور نیک نیک
بہت روشن آنکھ چاہئے

شاہ با او[3] در سخن اینجا رسید
بادشاہ اُس کے ساتھ گفتگو میں یہاں تک پہنچا

تا بدید از وے نشانے یا ندید
(نہ معلوم) اُس (غلام کے عمل) کا کوئی نشان دیکھا یا نہیں دیکھا

یک زماں۔ انسان بیکار نہیں بیٹھ سکتا، لامحالہ اچھا یا برا کام کرتا ہے۔ ایں تقاضائے کار۔ انسان کو کام پر اسی لئے مجبور کیا ہے تا کہ اس کی پوشیدہ نیکی اور بدی وجود اور مشاہدہ میں آ جائے۔ ورنہ۔ یعنی اگر تجھے یہ تسلیم نہیں ہے کہ پوشیدہ برائی بھلائی کو عالم وجود میں لانا تھا تو یہ بتا کہ انسانی بدن کا چرخہ ہر وقت کیوں گھومتا ہے اور اس کو قرار کیوں نہیں ہے۔ کلابہ۔ چرخہ، آٹی۔ تاسہ۔ بے چینی، بے کاری میں انسان کی بے چینی اس کی دلیل ہے کہ اس کا قلبی تقاضا ہے کہ وہ عمل کرے۔ جاں کنش۔ جاں کنی۔

ایں جہاں۔ دنیا کو عالم اسباب بنایا اور ہر سبب کا ایک نتیجہ اور اثر متعین کیا جو اس سے وجود میں آ جاتا ہے، یہ سب اسی لئے ہے کہ اللہ کو اپنی معلومات کا خارجی وجود پیدا کرنا تھا۔ چوں اثر۔ ایک سبب کی وجہ سے ایک مسبب وجود میں آتا ہے پھر وہ مسبب سبب بن کر کسی دوسرے مسبب کو موجود کر دیتا ہے۔ باپ سبب بنا بیٹے کے وجود کا اور بیٹا مسبب ہوا۔ پھر یہ بیٹا سبب بن گیا پوتے کے وجود کا۔ یہی سلسلہ نسل در نسل چلتا رہتا ہے۔

شاہ با او۔ غلام اور بادشاہ کی گفتگو یہاں تک ہوئی کہ بادشاہ نے غلام کے اعمال کی صورتیں دیکھنے کا ذکر کیا، اس نے صورتیں دیکھیں یا نہیں دیکھیں یہ بات ضرورت سے زیادہ ہے لہٰذا ہم اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔ دور نیست۔ چونکہ بادشاہ عارف کامل تھا لہٰذا وہ بذریعہ کشف دیکھ بھی سکتا تھا۔

گر بدید آں شاہِ جویا دُور نیست
اگر اس جستجو کرنے والے بادشاہ نے دیکھ لیا ہو تو بعید نہیں

لیک ما را ذکرِ آں دستور نیست
لیکن اُس کا ذکر کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے

چوں ز گرمابہ[1] بیامد آں غلام
جب وہ غلام حمام سے آیا

سوئے خویشش خواند آں شاہِ ہمام
تو ملک معظم نے اُس کو اپنی طرف بلایا

باز پرسیدن حالِ آں غلام
پھر اس غلام کی حالت پوچھنا

گفت صحا لک نعیم دائم
اُس (بادشاہ) نے کہا خدا کرے تو تندرست رہے (اور تیرے لئے) دائمی نعمت ہو

بس لطیفی و ظریف و خوبرو
تو بہت پاکیزہ اور خوش طبع اور خوبصورت ہے

پس سوئے کارے فرستاد آں دگر
پھر اُس دوسرے (غلام) کو ایک کام کے لئے بھیج دیا

تا ازیں دیگر شود او باخبر
تاکہ اُس دوسرے سے وہ باخبر بنے

پیش بنشاندش بصد لطف و کرم
بڑی مہربانی اور کرم سے اُس کو سامنے بٹھایا

بعد ازاں گفت اے چو ماہ اندر ظلم
اُس کے بعد کہا، اے تاریکی کے چاند جیسے!

ماہ روئی جعد موئی مشکبو
تیرا چاند جیسا مکھڑا ہے تو گھنگھریالے بال والا ہے مشک کی سی خوشبو والا ہے

نیک خوئی نیک خوئی نیک خو
تو نیک خو ہے، تو نیک خو ہے نیک خو ہے

اے دریغا گر نبودے در تو آں
ہائے افسوس! اگر تجھ میں وہ باتیں نہ ہوتیں

کہ ہمی گوید برائے تو فلاں
جو فلاں نے تیرے بارے میں کہی ہیں

شاد گشتے ہر کہ رویت دیدیے[2]
جو بھی تیرا چہرہ دیکھتا خوش ہوتا

دیدنت ملک جہاں ارزیدیے
تیرا دیکھنا دنیا کی سلطنت کی قیمت کا ہوتا

گفت رمزے زاں بگو اے بادشاہ
اُس (غلام) نے کہا، اے شاہ! اس میں سے کچھ بتایئے

کز برائے من چہ گفت آں دیں تباہ
اُس بے ایمان نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟

گفت اوّل وصف دو روئیت کرد
اُس (شاہ) نے کہا پہلے تو اس نے تیرے دورُخے ہونے کی بات کی

کاشکارا تو دوائی خفیہ درد
کہ بظاہر تو دوا ہے باطن درد ہے

خبث یارش را چو از شہ گوش کرد
جب اُس نے بادشاہ سے اپنے دوست کی خباثت سنی

در زماں دریائے خشمش جوش کرد
فوراً ہی اُس کے غصہ کا دریا جوش میں آ گیا

کف برآورد آں غلام و سرخ گشت
وہ غلام منہ میں جھاگ بھر لایا اور سرخ ہو گیا

تا کہ موجِ ہجو او از حد گذشت
یہاں تک کہ مذمت کرنے کا جذبہ حد سے گزر گیا

---

1. گرمابہ۔ حمام۔ ہمام۔ معظم۔ صحا۔ تصح صحا جملہ دعائیہ ہے، خدا تجھے تندرست رکھے۔ لک نعیم دائم۔ یہ بھی جملہ دعائیہ ہے، خدا کرے تجھے باقی رہنے والی نعمت حاصل ہو۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ ظریف۔ خوش مزاج۔ آں دگر۔ گندہ دہن غلام۔ ازیں۔ وہ غلام جو نہا کر آیا تھا۔ ماہ اندر ظلم۔ چاند کا حسن رات کی تاریکی میں ہی نمایاں ہوتا ہے، دن میں اس کی قدر و قیمت نہیں ہوتی ہے۔ جعد مو۔ گھنگھریالے بال۔ فلاں۔ یعنی گندہ دہن غلام۔

2. دیدے۔ دیدے ماضی تمنائی ہے اس میں ایک یا زیادہ لگادی گئی ہے۔ رمزے۔ اشارہ۔ دیں۔ تباہ، بے دین، فاسق۔ دوروئی۔ دو راستی۔ خبث۔ بد باطنی۔ گوش کرد۔ سنا۔ در زماں۔ فوراً۔ کف۔ جھاگ۔ ہجو۔ مذمت۔

کوزِ اوّل دَم کہ بامن یار بود　ہمچو سگ در قحط سرگیں خوار بود

کہ وہ شروع ہی سے جب سے کہ میرا دوست تھا　قحط میں کتے کی طرح گوبر کھانے والا تھا

چوں دما دم[1] کرد ہجوش چوں جرس　دست بر لب زد شہنشاہ ہش کہ بس

جب اُس نے اُس کی گھنٹے کی طرح دما دم مذمت کی　شہنشاہ نے اُس کے ہونٹ پر ہاتھ رکھ دیا کہ بس

گفت دانستم ترا ازوے بداں　از تو جاں گندست ازیارت دہاں

اُس (بادشاہ) نے فرمایا میں تجھے اور اُسے سمجھ گیا، سمجھ لے　تیری روح گندی ہے اور اُس کا منہ گندہ ہے

پس نشیں اے گندہ جاں از دور تو　تا امیر اُو باشد و مامور تو

بس اے گندہ رُوح! تو دور بیٹھ　تا کہ وہ حاکم بنے اور تو محکوم (بنے)

بہر ایں گفتند اکابر در جہاں　رَاحَتُہ الْاِنْسَانِ فِیْ حِفْظِ اللِّسَانْ

اسی لئے دنیا بھر کے بزرگوں نے کہا ہے　انسان کی راحت زبان کی حفاظت میں ہے

در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا　ہمچو سبزہ گولخن[2] داں اے کیا

حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ ریا کاری کے ساتھ تسبیح　اے عقلمند! کوڑی کا سبزہ سمجھ

پس بداں کہ صورتِ خوبِ نکو　با خصالِ بد نیرزدیک تسو

پس سمجھ لے بھلی، اچھی صورت　بری عادتوں کے ہوتے ہوئے چار جو کے لائق نہیں ہے

ور بود صورت حقیر و ناپذیر　چوں بود خلقش نکو در پاش میر

اگر صورت حقیر اور نہ بھانے والی ہو　جب اُسکے اخلاق اچھے ہوں تو اُسکے قدموں میں جان دیدے

صورتِ ظاہر فنا گردد بداں　عالم معنی بماند جاوداں

سمجھ لے، ظاہری صورت فنا ہو جائے گی　باطن کا عالم ہمیشہ (باقی) رہے گا

چند باشی عاشق صورت بگو　طالب معنی شو و معنی بجو

بتا، صورت کا عاشق کب تک (بنا) رہے گا؟　سیرت کا طلبگار بن اور باطن کی تلاش کر

چند بازی عشق بانقش سبو　بگذر از نقش سبو و آب جو

ٹھلیا کے نقش سے عشق بازی کب تک؟　ٹھلیا کے نقش (ونگار) کو چھوڑ اور پانی کی تلاش کر

صورتش دیدی زمعنی غافلی　از صدف دُر را گزیں گر عاقلی

تو نے اُسکی صورت دیکھی اُس کی سیرت سے غافل ہے　سیپ میں سے موتی چن اگر تو عقلمند ہے

---

1. ہجو۔ کتا خود ذلیل جانور ہے اور اس کی دنائت ہے کہ بھوک میں نہ کھانے والی چیز کھا جاتا ہے۔ دمادم۔ دم بدم۔ جرس۔ گھنٹا، اس کی آواز مسلسل ہوتی ہے۔ لب۔ ہونٹ، یعنی خود اپنے ہونٹ پر یا غلام کے ہونٹ پر۔ دانستم۔ یعنی میں تیرے اور اس کے فرق کو جان گیا۔ بداں۔ دانستن کا صیغہ امر ہے۔ دہان۔ وہ گندہ دہن تھا۔ گندہ جاں۔ گندی روح والے۔ از دور۔ از زیادہ ہے۔ راحة۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ من سکت نجی و راحة الانسان فی حفظ للسان "جو خاموش رہا، بچا اور انسان کی راحت زبان کی نگہداشت میں ہے۔" در حدیث۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل خوبی باطن کی ہے، حسن صورت معتبر نہیں ہے۔
2. گولخن۔ گلخن، آگ کی بھٹی، کوڑی۔ پس۔ خوبصورت غلام چونکہ بد سیرت تھا، لہٰذا اس کی کوئی قیمت نہ تھی۔ ور بود۔ صورت کی نہیں بلکہ سیرت کی قدر دانی ہونی چاہیے۔ در پاش۔ در پائے اُو۔ صورت۔ جسم خاک میں مل جاتا ہے، اچھے اخلاق دنیا میں باقی رہتے ہیں۔ معنی۔ سیرت، اخلاق، حقیقت۔ نقش سبو۔ یعنی ظاہر۔ آب۔ یعنی سیرت اور باطن۔ از صدف در۔ سیپ ظاہر ہے، موتی باطن ہے۔

ایں صدفہائے قوالب در جہاں
جسموں کے یہ سیپ، دنیا میں
گرچہ جملہ زندہ اند از بحرِ جاں[1]
اگرچہ سب جان کے سمندر (اللہ تعالیٰ) سے زندہ ہیں

لیک اندر ہر صدف نبود گہر
لیکن ہر سیپ میں موتی نہیں ہوتا
چشم بکشا در دلِ ہر یک نگر
آنکھ کھول اور ہر ایک کے اندر دیکھ لے

کانچہ دارد ویں چہ دارد می گزیں
اُس میں کیا ہے، اس میں کیا ہے، چن
زانکہ کم یاب ست آں دُرِّ ثمیں
کیونکہ قیمتی موتی نایاب ہے

گر بصورت می روی کوہے بشکل
اگر تو صورت پر جاتا ہے تو پہاڑ شکل میں
در بزرگی ہست صد چنداں کہ لعل
بڑائی میں لعل سے کئی سو گنا زیادہ ہے

ہم بصورت دست و پا و پشم تو
نیز تیرے ہاتھ اور پیر اور بال
ہست صد چنداں کہ نقش چشم تو
تیری آنکھوں کے وجود سے کئی سو گنا بڑے ہیں

لیک پوشیدہ نبا شد بر تو ایں
لیکن یہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہے
کز ہمہ اعضا دو چشم آمد گزیں
کہ تمام اعضاء میں دو آنکھیں فائق ہیں

از یک اندیشہ کہ آید در دروں
ایک خیال جو دل میں آتا ہے اُس سے
صد جہاں گردد بیک دم سر نگوں
سو جہان فوراً اوندھے ہو جاتے ہیں

جسم سلطاں[2] گر بصورت یک بود
بادشاہ کا جسم اگرچہ بظاہر ایک ہوتا ہے
صد ہزاراں لشکرش در پے دَوَد
(لیکن) اُس کے پیچھے ہزاروں کا لشکر دوڑتا ہے

باز شکل و صورتِ شاہِ صفی
پھر (اُسی) منتخب بادشاہ کی صورت
ہست محکومِ یکے فکر خفی
ایک مخفی خیال کے تابع ہے

خلق بے پایاں زیک اندیشہ بیں
دیکھ (اللہ تعالیٰ) کے ایک ارادہ سے لا انتہا مخلوق
گشتہ چوں سیلے روانہ بر زمیں
زمین پر بہاؤ کی طرح روانہ ہوگئی ہے

ہست آں اندیشہ پیشِ خلق خرد
(اگرچہ) وہ ارادہ لوگوں کی رائے میں چھوٹا ہے
لیک چوں سیلے جہاں را خورد و بُرد
لیکن بہاؤ کی طرح اُس نے دنیا کو خورد برد کر دیا

خلق عالم چوں رمہ ست و حق شباں
دنیا والے ریوڑ کی طرح ہیں اور اللہ (تعالیٰ) چرواہا
میدواند جملہ را روز و شباں
شب و روز سب کو دوڑا رہا ہے

1. بحرِ جاں۔ جان کا سمندر یعنی ذات حق تعالیٰ۔ بعض نسخوں میں از بہر جاں ہے تو ترجمہ ہوگا جان کی حفاظت کے لئے۔ لیک۔ ہر انسان میں روح ہے لیکن ہر روح پاکیزہ نہیں ہے۔ کانچہ۔ ہر روح میں خوبیاں نہیں ہیں، جس میں خوبیاں ہوں اس کو پسند کرو۔ درِ ثمیں۔ قیمتی موتی۔ گر بصورت۔ جسم کی بڑائی اور خوبی کوئی چیز نہیں ورنہ پہاڑ، لعل سے افضل ہوتا۔ ہم بصورت۔ انسان کا باقی بدن اس کی آنکھوں سے چند گنا ہے لیکن شرافت آنکھوں کو حاصل ہے۔ گزیں۔ برگزیدہ۔ اندیشہ۔ فکر و خیال بھی ایک معنوی چیز ہے جو صد جہاں (ظاہر) کو زیر و زبر کر ڈالتا ہے، ایک شاہی ارادہ و خیال سے سینکڑوں ملک تباہ ہو جاتے ہیں۔

2. جسم سلطاں۔ بادشاہ ایک جسم لشکریوں کے ہزاروں جسموں پر حکمران محض اپنی باطنی خوبیوں کی وجہ سے ہے۔ باز۔ پھر یہی حکمران کا جسم اس کے خیال اور فکر کا فرمانبردار ہے تو فضیلت کا مدار معنی اور باطن پر ہے۔ اندیشہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ، قرآن پاک میں ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی بات کا ارادہ فرماتے ہیں تو کلمہ کن سے وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اندیشہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فوراً تباہ ہو جاتی ہے۔ رمہ۔ ریوڑ۔ شباں۔ چرواہا۔ شباں۔ خلاف قیاس شب کی جمع ہے۔

پس چو می بینی[1] کہ از اندیشۂ
پس جب تو دیکھے کہ ایک ارادہ سے

قائم ست اندر جہاں ہر بیشۂ
ہر چیز دنیا میں قائم ہے

خانہاؤ قصر ہاؤ شہرہا
مکانات، محلات اور شہر

کوہھاؤ دشتہاؤ نہرہا
پہاڑ اور جنگل اور نہریں

ہم زمین و بحر ہم مہر و فلک
زمین اور دریا بھی، سورج اور آسمان بھی

زندہ ازوے ہمچو از دریا سمک
اُسی کی وجہ سے زندہ ہیں جیسا کہ مچھلی دریا سے

پس چرا از ابلہی پیشِ تو کور
تو تجھ اندھے کے سامنے حماقت سے

تن سلیمانؑ ست و اندیشہ چو مور
جسم سلیمانؑ جیسا ہے اور ارادہ چیونٹی جیسا

می نماید پیشِ چشمت کہ بزرگ
تیری نگاہ کے سامنے پہاڑ بڑا ہے

ہست اندیشہ چو میش و کوہ گرگ
ارادہ بھیڑ کی مانند ہے اور پہاڑ بھیڑیا

عالم اندر چشم تو ہول و عظیم
جہاں، تیری نظر میں خوفناک اور بڑا ہے

زابر و برق و رعدداری لرز و بیم
ابر، بجلی اور کڑک سے تو لرزتا اور ڈرتا ہے

وز جہانِ[2] فکرتی اے کم زِخر
اور اے گدھے سے کم (عقل)! تو عالم فکر سے

ایمن و غافل چو سنگ بے خبر
بے علم، پتھر کی طرح غافل اور مطمئن ہے

زانکہ نقشی و ز خرد بے بہرۂ
کیونکہ تو ایک تصویر ہے اور عقل سے بیگانہ ہے

آدمی خونیستی خر کرۂ
تو آدمی خصلت نہیں ہے، گدھے کا بچہ ہے

جہل محضی وز خرد بیگانۂ
تو خالص جہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے

بو نداری از خدا دیوانۂ
خدا کی تجھ میں بو بھی نہیں ہے تو پاگل ہے

سایہ را تو شخص می بینی زجہل
نادانی سے تو سایہ کو وجود سمجھتا ہے

شخص ازاں شد نزدِ تو بازی و سہل
اِسی لئے وجود تیرے نزدیک کھیل اور بے وقعت ہے

نک زغیبت یک نمودار آتش ست
دیکھ، آگ عالم غیب کا ایک نمونہ ہے

کز لطافت چوں ہوائے دلکش ست
جو لطافت میں دلکش ہوا کی طرح ہے

تا بجسمے درنمی پیچد کثیف
جب تک کسی کثیف جسم میں نہ لگے

آگہی نبود بصر را زاں لطیف
اُس لطیف کا آنکھ کو پتہ نہیں چلتا ہے

---

[1] پس چو می بینی۔ تو غور کرے گا تو دنیا کی تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے قائم ہے اور تمام چیزوں کی بقاء اللہ کے ارادے سے وابستہ ہے جس طرح مچھلی کی زندگی دریا سے وابستہ ہے۔ پس چرا۔ جبکہ اتنی مثالوں سے یہ سمجھا دیا گیا کہ اصل خوبی باطن کی ہے نہ کہ ظاہر کی تو جسم کو حضرت سلیمانؑ جیسا اور فکر و خیال کو چیونٹی جیسا سمجھنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے یعنی جسم کی بڑائی کی وجہ سے پہاڑ کی عظمت کا خیال حماقت ہے۔ اندیشہ۔ خیال اور ارادہ کو بکری اور پہاڑ کو بھیڑیا سمجھنا غلطی ہے۔ عالم۔ تو اجسام سے ڈرتا ہے، ابر، بجلی اور کڑک کی تباہی سے خوفزدہ ہے۔

[2] وز جہانِ فکر۔ فکر اور خیال سے جو تباہیاں آتی ہیں، اس سے بے خبر اور مطمئن ہے۔ نقشی۔ تو تصویر ہے جو عقل سے کوری ہوتی ہے۔ آدمی خو۔ انسان کی فضیلت عقل و خرد کی وجہ سے ہے جو معرفت حق پیدا کرتی ہے۔ سایہ۔ تو نے غیر مقصود کو مقصود، اور مقصود کو غیر مقصود بنا رکھا ہے۔ زغیبت۔ انسان غیر مقصود کو مقصود اس لئے بناتا ہے کہ حقیقت بیں نظر سے محروم ہوتا ہے لیکن ایک وقت وہ آئے گا جب صحیح حقیقت سامنے آ جائے گی، غائب از نظر حقیقت کو آگ کی مثال سے سمجھایا ہے، آگ ایک لطیف عنصر ہے جو نظروں سے غائب ہے، نظر جب آتی ہے جب وہ کسی کثیف جسم میں لگ جاتی ہے۔

باز افزوں ست ہنگامِ اثر
پھر تاثیر کے وقت وہ بڑھی ہوئی ہے
از ہزاراں[1] تیشۂ و تیغ و تبر
ہزاروں تیشوں اور تلواروں اور تبر سے

باش تا روزیکہ آں فکر و خیال
اُس دن تک ٹھہر جب کہ وہ فکر اور خیال
برکشاید بے حجابے پرّ و بال
کھلم کھلا بال و پر نکالے

کوہہا بینی شدہ چوں پشم نرم
تو پہاڑوں کو نرم اُون کی طرح دیکھے گا
نیست گشتہ ایں زمین سرد و گرم
یہ سرد و گرم زمین نابود ہو جائے گی

نے سما بینی نے اختر نے وجود
تو نہ آسمان دیکھے گا نہ ستارے نہ وجود
جز خدائے واحدِ حی وَدُود
ایک خدا، حی اور ودود کے علاوہ

یک فسانہ راست آید یا دروغ
ایک قصہ خواہ سچا ہو یا جھوٹا (ذکر کیا جاتا ہے)
تا دہد مر راستیہا را فروغ
تاکہ وہ سچائیوں کو فروغ دے

حسد کردن حشم بر غلامِ خاص

غلاموں کا مخصوص غلام پر حسد کرنا

پادشاہے بندۂ را از کرم
ایک بادشاہ نے کرم کرکے ایک غلام کو
برگزیدہ بود بر جملہ حشم
تمام غلاموں میں سے پسند کر لیا تھا

جامگی[2] اُو وظیفہ چل امیر
اُس کی تنخواہ چالیس سرداروں کی تنخواہ (کی برابر) تھی
دہ یکے قدرش ندیدہ صد وزیر
سو وزیروں نے بھی، اُسکے مرتبہ کا دسواں حصہ نہ دیکھا تھا

از کمالِ طالع و اقبال و بخت
بخت اور اقبال اور نصیب کے کمال کی وجہ سے
اُو ایازے بود و شہ محمودِ وقت
وہ ایاز تھا اور بادشاہ محمود دوراں (تھا)

روحِ اُو باروحِ شہ دراصل خویش
اُس کی روح شاہ کی روح کے ساتھ اپنی اصل میں
پیش ازیں تن بودہ ہم پیوند و خویش
اُس جسم سے پہلے جڑی ہوئی اور یگانہ تھی

کارِ آں دارد کہ پیش از تن بدست
(اصل) معاملہ وہی ہے جو جسم سے پہلے ہوا ہے
بگذر از ایںہا کہ نو حادث شدست
ان (تعلقات) کو رہنے دے کہ یہ نئے پیدا ہوئے ہیں

---

1. از ہزاراں۔ آگ جنگلوں کو اس درجہ تباہ کر دیتی ہے کہ ہزاروں تیغ و تبر بھی اس کو اس قدر تباہ نہیں کر سکتے ہیں۔ باش۔ ارادۂ الٰہی جو نظروں سے مخفی ہے، اس کی تاثیرات بھی ایک دن ظاہر ہوں گی۔ کوہہا۔ ارادۂ الٰہی سے قیامت کے دن بڑے سے بڑا وجود حقیر اور لاشئی ہو جائے گا۔ پشم۔ اون۔ سما۔ آسمان۔ حی۔ زندہ، اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ ودود۔ محبت کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ فسانہ۔ انسان اللہ تعالیٰ کے غیبی ارادہ سے غافل ہے، اس قصہ کے ضمن میں بھی اسی امر کو واضح کیا ہے کہ دوسرے غلام شاہ کے فکر اور ارادہ سے غافل تھے، یہی حسد کی وجہ ہوتی ہے۔

2. جامگی۔ وظیفہ، تنخواہ، راتب۔ وظیفہ۔ روزینہ۔ چل۔ چہل، چالیس۔ دہ یک۔ ایک بٹا دس، دسواں حصہ۔ طالع۔ ستارۂ قسمت۔ بخت۔ نصیبہ۔ ایاز۔ سلطان محمود غزنوی کا محبوب غلام، دونوں کا باہمی تعلق ضرب المثل ہے، سلطان محمود کی وفات ۴۲۱ھ میں ہوئی اور غزنی میں دفن ہوئے۔ اصل۔ یعنی علم الٰہی یا عالم روح۔ کار آں دارد۔ اہمیت انہی باتوں کی ہے جو جسم عنصری کے قبل پیش آئی ہیں۔ ایںہا۔ جو معاملات عالم اجسام میں پیش آتے ہیں۔ نو حادث۔ تازہ وقوع میں آنے والا۔

چشم عارف[1] راست گو نے احول ست — چشم او بر کشتہائے اول ست

عارف کی آنکھ ٹھیک دکھانے والی ہے نہ کہ بھینگی — اُس کی نظر پہلی کھیتوں پر ہے

انچہ گندم کاشتندش وانچہ جو — چشم اُو آنجاست روز و شب گرو

جو انہوں نے گیہوں بویا ہے اور جو — اُس کی نظر شب و روز اُس طرف لگی ہے

آنچہ آبست ست شب جُز آں نزاد — حیلہا و مکرہا جملہ ست باد

رات جس سے حاملہ بنی ہے (اُسکے سوا اُس نے نہیں جنا — حیلے اور تدبیریں سب بیکار ہیں

کے شود دل خوش بحیلہائے گش — آنکہ بیند حیلۂ حق برسرش

چالو حیلوں سے وہ شخص کب دل خوش ہوتا ہے — جو اللہ تعالیٰ کی تدبیر کو اپنے پر (مسلط) دیکھتا ہے

او درونِ دام و دامے می نہد — جانِ تو نے آں جہد نے ایں جہد

وہ جال میں ہے اور ایک جال اور بچھاتا ہے — تیری جان کی قسم نہ اس سے نکلتا ہے نہ اس سے نکلتا ہے

گر بروید ور بریزد صد گیاہ[2] — عاقبت بر رویدآں کشتہ اِلٰہ

اگر سینکڑوں گھاسیں اُگائے — انجام کار اللہ (تعالیٰ) کا بویا ہوا اُگے گا

کشت نو کارید بر کشتِ نخست — ایں دوم فانیست وآں اوّل درست

پرانی کھیتی پر تو نے نئی کھیتی بو دی — دوسری فنا ہونے والی ہے، پہلی ٹھیک ہے

تخم اول کامل و بگزیدہ است — تخم ثانی فاسد و بوسیدہ است

پہلا بیج مکمل اور منتخب ہے — دوسرا بیج خراب اور سڑا ہوا ہے

افگن ایں تدبیر خود را پیشِ دوست — گرچہ تدبیرت ہم از تدبیر اوست

اپنی اس تدبیر کو دوست کے سامنے ڈال دے — اگرچہ تیری تدبیر بھی اُسی کی تدبیر کی وجہ سے ہے

کارِ آں دارد کہ حق افراشت ست — آخراں روید کہ اوّل کاشت ست

اہم کام وہی ہے جو خدا نے قائم کیا ہے — آخر میں وہی آگے گا جو پہلے بویا ہے

ہرچہ کاری از برائے اُو بکار — چوں اسیر دوستی اے دوستدار

جو بوئے اُس کے لئے بو — اے دوست! جب کہ تو دوست کا پابند ہے

گرد نفسِ دُزد و کارِ اُو مپیچ — ہرچہ آں نے کارِ حق ہیچست و پیچ

چور نفس کے گرد اور اُس کے کام میں نہ لگ — جو اللہ (تعالیٰ) کا کام نہیں ہے وہ پیچ در پیچ ہے

---

1. عارف۔ وہ جس کو معرفت خداوندی حاصل ہوگئی ہے۔ چشم راست گو۔ صحیح دکھانے والی آنکھ۔ احول۔ بھینگا جس کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ کشتہائے اول۔ تقدیر ازلی۔ گندم۔ یعنی اعلیٰ افعال۔ کاشتند۔ کارکنانِ قضاوقدر نے جو لکھ دیا ہے۔ جو۔ یعنی گھٹیا اعمال۔ شب۔ یعنی جو مقدر میں مکتوب ہے، وہی سامنے آئے گا۔ گش۔ خوب۔ حیلۂ حق۔ اللہ کی قدرت۔ دام۔ یعنی تقدیر الٰہی کا جال۔ دامے۔ یعنی اپنی تدبیر کا جال۔

2. صد گیاہ۔ یعنی سینکڑوں تدبیریں۔ کشتہ الٰہ۔ یعنی جو خدا نے مقدر کر دیا ہے۔ کشت نو۔ یعنی تدبیر۔ کشت نخست۔ یعنی تقدیر۔ این دوم۔ یعنی تدبیر۔ تخم اول۔ تقدیر کے تدبیر پر غلبہ کی توجیہ ہے۔ افگن۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ تقدیر، تدبیر پر غالب ہے تو معاملہ تقدیر کے سپرد کر دینا چاہئے۔ ہرچہ کاری۔ جب خدا سے دوستی کا دعویٰ ہے تو اس کی شریعت پر عمل کرنا چاہئے اور اس کے لئے مخلصانہ عمل کرنا چاہئے۔ نفس۔ یعنی امارہ۔ ہرچہ۔ نفس امارہ کے کام اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہیں۔

پیش ازاں[1] کہ روزِ دیں پیدا شود
اِس سے قبل کہ قیامت کا دن ظاہر ہو
رخت دُزدیدہ بتدبیر و فنش
تدبیر اور اُس کے ہنر سے چرایا ہوا مال
صد ہزاراں عقل باہم برجہند
لاکھوں عقلیں مل کر کوشش کرتی ہیں
دام خود را سخت تر یابند و بس
اپنی (تقدیر کے) جال کو اور سخت پاتے ہیں اور بس
ور نداری باور از من رو ببیں
اگر میری بات کا تجھے یقین نہیں ہے، جا دیکھ
گر تو گوئی فائدہ ہستی چہ بود
اگر تو کہے ہستی (عالم تدبیر) کا کیا فائدہ تھا
گرندارد ایں سوالت فائدہ
اگر تیرے اس سوال میں فائدہ نہیں ہے
ور سوالت[2] فائدہ دارد یقیں
اگر تیرے سوال میں یقیناً فائدہ ہے
از سوالت از بود بس فائدہ
اگر تیرے سوال سے بہت سے فائدے ہیں
ورسوالت را بسے فائیدہاست
اگر تیرے سوال میں بہت سے فائدے ہیں
ور جہاں از یک جہت بے فائدہ است
اگر عالم (تدبیر) ایک اعتبار سے بے فائدہ ہے
فائدہ تو گر مرا فائیدہ نیست
اگر تیرا فائدہ میرا فائدہ نہیں ہے

نزدِ مالک دُزدِ شب رُسوا شود
مالک کے سامنے رات کا چور رسوا ہو
ماندہ روزِ داوری در گردنش
انصاف کے دن اُس کے گردن پر ہوگا
تابغیر دام اُو دامے نہند
تاکہ اُسکے (تقدیر کے) جال کے سوا کوئی (تدبیر کا) جال بچھائیں
کے نماید قوتے با بادخس
تنکا، آندھی کے مقابلے میں کیا طاقت دکھائے؟
در نبے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ
قرآن میں ہے، اور اللہ سب سے اچھا داؤ کرنے والا ہے
در سوالت فائدہ ہست اے عنود
اے سرکش! کیا تیرے (اس) سوال میں فائدہ ہے؟
چہ شنوم ایں راعبث بے عائدہ
(تو) میں اُس کو بیکار بے نتیجہ کیوں سنوں؟
پس جہاں بے فائدہ نبود ببیں
تو غور کر عالم (تدبیر) بے فائدہ نہ ہو گا
چوں تجوید در جہان کس فائدہ
تو عالم (تدبیر) میں کوئی شخص فائدہ کیوں نہ تلاش کرے گا؟
پس جہاں بے فائدہ آخر چراست
تو عالم (تدبیر) آخر بے فائدہ کیوں ہے؟
از جہت ہائے دگر پر عائدہ است
دوسری جہتوں سے فائدہ سے پُر ہے
مر ترا چون فائدہ است از وے مایست
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اُس سے باز نہ رہ

---

[1] پیش ازاں۔ قیامت کے دن شیطانی کاموں سے علیحدگی بے معنی بات ہوگی۔ داورؔی۔ داوری، منصفی۔ صد ہزاراںؔ۔ تقدیر کے خلاف عقلاء کی تدبیریں بالکل بیکار ہیں۔ باباد خس۔ باد تقدیر الٰہی ہے اور خس تدبیر عقلاء۔ واللّٰہ۔ تو اچھے داؤ کے بالمقابل ناقص داؤ کیا کر سکتا ہے۔ گر تو گوئی۔ اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر بے کار ہے تو خدا کا عالم تدبیر کو پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ ورسوالت۔ الزامی جواب یہ ہے کہ تیرے اس اعتراض میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں، اگر بے فائدہ ہے تو بے فائدہ سوال کے جواب کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تیرا سوال مفید ہے اور عبث نہیں تو اللہ کا عالم تدبیر کو پیدا کرنا کیسے بے فائدہ ہو سکتا ہے۔

[2] ورسوالت۔ جب ایک انسان کا فعل عبث نہیں تو حکیم و علیم کا فعل کیسے عبث ہو سکتا ہے۔ در جہاںؔ۔ ہر چیز کا ہر حیثیت سے مفید ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگر عالم تدبیر بمقابلہ تقدیر بے فائدہ ہے تو اس میں دوسری حیثیت سے، بہت سے فائدے ہیں۔ فائدہ توؔ۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر چیز ہر شخص کے لئے مفید ہو، ایک چیز ایک کے لئے بے کار ہے تو دوسرے کے لئے مفید ہوتی ہے۔

فائدہ تو گر مرا نبود مفید
اگر تیرا فائدہ میرے لئے مفید نہیں ہے

چوں ترا شد فائدہ گیر اے مرید
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اے مرید! تو اُسے اختیار کر

ور منم زاں فائدہ حر ابن حر
اگر میں اس فائدہ سے آزاد ہوں

مر ترا چوں فائدہ است ازوے مبر
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اُس سے نہ کٹ

حسنِ[1] یوسفؑ عالمے را فائدہ
یوسفؑ کے حسن میں عالم کا فائدہ تھا

گرچہ برا خواں عبث بد زائدہ
اگرچہ وہ بھائیوں کے لئے بیکار عبث تھا

لحن داؤدی چناں محبوب بود
داؤدی نغمہ، کس قدر محبوب تھا

لیک بر محروم نا مطلوب بود
لیکن محروم (منکر) کے لئے نا پسندیدہ تھا

آبِ نیل از آبِ حیواں بد فزوں
نیل کا پانی آبِ حیات سے بھی بڑھا ہوا تھا

لیک بر قبطی منکر بود خوں
"لیکن منکر قبطی (فرعون) پر خون تھا

ہست برمومن شہیدی زندگی
مومن کے لئے شہادت زندگی ہے

بر منافق مردنست وژندگی
منافق کے لئے موت اور تباہی ہے

چیست در عالم بگو یک نعمتے
بتا، دینا میں کون سی نعمت ہے؟

کہ نہ محروم اند ازوے اُمتے
کہ اُس سے کچھ لوگ محروم نہیں ہیں

گاؤ و خر را فائدہ چہ در شکر[2]
گدھے اور بیل کے لئے شکر میں کیا فائدہ ہے؟

ہست ہر جاں را یکے قوتے دگر
ہر جاندار کی جداگانہ غذا ہے

لیک گرآں قوت بروے عارضیت
لیکن اگر وہ اس کی عارضی غذا ہے

پس نصیحت کردن او را رائضی ست
تو نصیحت کرنا، اُس کو سدھانا ہے

چوں کسے کو از مرضِ گل داشت دوست
جب کوئی کسی مرض کی وجہ سے مٹی (کھانا) پسند کرے

گرچہ پندارد کہ آں گل قوتِ اوست
اگرچہ وہ سمجھ رہا ہو کہ مٹی اُس کی (اصل) غذا ہے

قوتِ اصلی را فرامش کردہ است
(لیکن) اُس نے اصلی غذا کو بھلا دیا ہے

روئے در قوتِ مرض آوردہ است
بیماری کی غذا کی طرف رخ کر لیا ہے

نوش رابگذاشتہ سم خوردہ است
شہد کو چھوڑ کر زہر کھایا ہے

قوتِ علت ہمچو چوبش کردہ است
بیماری کی غذا نے اُس کو لکڑی جیسا بنا دیا ہے

---

1. حسن یوسفؑ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی افادیت سب کے لئے تھی لیکن بھائیوں کے لئے نہ تھی۔ لحن داؤدی۔ حضرت داؤد کا نغمہ پرندوں تک کے لئے مفید تھا لیکن کافروں کے لئے مفید نہ تھا۔ آب نیل۔ دریائے نیل کا پانی مخلوقِ خدا کے لئے مفید تھا، فرعون کے لئے مہلک بنا۔ شہیدی۔ شہادت مومن کے لئے مفید ہے، کافر کے لئے مضر ہے۔ چیست۔ دنیا کی ہر نعمت کا یہی حال ہے کہ کچھ انسانوں کے لئے وہ مفید ہے اور محروم انسانوں کے لئے مفید نہیں ہے۔

2. در شکر۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت ہر ایک کے لئے نہیں پیدا فرمائی ہے، شکر انسانوں کے لئے نعمت اور غذا ہے، حیوانوں کے لئے نہیں ہے۔ لیک۔ بعض اصلی غذا کو چھوڑ کر دوسری غذا کے عادی ہو جاتے ہیں تو نصیحت ان کے لئے کارگر ہوتی ہے اور وہ اصل غذا حاصل کرنے لگتے ہیں۔ رائضی۔ گھوڑے کو سدھانا۔ چوں کسے۔ بعض لوگ مرض کی حالت میں مٹی کو غذا بنا لیتے ہیں اور اس کو اپنی غذا سمجھتے ہیں۔ نوش۔ اصلی غذا شہد کی طرح مفید ہوتی ہے اور بیماری کی وجہ سے جس چیز کو اس نے غذا سمجھ لیا ہے وہ اس کے لئے مضر اور زہر ہوتی ہے جو اس کو فربہ کرنے کی بجائے لکڑی جیسا خشک بنا دیتی ہے۔

قوتِ اصلی بشر را نورِ[1] خدا ست
انسان کی اصل غذا خدا کا نور ہے
قوتِ حیوانی مر اُو را نا سزا ست
حیوانی غذا اُس کے لئے مناسب نہیں ہے

لیک از علت دریں افتاد دل
لیکن بیماری کی وجہ سے (اُس کا) دل اِس میں پڑا ہے
کہ خورد او روز و شب از آب و گل
کہ شب و روز وہ پانی مٹی (کی پیداوار) کھائے

روئے زرد و پائے ست و دل سبک
چہرہ زرد، پیر سست، اور دل کمزور
کو غذائے وَالسَّمَا ذَاتِ الْحُبُک
کہاں راستوں والے آسمان کی غذا؟

آں غذائے خاصگانِ دوست است
وہ دربار کے مخصوص لوگوں کی غذا ہے
خوردنِ آں بے گلو وآلت است
اُس کا کھانا بغیر حلق اور برتنوں کے ہے

شد غذائے آفتاب از نورِ عرش
آفتاب کی غذا عرش کا نور ہے
مر حسود و دیو را از دودِ فرش[2]
حاسد اور شیطان کی (غذا) زمین کا دھواں ہے

در شہیداں یُرْزَقُوْنَ فرمود حق
اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کے بارے میں یُرْزَقُوْنَ فرمایا ہے
آں غذا را نے دہاں بدنے طبق
اُس غذا کے لئے نہ منہ ہے نہ طباق

دل زہر یارے غذائے می خورد
دل ہر محبوب (چیز) سے غذا حاصل کرتا ہے
دل زہر علمے صفائے می برد
دل ہر علم سے صفائی حاصل کرتا ہے

صورتِ[3] ہر آدمی چوں کاسہ ایست
ہر آدمی کی صورت پیالے کی طرح ہے
چشم از معنی او حساسہ ایست
آنکھ اُس کے باطن کا اِدراک کرنے والی ہے

از لقائے ہر کسے چیزے خوری
تو ہر شخص کی ملاقات سے کچھ حاصل کرے گا
وز قرانِ ہر قریں چیزے بری
تو ہر ساتھی کے ملنے سے کچھ حاصل کرے گا

چوں ستارہ باستارہ شد قریں
جب ایک ستارہ دوسرے ستارہ سے ملتا ہے
لائق ہر دو اثر زاید یقیں
یقیناً دونوں کے مناسب اثر بڑھتا ہے

از قرانِ مرد و زن زاید بشر
مرد اور عورت کے ملنے سے انسان پیدا ہوتا ہے
وز قرانِ سنگ و آہن ہم شرر
اور پتھر اور لوہے کے ملنے سے چنگاریاں (نکلتی ہیں)

---

1. نورِ خدا۔ نورِ معرفت خداوندی۔ قوتِ حیوانی۔ جسمانی لذتیں اور نفسانی شہوتیں۔ از آب و گل۔ یعنی مٹی پانی کی پیداوار، گوشت، ترکاریاں، پھل وغیرہ۔ روئے زرد۔ یہ غذائیں اس کی روح میں کمزوری کی علامتیں پیدا کر دیتی ہیں۔ والسماء ذات الحبک۔ سورۂ والذاریات کی آیت ہے یعنی قسم ہے راستوں والے آسمان کی۔ آں غذا۔ آسمانی غذا اللہ (تعالیٰ) کے مخصوص بندوں کی غذا ہے جس کے کھانے کے لئے عالم ناسوت کے وسائل اور ذرائع کی ضرورت نہیں ہے۔

2. دودِ فرش۔ عالم ناسوت کی غذا۔ یرزقون۔ قرآن پاک میں شہیدوں کے لئے فرمایا گیا ہے بل احیاء عند ربھم یرزقون" بلکہ وہ اپنے خدا کے پاس زندہ ہیں جن کو غذا دی جاتی ہے۔" آں غذا۔ جنت کی یہ غذا بغیر مادی ذرائع اور وسائل کے کھائی جاتی ہے۔ دل۔ جس طرح دنیا داروں اور اہل اللہ کی غذا میں اور دنیا اور آخرت کی غذا میں فرق ہے، اسی طرح انسان کے مختلف اعضاء کی مختلف غذائیں ہیں۔ دل کی غذا، دوست کی ملاقات اور حصولِ علم ہے۔

3. صورت۔ چشم بصیرت کی غذا انسان کے باطنی اوصاف ہیں۔ از لقائے۔ ہر چیز ایک دوسرے سے مل کر کچھ نہ کچھ غذا اور قوت حاصل کرتی ہے۔ چوں ستارہ۔ اب مولانا نے چند مثالیں پیش فرمائی ہیں جن سے ثابت کیا ہے کہ ہر چیز دوسری چیز سے مل کر کوئی غذا اور طاقت حاصل کر لیتی ہے۔ قران السعدین اور قران النحسین سے ہر ستارہ ایک دوسرے سے تقویت اور غذا حاصل کر لیتا ہے اور تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ از قرانِ مرد و زن۔ میاں بیوی کی ہمبستری سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وز قران۔ پتھر اور لوہے کو ملا کر رگڑا جائے تو چنگاریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

وز قرانِ خاک با بارانہا
مٹی اور بارشوں کے ملنے سے
میوہا و سبزہا ریحانہا[1]
میوے اور سبزے (اور) خوشبو دار گھاسیں (پیدا ہوتی ہیں)

وز قرانِ سبزہا با آدمی
انسان کے ساتھ سبزوں کے جمع ہونے سے
دل خوشی و بے غمی و خرمی
دل خوشی اور بے غمی اور سرور (پیدا ہوتا ہے)

وز قرانِ خرمی باجانِ ما
ہماری جان کے ساتھ خوشی کے ملنے سے
می بزاید خوبی و احسانِ ما
خوبی اور کمالات پیدا ہوتے ہیں

قابل خوردن شود اجسامِ ما
ہمارے جسم (کھانا) کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں
چوں برآید از تفرج کامِ ما
جب کہ تفریح سے ہمارا مقصد پورا ہوتا ہے

سرخروئی از قرانِ خوں بود
خون کے ملنے سے سرخروئی حاصل ہوتی ہے
خوں ز خورشید خوشی گلگوں بُود
خوشی کے آفتاب سے خون سرخ ہوتا ہے

بہترین رنگ ہا سرخی بود
رنگوں میں بہترین رنگ، سرخی ہوتی ہے
واں زخورشید ست ازوے میرسد
وہ سورج کی وجہ سے ہے اور اُس سے حاصل ہوتی ہے

ہر زمینے کو قریں شد با زُحل
جو زمین زُحل (ستارہ) کی متعلق ہوئی
شورہ گشت و کشت رانبود محل
وہ شوریلی بنی اور کھیتی کی جگہ نہیں رہتی

قوت اندر فعل آید ز اتفاق
متفق ہو جانے سے کام میں قوت آجاتی ہے
چوں قرانِ دیو با اہل نفاق[2]
جیسا کہ شیطان کا منافقوں سے مل جانا

ایں معانی راست از چرخِ نہم
ان معانی کے لئے نویں آسمان
بے ہمہ طاق و طُرم طاقِ طرم
بغیر شان و شوکت والے، شان و شوکت ہے

خلق را طاق و طُرم عاریت است
عالم (خلق) کی شان و شوکت عارضی ہے
اَمر را طاق و طُرم ماہیت است
(عالم) امر کی شان و شوکت ذاتی ہے

از پئے طاق و طُرم خواری کشند
شان و شوکت کے لئے ذلت برداشت کرتے ہیں
بر امید عزّ در خواری خوشند
عزت کی اُمید پر ذلّت میں خوش ہیں

بر امیدِ عزّدہ روزہ خدوک
دس روزہ عزت کی اُمید پر پریشان ہیں
گردن خود کردہ انداز غم چو دوک
فکر میں اپنی گردن کو تکلا جیسا بنائے ہوئے ہیں

---

1. ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ آدمی۔ انسان چمنوں کی سیر کرتا ہے تو سرور حاصل ہوتا ہے۔ خرمی۔ انسان کو خوشی میسر آتی ہے تو قوائے باطنی میں اضافہ ہوتا ہے اور بھوک لگتی ہے جو صحت کو بڑھاتی ہے۔ تفرج۔ سیر و تفریح۔ کام۔ مقصد۔ سرخروئی۔ رخساروں میں خون دوڑتا ہے تو چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ گلگوں۔ خوشی سے خون میں سرخی پیدا ہوتی ہے۔ واں۔ سرخی سورج کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے۔ زحل۔ ایک ستارہ ہے جس کو نحس اکبر بھی کہا جاتا ہے، اس کی تاثیر یہ ہے کہ جس زمین کی طرف اس کا رخ ہو وہاں قحط اور جس طرف اس کی پشت ہو وہاں وبا پھیل جاتی ہے۔
2. اہل نفاق۔ منافقوں کا شیطان سے ملاپ ان کے شر میں اضافہ کر دیتا ہے۔ چرخ نہم۔ شرح میں اسی کو عرش کہا جاتا ہے اور حکماء اس کو فلک الافلاک اور فلک اطلس کہتے ہیں جو بالکل سادہ ہے اس میں کوئی ستارہ نہیں ہے، صوفیاء کے نزدیک علوم و معارف ربانی کا نزول اسی فلک سے ہوتا ہے، چونکہ باہمی میل جول سے کوئی نہ کوئی چیز حاصل ہوتی ہے لہٰذا انسان کو علوم و معارف سے وابستہ ہونا چاہئے جن میں بڑی شان و شوکت ہے۔ خلق۔ عالم مادیات۔ امر۔ عالم مجردات جس میں علوم و معارف الٰہی بھی داخل ہیں۔ عز۔ یعنی دنیا کی عزت۔ خدوک۔ غصہ، پریشانی۔ دوک۔ تکلا۔

چوں نمی آیند ایں جا[1] کہ منم
کاندریں عز آفتابِ روشنم
اس جگہ کیوں نہیں آتے جہاں میں ہوں
کہ میں اس عزت میں روشن سورج ہوں

مشرقِ خورشید برجِ قیر گوں
آفتابِ ماز مشرقہا بروں
سورج کی مشرق سیاہ برج ہے
ہمارا سورج مشرقوں سے بالا ہے

مشرقِ او نسبت ذراتِ او
نے برآمد نے فروشد ذاتِ او
اُس کی مشرق ذروں کے ساتھ اُس کی نسبت ہے
نہ اُس کی ذات طلوع کرتی ہے نہ غروب کرتی ہے

ماکہ واپس ماندہ ذراتِ وئیم
در دو عالم آفتابِ بے فئیم
ہم جو کہ اُس کے ذرات میں سے پسماندہ ہیں
دونوں جہانوں میں بغیر سایہ کا سورج ہیں

باز گردِ شمس میگردم عجب
ہم ز فرِ شمس باشد ایں سبب[2]
تعجب ہے میں پھر بھی سورج کے چاروں طرف گردش کرتا ہوں
یہ سبب بھی سورج کی شان وشوکت کی جانب سے ہے

شمس باشد برسببہا مطلع
ہم از و حبلِ سببہا منقطع
اسباب سے سورج با خبر ہوتا ہے
اسباب کی رسی کا ٹوٹنا بھی اُسی کی جانب سے ہے

صد ہزاراں بار ببریدم امید
از کہ از شمس ایں شما باور کنید
میں نے لاکھوں بار اُمید منقطع کی
کس سے؟ سورج سے اِس کا تم یقین کرو

تو مرا باور مکن کز آفتاب
صبر دارم من و یا ماہی[3] زآب
تو میرا یقین نہ کر، کہ سورج سے
میں صبر کرسکتا ہوں اور یا مچھلی پانی سے (صبر کرسکتی ہے)

ورشوم نومید نومیدیِ من
عین صنع آفتاب ست اے حسن
اگر میں نا امید ہوں، میری نا امیدی
بالکل سورج کا کام ہے، اے پیارے!

عین صنع از نفسِ صانع چوں برد
عین ہست از غیر ہستی چوں چرد
بعینہ کام، کام کرنیوالے کی ذات سے کیسے جدا ہوسکتا ہے؟
خود موجود غیر موجود سے کیسے غذا (وجود) حاصل کرسکتا ہے

جملہ ہستیہا ازیں روضہ چرند
گر براق و تازیاں ور خود خرند
تمام موجودات اسی باغ سے غذا (وجود) حاصل کرتے ہیں
خواہ براق اور عربی گھوڑے ہوں یا خود گدھے ہوں

---

1. انجا۔ یعنی مقامِ معرفت خداوندی۔ قیر گوں۔ سیاہ۔ آفتابِ ما۔ ہم جس سے نور حاصل کرتے ہیں وہ ذاتِ باری ہے جو مشرقوں سے وراء الوراء ہے۔ مشرقِ او۔ ذات باری کے لئے جب ہم لفظ شرق بولتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ذرات یعنی اولیاء اللہ اس وقت اس سے کسب نور کررہے ہیں جو دائی نہیں ہے بلکہ بسا اوقات کسب نور میں حجابات حائل ہوجاتے ہیں ورنہ اللہ کے لئے نہ مشرق ہے نہ مغرب، اس کی ذات ہر وقت نور فشاں ہے۔ واپس ماندہ۔ ذرات یعنی ہم اس کے اولیاء میں بہت کم درجہ کے ہیں۔ فئی۔ سایہ۔ باز۔ یعنی میں باوجود آفتاب ہوجانے کے پھر بھی مزید تقرب حاصل کرنے کے لئے اس شمس کو لپٹا ہوا ہوں اور یہ میرا لپٹنا اور چکر جو تقرب کا سبب ہے، یہ بھی اسی شمس کا عطا کردہ ہے۔
2. ایں سبب۔ ہم زفر شمس باشد یعنی میری گردش جو کہ تقرب کا سبب ہے اس کی ہی پیدا کردہ ہے، جس طرح نتائج قبضۂ قدرت میں ہیں، اسی طرح ان کے اسباب بھی قبضہ قدرت میں ہیں۔ شمس۔ اسباب کا مہیا ہونا اور نہ ہونا قدرت خداوندی کے تابع ہے۔ صد ہزاراں۔ وصول الی اللہ کی سعی میں لاکھوں بار مایوسیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تو مرا۔ لیکن مایوسی ترک سعی کا سبب نہیں بنتی۔ صبر دارم۔ مایوس ہوکر صبر کرکے بیٹھ جاؤں، یہ ممکن نہیں ہے۔
3. ماہی۔ مچھلی، پانی سے صبر کرکے نہیں بیٹھ سکتی، تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہے۔ ورشوم۔ مایوس کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ عین صنع۔ جبکہ مایوس کرنا بھی اللہ کا فعل ہے تو وہ اللہ کے ساتھ مزید تعلق پیدا کردیتا ہے۔ عین ہست۔ مایوسی جو موجود ہے وہ غیر موجود کا فعل کب ہوسکتی ہے، ولا موجود الا اللہ لہٰذا وہ بھی اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے۔ جملہ ہستی ہا۔ اچھے ہوں یا برے، سب نے وجود اسی ذات سے حاصل کیا ہے۔

لیک اسپ کور[1] کورانہ چرد
لیکن اندھا گھوڑا، اندھے پن سے چرتا ہے

وانکہ گردِشہا ازاں دریا ندید
اور جس نے گردشوں کو اُس دریا سے نہ سمجھا

اُو زبحرِ عذب آبِ شور خورد
اُس نے شیریں دریا سے کھارا پانی پیا

بحرمی گوید بدست راست خور
دریا کہتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے پی

ہست دست راست اینجا ظن راست
داہنے ہاتھ (سے مراد) یہاں صحیح عقیدہ ہے

نیزہ گردانے ست اے نیزہ کہ تو
اے نیزے! کوئی نیزے کو گھمانے والا ہے کہ تو

ماز عشق شمس دین بے ناخنیم[2]
ہم دین کے شمس کے عشق کی وجہ سے معذور ہیں

ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو زود
ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو جلد

جملہ کوراں را دوا کن اے قمر
اے چاند! سب اندھوں کا علاج کر دے

تو تیائے کبریائی تیز فعل
زود اثر خدائی سرمہ

آنکہ گر بر چشم اعمیٰ برزند
وہ کہ اگر اندھے کی آنکھ میں ڈال دیں

جملہ کوراں را دوا کن جز حسود
حاسد کے علاوہ سب اندھوں کا علاج کر

می نہ بیند روضہ راز انست رَد
وہ باغ کو نہیں دیکھتا ہے، اِس لئے مردود ہے

ہر دم آرد رُو بمحرابِ جدید
ہر آن منہ نئی محراب کی طرف کرتا ہے

تاکہ آبِ شور اُورا گور کرد
یہاں تک کہ کھارے پانی نے اُس کو اندھا کر دیا

زآبِ من، اے کور تایابی بصر
میرا پانی اے اندھے! تاکہ تو بینائی حاصل کرے

کو بداند نیک و بد را کز کجاست
تاکہ وہ جان لے کہ نیک و بد کہاں سے ہے

راست می گردی گہ و گاہے دو تو
کبھی سیدھا ہو جاتا ہے اور کبھی دوہرا

ورنہ ما آں کور رابینا کنیم
ورنہ ہم اُس اندھے کو بینا کر دیتے

داروئیش کن کوریِ چشم حسود
اس کا علاج کر دے حاسد کے اندھے پن کے باوجود

اے نہالِ میوہ دار افشاں ثمر
اے پھلدار درخت! پھل گرا

داروئے ظلمت کش استیز فعل
تاریکی دور کرنے والی دوا، اُکھاڑ کرنے والی

ظلمت صد سالہ رازو برکند
سو سالہ تاریکی کو اُس سے دور کر دے

کز حسودی برتومی آرد جحود
جو حسد کی وجہ سے تیرا انکار کرتا ہے

---

1. اسپ کور۔ جن کو بصیرت حاصل نہیں ہوتی، وہ اس طرف دھیان نہیں دیتے ہیں اور مردودِ بارگاہ ہو جاتے ہیں۔ گردشہا۔ جو لوگ اسباب کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے وہ اسباب کو قبلہ گاہ بنا لیتے ہیں۔ دریا۔ بحرِ حقیقت، اللہ تعالیٰ۔ اوز بحر۔ منکرین کی کج فطرتی ان کو تباہ کر دیتی ہے۔ بحر عذب۔ شیریں پانی کا دریا۔ بدست راست۔ یعنی حقائق کو صحیح طور پر دیکھ۔ ظن راست۔ یعنی تمام تصرفات کو منجانب اللہ سمجھنا۔ نیزہ گرداں۔ برچھی گھمانے والا۔ نیزہ۔ یعنی انسانی قد۔ دوتو۔ دہرا۔ شمس دیں۔ یعنی شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ۔

2. بے ناخن۔ مجبور، معذور، مولانا کی تصرفات سے معذوری یا فنائیت کی بناء پر تھی یا تصرف سے محجوب تھے یا ماذون تو تھے لیکن تشبہ بالانبیاء کی بناء پر تصرف کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ کور را۔ بسا اوقات اولیاء اللہ ایسا تصرف کر دیتے ہیں کہ منکر قدموں پر آ گرتا ہے۔ ضیاء الحق۔ مولانا کے خلیفہ ہیں جن سے مولانا فرماتے ہیں کہ تو گمراہوں پر تصرف کر کے راہِ راست پر لا۔ اے قمر۔ ضیاء الحق جن کا دل چاند کی طرح روشن ہے۔ توتیا۔ سرمہ۔ استیز۔ فعل جس کا کام مرض کو دفع کرنا ہے۔ اعمیٰ۔ یعنی جو عرصہ سے منکر ہے۔ جز حسود۔ حسد کی بناء پر منکر کی شفا نا ممکن ہے۔

مرحسودت[1] را اگرچہ آں منم جاں مدہ تا ہمچنیں جاں میکنم

اپنے حاسد کو خواہ وہ میں ہی ہوں جان عطا نہ کر تاکہ اسی طرح جان توڑتا رہوں

آنکہ اُو باشد حسودِ آفتاب کور می گردد زبودِ آفتاب

جو کہ سورج کا حاسد ہوتا ہے سورج کے وجود سے اندھا ہو جاتا ہے

اینت دردِ بے دوا کو راست آہ اینت افتادہ ابد در قعرِ چاہ

عجب اُس کا لا علاج مرض ہے! افسوس عجب، یہ ہمیشہ کے لئے کنویں کی گہرائی میں گرا ہوا ہے

نفیِ خورشیدِ ازل بایست او کے برآید ایں مرادِ او بگو

اُس نے ازلی سورج کا عدم چاہا بتا اُس کی یہ تمنا کیسے پوری ہو؟

باز آں باشد کہ باز آید بشاہ باز کور ست آنکہ شد گم کردہ راہ

باز وہی ہے جو شاہ کے پاس واپس آجائے جو راستہ سے بھٹک گیا وہ اندھا باز ہے

گرفتار شدن باز میانِ چغداں بویرانہ

ویرانہ میں باز کا چغدوں میں پھنس جانا

باز[2] در ویراں برِ چغداں فتاد راہ را گم کرد و در ویراں فتاد

باز ویرانے میں الوؤں میں جا گرا راستہ بھول گیا اور ویرانے میں جا اترا

او ہمہ نور ست از نورِ رضا لیک کورش کرد سرہنگِ قضا

وہ خوشنودی (حق) کے نور سے سراپا نور ہے لیکن اُس کو قضا (خداوندی) کے سپاہی نے اندھا کر دیا

خاک در چشمش زد و از راہ بُرد درمیانِ چغد و ویرانش سپرد

(قضا نے) اُسکی آنکھوں میں دھول جھونک دی اور راستہ سے ہٹا دیا اُس کو الوؤں اور ویرانے میں ڈال دیا

برسری چغدانش برسری زنند پر و بالِ نازنینش می کنند

علاوہ ازیں الّو اُس کے سر پر (ٹھونگیں) مارتے تھے اُس کے ناز پروردہ پر و بال اُکھاڑتے تھے

ولولہ افتاد در چغداں کہ ہا باز آمد تا بگیرد جائے ما

الوؤں میں شور مچا کہ خبردار! باز آیا ہے تاکہ ہماری جگہ پر قبضہ کرے

چوں سگانِ کوی پُر خشم و مہیب اندر افتادند در دلق غریب

گلی کے ہیبت ناک اور غضبناک کتوں کی طرح مسافر کی گدڑی کو لپٹ گئے

---

[1] مرحسود۔ حاسد کسی طرح فیض یاب نہیں ہو سکتا ہے۔ کوری گردد۔ آفتاب کا کام روشنی پہنچانا ہے لیکن حاسد آنکھیں بند کر لینے کی وجہ سے اور اندھا بنتا ہے۔ اینت۔ زہے۔ درد۔ حسد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ خورشید ازل۔ اولیاء اللہ باذات خداوندی۔ باز آں باشد۔ یعنی طالب تو وہ ہے کہ اگر کسی وقت فیض حاصل بھی نہ ہو تو منکر نہ بنے بلکہ کوشش جاری رکھے پھر مناسبت پیدا ہوگی اور فیض حاصل ہونے لگے گا، منکر بن گیا تو تباہی ہے۔ گرفتار شدن۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ باز شاہ کی کلائی سے محروم ہو گیا تھا لیکن برابر طلب میں لگا رہا اور کامیاب ہوا۔

[2] باز۔ اس سے مراد نبی و عارف ہے۔ چغداں۔ الوؤں سے مراد منکرین اور مخوبین ہیں اور اس حکایت میں شاہ سے ذات حق اور ویراں سے دنیاوی لذتیں مراد ہیں۔ او ہمہ نور۔ عارفین کی بھی کبھی آزمائش ہو جاتی ہے اور وہ قضائے الٰہی سے راہ گم کر بیٹھتے ہیں۔ برسری۔ علاوہ ازیں۔ می زنند۔ یعنی باز کے سر پر ٹھونگیں مارتے تھے۔ نازنین۔ ناز پروردہ۔ ولولہ۔ واویلا کرنا، جوش و خروش۔ تا بگیرد۔ انبیاء کے بارے میں منکرین یہ بھی کہتے تھے یرید ان یخرجکم من ارضکم یعنی وہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے نکال کر اس پر قبضہ جمائے۔ دلق۔ گدڑی۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔

باز گوید[1] من چہ در خوردم بچغد
باز کہتا ہے مجھے اُلوؤں سے کیا لگاؤ؟
من نخواہم بودُ اینجامی رَوَم
میں اس جگہ نہیں رہنا چاہتا میں جاتا ہوں
خویشتن مکشید اے چغداں کہ من
اے الوؤ! اپنے آپ کو نہ مارے ڈالو کیونکہ میں
ایں خراب آباد در چشمِ شماست
یہ ویرانہ تمہاری نظر میں آباد ہے
چغد گفتا باز حیلت می کند
ایک الو بولا، باز مکاری کرتا ہے
خانہائے ما بگیرد اُو بہ مکر
مکاری سے ہمارے گھروں پر قبضہ کر لے
مینماید سیری ایں حیلت پرست
یہ مکار سیر چشمی دکھاتا ہے
اُو خورد از حرص طیں را ہمچو دِبس[2]
وہ لالچ میں مٹی، انگور کے شیرے کی طرح چاٹتا ہے
لاف ازشہ می زند وز دست شاہ
بادشاہ، اور بادشاہ کی کلائی کی ڈینگیں مارتا ہے
خودچہ جنس شاہ باشد مُرغکے
ذلیل پرند بادشاہ کے کیا مناسب ہو گا؟
جنس شاہ است اُو و یا جنس وزیر
وہ بادشاہ کے لائق ہے یا وزیر کے لائق ہے؟
آنچہ می گویدز مکر و فعل و فن
وہ جو مکاری اور فریب کاری اور چالاکی سے یہ کہتا ہے
اینت مالیخولیائے ناپذیر
عجب! ناقابل قبول پاگل پن ہے

صد چنیں ویراں رہا کردم بچغد
ایسے سو ویرانے میں نے اُلوؤں کیلئے چھوڑ دیئے ہیں
سوئے شاہنشاہ راجع می شوم
شاہ کی طرف واپس جاتا ہوں
نے مقیم می روم سوئے وطن
میں مقیم نہیں ہوں، وطن کی طرف جاتا ہوں
ورنہ مارا ساعد شہ باز جاست
ورنہ ہمارے لئے تو شاہ کی کلائی واپسی کی جگہ ہے
تاز خان و ماں شما را برکند
تاکہ تمہیں گھر بار سے اکھاڑ دے
برکند مارا زسالوسی زِ وَکر
چالاکی سے ہمارے گھونسلوں سے ہم کو اُجاڑ دے
واللہ از جملہ حریصاں بدترست
خدا کی قسم تمام لالچیوں سے بدتر ہے
دُنبہ مَسپارید اے یاراں بخرس
اے دوستو! دنبہ ریچھ کے سپرد نہ کرو
تا بَرد اُو ما سلیماں را زِ راہ
تاکہ ہم بھولوں کو گمراہ کر دے
مشنوش گر عقل داری اندکے
اگر تم تھوڑی سی بھی عقل رکھتے ہو، اِس کی نہ سنو
ہیچ باشد لائق لوزینہ سیر
کبھی لہسن، بادام کے حلوے کے لائق ہوتا ہے
ہست سلطاں باحشم جویائے من
(کہ) بادشاہ مع فوج کے میری تلاش میں ہے
اینت لافِ خام و دامِ گول گیر
عجب! بے بنیاد شیخی اور بھولوں کو پھانسنے کا جال ہے

[1] باز گوید۔ انبیاء اور اولیاء نے منکرین سے اکثر یہی کہا ہے۔ من نخواہم۔ شعر۔ خرم آں روز کزیں منزل ویراں بردم۔ راحت جاں طلبم وز پے جاناں بردم۔ نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے۔ تا در میکدہ شاداں وغزل خواں بردم۔ شاہنشاہ۔ ذاتِ حق۔ وطن۔ یعنی دار آخرت۔ ساعد شہ۔ یعنی اللہ (تعالیٰ کا قرب) حیلت۔ حیلہ بازی۔ خان وماں۔ گھربار۔ سالوسی۔ فریب، مکاری۔ وکر۔ گھونسلا۔ سیری۔ پیٹ بھراپن۔ طین۔ مٹی۔
[2] دبس۔ انگور کا شیرہ۔ خرس۔ ریچھ۔ لاف۔ یعنی یہ اس کی بکواس ہے کہ اس کی شاہ سے دوستی ہے اور وہ اس کی کلائی پر بیٹھتا ہے۔ سلیماں۔ سلیم کی جمع ہے، بھولا انسان۔ از راہ بردن۔ دھوکا دینا، گمراہ کرنا۔ جنس۔ ہم جنس، مناسب۔ مرغک۔ حقیر پرند۔ لوزینہ۔ بادام کا حلوا۔ سیر۔ لہسن۔ اینت۔ زہے، عجب۔ مالیخولیا۔ جنون کی ایک قسم ہے۔ ناپذیر۔ ناقابل قبول۔ لاف خام۔ بے بنیاد شیخی۔ گول۔ بالضم دواؤ مجہول، احمق، ابلہ۔

هر کہ ایں باوَر کند اُو ابلہ است
جو یہ یقین کرے وہ احمق ہے
مرغک لاغر چہ در خورد شہ است
کمزور ذلیل پرند، بادشاہ کے کیا لائق ہے؟

کمترین[1] چغد اَر زَند بر مغز اُو
چھوٹے سے چھوٹا الو اگر اُسکے بھیجے پر (ٹھونگ) مار دے
مَر وُرا یاری گری از شاہ کو
اُس کی بادشاہ سے دوستی کہاں ہے؟

گفت باز ار یک پَرِ من بشکنید
باز نے کہا، اگر میرا ایک پر (بھی) تم توڑو
یا زغم برگِ گلے بر من زنید
یا غصہ سے ایک پھول کی پنکھڑی میرے مارو

بیخ چغدستاں شہنشہ بَر کند
بادشاہ بومستان کی بیخ کنی کر دے گا
خانہا تاں جملگی بر سَر زند
تم سب کے گھونسلے اُجاڑ دے گا

چغد خود چہ بود اگر بازے مرا
الو کیا ہوتا ہے؟ اگر کوئی باز (بھی) میرا
دل برنجاند کند بر من جفا
دل رنجیدہ کرے (اور) مجھ پر ظلم کرے

شہ کند تو دہ بہر شیب و فراز
بادشاہ ہر نشیب و فراز میں ڈھیر لگا دے
صد ہزاراں خرمن از سَرہائے باز
بازوں کے سروں کے لاکھوں کھلیان

پاسبانِ من عنایاتِ وَے ست
اُس کی مہربانیاں میری نگہبان ہیں
ہر کجا کہ می روم شہ در پے ست
میں جہاں جاتا ہوں بادشاہ پیچھے ہوتا ہے

در دلِ سلطاں خیالِ من مقیم
بادشاہ کے دل میں میرا خیال جما ہوا ہے
بے خیالِ من دلِ سلطاں سقیم
میرے خیال کے بغیر بادشاہ کا دل رنجیدہ ہے

چوں پراند مراشہ در روش
جب بادشاہ مجھے کسی روش میں اُڑاتا ہے
یابم اندر اوجِ جاں خوش پرورش
میں جان کی بلندی میں اچھی بالیدگی محسوس کرتا ہوں

ہمچو ماہ و آفتابے می پَرم[2]
چاند اور سورج کی طرح اُڑتا ہوں
پردہائے آسماں را بر درم
آسمان کے پردے چاک کر دیتا ہوں

روشنی عقلہا از فکرتم
عقول کی روشنی میرے فکر (کے نور) سے ہے
انفطارِ آسماں از فطرتم
آسمانوں کا شق ہونا میری پیدائش کی وجہ سے ہے

بازدم و حیراں شود درمن ہما
میں باز ہوں اور میرے معاملہ میں ہما حیران ہوتا ہے
چغد کہ بود تا بداند سِرِّ ما
اُلو کیا ہوتا ہے کہ ہمارا راز سمجھے؟

شہ برائے من ز زنداں یاد کرد
شاہ نے میری وجہ سے قید خانہ کو یاد کیا
صد ہزاراں بستہ را آزاد کرد
لاکھوں قیدیوں کو آزاد کردیا

1. کمترین۔ اکثر منکروں نے بھی اسی طرح دھمکیاں دی ہیں۔ گفت۔ انبیاء اور اولیاء کو ستانے پر بستیاں ویران کر دی گئی ہیں۔ اگر باز۔ اولیاء کو ستانے سے عوام تو در کنار بڑے بڑے لوگ صاحب علم و ہنر برباد ہوئے ہیں۔ شیب۔ نشیب کا مخفف ہے، پست زمین۔ پاسبان۔ خدا نے انبیاء کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ مقیم۔ جاگزیں۔ سقیم۔ بیمار۔ یابم۔ یعنی جب خدا مجھے روحانی عروج عطا فرماتا ہے تو مجھے روح کی ترقی میں اچھی پرورش حاصل ہوتی ہے۔

2. می پرم۔ انبیاء کو معراج جسمانی اور اولیاء کو معراجِ روحانی حاصل ہو جاتی ہے۔ روشنی عقلہا۔ یعنی فرشتوں کو نور میری وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ انفطار۔ آسمانوں میں شگاف ہونا۔ فطرتم۔ میری پیدائش کی وجہ سے ہے، آسمانوں کا انفطار انبیاء کی معراجوں یا بارشوں کے نزول کے لئے ہے۔ ہما۔ یعنی ملائکہ، افضل بشر، افضل ملائکہ سے افضل ہے۔ صد ہزاراں۔ بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم۔

یک دمم[1] با چغدہا دمساز کرد — از دمِ من چغدہا را باز کرد

(مجھے) تھوڑی دیر کے لئے الوؤں کا ساتھ بنایا — میرے دم بدم سے الوؤں کو باز بنا دیا

اے خنک چغدے کہ در پروازِ من — فہم کرد از نیک بختی رازِ من

وہ اُلو خوش قسمت ہے جو کہ میری پرواز میں — نیک بختی سے میرا راز سمجھ گیا

در من آویزید تا بازاں شوید — گرچہ چغدانید شہبازاں شوید

مجھ سے متعلق ہو جاؤ تاکہ باز بن جاؤ — اگرچہ تم اُلو ہو باز بن جاؤ

آنکہ باشد با چنیں شاہے حبیب — ہر کجا افتد چرا باشد غریب

جو ایسے بادشاہ کا محبوب ہو — جہاں بھی جا پڑے اجنبی کیوں ہو؟

ہرکہ باشد شاہ دردش را دوا — گر چو نے نالد نباشد بے نوا

بادشاہ جس کے درد کی دوا ہو — اگرچہ وہ بانسری کیطرح نالہ کرے بے ساز وساماں نہیں ہوتا

مالک ملکم نیم من طبل خوار — طبل بازم می زند شہ از کنار[2]

میں سلطنت کا مالک ہوں پیٹو نہیں ہوں — کنارے سے بادشاہ میری واپسی کا طبل بجاتا ہے

طبلِ بازِ من ندائے اِرجعی — حق گواہِ من برغم مدعی

میری واپسی کا طبل "واپس آجا" کی آواز ہے — مخالفت کی ذلت کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) میرا گواہ ہے

من نیم جنس شہنشہ دور ازو — لیک دارم در تجلی نور ازو

میں بادشاہ کا ہم جنس نہیں ہوں، اُس سے جدا ہوں — لیکن تجلی میں اُس کا نور رکھتا ہوں

نیست جنسیت[3] زروئے شکل و ذات — آب جنس خاک آمد در نبات

ہم جنس ہونا صورت اور ذات (ہی) کی وجہ سے نہیں ہے — زمین کی پیداوار میں پانی، مٹی کی جنس ہو گیا

باد جنس آتش آمد در قوام — طبع را جنس آمدست آخر مدام

بناوٹ میں ہوا، آگ کی جنس ہو گئی — شراب (آدمی کی) طبیعت کی جنس ہو گئی ہے

جنس ماچوں نیست جنس شاہ ما — مائے ماشد بہر مائے او فنا

ہماری جنس چونکہ ہمارے شاہ کی جنس نہیں ہے — ہماری ہستی اُس کی ہستی میں فنا ہو گئی ہے

---

1. یک دم۔ کفار انبیاء کی محبت سے اور مجوبین اولیاء کی صحبت سے کامل بن جاتے ہیں۔ خنک۔ ٹھنڈا، خوش نصیب۔ پرواز۔ یعنی مرتبہ کمال۔ نیک بختی۔ سعادت ازلی۔ رازِ من۔ یعنی حسن عقیدت رکھے۔ آویزید۔ یعنی تعلق پیدا کرو۔ شہباز۔ ایک بڑی قسم کا باز ہے۔ شوید۔ انبیاء اور اولیاء کے اتباع سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ حبیب۔ محبوب۔ غریب۔ مسافر، اجنبی۔ ہرکہ۔ مقربین کا رونا عشق کی وجہ سے جو مراتب کی بلندی پیدا کرتا ہے۔ مالک الملک۔ بادشاہی کا مالک۔ طبل خوار۔ حریص۔ طبل باز۔ واپسی کا نقارہ، باز جب شکار کر چکتا ہے اس کو واپس بلانے کے لئے نقارہ بجایا جاتا ہے۔

2. کنار۔ کنارہ۔ ارجعی۔ تو واپس آجا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پاک روحوں کو واپس بلانے کے لئے فرماتا ہے، اللہ کا یہ فرمانا طبل باز ہے۔ رغم مدعی۔ مخالف کی ذلت۔ من نیم۔ الوؤں نے اعتراض کیا تھا کہ بادشاہ اور روزیر کی جنس نہیں ہے لہٰذا ان سے کیا تعلق، اس کا جواب ہے کہ میں ہم جنس تو نہیں ہوں لیکن اس کے نور کی تجلی مجھ پر پڑ گئی ہے۔

3. جنسیت۔ یعنی جنسیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم شکل وصورت ہو بلکہ تعلق اور مناسبت کی وجہ سے ہم جنس بن جاتا ہے۔ آب۔ زمین کی پیداوار میں پانی اور مٹی کا باہم تعلق ہے حالانکہ دونوں کی شکل وصورت جدا جدا ہے۔ باد۔ چند مثالیں دے کر سمجھایا ہے کہ باہمی تعلق شکل وصورت کے اتحاد پر موقوف نہیں ہے، ہوا آگ کی حقیقت میں داخل ہے اور اس سے متعلق ہے، اگر ہوا نہ ہو تو آگ فوراً بجھ جاتی ہے، طبیعت انسانی اور شراب میں تعلق ہے، شراب پی کر طبیعت میں مستی آجاتی ہے۔ مائے۔ انانیت، ہستی۔ فنا۔ یعنی ہم اللہ کے ہم جنس تو نہیں ہیں لیکن ہم نے اپنی ہستی کو اس کے لئے فنا کر دیا ہے۔

چوں فنا شد مائے ما اُو ماند فرد
جب ہماری ہستی فنا ہو گئی وہ اکیلا رہ گیا

پیش پائے اسپ اُو گردم چوگرد
اُسکے گھوڑے کے پیر کے سامنے میں گرد کیطرح ہو گیا

خاک[1] شد جان و نشانہائے اُو
ہماری جان خاک ہوگئی اور اُس کی نشانیاں

ہست برخاکش نشانِ پائے اُو
اِس (جان) کی خاک پر اُسکے پاؤں کے نشان ہو گئے

خاک پایش شوبرائے ایں نشاں
اس نشان کے لئے اُس کے پاؤں کی خاک بن جا

تا شوی تاجِ سرِ گردن کشاں
تاکہ تو عالیشان لوگوں کے سر کا تاج بن جائے

تا کہ نفریبد شمارا شکل من
ہرگز میری (ظاہری) صورت تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے

نقل من نوشید پیش از نقل من
میرے مرنے سے پہلے میرا نقل چکھ لو

اے بساکس را کہ صورت راہ زد
اے (مخاطب) بہت سے لوگوں کو صورت نے گمراہ کیا

قصد صورت کرد، براللہ زد
اُسنے صورت (کوستانے) کا ارادہ کیا، (اور) اللہ پر حملہ کیا

آخر ایں جاں با بدن پیوستہ است
آخر یہ جان، بدن کے ساتھ ملی ہوئی ہے

ہیچ ایں جاں بابدن مانستہ است
کہیں یہ جان، بدن سے مشابہ ہے؟

تاب[2] نورِ چشم باپیہ است جفت
آنکھ کے نور کی چمک آنکھ کی چربی سے ملی ہوئی ہے

نورِ دل در قطرۂ خونے نہفت
دل کا نور، خون کے ایک قطرے میں چھپا ہوا ہے

شادی اندر گردہ و غم در جگر
خوشی گردے میں اور غم جگر میں (ہے)

عقل چوں شمعے درونِ مغز سر
عقل شمع کی طرح سر کے مغز میں (ہے)

رائحہ در انف و منطق درلسان
خوشبو ناک میں، اور گویائی زبان میں (ہے)

لہو در نفس و شجاعت در جنان
کھیل کود نفس میں اور بہادری قلب میں (ہے)

ایں تعلقہانہ بے کیف ست و چوں
کیا یہ تعلقات نا قابل بیان اور نا قابل مثال نہیں ہیں؟

عقلہا در دانش چونی زبوں
عقلیں (ان کی) کیفیت کے سمجھنے سے قاصر ہیں

جانِ کل با جانِ جزو آسیب کرد
جان کل نے جان جزو پر اثر ڈالا

جاں ازو دُرّے ستد در جیب کرد
جان (جزو) نے اُس سے موتی لیا اور جیب میں ڈال لیا

---

1. خاک۔ ہم نے اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیا اور اس مٹی پر اس کے نقش قدم ہیں۔ گردن کشاں۔ عالیجاہ لوگ۔ نقل۔ بضم، میوہ وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جائے بالفتح نقل مکانی، انتقال یعنی محض صورت ظاہری پر نظر کر کے تحقیر نہ کرنی چاہئے اور استفاضہ سے محروم نہ رہنا چاہئے۔ بساکس۔ کافر انبیاء کو صورتاً اپنے جیسا دیکھ کر منکر بنتے تھے اور مخالفت کرتے تھے جو دراصل اللہ کی مخالفت ہوتی تھی۔ آخر۔ جسم اور روح میں باہمی تعلق ہے اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہے تو منکرین صورت کی عدم مشابہت سے تعلق کا کیوں انکار کرتے ہیں۔

2. تاب نور۔ جب آنکھ کی چربی نورِ چشم کا مظہر اور دل کا قطرۂ خون نور کا مظہر ہو سکتے ہیں تو ایک انسان کے نور حق سے متجلی ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ شادی۔ گردہ اور خوشی میں، غم اور جگر میں، عقل اور مغز میں صوری مشابہت نہیں ہے لیکن باہمی تعلق ظاہر ہے۔ رائحہ۔ خوشبو۔ انف۔ ناک۔ جناں۔ دل۔ ان چیزوں میں صورتاً مشابہت نہیں اور تعلق ظاہر ہے۔ ایں تعلقہا۔ پہلے جن چیزوں کا باہمی تعلق بتایا ہے، اس تعلق کو پوری طرح سمجھنا مشکل ہے لہٰذا تعلق مع اللہ کی کیفیت بیان کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ جانِ کل۔ ذات حق، یہ انسان سے خدا کے تعلق کا بیان ہے۔ جانِ جزو۔ انسان۔ آسیب۔ اثر۔

ہمچو مریمؑ[1] جاں ازاں آسیب جیب
(حضرت) مریمؑ کی طرح جان اس دل کی تاثیر سے

حاملہ شد از مسیحؑ دلفریب
حسین مسیح سے حاملہ ہو گئی

آں مسیحے نے کہ بر خشک و ترست
وہ مسیح نہیں جو بحر و بر پر ہے

آں مسیحے کز مساحت برترست
وہ مسیحؑ جو ناپ تول سے بالا ہے

پس ز جان جاں چو حامل گشت جاں
تو جب جان، جانِ جاں سے حاملہ ہو گئی

از چنیں جانے شود حامل جہاں
ایسی جان سے جہاں پُر ہو جاتا ہے

پس جہاں زاید جہانِ دیگرے
تو جہان دوسرا جہان جن دیتا ہے

ایں حشر را وا نماید محشرے[2]
یہ گروہ (جہان دیگر) اس گروہ کا محشر نمایاں کر دیتا ہے

تا قیامت گر بگویم بشمرم
قیامت تک اگر میں بتاؤں (اور) گنوں

من ز شرحِ ایں قیامت قاصرم
میں اس قیامت کی تشریح سے عاجز ہوں

تا قیامت ایں قیامت را اگر
قیامت تک اس قیامت کی اگر

شرح گویم قاصر آیم اے پسر
میں شرح کروں، اے صاحب زادے! میں عاجز آ جاؤں

ایں سخنہا خود بمعنی یا ربے ست
خود یہ باتیں یا رب کے معنی میں ہیں

حرفہا دامِ دمِ شیریں لبے ست
(انکے) حروف شیریں لب (محبوب) کی گفتگو کا جال ہیں

چوں کند تقصیر پس چوں تن زند
کوتاہی کیوں کرے، اور خاموش کیوں رہے؟

چونکہ لبیکش ز یاربؑ[3] می رسد
جبکہ یا رب کہنے سے اُسکے پاس لبیک (کی آواز) پہنچ رہی ہے

ہست لبیکے کہ نتوانی شنید
وہ ایسی لبیک ہے جو سنی نہیں جا سکتی

لیک سر تا پائے بتوانی چشید
ہاں سر سے پیر تک تو چکھ سکتا ہے

یک مثل آورد مت تا پے بری
میں تیرے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں تاکہ تجھے پتہ چل جائے

وز چنیں لبیک پنہاں بر خوری
اور اس طرح کی پوشیدہ لبیک سے پھل کھالے

---

1. ہمچو مریمؑ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کو متاثر کیا اور وہ حامل امانت ہو گیا جس طرح حضرت مریمؑ کے گریبان میں پھونک ماری اور وہ حضرت مسیحؑ سے حاملہ ہو گئی تھیں۔ مسیحے۔ حضرت مریمؑ تو ایک انسان، مسیحؑ سے حاملہ ہوئیں، مومن کا قلب تجلیات رب کا حامل ہو گیا۔ خشک وتر۔ بحر و بر۔ مساحت۔ ناپنا۔ جانِ جاں۔ روح الارواح، ذات حق۔ حامل حق۔ شیخ کے قلبی نور سے تمام دنیا مستفید ہوتی ہے۔ ایں حشر۔ بزرگوں سے فیض حاصل کرنے والے اپنے پہلے بزرگوں کی شہرت اور نمود کا سبب بنتے ہیں۔

2. محشر۔ قیامت میں سب کے وجود ظاہر ہو جائیں گے، اسی طرح مستفیدین بزرگوں کے وجود کو نمایاں کرتے ہیں۔ تا قیامت۔ پھر مستفیدین اور مستفیدین سے مستفیدین کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ تا قیامت۔ جبکہ بزرگوں کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے تو اس کی شمار مشکل ہے۔ ایں سخنہا۔ یہ نصیحت کی باتیں، جو بزرگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی اصلاح پر مامور ہوتے ہیں ان کا وعظ و نصیحت کرنا ذکر الٰہی کے ہم معنی ہوتا ہے۔

3. یارب۔ یعنی ذکر خداوندی۔ حرفہا۔ ذکر اور نصیحت سے خدا سے شرف ہمکلامی حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے لبیک کی صدا آتی ہے تو گویا یا رب کہنا اللہ تعالیٰ کی گفتگو کے لئے جال اور سبب ہے۔ چوں کند۔ جبکہ ذکر سے شرف ہمکلامی حاصل ہو تو کون بدنصیب ہو گا جو ذکر کرنے سے باز آئے گا۔ لبیک۔ میں حاضر ہوں، یہ پکارنے والے کے جواب میں کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ جواب شنیدنی نہیں ہے بلکہ ذوقی ہے۔ یک مثل۔ ذکر کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو لبیک کی آواز آتی ہے وہ شنیدنی نہیں بلکہ ذوقی ہے اس کو اس قصہ سے سمجھاتا ہے کہ پیاسے کے لئے پانی کی آواز بھی ایک ذوقی چیز ہے، جو پیاسا نہ ہو وہ اس آواز سے کوئی لطف حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

کلوخ انداختن تشنہ از سَرِ دیوار در جوئے آب

پیاسے کا دیوار پر سے پانی کی نہر میں مٹی کے ڈلے پھینکنا

برلب جو بود دیوارے بلند — بر سرِ دیوار تشنہ دردمند
ایک نہر کے کنارے پر ایک اونچی دیوار تھی — دیوار پر مصیبت زدہ پیاسا (بیٹھا تھا)

تشنہ مستسقی[1] زار و نزار — عاشق مست غریب بے قرار
پیاسا، پانی کا طلبگار، بدحال اور لاغر — عاشق، مست، پردیسی بے قرار (تھا)

مانعش از آب آں دیوار بود — از پئے آب اُو چوماہی زار بود
وہ دیوار اُس کے لئے پانی سے روک تھی — پانی کے لئے وہ مچھلی کی طرح بے تاب تھا

شد حجابِ آب آں دیوارِ اُو — برفلک می شد فغانِ زارِ اُو
اُس کی وہ دیوار پانی کی اڑ بنی — اُس کی درد ناک فریاد آسمان پر پہنچتی تھی

ناگہاں انداخت اُو خشتے در آب — بانگ آب آمد بگوشش چوں خطاب
اچانک اُس نے ایک اینٹ پانی میں پھینکی — اُس کے کان میں پانی کی آواز پکار کی طرح آئی

چوں خطابِ یارِ شیرین و لذیذ — مست کرد آں بانگ آبش چوں نبیذ
دوست کی میٹھی اور لذیذ گفتگو جیسی — اُس کو پانی کی اس آواز نے شراب کی طرح مست کر دیا

از صفائے بانگ آب آں ممتحن — گشت خشت انداز و زانجا خشت کن
وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز کی صفائی کی وجہ سے — اینٹ پھینکنے والا اور اُس جگہ سے اینٹ اکھاڑنے والا ہو گیا

آب می زد بانگ یعنی ہے ترا — فائدہ چہ زیں زدن خشتے مرا
پانی پکارتا تھا یعنی ارے تجھے — میرے اینٹ مارنے سے کیا فائدہ ہے؟

تشنہ گفت آبا مرا دو فائدہ است — من ازیں صنعت ندارم ہیچ دست
پیاسے نے کہا، اے پانی میرے دو فائدے ہیں — میں اس کام سے کبھی دست بردار نہ ہوں گا

فائدہ اوّل سماعِ بانگِ آب — کو بود مرتشنگاں را چوں سحاب[2]
پہلا فائدہ۔ تو پانی کی آواز کا سننا ہے — جو پیاسوں کے لئے ابر کی طرح ہوتی ہے

بانگ اُوچوں بانگ اسرافیل شد — مُردہ را زیں زندگی تحویل شد
اس کی آواز اسرافیلؑ کی آواز کی طرح ہے — جو پیاسوں (کو) اُس سے زندگی حاصل ہو جاتی ہے

یاچو بانگ رعد ایامِ بہار — باغ می یابد ازو چندیں نگار
یا موسم بہار میں بادل کی گرج کی آواز کی طرح ہے — جس سے باغ بہت سے نقش و نگار حاصل کر لیتا ہے

---

1. مستسقی۔ پانی کا طلبگار۔ زار۔ بدحال۔ نزار۔ لاغر۔ عاشق۔ یعنی پانی کا عاشق۔ مست۔ یعنی پانی کے عشق سے۔ خطاب۔ یعنی ڈلا گرنے سے جو پانی میں آواز پیدا ہوئی وہ پیاسے کے لئے ایسی ہی تھی جیسے ذاکر کے لئے لبیک کی آواز۔ نبیذ۔ شراب۔ ممتحن۔ آزمائش میں گرفتار۔ خشت کن۔ اینٹ اکھاڑنے والا۔ بانگ۔ یعنی پانی نے زبان حال سے کہا۔ آبا۔ اے پانی۔ ندارم۔ نہ بردارم۔

2. سحاب۔ پیاسا جس طرح ابر کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے، پانی کی آواز سن کر بھی خوش ہوتا ہے۔ اسرافیلؑ۔ حضرت اسرافیلؑ کے صور سے مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ مُردہ۔ یعنی جو پیاس سے مر رہا ہے پانی کی آواز سے اس کو ایک زندگی مل جاتی ہے۔ رعد۔ گرج۔ باغ موسم بہار میں بادل کی گرج سے بشارت حاصل کرتا ہے۔

یاچو بر درویش[1] آوازِ زکات — یاچو بر محبوس پیغامِ نجات
یا(ایسی ہے) جیسی فقیر کیلئے زکات (دینے والے) کی آواز — یا (ایسی ہے) جیسے قیدی کے لئے رہائی کا پیغام

یا دمِ رحمٰن بود کاں از یمن — میرسد سوئے محمدؐ بے دہن
یا اللہ (تعالیٰ) کی وہ گفتگو تھی جو یمن سے — محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بغیر منہ کے پہنچتی ہے

یا چو بوئے احمدؐ مرسل بود — کاں بعاصی در شفاعت میرسد
یا رسول (اللہ) احمدؐ کی خوشبو تھی — جو ایک گنہگار کو شفاعت (کے وقت) میں پہنچے گی

یا چو بوئے یوسفؑ خوبِ لطیف — میزند برجانِ یعقوبؑ نحیف[2]
یا حسین پاکیزہ یوسفؑ کی خوشبو کی طرح — جو لاغر (حضرت) یعقوبؑ کی جان پر اثر کرتی ہے

یا نسیم روضۂ دارالسلام — سوئے عاصی می رسد بے انتقام
یا بہشت کے باغ کی خوشگوار ہوا ہے — جو بخشے ہوئے گنہگار کو پہنچتی ہے

یا سوئے مس سیہ از کیمیا — می رسد پیغام کاے ابلہ بیا
یا کالے تانبے کے پاس کیمیا کی جانب سے — پیغام پہنچتا ہے کہ اے بیوقوف آ (اس کی طرح ہے)

یازِ لیلیٰ بشنود مجنوں کلام — یا فرستد ویس رامیں را پیام
یا (جس طرح کہ) لیلیٰ کی جانب سے مجنوں کلام سنتا ہے — یا ویس (معشوقہ) رامین (عاشق) کو پیغام بھیجتی ہے

فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کزیں — بر کنم آیم سوئے ماءِ معین
دوسرا فائدہ (یہ ہے) کہ ہر اینٹ جو اس میں سے — میں اُکھاڑتا ہوں صاف پانی کی جانب آ جاتا ہوں

کز کمی[3] خشت دیوارِ بلند — پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند
اس لئے کہ اونچی دیوار ایک اینٹ کی کمی سے — جتنی مرتبہ اُکھڑتی ہے، زیادہ نیچی ہو جاتی ہے

پستی دیوار قربے می شود — فصل او درمان وصلے می شود
دیوار کی نچائی ایک نزدیکی بن جاتی ہے — اُس (اینٹ) کا جدا ہونا وصل کا سبب ہو جاتا ہے

پستی آمد کندن خشت لزب — موجب قربت کہ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ
چپکی ہوئی اینٹ کا اُکھاڑنا پستی (کا سبب) بنا — (یہ) قرب کا سبب ہے (جیسا) کہ سجدہ کر اور قریب ہو جا

---

[1] درویش۔ فقیر جب زکوٰۃ دینے والے کی آواز سنتا ہے تو اس میں نشاط پیدا ہو جاتا ہے۔ دمِ رحمٰن۔ آنحضورﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے خدائی سانس یمن کی جانب سے پہنچتا ہے۔ بے دہن۔ خدا کا کلام اور سانس دہن سے منزہ ہے۔ بوئے احمدؐ۔ شفاعت کے وقت آنحضورﷺ کی خوشبو گنہگار کے لئے جانفزا ہوگی۔ بوئے یوسف۔ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے کرتے کی خوشبو بہت دور سے محسوس کر لی تھی جوان کے نشاط کا سبب بنی۔

[2] نحیف۔ کمزور، لاغر۔ نسیم۔ ہلکی خوشگوار ہوا۔ روضہ۔ باغ۔ دارالسلام۔ بہشت کے آٹھ طبقوں میں سے ایک طبقہ کا نام ہے۔ بے انتقام۔ یعنی وہ گنہگار جس کو گناہوں کی سزا نہ ملی ہو۔ از کیمیا۔ کیمیا کی آواز سونے کے لئے ایسی ہی روح فزا ہے جیسے پیاسے کے لئے پانی کی آواز تھی۔ ویس۔ عرب کی مشہور معشوقہ ہے جیسا کہ لیلیٰ۔ رامیں۔ عرب کا مشہور عاشق ہے جیسا کہ مجنوں۔ فائدہ دیگر۔ اینٹ اکھاڑنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دیوار کم ہو رہی ہے اور پانی کا قرب بڑھ رہا ہے۔

[3] کز کمی۔ پیاسے کا جس قدر پانی سے فاصلہ تھا، وہ اینٹ کے اکھڑنے سے کم ہو رہا تھا۔ فصلِ او۔ اینٹ کا اکھڑنا پیاسے کے پانی سے وصل کو قریب کر رہا تھا۔ پستی آمد۔ جس طرح دیوار کا پست ہونا قربت اور وصل کا سبب تھا، اسی طرح انسان کا پست ہونا اور سجدہ میں گرنا قربِ خداوندی کا سبب ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں کہا گیا ہے۔ لزب۔ چپکنے والا۔

تا کہ[1] ایں دیوارِ عالی گردن ست

جب تک یہ دیوار اونچی گردن والی ہے

سجدہ نتواں کرد بر آبِ حیات

آبِ حیات پر سجدہ نہیں کیا جا سکتا

بر سرِ دیوار ہر کو تشنہ تر

جو شخص دیوار پر زیادہ پیاسا (بیٹھا) ہو گا

ہر کہ عاشق تر بود بر بانگ آب

جو پانی کی آواز پر زیادہ عاشق ہو گا

اُوز بانگ آب پُر ے تا عُنق

وہ پانی کی آواز سے گلے تک شراب سے پُر ہے

اے خنک[2] آں را کہ اُو ایام پیش

اے (مخاطب) خوش نصیبی ہے جو شروع کے زمانے کو

اندراں ایامِ کش قدرت بود

اُس زمانے میں جب کہ اُس کی قدرت ہوتی ہے

واں جوانی ہمچو باغِ سبز و تر

اور وہ جوانی سر سبز و شاداب باغ کی طرح

چشمہائے قوت و شہوت رواں

قوت اور شہوت کے چشمے جاری ہیں

خانۂ معمور سقفش بس بلند

گھر آباد ہے، اُس کی چھت اُونچی ہے

نورِ چشم و قوتِ اَبداں بجا

آنکھوں کی روشنی اور جسموں کی طاقت بحال ہے

ہیں غنیمت داں جوانی اے پسر

اے صاحب زادے! خبردار جوانی کو غنیمت سمجھ

مانع ایں سَر فرود آوردن ست

یہ سَر جھکانے سے مانع ہے

تانیابی زیں تنِ خاکی نجات

جب تک کہ تو اِس مٹی کے جسم سے نجات نہ پالے گا

زُود تر اُو میکند خشت و مدر

وہ اینٹ اور ڈھیلا جلد اُکھاڑے گا

اُو کلوخِ زفت برکند از حجاب

وہ آڑ کے بڑے بڑے ڈھیلے اُکھاڑے گا

نشنود بیگانہ جز بانگِ بلق

بیگانہ سوائے ''گڑپ'' کی آواز کے کچھ نہیں سنتا ہے

مغتنم دارد، گذارد وامِ خویش

غنیمت سمجھے، (اور) اپنا قرض ادا کر دے

صحت و زورِ دل و قوت بود

صحت اور دل کی طاقت اور قوت ہوتی ہے

می رساند بے دریغے بار و بر

بے دریغ پھل اور میوے دیتی ہے

سبزی گردد زمینِ تن بداں

جسم کی زمین اُن سے سر سبز ہوتی ہے

معتدل ارکان بے تخلیط و بند

بغیر گڑ بڑ اور رُکاوٹ کے ستون ٹھیک ہیں

قصرِ محکم خانہ روشن پُر صفا

قلعہ مضبوط، گھر روشن صفا ستھرا ہے

سَر فرود آور بکن خشت و مدر

سر جھکا لے، اینٹ اور ڈھیلا اکھاڑ دے

1. تا کہ۔ جب تک انسان تن پروری کرے گا اور اپنی گردن کو اونچا رکھے گا، وہ دیوار ہے جو پانی کے وصل سے مانع تھی۔ آبِ حیات۔ ذات خداوندی کا سجدہ اور قرب جب حاصل ہوگا جب تن خاکی کی اینٹیں اکھاڑ دو گے۔ تشنہ تر۔ جو وصل کا زیادہ پیاسا ہوگا، وہ وصل کے اسباب جلد حاصل کرے گا۔ زفت۔ موٹا، مضبوط۔ حجاب۔ پردہ۔ اُو۔ اس پیاسے کو پانی کی آواز سے شراب کا سا نشہ حاصل ہو رہا تھا۔ بیگانہ۔ جس کو پانی کی حاجت نہیں ہے۔ بلق۔ پانی میں کسی چیز کے گرنے کی آواز۔

2. اے خنک۔ جوانی کی عبادت اور مجاہدہ بہت افضل ہے۔ وام۔ قرض یعنی اللہ کے حقوق۔ اندراں ایام۔ یعنی جوانی کا زمانہ۔ جوانی۔ جوانی کے مجاہدات بہت جلد مثمر ہوتے ہیں۔ سبز۔ تر و تازہ زمین میں تخم ریزی بہتر پیداوار کرتی ہے۔ معمور۔ آباد۔ ارکان۔ عناصر، ستون۔ تخلیط۔ ملاوٹ۔ بند۔ رکاوٹ۔ نورِ چشم۔ جوانی میں حواس ظاہری اور حواس باطنی سب صحیح حالت میں ہوتے ہیں۔ بکن خشت و مدر۔ یعنی برے اخلاق زائل کر دے۔

پیش ازاں کایامِ پیری در رسد
گردنت بندد[1] بِحَبْلِ مِن مَّسَدْ
اس سے پہلے کہ بڑھاپے کا زمانہ آئے
تیری گردن مونج کی رسی سے بندھ جائے
خاکِ شورہ گردد و ریزان و ست
ہر گز از شورہ نباتِ خوش نزست
مٹی شوریلی اور جھڑنے والی اور سست ہو جائے
شوریلی زمین میں کبھی اچھی گھاس نہیں اُگی ہے
آبِ زور و آبِ شہوت منقطع
او زِخویش و دیگراں نا منتفع
طاقت کا پانی اور شہوت کا پانی منقطع ہو جائے
وہ اپنے آپ، اور دوسروں سے نفع نہ اُٹھا سکے
ابرواں چوں پار دُم زیر آمدہ
چشم را نم آمدہ تاری شدہ
ابروئیں دمچی کی طرح لٹکی ہوئی
آنکھ میں موتیا اُترا ہوا، دھندلائی ہوئی
از تشنج[2] رُو چو پشت سوسمار
رفتہ نطق و طعم و دندانہاز کار
جھریوں سے چہرہ گوہ کی کمر کی طرح
گویائی اور ذائقہ ختم، اور دانت بیکار
پشت دوتا گشتہ دل ست و تپاں
تن ضعیف و دست و پا چوں ریسماں
کمر دوہری دل سست اور لرزاں
جسم کمزور، ہاتھ پیر دھاگا جیسے
برسرِ رہ زاد کم مرکوب ست
غم قوی و دل تنگ تن نادرست
راستہ پر، توشہ ندارد، سواری سست
غم بھاری، دل کمزور، جسم بگڑا ہوا
خانہ ویراں کار بے ساماں شدہ
دل زافغاں ہمچو نای انباں شدہ
گھر تباہ، کام بے سہارا
دل فریاد سے مشک والی بین کی طرح
عمر ضائع سعی باطل راہ دُور
نفس کاہل دل سیہ جاں ناصبور
عمر برباد، کوشش بیکار، راستہ دراز
نفس سست، دل کالا، جان بے صبر
موئے برسر ہمچو بَرف ازبیم مرگ
جملہ اَعضا لرز لرزاں ہمچو برگ
موت کے ڈر سے سر پر بال برف جیسے
تمام اعضاء پتے کی طرح سخت لرزاں
روز بے گہ لاشہ لنگ و رہ دراز
کارگہ ویراں عمل رفتہ زساز
دل بے وقت، گدھا لنگڑا اور راستہ دراز
کارخانہ ویران، عمل ناکارہ
بیخہائے خوئے بد محکم شدہ
قوتِ برکندنِ آں گم شدہ
بری عادتوں کی جڑ مضبوط
اُس کے اُکھاڑنے کی طاقت گم

---

1. گردنت بندد۔ یعنی بڑھاپے میں عبادت نہ ہو سکے گی۔ مسد۔ کھجور کے ریشے یا مونج کی رسی۔ خاک شورہ۔ بڑھاپے میں عبادات اور ریاضت کے عمدہ ثمرات حاصل نہیں ہوتے ہیں، بڑھاپے کا بدن شوریلی زمین کی طرح ہے جو بار آور نہیں ہوتی ہے۔ آب زور۔ جس زمین کی آبپاشی نہیں ہوتی اس کی پیداوار اچھی نہیں ہوتی ہے۔ اوز خویش۔ بڑھاپے میں انسان نہ اپنے لائق رہتا ہے نہ مہمان کے لائق رہتا ہے۔ پاردم۔ دمچی۔ زیر آمدہ۔ بڑھاپے میں بھنویں لٹک کر آنکھوں پر آ جاتی ہیں۔ چشم۔ بڑھاپے میں موتیا بند ہو جاتا ہے اور آنکھوں میں دھند پیدا ہو جاتی ہے۔
2. تشنج۔ اینٹھن، پٹھے سکڑتے ہیں تو کھال میں جھریاں اور سلوٹیں پڑ جاتی ہیں۔ سوسمار۔ گوہ جس کی کمر کھردری ہوتی ہے۔ نطق۔ گویائی۔ طعم۔ ذائقہ۔ دوتا۔ دوہرا۔ ریسماں۔ دھاگہ، رسی۔ زاد۔ توشہ۔ مرکوب۔ سواری۔ تنگ۔ تنگ، پریشان۔ نای انباں۔ مشک والی بین، مشک کو بین سے جوڑ دیا جاتا ہے اور اس میں ہوا بھر دی جاتی ہے جس سے بین بجتی رہتی ہے۔ ہمچو برف۔ یعنی سفید۔ لاشہ۔ کمزور، حیوان یا انسان، گدھا۔ کارگہ۔ کارخانہ۔ بیخ ہائے بد۔ بڑھاپے میں بری عادتیں اور راسخ ہو جاتی ہیں اور ان کو چھوڑنے کی طاقت کمزور ہو جاتی ہے۔

فرمودنِ[1] والی شخص راکہ خار بن کہ نشاندۂ از سَرِ راہِ مردماں برکن و عذر آوردن اُو

حاکم کا ایک شخص سے کہنا کہ کانٹوں کا جھاڑ جو تو نے بویا ہے لوگوں کے راستہ سے اُکھاڑ دے اور اُس کا عذر کرنا

ہمچوآں شخصِ درشت خوش سخن — درمیانِ رَہ نشاند او خار بن

اُس باتونی، سنگدل، انسان کی طرح — جس نے راستہ میں کانٹوں کا جھاڑ بویا

رہ گذر یانش ملامت گر شدند — پس بگفتندش بکن آنرا نکند

راستہ چلنے والے اُس کو ملامت کرتے — اس نے کہا، اُس کو اُکھاڑ، اُس نے نہ اُکھاڑا

ہر دمے آں خار بن افزوں شدے — پائے خلق از زخم آں پُر خوں شدے

ہر وقت وہ جھاڑ بڑھتا رہا — لوگوں کے پیر اُس کے زخم سے خون آلود ہوتے

جامہائے خلق بدریدے زخار — پائے درویشاں بخستے زار زار

کانٹوں سے لوگوں کے کپڑے پھٹتے — غریبوں کے پیر خوب زخمی ہوتے

چونکہ حاکم را خبر شد زیں حدیث — یافت آگاہی زفعل آں خبیث

جب حاکم کو اس بات کی خبر ہوئی — اُس خبیث کے کام سے واقف ہو گیا

چوں بجد حاکم بدو گفت ایں بکن — گفت آرے برکنم روزیش من

جب حاکم نے تاکید سے اُس سے کہا اکھاڑ دے — بولا، ہاں کسی دن میں اُس کو اُکھاڑ دوں گا

مدتے فردا و فردا وعدہ داد — شد درخت خارِ اُو محکم نہاد[2]

ایک زمانہ تک کل اور کل کا وعدہ کرتا رہا — وہ خار دار درخت مضبوط جڑ کا ہو گیا

گفت روزے حاکمش اے وعدہ کژ — پیش آ در کارِ ما واپس مغژ

ایک روز حاکم نے اُس سے کہا اے وعدہ خلاف! — ہمارے (کہے ہوئے) کام میں پیشقدمی کر واپس نہ جا

گفت اَلْاَیَّام بَاعَدَ بَیْنَنَا — گفت عَجِّلْ لَاَ تُمَاطِلْ دَیْنَنَا

بولا، زمانہ نے ہم میں دوری پیدا کر دی — اُس (حاکم) نے کہا جلدی کر ہمارے قرض میں ٹال مٹول نہ کر

توکہ می گوئی کہ فردا ایں بداں — کہ بہر روزے کہ می آید زماں

تو جو کہتا ہے کہ "کل" یہ سمجھ لے — کہ ہر دن جو وقت بھی آتا ہے

آں درخت بد جواں تری شود — ویں کنندہ پیر و مضطر می شود

وہ خراب درخت زیادہ جوان ہوتا جاتا ہے — اور یہ اُکھاڑنے والا بوڑھا اور مجبور ہوتا جاتا ہے

---

1. فرمودن۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ بدخصلتوں کا اگر ازالہ نہ کیا جائے تو وہ اور جڑ پکڑ جاتی ہیں۔ درشت۔ سنگدل۔ خوش سخن۔ باتونی۔ خار بن۔ کانٹوں والا درخت۔ رہ گذریاں۔ راستہ چلنے والے۔ حدیث۔ بات۔ فعل۔ یعنی راستہ میں کانٹے بونا۔ بجد۔ یعنی تاکید اور سختی سے۔ فردا۔ کل۔

2. نہاد۔ جڑ، بنیاد۔ وعدہ کژ۔ وعدہ خلاف۔ مغژ۔ غژیدن سے نہی کا صیغہ ہے، گھٹنوں کے بل نہ چل۔ الایام۔ دن، زمانہ۔ باعد۔ دوری پیدا کر دی ہے۔ بیننا۔ ہمارے درمیان۔ عجل۔ تو جلدی کر۔ لاتماطل۔ ٹال مٹول نہ کر۔ دیننا۔ ہمارا قرض۔ کہ فردا۔ یعنی کل کو کاٹ دوں گا۔

خار بن در قوت و بَرخاستن[1] | خار کن در سستی و در کاستن
خار دار درخت قوت اور بلند ہونے میں ہے | کانٹے اکھاڑنے والا سستی اور گھٹاؤ میں ہے

خار بن ہر روز و ہر دم سبز و تَر | خار کن ہر روز زار و خشک تر
خار دار درخت ہر دن اور ہر وقت سبز و تازہ ہے | کانٹے اُکھاڑنے والا ہر دن کمزور اور زیادہ خشک ہوتا جاتا ہے

اُو جواں تَری شود تو پیر تَر | زود باش و روزگارِ خود مبر
وہ زیادہ جوان ہو رہا ہے اور تو زیادہ بوڑھا | جلدی کر، اور اپنا وقت ضائع نہ کر

خار بن داں ہر یکے خوئے بدت | بارہا در پائے خار آخر زَدَت
اپنی ہر بری عادت کو خار دار درخت سمجھ | بارہا کانٹا تیرے پیر میں چبھا ہے

بار ہا بر فعل خود نادم شدی | برسرِ راہِ تحیر آمدی
تو بارہا اپنے فعل پر نادم ہوا ہے | تو حیرانی کے راستہ پر آیا ہے

بار ہا از خوئے خود خستہ شدی | حس نداری سخت بے حس آمدی
تو بار بار اپنی عادت سے زخمی ہوا ہے | تجھے احساس نہیں ہے تو سخت بے حس ثابت ہوا ہے

گر زخستہ کردنِ دیگر کساں | کہ زخلق زشت تو ہست آں رساں
اگر دوسروں کو زخمی کرنے سے | جو کہ تیرے برے اخلاق سے (وہ زخم) لگے ہیں

غافلی بارے زِزخم خود نہٗ | تو عذابِ خویش و بر بیگانۂ
تو غافل ہے لیکن اپنے زخم سے تو (غافل) نہیں ہے | تو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے عذاب ہے

یا تبر گیر و بہ بن مردانہ زن؟ | تو علیؓ وار ایں درِ خیبر[2] بکن
یا کلہاڑا لے اور بہادروں کی طرح (جڑ پر) مار | تو علیؓ کی طرح خیبر کے اِس دروازہ کو اکھاڑ دے

ورنہ چوں صدیق و فاروقِ مہیں | ہیں طریق دیگراں را بر گزیں
ورنہ (حضرت) صدیقؓ اور بزرگ فاروقؓ کی طرح | خبردار! دوسروں کا طریقہ اختیار کر

یابگلبن وصل کن ایں خار را | وصل کن با نار نورِ یار را
یا اس کانٹے کو بوٹے کے ساتھ ملا لے | آگ کو دوست کے نور کے ساتھ وابستہ کر دے

تاکہ نورِ اُو کشد نارِ تُرا | وصل اُو گلشن کند خارِ ترا
تاکہ اُس کا نور تیری آگ کو بجھا دے | اُس کا ملنا تیرے کانٹے کو گلستاں بنا دے

---

[1] برخاستن۔ اٹھنا، اونچا ہونا۔ کاستن۔ گھٹنا، کم ہونا۔ تر۔ پہلے مصرع میں بمعنی مرطوب اور دوسرے میں بمعنی زیادہ ہے۔ خار بن داں۔ یعنی خار دار درخت اپنی بری عادت کو سمجھ۔ بارہا۔ بری عادتوں سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تحیر۔ حیران ہونا۔ خوی۔ یعنی بدعادت۔ خلق زشت۔ برے اخلاق۔ غافلی۔ غافل ہستی۔ نہ۔ نیستی۔ بر بیگانۂ۔ بر بیگانہ ہستی۔ تبر۔ کلہاڑا یعنی اخلاق ردیہ خود اپنے مجاہدات سے دور کر دے۔ علی وار۔ حضرت علیؓ کی طرح، حضرت علیؓ کا مسلک، مسلک ہدایت تھا جس میں مخلوق سے علیحدہ رہ کر مجاہدات کے ذریعہ مقامات طے کیے جاتے ہیں۔

[2] خیبر۔ ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے دو سو میل ہے وہاں یہود قلعہ بند ہو گئے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ دیا تھا جو اس قدر بھاری تھا کہ اس کو سات آدمیوں نے اور ایک روایت کے مطابق چالیس آدمیوں نے اٹھانا چاہا تو وہ نہ اٹھ سکا۔ ورنہ۔ حضرات شیخین کا مسلک، مسلک نبوت تھا جس میں متوجہ بخلوق للحق رہتے ہیں۔ یا بگلبن۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی شیخ کی خدمت میں لگے رہو۔ نار۔ یعنی مرید کے اخلاق ذمیمہ۔

تو مثالِ دوزخی[1] او مومن ست
تو دوزخ جیسا ہے، وہ مومن ہے
کشتنِ[1] آتش بمومن ممکن ست
مومن کے ذریعہ آگ بجھانا ممکن ہے

مصطفیٰؐ فرمود از گفت جحیم
مصطفیٰؐ نے دوزخ کی گفتگو (نقل) فرمائی ہے
کو بمومن لابہ گر گردد ز بیم
کہ وہ خوف سے مومن کی خوشامد کرے گی

گویدش بگذر زمن اے شاہ زود
اُس سے کہے گی اے شاہ! میرے پاس سے جلد چلا جا
ہیں کہ نورت سوزِ نارم را ربود
دیکھ! تیرے نور نے میری آگ کی گرمی ختم کر دی

پس ہلاکِ نار نورِ مومن ست
تو مومن کا نور، آگ کی تباہی ہے
زانکہ بے ضد دفع ضد لایمکن ست
کیونکہ مقابل کے بغیر مقابل کا دفع کرنا ناممکن ہے

نار ضد نور باشد روزِ عدل
انصاف کے دن آگ، نور کی ضد ہوگی
کاں ز قہر انگیختہ شدویں زفضل
اسلئے کہ وہ غضب سے بھڑکی ہے اور یہ مہربانی سے

گرہمی خواہی تو دفع شرِّ نار
اگر تو آگ کے شر کو دفع کرنا چاہتا ہے
آبِ رحمت بردلِ آتش گمار
تو رحمت کا پانی آگ میں ڈال دے

چشمۂ آں آبِ رحمت مومن[2] ست
اُس آبِ رحمت کا چشمہ مومن ہے
آبِ حیواں روح پاکِ محسن ست
محسن کی پاک روح آبِ حیوان ہے

بس گریزانست نفس تو ازو
تیرا نفس اُس سے بہت بھاگتا ہے
زانکہ تو از آتشی او آبِ جو
اس لئے تو آگ کا (بنا ہوا) ہے وہ نہر کے پانی سے

زآبِ آتش زاں گریزاں می شود
آگ، پانی سے اس لئے بچتی ہے
کاتشش از آبِ ویراں می شود
کہ اُس کی سوزش پانی سے برباد ہو جاتی ہے

حس و فکر تو ہمہ از آتش ست
تیرا حس اور فکر سب آگ سے (بنا) ہے
حس شیخ و فکر او نورِ خوش ست
شیخ کا حس اور اُس کا فکر عمدہ نور سے (بنا) ہے

آبِ نورِ او چو بر آتش چکد
اُس کے نور کا پانی جب آگ پر سے ٹپکتا ہے
چلچک از آتش برآید برجہد
آگ سے بھڑبھڑ کی آواز آتی ہے (اور وہ) غائب ہوجاتی ہے

چوں کند چلچک تو گویش مرگ و درد
جب وہ بھڑ بھڑ کرے تو اُس سے کہہ (تجھے) موت اور درد (نصیب ہو)
تاشود ایں دوزخِ نفس تو سرد
تاکہ تیرے نفس کی یہ دوزخ ٹھنڈی ہو جائے

---

1. تو مثال دوزخی۔ پہلے شعر میں کہا تھا نور نار کو بجھا دیتا ہے اب اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ مومن۔ نوری ہوتا ہے۔ جحیم۔ دوزخ۔ کو۔ یعنی دوزخ۔ لابہ۔ خوشامد۔ بیم۔ خوف۔ بے ضد۔ جن دو چیزوں سے تضاد کی نسبت ہوتی ہے، وہ ایک دوسری کی ضد ہے۔ قہر۔ قہر اور مہر ایک دوسرے کی ضد ہیں، نار قہر کا مظہر ہے اور نور مہر کا مظہر ہے لہٰذا وہ بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ شر نار۔ اخلاق رذیلہ کے اثرات۔ آب رحمت۔ یعنی شیخ کی صحبت۔

2. مومن۔ یعنی شیخ۔ محسن۔ یعنی شیخ۔ بس گریزاں۔ برے بھلوں کی صحبت سے اسی لئے گریز کرتے ہیں کہ بروں کا مزاج ناری ہے اور بھلوں کا آبی۔ زآب۔ شیخ ترک لذات کا حکم دیتا ہے، عوام گریز کرتے ہیں۔ حس وفکر۔ عوام کے احساسات اور افکار اخلاق رذیلہ کی پیداوار ہیں۔ آب نور۔ شیخ کی صحبت سے جب اخلاق رذیلہ کا ازالہ ہوتا ہے تو مرید خود اس کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ چک چک۔ آگ پر پانی ڈالنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ چوں کند۔ اخلاق رذیلہ کے ازالہ سے اگر نفس میں بے چینی ہو تو اس سے پریشان نہ ہونا چاہیے۔

تانسوزد[1] او گلستانِ ترا
تاکہ وہ تیرے چمن کو نہ جلا دے
یک شرر از وے ہزاراں گلستاں
اُس کی ایک چنگاری سے ہزاروں چمن ایسے ہیں
بعد ازاں چیزے کہ کاری بَردہد
اُس کے بعد تو جو بوئے گا نفع دے گا
باز پہنای رَویم از راہِ راست
پھر ہم کشادہ اور سیدھے راستہ پر چلتے ہیں
اندریں تقریر بودیم اے خسور
ہم یہ کہہ رہے تھے، اے ٹوٹے میں پڑے ہوئے؟
بارِ تو باشد گراں در راہِ چاہ
تیرا بوجھ بھاری ہو گا، راستہ میں کنواں ہے
سال شصت آمد کہ در شستت کشد
ساٹھ سال ہو گئے تاکہ تجھے کانٹے میں بیندھ لیں
آنکہ عاقل بود در دریا رسید
جو (مچھلی) سمجھدار تھی دریا (کی تہ) میں پہنچی
چونکہ بیگہ گشت و آں فرصت گذشت
چونکہ بے وقت ہو گیا، اور وہ موقع نکل گیا
ورنہ درتابہ شوی بریاں بسے
ورنہ تو توے پر خوب بھنے گا
حال آں سہ ماہی وآں جوئبار
اُن تین مچھلیوں اور اُس نہر کا قصہ

پست نکند عدل و احسانِ ترا
تیرے عدل اور احسان کو نہ گھٹا دے
از یکے نے نام بینی نے نشاں
کہ تو ایک کا (بھی) نام و نشان نہ دیکھے گا
لالہ و نسرین و سیسن بَردہد
لالہ اور سیوتی اور سیسن اُگائے گا
باز گرد اے خواجہ راہِ ما کجاست
اے جناب! واپس لوٹئے ہمارا راستہ کدھر ہے؟
کہ خرت لنگ ست و منزل دُور دُور
کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل بہت دور ہے
کج مرو رو راست اندر شاہ راہ[2]
ٹیڑھا نہ چل، چوڑی سڑک پر سیدھا چل
راہ دریا گیر تا یابی رشد
(دریا میں) کا راستہ اختیار کرتا کہ تو ہدایت حاصل کرے
شد خلاص از دام و از آتش رہید
جال سے خلاصی ہوئی اور آگ سے چھٹ گئی
مُردہ گردد رو سوئے دریاز دَشت
مردہ بن جا اور جنگل سے دریا کی جانب نکل جا
ایں چنیں بر خود کند ہر گز کسے
ایسا اپنے لئے کوئی نہیں کرتا ہے
گفتہ شد اینجا برائے اعتبار
یہاں عبرت کے لئے کہا گیا ہے

[1] تانسوزد۔ برے اعمال سے اچھے اعمال بھی تباہ ہو جاتے ہیں، حدیث شریف میں ہے "حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسا کہ آگ لکڑی کو۔" یک شرر۔ بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان سے تمام نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بعد ازاں۔ نفس کی اصلاح کے بعد اعمال کے سب اچھے ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ نسرین۔ سیوتی۔ سیسن۔ ایک خوشبودار گھاس ہے جس کی خوشبو پودینا اور نعناع کی سی ہوتی ہے۔ پہنا۔ چوڑا یعنی راستہ، از راہ راست اس کا بیان ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ہم نے کچھ دقیق مسائل بیان کرنے شروع کر دیئے تھے، اب ہم پھر وعظ و نصیحت شروع کرتے ہیں۔ خسور۔ ٹوٹا اٹھانے والا۔

[2] شاہ راہ۔ صراط مستقیم۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا، مولانا نے ایک قصہ نقل کیا ہے کہ تین مچھلیاں تالاب میں تھیں، ایک عاقل، ایک نیم عاقل، ایک بیوقوف، شکاری جال لے کر آیا، عقلمند تو فوراً دریا کی تہہ میں چلی گئی اور نجات پا گئی، بقیہ دو پھنس گئیں، جو نیم عاقل تھی، اس نے کچھ عقل سے کام لیا، اپنے آپ کو مردہ بنا لیا، شکاری نے اس کو مردہ سمجھ کر پھر دریا میں پھینک دیا، وہ بھی بچ گئی تیسری بیوقوف نے جال میں بھی اچھل کود کی۔ شکاری نے اس کے کباب بنائے، تو ساٹھ سال کی عمر ایک جال ہے اس سے بچنے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ساٹھ سال سے پہلے ہی دریائے حقیقت میں غوطہ لگا دیا جائے ورنہ اس عمر میں پہنچ کر ہی نجات کی تدبیر کی جائے ورنہ پھر آگ میں بھننا پڑے گا۔

فَانْتَبِهْ ثُمَّ اعْتَبِرْ ثُمَّ انْتَصِبْ
پس بیدار ہو جا پھر عبرت پکڑ پھر سیدھا ہو جا
وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ ثُمَّ اجْهَدْ تُصِبْ
اللہ سے مدد چاہ پھر کوشش کر، پا لے گا

سال[1] بے گہ گشت و وقت کشت نے
سال بے وقت ہو گیا بونے کا وقت نہیں ہے
جز سیہ رُوئی و فعل زِشت نے
سوائے کالا منہ ہونے کے اور برے کام کے کچھ نہیں ہے

کرم در بیخ درخت تن فتاد
جسم کے درخت کی جڑ میں دیمک لگ گئی ہے
بایدش برکند و برآتش نہاد
اُس کو دور کرنا اور آگ پر رکھ دینا چاہئے

ہیں و ہیں اے راہ رو بیگاہ شد
خبردار اور خبردار! اے مسافر بے وقت ہو گیا ہے
آفتابِ عمر سوئے چاہ شد
زندگی کا سورج کنویں کی جانب (ڈھلنا) ہو گیا ہے

ایں دو روزک را کہ زورت ہست زود
ان دو دنوں میں جب کہ طاقت ہے، جلد
پیر افشانی بکن از راہ جود
از راہِ کرم بڑھاپے میں جوانی کا کام کر لے

ایں قدر تخمیکہ ماندستت بکار
اتنا ہی بیج جو بچ گیا ہے، بو دے
تا در آخر بینی آں رابرگ و بار
تاکہ آخرت میں تو اس کے پھل اور پتے دیکھ لے

ایں قدر عمرے کہ ماند ستت بباز
جس قدر تیری عمر باقی رہی ہے (اُس کو بازی) پر لگا دے
تا بروید زیں دو دم عمر دراز
تاکہ ان دو سانسوں سے بڑی عمر اُگ آئے

تانہ مُردست ایں چراغِ[2] باگہر
جب تک یہ جواہر دار چراغ بجھا نہیں ہے د
ہیں فتیلہ اش ساز و روغن زود تر
خبردار بہت جلد اُس کے لئے بتی اور تیل مہیا کر لے

آفت تاخیر خیرات بفردا
اچھے کاموں کو کل پر مؤخر کرنے کی آفت

ہیں مگو فردا کہ فرداہا گذشت
خبردار ''کل'' نہ کہہ کیونکہ بہت سے کل گزر گئے
تابکلی نگذرد ایامِ کشت
کہیں کھیتی کا زمانہ بالکلیہ نہ گزر جائے

پند می بشنو کہ تن بند قویست
میری نصیحت سن لے کہ جسم مضبوط قید ہے
کہنہ بیروں کن گرت میل نویست
پرانے کو چھوڑ دے اگر نئے کی خواہش ہے

لب بہ بند و کف پُر زر بر کشا
ہونٹ بند کر، سونے سے بھری مٹھی کھول دے
بُخل تن بگذار پیش آور سخا
جسم کا بخل چھوڑ دے، سخاوت اختیار کر

ترکِ لذتہا و شہوتہا سخاست
لذتوں اور شہوتوں کا چھوڑنا، سخاوت ہے
ہرکہ در شہوت فروشد برنخاست
جو شخص شہوت میں ڈوبا، نہ اُبھرا

---

1. سالؔ۔ ساٹھ سال تک بھی نیکی نہ کی ہو تو بڑی رسوائی کی بات ہے۔ کرمؔ۔ یعنی برے افعال کے جراثیم۔ چاہؔ۔ یعنی قبر کا کنواں۔ دوروزکؔ۔ یعنی بڑھاپے کی چندروزہ زندگی۔ پیرافشانیؔ۔ بڑھاپے میں جوانوں جیسے کام کرنا۔ شعر۔ بہ پیری سعی کن گردر جوانی رفت کار از دست۔ زرِ کم گشتہ درآتش زخاکستر شود پیدا۔ بکارؔ۔ بودے، کاشتن سے امر کا صیغہ ہے۔ آخرؔ۔ آخرت۔ ببازؔ۔ بازیدن اور باختن سے امر کا صیغہ ہے۔ عمر درازؔ۔ جاودانی عمر۔
2. چراغؔ۔ یعنی چراغ زندگی۔ فتیلہؔ۔ چراغ کی بتی۔ مگو فرداؔ۔ یعنی کار امروز رابفردا مگذار۔ ایام کشتؔ۔ یعنی عمل کا وقت۔ تنؔ۔ روح کے اعمال کے لئے جسم مانع ہے۔ لب بر بندؔ۔ یعنی باتوں سے کام نہ چلے گا۔ بر کشاؔ۔ یعنی سخاوت اور خیرات کر۔ بخل تنؔ۔ یعنی جسمانی ریاضت نہ برداشت۔ سخاؔ۔ یعنی بدن کی سخاوت یہ ہے کہ: سانی لذتوں اور شہوتوں سے پرہیز کیا جائے اور اس کو عبادات میں صرف کیا جائے۔

این سخا[1] شاخست از سَروِ بہشت
یہ سخاوت، جنت کے سرو کی شاخ ہے
وائے او کز کف چنیں شاخ بہشت
اُس پر افسوس ہے جو ایسی شاخ کو چھوڑ دے

عروۃ الوثقیٰ ست ایں ترکِ ہوا
خواہش نفسانی کو چھوڑنا، مضبوط دستہ ہے
برکشد ایں شاخِ جاں را بر سما
جان کی شاخ کو آسمان پر کھینچ لے جاتا ہے

تابَرد شاخِ سخا اے خوب کیش
اے خوش خصلت! تاکہ سخاوت کی شاخ
مر تُوا بالا کشاں تا اصل خویش
تجھے اوپر اوپر کھینچ کر اپنی اصل تک لے جائے

یوسف حسنی وایں عالم چو چاہ
تو حسن کا یوسفؑ ہے اور یہ جہان کنواں جیسا ہے
ویں رسن صبر ست بر اَمرِ اِلٰہ
اور یہ رسی خدا کے حکم پر صبر کرنا ہے

یوسفا آمد رسن در زن دو دست
اے یوسفؑ! رسی آ گئی ہے دونوں ہاتھ سے پکڑ لے
از رسن غافل مشو بیگہ شدست
رسی سے غافل نہ ہو، بے وقت ہوگیا ہے

حمدللہ کایں رسن آویختند
الحمد للہ کو یہ رسی لٹکا دی ہے
فضل و رحمت راہم آمیختند
فضل اور رحمت کو باہم ملا دیا ہے

در رسن زن دست بیروں رَو زچاہ
رسی پکڑ لے، کنویں سے نکل آ
تابہ بینی بارگاہِ[2] بادشاہ
تاکہ بادشاہ کے دربار کو دیکھے

تابہ بینی عالم جانِ جدید
تاکہ تو جان کے نئے عالم کو دیکھ لے
عالمے بس آشکار و ناپدید
وہ عالم جو بہت واضح اور پوشیدہ ہے

ایں جہانِ نیست چوں ہستاں شدہ
معدوم جہان، موجودات کی طرح ہو گیا ہے
وآنجہانِ ہست بس پنہاں شدہ
وہ موجود جہان، بہت پوشیدہ ہوگیا ہے

خاک بَر بادست و بازی می کند
ہوا پر گرد ہے اور وہ ناچ رہی ہے
کژنمائی پردہ سازی می کند
غلط نمائش اور پردہ پوشی کررہی ہے

خاک ہمچوں آلتے در دست باد
ہوا کے ہاتھ میں گرد ایک آلہ کی طرح ہے
باد را داں عالی و عالی نژاد
ہوا کو برتر اور برتر اصل والا سمجھ

چشم خاکی را بخاک اُفتد نظر
مٹی کی آنکھ کی، گرد پر نظر پڑتی ہے
باد بیں چشمے بود نوعِ دگر
ہوا دیکھنے والی آنکھ دوسری قسم کی ہوتی ہے

---

1. ایں سخا۔ حدیث شریف میں ہے۔ ''سخاوت بہشت کا ایک درخت ہے جو شخص سخی ہے اس نے اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑ رکھا ہے، وہ شاخ اس کو نہیں چھوڑتی جب تک کہ اس کو بہشت میں داخل نہیں کر لیتی ہے۔'' عروۃ۔ دست آویز، دستہ، ہر وہ چیز جو مضبوطی سے پکڑی جا سکے۔ الوثقیٰ۔ مضبوط، محکم۔ سما۔ آسمان۔ خوب کیش۔ اچھی عادت والا۔ اصل۔ یعنی جنت۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا تھا۔ یوسفا۔ اے یوسف یعنی ہر وہ شخص جو دنیا کے کنویں میں گرا ہوا ہے۔ حمدللہ۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے نجات کا ذریعہ بنا دیا ہے جو توبہ واستغفار ہے۔
2. بارگاہ۔ توبہ واستغفار کے ذریعہ خدا کے مقربوں میں ہو جاؤ گے۔ عالم جاں۔ عالم ارواح۔ ایں جہاں۔ یعنی عالم شہادت جو فانی ہے۔ آنجہاں۔ عالم ارواح جو دائمی ہے۔ خاک بر باد۔ جب بگولا اٹھتا ہے تو گرد و غبار نظر آتا ہے اور ہوا جو اصل ہے وہ نگاہوں سے مخفی رہتی ہے۔ انسان اس کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ گرد خود حرکت کر رہی ہے۔ خاک۔ عالم شہود میں بھی دراصل عالم غیب کام کر رہا ہے۔ باد را داں۔ اصل عالم غیب کو سمجھو۔ چشم خاکی۔ حواسِ ظاہرہ عالم شہود کو دیکھتے ہیں۔ نوع دگر۔ اہل اللہ کی آنکھ عالم غیب کو دیکھتی ہے۔

اینکہ[1] برکارست بیکارست و پوست
یہ جو (جہان) کام میں لگا ہے وہ بیکار اور چھلکا ہے
وانکہ پنہان ست مغز و اصل اوست
وہ جو پوشیدہ ہے، مغز اور اصل ہے

اسپ داند اسپ را کوہست یار
گھوڑے کو گھوڑا جانتا ہے کیونکہ وہ دوست ہے
ہم سوارے داند احوالِ سوار
سوار بھی سوار کے احوال کو جانتا ہے

چشم حس اسپ ست و نورِ حق سوار
ظاہری آنکھ گھوڑا ہے، اللہ کا نور سوار ہے
بے سوار ایں اسپ خود ناید بکار
سوار کے بغیر یہ گھوڑا تنہا کام میں نہیں آتا ہے

پس ادب کن اسپ را از خوئے بد
تو گھوڑے کو بری عادت سے (چھڑا کر) مؤدب بنا
ورنہ پیش شاہ باشد اسپ رد
ورنہ شاہ کے سامنے گھوڑا مردود ہو گا

چشم اسپ از چشم شہ رہبر بود
گھوڑے کی آنکھ شاہ کی آنکھ کی وجہ سے رہبر ہوتی ہے
چشم اُو بے چشم شہ مضطر بود
اُس کی آنکھ شاہ کی آنکھ کے بغیر معذور ہے

چشم اسپاں جز گیاہ و جز چرا
گھوڑوں کی آنکھ کو گھاس اور چراگاہ کے سوا
ہر کجا خوانی بگوید نے چرا
جہاں تو بلائے گا وہ کہے گی نہیں، کس لئے؟

نورِ حق بر نورِ حس راکب شود
حسی نور پر اللہ کا نور سوار ہوتا ہے
وانگہے جاں سوئے حق راغب شود
تب جان اللہ (تعالیٰ) کی جانب راغب ہوتی ہے

اسپ بے راکب چہ داند[2] رسم و راہ
گھوڑا سوار کے بغیر رسم و راہ کو کیا جانے؟
شاہ باید تا بداند شاہراہ
شاہ چاہئے، تاکہ وہ شاہراہ کو سمجھے

سوئے حسے رو کہ نورش راکب ست
اُس حس کی جانب جا جس پر نور سوار ہے
حس را آں نور نیکو صاحب ست
حس کے لئے وہ نور بہتر ساتھی ہے

نورِ حس را نورِ حق تزئیں بود
حسی نور کے لئے اللہ کا نور باعث زینت ہے
معنے نورٌ علیٰ نور ایں بود
نور بالائے نور کے یہی معنی ہیں

نورِ حسی می کشد سوئے ثریٰ
حسی نور مٹی کی طرف کھینچتا ہے
نورِ حقش می برد سوئے علیٰ
اللہ (تعالیٰ) کا نور اُس کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے

زانکہ محسوسات دُوں تر عالمے ست
کیونکہ (عالم) محسوسات نچلے درجہ کا عالم ہے
نورِ حق دریا و حس چوشبنمے ست
اللہ (تعالیٰ) کا نور دریا اور حس شبنم کی طرح ہے

---

[1] اینکہ۔ عالم شہادت کی جو موجودات مصروف عمل ہیں وہ محض چھلکا ہیں، اصل محرک عالم غیب ہے جو نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اسپ داند۔ ہم جنس ہم جنس کو جان سکتا ہے، حسی نظر تو عالم شہود کی چیز ہے لہٰذا وہ عالم شہود کی چیزوں کو ہی جان سکتی ہے۔ چشم حس۔ ظاہری آنکھ کا سوار اللہ کا نور ہے، اس کے بغیر یہ آنکھ کسی کام کی نہیں۔ رہبر بود۔ اصل رہبری سوار کی آنکھ کرتی ہے۔ چشم اسپاں۔ گھوڑے کے مدنظر صرف گھاس اور چراگاہ ہوتی ہے۔ اسی طرح حسی آنکھ کے پیش نظر صرف لذائذ دنیوی ہیں۔ نورحق۔ جب نور باصرہ پر نورحق سوار ہوتا ہے تب اس کو آخرت کی نعمتیں نظر آتی ہیں۔

[2] چہ داند۔ نور بصیرت کے بغیر محض نور بصارت سے وصول الی الحق ممکن نہیں ہے۔ شاہ۔ یعنی نورحق۔ نورحس۔ نور بصارت کی زیب و زینت نور بصیرت ہی سے ہے قرآن پاک میں "نورٌ علیٰ نور" سے یہی مراد ہے۔ نور حسی۔ ظاہری بصارت دنیا کی طرف مائل کرتی ہے اور نور بصیرت انسان کو ملاء اعلیٰ کی رہبری کرتا ہے۔ زانکہ۔ نور حسی انسان کو دنیا کی طرف اس لئے لے جاتا ہے کیونکہ اس کے جملہ محسوسات عالم اسفل کے ہیں۔ نورحق۔ نورحق اور نور چشم کی مثال دریا اور شبنم کی سی ہے۔

لیک پیدا نیست آں راکب[1] بزو
لیکن وہ سوار (نورحق) اُس (نور چشم) پر نظر نہیں آتا ہے
جز بہ آثار و بہ گفتارِ نکو
سوائے اچھی نشانیوں اور اچھی گفتگو کے

نورِ حسی کو غلیظ ست و گراں
حسی نور جو کہ کثیف اور بھاری ہے
ہست پنہاں در سوادِ دیدگاں
وہ (بھی) آنکھوں کی سیاہی میں چھپا ہوا ہے

چونکہ نورِ حس نمی بینی بہ چشم
جب کہ حسی نور کو بھی تو آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے
چوں بہ بینی نورِ آں غیبی بچشم
تو اُس غیبی نور کو آنکھ سے کیسے دیکھ لے گا؟

نور حس باآں غلیظی مختفی ست
حسی نور باوجود کثافت کے پوشیدہ ہے
چوں خفی نبود ضیائے کاں صفی ست
تو وہ روشنی جو شفاف ہے پوشیدہ کیسے نہ ہوگی؟

ایں جہاں چوں خس بدستِ بادِ غیب
یہ جہاں غیبی ہوا کے ہاتھ میں تنکے کی طرح ہے
عاجزی پیشہ گرفت از دادِ غیب
اُس نے (عالم) غیب کی مہربانی سے عاجزی کا پیشہ اختیار کرلیا ہے

گہ بلندش می کند گاہیش پست
وہ (ہوا) اُس کو کبھی اونچا کرتی ہے، کبھی نیچا
گہ دُرستش می کند گاہے شکست
کبھی اُس کو درست کر دیتی ہے، کبھی شکستہ

گہ یمینش می برد گاہے یسار
کبھی اُسکو دائیں جانب لے جاتی ہے، کبھی بائیں جانب
گہ گلستانش کند گاہیش خار
کبھی اُس کو چمن بنا دیتی ہے، کبھی کانٹا

گہ بہ بحرش می برد گاہیش بر
کبھی اُس کو سمندر میں لے جاتی ہے کبھی خشکی میں
گاہ خُشکش می کند گاہیش تر
کبھی اُس کو خشک کر دیتی ہے، کبھی تر

دست پنہان[2] و قلم بیں خط گذار
ہاتھ پوشیدہ ہے اور قلم کو خط کھینچنے والا دیکھ
اسپ در جولان و ناپیدا سوار
گھوڑا دوڑ میں ہے اور سوار ظاہر نہیں ہے

تیر پرّاں بیں و ناپیدا کمان
تیر کو اڑتا ہوا دیکھ اور کمان ظاہر نہیں ہے
جانہا پیدا و پنہاں جانِ جان
جانیں ظاہر ہیں اور جانوں کی جان پوشیدہ ہے

تیر رامشکن کہ ایں تیر شہی ست
تیر کو نہ توڑ کیونکہ یہ شاہی تیر ہے
نیست برتابی زشست آگہی ست
انکل پچو نہیں ہے واقفیت کے نشانہ سے ہے

ما رَمیت اِذْ رَمیت گفت حق
اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا
کارِ حق برکارہا دارد سبق
اللہ (تعالیٰ) کا فعل (بندوں کے) کاموں پر سبقت رکھتا ہے

[1] راکب۔ یعنی نورحق۔ جز بہ آثار۔ جن لوگوں کو نورحق حاصل ہوجاتا ہے، ان کی باتوں اور بھلے کاموں سے سمجھ لیا جاتا ہے کہ ان کو نورحق حاصل ہے۔ چونکہ۔ جبکہ نور بصارت بھی نظر نہیں آتا حالانکہ وہ مادی چیز ہے تو نور بصیرت اور نور ایمانی جو کہ غیبی چیز ہے کیسے نظر آ سکتا ہے۔ مختفی۔ خفی، پوشیدہ۔ صفی۔ منتخب، صاف شفاف۔ ایں جہاں۔ عالم شہادت۔ بادغیب۔ عالم غیب۔ عاجزی۔ یعنی عالم شہادت اسی تصرف کو قبول کرلیتا ہے جو عالم غیب اس میں کام کرتا ہے۔ گہ۔ عالم غیب، عالم شہادت میں ہر طرح کے تصرفات کرتا رہتا ہے۔

[2] دست پنہاں۔ کوئی قلم بغیر کاتب کے ہاتھ کے نہیں لکھتا نہ کوئی گھوڑا بغیر سوار کے گھڑ دوڑ میں دوڑتا ہے تو ظاہر ہے کہ عالم کے جملہ تصرفات کا کرنے والا کوئی ہے۔ جانِ حق۔ ذات حق۔ تیر شہی۔ قضا وقدر کے جس قدر تیر ہیں وہ علیم وقدیر کے چلائے ہوئے ہیں۔ لامحالہ ان میں حکمت پوشیدہ ہے۔ ما رمیت۔ جنگ بدر میں آنحضور ﷺ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس نے آندھی کے گرد وغبار کی طرح ان کی آنکھوں کو متاثر کیا، اس پر یہ آیت آئی۔ کارِ حق۔ مصرع اول کی توجیہ ہے۔

خشم خود[1] بشکن تو مشکن تیر را — چشمِ خشمت خوں شمارد شیر را
اپنے غصہ کو ختم کر دے تو تیر کو نہ توڑ — تیرے غصہ کی آنکھ دودھ کو خون سمجھتی ہے

بوسہ دہ بر تیر و پیشِ شاہ بر — تیر خوں آلودہ از خونِ تو تر
تیر کو چوم لے، اور بادشاہ کے سامنے لے جا — خون آلود تیر جو تیرے خون سے تر ہو

آنچہ پیدا عاجز و بستہ زبوں — وانچہ ناپیدا چنیں تند و حروں
جو ظاہر ہے وہ عاجز اور بندھا ہوا اور کمزور ہے — جو پوشیدہ ہے وہ ایسا تند اور زور آور ہے

ماشکاریم ایں چنیں دامے کراست — گویِ چوگانیم و چوگانے کجاست
ہم شکار ہیں، ایسا جال کس کا ہے؟ — ہم بلے کی گیند ہیں اور بلا کہاں ہے؟

می دَرد می دوزد ایں خیاط کو — می دمد می سوزد ایں نفاط کو
پھاڑتا ہے، سیتا ہے، یہ درزی کون ہے — پھونکتا ہے، جلاتا ہے، یہ مشعلچی کون ہے؟

ساعتے کافر کند صدیق را — ساعتے زاہد کند زندیق را
کبھی تصدیق کرنے والے کو کافر بناتا ہے — کبھی بے دین کو زاہد بناتا ہے

زانکہ مخلص[2] در خطر باشد مدام — تاز خود خالص نگردد او تمام
(اپنے آپکو) خالص بنانے والا ہمیشہ خطرے میں ہوتا ہے — جب تک کہ وہ خودی سے پورا خالص نہ ہو جائے

زانکہ در راہست و رہزن بیحدست — او رہد کو در امانِ ایزدست
چونکہ وہ راستہ میں ہے اور ڈاکو بہت ہیں — نجات وہی پائے گا جو خدا کی امان میں ہے

آئینہ خالص نگشت او مخلص ست — مرغ را نگرفتہ است او مقتنص ست
آئینہ صاف نہیں ہوا ہے، وہ صاف کررہا ہے — پرند کا شکار نہیں کیا ہے وہ پھنسا رہا ہے

چونکہ مخلص گشت مخلص باز رست — در مقامِ امن رفت و برد دست
جب صاف کرنے والا مصفیٰ ہو گیا، نجات پا گیا — امن کے مقام میں پہنچ گیا اور بازی جیت گیا

ہیچ آئینہ دگر آہن نہ شد — ہیچ نانِ گندمی خرمن نہ شد
کوئی آئینہ پھر لوہا نہیں ہوا ہے — کوئی گیہوں کی روٹی کھلیان نہیں بنی ہے

ہیچ انگورے دگر غورہ نہ شد — ہیچ میوہ پختہ باکورہ نہ شد
کوئی (پکا) انگور پھر کچا نہیں ہوا ہے — کوئی پختہ میوہ کچا نہیں ہوا ہے

---

1. خشم خود۔ اگر کوئی تیرآ کر لگے تو اس کو قضاوقدر سے سمجھ، اس پر غم وغصہ نہ کر، غصہ کی حالت غلط بینی کا باعث ہوتی ہے۔ بوسہ دہ۔ انسان کو قضا پر راضی رہنا چاہئے۔ انچہ پیدا۔ عالم شہادت مجبور محض ہے، قضاوقدر کے سامنے بے بس ہے۔ ماشکاریم۔ قضاوقدر کے پھندے میں ہم مرغ اسیر ہیں، ہمارے کام چوگان قدر کے تابع ہیں۔ می درد۔ جو ذات حقیقتاً متصرف ہے وہ نگاہوں سے مستور ہے۔ ساعتے۔ انسان کا دل قبضہ قدرت میں ہے، ایک آن میں الٹ پلٹ دیتی ہے۔ صدیق۔ صدیقیت کا مرتبہ نبوت سے اور ولایت سے بڑھا ہوا ہے۔ زندیق۔ بے دین، کافر۔
2. مخلص۔ سالک جو مجاہدات کر رہا ہے۔ زانکہ۔ سالک کو راہ سلوک میں بہت خطرے لاحق ہوتے ہیں۔ آئینہ۔ سالک کو بہت سے مراتب طے کرنے ہوتے ہیں۔ چونکہ۔ سالک مراتب کو طے کرنے کے بعد مقام امن پر پہنچتا ہے۔ ہیچ آئینہ۔ کمال حاصل کر لینے کے بعد خطرات کا ازالہ ہو جاتا ہے اور پھر نقصان کی طرف نہیں لوٹتا ہے۔ صوفیاء کا مقولہ ہے اَلْفَانِی لَا یُرَدُّ یعنی، سالک مقام فنا میں پہنچ کر پھر مردود نہیں ہوتا ہے۔ آہن۔ قدیم زمانہ میں آئینہ لوہے سے بنایا جاتا تھا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔ باکورہ۔ درخت کا جو سب سے پہلے پھل اترے، یہاں کچا پھل مراد ہے۔

پختہ گرد و از تغیر دُور شو — رَو چو بُرہانِ[1] محقق نور شو
پختہ بن جا اور تغیر سے دور ہو جا — جا بُرہان (الدین) محقق کی طرح نوری بن جا

چوں زخود رَستی ہمہ بُرہاں شدی — چونکہ گفتی بندہ ام سلطاں شدی
جب تو نے خودی سے نجات پائی تو مجسم برہان (الدین) ہو گیا — جب تو نے کہا کہ میں غلام ہوں، بادشاہ بن گیا

ورعیاں خواہی صلاح الدین نمود — دیدہا را کرد بینا و کشود
تو اگر مشاہدہ چاہتا ہے۔ صلاح الدین نے دکھا دیا ہے — آنکھوں کو بینا کر دیا ہے اور کھول دیا ہے

فقر را از چشم و از سیمائے اُو — دید ہر چشمے کہ دارد نورِ ہو
فقر کو اُن کی آنکھوں اور پیشانی سے — ہر اُس آنکھ نے دیکھ لیا ہے جو خدا کا نور رکھتی ہے

شیخ فعالست بے آلت چو حق — با مریداں دادہ بے گفتے سبق
پیر اللہ (تعالیٰ) کیطرح بغیر کسی آلہ کے تصرف کرنے والا ہے — بغیر بولے مریدوں کو سبق پڑھاتا ہے

دل بدست اُو چو موم نرم رام — مہر اُو[2] گہ ننگ سازد گاہ نام
دل اُس کے ہاتھ میں نرم موم کی طرح مسخر ہے — اُس کی مہر کبھی ذلت کی مہر لگاتی ہے کبھی شہرت کی

مہر مومش حاکی انگشتری ست — باز آں نقش نگیں حاکی کیست
اُس کے موم کی مہر انگوٹھی کا نقش ہے — پھر وہ نگ کا نقش کس کا نقش ہے؟

حاکی اندیشۂ آں زرگرست — سلسلۂ ہر حلقہ اندر دیگر ست
(وہ نقش) سنار کے خیال کا عکس ہے — ہر حلقہ کا سلسلہ دوسرے میں (جڑا ہوا) ہے

ایں صدا درکوہ دلہا بانگ کیست — گہ پُرست از بانگ کہ گاہے تہی ست
دلوں کے پہاڑ میں یہ گونج کس کی آواز کی ہے؟ — پہاڑ کبھی آواز سے پُر ہیں کبھی خالی ہیں

ہر کجا ہست اُو حکیم ست اوستاد — بانگ اُوزیں کوہِ دل خالی مباد
جہاں یہ آواز ہے وہ دانا ہے، استاد ہے — خدا کرے اُس کی آواز اس دل کے پہاڑ سے جدا نہ ہو

ہست کہ کاوا مُثَنّیٰ می کند — ہست کہ کآواز صدتا می کند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو دو گنا کر دیتے ہیں — (بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو سو گنا کر دیتے ہیں

می زہاند کوہ زاں آواز و قال — صد ہزاراں چشمۂ آبِ زُلال
پہاڑ اُس آواز اور بات سے جوش میں لے آتا ہے — تیز پانی کے لاکھوں چشمے

---

1. برہان۔ مولانا رومؒ شروع میں مولانا برہان الدین محقق سے بیعت ہوئے تھے پھر شمس تبریزیؒ سے بیعت ہوئے ہیں۔ ہمہ برہان۔ یعنی مجسم برہان الدین ثانی بن جاؤ گے۔ بندہ۔ کامل عبدیت کے بعد سلطانی حاصل ہو جاتی ہے۔ صلاح الدین۔ زرکوب مولانا کے پیر بھائی ہیں لیکن مولانا ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جیسا کہ پیروں کے لئے کئے جاتے ہیں۔ فقر۔ بزرگ کے جسم پر بزرگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ شیخ۔ پیر باطنی طور پر تصرف کرتا ہے۔

2. مہر اُو۔ شیخ کے تصرف سے کبھی قبض کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو باعث ننگ ہوتی ہے، کبھی بسط کی کیفیت جو موجب نام ہوتی ہے۔ مہر۔ مرید کے دل پر پیر کا نقش ابھرتا ہے، پیر کے دل پر نقش خداوندی ہوتا ہے۔ حاکی۔ ناقل، عکس۔ اندیشۂ زرگر۔ یعنی ارادہ اللہ۔ ہر حلقہ۔ سلسلہ کے یکے بعد دیگرے جس قدر مرید ہوتے چلے جائیں گے ان کی یہی صورت ہوگی۔ ایں صدا۔ پیر کے دل پر جو نقوش خداوندی ہیں، ان کی وضاحت ہے۔ ہر کجا۔ یہ شیوخ کے لئے دعا ہے۔ کاوا۔ کہ آواز۔ مثنیٰ۔ دوہرا۔ صدتا۔ سو گنا۔ می زہاند۔ شیخ کی توجہ سے مرید کے دل میں اسرار و حکم کے لاکھوں چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

چوں زکہ آں لطف بیروں[1] می شود — آبہا در چشمہا خوں می شود

جب پہاڑ سے وہ لطف نکل جاتا ہے — چشموں میں پانی خون بن جاتا ہے

زاں شہنشاہِ ہمایوں نعل بود — کہ سَراسَر طور سینا لعل بود

یہ اُس شہنشاہِ مبارک قدم کی وجہ سے تھا — کہ طور سینا (پہاڑ) لعل ہو گیا تھا

جاں پذیرفت و خرد اجزائے کوہ — ماکم از سنگیم آخر اے گروہ

پہاڑ کے اجزاء نے جان اور عقل قبول کر لی — اے لوگو! کیا ہم آخر پہاڑ سے بھی کم ہیں؟

نے زجاں یک چشمہ جوشاں میشود — نے بدن از سبز پوشاں می شود

نہ تو جان سے ایک چشمہ جوش زن ہوتا ہے — نہ بدن ہی سبزہ زاروں کی طرح بنتا ہے

نے صدائے بانگ مشتاقی[2] درو — نے صفائے جرعۂ ساقی درو

نہ تو اُس میں عشق کی آواز کی صدا ہے — نہ اُس میں ساقی کے گھونٹ کی صفائی ہے

کُو حَمیّت تاز تیشہ وز کلند — ایں چنیں کہ رابکلی برکنند

غیرت کہاں ہے تاکہ کلہاڑے اور پھاوڑے سے — ایسے پہاڑ کو بالکل کھود دیں

بُوکہ بَر اَجزائے اُو تابد مَہے — بو کہ در وے تاب خُور یابد رَہے

ہو سکتا ہے کہ اُس کے اجزاء پر چاند چمک جائے — ہوسکتا ہے کہ اس میں سورج کی شعاع راہ یاب ہو جائے

چوں قیامت کوہہا را بَرکند — پس قیامت ایں کرم را کے کند

جب قیامت پہاڑوں کو اُکھاڑ دے گی — پھر قیامت یہ کرم کہاں کرے گی؟

ایں قیامت[3] زاں قیامت کے کم ست — آں قیامت زخم و ایں چوں مرہم ست

یہ قیامت اُس قیامت سے کب کم ہے؟ — وہ قیامت زخم اور یہ مرہم جیسی ہے

ہر کہ دیدآں مَرہم از زخم ایمن ست — ہر بدے کایں حُسن دید او مُحسن ست

جس نے وہ مرہم دیکھ لیا، زخم سے مطمئن ہے — جس بُرے نے یہ خوبی دیکھ لی وہ خوبیوں والا ہے

اے خنک زشتے کہ خوبش شد حریف — وائے گلروئیکہ جُفتش شد خریف

اے مخاطب! وہ بدصورت قابل مبارکباد ہے حسین جس کا ساتھی ہوگیا — افسوس ہے اس خوبصورت پر جسکا ساتھی (موسم) خریف بنا

---

1. بیروں۔ فیوضِ باطنیہ کے بند ہو جانے سے معارف، کفریہ خیالات کا سبب بن جاتے ہیں۔ شہنشاہ۔ ذاتِ حق یا حضرت موسیٰؑ۔ طور سینا۔ یہ ملک شام کا مشہور پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کو شرفِ ہمکلامی بخشا گیا تھا اور اس پہاڑ پر خدا کی تجلی پڑی تھی۔ کوہ۔ یعنی طور نے تجلی کو قبول کیا۔ نے زجان۔ پہاڑ تو فیوض قبول کر لے اور انسان اپنے اندر یہ صلاحیت نہ پیدا کرے تو بڑے شرم کی بات ہے، دل اور اعضاء پر فیوض طاری ہونے چاہئیں۔

2. مشتاقی۔ شوق۔ صفا۔ صفائی۔ جرعہ۔ گھونٹ۔ ساقی۔ یعنی شیخ۔ نہ شیخ کی توجہ اثر کرتی ہے نہ خود دل میں ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ کلند پھاوڑا۔ کوہ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے تیشہ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ بوکہ۔ بود کہ۔ مہے۔ یعنی نور معرفت کا ادنیٰ درجہ۔ قیامت۔ قیامت میں پہاڑ اکھڑ جائیں گے لیکن قیامت سے فیض حاصل نہ ہوگا، اور مجاہدہ کے ذریعہ بدن کے پہاڑ کو اکھاڑنے سے فیض حاصل ہوگا۔

3. ایں قیامت۔ یعنی مجاہدہ کے ذریعہ کو وجسم کو اکھاڑنا، مطلب یہ کہ مجاہدوں کے ذریعہ سے اس قیامت کے زخموں کو مندمل کیا جا سکتا ہے۔ مرہم۔ یعنی مقام فنا۔ زخم۔ یعنی قیامت کے مصائب۔ ہر بدے۔ خواہ ابتدائی زندگی خراب ہو، اگر مجاہدات سے مقام فنا حاصل کرے گا تو اس کو مقام احسان حاصل ہو جائے گا۔ زشت۔ یعنی برے اعمال والا۔ خوب۔ یعنی جمال روحانی۔ حریف۔ شریک پیشہ، ساتھی۔ جفت۔ جوڑا۔ خریف۔ موسم خزاں۔

نانِ مُردہ[1] چوں حریفِ جاں شود — زندہ گردد نان عینِ آں شود
بے جان روٹی جب جان کی ساتھی بنتی ہے — روٹی زندہ ہوجاتی ہے بعینہ وہ وہی ہو جاتی ہے

ہیزمِ تیرہ حریفِ نار شد — تیرگی رفت و ہمہ انوار شد
تاریک ایندھن آگ کا ساتھی بنا — تاریکی ختم ہو گئی اور مجسم نور بن گیا

در نمکسار ار خرِ مُردہ فتاد — آں خری و مُردگی یکسو نہاد
نمک کی کان میں اگر مُردہ گدھا گرا — اُس نے گدھا پن اور مردار پن کو علیحدہ کر دیا

صبغۃُ اللہ ہست رنگِ خُمِّ ہو — پیسہا یکرنگ گردد اندرُو
اللہ کے مٹکے کا رنگ ''صبغۃ اللہ'' ہے — اُس میں چتکبرے یک رنگ ہو جاتے ہیں

چوں دراں خُم اُفتد و گوئیش قُم — از طرب گوید منم خم لاَ تَلُم[2]
جب وہ اس مٹکے میں گر جائے اور تو اس سے کہے کھڑا ہو جا — مستی سے وہ کہے گا میں مٹکا ہوں، ملامت نہ کر

آں منم خُم خود اَنَا الْحَق گفتن ست — رنگِ آتش دارد اِلّا آہن ست
اُس کا ''میں خود مٹکا ہوں'' اَنَا الْحَق کہنا ہے — آگ کا رنگ رکھتا ہے لیکن لوہا ہے

رنگِ آہن محوِ رنگِ آتش ست — ز آتشی می لافد و خامش وش ست
لوہے کا رنگ آگ کے رنگ میں محو ہو گیا — آتشی ہو جانے کی شیخی مارتا ہے اور خاموش جیسا ہے

چوں بسرخی گشت ہمچوں زرِّ کاں — پس اَنَا النَّار ست لافش بے زباں[3]
جب وہ (لوہا) سرخی کیوجہ سے کان کے سونے کیطرح ہوگیا — تو ''میں آگ ہوں'' اُسکا بغیر زبان کے شیخی بگھارنا ہے

شد ز رنگ و طبعِ آتش محتشم — گوید اُو من آتشم من آتشم
وہ (لوہا) رنگ اور طبیعت سے شاندار آگ بن گیا — تو وہ کہتا ہے میں آگ ہوں، میں آگ ہوں

آتشِ من گر تُرا شک ست و ظن — آزموں کن دست را بر من بزن
میں آگ ہوں، اگر تجھے شک اور (بد) گمانی ہے — آزما لے، میرے اوپر ہاتھ رکھ دے

آتشم من بر تو گر شد مشتبہ — روئے خود بر روئے من یکدم بنہ
میں آگ ہوں، اگر تجھ پر مشتبہ ہے — تھوڑی دیر کے لئے اپنا چہرہ میرے اوپر رکھ دے

---

1. نانِ مردہ۔ چند مثالوں سے برے کے بھلے کے ساتھ ہم صحبت ہونے کے برکات کو سمجھایا ہے۔ ہیزم۔ ایندھن۔ نمکسار۔ نمک کی کان۔ یکسو نہاد۔ اب اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ صبغۃ اللہ۔ قرآن پاک میں صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔ اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا۔ ہُو۔ ذاتِ حق تعالیٰ۔ پیس۔ وہ شخص جس کے بدن پر برص وغیرہ کے داغ ہوں۔ قُم۔ اٹھ کھڑا ہو۔

2. لاتلم۔ ملامت نہ کر، یعنی مقامِ فنا پر فائز ہو جانے والا کسی کی ملامت پسند نہیں کرتا۔ منم خم۔ مقامِ فنا میں پہنچ کر جب خدائی رنگ میں رنگا جاتا ہے تو اپنے آپ کو خم کہہ دیتا ہے یہی صورت شیخ منصور حلاج کی تھی، وہ مقامِ فنا میں پہنچ کر انا الحق کہہ گزرے تھے۔ رنگ آتش۔ انا الحق کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گئے تھے جس طرح سے لوہا آگ میں آگ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور وہ بظاہر انگارہ نظر آتا ہے لیکن آگ آگ ہے اور لوہا لوہا ہے۔

3. بے زباں۔ لوہا سرخ ہو کر زبانِ حال سے اپنے آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ شد۔ لوہا آگ میں پڑ کر آگ کا رنگ اور مزاج حاصل کر لیتا ہے اور آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ محتشم۔ شاندار، بارعب۔ من آتشم۔ اہل اللہ بھی جب اخلاقِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں تو وحدت کے مدعی ہو جاتے ہیں۔

آدمی[1] چوں نور گیرد از خدا
انسان جب خدا کا نور حاصل کر لیتا ہے
ہست مسجودِ ملائک زاجتبا
وہ برگزیدہ ہو جانے کی وجہ سے فرشتوں کا مسجود بن جاتا ہے

نیز مسجودِ کسے کوچوں ملک
نیز اُس شخص کا مسجود بن جاتا ہے فرشتہ کی طرح
رستہ باشد جانش از طغیان و شک
جس کی جان سرکشی اور شک سے نجات پا گئی ہو

آتشے چہ آہنے چہ لب بہ بند
کیسی آگ، کیسا لوہا، خاموش رہ
ریش تشبیہ مشبہ برمخند
مشبہ کی تشبیہ کی ہنسی نہ اُڑا

پائے در دریا منہ کم گو ازاں
دریا میں قدم نہ رکھ اُس کی بات نہ کر
بر لب دریا خمش کن لب گزاں
ہونٹ کاٹتے ہوئے دریا کے کنارے خاموشی اختیار کر

گرچہ صد چوں من ندارد تابِ بحر
اگرچہ مجھ جیسے سینکڑوں بھی دریا کی تاب نہیں لا سکتے ہیں
لیک[2] می نہ شکیبم از غرقابِ بحر
لیکن میں دریا میں ڈوبے بغیر صبر نہیں کرسکتا ہوں

جان و عقل من فدائے بحر باد
دریا پر میری جان اور عقل قربان ہو
خونبہائے عقل و جاں ایں بحر داد
عقل و جان کے خون کا معاوضہ اس سمندر نے ادا کر دیا

تاکہ پایم می رود رانم درُو
جب تک میرے پیر چلتے ہیں اُنکو اُس میں چلاتا رہوں گا
چوں نماند پا چو بطانم درُو
جب پیر کام نہ دیں گے تو میں اُس بطخ کی طرح ہوں

بے ادب حاضر زغائب خوشتر ست
حاضر، اناڑی، غائب سے بہتر ہے
حلقہ گرچہ کژ بود نے بر درست
حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہو (کیا) در پر نہیں ہے؟

اے تن آلودہ[3] بگردِ حوض گرد
اے گندے جسم والے حوض کے گرد چکر لگا
پاک کے گردد برونِ حوض مرد
انسان حوض سے باہر کب پاک ہوا ہے؟

پاک کو از حوض مہجور اوفتاد
وہ پاک، جو حوض سے دور ہو گیا ہے
او ز طہر خویش ہم دور اوفتاد
وہ اپنی پاکی سے بھی دُور ہو گیا ہے

پاکی ایں حوض بے پایاں بود
اس حوض کی پاکی بے انتہا ہوتی ہے
پاکی اجسام کم میزاں بود
(عام) جسموں کی پاکی کم وزن کی ہوتی ہے

---

1. آدمی۔ انسان میں جب اخلاق خداوندی پیدا ہو جاتے ہیں تو اس میں مسجود ہونے کی صفت خداوندی پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز۔ صالحین کا بھی وہ مسجود بن جاتا ہے۔ آتشے چہ۔ پہلے اشعار میں ذات حق کو آگ سے تشبیہ دی گئی جو محض سمجھانے کے لئے تھی لیکن پھر بھی خالق کو مخلوق کے مشابہ قرار دینا چونکہ مشبہ کا مسلک ہے اس لئے اپنے آپ کو خاموش ہو جانے کا حکم دیتے ہیں تاکہ تشبہ کا شبہ پیدا نہ ہو جائے۔ پائے در دریا۔ ذات وصفات کی بحثیں نا پیدا کنار سمندر ہیں، ان میں نہ گھسنا چاہیے۔ گرچہ۔ یعنی مولانائے روم جیسے سینکڑوں عالم بھی مل جائیں تو ان بحثوں کو نہ سلجھا سکیں گے۔
2. لیک۔ فرماتے ہیں، بے شک نازک مقام ہے لیکن میں بغیر صفات وذات کے ذکر کے صبر بھی نہیں کرسکتا ہوں۔ بحر۔ یعنی ذات وصفات خداوندی۔ خونبہا۔ چونکہ نفس جان وعقل کا خونبہا مل چکا ہے تو اس کے قربان کرنے میں کوئی دریغ نہیں ہے۔ چو بطانم۔ بطخ اپنے آپ کو دریا کے سپرد کر دیتی ہے کہ جس طرف چاہے بہا لے جائے۔ بے ادب۔ ذات وصفات کے ذکر میں غلبۂ حال میں کبھی سوئے ادب ہو جاتا ہے لیکن ذکر کرنا ذکر نہ کرنے سے بہر حال بہتر ہے۔ حلقہ۔ زنجیر کا حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہے لیکن در پر تو ہے۔
3. اے تن آلودہ۔ مولانا دریائے حق سے استفادہ کی ترغیب دیتے ہیں۔ حوض۔ یعنی شیخ۔ طہر خویش۔ فی الحال نفس پاک صاف ہے لیکن برائی کا امکان ہے، اگر شیخ سے دور ہے اور اپنی ذاتی طہارت نہ رہی تو طہارت ممکن نہ ہوگی۔ ایں حوض۔ شیخ کا دریائے باطن۔ اجسام۔ یعنی عوام کی ذاتی نیکی۔

زانکہ[1] دل حوضیست لیکن در کمیں — سوئے دریا راہِ پنہاں دارد ایں
اس لئے کہ دل ایک حوض ہے لیکن پوشیدہ طور پر — یہ دریا کی طرف چھپا ہوا راستہ رکھتی ہے

پاکی محدودِ تو خواہد مدد — ورنہ اندر خرچ کم گردد عدد
تیری محدود پاکی مدد چاہتی ہے — ورنہ خرچ ہونے میں عدد گھٹتا ہے

مثل خواندن آب آلودگاں را بپاکی

پانی کی نا پاکوں کو، پاکی کی طرف بلانے کی مثال

آب گفت آلودہ را درمن شتاب — گفت آلودہ کہ دارم شرم زآب
ایک گندے کو پانی نے کہا میرے اندر آ جا — گندے نے کہا مجھے پانی سے شرم آتی ہے

گفت آب ایں شرم بے من کے رود — بے من ایں آلودہ زایل کے شود
پانی نے کہا میرے بغیر یہ شرم کیسے رفع ہو گی؟ — میرے بغیر یہ گندگی کب دور ہو سکتی ہے؟

زآب ہر آلودہ گر پنہاں شود — اَلْحَیَاءُ یَمْنَعُ الْاِیْمَان بود
اگر ہر ناپاک، پانی سے چھپے گا — تو شرم ایمان کے لئے مانع ہے، ہو جائے گا

دل زپایہ حوضِ تن بِگلناک شد — تن زآبِ حوضِ دلہا پاک شد
دل، جسم کے حوض کے زینہ سے مٹی میں سن گیا ہے — جسم، دلوں کے حوض کے پانی سے پاک ہو گیا ہے

گردِ پایہ حوض گردی اے پسر — ہاں زپایہ حوضِ تن می کن حذر[2]
اے بیٹا! حوض کے زینہ کے چاروں طرف چکر لگا — خبردار! جسم کی حوض کے زینہ سے بچ

بحرِ تن بر بحرِ دل برہم زنان — درمیاں شاں بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَان
جسم کا دریا، دل کے دریا سے ملا جلا ہے — اُنکے درمیان آڑ ہے ایک دوسرے پر نہیں چڑھتے ہیں

گر تو باشی راست ور باشی تو کژ — پیشتر می غژ وتو واپس مغژ
خواہ تو سیدھا ہو، خواہ تو ٹیڑھا ہو — آگے کو کھسک اور واپس نہ کھسک

پیشِ شاہاں گر خطر باشد بجاں — لیک نشکیبند عالی ہمتاں
بادشاہوں کے حضور میں اگرچہ جان کا خطرہ ہوتا ہے — لیکن بلند ہمت والے (اُس سے) صبر نہیں کر سکتے

شاہ چوں شیریں تراز شکر بود — جاں بشیرینی رود خوشتر بود
بادشاہ چونکہ شکر سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے — مٹھاس کے بدلے جان چلی جائے تو بہتر ہے

---

[1] زانکہ۔ شیخ کے باطن کا اتصال ذات باری سے ہے۔ پاکی محدود۔ نیک لوگوں کو بھی شیخ کا دامن تھامنا چاہئے ورنہ ان کی محدود پاکی کسی دن ختم ہو جائے گی۔ مثل خواندن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ناپاک کو پانی سے شرم اور گریز نہ چاہئے یعنی باطنی طہارت حاصل کرنے میں شیخ سے شرم یا گریز مناسب نہیں ہے۔ ایں شرم۔ یہ ناپاکی کی شرم۔ الحیاء۔ حدیث شریف میں ہے الحیاء شعبة من الایمان۔ حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے تو پھر حیاء کو ایمان کے لئے مانع نہ بنانا چاہئے۔ حوضِ تن۔ انسان کے بدن میں گویا دو حوضیں ہیں۔ ایک تو وہ جو برے خصائل کا مخزن ہے، دوسرا وہ جو مخزن ہے بھلائیوں کا۔ برائیوں کا مخزن حوضِ تن ہے اور بھلائیوں کا مخزن حوضِ دل ہے۔ پایہ۔ درجہ، زینہ۔

[2] حذر۔ یعنی برے اخلاق سے پرہیز کرنا۔ برہم زناں۔ دونوں قسم کے اخلاق کے مخزن ملے جلے ہیں۔ گرتو باشی۔ سلوک میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تب بھی منازل طے کرنے میں توقف نہ چاہئے۔ غژو۔ امر کا صیغہ ہے، غژیدن، کھسکنا، گھٹنوں کے بل چلنا۔ پیش شاہاں۔ مشہور مقولہ ہے "نزدیکان رابیش بود حیرانی"۔ شاہ۔ دربارِ حق کی حاضری شکر سے بھی زیادہ شیریں ہے اگر اس کے حصول میں جان بھی چلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اے ملامت گو[1] سلامت مر ترا
اے سلامت جو توئی واہی العریٰ

اے ملامت گر! تجھے سلامتی مبارک ہو
اے سلامتی کی جستجو کرنے والے! تو کمزور دستہ والا ہے

جانِ من کورہ ست و با آتش خوشست
کورہ را ایں بس کہ خانہ آتش ست

میری جان تو بھٹی ہے اور آگ سے خوش ہے
بھٹی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے

ہمچو کورہ عشق را سوزید نے ست
ہر کہ اُو زیں کور باشد کودنے ست

بھٹی کی طرح، عشق کا کام جلانا ہے
جو اِس سے اندھا ہو وہ احمق ہے

برگِ بے برگی ترا چوں برگ شد
جانِ باقی یافتی و مرگ شد

سامانِ بے سامانی جب تیرا سامان ہو گیا
تو نے باقی رہنے والی جانِ حاصل کر لی اور موت ختم ہو گئی

چوں زغم شادیت افزودن گرفت
روضۂ جانت گل و سوسن گرفت

جب غم سے تیری خوشی میں اضافہ ہوا
تو تیری جان کے باغ میں گل اور سوسن اُگے

آنچہ خوفِ دیگراں آں اَمن تست
بط قوی از بحر و مرغِ خانہ سست

جو دوسروں کا ڈر ہے وہ تیرا اطمینان ہو گیا
بطخ سمندر سے قوی ہو جاتی ہے اور پالتو پرند سست ہوتا ہے

باز دیوانہ شدم من اے طبیب
باز سودائی شدم من اے حبیب

اے طبیب! میں پھر دیوانہ ہو گیا
اے دوست! میں پھر پاگل ہو گیا

حلقہائے[2] سلسلہ تو ذوفنوں
ہر یکے حلقہ دہد دیگر جنوں

تیری زنجیر کے حلقے فنون سے بھرے ہوئے ہیں
ہر ایک حلقہ ایک نیا جنون پیدا کرتا ہے

داد ہر حلقہ فنونِ دیگرست
پس مرا ہر دم جنونِ دیگرست

ہر حلقہ کی دین ایک دوسرا ہی جنون ہے
تو میرے لئے ہر وقت ایک نیا جنون ہے

پس فنوں باشد جنوں ایں شد مثل
خاصہ در زنجیر ایں میر اجل

تو جنون کی بہت سی قسمیں ہیں، یہ ضرب المثل بن گئی ہے
خاص طور پر اُس بڑے آقا کی زنجیر میں

آنچناں دیوانگی بگسست بند
کہ ہمہ دیوانگاں پندم دہند

دیوانگی نے ایسی بیڑیاں توڑیں
کہ سب دیوانے مجھے نصیحت کرنے لگے

آمدنِ دوستاں بہ بیمارستان جہت پرسشِ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

دوستوں کا شفا خانہ میں ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی مزاج پُرسی کے لئے آنا

---

1. ملامت گو۔ عشق الٰہی کے سلسلہ میں ملامت کرنے والے کا سہارا خود کمزور ہے۔ کورہ۔ بھٹی۔ عشق۔ عشق بھی وہی کام کرتا ہے جو آگ کی بھٹی کام کرتی ہے۔ کودن۔ احمق، نا اہل۔ برگ۔ سامان یعنی فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ غم۔ غم عشق جاں گداز نہیں ہے بلکہ جاں فزا ہے۔ آنچہ۔ دوسرے کے لئے غم، خوف کا سبب ہے، عاشق کے لئے موجب اطمینان ہے، سمندر پالتو مرغ کے لئے ہلاکت اور بطخ کے لئے باعث مسرت ہے۔ باز۔ عشق و معشوق کے ذکر سے مولانا پر ایک کیفیت طاری ہوئی جس کا اظہار کر رہے ہیں۔
2. حلقہائے زنجیر۔ عشق کا ہر حلقہ ایک نئی قسم کا جنون پیدا کرتا ہے۔ پس۔ مثل مشہور ہے الجنون فنون' جنون کی بہت سی قسمیں ہیں۔ "میر اجل۔ بڑا سردار، اللہ تعالیٰ۔ پندم دہند۔ یعنی دوسرے دیوانے کہتے ہیں کہ جنون میں اس قدر بے خودی نہ چاہیے۔ آمدنِ دوستاں۔ اس حکایت کا منشا بھی یہی ہے کہ جنون کا نتیجہ قید خانہ ہوتا ہے۔ بیمارستان۔ یعنی پاگلوں کا شفاخانہ۔

ایں چنیں ذُوالنُّونؔ[1] مصری را فتاد
اسی طرح ذُوالنون مصری کے لئے ہوا

کاندر و شور و جُنونِ نو بزاد
کہ اُن میں ایک نیا جنون اور ولولہ پیدا ہوا

شور چنداں شد کہ تا فوقِ فلک
اُنھیں ایسی شورش ہوئی کہ آسمان کے اوپر تک

میرا سدا از وے جگر ہارا نمک
اُن کی وجہ سے جگروں پر نمکپاشی ہوئی

ہیں منہ[2] تو شور خود اے شورہ خاک
خبردار! اے شوریلی مٹی کے تو اپنے عشق کو نہ رکھ

پہلوئے شورِ خداوندانِ پاک
پاک صاحبوں کے عشق کے برابر

خلق را تابِ جنونِ اُو نبود
لوگوں میں اُنکے جنون (کے برداشت) کی طاقت نہ تھی

آتش اُو ریشہاشاں می ربود
اُن کی آگ اُن کی داڑھیوں کا صفایا کر رہی تھی

چونکہ در ریش عوام آتش فتاد
چونکہ عوام کی داڑھیوں میں آگ لگی

بند کردندش بزنداں اَلمراد
اُن کو قید خانہ میں بند کر دیا مقصد یہ ہے

نیست امکاں وا کشیدن ایں لجام
اِس لگام کو کھینچنا ممکن نہیں ہے

گرچہ زیں رہ تنگ می آیند عوام
اگرچہ اِس طریقہ سے عوام تنگ ہوں

دیدہ[3] ایں شاہاں زَعامہ خوف جاں
ان شاہوں نے عوام سے جان کا خطرہ محسوس کیا ہے

کایں گرہ کورند و شاہاں بے نشاں
کیونکہ یہ گروہ اندھا ہے اور شاہوں میں کوئی علامت نہیں ہے

چونکہ حکم اندر کفِ رنداں بُود
جب کہ فیصلہ رندوں کے ہاتھ میں ہو گا

لاَ جَرم ذُوالنون دَر زنداں بُود
لا محالہ ذوالنون قید خانہ میں ہوں گے

یک سوارہ می رود شاہِ عظیم
عظیم بادشاہ تنہا جا رہا ہے

در کفِ طفلاں چنیں دُرِّ یتیم
ایسا نایاب موتی بچوں کے ہاتھ میں پڑا ہے

دُرچہ دریائے نہاں در قطرۂ
موتی کیا ہوتا ہے، اک قطرہ میں پوشیدہ دریا

آفتابے درج اندر ذرّۂ
(یا) ایک سورج ذرے میں

آفتابِ خویش را ذرّہ نمود
اُس نے اپنے سورج کو ذرہ دکھایا

واندک اندک روئے خود را برکشود
اور تھوڑا تھوڑا اپنا منہ کھولا

---

1. ذوالنونؔ۔ مچھلی والا، یہ حضرت ثوبان بن ابراہیمؒ کا لقب پڑ گیا جو بہت بڑے بزرگ تھے، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک سفر میں کسی کشتی میں سوار تھے، اس کشتی میں ایک تاجر کا موتی چوری ہو گیا، لوگوں نے ان کو متہم کر دیا انہوں نے عاجز آ کر دعا شروع کی تو سینکڑوں مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں اسی جیسا موتی لئے ہوئے نمودار ہوئیں، انہوں نے ایک مچھلی سے موتی لے کر اس تاجر کو دے دیا۔

2. ہیں منہ۔ مولانا فرماتے ہیں میں نے اپنے جنونِ عشق کے سلسلہ میں ذوالنون کے عشق کا قصہ ذکر کیا لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے عشق کو ان کے عشق جیسا سمجھتا ہوں، ان کا عشق بہت بلند تھا۔ ریشہا۔ وہ جنونِ عشق میں ریاکاروں کا پردہ فاش کرتے تھے جس سے وہ شرمندہ ہوتے تھے۔ نیست۔ عوام میں فتنہ پیدا کرنا ممنوع ہے لیکن ذوالنون اس بارے میں مجبور تھے۔

3. دیدہ۔ عوام کی جانب سے ذوالنون کو تو صرف قید خانہ کی تکلیف برداشت کرنی پڑی، دوسرے بزرگوں کی تو جان کو خطرے لاحق ہوئے ہیں۔ بے نشاں۔ عوام بزرگوں کے باطن کو نہیں سمجھ سکتے، ان کے ظاہر پر بزرگی کی کوئی نشانی نہیں ہوتی ہے۔ رنداں۔ یعنی ذوالنون کی بزرگی کے منکر۔ شاہِ عظیم۔ یعنی ذوالنون۔ دُرچہ۔ ذوالنون کو دُرِّ یتیم کہا تھا، اب فرماتے ہیں کہ موتی نہیں بلکہ وہ لاکھوں موتیوں والا سمندر کا ایک قطرہ ہیں، اور معرفت کا آفتاب ایک ذرہ میں ہیں۔ آفتاب۔ ذُوالنون مصری۔

جملہ ذرّات[1] دروے محوشد
تمام ذرے اُس میں محو ہو گئے
عالم ازوے مست گشت و صحوشد
دنیا اُس سے مست ہو گئی اور ہوش جاتا رہا

چوں قلم در دست غدارے بود
جب قلم کسی غدار کے ہاتھ میں ہو گا
لاَ جرم منصور بر دارے بود
تو لا محالہ منصور سولی پر ہو گا

چوں سفیہاں راست ایں کارو کیا
جب اختیار اور اقتدار بے عقلوں کو حاصل ہو
لازم آمد یَقْتُلُوْنَ الْاَنبِیَا
ضروری ہو گا کہ وہ نبیوں کو قتل کریں

انبیاء را گفتہ قومِ راہ گم
گم گشتہ راہ قوم نے نبیوں سے کہا
ازسفہ، اَنَا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ
حماقت سے، کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں

جہل ترسا[2] بیں اماں انگیختہ
نصرانیوں کی نادانی دیکھ، امن کے طالب ہیں
زاں خداوندے کہ گشت آویختہ
اُس آقا سے جو (اُنکے عقیدہ میں) سولی پر لٹکا دیا گیا

چوں بقولِ اُوست مصلوبِ یہود
جب اُنکے بقول یہودیوں نے اُن کو سولی پر چڑھا دیا ہے
پس مر اُورا امن کے تاند نمود
تو وہ ان کو نجات کب دے سکتے ہیں؟

چوں دلِ آں شاہ ایشاں خون بود
جب کہ اُس (ذوالنون) شاہ کا دل اِس طرح خون ہو
عصمت وَاَنْتَ فِیْهِمْ چوں بود
تو "اَنْتَ فِیْهِمْ" کا بچاؤ کیسے (حاصل) ہو؟

زرِ خالص[3] را و زرگر را خطر
خالص سونے، اور سنار کو خطرہ
باشد از قلاب خائن بیشتر
زیادہ ہوتا ہے، خائن جعلساز سے

یوسفاں از رشک زشتاں مخفی اند
بہت سے یوسف، بدصورتوں کے رشک کیوجہ سے پوشیدہ رہتے ہیں
کز عدو خوباں در آتش می زنند
کیونکہ حسین، دشمن کی وجہ سے انگاروں پر لوٹتے ہیں

یوسفاں از مکر اِخواں در چہ اند
بہت سے یوسف بھائیوں کی مکاری کیوجہ سے کنویں میں ہیں
کز حسد یوسف بگرگاں می دہند
کیونکہ وہ حسد کیوجہ سے یوسف کو بھیڑیوں کو دیدیتے ہیں

---

1. ذرات۔ یعنی عوام۔ مست گشت۔ عقلیں کھو بیٹھا۔ صحو شد۔ یعنی ان کی بزرگی کو نہ سمجھ سکے۔ غدار۔ یعنی شاہ وقت کا وزیر جس نے علماء کو ظاہر پر فتوئی دینے پر مجبور کیا۔ منصور۔ یعنی حسین بن منصور حلاج۔ کارو کیا۔ معاملہ کا اختیار۔ یقتلون الانبیاء۔ سورۂ آل عمران کی طرف اشارہ ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ لوگ انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ راہ گم۔ گمراہ۔ سفہ۔ بے وقوفی۔ انا تطیرنا بکم۔ سورۂ یٰسین میں ہے کہ گاؤں والوں نے رسولوں کو کہا ہم تمہارے وجود سے بدفالی لیتے ہیں۔
2. جہل ترسا۔ اوپر جاہلوں کی دشمنی کا ذکر تھا۔ اب جاہلوں کی محبت کا ذکر ہے یعنی یہ جہالت کہ ان کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی گئی اور وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکے اور یہ ان کے ذریعہ اپنی نجات کے قائل ہیں۔ مصلوب۔ سولی پر چڑھا ہوا۔ چوں دل۔ قرآن پاک میں ہے ماکان اللہ معذبھم و انت فیھم۔ آنحضور ﷺ کو خطاب ہے کہ جب تک تم ان میں موجود ہو، ان پر عذاب نہ آئے گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ "تم ان میں موجود ہو" کا مطلب یہ ہے کہ جب تک قوم تمہیں نہ ستائے، تو محض موجود ہونا عذاب کے دفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اسی طرح محض اولیاء اللہ کا وجود دفع عذاب نہ کر سکے گا اور چونکہ ذوالنون کو قوم نے ستایا لہٰذا قوم کا بچاؤ نہ ہو سکے گا۔
3. زر خالص۔ خالص سونا اور سنار جعلساز کو رسوا کر دیتا ہے لہٰذا جعلساز کی دشمنی سے وہ خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ یہی حال انبیاء اور اولیاء کا عوام کے ساتھ ہے۔ یوسفاں۔ یعنی نیک لوگ۔ زشتاں۔ برے لوگ۔ در آتش۔ بروں کی وجہ سے بھلوں کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ یوسفاں۔ حضرت یوسف کو بھائیوں نے حسد کی وجہ سے کنویں میں گرا دیا تھا۔ بگرگاں۔ حسد کی وجہ سے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان کو بھیڑیے کے پھاڑنے کا افسانہ گھڑا تھا۔

از حسد بر یوسفؑ مصری چہ رفت
حسد کی وجہ سے مصری یوسف علیہ السلام پر کیا گذری؟
ایں حسد اندر کمیں گرگیست[1] زفت
یہ حسد چھپا ہوا موٹا بھیڑیا ہے

لَا جرم زیں گرگ یعقوبؑ حلیم
لا محالہ اس بھیڑیے کی وجہ سے بُردبار یعقوبؑ
داشت بر یوسفؑ ہمیشہ خوف و بیم
یوسفؑ کے معاملہ میں خوف و خطر محسوس کرتے تھے

گرگِ ظاہر گردِ یوسف خودنگشت
ظاہری بھیڑیا، یوسفؑ کے پاس بھی نہ آیا
ایں حسد در فعل از گرگاں گذشت
یہ حسد کارنامہ میں بھیڑیوں سے بھی بڑھ گیا

زخم کرد ایں گرگ وز عذر لبق
اس بھیڑیے نے زخمی کیا اور چکنا چپڑا عذر لے کر
آمدہ کَاِنَّا ذَھَبْنَا نَسْتَبِقْ
(حضرت یعقوبؑ کے پاس) آیا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے

صد ہزاراں گرگ را ایں مکر نیست
لاکھوں بھیڑیوں کو بھی یہ مکاری حاصل نہیں ہے
عاقبت رسوا شود ایں گرگ بایست
ٹھہر جا، بالآخر یہ بھیڑیا رسوا ہو گا

زانکہ حشر حاسداں روزِ گزند
کیونکہ حشر کے دن حاسدوں کا حشر
بیگماں برصورتِ گرگاں کنند
یقیناً بھیڑیوں کی صورت میں کریں گے

حشر[2] پُر حرصِ سگ مردار خوار
مردار خوار، حریص کتے کا حشر
صورتے خو کے بود روزِ شمار
قیامت کے دن سور کی صورت میں ہو گا

زانیاں را گندہ اندام نہاں
(قیامت کے دن) زنا کاروں کی شرمگاہیں گندی ہوں گی
خمر خواراں را بود گندہ دہاں
شراب نوشوں کے منہ بدبودار ہوں گے

گند مخفی کاں بدلہا می رسید
چھپی ہوئی گندگی جو دلوں میں پہنچتی ہے
گشت اندر حشر محسوس و پدید
وہ قیامت میں محسوس اور ظاہر ہو گی

بیشۂ آمد وجودِ آدمی
انسان کا وجود ایک بن (جنگل) ہے
پُر حذر شو زیں وجود اَر آدمی
اگر تو انسان ہے تو اس وجود سے احتیاط برت

ظاہر و باطن اگر باشد یکے
اگر ظاہر و باطن یکساں ہو
نیست کس را در نجاتِ او شکے
اُس کی نجات میں کسی کو شک نہیں ہے

دَر وجودِ ماہزاراں گرگ و خوک
ہمارے وجود میں ہزاروں بھیڑیے اور سور ہیں
صالح و نا صالح و خوب و حسوک
نیک اور بد، اور اچھے اور برے

[1] گرگ۔ یعنی حسد، حضرت یوسف کو بھیڑیے نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا، بھائیوں کا حسد تکلیف کا سبب بنا۔ عذر۔ یعنی بھائیوں کا یہ کہنا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے اور یوسف کو بھیڑیا لے گیا۔ صد ہزاراں۔ یہ مکاری جس کا سبب حسد ہوا سو بھیڑیوں سے بھی ممکن نہ تھی۔ رسوا شود۔ چنانچہ بھائیوں کو حضرت یوسف کی بڑائی کا رسوا ہو کر مجبوراً اقرار کرنا پڑا اور آخرت کی یہ رسوائی ہو گی کہ عام حاسدوں کا حسر بھیڑیوں کی شکل میں ہو گا، حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی تو تائب ہو گئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کو مقام نبوت حاصل ہوا تھا، ان کا حشر بھیڑیوں کی صورت میں نہ ہو گا۔

[2] حشر۔ مُردار خور کا حشر خنزیر کی صورت میں ہو گا۔ زانیاں۔ زنا کاروں کا حشر اس حالت میں ہو گا کہ ان کی شرمگاہیں سڑتی ہوں گی، شرابیوں کے منہ سڑتے ہوں گے۔ مخفی۔ دلوں میں چھپی ہوئی گندگیاں نمایاں ہو جائیں گی۔ بیشہ۔ بن اور جھاڑیوں میں موذی جانور رہتے ہیں، اسی طرح انسان کے وجود میں موذی خصلتیں ہیں۔ ظاہر۔ یعنی باطن میں بھی عیوب نہ ہوں۔ در وجود۔ انسانی وجود میں سینکڑوں موذی خصلتیں موجود ہیں۔ خوک۔ سور۔ حسوک۔ شریر، برا۔

حکم آنخو[1] راست کو غالب ترست
حکم اُس خصلت کے مطابق ہے جو غالب ہے

سیر تے کاں در وجودت غالب ست
وہ خصلت جو تیرے وجود میں غالب ہے

ساعتے گرگی در آید در بشر
ایک وقت میں انسان میں بھیڑیا پن آتا ہے

می رود از سینہا در سینہا
سینوں سے سینوں میں جاتے ہیں

بلکہ خود از آدمی در گاؤ و خر
بلکہ انسان سے، بیل اور گدھے میں

اسپ سُکسُک می شود رَہوار و رام
کم رفتار گھوڑا، تیز رفتار اور فرمانبردار ہو جاتا ہے

رفت درسگ ز آدمی حرص و ہوس
انسان سے حرص و ہوس کتے میں پہنچی

درسگ[2] اصحاب خوئے زاں رُقود
اصحاب (کہف) کے کتے میں اُن سوئے ہوؤں کی فضیلت

ہر زماں در سینہ نوعے سرکند
ہر زمانہ میں سینہ میں ایک خاص نوعیت ظاہر ہوتی ہے

زاں عجب بیشہ کہ ہر شیر آگہ است
اُس عجب جنگل سے جس کو ہر شیر جانتا ہے

دُزدی کُن از دُرّ و مَرجانِ جاں
جان کا موتی، اور مونگا چرا لے

چونکہ دُزدی دُزد آں دُرِّ لطیف
جب کہ تو چور ہے، تو پاکیزہ موتی چرا

چونکہ زربیش از مس آمدآں زرست
جب سونا تانبے سے زیادہ ہے تو وہ سونا ہے

ہم براں تصویر حشرت واجب ست
اسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

ساعتے یوسف رُخی ہمچوں قمر
ایک وقت میں چاند جیسی یوسف رُخی آتی ہے

از رہِ پنہاں صلاح و کینہا
پوشیدہ طور پر نیکی اور کینے

می رَوَد دانائی و علم و ہنر
سمجھ اور علم اور ہنر پہنچتا ہے

خرس بازی می کند بُزہم سلام
ریچھ کھیلتا ہے، بکری بھی سلام کرتی ہے

یا شباں شد یا شکاری یا حرس
چرواہا، یا شکاری، یا محافظ بنا

رفتہ تا جویائے اللہ گشتہ بود
پہنچی یہاں تک کہ وہ اللہ کا طالب بن گیا

گاہ دیو وگہ ملک گہ دَام وَ دد
کبھی شیطان اور کبھی فرشتہ (اور) کبھی چرندہ اور درندہ (بن جاتا ہے)

تا ببامِ سینہا پنہاں رہ است
سینوں کی بلندی تک مخفی راستہ ہے

اے کم از سگ از دَرونِ عارفاں
عارفوں کے دل میں سے، اے کتے سے کمتر!

چونکہ حامل می شوی بارِ شریف
جب کہ تو بوجھ اٹھاتا ہے تو بھلا بوجھ (اٹھا)

---

[1] حکم آنخو۔ جو خصلت غالب ہوگی اسی پر حشر ہوگا، اشرفی میں تھوڑا سا تانبہ ضرور ہوتا ہے لیکن وہ سونے کی کہلاتی ہے۔ ساعتے۔ کسی وقت انسان پر اخلاق ذمیمہ کا غلبہ ہوتا ہے کسی وقت اخلاق حمیدہ کا۔ می رود۔ صحبت سے انسان میں اچھے برے اخلاق ابھرتے ہیں۔ بلکہ۔ حیوانات انسان کی صحبت سے متاثر ہوتے ہیں۔ سکسک۔ کم رفتار گھوڑا۔ راہوار۔ تیز رفتار گھوڑا۔ رام۔ مطیع۔ خرس۔ ریچھ۔ بز۔ بکرا۔ رفت۔ انسان کی صحبت سے کتے میں کام کرنے کی حرص وہوس آجاتی ہے تو وہ بکریوں کا چرواہا یا شکاری یا نگہبان بن جاتا ہے۔

[2] درسگ۔ قطمیر نامی اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائے گا۔ رقود۔ سونے والے، راقد کی جمع ہے۔ نوعے۔ یعنی اخلاق کی کوئی قسم۔ دام۔ چرندہ۔ دد۔ درندہ۔ دزدی کن۔ پہلے اشعار میں بتایا تھا کہ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں خیالات منتقل ہوتے ہیں، اب فرماتے ہیں جبکہ خفیہ راستہ سے کچھ حاصل کرنا ہے تو عارفوں کے دل کے پاکیزہ خیالات حاصل کر۔

فہم کردن مریداں کہ ذُوالنون رحمتہ اللہ علیہ دیوانہ نشدہ معتمداً[1] ایں صورت کردہ

مریدوں کا سمجھنا کہ ذوالنون رحمتہ اللہ علیہ پاگل نہیں ہوئے ہیں قصداً یہ صورت بنائی ہے

چونکہ ذُوالنون سوئے زنداں رفت شاد — بند برپا دست برسر ز افتقاد
جب ذوالنون خوشی خوشی قید خانہ کی طرف چلے — پابہ زنجیر، (اُنکے) گم کرنے کی وجہ سے سر کو پکڑے ہوئے

دوستاں از ہر طرف بنہادہ رُو — سوئے زنداں بہر پُرسش نزدِ اُو
دوستوں نے ہر جانب سے رُخ کیا — قید خانہ کی جانب اُنکے پاس حال دریافت کرنے کیلئے

دوستاں در قصۂ ذُوالنوں شدند — سوئے زنداں و دراں رائے زدند
دوست ذُوالنون کے معاملہ میں روانہ ہوئے — قید خانہ کی جانب، اور اُس میں رائے زنی کی

کایں مگر قاصد کند یا حکمتے ست — اُو دریں رَہ قبلہ است و آیتے ست
کہ یہ (مجنونانہ حرکتیں) بالقصد کرتے ہیں یا کوئی راز ہے — کیونکہ وہ اِس راستہ میں قبلہ ہیں اور نشانی ہیں

دُور دُور از عقل چوں دریائے اُو — تا جنوں باشد سفہ فرمائے اُو
ان کی دریا جیسی عقل سے بہت بعید ہے — کہ جنوں اُن سے بیوقوفی (کی باتیں) کرائے

حاشَ للہ از کمالِ جاہِ اُو — کابرِ بیماری بپوشد ماہِ اُو
خدا بچائے! ان کے مرتبہ کے کمال کی وجہ سے — کہ بیماری کا ابر اُن کے چاند کو چھپائے

او زشرِ عامہ اندر خانہ شد — او زننگِ عاقلاں دیوانہ شد
وہ عوام کے شر کی وجہ سے قید خانہ میں گئے ہیں — وہ عقلمندوں کے عیب کی وجہ سے دیوانے بن گئے ہیں

او زعارِ عقلِ کندِ تن پرست — قاصداً[2] رفتہ ست و دیوانہ شدست
وہ تن پرست کند عقل کی ذلت کی وجہ سے — جان کر (قید خانہ میں) گئے ہیں اور دیوانہ بنے ہیں

کہ بہ بندم اے فتیٰ وز سازِ گاو — برسر و پشتم بزن وایں را مکاو
کہ اے جوان (سپاہی) مجھے باندھ دے اور ساٹا — میرے سر اور کمر پر مار اور اُس میں کنج و کاؤ نہ کر

تا ز زخمِ لختِ یابم من حیات — چوں قتیل از گاوِ موسیٰ[3] اے ثقات
تا کہ (چمڑے کے) ٹکڑے کی چوٹ سے میں زندگی حاصل کروں — اے معتبر لوگو! جیسا کہ موسیٰؑ کی گائے سے مقتول (نے زندگی پائی)

تا ز زخمِ لختِ گاوے خوش شوم — ہمچو کشتہ گاوِ موسیٰؑ گُش شوم
تا کہ گائے کے (چمڑے کے) ٹکڑے سے میں خوش ہو جاؤں — (حضرت) موسیٰؑ کی گائے کے مقتول کی طرح شاداں ہو جاؤں

معتمداً۔ جان بوجھ کر۔ افتقاد۔ گم کرنا، یعنی چونکہ انہوں نے حضرت ذوالنون کو گم کر دیا تھا۔ رائے زدند۔ یعنی ذوالنون کی دیوانگی کے بارے میں مختلف رایوں کا اظہار کرنے لگے۔ کایں۔ بعض لوگوں کی رائے ہوئی کہ جان کر دیوانہ بنے ہیں۔ حکمتے۔ یعنی خدا نے دیوانہ بنا دیا ہے، اس میں اللہ کی کوئی حکمت ہوگی۔ رہ۔ معرفت کی راہ۔ آیتے۔ خدا کی پہچان کی علامت۔ دور دور۔ بعض لوگوں نے کہا یہ ممکن نہیں کہ ان جیسے عقلمند سے دیوانگی بیوقوفی کے کام کرا سکے۔ ابر۔ یعنی دیوانگی۔ ماہ۔ یعنی عقل۔ شر عامہ۔ عوام کی شرارت۔ زننگ۔ چونکہ عقلمند لوگ باعث ننگ کام کرنے لگے ہیں، اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا کر ان کے زمرے سے خارج کر لیا ہے۔ عقل کند۔ وہ عقل جس میں ذہانت نہ ہو۔ تن پرست۔ وہ عقل جو روحانیت کی تربیت نہ کرے۔ قاصداً۔ بالارادہ۔ کہ۔ یعنی وہ قصداً قید خانہ میں گئے ہیں اور دیوانوں کی طرح اپنے آپ کو گائے کے چمڑے کے ہنٹر سے پٹوا رہے ہیں۔ ساز گاو۔ چمڑے کا تسمہ جس سے جانوروں کو سدھاتے ہیں۔ تا ز زخم۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ایک بھتیجے نے اپنے چچا کو قتل کر ڈالا، قاتل کا پتہ نہ چلا تھا، حضرت موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کرائی اور اس کا چمڑہ لے کر مردے پر مارا تو مردہ زندہ ہو گیا اور اس نے قاتل کا پتہ بتا دیا تھا۔ گُش۔ خوش۔

زندہ شد کشتہ ز زخمِ دُمِ گاوَ ۔۔۔ ہمچو مس از کیمیا شد زرِ ساوَ[1]
گائے کی دم کی چوٹ سے مقتول زندہ ہو گیا ۔۔۔ جیسے تانبا کیمیا سے خالص سونا بن گیا

کشتہ برجست و بگفت اَسرار را ۔۔۔ وانمود آں زمرۂ خونخوار را
مقتول اُٹھ بیٹھا، اور راز بتائے ۔۔۔ اور قاتل جماعت کو ظاہر کر دیا

گفت روشن کایں جماعت کشتہ اند ۔۔۔ تخم ایں آشوب ایشاں کشتہ اند
واضح طور پر کہا ہے کہ اس جماعت نے قتل کیا ہے ۔۔۔ اِس فساد کے بیج انہوں نے بوئے ہیں

چونکہ کشتہ گردد ایں جسمِ گراں ۔۔۔ زندہ گردد ہستی اَسرار داں
جب یہ بھاری جسم مُردہ ہو جاتا ہے ۔۔۔ راز داں وجود زندہ ہو جاتا ہے

جانِ اُو بیند بہشت و نار را ۔۔۔ باز داند جملۂ اسرار را
اُس کی جان دوزخ اور جنت کو دیکھتی ہے ۔۔۔ (اور) تمام رازوں کو جانتی لیتی ہے۔

وَا ۔ نماید خونیانِ دیورا ۔۔۔ وَا نماید دام خدعہ و ریورا
قاتل شیطانوں کو ظاہر کر دیتی ہے ۔۔۔ مکر اور دھوکے کے جال کو واضح کر دیتی ہے

گاوَ کشتن ہست از شرطِ طریق[2] ۔۔۔ تاشود از زخمِ دُمش جاں مفیق
گائے کو ذبح کرنا، معرفت کی شرط ہے ۔۔۔ تاکہ جان اُس کی دُم کی چوٹ سے ہوش میں آجائے

گاوَ نفسِ خویش را زُو تر بکش ۔۔۔ تاشود روحِ خفی زندہ بہش
بہت جلد اپنے نفس کی گائے کو ذبح کر دے ۔۔۔ تاکہ مخفی روح ہوش کے ساتھ زندہ ہو جائے

ایں سخن را مقطع و پایاں مجو ۔۔۔ حالِ ذوالنوں با مریداں بازگو
اس بات کی ابتدا اور انتہا نہ تلاش کر ۔۔۔ ذوالنون کا مریدوں کے ساتھ معاملہ سنا

رجوع کردن بحکایت ذوالنون رحمتہ اللہ علیہ

ذوالنون رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت کی طرف رجوع کرنا

چوں رسیدند آں نفر نزدیک اُو ۔۔۔ بانگ برزد ہے کیا نند اِتَّقُوا
جب وہ لوگ ان کے پاس پہنچے ۔۔۔ وہ چیخے خبردار تم کون ہو، بھاگو

با اُدب گفتارِ ما از دوستاں ۔۔۔ بہر پُرسش آمدیم اینجا بجاں
انہوں نے ادب سے کہا، ہم دوستوں میں سے ہیں ۔۔۔ ہم (دل و) جاں سے (آپ کو) پوچھنے آئے ہیں

چونی اے دریائے عقل ذو فنون ۔۔۔ ایں چہ بہتان ست بر عقلت جنون
اے عجائب والی عقل کے دریا! آپ کیسے ہیں؟ ۔۔۔ آپ کی عقل پر جنون کا یہ کیسا الزام ہے؟

---

[1] زر ساوَ۔ خالص سونا۔ اسرار۔ یعنی چھپے ہوئے قاتل کا پتہ۔ چونکہ۔ جس طرح اس مقتول کی روح نے اسرار کا انکشاف کر دیا، اسی طرح جب انسان اپنی ہستی کو فنا کر دیتا ہے تو اس پر اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ جانِ اُو۔ مقام فنا پر پہنچ کر اسرارِ آخرت منکشف ہو جاتے ہیں۔ وانماید۔ انسان کو محسوس ہو جاتا ہے کہ شیاطین اس کے قاتل ہیں اور ان کے مکر و فریب کو پہچان جاتا ہے۔ گاؤ کشتن۔ یعنی مادی جسم کو فنا کرنا۔

[2] طریق۔ یعنی طریق معرفت۔ مفیق۔ ہوشمند۔ بہش۔ بہ ہوش۔ مریداں۔ یعنی ذوالنونؒ کے وہ مرید جو پاگل خانہ میں گئے تھے۔ نفر۔ جماعت۔ اتقوا۔ تم ڈرو، تم بھاگو۔ پرسش۔ یعنی احوال کی دریافت، عیادت۔ فنون۔ فن کی جمع ہے۔ بہتان۔ جھوٹا الزام۔ جنون۔ یعنی تیری عقل پر جنون کا الزام جھوٹ ہے۔

دُودِ گلخن[1] کے رسد در آفتاب
بھٹی کا دُھواں آفتاب تک کب پہنچتا ہے؟

چوں شود عنقا شکستہ از غراب
عنقا کوے سے کب شکست کھاتا ہے

وا مگیر از ما بیاں کن ایں سخن
ہم سے نہ چھپایئے یہ بات بتایئے

ما محبا نیم باما ایں مکن
ہم دوست ہیں، ہم سے یہ نہ کیجئے

مر مُحبّاں را نشاید دور کرد
دوستوں کو نہ بھگانا چاہیئے

یا بُرو پوش و دغل مہجور کرد
یا رُو پوشی اور دھوکے سے دور نہ کرنا چاہیئے

راز را اندر میاں نہ با محبّ
راز کو دوست کے سامنے رکھ دیجئے

اے کہ بحرِ علم و عقلی اِستَجِبْ
اے وہ کہ آپ علم و عقل کے سمندر ہیں مان جایئے

راز را اندر میاں آور شہا
اے شاہ! راز بتا دیجئے

رُو مکُن در ابر پنہانی مہا
اے چاند! ابر میں منہ نہ چھپایئے

ما مُحبِّ صادق و دلخستہ ایم
ہم سچے دوست اور دل شکستہ ہیں

در دو عالم دل بتو وابستہ ایم
دونوں جہان میں ہمارا دل آپ سے وابستہ ہے

راز را از دوستاں پنہاں مکن
راز کو دوستوں سے نہ چھپایئے

درمیاں نِہ راز و قصدِ جاں مکن
راز بتا دیجئے اور ہماری جان کے درپے نہ ہو جیے

چونکہ ذُوالنّون ایں سخن زاں شنید
جب ذُوالنّون نے اُن کی یہ بات سنی

جُز طریق امتحان[2] مخلص ندید
آزمائش کے راستے کے علاوہ چھٹکارا نہ دیکھا

فحش آغازید و دشنام از گزاف
خواہ مخواہ فحش اور گالی گلوچ شروع کر دی

گفت اُو دیوانگانہ زی وقاف
دیوانوں کیطرح اُنہوں نے زق زق بق بق شروع کر دی

برجہید و سنگ پرّاں کرد و چوب
کو دے اور پتھر اور لکڑیاں پھینکنے لگے

جُملگاں بگریختند از بیم کوب
چوٹ کے ڈر سے سب بھاگ گئے

قہقہہ خندید و جُنبانید سر
قہقہہ مار کر ہنسے اور سر ہلایا

گفت بادِ ریش ایں یاراں نگر
کہا ان دوستوں کی شیخی دیکھ

دوستاں بیں کو نشانِ دوستاں
دوستوں کو دیکھو! دوستوں کی علامت کہاں ہے؟

دوستاں را رنج کے باشد زجاں
دوستوں کو جان کی فکر کب ہوتی ہے؟

کے کراں گیرد ز رنجِ دوست دوست
دوست کے ستانے سے دوست کب کنارہ کشی کرتا ہے؟

رنج مغز و دوستی اُورا چو پُوست
تکلیف اُٹھانا مغز ہے اور دوستی اُس کا چھلکا

---

[1] گلخن۔ بھٹی یعنی جس طرح بھٹی کا دھواں آفتاب تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور عنقا کوے سے شکست نہیں کھا سکتا ہے، اسی طرح تیری عقل تک نہ جنون کی رسائی ہو سکتی ہے نہ تیری عقل جنون سے مغلوب ہو سکتی ہے۔ مکن۔ یعنی حقیقت نہ چھپایئے۔ مجور کرد۔ یعنی رو پوشی اور مکر سے فراق میں مبتلا کرنا مناسب نہیں ہے۔ استجب۔ قبول کر، منظور کر۔ شہا۔ اے شاہ۔ مہا۔ اے مہ۔ دلخستہ۔ رنجیدہ۔ قصد جاں کردن۔ مار ڈالنا۔

[2] امتحاں۔ آزمائش۔ مخلص۔ چھٹکارے کی جگہ۔ آغازید۔ شروع کر دیا۔ گزاف۔ بے وجہ، بے اصل۔ زی وقاف۔ جھک جھک، بک بک۔ بادریش۔ غرور، شیخی۔ نشان۔ علامت۔ رنج۔ یارے کہ تحمل نہ کند یار نباشد۔ کراں۔ کنارہ۔ مغز۔ اصل، لب لباب۔ پوست۔ چھلکا۔

رنج بر خود گیر[1] گر تو دوستی
اگر تو دوست ہے، تکلیف برداشت کر

رُو مگرداں گر تو نیکو خوستی
اگر تو اچھی عادات والا ہے، روگردانی نہ کر

نے نشانِ دوستی باشد خوشی
کیا خوشی دوستی کی نشانی نہیں ہے؟

در بلا ومحنت و آفت کشی
مصیبت و مشقت اور آفتیں برداشت کرنے میں

دوست ہمچوں زر بلا چوں آتش ست
دوست سونے کی طرح تکلیف آگ کی طرح ہے

زرِ خالص در دلِ آتش خوش ست
خالص سونا آگ کے بیچ میں بھلا ہے

امتحان کردن خواجۂ لقمانؑ زیرکی لقمانؑ را

حضرت لقمانؑ کے آقا کا لقمانؑ کی ذہانت کی آزمائش کرنا

نے کہ لقمانؑ را کہ بندہ پاک بود
کیا ایسا نہیں ہوا کہ لقمانؑ جو ایک اچھے غلام تھے

روز و شب در بندگی چالاک بود
دن رات خدمتگاری میں چست تھے

خواجہ اش میداشتے درکار پیش
آقا اُن کو ہر کام میں آگے رکھتا تھا

بہترش دیدے زفرزندانِ خویش
اپنی اولاد سے بھی اُن کو زیادہ سمجھتا تھا

زانکہ لقمانؑ گرچہ بندہ زادہ[2] بود
اسلئے کہ حضرت لقمانؑ اگرچہ غلام زادہ تھے

خواجہ بود و از ہوا آزادہ بود
(لیکن) آقا تھے اور خواہش نفسانی سے آزاد تھے

گفت شاہے شیخ را اندر سخن
ایک بادشاہ نے گفتگو میں ایک بزرگ سے کہا

کزمن از بخشش تو چیزے خواست کن
مجھ سے بخشش میں کچھ مانگ

گفت اے شہ شرم ناید مرتُرا
اُس (بزرگ) نے کہا اے بادشاہ! تجھے شرم نہیں آتی

کہ چنیں گوئی مرازیں برتر آ
کہ مجھ سے یہ کہتا ہے، اس سے بالاتر بن

من دو بندہ دارم وایشاں حقیر
میرے دو غلام ہیں اور وہ (بھی) حقیر ہیں

واں دو برتو حاکمانند و امیر
اور وہ دونوں تیرے حاکم اور سردار ہیں

گفت شہ آں دوچہ اندایں ذلت ست
بادشاہ نے کہا، وہ دونوں کیا ہیں؟ یہ (تو) ذلت ہے

گفت آں یک خشم دیگر شہوت ست
اُس (بزرگ) نے کہا ایک غصہ دوسرا شہوت ہے

شاہ آں داں کو زشاہی فارغ ست
بادشاہ اُس کو سمجھ جو بادشاہی سے بے نیاز ہے

برمہ و خورشید نورش بازغ ست
چاند اور سورج پر اُس کا نور غالب ہے

---

1. رنج برخود گیر۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ رومگرداں۔ یعنی اگر دوست تکلیف پہنچائے۔ بے نشان۔ دوستی کی علامت بھی ہے کہ ہر حالت میں راضی برضاءِ دوست رہے۔ ہمچوں زر۔ جس طرح سونا آتش سے نکھرتا ہے، اسی طرح دوستی میں دوست کے مصائب برداشت کرنے سے خلوص کا اظہار ہوتا ہے۔ امتحان کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت لقمان نے دوست کے ہاتھ سے کڑوا خربوزہ بھی رغبت سے کھایا، اسی طرح ایک انسان کو منجانب اللہ مصائب پر بھی راضی برضاءِ الٰہی رہنا چاہیے۔ خواجہ۔ آقا ان کو معزز اور اولاد سے زیادہ پیار سے رکھتا تھا۔ زانکہ۔ یہ پہلے شعر کی دلیل۔

2. بندہ زادہ۔ حضرت لقمانؑ کو اگر ولی اور بزرگ مانا جائے تو غلام زادہ ہونے میں کوئی اشکال نہیں اور اگر وہ نبی تھے تو ان کے باپ کو جبراً غلام بنایا گیا ہوگا۔ خواجہ بود۔ چونکہ وہ ہوا و ہوس سے آزاد تھے، لہٰذا غلام نہ تھے بلکہ آقا تھے۔ گفت شاہے۔ چونکہ مولانا نے پہلے شعر میں ہوا و ہوس سے آزاد ہونے کا ذکر کیا ہے، لہٰذا اس سلسلے میں یہ حکایت نقل کی ہے۔ برتر آ۔ یعنی یہ بات تیرے مقام سے گری ہوئی ہے۔ من۔ تو میرے دو غلاموں کا غلام ہے۔ ذلت۔ یعنی غلاموں کا غلام ہونا میرے لئے ذلت کا سبب ہے۔ زشاہی۔ شاہ تو وہ ہے کہ دنیا کی بادشاہت سے بھی بے نیاز ہو۔ بازغ۔ چمکنے والا، روشن۔

مخزن آں دارد کہ مخزن[1] ذلِ اوست
وہ ایسا خزانہ رکھتا ہے کہ (ظاہری) خزانہ اُسکی ذلت ہے

ہستی آں دارد کہ باہستی عدوست
وہ ایسا وجود رکھتا ہے جو وجود کا دشمن ہے

خواجۂ لقماں بظاہر خواجہ وش
(حضرت) لقمانؑ کا آقا ظاہری خواجگی کے ہوتے ہوئے

در حقیقت بندہ لقماں خواجہ اش
بحقیقتا غلام ہے، لقمانؑ اُس کے آقا ہیں

در جہانِ باز گونہ زیں بسے ست
اُلٹی دنیا میں ایسا بہت ہے

در نظر شاں گوہرے کم از خسے ست
اُن کی نظر میں جو ہر تنکے سے کم ہے

مَر بیاباں را مفازہ نام شد
بیابان کا نام، کامیابی کی جگہ ہوا

نام و ننگے[2] عقلِ شاں را دام شد
عزت و ذلت، اُن کی عقل کا جال بنا

یک گُرہ را خود معرف جامہ است
ایک گروہ کے لئے لباس پہچان کا ذریعہ ہے

در قبا گویند کواز عامہ است
قبا پہننے والے کو عوام میں سے کہتے ہیں

یک گُرہ را ظاہراً سالوس و زَرق
ایک گروہ کے ظاہری مکر اور فریب نے

کردہ زاہد نام و اندر زُہد غرق
زاہد اور زہد میں ڈوبے ہوئے نام رکھ لئے

یک گُرہ را ظاہر سالوس و زُہد
ایک گروہ میں ظاہری مکر اور زہد ہے

نور باید تا بُوَد جاسوسِ زہد
نور چاہئے جو زہد کی مخبری کرے

نور باید پاک از تقلید و غول
نور درکار ہے جو تقلید اور کجی سے خالی ہو

تا شناسد مرد را بے فعل و قول
تاکہ انسان کو بغیر قول اور فعل کے پہچانے

در رَوَد در قلب اُو از راہِ عقل
اُس کے دل میں عقل کے راستہ سے گھس جائے

نقد اُو[3] بیند نباشد بند نقل
اُس کا نقد دیکھ لے، سنی سنائی کا پابند نہ ہو

بندگانِ خاص عَلّامُ الغیوب
عَلّامُ الغُیوب کے خاص بندے

در جہانِ جاں جواسیس القلوب
روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہیں

در درونِ دل در آید چوں خیال
جب دل میں کوئی خیال آتا ہے

پیشِ شاں مکشوف باشد سِرِّ حال
پوشیدہ بھید اُن کے سامنے کھل جاتا ہے

---

1. مخزن۔ یعنی علم و معرفت کا خزانہ۔ کہ مخزن۔ یعنی زر و جواہر کا خزانہ۔ استی آں دارد۔ یعنی اس کا روحانی وجود ہے جو جسمانی وجود کا دشمن ہے۔ خواجہ۔ یعنی دراصل لقمان خواجہ تھے اور ان کا خواجہ دراصل غلام تھا۔ جہانِ باز گونہ۔ الٹی دنیا۔ در نظر۔ یعنی قیمتی چیز کو کم قیمت اور کم قیمت چیز کو قیمتی سمجھتے ہیں۔ مفازہ۔ کامیابی کی جگہ، صحرا کو کہتے ہیں حالانکہ وہ مہلکہ یعنی ہلاکت کی جگہ ہے، نام نہند زنگی کافور۔

2. نام و ننگ۔ عزت و ذلت کے خیال سے بے عقلی کے کام کرتے ہیں۔ یک گرہ۔ کپڑوں سے انسان کو پہچانتے ہیں، اس کی حقیقت پر نظر نہیں رکھتے ہیں، گدڑی والے کو فقیر سمجھتے ہیں، قبا پہننے والے کو معمولی انسان تصور کرتے ہیں۔ ظاہر سالوس۔ بعض لوگ ظاہری مکاری کو دیکھ کر زہد کے قائل ہو جاتے ہیں۔ نور باید۔ کسی کو پہچاننے کے لئے نورِ قلبی درکار ہے جس کے ذریعہ بغیر بات کئے اور کام دیکھے انسان کو پہچانا جا سکے۔

3. نقد اُو۔ انسان کی صحیح حالات۔ بندگان۔ پیر پر مرید کے دل کے احوال منکشف ہو جاتے ہیں۔ علام الغیوب۔ غیبوں کا جاننے والا، یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جواسیس۔ جاسوس کی جمع ہے، راز کو جاننے والا۔ در دروں۔ جس طرح خیالات انسان کے دل میں گھستے ہیں، اسی طرح خاص بندہ بھی دل میں گھس کر پوشیدہ احوال کو جان لیتا ہے۔

درتن[1] کنجشک چہ بود برگ و ساز
چڑیا کے جسم میں کیا ساز و سامان ہوتا ہے؟

کہ شود پوشیدہ آں بر عقل باز
کہ وہ باز کی عقل پر چھپ سکے

آنکہ واقف گشت بر اسرارِ ھو
جو اللہ (تعالیٰ) کے بھیدوں سے واقف ہو گیا

سِرِّ مخلوقات چہ بود پیش او
مخلوق کے بھید اُس کے سامنے کیا ہیں؟

آنکہ بر افلاک رفتارش بود
جس کی گذر آسمانوں پر ہو

بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود
اُس کو زمین پر چلنا کیا دشوار ہو گا؟

در کف داودؑ کاہن گشت موم
(حضرت) داودؑ کے ہاتھ میں جب کہ لوہا موم ہو گیا

موم چہ بود در کف او اے ظلوم
اے ظالم! اُن کے ہاتھ میں موم کیا ہو گا!

بود لقماںؑ بندہ شکلے خواجۂ
لقمانؑ میں بظاہر غلام (حقیقتاً) آقا تھے

بندگی بر ظاہرش دیباچۂ
غلامی اُن کے ظاہر کا عنوان تھی

چوں رود خواجہ بجائے ناشناس
آقا جب کسی اجنبی جگہ جاتا ہے

در غلامِ خویش پوشاند لباس
اپنے غلام کو (شاہی) لباس پہنا دیتا ہے

او بپوشد جامہائے آں غلام
وہ اُس غلام کے کپڑے خود پہن لیتا ہے

مر غلامِ خویش را سازد امام
اپنے غلام کو پیشرو بنا لیتا ہے

در پیش چوں بندگاں در رہ شود
راستہ میں غلاموں کی طرح اُس کے پیچھے چلتا ہے

تانباید زو کسے آگاہ شود[2]
تاکہ اُس کو کوئی نہ پہچان سکے

گوید اے بندہ تو رو برصدر شیں
کہہ دیتا ہے کہ اے غلام! تو جا اور صدر جگہ پر بیٹھ

من بگیرم کفش چوں بندہ کمیں
میں معمولی غلام کی طرح جوتیاں لے لوں گا

تو درشتی کن مرا دشنام دہ
تو سختی کر، مجھے برا بھلا کہہ

مر مرا تو ہیچ توقیرے منہ
تو میری کوئی عزت نہ کر

ترکِ خدمت خدمت تو داشتم
خدمت نہ کرنا میں نے تیرے ذمہ لگایا ہے

تابغربت تخم حیلت کاشتم
جب تک کہ مسافرت میں میں نے تدبیر کا بیج بویا ہے

خواجگاں ایں بندگیہا کردہ اند
آقاؤں نے یہ غلامیاں کی ہیں

تا گماں آید کہ ایشاں بندہ اند
تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ غلام ہیں

---

1. درتن۔ کنجشک سے مراد مرید اور باز سے مراد شیخ ہے۔ اسرار ہو۔ اللہ کے اسرار۔ بر افلاک۔ انبیاء اور اولیاء کو آسمانوں کی سیریں کرادی جاتی ہیں۔ داودؑ۔ حضرت داودؑ کا معجزہ تھا کہ ان کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔ بود لقماں۔ حضرت لقمانؑ نے جان بوجھ کر ظاہری غلامی اختیار کر رکھی تھی۔ چوں رود۔ غلامی کی شکل اختیار کر لینے کی وجہ بیان کی ہے، اجنبی جگہ مصلحتوں کی بنا پر اکثر اپنے آپ کو غلام اور غلام کو شاہ ظاہر کر دیا کرتے ہیں۔
2. آگاہ شود۔ اپنے آپ کو بادشاہ ظاہر کرنے میں خطرات ہوتے ہیں۔ شیں۔ نشیں کا مخفف ہے۔ کمیں۔ کمینہ۔ تو درشتی۔ تاکہ غلام کو آقا سمجھا جائے۔ ترک خدمت۔ یعنی تیری خدمت گزاری یہی ہے کہ تو خدمت نہ کرے۔ غربت۔ مسافرت۔ حیلت۔ تدبیر۔ خواجگاں۔ بہت سے بزرگ اپنی بزرگی کے اخفاء کے لئے معمولی معمولی کام اختیار کر لیتے ہیں تاکہ عوام کی نگاہوں سے چھپے رہیں۔

چشم پُر بودند و سیر از خواجگی
وہ آقائیت سے سیر چشم اور پیٹ بھرے تھے
کارہا[1] را کردہ اند آمادگی
اُنہوں نے استعداد (کے لئے) بہت سے کام کئے ہیں

ویں غلامانِ ہوا برعکس آں
اور یہ خواہش کے غلام اِس کے برعکس
خویشتن بنمودہ میر عقل و جاں
اپنے آپ کو عقل و جان کا آقا ظاہر کرتے ہیں

آید از خواجہ رہِ افگندگی
آقا سے خاکساری کا طریقہ آتا ہے
ناید از بندہ بغیر از بندگی
(اللہ کے) بندے سے بندگی کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

پس ازاں عالم بدیں عالم چناں
پس اُس عالم سے اِس عالم تک
تعبیہا ہست برعکس ایں بداں
بہت سی بناوٹی باتیں ہیں اُن کو اُلٹا سمجھ

خواجۂ لقمانؑ ازیں حال[2] نہاں
(حضرت) لقمانؑ کا آقا! اس راز سے
بود واقف دیدہ بود از وے نشاں
واقف تھا اور اُس کی نشانی دیکھ چکا تھا

راز می دانست خوش می راندخر
راز جانتا تھا، کلام چلا رہا تھا
از برائے مصلحت آں راہبر
اُس راہنما کی مصلحت کی وجہ سے

مر ورا آزاد کر دے از نخست
اُن کو وہ پہلے ہی آزاد کر دیتا
لیک خوشنودیِ لقمانؑ را بجست
لیکن اُس نے (حضرت) لقمانؑ کی خوشنودی چاہی

زانکہ لقمانؑ را مراد ایں بودتا
کیونکہ (حضرت) لقمانؑ کا مقصد یہی تھا تاکہ
کس نداند سرِّ آں شیرِ فتا
اُس نوجوان شیر کا کوئی بھید نہ سمجھ سکے

چہ عجب گر سر زِبد پنہاں کنی
یہ کیا عجیب بات ہے کہ تو راز کسی برے سے چھپائے
ایں عجب کہ سر ز خود پنہاں کنی
عجیب تو یہ ہے کہ تو راز کو اپنے آپ سے چھپائے

کار پنہاں کن تو از چشمانِ خود
اپنی نظروں سے چھپا کر کام کر
تا بود کارت سلیم از چشم بد
تاکہ تیرا کام نظر بد سے بچا رہے

خویش را تسلیم کن بردار مُزد
اپنے آپ کو سپرد کر دے، مزدوری کما لے
وانگہ از خود بے زخود چیزے بدزد
پھر بے خودی میں اپنے میں سے کچھ چرا لے

می دہند افیوں بمردِ زخم مند
زخمی انسان کو افیون دے دیتے ہیں
تا کہ پیکاں از تنش بیروں کنند
تاکہ اُس کے جسم میں سے تیر کھینچ لیں

---

[1] کارہا۔ بزرگانِ دین معمولی پیشے اختیار کر لیتے ہیں تاکہ ان کی استعداد قربِ الٰہی میں اضافہ ہو۔ ویں غلاماں۔ جو لوگ حرص و ہوا کے غلام ہیں وہ اپنی بڑائی ظاہر کرتے ہیں۔ خواجہ۔ بزرگانِ دین ہمیشہ فروتنی اختیار کرتے ہیں۔ از بندہ۔ یعنی جو اللہ کے نیک بندے ہیں۔ ازاں عالم۔ عالم آخرت۔ ازیں عالم۔ عالم دنیا۔ تعبیہا۔ تعبیہ کی جمع ہے، بناوٹ۔ برعکس۔ جس طرح یہ واقعہ ہے کہ بظاہر حضرت لقمان غلام اور ان کا آقا، آقا ہے لیکن حقیقتاً حضرت لقمان، آقا اور ان کا آقا ان کا غلام تھا، اسی طرح اس عالم اور عالم آخرت میں اور بہت سی چیزیں ہیں کہ جو حقیقتاً ظاہر کے برعکس ہیں۔

[2] ازیں حال۔ یعنی اس بات سے کہ حضرت لقمان نے ظاہراً غلامی اختیار کر رکھی ہے ورنہ بباطن ان کا رتبہ آقائیت کا ہے۔ راہبر۔ یعنی حضرت لقمانؑ۔ خوشنودی۔ حضرت لقمان علیہ السلام کی خواہش تھی کہ ان کو غلام بنائے رکھے۔ سر۔ ان کا روحانی مرتبہ۔ چہ عجب۔ کمالات کو دوسروں کی نگاہوں سے مخفی رکھنا بھی کمال ہے لیکن اپنی نگاہوں میں اپنے کمالات، کمال نہ ہوں تب زیادہ کمال ہے۔ چشم بد۔ خود اپنی نظر بد سے اپنے اعمال کو بچا۔ خویش را۔ اپنے آپ کو غلام سمجھتے ہوئے مزدوری کئے جاؤ تب اپنے رذائل کو اپنے آپ سے چرا کر غائب کر سکو گے۔ می دہند۔ افیوں کھلا کر خودی مٹا دی جاتی ہے تب اصلاح کی جاتی ہے تو خودی کو مٹانے سے اصلاح ہوگی۔

وقت مرگ[1] از رنج او را میدرند
مرتے وقت اُس کو تکلیف سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں
اُو بداں مشغول شد جاں می برند
وہ اس میں لگا، جان نکال لے جاتے ہیں

چوں بہر فکرے کہ خواہی دل سپرد
جب کسی فکر میں تو دل کو لگا دے گا
از تو چیزے در نہاں خواہند بُرد
تو وہ تیری چیز چپکے سے چرا لیں گے

پس بداں مشغول شوکاں بہترست
تو اُس میں لگ جو اچھی چیز ہو
تاز تو چیزے برد کاں کہترست
تا کہ (چور) تیری وہ چیز لے جائے جو گھٹیا ہے

ہرچہ اندیشی و تحصیلے کنی
جو تو سوچتا ہے، اور حاصل کرتا ہے
می در آید دُزد زاں سو کا یمنی
چور اُس جانب سے آتا ہے جدھر سے تو مطمئن ہے

بارِ[2] بازرگاں چو در آب اوفتد
تاجر کا مال جب پانی میں گرتا ہے
دست اندر کالہٗ بہتر زند
تو وہ عمدہ سامان پر ہاتھ مارتا ہے

کشتی مالش بغرقاب ارفتد
اُس کے مال کی کشتی اگر سمندر میں پھنسے
ہرچہ نازل تر بدریا افگند
جو گھٹیا ہے اُس کو دریا میں پھینک دیتا ہے

چونکہ چیزے فوت خواہد شد درآب
چونکہ کوئی نہ کوئی چیز تو پانی میں ڈوبے گی
ترک کمتر گوئی و بہتر را بیاب
گھٹیا کو چھوڑ دے اور بڑھیا کو بچا لے

نقد ایماں را بطاعت گوش دار
بندگی کے ذریعہ ایمان کے نقد کی حفاظت کر
تاز روئے حق نگردی شرم سار
تا کہ تو اللہ (تعالیٰ) کے روبرو شرمندہ نہ ہو

چونکہ نقدت را نگہداری کنی
جب تو اپنے نقد کی دیکھ بھال رکھے گا
حرص و غفلت را بَرد دیو دنی
کمینہ شیطان حرص اور غفلت کو لے بھاگے گا

ظاہر شدنِ فضل و زیرکی لقمانؑ پیشِ امتحان کنندگان

امتحان کرنے والوں کے سامنے (حضرت) لقمانؑ کی بزرگی اور ذہانت کا ظاہر ہونا

خواجہٗ لقمانؑ چو لقمانؑ را شناخت
(حضرت) لقمانؑ کے آقا نے جب لقمانؑ کو پہچان لیا
بندہ بود او را و با اُو عشق باخت
اُن کا غلام ہو گیا اور اُن پر فریفتہ ہو گیا

ہر طعامے کاوریدندے بوے
وہ جو کھانا اُس کے پاس لاتے
کس سوئے لقماںؑ فرستادے زپے
تو فوراً کسی کو (حضرت) لقمانؑ کی جانب روانہ کرتا

---

[1] وقت مرگ۔ موت کے وقت جسمانی تکالیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور روح سے غفلت ہو جاتی ہے تو روح چوری چلی جاتی ہے۔ چوں بہر فکرے۔ انسان کی جس چیز کی طرف توجہ راتی ہے، وہ بچ جاتی ہے جس سے غفلت برتا ہے، وہ چوری ہو جاتی ہے۔ بہترست۔ قیمتی چیز کی طرف توجہ کرو پھر ضائع ہوگی تو معمولی چیز ضائع ہوگی۔ ایمنی۔ تو مطمئن ہو کر بے تو جہی کرتا ہے تو چور اس کو چراتا ہے، جس چیز کی انسان فکر رکھتا ہے، اس کی جانب چور نہیں آتا۔

[2] بار۔ پہلے سمجھایا تھا کہ اچھی چیز کی طرف لگاؤ رکھو تا کہ معمولی چیز ضائع ہو، اب اس کو مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ اگر کشتی بوجھل ہونے کی وجہ سے ڈوبنے لگتی ہے تو معمولی چیزیں پھینک دی جاتی ہیں۔ کالہ۔ سامان۔ نازل تر۔ گھٹیا۔ بہتر۔ قیمتی سامان۔ ایماں۔ یہ قیمتی چیز ہے اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کرنی ہے، اس کی حفاظت کر۔ حرص۔ اپنے رذائل کی حفاظت نہ کرتا کہ وہ چوری ہو جائیں۔ شناخت۔ یعنی ان کا آقا ان کی بزرگی کو پہچان گیا۔ ہر طعامے۔ بڑوں کا جھوٹا تبرکا کھایا جاتا ہے۔ فرستادے۔ یعنی ان کو بلانے کے لئے۔

تا کہ لقمانؒ دست سوئے آں بَرد
قاصداً تا خواجہ پس خوردش[1] خورد
تا کہ (حضرت) لقمانؑ اُس میں ہاتھ ڈال دیں
اِس ارادے سے کہ آقا اُن کا جھوٹا کھائے
سورِ اُو خوردے و شور انگیختے
ہر طعامے کو نخوردے ریختے
اُن کا جھوٹا کھاتا، اور مستی پیدا کرتا
جو کھانا وہ نہ کھاتے اُس کو ضائع کر دیتا
وَر بخوردے بیدل و بے اشتہا
ایں بود پیوستگی بے منتہا
اگر کھاتا بھی تو بے دلی اور بے رغبتی سے
لا محدود تعلق یہ ہوتا ہے
خربزہ آوردہ بودند ارمغاں
لیک غایب بود لقمانؒ آں زماں
تحفے میں خربوزہ لائے تھے
لیکن اُس وقت (حضرت) لقمانؒ موجود نہ تھے
گفت خواجہ یا غلامے کے فلاں
زود رَو فرزند لقمانؒ را بخواں
آقا نے ایک غلام سے کہا کہ فلانے!
جلد جا، عزیز لقمانؒ کو بلا لا
چونکہ لقمانؒ آمد و پیشش نشست
خواجہ بس بگرفت سکینے بدست
جب (حضرت) لقمانؑ آئے اور اُسکے سامنے بیٹھ گئے
اُس کے بعد آقا نے چھری ہاتھ میں لی
چوں بُرید و داد اُورا یک بُریں
ہمچو شکّر خوردش و چوں انگبیں
جب تراشا، اُن کو ایک قاش دی
انہوں نے اُس کو شکر و شہد کی طرح کھا لیا
از خوشی کہ خورد داد اُو را دوم
تا رسید آں گرچہا تا ہفدہم
چونکہ انہوں نے خوشی سے کھایا ان کو دوسری دی
یہاں تک کہ وہ قاشیں سترہ تک پہنچیں
ماند گرچے گفت ایں رامن خورم
تاچہ شیریں خربزست ایں بنگرم
ایک قاش بچی تو بولا اِس کو میں کھاؤں گا
تا کہ دیکھوں کیسا میٹھا خربوزہ ہے؟
اُو چنیں خوش میخورد کز ذوقِ اُو
طبعہا شد مشتہی[2] ولقمہ جو
وہ اس قدر خوشی سے کھا رہے تھے کہ ان کے ذوق سے
طبیعتیں خواہشمند ہو گئیں اور کھانا چاہنے لگیں
چوں بخورد از تلخیش آتش فروخت
ہم زباں کرد آبلہ ہم حلق سوخت
جب اُس نے کھایا اُس کی کڑواہٹ سے آگ لگ گئی
زبان پر آبلہ پڑ گیا حلق بھی جل گیا
ساعتے بیخود شد از تلخی آں
بعد ازاں گفتش کہ اے جانِ جہاں
تھوڑی دیر اُس کی کڑواہٹ سے بے چین رہا
اُس کے بعد اُن سے کہا اے جان عالم!
نوش چوں کر دی تو چندیں زہر را
لطف چوں انگاشتی ایں قہر را
آپ نے اس قدر زہر کیسے پی لیا؟
اس قہر کو لطف کیوں سمجھا؟

پس خورد۔ بچا ہوا کھانا۔ سور۔ پس خوردہ۔ شور انگیختن۔ مستی کا اظہار کرنا۔ ریختے۔ ان کے نہ کھانے سے سمجھتا تھا کہ کھانا مکروہ ہے۔ پیوستگی۔ تعلق۔ خربزہ۔ خربوزہ۔ ارمغاں۔ تحفہ۔ فرزند۔ محبت میں بیٹا کہا ہے۔ سکین۔ چھری۔ بریں۔ قاش، پھانک۔ انگبیں۔ شہد۔ گرچہا۔ گرچ کی جمع ہے، بالضم وکاف وجیم فارسی، خربوزے، تربوز کی قاش۔

مشتہی۔ خواہشمند۔ چوں۔ کڑوا خربوزہ کھانے سے حلق میں سوزش اور زبان پر آبلہ پڑ گیا۔ جانِ جہاں۔ یعنی حضرت لقمان علیہ السلام۔ زہر۔ یعنی کڑوا خربوزہ۔

این چہ صبرست این صبوری از چہ روست
یہ کیسا صبر ہے اور یہ کس طرح کا صبر کرنا ہے؟
جانِ تو گوئی بہ پیش تو عدوست[1]
گویا آپ کی جان آپ کے نزدیک آپ کی دشمن ہے

چوں نیا وردی بحیلت حجتے
کیوں نہ تدبیر سے آپ نے کوئی عذر کر دیا
کہ مرا عذریست بس کن ساعتے
کہ میں معذور ہوں، تھوڑی دیر ٹھہر

گفت من از دست نعمت بخش تو
فرمایا کہ تیرے سخی ہاتھ سے
خوردہ ام چنداں کہ از شرم دو تو
میں نے اسقدر کھایا ہے کہ شرمندگی سے جھکا جاتا ہوں

شرم آمد گر یکے تلخ از کفت
مجھے شرم آتی اگر تیرے ہاتھ سے ایک کڑوی چیز
می نوشم اے تو صاحب معرفت
نہ کھاؤں اے (آقا) تو خود جانتا ہے

چوں ہمہ اجزام از انعامِ تو
جب کہ میرے تمام اجزاء تیرے انعام سے
رُستہ اند و غرقِ دانہ و دامِ تو
اُگے ہیں اور تیری دانہ و دام میں غرق ہیں

گر زیک تلخے کنم فریاد و داد
اگر میں ایک کڑوی چیز سے فریاد اور واویلا کروں
خاک تیرہ برسرِ اَجزام باد
تو کالی خاک میری اجزاء پر ہو

لذتے[2] دست شکر بخشت کہ داشت
تیرا شکر بخش ہاتھ جو لذت رکھتا تھا
اندریں بطیخ تلخی کے گذاشت
اُس نے اِس خربوزے میں کڑواہٹ کہاں چھوڑی؟

از محبت تلخہا شیریں شود
محبت کی وجہ سے کڑوی چیزیں میٹھی ہو جاتی ہیں
از محبت مسّہا زرّیں شود
محبت سے تانبے سونے بن جاتے ہیں

از محبت دُردہا صافی شود
محبت سے تلچھٹیں صاف ہو جاتی ہیں
وز محبت دَردہا شافی شود
محبت سے درد شفا بخشنے والے بن جاتے ہیں

از محبت خارہا گل می شود
محبت سے کانٹے پھول بن جاتے ہیں
وز محبت سرکہا مل می شود
محبت سے سرکے شراب بن جاتے ہیں

از محبت دار تختے می شود
محبت سے سولی، تخت بن جاتی ہے
وز محبت بار بختے می شود
محبت سے بوجھ نصیبہ بن جاتا ہے

از محبت سجن گلشن می شود
محبت سے قید خانہ چمن بن جاتا ہے
بے محبت روضہ گلخن می شود
بغیر محبت کے باغ بھٹی بن جاتا ہے

از محبت نار نورے می شود
محبت سے آگ نور بن جاتی ہے
وز محبت دیو حورے می شود
محبت سے دیو، حور بن جاتا ہے

---

1. عدو۔ ایسا کڑوا خربوزہ کھانا تو جان کے ساتھ دشمنی ہے۔ چوں۔ یعنی صاف انکار مناسب نہ تھا تو کوئی عذر تراش لیتے۔ گفت۔ حضرت لقمان نے فرمایا جب اس ہاتھ سے سینکڑوں شیریں چیزیں کھا چکا ہوں، ایک تلخ چیز کا انکار بے شرمی ہے۔ اجزام۔ میرے بدن کے سارے اجزاء تیرے نمک کے پروردہ ہیں۔ دام۔ جال۔ گر زیک۔ کسی بڑے محسن کی معمولی زیادتی پر واویلا کرنا بڑی ذلیل حرکت ہے۔

2. لذت۔ محسن کے ہاتھ کی کڑوی چیزیں کڑوی نہیں رہتی ہیں۔ از محبت۔ یہاں سے مولانا نے فرمایا ہے کہ محبت چیزوں کی حقیقت بدل دیتی ہے۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ دردہا۔ یعنی امراض۔ مل۔ شراب۔ تختے۔ یعنی تخت شاہی۔ بار۔ بوجھ۔ بخت۔ یعنی خوش نصیبی۔ سجن۔ قید خانہ۔ روضہ۔ باغیچہ۔ گلخن۔ بھٹی۔ دیو۔ یعنی بدصورت۔ حور۔ یعنی خوبصورت۔

از محبت سنگ روغن می شود — بے محبت موم آہن می شود
محبت سے پتھر تیل بن جاتا ہے — بغیر محبت کے موم لوہا بن جاتا ہے
از محبت حزن[1] شادی می شود — وز محبت غول ہادی می شود
محبت سے غم خوشی بن جاتا ہے — محبت سے چھلاوا راہبر بن جاتا ہے
از محبت نیش نوشے می شود — وز محبت شیر موشے می شود
محبت سے ڈنک شہد بن جاتا ہے — محبت سے شیر چوہا بن جاتا ہے
از محبت سقم صحت می شود — وز محبت قہر رحمت می شود
محبت سے بیماری، تندرستی بن جاتی ہے — محبت سے قہر رحمت بن جاتا ہے
از محبت خار سوسن می شود — وز محبت خانہ روشن می شود
محبت سے کانٹا سوسن بن جاتا ہے — محبت سے گھر روشن ہو جاتا ہے
از محبت مُردہ زندہ می شود — وز محبت شاہ بندہ می شود
محبت سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے — محبت سے شاہ، غلام بن جاتا ہے
ایں محبت ہم نتیجہ دانش ست — کے گزافہ بر چنیں تختے نشست
یہ محبت بھی سمجھ کا نتیجہ ہے — بکواس ایسے تخت پر کب بیٹھ سکتا ہے؟
دانش ناقص کجا ایں عشق زاد — عشق زاید ناقص اما بر جماد
ناقص عقل نے یہ عشق کب جنا ہے؟ — ناقص (عقل) عشق پیدا کرتی ہے لیکن پتھر سے
بر جمادے[2] رنگ مطلوبے چو دید — از صفیرے بانگ محبوبے شنید
پتھر پر جب محبوب کا رنگ دیکھا — سیٹی سے محبوب کی آواز سن لی
دانش ناقص نداند فرق را — لا جرم خورشید داند برق را
ناقص عقل، فرق نہیں سمجھتی — لا محالہ بجلی کو سورج سمجھ لیتی ہے
چونکہ ملعوں خواند ناقص را رسول — بود در تاویل نقصانِ عقول
ناقص کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ملعون کہا ہے — از روئے تاویل عقلوں کی کمی (مراد) تھی
زانکہ ناقص تن بود مرحومِ رحم — نیست بر مرحوم لائق لعن و زحم
اس لئے کہ ناقص جسم، قابل رحم ہوتا ہے — قابل رحم، لعنت و زحمت کے لائق نہیں ہے
نقص عقلست آنکہ بد رنجوریست — موجب لعنت سزائے دوریست
بری بیماری عقل کی کمی ہے — جو لعنت کا سبب اور دور رہنے کے قابل ہے

---

1. حزن۔ غم۔ غول۔ چھلاوا جس کا کام راستہ سے بھٹکانا ہے۔ نیش۔ زہریلا ڈنک۔ موش۔ چوہا۔ سقم۔ بیماری۔ سوسن۔ ایک آسمانی رنگ کا پھول ہے۔ دانش۔ یعنی عشق و محبت کامل عقل کا نتیجہ ہے۔ ناقص۔ یعنی ناقص عقل بھی عشق پیدا کرتی ہے لیکن غیر واقعی معشوق کے ساتھ۔
2. بر جمادے۔ ناقص عقل جب کسی چیز پر محبوب حقیقی کا عکس دیکھتی ہے تو اس کی گرویدہ ہو جاتی ہے۔ یہ دھوکا ایسا ہی ہے جیسا کہ پرند کو شکاری کی سیٹی سے دھوکا لگتا ہے اور اس کو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر جال میں جا پھنستا ہے۔ صفیر۔ سیٹی جو شکاری بجاتا ہے۔ لا جرم۔ فانی کو باقی تصور کر لیتا ہے۔ چونکہ۔ جس ناقص کو ملعون کہا گیا ہے اس سے مراد ناقص عقل والا ہے۔ ناقص تن۔ جیسے لنگڑا، اندھا۔ زحم۔ زحمت۔ بد رنجوری۔ بری بیماری۔

زانکہ[1] تکمیل خرد ہا دُور نیست
کیونکہ عقلوں کی تکمیل بعید نہیں ہے
لیک تکمیل بدن مقدور نیست
لیکن بدن کی تکمیل ممکن نہیں ہے

کفر فرعونے و ہرگبر عنید
فرعون اور ہر سرکش کافر کا کفر
جملہ از نقصانِ عقل آمد پدید
سب عقل کی کمی سے رونما ہوا ہے

بہر نقصانِ بدن آمد فرج
بدن کی کمی کے لئے گنجائش آئی ہے
در نبے کہ مَا عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ
قرآن میں ہے اندھے پر گناہ نہیں ہے

برق آفل باشد و بس بے وفا
برق چھپ جانے والی ہوتی ہے اور بہت بے وفا ہوتی ہے
آفل از باقی نداند بے صفا
بےنور، غائب ہوجانے والے کو باقی رہنے والے سے ممتاز نہیں کرتا ہے

برق خندد برکہ می خندد بگو
بجلی ہنستی ہے، بتا کس پر ہنستی ہے؟
بر کسے کہ دل نہد بر نورِ اُو
اُس شخص پر جو اُس کی چمک سے دل لگائے

نور ہائے برق ببریدہ پے ست
بجلی کے نوروں کے پیر کٹے ہوئے ہیں
آں چولا شرقی و لاغربی کے ست
وہ لا شرقی و لاغربی کی طرح کب ہیں؟

برق راچوں یَخْطِفُ الْاَبْصَار داں
بجلی کو تو نگاہیں اُچک لینے والی سمجھ
نورِ باقی راہمہ ابصار داں
باقی رہنے والے نور کو مجسم نگاہیں سمجھ

برکف• دریا فرس را راندن ست
دریا کے جھاگ پر گھوڑا دوڑانا ہے
نامہ را در نورِ برقے خواندن ست
خط کو بجلی کی روشنی میں پڑھنا ہے

از حریصی عاقبت نادیدنست
حرص کی وجہ سے نا عاقبت اندیشی ہے
بردل و بر عقل[2] خود خندید نست
اپنے دل اور اپنی عقل کی ہنسی اڑانا ہے

عاقبت بین ست عقل از خاصیت
عقل طبعًا عاقبت میں ہے
نفس باشد کو نہ بیند عاقبت
جو انجام کو نہیں دیکھتا ہے وہ نفس ہے

عقل کو مغلوبِ نفس اُو نفس شد
جو عقل نفس سے مغلوب ہو وہ نفس بن جاتی ہے
مُشتری ماتِ زحل شد نحس شد
جب مشتری زحل سے مات کھا جاتا ہے منحوس ہوجاتا ہے

ہم دریں نحسے بگرداں ایں نظر
اس نحوست میں بھی اپنی نگاہ کو گھما
در کسے کو کرد نحست در نگر
اُس ذات کو دیکھ جس نے تجھے منحوس بنایا

---

[1] زانکہ۔ باعث لعنت وہ برائی ہوسکتی ہے جس کا ازالہ ممکن ہو اور نہ کیا جائے، بے عقل، عاقلوں کی صحبت میں عقل حاصل کرسکتا ہے، لنگڑا بالکل معذور ہے۔ کفر۔ چونکہ عقلی نقصان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا باعث لعنت ہے۔ فرج۔ کشادگی۔ اعمٰی۔ اندھا۔ حرج۔ گناہ۔ آفل۔ غروب کرجانے والا۔ برق۔ بجلی کی کوند کو توجہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ببریدہ پے۔ پیر کٹے ہوئے۔ لاشرقی ولاغربی۔ وہ نہ مشرقی ہے نہ غربی، یہ قرآن پاک میں اللہ کے نور کی صفت بیان کی گئی ہے۔ یخطف۔ قرآن پاک میں کفار کے بارے میں ہے یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطِفُ اَبْصَارَھُمْ "قریب ہے کہ بجلی ان کی نگاہوں کو اچک لے۔" از حریصی۔ ناپائیدار عشق ایسا ہے جیسا کہ دریا کے جھاگوں پر گھوڑا دوڑانے کی کوشش یا آسمانی بجلی کی کوند میں خط پڑھنے کی کوشش۔

[2] عقل۔ عقل انسانی انجام پر نظر رکھتی ہے، نفس کوتاہ بیں ہے۔ مشتری۔ سعد ستارہ ہے لیکن زحل منحوس ستارے کی داب میں آکر نحس بن جاتا ہے۔ ہم دریں نحسے۔ اگر انسان وساوس قلبی میں مبتلا ہو تو ان کے درپے نہ ہو بلکہ یہ مراقبہ کرے کہ یہ وسوسے بھی اللہ کی جانب سے ہیں تو وساوس کی نحوست ختم ہوکر عروج کی سعادت حاصل ہوجاتی ہے۔

آں نظر کو بنگرد ایں جزر[1] و مد
جو نگاہ اِس اُتار چڑھاؤ کو دیکھے
زاں ہمی گردانت از حالے بحال
(خدا) اسلئے تجھے ایک حال سے دوسرے حال کیطرف لے جاتا ہے
تاکہ خوفت زاید از ذاتُ الشمال
تاکہ تیرا خوف بائیں جانب والے (اعمالنامہ) سے پیدا
تاکہ از عسرت نہ بینی خوفہا
جب تک کہ تو تنگی کے خوفوں کو نہ دیکھ لے گا
تانہ بینی خوف نحس مشامہ
جب تک تو بائیں جانب (والوں) کی نحوست کا خوف نہ دیکھ لے گا
تا دو پر باشی کہ مرغ یک پرہ
تاکہ تو دو پروں والا ہو جائے کیونکہ ایک بازو کا پرندہ
ہیں[2] گذر از میمنہ وز میسرہ
خبردار! دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے گذر جا
یا رِہا کن تانیایم در کلام
یا تو چھوڑ دے تاکہ میں گفتگو نہ کروں
وَرنہ ایں خواہی نہ آں فرماں تُراست
اگر تو نہ یہ چاہئے نہ وہ چاہئے، تجھے اختیار ہے
جانِ ابراہیمؑ باید تا بنور
(حضرت) ابراہیمؑ کی جان چاہئے تاکہ نور کے ذریعہ
پایہ پایہ بر روَد برماہ و خور
درجہ بدرجہ چاند اور سورج سے اونچا جائے
چوں خلیلؑ از آسمانِ ہفتمیں
(حضرت ابراہیمؑ) خلیل (اللہ) کی طرح ساتویں آسمان سے

اُو زنحسے سوئے سعدے نقب زد
اُس نے نحوست سے سعادت کی طرف راستہ بنا لیا ہے
ضد بضد پیدا کناں در انتقال
تبدیلی میں ایک مخالف سے دوسرا مخالف پیدا کرتے ہوئے
لذتِ ذاتُ الیمیں یَرجی الرّجال
اُس دائیں جانب والے (اعمالنامہ) کی لذت جسکی لوگ تمنا کرتے ہیں
کے زیسرے بازیابی لُطفہا
تو تجھے سہولت کے لطف کب حاصل ہوں گے
کے شناسی قدر لطف میمنہ
دائیں جانب (والوں) کے لطف کی قدر کب سمجھے گا؟
عاجز آید از پریدن یکسرہ
اُڑنے سے بالکل عاجز رہتا ہے
در سَرائے سابقاں آں یکسرہ
بالکلیہ سابقین کے گھر میں
یا بدہ دستور تا گویم تمام
یا اجازت دے تاکہ پوری بات کہہ دوں
کس چہ داند مَر ترا مقصد کجاست
کون سمجھے کہ تیرا مقصد کیا ہے؟
بیند اندر نارِ فردوس و قصور
آگ میں جنت اور محلات دیکھ لے
تانماند ہمچو حلقہ بند در
تاکہ کنڈے کی طرح دروازہ کا پابند نہ رہے
بگذرد کہ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
گذر جاتا ہے کیونکہ وہ "لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن" (کہتے ہیں)

[1] جزر۔سمندر کا اتار۔مد۔سمندر کا چڑھاؤ۔زاں ہمی۔انسان کے احوال میں تبدیلی میں مصلحت یہ ہے کہ عاقبت کی قدر اسی کو ہوتی ہے جو مصیبت میں پھنس چکا ہو۔ذات الشمال۔بائیں جانب والے، یہ دوزخیوں کی صفت ہے۔ذات الیمین۔دائیں جانب والے، یہ جنتیوں کی صفت ہے۔عسر۔تنگی۔یسر۔سہولت۔مشامہ۔بائیں جانب یعنی بائیں جانب والے جو جہنمی ہوں گے۔دو پر۔یعنی قبض اور بسط کی کیفیت۔

[2] ہیں۔قرآن پاک میں اصحاب میمنہ اور میسرہ کا ذکر آیا ہے۔والسابقون الاولون اولئک المقربون یعنی جو دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے آگے ہوں گے، وہ مقرب ہوں گے۔میسرہ۔بائیں جانب۔یارہا کن۔مولانا سننے والے کو مخاطب کرتے ہیں کہ یا تو اسرار کا یہ بیان ختم ہونا چاہئے یا توجہ کی جائے تاکہ بیان پورا ہو سکے۔جانِ ابراہیمؑ۔عقل کامل ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی سی ہو جو دشمنوں کی آگ میں بھی آخرت کا منظر دیکھ رہے تھے۔پایہ۔سالک کو مسلسل ترقی کرنی چاہئے تاکہ خلوتِ راز سے باہر نہ رہے۔حلقہ۔کنڈی کا حلقہ دروازہ سے باہر ہوتا ہے۔لا احب افلین۔میں غروب کر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا، حضرت ابراہیم نے یہ اس وقت فرمایا جب چاند اور سورج کی الوہیت کا انکار کر رہے تھے۔

ایں جہان تن غلط انداز شد — جز مرآں راکوزِ شہوت بازشد
یہ جسم کی دنیا، غلطی میں مبتلا کرنے والی ہے — علاوہ اُس کے جو خواہش نفسانی سے باز رہا۔

حسد آں حشم برآں غلام خاص سُلطاں

بادشاہ کے خاص غلام پر غلاموں کا حسد کرنا

قصہ[1] شاہ و امیران و حَسَد — بر غلامِ خاص و سلطانِ خرد
شاہ اور امیروں، اور حسد کا قصہ — خاص غلام اور شہنشاہِ عقل پر

دور ماند از جرّ جرّارِ کلام — باز باید گشت و کرد آں را تمام
دور رہ گیا، کلام کو طول دینے والے کے طول دینے کی وجہ سے — واپس لوٹنا چاہئے اور اُس کو مکمل کرنا چاہئے

باغبانِ مُلک با اقبال و بخت — چوں درختی واند اندر از درخت
اقبال اور نصیبہ والا، ملک کا باغبان — درخت اور درخت میں امتیاز کرنا کیوں نہ جانے گا؟

آں درختے را کہ تلخ و رَد بود — واں درختے کہ یکش ہفصد بود
وہ درخت جو کڑوا اور ناپسند ہو — اور وہ درخت جو ایک سات سو کے برابر ہو

کے برابر دارد اندر مرتبت — چوں بہ بیند شاں بچشم عاقبت
(اُن کو) رُتبے میں برابر کب رکھے گا؟ — جب اُن کو دور اندیشی کی نگاہ سے دیکھے گا

کاں درختاں[2] را نہایت چیست بَر — گرچہ یکسانند ایں دم در نظر
کہ ان درختوں کا انجام کار پھل کیسا ہے؟ — اگرچہ اس وقت دیکھنے میں یکساں ہیں

شیخ کو ینظر بنُورِ اللہ شد — از نہایت وزنخست آگاہ شد
وہ شیخ جو اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہوگیا — ابتداء اور انتہاء سے واقف ہو گیا

چشم آخر بیں بہ بست از بہر حق — چشم آخر بیں کشاد اندر سبق
اُس نے اللہ (تعالیٰ) کیلئے چر کو دیکھنے والی آنکھ بند کر لی ہے — آخرت کو دیکھنے والی آنکھ پہلے سے کھول لی ہے

آں حسوداں بد درختاں بودہ اند — تلخ گوہر شور بختاں بودہ اند
وہ حاسد، بُرے درخت تھے — کڑوی اصل والے بدبخت تھے

از حَسَد جوشان و کف می ریختند — در نہانی مکر می انگیختند
حسد کی وجہ سے جوش میں تھے اور جھاگ گراتے تھے — خفیہ طور پر مکر کرتے تھے

تا غلامِ خاص را گردن زنند — بیخ اُو را از زمانہ بر کنند
تاکہ خاص غلام کو قتل کر دیں — دنیا سے اُس کی جڑ اُکھاڑ دیں

---

1. قصہ۔ درمیان میں مولانا نے کچھ اسرار اور حکم کی باتیں شروع کردی تھیں، اب پھر اس قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جرّ۔ کھینچنا۔ جرار کلام۔ کلام کو طول دینے والا۔ باغبان۔ بادشاہ اور غلاموں کی مثال باغبان اور درختوں کی سی ہے، باغبان سب درختوں کو پہچانتا ہے اور ان سے ان کی حیثیت کا معاملہ کرتا ہے لہٰذا حسد بے جا ہے۔ یکش۔ باغ میں ایک درخت ایسا قیمتی ہوتا ہے جو بہت سوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

2. کاں درختاں۔ بظاہر سب درخت یکساں ہیں۔ بر۔ پھل۔ شیخ۔ پیر سمجھتا ہے کہ کون سا مرید بالآخر کس مقام پر فائز ہوگا۔ چشم آخر بیں۔ یعنی جانوروں والی آنکھ جو محض غذا جسمانی کو دیکھتی ہے۔ حسوداں۔ یعنی ان کے اعمال کے پھل تلخ تھے۔ تلخ گوہر۔ کڑوی جڑ والے۔ کف۔ جھاگ۔ تا غلام۔ تاکہ مخصوص غلام کو قتل کر ڈالیں۔

چوں شود فانی جو جانش شاہ بود　بیخ او در عصمت اللہ[1] بود
وہ فانی کب ہوسکتا ہے جب کہ بادشاہ اُس کی جان تھا　اُس کی جڑ اللہ (تعالیٰ) کی حفاظت میں تھی

شاہ ازاں اسرار واقف آمدہ　ہمچو بوبکرؓ ربابی تن زدہ
بادشاہ اُن رازوں سے واقف ہو گیا　ابوبکرؓ ربابی کی طرح خاموش تھا

در تماشائے دلِ بد گوہراں　میزند خنبک براں کوزہ گراں
بد اصلوں کے دل کو دیکھ کر　اُن جعل سازوں پر تالیاں بجاتا تھا

مکرمی سازند قومِ حیلہ مند　تا کہ شہ را در فقاعے در کنند
مکار قوم، مکاری کررہی تھی　تا کہ بادشاہ کو دھوکے میں مبتلا کر دیں

بادشاہے بس عظیم بیکراں　در فقاعے کے بگنجد اے خراں
لا انتہا عظیم بادشاہ　اے گدھو! دھوکے میں کب پڑ سکتا ہے؟

از برائے شاہ دامے دوختند　آخر ایں تدبیر ازو آموختند
بادشاہ کے لئے جال بن رہے تھے　آخر یہ تدبیر (بھی) اُسی سے سیکھی تھی

نحس شاگردیکہ با اُستادِ خویش　ہمسری آغاز دو آید بہ پیش
وہ شاگرد بدبخت ہے جو اپنے اُستاد سے　مقابلہ کرے اور سامنا کرے

باکدام[2] استاد اُستادِ جہاں　پیشِ اُو یکساں ہویدا و نہاں
کون سے استاد سے؟ دنیا کے اُستاد سے　جس کے سامنے ظاہر و باطن یکساں ہے

چشمِ او یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہ شدہ　پردہائے جہل را خارق بدہ
اُس کی نظر اللہ (تعالیٰ) کے نور سے دیکھنے والی ہوگئی ہے　جہل کے پردوں کو پھاڑنے والی ہو گئی ہے

از دلِ سوراخ چوں کہنہ گلیم　پردہ بندد بہ پیشِ آں حکیم
پرانی گدڑی جیسے دل کے سوراخ پر　اُس دانا کے سامنے پردہ تانتا ہے

پردہ می خندد برو با صد دہاں　ہر دہانے گشتہ اشگافے دراں
پردہ سو منہ سے اُس پر ہنستا ہے　اُس کا ہر سوراخ ایک منہ بن گیا ہے

گویدآں اُستاد مر شاگرد را　کاے کم از سگ عیستت با من وفا
وہ اُستاد، شاگرد سے کہتا ہے　اے کتے سے کمتر! تو میرا وفادار نہیں ہے

---

[1] عصمت اللہ۔ اللہ کی حفاظت۔ بوبکر ربابی۔ ایک مجذوب، ولی کا نام ہے جو سات سال تک بالکل خاموش رہے تھے۔ کوزہ گراں۔ کمہار، کمہار چونکہ برتنوں پر طرح طرح کے رنگ چڑھاتا ہے لہٰذا جعل ساز اور طمع گر کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ خنبک زدن۔ ہتھیلیاں بجانا۔ فقاع۔ دھوکہ۔ بادشاہ۔ یعنی شیخ۔ اے خراں۔ پیر کو دھوکا دینے والا گدھا ہے۔ دام۔ جال۔ تدبیر۔ سپاہی، شاہ اور سپہ سالار سے طریقہ سیکھتا ہے، مرید شیخ سے آداب سیکھتا ہے۔ نحس۔ وہ شاگرد منحوس ہے جو استاد سے سیکھے ہوئے ہنر کے ذریعے استاد ہی کا مقابلہ کرنے لگے۔

[2] باکدام۔ یعنی استاد بھی وہ جو روحانی استاد ہے جس کے سامنے ہر شخص کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ ینظر۔ حدیث میں ہے اتقوا من فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔ خارق۔ پھاڑنے والا۔ از دل۔ جو دل معصیتوں کی وجہ سے پرانی گدڑی کی طرح سوراخ در سوراخ ہے، یہ اس کے راز کو چھپانا چاہتا ہے۔ پردہ۔ اس دل کے سوراخوں پر پردہ ڈالتا ہے تاکہ راز نہ کھل جائے۔ ہر دہانے۔ پردہ کے پیچھے دل کا ہر سوراخ راز بتا رہا ہے۔ گوید۔ استاد، شاگرد سے کہتا ہے تو کتے سے بھی وفاداری میں کم ہے۔

خود مرا[1] استا مگیر آہن گسل — ہمچو خود شاگرد گیر و کور دل
مجھے لوہے کو توڑنے والا اُستاد نہ سمجھ — اپنی طرح شاگرد اور تاریک دل والا سمجھ

نہ از منت یاریست در جان و رواں — بے منت آبے نمی گردد رواں
کیا تیری جان اور روح میں میری امداد نہیں ہے — میرے بغیر تیری کامیابی نہ تھی

پس دلِ من کارگاہِ تخت تست — چہ شکنی ایں کارگہ اے نادرست
تیرے تخت کا کارخانہ میرا دل ہے — اے نالائق اِس کارخانہ کو کیوں توڑتا ہے؟

گویدش پنہاں زنم آتش زنہ — نے بقلب از قلب باشد روزنہ
تو اُس سے کہتا ہے میں پوشیدہ طور پر چقماق رگڑتا ہوں — کیا دل سے دل تک سوراخ نہیں ہوتا ہے

آخر از روزن ببیند فکر تو — دل گواہی می دہدزیں ذکر تو
وہ تیرا خیال روزن میں سے دیکھ لیتا ہے — تیرے اس ذکر کی دل گواہی دے دیتا ہے

لیک در رُویت نمالد از کرم — ہر چہ گوئی خندد و گوید نعم
لیکن شرافت کی وجہ سے تیرے منہ پر نہیں کہتا ہے — تو جو کچھ کہتا ہے وہ مسکرا دیتا ہے اور وہاں کہہ دیتا ہے

او نمی خندد[2] ز ذوقِ مالشت — اُوہمی خندد براں اسگالشت
وہ تیری مالش کے ذوق سے نہیں ہنستا ہے — وہ تیرے خیال پر ہنستا ہے

پس خداعی را خداعی شد جزا — کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا
دھوکے بازی کا بدلہ دھوکہ بازی ہے — پیالی مار، پیالہ کھا یہ سزا ہے

گر بدے با تو وُرا خندہ رضا — صد ہزاراں گل شگفتے مرتُرا
اگر تیرے ساتھ اُس کی رضا مندی کی ہنسی ہوتی — تجھ میں لاکھوں پھول کھل جاتے

چوں دلِ اُو در رضا آرد عمل — آفتابے داں کہ آید در حمل
جب اُس کا دل خوشی میں کوئی کام کرے — سمجھ لے کہ سورج (برج) حمل میں آگیا

زو بخندد ہم نہار وہم بہار — درہم آمیزد شگوفہ و سبزہ زار
اُس سے کھل جاتا ہے دن بھی اور (موسم) بہار بھی — شگوفہ اور سبزہ زار آپس میں مل جاتے ہیں

صد ہزاراں بلبل و قمری نوا — افگند اندر جہانِ بے نوا
لاکھ بلبلیں اور قمریاں چہچہانے — لگتی ہیں (اِس) اجاڑ دنیا میں

---

1. خودمرا۔ اگر تو مجھے بہت بڑا استاد نہ سمجھے تو بھی کم از کم میں نے تیری تربیت تو کی ہے پھر یہ احسان فراموشی کیوں ہے۔ آب رواں شدن۔ کامیاب ہونا۔ دل من۔ تجھے جو تخت عزت نصیب ہوا ہے، وہ میرے دل کی کاریگری ہے۔ گویدش۔ شاگرد استاد کو دھوکا دینے کے لئے کہتا ہے کہ میرے دل میں تیری محبت ہے۔ آتش زنہ۔ چقماق۔ روزنہ۔ سوراخ۔ آخر۔ پیر مرید کے دل کی حالت معلوم کر لیتا ہے۔ دل گواہی۔ مرید کا دل بتادے گا کہ وہ جھوٹا ہے۔ لیک۔ شیخ مرید کے ہر مکر کو سمجھتا ہے لیکن بسا اوقات اپنی شرافت کی وجہ سے اس کا اظہار نہیں کرتا ہے اور اس کی ہاں میں ہاں ملا دیتا ہے۔

2. نمی خندہ۔ شیخ کی مسکراہٹ تصدیق کے لئے نہیں ہوتی ہے، تحمیق کے لئے ہوتی ہے۔ خداعی۔ دھوکا، یعنی جس طرح کا معاملہ پیر کے ساتھ کیا ویسا ہی برتاؤ اس نے کیا۔ کاسہ زن کوزہ بخور۔ یعنی اینٹ کا جواب پتھر۔ گر بدے۔ پیر مرید کے کاموں پر خوش ہو کر ہنسے تو مرید فیض سے مالا مال ہو جائے۔ حمل۔ بکری کا بچہ، سورج کے برجوں میں سے ایک برج بکری کے بچہ کی صورت میں ہے۔ جب سورج گردش کرتا ہوا اس میں آتا ہے تو موسم بہار شروع ہو جاتا ہے۔ زو بخندد۔ یعنی موسم بہار کا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ موسم بہار میں بلبلیں اور قمریاں چہچہانے لگتی ہیں۔

چوں ندانی[1] تو خزاں را از بہار — چوں بدانی رمز خندہ در ثمار

جب کہ تو خزاں اور بہار کو نہیں سمجھتا ہے — تو پھلوں کے ہنسنے کے اشارے کیا سمجھے گا؟

چونکہ برگِ رُوح خود زرد و سیاہ — می نہ بینی چوں بدانی خشمِ شاہ

جب کہ تو اپنی روح کے پتوں کا زرد اور سیاہ ہونا — نہیں سمجھتا ہے تو شاہ کے غصہ کو کیا سمجھے گا؟

آفتاب شاہ در بُرجِ عتاب — میکند رُوہا سیہ ہمچوں کتاب

شاہ کا سورج غصہ کے برج میں آکر — اعمال نامہ کی طرح روسیاہ کر دیتا ہے

آں عطارد را ورقہا جانِ ماست — آں سپید وآں سیہ میزانِ ماست

ہماری جان اُس عطارد کے لئے کاغذ ہے — وہ سفید اور سیاہ ہمارا معیار ہے

باز منشورے نویسد سرخ و سبز — تا رہند اَرواح از سودا[2] و عجز

پھر وہ سرخ اور سبز فرمان لکھتا ہے — حتیٰ کہ ہماری روحیں پاگل پن اور عجز سے نجات پا جاتی ہیں

سرخ و سبز افتاد نسخِ نو بہار — چوں خط قوسِ قزح در اعتبار

نو بہار کی تحریر سرخ اور سبز واقع ہوئی ہے — جو قیاس کرنے میں دھنک کمان کے نقش کی طرح ہے

اندریں معنی شنو تو قصۂ — تا بیابی از معانی حصۂ

اِس مقصد میں تو ایک قصہ سن لے — تا کہ تو بھی معانی سے حصہ پا لے

عکسِ تعظیمِ پیغمبر سلیمانؑ در دلِ بلقیس از صورتِ حقیر ہدہد

(حضرت) پیغمبر سلیمان (علیہ السلام) کی تعظیم کا عکس، بلقیس کے دل پر حقیر ہدہد کی صورت کے ذریعہ

رحمت صد تو براں بلقیس باد — کہ خدایش عقل صد مَرداں بداد

اُس بلقیس پر سو گُنی رحمت ہو — جس کو خدا نے سینکڑوں مردوں کی عقل عطا فرمائی

ہدہدے نامہ بیاورد و نشاں — از سلیماںؑ چند حرفے با بیاں

ایک ہدہد تحریر اور نشانی لایا — (حضرت) سلیمانؑ کی جانب سے وضاحت کے ساتھ چند حروف والا

خواند اُو آں نکتہائے باشمول — وز حقارت ننگرید اندر رسول

اُس نے اُن جامع نکتوں کو پڑھا — اور نامہ بَر کو حقارت سے نہ دیکھا

---

[1] چوں ندانی۔ جب مرید حسِ باطن سے بے بہرہ ہو تو نہ وہ فیوض کی آمد کو سمجھے گا نہ ان سے محرومی کو۔ در ثمار۔ پھلوں کا خندہ یہ ہے کہ ان پر پکنے کی رونق آ جائے۔ چونکہ۔ کور باطن کو جب یہ نظر نہیں آتا کہ اس کی روح پر خزاں طاری ہے تو وہ پیر کے غصہ کے اثرات کو بھی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ عتاب۔ پیر کی ناراضی سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ عطارد۔ ستارہ جس کو دبیر فلک یعنی آسمان کا منشی بھی کہا جاتا ہے۔ ورقہا۔ جس طرح کاتب کا اثر کاغذ پر آتا ہے پیر کا اثر روح پر پڑتا ہے اور مرید کی قلبی حالت ہی اس کی اچھائی یا برائی کا معیار ہے۔ منشور۔ شاہی فرمان۔

[2] سودا۔ یعنی نفسانی لذتوں کا سودا۔ عجز۔ یعنی وصول الی الحق سے عجز۔ سرخ و سبز۔ شیخ کے انوار مختلف انواع کے ہوتے ہیں جیسا کہ دھنک کمان میں مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اندریں معنی۔ شیوخ اور اولیاء اللہ کا مظہر ہیں۔ بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کے خط کو ان کا مظہر سمجھ کر تعظیم کی اور ہدہد کی حقارت کو مدنظر نہ رکھا۔ بلقیس۔ ملک یمن کے شہر سبا کی حکمران تھی جس کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ عقل صد مرداں۔ بلقیس اگرچہ ایک عورت تھی لیکن اللہ نے اس کو سینکڑوں مردوں کی سی عقل عطا فرمائی تھی۔ ہدہد۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کے ذریعہ بلقیس کے پاس اپنا خط بھیجا تھا۔ نکتہائے باشمول۔ جامع نکتے۔ رسول۔ قاصد یعنی ہدہد۔

چشم[1] ہدہد دید و جاں عنقاش دید
آنکھ نے ہدہد دیکھا اور جان نے اُس کو عنقا دیکھا
حسّ چو کفے دید و دل دریاش دید
حس نے اس کو جھاگ دیکھا اور دل نے اُسکو دریا دیکھا

عقل باحسّ زیں طلسماتِ دو رنگ
ان دو رنگی طلسمات کی وجہ سے عقل حسّ کے ساتھ
چوں محمدؐ با ابو جہلاں بجنگ
جنگ میں رہتی ہے جیسے محمدؐ ابو جہلوں کے ساتھ

کافراں دیدند احمدؐ را بشر
کافروں نے احمدؐ کو صرف انسان دیکھا
چوں ندیدند از وے اِنشقَ القمرُ
جب کہ اُن سے شق القمر (کا معجزہ) نہ دیکھا

خاکِ زن در دیدۂ حسّ بینِ خویش
اپنی حسی آنکھ پر خاک ڈال
دیدۂ حسّ دشمن عقل ست و کیش
حسی آنکھ، عقل اور مذہب کی دشمن ہے

دیدۂ حسّ را خدا اعماش[2] خواند
حسی آنکھ کو خدا نے اندھا کہا ہے
بت پرستش گفت و ضد ماش خواند
اُس کو بت پرست کہا ہے اور ہمارا دشمن کہا ہے

زانکہ اُو کف دید و دریا را ندید
کیونکہ اُس نے جھاگ دیکھے اور دریا کو نہ دیکھا
زانکہ حالے دید و فردا راندید
کیونکہ اُس نے موجودہ حالت دیکھی اور انجام نہ دیکھا

خواجۂ فردا و حالی پیشِ اُو
وہ آخرت کے آقا ہیں اور اُسکے نزدیک وہ موجودہ وقت کے
اُو نمی بیند ز گنجے جز تسو[3]
وہ خزانے میں سے سوائے دمڑی کے کچھ نہیں دیکھتا ہے

ذرۂ زاں آفتاب آرد پیام
(اگر) ایک ذرہ اُس سورج کا پیغام لائے
آفتاب آں ذرّہ را گردد غلام
سورج اُس ذرّے کا غلام بن جائے

قطرۂ کز بحر وحدت شد سفیر
ایک قطرہ جو دریائے وحدت کا پیغامبر بنا
ہفت بحر آں قطرہ را باشد اسیر
ساتوں سمندر اُس قطرے کے پابند ہوئے

گرکفِ خاکے شود چالاکِ اُو
اگر ایک مٹھی مٹی اُس کیلئے (اطاعت میں) چست ہو جائے
پیشِ خاکش سَر نہد اَفلاکِ اُو
تو اُس کی مٹی کے آگے اُس کے آسمان سَر دھریں

خاکِ آدم چونکہ شد چالاکِ حق
(حضرت) آدمؑ کی مٹی چونکہ اللہ کے لئے چُست بنی
پیشِ خاکش سَر نہد اَملاکِ حق
اُس کی مٹی کے آگے اللہ کی مملوک چیزوں نے سر رکھ دیا

---

1. چشم۔ ظاہری آنکھ میں وہ ہدہد تھا مگر چونکہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قاصد تھا لہٰذا باطنی نگاہ نے اس کو عنقا سمجھا۔ طلسماتِ دو رنگ۔ وہ چیزیں جو بظاہر حقیر ہیں لیکن بباطن عظیم ہیں ان کے بارے میں عقل اور حس میں جنگ ہوتی رہتی ہے۔ ابو جہلاں۔ یعنی ابو جہل کی طرح کے سخت کافر۔ کافراں۔ کافر آنحضورﷺ کی ظاہری بشریت کو دیکھتے تھے اور روحانی عظمت جس کا کرشمہ شق القمر کا معجزہ ہے اس کو نہ دیکھتے تھے۔ دیدۂ حس۔ محض ظاہر بیں نگاہ عقل و مذہب کی دشمن ہے۔
2. اعماش خواند۔ خدا نے اس کو اندھا قرار دیا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ۔ آپ فرما دیجئے کیا اندھا اور بینا برابر ہیں، اس آیت میں اعمٰی سے وہ مراد ہیں جو صرف حسی نظر سے کام لیتے ہیں اور قلبی نظر سے محروم ہیں۔ زانکہ۔ کافروں کی ظاہر بیں نظر نے آنحضورﷺ کا صرف ظاہر دیکھا روحانی قوتوں کو نہ دیکھا۔ فردا۔ یعنی انجام۔ خواجہ فردا۔ آنحضورﷺ فردائے قیامت کے آقا ہیں، وہ آنحضورﷺ کی صرف موجودہ زندگی کو دیکھتا ہے۔
3. تسو۔ چار جو کے بقدر وزن، گز کا چوبیسواں حصہ یعنی آنحضورﷺ جو ایک عظیم خزانہ تھے، اس میں سے اسے صرف کوڑی اور دمڑی نظر آئی۔ زاں آفتاب۔ یعنی حق تعالیٰ۔ آفتاب۔ یعنی سورج۔ سفیر۔ پیغامبر۔ اسیر۔ پابند۔ چالاک۔ یعنی فرمانبرداری میں چست۔ املاک۔ یعنی تمام کائنات جو اللہ کی مملوک ہے۔

السَّمَاءُ انْشَقَّتْ[1] آخر از چہ بود
"آسمان پھٹ گیا" آخر کس وجہ سے تھا؟

از یکے چشمے کہ خاکے بر کشود
اُس آنکھ کے لئے جو مٹی نے کھولی

خاک از دُردی نشیند زیر آب
مٹی تلچھٹ ہو جانے کیوجہ سے پانی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے

خاک بیں کز عرش بگذشت از شتاب
مٹی کو دیکھ! تیزی سے عرش سے بھی اونچی چلی گئی

آں لطافت پس بداں کز آب نیست
تو سمجھ لے وہ لطافت آب (و گل) کی نہیں ہے

جز عطائے مبدعِ وہاب نیست
ایجاد کرنیوالے عطا کرنیوالے (خدا) کی دین کے سوا کچھ نہیں ہے

گر کند سفلی ہواو نار را
اگر وہ ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے

ور ز گل او بگذراند خار را
اگر وہ کانٹے کو پھول سے بڑھا دے

حاکم ست وَيَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ
وہ حاکم ہے اور اللہ (تعالیٰ) جو چاہے وہ کرتا ہے

او زعین درد انگیزد دوا
وہ بعینہٖ درد سے دوا پیدا کر دیتا ہے

ور زمین و آب[2] را علوی کند
اگر مٹی اور پانی کو علوی کر دے

راہِ گردوں را بپا مطوی کند
آسمان کے راستے کو پیروں سے طے کرا دے

گر ہوا و نار را سفلی کند
اگر ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے

تیرگی و دُردی و ثقلی کند
تاریکی اور تلچھٹ اور کثافت والا کر دے

نیست کس را زہرہ تا گوید کہ چوں
کسی کی مجال نہیں کہ کہے "کیوں؟"

بس جگرہا کاندریں رہ گشت خوں
بہت سے جگر ہیں جو اس راستہ میں خون بنے ہیں

پس یقیں شد کہ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ
لہٰذا یقین ہو گیا ہے کہ "تو جس کو چاہے عزت دے"

خاکی را گفت پرہا بر کشا
ایک خاکی کو کہا کہ پر کھول

آتشی را گفت رو ابلیس شو
آتشی کو کہا جا شیطان بن

زیرِ ہفتم خاک با تلبیس شو
ساتویں زمین کے نیچے مکار بن

آدمِ خاکی تو بر رو بر سما
اے خاکی آدمؑ تو آسمان پر جا

اے بلیس آتشی رو تا ثریٰ
اے آتشی شیطان! زمین کے نیچے جا

چار طبع[3] و علت اُولی نیم
میں چار عنصر اور پہلی علت نہیں ہوں

در تصرف دائماً من باقیم
میں تصرف کرنے میں ہمیشہ باقی رہنے والا ہوں

---

[1] السماء انشقت۔ حضور ﷺ کے معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے۔ خاک بیں۔ حضور ﷺ کی معراجِ جسمانی کی طرف اشارہ ہے۔ آں لطافت۔ معراجِ جسمانی محض اللہ کا عطیہ تھا، ورنہ جسمانی خواص کا تقاضا تو اس کے خلاف تھا۔ سفلی۔ وہ چیزیں جن کا طبعی تقاضا زمین کی جانب رہنے کا ہے، عناصر اربعہ میں سے ہوا اور آگ علوی ہیں جن کا طبعی تقاضا اوپر جانے کا ہے۔ انگیزد دوا۔ قدرت حق درد کو دوا بنا دیتی ہے۔

[2] زمین و آب۔ یہ دونوں عنصر سفلی ہیں۔ راہِ گردوں۔ آب و گل سے بنے ہوئے پیغمبروں کو آسمانوں کی سیر کرائی۔ گر ہوا و نار۔ ہوا میں لطافت اور نار میں روشنی ہے، ان میں سفلی عناصر کے خواص پیدا کر دیتا ہے۔ ثقل۔ تلچھٹ، کثافت۔ جگرہا۔ اس راز کو سمجھنے میں بہت سے جگر خون ہو گئے ہیں۔ خاکی۔ جو کہ سفلی ہے اس کو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر پرواز کرا دیتا ہے۔ آتشی۔ شیطان ناری علوی ہے، اس کو سفلی بنا دیا۔ ثریٰ۔ نمناک مٹی یعنی زمین۔

[3] چار طبع۔ چاروں عنصر بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ کائنات میں عناصر اربعہ ہی بالاضطرار متصرف ہیں۔ علت اولیٰ۔ بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے صرف عقل اول کو پیدا کیا ہے اور اس سے تمام کائنات وجود میں آئی ہے، اب کائنات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی تصرف نہیں ہے۔

کارِ من بے علت[1] ست و مستقیم
میرا کام بغیر علت کے ہے اور سیدھا ہے
نیست تقدیرم بعلت اے سقیم
اے بیمار! میری (خلق و) تقدیر بے وجہ نہیں

عادتِ خود را بگردانم بوقت
(مناسب) وقت پر اپنی عادت کو بدل دیتا ہوں
ایں غبار از پیش بنشانم بوقت
اس غبار کو سامنے سے ہٹا دیتا ہوں

بحر را گویم کہ ہیں پُرنار شو
میں سمندر کو کہہ دوں کہ ہاں آگ سے بھر جا
گویم آتش راکہ رَو گلزار شو
میں آگ کو کہہ دوں کہ جا گلشن بن جا

کوہ را گویم سبک شو ہمچو پشم
میں پہاڑ کو کہہ دوں کہ گالے کی طرح ہلکا ہو جا
چرخ را گویم فروشو پیشِ چشم
میں آسمان کو کہہ دوں آنکھوں کے سامنے نیچے اتر آ

گویم اے خورشید مقروں شو بماہ
میں سورج کو کہدوں چاند سے مل جا
ہر دو را سازم چو دو ابر سیاہ
دونوں کو دو کالے ابر کی طرح بنا دوں

چشمۂ خورشید را سازیم خشک
میں چشمۂ آفتاب کو خشک کر دوں
چشمۂ خوں[2] رابفن سازیم مشک
خون کے چشمہ کو ہنر سے مشک بنا دوں

آفتاب و مہ چو دو گاوِ سیاہ
سورج اور چاند کو دو کالے بیلوں کی طرح
یوغ برگردن بہ بندد شاں اِلٰہ
اُن کے کندھے پر اللہ (تعالیٰ) نے جوا باندھ دے

انکارِ فلسفی بر آیت قرآن اِنْ اَصْبَحَ مَاءُ کُمْ غَوْرًا

قرآن کی آیات "اگر تمہارا پانی نیچے اتر جائے" پر فلسفی کا انکار

مقرئی میخواند از روئے کتاب
ایک قاری قرآن میں سے پڑھ رہا تھا
مَاءُ کُمْ غَوْرًا ز چشمہ بندم آب
مَاءُ کُمْ غَوْرًا (یعنی) میں چشمہ سے پانی بند کر دوں

آب را در غور اگر پنہاں کنم
اگر پانی کو گہرائی میں پوشیدہ کردوں
چشمہا را خشک و خُشکستاں کنم
چشموں کو خشک اور ریگستان بنا دوں

آب را در چشمہ کہ آرد دِگر
(تو) پانی کو چشمہ میں دوسرا کون لا سکتا ہے؟
جز من بیمثل با فضل و خطر
مجھ بے مثال، بزرگ اور عظیم کے علاوہ

فلسفی منطقی مستہاں
ایک ذلیل، فلسفی، منطقی
میگذشت از سوئے مکتب آں زماں
اُس وقت مکتب کی جانب سے گذر رہا تھا

---

1. بے علت۔ انسان کے کام میں کوئی علت غائی اور غرض ہوتی ہے اللہ بے نیاز ہے۔ سقیم۔ بیمار۔ عادت خود۔ اپنے عام قاعدے میں اللہ تعالیٰ تبدیلی فرما دینے پر قادر ہے۔ غبار۔ یعنی عام قاعدے کی رکاوٹ۔ بحر۔ سمندر کو اگر حکم دے تو پانی کی بجائے آگ سے بھر جائے، آگ کو حکم دے تو گلزار بن جائے۔ کوہ را۔ پہاڑ کو حکم دے تو وہ گالا بن جائے جیسا کہ قیامت میں ہوگا۔ چرخ۔ آسمان زمین بن جائے۔ گویم۔ قیامت میں چاند اور سورج باہم مل جائیں گے۔ ہر دو۔ دونوں کا نور ختم ہو جائے گا جیسا کہ سورۂ تکویر میں مذکور ہے۔ چشمہ خورشید۔ سورج بے نور ہو جائے۔
2. چشمہ خوں۔ ہرن کے نافہ میں خون مشک بن جاتا ہے۔ آفتاب۔ یعنی صرف تبدیل صفات ہی نہیں خدا چاہے تو ماہیت بدل دے۔ یوغ۔ بل، گاڑی کا جوا۔ مقری۔ میانجی۔ کتاب۔ قرآن پاک۔ ماءکم۔ قرآن پاک میں ہے ماء کم غورا فمن یاتیکم بماء معین اگر تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو تمہارے پاس بہنے والا پانی کون لائے گا۔ ز چشمہ۔ یہ سب اس آیت کے معانی کا بیان ہے۔ غور۔ گڑھا۔ جز من۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ۔ مستہاں۔ ذلیل۔

چونکہ بشنید آیت اُو از نا پسند — گفت آریم آب راما با کلند[1]

جب اُس نے آیت سنی تو نا پسندیدگی سے — بولا کہ ہم پھاوڑے سے پانی نکال لائیں گے

ما بزخم بیل و تیزیِ تبر — آب را آریم از پستی زِبَر

ہم بیلچے کی ضرب اور تبر کی تیزی سے — پانی کو نیچے سے اوپر لے آئیں گے

شب بخفت و دید اُو یک شیر مرد — زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد

وہ رات کو سویا اور اُس نے ایک بہادر مرد کو دیکھا — اُس (مرد) نے اُسکے منہ پر طمانچہ مارا، دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیا

گفت زیں دو چشمۂ چشم اے شقی — باتبر نورے برآر ار صادقی

اُسنے کہا اے بدبخت! آنکھوں کے ان دو چشموں سے — اگر تو سچا ہے تو تبر کے ذریعہ روشنی نکال

روز گشت و چشم خود را کور دید — نورِ فائض از دو چشمش ناپدید

دن ہوگیا اور اُس نے اپنی آنکھوں کو اندھا دیکھا — بہنے والا نور اُس کی دونوں آنکھوں سے غائب ہو گیا

گر بنالیدے و مستغفر شدے — نورِ رفتہ از کرم ظاہر شدے

اگر وہ روتا اور توبہ کرنے والا ہوتا — تو مہربانی کی وجہ سے گیا ہوا نور ظاہر ہو جاتا

لیک استغفار ہم در دست نیست — ذوقِ توبہ نقل ہر سَر مست نیست

لیکن توبہ بھی اپنے بس میں نہیں ہے — توبہ کا ذوق ہر مست کا چبینا نہیں ہے

زشتی اَعمال و شومی جُحُود — راہِ توبہ بردلِ اُو بستہ بود

بد اعمالی اور انکار کی بدبختی نے — توبہ کا راستہ اُس کے دل پر بند کر دیا تھا

دل بسختی ہمچو روئے سنگ گشت — چوں شگافد توبہ آں را بہرکشت

دل سختی کی وجہ سے پتھر کی سطح کی طرح بن گیا — توبہ کھیتی کے لئے اُس کو کس طرح پھاڑے!

چوں شعیبے[2] کو کہ تا اُو از دعا — بہر کشتن خاک سازد کوہ را

(حضرت) شعیبؑ جیسا کوئی کہاں ہے کہ وہ دعا سے — پہاڑ کو بونے کے لئے مٹی بنا دے

از نیاز و اعتقادِ آں خلیل — گشت ممکن امر صعب مستحیل

اس پیارے کی عاجزی اور اعتقاد کی وجہ سے — سخت، ناممکن کام ممکن بن گیا

یا بدریوزہ مقوقس از رسول — سنگلاخے مَزرعے شد باوصول

یا مقوقس کی رسول اللہؐ سے درخواست کی وجہ سے — پتھریلی زمین پیدا وار والا کھیت بن گئی

ہم چنیں برعکس آں انکارِ مرد — مس کند زر را و صلحے را نبرد

اسی طرح انسان کا انکار اُلٹا — سونے کو تانبا اور صلح کو جنگ بنا دیتا ہے

---

1. باکلند۔ یعنی فلسفی بولا نانتیہ بالمعول و المعین ہم اس پانی کو کدال اور مددگار کے ذریعہ نکال لیں گے۔ زبر۔ بلندی پر۔ شقی۔ بدبخت۔ نورے۔ یعنی ان آنکھوں کا نور جو اندھی ہوگئی تھیں۔ گر بنالیدے۔ اگر اس گستاخی پر نادم ہو کر توبہ کر لیتا تو اللہ (تعالیٰ) کے کرم سے آنکھوں کی روشنی لوٹ آتی۔ در دست نیست۔ ہر انسان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ نقل۔ وہ میوہ وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ جحود۔ انکار۔ دل سختی۔ گناہوں سے سنگدلی پیدا ہو جاتی ہے۔

2. شعیبؑ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت شعیبؑ کی دعا سے پہاڑ کھیتی کے قابل ہو گیا تھا لیکن اس بات کا ثبوت نہیں ہے۔ آں خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا سے نمرود کی آگ گلزار بن گئی تھی۔ صعب۔ دشوار۔ مستحیل۔ محال، ناممکن۔ دریوزہ۔ سوال، درخواست۔ مقوقس۔ شاہِ مصر کا نام ہے جس کے پاس حضور ﷺ نے دعوتی گرامی نامہ بھیجا جس کے فوٹو شائع ہو چکے ہیں۔ باوصول۔ قابل پیداوار۔ انکار۔ یعنی خدا کی قدرت کا انکار۔

کہربائے[1] مسخ آمد ایں دُعا — خاکِ قابل راکند سنگ و حصیٰ

یہ (بداعتقادی کی) پکار مسخ کی کہربا ہے — جو (کھیتی کے) قابل زمین کو پتھر و کنکر بنا دیتی ہے

ہر دلے را سجدہ ہم دستور نیست — مُزدِ رحمت قسم ہر مزدور نیست

ہر دل کو سجدہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے — ہر مزدور کی مزدوری کا رحمت میں حصہ نہیں ہے

ہیں بہ پشت آں مکن جرم و گناہ — کہ کنم توبہ درآیم در پناہ

خبردار! اس کے بھروسہ پر جرم اور گناہ نہ کر — کہ میں توبہ کر لوں گا، پناہ میں آ جاؤں گا

می بباید تاب و آبے توبہ را — شرط شد بَرق و سحابے توبہ را

توبہ کے لئے سوزش اور آنسو درکار ہیں — توبہ کے لئے بجلی اور اَبر شرط ہے

آتش و آبے بباید میوہ را — واجب آمد ابر و برق ایں شیوہ را

میوے کے لئے گرمی اور پانی چاہئے — اس طریقہ کے لئے ابر اور برق ضروری ہے

تانباشد[2] برقِ دل و آبِ دو چشم — کے نشیند آتشِ تہدید و خشم

جب تک دل کی بجلی اور دونوں آنکھوں کا پانی نہ ہو — دھمکی اور غصہ کی آگ کب فرو ہو سکتی ہے؟

تا نباشد گریۂ اَبر از مطر — تا نباشد خندۂ برق اے پسر

جب تک ابر کا رونا بارش کے ذریعہ نہ ہو — اے صاحب زادے! جب تک بجلی کا قہقہہ نہ ہو

کے بِرُوید سبزۂ ذوقِ وصال — کے بجوشد چشمہاز آبِ زُلال

وصال کے ذوق کا سبزہ کب اُگتا ہے؟ — نیرپانی کے چشمے کب جوش میں آتے ہیں؟

کے گلستاں راز گوید با چمن — کے بنفشہ عہد بندد باسمن

گلستاں چمن سے راز کب کہتا ہے؟ — بنفشہ سمن کے ساتھ دوستی کب کرتا ہے

کے چنارے کف کشاید در دعا — کے درختے سَرفشاند در ہوا

دعا کے لئے چنار ہاتھ کب پھیلاتا ہے؟ — ہوا میں درخت کب جھومتا ہے؟

کے شگوفہ آستین پُر نثار — برفشاندن گیرد ایامِ بہار

نچھاور سے بھری ہوئی آستین شگوفہ کب — بکھیرتا ہے موسم بہار میں؟

کے فروزد لالہ را رخ ہمچو خوں — کے گل از کیسہ برآرد زر بروں

خون جیسے (رنگ) سے لالہ، چہرے کو کب دمکاتا ہے؟ — پھول تھیلی سے سونا، کب نکالتا ہے

1. کہربا۔ ایک قسم کا پتھر ہے جس میں کشش ہوتی ہے۔ حصیٰ۔ کنکر۔ دستور۔ حکم، اجازت۔ مزد۔ مزدوری۔ ہیں۔ توبہ کے سہارے گناہ کرنا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ حقیقی توبہ کا میسر آنا آسان نہیں ہے۔ تاب و آب۔ یعنی وہ دعا گناہ مٹاتی ہے جو سوزشِ دل اور آنسوؤں سے ہو۔ برق۔ یعنی دل کی شورش۔ سحاب۔ یعنی آنسوؤں والی آنکھیں۔ میوہ۔ پھل پکنے کے لئے گرمی اور پانی ضروری ہے، اسی طرح اعمال کا پھل دل کی گرمی اور آنکھ کے آنسوؤں سے پکتا ہے۔ تہدید و خشم۔ گناہوں پر جو اللہ کی وعیدیں اور غصہ ہے۔

2. تانباشد۔ جس طرح موسم بہار کی بہاریں ابر و برق پر موقوف ہیں، اسی طرح دل کی کھیتی سوزشِ اندرونی اور آبِ چشم پر موقوف ہے۔ وصال۔ یعنی وصالِ حق۔ کے بجوشد۔ موسم بہار میں چشمے بہہ نکلتے ہیں، اسی طرح دل کے سوتے دل کی گرمی اور رونے سے کھلتے ہیں۔ بنفشہ۔ گل بنفشہ اور گل سمن موسم بہار میں کھلتے ہیں۔ چنار۔ ایک درخت ہے جس کے پتے انسان کے پنجے کی شکل کے ہوتے ہیں۔ شگوفہ۔ شگوفہ کے زیرہ کو زرہ کہا جاتا ہے۔ ہمچو خوں۔ لالہ کا رنگ خونی ہوتا ہے۔ زر۔ یعنی پھول کا زیرہ۔

کے بیاید بلبل و گُل بُو کُند | کے چو طالب فاختہ[1] کوکو کند
بلبل کب آئے اور پھول کو سونگھے؟ | عاشق کی طرح فاختہ کہاں ہے کہاں کب کرے؟

کے بگوید لک لک آں لکلک بجان | لک چہ باشد ملک لکّ اے مُستعان
لق لق، لک لک (دل اور) جان سے کب کہے؟ | لک کیا ہوتا ہے؟ اے مددگار ملک تیرا ہے

کے نماید خاک اسرارِ ضمیر | کے شود چوں آسمان بستاں منیر
زمین، دل کے راز کیا ظاہر کرے؟ | باغ، آسمان جیسا روشن کب ہے؟

از کجا آوردہ اند ایں حُلّہا | مِنْ کَرِیْمٍ مِنْ رَحِیْمٍ کُلُّھَا
یہ پوشاکیں کہاں سے لائے ہیں؟ | سب کی سب کریم (اور) رحیم کی جانب سے ہیں

آں لطافتہا نشانِ شاہدیست | ایں نشانہا پائمردِ عابدیست
وہ پاکیزگیاں محبوب کی نشانی ہیں | یہ نشانیاں عابد کی مددگار ہیں

آں شود شاد از نشاں کو دیدہ شاہ[2] | چوں ندید او را نباشد انتباہ
نشانی سے وہ خوش ہوتا ہے جس نے شاہ کو دیکھا ہو | جب اُس کو نہ دیکھا ہو، آگاہی نہ ہو گی

رُوحِ آنکس کو بہنگامِ اَلست | دید ربِّ خویش و شد بے ہوش و مست
اُس شخص کی روح جس نے (عہد) الست کے وقت | اپنے رب کو دیکھا اور مست و بے خود ہوا

اُو شناسد بوئے مے کو می خورد | چوں نخورد او مے چہ داند بوئے کرد
شراب کی بو وہ پہچانتا ہے جو شراب پئے | جب اُس نے شراب پی نہیں وہ سونگھنا کیا جانے؟

زانکہ حکمت ناقۂ ضالہ است | ہمچو دلّالہ[3] شہاں را دالہ است
کیونکہ دانائی، گم شدہ اونٹنی ہے | دلّالہ کی طرح شاہوں کے لئے راہنما ہے

تو بہ بینی خواب دریک خوش لقا | کو دہد وعدہ و نشانے مَرترا
تو خواب میں ایک حسین کو دیکھتا ہے | جو تجھے وعدہ اور نشانی عطا کرتا ہے

کہ مُرادِ تو شود اینک نشاں | کہ بہ پیش آید تُرا فردا فلاں
کہ تیرا مقصد پورا ہو جائے گا، یہ نشانی ہے | کہ فلاں شخص کل تیرے سامنے آئے گا

[1] فاختہ۔ اس کی کوکو کی آواز کو محبوب کو تلاش کرنے کی آواز مانا جاتا ہے۔ لکّ لک۔ پانی کا پرندہ ہے، جس کو لق لق بھی کہتے ہیں، اس سے لکّ لکّ کی آواز نکلتی ہے، جس کے معنی ہیں "تیرے لئے" مولانا فرماتے ہیں، اس کا مطلب ہے "ملک لک یا مستعان" اے خدا ملک تیرا ہے۔ اسرارِ ضمیر۔ موسم بہار کے پھول زمین کے دل کے اسرار ہیں "سب کہاں یہ کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئے۔" از کجا۔ موسم بہار میں نو بہاران چمن کو خدا لباس عطا فرماتا ہے۔ لطافتہا۔ موسم بہار کی لطافتیں۔ نشان۔ علامت۔ ایں نشاں۔ ایک عابد و عارف برگِ درختانِ سبز کو معرفتِ کردگار کا ذریعہ بناتا ہے۔

[2] شاہ۔ حضرت حق۔ انتباہ۔ جو معرفت سے خالی ہے اس کی نظر مصنوع پر رک جاتی ہے، صانع تک نہیں پہنچتی ہے۔ اَلست۔ ازل میں خدا نے روحوں کو جمع کر کے کہا تھا "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ او شناسد۔ آثار سے موثر تک پہنچنے کی چند مثالیں دی ہیں۔ حکمت۔ حدیث شریف میں ہے دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں اس کو دیکھ لیتا ہے، اس کو لے لیتا ہے، اسی طرح آیات الٰہیہ سے اللہ کی ذات پر دلالت ہوتی ہے۔ ایک عارف کو ان آیات کو دیکھ کر ذات حق یاد آ جاتی ہے۔

[3] دلّالہ۔ مشاطہ۔ دالہ۔ دلالت کرنے والی۔ تو بہ بینی۔ اللہ کی نشانیوں سے اللہ کو پہچاننے کی دوسری مثال ہے کہ اگر خواب میں آ کر تم سے کوئی وعدہ کرے اور نشانیاں بتا دے تو جب وہ نشانیاں سامنے آئیں گی تو تم پر کیسی کیفیت طاری ہو گی۔

یک نشانے[1] آنکہ اُو باشد سوار
ایک نشانی یہ ہے، کہ وہ سوار ہو گا
یک نشانے کہ ترا گیرد کنار
ایک نشانی یہ ہے کہ تجھ سے بغلگیر ہو گا

یک نشانیکہ بخندد پیشِ تو
ایک نشانی یہ ہے، وہ تیرے سامنے ہنسے گا
یک نشاں کہ دست بندد پیشِ تو
ایک نشانی یہ ہے کہ وہ تیرے سامنے ہاتھ باندھے گا

یک نشانے آنکہ ایں خواب از ہوس
ایک نشانی یہ ہے، کہ یہ خواب خواہش سے
چوں شود فردا نگوئی پیش کس
کل جب ہوگی تو کسی سے نہ کہہ سکے گا

زاں نشاں با والد یحییٰ بگفت
یہ نشانی (حضرت) یحییٰؑ کے والد سے کہی
کہ نیائی تا سہ روز اصلا بگفت
کہ تو تین روز تک بات نہ کر سکے گا

دَم مزن سہ روز ازیں اے نیک خو
اے نیک عادت والے! اس بارے میں تین دن تک دم نہ مارنا
کایں سکوت ست آیت مقصودِ تو[2]
یہ خاموشی تیرا مقصود (حاصل ہونے) کی علامت ہے

ہیں میاور ایں نشانے را بگفت
خبردار! یہ نشانی کسی کو نہ بتانا
ویں سخن را دار اَندر دل نہفت
اس بات کو دل میں چھپائے رکھنا

تا سہ شب خامش کن از نیک و بدت
تین رات تک اچھی بری بات سے چپ رہنا
ایں نشاں باشد کہ یحییٰؑ آیدت
یہ نشانی ہوگی کہ یحییٰؑ تیرے پاس پیدا ہوکر آئے گا

ایں نشانہا گویدت ہمچوں شکر
شکر کی طرح یہ نشانیاں تجھ سے کہے گا
ایں چہ باشد صد نشانے ہم دگر
یہ کیا، دوسری سو نشانیاں بھی (کہے گا)

ایں نشانِ آں بود کاں ملک و جاہ
یہ اس کی نشانی ہو گی کہ جو ملک و مرتبہ
کہ ہمی جوئی بیابی از اِلٰہ
تو چاہتا ہے وہ خدا کی جانب سے پا لے گا

آنکہ می گریی بہ شبہائے دراز
جس کے لئے تو لمبی راتوں میں روتا رہا ہے
وانکہ می سوزی سحرگہ در نیاز
اور جس کے لئے صبح کے وقت عاجزی میں جلتا رہا ہے

وانکہ بے آں روزِ تو تاریک شد
وہ جس کے بغیر تیرا دن تاریک ہوگیا ہے
ہمچو دُوکے گردنت باریک شد
تیری گردن تکلے کی طرح باریک ہو گئی ہے

وانکہ داری ہرچہ داری در زکات
وہ (جس کے لئے) تو نے اپنا سب کچھ لٹادیا
چوں زکاتِ پاک بازاں رختہاست
جب کہ پاکبازوں کی خیرات، سامان ہوتا ہے

---

[1] یک نشاں۔ مقصود پورا ہو جانے کی پہلی نشانی یہ ہے کہ صبح کو ایک سوار آئے گا، دوسری یہ ہے کہ وہ آ کر بغلگیر ہوگا، تیسری یہ ہے کہ وہ ہنسے گا، چوتھی یہ ہے کہ وہ ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑا ہوگا، پانچویں یہ ہے کہ تو یہ خواب کسی سے بیان نہ کر سکے گا۔ والد یحییٰ یعنی حضرت زکریا علیہ السلام کو جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی گئی تھی تو تین روز تک بات نہ کرنے کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ نیک خو۔ یعنی حضرت زکریا علیہ السلام۔

[2] مقصود تو۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش۔ ایں نشانے۔ یعنی تین روز تک بات نہ کرنا۔ آیدت۔ تمہارے گھر پیدا ہوگا۔ ایں نشانہا۔ یعنی خواب میں آنے والے نے جو نشانیاں بتائیں۔ ایں نشاں۔ اس شخص کا مقصود یہ تھا کہ اس کو ملک و جاہ حاصل ہو، اس کے حصول کی یہ نشانیاں بتائی تھیں۔ آنکہ۔ جن کے لئے تو راتوں کو روتا تھا اور صبح سویرے عاجزی سے دعائیں کرتا تھا۔ دوک۔ تکلا۔ ہرچہ داری۔ تمام مال و دولت۔ زکات۔ یعنی خیرات۔

رختہا دادی[1] و خواب و رنگ رُو
(جس کیلئے) تو نے سامان اور نیند اور چہرے کی آب و تاب لٹادی
سَر فدا کردی و گشتی ہمچو مُو
سَر کو قربان کر دیا اور تو بال کی طرح بن گیا

چند در آتش نشستی ہمچو عُود
کتنی مرتبہ تو اگر کی طرح آگ میں بیٹھا؟
چند پیشِ تیغ رفتی ہمچو خود
ڈھال کی طرح تو کتنی مرتبہ تلوار کے سامنے گیا؟

زینچنیں بیچار گیہا صد ہزار
اس طرح کی لاکھوں بے چارگیاں
خوئے عُشاقست و ناید در شمار
عاشقوں کی عادت ہے اور وہ شمار نہیں ہوسکتیں

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا
چونکہ تو نے خواب میں وہ احوال دیکھے
آنکہ بُودے آرزویش سالہا
جن کی برسوں سے آرزو تھی

چونکہ شب ایں خواب دیدی روز شد
تو نے جب رات کو یہ خواب دیکھا، دن ہوا
از امیدش روزِ تو پیروز شد
اس کی امید سے تیرا دن کامیاب ہوا

چشم گرداں کردۂ برچپ و راست
تو نے دائیں بائیں (جانب) آنکھیں دوڑائی ہیں
کاں نشان وآں علامتہا کجاست
کہ وہ نشانی اور وہ علامتیں کہاں ہیں؟

بر مثالِ[2] برگ می لرزی کہ وائے
تو پتے کی طرح لرزتا تھا، کہ ہائے
گر رَود روز و نشاں ناید بجائے
اگر دن ختم ہوگیا اور نشانی نمودار نہ ہوئی

می دوی در کوی و بازار و سَرا
تو کوچہ اور بازار اور سرائے میں دوڑتا تھا
چون کسے کو گم کند گوسالہ را
اُس شخص کی طرح جس نے بچھڑا گم کر دیا ہو

خواجہ خیرست ایں دوا دو چیستت
جناب خیریت ہے تیری بھاگ دوڑ کس لئے ہے؟
گم شدہ اینجا کہ داری کیستت
تیرا اس جگہ جو گم ہوا ہے وہ تیرا کیا لگتا ہے؟

گوئیش خیرست لیکن خیرمن
تو اُس سے کہے گا خیریت ہے لیکن میری خیریت
کس نشاید کہ بداند غیر من
مناسب نہیں ہے کہ میرے سوا کوئی جانے

گر بگویم یک نشانم فوت شد
اگر میں ایک نشانی (بھی) بتا دوں تو وہ جاتی رہی
چوں نشاں شد فوت وقت موت شد
جب نشانی جاتی رہی تو موت کا وقت آ گیا

بنگری در روئے ہر مَردِ سوار
تو ہر سوار انسان کے منہ کو تکتا ہے
گویدت منگر مرا دیوانہ وار
وہ تجھ سے کہتا ہے مجھے دیوانوں کی طرح نہ دیکھ

گوئیش من صاحبے گم کردہ ام
تو اُس سے کہتا ہے میں نے ایک ساتھی گم کر دیا ہے
رُو بجست وجوی اُو آوزدہ ام
میں اُس کی تلاش میں ہوں

---

[1] رختہا دادی۔ سامان ہی نہیں بلکہ نیند اور چہرے کی رونق سب اس تمنا میں گنوادی۔ عُود۔ خوشبودار لکڑی ہے جس کی بتیاں دھونی کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ خود۔ ڈھال۔ زین چنیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کسی مطلوب کے عاشقوں کو اس طرح کی چیزوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پیروز۔ فیروز، کامیاب۔ چشم گرداں۔ یعنی رات کی بتائی ہوئی نشانیوں کی جستجو میں تو نظریں دوڑاتا رہا۔

[2] برمثال۔ صبح کو نشانیوں کی تلاش میں اس خوف سے لرز رہا تھا کہ وہ نشانیاں نہ دیکھ پائے۔ گوسالہ۔ بچھڑا۔ دوادو۔ بھاگ دوڑ۔ کیستت۔ تیرا کون ہے۔ غیر من۔ کیونکہ وہ خواب کی بات کسی کو نہ بتا سکتا تھا۔ گر بگویم۔ خواب کو نہ بتانا بھی ایک نشانی ہے، کہہ دینے سے وہ نشانی فوت ہو جائے گی اور اس کا فوت ہو جانا موت کے برابر ہے کیونکہ مقصود ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ منگر۔ اشتیاق میں دیوانوں کی طرح ہر سوار کو دیکھتا تھا۔

دولت پائندہ بادا اے سوار
اے سوار! تیری دولت باقی رہے
رحم کن برعاشقاں معذور دار[1]
عاشقوں پر رحم کر، معذور سمجھ

چوں طلب کردی بجد آمد نظر
جب تو نے کوشش سے طلب کی وہ نظر آئی
جد خطا نکند چنیں آمد خبر
حدیث میں آیا ہے کہ کوشش رائیگاں نہیں جاتی

ناگہاں آمد سوارے نیک بخت
اچانک، ایک نیک بخت سوار سامنے آیا
پس گرفت اندر کنارت سخت سخت
اُس نے گرم جوشی سے معانقہ کیا

تو شدی بیہوش و افتادی بطاق
تو بے ہوش ہو گیا اور محراب میں گر پڑا
بے خبر گفت اینت سالوس و نفاق
نا واقف نے کہا، یہ مکر اور نفاق ہے

اُو چہ می بیند درو ایں شور چیست
وہ کب دیکھتا ہے کہ اس میں یہ جذبہ کس چیز کا ہے
اُو نداند کاں نشانِ وصل کیست
وہ نہیں جانتا کہ یہ کس کے ملنے کی نشانی ہے؟

ایں نشاں در حق اُو باشد کہ دید
یہ نشانی اُس کے لئے (ہی) ہے جس نے مقصد سمجھا ہے
آں دگر را کے نشاں آید پدید
دوسرے کے لئے یہ نشانی کب واضح ہو سکتی ہے؟

ہر زماں[2] کز وے نشانے می رسد
جب بھی اُس کی جانب سے کوئی نشانی ملتی ہے
شخص را جانے بجانے می رسد
(اُس) شخص میں ایک نئی جان آتی ہے

ماہی بیچارہ را پیش آمد آب
بیچاری مچھلی کے سامنے پانی آ گیا
ایں نشانہا تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَابِ
یہ نشانیاں تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَاب (جیسی) ہیں

پس نشانہا[3] کہ اندر انبیاست
وہ نشانیاں جو انبیاءؑ میں ہیں
خاص آں جاں را بود کو آشناست
وہ اُن لوگوں کے لئے ہیں جو واقف کار ہیں

ایں سخن ناقص بماند و بے قرار
یہ بات ناقص اور بکھری رہ گئی
دل ندارم بیدلم معذور دار
میرا دل نہیں ہے، میں بیدل ہوں، معذور سمجھ

ذرّہا را کے تواند کس شمرد
ذروں کو کوئی کب گن سکتا ہے؟
خاصہ آں کو عشق از وے عقل بُرد
خصوصاً وہ جس کی عقل کو عشق نے ختم کر دیا ہو

می شمارم برگہائے باغ را
میں باغ کے پتوں کو گنتا ہوں؟
می شمارم بانگ کبک و زاغ را
میں چکور اور کوے کی آواز کو شمار کرتا ہوں

---

1. معذور دار۔ کھو رنے میں مجھے معذور سمجھ اور معاف کر دے۔ جدّ۔ کوشش۔ خبر۔ اصطلاح میں حدیث شریف کو کہتے ہیں لیکن یہ حدیث نہیں بلکہ ایک مشہور مقولہ ہے من جد و جد۔ جس نے کوشش کی اس نے پایا۔ پس گرفت۔ گرم جوشی سے بغلگیر ہوا۔ طاق۔ محراب۔ بے خبر۔ یعنی وہ لوگ جو اصل قصہ سے ناواقف تھے۔ سالوس۔ مکر۔ شور۔ جوش۔ کہ دید۔ یعنی اس چیز کو دیکھا ہو جس کی یہ نشانی ہے۔

2. ہر زماں۔ مقصد حاصل ہونے کی بو جو نشانی وہ دیکھ رہا تھا، اس میں جان پڑتی جا رہی تھی۔ ماہی۔ پانی کو دیکھ کر جس طرح مچھلی میں جان پڑتی ہے خواب دیکھنے والے کے لئے یہ نشانیاں جو آیات قرآنی کی طرح یقینی ہیں جان پڑنے کا سبب ہیں۔ تلک آیات الکتب۔ "یہ قرآن کی آیتیں ہیں۔" یعنی یہ نشانیاں ایسی ہی سچی ہیں جیسا کہ قرآن کی آیات جن میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

3. پس نشانہا۔ انبیاء میں جو نشانیاں ہیں ان سے وہی متاثر ہوتا ہے جس کو حق تعالیٰ سے شناسائی حاصل ہو۔ ایں سخن۔ یعنی انبیاء کی نشانیاں۔ بے قرار۔ غیر مرتب۔ ذرہا۔ انبیاء کی نشانیاں ذروں کی طرح بے شمار ہیں اور پھر دیوانہ عاشق ان کو کیا گن سکتا ہے۔ می شمارم۔ باغ کے پتے اور پرندوں کی آوازیں نہیں گنی جا سکتی ہیں۔

در شمار اندر نیاید لیک من
وہ گنتی میں نہیں آتے، لیکن میں
می شمارم بہر رُشد[1] ممتحن
مبتلا کی رہنمائی کے لئے گنتا ہوں

نحس کیواں یا کہ سعد مُشتری
زحل کی نحوست یا مشتری کی سعادت
ناید اندر حصر گرچہ بشمری
گنتی میں نہیں آتی ہے، اگرچہ تو شمار کرے

لیک ہم بعضے ازیں ہر دو اثر
لیکن ان دونوں کے اثر کا کچھ حصہ
شرح باید کرد بہر نفع و ضر
(لوگوں کے) نفع ونقصان کے لئے بیان کر دینا چاہئے

تا شود معلوم آثارِ قضا
تاکہ قضا (خداوندی) کے اثرات معلوم ہو جائیں
شمۂ مراہل سعد و نحس را
کچھ، سعادت اور نحوست والوں کو

طالع آں کس کہ باشد مُشتری
جس کا طالع مشتری ہو
شاد گردد از نشاط و سَروَری
وہ نشاط اور عزت کی وجہ سے خوش رہے گا

وانکہ را طالع زُحل از ہر شرور
جس کا طالع زحل ہو گا ہر قسم کے شروں سے
احتیاطش لازم آمد در اُمور
معاملات میں اُس کے لئے احتیاط ضروری ہے

گر نگویم آں زُحل استارہ را
اگر میں اُس زحل ستارے کے (متعلق) نہ کہوں
ز آتشش سوزد مر آں بیچارہ را
اُس بیچارے کو وہ اپنی آگ سے پھونک دے

بس کن اے بیہودہ تازاں آفتاب
اے بیہودہ! بس کر اس آفتاب
آتشے ناید بیکبارہ بتاب
کی آگ یکبارگی چمک نہ اٹھے

از کواکب در سپہر بیکراں
لامحدود، آسمان کے ستاروں میں
در دمے نے نور ماند نے نشاں
ایک دم نہ نور رہے، نہ نشان

اُنچہ[2] بَردارد در آں مشغول شو
جس کا نتیجہ نکلے اُس میں مشغول ہو
وز دگر گفتارہا معزول شو
دوسری باتوں سے جدا رہ

جنبش اختر نیاید جز سقیم
ستارے کی چال مریض کے سوا کچھ نہیں ہے
بَرندارد جز کہ لطف آں رحیم
سوائے اُس رحیم کی مہربانی کے کوئی چیز نتیجہ خیز نہیں ہے

اُذکُرُوا اللّٰہ شاہِ ما دستور داد
ہمارے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) نے ذکر کی اجازت دے دی ہے
دِید اندر نار و مارا نور داد
ہمیں آگ میں دیکھا اور ہمیں نور بخش دیا

گفت اگرچہ پاکم از ذکرِ شما
فرمایا اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں
نیست لائق مَرمرا تصویر ہا
مثالیں میرے مناسب نہیں ہیں

---

1. بہر رشد۔ انبیاء کی لاتعداد نشانیوں میں سے کچھ بیان کئے دیتا ہوں۔ کیواں۔ زحل ستارہ جس کی نحوستیں بے شمار ہیں۔ مشتری۔ اس ستارہ کی سعادتیں بے شمار ہیں۔ لیک۔ باوجود بے شمار ہونے کے کچھ بیان کر دی جاتی ہیں۔ بس کن۔ اللہ کی ذات اور نشانیوں کا بیان صحیح طور پر ممکن نہیں، کوئی تجلی غیرت میں آ گئی تو پھونک ڈالے گی۔ از کواکب۔ اس تجلی کا یہ اثر ہوگا۔
2. انچہ۔ پہلے ستاروں سے متعلق باتیں ذکر کی تھیں، اب فرماتے ہیں نجوم کی باتوں میں مشغولیت بیکار ہے، اس سے کوئی فائدہ نہیں، ستاروں کی حالتیں صحیح نہیں ہوتی ہیں، فائدہ اللہ کی مہربانی پر موقوف ہے۔ اذکرو اللہ۔ خدا کا ذکر کرو یہ مفید ہے، خواہ ہم اس کی حمد وثنا میں اس کی شایانِ شان باتیں نہ بھی کہہ سکیں۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ممکنات کی صفات سے تشبیہ دے کر سمجھایا جاتا ہے ظاہر ہے کہ وہ ناقص مثالیں ہیں، خدا کی ذات ان سے پاکیزہ ہے۔

لیک[1] ہرگز مست تصویر و خیال
لیکن مثال اور تخیل کا عادی
در نیابد ذاتِ مارا بے مثال
ہماری ذات کو بغیر مثال کے نہیں سمجھتا ہے

ذکرِ جسمانہ خیالِ ناقص ست
جسمانی ذکر، ناقص خیال ہے
وصف شاہانہ از آنہا خالص ست
شاہانہ صفات اُن سے منزہ ہیں

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست
(اگر) بادشاہ کو کوئی کہے کہ وہ جولاہہ نہیں ہے
ایں چہ مدحت آں مگر آگاہ نیست
یہ کیا تعریف ہے؟ شاید وہ واقف نہیں ہے

انکار کردنِ موسیٰ علیہ السلام بر مناجاتِ شباں

ایک چرواہے کی دعا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اِنکار

دید موسیٰؑ یک شبانے را براہ
(حضرت) موسیٰؑ نے ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا
کو ہمی گفت اے کریم واے اِلٰہ
کہ وہ کہہ رہا تھا اے کریم اور اے خدا!

تو کجائی تا شوم من چاکرت[2]
تو کہاں ہے؟ تاکہ میں تیرا نوکر بنوں
چارُقت دوزم کنم شانہ سرت
تیرا جوتا سی دوں تیرے سر میں کنگھی کروں

تو کجائی تاکہ خدمتہا کنم
تو کہاں ہے؟ تاکہ تیری خدمتیں کروں
جامہ ات را دوزم و بخیہ زنم
تیرا کپڑا سی دوں، اور بخیہ کر دوں

جامہ ات شویم شُپشہایت کشم
تیرے کپڑے دھو دوں، تیری جوئیں مار دوں
شیر پیشت آورم اے محتشم
اے معزز! تیرے سامنے دودھ پیش کروں

ور ترا بیماریٔ آمد بہ پیش
اگر تجھے بیماری لاحق ہو
من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش
اپنے کی طرح میں تیرا غم خوار بنوں

دستکت بوسم بمالم پایکت
تیرے پیارے ہاتھ چوموں، تیرے نازک پیر دباؤں
وقت خواب آید بروبم جائیکت
سونے کا وقت آئے تو تیرا بستر صاف کر دوں

اے خدائے من فدایت جانِ من
اے میرے خدا تجھ پر میری جان قربان
جملہ فرزندان و خان و مانِ من
تمام اولاد، اور میرا گھر بار

گر بدانم خانۂ تو من مدام
اگر مجھے تیرے گھر کا پتہ مل جائے تو میں ہمیشہ
شیر و روغن آرمت ہر صبح و شام
صبح و شام دودھ اور گھی تیرے لئے لاؤں

ہم پنیر و نا نہائے روغنیں
پنیر بھی اور روغنی روٹیاں بھی
خم ہائے جو غرات اے نازنیں
دہی کی مٹکیاں اے نازنیں!

[1] لیک۔ چونکہ انسان مادی چیزوں کو سمجھنے کا عادی ہوتا ہے لہٰذا مادی چیزوں کی مثال دے کر ہی اس کو اللہ کی صفات سمجھائی جاسکتی ہیں۔ ذکر جسمانہ۔ اللہ کی تعریف میں ہم یہ کہیں کہ وہ انسان کی طرح عاجز نہیں ہے تو یہ ایسا ہی ہے کہ کسی بادشاہ کی تعریف میں ہم یہ کہیں کہ وہ جولاہہ نہیں ہے۔ انکار کردن۔ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی تعریف امکان سے باہر ہے پھر بھی جس طرح بن پڑے تعریف کرنی چاہیے، اسی کی مناسبت سے یہ قصہ نقل فرمایا ہے کہ چرواہے کی ناشائستہ تعریف چونکہ خلوصِ نیت سے تھی لہٰذا مقبول بارگاہ بنی۔

[2] چاکر۔ نوکر۔ چارق۔ جوتا۔ شانہ۔ کنگھی۔ سپش۔ سین کے ضمہ کے ساتھ، جوں۔ محتشم۔ باوقار۔ خویش۔ اپنا، رشتہ دار۔ دستکت۔ دستک تو۔ پایکت۔ پائے تو۔ جایکت۔ جایک تو، ان تینوں لفظوں میں کاف تصغیر، پیار کے لئے ہے۔ مدام۔ ہمیشہ۔ نانہائے روغنیں۔ روغنیں، نرپراٹھے۔ جوغرات۔ دہی۔

سازم و آرم بہ پیشت صبح و شام
تیار کروں، اور صبح و شام تیرے سامنے لاؤں
ازمن آوردن زتو خوردن طعام
میرا لانا ہو، تیرا کھانا ہو

اے فدائے توہمہ بزہائے من
اے (وہ ذات) جس پر میری ساری بکریاں قربان
وے بیادت ہی ہی وہیہائے[1] من
اے (وہ ذات) کہ تیری یاد میں میری آہ وزاری ہے

زیں نمط بیہودہ می گفت آں شباں
وہ چرواہا اس طرح کی بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا
گفت موسیٰؑ باکیستت اے فلاں
(حضرت) موسیٰؑ نے کہا اے فلاں! تو کس سے مخاطب ہے؟

گفت باآں کس کہ مارا آفرید
اُسنے کہا اُس ذات سے ہمکلام ہوں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے
ایں زمین و چرخ ازو آمد پدید
یہ زمین اور آسمان جس (کے پیدا کرنے) سے ظاہر ہوا ہے

گفت موسیٰؑ ہائے خیرہ سرشدی
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا افسوس تو پاگل ہو گیا ہے
خود مسلمان ناشدہ کافر شدی
مسلمان نہ ہوا (بلکہ) کافر ہو گیا ہے

ایںچہ ژاژست و ایںچہ کفرست و فشار
یہ تیری کیا بکواس ہے اور تیرا کیا کفر اور بیہودگی ہے؟
پنبہٴ اندر دہانِ خود فشار
اپنے منہ میں روئی ٹھونس لے

گند کفر تو جہاں را گندہ کرد
تیرے کفر کی بدبو نے دنیا کو بدبودار کر دیا ہے
کفر تو دیبائے دیں را ژندہ کرد
تیرے کفر نے دین کے دیبا کو گدڑی بنا دیا

چارق و پاتابہ لائق مرتراست
چپل اور جوتا تیرے لئے مناسب ہے
آفتابے را چنینہا کے رواست
آفتاب کے لئے ایسی چیزیں کب مناسب ہیں؟

گر نہ بندی زیں سخن تو حلق را
اگر تو ان باتوں سے منہ بند نہ کرے گا
آتشے آمد بسوزد خلق[2] را
آگ آئے گی اور دنیا کو جلا دے گی

آتشے گر نامدست ایں دود چیست
اگر آگ نہیں آئی تو یہ دھواں کیسا ہے؟
جاں سیہ گشتہ رواں مردود چیست
جان کالی ہو گئی، رُوح مردود کیوں ہے؟

گرہمی دانی کہ یزداں داورست
اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے
ژاژو گستاخی ترا چوں باورست
بیہودہ گوئی اور گستاخی پر تجھے کیوں یقین ہے؟

دوستی بے خرد چوں دشمنی ست
بے وقوف کی دوستی دشمنی جیسی ہے
حق تعالیٰ زیں چنیں خدمت غنی ست
اللہ تعالیٰ اس طرح کی خدمت سے بے نیاز ہے

باکہ می گوئی تو ایں باعم و خال
تو یہ کس سے کہہ رہا ہے، چچا اور ماموں سے
جسم و حاجت در صفاتِ ذوالجلال
جسم اور حاجت اللہ کی صفتوں میں؟

---

1. ہی ہی وہیہائے۔ ہائے ہائے، آہ وزاری۔ باکیستت۔ یعنی خطاب تو باکیست۔ خیرہ سر۔ بے ہودہ۔ ژاژ۔ ایک خاردار گھاس ہے، ژاژ خائی، بکواس کرنا۔ فشار۔ فا کے ضمہ کے ساتھ، بے ہودہ بات۔ فشار۔ فا کے فتحہ کے ساتھ فشردن بمعنی نچوڑنا۔ گند۔ گندگی۔ ژندہ۔ پارہ پارہ کپڑا، گدڑی یعنی تیری اس گفتگو سے کفر والحاد پھیلے گا اور دین میں رخنہ پیدا ہوگا۔ چارق۔ جوتا، چپل۔ پاتابہ۔ جوتا، کھڑاؤں۔ آفتابے۔ یعنی ذاتِ خداوندی۔
2. خلق را۔ ایک شخص کا گناہ دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ آتشے۔ اگر عذاب ابھی نہیں آیا تو اس کے آثار آگئے ہیں جس سے دل سیاہ ہو گیا ہے۔ یزداں۔ خدا۔ داور۔ حاکم۔ دوستی۔ بیوقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہے۔ زیں۔ یعنی وہ خدمتیں جو گڈریا اللہ تعالیٰ کیلئے بیان کررہا تھا۔ عم۔ چچا۔ خال۔ ماموں۔ جسم۔ گڈریے نے پیر دبانے کو کہا تھا۔ حاجت۔ گڈریے نے روٹی کھلانے کو کہا تھا۔

شیر[1] او نوشد کہ در نشو و نماست
دودھ وہ پیتا ہے جو نشوونما میں ہے
چارق او پوشد کہ او محتاجِ پاست
چپل وہ پہنتا ہے جس کو پاؤں کی ضرورت ہے

ور برائے بندہ است ایں گفتگو
اگر یہ گفتگو (اُس) بندے کے لئے ہے
آنکہ حق گفت اُومن ست ومن خود او
جسکے بارے میں اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں وہ ہوں اور وہ میں

آنکہ گفت اِنّیِ مَرِضتُ لَم تَعد
جسکے بارے میں فرمایا میں مریض ہوا تو نے عیادت کیوں نہ کی؟
من شدم رنجور او تنہا نہ شد
میں بیمار تھا وہ تنہا بیمار نہ تھا

آنکہ بی یَسمَعُ وَ بِی یَبصُرُ شدہ است
وہ کہ جو میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے ہوگیا ہے
در حق آں بندہ ایں ہم بیہدہ است
اُس بندے کے حق میں بھی یہ بیہودہ ہے

بے ادب[2] گفتن سخن با خاصِ حق
اللہ (تعالیٰ) کے خاص بندے سے بے ادبی سے بات کرنا
دل بمیراند سیہ دارد ورق
دل کو مردہ کر دیتا ہے، اعمالنامہ سیاہ کر دیتا ہے

گر تو مَردے را بخوانی فاطمہ
اگر تو مرد کو فاطمہ کہہ کر بلائے
گرچہ یک جنس اند مَرد وزن ہمہ
اگرچہ سب مرد و عورت ایک جنس ہیں

قصد خونِ تو کند تا ممکن ست
حتی الامکان تیری جان (لینے) کا ارادہ کرے
گرچہ خوشخوی و حلیم و ساکن ست
اگرچہ خوش مزاج اور بردبار اور صاحب سکون ہو

فاطمہ مدحست در حق زناں
عورتوں کے لئے فاطمہ تعریف ہے
مرد را گوئی بود زخم سناں
(اگر) تو مرد کو کہے بھالے کا زخم ہو گا

دست و پا در حق ما استائش ست
ہاتھ اور پیر ہونا ہمارے لئے تعریف ہے
در حق پاکی حق آلائش ست
اللہ (تعالیٰ) کی پاکی کے لئے ناپاکی ہے

لَم یَلِدْ لَم یُولَدْ او را لائق ست
نہ اُس نے جنا نہ وہ جنا گیا اس کے لئے مناسب ہے
والد و مولود را او خالق ست
(کیونکہ) وہ باپ اور لڑکے کا خالق ہے

ہرچہ جسم آمد و لادت وصف اوست
جو جسم ہے پیدا ہونا اُس کی صفت ہے
ہرچہ مولودست او زیں سوئے جوست
جو جنا ہوا ہے وہ اِس (جسم) کا جوئندہ ہے

1. شیر۔ غذا کی اسکو ضرورت ہے جس کا جسم ہو اور اس کا نشوونما ہوتا ہو۔ محتاجِ پا۔ اللہ تعالیٰ کو نہ پیر کی ضرورت ہے نہ جوتے کی حاجت ہے۔ ور برائے۔ بعض خدا کے نیک بندے وہ ہوتے ہیں جو اپنی شخصیت اور خواہشات کو فنا کر کے حضرت حق کی مرضیات کے مطابق ڈھل جاتے ہیں، ان کے بارے میں حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں بنی آدم کو خطاب کر کے فرمائے گا۔ خطاب کا مضمون آئندہ اشعار میں مذکور ہے۔ انی مرضت لم تعد۔ "میں بیمار ہوا تھا تو مزاج پرسی کو نہ آیا۔" تو اس سے مراد یہ ہے کہ میرا وہ مخصوص بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اس کی مزاج پرسی کیوں نہ کی تھی، ایسے ہی بندوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ وہ ایسا بندہ ہوتا ہے۔ بی یسمع و یبصر۔ وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے یعنی اس کی قوت سامعہ اسی بات کو سنتی ہے جو میری مرضی کے مطابق ہو اور قوت باصرہ اسی کو دیکھتی ہے جس میں میری رضا ہو۔

2. بے ادب۔ اللہ کے ان مخصوص بندوں سے گستاخانہ باتیں کرنا دل کو مردہ اور اعمالنامہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔ فاطمہ۔ دودھ چھڑانے والی، یہ جنتی عورتوں کی سردار آنحضور ﷺ کی صاحبزادی کا نام ہے جو ہر عورت اپنے لئے پسند کرے گی لیکن کسی مرد کو کہو تو وہ برا مان جائے گا۔ دست۔ انسان کے ہاتھ پیر میں نقصان ہو تو عیب ہے اللہ کے لئے ثابت کرو تو اس کے تنزیہ کے منافی ہے۔ لم یلد و لم یولد۔ اس نے کسی کو جنا نہ اس کو کسی نے جنا۔ جو۔ بعض صاحبان نے اس کا ترجمہ نہر و ندی کا کیا ہوا ہے یعنی جنا ہوا ہونا ذات باری سے کم درجہ کے لئے ہے، بعض صاحبان نے اس کو جوئندہ کے معنی میں لیا ہے۔ ازیں سو۔ یعنی عالم امکان۔

زانکہ از کون و فسادست[1] و مہیں — حادث ست و مُحدِثے خواہد یقیں
چونکہ وہ بننے بگڑنے (والے عالم) کا اور کمزور ہے — وہ نو پیدا ہے اور یقیناً پیدا کرنے والے کا خواہاں ہے
گفت اے موسیٰؑ دہانم دوختی — وز پشیمانی تو جانم سوختی
اس نے کہا اے موسیٰؑ تم نے میرا منہ سی دیا — اور شرمندگی سے میری جان جلا دی
جامہ را بدرید و آہے کرد تفت — سر نہاد اندر بیابان و برفت
کپڑے پھاڑے اور گرم آہ کی — بیاباں کا رخ کیا اور چل دیا

عتاب کردنِ حق تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام بہر شُبان

چرواہے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر خفگی

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا — بندۂ مارا ز ما کردی جدا
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے (حضرت) موسیٰؑ پر وحی آئی — تو نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کر دیا
تو برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی
تو ملانے کے لئے آیا ہے — جدا کرنے کے لئے نہیں آیا ہے
تا توانی پامنِہ اندر فراق — کَاَبغَضُ الْاَشْیَاءِ عِندِیْ الطَّلَاق[2]
جب تک ہو سکے جدائی میں قدم نہ رکھ — اسلئے کہ طلاق میرے نزدیک بری چیزوں میں سے سب سے بری ہے
ہر کسے را سیرتے بنہادہ ایم — ہر کسے را اصطلاحے دادہ ایم
ہم نے ہر شخص کی ایک طبیعت بنائی ہے — ہم نے ہر شخص کو ایک اصطلاح دی ہے
در حقِ[3] اُو مدح دَر حقِ تو ذَم — در حقِّ اُو شہد و در حق تو سم
اُسکے حق میں تعریف ہے (اور) تیرے حق میں برائی ہے — اُسکے حق میں وہ شہد ہے (اور) تیرے حق میں زہر ہے
در حقِّ اُو نور در حقِ تو نار — در حقِّ اُو وَرْد در حقّ تو خار
تیرے حق میں وہ نور ہے اُس کے حق میں آگ ہے — اُسکے حق میں وہ گلاب کا پھول ہی تیرے حق میں وہ کانٹا ہے
در حقِ اُو نیک در حقِ تو بد — در حقّ اُو خوب در حقّ تو رَد
اُس کے حق میں وہ اچھی ہے تیرے حق میں بری ہے — اُس کے حق میں وہ خوب ہے تیرے حق میں مردود ہے

---

[1] کون وفساد۔ بننا بگڑنا۔ یہ جسمانی اور مادی چیزوں کا خاصہ ہے۔ حادث۔ نو پیدا۔ محدث۔ پیدا کرنے والا۔ گفت۔ چرواہے نے کہا۔ دوختی۔ چونکہ آپ نبی ہیں اور اطاعت ضروری ہے۔ وز پشیمانی۔ اللہ کا ذکر چھوڑنے سے شرمندگی ہے جو روح کو جلا رہی ہے۔ جامہ بدرید۔ ذکر سے محرومی کی وجہ سے۔ جدا۔ یعنی ذکر سے جو اسے قرب حاصل تھا، وہ نہ رہا۔ وصل۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے وابستہ کرنا ہے۔

[2] الطلاق۔ حدیث شریف میں ہے ابغض الحلال عند الله الطلاق حلال چیزوں میں سے طلاق اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ طلاق سے میاں بیوی میں فراق ہوتا ہے۔ ہر کسے۔ ہر انسان اپنی استعداد اور اپنے مروجہ الفاظ میں تعریف کرتا ہے جبکہ دل میں عقیدت ہے تو اس کی تعریف بہر حال ہے مقبول ہے اور اس کی وہ حمد اس کے لئے باعث تعریف ہے، ایک عامی انسان اپنی استعداد کے مطابق جو تعریف کرتا ہے، اگر وہ لفظ پڑھا لکھا بولے تو اس کے لئے وہ برائی ہے۔

[3] در حق۔ حضور ﷺ نے ایک لونڈی سے دریافت کیا، خدا کہاں ہے تو اس نے جواب دیا آسمانوں میں ہے تو یہ کہنا اس کے لئے نور بنا، آنحضور ﷺ نے اس کا اسلام معتبر مانا، اگر یہی جملہ ایک عالم فاضل کہے تو کفر ہے جو موجب نار ہے۔ رد۔ مردود۔

ما بری[1] از پاک و ناپاکی ہمہ
ہم پاکی اور ناپاکی سب سے منزہ ہیں

از گران جانی و چالاکی ہمہ
سستی اور چستی سب سے (منزہ ہیں)

من نکردم امر تا سودے کنم
میں نے حکم اس لئے نہیں دیا کہ کوئی فائدہ اٹھاؤں

بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم
بلکہ اس لئے کہ بندوں پر بخشش کروں

ہندیاں را اصطلاحِ ہند مدح
ہندوستان والوں کے لئے ہندوستان کی اصطلاح تعریف ہے

سندیاں را اصطلاحِ سند مدح
سندھیوں کے لئے سندھ کی اصطلاح تعریف ہے

من نگردم پاک از تسبیح شاں
میں اُن کی تسبیح سے پاک نہیں بنتا ہوں

پاک ہم ایشاں شوند و دُرّ فشاں
وہی پاک اور موتی برسانے والے بن جاتے ہیں

مابروں[2] را ننگریم و قال را
ہم ظاہر اور قول کو نہیں دیکھتے ہیں

مادروں را بنگریم و حال را
ہم باطن کو اور حالت کو دیکھتے ہیں

ناظر قلبیم اگر خاشع بود
ہم قلب کو دیکھنے والے ہیں اگر وہ عاجزی کرنے والا ہو

گرچہ گفت لفظ ناخاضع بود
اگرچہ لفظی گفتگو عاجزی کی نہ ہو

زاں کہ دل جوہر بود گفتن عرض
اس لئے کہ دل جوہر ہے، اور کہنا غرض ہے

پس طفیل آمد عرض جوہر غرض
تو عرض ضمنی چیز ہے، جوہر مقصود ہے

چند ازیں الفاظ و اضمار و مجاز[3]
یہ منہ سے بولنا اور دل میں چھپانا اور مجاز کب تک؟

سوز خواہم سوز باآں سوز ساز
میں سوز ہی سوز چاہتا ہوں، سوز سے موافقت کر

آتشے از عشق درجاں برفروز
عشق کی آگ، جان میں روشن کر

سَر بسر فکر و عبارت را بسوز
(غور و) فکر اور عبارت کو بالکل جلا دے

موسیا آدابِ داناں دیگر اند
اے موسیٰؑ آداب جاننے والے دوسرے ہیں

سوختہ جان ور واناں دیگر اند
سوختہ جان اور سوختہ روح دوسرے ہیں

عاشقاں را ہر زماں سوزید نیست
عاشقوں کو ہر وقت جلنا ہے

بُردہِ ویراں خراج و عشر نیست
اُجاڑ گاؤں پر خراج اور عشر نہیں ہے

---

1. مابری۔ انسان تقدیس و تسبیح میں جو کچھ بھی کہتا ہے اللہ کی ذات اس سے بلند ہے لہٰذا اب جو بھی کچھ کہے اس کو نہ روکو۔ من نکردم۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی میں اللہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ بندے پابندی کر کے رحم و کرم کے مستحق ہوتے ہیں۔ ہندیاں۔ ہر ملک والے اپنی لغت اور اصطلاح میں تعریف کر سکتے ہیں۔ نگردم۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی تسبیح سے پہلے ہی پاک ہے۔ درفشاں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح موتی کے دانے ہیں۔
2. مابروں۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے، وہ تمہاری نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ خاشع۔ عاجزی کرنے والا۔ خاضع۔ خاکساری کرنے والا۔ جوہر۔ خود قائم رہنے والی چیز۔ عرض۔ دوسرے کے سہارے قائم رہنے والی چیز۔ غرض۔ یعنی اصلی مقصد۔ الفاظ۔ جو منہ سے بولا جائے۔ اضمار۔ دل میں کسی بات کا رکھنا۔
3. مجاز۔ لفظ کے حقیقی معنی چھوڑ کر دوسرے معنی مراد لینا، انسان کی تقریر و کلام میں یہ سب باتیں ہوتی ہیں۔ موسیا۔ اے موسیٰ۔ آداب داناں۔ عارفین کاملین۔ سوختہ۔ یعنی وہ لوگ جن کی روحیں عشق خداوندی میں جل بھن گئی ہیں۔ بردہ۔ یعنی ویران گاؤں سے کوئی ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا بلکہ معاف کر دیا جاتا ہے، اسی طرح عاشقوں سے رسوم کی پابندی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا ہے۔

در خطا[1] گوید وُرا خاطی مگو
اگر وہ غلط بات کہتا ہے تو اُس کو خطا وار نہ کہہ
گر بود پُرخوں شہیدآں رامشو
اگر شہید خون میں لتھڑا ہو اُس کو نہ دھو

خوں شہیداں رازِ آب اولیٰ ترست
شہیدوں کے لئے خون پانی سے بہتر ہے
ایں خطا از صد صواب اولیٰ ترست
یہ غلطی سو صحیح چیزوں سے زیادہ اچھی ہے

در درونِ کعبہ رسم قبلہ نیست
کعبہ کے اندر قبلہ (رُو ہونے) کی رسم نہیں ہے
چہ غم ار غواص راپا چیلہ نیست
اگر غوطہ خور کے پاس چپل نہیں ہیں تو کیا غم ہے؟

توزِ سرمستاں قلاوزی مجو
تو مستوں سے رہنمائی کی توقع نہ کر
از رفو مر جامہ چاکاں رامگو
جامہ چاک لوگوں سے رفو کی فرمائش نہ کر

ملت عشق[2] ازہمہ ملت جداست
عشق کا مذہب تمام مذہبوں سے جدا ہے
عاشقاں را مذہب و ملت خداست
عاشقوں کا مذہب اور دین اللہ (تعالیٰ) ہے

لعل را گر مہر نبود باک نیست
لعل پر اگر ٹھپہ نہیں ہے، پروا نہیں ہے
عاشق از دریائے غم غمناک نیست
عاشق غم کے دریا سے غمگین نہیں (ہوتا) ہے

وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام در عذر خواستن آں شباں

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر وحی آنا اس گڈریے سے معذرت کے سلسلہ میں

بعد ازاں در سرِّ موسیٰؑ حق نہفت
اسکے بعد اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) موسیٰؑ کے باطن میں مضمر کردیئے
راز ہائے گفت کاں ناید بگفت
بات کے وہ راز جو بیان نہیں کیے جا سکتے

بردلِ موسیٰ سخنہا ریختند
(حضرت) موسیٰؑ کے دل میں بہت سی باتیں ڈال دیں
دیدن و گفتن بہم آمیختند
مشاہدہ اور گفتگو کو آپس میں ملا دیا

چند بیخود گشت و چند آمد بخود
چند (بار) بیہوش ہوئے چند (بار) ہوش میں آئے
چند پَرِید از ازل سوئے اَبد
چند (بار) ازل سے ابد تک پرواز کی

بعد ازیں گر شرح گویم ابلہی ست
اس کے بعد اگر میں تشریح کر دوں تو بیوقوفی ہے
زاں کہ شرحِ ایں و رائے آگہی ست
اس لئے کہ اِس کی تشریح عقل سے بالا تر ہے

ور بگویم عقلہا را برکند
اگر میں کہہ دوں تو عقلوں کو زائل کر دے
ور نویسم بس قلمہا بشکند
اگر میں لکھوں تو قلموں کو توڑ دے

ور بگویم شرحہائے معتبر
اگر میں اُس کی قابل بھروسہ شرحیں بیان کروں
تا قیامت باشد ایں بس مختصر
قیامت تک (بھی) وہ بہت مختصر (بیان) ہوں گی

---

1. در خطا۔ جذبہ عشق میں اللہ کی شان میں نامناسب الفاظ بھی اللہ کو پسند ہیں جس طرح خون نجس ہے لیکن شہید کا خون اللہ تعالیٰ نے پاک قرار دیا ہے، اس کو نہلایا نہیں جاتا ہے۔ خون۔ خون آلودہ شہید پانی سے غسل دیئے ہوئے دوسرے مردوں سے افضل ہے۔ در درون۔ جب انسان بیت اللہ کے اندر پہنچ کر نماز پڑھے تو جدھر کو جی چاہے رخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پاچلہ۔ چپل۔ قلاوزی۔ رہنمائی۔

2. ملت عشق۔ غلبہ حال میں صرف ذاتِ باری کی طرف توجہ ہوتی ہے، مذہبی رسوم و قیود کی پابندی نہیں ہوتی۔ لعل۔ لعل کو ٹھپے اور سکے کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ خود قیمتی ہے۔ سرّ۔ باطن۔ دیدن و گفتن۔ یعنی مشاہدہ کے ساتھ گفتگو۔ چند۔ یعنی حضرت موسیٰ کو عروج حاصل ہوا اور بہت سے نئے انکشافات ہوئے۔ بعد ازیں۔ عالم ملکوت کے احوال بیان اور عقل سے بالاتر ہیں۔ ور بگویم۔ ذات اور صفات کا بیان عقلوں اور تحریروں کے بس کا نہیں ہے۔

لَا جرم[1] کوتاہ کر دم من زباں
مجبوراً میں نے زبان کوتاہ کر لی

گر تو خواہی از درونِ خود بخواں
اگر تو چاہتا ہے اپنے اندر (اسے) پڑھ لے

چونکہ موسیٰؑ ایں عتاب از حق شنید
جب (حضرت) موسیٰؑ نے یہ ناراضی اللہ سے سنی

در بیاباں از پئے چوپاں دَوِید
جنگل میں گڈریئے کے پیچھے بھاگے

بر نشانِ پائے آں سَرگشتہ راند
اُس دیوانے کے نقشِ قدم پر روانہ ہو گئے

گرد از پرّہ بیاباں برفشاند
بیابان کے دامن سے گرد اڑائی

گام پائے مردمِ شوریدہ خود
دیوانوں کے پیروں کی رفتار

ہم زگامِ دیگراں پیدا بود
دوسروں کی رفتار سے جدا ہوتی ہے

یک قدم چوں رخ زبالا تانشیب
ایک قدم رخسار کی طرح اوپر سے نیچے کر

یک قدم چوں پیل رفتہ بر اُریب
ایک قدم ہاتھی کی طرح آڑا ترچھا

گاہ چوں موجے بر افرازاں علَم
کبھی موج کی طرح جھنڈا بلند کئے ہوئے

گاہ چوں ماہی روانہ بر شکم
کبھی مچھلی کی طرح پیٹ کے بل رواں

گاہ بر خاکے نوشتہ حالِ خود
کبھی خاک پر اپنا حال لکھا

ہمچو رَمالے کہ رملے برزند
رمال کی طرح جو رمالی کرتا ہے

گاہ حیراں ایستادہ گہ دواں
کبھی حیران کھڑا ہوا، کبھی دوڑتا ہوا

گاہ غلطاں ہمچو گوی از صولجاں
کبھی لڑھکتا ہوا جیسے بلے سے گیند

عاقبت[2] دریافت اُو را و بدید
انجامِ کار اُس کو پا لیا اور دیکھا

گفت مژدہ دہ کہ دستورے رسید
فرمایا مبارک ہو، اجازت آ گئی ہے

ہیچ آدابے و ترتیبے مجو
کوئی ادب اور ترتیب نہ تلاش کر

ہر چہ می خواہد دلِ تنگت بگو
جو تیرا تنگ دل چاہے، کہتا رہ

کفر تو دین ست و دینت نورِ جاں
تیرا کفر، دین ہے اور تیرا دین جان کا نور ہے

ایمنی از تو جہانے در اَماں
تو امن میں ہے (اور) تیری وجہ سے ایک جہان امن میں ہے

اے معافِ یَفعَلُ اللّٰہ مَا یَشَاء
اے "یَفعَلُ اللّٰہ مَا یَشَاء" کے معافی دار

بے محابا رَو زباں را برکشا
جا، بے تامل زبان کھول

گفت اے موسیٰؑ ازاں بگذشتہ ام
کہا، اے موسیٰؑ اِس سے میں گذر چکا ہوں

من کنوں در خونِ دل آغشتہ ام
اب میں دل کے خون میں آلودہ ہوں

---

1. لاجرم۔ وہ کیفیات خود پر طاری کر وتب کچھ معلوم ہو سکے گا۔ چوپاں۔ وہی گڈریا جس کو حضرت موسیٰ نے ڈانٹا تھا۔ گام پائے۔ دیوانوں کے قدم بھی آڑے ترچھے پڑتے ہیں۔ گاہ۔ دیوانہ کبھی سر اٹھائے بھاگتا نظر آئے گا کبھی پیٹ کے بل سرکتا ہوا۔ بر خاکے۔ مجنوں لیلیٰ کا نام زمین پر لکھتا پھرتا تھا۔

2. عاقبت۔ بالآخر وہ گڈریا حضرت موسیٰؑ کو مل گیا، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تجھے اسی طریقہ پر مناجات کی اجازت مل گئی ہے جو بھی تیری زبان پر آئے کہتا رہ۔ کفر تو۔ دوسروں کے لئے اگر چہ وہ کلمات کفریہ ہوں لیکن تیرے لئے عین دین ہے، تجھے خدا کی طرف سے امن حاصل ہے اور تیری وجہ سے دنیا کو بھی امن حاصل ہے۔ یفعل اللہ ما یشاء۔ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، تجھے ان کلمات کی اجازت دے دی ہے۔ ازاں۔ یعنی مقامِ مناجات۔

من زسدرہ منتہیٰ[1] بگذشتہ ام
میں سدرۃ المنتہیٰ سے گذر گیا ہوں
صد ہزاراں سالہ زاں سوگشتہ ام
لاکھوں سال (کی مسافت) اس (سے آگے کی) جانب چلا گیا ہوں

تازیانہ برزدی اسپم بگشت
تو نے کوڑا مارا میرا گھوڑا مڑ گیا
گنبدی کردوز گردوں برگذشت
جست لگائی اور آسمان سے پار ہو گیا

محرمِ ناسوتِ ما لاہوت باد
(خدا کرے) ہمارے ناسوت کا لاہوت (محرم) بنے
آفریں بردست و بر بازوت باد
تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

حالِ من اکنوں بروں از گفتن ست
اب میری حالت بیان سے باہر ہے
آنچہ می گویم نہ احوالِ من ست
جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ میرے احوال نہیں ہیں

نقش می بینی کہ در آئینہ ایست
تو جو نقش آئینہ میں دیکھتا ہے
نقشِ تست آں نقشِ آں آئینہ نیست
وہ تیرا نقش ہے وہ نقش اُس آئینہ کا نہیں ہے

دمِ کہ[2] مردِ نائی اندر نائے کرد
نے بجانے والے نے جو پھونک نے میں بھری
در خورِ نایست نے در خوردِ مرد
وہ نے کے مناسب ہے نہ کہ (نے بجانے والے) مرد کے مناسب

ہاں وہاں گر حمد گوئی و سپاس
خبردار، خبردار تو شکر گزاری اور تعریف کرے
ہمچو نافرجامِ آں چوپاں شناس
اُس نالائق گڈریئے کی سی سمجھ

حمد تو نسبت بتوگر بہترست
تیرا تعریف کرنا تیرے اعتبار سے اگرچہ بہتر ہے
لیک آں نسبت بحق ہم ابترست
لیکن وہ اللہ (تعالیٰ) کی نسبت سے ناقص ہے

کاشکے بہتر نبودے مر ترا
کاش کہ تیری (وہ) بہتر (دعا) نہ ہوتی
دردِ او و سوز بودے مر ترا
اُس کا درد اور سوز تیرے لئے (حاصل) ہوتا

چند گوئی چوں غطا برداشتند
جب پردہ اُٹھا دیں گے، تو کتنا کہے گا؟
کایں نبودست آنچہ می پنداشتند
جو اُنہوں نے (خدا کے بارے میں) تصور کیا تھا وہ یہ نہ تھا

ایں قبولِ ذکر تو از رحمت ست
تیرے ذکر کو قبول کر لینا رحمت ہے
چوں نمازِ مستحاضہ رخصت ست
جیسے استحاضہ والی کی نماز جائز ہے

---

[1] سدرۃ المنتہیٰ۔ ساتویں آسمان پر بیری کے درخت جیسا کوئی درخت ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام تک کی پرواز کی آخری حد ہے۔ یعنی اب میں اپنے اس مقام سے گزر گیا جہاں غلبہ حال میں نامناسب الفاظ استعمال کئے تھے۔ تازیانہ۔ میری طبیعت کے لئے آپ کی تنبیہ ایک تازیانہ ثابت ہوئی۔ ناسوت۔ عالم اجسام۔ لاہوت۔ عالم ذات الٰہی جس میں پہنچ کر سالک کو فنا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ حال من۔ ذوقی حالت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ نقش می بینی۔ حضرت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان اشعار کا تعلق "شاہ را گوید کسے جولاہہ نیست" سے ہے یعنی اللہ کی تعریف ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق کرتا ہے۔ آئینہ میں خود اپنا عکس نظر آتا ہے جو کچھ نظر آتا ہے، وہ آئینہ کے نقش و نگار نہیں ہوتے ہیں۔

[2] دم کہ۔ اللہ تعالیٰ تو اس پر قادر ہیں کہ اپنی تعریف اپنی شان کے مطابق کر دیں لیکن ہماری استعداد اس کو قبول نہیں کر سکتی ہے، جس طرح نے بجانے والا اپنی طاقت کے اعتبار سے نے میں پھونک نہیں بھرتا ہے ورنہ اس کے پردے پھٹ جائیں، نے کے لحاظ سے پھونکتا ہے۔ ہاں وہاں۔ ہم جو بھی تعریف کرتے ہیں وہ گڈریئے کی طرح کی تعریف کرتے ہیں۔ ابتر۔ ناقص، ہماری تعریف خدا کے اعتبار سے ناقص ہے۔ کاشکے۔ جو تعریف تمہارے اعتبار سے بہتر بھی ہے کاش اسکی بجائے تمہارے دل میں سوز و گداز ہو۔ چند گوئی۔ قیامت میں جب حجابات رفع ہوں گے تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ذات باری وہ نہ تھی جو تم نے سمجھی تھی۔ ایں قبول۔ ہماری ناقص تعریف کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول کرتا ہے، جس طرح کہ مستحاضہ کی نماز کو باوجود طہارت نہ ہونے کے قبول کر لیتا ہے۔

با نمازِ اُو بیالودست خوں
اُس کی نماز سے خون وابستہ ہے

ذکرِ تو آلودۂ تشبیہ و چوں[1]
تیرا ذکر (اللہ) کرنا تشبیہ اور مثال سے آلودہ ہے

خوں پلیدست و بآبے می رَود
خون ناپاک ہے اور پانی سے ڈھل جاتا ہے

لیک باطن را نجاستہا بود
لیکن باطن میں وہ نجاستیں ہوتی ہیں

کاں بغیر آب لطف کردگار
جو خدا کی مہربانی کے پانی کے بغیر

کم نہ گردد از درونِ مَرد کار
کام کرنے والے کے باطن سے نہیں ڈھلتیں

در سجودت کاش رُو گردانیئے
کاش تو سجدے میں رُخ پھیرتا

معنیِ سُبحانَ رَبِّیِ دانیئے
"اے میرے رب تو پاک ہے" کے معنی جان لیتا

کاے سجودم چوں وجودم نا سزا
یعنی اے خدا میرا سجدہ میرے وجود کیطرح (تیرے) لائق نہیں ہے

مَر بدی را تو نکوئی دہ جزا
تو برائی کا بدلہ بھلائی سے عطا فرما

ایں زمیں[2] از حلم حق دارد اثر
اس زمین میں اللہ (تعالیٰ) کی بردباری کا اثر ہے

تا نجاست بُرد و گلہا داد بَر
کہ گندگی کو ختم کر دیا اور پھول نتیجہ میں دیئے

تاپوشد اُو پلیدیہائے ما
یہاں تک کہ وہ ہماری پلیدیوں کو چھپا لیتی ہے

در عوض بر روید ازوے غنچہا
بدلے میں اُس سے غنچے کھلتے ہیں

پس چو کافر دید کو در داد وجود
تو کافر جب دیکھے گا کہ وہ عطا اور بخشش میں

کمتر و بے مایہ تراز خاک بود
مٹی سے بھی کمتر اور تہی دست تھا

از وجودِ اُو گل و میوہ نرست
اُس کے وجود سے پھول اور میوہ نہ اُگا

جز فسادِ جملہ پاکیہا نجست
پاکیوں کو خراب کرنے کے علاوہ اُس نے کچھ نہ کیا

گفت واپس رفتہ ام من در ذہاب
کہے گا میں نے اُلٹی چال چلی ہے

حَسرَتَا یَالَیتَنِی کُنتُ تُرَاب
افسوس! کاش میں مٹی ہوتا

کاش از خاکے سفر نگزیدے
کاش میں مٹی (ہونے) سے ترقی نہ کرتا

ہمچو خاکے دانۂ می چیدے
مٹی کی طرح بیج کو چن لیتا

1. تشبیہ و چوں۔ ہم جس قدر تعریفیں کرتے ہیں ان میں لامحالہ تشبیہات اور مثالیں ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب نہیں ہیں ان کی ناپاکی مستحاضہ کے خون سے بھی زیادہ ہے۔ کاں۔ باطنی نجاست صرف رحمت کے پانی سے ہی دھل سکتی ہے۔ کاے۔ یعنی سجدہ میں سبحان ربی الاعلی کے معنی یہ ہیں کہ بندہ عرض کرتا ہے کہ میرا سجدہ بھی تیرے لائق نہیں اور یہ سجدہ تیری خدمت میں پیش کرنا گستاخی ہے، لیکن تیری ذات وہ ہے جو برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے یبدل اللہ سیاتھم حسنات۔ اللہ ان کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

2. ایں زمیں۔ زمین اللہ کی صفت حلم سے متصف ہے۔ پلیدیہا۔ کھاد میں نجاستیں ہوتی ہیں۔ دید۔ یعنی، قیامت میں کافر سمجھے گا کہ وہ زمین سے بھی بدتر ہے، زمین برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے اور اس نے اللہ کی نعمتوں کے بدلے میں کفر کیا۔ جز فساد۔ زمین نے ناپاک کو پاک بنایا کافر نے پاکیوں کو ناپاک کیا۔ گفت۔ یعنی قیامت میں حسرت سے کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دے سکتا۔ سفر۔ جمادات سے ترقی کر کے نوع حیوانی وجود میں آئی ہے۔ دانہ۔ زمین میں بیج بویا جاتا ہے تو وہ بدلہ میں پھل پھول اگا دیتی ہے۔

چوں سفر[1] کردم مرارہ آزمود — زیں سفر کردن رہ آوردم چہ بود
جب میں نے ترقی کی مجھے راہ نے آزما لیا — اس ترقی سے مجھے کیا تحفہ ملا؟
زاں ہمہ میلش سوئے خاکست کو — در سفر سودے نہ بیند پیش رُو
اسی وجہ سے اُس کا میلان مٹی کی طرف ہے کیونکہ وہ — ترقی میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا ہے
روئے واپس کردنش از حرص و آز — در رہِ او ہیچ نہ صدق و نیاز
اُسکا دل واپسی کیطرف رُخ کرنا حرص اور لالچ کیوجہ سے ہے — اُس کے راستہ میں کوئی سچائی اور عاجزی نہیں ہے
ہرگیا را کش بود میل علا — در مزیدست و حیات ست و نما
جس گھاس کا میلان بلندی کی طرف ہوتا ہے — وہ بڑھوتری اور زندگی اور (نشو) نما میں ہے
چونکہ گردانید سَر سوئے زمیں — در کمی و خشکی و نقص و غبیں
چونکہ اُس نے زمین کی طرف رُخ کیا — وہ گھاٹے اور تنگی اور نقصان اور ٹوٹے میں ہے
میل روحت[2] چوں سوئے بالا بود — در تزاید مرجعت آں جا بود
تیری روح کا میلان جب (عالم) بالا کی طرف ہو — ترقی میں تیرا مرجع وہی ہوگا
ور نگونساری سرت سوئے زمیں — آفلی حق لا اُحِب اَلْآفِلِیْں
اگر تو اوندھا ہے تیرا سر زمین کی طرف ہے — تو غروب کرجانیوالا ہے یقیناً میں غروب کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

پُرسیدنِ موسیٰ علیہ السلام از سِرِّ غلبہ ظالماں

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ظالموں کے غلبہ کے راز کا سوال کرنا

گفت موسیٰ اے کریم کار ساز — اے کہ یک دم ذکرِ تو عمر دراز
(حضرت) موسیٰ نے عرض کیا اے کار ساز کریم! — اے (وہ ذات) جس کا ایک لمحہ ذکر کرنا عمر دراز ہے
نقش کژمژ دیدم اندر آب و گل — چوں ملائک اعتراضے کرد دل
میں نے عالم آب وگل میں بہت سی آڑی ترچھی چیزیں دیکھی ہیں — ملائک کی طرح دل نے اعتراض کیا ہے
کہ چہ مقصودست نقشے ساختن — و اندرو تخم فساد انداختن
کہ اس میں کیا مقصد ہے؟ کہ ایک نقش بنانا — اور اُس میں فساد کا بیج بو دینا
آتش ظلم و فساد افروختن — مسجد و سجدہ کناں را سوختن
ظلم اور فساد کی آگ بھڑکانا — مسجد، اور سجدہ کرنے والوں کو پھونکنا

---

[1] چوں سفر۔ سفر کی حالت میں انسان کی صحیح فطرت ظاہر ہو جاتی ہے، یعنی مجھے ترقی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ رہ آورد۔ تحفہ سفر۔ میلش۔ یعنی اس کا کہنا یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا "کاش میں مٹی ہوتا۔" روئے واپس۔ یعنی مٹی بن جانے کی خواہش عجز اور نیاز سے ہو تو اللہ کو پسند ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے اس کا اظہار ہوا ہے۔ ہرگیا۔ کافر کے مٹی بننے کی خواہش کی مثال ہے کہ گھاس میں جب تک نشو ونما ہے بڑھنے اور اوپر جانے کی خواہش ہے، جب مردنی چھاتی ہے تو اس کا نیچے کی طرف جھکاؤ ہو جاتا ہے۔

[2] میل روحت۔ روحِ انسانی کو جب اوپر جانے کی خواہش ہوتی ہے تو اوپر جانے میں اس کو ترقی حاصل ہوتی ہے۔ ورنگونساری۔ جب روح اوندھی ہو جاتی ہے تو زمین پر واپس ہونے کی خواہش کرتی ہے۔ حق۔ دراصل حقا تھا۔ یک دم۔ تھوڑا سا وقفہ جس میں ذکر الٰہی ہو، درازعمر کے قائم مقام ہے۔ کژمژ۔ یعنی سمجھ میں نہ آنے والی چیزیں۔ چوں ملائک۔ آدمؑ کی تخلیق پر فرشتوں کا سوال و اعتراض معاندانہ نہ تھا بلکہ حکمت سمجھنے کے لیے تھا۔ کہ چہ مقصود۔ دنیا کی چیزوں میں بھلائی کے ساتھ برائی کا پہلو بھی ہے۔ آتش۔ کفر کا غلبہ ہوتا ہے تو اس میں فساد، مسجدوں کی ویرانی، سجدہ کرنے والوں کا قتل عام ہوتا ہے۔

مایہ[1] خونابہ و زر دابہ را — جوش دادن از برائے لابہ را
خون اور پیپ کے ذخیرے کو — دل لگی کے لئے جوش دینا

من یقیں دانم کہ عین حکمت ست — لیک مقصودم عیانِ رویت ست
میں بالیقین جانتا ہوں کہ (یہ) بعینہٖ حکمت ہے — لیکن میرا مقصد مشاہدہ ہے

آں یقیں می گویدم خاموش کن — حرصِ رویت گویدم نے جوش کن
وہ یقین مجھ سے کہتا ہے، چپ رہ — دیکھنے کی حرص مجھ سے کہتی ہے نہیں (سوال میں) جوش دکھا

مر ملائک رانمودی سِرِّ خویش — کاینچنیں نوشے همی ارزد بہ نیش
تو نے فرشتوں پر اپنا راز ظاہر کر دیا — کہ اس طرح کا شہد ڈنک کے لائق ہے

عرضہ کردی نورِ آدمؑ را عیاں — بر ملائک گشت مشکلہا[2] بیاں
تو نے آدمؑ پر علم کھلم کھلا پیش کردیا — فرشتوں کے اشکالات حل کر دیئے

حشر تو گوید کہ سِرِّ مرگ چیست — میوہا گویند سِرِّ برگ چیست
تیرا حشر بتا دے گا کہ موت کا کیا راز ہے؟ — میوے بتاتے ہیں کہ پتوں (کے ہونے) کا کیا راز ہے؟

سِرِّ خون و نطفہ حسن آدمی ست — سابق[3] ہر بیشی آخر کمی ست
خون اور نطفہ کا راز، آدمی کا حسن ہے — ہر بیشی سے پہلے کمی ہوتی ہے

لوح را اول بشوید بے وقوف — آنگہے بروے نویسد اُو حروف
نا واقف (بچہ) پہلے تختی دھو دیتا ہے — پھر اُس پر حروف لکھتا ہے

خوں کند دل راز اشک مستہاں — برنویسد بروے اَسرارِ نہاں
(سالک) بے وقعت آنسوؤں سے دل کو خون کرتا ہے — (پھر) اُس پر پوشیدہ رز لکھتا ہے

وقت شُستن لوح را باید شناخت — کہ مرآں را دفترے خواہند ساخت
دھوتے وقت تختی کو پہچان لینا چاہئے — کہ اُس کو ایک دفتر بنائیں گے

چوں اساسِ خانہ ی افگند — اوّلیں بنیاد را بَر می کنند
جب کسی گھر کی بنیاد رکھتے ہیں — پہلے نیو کھودتے ہیں

---

1. مایہ۔ انسان کی تخلیق، منی اور خون سے ہوتی ہے پھر وہ ظلم وفساد کے کھیل کھیلتا ہے۔ عیانِ رویت۔ صاف دیکھنا۔ آں یقین۔ یعنی یہ یقین کہ اس میں اللہ کی کوئی حکمت ہے۔ جوش کن۔ یعنی جوش وخروش سے سوال کر۔ کایں چنیں۔ فرشتوں کو سمجھا دیا تھا کہ انسان کے متضاد قوٰی ہی خلافت خداوندی کے اہل اور صفات الٰہی کا مظہر ہو سکتے ہیں۔ نوش۔ یعنی خلافت۔ نیش۔ انسان کی فطرت جس میں فتنہ وفساد بھی مضمر ہے۔ نورِ آدمؑ۔ علم آدمؑ۔
2. مشکلہا۔ یعنی آدم کی خلافت پر جو اشکالات تھے۔ حشر تو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال کا جواب ہے کہ ہر چیز کی خوبی اس کے انجام سے ظاہر ہوتی ہے، قیامت میں معلوم ہوگا کہ موت جیسی تلخ چیز کے پیدا کرنے میں خدا کی حکمت یہ تھی کہ وہی اخروی نعمتوں کے حصول کا سبب بنے۔ برگ۔ پتے بظاہر بیکار ہیں لیکن جب وہ پھل کی گرمی اور سردی سے حفاظت کر کے پکاتے ہیں تو ان کی پیدائش کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔ سِرِّ خوں۔ انسانی قوام کا حسن جب ظاہر ہوتا ہے جب اس سے انسان، نوجوان اور حسین بن جاتا ہے۔
3. سابق۔ ناقص چیز کمال حاصل کرتی ہے۔ لوح را۔ یعنی ہر کمی، بیشی کا سبب ہے۔ تختی پر سب سے پہلے ہر چیز مٹا دی جاتی ہے پھر اس پر حسین نقش بنائے جاتے ہیں۔ خوں کند۔ انسان رو رو کر دل کو خون بنا دیتا ہے پھر اس پر اسرار نمودار ہوتے ہیں۔ وقت شستن۔ عقلمند انسان کی میں بیشی کو سمجھ جاتا ہے۔ چوں اساس۔ نیا گھر بناتے ہیں تو پہلے پرانی بنیادوں کو اکھاڑ دیتے ہیں۔

گل بر آرند[1] اول از قعرِ زمیں — تا بآخر برکشی ماءِ معین

پہلے زمین کی گہرائی سے مٹی کھودتے ہیں — تاکہ آخر میں پانی کھینچے

از حجامت کودکاں گریند زار — کہ نمی دانند ایشاں سِرِّ کار

پچھنوں سے بچے زار زار روتے ہیں — کیونکہ وہ کام کے راز سے واقف نہیں ہیں

مرد خود زری دہد حجّام را — می نوازد نیشِ خوں آشام را

مرد (باپ) پچھنے لگانے والے کو روپیہ دیتا ہے — خون چوسنے والے نشتر کو نوازتا ہے

می دَوَد حمّال دربارِ گراں — می رُباید بار را از دیگراں

بھاری بوجھ لئے ہوئے قلی دوڑتا ہے — دوسرے (قلیوں) سے بوجھ چھینتا ہے

جنگ حمّالاں برائے بار بیں — ایں چنیں ست اجتہادِ مردِ دیں

بوجھ کے لئے قلیوں کی جنگ پر غور کر — دیندار کی کوشش اس طرح کی ہے

چوں[2] گرانیہا اساسِ رحمت ست — تلخیہا ہم پیشوائے نعمت ست

جب کہ گرانیاں، رحمت کی بنیاد ہیں — تلخیاں بھی رحمت کا پیش خیمہ ہیں

حُفَّتِ[2] الْجَنَّةُ بِمَكْرُوْهَاتِنَا — حُفَّتِ النِّيْرَانُ مِنْ شَهْوَاتِنَا

جنت ہماری ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دی گئی ہے — (اور) جہنم ہماری مرغوب چیزوں سے گھیر دی گئی ہے

تخم مایہ آتشت شاخِ ترست — سوختہ آتش قرین کوثرست

تیری آگ کا سرمایہ تر شاخ ہے — آگ کا جلا ہوا کوثر کے پاس ہے

ہر کہ در زنداں قرینِ محنتے ست — آں جزائے لذّتے و شہوتے ست

جو قید خانہ میں محنت میں مبتلا ہے — وہ لذت اور شہوت کی سزا ہے

ہر کہ در قصرے[3] قرینِ دولتے ست — آں جزائے کار زار و محنتے ست

جو محل میں صاحب سلطنت ہے — وہ محنت اور جنگ کا بدلہ ہے

ہر کرا بینی بزرّ و سیم فرد — داں کہ اندر کسب کردن صبر کرد

جس کو تو چاندی اور سونے میں یکتا دیکھے — سمجھ لے اُس نے کمائی میں صبر کیا ہے

---

[1] گل برآرند۔ پانی حاصل کرتے ہیں تو پہلے زمین کھودتے ہیں۔ از حجامت۔ تخریب میں تعمیر کا راز مضمر ہے، پچھنے لگاتے ہیں تو تکلیف ہوتی ہے لیکن نتیجہ میں بیماریوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ می دود۔ بوجھ اٹھا لینے والا تکلیف برداشت کرتا ہے تو مزدوری پاتا ہے۔ مردِ دیں۔ دیندار اپنے آپ کو تکالیف میں اسی لئے مبتلا کرتا ہے تاکہ بہترین نتائج حاصل کرے۔ چوں۔ دنیا میں بھی تکلیفوں کے بعد راحتیں ہیں اور آخرت میں بھی۔

[2] حفت۔ انسان نفس کی خواہشوں کے خلاف کرتا ہے تو جنت پاتا ہے شہوتوں کو پورا کرتا ہے تو جہنم ملتی ہے۔ تخم مایہ۔ شاخ تر ہوتی ہے تو سکھا کر اس کو جلایا جاتا ہے جب جلتی ہے تو اس پر پانی چھڑک کر بجھایا جاتا ہے۔ ہر کہ۔ نفس کی لذتوں کے نتیجے میں قید خانہ جانا پڑتا ہے۔

[3] در قصرے۔ جنگوں کی مشقتیں اور محنت برداشت کرنے سے ہی تخت شاہی حاصل ہوتا ہے۔ ہر کرا۔ کمائی کی محنت پر صبر کرنے سے انسان دولت کا مالک بنتا ہے، غرضیکہ محنت اور مشقت کے بعد راحت ہے تو ظالموں کا ظلم چونکہ مظلوموں کی راحت کا سبب بنے گا تو ظالموں کی پیدائش میں حکمت ہے۔

بے سبب[1] بیند چو دیدہ شد گزار
جب آنکھ (عالم اسباب سے) گزر جانے والی بن جاتی ہے تو بغیر سبب کے دیکھتی ہے

تو کہ در حسی سبب را گوش دار
تو جس کا پابند ہے سبب پر توجہ کر

آنکہ بیروں از طبائع جانِ اوست
جس کی جان (انسانی) طبائع سے باہر ہے

منصب خرقِ سببہا آنِ اوست
اسباب کو ترک کر دینے کا مقام اُسے حاصل ہے

بے سبب بیند[2] نہ از آب و گیا
بغیر سبب کے، پانی اور گھاس کے بغیر دیکھتا ہے

چشمہ چشمہ معجزاتِ انبیا
کثرت سے انبیاء کے معجزات (جیسے)

ایں سبب ہمچوں طبیب ست و علیل
یہ سبب ایسا ہے جیسے طبیب اور بیمار

ایں سبب ہمچوں چراغست و فتیل
یہ سب چراغ اور بتی کی طرح ہے

شب چراغت را فتیلے نوبتاب
رات کو اپنے چراغ کے لئے نئی بتی بٹ لے

پاک داں زینہا چراغِ آفتاب
سورج کے چراغ کو اُن سے پاک سمجھ

رو[3] تو کہگل ساز بہر سقف خاں
گھر کی چھت کے لئے تو گارا تیار کر لے

سقف گردوں راز کہگل پاکداں
آسمان کی چھت کو گارے سے پاک سمجھ

وہ کہ چوں دلدارِ ماغم سوز شد
واہ واہ جب ہمارا محبوب غم کو ختم کرنے والا بن گیا

خلوتِ شب در گذشت و روز شد
رات کی تنہائی ختم ہوئی اور دن نکل آیا

جز بشب جلوہ نباشد ماہ را
چاند کا جلوہ رات کے سوا نہیں ہوتا

جز بدردِ دل مجو دلخواہ را
دردِ دل کے بغیر محبوب کی جستجو نہ کر

ترکِ عیسیٰ کردہٗ خر پروردہٗ
تو نے عیسیٰؑ کو چھوڑا ہے، گدھے کی پرورش کی ہے

لا جرم چوں خربرونِ پردہٗ
لا محالہ تو گدھے کی طرح خیمہ کے باہر ہے

طالع عیسیٰؑ ست علم و معرفت
علم و معرفت عیسیٰؑ کا نصیبہ ہے

طالع خرنیست اے تو خر صفت
اے کہ تو گدھے جیسا ہے! گدھے کا نصیبہ نہیں ہے

نالۂ خربشنوی رحم آیدت
تو گدھے کا نالہ سنتا ہے، تجھے رحم آجاتا ہے

پس ندانی خرخری فرمایدت
تو نہیں جانتا ہے کہ گدھا تجھ سے گدھے پن کی فرمائش کرے گا

---

[1] بے سبب۔ اوپر چونکہ مصائب اور تکالیف کو راحتوں کا سبب بتایا تھا، اب اسباب اختیار کرنے کی بحث شروع کی ہے، جب تک انسان حواس کی قید و بند میں ہے اس کی نظر اسباب پر ہوتی ہے تو اس کو اسباب اختیار کرنا ضروری ہیں اور جب حواس سے آزاد ہو جاتا ہے تو ہر چیز کو بغیر اسباب کے قدرت الٰہی سے سمجھتا ہے تب اس کے لئے ترک اسباب جائز ہے۔ طبائع۔ یعنی جب ریاضت کے ذریعہ ظاہری حواس سے آزاد ہو جاتا ہے تو ظاہری سبب اس کی نگاہ میں نہیں ہوتا ہے، اب اس کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اسباب کو ترک کر سکے۔

[2] بیند۔ جس طرح انبیاء کے معجزات اسباب سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ محض اللہ کی قدرت سے ان کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح دیگر اشیاء کو بھی محض اللہ کی قدرت سے سمجھتا ہے، اسباب سے ان کو متعلق نہیں کرتا۔ ایں سبب۔ عام انسانوں کے لئے سبب کا اختیار کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ مریض کے لئے طبیب یا چراغ کیلئے بتی۔ چراغت۔ عام انسانوں کو سبب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ آفتاب۔ جو کاملین ہیں وہ اسباب اختیار کرنے سے پاک ہیں۔

[3] رو۔ گھر کے لئے کہگل ضروری ہے ورنہ منہدم ہو جائے گا، آسمان اس سے منزہ ہے، یہی عوام اور خواص کا اسباب اختیار کرنے میں فرق ہے۔ وہ کہ۔ خواص کو یہ مقام حاصل ہے۔ جز بشب۔ چونکہ پہلے ہم رذائل سے پُر تھے لہٰذا ہم پر تجلی نہ ہوئی۔ ترک۔ خاص مقام اور تجلی نہ ہونے کی وجہ جسم پروری ہے۔ عیسیٰ۔ یعنی روح، عقل۔ خر۔ یعنی جسم، نفس۔ پردہ۔ بارگاہ رب العزت۔ طالع عیسیٰ۔ علم و معرفت روح کا حصہ ہے، نفس اس سے بے بہرہ ہے۔ نالہ خر۔ نفس اپنی خواہشات کے لئے واویلا کرتا ہے تو ان کو پورا کر دیتا ہے۔

رحم[1] بر عیسیٰ کُن و بر خر مکُن
عیسیٰؑ پر رحم کر اور گدھے پر نہ کر

طبع را بر عقلِ خود سرور مکن
نفس کو اپنی عقل کا سردار نہ بنا

طبع را هِل تا بگرید زار زار
نفس کو چھوڑ تاکہ وہ زار زار روئے

تو ازو بستان و وامِ جاں گذار
تو اُس سے وصولی کر اور جان کا قرض ادا کر دے

سالہا خر بندہ بودی بس بُوَد
تو سالوں گدھے کا غلام رہا ہے، کافی ہے

زانکہ خرِ بندہ زخر واپس بود
کیونکہ گدھے کا نوکر گدھے کے پیچھے رہتا ہے

ز اَخِّرُوْھُنَّ مرادش نفس تست
ان کو "پیچھے رکھو" سے تیرا نفس مراد ہے

کوُ بہ آخر بایدؔ و عقلت نخست
کیونکہ وہ پیچھے ہونا چاہئے اور عقل پہلے

ہم مزاجِ خر شدت ایں عقل پست
یہ پست عقل گدھے کے مزاج کی ہوگئی ہے

فکرش اینکہ چوں علف آرم بدست
اُس کو یہی فکر ہے کہ چارہ کیونکر ہاتھ آئے

آں خرِ عیسیٰؑ مزاجِ دل گرفت
(حضرت) عیسیٰؑ کے گدھے نے دل کا مزاج حاصل کیا

در مقامِ عاقلاں منزل گرفت
عقلمند دل کے مقام میں جگہ پائی

زانکہ غالب عقل بود و خر ضعیف
کیونکہ عقل غالب تھی اور گدھا کمزور تھا

از سوارِ زفت[2] گردد خر نحیف
بھاری سوار سے گدھا کمزور ہو جاتا ہے

خود ز ضعفِ عقل تو اے خر بہا
اے گدھے برابر! تیری عقل کی کمزوری کی وجہ سے

ایں خرِ پژمردہ گشت ست اژدہا
یہ نیم مُردہ گدھا اژدہا ہو گیا ہے

گرز عیسیٰؑ گشتۂ رنجور دل
اگر تو عیسیٰؑ کی وجہ سے رنجیدہ دل ہو گیا ہے

ہم ازو صحت رسد اُو را مہل
اُسی سے صحت حاصل ہو گی، اُس کو نہ چھوڑ

اے مسیحِ خوش نفس چونی ز رنج
اے پاک دم مسیحا! تکلیف سے آپ کا کیا حال ہے؟

کہ نبود اندر جہاں بے مار گنج
دنیا میں کوئی خزانہ سانپ کے بغیر نہیں ہوتا ہے

چونی اے عیسیٰؑ ز دیدارِ یہود
اے عیسیٰؑ یہود کے دیدار سے تیرا کیا حال ہے؟

چونی اے یوسفؑ ز اخوانِ حسود
اے یوسفؑ! حاسد بھائیوں کیوجہ سے آپ کیسے ہیں؟

تو شب و روز از پئے ایں قومِ غمر
توؒ دن رات اس بے وقوف قوم کے پیچھے

چوں شب و روزی بدو بخشائی عمر
دن رات کی طرح ہے (اور) ان کو زندگی بخشتا ہے

---

1. رَحم۔ روح کی پرورش کر نفس کو روح پر غالب نہ بنا۔ واپس بوَد۔ گدھے والا جو گدھے سے بھی پیچھے ہے منزل پر گدھے کے بعد پہنچے گا۔ اخروھن۔ حدیث شریف میں عورتوں کے بارے میں آیا ہے اخروھن حیث آخرھن اللہ "موخر کرو ان کو جبکہ موخر کیا ہے ان کو اللہ نے۔" مولانا فرماتے ہیں اس حدیث میں جس طرح عورتوں کو مردوں سے موخر رکھنے کا حکم ہے اسی طرح اس میں نفس کو عقل سے موخر رکھنے کا حکم ہے۔ عقل پست۔ وہ عقل جو نفس سے مغلوب ہو گئی ہے۔ خرِ عیسیٰ۔ عقل سے نفس کو مغلوب بنادے گا تو نفس میں بھی عقل کے خواص پیدا ہو جائیں گے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے میں ہوا۔
2. سوارِ زفت۔ قوی سوار یعنی غالب عقل۔ خود۔ جب انسان کی روح کمزور ہو تو نفس کو بہت زیادہ غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ گر ز عیسیٰ۔ شیخ بمنزلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہے جو مردہ روح کو زندہ کرتا ہے، اگر شیخ کی تربیت میں کسی بات سے دل کو رنج بھی پہنچے تو برداشت کرنا چاہئے کیونکہ ذریعہ صحت وہی ہے۔ اے مسیح۔ پہلے شعر میں مرید کو نصیحت تھی، اب پیر کو خطاب ہے۔ اے عیسیٰ۔ یعنی شیخ۔ یہود۔ یعنی بدکردار مرید۔ یوسف۔ یعنی پیر۔ اخوانِ حسود۔ یعنی بدعمل مرید۔ تو شب و روز۔ شیخ کی توجہ روح کی عمر دراز کرتی ہے۔

آہ ازیں صفرائیاں[1] بے ہنر
ان بے ہنر صفراوی مزاج والوں پر افسوس ہے

چہ ہنر زاید ز صفرا دردِ سر
صفرا سے کیا ہنر پیدا ہوتا ہے؟ دردِ سر (پیدا ہوتا ہے)

تو ہماں کن کہ کند خورشید شرق
تو وہی کر جو مشرق کا سورج کرتا ہے

بانفاق و حیلہ و دُزدی و زُرق
باوجود نفاق اور حیلہ اور چوری اور مکاری کے

تو عسل ما سرکہ در دنیا و دیں
دنیا اور دین (کے معاملہ) میں تو شہد ہے اور ہم سرکہ ہیں

دفعِ ایں صفرا بود سر کنگبیں
سکنجبین اس صفرا کو دفع کرنے والی ہے

سرکہ افزودیم ما قومِ زحیر
ہم پیچش زدوں نے سرکہ بڑھا دیا ہے

تو عسل بفزا کرم را وامگیر
تو شہد میں اضافہ کر دے، مہربانی کم نہ کر

ایں سزید[2] از ما چنیں آمد زما
ہم اسی لائق تھے، ہم سے ایسا ہی ہوا

ریگ اندر چشم چہ افزا یدعمٰی
ریت آنکھ میں کیا بڑھائے گی؟ اندھا پن

آں سزد از تو ایا کحل عزیز
اے پیارے سُرمے! تیرے بھی لائق ہے

کہ بیابد از تو ہر ناچیز چیز
کہ تجھ سے ہر ناچیز، کوئی چیز حاصل کر لے

زآتش ایں ظالمانت دل کباب
ان ظالموں کی آگ سے تیرا دل کباب ہے

از تو جملہ اِہد قومی بد خطاب
تیری جانب سے "اِہد قومی" کا جملہ و خطاب ہے

کانِ عودی در تو گر آتش زنند
تو "اگر" کی کان ہے اگر تجھ میں آگ لگائیں گے

ایں جہاں از عطر و ریحان پُرکنند
اس دنیا کو عطر اور خوشبو سے بھر دیں گے

تو نہ آں عودی کز آتش کم شود
تو وہ اگر نہیں ہے جو آگ سے کم ہو جائے

تو نہ آں رُوحی اسیرِ غم شود
تو وہ روح نہیں ہے جو غم کی قیدی بن جائے

عود سوزد کانِ عود از سوز دور
"اگر" جل جاتا ہے "اگر" کی کان جلنے سے دُور ہے

باد کے جملہ بَرد بر اصل نور
اصل نور پر ہوا کب حملہ کر سکتی ہے؟

اے زتو مر آسماں ہا را صفا
اے (وہ کہ) تیری وجہ سے آسمانوں کو صفائی حاصل ہے

اے جفائے تو نکوتر از وفا
اے وہ (ذات) کہ تیری جفا، وفا سے بہتر ہے

زانکہ از عاقل جفائے گر رود
کیونکہ عقلمند سے اگر جفا ہو بھی جائے

ازو فائے جاہلاں بہتر بود
تو جاہلوں کی وفا سے بہتر ہوتی ہے

---

[1] صفرائیاں۔ صفراوی مزاج والے جن پر صفرا کا غلبہ ہوتا ہے نہ وہ تندرست رہتے ہیں نہ ان کو صحیح چیز نظر آتی ہے اور وہ دردِ سر میں مبتلا رہتے ہیں۔ تو ہماں کن۔ جس طرح سورج باوجود تمام نالائقیوں کے سب کو منور کرتا رہتا ہے، اسی طرح آپ بھی مریدوں کی بدکرداری کی وجہ سے ان کو فیض سے محروم نہ کریں۔ تو عسل۔ پیر کے افعال و اخلاق شہد کی طرح شیریں ہیں۔ ما سرکہ۔ مریدوں کی بداعمالیاں سرکہ کی طرح تلخ ہیں۔ ایں صفرا۔ نفس پر جو صفرا کا غلبہ ہے وہ سکنجبین سے دور ہوگا۔ سرکنگبیں۔ سکنجبین دوا ہے جو شہد اور سرکہ ملا کر بنائی جاتی ہے۔ سرکہ۔ یعنی نفس کے رذائل۔ زحیر۔ پیچش کی بیماری۔

[2] ایں سزید۔ ہم اسی قابل ہیں کہ ہم سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ آں سزد۔ آپ بمنزلہ سرمہ کے ہیں جو بینائی پیدا کرتا ہے۔ زآتش۔ یعنی بے شک مریدوں کی بدعملی سے آپ کا دل جلتا ہے۔ اِہد قومی۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے دے، یہ دعا آنحضور ﷺ نے اس وقت کی جب قوم نے ان کو ستایا اور آپ نے ان کو بددعا نہ دی۔ کانِ عودی۔ اگر کی لکڑی کو اگر جلایا جائے تو اس کی اور خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں، پیر بمنزلہ عود کے ذخیرہ کے ہے جو ختم نہیں ہوتا ہے یعنی مریدوں کی بدکاری اس کے فیض کو ختم نہیں کر سکتی ہے۔ نکوتر۔ شیخ کی سختی سے مرید کی اصلاح ہوتی ہے۔ زانکہ۔ عقلمند کا ظلم، نادان کی دوستی سے بہتر ہوتا ہے۔

عاقل[1] آرد معرفت را درمیاں — جاہل آرد معرفت را در زباں
عقلمند، معرفت کو درمیان میں لاتا ہے — جاہل معرفت کو زبان پر لاتا ہے

گفت پیغمبرؐ عداوت از خرد — بہتر از مہر یکہ از جاہل رسد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عقل کیساتھ دشمنی — اُس محبت سے بہتر ہے جو جاہل کی جانب سے ہو

دوستی با مردمِ دانا نکوست — دشمنِ دانا بہ از نادانِ دوست
عقلمندوں سے دوستی اچھی ہے — دانا دشمن، نادان دوست سے بہتر ہے

رنجانیدنِ امیرے آں خفتہ راکہ مار در دہانش رفتہ بُود

ایک امیر کا اُس سونے والے کو تکلیف دینا جس کے منہ میں سانپ گھس گیا تھا

عاقلے براسپ می آمد سوار — در دہانِ خفتۂ می رفت مار
ایک عقلمند گھوڑے پر سوار آ رہا تھا — ایک سوئے ہوئے کے منہ میں سانپ گھس رہا تھا

آں سوار آں را بدید و می شتافت — تا رہاند خفتہ را فرصت نیافت
اُس سوار نے اُس کو دیکھا اور دوڑا — تاکہ سوتے ہوئے کو بچا لے، موقع نہ ملا

چونکہ از عقلش فراواں بُد مدد — چند دبوسے قوی برخفتہ زد
چونکہ عقل کی اس کو بہت مدد حاصل تھی — چند سخت کوڑے سوئے ہوئے پر کے مارے

خفتہ از خوابِ گراں چون برجہید — یک سوارِ تُرک بادبوس دید
سویا ہوا جب گہری نیند سے اُٹھا — ایک ترک سوار کو مع کوڑے کے دیکھا

بے محابا ترک دبّوسِ[2] گراں — چونکہ افزوں کوفت او را شد دواں
ترک نے بے جھجک سخت کوڑے — چونکہ اُس کے بہت مارے، وہ بھاگا

خفتہ زاں زخم گراں برجست زود — گشت حیراں گفت آیا این چہ بود
سویا ہوا اُس سخت چوٹ سے بہت جلد اُٹھا — حیران ہو گیا، بولا یہ کیا تھا؟

بُرد اُو را زخم آں دبّوسِ سخت — زو گریزاں تابزیرِ یک درخت
اُس سخت کوڑے کی چوٹ اُس کو لے گئی — اُس سے بھگا کر، ایک درخت کے نیچے

سیب پوسیدہ بسے بُد ریختہ — گفت زیں خور اے بدرد آمیختہ
سڑے ہوئے سیب، بہت پڑے تھے — بولا، یہ کھا اے درد مند!

سیب چنداں مرد را در خورد داد — کز دہانش باز بیروں می فتاد
(اُس) شخص کو اِس قدر سیب کھلائے — کہ اُس کے منہ سے باہر نکلنے لگے

---

1. عاقل۔ عقلمند، علم ومعرفت پر عمل کرتا ہے جاہل محض زبان سے ذکر کرتا ہے۔ گفت پیغمبرؐ۔ ان الفاظ کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ دشمن دانا۔ عقلمند دشمنی ہی نہیں کرتا ہے اگر کرتا ہے تو بظاہر دشمنی ہوتی ہے اور اس میں پوشیدہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ رنجانیدن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سوار نے جو کچھ کیا بظاہر دشمنی تھی لیکن اس میں حکمت پوشیدہ تھی۔ فرصت نیافت۔ یعنی بچانے کا موقع نہ ملا اور سانپ اس کے منہ میں گھس گیا۔ مدد۔ یعنی وہ سوار عقلمند تھا۔

2. دبوس۔ گرز، کوڑا۔ شد دواں۔ وہ سونے والا بھاگا۔ چہ بود۔ یعنی یہ سوار مجھے کیوں مار رہا ہے۔ برد۔ یعنی وہ اٹھ کر بھاگا اور بھاگتے بھاگتے ایک درخت کے نیچے پہنچا۔ سیب۔ وہ درخت سیب کا تھا اور اس کے نیچے گلے سڑے سیب بہت پڑے تھے۔ گفت۔ سوار نے کہا۔ مرد را۔ یعنی سونے والے کو۔

بانگ می زد[1] کاے امیر آخر چرا
وہ چیخا اے سردار! آخر کیوں؟
قصد من کردی تو نا دیدہ جفا
بغیر قصور کے تو نے میری جان (لینے) کا ارادہ کیا ہے

گر ترا از اصلست با جانم ستیز
اگر اصلاً تجھے میری جان سے دشمنی ہے
تیغ زن یکبارگی خونم بریز
تلوار مار، ایک دم سے میرا خون بہا دے

شوم ساعت کہ شدم بر تو پدید
وہ گھڑی بڑی نحس تھی کہ میں تیرے سامنے آیا
اے خنک آں راکہ روئے تو نہ دید
وہ قابل مبارکباد ہے جس نے تیرا چہرہ نہ دیکھا

بے جنایت بے گنہ بے بیش و کم
بلا زیادتی، بلا خطا، بلا کمی اور بیشی کے
ملحداں جائز ندارند ایں ستم
کافر (بھی) یہ ظلم جائز نہیں سمجھتے ہیں

می جہد خوں از دہانم با سخن
بات کے ساتھ میرے منہ سے خون ٹپکتا ہے
اے خدا آخر مکافاتش تو کن
اے خدا تو اِس کا بدلہ لے!

ہر زماں می گفت اُو نفرین نو
وہ ہر لمحہ ایک نئی ملامت کررہا تھا
اُوش می زد کاندریں صحرا بدو
(اور) وہ اُس کو مارتا تھا کہ اس بیاباں میں دوڑ

زخم دبوس و سوارِ ہمچو باد
کوڑے کی چوٹ، اور ہوا کی طرح کا سوار
می دوید و باز بر روی فتاد
وہ دوڑتا تھا اور پھر منہ کے بل گرتا تھا

ممتلی[2] و خوابناک و سست بد
وہ شکم پُر اور نیند میں، اور سست تھا
بر سَر و پایش ہزاراں زخم شد
اُس کے سر اور پیروں پر ہزاروں زخم ہو گئے

تاشبانگہ می کشید و می کشاد
رات تک کھینچا تانی ہوتی (رہی)
تاز صفراقے شدن بروے فتاد
یہاں تک کہ اُس کو صفرا کی قے ہونے لگی

زو برآمد خوردہا زشت و نکو
اُس سے اچھا بُرا کھایا ہوا نکل پڑا
مار با آں خوردہ بیروں جست ازو
اُس کھائے ہوئے کے ساتھ سانپ بھی اُس سے نکلا

چوں بدید از خود بروں آں مار را
جب اُس نے اپنے (پیٹ) میں سے سانپ نکلتا دیکھا
سجدہ آورد آں نکو کردار را
اُس بھلے (انسان) کے سامنے اُس نے سجدہ کیا

سہم آں مارِ سیاہِ زشت و زفت
اُس کالے، بھدے، موٹے سانپ کا ڈر
چوں بدیدآں درد ہا ازوے برفت
جب اُسے، نظر آیا، وہ تکلیفیں اس سے جاتی رہیں

گفت تو خود جبرئیل رحمتی
بولا، تو تو رحمت کا فرشتہ ہے
یا خداوند و ولی نعمتی
یا میرا آقا، اور مربی ہے

---

[1] بانگ می زد۔ سویا ہوا اٹھ کر جو بھاگا تھا، وہ چیختا تھا۔ نا دیدہ جفا۔ یعنی میں نے تجھ پر کوئی ظلم بھی نہیں کیا ہے۔ یکبارگی۔ دفعتہً قتل ہو جانا آسان ہوتا ہے۔ اے خنک روے تو۔ یعنی تجھ جیسے ظالم کا چہرہ۔ جنایت۔ ظلم، زیادتی۔ ملحد۔ بے دین۔ اے خدا۔ ایسے ظالم کو خدا ہی سزا دے سکتا ہے۔ مکافات۔ بدلہ۔ اوش۔ یعنی وہ ترک سوار اس بھاگنے والے کو۔ ہمچو باد۔ وہ تیز رو گھوڑے پر سوار تھا۔ باز۔ یعنی جب بھاگتے بھاگتے تھک جاتا تھا۔

[2] ممتلی۔ یعنی سیب کھانے سے اس کا پیٹ پُر تھا۔ کشید و کشاد۔ کھینچنا اور کھولنا یعنی پکڑ دھکڑ۔ صفرا۔ بدن کی چار خلطوں میں سے ایک خلط ہے۔ مار۔ قے میں سانپ بھی پیٹ میں سے نکلا۔ سجدہ آورد۔ تعظیم کے لئے اس کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔ نکو کردار۔ یعنی بھلا انسان۔ سہم۔ سانپ کے ڈر سے چوٹ اور زخموں کی تکلیف بھول گیا۔ ولی نعمت۔ جو نعمتیں بخشے۔

اے مبارک ساعتے کہ دیدیم
وہ کتنی نیک گھڑی تھی کہ میں نے تجھے دیکھا

مُردہ بوُدم[1] جانِ نو بخشیدیم
میں مر چکا تھا، تو نے نئی زندگی بخشی

تو مرا جویاں مثالِ مادراں
تو ماؤں کی طرح میری دیکھ بھال کرنے والا ہے

مَن گریزاں از تو مانند خراں
میں تجھ سے گدھوں کی طرح بھاگنے والا تھا

خر گریزد از خداوند از خری
گدھا مالک سے گدھے پن سے بھاگتا ہے

صاحبش درپے زنیکو اختری
اُس کا مالک نیک بختی کی وجہ سے اُس کے درپے ہے

نزپۓ سود و زیاں می جویدش
وہ اُس کو نفع نقصان کے لئے نہیں ڈھونڈتا ہے

لیک تا گرگش ندرّد یا دَدَش
لیکن اسی وجہ سے) کہ اُس کو بھیڑیا درندہ نہ پھاڑ ڈالے

اے خنک آں راکہ بیند روئے تو
مبارک ہے وہ جو تیرا چہرہ دیکھے

یا در افتد ناگہاں در کوئے تو
یا اچانک تیرے کوچے میں پہنچ جائے

اے روانِ پاک بستودہ ترا
اے وہ کہ پاک جان تیری ثنا خواں ہے

چند گفتم ژاژ و بیہودہ ترا
میں نے تجھے کس قدر بیہودہ باتیں کہیں اور بکواس کی

اے خداوند و شہنشاہ و امیر
اے آقا، اور شہنشاہ، اور سردار!

من نگفتم جہل من گفت آں مگیر
میں نے نہیں کہا میری نادانی نے کہا اُس پر دار و گیر نہ کر

شمۂ زیں[2] حال اگر دانستمے
اگر میں اس حال کا تھوڑا سا حصہ بھی جان لیتا

گفتن بیہودہ نتوانستمے
تو بیہودہ بکواس نہ کرتا

بس ثنایت گفتمے اے خوشخصال
اے اچھے انسان! تیری میں بہت تعریفیں کرتا

گر مرا یک رمزیٔ گفتی زحال
اگر تو واقعہ کا تھوڑا سا اشارہ بھی کر دیتا

لیک خامش کردہ می آشوفتی
لیکن تو تو چپ رہ کر پریشان کرتا تھا

خامشانہ برسرم می کوفتی
خاموشی سے میرے سر کو کچل رہا تھا

شد سرم کالیوہ عقل از سر بجست
میرا سر دیوانہ ہوگیا عقل سر میں سے بھاگ گئی

خاصہ ایں سَر راکہ مغزش کمترست
خصوصاً یہ سر جس میں مغز بہت کم ہے

عفو کن اے خوبروئے خوب کار
اے خوبصورت، خوب سیرت! معاف کر دے

آنچہ گفتم از جنوں اندر گذار
پاگل پن سے میں نے جو کچھ کہا، اُس سے درگذر کر

گفت اگر من گفتمے رمزے ازاں
اُس نے کہا اگر میں اُس میں سے تھوڑا بھی بتا دیتا

زہرۂ تو آب گشتے در زماں
فوراً تیرا پتا پانی بن جاتا

1 مردہ بودم۔ سانپ کاٹ لیتا اور میں مرجاتا۔ بخشدیم۔ تو مرا بخشیدی۔ خرگریزد۔ گدھے کے بھاگنے میں گدھے ہی کی ہلاکت ہے، اگر مالک نہ پکڑے گا تو گدھے کو بھیڑیا یا اور کوئی درندہ پھاڑ کھائے گا۔ اے خنک۔ چونکہ تو اس کی دیکھ بھال کرے گا۔ اے۔ نیک لوگ بھی تیری تعریفیں کرتے ہیں۔ ژاژ۔ جس کا ذکر پہلے اشعار میں آیا ہے۔ جہل من گفت۔ میری نادانی اس بکواس کا سبب بنی۔

2 زیں حال۔ یعنی میرے پیٹ میں سانپ گھس گیا ہے اور تو اسے نکالنے کی تدبیر کر رہا ہے۔ کالیوہ۔ احمق، بے عقل، دیوانہ۔ خاصہ۔ یعنی میں پہلے سے بے وقوف تھا، پٹنے سے اور بے عقل ہوگیا۔ اندر۔ زیادہ ہے۔ گفت۔ اس کی معذرتوں کے بعد سوار نے کہا۔ ازاں۔ یعنی سانپ کے پیٹ میں گھسنے کا واقعہ۔

گر ترا می گفتمے اوصافِ مار[1]
اگر میں تجھ سے سانپ کی باتیں کہہ دیتا

ترس از جانت بر آوردے دمار
خوف تیری جان نکال دیتا

مصطفیٰ فرمود اگر گویم براست
مصطفیٰؐ نے فرمایا اگر میں صاف صاف کہہ دوں

شرحِ آں دشمن کہ درجانِ شماست
اُس دشمن کی تفصیل، جو تمہارے اندر ہے

زہر ہائے پُر دلاں برہم درد
تو وہ بہادروں کے پتے پھاڑ دے

نہ رود رہ نے غمِ کارے خورد
نہ کوئی راستہ چلے، نہ کسی کام کی فکر کرے

نے دلش را تاب ماند در نیاز
نہ اُس کے دل میں عاجزی کی طاقت رہے

نے تنش را قوتِ صوم و نماز
نہ اُس کے بدن میں نماز اور روزہ کی طاقت رہے

ہمچو موشے پیش گربہ لا شود
(وہ) چوہے کی طرح بلی کے سامنے معدوم ہو جائے

ہمچو برّہ پیش گرگ از جا رود
اُس بکری کے بچے کیطرح جو بھیڑیے کے سامنے سے بھاگے

اندرو نے حیلہ ماند نے روش
اُس میں نہ کوئی تدبیر رہے، نہ چال

پس کنم نا گفتہ تاں من پرورش
میں بغیر بتائے ہوئے تمہاری تربیت کرتا ہوں

ہمچو بوبکر ربابیؒ تن زنم[2]
ابوبکر ربابیؒ کی طرح میں خاموش رہتا ہوں

دست چوں داوٗدؑ در آہن زنم
ہاتھ سے (حضرت) داوٗد کیطرح لوہے کا کام کرتا ہوں

تا محال از دست من حالے شود
تاکہ ناممکن میرے ہاتھ سے موجود ہو جائے

مُرغِ پر برکندہ را بالے شود
پر نُچے ہوئے پرندے کے پر لگ جائیں

چوں یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ بود
جب کہ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہوا

دست مارا دست خود فرمود احد
تو اللہ (تعالیٰ) نے میرے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا

پس مرا دست دراز آید یقیں
تو یقیناً میرا دراز ہاتھ

برگذشتہ ز آسمانِ ہفتمیں
ساتویں آسمان سے آگے بڑھ گیا

دست من بنمود بر گردوں ہنر
میرے ہاتھ نے آسمان پر ہنر دکھایا

مقریا برخواں کہ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ
اے قاری "اِنْشَقَّ الْقَمَرُ" پڑھ

ایں صفت ہم بہر ضعف عقلہاست
یہ صفت بھی عقلوں کی کمزوری کی وجہ سے (بیان کی) ہے

باضعیفاں شرحِ قدرت کے رواست
کم عقلوں کے سامنے قدرت کی تشریح کب مناسب ہے؟

---

[1] اوصافِ مار۔ یعنی اس کی خوفناکی اور پیٹ میں گھسنا۔ دمار۔ ہلاکت۔ فرمود۔ اس کے بعد مولانا نے آنحضور ﷺ کی زبانی جو کچھ کہا ہے، وہ کوئی مستقل حدیث نہیں ہے۔ دشمن۔ یعنی شیطان۔ زہرہ۔ پتا۔ پُردل۔ بہادر۔ نے دلش۔ بدحواسی طاری ہو جائے پھر نہ عاجزی کرنے کی طاقت رہے نہ روزہ نماز کی۔ ہمچو موشے۔ چوہا بلی کے سامنے، بکری کا بچہ بھیڑیے کے سامنے مردہ ہو جاتا ہے۔ لا۔ معدوم اور مردہ۔ برّہ۔ بکری کا بچہ۔ نا گفتہ۔ یعنی شیطان کی مکر و دشمنی کی تفصیل کہے بغیر۔ بوبکر ربابی۔ ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں جو چند سال بالکل خاموش رہے، یہ باتیں مولانا نے اپنی طرف سے کہی ہیں ورنہ یہ بزرگ تو آنحضور ﷺ کے بہت بعد کے ہیں۔

[2] تن زدن۔ خاموش رہنا۔ دست در آہن زدن۔ لوہے کا کام کرنا، سخت کام کرنا۔ بال۔ پر۔ ید اللہ۔ جب حدیبیہ کے موقع پر آنحضور ﷺ نے اپنا ہاتھ صحابہ کے ہاتھ پر رکھ کر بیعت لی تھی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ید اللہ فوق ایدیھم۔ "ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔" دست ما۔ یعنی اس آیت میں اللہ نے آنحضور ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ احد۔ اللہ تعالیٰ۔ انشق القمر۔ چاند پھٹ گیا، شق القمر کا معجزہ آنحضور ﷺ کی انگلی کے اشارے سے ظاہر ہوا تھا۔ ایں صفت۔ یعنی آنحضور ﷺ کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ کہنا۔

خود[1] بدانی چوں برآری سر ز خواب ۔۔۔ ختم شد وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ
تو خود جان لے گا جب نیند سے سر اُٹھائے گا ۔۔۔ (بات) ختم ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے

گر ترا می گفتمے ایں ماجرا ۔۔۔ آں دم از تو جانِ تو گشتے جدا
اگر میں یہ قصہ تجھ سے کہہ دیتا ۔۔۔ اُسی وقت تیری روح تجھ سے جدا ہو جاتی

مر تُرا نے قوتِ خوردن بدے ۔۔۔ نے رَہ و پروائے قے کردن بدے
نہ تجھ میں کھانے کی طاقت رہتی ۔۔۔ نہ قے کرنے کی راہ اور پروا رہتی

می شنیدم فحش و خرمی راندم ۔۔۔ رَبِّ یَسِّرْ زیرِ لب می خواندم
میں بری باتیں سنتا رہا اور کام چلاتا رہا ۔۔۔ آہستگی سے رَبِّ یَسِّرْ پڑھتا رہا

از سبب گفتن مرا دستور نے ۔۔۔ ترکِ تو گفتن مرا مقدور نے
سبب بتانا میری عادت نہیں ہے ۔۔۔ تجھے چھوڑ دینے پر میں قادر نہ تھا

ہر زماں می گفتم از دردِ دروں ۔۔۔ اِهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ
اندرونی تکلیف کی وجہ سے میں ہر وقت کہتا تھا ۔۔۔ (اے اللہ) میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ جانتے نہیں ہیں

سجدہا[2] می کرد آں رستہ ز رنج ۔۔۔ کاے سعادت وے مرا اقبال گنج
وہ تکلیف سے نجات پانے والا سجدے کرتا تھا ۔۔۔ کہ اے سعادت (مند) اے میرے اقبال کے خزانے!

از خدا یابی جزا ہائے شریف ۔۔۔ قوت شکرت ندارد ایں ضعیف
تو خدا سے اچھے بدلے پائے گا ۔۔۔ اِس کمزوری میں تیرا شکریہ ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے

شکرِ حق گوید ترا اے پیشوا ۔۔۔ آں لب و چانہ ندارم واں نوا
اللہ تیرا شکریہ ادا کرے اے پیشوا! ۔۔۔ میں وہ ہونٹ اور جبڑا اور وہ سامان نہیں رکھتا ہوں

دشمنی عاقلاں زیں ساں بود ۔۔۔ زہرِ ایشاں ابتہاجِ جاں بود
عقلمندوں کی دشمنی اِس طرح کی ہوتی ہے ۔۔۔ اُن کا زہر جان کی خوشی ہوتی ہے

دوستی ابلہاں رنج و ضلال ۔۔۔ ایں حکایت بشنو از بہرِ مثال
بیوقوفوں کی دوستی رنج اور گمراہی ہے ۔۔۔ مثال کے لئے یہ قصہ سن لے

اعتماد کردنِ شخصی بر تملق و وفائے خرس

ایک شخص کا ریچھ کی چاپلوسی اور وفاداری پر بھروسہ کرنا

1. خود۔ قدرت کے راز قیامت میں کھلیں گے۔ گرترا۔ یہاں تک کہ مولانا نے حدیث کے حوالہ سے بیان کیا اب اصل قصہ کی طرف رجوع کر کے سوار کی بابت نقل کرتے ہیں۔ نے رہ۔ نہ دوڑ سکتا تھا نہ قے کر سکتا۔ خر راندن۔ کام چلانا۔ رب یسر۔ خدا مشکل آسان کر دے۔ اھد قومی انھم لا یعلمون۔ میری قوم کو ہدایت کر دے وہ جانتے نہیں ہیں۔ یہ آنحضورﷺ نے اس وقت دعا کی تھی جب طائف میں آپ کو دشمنوں نے ستایا تھا۔

2. سجدہا۔ یعنی جب وہ سوار کی مہربانیوں کو سمجھ گیا تو تعظیم کے لئے سرنگوں ہو گیا۔ کاے۔ یعنی اور یہ کہتا تھا۔ چانہ۔ جبڑا۔ ندارم۔ یعنی میرا منہ تیری تعریف کے قابل نہیں ہے۔ دشمنی۔ مولانا نے اس قصہ میں یہ سمجھایا ہے کہ عقلمند کی دشمنی نادان کی دوستی سے بہتر ہے۔ ابتہاج۔ خوش ہونا۔ دوستی ابلہاں۔ اب مولانا بیوقوف کی دوستی کے ابتر ہونے پر قصہ سناتے ہیں۔ تملق۔ چاپلوسی۔ خرس۔ ریچھ۔

اژدہاے[1] خرس را در می کشید — شیر مردے رفت و فریادش رسید
ایک اژدہا ایک ریچھ کو کھینچ رہا تھا — ایک بہادر گیا اور اُس کی مدد کی

شیر مرداںند در عالم مدد — آں زماں کا فغانِ مظلوماں رسد
بہادر لوگ دنیا میں مدد ہیں — اُس وقت جب کہ مظلوموں کی فریاد آئے

بانگ مظلوماں زہر جا بشنوند — آں طرف چوں رحمت حق می دوند
مظلوموں کی فریاد جس جگہ سے سنتے ہیں — اُس جانب اللہ کی رحمت کی طرح دوڑ جاتے ہیں

آں ستونہائے خللہائے جہاں — آں طبیبانِ مرضہائے نہاں
وہ دنیا کے شگافوں کے ستون ہیں — وہ پوشیدہ مرضوں کے طبیب ہیں

محض مہر و داوری و رحمت اند — ہمچو حق بے علت و بے رشوت اند
خالص محبت اور انصاف اور رحمت ہیں — اللہ تعالیٰ کی طرح بلا غرض اور بے رشوت ہیں

ایں چہ یاری میکنی یکبار گیش — گوید از بہر غم و بیچارگیش
یہ مدد تو کیوں کرتا ہے؟ فوراً — وہ کہے گا اُس کے غم اور بیچارگی کی وجہ سے

مہربانی شد شکارِ شیر مرد — در جہاں دارو نہ جوید غیر درد
بہادر کا شکار، مہربانی ہے — درد کے علاوہ دنیا میں دوا کوئی نہیں تلاش کرتا ہے

ہر کجا[2] دردے دوا آنجا رَوَد — ہر کجا فقرے نوا آنجا رَوَد
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے — جہاں اِفلاس ہوتا ہے، سامان وہاں جاتا ہے

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود — ہر کجا مشکل جواب آنجا رَوَد
جہاں نشیب ہے پانی وہاں پہنچتا ہے — جہاں کوئی اِشکال ہے جواب وہاں جاتا ہے

آبِ کم جو تشنگی آور بدست — تا بجوشد آبت از بالا و پست
پانی کی تلاش نہ کر، پانی پیدا کر — تاکہ اوپر نیچے تیرے لئے پانی جوش میں آئے

تاسقاہم ربہم آید خطاب — تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
تاکہ اُن کے رب نے ان کو سیراب کیا کا خطاب آئے — پیاسا رہ، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

آبِ رحمت بایدت رَو پست شو — وانگہاں خور خمر رحمت مست شو
تجھے رحمت کا پانی چاہئے؟ جا پست بن — پھر رحمت کی شراب پی، مست بن

---

1. اژدہا۔ بڑے اژدہے سانس کے ذریعہ جانور کو کھینچ کر کھا جاتے ہیں۔ شیر مرد۔ بہادر۔ شیر مرداںند۔ بہادروں کا کام مدد کرنا ہے، یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ بانگ۔ بہادروں کا کام یہ ہے کہ مظلوموں کی مدد کے لئے دوڑیں۔ خللہائے۔ یعنی ظلموں کے خلل۔ محض۔ بہادروں کی محبت بغیر کسی غرض اور رشوت کے ہوتی ہے۔ ایں چہ۔ یعنی اگر ان سے کوئی سوال کرے۔ گوید۔ بہادر جواب میں کہتا ہے۔ مہربانی۔ بہادروں کا مقصود مہربانی ہوتی ہے وہ مہربانی کرنے کی اس طرح جستجو کرتے ہیں جیسا کہ شکاری شکار کی۔

2. ہر کجا۔ ہر چیز ایک محل چاہتی ہے، مہربانی کرنے کا موقع و محل بہادر ہے۔ درد۔ دوا کا محل درد ہے، بخشش و عطا کا محل فقیر ہے۔ پستی۔ پانی کا محل نشیب ہے، جواب کا محل اشکال اور سوال ہے۔ آب کم جو۔ پیاس پیدا کرو گے تو پانی ملے گا، پانی کی آمد کا محل پیاس ہے۔ سقاہم۔ جنتیوں کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے۔ آب رحمت۔ اپنے اندر پستی پیدا کرو، رحمت کے پانی کا محل بن جاؤ گے۔

رحمت[1] اندر رحمت آید تا بسر — بر یکے رحمت فرو ما اے پسر
پھر سر تک رحمت ہی رحمت ہو گی — اے صاحب زادے! ایک رحمت پر اکتفا نہ کر
چرخ را در زیرِ پا آر اے شجاع — بشنو از فوقِ فلک بانگِ سماع
اے بہادر! آسمان کو قدموں کے نیچے لا — آسمان پر سے سماع کی آواز سن لے
پنبۂ وسواس بیروں کُن زگوش — تا بگوشت آید از گردوں خروش
کان سے وسوسوں کی روئی نکال — تاکہ آسمان سے شور کی آواز تیرے کان میں آئے
پاک کن دو چشم را از موئے عیب — تا ببنی باغ و سروستانِ غیب
غیب کے پڑوال سے دونوں آنکھوں کو صاف کر لے — تاکہ غیب کے سروستان اور باغ دیکھے
دفع کن از مغز و از بینی زُکام — تاکہ رِیحُ اللہ آید در مشام
سر اور ناک سے زکام رفع کر — تاکہ ناک میں خدائی خوشبو آئے
ہیچ مگذار از تپ صفرا اثر — تا بیابی از جہاں طعم شکر
صفراوی بخار کا کوئی اثر نہ چھوڑ — تاکہ تو عالم (آخرت) سے شکر کا مزا چکھے
داروئے مَردی کُن و عِنّیں مپُو — تا بروں آیند صدگوں خوبرو
مردی کا علاج کر اور عنّیں (بنا ہوا) نہ بھاگا پھر — تاکہ سو قسم کے خوبصورت (بچے) پیدا ہوں
کندۂ تن[2] رازِ پائے جاں بکن — تا کُند جولاں بگردِ آں چمن
جان کے پاؤں میں سے جسم کا کاٹھ نکال دے — تاکہ وہ اُس چمن (آخرت) کے گرد دوڑ سکے
غُلِ بخل از دست و گردوں دور کُن — بختِ نو دریاب از چرخِ کُہن
بخل کا طوق ہاتھ اور گردن سے اُتار ڈال — پُرانے آسمان سے نیا نصیبہ حاصل کر لے
ورنمی تانی بہ کعبہ لطف پُر — عرضہ کن بیچارگی بر چارہ گر
اگر (خود) نہیں کرسکتا ہے مہربانی کے کعبہ کی طرف پرواز کر — بیچارگی کو چارہ گر پر پیش کر دے
زاری و گریہ قوی سرمایہ ایست — رحمتِ کلی قوی تر دایہ ایست
عاجزی اور رونا بڑا سرمایہ ہے — عام رحمت بہت قوی دایہ ہے
دایۂ و مادر بہانہ جو بود — تا کہ کے آں طفلِ او گریاں شود
اَنّا اور اماں بہانے ڈھونڈتی ہیں — تاکہ کب اس کا بچہ روئے؟

[1] رحمت۔ کسی ایک مقام پر نہ رکو، فضل بے پایاں کے طالب رہو۔ چرخ را۔ اس قدر مجاہدے کرو کہ آسمان قدم بوسی کرنے لگے پھر اسرارِ حق سن سکو گے۔ پنبۂ وسواس۔ شیطانی اثر کا ازالہ کر کے اسرارِ حق سن سکو گے۔ پاک کن۔ چشم بصیرت کو وسواس کے پڑوال سے صاف کر لو تا کہ اسرارِ غیب دیکھ سکو۔ دفع کن۔ حواسِ باطنہ کو نفسانی خواہش سے صاف کر لو تب عالم غیب کی لذتوں سے مستفید ہو گے۔ صفرا۔ صفراوی بخار میں میٹھی چیز کڑوی لگتی ہے۔ عنّین۔ نامرد یعنی اعلیٰ صلاحیتیں پیدا کرو تا کہ تم مظہر کمالات بن سکو۔ خوبرو۔ یعنی خوبصورت بچے۔

[2] کندۂ تن۔ روح کے لئے جسم بمنزلہ بیڑی کے ہے۔ پہلے زمانے میں جبکہ جیل خانے نہ تھے، قیدی کا پاؤں لکڑی کے بڑے کندے میں پھنسا کر ڈال دیا جاتا تھا، وہ پھر چل پھر نہ سکتا تھا۔ غل۔ پیر کی بیڑی بھی نکال اور گردن اور ہاتھ کی بیڑیاں بھی اتار پھینک، پھر نیا نصیبہ حاصل ہو گا۔ کعبہ لطف۔ مہربانی کا قبلہ یعنی شیخ۔ چارہ گر۔ شیخ۔ زاری۔ خدا کی رحمت کو متوجہ کرنے کا سب سے قوی سبب انسان کی گریہ وزاری ہے۔ دایہ۔ انا اور اماں دودھ پلانے کا بہانہ ڈھونڈتی ہیں اسی طرح اللہ کی رحمت ہے۔ شعر۔ رحمت حق بہانہ می جوید۔ رحمت حق بہانی جوید۔

طفل حاجاتِ[1] شما را آفرید
تابنالید و شود شیرش پدید
(اللہ تعالیٰ) نے تمہاری ضرورتوں کا بچہ پیدا کر دیا
تاکہ تم روؤ اور اُس کا دودھ پیدا ہو

گفت اُدْعُوا اللهَ بے زاری مباش
تابجوشد شیرہائے مہرہاش
اس(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا اللہ کو پکارو (گریہ) زاری کے بغیر نہ رہ
تاکہ اس کی مہربانیوں کے دودھ جوش میں آئیں

ہائے و ہوئے باد شیر افشانِ ابر
در غم ما اندیک ساعت تو صبر
ابر سے دودھ برسانے والی ہوا کے زنانے
ہماری فکر میں ہیں تھوڑی دیر صبر کر لے

فِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ نشنیدہٗ
اندریں پستی چہ برچسفیدہٗ
آسمان میں تمہارا رزق ہے، تو نے نہیں سنا؟
پھر اس پستی سے تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟

ترس و نومیدیت داں آوازِ غول
می کشد گوشِ تو تا قعرِ سفول
اپنے خوف اور نا امیدی کو چھلاوے کی آواز سمجھ
جو تیرے کان کو گہرائی کی طرف لے جاتی ہے

ہر ندائے کاں تُرا بالا کشد
آں ندائے داں کہ از بالا رسد
جو آواز تجھے (عالم) بالا کی طرف کھینچے
سمجھ لے کہ وہ آواز (عالم) بالا سے آئی ہے

ہر ندائے کاں تُرا حرص آورد
بانگ گرگے[2] داں کہ اُو مردم درد
جو آواز تجھ میں لالچ پیدا کرے
بھیڑیے کی آواز سمجھ جو انسانوں کو پھاڑتا ہے

ایں بلندی نیست از روئے مکاں
ایں بلندیہاست سوئے عقل و جاں
یہ بلندی جگہ کے اعتبار سے نہیں ہے
یہ بلندیاں عقل و جان کی طرف سے ہیں

ہر سبب بالا تر آمد از اثر
سنگ و آہن فائق آمد بر شرر
ہر سبب نتیجہ سے بلند ہے
پتھر اور لوہا، چنگاری سے بلند ہے

آں فلانے[3] فوقِ آں سرکش نشست
گرچہ در صورت بہ پہلویش نشست
وہ فلاں اُس متکبر سے اونچا بیٹھا
اگرچہ صورتاً برابر میں بیٹھا ہے

فوقی آنجاست از روئے شرف
جائے دور از صدر باشد مستخف
وہاں کی فوقیت بڑائی کے اعتبار سے ہے
صدر سے فاصلہ کی جگہ بے وقعت ہوتی ہے

[1] طفل حاجات۔ اللہ نے انسان کے پیچھے ضرورتیں لگادی ہیں جن کی بدولت انسان گریہ وزاری کرتا ہے تو گویا وہ ضرورتیں بمنزلہ بچہ کے ہیں۔ پستی۔ یعنی صرف رزق کے ظاہری اسباب کے لئے سرگردانی۔ ترس۔ اللہ کے کاموں میں لگنے کی وجہ سے رزق میں کمی کا اندیشہ شیطانی وسوسہ ہے الشیطان یعدکم الفقر شیطان تمہیں فقر کی دھمکی دیتا ہے، قرآن میں وارد ہوا ہے۔ قعر سفول۔ یعنی دنیاوی انہماک۔ ہر ندائے۔ جس طرف سے آواز آتی ہے، انسان اس طرف متوجہ ہوتا ہے۔

[2] گرگ۔ یعنی شیطان جو بنی آدم کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ ایں بلندی۔ پہلے شعر میں لفظ بالا بمعنی بلندی اور فوقیت بولا تھا، اب بلندی اور فوقیت کی قسمیں سمجھاتے ہیں، فرماتے ہیں کبھی بلندی اور پستی مکان کے اعتبار سے ہوتی ہے وہ یہاں مراد نہیں بلکہ روحانی اور عقلی فوقیت اور بلندی مراد ہے۔ ہر سبب۔ سبب کو نتیجہ پر فوقیت حاصل ہے چنانچہ چقماق جو کہ لوہے اور پتھر سے ملا کر بنایا جاتا ہے وہ سبب ہے اور اس سے جو آگ نکلی ہے وہ نتیجہ ہے، اس اعتبار سے چقماق کو آگ کی چنگاریوں پر فوقیت حاصل ہے لیکن یہ فوقیت اور برتری مکانی نہیں ہے۔

[3] آں فلانے۔ ایک انسان کو دوسرے سے بلند جگہ پر مانا جاتا ہے حالانکہ وہ ایک جگہ بیٹھے ہیں تو یہ بلندی بھی مکانی نہیں ہے بلکہ رتبہ کی ہے۔ آنجا۔ یہ پہلے شعر والی فوقیت۔ جائے دور۔ صدر مجلس اگر نیچی جگہ پر بیٹھا ہوا ہو لیکن اس جگہ کو فوقیت حاصل ہے۔

سنگ و آہن[1] زینجہت کہ سابق است
پتھر اور لوہا اِس اعتبار سے کہ پہلے ہیں
در عمل فوقی ایں دو لائق ست
عمل میں اِن دونوں کی فوقیت مناسب ہے

واں شرر از روئے مقصودیِ خویش
چنگاریاں اپنے مقصود ہونے کی وجہ سے
زآہن و سنگست زیں رو بیش بیش
اِس اعتبار سے لوہے اور پتھر سے بڑھ کر ہیں

سنگ و آہن اوّل و پایاں شرر
پتھر اور لوہا پہلے ہے اور آخر میں چنگاریاں
لیک ایں ہر دو تن اند و جاں شرر
لیکن یہ دونوں جسم ہیں اور چنگاریاں جان ہیں

کاں شرر کاندر زماں واپس ترست
وہ چنگاریاں جو زمانہ میں بہت بعد میں ہیں
در صفت از سنگ و آہن برترست
پتھر اور لوہے سے خوبی میں بڑھی ہوئی ہیں

در زماں شاخ از ثمر سابق ترست
شاخ، زمانہ میں پھل سے پہلے ہے
در ہنر از شاخِ اُو فائق ترست
خوبی میں وہ شاخ سے بہت برتر ہے

چونکہ مقصود از شجر آمد ثمر
چونکہ درخت سے پھل مقصود ہے
پس ثمر اوّل بود آخر شجر
اِس لئے پھل پہلے، درخت پیچھے ہوا

سوئے خرس واژدہا گردیم باز
ہم پھر ریچھ اور اژدہے کی طرف لوٹتے ہیں
زانکہ طولے دارد اِضمار[2] و مجاز
کیونکہ اِضمار اور مجاز کی بات طول رکھتی ہے

خرس چوں فریاد کرد از اژدہا
ریچھ نے جب اژدہے کی وجہ سے واویلا کی
شیر مردے کرد از چنگش رہا
بہادر مردنے اُس کو اُس کے پنجے سے چھڑا دیا

حیلت و مردی بہم دادند پشت
تدبیر اور بہادری نے ایک دوسرے کی مدد کی
اژدہا را اُو بدیں حیلہ بکشت
اِس تدبیر سے اُس نے اژدھے کو مار ڈالا

اژدہا را اُو بدیں حیلہ بہ بست
اژدھے کو اُس نے اِس تدبیر سے باندھ دیا
تا کہ آں خرس از ہلاکِ تن برست
یہاں تک کہ ریچھ جسمانی ہلاکت سے بچ گیا

اژدہا را ہست قوت حیلہ نیست
اژدھے میں طاقت ہے تدبیر نہیں ہے
لیک فوقِ حیلۂ توحیلہ ایست
لیکن تیری تدبیر سے بڑھ کر ایک اور تدبیر ہے

ماکراں بسیار لیکن در کمیں
تدبیر کرنے والے بہت ہیں لیکن گھات میں
ما کرِ اُو داں وَ هُوَ خَيْرُ الْمَاكِرِيْن
اُس تدبیر کرنے والے کو سمجھ اور وہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے

[1] سنگ وآہن۔ ایک چیز میں ایک اعتبار سے فوقیت ہوتی ہے دوسرے اعتبار سے پستی، چقماق سبب ہونے کی وجہ سے آگ پر فوقیت رکھتا ہے لیکن آگ مقصود ہونے کی وجہ سے اس پر فوقیت رکھتی ہے۔ ہر دوتن۔ پتھر اور لوہا بمنزلہ جسم سمجھو اور آگ کو بمنزلہ روح کے۔ کاں شرر۔ چنگاریاں بعد میں وجود میں آتی ہیں، چقماق کو تقدم اور شرف زمانی ہے لیکن آگ مقصود ہے لہٰذا اس کو تقدم اور شرف کا رتبہ حاصل ہے۔ درزماں۔ شاخ کو پھل پر تقدم زمانی حاصل ہے لیکن شرف میں پھل مقدم ہے۔ اول۔ یعنی رتبہ کے اعتبار سے۔ سوئے خرس۔ یعنی ریچھ اور اژدہے کا قصہ۔

[2] اضمار۔ دل میں چھپانا، امر معنوی، فوقیت معنویہ۔ مجاز۔ فوقیت مجازی۔ حیلت۔ حیلہ، تدبیر۔ مردی۔ بہادری۔ پشت دادن۔ مدد کرنا۔ اژدہارا۔ اژدہے میں طاقت تو تھی تدبیر نہ تھی۔ بہادر میں طاقت اور تدبیر دونوں تھیں، اس لئے بہادر اژدہے پر غالب آ گیا۔ لیک۔ انسان کو اپنی تدبیر پر گھمنڈ نہ چاہیے کیونکہ خدا کی تدبیر تمہاری تدبیر سے زیادہ قوی ہے۔ قرآن پاک میں ہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْن.

حیلۂ خود[1] را چو دیدی باز رَو
جب تو اپنی تدبیر کو دیکھے، واپس لوٹ
کز کجا آمد سُوئے آغاز رَو
کہ کہاں سے آئی ہے؟ شروع کی طرف پلٹ

ہرچہ در پستی ست آمد از عُلا
جو کچھ بھی (عالم) پستی میں آیا ہے (عالم) بالا سے (آیا ہے)
چشم را سوئے بلندی نہ ہلا
خبردار! نگاہ اوپر کی جانب رکھ

روشنی بخشد نظر اندر عُلا
(عالم) بالا پر نظر رکھنا روشنی عطا کرتا ہے
گرچہ اوّل خیرگی آرد بلا
اگرچہ آزمائش ابتدا تاریکی پیدا کر دیتی ہے

چشم را در روشنائی خوئے کن
آنکھ کو روشنی میں رکھنے کی عادت ڈال
گر نۂ خفاش نظر آں سوئے کن
اگر تو چمگادڑ نہیں ہے اُس طرف دیکھ

عاقبت بینی نشانِ نورِ تست
انجام کو دیکھنا تیرے نور کی نشانی ہے
شہوتِ حالی حجابِ سور تست
موجود شہوت تیری خوشی کا حجاب ہے

عاقبت بینے کہ صد بازی بدید
انجام پر نظر رکھنے والا جس نے سو کھیل دیکھے ہیں
مثل آں نبود کہ یک بازی شنید
اُس جیسا نہ ہوگا جس نے ایک کھیل سنا ہے

زاں[2] یکے بازی چناں مغرور شد
ایک کھیل کی وجہ سے وہ ایسا مغرور ہوا
کز تکبّر ز اوستاداں دور شد
کہ تکبر کی وجہ سے اُستادوں سے دور ہو گیا

سامری وار آں ہُنر در خود چو دید
سامری کی طرح جب اس نے اپنے اندر وہ ہنر دیکھا
او ز موسیٰؑ از تکبر سر کشید
اُس نے موسیٰؑ سے تکبر کی وجہ سے سرکشی کی

او ز موسیٰؑ آں ہُنر آموختہ
اُس نے وہ ہنر موسیٰؑ سے سیکھا ہے
وز مُعلّم چشم را بر دوختہ
اور اُستاد سے، آنکھ بند کر لی

لا جرم موسیٰؑ دگر بازی نمود[3]
لا محالہ موسیٰؑ نے دوسرا کھیل دکھایا
تا کہ آں بازیِ او جانش ربود
یہاں تک کہ وہ کھیل اُس کی جان لے گیا

اے بسا دانش کہ اندر سر دَوَد
بہت سی عقلیں جو دماغ میں آتی ہیں
تا شود سَرور بداں خود سر رَوَد
تاکہ اُنکی وجہ سے سردار بنے (لیکن) سر ہی چلا جاتا ہے

---

1. حیلہ خود۔ اپنی تدبیر کو بھی خدا کی عطا کردہ سمجھو۔ ہرچہ۔ صرف انسان کی تدبیر ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز خدا کی عطا کردہ ہے۔ پستی۔ عالم دنیا۔ علا۔ عالم آخرت۔ روشنی۔ مصائب میں پھنس کر ذات حق سے غفلت ہوتی ہے لیکن جب انسان اس کو منجانب اللہ سمجھ لیتا ہے تو غم کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ چشم را۔ آنکھ کو نور معرفت کا عادی بنانا چاہئے۔ خفاش۔ چمگادڑ نور سے گھبراتی ہے۔ عاقبت۔ جس شخص کو نور معرفت حاصل ہو جاتا ہے وہ انجام پر نظر رکھتا ہے، فوری شہوتیں پوری کرنے سے آخرت کی خوشیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔ عاقبت بیں۔ شیخ قدرت کے صدہا جلوے دیکھتا ہے۔
2. زاں۔ انتہائی بیوقوفی ہے کہ قدرت کا معمولی کرشمہ دیکھ کر اپنے آپ کو کامل شیوخ سے مستغنی سمجھ لیا جائے۔ سامری۔ بنی اسرائیل کا ایک شخص ہے جس نے دریائے نیل عبور کرتے ہوئے ایک فرشتے کے گھوڑے کی یہ تاثیر دیکھی کہ جہاں اس کا قدم پڑتا تھا، سبزہ اگ جاتا تھا اور زندگی کے آثار نمودار ہو جاتے تھے۔ اس نے اس مٹی سے یہ کام لیا کہ حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر گئے ہوئے تھے تو اس نے چاندی سونے کا ایک بچھڑا بنا کر اس میں وہ مٹی ڈال دی جس سے اس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور قوم کو اس کی پرستش پر لگا دیا اور حضرت موسیٰ کا مقابلہ کرنے لگا۔
3. دگر بازی نمود۔ حضرت موسیٰ نے بددعا کی تو اس کا یہ حال ہو گیا کہ کسی کے جسم سے اس کا جسم مل جائے تو اس کو بخار چڑھ جائے۔ اے بسا۔ انسان بھلائی کے لئے تدبیر کرتا ہے، وہی اس کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

سر نخواہی[1] کہ رَوَد تو پائے باش
(اگر) تو نہیں چاہتا ہے کہ سر جائے تو (ہمہ تن) پاؤں بن جا
در پناہِ قطب صاحب رائے باش
(اور) تدبیر والے قطب کی پناہ میں آ جا

گرچہ شاہی خویش فوقِ اُو مبیں
اگرچہ تو شاہ ہو اپنے آپ کو اُس سے بالا نہ سمجھ
گرچہ شہدی جز نباتِ او مچیں
اگرچہ تو شہد ہو اُس کی شکر کے علاوہ نہ چن

فکر تونقش ست و فکر اُوست جاں
تیرا فکر تصویر ہے، اور اُس کا فکر جان ہے
نقد تو قلب ست نقد اُوست کاں
تیرا نقد کھوٹا ہے (اور) اُس کا نقد کان ہے

اُو توئی خود را بجو در اُوئے اُو
وہ تو ہی ہے اپنے آپ کو اُس کی ہستی میں تلاش کر
کو و کو گو فاختہ شو سوئے اُو
اِس کے لئے فاختہ بن اور کو کو کہتا رہ

ور نخواہی خدمت ابنائے جنس
اگر تو اپنے ہم جنسوں کی خدمت نہیں کرنا چاہتا ہے
در دہانِ اژدہائی ہمچو خرس
تو تو ریچھ کی طرح اژدھے کے منہ میں ہے

ور ترش می آیدت قند رضا
اگر خوشنودی کی شکر تجھے کڑوی لگتی ہے
ہمچو خرسی در دہانِ اژدہا
تو تو ریچھ کی طرح اژدہے کے منہ میں ہے

بوکہ[2] اُستادے رہاند مر ترا
شاید کوئی پیر تجھے رہائی دلا دے
و ز خطر بیروں کشاند مر ترا
اور خطرے سے تجھے نکال لے

زاریِ میکن چو زورت نیست ہیں
خبردار، اگر تجھ میں طاقت نہیں ہے تو عاجزی کر
چونکہ کوری سرمکش از راہ بیں
تو چونکہ اندھا ہے، راستہ دیکھنے والے سے سرکشی نہ کر

تو کم از خرسی نمی نالی ز درد
تو ریچھ سے بھی گیا گذرا ہے، درد کی وجہ سے نالہ نہیں کرتا ہے
خرس رست از دَرد چوں فریاد کرد
ریچھ نے درد سے نجات پا لی جب فریاد کی

اے خدا ایں سنگدل را موم کن
اے خدا! اِس سنگدل کو موم کر دے
نالۂ اُو را خوش و مرحوم کن
اُس کے رونے کو مبارک اور باعث رحمت بنا دے

گفتن نابینائے سائل با مردم کہ من دو کوری دارم

ایک اندھے بھکاری کا لوگوں سے کہنا کہ میں دو اندھے پن رکھتا ہوں

بود کورے کوہمی گفت اَلاماں
ایک اندھا تھا جو کہہ رہا تھا، پناہ بخدا
من دو کوری دارم اے اہل زماں
میں دو گنا اندھا پن رکھتا ہوں اے دنیا والو!

---

[1] سرنخواہی۔ اس ہلاکت سے بچنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ اپنے آپ کو شیخ کامل کے سپرد کر دو۔ گرچہ۔ مرید کو خواہ کتنے ہی کمالات حاصل ہو جائیں، اس کے لئے شیخ کا اتباع ضروری ہے۔ فکر تو۔ بغیر جان کا ڈھانچہ بیکار ہے۔ اوتوئی۔ یعنی شیخ سے اپنے آپ کو بالکل متحد کر دو۔ اوے اَو۔ وجودِ اُو۔ کوکو۔ فاختہ کی آواز ہے جس کا مطلب ہے کہاں ہے کہاں ہے یعنی وہ اپنے محبوب کو تلاش کرتی اور پکارتی ہے۔ ابنائے جنس۔ انسان اس دھوکے میں تباہ ہوتا ہے کہ اپنے جیسے انسان کو شیخ کیسے بنا لے۔ ورترش۔ شیخ کی رضامندی بمنزلہ شکر کے ہے۔

[2] بوکہ۔ اگر تم شیخ کا دامن پکڑے رہو گے تو تمہیں وساوس کی ہلاکت سے نجات مل جائے گی۔ زاری۔ اگر تم میں خود صلاحیت نہیں ہے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کرو وہ کسی شیخ کی رہبری کر دے گا پھر اس کا اتباع کر لینا۔ از درد۔ ریچھ چیخا چلایا تو بہادر اس کی مدد کو پہنچا۔ اے خدا۔ چونکہ شیخ کی نافرمانی ہلاکت کا باعث ہے تو ایسے مرید کے لئے دعا فرماتے ہیں کہ خدا اس کو رونے کی توفیق دے اور اس کا رونا مقبول ہو۔ گفتن۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قول اور نالہ میں درد ہوتا ہے تو قابل رحم ہوتا ہے۔ دوکوری۔ یعنی آنکھ کا اندھا پن اور آواز کا بھدا پن۔

پس دوبارہ[1] رحمتم آرید ہاں
مجھ پر ضرور دو گنا رحم کرو
چوں دو کوری دارم و من درمیاں
چونکہ میں دو گنا اندھا پن رکھتا ہوں اور بیچ میں ہوں

از تعجب مرد ماں گفتند لیک
لوگوں نے تعجب سے پوچھا، لیکن
ایں دو کوری را بیاں کن نیک نیک
اس دوہرے اندھے پن کو صاف صاف بتا

زانکہ یک کوریت می بینیم ما
اس لئے کہ تیرا ایک اندھا پن ہم دیکھتے ہیں
آں دگر کوری چہ باشد وانما
وہ دوسرا اندھا پن کیا ہے، ظاہر کر

گفت زشت آوازم و ناخوش نوا
بولا، میں بھدی آواز والا اور ناگوار آواز والا ہوں
زشت آوازی و کوری شد دو تا
آواز کا بھدا پن اور اندھا پن دو گنا (اندھا پن) ہو گیا

بانگ زشتم مایۂ غم می شود
میری بری آواز غم کا سرمایہ بن جاتی ہے
مہر خلق از بانگ من کم می شود
میری آواز کی وجہ سے لوگوں کی مہربانی کم ہو جاتی ہے

زشت آوازم بہر جا کہ رود
میری بری آواز جہاں بھی جاتی ہے
مایۂ خشم و غم و کیں می شود
غصہ اور غم و کینہ کا سبب ہو جاتی ہے

بر دو کوری رحم را دوتا کنید
دُہرے اندھے پن پر دوگنا رحم کرو
ایں چنیں نا گنج را گنجا کنید
ایسے نہ سمانے والے (شخص) کو سما جانے والا بنا دو

زشتی آوا زکم شد زیں گلہ
اس (طرح) شکوہ (کرنے) سے اُسکی آواز کا بھدا پن کم (محسوس) ہوا
خلق شد بروے برحمت یکدلہ
لوگ اُس پر رحم کرنے پر متفق ہو گئے

کرد نیکو چوں بگفت اُو راز را
جب اُس نے راز بتایا، تو بھلا بنا دیا
لطف آوازِ دلش[2] آواز را
اُس کے دل کی آواز نے (اُس کی) آواز کو

وانکہ آوازِ دلش ہم بد بود
جس کے دل کی آواز بھی بری ہو
آں سہ کوری زِشتی سَرمد بود
وہ تہرا اندھا پن، ہمیشہ کی برائی ہو گی

لیک وہاباں کہ بے علت دہند
لیکن وہ بخشش کرنے والے جو بغیر سبب دیتے ہیں
بو کہ دستے بر سَرِ زِشتش نہند
ہو سکتا ہے کہ اُس کے بدنصیب سر پر ہاتھ رکھ دیں

چونکہ آوازش خوش و مرحوم شد
چونکہ اُس کی آواز اچھی اور قابل رحم بن گئی
زو دلِ سنگیں دلاں چوں موم شد
اُس سے سنگدلوں کے دل (بھی) موم جیسے ہو گئے

---

1. دوبارہ۔ مکرر۔ نیک نیک خوب اچھی طرح۔ وانما۔ ظاہر کر۔ زشت آوازی۔ آواز کا بھدا پن بھی محرومی کا سبب ہے اس لئے اس کو اندھا پن کہا ہے۔ بانگ زشتم۔ بھدی آواز سے ناگواری ہوتی ہے۔ مہر۔ مہربانی۔ کیں۔ کینہ۔ نا گنج۔ وہ شخص جس کے لئے کہیں گنجائش نہ ہو۔ گنجا۔ سمائی کے قابل۔ کم شد۔ آواز کا بھدا پن تو کم نہ ہوا تھا لیکن چونکہ جذبہ دل نے بات کہی لوگوں کو رحم آ گیا۔ یکدلہ۔ ایک دل والا، آخر میں ہا نسبت کے لئے ہے جیسے یکسالہ۔

2. آوازِ دل۔ چونکہ شکوہ دردمند دل سے کیا لہٰذا اس کا اثر ہوا۔ وانکہ۔ جس کی آنکھ بھی اندھی ہو اور آواز بھی بھدی پھر جذبہ دل بھی شکوے میں نہ ہو تو اس میں تین اندھے پن جمع ہو جاتے ہیں۔ سرمد۔ لازوال۔ لیک۔ اس تین قسم کے اندھے کو مایوس نہ ہونا چاہیے۔ بے علت۔ وہ لوگ جو بلا کسی ذاتی غرض اور وجہ کے عطا کرتے ہیں۔ خوش۔ خوشگوار۔ مرحوم۔ قابل رحم۔ سنگیں دلاں۔ پتھر جیسے دل والے، رحم دلوں کا موم ہونا تو ظاہر ہے۔

نالۂ کافر[1] چوزشت است و شہیق　　زاں نمی گردد اِجابت را رفیق
کافر کا نالہ چونکہ برا اور گدھے کی آواز جیسا ہوتا ہے　　اِس لئے قبولیت کا رفیق نہیں بنتا ہے

اَخسئوا برزِشت آواز آمدست　　کوز خونِ خلق چوں سگ بود مست
"دور ہٹو" بھدی آواز پر آیا ہے　　کیونکہ وہ مخلوق کے خون سے کتے کی طرح مست تھا

چونکہ نالۂ خرس رحمت کش بود　　نالہ ات نبود چنیں، ناخوش بود
جب کہ ریچھ کا رونا رحمت کا سبب ہو　　تیرا رونا ایسا نہ ہو (تو وہ) ناپسندیدہ ہے

دانکہ با یوسفؑ تو گرگی کردۂ　　یا ز خونِ بیگناہے خوردۂ
سمجھ لے کہ تو نے یوسفؑ کے ساتھ بھیڑیا پن کیا ہے　　یا کسی بے گناہ کا خون پیا ہے

توبہ کن و ز خوردہ استفراغ کن　　ور جراحت کہنہ شد رَو داغ[2] کن
توبہ کر، اور کھایا ہوا اُگل دے　　اگر زخم پرانا ہو گیا ہے تو جا، داغ دے

باز گرد از گرگی اے روباہ پیر　　نصرت از حق می طلب نعم النصیر
اے بوڑھی لومڑی، بھیڑیا پن چھوڑ دے　　اللہ (تعالیٰ) سے مدد طلب کر وہ بہترین مددگار ہے

تتمۂ حکایت خرس وآں ابلہ کہ بروفائے خرس اِعتماد کردہ بود

ریچھ اور اُس بیوقوف کی حکایت کا باقی حصہ جس نے ریچھ کی وفاداری پر بھروسہ کیا تھا

خرس از اژدہا چوں وارہید　　واں کرم زاں مردِ مردانہ بدید
ریچھ، جب اژدھے سے نجات پا گیا　　اور اُس نے اُس بہادر کا بہادرانہ کرم دیکھا

چوں سگ اصحابِ کہف آں خرس زار　　شد ملازم دَرپئے آں یارِ غار
(تو) وہ بیچارہ ریچھ اصحاب کہف کے کتے کی طرح　　اُس یار غار کا ساتھی بن گیا

آں مسلماں سر نہاد از خستگی　　خرس حارِس گشت از دل بستگی
تھکن کی وجہ سے وہ نیک آدمی لیٹ گیا　　تعلق خاطر کی وجہ سے ریچھ محافظ بن گیا

آں یکے بگذشت و گفتش حال چیست　　اے برادر مر ترا ایں خرس کیست
ایک شخص وہاں سے گذرا اور اُس نے اس سے کہا مزاج کیسے ہیں؟　　اے بھائی! یہ ریچھ تیرا کون ہے؟

قصۂ وا گفت و حدیث اژدہا　　گفت برخر سے منہ دل ابلہا
اُس نے وہ قصہ اور اژدہے کی بات سب سنائی　　اُس نے کہا اے بیوقوف! ریچھ سے دل نہ لگا

نالہ کافر۔ چونکہ وہ دردِ دل سے خالی ہے لہٰذا مردود ہے۔ شہیق۔ گدھے کی بھاری آواز کو جو ابتدائی ہوتی ہے زفیر، اور آخری ہلکی آواز کو شہیق کہا جاتا ہے۔ اجابت۔ قبولیت۔ اخسئو۔ قرآن پاک میں ہے اخسئوا فیہا و لا تکلمون دور ہو اسی میں پڑے رہو، مجھ سے کلام نہ کرو، یہ کفار سے اس وقت کہا جائے گا جب وہ جہنم سے نکلنے کے لئے واویلا کریں گے۔ ناخوش بود۔ یعنی اس نالہ کے ناپسندیدہ ہونے کی دلیل ہے۔ دانکہ۔ یعنی قبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تو نے حقوق النفس یا حقوق العباد کو تلف کیا ہے۔ استفراغ۔ قے، یعنی حقوق کی ادائگی کر دے۔

داغ۔ زخم کا آخری علاج داغ دینا تھا۔ روباہ۔ پیر، یعنی وہ شخص جس کی ساری عمر مکاری میں گذری ہے۔ نعم النصیر۔ بہترین مددگار۔ وار ہیدن۔ چھوٹ جانا۔ سگ۔ اصحابِ کہف کا کتا نیکی میں ضرب المثل ہے۔ یارِ غار۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کے وقت آنحضورﷺ کا ساتھ دیا اور تین دن حضور کے ساتھ غارِ ثور میں گذارے لہٰذا ان کو یارِ غار کہا جاتا ہے پھر ہر مخلص کو یارِ غار کہہ دیا جاتا ہے۔ حارس۔ نگہبان۔ واگفتن۔ واضح طور پر کہنا۔ حدیث۔ قصہ۔ منہ دل۔ دل نہ لگا۔ ابلہا۔ اے ابلہ۔

دوستی زابلہ بتر از دشمنی ست
بیوقوف کی دوستی، دشمنی سے بدتر ہے
گفت واللہ از حسودی گفت ایں
اُس نے کہا، خدا کی قسم (یہ بات) حسد سے کہی ہے
گفت مہر ابلہاں عشوہ دہ است
اُس نے کہا، بیوقوفوں کی محبت فریب دینے والی ہے
ہی بیا بامن براں ایں خرس را
خبردار، میرے ساتھ آجا، اِس ریچھ کو بھگا دے
گفت رَو رَو کارِ خود کن اے حسود
اُس نے کہا، اے حاسد جا جا اپنا کام کر
من کم از خرسے نباشم اے شریف
اے بھلے آدمی! میں ریچھ سے کم نہ ہوں گا
بر تو دل می لرزدم زاندیشۂ
فکر سے تجھ پر میرا دل لرزتا ہے
ایں دلم ہرگز نہ لرزید از گزاف
میرا یہ دل خواہ مخواہ نہیں لرزا
مُومنم یَنظُرُ بِنُورِ اللّٰہ شُدہ
میں مومن ہوں وہ (مومن) جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے
ایں ہمہ گفت و بگوشش دَر برفت
اُس نے یہ سب کچھ کہا اور اُس کے کان میں نہ گیا
دست وے بگرفت و دست از وے کشید
اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اُس نے اِس سے ہاتھ چھڑا لیا
گفت رَو برمن تو غمخوارہ مباش
اُس نے کہا، جا تو میرا غم نہ کھا
باز گفتش من عدوّے تو نیم
اُس نے پھر کہا، میں تیرا دشمن نہیں ہوں

اُو بہر حیلہ کہ دانی راندنی[1] ست
لیکن ہر تدبیر سے جو تو جانتا ہے وہ بھگا دینے کے لائق ہے
ورنہ خرس چہ انگری ایں مہربیں
ورنہ ریچھ کو کیا دیکھتا ہے، اِس محبت کو دیکھ
ایں حسودی من از مہرش بہ است
میرا یہ حسد کرنا اُس کی محبت سے بہتر ہے
خرس رامگویں مہل ہم جنس را
ریچھ کو پسند نہ کر، ہم جنس کو نہ چھوڑ
گفت کارم ایں بد و بخت نبود
اُس نے کہا میرا کام یہی تھا، اور تیرے نصیب میں نہ تھا
ترکِ اُوکن تامنت باشم حریف
اُس کو چھوڑ دے، تاکہ میں تیرا دوست ہو جاؤں
باچنیں خرسے مرو در بیشۂ
ایسے ریچھ کے ساتھ جنگل میں نہ جا
نورِ حق ست ایں نہ دعویٰ[2] و نہ لاف
یہ (لرزنا) اللہ کے نور (کیجہ) سے ہے یہ نہ ادعا ہے نہ بکواس
ہاں و ہاں بگریز ازیں آتشکدہ
خبردار خبردار، اِس آگ کی بھٹی سے بھاگ
بد گمانی مَرد را سُدّیست زفت
انسان کے لئے بدگمانی بڑا بندھ ہے
گفت رفتم چوں نہٖ یارِ رشید
اُس نے کہا جب کہ سیدھا ہونے والا دوست نہیں ہے میں جاتا ہوں
بو الفضولا معرفت کمتر تراش
اے بکواسی! معرفت (خداوندی کی باتیں) نہ کر
لطف بینی گر بیائی در پیم
اگر میرے پیچھے (پیچھے) آجائے گا لطف (ومحبت) دیکھے گا

1. راندنی۔ یعنی ہر تدبیر سے ریچھ سے پیچھا چھڑا لینا چاہئے۔ انگری۔ الف زیادہ ہے۔ عشوہ دہ۔ فریب دینے والا۔ ایں خسودی۔ یعنی اگر بالفرض میں نے حسد سے بھی یہ بات کہی ہے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ ہم جنس۔ یعنی مجھے۔ بخت نبود۔ میرا کام نصیحت کرنا تھا تیرے نصیب میں قبول کرنا نہ تھا۔ حریف۔ دوست، ساتھی، بالمقابل۔ بیشہ۔ جنگل۔ گزاف۔ لغو، بیہودہ۔ نورِ حق۔ یعنی یہ میری الہامی بات ہے۔
2. دعویٰ۔ یعنی خواہ مخواہ دعویٰ نہیں کر رہا ہوں۔ لاف۔ شیخی بگھارنا۔ ینظر۔ حدیث میں المومن ینظر بنور اللہ مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ آتشکدہ۔ یعنی ریچھ کی دوستی۔ سد۔ بندھ۔ زفت۔ بھاری، موٹا۔ بگرفت۔ یعنی نصیحت کرنے والے نے ریچھ والے کا ہاتھ پکڑا لیکن اس نے اس سے ہاتھ چھڑا لیا۔ معرفت۔ یعنی خدا رسیدہ ہونا۔ باز گفتش۔ اس نصیحت کرنے والے نے ریچھ والے سے پھر کہا۔

گفت خوابستم[1] مرا بگذار و رَو — گفت آخر یار را منقاد شو

اُس نے کہا، مجھے نیند آرہی ہے، مجھے چھوڑ اور جا — اُس نے کہا، آخر دوست کا فرمانبردار بن جا

تا بخُسپی در پناہِ عاقلے — در جوارِ دوستے صاحبدلے

تاکہ تو ایک عقلمند کی حفاظت میں سوئے — ایک صاحبدل دوست کے قریب

در خیال افتاد مَرد از جِد اُو — خشمگیں شد زو بگردانید رُو

اُس کے اصرار سے وہ مرد شک میں پڑ گیا — غضبناک ہو گیا، اُس سے منہ پھیر لیا

کیں مگر قصدِ من آمد خونی ست — یا طمع دارد گدائی و تونی ست

کہ یہ شاید میری جان کا خواہاں بنا ہے خونی ہے — یا لالچ کرتا ہے، بھک منگا اور چور ہے

یا گرو بست ست بایاراں بدیں — کہ بتر ساند مرا از ہمنشیں

یا اُس نے دوستوں سے اِس پر شرط باندھی ہے — کہ مجھے ساتھی سے ڈرا دے گا

یا حسد دارد از مہرِ یارِ من — کاینچنیں جِد میکند در کارِ من

یا میرے یار کی محبت پر حسد کرتا ہے — کہ میرے معاملہ میں اِس قدر اصرار کر رہا ہے

خود نیامد ہیچ از خبث سَرش — یک گمانِ نیک اندر خاطرش

اُس کی بدداغی سے نہ آیا — کوئی بھی نیک گمان اس کے دل میں

ظنِ نیکش جملگی برخرس بود — او مگر آں خرس را ہم جنس بود

اُس کا نیک گمان بالکل ریچھ پر تھا — شاید وہ اس ریچھ کا ہم نسل تھا

بدگمان و ابلہ و نا اہل بود — وز شقاوت اُو مطیع[2] جہل بود

بدگمان اور بے وقوف اور نا اہل تھا — بدبختی کی وجہ سے وہ جہل کا تابع تھا

بدرگ و خودرائی و بدبخت ابد — گمرہ و مغرور و کور و خوار و رَد

بدسرشت اور خودسر اور ہمیشہ کا بدبخت — گمراہ اور مغرور اور اندھا اور ذلیل اور مردود

خرس رابگزیدہ بر صاحب کمال — رُوسیہ حاصل تبہ فاسد خیال

ریچھ کو صاحب کمال پر ترجیح دی — رُو سیاہ، بد انجام گندے خیال والا

عاقلے را از سگی تہمت نہاد — خرس را دانست اہلِ مہر و داد

کتے پن سے ایک عقلمند پر تہمت دھری — ریچھ کو محبت اور انصاف والا سمجھا

گفتنِ موسیٰؑ گوسالہ پرست را کہ آں خیال اندیشی وحزم کجارفت

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ایک بچھڑے کے پوجنے والے سے فرمانا کہ تیری وہ سمجھ اور پختگی کہاں گئی

---

[1] خوابستم۔ مراخواب ست۔ منقاد۔ مطیع، فرمانبردار۔ عاقلے۔ یعنی نصیحت کرنے والا۔ جِد۔ اصرار۔ قصدِ من۔ یعنی میری جان لینے کا ارادہ۔ تونی۔ بھنگی، چور، دغاباز یعنی میری خدمت کر کے کچھ کمانا چاہتا ہے۔ گرو بست۔ اس نے شرط باندھی ہے۔ ہمنشیں۔ یعنی ریچھ۔ یارِ من۔ یعنی ریچھ۔ خود۔ یعنی چونکہ بدماغ تھا نصیحت کرنے والے کے بارے میں کوئی بھلا خیال اس کے دل میں نہ آیا۔ اُو مگر۔ یعنی ریچھ جیسی فطرت کا تھا۔

[2] مطیع۔ فرمانبردار۔ بدرگ۔ بدسرشت۔ خودرائی۔ کسی کا کہنا نہ ماننے والا۔ بدبخت ابد۔ ازلی شقی۔ رد۔ مردود۔ حاصل تبہ۔ بدانجام۔ عاقلے۔ یعنی نصیحت کرنے والا۔ داد۔ انصاف۔ گفتن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بچھڑے کے پجاری کو سیدھا راستہ نظر نہ آیا۔

گفت موسیٰؑ باکیے مست خیال
(حضرت) موسیٰؑ نے ایک وہمی سے فرمایا
کاے بد اندیش از شقاوت[1] در ضلال
کہ اے بدبختی کی وجہ سے گمراہ اور بدخیال!

صد گمانت بود در پیغمبریم
تجھے میری پیغمبری میں سو شک تھے
باچنیں برہان و ایں خلق کریم
ایسی دلیل اور ان اچھے اخلاق کے ہوتے ہوئے

صد ہزاراں معجزہ دیدی زمن
تو نے مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے
صد خیالت می فزودو شک و ظن
(لیکن) تیرے اندر سینکڑوں وہم شک اور بدگمانیاں تھیں

از خیال و وسوسہ تنگ آمدی
تو وہم اور وسوسہ سے مجبور ہو گیا
طعن بر پیغمبریم می زدی
میری پیغمبر پر تو نے طعنہ زنی کی

گرد از دریا بر آوردم عیاں
میں نے کھلم کھلا دریا سے گرد اُڑا دی
تا رہیدید از شرِ فرعونیاں
یہاں تک کہ تم فرعون والوں کے شر سے بچ گئے

ز آسماں چل سالہ کاسہ و خواں رسید
چالیس سال تک آسمان سے پیالہ اور خوان آیا
وز دُعایم[2] جوئے از سنگے دوید
میری دعا سے پتھر سے پانی کی نہر بہہ پڑی

چوب شد در دست من نر اژدہا
میرے ہاتھ میں لکڑی نر اژدھا بنی
آب خوں شد بر عدوّے نا سزا
نالائق دشمن پر پانی خون بن گیا

شد عصا مار و کفم شد آفتاب
لاٹھی سانپ بنی، اور میری ہتھیلی سورج بنی
آفتاب از عکسِ رُویم شد شہاب
سورج میرے چہرے کے عکس سے ٹوٹتا ہوا ستارہ بن گیا

این و صد چندین و چندیں گرم و سرد
ایسے اور ایسے ایسے سینکڑوں مختلف قسم (کے معجزوں) نے
از تو اے سرد آں توہم کم نہ کرد
اے کج فہم! تیرا وہم نہ مٹایا

بانگ زد گوسالۂ از جادوئی
جادو گری سے بچھڑا بولا
سجدہ کر دی کہ خدائے من توئی
تو نے سجدہ کیا، کہ میرا خدا تو ہے

آں توہمہات را سیلاب بُرد
تیری ان وہموں کو سیلاب بہا لے گیا
زیرکی باروت را خواب بُرد
تیری لا یعنی ذہانت سو گئی

چوں نبودی بدگماں در حق اُو
تو اُس کے بارے میں بدگمان کیوں نہ ہوا؟
چوں نہادی سَر چناں اے زشت رُو
اے بدصورت! تو نے اِس طرح کیوں سر دھر دیا؟

---

[1] شقاوت۔ بدبختی۔ ضلال۔ گمراہی۔ صد گماں۔ سینکڑوں شبہات۔ برہان۔ دلیل۔ شک۔ یعنی پیغمبری میں شک وشبہ۔ گرد برآوردن۔ ہلاک کر دینا، خاک اڑانا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دریائے نیل کو پار کیا تو بطور معجزہ راستہ بالکل خشک ہو گیا تھا۔ فرعونیاں۔ فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کو گرفتار نہ کر سکا تھا۔ ز آسماں۔ میدان تیہ میں بنی اسرائیل پر چالیس سال تک آسمان سے من وسلویٰ اترتا رہا۔

[2] وز دعایم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تھے۔ چوب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا بن گئی تھی۔ کفم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا کا معجزہ حاصل تھا۔ شہاب۔ یعنی سورج کی حیثیت گھٹ گئی۔ گرم وسرد۔ مختلف اقسام۔ سرد۔ جامد طبع، بیوقوف۔ بانگ زد۔ سامری نے جو بچھڑا بنایا تھا وہ بولنے لگا تھا۔ جادوئی۔ جادوگری۔ توہمات۔ پیغمبری کے سلسلہ میں جو شکوک تھے وہ بچھڑے کی خدائی میں نہ پیدا ہوئے۔ در حق او۔ بچھڑے کی خدائی۔

چوں خیالت نامد از تزویر[1] او — وز فسادِ سحر احمق گیر او
تجھے اُس کی مکاری کا کیوں خیال نہ آیا؟ — اور اُس کے احمقوں کو پھنسانے والے جادو کا

سامری خود کہ باشد اے مہاں — کہ خدائے بر تراشد در جہاں
اے ذلیل! سامری خود کیا ہے؟ — کہ جو دنیا میں خدا بنا ڈالے

چوں دریں تزویر اُویک دل شدی — وز ہمہ اشکالہا عاطل شدی
تو جب تو اُس کے اِس مکاری سے مطمئن ہو گیا — اور تمام اِشکالات سے خالی ہو گیا

گاوَ می شاید خدائی را بلاف — در رسولی ام توچوں کر دی خلاف
بکواس ہے، بچھڑا خدائی کے لائق ہو سکتا ہے؟ — میرے رسول ہونے میں تو نے کیوں خلاف کیا؟

پیش گاوے سجدہ کر دی از خری — گشت عقلت صید سحر سامری
گدھے پن سے تو نے بچھڑے کے سامنے سجدہ کیا — تیری عقل سامری کے جادو کا شکار ہو گئی

چشم دُزدیدی زنورِ ذوالجلال — اینت[2] جہل وافرو عین ضلال
تو نے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے آنکھیں چرائیں — عجیب بھاری نادانی اور اصل گمراہی ہے

شہ براں عقل و گزینش کہ تر است — چوں تو کانِ جہل را کشتن سزاست
تیری عقل اور اُس کے انتخاب پر جو تو نے کیا، تف ہے — تجھ جیسے جہل کی کان کا قتل مناسب ہے

گاوِ زرّیں بانگ کرد آخر چہ گفت — کاحمقاں را اینہمہ رغبت شگفت
سونے کا بچھڑا بولا، آخر کیا کہا؟ — کہ احمقوں کی رغبت کے یہ سب پھول کھلے

زاں عجب تر دیدۂ از من بسے — لیک حق را کے پذیرد ہر خسے
مجھ سے تو نے اِس قدر زیادہ تعجب انگیز (معجزے) دیکھے — لیکن ہر کمینہ حق بات کو کیا مانتا ہے؟

باطلاں را چہ رُباید باطلے — عاطلاں راچہ خوش آید عاطلے
بیہودوں کو کیا بھاتا ہے، بیہودہ بات — لغو لوگوں کو کیا اچھا لگتا ہے؟ لغو

زاں کہ ہر جنسے رُباید جنس خود — گاوَ سوئے شیرِ نر کے رُو نہد
کیونکہ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے — گائے، نر شیر کے سامنے کب آتی ہے؟

گرگ بر یوسف کجا عشق آورد — جز مگر از مکرتا اُو را خورد
بھیڑیا، یوسفؑ سے کب عشق کرتا ہے؟ — مکر کے سوا؟ تا کہ اُس کو ہڑپ کر جائے

1. تزویر۔ فریب۔ اَو۔ یعنی سامری۔ احمق گیر۔ بیوقوفوں کو پھانسنے والا۔ سامری۔ اس شخص کا نام ہے جس نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا میں لگادیا تھا۔ مہاں۔ ذلیل۔ یک دل۔ مطمئن۔ عاطل۔ فارغ، خالی۔ لاف۔ بکواس۔ رسولی۔ رسالت۔ خلاف۔ مخالفت۔ گاوَ۔ یعنی بچھڑا۔ خری۔ گدھا پن۔ سحر سامری۔ سامری کا جادو یہی تھا کہ اس نے حضرت جبرئیل کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی اس بچھڑے کے بت میں ڈال دی تھی جو اس کی زندگی کا سبب بن گئی تھی۔

2. اینت۔ زہے کلمہ تعجب ہے۔ وافر۔ گھنا۔ ضلال۔ گمراہی۔ شہ۔ کلمہ نفرین ہے، تف۔ گزیں۔ انتخاب۔ کان۔ معدن۔ گاوِ زریں۔ بچھڑے کا بت جو سامری نے سونے سے بنایا تھا۔ دیدۂ۔ یعنی معجزے۔ خس۔ کمینہ۔ باطلاں۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ گاوَ۔ گائے شیر کی جنس نہیں ہے۔ گرگ۔ حضرت یوسف کے ساتھ گرگ کا تصور ان کے بھائیوں کے جھوٹ پر مبنی ہے۔

چوں[1] ز گرگی وَا رہد محرم شود
جب بھیڑیئے پن سے نجات حاصل کر لیتا ہے، محرم ہو جاتا ہے
چوں سگِ کہف از بنی آدم شود
اصحاب کہف کے کتے کی طرح انسان ہو جاتا ہے

چوں محمدؐ را ابوبکرؓ نکو
جب نیک (سیرت) ابوبکرؓ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
دید صدقش گفت ھٰذَا صادق
کی سچائی کو دیکھا بول اُٹھے یہ سچا ہے

چوں ابوبکرؓ از محمدؐ بردہ بُو
جب ابوبکرؓ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبو پا چکے تھے
گفت ھٰذَا لَیْسَ وَجْہُ کَاذِبْ
کہا یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے

چوں نہ بُد بوجہل[2] از اصحابِ درد
چونکہ ابوجہل اصحابِ درد میں سے نہ تھا
دید صد شقِّ القمر باور نہ کرد
سو شق القمر (جیسے معجزے) دیکھے یقین نہ کیا

درد مندے کش زبام اُفتاد طشت
وہ درد مند جس کا راز ظاہر ہو کر رہا
زو نہاں کردیم حق پنہاں نگشت
ہم نے اُس سے حق کو چھپایا (پھر بھی) نہ چھپا

وانکہ اُو جاہل بُد از دردش بعید
وہ جو کہ جاہل تھا اور اُس کے درد سے دور تھا
چند بنمودیم و اُوآں را ندید
ہم نے اُس کو ہر چند دکھایا اُس نے اس کو نہ دیکھا

آئینۂ دل صاف باید تا درو
دل کا آئینہ صاف ہونا چاہئے تاکہ اُس میں
وَاشناسی صورتِ زشت از نکو
بری اور اچھی صورت میں تو امتیاز کر سکے

ترک کردنِ آں مردِ ناصح بعد از مبالغۂ پند مغرورِ خرس را

اُس نصیحت کرنے والے انسان کا حد درجہ کی نصیحت کے بعد ریچھ سے دھوکے میں پڑے ہوئے آدمی کی نصیحت کو ترک کرنا

آں مسلماں[3] ترک آں ابلہ گرفت
اُس مسلمان نے اُس بے وقوف کو چھوڑ دیا
زیرِ لب لَا حول گویاں باز رفت
خاموشی سے لا حول پڑھتا ہوا لوٹ گیا

گفت چوں از جدّو پند و از جدال
بولا جب کہ اصرار اور نصیحت اور بحث سے
در دلِ اُو بیش می زاید خیال
اُس کے دل میں زیادہ شک پیدا ہوتا ہے

پس رَہِ پند و نصیحت بستہ شد
تو وعظ اور نصیحت کا راستہ بند ہو گیا ہے
امرِ اَعْرِضْ عَنْھُمْ پیوستہ شد
''اُن سے اعراض کر'' کا حکم وابستہ ہو گیا ہے

---

[1] چوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوصاف میں اشتراک تھا لہٰذا ان کا ان کی طرف میلان ہوا۔ محرم۔ بھیڑیا پن ختم کر کے بھیڑیا انسان کا ساتھی بن سکتا ہے جس طرح کی اصحابِ کہف کے کتے کا کتا پن ختم ہوا اور وہ ان کا ساتھی بن گیا۔ ھذا صادق۔ یعنی آنحضور ﷺ اپنی رسالت کے دعوے میں سچے ہیں۔

[2] بوجہل۔ ابوجہل اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اوصاف کا اشتراک نہ تھا لہٰذا شق القمر کے معجزے سے بھی قائل نہ ہوا۔ دردمندے۔ یعنی طالب حق۔ طشت۔ از بام افتادن، راز کا ظاہر ہو جانا۔ وانکہ۔ جو شخص طلب حق میں دردمند نہیں ہے۔ آئینۂ دل۔ کفار کا آئینۂ دل زنگ آلود تھا لہٰذا وہ منکر بنے۔ ترک کردن۔ اگر مخاطب میں نصیحت سننے کی صلاحیت نہ ہو تو نصیحت نہ کرنی چاہئے۔ مغرور۔ دھوکے میں مبتلا۔

[3] آں مسلماں۔ یعنی نصیحت کرنے والا۔ جدال۔ یعنی نصیحت کا بحث و مباحثہ۔ خیال۔ یعنی شک۔ پس۔ اگر نصیحت مزید انکار کا سبب بنے تو پھر نصیحت سے اعراض کرنا چاہئے۔ اعرض عنھم۔ ان سے منہ پھیر لو، یہ آنحضورؐ سے ان کفار کے بارے میں فرمایا گیا جن پر نصیحت کارگر نہ رہی تھی۔

چوں دوایت می فزاید درد پس — قصہ بر طالب بگو برخواں عبس[1]
جب تیری دوا درد بڑھائے تو — طلبگار سے بات کر (سورۂ) عبس پڑھ لے

چونکہ اعمیٰ طالب حق آمدست — بہر فقر او را نشاید سینہ خست
جب کہ اندھا حق کا طالب بن کر آیا ہے — اُس کے افلاس کی وجہ سے تنگدل نہ ہونا چاہئے

تو حریصی بر رشادِ مہتراں — تا بیاموزند عام از سروراں
تو بڑوں کی ہدایت کا حریص ہے — تاکہ عوام سرداروں سے (دین) سیکھیں

احمداً دیدی کہ قومے از ملوک — مستمع گشتند گشتی خوش کہ بوک[2]
اے احمدؐ! تم نے دیکھا کہ بادشاہوں کی ایک جماعت — سننے لگی ہے (اور) تم خوش ہوئے کہ شاید

ایں رئیساں یارِ دیں گردند خوش — بر عرب لہٰذا سر اندو بر حبش
یہ سردار دین کے اچھے دوست بن جائیں گے — یہ عرب اور حبشہ کے سردار ہیں

بگذرد ایں صیت از بصرہ و تبوک — زانکہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ الْمُلُوْکْ
یہ شہرت بصرہ اور تبوک سے آگے بڑھ جائے گی — کیونکہ قوم بادشاہوں کے دین پر ہوتی ہے

زیں سبب تو از ضریر مہتدی — رُو بگردانیدی و تنگ آمدی
اس لئے تم نے ہدایت چاہنے والے اندھے سے — رُو گردانی کی، اور تنگ ہوئے

کاندریں فرصت کم افتد ایں مناخ — تو زیارانی و وقت تو فراخ
کہ اس وقت یہ موقع کم ملتا ہے — تو صحابہ میں سے ہے تیرے لئے بہت وقت ہے

مزدحم می کردیم در وقت تنگ — ایں نصیحت می کنم نہ از خشم و جنگ
تنگ وقت میں تو نے مجھ پر ہجوم کیا — یہ میں نصیحت کررہا ہوں نہ کہ غصہ اور لڑائی

احمداً نزدِ خدا ایں یک ضریر — بہتر از صد قیصرست[3] و صد وزیر
اے احمدؐ! اللہ کے نزدیک یہ ایک اندھا — سینکڑوں قیصروں اور وزیروں سے بہتر ہے

یادِ اَلنَّاسُ مَعَادِنْ ہیں بیار — معدنے باشد فزوں از صد ہزار
خبردار! ''لوگ کانیں ہیں'' کو یاد رکھ — ایک کان لاکھوں سے بہتر ہوتی ہے

---

[1] عبس۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے بڑے سرمایہ داروں کو فہمائش کررہے تھے، اس اثناء میں ابن مکتومؓ حاضر ہوئے اور قرآن سنانے کی فرمائش کی، آنحضور ﷺ کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئے اور ان سرداروں سے گفتگو ختم کرنا پسند نہ کیا، اس پر سورۃ عبس نازل ہوئی جس کا مضمون مولانا نے آئندہ اشعار میں بیان فرمایا ہے۔ اعمٰی۔ یعنی ابن ام مکتومؓ۔ مہتراں۔ یعنی سردارانِ قریش۔ ملوک۔ یعنی قریش کے سردار۔

[2] بوک۔ شاید، مگر۔ ایں رئیساں۔ یعنی سردارانِ قریش۔ سر۔ سردار۔ بگذرد۔ یعنی ان سرداروں کے مسلمان ہوجانے سے۔ صیت۔ یعنی اسلام کی شہرت۔ بصرہ۔ عراق کا مشہور شہر ہے۔ تبوک۔ شام کی سرحد پر ایک شہر ہے۔ الناس علی دین ملوکھم۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے مذہب پر ہوتے ہیں، یہ مشہور مقولہ ہے۔ ضریر۔ نابینا یعنی ابن اِم مکتومؓ۔ مہتدی۔ ہدایت کرنیوالا۔ مناخ۔ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ، یعنی یہ موقع کم آتا ہے کہ یہ لوگ آکر بات سنیں۔ یاراں۔ یعنی صحابہ۔ فراخ۔ وسیع۔ مزدحم۔ ہجوم کرنے والا۔ نصیحت۔ یعنی یہ نصیحت کہ تم اس وقت قرآن سننے کا سوال نہ کرو۔

[3] قیصر۔ روم کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ الناس معادن۔ ''لوگ کانیں ہیں۔'' اس حدیث کے بقیہ لفظ یہ ہیں۔ کمعادن الذھب و الفضۃ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا جیسا کہ سونے اور چاندی کی کانیں جو ان میں سے جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جبکہ دین کی سمجھ حاصل کرلیں۔ معدنے۔ یعنی ابن ام مکتومؓ۔ صد ہزار۔ یعنی سردارانِ قریش۔

معدنِ لعل و عقیق مُکتنس[1]
لعل اور عقیق کی چھپی ہوئی کان
احمدا اینجا ندارد مال سُود
اے احمدؐ! یہاں مال مفید نہیں ہے
اعمی روشندل آمد درد مند
ایک اندھا، روشن دل، درد مند آیا
گر دو سہ ابلہ ترا مُنکر شوند
اگر دو تین بے وقوف تیرے منکر ہوں
گردوسہ احمق ترا تہمت نہد
اگر دو تین احمق تجھ پر تہمت لگائیں
گفت از اقرارِ عالم فارغم
فرمایا (اب) میں جہان کے اقرار سے فارغ ہوں
گر خُفاشے راز خورشیدے خوریست
اگر چگادڑ کو سورج سے خوراک حاصل ہے
نفرتِ خُفاشگان باشد دلیل
چگادڑوں کی نفرت دلیل ہو گی
گر گلابے را جُعل راغب شود
اگر کسی گلاب (کے پھول کی طرف گبروٹڈا رغبت کرے
گرشود قُلبے خریدارِ محک
اگر کھوٹا (سکہ) کسوٹی کا طالب ہے
دُزد شب خواہد نہ روز ایں را بداں
یہ جان لے کہ چور رات چاہتا ہے، نہ کہ دن
فارقم فاروقیم غربیل وار
میں فرق کرنیوالا ہوں، چھلنی کی طرح جدا کرنیوالا ہوں

بہترست از صد ہزاراں کانِ مس
تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے
سینہ باید پُرزِ عشق و درد ودود
ایسا سینہ درکار ہے جو عشق او درد اور دھویں سے بھرا ہوا
پند اُو رادہ کہ حقِ اُوست پند
اُس کو نصیحت کر، نصیحت اُس کا حق ہے
تلخ کے گردی چو ہستی کانِ قند
تو آپ تلخ کب ہو سکتے ہیں جب کہ آپ شکر کی کان ہیں
حق برائے تو گواہی می دہد
اللہ (تعالیٰ) تیری گواہی دیتا ہے
آنکہ حق باشد گواہ اُو راچہ غم
جس کا خدا گواہ اس کو کیا غم ہے
ایں دلیل آید کہ آں خورشید نیست
یہ اِس کی دلیل ہے کہ وہ سورج نہیں ہے
کہ منم خورشید تابانِ جلیل[2]
کہ میں (ربّ) جلیل کا روشن سورج ہوں
آں دلیلِ ناگلابی می بود
وہ اُس کے گلاب (کا پھول) نہ ہونے کی دلیل ہو گی
در محکی اش درآید نقص و شک
اُس کے کسوٹی ہونے میں نقص اور شک ہو گا
شب نیم روزم کہ تابم درجہاں
میں رات نہیں ہوں، دن ہوں جو دنیا میں چمکتا ہوں
تاکہ کاہ از من نمی یابد گُوار
حتیٰ کہ بھوسی مجھ میں سے نہیں گزر سکتی

[1] مُکتنس۔ پوشیدہ، مخفی۔ مس۔ تانبا۔ اینجا۔ یعنی دین کے معاملہ میں۔ اعمی۔ یعنی ابن ام مکتومؓ۔ منکر۔ یعنی رسالت کے منکر۔ گفت۔ پہلے اشعار میں سورۂ عبس کا مضمون بیان کیا گیا تھا یہاں سے آنحضورؐ کا مقولہ ہے۔ گواہ۔ یعنی رسالت وصداقت پر۔ خورے۔ خوراک۔ نیست۔ ورنہ چگادڑ کو اس سے نفرت ہوتی۔ نفرت۔ سورج سے چگادڑوں کی نفرت اسکے مکمل ہونے کی دلیل ہے۔

[2] جلیل۔ یعنی ربِ جلیل۔ گر۔ بدبو میں پرورش پانے والا گبروٹڈا اگر گلاب سے رغبت کرنے لگے تو اسکا گلاب ہونا مشکوک ہو جائے گا۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ یہاں کھوٹا سکہ چلانے والے کے معنی میں ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ دزد۔ چور رات کی تاریکی سے اپنا کام چلاتا ہے۔ شب نیم۔ لہٰذا چور اور دغاباز مجھے پسند نہیں کر سکتے ہیں۔ فارق۔ غلط اور صحیح میں امتیاز کرنے والا۔ فاروق۔ دو چیزوں میں فرق دکھانیوالا۔ غربیل۔ غربال، چھلنی۔ کاہ۔ تنکا، بھوسی۔

آرد را پیدا کنم من از سبوس[1] — تانمایم کیں نقوش ست وآں نفوس

میں آٹے کو بھوسی سے علیحدہ کر دیتا ہوں — تا کہ دکھا دوں کہ یہ تصویریں ہیں اور وہ انسان ہیں

من چو میزانِ خدایم در جہاں — وَا نمایم ہر سبک را از گراں

میں دنیا میں خدا کی ترازو کی طرح ہوں — ہر ہلکے کو بھاری سے نمایاں کر دیتا ہوں

گاوَ را داند خدا گوسالۂ — خر خریدارے و در خور کالۂ

بچھڑا ہی بیل کو خدا سمجھتا ہے — گدھا خریدار، اور اُس کے مناسب مال ہوتا ہے

من نہ گاوم تاگو سالہ خرد — من نہ خازم کاشترے ازمن چرد

میں بیل نہیں ہوں کہ بچھڑا مجھے خریدے — میں کانٹا نہیں ہوں کہ اونٹ مجھے چرے

او گماں دارد کہ بامن جور کرد — بلکہ آئینۂ من روفت گرد

وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے میرا کچھ بگاڑا — بلکہ اُس نے میرے آئینہ سے گرد صاف کر دی ہے

تملق کردنِ دیوانہ جالینوس را و ترسیدنِ جالینوس از وے

ایک دیوانہ کا جالینوس کی خوشامد کرنا اور جالینوس کا اُس سے خوف زدہ ہونا

گفت جالینوس با اصحاب[2] خود — مَر مَرا تاآں فلاں دارُو دہد

جالینوس نے اپنے شاگردوں سے کہا (کوئی) — مجھے فلاں دوا لا دو

پس بدو گفت آں یکے کاے ذو فنوں — ایں دَوا خواہند از بہر جنوں

اُس سے کسی نے کہا اے صاحب کمالات! — یہ دوا جنون کے لئے مانگتے ہیں

دور از عقلت مگو ایں گفتگو — گفت درمن کردیک دیوانہ رُو

خدا کرے جنون تیری عقل سے دور رہے یہ گفتگو نہ کر — اُس نے کہا مجھے ایک دیوانہ نے دیکھا

ساعتے در روئے من خوش بنگرید — چشمکم زد آستین من درید

تھوڑی دیر مجھے غور سے دیکھا — مجھی آنکھ ماری، میری آستین پھاڑ دی

گر نہ جنسیت بدے در من ازو — کے رخ آوردے بمن آں زشت رُو

اگر مجھ میں اُس کی جنسیت نہ ہوتی — وہ منحوس صورت میری طرف کب متوجہ ہوتا؟

گرنہ دیدے جنس خود کے آمدے — کے بغیر جنس خود را برزدے

اگر وہ اپنے ہم جنس کو نہ دیکھتا کب آتا! — اپنے آپ کو غیر جنس سے کب بھڑاتا؟

---

1. سبوس۔ بھوسی۔ نقوش۔ یعنی بے جان تصویریں۔ میزان۔ ترازو۔ سبک۔ ہلکا۔ گاوَ۔ بیل کو بے عقل بچھڑا ہی خدا سمجھ سکتا ہے۔ درخور۔ مناسب، لائق۔ کالہ۔ سامان۔ نہ خارم۔ اونٹ کانٹے کھانا پسند کرتا ہے۔ اوگماں۔ ناقص، کامل کے کمال کا انکار کر کے سمجھتا ہے کہ اس نے کامل کا کچھ بگاڑ دیا حالانکہ اس کا انکار اس کے کمال کی بنیاد بنتا ہے۔ تملق۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جالینوس کو ایک دیوانہ کے اس سے مانوس ہونے سے یہ شبہ ہوا کہ میری عقل میں کوئی نقصان ہے ورنہ یہ دیوانہ میری طرف مائل نہ ہوتا۔

2. اصحاب۔ یعنی شاگرد۔ فلاں دارو۔ یعنی وہ فلاں دوا جو مرضِ جنون میں کھلائی جاتی ہے۔ آں یکے۔ یعنی ایک شاگرد۔ دور۔ یہ جملہ دعائیہ ہے۔ ایں گفتگو۔ یعنی جنون کی دوا کھانے کی بات۔ رو۔ یعنی رو کرد۔ چشمکم زد۔ جو دوستی اور بے تکلفی میں ہوتا ہے۔ درید۔ بے تکلفی کی وجہ سے۔ جنسیت۔ یعنی اگر اس کی طرح میں بھی دیوانہ نہیں ہوں۔ جنس خود۔ یعنی دیوانہ۔

چوں دو کس برہم زند بے ہیچ شک
درمیاں شاں ہست قدرِ مشترک[1]
جب دو شخص آپس میں ملیں، بلاشک
اُن میں کوئی قدر مشترک ہے
کے پَرد مُرغے مگر باجنس خود
صحبت ناجنس گورست و لحد
ہر پرند اپنے ہم جنس کے ساتھ ہی اڑتا ہے
ناجنس کی ہم نشینی قبر اور لحد ہے

سبب پریدن و چریدن مرغے با مرغِ دیگر جنس اُو نبود
ایک پرند کے غیر جنس پرندے کے ساتھ اُڑنے اور چرنے کا سبب

آں حکیمے گفت دیدم ہم تگے
در بیاباں زاغ را بالکلکے
ایک دانا نے کہا میں نے چلتے پھرتے دیکھا
جنگل میں کوے کو لقلق کے ساتھ
در عجب ماندم بجستم حالِ شاں
تاچہ قدرِ مشترک یابم نشاں
میں تعجب میں رہ گیا، میں نے اُن کے حال کی جستجو کی
تاکہ قدرِ مشترک کا پتہ لگا لوں
چوں شدم نزدیک من حیران و دنگ
خود بدیدم ہر دوآں بودند لنگ
جب میں حیران اور دنگ، قریب پہنچا
میں نے خود دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے تھے
خاصہ شہبازے کہ اُو عرشی بود
با یکے چغدے[2] کہ اُو فرشی بود
خصوصاً وہ شہباز جو عرشی ہو
ایک چغد کے ساتھ جو فرشی ہو (کیسے تعلق رکھ سکتا ہے)
آں یکے خورشیدِ علّییں بود
ویں دگر خُفّاش کز سجّیں بود
ایک وہ جو علیین کا سورج ہو
اور یہ دوسری چمگادڑ جو سجین کی ہو
آں یکے نورے زہر عیبے بَری
واں دِگر کورے گدائے ہر دری
ایک وہ نور جو ہر عیب سے بری ہے
اور دوسرا وہ اندھا جو ہر در کا بھکاری ہے
واں یکے ماہے کہ بر پَرویں زند
واں یکے کرمے کہ بر سرگیں تند
ایک ایسا چاند جو ثریا سے متعلق ہے
ایک وہ کیڑا جو گوبر کے چکر کاٹے
آں یکے یوسفؑ رُخے عیسیٰؑ نفس
ویں دِگر گرگے و یا خَر یا خرس
ایک یوسفؑ جیسے چہرے والا عیسیٰؑ جیسی سانس والا
دوسرا بھیڑیا، یا گدھا، یا ریچھ
آں یکے پراں شدہ در لا مکاں
ویں یکے درکاہداں ہمچوں سگاں
ایک وہ جو لامکان میں اُڑتا ہے
اور یہ ایک کوڑی پر کتوں کی طرح

---

1. قدرِ مشترک۔ یعنی کوئی ایسی بات جو دونوں میں ہو۔ سبب۔ کوا اور لقلق ہم جنس نہ تھے لیکن ان میں لنگڑا پن قدر مشترک تھی۔ ہم تگی۔ مل کر چلنا پھرنا۔ لکلک۔ لقلق۔ حیران و دنگ۔ اس لئے کہ دو غیر جنس کو ملا جلا دیکھا تھا۔ خاصہ۔ جبکہ کوے اور لقلق کو دیکھ کر ایک عقلمند حیران ہوا حالانکہ دونوں زمینی پرندے ہیں تو نبی جو عرش کا شہباز ہے اور منکر جو ویرانے کا چغد ہے باہم کیسے مانوس ہو سکتے ہیں۔ شہباز۔ یعنی رسول و نبی۔

2. چغد۔ منکر۔ یکے۔ یعنی رسول و نبی۔ علیین۔ وہ دفتر جس میں جنتیوں کے نام لکھے ہوں گے۔ سجین۔ وہ دفتر جس میں دوزخیوں کے نام لکھے ہوں، جہنم کی وادی۔ نورے۔ یعنی رسول و نبی۔ کورے۔ یعنی منکر۔ پرویں۔ ثریا جو ستاروں کا مجموعہ ہے۔ کرم۔ کیڑا۔ سرگیں۔ گوبر۔ یوسف۔ حضرت یوسف کا حسن مشہور ہے۔ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ کے سانس میں بڑی برکتیں تھیں۔ پراں۔ پرواز کرنے والا۔ لامکاں۔ عالم لاہوت۔ کاہداں۔ کوڑے کی جگہ۔

آں یکے سلطانِ عالی مرتبت ویں دگر در گلخنے[1] در تعزیت
وہ ایک بلند مرتبہ بادشاہ اور یہ دوسرا بھٹی کے اندر، ماتم میں

آں یکے خلقے زاِکرامش خجل ویں دگر از بینوائی منفعل
ایک وہ جس کے کرم سے مخلوق شرمندہ اور یہ دوسرا، بے سروسامانی سے شرمندہ

آں یکے سرور شدہ زاہلِ زماں ویں دگر در خاکِ خواری بس نہاں
ایک وہ جو زمانے والوں کا سردار بنا اور یہ دوسرا ذلت کی خاک میں دبا ہوا

بلبلاں را جائے می زیبد چمن مرجعل را در چمیں خوشتر وطن
بلبلوں کی جگہ، چمن میں مناسب ہے گبروڈے کا گندگی بہترین وطن ہے

با زُبانِ معنوی گُل با جعل ایں ہمہ گوید کہ اے گندہ بغل
پھول، گبروڈے کو زبانِ حال سے یہ کہتا ہے کہ اے بغل گند والے!

گر گریزانی ز گلشن بیگماں ہست آں نفرت کمالِ گلستاں
اگر تو چمن سے بھاگتا ہے، یقیناً وہ نفرت، چمن کا کمال ہے

غیرتِ من برسرِ تو دور باش می زندکاے خس ازیں دَر دُور باش
میری غیرت تیرے سر پر نیزہ (پھینک کر) مارتی ہے اے کمینے! اس در سے دور رہ

ور بیامزی تو بامن اے دنی[2] ایں گماں آید کہ از کانِ منی
اے کمینے! اگر تو مجھ سے گھل مل جائے گا یہ خیال ہو گا کہ تو میری جنس کا ہے

گر در آمیزد ز نقصانِ من ست زاں کہ پندارند کوزانِ من ست
اگر گھل مل جائے گا تو میری کمی کا سبب ہے کیونکہ لوگ سمجھیں گے کہ وہ میرا ہے

حق مرا چوں از پلیدی پاک داشت چوں سزد برمن پلیدی را گماشت
خدا نے جب مجھے نجاست سے پاک رکھا ہے تو مجھ پر نجاست کو مسلط کرنا کیسے مناسب ہو گا؟

یک رگم زاں‌شاں بدو آں را بُرید درمن آں بدرگ کجا خواہد رسید
میری ایک رگ اُن میں کی تھی اُس کو کاٹ دیا وہ بری رگ مجھ میں کہاں آسکتی ہے؟

یک نشانِ آدمؑ آں بد از ازل کہ ملائک سَر نہندش از محل.
(حضرت) آدمؑ کی ایک نشانی ازل سے یہ تھی کہ فرشتے مرتبے کی وجہ سے اُن کو سجدہ کریں

---

[1] گلخن۔ بھٹی۔ تعزیت۔ ماتم۔ اکرام۔ تعظیم کرنا، بخشنا۔ خجل۔ شرمندہ۔ منفعل۔ نادم، شرمندہ۔ سرور۔ سردار۔ می زیبد۔ زیب دیتا ہے۔ جعل۔ نجاست کا کیڑا، گبروڈا۔ چمیں۔ نجاست، گندگی۔ معنوی۔ باطنی یعنی زبانِ حال۔ گندہ بغل۔ بغل گند، بدبودار۔ گرگریزانی۔ یہ پھول کا مقولہ ہے۔ غیرت۔ انبیاء اور بزرگوں کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ خدا کے دشمن ان سے دور رہیں۔ دور باش۔ پہلے مصرع میں اس دوشاخہ نیزے کے معنی میں ہے جو چوبدار کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ بادشاہ یا امیر کے آگے چلتا ہے تاکہ لوگ راستہ سے دور ہو جائیں، دوسرے مصرع میں یہ "دور ہو" کے معنی میں ہے۔

[2] دنی۔ کمینہ۔ کان۔ معدن۔ گر در آمیزد۔ بروں کا بھلوں سے میل، بھلوں کے نقصان کا سبب ہے۔ آنِ منست۔ یعنی ہم جنس ہے۔ برید۔ آنحضورؐ کا سینہ مبارک کئی بار شق کیا گیا اس میں سے خون کی ایک بوند نکال دی گئی اور اس کو زمزم سے پاک کیا گیا۔ یک نشاں۔ حضرت آدم کے کمال کی دو نشانیاں تھیں ایک تو یہ کہ ملائکہ ان کو سجدہ کریں دوسری یہ کہ شیطان سجدہ نہ کرے۔

یک نشانِ دیگر آں کہ آں بلیس — تہدش سرکہ منم[1] شاہ و رئیس
دوسری نشانی یہ کہ شیطان — اُن کو سجدہ نہ کرے کہ میں شاہ اور رئیس ہوں

پس اگر ابلیس ہم ساجد شدے — اُو نہ بودے آدمؑ اُو غیرے بدے
تو اگر شیطان بھی سجدہ کرنے والا ہو جاتا — تو وہ آدمؑ نہ ہوتا کوئی اور ہوتا

ہم سجودِ ہر ملک میزانِ اُوست — ہم جحودِ آں عدو بُرہانِ اُوست
ہر فرشتہ کا سجدہ اُس کا معیار ہے — اُس دشمن کا انکار بھی اس کی دلیل ہے

ہم گواہِ اُوست اقرارِ ملک — ہم گواہِ اُوست کفرانِ سگک
فرشتہ کا اقرار کرنا بھی اس کا گواہ ہے — ذلیل کتے کا اِنکار بھی اُس کا گواہ ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تاچہ کردآں خرس باآں شیر مرد
اس بات کی انتہا نہیں ہے، واپس چل — کہ اُس ریچھ نے اُس بہادر کے ساتھ کیا کیا؟

تتمۂ قصۂ اعتمادِ آں مغرور بر تملق[2] خرس

اُس دھوکے میں مبتلا کا ریچھ کی چاپلوسی پر بھروسہ کرنے کا باقی قصہ

اُو بخفت و خرس میراندش مگس — وز ستیز آمد مگس شد باز پس
وہ سو گیا اور ریچھ اُس کی مکھیاں اڑاتا تھا — اور ضد سے مکھیاں پھر واپس آجاتی تھیں

چند بارش راند از روئے جواں — واں مگس زو بازمی آمد دواں
اُس نے کئی بار اُن کو جوان کے منہ سے اُڑایا — وہ مکھیاں تیزی سے واپس آجاتیں

خشمگیں شد بامگس خرس و برفت — برگرفت از کوہ سنگے سخت و زفت
ریچھ کو مکھیوں پر غصہ آیا اور وہ گیا — پہاڑ سے ایک سخت اور بھاری پتھر اٹھا لایا

سنگ آورد و مگس را دید باز — بر رُخِ خفتہ گرفتہ جائے ساز
پتھر لایا اور مکھیوں کو پھر دیکھا — سوئے ہوئے کے منھ پر ٹھکانا بنائے ہوئے

برگرفت آں آسیا سنگ و بزد — برمگس تاآں مگس واپس خزد
اُس نے چکی (جیسا) پتھر اُٹھایا اور مارا — مکھیوں پر تاکہ وہ مکھیاں واپس جا گھسیں

سنگ روئے خفتہ را خشخاش کرد — ایں مثل برجملہ عالم فاش کرد
پتھر نے سوئے ہوئے کے منھ کو خشخاش (جیسا) کر دیا — یہ کہاوت تمام دنیا میں مشہور کر دی

مہر ابلہ مہر خرس آمد یقیں — کین اُو مہرست و مہر اُوست کیں
بیوقوف کی دوستی یقیناً ریچھ کی دوستی ہے — اُس کا کینہ محبت ہے اور اُس کی محبت کینہ ہے

1. منم۔ شیطان نے کہا تھا کہ میں آدم سے بہتر ہوں، اس کو سجدہ کیوں کروں۔ پس۔ اگر شیطان سجدہ کر لیتا تو کمال کی دوسری نشانی مفقود ہو جاتی۔ میزان۔ معیار۔ جحود۔ انکار۔ عدو۔ شیطان۔ گواہ۔ حضرت آدم کے کمال پر جس طرح فرشتوں کا اقرار اور سجدہ گواہ ہے، اسی طرح شیطان کا انکار بھی گواہ ہے۔ کفران۔ انکار، ناشکری۔ سگک۔ کاف تصغیر کا ہے یعنی شیطان۔ ایں سخن۔ یعنی ناقصین کا انکار کاملین کی فضیلت کی دلیل ہے۔

2. تملق۔ چاپلوسی، خوشامد۔ او۔ یعنی شیر مرد۔ وز ستیز۔ مکھی کی عادت ہے کہ اڑاؤ تو وہ لوٹ کر آتی ہے۔ جواں۔ یعنی شیر مرد۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔ جائے ساز۔ موافق جگہ۔ آسیا سنگ۔ سنگ آسیا، چکی کا پتھر۔ خزد۔ خزیدن بمعنی گھسنا کا فعل مضارع ہے۔ ایں مثل۔ وہ ضرب المثل جو دوسرے شعر میں مذکور ہے۔ کین او۔ بیوقوف دشمنی میں جدا ہو جائے تو نقصان نہ پہنچا سکے گا، دوستی کے میل جول کی وجہ سے نقصان رساں ہوگا۔

عہد اُو[1] سُست ست و ویران و ضعیف
اُس کا عہد (و پیمان) کمزور اور برباد اور ضعیف ہے
گفت اوزفت و وفائے اُونحیف
اُس کی باتیں گھنی ہیں اور اُس کی وفاداری کمزوری ہے

گر خورد سوگند ہم باور مکن
اگر وہ قسم بھی کھائے تو یقین نہ کر
بشکند سوگند مردِ کژ سخن
اُلٹی باتیں کرنے والا، قسم توڑ ڈالتا ہے

چونکہ بے سوگند گفتش بد دروغ
چونکہ اُس کی بغیر قسم کے بات، جھوٹ تھی
تو میفت از مکرو سوگندش بدوغ
تو اُس کے مکر اور قسم کی وجہ سے فریب میں نہ پڑ

نفس او میرست و عقل اُو اسیر
اس کا نفس حاکم ہے، اور اُس کی عقل قیدی ہے
صد ہزاراں مصحفش خود خوردہ گیر
لاکھوں قرآن اُس کے کھائے ہوئے سمجھ

چونکہ بے سوگند پیماں بشکند
جب کہ وہ بغیر قسم کے عہد توڑ ڈالتا ہے
گر خورد سوگند ہم آں بشکند
اگر قسم بھی کھا لے گا اُس کو توڑ ڈالے گا

زانکہ نفس آشفتہ تر گردد ازاں
کیونکہ اِس (قسم) سے نفس زیادہ پریشان ہو گا
کہ کند بندش بسوگند گراں
کہ اُس کو بھاری قسم میں قید کرے

چوں اسیرے[2] بند بَر حاکم نہد
جب کوئی قیدی حاکم کے بیڑی لگائے
حاکم آں را بر دَرَد بیروں جہد
حاکم اُس کو توڑ دے گا، باہر نکل آئے گا

برسرش کو بد زخشم آں بند را
اُس کے سر پر وہ بیڑی دے مارے گا
می زند بر روئے اُو سوگند را
قسم کو اس کے منہ پر پھینک مارے گا

توزِ اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِش دست شو
تو "عہدوں کو پورا کر" سے اُس سے ہاتھ دھو لے
اِحۡفَظُوۡۤا اَیۡمَانَکُمۡ با اُو مگو
"اپنی قسموں کی حفاظت کرو" اُس سے نہ کہہ

وانکہ داند عہد با کہ می کند
جو شخص یہ سمجھ لے کہ عہد کس سے کرتا ہے
تن کند چوں تار و گردِ اُو تند
جسم کو دھاگے کی طرح کرتا ہے اور اُس کے گرد تنتا ہے

بعیادت رفتن حضرت مصطفیٰؐ بر صحابی رنجور و فائدۂ عیادت

حضرت مصطفیٰ ؐ کا بیمار صحابی کی مزاج پرسی کو جانا اور بیمار پرسی کا فائدہ

از صحابہ خواجۂ بیمار شد
صحابہ میں سے ایک بزرگ بیمار ہو گئے
واندراں بیماریش چوں تار شد
اور اُس بیماری میں وہ دھاگے کی طرح ہو گئے

---

1. عہد اُو۔ بیوقوف کا کوئی عہد و پیمان مضبوط نہیں ہوتا ہے وہ باتونی ہوتا ہے اس میں وفاداری نہیں ہوتی ہے۔ گر خورد۔ بیوقوف کی قسم پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے وہ فوراً قسم توڑ ڈالتا ہے۔ دوغ۔ چھاچھ، مکر۔ نفس اُو۔ بیوقوف کی عقل پر اس کا نفس حاکم ہوتا ہے اگر وہ قسم کی بجائے لاکھوں قرآن بھی کھا جائے تو کیا اعتبار ہے۔ چونکہ۔ عہد شکنی کا عادی بہر حال عہد توڑ ڈالتا ہے۔ زانکہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر نفس حاکم ہوتا ہے اور حاکم کسی قسم کی بیڑی کب برداشت کر سکتا ہے، اس کو جلد توڑ ڈالے گا، ہاں اگر انسان کی طبیعت سلیم ہو تو وہ قسم کی بیڑی کا احساس کرے گا۔

2. اسیر۔ قیدی یعنی وہ بیوقوف جو نفس کی قید میں ہے۔ حاکم۔ یعنی نفس۔ برسرش۔ قسم تڑوا کر دو گنے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اوفوا بالعقود۔ مومنین کو خطاب ہے اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ احفظوا ایمانکم۔ اپنی قسموں کی نگہداشت رکھو۔ وانکہ۔ ایک مومن سمجھتا ہے کہ وہ قسم کھا کر خدا سے عہد کرتا ہے۔ تن کند۔ یعنی اپنے جسم کو دھاگا بنا کر اس کو مضبوط باندھتا ہے اور اس کی حفاظت میں جان قربان کرتا ہے۔ عیادت۔ بیمار پرسی، اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بعض بندگانِ خدا فنائیت کے اس مقام پر ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی عہد ہو یا دیگر معاملہ، وہ خدا کے ساتھ سمجھا جاتا ہے۔

مصطفیٰؐ آمد عیادت سوئے اُو چوں[1] ہمہ لطف و کرم بد خوئے اُو

(حضرت) مصطفیٰؐ اُنکے پاس بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے چونکہ آپؐ کی عادت، مجسم لطف و کرم تھی

در عیادت رفتن تو فائدہ است فائدہ آں باز بر تو عائدہ است

بیمار پرسی کے لئے جانے میں تیرا فائدہ ہے اُس کا فائدہ تجھے ہی پہنچنے والا ہے

فائدہ اول کہ آں شخص علیل بو کہ قطبے باشد و شاہِ جلیل

پہلا فائدہ یہ ہے کہ وہ بیمار شخص ہو سکتا ہے کوئی قطب اور بڑا شاہ ہو

چوں دو چشم دل نداری اے عنود وَانمی دانی تو ہیزم را زِ عود

اے سرکش! جب تو دل کی دو آنکھیں نہیں رکھتا ہے تو "اگر" کو ایندھن سے ممتاز نہیں سمجھ سکتا ہے

چونکہ گنجے[2] ہست در عالم مرنج ہیچ ویراں را مداں خالی زگنج

جب کہ دنیا میں خزانہ ہے، رنجیدہ نہ ہو کسی ویرانے کو (بھی) خزانے سے خالی نہ سمجھ

قصد ہر درویش می کن از گزاف چوں نشاں یابی بجدمی کن طواف

ہر درویش کا قصد وجہ کے بغیر کر لیا کر جب پتہ پا لے تو کوشش کر کے چکر کاٹ

چوں تُرا آں چشم باطن بیں نہ بود گنج می پندار اندر ہر وجود

جب تیری باطن کو دیکھنے والی آنکھ نہیں ہے ہر وجود میں خزانہ سمجھ

ور نباشد قطب یارِ رہ بود شہ نباشد فارسِ اسپہ بود

اگر قطب نہ ہو گا، راستہ کا یار ہو گا شاہ نہ ہو گا، گھوڑا سوار ہو گا

پس صلہ یارانِ رہ لازم شمار ہر کہ باشد گر پیادہ گر سوار

یاروں کے ساتھ سلوک کو لازم سمجھ کوئی ہو، پیادہ ہو یا سوار

ور عدو باشد ہم ایں اِحساں نکوست کہ باحساں دوست گردد گر عدوست

اگر دشمن ہے تو بھی یہ احسان اچھا ہے اگر دشمن ہے، احسان کی وجہ سے دوست ہو جائے گا

ور نگردد دوست کینش کم شود زانکہ اِحسان کینہ را مرہم شود

اگر دوست نہ بنا تو اُس کی دشمنی کم ہو جائے گی اِس لئے کہ احسان کینہ کا مرہم ہے

پس فوائد ہست غیر ایں و لیک از درازی خائفم اے یارِ نیک

اس کے علاوہ بھی فائدے ہیں، لیکن اے بھلے یارا! میں طوالت سے خائف ہوں

[1] چوں۔ آنحضورؐ کے اخلاق کریمانہ تھے۔ عائدہ۔ لوٹنے والا یعنی عیادت کا فائدہ خود عیادت کرنے والے کا اپنا فائدہ ہے۔ بو۔ بود، شاید۔ قطب۔ اولیاء میں سے ایک خاص مرتبہ رکھنے والے کو کہا جاتا ہے۔ جلیل۔ بزرگ۔ وانمی دانی۔ جب تم خاص قطب کو نہیں پہچانتے ہو تو ہر مومن کی عیادت کرلیا کرو۔ چونکہ۔ دنیا اولیاء سے خالی نہیں ہے، تلاش جاری رکھو، پالو گے۔ چوں۔ جب ولی دستیاب ہوجائے اس پر جان قربان کردو۔

[2] گنج۔ اہل باطن کے پالینے کی تدبیر بھی یہی ہے کہ ہر جگہ ان کو تلاش کرو۔ یار رہ۔ یعنی بیمار اگر قطب نہ ہوگا تو کوئی سالک راہ طریقت ہوگا۔ شہ۔ یعنی قطب۔ فارس۔ گھوڑ اسوار۔ صلہ۔ باہمی تعلق۔ ہر کہ۔ دشمن سے بھلائی کرو، دشمنی دوستی سے بدل جائے گی۔ ور۔ بھلائی کرنے سے دشمن دوست بھی نہ بنے گا تو دشمنی میں کمی آجائے گی۔

حاصل[1] ایں آمد کہ یارِ جمع باش　　ہمچو بتگر از حجر یارے تراش
خلاصہ یہ نکلا کہ جماعت کا دوست بن　　بت گر کی طرح پتھر سے دوست تراش لے

زانکہ انبوہی و جمع کارواں　　رہزناں راشکند پشت و سناں
اس لئے کہ قافلہ کی جماعت اور اُس کی کثرت　　ڈاکوؤں کی کمر اور بھالا توڑ دیتی ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بہ موسیٰؑ کہ چرا بہ عیادت من نیامدی

حضرت موسیٰؑ کے پاس خدا کی طرف سے وحی آنا کہ تو میری بیمار پرسی کے لئے کیوں نہ آیا

آمد از حق سوئے موسیٰؑ[2] ایں عتیب　　کاے طلوعِ ماہ دید تو ز جیب
موسیٰؑ کی جانب سے اللہ کے پاس سے یہ ناراضی پہنچی　　اے وہ کہ تو نے گریبان سے سورج کا طلوع دیکھا ہے

مشرقت کردم بنورِ ایزدی　　من حقم رنجور گشتم نامدی
میں نے خدائی نور سے تجھے مشرق بنایا　　میں خدا ہوں، میں بیمار ہوا تو نہ آیا

گفت سبحانا تو پاکی از زیاں　　اینچہ رمزست ایں بکن یا رب عیاں
(حضرت موسیٰؑ نے) کہا اے اللہ تو نقصان سے پاک ہے　　یہ کیا راز ہے؟ اے خدا اس کو ظاہر کر دے

باز فرمودش کہ در رنجوریم　　چوں نہ پرسیدی تواز روئے کرم
(اللہ تعالیٰ نے) پھر اُس سے کہا کہ میں مریض ہوں　　تو نے از روئے کرم میری پُرسش کیوں نہ کی

گفت یا رب نیست نقصانے[2] ترا　　عقل گم شد ایں گرہ را برکشا
اُنہوں نے عرض کیا اے خدا تیری لئے کوئی گھاٹا نہیں ہے　　عقل گم ہو گئی ہے، یہ گرہ کھول دے

گفت آرے بندۂ خاصِ گزیں　　گشت رنجور اُومنم نیکو ببیں
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا ہاں ایک خاص برگزیدہ بندہ　　بیمار ہوا، اور وہ میں ہوں، خوب سمجھ لے

ہست رنجوریش رنجوریِ من　　ہست معذوریش معذوریِ من
اُس کی بیماری، میری بیماری ہے　　اُس کی معذوری، میری معذوری ہے

ہرکہ خواہد ہمنشینی باخدا　　گونشیند در حضورِ اولیا
جو خدا کی ہم نشینی چاہے　　کہہ دو وہ اولیاء کی خدمت میں بیٹھے

از حضورِ اولیا گربکسلی　　تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کلی
اگر تو اولیاء کے پاس حاضری سے علیحدہ رہے گا　　تو برباد ہے، کیونکہ تو جزو ہے کل نہیں ہے

---

[1] حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ عبادت سے معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے اور ایک اچھا معاشرہ پیدا ہوتا ہے اور اچھے معاشرہ میں زندگی گوشہ تنہائی کی زندگی سے بہت بہتر ہے۔ حجر۔ مردہ دل میں اپنی محبت پیدا کردو۔ زانکہ۔ یہ اجتماعی زندگی کی فضیلت ہے۔ وحی۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر مسلمان کی عیادت کرنی چاہیے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ عتیب۔ عتاب، ناراضی۔ جیب۔ گریبان، حضرت موسیٰؑ کے معجزۂ ید بیضا کی طرف اشارہ ہے۔ مشرق۔ حضرت موسیٰؑ نورِ خداوندی کے مظہر تھے۔ رنجور۔ بیمار۔ زیاں۔ نقصان یعنی بیماری وغیرہ۔ دررنجوریم۔ میں مریض ہوں۔

[2] نقصان۔ یعنی بیماری۔ گرہ۔ یعنی خدا کا اپنے آپ کو بیمار کہنے کا عقدہ۔ گزیں۔ برگزیدہ۔ اُومنم۔ جب انسان فنائیت کے مقام پر پہنچتا ہے تو گویا اتحاد ہوجاتا ہے۔ ہست۔ مقامِ فنا میں پہنچ جانے والے ولی کا بیمار ہونا گویا خدا کا بیمار ہونا ہے، اس مضمون کی حدیث مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے۔ اولیاء۔ جبکہ اولیاء اللہ کا خدا سے اتحاد ہے تو ان کے پاس بیٹھنا خدا کے پاس بیٹھنا ہے۔ ازحضور۔ اولیاء کی صحبت باعث نجات ہے ورنہ شیطانی وساوس موجب ہلاکت بنیں گے۔ جزوی۔ یعنی تو ناقص ہے۔ کلی۔ یعنی تو کامل نہیں ہے۔

ہر کرا دیو[1] از کریماں وا بَرد　بے کَسَش یابد سرش را وا خورد
شیطان جس کو بھلوں سے جدا کر دے　اُس کو بے سہارا پا لیتا ہے اُس کا سر چبا لیتا ہے
یک بدست از جمع رفتن یکزماں　مکر شیطاں باشد و نیکو بداں
تھوڑی دیر کیلئے بھی ایک بالشت جماعت کے لئے دور ہونا　شیطان کا مکر ہو گا، خوب سمجھ لے

جدا کردن باغباں صوفی و فقیہ و علوی را از یکدگر و ادب کردن

باغبان کا صوفی اور مولوی اور سید کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا اور سزا دینا

باغبانے چوں نظر در باغ کرد　دید چوں دُزداں بباغِ خود سہ مرد
ایک باغبان نے جب باغ کو دیکھا　اپنے باغ میں تین شخص چوروں جیسے دیکھے
یک فقیہ و یک شریف و صوفئے　ہر یکے شوخے فضولی[2] یوفئے
ایک مولوی اور ایک سید اور ایک صوفی　(جن میں سے) ہر ایک بے حیا، بکواسی، لغو گو
گفت با اینہا مرا صد حجت ست　لیک جمع اندو جماعت رحمت ست
اُس نے (دل میں) کہا اُن کے مقابلہ میں میری سو دلیلیں ہیں　لیکن اکٹھے ہیں، اور جماعت رحمت ہے
برنیایم یک تنہ باسہ نفر　پس ببرم شاں نخست از یکدگر
تنہا تین کے ساتھ جیت نہ سکوں گا　پہلے اُن کو ایک دوسرے سے جدا کر دوں
ہر یکے را من بسوئے افگنم　چونکہ تنہا شاں کنم سَر برکنم
میں ہر ایک کو ایک جانب پھینک دوں　جب اُن کو اکیلا اکیلا کر دوں گا سر پھوڑ دوں گا
حیلہ کرد و کرد صوفی را براہ　تاکند یارانش را بے اُو تباہ
تدبیر کی اور صوفی کو ایک راستہ پر کیا　تاکہ اُس کے دوستوں کو، اُس کے بغیر تباہ کرے
گفت صوفی را برو سوئے وُثاق　یک گلیم آور برائے ایں رِفاق
اُس (باغبان) نے صوفی سے کہا، گھر جا　اِن ساتھیوں کے لئے ایک کمبل لے آ
رفت صوفی گفت خلوت با دو یار　تو فقیہی ویں شریف نامدار
صوفی چلا گیا اُس (باغبان) نے دونوں دوستوں سے تنہائی میں کہا　آپ مولوی ہیں، اور یہ مشہور سید ہیں
ما بفتوائے تو نانے می خوریم　ما بہ پرِّ دانش تو می پریم
ہم آپ کے فتوے کے مطابق روٹی کھاتے ہیں　ہم آپ کی عقل کے پر سے پرواز کرتے ہیں

---

1. دیو ـ شیطان ـ کریماں ـ یعنی اولیاء اللہ ـ واخورد ـ یعنی شیطان ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے ـ بدست ـ یعنی بمقدار بالشت ـ جمع ـ جماعت ـ جدا کردن ـ پہلے شعر میں جماعت سے علیحدگی کی مضرت سمجھائی تھی، اب اس کو اس حکایت سے واضح کرتے ہیں ـ فقیہ ـ مولوی، مفتی ـ علوی ـ وہ سید جو حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہے لیکن حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہیں ہے ـ چوں دزداں ـ یہ تینوں بلا اجازت باغ میں آئے تھے ـ شریف ـ مطلق سید کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے اور خاص امام حسنؓ کی اولاد کو بھی کہا جاتا ہے ـ
2. فضولی ـ بغیر حق کے کام کرنے والا ـ یوفی ـ لغو گو ـ صد حجت ـ زبانی دلائل سے قائل کروں گا ـ لیک ـ اگر مار پیٹ کی نوبت آئی تو میں تینوں سے نہ جیت سکوں گا ـ پس ـ لہٰذا ان تینوں کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہئے اور ایک ایک کر کے نبٹنا چاہئے ـ بے اُو ـ پہلے اس کو پھر فقیہ اور شریف کو تنہا تنہا کر کے تباہ کرے ـ وثاق ـ واؤ کے کسرہ کے ساتھ، قید، واؤ کے پیش کے ساتھ، گھر ـ گلیم ـ کمبل ـ رفاق ـ رفیق کی جمع ہے، ساتھی ـ خلوت ـ یعنی تنہائی میں ـ فتویٰ ـ عوام، فقیہ کے فتوے سے حلال و حرام کا فیصلہ کرتے ہیں ـ پر دانش ـ فقیہ عقلی دلائل قائم کرتا ہے ـ

ویں¹ دگر شہزادہ و سلطانِ ماست ... سید ست از خاندانِ مصطفیٰؐ ست

یہ دوسرے ہمارے شاہ اور شہزادے ہیں ... سید ہیں (حضرت) مصطفیٰؐ کے خاندان سے ہیں

کیست آں صوفی شکم خوارِ خسیس ... تابود باچوں شما شاہاں جلیس

وہ صوفی پیٹو، کمینہ کون ہوتا ہے؟ ... کہ تم جیسے شاہوں کا ہمنشین بنے

چوں بیاید مر وُرا پنبہ کنید ... ہفتہ بر باغ و راغِ من زنید

جب آئے اُس کی روئی دھن دو ... تم ایک ہفتہ باغ اور چمن میں رہو

باغ چہ بود جانِ من آنِ شماست ... اے شما بودہ مرا چوں چشم راست

باغ کیا ہوتا ہے؟ میری جان تمہارے ملک ہے ... تم تو میری داہنی آنکھ ہو

وسوسہ کرد و مر ایشاں را فریفت ... آہ کز یاراں نمی باید شکیفت

اُس نے (اُن میں) وسوسہ پیدا کر دیا اور اُن کو دھوکا دیا ... افسوس ہے یاروں سے صبر کر لینا مناسب نہیں ہے

چوں برہ کردند صوفی را و رفت ... خصم² شد اندر پیش با چوبِ زفت

جب اُنہوں نے صوفی کو روانہ کر دیا اور وہ چلا گیا ... دشمن اُس کے پیچھے موٹی لکڑی لے کر چلا گیا

گفت اے سگ صوفی باشد کہ تیز ... اندر آئی باغِ ما تو از ستیز

بولا اے کتے! تو وہی صوفی ہے کہ تیزی سے ... تو ہمارے باغ میں جبراً اندر آتا ہے

ایں جنیدتؒ رہ نمود و بایزیدؒ ... از کدامیں شیخ و پیرت ایں رسید

یہ راستہ تجھے جنیدؒ اور بایزیدؒ نے دکھایا ہے ... کون سے شیخ اور پیر سے تجھے یہ پہنچا ہے؟

کوفت صوفی را چو تنہا یافتش ... نیم کشتش کرد و سر بشگافتش

جب صوفی کو اکیلا پایا اُس کو پیٹ ڈالا ... اُس کو ادھ موا کر دیا اور اُس کا سر پھاڑ دیا

گفت صوفی آنِ من بگذشت لیک ... اے رفیقاں پاسِ خود دارید نیک

صوفی بولا میرا وقت تو گزر گیا لیکن ... اے دوستو! اپنا خوب خیال رکھو

مر مرا اَغیار دانستید ہاں ... غیستم اغیار تَر زیں قلتباں

خبردار! تم نے مجھے غیر سمجھا ... اِس دیوث سے زیادہ میں غیر نہیں ہوں

آنچہ من خوردم شما را خوردنی ست ... وآنچنیں ضربت جزاے ہر دَنی ست

جو کچھ میں نے چکھا، تمہیں بھی چکھنا ہے ... اس طرح کی پٹائی ہر کمینہ کی سزا ہے

رفت برمن برشماہم رفتنی ست ... ایں چنیں شربت شما را خوردنی ست

مجھ پر جو گذری، تم پر بھی گذرنی ہے ... اس طرح کا شربت تمہیں بھی پینا ہے

---

1. ویں۔ یعنی شریف۔ خاندان۔ اہل بیت۔ شکم خوار۔ پیٹو۔ جلیس۔ ہم نشین۔ پنبہ کنید۔ یعنی اس کو روئی کی طرح دھن دو بعض صاحبان نے تنبہ سمجھ کر تنبیہ کا مخفف قرار دیا ہے۔ راغ۔ چمن۔ زنید۔ یعنی خیمہ زنید۔ آن۔ ملکیت۔ چشم راست۔ دائیں آنکھ زیادہ محبوب ہے۔ شکیفت۔ صبر کیا۔ برہ۔ یعنی گھر کے راستہ کی جانب۔

2. خصم۔ یعنی باغبان۔ زفت۔ موٹا۔ ستیز۔ لڑائی۔ جنید۔ بغدادی مشہور بزرگ ہیں۔ بایزید۔ بسطامی مشہور بزرگ ہیں۔ نیم کشتہ۔ ادھ موا۔ گفت۔ صوفیؒ نے پٹنے کے بعد فقیہ اور شریف سے کہا۔ قلتبان۔ دیوث، بے غیرت۔ ضربت۔ مار۔ دنی۔ کمینہ۔

ایں جہاں[1] کوہست گفت و گوئے تو
یہ دنیا پہاڑ ہے اور تیری گفتگو
چوں صداہم باز آید سوئے تو
گونج کی طرح تیری طرف لوٹتی ہے

چوں ز صوفی گشت فارغ باغباں
جب باغبان صوفی سے نبٹ لیا
یک بہانہ کرد زاں پس جنس آں
اس کے بعد اسی طرح کا ایک بہانہ کیا

کاے شریف من برو سوئے وُثاق
کہ اے میرے سید گھر کی جانب چلا جا
کہ زبہر چاشت پختم من رُقاق
اسلئے کہ میں نے ناشتہ کے لئے چپاتیاں پکائی ہیں

از درِ خانہ بگو قیماز را
دروازے میں نوکر سے کہنا
تا بیارد آں رُقاق و قاز را
تاکہ وہ چپاتیاں اور قاز لے آئے

چوں برہ کردش بگفت اے تیز بیں
جب اُس کو روانہ کر دیا بولا اے تیز نگاہ ڈالے!
تو فقیہی ظاہرست این و یقیں
تو مولوی ہے یہ ظاہر اور یقینی بات ہے

اُو شریفے می کند دعویِ سَرد
وہ سید ہونے کا بغیر دلیل دعویٰ کرتا ہے
مادرِ اُو را کہ داند تا چہ کرد
اُسکی ماں کے بارے میں کون جانتا ہے کہ اس نے کیا کیا ہے

برزن و برفعل زن دل می نہید
عورت اور عورت کے فعل پر اطمینان کرتے ہو
عقل ناقص وانگہائے اعتمید
ناقص عقل، اور پھر بھروسہ!

خویشتن را بر علیؓ و بر نبیؐ
اپنے آپ کو علیؓ اور نبیؐ سے
بستہ است اندر زمانہ بس غبی
وابستہ کر دیا ہے دنیا میں بہت سے بیوقوفوں نے

ہرکہ[2] باشد از زنا وز زانیاں
جو شخص زنا، اور زانیوں کی اولاد ہو
ایں بَرد ظن در حق رَبانیاں
وہ خدا والوں کے ساتھ ایسا گمان کرتا ہے

ہرکہ پُر گردد سَرش از چرخہا
جس کسی کا سر گھومنے سے چکرا جاتا ہے
ہمچو خودگردندہ بیند خانہ را
وہ گھر کو اپنا جیسا چکرانے والا سمجھتا ہے

آنچہ گفت آں باغبانِ بوالفضول
اُس بکواسی باغبان نے جو کچھ کہا
حالِ اُو بد دور ز اولادِ رسولؐ
خود اُس کا حال تھا، رسولؐ کی اولاد سے دور

گر نہ بودے اُو نتیجہ مُرتداں
اگر وہ مرتدوں کا نطفہ نہ ہوتا
کے چنیں گفتے برائے خانداں
خاندانِ (نبوت) کے لئے ایسا کب کہتا؟

خواند افسونہا شنیدآں را فقیہ
اُس نے منتر پڑھے، مولوی نے وہ سنے
در پئش رفت آں ستمگارِ سفیہ
وہ احمق ظالم اُس کے تابع بن گیا

---

[1] ایں جہاں۔ یعنی دنیا بمنزلہ پہاڑ کے ہے جس میں صدائے بازگشت ہوتی ہے۔ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے۔ چاشت۔ ناشتہ کا وقت۔ رقاق۔ چپاتیاں۔ قیماز۔ خادم۔ قاز۔ بَطخ۔ دعویٔ سرد۔ دعویٰ بغیر دلیل۔ برزن۔ نسب کا معاملہ عورت کے قول وفعل پر مبنی ہے۔ اعتمید۔ اعتماد۔ خویشتن۔ یعنی اس زمانہ میں بہت سے بے وقوف اپنے آپ کو آنحضورؐ اور حضرت علیؓ کی اولاد بتاتے ہیں۔

[2] ہرکہ۔ چونکہ گذشتہ شعر میں سید کے لئے باغبان کے نامناسب قول کا ذکر تھا اس لئے مولانا اظہار کرتے ہیں کہ دوسروں کو حرامی کہنا خود حرامی ہونے کی دلیل ہے۔ ربانیاں۔ یعنی اہل بیت۔ ہرکہ۔ جیسے کہ خود چکرانے والے کو گھر چکراتا نظر آتا ہے اسی طرح حرامی کو دوسرے حرامی نظر آتے ہیں۔ نتیجہ۔ یعنی اولاد و نطفہ۔ مرتد۔ دین سے منحرف ہو جانے والا۔ خانداں۔ یعنی اہل بیت۔ ستمگار۔ یعنی باغباں۔ سفیہ۔ بے وقوف۔

گفت[1] اے خر اندریں باغت کہ خواند
بولا، اے گدھے! اِس باغ میں تجھے کس نے بلایا ہے
از پیمبر ذُرّیت میراث ماند
پیمبر سے ورثہ میں تجھے چوری ملی

شیر را بچہ ہمی ماند بدو
شیر کا بچہ اُس کے مشابہ ہوتا ہے
تو بہ پیغمبرؐ چہ می مانی بگو
بتا تجھ میں پیغمبرؐ کی کیا مشابہت ہے؟

باشریف آں کرد آں دوں از کجی
کجی سے اُس کمینہ نے سید کے ساتھ وہ کیا
کہ کند با آلِ یسینؐ خارجی
جو خاندانِ نبوت کے ساتھ خارجی کرتا ہے

تا چہ کیں دارند دایم دیو و غول
دیکھو! شیطان اور بھتنے کس قدر مستقل کینہ رکھتے ہیں
چوں یزید و شمر[2] با آلِ رسول
یزید اور شمر کی طرح، رسولؐ کی اولاد کے ساتھ

شد شریف از زخم آں ظالم خراب
سید اُس ظالم کی مار سے برباد ہوا
با فقیہ اُو گفت با چشم پُرآب
آنسو بھری آنکھوں سے اُس نے مولوی سے کہا

پائدار اکنوں کہ ماندی فرد و کم
ٹھہر، اب جب کہ تو اکیلا اور کم رہ گیا
چوں دُہل شو زخم می خور بر شکم
ڈھول بن جا، پیٹ پر مار کھا

گر شریف و لایق و ہمدم نیم
میں اگر سید اور لائق اور ساتھی نہیں ہوں
از چنیں ظالم ترا من کم نیم
تیرے لئے اُس ظالم سے کم نہیں ہوں

مر مرا دادی بدیں صاحب غرض
تو نے مجھے اِس خود غرض کے سپرد کر دیا
احمقی کردی ترا بئس العوض
تو نے بیوقوفی کی، تیرے لئے برا بدلہ ہے

شد ازو فارغ بیامد کاے فقیہ
وہ اُس سے نبٹا، آیا کہ اُو مولوی!
چہ فقیہی اے تو ننگ ہر سفیہ
تو کیا مولوی ہے؟ تو تو ہر احمق کے لئے ننگ ہے

فتویت اینست اے ببریدہ دست
اے ہتھ کٹے! تیرا یہ فتویٰ ہے
کاندر آئی و نگوئی امر ہست
کہ اندر آجائے اور نہ کہے کہ اجازت ہے

ایں چنیں رخصت بخواندی در وسیط
اس طرح کا جواز تو نے وسیط میں پڑھا ہے
یا بدست ایں مسئلہ اندر محیط
یا یہ مسئلہ محیط میں ہے

ایں بگفت و دست بروے بر کشاد
یہ کہا اور اُس پر ہاتھ چھوڑ دیا
دست اُوکین دلش را داد داد
اُس کے ہاتھ نے دل کے کینہ کی خوب داد دی

گفت حقستت بزن دستت رسید
اُس نے کہا تجھے حق ہے، مار تیرا قابو چل گیا
ایں سزائے آنکہ از یاراں بُرید
یہی اُس کی سزا ہے جو دوستوں سے کٹا

---

[1] گفت۔ یعنی باغبان نے شریف سے کہا۔ میراث۔ چونکہ وہ آلِ رسول تھا۔ مانی۔ مانند ہستی۔ یٰسین۔ بعض مفسرین نے اس کو آنحضورؐ کا نام قرار دیا ہے۔ خارجی۔ وہ لوگ جو حضرت علیؓ سے منحرف ہو کر ان کی تکفیر کرنے لگے تھے۔ یزید۔ ابن معاویہ، اسی کے دورِ حکومت میں حضرت امام حسینؓ کو کربلا میں شہید کیا گیا۔

[2] شمر۔ وہ بدنصیب جو حضرت امام حسینؓ کا قاتل تھا۔ پائدار۔ ٹھہر۔ فرد۔ تنہا۔ دہل۔ ڈھول۔ ظالم۔ یعنی باغبان۔ بئس العوض۔ برا بدلہ۔ فتویت۔ فتوائے تو۔ امر۔ حکم، اجازت۔ وسیط۔ امام غزالی کی مشہور کتاب ہے۔ محیط۔ حنفی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔

من سزا وارم بایں و صد چنیں
میں اِس اور اس جیسی سینکڑوں کا مستحق ہوں
تا چرا ببریدم از یاراں بکیں
کینہ میں دوستوں سے کیوں کٹا؟

گوش کردم آں ہمہ افسوسِ[1] تو
تیری سب ملامت میں نے سنی
میزنم برسرکہ شد ناموسِ تو
سر پر (دھتڑ) مارتا ہوں کہ تیری عزت گئی

زد ورا القصہ بسیار و بخست
قصہ مختصر اُس کو بہت مارا اور چورا کر دیا
کرد بیر ونش زباغ و دربہ بست
اُس کو باغ سے نکالا اور دروازہ بند کر دیا

ہرکہ تنہا ماند از یارانِ خود
جو اپنے دوستوں سے الگ رہ گیا
ایں چنیں آید مر اُو را جملہ بد
اس طرح کی سب خرابیاں اُس پر آتی ہیں

ایں عیادت از برائے ایں صلہ ست
یہ بیمار پرسی اس تعلق کے لئے ہے
ویں صلہ از صد محبت حاملہ ست
اور تعلق سینکڑوں محبتوں کا حامل ہے

رجعت بقصۂ مریض و عیادت رفتن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مریض اور آنحضورؐ کے مریض پرسی کے لئے جانے کے قصہ کی طرف رجوع

در عیادت شد رسولِ بے ندید
بےنظیر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بیمار پرسی کیلئے روانہ ہوئے
آں صحابی را بحالِ نزع دید
اُن صحابی کو نزع کی حالت میں دیکھا

چوں شدی دور از حضورِ اولیا
جب تو اولیا کے پاس، حاضر سے دُور ہو گیا
در حقیقت گشتۂ دُور از خدا
حقیقتاً تو خدا سے دُور ہو گیا

چوں نتیجہ ہجر ہمراہاں غم ست
جب کہ ساتھیوں کی جدائی کا نتیجہ غم ہے
کے فراقِ روئے شاہاں زاں کم ست
شاہوں کے حضور سے جدائی اِس سے کب کم ہو

سایۂ شاہاں طلب ہردم شتاب
شاہوں کا سایہ طلب کر اور ہر وقت دوڑتا رہ
تاشوی زاں سایۂ بہترز آفتاب[2]
تا کہ تو اُس سایہ کی وجہ سے سورج سے بہتر ہو جائے

رَو بخسپ اندر پناہے مُقبلے
کسی با اقبال کی پناہ میں جا پڑ
بو کہ آزادت کند صاحبدلے
شاید کوئی صاحب دل تجھے آزادی دے دے

گر سفر داری بدیں نیت برو
اگر سفر کرتا ہے اِس نیت سے جا
ور حضر باشد ازیں غافل مشو
اگر اقامت ہو (تو بھی) اُس سے غافل نہ ہو

در بدری گرد و میرو کو بکو
در بدر پھر، کوچہ بکوچہ جا
جستجو کن جستجو کن جستجو
تلاش کر، تلاش کر، تلاش

---

1 افسوس۔ ملامت۔ ناموس۔ عزت۔ ہرکہ۔ مجمع اور جماعت سے علیحدگی کا یہی انجام ہوتا ہے۔ ایں عیادت۔ عیادت سے جماعتی زندگی بنتی ہے۔ بےندید۔ مثال، نظیر۔ نزع۔ جانکنی۔ چوں شدی۔ مولانا عیادت کے قصہ کو پورا کرنا چاہتے تھے لیکن اولیاء کی صحبت کی ترغیب کے بیان نے مولانا کو وہ پورا نہ کرنے دیا اور پھر صحبت اولیاء کی بات شروع کر دی۔ چوں نتیجہ۔ اگر اہل اللہ سے دوری، قرب حق سے محرومی کا سبب نہ بھی ہو تو جدائی کا غم ہی کیا کم ہے۔

2 بہترز آفتاب۔ سورج تو ظاہری نور پہنچاتا ہے اولیاء کے فیض سے باطنی نور حاصل ہوتا ہے۔ مقبلے۔ یعنی ولی اللہ۔ صاحبدل۔ ولی اللہ، اس کی صحبت، خواہشات نفسانی سے آزاد کر دیتی ہے۔ گر۔ انسان سفر میں ہو یا حضر میں، ہر حالت میں اولیاء اللہ کی صحبت کی جستجو کرے۔

ناتوانی ز اولیاءِ رو برمتاب
جہد کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
جب تک ہو سکے اولیا سے منہ نہ موڑ
کوشش کر، اور اللہ (زیادہ) بہتر جانتا ہے۔

گفتن شیخے مر بایزید[1] را کہ کعبہ منم گردِ من طواف کن

ایک شیخ کا بایزیدؒ سے کہنا کہ میں کعبہ ہوں تو میرا طواف کر لے

سوئے مکہ شیخ اُمت بایزیدؒ
از برائے حج و عمرہ می دوید
امت کے شیخ بایزیدؒ مکہ کی جانب
حج اور عمرہ کے لئے جا رہے تھے

اُو بہر شہریکہ رفتے از نخست
مر عزیزاں را بکردے باز جست
وہ جس شہر میں جاتے ابتداء
خاصانِ خدا کی تلاش کرتے

گرد می گشتے کہ اندر شہر کیست
کو بر ارکانِ بصیرت متکی ست
چکر کاٹتے کہ شہر میں کون ہے
جو طریقت کے ستونوں پر ٹیک لگائے ہو؟

گفت حق اندر سفر ہر جا روی
باید اوّل طالب مردے شوی
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جس جگہ تو سفر میں جائے
یہ چاہئے کہ ابتدا تو مرد (حق آگاہ) کا طالب بنے

قصد گنجے کن کہ ایں سود و زیاں
در تبع آید توآں را فرع داں
خزانہ کا ارادہ کر، کیونکہ یہ نفع و نقصان
تبعاً حاصل ہو جائے گا اُس کو تو فرع سمجھ

ہرکہ[2] کارد قصد گندم باشدش
کاہ خود اندر تبع می آیدش
جو بوتا ہے اُس کا قصد گیہوں کا ہوتا ہے
بھوسا تبعاً اُس کو حاصل ہو جاتا ہے

گر بکاری جو نیاید گندمے
مردے جو مردے جو مردے
تو اگر جو بوئے گا گیہوں نہ اُگے گا
کسی مرد (حق) کی تلاش کر کسی مرد (حق) کی تلاش کر کسی مرد (حق) کی

قصد کعبہ کن چو وقت حج بود
چونکہ رفتی مکہ ہم دیدہ شود
جب حج کا زمانہ ہو کعبہ کا قصد کر
جب تو پہنچے گا مکہ بھی دیکھ لیا جائے گا

قصد در معراج دید دوست بود
در تبع عرش و ملائک ہم نمود
معراج میں دوست کے دیدار کا قصد تھا
تبعاً عرش اور فرشتے بھی دکھائی دے گئے

سیّد اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتْ گفت
نیت خیرت بسے گلہا شگفت
سید (المرسلین) نے فرمایا اعمال نیتوں سے ہیں
تیری اچھی نیت سے بہت سے پھول کھلے ہیں

---

[1] بایزید۔ بسطامی مشہور ولی گزرے ہیں۔ عزیزاں۔ اولیاء اللہ۔ ارکانِ بصیرت۔ یعنی شرائط طریقت۔ متکی۔ تکیہ لگانے والا۔ گفت حق۔ یعنی اللہ نے بایزید کے دل میں الہام فرمایا۔ مرد۔ یعنی ولی اللہ۔ قصد تبع۔ یعنی سفر کا مقصد کسی ولی اللہ کی زیارت کو بنالو، سفر کے دوسرے منافع تبعاً حاصل کرو اور ان کو فرع سمجھو۔

[2] ہرکہ۔ جس طرح کاشتکار کا اصل مقصد گیہوں ہے، بھوسا ضمناً حاصل ہوجاتا ہے۔ قصد کعبہ۔ حج کا مقصد اصلی کعبہ کی زیارت ہے مکہ شہر کی تبعاً زیارت ہوجاتی ہے۔ در معراج۔ آنحضورؐ کا مقصود معراج میں دیدارِ باری تھا عرش و ملائک کا دیدار تبعاً حاصل ہوگیا۔
سید۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے، جیسی نیت ہوگی ویسا ہی اس عمل کا نتیجہ ہوگا۔

نیت[1] مومن بود بہ از عمل
مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے

ایں چنیں فرمود سلطانِ دُوَل
سلطنتوں کے بادشاہ نے اِسی طرح فرمایا ہے

حکایت خانہ ساختن مریدے و امتحانِ پیر مُرید را

ایک مرید کا مکان بنانے اور پیر کا مرید کے امتحان لینے کا قصہ

خانۂ نو ساخت روزے یک مُرید
ایک مرید نے ایک وقت نیا گھر بنایا

پیر آمد خانۂ اُو را بدید
پیر آیا، اُس نے اُس کے گھر کو دیکھا

گفت شیخ آں نو مرید خویش را
شیخ نے اپنے اِس نئے مرید سے فرمایا

امتحاں کرد آں نکو اندیش را
اُس خیر اندیش کا امتحان لیا

روزن از بہرچہ کردی اے رفیق
اے دوست! تو نے روشندان کس لئے بنایا ہے

گفت تانور اندر آید زیں طریق
اُس نے کہا تاکہ اِن راستہ سے روشنی اندر آئے

گفت آں فرع ست ایں باید نیاز
فرمایا یہ تو فرع ہے یہ طاعت کے لئے ہونا چاہئے

تا ازیں رہ بشنوی بانگ نماز
تاکہ تو اِس راستہ سے اذان سنے

نور خود اندر تبع می آیدت
روشنی تبعاً خود تیرے پاس اندر آئے گی

نیت آں را کن کہ آں می بایدت
اس کی نیت کر جس کی نیت کرنی چاہئے

بایزیدؒ اندر سفر جُستے بسے
بایزیدؒ نے سفر میں بہت تلاش کیا

تایابد خضر وقت خود کسے
تاکہ کسی اپنے وقت کے خضر کو پالے

دید پیرے باقدے ہمچوں ہلال[2]
ایک بوڑھے، ہلال جیسے قد والے کو دیکھا

یافت دروے فرِّ گفتارِ رجال
اُس میں مردانِ (حق آگاہ) کی شان اور گفتگو پائی

دیدۂ نابینا و دل چوں آفتاب
آنکھوں سے نابینا، اور دل سورج کی طرح

ہمچو فیلے دیدہ ہندستاں بخواب
اُس ہاتھی کی طرح جس نے ہندوستان کو خواب میں دیکھا ہو

چشم بستہ خفتہ بیند صد طرب
آنکھیں بند کئے ہوئے سوتا ہوا سو مستیاں دیکھتا ہے

چوں کشاید آں نہ بیند اے عجب
جب (آنکھ) کھلتا ہے تعجب ہے وہ کچھ نہیں دیکھتا

بس عجب درخواب روشن می شود
خواب میں بہت سے عجائب دیکھتا ہے

دل درونِ خواب روزن می شود
نیند میں، دل روشندان بن جاتا ہے

[1] نیت۔ حدیث شریف ہے نیته المومن خیر من عمله و عمل المنافق خیر من نیته یعنی مومن کی نیت عمل سے بھی بہتر ہوتی ہے اور منافق کا عمل نیت سے بہتر ہوتا ہے یعنی منافق جو عمل کرتا ہے اس میں فاسد نیت ہوتی ہے۔ حکایت۔ اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ عمل میں اعلیٰ مقصد کی نیت کرنی چاہئے، ادنیٰ مقصد خود بخود حاصل ہو جائے گا۔ نو مرید۔ یہ مرید ابھی شیخ کی تعلیمات سے پورا مستفید نہیں ہوا تھا۔ روزن۔ روشندان، گھر میں روشندان بناتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ اس کا مقصد ذکر اللہ اور اذان کی آمد کو قرار دے۔ روشنی روشندان سے خود حاصل ہو ہی جائے گی۔

[2] ہمچوں ہلال۔ وہ شیخ بڑھاپے کی وجہ سے خمیدہ کمر تھے۔ رجال۔ یعنی اولیاء اللہ۔ دیدہ نابینا۔ یعنی وہ شیخ دل کی آنکھوں سے عالم ملکوت کی سیر کر کے مسرور تھے جس طرح ہاتھی جو ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جا کر جب ہندوستان کو خواب میں دیکھتا ہے تو مسرور ہوتا ہے۔ چشم بستہ۔ اولیاء اللہ آنکھیں بند کر کے جب عالم ملکوت کی سیر کرتے ہیں تو ان کو عجائب قدرت نظر آتے ہیں جو آنکھیں کھولنے پر نظر نہیں آتے۔ درونِ خواب۔ یعنی جب آنکھیں بند ہوتی ہیں تو دل عالم ملکوت کا روشندان بن جاتا ہے۔

آنکہ[1] بیدارست و بیند خوابِ خوش
جو بیدار ہے اور اچھی خواب دیکھتا ہے
عارفست اُو خاکِ اُو در دیدہ کش
وہ عارف (باللہ) ہے اُسکی خاک (قدم) آنکھوں میں لگا

بایزیدؒ اُو را چو از اقطاب یافت
اُن کو بایزیدؒ نے جب قطبوں میں سے پایا
مسکنت بنمود و در خدمت شتافت
انکساری دکھائی، اور اُن کی خدمت میں دوڑے

پیشِ اُو بنشست و می پرسید حال
اُن کے سامنے بیٹھے اور احوال دریافت کئے
یافتش درویش وہم صاحب عیال
اُن کو نادار، اور عیال دار پایا

گفت عزمِ تو کجا اے بایزیدؒ
اُنہوں نے کہا، اے بایزیدؒ تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟
رخت غربت راکجا خواہی کشید
سامانِ سفر کہاں لے جائے گا؟

گفت عزمِ کعبہ دارم از وَلہ
(بایزیدؒ) نے کہا شوق کی وجہ سے کعبہ کا قصد ہے
گفت ہیں باخودچہ داری زادِ راہ
فرمایا اچھا، راستہ کا خرچہ کتنا رکھتا ہے؟

گفت دارم از درم نقرہ دویست
کہا چاندی کے دو سو درہم رکھتا ہوں
نک بہ بستہ سخت بَرگوشہ ردیست
یہ چادر کے کونے میں مضبوط بندھے ہوئے ہیں

گفت طوفی کن بگردم ہفت بار
اُنہوں نے فرمایا میرے گرد سات بار طواف کر لے
ویں نکو تر از طوافِ حج شمار
اور اُس کو حج کے طواف سے بہتر سمجھ

واں درمہا پیشِ من نِہ اے جواد
اے سخی! اور وہ درہم میرے سامنے رکھ دے
داں کہ حج کردی[2] و شد حاصل مُراد
سمجھ لے کہ تو نے حج کر لیا اور مقصد پورا ہو گیا

عُمرہ کردی عمر باقی یافتی
تو نے عمرہ کر لیا اور باقی رہنے والی زندگی حاصل کر لی
صاف گشتی برصفا بشتافتی
تو پاک ہوگیا (کوہ) صفا پر (بھی) دوڑ لیا

حقِ آں حقے کہ جانت دیدہ است
اُس خدا کی قسم جس کو تیری روح نے دیکھا ہے
کہ مرا بربیت خود بگزیدہ است
کیا اُس نے اپنے گھر پر مجھے فضیلت بخشی ہے

کعبہ ہرچندیکہ خانہ بِرِّ اُوست
ہرچند کہ کعبہ اس کی عبادت کا گھر ہے
خلقتِ من نیز خانہ سرِّ اُوست
میرا وجود بھی اس کے اسرار کا گھر ہے

تابکرد آں خانہ را در وے نرفت
جب سے اس نے وہ گھر بنایا ہے اس میں نہیں گیا ہے
واندریں خانہ بجز آں حیّ نرفت
اور اس گھر میں اس حیّ (و قیومؒ) کے علاوہ کوئی نہیں گیا ہے

---

[1] آنکہ۔ اولیاء اللہ بیداری میں آنکھیں بند کر کے وہ حسین منظر دیکھتے ہیں جو عام انسان کو خواب میں نظر آجایا کرتے ہیں۔ یافتش۔ وہ شیخ تنگدست تھے اور عیالداری بہت تھی۔ ولہ۔ عشق، شوق۔ ردیست۔ رواست۔ طوفی کن۔ شیخ کا بایزید کو اپنے طواف کا حکم دینا غلبہ حال میں تھا ورنہ طواف بنظر عبادت کعبہ کے علاوہ جائز نہیں ہے۔ نکوتر از حج۔ بایزید کا نفلی حج ہوگا، اس لئے یہ فرمایا، ایسی صورت میں حج سے بہتر حاجتمند اولیاء پر صرف کر دینا ہے۔

[2] حج کردی۔ کیونکہ اس صورت میں حج سے زیادہ ثواب مل جائے گا۔ عمر باقی۔ ابدی زندگی۔ صفا۔ کوہ صفا پر سعی کرنے سے باطنی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ مرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ مومن تجھ سے افضل ہے۔ کعبہ۔ یعنی عبادت خانہ ہے۔ خانہ سر۔ یعنی اسرار الٰہی کا مخزن ہے۔ تا بکرد۔ یعنی حضرت حق جل مجدہ کو جو تعلق قلب مومن سے ہے وہ تعلق کعبہ سے نہیں ہے، اسی لئے قلب مومن تجلیاتِ باری کا زیادہ مظہر ہے۔

چوں مرا[1] دیدی خدا را دیدۂ
جب تو نے مجھے دیکھا تو گویا خدا کو دیکھا ہے

گردِ کعبۂ صدق بر گردیدۂ
سچائی کے کعبہ کے گرد تو نے طواف کیا ہے

خدمت من طاعت و حمد خداست
میری خدمت اللہ (تعالیٰ) کی عبادت اور حمد ہے

تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
خبردار! کبھی نہ سمجھنا کہ اللہ (تعالیٰ) مجھ سے جدا ہے

چشم نیکو باز کن درمن نگر
اچھی طرح آنکھ کھول، مجھے دیکھ

تا بہ بینی نورِ حق اندر بشر
تاکہ تو بشر میں اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھے

بایزیدا کعبہ را دریافتی
اے بایزیدؒ! تو نے کعبہ پا لیا

صد بہاء و عز و صد فریافتی
سینکڑوں رونقیں اور عزتیں سینکڑوں شان و شوکت پالی ہیں

کعبہ را یکبار "بیتی" گفت یار
دوست (اللہ تعالیٰ) نے کعبہ کو ایک بار "میرا گھر" کہا ہے

گفت "یاعَبدِی" مرا ہفتاد باد
مجھے ستر بار "اے میرے بندے" کہا ہے

بایزیدؒ آں نکتہا را ہوش داشت
(حضرت) بایزیدؒ نے اُن نکتوں کو یاد کر لیا

ہمچو زرّیں حلقہ اش در گوش داشت
سونے کے بالے کی طرح اُن کو کان میں پہنا

آمد[2] از وے بایزیدؒ اندر مزید
اُن سے بایزیدؒ بڑھوتری میں پہنچے

منتہی در منتہی آخر رسید
کامل (مرید) مرتبۂ کمال میں پہنچے

دانستنِ پیمبر کہ سبب رنجوریِ آں شخص گستاخی بودہ است در دعا

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جان لینا کہ اُس شخص کی بیماری کا سبب دعا میں گستاخی تھی

چوں پیمبر دید آں بیمار را
جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُس بیمار کو دیکھا

خوش نوازش کرد یارِ غار را
سچے دوست پر اچھی نوازش کی

زندہ شد چوں اُو پیمبرؐ را بدید
جب اُس نے پیغمبرؐ کو دیکھا اِس میں جان پڑ گئی

گوئی آں دم حق مر اُو را آفرید
تو کہے گا اللہ نے اُسی وقت اُس کو پیدا فرمایا ہے

گفت بیماری مرا ایں بخت داد
اُس نے کہا بیماری نے مجھے یہ نصیبہ دیا

کامد ایں سلطانِ برمن با مداد
کہ صبح صبح یہ شاہ میرے پاس آئے

تا مرا صحت رسید و عافیت
یہاں تک کہ مجھے صحت اور آرام حاصل ہو گیا

از قدومِ ایں شہ پُرخاصیت
اِس پُر خاصیت شاہ کی تشریف آوری سے

---

1. چوں مرا۔ اتحاد کی وجہ سے اہل اللہ کی زیارت گویا خدا کی زیارت ہے۔ بایزیدا۔ یعنی میری زیارت کعبہ کی زیارت ہے۔ کعبہ را۔ قرآن میں مذکور ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمایا گیا۔ "طہرا بیتی" "تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو۔ یا عبدی۔ مومن جب بھی سورہ فاتحہ پڑھتا ہے اور اھدنا الصراط المستقیم "ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما پر پہنچتا ہے" تو حضرت حق کی جانب سے کہا جاتا ہے لعبدی ما سال میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے مانگا۔

2. آمد۔ اس گفتگو سے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات بڑھے پہلے بھی ولایت کا کمال حاصل تھا، اس گفتگو سے مزید کمال حاصل ہوا۔ یارِ غار۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ، چونکہ غارِ ثور میں ہجرت کے وقت آنحضور ﷺ کے ساتھ تھے، سچا دوست۔ زندہ۔ یعنی ان صحابی کو از سر نو زندگی ملی ہے۔ سلطان۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بامداد۔ صبح کا وقت۔ پُر خاصیت۔ بعض نسخوں میں بے حاشیت یعنی بے خادموں کے شہنشاہ۔

اے خجستہ[1] رنج و بیماری و تب
مبارک ہے مرض، اور بیماری اور بخار
اے مبارک درد و بیداریِ شب
مبارک ہے درد اور یہ رات کا جاگنا

نک مرا در پیری از لطف و کرم
یہ کہ لطف و کرم سے بڑھاپے میں
حق چنیں رنجوریِ داد و سقم
اللہ تعالیٰ نے ایسی بیماری اور مرض عنایت کیا

دردِ پشتم داد تامن ہم ز خواب
کمر میں درد عطا کیا تاکہ میں نیند سے
برجہم برنیم شب لابد شتاب
لا محالہ جلدی سے آدھی رات کو اُٹھ بیٹھوں

تانہ خسپم جملہ شب چوں گاؤ میش
تاکہ تمام رات بھینس کی طرح نہ سوؤں
دردہا بخشید حق از لطف خویش
اللہ (تعالیٰ) نے اپنی مہربانی سے ایسے درد عطا کئے

زیں شکست آں رحم شاہاں جوش کرد
اِس شکستگی کی وجہ سے شاہ کا وہ رحم جوش میں آ گیا
دوزخ از تہدید من خاموش کرد
کہ دوزخ کو میرے ڈرانے سے چپ کر دیا

رنج گنج آمد کہ رحمتہا دروست
مرض، خزانہ بنا کیونکہ اُس سے رحمتیں ہیں
مغز تازہ شد چو بخراشید پوست
جب چھلکا چھیلا تازہ مغز نکل آیا

اے برادر موضع تاریک و سرد
اے بھائی تاریک اور سرد مقام میں
صبر کردن برغم و سستی و درد
غم اور سستی اور درد پر صبر کرنا

چشمۂ حیوان و جامِ مستی است
آبِ حیات کا چشمہ اور مستی کا جام ہے
کاں بلندیہا[2] ہمہ در پستی است
اِس لئے کہ تمام بلندیاں پستی میں (مضمر) ہیں

آں بہاراں مضمرست اندر خزاں
بہاریں خزاں میں پوشیدہ ہیں
پُر بہارست ایں خزاں مگریز ازاں
یہ خزاں پُر بہار ہے اُس سے گریز نہ کر

ہمرہِ غم باش و باوحشت بساز
غم کا ساتھی بن اور وحشت سے نباہ
می طلب در مرگِ خود عمر دراز
اپنی موت میں دراز زندگی تلاش کر

آنچہ گوید نفس تو کاینجا بدست
تیرا نفس کچھ بھی کہے کہ یہاں برائی ہے
مشنوش چوں کارِ اُو ضد آمدست
اُس کی نہ سن کیونکہ اُس کا کام بالعکس ہے

تو خلافش کن کہ از پیغمبراں
تو اُس کے خلاف کر کیونکہ پیغمبروں کی جانب سے
ایں چنیں آمد وصیت در جہاں
دنیا میں وصیت اِسی طرح آئی ہے

مشورت درکارہا واجب شود
کاموں میں مشورہ ضروری ہے
تا پشیمانی در آخر کم بود
تاکہ انجام کار پشیمانی نہ ہو

---

1. خجستہ۔ وہ بیماری جو رحمتوں کا سبب بنے، مبارک ہے۔ نک۔ یہ بیماری عیادتوں کا سبب بن گئی، دردِ کمر کی وجہ سے لا محالہ رات کو اٹھ بیٹھتا ہوں اور تہجد پڑھتا ہوں۔ زیں شکست۔ بیماری کے مبارک ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے دوزخ کے عذاب سے نجات مل گئی۔ مغز۔ بیماری غفلت کے پردے چاک کر دیتی ہے اور روح تازہ ہو جاتی ہے۔ اے برادر۔ مرض کی تکلیف پر صبر کرنا رحمتوں کا سبب ہے۔
2. بلندیہا۔ مراتب کی بلندیاں مصائب کی پستیوں میں پوشیدہ ہیں۔ ہمرہ۔ غم وحشت پر صبر کرنے سے ابدی زندگی حاصل ہوگی۔ نفس۔ نفس امارہ ہمیشہ برائی کی طرف راغب کرتا ہے، اس کے مشورے کے خلاف عمل کرو۔ خلافش کن۔ نفس امارہ کے خلاف کرنے کی تمام انبیاء نے وصیت و نصیحت کی ہے۔ مشورت۔ بیشک شرعی طور پر مشورہ کرنے کا حکم ہے مشورے سے انجام کی پشیمانی سے نجات ملتی ہے لیکن نفس سے مشورہ مناسب نہیں ہے۔

حیلہا[1] کردند بسیار انبیا — تا کہ گرداں شد بریں سنگ آسیا
نبیوں نے بہت سی تدبیریں کی ہیں — تب اِس پاٹ پر چکی چلی ہے

نفس می خواہد کہ تا ویراں کند — خلق را گمراہ و سرگرداں کند
نفس چاہتا ہے کہ تباہ کر دے — مخلوق کو گمراہ اور پریشان کر دے

گفت اُمت مشورت با کہ کنیم — انبیاء گفتند با عقل امیم
اُمت نے دریافت کیا ہم کس سے مشورہ کریں؟ — انبیاء نے فرمایا رہبر عقل سے

گفت اگر کودک در آید یا زنے — کو ندارد عقل ورای روشنے
دریافت کیا اگر بچہ یا عورت سامنے آئے — جس میں عقل اور روشن رائے نہیں ہے

گفت با اُو مشورت کن وانچہ گفت — تو خلافِ آں کن و در راہ اُفت
فرمایا اس سے مشورہ کر اور جو وہ کہے — تو اس کے خلاف کر، اور چل پڑ

نفس خود را زن شناس از زن بتر — زانکہ زن جزوست نفست کل شر
اپنے نفس کو عورت سمجھ، عورت سے (بھی) بدتر — اِس لئے کہ عورت جزو ہے اور تیرا نفس پورا شر ہے

مشورت با نفس خود گرمی کنی — ہرچہ گوید کن خلافِ آں دنی
اگر تو اپنے نفس سے مشورہ کرے — جو وہ کہے اُس کمینہ کے خلاف کر

گر نماز[2] و روزہ می فرمایدت — نفس مکارست مکرے زایدت
اگر وہ تجھے نماز اور روزہ کا حکم دے — نفس مکار ہے تجھ سے کوئی مکر کر رہا ہے

مشورت با نفس خویش اندر فعال — ہرچہ گوید عکس آں باشد کمال
کاموں میں اپنے نفس سے مشورہ (کر سکتے ہو) — وہ جو کچھ کہے اُس کے بالعکس (کرنا) کمال ہے

برنیائی بادے و استیز اُو — رو بر یارے بگیر آمیز اُو
(اگر) اُس سے اور اُس کی لڑائی میں نہ جیتے — کسی یار کے پاس جا اُس سے میل جول کر

عقل قوت گیرد از عقل دگر — نیشکر کامل شود از نیشکر
عقل، دوسری عقل سے طاقت حاصل کر لیتی ہے — نیشکر، نیشکر سے کامل ہوتی ہے

من زمکر نفس دیدم چیزہا — کو بُرد از مکر خود تمیزہا
میں نے نفس کے مکر سے بہت سی باتیں دیکھی ہیں — وہ اپنے مکر کے ذریعہ (اچھے برے کی) تمیز ختم کر دیتا ہے

وعدہا بدہد ترا تازہ بدست — کو ہزاراں بار آنہا را شکست
تیرے ہاتھ میں تازہ تازہ وعدے دیتا ہے — جن کو اُس نے ہزاروں بار توڑا ہے

---

1. حیلہا۔ انبیاء اور رسولوں کی تدبیروں سے لوگ ہدایت یافتہ بنے ہیں۔ نفس۔ نفس امارہ راہ ہدایت کے خلاف مشورہ دے کر برباد کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ مشورہ عقل سلیم والے سے کرنا چاہیئے۔ امیم۔ امام کا امالہ ہے۔ گفت۔ شرعی حکم ہے کہ بچہ اور عورت کا مشورہ قابل قبول نہیں ہے۔ نفس خود۔ عورت کا مشورہ جبکہ نا قابل قبول ہے تو نفس کا اس سے بھی زیادہ نا قابل قبول ہونا چاہیئے۔ دنی۔ کمینہ۔

2. گر نماز۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہو کہ تو سمجھ لے کہ اب نفس مطمئنہ ہو گیا ہے اور مجاہدات کو ترک کر دے۔ برنیائی۔ اگر انسان خود نفس کا مقابلہ نہ کر سکے تو شیخ کی مدد حاصل کر لے۔ عقل۔ مرید کی عقل شیخ کی عقل کے ساتھ مل کر قوی ہو جائے گی۔ نے شکر۔ گنا اگر کسی اور کھیت میں بویا جائے تو اچھا نہ ہوگا بعض نسخوں میں پیشہ گر ہے یعنی عام پیشوں میں بھی استاد سے ہی کمال حاصل ہوتا ہے۔ تمیزہا۔ نفس اچھے برے کی تمیز ختم کر دیتا ہے۔

عمر[1] اگر صد سال خود مہلت دہد — اُوت ہر روزے بہانہ نونہد
عمر اگر سو سال کی بھی فرصت دے — وہ تجھے ہر روز نیا بہانہ سکھائے گا

گرم گوید وعدہائے سرد را — جادوے مردی بہ بندد مرد را
غلط وعدوں کو دُرست بنائے گا — قوت مردی کا جادو مردی کو ختم کر دیتا ہے

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا — کہ نہ روید بے تو از شورہ گیا
اے ضیاء الحق حسام الدین! آ جا — کہ تیرے بغیر شور زمین سے گھاس نہیں اُگتی

از فلک آویختہ شد پردۂ — از پئے نفرین دل آزردۂ
آسمان سے ایک پردہ لٹکا دیا گیا ہے — درد مند دل کی ملامت کے لئے

ایں قضا را ہم قضا داند علاج — عقلِ خلقاں در قضا گیج ست و کاج
اس تقدیر کا علاج بھی تقدیر ہی جانتی ہے — تقدیر کے معاملہ میں مخلوق کی عقل پراگندہ اور بھینگی ہے

اژدہا[2] گشت ست آں مارِ سیاہ — آنکہ کرمے بود افتادہ براہ
وہ کالا سانپ، اژدہا بن گیا — جو راستہ میں پڑا ہوا ایک کیڑا تھا

اژدہا و مار اندر دست تو — شد عصا اے جانِ موسیٰؑ مست تو
تیرے ہاتھ میں اژدہا اور سانپ — لاٹھی بن گیا اے وہ کہ (حضرت) موسیٰؑ کی جان تجھ سے مست ہے

حکم خُذْھَا لَا تَخَفْ دادت خدا — تابدستت اژدہا گردد عصا
خدا نے تجھے ''اُس کو پکڑ لے، نہ ڈر'' کا حکم دیا ہے — تاکہ تیرے ہاتھ میں اژدہا لاٹھی بن جائے

ہیں ید بیضا نما اے بادشاہ — صبح نو بکشاز شبہائے سیاہ
ہاں، اے بادشاہ ید بیضا دکھا دے — کالی راتوں میں سے نئی صبح نمودار کر دے

دوزخے افروخت بروے دم فسوں — اے دمِ تو از دمِ دریا فزوں
اُس (نفس) نے دوزخ بھڑکا دی ہے، اُس پر پھونک مار دے — اے وہ کہ تیری پھونک دریا کی ہمت سے بڑھ کر ہے

بحر مکارست و بنمودہ کفے — دوزخ ست از مکر بنمودہ تفے
(وہ نفس) مکار سمندر ہے، جھاگ دکھائی دیتا ہے — دوزخ ہے مکر سے (معمولی) حرارت دکھائی دیتا ہے

---

[1] عمر۔ انسان کی طویل عمر میں بھی نفس ہر روز ایک بہانہ نیکی نہ کرنے کا تراش دیتا ہے۔ وعدہائے سرد۔ پرانے وعدے جو پورے نہیں ہوئے۔ جادو۔ مشہور ہے کہ جادو کے ذریعہ مرد کو عورت سے باندھ دیا جاتا ہے پھر وہ مرد عورت کے قابل نہیں رہتا، یعنی نفس ایسا جادو کر دیتا ہے کہ نیکی پر قدرت نہیں رہتی۔ از شورہ۔ شوریلی زمین میں گھاس اگانا بہت مشکل ہے لہٰذا ہر مشکل کام کے لئے یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔ از فلک۔ نفس کی مکاریوں کا ایک پردہ ہے جو آسمان سے آویزاں ہے تاکہ جتلا ملامت کا مستحق بنے۔ ایں قضا۔ نفس کی مکاریاں بھی قضاءِ خداوندی سے ہیں تو قضاءِ خداوندی ہی اس کا علاج کر سکتی ہے، انسانی عقل اس کے علاج سے عاجز ہے۔ گیج۔ پراگندہ، پریشان۔ کاج۔ بھینگا۔

[2] اژدہا۔ نفس ایک معمولی کیڑا تھا، سانپ بنا، سانپ سے اژدہا بن گیا۔ دست تو۔ یعنی ضیاء الحق حسام الدین کو اللہ نے وہ روحانیت دی ہے جس کے ذریعے وہ نفس کو راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔ خذہا۔ قرآن میں ہے خذھا و لا تخف جب موسیٰ کی لاٹھی سانپ بن گئی تو وہ ڈرے تب حکم ہوا کہ اس کو پکڑ لو اور نہ ڈرو۔ ید بیضا۔ موسیٰ نے بغل میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ سفید چمکیلا بن کر نکلا تھا یعنی ضیاء الحق تم بھی اپنی روشن ضمیری سے کام لے کر نفس کی اصلاح کر دو۔ اے دمِ تو۔ اے ضیاء الحق تمہارا پھونکنا اس دوزخ کی آگ کو بجھانے میں سمندر سے بھی زیادہ ہے۔ بحر۔ نفس بظاہر حقیر معلوم ہوتا ہے لیکن شدید تباہی کا سبب ہے۔ کف۔ سمندر کا جھاگ۔ تف۔ گرمی۔

زاں نماید[1] مختصر در چشم تو
تیری نگاہ میں اِس وجہ سے مختصر نظر آتا ہے
تا زبوں بینیش جنبد خشم تو
تا کہ تو اُس کو حقیر سمجھے اور تیرا غصہ حرکت میں آجائے

ہمچناں کہ لشکر انبوہ بود
جیسا کہ لشکر بہت تھا
مر پیمبر را بہ چشم اندک نمود
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں مختصر نظر آیا

تا براِیشاں زد پیمبر بے خطر
یہاں تک کہ پیغمبرؐ نے اُس پر بلا جھجک حملہ کر دیا
ور فزوں دیدے ازاں کر دے حذر
اگر زیادہ دیکھتے . اُس سے ہچکچاتے

آں نمایش بود . فضل ایزدی
یہ دکھاوا اللہ تعالیٰ کا کرم تھا
احمداً وَرنہ تو بد دل می شدی
ورنہ اے احمدؐ! تم بددل ہو جاتے

کم نمود اُو را و اصحاب وُرا
اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو کم دکھایا
آں جہاد ظاہر و باطن خدا
اللہ (تعالیٰ) نے ظاہری و باطنی جہاد

تا میسر کرد یسرے را برُو
یہاں تک کہ آپؐ کو سہولت میسر کر دی
تا زعسرے اُو نگر دانید رُو
جب کہ اُنہوں نے دشواری سے منہ نہ موڑا

کم نمودن[2] مر وُرا پیر وز بود
اُن کو کم دکھانا کامیابی تھی
زاں نمودن روزِ اُو نوروز بود
اسلیئے کہ اِس طرح دکھانا اُن کے لئے عید کا دن تھا

کم نمودن بس خجستہ روز بود
کم دکھانا بہت مبارک . دن تھا
کہ حقش یار و طریق آموز بود
کیونکہ (اللہ تعالیٰ) اُن کا دوست اور راہنما تھا

آنکہ حق پشتش نباشد در ظفر
وہ شخص جس کا کامیابی میں خدا مدد گار نہ ہو
دانکہ خرگوشش نماید شیر نر
سمجھ لے اُس کو خرگوش نرشیر نظر آتا ہے

وائے گر صد را یکے بیند ز دور
اُس پر افسوس ہے اگر دور سے سو کو ایک سمجھ بیٹھے
تا بچالش اندر آید از غرور
تا کہ دھوکے میں حملہ کر بیٹھے

زاں نماید ذوالفقارے حربۂ
چونکہ اُس کو ذوالفقار ایک نیزہ نظر آتی ہے
زاں . نماید شیر نرچون گربۂ
چونکہ اُس کو نرشیر ایک بلی نظر آتی ہے

تا دلیر اندر فتد احمق بجنگ
تا کہ بیوقوف ہمت کر کے جنگ کر بیٹھے
واندر آرد شاں بدیں حیلت بچنگ
اور خدا اُن کو تدبیر سے پنجے میں پکڑ لے

---

1. زاں نماید۔ اللہ کا کرم ہے کہ نفس تمہیں چھوٹا نظر آتا ہے ورنہ اس سے مقابلہ کی ہمت چھوڑ بیٹھتے۔ ہمچناں۔ جنگ بدر میں دشمنوں کو حقیر کر کے دکھانے کی بھی مصلحت خداوندی تھی۔ تا۔ اگر کافروں کی فوج زیادہ نظر آتی تو حملہ کرنے میں پس و پیش کرنا پڑتا۔ نمائش۔ یعنی تھوڑا کر کے دکھانا۔ آں جہاد۔ جنگ بدر کا جہاد باطنی بھی تھا اور جسمانی بھی۔ یسر۔ سہولت، نرمی۔ عسر۔ سختی، دشواری۔

2. کم نمودن۔ جنگ بدر میں آنحضورﷺ کو دشمن کم نظر آئے یہی فتحمندی کا سبب بنا جس سے خوشی حاصل ہوئی۔ کہ حقش۔ یہ کم نظر آنا اللہ کا کرم تھا۔ آنکہ۔ اللہ کی مدد جس کے شامل حال نہ ہو، اس کو دشمن کی تعداد زیادہ نظر آتی ہے اور وہ دشمن کو قوی سمجھتا ہے۔ وائے۔ دشمنوں کا کم نظر آنا کبھی اللہ کے کرم سے ہوتا ہے اور کبھی قہر سے، کفار کے ساتھ قہر کا معاملہ تھا تا کہ دھوکا کھا کر جنگ میں کود پڑیں اور شکست کھائیں۔ ذوالفقار۔ حضرت علیؓ کی تلوار کا نام ہے۔ حربہ۔ نیزہ۔

تا بپائے خویش باشد آمدہ — آں قلیواں[1] جانب آتشکدہ

تاکہ اپنے پیروں سے آئے ہوئے ہوں — آگ کی بھٹی کی جانب وہ بیوقوف

کاہ برگے می نماید تا تو زود — پف کنی او را برانی از وجود

گھاس کا تنکا نظر آتا ہے، تاکہ تو جلد — پھونک مار دے اور اس کو فنا کر دے

ہیں کہ آنکہ کوہہا برکندہ است — زو جہاں گریان و او در خندہ است

خبردار! وہ ایسا ہے کہ اس نے پہاڑوں کو اکھاڑ دیا ہے — جہان اس کی وجہ سے روتا ہے اور وہ ہنستا ہے

می نماید تا بہ کعب ایں آبِ جو — صد چو عوج بن عنق شد غرقِ او

یہ نہر کا پانی ٹخنے تک نظر آتا ہے — عوج بن عنق جیسے سینکڑوں اس میں ڈوب گئے ہیں

می نماید[2] موج خونش تل مشک — می نماید قعرِ دریا خاک خشک

اس کو خون کی موج مشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے — (اس کو) دریا کی گہرائی خشک زمین نظر آتی ہو

خشک دیدآں بحر را فرعونِ کور — تا در و راند ز سَر مستی و زور

اندھے فرعون نے اس دریا کو خشک دیکھا — یہاں تک کہ مستی اور طاقت سے اس میں گھس پڑا

چوں درآید در تگ دریا بود — دیدۂ فرعون کے بینا بود

جب گھس جاتا ہے دریا کی تہ میں ہوتا ہے — فرعون کی آنکھ کب دیکھتی ہے؟

دیدہ بینا از لقائے حق شود — حق کجا ہمرازِ ہر احمق شود

اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات سے آنکھ بینا بنتی ہے — اللہ (تعالیٰ) ہر احمق کا ہمراز کب بنتا ہے؟

قند بیند خود شود زہر قتول — راہ بیند خود بود آن بانگ غول

شکر سمجھتا ہے، وہ خود قاتل زہر ہوتی ہے — وہ (ٹھیک) راستہ سمجھتا ہے وہ چھلاوے کی آواز ہوتا ہے

اے فلک در فتنۂ آخر زماں — تیزی گردی بدہ آخر اماں

اے آسمان! تو آخری زمانے کے لئے فتنے میں — تیزی سے گھومتا ہے آخر (کچھ تو) امن دے

خنجر تیز تو اندر قصد ما — نیشِ زہر آلودۂ در قصدِ ما

تیرا تیز خنجر ہمارے قتل کے درپے ہے — زہر آلود نشتر ہمارے (مارنے کے) درپے ہے

اے فلک از رحم حق آموز رحم — بردلِ موراں مزن چوں مارِ زخم

اے آسمان! اللہ (تعالیٰ) کے رحم سے رحم کرنا سیکھ — چیونٹیوں کے دل پر سانپ کی طرح نہ کاٹ

حق آنکہ چرخۂ چرخِ ترا — کرد گرداں برفرازِ ایں سرا

اس ذات کا واسطہ جس نے تیرے گنبد کے چرخے کو — اس گھر پر گھمایا ہے

---

1. قلیواں۔ قلیو کی جمع ہے، احمق۔ آتشکدہ۔ آگ کی بھٹی۔ کاہ برگے۔ برگِ کاہ، یعنی مبتدی کو نفس ایک حقیر چیز معلوم ہوتا ہے اور اس کی اصلاح کو معمولی بات سمجھتا ہے حالانکہ وہ بہت خطرناک ہے۔ پف۔ پھونک۔ برانی از وجود۔ راندن، فنا کر دینا۔ ہیں۔ نفس نے بڑے بڑے انسانوں کو تباہ کیا ہے۔ می نماید۔ یہ نفس کی مثال ہے کہ بظاہر معمولی دریا معلوم ہوتا ہے لیکن بڑے سے بڑے انسان کو ڈبو دیتا ہے۔

2. می نماید۔ اس نفس کی خون کی موج، مشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے۔ تل۔ ٹیلہ۔ قعر۔ گہرائی۔ تگ۔ تہ۔ دیدہ بینا۔ بصیرت اہل حق کو حاصل ہوتی ہے۔ فرعون احمق اس کا مستحق نہ تھا۔ قتول۔ بہت زیادہ قاتل۔ غول۔ چھلاوا جو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔ نیش۔ نشتر۔ موراں۔ چیونٹیاں۔ مار۔ سانپ۔ حق۔ یہ قسم ہے اس کا جواب اگلا شعر ہے۔ سرا۔ یعنی دنیا۔

که دگرگوں[1] گردی و رحمت کنی ‏ ‏ پیش ازاں که بیخ ما را برکنی

کہ دوسرے طریقہ پر گھوم اور رحم کر ‏ ‏ اس سے قبل کہ تو ہمیں تباہ کرے

حق آنکه دایگی کردی نخست ‏ ‏ تا نہالِ ماز آب و خاک رُست

اُس کا واسطہ کہ تو نے پہلے پرورش کی ‏ ‏ یہاں تک کہ ہمارا پودا پانی اور مٹی سے اُگا

حق آں شه که تُرا صاف آفرید ‏ ‏ کرد چندیں مشغلہ در تو پدید

اُس شاہ کا واسطہ جس نے تجھے شفاف پیدا کیا ‏ ‏ اور اِس قدر مشعلیں تجھ میں پیدا کیں

آنچناں معمور و باقی داشتت ‏ ‏ تاکہ دہری از ازل پنداشتت

تجھے اس قدر آباد اور باقی رکھا ‏ ‏ کہ دہریہ نے تجھے ازلی سمجھا

شکر دانستیم آغازِ تُرا ‏ ‏ انبیاء گفتند آں رازِ تُرا

(خدا کا) شکر ہے، ہم تیری ابتدا کو سمجھ گئے ‏ ‏ انبیاء نے تیرا راز کہہ دیا

آدمی داند که خانه حادث[2] ست ‏ ‏ عنکبوتے نے که دروے عابث ست

آدمی سمجھتا ہے کہ مکان نو پیدا ہے ‏ ‏ مکڑی نہیں، جو اُس میں کھیل رہی ہے

پشه کے داند که ایں باغ از کیست ‏ ‏ کو بہاراں زاد و مرگش در دَیست

مچھر کیا جانے کہ یہ باغ کب سے ہے؟ ‏ ‏ اِسلئے کہ وہ موسم بہار میں پیدا ہوا اُسی میں اُسکی موت ہے

کرم کاندر چوب زاید ست حال ‏ ‏ کے بداند چوب را وقت نہال

ست حال کیڑا جو لکڑی میں پیدا ہوا ‏ ‏ وہ پودا ہونے کے وقت سے لکڑی کو کب جانتا ہے؟

وَر بداند کرم از ماہیتش ‏ ‏ عقل باشد کرم باشد صورتش

اور اگر کیڑا اُس کی حقیقت کو جان لے ‏ ‏ وہ عقل ہو گا، اُس کی صورت کیڑے کی ہو گی

عقل خود را[3] می نماید رنگہا ‏ ‏ چوں پری دور ست زاں فرسنگہا

عقل اپنے آپ کو مختلف رنگوں میں ظاہر کرتی ہے ‏ ‏ پری کی طرح، پری سے (بھی) کوسوں دور ہے

از ملک بالاست چه جائے پری ‏ ‏ تو مگس پَری به پستی می پَری

پری کیا چیز ہے، فرشتوں سے (بھی) بالا ہے ‏ ‏ تو مکھی کے پر رکھتا ہے پستی کی طرف پرواز کرتا ہے

---

1. کہ دگرگوں۔ یعنی تیری گردش ہماری تباہی کے لئے نہ ہو۔ حق آنکہ۔ زمانہ نے ہمیں پرورش کیا ہے۔ یہ مولانا نے عام شاعرانہ انداز اختیار فرمایا ہے ورنہ زمانہ کی گردش نہ آبادی کا سبب ہے نہ بربادی کا۔ مشعلہ۔ یعنی ستارے۔ معمور۔ آباد۔ دہری۔ وہ شخص جو خدا کے وجود کا قائل نہ ہو اور تمام مادی تصرفات کو خود مادہ کی طرف منسوب کرے۔ شکر۔ یعنی خدا کا شکر ہے۔ راز۔ یعنی آسمان کا نو پیدا ہونا۔
2. حادث۔ نو پیدا۔ عنکبوت۔ مکڑی ہی اپنے جالے کو ازلی سمجھ سکتی ہے۔ عابث۔ لغو کام کرنے والا۔ پشہ۔ مچھر، باغ کی ابتدا اور انتہا سے ناواقف ہوتا ہے۔ کرم۔ کیڑا، وہ کیڑا جو درخت کی لکڑی میں پیدا ہوتا ہے وہ اس درخت کی ابتدا سے ناواقف ہوتا ہے۔ نہال۔ پودا۔ عقل۔ وہ کیڑا جو درخت کے حادث ہونے کو سمجھ جائے بظاہر کیڑا ہے لیکن دراصل وہ عقل مجسم ہے۔
3. عقل خود را۔ عقل ایک مجرد چیز ہے جو کیڑے کی شکل میں متشکل ہو سکتی ہے جیسے جن اور پری بلکہ وہ پری سے بھی بہت زیادہ لطیف چیز ہے۔ از ملک۔ عقل، فرشتہ سے بھی زیادہ مجرد ہے۔ تو مگس۔ دہریہ اور عام انسان کی عقل کی پرواز مکھی کی طرح پستی کی طرف ہے جو عالم کے حادث ہونے کی طرف پرواز نہیں کرتی ہے۔

گرچہ[1] عقلت سوئے بالائی پَرَد
اگرچہ تیری عقل (عالم) بالا کی طرف پرواز کرتی ہے
مرغِ تقلیدت بہ پستی می چرد
تیری تقلید کا پرندہ نیچے کی طرف چگتا ہے

علمِ تقلیدی و بالِ جانِ ماست
تقلیدی علم ہمارا وبال جان ہے
عاریہ است و ما نشستہ کآنِ ماست
وہ مانگی ہوئی چیز ہے اور ہم (مطمئن) بیٹھے ہیں کہ یہ ہماری ملکیت ہے

زیں خرد جاہل ہمی باید شدن
اس عقل سے بیگانہ ہو جانا چاہئے
دست در دیوانگی باید زدن
دیوانگی اختیار کر لینی چاہئے

ہرچہ بینی سودِ خود زاں می گریز
جس کو تو اپنا فائدہ سمجھتا ہے اُس سے گریز کر
زہر نوش ، آبِ حیواں را بریز
زہر پی لے، آبِ حیات کو بہا دے

ہرکہ بستاید[2] ترا دشنام دہ
جو تیری تعریف کرے اُس کو بُرا بھلا کہہ
سود و سَرمایہ بمفلس وام دہ
نفع اور سرمایہ مفلس کو قرض دے دے

ایمنی بگذار و جائے خوف باش
امن کی جگہ کو چھوڑ، خوف کی جگہ میں رہ
بگذر از ناموس و رسوا باش فاش
عزت کو خیر باد کہہ دے اور کھلم کھلا رسوا بن

آزمودم عقلِ دور اندیش را
میں نے دُور اندیش عقل کو آزما لیا
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
اِس کے بعد اپنے آپ کو دیوانہ بناؤں گا

عذر گفتنِ دلقک باسید کہ چرا فاحشہ بنکاح آورد

آقا سے ڈوم کا عذر کرنا کہ اُس نے بدکار عورت سے کیوں نکاح کیا ہے

گفت با دلقک[3] شبے سید اَجل
ایک رات ایک بڑے آقا نے ڈوم سے کہا
قحبہ را خواستی تو از عجل
جلدی میں تو نے رنڈی سے نکاح کر لیا

بامن ایں را بازمی بایست گفت
مجھ سے یہ کھل کر کہنا چاہئے تھا
تا یکے مستورہ کردیمیت جفت
تاکہ میں ایک پردہ نشین سے تیرا نکاح کرا دیتا

گفت نہ مستورہ صالح خواستم
اُس نے کہا میں نے تو پاکدامن پردہ نشینوں سے نکاح کیا
قحبہ گشتند و زغم تن کاستم
وہ رنڈی بنیں، اور میں غم سے گھلا

خواستم ایں قحبہ رابا معرفت
اِس رنڈی سے میں نے جان کر نکاح کیا ہے
تا بہ بینم چوں شود ایں عاقبت
تاکہ میں دیکھوں یہ آخر میں کیا بنتی ہے؟

---

1. گرچہ۔ دہریہ اور عام انسان میں بھی عقل ہے جو عالم کے حدوث کا ادراک کر سکتی ہے لیکن اس کا تقلیدی علم مانع بنتا ہے۔ علمِ تقلیدی۔ تقلیدی علم حقیقت تک نہیں پہنچاتا اور انسان اس سے دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ زیں خرد۔ ناقص عقل اور تقلیدی علم سے جہل اور دیوانگی کی بے عقلی بہتر ہے۔ ہرچہ بینی۔ ناقص عقل جس کو اچھا سمجھے اس کو برا سمجھنا چاہئے۔ زہر نوش۔ ناقص عقل جس کو زہر سمجھے وہ دراصل آبِ حیات ہے اور جس کو آبِ حیات سمجھے وہ زہر ہے۔
2. ہرکہ بستاید۔ ناقص عقل والا انسان اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے، تمہیں چاہئے کہ منہ پر تعریف کرنے والے کو برا بھلا کہہ دو، اور منہ پر تعریف کے نفع اور سرمایہ کو نیکیوں سے مفلس کے سپرد کر دو۔ ایمنی۔ ناقص عقل جس جگہ کو امن کی جگہ سمجھے اس کو چھوڑ کر اس جگہ جاؤ جس کو وہ ڈر کی جگہ سمجھتی ہے جس کو وہ عزت سمجھتی ہے اس سے گریز کرو اور جس کو وہ ذلت سمجھے، اس کو اختیار کرو۔ عقلِ دور اندیش۔ یعنی عقلِ ناقص۔
3. دلقک۔ ڈوم، اس نے پردہ نشینوں کو برت کر رنج اٹھایا تو رنڈی سے نکاح کر کے تجربہ حاصل کرنے کی سوچی۔ اسی طرح عقل کے نقصانات محسوس کر کے دیوانگی کا تجربہ کرنا چاہئے جو کہ مفید ہوگی جیسا کہ بہلول کے قصہ سے واضح ہوگا۔ مستورہ۔ پردہ نشین عورت۔ قحبہ۔ رنڈی، زانیہ۔

عقل[1] را ہم آزمودم من بسے — زیں سپس جویم جنوں را مغرسے

میں نے عقل کو بھی بہت آزمایا — اِس کے بعد دیوانگی کا کھیت تلاش کروں گا

بہ حیلت در سخن آوردن سائل آں بزرگ را کہ خود را دیوانہ ساختہ بود

سوال کرنے والے کا تدبیر سے اُن بزرگ کو باتوں پر آمادہ کرلینا جنہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنالیا ہے

آں یکے می گفت خواہم عاقلے — مشورت آرم بدو در مشکلے

ایک (شخص) کہہ رہا تھا، میں ایک عقلمند چاہتا ہوں — اُس سے ایک مشکل میں مشورہ کروں گا

آں یکے گفتش کہ اندر شہر ما — نیست عاقل جز کہ آں مجنوں نما

ایک (شخص) نے اُس سے کہا ہمارے شہر میں — اُس بظاہر دیوانے کے علاوہ کوئی عقلمند نہیں ہے

برنئے گشتہ سوارہ نک فلاں — می دواند درمیانِ کودکاں

بانس پر سوار ہو کر یہ فلاں — بچوں میں اُس کو دوڑا رہا ہے

گوئے[2] می بازد بروزان و شباں — درجہاں گنج نہاں جانِ جہاں

دن رات گیند سے کھیلتا ہے — دنیا میں چھپا خزانہ ہے، دنیا کی روح ہے

صاحب رایست و آتش پارۂ — آسماں قدرست و اختر بارۂ

صاحب رائے ہے اور چنگاری ہے — آسمان کے رُتبہ والا ہے اور ستارے کا سوار ہے

فر او کروبیاں را جاں شدست — او دریں دیوانگی پنہاں شدست

اُس کی عزت فرشتوں کی جان ہے — وہ اِس دیوانگی میں چھپا ہوا ہے

لیک ہر دیوانہ راجاں نشمری — سر منہ گوسالہ را چوں سامری

لیکن ہر دیوانہ کو تو جان نہ سمجھنا — سامری کی طرح بچھڑے کے آگے ماتھا نہ ٹیکنا

چوں ولی آشکارا با تو گفت — صد ہزاراں غیب و اسرارِ نہفت

جب کہ ولی نے صاف صاف تجھ سے کہہ دیئے — غیب کے لاکھوں (معاملے) اور پوشیدہ راز

مر ترا آں فہم و آں دانش نبود — وانداَنستی تو سرگیں را ز عود

تجھ میں وہ فہم اور وہ سمجھ نہ تھی — تو گوبر کو "اگر" سے نہ پہچان سکا

از جنوں خود را ولی چوں پردہ ساخت — مر وُرا اے کور کے خواہی شناخت

ولی نے جب جنون کو اپنا پردہ بنا لیا — اے اندھے! تو اُس کو کب پہچان سکتا ہے؟

---

۱ عقل۔ جس طرح اس ڈوم نے پردہ نشینوں سے عاجز آ کر رنڈی کا تجربہ شروع کیا، اسی طرح میں عقل سے عاجز آ کر دیوانگی کا تجربہ شروع کروں گا۔ مغرس۔ پودا لگانے کی جگہ، کھیت۔ بزرگ۔ یعنی حضرت بہلول، ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک بزرگ تھے جنہوں نے مصلحتاً اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا، بانس کو گھوڑا بنا کر بچوں میں کھیلتے رہتے تھے۔ خاموش رہتے تھے لیکن جب بولتے تھے تو بڑی دانائی کی بات کہہ دیتے تھے۔ مشکلے۔ یعنی معرفت کا مشکل مسئلہ۔ شہر۔ یعنی بغداد۔ مجنوں نما۔ حضرت بہلول جنہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ ظاہر کر رکھا تھا۔

۲ گوئے۔ شب روز بچوں کے ساتھ گیند کھیلتے ہیں۔ گنج نہاں۔ معرفت کے علوم کا چھپا ہوا خزانہ ہیں۔ جانِ جہاں۔ دنیا ان کی بدولت قائم ہے۔ صاحب۔ یعنی بہلول صاحب رائے اور ذہین ہے، اور بلند شخصیت ہے۔ فرِ او۔ فرشتے اس کی تعظیم کرتے ہیں، اس نے اپنے مرتبہ کو دیوانگی میں چھپا رکھا ہے۔ لیک۔ ہر دیوانے کو ولی سمجھنا غلط ہے۔ چوں۔ بعض اولیاء کے اپنے آپ کو دیوانگی میں چھپانے کی توجیہ ہے۔ واندانستی۔ تو بھلے برے میں امتیاز نہ کر سکا۔ از جنوں۔ جب ولی اصل حالت میں تھا اور تو اس کو نہ پہچان سکا تو اب جبکہ وہ دیوانگی میں پوشیدہ ہے تو اس کو کیسے پہچان سکے گا۔

گر ترا باز ست آں دیدہ یقیں
اگر تیرے یقین کی آنکھ کھلی ہوئی ہے
زیرِ ہر سنگے[1] یکے سرہنگ بیں
ہر پتھر کے نیچے ایک سپاہی دیکھ لے

پیش آں چشمے کہ باز و رہبرست
اُس آنکھ کے سامنے جو کھلی ہوئی اور رہنما ہے
ہر گلیمے را کلیمے در برست
ہر کمبلی کی آغوش میں ایک کلیم ہے

مرولی راہم ولی شہرہ کند
(اپنی) ولایت کو ولی مشہور کرتا ہے
ہر کرا اُو خواست با بہرہ کند
جس کو وہ خود چاہتا ہے کامیاب کرتا ہے

کس نداند از خرد اُو را شناخت
عقل کے ذریعہ کوئی اُس کو نہیں پہچان سکا
خاصہ اُو مر خویش را دیوانہ ساخت
خصوصاً اُس کو جس نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا

چوں بد زدد دُزدِ بینا رخت کور
جب بینا چور نابینا کا سامان چرا لے
ہیچ یابد دزد را اعمیٰ بزور
اندھا، چور کو (اپنی) طاقت سے کبھی پکڑ سکتا ہے؟

کور نشناسد کہ دُزدِ اُو کہ بود
اندھا نہیں پہچان سکتا ہے کہ اُس کا چور کون ہے؟
گرچہ خود بروے زند دُزدِ عنود
اگرچہ سرکش چور اپنے آپ کو اس سے بھڑا دے

چوں گزد[2] سگ کور صاحب ژندہ را
جب اندھے، گدڑی والے کو کتا کاٹ لے
کے شناسد آں سگ درندہ را
وہ کاٹنے والے کتے کو کب پہچانتا ہے؟

حملہ کردن سگ بر کورِ گدا

ایک اندھے فقیر پر کتے کا حملہ کرنا

یک سگے در کوئے برکورے گدا
ایک کتا کسی گلی میں اندھے فقیر پر
حملہ می آورد چوں شیرِ دغا
معرکہ کے شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا

سگ کند آہنگ درویشاں بہ خشم
کتا غصہ سے فقیروں پر حملہ کرتا ہے
درکشد مہ خاک درویشاں بہ چشم
چاند فقیروں کی خاک آنکھ میں لگاتا ہے

کور عاجز شد زبانگ و بیم سگ
اندھا، کتے کی آواز اور ڈر سے عاجز آ گیا
اندر آمد کور در تعظیم سگ
اندھا کتے کی تعظیم کرنے لگا

کاے امیرِ صید واے شیرِ شکار
کہ اے شکار کے مالک اور اے شکار کے شیر!
دست دست تست دست از من بدار
غلبہ تجھی کو ہے، مجھے چھوڑ دے

کز ضرورت دُمِ خر را آں حکیم
اُس دانا نے مجبوراً گدھے کی دُم کی
کرد تعظیم و لقب دادش اَدیم
تعظیم کی اور اُس کو ''نری'' کا لقب دیا

[1] زیرِ ہر سنگے۔شعر۔خاکسارانِ جہاں رابحقارت منگر۔تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد۔باز۔کھلا ہوا۔گلیم۔گدڑی۔کلیم۔یعنی حضرت موسیٰؑ۔ مرولی۔یعنی ولی جس کو چاہتا ہے اپنی ولایت سے روشناس کرادیتا ہے۔کس نداند۔محض عقل سے کسی ولی کو نہیں پہچانا جاسکتا ہے۔چوں۔اندھا، چور جیسے ادنیٰ انسان کو عقل سے نہیں پہچان سکتا ہے تو ولی جیسے اعلیٰ انسان کو عقل سے کیسے پہچانا جاسکتا ہے۔

[2] گزد۔اندھا کاٹنے والے کتے کو محض عقل سے نہیں پہچان سکتا ہے۔دغا۔میدانِ جنگ۔سگ۔یعنی بے بہرہ درویشوں کے درپے آزار ہوتے ہیں حالانکہ وہ اس قدر بلند مرتبہ ہوتے ہیں کہ چاند جیسے روشن دل ان کی خاکِ پا کو سرمہ بناتے ہیں۔بیم۔خوف۔کاے۔اندھے نے کتے کی تعظیم میں یہ کہنا شروع کردیا۔کز ضرورت۔مجبوری میں انسان گدھے کو بھی باپ بنالیتا ہے۔ادیم۔نری جو ایک عمدہ قسم کا چمڑا ہے۔

گفت اُو ہم از ضرورت اے اَسد
اُس نے بھی مجبوراً کہا اے شیر!
گور می گیرند یا رانت بدشت
تیرے دوست جنگل میں گورخر پکڑتے ہیں
گور می جویند یا رانت بہ صید
تیرے دوست شکار میں گور خر تلاش کرتے ہیں
آں سگ عالم شکارِ گور کرد
اُس سدھے ہوئے کتے نے گور خر کا شکار کیا
علم چوں آموخت سگ رُست از ضلال
جب کتے نے ہنر سیکھ لیا گمراہی سے چھوٹ گیا
سگ چو عالم گشت شد چالاک زہف
کتا جب صاحب علم بنا چالاک و چست ہو گیا
سگ شناسا شد کہ میر صید کیست
کتا واقف ہو گیا کہ میر شکار کون ہے
کور[2] نشناسد نہ از بے چشمی است
اندھا نہیں پہچانتا ہے (یہ نہ پہچانتا) آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے
نیست خود بے چشم تر کور از زمیں
زمین سے زیادہ بے آنکھوں والا اندھا کوئی نہیں ہے
نورِ موسیٰؑ دید و موسیٰؑ را نواخت
موسیٰؑ کے نور کو اُس نے دیکھا اور موسیٰ کو نوازا
رَجف کرد اندر ہلاکِ ہر دَغی
ہر حرامزادے کو ہلاک کرنے کے لئے زلزلہ میں آ گئی
خاک و باد و آب و نارِ با شرر
مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریوں والی آگ

از چوں من[1] لاغر شکارت چہ رسد
مجھ جیسے بودے شکار سے تجھے کیا ملے گا؟
کور می گیری تو در کوچہ بکشت
تو اندھے کو پکڑتا ہے، جو گلی میں گشت میں ہے
کور می جوئی تو در کوچہ بہ کید
تو گلی میں چالاکی سے اندھے کو ڈھونڈتا ہے
ویں سگ بے مایہ قصد کورِ کرد
اِس بے ہنر کتے نے اندھے کا قصد کیا
می کند در بیشہ ہا صید حلال
جنگلوں میں حلال شکار کرتا ہے
سگ چو عارف گشت شد ز اصحابِ کہف
کتا جب باخدا بنا اصحابِ کہف میں سے ہو گیا
اے خدا آں نور اشناسندہ چیست
اے خدا وہ پہچاننے والا نور کہاں ہے؟
بلکہ ایں زاں ست کز جہلست مست
بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ جہل سے مست ہے
ایں زمیں از فضل حق شد خصم بیں
یہ زمین اللہ کے کرم سے دشمن کو دیکھ لینے والی ہو گئی
خسف قاروں کرد و قاروں را شناخت
قارون کو دھنسا دیا اور قارون کو پہچانا
فہم کرد از حق کہ یا اَرض اِبلعی
''اے زمین تو پانی نگل لے'' اللہ کی جانب سے سمجھ گئی
بے خبر از ما و از حق با خبر
ہم سے بے خبر ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے باخبر ہیں

---

1. از چوں مَن۔ یعنی مجھ جیسے لاغر شکار کا تجھے کیا فائدہ۔ کوَر۔ گورخر۔ کیَد۔ مکر۔ سگ عالَم۔ سدھایا ہوا کتا۔ علَم۔ علم کی یہ فضیلت ہے کہ کتا بھی اس کو حاصل کر کے راہ یاب ہو جاتا ہے تو انسان علم حاصل کر کے کس قدر فضیلتیں حاصل کر سکتا ہے۔ زہف۔ چست۔ وصحاب کہف۔ اصحاب کہف کے کتے کا نام قطمیر ہے۔ سگ۔ کتے کو وہ نور عطا ہو جاتا ہے جس سے وہ اپنے مالک کو پہچان لیتا ہے اے خدا وہ نور ہمیں بھی عطا کر دے جس سے ہم اپنے مالک کو شناخت کر لیں۔

2. کور۔ اندھے کا نہ پہچاننا دراصل قلبی بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ نیست۔ زمین کے آنکھیں نہیں ہیں وہ پھر بھی پہچانتی ہے۔ نور۔ حضرت موسیٰ کو اس نے پہچانا اور اچھا معاملہ کیا، نیل کی زمین خشک ہو گئی اور وہ دریا کو عبور کر گئے، قارون کو پہچان کر دھنسا دیا۔ رجف کرد۔ منکروں کو زلزلہ سے ہلاک کر دیا، حضرت نوحؑ کی نجات کے لئے پانی کو نگل گئی۔ خاک۔ عناصر اربعہ کے آنکھیں نہیں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو خوب پہچانتے ہیں۔

ما بعکس[1] آں زغیرِ حق خبیر
بے خبر از حق با چندیں نذیر

ہم اِس کی بالعکس خدا کے غیر سے باخبر ہیں
اور باوجود اِس قدر ڈرانے والوں کے خدا سے بے خبر

لا جرم اَشْفَقْنَ مِنْھَا جملہ شاں
کند شد زآمیز حیواں جملہ شاں

یقیناً وہ تمام (کائنات) اِس (بارِ امانت) سے ڈر گئی
”انکی آمادگی حیوان کی (صفات کی) آمیزش سے ست ہوگئی

گفت بیزاریم جملہ زیں حیات
کہ بود با خلق حی با حق موات

کہا ہم سب اِس زندگی سے بیزار ہیں
کہ مخلوق کے ساتھ زندہ خدا کے تعلق میں مردہ ہے

چوں بماند از خلق گردد اُو یتیم
اُنس حق[2] را قلب می باید سلیم

جب مخلوق سے جدا ہو جائے تو وہ یتیم ہو جائے
اللہ (تعالیٰ) سے محبت کیلئے قلب سلیم چاہئے

چون زکورے دُزد دُزد دکالۂ
می کند آں کور عمیا نالۂ

جب چور، اندھے کا سامان چرا لیتا ہے
وہ اندھا، اندھا دُھند روتا ہے

تانہ گوید دُزد اُو را کاں منم
کز تو دُز دیدم کہ دُزدِ پُر فنم

جب تک چور اُس سے نہ کہے کہ وہ میں ہوں
میں نے تیری چوری کی ہے کیونکہ میں ماہر چور ہوں

کے شناسد کور دُزدِ خویش را
چوں ندارد نورِ چشم وآں ضیا

اندھا اپنے چور کو کب پہچان سکتا ہے؟
جبکہ وہ نہ آنکھوں میں نور رکھتا ہے نہ وہ روشنی

چوں بگوید ہم بگیر اُو را تو سخت
تا بگوید اُو علامتہائے رخت

جب وہ کہہ دے، اُس کو مضبوطی سے پکڑے
تاکہ وہ سامان کی علامتیں بتاوے

پس جہادِ اکبر[3] آمد عصر دُزد
تا بگوید کوچہ دُز دیدست مرد

پس چور کو بھینچنا بڑا جہاد ہے
تاکہ وہ بتا دے کہ اُس نے کیا چرایا ہے؟

اولاً دُزدید کحل دیدہ ات
چوں ستانی بازیابی تبصرت

اُس نے پہلے تیری آنکھ کا سرمہ چرایا ہے
جب تو (واپس) لے لے گا دوبارہ بینائی حاصل کرے گا

کالۂ حکمت کہ گم کردہ دل ست
پیشِ اہل دل یقیں آں حاصل ست

دانائی کا سرمایہ جو دل نے گنوایا ہے
اہل دل کے سامنے یقیناً وہ مل جاتا ہے

---

[1] بالعکس۔ انسان کے آنکھیں ہیں غیر اللہ کو خوب پہچان لیتا ہے لیکن باوجود انبیاء کے ڈرانے کے اللہ تعالیٰ سے بے خبر بنا ہوا ہے۔ خبیر۔ خبردار۔ نذیر۔ ڈرانے والا۔ اشفقن منھا۔ قرآن میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امانت کا بار آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر ڈالنا چاہا لیکن وہ اس سے ڈر گئے اور اس کو قبول نہ کیا۔ کند۔ ان کے ڈرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے تحمل کے لئے حیوانیت کے اوصاف ضروری تھے جن میں خدا سے غفلت کا مادہ بھی ہے انہوں نے اس وصف سے ڈر کر امانت کے تحمل سے انکار کر دیا۔ چوں۔ مخلوق سے ایسا تعلق ہو کہ اگر وہ تعلق ختم ہو جائے تو انسان یتیم کی طرح بے سہارا رہ جائے۔

[2] انس حق۔ حیوانیت کے ہوتے ہوئے خدا سے انس قلب سلیم کا کام ہے جو ہمیں حاصل نہیں یہاں تک یہ قول اس کائنات کا تھا جس نے امانت کے تحمل سے انکار کیا ہے۔ چوں۔ اندھا چور کو نہیں پہچانتا اور اندھا دھند نالہ کرتا ہے۔ کے شناسد۔ جب انسان نورِ جسم اور نورِ باطن سے محروم ہو تو چور کو نہیں پہچان سکتا ہے۔ چوں بگوید۔ جب چور اقرار کرلے تو سخت گیری کرنی چاہئے تاکہ وہ چوری کا پورا پتہ دے دے، یہی معاملہ انسان کا اپنے نفس سے ہونا چاہئے۔

[3] جہادِ اکبر۔ صوفیاء کی اصطلاح میں نفس سے مجاہدہ کرنا جہادِ اکبر کہلاتا ہے۔ عصر۔ دبانا، نچوڑنا، اس شعر کا دوسرا مصرع بعض نسخوں میں یہ ہے ”تا بگوید کہ چہ بردآں زن بمرد“ زن بمرد کے معنی ہیں بیوی کی زنا کی کمائی کھانے والا، دیوث۔ اولاً۔ نفس سب سے پہلے انسان کی بصیرت چرا لیتا ہے۔ کالۂ حکمت۔ نفس انسانی جب انسان کو حکمت و دانائی سے محروم کردے تو وہ دوبارہ اہل دل سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

کورِ دل[1] با جان و با سمع و بصر
دل کا اندھا، جان اور کان اور بینائی کے ہوتے ہوئے
می نداند دُزدِ شیطان را اثر
شیطان چور کی علامت کو نہیں جانتا ہے

زاہلِ دل جواز جماد آں را مجو
اہل دل کے پاس تلاش کر، بے حس کے پاس تلاش نہ کر
کہ جماد آمد خلائق پیشِ او
اس لئے کہ مخلوق اُس کے مقابلہ میں بے حس ہے

بازمی گردیم سوئے راز جو
راز تلاش کرنے والے کی طرف ہم پھر لوٹتے ہیں
تا شود ہم مشورت با راز گو
تا کہ راز بتانے والے سے وہ ہم مشورہ ہو سکے

مشورت جوئندہ آمد نزدِ او
مشورہ چاہنے والا اُس کے پاس آیا
کاے ابِ کودک شدہ رازے بگو
اے بچہ بنے ہوئے باپ، ایک راز بتا دے

گفت روزیں حلقہ کیں دربار نیست
اُس نے کہا اس زنجیر کے پاس سے چلا جا کیونکہ دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے
باز گرد امروز روزِ راز نیست
واپس ہو جا آج راز (بتانے) کا دن نہیں ہے

گر مکاں را رہ بدے در لا مکاں
اگر مکان کے لئے لا مکان میں راستہ ہوتا
ہمچو شیخاں بود مے من بُرد کاں
مشائخ کی طرح میں گدی پر ہوتا

خواندن محتسب مست خراب اُفتادہ را بسوئے زنداں

محتسب کا ایک بدمست پڑے ہوئے کو قید خانہ کی طرف بلانا

محتسب[2] درنیم شب جائے رسید
کوتوال، آدھی رات کو ایک جگہ پہنچا
در بن دیوار مستے خفتہ دید
دیوار کی جڑ میں ایک مست کو سویا ہوا دیکھا

گفت ہے مستی چہ خور دستی بگو
اُس نے کہا ارے تو نشہ میں ہے بتا تو نے کیا پیا ہے؟
گفت زیں خوردم کہ ہست اندر سبو
اُس نے کہا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے

گفت آخر در سبو وا گو کہ چیست
اُس نے کہا صاف بتا کہ آخر صراحی میں کیا ہے؟
گفت زانچہ خوردہ ام گفت آں خفی ست
اُس نے کہا جو میں نے پیا ہے کہا، یہ گول مول بات ہے

گفت آنچہ خوردۂ خود چیست آں
اُس نے کہا یہ بتا کہ جو تو نے پیا ہے وہ کیا ہے؟
گفت آنکہ در سبو مخفی ست آں
اُس نے کہا وہی جو صراحی میں چھپا ہوا ہے

دَوری شد ایں سوال و ایں جواب
یہ سوال اور جواب چلتا رہا
ماند چوں خر محتسب اندر خلاف
کوتوال گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس گیا

---

1. کوردل۔ کور باطن باوجود ظاہری حواس کے شیطانی اثرات محسوس نہیں کرتا ہے۔ زاہل دل۔ حکمت اہل دل کے پاس ہے، عوام بے حس پتھر ہیں۔ باز می گردیم۔ یعنی ہم حضرت بہلولؒ اور مشورہ چاہنے والے کا قصہ دوبارہ شروع کرتے ہیں۔ آو۔ یعنی حضرت بہلول۔ اب کودک شدہ۔ یعنی بہلول کا رتبہ باپ کا تھا لیکن بچہ بنے ہوئے تھے۔ حلقہ۔ یعنی دروازے کی زنجیر۔ مکاں۔ یعنی ناسوتی انسان۔ لامکان۔ عالم لاہوت۔ دکان۔ چبوترہ، مسند۔ خواندن۔ اس قصہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ناسوتی انسان کو لاہوت کے رازوں کا علم نہیں ہوتا ہے۔

2. محتسب۔ کوتوال۔ بن۔ جڑ۔ چہ خوردستی۔ یعنی تو نے کیا پیا ہے جس سے تو نشہ میں ہے۔ گفت۔ مست نے جواب دیا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے۔ گفت آخر۔ کوتوال نے کہا صراحی میں کیا ہے۔ گفت زانچہ۔ مست نے کہا جو میں نے پیا ہے وہ صراحی میں ہے۔ گفت آں۔ کوتوال نے کہا، بات واضح نہیں ہو رہی ہے۔ بگو۔ کوتوال نے کہا جو تو نے پیا ہے وہ بتا دے۔ دوری شد۔ کوتوال اور مست میں یہی سوال و جواب چلتا رہا۔ خلاب۔

گفت او را محتسب ہیں آہ کن[1] مست ہو ہو کرد ہنگامِ سخن
اس سے کوتوال نے کہا، خبردار! آہیں بھر مست نے بات کرتے وقت آہا ہاہا کہا

گفت گفتم آہ کن ہومی کنی گفت من شادم تو از غم منحنی
اس نے کہا میں نے آہ کرنے کو کہا تو آہا ہاہا کرتا ہے اس نے کہا میں خوش ہوں، تو غم سے جھک گیا ہے

آہ از درد و غم و بیدادی ست ہوی ہوی مے خوراں از شادی ست
آہ، درد اور غم اور ظلم کی وجہ سے ہوتی ہے شرابیوں کا آہا ہاہا کرنا خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے

محتسب گفت ایں ندانم خیز خیز معرفت متراش بگذار ایں ستیز
کوتوال نے کہا، میں یہ کچھ نہیں جانتا تو کھڑا ہو اٹھ بزرگی نہ بگھار، یہ جھگڑا ختم کر

گفت رو تو از کجا من از کجا گفت مستی خیز تا زنداں بیا
اس نے کہا جا، تو کہاں اور میں کہاں اس نے کہا تو نشہ میں ہے، اٹھ قید خانہ چل

گفت مست اے محتسب بگذار و رو از برہنہ کے تواں بردن گرو
مست نے کہا اے کوتوال جانے دے اور چلا جا ننگے کا کیا گروی کیا جا سکتا ہے؟

گر مرا[2] خود قوتِ رفتن بدے خانہ خودمی رفتمے ویں کے شدے
اگر مجھ میں خود بخود جانے کی طاقت ہوتی تو میں اپنے گھر چلا جاتا اور یہ (جھگڑا) کب ہوتا؟

من اگر با عقل و با امکانمے ہمچو شیخاں برسر دکانمے
میں اگر عقلمند اور قابو میں ہوتا مشائخ کی طرح مسند پر ہوتا

گر مرا رائے و تدبیرے بدے ہمچو شیخاں جاہ و توقیر بدے
اگر مجھ میں رائے اور تدبیر ہوتی مشائخ کی طرح رتبہ اور عزت ہوتی

ہم مرا زنبیل و دریوزہ بدے نذر و اِدرارِ ہمہ روزہ بدے
میری بھی جھولی اور بھیک ہوتی روزانہ کی نذر اور بخشش ہوتی

بگذر از من زانکہ گم کردی تو راہ باز جو ریش بزرگ و خانقاہ
میرے پاس سے چلا جا کیونکہ تو بھٹک گیا ہے لمبی داڑھی اور خانقاہ تلاش کر لے

دوم بارہ درسخن آوردن سائل شیخ را تا حالِ باقی معلوم گردد

سوال کرنے والے کا شیخ کو دوبارہ بات چیت میں لگانا تاکہ باقی حال معلوم ہو جائے

---

1. آہ کن۔ یعنی اب تجھے قید خانہ میں جانا ہے ہائے ہائے کر۔ ہوہو۔ یعنی خوشی کا نعرہ۔ منحنی۔ خمیدہ کمر۔ آہ۔ مست نے کہا ہائے ہائے تو غمزدہ مظلوم کرتا ہے، شرابی تو مستی میں خوشی کے نعرے لگاتا ہے۔ معرفت۔ یعنی خدارسیدہ ہونا۔ تو از کجا۔ یعنی تیرا اور میرا راستہ جداگانہ ہے میں تیرے ساتھ کیوں چلوں۔ از برہنہ۔ جو خود ننگا ہو اس کے کپڑے گروی کیسے رکھے جا سکتے ہیں، مجھے قید خانہ تک چلنے کا کہنا ایسا ہی ہے جیسے ننگے سے کپڑے گروی کرنے کو کہا جائے۔

2. گر مرا۔ اگر پیروں سے چلنے کی طاقت ہوتی تو گھر چلا جاتا اور یہ قصہ پیش نہ آتا۔ من اگر۔ درمیان میں مولانا نے شرابی کا قصہ شروع کر دیا تھا، اب پھر حضرت بہلولؒ کی بات شروع کرتے ہیں، حضرت بہلولؒ نے مشورہ چاہنے والے سے کہا اگر مجھ میں عقل ہوتی اور میں اپنے قابو میں ہوتا تو دوسرے مشائخ طریقت کا سا میرا حال ہوتا۔ زنبیل۔ جھولی جس میں فقراء اپنے کھانے پینے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ ادرار۔ روزینہ۔ بگذر۔ تو نے غلط انتخاب کیا، راز دریافت کرنا ہے تو کسی درازریش بزرگ کے پاس خانقاہ میں جا۔

گفت آں سائل کہ آخر یک نفس
اُس سائل نے کہا کہ آخر تھوڑے دیر کے لئے
راند سوئے اُو کہ ہیں زوتر بگو
گھوڑا اُس طرف بڑھایا کہ ہاں جلد کہہ
تالکد بر تو نہ کو بد زود باش
تاکہ تیرے دولتی نہ مار دے جلدی کر
اُو مجالِ رازِ دل گفتن نہ دید
اُس نے دلی راز کہنے کا موقع نہ دیکھا
گفت می خواہم دریں کوچہ زنے
اُس نے کہا اس گلی میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں
گفت سہ گونہ زنند اندر جہاں
اُس نے کہا دنیا میں عورتیں تین قسم کی ہیں
آں یکے را چوں بخواہی کل تراست
ایک سے جب تو نکاح کرے گا وہ پوری تیری ہے
واں سوم ہیچ اُو ترا نبود بداں
سمجھ لے، تیسری بالکل تیری نہ ہوگی
تا ترا اسپم نپراند لکد
تاکہ میرا گھوڑا تیرے دولتی نہ اڑا دے
شیخ راند اندر میانِ کودکاں
شیخ نے گھوڑا بچوں میں دوڑا دیا
کہ بیا آخر بگو تفسیر ایں
کہ آئیے، آخر اس کی تفصیل بتائیے
راند سوئے اُو و گفتش بکر خاص
اُس کی طرف گھوڑا دوڑایا اور اُس سے کہا باکرہ خاص

اے سوارہ برنے[1] ایں سوراں فرس
اے بانس کے سوار، گھوڑا اس طرف ہانک دے
کاسپِ من بس توسن ست و تند خو
کیونکہ میرا گھوڑا بہت منہ زور اور تند مزاج ہے
از چہ می پُرسی بیانش کن تو فاش
کیا پوچھتا ہے اس کو واضح کر؟
زو بروں شوکرد و در لاغش کشید
اُس کو ٹال دیا، اور مذاق میں لگا لیا
کیست لائق از برائے چوں منے
مجھ جیسے کے لئے کون سی مناسب ہو گی؟
آں دو رنج و ایں یکے گنج رواں
دو وبال ہیں اور ایک گنج رواں ہے
ویں دگر[2] نیمے ترا نیمے جداست
دوسری آدھی تیری ہے، آدھی بیگانہ ہے
ایں شنیدی دُور شورفتم رواں
تو نے یہ سن لیا بھاگ جا میں روانہ ہوتا ہوں
کہ بیفتی برنہ خیزی تا ابد
اور تو ایسا گرے کہ قیامت تک نہ اٹھے
بانگ زد یارِ دگر اُو را جواں
جوان نے اُن کو دو بارہ پکارا
ایں زناں سہ نوع گفتی برگزیں
آپ نے تین قسم کی عورتیں بتائیں منتخب کر دیجئے
کل تُرا باشد زغم یابی خلاص
سب تیری ہو گی تو غم سے نجات پا لے گا

[1] اے سوارہ برنے۔ حضرت بہلولؒ بانس کو گھوڑا بنائے ہوئے اس پر سوار تھے۔ اسپ من۔ وہی بانس کا گھوڑا۔ توسن۔ سرکش گھوڑا۔ لکد۔ دولتی۔ اُو مجال۔ مشورہ چاہنے والے نے رازِ دل نہ کہنے کا موقع نہ دیکھتے ہوئے دوسری بات شروع کر دی۔ بروں شوکردن۔ ٹال دینا۔ لاغ۔ مذاق۔ خواہم زنے۔ شادی کرنا چاہتا ہوں۔ گنج رواں۔ نہ ختم ہونے والا خزانہ، قارون کے خزانہ کا نام ہے۔ آں یکے۔ ایک عورت تو وہ ہوتی ہے جو بجسم شوہر کی ہوتی ہے۔

[2] ویں دگر۔ دوسری قسم کی عورت آدھی شوہر کے لئے اور آدھی شوہر سے اجنبی ہوتی ہے۔ واں سوم۔ تیسری قسم عورت کی وہ ہے جو شوہر سے بالکلیہ بیگانہ ہوتی ہے۔ کہ بیفتی۔ یعنی میرا گھوڑا لاتیں مار دے گا تو تو مر جائے گا۔ جواں۔ یعنی مشورہ چاہنے والا۔ برگزیں۔ یعنی عورت کی ان تین قسموں میں سے میرے لئے منتخب کر دیجئے۔ بکر۔ بے شادی شدہ عورت، ایسی عورت سے شادی کی جائے تو وہ ہمہ تن شوہر کی ہوتی ہے۔

وانکہ نیمے آنِ تو بیوہ[1] بود — وانکہ ہیچست آں عیالِ باولد

جو آدھی تیری ہو گی، بیوہ ہو گی — وہ جو تیرے لئے کچھ نہیں، بال بچے والی بیوہ عورت ہو گی

چوں زشوئے اولش کودک بود — مہرِ کلّ خاطرش آں سُو رود

جب اُس کے پہلے شوہر سے بچہ ہو گا — اُس کے دل کی محبت اُس کی طرف جائے گی

دور شَو تا اسپ نندازد لکد — سُمِ اسپ تو سُمم برتو رَسد

بھاگ جا، تاکہ گھوڑا دولتی نہ مار دے — میرے سرکش گھوڑے کا کھر تیرے لگے

ہائے و ہُوئے کرد شیخ و باز راند — کودکاں را باز سوئے خویش خواند

شیخ نے ہائے و ہو کی اور پھر (گھوڑا) دوڑا دیا — بچوں کو پھر اپنی طرف بلا لیا

باز بانگش کرد آں سائل بیا — یک سوالم ماند اے شاہِ کیا

سوال کرنے والے نے، پھر ان کو آواز دی کہ آیئے — اے شہنشاہ! ایک سوال رہ گیا

باز راند ایں سو بگوز و تَرچہ بود — کہ زمیداں آں بچہ گویم ربود

پھر (گھوڑا) اُس طرف کو دوڑایا کہ جلد کہہ کیا تھا؟ — کیونکہ وہ بچہ میدان سے میری گیند لے بھاگا

گفت اے شہ باچنیں عقل و ادب — ایں چہ شیدست[2] اینچہ فعلست اے عجب

اُس نے کہا اے شاہ! اس عقل و ادب کے ہوتے ہوئے — یہ کیا بناوٹ ہے؟ یہ کیا کام ہے؟ تعجب ہے

تو ورائے عقلِ کلّی در بیاں — آفتابی در جُنوں چُونی نہاں

تو بیان میں عقل کل سے آگے ہے — تو سورج ہے، پاگل پن میں کیوں پوشیدہ ہے؟

گفت ایں اوباش رائے می زنند — تا دریں شہر خودم قاضی کنند

کہا یہ عوام سوچتے ہیں — کہ اس شہر کا مجھے قاضی بنا دیں

دفع می گفتم مرا گفتند نے — نیست چوں تو عالمے صاحب فنے

میں ٹالتا ہوں، وہ مجھ سے کہتے ہیں نہیں — تم جیسا (کوئی دوسرا) صاحب فن عالم نہیں ہے

باوجودِ تو حرام ست و خبیث — کہ کم از تو در قضا گوید حدیث

تمہارے ہوتے ہوئے ناجائز اور برا ہے — کہ تم سے کم، فیصلے کی بات کرے

در شریعت نیست دستورے کہ ما — کمتر از تو شہ کنیم و پیشوا

شریعت میں کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم — تم سے کم تر کو شاہ اور پیشوا بنا لیں

زیں ضرورت گیج و دیوانہ شدم — زیں گروہ از عجز بیگانہ شدم

اس مجبوری میں میں پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں — عاجز آ کر ان لوگوں سے بیگانہ بن گیا ہوں

---

[1] بیوہ۔ بیوہ کا تعلق پہلے شوہر سے بھی باقی رہتا ہے۔ وانکہ ہیچست۔ جو بالکل شوہر کی نہیں ہوتی اور ایسی بیوہ عورت ہوتی ہے جس کی پہلے شوہر سے اولاد بھی ہو۔ سُم۔ کھر۔ ہائے وہوئے۔ یعنی دیوانگی کا نعرہ۔ کودکاں۔ وہی بچے جن کے ساتھ حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ کھیل رہے تھے۔ زوتر۔ زود تر، بہت جلد۔ کز میداں۔ یعنی کھیل کے میدان میں سے۔

[2] شید۔ مکر و فریب، مغالطہ، بناوٹ۔ عقل کل۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ آفتابی۔ آفتاب ہستی۔ اوباش۔ عوام الناس۔ دفع می گفتم۔ میں نے ٹالا۔ باوجودِ تو۔ یہاں عوام نے کہا۔ حدیث۔ بات۔ دستور۔ طریقہ، قانون۔ شہ۔ یعنی قاضی۔ گیج۔ پریشان، بدحال۔

ظاہراً شوریدۂ و شیدا[1] شدم
بظاہر پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں

لیک درباطن ھمانم کہ بدم
لیکن درحقیقت میں وہی ہوں کہ جو تھا

عقل من گنج ست و من ویرانہ ام
میری عقل خزانہ ہے اور میں ویرانہ ہوں

گنج اگر پیدا کنم دیوانہ ام
اگر میں خزانہ کو ظاہر کر دوں تو میں دیوانہ ہوں

اُوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد
دیوانہ وہ ہے جو دیوانہ نہ بنا

ایں عَسس را دید و در خانہ نہ شد
کوتوال کو دیکھا اور گھر میں نہ چھپا

دانش من[2] جوہر آمد نے عرض
میری عقل جوہر (پائدار) ہے نہ کہ عرض (غیر مستقل)

ایں بہائے نیست بہر ہر عرض
یہ ہر عرض کی قیمت نہیں ہے

کانِ قندم نیستانِ شکرم
میں شکر کی کان ہوں، شکر کی، اکھ ہوں

ہم زمن می روید ومن می خورم
(شکر) مجھ میں سے پیدا ہوتی ہے اور میں (خود) کھاتا ہوں

علم تقلیدی و تعلیمی ست آں
وہ تقلیدی اور (محض) پڑھا ہوا علم ہے

کز نفورِ مستمع دارد فغاں
جو سننے والے کی بے رغبتی سے واویلا کرے

چوں پئے دانہ[3] نہ بہر روشنی ست
چونکہ وہ روزی کے لئے ہے نور (معرفت) کیلئے نہیں ہے

ہمچو طالب علم دنیائے دَنی ست
(اُس کا طلب) کمینی دنیا کے علم کے طالب جیسا ہے

طالب علم ست بہر عام و خاص
وہ علم کا طالب عوام و خواص کے لئے ہے

نے کہ تا یابد ازیں عالم خلاص
نہ اِس لئے کہ اِس عالم (دنیا) سے نجات پائے

ہمچو موشے ہر طرف سوراخ کرد
وہ چوہے کی طرح ہے جس نے ہر جانب بھٹ بنائے

نیست مُرغے ازہمہ سوراخ فرد
وہ پرند نہیں ہے جو تمام بھٹوں سے آزاد ہو

ہمچو موشے ہر طرف سوراخہا
وہ چوہے جیسا ہے، کہ ہر جانب سوراخ

می کند غافل ز انوارِ لقا
کھودتا ہے لقا (اللہ) کے نوروں سے غافل ہے

چونکہ سوئے دشت و نُورش رہ نبود
چونکہ وہ میدان اور نور کی طرف راہ یاب نہ ہوا

ہم درآں ظلمات جہدے می نمود
انہی تاریکیوں میں محنت کرتا رہا

---

1. شیدا۔ دیوانہ۔ باطن۔ یعنی حقیقتاً۔ عقل۔ عقل بمنزلہ خزانہ کے ہے اور دفینہ ہمیشہ ویرانہ میں ہوتا ہے لہٰذا میں نے اپنے ظاہر کو ویرانہ بنا رکھا ہے اب اگر میں عقل کا اظہار کروں تو دیوانگی ہوگی۔ دیوانہ نہ شد۔ دیوانہ تو وہ ہے کہ جو اپنی عقل کی نمائش کرے اور بوقت ضرورت اس کو چھپانے کے لئے دیوانہ نہ بنے اس کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جس کی گرفتاری کے لئے کوتوال آ رہا ہو اور وہ پھر بھی گھر میں نہ چھپے۔ عسس۔ کوتوال۔

2. دانش من۔ جو عقل پختہ اور پائیدار ہوتی ہے وہ نمائش سے مستغنی ہوتی ہے۔ عرض۔ سامان یعنی میری عقل اس سے افضل ہے کہ میں اس کو دنیاوی کاموں میں خرچ کروں۔ کان قندم۔ یعنی میں اپنے علوم و معارف سے خود استفادہ کرتا ہوں۔ علم تقلیدی و تعلیمی۔ نقلی علم مراد ہے جو بلا تحقیق سیکھا ہو یا دنیاداری کے لئے سیکھا ہو، ایسا علم دار کا طالب ہوتا ہے اور اگر لوگ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں تو تکلیف پہنچتی ہے۔

3. چوں پئے دانہ۔ اس علم کی غرض چونکہ محض دنیا ہوتی ہے لہٰذا یہ دنیوی علم کی برابر ہے۔ نے کہ۔ حقیقی علم کا منشاء دنیا سے خلاصی اور تقرب الی اللہ ہوتا ہے۔ ہمچو موشے۔ جس طالب علم کا مقصد دنیا ہو اس کی مثال چوہے کی سی ہے جو روشنی سے نفور ہوتا ہے، یہ بھی نور معرفت سے متنفر ہے۔ انوار لقا۔ معرفت خداوندی کے نور۔

گر خدایش[1] پَر دہد پَرِّ خرد
اگر خدا اس کو عقل کے پر دے دے
بر ہد از موشی وچوں مرغاں پَرد
تو وہ چوہے پن سے نجات پا جائے اور پرندوں کیطرح پرواز کرے

ورنہ جوید پَر بماند زیرِ خاک
اگر وہ پروں کا جویاں نہ ہو تو مٹی کے نیچے رہے گا
نا اُمید از رفتن راہِ سماک
سماک کے راستہ پر چلنے سے نا امید (ہوکر)

علم گفتارے کہ اُو بے جاں بود
وہ زبانی علم جو بے روح ہوتا ہے
عاشقِ رُوئے خریداراں بود
وہ خریداروں کی توجہ کا عاشق ہوتا ہے

گرچہ باشد وقت بحث علم زفت
اگرچہ وہ بحث کے وقت بھاری علم ہو
چوں خریدارش نباشد مُردو رفت
جب اُس کا خریدار نہ ہوگا تو وہ فنا ہوا اور جاتا رہا

مشتریِ من[2] خدایست و مرا
میرا خریدار اللہ تعالیٰ ہے اور مجھے
می کشد بالا کہ اَللّٰہُ اشْتَریٰ
وہ (عالم) بالا کی طرف کھینچتا ہے چنانچہ (ارشاد ہے) اللہ نے خریدا

خونبہائے من جمالِ ذوالجلال
میرا خوں بہا ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کا جمال ہے
خونبہائے خود خورم کسب حلال
میں اپنا خون بہا کھاتا ہوں (جو) حلال کمائی ہے

ایں خریدارانِ مفلس را بہل
ان مفلس خریداروں کو چھوڑ
چہ خریداری کند یک مشت گل[3]
ایک مشت خاک کیا خریداری کر سکتی ہے؟

گل مخور گل را مخر گل را مجو
مٹی نہ کھا، مٹی نہ خرید، مٹی کی جستجو نہ کر
زانکہ گل خوارست دائم زرد رُو
کیونکہ مٹی کھانے والا ہمیشہ زرد رو ہوتا ہے

دل بخر تا دائماً باشی جواں
دل کو خرید تاکہ تو ہمیشہ جوان رہے
از تجلی چہرہ اَت خوں ارغواں
تجلی سے تیرا چہرہ گل بابونہ کی سرخی کی طرح رہے گا

طالبِ دِل شو کہ تاباشی چوگل
دل کا طالب بن تاکہ تو پھول کی طرح بنے
تاشوی شاداں و خنداں ہمچو مل
اور شراب کی طرح مسکراتا ہوا اور خوش رہے

دلِ نباشد آنکہ مطلوبش گل ست
وہ دل ہی نہ ہوگا جس کا مطلوب مٹی ہے
ایں سخن را روئے با صاحبدلست
یہ روئے سخن صاحب دل کے لئے ہے

---

1 گرخدایش۔ ایسے طالب علم کو خدا اگر عقل عنایت فرمادے تو پرندوں کی طرح عالم بالا کی طرف پرواز کرے۔ سماک۔ ایک ستارہ ہے جو قمر کی چودھویں منزل میں ہے، یہاں بلندی اور عروج مراد ہے۔ علم گفتارے۔ وہ علم جس میں حقانیت کی روح نہ ہو اور اس میں محض لفظی ٹیپ ٹاپ ہو بے جان ہوتا ہے اور داد دینے والوں کا محتاج ہوتا ہے۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔ خریدارش۔ یعنی داد دینے والے نہیں ہوتے ہیں تو فنا ہو جاتا ہے۔

2 مشتری من۔ حضرت بہلولؒ نے فرمایا میرے علم کا خریدار خدا ہے اس لئے وہ علم میرے عروج کا سبب ہے۔ اللہ اشتریٰ۔ قرآن پاک میں ہے کہ خدا نے مومنوں سے ان کی جان اور مال خرید لیا ہے اس عوض پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔ خونبہا۔ جان کی قیمت جو قاتل سے دلائی جاتی ہے۔ خورم۔ یعنی اب مجھے اللہ کے جمال کا دیدار حاصل ہے۔ ایں خریداراں۔ یعنی علم پر داد دینے والے انسان۔

3 مشت گل۔ یعنی انسان۔ گل مخور۔ وہ عالم جو اپنے علم کی انسانوں سے داد کا طالب ہے، مٹی کھانے والے کی طرح ہے جو زرد رو ہوتا ہے اور زرد روی شرمندگی کی علامت ہے۔ دل بخر۔ یعنی کسی صاحب دل کا دل خرید لو اس کے دل کے نور سے تمہارا چہرہ گل بابونہ کی طرح سرخ رہے گا جو خوشی اور جوانی کی علامت ہے۔ ہمچوگل۔ شراب کی رنگت سرخ ہوتی ہے۔ دل نباشد۔ جو دل مادیات کا طالب ہو، وہ حقیقتاً دل ہی نہیں ہے ورنہ بڑھیا چیز گھٹیا چیز کی کیسے طالب بن سکتی ہے۔

یا رب[1] ایں بخشش نہ حد کارِ ماست
اے خدا! یہ عطا ہمارے بس کی نہیں ہے
لطف تو لطف خفی را خود سزاست
مخفی مہربانی کے لئے تیری مہربانی مناسب ہے

دست گیر از دست ما مارا بخر
ہماری دستگیری فرما، ہمیں ہم سے خرید لے
پردہ را بردار و پردہ ما مدر
پردے کو اُٹھا دے اور ہماری پردہ دری نہ فرما

باز خرما را ازیں نفس پلید
اس ناپاک نفس سے ہمیں خریدے
کاردش تا استخوانِ ما رسید
اُس کی چھری ہماری ہڈیوں تک پہنچ گئی ہے

از چوما بیچارگاں ایں بند سخت
ہم مجبوروں سے یہ سخت بیڑی
کہ کشاید اے شہ بے تاج و تخت
اے تاج وتخت سے مستغنی بادشاہ! کون کھول سکتا ہے؟

ایں چنیں قفل گراں را اے وَدُود
اے محبوب اِس قدر بھاری قفل کو
کہ تواند جز کہ فضل تو کشود
تیری مہربانی کے علاوہ اور کون کھول سکتا ہے؟

ما زِخود[2] سوئے تو گردانیم سر
ہم اپنی جانب سے تیری جانب رُخ کرتے ہیں
چوں توئی از ما بما نزدیک تر
چونکہ تو ہم سے ہمارے اعتبار سے بھی زیادہ نزدیک ہے

باچنیں نزدیکی دوریم دُور
اس قدر نزدیکی کے ہوتے ہوئے (بھی) ہم بہت دور ہیں
درچنیں تاریکی بفرست نور
ایسی تاریکی میں تو نور بھیج دے

ایں دعا ہم بخشش و تعلیم تست
یہ دعا بھی تیری تعلیم اور عطا ہے
ورنہ در گلخن گلستاں ازچہ رُست
ورنہ بھٹی میں چمن کیسے اُگتا؟

درمیانِ خون[3] و رودہ فہم و عقل
خون اور انتڑی میں، سمجھ اور عقل
جز ز اِکرامِ تو نتواں کرد نقل
تیرے کرم کے سوا کوئی منتقل نہیں کر سکتا ہے

از دو پارہ پیہ ایں نورِ رَواں
یہ جاری نور، چربی کے دو ٹکڑوں سے!
موجِ نورش می زند تا آسماں
اُس کے نور کی موج آسمان سے ٹکراتی ہے

گوشت پارہ کہ زباں آمد ازو
گوشت کا ٹکڑا جو کہ زبان ہے، اس سے
می رود سیلابِ حکمت جو بجو
دانائی کا سیلاب نہر در نہر جاتا ہے

---

1. یارب۔ چوں کہ مادیات سے دل کو ہٹالینا مشکل کام ہے لہٰذا مولانا خدا سے التجا کرتے ہیں۔ لطف۔ مہربانی۔ لطف خفی۔ یعنی مادیات سے دل کا متنفر ہوجانا۔ مارا بخر۔ یعنی ہمیں اپنی ذات سے بے تعلق کردے۔ پردہ۔ یعنی وہ پردہ جو ہم میں اور ذات خداوندی میں حائل ہے۔ کاردش۔ یعنی اس کی ایذارسانی حد سے گزر گئی ہے۔ بند سخت۔ یعنی نفس کی گرفت۔ قفل گراں۔ یعنی خواہش نفسانی کا قفل۔ ودود۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔
2. ماز خود۔ اس معاملہ میں ہماری ذاتی کوشش مفید نہیں ہے۔ چوں توئی۔ خدا نے ارشاد فرمایا ہے، ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ انسان سے قریب ہیں۔ ایں دعا۔ یعنی یہ دعا جو نفس کے فریب سے نجات کے لئے ہم کر رہے ہیں تیری ہی توفیق ہے۔ گلخن۔ یعنی ہماری طبیعت جو بھٹی جیسی ہے۔ گلستاں۔ یعنی دعا جو چمن کی طرح ہے، آگ کی بھٹی میں چمن اگا دینا قدرتِ خداوندی کی ایک مثال ہے۔
3. درمیان خون۔ انسانی جسم کے خون اور انتڑیوں میں عقل جیسی چیز پیدا فرما دینا قدرتِ خداوندی کی دوسری مثال ہے۔ از دو پارہ۔ انسان کی آنکھوں میں ایسا نور پیدا کر دینا جو آسمان تک پہنچتا ہے، قدرتِ خدا کی تیسری مثال ہے۔ گوشت پارہ۔ انسان کی زبان سے جو محض ایک گوشت کا ٹکڑا ہے حکمت و دانائی کی باتیں کانوں تک پہنچتی ہیں اور کان ان کو روح تک پہنچا دیتے ہیں جس سے انسان میں ہوشمندی پیدا ہوتی ہے، قدرتِ خداوندی کی چوتھی مثال ہے۔

سوئے سوراخے کہ نامش گوشہاست | تا بباغِ جاں کہ میوہ اش ہوشہاست
اُس سوراخ کی جانب سے جس کا نام کان ہے | جان کے باغ تک جس کا میوہ دانائیاں ہیں

شاہراہِ باغ جانہا شرعِ اُوست[1] | باغ و بستا نہائے عالم فرعِ اُوست
جانوں کے باغ کی شاہراہ اس کی شریعت ہے | دنیا کے باغ اور چمن اُس کی شاخ ہیں

اصل و سر چشمہ خوشی آنست آں | زود تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَار خواں
اصل اور خوشی کا سر چشمہ وہی وہ ہے | جلدی سے ''اُس کے نیچے نہریں جاری ہیں'' پڑھ لے

قصۂ رنجور گو با مصطفیٰ | زانکہ لطف حق ندارد منتہیٰ
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بیمار کا قصہ بتا | اِس لئے کہ اللہ کی مہربانی کی کوئی حد نہیں ہے

شکر نعمت[2] چوں کُنی چوں شکر تو | نعمت تازہ بود ز احسان اُو
تو نعمت کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے جب کہ تیرا شکر کرنا | اُس کے احسان سے ایک نئی نعمت ہے

عجز تو در شکر شکر آمد تمام | فہم کن دریاب قَدْ تَمَّ الْکَلَامُ
شکر سے تیرا عاجز ہونا ہی پورا شکر ہے | سمجھ لے، جان لے، بات پوری ہوئی

تتمۂ نصیحت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں بیمار را

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اُس بیمار کو نصیحت کرنے کا بقیہ قصہ

گفت پیغمبر مرآں بیمار را | چوں عیادت کرد یارِ زار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُس بیمار سے فرمایا | جب بیمار دوست کی مزاج پُرسی کی

کہ مگر نوعے دعائے کردۂ | از جہالت زہر بائے خوردۂ
شاید تو نے کوئی دعا کی ہے | نادانی سے زہریلا شوربا پیا ہے

یاد آور چہ دعائے گفتۂ | چوں زمکر نفس می آشفتۂ
یاد کر کیا دعا کی ہے؟ | جب تو نفس کے مکر سے پریشان ہوا ہے

گفت یادم نیست اِلّا ہمتے | دار بامن یادم آید ساعتے
اُس نے کہا مجھے یاد نہیں مگر توجہ | ڈال دیجئے مجھ پر، فوراً مجھے یاد آ جائے گی

از حضورِ نور بخش مصطفیٰ | پیشِ خاطر آمد اُو را آں دعا
آنحضور ﷺ کی نور عطا کرنے والی تشریف آوری سے | وہ دعا اس کے دل میں آ گئی

ہمت پیغمبرؐ روشن کدہ | پیشِ خاطر آمدش آں گم شدہ
نورانی خاندان کے پیغمبرؐ کی توجہ سے | وہ بھولی ہوئی (دعا) اُس کے دل میں آ گئی

---

[1] شرع اوست۔ یعنی حکمت کے جان کے باغ میں پہنچنے کا راستہ شریعت ہے دوسرے چمنستانِ حکمت اس چمن کی شاخ ہیں۔ آنست۔ یعنی حکمت کا سیلاب۔ الانہار۔ مولانا نے اس آیت میں نہروں سے حکمت اور معارف الٰہیہ کی نہریں مراد لی ہیں۔ رنجور۔ بیمار۔ ندارد منتہیٰ۔ قرآن پاک میں ہے کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔

[2] شکر نعمت۔ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا خود ایک نعمت ہے، اب اس کا شکریہ ادا کرو گے تو اس کی ایک اور نعمت موجود ہو جائے گی تو سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور تم شکریہ سے عہدہ برآ نہ ہو سکو گے۔ عجز۔ ہم اس کے شکریہ سے عاجز ہیں، بس یہی ہمارا شکر ہے۔ عیادت۔ بیمار پرسی۔ زہربا۔ زہریلا شوربا۔ ہمت۔ باطنی توجہ۔ آں دعا۔ وہ دعا جو اس نے کی تھی اور بھول گیا تھا۔ روشن کدہ۔ منور گھر۔ گم شدہ۔ یعنی دعا۔

تافت[1] ازاں روزن کہ از دل تا دلست
اُس روزن سے جو دل سے دل تک ہے چمکی
روشنی کو فرقِ حق و باطل ست
روشنی جو حق اور باطل میں فرق کر دینے والی ہے

گفت اینک یادم آمد اے رسولؐ
اُس نے کہا اے رسولؐ! اب مجھے یاد آ گئی
آں دعا کہ گفتہ ام من بو الفضول
وہ دعا جو مجھ بے وقوف نے کی ہے

چوں گرفتارِ گنہ می آمدم
جب میں گناہ میں مبتلا ہو گیا
غرقہ گشتہ دست و پائے می زدم
ڈوب کر ہاتھ پیر مارتا تھا

پُرگنہ بابِ کشائش می زند
گنہگار، نجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے
غرقہ دست اندر حشائش می زند
ڈوبتا ہوا گھاس پر ہاتھ مارتا ہے

از تو تہدید و وعیدے می رسید
آپ کی جانب سے دھمکی اور ڈراوا پہنچتا تھا
مجرماں را از عذابِ بس شدید
گنہگاروں کے لئے سخت عذاب کا

مضطرب می گشتم وچارہ نہ بود
میں پریشان ہو گیا اور کوئی تدبیر نہ تھی
بند محکم بود و قفل نا کشود
مضبوط قید تھی، اور نہ کھلنے والا تالا

نے مقامِ صبر و نے راہِ گریز
نہ صبر کا مقام اور نہ بھاگنے کی جگہ
نے امیدے توبہ نہ جائے ستیز
نہ توبہ کی اُمید نہ جھگڑے کا موقع

نے بغیر حق تعالیٰ یارِ من
نہ خدا کے علاوہ (کوئی) میرا دوست
ایں چنیں دشوار آمد کارِ من
میرا کام ایسا مشکل ہو گیا

من چو ہاروت و چو ماروت از حزن
میں غم سے ہاروت و ماروت کی طرح
آہ می کردم کہ اے خلاقِ من
آہ کرتا تھا کہ اے میرے پیدا کرنے والے!

ذکر دُشواریِ عذابِ آخرت و سختی آن

آخرت کے عذاب کی دشواری اور سختی کا ذکر

از خطر[2] ہاروت و ماروت آشکار
ہاروت و ماروت نے خطروں کی وجہ سے علانیہ
چاہِ بابل را بکردند اختیار
بابل کے کنویں کو پسند کر لیا

تا عذابِ آخرت اینجا کشند
تاکہ آخرت کے عذاب کو اسی جگہ بھگت لیں
گر پزند و عاقل و ساحر وشند
ہوشیار ہیں اور عقلمند ہیں اور جادوگر جیسے ہیں

---

1. تافت۔ یعنی آنحضورﷺ کی باطنی توجہ سے آپ کے قلب مبارک سے ان کے قلب تک نور پہنچا جس سے دعا یاد آ گئی۔ بوالفضول۔ بے ہودہ۔ پُر گنہ۔ گنہگار۔ حشائش۔ حشیش کی جمع، گھاس، مقولہ ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ تہدید۔ ڈراوا۔ وعید۔ سزا کا وعدہ۔ مجرماں۔ گنہگاراں۔ مضطرب۔ یعنی ان حالات میں، میں پریشان ہو گیا۔ ہاروت و ماروت۔ وہ دو فرشتے جو اپنے گناہوں کی پاداش میں بابل کے کنویں میں الٹے لٹکے ہوئے مانے گئے ہیں۔ یہ شرعی اعتبار سے محض ایک افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

2. از خطر۔ افسانہ یہ ہے کہ ہاروت و ماروت نے زہرہ سے زنا کر لیا تب ان سے کہا گیا کہ آخرت میں عذاب بھگتو یا دنیا میں، جس کی یہ صورت ہو گی کہ ایسے کنویں میں جس میں دھواں بھرا ہو گا قیامت تک کے لئے الٹے لٹکا دیے جاؤ گے۔ اس پر انہوں نے دنیا کی سزا کو پسند کر لیا۔ بابل۔ عراق کا مشہور شہر تھا۔ گرپز۔ چالاک۔ ساحر۔ ہاروت ماروت لوگوں کو جادو کی تعلیم دینے والے تھے۔

نیک کردند و بجائے خویش بود
اچھا کیا، اور با محل تھا
سہل تر باشد ز آتش[1] رنج دُود
دھویں کی تکلیف آگ سے زیادہ آسان ہوتی ہے

حد ندارد وصفِ رنج و آنجہاں
اُس عالم (آخرت) کی تکلیف کی کوئی حد نہیں ہے
سہل باشد رنجِ دنیا پیشِ آں
دنیا کی تکلیف اُس کے مقابلہ میں آسان ہے

اے خنک آں کو جہادے می کند
قابل مبارک باد ہے وہ شخص جو مجاہدہ کرتا ہے
بر بدن زجرے و دادے می کند
بدن کو تنبیہ اور اُس کے ساتھ انصاف کرتا ہے

تا ز رنجِ آں جہانے وا رہد
تاکہ اُس جہاں (آخرت) کی تکلیف سے نجات پا لے
بر خود ایں رنجِ عبادت می نہد
اپنے اوپر عبادت کی تکلیف ڈالتا ہے

من ہمی گفتم کہ یا رب آں عذاب
میں نے بھی یہ کہا کہ اے خدا! وہ سزا
ہم دریں عالم براں بر من شتاب
اِسی عالم (دنیا) میں جلدی سے جاری کر دے

تا دراں عالم فراغت باشدم
تاکہ اُس عالم (آخرت) میں مجھے فراغت حاصل ہو
در چنیں درخواست حلقہ می زدم
اِس طرح کی درخواست پر میں زنجیر کھٹکھٹاتا تھا

ایں چنیں رنجورئیے پیدام شد
اس قسم کی بیماری مجھ میں پیدا ہو گئی
جانِ من از رنج بے آرام شد
کہ میری جان تکلیف سے بے آرام ہو گئی

ماندہ ام از ذکر[2] و از اورادِ خود
ذکر اور اپنے وظائف سے میں عاجز ہو گیا ہوں
بے خبر گشتم ز خویش و نیک و بد
اپنے اور اچھے برے سے بے خبر ہو گیا ہوں

گر نمی دیدم کنوں من روئے تو
اگر اب میں آپ کا چہرہ نہ دیکھتا
اے خجستہ وے مبارک خوئے تو
اے بابرکت اور اے وہ ذات کہ تیری خصلت مبارک ہے

می شدم از دستِ من یکبارگی
میں ایک بارگی اپنے ہاتھ سے گیا گزرا ہو جاتا
کردیم شاہانہ ایں غمخوارگی
آپؐ نے میری شاہانہ غمخواری فرمائی

گفت ہے ہے ایں دعا دیگر مکن
آپ نے فرمایا خبردار یہ دعا پھر نہ کرنا
بر مکن تو خویش را از بیخ و بن
اپنے آپ کو جڑ بنیاد سے نہ اکھاڑ

تو چہ طاقت داری اے مورِ نژند
اے کمزور چیونٹی! تو کیا طاقت رکھتا ہے
کہ نہد بر تو چناں کوہے بلند
کہ وہ (اللہ تعالیٰ) تجھ پر اس قدر اونچا پہاڑ دھر دے

گفت توبہ کردم اے سلطان کہ من
اُس نے کہا اے شاہ! میں نے توبہ کی کہ میں
از سرِ جلدی نیارم ہیچ فن
عجلت میں کوئی ترکیب عمل میں نہ لاؤں گا

1. آتش۔ یعنی جہنم کی آگ۔ دود۔ یعنی وہ دھواں جو چاہِ بابل میں ہے۔ اے خنک۔ وہ انسان قابل مبارکباد ہے جو اپنے جسم کو دنیاوی تکالیف میں مبتلا کر کے عبادات اور مجاہدہ کر لے اور آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کر لے۔ داد۔ انصاف؛ جسم کے ساتھ یہی انصاف ہے کہ عبادت کر کے اس کو آخرت کے عذاب سے چھڑا لے۔ من ہمی گفتم۔ ان صحابی نے حضورﷺ سے عرض کیا کہ مجھے بجائے آخرت کے دنیا کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔

2. ذکر۔ یعنی خدا کا ذکر۔ اوراد۔ وہ وظائف جن کو کوئی اپنا معمول بنا لے۔ من شدم۔ یعنی میں مر جاتا۔ مور۔ چیونٹی۔ نژند۔ اوندھا، پست و خوار۔ کوہے بلند۔ یعنی دنیا کا عذاب۔ توبہ کردم۔ آئندہ عذاب بھگتنے کی دعا نہ کروں گا بلکہ معافی کی درخواست کیا کروں گا۔

ایں جہاں تیہ[1] است و تو موسیٰؑ و ما
یہ دنیا تیہ ہے اور آپ موسیٰؑ ہیں اور ہم
از گنہ در تیہ مانده مبتلا
گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہیں

سالہا رہ می رویم و در اخیر
ہم سالوں کی مسافت طے کرتے ہیں اور آخر میں
ہمچناں در منزلِ اول اسیر
اسی طرح پہلی منزل کے پابند ہیں

ذکر قومِ موسیٰ علیہ السلام و پشیمانی ایشاں

موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور اُن کی شرمندگی کا تذکرہ

قومِ موسیٰؑ راہ می پیمودہ اند
(حضرت) موسیٰؑ کی قوم راستہ طے کرتی
آخر اندر گامِ اوّل بودہ اند
(لیکن) نتیجہ میں وہ پہلی جگہ پر ہوتی

گردلِ موسیٰؑ زما راضی بدے
اگر (حضرت) موسیٰؑ کا دل ہم سے خوش ہوتا
تیہ را راہ و کراں پیدا شدے
تیہ کا راستہ اور کنارہ معلوم ہو جاتا

ور بہ کل بیزار بودے اُو زما
اگر وہ ہم سے بالکلیہ بیزار ہوتے
کے رسیدے من و سلویٰ از سما
تو من و سلویٰ آسمان سے کب آتا

کے زسنگے چشمہا جوشاں شدے
پتھر سے چشمے کب جوش مارتے
دربیاباں تا امانِ جاں شدے
جنگل میں، حتیٰ کہ جان کی امان بن گئے

بل بجائے خواں خود آتش آمدے
بلکہ خوان کی بجائے آگ برتی
اندریں منزل لہب بَر ما زدے
اس منزل میں لپٹ ہمیں مارتی

چوں دو دل[2] شد موسیٰؑ اندر کارِ ما
چونکہ ہمارے معاملہ میں موسیٰؑ دو دلے ہو گئے ہیں
گاہ خصم ماست و گاہے یارِ ما
کبھی ہمارے دشمن ہیں اور کبھی ہمارے دوست ہیں

خشمش آتش می زند در رخت ما
اُن کا غصہ ہمارے سامان کو پھونک دیتا ہے
حلم اُو رَد می کند تیر بلا
اُن کی بردباری مصیبت کا تیر لوٹا دیتی ہے

کے بود کہ حلم گرد و خشم تیز
کب ہو گا کہ اُن کا تیز، غصہ بردباری بن جائے
نیست نادر ایں ز لطف اے عزیز
اے خدا یہ تیری مہربانی سے دور نہیں ہے

مدحِ حاضر وحشت است از بہر ایں
منہ پر تعریف کرنا ناراضی کا سبب ہے اس لئے
نامِ موسیٰؑ می برم قاصد چنیں
میں عمداً اس طرح (حضرت) موسیٰؑ کا نام لے رہا ہوں

---

1. تیہ۔ بوزن قیل وہ بیابان تھا جس میں نافرمانیوں کی بدولت بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں پھرتے رہے، اسی میدان میں ان پر من وسلویٰ بھی اترا اور پتھر سے پانی کے چشمے بھی پھوٹے۔ سالہا۔ بنی اسرائیل تیہ میں جہاں سے صبح کو چلتے تھے شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے، نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملتا تھا۔ یہی حال ہمارا ہے، توبہ و استغفار سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے لیکن گناہ کر بیٹھتے ہیں تو پھر پہلی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔ قوم موسیٰ۔ یعنی بنی اسرائیل۔ گردل۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ اگر موسیٰ بالکل خوش ہوتے تو ہم تیہ سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتے۔ ور بہ کل۔ اگر بالکلیہ ناراض ہوتے تو ہم پر من وسلویٰ کیوں اترتا اور پتھر سے پانی کے چشمے کیوں ابلتے۔ بل۔ من وسلویٰ کے بجائے ہم پر آگ نازل ہوتی۔
2. چوں دو دل۔ حضرت موسیٰ کے دل میں ہم سے پیار بھی ہے اور ناراضی بھی۔ خشمش۔ یعنی ان کا غصہ ہماری تباہی کا باعث ہے۔ کے بود۔ ہم اس وقت کے منتظر ہیں جب خدا کی مہربانی سے ان کا غصہ بھی بردباری میں تبدیل ہو جائے گا۔ مدح حاضر۔ ان بیمار صحابی نے حضرت موسیٰ کا ذکر کر کے ان کے کچھ فضائل ذکر کئے۔ اب فرماتے ہیں کہ دراصل وہ فضائل آپ کے ہیں لیکن چونکہ منہ پر تعریف کرنے سے آپ کو ناگواری ہوتی ہے تو میں نے حضرت موسیٰ کے ضمن میں آپ کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔

ورنہ[1] موسیٰؑ کے رَوا دارد کہ من
ورنہ (حضرت) موسیٰؑ کب گوارا کرتے کہ میں
پیشِ تو یاد آورم از ہیچ تن
آپ کے سامنے کسی کو یاد کروں

عہدِ ما بشکست صد بار و ہزار
ہمارا عہد سینکڑوں اور ہزاروں بار ٹوٹا ہے
عہدِ تو چوں کوہ ثابت برقرار
تیرا عہد پہاڑ کی طرح ثابت و برقرار ہے

عہدِ ما کاہ و بہر بادے زبوں
ہمارا عہد تنکا ہے اور ہر ہوا سے مغلوب ہے
عہدِ تو کوہ و ز صد کہ ہم فزوں
تیرا عہد پہاڑ ہے اور سینکڑوں پہاڑوں سے بڑھا ہوا ہے

حق آں قوت کہ بر تلوینِ ما
اُس قوت کا واسطہ جو تجھے ہماری نیرنگیوں پر ہے
رحمتے کن اے امیر لونہا
اے حالات کے فرمانروا! رحم فرما دے

خویش را دیدیم و رُسوائی خویش
میں نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا
امتحانِ ما مکن اے شاہِ بیش
اے شاہ! ہمارا زیادہ امتحان نہ لے

تا فضیحتہائے دیگر را نہاں
تاکہ دوسری رسوائیوں کو تو پوشیدہ
کردہ باشی اے کریم مستعاں
کر دے اے مدد گار کریم!

بیحدی تو درجمال و در کمال
تو جمال اور کمال میں لا محدود ہے
در کژی ما بیحدیم و در ضلال
ہم کجی اور گمراہی میں لا انتہا ہیں

بیحدیِ خویش بگمار اے کریم
اے کریم! اپنی بے پایانی مسلط فرما دے
بر کژیِ بیحد مشتے لئیم
ایک مٹھی (خاک) کمینے کی لامحدود کجی پر

ہیں[2] کہ از تقطیع ما یک تار ماند
دیکھ! ہمارے لباس کا ایک تار رہ گیا ہے
مصر بودیم و یکے دیوار ماند
ہم شہر تھے اور ایک دیوار رہ گئی ہے

اَلْبَقِیَّۃ اَلْبَقِیَّۃ اے خدیو
اے شاہ! باقی کی حفاظت کر
تانگردد شاد کلی جانِ دیو
تاکہ شیطان کی جان بالکلیہ خوش نہ ہو

بہرِ ما نے بہرِ آں لطفِ نخست
ہماری وجہ سے نہیں اُس پہلی مہربانی کی وجہ سے
کہ تو کردی گمرہاں را باز جست
کہ تو نے گمراہوں کو تلاش کیا ہے

چوں نمودی قدرتت بنمائے رحم
جب تو نے اپنی قدرت کا اظہار کیا ہے، رحم فرما دے
اے نہادہ رحمہا در شحم و لحم
اے وہ ذات! جس نے چربی اور گوشت میں رحم (کا مادہ) رکھ دیا ہے

---

1. ورنہ۔ حضرت موسیٰؑ خود اس کو نہ پسند کرتے کہ آپ کی موجودگی میں ان کی تعریف کی جائے۔ عہد۔ ہم نے بندگی کا عہد کیا جو ہزاروں بار ٹوٹا اللہ نے ربوبیت کا عہد کیا جو ہر وقت برقرار ہے۔ تلوینِ ما۔ کبھی ہم توبہ کرتے ہیں کبھی اس کو توڑتے ہیں، کبھی اطاعت و عبادت کرتے ہیں کبھی نافرمانی کرتے ہیں اور یہ سب کچھ قدرتِ خداوندی کا ظہور ہے۔ لونہا۔ یعنی ہماری مختلف کیفیتیں۔ تا فضیحتہائے دیگر۔ اگر تو ہمیں امتحان میں نہ ڈالے گا تو دیگر رسوائیاں ڈھکی چھپی رہیں گی۔ مستعاں۔ جس سے مدد مانگی جائے۔ بیحدی۔ اللہ کا جمال و کمال لامحدود ہے اور بندہ کی خطائیں لامحدود ہیں لہٰذا وہی پردہ پوشی کر سکتا ہے۔

2. ہیں۔ ہماری پردہ پوشی کے ظاہری اسباب ختم ہو گئے ہیں۔ لباس کا صرف ایک تار رہ گیا ہے نیکی کی تمام قوتیں ہم فنا کر چکے ہیں، اس کے صرف آثار باقی رہ گئے ہیں۔ البقیہ۔ جو کچھ باقی ہے، اس کی حفاظت کر دے تاکہ بالکلیہ تباہی نہ ہو۔ بہرِ ما نے۔ ہم پر رحم اپنے قدیم رحم کے طفیل کر دے جو گنہگاروں کو معاف کرنے کے لئے تلاش کرتا ہے۔ چوں نمودی۔ انسانوں اور جانوروں میں رحم کا مادہ خدا کی رحمت کا جزو ہے۔

زیں دعا[1] گر خشم افزاید ترا
اگر یہ دعا تیرا غصہ بڑھائے
تو دُعا تعلیم فرما مہترا
اے بڑے! تو (اور) دعا سکھا دے

آنچناں کآدم بیفتاد از بہشت
جیسا کہ (حضرت) آدم جنت سے گرے
رجعتش دادی کہ رست از دیو زِشت
اُنکو تو نے توبہ (کے طریقہ کی تعلیم) فرمائی کہ شیطان سے وہ نجات پا گئے

دیو کہ بود کوز آدمؑ بگذرد
شیطان کیا ہوتا ہے جو (حضرت) آدمؑ سے بڑھ جائے
برچنیں نَطعے ازو بازی برد
ایسی بساط پر اُس سے بازی جیت لے

در حقیقت نفعِ آدمؑ شد ہمہ
حقیقتاً سب (حضرت) آدمؑ کا نفع ہوا
لعنت حاسد شدآں بد دمدمہ
وہ برا مکر حاسد کی لعنت بنا

بازیِ دید و دو صد بازی ندید
ایک چال دیکھی اور دو سو چالیں نہ دیکھیں
پس ستونِ خیمۂ خود را بُرید
تو اپنے خیمہ کا ستون کاٹ ڈالا

آتشے زدشب بکشتِ دیگراں
رات میں دوسروں کی کھیتی میں آگ لگائی
باد سوئے کشت او گردش رواں
ہوا نے اس کو اُس کی کھیتی کی طرف روانہ کر دیا

چشم بندے[2] بود لعنت دیورا
لعنت شیطان کی آنکھ کی پٹی تھی
تازیانِ خصم دید آں ریورا
یہاں تک کہ اُس مکر کو مقابل کی بربادی سمجھا

ہم زیانِ جانِ او شد ریو او
اُس کا مکر اُس کی جان کی تباہی بنا
خود تو گوئی بود آدمؑ دیو او
تو خود کہے گا آدمؑ اُس کے گمراہ کرنے والے تھے

لعنت ایں باشد کہ کژبینش کند
لعنت یہ ہوتی ہے کہ اُس کو کج بین بنا دے
حاسد و خود بین و پُرکینش کند
اُس کو حاسد اور متکبر اور کینہ ور کر دے

تا بداند کہ ہر آں کو بد کند
یہاں تک کہ وہ جان لے گا کہ جو شخص برائی کرتا ہے
عاقبت باز آید و بَر وے زَند
انجامِ کار وہ لوٹتی ہے اور اُس پر پڑتی ہے

جملہ فرزیں بندہا بیند بعکس
تمام مہروں کو الٹا دیکھتا ہے
مات بروے گردد و نقصان و نکس
مات اور نقصان اور ذلت اُس کو ہوتی ہے

زانکہ گر اُو ہیچ بیند خویش را
اس لئے کہ اگر وہ اپنے آپ کو ناحق چیز سمجھتا
مہلک و ناسور بیند ریش را
زخم کو مہلک اور ناسور سمجھتا

1. زیں دعا۔ اگر ہمارے یہ دعائیہ الفاظ پسند نہیں ہیں تو تو ہی اور دعا سکھا دے جیسا کہ تو نے حضرت آدمؑ کو خود ہی دعا سکھا دی تھی جس سے ان کی لغزش معاف ہوئی۔ رجعت۔ واپسی، توبہ۔ بگذرد۔ بازی لے جائے۔ نطع۔ چمڑے کا ٹکڑا، بساط۔ در حقیقت۔ شیطان نے جو مکر حضرت آدمؑ کے نقصان کے لئے کیا وہ ان کے نفع کا سبب بن گیا اور توبہ کے بعد ان کو مزید قرب حاصل ہو گیا۔ بازی۔ شیطان نے اپنے مکر کی طرف دھیان کیا اللہ تعالیٰ کی تدبیروں کو ذہن میں نہ رکھا اور اپنے مکر سے خود برباد ہو گیا۔ آتشے۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کو تباہ کرنے کے لئے مکر کیا اور خود اس کے جال میں پھنس گیا۔

2. چشم بندے۔ شیطان کے لئے اللہ کی لعنت آنکھ کی پٹی ثابت ہوئی، وہ اپنے انجام کو نہ دیکھ سکا۔ خود تو گوئی۔ شیطان تو حضرت آدمؑ کی تباہی کا سبب نہ بنا البتہ حضرت آدمؑ شیطان کی تباہی کا سبب بن گئے۔ لعنت۔ جب کوئی خدا کی لعنت میں گرفتار ہوتا ہے تو کج بین اور حاسد اور متکبر اور کینہ ور بن جاتا ہے۔ تا بداند۔ برائی کا وبال خود برائی کرنے والے کو بھگتنا پڑے گا۔ فرزین بند۔ شطرنج کی وہ چال جس سے مخالف کی زد فرزین کی مار کا خطرہ کم ہو جائے۔ مات۔ بازی ہارنا۔ نکس۔ اوندھا، ذلیل۔ زانکہ۔ اگر تکبر نہ ہو تو انسان اپنی برائی کو برائی سمجھ کر ازالہ کر لیتا ہے۔

درد[1] خیزد زیں چنیں دیدن دروں — درد اُو را از حجاب آرد بروں
اس طرح دیکھنے سے اندر درد اُٹھتا ہے — درد اُس کو پردے سے باہر لے آتا ہے

تا نگیرد مادراں را دردِ زہ — طفل در زادن نیابد ہیچ رہ
جب تک ماؤں کے درد زہ نہ ہو — بچہ کو پیدا ہونے کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا

ایں امانت در دل و جان حاملہ است — وایں نصیحتہا مثالِ قابلہ است
یہ امانت دل میں ہے اور جان حاملہ ہے — اور یہ نصیحتیں دایہ جیسی ہیں

قابلہ گوید کہ زن را درد نیست — درد باید درد کودک را رہست
دایہ کہتی ہے کہ عورت کو درد (زہ) نہیں ہے — درد چاہئے درد (زہ) بچہ کا راستہ ہے

آنکہ اُو بیدرد باشد[2] رہزن ست — زانکہ بیدردی انا الحق گفتن ست
جو بے درد ہو وہ رہزن ہے — اس لئے بیدردی انا الحق کہنا ہے

آں انا بیوقت گفتن لعنت است — ویں انا در وقت گفتن رحمت است
انا کو بے موقع کہنا (موجب) لعنت ہے — اور اس انا کو با موقع کہنا (باعث) رحمت ہے

آں انا منصور را رحمت بدہ — ایں انا فرعون را لعنت بدہ
وہ انا منصور کے لئے (باعث) رحمت تھا — یہ انا فرعون کے لئے (موجب) لعنت تھا

لا جرم ہر مرغِ بے ہنگام[3] را — سَر بُریدن واجب است اِعلام را
لا محالہ بے وقت کے ہر مرغ کا — سر کاٹ ڈالنا تشہیر کے لئے ضروری ہے

سَر بُریدن چیست کشتن نفس را — در جہاد و ترک گفتن لمس را
سر کاٹنا کیا ہے؟ نفس کو مارنا ہے — مجاہدہ میں، اور لذت کو خیر باد کہنا

آنچناں کہ نیشِ کژدم بر کنی — تاکہ یابد اُو زکشتن ایمنی
جیسے کہ تو بچھو کا ڈنک نکال دے — تاکہ وہ مارے جانے سے مامون ہو جائے

---

[1] درد۔ اپنی خطا پر اگر انسان درد محسوس کرے تو نجات ہو جاتی ہے۔ تا نگیرد درد۔ ماں کو اگر دردِ زہ نہ ہو تو خوش کن نتیجہ سامنے نہیں آتا ہے۔ ایں امانت۔ بھلائی کی طاقتیں دل میں بمنزلہ حمل کے ہیں اور روحِ انسانی حاملہ ہے اور وعظ و نصیحت ان قوی کو بروئے کار لانے والی ہے لہٰذا یہ بمنزلہ دائی کے ہے۔ قابلہ۔ ناصح کی نصیحت سے اگر درد پیدا نہیں ہوتا ہے تو بھلائی کی طاقتیں بروئے کار نہیں آتی ہیں جس طرح دایہ تب ہی جناتی ہے جب کہ عورت کے دردِ زہ ہو۔

[2] بے درد باشد۔ جس میں درد کا مادہ نہیں وہ بے درد ڈاکو کی طرح ہے۔ بے دردی۔ بے درد متکبر ہوتا ہے اور تکبر کا آخری درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کا درجہ دے کر خدائی کا دعویٰ کر دیتا ہے جیسا کہ متکبر بے درد فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کہا یہی انا الحق کہنے کا مطلب ہے۔ آں انا۔ پہلے شعر میں انا الحق کہنے کو بے دردی اور تکبر کی بنیاد پر بتایا تھا، اب اس کی تفصیل فرماتے ہیں کہ بے وقت انا الحق کہنا لعنت ہے لیکن با موقع کہنا درست ہے۔ منصور۔ حلاج نے وحدت الوجود کے غلبہ میں اپنے آپ کو فنا کر کے اور صفاتِ خداوندی سے متصف ہو کر انا الحق کہا تو موجب رحمت تھا، فرعون نے بے موقع کہا تو موجب لعنت بنا۔

[3] مرغِ بے ہنگام۔ جو مرغ بے وقت بولے اس کو ذبح کر دیا جاتا ہے، اسی طرح فرعون نے بے وقت انا الحق کہا اور ہلاک کر دیا گیا۔ اعلام۔ یعنی دوسروں کو بتانا، اعلان کرنا۔ سر بریدن۔ اگر انسان کا نفس تکبر میں انا الحق کا مدعی بنے تو اس کا سر کاٹنے کی ترکیب یہ ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اس کو قتل کر ڈالے۔ آنچناں۔ نفس کو مارنے سے انسان کی نجات ہو جاتی ہے جیسے کہ بچھو کا ڈنک توڑ دیا جائے تو پھر وہ ہلاک ہونے سے بچ جاتا ہے۔

برکنی[1] دندانِ پُر زہرے زمار — تا رہد مار از بلائے سنگسار
سانپ کے زہریلے دانت اُکھاڑ دے — تاکہ سانپ سنگساری کی مصیبت سے بچ جائے

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِ پیر — دامنِ آں نفس کش را سخت گیر
نفس کو شیخ کے سایہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں مارتی ہے — اُس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے

چوں بگیری سخت آں توفیق ہوست — در تو ہر قوت کہ آید جذبِ اوست
جب تو مضبوط پکڑے گا وہ (اللہ تعالیٰ) کی توفیق ہوگی — تجھ میں جو قوت آئے گی وہ اُسی کی کشش ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ راست داں — ہرچہ دارد جاں بود از جانِ جاں
''تو نے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا'' کو صحیح سمجھ — جو کچھ جان میں ہے وہ جان جاں کی جانب سے ہوگا

دست گیرندہ ویست و بُرد بار — دمبدم آں دم از وا امید دار
وہی دستگیری کرنے والا اور بوجھ اٹھانے والا ہے — ہر وقت اُس سے جذب کی اُمید رکھ

نیست غم گر دیر بے اُو ماندۂ — دیر گیر و سخت گیرش خواندۂ
اگر تو بہت دیر تک اس کے بغیر رہا ہے تو غم نہ کر — تو نے اُسکو دیر سے پکڑنیوالا اور سخت گرفت کرنیوالا پڑھا ہے

دیر[2] گیرد سخت گیرد رحمتش — یک دمت غائب ندارد حضرتش
اسکی رحمت دیر سے شامل حال ہوگی تو پوری شامل حال ہوگی — اُسکا دربار تجھے ایک لمحہ کیلئے غائب نہ ہونے دے گا

ور تو خواہی شرحِ ایں فضل و وِلا — از سَرِ اندیشہ می خواں والضحیٰ
اگر تو اس مہربانی اور دوستی کی شرح چاہتا ہے — تو غور و فکر سے (سورہ) والضحیٰ پڑھ لے

ور تو گوئی ہم بدی ہا از ویست — لیک آں نقصانِ فضلِ او کیست
گر تو کہے کہ برائیاں بھی اُسی کی جانب سے ہیں — لیکن وہ اُس کی عنایت کے نقصان کا باعث کب ہیں؟

آں بدی دادن کمالِ اُوست ہم — من مثالے گویمت اے محتشم
وہ برائی دینا بھی اس کا کمال ہے — اے بزرگوار! میں تجھ سے ایک مثال کہتا ہوں

مثال در بیانِ معنیٰ نُؤمِنُ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ

اس معنیٰ کے بیان میں ایک مثال کہ ہم ایمان لائے اچھی اور بری تقدیر پر

---

[1] برکنی۔ اگر سانپ کا زہریلا دانت توڑ دیا جائے تو سانپ ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔ ہیچ۔ نفس کو شیخ کے زیر سایہ مارا جا سکتا ہے۔ چوں بگیری۔ شیخ کا دامن پکڑنا بھی توفیق خداوندی ہے اور مرید کو باطنی قوت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ ما رمیت۔ غزوۂ بدر میں جب آنحضورﷺ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی اور اس سے ان کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں تو قرآن میں فرمایا گیا کہ وہ تمہارا پھینکنا نہ تھا، خدا کا پھینکنا تھا یعنی مرید کو مراد ہی سے قوت حاصل ہوتی ہے، اس لئے اس کا فعل اصل کی طرف منسوب ہو جاتا ہے۔ دست۔ خدا ہی دست گیری فرماتا ہے، اسی سے جذب کی امید کر۔ نیست غم۔ اگر وصول الی الحق میں دیر لگے تو گھبرانا نہ چاہئے جس طرح خدا کا عذاب دیر میں آتا ہے اور سخت آتا ہے، اسی طرح اس کی رحمت بھی آزمائشوں کے بعد متوجہ ہوتی ہے۔

[2] دیر۔ اس کی رحمت آزمائش کے بعد جب متوجہ ہوتی ہے تو پھر اس قدر حاصل ہوتا ہے کہ ایک لحہ کے لئے بھی دوری نہیں ہوتی ہے۔ والضحیٰ۔ یہود کے سوال پر جواب دینے کا وعدہ کیا لیکن انشاء اللہ نہ کہا تو آنحضورﷺ سے وحی کا انقطاع ہو گیا جس سے آنحضورﷺ کو بہت پریشانی ہوئی لیکن پھر انتہائی پیار کے ساتھ آنحضورﷺ کی اس سورہ کے ذریعے تسلی فرما دی گئی۔ ور تو گوئی۔ بے وقت انا الحق کہنا اور قلب میں بری قوتوں کا پیدا ہونا بھی اللہ کا فعل ہے جو بظاہر یہ کمال خداوندی کے خلاف ہے۔ مولانا جواباً فرماتے ہیں کہ بدی کا خلق بھی اللہ کا کمال ہے اور اس کو ایک مثال میں سمجھاتے ہیں۔

کرد نقاشے دو گونہ نقشہا ۔ نقشہائے صاف و نقش بے صفا

ایک نقاش نے دو قسم کے نقش بنائے ۔ اچھے نقش اور برے نقش

نقش یوسف[1] کرد و حورِ خوش سرشت ۔ نقش عفریتاں و ابلیسانِ زشت

(حضرت) یوسفؑ کا اور خوبصورت حوروں کا نقش بنایا ۔ بھوتوں اور شیطانوں کا برا نقش بنایا

ہر دو گونہ نقش اُستادیِ اُوست ۔ زشتی اُونیست آں رادیِ اُوست

دونوں قسم کے نقش اُس کی مہارت (کی دلیل) ہیں ۔ یہ اُس کی برائی نہیں ہے اُس کی دانائی ہے

خوب را در غایت خوبی کشد ۔ حس عالم چاشنی ازوے چشد

خوبصورت کو انتہائی خوبصورتی سے بناتا ہے ۔ دنیا کے حواس اس سے لطف اُٹھاتے ہیں

زشت را در غایت زشتی کند ۔ جملہ زشتی ہا بگردش بر تند

بدصورت کو انتہائی بدصورت بناتا ہے ۔ تمام بدصورتیاں اُس پر مڑھ دیتا ہے

تا کمالِ دانشش پیدا شود ۔ منکر اُستادیش رُسوا شود

تاکہ اُس کی دانش کا کمال ظاہر ہو جائے ۔ اُس کی اُستادی کا منکر رسوا ہو جائے

ورنہ تاند زشت کردن ناقص ست ۔ زیں سبب خلاق گبر و مخلص ست

اگر وہ بدصورت کو نہ پیدا کر سکے تو ناقص ہے ۔ اِسی لئے وہ کافر اور مومن کا پیدا کرنے والا ہے

پس ازیں رُو کفر و ایماں شاہد اند ۔ بر خداوندیش ہر دو ساجد اند

تو اِس حیثیت سے کفر اور ایمان گواہ ہیں ۔ اُسکی خدائی پر (اور) دونوں اُس کو سجدہ کرنیوالے ہیں

لیک[2] مومن دانکہ طوعاً ساجدست ۔ زانکہ جویائے رضا و قاصد ست

لیکن سمجھ لے کہ مومن خوشی سے سجدہ کرنے والا ہے ۔ کیونکہ وہ رضا مندی کا جویاں اور قصد کرنے والا ہے

ہست کرہاً گبر ہم یزداں پرست ۔ لیک قصد اُو مُرادِ دیگرست

کافر بھی جبراً خدا پرست ہے ۔ لیکن اُس کا مقصود دوسرا ہے

قلعۂ سلطاں عمارت می کند ۔ لیک دعویِ امارت می کند

شاہی قلعہ تعمیر کرتا ہے ۔ لیکن سلطنت کا مدعی ہے

---

1. یوسف۔ یوسف کا نقش حسین ترین ہے اور بھوت وشیطان کا نقش بھیانک ہے۔ ہر دو گونہ۔ حسین نقش اور بھیانک نقش اگر مکمل ہیں تو نقاش کے کمال پر دال ہیں۔ رادی۔ دانشمندی۔ حس عالم۔ حسین نقش سے ہر انسان لطف اندوز ہوتا ہے۔ زشتی۔ بدصورتی۔ تا کمال۔ حسین نقش کو حسین ترین بنانا مصور کا کمال ہے اور بھیانک نقش کو انتہائی بھیانک بنانا بھی نقاش کا کمال ہے۔ ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ بدصورت بنانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو یہ اس کے ناقص ہونے کی دلیل ہوگی اور وہ ہر طرح کے نقصان سے پاک ہے لہٰذا اس کو مومن اور کافر دونوں کا خلاق ماننا ہوگا۔ پس۔ کفر اور ایمان اس کی خلاقی اور خدائی کے گواہ ہیں اور دونوں اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

2. لیک۔ کافر و مومن کے سجدے میں فرق یہ ہے کہ مومن کا سجدہ اختیاری اور رضائے قلب سے ہے اور کافر کا سجدہ اضطراری ہے اور اضطراری نہ ایمان معتبر ہے نہ عبادت۔ مرادِ دیگر۔ مضطر جو کام کرتا ہے اس میں اس کا قصد و ارادہ نہیں ہوتا ہے۔ قلعہ۔ اضطراری عبادت کی مثال یہ ہے کہ ایک وہ شخص جس کا ارادہ بغاوت کرنے کا ہے ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے لیکن مجبوراً ظاہر یہی کرتا ہے کہ یہ قلعہ بادشاہ کے لئے بنا رہا ہوں لیکن اس کا قصد یہ ہے کہ بغاوت کر کے اس قلعہ میں شاہی کروں گا۔ ایسے آدمی کا انجام سوائے تباہی کے کچھ نہیں، قلعہ کے مفاد اس کو حاصل نہیں ہوتے ہیں۔ اسی طرح کافر کا اضطراری سجدہ اس کے لئے کچھ بھی مفید نہیں ہے۔

گشت باغی تا کہ ملک او را بود — عاقبت خود قلعہ سلطاں را شود

وہ باغی بنا تا کہ ملک اُس کا ہو جائے — انجامِ کار قلعہ بادشاہ کا ہو جاتا ہے

مومن[1] آں قلعہ برائے بادشاہ — می کند معمور نے از بہرِ جاہ

مومن وہ قلعہ بادشاہ کے لئے — تعمیر کرتا ہے نہ کہ (اپنی) شان و شوکت کے لئے

زشت گوید اے شہ زشت آفریں — قادری برخوب و برزشتِ مہیں

بدصورت کہتا ہے، اے بدصورت کے پیدا کرنے والے شاہ! — تو خوبصورت اور ذلیل بدصورت (کے پیدا کرنے) پر قادر ہے

خوب گوید اے شہ حُسن و بہا — پاک گردانیدیم از عیبہا

خوبصورت کہتا ہے اے شاہِ حسن جمال — تو نے مجھے عیبوں سے پاک کر دیا

حَمدُ لَکَ وَالشُّکرُلَکَ یَا ذَالمِنَنْ — حاضری و ناظری برحالِ من

اے احسانات والے! تیری تعریف ہے اور تیرا شکر یہ ہے — تو میری حالت پر حاضر و ناظر ہے

حاصل آں شد کو ہرانچہ خواست کرد — خوب را و زشت را چوں خار و ورد

خلاصہ یہ ہوا کہ اُس نے جو چاہا وہ کیا — اچھے اور برے کو کانٹے اور پھول کی طرح

اُوست .برہر بادشاہے بادشا — کار ساز یَفعَلُ[2] اللّٰهُ مَا یَشَاءُ

وہ ہر بادشاہ کے اُوپر بادشاہ ہے — کاموں کا بنانیوالا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے

وصیت کردن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیمار را و دعا آموزیدن

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار کو نصیحت کرنا اور دُعا سکھانا

گفت پیغمبر مَرآں بیمار را — ایں بگوکہ سہل کن دشوار را

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیمار سے فرمایا — یہ کہ (اے خدا) مشکل آسان کر دے

اٰتِنَا فِیْ دَارِ دُنْیَانَا حَسَنْ — اٰتِنَا فِیْ دَارِ عُقْبَانَا حَسَنْ

ہمیں ہمارے دنیا کے گھر میں بھلائی عطا فرما — ہمیں ہمارے آخرت کے گھر میں بھلائی عطا فرما

راہ را برما چوبُستاں کُن لطیف — منزلِ ما خود تو باشی اے شریف

صراط (مستقیم) کو ہم پر باغ کی طرح پرلطف بنا دے — اے شرافتوں والے! ہماری منزل خود تو ہی ہو

مومناں در حشر گویند اے ملک — نے کہ دوزخ بود راہِ مشترک

مومن حشر میں کہیں گے، اے فرشتو! — کیا دوزخ (مومنوں اور کافروں) کا مشترک راستہ نہ تھا؟

مومن و کافر برو یابد گذار — ماندیدیم اندریں رہ دود و نار

مومن و کافر اُس پر گذرتے ہیں — ہم نے اِس راستہ میں دُھواں اور آگ نہ دیکھی

[1] مومن۔ مومن صحیح نیت سے کام کرتا ہے تو مقصد کو پالیتا ہے۔ معمور۔ آباد، تعمیر شدہ۔ زشت گوید۔ بدصورت کے شاہد و گواہ ہونے کا بیان ہے۔ مہین۔ ذلیل۔ خوب گوید۔ یہ خوبصورت کی شہادت کا بیان ہے۔ بہا۔ رونق، جمال۔ حمد لک۔ خوبصورت یہ کہتا ہے۔ ذالمنن۔ احسانات والا۔ حاصل۔ یعنی سب بحث کا خلاصہ یہ ہے۔ ورد۔ پھول۔ اوست۔ شہنشاہی خدا کی صفت ہے۔

[2] یفعل۔ یعنی وہ اپنے ہر فعل میں مختار کل ہے۔ گفت۔ یعنی انسان کو ہر حالت میں اپنی بھلائی کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ راہ۔ یعنی پل صراط۔ منزل۔ یعنی مقصود۔ گذار۔ یعنی پل صراط پر سے مومن و کافر کا گزر ہوگا جو جہنم پر قائم کی جائے گی۔ دود و نار۔ یعنی جہنم کے آثار۔

تنک[1] بہشت و بارگاہِ ایمنی — پس کجا بود آں گذر گاہِ دنی

یہ تو بہشت اور اطمینان کی بارگاہ ہے — تو وہ کم درجہ کا راستہ کہاں ہے؟

پس ملک گوید کہ آں روضہ خضر — کاں فلاں جادیدہ اید اندر گذر

تو فرشتے کہیں گے کہ وہ سبز باغ — جو راستہ میں تم نے فلاں جگہ دیکھا ہے

دوزخ آنجا بود و سیاست گاہِ سخت — برشما شد باغ و بستان و درخت

دوزخ اور سخت سزا کی جگہ وہیں تھی — تمہارے لئے وہ باغ اور چمن اور درخت بن گئی

چوں شما ایں نفس دوزخ خوئے را — آتشی و گبر و فتنہ جوئے را

چونکہ تم نے اس دوزخ مزاج نفس پر — جہنمی اور کافر اور فتنہ جو پر

جہدہا کردید تاشد پُر صفا — نار را کشتید از بہر خدا

تم نے مجاہدے کئے یہاں تک کہ وہ مصفّٰی ہو گیا — تم نے آگ کو بجھایا خدا کے لئے

آتش شہوت کہ شعلہ می زدے — سبزۂ تقویٰ شد و نورِ ہدے

شہوت کی آگ جو بھڑکتی تھی — تقوےٰ کا سبزہ اور ہدایت کا نور بن گئی

آتش خشم از شما ہم حلم شد — ظلمت جہل از شما ہم علم شد

تمہارے غصہ کی آگ بھی بردباری بن گئی — تمہارے جہل کی تاریکی بھی علم بن گئی

آتش حرص از شما ایثار شد — واں حسد چوں خار بد گلزار شد

تمہاری حرص کی آگ ایثار بن گئی — جو حسد کانٹے کی طرح تھا وہ چمن بن گیا

چوں شما[2] ایں جملہ آتشہائے خویش — بہر حق کشتید جملہ پیش پیش

چونکہ تم نے اپنی ان تمام آگوں کو — پہلے ہی پہلے اللہ (تعالیٰ) کے لئے بجھا دیا

نفس ناری را چو باغے ساختید — اندر و تخم وفا انداختید

چونکہ تم نے جہنمی نفس کو باغ بنا لیا — اُس میں وفا کا بیج بو دیا

بلبلانِ ذکر و تسبیح اندرو — خوش سرایاں در چمن برطرف جو

جس میں ذکر اور تسبیح کی بلبلیں — نہر کے کنارے چمن میں خوش الحانی کرتی ہیں

داعیِ حق را اجابت کردہ اید — وز جحیم نفس آب آوردہ اید

اللہ (تعالیٰ) کی طرف بلانے والے کی تم نے بات مان لی — اور نفس کی دوزخ سے تم نے پانی حاصل کر لیا

دوزخ مانیز در حق شما — سبزہ گشت و گلشن و برگ و نوا

ہماری دوزخ بھی تمہارے لئے — سبزہ اور گلشن اور ساز و سامان بن گئی

---

[1] تنک۔ مومن پل صراط سے گزر کر جنت میں پہنچ جائے گا۔ گذرگاہ۔ یعنی پل صراط۔ پس فلک۔ آنحضورﷺ کی تعلیم کردہ دعا کا یہ اثر ہوگا کہ پل صراط پر سے گزرنے میں دوزخ کا منظر مومن کے لئے سبز باغ کا منظر بن جائے گا۔ چوں۔ جبکہ مومن نے نفس کی جہنمی صفات کو مجاہدات سے زائل کر دیا تو آخرت میں جہنم کے صفات بھی ان کے لئے تبدیل ہو جائیں گے۔ نار۔ یعنی نفسانی آگ۔ آتش شہوت۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ نفس کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیا۔

[2] چوں شما۔ جب ایک انسان اللہ کے لئے نفس کی برائیوں کو زائل کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت کی برائیوں سے محفوظ فرما دیتے ہیں۔ چو باغے۔ جب انسان نیک اعمال والا بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو بھی بھلائیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ بلبلاں۔ اس باغ میں دریائے معرفت کے کنارے ذکر و تسبیح کی بلبلیں نغمے گاتی ہیں۔ داعی حق۔ یعنی نبی دوراں۔ وز جحیم۔ یعنی نفس امارہ کو نفس مطمئنہ بنا دیا۔

چیست[1] احساں را مکافات اے پسر — لطف و احسان و ثوابِ معتبر
اے بیٹا! احسان کا بدلہ کیا ہے؟ — مہربانی اور احسان اور معقول ثواب

نے شما گفتید ما قربانیم — پیشِ اوصافِ شما ما فانی ایم
کیا تم نے نہیں کہا تھا، ہم فدائی ہیں — آپ کے اوصاف کے پیش نظر ہی فانی ہیں

ما اگر قلاش و گر دیوانہ ایم — مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم
ہم خواہ مفلس اور خواہ دیوانے ہیں — اُسی ساقی اور اُسی پیمانے کے مست ہیں

بر خط فرمانِ اُو سرمی نہیم — جانِ شیریں را گروگاں میدہیم
اُس کے ارشاد کی ہم فرمانبرداری کرتے ہیں — اپنی جان شیریں کو ہم گروی کرتے ہیں

تا خیالِ دوست در اسرارِ ماست — چاکری و جاں سپاری کارِ ماست
جب تک دوست کا خیال ہمارے دلوں میں ہے — خدمتگاری اور فدا کاری ہمارا کام ہے

ہر کجا شمعِ بلا افروختند — صد ہزاراں جانِ عاشق سوختند
اُنہوں نے جہاں کہیں عشق کی شمع روشن کی ہے — عاشقوں کی لاکھوں جانیں جلا ڈالی ہیں

عاشقانے کز درونِ خانہ اند — شمعِ روئے یار را پروانہ اند
وہ عاشق جو بارگاہ کے اندر ہیں — وہ دوست کے رُخ کی شمع کے پروانے ہیں

اے دل آنجا رو کہ با تو روشن اند — وز بلاہا مر ترا چوں جوشن[2] اند
اے دل! تو وہاں جا جہاں تیرے ساتھ روشن (دل) ہیں — جو مصائب کے لئے تیری زرہ ہیں

درمیانِ جاں تُرا جامی کنند — تا ترا پُر بادہ چوں جامے کنند
وہ تجھے دل پر جگہ دیتے ہیں — تا کہ تجھے جام کی طرح شراب سے بھرپور کر دیں

درمیانِ جانِ ایشاں خانہ گیر — در فلک خانہ کن اے بدرِ منیر
اُن کے دل میں تو جگہ بنا لے — اے روشن چاند! آسمان میں جگہ کر لے

چوں عطارد دفترِ دل وَا کنند — تا کہ بر تو سِرّہا پیدا کنند
وہ عطارد کی طرح دل کا دفتر کھول دیں گے — تا کہ تجھ پر راز کھول دیں

پیشِ خویشاں باش چوں آوارۂ — بر مہ کامل زن ار مہ پارۂ
اپنوں کے سامنے رہ، تو آوارہ کیوں ہے — اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے کامل چاند سے جڑ جا

---

[1] چیست۔ قرآن پاک میں ہے "نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔" نے شما۔ پہلا خطاب تو عام مومنین کو تھا، یہ خطاب عشاق کے لئے ہے۔ ساقی۔ یعنی معرفت کے علوم کا ساقی۔ خط فرماں۔ حکم۔ سرنہادن۔ اطاعت کرنا۔ گروگاں۔ گروی۔ اسرار۔ دل کے چھپے ہوئے راز۔ چاکری۔ خدمتگاری۔ جاں سپاری۔ فدا کاری۔ عاشقاں۔ یعنی وہ عاشق جو مقربانِ بارگاہِ خداوندی ہیں۔ اے دل۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان عاشقوں کی صحبت اختیار کرو۔

[2] جوشن۔ لوہے کی جنگی زرہ جو تیر و تلوار سے حفاظت کرتی ہے۔ درمیاں۔ ان عاشقوں کی صحبت اختیار کرو گے تو وہ اپنے دل میں تمہیں جگہ دیں گے اور شرابِ معرفت سے مست کر دیں گے۔ فلک۔ یعنی یہ عاشق جو مرتبہ کی بلندی میں، آسمان جیسے ہیں۔ عطارد۔ ستارہ کا نام ہے جس کو دبیر فلک یعنی آسمان کا منشی کہا جاتا ہے اور علوم و معارف کا تعلق اس سے جانا جاتا ہے۔ پیش خویشاں۔ جبکہ تجھ میں صلاحیت ہے تو یہ تیرے عاشق ہیں تو ان سے کیوں بچتا ہے۔ مہ کامل۔ یعنی یہ خدائی عشاق۔

جزوِ را از کل خود پرہیز چیست — با مخالف[1] ایں ہمہ آمیز چیست
جزو کو اپنے کل سے پرہیز کیوں ہے؟ — مخالف کے ساتھ یہ میل کیوں ہے؟

جنس را بیں نوع گشتہ در روش — غیبہا بیں عین گشتہ در رہش
تو اُس کے سامنے جنس کو نوع بنے ہوئے دیکھ — اُسکے طریق میں تو نصیبوں کو مشاہدہ بنے ہوئے دیکھ

تا چوزن عشوہ خری اے پُر خرد — از دروغ و عشوہ کے یابی مدد
اے عقلمند! عورتوں کیطرح تو کب تک فریب کی قدر کرے گا — جھوٹ اور فریب سے کب مدد حاصل کر سکے گا؟

چاپلوسی لفظ شیرینی فریب — می ستانی می نہی چوں زن بہ جیب
خوشامد (اور) فریب کے میٹھے الفاظ — تو قبول کرتا ہے، عورتوں کی طرح جیب میں رکھ لیتا ہے

مُرترا دشنام وسیلی شہاں — بہتر آید از ثنائے گمرہاں
تیرے لئے شاہوں کی گالیاں اور چپت — مناسب ہیں، گمراہوں کی تعریف سے

صفع[2] شاہاں خور مخور شہد خساں — تا کسے گردی ز اقبالِ کساں
شاہوں کا تمانچہ کھا کمینوں کا شہد نہ کھا — تا کہ تو صاحب دل لوگوں کی وجہ سے انسان بن جائے

زانکہ زاِیشاں دولت و خلعت رسید — در پناہِ روح جاں گردد جسد
کیونکہ انہی سے دولت و خلعت ملتی ہے — روح کی پناہ میں جسم روح بن جاتا ہے

ہر کجا بینی برہنہ بے نوا — داں کہ اُوبگریختست از اُوستا
جس جگہ تو ننگا، بے سروسامان دیکھے — سمجھ لے کہ وہ اُستاد سے بھاگا ہے

تاچناں گردد کہ می خواہد دلش — آن دلِ کورِ بد بے حاصلش
تاکہ وہ ویسا بنے جیسا کہ اُس کا دل چاہتا ہے — وہ اُس کا اندھا، برا، بدنصیب دل

گرچناں گشتی کہ اُستا خواستے — خویش را و خلق را آراستے
اگر وہ ویسا بنتا جیسا کہ اُستاد چاہتا — اپنے آپ کو اور لوگوں کو سدھار دیتا

ہر کہ از اُستا گریزد در جہاں — اُو ز دولت می گریزد ایں بداں
جو دنیا میں اُستاد سے بھاگے — یہ سمجھ لے وہ دولت سے بھاگتا ہے

پیشۂ آموختی در کسب تن — چنگ اندر پیشۂ دیں نیز زن
تو نے جسم کی کمائی کا پیشہ سیکھ لیا — دین کے پیشہ میں بھی ہاتھ ڈال

[1] مخالف۔ یعنی دنیادار لوگ۔ جنس۔ وہ کلی ہے جس کے ماتحت مختلف حقیقتوں کی نوعیں داخل ہوتی ہیں۔ نوع۔ وہ کلی ہے جس کے ماتحت ایک حقیقت کے فرد داخل ہوتے ہیں یعنی ان عاشقانِ خدا کی صحبت میں تجھے وحدت حقیقی کا جلوہ نظر آئے گا اور تو سب چیزوں میں ایک وجود دیکھے گا۔ غیبہا۔ ان کی صحبت میں تیرے مشاہدہ میں غیبی اسرار آ جائیں گے۔ چوزن۔ عورتیں بہت جلد عشوہ اور غلط تعریفوں کے فریب میں آ جاتی ہیں۔ مرترا۔ ایک انسان کے لئے دنیاداروں کی جھوٹی تعریفوں سے بزرگوں کی کڑوی باتیں زیادہ مفید ہیں۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔

[2] صفع۔ تمانچہ یعنی کڑوی نصیحت۔ شہد۔ یعنی جھوٹی تعریف۔ کساں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ زایشاں۔ بزرگوں کی سختی جھیلنے سے نفع پہنچتا ہے۔ در پناہ۔ جسم جو ایک بے حس چیز ہے روح کی صحبت میں حساس ہو جاتا ہے، اسی طرح مرید شیخ کی صحبت سے زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ ہر کجا۔ جو استاد کا ادب نہ کرے گا اور صحبت برداشت نہ کرے گا محروم رہے گا۔ تاچناں۔ استاد سے بھاگنے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ استاد کو اپنی منشاء پر چلانا چاہتا ہے اور جب اس میں کامیابی نہیں ہوتی تو بھاگتا ہے۔ گرچناں۔ اگر مرید شیخ کی مرضی کے مطابق مجاہدے کرے تو اپنی اور دوسروں کی ہدایت کا سبب بن جائے۔ پیشہ دیں۔ دینداری سے روح کی اصلاح ہوتی ہے جس کو بقا حاصل ہے۔

در جہاں پوشیدہ گشتی و عنی[1] چوں بروں آئی ازینجا چوں کنی
تو نامرد تھا دنیا میں چھپا رہا جب یہاں سے باہر نکلے گا کیا کرے گا
پیشۂ آموز کاندر آخرت اندر آید کسب و دخل مغفرت
ایسا پیشہ سیکھ کہ آخرت میں مغفرت کی آمدنی اور کمائی حاصل ہو
آں جہاں شہریست پُر بازار و کسب تانہ پنداری کہ کسب اینجاست حسب
وہ عالم (آخرت) ایک ایسا شہر ہے جو بازار اور کمائی تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ کمائی صرف اِسی جگہ ہے
حق تعالیٰ گفت کایں کسب جہاں پیش آں کسب ست لعب کودکاں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس عالم (دنیا) کی کمائی اُس (عالم آخرت) کی کمائی کے مقابلہ میں بچوں کا کھیل ہے
ہمچوآں طفلے کہ بر طفلے تند شکل صحبت کن مساسے می کند
اُس بچہ کی طرح جو بچہ پر چڑھے (اور) جماع کرنے والے کی طرح مساس کرے
کودکاں سازند در بازی دُکاں سود نبود جز کہ تغییر[2] زماں
بچے کھیل میں دکان لگاتے ہیں وقت گذاری کے علاوہ کوئی نفع نہیں ہوتا ہے
شب شود در خانہ آید گرسنہ کودکاں رفتہ بماندہ یک تنہ
رات ہو جاتی ہے تو گھر میں بھوکا آتا ہے بچے چلے جاتے ہیں اکیلا رہ جاتا ہے
ایں جہاں بازیگہ است و مرگِ شب باز گردی کیسہ خالی پُر لعب
یہ دنیا تماشا گاہ ہے اور موت رات ہے تو تھکا ماندہ خالی جیب واپس ہو گا
سوئے خانہ گورِ تنہا ماندۂ بافغاں وا حسرتا بر خواندۂ
قبر کے گھر کی طرف (جانے کے لئے) تو تنہا رہ گیا فریاد کے ساتھ ہائے افسوس کہتا ہوا
کسب دیں عشق ست و جذبِ اندروں قابلیت نورِ حق داں اے حروں
دین کی کمائی عشق، اور باطنی جذبہ ہے اے سَرکش! قابلیت اللہ کے نور کو سمجھ
کسب فانی خواہدت ایں نفس خس چند کسب خس کنی بگذار و بس
تیرا یہ کمینہ نفس فنا ہو جانے والی کمائی چاہتا ہے کب تک کمینی کمائی کرے گا؟ چھوڑ، بس کر
نفس حس گر جویدت کسب شریف حیلہ و مکرے بود آں را ردیف
حسی نفس اگر تجھ سے اچھی کمائی کا مطالبہ کرے کوئی حیلہ اور مکر اُس کے پس پشت ہو گا

---

[1] عنی۔ عنین کا مخفف ہے، نامرد، دین کی نامردی دنیا میں تو چھپ سکتی ہے لیکن آخرت میں کھل کر رہے گی۔ کسب۔ کمائی۔ دخل۔ آمدنی۔ آں جہاں۔ آخرت میں اعمال حسنہ کے اچھے دام لگیں گے اور اعمال سیہ کے کھوٹے دام لگیں گے۔ اینجا۔ دنیا میں دنیا کے کاموں کی اجرت ملتی ہے۔ لعب۔ کھیل، قرآن پاک میں دنیاوی زندگی کو بے کار کھیل کود سے تعبیر کیا ہے۔ ہمچو۔ دنیاوی کاروبار محض نمائش ہے۔ جس میں کوئی حقیقت اور بقا نہیں جیسا کہ ایک، بچہ دوسرے بچہ سے جماع کرے جو محض جماع کی نقل ہے۔ مساس۔ چھونا، رگڑنا۔ کودکاں۔ دنیاوی کاروبار، بچوں کی فرضی دکان ہے۔

[2] تغییر زماں۔ وقت گذاری۔ ایں جہاں۔ اس دنیا کو بچوں کی دنیا سمجھو اور موت کو رات تصور کرو اگر دنیا میں لگے رہو گے تو جس طرح فرضی دکان والا بچہ بلا کمائی کے گھر کو تنہا لوٹتا ہے اسی طرح موت کے آنے پر تم تنہا بلا کمائی کے کوچ کرو گے۔ کسب دین۔ دین کی کمائی عشق خداوندی اور باطنی جذب ہے اور اس کی قابلیت خداداد ہے۔ کسب فانی۔ نفس کا تقاضہ فانی لذتیں حاصل کرنا ہے۔ نفس حس۔ نفس امارہ اگر کسی بھلے کام کی ترغیب دیتا ہے تو اس کے پس پشت کوئی دھوکا ہوتا ہے۔ ردیف۔ ایک جانور پر دو سواروں میں سے پچھلا سوار۔

بیدار کردنِ ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہؓ را کہ برخیز کہ وقت نماز ست

شیطان کا حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیدار کرنا کہ اُٹھئے نماز کا وقت ہے

در خبر آمد کہ خالِ[1] مومناں — بود اندر قصر خود خفتہ شباں
قصہ میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے ماموں — رات کے وقت اپنے محل میں سو رہے تھے

قصر را از اندروں دربستہ بود — کز زیارتہائے مردم خستہ بود
محل کا دروازہ اندر سے بند تھا — کیونکہ وہ لوگوں سے ملاقات سے تھک گئے تھے

ناگہاں مردے اُورا بیدار کرد — چشم چوں بکشاد پنہاں گشت مرد
چانک اُن کو ایک شخص نے جگا دیا — جب اُنہوں نے آنکھ کھولی وہ شخص چھپ گیا

گفت اندر قصر کس را رہ نبود — کیست کایں گستاخی و جرأت نمود
بولے محل میں کسی (کے آنے) کا راستہ نہ تھا — کون ہے جس نے یہ گستاخی اور ہمت کی؟

گرد برگشت و طلب کرد آں زماں — تا بیابد زاں نہاں گشتہ نشاں
اُنہوں نے چکر لگایا اور فوراً جستجو کی — تاکہ اس چھپے ہوئے کا پتہ لگا لیں

از پس دُر مدبرے را دید کو — درپسِ پردہ نہاں می کرد رُو
در کے پیچھے اُنہوں نے ایک پشت پھیرے ہوئے کو دیکھا کہ وہ — پردے کے پیچھے منہ چھپا رہا تھا

گفت ہی تو کیستی نامِ تو چیست — گفت نامم فاش ابلیس شقی ست
فرمایا خبردار! تو کون ہے تیرا کیا نام ہے؟ — اُس نے کہا میرا نام بدبخت شیطان مشہور ہے

جواب گفتن مر حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت بیدارم چرا کردی بجد — راست گو بامن مگو برعکس[2] و ضد
اُنہوں نے کہا تو نے مجھے کوشش کر کے کیوں جگایا؟ — سچ بتا مجھ سے اُلٹی اور خلاف (بات) نہ کہنا

گفت ہنگامِ نماز آخر رسید — سوئے مسجد زودمی باید دوید
اُس نے کہا نماز کا وقت آخیر ہو گیا ہے — مسجد کی جانب جلد دوڑ جانا چاہئے

عَجِّلُوا الطَّاعَاتِ قَبْلَ الْفَوْتِ گفت — مصطفیٰؐ چوں گوہر معنی بسُفت
عبادات کو فوت ہونے سے پہلے پورا کرو فرمایا ہے — مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معنی کے موتی پروئے

گفت نے نے ایں غرض نبود ترا — کہ بخیرے رہنما باشی مرا
اُنہوں نے کہا نہیں نہیں تیرا یہ مقصد نہ ہو گا — کہ کسی بھلائی کے لئے تو میری رہنمائی کرے

---

1. خالؔ۔ ماموں، حضرت امیر معاویہؓ حضرت امِ حبیبہؓ ام المومنین زوجۃ النبیؐ کے بھائی ہیں اس طرح اس اعتبار سے وہ مسلمانوں کے ماموں ہیں۔ قصرؔ۔ حضرت امیر معاویہؓ لوگوں کی ملاقاتوں سے تھک کر محل کے اندر کا دروازہ بند کر کے سو گئے تھے۔ رہ نبودؔ۔ یعنی دروازہ بند تھا اندر آنے کا راستہ کھلا ہوا نہ تھا۔ گستاخیؔ۔ یعنی نیند سے بیدار کرنا۔ جرأتؔ۔ یعنی بلا اجازت محل میں آنا۔ مدبرؔ۔ پشت پھیرنے والا، بدبخت۔ فاشؔ۔ ظاہر، مشہور۔ جدؔ۔ کوشش۔
2. برعکسؔ۔ یعنی واقعہ کے خلاف۔ ہنگامؔ۔ وقت۔ باید دویدؔ۔ یعنی تاکہ نماز قضا نہ ہو جائے۔ عجلواؔ۔ یعنی وقتی عبادت کا وقت ختم ہونے سے پہلے اور غیر وقتی عبادت فوت ہونے سے پہلے ادا کر دو۔ گفتؔ۔ حضرت معاویہؓ نے شیطان سے کہا تو اللہ کے اسم مضل کا مظہر ہے تجھ سے خیر کی راہنمائی ممکن نہیں ہے۔

دُزد آید از نہاں در مسکنم | گویدم کہ پاسبانی می کنم
چور چھپ کر میرے گھر میں آئے | (اور) مجھ سے کہے کہ میں چوکیداری کر رہا ہوں

من کجا باور کنم آں دُزد را | دُزد کے داند ثواب و مُزد[1] را
میں اُس چور کا کب یقین کر سکتا ہوں؟ | چور ثواب اور مزدوری کو کیا جانے؟

خاصہ دُزدے چوں تو قطاع الطریق | از چہ رُو گشتی چنیں بَرمن شفیق
خصوصاً تجھ جیسا ڈاکو چور | تو مجھ پر ایسا مہربان کیوں بنا؟

جواب گفتن ابلیس لعین بارِ دوم حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

لعین شیطان کا دوسری بار حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت ما اوّل فرشتہ بودہ ایم | راہِ طاعت را بجاں پیمودہ ایم
اُس نے کہا میں شروع میں فرشتہ تھا | میں نے فرمانبرداری کا راستہ (دل و) جان سے طے کیا ہے

سالکانِ راہ را محرم بدیم | ساکنانِ عرش را ہمدم بدیم
میں راہِ (خدا) کے سالکوں کا راز دار تھا | عرش کے رہنے والوں کا ساتھی تھا

پیشۂ اوّل کجا از دل رَوَد | مہرِ اوّل کے ز دل بیروں شود
پہلا پیشہ دل سے کہاں نکلتا ہے؟ | پہلی محبت دل سے کب نکلتی ہے؟

در سفر گر روم بینی یا ختن[2] | از دلِ تو کے رود حبّ وطن
سفر میں تو خواہ روم کو دیکھے یا ختن کو | تیرے دل سے وطن کی محبت کہاں جاتی ہے؟

ماہم از مستانِ ایں مے بودہ ایم | عاشقانِ درگہِ وَے بودہ ایم
ہم بھی اِس شراب کے مستوں میں سے رہے ہیں | اِس کے دربار کے عاشقوں میں سے رہے ہیں

نافِ ما بر مہرِ اُو ببریدہ اند | عشقِ او در جانِ ما کاریدہ اند
ہماری نال اُس کی محبت پر کٹی ہے | اُس کا عشق ہماری جان میں بویا گیا ہے

روزِ نیکو دیدہ ایم از روزگار | آبِ رحمت خوردہ ایم اندر بہار
زمانہ سے ہم نے اچھا وقت دیکھا ہے | (موسم) بہار میں ہم نے رحمت کا پانی پیا ہے

نے کہ مارا دستِ فضلش کاشتہ است | از عدم مارا نہ اُو برداشتہ است
کیا ہمیں اُس کی مہربانی کے ہاتھ نے نہیں بویا ہے؟ | کیا وہ ہمیں عدم سے اُٹھا کر نہیں لایا ہے؟

اے بسا کز وے نوازش دیدہ ایم | در گلستانِ رضا گردیدہ ایم
ہم نے اُس کی بہت سی نوازشیں دیکھی ہیں | ہم اُس کی رضا کے باغ میں ٹہلے ہیں

---

[1] ثواب و مزد۔ انسان دوسرے کی نگہبانی یا ثواب کے لئے کرے گا یا اجرت کے لئے، چور کو ان دونوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قطاع الطریق۔ راہ زن، ڈاکو۔ گفت۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا میں ایک زمانہ میں معلم الملکوت تھا۔ محرم۔ راز دار۔ ساکنانِ عرش۔ فرشتے۔ پیشہ اول۔ فرشتوں کو تعلیم دینا اور نیکی کی رہنمائی کرنا۔ در سفر۔ وطن کی محبت ابتدائی محبت ہے، وہ کسی حالت میں نہیں جاتی خواہ انسان کسی دوسرے بہتر شہر میں جا بسے۔

[2] ختن۔ چین کا ایک مشہور شہر ہے۔ ایں مے۔ یعنی عشق خداوندی کی شراب۔ وے۔ یعنی خدائے تعالیٰ۔ ناف بر مہر۔ کے بریدن، کسی سے پیدائشی محبت ہونا۔ رحمت۔ یعنی رحمت خداوندی۔ نے کہ۔ جب اس کے اس قدر احسانات ہیں تو ہمارے دل میں اس کی محبت کیسے نہ ہوگی۔

بر سرِ مادست رحمت می نہاد[1] | چشمہائے لطف برمائی کشاد
ہمارے سر پر دست شفقت رکھتا تھا | مہربانی کی نظروں سے ہمیں دیکھتا تھا

درگہ طفلی کہ بودم شیر جو | گاہو ارم راکہ جنبانید، اُو
بچپن میں جب کہ میں دودھ پیتا تھا | میرا پنگورا کون ہلاتا تھا؟ وہ

از کہ خوردم شِیر غیر از شیرِ اُو | کہ مرا پرورد جز تدبیر اُو
میں نے اس کے دودھ کے علاوہ کس کا دودھ پیا ہے؟ | مجھے اس کی تدبیر کے علاوہ کس نے پالا ہے؟

خوئے کاں باشیر رفت اندر وجود | کے تواں اُو را زمردم وا کشود
وہ عادت جو دودھ کے ساتھ جسم میں گئی ہو | اُس کو انسانوں سے کون نکال سکتا ہے؟

گر عتابے کرد دریائے کرم | بستہ کے گردند درہائے کرم
اگر دریائے کرم نے عتاب کیا ہے | کرم کے دروازے کب بند ہو سکتے ہیں؟

اصل نقدش لطف و داد و بخشش ست | قہر بروے چوں غبارے ازغش ست
اُس کے سکے کی اصل مہربانی اور عطا اور بخشش ہے | اُس کے اوپر قہر ایسا ہے جیسا کہ کھوٹ کا جھول

از برائے لطف عالم را بساخت | ذرّہا را آفتابِ اُو نواخت
اُس نے جہان کو مہربانی کے لئے بنایا ہے | ذروں کو اُس کے آفتاب نے نوازا ہے

فرقت[2] از قہرش اگر آبستن ست | بہر قدرِ وصل اُو دانستن ست
جدائی اگر اُس کے غصہ کی حامل ہے | تو اُس کے وصل کی قدر جاننے کے لئے ہے

تا دہد جاں را فراقش گو شال | جاں بداند قدرِ ایامِ وصال
جب اُس کی جدائی جان کی گوشمالی کرتی ہے | جان، وصل کے دنوں کی قدر کو جان لیتی ہے

گفت پیغمبرؐ کہ حق فرمودہ است | قصد من از خلق احساں بودہ است
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے | پیدا کرنے سے میرا مقصود احسان کرنا ہے

آفریدم تا زِمن سودے کنند | تاز شہدم دست آلودے کنند
میں نے پیدا کیا ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائیں | (اور) تاکہ میرے شہد سے ہاتھ آلودہ کریں

نے برائے آں کہ تا سودے کنم | وز برہنہ را قبائے بَرکنم
نہ اس لئے کہ میں (اُن سے) فائدہ اُٹھاؤں | اور ننگے کی میں قبا اُتاروں

چند روزے کہ زپیشم راندہ است | چشم من در روئے خویش ماندہ است
چند روز سے کہ مجھے سامنے سے دھتکارا ہے | میری آنکھ اس کے حسین چہرے پر جمی ہے

---

[1] می نہاد۔ یعنی جب تک میں راندۂ درگاہ نہ ہوا تھا۔ گہ۔ گاہ۔ گاہوارہ۔ جھولنا، پنگورا۔ شیر اُو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پرورش کی۔ خوئے۔ گھٹی میں پڑی ہوئی عادت نہیں بدلتی ہے۔ گرعتابے۔ جبکہ وہ ناراض ہے میں اس کے کرم سے مایوس نہیں ہوں۔ اصل نقدش۔ حدیث میں ہے خدا نے فرمایا سبقت رحمتی علی غضبی میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ غش۔ کھوٹ، ملمع۔ از برائے لطف۔ اللہ کی مہربانی سے ہی عالم وجود میں آیا ہے۔

[2] فرقت۔ یعنی خدا اپنے دربار سے دور بھی کرتا ہے تو اس لئے کرتا ہے کہ دربار کی قدر معلوم ہو جائے۔ تا دہد۔ جب جدائی کی سزا ملتی ہے تو وصل کی قدر ہوتی ہے۔ نے برائے۔ دنیا کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وز برہنہ۔ ننگے سے کوئی چادر کیسے چھین سکتا ہے، مخلوق جبکہ خود محتاج ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ چشم من۔ لہٰذا میں اس کی رحمت کا امیدوار ہوں۔

کز چناں روئے چنیں قہر اے عجب
کہ تعجب ہے، ایسے چہرے سے ایسا غصہ
ہر کسے[1] مشغول گشتہ در سبب
ہر شخص سبب میں مشغول ہے

من سبب را ننگرم کاں حادث ست
میں سبب کو نہیں دیکھتا ہوں کیونکہ وہ حادث ہے
زانکہ حادث حادثے را باعث ست
(اور) اس لئے کہ حادث، حادثات کا باعث ہے

لطف سابق را نظارہ می کنم
میں پہلی مہربانی کا نظارہ کرتا ہوں
ہرچہ آں حادث دو پارہ می کنم
جو حادث ہے اُس کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں

ترکِ سجدہ از حسد گیرم کہ بود
میں مانتا ہوں آدم کو سجدہ نہ کرنا حسد کی وجہ سے تھا
آں حسد از عشق خیزد نہ از جُحود
وہ حسد محبت سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ انکار سے

ہر حسد از دوستی خیزد یقیں
یقیناً (اس طرح کا) ہر حسد دوستی سے پیدا ہوتا ہے
کہ شود با دوست غیرے ہم نشیں
کہ دوست کے ساتھ غیر ہم نشین ہو

ہست[2] شرطِ دوستی غیرت پزی
غیرت مندی، دوستی کا لازمہ ہے
ہمچو بعد عطسہ گفتن دیر زی
جیسا کہ چھینک کے بعد کہنا "عمر دراز ہو"

چونکہ بر نطعش جز آں بازی نبود
چونکہ اُس کی بساط پر اس بازی کے سوا کچھ نہ تھا
گفت بازی کن چہ دانم در فزود
اُس نے کہا بازی کھیل، میں بڑھنا کیا جانوں

آں یکے بازی کہ بدمن باختم
وہی یک بازی جو تھی میں نے کھیلی
خویشتن را در بلا انداختم
تو میں نے اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا لیا

در بلاہم می چشم لذاتِ اُو
مصیبت میں بھی میں اُس کی لذتیں چکھتا ہوں
ماتِ اویم ماتِ اویم ماتِ اُو
اُسی سے ہارا ہوں اُسی سے ہارا ہوں اسی سے ہارا ہوں

چوں رہاند خویشتن را اے سَرہ
اے کھرے! اپنے آپ کو کیسے چھڑائے
ہیچکس در شش جہت زیں شش درہ
کوئی اِن چھ جہتوں میں ہلاکت کی جگہ سے؟

جزوِ شش از کل شش چوں وا رہد
ششدرہ کی نرد ششدرہ سے کیسے نکلے
خاصہ کہ بے چوں مر اُو را کژ نہد
خصوصاً جب کہ (ذات) بےمثال نے (اس نرد کو) ٹیڑھا رکھ ہو

---

1. ہر کسے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ناراضی میں کوئی ایسا سبب پیدا فرما دیتا ہے جس سے بندہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو عام لوگ اس سبب پر نظر کر کے کڑھتے ہیں میں مسبوب یعنی اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتا ہوں اور اس کا قائل ہوں ہر چہ از دوست می رسد نیکوست۔ حادث۔ یعنی سبب۔ حادثے را۔ یعنی تکالیف۔ لطف۔ مہربانی اللہ کی قدیم صفت ہے اور قہر بعد کی چیز ہے میں قدیم صفت کو پیش نظر رکھتا ہوں اور مایوس نہیں ہوتا ہوں قہر سے قطع نظر کر لیتا ہوں۔ ترک سجدہ۔ حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ میرا حسد تھا اور وہ حسد عشق خداوندی پر مبنی تھا میں نہ چاہتا تھا کہ کوئی میرے محبوب کا مقرب بنے۔ جحود۔ انکار یعنی کفر خداوندی۔ ہر حسد۔ رقابت میں جو حسد پیدا ہوتا ہے، وہ دوست کی دوستی پر مبنی ہے کیونکہ حاسد رقیب یہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا محبوب کا ہم نشین بنے۔

2. ہست۔ دوستی اور عشق میں رقیب سے حسد لازمی چیز ہے جس طرح کہ دعا چھینک کے لوازم میں سے ہے۔ چونکہ۔ جبکہ تقدیر الٰہی کی بساط پر میرے لئے صرف یہی بازی تھی کہ میں آدم کو سجدہ نہ کروں اور مردود بارگاہ بنوں تو میرے لئے اس سے تجاوز کرنے کا کیا امکان تھا۔ آں یکے۔ یعنی آدم کو سجدہ نہ کرنے کی بازی میں نے کھیلی اور میں مصیبت میں پھنس گیا۔ در بلا۔ چونکہ میں نے اس کی ذات سے بازی ہاری لہٰذا میں اس بازی ہارنے سے بھی لطف اندوز ہوتا ہوں۔ شش درہ۔ وہ جگہ جس سے رہائی ناممکن ہو، وہ چھ خانے جو نرد کی بازی میں ہوتے ہیں ان میں گوٹ ایسی بند ہو جاتی ہے کہ اس کی چال ناممکن ہو جاتی ہے۔ جزو شش۔ یعنی ششدرہ کی گوٹ یعنی وہ نرد جو ششدرہ میں پھنس گئی ہو۔ کل شش۔ یعنی ششدرہ۔

ہرکہ در شش[1] در درونِ آتش ست　　اوش برہاند کہ خلّاقِ شش ست
جو کوئی چھ جہت سے آگ میں ہے　　اُسکو وہی نجات دلائے جو شش جہت کا پیدا کرنیوالا ہے

خود اگر کفرست گر ایمانِ اُو　　دست . بافِ حضرتِ تست و آنِ اُو
خواہ وہ کفر ہے اور خواہ وہ ایمان ہے　　(اسی) دربار کا بنایا ہوا ہے اور اُس کا مملوک ہے

باز تقریر کردن امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابلیس لعین را

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس لعین کے سامنے دوبارہ تقریر کرنا

گفت امیر اُو را کہ اینہا راست ست　　لیک بخشِ تو ازینہا کاست ست
امیر (معاویہؓ) نے اُس سے کہا یہ سب درست ہے　　لیکن ان میں تیرا حصہ نہیں ہے

صد ہزاراں راہ چومن تو رہ زدی　　حفرہ کردی در خزینہ آمدی
تو نے مجھ جیسے لاکھوں کو گمراہ کیا　　نقب لگا کر تو خزانہ میں آیا ہے

آتشی از تو نہ سوزم چارہ نیست　　کیست کز دستِ تو جامہ اش پارہ نیست
تو آگ ہے تجھ سے نہ جلوں کوئی چارہ نہیں ہے　　کون ہے جس کا جامہ تیرے ہاتھ سے چاک نہیں ہے؟

طبعت اے آتش چو سوزانید نیست　　تانسوزانی تو چیزے چارہ نیست
اے آگ! جب کہ تیرا مزاج جلا ڈالنا ہے　　جب تک تو جلا نہ ڈالے، کوئی تدبیر نہیں ہے

لعنت این باشد کہ سوزانت کند　　اُوستادِ جملہ دُزدانت کند
(تجھ پر) یہ لعنت ہوئی کہ تجھے جلانے والا کر دیا　　تجھے تمام چوروں کا اُستاد کر دیا

با خدا گفتی، شنیدی رُو برُو　　من چہ باشم پیشِ مکرت اے عَدُو
خدا کے روبرو، تیری کہن سن ہوئی　　اے دشمن! میں تیرے مکر کے سامنے کیا ہوں؟

معرفت ہائے تو چوں بانگِ صَفیر　　بانگ مُرغانست لیکن مرغ گیر
تیری معرفت کی باتیں سیٹی کی آواز کی طرح ہیں　　بولی پرندوں کی ہے لیکن پرندوں کو پھانسنے والی ہے

صد ہزاراں مرغ را آں رہ زدست　　مُرغ غرّہ کاشنائے آمدست
(اس سیٹی نے) لاکھوں پرندوں پر ڈاکہ ڈالا ہے　　پرند دھوکے میں ہیں کہ کوئی جان پہچان کا آیا ہے

در ہوا چوں بشنود بانگِ صفیر[2]　　از ہوا آید شود آنجا اسیر
ہوا میں جب سیٹی کی آواز سنتا ہے　　ہوا سے (اُتر) آتا ہے وہاں قیدی بن جاتا ہے

قومِ نوحؑ از مکرِ تو در نوحہ اند　　دل کباب و سینہ شُرحہ شُرحہ اند
نوحؑ کی قوم تیرے مکر سے نوحہ میں لگی ہے　　دل کباب اور سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے

---

[1] شش۔ یعنی چھ جہتیں۔ امیر۔ یعنی امیر المومنین معاویہؓ۔ بخش۔ حصہ۔ کاست۔ کم۔ رہ زدن۔ گمراہ کرنا۔ حفرہ۔ گڑھا۔ نقب۔ خزینہ۔ خزانہ۔ آتشی۔ شیطان آگ سے بنا ہے جس کا کام جلا دینا ہے۔ لعنت۔ تجھ پر خدا کی لعنت کی یہ صورت ہے کہ تجھے جلانے والا اور چوروں کا سردار بنا دیا ہے۔ باخدا۔ شیطان نے آدم کو سجدہ نہ کرنے کے معاملہ میں آمنا سامنا جواب دیئے۔

[2] بانگ صفیر۔ شکاری کی وہ آواز جو وہ پرند کی آواز کی طرح نکالتا ہے جس کو پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر دھوکا کھا جاتا ہے اور جال میں پھنس جاتا ہے۔ آں۔ یعنی شکاری کی سیٹی۔ اسیر۔ قیدی۔ نوحہ۔ رونا۔ شرحہ شرحہ۔ پارہ پارہ۔

عادؔ[1] را برباد دادی در جہاں ۔ در فگندی در عذاب و اندہاں

تو نے دنیا میں (قوم) عاد کو برباد کیا ہے ۔ عذاب اور رنجوں میں مبتلا کر دیا ہے

از تو بودہ سنگسار آں قومِ لوطؔ ۔ در سیاہ آبہ ز تو خوردند غوط

قوم لوطؑ تیری وجہ سے سنگسار ہوئی ۔ تیری وجہ سے اُنہوں نے سڑے پانی میں غوطہ لگایا

مغزِ نمرود از تو آمد ریختہ ۔ اے ہزاراں فتنہا انگیختہ

نمرود کا بھیجہ تیری وجہ سے بہا ۔ اے (وہ کہ جس نے) ہزاروں فتنے برپا کیے

عقلِ فرعونِ ذکی فیلسوف ۔ کور گشت از تو نیابید او وقوف

فلسفی، ذہین فرعون کی عقل ۔ اندھی ہوگئی (اور) تجھے نہ سمجھی

بولہب ہم از تو نا اہلے شدہ ۔ بو الحکم[2] ہم از تو بو جَہلے شدہ

ابو لہب بھی تیری وجہ سے نالائق بنا ۔ ابو الحکم تیری وجہ سے ابو جہل بنا

اے بریں شطرنج بہر یاد را ۔ مات کردہ صد ہزار اُستاد را

اے (وہ کہ جس نے) اس بساط پر یادگار کے لئے ۔ لاکھوں اُستادوں کو مات دی ہے

اے ز فرزیں بند ہائے مشکلت ۔ سوختہ دلہا سیہ گشتہ دلت

اے (وہ کہ) تیرے مشکل فرزین بندی (چالوں) سے ۔ بہت سے دل جل گئے، تیرا دل سیاہ ہو گیا

بحرِ مکری تو خلائق قطرۂ ۔ تو چوں کوہی ویں سلیماں ذرّۂ

تو مکاری کا سمندر ہے، لوگ ایک قطرہ ہیں ۔ تو پہاڑ جیسا ہے اور یہ بھولے بھالے (لوگ) ایک ذرہ ہیں

کے رہد از مکر تو اے مُختصم ۔ غرقِ طوفانیم اِلَّا مَنْ عَصِمْ

اے جھگڑالو! تیرے مکر سے کب چھوٹتا ہے؟ ۔ ہم تو طوفان میں غرق ہیں، مگر وہ جس کو اللہ بچائے

بس ستارہ سعد از تو محترق ۔ بس سپاہِ جمع از تو مفترق

بہت سے نیک ستارے تیری وجہ سے بے نور ہو گئے ہیں ۔ فوج کے بہت سے سپاہی تیری وجہ سے بکھر گئے ہیں

بس سلیماں کز تو دیں در باختہ ۔ سَر نگوں تا قعرِ دوزخ تاختہ

بہت سے بھولے بھالے تیری وجہ سے دین کھو چکے ہیں ۔ دوزخ کی گہرائی تک اوندھے دوڑے ہیں

بس چو بلعم از تو نومید آمدہ ۔ بس چو برصیصاز تو کافر شدہ

بہت سے بلعم (باعور) جیسے تیری وجہ سے مایوس ہوئے ہیں ۔ بہت سے برصیصا جیسے ہیں جو تیری وجہ سے کافر بنے ہیں

---

1. عاد۔ قوم عاد کی ہدایت کے لئے حضرت صالح بھیجے گئے تھے لیکن شیطان نے ان کو راہِ ہدایت پر نہ آنے دیا۔ اندہاں۔ اندوہ کی جمع ہے، غم۔ قوم لوط۔ حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے ان کو قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا لیکن شیطان نے قوم کو بہکایا جس کی وجہ سے اس پر سنگباری کا عذاب آیا۔ سیاہ آبہ۔ کالا پانی یعنی عذاب۔ غوط۔ غوطہ۔ نمرود۔ خدائی کا دعویدار ہوا، خدا نے ایک مچھر اس کے دماغ میں گھسا دیا جس سے وہ ہلاک ہوا۔ فیلسوف۔ فلسفی حکیم۔ بولہب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی کنیت ہے جس نے آنحضور ﷺ کی مخالفت کی تھی۔

2. بو الحکم۔ اسی کو ابو جہل کہا جاتا ہے۔ شطرنج۔ یعنی مکر اور فریب کی بازی۔ یاد۔ یعنی یادگار۔ فرزیں بند۔ وہ چال جس سے شطرنج کے مہرے فرزین کو بند کر دیا جائے اور اس کی چال مشکل ہو جائے۔ سلیماں۔ سلیم کی جمع ہے، سادہ مزاج انسان۔ مختصم۔ جھگڑالو۔ سعد۔ مبارک۔ محترق۔ وہ ستارہ جو آفتاب کے ساتھ ایک برج میں جمع ہو کر اپنی شعاع کھو بیٹھے۔ بلعم۔ بن باعور مشہور شخص تھا جو بہت عبادت گذار تھا لیکن حضرت موسیٰ کی مخالفت کر کے تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ برصیصا۔ ایک مشہور عبادت گذار راہب تھا جس کو شیطان نے گمراہ کر دیا تھا۔

جواب گفتن ابلیس لعین امیر المومنین حضرت معاویہؓ را نوبت سوم

ابلیس لعین کا تیسری بار امیر المومنین حضرت معاویہؓ کو جواب دینا

گفت ابلیسش کشا ایں عقد ہا — من محکم[1] قلب را و نقد را
اُن سے شیطان نے کہا ان گرہوں کو کھول دیجئے — میں تو کھرے اور کھوٹے کے لئے کسوٹی ہوں

امتحانِ شیر و کلبم کرد حق — امتحانِ نقد و قلبم کرد حق
مجھے اللہ تعالیٰ نے شیر اور کتے کے امتحان (کا ذریعہ) بنایا ہے — مجھے اللہ تعالیٰ نے کھرے اور کھوٹے کا (ذریعہ) امتحان بنایا ہے

قلب را من کے سیہ رُو کردہ ام — صیرفیم قیمت اُو کردہ ام
کھوٹے کو میں نے کب سیاہ رُو بنایا ہے — میں تو صراف ہوں میں نے اس کی قیمت لگا دی ہے

نیکواں را راہنمائی می کنم — مر بداں را پیشوائی می کنم
میں نیکوں کی رہنمائی کرتا ہوں — (اور) بروں کی (بھی) پیشوائی کرتا ہوں

صالحاں را مقتدا و ما منم — طالحاں را نیز یاری می کنم
میں نیکوں کا مقتدا اور امن کی جگہ ہوں — میں بروں سے بھی دوستی کرتا ہوں

باغبانم[2] شاخِ تر می پرورم — شاخہائے خشک راہم می برم
میں باغبان ہوں تر شاخ کی پرورش کرتا ہوں — سوکھی شاخوں کو کاٹتا بھی ہوں

ایں علفہا می نہم از بہر چیست — تا پدید آید کہ حیواں جنس کیست
میں یہ چارا ڈالتا ہوں تو کس لئے؟ — تاکہ ظاہر ہو جائے کہ حیوان کس قسم کا ہے

سگ چو از آہو بزاید بچکے — در سگے و آہوئے دارد شکے
کتیا جب ہرن کا بچہ جن دے — اُس کے کتا اور ہرن ہونے میں شک ہو جاتا ہے

تو گیاہ و استخواں پیشش بریز — تا کدامیں سوکند اُو گام تیز
تو اس کے سامنے گھاس اور ہڈی ڈال دے — دیکھ! وہ کس کی طرف لپکتا ہے

گر بسوئے استخواں آید سگ ست — ور گیا خواہد یقیں آہو رگ ست
اگر ہڈی کی طرف آئے، کتا ہے — اگر گھاس کیطرف رغبت کرے یقیناً وہ ہرن کی نسل ہے

---

1 من محک ام۔ میں کسوٹی ہوں۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ نقد۔ کھرا سکہ۔ امتحان۔ یعنی امتحان کا ذریعہ۔ صیرفی۔ صراف۔ سیہ رو۔ کھوٹا سکہ جب تپایا جاتا ہے تو کالا پڑ جاتا ہے۔ قیمت او۔ شیطان کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان میں خیر و شر کی قوت میں نے نہیں پیدا کی ہے بلکہ قدرت نے پیدا کی ہے میں تو صرف اس کو ظاہر کر دیتا ہوں لہٰذا میں قصوروار نہیں ہوں لیکن اس کی یہ تقریر غلط ہے بے شک خیر و شر کا مادہ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے لیکن جو شخص جس طرح کی قوت کو بروئے کار لانے کا سبب بنے گا وہ اسی طرح کی جزا و سزا کا مستحق ہوگا۔ انبیاء انسانوں کی خیر کی قوت کو بروئے کار لاتے ہیں لہٰذا جزا کے مستحق ہیں۔ شیطان انسان کی قوتِ شر کو بروئے کار لاتا ہے لہٰذا لعنت کا مستحق ہے۔ اگر کوئی شخص بارود میں آگ لگائے اور اپنی برأت کے لئے کہے کہ اس میں خود جلنے کا مادہ تھا تو وہ اپنی اس تقریر سے بری نہیں ہو سکتا ہے۔

2 باغبانم۔ شیطان کی یہ تقریر بھی غلط ہے۔ باغبان تو تر شاخ کی پرورش کرتا ہے لیکن اس نے تو بہت سے نیکوں کو برباد کیا ہے۔ حضرت آدم تک کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ ایں علفہا۔ یعنی شیطان نے کہا کہ میں انسانوں کو برائی کی دعوت دے کر یہ معلوم کرتا ہوں کہ برا کون ہے اور بھلا کون ہے۔ سگ۔ اگر کتیا ہرن سے جفتی کھا جائے اور بچہ پیدا ہو جائے جس کے کتے اور ہرن ہونے میں شک ہو جائے تو یہی ترکیب ہے کہ کتے کا چارہ جو ہڈی ہے، وہ، اور ہرن کا چارہ جو گھاس ہے ڈال کر دیکھ لو۔ جس کی طرف وہ بڑھے سمجھ لو کہ وہ اسی جنس کا ہے۔

قہر و لطفے[1] جفت شد باہمدگر
(اللہ تعالیٰ کا) قہر اور مہر باہم ملے
زاد ازیں ہر دو جہانِ خیر و شر
ان دونوں سے عالم خیر و شر پیدا ہوا

تو گیاہ و استخواں را عرضہ کن
تو گھاس اور ہڈی پیش کر
قوتِ نفس و قوت جانرا عرضہ کن
نفس کی غذا اور جان کی غذا پیش کر

گر غذائے نفس جوید ابترست
اگر وہ نفس کی غذا ڈھونڈے تو برا ہے
وَر غذائے روح خواہد سرورست
اگر رُوح کی غذا چاہے تو بڑا ہے

گر کند او خدمت تن ہست خر
اگر وہ جسم کی خدمت کرے تو گدھا ہے
ور رود در بحر جاں یابد گہر
اگر وہ روح کے سمندر میں جاتا ہے تو موتی پاتا ہے

گرچہ ایں دو مختلف خیر و شر اند
اگرچہ یہ دو مختلف خیر اور شر ہیں
لیک ایں ہر دو بیک کار اند راند
لیکن یہ دونوں ایک کام میں لگے ہیں

انبیا[2] طاعات عرضہ می کنند
نبی طاعات پیش کرتے ہیں
دشمناں شہوات عرضہ می کنند
(دین کے) دشمن شہوتیں پیش کرتے ہیں

نیک را چوں بد کنم یزداں نیم
میں نیک کو بد کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں
داعیم من خالق ایشاں نیم
میں بلانے والا ہوں میں اُس کو پیدا کرنے والا نہیں ہوں

خوب را چوں زشت سازم ربّ نیم
بھلے کو میں برا کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں
زشت را و خوب را آئینہ ام
میں تو اچھے اور برے کا آئینہ ہوں

سوخت ہندو آئینہ از درد را
جلن سے ایک کالے نے آئینہ کو پھونک دیا
کایں سیہ رُوی نماید مَرْوُرا
کہ یہ اُس کو کالی صورت کا دکھاتا ہے

گفت آئینہ گناہ ازمن نبود
آئینہ نے کہا میری خطا نہ تھی
جرم اُو را نہ کہ رُوئے من زدود
اُس کو خطا وار قرار دے جس نے میری صیقل کی ہے

اُو مرا غماز کرد و راست گو
اُس نے مجھے چغل خور اور سچی بات کہنے والا بنایا ہے
تا بگویم زشت کو و خوب کو
تاکہ میں کہہ دوں بدصورت کون ہے اور خوبصورت کون ہے؟

من گواہم برگوا زنداں کجاست
میں گواہ ہوں، گواہ کے لئے قید خانہ کب ہے؟
اہل زنداں نیستم یزداں گواست
میں قیدی نہیں ہوں خدا گواہ ہے

---

[1] قہر ولطفے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر ولطف کے میل جول سے خیر وشر پیدا ہوا تو نیک و بد کی شناخت کے لئے تم بھی اس کے سامنے اس کی خوراک ڈال کر دیکھ لو نفس کی خوراک شر ہے اور روح کی خوراک خیر ہے جس کی طرف اس کی رغبت ہو، اسی جہان کا انسان ہوگا۔ گر کند۔ تن پروری بے عقلی کی دلیل ہے جو گدھا پن ہے۔ گر چہ۔ خیر وشر اگر چہ دو مختلف چیزیں ہیں لیکن دونوں کا کام اچھے اور برے میں امتیاز پیدا کرنا ہے، انبیاء کا بھی یہی کام ہے کہ وہ نیکوں کو بدوں سے ممتاز کر دیتے ہیں اور شیطان کا بھی یہی کام ہے۔

[2] انبیاء۔ لیکن ہر دو میں فرق ہے۔ انبیاء خیر کو پیش کر کے بھلے برے میں امتیاز پیدا کر دیتے ہیں اور دین کا دشمن برائی کو پیش کر کے امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ خوب را۔ اچھا برا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ آئینہ ام۔ شیطان نے کہا میں تو صرف آئینہ کی طرح اچھے برے کو اسکی صورت دکھا دیتا ہوں۔ سوخت۔ اگر بدصورت آئینہ پر غصہ کرے تو اسکی بے عقلی ہے۔ جرم اُو را۔ اگر یہ کوئی گناہ ہے تو آئینہ بنانے والے کا ہے کہ اس نے اسکو ایسا کیوں بنایا کہ وہ حقیقت واضح کر دے۔ من گواہم۔ شیطان نے کہا میں تو انسانوں کی برائی پر گواہ ہوں، جیل خانہ مجرم کیلئے ہے نہ کہ گواہ کے لئے۔

ہر کجا[1] بینم نہالِ میوه دار — تربیتہا می کنم من دایه وار
میں جہاں کہیں پھلدار درخت دیکھتا ہوں — میں دایہ کی طرح پرورش کرتا ہوں

ہر کجا بینم درخت تلخ و خشک — می ببرم تا رہد از پشک و مشک
جہاں کہیں میں کڑوا اور خشک درخت دیکھتا ہوں — میں کاٹ دیتا ہوں تا کہ وہ مینگنی و نیگنی سے بچے

خشک گوید باغباں را کاے فتیٰ — مر مراچہ می بری سر بے خطا
خشک (درخت) باغبان سے کہتا ہے اے نوجوان! — تو بلا قصور میرا سر کیوں کاٹتا ہے

باغباں گوید خمش اے زشت خو — بس نباشد خشکی تو جرمِ تو
باغبان کہتا ہے کہ اے بدعادت! چپ رہ — کیا تیرا خشک ہونا تیرا جرم نہیں ہے؟

خشک گوید راستم من کژ نیم — تو چرا بے جرم می بری پیم
خشک (درخت) کہتا ہے میں سیدھا ہوں میں ٹیڑھا نہیں ہوں — تو بلا قصور میری جڑ کیوں کاٹتا ہے؟

باغباں گوید اگر مسعودیے — کاشکے کژ بودیِ و تر بودیے
باغبان کہتا ہے اگر تو نیک بخت ہوتا — کاش تو ٹیڑھا اور تر ہوتا

جاذب آبِ حیات گشتئے — اندر آبِ زندگی آغشتئے
(اگر) آبِ حیات کو جذب کرنے والا ہوتا — تو آبِ حیات میں ڈوبا ہوا ہوتا

تخم تو بد بوده است و اصل تو — با درخت خوش نبوده وصل تو
تیرا بیج اور تیری جڑ بری تھی — اچھے درخت سے تیرا جوڑ نہ تھا

شاخِ تلخ[2] ار با خوشے وصلت کند — آں خوشے اندر نہادش بر زند
کڑوی شاخ کو اگر اچھے کے ساتھ جوڑ دے — وہ اچھا اُس کے وجود میں اثر کرے

گر ترا بیدار کردم بہر دیں — خوئے اصل من ہمیں ست و ہمیں
اگر میں نے آپ کو دین کی خاطر جگا دیا ہے — میری اصل عادت ہی یہ ہے

عنف کردن امیر المومنین حضرت معاویہؓ با ابلیس علیہ اللعنۃ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس (اُس پر لعنت ہو) کے ساتھ سختی کرنا

گفت امیر اے راہزن حجت مگو — مر ترا رہ نیست در من رہ مجو
(امیر المومنین) نے فرمایا اے ڈاکو! حجت نہ کر — تیرا میرے اندر راستہ نہیں ہے، راستہ نہ تلاش کر

---

1. ہر کجا۔ باغبان کا یہی کام ہے کہ اچھے درختوں کی پرورش کرنے اور برے درختوں کو کاٹ پھینکے۔ خشک گوید۔ جس طرح خشک درخت جس کو باغبان کاٹ دیتا ہے، وہ باغبان کا شاکی ہوتا ہے اسی طرح نا قابل اصلاح لوگوں کو جب میں تباہ کرتا ہوں وہ شاکی ہوتے ہیں۔ خشک۔ خشک درخت باغبان سے شکوے میں کہتا ہے کہ میں سیدھا تھا، ٹیڑھا نہ تھا تو نے مجھے کیوں کاٹ ڈالا۔ باغباں گوید۔ ٹیڑھے درخت کی حیات اور زندگی کی توقع ہے لیکن خشک درخت کی زندگی ناممکن ہے لہٰذا اس کو کاٹا جائے گا، شیطان کہتا ہے کہ اسی طرح جن کے دلوں میں آبِ ایمان بالکل باقی نہیں ہے اور ان کے دل خشک ہو گئے ہیں، ان سے مایوس ہو کر میں ان کو تباہ کرتا ہوں۔ تخم تو۔ جس کی اصل اور تخم ہی بری ہو، وہ بیکار ہے۔

2. شاخِ تلخ۔ کڑوی شاخ کا اگر میٹھی جڑ سے پیوند لگا دیا جائے تو شاخ کی تلخی کم ہو جاتی ہے، اسی طرح بدعمل کی اصلاح ممکن ہے لیکن بدنسل کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ گر ترا۔ شیطان حضرت امیر معاویہؓ کو جواب دیتا ہے کہ جب تم یہ سمجھ گئے کہ میں اچھوں کے ساتھ اچھائی اور نا قابل اصلاح لوگوں کو تباہ کرتا ہوں تو سمجھ لو کہ میں نے تمہیں دین کی خاطر جگایا ہے۔ عنف۔ سرزنش، سختی۔ راہزن۔ ڈاکو۔ در من۔ میرے دل میں۔

رہزنی تو من غریب تا جرم[1] ❊ ہر لباساتے کہ آری کے خرم
تو ڈاکو ہے، میں مسافر تاجر ہوں ❊ تو جو بھیس بھی بدلے میں کب پسند کرتا ہوں؟

گِرد رختِ من مگرد از کافری ❊ تو نہٖ رختِ کسے را مشتری
بے ایمانی سے میرے سامان کے گرد چکر نہ لگا ❊ تو کسی کے سامان کا خریدار نہیں ہے

مشتری نبود کسے را راہزن ❊ ورنماید مشتری مکرست و فن
ڈاکو کسی سے خریدنے والا نہیں ہوتا ہے ❊ اگر وہ خریدار ہونا ظاہر کرے مکاری اور چالاکی ہے

نالیدن امیر المومنین حضرت معاویہؓ بحق تعالیٰ از مکر ابلیس و نصرت خواستن

شیطان کے مکر سے امیر المومنین کا اللہ تعالیٰ سے نالہ و زاری کرنا اور مدد چاہنا

تا چہ دارد ایں حسود اندر کدو ❊ اے خدا فریاد رس ما زیں عدو
نہ معلوم یہ حاسد کیا چال چل رہا ہے؟ ❊ اے خدا اس دشمن سے ہماری فریاد سن لے

گر یکے فصلِ دگر درمن دمد ❊ در رُباید از من ایں رہزن نمد
اگر وہ ایک مرتبہ اور مجھ سے گفتگو کرے گا ❊ یہ ڈاکو نمدہ اُڑا لے جائے گا

ایں حدیثش ہمچو دو دست اے آلہ ❊ دست گیر ار نہ گلیم شد سیاہ
اے خدا! یہ اُس کی گفتگو دھویں کی طرح ہے ❊ میری دستگیری فرما ورنہ میری کملی کالی ہو جائے گی

من بحجت بر نیایم با بلیس ❊ کوست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس
میں دلیل سے شیطان سے نہ جیت سکوں گا ❊ کیونکہ وہ ہر شریف اور ذلیل کے لئے (باعث) فتنہ ہے

آدمے کو عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ بگ[2] ست ❊ در تگ چوں برقِ ایں سگ بے تگست
حضرت آدمؑ جو علم الاسماء والے سردار ہیں ❊ اِس کتے کی برق جیسی رفتار کے مقابلہ میں بے رفتار ہیں

از بہشت اند اختش بر روئے خاک ❊ چوں سمک در شست اُو شد از سماک
اُس نے اُن کو بہشت سے زمین پر پھینک دیا ❊ وہ بلندی سے مچھلی کی طرح اُس کے کانٹے میں پھنس گئے

نوحۂ اِنَّا ظَلَمْنَا می زدے ❊ نیست دستانؔ و فسونش را حدے
اِنَّا ظَلَمْنَا کا رونا روتے تھے ❊ اُس کے مکر اور منتر کی انتہا نہیں ہے

اندرونِ ہر حدیث اُو شرست ❊ صد ہزاراں سحر دروے مضمرست
اُس کی ہر بات میں شر ہے ❊ اُس میں لاکھوں جادو پوشیدہ ہیں

---

1. غریب تاجرم۔ سفر کی حالت میں تاجر بہت چوکنا رہتا ہے۔ تو نہٖ۔ شیطان کا کام نیک اعمال کو تباہ کرنا ہے نہ ان کا معاوضہ دے کر خریدنا۔ مشتری نبود۔ ڈاکو کا کام لوٹ مار ہے نہ کہ خریداری، اگر وہ اپنے آپ کو خریدار ظاہر کرے تو اس میں کوئی مکاری ہوگی۔ چیزے اندر کدو داشتن۔ دل میں کوئی بات چھپانا۔ فصل دگر۔ دوسری مرتبہ۔ نمد۔ صرف پشم کا کپڑا جو عموماً درویش اور مسکین پہنتے تھے۔ من بحجت۔ شیطان پر محض دلائل سے بغیر فضل خداوندی غلبہ ممکن نہیں ہے۔

2. بگ۔ بیگ کا مخفف ہے، سردار، امیر، حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ خدا نے آدم کو اسماء کی تعلیم دی۔ تگ۔ دوڑ۔ بے تگست۔ حضرت آدمؑ ہار گئے اور شیطان نے انہیں دھوکا دے دیا۔ سمک۔ مچھلی۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ سماک۔ چاند کی منزلوں میں سے چودھویں منزل ہے، ایک ستارہ ہے، یہاں مراد بلند مرتبہ ہے۔ اِنَّا ظَلَمْنَا۔ بے شک ہم نے ظلم کیا، حضرت آدمؑ نے توبہ کے وقت فرمایا تھا۔ دستاں۔ مکر۔ مضمر۔ پوشیدہ۔

مردیِ[1] مرداں بہ بندد در نفس　　در زن و در مَرد افروزد ہوس
ایک پھونک میں بہادروں کی بہادری کو باندھ دیتا ہے　　مرد و زن میں ہوس بھڑکا دیتا ہے

اے بلیس خلق سوزِ فتنہ جو　　بر چہ ام بیدار کردی راست گو
اے شیطان مخلوق کو تباہ کرنے والے فتین!　　سچ بتا تو نے مجھے کیوں جگایا؟

زانکہ حیلت در نگنجد بامنے　　ہیں غرض را در میاں نہ بے فنے
اس لئے کہ تیری حیلہ بازی مجھ میں اثر نہیں کر سکتی ہے　　خبردار! بغیر مکاری کے مقصد بتا دے

باز تقریر ابلیس تلبیسِ خود را با امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی مکاری کی دوبارہ تقریر کرنا

گفت ہر مردے کہ باشد بدگماں　　نشود اُو راست را با صد نشان
بولا، جو شخص بدگمان ہو　　وہ سو علامتوں والی سچی بات بھی نہیں سنتا ہے

ہر درونے کہ خیال اندیش شد　　چوں دلیل آری خیالش بیش شد
جس کا باطن شکّی ہو　　جب تو دلیل بیان کرے گا اُس کا شک اور بڑھے گا

چوں سخن در وے رود علت شود　　تیغ غازی دُزد را آلت شود
جب اُسکے (دل میں) بات جاتی ہے بیماری بن جاتی ہے　　مجاہد کی تلوار چور کا ہتھیار بن جاتی ہے

پس جوابِ اُو سکوتست و سکوں　　ہست با ابلہ سخن گفتن جنوں
تو اُس کا جواب خاموشی اور سکوت ہے　　بیوقوف سے بات کرنا پاگل پن ہے

تو زحق ترس[2] وز حق قطع نفس　　کہ تو از شرش بماندتی بہ حبس
تو خدا سے ڈر اور نفس کو چھوڑنے کی خدا سے دعا کر　　کیونکہ تو اُس کے شر کی وجہ سے قید خانہ میں ہے

تو زمن با حق چہ نالی اے سلیم　　تو بنال از شرِّ ایں نفس لئیم
اے بھولے! تو اللہ سے میرا کیا شکوہ کرتا ہے　　تو اس لئیم نفس کے شر سے نالہ کر

تو خوری حلوا تُرا دُمل شود　　تب بگیر و طبع تو مختل شود
تو حلوا کھائے گا تو پھوڑا پیدا ہو گا　　بخار چڑھے گا طبیعت بگڑ جائے گی

بے گنہ لعنت کنی ابلیس را　　چوں نہ بینی از خود آں تلبیس را
تو بے خطا ابلیس پر لعنت بھیجتا ہے　　اپنی جانب سے اِس مکاری کو کیوں نہیں سمجھتا ہے؟

---

[1] مردیؔ۔ بڑے بڑے بہادروں کی بہادری کو ایک پھونک میں ختم کر دیتا ہے۔ بر چِہ ام۔ برائے چہ مرا۔ غرض۔ مقصد۔ بے فنؔ۔ بغیری مکاری۔ باصد نشاںؔ۔ یعنی سچائی کی سو علامتوں کے باوجود۔ خیال اندیش۔ شکی۔ چوں سخنؔ۔ شکی انسان کو جس قدر سمجھایا جاتا ہے اس کے شکوک میں اور اضافہ ہوتا ہے اور وہ دلیلوں کا غلط استعمال کرتا ہے جیسا کہ چور کسی غازی کی تلوار چرا لے تو اس سے غلط کام کرتا ہے۔ بس جواب۔ جواب جاہلاں باشد خموشی۔

[2] توزحق ترسؔ۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ تمہارا مجھے برا سمجھنا تمہارے نفس کا دھوکا ہے اور تم نفس کی قید میں گرفتار ہو، اس سے رہائی کی دعا کرو۔ توزمنؔ۔ شیطان حشر میں بھی یہی کہے گا فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ پس مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے نفسوں کو ملامت کرو۔ تو خوریؔ۔ یہ مولانا کی جانب سے نصیحت ہے کہ انسان شیطان سے تو بچتا ہے لیکن خود اس کا نفس شیطان سے زیادہ شریر ہے، اس کی طرف سے بے توجہی برتتا ہے۔ بے گنہ۔ فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر۔

نیست از ابلیس از تست اے غوی[1] — کہ چو روبہ سوئے دنبہ می روی
اے گمراہ! یہ شیطان کی جانب سے نہیں ہے بلکہ تیری جانب سے ہے — کیونکہ تو لومڑی کی طرح دنبہ کی طرف جاتا ہے

چونکہ در سبزہ بہ بینی دنبہ را — دام باشد ایں ندانی روبہا
جب تو سبزے میں دنبہ کو دیکھتا ہے — اے لومڑی! تو نہیں سمجھا کہ جال ہو گا

زاں ندانی کت زدانش دور کرد — میل دنبہ چشم عقلت کور کرد
تو اس لئے نہیں سمجھا کہ تجھے عقل سے جدا کر دیا ہے — دنبہ کی خواہش نے تیری عقل کو اندھا کر دیا ہے

حُبُّکَ الْاَشْیَاءَ یُعْمِیْکَ وَیُصِمّ — نَفْسُکَ السُّوْءُ قَدْ جَنَتْ لَا تَخْتَصِمْ
چیزوں کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے — تیرے برے نفس نے ظلم کیا ہے نہ جھگڑ

تو گنہ برمن منہ کژ مژ مبیں — من زبد بیزارم و از حرص و کیں
تو مجھ پر گناہ (کی ذمہ داری) نہ ڈال ترچھی نگاہوں سے نہ دیکھ — میں برائی اور حرص و کینے سے بیزار ہوں

من بدی کردم پشیمانم ہنوز — انتظارم تا دَے ام گردد تموز
میں نے برائی بھی کی تھی، ابھی تک شرمندہ ہوں — انتظار میں ہوں تاکہ میرا ماگھ ساون بن جائے

ہست کین و حرص از طبائع مختلف — مر مرا کے چار ضد شد مکتنف
کینہ اور حرص مختلف (عناصر سے بنی ہوئی) طبیعتوں کی پیداوار ہے — مجھے چار مخالف (عنصروں) نے کب گھیرا ہے

ہم امیدے[2] می پزم با درد و سوز — تاکہ کے گردد شب دیجور روز
میں بھی درد و سوز کے ساتھ امید رکھتا ہوں — کہ اندھیری رات کب دن بنتی ہے؟

متہم گشتم میانِ خلق من — فعل خود برمن نہد ہر مرد و زن
میں لوگوں میں بدنام ہو گیا ہوں — ہر مرد و عورت اپنا کام میرے ذمہ لگاتا ہے

گرگ بیچارہ اگرچہ گرسنہ است — متہم باشدکہ او در طنطنہ است
بیچارہ بھیڑیا اگرچہ بھوکا ہے — (لیکن) بدنام ہوتا ہے کہ وہ اکڑ میں ہے

چونکہ نتواند ز ضعف او راہ رفت — خلق گوید تخمہ است از قوتِ زفت
چونکہ وہ کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتا ہے — لوگ کہتے ہیں کہ موٹی خوراک سے بدہضمی میں ہے

باز جستن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقت غرض را از ابلیس

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شیطان سے مقصد کی حقیقت پھر معلوم کرنا

---

1. غوی۔ گمراہ۔ روبہ۔ لومڑی جو جانوروں کا شکار کرتی ہے۔ چونکہ۔ انسان کا نفس لذتوں کے پیچھے دوڑتا ہے اور انجام کی ہلاکت سے غافل ہوتا ہے۔ میل دنبہ۔ خواہش نفس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ لا تختصم۔ یعنی نفس سے لڑ، دوسرے سے نہ جھگڑ۔ من بدی کردم۔ شیطان کہتا ہے مجھے بدی سے نفرت ہے تھوڑی سی بدی مجھ سے ضرور ہوئی جس سے میں شرمندہ ہوں۔ دے۔ ماگھ جو خزاں کا مہینہ ہے۔ تموز۔ ساون جو بہار کا مہینہ ہے۔ ہست کین۔ یعنی کینہ اور حرص تو عناصر اربعہ کی پیداوار ہیں اور میں ان چاروں عنصروں سے نہیں بنا ہوں۔
2. ہم امیدے۔ یعنی میں اس خطا کی بخشش کا امیدوار ہوں۔ شب دیجور۔ اندھیری رات۔ فعل خود۔ یعنی اپنا گناہ۔ گرگ۔ مثل مشہور ہے کھائے تو بھیڑیے کا نام نہ کھائے تو بھیڑیے کا نام۔ طنطنہ۔ دبدبہ، شان و شوکت۔ چونکہ۔ بھیڑیا بھوک کی وجہ سے چلنے پر قادر نہیں، تہمت دھرنے والے کہتے ہیں موٹا جانور کھا گیا ہے اس لئے نہیں چلا جا رہا ہے۔

گفت غیر راستی نرہاندت
(حضرت معاویہؓ نے) فرمایا تجھے سچ کے سوا کچھ نہیں چھڑائے گا
داد[1] سوئے راستی می خواندت
انصاف، تجھے سچائی کی دعوت دیتا ہے

راست گو تا وا رہی از چنگ من
سچ کہہ دے تاکہ تو میرے چنگل سے چھوٹ جائے
مکر نہ نشاند غبارِ جنگ من
مکاری میری لڑائی کے غبار کو فرو نہیں کر سکتی ہے

گفت چوں دانی دروغ و راست را
اُس نے کہا آپ جھوٹ اور سچ کو کیسے سمجھ لیں گے؟
اے خیال اندیش و پُر اندیشها
اے شکی اور توہمات سے بھرے ہوئے

گفت پیغمبر نشانے دادہ است
انہوں نے فرمایا پیغمبرؐ نے علامت بتا دی ہے
قلب و نیکو را محک بنہادہ است
کھوٹے اور کھرے کی کسوٹی متعین کر دی ہے

گفتہ است اَلْکِذْبُ رَیْبٌ فِی الْقُلُوْب
فرمایا ہے جھوٹ دلوں میں شک (پیدا کرنے والا ہے)
باز اَلصِّدْقُ طَمَانِیْنٌ و طَرُوْب
پھر (فرمایا) سچ اطمینان و خوشی (پیدا کرتا ہے)

دل نیارامد زگفتارِ دروغ
جھوٹی بات سے دل کو سکون نہیں ملتا ہے
آب و روغن ہیچ نفروزد فروغ
پانی اور تیل، روشنی کو نہیں بڑھاتا ہے

در حدیث راست آرامِ دلست
سچی بات میں دل کا سکون ہے
راستی ہا دانہ[2] دامِ دلست
سچائیاں دل کے جال کا دانہ ہیں

دل مگر رنجور باشد بد دہاں
مگر وہ دل جو بیمار ہو اور اُس کے منہ کا ذائقہ خراب ہو
کو نداند چاشنی این و آں
کیونکہ وہ اُس کے اور اُس کے مزے کو نہیں سمجھتا ہے

چوں شود از رنج و علت دل سلیم
جب دل تکلیف اور بیماری سے محفوظ ہو جائے
طعم صدق و کذب را باشد علیم
تو وہ سچ اور جھوٹ کے مزے سے واقف ہوتا ہے

حرصِ آدمؑ چوں سوئے گندم فزود
(حضرت) آدمؑ کی حرص جب گیہوں کی طرف بڑھی
از دلِ آدمؑ سلیمی را ربود
(حضرت) آدمؑ کے دل سے سلامتی کو اُڑا لے گئی

پس دروغ و عشوہ اَت را گوش کرد
تو تیرے جھوٹ اور مکر کو سن لیا
غرہ گشت و زہر قاتل نوش کرد
فریب کھا گئے اور قاتل زہر پی لیا

گندم از کژدم ندانست آں نفس
اُس وقت وہ گیہوں اور بچھو میں امتیاز نہ کر سکے
می برد تمیز از مست ہوس
(ہوس) ہوس سے مدہوش کی تمیز کو زائل کر دیتی ہے

---

[1] داد۔ یعنی انصاف کا تقاضہ ہے کہ تو سچ بتا دے۔ گفت۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ اگر میں سچ بات کہوں گا تو آپ کیسے سمجھ لیں گے کہ وہ سچ ہے جبکہ آپ شکوک میں مبتلا ہیں۔ گفت۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ سچ اور جھوٹ کی علامتیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دی ہیں۔ الکذب۔ یعنی جھوٹی بات سن کر مومن کا دل مطمئن نہیں ہوتا بلکہ دل میں خلجان پیدا ہوتا ہے۔ الصدق۔ سچی بات سن کر مومن کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ دل نیارامد۔ مومن کا قلب جھوٹ سے مطمئن نہیں ہوتا جس طرح کہ چراغ پانی ملے ہوئے تیل سے روشن نہیں ہوتا ہے۔

[2] دانہ۔ جس طرح پرند دانے پر لپکتا ہے اسی طرح مومن کا دل سچائی کی طرف لپکتا ہے۔ دل مگر۔ لیکن یہ علامت مومن کے دل کے لئے، اگر کسی کا دل گناہوں کی وجہ سے بیمار ہو اس کے لئے یہ علامت نہیں ہے۔ چوں شود۔ جب دل امراض سے خالی ہو تب اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ حرص۔ چونکہ حضرت آدم میں گیہوں کھانے کی حرص پیدا ہو گئی تھی لہٰذا وہ شیطان کے جھوٹ کو نہ پہچان سکے اور دھوکا کھا گئے۔ زہر قاتل۔ یعنی گیہوں۔

خلق[1] مست آرزو اند و ہوا
لوگ تمنا اور حرص سے مست ہیں
زاں پذیرانند دستانِ تُرا
اِس لئے تیرے مکر کو قبول کر لینے والے ہیں

ہر کہ خود را از ہوا خو باز کرد
جس نے اپنے آپ کو حرص کی خصلت سے چھڑا لیا
گوشِ خود را آشنائے راز کرد
اُس نے اپنے کان کو راز سے آشنا کر لیا

ہمچناں کہ در حکایت گفتہ اند
جس طرح (لوگوں نے) حکایت میں بیان کیا ہے
بشنو آنرا تا کشاید بستہ بند
اُس کو سن لے تاکہ گرہ کھل جائے

شکایت قاضی از آفت قضا و جواب نائب اُو

قاضی کا قضیات کی مصیبت کا شکوہ کرنا اور اُس کے نائب کا جواب

قاضیے بنشاندند اُومی گریست
لوگوں نے ایک قاضی کو مسند نشین کیا وہ رونے لگا
گفت نائب قاضیا گریہ زچیست
نائب نے کہا اے قاضی! رونا کس وجہ سے ہے

ایں نہ وقت گریہ و فریادِ تست
یہ رونے اور چیخنے کا وقت نہیں ہے
وقت شادی و مبارک بادِ تست
تیری خوشی اور مبارکباد کا وقت ہے

گفت آہ چوں حکم راند بیدلے[2]
اُس نے کہا ہائے! ایک ناواقف کس طرح فیصلہ کرے
درمیانِ آں دو عالم جاہلے
ایک نادان دو جانکاروں کے درمیان؟

آں دو خصم از واقعہ خود واقف اند
وہ دونوں فریق اپنے واقعہ سے واقف ہیں
قاضیٔ مسکین چہ داند زاں دو بند
دو بندشوں (جہل اور غفلت) کیوجہ سے قاضی بیچارہ کیا جانے

جاہل ست و غافل ست از حالِ شاں
وہ اُن کی حالت سے جاہل ہے اور غافل ہے
چوں رَود در خونِ شان و مالِ شاں
وہ اُن کی جان اور مال میں کیسے مداخلت کرے؟

گفت خصماں عالم اند و علتی
اُس (نائب) نے کہا دونوں فریق واقف ہیں اور غرضی ہیں
جاہلی تو لیک شمع ملتی
آپ ناواقف ہیں لیکن ملت کی شمع ہیں

زانکہ تو علت نداری درمیاں
کیونکہ اس میں آپ کی کوئی غرض نہیں ہے
آں فراغت ہست نورِ دیدگاں
(غرض) سے خالی ہونا آنکھوں کی روشنی ہے

واں دو عالم را غرض شاں کور کرد
اُن دونوں واقف کاروں کو اُنکی غرض نے اندھا کر دیا ہے
علم شاں را علت اندر گور کرد
اُن کے علم کو غرض نے دفن کر دیا ہے

جہل را بے علتی عالم کند
بے غرضی ناواقفیت کو علم والا بنا دیتی ہے
علم را علت کژ و ظالم کند
غرض علم کو کج اور ظالم بنا دیتی ہے

خلق۔ چونکہ عام لوگ حرص وہوا کے مرض میں مبتلا ہیں لہٰذا شیطان کی جھوٹی باتوں سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ دستاں۔ مکر۔ ہوا خو۔ یعنی خوئے حرص۔ راز۔ یعنی معرفت خداوندی کے راز۔ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ اگر انسان ہوا وہوس سے پاک ہوتا ہے تو سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر لیتا ہے۔ ایں۔ یعنی قاضی بننے پر رونے کا موقع نہیں ہے یہ تو مبارکباد کا وقت ہے۔

بیدل۔ متردد۔ دو عالم۔ یعنی مدعی اور مدعا علیہ دونوں دعوے کی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں۔ زاں دو بند۔ یعنی جہل اور غفلت جس کا آئندہ شعر میں بیان ہے۔ گفت۔ نائب قاضی نے کہا کہ فریقین اگرچہ معاملہ کو جانتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں خود غرضی سما گئی ہے۔ زانکہ۔ انسان کی بے غرضی معاملہ کو واضح کر دیتی ہے۔ جہل را۔ بے غرضی اور خلوص جہل کو علم سے بدل دیتے ہیں اور خود غرضی عالم کو جاہل بنا دیتی ہے۔

تاتو[1] رشوت نستدی بینندۂ
جب تک تو رشوت نہ لے تو بینا ہے
چوں طمع کردی ضریر و بندۂ
جب تو نے لالچ کیا تو اندھا اور (نفس کا) غلام ہے

از ہوا من خوئے را وا کردہ ام
میں نے عادت کو ہوس سے علیحدہ کر لیا ہے
لقمہائے شہوتی کم خوردہ ام
میں نے شہوت (نفس) کے لقمے نہیں کھائے ہیں

چاشنی گیر دلم شد با فروغ
میرا (معارف کا) ذوق رکھنے والا دل روشن ہو گیا ہے
راست را داند حقیقت از دروغ
سچ کی حقیقت جھوٹ سے جدا کر لیتا ہے

باقرار آوردنِ حضرت معاویہؓ ابلیس را کہ چرا بیدار کردی

حضرت معاویہؓ کا شیطان سے اقرار کرا لینا کہ اس نے کیوں جگایا ہے

اے سگ ملعون جوابِ من بگو
اے ملعون کتے! میرا جواب دے
راست گو و در دروغے رہ مجو
سچ کہہ اور جھوٹ کا راستہ تلاش نہ کر

تو چرا بیدار کردی مرمرا
تو نے مجھے کیوں جگایا؟
دشمن بیداریستی اے دغا
اے (مجسم) دھوکے! تو بیداری کا دشمن ہے

ہمچو خشخاشے ہمہ خواب آوری
تو خشخاش کی طرح مجسم خواب آور ہے
ہمچو خمرے عقل و دانش را بری
شراب کی طرح عقل اور سمجھ کو زائل کر دیتا ہے

چار میخت[2] کردہ ام ہیں راست گو
میں نے تجھے شکنجہ میں کس لیا ہے سچ کہہ دے
راست را دانم توحیلہا مجو
میں سچ کو پہچان لوں گا تو بہانے نہ بنا

من زہر کس آں طمع دارم کہ او
میں ہر آدمی سے وہی توقع رکھتا ہوں
صاحب آں باشد اندر طبع و خو
جس کا وہ طبیعت اور عادت میں مالک ہے

من زسرکہ می نجویم شکری
میں سرکہ میں مٹھاس نہیں تلاش کرتا ہوں
ہر مخنث را نہ گیرم لشکری
میں کسی ہیجڑے کو سپاہی نہیں بناتا ہوں

ہمچو گبراں می نجویم از بتے
میں کافروں کی طرح بت میں جستجو نہیں کرتا ہوں
کہ بود حق یا ز حق او آیتے
کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی ہو

من زسرگیں می نجویم بوئے مشک
میں گوبر میں مشک نہیں تلاش کرتا ہوں
من در آبِ جو نجویم خشت خشک
میں پانی میں سوکھی اینٹ نہیں تلاش کرتا ہوں

---

[1] تاتو۔ نائب نے قاضی سے کہا جب تک تو رشوت نہ لے گا حقیقت کو دیکھ لے گا ورنہ نہ دیکھ سکے گا۔ از ہوائے۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے ہوا و ہوس کو چھوڑ دیا ہے اور خواہشاتِ نفسانی کی غذا ترک کر دی ہے لہٰذا میرے دل میں ایسی روشنی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ جھوٹ اور سچ میں امتیاز کر لیتا ہے تو میں جان لوں گا کہ تو سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔ جوابِ من۔ یعنی اس بات کا جواب کہ تو نے مجھے کیوں جگایا ہے۔ دشمن۔ شیطان کا کام ہے کہ وہ خوابِ غفلت میں مبتلا رکھے۔ خشخاش۔ خود بھی خواب آور ہے اور اسی کے پودے کے ڈوڈے سے افیون بنتی ہے جو خواب آور ہے۔

[2] چار میخ۔ ایک قسم کی سزا ہے جس میں لٹا کر چاروں ہاتھ پیر چار کیلوں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ من زہر کس۔ میں ہر شخص کو پہچان لیتا ہوں اور اس سے اسی کام کی توقع رکھتا ہوں جو اس کی فطرت میں داخل ہے۔ من زسرکہ۔ سرکہ کی طبیعت میں کھٹاس ہے، اس سے مٹھاس کی توقع کرنا غلط ہے۔ مخنث۔ ہیجڑے سے بہادری کی توقع غلط ہے۔ بت۔ بت سے یہ توقع کرنا کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی، یہ بھی غلط ہے۔

من نجویم پاسبانی را ز دُزد[1]　کارِ ناکردہ نجویم ہیچ مُزد
میں چور سے چوکیدار نہیں چاہتا ہوں　کام کیے بغیر کوئی مزدوری نہیں چاہتا ہوں
من ز شیطاں ایں نجویم کوست غیر　کو مرا بیدار گرداند بخیر
میں شیطان سے یہ اُمید نہیں رکھتا، کیونکہ وہ غیر ہے　کہ وہ مجھے بھلائی کے لئے جگائے

راست گفتن ابلیس ضمیر خود را با حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ

شیطان کا امیر معاویہؓ سے دل کی بات سچ کہہ دینا

گفت بسیار آں بلیس از مکر و عذر　میر ازو تشدید کرد استیز و نکر
شیطان نے مکر اور عذر کی بہت باتیں کیں　امیر (المومنین) نے نہ سنیں، جھگڑا اور انکار کیا
از بن دنداں بگفتش بہر آں　کردمت بیدار میداں اے فلاں
اُن سے عاجزی سے اُس نے کہا، اس لئے　سمجھ لیجئے، میں نے آپ کو بیدار کیا ہے، اے فلاں
تا رسی اندر جماعت در نماز　از پے پیغمبر دولت فراز
تاکہ آپ نماز با جماعت میں شریک ہو جائیں　پیغمبر بلند دولت کی سنت کے لئے
گر نماز از وقت رفتے مر ترا　ایں جہاں تاریک گشتے بے ضیا
اگر نماز وقت سے گذر جاتی تو آپ کے لئے　یہ دنیا، بے رونق، اندھیری ہو جاتی
از غبین و درد رفتے اشکہا　از دو چشم او مثالِ مشکہا
نقصان اور درد کے آنسو بہتے　ان کی دونوں آنکھوں سے مشکوں کی طرح
ذوق[2] دارد ہر کسے در طاعتے　لا جرم نشکیبد از وے ساعتے
ہر شخص ایک عبادت کا ذوق رکھتا ہے　لا محالہ تھوڑی دیر بھی اُس سے صبر نہیں کر سکتا ہے
از غبین و درد بودے صد نماز　کو نماز و کو فروغِ آں نیاز
وہ نقصان اور درد سو نمازیں بن جاتا ہے　کجا نماز اور کجا اُس کی عاجزی کا نور

فضیلت حسرت خوردن آں شخص بر فوتِ نماز جماعت

نماز با جماعت کے فوت ہو جانے پر اس شخص کے افسوس کی فضیلت

آں یکے می رفت در مسجد دروں　مردم از مسجد ہمی آمد بروں
ایک شخص مسجد میں جا رہا تھا　لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے
گشت پرساں کہ جماعت را چہ بود　کہ ز مسجد می بروں آیند زود
اُس نے دریافت کیا کہ جماعت کا کیا ہوا؟　کہ لوگ مسجد سے جلدی سے باہر آ رہے ہیں

---

1. دزد۔ چور سے چوکیداری کی توقع غلط ہے۔ من ز شیطاں۔ شیطان کی طبیعت میں خیر نہیں ہے لہٰذا اس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ خیر کے لئے جگائے گا بالکل غلط ہے۔ ضمیر۔ یعنی دل کی پوشیدہ بات۔ میر۔ یعنی امیر المومنین معاویہؓ۔ از بن دنداں گفتن۔ گڑگڑا کر کہنا۔ پے۔ پیروی، سنت۔ گر نماز۔ یعنی جماعت چھوٹ جاتی۔ غبین۔ نقصان، ٹوٹا۔ درد۔ یعنی جماعت کے فوت ہو جانے کا درد۔

2. ذوق۔ حضرت امیر معاویہؓ کو نماز با جماعت کا بہت ذوق تھا۔ آں غبین۔ شیطان نے مجبور ہو کر جگانے کا صحیح سبب بتا دیا کہ جماعت فوت ہونے پر ان کو جو صدمہ ہوتا اور اس پر روتے اس کی وجہ سے بہت زیادہ ثواب کے مستحق ہو جاتے، اس لئے اس سے محروم کرنے کے لئے جگایا تھا۔ فضیلت۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کے فوت ہو جانے سے جو ایک عابد کو افسوس ہوتا ہے اس کی بہت بڑی قدر و قیمت ہے۔ گشت پرساں۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ لوگ جلدی سے مسجد سے کیوں نکل رہے ہیں، جماعت کا کیا ہوا۔

آں یکے[1] گفتش کہ پیغمبر نماز
ایک شخص نے اُس سے کہا کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز

با جماعت کرد و فارغ شد ز راز
با جماعت ادا کر دی اور دعا سے فارغ ہو گئے

تو کجا در می روی اے مردِ خام
اے ناقص! تو کہاں اندر جاتا ہے

چوں پیمبر باز داد آخر سلام
جب کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آخری سلام پھیر دیا

گفت آہ و درد زاں آمد بروں
اُس نے آہ کہا اور اُس سے درد ظاہر ہوا

آہ اُو می داد از دل بوئے خوں
اُس کی آہ نے دل کے خون کی بو دی

آں یکے گفتا بدہ ایں آہ را
ایک شخص نے اُس سے کہا یہ آہ دے دے

ویں نمازِ من تُرا بادا عطا
اور یہ میری نماز تیرے لئے ہے

گفت دادم آہ پذ رفتم نماز
اُس نے کہا میں نے آہ دے دی، نماز قبول کر لی

اُوستد آں آہ را با صد نیاز
اُس نے وہ آہ لے لی جو سینکڑوں عاجزیوں کیساتھ تھی

با نیاز و با تضرع باز گشت
وہ عاجزی اور تضرع کے ساتھ لوٹا

باز بود[2] و درپے شہباز رفت
باز تھا اور بعد میں شہباز (ہوکر) لوٹا

شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے
ایک غیبی آواز نے خواب میں اُس سے کہا

کہ خریدی آبِ حیوان و شفے
کہ تو نے آب حیات اور شفا خرید لی

حرمت ایں اختیار و ایں دخول
اِس پسندیدگی اور مداخلت کے احترام کی وجہ سے

شد نمازِ جملۂ خلقاں قبول
تمام لوگوں کی نماز قبول ہو گئی

تتمۂ اقرار ابلیس با حضرت معاویہؓ مکر و فریب خود را

شیطان کا حضرت امیر معاویہؓ سے اپنے مکر و فریب کے اقرار کر لینے کا تتمہ

پس عزازیلش بگفت اے امیر راد
اِس کے بعد شیطان نے کہا، اے دانا امیر!

مکر خود اندر میاں باید نہاد
(مجھے) اپنا مکر بیان کر دینا چاہئے

گر نمازت فوت می شدآں زماں
اگر اُس وقت آپ کی نماز فوت ہو جاتی

می زدی از دردِ دل آہ و فغاں
تو آپ دل کے درد کے ساتھ آہ و فغاں کرتے

آں تاسف و آں فغان و آں نیاز
وہ افسوس کرنا، اور وہ فریاد، اور وہ عاجزی

در گذشتے از دو صد رکعت نماز
نماز کی دو سو رکعتوں سے بڑھ جاتی

---

1. آں یکے۔ یعنی نماز پڑھ کر نکلنے والوں میں سے کسی نے اس سے کہا حضور ﷺ تو جماعت ختم کر کے دعا سے بھی فارغ ہو گئے ہیں۔ راز۔ یعنی نماز کے بعد کی خفیہ دعا۔ مردِ خام۔ ناتجربہ کار۔ باز داد آخر سلام۔ آخری سلام پھیر چکے۔ گفت۔ اس جماعت سے محروم نمازی نے ایسی آہ بھری جس میں درد تھا اور دل کے خون کی بو آ رہی تھی۔ آں یکے۔ جو شخص جماعت کی نماز پڑھ چکا تھا اس نے کہا میں اپنی نماز کا ثواب تمہیں دیتا ہوں تم اپنی اس آہ کے ثمرات مجھے عطا کر دو۔ باصد نیاز۔ اس کا تعلق ستد فعل سے بھی ہو سکتا ہے اور آہ سے بھی ہو سکتا ہے۔
2. باز بود۔ یعنی قرب الٰہی میں پہلے مرتبہ سے بڑھ گیا۔ ہاتف۔ فرشتہ غیبی جو پکارے اور نظر نہ آئے۔ شفے۔ شفا کا امالہ ہے۔ اختیار۔ چننا، یعنی تم نے نماز اور آہ میں جو آہ کو چنا۔ دخول۔ یعنی نماز اور آہ کے معاملہ میں داخل ہونا۔ عزازیل۔ شیطان کا نام ہے۔ میر راد۔ دانا سردار۔ گر نمازت۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا اگر تمہاری نماز فوت ہو جاتی تو تم دل کے درد کے ساتھ آہ کرتے۔ آں تاسف۔ نماز کے فوت ہونے پر آپ جو افسوس اور فریاد اور عاجزی کرتے وہ دو سو نفلوں سے بھی بڑھ جاتی۔

من ترا بیدار کردم از نہیب[1]
تا نسوزاند چناں آہے حجیب
میں نے (اس) خوف سے آپ کو جگا دیا
تا کہ ایسی آہ پردے کو نہ جلا دے

تا چناں آہے نباشد مر ترا
تا بداں راہے نباشد مر ترا
تا کہ ایسی آہ تمہیں حاصل نہ ہو جائے
تا کہ اُس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو

من حسودم از حسد کردم چنیں
من عدوّم کارِ من مکرست و کیں
میں تو حاسد ہوں میں نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا
میں تو دشمن ہوں، میرا کام مکاری اور کینہ وری ہے

مکر من دیدی مباش ایمن زمن
تا شوی صدرِ جہاں اندر زمن
آپ نے میرا مکر دیکھ لیا مجھ سے مطمئن نہ ہو جیئے
تا کہ آپ زمانے میں عالم کے صدر بن جائیں

جواب گفتن امیر المومنین امیر معاویہؓ ابلیس را بعد از اعتراف

اقرار کے بعد امیر المومنین معاویہؓ کا جواب دینا

گفت اکنوں راست گفتی صادقی
از تو ایں آید تو ایں را لائقی
(امیر معاویہؓ نے) فرمایا تو نے اب سچ کہا تو سچا ہے
تجھ سے یہی آتا ہے، تو اسی کے لائق ہے

عنکبوتی تو مگس داری شکار
من نیم اے سگ مگس زحمت میار
تو مکڑی ہے تو مکھی کا شکار کرتا ہے
اے کتے! میں مکھی نہیں ہوں تکلیف نہ اُٹھا

بازِ اسپیدم[2] شکارم شہ کند
عنکبوتے کے بگردِ من تند
میں سفید باز ہوں، میرا شکار شاہ کرتا ہے
مکڑی میرا چکر کب کاٹے گی

کارِ تو این ست اے دزدِ لعیں
سوئے دوغ آری مگس را از انگبیں
اے ملعون چور! تیرا یہی کام ہے
مکھی کو شہد سے ہٹا کر چھاچھ پر لاتا ہے

رَو مگس می گیر تا تانی ہلا
سوئے دوغے زن مگسہا را صلا
خبردار! جب تک تو کر سکے مکھی پکڑ
مکھیوں کو چھاچھ کی طرف بلا

ور بخوانی تو بسوئے انگبیں
ہم دروغ و دوغ باشد آں یقیں
اگر تو شہد کی طرف بلائے گا
یقیناً وہ بھی جھوٹ اور چھاچھ ہو گا

تو مرا بیدار کر دی خواب بود
تو نمودی کشتی آں گرداب بود
تو نے مجھے جگایا (لیکن جگانا) نیند تھا
تو نے کشتی دکھائی وہ بھنور تھا

تو مرا در خیرزاں می خواندیَ
تا مرا از خیر بہتر راندیَ
تو نے مجھے بھلائی کی طرف اس لئے بلایا
تا کہ مجھے بہتر خیر سے ہٹا دے

---

1 نہیب۔ خوف۔ حجیب۔ یعنی قرب الٰہی کا وہ پردہ جو ابھی تک حائل ہے۔ من حسودم۔ لہٰذا میرا سارا کام حسد پر مبنی تھا۔ مکر من۔ یعنی نماز کے لئے جگانا۔ ایمن۔ مطمئن۔ زمن۔ زمانہ۔ اعتراف۔ اقرار۔ ایں آید۔ یعنی گمراہ کرنا اور ثواب سے محروم کرنا۔ عنکبوت۔ مکڑی جو مکھیوں کا شکار کرتی ہے۔ من نیم۔ قرآن پاک میں ہے ان عبادی لیس لک علیھم سلطان یعنی اے شیطان میرے مخلص بندوں پر تیرا زور نہ چلے گا۔

2 بازِ اسپید۔ سفید باز زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ شہ۔ باز کو شاہ پھاڑتے ہیں۔ سوئے دوغ۔ یعنی شیطان کا کام اچھائی سے ہٹا کر برائی کی طرف لانا ہے۔ صلا۔ کھانے کی دعوت دینا۔ انگبیں۔ یعنی جس کو تو شہد بتائے گا، وہ چھاچھ ہوگی۔ خواب بود۔ چونکہ بیدار کرنے میں ثواب سے محروم کیا تو یہ بیدار کرنا دراصل سلانا تھا جو ثواب سے محروم رکھتا ہے۔ کشتی۔ یعنی تو نے جو بھلائی دکھائی وہ تباہی تھی۔

فوت شدن[1] دزد بآواز دادنِ آں شخص صاحب خانہ را کہ نزدیک شدہ بود کہ دُزد را دریابد

چور کا بچ نکلنا ایک شخص کے پکارنے کی وجہ سے گھر کے اُس مالک کو جو قریب تھا کہ وہ چور کو پکڑے

ایں بداں ماند کہ شخصے دُزد دید　دَر وُثاق اندر پئے اُومی دوید
یہ اس طرح کی بات ہے کہ ایک شخص نے چور کو دیکھا　گھر میں (اور) وہ اُس کے پیچھے دوڑنے لگا

تا دوسہ. میداں دوید اندر پئش　تا در افگند از تعب اندر خویش
دو تین میدانوں تک اُس کے پیچھے دوڑا　یہاں تک کہ مشقت سے (اُس چور) کو پسینہ میں ڈبو دیا

اندراں حملہ کہ نزدیک آمدش　تا بدو اندر جہد دریا بدش
اُس حملہ کے دوران کہ وہ اُس کے نزدیک پہنچا　یہاں تک کہ ایک جست میں اُس کو پکڑے

دُزدِ دیگر بانگ کردش کہ بیا　تابہ بینی ایں علاماتِ بلا
دوسرے چور نے اُس کو پکارا کہ آ　تاکہ تو مصیبت کی اِن علامتوں کو دیکھ لے

زود. باش و باز گرد اے مردِ کار　تابہ بینی حالِ ایں جا زار زار
جلدی کر، واپس آ، اے کام کے دھنی!　تاکہ تو یہاں کا حالِ زار دیکھ لے

چوں شنید ایں مَرد گشت اندیشہ ناک　گفت با خود کشتہ گیر[2] ایں جامہ چاک
جب اُس شخص نے سنا فکر میں پڑ گیا　اپنے آپ سے بولا اِس مرتے کو مردہ سمجھ

گفت باشدکاں طرف دُزدے بود　گرنہ گردم زود زاں برمن دَوَد
(اور) کہنے لگا ہو سکتا ہے کہ اُس طرف چور ہو　اگر میں جلد واپس نہ ہوا تو وہ مجھ پر حملہ کر دے گا

برزن و فرزند من دستے زند　کشتن ایں دُزد سودم کے کند
میرے بیوی اور بچوں پر ہاتھ مار دے　(پھر) مجھے اِس چور کو مار ڈالنا کب فائدہ دے گا؟

ایں مسلماں از کرم می خواندم　گر نگردم زود پیش آید ندم
یہ مسلمان مہربانی سے مجھے بلاتا ہے　اگر میں جلد نہ لوٹوں تو ندامت کا سامنا ہو گا

برامید شفقت آں نیک خواہ　دُزد را بگذاشت باز آمد براہ
اُس خیر خواہ کی شفقت کی امید کی بناء پر　چور کو چھوڑ دیا اور راستہ سے لوٹ آیا

گفت اے یارِ نکو. اَحوال چیست　ایں فغان و بانگ تو از دست کیست
کہا اے اچھے دوست! کیا احوال ہیں؟　یہ تیری چیخ و پکار کس کی وجہ سے ہے؟

---

1. فوت شدن۔ یہ قصہ نقل کرکے یہ بھی بتاتا ہے کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو بظاہر بھلی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کی تہ میں شرارت ہوتی ہے۔ ایں۔ یعنی شیطان کا نماز کے لئے جگانا۔ وثاق۔ گھر۔ تادر افگند۔ گھر کے مالک نے چور کو دوڑا کر تھکا دیا۔ اندراں۔ اب اس قدر قریب ہو گیا تھا کہ ایک حملہ میں اس چور کو پکڑ لے۔ بیا۔ یعنی مالک کو جو چور کے پیچھے بھاگ رہا تھا، پکارا۔ گفت با خود۔ پکارنے والے چور کی آواز سن کر دل میں کہنے لگا۔

2. کشتہ گیر۔ مردہ سمجھ لے۔ جامہ چاک۔ مردہ یعنی وہ چور جس کے پیچھے یہ بھاگ رہا تھا۔ آں طرف۔ جدھر سے آواز آئی ہے۔ برمن دود۔ مجھ پر حملہ کر دے۔ برزن۔ یعنی جس طرف وہ پکارنے والا بلا رہا ہے وہاں کوئی دوسرا چور ہو جو بال بچوں پر حملہ کر دے تو اس چور کو مار ڈالنے سے بھی مجھے کیا ملے گا۔ ندم۔ یعنی بال بچوں سے غفلت برتنے کی ندامت۔ نیک خواہ۔ یعنی پکارنے والا۔ گفت۔ یعنی مالک نے پکارنے والے سے کہا۔

گفت ایک[1] بیں نشانِ پائے دُزد
اُس نے کہا یہ ہیں چور کے پاؤں کے نشان دیکھ لے

نک نشانِ پائے دُزد قلتباں
دیوث چور کے پاؤں کا نشان یہ ہے

گفت اے اَبلہ چہ میگوئی مَرا
اُس نے کہا اے بیوقوف! مجھ سے کیا کہتا ہے؟

دُزد را از بانگ تو بگذاشتم
تیری پکار کی وجہ سے میں نے چور کو چھوڑ دیا

ایں چہ ژاژ ست وچہ ہرزہ اے فلاں
اے فلاں! یہ کیا بکواس اور بیہودگی ہے

گفت من از حق نشانت میدہم
اُس نے کہا میں تجھے صحیح علامت بتا رہا ہوں

گفت طراری تو یا خود اَبلہی
اُس نے کہا تو گرہ کٹ ہے یا پاگل ہے

خصم خود را می کشیدم موکشاں
میں اپنے دشمن کو بال پکڑ کر گھسیٹتا

تو جہت گو من برونم از جہات
تو سبب کی بات کرتا ہے میں اسباب سے آگے ہوں

صنع[2] بیند مردِ محجوب از صفات
افعال وہ دیکھتا ہے جو صفات سے حجاب میں ہو

واصلاں چوں غرق ذات اند اے پسر
اے صاحبزادے! واصلین جب کہ ذات میں مستغرق ہیں

چونکہ اندر قعرِ جو باشد سَرت
جب کہ تیرا سر نہر کی تہ میں ہو

ایں طرف رفت ست دُزدِ زن بمزد
بھڑوا، چور اِس طرف گیا ہے

در پئے اُو رو بدیں نقش و نشاں
اِس علامت اور نشان کے ذریعہ اُس کا پیچھا کر

من گرفتہ بودم آخر دُزد را
میں نے تو چور کو پکڑ ہی لیا تھا

من تو خر را آدمی پنداشتم
میں نے تجھ گدھے کو آدمی سمجھا

من حقیقت یافتم چہ بود نشاں
میں نے اصل کو پکڑ لیا تھا علامت کیا ہوتی ہے؟

ایں نشانست از حقیقت آگہم
یہ نشانات ہیں میں حقیقت سے واقف ہوں

بلکہ تو دُزدی و زیں حال آگہی
بلکہ تو چور ہے اور اُس حالت سے واقف ہے

تو رہانیدی وُرا کانیک نشاں
تو نے اُس کو چھڑا دیا کہ یہ نشان ہے

در وصال آیات کو یا بینات
وصال (کی صورت) میں نشانیاں اور دلائل کہاں؟

وَر صفات آنست کو گم کرد ذات
صفات میں وہ (مقید) ہے جس نے ذات کو گم کر دیا ہو

کے کنند اندر صفاتِ اُو نظر
وہ اس کی صفات پر کب نظر کرتے ہیں؟

کے برنگ آب اُفتد منظرت
پانی کے رنگ پر تیری نظر کب پڑتی ہے؟

---

1. گفت ایک۔ پکارنے والے نے کہا۔ زن بمزد۔ وہ شخص جو بیوی کی زنا کی کمائی کھائے۔ قلتبان۔ دیوث۔ در پے اُو۔ یعنی چور کے پیچھے۔ گفت اے ابلہ۔ سالک نے پکارنے والے سے کہا۔ من تو خر را۔ یعنی تو گدھا ہے میں نے تجھے آدمی سمجھ لیا۔ ژاژ۔ بکواس۔ ہرزہ۔ بیہودہ بات۔ حقیقت۔ یعنی اصل چور۔ نشان۔ یعنی نشانِ قدم۔ طراری تو۔ تو جیب تراش ہے۔ دزدی۔ یعنی تو اس چور کا شریک کار چور ہے۔ خصم خود۔ سالک نے کہا تو نے یہ کہہ کر اسے چھڑا دیا کہ چور کی نشانی دیکھ لے۔ تو جہت گو۔ جبکہ میں اصل مقصد تک پہنچ چکا تھا تو مقصد کے اسباب اور وجوہ بتا رہا تھا۔
2. صنع۔ سالک پر افعال کی تجلی پڑتی ہے، پھر صفات کی، پھر ذات کی، جب سالک صفات کی تجلی سے محروم ہوتا ہے تو افعال کی تجلی میں لگا رہتا ہے اور صفات کی تجلی کے بعد افعال کی تجلی سے قطع نظر کر لیتا ہے جبکہ اس کو ذات کی تجلی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کو صفات کی تجلی کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ واصلاں۔ واصل بحق ذات کی تجلی میں مستغرق رہتے ہیں۔ چونکہ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پانی کی تہ میں پہنچ جائے تو پانی کا رنگ اس کے پیش نظر نہیں رہتا ہے۔

در برنگ[1] آب باز آئی زقعر — پس پلاسے بستدی دادی تو شعر
اگر تو (دریا کی) تہہ سے پانی کے رنگ پر واپس آ جائے — تو تو نے ٹاٹ لے لیا (اور) پشمینہ دے دیا

طاعت عامہ گناہِ خاصگاں — وَصلت عامہ حجابِ خاص داں
عوام کی اطاعت خاصانِ خدا کا گناہ ہے — عوام کا وصال، خواص کا پردہ سمجھ

حکایت وزیریکہ پادشاہ اُو را از وزارت معزول کردہ بود و محتسبی داد

بادشاہ کے اُس وزیر کا قصہ جس کو بادشاہ نے وزارت سے معزول کر کے کوتوالی دے دی

گر وزیرے را کند شہ محتسب — شہ عدوِّ اُو بود نبود محب
اگر بادشاہ کسی وزیر کو کوتوال بنا دے — تو بادشاہ اُس کا دشمن ہو گا دوست نہ ہو گا

ہم گناہے کردہ باشد آں وزیر — بے سبب نبود تغیر ناگزیر
اُس وزیر نے کوئی خطا کی ہو گی — لازمی تغیر بے وجہ نہیں ہوتا ہے

زانکہ اوّل محتسب[2] بد خود وُرا — بخت و روزی آں بدست از ابتدا
جو پہلے سے کوتوال تھا خود اس کے لئے — وہ (کوتوالی) شروع سے نصیبہ اور روزی تھی

لیک کاں اوّل وزیر شہ بدست — محتسب کردن سبب فعل بدست
لیکن جو کہ پہلے بادشاہ کا وزیر ہو — (اُس کو) کوتوال بنانا کسی برے کام کی وجہ سے ہے

چوں ترا شہ ز آستانہ پیش خواند — باز سوئے آستانہ باز راند
جیسے بادشاہ نے تجھے چوکھٹ سے آگے بلایا — پھر چوکھٹ کی طرف واپس کر دیا

تو یقیں میداں کہ جرمے کردہٗ — جبر را از جہل پیش آوردہٗ
تو یقین کر لے تو نے کوئی غلطی کی ہے — تو جبر کو نادانی سے پیش کرتا ہے

کہ مرا روزی و قسمت ایں بدست — پس چرا دی بودت آں دولت بدست
کہ میری تقدیر اور قسمت یہی تھی — تو کل یہ دولت تیرے ہاتھ میں کیوں تھی؟

قسمت خود خود بُریدی توز جہل — قسمت خود را افزاید مردِ اہل
تو نے نادانی اپنے حصہ کو خود منقطع کر دیا — لائق آدمی اپنا حصہ بڑھاتا ہے

یک مثالِ دیگر اندر کژروی — شاید ار از نصِ قرآں بشنوی
کج روی کی ایک دوسری مثال — مناسب ہے گر تو قرآن کی آیتوں سے سن لے

---

[1] دربرنگ آب۔ اگر کوئی ذات کی تجلی کے بعد صفات کی تجلی میں مستغرق ہو جائے تو وہ ایک اونچے مرتبہ سے گر کر ادنیٰ مرتبہ میں آ گیا۔ پلاس۔ ٹاٹ۔ شعر۔ پشمینہ۔ طاعت عامہ۔ مشہور مقولہ ہے "حسنات الابرار سیات المقربین" عام لوگوں کی نیکیاں مقربین کے لئے بمنزلہ گناہ ہیں مثلاً صفات کی تجلی عام سالکوں کے اعتبار سے بھلائی ہے لیکن واصل بحق جس کو ذات کی تجلی حاصل ہے مگر اس مقام پر آ جائے تو اس کا یہ تنزل ہے۔

[2] محتسب۔ کوتوال۔ زانکہ۔ کسی کا ابتدا کوتوالی کے عہدہ پر سرافراز ہونا اس کی خوش نصیبی ہے لیکن وزارت سے کوتوالی پر آ جانا سزا ہے۔ لیک۔ وزارت کے بعد کوتوال بن جانا سزا ہے۔ چوں ترا۔ آستانہ پر رہنا پیشی میں رہنے کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے۔ تو یقیں۔ انسان اپنے مرتبہ کے گراؤ کو تقدیر پر محول کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ حالانکہ اس میں خود اس کا قصور ہوتا ہے ورنہ اس کو پہلے یہ بڑا رتبہ کیوں حاصل تھا۔ قسمت خود۔ انسان اپنی نادانی سے اپنی قسمت گھٹاتا ہے ورنہ اہل انسان جدوجہد سے اپنی قسمت بڑھا لیتا ہے۔

قصہ[1] منافقان و مسجد ضرار ساختن ایشاں

منافقوں اور اُن کے مسجد ضرار بنانے کا قصہ

ایں چنیں کژ بازیِ در جفت و طاق — با نبی می باختند اہلِ نفاق

اِسی طرح اُلٹی بازی داؤں میں — نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ منافق کھیلتے تھے

کز برائے عز دینِ احمدیؐ — مسجدے سازیم و بود آں مرتدی

کہ احمدی دین کی عزت کے لئے — ہم ایک مسجد بناتے ہیں اور وہ (اُن کی) بے دینی تھی

ایں چنیں کژ بازیٔ می باختند — مسجدے جز مسجدش[2] می ساختند

اِس طرح کی اُلٹی بازی انہوں نے کھیلی — اُن کی مسجد کے علاوہ اُنہوں نے ایک مسجد بنائی

فرش و سقف و قبہ اش آراستہ — لیک تفریق جماعت خواستہ

فرش اور چھت اور اس کا گنبد بنایا — لیکن (انہوں نے) جماعت کو متفرق کرنا چاہا

نزدِ پیغمبر بلابہ آمدند — ہمچو اُشتر پیشِ اُو زانو زدند

خوشامد کرتے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے — اونٹ کی طرح اُن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے

کاے رسولِ حق برائے محسنی — سوئے آں مسجد قدم رنجہ کنی

کہ اے اللہ کے رسولؐ برائے کرم — اُس مسجد کی جانب تشریف لے چلیں

تا مبارک گردد از اقدامِ تو — تا قیامت تازہ بادا نام تو

تاکہ آپ کی تشریف آوری سے وہ متبرک ہو جائے — خدا کرے قیامت تک آپ کا نام زندہ رہے

مسجد روزِ گِل ست و روزِ ابر — مسجد روزِ ضرورت وقت صبر

(یہ) مسجد کیچڑ اور بارش کے دن کے لئے ہے — (یہ) مسجد ضرورت اور مجبوری کے دن کے لئے ہے

تا غریبے یابد آنجا خیر و جا — تا فراواں گردد ایں خدمت سَرا

تاکہ کوئی مسافر اُس جگہ ٹھکانا اور بھلائی پا سکے — تاکہ یہ خدمت کی جگہیں زیادہ ہو جائیں

تا شعارِ دیں شود بسیار و پُر — زانکہ بایاراں شود خوش کارِ مُر

تاکہ دین کا شعار زیادہ اور پُر ہو جائے — کیونکہ دوستوں کے ساتھ تلخ کام شیریں ہو جاتا ہے

---

1. قصہ۔ شیطان کے واقعہ سے یہ سمجھایا تھا کہ بسا اوقات ایک معاملہ بظاہر اچھا نظر آتا ہے لیکن اس میں برائی پوشیدہ ہوتی ہے، اسی بات کو منافقوں کے مسجد ضرار کے بنانے سے سمجھایا ہے۔ مسجد بنانا بظاہر اچھا تھا لیکن اس کا مقصد نہایت ناپاک تھا۔ مسجد ضرار۔ وہ مسجد جو منافقوں نے مسجد قبا کے مقابلہ میں تیار کی تھی۔ جفت۔ وہ عدد جو دو پر تقسیم ہو جائے۔ طاق۔ وہ عدد جو دو پر صحیح تقسیم نہ ہو، مجموعہ سے بازی کا داؤ مراد لیا جاتا ہے۔ اہل نفاق۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی۔ مرتدی۔ یعنی ان کا یہ فعل دینداری پر مبنی نہ تھا بلکہ بے دینی پر مبنی تھا۔

2. مسجدش۔ مسجد قبا جس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوایا تھا۔ جماعت۔ یعنی صحابہؓ کی جماعت۔ لابہ۔ خوشامد۔ زانو زدند۔ دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ آں مسجد۔ یعنی مسجد ضرار۔ اقدام۔ تشریف آوری۔ تا قیامت۔ انہوں نے حضورﷺ کو یہ دعا دی۔ مسجد روز گل۔ یعنی ہم نے یہ مسجد اس لئے بنائی ہے کہ کیچڑ اور بارش کی مجبوری اور ضرورت میں یہاں نماز پڑھ لیا کریں گے۔ تا غریبے۔ اس مسجد میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اس میں مسافر ٹھہر جایا کریں گے اور مسجدوں کی کثرت بھی ہو جائے گی۔ بایاراں۔ مسجد بنانا مشکل کام ہے، ہمارے اتباع میں اور لوگوں کو بھی مسجدیں بنانا آسان ہو

ساعتے آں جائیگہ تشریف دہ
تھوڑی دیر کے لئے اُس جگہ تشریف رکھیں

تزکیہ[1] ماکن زماں تعریف دہ
ہمیں پاک کریں اور معرفت سکھائیں

مسجد و اصحابِ مسجد را نواز
مسجد اور مسجد والوں کو نواز دیجئے

تومہی ماشب دے باما بساز
ہم رات ہیں آپ چاند تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہیں

تا شود شب از جمالت جملہ روز
تاکہ آپ کے جمال سے رات مجسم دن بن جائے

اے جمالت آفتابِ جاں فروز
اے وہ (ذات) کہ آپکا جمال روح کو روشن کرنیوالا سورج ہے

اے دریغا کاں سخن از دل بدے
ہائے افسوس! (کاش) یہ باتیں دل سے ہوتیں

تا مُرادِ آں نفر حاصل شدے
تاکہ اُس گروہ کا مقصد حاصل ہو جاتا

لفظ کاید بے دل و جاں بر زباں
جو لفظ بے دلی اور بغیر روح کے زبان پر آتا ہے

ہمچو سبزہ توں بود اے دوستاں
اے دوستو! وہ کوڑی کے سبزے کی طرح ہوتا ہے

ہم ز دُورش بنگر و اندر گذر
اُس کو دور سے دیکھ لے اور گزر جا

خوردن و بورا نہ شاید اے پسر
اے بیٹا! وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہیں ہے

سوئے لطف بے وفایاں[2] ہیں مرو
خبردار! بے وفاؤں کی مہربانی کی طرف نہ جا

کانِ پلِ ویراں بود نیکو شنو
اچھی طرح سن لے وہ ٹوٹے ہوئے پل کی طرح ہے

گر قدم راجا ہلے بروے زند
اگر کوئی ناواقفیت سے اُس پر قدم رکھے گا

بشکند پل واں قدم را بشکند
پل ٹوٹ جائے گا اور وہ پیر کو توڑ دے گا

ہرکجا لشکر شکستہ می شود
کسی جگہ کوئی لشکر شکست کھاتا ہے

از دوسہ ست ومخنث می بود
تو (ایسا) دو تین سست اور نامردوں کی وجہ سے ہوتا ہے

در صف آید با سلاح و مرد وار
وہ نامرد، ہتھیار باندھ کر اور مردانہ وار آتا ہے

دل بروبنہند کاینک یارِ غار
(لشکری) اُس پر بھروسہ کرتے ہیں کہ یہ سچا دوست ہے

رُو بگرداند چو بیند زخمہا
جب گھائل ہوتا ہے تو منہ موڑ لیتا ہے

رفتن او بشکند پشت ترا
اُس کا بھاگنا تیری کمر توڑ دیتا ہے

ایں درازست و فراواں می شود
یہ (قصہ) لمبا اور زیادہ ہو رہا ہے

وانچہ مقصودست پنہاں می شود
اور جو مقصد ہے وہ مخفی ہو رہا ہے

فریفتن منافقان پیغمبر علیہ السلام را تاکہ بمسجد ضرار برندو
منافقوں کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بہکانا، تاکہ مسجد ضرار میں لے جائیں اور

---

[1] تزکیہ۔ نبی کا کام لوگوں کے دلوں کو پاک کرنا ہے۔ تعریف۔ یعنی معرفت خداوندی کی باتیں۔ تومہی۔ آپ کے نور سے ہم سیاہ باطن منور ہو جائیں گے۔ اے دریغا۔ مولانا فرماتے ہیں یہ سب ان کی جھوٹی باتیں تھیں، اگر سچی ہوتیں تو ان کا مقصد ضرور پورا ہوتا۔ لفظ۔ خوش کن جھوٹے الفاظ کی مثال کوڑی کے سبزے جیسی ہے۔ سبزہ توں۔ کوڑی یا گھورے کا سبزہ۔

[2] لطف بے وفایاں۔ بے وفاؤں کی مہربانی پرانے پل کی طرح ہے۔ انسان بے خبری میں اس پر سے گذرتا ہے تو پل بھی بیٹھ جاتا ہے اور پیر کو بھی توڑ دیتا ہے۔ ہرکجا۔ لشکر کی شکست بھی عموماً بے وفاؤں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ سلاح۔ ہتھیار۔ یارِ غار۔ سچا دوست۔ رفتن او۔ ایک بزدل کے بھاگنے سے پورے لشکر کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ ایں۔ یعنی بے وفاؤں کے نقصانات کے قصے۔ مقصود۔ یعنی مسجد ضرار کا قصہ۔

اظہار ناکردنِ مصطفیٰؐ مکر ایشاں را از کمالِ حلم خود

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی بردباری کی وجہ سے اُن کے مکر کو ظاہر نہ کرنا

بر رسولِ حق فسونہا[1] خواندند
اللہ کے رسولؐ پر انہوں نے بہت سے منتر پڑھے
رخش دستان وحیل می راندند
مکر اور فریب کا گھوڑا دوڑاتے تھے

چاپلوسی و فسونہا خواندند
خوشامد کرتے تھے اور منتر پڑھتے تھے
نزلِ خدمت سوئے حضرت راندند
خدمت اور خاطر تواضع کی بات آنحضور کیجانب بڑھائی

آں رسولِ مہربان و رحم کیش
وہ مہربان اور رحم کی عادت والے رسولؐ
جز تبسم جز بلے ناورد پیش
سوائے مسکراہٹ (اور) سوائے ہاں کے پیش نہ آئے

شکر ہائے آں جماعت یاد کرد
اُس جماعت کا شکریہ ادا فرمایا
در اجابت قاصداں را شاد کرد
قبول کرنے (کے معاملہ) میں قاصدوں کو خوش کر دیا

می نمود آں مکر ایشاں پیشِ اُو
آپؐ کے سامنے اُن کا مکر ظاہر ہو جاتا تھا
یک بیک ز انساں کہ اندر شِیر مو
فوراً اِس طرح جیسا کہ دودھ میں بال

موئے را نادیدہ میکرد آں لطیف
وہ مہربان، بال کو ان دیکھا کر دیتے تھے
شِیر را شاباش می گفت آں ظریف
وہ عالی ظرف دودھ کی تعریف کر دیتے تھے

صد ہزاراں موئے مکر و دمدمہ
مکر اور فریب کے لاکھوں بال تھے
چشم خوابانید آں دم از ہمہ
اُس وقت انہوں نے سب سے آنکھ بند کر لی

راست می فرمود آں بحرِ کرم
اُس دریائے کرم نے سچ فرمایا ہے
بر شما من از شما مشفق ترم
میں تم پر تم سے بھی زیادہ مہربان ہوں

من نشستہ[2] بر کنارِ آتشے
میں ایک آگ کے کنارے بیٹھا ہوں
با فروغ و شعلۂ بس ناخوشے
جو بہت بھڑکنے والی اور خراب شعلوں والی ہے

ہمچو پروانہ شما آں سو دواں
تم پروانوں کی طرح اُس طرف دوڑتے ہو
ہر دو دست من شدہ پروانہ راں
میرے دونوں ہاتھ پروانوں کو ہٹانے والے بن گئے ہیں

چوں براں شد تارواں گردد رسول
جب معاملہ یہاں پہنچا کہ رسول مسجدِ ضرار کیطرف روانہ ہوں
غیرتِ حق بانگ زد مشنوز غول
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے آواز دی، چھلاوے کی آواز نہ سنو

---

1. فسوں۔ افسوں، منتر۔ رخش۔ رستم کا گھوڑا، گھوڑا۔ حیل۔ حیلہ کی جمع ہے۔ نزل۔ مہمانی کا کھانا۔ کیش۔ شیوہ، عادت۔ بلی۔ ہاں، کسی بات کی تصدیق کے لئے بولا جاتا ہے۔ اجابت۔ دعوت کو قبول کرنا۔ می نمود۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی چالوں کو سمجھ جاتے تھے لیکن اپنی شرافت نفس کی وجہ سے اس کا اظہار نہ فرماتے تھے۔ لطیف۔ مہربان۔ ظریف۔ دانا، خوش مزاج۔ چشم خوابانیدن۔ چشم پوشی کرنا۔ بحر کرم۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

2. من نشستہ۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری مثال اور تمہاری مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے آگ روشن کی، پتنگے اس میں آ کر گرنا چاہتے ہیں اور وہ شخص ان کو روکتا ہے۔ چوں براں شد۔ آنحضور ﷺ نے پہلے تشریف لے جانے کا ارادہ کر لیا تھا، اس کے بعد وحی کے ذریعہ ممانعت اور ان منافقوں کے احوال سے آنحضور ﷺ کو باخبر کر دیا گیا، اشعار میں واقعات کی ترتیب بدل دی گئی ہے۔ غول۔ چھلاوا جو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔

کین خبیثاں مکر و حیلت کردہ اند
کہ ان خبیثوں نے مکر اور حیلہ کیا ہے
جملہ مقلوب[1] ست آنچہ آوردہ اند
جو انہوں نے کہا ہے سب اُلٹا ہے

قصدِ ایشاں جز سیاہ روئی نبود
اُن کا ارادہ رو سیاہی کے علاوہ کچھ نہ تھا
خیر دیں کے جُست ترسا و یہود
عیسائی اور یہودیوں نے دین کی بھلائی کب چاہی ہے؟

مسجدے برجسر دوزخ ساختند
اُنہوں نے دوزخ کے پل پر مسجد بنائی ہے
باخدا نردِ دغاہا باختند
اُنہوں نے خدا کے ساتھ دھوکے کی چال چلی ہے

قصد شاں تفریق اصحابِ رسول
اُن کا مقصد رسولؐ کے صحابہ میں تفرقہ ڈالنا ہے
فضل حق را کے شناسد ہر فضول
کوئی بیہودہ خدا کے فضل کو کب جانتا ہے؟

تا جھودے را ز شام اینجا کشند
تاکہ ایک یہودی کو شام سے اِس جگہ لائیں
کہ بوعظِ اُو جھوداں سرخوش اند
جس کے وعظ سے یہودی مانوس ہیں

گفت پیغمبرؐ کہ آرے لیک ما
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں لیکن ہم
بر سَرِ راہیم و برعزمِ غزا[2]
سفر پر (تیار) ہیں اور جہاد کا ارادہ ہے

زیں سفر چوں باز گردم آنگہاں
جب میں سفر سے واپس آ جاؤں گا، تب
سوئے آں مسجد رواں گردم رواں
اُس مسجد کی طرف چلوں گا

دفع شاں گفت و بسوئے غزو تاخت
اُن کو ٹال دیا اور جہاد کے لئے روانہ ہو گئے
با دغایاں از دغا نردے بباخت
دغا بازوں کے ساتھ دغا کی چال چلی

چوں بیامد از غزا باز آمدند
جب رسول غزوے سے آئے وہ پھر آئے
چنگ اندر وعدۂ ماضے زدند
(اور) پہلے وعدے کا سہارا لیا

گفت حقش کاے پیمبرؐ فاش گو
اللہ (تعالیٰ) نے اُن سے فرمایا اے پیغمبر صاف کہہ دیجئے
عذر آور، جنگ باشد باش گو
(چاہئے) عذر کر دیجئے، جنگ ہوتی ہے تو ہو

گفت ای قومِ دغل خامش کنید
(پیغمبر نے) فرمایا اے مکار قوم! چپ رہو
تانگویم رازہا تاں تن زنید
خاموش ہو جاؤ، تاکہ میں تمہارے راز نہ کہہ ڈالوں

گفت تاں بس بد درون و دشمنید
(پیغمبر نے) فرمایا تم بدباطن اور دشمن ہو
من نخواہم آمداز من بگذرید
میں نہیں آؤں گا، میرا خیال چھوڑ دو

---

[1] مقلوب۔ جیسا کہ ان منافقوں نے ظاہر کیا ہے، ان کے پیش نظر دین کا فروغ نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد دین کو برباد کرنا ہے۔ تا جھودے۔ ابو عامر جو مدینہ کا رہنے والا تھا، اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور اس کو راہب کہا جاتا ہے۔ وہ ابتداً آنحضور ﷺ کی ان پیش گوئیوں کا بھی ذکر کرتا تھا جو آنحضور ﷺ کے بارے میں انجیل میں تھیں لیکن ہجرت کے بعد اس نے آنحضور ﷺ کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ جنگ بدر کے بعد وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا تھا اور پھر وہاں سے شام کے علاقہ میں جا بسا تھا اور وہاں سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا۔

[2] عزمِ غزا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہونے والے تھے۔ غزا۔ یعنی غزوۂ تبوک۔ گفت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ان سے صاف انکار کر دو خواہ نتیجہ میں جنگ برداشت کرنی پڑے۔ خامش۔ آنحضور ﷺ نے منافقوں سے فرمایا چپ رہو ورنہ تمہاری دیگر جملہ سازشیں کھول دوں گا۔

چوں نشان[1] چند از اسرارِ شاں
جب آپ نے ان کے بھیدوں کے کچھ نشان

در بیاں آورد بد شد کارِ شاں
بیان کر دیئے تو اُن کا کام بگڑ گیا

قاصداں زو باز گشتند آں زماں
قاصد آپ کے پاس سے واپس ہو گئے (اور) دوسرے وقت

حاش لِلّٰہ حاش لِلّٰہ دم زناں
خدا بچائے خدا بچائے کہتے ہوئے

ہر منافق مُصحفے زیرِ بغل
ہر منافق قرآن بغل میں دبا کر

سوئے پیغمبر بیا و رد از دغل
مکاری سے پیغمبرؐ کے پاس لایا

تا خورد سوگند کایماں جُنّتے ست
تاکہ قسم کھائے کیونکہ قسم ڈھال ہے

زانکہ سوگندآں کژاں را سُنّتے ست
اس لئے کہ قسم کھانا ان کجوں کی عادت ہے

چوں ندارد مردِ کژدر دیں وفا
کج انسان چونکہ دین (کے معاملہ) میں وفا نہیں رکھتا ہے

ہر زمانے بشکند سوگند را
ہر وقت قسم توڑ دیتا ہے

راستاں را حاجت سوگند نیست
سچوں کو قسم کی ضرورت نہیں ہے

زانکہ ایشاں را دو چشم[2] روشنے ست
اس لئے کہ اُن کی دونوں آنکھیں روشن ہیں

نقض میثاق و عہود از احمقی ست
عہد اور پیمان کا توڑنا بیوقوفی ہے

حفظِ ایمان و وفا کارِ تقی ست
قسموں کی حفاظت اور پورا کرنا متقی کا کام ہے

گفت پیغمبرؐ کہ سوگندِ شما
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہاری قسم

راست گیرم یا کہ پیغامِ خدا
سچ سمجھوں یا خدا کا پیغام

باز سوگند دگر خوردند قوم
قوم نے پھر دوسری قسم کھائی

مُصحف اندر دست و برلب مُہرِ صوم
ہاتھ میں قرآن منہ پر روزے کی مہر

کہ بحقِ ایں کلامِ پاک و راست
کہ اس سچے اور پاک کلام کی قسم

کہ بنائے مسجد از بہرِ خداست
مسجد کی تعمیر خدا کے لئے ہے

اندر ینجا ہیچ مکر و حیلہ نیست
اس میں کوئی مکر اور حیلہ نہیں ہے

قصد مازاں صدق و ذکر و یار بیست
اس سے ہمارا ارادہ سچائی اور ذکرِ یارب کہنا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ آوازِ خدا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا کی آواز

می رسد در گوشِ من ہمچوں صدا
میرے کان میں صدا کی طرح آتی ہے

---

1. چوں نشاں۔ صحابہ کو آگاہ کرنے کے لئے ان کی چند سازشیں ذکر فرما دیں۔ قاصداں۔ یعنی وہ منافق آنحضور ﷺ کے راز کھول دینے پر شرمندہ ہو کر اس وقت تو واپس ہو گئے پھر دوسرے وقت اپنی برأت کرتے ہوئے قرآن لے کر آنحضور ﷺ کے پاس آئے۔ کایمان جنتے۔ قرآن نے فرمایا ہے کہ منافقوں نے اپنی قسموں کو اپنی ڈھال بنا رکھا ہے۔ کژاں۔ کج فطرت، جھوٹے زیادہ قسمیں کھاتے ہیں۔ چوں ندارد۔ کج فطرت میں دینداری نہیں ہوتی لہٰذا وہ قسم توڑ ڈالتا ہے۔

2. دو چشم۔ یعنی وہ بدعہدوں کا انجام دیکھتے ہیں۔ پیغام خدا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے و اللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون خدا گواہی دیتا ہے کہ ضرور منافق جھوٹے ہیں۔ باز سوگند۔ یعنی انہوں نے ہاتھ میں قرآن لے کر قسم کھائی اور یہ بھی کہا کہ ہم روزے دار ہیں۔ کہ بحق۔ یعنی قرآن کی قسم کھا کر کہا کہ یہ مسجد خدا کے لئے بنائی ہے۔۔۔۔۔۔۔ آوازِ خدا۔ یعنی لا تقم فیہ ابدا یعنی اس مسجد ضرار میں کبھی قیام نہ کرنا۔

مہر بر گوشِ[1] شما بنہاد حق
اللہ (تعالیٰ) نے تمہارے کان پر مہر لگا دی ہے
تا بآوازِ خدا نا رَد سبق
تا کہ خدا کی آواز سے سبق نہ سیکھے

نک صریح آوازِ حق می آیدم
اب میرے پاس خدا کی صاف آواز آتی ہے
ہمچو صاف از دُرد می پالایدم
جو مصطفیٰؐ کی طرح مجھے تلچھٹ سے صاف کر دیتی ہے

چوں کلیم اللہ کز سوئے درخت
جس طرح (موسیٰ) کلیم اللہ نے درخت کی جانب سے
بانگ حق بشنید کاے مسعود بخت
اللہ (تعالیٰ) کی آواز سنی کہ اے نیک نصیب!

از درخت اِنِّیٓ اَنَا اللّٰہ می شنید
درخت سے "بے شک میں ہی خدا ہوں" سنتے تھے
با کلام انوار می آمد پدید
کلام کے ساتھ انوار ظاہر ہورہے تھے

چوں زنورِ وحی وامی ماندند
جب وہ (منافق) وحی کے نور سے عاجز آجائے
باز نو سوگند ہامی خواندند
پھر نئی قسمیں کھانے لگتے

چوں خدا سوگند را خواندہ سپر
جب کہ اللہ (تعالیٰ) نے قسم کو ڈھال قرار دیا ہے
کے نہد اسپر ز کف پیکار گر
جنگجو ہاتھ سے ڈھال کب چھوڑتا ہے؟

باز پیغمبرؐ بہ تکذیب صریح
پھر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صاف جھٹلاتے ہوئے
قَدْ كَذَبْتُمْ گفت با ایشاں فصیح
صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تم جھوٹے ہو

اندیشیدن یکے از اصحاب بانکار کہ حضرتِ رسالت رسول چرا ستاری نمکیند

صحابہ میں سے ایک کا شبہ کے ساتھ سوچنا کہ حضرت رسالت رسول پردہ پوشی کیوں نہیں کرتے ہیں

تا یکے یارے زیارانِ رسول
رسول کے دوستوں میں سے ایک کے
در دلش انکار آمد زان نکول[2]
دل میں قسم کے نہ ماننے سے وسوسہ آیا

کاینچنیں پیرانِ با شیب و وقار
کہ ایسے بوڑھے اور باوقار لوگوں پر
می کند شاں ایں پیمبرؐ شرمسار
یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) شرمندہ کررہے ہیں

کوکرم کو ستر پوشی کو حیا
کرم کہاں ہے؟ پردہ پوشی کہاں ہے؟ حیا کہاں ہے؟
صد ہزاراں عیب پوشند انبیاء
انبیاء تو لاکھوں عیب چھپاتے ہیں

باز و در دل زود استغفار کرد
پھر دل میں بہت جلد استغفار کی
تا نگردد ز اعتراض اُو روئے زرد
تاکہ وہ اعتراض (کرنے) سے (اللہ کے سامنے) شرمندہ نہ ہو

---

1. مہر بر گوش۔ قرآن پاک میں ہے کہ خدا نے منافقین کے کانوں اور دلوں پر مہریں لگادی ہیں۔ صاف۔ صاف شدہ شراب۔ کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰ کو کوہِ طور کے ایک درخت سے آواز آئی تھی انی انا اللہ۔ چوں زنور۔ جب یہ دیکھتے کہ وحی کے نور کی وجہ سے آنحضورﷺ تکذیب پر مصر ہیں تو دوبارہ قسمیں کھانے لگتے۔ چوں خدا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اتخذو ایمانھم جنۃ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے، ڈھال کو جنگجو کسی حالت میں نہیں چھوڑتا ہے لہٰذا وہ بھی نا امیدی کے باوجود قسمیں کھا رہے تھے۔ انکار۔ شبہ، وسوسہ۔
2. نکول۔ قسم کھانے سے انکار کرنا یہاں قسم کو قبول نہ کرنا مراد ہے۔ شیب۔ بڑھاپا۔ کوکرم۔ ان صحابی نے آنحضورﷺ کی جانب سے منافقوں کی تکذیب کو کرم اور ستر پوشی اور حیا کے خلاف سمجھا۔ روئے زرد۔ یعنی خدا کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔ مہر بد۔ یعنی بروں کی محبت جوان صحابی کے دل میں منافقوں کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ بے حاصل۔ بے نتیجہ یعنی یہ محبت اپنا رنگ لاکر رہی اور باوجود استغفار کے اس وسوسہ کا ازالہ نہ ہوا۔ شومی۔ یہ محبت کا نتیجہ اور حاصل ہوا۔ باز۔ وہ صحابی۔

لیک آں نقش کجش از دل نرفت

لیکن اُن کے دل سے وہ ٹیڑھا نقش نہ مٹا

مہر بد از طبع بے حاصل نرفت

دل سے بُروں کی محبت بے نتیجہ نہ رہی

شومیِ یاریِ اصحابِ نفاق

منافقوں کی دوستی کی نحوست نے

کرد مومن را چو ایشاں زشت و عاق

مومن کو اُن (منافقوں) کی طرح برا اور نافرمان بنا دیا

باز می زارید کاے علام سر

اُنہوں نے پھر گریہ وزاری کی کہ اے بھیدوں کے جانکار!

مر مرا مگذار بر کفراں[1] مصر

مجھے کفر پر مصر نہ رکھ

دل بدستم نیست ہمچو دید چشم

آنکھ کی طرح دل میرے قبضہ میں نہیں ہے

ورنہ دل را سوزمے ایندم بخشم

ورنہ غصہ میں میں اسی وقت دل کو پھونک دیتا

اندریں اندیشہ خوابش در ربود

اس فکر میں اُن کو نیند آ گئی

مسجد ایشانش پُر سرگیں نمود

اُن کو اُن کی مسجد گوبر سے پُر نظر آئی

سنگہاش اندر حدث جائے تباہ

اُس کے پتھر ناپاکی میں بری جگہ (تھے)

می دمید از سنگہا دودِ سیاہ

اُس کے پتھروں سے کالا دھواں اٹھ رہا تھا

دُود در حلقش شد و حلقش بخست

دھواں اُن کے حلق میں گھسا اور اُن کے حلق کو خستہ کر دیا

از نہیب دُودِ تلخ از خواب جست

کڑوے دھوئیں کے خوف سے وہ نیند سے بیدار ہوئے

در زماں درو رو فتاد و می گریست

فوراً چہرے کے بل گرے اور روتے تھے

کاے خدا ایںہا نشانِ منکریست

اے خدا یہ منکر ہونے کی علامتیں ہیں

حلم بہتر از چنیں حلم اے خدا

اے خدا ایسی بردباری سے غصہ بھلا

کو کند از نورِ ایمانم جدا

جو کہ مجھے نورِ ایمان سے جدا کر رہا ہے

گر بکاوی کوشش اہلِ مجاز

اگر تو نام کے مسلمانوں کی کوشش کی کھود کرید کرے گا

تو بتو گندہ بود ہمچوں پیاز

تو وہ پیاز کی طرح تہہ بہ تہہ بدبودار ہو گی

ہر یکے از یکدگر بے مغز تر

ہر (تہہ) دوسری سے زیادہ بے مغز ہو گی

صادقاں رایک زدیگر نغز تر

سچوں کی ایک (تہہ) دوسری سے زیادہ اچھی ہو گی

صد کمر بستہ بمکر آں قومِ ست

اُس ست قوم نے مکاری پر سو (طرح سے) کمر باندھی تھی

از نفاق وزرق و دین نادرست

نفاق اور جھوٹ اور غلط دین کی وجہ سے

صد کمر آں قوم بستہ بر قبا

وہ قوم سو (طرح سے) قبا پر کمر کسے ہوئی تھی

بہرِ ہدمِ مسجدِ اہلِ قبا

قبا والوں کی مسجد کو منہدم کرنے کے لئے

---

[1] کفراں۔ یعنی آنحضور ﷺ سے متعلق وسوسہ۔ ہیچو نظر۔ انسان کا دل اور نظر قابو میں نہیں ہوتا ہے۔ نمود۔ ان صحابی نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسجد ضرار نجاست سے پُر ہے۔ سنگہاش۔ اس مسجد ضرار کے پتھر۔ حدث۔ پلیدی۔ حلقش۔ یعنی خواب دیکھنے والے صحابی کا حلق۔ نہیب۔ خوف۔ در زماں۔ چونکہ وہ صحابی سمجھے کہ یہ خواب ان کے لئے تازیانہ ہے۔ حلم۔ ناک کی ریزش، یعنی نفرت یعنی آنحضور ﷺ نے جس غصہ کا اظہار کیا وہ بہتر تھا بہ نسبت اس حلم کے جس کو میں نے اچھا سمجھا تھا اور اس کو بہتر سمجھنے کی بدولت نور ایمان سے محروم ہو رہا ہوں۔ اہل مجاز۔ وہ لوگ جو حقیقت سے محروم ہیں ان کے اعمال کی ہر تہ پیاز کے چھلکوں کی طرح بے مغز اور بدبودار ہو گی۔ صد کمر۔ یعنی یہ منافقین مسجد قبا کو تباہ کرنے کی سو سو چالیں چل رہے تھے۔ قبا۔ قاف کے فتحہ کے ساتھ، مدینہ کے قریب وہ بستی ہے جس میں آنحضور ﷺ ہجرت کے بعد آ کر مقیم ہوئے تھے اور وہاں وہ مسجد تعمیر فرمائی تھی جس کو منافقین برباد کرنا چاہتے تھے۔

ہمچو[1] آں اَصحابِ فیل اندر حبش　کعبہ کردند حق آتش زدش
اُن ہاتھی والوں کی طرح جنہوں نے حبشہ میں　کعبہ بنایا (اور) اللہ نے اُس میں آگ لگا دی

قصد خانہ کعبہ کردند ز انتقام　حالِ شاں چوں شد فرو خواں از کلام[2]
بدلہ لینے کے لئے انہوں نے خانہ کعبہ کا قصد کیا　اُن کا کیا حال ہوا؟ کلام اللہ میں پڑھ لے

مُرسیہ رویانِ دیں را خود جہیز　نیست اِلّا حیلت و مکر و ستیز
دین کے رُوسیا ہوں کا سامان　حیلہ اور مکر اور لڑائی کے سوا کچھ نہیں ہے

ہر صحابی دید زاں مسجد عیاں　واقعہ باشد یقیں شاں سرِّ آں
ہر صحابی نے اُس مسجد کو دیکھ لیا نمایاں　واقعہ یہاں تک کہ اُن کو اصلیت کا یقین آ گیا

واقعات ارباز گویم یک بیک　پس یقیں گرد و صفا بر اہلِ شک
میں اگر ایک ایک کر کے واقعات بتاؤں　تو شکی لوگوں کو صاف یقین ہو جائے

لیک می ترسم زکشف رازِ شاں　نازنینانند و زیبد ناز شاں
لیکن اُن کا راز کھولنے سے میں ڈرتا ہوں　وہ نازوں کے پالے ہوئے ہیں اُنکو ناز کرنا زیب دیتا ہے

شرع بے تقلید می پذ رفتہ اند　بے محک[3] آں نقد را بگرفتہ اند
اُنہوں نے شریعت کو بے تقلید قبول کیا ہے　بغیر کسوٹی کے اِس نقد کو لیا ہے

حکمت قرآں چوضالہ مومن ست　ہر کسے از ضالۂ خود موقن ست
قرآن کی حکمت چونکہ مومن کی گم شدہ چیز ہے　ہر شخص کو اپنی گمشدہ چیز پر (دیکھنے کے بعد) یقین آ جاتا ہے

قصۂ آں شخص کہ اشتر ضالۂ خود رامی جست ونشاں می پرسید

اس شخص کا قصہ جو اپنے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرتا تھا اور پتہ پوچھتا تھا

اُشترے گم کردی و جستیش چست　چوں بیابی چوں ندانی کانِ تست
تو نے اونٹ گم کیا اور اُس کو چستی سے ڈھونڈا　جب تو اُسے پالے گا کیسے نہ سمجھے گا کہ وہ تیری ملکیت ہے

ضالۂ چہ بود ناقۂ گم کردۂ　از کفت بگریختہ در پردۂ
گم شدہ چیز کیا تھی، گم شدہ اونٹنی　جو تیرے ہاتھ سے نکل بھاگی، چھپ گئی

---

[1] ہمچو۔ ان منافقوں کا مسجد قبا کو برباد کرنے کا ارادہ اسی طرح کا تھا جیسا کہ ابرہہ کے لشکر نے خانہ کعبہ کو برباد کرنا چاہا تھا۔ کعبہ کردند۔ مکی کعبہ کے بالمقابل یمن کے شہر صنعاء میں ایک کعبہ بنایا گیا۔ حبشہ میں نہیں بنایا گیا تھا لیکن مولانا نے حبشہ کا ذکر اس لئے فرمادیا ہے کہ یمن اس دور میں شاہ حبشہ کے ماتحت تھا۔ آتش۔ حقیقتاً آگ نہیں بلکہ اس فرضی کعبہ پر ایک شخص نے پاخانہ کر دیا تھا۔

[2] کلام۔ سورۂ الم ترکیف میں سارا واقعہ منقول ہے۔ ہر صحابی۔ جس طرح سے یہ صحابی آنحضور ﷺ کے معاملہ میں مشکوک تھے، بعض دوسرے صحابہ بھی مشکوک ہوئے تھے، ان سب نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔ نازنینانند۔ صحابہ کی جماعت ناز پروردہ تھی، اس طرح کا ناز ان کو زیبا تھا۔ شرع۔ صحابہ اصلی مسلمان تھے، نسلی نہ تھے۔

[3] بے محک۔ نبوت کی تصدیق اور احکام پر آنکھ بند کر کے عمل کرتے تھے۔ حکمت قرآں۔ قرآنی احکام ان کے لئے اپنی گمشدہ چیز کی طرح تھے جس کو دیکھ کر انسان فوراً بغیر دلیل کے پہچان جاتا ہے۔ قصہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنی گمشدہ چیز کو بلا تامل پہچان جاتا ہے۔ آنِ تست۔ تیری ملکیت ہے۔ ضالہ۔ یہاں گمشدہ چیز اونٹ سمجھ لو۔

آمدہ دربار کردن کارواں[1]
قافلہ لادنے کے لئے آیا
اُشترِ تو زاں میاں گشتہ نہاں
تیرا اونٹ اس دوران چھپ گیا

کارواں دربار کردن آمدہ
قافلہ لادنے کے لئے آیا
اُشترِ تو زاں میانہ گم شدہ
تیرا اونٹ اُس درمیان میں گم ہو گیا

می دَوی ایں سو وآں سو خشک لب
تو خشک ہونٹوں کے ساتھ اِدھر اُدھر دوڑتا ہے
کارواں دور شد و نزدیکست شب
قافلہ دور ہو گیا اور رات نزدیک ہے

رخت ماندہ بر زمیں در راہِ خوف
خوفناک راستہ میں سامان زمین پر پڑا ہے
تو پئے اُشتر رَواں گشتہ بطوف
تو اونٹ کے پیچھے چکر کاٹ رہا ہے

کاے مسلماناں کہ دیدست اُشترے
کہ اے مسلمانو! کسی نے وہ اونٹ دیکھا ہے
جستہ بیروں بامداد از آخرے
جو صبح کو چر سے نکل بھاگا ہے

ہر کہ برگوید نشان از اُشترم
جو میرے اونٹ کا پتہ بتائے گا
مژدگانی می دہم چندیں درم
میں اُس کو اتنے درہم انعام میں دوں گا

بازمی جوئی نشاں از ہر کسے
پھر تو ہر شخص سے پتہ پوچھتا ہے
ریشخندت می کنندزیں ہر خسے
اس پر ہر کمینہ تیری مذاق اُڑاتا ہے

کاشترے دیدیم می رفت ایں طرف
کہ میں نے ایک اونٹ دیکھا ہے جو اُدھر جا رہا تھا
اُشترے سُرخے بسوئے آں علف
ایک سرخ اونٹ اس چراگاہ کی جانب

آں یکے[2] گوید بُریدہ گوش بود
ایک کہتا ہے کہ کنکٹا تھا
واں دگر گوید جُلش منقوش بود
دوسرا کہتا ہے اُس کی جھولی منقش تھی

آں یکے گوید شتر یک چشم بود
ایک کہتا ہے، اونٹ کانا تھا
واں دِگر گوید زکر بے پشم بود
دوسرا کہتا ہے خارش کی وجہ سے بے اون تھا

از برائے مژدگانی صد نشاں
انعام کے لئے سو علامتیں
از گزافہ ہر خسے کردہ بیاں
گپ شپ میں ہر کمینہ نے بتائیں

اے دل ایں اسرار را در گوش کن
اے دل! اِن رازوں کو سن لے
قسم تو گرہست زیں خوش نوش کن
اگر تیری قسمت میں ہے اس سے خوشگوار غذا حاصل کر لے

ہمچنانکہ ہر کسے در معرفت
جس طرح کہ ہر شخص خدا شناسی میں
می کند موصوف غیبی را صفت
غیبی موصوف کی صفتیں بیان کرتا ہے

---

1. کارواں۔ یعنی وہ قافلہ جس میں تم شریک تھے۔ کارواں دور شد۔ وہ قافلہ چل دیا اور رات قریب آ گئی۔ راہِ خوف۔ یعنی راستہ بھی خطرناک تھا جو اور پریشانی کا باعث تھا۔ کاے مسلماناں۔ جس کا اونٹ گم ہو گیا تھا وہ مسلمانوں سے یہ کہتا تھا۔ آخرے۔ چر، جس میں گھاس ڈال کر جانوروں کو کھلائی جاتی ہے۔ مژدگانی۔ انعام۔ ریشخند۔ مذاق اڑانا۔ خس۔ کمینہ۔ علف۔ گھاس، یعنی چراگاہ۔

2. آں یکے۔ لوگ اس گمشدہ اونٹ کی مختلف علامتیں ظاہر کر رہے تھے۔ جلش۔ اس کی جھول۔ منقوش۔ کڑھی ہوئی۔ یک چشم۔ کانا۔ کر۔ خارش کا مرض۔ بے پشم۔ بغیر اون۔ گزافہ۔ بکواس۔ اے دل۔ غرضیکہ راز یہی ہے کہ جس میں قبولِ حق کی استعداد ہوتی ہے وہی حق کو قبول کرتا ہے۔ معرفت۔ پہچان یعنی خدا کی پہچان۔ موصوف غیبی۔ وہ ذاتِ حق جو نظروں سے غائب ہے اور لوگ اس کی صفات بیان کرتے ہیں۔

متردّد شدن درمیانِ مذاہبِ مختلفہ و بیروں شدن و مخلصی یافتن

مختلف مذہبوں میں متردد ہونا اور اُن سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

فلسفی[1] از نوعِ دیگر کردہ شرح — باحثے مرگفت اُو را کردہ جرح
فلسفی نے دوسرے طریقے پر شرح کی — متکلم نے اُس کی بحث پر جرح کی

صوفیاں در ہر دو طعنہ می زنند — باقیاں از زُرق جائے می کنند
صوفی دونوں کو طعنے دیتے ہیں — باقی مکاری سے مر رہے ہیں

ہر یک از رہ ایں نشانہا زاں دہند — تا گماں آید کہ ایشاں زاں رُہ اند
ہر ایک ایک طریقہ سے اس لئے علامتیں بتایا ہے — تاکہ خیال ہو جائے کہ وہ اِسی راہ کا ہے

ایں حقیقت داں نہ حق اند ایں ہمہ — نے بکلّی گمرہاں اند ایں رمہ
یہ سمجھ لے کہ یہ سب حق نہیں ہیں — نہ یہ لوگ بالکلیہ گمراہ ہیں

زانکہ[2] بے حق باطلے ناید پدید — قلب را ابلہ ببوئے زر خرید
اِس لئے کہ حق کے بغیر باطل واضح نہیں ہوتا ہے — بیوقوف کھوٹے کو کھرے کی اُمید پر خریدتا ہے

گر نبودے در جہاں نقدِ رَواں — قلبہا را خرج کردن کے تواں
اگر دنیا میں صحیح سکہ چالو نہ ہوتا — کھوٹوں کو کب صرف کیا جا سکتا؟

تا نباشد راست کے باشد دَروغ — آں دروغ از راست میگردد فروغ
جب تک سچ نہ ہو جھوٹ کب ہو گا؟ — جھوٹ، سچ سے فروغ پاتا ہے

برامیدِ راست کژرا می خرند — زہر در قندے رَوَد انگہ خورند
سیدھے کی اُمید پر ٹیڑھے کو خرید لیتے ہیں — زہر شکر میں ہوتا ہے تب کھا لیتے ہیں

گر نباشد گندمِ محبوب نوش — چہ بَرد گندم نمائے جو فروش
اگر لذیذ گیہوں نہ ہو — گندم نما جو فروش کیا حاصل کرے؟

پس مگو ایں جملہ دینہا باطل اند — باطلاں بر بوئے حق دامِ دل اند
یہ نہ کہہ یہ سب دین باطل ہیں — باطل حق کی خوشبو کی وجہ سے دل کا جال ہیں

پس مگو جملہ خیال ست و ضلال — بے حقیقت نیست در عالم خیال
لہٰذا یہ نہ کہہ کہ سب وہم اور گمراہی ہے — دنیا میں وہم حقیقت کے بغیر نہیں ہوتا ہے

---

[1] فلسفی۔ صفاتِ باری کے معاملہ میں فلاسفہ کا قول ہے کہ ذاتِ باری ذاتِ خالص ہے اور صفات محض فرضی ہیں۔ باحث۔ یعنی متکلم، متکلمین صفاتِ باری کے وجود کے قائل ہیں بعض صفات جیسا کہ ید، وجہ، وغیرہ میں تاویل کرتے ہیں۔ داں دگر۔ یعنی محقق صوفیاء جو کل صفات کو ثابت مانتے ہیں اور کیفیت کی تفصیل نہیں کرتے ہیں۔ باقیاں۔ یعنی جو عرفان کے محض مدعی ہیں اور حقیقت سے خالی ہیں۔ ایں حقیقت۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان گروہوں کی نہ سب باتیں صحیح ہیں نہ سب باتیں غلط ہیں، کچھ صحیح ہیں، کچھ غلط ہیں۔

[2] زانکہ۔ ہر باطل کے ساتھ کچھ نہ کچھ حق ضرور ملا ہوا ہوتا ہے مولانا نے چند مثالیں اس کی بیان فرمائی ہیں۔ قلب۔ کھوٹے سکے میں ملاوٹ کے ساتھ کچھ اصل ضرور ہوتی ہے۔ تا نباشد۔ جھوٹا آدمی بھی جھوٹ میں سچ ملا کر بات کرتا ہے۔ برامیدے۔ اگر کجی کے ساتھ سیدھا پن نہ ہو تو کجی کا کوئی خریدار نہیں بن سکتا۔ زہر۔ زہر میں اگر شکر نہ ہو تو کوئی دھوکے میں زہر نہیں کھا سکتا ہے۔ گر نباشد۔ اگر جو میں گیہوں ملا ہوا نہ ہو تو گندم نما جو فروشی کب ہو سکتی ہے۔ جملہ دینہا۔ یہی حال مذاہب کا ہے کہ اس میں بھی حق و باطل ملا جلا ہے۔ پس مگو۔ ہر مذہب کی ہر بات کو باطل قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

حق شب قدرست[1] در شبہا نہاں — تا کند جاں ہر شبے را امتحاں
حق شب قدر ہے جو راتوں میں پوشیدہ ہے — تا کہ جان ہر رات کو آزمائے

نے ہمہ شبہا بود قدر اے جواں — نے ہمہ شبہا بود خالی ازاں
اے نوجوان! سب راتیں شب قدر نہیں ہیں — نہ سب راتیں اُس سے خالی ہیں

درمیانِ دلق پوشاں یک فقیر — امتحاں کن وانکہ حق ست آں بگیر
گدڑی پہننے والوں میں کوئی ایک فقیر ہے — آزما لے، جو حق ہے اُس کو اختیار کرے

مومن کیس ممیز کوکہ تا — باز داند بادشہ را از گدا
سمجھدار مومن تمیز کرنے والا کہاں ہے؟ تاکہ — شاہ کو گدا سے ممتاز کر لے

گرنہ معیوبات باشد در جہاں — تاجراں باشند جملہ ابلہاں
اگر دنیا میں عیب دار چیزیں نہ ہوں — سب بے وقوف تاجر بن جائیں

پس بود کالہ شناسی سخت سہل — چونکہ عیبے نیست چہ نا اہل و اہل
پھر تو سامان کو پہچاننا بہت آسان ہو — جب کوئی عیب نہیں ہے، پھر کیا اہل کیا نا اہل

ورہمہ عیب ست دانش سود نیست — چوں ہمہ چوب ست اینجا عود نیست
اگر سب عیب ہے تو عقل کا فائدہ نہیں ہے — جب سب لکڑیاں ہیں تو اُس جگہ اگر ہے ہی نہیں

آنکہ گوید جملہ حق ست احمقی ست — وانکہ گوید جملہ باطل اُو شقی ست
جو یہ کہتا ہے کہ سب حق ہیں بیوقوفی ہے — جو یہ کہے کہ سب باطل ہیں وہ بدبخت ہے

تاجرانِ انبیاء[2] کردند سود — تاجرانِ رنگ و بو کور و کبود
انبیاء کے تاجروں نے فائدہ کما لیا — رنگ و بو کے تاجر اندھے اور بہرے ہیں

می نماید مارت اندر چشم مال — ہر دو چشم خویش رانیکو بمال
تیری نگاہ میں سانپ مال نظر آتا ہے — اپنی دونوں آنکھوں کو خوب مل لے

منگر اندر غبطہ ایں بیع و سود — بنگر اندر خسر فرعون و ثمود
اس معاملہ اور فائدہ میں رشک کو پیش نظر نہ رکھ — فرعون اور ثمود کے ٹوٹے کو دیکھ لے

امتحان کردن ہر چیزے تا ظاہر شود خیرے وشرّے کہ در ویست

ہر چیز کی آزمائش کرنا تاکہ اُس میں جو بھلائی اور برائی ہے وہ ظاہر ہو جائے

---

1. حق شب قدر۔ حق، باطل میں اسی طرح پوشیدہ ہوتا ہے جیسا کہ شب قدر دوسری راتوں میں۔ تا کند۔ پوشیدہ رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ ہر شب میں اس کی تلاش جاری رہے۔ درمیانِ دلق۔ مصنوعی فقراء میں بھی کوئی اللہ کا خاص بندہ ہوتا ہے۔ مومن کیس۔ عقلمند مومن کا کام یہ ہے کہ وہ ان میں سے اس کی جستجو کر لے۔ گرنہ معیوبات۔ اگر سب سودے بے عیب ہوں تو ہر بیوقوف تاجر بن بیٹھے۔ ورہمہ۔ اگر سب معیوب ہوں تو عقل بیکار ہے۔ اس کا کام باقی نہیں رہتا ہے۔ احمقی۔ دن رات کو یکساں سمجھنے والا احمق ہے۔ شقی۔ سب کو باطل کہنا خود رائی پر مبنی ہے جو شقاوت ہے۔

2. تاجرانِ انبیاء۔ جو لوگ انبیاء کی ہدایت کے ماتحت اعمال حسنہ کا کاروبار کرتے ہیں، وہ نفع میں ہیں۔ رنگ و بو۔ یعنی دنیاوی فائدے۔ می نماید۔ دنیادار سانپ یعنی دنیوی فوائد کو مال سمجھتا ہے۔ نیکو بمال۔ تاکہ صحیح نظر آنے لگے۔ منگر۔ دنیاوی نفع و نقصان پر غبطہ نہ کرو، فرعون اور ثمود نے دنیاوی نفع کو نفع سمجھا، ان کا حشر دیکھ لو۔ امتحان کردن۔ چونکہ دنیا میں نہ خیر محض ہے نہ شر محض لہٰذا ہر چیز پر غور کر لینا چاہیے۔

اندریں گردون مکرّر کُن نظر
اِس آسمان پر مکرر نظر ڈال

یک نظر قانع مشوزیں سقف نور
نور کی اِس چھت پر ایک نگاہ پر قانع نہ بن

چونکہ گفت ست کاندریں سقف نکو
چونکہ اُس نے تجھ سے فرمایا ہے کہ اِس اچھی چھت میں

پس زمین تیرہ را دانی کہ چند
تو تاریک زمین کے بارے میں سمجھ لے کہ کس قدر

تا بپالائیم[۲] صافاں راز دُرد
تا کہ ہم صاف اخلاق کو تلچھٹ سے صاف کر لیں

امتحانہائے زمستان و خزاں
جاڑوں اور خزاں کی آزمائشیں

بادہا و ابرہا و برقہا
ہوائیں اور ابر اور بجلیاں (زمین پر ساری آزمائشیں اس لئے ہیں)

تابروں آرد زمین خاک رنگ
تا کہ خاکی رنگ کی زمین نکال ڈالے

ہرچہ دُزدید ست ایں خاکِ دژم
اِس (افسردہ خاک نے جو چرایا ہے

شحنۂ تقدیر گوید راست گو
تقدیر کا کوتوال کہتا ہے، سچ بتا دے

تامیانِ قہر و لطف آں خُفیہا
تا کہ قہر اور مہر کے درمیان وہ پوشیدہ چیزیں

زانکہ حق فرمود[۱] ثُمَّ ارْجِعْ بَصَرْ
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے پھر نگاہ لوٹا

بارہا بنگر بہ بیں هَلْ مِنْ فُطُوْر
بار بار دیکھ، دیکھ کوئی شگاف ہے؟

بارہا بنگر جو مَردِ عیب جو
عیب تلاش کرنے والے کی طرح بار بار دیکھ

دیدن و تمیز باید در پسند
دیکھنا اور تمیز کرنا پسندیدگی میں درکار ہے

چند باید عقل ما را رنج برد
ہماری عقل کو کتنی مرتبہ تکلیف اُٹھانی چاہئے؟

تابِ تابستاں بہارِ ہمچو جاں
گرمیوں کی گرمی، جان جیسی بہار

تاپدید آرد عوارض فرقہا
تا کہ یہ عوارض فرقوں کو واضح کر دیں

ہرچہ[۳] اندر جیب دارد لعل و سنگ
جو کچھ اُس کی جیب میں لعل اور پتھر ہیں

از خزانہ حق و دریائے کرم
اللہ (تعالیٰ) کے خزانے اور دریائے کرم سے

آنچہ بُردی شرح دہ اے حیلہ جو
اے حیلہ جو! کچھ تو نے چرایا ہے اُس کی تشریح کر دے

ظاہر آید ز آتشِ خوف و رِجا
خوف اور امید کی آگ کی وجہ سے ظاہر ہو جائیں

---

۱ حق فرمود۔ قرآن پاک میں ہے ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ پھر بار بار نظر کو لوٹا وہ کھسیانی ہو کر تھکی ماندی تیری طرف واپس ہوگی۔ هَلْ مِنْ فُطُوْر۔ قرآن پاک میں ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ نظر کو لوٹا کیا تو کوئی شگاف دیکھتا ہے۔ چونکہ۔ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان جیسی شفاف چیز پر بار بار نظر کرنے کا حکم دیا ہے تو تاریک زمین پر کتنی بار نظر ڈالنا اس کو پسند ہوگا۔

۲ تابپالائیم۔ خارجی چیزوں میں غور و فکر کو ظاہر کرنے کے بعد مولانا فرماتے ہیں اپنے اخلاق میں سے اچھے برے میں تمیز کرنے کے لئے عقل پر بہت زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔ امتحانہائے۔ تکوینات میں زمین پر یہ مختلف عوارض اس لئے طاری کئے ہیں تا کہ زمین میں مخفی چیزوں میں فرق واضح ہو جائے۔ تابروں۔ ان ہی آزمائشوں کی وجہ سے زمین لعل و سنگ اگلتی ہے اور لعل و سنگ کا امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔

۳ ہرچہ۔ لعل و سنگ وغیرہ سب زمین نے چھپا رکھے ہیں جو اللہ کے خزانوں کی چیزیں ہیں۔ راست گو۔ یعنی زمین سے یہ امتحانات اقرار کرا لیتے ہیں۔ تامیاں۔ زمین کو گرم و سرد امتحانات سے گذار کر چھپی چیزوں کا اقرار کرانا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوتوال مجرم سے کبھی نرم اور کبھی سخت برتاؤ کرتا ہے تا کہ وہ اقرار کر لے اور راز بتا دے۔

آں بہاراں[1] لطف شحنہ کبریاست
موسم بہار (اللہ تعالیٰ) کے کوتوال کی مہر ہے
واں خزاں تخویف و تہدید خداست
اور (موسم) خزاں اللہ تعالیٰ کی دھمکی اور ڈرانا ہے

واں زمستاں چار میخ معنوی
جاڑا باطنی طریقہ پر چار میخ ہے
تا تو اے دُزدِ خفی ظاہر شوی
تاکہ اے چھپے ہوئے چور تو ظاہر ہو جائے

پس مجاہد را زمانے بَسطِ دل
تو مجاہدہ کرنے والے کے لئے کسی وقت دل کا انبساط
یک زمانے قبض و درد و غش و غل
کسی وقت انقباض اور درد اور کھوٹ اور کدورت

زانکہ ایں آب و گِل کابدانِ ما ست
اسلئے ہے کہ ہمارے بدن پر جو پانی اور (مٹی کے) ہیں
منکر و دُزدِ ضیائے جانہاست
ہماری روحوں نور کے منکر اور چور ہیں

حق تعالیٰ گرم و سَرد و رنج و درد
(اللہ تعالیٰ، گرم اور سرد اور رنج اور درد
برتن ما می نہد اے شیر مرد
اے بہادر! ہمارے جسم پر ڈالتا ہے

خوف و جوع[2] و نقص اموال و بدن
خوف اور بھوک اور جان و مال کا گھٹاؤ
جملہ بہر نقد جاں ظاہر شدن
سب جان کا مال ظاہر ہونے کے لئے ہیں

ایں وعید و وعدہا انگیخت ست
یہ دھمکی اور وعدے پیدا کئے ہیں
بہر ایں نیک و بدے کا میخت ست
کیونکہ نیک اور بد کو ملا رکھا ہے

چونکہ حق و باطلے آمیختند
چونکہ حق اور باطل کی آمیزش کردی ہے
نقد و قلب اندر چرمداں ریختند
کھرے اور کھوٹے کو ایک تھیلے میں بھر دیا ہے

پس محک می بایدش بگزیدۂ
تو ایک منتخب کسوٹی کی ضرورت ہے
در حقائق امتحانہا دیدۂ
جو حقیقتوں میں آزمائی ہوئی ہو

تا شود فاروق ایں تزویرہا
تاکہ وہ ان مکاریوں میں فرق کرنے والی بن جائے
تا بود دستورِ ایں تدبیرہا
تاکہ وہ اِن تدبیروں کا وزیر اعظم بن جائے

شِیر دہ[3] اے مادرِ موسیٰ وُرا
اے موسیٰ کی ماں! اُس کو دودھ پلا
واندر آب افگن میندیش از بلا
اور دریا میں ڈال دے، مصیبت کی فکر نہ کر

---

1. بہاراں۔ زمین پر موسم بہار کا آنا یہ تو کوتوال کا قہر ہے۔ زمستاں۔ زمین کے لئے جاڑوں کا موسم چار میخ کی سزا ہے۔ چار میخ۔ شکنجہ میں مجرم کے چاروں ہاتھ پیر چار میخوں سے کس دیے جاتے تھے۔ پس مجاہد۔ مجاہدہ کرنے والے پر جو اچھی بری حالتیں طاری ہوتی ہیں وہ بھی اس لئے ہیں کہ جسم نے جو بمنزلہ زمین کے ہے روح کا نور چرا رکھا ہے۔ حق تعالیٰ۔ انسانی جسم پر جو قدرت کی جانب سے مختلف سختیاں ہوتی ہیں، وہ اسی لئے ہیں کہ اس نے روح کے نقد کو چرا رکھا ہے۔
2. جوع۔ بھوک۔ نقص اموال۔ مالوں کا نقصان۔ ایں وعید۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جنتوں اور نعمتوں کے وعدے اور انجامِ بد اور جہنم کی وعیدیں بھی اسی لئے ہیں تاکہ اچھے اور برے میں امتیاز ہو جائے۔ چرمداں۔ چمڑے کا تھیلا۔ پس محک۔ مولانا نے اچھے برے میں امتیاز کرنے کی عقل کے علاوہ یہ ترکیب بھی بتائی کہ تجربہ کار شیخ کے ذریعے اس کام کی تکمیل کی جائے اور اس کو ان تدبیروں کا دستورِ اعظم بنایا جائے۔
3. شیر دہ۔ شیخ کو پہچاننے کے لئے فطرت سلیمہ کی ضرورت ہے۔ سلیم فطرت والا عہد الست سے اس ذوق سے واقف ہے جس کے پاس یہ ذوق ہے، وہ اس کو فوراً پہچان لے گا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ کو دودھ پلا کر اور صندوق میں بند کرکے دریا میں ڈال دینے کا حکم اسی لئے ہوا تھا کہ وہ اپنی ماں کے دودھ کے ذائقہ سے واقف ہو جائیں جب دودھ پلانے والیاں دودھ پلانے آئیں تو ماں کے دودھ کو پہچان لیں۔

ہر کہ در روزِ الست آں شیر خورد ٭ ہمچو موسیٰؑ شیر را تمییز کرد
جس نے الست کے دن وہ دودھ پی لیا ٭ اُس نے موسیٰؑ کی طرح دودھ کی پہچان لیا

خود بر تو ایں حکایت روشن ست ٭ کہ غرض نے ایں حکایت گفتن ست
خود تجھ پر یہ بات واضح ہے ٭ کہ مقصد کہانی سنانا نہیں ہے

گر توا بر تمییز طفلت مولعی ٭ ایں زماں یا اُمِ موسیٰؑ ارضعی
اگر تو اپنے بچہ کے تمیز کرنے کی خواہشمند ہے ٭ اب اے موسیٰؑ کی ماں! دودھ پلا

تابہ بیند طعم شیر مادرش ٭ تا فرو ناید بہ دایہ بد سرش
تاکہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا مزا سمجھ لے ٭ تاکہ بری دایہ کے سامنے اُس کا سر نہ جھکے

شرح فائدۂ حکایت آں شخص شتر جوئندہ

اونٹ تلاش کرنے والے شخص کی حکایت کے فائدہ کی تشریح

اُشترے گم کردۂ اے معتمد ٭ ہرکس از اشتر نشانت می دہد
اے معتمد! تو نے اونٹ گم کر دیا ہے ٭ ہر شخص تجھے اونٹ کی نشانی بتا رہا ہے

تو نمی دانی کہ آں اشتر کجاست ٭ لیک دانی کایں نشانیہا خطاست
تجھے معلوم نہیں کہ وہ اونٹ کہاں ہے ٭ لیکن تو جانتا ہے کہ یہ نشانیاں غلط ہیں

واں کہ اشترگم نہ کرد۲ او از مرے ٭ ہمچوآں گم کردہ جوید اشترے
جس نے اونٹ گم نہیں کیا وہ جھگڑے کے لئے ٭ اونٹ گم کرنے والے کی طرح اونٹ ڈھونڈتا ہے

کہ بلے من ہم شتر گم کردہ ام ٭ ہر کہ یابد اُجرتش آوردہ ام
کہ ہاں میں نے بھی اونٹ گم کیا ہے ٭ جو اُس کو پائے اُس کے لئے میں انعام لایا ہوں

تا در اشتر با تو انبازی کند ٭ بہر طمع اشتر ایں بازی کند
تاکہ اونٹ میں تیرے ساتھ شریک ہو جائے ٭ اونٹ کے لالچ میں یہ کھیل کھیلتا ہے

اُو نشانِ کژ نہ بشناسد ز راست ٭ لیک گفتت آں مقلد را عصاست
وہ غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا نہیں کرسکتا ہے ٭ لیکن تیری گفتگو اُس مقلد کی لاٹھی ہے

ہرچرا گوئی خطا بود آں نشاں ٭ اُو بتقلید تو می گوید ہماں
جن کو تو کہتا ہے یہ علامت غلط ہے ٭ وہ تیری تقلید میں وہی کہہ دیتا ہے

۱ گرتو۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے بچہ میں بھی دودھوں کو امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اس کو پہلے سے دودھ پلا دے تاکہ وہ بروقت اور دودھوں سے تیرے دودھ کو ممتاز کرلے اور شیخ کامل اور شیخ ناقص کو سمجھ سکے۔ اشترے گم کردۂ۔ تلاشِ حق میں جب انسان نکلتا ہے تو مختلف لوگوں سے اس کو واسطہ پڑتا ہے، بعض صحیح رہنمائی کرتے ہیں اور بعض غلط، اگر انسان میں فطرتِ سلیمہ ہے اور اس میں عہد الست کی بو ہے تو وہ ان لوگوں کی صحیح اور غلط نشاندہی میں امتیاز کرلیتا ہے اور صحیح انسان کی دستگیری کرتا ہے۔

۲ اشترگم نہ کرد۔ بعض لوگوں میں حقیقی طلب نہیں ہوتی وہ دیکھا دیکھی پیر کے ساتھ لگ جاتے ہیں اور تلاش کے مدعی بن جاتے ہیں اور طالب کے حصہ میں سے حصہ بٹانے کی فکر کرنے لگتے ہیں۔ ایں بازی۔ یعنی بغیر اونٹ کھوئے اونٹ کی تلاش کرنا۔ اونشانِ کژ۔ اگر کوئی اس کو اونٹ کی غلط نشاندہی کرتا ہے تو وہ غلط صحیح میں کوئی فرق نہیں کرسکتا ہے محض تمہاری باتوں کو اپنا سہارا بنا کر کسی نشانی کو غلط اور کسی نشانی کو صحیح ظاہر کرتا ہے۔

چوں نشانِ راست[1] گویند و شبیہ | پس یقیں گردد ترا لا ریب فیہ
جب وہ سچی علامت اور ملتی جلتی بتاتے ہیں | تو مجھے یقین آ جاتا ہے کہ اُس میں کوئی شک نہیں ہے

آں شفائے جانِ رنجورت شود | مظہرِ حسّ چو گنجورت شود
وہ (علامت) تیری فکر مند جاں کی شفا بن جاتی ہے | تیرے خزانچی جیسے حسّ کو ظاہر کرنے والی بن جاتی ہے

رنگ و روئے و قوتِ بازو شود | خُلق و خَلق یکتوات صد تو شود
چہرے کی رونق اور بازو کی طاقت ہو جاتی ہے | تیرا اکہرا جسم اور اخلاق سو گناہ ہو جاتا ہے

چشمِ تو روشن شود پایت دواں | جسمِ تو جاں گردد و جانت رواں
تیری آنکھ روشن ہو جاتی ہے تیرے پیر دوڑنے لگتے ہیں | تیرا جسم روح (حیوانی) بن جاتا ہے اور تیری روح (حیوانی) روح (انسانی) بن جاتی ہے

پس بگوئی راست گفتی اے امین | ایں نشانی ہا بلاغ آمد مبین
پس تو کہتا ہے اے امانت دار! تو نے سچ کہا | یہ علامتیں واضح پیغام ہیں

فِيهِ آيَاتٌ ثِقَاتٌ بَيِّنَاتٌ | ایں براتے باشد و قدر و نجات
اس میں روشن، معتبر علامتیں ہیں | یہ دستاویز اور (قابل) قدر ہیں اور (ذریعہ) نجات ہیں

ایں نشاں[2] چوں داد گوئی پیش رو | وقت آہنگ ست پیش آہنگ شو
جب اُس نے یہ علامت بتا دی تو کہے گا کہ چل | (اب) چلنے کا وقت ہے آگے آگے چل

پیروی تو کنم اے راست گو | بوئے بُردی ز اشترم بنما کہ کو
اے سچے! میں تیرے پیچھے چلوں گا | تو نے میرے اونٹ کا سراغ پا لیا، دکھا وہ کہاں ہے؟

پیش آں کس کہ نہ صاحب اشتریست | کو دریں جُستِ شتر بہر مریست
اُس شخص کے لئے جو اونٹ کا مالک نہیں ہے | جو اونٹ کی تلاش میں مقابلہ کے لئے (لگا) ہے

زیں نشانِ راست نفزودش یقیں | جُز زعکسِ ناقہ جوئے راستیں
اس سچی علامت نے اُس کے یقین میں اضافہ نہیں کیا | واقعی طور پر اونٹ تلاش کرنے والے کی نقل کے سوا

بُوئے بُرد از جدّ و گرمیہائے او | کہ گزافہ نیست ایں ہیہائے او
اُس کی کوشش اور اُس کی سرگرمیوں سے اُس کو پتہ لگا | کہ اُس کا شور و غل خواہ مخواہ نہیں ہے

اندریں اشتر نبودش حق و لے | اشترے گم کردہ است اُوہم بلے
اُس اونٹ میں اُس کا کوئی حق نہ تھا لیکن | اُس نے بھی ایک اونٹ ضرور کھویا ہے

---

[1] چوں نشانِ راست۔ جس کا اونٹ حقیقتاً گم ہوا ہے بتانے والا جب اس کی صحیح نشانیاں بتاتا ہے تو اس کو یقین آ جاتا ہے اور یہ نشانیاں اس کی خوشی کا سبب بن جاتی ہیں اور اس کے بیان کو بلاغِ مبین قرار دیتا ہے اور اس کو اپنا پیشرو بناتا ہے۔ خلق وخلق۔ یعنی اس کی جسمانی اور روحانی طاقت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ راست گفتی۔ حقیقی طالب صحیح علامتیں بتانے والے سے کہتا ہے۔ بلاغِ مبین۔ واضح پیام۔ برات۔ شاہی حکم، دستاویز۔

[2] ایں نشاں۔ تو نے جبکہ صحیح علامتیں بتا دی ہیں تو اب میرے ساتھ چل کر اس کو پکڑوا دے۔ پیش آں کس۔ جو اس گمشدہ اونٹ کا مالک نہیں اور محض مقابلہ کے لئے تلاش کا مدعی بن گیا ہے، اس کے لئے صحیح علامتیں بھی کوئی معنی نہیں رکھتی ہیں۔ جز زعکس۔ یہ مدعی تو حقیقی طالب کی نقلیں اتار رہا ہے۔ بوئے برد۔ اس نقال کو طالب کی خوشی سے یہ محسوس ہوا کہ یہ حقیقی طالب تھا۔ اندریں اشتر۔ حقیقی طالب کا جو اونٹ تھا، اس نقال کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا لیکن اس کا اونٹ بھی گم ہوا تھا، اس اونٹ کے لالچ میں اس نے اس کو فراموش کر رکھا تھا۔

طمع ناقہ غیر رو پوشش شدہ
دوسرے کے اونٹ کا لالچ اُس کے چہرہ کا پردہ بن گیا
انچہ زوگم شد فراموشش شدہ
جو اُس کا کھویا گیا ہے اُس کو اس نے بھلا دیا ہے

ہر کجا اومی دَوَد ایں ہم دَوَد
جدھر وہ بھاگتا ہے یہ بھی بھاگتا ہے
از طمع ہمدردِ صاحب می شود
لالچ سے مالک کا ہمدرد بنتا ہے

کاذبے[1] با صادقے چوں شد رَواں
ایک جھوٹا جب سچے کے ساتھ روانہ ہوتا ہے
آں دروغش راستی شد ناگہاں
اُس کا وہ جھوٹ خواہ مخواہ سچ ہو جاتا ہے

اندراں صحرا کہ آں اشتر شتافت
جس جنگل میں وہ اونٹ بھاگا
اشترِ خود نیزآں دیگر بیافت
اُس دوسرے نے اپنا اونٹ بھی پا لیا

چوں بدیدش یاد آورد آنِ خویش
جب اُس نے اُس کو دیکھا تو اپنا اونٹ یاد آ گیا
بے طمع شد زاشترِ آں یار بیش
(اور) اُس دوست کے اونٹ سے بہت بے طمع ہو گیا

آں مقلد شد محقق چوں بدید
وہ مقلد محقق بن گیا جب اُس نے دیکھا
اشترِ خود را کہ آنجامی چرید
اپنے اونٹ کو کہ اِس جگہ چر رہا ہے

اُو طلبگارِ شتر آں لحظہ گشت
وہ اُسی لمحہ اونٹ کا طلبگار بن گیا
می بجستش تاندید او را بدشت
جب تک اُسکو جنگل میں نہ دیکھا تھا اُسکی جستجو میں نہ تھا

بعد ازاں[2] تنہا روی آغاز کرد
اُس کے بعد اُس نے تنہا روی شروع کر دی
چشم سوئے ناقۂ خود باز کرد
اپنی اونٹنی کو نصب العین بنا لیا

گفت آں صادق مرا بگذاشتی
سچے نے اُس سے کہا تو نے مجھے چھوڑ دیا
تابہ اکنوں پاسِ من می داشتی
اب تک تو میرا ساتھ دے رہا تھا

گفت تا اکنوں فسوی بودہ ام
اُس نے کہا اب تک میں بناوٹی تھا
وز طمع در چاپلوسی بودہ ام
لالچ سے خوشامد میں لگا تھا

ایں زماں ہمدردِ تو گشتم کہ من
اب میں تیرا ہمدرد ہوں کیونکہ میں
در طلب از تو جدا گشتم بہ فن
طلب میں مصلحتاً تجھ سے جدا ہوا ہوں

از تو می دُزدید مے وصفِ شتر
میں تجھ سے اونٹ کے اوصاف چھپاتا تھا
جانِ من دید آنِ خود شد چشم پُر
میں نے مطلوب پا لیا میں سیر چشم ہو گیا

---

[1] کاذبے۔ صحیح طالبوں کے ساتھ جب نقال لگتا ہے تو بسا اوقات اس کو اپنی گمشدہ چیز بھی یاد آ جاتی ہے اور وہ اس کو حاصل کر لیتا ہے۔ اندراں صحرا۔ طالب حقیقی کو جس جگہ مطلوب ملا، اس نقال کو بھی اس کا فراموش شدہ مطلوب مل گیا۔ چوں بدیدش۔ نقال میں اب اخلاص پیدا ہو گیا اور اپنی گم شدہ چیز کے حصول کے درپے ہو گیا۔ آں لحظہ۔ طالب حقیقی تو فطری صلاحیت کی بناء پر کامیاب ہوا اور یہ اس کی کامیابی کو دیکھ کر راہ پر لگا۔

[2] بعد ازاں۔ پہلے اس کی نقلی طلب تھی اب حقیقی طلب ہو گئی۔ گفت۔ اب یہ مدعی بھی حقیقی طالب بن کر اپنے راستہ پر لگ گیا۔ فسوس۔ استہزاء، مذاق، بناوٹ۔ وز طمع۔ یعنی تیرے اونٹ کے لالچ سے۔ ہمدرد تو۔ اب میں حقیقی معنی میں پیر بھائی اور ہمدرد ہوں۔ جانِ من۔ جب میں نے اپنے حقیقی مطلوب کو سمجھ لیا تو تمہاری چیز سے استغنا پیدا ہو گیا۔

تا نیابیدم[1] نہ بودم . طالبش
جب تک میں نے اُس کو نہ پایا تھا میں اُسکا طلب گار نہ تھا
مس کنوں مغلوب شد زر غالبش
تانبا اب مغلوب ہو گیا اُس پر سونا غالب آ گیا

سیئاتم شد ہمہ طاعات شکر
خدا کا شکر ہے میری برائیاں سب بھلائیاں بن گئیں
ہزل شد فانی و جد اثباتِ شکر
شکر ہے، مذاق ختم ہو گیا اور سنجیدگی آ گئی

سیئاتم چوں وسیلت شد بحق
میری برائیاں چونکہ حق کا وسیلہ بن گئیں
پس مزن بر سیئاتم ہیچ دق
تو میری برائیوں پر اعتراض نہ کر

مر ترا صدقِ تو طالب کردہ بود
تجھے تیری سچائی نے طلبگار بنایا تھا
مر مرا جد و طلب صدقے کشود
میرے لئے کوشش اور طلب نے سچائی واضح کر دی

صدق تو آورد در جُستن تُرا
تیری سچائی نے تجھے جستجو میں مبتلا کیا
جستنم آورد در صدقے مرا
میری جستجو نے مجھے سچائی میں پہنچا دیا

تخم دولت[2] در زمیں می کاشتم
میں نے نصیبے کا بیج زمین میں بویا تھا
سخرہ و بیکار می پنداشتم
(جس کو) میں مذاق اور بیکار سمجھ رہا تھا

آں نہ بد بیکار کسبے بد درست
وہ بیکار نہ تھا صحیح محنت تھی
ہر یکے دانہ کہ کشتم صد برست
میں نے جو ایک دانہ بویا سو اُگے

دُزد سوئے خانہ شد زیردست
چور چھپ کر ایک گھر میں گیا
چوں درآمد دید کاں خانہ خودست
جب اندر پہنچا، دیکھا کہ وہ اسی کا گھر ہے

گرم باش اے سرد تا گرمی رسد
اے افسردہ! سرگرم بن تاکہ جذبہ حاصل ہو
با درشتی ساز تا نرمی رسد
سختی جھیل، تاکہ راحت ملے

آں دو اشتر[3] نیست آں یک اشترست
وہ دو اونٹ نہیں ہیں، ایک اونٹ ہے
تنگ آمد لفظ معنی بس پُرست
الفاظ تنگ ہیں، معنی بہت زیادہ ہیں

لفظ در معنی ہمیشہ نارساں
لفظ معنی (کی ادائیگی) میں ہمیشہ کوتاہ ہیں
زاں پیمبر گفت قَدْ کَلَّ اللِّسَانْ
اسی لئے پیغمبرؐ نے فرمایا زبان عاجز آ گئی

---

1. تانیابیدم۔ جب تک مجھے اپنا مطلوب نظر نہ آیا تھا میں اس کا حقیقی طالب نہ بنا تھا، اب نقلی طلب ختم ہو گئی ہے اور حقیقی طلب غالب آ گئی ہے۔ سیئاتم۔ میری نقالی جو ایک برائی تھی بھلائی میں تبدیل ہو گئی اور حقیقی طالب بن گیا ہوں۔ مرترا۔ تیری حقیقی طلب نے تجھے طالب بنایا تھا، میری نقالی نے مجھے حقیقی طلب تک پہنچا دیا۔ صدق۔ تیری صادق طلب نے تجھے جستجو میں لگایا میری نقلی جستجو نے مجھے طالب صادق بنا دیا۔

2. تخم دولت۔ طلب اور جستجو تو تھی لیکن نقالی کی وجہ سے بیکار تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل نے اس کو کارآمد بنا دیا اور اس کے بہترین نتائج سامنے آ گئے۔ زیر دست۔ مغلوب، مخفی، غلط کار بھی بسا اوقات صحیح مقصد حاصل کر لیتا ہے، ریاکاری کے بعد خلوص حاصل ہو جاتا ہے۔ گرم باش۔ انسان کو جد و جہد کرنی چاہئے اور مصائب برداشت کرنے چاہئیں تب راحت ملے گی۔

3. آں دو اشتر۔ مدعی اور طالب کے لئے دو اونٹ بتائے گئے تھے، یہ تعبیر لفظوں کی کوتاہی تھی ورنہ دراصل ایک ہی اونٹ تھا یعنی آخر میں دونوں واصل بحق ہوئے اور ذات حق واحد ہے۔ قد کَلَّ اللِّسَانْ۔ کسی بزرگ کا مقولہ ہے مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ كَلَّ لِسَانُهٗ جس نے اپنے خدا کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہو گئی یعنی ذات و اوصاف کے بیان کرنے سے الفاظ عاجز ہیں۔

نطق اصطرلاب[1] باشد در حساب — چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب

حساب کرنے میں لفظ، اصطرلاب ہیں — وہ آسمان اور سورج کا اندازہ کیا جانے

خاصہ چرخے کایں فلک زو پرّہ ایست — آفتاب از آفتابش ذرّہ ایست

خصوصاً وہ آسمان کہ یہ آسمان اُس کا ایک تنکا ہے — (یہ) سورج اُس (فلک) کے سورج کا ایک ذرہ ہے

در بیانِ آں کہ در ہر نفسے فتنۂ مسجد ضرارست

اس بیان میں کہ ہر ایک نفس میں مسجد ضرار کا فتنہ (موجود) ہے

چوں پدید آمد کہ آں مسجد نبود — خانۂ حیلت بدو دامِ جہود

جب ظاہر ہو گیا کہ وہ مسجد نہ تھی — مکاری کا گھر اور یہودیوں کا جال تھا

پس نبی فرمود کانرا برکنند — مطرحہ خاشاک و خاکستر کنند

تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اُس کو اُکھاڑ دیں — کوڑے اور مٹی کی کوڑی بنا دیں

صاحب مسجد[2] چو مسجد قلب بود — دانہا بردام ریزی نیست جود

مسجد والا مسجد کی طرح اُلٹا تھا — تو جال پر دانہ ڈالے، سخاوت نہیں ہے

گوشت کاندر شست تو ماہی رباست — آنچناں لقمہ نہ بخشش نہ سخاست

وہ گوشت جو تیرے کانٹے میں مچھلی کو اُچکنے والا ہے — ایسا لقمہ نہ بخشش ہے نہ سخاوت ہے

مسجد اہل قبا کاں بد جماد — آنچہ کفو آں نہ بد راہش نہ داد

قبا والوں کی مسجد جو پتھر کی تھی — جو (مسجد اُسکے) ہم جنس نہ تھی اُس نے اُسکو راستہ نہ دیا

در جمادات ایں چنیں حیفے نہ رفت — زد دراں ناکفو میر داد نفت[3]

جمادات میں (بھی) ایسا ظلم چالو نہ ہوا — اُس غیر جنس میں حاکم اعلیٰ نے تیل چھڑکوا دیا

پس حقائق راکہ اصل اصلہاست — داں کہ آنجا فرقہا و فصلہاست

تو وہ حقائق جو اصلوں کی اصل ہیں — سمجھ لے اُن میں بہت سے فرق اور امتیازات ہیں

نے حیاتش چوں حیاتِ او بود — نے مماتش چوں مماتِ او بود

نہ اُس (مفضول) کی زندگی اُس فاضل جیسی ہو گی — نہ اس (مفضول) کی موت اس (فاضل) کی موت کیطرح ہو گی

---

1. اصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے آسمانوں اور ستاروں کے فاصلے ناپے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ آلہ آسمان کے تمام احوال اور آسمان و سورج کے تمام حقائق نہیں بتا سکتا ہے۔ اسی طرح الفاظ کا حال ہے۔ خاصہ۔ جبکہ نطق اور لفظ بمنزلہ اصطرلاب کے ہیں اور وہ آسمان کے جملہ حقائق کو نہیں بتا سکتا ہے تو اسی طرح الفاظ عالم غیب کے اس آسمان اور سورج کی حقیقت واضح نہیں کر سکتے ہیں جس کے بالمقابل یہ آسمان اور سورج بے حقیقت ہیں۔ چوں۔ جب یہ بات کھل گئی کہ مسجد ضرار حقیقتاً مسجد نہیں ہے بلکہ یہود کا ایک جال اور دھوکا ہے تو آنحضور ﷺ نے اس کو گروا کر کوڑی میں تبدیل کرا دیا۔
2. صاحب مسجد۔ یعنی ابو عامر راہب جس کے لفظی معنی ہیں آباد کنندہ۔ قلب بود۔ وہ آباد کنندہ نہ تھا بلکہ اس کا تباہ کنندہ تھا لہٰذا وہ برعکس نام نہند زنگی کافور کا مصداق تھا۔ گوشت۔ صورت پر حکم نہیں لگتا بلکہ حقیقت پر حکم لگتا ہے۔ ابو عامر کی صورت تعمیر کی تھی لیکن حقیقتاً تخریب تھی، کانٹے میں مچھلی کی خوراک کی صورت لقمہ کی ہے لیکن حقیقت نہیں ہے لہٰذا اس کو بخشش اور سخاوت نہیں کہا جا سکتا ہے۔ بد جماد۔ مسجد قبا پتھر کی بنی ہوئی تھی جس میں احساس نہیں ہوتا ہے لیکن اس نے بھی غیر جنس یعنی مسجد ضرار کو گوارا نہ کیا۔ حیفے۔ ظلم۔ یعنی مسجد ضرار مسجد قبا کے برابر کر دی جائے۔
3. نفت۔ آگ پکڑنے والا مادہ ہے۔ حقائق۔ یعنی جس طرح مسجد اور مسجد میں فرق ہے، اسی طرح حقائق انسانیہ جو تمام حقائق کی اصل اور جڑ ہیں ان میں بہت فروق ہیں ایک انسان اور دوسرے انسان میں بہت بڑا فرق اور فصل ہے۔ نے حیات۔ افضل اور مفضول کی نہ زندگی یکساں ہے نہ موت، دنیا میں دونوں کی قبروں میں بھی بہت بڑا فرق ہے آخرت میں جو فرق ہوگا، اس کا تو بیان ہی کیا ہو سکتا ہے۔

گورِ اُو ہرگز چو گورِ اُو مداں
اُس (مفضول) کی قبر کو اُس (فاضل) کی قبر کی طرح نہ سمجھ

خود چہ گویم حالِ فرقِ آنجہاں
اب میں اُس عالم (آخرت) کے فرق کی حالت کیا بتاؤں؟

برمحک[1] زن کار خود اے مردِ کار
اے مصروفِ عمل! اپنے عمل کو کسوٹی پر رکھ لے

تانسازی مسجد اہل ضرار
کہیں تو اہل ضرار کی مسجد بنا لے

بس براں مسجد کناں تسخر زدی
تو نے اُس مسجد کے بنانے والوں کی بہت مذاق اُڑائی

چوں نظر کر دی تو خود ز انسان بدی
جب تو نے غور کیا تو خود ویسا تھا

حکایت ہندو کہ با یارانِ خود جنگ می کرد کہ بدکارید

اُس ہندوستانی کا قصہ جو اپنے ساتھیوں سے لڑ رہا تھا کہ تم بدکار ہو

و خبر نداشت کی خود نیز بداں مبتلاست

اور اُس کو خبر نہ تھی کہ خود اُس برائی میں مبتلا ہے

چار ہندو در یکے مسجد شدند
چار ہندوستانی ایک مسجد میں پہنچے

بہر طاعت راکع و ساجد شدند
عبادت کے لئے رکوع اور سجدے میں گئے

ہر یکے بر نیتے تکبیر کرد
ہر ایک نے ایک نیت کر کے تکبیر کہی

در نماز آمد بہ مسکینی و درد
مسکینی اور درد کے ساتھ نماز میں لگ گیا

موذّن آمد زاں یکے لفظے بجست
موذّن آیا، اُنہیں سے ایک کی زبان سے یہ لفظ نکلا

کاے موذّن بانگ کردی وقت ہست
اے موذّن! تو نے اذان دے دی؟ وقت ہو گیا ہے

گفت آں[2] ہندوے دیگر از نیاز
دوسرے ہندوستانی نے لجاجت سے کہا

ہے سخن گفتی و باطل شد نماز
ہائے! تو نے بات کر لی اور نماز ٹوٹ گئی

آں سوم گفت دوم را کاے عمو
تیسرے نے دوسرے سے کہا، اے چچا!

چہ زنی طعنہ باو خود را بگو
اُس کو کیا طعنہ دیتا ہے، خود کو دے

آں چہارم گفت حمد اللہ کہ من
چوتھا بولا، خدا کا شکر ہے کہ میں

در نیفتا دم بچہ چوں ایں سہ تن
ان تینوں کی طرح میں کنویں میں نہیں گرا

پس نمازِ ہر چہاراں شد تباہ
تو چاروں کی نماز برباد ہوئی

عیب جویاں بیشتر گم کردہ راہ
عیب جو خود زیادہ گمراہ ہوئے

---

1. برمحک۔ انسان کو اپنے اعمال کو پرکھنا چاہئے کہیں ان میں چھپا ہوا حسد اور ریا کارفرما نہ ہو اور اس کے عمل کی صورت مسجد ضرار کی سی صورت نہ ہو۔ بس۔ بسا اوقات انسان دوسروں کے انہی عیوب کا مذاق اڑاتا ہے جو اس میں خود چھپے ہوئے ہیں۔ اسی مضمون کو مولانا نے اس حکایت سے واضح فرمایا ہے۔ ہندو۔ یعنی ہندوستانی مسلمان۔ طاعت۔ یعنی نماز۔ تکبیر۔ یعنی تکبیر تحریمہ۔ موذن۔ یعنی موذن آیا تو نماز کی حالت میں اس سے باتیں کرنے لگا۔ وقت ہست۔ یعنی اذان کا وقت ہو گیا ہے۔

2. گفت آں۔ دوسرے نمازی نے نماز کی حالت میں پہلے نمازی سے کہا تو نے نماز میں بات کر لی تیری نماز ٹوٹ گئی۔ سوم۔ تیسرے نے نماز کی حالت میں دوسرے سے کہا تو پہلے کو کیا طعنہ دیتا ہے تیری نماز خود ٹوٹ گئی۔ چہارم۔ چوتھا نماز کی حالت میں بولا خدا کا شکر ہے میں نے ان تینوں کی طرح اپنی نماز خراب نہیں کی۔ پس۔ ان چاروں میں سے ہر ایک دوسرے کا عیب ظاہر کر رہا تھا حالانکہ وہی عیب خود اس میں موجود تھا۔

اے خنک[1] جانے کہ عیب خویش دید
قابل مبارک باد ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے

ہر کہ عیبے گفت آں برخود گزید
جو کوئی عیب بتائے، اپنے لئے تسلیم کرے

زانکہ نیمے اُو زعیبستاں بدست
کیونکہ اس کا آدھا، عیبوں کی دنیا کا ہے

واں دگر از دے ز غیبستاں بدست
دوسرا (آدھا) عالم غیب کا ہے

چونکہ برسر مر ترا صدریش ہست
چونکہ تیرے سر پر سو زخم ہیں

مرہمش برخویش باید کاربست
ان کا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہئے

عیب کردن ریش را داروئے اوست
زخم کو برا سمجھنا (ہی) اُس کا علاج ہے

چوں شکستہ گشت جائے ارحموا[2] ست
جب خاکسار بن گیا اِرْحَمُوْا کا محل ہے

گر ہماں عیبت نبود ایمن مباش
اگر وہ عیب تجھ میں نہیں ہے تو (بھی) مطمئن نہ ہو

بوکہ آں عیب از تو گردد نیز فاش
ہو سکتا ہے کہ وہ عیب تجھ میں ظاہر ہو جائے

لَا تَخَافُوْا از خدا نشنیدۂ
تو نے خدا سے "نہ ڈرو" نہیں سنا ہے

پس چہ خود را ایمن و خوش دیدۂ
تو اپنے آپ کو مطمئن اور بھلا کیوں سمجھتا ہے؟

سالہا[3] ابلیس نیکو نامِ زیست
شیطان سالہا سال ناکامی سے جیا

گشت رسوا بیں کہ اُو را نامِ چیست
(پھر) رسوا ہوا، دیکھا اُس کا کیا نام ہے؟

در جہاں معروف بود علیائے اُو
جہاں میں اُس کی بلندی مشہور تھی

گشت معروفی بعکس اے وائے اُو
(اُس کی) شہرت برعکس ہوگئی اُس پر افسوس ہے

تانۂ ایمن تو معروفی مجو
جب تک تو مطمئن نہ ہو شہرت نہ چاہ

پاک شو از خوف پس از اَمن گو
پہلے خوف سے پاک ہو جا، پھر امن کی بات کر

تا نروید ریش تو اے خوش ذقن
اے خوبصورت ٹھوڑی والے! جب تک داڑھی نہ نکل آئے

برد گر سادہ زنخ طعنہ مزن
دوسرے صاف ٹھوڑی والے کو طعنہ نہ دے

ایں نگر کہ مبتلا شد جانِ اُو
یہ غور کر کہ اُس کی جان مبتلا ہوئی

در چہے افتاد تاشد پند تو
وہ کنویں میں گرا یہاں تک کہ تیرے لئے باعث نصیحت بنا

---

[1] اے خنک۔ وہ شخص قابل مبارکباد ہے جو دوسرے کی عیب جوئی نہ کرے اور اپنے عیب کو تسلیم کر لے۔ زانکہ نیمے۔ انسان کا آدھا حصہ جسم ہے اور آدھا حصہ روح ہے جسم عالم خلق کی چیز ہے جو مفاسد سے پُر ہے لہٰذا ہر انسان کا عیب دار ہونا ممکن ہے لہٰذا اس کو اپنا عیب تسلیم کر لینا چاہئے۔ چونکہ۔ ہر انسان میں جب عیوب موجود ہیں تو اپنے عیبوں کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ عیب کردن ریش۔ اگر انسان اپنے زخم کو برا سمجھتا ہے تو ضرور اس کے معالجہ میں لگے گا، اپنے عیب کو تسلیم کرنا انکساری اختیار کرنا ہے جو رحمت کا سبب اور مقام ہے۔

[2] ارحموا۔ تم رحم کرو یعنی منکسر انسان پر خدا نے رحم کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ گر ہماں۔ جو عیب تو دوسرے میں بتا رہا ہے اگر وہ تجھ میں نہیں ہے تو بھی اس عیب کے بارے میں مطمئن نہ ہو، خدا عیب جو میں وہی عیب پیدا کر دیتا ہے۔ لاتخافوا۔ کامل مومن کے لئے قرآن میں لاتخافوا ولا تحزنوا نہ تم ڈرو نہ خوف کھاؤ کی بشارت ہے لیکن وہ کامل مومن کے لئے ہے تو نے اپنے لئے نہیں سنی تو کیوں مطمئن بنتا ہے۔

[3] سالہا۔ شیطان معلم الملکوت تھا پھر ابلیس بنا تو انسان کو اپنے بارے میں مطمئن نہ ہونا چاہئے، دوسروں کی عیب جوئی نہ کی جائے اپنے عیوب کی نگرانی چاہئے۔ بعکس۔ یعنی ذلت۔ تانۂ۔ زندگی میں تو نہ امن حاصل ہوگا نہ خوف سے رہائی ہوگی۔ تانروید۔ بے ریش ہونا مردانگی کا عیب ہے تو جب تک اپنا عیب زائل نہ کر لو دوسرے کو طعنہ نہ دو۔ ایں نگر۔ دوسرے کے عیب سے تم عبرت حاصل کرو۔

تو نہ ئیغتادی[1] کہ باشی پند اُو — زہر اُو نوشیدہ تو خور قند اُو

تو نہ گرا کہ اُس کے لئے (باعث) نصیحت ہوتا — اُس نے زہر پیا ہے تو اُس کی شکر کھا

قصد کردنِ غزاں بکشتن یک مردے تا آں مردِ دیگر بترسد

غزوں کا ایک شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا تاکہ دوسرا ڈرے

آں غزانِ ترک خونریز آمدند — بہر یغما بر دہے ناگہ زدند

خونریز ترک غز آئے — لوٹ کے لئے انہوں نے اچانک ایک گاؤں پر حملہ کر دیا

دوکس از اعیان آں دہ یافتند — در ہلاکِ آں یکے بشتافتند

اُس شہر کے دو بڑے شخصوں کو انہوں نے پکڑ لیا — اُن میں سے ایک کو قتل کرنے کے لئے دوڑ پڑے

دست بستندش کہ قربانش کنند — گفت اے شاہان و ارکانِ بلند

اُس کے ہاتھ باندھ دیئے تاکہ اس کو ذبح کریں — اُس نے کہا اے شاہو اور بلند شخصیتو!

در چہ مَرگم چرامی افگنید — از چہ آخر تشنۂ خونِ منید

مجھے موت کے کنویں میں کیوں گراتے ہو؟ — آخر میرے خون کے پیاسے کیوں ہو؟

چیست حکمت چہ غرض در کشتنم — چوں چنیں درویشم و عریاں تنم

میرے قتل کرنے میں کیا حکمت کیا غرض ہے؟ — جب کہ میں مفلس اور ننگا ہوں

گفت تاہیبت بریں یارت زند — تابترسد او و زر پیدا کند

اُس نے کہا تاکہ تیرے اِس دوست پر ہیبت طاری ہو جائے — تاکہ وہ ڈرے اور روپیہ بتا دے

گفت آخر او زمن مسکیں ترست — گفت قاصد کردہ است او را زرست

اُس نے کہا وہ تو مجھ سے بھی زیادہ مسکین ہے — اس نے کہا کہ قصداً (ایسا) کر رکھا ہے (ورنہ) وہ مالدار ہے

گفت چوں وہم[2] ست ماہر دو یکیم — در مقامِ اِحتمال و در شکیم

اُس نے کہا جب کہ یہ وہم ہے تو ہم دونوں یکساں ہیں — دونوں احتمال کی جگہ اور مشکوک ہیں

خود وُرا بکشید اوّل اے شہاں — تا بترسم من دہم زر را نشاں

اے شاہو! پہلے اُس کو قتل کر دو — تاکہ میں ڈروں اور روپے کا پتہ بتا دوں

پس کرمہائے الٰہی بیں کہ ما — آمدیم آخر زماں در انتہا

تو خدا کا کرم دیکھ کر ہم — آخری زمانے میں خاتمہ پر آئے

---

[1] تو ئیغتادی۔ خدا کا شکر کر تو اس کے لئے باعث عبرت نہ بنا۔ زہر اُو نوشید۔ یعنی وہ عیب دار ہے۔ قند اُو۔ یعنی تو عبرت حاصل کر۔ غزاں۔ غز، ترکوں کی ایک قوم تھی جس کا پیشہ غارتگری تھا۔ یغما۔ لوٹ۔ دوکس۔ یعنی اس گاؤں کے دو بڑے آدمی پکڑ لئے۔ چیست۔ جبکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو مجھے قتل کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ گفت۔ اس ترک نے کہا تجھے اس لئے قتل کرتا ہوں تاکہ دوسرا تجھ سے عبرت حاصل کرے اور اپنی نقدی نکال دے۔ قاصد۔ یعنی اس نے قصداً اپنے آپ کو مفلس بنا رکھا ہے ورنہ وہ مالدار ہے۔

[2] چوں وہم۔ یعنی اس کی مالداری کا وہم ہے یقین تو نہیں ہے، یہ وہم مجھ پر بھی ہو سکتا ہے لہٰذا اس معاملہ میں ہم دونوں یکساں ہیں لہٰذا اس کو قتل کرو تاکہ میں عبرت حاصل کرلوں۔ پس۔ جب اس قصہ سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ وہ خوش نصیب ہے جو دوسرے سے عبرت حاصل کرے تو یہ اللہ کا کرم ہے کہ امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں کے بعد پیدا کیا تاکہ وہ پہلی امتوں کے فرمانوں سے عبرت حاصل کریں اور زیادہ نیکیاں کر سکیں چنانچہ حدیث شریف ہے نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یعنی ہم دنیا میں سب امتوں سے بعد میں پیدا ہوئے لیکن قیامت میں ہمیں سب پر سبقت حاصل ہوگی۔

آخرین قرنہا پیش از قرون — در حدیث ست آخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ
آخری زمانے والے پہلے زمانہ والوں سے پہلے ہیں — حدیث میں ہے (ہم) آخر میں ہیں، پہلے ہیں

تا ہلاکِ[1] قومِ نوحؑ و قومِ ہودؑ — عارضِ رحمت بجانِ ما نمود
یہاں تک کہ قوم نوحؑ اور قوم ہودؑ (عاد) کی ہلاکت کرنے — رحمت کا بادل ہمیں دکھا دیا

کشت ایشاں راکہ تا ترسم ازو — ور خود ایں برعکس کردے وائے تو
اُن کو برباد کیا تاکہ ہم اس سے ڈریں — اگر وہ اِس کے بالعکس کرتا تیری تباہی تھی

در بیانِ حالِ خود پرستاں و ناشکراں درنعمت وجودِ انبیاء و اولیا

اُن لوگوں کی حالت کا بیان جوانبیاء اور اولیاء کے وجود کی نعمت کے ناشکرے اور خود پرست ہیں

ہرچہ ز ایشاں گفت از عیب و گناہ — وز دلِ چوں سنگ و زجانِ سیاہ
اُن کے عیب اور گناہوں کا جو کچھ (اللہ نے ذکر) فرمایا — اور اُن کے پتھر جیسے دل اور سیاہ باطن کا

وز سبکداریِ فرمانہائے اُو — وز فراغت از غم فردائے اُو
اور اُس (اللہ تعالیٰ) کے احکام کی بے وقعتی کا — اور اپنی قیامت کے غم سے بے فکری کا

وز ہوس وز عشق ایں دنیائے دوں — چوں زناں مر نفس را بودن زبوں
اور کمینی دنیا کے عشق اور ہوس کا — اور عورتوں کی طرح نفس کے فرمانبردار ہونے کا

واں فرار از نکتہائے ناصحاں — واں رمیدن از لقائے صالحاں
اور نصیحت کرنے والوں کے نکتوں سے بھاگنے کا — اور نیکوں کی ملاقات سے گریز کرنے کا

بادل و با اہل دل[2] بیگانگی — باشہاں تزویر و روبہ شانگی
دل اور اہل دل سے اجنبیت کا — اور بادشاہوں کے ساتھ مکاری اور چالاکیوں کا

سیر چشماں را گدا پنداشتن — وز حسد شاں خفیہ دشمن داشتن
اہل قناعت کو بھکاری سمجھنا — اور حسد سے انھیں چھپا دشمن سمجھنا (اُن سے تو نے عبرت نہ پکڑی)

گر پذیرد خیر تو گوئی گداست — ورنہ گوئی مکر و تزویر و دغاست
اگر وہ تیری عطا قبول کر لے تو تو کہتا ہے گدا ہے — ورنہ تو کہتا ہے کہ مکر اور جھوٹ اور دغا بازی ہے

گر در آمیزد تو گوئی طامع ست — ورنہ گوئی در تکبر مولع ست
اگر وہ میل جول کرے تو تو کہتا ہے لالچی ہے — ورنہ تو کہتا ہے تکبر پر فریفتہ ہے

گر تحمل کرد گوئی عاجز ست — ور غیور آمد تو گوئی گر بز ست
اگر وہ تحمل کرے تو کہتا ہے عاجز ہے — اگر غیرت مند ہے تو کہتا ہے غصہ ور ہے

---

1. تاہلاک۔ یعنی پہلی قوموں سے عبرت حاصل کرنا ہمارے لئے رحمت بن گیا۔ عارض۔ بادل، یعنی ان کے لئے بادل بصورتِ عذاب نمودار ہوا اور ہم پر ابر رحمت بنا۔ برعکس۔ یعنی ہمیں ان کے لئے باعث عبرت بنا دیتا۔ ہر چہ۔ یہاں سے چھٹے شعر سیر چشماں آخر تک مبتدا ہے اور اس کی خبر "از وعبرت نگرفتی" محذوف ہے۔ سبکداری۔ بے وقعتی۔ وز۔ یعنی قیامت کی فکر سے لاپروائی۔ چوں زناں۔ عورتیں اپنے نفس سے بہت مغلوب ہوتی ہیں۔

2. اہل دل۔ باخدا لوگ۔ شہاں۔ یعنی اہل دنیا۔ سیر چشم۔ مستغنی۔ وز حسد۔ غرضیکہ ان قوموں کے یہ برے احوال اور ان کا برا انجام تیرے سامنے ہے لیکن تو نے ان سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ طامع۔ لالچی۔ مولع۔ فریفتہ۔ گر تحمل۔ تیری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی بزرگ لوگوں کی برائی پر برداشت سے کام لیتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ عاجز ہے کسی کا بگاڑ ہی کیا سکتا ہے اور اگر وہ ناگواری کا اظہار کرے تو اس کو مغلوب الغضب کہتا ہے۔

یا منافق[1] وار عذر آری کہ من — ماندہ ام در نفقۂ فرزند و زن

یا منافق کی طرح تو عذر کرتا ہے کہ میں — بچوں اور بیوی کے اخراجات میں پھنسا ہوں

نے مرا پروائے سر خاریدن ست — نے مرا پروائے دین و رزیدن ست

نہ مجھے سر کھجانے کی فرصت ہے — نہ میرے لئے دین میں لگنے کا موقع ہے

اے فلاں مارا بہمت یاد دار — تا شویم از اولیا پایانِ کار

اے فلاں! ہمیں (بھی) دعا میں یاد رکھئے — تا کہ انجام کار ہم بھی اولیاء میں سے ہو جائیں

ایں سخن ہم نے ز درد و سوز گفت — خوابناکے ہرزہ گفت و باز خفت

یہ بات بھی درد اور سوز سے نہیں کہی — نیند کا ماتا بڑبڑایا اور پھر سو گیا

ہیچ چارہ[2] نیست از قوتِ عیال — از بن دنداں کنم کسبِ حلال

بال بچوں کی روزی سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے — بڑی محنت سے حلال روزی کماتا ہوں

چہ حلالے گشتۂ زاہل ضلال — غیر خونِ تونمی بینم حلال

حلال کیا! تو گمراہوں میں سے ہو گیا ہے — تیرے خون کے سوا میں کچھ حلال نہیں سمجھتا ہوں

از خدا چارہ استش و از قوت نے — چارہ است از دین و از طاغوت نے

خدا سے چھٹکارا ہے اور روزی سے نہیں ہے — دین سے چھٹکارا ہے، شیطان سے نہیں ہے

ایکہ[3] صبرت نیست از دنیائے دوں — صبر چوں داری ز نِعْمَ الْمَاھِدُوْن

اے وہ کہ تجھے کمینی دنیا کے بغیر صبر نہیں ہے — ہم اچھا فرش بچھانے والے ہیں کے بغیر تجھے کیسے صبر حاصل ہے

ایکہ صبرت نیست از ناز و نعیم — صبر چوں داری زاللہ کریم

اے وہ کہ عیش و عشرت کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے — اللہ کریم کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از پاک و پلید — صبر چوں داری ازاں کت آفرید

اے وہ کہ پاک ناپاک کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے — جس نے تجھے پیدا کیا ہے اس کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از آبِ سیاہ — صبر چوں داری تو از چشمہ اِلٰہ

اے وہ کہ تیرے لئے بغیر مکدر پانی کے صبر نہیں ہے — اللہ تعالیٰ کے چشمے کے بغیر تو کیسے صابر ہے؟

---

1. یا منافق۔ بزرگوں سے تو منافقانہ برتاؤ کرتا ہے، دین کے کاموں میں نہ لگنے کی وجہ بال بچوں کی مصروفیت بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں دین کے کاموں میں کیسے لگوں۔ اے فلاں۔ بغیر کچھ کیے بزرگوں سے باطنی توجہ کا خواستگار ہے تا کہ ولی بن جائے۔ ایں سخن۔ یعنی دعا اور باطنی توجہ کی درخواست۔ خوابناکے۔ تیری اس درخواست کی یہ مثال ہے جیسے کوئی نیند میں بڑبڑائے اور پھر سو جائے۔
2. ہیچ چارہ۔ مجبوری ظاہر کرتا ہے کہ بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے محبت سے حلال روزی کمانے میں مصروف ہوں۔ غیر خوں۔ ان صورتوں میں تو حلال روزی تو کیا کماتا تیرا خون بہانا ہی حلال ہے اور تو واجب القتل ہے۔ از خدا۔ یہ ساری مجبوریاں خدا اور دین کے معاملہ میں ہیں، شیطان اور کھانے کمانے میں نہیں ہیں۔
3. ایکہ۔ دنیا داری میں بھاگا پھرتا ہے اور دین کے معاملہ میں بے عمل بن کر صابر بنا بیٹھا ہے۔ نعم الماھدون۔ قرآن میں خدا نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ "ہم اچھا فرش بچھانے والے ہیں۔" از ناز و نعیم۔ دنیا کی لذتوں سے صابر نہیں ہے ان کے لئے تگ و دو میں ہے اللہ کے معاملہ میں صبر ہے کوئی کاوش نہیں ہے۔ پاک و پلید۔ دنیا کی ہر اچھی بری چیز کے لئے جدوجہد ہے اللہ جو خالق ہے اس سے بے نیازی ہے۔

ایکہ صبرت نیست از فرزند و زن
اے وہ کہ تجھے بال بچوں کے بغیر صبر نہیں ہے
صبر چوں داری زحی ذوالمنن[1]
حی ذوالمنن سے تو کیسے صبر کرتا ہے؟

اے کہ می گوئی خدا بخشد ترا
اے وہ کہ تو کہتا ہے کہ خدا تجھے بخشدے گا
آں فریب غول میداں بر ترآ
اُس کو چھلاوے کا فریب سمجھ، اُس سے نکل

کو خلیلے کو بروں آمد ز غار
کہاں ہے وہ خلیل کہ جو غار سے نکلا؟
گفت ہذا ربّ ہاں کو کرد گار
کیا یہ خدا ہے، ہاں خدا کہاں ہے؟

من نخواہم[2] در دو عالم بنگریست
میں دونوں جہان کو نہ دیکھوں گا
تاندانم کایں دو مجلس آنِ کیست
جب تک یہ نہ جان لوں کہ یہ دونوں مجلسیں کس کی ملکیت ہیں

بے تماشای صفتہائے خدا
خدا کی صفات کو دیکھے بغیر
گر خورم ناں در گلو گیرد مرا
اگر میں روٹی کھاؤں تو میرے گلے میں پھنس جائے

چوں گوارد لقمہ بے دیدارِ اُو
اُس کے دیدار کے بغیر لقمہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے
بے تماشای گل و گلزارِ اُو
(اور) اُس کے گل و گلزار کے بغیر دیکھے

جز بامید خد ازیں آب خور
اس دنیا میں اس کے وصل کی اُمید کے بغیر
کہ خوردیک لقمہ اِلّا گاوَ و خر
گاوَ اور خر کے سوا کون ایک لقمہ کھاتا ہے؟

آنکہ[3] کَالْاَنْعَامُ بد بَلْ ھُمْ اَضَلّ
وہ کھاتے ہیں جو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ
گرچہ پُر مکرست آں گندہ بغل
گرچہ وہ گندے۔ بڑے چالاک ہیں

مکر اُو سَر زیرِ و اُو سَر زیر شد
اُس کا مکر ذلیل، اور وہ خود ذلیل ہو گیا
روز گارش بُرد و روزش دیر شد
اُس کا زمانہ گذرا اُس کا وقت ضائع ہوا

فکر کاہش کند شد عقلش خرف
اُس کی گھاس کی فکر ست پڑگئی اُس کی عقل کمزور ہو گئی
عمر شد خیرے ندارد چوں الف
عمر ختم ہوگئی الف کیطرح اُسکے پاس کوئی بھلائی نہیں ہے

اُنچہ می گوید دریں اندیشہ ام
وہ جو، یہ کہتا ہے فکر مند ہوں
ایں ہم از دستانِ ایں نفس ست ہم
یہ بھی اُس نفس کی مکاری ہے

---

1. حیّ ذُوالمِنَنْ۔ دونوں خدا کے نام ہیں۔ می گوئی۔ بے عملی پر عذر کے طور پر کہا جاتا ہے اللہ غفور ورحیم ہے بخش دے گا مولانا فرماتے ہیں یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ کو خلیلے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے غار میں سے نکلتے ہی جہاں ان کی پرورش کی جارہی تھی خدا کی جستجو شروع کردی تھی، ستارے کو دیکھ کر فرمایا کیا یہ خدا ہو سکتا ہے جب وہ غروب کر گیا تو فرمایا کہ غروب کرجانے والا ستارہ خدا نہیں ہوسکتا تو بتاؤ خدا کہاں ہے؟

2. من نخواہم۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میں دونوں جہان میں کسی طرف نگاہ بھی نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ خدا کو نہ پہچان جاؤں۔ بے تماشای۔ پھر فرمایا خدا کی صفات کو دیکھے بغیر میں روٹی بھی نہ کھاؤں گا۔ چوں گوارد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم کا یہ حال تھا تو ان لوگوں پر تعجب ہے جو خدا کی ذات وصفات کو پہچانے بغیر زندگی بسر کرتے ہیں۔ جز بامید۔ خدا کی معرفت کے بغیر کھانا پینا جانوروں کا کام ہے۔

3. آنکہ۔ جو لوگ خدا کی معرفت کے بغیر زندگی گزارتے ہیں ان کو قرآن پاک نے چوپایہ جیسا بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ قرار دیا ہے۔ گندہ بغل۔ وہ شخص جس کو بغل گند کی بیماری ہو۔ مکر او۔ جس نے معرفت کے بغیر زندگی گزاری اگرچہ وہ کتنا ہی چالاک ہو لیکن اس کی مکاری اور زندگی سب تباہ ہے۔ فکر کاہش۔ یعنی اس میں دنیا کی بھی عقل نہ رہی پوری زندگی ختم کردی اور آخرت کا کوئی توشہ حاصل نہ کیا۔ چون الف۔ الف کو خالی کہا جاتا ہے چونکہ اس پر کوئی نقطہ نہیں لگتا ہے۔

وانچہ می گوید[1] غفورست و رحیم
نیست آں جز حیلۂ نفسِ لئیم
وہ جو یہ کہتا ہے (وہ) غفور اور رحیم ہے
کمینے نفس کے حیلہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے

اے زغم مُردہ کہ دست از ناں تہی ست
چوں غفورست و رحیم ایں ترس چیست
تو اِس غم سے مرا جاتا ہے کہ ہاتھ میں روٹی نہیں ہے
جب وہ غفور اور رحیم ہے تو یہ ڈر کیوں ہے؟

شکایت کردن پیرے پیشِ طبیب از رنجوریہا و جوابِ طبیب اُورا

ایک بوڑھے کا ایک طبیب سے بیماری کی شکایت کرنا اور طبیب کا اُسکو جواب دینا

گفت پیرے مر طبیبے را کہ من
در زحیرم از دماغِ خویشتن
ایک بوڑھے نے ایک طبیب سے کہا کہ میں
اپنے دماغ کے معاملہ میں بڑی مشکل میں ہوں

گفت از پیریست آں ضعفِ دماغ
گفت در چشمم ز ظلمت ہست داغ
اُس (طبیب) نے کہا یہ دماغ کی کمزوری بڑھاپے کی وجہ سے ہے
اُس (بوڑھے) نے کہا میری آنکھوں میں اندھیرے کا داغ ہے

گفت از پیریست اے شیخ قدیم
گفت پشتم درد می آرد عظیم
اُس (طبیب) نے کہا اے بڑے میاں! بڑھاپے کیوجہ سے ہے
اُس (بوڑھے) نے کہا میری کمر میں بہت درد ہے

گفت از پیریست اے شیخ نزار[2]
گفت ہرچہ می خورم نبود گوار
اُس (طبیب) نے کہا اے کمزور بوڑھے بڑھاپے کی وجہ سے ہے
اُس بوڑھے نے کہا میں جو کھاتا ہوں وہ ہضم نہیں ہوتا

گفت ضعفِ معدہ ہم از پیریست
گفت وقتِ دم مرا دم گیریست
اُس (طبیب) نے کہا معدہ کی کمزوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے
اُس (بوڑھے) نے کہا سانس لینے میں سانس رکتا ہے

گفت آرے انقطاعِ دَم بود
چوں رسد پیری دو صد علت شود
اُس (طبیب) نے کہا ہاں سانس ٹوٹنے لگتا ہے
جب بڑھاپا آ جاتا ہے سینکڑوں بیماریاں آ جاتی ہیں

گفت کم شد شہوتم یکبارگی
گفت کز پیریست ایں بیچارگی
اُس (بوڑھے) نے کہا میری شہوت ایک دم سے کم ہوگئی ہے
اُس (طبیب) نے کہا یہ معذوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے

گفت پایم سست شد از رَہ بماند
گفت کز پیریست در کنجت نشاند
اُس (بوڑھے) نے کہا میرے پیر سست ہوگئے ہیں چلنے سے عاجز آگئے ہیں
اُس (طبیب) نے کہا یہ بڑھاپے کی وجہ سے جس نے تجھے گوشہ نشین بنادیا ہے

گفت پشتم چوں کمانے شد دوتا
گفت کز پیریست ایں رنج و عنا
اُس (بوڑھے) نے کہا کہ میری کمر کمان کیطرح دوہری ہوگئی ہے
اُس (طبیب) نے کہا یہ تکلیف اور مشقت بڑھاپے کی وجہ سے ہے

گفت تاریک ست چشمم اے حکیم
گفت کز پیریست اے پیر حلیم
اُس (بوڑھے) نے کہا اے حکیم! میری آنکھوں میں دھند ہے
اُس (طبیب) نے کہا اے بردبار بوڑھے بڑھاپے کی وجہ سے ہے

---

1. انچہ می گوید۔ دین کے کاموں میں نہ لگنے والے عموماً یہی کہا کرتے ہیں کہ فلاں کام سے فارغ ہوکر دین کے کاموں میں لگوں گا اور خدا غفور و رحیم اور نکتہ نواز ہے بلا عمل بھی بخش دے گا یہ سب نفس کے دھوکے ہیں۔ اے زغم۔ اس کی صفات کا بہانہ کرکے دین کا عمل تو چھوڑتا ہے لیکن اپنے پیٹ کی فکر میں مارا مارا پھرتا ہے وہاں اس کی رزاقیت پر بھروسہ کرکے ترکِ عمل کیوں نہیں کرتا؟ گفت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی کے نفس کی برائی ظاہر کی جاتی ہے تو نفس کو بہت برا لگتا ہے لہٰذا اس مرض کا علاج ضروری ہے ورنہ لاعلاج ہوجائے گا۔ زحیر۔ پیچش، پیچیدگی۔ ظلمت۔ تاریکی۔
2. نزار۔ لاغر، کمزور۔ گوار۔ یعنی کھانا ہضم نہیں ہوتا ہے۔ دم گیری۔ سانس گھٹنا۔ انقطاع۔ ٹوٹنا، جدا ہونا۔ چوں رسد۔ مشہور ہے "یک پیری و صد عیب" شہوت۔ اشتہاء، عورت کی خواہش۔ کنج۔ گوشہ۔ دوتا۔ دوہری۔ عنا۔ مشقت۔ گفت تاریک۔ یعنی آنکھوں میں روشنی نہیں رہی۔ حلیم۔ بردبار۔

گفت[1] اے احمق برین بردوختی
اُس (بوڑھے) نے کہا اے بیوقوف تو اس پر جم گیا
از طبیبی تو ہمیں آموختی
طبابت سے تو نے یہی سیکھا ہے

اے مدمغ عقلت ایں دانش نداد
اے بد دماغ! تیری عقل نے تجھے یہ سمجھ نہیں دی
کہ خدا ہر دَرد را درماں نہاد
کہ خدا نے ہر درد کا علاج رکھا ہے

تو خر احمق زاندک مایگی
تو کم علمی کی وجہ سے احمق گدھا ہے
برزمیں ماندی زکوتہ پایگی
تو کوتاہ قدی کی وجہ سے زمین پر رہ گیا ہے

پس طبیبش گفت اے عمر تو شصت
تب طبیب نے اُس سے کہا اے ساٹھے!
ایں غضب ویں خشم ہم از پیریست
یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے

چوں ہمہ اجزا و اعضا شد نحیف
جب سب اجزا اور اعضاء کمزور ہو گئے ہیں
خویشتن داری و صبرت شد ضعیف
تیری قوت ضبط اور صبر بھی کمزور ہو گئی ہے

برنتابد[2] دو سخن زُوہے کند
دو باتوں کی بھی برداشت نہیں کرتا اُن سے ہائے ہائے کرتا ہے!
تابِ یک جرعہ ندارد قے کند
ایک گھونٹ کی برداشت نہیں کرتا قے کر دیتا ہے

جز مگر پیرے کہ از حق ست مست
بجز اس بوڑھے کے جو خدا کا مست ہے
در درونِ اُو حیاتِ طیب ست
اُس کے باطن میں پاکیزہ زندگی ہے

از بُروں پیرست و دَر باطن صبی
باہر سے (بظاہر) بوڑھا ہے اور حقیقت میں بچہ ہے
خود کیا نند آں ولی و آں نبی
وہ کون ہیں؟ وہ ولی اور نبی ہیں

گرنہ پیدا اند پیشِ نیک و بد
اگر وہ ہر نیک و بد کے سامنے کھلے ہوئے نہیں ہیں
چیست با ایشاں خساں را ایں حسد
(تو) کمینوں کو اُن سے یہ حسد کیوں ہے؟

ورنمی دانند شاں علم الیقیں
اگر وہ اُن کو یقینی طور پر نہیں جانتے ہیں
چیست ایں بغض و حیل سازی وکیں
تو یہ بغض اور حیلہ سازی و کینہ کیوں ہے؟

ور بدانندے جزائے رستخیز
اگر وہ قیامت کی سزا کو جانتے
چوں زنندے خویش بر شمشیر تیز
تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے کیوں بھڑاتے؟

بر تومی خندد مبیں اُو را چناں
وہ تیرے سامنے ہنستا ہے اُس کو ایسا نہ سمجھ
صد قیامت در درونستش نہاں
اُس کے باطن میں سو قیامتیں چھپی ہوئی ہیں

---

1. گفت۔ بوڑھے نے غصہ میں طبیب سے کہا بس تیرے پاس ہر بیماری کا ایک ہی جواب ہے اور طبابت میں تو نے صرف یہی سیکھا ہے۔ مدمغ۔ متکبر، بددماغ۔ ہر درد را۔ حدیث شریف میں ہے ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء یعنی خدا نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کے لئے علاج نہ پیدا کر دیا ہو۔ برزمین۔ یعنی نچلا مرتبہ۔ پس طبیبش۔ طبیب نے اس بوڑھے سے کہا تیری ساٹھ کی عمر ہے جس میں آدمی سٹھیا جاتا ہے اور غصہ و غضب بڑھ جاتا ہے یہ بڑھاپے کا ہی اثر ہے، جوان میں قوتِ برداشت زیادہ ہوتی ہے۔ نحیف۔ لاغر، کمزور۔ خویشتن داری۔ اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا۔
2. برنتابد۔ بڑھاپے میں قوتِ برداشت کم ہو جاتی ہے۔ جز مگر۔ جن کو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے ان پر بڑھاپے کے آثار نمایاں نہیں ہوتے ہیں۔ از بروں۔ اولیاء اور انبیاء کا جسم بوڑھا ہوتا ہے، ہمت جوان رہتی ہے۔ گرنہ پیدا اند۔ ناقص لوگوں کا بغض و حسد کامل لوگوں کے کمال کی دلیل ہے۔ ور بدانندے۔ اگر حاسدین کو اپنی اس سزا کا یقین ہو جائے جو قیامت میں ان کو ملے گی تو وہ کبھی اولیاء و انبیاء پر حسد نہ کریں اور ان کو برہنہ شمشیر سمجھیں اور ان سے مڈبھیڑ نہ کریں۔ بر تو می خندد۔ بزرگوں کے ظاہری علم سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہئے، ان کا وجود منکرین کے قہر کا مظہر ہے۔

دوزخ[1] و جنت ہمہ اجزائے اوست
اُس کی اجزاء سب دوزخ و جنت ہیں
ہرچہ اندیشی تو آں بالائے اوست
(اُسکے بارے میں) تو جو سوچے وہ اُس سے بلند ہے

ہرچہ اندیشی پذیرائے فناست
تو جو سوچے وہ فنا کو قبول کرنے والا ہے
آنکہ در اندیشہ نیاید آں خداست
جو قیاس میں نہ آئے وہ خدا ہے

بر درِ ایں خانہ گستاخی زچیست
اس گھر کے دروازے پر گستاخی کیوں ہے؟
گرہمی دانند کاندر خانہ کیست
اگر وہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے؟

ابلہاں تعظیم مسجد می کنند
بے وقوف مسجد کی تعظیم کرتے ہیں
در جفائے اہل دل جدّی کنند
اہل دل پر ظلم کے شاں ہیں

آں[2] مجازست ایں حقیقت اے خراں
اے گدھو! وہ مجاز ہے یہ حقیقت ہے
نیست مسجد جز درونِ سروراں
بزرگوں کے دل کے علاوہ مسجد (اور کچھ) نہیں ہے

مسجدے کاں اندرون اولیاست
وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہے
سجدہ گاہِ جملہ است آنجا خداست
وہ سب کی سجدہ گاہ ہے، خدا اس میں ہے

تا دل مردِ خدا نامد بہ درد
جب تک مردِ خدا کے دل کو تکلیف نہیں پہنچی
ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد
خدا نے کسی قوم کو رسوا نہیں کیا

قصد جنگ انبیا می داشتند
اُنہوں نے انبیاء سے لڑائی کا ارادہ کیا
جسم دیدند آدمی پنداشتند
انہوں نے (صرف) جسم دیکھا آدمی سمجھا

در تو[3] ہست اخلاقِ آں پیشیاں
تیرے اندر ان پہلی قوموں کے اخلاق ہیں
چوں نمی ترسی کہ باشی تو ہماں
تو کیوں نہیں ڈرتا کہ تو بھی ویسا ہی ہو جائے گا

عادتِ آں ناسپاساں در تو رست
تیرے اندر ان ناشکروں کی عادت پیدا ہو گئی ہے
نایدت ہربار دَلو ازچہ درست
ہر بار ڈول کنویں سے درست نہیں نکلتا ہے

آں نشانہا ہمہ چوں در تو ہست
جب کہ وہ تمام علامتیں تیرے اندر ہیں
چوں توز ایشانی کجا خواہی برست
جب تو اُن میں سے ہے، کہاں بچ سکتا ہے؟

---

[1] دوزخ۔ یعنی انبیاء اور اولیاء کے جسم کے اجزاء اللہ کی دوزخ اور بہشت کے مظہر ہیں۔ ہرچہ۔ چونکہ اولیاء اللہ اور انبیاء اخلاق خداوندی حاصل کر چکے ہیں لہٰذا ان کے مراتب تصور سے بالاتر ہیں۔ ہرچہ اندیشی۔ جو انسانی فکر میں سما جائے وہ فانی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا ہے خداوہی ہے جو انسانی فکر و عقل سے بالاتر ہے۔ بردر۔ انبیاء اور اولیاء سے گستاخی کرنے والے اگر یہ جان لیں کہ ان کے باطن میں کون بس رہا ہے تو کبھی گستاخی کی جرأت نہ کریں۔ ابلہاں۔ بیوقوف مسجد کی تعظیم تو کرتے ہیں اور بزرگوں کے دل کی تعظیم نہیں کرتے جو حقیقی مسجد اور خانہ خدا ہے۔

[2] آں۔ یعنی ظاہری مسجد۔ ایں۔ یعنی نبی اور ولی کا دل اصلی خانہ خدا ہے۔ اندرونِ اولیاء۔ یعنی اولیاء اللہ کا دل۔ سجدہ گاہ۔ دل بدست آور کہ حج اکبرست۔ از ہزاراں کعبہ یک دل بہترست۔ تا دل۔ اولیاء کے دل کو ستانا قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ جسم دیدند۔ یعنی ان معاندین کی نگاہ صرف اولیاء کے جسم پر ہے، ان کی روح ان کے پیش نظر نہیں ہے۔

[3] در تو۔ ہر انسان میں ہلاک شدہ قوموں کے اخلاق موجود ہیں تو اس کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کے ساتھ بھی وہ سلوک نہ ہو جو ان قوموں کے ساتھ ہوا۔ عادت۔ جبکہ ہلاک شدہ قوم کی عادتیں موجود ہیں تو مطمئن نہ ہونا چاہیے، اگر کسی وقت ان پر گرفت نہیں ہوتی تو نہ سمجھنا چاہیے کہ کبھی بھی گرفت نہ ہوگی۔

قصہ[1] کودکے در پیشِ تابوتِ پدر می نالید و سخن جوحی

ایک بچہ کا قصہ جو باپ کے جنازے کے آگے روتا تھا اور شیخ چلی کی بات

کودکے در پیشِ تابوتِ پدر
ایک بچہ باپ کے جنازے کے آگے
زار می نالید و بَرمی کوفت سَر
بہت روتا تھا اور سر پیٹتا تھا

کاے پدر آخر کجایت می بَرند
اے ابا! آخر تجھے کہاں لے جارہے ہیں؟
تا تُرا در زیرِ خاکے[2] آورند
تاکہ تجھے مٹی کے نیچے گاڑ دیں

می بَرندت خانۂ تنگ و زحیر
تجھے تنگ و تکلیف دہ گھر میں لے جا رہے ہیں
نے درو قالی و نے دروے حصیر
نہ اُس میں قالین ہے نہ اُس میں بوریا ہے

نے چراغے در شب و نے روز ناں
نہ رات میں چراغ ہے، نہ روشندان ہیں
نے درو بوئے طعام و نے نشاں
نہ اُس میں کھانے کی خوشبو ہے اور نہ پتہ

نے درش معمور و نے سقف ونہ بام
نہ اُس کا دروازہ درست ہے نہ چھت نہ بالا خانہ
نے درو بہر ضیائے ہیچ جام
نہ اُس میں روشنی کے لئے کوئی شیشہ کا روشندان ہے

نے درو از بہرِ مہماں آبِ چاہ
نہ اُس میں مہمان کے لئے کنویں کا پانی ہے
نے یکے ہمسایہ کو باشد پناہ
نہ کوئی ہمسایہ ہے جو سہارا ہو

جسمِ تو کہ بوسہ گاہِ خلق بود
تیرا بدن جو لوگوں کی بوسہ گاہ تھا
چوں شود درخانۂ کور و کبود
سیاہ رنگ گھر میں اُس کا کیا حال ہو گا؟

خانۂ بے زینہار و جائے تنگ
وہ بے پناہ گھر اور تنگ جگہ
کہ درونے روی می ماند نہ رنگ
نہ اُس میں چہرہ باقی رہتا ہے نہ رنگ

زیں نَسق اوصافِ خانہ می شمرد
اِس طرح سے وہ گھر کے اوصاف گنتا تھا
وز دو دیدہ اشکِ خونی می فشرد
اور دونوں آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتا تھا

گفت جوحی باپدر اے ارجمند
شیخ چلی نے باپ سے کہا، اے بزرگوار!
واللہ ایں را خانۂ ما می بَرند
خدا کی قسم اس کو ہمارے گھر لے جا رہے ہیں

گفت جوحی را پدر اَبلہ مشو
شیخ چلی سے (اُس کے) باپ نے کہا بیوقوف نہ بن
گفت اے بابا نشانیہا شنو
اُس نے کہا، اے ابا! علامتیں سن لے

ایں نشانیہا کہ گفت اُو یک بیک
یہ جو اُس نے تمام نشانیاں بتائی ہیں
خانۂ ما راست بے تزویر و شک
بے شک و شبہ ہمارے گھر کی ہیں

---

[1] قصہ۔ پہلے یہ سمجھایا تھا کہ ہر انسان میں وہ خصلتیں موجود ہیں جو برباد شدہ قوموں میں تھیں لیکن وہ ان سے غافل ہے، اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رونے والا بچہ جو قبر کی خصوصیات بیان کر رہا تھا، وہ شیخ چلی کے گھر میں موجود تھیں۔ جوحی۔ ایک فرضی شخصیت ہے۔ جس کی طرف ہنسی مذاق کے قصے منسوب کردیے جاتے ہیں جیسا کہ ہندوستان میں شیخ چلی۔ تابوتِ پدر۔ باپ کا جنازہ۔

[2] خاکے۔ یعنی قبر کی مٹی۔ زحیر۔ پیچش، مشکل۔ قالی۔ قالین۔ حصیر۔ بوریا۔ معمور۔ آباد، درست۔ سقف۔ چھت۔ بام۔ بالا خانہ۔ جام۔ شیشہ کا روشندان۔ جسمِ تو۔ تیرے جسم کو لوگ چومتے تھے۔ کور و کبود۔ تیرہ و تاریک۔ نسق۔ ترتیب۔ خانہ ما می برند۔ رونے والے لڑکے نے جس قدر قبر کے اوصاف گنائے تھے وہ سب شیخ چلی کے گھر میں پائے جاتے تھے۔ گفت۔ یعنی رونے والے لڑکے نے کہا۔

نے حصیر و نے چراغ و نے طعام — نے درش معمور و نے سقف و نہ بام
نہ بوریا اور نہ چراغ نہ کھانا — نہ اُس کا دروازہ درست، نہ چھت اور نہ بالا خانہ

زیں نمط[1] دارند در خود صد نشاں — لیک کے بینند آں را طاغیاں
اسی طرح (ہلاک شدہ قومیں) اپنے اندر سو علامتیں رکھتی ہیں — لیکن سرکش انھیں کب دیکھتے ہیں

خانۂ آں دل کہ ماند بے ضیاء — از شعاعِ آفتابِ کبریا
اُس دل کا خانہ جو بے نور ہے — خدا کے آفتاب کی شعاعوں سے

تنگ و تاریک ست چوں جانِ یہود — بے نوا از ذوقِ سلطانِ وَدُوْد
وہ یہود کے باطن کی طرح تنگ و تاریک ہے — محبت کرنے والے شہنشاہ کے ذوق سے محروم

نے دراں دل تابِ نورِ آفتاب — نے کشادِ عرصہ و نے فتح باب
اُس دل میں نہ تو سورج کی روشنی کی چمک ہے — نہ صحن کی وسعت ہے اور نہ دروازہ کھلا ہے

گور خوشتر از چنیں دل مر تُرا — آخر از گورِ دلِ خود بر تَر آ
تیرے لئے ایسے دل سے قبر بہتر ہے — بالآخر اپنے دل کی قبر سے باہر نکل

یوسفِ وقتی و خورشید سما — زیں چہ و زنداں بر آورد نما
تو یوسف دوراں ہے اور آسمان کا سورج ہے — اس کنویں اور قید خانہ سے نکل اور چہرہ دکھا

یونست[2] در بطن ماہی پختہ شد — مَخلصش را نیست از تسبیح بد
تیرا یونس مچھلی کے پیٹ میں پک رہا ہے — اُس کی نجات کے لئے تسبیح کے سوا چارہ نہیں ہے

گر نبودے اُو مسبح بطن نون — حبس و زندانش بدے تا یُبْعَثُوْن
اگر وہ تسبیح خواں نہ بنتے، مچھلی کا پیٹ — تو قیامت تک اُن کے لئے قید اور جیل خانہ ہوتا

اُو بہ تسبیح از تن ماہی بجست — چیست تسبیح آیت روزِ اَلست[3]
اُنہوں نے تسبیح کے ذریعہ مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی — تسبیح کیا ہے؟ اَلست کے دن کی علامت

گر فراموشت شد آں تسبیحِ جاں — بشنو ایں تسبیح ہائے ماہیاں
تو اگر وہ روحانی تسبیح بھول گیا ہے — تو مچھلیوں کی تسبیح سن لے

---

1. زیں نمط۔ جس طرح شیخ چلی نے قبر کی جملہ علامتوں کو اپنے گھر میں دیکھا اسی طرح ہلاک شدہ قوموں کی علامتیں ہر انسان میں موجود ہیں۔ طاغی۔ سرکش۔ خانۂ آں۔ جس دل میں خدا کا نور نہ ہو وہ اللہ (تعالیٰ) کی محبت سے بے ذوق ہے، اس دل سے تو قبر کا گڑھا بہتر ہے۔ آخر از گور۔ اپنے دل کو اس گڑھے سے نکالنا خود انسان کا کام ہے۔ یوسف وقتی۔ جس طرح عارضی طور سے حضرت یوسف قید خانہ میں چلے گئے تھے اور باہر نکلے تو بھی دل کو قید خانہ سے باہر نکال۔

2. یونست۔ یعنی تیری روح جو بمنزلہ یونسؑ کے ہے۔ بطن ماہی۔ یعنی جسد عنصری۔ تسبیح۔ حضرت یونسؑ نے نجات کے لئے تسبیح پڑھی تو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلے تو بھی تسبیح پڑھ۔ یُبْعَثُوْن۔ حضرت یونسؑ کے قصہ میں ہے فَلَوْ لَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ یعنی اگر وہ یونس تسبیح پڑھنے والوں میں سے نہ بن جاتے تو اس دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے جبکہ لوگوں کا حشر ہوگا یعنی قیامت تک۔

3. آیت روز الست۔ ازل میں اللہ تعالیٰ نے روحوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تھا تو انسان کی تسبیح اور خدا کی طرف فطری میلان اس عہد الست کی علامت اور نشانی ہے۔ گر فراموشت شد۔ اگر کسی انسان میں عہد الست کی فطرت سلیمہ باقی نہیں رہی تو اولیاء اللہ سے اس کو حاصل کر لے۔ ماہیاں۔ یعنی اولیاء اللہ۔

ہر کہ دید اللہ را اللّٰہی ست
جس نے اللہ (تعالیٰ) کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے

ہر کہ دید آں بحر[1] را او ماہی ست
جس نے اُس سمندر کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہے

ایں جہاں دریاست تن ماہی و روح
یہ دنیا سمندر ہے، جسم مچھلی اور روح

یونس محجوب از نورِ صبوح
وہ یونسؑ ہے جو صبح کے نور سے محروم ہے

گر مسبح شد تو از ماہی رہید
اگر تو تسبیح خواں بن گیا، مچھلی سے نجات پا گیا

ورنہ در وے ہضم گشت و ناپدید
ورنہ اُس میں ہضم اور ناپید ہو گیا

ماہیانِ جاں در تن دریا پُرند
اِس دریا میں روحانی مچھلیاں بھری ہیں

تو نمی بینی کہ کوری اے نژند
اے بدحال! تو نہیں دیکھتا ہے کیونکہ تو اندھا ہے

بر تو خود رامی زنند آں ماہیاں
وہ مچھلیاں تجھ سے ٹکرا رہی ہیں

چشم بکشا تا بہ بینی شاں عیاں
آنکھ کھول تاکہ تو اُن کو نمایاں دیکھ لے

ماہیاں را گر نمی بینی پدید
اگر تو مچھلیوں کو واضح طور پر نہیں دیکھتا ہے

گوشِ تو تسبیح شاں آخر شنید
آخر تیرے کان نے اُن کی تسبیح تو سنی ہے

ماہیانِ جملہ روحِ بے جسد[2]
وہ مچھلیاں بغیر جسم کے مجسم روح ہیں

نے در ایشاں کبرو نے کین و حسد
نہ اُن میں تکبر ہے، نہ کینہ، نہ حسد

صبر کردن جانِ تسبیحاتِ تست
تیری تسبیحوں کی روح صبر کرنا ہے

صبر کن کانست تسبیح درست
صبر کر وہ صحیح تسبیح ہے

ہیچ تسبیحے ندارد آں درج
کوئی تسبیح وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

صبر کُنْ کَالصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج
صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے

صبر چوں جسرِ صراط آں سو بہشت
صبر پل صراط کی طرح ہے اُس جانب بہشت ہے

ہست باہر خوب یک لالائے زشت
ہر خوبصورت کے ساتھ ایک بدصورت غلام ہے

تاز لالامی گریزی وصل نیست
جب تک تو غلام سے بھاگتا ہے وصل نہیں ہے

زاں کہ لالا را زشاہد فصل نیست
اس لئے کہ غلام کی محبوب سے جدائی نہیں ہے

توچہ دانی ذوقِ صبر اے شیشہ دل
اے نازک دل! تو صبر کا ذائقہ کیا جانتا ہے؟

خاصہ صبر از بہرآں نقش چگل
خصوصاً اُس صبر کا جو چگل کے معشوق کے لئے ہے

---

1 آں بحر۔ یعنی جس نے بحر وحدت کا مشاہدہ کرلیا وہ ماہی کہلائے گا۔ ایں جہاں۔ دنیا کو سمندر اور جسم کو مچھلی اور روح کو یونس سمجھو۔ گر مسبح۔ جس طرح حضرت یونسؑ نے تسبیح کی برکت سے مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی ورنہ قیامت تک اس میں رہتے اسی طرح تم اپنی روح کو تسبیح کے ذریعہ جسم کی مچھلی سے نجات دلاؤ ورنہ مچھلی ہضم کرلے گی۔ ماہیانِ جاں۔ یعنی روحانی مچھلیاں، اولیاء اللہ۔ بر تو۔ اولیاء اللہ خواہشمند ہیں کہ تو ان سے فیض حاصل کرے۔

2 بے جسد۔ یعنی تن پروری کے بغیر۔ صبر کردن۔ یعنی مجاہدات پر صبر کرنا۔ صبر۔ جس طرح پل صراط سے گزر کر بہشت میں داخلہ ہوگا، اسی طرح صبر سے کشادگی حاصل ہوگی۔ لالا۔ غلام۔ تاز لالا۔ صبر، بدصورت غلام ہے اور کشادگی محبوب ہے، کشادگی حاصل کرنے کے لئے صبر کی تلخی برداشت کرنا ضروری ہے۔ توچہ دانی۔ واصل بحق ہونے میں صبر کی دشواریوں سے اہل اللہ لذت حاصل کرتے ہیں، دوسرا اس صبر کی لذتوں سے واقف نہیں ہے۔

مرد را[1] ذوق از غزا و کرّ و فر
مرد کو جہاد اور شان و شوکت کا ذوق ہے
مر مخنث را بود ذوق از ذکر
نامرد کو آلہ تناسل کا ذوق ہے

جز ذکر نے دین اُو و ذِکرِ اُو
اُس کا دین اور تسبیح آلۂ تناسل کے سوا کچھ نہیں ہے
سوئے اَسفل برد اُو را فکر اُو
اُس کا خیال اُس کو پستی کی طرف لے گیا

گر بر آید تا فلک از وے مپرس
اگر وہ آسمان تک چڑھ جائے اُن کی پرستش نہ کر
کو بعشقِ سفل آموزید درس
اس لئے کہ اُس نے تو پستی کے عشق کا سبق سیکھا ہے

اُو بسوئے سفل می راند فرس
وہ پستی کی طرف گھوڑا دوڑا رہا ہے
گرچہ سوئے علو جنباند جرس
اگرچہ بلندی کی جانب گھنٹہ بجا رہا ہے

از علمہائے گدایاں ترس چیست
بھیک منگوں کے جھنڈوں سے ڈرنا کیسا؟
کاں علمہا لقمۂ ناں را رہی ست
کیونکہ وہ جھنڈے روٹی کے ایک لقمہ کے غلام ہیں

ایں سخن ہارا نکو دریاب تو
ان باتوں کو خوب سمجھ لے
ور نمی دانی شنو از باب تو
اگر تو نہیں جانتا ہے تو اس سلسلہ کی (بات) سن لے

ترسیدنِ[2] کودکے ازاں شخص صاحب جثہ و گفتن آں شخص

ایک بچہ کا ایک بھاری بھرکم انسان سے ڈرنا اور اُس شخص کا کہنا

کہ اے کودک مترس کہ من نامردم و مَردتوئی

کہ اے بچے تو نہ ڈر میں نامرد ہوں، تو مرد ہے

کنگ زَفتے کود کے را یافت فرد
ایک موٹے بھاری شخص نے ایک بچہ کو تنہا پایا
زرد شد کودک زبیم قصد مَرد
بچہ اُس مرد کے ارادہ کے ڈر سے زرد ہو گیا

گفت اَیمن باش اے زیبائے من
اُس (موٹے) نے کہا مطمئن رہ اے میرے حسین!
کہ تو خواہی بود بَر بالائے من
کہ تو میرے اوپر ہوگا

من اگر ہولم مخنث داں مرا
میں اگرچہ ہولناک ہوں مجھے ہیجڑا سمجھ
ہمچو اُشتر برنشیں می راں مرا
اوپر بیٹھ، اونٹ کی طرح مجھے ہانک

صورتِ مرداں و معنی ایں چنیں
مردوں کی صورت اور باطن ایسا
از بروں آدم دروں دیو لعیں
باہر سے آدمی اندر سے لعین شیطان

ل مردرا۔ صبر کی لذت مردِ خدا جانتا ہے جس طرح کی مردِ میدان جنگ اور شان و شوکت کی لذت سمجھتا ہے، نامردان لذتوں سے واقف نہیں ہے، اس کی فکرو لذت تو محض شرمگاہ اور اس کے ذکر تک محدود ہے۔ گر برآید۔ اگر کوئی مردِ خدا نہیں ہے اور اس میدان کا مرد نہیں ہے تو اس کا عروج عارضی ہے، اس پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔ از علمہائے۔ نامرد کا عروج تو ایسا ہی ہے جیسے فقیروں کے جھنڈے جو صرف روٹی مانگنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں، انہیں غازیوں کے جھنڈوں سے کوئی نسبت نہیں۔

ل ترسیدن۔ نامرد کا ظاہری دکھاوا نا قابل اعتبار ہے وہ محض ہیجڑے کا تن و توش ہے۔ کنگ۔ قوی ہیکل۔ زبیم قصد مرد۔ یعنی وہ لڑکا اس موٹے ہیجڑے کے ارادہ سے ڈرا۔ کہ تو خواہی بود۔ یعنی مرد تو ہے اور میرے اوپر ہوگا۔ من اگر ہولم۔ میرا بھاری بھرکم بدن ہی خوفناک ہے ہمت اور بہادری سے خالی ہوں، تو میرے اوپر سوار ہو کر مجھے اونٹ کی طرح ہانک سکتا ہے۔ صورت۔ بہت سے انسان بظاہر بہادر معلوم ہوتے ہیں لیکن اندر سے بزدل شیطان ہوتے ہیں۔

آں دُہل[1] را مانی اے زَفت چو عاد — کہ بروآں شاخ را می کوفت باد

اے عاد کی طرح موٹے تو اُس ڈھول کی طرح ہے — کہ جس پر ہوا شاخ کو مار رہی تھی

رُو بہے اشکارِ خود را باد داد — بہر طبلے ہمچو خیکے پُر زباد

لومڑی نے اپنا شکار برباد کر دیا — اُس ڈھول کی وجہ سے جو مشک کی طرح ہوا سے پُر تھا

چوں ندید اندر دُہل او فربہی — گفت خو کے بہ ازیں خیکے تہی

جب اس نے ڈھول کے اندر مٹاپا نہ دیکھا — بولی، اس خالی مشک سے تو سور بہتر ہے

روبہاں ترسند ز آوازِ دُہل — عاقلش چنداں بکوبد کہ لَا تَقُل

ڈھول کی آواز سے لومڑیاں ڈرتی ہیں — عقلمند اُس کو اتنا پیٹتا ہے، کہ کچھ نہ بول

قصۂ تیر اندازے و ترسیدنِ اُو از سوار یکہ در بیشہ می رفت

ایک تیر انداز کا قصہ اور اس کا اُس سوار سے ڈرنا جو جنگل میں جا رہا تھا

یک سوارے با سلاح و بس مہیب — مے شد اندر بیشہ[2] براسپے نجیب

ایک ہتھیار بند سوار اور بہت ہیبت ناک — ایک عمدہ گھوڑے پر جنگل میں جا رہا تھا

تیر اندازے بحکم، او را بدید — پس ز خوفِ او کماں را بَرکشید

ایک قدر انداز نے اُس کو دیکھا — اُس کے ڈر سے اُس نے کمان تانی

تازند تیرے سوارش بانگ زد — من ضعیفم گرچہ زَفتستم جسد

تاکہ اُس پر تیر چلا دے، سوار نے اُس کو پکارا — میں کمزور ہوں، اگرچہ میرا بدن موٹا ہے

ہاں وہاں منگر تو در زفتی من — کم کمم در وقت جنگ از پیرزن

خبردار خبردار! تو میرے مٹاپے کو نہ دیکھ — کیونکہ میں لڑائی میں بوڑھی عورت سے بھی بہت کم ہوں

گفت رَو کہ نیک گفتی ورنہ نیش — برتو می انداختم از ترسِ خویش

اُس نے کہا چلا جا، تو نے اچھا ہوا بتا دیا ورنہ تیر — میں اپنے ڈر سے تجھ پر چلا دیتا

بے رجولیت چناں تیغے بمُشت — بس کساں را کالت پیکار کشت

بغیر بہادری کے اِس طرح سے ہاتھ میں تلوار — بہت سے لوگ ہیں جن کو جنگ کے ہتھیار نے مروا دیا

گر بپوشی تو سلاحِ رُستماں — رفت جانت چوں نباشی مَرد آں

اگر تو رستموں کے ہتھیار باندھے — جب تو اُس کا اہل نہیں ہے تو تیری جان گئی

---

[1] دہل۔ ڈھول جو کہ تومند ہوتا ہے اور اندر سے خالی ہوتا ہے وہ درخت پر ایسی جگہ لٹکا ہوا تھا جہاں ہوا اس پر شاخ کی ضرب لگا دیتی تھی۔ روبہے۔ کسی لومڑی نے اس کو موٹا شکار سمجھ کر اپنا چھوٹا شکار بھی چھوڑ دیا۔ خیک۔ مشک۔ خوک۔ سور۔ روبہان۔ بدن کے فربہ اور ہمت کے کوتاہ شخص سے بے عقل لوگ ڈرتے ہیں۔ لاتقل۔ یعنی اتنی پٹائی کرتے ہیں جو ناقابل بیان ہے، یہی صورت بنے ہوئے شیخوں کی ہے کہ عوام ان کے دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ سلاح۔ ہتھیار۔ مہیب۔ ہیبت ناک۔

[2] بیشہ۔ جھاڑی، جنگل۔ نجیب۔ اصل گھوڑا۔ تیرانداز بحکم۔ حکمی طور پر نشانہ پر تیر مارنے والا۔ من ضعیفم۔ یعنی میرا جسم ہی بھاری بھرکم ہے اندر کچھ نہیں ہے۔ نیش۔ تیر، ڈنک۔ ترس۔ خوف۔ رجولیت۔ مردانگی، بہادری۔ آلت پیکار۔ وہ جنگی ہتھیار جن کو استعمال کرنے کی ان میں صلاحیت نہ تھی لہٰذا مزدروں کے لئے ان کی ظاہری حالت ہی تباہی کا سبب بنے گی۔ گر بپوشی۔ اگر بزدل، میدان میں بہادری کے ہتھیار باندھ کر نہ آتا تو بچا رہتا۔

جاں سپر کن[1] تیغ بگذار اے پسر
اے بیٹا! جان کی ڈھال بنالے، تلوار کو چھوڑ
ہر کہ بے سَر بود زیں شد بُرد سَر
جو بے سر تھا اُس نے اِس شاہ سے سر کو بچا لیا

آں سلاحت حیلہ و مکر تواست
وہ تیرے ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہیں
ہم ز تو زائید وہم جانِ تو خست
جو تجھ سے ہی پیدا ہوئے اور تیری ہی جان کو ختم کر دیا

چوں نکر دی ہیچ سودے زیں حیل
جب تو نے اِن حیلوں سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا
ترکِ حیلت کن کہ پیش آید دُوَل
حیلے چھوڑ دے تاکہ دولتیں سامنے آئیں

چوں یکے لحظہ نخوردی بَرزفن
جب کہ حیلے سے تو نے ایک لحہ کے لئے پھل نہ کھایا
ترکِ فن گوئے طلب رَبُّ الْمِنَنْ
حیلے چھوڑ دیجئے، اللہ کو طلب کر

چوں مبارک نیست بر تو ایں علوم
جب کہ یہ فن تیرے لئے مبارک نہیں ہیں
خویشتن گولی کن و بگذر ز شوم
اپنے آپ کو سادہ لوح بنا لے اور بدبختی سے نکل جا

چوں ملائک گوئی لَا علم لنا
تو فرشتوں کی طرح کہہ دے ہمارے لئے علم نہیں ہے
یا الٰہی! غَیْرَ مَا عَلَّمْتَنَا
اے خدا! سوائے اُس کے جو تو نے سکھایا

حیلہ و مکر اندریں رہ سود نیست
اِس راستہ میں حیلہ اور مکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے
ہر کہ شد مغرورِ عقل اُو کودنیست
جس نے عقل پر گھمنڈ کیا وہ بے وقوف ہے

یک حکایت بشنو اے صاحب قبول
اے صاحب قبول! ایک حکایت سن لے
دربیانِ جہل و عقل بوالفضول
جہل اور فضول عقل کے بارے میں

قصۂ اعرابی و ریگ در جوال کردن و ملامت کردن آں فیلسوف او را

ایک بدو اور اس کے بورے میں ریت بھرنے کا قصہ اور ایک عقلمند کا اُس کو ملامت کرنا

یک عرابی بار کردہ اُشترے
ایک بدو اونٹ پر لادے ہوئے
یک جوالے[2] زفت از دانہ بُرے
گیہوں کے دانوں کا ایک موٹا بورا لے جا رہا تھا

یک جوالِ دیگرش از ریگ پُر
دوسرا ایک بورا ریتے سے بھرا ہوا
ہر دو را او بار کردہ برشتر
دونوں کو اُس نے اونٹ پر لادا

اُو نشستہ برسَرِ ہر دو جوال
وہ دونوں بوروں پر بیٹھ گیا
یک حدیث انداز کرد اُو را سوال
ایک سوال کرنے والے نے اُس سے سوال کیا

از وطن پُرسید و آوردش بگفت
اُس کا وطن پوچھا اور اس کو گویا کیا
وندراں پرسش بسے دُرہا بسفت
اور اُس سوال میں بہت سے موتی پروئے

---

[1] جاں سپر کن۔ دنیاداروں کے مقابلہ میں دنیاداری کے ہتھیار مکروفریب سے مسلح نہ ہو نجات پا جاؤ گے۔ ہم زتو۔ مکروفریب کا ہتھیار خود انسان کا پیدا کردہ ہے اور خود اسی کی ہلاکت کا باعث ہے۔ چوں یکے لحظہ۔ انسان کی مکاری ایک منٹ کے لئے بھی انسان کے لئے مفید نہیں ہے۔ رب المنن۔ اللہ تعالیٰ۔ ایں علوم۔ یعنی دنیا طلبی کے مکروفریب۔ گول۔ بیوقوف۔ شوم۔ یعنی مکروفریب۔ اندریں رہ۔ دین اور آخرت کے معاملہ میں محض عقل سے رہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی ہے، بیکار عقل سے جہل بہتر ہے، آئندہ مولانا جو قصہ نقل فرما رہے ہیں اس کا خلاصہ یہی ہے۔

[2] جوال۔ بورا، گون جس میں سامان بھر کر چوپایوں پر لادا جاتا ہے۔ فیلسوف۔ حکیم، دانا۔ بر۔ گیہوں۔ ریگ۔ ریت۔ حدیث انداز۔ بات کو شروع کرنے والا۔ از وطن۔ یعنی اس بدو سے اس کا وطن دریافت کیا۔ آوردش بگفت۔ اس کو ہمکلام بنایا۔ وندراں۔ یعنی یہ باتیں بہت بہتر انداز میں کیں۔

بعد ازاں گفتش کہ ایں ہر دو جوال
اُس کے بعد اُس سے کہا کہ ان دونوں بوروں میں
چیست آگندہ بگو مصدوق[1] حال
کیا بھرا ہوا ہے؟ سچ کہنا

گفت اندر یک جوالم گندم ست
اُس نے کہا میرے ایک بورے میں گیہوں ہیں
در دگر ریگے نہ قوتِ مردم ست
دوسرے میں ریت ہے انسانوں کی خوراک نہیں ہے

گفت تو چوں بار کردی ایں رمال
اُس نے کہا تو نے یہ ریت کیوں لادا ہے؟
گفت تا تنہا نماندآں جوال
اُس نے کہا تاکہ یہ دوسرا بورا اکیلا نہ رہے

گفت نیم گندمِ آں تنگ را
اُس نے کہا اس بورے کے آدھے گیہوں
در دِگر ریز از پئے پاسنگ را
توازن کے لئے دوسرے بورے میں کر لے

تاسبک گردد جوال و ہم شتر
تاکہ بورے اور اونٹ ہلکے ہو جائیں
گفت شاباش اے حکیم و اہل و حر
اُس نے کہا اے دانا اور اہل اور شریف تجھے شاباش ہے

ایں چنیں فکر دقیق و رایِ خوب
ایسی لطیف سمجھ اور بہتر رائے
تو چنیں[2] عریاں پیادہ در لغوب
تو ننگا اور پا پیادہ تھکن میں ہے

رحمش آمد برحکیم و عزم کرد
دانا پر اُس کو ترس آ گیا اور اُس نے ارادہ کرلیا
کش بر اشتر برنشاند نیک مَرد
کہ وہ اُس بھلے آدمی کو اونٹ پر بٹھا لے

باز گفتش اے حکیم خوش سخن
پھر اُس نے اُس سے کہا اے شیریں کلام دانا!
شِمّہَ از حالِ خود ہم شرح کن
کچھ اپنی حالت کی تفصیل بھی بتا

ایں چنیں عقل و کفایت کہ تُراست
ایسی عقل اور لیاقت جو تجھے (حاصل) ہے
تو وزیری یا شہی بر گوئی راست
سچ بتا تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے؟

گفت ایں ہر دو نیم از عامہ ام
اُس نے کہا میں دونوں نہیں ہوں، عوام میں سے ہوں
بنگر اندر حال و اندر جامہ ام
میری حالت اور میرا لباس دیکھ لے

گفت اُشتر چند داری چند گاوَ
اُس نے کہا تیرے پاس کتنے اونٹ اور کتنی گائیں ہیں؟
گفت نے این و نہ آں مارا مکاوَ
کہا نہ یہ ہے نہ وہ ہے ہمیں (زیادہ) نہ کرید

گفت رختت چیست بارے دردکاں
اُس نے کہا ہاں تو تیری دکان میں کیا سامان ہے؟
گفت مارا کودکان و کو مکاں
کہا ہماری دکان کہاں ہے اور ہمارا مکان کہاں ہے؟

---

1. مصدوق۔ سچی بات کرنے والا۔ قوت۔ روزی، خوراک۔ رمال۔ ریت۔ تنہا نماند۔ دو برابر کے بورے لادے جاتے ہیں تاکہ توازن قائم رہے۔ گفت۔ اس عقلمند نے کہا، بجائے اس کے کہ دوسرے بورے میں ریت بھر کر توازن قائم کیا جائے یہ کرلے کہ اس بورے کا آدھا گیہوں دوسرے بورے میں بھر لے، توازن ہو جائے گا اور بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا۔ شاباش۔ بدو کی عقل میں یہ ترکیب نہ آئی تھی، بہت خوش ہوا اور اس کی تعریف کرنے لگا۔
2. تو چنیں۔ پھر بدو نے کہا اس عقل و ذہانت کے باوجود تو ننگا اور پیادہ کیوں ہے۔ لغوب۔ تھکن۔ رحمش۔ بدو کو اس دانا پر ترس آیا۔ شمہ۔ یعنی بدو نے اس سے کہا اپنے کچھ احوال سنا۔ کفایت۔ یعنی بڑے کاموں کو تنہا انجام دینے کی صلاحیت۔ وزیری۔ یعنی تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے، اس عقل کے ساتھ یہی قرینہ ہے۔ مکاوَ۔ کھود کرید نہ کر۔ رختت۔ یعنی اگر بادشاہ اور وزیر نہیں ہے تو تاجر ہوگا۔

نیست قوت و نے رُخوت[1] و نے قماش
نہ کھانا ہے اور نہ لباس اور نہ اسباب

نے متاع و نیست مطبخ نیست آش
نہ گذارا ہے اور نہ مطبخ، نہ دلیا

گفت پس از نقد پُرسم نقد چند
اُس نے کہا تو میں نقد (کے بارے میں) پوچھتا ہوں کتنا نقد ہے

کہ توئی تنہا رو و محبوب پند
کیونکہ تو اکیلا چل رہا ہے اور پیاری نصیحت کرنے والا ہے

کیمیائے مس عالم با تو است
دنیا کے تانبے کی کیمیا تیرے پاس ہے

عقل و دانش را گہر تو برتو است
عقل اور سمجھ کے موتی تہ بہ تہ ہیں

گنجہا بنہادہ باشی بر مکاں
مکان پر تو نے خزانے جمع کر رکھے ہوں گے

نیست عاقل تر ز تو کس در جہاں
تجھ سے زیادہ عقلمند دنیا میں کوئی نہیں ہے

گفت واللہ نیست یا وجہ العرب
اُس سے کہا خدا کی قسم اے عرب کے سردار! نہیں ہے

در ہمہ مِلکم وجوہِ قوتِ شب
میری ساری ملکیت میں رات کا گذارا

پا برہنہ تن برہنہ می رَوَم
ننگے پیر، ننگے بدن گھومتا ہوں

ہر کہ نانے می دہد آنجا رَوَم
جو روٹی دے دیتا ہے وہاں چلا جاتا ہوں

مَر مَرا ازیں حکمت و فضل و ہنر
مجھے اس دانائی اور فضیلت اور ہنر سے

نیست حاصل جز خیال و دردِ سر
سوائے خیال اور درد سر کے کچھ حاصل نہیں ہے

پس عرب گفتش کہ شو دُور از برم[2]
تو بدو نے اُس سے کہا میرے پاس سے دور ہو

تا نہ بارد شومی تو برسَرم
تاکہ تیری بدبختی میرے سر پر نہ برس پڑے

دُور بر آں حکمت شومت زِمن
اپنی منحوس دانائی کو مجھ سے دور لے جا

نطق تو شوم ست براہل زمن
زمانہ والوں پر تیری باتیں بھی بدبختی ہیں

یا تو آں سو رَو من ایں سوی روم
یا تو اُدھر جا اور میں اِدھر جاؤں

وَر تُرا رہ پیش من واپس شوم
اور اگر تجھے آگے جانا ہے تو میں واپس ہوتا ہوں

یک جو الم گندم و دیگر زریگ
میرا ایک گیہوں کا بورا اور دوسرا ریت کا

بہ بود زیں حیلہائے مُردہ ریگ
ان ذلیل تدبیروں سے بہت اچھا ہے

کیں جوالِ گندم و ریگم یقیں
کیونکہ میرے گیہوں اور ریت کا بورا یقیناً

بہ بود زاں حکمت تو اے مہیں
اے ذلیل! تیری دانائی سے بہتر ہو گا

احمقی ام بس مبارک احمقی ست
میری بیوقوفی بہت مبارک بے وقوفی ہے

کہ دلم بابرگ و جانم متقی ست
کہ میرا دل صاحب ساز و سامان ہے اور جان (مصیبتوں) سے محفوظ ہے

---

1 رخوت۔ رخت کی جمع، لباس۔ آش۔ ہر پتلا کھانا، کھانا۔ کیمیا۔ یعنی عقل و دانش۔ گنجہا۔ تو نے اپنی عقل و دانش سے بہت کچھ کمایا ہوگا۔ وجہ العرب۔ عرب کے سردار۔ وجوہ۔ گذارے کا سامان۔ پابرہنہ۔ ننگے پیر اور ننگے بدن مارا مارا پھرتا ہوں، جدھر روٹی کی امید ہوتی ہے، اُدھر چل دیتا ہوں۔

2 بر۔ پہلو۔ شومی۔ اس عقل کے ہوتے ہوئے اتنا افلاس بدبختی کی دلیل ہے۔ دور بر۔ دور لے جا۔ یا تو آں سو۔ جدھر تو جائے گا میں اُدھر نہ جاؤں گا، غرضیکہ مجھے تیرا ساتھ گوارا نہیں ہے۔ یک جو الم۔ یعنی میری وہ بیوقوفی تیری اس عقلمندی سے بدرجہا بہتر ہے۔ مردہ ریگ۔ ناکارہ۔ مہین۔ ذلیل۔ متقی۔ یعنی مصائب سے بچنے والی۔

گر تو خواہی[1] ایں شقاوت کم شود
اگر تو چاہتا ہے کہ یہ بدبختی کم ہو جائے

جہد کن تا از تو حکمت کم شود
تو کوشش کر کہ تیری دانائی کم ہو جائے

حکمتے کز طبع زاید و ز خیال
وہ دانائی جو خیال اور طبیعت سے پیدا ہو

حکمتے بے فیض نورِ ذوالجلال
وہ دانائی جو اللہ (تعالیٰ) کے نور سے بے فیض ہو

حکمت دنیا فزاید ظن و شک
دنیا کی سمجھ ظن اور شک بڑھاتی ہے

حکمت دینی برد فوقِ فلک
دین کی سمجھ آسمان پر لے جاتی ہے

رُوبہانِ زیرکِ آخر زماں
آخر زمانہ کی چالاک لومڑیوں نے

بر فزودہ خویش بر پیشینیاں
اپنے آپ کو اگلوں سے بڑھا رکھا ہے

روبہانِ زیرکِ صاحب کمال
صاحب کمال، چالاک لومڑیوں نے

برفزودہ خویش را زِ اصحابِ حال
اصحاب حال پر اپنے آپ کو بڑھا رکھا ہے

حیلہ آموزاں جگرہا سوختہ
حیلہ بازوں نے، جگر جلا کر

حیلہا و مکرہا آموختہ
حیلے اور مکر سیکھے ہیں

صبر و ایثار[2] و سخائے نفس و جود
صبر اور ایثار اور نفس کی سخاوت اور بخشش

باد دادہ کاں بودَ اکسیر سود
کو برباد کر دیا جو نفع کی اکسیر ہوتی ہے

فکر آں باشد کہ بکشاید رہے
سمجھ تو وہ ہے جس سے راستہ کھلے

راہ آں باشد کہ پیش آید شہے
راستہ وہ ہے کہ کوئی شاہ سامنے آئے

شاہ آں باشد کہ از خود شہ بودَ
شاہ وہ ہوتا ہے جو خود شاہ ہو

نے بمخزنہا و لشکر شہ بود
نہ کہ خزانوں اور لشکر کی وجہ سے شاہ ہو

تا بماند شاہی اُو سَرمدی
تاکہ اُس کی شاہی ابدی رہے

ہمچو عزو ملک دین احمدی
جیسے دین احمدی کی بادشاہی اور عزت

تا قیامت نیست شرعش را زوال
قیامت تک اُن کی شریعت کو زوال نہیں ہے

گشتہ دور از ملک اُو عین الکمال
نظر بد اُن کی سلطنت سے دور ہے

کراماتِ سلطانِ ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ برلب دریا

دریا کے کنارے پر سلطان ابراہیم ابن ادہمؒ کی کرامات

---

[1] گرتو خواہی۔ تیری عقل و دانائی ہی بدبختی کا سبب ہے تو اپنی دانائی کو کم کرلے تاکہ بدبختی کم ہو جائے۔ حکمتے۔ یعنی وہ چالاکی اور دانائی جو طبع زاد ہو اور اللہ کے نور سے بے فیض ہو وہی بدبختی کا سبب بنتی ہے۔ حکمت دینی۔ دین کی فطانت اور سمجھ انسان کے عروج کا سبب ہے۔ رو بہاں۔ یعنی وہ فلاسفہ جو محض اپنے عقلی تخمینوں کی وجہ سے متقدمین کی تحمیق کرتے ہیں۔ اصحاب حال۔ یہ لوگ حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں، محض ظن و تخمین سے کام نہیں لیتے ہیں۔ حیلہ آموزاں۔ محض دنیا کمانے کے حیلے اور تدبیریں بڑی جگر سوزی سے حاصل کی ہیں۔

[2] صبر و ایثار۔ علوم خداوندی سے اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ اصل فائدہ ہیں جس کو انہوں نے برباد کر دیا ہے۔ فکر۔ دنیوی معاش کی تدبیر اور فکر بے حقیت ہے، تدبیر اور فکر تو وہ ہے جس سے کسی شیخ کی طرف راہ نمودار ہو جو حقیقی شاہ ہے۔ شاہ۔ دنیوی بادشاہ تو لشکر اور خزانہ کے ذریعے شاہی کرتے ہیں، شیخ وہ شاہ ہے جس کو اپنی شاہی کے لئے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ تا بماند۔ شیوخ کی شاہی لازوال ہے جیسا کہ دین احمدی کی عزت اور سلطنت لازوال ہے۔ گشتہ۔ اس کو نظر بد نہیں لگ سکتی۔ کرامات۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شیوخ کی بادشاہت دنیاوی شاہوں سے بڑھ کر ہے۔

ہم ز ابراہیم[1] اَدہمؒ آمدست
ابراہیم (ابن) ادہمؒ کے بارے میں منقول ہے

دلق خودمی دوخت آں سلطانِ جاں
وہ روحانی بادشاہ اپنی گدڑی سی رہے تھے

آں امیر از بندگانِ شیخ بود
وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا

شکل دیگر گشت خلق و خلق اُو
اُس کی جسمانی اور اخلاقی حالت بدل گئی

کورہا کرد آنچناں ملک شگرف
کہ اُنہوں نے ایسی عجیب سلطنت چھوڑ دی

ترک کرد اُو ملک ہفت اقلیم را
اُنہوں نے ساتوں اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ دیا

ملک ہفت اقلیم ضائع می کند
ساتوں اقلیم کی سلطنت کو برباد کر رہے ہیں

شیخ واقف گشت[2] از اندیشہ اش
اُس کے (اس) خیال سے شیخ آگاہ ہو گئے

چوں رجا و خوف در دلہا رَواں
دلوں میں امید اور ڈر کی طرح رواں ہے

دل نگہدارید اے بے حاصلاں
اے مفلسو! دل کی حفاظت رکھو

پیش اہل تن ادب برظاہرست
اہل ظاہر کے سامنے ظاہری ادب ضروری ہے

پیشِ اہل دل ادب برباطن ست
اہل دل کے سامنے باطنی ادب ضروری ہے

کو ز راہے برلب دریا نشست
کہ وہ ایک راستہ پر ایک دریا کے کنارے بیٹھے تھے

یک امیرے آمد آنجا ناگہاں
اچانک اُس جگہ ایک سردار آ گیا

شیخ را بشناخت سجدہ کرد زود
اُس نے شیخ کو پہچان لیا بہت جلد سجدہ کیا

خیرہ شد در شیخ و اندر دلق او
شیخ اور اُن کی گدڑی کے بارے میں حیران ہو گیا

برگزید ایں فقر و بس باریک حرف
اس فقیری کو اختیار کر لیا جو بہت باریک حرف ہے

می زند بر دَلق سوزن چوں گدا
فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں

چوں گدا بر دلق سوزن می زند
فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں

شیخ چوں شیرست و دلہا بیشہ اش
شیخ شیر کی طرح ہے اور دل اُس کے جنگل ہیں

نیست مخفی بروے اَسرارِ نہاں
اُس پر چھپے ہوئے راز پوشیدہ نہیں ہیں

در حضورِ حضرتِ صاحب دلاں
اہل دل کی مجلس کی حاضری میں

کہ خدا زِ ایشاں نہاں را سازست
کیونکہ خدا اُن سے رازوں کو پوشیدہ رکھنے والا ہے

زانکہ دل شاں برسَرائر فاطن ست
کیونکہ اُن کا دل باطنی احوال پر تکنے والا ہے

---

1. ابراہیم۔ یعنی ادہم کے بیٹے ایک دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سی رہے تھے۔ سلطانِ جاں۔ یعنی روحانی شاہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ امیر۔ سردار۔ سجدہ کرد۔ تعظیمی سجدہ جس کا بادشاہوں کے درباروں میں رواج تھا جو شرعی اعتبار سے ناجائز ہے۔ خیرہ شد۔ اس نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم کا شاہی ٹھاٹ باٹ دیکھا تھا تو اس حالت کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ باریک حرف۔ خفی تحریر میں ظاہری شان و شوکت نہیں ہوتی ہے اور اس پر غور دشوار ہوتا ہے یہی حال فقر اور تصوف کا ہے۔ ہفت اقلیم۔ حضرت ابراہیمؒ نے بہت بڑی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی تھی۔
2. شیخ واقف گشت۔ بزرگانِ دین لوگوں کے قلبی وساوس کو تاڑ جاتے ہیں وہ بمنزلہ شیر کے ہیں اور لوگوں کے قلوب ان کی کچھار ہیں۔ چوں۔ جس طرح امید و بیم قلب میں سرایت کرتے ہیں اسی طرح شیوخ بھی لوگوں کے قلوب میں رواں دواں رہتے ہیں اور چھپے ہوئے وسوسوں کو جان جاتے ہیں۔ دل نگہدارید۔ بزرگوں کے سامنے جا کر دل میں برے وسوسے نہ لانے چاہئیں۔ بے حاصل۔ وہ شخص جس کو روحانی دولت نہیں ملی۔ اہل تن۔ جو اصحاب ظاہر ہیں ان کے سامنے تو ظاہر کو مؤدب رکھنا ضروری ہے اہل باطن کے سامنے باطن کو مؤدب رکھنا ضروری ہے۔ فاطن۔ ہتیم، ساکن۔

تو بعکسے[1] پیش کوراں بہرہ جاہ
تو بالعکس اندھوں کے سامنے رتبہ کی خاطر
با حضور آئی نشینی پائگاہ
حضور (دل) کے ساتھ آتا ہے اور نچلی جگہ بیٹھتا ہے

پیش بینایاں کنی ترکِ ادب
بیناؤں کے سامنے تو ادب کو ترک کر دیتا ہے
نارِ شہوت را ازاں گشتی حطب
اِسی لئے تو شہوت کی آگ کا ایندھن بنا ہے

چوں نداری فطنت و نور ہدیٰ
چونکہ تو سمجھ اور ہدایت کا نور نہیں رکھتا ہے
بہر کوراں روی را میزن جلا
اندھوں کے لئے چہرے کو مانجھتا رہ

پیشِ بینایاں حدث بر روی مال
بیناؤں کے سامنے چہرے پر پلیدی مل لے
ناز کم کن[2] باچنیں گندیدہ حال
اس گندی حالت پر فخر نہ کر

شیخ سوزن زود در دریا فگند
شیخ نے فوراً سوئی دریا میں پھینک دی
خواست سوزن را باآوازِ بلند
(پھر) زور سے سوئی مانگی

صد ہزاراں ماہیٔ اللّٰہیے
لاکھوں خدائی مچھلیاں
سوزنِ زر بر لب ہر ماہیۓ
ہر مچھلی ہونٹوں میں سونے کی سوئی دبائے ہوئے

سوزنِ زرّیں دراں دندانِ او
سونے کی سوئی اُس کے دانتوں میں
کہ بگیر اے شیخ سوز نہائے ہو
کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے

سَر بر آورد از دریائے حق
اللہ (تعالیٰ) کے دریا سے اُنہوں نے سر اُبھارا
کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق
کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے

گفت الٰہی سوزنِ خود خواستم
اُس (شیخ) نے کہا میرے خدا میں نے اپنی سوئی مانگی ہے
وا دہ از فضلت نشانِ راستم
اپنی مہربانی سے مجھے ٹھیک نشانی دکھا دے

ماہیۓ دیگر برآمد در زماں
فوراً ایک دوسری مچھلی برآمد ہوئی
سوزنِ او را گرفتہ دَر دہاں
اُن کی سوئی منہ میں لئے ہوئے

رُو بدو کرد و بگفتش اے امیر
اُس کی طرف رخ کیا اور کہا، اے سردار!
ملک دل بہ یا چناں ملک حقیر
دل کی بادشاہی اچھی ہے یا وہ حقیر سلطنت

ایں نشانِ ظاہرست ایں ہیچ نیست
یہ ظاہر کی نشانی ہے اور، یہ کچھ نہیں ہے
باطنے جوی و بظاہر بَرمایست
باطن کی جستجو کر اور ظاہر پر نہ ٹھہر

---

[1] تو بعکسے۔ لیکن عموماً لوگ اس کے بالعکس معاملہ کرتے ہیں ظاہری شاہوں کے سامنے اخلاص سے جاتے ہیں اور بزرگوں کی مجلس میں فاسد خیالات لے کر جاتے ہیں۔ کوراں۔ یعنی باطن کے اندھے۔ بینایاں۔ وہ شیوخ جن کو باطنی بصیرت حاصل ہے۔ حطب۔ ایندھن۔ چوں نداری۔ اگر تو کور باطن ہے تو کور باطنوں کی مجلس میں منہ کو پُر رونق بنا کر جا۔ پیش بینایاں۔ اگر تو کور باطن ہے تو بزرگوں کے سامنے منہ پر اور گندگی لگا کر جا۔

[2] ناز کم کن۔ لیکن یہ تیری حالت تیرے لئے باعث فخر نہیں ہے۔ شیخ۔ چونکہ اس امیر نے روحانی شاہی کو کمتر سمجھا تھا لہٰذا اس کی اصلاح کے لئے یہ کرامت دکھائی کہ اپنی سوئی اس دریا میں پھینک دی جس کے کنارے بیٹھے تھے اور پھر باآواز بلند اس سوئی کو مانگا۔ صد ہزاراں۔ لاکھوں مچھلیاں سونے کی سوئیاں ہونٹوں میں دبائے دریا سے نمودار ہوگئیں۔ گفت۔ شیخ ابراہیم نے فرمایا اے خدا میں تو صرف اپنی سوئی چاہتا ہوں، وہ عطا کر کے اپنی مہر کی سچی نشانی ظاہر فرمادے۔ ماہیۓ دیگر۔ ان مچھلیوں کے علاوہ ایک اور مچھلی نمودار ہوئی جس کے منہ میں شیخ کی سوئی تھی۔ رو بدو کرد۔ تب شیخ ابراہیم نے اس سردار سے کہا۔ ایں۔ یعنی دنیوی شاہی۔ باطنے جو۔ یعنی روحانی شاہی کا طالب بن، ظاہری شاہی پر اکتفا نہ کر۔

سوئے شہر[1] از باغ شاخے آورند
شہر کی جانب باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں

خاصہ باغے کاں فلک یک برگِ اوست
خصوصاً وہ باغ کہ یہ آسمان اُس کا ایک پتہ ہے

برنمیداری سوئے آں باغ گام
(اگر) تو اُس باغ کی طرف قدم نہیں اُٹھاتا ہے

تاکہ آں بو جاذبِ جانب شود
تاکہ وہ خوشبو تیری روح کی کشش کا سبب بن جائے

تاکہ آں بوسوئے بستانت کشد
تاکہ وہ خوشبو تجھے باغ کی طرف کھینچے

چشم نابینات را بینا کند
تیری اندھی آنکھوں کو بینا بنا دے

گفت یوسفؑ ابن یعقوبؑ نبی
(حضرت) یعقوبؑ نبی کے بیٹے (حضرت) یوسفؑ نے فرمایا

بہر ایں بو گفت احمدؐ در عظات
اِسی خوشبو کیلئے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وعظوں میں فرمایا

پنج حس[3] در ہمدگر پیوستہ اند
پانچوں حواس ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں

قوتِ یک قوتِ باقی شود
ایک کی خوراک بقیہ کے لئے قوت بن جاتی ہے

باغ و بستاں را کجا آنجا برند
باغ اور بستاں کو وہاں کہاں لے جاتے ہیں

بلکہ آں مغزست و ایں عالم چو پوست
بلکہ وہ گودا ہے اور یہ عالم چھلکے کی طرح ہے

بوی افزوں جوی و کن دفع زکام
تو بڑھی ہوئی خوشبو کی جستجو کر اور زکام کو دفع کر

تاکہ آں بو نورِ چشمانت شود
تاکہ وہ خوشبو تیری آنکھوں کا نور بن جائے

وا نماید مر ترا راہِ رَشد
تیرے لئے ہدایت کا راستہ نمودار کر دے

سینہ ات[2] را سینۂ سینا کند
تیرے سینے (کو) سینہ کا سینہ بنا دے

بہر بو اَلْقُوْا عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ
خوشبو کے لئے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو

دَائِمًا قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ
ہمیشہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے

رُستہ ایں ہرپنج از اصل بلند
ایک بلند جڑ سے یہ پانچوں اُگے ہیں

ما بقی راہر یکے ساقی بود
باقی میں سے ہر ایک کو سیراب کرنے والی ہو جاتی ہے

---

1. سوئے شہر۔ دنیا کی مثال ایک شہر کی سے ہے اور عالم غیب ایک باغ ہے جس کا تھوڑا سا حصہ اس دنیا میں دکھا دیا گیا ہے، باغ میں سے چند پھولدار شاخیں شہر میں لائی جاتی ہیں۔ خاصہ باغے۔ اس دنیا کا آسمان بھی اس باغ کا ایک پتہ ہے۔ بلکہ۔ عالم غیب مغز ہے اور عالم شہود اس کا چھلکا ہے۔ برنمیداری۔ عالم غیب کے باغ میں اگر قدم نہیں پہنچتا ہے تو اس کی خوشبو حاصل کر لی جائے اور اس زکام کو دفع کیا جائے جو خواہش نفسانی کی وجہ سے قوتِ شامہ پر طاری ہو گیا ہے۔ تاکہ آں بو۔ جب عالم غیب کی خوشبو سونگھے گا تو روح عالم غیب کی طرف کھنچے گی اور وہ خوشبو آنکھوں کے لئے نور بصیرت بن جائے گی اور عالم غیب کے لئے راہ نمودار ہو جائے گی۔

2. سینہ ات۔ سالک کا سینہ کوہِ سینا بن جائے گا جس میں تجلیاتِ رب کا ظہور ہو گا۔ گفت یوسفؑ۔ جبکہ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کے فراق میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ذریعہ اپنی قمیص بھیجی تھی اور کہا تھا کہ اس کو حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈال دینا، مولانا فرماتے ہیں اس قمیص میں وہی عالم غیب کی خوشبو تھی جس کے اثر سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ بہر ایں۔ یہی عالم غیب کی خوشبو تھی جو آنحضورﷺ کو نماز کی حالت میں محسوس ہوتی تھی جس کی وجہ سے آنحضورﷺ نے فرمایا میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے۔

3. پنج حس۔ یعنی لطائف ستہ، قلب، روح، نفس، سر، خفی، اخفی۔ چونکہ بعض صاحبان نے نفس کو روح کے تابع مانا ہے اس لئے ان کو پانچ کہہ دیا ہے، اگر سالک ایک لطیفہ کو مصفا بنا لیتا ہے تو دوسرے لطائف بھی تصفیہ قبول کر لیتے ہیں، اگر ایک کو غذا حاصل ہوتی ہے تو بقیہ لطائف کے لئے بھی وہ قوت کا سبب بن جاتی ہے مثلاً لطیفہ قلب کو ذکر کی غذا حاصل ہوتی ہے تو یہ دوسرے لطائف کے لئے باعث تقویت ہے۔

دیدنِ دیدہ[1] فزاید عشق را — عشق در دیدہ فزاید صدق را
آنکھ کا دیکھنا عشق کو بڑھاتا ہے — عشق، آنکھوں میں صدق کو بڑھاتا ہے

صدق بیداریِ ہر حس می شود — حس ہارا ذوق مونس می شود
صدق، ہر حس کی بیداری بن جاتا ہے — حواس کے لئے ذوق دوست بن جاتا ہے

آغاز منور شدنِ حواس عارف بنورِ غیب بیّن

غیب کو دیکھنے والے نور سے عارف کے حواس کے بانور ہونے کا آغاز

چوں یکے حس در رَوِش بکشاد بند — مابقی حس ہا ہمہ مبدل شوند
جب ایک حس نے رفتار میں بندش کو کھول دیا — باقی حواس سب بدل جاتے ہیں

چوں یکے حس غیر محسوسات دید — گشت غیبے برہمہ حِسّہا پدید
جب ایک حس نے غیر محسوس کو دیکھا — تو غیب ہر حس پر ظاہر ہو جاتا ہے

چوں ز جو[2] جست از گلہ یک گوسفند — پس پیا پے جملہ زانسو بَر جَہند
جب ریوڑ میں سے ایک بکری نہر کو کود جائے — تو سب پے در پے اُس جانب کود جاتی ہیں

گوسفندانِ حواست را براں — در چَرا از اَخرَج الْمَرْعٰی چَراں
تو اپنے حواس کی بکریوں کو ہانک — اَخرَجَ الْمَرْعٰی کی چراگاہ میں چرا

تادر آنجا سنبل و ریحاں چرند — تابہ گلزارِ حقائق[3] رَہ بَرند
تاکہ وہاں وہ سنبل و ریحان چریں — تاکہ حقیقتوں کے چمن کی طرف راستہ پائیں

ہرحست پیغمبر حس ہا شود — تا یکایک سوئے آں جنت رَوَد
تیری ہر حس (باقی) حواس کے لئے پیغامبر بن جائے — تاکہ فوراً اُس جنت کی طرف چل جائے

حس ہا با حس تو گویند راز — بے حقیقت بے زبان و بے مجاز
حواس تیری حس سے راز کہہ دیں گے — بغیر زبان اور بغیر حقیقت و مجاز کے

کیں حقیقت قابل تا ویلہاست — ویں توہم مایۂ تخییلہات ست
کیونکہ یہ حقیقت تاویلوں کے قابل ہے — اور یہ توہم خیالات کا سرمایہ ہے

---

1. دیدنِ دیدہ۔ ایک لطیفہ کے تاثر سے دوسرے لطائف کے متاثر ہونے کی مثال ہے، آنکھ متاثر ہوتی ہے تو اس سے دل متاثر ہو جاتا ہے اور اس میں کیفیت عشق پیدا ہو جاتی ہے جس سے صدق اور اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ صدق۔ عشق سے اخلاص پیدا ہو تو اس سے دیگر حواس متاثر ہو جاتے ہیں اور ان میں وصل محبوب کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ چوں یکے حس۔ جب ایک لطیفہ موانع کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے تو بقیہ لطائف میں بھی تبدیلی آنے لگتی ہے۔ غیر محسوسات۔ جب ایک لطیفہ کو عالم غیب کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے تو بقیہ لطائف بھی عالم غیب کا ادراک شروع کر دیتے ہیں۔
2. چوں ز جو۔ ایک لطیفہ سے دوسرے لطائف کو آزادی حاصل کرنے کی مثال ہے کہ گلہ میں سے ایک بکری اگر نہر میں کود جاتی ہے تو بقیہ بکریاں بھی نہر میں کود جاتی ہیں۔ گوسفنداں۔ سالک کو چاہیے کہ اپنے لطائف کی بکریوں کو عالم غیب کی چراگاہ میں چرائے اور لطائف کے لئے اس عالم سے اسرار اور معارف کی غذا حاصل کرے۔ اخرج المرعی۔ اس خدا نے چراگاہ پیدا فرمائی۔ مولانا نے چراگاہ سے عالم غیب کی چراگاہ مراد لی ہے۔
3. حقائق۔ یعنی معرفت خداوندی کے حقائق۔ ہر حست۔ ہر لطیفہ دوسرے لطائف کے لئے معارف جنت کی پیغامبری کا کام دینے لگے۔ حس ہا۔ جب لطائف ستہ مصفا بن جاتے ہیں تو مریدین اور مسترشدین لطائف بغیر لفظی گفتگو کے جس میں حقیقت اور مجاز اور زبان کا استعمال نہیں ہوتا ہے، شیخ کے لطائف سے اپنا راز کہہ دیتے ہیں۔ کیں حقیقت۔ لفظی عبارت جس میں حقیقت اور مجاز کا استعمال ہوتا ہے، اس میں تو تاویل کی گنجائش ہوتی ہے لیکن لطائف کی باہمی گفتگو میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ یہاں نفس الامر مشاہدہ ہوتا ہے۔

آں حقیقت را کہ باشد از عیاں ۔ ہیچ تاویلے نگنجد در میاں

وہ حقیقت جو مشاہدہ سے حاصل ہو ۔ اُس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے

چونکہ ہر حس بندۂ حس تو شد ۔ مر فلکہا را نباشد از تو بد

جب ہر حس تیرے حس کی غلام ہو گئی ۔ تو آسمانوں کے لئے (بھی) تیرے سوا چارہ نہیں

چونکہ دعوئی[1] میر ود در ملک پوست ۔ مغز آں را کہ بود قشر آنِ اوست

جب چھلکے کی ملکیت میں جھگڑا ہے ۔ مغز جس کی ملکیت ہوگا چھلکا اُسی کا ہو گا

چوں تنازع در فتد در تنگ کاہ ۔ دانہ آن کیست آں را کن نگاہ

جب گھاس کے گٹھڑ میں جھگڑا ہو ۔ دانہ کس کا ہے اُس کو دیکھ لے

پس فلک قشرست و نورِ روح مغز ۔ ایں پدید ست آں خفی زیں رو ملغز

تو آسمان چھلکا ہے اور روح کا نور مغز ہے ۔ یہ کھلا ہے وہ (نور روح) چھپا ہوا ہے اِس سے لغزش نہ کھا

جسم ظاہر[2] روح مخفی آمدست ۔ جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست

جسم ظاہر ہے، روح چھپی ہوئی ہے ۔ جسم آستین کی طرح ہے، جان ہاتھ کی طرح ہے

باز عقل از روح مخفی تر بود ۔ حس بسوئے روح زو تر رہ برد

پھر عقل و روح سے زیادہ پوشیدہ ہے ۔ حس روح کی جانب جلد راہ یاب ہوتی ہے

جُنبشے[3] بینی بدانی زندہ است ۔ ایں ندانی تو ز عقل آگندہ است

تو حرکت کو دیکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے ۔ تو نہیں جانتا کہ وہ عقلمند ہے

تا کہ جنبش ہائے موزوں سر کند ۔ جنبش مس را بدانش زر کند

جب تک کہ وہ موزوں (اور مناسب) حرکتیں کرے ۔ تانبے کو حرکت سے عقل کے ذریعہ سونا بنا دیتا ہے

زاں مناسب آمدن افعالِ دست ۔ فہم آید مر تُرا کہ عقل ہست

ہاتھ کے مناسب کاموں کی وجہ سے ۔ تو سمجھتا ہے کہ عقل ہے

روحِ وحی از عقل پنہاں تر بود ۔ زانکہ اُو غیب ست و اُو زاں سَر بود

وحی کی استعداد عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے ۔ اِسلئے کہ وہ عالم غیب سے ہے وہاں سے ہی ظہور میں آئی ہے

---

1. چونکہ دعوئی۔ اگر چھلکے میں دو شخصوں کا نزاع ہو تو چھلکا اسی کی ملکیت قرار دیا جائے گا، مغز جس کی ملکیت میں ہے، آسمان کائنات کا چھلکا ہے تو جب کائنات کے قلوب کسی کے تابع ہوں تو لامحالہ آسمان بھی اس کے تابع ہوگا۔ چوں تنازع۔ یہ دوسری مثال ہے، اگر بھوسے پر جھگڑا ہوگا تو بھوسہ اسی کا قرار دیا جائے گا جو اس کے اندر کے دانوں کا مالک ہوگا۔ پس فلک۔ چھلکا گودے پر ہوتا ہے اور اس کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے مغز اس میں چھپا ہوا ہوتا ہے، دوسرا مصرع پہلے مصرع کی دلیل ہے۔
2. جسم ظاہر۔ اب چند چیزوں سے ظہور اور خفا کی مثالیں دیتے ہیں اور خفی کے مراتب کا ذکر فرماتے ہیں، جسم اور روح کی نسبت وہی ہے جیسے آستین اور ہاتھ کی۔ باز عقل۔ عقل اور روح کے مخفی ہونے میں فرق ہے، عقل روح کے اعتبار سے زیادہ مخفی ہے اسی لئے حس دوسرے کی روح کو جلد پہچان جاتی ہے اور عقل کو دیر میں پہچانتی ہے۔
3. جنبش۔ کسی جسم میں حرکت دیکھتے ہو تو فوراً سمجھ جاتے ہو کہ اس میں روح ہے لیکن محض حرکت سے عقل کا پتہ نہیں لگا سکتے ہو۔ تا کہ۔ اگر اس کے حرکات اور سکنات موزوں ہیں تب تمہیں یقین ہوگا کہ وہ صاحب عقل ہے۔ روحِ وحی۔ وحی کی قبولیت کی استعداد عقل سے بھی زیادہ مخفی ہے، ہر انسان نے آنحضورﷺ کو عقل کو جان لیا اور ان کو عقلمند کہا لیکن بہت سے انسان آپ کی قبولِ وحی کی استعداد کو نہ پہچان سکے۔

عقلِ احمدؐ از کسے پنہاں نشد — روحِ وحیش مدرکِ ہر جاں نشد
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عقل کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی — اُن کی وحی کی اِستعداد ہر انسان کو محسوس نہ ہوئی

روحِ وحیی[1] را مناسبہاست نیز — در نیابد عقل کاں آمد عزیز
وحی کی استعداد کے بھی آثار ہیں — عقل اُن کو نہیں سمجھتی ہے چونکہ وہ نادر ہیں

گہ جنوں بیند گہے حیراں شود — زانکہ موقوف ست تا او آں شود
(عقل کبھی اُن آثار (کو) جنون سمجھتی ہے کبھی حیران ہوتی ہے — کیونکہ یہ اس بات پر موقوف ہے کہ (عقل وہ (وحی کی استعداد) بن جائے

چوں مناسبہائے[2] افعالِ خضرؑ — عقلِ موسیٰؑ بود در دیدش کدر
جیسا کہ (حضرت) خضرؑ کے افعال کی مناسبتیں — (حضرت) موسیٰؑ کی عقل اُن کو دیکھ کر مکدر تھی

نا مناسب می نمود افعالِ او — پیشِ موسیٰؑ چوں نبودش حالِ او
جیسا کہ (حضرت خضرؑ) کے افعال نا مناسب نظر آئے — (حضرت) موسیٰ کیلئے چونکہ (موسیٰ) کی حالت اُن (خضرؑ) کی طرح نہ تھی

عقلِ موسیٰؑ چوں بود در غیب بند — عقلِ موشی خود کیست اے ارجمند
(حضرت) موسیٰ کی عقل جب اسرار میں عاجز ہو — چوہے جیسی عقل اے بزرگ! خود کیا ہے؟

علمِ تقلیدی بود بہرِ فروخت — چوں بیابد مُشتری خوش بر فروخت
تقلیدی علم فروخت کرنے کے لئے ہوتا ہے — جب کوئی خریدار پاتا ہے چمک اُٹھتا ہے

مشتریِ علمِ تحقیقی حق ست — دائماً بازارِ او با رونق ست
تحقیقی علم کا خریدار خدا ہے — اُس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے

لب بہ بستہ[3] ہست در بیع و شریٰ — مشتری بے حد کہ اَللّٰہُ اشْتَریٰ
منہ بند کئے ہوئے خرید و فروخت میں لگا ہے — خریدار لا محدود (ذات) ہے کیونکہ اللہ نے خریدا ہے

درسِ آدمؑ را فرشتہ مشتری — محرمِ درسش نہ دیو و نے پَری
(حضرت) آدمؑ نے درس کا فرشتہ خریدا ہے — اس کے درس کا راز داں نہ شیطان ہے نہ پری ہے

آدمؑ اَنْبِئْھُمْ بِاَسْمَا درس گو — شرح کن اَسرارِ حق را موبمو
(اے) آدمؑ اُن کو اسما کی تعلیم کر، کا درس دو — ایک ایک کر کے اللہ (تعالیٰ) کے اسرار کی شرح کر دو

روحِ وحیی۔ وحی کی استعداد کے بھی کچھ آثار اور کچھ علامتیں ہیں لیکن چونکہ وہ نادر ہوتی ہیں، اس لئے ان کو عقل نہیں پہچانتی ہے۔ گہ جنوں۔ ان آثار کو عقل جنون کا اثر سمجھتی ہے کبھی حیران ہو جاتی ہے اور یہ اس لئے کہ عقل کا اس استعداد کو سمجھنا اس بات پر موقوف ہے کہ دونوں میں پوری مناسبت پیدا ہو جائے۔

چوں مناسبہائے۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کے کاموں کو غیر موزوں قرار دیا اور اعتراض کیا۔ عقلِ موسیٰؑ۔ اسرارِ غیبی کو سمجھنے میں جب حضرت موسیٰؑ جیسے عظیم پیغمبر کی عقل ناکارہ ثابت ہوئی تو چوہے جیسی عقل والے کب ان کا ادراک کر سکتے ہیں۔ علمِ تقلیدی۔ سنا سنایا علم۔ علمِ تحقیقی۔ جو مشاہدہ اور ذاتی تجربہ سے حاصل ہو۔

لب بہ بستہ۔ تحقیقی علم والا خاموشی کے ساتھ اللہ کے ساتھ خرید و فروخت میں لگا رہتا ہے۔ اللہ اشتریٰ۔ قرآن پاک میں ہے ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔ خدا نے مومنین سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ درسِ آدمؑ۔ ہر علم کا خریدار اس کے مناسب ہوتا ہے۔ حضرت آدمؑ کے علوم کے خریدار فرشتے تھے دیو و پری نہ تھے۔ آدمؑ۔ قرآن پاک میں ہے یاآدم انبئھم باسمائھم۔ یعنی اے آدم ان فرشتوں کو اسماء کی تعلیم دو۔

آنچناں کس[1] را کہ کوتہ بین بود
وہ شخص جو کوتاہ نظر ہو
در تلوّن غرق و بے تمکین بُود
تلوّن میں غرق اور بے ثبات ہو

موش گفتم زانکہ در خاکست جاش
میں نے اُسکو چوہا اس لئے کہا کہ اُس کا مقام مٹی میں ہے
خاک باشد موش را جائے معاش
چوہے کے رہنے کی جگہ مٹی ہوتی ہے

راہہا داند ولے در زیرِ خاک
راستے جانتا ہے لیکن مٹی کے نیچے کے
ہر طرف اُو خاک را کردست چاک
(اس لئے) ہر طرف مٹی میں سوراخ کر رکھے ہیں

نفس موشے نیست اِلّا لقمہ رند
چوہے کا نفس صرف لقمہ اُڑانے والا ہے
قدرِ حاجت موش را عقلے دہند
ضرورت کے بقدر چوہے کو عقل دے دیتے ہیں

زانکہ بے حاجت خداوندِ عزیز
اس لئے کہ بلا ضرورت اللہ تعالیٰ
می نہ بخشد ہیچکس را ہیچ چیز
کسی کو کوئی چیز نہیں بخشتے ہیں

گر نبودے حاجت عالم زمیں
اگر دنیا کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی
نا فریدے ہیچ ربّ العالمیں
اللہ تعالیٰ کبھی پیدا نہ فرماتا

ویں زمینِ مُضطرب محتاجِ کوہ[2]
اور یہ ہلنے والی زمین پہاڑ کی محتاج
گر نبودے نافریدے با شکوہ
اگر نہ ہوتی تو اُس پر شکوہ (پہاڑ) کو پیدا نہ فرماتا

ور نبودے حاجتِ افلاک ہم
اگر آسمانوں کی بھی ضرورت نہ ہوتی
ہفت گردوں نا فریدے از عدم
تو عدم سے سات آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا

آفتاب و ماہ و ایں استارگاں
سورج اور چاند اور یہ ستارے
جُز بحاجت کے پدید آمد عیاں
ضرورت کے بغیر کب نمودار ہوئے؟

پس کمندِ ہستہا حاجت بُود
تو موجودات کی کمند ضرورت ہے
قدرِ حاجت مَرد را آلت بود
بقدر ضرورت انسان کے لئے سامان ہوتا ہے

پس چو حاجت شد کمندِ ہستہا
تو جب ضرورت موجودات کی کمند ہے
قدرِ حاجت میرسد از حق عطا
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بقدر ضرورت عطا پہنچتی ہے

پس بیفزا حاجت اے محتاج زود
اے محتاج! حاجت کو جلد بڑھا
تا بجوشد از کرم دریائے جود
تاکہ کرم سے عطا کا سمندر جوش مارے

---

[1] آنچناں کس۔ پہلے اشعار میں عقلی علوم والوں کی عقل کو چوہے کی عقل والا کہا تھا اب اس کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ تلوّن۔ رنگ بدلنا۔ بے تمکین۔ ناپائیدار۔ جاش۔ یعنی ان لوگوں کا تعلق عالم سفلی سے ہے۔ راہہا۔ چوہے کے علم کا تعلق زمین سے ہے۔ نفس موشے۔ چوہے کو صرف خوراک کی ضرورت ہے لہٰذا اس کو اتنی سی عقل عطا ہوئی ہے۔ زانکہ۔ بلاضرورت کسی کو کوئی عطیہ نہیں ملتا۔ زمیں۔ دنیا کو اگر زمین کی ضرورت نہ ہوتی زمین وجود میں نہ آتی۔

[2] کوہ۔ اگر زمین کے ٹھہراؤ کے لئے پہاڑوں کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ پیدا نہ ہوتے۔ ور نبودے۔ اگر دنیا کو آسمانوں کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ پیدا نہ کئے جاتے۔ آفتاب۔ سورج، چاند، ستارے سب ضرورت کے ماتحت پیدا فرمائے گئے ہیں۔ پس۔ یعنی اشیاء کا وجود ضرورت کی وجہ سے ہے جس قدر ضرورت ہوتی ہے اسی قدر ذرائع دے دیئے جاتے ہیں۔ پس بے فزا۔ اپنی احتیاج اور ضرورت کو بڑھا تاکہ دریائے کرم جوش میں آئے۔

ایں گدایاں[1] بر رہ و ہر مبتلا
یہ فقیر اور مصیبت زدہ، سر راہ
حاجت خود می نماید خلق را
اپنی حاجت لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں

کوری و شَلّی و بیماری و دَرد
اندھا پن اور اپاہج پن اور بیماری اور تکلف
تا ازیں حاجت بجنبد رحم مَرد
تا کہ ان ضرورتوں کی وجہ سے انسانوں کا رحم حرکت میں آ جائے

ہیچ گوید ناں دہید اے مردماں
کوئی کہتا ہے؟ اے لوگو! روٹی دے دو
کہ مرا مال ست و انبارست و خواں
کیونکہ میرے پاس مال ہے اور سامان ہے اور خوان (نعمت) ہے

چشم ننہادہ ست حق در کور موش
چھچھوندر کو اللہ (تعالیٰ) نے آنکھیں نہیں دیں
زانکہ بے چشمے زِبودن ہست خوش
اس لئے بغیر آنکھوں کے اس کا اچک لینا بھلا ہے

می تواند زیست بے چشم و بصر
وہ بغیر آنکھ اور بینائی کے جی سکتی ہے
فارغ ست از چشم اُو در خاکِ تر
وہ تر زمین میں آنکھوں سے بے نیاز ہے

جز بدزدی اُو بروں ناید ز خاک
وہ چوری کرنے کے علاوہ زمین سے نہیں نکلتی ہے
تا کند خالق ازاں دُزدیش پاک
تا کہ اللہ (تعالیٰ) اُس چور پن سے اُسے پاک کر دے

بعد ازاں پَر یابد و مُرغے شود
اِس کے بعد وہ پر حاصل کر لے اور پرندہ بن جائے
چوں ملائک جانب گردوں رَود
فرشتوں کی طرح آسمان کی جانب جائے

ہر زماں در گلشن شکر خدا
ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کے شکر کے گلشن میں
اُو بر آرد ہمچو بلبل صد نوا
وہ بلبل کی طرح سینکڑوں نغمے گائے

کاے[2] رہانندہ مرا از وصف زشت
کہ اے مجھے برائی سے چھڑا دینے والے!
اے کنندہ دوزخے را تو بہشت
اے دوزخ کو بہشت بنا دینے والے!

می نہی در پیہ نور و روشنی
تو چربی میں نور اور روشنی پیدا کر دیتا ہے
استخواں رامی دہی سمع اے غنی
اے بے نیاز! تو ہڈیوں کو سننے کی طاقت عنایت فرماتا ہے

چہ تعلق آں معانی را بہ جسم
ان صفات کا جسم سے کیا تعلق؟
چہ تعلق فہم اشیا را باسم
ناموں سے اشیاء کو سمجھ جانے کا کیا علاقہ؟

لفظ چوں وکرست معنیٰ طائرست
لفظ گھونسلے کی طرح ہیں، معنی پرند ہیں
جسم جوئی روح آبِ سائرست
جسم نہر ہے، اور روح رواں پانی ہے

---

1. ایں گدایاں۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ فقیر جب تک اپنی مجبوری اور ضرورت کا اظہار نہیں کرتا ہے، اس کو کوئی کچھ نہیں دیتا ہے۔ ہیچ گوید۔ فقیر کبھی یہ نہیں کہے گا کہ میں بہت مالدار ہوں لہٰذا مجھے روٹی کھلا دو۔ کور موش۔ چھچھوندر کو آنکھ کی ضرورت نہ تھی، لہٰذا اس کو آنکھ عطا نہ ہوئی۔ جز بدزدی۔ عالم ناسوت میں پھنسے ہوئے اگر ضرورت محسوس کریں تو خدا ان کو نورِ بصیرت عطا کر دے۔ بعد ازاں۔ جب ان کو نورِ بصیرت حاصل ہو جائے تو ان کی عالم لاہوت کی طرف پرواز ہونے لگے۔ ہر زماں۔ پھر ان پر اسرارِ خداوندی کھلیں اور وہ بلبل کی طرح نغمہ سرائی کرنے لگیں۔

2. کاے۔ یہ ان کے نغمے ہوں گے۔ دوزخے۔ یعنی برے اعمال۔ بہشت۔ یعنی نیک اعمال۔ استخواں۔ کان کی ہڈی میں سننے کی قوت پیدا فرما دی۔ معانی۔ یعنی صفاتِ بصر و سمع وغیرہ۔ باسم۔ جب کوئی نام پکارتے ہیں فوراً اس سے کچھ سمجھ میں آ جاتا ہے۔ لفظ۔ اسم اور مسمّیٰ میں باہمی تعلق اگر سمجھ میں آتا ہے تو صرف اس قدر جیسا کہ پرند کا تعلق گھونسلے سے، جسم اور روح کی نسبت اگر مفہوم ہوتی ہے تو صرف اس قدر جیسا کہ پانی اور نہر کی نسبت ہے لیکن اس تعلق اور نسبت کی حقیقت غیر معلوم ہے۔

دَر روانی[1] روئے آب و جوئے فکر — نیست بے خاشاکِ خوب و زشت ذکر
فکر کی نہر کے پانی کی سطح، روانی میں — کوڑے اور اچھے برے خیال کے بغیر نہیں رہتی

اُو روانست و تو. گوئی واقف ست — اُو دوانست و تو گوئی عاکف ست
وہ جاری ہے، تو کہتا ہے ٹھہری ہوئی ہے — وہ دوڑ رہی ہے اور تو کہتا ہے وہ کھڑی ہے

گر نہ بینی سیرآب از جابجا — چیست بروے نوبنو خاشاکہا
اگر پانی کی روانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں ہے — تو کوڑا کرکٹ اُس پر نیا نیا کیوں ہے؟

ہست خاشاکِ تو صورتہائے فکر — نونبو در میر سد اشکال بکر
فکر کی صورتیں نیا نیا کوڑا کرکٹ ہیں — نئی شکلیں تازہ بتازہ پیدا ہوتی ہیں

روئے آبِ جوئے فکر اندر روش — نیست بے خاشاک محبوب و وحش
فکر کے نہر کے پانی کی سطح رفتار میں — اچھے اور بُرے (خس) خاشاک کے بغیر نہیں ہے

قشرہا[2] بر روئے ایں آبِ رواں — از ثمارِ باغِ غیبی شد دَواں
اس رواں پانی کی سطح پر چھلکے — عالم غیب کے باغ کے پھلوں سے چل رہے ہیں

قشرہا را مغز اندر باغ جو — زانکہ آب از باغ می آید بجو
چھلکوں کا گودا، باغ میں تلاش کر — اس لئے کہ پانی نہر میں باغ سے آرہا ہے

گر نہ بینی رفتنِ آبِ حیات — بنگر اندر سیر ایں جوی و نبات
اگر تو زندگی کے پانی کا جاری ہونا نہیں دیکھتا ہے — اِس نہر اور خس و خاشاک کی روانی پر غور کر لے

آبِ جو انبہُ تر آید در گذر — زُو کند قشرِ صور زُو تَر گذر
نہر کا پانی جب کثرت سے گذرے — اس میں صورتوں کے چھلکے تیزی سے گذر جاتے ہیں

چوں بغایت تیز شد ایں جو رواں — غم نہ پاید در ضمیر عارفاں
جب یہ نہر بہت تیزی سے چلتی ہے — تو عارفوں کے دل میں غم نہیں ٹھہرتا ہے

چوں بغایت ممتلی بود و شتاب — پس نگنجد اندر و اِلّا کہ آب
جب (وہ نہر) انتہائی بھری ہوئی اور تیز ہو — تو اُس میں پانی کے علاوہ کچھ نہیں ٹھہرتا

طعنہ زَدن بیگانہ بر شیخے و جواب گفتن مُرید شیخ آں بیگانہ را

ایک اجنبی شخص کا ایک شیخ پر طعنہ زنی کرنا اور شیخ کے ایک مرید کا اُس کو جواب دینا

---

1. دررواں۔ یعنی روح کی قوت فکریہ میں ہمیشہ اچھے برے خیالات آتے رہتے ہیں۔ اُوروانست۔ روح کو پانی سے تشبیہ دی تھی تو جس طرح سطح آب ٹھہری ہوئی نظر آتی ہے حالانکہ وہ رواں ہے، اسی طرح سے روح ملاءِ اعلیٰ کی طرف سے رواں ہے لیکن اس کا احساس نہیں ہے۔ گرنہ بینی۔ سطح آب کی روانی نئے نئے خس وخاشاک کے گزرنے سے معلوم کی جاتی ہے، اسی طرح روح کی قوت فکریہ میں مختلف خیالات کے آنے سے اس کی روانی معلوم کی جاسکتی ہے۔ روی آب۔ روح کی قوت فکریہ کی سطح پر بھی اچھے برے خیالات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔
2. قشرہا۔ روح کی قوت فکریہ کی سطح پر جو چھلکے ہیں وہ غیبی پھلوں کے چھلکے ہیں ان چھلکوں کا مغز غیبستان میں تلاش کر، وہاں سے ہی یہ پانی چلا ہے، وہاں معارف غیبیہ کے مغز تجھے حاصل ہوں گے۔ بنگر۔ لامحالہ اس کا کوئی منبع ہے۔ چوں بغایت۔ عام عارفوں کی روح کی روانی تیز ہے، اسی لئے اس پر غم وغصہ کے خس وخاشاک زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے ہیں۔ چوں بغایت۔ خاص عارفوں کی روح غم وغصہ کو قبول ہی نہیں کرتی ہے۔ طعنہ زدن۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ عارفین کاملین کی روح کسی معصیت کو قبول ہی نہیں کرتی ہے۔

اَبلہے[1] یک شیخ را تہمت نہاد — کو بدست و نیست بر راہِ رَشاد
ایک بیوقوف نے ایک شیخ پر تہمت رکھی — کہ وہ برا ہے اور راہِ ہدایت پر نہیں ہے

شارب خمرست و سالوس و خبیث — مر مُریداں را کجا باشد مغیث
شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے — تو مریدوں کا کیا دستگیر ہو گا؟

آں یکے گفتش اَدب را ہوش دار — خورد نہ بود ایں چنیں ظن برکبار
ایک شخص نے اُس سے کہا ادب کو ملحوظ رکھ — بڑوں پر ایسا گمان چھوٹا نہیں ہے

دُور ازوے دور از اوصافِ اُو — کہ زسیلے تیرہ گردد صافِ اُو
اُس سے اور اُس کے اوصاف سے بعید ہے — کہ اُسکا صاف پانی بہاؤ (کے پانی) سے مکدر ہو جائے

ایں چنیں بہتاں منہ بر اہل حق — کایں خیالِ تست بر گرداں ورق
اہل حق پر اس طرح کا جھوٹ نہ بول — یہ تیرا (محض) خیال ہے ورق پلٹ دے

ایں نباشد ور بود اے مُرغِ خاک — بحرِ قلزم راز مُردارے چہ باک
اے خشکی کے پرندہ! ایسا نہ ہوگا اور اگر ہو — بحر قلزم کو ایک مردار سے کیا خطرہ؟

نیست دون القلتین[2] و حوضِ خورد — کش تواند قطرہ آب از کار برد
وہ قلتین سے کم اور چھوٹی حوض نہیں ہے — کہ اُس کو (گندے) پانی کا ایک قطرہ بیکار کر دے

ز آتش ابراہیمؑ را نبود زیاں — ہر کہ نمرودیست گومی ترس ازاں
(حضرت) ابراہیمؑ کو آگ سے کوئی نقصان نہیں ہے — جو نمرودی ہے کہہ دے وہ اُس سے ڈرے

نفس[3] نمرود ست عقل و جاں خلیلؑ — روح در عین ست و نفس اندر دلیل
نفس نمرود ہے اور عقل اور جان خلیلؑ ہے — روح (مشاہدہ) ذات میں ہے اور نفس دلیل میں ہے

ایں دلیل راہ رہرو را بود — کو بہر دم در بیاباں گم شود
مسافر کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے — کیونکہ وہ ہر وقت جنگل میں گم ہو سکتا ہے

و اصلاں را نیست جز چشم و چراغ — از دلیل راہ شاں باشد فراغ
(اللہ تک) پہنچ جانے والوں کیلئے صرف آنکھ اور چراغ کی ضرورت ہے — راہنما سے اُن کو بے نیازی ہوتی ہے

---

1. ابلہے۔ معترض اس لئے بیوقوف تھا کہ وہ شیخ کے مقام فنا کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ شارب۔ پینے والا۔ مغیث۔ فریادرس، دستگیر۔ خورد نہ بود۔ بڑوں پر تہمت دھرنا چھوٹی بات نہیں ہے۔ کہ زسیلے۔ عموماً بہاؤ کا پانی گدلا ہوتا ہے۔ ایں نباشد۔ تو نے جو برائیاں بیان کی ہیں وہ ان میں نہ ہوں گی اور اگر ہوں تو ان کے لئے معصیت نہ سمجھی جائے گی کیونکہ فنائیت کے غلبہ کی وجہ سے اس معصیت کو شرعی اعتبار سے ان کے لئے معصیت نہ سمجھا جائے گا جیسا کہ بڑے دریا میں اگر مردار گر جائے تو شرعی اعتبار سے اس دریا کو گندہ نہ قرار دیا جائے گا۔

2. القلتین۔ یعنی دو مٹکے پانی جو بارہ سو رطل ہوتا ہے اگر اس مقدار میں پانی ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں تھوڑی سی نجاست گرنے سے وہ ناپاک نہ ہوگا۔ اگر اس مقدار سے کم ہے تو نجس ہو جائے گا۔ آتش۔ مختلف مقامات پر اشیاء کے احکام اور آثار بدل جاتے ہیں۔ قطرۂ نجاست تھوڑے پانی کو نجس بنا سکا زیادہ کو نہ بنا سکا۔ آگ نے نمرود کو نقصان پہنچایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نقصان نہ پہنچا سکی۔

3. نفس۔ نفس کی خواہش سے وہی فعل بمنزلہ آگ کے ہے اور بتقاضائے روح وہ گلزار ہے۔ روح در عین۔ روح اور نفس کے اعتبار سے احکام میں فرق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روح مشاہدۂ حق میں لگی ہے جس کو دلیل کی حاجت نہیں، نفس اس سے محروم ہے اور طالب دلیل ہے۔ ایں دلیل۔ راہنما اور دلیل راہرو کے لئے ضروری ہے جو مقصود تک پہنچ گئے وہ ان چیزوں سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔

گر دلیلے[1] گفت آں مردِ وصال
اگر وہ واصل شخص کوئی دلیل بیان کرتا ہے
گفت بہر فہم اصحابِ جدال
تو بحث کرنے والوں کی عقل کے لئے بیان کرتا ہے

بہر طفلے نو پدرتی تی کند
نو (عمر) بچے کے لئے باپ تتلاتا ہے
گرچہ عقلش ہندسۂ گیتی کند
اگرچہ اُس کی عقل جہان کی پیائش کر ڈالے

کم نہ گردد فضل اُستاد از علو
اُستاد کی بزرگی بلندی سے کم نہیں ہو جاتی
گر الف چیزے ندارد گوید اُو
اگرچہ وہ کہے الف خالی ہے

از پئے تعلیم آں بستہ دہن
منہ نہ کھولنے والے بچہ کی تعلیم کے لئے
گوید اُو خطی و ہوز کلمن
وہ حطی اور ہوز (اور) کلمن کہتا ہے

در زبانِ[2] اُو بیابد آمدن
اُس کی زبان میں آنا چاہیئے
از زبانِ خود بروں باید شدن
اپنی زبان سے نکل جانا چاہیئے

تا بیاموزد ز تو اُو علم و فن
تاکہ وہ تجھ سے علم اور فن سیکھ لے
جملگی از خود بباید گم شدن
اپنے آپ سے گم ہو جانا چاہیئے

پس ہمہ خلقاں چو طفلانِ ویند
لہٰذا تمام مخلوق اُس کے بچے جیسے ہیں
لازم است ایں پیر را در وقت پند
نصیحت کے وقت یہ بات پیر کے لئے ضروری ہے

آں مُرید شیخ بد گوینده را
شیخ کے مرید نے برا کہنے والے کو
آں بکفر و گمرہی آگندہ را
اُس کفر اور گمراہی سے بھرے ہوئے کو

گفت تو خود را مزن بر تیغ تیز
کہا، تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے نہ بھڑا
ہیں مکن باشاہ با سلطان ستیز
خبردار! شاہ اور سلطان سے جھگڑا نہ کر

حوض با دریا اگر پہلو زند
حوض اگر دریا سے ٹکرائے گا
خویش را از بیخ ہستی بَرکند
اپنے وجود کو جڑ سے کھود دے گا

نیست بحرے کو کراں دارد کہ تا
وہ ایسا دریا نہیں ہے جس کا کنارہ ہوتا کہ
تیرہ گردد اُو زمُردارِ شما
تمہارے مردار سے وہ گدلا ہو

کفر را حدست و اندازہ بداں
کفر کا ایک اندازہ اور حد ہے سمجھ لے
شیخ و نورِ شیخ را نبود کراں
شیخ اور اُس کے نور کا کنارا نہیں ہے

---

1. گر دلیل۔ عارفین جو واصل ہوتے ہیں وہ بھی کبھی استدلال سے کام لیتے ہیں تو وہ ان کے اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کی تفہیم کے لئے اپنے مرتبہ سے گر کر استدلال سے کام لیتے ہیں۔ بہر طفلے۔ باپ کی زبان صاف ہوتی ہے لیکن بچے کی خاطر تتلا کر بات کرنے لگتا ہے، بڑے سے بڑا عالم بچے کو پڑھاتے وقت الف خالی با کے نیچے ایک نقطہ کہتا ہے تو وہ مبتدی کی خاطر کہتا ہے ورنہ اس کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔ از پئے تعلیم۔ بچے کو پڑھانے کے لئے حروف ابجد کا تلفظ کرتا ہے اور ابجد ہوز حطی کہتا ہے۔

2. در زبان۔ جو زبان وہ سمجھتا ہے اسی لہجہ اور زبان میں اس کو تعلیم دیتا ہے اپنے لہجہ اور زبان سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ پس ہمہ۔ شیخ کو بھی اپنے مریدوں کو ان کی استعداد اور حالت کے مطابق تعلیم دینی چاہئے۔ آں مرید۔ اس معترض سے کہا جو کفر اور گمراہی سے پُر تھا کہ شیخ کی مثال تیز تلوار اور شاہ کی ہے جس سے بھڑنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ نیست بحرے۔ چونکہ شیخ اخلاق خداوندی کے ساتھ متصف ہے لہٰذا وہ بھی لامحدود اور دریائے ناپیدا کنار ہے۔

پیشِ بے حد[1] ہرچہ محدود ست لاست
لا محدود کے سامنے محدود، معدوم ہے
كُلِّ شَيْءٍ غَيْرَ وَجْهِ اللهِ فناست
اللہ (تعالیٰ) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے

کفر و ایماں نیست آنجائیکہ اوست
جس مقام پر وہ (شیخ) ہے وہاں کفر اور ایمان نہیں ہے
زانکہ اُو مغز ست ایں دو رنگ و پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور یہ دونوں رنگ اور چھلکا ہیں

ایں فناہا پردۂ آں وجہ گشت
یہ فانی چیزیں اُس ذات کا پردہ بن گئی ہیں
چوں چراغِ خفیہ اندر زیرِ طشت
جیسے کہ طشت کے نیچے چراغ چھپا ہوا ہو

پس سرِ ایں تن[2] حجابِ آں سرست
تو اِس جسم کا سر اُس سر کا پردہ ہے
پیشِ آں سر، ایں سرِ تن کافرست
اُس سر کے آگے جسم کا یہ سر کافر ہے

کیستؔ کافر غافل از ایمانِ شیخ
کافر کون ہے؟ شیخ کے ایمان سے غافل
کیست مُردہ بے خبر از جانِ شیخ
مُردہ کون ہے؟ شیخ کی جان سے بے خبر

جاں نباشد جز خبر در آزموں
آزمائش میں علم حاصل ہونے کے سوا کسی اور چیز سے جان (ثابت) نہیں ہوتی
ہر کرا افزوں خبر جانش فزوں
جس کا علم بڑھا ہوا ہے اُس کی جان بڑھی ہوئی ہے

جانِ ما[3] از جانِ حیواں بیشتر
ہماری جان حیوان کی جان سے بڑھی ہوئی ہے
از چہ زاں رُو کہ فزوں دارد خبر
کس وجہ سے؟ اس لئے کہ اُس کا علم بڑھا ہوا ہے

پس فزوں از جانِ ما جانِ ملک
ہماری جان سے فرشتہ کی جان بڑھی ہوئی ہے
کو منزہ شد ز حسِ مشترک
کیونکہ وہ انسان اور حیوان کی مشترک حس سے پاک ہے

وز ملک جانِ خداوندانِ دل
اور فرشتے سے اہل دل کی جان
باشد افزوں تو تحیر را بہل
بڑھی ہوئی ہو گی، تو حیرانی چھوڑ دے

زاں سبب آدمؑ بود مسجودِ شاں
اِسی لئے آدمؑ اُن کے مسجود بنے
جانِ اُو افزوں ترست از بودِ شاں
اُن کی جان اُن کی جانوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے

---

۱ پیشِ بے حد۔ جب شیخ لامحدود دریا ہے تو محدود کفر اس کے اعتبار سے غیر موجود ہے، خدا کے سوا سب کچھ فانی ہے۔ کفر و ایمان۔ یہ دونوں بندوں کے فعل ہیں، اور مقامِ فنا میں پہنچ کر جب ذاتِ باری سے وحدت ہوگئی تو اس مقام پر کفر و ایمان ان کی صفت نہیں بن سکتے۔ اس شعر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر وہ کفر کرے تو کفر کفر نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اس مقام پر کفر سے موصوف ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ ایں فناہا۔ فانی چیزیں جو شیخ سے متعلق ہیں، وہ اس کی حقیقت غیر فانی کے لئے پردہ ہیں، اس لئے عوام اس کو نہیں دیکھ پاتے ہیں۔

۲ سرِ ایں تن۔ یعنی جسمانی سر اس کے حقیقی سر کو چھپائے ہوئے ہے، ان دونوں میں اس قدر فرق ہے جیسا کہ مومن اور کافر میں، اسی لئے اس ظاہری پر تکفیر اور لعن و طعن ہوتا رہتا ہے۔ کیست۔ مولانا نے چونکہ شیخ کے جسمانی سر کو کافر کہا اب اس سے رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کافر اور مردہ تو حقیقتاً شیخ کا منکر ہے اور اس کے اوصاف سے جاہل ہے۔ جاں نباشد۔ علم جان کے لوازم میں سے ہے جبکہ وہ شیخ کے اوصاف سے جاہل ہے تو بے جان اور مردہ ہے، علم کی کثرت اور قلت سے جان کی قوت اور کمزوری کا پتہ چلتا ہے۔

۳ جانِ ما۔ انسان کی جان حیوان کی جان سے زیادہ قوی ہے، چونکہ اس کا علم بڑھا ہوا ہے، انسان کو کلیات اور جزئیات دونوں کا علم حاصل ہے، حیوانات کا علم جزئیات تک محدود ہے۔ حس مشترک۔ یعنی جو ادراک اور حواس انسان اور حیوان میں مشترک ہیں، فرشتہ ان سے بالاتر ہے لہٰذا کثرتِ معلومات کی بنا پر وہ انسان سے افضل ہے اگرچہ دوسرے اعتبارات سے انسان افضل ہے۔ وز ملک۔ اہل اللہ کی جان فرشتوں سے زیادہ قوی ہے اسی لئے آدم ملائکہ کے مسجود بنے۔

ورنہ[1] بہتر را سجودِ دُوں ترے
ورنہ اعلیٰ کو کمتر کے سجدہ کرنے کا
اَمر کردن ہیچ نبود در خورے
حکم دینا کسی طرح مناسب نہ تھا

کے پسندد عدل و لطف کردگار
اللہ تعالیٰ کا انصاف اور مہربانی کب پسند کرتی
کہ گلے سجدہ کند در پیش خار
کہ پھول کانٹے کے آگے سجدہ کرے

جاں چو افزوں شد گذشت از انتہا
جان جب بڑھ گئی، انتہا سے گذر گئی
شد مطیعش جانِ جملہ چیزہا
تمام چیزوں کی جانیں اُس کی فرمانبردار بن گئیں

مُرغ و ماہی و پَری و آدمی
پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی
زانکہ اُو بیش ست ایشاں در کمی
کیونکہ وہ بڑھا ہوا ہے، وہ کمی میں ہیں

ماہیاں سوز نگر دلقش شوند
مچھلیاں اسکی گدڑی کیلئے سوئیاں بنانے والی بن جاتی ہیں
سوزناں را رشتہا تابع بوند
دھاگے سوئیوں کے تابع ہوتے ہیں

بقیہ قصۂ ابراہیم ادہم قدسِ سرُّہٗ بر لب دریا

دریا کے کنارے پر حضرت ابراہیم ابن ادہم کے قصہ کا بقیہ

چوں نفاذِ[2] امر شیخ آں میر دید
جب اُس سردار نے شیخ کے حکم کے جاری ہونے کو دیکھا
زآمد ماہی شدش وَجدے پدید
مچھلیوں کی آمد سے اُس پر وجد طاری ہو گیا

گفت آہ ماہی زپیراں آگہ ست
اُس نے کہا افسوس! مچھلیاں پیروں سے واقف ہیں
شہ تنے را کو لعین دَرگہ است
اُس پر تف ہے جو مردود بارگاہ ہے

ماہیاں از پیر آگہ ما بعید
مچھلیاں پیر سے باخبر ہیں ہم دور ہیں
عاشقی زیں دولت و ایشاں سعید
ہم اس دولت سے بدبخت ہیں وہ نیک بخت ہیں

سجدہ کرد و رفت گریان و خراب
اُس نے سجدہ کیا اور بدحال روتا ہوا روانہ ہو گیا
گشت دیوانہ ز عشق فتح باب
(اور) دروازہ کھلنے کے عشق میں دیوانہ ہو گیا

پس تو اے ناشستہ رُو در چیستی
تو، اے گندہ رو! تو کس خیال میں ہے؟
در نزاع و در حسد با کیستی
کس سے جھگڑے اور حسد میں (مبتلا) ہے؟

بادم شیرے تو بازی می کنی
تو شیر کی دُم سے کھیل رہا ہے
برملائک تُرکتازی می کنی
فرشتوں پر حملہ کر رہا ہے

---

1. ورنہ۔ اگر حضرت آدمؑ کی جان اور روح فرشتوں سے کم ہوتی تو افضل سے کمتر کو کیسے سجدہ کرایا جاتا۔ گلے۔ پھول کانٹے سے افضل ہے تو وہ کانٹے کا مسجود نہیں ہو سکتا ہے۔ جان چوں۔ جب اہل اللہ کی جان سب جانوں سے قوی ہے تو دیگر جانداروں کی جانیں اس کے تابع فرمان ہیں، اسی لئے مچھلیاں حضرت ابراہیم ادہمؒ کی خادم بن گئیں اور ان کی گدڑی سینے کے لئے سوئیاں لے کر نمودار ہوئیں۔

2. چوں نفاذ۔ جب اس امیر نے مچھلیوں کو حضرت ابراہیم کے تابع فرمان دیکھا اور دیکھا کہ ایک مچھلی ان کی سوئی لائی تو اس پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ گفت۔ اس سردار نے اپنی لاعلمی پر اظہار افسوس کیا کیونکہ اس کے دل میں پہلے وسوسہ آ چکا تھا اور شاہی چھوڑ کر فقر اختیار کر لینے پر متعجب تھا۔ فتح باب۔ چونکہ اس پر اسرار کا دروازہ کھل گیا اس کے عشق میں دیوانہ ہو گیا۔ پس۔ اب پھر شیخ پر معترض کو خطاب ہے۔ بادم شیرے۔ شیر کی دم سے کھیلنے والا یقیناً مارا جائے گا۔

بدچہ می گوئی[1] تو خیرِ محض را
ہیں ترفع کم شمُر ایں خفض را
تو خالص خیر کو برا کیوں کہہ رہا ہے؟
خبردار! اِس گراوٹ کو بڑائی نہ سمجھ

بدچہ باشد مس محتاج مہاں
شیخ کہ بود کیمیائے بیکراں
بد کیا ہوتا ہے؟ محتاج، ذلیل تانبہ
شیخ کیا ہوتا ہے؟ لا محدود کیمیا

مس اگر از کیمیا قابل نہ بد
کیمیا ازمس ہر گز مس نہ شد
اگر تانبا، کیمیا کو قبول کرنے والا نہ تھا
تو کیمیا تانبے کی وجہ سے ہرگز تانبا نہ بنی

بدچہ باشد سرکش آتش عمل
شیخ کہ بود عین دریائے ازل
بد کیا ہوتا ہے؟ سرکش آتشیں عمل والا
شیخ کون ہوتا ہے؟ بعینہ ازلی دریا

بدکہ باشد ظالم ظلمت فزا
شیخ کہ بود عکس انوارِ خدا
بد کون ہوتا ہے؟ تاریکی کو بڑھانے والا ظالم
شیخ کون ہوتا ہے؟ خدا کے نوروں کا پرتو

بدچہ باشد آتش پُر دُود و سوز
شیخ آبِ کوثرے اندر تموز
بد کیا ہوتا ہے؟ دھویں اور سوزش سے بھری ہوئی آگ
شیخ ساون میں آبِ کوثر ہے

دائم[2] آتش را بترسانند ز آب
آب کے ترسید ہر گز ز التہاب
ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہیں
شعلہ زنی سے پانی کب ڈرا ہے؟

در رُخِ مہ عیب بینی می کنی
در بہشتے خار چینی می کنی
تو چاند کے رخ میں عیب بینی کررہا ہے
بہشت میں کانٹے چن رہا ہے

گر بہشت اندر روی اے خارِ جو
ہیچ خار آنجا نیابی غیر تو
اے کانٹے تلاش کرنے والے! اگر تو بہشت میں جائے گا
اپنے علاوہ تو اور کوئی کانٹا نہ پائے گا

می بپوشی آفتاب اندر گلے
رخنہ می جوئی ز بدرِ کاملے
تو سورج کو مٹی میں چھپاتا ہے
چودھویں رات کے چاند میں تو رخنہ تلاش کرتا ہے

آفتابے کہ بتابد در جہاں
بہر خفاشے کجا گردد نہاں
وہ سورج جو عالم پر چمکتا ہے
چمگادڑ کے لئے کہاں چھپ جائے؟

عَیبہا از ردِّ پیراں عیب شد
غیبہا از رشک پیراں غیب شد
عیب پیروں کے رد کرنے سے عیب بن گئے
(اسرار) غیب پیروں کے رشک کیوجہ سے غیب بن گئے

---

1. بدچہ می گوئی۔ اس نے شیخ کو شرابی وغیرہ کہا تھا جو مجسم نیکی تھے۔ ترفع۔ اپنے آپ کو بلند کرنا۔ خفض۔ پستی۔ بدچہ بود۔ بدتو وہ شخص ہے جو تانبے کی طرح ہے اور شیخ کا محتاج ہے جو کیمیا کی طرح ہے۔ مس۔ اگر کوئی مرید فیض حاصل نہ کرے تو اس سے شیخ میں کوئی نقصان نہیں پیدا ہوتا، تانبا اگر کیمیا کا اثر نہ قبول کرے تو کیمیا میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ بدچہ باشد۔ جس کے جہنمی اعمال ہیں، وہ بد ہے۔ شیخ ازلی دریا ہے۔ بد، ظالم اور ظلمت افزا ہے۔ شیخ خدائی انوار کا پرتو ہے۔ تموز۔ ایک گرمی کا مہینہ ہے جو ہندی حساب سے ساون میں آتا ہے۔
2. دائم۔ بد جبکہ آگ ہے اور شیخ آب کوثر تو آگ کو پانی سے نقصان پہنچتا ہے، پانی کو آگ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ در رخِ مہ۔ شیخ آفتاب ہے، اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ بہشت میں کانٹے کی تلاش سعی لاحاصل ہے، اسی طرح شیخ میں عیب تلاش کرنا عیب ہے۔ گر بہشت۔ اگر کوئی بہشت میں کانٹا تلاش کرنے جائے تو خود اس کا وجود کانٹا ہے، اسی طرح شیخ میں عیب تلاش کرنے والا خود عیب دار ہے۔ آفتاب۔ یعنی شیخ۔ گل۔ یعنی عیوب۔ بدرِ کامل۔ یعنی شیخ۔ خفاش۔ چمگادڑ یعنی شیخ کا عیب جو۔ عیبہا۔ عیوب تو عیوب اسی وجہ سے بنے ہیں کہ اُن کو شیوخ نے اپنے اندر پسند نہیں کیا ہے۔ غیبہا۔ اسرارِ غیبی اسی وجہ سے غیب ہیں کہ ان کو شیوخ نے ظاہر کرنا گوارا نہیں کیا ہے۔

بس ہنر¹ از ردِ آنہا عیب شد
بہت سے ہنر ہیں جوان کی ناپسندیدگی کی وجہ سے عیب بن گئے

بس یقیں کز شک ایشاں ریب شد
بہت سے یقین ہیں جو اُنکے شک کی وجہ سے مشکوک ہو گئے

بارے از دوری ز خدمت یار باش
آخر کار خدمت سے دوری کی بجائے یار بن جا

در ندامت چابک و پُرکار باش
ندامت میں چست اور کار آمد بن جا

تا ازاں راہت نسیمے می رسد
تا کہ اُس راستہ سے تیرے پاس نسیم پہنچ جائے

آبِ رحمت راچہ بندی از حسد
حسد کی وجہ سے رحمت کے پانی کو کیوں روکتا ہے؟

گرچہ دوری دور می جنباں تو دم
اگرچہ تو دور ہے، دور سے ہی دم ہلا

حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وَجُوهَكُمْ
تم جہاں بھی ہو اپنا چہرہ (اُس کی طرف) پھیر لو

چوں خرے در گل فتد از گام تیز
تیز روی کی وجہ سے جب کوئی گدھا کیچڑ میں پھنس جاتا ہے

دم بدم جنبد برائے عزم خیز
اُٹھنے کے ارادے سے پے در پے حرکت کرتا ہے

جائے را ہموار نہ کند بہر باش
رہنے کے لئے جگہ کو ہموار نہیں کرتا ہے

داند اُوکہ نیست آں جائے معاش
وہ جانتا ہے کہ وہ رہنے کی جگہ نہیں ہے

حسِ تو از حسِ خر کمتر بدست
تیری حسّ گدھے کی حسّ سے بھی کم ہے

کہ دلِ تو زیں وَحَلہا بر نجست
کہ تیرا دل ان کیچڑوں سے باہر نہ نکلا

در وَحَل² تاویل رخصت می کنی
تو کیچڑ میں پڑے رہنے کی اجازت کی دلیل تلاش کرتا ہے

چوں نمی خواہی کزاں دل بر کنی
چونکہ نہیں چاہتا کہ اس سے دل ہٹائے

کایں روا باشد مرا من مُضطرم
کہ میرے لئے یہ جائز ہے، میں مجبور ہوں

حق نگیرد عاجزے را از کرم
اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجبور کی گرفت نہیں کرتا ہے

اے چو کفتاری گرفتارِ فجور
اے بدکاری میں مبتلا! تو بجو کی طرح ہے

ایں گرفتن رانہ بینی از غرور
دھوکے کی وجہ سے تو گرفتار ہونے کو نہیں دیکھتا ہے

می بگویند اندروں کفتار نیست
(شکاری) کہتے ہیں بجوّ اندر نہیں ہے

از بروں جوئید کاندر غار نیست
باہر تلاش کرو، کیونکہ غار میں نہیں ہے

---

¹ بس ہنر۔ جس ہنر کو شیوخ پسند نہ کریں وہ ہنر نہیں ہے۔ جس یقین کو شیوخ یقین نہ سمجھیں وہ شک ہے۔ بارے۔ آخر کار۔ ندامت۔ یعنی اب تک دربار میں نہ پہنچنے کی شرمندگی۔ آبِ رحمت۔ حسد کی وجہ سے ان کے فیضان سے محروم نہ بن۔ می جنباں تو دم۔ تو دم ہلا یعنی محبت کر۔ حیثما کنتم۔ جس طرح سے قبلہ کا حکم ہے کہ دور سے بھی اس طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی جاتی ہے، اسی طرح پیر بھی قبلہ ہے، اس کی طرف دور سے رخ کرنے سے بھی فیض حاصل ہو سکتا ہے۔ چوں خرے۔ گدھا دلدل میں پھنسنے کے بعد نکلنے کی مسلسل کوشش کرتا ہے اور اس کو جائے رہائش نہیں سمجھتا تو اگر انسان دنیاداری کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے اس کو نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حس تو۔ بدعمل اگر بداعمالی سے نجات پانے کی کوشش نہ کرے تو گدھے سے بدتر ہے۔

² وحل۔ کیچڑ۔ در وحل۔ بعض بداعمال اور کوتاہ عمل اپنی مجبوری کا اظہار کر کے اپنے آپ کو مضطر قرار دیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ مجبور کو خدا معذور سمجھتا ہے، یہ ان کا نہایت غلط خیال ہے۔ اے چو کفتاری۔ وہ گنہگار جس کا خیال ہے کہ اس کے گناہوں پر خدا اس کی گرفت نہیں کرتا ہے مولانا اس کو اس بجو سے تعبیر کرتے ہیں جو شکاریوں کے طرز عمل سے دھوکے میں ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ می بگویند۔ مشہور ہے کہ شکاری بجو کے بھٹ پر کھڑے ہو کر آپس میں ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ بجو کو بھٹ سے باہر سمجھ رہے ہیں اور دراصل بجو کو دھوکا دینے کے لئے ایسی گفتگو کرتے ہیں، بجو ان کی گفتگو سے مطمئن ہو جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔

نیست در سوراخ گفتار اے پدر — رفت تازاں[1] اُو بسوئے آبخور
اے ابا! بجو بھٹ میں نہیں ہے — وہ گھاٹ کی جانب دوڑ گیا ہے

ایں ہمی گویند و بندش می نہند — اُو ہمی گوید زمن کے آگہند
یہ کہتے ہیں اور اُس کو پھانس لیتے ہیں — وہ یہی کہتا ہے کہ مجھ سے کہاں واقف ہیں؟

گر زمن آگاہ بودے ایں عدو — کے ندا کر دے کہ ایں گفتار کو
اگر یہ دشمن مجھ سے آگاہ ہوتے — تو یہ کب کہتے کہ یہ بجو کہاں ہے؟

تا کہ بربندند و بیرونش کنند — غافل آں گفتار از ایں ریشخند
تاکہ باندھ لیں اور اُس کو باہر نکال لیں — بجو اس مذاق سے غافل ہے

دعویٰ کردن آں شخص کہ حق تعالیٰ مرانہ گیرد بگناہ و جواب گفتن شعیبؑ اُورا

ایک شخص کا دعویٰ کرنا کہ خدا گناہ کی وجہ سے میری گرفت نہیں کرتا ہے اور حضرت شعیبؑ کا اُس کو جواب دینا

آں یکے می گفت در عہد شعیبؑ — کہ خدا از من بسے دیدست عیب
(حضرت) شعیبؑ کے زمانہ میں ایک شخص کہتا تھا — کہ خدا نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہیں

چند دید از من گناہ و جرمہا — وز کرم یزداں نمی گیرد مرا
اُس نے میرے گناہ اور جرم بہت دیکھے ہیں — اور اللہ کرم سے مجھے نہیں پکڑتا ہے

حق تعالیٰ گفت در گوشِ شعیبؑ — در جوابِ او فصیح از راہِ غیب
اللہ تعالیٰ نے (حضرت) شعیبؑ کے کان میں کہا — صاف صاف جواب غیب کے راستہ سے

کہ بگفتی چند کردم من گناہ — وز کرم نگرفت در جرمم اِلٰہ
کہ تو یہ کہتا ہے کہ میں نے بہت گناہ کیے ہیں — اور خدا نے کرم سے جرم میں مجھے نہیں پکڑا ہے

عکس می گوئی و مقلوب اے سفیہ — اے رہا کردہ رَہ و بگرفتہ تیہ[2]
اے بیوقوف! تو اُلٹی اور بالعکس بات کہتا ہے — اے گم کردہ راہ اور تیہ (کا راستہ) اختیار کیے ہوئے!

چند چندت گیرم و تو بے خبر — در سلاسل ماندۂ پا تا بہ سَر
میں تیری بار بار گرفت کرتا ہوں اور تو بے خبر ہے — پیر سے سر تک تو زنجیروں میں ہے

زنگ تو برتوت اے دیگ سیاہ — کرد سیمائے درونت را تباہ
اے کالی دیگ! تیرے تہ بہ تہ زنگ نے — تیرے باطن کی خصوصیتوں کو تباہ کر دیا ہے

بر دلت زنگار بر زنگار ہا — جمع شد تا کور شد ز اُسرار ہا
تیرے دل پر زنگوں پر زنگ — جمع ہو گیا یہاں تک کہ وہ اسرار سے اندھا ہو گیا

---

1. رفت تازاں۔ یعنی بھاگتا ہوا پانی پینے گیا ہے۔ ریش خند۔ مذاق۔ دعویٰ کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ گنہگار گرفتار ہوتا ہے اور اس کو اپنی گرفتاری کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے بطور وحی اس کا جواب حضرت شعیبؑ سے فرمایا۔ عکس می گوئی۔ یعنی تو واقعہ کے خلاف کہتا ہے، گرفتار ہے اور کہتا ہے خدا میری گرفت نہیں کرتا ہے۔ رہ۔ یعنی راہ ہدایت۔

2. تیہ۔ یہ وہ جنگل تھا جس میں بنی اسرائیل نے راستہ گم کر دیا تھا اور چالیس برس تک اس میں چکر کاٹتے رہے یعنی گمراہی۔ سلاسل۔ سلسلہ کی جمع ہے، زنجیر۔ زنگ۔ مسلسل گناہ کرنے والے کو اپنے گناہ کے اثر کا اور اس پر گرفت کا احساس نہیں رہتا، اس کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔

گر زند[1] آں دود بر دیگ نوے
اگر نئی دیگ پر دھواں لگے
آں اثر بنماید ار باشد جوے
وہ اثر دکھاتا ہے خواہ جو کے برابر ہو

زانکہ ہر چیزے بضد پیدا شود
کیونکہ ہر چیز بالمقابل سے ظاہر ہوتی ہے
بر سفیدی آں سیہ رُسوا شود
سفیدی پر سیاہ بدنام ہوتا ہے

چوں سیہ شد دیگ پس تاثیر دُود
جب دیگ کالی ہو گئی تو دھویں کی تاثیر
بعد ازاں بروے کہ بیند اے عنود
اے سرکش! اس کے بعد اُس پر کون دیکھتا ہے؟

مردِ آہنگر کہ اُو زنگی بود
جو لوہار حبشی ہو
دود را با رُوش ہمرنگی بود
دھواں اُس کے چہرے کے ہمرنگ ہوتا ہے

مردِ رُومی کو کند آہنگری
رومی جو لوہار کا کام کرتا ہے
رویش ابلق گرود از دود آوری
دھواں دینے سے اُس کا چہرہ جُھکبرا ہو جائے گا

پس نداند زود تاثیر گناہ
تو وہ گناہ کی تاثیر کو جلدی سے نہیں سمجھتا ہے
تا بنالد زود گوید اے اِلٰہ
تاکہ روئے (اور) جلد کہے اے خدا!

چون کند اصرار و بد پیشہ کند
جب اصرار کرتا ہے اور برائی کو پیشہ بنا لیتا ہے
خاک اندر چشم اندیشہ کند
تو فکر کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

توبہ[2] نندیشد دگر شیریں شود
توبہ کی فکر نہیں کرتا ہے، پھر میٹھا بن جاتا ہے
بردلش آں جرم تابیدیں شود
اُسکے دل پر وہ گناہ یہاں تک کہ وہ بے دین بن جاتا ہے

آں پشیمانی و یارب رفت ازو
اُس سے وہ شرمندگی اور یا رب (کہنا) جاتا رہا
شست بر آئینہ زنگ شصت تو
ساٹھ تہ کا زنگ آئینہ پر بیٹھ گیا

آہنش را زنگہا خوردن گرفت
اُس کے لوہے کو زنگوں نے کھانا شروع کر دیا
گوہرش را رنگ کم کردن گرفت
اُس کے جوہر کا رنگ کم کرنا شروع کر دیا

چوں نویسی کاغذ اسپید بر
جب تو سفید کاغذ پر لکھے
آں بخشتہ خواندہ آید در نظر
وہ لکھا ہوا پڑھنے کے قابل نظر آتا ہے

چوں نویسی برسرِ بنوشتہ خط
جب تو لکھے ہوئے پر لکھے
فہم ناید خواند نش گردد غلط
سمجھ میں نہیں آتا ہے اُس کا پڑھنا غلط ہو جاتا ہے

---

[1] گرزند۔ نئی دیگ پر دھوئیں کا اثر نمایاں ہوتا ہے جس پر تہ بہ تہ دھواں جم چکا ہو، وہاں اثر نمودار نہیں ہوتا۔ مردِ آہن گر۔ اگر حبشی لوہار ہو تو اس کے چہرے کا رنگ خود کالا ہے، دھویں کا اثر نمودار نہ ہوگا۔ رومی چونکہ گورا ہوتا ہے، اس کے چہرے پر دھویں کے دھبے نمودار ہوں گے۔ پس نداند۔ جب اس کو گناہ کا احساس ہی نہیں رہتا تو وہ یا خدا یا خدا کہہ کر کہاں روئے گا۔ اصرار۔ جماؤ۔ خاک۔ اب اس کو گناہ، گناہ نظر نہیں آتا ہے۔

[2] توبہ۔ جب گناہ کے بارے میں گناہ کا تصور نہیں رہتا ہے تو توبہ بھی نہیں کرتا ہے اور دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ پشیمانی۔ یعنی گناہ کرنے کی ندامت۔ شست۔ لشست کا مخفف ہے۔ آہنش۔ دل کے لوہے کو گناہوں کا زنگ کھانا شروع کر دیتا ہے اور دل کا گوہر بدرنگ ہو جاتا ہے۔ چوں نویسی۔ سفید کاغذ پر لکھو گے تو کتابت نظر آئے گی، لکھے پر لکھو گے تو کتابت کا اثر معلوم نہ ہوگا، یہی حال گناہ کا ہے۔ انسان شروع میں گناہ کرتا ہے تو گناہ کا اثر محسوس کرتا ہے، بار بار گناہ کرتا ہے تو اس کا اثر نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔ گردد غلط۔ لکھے ہوئے پر لکھو گے تو پڑھ نہ سکو گے۔

کاں سیاہی بر سیاہی اوفتاد　ہر دو خط[1] شد کور و معنی رُو نداد
اس لئے کہ سیاہی سیاہی پر پڑی　دونوں خط اندھے ہو گئے اور معنی غائب ہو گئے

ور سوم بارہ نویسی بر سرش　بس سیہ کر دی چو جانِ کافرش
اور اگر اُس پر تو تیسری بار لکھے　تو تو نے کافر کی جان کی طرح اُس کو بالکل کالا کر دیا

پس چہ چارہ جز پناہِ چارہ گر　نا اُمیدی مس و اکسیرش نظر
تو چارہ گر کی پناہ کے سوا کیا چارہ ہے؟　نا اُمیدی تانبا ہے اور اُس کی نظر اکسیر ہے

نا امیدیہا بہ پیشِ اُو نہید　تاز دَردِ بے دَوا بیروں جہید
نا اُمیدیوں کو اُس کے سامنے رکھو　تاکہ لا علاج درد سے نکل سکو

چوں شعیبؑ[2] ایں نکتہا بادے بگفت　زاں دمِ جاں در دلِ او گل شگفت
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اُس سے کہے　اُس روحانی پھونک سے اُس کے دل میں پھول کھلا

جانِ اُو بشنید وحی آسماں　گفت اگر بگرفت مارا کو نشاں
اُس کی جان نے آسمانی وحی سنی　بولا، اگر اُس نے ہمیں پکڑا ہے تو علامت کیا ہے؟

گفت یا رب دفع من می گوید اُو　آں گرفتن را نشاں می جوید اُو
اُن (حضرت شعیبؑ) نے کہا اے خدا! وہ مجھ پر اعتراض کرتا ہے　اُس گرفت کی علامت چاہتا ہے

گفت ستارم نگویم راز ہاش　جز یکے رمزے برائے ابتلاش
(اللہ نے) فرمایا میں پردہ پوش ہوں اُسکے راز نہیں بتاتا ہوں　سوائے ایک اشارے کے اُس کی آزمائش کے لئے

یک نشانِ آنکہ می گیرم وُرا　آنکہ طاعت دارد از صوم و دُعا
اِس کی علامت کہ میں اُس کو پکڑتا ہوں ایک　یہ ہے کہ وہ روزے اور نماز کی عبادت کرتا ہے

وز نماز و از زکوٰۃ وغیر آں　لیک یک ذرّہ ندارد ذوقِ جاں
اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی　لیکن روح کے ذوق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا ہے

می کند طاعات و افعالِ سنی　لیک یک ذرّہ ندارد چاشنی
وہ عبادات اور اعلیٰ عمال کرتا ہے　لیکن ایک ذرہ لطف نہیں پاتا ہے

طاعتش نغز ست و معنی نغز نے　جوزہا بسیار و در وے مغز نے
اسکی (ظاہری) عبادت ہے اور روح کی (عبادت) اچھی نہیں ہے　اخروٹ بہت ہیں اُن میں گری نہیں ہے

---

1. ہر دو خط۔ پہلی اور اب کی تحریر نہ پڑھی جائے گی نہ اس کے معانی سمجھ میں آئیں گے۔ جانِ کافر۔ کافر کو گناہوں کا احساس بالکل نہیں رہتا ہے۔ پس چہ چارہ۔ ایسے معصیت کار کی حالت بڑی خطرناک ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی مایوس نہ ہو اللہ کی نظر کرم اصلاح کر سکتی ہے۔ نا امیدیہا۔ اپنی مایوسیوں کو دربارِ خداوندی میں پیش کر کے اصلاحِ حال کی دعا کرے۔

2. چوں شعیبؑ۔ حضرت شعیبؑ پر جو وحی نازل ہوئی وہ اس گنہگار نے سنی تو اس کے دل میں کچھ روشنی پیدا ہوئی۔ گفت۔ لیکن پھر بھی گناہ پر خدا کی گرفت کی نشانی مانگنے لگا۔ ستار۔ پردہ پوش۔ رمز۔ اشارہ۔ ابتلا۔ آزمائش۔ یک نشان۔ گناہ پر گرفت کی ایک معمولی نشانی یہ ہے کہ گنہگار ہر طرح کی عبادت کرتا ہے لیکن ذوق اور لطف عبادت سے محروم رہتا ہے۔ سنی۔ بلند، روشن۔ چاشنی۔ لذت۔ طاعتش۔ یعنی ظاہری عبادات تو ٹھیک ہیں لیکن وہ اس مغز اور روح سے محروم ہے اور اس کی عبادت ایسی ہے جیسے بے گری کا اخروٹ۔

ذوق باید[1] تا دہد طاعات بر
ذوق چاہئے تاکہ عبادات پھل دیں
مغز باید تاد ہد دانہ شجر
گری چاہئے تاکہ دانہ درخت اُگائے

دانۂ بے مغز کے گردد نہال
بے گری کا دانہ کب پودا بنتا ہے؟
صورتِ بیجاں نباشد جز خیال
بے جان تصویر سوائے خیال کے کچھ نہیں ہے

چوں شعیبؑ ایں نکتہا بروے بخواند
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اُس کو سنائے
از تفکر ہمچو خر دَر گل بماند
سوچ میں دلدل میں پھنسے ہوئے گدھے کی طرح ہو گیا

بقیہ قصۂ طعنہ زدنِ آں مردِ بیگانہ بر شیخ و جوابِ مُرید اُورا

اُس بیگانے انسان کا شیخ پر طعنہ کرنے اور اُس کو مرید کے جواب دینے کے قصہ کا بقیہ

آں خبیث از شیخ می لائید ژاژ
وہ خبیث شیخ کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہا تھا
کژ نگر باشد ہمیشہ چشمِ کاژ
بھینگے کی آنکھ ہمیشہ ٹیڑھا دیکھنے والی ہوتی ہے

کہ منم بر حالِ زشت اُو گواہ
کہ میں اُس کو بری حالت کا گواہ ہوں
خمر خوارست و بدو کارش تباہ
شرابی ہے اور برا ہے اور اُس کا کام برباد ہے

کہ منش دیدم میانِ مجلسے
کہ میں نے اُس کو ایک مجلس میں دیکھا ہے
اُو ز تقویٰ عاری ست و مُفلسے
وہ پرہیزگاری سے خالی اور مفلس ہے

ورکہ باور نیست خیزی امشباں
اگر یقین نہیں ہے تو آج رات کو اُٹھ
تا بہ بینی فسقِ شیخت را عیاں
تاکہ اپنے پیر کا فسق تو آنکھ سے دیکھ لے

شب ببردش برسرِ یک روزنے[2]
رات کو وہ اُسے ایک روشن دان پر لے گیا
گفت بنگر فسق و عشرت کردنے
بولا، دیکھ فسق اور مزے اُڑانا

بنگر آں سالوسِ روز و فسقِ شب
دیکھ دن کا وہ مکر اور رات کا فسق
روز ہمچوں مصطفیٰ شب بولہب
دن میں مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیطرح رات میں ابولہب

روز عبداللہ اُو را گشتہ نام
دن میں اُس کا نام اللہ کا (خاص) بندہ تھا
شب نعوذ باللہ و در دست جام
رات کو نعوذ باللہ اور ہاتھ میں (شراب کا) جام

دید شیشہ در کفِ آں پیر پُر
اُس پیر کے ہاتھ میں بھرا ہوا شیشہ دیکھا
گفت شیخا مر ترا ہم ہست غر
بولا، اے شیخ! تجھے بھی دھوکا لگا

تو نمی گفتی کہ در جامِ شراب
تو نے نہیں کہا ہے کہ شراب کے جام میں
دیوی میزد بجد ہر دم شتاب
شیطان کوشش کرکے ہر وقت جلد پیشاب کر دیتا ہے

---

[1] ذوق باید۔ جب تک ذوقِ عبادت حاصل نہ ہو جو بمنزلہ مغز کے ہے تو اس عبادت سے شجر و ثمر پیدا نہ ہوگا۔ نہال۔ پودا۔ صورتِ بے جان۔ بے جان تصویر۔ می لائید۔ بکواس کرتا تھا۔ ژاژ۔ بکواس۔ کاژ۔ بھینگا۔ کہ منم۔ معترض نے کہا میں اس شیخ کی بدچلنی کا گواہ ہوں، وہ شرابی اور برا ہے۔ مجلسے۔ یعنی شراب کی محفل۔ مفلس۔ یعنی نیکیوں سے خالی۔ ورکہ۔ اگر تجھے یقین نہیں ہے تو آج رات میرے ساتھ چل اور آنکھوں سے دیکھ لے۔

[2] روزنے۔ یعنی اس مجلس کے ایک روشندان کے پاس جہاں شیخ شراب کی مجلس میں تھا۔ سالوسِ روز۔ دن میں مکاری سے بزرگ بنا رہتا۔ فسقِ شب۔ یعنی رات کو فسق و فجور کرنا۔ ہمچوں۔ یعنی دن میں سنتِ نبوی پر عمل ہے اور شب کو بولہبی میں مبتلا ہے۔ عبداللہ۔ یعنی خدا کا نیک بندہ۔ نعوذ باللہ۔ یعنی شیطان جس سے ہم پناہ چاہتے ہیں۔ غر۔ دھوکا، فریب۔ تو نمی گفتی۔ تو نے خود کہا تھا کہ شراب کے جام میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔

گفت[1] جامم را چناں پُر کردہ اند
اُس (شیخ) نے کہا میرے جام کو اُنہوں نے اتنا بھر دیا ہے
کاندر و اندر نگنجد یک سپند
کہ اُس کے اندر ایک کالا دانہ بھی نہیں سما سکتا ہے

بنگر ایں جا ہیچ گنجد ذرّۂ
دیکھ اِس میں کوئی ذرہ سماتا ہے
ایں سخن را کژ شنیدہ غرّۂ
بہکے ہوئے نے اُس کی بات کو ٹیڑھا سمجھا

جامِ ظاہر خمرِ ظاہر نیست ایں
یہ ظاہری جام، ظاہری شراب نہیں ہے
دُور دار ایں راز شیخ غیب بیں
غیب بین شیخ کو اُس سے دور رکھ

جامِ مے ہستی شیخ ست اے فلیو
اے بیہودہ! جام شراب، شیخ کا وجود ہے
کاندرو ایدرنہ گنجد بولِ دیو
کہ اب اُس کے اندر شیطان کا پیشاب نہیں سماتا ہے

پُر و مالا مال از نورِ حق ست
وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور سے پُر اور مالا مال ہے
جامِ تن[2] بشکست و نورِ مطلق ست
جسم کا جام شکستہ ہو گیا ہے اور وہ مطلق نور ہے

نورِ خورشید ار بیفتد بر حدث
سورج کی شعاع اگر ناپاکی پر پڑے
اُو ہماں نورست نپذیرد خبث
وہ وہی نور ہے، نجاست کو قبول نہیں کرتی ہے

شیخ گفت ایں خود نہ جام ست و نہ مے
شیخ نے فرمایا یہ نہ جام ہے اور نہ شراب
ہاں بزیر آ منکرا بنگر بوے
خبردار! اے منکر نیچے آ اس کو دیکھ لے

آمد و دید انگبین خاص بود
وہ آیا اور اُس نے دیکھا خالص شہد تھا
کور شد آں دشمن کور و کبود
وہ اندھا، نیلا دشمن اندھا ہو گیا

گفت پیر آں دم مُرید خویش را
اُس وقت پیر نے اپنے مرید سے کہا
رَو برائے من بجوے اے کیا
ارے میاں! جاؤ میرے لئے شراب تلاش کرو

کہ مرا رنج[3] ست مضطر گشتہ ام
کیونکہ میرے درد ہے میں مجبور ہو گیا ہوں
من ز رنج از مخمصہ بگذشتہ ام
میں درد کی وجہ سے بھوک (کی مجبوری) سے بڑھ گیا ہوں

در ضرورت ہست ہر مُردار پاک
مجبوری میں ہر مردار پاک ہے
بر سرِ منکر ز لعنت باد خاک
منکر کے سر پر لعنت کی خاک

---

[1] گفت۔ شیخ نے کہا کہ میرا جام اس قدر پُر ہے کہ اس میں شیطان کے پیشاب کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ سپند۔ حرمل، ایک دانہ ہے جس کی دھونی نظر بد کے دفعیہ کے لئے دی جاتی ہے۔ کژ شنیدہ۔ یعنی شیخ کی بات کا مطلب وہ صحیح نہ سمجھا، شیخ نے جام سے جامِ شراب مراد نہ لیا تھا بلکہ جامِ مے سے مراد شیخ کا اپنا وجود تھا۔ فلیو۔ بوزن نشیب، احمق، بیہودہ۔ ایدر۔ بوزن دیگر، ایں جا، اکنوں۔ پُر۔ پورا جسم نورِ حق سے پُر ہے، اس میں شیطان کے اثرات کی گنجائش نہیں ہے۔

[2] جامِ تن۔ بلکہ وہ تو اب مقامِ فنا میں ہے۔ نورِ خورشید۔ جبکہ شیخ نورِ مطلق ہے تو کوئی جگہ اور مقام اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، سورج کا نور اگر کوڑی پر پڑے تو اس سے وہ نجس نہ ہوگا۔ بزیر آ۔ چونکہ یہ باتیں روشندان کے ذریعہ ہو رہی تھیں۔ دید۔ یعنی اس کے ہاتھ میں شراب نہ تھی بلکہ خالص شہد تھا۔ گفت۔ شیخ نے اپنے مرید کی بدگمانی دور کرنے کے لئے اس سے کہا۔

[3] مرا رنج۔ یعنی میری تکلیف بھوک کی تکلیف سے بھی بڑھ گئی اور میں مضطر کے حکم میں ہوں جس کے لئے جان بچانے کے لئے حرام چیز کھا لینا جائز ہو جاتا ہے۔ مخمصہ۔ قرآن پاک میں ہے فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ یعنی جو بھوک کی وجہ سے مجبور ہو جائے اور گناہ کی طرف اس کا جھکاؤ نہ ہو اور وہ حرام کھا لے تو اللہ غفور و رحیم ہے۔ منکر۔ یعنی جو اس جواز کا انکار کرے۔

گرد خمخانہ برآمد آں مرید
وہ مرید شراب خانہ کی جانب گیا
بہر شیخ از ہر خُمے اومے چشید
اُس نے شیخ کے لئے ہر مٹکے میں سے شراب چکھی

در ہمہ خمخانہا او مے ندید
اُس نے تمام شراب خانوں میں شراب نہ دیکھی
گشتہ بد پُر از عسل[1] خم نبیذ
شراب کے مٹکے شہد سے بھر گئے تھے

گفت اے رنداں چہ حالست ایں چہ کار
اُس نے کہا اے رندو! کیا حال ہے یہ کیا کام ہے؟
ہیچ خُمے در نمی بینم عقار
میں کسی مٹکے میں شراب نہیں دیکھتا ہوں

جملہ رنداں نزدِ آں شیخ آمدند
سب رند اُس شیخ کے پاس آئے
چشم گریاں دست برسَری زدند
روتے ہوئے سروں کو پیٹتے تھے

در خرابات آمدی شیخ اجل
(کہ) اے بزرگ شیخ! آپ شراب خانہ میں آئے
جملہ مَیہا از قدومت شد عسل
آپ کی تشریف آوری سے تمام شرابیں شہد بن گئیں

کردہ مے را تو مبدل از حدث[2]
آپ نے شراب کو ناپاکی سے تبدیل کر دیا
جانِ ماراہم بدل کن از خبث
ہماری جان کو بھی ناپاکی سے تبدیل کر دیجئے

گر شود عالم پراز خون مال مال
اگر عالم خون سے لبریز ہو جائے
کے خورد بندہ خدا اِلّا حلال
اللہ کا (مخلص) بندہ سوائے حلال کے کب کھاتا ہے؟

گفتن عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ آپ

کہ تو بے مصلّی بہر جا کہ میروی نماز میکنی

بے مصلّے کے جہاں جاتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں

عائشہؓ روزے بہ پیغمبر بہ گفت
ایک دن (حضرت) عائشہ نے پیغمبرؐ سے عرض کیا
یا رسول اللہ تو پیداو نہفت
یا رسول اللہ آپ مجمع اور تنہائی میں

ہر کجا یابی نمازے می کنی
جہاں موقع ملتا ہے نماز پڑھ لیتے ہیں
می رَوی در خانۂ ناپاک و دنی
آپ ہر ادنیٰ اور ناپاک گھر میں چلے جاتے ہیں

بے مصلّیٰ می گذاری تو نماز
بغیر مصلّے کے آپ نماز پڑھ لیتے ہیں
ہر کجا روئے زمیں بکشای راز
جہاں بھی روئے زمین ہو، راز بتائے؟

گرچہ میدانی کہ ہر طفل پلید
اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ہر ناپاک بچہ
کرد مستعمل بہر جا کہ رسید
جہاں وہ جاتا ہے (زمین) کو مستعمل کر دیتا ہے

---

1. پُراز عسل۔ یعنی ہر مٹکا بجائے شراب کے شہد سے بھرا ہوا تھا۔ گفت۔ مرید نے دوسرے شرابیوں سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے کسی مٹکے میں بھی شراب نہیں ہے۔ عقار۔ شراب۔ جملہ رنداں۔ شیخ کی اس کرامت سے شرابی متاثر ہو گئے۔ خرابات۔ میخانہ۔

2. مبدل از حدث۔ شراب ناپاک ہے شہد پاک ہے۔ خبث۔ یعنی گناہوں کی خباثت۔ گر شود۔ اللہ اپنے نیک بندوں کے لئے حلال روزی کی بہر حال سبیل پیدا فرما دیتا ہے، آئندہ حکایت کا بھی یہی خلاصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لئے ناپاک زمین کو بھی حکماً پاک بنا دیا ہے۔ بے مصلّی۔ یعنی زمین پر آپ کچھ بچھاتے بھی نہیں ہیں۔ دنی۔ کمتر درجہ کا۔ گرچہ میدانی۔ عموماً بچے پیشاب پاخانہ سے گھر کی زمین کو ناپاک کر دیتے ہیں۔

گفت پیغمبرؐ کہ از بہر مہاں[1] — حق نجس را پاک کرد ایں را بداں

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا بڑے لوگوں کے لئے — اللہ (تعالیٰ) نے نجس کو پاک کر دیا ہے اِس کو سمجھ لے

سجدہ گاہم را ازاں رو لطف حق — پاک گردانید تا ہفتم طبق

اِس لئے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی نے میری سجدہ گاہ کو — ساتوں طبقوں تک پاک کر دیا ہے

ہاں وہاں ترکِ حسد کن باشہاں — ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں

خبردار خبردار! شاہوں سے حسد کرنا چھوڑ دے — ورنہ تو دنیا میں شیطان ہو جائے گا

کو اگر زہرے خورد شہدے شود — تو اگر شہدے خوری زہرے بود

کیونکہ وہ اگر زہر کھا لے تو شہد بن جائے گا — تو اگر شہد کھائے زہر ہو گا

کو بدل گشت و بدل شد کارِ اُو — لطف گشت و نور شد مَرنارِ اُو

کیونکہ وہ بدل گیا اور اُس کا کام بدل گیا — وہ محبت بن گیا، اُس کی آگ نور بن گئی ہے

قوتِ حق[2] بود مر بابیل را — ورنہ مُرغے چوں کشد مرپیل را

ابابیل میں اللہ کی طاقت تھی — ورنہ ایک پرندہ ہاتھی کو کیسے مار سکتا ہے؟

لشکرے را مُرغکے چندے شکست — تا بدانی کاں صلابت از حق ست

بڑے لشکر کو چھوٹے پرندہ نے شکست دے دی — تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ سختی اللہ کی طرف سے تھی

گر ترا وسواس آید زیں قبیل — رَو بخواں تو سورۂ اصحاب فیل

اگر تجھے اِس سلسلہ میں شک ہو — جا، تو اصحاب فیل کی سورۃ پڑھ لے

ورکنی با اُو مِرے و ہمسری — کافرم داں گر تو زیشاں سر بری

اگر تو اُس سے جھگڑا اور برابری کرے گا — مجھے کافر سمجھ اگر تو ان سے جیت جائے

کشیدنِ موش مہارِ اُشترے را و معجب شدنِ موش در خود

چوہے کا اونٹ کی مہار کو کھینچنا اور چوہے کا گھمنڈ میں آجانا

موشکے در کف مہارِ اُشترے — در ربود و شد رواں اُو از مرے

ایک حقیر چوہے نے ایک اونٹ کی مہار ہاتھ میں — لے لی، اور اکڑتا ہوا روانہ ہوا

شتر با چستی کہ با اُوشد رواں — موش غرہ شد کہ ہستم پہلواں

جب اونٹ تیزی سے اُس کے ساتھ چلا — چوہے کو گھمنڈ ہو گیا، کہ میں پہلوان ہوں

[1] مہاں۔ بزرگ، بڑے لوگ۔ سجدہ گاہم۔ آنحضورﷺ نے ارشاد فرمایا" ساری زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور باعث پاکی بنادی گئی ہے۔" یعنی میں ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہوں۔ دیگر امتوں کو حکم تھا کہ وہ صرف عبادتخانوں میں عبادت کریں، اور پانی نہ ہونے کی صورت میں زمین سے تیمم کر لینا تیرے لئے پاکی ہے۔ کو اگر۔ خدا کا خاص بندہ اگر زہر بھی کھائے تو خدا اس کی تاثیر بدل دیتا ہے اور وہ اولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات کا مصداق ہوتا ہے۔ تو اگر۔ ایک گنہگار کا نماز روزہ بھی مردود ہو جاتا ہے۔

[2] قوتِ حق۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں اپنی صفت کا پرتو ڈال دیتا ہے ورنہ ابابیل جیسا پرندہ ابرہہ کے ہاتھیوں کو کیسے شکست دے دیتا۔ صلابت۔ سختی۔ سورہ۔ سورۃ الفیل میں ابابیلوں کے ذریعہ ابرہہ کے ہاتھیوں کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ درگتی۔ بڑوں سے جھگڑا اور ہمسری کا دعویٰ کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ کشیدن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ چوہے نے اپنے سے بڑے اونٹ سے ہمسری کی اور شرمندہ ہوا۔ معجب۔ متکبر۔ مرے۔ مقابلہ، جھگڑا۔ پہلواں۔ یعنی مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ اونٹ کو قابو میں کر رکھا ہے۔

بر شتر زد پرتو اندیشہ[1] اش
اُس کے خیال کا عکس اونٹ پر پڑا
تا بیامد بر لب جوئے بزرگ
یہاں تک کہ وہ بڑی نہر کے کنارے پر پہنچا
موش آنجا ایستاد و خشک گشت
چوہا وہاں کھڑا ہو گیا اور خشک ہو گیا
ایں توقف چیست حیرانی چرا
یہ ٹھہراؤ کیسا ہے؟ حیرانی کیوں ہے؟
تو قلاوزی بمرد پیش آہنگ من
تو میرا رہبر اور پیش رو ہے
گفت ایں جوئے شگرفست و عمیق
(چوہا) بولا یہ نہر خوفناک اور گہری ہے
گفت اُشتر تا ببینم حد آب[2]
اونٹ نے کہا (ٹھہر) تاکہ میں پانی کا اندازہ لگا لوں
گفت تازانوست آب اے کور موش
(اونٹ) بولا اے اندھے چوہے! پانی ران تک ہے
گفت مورِ تست ما را اژدہا ست
چوہے نے کہا تیرے لئے چیونٹی ہے ہمارے لئے اژدہا
گر تُرا تا زانوست اے پُر ہنر
اے ہنرمند! اگر تیری ران تک ہے
گفت گستاخی مکن بارِ دگر
(اونٹ) بولا پھر گستاخی نہ کرنا
تو برے بامثل خود موشاں بکن
تو اپنے جیسے چوہوں سے مقابلہ کر
گفت توبہ کردم از بہر خدا
اُس (چوہے) نے کہا کہ میں نے توبہ کی، خدا کے لئے

گفت بنمایم ترا تو باش خوش
اُس نے کہا تو خوش ہو لے میں تجھے دکھاؤں گا
کاندرو گشتے زبوں پیل سترگ
جس میں بڑا ہاتھی بھی عاجز آ جائے
گفت اشتر اے رفیق کوہ و دشت
اونٹ بولا، اے پہاڑ اور جنگل کے ساتھی!
پا بنہ مردانہ اندر جو درآ
بہادری سے قدم بڑھا، نہر میں آ جا
درمیان رہ مباش و تن مزن
راستہ میں نہ رک اور چپ نہ ہو
من ہمی ترسم ز غرقاب اے رفیق
اے ساتھی! میں ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں
پا درون بنہاد آں اشتر شتاب
اونٹ نے فوراً پاؤں اندر رکھ دیا
از چہ حیراں گشتی ورفتی ز ہوش
تو کیوں حیران ہو گیا اور ہوش کھو بیٹھا
کہ ز زانو تا بہ زانو فرقہاست
اس لئے کہ ران اور، ران میں بہت فرق ہے
مر مرا صد گز گذشت از فرقِ سر
تو میرے سر کی چندیا سو گز اونچا ہے
تانسوزد جسم و جانت زیں شرر
کہیں اس چنگاری سے تیرا جسم اور جان نہ جل جائے
باشتر مُرموش را نبود سخن
چوہے کے لئے اونٹ سے بات مناسب نہیں ہے
بگذراں زیں آبِ مہلک مر مرا
اس مہلک پانی سے مجھے پار کر دے

---

1. اندیشہ۔ یعنی اونٹ کی ہمسری کا خیال۔ تابیامد۔ ایسی نہر آ گئی جس میں ہاتھی بھی نہ ٹھہر سکے۔ خشک گشت۔ یعنی نہر کے ڈر سے۔ توقف۔ ٹھہراؤ۔ قلاوز۔ راہنما۔ تن مزن۔ خاموش نہ ہو۔ شگرف۔ عجیب وغریب، خوفناک۔ غرقاب۔ پانی میں ڈوبنا۔
2. حد آب۔ یعنی پانی کی گہرائی۔ کورموش۔ اندھا چوہا، چھچھوندر۔ گفت۔ چوہے نے کہا کہ تیرے نزدیک معمولی اور چھوٹی چیز میرے لئے خطرناک اور بڑی ہے، تیرے زانو اور میرے زانو میں بہت فرق ہے۔ فرق سر۔ سر کا وہ اگلا حصہ جس پر مانگ نکالی جاتی ہے۔ گستاخی۔ یعنی ہمسری کا دعویٰ۔ شرر۔ چنگاری۔

رحم آمد مر شتر را گفت ہیں ۔ برجہ[1] و بر گردبانِ من نشیں
اونٹ کو رحم آ گیا، بولا ہاں ۔ کود اور میرے پالان پر بیٹھ جا

ایں گذشتن شد مسلّم مر مرا ۔ بگذرانم صد ہزاراں چوں ترا
میرا پار کرنا یقینی ہے ۔ تجھ جیسے لاکھوں کو پار کر دوں گا

چوں پیمبر نیستی پس رو براہ ۔ تا رسی از چاہ رو زے سوئے جاہ
جب تو پیغمبر نہیں ہے تو راستہ طے کر ۔ تا کہ کسی دن کنویں سے (نکل کر) رتبہ پہنچ جائے

تو رعیت باش چوں سلطان نہ ۔ تنگ مراں چوں مردِ کشتیباں نہ
تو رعیت بن جا جب کہ تو بادشاہ نہیں ہے ۔ گہرائی میں (کشتی) نہ چلا چونکہ تو ملاح نہیں ہے

چوں نہ کامل دُکاں تنہا مگیر ۔ دست خوش می باش تا گردی خمیر
جب کہ تو ماہر نہیں ہے تنہا دکان نہ کر ۔ تابع ہو جا تاکہ تو خمیر بن جائے

چونکہ[2] آزادیت ناید بندہ باش ۔ ہیں مپوش اطلس برو در ژندہ باش
جب تجھے آزاد رہنا نہیں آتا، غلام بن جا ۔ خبردار! اطلس نہ پہن جا گدڑی ہیں رہ

اَنصِتُوا را گوش کن خاموش باش ۔ چوں زبانِ حق نگشتی گوش باش
"تم چپ رہو" کو سن، چپ رہ ۔ جب تو اللہ کی زبان نہ بنا، کان بن جا

ور بگوئی[3] مشکل استفسار گو ۔ با شہنشاہاں تو مسکیں وار گو
تو اگر کوئی اشکال کرے تو پوچھنے کے طریقہ پر کر ۔ شہنشاہوں سے مسکین کی طرح بات کر

ابتدائے کبر و کیں از شہوت ست ۔ را سخی شہوتت از عادت ست
تکبر اور کینہ کی ابتدا خواہش نفسانی سے ہے ۔ خواہش نفسانی تیری کا جماؤ، عادت کی وجہ سے ہے

چوں ز عادت گشتہ محکم خوئے بد ۔ خشم آید بر کسے کت واکشد
جب عادت کی وجہ سے بری عادت پختہ ہو جائے ۔ تجھے اُس پر غصہ آتا ہے جو تجھے ہٹائے

چونکہ تو گلخوار گشتی ہر کہ او ۔ واکشد از گل ترا باشد عدو
چونکہ تو مٹی کھانے والا بن گیا ہے، جو بھی ۔ تجھے مٹی سے ہٹاتا ہے دشمن ہو گا

---

[1] برجہ۔ جہیدن بمعنی کودنا سے بنا ہے۔ گردبان۔ پالان، جھول۔ مسلّم۔ تسلیم شدہ، یقینی۔ چوں پیمبر۔ جب انسان میں صلاحیت نہ ہو تو صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تو رعیت باش۔ انسان کو اپنی حیثیت میں رہنا چاہیے۔ تنگ مراں۔ اگر کشتی بانی کی صلاحیت نہیں ہے، تو کشتی کنارے کنارے لے جانی چاہیے، گہرائی میں نہ لے جانی چاہیے۔ چوں نہ۔ جب تک تجارت میں مہارت نہ ہو مستقل دکان نہ کرنی چاہیے، ورنہ نقصان ہوگا۔ خمیر۔ آٹے میں خمیر اٹھ جاتا ہے تب روٹی پکانے کے قابل ہوتا ہے۔

[2] چونکہ۔ آزادانہ زندگی بسر کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو غلام بنا رہنا چاہیے۔ اطلس۔ مشہور ریشمیں کپڑا ہے۔ ژندہ۔ گدڑی، غرضیکہ جب تک کمال نہ ہو کسی شیخ کے تابع رہنا ضروری ہے۔ انصتوا۔ قرآن پاک میں ہے جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو یعنی جب تک وعظ و تلقین کی صلاحیت نہ ہو خاموشی سے شیخ کی نصیحت سنتا رہ۔

[3] ور بگوئی۔ اگر کوئی اشکال پیش آئے تو معترضانہ سوال نہ کر بلکہ تعلیم حاصل کرنے کے طور پر دریافت کر لے۔ ابتداء۔ انسان بزرگوں سے ہمسری تکبر کی وجہ سے کرتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی برائیاں نفس کے تقاضہ سے پیدا ہوتی ہیں اور جب انسان ان برائیوں کو بار بار کرتا ہے تو نفس کی اس خواہش میں جماؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ خشم۔ اب اگر کوئی اس برائی سے روکے تو غصہ آتا ہے۔ گلخوار۔ مٹی کھانے والا۔

بت پرستاں چونکہ خو با بت کنند — مانعانِ راہ خود را دشمن اند
بت پرست چونکہ بتوں کی عادت ڈال لیتے ہیں — اپنے راہ سے ہٹانے والوں کے دشمن ہیں

چونکہ کرد[1] ابلیس خو با سَروری — دید آدمؑ را بہ تحقیر از خری
چونکہ شیطان سرداری کا عادی ہو گیا تھا — گدھے پن سے اُس نے آدمؑ کو حقارت سے دیکھا

کہ بہ از من سَرورے دیگر بود — تا کہ اُو مسجود چوں من کس شود
مجھ سے بہتر کوئی دوسرا سردار ہو گا؟ — تا کہ وہ مجھ جیسے کا مسجود بنے

سَروری زہرست جز آں روح را — کہ بود تریاق لانی ز ابتدا
اُس روح کے سوا کے لئے سرداری زہر ہے — جو شروع سے لان (پہاڑ) کا تریاق ہو

کوہ گر پُر مار شد با کے مدار — کو بود اندر دروں تریاق زار
پہاڑ اگر سانپوں سے بھرا ہو، پروا نہ کر — کیونکہ اُس میں تریاق زار ہوتا ہے

سَروری چوں شد دماغت را ندیم — ہر کہ بشکستت شود خصم عظیم
سرداری جب تیرے دماغ کی ساتھی بن گئی — جو تجھے شکست دے تیرا دشمن ہو گا

چوں خلافِ خوئے تو گوید کسے — کینہا خیزد ترا با اُو بسے
جب کوئی تیری عادت کے خلاف بولے — تجھ میں اُس سے بہت سے کینے پیدا ہوں گے

کہ مرا از خوئے من برمیکند — خویش برمن میر و سَرور میکند
کہ وہ مجھے میری خصلت سے جدا کرتا ہے — اپنے آپ کو میرے اوپر امیر اور سردار بناتا ہے

چوں نباشد خوئے بد سَرکش دَرو — کے فروزد از خلاف آتش درو
اُس میں جب کوئی بری عادت ظہور پذیر نہ ہو — تو مخالف کی آگ اُس میں کیوں بھڑکے؟

چوں نباشد خوئے بد محکم[2] شدہ — کے شود اندر خلاف آتشکدہ
جب اُس میں بری عادت مستحکم نہ ہوئی ہو — تو اختلاف میں آگ کی بھٹی کیوں ہو؟

با مخالف اُو مدارا می کند — در دلِ اُو خویش را جا می کند
وہ مخالف کی (بھی) خاطر تواضع کرتا ہے — اُس کے دل میں اپنی جگہ کر لیتا ہے

زانکہ خوئے بدبگشتت اُستوار — مور شہوت شد زعادت ہمچو مار
کیونکہ تیری عادت بڑی مضبوط ہو گئی ہے — نفسانی خواہش کی چیونٹی عادت کیوجہ سے سانپ ہو گئی ہے

مارِ شہوت را بکش در ابتدا — ورنہ اینک گشتہ مارت اژدہا
نفسانی خواہش کے سانپ کو ابتداء ہی میں مار ڈال — ورنہ تیرا یہ سانپ اژدہا بن جائے گا

---

1. چونکہ کرد۔ شیطان کو سرداری کی عادت پڑ گئی تھی، اس لئے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔ سروری۔ سرداری۔ زہرست۔ حب جاہ نفس کا بہت بڑا رذیلہ ہے۔ تریاق لانی۔ لان پہاڑ کا تریاق جو زہر کے ازالہ میں بہت زود اثر ہوتا ہے۔ کوہ۔ اولیاء اللہ کے پاس تریاق ہے لہٰذا جاہ و رتبہ کا سانپ ان پر اثر نہیں کرتا ہے۔ ندیم۔ ہم مجلس، ساتھی۔ خصم عظیم۔ بڑا دشمن۔ چوں خلاف۔ جب کوئی کسی عادت کے خلاف اس کو نصیحت کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ نصیحت کرنے والا اپنی بڑائی اور سرداری جتاتا ہے۔ چوں نباشد۔ اگر انسان میں بری عادت نہیں ہوتی ہے تو نصیحت سے اس کو ناگواری نہیں ہوتی ہے۔

2. محکم۔ مضبوط۔ مدارا۔ خاطر تواضع۔ زانکہ۔ غصہ کی وجہ یہی ہے کہ تیری بری عادت مستحکم ہو گئی ہے۔ مور۔ یعنی ادنیٰ نفسانی خواہش۔ مار۔ یعنی مہلک نفسانی خواہش۔ مارشہوت۔ نفسانی خواہش کو ابتداء دبا دینا چاہئے ورنہ خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔

لیک[1] ہر کس مور بیند مارِ خویش ۔۔۔ تو ز صاحبدل کن اِستفسارِ خویش
لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے ۔۔۔ تو اپنے بارے میں صاحبدل سے معلومات کر لے

ز ابتداءِ ایں مارِ شہوت را بکش ۔۔۔ ورنہ اژدرہا شود اے تیز ہش
نفسانی خواہش کے اِس سانپ کو شروع میں مار ڈال ۔۔۔ ورنہ اے تیز ہوش! وہ اژدہا بن جائے گا

تانہ شد زر مس نداند من مسم ۔۔۔ تانہ شد شہ دل نداند مفلسم
جب تک تانبا سونا نہیں بنتا وہ نہیں سمجھتا کہ میں تانبا ہوں ۔۔۔ جب تک دل شاہ بن جائے وہ نہیں جانتا کہ میں مفلس ہوں

خدمت اکسیر کن مس وار تو ۔۔۔ جور می کش اے دل از دلدار تو
تو تانبے کی طرح اکسیر کی خدمت کر ۔۔۔ اے دل! اپنے دلدار کی سختی برداشت کر

کیست دلدار اہل دل نیکو بداں ۔۔۔ کوچو روز و شب جہانست از جہاں
دلدار کون ہے؟ خوب سمجھ لے، اہل دل (ہے) ۔۔۔ جو دن اور رات کی طرح دنیا سے گریزاں ہے

عیب کم گو بندۂ اللہ را ۔۔۔ متہم کم کن بد زدی شاہ را
اللہ (تعالیٰ) کے (خاص) بندے کی عیب جوئی نہ کر ۔۔۔ بادشاہ کو چوری نہ لگا

ورنہ[2] باشی ہیچ ہیچ از ہیچگاں ۔۔۔ پس روِ ہر دیو باشی مستہاں
ورنہ تو ناچیزوں میں سے ناچیز بن جائے گا ۔۔۔ اور ہر ذلیل شیطان کا پیرو بن جائے گا

کراماتِ آں درویش کہ در کشتی بدزدیش متہم کردند

اس درویش کی کرامات جس پر کشتی میں چوری کرنے کی تہمت لگائی

بود در ویشے درونِ کشتئے ۔۔۔ ساختہ از رخت مردی پشتئے
ایک کشتی میں ایک درویش تھا ۔۔۔ جو مردانگی کے ساز و سامان کو سہارا بنائے ہوئے تھا

یاوہ شد ہمیانِ زر اُو خفتہ بود ۔۔۔ جملہ را جُستند اُو را ہم نمود
اشرفیوں کی ایک ہمیانی گم ہو گئی، وہ سویا ہوا تھا ۔۔۔ اُنہوں نے سب کی تلاش لی، اُس (مالک) نے ان کو وہ درویش بھی دکھلایا

کیں فقیر خفتہ را جوئیم ہم ۔۔۔ کرد بیدارش زغم صاحب درم
اِس سوئے ہوئے فقیر کی بھی ہم تلاشی لیں ۔۔۔ اشرفیوں والے نے غم کی وجہ سے اُس کو بھی بیدار کیا

کاندریں کشتی چرمداں گم شدہ است ۔۔۔ جملہ را جستیم نتوانی تورست
کہ اِس کشتی میں چمڑے کی تھیلی گم ہو گئی ہے ۔۔۔ ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو (بھی) نہ چھوٹ سکے گا

---

[1] لیک۔ لیکن عیب دار اپنے عیب کو معمولی سمجھتا ہے۔ تو ز صاحبدل۔ کسی شیخ سے اس رذیلہ کا انجام دریافت کر لے۔ تانہ شد۔ جب انسان کا کوئی رذیلہ زائل ہوتا ہے تب وہ سمجھتا ہے کہ وہ رذیلہ کس قدر خطرناک تھا۔ تانہ شد۔ ہر چیز ضد کے ذریعہ پہچانی جاتی ہے۔ خدمت اکسیر۔ جو شیخ تیری حقیقت بدل دے، وہ اکسیر ہے تو اس کے لئے بمنزلہ تانبے کے ہے۔ روز و شب۔ دن رات کو دنیا سے گریزاں مانا جاتا ہے صاحبدل بھی دنیا سے گریزاں اور متنفر ہوتا ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر تو اہل اللہ پر تہمت دھرے گا تو حقیر ترین بن جائے گا، شیطان کا تابع ہو جائے گا۔ کرامات۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بزرگوں پر تہمت دھرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ رخت مردی۔ اس کا اعتماد و بھروسہ صبر و قناعت پر تھا۔ یاوہ۔ گم، ضائع۔ اُو را۔ یعنی مالک نے اس سوئے ہوئے فقیر کو بھی لوگوں کو دکھایا۔ صاحب درم۔ یعنی جس کی اشرفیاں گم ہوئی تھیں۔ چرمداں۔ چمڑے کی تھیلی یعنی ہمیانی۔ جملہ را جستیم۔ ہم نے سب کی جامہ تلاشی لی ہے۔

دلق بیروں کن برہنہ شو ز دلق — تا تو فارغ شود اوہام[1] خلق

گدڑی اُتار دے، گدڑی سے ننگا ہو جا — تاکہ لوگوں کے شکوک تجھ سے رفع ہوں

گفت یا رب مر غلامت را خساں — متہم کردند فرماں در رساں

اُس (درویش) نے کہا اے خدا! تیرے غلام کو کمینوں نے — متہم کیا، حکم فرما دے

یَا غِیَاثِیْ عِنْدَ کُلِّ کُرْبَةٍ — یَا مُعَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ شِدَّةٍ

اے ہر مصیبت میں میرے فریاد رس! — اے ہر مصیبت میں میری پناہ!

یَا مُجِیْبِیْ عِنْدَ کُلِّ دَعْوَةٍ — یَا مَلَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ مِحْنَةٍ

اے ہر پکار پر میرے جواب دینے والے! — اے ہر مشقت میں میرے ملجا!

چوں بدرد آمد دلِ درویش زاں — سر بروں کردند ہر سو در زماں

جب اُس (تہمت) سے درویش کے دل کو تکلیف پہنچی — فوراً ہر جانب سے سر نکالا

ماہیان بے حد از دریائے ژرف — در دہانِ ہر یکے دُرِ شگرف

گہرے دریا سے بے حد مچھلیوں نے — ہر ایک کے منہ میں عجیب موتی

صد ہزاراں ماہی از دریائے پُر — در دہانِ ہر یکے دُرّے[2] چہ دُر

بھرے دریا سے لاکھوں مچھلیوں نے — ہر ایک کے منہ میں موتی، کے ساتھ (اچھا) موتی

ہر یکے دُرِ خراجِ مملکتے — کز اِلٰہ ست ایں ندارد شرکتے

ہر ایک موتی ایک سلطنت کی آمدنی — کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے ہے جو شرکت سے پاک ہے

دُرِ چند انداخت در کشتی و جست — مر ہوا را ساخت کرسی و نشست

چند موتی کشتی میں پھینکے اور جست لگائی — ہوا کو کرسی بنایا اور بیٹھ گیا

خوش مربع چوں شہاں بر تخت خویش — اُو فرازِ اوج و کشتی اش بہ پیش

اچھی چوکڑے لگا کر بادشاہوں کی طرح اپنے تخت پر — وہ بلندی کی اونچائی پر اور کشتی اُس کے آگے

گفت اُو کشتی شما را حق مرا — تانباشد باشما دُزدِ گدا

اُس نے کہا وہ کشتی تمہاری ہے، میرا خدا ہے — تاکہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہ رہے

تا کرا باشد خسارت زیں فراق — من خوشم جفت حق و از خلق طاق

دیکھو اس جدائی سے کس کا نقصان ہو — میں اللہ کے ساتھ اور مخلوق سے علیحدہ خوش ہوں

---

[1] اوہام خلق۔ لوگوں کو تیرے اوپر بھی چوری کا گمان ہے۔ فرماں در رساں۔ کوئی حکم جاری فرما دے۔ غیاث۔ مدد۔ کربۃ۔ مصیبت۔ معاذ۔ جائے پناہ۔ مجیب۔ جواب دینے والا۔ ملاذ۔ جائے پناہ۔ محنۃ۔ مشقت۔ چوں۔ جب فقیر کے دل سے آہ نکلی تو دریا میں چاروں طرف سے مچھلیاں نمودار ہوئیں۔ ژرف۔ گہرا۔ دُر۔ موتی۔ شگرف۔ عجیب۔ درے چہ دُر۔ یعنی عجیب وغریب موتی۔

[2] ہر یکے دُر۔ ہر مچھلی کے منہ میں ایسا بے مثل اور قیمتی موتی تھا جس کی قیمت ایک ملک کی آمدنی کے برابر تھی، چونکہ وہ بے مثل اللہ کی جانب سے تھا، اس لئے خود بھی بے مثل تھا۔ دُرِ چند۔ درویش نے مچھلیوں سے چند موتی لے کر کشتی میں پھینک دیئے اور خود شاہوں کی طرح ہوا میں چوکڑی لگا کر بیٹھ گیا۔ مربع۔ چوکڑی مار کر بیٹھنا۔ فراز۔ اونچائی۔ اوج۔ بلندی۔ گفت۔ ہوا میں معلق فقیر نے کہا میں تمہاری کشتی میں نہ بیٹھوں گا تاکہ تم بچو، چور فقیر کے ساتھ نہ رہو۔ تا کرا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جدائی تمہارے لئے مضر ہے یا میرے لئے، اب میرا اور اللہ کا جوڑ ہے اور مخلوق سے میں علیحدہ ہوں۔

نے مرا[1] او تہمت دزدی نہد
وہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگاتا ہے
نے مہارم را بغمازے دہد
نہ میری نکیل چغلخور کے ہاتھ میں دیتا ہے

بانگ کردند اہل کشتی کاے ہمام
کشتی والے چیخے! اے بزرگ!
از چہ دادندت، چنیں عالی مقام
تجھے یہ بلند مقام کس وجہ سے دیا ہے؟

گفت از تہمت نہادن بر فقیر
اُس نے کہا، فقیر پر تہمت لگا نیکی وجہ سے
وز حق آزاری پئے چیزے حقیر
اور معمولی چیز کے لئے اللہ کو ستانے کی وجہ سے

حاش للہ بل ز تعظیم شہاں
خدا بچائے، بلکہ شاہوں کی تعظیم کرنے سے
کہ نبودم بر فقیراں بد گماں
کہ میں فقیروں پر بدگمان نہ تھا

آں فقیرانِ لطیف و خوش نفس
وہ پاکیزہ، اور نیک دم فقیر
کز پئے تعظیم شاں آمد عبس[2]
جن کی تعظیم کے لئے سورہ عبس نازل ہوئی ہے

آں فقیری بہر پیچا پیچ نیست
وہ فقیری انچ پیچ کے لئے نہیں ہے
بل پئے آنکہ بجز حق ہیچ نیست
بلکہ اس لئے ہے کہ خدا کے علاوہ کچھ نہیں ہے

متہم چوں دارم آنہا را کہ حق
میں اُن کو کیسے متہم بنا سکتا ہوں جب کہ اللہ نے
کرد امین مخزنِ ہفتم طبق
ساتوں طبقوں کے خزانے کا امین بنایا ہے

متہم نفس[3] ست نے عقل شریف
متہم نفس ہے نہ کہ شریف عقل
متہم حس ست نے نورِ لطیف
متہم حس ہے نہ کہ پاکیزہ نور

نفس سوفسطائی آمد میزنش
نفس سوفسطائی ہے اُس کی سرزنش کر
کش زدن سازد نہ حجت گفتنش
کیونکہ مارنا ہی اُسکے لائق ہے نہ اُس سے دلیل بیان رکنا

معجزہ بیند فروزد آں زماں
معجزہ دیکھتا ہے، اُس وقت منور ہو جاتا ہے
بعد ازاں گوید خیالے بود آں
اس کے بعد کہہ دیتا ہے وہ خیال تھا

---

1. نے مرا۔ خدا نہ مجھ پر تہمت دھرتا ہے نہ مجھے رسوا کرتا ہے۔ غماز۔ چغلخور۔ ہمام۔ سردار، بزرگ۔ عالی مقام۔ یہ کرامت کہ ہوا کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ گفت از تہمت۔ درویش نے طنزاً کہا یہ مقام فقیروں پر تہمت دھرنے اور معمولی چیز پر اللہ کا دل دکھانے سے ملا ہے۔ حاش للہ۔ پہلی بات تو طنزاً کہی تھی اب کرامات کا صحیح سبب بتایا۔ آں فقیراں۔ جن فقراء کی تعظیم سے یہ مقام حاصل ہوا ہے، وہ پاک نفس فقراء ہیں جن کی تعظیم میں سورہ عبس نازل ہوئی جبکہ آنحضورﷺ نے ایسے ہی ایک فقیر سے ذرا بے التفاتی کا معاملہ کیا تھا۔

2. عبس۔ آنحضورﷺ سردارانِ قریش سے گفتگو فرما رہے تھے، اس اثناء میں عبداللہ ابن مکتومؓ نابینا آ گئے اور کچھ سوال کر بیٹھے۔ آنحضورﷺ کو ناگوار گزرا۔ اس پر سورہ عبس نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضورﷺ پر اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ آں فقیری۔ اللہ والوں کی فقیری صرف تعلق مع اللہ کے لئے ہے نہ لوگوں کو پھنسانے کے لئے۔ کرد امیں۔ جب اللہ کے نزدیک امین ہیں تو ان پر چوری کی تہمت کیسی۔ متہم۔ یہ بزرگ مجسم عقل اور نور ہیں جو تہمت سے بری ہیں۔

3. نفس۔ سوفسطائی فلاسفہ کا ایک فرقہ ہے جو اشیاء کی حقیقت کو نہیں مانتا ہے۔ ان میں سے اور یہ فرقہ ہے جو ہر دلیل کے بارے میں بھی یہ کہہ دیتا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ ان کے بارے میں متکلمین نے کہا کہ ان کے لئے صرف پانچویں کتاب یعنی لاٹھی دلیل ہے، جب پٹیں گے تو اس حقیقت کے قائل ہو جائیں گے۔ معجزہ۔ یہ لوگ معجزہ کو بھی ایک حقیقت نہیں مانتے ہیں بلکہ محض ایک خیال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حقیقت ہوتا تو مستقل طور پر نظر آنا چاہیے تھا، حضرت موسیٰ کی لاٹھی اگر حقیقتاً سانپ ہی تھی تو ہمیشہ سانپ نظر آتی، چاند اگر حقیقتاً شق ہوا تھا تو ہمیشہ پھٹا ہوا نظر آنا چاہیے تھا۔

در حقیقت بود آں دید عجب — چوں مقیم چشم نامد روز و شب
اگر وہ عجیب نظارہ حقیقت تھا — تو دن رات آنکھ میں کیوں نہ ٹھہرا؟

ایں مقیم[1] چشم پاکاں می بود — نے قرین چشم حیواں می شود
وہ پاکبازوں کی آنکھ میں ٹھہرتا ہے — حیوان کی آنکھ کا ساتھی نہیں بنتا ہے

کاں عجب زیں حس دارد عار و ننگ — کے بود طاؤس اندر چاہ تنگ
کیونکہ وہ عجیب (نظارہ) اس حس سے ذلت اور خواری محسوس کرتا ہے — مور، تنگ کنویں میں کب رہتا ہے؟

تانگوئی مر مرا بسیار گو — من ز صد یک گویم و آں ہمچو مو
تو مجھے ہرگز باتیں بنانے والا مت کہہ — میں سو میں سے ایک کہتا ہوں اور وہ (بھی) بال برابر

تشنیع صوفیاں پیش شیخ براں صوفی کہ بسیاری گوید و می خورد

صوفیوں کا ایک شیخ کے سامنے اُس صوفی کو طعنہ دینا کہ وہ بہت بولتا ہے اور بہت کھاتا ہے

صوفیاں بر صوفیٔے شنعت[2] زدند — پیش شیخ خانقاہے آمدند
صوفیوں نے ایک صوفی کی برائی کی — (اور) ایک خانقاہ کے شیخ کے سامنے آئے

شیخ را گفتند دادِ جان ما — تو ازیں صوفی بجو اے پیشوا
شیخ سے کہا، ہمارا انصاف — اِس صوفی سے کر دیجیے، اے پیشوا!

گفت آخر چہ گلہ است اے صوفیاں — گفت ایں صوفی سہ خو دارد گراں
اُس نے کہا، اے صوفیو! آخر کیا شکایت ہے؟ — ایک نے کہا، یہ صوفی تین بری عادتیں رکھتا ہے

در سخن بسیار گو ہمچوں جرس — در خورش افزوں خورد از بست کس
بات کرنے میں گھنٹے کی طرح بکواسی ہے — کھانے میں بیس آدمیوں سے زیادہ کھا جاتا ہے

ور بخسپد ہست چوں اصحابِ کہف — صوفیاں کردند پیشِ شیخ زحف
اگر سو جائے تو اصحاب کہف کی طرح ہے — صوفیوں نے شیخ کے سامنے تیزی دکھائی

شیخ رُو آورد سوئے آں فقیر — کہ زہر حالیکہ ہست اوساط گیر
شیخ نے اُس فقیر کی طرف رخ کیا — کہ ہر حالت میں اوسط اختیار کر

در خبر خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُھَا — نافع آمد ز اعتدال اخلاطہا
حدیث شریف میں ہے کہ تمام باتوں میں سے درمیانی وجہ بہتر ہے — خِلطوں کا اعتدال مفید ہے

---

1. ایں مقیم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چونکہ ناپاک ہیں لہٰذا معجزہ جیسی پاک چیز اس میں نہیں ٹھہرتی ہے۔ پاک نگاہوں میں وہ حقیقت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ مور جیسا حسین پرندہ تاریک کنویں میں نہیں ٹھہر سکتا ہے۔ تانگوئی۔ میری ناصحانہ تقریروں کی وجہ سے مجھ پر بسیار گوئی کا الزام نہ لگانا، اس لئے کہ بسیار گوئی ایک نسبتی چیز ہے، میرے اعتبار سے یہ بسیار گوئی نہیں ہے، میں تو سو نصیحتوں میں بقدر ایک نصیحت کے بات کر رہا ہوں۔ تشنیع۔ برائی سے منسوب کرنا۔ اس حکایت کا مقصد بھی یہ ہے کہ اس درویش کی بسیار خوری اور بسیار گوئی اعتراض کرنے والوں کی نسبت تھی، خود اس کے اعتبار سے نہ تھی۔
2. شنعت۔ عیب، طعنہ۔ داد۔ انصاف۔ سہ خو۔ یعنی اس فقیر میں تین بری عادتیں ہیں، زیادہ باتیں کرتا ہے، زیادہ کھاتا ہے، زیادہ سوتا ہے۔ اصحاب کہف۔ یہ بزرگ غار میں صدیوں سے سو رہے ہیں۔ زحف۔ تیزی سے چلنا، حملہ کرنا۔ ہر حالیکہ۔ یعنی ہر معاملے میں درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ در خبر۔ حدیث شریف ہے خیر الامور اوساطہا یعنی ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔ اخلاطہا۔ بدن کی چاروں خلطیں سودا، صفراء، خون، بلغم اگر اعتدال پر رہتی ہیں تو صحت رہتی ہے ورنہ انسان مریض ہو جاتا ہے۔

گر یکے خلطے فزوں شد از عرض[1] — در تن مردم پدید آید مرض
عارض کی وجہ سے اگر ایک خلط بڑھ جائے — انسان کے بدن میں مرض پیدا ہو جاتا ہے

بر قرینِ خویش میفزا در صفت — کاں فراق آرد یقیں در عاقبت
صفت میں ساتھی سے نہ بڑھ — کیونکہ یہ یقیناً انجام کار جدائی پیدا کر دیتا ہے

نطق موسیٰؑ بود با اندازہ لیک — ہم فزوں آمد ز گفت یارِ نیک[2]
(حضرت) موسیٰؑ کی گفتگو اندازہ کے مطابق تھی لیکن — نیک دوست کی گفتگو سے بڑھ گئی

آں فزونی با خضرؑ آمد شقاق — گفت تو مکوی ھٰذا فراق
وہ بڑھوتری (حضرت) خضرؑ سے جدائی بن گئی — اُنہوں نے کہہ دیا تو زیادہ بات کرتا ہے اب جدائی ہے

موسیا بسیار گوئی در گذر — چند گوئی رو وصال آمد بسر
اے موسیٰؑ! تم بہت بولتے ہو، معاف کرو — کتنا بولو گے؟ ساتھ ختم ہوا

موسیا بسیار گوئی خیز و رَو — ورنہ بامن گنگ باش و کور و شو
اے موسیٰؑ! تم بہت بولتے ہو، اُٹھو اور جاؤ — ورنہ میرے ساتھ گونگے اور اندھے بنو

ور نرفتی وز ستیزہ شِشتۂ — تو بمعنی رفتۂ و بگسستۂ
اگر تم نہ گئے، اور ضد سے بیٹھے رہے — تو تم باطنی طور پر چلے گئے ہو اور علیحدہ ہو گئے ہو

چوں حدث[3] کردی تو ناگاہ در نماز — گویدت سوئے طہارت رَو بتاز
جب تم اتفاقاً نماز میں ناپاک ہو گئے — وہ نماز تم سے کہتی ہے پاکی کے لئے جاؤ، دوڑو

ور نرفتی خشک جنباں می شوی — خود نمازت رفت بنشیں اے غوی
اگر تم نہ گئے تو خالی حرکت کرنے والے ہو — اے گمراہ! جب تیری نماز جاتی رہی بیٹھ جا

رَو بر آنہاکہ ہم جفت تواند — عاشقانِ و تشنۂ گفت تواند
اُن کے پاس جا، جو تیرے جوڑ کے ہیں — تمہاری باتوں کے عاشق اور پیاسے ہیں

پاسباں بر خوابناکاں برفزود — ماہیاں را پاسباں حاجت نہ بود
پہرہ دار کی سوئے ہوؤں پر بخشش ہے — مچھلیوں کو پہرے دار کی ضرورت نہ تھی

---

1. عرض۔ یعنی کسی عارض کی وجہ سے۔ درصفت۔ یعنی جس طرح ساتھی کوئی کام کرے ویسا ہی تو کر، اس سے بڑھ کر نہ کر ورنہ اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ نطق موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی باہمی گفتگو میں اگرچہ حضرت موسیٰؑ کی گفتگو اپنے اندازہ کے مطابق تھی لیکن حضرت خضرؑ کے اعتبار سے وہ زیادہ تھی اس لئے جدائی ہوئی۔

2. یارِ نیک۔ اس سے حضرت خضرؑ مراد ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ مراد ہو تو اس گفتگو کی طرف اشارہ ہے جو کوہ طور پر اللہ سے ہوئی تھی۔ درگذر۔ معاف کر۔ وصال۔ یعنی ساتھ رہنا۔ ورنہ۔ جو کچھ میں کہوں اس کے بارے میں سوال نہ کرو جو دیکھو اس پر اعتراض نہ کرو۔ شِشتہ۔ نشست کا مخفف ہے۔ بمعنی۔ یعنی میری مرضی کے بغیر ساتھ بھی رہو گے تو بھی باطنی طور پر مجھ سے علیحدہ ہو گئے ہو۔

3. چوں حدث۔ اگر نماز میں کوئی ناپاک ہو جائے اور وہ پھر رکوع سجدے کرتا رہے تو بیکار ہے، محض اٹھک بیٹھک ہے، نماز نہیں ہے۔ رو بر آنہا۔ جو تیری طرح بسیار گو ہوں اور تیری بسیار گوئی کے عاشق و مشتاق ہوں، ان کے ساتھ رہ۔ پاسباں۔ جب افادہ اور استفادہ ختم ہو گیا تو حاضری محض پہرہ داری ہے جس کی اہل اللہ کو ضرورت نہیں، پہرہ داری کی ضرورت سونے والوں کو ہوتی ہے، اہل اللہ ہر وقت بیدار رہتے ہیں۔

جامہ پوشاں[1] را نظر برگازرست
کپڑا پہننے والوں کی نظر دھوبی پر ہے

جانِ عریاں را تجلی زیورست
عریاں جان کے لئے تجلی زیور ہے

یاز عریاناں بیک سو باز رو
یا ننگوں سے علیحدہ ہو کر چل

یا چو ایشان فارغ از تن جامہ شو
یا ان کی طرح بدن کے کپڑے سے بے نیاز بن

ور نمی تانی کہ کل عریاں شوی
اگر تو نہیں کر سکتا کہ بالکل ننگا ہو

جامہ کم کن تارہِ اوسط روی
تو کپڑے کم کر دے تاکہ تو درمیانی راہ چلے

عذر گفتن فقیر باآں شیخ خانقاہ

خانقاہ کے شیخ سے فقیر کا عذر کرنا

پس فقیرآں شیخ را احوال گفت
پھر درویش نے اُس شیخ سے احوال کہے

عذر را با آں غرامت کرد جفت
اُس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا

ہر سوالِ شیخ را داد او جواب
شیخ کے ہر سوال کا اُس نے جواب دیا

چوں جواباتِ خضرؑ خوب و صواب
(حضرت) خضرؑ کے جیسے اچھے اور صحیح جواب

آں جواباتِ[2] سوالاتِ کلیم
(حضرت موسیٰؑ) کلیم کے سوالوں کے جواب

کش خضرؑ بنمود از ربِّ علیم
جوانکو خدائے علیم کی جانب سے (حضرت) خضرؑ نے دیئے

گشت مسکلش حل و افزوں زیاد
اُن کی مشکلیں حل ہو گئیں اور مزید (یہ کہ)

از پئے ہر مشکلش مفتاح داد
اُن کی ہر مشکل کی ایک کنجی دے دی

از خضرؑ درویش ہم میراث داشت
درویش بھی (حضرت) خضرؑ کی میراث رکھتا تھا

در جوابِ شیخ ہمت برگماشت
شیخ کے جواب میں توجہ کی

گفت[3] راہِ اوسط ارچہ حکمت ست
(درویش نے) کہا درمیانی راہ اگرچہ دانائی ہے

لیک اوسط نیز ہم بانسبت ست
لیکن (کسی چیز کا) اوسط ہونا بھی نسبتی ہے

آب جو نسبت باشتر ہست کم
نہر کا پانی اونٹ کی نسبت سے کم ہے

لیک باشد موش را آں ہمچویم
لیکن چوہے کے لئے وہ سمندر کی طرح ہے

---

1. جامہ پوشاں۔ کپڑے پہننے والوں اور دھوبی کا جوڑ ہے۔ ننگے اور دھوبی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ یاز عریاناں۔ یا تو تم بھی علائق دنیوی قطع کر کے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو ورنہ ان سے علیحدگی اختیار کرلو۔ ورنمی تانی۔ اگر بالکلیہ دنیا سے غیر متعلق نہیں ہو سکتے تو تعلق کو کم کرو۔ غرامت۔ تاوان، الزام۔ جوابات خضر۔ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو تسلی بخش جواب دیئے تھے۔

2. آں جوابات۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے سوالات کے جواب اللہ تعالیٰ نے حضرت خضرؑ کی زبان سے دلائے۔ گشت۔ حضرت موسیٰؑ کو جس قدر اشکالات پیش آئے تھے وہ ان کے لئے یادداشت سے بھی زیادہ حل ہو گئے اور اشکال کے کھولنے کی کنجی ان کے ہاتھ آ گئی۔ از خضر۔ اس درویش کو بھی جوابدہی کی میراث حضرت خضرؑ سے حاصل ہوئی تھی۔ ہمت۔ باطنی توجہ۔

3. گفت۔ درویش نے جواب میں کہا بے شک درمیانی راہ دانائی کی بات ہے لیکن کسی چیز کا درمیانی ہونا نسبتی بات ہے۔ ہر چیز کسی چیز کے اعتبار سے درمیانی ہے، کسی چیز کے اعتبار سے کم ہے اور کسی چیز کے اعتبار سے زیادہ۔ آب جو۔ پہلے قصہ میں نہر کا پانی اونٹ کے اعتبار سے کم تھا اور چوہے کے اعتبار سے بہت زیادہ تھا۔

ہر[1] کرا باشد وظیفہ چار ناں
جس کی یومیہ خوراک چار روٹیاں ہوں

ور خورد ہر چار دور از اوسط ست
اگر وہ چار کھائے اوسط سے دور ہے

ہر کہ اُو را اشتہادہ ناں بود
جس کی بھوک دس روٹی کی ہو

چوں مرا پنجاہ ناں ست اشتہے
جب مجھے پچاس روٹیوں کی بھوک ہے

تو بدہ رکعت نماز آئی ملول
تو دس رکعت نماز میں تھک جاتا ہے

آں یکے[2] تا کعبہ حافی می رَوَد
وہ ایک کعبہ تک ننگے پیر جاتا ہے

آں یکے دَر پاکبازی جان بداد
ایک نے پاکبازی میں جان دے دی

ایں وَسط دَر بانہایت می رَوَد
یہ وسط محدود چیزوں میں چلتا ہے

اول و آخر باید تا دراں
اول اور آخر چاہئے تاکہ ان میں

بے نہایت چوں ندارد دو طرف
لا محدود چونکہ دونوں کنارے نہیں رکھتا ہے

اوّل و آخر نشانش کس نداد
اُس کے اول اور آخر کا کس نے پتہ نہیں دیا

دو خورد یا سہ خورد ہست اوسط آں
دو کھائے یا تین کھائے وہ اوسط ہے

اُو اسیر حرص مانند بط است
وہ بطخ کی طرح حرص کا قیدی ہے

شش خورد میداں کہ اوسط آں بود
وہ چھ کھائے تو سمجھ لے کہ وہ اوسط ہے

مر تراشش گردہ، ہمدستیم نے
تجھے چھ روٹیوں کی، ہم برابر ہیں؟ نہیں

من بپانصد در نہ آیم در نحول
میں پانچ سو سے بھی کمزور نہیں ہوتا

ویں یکے تا مسجد از خودی شود
اور یہ ایک مسجد تک بے خود ہو جاتا ہے

ویں دگر جاں کند تا یک ناں بداد
دوسرے کی جان نکلتی ہے یہاں تک کہ ایک روٹی دی

کہ مرو را اول و آخر بود
جن کا اول اور آخر ہو

در تصور گنجد اوسط یا میاں
اوسط یا بیچ متصور ہو سکے

کے بود اُو را میانہ منصرف
تو اُسکے (افراط و تفریط سے) ہٹا ہوا درمیان کب ہوسکتا ہے؟

گفت لَوْ كَانَ لَهُ الْبَحْرُ مِدَادُ
فرمایا، خواہ اُس کی روشنائی سمندر ہوں

---

[1] ہر کرا۔ جس کی خوراک چار روٹیاں ہوں اگر وہ دو یا تین کھائے تو درمیانی بات ہے اور اگر چار کھائے تو اوسط اور درمیانی بات نہ ہو گی۔ بط۔ بطخ ہر وقت کھاتی ہے۔ ہر کہ۔ جس کی خوراک دس روٹیاں ہیں اگر وہ چھ کھائے تو اوسط اور درمیانی بات ہے۔ چوں مرا۔ پچاس روٹیاں کھانے والا اور چھ روٹیاں کھانے والا برابر نہیں ہیں۔ تو بدہ رکعت۔ ایک شخص نماز کی دس رکعتوں میں تھک جاتا ہے تو دس رکعتیں اس کے اعتبار سے زیادہ ہیں، ایک شخص پانچ سو رکعتیں پڑھ کر بھی نہیں تھکتا، اس کے اعتبار سے یہ دس رکعتیں کم ہیں۔ آں یکے۔ ایک شخص کعبہ تک ننگے پیر بآسانی جا سکتا ہے تو کعبہ تک ننگے پیر جانا اس کے اعتبار سے افراط نہیں ہے، دوسرا شخص جو محلہ کی مسجد تک بھی ننگے پیر نہ جا سکے، اس کے اعتبار سے وہ افراط ہے۔

[2] آں یکے۔ ایک پاکباز کے لئے جان دینا آسان ہے، بخیل کی روٹی دینے میں جان نکلتی ہے۔ ایں وسط۔ اب تک تو اس درویش نے یہ سمجھایا تھا کہ میری خوراک ان کے اعتبار سے زیادہ ہے لیکن میرے اعتبار سے وہ وسط درجہ ہے اب گفتگو کے بارے میں جواب دیتا ہے کہ درمیان اس چیز کا ہوتا ہے جس کی ابتدا اور انتہا ہو تو اس چیز کا وسط اور درمیان متعین ہو سکتا ہے لیکن لامحدود اور لامتناہی کا وسط متعین نہیں کیا جا سکتا، کلمہ اور کلام لامحدود ہے۔ لو کان البحر مداد۔ قرآن پاک میں ہے لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا یعنی آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے اگر سمندر روشنائی بنے تو سمندر ختم ہو جائے گا قبل اس کے کہ اللہ کے کلمات ختم ہوں، اگرچہ اس جیسا اور سمندر مدد کے لئے لائیں، یہ اللہ کے کلمات کے لئے آیت ہے لیکن مولانا نے اس سے مطلق کلمہ اور کلام مراد لے کر استدلال ذکر کر دیا ہے۔

هفت دریا گر شود کلی مدید[1] نیست مر پایاں شدن را ہیچ اُمید
پورے سات سمندر اگر روشنائی بنیں ختم ہونے کی کوئی امید نہیں ہے

باغ و بیشہ گر بود یک سَر قلم زیں سخن ہرگز نگردد ہیچ کم
باغ اور جنگل اگر سب قلم بن جائیں اس بات کا ہرگز کچھ کم نہ ہوگا

آں ہمہ حِبر و قلم فانی شود ویں حدیث بے عدد باقی بود
یہ سب روشنائی اور قلم فنا ہو جائیں گے یہ ان گنت بات باقی رہے گی

حالت من خواب را ماند گہے خواب پندارد مر اُو را گمرہے
کبھی میری حالت نیند کی جیسی ہوتی ہے اُس کو گمراہ نیند سمجھتا ہے

چشم من خفتہ دلم بیداردان شکل بیکارِ مرا بَرکار داں
میری آنکھ کو سویا ہوا، میرے دل کو بیدار سمجھ میری بے کار صورت کو باکار سمجھ

گفت پیغمبرؐ کہ عینَا یَ تنام لاَ ینامُ قلبِی عَنْ رَبِّ الاَنام
پیغمبرؐ نے فرمایا میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں میرا دل مخلوق کے پروردگار سے نہیں سوتا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ خُسپد چشم من لیک کے خُسپد دلم اندر وَسَن[2]
پیغمبرؐ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

چشم تو بیدار و دل رفتہ بخواب چشم من خفتہ دلِ در فتح باب
تیری آنکھیں بیدار ہیں اور دل نیند میں ہے میری آنکھیں سوئی ہوئی ہیں، میرا دل غیب میں مشغول ہے

مَردلم را پنج حس دیگر ست حس دل٭ را ہر دو عالم منظرست
میرے دل کے دوسرے پانچ حواس ہیں دل کے حس کے لئے دونوں عالم منظور نظر ہیں

توز ضعف خود مکن در من نگاہ بر تو شب بر من ہماں شب چاشتگاہ
تو اپنی وکمزوریوں سے مجھے نہ دیکھ تیرے لئے رات ہے، مجھ پر وہی رات صبح ہے

بر تو زنداں بر من آں زنداں چو باغ عین مشغولی مرا گشتہ فراغ
تیرے لئے قید خانہ ہے، میرے لئے وہ قید خانہ باغ جیسا ہے تو بالکل مشغول ہے، مجھے فراغت حاصل ہے

پائے تو در گِل مرا گِل گشتہ گل مر ترا ماتم مرا سور و دُہل
تیرا پیر کیچڑ میں ہے، میرے لئے کیچڑ پھول ہے تیرے لئے سوگ میرے لئے خوشی اور ڈھول ہے

---

1. مدید۔ مداد کا امالہ ہے، روشنائی۔ باغ و بیشہ۔ تمام باغوں اور جنگلوں کی لکڑیوں کے قلم بنائے جائیں۔ حبر۔ روشنائی۔ حدیث بے عدد۔ اللہ کے کلمات۔ حالت۔ اب اس درویش نے اپنی نیند کے بارے میں اعتراض کا جواب شروع کیا ہے۔ شکل بیکار۔ یعنی جبکہ میں بظاہر سویا ہوا ہوں اس وقت بھی دل یادِ خدا میں ہوتا ہے۔ گفت۔ حدیث شریف ہے تنام عینای ولا ینام قلبی میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ہے۔

2. وسن۔ نیند۔ چشم تو بیدار۔ درویش نے معترض سے کہا۔ فتح باب۔ یعنی اسرار الٰہی کے دروازہ کی کشادگی۔ مردلم۔ حواسِ ظاہری کے علاوہ میرے دل کے بھی حواس ہیں، حواسِ ظاہری عالم دنیا کا ادراک کرتے ہیں دل کے حواس کا عالم آخرت منظر ہے۔ منظر۔ دیکھنے کی جگہ۔ توز ضعف۔ یعنی تو اپنی حالت پر مجھے قیاس نہ کر، تیرا دل خوابیدہ ہے میرا دل بیدار ہے تو تیری شب میری صبح ہے، دنیاوی مشاغل تیرا قید خانہ ہیں میں اس دنیا میں بھی باغ میں ہوں مشاغل دنیوی سے آزاد ہوں، مشاغل دنیوی میں تو مشغول ہے، میں ان سے فارغ ہوں۔ پائے تو۔ تو دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور یہی دنیا میرے توجہ الی الحق کا ذریعہ ہے تو یہ تیرے لئے سوگ میرے لئے خوشی کا ذریعہ ہے۔ دہل۔ ڈھول جو عموماً شادیوں میں بجایا جاتا ہے۔

در زمینم[1] با تو ساکن در محل
می دوَم بر چرخ، ہفتم چوں زحل

میں زمین پر تیرے ساتھ ایک جگہ پر ہوں
ساتویں آسمان پر زحل کی طرح دوڑتا ہوں

ہمنشینت من نیم سایہ من ست
بر تر از اندیشہا پایہ من ست

میں تیرا ہم نشین نہیں ہوں، میرا سایہ ہے
میرا مرتبہ، خیالات سے بالاتر ہے

زانکہ من زاندیشہا بگذشتہ ام
خارجِ اندیشہ پویاں گشتہ ام

کیونکہ میں خیالات سے بالا تر ہو گیا ہوں
میں خیال (کی حد) سے باہر دوڑتا ہوں

حاکم اندیشہ ام محکوم نے
زانکہ بَنّا حاکم آمد بر بنے

میں خیال پر حاکم ہوں، محکوم نہیں ہوں
کیونکہ بنانے والا عمارت پر حاکم ہوتا ہے

جملہ خلقاں سخرۂ اندیشہ اند
زاں سبب خستہ دل و غم پیشہ اند

تمام مخلوق فکر کی محکوم ہے
اِس لئے دل شکستہ اور غمگین ہے

قاصداً خود را باندیشہ دہم
چوں بخواہم ازمیاں شاں برجہم

میں قصداً اپنے آپ کو فکر کے سپرد کر دیتا ہوں
جب چاہتا ہوں اُن کے درمیان سے کود جاتا ہوں

من چو مُرغِ او جم اندیشہ مگس
کے بود برمن مگس را دسترس

میں بلندی کا پرندہ ہوں، فکر مکھی ہے
مجھ پر مکھی کی دسترس کب ہو سکتی ہے؟

قاصداً زیر آیم از اوجِ بلند
تا شکستہ پایگاں برمن تنند

میں کبھی قصداً بلند اونچائی سے نیچے آجاتا ہوں
تا کہ شکست پا لوگ میرے چاروں طرف جمع ہو جائیں

چوں ملالم[2] گیرد از سِفلی صفات
بَر پرم ہمچوں طیور الصافات

نچلی صفات سے جب میں ملول ہو جاتا ہوں
الصافات پرندوں کی طرح اوپر اڑ جاتا ہوں

پَرِ من رستست ہم از ذاتِ خویش
بر نچفسانم دو پرِمن باسریش

میرے پر اپنی ذات سے اُگے ہیں
میں اپنے دونوں پر سریش سے نہیں چپکاتا ہوں

جعفرِ طیارؓ را پر جاریہ است
جعفر طرّار را پَر عاریہ است

(حضرت) جعفر طیارؓ کے پر چالو ہیں
جعفر طرّار کے پر مانگے ہوئے ہیں

---

[1] در زمینم۔ میں دنیا میں رہتے ہوئے بھی عالم بالا کی سیر کرتا ہوں۔ سایہ من ست۔ میرا جسم ناسوتی تیرا ہم نشین ہے جو بمنزلہ سایہ کے ہے اور اصل روح ہے جو وحدت کی وجہ سے فکر واندیشہ سے بالاتر ہے۔ حاکم اندیشہ۔ مجھے اپنے خیالات پر پورا قابو ہے جس طرح بنانے والے کو عمارت پر قابو ہوتا ہے۔ جملہ خلقاں۔ عام لوگ اپنے خیالات کے تابع ہوتے ہیں، اسی لئے غم وفکر میں مبتلا رہتے ہیں۔ قاصداً۔ اولیاء اللہ اپنے اوپر استغراق وغیرہ کی کیفیات طاری کرتے رہتے ہیں۔ من چو۔ بلند پرواز پرند پر مکھی نہیں بیٹھتی ہے۔ قاصداً۔ انبیاء اور اولیاء اپنے مقام سے نزول اختیار کر لیتے ہیں تا کہ عوام ان سے مستفید ہو سکیں۔

[2] چوں ملالم۔ جب عوام کی سطح اختیار کرنے سے ملال پیدا ہوتا ہے تو پھر عروج اختیار کر لیتے ہیں۔ پر من۔ یہ میرا عروج میرا ذاتی ہے، مستعار نہیں ہے۔ جعفر طیار۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں۔ ۸ ہجری میں غزوہ موتہ میں چند ہزار فوج کے ساتھ تین لاکھ فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے دونوں بازو کٹ جانے کے بعد شہید ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں دو بازو ایسے عطا کئے ہیں جن کے ذریعہ وہ جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں، اس بشارت کی وجہ سے ان کا لقب طیار "بہت اڑنے والا" اور ذوالجناحین "دو بازوؤں والا" پڑا۔ جعفر طرار۔ جیب تراش جعفر، عرب کا بہت چالاک شخص تھا جس نے دو فرضی بازو لگا رکھے تھے۔

نزد[1] آنکہ لَم یَذُق دعویست ایں
جس نے مزانہ چکھا ہو اُس کیلئے یہ (باتیں محض) دعویٰ ہیں
نزد سکانِ اُفق معنی ست ایں
اُفق کے رہنے والوں کے لئے یہ حقیقت ہے

لاف و دعویٰ باشد ایں پیشِ غراب
کوے کے سامنے یہ محض، دعویٰ اور ڈینگ ہے
دیگ تی و پُر یکے پیشِ ذُباب
مکھی کے لئے بھری اور خالی دیگ یکساں ہے

چونکہ دَر تومی شود لقمہ گہر
جب تجھ میں لقمہ موتی بن جائے
تن مزن چندانکہ بتوانی بخور
پہلو تہی نہ کر جتنا ممکن ہو کھا

شیخ روزے[2] بہر دفع سوئے ظن
ایک دن شیخ نے بدگمانی رفع کرنے کے لئے
در لگن قے کرد و پُر دُر شد لگن
سلچی میں قے کر دی اور سلچی موتیوں سے بھر گئی

گوہر معقول را محسوس کرد
عقلی موتیوں کو محسوس کر دیا
پیر بینا بہر کم عقلی مرد
بینا پیر نے (اُس) شخص کی کم عقلی کی وجہ سے

چونکہ در معدہ شود پاکت پلید
چونکہ معدہ میں تیرا پاک ناپاک بن جاتا ہے
قفل بہ بر حلق و پنہاں کن کلید
حلق پر تالا لگ لے اور کنجی کو چھپا دے

ہر کہ در وے لقمہ شد نورِ حلال
جس میں لقمہ اللہ (تعالیٰ) کا نور بن جائے
ہر چہ خواہد گو بخور اُو را حلال
کہہ دے وہ جو بھی چاہے کھائے اُس کیلئے حلال ہے

در بیانِ[3] صدقِ دعویٰ کہ محض معنی بود نزدیک صاحب حال و دوریٔ بیگانگاں

اُس دعوے کی سچائی کے بیان میں جو صاحب حلال کے نزدیک حقیقت ہے اور بیگانوں کی اُس سے دوری

گر تو ہستی آشنائے جانِ من
اگر تو میری جان سے واقف ہے
نیست دعویٰ گفت معنی لانِ من
میری حقیقت آشیانہ گفتگو دعویٰ نہیں ہے

گر بگویم نیم شب پیشِ توام
اگر میں آدھی رات میں کہوں میں تیرے سامنے ہوں
ہیں مترس از شب کہ من خویش توام
خبردار! رات (ہونے کیوجہ سے) نہ ڈر میں تیرا اپنا ہوں

ایں دو دعویٰ پیشِ تو معنی بود
یہ دونوں دعوے تیرے حقیقت ہوں گے
چوں شناسی بانگ خویشاوند خود
جب کہ تو اپنوں کی آواز کو پہچانتا ہے

---

1. نزد۔ اسرار کی یہ باتیں ان لوگوں کے نزدیک محض دعویٰ ہیں جو اس ذوق سے واقف نہیں۔ اصحاب ذوق کے لئے یہ حقیقت ہیں۔ ایں۔ اسرار کا بیان۔ غراب۔ کوا جو چالاکی میں مشہور ہے۔ دیگ۔ مکھی کے لئے ایک ذرہ خوراک کافی ہے وہ دیگ کے پُر اور خالی ہونے کے فرق کو محسوس نہیں کر سکتی ہے۔ تی۔ تہی کا مخفف ہے۔ چونکہ۔ لذیذ غذائیں شہوانی قوتوں کے اضافہ کا سبب نہ بنیں تو حسب خواہش کھائی جا سکتی ہیں۔
2. شیخ روزے۔ وہی درویش جو اپنی بسیار خوری کی معذرت کر رہے تھے، انہوں نے کھایا ہوا قے کر کے دکھا دیا۔ گوہر معقول۔ کھانے کا گوہر بننا اگرچہ حقیقتاً نہیں ہوتا بلکہ وہ اولیاء کے پیٹ میں پُر انوار بنتا ہے لیکن انہوں نے بطور کرامت معنوی موتی کو بھی ظاہری موتی بھی کر کے دکھا دیا۔ چونکہ۔ عوام اور راہ سلوک کا سفر طے کرنے والوں کے معدے میں پاک چیز پہنچ کر بھی ناپاک بن جاتی ہے، اس لئے ان کو کم خوری چاہیے۔
3. در بیان۔ اب چند مثالیں ایسی دیتے ہیں جن میں خود دعویٰ ہی دلیل ہوتا ہے اور وہ دعویٰ دلیل سے مستغنی ہوتا ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ گر تو ہستی۔ اگر تو صاحب باطن ہے۔ دعویٰ۔ یعنی جو دلیل کا محتاج ہو۔ گفت معنی لان۔ لان مخفف لانہ بمعنی آشیانہ ہے، معنی لان یعنی لانہ معنی اور یہ مضاف و مضاف الیہ گفت کی صفت ہے۔ گر بگویم۔ یہ اس کی پہلی مثال ہے کہ بعض دعوے خود اپنی دلیل ہوتے ہیں کسی دوسری دلیل کے محتاج نہیں ہوتے۔ ایں دو دعویٰ۔ یعنی سامنے ہونا اور رشتہ دار ہونا۔

پیشی و خویشی دو دعویٰ بود لیک
سامنے ہونا اور اپنا ہونا دو دعوے ہیں
ہر دو معنی بود پیشِ فہم نیک[1]
دونوں دعوے اچھی سمجھ کے لئے حقیقت ہوں گے

قربِ آوازش گواہی می دہد
آواز کا قرب گواہی دیتا ہے
کایں دَم از نزدیک یارے می جہد
کہ یہ آواز کسی دوست کے پاس سے آ رہی ہے

لذتِ آوازِ خویشاوند نیز
اپنوں کی آواز کی لذت بھی
شد گو ابر صدقِ آں خویش عزیز
اُس اپنے پیارے کی سچائی پر گواہ بن گئی

باز بے الہام احمق کو زجہل
پھر الہام سے محروم احمق جو کہ نادانی سے
می نداند بانگ بیگانہ زاہل
غیر کی آواز کو اپنے کی آواز سے نہیں پہچانتا ہے

پیشِ او دعویٰ بود گفتارِ او
اُس کے سامنے اُس کا دعویٰ (محض) گفتار ہو گی
جہل اُوشد مایۂ اِنکار او
اُس کا جہل اُس کے اِنکار کا سرمایہ ہو گا

پیشِ زیرک کاندرونش نورہاست
عقلمند کے سامنے جس کے اندر نور ہیں
عین ایں آواز معنی بود راست
بعینہ آواز صحیح حقیقت ہوتی ہے

یا بتازی گفت یک تازی زباں
یا کوئی عربی زباں داں عربی میں کہے
کہ ہمی دانم زبانِ تازیاں
کہ میں عربوں کی زبان جانتا ہوں

عین تازی گفتنش معنی بود
اُس کا عربی میں بولنا حقیقت ہوگی
گرچہ تازی گفتنش دعویٰ بود
اگرچہ اُس کا عربی میں کہنا دعویٰ ہے

یا نویسد[2] کاتبے بر کاغذے
یا کوئی کاتب کاغذ پر لکھے
کاتب و خط خوانم و من ابجدے
میں لکھنے والا ہوں اور خطبہ پڑھ لیتا ہوں اور میں ابجد جانتا ہوں

ایں نوشتہ گرچہ خود دعویٰ بود
یہ لکھا ہوا اگرچہ دعویٰ ہے
ہم نوشتہ شاہد معنی بود
لکھا ہوا ہی ثبوت کا گواہ ہے

یا بگوید صوفئے دیدی تو دوش
یا کوئی صوفی کہے کہ تو نے کل رات دیکھا
درمیانِ خواب سجادہ بدوش
خواب میں کندھے پر مصلّی ڈالے ہوئے

من بدم آں و انچہ گفتم خواب دَر
وہ میں تھا اور جو میں نے خواب میں کہا
با تو اَندر خواب در شرحِ نظر
تجھے نظر (و فکر) کی تشریح میں

---

[1] فہم نیک۔ عقل سلیم ان دونوں دعوؤں کو حقیقت سمجھے گی اور ثبوت کی طالب نہ ہوگی۔ لذت۔ رشتہ دار کی آواز کی لذت دعوے کی گواہ ہے۔ باز بے الہام۔ جو اللہ کی جانب سے الہام سے محروم ہیں وہ اپنے اور بیگانہ کی آواز میں امتیاز نہیں کر سکتے ہیں، ان کے سامنے کسی بزرگ کا کچھ کہنا بیکار ہے وہ اپنی نادانی سے فوراً انکار کر دیتے ہیں۔ پیش زیرک۔ جو لوگ عقلمند ہیں اور ان کو حق سے مناسبت ہے وہ فوراً بزرگوں کی بات پر یقین کر لیتے ہیں اور کسی دلیل کے بھی طالب نہیں ہوتے۔ یا بتازی۔ یہ دوسری مثال ہے کہ عربی دانی کا عربی زبان میں دعویٰ خود دعویٰ اور دلیل ہے۔

[2] یا نویسد۔ یہ تیسری مثال ہے اگر کوئی شخص کاغذ پر لکھے کہ میں حروف تہجی سے واقف ہوں اور لکھنا جانتا ہوں تو یہ دعویٰ بھی ہے اور خود دلیل بھی ہے۔ یا بگوید۔ یہ چوتھی مثال ہے، اگر کوئی بزرگ کسی سے اس کا رات کا دیکھا ہوا خواب بیان کر دے اور یہ کہے کہ تم نے خواب میں جو ایک شخص دیکھا تھا اور اس نے فلاں فلاں نصیحتیں کی تھیں وہ میں ہی تھا تو تم اس کے دعوے کو فوراً مان لو گے اور کبھی مزید دلیل کے طالب نہ ہو گے۔

گوش کن چوں حلقه اندر گوش کن
یاد رکھ، بالے کی طرح کان میں ڈال لے
ایں سخن را پیشوائے ہوش کن
اِس بات کو ہوش کا راہبر بنا لے

چوں ترا یاد آید آں خواب ایں سخن
جب تجھے خواب یاد آئے گا یہ بات
معجزہ نو باشد و رازِ کہن[1]
نیا معجزہ ہو گی اور پرانا راز۔

گرچہ دعویٰ می نماید ایں و لے
اگرچہ یہ دعویٰ نظر آتا ہے، لیکن
جانِ صاحب واقعہ گوید بلے
صاحب واقعہ کا دل، ہاں کہتا ہے

پس چو حکمت ضالہ مومن بود
جب کہ دانائی کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہوتی ہے
آں زہر کہ بشنود موقن شود
اُس کو جس سے سنتا ہے یقین کرنے والا ہو جاتا ہے

چونکہ خود را پیشِ او یابد فقط
جب کہ وہ اپنے آپ کو بالکل اُس کے سامنے پاتا ہے
کے بود شک چوں کند خود را غلط
شک کب ہوسکتا ہے؟ اپنے آپ کو غلط کیسے بنا سکتا ہے؟

تشنۂ را چوں بگوئی تو شتاب
جب تو پیاسے کو کہے، دوڑ
در قدح آبست و بستان زود آب
پیالے میں پانی ہے، جلدی پانی لے لے

ہیچ گوید تشنہ کیں دعویست رَو
کبھی پیاسا کہتا ہے یہ دعویٰ ہے، جا
از برم اے مدعی مہجور شو
اے مدعی! مجھ سے دور ہو

یا گواہ و حجتے بنما کہ ایں
یا (یہ کہتا ہے کہ) گواہ اور دلیل لا کہ یہ
جنسِ آب ست و ازاں ماءِ مَعیں
پانی کی جنس ہے اور شیریں پانی میں سے ہے

یا بطفلِ[2] شیر مادر بانگ زد
یا دودھ پیتے بچے کو ماں نے آواز دی ہو
کہ بیا من مادرم ہاں اے وَلد
کہ اے بچے! آ میں (تیری) ماں ہوں

طفل گوید مادرا حجت بیار
(کیا) بچہ کہتا ہے کہ اے ماں! دلیل لا؟
تا کہ باشیرت بگیرم من قرار
تا کہ تیرے دودھ سے مجھے چین نصیب ہو

در دلِ ہر اُمتی کزحق مزہ است
جس اُمتی کے دل میں حق کا ذائقہ ہے
روی و آوازِ پیغمبر معجزہ است
پیغمبر کا چہرہ اور آواز معجزہ ہے

چوں پیمبر از بروں بانگے زند
جب پیغمبر باہر سے پکارتا ہے
جانِ اُمت در دروں سجدہ کند
اُمت کی رُوح اندر سجدہ کرتی ہے

---

1. رازِ کہن۔ یعنی جو خواب میں دیکھا تھا۔ صاحب واقعہ۔ یعنی جس نے خواب دیکھا تھا۔ پس چو حکمت۔ حکمت دانائی کی بات کو مومن کی گمشدہ چیز قرار دیا گیا ہے، اپنی چیز گم کرنے والا جب گمشدہ چیز کو دیکھتا ہے فوراً پہچان لیتا ہے، اس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ موقن۔ یقین کرنے والا۔ تشنہ۔ ایک مومن کے حکمت کو پہچان لینے کی مثال یہ ہے کہ اگر پیاسے سے کہا جائے کہ جلد آ جا پیالے میں پانی ہے، لے لے تو فوراً دوڑ پڑے گا کبھی دلیل کا طالب نہ ہوگا۔

2. یا بطفل۔ اگر ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو کہتی ہے کہ جلد آ جا میں دودھ پلا دوں تو وہ بچہ فوراً اس کا دعویٰ مان لیتا ہے اور کبھی دلیل کا طالب نہیں بنتا ہے۔ در دل۔ جن لوگوں کے دل میں ذوقِ حق ہوتا ہے، نبی کا چہرہ اور اس کی آواز ہی ان کے لئے معجزہ ہوتی ہے، وہ معجزے کے کبھی طالب نہیں ہوتے ہیں۔ چوں پیمبر۔ نبی کی دعوت پر فوراً ان کی روح سر تسلیم خم کر دیتی ہے۔

زانکہ جنس بانگ اُو اندر جہاں　　از کسے نشنیدہ باشد گوشِ جاں
اِس لئے کہ اُس کی آواز کی مانند دنیا میں　　روح کے کان نے کسی کی آواز نہیں سنی

آں غریب[1] از ذوقِ آوازِ غریب　　در سجود آید بحق گردد قریب
وہ مسافر عجب آواز کے ذوق سے　　سجدہ میں گر جاتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے قریب ہو جاتا ہے

چوں کند سجدہ زجان و دل غریب　　از زبانِ حق شنید اِنّیِ قَرِیب
جب مسافر دل و جان سے سجدہ کرتا ہے　　اللہ (تعالیٰ) کے زبان سے سنتا ہے بیشک میں قریب ہوں

سجدہ کردن یحییٰ و مسیحؑ یک دیگر را در شکم مادر

حضرت یحییٰؑ و حضرت مسیحؑ کا ماں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

مادرِ یحییٰؑ چو حامل بود ازو　　بود با مریمؑ نشستہ دو بدو
(حضرت) یحییٰ کی والدہ جب ان سے حاملہ تھیں　　(حضرت) مریمؑ کے روبرو بیٹھی تھیں

مادرِ یحییٰؑ بمریمؑ در نہفت　　پیشتر از وضعِ حمل خویش گفت
(حضرت) یحییٰ کی والدہ نے (حضرت) مریمؑ سے آہستہ سے　　اپنے وضع حمل سے پہلے...... کہا

کہ یقیں دیدم دروں تو شہے ست　　کہ اولوٗ العزم[2] و رسولِ آگہے ست
کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پیٹ میں ایک شاہ ہے　　جو کہ بڑے درجہ کا اور باخبر رسول ہے

چوں برابر او فتادم با تو من　　کرد سجدہ حمل من اے ذوالفطن
جب میں آپ کے برابر آئی　　اے عقلمند میرے حمل نے سجدہ کیا

ایں جنیں مرآں جنیں را سجدہ کرد　　کز سجودش در تنم اُفتاد درد
پیٹ کے اس بچہ نے پیٹ کے اُس بچہ کو سجدہ کیا　　جس نے سجدے سے میرے بدن میں درد ہوا

گفت مریمؑ من درونِ خویش ہم　　سجدۂ دیدم ازیں طفل شکم
(حضرت) مریمؑ نے کہا، میں نے بھی اپنے پیٹ میں　　اِس پیٹ کے بچہ کا سجدہ دیکھا

اِشکال آوردن ناداناں بریں قصہ

نادانوں کا اس قصہ پر اِشکال لانا

اَبلہاں گویند ایں افسانہ را　　خط بکش زیرا دروغ ست و خطا
بے وقوف کہتے ہیں کہ اِس قصہ پر　　لکیر کھینچ دے، کیونکہ جھوٹ اور غلط ہے

---

1. غریب۔ یعنی دنیا کا مسافر، راہِ سلوک کا مسافر۔ آوازِ غریب۔ یعنی نبی کی عجیب آواز۔ درسجود آید۔ یعنی اطاعت کر لیتا ہے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ انی قریب۔ بے شک میں نزدیک ہوں قرآن پاک میں ہے جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دو میں ان سے قریب ہوں۔ مادرِ یحییٰ۔ یعنی حضرت زکریا کی بیوی۔ یہ حضرت یحییٰ کی ماں ہیں۔ مریم۔ حضرت مسیح کی والدہ محترمہ۔ وضع حمل۔ بچہ جننا۔ درونِ تو۔ تیرے پیٹ میں۔

2. اولوالعزم۔ صاحب عزم و عزیمت پانچ بڑے رسول ہیں حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ، آنحضور علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ رسول آگاہ۔ یعنی صاحب کتاب رسول۔ ذوالفطن۔ دانائی والا۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ کز سجودش۔ پیٹ کے بچہ کی حرکت سے ماں کو تکلیف ہوتی ہے۔ گفت مریمؑ۔ حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ میرے پیٹ کے بچہ نے بھی تیرے پیٹ کے بچہ کو سجدہ کیا تھا۔ ایں فسانہ۔ یعنی دونوں حمل کے ایک دوسرے کو سجدہ کرنے کا قصہ۔ خط بکش۔ قلم پھیر دے۔

زانکہ[1] مریمؑ وقت وضع حمل خویش — بود از بیگانہ دور وہم ز خویش
کیونکہ (حضرت) مریمؑ اپنے وضع حمل کے وقت — اپنوں سے بھی دور تھیں اور بیگانوں سے بھی

مریمؑ اندر حمل جفت کس نشد — از برونِ شہر اُو واپس نشد
(حضرت) مریمؑ حمل کے دوران کسی کے ساتھ نہ رہیں — وہ شہر کے باہر سے واپس نہ ہوئیں

از برونِ شہر آں شیریں فسوں — تانشُد فارغ نیامد خود دروں
وہ شیریں دم شہر کے باہر سے — جب تک فارغ نہ ہوئیں اندر نہیں آئیں

چوں بزادش آنگہانش برکنار — بر گرفت و برد تا پیشِ تبار
جب اُن کو جن لیا، اُس وقت بغل میں — لیا اور خاندان کے سامنے لے گئیں

مادرِ یحییٰؑ کجا دیدش کہ تا — گویدے اُو را ایں سخن دَر ماجرا
(حضرت) یحییٰؑ کی والدہ نے اُن کو کہاں دیکھا تا کہ — قصہ میں اُن سے یہ بات کہیں

جوابِ اشکال و بیانِ مقصود از قصہ

اشکال کا جواب اور قصہ کا مقصد

ایں بداند[2] کانکہ اہل خاطرست — غائب آفاق اُو را حاضرست
اس کو وہ سمجھتا ہے جو صاحب دل ہے — غائب دنیا اُس کے سامنے حاضر ہے

پیشِ مریمؑ حاضر آید دَر نظر — مادرِ یحییٰؑ کہ دورست از بصر
(حضرت) مریمؑ کے سامنے نگاہ میں حاضر ہے — (حضرت) یحییٰؑ کی والدہ جو دیکھنے میں دور ہیں

دیدہا بستہ بہ بیند دوست را — چوں مشبک کردہ باشد پوست را
آنکھیں بند کئے ہوئے دوست کو دیکھ لیتا ہے — جب کہ کھال کو چھلنی کر دیا ہو

ورندیدش[3] نز برون و نزدروں — از حکایت گیر معنی اے زبوں
اگر انھوں نے اُنھیں نہ ظاہری طور پر دیکھا نہ باطنی طور پر — اے عاجز! تو قصہ سے نتیجہ اخذ کر لے

نے چناں کا فسانہا بشنیدۂ — ہمچو شیں برنقش اُو چسپیدۂ
کیا ایسا نہیں ہے کہ تو نے قصے سنے ہیں — (اور) شین کی طرح اُن کے نقش سے تو چپٹ گیا ہے

---

[1] زانکہ۔ قرآن پاک میں حضرت مریمؑ کے قصہ میں ہے فحملته فانتبذت به مكانا قصيا اس پر مریم کو حمل رہ گیا وہ حمل لے کر کہیں الگ دور کے مکان میں ہو بیٹھیں یعنی حضرت مریمؑ کے حالت حمل میں ان کے پاس کوئی دوسرا نہ تھا۔ واپس نہ شد۔ وہ شہر سے نکل کر چلی گئی تھیں لہٰذا وہاں حضرت یحییٰؑ کی والدہ کہاں تھیں۔ شیریں فسوں۔ حضرت مریمؑ۔ چوں بزادش۔ قرآن پاک میں ہے فاتت به قومها تحمله وہ مریمؑ اس بچہ کو اٹھا کر اپنی قوم کے پاس لائیں۔ تبار۔ خاندان، قبیلہ۔

[2] ایں بداند۔ اس قصہ کو وہ سمجھ سکتا ہے جو ایسا صاحب دل ہو کہ غائب از نظر چیزیں بھی اس کے سامنے ہوں۔ پیش مریمؑ۔ ایک جواب یہ ہے کہ دونوں میں باہمی روحانی طور پر گفتگو ہوئی ہو۔ دیدہا بستہ۔ جن لوگوں نے مجاہدات کے ذریعے اپنے بدن کو چھلنی بنا دیا ہو وہ آنکھیں بند کر کے دور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔

[3] ورندیدش۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت مریمؑ نے حضرت یحییٰؑ کی والدہ کو نہ ظاہری طور پر دیکھا اور نہ باطنی طور پر اور قصہ غلط بھی ہو تو نتیجہ جو صحیح ہے اس پر عمل کرو یعنی اللہ کے نیک بندوں کی تعظیم کرو۔ نے چناں۔ تم سب سے افسانے سنتے ہو جن کا نفس الامر میں وجود نہیں ہوتا لیکن کسی سے ان کو سن کر صحیح نتیجہ نکال لیتے ہو۔ ہمچو شیں۔ حرف شین لفظ نقش کے ساتھ ایسا جڑا ہوا ہے کہ اس کی اس سے علیحدگی ناممکن ہے۔

تاہمی گفت آں کلیلہ[1] بے زباں
حتی کہ بے زباں اُس کلیلہ نے کہا

چوں سخن نو شد ز دمنہ بے بیاں
اس نے دمنہ سے بغیر کہے بات کیسے سن لی؟

ور بدانستند لحن ہم دگر
اگر آپس میں لہجہ جانتے تھے

فہم اُو چوں کرد بے نطق ایں بشر
بغیر گویائی کے یہ انسان کیسے سمجھا!

درمیانِ شیر و گاوٗ آں دمنہ چوں
شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ کس طرح

شد رسول و خواند بر ہر دو فسوں
قاصد بنا؟ اور دونوں پر منتر پڑھ دیا

چوں وزیرِ شیر شد گاوِ نبیل
موٹا بیل شیر کا وزیر کیسے بن گیا؟

چوں زعکس ماہ ترساں گشت پیل
ہاتھی چاند کے عکس سے کیسے ڈر گیا؟

ایں کلیلہ[2] وَمنہ جملہ افتریست
یہ کلیلہ اور دمنہ سب جھوٹ ہے

ورنہ کے با زاغ لکلک را مَریست
ورنہ کوے کا لقلق سے کیا اختلاف ہے؟

اے برادر قصہ چوں پیانہ ایست
اے بھائی! قصہ تو ایک پیانہ ہے

اندر و معنی مثالِ دانہ ایست
اُس میں معنی دانہ کی طرح ہے

دانہَ معنی بگیرد مَردِ عقل
عقلمند انسان معنی کا دانہ لے لیتا ہے

ننگرد پیانہ را گرگشت نقل
پیانہ کیطرف دھیان نہیں دیتا ہے اگرچہ وہ ختقل ہو جائے

در بیانِ ماجرائے شمع و پروانہ وگل وبلبل وغیرہ

شمع اور پروانہ اور گل و بلبلیں وغیرہ کے قصے میں بیان

ما جرائے بلبل و گل گوش دار
بلبل اور گل کا قصہ سن

گرچہ گفتے نیست آنجا آشکار
اگرچہ گفتگو یہاں بھی نمایاں نہیں ہے

ماجرائے شمع با پروانہ تو
شمع کا پروانے کے ساتھ قصہ، تو

بشنو و معنی گزیں زافسانہ تو
سن اور قصہ سے نتیجہ نکال لے

گرچہ گفتے نیست سِرّ گفت ہست
اگرچہ بات چیت نہیں ہے گفتگو کی حقیقت ہے

ہیں ببالا پر مپرچوں چغد پست
خبردار! اونچا اُڑ چغد کی طرح نیچے نہ اُڑ

گفت در شطرنج کایں خانہ رُخست
(کسی نے) شطرنج میں کہا کہ یہ رُخ کا گھر ہے

گفت خانہ اش کجا آمد بدست
(دوسرے نے) کہا اُس کو گھر کہاں سے مل گیا؟

---

[1] کلیلہ ودمنہ۔ دوفرضی گیدڑوں کے نام ہیں جن کا باہمی مکالمہ وغیرہ اس کتاب میں درج ہے، اس میں مذکور ہے کہ کلیلہ نے بغیر زبان کے یہ کہا تو بتاؤ کہ دمنہ کی بات بغیر بتائے اس نے کیسے سن لی جو بغیر زبان کے جواب کی نوبت آئی۔ اچھا وہ اگر آپس میں ایک دوسرے کی بات سمجھتے بھی تھے تو یہ انسان صاحب اس کو کیسے سمجھ گئے جو نقل کر رہے ہیں۔ درمیاں۔ اس میں لکھا ہے کہ دمنہ، شیر اور بیل کے درمیان ایلچی بنا اور پھر اس نے دونوں کو دھوکا دے دیا۔ چوں وزیر۔ اس میں لکھا ہے کہ ایک بیل ایک شیر کا وزیر تھا اور ایک ہاتھی چاند کے عکس سے بدک گیا۔

[2] ایں کلیلہ۔ غرض سارا کلیلہ دمنہ کا قصہ جھوٹ ہے ورنہ کوے اور لق لق کا کیا جھگڑا ہے۔ اے برادر۔ لیکن ان تمام قصوں سے نتائج اخذ کر لئے جاتے ہیں لفظوں کی مثال پیانہ کی سی ہے اور معنی کی مثال غلہ کی سی ہے مقصود غلہ ہے نہ کہ پیانہ۔ در بیان۔ شمع و پروانہ اور گل وبلبل کے افسانے بھی اسی قبیل سے ہیں کہ ان سے مقصود معنی اور نتائج کا اخذ کرنا ہے۔ گرچہ گفتے۔ گل وبلبل کی آپس میں کبھی باتیں نہیں ہوئیں۔ گرچہ۔ ان خبروں میں اگرچہ گفتگو اور کلام نہیں ہوتا لیکن مقصد کلام جو نتیجہ ہے وہ حاصل ہے۔ گفت در شطرنج۔ لفظی کج بحثی کی مثال ہے۔ رخ۔ شطرنج کے مہرے کا نام ہے۔

خانہ را بخرید یا میراث یافت | فرخ آنکس کو سوئے معنی شتافت
اُس نے گھر خریدا یا میراث میں پایا | مبارک ہے وہ شخص جو معنی کی طرف دوڑا

گفت نحوی[1] زید عمرواً قد ضرب | گفت چونش کرد بے جرمے ادب
نحوی نے کہا عمرو کو مارا | (شاگرد نے) کہا اُس کو بے خطا کیوں سزا دی؟

عمرو را جرمش چہ بدکاں زید خام | بے گناہ او را بزد ہمچوں غلام
عمرو کی کیا خطا تھی؟ کہ اُس نالائق زید نے | اُس کو بے قصور غلام کی طرح پیٹا

گفت ایں پیمانۂ معنی بود | گیر معنی را کہ پیمانہ است رد
(نحوی نے) کہا یہ (لفظ) معنی کا پیمانہ ہوتے ہیں | معنی کو لے لے کیونکہ پیمانہ واپس ہو جاتا ہے

زید و عمرو از بہر اعراب ست و ساز | گر دروغ ست آں تو با اِعراب ساز
زید اور عمرو اعراب (بتانے) کیلئے اور (جملہ) بنانے کیلئے ہیں | اگر وہ جھوٹ بھی ہیں تو اعراب کو سمجھ لے

گفت نے من آں ندانم، عمرو را | زید چوں زد بے گناہ و بے خطا
(شاگرد نے) کہا میں یہ نہیں جانتا، عمرو کو | زید نے بلا قصور اور بلا خطا کیوں مارا؟

گفت زو لاچار و لاغے[2] بر کشود | عمرو یک واوے فزوں دزدیدہ بود
(نحوی نے) اُس سے مجبوراً مذاق شروع کر دی | عمرو نے ایک واؤ زیادہ چرا لی تھی

زید واقف گشت دُزدش را بزد | چونکہ از حد بُرد اُو را حد سزد
زید کو پتہ چل گیا اُس نے اپنے چور کو مارا | چونکہ وہ حد سے بڑھ گیا تھا اِس کیلئے سزا مناسب تھی

پذیرا آمدن سخن باطل در دل باطلاں

باطل بات کا باطل لوگوں کے دل میں اتر جانا

گفت اینک راست پذرفتم بجاں | کژ نماید راست در پیشِ کژاں
(شاگرد نے) کہا اب ٹھیک ہے میں نے دل سے مان لیا | ٹیڑھی بات ٹیڑھوں کو سیدھی نظر آتی ہے

گر بگوئی اَحولے رامہ یکے ست | گویدت نے دوست در وحدت شکے ست
اگر تو بھینگے سے کہے کہ چاند ایک ہے | وہ کہے گا نہیں اے دوست! ایک ہونے میں شبہ ہے

ور برو خندد کسے گوید دو است | راست دارد ایں سزائے بدخواست
اور اگر اُس سے کوئی مذاق کرے اور کہے کہ (چاند) دو ہیں | سچ سمجھ لے گا بدخصلت کی سزا یہی ہے

بر دروغاں جمع می آید دروغ | لِلۡخَبِیۡثٰتِ الۡخَبِیۡثُوۡنَ زد فروغ
جھوٹوں کے لئے جھوٹ جمع ہو جاتا ہے | خبیث لوگ خبیث عورتوں کے لئے ہیں واضح ہے

---

1. گفت نحوی۔ قد ضرب زید عمرو۔ نحو میں عام طور پر جملہ کی مثال اور فاعل پر پیش اور مفعول پر زبر آنے کی یہ مثال دی جاتی ہے، عمرو اور عمر میں فرق کے لئے عمرو میں ایک واؤ زیادہ لکھی جاتی ہے، مثال کا اصل مقصد سمجھنے کے بجائے یہ سوالات کرنا لفظی کج بحثی ہے۔ گفت ایں۔ استاد نے سمجھایا کہ مثال کا اصل مقصد سمجھ لے۔ گر دروغ است اگر زید نے عمرو کو نہیں مارا اور یہ جھوٹ بھی ہے تو تجھے ان سے کیا بحث ہے تو اصل مقصد سمجھ لے۔ گفت نے۔ شاگرد اصل بات سمجھنے کو تیار نہیں ہوا اور پھر بھی دریافت کرنے لگا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا۔
2. لاغ۔ مذاق۔ عمرو۔ اس میں جو واؤ زیادہ لکھی جاتی ہے وہ اس نے چرا لی تھی اس لئے اس کو مارا ہے۔ حد۔ سزا۔ پذیرا۔ غلط آدمیوں کو غلط باتیں پسند آتی ہیں۔ کژ۔ کج۔ کژاں۔ کج ہیں۔ گر بگوئی۔ بھینگا چاند کے ایک ہونے کو تسلیم نہ کرے گا، چاند کا دو ہونا جو غلط ہے، اس کو تسلیم کرلے گا۔ بر دروغاں۔ یعنی جھوٹے جھوٹ کو فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔

دل فراخاں[1] را بود دست فراخ — چشم کوراں را عِثارِ سنگلاخ
فراخدلوں کا ہاتھ فراخ ہوتا ہے — اندھوں کے لئے سنگلاخ میں ٹھوکریں ہیں

ہر کہ اُو جنس دروغ ست اے پسر — راست پیشِ اُو نباشد معتبر
اے بیٹا! جو جھوٹ کا ہم جنس ہے — سچ اُس کے لئے معتبر نہیں ہوتا

ہر کرا دندانِ صدقے رُستہ شد — از دروغ و از خباثت رستہ شد
جس کے سچائی کے دانت نکل آئے ہیں — وہ جھوٹ اور خباثت سے آزاد ہو گیا

جستن آں درخت کہ ہر کہ میوۂ آں خورد ہرگز نمیرد

اُس درخت کی تلاش کرنا کہ جو بھی اُس کا میوہ کھالے گا کبھی نہیں مرے گا

گفت دانائے برائے داستاں — کہ درختے ہست در ہندوستاں
ایک عقلمند نے، داستان کے طور پر کہا — کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے

ہر کسے کز میوۂ اُو خورد و بُرد — نے شود اُو پیر و نے ہرگز بمُرد
کہ جس کسی نے اُس کا میوہ کھا لیا اور حاصل کر لیا — نہ وہ بوڑھا ہوا اور نہ وہ کبھی مرا

بادشاہے ایں شنید از صادقے — بر درخت و میوہ اش شد عاشقے
ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے یہ سن لیا — درخت اور اُس کے میوے کا عاشق ہو گیا

قاصد دانا ز دیوانِ اَدب — سوئے ہندوستان رواں کرد از طلب
ادب کے دفتر میں سے ایک عقلمند قاصد — تلاش کے لئے ہندوستان روانہ کیا

سالہامی گشت آں قاصد ازو — گردِ ہندستاں برائے جستجو
اُس کا وہ قاصد سالوں گھومتا پھرا — تلاش کے لئے ہندوستان کے چاروں طرف

شہر شہر از بہر ایں مطلوب گشت — نے جزیرہ ماند نے کوہ و نہ دشت
اس مقصد کے لئے شہر شہر گھوما — نہ کوئی جزیرہ بچا، نہ پہاڑ، نہ جنگل

ہر کرا پُرسید کردش ریشخند — کایں نجوید جز مگر مجنون بند
اُس نے جس سے پوچھا اُس نے اُس کی مذاق اڑائی — کہ یہ (درخت) پاگل خانہ کے لائق مجنون کے سوا کوئی تلاش نہ کرے گا

بس کساں صفعش زدند اندر مزاح — بس کساں گفتند کاے صاحب فلاح
بہت سوں نے مذاق میں اس کے چانٹے اُڑائے — بہت سوں نے کہا اے نیک بخت!

جستجوی چوں تو زیرک سینہ صاف — کے تہی ماند کجا باشد گزاف
تو جیسے صاف دل ذہین کی تلاش — کب خالی جائے گی؟ کہاں بیکار ہو گی؟

---

[1] دل فراخاں۔ وسیع القلب لوگ۔ عثار۔ لڑکھڑانا، پھسلنا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔ جستن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر بیں لفظوں سے رغبت رکھتا ہے، معانی کی طرف دھیان نہیں دیتا ہے۔ گفت۔ ایک عقلمند نے یہ کہا کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے کہ جو اس کا میوہ کھالے وہ نہ کبھی بوڑھا ہوتا ہے نہ مرتا ہے۔ بادشاہے۔ بادشاہ نے اس بیان کے لفظوں کی طرف توجہ کی اور یہ سمجھا کہ حقیقتاً کوئی ایسا درخت ہے جس سے مستقل جوانی اور زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی تلاش میں ایک صاحب کو روانہ کر دیا۔ ازو۔ یعنی بادشاہ کا قاصد۔ جستجو۔ یعنی درخت کی تلاش میں۔ ریش خند۔ مذاق، دل لگی۔ مجنونِ بند۔ وہ پاگل جو قید خانہ میں بند کر دینے کی قابل ہو۔ صفع۔ چپت، طمانچہ۔ مزاح۔ مذاق۔ گزاف۔ فضول۔

وین مرا عاتش[1] صفع دگر — وین زصفع آشکارا سخت تر

اِس کے ساتھ یہ ہمدردی ایک دوسرا چپت تھی — یہ چپت (اِس) کھلے ہوئے چپت سے زیادہ سخت تھا

می ستودندش بتسخر کاے بزرگ — در فلاں اقلیم بس ہول و سترگ

مذاق میں اُس کی تعریف کرتے کہ اے بزرگ! — فلاں علاقہ میں بہت ہولناک اور عظیم الشان

در فلاں بیشہ درختے ہست سبز — بس بلند و پہن و ہر شاخیش گبز

فلاں جنگل میں ایک ہرا درخت ہے — جو بہت اونچا اور گھنا ہے اور اُس کی ہر شاخ موٹی ہے

قاصد شہ بستہ در جستن کمر — می شنید از ہر کسے نوعِ دگر

بادشاہوں کا قاصد جستجو میں کمر بستہ تھا — (لیکن) ہر ایک سے ایک نئی بات سنتا تھا

بس سیاحت کرد آنجا سالہا — می فرستادش شہنشہ مالہا

وہ وہاں سالوں سفر کرتا رہا — بادشاہ اُس کو بہت مال بھیجتا رہا

چوں بسے دید اندراں غربت تعب — عاجز آمد آخرالامر از طلب

جب اُس نے مسافرت میں بہت مشقتیں دیکھیں — انجام کار تلاش کرنے سے عاجز آ گیا

ہیچ از مقصود اثر پیدا نشد — زاں غرض غیر خبر پیدا نشد

مقصود کا کوئی نشان نہ ظاہر ہوا — اِس مقصد کا سوائے باتوں کے کچھ پتہ نہ چلا

رشتۂ اُمید او بگستہ شد — جستۂ او[2] عاقبت ناجستہ شد

اُس کی امید کا سلسلہ ٹوٹ گیا — انجام کار اُس کا قابل جستجو ناقابل جستجو ہو گیا

کرد عزمِ باز گشتن سوئے شاہ — اشک می بارید و می برید راہ

اُس نے بادشاہ کی جانب واپسی کا پختہ ارادہ کر لیا — آنسو بہاتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

شرح کردنِ شیخ سِرّ آں درخت را با آں طالب مقلد

اُس مقلد طلبگار کے لئے شیخ کا اُس درخت کے راز کی تشریح کرنا

بود شیخے عالمے قطبے کریم — اندراں منزل کہ آئس شد ندیم

ایک شیخ عالم، قطب، شریف (رہتا) تھا — اُس پڑاؤ پر جہاں مایوس ہم مجلس ہوا

گفت من نومید پیش او روم — ز آستان او براہ اندر شوم

بولا میں مایوس اُس کے سامنے جاؤں — (شاید) اُس کے آستانہ سے راستہ چلنے لگوں

تا دُعائے او بود ہمراہِ من — چونکہ نومیدم من از دلخواہِ من

تاکہ اس کی دعا میرا ساتھی بنے — چونکہ میں مقصود سے مایوس ہو گیا ہوں

---

1. وین مرا عاتش۔ اس طرح کی غلط ہمدردی اس کے لئے چپت بازی سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔ تسخر۔ تمسخر۔ ہول۔ یعنی ہولناک۔ سترگ۔ بڑا عظیم الشان۔ گبز۔ موٹا۔ نوع دگر۔ یعنی ہر شخص سے جداگانہ قسم کی بات سنتا تھا۔ سیاحت۔ سفر، سیر۔ مالہا۔ یعنی اخراجات کے لئے بادشاہ روپیہ پیسہ بھیجتا رہتا تھا۔ غربت۔ مسافرت۔ تعب۔ تھکن، تکلیف۔ مقصود۔ یعنی درخت۔ غرض۔ یعنی درخت۔ غیر خبر۔ یعنی باتوں کے سوا۔

2. جستۂ او۔ یعنی جس درخت کو ڈھونڈنے نکلا وہ ناقابل جستجو ثابت ہوا ہے۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ طالب مقلد۔ یعنی وہ قاصد۔ قطبے۔ یعنی وہ شیخ قطب وقت تھا۔ آئس۔ مایوس شخص۔ ندیم۔ شریک مجلس۔ براہ۔ یعنی اس رستہ پر پڑ جاؤں جو درخت تک پہنچا دے۔ دل خواہ۔ مقصد۔

رفت پیشِ شیخ با چشمِ پُر آب
آنسو بھری آنکھوں سے شیخ کے سامنے گیا
اشک می بارید مانند سحاب
ابر کی طرح آنسو برساتا تھا

گفت شیخا وقت رحمت رافت[1] ست
کہا، اے شیخ! رحم و مہربانی کا وقت ہے
نا اُمیدم وقت لطف ایں ساعت ست
میں مایوس ہوں مہربانی کا یہ وقت ہے

گفت وا گو کز چہ نومیدیستت
(شیخ نے) کہا صاف بتا تیری ناامیدی کس چیز سے ہے؟
چیست مطلوبِ تو رُو با کیستت
تیرا مقصود کیا ہے؟ کس کی طرف متوجہ ہے؟

گفت شاہنشاہ کردم اختیار
اُس نے کہا بادشاہ نے مجھے چنا
از برائے جُستنِ یک شاخسار
ایک درخت کی تلاش کے لئے

کہ درختے ہست نادر در جہات
کہ اطراف میں ایک ایسا درخت ہے
میوہ اُو مایۂ آبِ حیات
جس کا پھل آبِ حیات کا سرمایہ ہے

سالہا جُستم ندیدم زُو نشاں
میں نے سالوں تلاش کیا، اُس کا نشان نہ دیکھا
جز کہ طنز و تسخرِ ایں سَر خوشاں
سوائے ان مستوں کے طنز اور مذاق کے

شیخ خندید و بگفتش اے سلیم
شیخ ہنسا اور اُس سے کہا اے بھولے!
ایں درخت علم باشد در علیم
یہ درخت علم کا ہے عالم کے اندر

بس بلند[2] و بس شگرف و بس بسیط
جو بہت بلند اور بہت عجیب اور بہت پھیلا ہوا ہے
آبِ حیوانے زدریائے محیط
محیط سمندر کا، آب حیات ہے

تو بصورت رفتۂ اے بے خبر
اے غافل! تو صورت کے پیچھے چل پڑا
زاں ز شاخ معنی بے بار و بر
اسلئے (تو) معنی کی شاخ سے بے میوہ اور پھل کے ہے

گہ درختش نام شد گہ آفتاب
کبھی اُس کا نام درخت بنا کبھی سورج
گاہ بحرش[3] نام گشت وگہ سحاب
کبھی اُس کا نام سمندر ہوا اور کبھی ابر

آں یکے کش صد ہزار آثار خاست
وہ ایک ایسا (عمل) ہے جس سے لاکھوں نتیجے پیدا ہوئے
کمتریں آثارِ اُو عمر بقاست
اُس کا کم درجہ کا نتیجہ ابدی زندگی ہے

---

1. رافت۔ مہربانی۔ لطف۔ مہربانی، شفقت۔ وا گو۔ صاف بتا۔ اختیار۔ پسند کرنا، چننا۔ شاخسار۔ درخت۔ جہات۔ اطراف۔ آبِ حیات۔ وہ پانی جس کو پی کر ابدی زندگی حاصل ہو جائے۔ سرخوشاں۔ مست و بے خود لوگ۔ سلیم۔ بھولا انسان۔ علم باشد۔ علم کے اپنے اوصاف کے اعتبار سے بہت سے نام ہیں چونکہ علم کے سایہ میں انسان راحت سے زندگی گزارتا ہے لہٰذا اس کو درخت سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں تو اس درخت سے علم مراد ہے۔
2. بس بلند۔ وہ علم کا درخت عظیم الشان ہے اور علم باری اس کا سرچشمہ ہے اور وہ آبِ حیات ہے۔ دریائے محیط۔ یعنی علم باری۔ تو بصورت۔ تو نے درخت کے ظاہری اور لغوی معنی مراد لئے ہیں اسی لئے تو معنی کی شاخ سے محروم ہے۔ گہ درخت۔ چونکہ لوگ علم کے ثمرات سے فائدہ اٹھاتے ہیں لہٰذا اس کو درخت سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ گہ آفتاب۔ آفتاب، علم کو آفتاب بھی کہہ دیا جاتا ہے چونکہ لوگ اس کی روشنی سے مستفید ہوتے ہیں۔
3. گہ سمندر۔ چونکہ علم ایک بے پایاں چیز ہے اس کو سمندر سے بھی تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ گہ سحاب۔ چونکہ علم بھی شادابی اور سرسبزی کا سبب ہے، لہٰذا اس کو سحاب کہہ دیا جاتا ہے۔ آں یکے۔ علم ایک ہے لیکن اس سے نتائج اور آثار لاکھوں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے لہٰذا وہ آبِ حیات بھی ہے۔ آں یکے۔ انسانوں میں ایک شخص کو مختلف حیثیتوں سے مختلف ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے وہی ایک انسان باپ بھی ہے اور بیٹا بھی، چچا بھی ہے اور ماموں بھی ہے، ایک کے اعتبار سے دشمن اور قہر بھی ہے دوسرے کے اعتبار سے نیک اور مہربان ہے۔

گرچہ فردست اُو اثر دارد ہزار — آں یکے را نام شاید بے شمار
اگرچہ وہ ایک ہے ہزاروں نتیجے رکھتا ہے — اُس ایک کے بے شمار نام مناسب ہیں

آں یکے شخصے تُرا باشد پدر — در حق شخصے دگر باشد پسر
وہ ایک شخص جو تیرا باپ ہے — دوسرے شخص کے اعتبار سے وہ بیٹا ہے

در حق دیگر بود قہر و عدو — در حق دیگر بود لطف و نکو
ایک کے حق میں وہ ظلم اور دشمنی ہے — دوسرے کے حق میں وہ مہربانی اور بھلائی ہے

در حق دیگر بود اُوعم و خال — در حق دیگر بود ہیچ و خیال
ایک کے حق میں وہ چچا اور ماموں ہے — دوسرے کے حق میں وہ ناچیز اور خیال ہے

صد ہزاراں نام و اُو یک آدمی — صاحب ہر وصفش از وصفے[1] عمی
وہ ایک شخص ہے اور لاکھوں نام ہیں — اُسکا ہر ایک وصف جاننے والا (دوسرے) وصف سے بے خبر ہے

ہر کہ جوید نام گر صاحب ثقہ است — ہمچو تو نومید و اندر تفرقہ است
جو نام کا جویاں ہو اگرچہ بھروسے کا ہو — تیری طرح نا امید اور پریشانی میں ہے

توچہ بَر چسپی بریں نامِ درخت — تا بمانی تلخ کام و شور بخت
تو اس درخت کے نام پر کیوں چپکا ہے — خبردار! تُو ناکام اور بدنصیب رہے گا

صورتِ ظاہر چہ جوئی اے جواں — رَو معانی را طلب اے پہلواں
اے جوان! تو ظاہری صورت کو کیا تلاش کرتا ہے؟ — اے بہادر! جا معانی کو طلب کر

صورتِ ظاہر بود چوں قشرو پوست — معنی اندر وے چو مغز اے یار و دوست
ظاہری صورت چھلکے اور پوست کی طرح ہے — اے یار اور دوست! اُس میں بمعنی گودے کی طرح ہے

در گذر[2] از نام و بنگر در صفات — تا صفاتت رونماید سوئے ذات
نام سے ترقی کر اور صفات کو دیکھ — تاکہ صفات، ذات تک تیری رہنمائی کریں

گم شوی در ذات و آسائی ز خود — چشم تو یکرنگ بیند نیک و بد
(پھر) تو ذات میں گم ہو جائے گا اور خودی سے نجات پا لے گا — تیری آنکھ اچھے برے کو یکساں دیکھے گی

اختلافِ خلق از نام اُو فتاد — چوں بمعنی رفت آرام اُوفتاد
مخلوق میں نام سے جھگڑا پڑا — وہ جب معنی کی طرف گئی راحت مل گئی

---

1. از وصفے عمی۔ یعنی ہر شخص ایک وصف سے واقف ہے اور دوسرے وصف سے ناواقف ہے۔ ہر کہ۔ صرف نام کے درپے ہونے والا خواہ کتنا ہی بھلا ہو وہ حصولِ مقصد میں ناکام اور مایوس ہوتا ہے۔ توچہ۔ شیخ نے قاصد سے کہا درخت کے لفظ کو نہ چپٹ۔ صورت ظاہر۔ درخت کے لفظ کا بظاہر وہی مفہوم ہے جو قاصد سمجھا تھا۔ معنی اندرو ے۔ اس کی مراد یہ ہے کہ وہ چیز جس کے ثمرات انسان کو حاصل ہوں۔
2. درگذر۔ جبکہ معانی کے مقابلے میں اسماء کی کوئی وقعت نہیں ہے تو اسماء میں نہ الجھ بلکہ صفات کی طرف ترقی کر جو ان اسماء کے معانی ہیں اور ان سے تو ذات تک پہنچ جائے گا جو صفات کی حقیقت ہے۔ گم شوی۔ ذات میں گم ہو کر تن پروری سے نجات پا جائیگا اور وحدت کے غلبہ کی وجہ سے تیری آنکھ کیلئے نیک و بد میں یک رنگی پیدا ہو جائے گی۔ اختلاف۔ اسماء کا اختلاف صرف حیثیتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے تو اسماء کے پابند اپنے اسی اختلاف میں سرگرداں رہتے ہیں، ان کی حقیقت تک رسائی نہیں ہے۔

اندریں معنی مثالِ خوش شنو　تا نمانی تو اسامی را گرو

معنی کے سلسلہ میں ایک اچھی مثال سن لے　تاکہ تو ناموں کا پابند نہ رہے

بیانِ[1] منازعت کردنِ چہارکس جہت انگور باہمدگر

انگور کے معاملہ میں چار شخصوں کا آپس میں جھگڑے کا بیان کیونکہ

بعلت آنکہ زبانِ یکدیگر رانمی دانستند

وہ ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے

چارکس را داد مُردے یک درم　ہر یکے از شہرے افتادہ بہم

ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا　ہر ایک، ایک شہر سے آپس میں مل گئے تھے

پارسی و تُرک و رُومی و عرب　جملہ باہم در نزاع و در غضب

ایرانی اور ترکی اور رومی اور عربی　سب آپس میں لڑائی اور غصہ میں تھے

پارسی گفتا کہ ایں را چوں کنم　ہیں بیاتا ایں بانگوری دہم

ایرانی نے کہا کہ اس کا کیا کروں؟　ہاں، آ تاکہ میں انگور والے کو دے دوں

آں یکے دیگر عرب بد گفت لَا　من عنب خواہم نہ انگور اے دغا

ایک دوسرا عرب تھا، اُس نے کہا نہیں　اے دغا باز! میں عنب چاہتا ہوں نہ کہ انگور

آں یکے تُرکی بد اُو گفت اے کوزم　من نمی خواہم عنب خواہم اوزم[2]

ایک ترکی تھا اس نے کہا، اے احمق!　میں عنب کی خواہش نہیں رکھتا میں اوزم چاہتا ہوں

آں یکے رُومی بگفت ایں قیل را　تَرک کن خواہیم استا فیل را

اُس ایک رومی نے کہا، اس بات کو　چھوڑ، ہم استا فیل چاہتے ہیں

در تنازع آں نفر جنگی شدند　کہ زسِرِّ نامہا غافل بدند

وہ جماعت جھگڑے میں جنگ باز بن گئی　کیونکہ وہ ناموں کے معنی سے ناواقف تھے

مشت برہم می زدند از ابلہی　پُر بدند از جہل و از دانش تہی

حماقت سے مکے بازی کرنے لگے　وہ نادانی سے بھرے تھے اور عقل سے خالی (تھے)

صاحب سرِّ عزیزے صد زباں　گر بدے آنجا بدادے صلح شاں

معنی کو سمجھنے والا، بزرگ، صدہا زبانیں جاننے والا　اگر وہاں ہوتا تو اُن میں صلح کرا دیتا

پس بگفتے اُو کہ من زیں یک درم　آرزوئے جملہ تاں رامی خرم

وہ کہہ دیتا کہ میں اُس ایک درہم سے　تم سب کی تمنا خرید دیتا ہوں

---

[1] بیان۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظوں کے پابند محض لفظی اختلاف کی وجہ سے باہمی اختلاف کرتے ہیں اگر حقیقت تک پہنچ جائیں تو وحدت پیدا ہو جائے۔ ہر یکے۔ اسی وجہ سے ان کی زبانیں مختلف تھیں۔ بانگوری دہم۔ یعنی ہم انگور فروش سے انگور خرید لیں اور سب مل کر کھالیں۔ آں یکے۔ عرب نے لا کہا جس کے معنی انکار کے ہیں یعنی میں انگور نہیں عنب خریدوں گا جس کے معنی وہی ہیں جو انگور کے ہیں۔ کوزم۔ احمق۔

[2] اوزم۔ یعنی میں عنب نہ خریدوں گا میں اوزم خریدوں گا جس کے معنی وہی ہیں جو عنب کے ہیں۔ قیل۔ قول، بات۔ استافیل۔ انگور۔ سِرِّ نامہا۔ یعنی ان ناموں کی حقیقت سے ناواقف تھے۔ صاحب سر۔ جو ان الفاظ کے معنی اور سینکڑوں زبانوں سے واقف ہو۔ آرزوئے۔ سب جھگڑا کرنے والوں کی آرزو ایک ہی چیز تھی۔

چونکہ بسپارید دل را بے دغل — این درم تان می کند چندین عمل
جب بغیر کھوٹ کے دل کو تم (میرے) سپرد کر دو گے — تمہارا یہ درہم اتنے کام کر دے گا

یک درم[1] تان می شود چار المراد — چار دشمن می شود یک ز اتحاد
خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا ایک درہم چار بن جائے گا — اتحاد سے چار دشمن ایک ہو جائیں گے

گفت ہر یک تان دہد جنگ و فراق — گفت من آرد شما را اتفاق
تم میں سے ہر ایک کی بات لڑائی اور جدائی — میری گفتگو تم میں اتفاق پیدا کر دے گی

پس شما خاموش باشید اَنصِتُوا — تا زباں تان می شوم در گفتگو
پس تم خاموش ہو جاؤ، چپ رہو — تاکہ میں بات چیت میں تمہاری زبان بن جاؤں

گر سخن تان می نماید یک نمط — در اثر مایہ نزاع ست و سخط
اگرچہ تمہاری بات ایک طرح کی نظر آتی ہے — نتیجہ میں غصہ اور جھگڑے کا سرمایہ ہے

گر سخن تان در تو افق موثق ست — در اثر مایہ نزاع و تفرق ست
اگرچہ تمہاری بات باہمی موافقت میں قابل بھروسہ ہے — نتیجہ میں جھگڑے اور تفرقہ کا سرمایہ ہے

گرمی عاریتی ندہد اثر — گرمی خاصیتی دارد ہنر
عارضی گرمی اثر نہیں کرتی ہے — اصل گرمی ہنر رکھتی ہے

سرکہ را گر گرم کردی ز آتش آں — چوں خوری سردی فزاید بیگماں
اگر تو سرکہ کو آگ سے گرم کر دے گا — تو جب کھائے گا وہ یقیناً سردی بڑھائے گا

زانکہ گرمی او دہلیزی[2] ست — طبع اصلش سردی ست و تیزی ست
اس لئے کہ اس کی گرمی عارضی ہے — اس کی اصلی طبیعت سردی اور تیزی ہے

ور بود یخ بستہ دو شاب اے پسر — چوں خوری گرمی فزاید در جگر
اے بیٹا! اگر انگور کا شیرہ جما ہوا برف ہو — جب تو کھائے گا وہ جگر میں گرمی بڑھائے گا

پس ریائے شیخ بہ ز اخلاصِ ما — کز بصیرت باشد آں ویں از عمیٰ
تو شیخ کی ریاکاری ہمارے اخلاص سے بہتر ہے — کیونکہ وہ بصیرت سے ہے اور یہ اندھے پن سے ہے

وز حدیث شیخ جمعیت رسد — تفرقہ آرد دم اہل حسد
شیخ کی بات سے اتفاق حاصل ہوتا ہے — اہل حسد کی بات تفرقہ پیدا کرتی ہے

---

1. یک درم۔ یعنی اس ایک درہم سے چاروں کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ گفت ہر یک۔ چونکہ تم لوگ محض لفظوں اور ناموں میں پھنسے ہو تو تمہاری گفتگو اختلاف کا سبب ہے۔ انصتوا۔ تم چپ رہو۔ تا زباں تاں۔ یعنی وہ زبان جو تم جانتے ہو۔ گر سخن تاں۔ یعنی انگور، عنب، اوزم، استافیل سب کے معنی ایک ہیں۔ گرمی۔ ان چاروں شخصوں میں عارضی اتحاد تھا جو صرف ایک معمولی سی بات پر ختم ہو گیا اسی طرح گرمی اور سردی جو اصلی ہے وہ حقیقی اثر رکھتی ہے، عارضی گرمی اور سردی کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ سرکہ۔ سرد ہے اگر آگ پر گرم کر لیا جائے تو یہ عارضی گرمی مؤثر نہ ہوگی۔

2. دہلیزی۔ باہری، عارضی۔ دوشاب۔ انگور کے شیرے کی تاثیر گرم ہے اس کی عارضی ٹھنڈک مؤثر نہیں ہے۔ پس۔ شیخ کی ریاکاری بھی اصول شریعت کے مطابق ہوتی ہے اور اس میں حقیقت اور اصلیت ہوتی ہے عوام کا اخلاص بھی حقیقت سے دور ہے لہٰذا وہ مؤثر نہیں ہے۔ حدیث شیخ۔ چونکہ شیخ حقیقت سے واقف ہوتا ہے لہٰذا اس کی بات موجب اتحاد ہے۔ مختلف المزاج مریدوں کو ایک لڑی میں منسلک کر دیتا ہے۔

چوں سلیمان[1] کز پئے حضرت بتاخت
جب کہ سلیمانؑ (اللہ کے) دربار کی طرف دوڑے
او زبانِ جملہ مُرغاں راشناخت
تو انہوں نے تمام پرندوں کی زبان سیکھ لی

در زمانِ عدلش آہو با پلنگ
اُن کے انصاف کے دور میں ہرن تیندوے سے
اُنس بگرفت و بُروں آمد ز جنگ
مانوس ہو گیا اور لڑائی سے برطرف ہو گیا

شد کبوتر ایمن از چنگالِ باز
کبوتر، باز کے پنجے سے محفوظ ہو گیا
گوسفند از گرگ ناورد احتراز
بکری نے بھیڑیے سے بچاؤ نہ کیا

او میانجی شد میانِ دشمناں
وہ دشمنوں میں ثالث بن گئے
اتحادے شد میانِ پَر زناں
پرندوں میں اتحاد ہو گیا

تو چو مورے بہرِدانہ میدوی
تو چیونٹی کی طرح دانہ کے لئے دوڑتا ہے
ہیں سلیماںؑ جو چہ می باشی غوی
خبردار! سلیمانؑ کی جستجو کر، کیوں گمراہ بنتا ہے؟

دانہ جو را دانہ اش دامے شود
دانہ کی تلاش کرنیوالے کیلئے اُسکا دانہ جال بن جاتا ہے
واں سلیماںؑ جوی راہر دو بود
اور سلیمانؑ کی تلاش کرنیوالے کیلئے دونوں حاصل ہوتے ہیں

مُرغِ جانہا[2] را دریں آخر زماں
اس آخری زمانہ میں، جانوں کے پرندے
نیست شاں از ہمدگر یکدم اماں
انکو ایک دوسرے سے تھوڑے دیر کا بھی امن حاصل نہیں ہے

ہم سلیماںؑ ہست اندر دورِ ما
ہمارے زمانے میں بھی سلیمانؑ موجود ہے
کو دہد صلح و نماند جورِ ما
جو صلح کرا سکتا ہے اور ہمارے ظلم باقی نہ رہیں گے

قول اِنْ مِنْ اُمَّةٍ را یاد گیر
اِنْ مِنْ اُمَّةٍ کا قول یاد کر لے
تا بہ اِلَّا وَخَلاَ فِیْهَا نَذِیْر
اِلَّا وَ خَلاَ فِیْهَا نَذِیْر تک

گفت خود خالی نبو دست اُمتے
(اللہ نے) فرمایا کوئی امت خالی نہ ہو گی
از خلیفہ حق و صاحب ہمتے
صاحب باطن اور اللہ کے خلیفہ سے

مُرغِ جانہا را چناں یکدل کند
وہ جانوں کے پرندوں کو ایسا ایک دل بنا دے گا
کز صفاشاں بیغش و بیغل کند
کہ صفائی کی وجہ سے انکو بے کھوٹ اور بے کینہ کر دے گا

مشفقاں گردند ہمچوں والدہ
وہ ماں کی طرح مشفق بن جائیں گے
مسلموں را گفت نفس واحدہ
(اللہ نے) مسلمان کو ایک جان فرمایا ہے

---

[1] چوں سلیماںؑ۔ حضرت سلیمان حقیقت سے باخبر تھے تمام جانوروں میں اتحاد کا سبب بن گئے تھے۔ آہو پلنگ۔ چیتے اور ہرن کی دشمنی مشہور ہے لیکن وہ متحد ہو گئے تھے۔ شد کبوتر۔ باز کبوتر کا دشمن ہے لیکن ان کے دور میں دونوں متحد ہو گئے تھے۔ او میانجی۔ حضرت سلیمان سب مختلف طبائع والے جانوروں میں صلح کرانے والے ثالث بالخیر بن گئے تھے۔ سلیماں جو۔ یعنی کسی شیخ کو تلاش کر جو اپنے وقت کا سلیمان ہو۔ دانہ جو۔ چیونٹی کی طرح جو صرف راہ جوئی کرے گا جال میں پھنسے گا، سلیمان کو تلاش کرے گا تو دونوں جہان کی دولت ملے گی۔

[2] مرغ جانہا۔ آخری زمانہ شقاق اور اختلاف کا دور ہے اس میں سلیمان جیسے شیخ کی زیادہ ضرورت ہے۔ ہم سلیماںؑ۔ سلیمان صفت بزرگ ہر دور میں موجود ہیں۔ قول۔ قرآن پاک میں ان من امة الاخلافیھا نذیر کوئی ایسی امت نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو لہٰذا ہر دور میں کوئی نہ کوئی نبوت کی صفات کا حامل ضروری ہوگا۔ مرغ جانہا۔ اگر اس کی دستگیری کر لی جائے تو وہ دلوں کو صاف کر کے سب کو یک دل بنا دے گا۔ مشفقاں۔ یعنی وہ لوگ ان بزرگ کی وجہ سے ماں کی طرح ایک دوسرے پر شفیق بن گئے۔ آنحضورﷺ نے مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے۔

نفس واحد از رسول[1] حق شدند ۔۔۔ وَرنہ ہر یک دشمن مطلق بدند

رسول حق کی وجہ سے ایک جان ہو گئے ۔۔۔ درنہ ہر ایک مطلقاً دشمن تھا

اتحادِ خالی از شرک و دوئی ۔۔۔ باشد از توحید بے ماؤ توئی

وہ اتحاد جو شرکت اور دوئی سے خالی ہو ۔۔۔ "ما و تو" سے خالی، وحدت سے ہوتا ہے

برخاستن مخالفت وعداوت ازمیانِ انصار ببرکت وجود پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام

انصار کے درمیان سے مخالف اور دشمنی کا ختم ہو جانا پیغمبر صلی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی برکت سے

دو قبیلہ کاوس و خزرج نام داشت ۔۔۔ یک ز دیگر جانِ خوں آشام داشت

دو قبیلے جن کا اوس و خزرج نام تھا ۔۔۔ ایک دوسرے کے لئے خون پینے والی جان رکھتا تھا

کینہائے کہنہ شاں از مصطفیٰؐ ۔۔۔ محو شد در نورِ اسلام و صفا

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوجہ سے انکے پرانے کینے ۔۔۔ اسلام کے نور اور صفائی میں محو ہو گئے

اولاً[2] اِخواں شدند آں دشمناں ۔۔۔ ہمچو اَعدادِ عنب در بوستاں

پہلے تو وہ دشمن بھائی بنے ۔۔۔ جیسا کہ باغ میں انگور کے دانے

وز دم اَلْمُؤمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ بہ بند ۔۔۔ در شکستند و تن واحد شدند

(پھر) اَلْمُؤمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ سے (ترقی کر کے) بندش ۔۔۔ توڑ ڈالی اور ایک جسم ہو گئے

صورتِ[3] انگورہا اِخواں بود ۔۔۔ چوں فشردی شیرۂ واحد شود

انگوروں کی صورت بھائی بھائی کی ہوتی ہے ۔۔۔ جب تو نے انھیں نچوڑا ایک شیر بن گیا

غورۂ و انگور ضدانند و لیک ۔۔۔ چونکہ غورہ پختہ شد شد یارِ نیک

کچا انگور اور (پکا) انگور ایک دوسرے کی ضد ہیں ۔۔۔ جب کچا انگور گیا اچھا دوست بن گیا

غورۂ کو سنگ بست و خام ماند ۔۔۔ در ازل حق کافر اصلیش خواند

کچا انگور جو خشک ہو گیا اور کچا رہ گیا ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) نے اس کو ازل میں اصل کافر قرار دیا

نے اَخی نے نفس واحد باشد اُو ۔۔۔ در شقاوت نحس و ملحد باشد اُو

وہ نہ بھائی اور ایک جان بنتا ہے ۔۔۔ وہ نحوست اور بدبختی میں کافر رہتا ہے

---

1. از رسولؐ۔ آنحضورﷺ نے فرمایا ہے المومنون کرجل واحد یعنی سب مسلمان بمنزلہ ایک جان کے ہیں۔ ورنہ۔ اوس اور خزرج کی لڑائیاں مشہور ہیں۔ اتحاد۔ وہ اتحاد جس میں باہمی شرکت اور دوئی کی بو نہ ہو وہ تب حاصل ہوتا ہے جب من وتو کا جھگڑا نہ رہے اور خالص وحدت ہو جائے۔ انصار۔ اوس وخزرج کے مسلمانوں کا اسلام کے بعد انصار لقب بن گیا۔ دو قبیلہ۔ اوس وخزرج دونوں قبیلے باہم لڑتے رہتے تھے ہجرت سے پہلے بھی ان کی جنگ بعاث مشہور ہے۔

2. اولاً۔ یعنی ابتداً آنحضورﷺ کی برکت سے بھائی بھائی بن گئے۔ ہمچو اعداد عنب۔ انگوروں میں باہمی یکسانیت تو ہوتی ہے لیکن تشخص ہر ایک کا علیحدہ ہوتا ہے اسی طرح ابتداً انصار میں یکسانیت پیدا ہوئی لیکن ہر ایک کا تشخص باقی رہا۔ وزدم۔ یعنی ابتدا بھائی بندی کی یکسانیت ہوئی پھر اس سے ترقی کر کے وہ یکجان ہو گئے اور ہر ایک نے اپنا تشخص بھی ختم کر دیا اور انگور کے شیرے کی طرح ہو گئے۔

3. صورت۔ یعنی شروع میں وہ انگوروں کی طرح یکساں بنے جب انگوروں کو نچوڑ دیا جائے تو پھر یکجان شیرہ بن جاتا ہے، وہ بھی ترقی کر کے یکجان ہو گئے۔ غورہ۔ کچا انگور، کچے اور پکے انگور میں یکسانیت نہیں ہوتی۔ پکنے کے بعد سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ سنگ بست۔ یعنی کچا ہی رہا اور اس میں پختگی کی صلاحیت نہ رہی۔ کافر اصلی۔ جیسے عبداللہ بن ابی اور ابوجہل وغیرہ، یہ بھائی نہ بنے اور نہ مسلمانوں سے متحد ہوئے۔

گر بگویم[1] آنچہ او دارد نہاں
اگر میں بتا دوں جو اس میں پوشیدہ ہے
سِرّ گبر کور نا مذکور بہ
اندھے کافر کا راز مذکور نہ ہونا بہتر ہے
غور ہائے نیک کایشاں قابل اند
اچھے کچے انگور جن میں صلاحیت ہے
سوئے انگوری ہمی رانند تیز
وہ انگور بننے کی طرف تیزی سے چلتے ہیں
پس در انگوری[2] ہمی درّند پوست
پس انگور بن جانے پر وہ چھلکا پھاڑ دیتے ہیں
دوست دشمن گردد ایراہم دو است
دوست دشمن بن جاتا ہے کیونکہ وہ دو ہیں
آفریں بر عشق کل اوستاد
عشق کو شاباش ہے جو کامل اُستاد ہے
ہمچو[3] خاکِ مفترق دَر رہگذر
جیسا کہ راستہ کی متفرق مٹی
کاتحادِ جسمہائے ماء وطین
پانی اور مٹی کے جسموں کا اتحاد
گر نظائر گویم اینجا درمثال
اگر اس جگہ میں مثالیں بتانے لگوں
ہم سلیماں ہست اکنوں لیک ما
سلیمان اب بھی ہے، لیکن ہم

فتنۂ افہامِ خیزد در جہاں
دنیا میں عقلوں کیلئے وہ فتنہ بن جائے
دُود دوزخ از اِرم مہجور بہ
دوزخ کا دھواں (باغ) ارم سے دور ہی بہتر ہے
از دمِ اہل دل آخر یک دل اند
اہل دل کے دم سے آخر ایک دل ہو جاتے ہیں
تا دوئی بر خیزد و کین و ستیز
تاکہ دوئی اور کینہ اور جھگڑا ختم ہو جائے
تا یکے گردند و وحدت وصف اوست
تاکہ ایک ہو جائیں اور وحدت اُسی کی صفت ہے
ہیچ یک با خویش جنگے در نہ بست
کسی نے اپنے ساتھ لڑائی برپا نہیں کی ہے
صد ہزاراں ذرہ را داد اتحاد
جس نے لاکھوں ذروں کو اتحاد عطا کر دیا
یک سبو شاں کرد دست کوزہ گر
کمہار کے ہاتھ نے اس کو ایک گھڑا بنا دیا
ہست ناقص جاں نمی ماند بدیں
ناقص ہے جان اُس کے مشابہ نہیں ہے
فہم را ترسم کہ آرد اختلال
میں ڈرتا ہوں کہ وہ سمجھ میں خلل ڈال دیں گی
از نشاطِ دور بینی دَر عمیٰ
تمناؤں کی مستی کی وجہ سے اندھے پن میں ہیں

[1] گر بگویم۔ کافر ازلی کے کفر کا اظہار مصلحت شرعیہ کے خلاف ہے۔ یہ چھپا رہنا ہی بہتر ہے کہ کون کافر ازلی ہے اور کون مومن ازلی۔ سر گبر کور۔ کور باطن کافر کے باطن کے احوال بھی مسلمانوں کو سنانا بہتر نہیں ہیں، وہ دھواں ہے اور مسلمان باغ ارم ہیں، باغ سے دھویں کا دور رہنا بہتر ہے۔ غور ہائے نیک۔ وہ لوگ جن میں استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے، اہل دل کی صحبت میں یکجان ہو جاتے ہیں۔ سوئے انگوری۔ ان کو بہت جلد مومنین کے ساتھ یکسانیت حاصل ہو جاتی ہے۔

[2] پس در انگوری۔ یکسانیت کے بعد پھر ان کی مومنین سے وحدتِ تامہ ہو جاتی ہے۔ دوست دشمن۔ جب تک من و تو ہے تو باہمی اختلاف و نزاع کا امکان ہے، اس لئے دوست، دشمن بن جاتا ہے لیکن وحدت کے بعد نزاع کا امکان ختم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ کوئی شخص اپنے آپ سے دشمنی نہیں کرتا ہے۔ آفریں بر عشق۔ عشق متحد الوجود بنا دینے میں کامل استاد ہے۔

[3] ہمچو۔ عشق ذروں کو ایسا ہی جوڑ دیتا ہے جیسا کہ کمہار مختلف اجزاء کو ملا کر گھڑا بنا دیتا ہے۔ اتحاد جسمہا۔ کمہار اور ذروں سے مل کر گھڑا بن جانے کی مثال ناقص ہے، جانوں کا اتحاد اس سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ گر نظائر۔ مومنین کے روحوں کے اتحاد کی مختلف مثالیں اگر سناؤں تو تھک جاؤ گے۔ دور بینی۔ یعنی دنیاوی معاملات میں گہری سوچ بچار نے ہمیں اندھا بنا رکھا ہے ورنہ ہر دور میں سلیمان صفت بزرگ موجود ہیں۔

دور بینی کور دارد مرد را
(دنیاوی) دور بینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے
ہمچو خفتہ در سرا کور از سرا
جیسا کہ مکان میں سویا ہوا مکان سے اندھا ہے

میکند[1] از مشرق و مغرب گذر
وہ مشرق اور مغرب سے بھی گزر جاتا ہے
وز رفیق و ہمنشینش بے خبر
اور اپنے ساتھ اور ہمنشین سے بے خبر ہوتا ہے

مولعیم اندر سخنہائے دقیق
ہم (دنیا کی) باریک باتوں پر فریفتہ ہیں
در گرہہا باز کردن ما عشیق
اُن کی گرہ کشائی کے عاشق ہیں

تا گرہ بندیم و بکشائیم ما
تاکہ ہم گرہ لگائیں اور کھولیں
در شکال و در جواب آئیں فزا
اِشکال اور جواب میں قاعدہ کو بڑھانے والی بن جائیں

ہمچو مُرغے کو کشاید بند و دام
اُس پرند کی طرح جو (کبھی) جال کی گرہ کھولتا ہے
گاہ بندد تا شود درفن تمام
کبھی لگاتا ہے تاکہ فن میں ماہر ہو جائے

او بود محروم از صحرا و مَرج
وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہتا ہے
عمر اُو اندر گرہ کاری ست خرج
اُس کی عمر گرہ بندی میں خرچ ہو جاتی ہے

خود زبونِ اُو نگردد ہیچ دام
کوئی جال اُس سے مغلوب نہیں ہوتا ہے
لیک پرّش در شکست اُفتد مدام
لیکن اُس کے پر ہمیشہ کے لئے شکستہ ہو جاتے ہیں

با گرہ کم کوش تا بال و پرت
گرہ میں کم مصروف ہوتا کہ تیرے بال و پر
نکسلد یک یک ازیں کرّ و فرت
اِس اُدھیڑ بن سے ایک ایک کر کے نہ ٹوٹ جائیں

صد ہزاراں مُرغ پرہاشاں شکست
لاکھوں پرندوں کے پر ٹوٹ گئے
واں کمیں گاہِ عوارض را نہ بست
(لیکن) وہ حوادث کے مورچے کو بند نہ کر سکے

حالِ ایشاں از نبے[2] خواں اے حریص
اے حریص! ان کی حالت قرآن میں پڑھ لے
نَقَّبُوْا فِیْهَا ببین هَلْ مِنْ مَّحِیْص
غور کر، انہوں نے زمین میں نقب لگائے، کہیں چھٹکارا ہے

از نزاعِ تُرک و رُومی و عرب
ترکی اور رومی اور عربی کی لڑائی سے
حل نشد اِشکالِ انگور و عنب
انگور اور عنب کا اشکال حل نہ ہوا

تا سلیمانِ لسینِ معنوی
جب تک حقیقت پسند، زبان داں، سلیمان
در نیاید بر نخیزد ایں دوئی
نہیں آتا، یہ دوئی نہیں اُٹھتی

---

[1] می کند۔ دنیاوی تفکر میں انسان ایسا محو ہو جاتا ہے کہ اس کو آس پاس کی خبر نہیں ہوتی۔ مولعیم۔ ہم دنیاوی الجھاؤ کو سلجھانے کے عاشق ہیں اور اس میں سوال و جواب کے لئے قواعد تراشتے ہیں۔ ہمچو مرغے۔ دنیاوی دھندوں کی گرہ کشائی میں ہم اس پرند کی طرح ہیں جو جال کی گرہ کھولنے اور باندھنے میں مہارت پیدا کر رہا ہو، وہ لامحالہ چمن کی سیر سے محروم رہے گا اور پوری عمر اسی کام پر صرف کر دے گا۔ خود زبوں۔ جال کی گرہوں میں مہارت پیدا کرنے والا، خود اپنے پر تباہ کر لے گا جال تو اس کے قابو میں نہ آئے گا، اسی طرح دنیا کے دھندوں کو سلجھانے والا اپنے آپ کو تباہ کر لے دنیا اس کے قابو میں نہ آئے گی۔ صد ہزاراں۔ بڑے بڑے دنیاداروں کے ساتھ دنیا نے غداری کی ہے۔

[2] از نبے۔ قرآن پاک میں ہے وکم اهلکنا قبلهم من قرن هُمْ أشد منهم بطشا فنقبوا فی البلاد هل من محیص "اور ان سے پہلے ہم نے کتنی امتیں ہلاک کر دیں جو کہ ان سے طاقتور تھے میں بڑھ کر تھیں انہوں نے شہروں کو چھان مارا کہ کہیں بچاؤ کی جگہ ہے" یعنی وہ ہلاک ہو گئے۔ از نزاع۔ ان چاروں شخصوں کی لڑائی معاملہ کو حل نہ کر سکی تھی۔ تا سلیماں۔ "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" یا امام مہدی مراد ہیں۔ لسین۔ بوزن امین، زبان داں۔

جملہ مُرغانِ منازِع باز وار
سب جھگڑنے والے پرندو! باز کی طرح
ز اختلافِ خویش سوئے اتحاد
اپنا اختلاف چھوڑ کر اتحاد کی جانب
حَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡھَکُمۡ
تم جہاں بھی ہو اپنا رُخ موڑ لو
کور مرغانیم و بس نا ساختیم
ہم اندھے پرند ہیں اور بہت انگھڑ
ہمچو چغداں[2] دشمن بازاں شدیم
ہم چغدوں کی طرح بازوں کے دشمن بن گئے
می کُنیم از غایت جہل و عمیٰ
انتہائی نادانی اور اندھے پن کی وجہ سے ہم کرتے ہیں
جملہ مُرغاں کز سلیماںؑ روشن اند
وہ تمام پرندے جو سلیمانؑ کی وجہ سے روشن (اول) ہیں
بلکہ سوئے عاجزاں چینہ کشند
بلکہ وہ عاجزوں کی طرف (دانہ) لے جاتے ہیں
ہدہدِ ایشاں پئے تقدیس را
ان (میں) کا ہدہد تقدیس کے لئے
زاغِ ایشاں گر بصورت زاغ بود
ان کا کوا اگرچہ بظاہر کوا تھا
لکلکِ ایشاں کہ لکلک می زند
ان کا لقلق جو لک لک کہتا ہے

بشنوید ایں طبل بازِ[1] شہر یار
بادشاہ کی واپسی کے نقارے کو سن لو
ہیں ز ہر جانب رواں گردید شاد
خبردار! ہر جانب سے خوشی سے روانہ ہو جاؤ
نَحۡوَہٗ ھٰذَا الَّذِیۡ لَمۡ یَنۡھَکُمۡ
اُسکی جانب، یہ وہ ہے جس سے اُس نے تمہیں نہیں روکا
کاں سلیماں را دمے نشناختیم
کہ ہم نے تھوڑی دیر کے لئے بھی سلمان کو نہ پہچانا
لا جرم واماندہ و ویراں شدیم
لا محالہ پسماندہ اور تباہ ہو گئے
قصدِ آزارِ عزیزانِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کے پیاروں کو ستانے کا ارادہ
پَر و بالِ بے گنہ کے بَرکنند
وہ بے قصور کے بال و پر کب نوچتے ہیں؟
بے خلاف و کینہ آں مرغاں خوش اند
وہ پرندے بغیر اختلاف اور کینے لے خوش ہیں
مے کشاید راہِ صد بلقیس را
سینکڑوں بلقیس کی راہ کھول دیتا ہے
بازِ ہمت آمد و مازاغ[3] بود
ارادہ کا باز ثابت ہوا اور مازاغ بن گیا
آتش توحید در شک می زند
وہ شک میں توحید کی آگ لگاتا ہے

1. طبل باز۔ وہ نقارہ جو باز کو واپس بلانے کے لئے بجایا جاتا ہے۔ ز اختلاف۔ رسم و رواج کے اختلافات کو ترک کر کے متحد ہو جاؤ۔ حیث ما کنتم۔ مسلمانوں کو حکم ہے جہاں کہیں بھی ہوں وہ نماز میں قبلہ رخ ہو جائیں۔ مولانا فرماتے ہیں سب کو متوجہ الی الحق ہو جانا چاہئے، یہی چیز اتحاد پیدا کرے گی۔ کور مرغانیم۔ بزرگانِ دین سلیمانِ وقت ہیں، ہم اتنے اندھے ہیں کہ ان کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔
2. ہمچو چغداں۔ چغدوں کی باز سے دشمنی کا قصہ مولانا پہلے بیان کر چکے ہیں۔ بازاں۔ وہ بزرگ جو طائرانِ قدس ہوں۔ عزیزاں۔ یعنی خاصانِ خدا۔ جملہ مرغاں۔ بزرگوں سے تربیت یافتہ لوگ کبھی ظلم نہیں کرتے ہیں بلکہ معذوروں کی خدمت کرتے ہیں۔ چینہ۔ کنگنی، ایک غلہ ہے جو پرندوں کو کھلایا جاتا ہے۔ ہدہد۔ چونکہ شیخ وقت کو سلیمان وقت قرار دیا تھا لہٰذا اس کے مریدین کو ان پرندوں سے تعبیر کیا ہے جو حضرت سلیمان کے جلو میں رہتے تھے۔ تقدیس۔ یعنی سبوح قدوس کا وظیفہ پڑھنا، حضرت سلیمان کی ہدہد حضرت بلقیس کے لئے راہنمائی تھی۔
3. مازاغ۔ قرآن پاک میں آنحضورﷺ کے بارے میں ہے مازاغ البصر و ماطغی یعنی ان کی نظر نہ کسی طرف کو بھٹکی اور نہ اچٹی یعنی دیدار میں مصروف رہی۔ لکلک۔ لقلق پرند کے بولنے کی آواز لک لک ہے تو گویا وہ لک الحمد لک الثناء "اے پروردگار! تیرے لئے تعریف ہے تیرے لئے ثنا ہے" کہتا ہے اور توحید کے گن گاتا ہے۔

وال کبوتر[1] شاں زبا زاں نشکہد
ان کا کبوتر بھی بازوں سے نہیں ڈرتا ہے
باز سَر پیشِ کبوتر شاں نہد
باز اُن کے کبوتر کے سامنے سر (تسلیم) خم کر دیتا ہے

بلبل ایشاں کہ حالت آرد اُو
ان کی بلبل جو کہ وجد کرتی ہے
در درونِ خویش گلشن دارد اُو
وہ اپنے اندر چمن رکھتی ہے

طوطی ایشاں زقند آزاد بود
ان کا طوطی بھی قند سے آزاد تھا
کز دروں قند اَبد رُویش نمود
کیونکہ اس میں ابدی قند رو نما ہو گئی تھی

پائے طاؤسانِ ایشاں در نظر
ان کے موروں کے پیر (بھی) نگاہ میں
بہتر از طاؤس پرّانِ دگر
دوسروں کے موروں جیسے پر والوں سے بہتر ہیں

کبک ایشاں خندہ برشاہیں زند
ان کی چکور شاہین کی مذاق اڑاتی ہے
در تعلق راہِ علیین زند
تعلق (مع اللہ) میں علیین کا راستہ اختیار کرتی ہے

منطق الطیرانِ[2] خاقانی صداست
خاقانی کی ''منطق الطیر'' ایک آواز ہے
منطق الطیر سلیمانی کجاست
وہ سلیمانی منطق الطیر کہاں ہے؟

تو چہ دانی بانگ مُرغاں را ہمے
تو پرندوں کی آواز کو کیا جانے؟
چوں ندیدتی سلیماں را دمے
جبکہ تو نے ایک لمحہ کیلئے (بھی) سلیمان کو نہیں دیکھا ہے

پَرِ آں مُرغے کہ بانگش مطرب ست
اُس پرند کا پر جس کی آواز مست کرنے والی ہے
از برونِ مشرق و وز مغرب ست
وہ مشرق و مغرب سے باہر ہے

ہر یک آہنگش زکرسی تاثرے ست
اس کا ہر ارادہ کرسی سے زمین تک ہے
وزثری تا عرش در کرّوفرے ست
اور زمین سے عرش تک شان و شوکت میں ہے

مُرغ کو بے ایں سلیماں می رَود
وہ پرند جو اس سلیمان کے بغیر چلتا ہے
عاشقِ ظلمت چوخفاشے بود
وہ چگادڑ کی طرح اندھیرے کا عاشق ہوتا ہے

با سلیماں خو کن اے خفاشِ رَد
اے مردود چگادڑ! سلیمان کی عادت ڈال
تا کہ در ظلمت نہ مانی تا اَبد
تا کہ ہمیشہ تک کے لئے اندھیرے میں نہ رہے

یک گزے رَہ کہ بداں سو میروی
اگر تو اس کی جانب ایک گز چلے گا
ہمچو گز قطب مساحت می شوی
تو گز کی طرح پیائش کا مدار بن جائے گا

---

1. وال کبوتر۔ مریدین اور مجازین میں سے ہیں جو سکنت میں کبوتر ہیں، دنیا کے سرکش ان کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں۔ نشکہد۔ مضارع منفی ہے۔ شکوہیدن۔ شان و شوکت دکھانا، ڈرنا۔ بلبل۔ ان کی بلبل اپنے اندر گلشن دیکھ کر وجد کرتی ہے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے ان بزرگوں کی طوطی کو ظاہری قند کی ضرورت نہیں، ان کے باطن خود قند سے معمور ہیں۔ پائے طاؤساں۔ مور کا پیر بد صورتی میں اور اس کا پر حسن میں مشہور ہے یعنی اس شیخ کے مریدوں کے بظاہر نازیبا افعال دوسروں کے زیبا افعال سے زیادہ قابل قدر ہیں۔ کبک۔ چکور کا قہقہہ اور رفتار ضرب المثل ہیں۔

2. منطق الطیر۔ پرندوں کی بولی۔ افضل الدین خاقانی شاعر نے ایک مشہور قصیدہ لکھا ہے جس میں پرندوں کی زبانی گفتگو کی ہے، حضرت سلیمان کو بھی منطق الطیر حاصل تھی۔ تو چہ دانی۔ جب تم اہل اللہ سے نہیں ملے تو ان کے متعلقین کے کمالات کو کیا سمجھ سکتے ہو۔ پر آں مرغے۔ ان مریدین اور متوسلین کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ ہر یک۔ یعنی اس کی پرواز زمین سے آسمان تک ہے۔ مرغ۔ یعنی وہ لوگ جو نہ کسی نبی کے پیرو ہیں نہ کسی شیخ سے متعلق ہوں وہ نور خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔ رد۔ مردود۔ یک گزے رہ۔ شیخ کی زیر تربیت تھوڑا مجاہدہ بھی بہت زیادہ مفید ہوتا ہے۔

وانکہ[1] لنگ و لوک آں سو می جہی
اور جو تو لنگڑا اور لولا اس طرف چل رہا ہے

از ہمہ لنگی و لوکی می رہی
(اس) تمام لنگڑے اور لولے پن سے نجات پا جائے گا

قصۂ بط بچگاں کہ مرغِ خانگی پروردشاں
بطخ کے ان بچوں کا قصہ جن کو گھریلو مرغ نے پالا

تخمِ بطی گرچہ مُرغِ خانہ ات
تو بطخ کا انڈا ہے اگرچہ تجھے گھریلو مرغ نے

کرد زیرِ پر چو دایہ تربیت
پروں کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے

مادرِ تو بطِ آں دریا بدست
تیری ماں تو اس دریا کی بطخ تھی

دایہ[2] ات خاکی بدو خشکی پرست
تیری دایہ خاکی اور خشکی پرست تھی

میل دریا کہ دلِ تو اندرست
دریا کی طرف جھکاؤ جو تیرے دل میں ہے

آں طبیعت جانت را از ما درست
تیری جان کا وہ مزاج ماں کی جانب سے ہے

میل خشکی مر ترا زیں دایہ است
خشکی کی طرف میلان اُس دایہ کی وجہ سے ہے

دایہ را بگذار کو بد رایہ ست
دایہ کو چھوڑ کہ وہ غلط راہ والی ہے

دایہ را بگذار در خشک و بران
دایہ کو خشکی پر چھوڑ دے اور دور کر

اندر آ در بحرِ معنی چوں بطاں
بطخوں کی طرح حقیقت کے سمندر میں آ جا

گر ترا دایہ بترساند ز آب
اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے

تو مترس و سوئے دریاراں شتاب
تو نہ ڈر اور دریا کی جانب جلد (سواری) ہانک دے

تو بطے بر خشک و برتر زندۂ
تو ایسی بطخ ہے کہ خشکی اور تری پر تو زندہ ہے

نے چو مُرغِ خانہ خانہ کندۂ
کہ گھر کے مرغ کی طرح تو نے گھر کو کریدا ہے

توز کَرَّمْنَا بَنِیْ آدم شہی
تو کرمنا بنی ادم کی وجہ سے شاہ ہے

ہم بخشکی ہم بدریا پا نہی
خشکی میں بھی اور دریا میں بھی قدم دھرتا ہے

کہ حَمَلْنَاهُمْ عَلَى الْبَحْرِ بجاں
تو روح کی وجہ سے حملنا ھم علی البحر (کا مصداق ہے)

از حَمَلْنَاهُمْ عَلَى الْبَرِّ پیش راں
حملنا ھم علی البر سے آگے چل

---

[1] وانکہ۔ جس قدر عیب شیخ کے پاس لے کر جائے گا سب سے نجات مل جائے گی۔ لنگ۔ لنگڑا۔ لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا۔ تخم بطی۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر استعداد ہوتی ہے تو تھوڑی سی محنت سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے، بطخ کا وہ بچہ جو مرغی کے نیچے نکلا اور پلا ہو اس میں سمندر میں تیرنے کی استعداد موجود ہے، ذرا سی محنت سے تیرنا سیکھ سکتا ہے اسی طرح سے روح جو ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے اگرچہ اس کی پرورش خاکی جسم کے زیر اثر ہو رہی ہے معمولی محنت سے ملاءِ اعلیٰ کی طرف پرواز کرنے لگتی ہے۔ تخم بط۔ بطخ کا انڈا۔ مرغِ خانہ۔ گھریلو مرغی۔

[2] دایہ۔ یعنی گھریلو مرغی۔ میل دریا۔ بطخ، دریائی چیز ہے۔ زیں دایہ۔ گھریلو مرغی جو خشکی پر ملتی ہے۔ گر ترا۔ جسم انسانی عروج سے مانع بنتا ہے۔ تو بطے۔ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے جسم خاکی چیز ہے اور روح بحرِ وحدت سے متعلق ہے۔ کرمنا۔ قرآن پاک میں ہے ولقد کرمنا بنی آدم و حملنا ھم فی البر و البحر ''ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا۔'' مولانا نے یہاں بحر سے بحرِ وحدت مراد لیا ہے، مقصد یہ ہے کہ انسان کو مادی زندگی سے گذر کر حملناھم علی البحر والی زندگی حاصل کرنی چاہئے اور اس کو بحرِ وحدت کی سیر کرنی چاہئے۔

مَر ملائک[1] را سوئے بَر راہ نیست
فرشتوں کا خشکی کی طرف راستہ نہیں ہے
جنس حیواں ہم زبحر آگاہ نیست
حیوان کی جنس بھی سمندر سے آگاہ نہیں ہے

تو بہ تن حیواں بجانے از ملک
تو جسم کے اعتبار سے حیوان اور روح کے اعتبار سے فرشتوں میں
تا روی ہم برزمیں ہم بَرفلک
تاکہ تو زمین پر بھی چلے اور آسمان پر بھی

تا بظاہر مِثلُکُم باشد بشر
یہاں تک کہ بظاہر تم جیسا بشر ہوتا ہے
بادلِ یوحیٰ اِلیٰ دیدہ وَر
(لیکن) یوحیٰ الی کے دل کے اعتبار سے صاحب بصیرت ہے

قالب خاکی فتادہ بر زمیں
(اس کا) خاکی جسم زمین پر ہے
روحِ اُو گرداں براں چرخِ بریں
اس کی روح بلند و بالا آسمان پر گردش کرتی ہے

ماہمہ[2] مُرغا بیانیم اے غلام
اے لڑکے! ہم سب پانی کے پرند ہیں
بحر میداند زبانِ ما تمام
سمندر ہماری زبان سمجھتا ہے

پس سلیماں بحر آمد ما چو طیر
سلیمان سمندر ہے اور ہم پرندوں کی طرح ہیں
در سلیماں تا ابد داریم سیر
ہمیشہ سلیماں میں ہمارا مطالعہ ہے

با سلیماں پائے در دریا بنہ
سلیمان کے ساتھ دریا میں قدم رکھ
تا چو داؤدؑ آب سازد صد زرہ
تاکہ پانی (حضرت) داؤدؑ کیطرح سینکڑوں زرہیں بنا دے

آں سلیماں[3] پیشِ جملہ حاضرست
وہ سلیمان سب کے سامنے موجود ہے
لیک غیرت چشم بند و ساحر ست
لیکن غیرت آنکھ کی پٹی اور جادوگر ہے

تا ز جہل و خوابناکی و فضول
یہاں تک کہ نادانی اور غنودگی اور بیہودگی کی وجہ سے
او بہ پیش ما و ما از وے ملول
ہم اس سے گھبراتے ہیں اور وہ ہمارے سامنے ہے

تشنہ را دردِ سر آرد بانگ رَعد
کڑک کی آواز پیاسے کے سر میں درد پیدا کرتی ہے
چوں نداند کو کشاید ابر سعد
جب کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ مبارک ابر کو کھول دے گی

چشم اُو ماندست در جوئے رَواں
اس کی آنکھ جاری نہر پر جمی ہوئی ہے
بے خبر از ذوقِ آبِ آسماں
وہ آسمان کے پانی کے ذوق سے بے خبر ہے

---

1. مر ملائک۔ ملائکہ کا دنیاوی زندگی سے تعلق نہیں ہے۔ حیواں۔ حیوانات کا عالم آخرت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو۔ انسان میں حیوانیت بھی ہے اور ملوکیت بھی لہٰذا اس کا دونوں عالم سے تعلق ہے۔ تا بظاہر۔ قرآن پاک میں ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی آنحضورﷺ کو خطاب ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں میری طرف وحی آتی ہے تو جس طرح آنحضورﷺ کا جسم عالم دنیا سے متعلق ہے اور دل کا تعلق عالم بالا سے ہے اسی طرح شیخ وقت کا تعلق دونوں عالم سے ہے۔
2. ماہمہ۔ ہماری اور شیخ کی وہی نسبت ہے جو مرغاب اور دریا کی۔ بحر۔ یعنی اضافی بحر جو کہ شیخ ہے وہ ہماری سب باتیں سمجھ لیتا ہے۔ سلیماں۔ شیخ بمنزلہ بحر کے ہے اور ہم اس سلیمان کے پرند ہیں۔ با سلیماں۔ دریائے معرفت میں جب شیخ کی طرح گھسو گے تو تمہاری حفاظت کے لئے سینکڑوں زرہیں تیار ہو جائیں گی جو تمہیں اس راہ کے خطرات سے محفوظ رکھیں گی دریا میں پیر رکھنے سے لہریں بصورت زرہ پیدا ہوتی ہیں۔
3. آں سلیماں۔ شیخ وقت موجود ہے لیکن تو اپنی بڑائی کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا غیرت کے خلاف سمجھتا ہے۔ اس لئے تجھے وہ نظر نہیں آتا ہے۔ تشنہ را۔ اگر انسان کو انجام کی بھلائی پر یقین ہو تو اس کے لئے مقصد کے حصول کی تکالیف آسان ہو جاتی ہیں۔ چشم اُو۔ انسان اپنی غفلت کی وجہ سے ادنیٰ مطلوب میں لگا رہتا ہے اور اعلیٰ مقصد سے غفلت برتتا ہے۔

مرکب[1] ہمت سوئے اسباب راند — از مُسبّب لا جرم محروم ماند
اس نے توجہ کی سواری آسمان کی جانب دوڑا دی — لا محالہ سبب پیدا کرنے والے سے محروم ہو گیا

آنکہ بیند او مُسبّب را عیاں — کے نہد دل بر سببہائے جہاں
جو شخص سبب پیدا کرنے والے کو کھلا دیکھتا ہے — وہ دنیا کے اسباب سے کب دل لگاتا ہے؟

از مسبب یابد اندر یک صباح — از نجات و از فلاح و از نجاح
وہ سبب پیدا کرنیوالے کی جانب سے ایک صبح کو پا جاتا ہے — نجات اور فلاح اور کامیابی

آنچہ در صد سال مشت حیلہ مند — دہ یکے زاں گنج حاصل نا ورند
وہ جو کچھ کہ تدبیر کرنیوالے کی مٹھی میں سو سال میں (آیا) — اس خزانہ کا دسواں حصہ حاصل نہیں کر سکتے ہیں

حیران شدنِ[2] حاجیاں در کراماتِ آں زاہد کہ در بادیہ بر ریگ گرم نشستہ

حاجیوں کا اس درویش کی کرامات میں حیران ہونا جو کہ صحرا میں گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

زاہدے بد درمیانِ بادیہ — در عبادت غرق چوں عبادیہ
صحرا میں ایک زاہد تھا — عباداں کے رہنے والوں کی طرح عبادت میں غرق

حاجیاں آنجا رسیدند از بلاد — دیدہ شاں بر زاہد خشک اوفتاد
حاجی (مختلف) شہروں سے اس کے پاس پہنچے — ان کی نظر لاغر زاہد پر پڑی

جائے زاہد خشک بود او تر مزاج — از سمومِ[3] بادیہ بودش علاج
زاہد کی جگہ خشک تھی وہ خوش مزاج تھا — صحرا کی لو اس کا علاج تھی

حاجیاں حیراں شدند از وحدتش — واں سلامت درمیانِ آفتش
حاجی اس کی تنہائی سے حیران ہو گئے — اور اس کی مصیبت کے درمیان سلامتی سے

در نماز استادہ بد بر روئے ریگ — ریگ کز تفش بجوشد آبِ دیگ
وہ ریت پر نماز میں کھڑا تھا — ایسا ریت جس کی گرمی سے دیگ کا پانی اُبلنے لگے

گفتی سرمست در سبزہ و گل ست — یا سوارہ بر بُراق و دُلدل ست
تو یہ کہے گا کہ وہ مست سبزے اور پھول میں ہے — یا بُراق اور دلدل پر سوار ہے

---

[1] مرکب۔ جو لوگ اسباب دنیوی کو ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں وہ ان اسباب کے پیدا کرنے والے خدا سے غافل رہتے ہیں۔ آنکہ۔ جس شخص کو حضرت حق کا مشاہدہ حاصل ہے اور وہ مسبب الاسباب کو دیکھ رہا ہے، اسباب اس کی نگاہ میں ہیچ ہو جاتے ہیں۔ از مسبب۔ جو لوگ مسبب الاسباب سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں وہ تھوڑی سی دیر میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو اسباب اختیار کرنے والا سو سال میں بھی حاصل نہیں کر پاتا ہے۔

[2] حیران شدن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بلا اسباب بھی اللہ تعالیٰ بہت کچھ عطا فرما دیتا ہے۔ بادیہ۔ صحرا، جنگل۔ عبادیہ۔ عباداں کی طرف منسوب مانا جائے جو ایک نہایت گرم مقام ہے یعنی عباداں کے رہنے والے یا منسوب بسوئے عبادت۔ حاجیاں۔ وہ صحرا ان حاجیوں کا رہگذر تھا۔ زاہد خشک۔ وہ عبادت گذار جو ذوقِ عبادت سے محروم ہو لیکن یہاں یہ معنی مراد نہیں اس لئے ہم نے لاغر کا ترجمہ کیا ہے۔ تر مزاج۔ خوش مزاج۔

[3] سموم۔ گرم زہریلی ہوا، لو یعنی لو اس کے مرض کا سبب نہ تھی بلکہ صحت کا سبب تھی۔ حیران شدند۔ اس قدر مہلک صحرا میں اس کا صحیح و سلامت رہنا باعث حیرت بنا۔ آب دیگ۔ یعنی ریت اس قدر گرم تھا کہ اس کی گرمی پانی کو کھولا دے۔ گفتی۔ اس قدر تکلیف دہ مقام پر وہ عبادت اس قدر خوش تھا جیسا کہ کوئی سبزہ و گل میں مسرور ہو یا دلدل اور براق کی سواری میں مسرور ہو۔

یا کہ[1] پالیش بر حریر و حُلّہاست
یا سموم اُو را بہ از بادِ صباست

یا اس کے پیر ریشمیں کپڑے اور لباس پر ہیں
یا اس کے لئے لو پُروا ہوا سے زیادہ مفید ہے

ایستادہ تازہ رُوئی اندر نماز
با خضوع و با خشوع و بر نیاز

تازہ رُو نماز میں کھڑا ہوا
خشوع و خضوع کے ساتھ اور عاجزی سے بھرا ہوا

با حبیب خویشتن می گفت راز
مانده بود استاده در فکر دراز

وہ اپنے دوست سے راز کہہ رہا تھا
لمبے استغراق میں کھڑا رہ گیا تھا

پس بماندند آں جماعت با نیاز
تا شود درویش فارغ از نماز

تو وہ گروہ نیاز مندی کے ساتھ کھڑا ہو گیا
تاکہ درویش نماز سے فارغ ہو جائے

چوں زاستغراق باز آمد فقیر
زاں جماعت زندۂ روشن ضمیر

جب درویش استغراق سے نکلا
اس جماعت میں سے ایک روشن ضمیر نے

دید کابش می چکید از دست و رُو
جامہ اش تر بود از آثارِ وضو

دیکھ کر اس کے ہاتھوں اور چہرے سے پانی ٹپک رہا ہے
اس کے کپڑے وضو کے اثر سے بھیگے ہوئے تھے

پس پرسیدش کہ آبِ او کجاست
دست را برداشت کز سوئے سماست[2]

تو اس نے اس سے پوچھا کہ تجھے پانی کہاں سے ملا
اس نے ہاتھ اُٹھایا کہ آسمان سے

گفت ہر گاہے کہ خواہی می رسد
بے زچاہ و بے ز حَبْلٍ مِّنْ مَّسَدْ

اس نے کہا جب بھی تو چاہتا ہے مل جاتا ہے
بغیر کنویں اور بغیر مونج کی رسی کے

مشکل ما حل کن اے سلطانِ دیں
تا بہ بخشد حالِ تو مارا یقیں

اے دین کے بادشاہ! ہماری مشکل حل کر دے
تاکہ تیری حالت ہمیں یقین عطا فرما دے

وانما سرّے ز اسرارے بما
تا بریم از میاں زنارہا

اپنے رازوں میں سے ایک راز ہم پر کھول دے
تاکہ ہم کمر سے جنیو توڑ ڈالیں

چشم را بکشود سوئے آسماں
کہ اجابت کن دعای حاجیاں

اس نے آسمان کی جانب آنکھ اُٹھائی
کہ حاجیوں کی دعا قبول فرما لے

رزق جوئی را زبالا خو گرم
چوں زبالا بر کشودستی دَرم

میں (عالم) بالا سے رزق کی تلاش کا عادی ہوں
چونکہ تو نے میرے لئے (عالم) بالا کا دروازہ کھول دیا ہے

اے نموده تو مکاں از لا مکاں
فِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ کرده عیاں

اے وہ! کہ تو نے مکان (والے) کو لامکان دکھا دیا ہے
"فِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ" کا تو نے مشاہدہ کرا دیا

---

1. یا کہ۔ یعنی گرم ریت اس کے لئے ریشمیں کپڑا تھا۔ حریر۔ ریشمی کپڑا۔ حلہا۔ قیمتی لباس۔ بادِ صبا۔ پروا ہوا ٹھنڈی اور خوشگوار ہوتی ہے۔ راز۔ نماز کی حالت کو مناجات یعنی اللہ کے ساتھ سرگوشی کہا گیا ہے۔ استغراق۔ وہ کیفیت ہوتی ہے جس میں بزرگ ماسوا اللہ سے غافل ہوتا ہے۔ ضمیر۔ قلب۔ دید۔ یعنی وضو کا پانی ہاتھوں اور چہرے سے ٹپک رہا تھا اور کپڑوں پر بھی وضو کے پانی کا اثر تھا۔
2. سما۔ آسمان۔ حبل من مسد۔ کھجور کے پٹھے کے ریشے کی رسی اور مونج کی رسی۔ تابہ بخشد۔ یعنی آپ کی کرامات دیکھ کر ہمارے کے یقین کے مراتب میں اضافہ ہو جائے۔ زنارہا۔ یعنی شکوک و شبہات۔ اجابت۔ قبولیت۔ بالا۔ عالم بالا۔ مکاں۔ یعنی وہ مخلوق جو مکانی ہے۔ لامکاں۔ عالم بالا جو مکانیت سے منزہ ہے۔ وفی السماء رزقکم۔ قرآن پاک میں ہے "اور آسمانوں اور زمینوں میں ہے تمہارا رزق۔"

درمیانِ ایں مناجات[1] ابر خوش
اس دعا کے دوران ایک گہرا ابر
زود پیدا شد چوپیل آبکش
پانی بھرنے والے ہاتھی جیسا بہت جلد رونما ہو گیا

ہمچو آب از مشک باریدن گرفت
اُس نے مشک کے پانی کی طرح برسنا شروع کر دیا
درگو و در غارہا مسکن گرفت
جو گڑھوں اور غاروں میں ٹھہر گیا

ابری بارید چوں مشک اشکہا
ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا
حاجیاں جملہ کشادہ مَشکہا
سب حاجیوں نے مشکیں کھول رکھی تھیں

یک عجائب دَر بیاباں وا نمود
جنگل میں ایک عجیب کرشمہ ظاہر ہوا
ابر چوں مشکے دہن را بَر کشود
بادل نے مشک کی طرح دہانہ کھول دیا

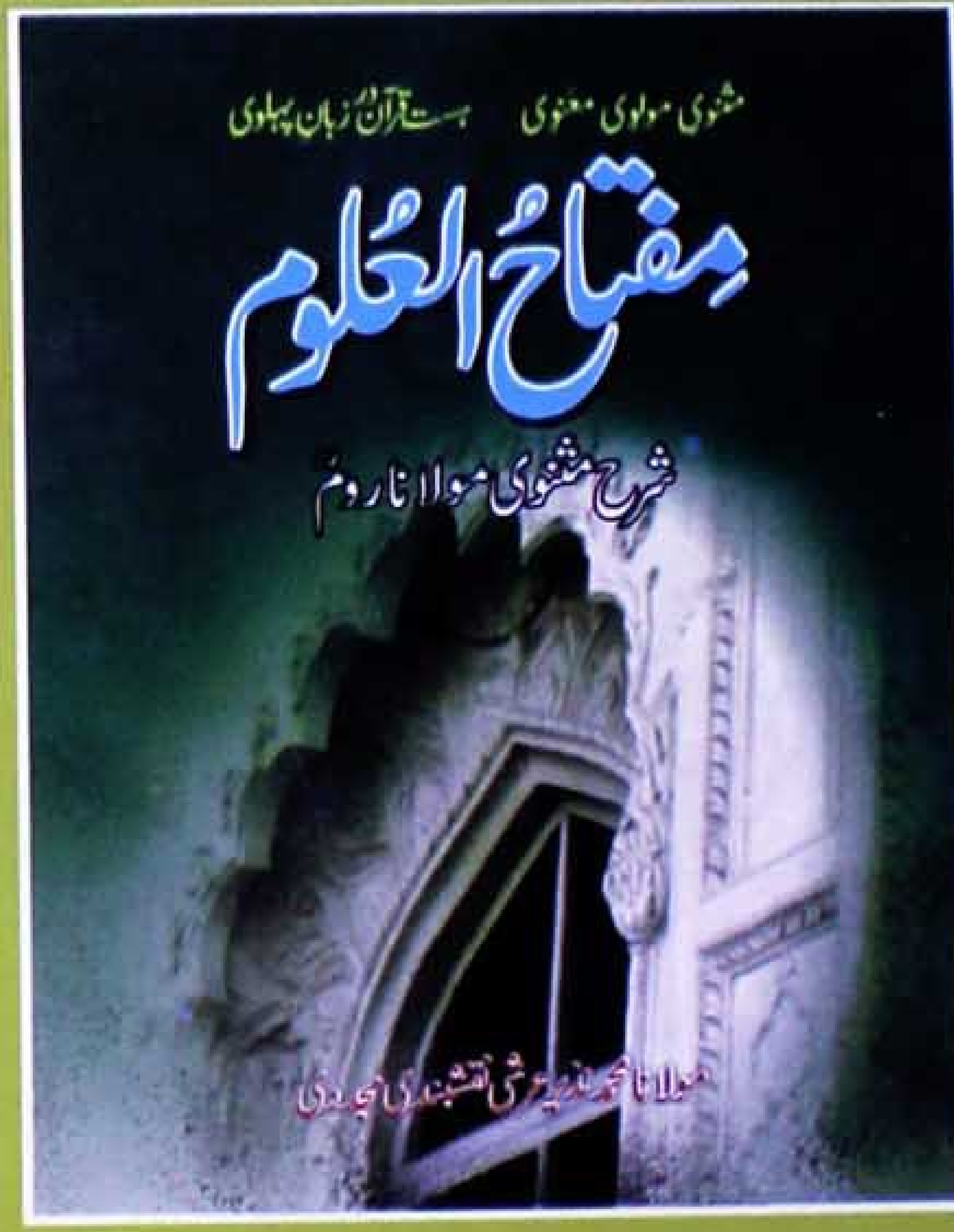
یک جماعت زاں عجائب کارہا
ایک جماعت ان عجیب معاملوں کی وجہ سے
می بُریدند از میاں زُنّار ہا
کمر سے جنیو کاٹ رہی تھی

قومِ دیگر را یقیں دَراز دیاد
دوسرے لوگوں کے یقین میں زیادتی ہو رہی تھی
زیں عجب وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
اس تعجب (خیز واقعہ) کی وجہ سے اور خدا ہدایت کے معاملہ کو زیادہ جانتا ہے

قومِ دیگر نا پذیرا تُرش و خام
کچھ لوگ متاثر نہ ہونے والے کھٹے اور کچے تھے
ناقصانِ سرمدی تَمَّ الْکَلَامْ
(یہ) ابدی ناقص تھے بات ختم ہوئی

---

[1] مناجات۔ سرگوشی، دعا۔ گو۔ گڑھا۔ مسکن۔ ٹھہرنے کی جگہ۔ ابر۔ جو ابر نمودار ہوا، اس نے اس طرح برسنا شروع کیا جس طرح پانی مشک سے گرتا ہے۔ زنارہا۔ یعنی ان لوگوں کے شکوک وشبہات زائل ہو گئے۔ عجب۔ یعنی بارش کی کرامات۔ ناقصانِ سرمدی۔ جو ازلی ناقص تھے اور ان میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔



اسلامی ادبیات کی عظیم الشان اور لازوال مثنوی، جس کے 1,26,660 اشعار میں تصوف واخلاق کے مسائل کو سبق آموز حکایات اور نصیحت آموز تمثیلوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔
گذشتہ سات صدیوں سے مثنوی مولانا روم مسلمانان عالم میں عقیدت واحترام سے پڑھی جارہی ہے۔ براعظم پاک وہند میں اس کے بے شمار ترجمے ہوئے اور شرحیں لکھی گئیں۔ یہ نیک کام کرنے والوں میں حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی، مولانا محمد رضا، مولانا بحرالعلوم، مولانا احمد حسن کان پوری اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسے نامور مشاہیر شامل ہیں۔ لیکن جو شہرت ومقبولیت مولانا محمد نذیر عرشی نقشبندی مجددی کو نصیب ہوئی، وہ کسی اور کے حصے میں نہ آسکی۔
مولانا عرشی کے ترجمے اور شرح کے ساتھ انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب چھ جلدیں۔

ISBN 969-503-464-0
9789695034644

Design By: MUHAMMAD AHSAN
MOHSAN GRAPHICS

الفیصل
ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مولانا جلال الدین رومیؒ

مترجم

قاضی سجّاد حسین

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

دفتر سوم

مصنف

مولانا جلال الدین رومیؒ

مترجم

قاضی سجاد حسین

الفیصل ناشرانِ و تاجرانِ کتب

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Marfat.com

891.551 Roomi, Maulana Jalal-ud-din
Masnavi Maulvi Ma'nvi / Maulana Jalal-ud-din Roomi; tr by Qazi Sajjad Hussain.- Lahore: Al-Faisal Nashran , 2006.
3v., (816; 872; 1000 p.)

1. Farsi adab-Shairi I. Title card

ISBN 969-503-465-9

جولائی 2006ء

محمد فیصل نے

آر۔ایم۔ایس پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

AI-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street,Urdu Bazar,Lahore.Pakistan
Phone : 042-7230777 Fax : 09242-7231387
http : www.alfaisalpublishers.com
e.mail : alfaisal_pk@hotmail.com
e.mail : alfaisalpublishers@yahoo.com

Marfat.com

فہرست

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

دفتر دوم کی اشاعت

۲۸ مارچ ۱۹۷۶ء کو دفتر دوم کی رسم اجراء عمل میں آئی۔ غالب اکیڈمی بستی شیخ نظام الدین دہلی میں زیرِ صدارت حکیم عبدالحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی اجتماع ہوا۔ یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہل علم کا اجتماع تھا۔ مختلف کالجوں اور درسگاہوں کے اساتذہ اس میں شریک تھے۔ تلاوتِ قرآن پاک سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ مولانائے روم کے دیوان سے ایک غزل کا انتخاب کیا گیا تھا جو ایک صاحب نے خاص نغمے کے ساتھ پڑھی۔ جناب فتح اللہ صاحب مجتبائی کلچرل کونسل ایرانی ایمبسی اور جناب محمد اعظم صاحب کامران ڈائریکٹر ایرانین کلچرل ہاؤس نے مولانائے روم پر پُر مغز مقالے پڑھے۔ اس کے بعد جناب پروفیسر سید نور الحسن صاحب وزیر تعلیم حکومت ہند کے ہاتھوں دفتر دوم کا اجراء عمل میں آیا۔ موصوف نے دورانِ تقریر میں دفتر دوم کے بارے میں تحسین و آفرین کے ساتھ احقر کو دفتر دوم کی تکمیل پر مبارکباد دی۔

میں شکر گزار ہوں آل انڈیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے افسران کا کہ ان دونوں شعبوں نے اس اجتماع کی کارروائی کو بھرپور طریقہ پر کور کیا۔ اسی طرح انگریزی اور اردو پریس کا بھی شکر گزار ہوں کہ اس نے بھی اس اجتماع کی نشر و اشاعت میں مکمل تعاون کیا۔ شاید ہی انگریزی اور اردو کا کوئی موقر اخبار ہوگا جس نے دفتر دوم اور اس اجتماع کی تحسین نہ کی ہو۔ اس کے بعد سے ہندوستان کے اہل قلم اور علمی رسائل دفتر دوم پر مسلسل بہت قیمتی تبصرے شائع کر رہے ہیں جو میری ہمت افزائی کا باعث ہیں۔

میں دفتر دوم کے مقدمہ میں اس کام کے سلسلہ میں وزارتِ تعلیم کی مالی اعانت کا شکریہ ادا کر چکا ہوں۔ وہ مدد تو ہر دفتر کی تیاری کے لیے مجھے مل ہی رہی ہے، مزید برآں وزارتِ تعلیم نے دفتر دوم کی بھی ایک بڑی مقدار میں اپنی لائبریریوں کے لیے خرید منظور کر کے میری مالی اعانت کی ہے، جس کے لیے میں مزید شکر گزار ہوں۔

دفتر دوم کے کاموں سے فارغ ہو کر اس کے اجراء سے تین ماہ قبل سے ہی میں دفتر سوم کے کاموں میں مشغول ہو گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب جبکہ میں یہ چند سطور بطور مقدمہ تحریر کر رہا ہوں اور اب میں دفتر چہارم میں مشغول ہوں اور اس کا بیشتر حصہ لکھ چکا ہوں۔ اللہ کی توفیق اور فضل سے اگر کام کی رفتار یہی رہی تو چند ماہ بعد

Marfat.com

اس کی اشاعت عمل میں آ جائے گی۔

تصوف کی چند اصطلاحیں

تصوف کی ان اصطلاحات کی تفصیل جو مثنوی میں استعمال ہوئی ہیں۔ دفتر اول اور دوم کے مقدمہ میں کی جا چکی ہے، اس کو ملاحظہ کیا جائے۔ اس دفتر سوم میں جو چند اصطلاحیں جدید آئی ہیں، ان کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

حیرت: سالک کے لیے ذکر وفکر بھی قربِ الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے لیکن مقامِ حیرت وہ مقام ہے جس میں تجلیاتِ رب کی فراوانی کی وجہ سے نہ ذکر کی طرف توجہ رہتی ہے نہ فکر کی طرف اور اس مقام پر پہنچ کر سالک کو ان چیزوں سے استغنا بھی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ بحث و مباحثہ سے بھی گریز کرتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ فِیْکَ تَحَیُّراً۔ اے خدا اپنے بارے میں مجھے زیادہ حیرانی عطا فرما دے۔ صائب نے کہا۔

حیرت مرا ز ہر دو جہاں بے نیاز کرد
این خواب کارِ دولتِ بیداری کند

"مقامِ حیرت نے مجھے دونوں جہانوں سے بے نیاز بنا دیا ہے۔ یہ خواب، بیداری کی دولت کے کام انجام دیتی ہے۔"

اس مقام کی ابتدا سالک کو دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی تکمیل میدانِ حشر میں اس وقت ہوگی جبکہ حضرت حق ارشاد فرمائے گا۔ اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ اَبَدًا۔ میں تم پر اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں، اب کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

رضا۔ رضا سالک کا وہ مقام ہے جس میں وہ مصائب اور ذلت کو مقصود بالذات سمجھ کر برداشت کرتا ہے اور ان حالات میں بھی اس کے نفس کی وہی کیفیت رہتی ہے جو حضرتِ حق کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے میں ہوتی ہے۔ حضرت رابعہ بصریہ سے کسی نے اس مقام کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ اِذَا سَرَّتْہُ الْمُصِیْبَۃُ کَمَا سَرَّتْہُ النِّعْمَۃُ۔ یعنی "یہ مقام سالک کو اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ مصیبت میں بھی وہی خوشی محسوس کرے جو اس کو نعمت کے وقت حاصل ہوتی ہے۔"

ابدال: مولانائے روم نے ابدال کی تعریف میں فرمایا ہے:

کیست ابدال؟ آنکہ او مبدل شود　خمرش از تبدیلِ یزداں خَل شود
ابدال کون ہے؟ جو کہ تبدیل ہو جائے　اللہ کے تبدیل کر دینے سے اس کی شراب سرکہ بن جائے

یعنی اس میں جس قدر اخلاقِ رذیلہ ہوں وہ اخلاقِ حسنہ میں تبدیل ہو جائیں۔ منہج القوی شرح مثنوی میں مذکور ہے۔

وَرَدَ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ کَانُوْا اَوْتَادَ الْاَرْضِ فَلَمَّا اِنْقَطَعَتِ النُّبُوَّۃُ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَھُمْ اَقْرِبَاءَ مِنْ اُمَّۃِ اَحْمَدِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لَھُمُ الْاَبْدَالُ لَمْ یَفْضُلُوا النَّاسَ بِکَثْرَۃِ صَوْمٍ وَّلَا صَلٰوۃٍ وَلٰکِنْ بِحُسْنِ الْخُلْقِ وَ صِدْقِ النِّیَّۃِ وَ سَلَامَۃِ الْقُلُوْبِ لِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ ’’منقول ہے کہ انبیا زمین کے اوتاد تھے۔ جب نبوت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے قوی لوگوں کو ان کے بدلے میں عنایت فرمایا جن کو ابدال کہا جاتا ہے۔ ان کی نمازیں اور روزے لوگوں سے زیادہ نہیں ہوتے ہیں۔ ہاں ان میں حسن خلق اور نیت کی سچائی اور دل کی سلامتی سب مسلمانوں کے لیے ہوتی ہے۔‘‘

اعیانِ ثابتہ : وہ تمام اشیا جو موجوداتِ خارجیہ کہلاتی ہیں اور عالم شہود میں حواس کے ذریعہ محسوس ہو رہی ہیں، وہ اپنے علمی وجود کے ساتھ حضرتِ حق تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں اور یہی موجودات کا علمی وجود اعیانِ ثابتہ کہلاتا ہے۔ خارجی جس قدر موجودات ہیں وہ ان اعیانِ ثابتہ کا عکس اور ظل ہیں اور ان اعیانِ ثابتہ کی اصل اسماءِ الٰہی اور اسماءِ الٰہی کی اصل حقیقت الٰہیہ ہے۔ مولانائے روم اعیانِ ثابتہ کو ماہیات سے اور اسماءِ الٰہی کو سرِّ ماہیات سے اور حقیقتِ الٰہیہ کو سرِّ سرِّ ماہیات سے تعبیر کرتے ہیں، جیسا کہ اس شعر میں فرمایا ہے:

زانکہ ماہیات و سرِّ سرِّ آں پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں

یعنی اعیانِ ثابتہ اور ان کا سرِّ اسماءِ الٰہی اور اس سرِّ کا سرِّ یعنی حقیقت الٰہیہ کاملوں کے مشاہدے میں ہوتی ہے، اسی لیے بعض کاملین کا مقولہ ہے۔ عَرَفْنَا الْاَشْیَاءَ بِاللّٰہِ ’’ہم نے اشیا کو خدا کے ذریعہ جان لیا ہے۔‘‘

عقلِ معاش : وہ عقل جو دنیاوی امور میں تیز ہو اور آخرت سے نابلد ہو، وہ عقل معاش ہے اسی کو مثنوی میں عقل جزوی اور عقل ناقص بھی کہا گیا ہے۔

عقلِ معاد۔ وہ عقل جو دینی اور اخروی معاملات میں تیز ہو اس کو عقل معاد کہا جاتا ہے۔ اسی کو مثنوی میں عقلِ کلی، عقلِ کامل، عارف کی عقل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مستور الحال : بعض اولیاء اللہ ایسے ہیں جن کو ابدال تک بھی نہیں پہچان سکتے۔ ایسے اولیاء اللہ کو مستور الحال کہا جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَوْلِیَاءَ اَخْفِیَاءَ شَعْثَۃً رُؤُسُھُمْ مُغْبَرَّۃً وُجُوْھُھُمْ اِذَا اسْتَاْذَنُوْا عَلَی الْاَمْرِ لَمْ یُؤْذَنْ لَھُمْ وَ اِذَا غَابُوْا لَمْ یُفْتَقَدُوْا وَ اِذَا حَضَرُوْا لَمْ یُدْعَوْا وَ اِنْ مَرِضُوْا لَمْ یُعَادُوْا وَ اِنْ مَاتُوْا لَمْ یَشْھَدُوْا وَھُمْ مَجْھُوْلُوْنَ فِی الْاَرْضِ مَشْھُوْدُوْنَ فِی

Marfat.com

السَّمَاءِ۔ یعنی ''اللہ تعالیٰ کے کچھ چھپے ہوئے اولیا ہیں جن کے سر کے بال پراگندہ ہیں۔ ان کے چہرے غبار آلود ہیں۔ وہ اگر کسی معاملہ میں اجازت چاہیں تو ان کو اجازت نہیں دی جاتی ہے اور اگر وہ نہ ہوں تو ان کی لوگ جستجو نہیں کرتے ہیں اور اگر موجود ہوں تو ان کو پکارا نہیں جاتا ہے اور اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہیں کی جاتی ہے اور اگر وہ مر جائیں تو لوگ ان کے جنازے پر حاضر نہیں ہوتے ہیں۔ وہ زمین میں گمنام ہیں لیکن آسمان میں مشہور ہیں۔''

ایسے ہی مستور الحال ایک بزرگ کا ذکر ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے صحن میں مراقبہ میں تھے اور پاس ہی ایک محدث حدیث کا درس دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں خواجہ خضر وہاں پہنچے اور بیٹھ گئے اور ان سے کہنے لگے کہ قریب میں حدیث کا درس ہو رہا ہے، آپ اس میں شریک کیوں نہیں ہوتے ہیں اور یہاں تنہا بیٹھے ہیں؟ اس پر ان بزرگ نے کہا کہ جب ایک نبی پاس ہو تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا درس سننے کی کیا ضرورت ہے۔ خواجہ خضر نے فرمایا تم کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی نبی ہے تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ خواجہ خضر اللہ کے نبی نہیں ہیں۔ خواجہ خضر نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ میں تمام اولیا کو پہچانتا ہوں لیکن اب معلوم ہوا کہ کچھ اولیاء ایسے بھی ہیں جن کو میں بھی نہیں جانتا ہوں اور وہ مجھے جانتے ہیں۔

اِلہام: اسی کو حکمت، علمِ لدنی، فیض، فتح اور کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ علم ہوتا ہے جو اولیا کے قلوب پر خدا کی جانب سے نازل کیا جاتا ہے جو علم انبیا اور رسولوں کو عطا ہوتا ہے اس کو وحی کہا جاتا ہے۔ اس کی اگر تلاوت بھی ہوتی ہو تو وہ وحیِ متلو کہلاتی ہے جیسا کہ قرآن، توریت اور انجیل اور اگر اس کی تلاوت نہ ہو تو اس کو حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وحی خداوندی غلطی اور خلل سے بالکل محفوظ ہے، الہام میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے، اس لیے بسا اوقات انسان القاءِ شیطانی کو الہام سمجھ بیٹھتا ہے۔ مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے کہ بندے کے دل میں جو القاء ہوتا ہے وہ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے، کبھی فرشتے کی طرف سے اور کبھی نفس اور شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ غور کر لینا چاہیے کہ اگر وہ القاء عشق و محبت کا باعث ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر وہ اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب ہے تو فرشتے کی جانب سے ہے اور وہ القاء کفران اور طغیان پیدا کرنے والا ہے تو وہ نفس اور شیطان کی طرف سے ہے پھر یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ شیطان بھی بسا اوقات نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے اور اس سے اس کا مقصود کسی اعلیٰ نیکی سے غافل کرنا ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

اِنَّ لِلشَّیْطَانِ لِمَّۃً بِابْنِ آدَمَ وَ لِلْمَلَکِ لِمَّۃً فَاَمَّالِمَّۃُ الشَّیْطَانِ فَاِیْعَادٌ بِالشَّرِ وَ تَکْذِیْبٌ بِالْحَقِ وَ اَمَّا لِمَّۃُ الْمَلَکِ فَاِیْعَادٌ بِالْخَیْرِ وَ تَصْدِیْقٌ بِالْحَقِ فَمَنْ وَّجَدَ ذٰلِکَ فَلْیَعْلَمْ اَنَّہٗ مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَمَنْ وَّجَدَ الْاُخْریٰ فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ یعنی ''شیطان آدمی کے دل میں بات ڈالتا ہے

Marfat.com

اور فرشتہ بھی ڈالتا ہے۔ شیطان کی ڈالی ہوئی بات برائی کا وعدہ اور حق کو جھٹلانا ہوتا ہے اور فرشتے کا ڈالنا بھلائی کا وعدہ اور حق کی تصدیق ہوتی ہے تو جو یہ محسوس کرے وہ سمجھ لے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے اور وہ پہلی بات ہو تو سمجھ لے کہ وہ شیطان کی جانب سے ہے اور فوراً شیطان سے خدا کی پناہ پکڑے۔"

تناسخ۔ جو لوگ تناسخ کے عقیدے کے قائل ہیں، ان کے نزدیک روح اپنی جزا و سزا کے اعتبار سے مختلف حیوانات کا جسم اختیار کرتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ کروڑوں برس تک اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ یہ عقیدہ روح کے ازلی اور ابدی اور قدیم ہونے پر مبنی ہے۔ مولانا کے اشعار میں جگہ جگہ جو اشارے ہیں وہ مادے کے تغیرات کی طرف ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں مادہ جمادیت سے ترقی کر کے نباتیت اختیار کرتا ہے، اور نباتیت سے حیوانیت کے مرتبہ میں آ جاتا ہے اور پھر حیوانیت سے انسانی مرتبہ میں پہنچتا ہے۔

از جمادی مردم و نامی شدم وزنما مُردم بحیواں سر زدم
مُردم از حیوانی و آدم شدم پس چہ ترسم، کے زمردن کم شوم

ان مذکورہ بالا اشعار میں مادی تغیرات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ مولانا روح کے قدیم اور ازلی ہونے کے قائل نہیں ہیں اور نہ روح کی صرف حیوانات میں گردش کے قائل ہیں۔ ہاں روح کے منازل اور مراتب کے عروج کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

جملۂ دیگر بمیرم از بشر تابر آرم از ملائک بال و پر
وزملک ہم بایدم جستن زجو کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

جسم مثالی: اہل شرع اور اہل تصوف متعدد عوالم موجود مانتے ہیں۔ ایک عالم شہود ہے۔ وہ تو یہی عالم ہے جس میں آپ اور ہم سب اس زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ یہاں تمام اجسام مادہ اور عنصر کے بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک عالم مثال ہے جس میں ہر وہ مخلوق جو اس عالم شہود میں ہے، اس عالم میں بھی ہے لیکن اس عالم میں مادہ اور عناصر کا وجود نہیں ہے۔ وہاں جو اس کا جسم ہے، وہ جسم عنصری نہیں بلکہ جسم مثالی ہوتا ہے۔

واقعات اور اشخاص

صلح حدیبیہ۔ ۶ ہجری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیت میں عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مکہ معظمہ سے چھ میل ورے مقام حدیبیہ پر پہنچے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہل مکہ بزور شمشیر مکہ میں داخلہ سے روکنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرمایا اور اہل مکہ سے کہلایا کہ ہم عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے

Marfat.com

بعد فوراً واپس ہو جائیں گے۔ ہمارا مقصد اہل مکہ سے جنگ و جدل بالکل نہیں ہے مگر اہل مکہ نے مکہ میں داخلہ کی کسی طرح اجازت نہ دی۔ بہت سی گفت و شنید کے بعد صلح کا ایک دس سالہ معاہدہ طے ہوا۔ اس صلح نامہ میں مکہ والوں نے سراسر ایسی شرطیں تسلیم کرائیں جو ان کے لیے مفید تھیں اور بظاہر مسلمانوں کے لیے ذلت آمیز۔ یہ طے ہوا کہ مسلمان مکہ کی زیارت کیے بغیر واپس ہو جائیں۔ اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ لے گا تو مکہ والے اس کو واپس نہ دیں گے اور اگر کوئی مکہ والا مسلمان ہو کر مدینہ گیا تو اس کو واپس کرنا ہوگا۔ اس طرح کی شرائط بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو ناگوار بھی گزریں لیکن آنحضور ﷺ نے خداوندی حکم کو بخوشی منظور کیا۔ حضرت حق تعالیٰ کے علم میں یہ صلح شکست نما فتح تھی۔ چنانچہ اسی بنا پر حضور ﷺ کو بشارت آئی کہ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا "یعنی ہم نے یہ تمہیں کھلی فتح عنایت کی ہے۔" چند ہی روز میں اس بشارت نے عملی صورت اختیار کر لی اور اس صلح کے نتیجہ میں مکہ معظمہ بغیر کسی جنگ و قتال کے آنحضور ﷺ کے زیر نگیں آ گیا۔

بنی نضیر: یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ انہوں نے مخفی طور پر آنحضور ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی جس کا آنحضور ﷺ پر انکشاف ہو گیا۔ اس جرم کی پاداش میں ان کو مدینہ کے اطراف سے ۴ ہجری میں جلاوطن کیا گیا اور خیبر میں آباد ہو جانے کی اجازت دے دی گئی۔

بنو قریظہ۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ آنحضور ﷺ نے ان سے ایک معاہدہ کیا تھا جس کی رو سے فریقین کو دشمن کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری تھی۔ غزوۂ خندق کے موقع پر دیگر قبائل کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد تو درکنار یہ لوگ بھی مخالفوں سے ہمساز ہو گئے اور معاہدہ شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں سے برسرپیکار ہو گئے۔ غزوۂ خندق میں جب غیبی تائید سے آنحضور ﷺ کو ۵ ہجری میں فتح و نصرت حاصل ہو گئی تو آنحضور ﷺ نے ان لوگوں کو معاہدہ شکنی کی سزائے موت دی جو خود یہود کی شریعت کے مطابق تھی۔

بلال بن رباحؓ: حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی النسل تھے۔ دعوتِ اسلام کے آغاز ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ انہوں نے اسلام کی خاطر اپنے آقا امیہ بن خلف کے ایسے ایسے دردناک مظالم برداشت کیے ہیں جن کے سننے سے بھی لرزا طاری ہوتا ہے۔ بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کیا پھر تمام عمر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزاری۔ ان کو مؤذنِ رسول اللہ ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ میں قیام کی تاب نہ لا سکے اور ملک شام میں منتقل ہو گئے۔ وہاں ۲۰ ہجری میں بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔ ان کی اذان میں بڑا ہی سوز و گداز تھا۔ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اذان کی فرمائش کی، عذر پیش کرنے کے باوجود تعمیل

حکم پر مجبور ہو کر اذان دینا شروع کی۔ جس وقت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر پہنچے تو غش کھا کر گر گئے۔

طالوت: یہ بنی اسرائیل کا ایک نیک بادشاہ تھا۔ اس کی بادشاہت پیغمبر وقت شمویل کی بشارت کے مطابق عمل میں آئی تھی۔ بادشاہت کے دوران اس کو ایک سخت قوی دشمن جالوت سے جنگ کرنی پڑی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا بچپن تھا اور وہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ حضرت شمویل نے طالوت کو بشارت دی کہ جالوت کی موت حضرت داؤد کے ہاتھوں ہوگی۔ طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فوج میں شامل کر لیا۔ دورانِ سفر میں چند پتھروں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا کہ ہم کو ساتھ لے لو۔ جالوت ہماری ضرب سے مرے گا۔ حضرت داؤد نے وہ پتھر اٹھا کر اپنی زنبیل میں رکھ لیے۔ جس وقت جالوت سے مقابلہ ہوا تو حضرت داؤد نے وہی پتھر اس کے مارے جن سے جالوت ہلاک ہو گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ۔ ''اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا۔''

حضرت مریم علیہا السلام: حضرت مریم کنوار پن ہی میں بحکم خدا حاملہ ہو گئیں تو ندامت کی وجہ سے جنگل میں نکل گئیں اور دعا کرنے لگیں۔ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری بن جاتی۔ فرشتے نے ان کو تسلی دی پھر جب ان کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ ان کو گود میں لے کر اپنے قبیلے میں آئیں، لوگوں نے ان کو ملامت شروع کر دی، اس پر انہوں نے لوگوں سے کہا تم اسی بچہ سے اس معاملہ کی تحقیق کر لو۔ لوگوں نے کہا ہم گہوارے کے بچے سے کیا پوچھیں تو حضرت عیسیٰ بول اٹھے۔ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے اس نے نبی بنایا ہے اور بابرکت کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس گفتگو کے بعد لوگوں کے شکوک مٹ گئے اور وہ سمجھ گئے کہ یہ سب معاملہ منجانب اللہ ہے۔

اہل سبا۔ یمن کے علاقہ سبا کے باشندے تھے۔ قرآن نے اہل سبا کا ذکر حسب ذیل آیتوں میں کیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ o فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ o ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَ هَلْ نُجٰزِیْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ۔ بے شک سبا والوں کے لیے اپنی ہی بستی میں نشانی تھی۔ دائیں اور بائیں دو باغ تھے۔ اپنے مالک کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر بجا لاؤ۔ ایسا پاکیزہ شہر اور مالک بخشنے والا۔ تو انہوں نے روگردانی کی۔ ہم نے زور کا سیلاب ان پر چھوڑ دیا اور دو عمدہ باغوں کو بدل کر دو باغ ایسے کر دیے جن میں بدمزہ میوے اور جھاؤ کے درخت اور تھوڑے سے بیری کے درخت رہ گئے۔ ان کی ناشکری کی ہم نے ان کو یہ سزا دی اور ہم انہی کو سزا دیا کرتے ہیں جو ناشکرے ہوں۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ : یہ مالک کے بیٹے تھے اور ان کی ماں کی کنیت ام سلیم تھی۔ مالک کے بعد ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تربیت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کی جس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال کی تھی۔ ان کو ان کی ماں اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ کی خدمت پر مامور کر دیا۔ انہوں نے بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور خادمِ خاص کا رتبہ پایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت خوش تھے اور ان کو بہت دعائیں دیتے تھے۔ انہی دعاؤں کی برکت سے ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مال اور اولاد کی کثرت میں امتیاز تھا۔ آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ بصرہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ۹۱ ہجری میں بعمر تقریباً ۱۰۳ سال انہوں نے بصرہ میں ہی وفات پائی اور ان کی وفات بصرہ میں رہنے والے صحابہ میں سے سب سے آخر میں ہوئی ہے۔

تیہ: بورن فیل۔ یہ وہ بیابان ہے جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک محبوس اور مقید رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عمالقہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا جو ملک شام پر قابض تھے۔ بنی اسرائیل نے اس جہاد میں شرکت کرنے سے انکار کیا اور طرح طرح کے نامعقول عذر پیش کرنے شروع کر دیے اور کہہ دیا، اے موسیٰ! تم اور تمہارا خدا عمالقہ سے جہاد کر لے، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ اس جرم کی پاداش میں خدا نے انہیں تیہ کے میدان میں مقید کر دیا۔ یہ اس میں بھٹکتے پھرتے تھے اور ان کو اس جنگل سے نکلنے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ یہ لوگ بنی اسرائیل کی بارہ جماعتوں پر مشتمل تھے۔ ہر جماعت حضرت یعقوب علیہ السلام کے کسی فرزند کی نسل تھی اور ہر جماعت میں تقریباً پچاس ہزار اشخاص تھے۔ یہ لوگ تمام دن راستہ طے کرتے تھے، صبح سو کر اٹھتے تھے تو اپنے آپ کو اسی مقام پر پاتے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔

اویس۔ یہ عامر کے بیٹے اور قرن علاقہ یمن کے باشندے ہیں، اسی لیے قرنی کہلاتے ہیں۔ ان میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا والہانہ جذبہ تھا چونکہ ان کی والدہ ان کی خدمت کی محتاج اور ضرورت مند تھیں، لہٰذا ان کی آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضری نہ ہو سکی اور ان کو آنحضور ﷺ کا دیدار میسر نہ آیا۔ اسی لیے ان کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اپنی آخری عمر میں بصرہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو سلام کہلایا اور دعا کی فرمائش کی تھی۔ انہی کی نسبت سے، نسبت اویسیہ وہ نسبت کہلاتی ہے جو کسی مرید کو شیخ سے جسمانی ملاقات کے بغیر حاصل ہو جائے۔

ابولہب اور اس کی بیوی۔ ابولہب کنیت نام عبدالعزیٰ ہے۔ اس کی بیوی کا نام اروی اور کنیت ام جمیل ہے۔ ابولہب آنحضور ﷺ کا حقیقی چچا تھا لیکن یہ اور اس کی بیوی آنحضور ﷺ کو تکلیف پہنچانے اور

Marfat.com

مخالفت میں سب سے پیش پیش تھے۔آنحضور ﷺ کی ابتدائے دعوت سے آخر دم تک آنحضور ﷺ کی مخالفت کرتا رہا۔بالآخر کفر کی حالت میں موت ہوئی۔سورۂ تبت اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فرعونِ موسیٰ: اس کا نام ولید بن مصعب ہے اور چونکہ یہ مصر کا بادشاہ تھا،اس لیے اس کو فرعون کہا جاتا ہے۔شاہانِ مصر کا یہی لقب ہوتا تھا اس کے واقعات قرآن پاک میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

سجاد حسین

صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی

۲۱ شوال ۱۳۹۶ھ

۱۸ اگست ۱۹۷۶ء

☆ ☆ ☆

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے ضیاء الحق[1] حسام الدین بیار
اے ضیاء الحق حسام الدین، لا
ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار
یہ تیسرا دفتر کیونکہ تہرانا سنت ہے

بر کشا گنجینۂ اسرار را
رازوں کا خزانہ کھول دے
در سوم دفتر بہل اعذار را
تیسرے دفتر میں عذروں کو چھوڑ دے

قوتت[2] از قوتِ حق می زہد
تیری طاقت اللہ کی طاقت سے جوش مارتی ہے
نز عروقے کز حرارت می جہد
نہ کہ رگوں سے جو گرمی سے پھڑکتی ہیں

ایں چراغِ شمس کو روشن بود
یہ سورج کا چراغ جو روشن ہوتا ہے
نز فتیلہ و پنبۂ وروغن بود
بتی اور روئی اور تیل کی وجہ سے نہیں ہے

سقفِ گردوں کو چنیں دائم بود
آسمان کی چھت جو اس طرح سے ہمیشہ سے ہے
نز طناب و اُستنے قائم بود
رسے اور ستون کی وجہ سے قائم نہیں ہے

قوتِ جبریلؑ از مطبخ نبود
(حضرت) جبریلؑ کی قوت مطبخ کی وجہ سے نہ تھی
بود از دیدارِ خلّاقِ وجود
وجود کو پیدا کرنے والے (اللہ) کے دیدار کیوجہ سے تھے

ہمچنیں ایں قوتِ ابدالِ حق
اسی طرح اللہ (تعالیٰ) کے ابدال کی قوت
ہم زحق داں نز طعام و نز طبق
اللہ کی جانب سے سمجھ لے نہ کہ کھانے اور طباق کی وجہ سے

جسمِ شاں[3] راہم زنور اسرشتہ اند
ان کے جسم کو بھی نور سے بنایا ہے
تاز روح واز ملک بگذشتہ اند
یہاں تک کہ وہ روح اور فرشتے سے بڑھ گئے ہیں

چونکہ موصوفی باوصافِ جلیل
چونکہ تو بڑے وصفوں سے موصوف ہے
ز آتشِ نمرود بگذر چوں خلیلؑ
حضرت خلیلؑ کی طرح نمرود کی آگ سے گذر جا

گردد آتش بر تو ہم بردو سلام
آگ بھی تجھ پر سلامتی اور ٹھنڈک بن جائے گی
اے عناصر مر مزاجت را غلام
اے وہ کہ عناصرِ اربعہ تیرے مزاج کے غلام ہیں

---

[1] ضیاء الحق چلپی مولانا کے وہی خلیفہ اور مرید ہیں جو مثنوی لکھنے کے محرک ہوئے۔ ایں سوم۔ طہارت ظاہری وضو اور غسل میں تین بار دھونا مسنون ہے لہٰذا طہارتِ باطنی جو کہ مثنوی کے مضامین سے حاصل ہوتی ہے، اس کے لیے بھی تیسرے دفتر میں تیسری بار مضامین لانا مناسب ہے۔ اسرار۔ سِرّ کی جمع، راز۔ بہل۔ امر کا صیغہ ہے ہلیدن بمعنی چھوڑنا۔ اعذار۔ یعنی وہ عذر جو دوسرے دفتر کے تاخیر سے شروع کرنے کا سبب بنے تھے۔

[2] قوتت۔ یعنی جسمانی کمزوری کا عذر نہ کر کیونکہ تیری قوت جسم اور رگوں کی پیداوار نہیں ہے بلکہ عطائے خداوندی ہے۔ می زہد۔ زہیدن نشو ونما پانا۔ ایں چراغ۔ جس طرح سورج کی روشنی ظاہری اسباب کی بنا پر نہیں ہے، اسی طرح تمہاری طاقت اسبابِ ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔ سقفِ گردوں۔ آسمانوں کا قیام بھی اسبابِ ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔ قوتِ جبریل۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی یہ قوت کہ بازو کے سہارے بستیوں کو الٹ دیا، جسمانی غذا کی وجہ سے نہ تھی۔ ہم چنیں۔ اولیاء اللہ کی قوت من جانب اللہ ہوتی ہے مادی نہیں ہوتی ہے۔

[3] جسمِ شاں۔ ابدال کے اجسام بھی نورانی ہیں اور وہ انسانی روح اور تمام فرشتوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چونکہ۔ یہ شیخ حسام الدین کو خطاب ہے۔ آتشِ نمرود۔ یعنی نفسانی رذائل۔ گردد آتش۔ عناصرِ اربعہ آپ کے مزاج سے مغلوب ہیں لہٰذا آگ آپ کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی ہے۔

Marfat.com

ہر مزاجے[1] را عناصر مایہ ایست
ویں مزاجت برتر از ہر پایہ ایست

عناصر، ہر مزاج کا سرمایہ ہیں
اور تیرا یہ مزاج ہر مرتبہ سے بالا تر ہے

ایں مزاجت در جہانِ منبسط
وصفِ وحدت راکنوں شد ملتقط

وسیع عالم میں تیرا یہ مزاج
اب وحدت کی صفت کو چننے والا ہو گیا ہے

اے دریغا عرصۂ افہامِ خلق
سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق

ہائے افسوس! لوگوں کی فہموں کا میدان
بہت تنگ ہے، مخلوق حلق نہیں رکھتی ہے

اے ضیاء الحق بحذقِ رائے تو
حلق بخشد سنگ را حلوائے تو

اے ضیاء الحق تیری رائے کی ہوشیاری سے
تیرا حلوہ پتھر کو حلق بخش دیتا ہے

کوہِ طور اندر تجلی حلق یافت
تا کہ مے نوشید و مے رابر نتافت

کوہ طور نے تجلی میں حلق پا لیا
یہاں تک کہ (اس) نے شراب پی اور شراب کو برداشت نہ کر سکا

صَارَ دَكًّا مِنْهُ وَ انْشَقَّ الْجَبَلْ
هَلْ رَأَيْتُمْ مِنْ جَبَلٍ رَقْصَ الْجَمَلْ

وہ ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا
کبھی تم نے پہاڑ سے اونٹ کا رقص دیکھا ہے

لقمہ بخشی آید از ہر کس بکس
حلق بخشی کارِ یزدان ست و بس

لقمہ دینا ہر شخص سے ہر شخص کے لیے ہو سکتا ہے
حلق بخشنا صرف اللہ (تعالیٰ) کا کام ہے

حلق بخشد[2] جسم را و روح را
حلق بخشد بہرِ ہر عضوت جدا

وہ جسم اور روح کو حلق بخش دیتا ہے
تیرے ہر عضو کو علیحدہ حلق بخش دیتا ہے

ایں گہے بخشد کہ اجلالی شوی
از دغا و از دغل خالی شوی

یہ اس وقت بخشتا ہے جب تو اجلالی ہو جائے
فریب اور کھوٹ سے خالی ہو جائے

تانگوئی سرِ سلطاں را بکس
تا ریزی قند را پیشِ مگس

تا کہ تو شاہ کا راز ہر شخص سے نہ کہے
تا کہ تو قند کو مکھی کے آگے نہ گرائے

گوشِ آں کس نوشد اسرارِ جلال
کو چو سوسن صد زباں افتاد لال

اللہ کے راز اس شخص کا کان سنتا ہے
جو سوسن کی طرح سو زبانوں کے باوجود گونگا ہے

حلق بخشد خاک را لطفِ خدا
تا خورد خاک آب و روید صد گیا

اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی مٹی کو حلق عنایت کرتی ہے
یہاں تک کہ مٹی پانی پیتی ہے اور سیکڑوں گھاسیں اگاتی ہے۔

---

1 ہر مزاج۔ عام انسانوں کا مزاج عناصر اربعہ سے بنا ہے لیکن آپ کا مزاج اللہ کے اخلاق سے بنا ہے۔ ایں مزاجت۔ یعنی آپ چونکہ اخلاق الٰہی کے ساتھ متصف ہیں لہٰذا آپ کو اللہ سے اتحاد حاصل ہو گیا ہے۔ اے دریغا۔ عوام کی سمجھ کے گلے سے یہ مضمونِ وحدت نہیں اتر تا عوام وہ حلقوم نہیں رکھتے ہیں جو ان مضامین کو نگل سکے۔ اے ضیاء الحق۔ لیکن ضیاء الحق میں وہ طاقت ہے کہ پتھر کے گلے سے بھی اس مضمون کو اتار سکتا ہے۔ کوہ طور۔ مضامین معرفت کو کوہ طور سمجھا حالانکہ وہ پتھر ہے۔ صَارَ دَكًّا۔ کوہ طور کا رقص معرفت کی شراب پی لینے کی وجہ سے تھا۔ لقمہ بخشی۔ ایک انسان دوسرے کو لقمہ تو دے سکتا ہے لیکن حلق عطا کرنا صرف خدا کا کام ہے یعنی تعلیم و تربیت دینا تو انسانی فعل ہے لیکن طالب کے اعضا کا اس کو قبول کرنا اور اس میں قبولیت کی استعداد پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔

2 حلق بخشد۔ اللہ تعالیٰ ہر عضو کو اور روح کو اس کے مناسب حلق بخشتا ہے۔ ایں۔ اللہ تعالیٰ ہر عضو اور روح کو حلق اس وقت بخشتا ہے جب انسان خدائی اخلاق سے موصوف ہو جائے اور رذائل سے اپنے آپ کو پاک کر لے۔ تانگوئی۔ جب اللہ کی یہ عطا تمہیں حاصل ہو جائے تو نااہلوں پر اسرار ظاہر نہ کرو۔ گوش۔ معارف الٰہیہ اس وقت حاصل ہوتے ہیں جبکہ انسان میں ان کے اخفاء کی پوری صلاحیت پیدا ہو جائے اور نااہلوں کے سامنے انکو ظاہر نہ کرنے پر انکو قدرت حاصل ہو جائے۔ حلق بخشد۔ اللہ نے زمین کو بھی حلق عنایت فرمایا ہے۔

Marfat.com

باز حیواں[1] را بہ بخشد حلق و لب
پھر (اللہ) حیوان کو حلق اور ہونٹ بخشتا ہے

تا گیاہش را خورد اندر طلب
یہاں تک کہ وہ تلاش کر کے اس (خاک) کی گھاس کھاتا ہے

چوں گیاہش خورد و حیواں گشت رفت
جب اس (حیوان) نے اس خاک کی گھاس کھائی اور موٹا ہو گیا

گشت حیواں لقمۂ انسان ورفت
حیوان، انسان کا لقمہ بنا اور ختم ہو گیا

باز خاک آمد شد اکّالِ بشر
پھر مٹی آئی وہ انسان کو نگل جانے والی بنی

چوں جدا شد از بشر روح و بصر
جبکہ انسان سے روح اور بینائی جدا ہو گئی

ذرّہا دیدم دہاں شاں جملہ باز
میں نے ذرے دیکھے ہیں جن کے منہ کھلے ہوئے تھے

گر بگویم خوردِ شاں گردد دراز
اگر میں ان کی خوراک کا بیان کروں تو بات بڑھ جائے گی

برگہا را برگ از انعامِ او
پتوں کو ساز و سامان اس (اللہ) کے انعام سے ہے

دایگاں رادایہ لطفِ عامِ او
پرورش کرنے والوں کی دایہ اس کی عام مہربانی ہے

رزقہا[2] را رزقہا او میدہد
وہ (اللہ) رزقوں کو رزق دیتا ہے

زانکہ گندم بےٌ غذائے چوں زہد
کیونکہ گیہوں بغیر غذا کے کب پرورش پاتا ہے

نیست شرحِ ایں سخن را منتہا
اس بات کی تفصیل کا خاتمہ نہیں ہے

پارہ گفتم بداں زاں پارہا
میں نے ایک ٹکڑا کہہ دیا تو اس سے اور ٹکڑوں کو سمجھ لے

جملہ عالم آکل و ماکول داں
تمام عالم کو کھانے والا اور کھایا ہوا سمجھ

باقیاں را مقبل و مقبول داں
باقی رہنے والوں کو مقبول اور بااقبال سمجھ

ایں جہان و ساکنانش منتشر
یہ عالم اور اس کے باشندے جدا ہونے والے ہیں

واں جہان و ساکنانش مستمر
وہ عالم اور اس کے باشندے ہمیشہ رہنے والے ہیں

ایں جہان و عاشقانش منقطع
یہ عالم اور اس کے عاشق ہٹ جانے والے ہیں

اہلِ آں عالم مخلّد مجتمع
اس عالم والے ہمیشہ اور اکٹھے رہنے والے ہیں

پس کریم آنست کو خود رادہد
تو بزرگ، وہ ہے جو اپنے آپ کو پلا دے

آبِ حیوانے کہ ماند تا ابد
آبِ حیات، تا کہ ہمیشہ رہے

باقیاتُ الصالحات آمد کریم
بھلا (بزرگ) باقی رہنے والی نیکیوں میں سے ہے

رَستہ از صد آفت و اخطار و بیم
جو سیکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے نجات پا گیا ہے

1. باز حیواں۔ حیوانات، نباتات کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں۔ چوں گیاہش۔ حیوانات سے انسان اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ باز۔ پھر انسان کے مرنے کے بعد خاک اس کو اپنی خوراک بنا لیتی ہے۔ ذرہا۔ کائنات میں باہمی تنازع للبقاء کا نظام جاری ہے اور کائنات کا ہر ذرہ دوسرے کو کھانے کے لیے منہ کھولے ہوئے ہے۔ برگہا۔ پتے جو حیوانات کی خوراک ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ خوراک عطا فرماتا ہے، کائنات میں جو چیزیں دوسروں کی پرورش کرتی ہیں، ان کی خدا پرورش کرتا ہے۔

2. رزقہا۔ گیہوں خود رزق ہے لیکن اگر اس کو رزق میسر نہ آئے تو اس کی پرورش نہ ہو۔ جملہ عالم۔ عالم امکان میں سب چیزیں ایک دوسرے کو فنا کر رہی ہیں بقا صرف ان کو حاصل ہے جو مقبول بارگاہِ الٰہی ہیں۔ ایں جہاں۔ عالم امکان۔ منتشر۔ چونکہ عالم امکان متضاد عناصر سے بنے ہیں۔ واں جہاں۔ عالم آخرت۔ آبِ حیواں۔ یعنی معارفِ الٰہیہ۔ باقیات۔ بزرگ جبکہ مجموعۂ فضائل بن گیا تو وہ مجسم باقی رہنے والی نیکی بن گیا۔

Marfat.com

گر ہزارانند[1] یک کس بیش نیست
اگر وہ ہزار ہیں تو (بھی) ایک سے زیادہ نہیں ہیں
چوں خیالاتِ عدد اندیش نیست
تعداد سمجھانے والے خیالات کی طرح نہیں ہیں

آکل و ماکول را حلق ست و نائے
کھانے والے اور کھائے جانیوالے کا حلق اور گلا ہوتا ہے
غالب و مغلوب را عقل ست ورائے
غالب اور مغلوب کے لیے عقل اور رائے ہے

حلق بخشید او عصائے عدل را
اس نے انصاف کی لاٹھی کو حلق بخشا
خورد او چنداں عصا و حبل را
وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی

واندرو افزوں نشد زاں حملہ اَکل
اس سب کچھ کھانے سے اس میں اضافہ نہ ہوا
زانکہ حیوانی نبودش اَکل و شکل
کیونکہ اس کا کھانا اور صورت جسمانی نہ تھا

مریقیں را چوں عصا حق حلق داد
اللہ تعالیٰ نے لاٹھی کیطرح یقین کو بھی حلق دیا ہے
تابخورد اوہر خیالے را کہ زاد
یہاں تک کہ اس نے ہر اس خیال کو نگل لیا جو پیدا ہوا

پس معانی[2] را چو اَعیاں حلقہاست
تو خارجی موجودات کی طرح معانی کے بھی حلق ہیں
رازقِ حلقِ معانی ہم خداست
معانی کے حلقوں کو رزق دینے والا بھی خدا ہے

پس زماہی تا بہ مہ از خلق نیست
تو مچھلی سے لے کر چاند تک کوئی مخلوق نہیں ہے
کہ بجذبِ مایہ اورا حلق نیست
مادہ کو جذب کرنے کے لیے جس کے حلق نہ ہو

حلق نفس از وسوسہ خالی شود
روح کا حلق جو جسم کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے
میہمانِ وحیِ اِجلالی شود
تب اس کی روزی خدائی ہو جاتی ہے

حلق عقل و دل چوشد خالی زفکر
عقل اور دل کا حلق جب فکر سے خالی ہو گیا
یافت او بے ہضم معدہ رزقِ بکر
تو اس نے معدہ کے ہضم کے بغیر تازہ رزق پا لیا

شرط تبدیل مزاج آمد بداں
سمجھ لے، مزاج کو بدلنا شرط ہے
کز مزاجِ بد بود مرگِ بداں
اس لیے کہ بُروں کی موت بُرے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے

چوں مزاجِ آدمی گل خوار شد
جب آدمی کا مزاج مٹی خور ہو جائے
زرد و بدرنگ و سقیم و خوار شد
(تو وہ) زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل بن جاتا ہے

چوں مزاجِ زشتِ او تبدیل یافت
جب اس کا بُرا مزاج بدل گیا
رفت زشتی و آں رُخش چوں شمع تافت
بُرائی جاتی رہی اور اس کا چہرہ شمع کی طرح چمک اٹھا

---

[1] گر ہزاراں۔ اولیاء اور بزرگ یک روح ہزار قالب ہوتے ہیں۔ آکل۔ اس عالم میں جو کھانے والے ہیں اور کھائے جاتے ہیں تو ان کا صرف حلق اور گلا ہے جولوگ اپنے نفس پر غالب ہیں اور اللہ کی مرضیات سے مغلوب ہیں وہ صاحب عقل ورائے ہیں۔ حلق بخشید۔ اللہ نے حضرت موسیٰ کی لاٹھی کو حلق عنایت فرمایا۔ وہ جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی۔ زانکہ۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی سب کچھ نگل کر بھی موٹی نہ ہوئی کیونکہ اس کا کھانا حیوانی کھانا نہ تھا۔ مریقیں را۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کے حلق تھا یقین کے بھی حلق ہے جو وساوس کو نگل جاتا ہے۔

[2] پس معانی۔ جس طرح خارجی اشیا کا حلق ہے ذہنی اشیا کا بھی حلق ہے۔ زماہی۔ یعنی تحت الثریٰ سے۔ حلق نفس۔ یعنی اگر انسان اپنے آپ کو وساوسِ شیطانی سے پاک کر لے۔ حلق جاں۔ یعنی روح کو اگر مادی ضرورت سے پاک کر لے۔ حلق عقل۔ یعنی اگر انسان اپنی عقل اور دل کو ضروریات سے پاک کر لے۔ رزق بکر۔ تازہ رزق یعنی معارف الٰہیہ۔ مزاج۔ یعنی مادی مزاج۔ گلخوار۔ یعنی غلط خوراک سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ چوں مزاج۔ جب مادی مزاج میں تبدیلی آجاتی ہے تو انسان انوار الٰہی کا محل بن جاتا ہے۔

Marfat.com

دایۂ کو طفلِ شیر آموز را — تا بہ نعمت خوش کند بد فوز[1] را

وہ دایہ کہاں ہے؟ جو شیر خوار بچہ کو — نعمت کے ذریعہ خوش کر دے، بدذوق کو

دایۂ کو شیر خوارہ طفل را — تاز نعمتہا کند اُو را غذا

شیر خوار بچہ کے لیے وہ دایہ کہاں ہے؟ — جو نعمتوں کی اس کو غذا دے

گر بہ بندد راہِ یک پستاں برو — برکشاید راہِ صد بُستاں برو

اگر اس پر ایک پستان کا راستہ بند کرے گی — سیکڑوں باغوں کا راستہ اس پر کھول دے گی

زانکہ پستاں شد حجابِ آں ضعیف — از ہزاراں نعمت و خوان و رغیف

کیونکہ اس ناتواں کے لیے پستان پردہ بن گیا — ہزاروں نعمتوں اور خوان اور روٹی سے

پس حیاتِ ماست موقوفِ فطام — اندک اندک جہد کن تمّ الکلام

تو ہماری زندگی، دودھ چھڑانے پر موقوف ہے — بہ تدریج کوشش کر بات ختم ہوئی

چوں جنیں[2] بود آدمی خوں بُد غذا — از نجس پاکی برد مومن کذا

جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا، خون خوراک تھی — مومن اسی طرح نجاست سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے

چوں جنیں بود آدمی خونخوار بود — بُودِ او را بود از خوں تارو پود

جب انسان ماں کے پیٹ میں خون کھانے والا تھا — اس کے وجود کا تانا بانا خون سے تھا

از فطامِ خوں غذایش شیر شد — وز فطامِ شیر لقمہ گیر شد

خون چھڑانے سے اس کی خوراک دودھ ہوئی — اور دودھ چھڑانے سے وہ لقمہ کھانے والا ہو گیا

وز فطامِ لقمہ لقمانے شود — طالبِ مطلوبِ پنہانے شود

لقمہ چھڑانے سے وہ لقمان ہو جاتا ہے — ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب بن جاتا ہے

گر جنیں راکس بگفتے دَر رحم — ہست بیروں عالمے بس منتظم

اگر پیٹ کے بچے سے کوئی رحم میں کہتا — باہر ایک بڑی منظم دنیا ہے

یک زمینِ خرّمی باعرض و طول — اندر و بس نعمت و بیحد اکول

ایک لمبی چوڑی دل کشا زمین ہے — اس میں بے شمار نعمتیں اور بے حد غذائیں ہیں

کوہہا و بحرہا و دشتہا — بوستانہا باغہا و کشتہا

پہاڑ ہیں دریا ہیں اور جنگل ہیں — گلستان ہیں باغات ہیں کھیتیاں ہیں

---

[1] فوز۔ پوز یعنی منہ۔ دایہ۔ یعنی دایۂ قدرت بری عادتیں چھڑا دے۔ گر بہ بندد۔ دایۂ قدرت اگر دودھ چھڑاتی ہے تو باغوں کے میوے کھلاتی ہے۔ زانکہ پستان۔ جب تک بچہ شیر خوار رہتا ہے بے شمار لذیذ غذاؤں سے محروم رہتا ہے۔ پس۔ دنیاوی لذتوں کا دودھ چھوڑنے پر اخروی نعمتیں موقوف ہیں۔ فطام۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ جہد کن۔ یعنی دودھ چھوڑنے کی کوشش کرو۔ از نجس۔ ضرورت کے وقت مومن کے لیے نجس غذا حلال ہو جاتی ہے۔

[2] جنین۔ پیٹ کا بچہ۔ از فطام۔ جس طرح بچہ کا دودھ چھوڑنا غذاؤں کی ترقی کا سبب بنا اسی طرح اگر لذاتِ جسمانی ترک کرو گے تو روحانی غذائیں بہتر سے بہتر حاصل ہوں گی۔ وز فطام۔ جسمانی لذات کے ترک سے حکمتیں حاصل ہوں گی اور ذاتِ خداوندی کی طلب پیدا ہوگی۔ لقمانے۔ یعنی صاحب حکمت۔ گر جنین۔ یہ شعر، ساتویں شعر تک شرط ہے۔ آٹھواں شعر ''او بحکم'' جوابِ شرط ہے۔ خرم۔ دلکش، پُر بہار۔ اکول۔ کھانے کی چیز۔

Marfat.com

آسمانے بس بلند و پر ضیا — آفتاب و ماہتاب و صد سہا[1]

بہت اونچا آسمان ہے اور منور — آفتاب اور چاند اور سیکڑوں سہا (ستارے) ہیں

از جنوب و از شمال و از دَبور — باغہا دارد عروسیہا و سور

جنوبی اور شمالی اور مغربی ہواؤں سے — باغات، جشن اور تازگی رکھتے ہیں

در صفت ناید عجائب ہائے آں — تو دریں ظلمت چۂ در امتحاں

اس کے عجائب بیان نہیں ہو سکتے ہیں — تو اس اندھیرے میں آزمائش میں کیوں ہے؟

خوں خوری در چار میخ تنگنا — درمیانِ حبس و انجاس و عنا

تنگ قید خانہ میں خون کھا رہا ہے — بندش اور نجاستوں اور مشقت میں

او بحکمِ حالِ خود منکر بُدے — زیں رسالت معرض و کافر شدے

وہ اپنی حالت کے تقاضے سے منکر ہوا — اس پیغام سے اعراض کرنے والا اور کافر ہوتا

کایں محال ست و فریب ست و غرور — زانکہ وہمِ کور زیں معنی است دور

کہ یہ ناممکن ہے اور فریب ہے اور دھوکا ہے — کیونکہ اندھے کا وہم ان باتوں سے دور ہے

جنسِ چیزے چوں ندید اِدراکِ او — نشنود ادراکِ منکر[2] ناکِ او

اس کے ادراک نے چونکہ اس چیز کی جنس نہیں دیکھی — اس کا انکار کرنے والا احساس (ان باتوں کو) نہیں سنتا ہے

ہمچناں کہ خلقِ عام اندر جہاں — زاں جہاں ابدال می گویند شاں

اسی طرح دنیا کی عام مخلوق — ان کو ابدال اس عالم کے بارے میں کہتے ہیں

کایں جہاں چاہے ست بس تاریک و تنگ — ہست بیروں عالمے بے بو و رنگ

کہ یہ عالم ایک بہت تاریک اور تنگ کنواں ہے — (اس) سے باہر ایک بے بو اور بے رنگ عالم ہے

ہیچ در گوشِ کسے زایشاں نہ رفت — کایں طمع آمد حجابِ ژرف و زفت

ان میں سے کسی کے کان میں (بات) نہ پہنچی — کیونکہ یہ لالچ گہرا اور موٹا پردہ بن گیا ہے

گوش را بندد طمع از استماع — چشم را بندد غرض از اطلاع

لالچ، کان کو سننے سے روک دیتا ہے — غرض، آنکھ کو باخبر ہونے سے بند کر دیتی ہے

ہمچناں کہ آں جنین را طمعِ خوں — کاں غذائے اوست در اوطانِ دُوں

جس طرح سے خون کے لالچ نے اس پیٹ کے بچہ کو — جو کہ کم درجہ وطنوں میں اس کی غذا ہے

از حدیثِ ایں جہاں محجوب کرد — خونِ تن را در دلش محبوب کرد

اس عالم کی بات سے محروم کر دیا — اس کے دل کے لیے جسم کے خون کو محبوب کر دیا

---

1. سہا۔ بنات النعش کا باریک پہلا ستارہ۔ جنوب۔ وہ ہوا جو جانب جنوب سے چلے۔ شمال۔ شمالی ہوا۔ دبور۔ مغرب کی ہوا۔ چہ۔ یعنی رحم مادر کا کنواں۔ چار میخ۔ ایک قسم کی قید ہے جس میں قیدی کے چاروں ہاتھ پیر رسیوں سے باندھ کر چار کیلوں سے باندھ دیے جاتے ہیں۔ تنگنائے۔ تنگ جگہ۔ حبس۔ قید خانہ۔ عنا۔ مشقت۔ او بحکم۔ یہ شرط کی جزا ہے۔ رسالت۔ یعنی خارجی دنیا کا بیان۔ کور۔ یعنی پیٹ کا بچہ۔ ادراک۔ علم۔

2. منکر ناک۔ انکار کرنے والا۔ ہم چناں۔ یعنی جس طرح ماں کے پیٹ کا بچہ اس خارجی عالم کی باتوں کا انکار کرتا ہے اسی طرح عوام عالم آخرت کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ زاں جہاں۔ عالم آخرت۔ ہیچ۔ یعنی یہ باتیں دنیا والوں نے نہ مانیں۔ طمع۔ یعنی دنیاوی لالچ۔ استماع۔ سننا۔ غرض۔ یعنی خود غرضی۔ اوطان۔ وطن کی جمع ہے۔ دوں۔ کمتر۔ ایں جہاں۔ یعنی عالم آخرت۔ محجوب۔ پوشیدہ۔

Marfat.com

زیں ہمہ[1] انواعِ نعمت ماند فرد — غیر خوں او می نداند چاشت خورد
نعمت کی ان تمام قسموں سے محروم رہا — خون کے علاوہ وہ غذا کھانا نہیں جانتا

برتو ہم طمعِ خوشیِ ایں جہاں — شد حجابِ آں خوشیِ جاوداں
تجھ پر بھی اس دنیا کی خوشی کا لالچ — اس دائمی خوشی کا پردہ بن گیا

طمع و ذوقِ ایں حیاتِ پر غرور — از حیاتِ راستینت کرد کور
دھوکے سے پر اس زندگی کے لالچ اور ذوق کے — سچی زندگی سے تجھے اندھا کر دیا

پس طمع کورت کند نیکو بداں — بر تو پوشاند یقیں را بیگماں
اچھی طرح سمجھ لے، لالچ تجھے اندھا بناتا ہے — یقینا تجھ پر یقین کو پوشیدہ کر دیتا ہے

حق ترا باطل نماید از طمع — در تو صد کوری فزاید از طمع
لالچ کی وجہ سے تجھے حق باطل نظر آتا ہے — لالچ کی وجہ سے حد درجہ اندھا پن تجھ میں بڑھ جاتا ہے

از طمع بیزار شوچوں راستاں — تانہی پا بر سرِ آں آستاں
بچوں کی طرح تو لالچ سے بیزار بن — تا کہ اس چوکھٹ پر تو پیر رکھ سکے

کاندراں در چوں در آئی وارہی — از غم و شادی[2] قدم بیروں نہی
جب تو اس درگاہ میں پہنچ جائے گا نجات پائے گا — (دنیا کے) غم اور خوشی سے قدم باہر رکھے گا

چشمِ جانت روشن و حق بیں شود — بے ظلامِ کفر نورِ دیں شود
تیری روح کی آنکھ روشنی اور حق دیکھنے والی بن جائے گی — دین کا نور کفر کے اندھیرے سے پاک ہو جائے گا

پندِ مرداں را پذیرا شو بجاں — تا رہی از خوف و مانی در اماں
(دل و) جان سے مردانِ (حق آگاہ) کی نصیحت قبول کرنے والا بن — تا کہ تو خوف سے نجات پا جائے اور امن میں رہے

بشنو اکنوں قصہ و تمثیلِ آں — تا بیابی در حقیقت نورِ جاں
اب اس کی مثال اور ایک قصہ سن لے — تا کہ تجھے حقیقتاً روح کا نور حاصل ہو جائے

قصہٴ خورندگانِ پیل بچگاں از حرص و ترکِ نصیحتِ ناصحاں

لالچ کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں کو کھانے والوں کا قصہ اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت کو ترک کرنا

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں — دید دانائے گروہِ دوستاں
تو نے وہ قصہ سنا ہے کہ ہندوستان میں — ایک عقلمند نے دوستوں کے ایک گروہ کو دیکھا

گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عور — می رسیدند از سفر وز راہِ دور
بھوکے، تھکے ہوئے، بے ساز و سامان اور ننگے — سفر سے اور دراز راستہ سے آ رہے تھے

---

[1] زیں ہمہ۔ یعنی دنیا کی اور لذیذ غذائیں۔ فرد۔ اکیلا یعنی محروم۔ چاشت۔ دوپہر کا کھانا، مطلقاً کھانا۔ برتو۔ انسان، دنیاوی لالچ کی وجہ سے اخروی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ راستاں۔ یعنی آخرت کے طالب۔ آستاں۔ بارگاہِ خداوندی۔ در۔ یعنی دربارِ خداوندی۔

[2] غم وشادی۔ یعنی دنیا کا رنج اور خوشی۔ خوف۔ یعنی آخرت کا ڈر۔ قصہ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے ناصح کی نصیحت نہ مانی اسی طرح ابدال کی نصیحت نہ ماننے سے ہلاکت ہوتی ہے۔ عور۔ برہنہ۔

مہر دانائیش جوشید و بگفت
اس کی دانائی کی محبت جوش میں آئی

گفت دانم کز تجوع[1] و از خلا
بولا میں جانتا ہوں کہ بھوک سے اور (معدہ کے) خالی ہونے سے

لیک اللہ اللہ اے قومِ جلیل
لیکن خدا کے لیے اے بزرگو!

پیل ہست ایں سو کہ اکنوں می روید
جس جانب تم اب جا رہے ہو ہاتھی ہے

پیل بچگانند اندر راہِ تاں
تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں

بس ظریف اند و لطیف اند و سمیں
نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور موٹے ہیں

از پئے فرزند صد فرسنگ راہ
اپنے بچے کی خاطر سیکڑوں میل کے راستہ سے

آتش و دود آید از خرطومِ او
اس کی سونڈ سے آگ اور دھواں نکلتا ہے

اولیاء اطفالِ حق اند اے پسر
اے لڑکے! اولیاء ، اللہ کے بچے ہیں

غائبی مندیش از نقصانِ شاں
ان کی غیر حاضری ان کا نقصان نہ سمجھ

گفت اطفالِ من اند ایں اولیاء
اس نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میری اولاد ہیں

از برائے امتحاں خوار و یتیم
رہ آزمائش کے لیے بے وقعت اور یتیم ہیں

پشت دارِ جملہ عصمتہائے من
میری تمام حفاظتوں پر ان کا بھروسہ ہے

خوش سلامے شاں و چوں گلبن شگفت
ان کو تپاک سے سلام کیا اور پھول کی طرح کھل گیا

جمع آمد رنج تاں زیں کربلا
(اور) اس (میدانِ) کربلا کی وجہ سے تم پر مصیبتیں جمع ہو گئی ہیں

تا نباشد خورد تاں فرزندِ پیل
تم ہاتھی کے بچہ کو ہرگز نہ کھانا

پندِ من از جان و از دل بشنوید
دل و جان سے میری نصیحت سن لو

صیدِ ایشاں ہست بس دلخواہِ تاں
جن کا شکار تمہیں بہت مرغوب ہے

لیک مادر شاں بود اندر کمیں
لیکن ان کی ماں گھات میں رہتی ہے

او بگردد در حنین و آہ آہ
وہ روتی ہوئی اور ہائے ہائے کرتی ہوئی دوڑتی ہے

الحذر زاں بچۂ مرحومِ او
اس کے قابلِ رحم بچے سے بچو

در حضور[2] و غیبت آگاہِ باخبر
وہ (اُن کی) موجودگی اور غیر حاضری میں (اُن سے) باخبر ہے

کو کشد کیں از برائے جانِ شاں
کیونکہ وہ ان کی جان کے سلسلے میں بدلہ لیتا ہے

در غریبی فرد از کار و کیا
غیر حاضری میں بھی کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

لیک اندر سِر منم یار و ندیم
لیکن در پردہ ان کا مددگار اور ساتھی ہوں

گوئیا ہستند خود اجزائے من
گویا وہ میرے ہی ٹکڑے ہیں

---

1. تجوع۔ بھوکا ہونا۔ خلاء۔ یعنی معدہ کا خالی ہونا۔ کربلا۔ وہ علاقہ جہاں امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، مصیبت ناک مقام۔ خورد۔ خوراک۔ ظریف۔ عمدہ۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ سمین۔ موٹے۔ کمین۔ گھات۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔ الحذر۔ بچنا۔ اولیاء۔ تمام انسانوں کو اللہ کی عیال قرار دیا گیا ہے۔
2. حضور۔ یعنی توجہ الی اللہ۔ غیبت۔ یعنی توجہ الی الخلق کی حالت۔ کاروکیا۔ یعنی کیا ئے کار، خداوند کا رہا۔ از برائے۔ یعنی اولیاء بظاہر بے سہارا اس لیے بنا.. ئے گئے ہیں تاکہ عوام کی آزمائش ہو سکے۔ ندیم۔ ہم مجلس۔ اجزائے من۔ یعنی یہ اولیاء اللہ کے قریب ہیں۔

Marfat.com

ہاں[1] و ہاں ایں دلق پوشانِ من اند
خبردار، خبردار، یہ گدڑی پوش میرے ہیں

صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
ہزروں ہزار ہیں اور ایک ہیں

ورنہ کے کردے بیک چوبِ ہنر
ورنہ ہنر کی لاٹھی سے کب کر سکتے؟

موسیٰؑ فرعون را زیر و زبر
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام فرعون کو تہ و بالا

ورنہ کے کردے بیک نفرینِ بد
ورنہ ایک بددعا سے کب کر سکتے

نوحؑ شرق و غرب را غرقاب خود
(حضرت) نوح علیہ السلام مشرق اور مغرب کو غرقاب

برنکندے یک دعائے لوطؑ راد
جوانمرد لوط علیہ السلام کی ایک دعا نہ اکھاڑ سکتی

شہر ہائے کافراں را المراد
کافروں کے شہروں کا خلاصہ یہ ہے

گشت شہرستانِ چوں فردوسِ شاں
ان کا جنت جیسا شہر ہو گیا

دجلۂ آبِ سیاہ رو بیں نشاں
سیاہ پانی کا دریا، جا نشان دیکھ لے

سوئے شام ست ایں نشان و ایں خبر
یہ نشان اور واقعہ شام کی جانب (ہوا) ہے

دررہِ قدس بہ بینی برگذر
بیت المقدس کے راستہ میں سرِ راہ تو دیکھ لے گا

صد ہزاراں انبیائے حق پرست
لاکھوں حق پرست نبی (آئے ہیں)

خود بہر قرنے سیاستہا بدست
اور ہر دور میں عذاب ہوئے ہیں

گربگویم ایں بیاں افزوں شود
اگر میں کہوں گا تو یہ بیان بڑھ جائے گا

خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود
جگر کیا ہوتا ہے خارا پتھر خون بن جائے گا

خوں شود[2] کہُ ہا و باز آں بفسرد
پہاڑ خون بن جاتے ہیں اور پھر وہ جم جاتے ہیں

تو نہ بینی خوں شدن کوری وردَ
تو (ان کا) خون بننا محسوس نہیں کرتا ہے، تو اندھا اور مردود ہے

طرفہ کوری دوربین و تیز چشم
تو عجیب اندھا ہے کہ دوربین اور تیز نگاہ ہے

لیک از اُشتر نہ بیند غیر پشم
لیکن اونٹ میں سے اون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

موبمو بیند زصرفہ حرصِ انس
انسان کا لالچ حرج کو بال بال دیکھتا ہے

رقص بے مقصود داند ہمچو خرس
(اور) بے مقصد ریچھ کی طرح ناچتا ہے

موبمو بینذز حرصِ خود بشر
اپنے لالچ کی وجہ سے انسان ذرہ ذرہ دیکھتا ہے

رقصِ او خالی زخیر و پرزِ شر
اس کا ناچنا بھلائی سے خالی اور شر سے بھرا ہوا ہے

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی
اس وقت ناچ جبکہ تو خود شکنی کرے

پنبہ را ازریشِ شہوت برکنی
شہوت کے زخم سے روئی کو نوچ ڈالے

---

[1] ہاں۔تمام اولیا سیرت کے اعتبار سے ایک ہیں۔ورنہ۔یعنی اگر اولیا کو تائید خداوندی حاصل نہ ہو۔چوبِ ہنر۔یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی۔ راد۔سخی، جوانمرد۔المراد۔یعنی خلاصہ کلام یہ ہے۔دجلہ۔بغداد کا مشہور دریا۔مطلقاً دریا۔سوئے۔قوم لوط کی بستیاں، شام کے علاقے میں ہیں۔ سیاستہائے۔یعنی انبیاء کی نافرمانی سزا کا سبب بنی ہے۔گربگویم۔ان واقعات کی تفصیل بڑی دردناک ہے۔

[2] خوں شود۔یہ دردناک واقعات پہاڑوں کے جگر خون کردیں۔تو نہ بینی۔انسان ان کو عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے۔ طرفہ کوری۔انسان کا اندھا پن بھی عجیب ہے۔موبمو۔دنیا کے نفع اور نقصان کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے۔رقص۔دنیا کی خوشی پر ناچتا ہے۔رقص آنجا۔دنیا کی خوشی پر ناچنا کودنا مناسب نہیں، انسان اپنی ہستی کو مٹائے اور شہوت سے آزاد ہو تب خوشی منانے کا موقع ہے۔

Marfat.com

رقص و جولان[1] بر سرِ میداں کنند — رقص اندر خونِ خود مرداں کنند
رقص اور جولانیاں میدانِ جنگ میں دکھاتے ہیں — بہادر اپنے خون میں رقص کرتے ہیں

چوں رہند از دستِ خود دستے زنند — چوں جہند از نقص بر رقصے تنند
جب اپنے آپ سے نجات پالیتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں — جب نقص سے باہر آ جاتے ہیں تو ناچتے ہیں

مطرباں شاں ازدروں دف می زنند — بحرہا در شورِشاں کف می زنند
ان کے مطرب اندر سے دف بجاتے ہیں — سمندر ان کے شور میں تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی برگہا برشاخہا — کف زناں رقصاں ز تحریکِ صبا
تو نے پتوں کو شاخوں پر نہیں دیکھا ہے — بادِ صبا کے حرکت دینے سے ناچتے تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی لیک بہرِ گوشِ شاں — برگہابر شاخ شدکف زن عیاں
تو نہیں دیکھتا ہے لیکن ان کے کان کے لیے — کھلم کھلا پتے شاخوں پر تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی[2] برگہا را کف زدن — گوشِ دل باید نہ ایں گوشِ بدن
تو پتوں کے تالیوں کے بجانے کو نہیں دیکھتا ہے — (اسکے لیے) دل کا کان چاہیے نہ کہ بدن کا کان

گوشِ سر بر بند از ہزل و دَرُوغ — تابہ بینی شہرِ جاں را با فروغ
سر کے کان کو مذاق اور جھوٹ سے بند کر لے — تا کہ تو جان کے شہروں کو بارونق دیکھے

پس دہاں پر بند از ہزل اے عمو — جز حدیثِ رُویِ او چیزے مگو
اے چچا! مذاق سے منہ بند کر لے — اس کے چہرے کی بات کے علاوہ کچھ نہ بول

سرکشد گوشِ محمدؐ در سخن — کش بگوید در نبے حق ہو اُذُن
محمد ﷺ کا کان بات سے راز معلوم کر لیتا ہے — ان کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا ہے وہ کان ہیں

سر بسر گوش ست و چشم ست ایں نبی — رحمتِ او مُرضِع ست و ما صبی
یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجسم کان اور آنکھ ہیں — ان کی رحمت دودھ پلانے والی ہے اور ہم بچے ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز راں — سوئے اہلِ پیل بر آغاز راں
اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل — ہاتھی والوں کی جانب (اور) شروع کی طرف چل

بقیہ قصہ متعرضانِ پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں کے درپے ہونے والوں کا قصہ

---

1. رقص وجولاں۔ مردوں کا رقص میدانِ جہاد میں اپنے آپ کو فنا کرتے وقت ہوتا ہے۔ چوں رہند۔ جب اپنے برے اخلاق حسد وکبر وغیرہ سے نجات پا جاتے ہیں اور نقص سے بری ہو جاتے ہیں تو تالیاں بجاتے اور رقص کرتے ہیں۔ مطرباں۔ قدرت کی طرف سے ان کے رقص کے اسباب مہیا کر دیے جاتے ہیں۔ مطرباں۔ گانا سنانے والے۔ کف می زنند۔ سمندر کی موجیں تالیاں بجاتی ہیں۔ تو نہ بینی۔ شاخوں پر ہواؤں سے جو پتے آپس میں ٹکراتے ہیں وہ پتوں کا رقص اور تالیاں بجانا ہے۔

2. تو نہ بینی۔ عوام نہیں سمجھتے ہیں لیکن خواص "باواز دولاب مستی کنند"۔ شہر جاں۔ روح کے شہر میں رونق پیدا ہوگی۔ ہزل۔ مذاق۔ سرکشد۔ آنحضورؐ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے اُذُنُ خَیۡرٍ لَّکُمۡ یعنی آنحضورؐ نیکی سننے والے کان ہیں۔ نبے۔ قرآن۔ سربسر۔ یعنی آنحضور ﷺ ہماری بھلائی کے لیے مجسم کان اور آنکھ ہیں اور ان کی رحمت ہماری مربی ہے اور ہم شیر خوار بچے ہیں۔ ایں سخن۔ یہ جسمانی کانوں کو بند کرنا اور باطنی کانوں کو کھولنا۔

Marfat.com

ہر دہاں را پیل بوئے می کند
ہاتھی ہر منہ کو سونگھتا ہے
گردِ معدہ ہر بشر بر می تند
ہر انسان کے معدے کے گرد چکر لگاتا ہے

تا کجا[1] یابد کباب پورِ خویش
تا کہ کہیں اپنے بچے کے کباب (کی خوشبو) پا لے
تازند اندر جزا صد زخم نیش
تاکہ بدلے میں سو زخم لگائے

تا کجا بوئے کباب بچہ را
تا کہ کہیں بچے کے کباب کی خوشبو
یا بد و زخمش زند اندر جزا
پائے اور بدلے میں اس کے زخم لگائے

لُحمہائے بندگانِ حق خوری
تو اللہ کے بندوں کے گوشت کھاتا ہے
غیبتِ ایشاں کُنی کیفر بری
ان کی غیبت کرتا ہے سزا پاتا ہے

ہاں کہ بو یابد دہاں تاں خالق ست
خبردار! تمہارے منہ کی خوشبو سونگھنے والا خدا ہے
کے برد جاں غیر آں کو صادق است
سوائے اس کے جو سچا ہے کون جان بچا سکتا ہے

وائے آں افسوی کش بوئے گیر
اس افسوس والے پر افسوس ہے جس کی خوشبو سونگھنے والے
باشد اندر گور منکر بانکیر
قبر میں منکر اور نکیر ہوں

نے دہاں دُزدیدن امکان زاں مہاں
ان بزرگوں سے نہ منہ چھپانا ممکن ہے
نے دہاں خوش کردن از دارد دہاں
نہ کسی دوا سے منہ کو خوشبودار کرنا

آب و روغن نیست مر رُوپوش را
منہ چھپانے کے لیے چکنی چپڑی باتیں نہیں ہیں
راہِ حیلت نیست عقل و ہوش را
عقل اور حواس کے لیے حیلہ کا راستہ نہیں ہے

چند کوبد زخمہائے گرزِ شاں
ان کے گرز بہت زخم لگائیں گے
بر سر ہر ژاژخا[2] و مرزِشاں
ہر بکواس کے سر اور سرینوں پر

گرزِ عزرائیل رابنگر اثر
ملک الموت کے گرز کا اثر دیکھ لے
گر نہ بینی چوب و آہن در صوَر
اگر تو لکڑی اور لوہا صورتاً نہیں دیکھتا ہے

ہم بصورت می نماید گہ گہے
کبھی کبھی صورۃً بھی نظر آ جاتا ہے
زاں ہمہ رنجور باشد آگہے
ان سب سے بیمار باخبر ہوتا ہے

گوید آں رنجور کاے یارِ حرم
بیمار کہتا ہے کہ اے میرے محترم دوست!
چیست ایں شمشیر بر فرقِ سرم
میرے سر کی مانگ پر یہ تلوار کیسی ہے

چوں نمی بیند کس از یارانِ اُو
جو اس کے دوستوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے
در جواب آیند ہریک اے عمو
ہر ایک جواب میں کہتا ہے۔ اے چچا!

---

1. تاکجا۔ ہاتھی منہ کو اس لیے سونگھتا ہے تا کہ اپنے بچے کے کباب کھانے والے کو پہچان لے۔ لُحمہائے۔ غیبت کو قرآن نے گوشت خوری قرار دیا ہے۔ کیفر۔ جزا۔ ہاں۔ غیبت کرنے والوں کے منہ کو اللہ تعالیٰ سونگھے گا۔ افسوس۔ تمسخر، مذاق۔ منکر بانکیر۔ یہ دونوں فرشتے ہیں جو قبر میں سوال و جواب کریں گے۔ نے دہاں۔ ان سے منہ نہ چھپایا جا سکے گا۔ آب و روغن۔ چکنی چپڑی باتوں کے ذریعہ سے نہ بچا جا سکے گا۔

2. ژاژخا۔ بکواس کرنے والا۔ مرز۔ میم کے ضمہ سے، مقعد، سرین۔ گرز۔ اگر ملک الموت کا گرز نظر نہیں آ رہا ہے تو اس کے آثار دیکھ لے۔ ہم بصورت۔ کبھی اثر کے علاوہ مریض خود گرز بھی دیکھتا ہے اور گھر والوں سے کہتا ہے دیکھو مجھے کون مار رہا ہے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔

Marfat.com

ما نمی بینیم باشد ایں خیال
ہمیں نظر نہیں آتا، یہ وہم ہو گا
چہ خیال ست اینکہ ہست ایں ارتحال[1]
کیسا وہم، یہ تو چل چلاؤ ہے

چہ خیال ست اینکہ آں چرخِ نگوں
یہ کیسا خیال ہے کہ اوندھا آسمان
از نہیب ایں خیالے شد کنوں
اس خیال کے ڈر سے ویسا ہی ہو گیا

گرز ہا و تیغہا محسوس شد
گرز اور تلواریں محسوس ہو گئیں
پیشِ بیمار و سرش منکوس شد
بیمار کو، اور اس کا سر اوندھا ہو گیا

او ہمی بیند کہ آں از بہرِ اوست
وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اسی کے لیے ہیں
چشمِ دشمن بستہ زاں و چشمِ دوست
دوست اور دشمن کی آنکھ اس سے بند ہے

حرصِ دنیا رفت و چشمش تیز شد
دنیا کا لالچ گیا اور اس کی آنکھ تیز ہوئی
چشمِ او روشن گہ خونریز شد
اس کی آنکھ خونریز ہونے کے وقت روشن ہوئی

مرغِ[2] بے ہنگام شد آں چشمِ او
اس کی آنکھ بے وقت کا مرغ ہو گئی
از نتیجہ کبرِ اُو و خشمِ او
اس کے تکبر اور غصہ کے نتیجہ میں

سر بریدن واجب آید مرغ را
(اس) مرغ کا سرقلم کرنا ضروری ہو جاتا ہے
کہ بغیرِ وقت جنباند درا
جو بغیر وقت کے گھنٹی بجائے

ہر زماں نزعے ست جزوِ جانت را
تیری جان کے کسی جزو کا ہر وقت نزع ہے
بنگر اندر نزعِ جاں ایمانت را
جان کے نزع میں اپنے ایمان کی نگرانی کر

عمرِ تو مانند ہمیانِ زرست
تیری عمر اشرفیوں کی تھیلی کی طرح ہے
روز و شب مانندِ دینار اشمرست
دن اور رات اشرفیاں شمار کرنے والے کی طرح ہیں

می شمارد می دہد زر بے وقوف
بغیر توقف وہ اشرفیاں گنتے اور دیتے ہیں
تا کہ خالی گردد و آید خسوف
یہاں تک کہ (ہمیانی) خالی ہو جاتی ہے اور گرہن آ جائے

گرز کہ بستانی و ننہی بجائے
اگر تو پہاڑ سے لیتا ہے اور اس کی جگہ (کچھ) نہ رکھے
اندر آید کوہ زاں دادن بپائے
اس دینے سے پہاڑ جڑ سے ختم ہو جائے گا۔

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض
تو ہر وقت جگہ پر عوض رکھتا رہ
تا ز واسجد واقترب یابی غرض
تا کہ تجھے "سجدہ کر اور قریب ہو جا" کا مقصد حاصل ہو جائے

---

1. ایں ارتحال۔ یعنی یہ وہمی بات نہیں ہے بلکہ میری جان نکالنے کے لیے مجھے مار رہے ہیں۔ اب یہ میرے کوچ کا وقت ہے۔ چہ خیال۔ یعنی عزرائیل علیہ السلام کی تلوار وہمی نہیں ہے بلکہ ایسی یقینی ہے کہ اب اس کے اثر سے زمین و آسمان وہم نظر آتے ہیں۔ نہیب۔ خوف۔ منکوس۔ اوندھا۔ او ہمی بیند۔ وہ گرز صرف بیمار دیکھتا ہے اور کوئی نہیں دیکھتا۔ حرص۔ صرف اس کے دیکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اس کی آنکھ حرص کی دنیا سے خالی ہو چکی ہے۔

2. مرغ۔ اگر پہلے سے حرص ختم ہو جاتی اور عذاب کی کیفیت نظر آ جاتی تو نیک اعمال کر سکتا، اب آنکھ کا کھلنا بے وقت ہے اور بے وقت کام کا نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے جیسا کہ بے وقت اذان دینے والا مرغ ذبح کر دیا جاتا ہے۔ ہر زماں۔ ہر آن انسان کے جسم کے اجزا فنا ہوتے رہتے ہیں اور ان کی جگہ دوسرے اجزا لیتے رہتے ہیں۔ دینار اشمر۔ شمار کنندۂ دینار۔ خسوف۔ یعنی عمر کے چاند کو گرہن لگ جاتا ہے۔ گرز کہ۔ اگر پہاڑ کے پتھر مسلسل نکالتے رہو گے تو ایک دن وہ پہاڑ ختم ہو جائے گا۔ عوض۔ یعنی عبادت۔

Marfat.com

در کمال[1] کارہا چندیں مکوش — جز بکارے کاں بود در دیں مکوش
تمام کاموں کی تکمیل میں اس قدر کوشش نہ کر — سوائے اس کام کے جو دین سے متعلق ہو کوشش نہ کر

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام — کارہایت ابتر و نانِ تو خام
(ورنہ) تو انجام کار ناقص روانہ ہو گا — تیرے کام ناقص ہوں گے اور تیری روٹی کچی ہو گی

واں عمارت کردنِ گور و لحد — نے بسنگ ست ونہ چوب و نے لبد
قبر اور لحد کی تعمیر — نہ پتھر سے ہے نہ لکڑی سے نہ ٹاٹ نمدے سے

بلکہ خود را در صفا گورے کنی — در منیّ او کنی دفنِ منی
بلکہ اپنی قبر (قلب کی) صفائی میں بنا — (اپنی) خودی کو اس (اللہ) کی خودی میں دفن کر

خاکِ او گردی و مدفونِ غمش — تا دمت یابد مددہا از دمش
اس کی خاک بن جا اور اس کے غم میں دفن ہو جا — تا کہ تیرا سانس اس کے فیضان سے مدد حاصل کرے

گور خانہ قبہا و کنگرہ — نبود از اصحابِ معنی آں سرہ
قبوں اور کنگرہ کی قبریں — اہلِ باطن کے نزدیک بے عیب نہیں ہیں

بنگر اکنوں زندِ اطلس پوش را — ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را
اب کسی اطلس پوش رند کو دیکھ — کوئی اطلس اس کی روح کی دستگیری کرے گا؟

در عذابِ[2] منکرست آں جانِ او — کژدمِ غم در دلِ غمدانِ او
اس کی جان بڑے عذاب میں ہے — اس کے غم گین دل میں غم کا بچھو ہے

از بروں بر ظاہرش نقش و نگار — وز دروں ز اندیشہا او زار زار
باہر سے اس کے ظاہر پر نقش و نگار ہیں — اور اندر سے وہ فکروں میں زار زار ہے

واں یکے بینی دراں دلقِ کہن — چوں نبات اندیشہ و شکر سخن
اور ایک کو تو پرانی گدڑی میں دیکھے گا — اس کا فکر مصری کی طرح ہے اور بات شکر جیسی

باز گشتن بحکایتِ پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں کی حکایت کی طرف واپسی۔

گفت ناصح بشنوید ایں پندِ من — تا دل و جاں تاں نیفتد در محن
نصیحت کرنے والے نے کہا میری یہ نصیحت سن لو — تا کہ تمہارا دل اور جان مشقتوں میں نہ پھنسے

باگیاہ و برگہا قانع شوید — در شکارِ پیل بچگاں کم روید
گھاس اور پتوں پر قناعت کر لو — ہاتھی کے بچوں کو شکار کرنے کے درپے نہ ہو

---

[1] در کمال۔ دنیا کے کاموں میں بقدرِ ضرورت کوشش کرے، آخرت کے کاموں میں انہماک رکھے۔ عاقبت۔ اگر آخرت کا کام نہ کر لو گے تو دنیا سے ناکام جاؤ گے۔ واں عمارت۔ قبر کی آبادی قبر پر کنگروں دار قبے بنانے سے نہیں ہوتی ہے بلکہ قلب کی صفائی اور اپنی مرضیات کو اللہ کی مرضیات کے تابع بنانے سے ہوتی ہے۔ سرہ۔ خالص، بے عیب۔ بنگر۔ بداعمالی کے ساتھ قبر پر قبہ بنانے کی مثال یہ ہے کہ ایک رند کو اطلس کی قبا پہنا دی جائے۔

[2] در عذاب۔ بدکار، اچھا لباس پہننے سے سکونِ قلب حاصل نہیں کر سکتا۔ واں یکے۔ اگر نیک اعمال انسان، گدڑی میں بھی ہو تو اس کا دل باغ باغ ہوتا ہے۔ گفت۔ اس دانا ناصح نے مسافروں سے کہا۔ باگیاہ۔ بھوک کے وقت پتے اور گھاس کھا لینا، ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔

Marfat.com

من بروں[1] کردم ز گردن دامِ نصح — جز سعادت کے بود انجامِ نصح
میں نے اپنی گردن سے نصیحت کا قرض اتار دیا — نصیحت کا نتیجہ نیک بختی کے سوا کب ہوتا ہے
من بہ تبلیغ رسالت آمدم — تا رہانم مر شما را از ندم
میں پیغام پہنچانے آیا ہوں — تا کہ تمہیں شرمندگی سے رہائی دے دوں
ہیں مبادا کہ طمع تاں رہ زند — طمعِ برگ از بیخہا تاں برکند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ لالچ تمہارا رہزن بن جائے — خوراک کا لالچ تمہیں جڑ سے اکھاڑ دے
ایں بگفت و خیر بادی کرد و رفت — گشت قحط و جوعِ شاں در راہِ زفت
یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کر چل دیا — قحط اور بھوک نے راستہ میں زور پکڑا
ناگہاں دیدند بر یک جادۂ — پور فیلے فربہے نوزادۂ
ایک راستہ پر انہوں نے اچانک دیکھا — ہاتھی کا بچہ، موٹا، نوعمر
اندر افتادند چوں گرگانِ مست — پاک خوردندش فروشستند دست
وہ مست بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے — اس کو چٹ کر گئے اور انہوں نے ہاتھ دھوئے
آں یکے ہمرہ نخورد و پند داد — کہ حدیثِ[2] آں فقیرش بود یاد
ایک ساتھی نہ نے کھایا اور نصیحت کی — کیونکہ اس کو فقیر کی بات یاد تھی
از کبابش مانع آمد آں سخن — بخت نوبخشد ترا عقلِ کہن
وہ بات اس کے لیے اس کے کباب سے مانع بنی — پرانی عقل، تجھے نیا نصیبہ عنایت کرتی ہے
پس بیفتادند و خفتند آں ہمہ — واں گرسنہ چوں شباں اندر رمہ
پھر وہ لیٹ گئے اور وہ سب سو گئے — وہ بھوکا گلے میں چرواہے کی طرح تھا
دید فیلے سہمناکے در رسید — اوّلاً آمد سوئے حارس دوید
اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی پہنچا — پہلے آیا اور نگہبان کی طرف دوڑا
بوئے میکرد آں دہانش را سہ بار — ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار
اس کے منہ کو اس نے تین دفعہ سونگھا — اس کو کوئی ناگوار بو نہ آئی
چند بارے گردِ او گشت و برفت — مر وُرا نازرد آں شہ پیل زفت
چند بار اس کے گرد چکر کاٹے اور چلا گیا — اس بڑے موٹے ہاتھی نے اس کو نہ ستایا
پس لبِ ہر خفتہ رابوئے کرد — بوئے می آمد وُرا زاں خفتہ مرد
پھر اس نے ہر سوئے ہوئے کے ہونٹ سونگھے — اس کو اس سوئے آدمی سے بو آتی تھی

1. من بروں۔ ناصح نے کہا میں نے نصیحت کا قرض ادا کر دیا۔ جز سعادت۔ نیک بخت ہی نصیحت قبول کرتا ہے۔ ہیں۔ لالچ کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ خیر بادی۔ یعنی رخصت کرتے وقت فی امان اللہ کہا۔ جادہ۔ راستہ۔ دست۔ یعنی اس کے کباب کھا کر ہاتھ دھو لیے۔ پند داد۔ دوسروں کو کھانے کی نصیحت کی۔
2. حدیث۔ بات۔ آں سخن۔ یعنی اس دانا کی نصیحت۔ واں گرسنہ۔ جس نے کباب نہ کھائے تھے وہ پاسبانی کرنے لگا۔ شباں۔ گڈریا۔ رمہ۔ جانوروں کا گلہ۔ سہمناک۔ خوفناک۔ حارس۔ نگہبان۔ چند بار۔ یعنی ہاتھی نے اس کے کئی چکر کاٹے اور چل دیا۔ وُرا۔ یعنی ہاتھی کو۔

Marfat.com

کز کبابِ پیل زادہ خوردہ بود — بردرّانید و بکشتش پیل زود
کیونکہ اس نے ہاتھی کے بچہ کے کباب کھائے تھے — ہاتھی نے اس کو پھاڑ دیا اور مار ڈالا

در زماں اویک بیک را زاں گروہ — می درّانید و نبودش زاں شکوہ[1]
اس نے فوراً اس گروہ میں سے ایک ایک کو — پھاڑ ڈالا اور اس کو کوئی خوف نہ تھا

بر ہوا انداخت ہر یک را گزاف — تاہمی زد بر زمیں می شد شگاف
وہ بے پروائی سے ہر ایک کو ہوا میں اچھالتا — یہاں تک کہ وہ زمین پر آ گرتا اور پھٹ جاتا

اے خورندہ خونِ خلق ازرہ بگرد — تانیارد خونِ ایشانت نبرد
اے مخلوق کا خون پینے والے! واپس لوٹ — تا کہ ان کا خون تیرے لیے معرکہ پیدا نہ کر دے

مالِ ایشاں خونِ ایشاں داں یقیں — زانکہ مال از زور آید دریمیں
یقینی طور پر ان کے مال کو ان کا خون سمجھ — اس لیے کہ مال طاقت سے ہاتھ میں آتا ہے

مادرِ آں فیل بچگاں کیں کشد — فیل بچہ خوارہ را کیفر کُشد
ہاتھی کے بچوں کی ماں بدلہ لیتی ہے — ہاتھی کے بچہ کے کھانے والے کو بدلے میں مار ڈالتی ہے

فیل بچہ می خوری اے پارہ خوار — ہم بر آرد خصمِ فیل از تو دمار
اے رشوت خور! تو ہاتھی کا بچہ کھاتا ہے — ہاتھی کا محافظ تجھے برباد کر دے گا

بوئے رُسوا کرد مکر اندیش را — پیل داند بوئے بچہ خویش را
مکر کرنے والے کو بو نے رسوا کیا — ہاتھی اپنے بچہ کی خوشبو پہچانتا ہے

آنکہ[2] یابد بوئے حق را از یمن — چوں نیابد بوئے باطل را زِمن
وہ ذات جو اللہ کی خوشبو یمن سے سونگھ لے — وہ میرے باطل کی بو کو کیوں نہ محسوس کر لیں گے

مصطفیٰؐ چوں بوئے بُرداز راہِ دور — چوں نیابد از دہانِ ما بخور
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس دور دراز راستہ سے بو محسوس کر لی — ہمارے منہ کی بدبو کیوں نہ محسوس کر لیں گے

ہم بیابد لیک پوشاند زِما — بوئے نیک و بد بر آید برسما
وہ محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہم سے چھپاتے ہیں — اچھی اور بُری بو آسمان پر پہنچتی ہے

توہمی خسپی و بوئے آں حرام — می زَند بر آسمانِ سبز فام
تو سو جاتا ہے اور اس حرام کی بو — نیلگوں آسمان پر پہنچتی ہے

ہمرہِ اَنفاسِ زِشتت می شود — تابہ بوگیرانِ گردوں می رَود
وہ تیرے بُرے سانسوں کے ساتھ ہو جاتی ہے — یہاں تک کہ آسمان کے خوشبو سونگھنے والوں تک پہنچ جاتی ہے

---

[1] شکوہ۔ خوف، ڈر۔ برہوا۔ ہاتھی نے ہر ایک ہوا میں اچھالا اور وہ گر کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اے خورندہ۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں۔ نبرد۔ معرکہ، جنگ۔ مالِ ایشاں۔ کسی کے مال کو تباہ کرنا، جان کے تباہ کرنے کے برابر ہے۔ کیفر۔ جزا، بدلہ۔ پارہ خوار۔ رشوت خوار۔ خصمِ فیل۔ یعنی ہاتھی کی جانب سے لڑنے والا۔ بوئے۔ مکار کو اس کے مکر کی بو رسوا کر دیتی ہے۔

[2] آنکہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یمن کی طرف سے رحمان کی خوشبو آتی ہے۔ اس میں حضرت اویس قرنیؒ کی طرف اشارہ ہے۔ بخور۔ بو۔ ہم بیابد۔ ہمارے سب عیوب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح ہیں لیکن پردہ پوشی فرماتے ہیں۔ بوگیران۔ وہ فرشتے جو بدکاروں کی بو سونگھ لیتے ہیں۔

Marfat.com

بوئے کبر و بوئے خشم و بوئے آز
تکبر کی بو، غصہ کی بو، حرص کی بو
در سخن گفتن بیاید چوں پیاز
پیاز کی طرح بات کہنے میں محسوس ہو جاتی ہے

گر خوری[1] سو گندمن کے خوردہ ام
اگر تو قسم کھائے کہ میں نے کب کھائی ہے
از پیاز و سیر تقویٰ کردہ ام
پیاز اور لہسن سے میں پرہیز کرتا ہوں

آں دمت سوگند غمازی کند
اس وقت قسم تیری چغلی کھائے گی
بر دماغِ ہمنشیناں بر زند
اور ساتھیوں کے دماغ سے ٹکرائے گی

پس دُعا ہا رد شوداز بوئے آں
اس بو کی وجہ سے دعائیں مردود ہوں گی
آں دلِ کژ می نماید در زباں
وہ دل کی کجی زبان پر نمایاں ہو جاتی ہے

اَخْسَئُوْا آید جوابِ آں دعا
اس دعا کا جواب 'اخسئو' آتا ہے
چوبِ رَد باشد جزائے ہر دغا
ہر دغا (بازی) کا جواب مار کی لاٹھی ہوتی ہے

گر حدیثے کژ بود معنیت راست
اگر لفظ ٹیڑھے ہوں اور معنی سیدھے ہوں
آں کژی لفظ مقبولِ خداست
وہ لفظوں کی ٹیڑھ، اللہ کے یہاں مقبول ہے

وَر بود معنی کژ ولفظت نکو
اور اگر معنی ٹیڑھے اور تیرے الفاظ اچھے ہوں
آں نکو لفظے نیرزَد یک تسو
وہ اچھے لفظ، دمڑی کے قابل بھی نہیں

دربیان[2] خطائے محبان کہ بہتر از صوابِ بیگانگانَ ست نزدِ محبوب

دوستوں کی اس غلطی کے بیان میں جو محبوب کے نزدیک غیروں کی ٹھیک بات سے بہتر ہے

آں بلالِؓ صدق در بانگِ نماز
وہ سچے بلال رضی اللہ عنہ اذان میں
حَی را ہی خواند از روئے نیاز
(لفظ) حی کو عاجزی سے ہی پڑھتے تھے

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست
یہاں تک کہ ان منافقوں نے کہا اے پیغمبر درست نہیں ہے
ایں خطا اکنوں کہ آغازِ بناست
یہ غلطی اس وقت کی تعمیر کی ابتدا ہے

اے نبی و اے رسولِ کردگار
اے اللہ کے رسول اور نبیؐ
یک مؤذن کہ بود اَفصح بیار
ایک زیادہ فصیح موذن لے آیئے

عیب باشد اولِ دین و صلاح
دین اور نیکی کے شروع میں عیب ہو گا
لحن خواندن لفظِ حَیَّ عَلَی الفَلَاح
لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا

---

1. گر خوری۔ اگر تو کھانے کا انکار بھی کرے گا تو اس کی بدبو تیرے خلاف گواہی دے گی۔ غمازی۔ چغلی کھانا۔ بس دعاہا۔ گناہوں کی بو سے دعائیں مردود ہو جاتی ہیں اور دل کی کجی زبان سے ظاہر ہوتی ہے۔ بوئے کبر۔ تمام رذائل کی بدبو پیاز کی بو کی طرح پھیلتی ہے۔ اخسئوا۔ دور ہو جاؤ، یہ کافروں کی پکار کے جواب میں کہا جائے گا۔ چوب زد۔ بھگانے کی لاٹھی۔ گر حدیثے۔ یعنی اخلاص کے ساتھ نامناسب لفظ بھی مقبول بارگاہ ہیں۔ ور بود۔ اگر دعا میں اخلاص نہیں ہے تو بہتر الفاظ بھی مردود ہیں۔
2. در بیاں۔ دوستوں کی غلطی بیگانوں کی اچھائی سے اچھی ہے۔ بلالؓ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور موذن۔ حی راہی۔ یعنی لفظ حی علی الصلوٰۃ میں حاء حطی کی بجائے ہائے ہوز کا تلفظ کرتے تھے۔ بگفتند۔ منافقوں نے کہا۔ آغاز۔ یعنی اسلامی تعلیمات کی ابتدا ہے۔ افصح۔ یعنی ایسا موذن جو ہر حرف صحیح مخرج سے ادا کر سکے۔ لحن۔ پڑھنے کی غلطی۔

Marfat.com

خشم[1] پیغمبرؐ بجوشید و بگفت — یک دو رُمزے از عنایاتِ نہفت
پیغمبر ﷺ کا غصہ جوش میں آیا اور فرمائے — ایک دو اشارے چھپی ہوئی عنایتوں میں سے

کاے خساں نزدِ خدا ہِیّ بلالؓ — بہتر از صد حیّ حیّ و قیل و قال
کہ اے کمینو! اللہ کے نزدیک بلالؓ کا ہی — شور و غل کے سیکڑوں حی اور حی سے بہتر ہے

وا مشورانید تامن رازِ تاں — وانگویم ز آخر و آغازِ تاں
جوش نہ دلاؤ تا کہ میں تمہارے راز — اول اور آخر کے صاف نہ کہہ ڈالوں

گرنداری تو دمِ خوش در دُعا — رَو دعا می خواہ زاخوانِ صفا
اگر تو دعا میں اچھا دم نہیں رکھتا ہے — جا صفائی والوں سے دعا کرا لے

امر کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام بدہانے خواں مَرا کہ بداں دہاں گناہ نکردہ باشی

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دینا کہ مجھے اس منہ سے پکار جس منہ سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

بہرِ ایں فرمود با موسیٰ خدا — وقتِ حاجت خواستن اندر دُعا
اس کے لئے اللہ (تعالیٰ) نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا — دعا میں مراد مانگتے وقت

کاے کلیم اللہ زمن میجو پناہ — با دَہانے کہ نکردی تو گناہ
کہ اے کلیم! میری پناہ چاہ — اس منہ سے جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

گفت موسیٰ من ندارم آں دہاں[2] — گفت مارا از دہانِ غیر خواں
موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میرا وہ منہ نہیں ہے — فرمایا ہمیں دوسرے کے منہ سے پکار

از دہانِ غیر کے کردی گناہ — از دہانِ غیر برخواں کاے اِلٰہ
دوسرے کے منہ سے تو نے کب گناہ کیا ہے — دوسرے کے منہ سے کہہ کہ اے خدا

آنچناں کن کاں دہانہا مَر تُرا — در شب و در روزہا آرد دعا
ایسا کر کہ وہ منہ تیرے لیے — رات اور دن دعائیں کریں

از دہانے کہ نکردستی گناہ[3] — آں دہانِ غیر باشد عذر خواہ
اس منہ سے جس سے تو نے کبھی گناہ نہیں کیا — وہ دوسرے کا منہ تیرا عذر خواہ ہو گا

یا دہانِ خویشتن را پاک کن — روحِ خود را چابک و چالاک کن
یا اپنے منہ کو پاک کر — (اور) اپنی روح کو چست و چالاک بنا

---

[1] خشم۔ منافقوں کے اعتراض سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا۔ عنایات۔ جو حضرت بلالؓ رضی اللہ عنہ پر تھیں۔ ہِیّ بلالؓ۔ یعنی بلال رضی اللہ عنہ کا لفظ "حی" کی بجائے "ہی" کہنا اس حی کہنے سے بہتر ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔ گرنداری۔ غرض کہ دعا کی قبولیت کے لیے اخلاص شرط ہے، اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلص سے دعا کرا لے۔

[2] امر کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلصین سے دعا کرائے۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ آں دہاں۔ یعنی وہ منہ جس سے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ از دہانِ غیر۔ اگر وہ منہ گنہگار بھی ہے تو تم نے تو اس منہ کے ذریعہ گناہ نہیں کیا۔ آنچناں۔ یعنی لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ وہ دعائیں کریں۔

[3] گناہ۔ دعا کرنے کے لیے ایسے منہ کی ضرورت تھی جس سے تو نے گناہ نہ کیا اور وہ تیرے پاس نہیں ہے تو غیر کا منہ تیری اس مجبوری کے لیے عذر خواہ ہو جائے گا۔ یا دہاں۔ اپنے منہ سے دعا کرنی ہے تو اس کو اور روح کو پاک کر لینا چاہیے۔

Marfat.com

ذکرِ حق[1] پاک ست چوں پاکی رَسید
اللہ (تعالیٰ) کا ذکر پاک ہے جب پاکی حاصل ہوئی

رخت بربندد بُروں آید پلید
ناپاکی بوریا بستر باندھ لیتی ہے باہر ہو جاتی ہے

می گریزد ضدہا از ضدّہا
ضدیں، ضدوں سے گریز کرتی ہیں

شب گریزد چوں بر افروزد ضیا
رات بھاگ جاتی ہے جب روشنی نمودار ہوتی ہے

چوں در آید نامِ پاک اندر دہاں
جب (اللہ تعالیٰ کا) پاک نام منہ میں آتا ہے

نے پلیدی ماند و نے آں دہاں
نہ پلیدی رہتی ہے اور نہ وہ منہ رہتا ہے

در بیان آنکہ اللہ گفتنِ نیاز مند عین لبیک گفتنِ حق ست

اس کا بیان کہ نیاز مند کا اللہ کہنا، اللہ کا لبیک کہنا ہے

آں یکے اللہ می گفتے شباں
ایک شخص رات کو اللہ اللہ کہتا تھا

تا کہ شیریں می شد از ذِکرش لباں
یہاں تک کہ ذکر سے اس کے ہونٹ میٹھے ہوئے تھے

گفت شیطانش خموش اے سخت رو
شیطان نے اس سے کہا اے سخت جان! چپ رہ

چند گوئی آخر اے بسیار گو
اے بہت بولنے والے! آخر کب تک کہے گا

ایں ہمہ اللہ گوئی از عتو
یہ سب تو غرور سے اللہ اللہ کہتا ہے

خود یکے اللہ را لبیک کو
اللہ کی جانب سے ایک بھی لبیک کہاں ہے؟

می نیاید یک جواب از پیشِ تخت
پیشگاہِ (خداوندی) سے ایک جواب بھی نہیں آتا ہے

چند اللہ می زنی باروئے سخت
تو سخت روئی سے کتنی بار اللہ کی ضرب لگائے گا

او شکستہ دل شد و بنہاد سَر
وہ دل شکستہ ہو گیا اور لیٹ گیا

دید در خواب او خضر را در خضر
اس نے خواب میں (حضرت) خضر کو سبزہ زار میں دیکھا

گفت ہیں! از ذکر چوں واماندہٗ
انہوں نے کہا ہائیں! تو ذکر سے کیوں رک گیا

چوں پشیمانی ازاں کش خواندہٗ
تو اس سے کیوں شرمندہ ہے کہ اس کو پکارتا تھا

گفت لبیکم[2] نمی آید جواب
اس نے کہا جواب میں میرے پاس لبیک نہیں آرہا ہے

زاں ہمی ترسم کہ باشم رَدِّ باب
اس سے میں خوفزدہ ہوں کہ میں مردودِ بارگاہ ہوں

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن
اس سے (حضرت) خضر نے کہا کہ خدا نے یہ مجھ سے کہا ہے

کہ بَرو با او بگو اے ممتحَن
کہ جاؤ اس سے کہو، اے آزمائش میں پڑنے والے

گفت آں اللہ تو لبیکِ ماست
وہ تیرا اللہ کہنا (ہی) ہماری لبیک ہے

آں نیاز و درد و سوزت پیکِ ماست
وہ عاجزی اور تیرا درد و سوز ہی ہمارا قاصد ہے

---

[1] ذکرِ حق۔ روح کے پاک کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ ذکر کی پاکی اس میں داخل کرو ناپاکی خود بھاگ جائے گی۔

[2] آں یکے۔ یعنی شب کو ذکر خداوندی کرتا تھا۔ لبیک۔ یہ پکارنے والے کو جواب دیا جاتا ہے جس کے معنی ہیں میں حاضر ہوں۔ تخت۔ یعنی عرشِ باری۔ خضر۔ حضرت خواجہ کو اس وجہ سے خضر کہا گیا ہے کہ ان کی کرامت یہ ہے کہ جہاں کہیں بیٹھ جاتے ہیں سبزہ اُگ جاتا ہے۔

[3] لبیکم۔ یعنی لبیک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے پاس جواب نہیں آتا ہے اس سے مجھے یہ خیال ہو گیا ہے کہ میں مردودِ بارگاہ ہوں۔ ممتحن۔ مبتلا۔ گفت۔ اللہ کا اپنی یاد میں لگا لینا ہی اس کی جانب سے لبیک ہے۔

Marfat.com

نے ترا[1] درکارِ من آوردہ ام — نے کہ من مشغولِ ذکرت کردہ ام
کیا میں نے تجھے اپنے کام میں نہیں لگا رکھا ہے — کیا میں نے تجھے ذکر میں مشغول نہیں کر رکھا ہے

حیلہ و چارہ جوئیہائے تو — جذبِ ما بود و کشاد ایں پائے تو
تیری تدبیریں اور کوششیں — ہماری کشش (سے) تھیں اور اس نے تیرے پاؤں کھولے

ترس و عشقِ تو کمندِ لطفِ ماست — زیرِ ہر یا ربِ تو لبیکہاست
تیرا خوف اور عشق ہماری مہربانی کی کمند ہے — تیرے ہر "یا رب" کہنے میں ہماری لبیکیں ہیں

جانِ جاہل زیں دعا جز دور نیست — زانکہ یا ربّ گفتنش دستور نیست
جاہل کی جان اس دعا سے دور ہی ہے — کیونکہ یا رب کہنا اس کی عادت نہیں ہے

بر دہان[2] و بر دلش قفل ست و بند — تا ننالد با خدا وقت گزند
اس کے منہ اور دل پر تالا اور بند ہے — تا کہ تکلیف کے وقت خدا سے نالہ نہ کر سکے

داد مر فرعون را صد ملک و مال — تا کہ کرد او دعویٔ عزو جلال
فرعون کو سیکڑوں ملک اور مال دیے — یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا

در ہمہ عمرش ندید او دردِ سر — تا ننالد سوئے حق آں بد گہر
اپنی تمام عمر اس نے سر کا درد نہ محسوس کیا — تا کہ وہ بد اصل اللہ کی جناب میں نالہ نہ کر سکے

داد او را[3] جملہ ملکِ ایں جہاں — حق ندادش درد و رنج و اندہاں
اس کو اس دنیا کی تمام سلطنت دے دی — اللہ نے اس کو درد اور رنج اور غم نہ دیے

درد آمد بہتر از ملکِ جہاں — تا بخوانی مر خدارا در نہاں
درد، دنیا کی دولت سے بہتر ہے — تا کہ تو تنہائی میں خدا کو پکارے

زانکہ درد و رنج و بارِ اندہاں — شد نصیبِ دوستانش در جہاں
اس لیے کہ درد اور رنج اور غموں کا بوجھ — دنیا میں اس کے دوستوں کا حصہ ہے

خواندنِ بے درد از افسردگی ست — خواندنِ با درد از دل بردگیست
بغیر درد کے پکارنا افسردگی ہے — درد کے ساتھ پکارنا دلربائی کی وجہ سے ہے

آں کشیدن زیرِ لب آواز را — یاد کردن مبدء و آغاز را
دبے ۔ ہونٹوں آواز نکالنا — مبدء اور شروع کو یاد کرنا ہے

---

1. نے ترا۔ کسی شخص کو عبادت کی توفیق ہونا اللہ کی جانب سے قبولیت کی دلیل ہے یہ اللہ کا کرم ہی ہے کہ وہ اپنی یاد میں لگا دے۔ جذب۔ کشش۔ ترس۔ اللہ کا عشق اس کی رحمتوں کو متوجہ کر دیتا ہے تو دعا کرنے والے کا ایک بار یارب کہنا اللہ تعالیٰ کی جانب سے چند بار لبیک کہنا بن جاتا ہے۔
2. بر دہاں۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے اس کو کبھی دعا کی توفیق نہیں ہوتی۔ دردِ سر۔ اللہ نے اس کو دردِ سر سے بھی محروم رکھا ورنہ دعا کا سبب بن جاتا۔
3. داد او را۔ بیماری جو اللہ کی طرف رجوع کر دے اللہ کی ایک رحمت ہے۔ حدیث شریف ہے اللہ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کو مبتلا کر دیتا ہے تا کہ اس کی عاجزی کو سنے۔ اندہاں۔ اندوہ کی جمع ہے، غم۔ خواندن۔ بے دردی کے ساتھ دعا افسردگی کا نتیجہ ہے درد کے ساتھ دعا عشق کا نتیجہ ہے۔ آں کشیدن۔ گھٹ گھٹ کر رونا۔ مبدء۔ اور آغاز کی یاد سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

آں شدہ[1] آواز صافی و حزیں
وہ آواز صاف اور غمناک ہو چکی ہے
کاے خدا اے مستغاث و اے معین
اے خدا، اے مددگار، اے معین!

نالۂ سگ در رہش بے جذبہ نیست
اس کے راستہ میں کتے کا رونا بھی بغیر جذبہ کے نہیں ہے
زانکہ ہر راغب اسیرِ رہزنیست
اس لیے کہ ہر رغبت کرنے والا ایک رہزن کا قیدی ہے

چوں سگِ کہفے کہ از مردار رست
اصحابِ کہف کے کتے کی طرح جس نے مُردار سے نجات حاصل کر لی
بر سرِ خوانِ شہنشاہاں نشست
شہنشاہوں کے خوان پر بیٹھ گیا

تا قیامت می خورد او پیشِ غار
وہ غار کے سامنے قیامت تک پیتا ہے
آبِ رحمت عارفانہ بے تغار
عارفانہ آبِ حیات بغیر پیالے کے

اے بسا سگ پوست کورا نام نیست
اے مخاطب! بہت سے معمولی لباس والے ہیں جن کا ذکر بھی نہیں ہے
لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
لیکن در پردہ وہ اس جام کے بغیر نہیں ہیں

جاں بدہ از بہرِ آں جام اے پسر
اے صاحبزادے! اس جام کے لیے جان دے دے
بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
بغیر جہاد اور صبر کے فتح کب ہوتی ہے

صبر کردن[2] بہر ایں نبود حرج
اس (جام) کے لیے صبر کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے
صبر کن کالصَّبرُ مِفتاحُ الفَرَج
صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

زیں کمیں بے حزم و صبرے کس نجست
اس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی نہیں بچ سکا
حزم را خود صبر آمد پا و دست
احتیاط کے لیے صبر خود ہاتھ پاؤں ہے

حزم کن از خورد کیں زہریں گیاست
کھانے میں احتیاط برت کیونکہ یہ زہریلی گھاس ہے
حزم کردن زور و نورِ انبیاست
احتیاط کرنا انبیا کی طاقت اور نور ہے

کاہ[3] باشد کو بہر بادے جہد
گھاس ہے جو ہر ہوا سے ہلتی ہے،
کوہ کے ہر باد را وزنے نہد
پہاڑ ہر ہوا کو کب جانچتا ہے

ہر طرف غولے ہمی خواند تُرا
چھلاوا ہر جانب سے تجھے پکارتا ہے
کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا
کہ اے بھائی! راستہ چاہتا ہے خبردار آ جا

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق
راستہ دکھاؤں گا اور تیرا رفیقِ سفر رہوں گا
من قلاوُزم دریں راہِ دقیق
میں اس باریک راستہ میں تیرا رہنما ہوں

---

1. آں شدہ۔ جب انسان درد کی حالت میں اے خدا، اے مستغاث کہتا ہے تو اس کی آواز صاف ہوتی ہے اور اس میں حزن کی کیفیت ہوتی ہے۔ نالۂ سگ۔ جب جذبۂ الٰہی طاری ہوتا ہے تب ہی انسان درد کے ساتھ گریہ کرتا ہے۔ چوں سگ۔ اصحابِ کہف کے کتے میں جذب پیدا ہو گیا تھا۔ تا قیامت۔ تغیر، برابر ہے وحدت پی رہا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔ جاں بدہ۔ عام محبت کی طلب میں صبر کے ساتھ جان دے دینی چاہیے۔
2. صبر کردن۔ مجاہد، مجاہدات میں صبر سے کام لیتا ہے تو فتح یاب ہوتا ہے اور جام محبت حاصل ہو جاتا ہے۔ کمیں۔ گھات۔ حزم۔ احتیاط، دنیاوی معاملات میں احتیاط اور پختہ کاری سے کام لینا ضروری ہے ذرا سی غفلت انسان کو منزل سے بہت دور کر دیتی ہے۔
3. کاہ باشد۔ ہر خواہش نفس کا تابع تنکے کی طرح ہے۔ انسان کو کوہِ گراں ہونا چاہیے۔ ہر طرف۔ شیطان طرح طرح سے انسان کو دھوکے دیتا ہے۔ قلاوُز۔ راہنما۔

نے قلاوُزست و نے رہ داند او — یوسفا[1] کم رو سوئے آں گرگ خو
وہ نہ راہنما ہے، نہ راستہ جانتا ہے — اے یوسف! اس بھیڑیا صفت کی طرف نہ جا

حزم آں باشد کہ نفریبد تُرا — چرب و نوشِ دامہائے ایں سَرا
احتیاط یہی ہے کہ تجھے فریب نہ دے سکیں — اس دنیا کے چکنے اور شیریں جال

کہ نہ چربے دارد و نے نوش او — سحر خواند می دَمد در گوش او
نہ ان میں چکنائی ہے، نہ مٹھاس — وہ منتر پڑھتا ہے (اور) تیرے کان میں پھونکتا ہے

کہ بیا مہمانِ ما اے روشنی — خانہ آنِ تست و تو آنِ منی
کہ آ جا اے ہمارے مہمان اور (گھر کی) روشنی — گھر تیرا ہے اور تو میرا ہے

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام — یا سقیم و خستۂ ایں دَخمہ ام
احتیاط یہ ہوگی ہے تو کہہ دے میں بدہضمی میں ہوں — یا (کہہ دے) میں اس قبرستان کا بیمار اور زخمی ہوں

یا سَرم در دست و دردِ سر ببر — یا مَرا خواندست آں خالو پسر
یا (کہہ دے) میرے سر میں درد ہے اور دردِ سر دور کر دے — یا (کہہ دے) مجھے ماموں کے بیٹے نے بلایا ہے

زانکہ یک نوشت دہد بانیشہا — کہ بکارد در تو نوشش ریشہا
کیونکہ وہ تجھے ایک شہد بہت سے ڈنکوں کے ساتھ دے گا — اس کا شہد تجھ میں بہت سے زخم پیدا کر دے گا

زر اگر پنجاہ و گر شصت دہد — ماہیا او گوشت در شست نہد
وہ اگر پچاس یا ساٹھ اشرفیاں تجھے دے — اے مچھلی وہ کانٹے میں تیرے لیے گوشت لگا رہا ہے

گر دہد خود کے دہد آں پُر حیل — جوز پوسید ست و گفتارِ دَغل
اگر وہ حیلہ باز کچھ دیتا بھی ہے تو کہاں دیتا ہے — (اس کے) اخروٹ سڑے ہوئے ہیں اور باتیں مکاری کی ہیں

ژغژغ[2] زر مغز و غفلت رابرد — صد ہزاراں عقل رایک نشمرد
اشرفیوں کی کھنکھناہٹ تیرے دماغ اور عقل کو زائل کر دیتی ہے — لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں سمجھتی ہے

یارِ تو خرجین تست و کیسہ ات — گر تو رامینی[3] مجو جز ویسہ ات
تیرا دوست تیرا ناشتہ دان اور تیری تھیلی ہے — اگر تو رامین ہے اپنی ویسہ کے علاوہ کسی کو نہ چاہ

ویسہ و معشوق تو ہم ذاتِ تست — ویں برونیہا ہمہ آفاتِ تست
تیری ویسہ اور معشوقہ تیری ہی ذات ہے — اور یہ بیرونی چیزیں سب تیری مصیبتیں ہیں

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند — تو نگوئی مست و خواہانِ من اند
احتیاط یہ ہے کہ جب تجھے بلائیں — تو یہ نہ کہنا وہ عاشق اور میرے خواہاں ہیں

---

1. یوسفا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بھیڑیئے کا تصور عام شاعرانہ تخیل ہے۔ حزم۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ وہ شیطان کے فریب میں نہ آئے۔ اے روشنی۔ یعنی اے گھر کی روشنی۔ تخمہ ام۔ یعنی شیطان کے لالچ میں نہ آئے اور مختلف بہانے کر کے اس کے دامِ فریب سے بچ جائے۔ دخمہ۔ قبرستان۔ زانکہ۔ شیطان کے خوشنما فریب میں سیکڑوں مضرتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ گر دہد۔ اس کی عطا بھی پُرفریب ہے۔
2. ژغژغ۔ دنیا کی دولت کی جھنکار انسان کی عقل کو اندھا کر دیتی ہے۔ یارِ تو۔ قدرت نے انسان کو جو کچھ دیا ہے اس پر قناعت کرے۔
3. رامین۔ عرب کا مشہور عاشق۔ ویسہ۔ عرب کی مشہور معشوقہ کا نام۔ حزم آں باشد۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ خارجی عوامل کی طرف دھیان نہ دے اور ان کو دھوکا سمجھے۔

Marfat.com

دعوتِ ایشاں صفیرِ مرغ داں
ان کی دعوت کو پرندوں کی سیٹی سمجھ
کہ کند صیاد در مکمن[1] نہاں
جو شکاری گھات میں چھپ کر بجاتا ہے
مرغِ مُردہ پیش بنہادہ کہ ایں
مرا ہوا پرندہ ان نے آگے رکھ لیا ہے کہ یہ
می کند ایں بانگ و آواز و حنیں
آواز اور فریاد اور نالہ کر رہا ہے
مرغ پندارد کہ جنسِ اوست آں
پرندے سمجھتے ہیں کہ وہ ان کا ہم جنس ہے
جمع آید ہردرد شاں پوست آں
وہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ان کی کھال ادھیڑ دیتا ہے
جز مگر مرغے کہ حزمش داد حق
سوائے اس پرندے کے جس کو خدا نے عقل دے دی ہے
تانگردد گیج ازاں دانہ و مُلق
تا کہ اس دانہ اور خوشامد سے احمق نہ بنے
ہست بے حزمی پشیمانی یقیں
بے احتیاطی یقیناً پشیمانی ہے
حزم را مگزار و محکم کن تو ایں
احتیاط کو نہ چھوڑ تو اس کو مضبوط کر لے
زانکہ بے حزمی شقاوت بردہد
اس لیے کہ بے احتیاطی بدبختی کا پھل دیتی ہے
دین رود از دست و دردِ سر دہد
دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور دردِ سر پیدا کر دیتی ہے
بشنو[2] ایں افسانہ را درشرحِ ایں
اس کی تشریح میں یہ قصہ سن لے
تاشوی حازمِ برائے حفظِ دیں
تا کہ تو دین کی حفاظت کے لیے پختہ کار بن جائے

فریفتنِ روستائی شہری را و بدعوت خواندن بہ لابہ[3] و الحاح

ایک دیہاتی کا شہری کو فریفتہ کرنا اور خوشامد اور عاجزی سے دعوت دینا

اے برادر بود اندر ما مضیٰ
اے بھائی! گزشتہ (زمانہ) میں تھا
شہری با رُوستائی آشنا
ایک شہری ایک دیہاتی کا دوست
رُوستائی چوں سوئے شہر آمدے
دیہاتی جب شہر میں آتا
خرگہ اندر کوئے آں شہری زدے
اس شہری کے کوچے میں مقیم ہوتا
دو مہ و سہ ماہ مہمانش شدے
دو تین مہینے اس کا مہمان ہوتا
بر دُکانِ اوو بر خوانش بدے
اس کی دکان اور اس کے دستر خوان پر رہتا
ہر حوائج را کہ بودش آں زماں
اس کی اس وقت جو ضرورتیں ہوتیں
راست کردے مردِ شہری رائگاں
وہ شہری مفت مہیا کرتا

---

[1] مکمن۔ گھات۔ حنیں۔ رونے کی آواز۔ مرغ پندارد۔ شکاری، مردہ جانور سامنے رکھ کر اس کی بولیاں بولتا ہے دوسرے پرند اس سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گیج۔ احمق۔ ملق۔ چاپلوسی۔

[2] بشنو۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہری نے احتیاط سے کام نہ لیا اور دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر پریشان ہوا۔

[3] لابہ۔ خوشامد۔ الحاح۔ اصرار۔ ما مضیٰ۔ جو کہ گزرا۔ روستائی۔ دیہاتی۔ خرگہ۔ خیمہ۔ بدے۔ دکان پر ٹھہرتا اور اس کے یہاں کھانا کھاتا۔ حوائج۔ ضروریات۔ رائگاں۔ مفت۔

Marfat.com

رُو بشہری کرد و گفت اے خواجہ تو
وہ (دیہاتی) شہری کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب!
ہیچ می نائی سوئے دِہ فرجہ[1] جو
تفریح کے لیے آپ کبھی گاؤں میں نہیں آتے ہیں

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار
خدا کے لیے تمام بچوں کو لائیے
کایں زمانِ گلشن ست و نو بہار
کیونکہ یہ موسم، باغ اور نوبہار کا ہے

یا بتابستاں بیا وقتِ ثمر
یا گرمیوں میں پھل کے وقت آئیے
تا بہ بندم خدمت رامن کمر
تا کہ میں آپ کی خدمت میں کمر بستہ ہو جاؤں

خیل و فرزندان و قومت را بیار
خاندان اور بچوں اور اپنی قوم کو لائیے
در دہِ ما باش سہ ماہ و چہار
ہمارے گاؤں میں تین چار مہینے رہیے

در بہاراں خطۂ دِہ خوش بود
بہار کے موسم میں گاؤں کا علاقہ اچھا ہوتا ہے
کشت زار و لالۂ دلکش بود
کھیتیاں اور دلکش لالہ ہوتا ہے

وعدہ دادے شہری او را دفعِ حال
ٹالنے کے لیے شہری اس سے وعدہ کر لیتا
تا برآمد بعدِ وعدہ ہشت سال
یہاں تک کہ وعدے ہی وعدے میں آٹھ سال گزر گئے

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے
وہ دیہاتی ہر سال کہتا کہ کب
عزم خواہی کرد کامد ماہِ دے
آپ ارادہ کریں گے، خزاں کا موسم آ گیا

او بہانہ ساختے کامسال ماں
وہ (شہری) بہانہ بنا دیتا کہ اس سال ہمارے
از فلاں خطہ بیاید[2] میہماں
فلاں علاقے کا مہمان آئے گا

سالِ دیگر گر توانم وارہید
اگر آئندہ سال نجات پاؤں گا
از مہمات آں طرف خواہم دوید
ضروریات سے، ادھر آؤں گا

گفت ہستند آں عیالم منتظر
اس (دیہاتی) نے کہا کہ میرے بال بچے منتظر ہیں
بہرِ فرزندانِ تو اے اہلِ بر
آپ کے بچوں کے، اے کرم فرما!

باز ہر سالے چو لکلک آمدے
پھر وہ ہر سال لقلق کی طرح آ جاتا
تا مُقیمِ قبۂ شہری شدے
شہری کے گھر مقیم ہو جاتا

خواجہ ہر سالے ز زرّو مالِ خویش
خواجہ (شہری) ہر سال اپنا روپیہ پیسہ
خرج او کردے کشادے بال[3] خویش
اس پر خرچ کرتا، اپنا دل کھول دیتا

آخریں کرّت سہ ماہ آں پہلواں
آخری مرتبہ اس سخی نے تین مہینے
خواں نہادش بامداداں و شباں
صبح اور شام اس کے لیے دستر خوان بچھایا

از خجالت باز گفت او خواجہ را
اس (دیہاتی) نے خواجہ (شہری) سے شرمندگی سے کہا
چند وعدہ چند بفریبی مرا
آپ کتنے وعدے اور کتنا دھوکا دیں گے

---

1. فرجہ۔تفریح۔ گلشن۔باغ۔ تابستاں۔موسم گرما۔ ثمر۔پھل۔ خیل۔قبیلہ، گروہ۔ دفعِ حال۔دفع الوقتی۔ دے۔یعنی موسم بہار گذر کر موسم خزاں آ گیا۔
2. بیاید۔یعنی چونکہ مہماں کی آمد مجبوری ہے لہٰذا سفر نہ کر سکوں گا۔ مہمات۔ضروریات۔ بر۔نیکی۔ لکلک۔لقلق، آبی پرندوں کی ہر ملک میں آمد و رفت مقررہ مہینوں میں ہوتی ہے۔
3. بال۔بازو، دل۔ پہلوان۔بہادر سخی۔

Marfat.com

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست
خواجہ (شہری) نے کہا میرا جسم اور جان ملنے کے متمنی ہیں
لیک ہر تحویل[1] اندر حکم اوست
لیکن ہر نقل و حرکت اللہ کے قبضہ میں ہے

آدمی چوں کشتی ست و بادباں
انسان کشتی اور بادبان جیسا ہے
تا کے آرد باد را آں بادراں
دیکھیں وہ ہوا چلانے والا ہوا کب چلائے

باز سوگند آں بداندش کاے کریم
اس (دیہاتی) نے اس (شہری) کو پھر قسم دی
گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم
اولاد کو لیجیے، آیئے، مزے دیکھیے

دستِ او بگرفت سہ کرت بعہد
تین مرتبہ عہد کے لیے اس کا ہاتھ پکڑا
کاللہ اللہ زود آ، بنمائی جہد
کہ خدا کے لیے جلد آیئے، کوشش کیجیے

بعدِ دہ سال و بہر سالِ چنیں
دس سال بعد، اور ہر سال اسی طرح کی
لا بہاو وعدہائے شکریں
خوشامدیں اور شیریں وعدے

کودکانِ خواجہ گفتند اے پدر
خواجہ (شہری) کے بچوں نے کہا، اے ابا جان!
ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر
چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں

حقہا[2] بروے تو ثابت کردہٗ
آپ نے اس (دیہاتی) پر جو حقوق قائم کر دیے ہیں
رنجہا در کارِ اوبس بردہٗ
اس کے معاملے میں بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں

او ہمی خواہد کہ بعضے حقِ آں
وہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض حق
واگزارد چوں شوی تو میہماں
ادا کرے جب آپ مہمان ہوں

بس وصیت کرد مارا او نہاں
اس (دیہاتی) نے ہم سے درپردہ بہت اصرار کیا ہے
کہ کشیدش سوئے دِہ لابہ کناں
کہ اس (آپ) کو خوشامد کر کے گاؤں کھینچ لائیں

گفت حق ست ایں ولے اے سیبویہ
اس (شہری) نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ
اِتَّقِ مِنْ شَرِّ مَنْ اَحْسَنْتَ اِلَیْہِ
اس شخص کے شر سے بچنا جس کے ساتھ تو نے احسان کیا ہے

دوستی[3] تخمِ دمِ آخر بود
دوستی آخری وقت کا بیج ہوتی ہے
ترسم از وحشت کہ آں فاسد شود
میں ڈرتا ہوں ناخوشی کی وجہ سے وہ بیج سڑ نہ جائے

صحبتے باشد چو شمشیرِ قطوع
ایک میل ملاپ، یہاں تلوار کی طرح ہوتا ہے
ہمچو دے در بوستان و در زروع
جیسا کہ دے کا مہینہ باغ اور کھیتوں کے لیے

صحبتے باشد چو فصلِ نو بہار
ایک میل ملاپ نو بہار فصل کی طرح ہوتا ہے
زو عمارتہا و دخلِ بے شمار
جس سے آبادیاں اور بیشمار آمدنی (ہوتی ہے)

---

1. تحویل۔ بدلنا، نقل و حرکت کرنا۔ بادراں۔ ہوا چلانے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ کرت۔ بار، مرتبہ۔ لابہا۔ خوشامدیں۔ ماہ و ابر۔ یعنی یہ چیزیں بھی حرکت کرتی ہیں۔
2. حقہا۔ چونکہ تو نے اس کی بہت خدمت کی ہے، وہ اس کا بدلہ دینا چاہتا ہے۔ بس وصیت۔ ہم سے چپکے سے کہہ گیا ہے ہم آپ کی خوشامد کر کے اس کے گاؤں میں لے آئیں۔ سیبویہ۔ مشہور نحوی گزرا ہے یہاں مطلقاً عقلمند مراد ہے۔
3. دوستی۔ یعنی دوستی بھی ان نیکیوں میں سے ہے جو انسان کے آخری وقت میں کام آتی ہیں۔ وحشت۔ یعنی دوستی اگر نفرت سے بدل گئی۔ صحبتے۔ یعنی میل جول دو قسم کے ہیں، ایک تو وہ ہے جو دوستی ٹوٹ جانے کا سبب بنتا ہے، دوسرا وہ ہوتا ہے جس سے دوستی میں مزید مضبوطی آتی ہے۔ دخل۔ آمدنی۔

Marfat.com

حزم آں باشد کہ ظنِّ بد[1] بری
احتیاط یہ ہے کہ تو بدگمانی کرے
تا گریزی و شوی از بد بری
تا کہ تو گریز کرے اور بُرائی سے بَری ہو جائے

حزم سوء الظن فرمود آں رسولؐ
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے احتیاط بدگمانی ہے
ہر قدم راد ام میداں اے فضول
اے فضول! ہر قدم کو جال سمجھو

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ
صحرا کا میدان ہموار اور فراخ ہے
ہر قدم دامے ست کم راں گوستاخ
(لیکن) ہر قدم پر جال ہے بے پروائی سے نہ چل

آں بزِ کوہی دَوَد کہ دام کو
پہاڑی بکرا دوڑتا ہے کہ جال کہاں ہے
چوں بتازد دامش افتد در گلو
جب دوڑتا ہے جال اس کے گلے میں پھنس جاتا ہے

آنکہ می گفتی کہ کو اینک ببیں
تو نے جو یہ کہا تھا کہ کہاں ہے؟ یہ ہے دیکھ
دشت میدیدی نمیدیدی کمیں
تو نے جنگل دیکھا، گھات کو نہ دیکھا

بے کمین و دام و صیاد اے عیار
اے چالاک! گھات اور جال کے بغیر
دُنبہ کے باشد میانِ کشت زار
کھیت میں دُنبہ کب ہوتا ہے

آنکہ[2] گستاخ آمدند اندر زمیں
جو لوگ اس دنیا میں گستاخ ہوتے ہیں
استخوان و کلّہا شاں را ببیں
ان کی ہڈیاں اور جبڑے دیکھ

چوں بگورستاں روی اے مرتضٰی
اے پسندیدہ! جب تو قبرستان میں جائے
استخواں شاں را بپرس از ما مضٰی
ان کی ہڈیوں سے گذشتہ واقعات پوچھ لے

تا بظاہر بنی آن مستانِ زُور
تا کہ کھلے طور پر دیکھ لے کہ وہ طاقت سے بدمست
چوں فرو رفتند در چاہِ غرور
دھوکے کے کنویں میں کس طرح گرے ہیں

چشم[3] اگر داری تو کورانہ میا
اگر تیرے آنکھیں ہیں تو اندھا بن کر نہ آ
ور نداری چشم دست آور عصا
اگر آنکھیں نہیں ہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے

آں عصائے حزم و استدلال را
وہ احتیاط اور استدلال کی لاٹھی
چوں نداری دیدہ، می کن پیشوا
جب تیرے پاس نہیں ہے (کسی کی) آنکھ کو پیشوا بنا لے

در عصائے حزم و استدلال نیست
اگر پختہ کاری اور استدلال کی لاٹھی نہیں ہے
بے عصا کش در سرِ ہر رہ مایست
لاٹھی پکڑنیوالے کے بغیر ہر راستہ پر نہ کھڑا ہو

گام زانساں نہ کہ نابینا نہد
پاؤں اس طرح رکھ جس طرح اندھا رکھتا ہے
تا کہ پائے از سنگ و از چہ وارہد
تا کہ پاؤں پتھر اور کنویں سے نجات پائے

---

1. ظنِ بد۔ یعنی یہ خیال کرنے کہ یہ میل جول دوستی توڑ دے گا۔ سوء الظن۔ بدگمانی۔ گوستاخ۔ گستاخ، بے پروا۔ کہ دام کو۔ بکرا زبانِ حال سے کہتا ہے۔ عیار۔ ہوشیار۔ دنبہ۔ چکدی، بجاز اخاص قسم کا بکرا جس کے چکدی ہوتی ہے۔
2. آنکہ گستاخ۔ جن لوگوں نے حزم سے کام نہ لیا، ان سرکشوں کا انجام ان کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں سے معلوم کرلو۔ مرتضٰی۔ پسندیدہ۔ ما مضٰی۔ گذشتہ۔ تا بظاہر۔ قبرستان جا کر کھلم کھلا غرور کے نشہ سے مست لوگوں کا انجام دیکھ لوگے۔
3. چشم اگر داری۔ غلطی سے بچنے کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ عقل کے ذریعہ غلطی سے بچے۔ عصا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تجربہ کے ذریعہ غلطی سے بچا جائے۔ دیدہ می کن۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کسی دیدہ ور کے ذریعہ غلطیوں سے بچا جائے گا۔ گام۔ اندھا، چلنے میں احتیاط کرتا ہے ٹھوکر اور گڑھے سے بچ جاتا ہے۔

Marfat.com

کور لرزاں و بترس و احتیاط — می‌نہد پا تا نیفتد در خُباط

اندھا لرزتے ہوئے اور ڈر اور احتیاط سے — پاؤں رکھتا ہے، تاکہ غلطی میں نہ پڑ جائے

اے ز دُودے[1] جستہ در نارے شدہ — لقمہ جستہ لقمۂ مارے شدہ

اے وہ جو دھویں سے بھاگا آگ میں گرا — لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بن گیا

قصۂ اہلِ سبا و طاغی کردن نعمت ایشاں راو رسیدن بشومی طغیان و کفران دراں و بیانِ فضیلتِ شکر و نعمتِ حق

اہلِ سبا کا قصہ اور نعمتوں کا ان کو سرکش بنا دینا اور ان میں کفر اور سرکشی کی بدبختی کا آ پہنچنا اور اللہ کی نعمت اور شکر کی فضیلت کا بیان

تو نخواندی قصۂ اہلِ سبا — یا بخواندی و ندیدی جز صدا

کیا تو نے سبا والوں کا قصہ نہیں پڑھا؟ — یا تو نے پڑھا ہے اور اس کو صرف صدائے بازگشت سمجھا ہے

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست — سوئے معنیٰ ہوشِ کُہ را راہ نیست

صدا سے خود پہاڑ واقف نہیں ہے — حقیقت کی جانب پہاڑ کے ہوش کے لیے راستہ نہیں ہے

او ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش — چوں خمش گردی تو او ہم شد خموش

وہ بغیر گوش اور ہوش کے آواز نکالتا ہے — جب تو چپ ہو گیا وہ بھی چپ ہو گیا

داد حق[2] اہلِ سبا را بس فراغ — صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ

اللہ نے اہلِ سبا کو بہت فارغ البالی بخشی — لاکھوں قلعے اور محلات اور باغ

حق آں نگذارند آں بدرگاں — در وفا بودند کمتر از سگاں

ان بدطینتوں نے اس کا حق نہ ادا کیا — وہ وفاداری میں کتوں سے کم تھے

مَر سگے را لقمۂ نانے زِ دَر — چوں رسد بردَر ہمی بندد کمر

کسی کتے کو کسی دروازے سے روٹی کا لقمہ — جب مل جاتا ہے وہ اس در پر کمربستہ ہو جاتا ہے

پاسبان و حارسِ در میشود — گرچہ بر وَے جور و سختی می رود

دروازے کا محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے — خواہ اس پر ظلم اور سختی ہو

ہم براں در باشدش باش و قرار — کفر داند کرد غیرے اختیار

اسی دروازے پر اس کی بود و باش ہو جاتی ہے — غیر کو اختیار کرنا وہ کفر سمجھتا ہے

ور[3] سگے آید غریبے روز و شب — آں سگانش می کنند آں دم ادب

اگر کوئی اجنبی کتا آ جاتا ہے رات یا دن (میں) — وہ کتے اس کو فوراً تنبیہ کرتے ہیں

---

1. اے زودوے۔ انسان خود غلطی کر بیٹھتا ہے ایک غلطی سے بچتا ہے اور اس سے بڑی غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اہلِ سبا کے قصے سے اسی بات کو واضح کیا ہے۔ جز صدا۔ یعنی اس قصہ کو سنا اور بے اصل سمجھا۔ از صدا۔ صدا کی حقیقت پہاڑ بھی نہیں سمجھتا ہے۔
2. داد حق۔ اہلِ سبا کی فارغ البالی اور ان کی نافرمانی کا قصہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ حق آں۔ یعنی ان نعمتوں کا شکر۔ حارس۔ نگہبان۔ باش۔ قیام۔
3. ور سگے۔ اجنبی کتے پر مقامی کتوں کا بھونکنا گویا کہ اس کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اپنے پہلے مالک اور مکان کو چھوڑ کر کیوں آیا ہے۔

Marfat.com

کہ بَرو آنجا کہ اوّل منزل ست — حقِ آں نعمت گروگانِ[1] دل ست
کہ وہاں جا، جہاں پہلا گھر ہے — اس نعمت کا حق دل کو گروی کئے ہوئے ہے

می گزندش کہ بَرو برجائے خویش — حقِّ آں نعمت فرو مگذار پیش
وہ اس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا — اس نعمت کے حق کو نظر انداز نہ کر

از درِ دل و اہلِ دل آبِ حیات — چند نوشیدی دوا شد چشمہات
دل اور صاحبِ دل کے در سے آبِ حیات — تو نے کئی بار پیا ہے اور اس کے چشمے جاری ہوئے ہیں

بس[2] غذائے سُکر و وجد و بیخودی — از درِ اہلِ دلاں برجاں زدی
شکر اور وجد اور بے خودی کی غذا — دل والوں کے دروازے سے تو نے جان کو دی ہے

باز ایں در را رہا کردی زِحرص — گردِ ہر دکاں ہمیگردی زحرص
پھر تو نے لالچ کی وجہ سے اس دروازے کو چھوڑ دیا — حرص سے ہر دکان کا چکر کاٹتا ہے

بر درِ آں منعمانِ چرب دیگ — میدوِی بہرِ ثرید اے مُردہ ریگ
چکنی دیگ والے اور دولتمندوں کے در پر — اے ناچیز! ثرید کے لیے تو دوڑا پھرتا ہے

چربش[3] آنجا داں کہ جاں فربہ شود — کارِ نا امید آنجا بہ شود
چکنی غذا وہاں سمجھ کہ روح موٹی ہوتی ہے — مایوس کا معاملہ وہاں درست ہو جاتا ہے

صومعۂ عیسیٰؑ ست خوانِ اہلِ دل — ہاں و ہاں اے مبتلا ایں در مہِل
اہلِ دل کا دسترخوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گرجا گھر ہے — خبردار! خبردار! اے بیمار اس در کو نہ چھوڑ

جمع آمدنِ اہلِ آفت ہر صباحے بر درِ صومعۂ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہتِ طلبِ شفا بدعائے او

مصیبت زدوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گرجا گھر پر ہر صبح کو ان کی دعاء سے شفاء حاصل کرنے کے لیے جمع ہونا

جمع گشتندے زِہر اطراف خلق — از ضریر و لنگ و شل و اہلِ دلق
مخلوق ہر جانب سے جمع ہو جاتی ہے — اندھے اور لنگڑے اور اپاہج اور گدڑی والے

بر درِ آں صومعۂ عیسیٰؑ صباح — تا بدم شاں وارہاند از جناح
صبح کو (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے گرجا گھر کے دروازے پر — تا کہ دم کر کے ان کو تکلیف سے نجات دیں

او چو گشتے فارغ از اورادِ خویش — چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش
جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوتے — وہ نیک عادت چاشت کے وقت باہر آتے

---

[1] گروگاں۔ گروی۔ از درِدل۔ جس طرح کتے کا پہلے مکان کو چھوڑنا بے وفائی ہے اسی طرح بزرگوں کے در سے مستفید ہو کر اس کو چھوڑنا بے وفائی ہوگا۔

[2] بس غذا۔ مرید شیخ کے در سے بہت سی روحانی غذائیں حاصل کرتا ہے۔ منعمانِ چرب دیگ۔ وہ مالدار جن کے یہاں لذیذ کھانے تیار ہوتے ہیں۔ ثرید۔ شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر یہ کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ مردہ ریگ۔ فرومایہ، کمینہ۔

[3] چربش۔ لذیذ اور چکنی غذا وہ ہے جو روح کی پرورش کرے نہ کہ جسم کی۔ صومعہ۔ گرجا گھر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گرجا روحانی و جسمانی امراض کا شفا خانہ تھا۔ ضریر۔ نابینا۔ لنگ۔ لنگڑا۔ شل۔ اپاہج۔ دلق۔ گدڑی۔ جناح۔ گناہ، یعنی باطنی امراض۔ اوراد۔ انسان کے معمولات اور وظائف عبادات۔

Marfat.com

جوق[1] جوقِ مبتلا دیدے نزار — شستہ بر دَر در اُمید و انتظار
وہ کمزور بیماروں کے غول دیکھتے — امید اور انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوئے

پس دعا کردے و گفتے از خدا — حاجت و مقصودِ جملہ شد روا
تو دعا کرتے اور کہتے اللہ کی جانب سے — تمام ضرورتمندوں کی حاجت پوری ہو گئی ہے

گفتے اے اصحابِ آفت از خدا — حاجتِ ایں جملگاں تاں شد روا
فرماتے کہ اے مصیبت زدہ لوگو! خدا کی جانب سے — تم سب کی حاجت پوری ہو گئی ہے

ہیں رواں گردید بے رنج و عنا — سوئے غفاری و اِکرامِ خدا
بغیر رنج اور مشقت کے روانہ ہوئے — اللہ کی خطا بخشی اور عزت افزائی کی طرف

جملگاں[2] چوں اُشترانِ بستہ پائے — کہ کشائی زانوئے ایشاں برائے
سب پاؤں بندے اونٹوں کی طرح — جن کے زانو کو تو نے تدبیر سے کھول دیا ہو

جملہ صحت یافتند و شد رَواں — از دمِ جاں بخشِ عیسیٰؑ در زماں
سب صحتمند ہو گئے اور روانہ ہو گئے — فوراً (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے جاں بخشنے والے دم کرنے سے

شد روا آں حاجتِ جملہ علیل — زامرِ حق و ازدمِ نیکِ جلیل
سب مریضوں کی حاجت روائی ہو جاتی — خدا کے حکم سے نیک بزرگ کے دم کرنے سے

بے توقف[3] جملہ شاداں در اماں — از دعائے او شدندے پا دواں
سب اطمینان سے خوشی خوشی بلا توقف — اس کی دعا سے دوڑتے چلے جاتے

جملہ بے درد و اَلم بے رنج و غم — تندرست و شادمان و محترم
سب بغیر درد اور تکلیف اور رنج و غم کے — تندرست اور خوش اور قابلِ عزت

سوئے خانہ خویش گشتندے رواں — از دمِ میمونِ آں صاحب قِراں
اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے — اس صاحبقران کے مبارک دم کرنے سے

آزمودی تو بسے آفاتِ خویش — یافتی صحت ازیں شاہانِ کیش
تو نے اپنی بہت سی مصیبتوں کو آزمایا ہے — مذہب کے شہنشاہوں سے تو صحت یاب ہوا ہے

چند آں لنگیِ تو رہوار شد — چند جانت بے غم و آزار شد
کتنی مرتبہ تیرا لنگڑا پن تیز رفتار بنا ہے — کتنی مرتبہ تیری جان بے غم اور بے درد ہو گئی ہے

اے مغفّل رشتہ برپائے بند — تاز خود ہم گم نگردی اے لوند
اے بیوقوف! پاؤں پر رسی باندھ لے — تاکہ اے خودرائے! تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے

1. جوق جوق۔ گروہ در گروہ۔ مبتلا۔ مریض۔ شستہ۔ نشستہ۔ گفتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا کے بعد فرما دیتے، اللہ نے تم سب کو شفا عطا فرما دی ہے۔
2. جملگاں۔ تمام مریض مرضوں کی گرفت سے ایسے آزاد ہو جاتے تھے جیسا کہ اونٹ زانو بند کھولنے سے آزاد ہوتا ہے۔
3. بے توقف۔ فوراً۔ پادواں۔ دوڑتے ہوئے۔ دم میمون۔ بابرکت پھونک۔ صاحب قراں۔ وہ بچہ جس کی ولادت کے وقت زحل اور مشتری ستارے کا ملاپ ہو جائے ایسا بچہ بہت صاحب نصیب کہلاتا ہے۔ آزمودی۔ جبکہ بزرگوں کے در سے فیض حاصل ہوا ہے اس در کو چھوڑنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گر جا گھر سے منہ موڑنا ہے۔ مغفّل۔ بے وقوف۔ لوند۔ رند۔

Marfat.com

ناسپاسی و فراموشیِ تو — یاد ناورد آں عسل نوشیِ[1] تو

تیری ناشکری اور احسان فراموشی نے — تجھے شہد پینے کو یاد نہ دلایا

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد — چوں دلِ اہلِ دل از تو خستہ شد

لامحالہ وہ راستہ، تجھ پر بند ہو گیا — جبکہ اہلِ دل کا دل تجھ سے زخمی ہوا

زود شاں دریاب و استغفار کن — ہمچو ابرے گریہائے زار کن

جلد ان کے پاس پہنچ جا اور توبہ کر لے — ابر کی طرح عاجزی کا رونا رو

تاگلستاں شاں سوئے تو بشگفد — میوہائے پختہ برخود واکفد

تا کہ ان کا باغ تیری جانب کھلے — پکے ہوئے میوے خود پھٹ پڑیں

ہم براں در گردو کم ازسگ مباش — باسگِ کہف ارشدتی خواجہ تاش

اسی در کا چکر کاٹ، کتے سے کم نہ ہو — اگرچہ تو اصحابِ کہف کے کتے کا ساتھی ہو گیا ہے

چوں سگاں ہم مرسگاں را ناصح اند — کہ دل اندر خانۂ اوّل بہ بند

کتے، کتوں کے لیے ناصح ہیں — کہ پہلے گھر سے دل لگا

آں درِ اول کہ خوردی استخواں — سخت گیر و حق گذاری را مماں

وہ پہلا دروازہ جس پر تو نے ہڈی کھائی ہے — سخت پکڑ لے اور حق گذاری سے نہ رک

می گزندش[2] کز ادب آنجا رود — وز مقامِ اولیں مفلح[2] شود

وہ اس کو کاٹتے ہیں کہ تہذیب سے وہاں چلا جائے — اور پہلے مقام پر کامیاب ہو جائے

می گزندش کاے سگِ طاغی[3] برو — باوَلِیِ نعمت باغی مشو

اس کو کاٹتے ہیں کہ اے سرکش کتے جا — اپنے محسن سے باغی نہ بن

بر ہماں دَر ہمچو حلقہ بستہ باش — پاسبان و چابک و برجستہ باش

اسی در پر حلقہ کی طرح بندھا رہ — محافظ اور چست اور آمادہ بنا رہ

صورتِ نقضِ وفائے ما مباش — بیوفائی را مکن بیہودہ فاش

ہماری بے وفائی کی صورت نہ بن — بیوفائی کو خواہ مخواہ ظاہر نہ کر

مرسگاں را چوں وفا آمد شعار — رَو سگاں را ننگ و بدنامی میار

وفاداری جبکہ کتوں کا شعار ہے — جا کتوں کو ذلیل اور بدنام نہ کر

بے وفائی چوں سگاں را عار بود — بیوفائی چوں روا داری نمود

جبکہ بیوفائی کتوں کے لیے ذلت ہے — تو نے بے وفائی کو کیوں جائز رکھا

---

[1] عسل نوشی۔ یعنی بزرگوں کا فیض۔ دریاب۔ حاصل کر لے۔ کفد۔ کفیدن بمعنی پھٹنا کا فعل مضارع ہے۔ باسگِ کہف۔ یعنی اگر تجھ میں بھی کمال پیدا ہو گیا ہے تب بھی اس در کو نہ چھوڑ۔ مماں۔ نہ رک۔

[2] می گزندش۔ دوسرے کتوں کا اس کتے کو کاٹنا اسی لیے ہے کہ وہ پہلے مالک کے پاس چلا جائے۔ مفلح۔ کامیاب۔

[3] طاغی۔ سرکش۔ صورت۔ کتوں کی وفاداری مشہور ہے لہٰذا تو بے وفائی کی صورت نہ پیدا کر۔ بے وفائی۔ بے وفائی کتوں کے لیے عار و ذلت ہے تو نے اپنے لیے اس کو کیوں پسند کیا ہے۔

Marfat.com

حق تعالیٰ[1] فخر آورد از وفا — گفت مَنْ اَوْفیٰ بِعَهْدٍ غَیْرِنَا

اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے — فرمایا ہمارے علاوہ عہد کو زیادہ پورا کرنیوالا کون ہے؟

بیوفائی دَاں وفا با رَدِّ حق — بَر حقوقِ حق ندارد کس سبق

اللہ کے مردود کے ساتھ وفا کرنا (خدا کے ساتھ) بیوفائی سمجھ — اللہ کے حقوق پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا ہے

نور را ہم نور شو با نار نار — جائے گل گل باش و جائے خار خار

نور کے لیے نور بن، آگ کے لیے آگ — پھول کے مقام پر پھول بن اور کانٹے کی جگہ کانٹا

حقِ مادر[2] بعد ازاں شد کاں کریم — کرد او را از جنینِ تو غریم

ماں کا حق اس کے بعد ہوا کیوں کہ اللہ نے — تیرے حمل کا اس کو مقروض بنایا

صورتے کردت درونِ جسم او — داد در حملش ترا آرام و خو

اس کے جسم میں تیری صورت پیدا کی — (اور) اس کے حمل میں تجھے آرام دیا اور عادت ڈالی

ہمچو جزوِ متصل دید او ترا — متصل را کرد تدبیرش جدا

اس نے تجھے اپنا ملا ہوا جزو سمجھا — اس (اللہ) کی تدبیر نے جڑے ہوئے کو جدا کر دیا

حق ہزاراں صنعت و فن ساختست — تا کہ مادر بَر تو مہر انداختست

اللہ نے ہزاروں صنعتوں اور فن سے (تجھے) بنایا ہے — اس کے بعد ماں نے تجھ سے محبت کی ہے

پس حقِ حق[3] سابق از مادر بود — ہر کہ آں حق را نداند خربود

تو اللہ کا حق، ماں سے پہلے ہوا — جو اس حق کو نہیں پہچانتا گدھا ہے

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر — با پدر کردش قریں آں خود مگیر

جس نے ماں کو پیدا کیا اور پستان اور دودھ (پیدا کیا) — اس کو باپ کا ساتھی بنایا یہ خود بخود نہیں ہوا

اے خداوند اے قدیم احسانِ تو — آنکہ دانم وانکہ نے ہم آنِ تو

اے اللہ اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے — جو میرے علم میں ہے اور جو میرے علم میں نہیں ہے تری ملکیت ہے

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن — زانکہ حقِ من نمیگردد کہن

تو نے فرمایا ہے کہ حق کو یاد کر — کیونکہ میرا حق پرانا نہیں ہوتا ہے

یاد کن لطفے کہ کردم آں صبوح — با شما از حفظ در کشتیِ نوح

(تو نے فرمایا) اس مہربانی کو یاد کر جو اس صبح کو میں نے کی — تمہارے ساتھ نوح علیہ السلام کی کشتی میں حفاظت کر کے

اصل و اجدادِ شما را آں زماں — دادم از طوفان از موجش اماں

اس وقت تمہاری اصل اور باپ دادا کو — میں نے طوفان اور اس کی موج سے امن دی

---

1. حق تعالیٰ۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔ ردِ حق۔ جو لوگ مردودِ بارگاہِ الٰہی ہیں ان سے بے وفائی عین وفا ہے۔ نور را۔ اچھوں سے اچھائی اور بروں سے برائی کرنی چاہیے۔
2. حق مادر۔ ماں کا بڑا حق ہے لیکن اللہ کا حق اس سے مقدم ہے کیونکہ ماں کا حق اللہ کے فعل سے ثابت ہوا ہے۔ صورتے کردت۔ ماں کے پیٹ میں اللہ ہی نے پرورش کیا۔ جدا۔ یعنی تیری پیدائش ہوئی۔ حق ہزاران۔ ماں کی محبت سے قبل اللہ کے حقوق ثابت ہو چکے ہیں۔
3. پس حق حق۔ اللہ کا حق ہر طرح سے ماں کے حق پر مقدم ہوا۔ اے خداوند۔ مولانا نے اللہ کے احسانات کی بنیاد پر مناجات شروع کر دی ہے۔ یاد کن۔ خدا نے فرمایا ہمارے اس احسان کو یاد کرو کہ نوح علیہ السلام کی کشتی کے ذریعہ تمہاری حفاظت کی یعنی تمہارے باپ دادا کو بچایا۔

Marfat.com

آب آتش[1] خو زمیں بگرفتہ بود　موجِ او ہر اوج کہ را می ربود
آگ کے مزاج والے پانی نے زمین گھیر لی تھی　اس کی موج پہاڑ کی ہر چوٹی کو اڑائے لیے جا رہی تھی

حفظ کردم من نہ کردم ردِ تاں　در وجودِ جدِ جدِ جدِ تاں
میں نے حفاظت کی میں نے تمہیں مردود نہ بنایا　تمہارے، دادا، پردادا، سگڑ دادا کے وجود میں

چوں شدی سَر پشت پایت چوں زنم　کارگاہِ خویش ضائع چوں کنم
جب تو سردار ہو گیا تو میں ٹھوکر کیسے ماروں؟　اپنے کارخانہ کو کیسے ضائع کروں؟

چوں فدائے بیوفایاں می شوی　از گمانِ بد بداں سو می روی
تو بیوفاؤں پر قربان کیوں ہو رہا ہے؟　بد گمانی کی وجہ سے اس جانب جا رہا ہے

من زسہو[2] و بیوفائیہا بَری　سوئے من آئی گمانِ بد بَری
میں بھول اور بے وفائی سے بَری ہوں　تو میری جانب آتا ہے تو بدگمانی کرتا ہے

ایں گمانِ بد بَرانجا بَرکہ تو　میشوی در پیشِ ہمچوں خود دو تو
یہ بدگمانی وہاں لے جا جس جگہ کہ تو　اپنے جیسے کے سامنے دہرا ہوتا ہے

بس گرفتی یار و ہمراہانِ زفت　گر ترا پرسم کہ کو گوئی کہ رفت
تو نے بہت سے طاقتور ساتھی اور دوست بنائے　اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا چلے گئے

یارِ نیکت رَفت بر چرخِ بریں　یارِ فسقت رفت در قعرِ زمیں
تیرا نیک ساتھی بلند آسمان پر چلا گیا　تیرا بدکار ساتھی زمین کی گہرائی میں چلا گیا

تو بماندی درمیانہ آنچناں　بے مدد چوں آتشے از کارواں
تو درمیان میں رہ گیا اسی طرح　بے مدد جیسے کہ قافلہ (کی روانگی) کے بعد آگ

دامنِ[3] او گیر اے یارِ دلیر　کو منزہ باشد از بالا و زیر
اے بہادر دوست! تو اس کا دامن پکڑ لے　جو اوپر اور نیچے سے پاک ہو

نے چو عیسیٰؑ سوئے گردوں بر شود　نے چو قاروں در زمیں اندر رَود
نہ تو (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر چڑھ جائے　نہ قارون کی طرح زمین کے اندر چلا جائے

با تو باشد در مکان و لا مکاں　چوں بمانی از سرا و از دکاں
وہ تیرے ساتھ مکان اور لا مکان میں ہو گا　جب تو گھر اور دکان سے اکیلا رہ جائے گا

---

[1] آبِ آتش۔ یعنی پانی آگ کی طرح تباہی کر رہا تھا اور اس کی موجیں پہاڑوں کی چوٹیوں کو برباد کر رہی تھیں۔ چوں شدی۔ جب انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تو اس کو تباہ نہ کرے گا۔ چوں فدائے۔ اس قدر احسانات کے باوجود تو میرے ساتھ وفا نہ کرنے والوں پر کیوں فدا ہوتا ہے۔

[2] من زسہو۔ اللہ ہر قسم کی بھول اور بے وفائی سے پاک ہے۔ ایں گمانِ بد۔ بے وفائی کی بدگمانی انسان سے کی جا سکتی ہے۔ بس گرفتی۔ تو فانی انسانوں سے دوستی کرتا ہے حالانکہ دوستی کے قابل باقی ہے نہ کہ فانی۔ یارِ نیکت۔ انسان تو انسان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے خواہ اچھا ہے یا برا ہے۔ چوں آتشے۔ قافلہ روانہ ہوتے وقت آگ چھوڑ کر چل دیتا ہے۔

[3] دامن او۔ اس ذات سے تعلق پیدا کرو جو بالا و زیر سے پاک ہے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تیرا ساتھ چھوڑ کر بالا یعنی آسمان پر چلا جائے نہ قارون کی طرح زیر زمین چلا جائے۔ با تو باشد۔ جب تک تو جسمانی زندگی گزارے وہ تیرے ساتھ ہو، جب تو روحانی زندگی گزارے اور لا مکان میں ہو وہ تیرے ساتھ رہے۔

Marfat.com

او بر آرد[1] از کدورتہا صفا
وہ کدورتوں سے صفائی نکال لیتا ہے
مَر جفاہائے ترا گیرد وفا
تیری جفاؤں کو وفا فرض کر لیتا ہے

چوں جفا آری فرستد گوشمال
جب تو ظلم کرتا ہے وہ سزا بھیجتا ہے
تاز نقصاں وا رَوی سوئے کمال
تا کہ تو نقصان سے کمال کی طرف روانہ ہو

چوں تو ور دے ترک کردی دَر روش
جب تو عمل میں کوئی معمول ترک کر دیتا ہے
بر تو قبضے آید از رنج و تپش
رنج اور غصہ سے تجھ پر قبض (طاری) ہو جاتا ہے

آں ادب کردن بود یعنی مکن
وہ ادب سکھاتا ہوتا ہے، یعنی نہ کر
ہیچ تحویلے ازاں عہدِ کہن
پرانے عہد میں کوئی تبدیلی

پیش ازاں[2] کایں قبض زنجیرے شود
اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر بنے
ایں کہ دلگیر ست پاگیرے شود
جو (آج) دلگیر ہے وہ پاگیر بن جائے

رنجِ معقولت[2] شود محسوس و فاش
ترا ذہنی رنج محسوس اور واضح ہو جائے گا
تا نگیری ایں اشارت را بہ لاش
خبردار! اس اشارے کو معدوم نہ سمجھنا

در معاصی قبضہا دلگیر شد
گناہوں میں قبض دلگیر بنتا ہے
قبضہا بعد از اجل زنجیر شد
موت کے بعد انقباضی کیفیتیں زنجیر ہو جاتی ہیں

نُعْطِ مَنْ اَعْرَضَ هُنَا عَنْ ذِكْرِنَا
جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اس کو دیں گے
عِیْشَةً ضَنْكًا وَ نَحْشُرُ بِالْعَمٰی
تنگ زندگی اور (قیامت میں) اندھا اٹھائیں گے

دُزد[3] چوں مالِ کساں را می بَرد
چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے
قبض و دل تنگی دلش را می خلد
قبض اور دل تنگی اس کے دل میں کھٹکتی ہے

اُو ہمی گوید عجب ایں قبض چیست
وہ کہتا ہے تعجب ہے یہ قبض کیسا ہے
قبض آں مظلوم کز شرت گریست
یہ قبض اس مظلوم (کی دعا) کا اثر ہے جو تیرے شر سے رو رہا ہے

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند
جب وہ اس قبض کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے
بادِ اصرار آتشش را دم کند
اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی ہے

قبضِ دل قبضِ عواں شد لاجرم
لامحالہ دل کا قبض سپاہی کی گرفت ہو گیا
گشت محسوس آں معانی زد علم
وہ محسوس بن گیا، معنی نے نشان قائم کر دیا

---

1. او بر آرد۔ خدا ہی کی ذات ہے جو انسان کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔ چوں جفا۔ جب انسان کوئی غلطی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تنبیہ فرما کر برائی سے نکال کر بھلائی کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ ورد ے۔ اگر انسان کی کوئی مقررہ عبادت فوت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ انسان میں ایک انقباضی کیفیت پیدا فرما دیتا ہے اور یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ انسان اپنا معمول نہ چھوڑے۔
2. پیش ازاں۔ ترکِ عبادت پر انقباضی کیفیت آخرت میں زنجیر بن جائے گی۔ رنجِ معقول۔ یعنی انقباضی کیفیت جو ایک ذہنی چیز ہے، آخرت میں یہی کیفیت بشکل زنجیر ہو جائے گی۔ نعط۔ یعنی ترکِ عبادت پر انقباضی کیفیت جو ذہنی ہے وہ آخرت میں اندھا پن اختیار کر لے گی۔
3. دزد۔ گناہ پر ایک دل تنگی پیدا ہوتی ہے اور وہ اس معصیت کا اثر ہوتا ہے۔ چوں۔ جب انسان اس گناہ پر اصرار کرتا ہے تو نتیجہ میں وہی دلی تنگی ظاہری گرفت بن جاتی ہے۔

Marfat.com

قبضہا[1] زنداں شدست و چار میخ — قبض بیخ ست و برآرد شاخ بیخ
قبض جیل خانہ اور چار میخ بن گیا ہے — قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ اتار دیتی ہے

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار — قبض و بسطِ خویش را بیخے شمار
جڑ چھپی ہوئی تھی نمایاں ہو گئی — اپنے قبض اور بسط کو جڑ سمجھ

چونکہ بیخ بد بود زودش بکن — تا نہ روید زِشت خارے در چمن
جب جڑ بری ہو، اس کو جلد اکھاڑ دے — تاکہ کوئی بڑا کانٹا چمن میں نہ اگے

قبض دیدی چارۂ آں قبض کن — زانکہ سرہا جملہ می روید زبن
تو نے قبض دیکھ لیا اس قبض کی تدبیر کر — کیونکہ شاخیں سب جڑ سے اگتی ہیں

بسط دیدی[2] بسطِ خود را آب دِہ — چوں بر آید میوہ با اصحاب دِہ
تو نے بسط دیکھا اپنے بسط کو سیراب کر — جب پھل آ جائے تو ساتھیوں کو دے

باز گرد و قصۂ اہلِ سبا — باز گو تا باز گویم مرحبا
پلٹ اور سبا والوں کا قصہ — پھر کہہ تا کہ میں مرحبا پھر کہوں

باقی قصۂ اہلِ سبا

اہلِ سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہلِ صبا بودند خام — کارِشاں کفرانِ[2] نعمت با کرام
وہ (اہلِ) سبا منجملہ بچوں کے بے عقل تھے — ان کا کام بزرگوں کی نعمت سے انکار تھا

باشد آں کفرانِ نعمت در مثال — کہ کنی با محسنِ خود تو جدال
مثلاً کفرانِ نعمت یہ ہوتا ہے — کہ تو اپنے محسن سے جھگڑنے لگے

کہ نمی باید[3] مرا ایں نیکوی — من برنجم زیں چہ رنجہ میشوی
کہ مجھے یہ بھلائی نہیں چاہیے — تو کیا رنجیدہ ہوتا ہے میں اس (تیری بھلائی) سے خود رنجیدہ ہوں

لطف کن ایں نیکوئی را دُور کن — من نخواہم چشم زودم کور کن
مہربانی کر یہ بھلائی مجھ سے دور کر دے — میں آنکھیں نہیں چاہتا ہوں، مجھے جلد اندھا کر دے

پس سبا گفتند باعِدْ بَیْنَنَا — شَیْنُنَا خَیْرٌ لَّنَا خُذْ زَیْنَنَا
تو (اہلِ) سبا نے کہا ہمیں دور دور کر دے — ہمارا عیب ہمارے لیے اچھا ہے، ہماری زینت لے لے

---

[1] قبضہا۔ گناہوں پر یہی انقباضی کیفیت آخرت میں قید خانہ اور سزا کی صورت اختیار کر لے گی۔ بیخ پنہاں۔ یعنی گناہ پر انقباضی کیفیت اور نیکی پر انشراحی کیفیت۔ قبض دیدی۔ گناہ پر انقباضی کیفیت طاری ہو تو اس کا علاج کر کے ازالہ کر لینا چاہیے۔

[2] بسط دیدی۔ نیکی پر انشراحی کیفیت پیدا ہو تو اس میں اضافہ کی کوشش کرنی چاہیے۔ چوں بر آید۔ انشراحی کیفیت میں پھل پیدا ہوں تو احباب کو اس سے فیض پہنچائے۔ ز اہلِ صبا۔ یعنی وہ بچوں کی طرح ناقص عقل تھے۔ کفراں۔ کسی کی نعمت کا کفران یہ بھی ہے کہ محسن کے ساتھ دشمنی کی جائے۔

[3] کہ نمی باید۔ اہلِ سبا نے کفران کی یہ صورت اختیار کی کہ ان نعمتوں کو نعمت نہ سمجھا اور اللہ سے اس کے خلاف تمنا شروع کر دی اور جھگڑا کیا۔ پس سبا۔ اہلِ سبا پر یہ کرم تھا کہ ان کی آبادیاں قریب قریب تھیں تا کہ سفر کی مشقت سے بچیں چاروں طرف سرسبز باغات تھے تا کہ ان سے فائدہ اٹھائیں لیکن انہوں نے ان دونوں چیزوں کو نعمت نہ سمجھا اور اس کے خلاف تمنائیں شروع کر دیں۔

Marfat.com

ما نمی خواہیم ایں ایوان و باغ
ہم یہ قلعے اور باغ نہیں چاہتے ہیں
نے زمانِ خوب نے امن و فراغ
نہ اچھا وقت، نہ امن، نہ فارغ البالی

شہرہا نزدیکِ ہمدیگر بدست
ایک دوسرے سے قریب شہر برے ہیں
آں بیابان ست خوش کانجا ددست
وہ جنگل اچھا ہے، جہاں درندے ہوں

یَطْلُبُ[1] الْاِنْسَانُ فِی الصَّیْفِ الشِّتَآء
انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے
فَاِذَا جَآءَ الشِّتَآءُ اَنْکَرَذَا
جب جاڑا آتا ہے اس کو برا سمجھتا ہے

فَھُوَ لَا یَرْضٰی بِحَالٍ اَبَدًا
وہ کسی حال میں کبھی راضی نہیں ہوتا ہے
لَا بِضِیْقٍ لَا بِعَیْشٍ رَغَدًا
نہ تنگی میں، نہ وسیع عیش میں

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ
انسان غارت ہو، کس قدر ناشکرا ہے
کُلَّمَا نَالَ الْھُدٰی اَنْکَرَہٗ
جب ہدایت پا لیتا ہے اس کا انکار کرتا ہے

نفس زینسان ست زاں شد کشتنی
نفس ایسا ہی ہے اسی وجہ سے وہ گردن زدنی ہے
اُقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ گفت آں سنی
تم اپنے نفسوں کو قتل کرو اس بزرگ نے فرمایا

خار سہ پہلو ست ہر سو کش نہی
یہ گوکھرو ہے اس کو جس جانب سے بھی رکھے گا
در خلد واز زخم او تو کے جہی
وہ چبھے گا اس کے زخم سے تو کب بچے گا

آتشِ ترکِ ہوا در خار زن
خواہش کو ترک کرنے کی آگ کانٹے میں لگا دے
دست اندر یارِ نیکو کارزن
نیکوکار، دوست کو پکڑ لے

چوں زحد بُردند اصحاب سبا
جب سبا والے حد سے تجاوز کر گئے
کہ بہ پیشِ ما وبا[2] بہ از صبا
کہ ہمارے لیے وبا صبا سے بہتر ہے

ناصحاں شاں در نصیحت آمدند
نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کی
از فسوق و کفر مانع می شدند
بدمعاشی اور کفر سے انہوں نے روکا

قصدِ خونِ ناصحاں می داشتند
تو نصیحت کرنے والوں کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے
تخمِ فسق و کافری می کاشتند
بدمعاشی اور کفر کا بیج بوتے تھے

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں
جب قضا آتی ہے یہ دنیا تنگ ہو جاتی ہے
از قضا حلوا شود رنجِ دہاں
قضا سے حلوا منہ کی کلفت بن جاتا ہے

گفت اِذَا جَآءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَآء
فرمایا جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے
تُحْجَبُ الْاَبْصَارَ اِذَا جَآءَ الْقَضَا
اور آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں جب قضا آتی ہے

---

1. یطلب۔ انسانی نفس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ایک حالت پر راضی نہیں رہتا ہے۔ جاڑوں میں گرمیوں کی اور گرمیوں میں جاڑے کی تمنا شروع کر دیتا ہے۔ نفس۔ اسی لیے نفس کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ آں سنی۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ خار سہ پہلو۔ نفس کی مثال گوکھرو کی سی ہے جو کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔ آتش۔ نفس کے خار کو پھونکنے کی تدبیر یہ ہے کہ خواہش کو ترک کر دے۔
2. وبا۔ یعنی اہل سبا نے یہاں تک زیادتی کی کہ وہ وبا کو نسیم سحری سے اچھا کہنے لگے۔ از فسوق۔ نصیحت کرنے والوں نے کفر اور فسق سے روکنا چاہا۔ قصد۔ اہل سبا نصیحت کرنے والوں کی جان کے درپے ہوئے اور کفر و فسق سے باز نہ آئے۔ چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے سامنے انسان مجبور ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

چشم[1] بستہ می شود وقتِ قضا
قضا کے وقت آنکھیں بند ہو جاتی ہیں
تا نہ بیند چشم کُحلِ چشم را
تاکہ آنکھ آنکھ کے سرمہ کو نہ دیکھے

مکر آں فارس چو انگیزید گرد
اس شہسوار (اللہ) کی تدبیر نے جب گرد اڑائی
آں غبارت ز استعانت دُور کرد
(اور) اس غبار نے تجھے مدد حاصل کرنے سے دور کر دیا

سوئے فارس رَو مرو سوئے غبار
شہسوار کی طرف جاؤ غبار کی جانب نہ جا
ورنہ بر تو کوبد آں مکرِ سوار
ورنہ سوار کا داؤں تجھے کچل دے گا

گفت حق آنرا کہ ایں گرگش بخورد
جس کو اس بھیڑیے نے کھا لیا اس کو خدا نے فرمایا
دید گردِ گرگ چوں زاری نکرد
جب اس نے بھیڑیے کی گرد دیکھی فریاد کیوں نہ کی

او نمی دانست گردِ گرگ را
وہ بھیڑیے کے غبار کو نہ پہچان سکا
با چنیں دانش چرا کرد اوچرا
اس قدر عقل کے ہوتے ہوئے وہ کیوں چرتا رہا

گوسفنداں بوئے گرگِ باگزند
بکریاں، تکلیف رساں، بھیڑیے کی بو
می بدانند و بہر سو می خزند
پہچان لیتی ہیں اور ہر جانب گھس جاتی ہیں

مغزِ حیوانات بوئے شیر را
حیوانات کا دماغ شیر کی بو
می بداند ترک می گیرد چرا
جانتا ہے، چراگاہ چھوڑ دیتا ہے

بوئے شیرِ خشم دیدی باز گرد
(اللہ کے) غصہ کے شیر کی بو تو نے سونگھ لی واپس ہو جا
با مناجات و حذر انباز گرد
دعا اور بچاؤ کا ساتھی بن جا

وانگشتند[2] آں گروہ از گردِ گرگ
وہ لوگ بھیڑیے کی گرد کی وجہ سے نہ لوٹے
گرگِ محنت بعدِ گرد آمد سترگ
گرد کے بعد محنت کا موٹا بھیڑیا آ گیا

بردرید آں گوسفنداں را بخشم
اس نے غصہ سے ان بکریوں کو پھاڑ ڈالا
کہ زچوپانِ خرد بستند چشم
جنہوں نے عقل کے گڈریے سے آنکھیں بند کی تھیں

چند چوپاں شاں بخواند و نامدند
گڈریے نے ان کو بہت بلایا، وہ نہ آئے
خاکِ غم در چشمِ چوپاں میزدند
گڈریے کی آنکھ میں غم کی دھول جھونک دی

کہ بروما از تو خود چوپاں تریم
کہ جا ہم تجھ سے زیادہ اپنے رکھوالے ہیں
چوں تبع گردیم ہر یک سروریم
ہم تابع کیسے بن جائیں ہم میں سے ہر ایک سردار ہے

---

[1] چشم۔ سرمہ جو آنکھ کے لیے مفید ہے، اس کو بھی آنکھ نہیں دیکھتی ہے۔ مکر۔ تدبیر۔ فارس۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ سوئے فارس۔ اس وقت اللہ سے مدد مانگنی چاہیے۔ گفت۔ زاری کرنے سے انسان قضا سے بچ جاتا ہے۔ او نمی دانست۔ بکری چرنے میں مشغول رہتی ہے اور بھیڑیے کی گرد کو نہیں دیکھتی۔ گوسفند۔ بکری اور حیوانات اپنی تباہی کے اسباب دیکھ کر بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بوئے۔ جب خدا کے غضب کے آثار پیدا ہو جائیں تو دعائیں کرنی چاہئیں۔

[2] وانگشتند۔ غضب کے آثار کو دیکھ کر بھی جو ہوش میں نہ آیا وہ مصائب میں گرفتار ہوگا۔ چند چوپاں۔ نصیحت کرنے والوں نے ان کو نیکی کی دعوت دی لیکن انہوں نے نہ مانا اور ان کو غمگین کیا۔ کہ برو۔ نصیحت کرنے والوں سے کہا ہم خود اپنی بھلائی کو سمجھتے ہیں، تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں ہے، ہم خود سردار ہیں کسی کے تابع نہیں بن سکتے۔

Marfat.com

طعمۂ گرگیم[1] وآنِ یار نے
ہمیں بھیڑیے کا لقمہ بننا، منظور، ہے دوست کی ہلک ہونا نہیں
ہیزمِ ناریم و آنِ عار نے
ہم آگ کے ایندھن ہیں ذلت کے مملوک نہیں ہیں

حمیتے بد جاہلیت در دماغ
حمیت دماغ میں ایک جاہلیت تھی
بانگِ شومی بَرد منِ شاں کرد زاغ
ان کی کوڑی پر کوے نے بدبختی کی آواز لگائی

بہر مظلوماں ہمی کندند چاہ
انہوں نے مظلوموں کے لیے کنواں کھودا
در چہ افتادند و می گفتند آہ
وہ کنویں میں گرے اور آہیں بھریں

پوستینِ یوسفاں بشگافتند
انہوں نے یوسفوں کی پوستینیں پھاڑیں
آنچہ می کردند یک یک یافتند
انہوں نے جو کچھ کیا ایک ایک (کا بدلہ) پایا

کیست یوسف آں دلِ حق جوئے تو
یوسف کون ہے؟ تیرا حق کا جویاں دل
چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو
جو قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھا ہوا ہے

جبرئیلے[2] رابر اُستن بستۂ
تو نے جبرئیل کو ستون سے باندھا ہے
پرّ و بالش رابصد جا خستۂ
اس کے بال وپر کو تو نے سیکڑوں جگہ سے زخمی کر دیا ہے

پیشِ او گو سالہ بریاں آوری
تو اس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتا ہے
گہ کشی اُورا بکہداں آوری
کبھی اس کو کھینچتا ہے اور چر کے پاس لاتا ہے

کہ بخور انیست مارا لُوت پُوت
کہ کھا لے یہ ہماری لذیذ غذا ہے
نیست اورا جز لقاء اللہ قوت
(حالانکہ) اس کی غذا سوائے اللہ کی ملاقات کے کچھ نہیں ہے

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا
وہ مصیبت زدہ اس شکنجہ اور امتحان کی وجہ سے
میکند از تو شکایت با خدا
خدا سے تیری شکایت کرتا ہے

کاے خدا افغاں ازیں گرگِ کہن
کہ اے خدا اس بوڑھے بھیڑیے سے فریاد ہے
گویدش نک وقت آمد صبر کن
وہ اس سے کہتا ہے اب وقت آ گیا ہے صبر کر

دادِ تو واخواہم از ہر بیخبر
میں ہر جاہل سے تیرا بدلہ لے لوں گا
داد کے دہد جز خدائے داد گر
سوائے منصف خدا کے انصاف کون کرتا ہے

او ہمی گوید کہ صبرم شد فنا
وہ کہتا ہے کہ میرا صبر فنا ہو گیا
در فراقِ روئے تو یا ربنا
اے ہمارے رب تیرے چہرے کے فراق میں

---

1. طعمۂ گرگیم۔ ہمیں ہلاک ہونا منظور ہے تمہاری دوستی کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ہیزم۔ ہلاک ہونا منظور ہے لیکن تمہاری اطاعت نہ کریں گے۔ حمیتے۔ ان کے دماغ میں جاہلیت گھسی ہوئی اور ان پر الو بول رہا تھا۔ بہر مظلوماں۔ وہ مظلوموں پر ظلم کرتے تھے، خود اس ظلم میں پھنس گئے۔ پوستین۔ نصیحت کرنے والوں کو ذلیل کیا اور اس کی سزا انہوں نے بھگتی۔ کیست۔ اہل سبا کے لیے یوسف خود ان کا وہ دل تھا جو طالب حق تھا۔ چوں اسیرے۔ اس دل کو انہوں نے نفس امارہ کا قیدی بنا دیا تھا۔

2. جبرئیلے۔ یعنی روح کو جسم کے ستون سے باندھ دیا ہے اور اس کو زخمی کر دیا ہے۔ پیشِ او۔ اس روح کو مادی غذائیں کھلانا چاہتا ہے۔ کہ بخور۔ روح کی غذا مادی نہیں ہے اس کی غذا ذکر اللہ اور لقاء اللہ ہے۔ زیں شکنجہ۔ روح انسانی، انسان کے اس ظلم وستم کی خدا سے شکایت کرتی ہے۔ گرگ۔ یعنی انسان کا نفس امارہ۔ گویدش۔ خدا اس روح سے فرماتا ہے۔ او ہمی گوید۔ خدا کے صبر دلانے پر روح کہتی ہے کہ اب مجھے جلد اپنے پاس بلا لے۔

Marfat.com

احمدم[1] در مانده در دستِ یہود — صالحم افتاده در حبس ثمود

میں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں جو یہود کے ہاتھ میں پھنسا ہوں — میں صالح (علیہ السلام) ہوں جو ثمود کی قید میں پڑا ہوں

اے سعادت بخش جانِ انبیاءً — یا بکش یا باز خوانم یا بیا

اے انبیاء کی جان کو سعادت بخشنے والے — یا مار ڈال یا مجھے واپس بلا لے یا تو آ جا

با فراقت کافراں را تاب نیست — کایں فراق اندر خورِ اصحاب نیست

تیرے فراق کی کافروں میں بھی تاب نہیں ہے — یہ فراق دوستوں کے لائق نہیں ہے

کافراں گویند در وقتِ عذاب — ہر یکے یا لیتنی[2] کُنْتُ تُرَاب

عذاب کے وقت کافر کہیں گے — ہر ایک، کاش میں مٹی ہوتا

حالِ او ایں ست کو خود زاں سوست — چوں بود بے تو کسے کانِ توست

جو اس جانب کا ہے اس کا یہ حال ہے — تیرے بغیر اس کا کیا حال ہو گا جو تیرا ہے

حق ہمی گوید کہ آرے اے نزہ — لیک بشنو صبر آور صبر بہ

اللہ فرماتا ہے کہ ہاں اے پاک نسل — لیکن سن صبر کر صبر اچھا ہے

صبح نزدیک ست خامش دم مزن — کاندر آمد وقتِ بیروں آمدن

صبح قریب ہے۔ چپ ہو جا سانس نہ لے — کہ باہر نکلنے کا وقت آ پہونچا ہے

صبح نزدیک ست خامش کم خروش — من ہمی کوشم پے تو تو مکوش

صبح نزدیک ہے چپ ہو جا شور نہ کر — میں تیرے لیے کوشاں ہوں تو کوشش نہ کر

کوششِ من بہ کہ کوششہائے تو — داروئے تلخم بہ از حلوائے تو

تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے — تیرے حلوے سے میری کڑوی دوا بہتر ہے

ہیں تحمل کن برو خاموش شو — کم ترک جنباں زباں رو گوش شو

ہاں برداشت کر، جا چپ ہو جا — زبان نہ چلا، جا کان بن جا

شد ز حد ہیں باز گرد اے یارِ گرد — روستائی خواجہ را در خانہ بُرد

(بات) حد سے گذر گئی اے بہادر یار! واپس چل — دیہاتی خواجہ کو گھر لے گیا

قصۂ اہل سبا یک گوشہ نہ — آں بگو کاں خواجہ چوں آمد بدہ

سبا والوں کا قصہ ایک طرف رکھ دے — وہ بتا کہ خواجہ کس طرح گاؤں میں آیا

بقیہ قصہ رفتنِ خواجہ بدعوتِ روستائی بدہ

دیہاتی کی دعوت پر خواجہ کے گاؤں جانے کا قصہ کا بقیہ

---

1. احمدم۔ یعنی روح کہتی ہے مجھے نفس کے ہاتھوں مادی تکالیف برداشت کرنا پڑ رہی ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کے ہاتھوں اور حضرت صالح علیہ السلام کو ثمود کے ہاتھوں برداشت کرنا پڑی تھیں۔ یا بکش۔ روح کہتی ہے اب فراق کی برداشت نہیں ہے یا مجھے فنا کر دے یا مجھے اپنے پاس بلا لے یا تو میرے پاس آ جا۔ بافراقت۔ خدا سے جدائی کی صورت کافر بھی برداشت نہ کر سکیں گے چہ جائیکہ مومن برداشت کرے۔

2. یا لیتنی۔ یعنی فراق کے وقت کافر اپنے فنا ہونے کی تمنا کریں گے۔ حالِ او۔ یعنی فراق میں بیگانوں کا یہ حال ہے تو اپنوں کا کیا حال ہوگا۔ نزہ۔ منزہ، بزرگوار۔ صبح نزدیک ست۔ سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی تسلی کے لیے کہا تھا اب صبح قریب ہے ان بدکاروں سے تیرا بدلہ لے لیا جائے گا۔

Marfat.com

رُوستائی در تملق[1] شیوہ کرد — تا کہ حزمِ خواجہ را کالیوہ کرد
دیہاتی نے خوشامد کا ایسا طریقہ اختیار کیا — کہ خواجہ کی ہوشیاری کو دیوانہ بنا دیا

از پیام اندر پیام او خیرہ شد — تا زُلالِ حزمِ خواجہ تیرہ شد
وہ پیغام در پیغام سے حیران ہو گیا — یہاں تک کہ خواجہ کی احتیاط کا صاف پانی گدلا ہو گیا

ہم ازینجا کودکانش در پسند — زرتع و نلعب بشادی می زدند
ساتھ ہی ادھر سے اس کے بچے خوشی میں — "ہم کھائیں گے ہم کھیلیں گے" کا شادیانہ بجاتے تھے

ہمچو یوسفؑ کش ز تقدیرِ عجب — زرتع و نلعب بہ بُرواز ظلِ اَب
(حضرت) یوسف علیہ السلام کی طرح جن کو عجیب تقدیر کی وجہ سے — "ہم کھائیں گے ہم کھیلیں گے" نے باپ کے سایہ سے محروم کر دیا

آں نہ بازی بلکہ جانبازیست آں — حیلہ و مکر و دغا سازیست آں
یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان پر کھیلنا ہے — یہ حیلہ اور مکر اور دغابازی ہے

ہر چہ از یارت جدا اندازد آں — مشنو آں را کاں زیاں دارد زیاں
جو تجھے دوست سے دور پھینک دے — اس کو نہ سن کیونکہ بربادی ہے بربادی

گر بود آں سود صد در صد مگیر — بہرِ زر مگسل ز گنجور اے فقیر
اگر وہ ہزاروں کا فائدہ ہو تب بھی نہ لے — اے فقیر! سونے کے لیے خزانچی سے تعلق نہ توڑ

ایں شنو[2] کہ چند یزداں زجر کرد — گفت اصحابِ نبیؐ را گرم و سرد
یہ سنو کہ اللہ نے کس قدر ملامت کی — نبی ﷺ کے ساتھیوں کو برا بھلا کہا

زانکہ بربانگِ دہل در سالِ تنگ — جمعہ را کردند باطل بے درنگ
کیونکہ تنگی کے ایک سال میں نقارے کی آواز پر — بلا توقف انہوں نے جمعہ کی نماز توڑ دی

تانباید دیگراں ارزاں خرند — زاں جلب صرفہ زما ایشاں برند
تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سستا خرید لیں — اس سودے کا فائدہ وہ ہم سے زیادہ اٹھا لیں

ماند پیغمبرؐ بخلوت در نماز — با دو سہ درویش ثابت پُر نیاز
پیغمبر ﷺ نماز میں اکیلے رہ گئے — ان دو تین غریبوں کے ساتھ جو عاجزی پر قائم رہے

---

1. تملق۔ خوشامد، چاپلوسی۔ شیوہ۔ طریقہ، عادت۔ کالیوہ۔ احمق، دیوانہ۔ خیرہ۔ حیران۔ زرتع و نلعب۔ "ہم کھائیں گے اور کھیلیں گے"۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سازش کرتے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا تھا۔ ظل اب۔ انہی جملوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے سایہ پدری سے محروم کر دیا تھا۔ آں نہ بازی۔ یہ کھیل کی دعوت نہ تھی بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جان لینے کی بازی تھی، حیلہ اور مکر اور دغابازی تھی۔ ہر چہ۔ جو بات بھی دوست سے جدائی کا سبب بنے، اس کو نہ سننا چاہیے۔ گر بود۔ معمولی فائدے کے لیے بڑا نقصان گوارا نہ کرنا چاہیے۔

2. ایں شنو۔ سورہ جمعہ میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے ایک بار مدینہ میں گیہوں کا آٹا فروخت کرنے والا قافلہ آیا۔ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ پڑھا رہے تھے، صحابہ آٹا خریدنے کے شوق میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھاتے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم مورد عتاب بنے۔ انہوں نے تھوڑے فائدے کی خاطر بڑا نقصان کیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بعض علما کا خیال ہے کہ یہ دوران نماز کا قصہ نہیں ہے بلکہ خطبہ کے دوران یہ قصہ ہوا تھا۔ جمعہ را۔ یعنی نماز جمعہ، بہتر یہی ہے کہ اس سے خطبہ جمعہ مراد لیا جائے۔ جلب۔ تجارت کا مال جو کسی دوسرے شہر میں لے جایا جائے۔ دوسہ۔ دس بارہ صحابہ سے زیادہ موجود رہے تھے۔

Marfat.com

کوفت طبل لہو با زر گاتیے　چونتاں ببرید از ربانیے[1]
ایک تاجر نے تفریح کا نقارہ پیٹا　تم کیوں ربانی (رسول) سے کٹے

قد فضضتم نحو قمح ھائما　ثم خلیتم نبیا قائما
تم لوٹ پڑے گیہوں کی جانب دیوانہ وار　پھر تم نے نبی کو کھڑا چھوڑ دیا

بہرِ گندم تخمِ باطل کاشتید　واں رسولِ حقؑ را بگذاشتید
گیہوں کے لیے تم نے باطل کا بیج بویا　اور اس خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا

صحبتِ اُو خیر من لہوست و مال　ہیں کرا بگذاشتی چشمے بمال
اس کی صحبت مال اور کھیل کود سے بہتر ہے　خبردار کس کو چھوڑا ہے، آنکھ مل

خود نشد حرصِ شمارا ایں یقیں　کہ منم رزاق خیر الرازقیں
تمہاری حرص کو یہ یقین نہ آیا　کہ میں رازق رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہوں

آنکہ گندم را زخود روزی دہد　کے توکلہات را ضائع کند
جو گیہوں کو بھی خود روزی دیتا ہے　وہ تیرے توکلوں کو کب ضائع کرے گا

از پے گندم جدا گشتی ازاں　کہ فرستادست گندم ز آسماں
تو گیہوں کے لیے اس سے جدا ہو گیا　جس نے گیہوں آسمان سے بھیجا ہے

کمتر از بط نیستی آخر در آب　کو دہد مر بازِ[2] داعی را جواب
آخر تو پانی کی بطخ سے کم نہیں ہے　جو دعوت دینے والے باز کو جواب دیتی ہے

دعوت کردن باز بطاں را از آب بصحرا و جوابِ بطاں

باز کا بطخوں کو پانی سے جنگل کی دعوت دینا اور بطخوں کا جواب

باز گوید بط را کز آب خیز　تا بہ بینی دشتہا را قند ریز
باز بطخ سے کہتا ہے کہ پانی سے نکل　تاکہ تو جنگلوں کو شکر بکھیرنے والا دیکھے

بطِ عاقل گویدش کاے باز دور　آب ما را حصنِ امن ست و سرور
عقلمند بطخ اس سے کہتی ہے کہ اے باز جا　پانی ہمارے لیے امن اور خوشی کا قلعہ ہے

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب　ہیں بہ بیروں کم روید از حصنِ آب
اے بطخ! شیطان کی مثال باز کی سی ہے جلدی کرو　خبردار! پانی کے قلعہ سے باہر نہ نکلنا

باز را گوید رَو رَو باز گرد　از سرِ ما دست دار اے پائمرد
باز سے کہہ دو، جا جا واپس ہو جا　اے مددگار! ہمارے سر سے دست بردار ہو جا

---

[1] ربانی۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بہر گندم۔ قافلہ کے طبل پر گیہوں کا آٹا خریدنے چلے گئے تھے۔ چشمے بمال۔ آنکھ مل کر غور سے دیکھ۔ خود نشد۔ اپنے رزق کے لیے خود دوڑ پڑے حالانکہ رزاق میں ہوں۔ آنکہ۔ خدا تو وہ ہے جو رزق کو بھی رزق دیتا ہے۔ ازاں۔ نبی سے جدا ہونا خدا سے جدا ہونا تھا۔ کمتر از بط۔ بطخوں نے باز کی دعوت پر بڑے فائدے کو نہ چھوڑا، انسان تھوڑے فائدے کے لیے بڑا نقصان کر بیٹھتا ہے۔

[2] باز۔ باز خشکی کا پرندہ ہے اور بطخیں آبی ہیں، باز نے بطخوں کو جنگل کی دعوت دی۔ دشتہا۔ جنگلوں میں عمدہ خوراک ہے۔ دیو۔ شیطان انسان کے لیے ایسا ہے جیسا کہ باز بطخوں کے لیے تھا۔ باز را۔ جب شیطان لالچ دلائے، اس کو دھتکار دو۔

Marfat.com

ما بری از دعوتت دعوت ترا — مانہ نوشیم ایندم تو[1] کافرا

ہم تیری دعوت سے بری ہیں، تیری دعوت تجھے (مبارک ہو) — اے کافر ہم تیرا یہ مکر نہ قبول کریں گے

حصنِ مارا قند و قندستاں ترا — ماںخواہیم ہدیہ ات بُستاں ترا

قلعہ ہم کو اور قند و قندستان تجھے (مبارک ہو) — ہم تیرے ہدیہ کے خواہشمند نہیں ہیں باغ تجھے (مبارک ہو)

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم — چونکہ لشکر ہست کم ناید علم

جب جان ہے روزی کی کمی نہ ہو گی — جبکہ لشکر ہے، جھنڈے کم نہ ہوں گے

رجوع بحکایت خواجہ و رُوستائی

خواجہ اور دیہاتی کے قصہ کی طرف واپسی

خواجۂ حازِم بسے عذر آورید — بس بہانہ کرد با دیوِ مُرید

پختہ کار خواجہ نے بہت عذر کیے — سرکش شیطان سے بہت بہانے کیے

گفت ایں دم کارہا دارم مہم — گر بیایم آں نگردد منتظم

کہا اس وقت میں بہت ضروری کام رکھتا ہوں — اگر میں چلا جاؤں گا ان کا انتظام نہ ہو سکے گا

شاہ کارِ نازکم فرمودہ است — زانتظارم شاہ شب نغنودہ است

بادشاہ نے مجھے ایک نازک کام کا حکم فرمایا ہے — میرے انتظام میں وہ رات بھر نہیں سویا ہے

من نیارم ترکِ امرِ شاہ کرد — من نتانم شد بر شہ روئے زرد

میں بادشاہ کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتا — میں بادشاہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا

ہر صباح و ہر مسا سرہنگِ خاص — میرسد ازمن ہمی جوید مناص[2]

ہر صبح اور ہر شام ایک خاص سپاہی — آتا ہے اور مجھ سے خلاصی چاہتا ہے

تو رواداری کہ آیم سوئے دِہ — تا در ابرو افگند سلطاں گرہ

تو مناسب سمجھتا ہے کہ میں گاؤں کی جانب آؤں — یہاں تک کہ بادشاہ پیشانی پر گرہ ڈالے

بعد ازاں درمانِ خشمش چوں کنم — زندہ خود رازیں مگر مدفوں کنم

اس کے بعد اس کے غصہ کا کیا علاج کروں؟ — ہاں اس سے اپنے آپ کو زندہ دفن کروں

زیں نمط اُو صد بہانہ باز گفت — حیلہا با حکمِ حق نفتاد جفت

اس طرح کے اس نے سیکڑوں بہانے بنائے — (لیکن) حیلے حکمِ خداوندی کے مطابق نہ ہو سکے

گر شود ذرّاتِ عالم حیلہ پیچ — با قضائے آسماں ہیچ ست ہیچ

اگر تمام دنیا کے ذرے حیلہ گری کریں — آسمان کے فیصلہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں

---

[1] ایندم تو۔ یہ تیرا دھوکا ہے ہم اس میں نہ پھنسیں گے۔ چونکہ۔ روزی کے بارے میں انسان کو توکل سے کام لینا چاہیے۔ علم۔ جھنڈا۔ حازم۔ پختہ کار، ہوشیار۔ دیو مرید۔ سرکش، شیطان یعنی دیہاتی۔ کار نازک۔ نازک کام۔ روئے زرد۔ یعنی بادشاہ کا کام نہ کرسکوں گا تو شرمندگی ہوگی۔

[2] مناص۔ چھٹکارے کی جگہ۔ گرہ۔ یعنی بادشاہ ناراض ہو جائے گا۔ مدفون۔ یعنی بادشاہ ناراض ہو کر زندہ درگور کر دے گا۔ جفت۔ یعنی اس کے بہانے تقدیر خداوندی کا مقابلہ نہ کر سکے اور اس کو گاؤں جانا پڑا۔ گرشود۔ قضا کے بالمقابل انسان مجبور ہے۔

Marfat.com

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں — چوں کند او خویش را ازوے نہاں
یہ زمیں آسمان سے کیسے گریز کرے — یہ اپنے آپ کو اس سے کیسے چھپائے

ہر چہ آید زآسماں سوئے زمیں — نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں
جو کچھ آسمان سے زمین پر آتا ہے — (اس سے) نہ مفر ہے نہ کوئی تدبیر نہ چھپنے کی جگہ

آتش[1] از خورشید می بارد برو — او بہ پیشِ آتشش بنہادہ رُو
سورج سے اس پر آگ برتی ہے — وہ اس کی آگ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے

در ہمی طوفاں کند باراں برو — شہر ہا را میکند ویراں برو
وہ اگر اس پر بارش کا طوفان برسائے — اس پر شہروں کو ویران کرے

او شدہ تسلیم او ایوبؑ وار — کہ اسیرم ہر چہ می خواہی بیار
وہ (حضرت) ایوبؑ کی طرح اپنے آپ کو اس کے سپرد کئے ہوئے ہے — کہ میں قیدی ہوں تو جو چاہے کر

اے کہ جزوِ ایں زمینی سرکش — چونکہ بینی حکمِ یزداں در مکش
اے وہ کہ تو اس زمین کا جزو ہے سرکشی نہ کر — جب تو خدا کا حکم (آتا) دیکھے دروازہ نہ بند کر

چوں خَلَقنَا کُمْ شنیدی مِنْ تُرَاب — خاک باشی جست از تو رُو متاب
جبکہ تو نے، ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے، سن لیا ہے — اس نے تجھ سے خاک بن جانا چاہا ہے، روگردانی نہ کر

بیں کہ اندر خاک تخمے کاشتم — گرد خاکی و منش افراشتم
دیکھ لے میں نے مٹی میں بیج بویا — وہ خاکی بنا اور میں نے اس کو بلند کیا

حملۂ دیگر[2] تو خاکی پیشہ گیر — تا کنم بر جملہ میرانت امیر
دوسری بار تو خاکی ہونا اختیار کر — تاکہ میں تجھے تمام سرداروں کا سردار بنا دوں

آب از بالا بہ پستی در رَوَد — آنگہ از پستی ببالا بر رَوَد
پانی بلندی سے پستی میں جاتا ہے — تب پستی سے بلندی پر جاتا ہے

گندم از بالا بزیرِ خاک شد — بعد ازاں او خوشۂ چالاک شد
گیہوں بلندی سے مٹی کے نیچے گیا — اس کے بعد وہ لہلہاتا خوشہ بنا

دانۂ ہر میوہ چوں گردد دفیں — بعد ازاں سَرہا بر آرد از زمیں
ہر پھل کا دانہ جب گڑتا ہے — اس کے بعد زمین سے سر ابھارتا ہے

اصلِ نعمتہا گردوں تابخاک — زیر آمد شد غذائے جانِ پاک
تمام نعمتوں کی اصل آسمان سے مٹی تک — نیچے آئی، تو پاک جان کی غذا بنی

---

[1] آتش۔ زمین سورج کی تپش برداشت کرنے پر مجبور ہے، اسی طرح انسان قضا کے مقابلہ میں لاچار ہے۔ ایوبؑ وار۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر مشہور ہے۔ اے کہ جزو۔ انسان مٹی سے بنا ہے۔ خلقنا کم۔ قرآن پاک میں ہے اے انسانو، ہم نے تمہیں زمین کی مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں ہم لوٹائیں گے۔ بیں۔ خاکساری کے بعد سرخروئی حاصل ہوتی ہے۔ بیج مٹی میں مل کر نشوونما پاتا ہے۔

[2] حملۂ دیگر۔ انسانی خاکی پیکر اختیار کیا، دوبارہ وہ خاکی بنے گا تو بڑے مراتب حاصل کرلے گا۔ ببالا۔ پانی پھر بھاپ بن کر بلندی کی طرف جاتا ہے یا کنویں سے اوپر نکالا جاتا ہے اور انسان کا جزو بنتا ہے۔ گندم۔ گیہوں کا دانہ مٹی میں ملتا ہے پھر ہرا بھرا خوشہ بن کر ابھرتا ہے۔ اصل نعمتہا۔ پانی آسمان سے برسا پھر زمین سے نکل کر انسان کا جزو بنا اور انسانی صفات اختیار کر کے عرش تک پہنچا۔

Marfat.com

از تواضع چوں زگردوں شد بزیر
گشت جزوِ آدمی حی دلیر
تواضع کی وجہ سے جب وہ آسمان سے نیچے آیا
تو وہ زندہ دلیر انسان کا جزو بن گیا

پس صفاتِ آدمی شد آں جماد
بر فرازِ عرش پراں گشت شاد
تو وہ بے جان آدمی کی صفات سے (موصوف) ہو گیا
خوش ہو کر آسمان کی بلندی پر اڑ گیا

کز جہانِ زندہ[1] اوّل آمدیم
باز از پستی سوے بالا شدیم
ہم پہلے زندہ جہان سے آئے
پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے

جملہ اجزا در تحرک در سکون
ناطقاں کہ اِنَّآ اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡن
تمام اجزا حرکت اور سکون میں
کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

ذکر و تسبیحاتِ اجزائے نہاں
غلغلے افگند اندر آسماں
پوشیدہ اجزاء کے ذکر اور تسبیح نے
آسمان میں غلغلہ ڈال دیا

چوں قضا آہنگ نارنجات کرد
روستائی شہری را مات کرد
جب قضا نے ظلم کرنے کا ارادہ کیا
دیہاتی نے شہری کو مات دے دی

باہزاراں حزم خواجہ مات شد
زاں سفر در معرضِ آفات شد
ہزاروں احتیاطوں کے باوجود خواجہ ہار گیا
اور اس سفر سے آفتوں میں پھنس گیا

اعتمادش بر ثباتِ خویش بود
گر چہ کُہ بد نیم سیلش در رَبود
اس کو اپنی ثابت قدمی پر بھروسہ تھا
اگرچہ پہاڑ تھا اس کو آدھا سیلاب بہا لے گیا

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر
عاقلاں گردند جملہ کور و کر
قضا جب آسمان سے سر نکالتی ہے
سب عقلمند اندھے بہرے ہو جاتے ہیں

ماہیاں اُفتند از دریا بُروں
مُرغِ پرّاں گردد از دامے زبوں
مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں
اڑنے والا پرند ایک جال سے عاجز آ جاتا ہے

تا پری و دیو در شیشہ شود
بلکہ ہاروتے ببابل در رَود
یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہو جاتے ہیں
بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے

جز کسے[2] کاندر قضا اندر گریخت
خونِ اُو را ہیچ تربیعے نریخت
سوائے اس کے جو قضا کی پناہ میں آ گیا
کوئی تربیع اس کا خون نہ بہا سکی

غیر آنکہ در گریزی در قضا
ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا
سوائے اس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے
کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی

---

[1] جہانِ زندہ۔ یعنی عالم ارواح۔ سوئے بالا۔ عالم ارواح۔ ذکر و تسبیحات۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ اعتمادش۔ شہری کو اپنی عقل پر گھمنڈ تھا۔ در شیشہ۔ جن اور پری کو بوتل میں بند کر لینے کا ایک شاعرانہ اور عامیانہ تخیل ہے۔

[2] جز کسے۔ ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا نَحۡنُ نَفِرُّ مِنۡ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ ہم اللہ کی قضا سے اللہ ہی کی قضا کی طرف فرار اختیار کرتے ہیں۔ تربیع۔ کسی شخص کے طالع کے دونوں ستاروں کا اس طرح جمع ہونا کہ ایک دوسرے کے اعتبار سے چوتھے خانے میں ہو، یہ صورت اس شخص پر منحوس اثرات ڈالتی ہے۔

Marfat.com

قصۂ اصحابِ ضروان[1] و حیلہ کردنِ ایشاں تا بے زحمت فقیراں باغہا را قطاف کنند

ضروان والوں کا قصہ اور ان کا تدبیر کرنا تاکہ فقیروں کی زحمت سے بچ کر وہ باغوں کے پھل توڑیں

قصۂ اصحابِ ضرواں خواندۂ — پس چرا حیلہ جوئی ماندۂ
تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے — پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟

حیلہ می کردند کژدم نیش چند — کہ برند از روزیِ درویش چند
چند بچھو جیسے ڈنک والے تدبیر کرتے تھے — کہ چند فقیروں کی روزی مار لیں

شب ہمہ شب می سگالیدند مکر — روئے در رو کردہ چندیں عمرو بکر
تمام رات مکر اور حیلے سوچتے رہے — آمنے سامنے ہو کر بہت سے عمرو بکر

خفیہ می گفتند سِرّہا آں بداں — تا نباید گہ خدا دریابد آں
ان نالائقوں نے راز مخفی طور پر کہے — تا کہ خدا ان کو نہ جان لے

باگِل اندایندہ اسگالید گِل — دست کارے می کند پنہاں ز دل
کھگل نے کھگل کرنے والے کے خلاف سوچا — ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرتا ہے؟

کَیْفَ[2] لَا یَعْلَمُ ھَوَاکَ مَنْ خَلَقْ — اِنَّ فِیْ نَجْوَاکَ صِدْقًا اَمْ مَلَقْ
تیری خواہش کو کیسے نہ جانے گا جس نے پیدا کیا — تیری خفیہ باتوں میں سچائی ہے یا جھوٹ

کَیْفَ یَغْفُلُ عَنْ ظَعِیْنٍ رَغَدًا — مَنْ یُّعَایِنُ اَیْنَ مَثْوَاہُ غَدًا
خوش عیش ہودج نشین سے وہ کیسے ناواقف ہو گا — جو دیکھ رہا ہے کل کو اس کا ٹھکانا کہاں ہے

اَیْنَمَا قَدْ ھَبَطَا اَوْ صَعِدَا — قَدْ تَوَلَّاہُ وَاَحْصٰی عَدَدَا
کہاں وہ نشیب میں اتری کہاں اونچائی پر چڑھی — وہ اس کا نگراں ہے اور اس نے شمار کر لیا ہے

گوش کن اکنوں حدیثِ خواجہ را — کو سوئے دِہ چوں شد و دید اُو جزا
اب خواجہ کی بات سن — کہ وہ دیہات کی جانب کیسے گیا اور اس نے سزا بھگتی

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن — استماعِ ہجرِ آں غمناک کن
اب کان کو غفلت سے پاک کر لے — اس غمناک کی ہجرت (کا قصہ) سن

تا چہا دید از بلا و از عنا — در رہِ دِہ چوں شد از شہر او جدا
اس نے کس قدر بلا اور مشقت دیکھی — گانوں کے راستہ میں جب وہ شہر سے جدا ہوا

---

[1] ضروان۔ یمن میں صنعا کے قریب ایک گاؤں ہے اس کے باشندوں کا یہ قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ حیلہ کردند۔ فقرا کو محروم کرنے کی تدبیر سوچی۔ خفیہ۔ آہستہ سرگوشی اس لیے کر رہے تھے کہ خدا ان کی سازش کو نہ سن سکے۔ گِل۔ کھگل، کھگل کرنے والے سے اپنا راز نہیں چھپا سکتی نہ ہاتھ دل سے اپنا کام مخفی رکھ سکتا ہے۔

[2] کیف۔ قرآن پاک میں ہے اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ " بے شک وہ اللہ جانتا ہے ان کو جن کو اس نے پیدا کیا ہے، وہ مہربان اور باخبر ہے۔" ظعین۔ ہودج نشین، سواری۔ مثویٰ۔ ٹھکانا۔ عنا۔ مشقت۔ آں ز کاتے۔ کسی غمناک کی داستان سن لینا اس پر بہت بڑا احسان ہوتا ہے اس کے دل کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

آں زکاتے داں کہ غمگیں را دہی
اس کو ایک زکوٰۃ سمجھ جو تو غمزدہ کو دے رہا ہے
گوش را چوں پیشِ دستانش[1] نہی
جب تو کان اس کی داستان پر دھرے

بشنوی غمہائے رنجورانِ دل
دل کے بیماروں کا غم سن لے
فاقۂ جانِ شریف از آب و گل
آب و گل (میں پھنسنے) سے شریف جان کا فاقہ ہے

خانہ پُر دُود دارد پُر فنے
صاحب ہنر کا گھر (دل) دھویں سے بھرا ہوا ہے
مَر وُرا بکشا ز اِصغا روزنے
اس کی بات سننے کے لیے (کان کے) سوراخ کھول دے

گوشِ تو او را چو راہِ دم شود
جب تیرا کان اس کے سانس لینے کا راستہ بن جائے
دُودِ تلخ ز خانۂ اُو کم شود
کڑوا دھواں اس کے گھر میں سے کم ہو جائے

غمگساری کن تو باما اے روی
اے سیراب! ہماری غمگساری کر
گر بسوئے ربِ اعلیٰ می رَوی
اگر تو ربِ اعلیٰ کی طرف جا رہا ہے

ایں تردُّد حبس و زندانی بوَد
یہ تردد قید اور قیدی ہے
کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رَود
جو نہیں چھوڑتا کہ جان کسی طرف جائے

ایں بدیں سو آں بداں سو می کشد
یہ اس جانب وہ اس جانب کھینچتا ہے
ہر یکے گوید منم راہِ رَشد
ہر شخص کہتا ہے، میں ہدایت کا راستہ ہوں

ایں تردُّد عقبہ راہِ حق ست
یہ تردد اللہ کے راستہ کی گھاٹی ہے
اے خنک آنکس کہ پایش مطلق ست
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کا پیر آزاد ہے

بے تردُّد می رَود در راہِ راست
وہ سیدھے راستہ پر بغیر تردد جا رہا ہے
رہ نمیدانی بجو گامش کجاست
(اگر) تو راستہ نہیں جانتا ہے جا اس کا نشانِ قدم معلوم کر لے

گام[2] آہو را بگیر و رَو معاف
تو ہرن کے (نشانِ) قدم پکڑ لے اور عافیت سے چل دے
تا رَسی از گامِ آہو تا بناف
تاکہ تو ہرن کے نشان قدم سے نافہ تک پہونچ جائے

زیں روش براوجِ انور می رَوی
اس رفتار سے تو روشن بلندی پر جا رہا ہے
اے برادر گر بر آذر می رَوی
اے بھائی! اگر تو آگ پر چل رہا ہے

نے ز دریا ترس و نے از موج و کف
نہ دریا سے ڈر، نہ موج سے، نہ جھاگ سے
چوں شنیدی تو خطابِ لَا تَخَفْ
جب تو نے "نہ ڈر" کا خطاب سن لیا ہے

لَا تَخَفْ داں چونکہ خوفت داد حق
جبکہ تجھے اللہ نے خوف دیا جو تو اپنے آپ کو لاتخف (کا مصداق) سمجھ
ناں فرستد چوں فرستادت طبق
وہ روٹی بھیج دے گا جبکہ اس نے تجھے طباق دیا ہے

---

[1] دستاں۔ داستان۔ خانہ۔ اس کا دل غم کے دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ تیرا سننا گویا ایک سوراخ ہے جس کے ذریعہ اس کے دل کا دھواں خارج ہوتا ہے۔ روی۔ سیراب یعنی جبکہ تیرا سلوک راہِ حق پر ہے اور عروج حاصل ہے تو ہمیں بھی معیت کا شرف بخش دے۔ تردُّد۔ تردد کی کیفیت عروج کے لیے مضر ہے۔ عقبہ۔ گھاٹی جس سے عبور دشوار ہوتا ہے۔ پایش۔ یعنی تردُّد کی کیفیت اس کو سلوک سے مانع نہیں ہے۔ اس کا اتباع کرلے۔

[2] گام۔ ہرن کا نافہ حاصل کرنا ہے تو اس کے نقشِ قدم پکڑ کر چلنے سے بالآخر اس کا نافہ حاصل ہو جائے گا آثار سے ہی ذات تک رسائی ہوگی۔ برآذر۔ یعنی مجاہدات کی سختی۔ لَاتَخَفْ۔ جبکہ اللہ کی جانب سے بشارت حاصل ہوگئی تو راہ کی مشکلات سے نہ ڈرنا چاہیے۔

Marfat.com

خوف[1] آنکس راست کورا خوف نیست　　غصہ آنکس راکش اینجا طوف نیست

ڈر اس کے لیے ہے جس کو ڈر نہیں ہے　　غم اس کے لیے ہے جس کو یہاں طواف (کا موقع) نہیں ہے

رواں شدنِ خواجہ بسوئے دِہ باعیالاں

خواجہ کا بچوں کے ساتھ گاؤں کو روانہ ہونا

خواجہ درکار آمد و تجہیز ساخت　　مُرغِ عزمش سوئے دِہ اشتاب تاخت

خواجہ کام میں لگا اور سامان تیار کیا　　اس کے ارادہ کا پرند جلد گاؤں کی جانب روانہ ہوا

اہل و فرزنداں سفر را ساختند　　رَخت را برگاوِ عزم انداختند

اہل اور اولاد نے سفر کی تیاری کر لی　　سامان ارادے کے بیل پر لاد دیا

شاد مانان و شتاباں سوئے دِہ　　کہ بَرے خوردیم از دِہ مژدہ دہ

خوشی خوشی جلدی سے گاؤں کی جانب　　کہ ہم نے گاؤں کے پھل کھانے ہیں خوشخبری سنا

مقصدِ مارا چراگاہِ خوش ست　　یارِ ما آنجا کریم و دلکش ست

ہمارے مقصد کے لیے عمدہ چراگاہ ہے　　اس جگہ ہمارا دوست سخی اور دلنواز ہے

با ہزاراں آرزو ماں خواندہ است　　بہرِ ما غرسِ کرم بنشاندہ است

اس نے ہمیں ہزاروں تمناؤں سے بلایا ہے　　اس نے ہمارے لیے سخاوت کا پودا لگایا ہے

ما ذخیرہ[2] دِہ زمستانِ دراز　　ازبرِ او سوئے شہر آریم باز

ہم دس لمبے جاڑوں کے لیے سامان　　اس کے پاس سے شہر لے آئیں گے

بلکہ باغ ایثارِ راہِ ما کند　　درمیانِ جانِ خود ماں جا کند

بلکہ وہ باغ ہمارے لئے قربان کر دے گا　　اپنی جان میں ہماری جگہ بنائے گا

عَجِلُوْا اَصْحَابَنَا کے تَرْبَحُوْا　　عقل می گفت از دروں لَا تَفْرَحُوْا

ہمارے ساتھیو! جلدی کرو تا کہ نفع اٹھاؤ　　اندر سے عقل کہتی تھی "خوش نہ ہو"

مِنْ رِّبَاحِ اللّٰہِ کُوْنُوْا رَابِحِیْن　　اِنَّ رَبِّیْ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْن

اللہ کے نفع سے نفع اٹھانے والے بنو　　بے شک میرا خدا خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے

اِفْرَحُوْا ھَوْنًا بِمَا اٰتَاکُمْ　　کُلُّ اٰتٍ مُشْغِلٌ اَلْھَاکُمْ

اس پر ہلکے سے خوش ہو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے　　ہر آنے والی خبر مشغول کرنے والی ہے جس نے تمہیں غافل بنایا

شاد ازوے شو مشو از غیرِ وَے　　کو بہارست و دگرہا ماہِ دے

اس سے خوش ہو اس کے غیر سے نہ ہو　　کیونکہ وہ (موسم) بہار ہے، دوسرے ماگھ کا مہینہ

---

[1] خوف۔ خوف کا طاری ہونا یہ علامت ہے کہ لَا تَخَفْ کا مقام حاصل ہوگا جو خوف سے بالکل خالی ہے۔ یہ اس کی محرومی کی دلیل ہے۔ برے۔ یعنی قسم قسم کے پھل۔ مژدہ۔ خوشخبری۔ چراگاہِ خوش۔ دلکش سبزہ زار۔ یار۔ یعنی دعوت دینے والا دیہاتی۔ غرس۔ پودا۔

[2] ما ذخیرہ۔ یعنی اس گاؤں سے جاڑوں کے لیے بہت سے تحفے لے کر لوٹیں گے۔ عقل۔ چونکہ گاؤں پہنچ کر محرومی اور مایوسی ہوگی۔ اِفْرَحُوْا۔ یعنی دنیا کی لذتیں زیادہ خوشی کا سبب نہ ہونی چاہییں۔ دگرہا۔ دنیاوی خوشیاں فانی ہیں۔

Marfat.com

هر چہ غیرِ اوست استدراجِ[1] تست
گرچہ تخت و ملکِ تست و تاجِ تست
جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ تیرا استدراج ہے
خواہ وہ تیرا تخت اور سلطنت ہو اور تیرا تاج ہو

شاد از غم شو کہ غم دامِ لقاست
اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست
غم سے خوش ہو کیونکہ وہ لقا (خداوندی) کا ذریعہ ہے
اس راستہ میں پستی کی جانب جانا، بلند ہونا ہے

غم یکے گنج ست و رنجِ تو چوکاں
لیک کے در گیرد ایں در کودکاں
غم ایک خزانہ ہے اور تیرا رنج کان ہے
لیکن اس بات کا اثر بچوں پر نہیں ہے

کودکاں چوں نامِ بازی بشنوند
جملہ با خرگورہم تگ می دوند
بچے جب کھیل کا نام سنتے ہیں
سب گورخر کے ہم رفتار ہوتے ہیں

اے خراماں گور ایں سو دامہاست
در کمین ایں سوئے خوں آشامہاست
اے ٹہلنے والے گورخر! اس طرف جال ہیں
اس جانب گھات میں خون پینے والی (بلائیں) ہیں

تیرہا پنہاں نشد لیکن کماں
گشت پنہاں از دو چشمِ مردماں
تیر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن کمان
انسانوں کی دو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے

تیرہا پرّاں کماں پنہان و عیب
بر جوانے میرسد صد تیر شیب
تیر چل رہے ہیں، کمان چھپی ہوئی اور غائب ہے
ایک جوان پر بڑھاپے کے سو تیر پہنچتے ہیں

گام در صحرائے دل باید نہاد
زانکہ در صحرائے گِل[2] نبود کشاد
دل کے جنگل میں قدم رکھنا چاہیے
اس لیے کہ مٹی کے جنگل (جسم) میں وسعت نہیں ہے

ایمن آبادست دل اے مردماں
حصنِ محکم موضعِ امن و اماں
اے لوگو! دل امن آباد ہے
مضبوط قلعہ ہے امن و امان کی جگہ ہے

گلشنِ خرّم بکامِ دوستاں
چشمہا و گلستاں در گلستاں
دوستوں کے حسب مراد تازہ گلشن ہے
چشمے ہیں اور باغ در باغ ہیں

عُجْ اِلَی الْقَلْبِ وَ سِرْیَا سَارِیَہ
فِیْهِ اَشْجَارٌ وَّ عَیْنٌ جَارِیَہ
قلب کی طرف لوٹ اور چل دے چلنے والے
اس میں درخت اور جاری چشمہ ہے

دہ مَرو دِہ مرد را احمق کند
عقل را بے نور و بے رونق کند
گاؤں میں نہ جانا، گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے
عقل کو بے نور اور بے رونق بنا دیتا ہے

خواجہ پندارد کہ روزی دِہ دہد
ایں نمیداند کہ روزی دِہ دہد
خواجہ سمجھتا ہے کہ گاؤں روزی دیتا ہے
یہ نہیں سمجھتا کہ روزی دینے والا (روزی) دیتا ہے

---

[1] استدراج۔ ڈھیل یعنی دنیا کی مرغوبات آزمائش کے لیے ہوتی ہیں۔ غم۔ آخرت کی فکر خزانہ بے بہا ہے۔ کودکاں۔ جن کی عقل پختہ نہیں ہے وہ دنیاوی لذتوں کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ ایں سو۔ یعنی دنیاوی لذتیں۔ تیرہا۔ یعنی دنیا کے قصے۔ شیب۔ یعنی بڑھاپے کے مصائب۔

[2] صحرائے گل۔ دنیا۔ کشاد۔ وسعت۔ ایمن آباد۔ دل کی دنیا، مضبوط قلعہ ہے جس میں طرح طرح کے گلشن اور باغیچے ہیں۔ دہ۔ قلب کی دنیا بمنزلہ شہر اور خارجی دنیا بمنزلہ گاؤں کے ہے نیز مولانا نے آگے فرمایا ہے کہ گاؤں سے مراد شیخ ناقص ہے۔

قولِ پیغمبرؐ [1] شنو اے مجتبیٰ
اے برگزیدہ! پیغمبر ﷺ کا قول سن لے
ہر کہ روزے باشد اندر روستا
جو گاؤں میں ایک دن رہے گا
ہر کہ در رُستا کند روزے و شام
جو شخص ایک دن اور شام گاؤں میں گذارے گا
تا بماہے احمقی با اُو بود
ایک مہینہ تک حماقت اس کے ساتھ ہو گی
ہر کہ ماہے باشد اندر روستا
جو ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے گا
دِہ چہ باشد شیخِ کامل ناشدہ
گاؤں کیا ہے؟ ناقص شیخ
پیشِ شہرِ عقل کلی ایں حواس
کلی عقل کے شہر کے سامنے یہ حواس
ایں رہا کن صورتِ افسانہ گیر
اس کو رہنے دے قصہ کی صورت اختیار کر
گر بہ دُر [2] رہ نیست ہیں بُرمی ستاں
اگر موتی کی طرف وابستہ نہیں ہے خبردار گیہوں لے لے
ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژبود
اس کے ظاہر کو اختیار کر لے اگرچہ ظاہر ٹیڑھا ہو
اوّلِ ہر آدمی خود صورت است
آدمی کی ابتدا خود صورت ہے
اولِ ہر میوہ جز صورت کے ست
ہر میوے کی ابتدا سوائے صورت کے کیا ہے

گورِ عقل آمد وطن در رُوستا
گاؤں کا وطن عقل کی قبر ہے
تا بماہے عقلِ او ناید بجا
اس کی عقل ایک مہینہ تک ٹھکانے نہ آئے گی
تا بماہے عقلِ او نبود تمام
ایک مہینہ تک اس کی عقل مکمل نہیں ہو گی
از حشیشِ دِہ جز انیہا چہ رَود
گاؤں کی گھاس سے اس کے علاوہ اور کیا ہو گا
روزگارے باشدش جہل و عمیٰ
اس کی نادانی اور جہالت تمام عمر رہے گی
دست در تقلید و در حجت زدہ
جس نے تقلید اور ہمت بازی حاصل کی ہے
چوں خرانِ چشم بستہ در خراس
آنکھوں پر پٹی بندھے ہوئے کولھو کے گدھوں کی طرح ہیں
ترد بہ بل دُردانہ، گندم دانہ گیر
جا موتی کو چھوڑ دے گیہوں کا دانہ لے لے
گر بداں سو نیست رہ ایں سو براں
اگر اُس طرف راستہ نہیں ہے اِس طرف چل پڑ
عاقبت ظاہر سوئے باطن برد
آخر، ظاہر باطن ہی کی طرف جاتا ہے
بعد ازاں جاں کو جمالِ سیرت ست
اس کے بعد جان ہے جو باطن کا حسن ہے
بعد ازاں لذت کہ معنیٰ ویست
اس کے بعد لذت ہے جو اس کے معنیٰ ہیں

قولِ پیغمبرؐ۔ حدیث ہے مَنْ سَکَنَ الْبَادِیَۃَ جَفٰی جس نے دیہات کی سکونت اختیار کی وہ سخت دل بنا۔ تا بماہے۔ گاؤں میں ایک دن گزارنے سے انسان ایک مہینہ کے لیے بے عقل ہو جاتا ہے اور اگر مہینہ گاؤں میں رہ لیا تو تمام عمر بے عقل رہے گا۔ دِہ چہ باشد۔ یہاں گاؤں سے مراد ناقص شیخ ہے جو صرف مشائخ کی نقل اتارتا ہے۔ پیش شہر۔ شیخ کامل کے اعتبار سے یہ شیخ ناقص کولھو کا بیل ہے۔ دُردانہ۔ یعنی حکمت کی باتیں۔

گر بہ در۔ اگر حقیقت حاصل نہ ہو سکے تو صورت کو اختیار کر لینا چاہیے، صورت سیرت کا وسیلہ ہے۔ مشہور مقولہ ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ "مجاز حقیقت تک پہنچنے کا پل ہے۔" اوّل۔ ہر انسان پہلے پتلا بنا پھر اس میں روح آئی ہے۔ بعد ازاں لذت۔ ابتداء پھل کی صورت بنتی ہے پھر اس میں لذت آتی ہے۔

Marfat.com

اولاً خرگاہ[1] سازند و خرند
پہلے خیمہ تیار کرتے ہیں اور خریدتے ہیں
ترک را زاں پس بمہماں آورند
اس کے بعد سردار کو مہمان بنا کر لاتے ہیں

صورتت خرگاہ و آں معنی ست تُرک
تیری صورت خیمہ ہے اور معنی سردار ہیں
معنیت ملاح و آں صورت چوفلک
تیرے معنی ملاح ہیں اور صورت کشتی جیسی ہے

رفتنِ خواجہ و قومش بسوئے دِہ

خواجہ اور اس کی قوم کا گاؤں کی طرف جانا

بہرِ حق ایں را رَہا کن یک نفس
خدا کے لیے اس بات کو تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دے
تا خرِ خواجہ بجنباند جرس
تاکہ خواجہ کا گدھا گھنٹی بلائے

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند
خواجہ اور بچوں نے سامان تیار کیا
بر ستوراں جانبِ دِہ تاختند
جانوروں پر چڑھ کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے

شادمانہ سوئے صحرا راندند
خوشی خوشی جنگل کی جانب روانہ ہو گئے
سَافِرُوْا کے تَغْنَمُوْا برخواندند
''سفر کرو تا کہ غنیمت حاصل کرو'' پڑھنے لگے

کز سفرہا بندہ کیخسرو شود
سفروں کی وجہ سے غلام کیخسرو بن جاتا ہے
بے سفرہا ماہ کے خوش رُو شود
بغیر سفر کے چاند کب حسین بنتا ہے

از سفر[2] بیذق شود فرزینِ راد
پیادہ سفر کر کے عقلمند فرزین بن جاتا ہے
از سفر یابید یوسفؑ صد مراد
سفر سے (حضرت) یوسفؑ نے سیکڑوں مرادیں پائیں

روز روی از تابِ خور می سوختند
دن میں سورج کی گرمی سے منہ جلاتے تھے
شب ز اختر راہ می آموختند
رات کو ستاروں سے راستہ معلوم کرتے تھے

خوب گشتہ پیشِ ایشاں راہِ زشت
بُرا راستہ ان کے لیے اچھا بن گیا تھا
از نشاطِ دِہ شدہ رَہ چوں بہشت
گاؤں کی خوشی میں راستہ بہشت ایسا ہو گیا تھا

تلخ از شیریں لباں خوش می شود
شیریں لب والوں سے کڑوا بھلا ہو جاتا ہے
خار از گلزار دلکش می شود
چمن کی وجہ سے کانٹا دلکش ہو جاتا ہے

حنظل از معشوق خرما می شود
معشوق کی جانب سے اندرائن چھوارا بن جاتی ہے
خانہ از ہمخانہ صحرا می شود
گھر بیوی کی وجہ سے جنگل (چمن) ہو جاتا ہے

اے بسا از نازنیناں خارکش
بہت سے نازوں کے پالے کانٹے چننے والے ہیں
بَر اُمیدِ گلعذارے ماہ وش
گلاب جیسے رخسار، چاند جیسے چہرے والے (معشوق) کی امید پر

---

[1] اولاً خرگاہ۔ اسباب و ذرائع پہلے حاصل کرنے پڑتے ہیں تب مقصود حاصل ہوتا ہے۔ جرس۔ وہ گھنٹی جو سواری کی گردن میں باندھی جاتی ہے۔ جہاز۔ سامان۔ ستوراں۔ ستور کی جمع ہے، چوپایہ۔ سَافِرُوْا۔ مشہور مقولہ اَلسَّفَرُ وَسِیْلَۃُ الظَّفَرِ ''سفر کامیابی کا ذریعہ ہے۔'' کیخسرو۔ ایران کا مشہور شہنشاہ گزرا ہے۔ خوش رو۔ چاند ابتداءً ہلال ہوتا ہے پھر بدرِ کامل بنتا ہے۔

[2] از سفر۔ شطرنج کی نردوں میں سے پیادہ جب چند خانے طے کر جاتا ہے تو وہ فرزین بن جاتا ہے جو شاہ کے بعد سب سے زیادہ قوی مہرہ مانا جاتا ہے۔ روز۔ یعنی وہ سفر میں دن میں دھوپ برداشت کرتے تھے رات کو ستاروں کی پہچان سے سفر طے کرتے تھے۔ تلخ۔ مولانا چند مثالیں دے کر سمجھاتے ہیں کہ محبوب مقصود کی وجہ سے راہ کی سختیاں خوشگوار بن جاتی ہیں۔ حنظل۔ اندرائن، مشہور ایک کڑوا پھل ہے۔ اے بسا۔ بہت سے نازک بدن محبوب کی امید پر سختیاں برداشت کرتے ہیں۔

Marfat.com

اے بسا حمّال گشتہ پشت ریش　　از برائے دلبر مہ رُوئے خویش
بہت سے بوجھ اٹھانے والے زخمی کمر ہیں　　اپنے چاند جیسے مکھڑے والے معشوق کے لیے

کردہ آہنگر[1] جمالِ خود سیاہ　　تا کہ شب آید بوسد رُوئے ماہ
لوہار نے اپنا حسن کالا کیا　　تاکہ رات آئے تو چاند جیسے منہ والی کا بوسہ لے

خواجہ تا شب بر دُکانے چار میخ　　زانکہ سروے دردلش کردست بیخ
خواجہ رات تک دکان پر قیدی ہے　　اس لیے کہ ایک سروقد نے اس کے دل میں جڑ کر لی ہے

تاجرے دریا و خشکی میرود　　آں بہ مہرِ خانہ شینے می دود
ایک تاجر دریا اور خشکی میں جاتا ہے　　وہ ایک خانہ نشین کی محبت کی وجہ سے دوڑتا ہے

ہر کرا با مُردہ سودائے بود　　بر امیدِ زندہ سیمائے بود
جو کسی بے جان کا عاشق ہوتا ہے　　وہ زندہ چہرے والے کی امید پر ہوتا ہے

آں درو گر روئے آوردہ بچوب　　بر امیدِ خدمتِ مہ رُوئے خوب
وہ بڑھئی لکڑی کی طرف متوجہ ہے　　خوبصورت ماہ رو کی خدمت کی امید پر

بر امیدِ زندۂ کن اجتہاد　　کو نگردد بعدِ روزے دو جماد
زندہ کی امید پر کوشش کر　　جو دو روز کے بعد جماد نہ بنے

مونسے مگویں خسے را از خسی　　عاریت باشد درو آں مونسی
کمینہ پن سے، کمینہ کو دوست نہ بنا　　اس میں وہ محبت عارضی ہے

اُنس تو[2] با مادر و بابا کجاست　　گر بجز حق مونسانت را وفاست
ماں اور باپ کے ساتھ تیری محبت کہاں ہے　　اگر خدا کے علاوہ تجھ سے محبت کرنے والوں میں وفا ہے

اُنسِ تو با دایہ ولالا چہ شد　　گر کسے شاید بغیرِ حق عضد
تیری محبت دایہ اور خادم کے ساتھ کیا ہوئی　　اگر کوئی اللہ کے سوا (قوتِ) بازو ہونے کے لائق ہے

اُنسِ تو با شیر و با پستاں نماند　　نفرتِ تو از دبیرستاں نماند
دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت نہ رہی　　مکتب سے تیری نفرت نہ رہی

آں شعاعے بود بر دیوارِ شاں　　جانبِ خورشید وارفت آں نشاں
ان کی دیوار پر وہ ایک کرن تھی　　وہ نشانی سورج کی جانب لوٹ گئی

بر ہر آں چیزے کہ اُفتد آں شعاع　　تو براں ہم عاشق آئی اے شجاع
جس چیز پر وہ کرن پڑ جائے　　اے بہادر! تو بھی اس کا عاشق ہو جائے گا

---

1. کردہ آہنگر۔ لوہار اپنا چہرہ کالا کرتا ہے۔ خواجہ۔ انسان اپنی محبوب بیوی کی خاطر دن بھر کمائی میں لگا رہتا ہے۔ خانہ شینے۔ عاشق ہے۔ ہر کرا۔ انسان اپنی دستکاریوں میں مردہ چیزوں لوہا لکڑی وغیرہ سے جو محبت کرتا ہے اور ان کو بناتا ہے وہ کسی محبوب یعنی اولاد یا بیوی وغیرہ کی وجہ سے کرتا ہے۔ آں درو گر۔ بڑھئی اور لوہار کی محبت فانی محبوب کے لیے ہے۔ جماد۔ یعنی مر کر مٹی بن جانا۔ عاریت۔ فانی اشیا کی محبت عارضی ہے۔

2. انس تو۔ ماں باپ کی محبت، دودھ پلانے والی کی محبت سب عارضی اور چند روزہ ہے۔ نفرت تو۔ بچے کی مکتب سے نفرت بھی عارضی ہے۔ آں شعاع۔ مجازی محبوب پر حقیقی محبوب کا سایہ پڑ جاتا ہے اس لیے وہ محبوب بن جاتا ہے تو محبت کے لائق حقیقی محبوب ہی ہے۔

Marfat.com

عشقِ تو[1] بر ہر چہ آں موجود بود
جس موجود پر تیرا عشق تھا
آں ز وصفِ حق چو زراندود بود
وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے ملمع شدہ تھی

چوں زرے با اصل رفت و مس بماند
جب سونا اصل کی طرف چلا گیا تانبا رہ گیا
وز زریِ خویشتن مفلس بماند
اور اپنے سونے پن سے خالی رہ گیا

طبع سیر آمد طلاقِ او براند
طبیعت بھر گئی تو اس کو طلاق دے دی
پشت بَروے کرد و دست از وے فشاند
اس کی طرف پیٹھ کر لی اس سے ہاتھ اٹھا لیا

از زراندودِ صفاتش پا بکش
اس کی صفات سے ملمع کی ہوئی چیزوں سے قدم ہٹا لے
از جہالت قلب را کم گوئی خوش
نادانی سے کھوٹے سکے کو کھرا نہ کہہ

کاں خوشی در قلبہا عاریتی ست
اس لیے کہ کھوٹے سکوں میں حسن عارضی ہے
زیرِ زینت مایہ بے زیلتی ست
سجاوٹ کے نیچے بھدے پن کا سرمایہ ہے

زر زروئے قلب درکاں می رود
سونا، کھوٹے سکے پر سے کان میں چلا جاتا ہے
سوئے کاں رو تو ہم کاں میرود
تو بھی اس کان کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

نور[2] از دیوار تا خور می رود
نور دیوار سے سورج کی طرف چلا جاتا ہے
تو بداں خور رو کہ در خور می رود
تو اس سورج کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں
اس کے بعد تو آسمان سے پانی لے
چوں ندیدی تو وفا از ناوداں
جب تو نے پرنالے سے وفا نہ دیکھی

معدنِ دُنبہ نباشد دامِ گرگ
دنبہ کی کان، بھیڑیے کا جال نہیں ہوتی ہے
کے شناسد معدن آں گرگِ سُترگ
وہ موٹا بھیڑیا کان کو کہاں پہچانتا ہے؟

زر گماں بُردند بستہ در گرہ
سونے کو گرہ میں بندھا ہوا سمجھ رہے تھے
می شتابیدند مغروراں بدہ
دھوکے میں مبتلا گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے

ہمچنیں خنداں و رقصاں می شدند
اسی طرح سے خوشی خوشی اور ناچتے ہوئے جا رہے تھے
سوئے آں دولاب چرخے می زدند
اس رہٹ کی طرف قلابازیاں کھا رہے تھے

چوں ہمی دیدند مُرغے می پرید
جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی پرندہ اڑا جا رہا ہے
جانبِ دِہ صبر جامہ می درید
گاؤں کی جانب وہ صبر کا جامہ چاک کرتے تھے

---

1. عشقِ تو۔ کائنات کا حسن عارضی ہے وہ محض اس بنا پر حسین ہیں کہ ان پر اللہ کے حسن کا پرتو پڑ گیا ہے۔ چوں زرے۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ عارضی حسن اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو یہ عارضی حسن، حسین نہیں رہتا ہے۔ طبع۔ جب عارضی حسن جاتا رہتا ہے تو اس محبوب سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ زراندود۔ دنیا کی جن چیزوں پر ذات باری کے پرتو سے عارضی حسن ہے ان پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے۔ کاں خوشی۔ کائنات کا حسن عارضی ہے، عارض کے رفع ہو جانے پر ان کی بدصورتی واضح ہو جاتی ہے۔ کاں۔ ذات باری۔
2. نور۔ دیوار پر عارضی چمک ہے لہٰذا سورج سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔ زیں سپس۔ پانی کا منبع آسمان ہے، پرنالہ سے وقتی طور پر پانی حاصل ہو سکتا ہے۔ معدن دنبہ۔ حقیقی لذتوں کا مرکز یعنی ذات باری۔ گرگ۔ یعنی دنیا دار انسان۔ زر۔ خواجہ اور اس کی اولاد گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور یہ خیال لیے ہوئے تھے کہ مقصود ان کے ہاتھ آ چکا ہے۔ دولاب۔ یعنی گاؤں پہنچ کر لطف اٹھانے کا طلسم۔ چرخ زدن۔ قلابازیاں کھانا۔

Marfat.com

ہر نسیمے کز سوئے دِہ می وزید　　گوئیا روح و رواں می پرورید
جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی　　گویا وہ روح اور جان کی پرورش کر رہی تھی

ہر کہ[1] می آمد زدِہ از سوئے او　　بوسہ میدادند خوش بَر رُوئے او
جو گاؤں سے اس طرف آتا تھا　　اس کے منہ کو خوب چومتے تھے

کہ تو روئے یارِ مارا دیدۂ　　پس تو جانِ جانِ مارا دیدۂ
کہ تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے　　لہٰذا تو ہمارے محبوب کی آنکھ ہے

نواختنِ مجنوں آں سگ را کہ مقیمِ کوئے لیلیٰ بود
مجنوں کا اس کتے کو نوازنا جو لیلیٰ کے کوچہ میں رہتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت　　بوسہ اش میداد پیشش می گداخت
مجنوں کی طرح کہ وہ ایک کتے کو نوازتا تھا　　اس کو چومتا، اس پر جان نثار کرتا

گردِ او می گشت خاضع در طواف　　ہمچو حاجی گردِ کعبہ بے گزاف
عاجزی سے طواف میں اس کے چاروں طرف گھومتا تھا　　بلا تکلف جس طرح حاجی کعبہ کے چاروں طرف

گہ سروپایش ہمی بوسیدہ ناف　　گہ جلاب[2] شکرش می داد صاف
کبھی اس کے سر اور پیر اور ناف کو چومتا تھا　　کبھی صاف شکر آمیز گلاب پلاتا تھا

بوالفضولے گفت کاے مجنونِ خام　　ایں چہ شیدست اینکہ می آری مدام
ایک بیہودہ نے کہا اے ناقص پاگل　　یہ کیسی مکاری ہے جو تو ہمیشہ کرتا ہے

پوزِ سگ دائم پلیدی می خورد　　مقعدِ خود را بلب می استرد
کتے کی تھوتی ہمیشہ پلیدی کھاتی ہے　　اپنی مقعد کو ہونٹوں سے چاٹتی ہے

عیبہائے سگ بسے اومی شمرد　　عیبداں از غیبداں بوئے نبرد
وہ کتے کے بہت سے عیب گنتا رہا　　عیب جاننے والا غیب جاننے والے کا داؤ نہ پا سکا

گفت مجنوں ہمہ نقشی و تن　　اندر آ و بنگرش از چشم من
مجنوں نے کہا تو جسم نقش اور صورت ہے　　اندر آ، اور اس کو میری آنکھ سے دیکھ

کایں طلسمِ بستۂ مولیٰ ست ایں　　پاسبانِ کوچۂ لیلیٰ ست ایں
کہ یہ طلسم مولا کا قائم کیا ہوا ہے　　یہ لیلیٰ کے کوچہ کا محافظ ہے

ہمتش بین و دل و جان و شناخت　　کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
اس کی ہمت اور دل اور جان اور پہچان کو دیکھ　　کہ اس نے کس جگہ کو پسند کیا اور ٹھکانا بنایا ہے

---

1. ہر کہ۔ گاؤں کی طرف سے آنے والے سے بھی محبت کا اظہار کرتے۔ یار۔ یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی۔ نواختن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ محبوب کے در کا کتا بھی محبوب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ لوگ گاؤں کے متعلق ہر چیز سے محبت کا اظہار کرتے تھے۔ گرد او۔ مجنوں کتے کا اسی طرح طواف کرتا تھا جس طرح حاجی کعبہ کا طواف کرتا ہے۔

2. جلاب۔ گلاب یعنی اس کو قند و گلاب کا شربت پلاتا تھا۔ عیبداں۔ یعنی ملامت کرنے والا۔ غیبداں۔ یعنی مجنوں جو لیلیٰ کے کتے سے محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ از چشم من۔ یعنی "لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید"۔ کایں طلسم۔ یعنی یہ کتا۔ ہمتش۔ کتے کے ظاہر کو نہ دیکھ اس کے ان اوصاف پر نظر کر۔

Marfat.com

او سگِ فرخ رُخِ کہفِ من ست
بلکہ او ہم درد و ہم لہف[1] من ست

وہ میرے غار کا مبارک رُو کتا ہے
بلکہ وہ میرا ہمدرد اور غم خوار ہے

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم
خاکِ پایش بہ زشیرانِ عظیم

وہ کتا جو اس کے کوچہ میں مقیم ہے
بڑے شیروں سے اس کے پیروں کی خاک بہتر ہے

آں سگے کہ باشد اندر کوئے او
من بشیراں کے دہم یک موئے او

وہ کتا جو اس کے کوچہ میں ہو
میں شیروں کے بدلے میں اس کا ایک بال کب دے سکتا ہوں

آنکہ شیراں مرسگانش را غلام
گفت امکاں نیست خامش والسلام

وہ ذات کہ شیر اس کے کتے کے غلام ہیں
بیان کرنا ممکن نہیں ہے چپ ہو جا والسلام

گر ز صورت بگذرید اے دوستاں
جنت ست و گلستاں در گلستاں

اے دوستو! اگر تم صورت سے گزر جاؤ گے
جنت ہے اور باغ در باغ ہیں

صورتِ خود چوں شکستی سوختی
صورتِ کل را شکست آموختی

جب تو نے اپنی صورت توڑ دی (اور) جلا دی
(تو) سب کی صورت کو توڑنا سیکھ لیا

بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی
ہمچو حیدرؓ بابِ خیبر برکنی

اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا
حیدر رضی اللہ عنہ کی طرح خیبر کے دروازے کو اکھاڑ دے گا

سغبہ[2] صورت شد آں خواجہ سلیم
کو بدہ می شد بگفتارِ سقیم

وہ بھولا خواجہ، صورت پر فریفتہ ہو گیا
جو غلط باتوں سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا

سوئے دامِ آں تملق شادماں
ہمچو مرغے سوئے دانہ امتحاں

خوشامد کے اس جال کی جانب خوشی خوشی
جیسا کہ پرند آزمائش کے دانہ کی جانب

از کرم دانست آں مرغِ حریص
دانہ را با دام لیکن شد محیص

اس لالچی پرند نے منجملہ سخاوت جانا
دانہ کو جال کے ساتھ لیکن بچاؤ کا موقع جاتا رہا

از کرم دانست۔ مرغ آں دانہ را
غایتِ حرص ست نے جودو عطا

پرند نے اس دانہ کو منجملۂ سخاوت جانا
(لیکن یہ تو) انتہائی لالچ ہے نہ کہ بخشش اور عطا

مُرغکاں در طمعِ دانہ شادماں
سوئے آں تزویرِ پرّان و دَواں

پرند دانہ کے لالچ میں خوشی خوشی
اس مکر کی جانب اڑ اور دوڑ رہے تھے

گرزِ شادی ہاش آگاہت کنم
ترسم اے رہرو کہ بیگاہت کنم

اگر میں تجھے انکی خوشیوں سے باخبر کروں
اے رہرو! میں ڈرتا ہوں کہ تیرا وقت بیکار کروں گا

---

1. ہم لہف۔ ہمدرد، غمخوار۔ من بشیراں۔ یعنی اس کتے کا بال دے کر بھی شیروں کو نہیں خریدا جا سکتا۔ آنکہ۔ جب مجازی محبوب کے کتے کے ساتھ تعلق ہوتا ہے تو محبوب حقیقی سے متعلق چیزوں سے کس قدر رغبت ہونی چاہیے۔ گرز صورت۔ اگر انسان صورت پرستی سے بلند ہو جائے تو پھر حقیقت کی جنت کی سیر کر سکتا ہے۔ صورت کل۔ اگر انسان اپنا بت توڑ دے تو پھر بت شکنی کر سکتا ہے۔

2. سغبہ۔ خواجہ اور اس کی اولاد صورت پرستی میں مبتلا ہو گئی تھی، اسی لیے دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنسی۔ سوئے دام۔ اس دیہاتی کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کہ جال کا دانہ۔ محیص۔ بچاؤ کی جگہ۔ از کرم۔ دیہاتی کی باتوں کو کرم پر محمول کیا۔ بعد ازاں۔ خودی کو ختم کر کے حیدری قوت حاصل ہو سکتی ہے۔ تزویر۔ فریب۔ شادیہاش۔ خواجہ کو اس دیہاتی کی باتوں سے کس قدر خوشی تھی۔

Marfat.com

مختصر کردم چو آمد دِہ پدید — خود نبود آں دِہ دِہ دیگر گزید

میں نے مختصر کر دیا، جو گاؤں نظر آیا — یہ وہ گاؤں نہ تھا، دوسرا گاؤں تھا

قربِ ماہے دِہ بدہ می تاختند — زانکہ راہِ دہ نکو نشناختند

تقریباً وہ ایک مہینہ گاؤں در گاؤں بھاگے پھرے — کیونکہ وہ گاؤں کے راستہ کو اچھی طرح نہ جانتے تھے

ہر کہ در رہ بے قلاوُزئے رَوَد — ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود

جو بغیر رہبر کے راستہ پر چلے گا — دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جائے گا

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل — ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل

جو کعبہ کی جانب بغیر راہبر کے روانہ ہو گا — وہ ان حیرانوں کی طرح ذلیل ہو گا

ہر کہ گیرد پیشۂ بے اوستا — ریشخندے شد بشہر و روستا

جو بغیر کسی استاد کے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے — وہ گاؤں اور شہر میں مضحکہ بنتا ہے

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں — کآدمی سر بر زند بے والدیں

شرق و مغرب میں یہ بات نادر ہو گی — کہ بغیر ماں باپ کے آدمی پیدا ہو

مال او یابد کہ کسبے می کند — نادرے باشد کہ بر گنجے زند

مال وہ پاتا ہے، جو کماتا ہے — نادر ہوتا ہے، کہ خزانہ مل جائے

مصطفائے کو کہ جسمش جاں بود — تا کہ رحماں عَلَّمَ الْقُرْاٰن بود

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی روح تھا — تا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھا دے

اہلِ تن را جملہ عَلَّمْ بِالْقَلَم — واسطہ افراشت در بذل و کرم

تمام جسمانی لوگوں کو قلم سے سکھایا کا — واسطہ بنایا جود و عطا میں

ہر حریصے ہست محروم اے پسر — چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر

اے بیٹا! ہر لالچی محروم ہے — لالچیوں کی طرح نہ دوڑ، بہت آہستہ (چل)

اندراں رہ رنجہا دیدندو تاب — چوں عذابِ مُرغِ خاکی اندر آب

اس راستہ میں انہوں نے بہت رنج اور تکلیف دیکھی — جیسا کہ خشکی کے پرند کی تکلیف پانی میں

سیر گشتہ از دِہ و از رُوستا — وز شکر ریزی چناں نا اوستا

وہ گاؤں اور دیہاتی سے بیزار ہو گیا — اور ایسے بے استادے کی میٹھی باتوں سے

خود نبود۔ جس گاؤں میں پہنچ گئے، وہ اس دعوت دینے والے دیہاتی کا گاؤں نہ تھا۔ ہر کہ۔ جو استاد اور شیخ کی رہبری کے بغیر چلے گا، اس کا یہی حال ہوگا جو اس خواجہ اور اس کے بال بچوں کا ہوا۔ ریشخند۔ یعنی کچھ حاصل نہ ہوگا اور وہ مضحکہ بن جائے گا۔ زانکہ۔ اسبابِ ظاہری کے بغیر مقصد کو پہنچنا بالکل ایسا ہی نادر ہے جیسا کہ ماں باپ کے بغیر بچے کا پیدا ہو جانا۔ مال۔ معروف طریقہ پر محنت کرنے سے مقصد حاصل ہوتا ہے۔

مصطفیٰؐ۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ استاد کے بغیر براہِ راست ذاتِ خداوندی سے ان کو علوم حاصل ہوئے۔ اہلِ تن۔ عوام کو بذریعۂ قلم ہی تعلیم دی جاتی ہے۔ اندراں راہ۔ گاؤں کے راستہ میں خواجہ اور اس کی اولاد کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ سیر گشت۔ اس دیہاتی اور گاؤں سے ان کو نفرت ہونے لگی۔

رسیدنِ خواجہ و قومش بدہ و نادیدہ و ناشناخت آوردن روستائی ایشانرا

خواجہ اور اس کے متعلقین کا گاؤں میں پہونچنا اور دیہاتی کا ان کو اجنبی اور نا آشنا ٹھہرانا

بعد ماہے[1] چوں رسیدند آں طرف　بینوا ایشاں ستوراں بے علف

جب وہ اس طرف ایک مہینہ کے بعد پہنچے　وہ بے سرو سامان اور چوپائے بغیر گھاس کے تھے

رُوستائی بیں کہ از بدنیتی　می کند بعد اللّتیا والّتی

دیہاتی کو دیکھ کہ وہ بدنیتی سے　چناں و چنیں کے بعد کرتا ہے

روئے پنہاں می کند ز ایشاں بروز　تا سوئے باغش نہ بکشایند پوز

ان سے دن میں منہ چھپاتا ہے　تاکہ وہ اس کے باغ کی جانب منہ نہ کھولیں

آنچناں رُو کہ ہمہ زُرق و شرست　از مسلماناں نہاں اولیٰ ترست

ایسا چہرہ جو مجسم مکر اور شرارت ہے　مسلمانوں سے چھپا رہنا بہتر ہے

رُوبہا باشد کہ دیواں چوں مگس　بر سرش بنشستہ باشد چوں حرس

بہت سے چہرے ہوتے ہیں کہ شیاطین مکھیوں کی طرح　(اور) پہرہ داروں کی طرح ان کے سر پر بیٹھے ہوتے ہیں

چوں بہ بینی رُوئے شاں در تو فتند　یا مبیں شاں چوں بدیدی خوش مخند

جب تو ان کا چہرہ دیکھے گا وہ تجھے چپٹیں گے　یا تو ان کو نہ دیکھ یا اگر دیکھتا ہے تو مت ہنس

در چناں روئے خبیثِ عاصیہ　گفت یزداں نسفعًا[2] بالنّاصیہ

ایسے ہی خبیث نافرمان چہرے کے بارے میں　خدا نے فرمایا ہے "ہم پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے"

چوں پرسیدند و خانش یافتند　ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند

جب انہوں نے معلومات کیں اور اس کا گھر پا لیا　اپنوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے

در فرو بستند اہلِ خانہ اش　خواجہ شد زیں کجروی دیوانہ وش

اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا　خواجہ اس بدتمیزی سے دیوانہ جیسا ہو گیا

لیک ہنگامِ درشتی ہم نبود　چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود

لیکن سختی کا وقت بھی نہ تھا　تو جب کنویں میں گر گیا تیزی سے کیا فائدہ؟

بردرش ماندند ایشاں پنجروز　شب بسر ما روز خود خورشید سوز

وہ اس کے دروازہ پر پانچ روز پڑے رہے　رات جاڑے میں اور دن خود جلانے والے سورج والا

---

1. بعد ماہے۔ چونکہ گاؤں کی تلاش میں مارے مارے پھرے لہٰذا ایک ماہ صرف ہو گیا۔ اَللّتیّا والّتی۔ چناں چنیں، اگر مگر۔ روئے۔ وہ دیہاتی دن میں چھپا رہتا تھا تاکہ یہ لوگ اس کے مہمان نہ بن سکیں۔ پوز۔ منہ۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا اپنا مقولہ ہے کہ ایسے نالائق کا مسلمانوں سے منہ چھپائے رکھنا بہتر ہے۔ حرس۔ وہ شیطان اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں کہ نیکی کا کام نہ کر لے۔
2. نسفعًا۔ قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق ہے لنسفعًا بالنّاصیہ ہم ضرور اس کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ خواجہ۔ یعنی شہری۔ زیں۔ یعنی گھر والوں کے دروازہ بند کر لینے سے۔ شب بسرما۔ یعنی رات جاڑے میں گزرتی اور دن سورج کی گرمی میں بسر ہوتا۔

Marfat.com

نے ز غفلت[1] بود ماندن نے خری — لیک بود از اضطرار و بے زری
پڑا رہنا نہ غفلت کی وجہ سے تھا نہ حماقت کی وجہ سے — لیکن مجبوری اور مفلسی کی وجہ سے تھا

بالئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار — شیر مُردارے خورد از جوعِ زار
مجبوری سے بھلے، کمینوں سے وابستہ ہو گئے — بھوک سے اگر شیر مُردار کھا لیتا ہے

او ہمی دیدش ہمی کردش سلام — کہ فلانم مَر مَرا انیست نام
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کو دیکھتا، سلام کرتا — کہ میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے

گفت باشد من چہ دانم تو کئی — یا پلیدی یا قرینِ پاکئی
اس دیہاتی نے کہا ہو گا میں کیا جانوں تو کون ہے — تو ناپاک ہے، یا پاکی سے موصوف ہے

والہم روز و شب اندر صُنع ہو — ہیچ گونہ نیستم پروائے تو
میں دن رات اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا شیدا ہوں — مجھے تیری کوئی پروا نہیں ہے

از خودیِ خود ندارم ہم خبر — نیست از ہستی سرِ مویم اثر
مجھے خود اپنا پتا نہیں ہے — میرے وجود کا ایک بال برابر بھی نشان نہیں ہے

ہوشِ من از غیرِ حق آگاہ نیست — در دل و جانم بجز اللہ نیست
میرا ہوش اللہ کے سوا کسی سے باخبر نہیں ہے — میرے دل و جان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

گفت ایں دم با قیامت شد شبیہ — تا برادر شد یفرُّ مِنْ اَخِیْہ
اس (شہری) نے کہا تو یہ وقت قیامت سے مشابہ ہو گیا — کہ بھائی اپنے بھائی سے بھاگنے لگا

شرح می کردش کہ من آنم کہ تو — لوتہا[2] خوردی زخوانِ من دو تو
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کے لیے وضاحت کرتا کہ میں وہی ہوں کہ تو نے — میرے دسترخوان سے خوب خوب لذیذ کھانے کھائے ہیں

آں فلاں روزت خریدم آں متاع — کُلُّ سِرٍّ جَاوَزَ الْاِثْنَیْنِ شَاع
فلاں دن میں نے تیرے لیے وہ سامان خریدا — جو راز دو سے آگے بڑھا شائع ہو گیا

نے کہ بودی ماہہا مہمانِ من — نے بزسیدت بے کراں احسانِ من
کیا تو مہینوں میرا مہمان نہیں رہا — کیا تجھے میرے بے انتہا احسان نہیں پہنچے

سِرِّ مہرِ ما شنیدستند خلق — شرم دارد رُو چو نعمت خورد حلق
ہماری محبت کے راز لوگوں نے سنے ہیں — جب حلق نعمت کھاتا ہے تو منہ شرماتا ہے

او ہمی گفتش چہ گوئی ترہات — نے ترا دانم نہ نامِ تو نہ جات
وہ (دیہاتی) اس سے کہتا کیا بکواس بکتا ہے — نہ میں تجھے جانتا ہوں نہ تیرا نام نہ تیرا مقام

---

1. نے زغفلت۔ چونکہ ان کے پاس روپیہ پیسہ ختم ہو چکا تھا مجبوراً دروازے پر پڑا ہے۔ سلام۔ یعنی سلام کر کے اپنا تعارف کراتا۔ گفت باشد۔ یعنی دیہاتی نے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ والہم۔ وہ دیہاتی بزرگی کی باتیں بگھارنے لگا اور دنیا سے بے تعلقی اور اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت جتانے لگا۔ گفت۔ شہری خواجہ نے کہا پھر تو یہ دن قیامت جیسا ہے کیونکہ اس دن بھائی بھائی کو نہ پہچانے گا۔
2. لوتہا۔ لوت کی جمع ہے، لذیذ غذائیں۔ متاع۔ سامان یعنی وہ سامان جو میں نے تجھے خرید کر دیا۔ کل سر۔ اب یہ راز راز نہیں ہے سب جانتے ہیں۔ شرم دارد۔ اردو کی مثل ہے "منہ کھائے آنکھ لجائے"۔ ترہات۔ خرافات، بیہودہ باتیں۔ جات۔ جائے تو۔

Marfat.com

پنجمیں شب ابر و بارانے گرفت
پانچویں رات ایسا ابر اور بارش آئی
کاسماں از بارشش شد در شگفت[1]
جس کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا

چوں رسیدش کارد اندر استخواں
جب چھری اس کی ہڈیوں تک پہونچ گئی
حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں
خواجہ نے کنڈی بجائی کہ چودھری کو بلا

چوں بصد الحاح آمد سوے در
جب سیکڑوں خوشامدوں سے وہ دروازہ پر آیا
گفت آخر چیست اے جانِ پدر
بولا بابا! آخر کیا ہے؟

گفت من آں حقہا بگذاشتم
(خواجہ نے) کہا میں نے سب حق چھوڑے
ترک کردم آنچہ می پنداشتم
جو کچھ میں نے خیال کیا تھا میں اس سے باز آیا

پنج سالہ رنج دید ایں پنج روز
ان پانچ روز میں پانچ سال کا رنج دیکھا
جانِ مسکینم دریں سرما و سوز
میری عاجز جان نے جاڑے اور تکلیف میں

یک جفا از خویش و ازیار و تبار
اپنے عزیز اپنے دوست اور خاندان کا ایک ظلم
در گرانی ہست چوں سہ صد ہزار
شدت میں تین لاکھ سے زیادہ ہے

زانکہ دل نہاد برجورو جفاش
کیونکہ دل اس کے ظلم و زیادتی کا عادی نہ تھا
جانش خوگر بود با مہر و وفاش
جان اس کی محبت اور وفاداری کی عادی تھی

ہر چہ بر مردم بلاو شدت ست
انسانوں پر جو مصیبت اور سختی ہے
ایں یقیں داں کز خلافِ عادت ست
یقین کر، خلاف عادت ہونے کی وجہ سے ہے

گفت اے خورشیدِ مہرت در زوال
(خواجہ نے) کہا اے وہ کہ تیری محبت کا سورج زوال پذیر ہے
گر تو خونم ریختی کردم حلال
اگر تو مجھے مار بھی ڈالے تو میں نے تجھے معاف کیا

امشب از باراں بمادہ گوشۂ
آج کی رات بارش کی وجہ سے ہمیں ایک گوشہ دے دے
تابیابی در قیامت توشۂ
تاکہ تو قیامت میں توشہ پائے

گفت یک گوشۂ[2] است آنِ باغباں
(دیہاتی نے) کہا باغبان کی ایک جگہ ہے
ہست آنجا گرگ را او پاسباں
وہاں وہ بھیڑیے کا محافظ ہے

در کفش تیر و کماں از بہرِ گرگ
اس کے ہاتھ میں بھیڑیے کے لیے تیر و کمان رہتا ہے
تازند گر آید آں گرگِ سترگ
تاکہ اگر وہ موٹا بھیڑیا آئے تو وہ اس کو مارے

گر تو آں خدمت کنی جا آنِ تست
اگر تو یہ خدمت کرے تو جگہ تیرے لیے ہے
ورنہ جائے دیگرے فرمائے جست
ورنہ کوئی دوسری جگہ تلاش کر لے

---

1. شگفت۔ تعجب۔ کارد اندر استخواں۔ انتہائی تکلیف۔ حلقہ زد۔ کواڑ کی کنڈی بجائی۔ مہتر۔ چودھری یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی۔ الحاح۔ خوشامد۔ گفت۔ خواجہ، شہری نے کہا۔ پنج سالہ۔ یعنی مصیبت ناک ایک دن ایک سال کے برابر تھا۔ تبار۔ خاندان۔ خلاف عادت۔ عادت کے خلاف جو کچھ کرنا پڑتا ہے، اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ اگر اس کام کی عادت ہو تو پھر وہ تکلیف وہ نہیں رہتا۔

2. گوشہ۔ یعنی کوئی ایسی جگہ جس میں ہم بارش سے بچ کر لیٹ جائیں۔ باغباں۔ یعنی مالی کی کوٹھری ہے جس میں وہ رات کو رہ کر بھیڑیے سے حفاظت کرتا ہے۔ خدمت۔ یعنی بھیڑیے کی دیکھ بھال۔

گفت صد خدمت کنم تو جائے دہ
اس نے (خواجہ) نے کہا میں سو خدمتیں کروں گا تو جگہ دے دے
واں کمان و تیر در دستم بنہ
وہ تیر و کمان میرے ہاتھ میں دے دے

من نخسپم حارسی[1] رز کنم
میں نہ سوؤں گا انگور کی حفاظت کروں گا
گر بر آرد گرگ سر تیرش زنم
اگر بھیڑیا سر نکالے گا اس پر تیر چلاؤں گا

بہرِ حق مگذارم امشب اے دو دل
اے شکی! خدا کے لیے آج کی رات مجھے (اس جگہ) نہ چھوڑ
آبِ باراں بر سرو در زیرِ گل
بارش سر پر ہے اور کیچڑ نیچے ہے

گوشۂ خالی شُد واو باعیال
گوشہ خالی تھا اور وہ مع بال بچوں کے
رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال
اس جگہ چلا گیا، جو تنگ جگہ تھی اور گنجائش کی نہ تھی

چوں ملخ بر ہمدگر گشتہ سوار
وہ ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے
از نہیبِ سیل اندر کنجِ غار
غار کے کونے میں بارش کے خوف سے

شب ہمہ شب جملہ گویاں کاے خدا
ساری رات سب یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا!
ایں سزائے ما سزائے ما سزا
یہی ہماری سزا ہے یہی سزا ہمارے لائق ہے

ایں سزائے آنکہ شد یارِ خساں
یہی اس کی سزا ہے جو کمینوں کا دوست بنا ہو
یا کسی کرداز برائے ناکساں
یا اس نے کمینوں کے ساتھ انسانیت برتی ہو

ایں سزائے آنکہ اندر طمعِ خام
یہی اس کی سزا ہے جس نے بیہودہ لالچ میں
ترک گوید خدمتِ خاکِ کرام
شریفوں کی خاک کی خدمت چھوڑی ہو

خاکِ پاکاں لیسی و دیوارِ شاں
بھلوں کی دیوار اور مٹی چاٹنا
بہتر از عام و رز و گلزارِ شاں
بہتر ہے عوام اور ان کے انگور اور باغ سے

بندۂ یک مردِ روشندل شوی
کسی روشن دل انسان کا خادم ہونا
بہ کہ بر فرقِ[2] سرِ شاہاں روی
اس سے بہتر ہے کہ تو بادشاہوں کے سر کی مانگ پر چڑھے

از ملوکِ خاک جز بانگِ دُہل
دنیا کے بادشاہوں سے سوائے نقارے کی آواز کے
تو نخواہی یافت اے پیکِ سبل
تو کچھ نہ پا سکے گا اے راستوں پر چلنے والے

شہریاں خود رہزناں نسبت بروح
روح کے مقابلہ میں شہری خود ڈاکو ہیں
روستائی کیست گیج و بے فتوح
دیہاتی کیا ہے؟ بے فیض بے وقوف

ایں سزائے آنکہ بے تدبیر عقل
یہ اس کی سزا ہے کہ عقل کی تدبیر کے بغیر
بانگ، غولے آمدش بگوید نقل
اس کو چھلاوے کی آواز آئی اور اس نے نقل اتاری

---

1. حارسی۔ نگرانی۔ رز۔ انگور کی بیل۔ دو دل۔ متردد، شکی۔ چوں ملخ۔ ٹڈی دل میں ٹڈیاں تہ بہ تہ ہوتی ہیں۔ نہیب۔ خوف۔ کنج۔ گوشہ۔ سزا۔ بدلہ۔ سزا۔ لائق۔ کسی۔ شرافت، انسانیت۔ ایں سزا۔ جو بزرگوں کی صحبت چھوڑ کر دنیادار کی طرف بھاگتا ہے وہ نہ گھر کا رہتا ہے نہ گھاٹ کا جیسا کہ یہ خواجہ شہری۔ خاک۔ بزرگوں کی صحبت میں تکلیف اٹھانا دنیاداروں کی لطف اندوزیوں سے بہتر ہے۔

2. فرق۔ سر کی مانگ۔ پیک سبل۔ مختلف راستوں کا قاصد۔ شہریاں۔ یعنی وہ لوگ جو ظاہری علوم اور تمدن سے وابستہ ہیں۔ روح۔ یعنی سالک، درویش۔ روستائی۔ دیہاتی۔ گیج۔ احمق، پریشان دماغ۔ بے فتوح۔ بے فیض۔

Marfat.com

بوں[1] پشیمانی زدل شد تا شغاف
جب شرمندگی دل سے اس کی تہ میں پہنچ گئی
زاں سپس سودے ندارد اعتراف
اس کے بعد (غلطی کا) اقرار کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے

چوں پشیماں گشت از دل آنچہ کرد
جب اپنے کیے پر دل سے شرمندہ ہو گیا
بعد ازاں سودش ندارد آہِ سرد
اس کے بعد ٹھنڈی آہ اس کے لیے مفید نہیں ہے

آں کمان و تیر اندر دستِ او
وہ تیر و کمان اس کے ہاتھ میں
گرگ راجویاں ہمہ شب سو بسو
ادھر ادھر تمام رات بھیڑیے کو ڈھونڈتا رہا

گرگِ خود بروے مسلط چوں شرر
بھیڑیا خود چنگاریوں کی طرح اس پر مسلط تھا
گرگ جویاں و زگرگ او بیخبر
وہ بھیڑیے کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور بھیڑیے سے بےخبر تھا

ہر پشہ، ہر کیک چوں گرگے شدہ
ہر مچھر اور ہر پسو بھیڑیے کی طرح بن گیا تھا
اندراں ویرانہ شاں زخمے زدہ
جو اس ویرانہ میں ان کو کاٹ رہا تھا

فرصتِ[2] آں پشہ راندن ہم نبود
اس کو ان مچھروں کو اڑانے کی فرصت نہ تھی
از نہیبِ حملۂ گرگِ عنود
کمینے بھیڑیے کے حملے کے ڈر سے

تانیاید گرگ آسیبے زند
تاکہ بھیڑیا نہ آ جائے (اور) نقصان پہونچائے
روستائی ریشِ خواجہ برکند
(اور) دیہاتی خواجہ کی ڈاڑھی نوچے

اینچنیں دنداں زناں تانیم شب
اسی طرح آدھی رات تک لرزتے ہوئے
جانِ شاں از ناف می آمد بلب
ان کی جان ناف سے لبوں تک آ رہی تھی

ناگہاں تمثالِ گرگِ ہشتۂ
اچانک ایک آوارہ بھیڑیے کی صورت نے
سر بر آورد از فرازِ پشتۂ
ٹیلے کے پیچھے سے سر ابھارا

تیر را بکشاد آں خواجہ زشست
اس خواجہ نے تیر چٹکی سے چھوڑا
زد براں حیواں کہ تا افتاد پست
اس جانور کو مارا تو وہ گر پڑا

اندر افتادن زحیواں باد جست
گرنے سے حیوان کا گوز خارج ہوا
روستائی ہائے کردو کوفت دست
دیہاتی نے ہائے کی اور ہاتھ (سر پر) مارا

ناجوانمردا کہ خر کرّہ من ست
اے نامراد! میرے گدھے کا بچہ ہے
گفت نے ایں گرگ چوں آہرمن ست
(خواجہ نے) کہا نہیں یہ دیو پیکر بھیڑیا ہے

اندرو اشکالِ گرگی ظاہرست
اس میں بھیڑیے کی صورت واضح ہے
شکلِ او از گرگیِ او مخبرست
اس کی شکل اس کے بھیڑیا ہونے کو بتا رہی ہے

---

1. بوں۔ انتہائی شرمناک کام کرنے کے بعد شرمندگی سے کیا فائدہ۔ شغاف۔ وہ پردہ جس میں دل لپٹا ہوا ہے، دل کے اندر کا سیاہ نقطہ۔ اعتراف۔ اقرار۔ گرگ۔ یعنی ہر مچھر اور پشہ اس کے لیے بھیڑیا تھا لیکن وہ ان کی پروا کیے بغیر بھیڑیے کی تلاش میں تھا۔ کیک۔ پسو۔

2. فرصت۔ بھیڑیے کے خوف سے بھیڑیے کی جستجو میں اس قدر لگا ہوا تھا کہ مچھر اور پسو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی۔ تمثال۔ تصویر۔ ہشتہ۔ چھوٹا ہوا، آزاد۔ پشتہ۔ ٹیلا۔ باد جست۔ اس کے پیٹ کی ہوا خارج ہوئی۔ کرہ۔ بچھیرا۔ اہرمن۔ دیو، شیطان۔ مخبر۔ خبر دینے والا۔

Marfat.com

گفت نے بادے کہ جست از فرجِ[1] وے ——— می شناسم ہمچناں کابے زے

اس (دیہاتی) نے کہا نہیں جو گوز اس کی شرمگاہ سے خارج ہوا ہے ——— میں اس کو پہچانتا ہوں جیسا کہ پانی کو شراب سے

کشتۂ خر کرہ ام را در ریاض ——— کہ مبادت بسط ہر گز ز انقباض

تو نے کھیتوں میں میرے گدھے کا بچہ مار ڈالا ——— (خدا کرے) تجھے تنگی سے فراخی کبھی (نصیب) نہ ہو

گفت نیکو تر تفحص کن شب ست ——— شخصہا در شب زناظر مختجب ست

اس (خواجہ) نے کہا اچھی طرح تحقیق کر لے، رات ہے ——— رات میں صورتیں آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں

شب غلط بنماید و مبدل بسے ——— دیدِ صائب شب ندارد ہر کسے

رات، بہت سی چیزوں کو غلط اور بدلی ہوئی دکھا دیتی ہے ——— رات میں ہر شخص ٹھیک نگاہ نہیں رکھتا ہے

ہم شب و ہم ابر ہم بارانِ ژرف ——— ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف

رات بھی اور ابر بھی اور گہری بارش بھی ——— یہ تین اندھیریاں بڑی غلطی پیدا کر دیتی ہیں

گفت ایں بر من چو روزِ روشن ست ——— من شناسم بادِ خر کرہ من ست

اس (دیہاتی) نے کہا یہ مجھ پر روزِ روشن کی طرح ہے ——— میں پہچانتا ہوں (یہ) میرے گدھے کے بچے کا گوز ہے

درمیانِ بست باد آں باد را ——— می شناسم چوں مسافر زاد را

بیسوں ہواؤں میں، اس ہوا کو ——— میں پہچانتا ہوں جیسا کہ مسافر توشہ کو

خواجہ برجست و بیامد ناشگفت ——— روستائی را گریبانش گرفت

خواجہ اچھل پڑا اور بے صبر ہو گیا ——— دیہاتی کا گریبان پکڑ لیا

کابلہ طرار شید آوردۂ ——— بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردۂ

کہ بیوقوف گرہ کٹ تو نے مکر کیا ہے ——— بھنگ اور افیون دونوں ملا کر تو نے کھائی ہیں

در سہ تاریکی شناسی بادِ خر ——— چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر

تین اندھیریوں میں تو گدھے کی ہوا کو پہچانتا ہے ——— اے دیوانے! تو مجھے کیوں نہیں پہچانتا ہے

آنکہ داند نیم شب گو سالہ را ——— چوں نداند ہمرہِ دہ سالہ را

جو آدمی رات میں بچھڑے کو پہچان لے ——— وہ دس سالہ ساتھی کو کیسے نہیں پہچانتا

خویشتن را عارف و والہ کنی ——— خاک در چشمِ مروت می زنی

اپنے آپ کو باخدا اور عاشق بناتا ہے ——— مروت کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست ——— در دلم گنجا بجز اللہ نیست

کہ مجھے اپنی خبر نہیں ہے ——— میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

آنچہ دی خوردم ازانم یاد نیست ——— ایں دل از غیرِ تحیر شاد نیست

میں نے جو کل کھایا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے ——— یہ دل (مقامِ) حیرت کے علاوہ کسی چیز سے خوش نہیں ہے

[1] فرج۔ شرمگاہ۔ ریاض۔ روضہ کی جمع ہے، باغ۔ بسط۔ کشادگی۔ انقباض۔ تنگی۔ تفحص۔ جستجو۔ مختجب۔ محجوب، مخفی۔ گفت۔ دیہاتی نے کہا۔ زاد۔ مسافر کا توشہ۔ ناشگفت۔ بے صبر۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ طرار۔ جیب تراش۔ شید۔ مکر۔ بنگ۔ بھنگ۔ خیرہ سر۔ دیوانہ۔ عارف۔ خدا کی معرفت والا۔ والہ۔ فریفتہ عاشق۔ آنچہ۔ یہ بھی دیہاتی کا مقولہ ہے۔ تحیر۔ حیرانی۔

Marfat.com

عاقل[1] و مجنونِ حقم یاد آر
مجھے اللہ کا عاقل اور دیوانہ سمجھ
در چنیں بیخویشیم معذور دار
اس طرح کی مدہوشی میں مجھے معذور سمجھ

آنکہ مردارے خورد یعنی نبیذ
جو شخص حرام یعنی نبیذ پی لیتا ہے
شرع اورا سوئے معذوراں کشید
شریعت اس کو معذوروں میں داخل کر دیتی ہے

مست و بنگی را طلاق و بیع نیست
مست اور بھنگ پینے والے کی طلاق اور بیع (معتبر) نہیں ہے
ہمچو طفل ست او معاف و مطلقے ست
وہ بچہ کی طرح ہے جو معاف اور آزاد ہے

مستی کاید زبوئے شاہِ فرد
وہ مستی جو یکتا شاہ کی خوشبو سے پیدا ہو
صد خُم مے در سر و مغز آں نکرد
شراب کے سو مٹکے بھی سر اور دماغ میں وہ نہیں کر سکتے

پس برو تکلیف چوں باشد روا
اس کو مکلف بنانا کیسے جائز ہو گا؟
اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا
گھوڑا گر گیا ہے اور وہ بے دست و پا ہو گیا ہے

بار برگیرند چوں آمد عرج
جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں
گفت حق لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے، اندھے پر گناہ نہیں ہے

ہمچنیں لَیْسَ عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ
اسی طرح لنگڑے پر گناہ نہیں ہے
نیست رنجے چوں عمٰی وچوں عرج
اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی مصیبت نہیں ہے

بارکہ نہد در جہاں خر کُرّہ را
گدھے کے بچے پر بوجھ کون لادتا ہے؟
درس کہ دہد پارسی بومرہ[2] را
فارسی کا سبق شیطان کو کون پڑھاتا ہے؟

سوئے خود اعمٰی شدم از حق بصیر
اپنے لیے میں اندھا ہوں خدا کے معاملہ میں بینا ہوں
پس معافم از قلیل و از کثیر
تو مجھے تھوڑے اور زیادہ سے معافی ہے

لافِ درویشی زنی و بیخودی
تو درویشی اور بے خودی کی ڈینگیں مارتا ہے
ہائے و ہوئے عاشقانِ ایزدی
اللہ کے عاشقوں جیسی ہائے و ہو (کرتا ہے)

کہ زمیں را من ندانم ز آسماں
کہ میں آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہوں
امتحانت کرد غیرت امتحاں
غیرتِ (خداوندی) نے تیرا خوب امتحان کیا

بادِ خر کرہ چنیں رُسوات کرد
گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا
ہستیِ نفی ترا اثبات کرد
تیری ہستی کی نفی (کے جھوٹ) کا اثبات کر دیا

اینچنیں رُسوا کند حق شید را
اللہ (تعالیٰ) مکر کو اسی طرح رسوا کرتا ہے
ایں چنیں گیرد رمیدہ صید را
بھاگے ہوئے شکار کو اسی طرح آ پکڑتا ہے

عاقل۔ یہ بھی دیہاتی کا قول ہے۔ نبیذ۔ یعنی وہ شراب جس کا پینا حرام ہے۔ طلاق۔ امام شافعی کے نزدیک شراب سے مدہوش کی طلاق اور بیع واقع نہیں ہوتی ہے۔ مطلق۔ یعنی تکالیف سے آزاد۔ شاہ فرد۔ اللہ تعالیٰ۔ اسپ ساقط۔ گرے ہوئے گھوڑے سے بوجھ ہٹا دیا جاتا ہے۔ عرج۔ لنگڑا پن۔ حرج۔ تنگی، گناہ۔ اعرج۔ لنگڑا۔

بومرہ۔ شیطان کی کنیت ہے۔ سوئے خود۔ یعنی میں اللہ کے معاملہ میں ہوش میں ہوں اور اپنے معاملہ میں بے خبر ہوں۔ معاف۔ بخشا ہوا، درگزر کیا ہوا۔ امتحانت۔ یعنی تیرے دعووں کا اللہ نے امتحان لیا۔ نفی۔ یعنی تو مقام فنا میں پہنچنے کا دعویٰ کر رہا تھا اللہ نے ثابت کر دیا کہ یہ تیرا دعویٰ غلط ہے۔

Marfat.com

صد ہزاراں[1] امتحانست اے پدر
ہر کہ گوید من شدم سرہنگِ در
باوا! لاکھوں آزمائشیں ہیں (اس کے لیے)
جو یہ کہے کہ میں (اللہ کے) در کا سپاہی ہوں

گر نداند عامہ او را امتحاں
پختگانِ راہ جویندش نشاں
اگرچہ عوام اس کو امتحان نہیں سمجھتے
لیکن راہِ (حق) کے پختہ کار اُس کا پتا لگا لیتے ہیں

اشارت در شناختنِ و مدعیِ کمال را صاحب کمال
وگزافِ غلط از عوام
مدعیِ کمال کو صاحب کمال اور عوام کی جانب سے غلط بکواس کو
پہچاننے کے بارے میں اشارہ!

چوں کند دعویِ خیاطی کسے
افگند در پیش او شہ اطلسے
جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے
بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے

کہ ببر ایں را بغلطاقِ فراخ
زامتحاں پیدا شود او را دو شاخ
کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے
(اور) امتحان سے اس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں

گر نبودے امتحانِ ہر بدے
ہر مخنث در وغا رستم بدے
اگر ہر برے کے امتحان کا طریقہ نہ ہوتا
جنگ میں ہر ہیجڑا رستم ہوتا

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر
چوں بہ بیند[2] زخم او گردد اسیر
ہیجڑے کو زرہ پوش فرض کر
جب اس کے زخم لگے گا قیدی بن جائے گا

مستِ مے ہشیار چوں شد از دَبور
مستِ حق ناید بخود از نفخ صور
پچھوا ہوا سے شراب کا مست کیسے ہوشیار ہو گیا
اللہ کا مست صور پھکنے سے بھی ہوش میں نہیں آتا

بادۂ حق راست باشد نے دروغ
دُوغ خوردی دُوغ خوردی دُوغ دُوغ
اللہ کی شراب سچی ہوتی ہے نہ کہ جھوٹی
تو نے چھاچھ پی لی ہے، چھاچھ چھاچھ

ساختی خود را جنیدؒ و بایزیدؒ
رَو کہ نشناسم تبر را از کلید
تو نے اپنے آپ کو جنیدؒ اور بایزیدؒ بنایا
(کہتا ہے) جا میں کلہاڑے اور کنجی میں امتیاز نہیں کرتا ہوں

بدرگی و منبلی و حرص و آز
چوں کنی پنہاں بہ شید اے مکرساز
بد ذاتی، اور کاہلی اور حرص اور لالچ کو
اے مکار! تو مکر سے کیسے چھپا لے گا

خویش را منصورِ حلاجؒ کنی
آتشے در پنبۂ یاراں زنی
اپنے آپ کو منصورِ حلاج بناتا ہے
دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے

کہ نہ بشناسم عمر رضی اللہ عنہ از بولہب
بادِ خر کُرّہ شناسم نیم شب
کہ میں عمرؓ اور ابولہب میں فرق نہیں کرتا ہوں
گدھے کے بچہ کا گوز آدھی رات میں پہچان لیتا ہوں

---

1. صد ہزار۔ جب کوئی عشق الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کی آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ پختگان۔ خاصانِ خدا، دعوے کی حقیقت کو پہچان لیتے ہیں۔ خیاطی۔ درزی پن۔ اطلس۔ ایک ریشمیں کپڑا ہے۔ غلطاق۔ قبا۔ دو شاخ۔ دعوے کے دونوں پہلو یعنی اس کا صحیح یا غلط ہونا۔

2. چوں بیند۔ زخم لگنے پر ہتھیار ڈال دیتا ہے اور اپنے آپ کو قیدی بنا دیتا ہے۔ دبور۔ پچھوا ہوا۔ دوغ۔ چھاچھ۔ رو۔ یعنی تو کہتا ہے جاؤ مجھے کچھ خبر نہیں۔ منبلی۔ سستی، کاہلی۔ منصور۔ یہ بزرگ روئی دھننے کا پیشہ کرتے تھے، اسی لیے حلاج کہلاتے تھے۔ پنبہ یاراں۔ یعنی دوستوں کے حقوق۔

Marfat.com

اے خرے کایں از تو خر باور کند — خویش را بہرِ تو کور و کر[1] کند

اے گدھے! تیری ان باتوں پر گدھا یقین کر سکتا ہے — جو تیری خاطر اپنے آپ کو اندھا بہرا بنا لے

خویش را از رہرواں کمتر شمر — تو حریف رہزنانی گہ مخور

اپنے آپ کو سالکوں سے کم تر سمجھ — تو ڈاکوؤں کا ساتھی ہے، گھاس نہ کھا

باز پر از شیدو سوئے عقل تاز — کے پرد بر آسماں پرّ مجاز

مکاری سے ہٹ اور عقل کی طرف دوڑ — نقلی پر آسمان پر کب اڑتا ہے؟

خویشتن را عاشقِ حق ساختی — عشق با دیوِ سیاہے باختی

تو نے اپنے آپ کو خدا کا عاشق بنایا ہے — (لیکن) دوستی کالے شیطان سے کی ہے

عاشق و معشوق را در رستخیز — دو بدو بندند و پیش آرند تیز

قیامت میں عاشق اور معشوق کو — اکٹھا باندھیں گے اور فوراً پیش کریں گے

تو چہ خود را گیج و بیخود کردۂ — خونِ رز کو خونِ ما را خوردۂ

تو نے اپنے آپ کو دیوانہ اور مدہوش کیا ہے — انگور کا خون کہاں، تو نے ہمارا خون پیا ہے

رو کہ نشناسم ترا از من بجہ — عارفِ بیخویشم و بہلولِ دِہ

جا میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں میرے پاس سے بھاگ — میں عارف (باللہ) مدہوش ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں

تو توہم می کنی از قربِ حق — کہ طبق گر دور نبود از طبق

تو اللہ (تعالیٰ) کے قرب کا گمان کرتا ہے — کہ طباق بنانے والا، طباق سے دور نہیں ہوتا ہے

ایں نمی بینی کہ قربِ اولیا — صد کرامت دارد و کارو کیا

تو یہ نہیں دیکھتا کہ اولیاء کا قرب — سیکڑوں کرامتیں اور شان و شوکت رکھتا ہے

آہن[2] از داوُد موے می شود — موم در دستت چو آہن می بود

حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے لوہا موم ہو جاتا ہے — تیرے ہاتھوں میں موم لوہا ہوتا ہے

قربِ حق و رزق بر جملہ ست عام — قرب وحیِ عشق دارند ایں کرام

اللہ کا قرب اور رزق سب کے لیے عام ہے — یہ بزرگ عشق کی باتوں کا قرب رکھتے ہیں

قرب بر انواع باشد اے پدر — میزند خورشید بر کہسار و زر

بابا! قرب کی قسمیں ہوتی ہیں — سورج پہاڑ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی

---

1. کورو کر۔ یعنی اندھیر سنے اور دیکھے تیری تصدیق کرتا ہے۔ رہرواں۔ سالکین۔ حریف۔ ہم پیشہ۔ گہ مخور۔ بکواس نہ کر۔ پرِ مجاز۔ مصنوعی پر۔ عاشق و معشوق۔ یعنی شیطان اور اس کے پجاری۔ گیج۔ دیوانہ، احمق۔ خونِ رز۔ انگور کا خون یعنی شراب۔ رو کہ نشناسم۔ یہ بھی اسی دیہاتی کا قول ہے۔ بہلول۔ مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ کہ طبق۔ یعنی اللہ خالق ہے تو مخلوق کو لامحالہ اس سے قرب حاصل ہے۔ کارو کیا۔ شان و شوکت، یعنی اولیاء کا قرب محض خالق و مخلوق والا قرب نہیں ہے۔ وہ خاص قرب ہے۔

2. آہن۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو جو قرب الٰہی حاصل تھا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کے ہاتھ میں لوہا موم بن جاتا تھا۔ محض خالقیت اور مخلوقیت کے تعلق سے یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ قربِ حق۔ اللہ ہر انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہے اور اپنی رزاقیت کے اعتبار سے بھی سب سے قریب ہے یہ قرب تو سب ہی کو حاصل ہے۔ کرام۔ جو اللہ کے دربار کے مقرب ہیں، ان کو عشق کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

Marfat.com

لیک قربے ہست با زر شید[1] را
لیکن سونے کے ساتھ سورج کا قرب ہے
کہ ازاں نبود خبر مر بید را
کہ بید (کے درخت) کو اس کی خبر بھی نہیں ہے

شاخِ خشک و تر قریبِ آفتاب
تر اور خشک شاخ آفتاب کے قریب ہے
آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب
سورج دونوں سے کب پردہ رکھتا ہے

لیک کو آں قربتِ شاخ طری
لیکن کہاں وہ شاخ کی قربت
کہ ثمارِ پختہ از وَے می خوری
کہ تو اس کے پکے پھل کھاتا ہے

شاخِ خشک از قربتِ آں آفتاب
اس آفتاب کی قربت سے خشک شاخ کو
غیر زُو تر خشک گشتن گو بیاب
اس سے بھی زیادہ خشک ہونے کے علاوہ تو اور کیا پائے

بنگر ایں کاں شاخِ خشک از قربِ خور
یہ دیکھ کہ سورج کے قرب سے اس خشک شاخ نے
غیرِ خشکی می بَرد چیزے دگر
سوائے خشکی کے اور کوئی چیز حاصل کی؟

آنچناں مستے مباش اے بے خرد
اے بے عقل! تو ایسا مست نہ بن
کہ بہ عقل آید پشیمانی خورد
کہ ہوش میں آئے تو شرمندگی اٹھائے

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے[2] میخورند
بلکہ ان مستوں میں سے (بن) کہ جب وہ شراب پیتے
عقلہائے پختہ حسرت می بَرند
پختہ عقلیں حسرت کرتی ہیں

اے گرفتہ ہمچو گربہ موشِ پیر
اے وہ کہ جس نے بلی کی طرح بوڑھا چوہا پکڑا ہے
گر تو زاں مے شیر گیری شیر گیر
اگر تو اس شراب سے شیر پکڑنا چاہتا ہے تو شیر پکڑ

اے نخوردہ از خیالِ جام ہیچ
اے وہ کہ تو نے جام کے خیال سے کچھ بھی نہیں پیا
ہمچو مستانِ حقائق بر مپیچ
حقائق کے مستوں کی طرح نہ اینٹھ

می فتی آنسو و ایں سو مست وار
تو مستوں کی طرح ادھر ادھر کو گرتا ہے
اے تو ایں سو نیستت آنسو گزار
تو ادھر کا ہے، تیرا اُدھر گزر (بھی) نہیں ہے

گر بداں سُو راہ یابی بعد ازاں
اگر اس کے بعد تو اُس طرف راہ یاب ہو جائے
گہ بدیں سو گہ بداں سو سرفشاں
کبھی ادھر کو کبھی اُدھر کو سر جھٹک

جملہ ایں سوئی ازاں سوگپ مزن
تو بالکل یہ اس جانب کا ہے اُس جانب کی گپ نہ مار
چوں نداری موت ھَـرزہ جاں مکن
جب تجھے موت نہیں آرہی ہے تو خواہ مخواہ نزع طاری نہ کر

آں خضرؑ جاں کز اجل نہراسد اُو
وہ خضرؑ کی جان والا جو موت سے نہ گھبرائے
شاید ار مخلوق را نشناسد او
اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے اس کے لیے مناسب ہے

---

1. شید۔ خورشید کا مخفف ہے۔ بید۔ بے پھل درخت ہے، دوسرے درختوں کے پھل سورج کے قرب سے پکتے ہیں بید کو اس قرب سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہ ثمار۔ تر شاخ پر سورج کی وجہ سے پھل آتے ہیں اور پکتے ہیں۔ شاخِ خشک۔ خشک شاخ کو سورج کا قرب اور خشک کر دے گا۔ آنچناں مستے۔ یہ غیر واقعی مستی کا اظہار شرمندگی کا موجب ہوگا۔ بلکہ۔ کاملین کی دیوانگی عقلمندوں کے لیے باعث رشک ہے۔ موشِ پیر۔ یعنی دنیا کی ناقص دولت۔
2. مے۔ یعنی عشق۔ شیر گیر۔ یعنی معارف الہیہ۔ اے نخوردہ۔ جام حقیقت پینا تو در کنار اس کا تصور بھی نہیں حاصل ہوا۔ ایں سو۔ عالم ناسوت۔ آنسو۔ عالم ملکوت۔ گر بداں سو۔ اگر انسان حقیقت تک پہنچ جائے تو پھر شوق سے وجد کرے۔ چوں نداری۔ جب موت کا وقت نہیں ہے تو خواہ مخواہ اپنے اوپر نزع طاری کرنا حماقت ہے۔ آں خضر جاں۔ یعنی فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ کر انسان مخلوق کو نہ پہچانے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

Marfat.com

کام از ذوقِ تو ہم خوش کنی
وہی ذوق سے تو خلق کو خوش کر رہا ہے

در دمی در خیک[1] خود پُرش کنی
تو اپنی مشک میں پھونک بھر رہا ہے اور اس کو پُر کر رہا ہے

پس بیک سوزن تہی گردی زباد
تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جائے گا

اینچنیں فربہ تن لاغر مباد
کمزور بدن والا اس طرح کا فربہ نہ بنے

کوزہا سازی زبرف اندر شتا
تو جاڑوں میں برف سے پیالے بناتا ہے

کے کند چوں تاب بیند آں وفا
وہ جب گرمی دیکھے گا وفاداری کب کرے گا؟

افتادنِ شغال در خمِ رنگ و رنگیں شدنِ وے دعوائے طاؤسی نمودن درمیانِ شغالانِ دیگر

گیدڑ کا رنگ کے مٹکے میں گر جانا اور اس کا رنگین ہو جانا اور گیدڑوں میں مور ہونے کا دعویٰ کرنا

آں شغالک رفت اندر خُمِ رنگ
وہ ذلیل گیدڑ رنگ کے مٹکے میں (گر) گیا

اندراں خم کردیک ساعت درنگ[2]
وہ اس مٹکے میں تھوڑی دیر ٹھہرا

پس برآمد پوستش رنگیں شدہ
پھر نکلا تو اس کی کھال رنگین ہو گئی تھی

کہ منم طاؤسِ علیّیں شدہ
(اس نے کہا) کہ میں تو جنت کا مور ہو گیا ہوں

پشمِ رنگیں رونقِ خوش یافتہ
رنگین بالوں نے عمدہ رونق حاصل کر لی تھی

آفتاب آں رنگہا بر تافتہ
سورج نے ان رنگوں کو چمکا دیا تھا

دید خود را سرخ و سبز و بور و زرد
اس نے اپنے آپ کو سرخ اور سبز اور لال اور پیلا دیکھا

خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد
اپنے آپ کو گیدڑوں پر پیش کیا

جملہ گفتند اے شغالک حالِ چیست
سب نے کہا اے حقیر گیدڑ! تیرا کیا حال ہے؟

کہ ترا در سر نشاطے ملتویست
کہ تیرے سر میں ایک پیچیدہ مستی ہے

از نشاط از ما کرانہ کردۂ
مستی سے تو ہم سے جدا ہو گیا ہے

ایں تکبر از کجا آوردۂ
تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے؟

یک شغالے پیشِ او شد کاے فلاں
ایک گیدڑ اس کے سامنے گیا کہ او فلانے

شید کردی تاشدی از خوشدلاں
تو نے مکر کیا یہاں تک کہ تو خوشدل بن گیا

شید کردی تا بہ منبر برجہی
تو نے مکر کیا تا کہ تو منبر پر چڑھے

تاز لاف ایں خلق را حسرت دہی
تا کہ تو ڈینگوں سے ان لوگوں کو حسرت دلائے

---

1. خیک۔ مشک۔ پس۔ مستِ حق کسی تکلیف سے نہیں گھبراتا، فرضی شیخ کی حقیقت معمولی تکلیف کو واضح کر دیتی ہے۔ کوزہا۔ برفانی ملکوں میں موسم سرما میں بچے برف کے کھلونے بنا لیتے ہیں۔ شغال۔ گیدڑ، اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ فرضی شیخ کی مثال اس گیدڑ کی سی ہے جس نے رنگین ہو کر مور ہونے کا دعویٰ کر دیا تھا۔

2. درنگ۔ تاخیر۔ طاؤس۔ مور۔ علیین۔ جنت۔ بور۔ لال۔ ملتوی۔ لپٹنے والا۔ کرانہ۔ کنارہ۔ تا بہ منبر۔ چونکہ مولانا نے گیدڑ سے بناوٹی شیخ مراد لیا ہے لہٰذا اس کے لیے منبر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

Marfat.com

بس بکوشیدی ندیدی گرمیئے[1] — بس زشید آور دہ بے شرمیئے
تو نے بہت کوشش کی، لیکن، گرمی نہ دیکھی — تو نے مکاری سے بہت بے شرمی حاصل کر لی

صدق و گرمی خود شعارِ اولیاست — باز بے شرمی پناہِ ہر دِغاست
سچائی اور گرمی اولیاء کا شعار ہے — پھر بے شرمی ہر دھوکے کی پناہ ہے

کالتفاتِ خلق سوئے خود کشند — کہ خوشیم و از دروں بس ناخوشند
تا کہ مخلوق کی توجہ اپنی طرف کر لیں — کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت رنجیدہ ہیں

چرب کردنِ مردِ لافی لب و سبلتِ خود را ہر بامداد، بپوستِ دنبہ و بروں آمدن میانِ حریفاں کہ چنیں و چناں خوردہ ام

ایک شیخی خورے کا ہونٹ اور مونچھوں کو ہر صبح کو دنبہ کے چمڑے سے چکنا کرنا اور دوستوں میں باہر آنا کہ میں نے ایسا ایسا کھانا کھایا ہے

دُنبہ پارہ یافت شخصے مُستہاں — ہر صباحے چرب کردے سبلتاں
ایک ذلیل شخص نے دنبہ (کی کھال) کا ٹکڑا پا لیا — ہر صبح کو دونوں مونچھوں کو چکنا کرتا

درمیانِ منعماں رفتے کہ من — لوت چربے خوردہ ام در انجمن
مالداروں میں جاتا کہ میں نے — ایک مجلس میں مرغن غذا کھائی ہے

دست بر سبلت نہادے در نوید — رمز[2] یعنی سوئے سبلت بنگرید
خوشخبری دیتے وقت مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا — اشارہ (تھا) یعنی مونچھیں دیکھو

کایں گواہِ صدقِ گفتارِ من ست — ویں نشانِ چرب و شیریں خوردنست
کہ یہ میری بات کے سچے گواہ ہیں — اور یہ چکنی اور لذیذ کھانے کی علامت ہے

اِشکمش گفتے جوابِ بے طنین — کہ اَبَادَ اللّٰہُ کَیْدَ الْکَافِرِیْن
اس کا پیٹ بلا آواز جواب دیتا — کہ اللہ کافروں کے مکر کو برباد کرے

لافِ تو مارا بر آتش بر نہاد — کاں سبالِ چرب تو برکندہ باد
تیری شیخی نے ہمیں انگاروں پر رکھ دیا ہے — خدا کرے تیری چکنی مونچھیں اکھڑیں

گر نبودے لافِ زشتت اے گدا — یک کریمے رحم آوردے بما
اے بھکاری! اگر تیری بُری شیخی نہ ہوتی — (تو) کوئی سخی ہم پر رحم کرتا

راست گر گفتی و کج کم باختی — یک طبیبے داروئے ما ساختی
اگر تو سچ بولتا اور کج گوئی کا کھیل نہ کھیلتا — تو ہمارے علاج کے لیے ایک طبیب پیدا کر دیتا

---

[1] گرمئے۔ یعنی حقیقی عشق کی گرمی۔ شعار۔ علامت، نشان۔ چرب کردن۔ مولانا نے بناوٹی شیخ کی حالت کو اس شیخی خورے کی حکایت سے سمجھایا ہے جس کا باطن خالی ہے، ظاہر چکنا چپڑا ہے۔ دنبہ۔ چکدی۔ مستہاں۔ ذلیل۔ سبلتاں۔ دونوں مونچھیں۔ منعماں۔ مالدار لوگ۔ لوت چربے۔ چکنی غذا۔

[2] رمز۔ یعنی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کرتا تھا کہ ان کی چکنائی میری گواہ ہے۔ اشکمش۔ اس کا پیٹ۔ لافِ تو۔ مونچھوں کی چکنائی اور شیخی کی وجہ سے سب اعضا بھوکے رہے تو انہوں نے مونچھوں کو بددعا دی۔ سبال۔ سبلت کی جمع، مونچھیں۔ راست۔ اگر بھوک کا اظہار کرتا تو کوئی سخی کھانا کھلا دیتا۔

Marfat.com

وَر نمودی عیب و کم کردی جفا
اگر تو عیب ظاہر کر دیتا اور ظلم نہ کرتا
ہم بُدے مہمانِ یک آشنا
کسی آشنا کی جانب سے مہمانی ہو جاتی

گفت حق[1] کہ کج مجنباں گوش ودم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ کان اور دم کو ٹیڑھا ہلا
یَنْفَعَنَّ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُھُمْ
سچوں کو ان کا سچ ضرور فائدہ دے گا

کہف اندر کژ مخسپ اے محتلم
اے بے غسلے! غار کے اندر ٹیڑھا نہ ہو
انچہ داری وَا نما و فَاسْتَقِمْ
جو کچھ حالت ہے ظاہر کر دے پھر سیدھا چل

ورنگوئی عیب خود بارے خمش
اگر اپنا عیب نہیں بتاتا ہے تو چپ رہ
از نمایش وز دغل خود را مکش
ریا اور فریب سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر

برسبالِ چرب خود تکیہ مکن
اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کر
زانکہ گربہ بُرد دنبہ بے سخن
اس لیے کہ بلی بلاشبہ چکدی لے گئی ہے

گر تو نقدے یافتی مکشا دہاں
اگر تجھے کچھ نقدی مل گئی ہے تو لب کشائی نہ کر
ہست در رہ سنگہائے امتحاں
راستہ میں آزمائش کے بہت سے پتھر ہیں

سنگہائے امتحاں[2] را نیز پیش
آزمائش کے پتھروں کے لیے بھی درپیش ہیں
امتحانہا ہست در احوالِ خویش
اپنے احوال میں بہت سے امتحانات

گفت یزداں از ولادت تا بحین
خدا نے فرمایا ہے کہ پیدائش سے موت تک
یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّتَیْنِ
وہ ہر سال میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں

امتحاں بر امتحانست اے پدر
باوا! آزمائش پر آزمائش ہے
ہیں بکمتر امتحاں خود را مخر
خبردار کمتر آزمائش پر خود پسندی نہ کر

ز امتحاناتِ قضا ایمن مباش
تقدیر (خداوندی) کے امتحانات سے مطمئن نہ ہو
ہیں زرسوائی بترس اے خواجہ تاش
اے پیر بھائی! رسوائی سے ڈر

ایمن بودن بلعمِ باعور کہ امتحان کرد حضرتِ عزت
اورا و از انہا رُو آمدہ بود
بلعم باعور کا مطمئن ہو جانا، کہ خدا نے اس کا امتحان کر لیا ہے
اور اس سے وہ ثابت ہوا تھا؟

---

1. گفت حق۔ بہت سی آیتوں کا مفہوم ہے کہ انسان کو غلط بیانی نہ کرنی چاہیے۔ سچوں کو ان کی سچائی لامحالہ مفید ہوتی ہے۔ کہف۔ برائی کو چھپانا نہ چاہیے اس کا اظہار کر کے علاج کرانا چاہیے۔ ورنگوئی۔ اگر انسان کا باطن برا ہے تو کم از کم بھلائی کی شیخی تو نہ مارے۔ برسبال۔ مصنوعی نیکی پر شیخی نہ مارنی چاہیے وہ زائل ہو گی تو رسوائی ہو گی جیسا کہ شیخی خورے کے واقعہ میں بیان ہوا کہ چکدی کو بلی لے گئی تو وہ رسوا ہوا۔ گرتو۔ اگر انسان کو کمال کا کوئی مقام حاصل ہو تو اس کا فخریہ اظہار نہ کرتا پھرے۔

2. سنگہائے امتحاں۔ یعنی اولیاء اللہ جو کھرے کھوٹے کو پرکھ لیتے ہیں پھر یہ اولیاء جو امتحان کی کسوٹی ہیں خود ان کا بھی امتحان ہوتا ہے۔ حین۔ موت۔ یفتنون۔ یہ آیت اگرچہ منافقین کے بارے میں ہے لیکن اس طرح کی آزمائشیں مومنین کی بھی ہوتی ہیں۔ امتحاں۔ ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش ہوتی ہے۔ کسی ادنیٰ آزمائش میں پورا اترنے کی وجہ سے انسان میں خود پسندی نہ آنی چاہیے۔ خواجہ تاش۔ یعنی پیر بھائی۔ ایمن بودن۔ بلعم اور شیطان دونوں ابتدائی کامیابیوں پر مغرور ہو گئے اور تباہ ہوئے۔

Marfat.com

بلعمِ باعور و ابلیسِ لعیں　ز امتحانِ آخریں گشتہ مہیں[1]
بلعم باعور اور ملعون شیطان　آخری امتحان سے تو ذلیل ہو گئے

زانکہ بودند ایمن از مکرِ خدا　کامتحانہا رفت اندر ما مضیٰ
کیونکہ وہ اللہ کے داؤ سے بے خوف تھے　کہ پہلے بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں

عاقبت رسوائی آمد بارِشاں　ایں شنیدہ باشی از اخبارِ شاں
انجام کار وہ رُسوا ہو گئے　تو نے ان کی خبروں میں یہ بات سنی ہو گی

او بدعویٰ میلِ دولت می کند　معدہ اش نفریں سبلت میکند
وہ دعوے کے ذریعہ دولت کی طرف جھک رہا ہے　اس کا معدہ مونچھ پر لعنت بھیج رہا ہے

کانچہ پنہاں می کند پیداش کن　سوخت مارا اے خدا رُسواش کن
اے خدا! جو وہ چھپا رہا ہے اس کو ظاہر کر دے　اے خدا! اس نے ہمیں جلا ڈالا اس کو رسوا کر دے

جملہ اجزائے تنش خصمِ وَیند　کز بہارے لافد ایشاں در دَیند
اُس کے جسم کے سب اعضا اُس کے دشمن ہیں　موسمِ بہار کی شیخی مارتا ہے وہ (موسم) خزاں میں ہیں

لاف[2] وا دادِ کرمہا می کند　شاخِ رحمت رز بن بَرمی کند
شیخی کرموں کو لوٹا دیتی ہے　رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے

راستی پیش آر یا خاموش کن　وانگہاں رحمت ببیں ونوش کن
سچ بول یا چپ رہ　تب رحمت کو دیکھ اور حاصل کر

آں شکم خصمِ سبالِ او شدہ　دستِ پنہاں در دعا اندر زدہ
وہ پیٹ، اس کی مونچھوں کا دشمن بنا　چھپے ہاتھوں دعا میں لگ گیا

کاے خدا رُسوا کن ایں لافِ لئام　تا بجنبد سوئے ما رحمِ کرام
کہ اے اللہ کینوں کی اس شیخی کو رُسوا کر دے　تاکہ بھلوں کا رحم ہمارے لیے حرکت میں آئے

مستجاب آمد دعائے آں شکم　سوزشِ حاجت بزد بیروں علم
اس پیٹ کی دعا مقبول ہوئی　محتاجی کی جلن نے جھنڈا ابھارا

گفت حق گر فاسقی و اہلِ صنم　چوں مرا خوانی اجابتہا کنم
خدا نے فرمایا خواہ تو فاسق ہے اور بت پرست　جب تو مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا

تو دُعا را سخت گیر و می شخول　تو مشوپیچ از دعا کردن ملول
تو خوب دعا کر اور رو　تو دعا کرنے سے کبھی نہ تھک

مہیں۔ ذلیل، حقیر۔ ما مضیٰ۔ گذشتہ زمانہ۔ او بدعویٰ۔ نصیحتیں کرنے کے بعد پھر اب شیخی خورے کا قصہ شروع کیا ہے۔ معدہ اش۔ چونکہ مونچھوں کی وجہ سے معدہ بھوکا رہا اس لیے مونچھوں پر لعنت بھیجتا ہے۔ کانچہ۔ معدے کی یہ دعا ہے۔ در دیند۔ یعنی در زمانہ ماہ دے اند، دے خزاں کا مہینہ ہے۔

لاف۔ انسان کی شیخی، انسانوں اور اللہ تعالیٰ کے کرم کے منافی ہوتی ہے۔ سبال۔ مونچھیں۔ لئام۔ لئیم کی جمع، کمینہ۔ مستجاب۔ قبول شدہ۔ شخول۔ امر کا صیغہ ہے، شخولیدن، رونا چلانا۔

Marfat.com

بُردنِ گربہ دُنبہ را و رُسوا شدنِ پہلوان

بلی کا دنبہ (کی کھال) کو لے بھاگنا اور پہلوان کا رسوا ہونا

چوں شکم خود را بحضرت[1] در سپرد — گربہ آمد پوستِ آں دُنبہ ببرد
جب پیٹ نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا — بلی آئی، دنبہ کی کھال لے بھاگی

از پسِ گربہ دَوِید او می گریخت — کودک از ترسِ عتابش رنگ ریخت
بلی کے پیچھے دوڑا، وہ بھاگ گئی — اس کے غصہ کے ڈر سے بچہ کا رنگ بدل گیا

آمد اندر انجمن آں طفلِ خورد — آبروے مردِ لافی را ببرد
وہ چھوٹا بچہ مجمع میں آیا — اس نے شیخی خورے کی آبرو کھو دی

گفت آں دُنبہ کہ ہر صبحے بداں — چرب میکردے لباں و سبلتاں
کہنے لگا کہ وہ دنبہ کی کھال جس سے ہر صبح کو — وہ ہونٹ اور مونچھیں چکنی کرتا تھا

گربہ آمد ناگہانش در رُبود — بس دویدیم و نکرد آں ہیچ سود
بلی آئی اور اچانک اس کو لے بھاگی — میں بہت دوڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

پہلواں[2] در لاف گرم و ذوقناک — چوں شنید ایں قصہ گشت از غم ہلاک
پہلوان نے شیخی کی گرمی اور ذوق میں — جب یہ قصہ سنا، رنج سے ہلاک ہو گیا

منفعل شد درمیانِ انجمن — سر فرو بُردو خمش گشت از سخن
مجمع میں شرمندہ ہو گیا — سر جھکا لیا اور بات سے خاموش ہو گیا

خندہ آمد حاضراں را از شگفت — رحمہا شاں باز جنبیدن گرفت
تعجب سے حاضرین کو ہنسی آ گئی — ان کا رحم پھر حرکت کرنے لگا

دعوتش کردند و سیرش داشتند — تخمِ رحمت در زمینش کاشتند
انہوں نے اس کی دعوت کی اور اس کا پیٹ بھر دیا — مہربانی کا بیج اس کی زمین میں بو دیا

اوچو ذوقِ راستی دید از کرام — بے تکبر راستی راشد غلام
جب اس نے شریفوں میں سچائی کا ذوق دیکھا — بغیر تکبر کے سچائی کا غلام بن گیا

راستی را پیشۂ خود کن مدام — تاشوی در ہر دو عالم نیک نام
سچائی کو ہمیشہ کے لیے اپنا پیشہ بنا لے — تاکہ تو دونوں جہان میں نیک نام بنے

دعویِ طاؤسی کردنِ آں شغال کہ در خُمِ صباغ افتادہ بود

اس گیدڑ کا مور ہونے کا دعویٰ کرنا جو رنگریز کے مٹکے میں گر گیا تھا

---

[1] حضرت۔ دربار خداوندی۔ رنگ ریخت۔ یعنی لڑکا بلی کے پیچھے بھاگا جب کامیاب نہ ہوا تو باپ کے ڈر سے اس کا رنگ بدل گیا۔ انجمن۔ یعنی وہی مجمع جہاں وہ شیخی بگھارتا تھا۔ لافی۔ شیخی بگھارنے والا، گپی۔ گفت۔ یعنی بچہ نے اپنی سادگی سے سارا قصہ بیان کر دیا جس سے شیخی خورے کا جھوٹ کھل گیا۔

[2] پہلواں۔ یعنی وہی شیخی خورا۔ ایں قصہ۔ یعنی یہ بات کہ بچے نے مجلس میں جا کر راز کہہ دیا ہے۔ رحمہا۔ یعنی ان کو اس کے افلاس پر رحم آنے لگا۔ ذوقِ راستی۔ یعنی سچی بات کو شرفا پسند کرتے ہیں تو وہ خود سچائی کا پابند ہو گیا۔ صباغ۔ رنگریز۔

آں شغالِ رنگ رنگ اندر نہفت
اس رنگ برنگ کے گیدڑ نے آہستہ سے
بر بنا گوشِ[1] ملامت گر بگفت
ملامت گر کے کان کی لو کے پاس (جا کر) کہا

بنگر آخر درمن و در رنگِ من
آخر مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ
یک صنم چوں من ندارد خود شمن
پجاری (بھی) ایسا ایک بت نہیں رکھتا ہے

چوں گلستاں گشتہ ام صد رنگ و خوش
میں باغ کی طرح سو رنگوں والا اور حسین ہو گیا ہوں
مر مرا سجدہ کن ازمن سر مکش
مجھے سجدہ کر، مجھ سے سرکشی نہ کر

کرّو فرّو آب و تاب و رنگ بیں
شان، شوکت، رونق اور چمک اور رنگ دیکھ
فخرِ دنیا خواں مرا و رکنِ دیں
مجھے دنیا کا فخر اور دین کا ستون کہہ

مظہرِ لطفِ خدائی گشتہ ام
میں اللہ کے کرم کا مظہر بن گیا ہوں
لوحِ شرحِ کبریائی گشتہ ام
(اللہ کی) بڑائی کی شرح کی تختی بن گیا ہوں

اے شغالاں ہیں مخوانیدم شغال
اے گیدڑو! خبردار مجھے گیدڑ نہ کہو
کے شغالے را بود چندیں جمال
کسی گیدڑ میں اس قدر حسن کب ہوتا ہے!

آں شغالاں آمدند آنجا بجمع
وہاں سب گیدڑ جمع ہو گئے
ہمچو پروانہ بگرداگردِ شمع
جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے

پس چہ خوانیمت بگو اے جوہری
تو اے جوہری بتا ہم تجھے کیا کہا کریں؟
گفت طاؤسِ نرے چوں مشتری
اس نے کہا، نرطاؤس جو مشتری (ستارہ) کی طرح ہو

پس بگفتندش کہ طاؤسانِ جاں
تو انہوں نے اس سے کہا کہ روحوں کے مور
جلوہا[2] دارند اندر گلستاں
باغ (عالمِ ملکوت) میں جلوے دکھاتے ہیں

تو چناں جلوہ کنی گفتا کہ نے
تو ایسا جلوہ دکھائیگا اس نے کہا نہیں
بادیہ نا رفتہ چوں گوید منے
جو (کسی) جنگل میں نہ گیا ہو وہ مستی کی کیا بات کرے

بانگِ طاؤساں کنی گفتا کہ لا
تو موروں کی بولی بول سکتا ہے اس نے کہا نہیں
پس نہ طاؤسی خواجۂ بوالعلا
تو اے بڑائیوں والے خواجہ تو مور نہیں ہے

خلعتِ طاؤس آید ز آسماں
طاؤس کا لباس آسمان سے اترتا ہے
کے رسی ازرنگ دعویہا بداں
دعووں کی رنگینی سے تو اس تک کب پہنچ سکتا ہے

ور تو دعویٰ می کنی معنی بیار
اگر تو دعویٰ کرتا ہے، حقیقت پیش کر
کہ مخور ورنہ پسِ گردن مخار
بکواس نہ کر ورنہ پھر گردن نہ کھجانا

بنا گوش۔ کان کی لو۔ شمن۔ بتوں کا پجاری۔ مظہر۔ چونکہ میں انتہائی حسین ہوں لہٰذا خدا کی مہربانی کا مظہر ہوں اور اس کی کبریائی کی شرح کی تختی ہوں۔ لوح۔ یعنی میرے وجود سے اس کی عظمت کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔ جوہری۔ وہ گیدڑ جو رنگین ہو گیا تھا۔ مشتری۔ مشہور ستارہ ہے۔

جلوہا۔ طاؤس کا رقص مشہور ہے۔ بانگ۔ مور کی کوک بھی بھلی ہوتی ہے۔ خلعت۔ مور کو جو حسین لباس ملا ہے وہ قدرتی ہے۔ گردن مخار۔ انسان شرمندگی میں گردن کھجانے لگتا ہے۔

Marfat.com

دعویٰ کردنِ فرعون الوہیت راو تشبیہ کردن او را بداں شغال کہ دعویٔ طاؤسی می نمود

فرعون کا خدائی کا دعویٰ کرنا اور اس کو اس گیدڑ کے مشابہ بتانا جس نے مور ہونے کا دعویٰ کیا

ہمچو فرعون مُرصّع[1] کردہ ریش — برتر از موسیٰؑ پریدہ از خریش
فرعون کی طرح جس نے ڈاڑھی کو جڑاؤ کرا کر — اپنے گدھے پن سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے بلند پروازی کی

اوہم از نسلِ شغالِ مادہ زاد — در خمِ مالے و جاہے اوفتاد
وہ بھی گیدڑ کی نسل سے پیدا ہوا تھا — مال اور مرتبہ کے خم میں گر گیا تھا

ہر کہ دید آں مال و جاہش سجدہ کرد — سجدۂ افسوسیاں را او بخورد
جس نے اس کا مال اور مرتبہ دیکھا اس نے اس کو سجدہ کیا — مذاق کرنے والوں کے سجدے وہ نگل گیا

گشت مستک آں گدائے[2] ژندہ دلق — از سجود و از تحیرہائے خلق
وہ پھٹی گدڑی والا فقیر مست ہو گیا — لوگوں کے سجدوں اور حیرانیوں سے

مال مار آمد کہ در وے زہرہاست — واں قبول و سجدۂ خلق اژدہاست
مال، سانپ ہے جس میں بہت سے زہر ہیں — لوگوں میں مقبولیت اور (ان کا) سجدہ کرنا اژدہا ہے

ہائے اے فرعون ناموسی مکن — تو شغالی ہیچ طاؤسی مکن
افسوس اے فرعون! معزز نہ بن — تو گیدڑ ہے مور پن نہ جتا

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی — عاجزی از جلوہ و رسوا شوی
اگر تو موروں کے سامنے آئے گا — جلوہ دکھانے سے عاجز اور رسوا ہو جائے گا

موسیٰؑ و ہاروںؑ چو طاؤساں بدند — پرِ جلوہ بر سر و رُویت زدند
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام چونکہ مور تھے — انہوں نے جلوے کا پر تیرے سر اور منہ پر مار دیا

زشتیت پیدا شد و رُسوائیت — سرنگوں افتادی از بالائیت
تیرا بھدا پن اور رسوائی واضح ہو گئی — تو اپنی بلندی سے اوندھا گرا

چوں محک دیدی سیاہ گشتی چو قلب — نقشِ شیری رفت و پیدا گشت کلب
جب تو نے کسوٹی دیکھی کھوٹے سکے کی طرح سیاہ پڑ گیا — تیرے شیر ہونے کی صورت چلی گئی اور کتا ظاہر ہوا

اے سگِ گرگینِ زشت از حرص و جوش — پوستینِ شیر را بر خود مپوش
اے بھدے گرگ نما کتے حرص اور جوش میں — شیر کی کھال اپنے اوپر نہ پہن

---

1. مرصع۔ فرعون نے اپنی ڈاڑھی میں قیمتی موتی پرو رکھے تھے۔ برتر۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ خریش۔ خری اش۔ اوہم۔ وہ فرعون اسی گیدڑ کی نسل سے تھا جو عارضی رنگ کی وجہ سے اپنے آپ کو مور کہلانا چاہتی تھی۔ مالے۔ اس فرعون پر مال و جاہ کا عارضی رنگ تھا۔ افسوسیاں۔ فرعون کو سجدہ کرنے والے بہت سے وہ تھے جو محض مذاق اور دل لگی کے لیے سجدہ کرتے تھے۔ مستک۔ میں کاف تحقیر کے لیے ہے۔
2. گدا۔ فرعون کو گدا اس لیے کہا ہے کہ وہ حقیقت سے تہی دست تھا۔ مال۔ دولت انسان کو اس طرح ہلاک کرتی ہے جس طرح سانپ ہلاک کرتا ہے۔ ناموسی۔ معزز پن۔ طاؤساں۔ جو حقائق کے مالک ہیں۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے معجزوں کے ذریعہ اس کو رسوا کر دیا۔ نقشِ شیری۔ جھوٹی خدائی باطل ہو گئی اور حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اے سگ۔ فرعون کو خطاب ہے۔

Marfat.com

غرہؔ! شیرت بخواہد امتحاں — نقشِ شیر وانگہ اخلاقِ سگاں

شیر کی گرج تیرا امتحان لے لے گی — شیر کی صورت اور پھر کتوں کے اخلاق

اے شغالِ بے جمال و بے ہنر — ہیچ بر خود ظن طاؤسی مبر

اے بدصورت، بے ہنر گیدڑ — اپنے اوپر مور ہونے کا گمان ہر گز نہ کر

زانکہ طاؤساں کنندت امتحاں — خوار و بے رونق بمانی درمیاں

کیونکہ مور تجھے آزمائیں گے — تو درمیان میں ذلیل اور بے آبرو رہ جائے گا

تفسیر وَ لَتَعرِفَنَّھُم فِی لَحنِ القَولِ دربیانِ امتحانِ منافقاں

"اور تم ان کو بات کے لہجے سے پہچان لو گے" کی تفسیر منافقوں کے امتحان کے ذیل میں

گفت یزداں مر نبیؐ را در مساقؔ — یک نشانِ سہل تر ز اہلِ نفاق

نبی ﷺ کو اللہ (تعالیٰ) نے (قرآن کے) سیاق میں بتادی — منافقوں کی ایک آسان پہچان

گر منافقؔ زفت باشد نغز و ہول — واشناسی مَرورا در لحن و قول

خواہ منافق موٹا، خوبصورت اور بارعب ہو — تم اس کو بات کے لہجے سے پہچان لو گے

چوں سفالینؔ کوزہا را میخری — امتحانے می کنی اے مشتری

جب تو مٹی کے پیالے خریدتا ہے — اے خریدار! تو امتحان کر لیتا ہے

می زنی دستے براں کوزہ چرا — تاشناسی از طنیںؔ اِشکستہ را

تو اس کوزے پر ہاتھ کیوں مارتا ہے؟ — تا کہ تو آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لے

بانگِ اشکستہ دگرگوں می شود — بانگ چاؤشؔ ست پیشش می رود

ٹوٹے ہوئے کی آواز دوسری طرح کی ہوتی ہے — آواز، نقیب ہے جو آگے آگے چلتا ہے

بانگ می آید کہ تعریفش کند — ہمچو مصدرؔ۲ فعل تصریفش کند

آواز آتی ہے تاکہ اس کی پہچان کر دے — جیسا کہ مصدر ہے، فعل اس میں تغیر کر دیتا ہے

چوں حدیثِ امتحاںؔ رُوے نمود — یادم آمد قصۂ ہاروت زُود

جب امتحان کی بات سامنے آئی — مجھے فوراً ہاروت کا قصہ یاد آ گیا

پیش ازیں زاں گفتہ بودم اندکے — خود چہ گویم از ہزارانشؔ یکے

اس سے پہلے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا تھا — میں کیا کہوں، اس کے ہزاروں میں سے ایک

---

۱ غرہ۔ شیر بننے پر امتحان ہوگا کہ شیر کی سی دڑوک بھی ہے یا نہیں۔ مساق۔ یعنی سیاقِ کلام اللہ، بعض نسخوں میں لفظ مثاق ہے۔ جس کے معنی ہیں عہد کی جگہ، اس سے بھی مراد قرآن پاک ہے۔ گر منافق۔ اگرچہ منافقوں کی ظاہری صورت بھلی معلوم ہوگی لیکن ان کی آواز سے ان کی حقیقت کھل جائے گی۔ چوں سفالیں۔ یہ اس کی مثال ہے کہ آواز سے حقیقت کھل جاتی ہے۔ طنین۔ جھنجھناہٹ۔ چاؤش۔ نقیب جو بادشاہ کے آگے چلتا ہے، آواز بھی حقیقت کے لیے پیشرو ہے۔

۲ ہمچو مصدر۔ فعل پر نظر کر لی جائے اگر اس میں تعلیل ہوتی ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا مصدر بھی معلول ہے جیسا کہ قام اور قیاماً ہے قام میں واؤ الف سے بدلا ہے تو قیاماً میں واؤ یا سے بدلا ہوا۔ امتحاں۔ آزمائش سے رسوائی کی بات پر ہاروت و ماروت کا قصہ یاد آ گیا چونکہ وہ بھی امتحان کی وجہ سے رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں۔ از ہزاراں۔ ہاروت و ماروت کے قصے کے اسرار میں سے بہت تھوڑا بیان کیا تھا۔

Marfat.com

خواستم[1] گفتن در آں تحقیقہا | تاکنوں وا ماندم از تعوقہا
میں اس میں کچھ تحقیقیں بیان کرنا چاہتا تھا | لیکن رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک رُکا رہا

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل | گفتہ آید شرحِ یک عضوے زپیل
اس کے بہت سے میں سے کچھ تھوڑا سا دوسرا جملہ | کہہ دیا جائے جو ہاتھی کے ایک عضو کی شرح ہو گی

گوش کن ہاروت را ماروت را | اے غلام و چاکراں ماروت را
سن لے ہاروت اور ماروت کے بارے میں | اے وہ کہ ہم تیرے چہرے کے غلام اور خادم ہیں

قصۂ ہاروت و ماروت و دلیریِ ایشاں بر امتحانِ حق تعالیٰ

ہاروت و ماروت کا قصہ اور اللہ (تعالیٰ) کی آزمائش پر ان کی دلیری

گوشِ دل را یک نفس ایں سو بدار | تا بگویم باتو از اسرارِ یار
تھوڑی دیر کے لیے کان کو اس طرف متوجہ کر | تاکہ میں تجھ سے دوست کے کچھ راز بیان کروں

مست بودند از تماشائے الٰہ | و ز عجایبہائے استدراجِ شاہ
وہ اللہ کے دیدار سے مست تھے | اور شاہ (اللہ) کے عجائب کی ڈھیل سے

اینچنیں مستی ست ز استدراجِ حق | تا چہ مستیہا دہد معراجِ حق[2]
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ڈھیل میں ایسی مستی ہوتی ہے | تو اللہ (تعالیٰ) کی جانب عروج کیا مستیاں دیتا ہو گا!

دانۂ دامش چنیں مستی نمود | خوانِ انعامش چہا داند کشود
اس کے جال کے دانہ نے ایسی مستی دکھائی | اس کے انعام کا خوان کس قدر (مستیاں) دیتا ہو گا؟

مست بودند و رہیدہ از کمند | ہای و ہوئے عاشقانہ می زدند
وہ مست تھے اور پھندے سے آزاد تھے | عاشقوں کی طرح ہائے و ہو (کے نعرے) لگاتے تھے

یک کمین و امتحاں در راہ بود | صَرصَرش چوں کاہ کُہ را می ربود
ایک گھات اور امتحان راستہ میں تھا | جس کی آندھی پہاڑ کو تنکے کی طرح لے اڑی

امتحاں میکرد شاں زیر و زبر | کے بود سر مست را زینہا خبر
امتحان ان کو الٹ پلٹ کر رہا تھا | مست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے؟

خندق و میداں بہ پیشِ او یکے ست | چاہ و خندق پیشِ او خوش مسلکے ست
خندق اور میدان اس کے سامنے یکساں ہیں | کنواں اور خندق اس کے سامنے اچھا راستہ ہیں

---

1. خواستم۔ ہاروت و ماروت کے قصے کے اسرار بیان کرنا چاہتا تھا لیکن موانع پیش آگئے تھے۔ شرحِ یک عضو۔ صرف اس قدر بیان کیا تھا جیسا کہ ہاتھی کے کسی ایک عضو کی تشریح کر دی جائے۔ رُوت۔ روئے تو۔ اسرار یار۔ خدائی راز۔ استدراج۔ وہ کشف و کرامات جن میں پھنس کر اور جن سے مغرور ہو کر سالک تباہ ہو جاتا ہے۔

2. معراجِ حق۔ جبکہ استدراج کی مستیاں بھی اس قدر ہیں تو پھر حقیقی معراج کی مستیوں کا کیا ٹھکانا ہے۔ دانۂ دامش۔ یعنی استدراج کی مستیاں۔ مست بودند۔ ہاروت و ماروت استدراج کی مستیوں میں مدہوش ہو گئے تھے۔ صرصرش۔ امتحان کی آندھی بڑوں بڑوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ خندق۔ مست گڑھے اور ہموار زمین میں فرق نہیں کرتا ہے دونوں پر چل پڑتا ہے۔

Marfat.com

مستیِ بزؔ[1] از دیدنِ بزِ مادہ و جستنِ او بکوہِ مقابل

بکری کو دیکھ کر بکرے کی مستی اور اس کا بالمقابل پہاڑ پر کودنا

آں بزِ کوہی بَراں کوہِ بلند
پہاڑی بکرا بلند پہاڑ پر
بر دوَد از بہرِ خوردی بے گزند
خوراک کے لیے بے مشقت دوڑتا ہے

تا علف چیند بہ بیند ناگہاں
تاکہ گھاس چگے لیکن وہ اچانک دیکھتا ہے
بازیِ دیگر ز حکمِ آسماں
آسمان کے حکم سے ایک دوسرا کھیل

بر کُہے دیگر بر اندازد نظر
دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے
مادۂ بز بیند بر آں کوہِ دگر
اس دوسرے پہاڑ پر وہ بکری دیکھتا ہے

چشمِ او تاریک گردد در زماں
فوراً اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے
بر جہد سَر مست زیں کہ تابداں
مست ہو کر اس پہاڑ سے اس پہاڑ پر کود پڑتا ہے

آنچناں نزدیک بنماید وُرا
وہ اس کو ایسا نزدیک نظر آتا ہے
کہ دویدن گردِ بالوعہ سَرا
جیسا کہ گھر کے چوبچے کے چاروں طرف دوڑنا

آں ہزاراں گز دو گز بنمایدش
وہ ہزاروں گز (کا فاصلہ) اس کو دو گز نظر آتا ہے
تا زِ مستی میلِ جستن آیدش
یہاں تک کہ مستی کی وجہ سے اس کے دل میں کودنے کی خواہش ہوتی ہے

چونکہ بجہد در فتد اندر زماں
جب کودتا ہے فوراً گر جاتا ہے
درمیانِ ہر دو کوہِ بے اماں
دونوں بے پناہ پہاڑوں کے درمیان

او ز صیاداں بہ کُہ بگریختہ
وہ شکاریوں سے پہاڑ پر بھاگا تھا
خود پناہش خونِ اورا ریختہ
پناہ نے ہی اس کا خون بہا دیا

شِستہ صیاداں میانِ آں دو کوہ
ان دونوں پہاڑوں کے درمیان شکاری بیٹھے تھے
انتظارِ ایں قضائے با شکوہ[2]
اس پُر شکوہ قضا کے انتظار میں

باشد اغلب صیدِ ایں بز ہمچنیں
بکرے کا شکار عموماً ایسے ہی ہو جاتا ہے
ور نہ چالاک ست و چست و خصم بیں
ورنہ چالاک اور چست ہے اور دشمن کو دیکھ لینے والا ہے

رُستم ار چہ با سَر و سبلت بود
رستم خواہ مع سر اور مونچھوں کے ہو
دامِ پاگیرش یقیں شہوت بود
یقیناً شہوت اس کے پاؤں کا بال ہوتی ہے

ہم چومن از مستیِ شہوت ببر
میری طرح شہوت کی مستی سے جدا ہو جا
مستیِ شہوت ببیں اندر شتر
شہوت کی مستی اونٹ میں دیکھ لے

---

1. مستیِ بزؔ۔ اس قصہ کا منشا یہ ہے کہ شہوت کی مستی میں انسان اندھا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ خوردیؔ۔ خوراک۔ علفؔ۔ گھاس۔ چشمِ اوؔ۔ یعنی مستی میں وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ بالوعہؔ۔ چہ بچہ۔ سَراؔ۔ مکان۔ کوہِ بے اماںؔ۔ چونکہ وہ دونوں پہاڑ بہت بلند تھے۔ شِستہؔ۔ نشستہ کا مخفف ہے۔

2. شکوہؔ۔ شان و شوکت، دبدبہ۔ باشدؔ۔ پہاڑی بکرا اسی طرح شکار ہو جاتا ہے ورنہ بہت چالاک اور ہوشیار ہوتا ہے۔ خصم بیںؔ۔ دشمن کو پہچان جانے والا۔ باسر و سبلتؔ۔ یعنی سر میں عقل اور بہادری کے باوجود۔ اندر شترؔ۔ اونٹ کی مستی مشہور ہے۔

باز ایں مستی شہوت در جہاں — پیشِ مستی ملک[1] داں مستہاں

پھر یہ دنیا میں شہوت کی مستی — فرشتے کی مستی کے سامنے ہیچ سمجھو

مستیِ آں مستیِ ایں بشکند — او بشہوت اِلتفاتے کے کند

اُس کی مستی اِس کی مستی کو فنا کر دیتی ہے — وہ شہوت کی طرف کب توجہ کرتا ہے؟

آبِ شیریں تانخوردی آبِ شور — خوش نماید چوں درونِ دیدہ نور

جب تک تو نے میٹھا پانی نہیں پیا ہے کھاری پانی — (ایسا) عمدہ لگتا ہے جیسا کہ آنکھوں میں روشنی

قطرہٗ از بادہائے آسماں — بَرکند جاں را زِ مے و زساقیاں

آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ — جان کو (دنیا کی) شراب اور ساقیوں سے برگشتہ کر دیتا ہے

تاچہ مَستیہا بود اَملاک را — وز جلالت رُوحہائے پاک را

فرشتوں میں کس قدر مستیاں ہوتی ہیں — اور پاک روحوں میں بڑائی کی وجہ سے

کہ بوئے دل دراں مے بستہ اند — خُمِ بادہ ایں جہاں بشکستہ اند

کہ انہوں نے خوشبو کی وجہ سے دل اس شراب سے وابستہ کر دیا ہے — انہوں نے اس جہان کے خُم توڑ ڈالے ہیں

جز مگر[2] آنہا کہ نومیدند و دُور — ہمچو کفارے نہفتہ در قبور

سوائے ان کے جو مایوس اور دور ہیں — قبروں میں چھپے ہوئے کافروں کی طرح

ناامید از ہر دو عالم گشتہ اند — خارہائے بے نہایت کشتہ اند

وہ دونوں جہانوں سے مایوس ہو گئے ہیں — انہوں نے لا انتہا کانٹے بوئے ہیں

تمنا کردنِ ہارُوت و مارُوت مقامِ بشریت را و غیرتِ حق تعالیٰ

ہاروت و ماروت کا بشریت کے مظالم کی تمنا کرنا اور حضرت حق تعالیٰ کی غیرت

پس زمَستیہا بگفتند اے دَریغ — بر زمیں باراں بدادیے چومیغ

مستیوں کی وجہ سے انہوں نے کہا! ہائے افسوس — ہم زمین پر ابر کی طرح (انصاف کی) بارش برسا دیتے

گستر یدیے دریں بیداد جا — عدل و انصاف و عبادات و وفا

ہم اس ظلم کی جگہ میں پھیلا دیتے — عدل اور انصاف اور عبادات اور وفا

ایں بگفتند و قضا می گفت ایست — پیشِ پاتاں دام ناپیدا بسے ست

یہ انہوں نے کہا اور قضا کہہ رہی تھی ٹھہر جا! — تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے چھپے ہوئے جال ہیں

---

1. ملک۔ فرشتوں کو قرب الٰہی سے جو مستی حاصل ہوتی ہے دنیا کی مستی اس کے سامنے ہیچ ہے۔ مستیِ آں۔ جس شخص کو قرب الٰہی کی مستی حاصل ہو جاتی ہے، پھر اس پر دنیا کی مستی طاری نہیں ہوتی۔ آبِ شیریں۔ خدائی مستی اور دنیا کی مستی کی مثال شیریں پانی اور کھارا پانی ہے۔ تاچہ۔ فرشتوں اور روحوں کو قرب الٰہی کی ایسی مستی حاصل ہوتی ہے کہ ان کے دل اس سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور رضا کی مستی کے اسباب کو وہ ختم کر دیتے ہیں۔

2. جز مگر۔ کفار کی روحیں قرب الٰہی کی مستی سے محروم ہیں۔ تمنا کردن۔ قرب الٰہی سے جو مستی طاری ہوتی ہے وہ بسا اوقات استدراج ہوتا ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہیے، اس مستی میں کوئی غلط قدم نہ اٹھانا چاہیے۔ پس زمستیہا۔ ہاروت و ماروت نے مستی میں غلط قدم اٹھایا جس کا بدانجام بھگتنا پڑا۔ گستر یدیے۔ انسانوں نے دنیا میں ظلم و ستم کر رکھا ہے، ہم دنیا میں ہوتے تو عدل و انصاف سے دنیا کو بھر دیتے۔

Marfat.com

ہیں مَرد[1] گستاخ در دشتِ بلا
خبردار! مصیبت کے جنگل میں لا پروائی سے نہ جا
ہیں مَرو کورانہ اندر کربلا
خبردار! کربلا میں اندھوں کی طرح نہ جا

کہ زموی و استخوانِ ہالکاں
کیونکہ ہلاک ہونے والوں کے بال اور ہڈیوں سے
می نیابد راہ پایِ سالکاں
چلنے والوں کا قدم راستہ نہیں پاتا ہے

جملۂ رہ استخوان و موی و پے
سارے راستہ میں ہڈیاں، بال اور پٹھے ہیں
بسکہ تیغِ قہر لاشیٔ کرد شیٔ
بکثرت سے قہر کی تلوار نے موجود کو معدوم کر دیا ہے

گفت حق کہ بندگانِ جفتِ عون
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ مدد (الٰہی) کے ساتھی بندے
بر زمیں آہستہ می رانند ہون
خاکساری سے آہستہ چلتے ہیں

پا برہنہ چوں رَود در خارزار
کانٹوں کے جنگل میں ننگے پاؤں کیسے چلے
جز بمہل و فکرتے پرہیزگار
پرہیزگار، سوائے وقفہ اور سوچ سمجھ کے

ایں قضا می گفت لیکن گوشِ شاں
قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن ان کے کان
بستہ بود اندر حجابِ جوشِ شاں
ان کے جوش کے پردے میں بند تھے

چشمہا و گوشہا را بستہ اند
لوگوں نے آنکھیں اور کان بند کر لیے ہیں
جز مر آنہا را کہ از خود رَستہ اند
سوائے ان کے جو اپنی ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں

جز عنایت[2] کہ کشاید چشم را
(خدا کی) مہربانی کے علاوہ آنکھ کون کھول سکتا ہے؟
جز محبت کہ نشاند خشم را
غصہ کو محبت کے علاوہ کون فرو کر سکتا ہے؟

جہدِ بے توفیق جاں کندن بود
بے توفیق (خدا) کوشش، جان کو فنا کرنا ہے
زارزنے کم گرچہ صد خرمن بود
اگرچہ وہ (کوشش) سو کھلیان ہو ایک چنے سے کم ہے

جہدِ بے توفیق خود کس را مباد
خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق نہ ہو
در جہاں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
دنیا میں، اور خدا بہتر جانتا ہے

خواب دیدنِ فرعون آمدنِ موسیٰ علیہ السلام را و تدارکِ آں

خواب میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد کو دیکھنا اور اس کو روکنے کی تدبیر کرنا

جہدِ فرعونے چو بے توفیق بود
فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی
ہر چہ او می دوخت آں تفتیق بود
جو کچھ وہ سیتا تھا، وہ پھاڑتا تھا

---

1. ہیں مرد۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو آزمائش میں نہ ڈالنا چاہیے اور ایسے مقام پر پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے۔ کہ زموی۔ آزمائش کے راستہ میں بہت سی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔ تیغ قہر۔ خدا کا غضب نازل ہوا تو وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ گفت۔ پاک بندوں کی تعریف میں فرمایا گیا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا" اور اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں۔" پرہیزگار۔ نیک بندے احسان کی وادی میں سوچ سمجھ کر وقفہ وقفہ سے قدم اٹھاتے ہیں۔ ایں قضا۔ قضا ہاروت ماروت کو سمجھا رہی تھی لیکن انہوں نے کان بند کر لیے تھے۔ جز مر آنہا۔ جن لوگوں نے خودی کو مٹا دیا ہے ان کے ہی کان کھلے ہوئے ہیں۔
2. جز عنایت۔ عنایت خداوندی ہی آنکھیں کھولتی ہے اور اللہ کی محبت ہی غضب الٰہی کو فرو کر سکتی ہے۔ جہد بے توفیق۔ جب تک توفیق خداوندی میسر نہ آئے کوشش بیکار ہوتی ہے۔ ارزن۔ ایک غلہ ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے، اس کو چینا کہا جاتا ہے۔ خواب دیدن۔ توفیق خداوندی چونکہ فرعون کے شامل حال نہ تھی لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو روکنے کی اس کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ تفتیق۔ پھاڑنا، جدا کرنا۔

Marfat.com

از منجم[1] بود در حکمش ہزار
اس کے حکم میں ہزاروں نجومی تھے
وز معبر نیز و ساحر بے شمار
تعبیر دینے والے اور جادوگر بھی بے شمار تھے

مقدمِ موسیٰؑ نمودندش بخواب
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری انکو خواب میں دکھائی گئی
کہ کند فرعون و ملکش را خراب
کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو تباہ کر دیں گے

با معبر گفت و با اہلِ نجوم
اس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے کہا
چوں بود دفعِ خیال و خوابِ شوم
منحوس خیال اور خواب کا دفعیہ کیسے ہو؟

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم
سب نے کہا ہم ایسی تدبیر کریں گے
راہِ زادن را چو رہزن می زنیم
ڈاکو کی طرح اس کی پیدائش کا راستہ روک دیں گے

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں
یہاں تک کہ وہ رات آ گئی جو حمل ٹھہرنے کی تھی
رائِ ایں دیدند آں فرعونیاں
ان فرعون والوں کی یہ رائے ہوئی

کہ بروں آرند آں روز از پگاہ
کہ اس روز صبح سے باہر لگا دیں
سوئے میداں بزم و تختِ بادشاہ
میدان میں تختِ شاہی اور دربار

پس بفرمودند در شہر آشکار
پھر انہوں نے حکم دیا کہ شہر میں علانیہ
کہ منادیہا کنند از شہریار
بادشاہ کی جانب سے منادی کر دیں

الصلا اے جملہ اسرائیلیاں
کہ اے اسرائیلیو! تمہاری دعوت ہے
شاہ می خواند شمارا زاں مکاں
بادشاہ تمہیں اس جگہ بلاتا ہے

تا شما را رونماید بے نقاب
تاکہ تمہیں نقاب کے بغیر دیدار کرائے
برشما احساں کند بہرِ ثواب
نیکی کی غرض سے تم پر احسان کرے

کاں اسیراں[2] را بجز دوری نبود
کیونکہ قیدیوں (اسرائیلیوں) کے لیے دوری کے سوا کچھ نہ تھا
دیدنِ فرعون دستوری نبود
فرعون کو دیکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا

گر فتادندے برہ در پیشِ او
وہ اگر راستہ میں اس کے سامنے آ جاتے
بہرِ آں یاسہ بخفتندے بِرو
اس قانون کے مطابق وہ اوندھے لیٹ جاتے

یاسہ آں بد کہ نہ بیند ہیچ اسیر
قانون یہ تھا کہ کوئی قیدی (اسرائیلی) نہ دیکھے
در گہ و بے گہ لقائے آں امیر
وقت بے وقت اس امیر (فرعون) کا دیدار

بانگِ چاؤشاں چوں در رہ بشنوند
جب راستہ میں نقیبوں کی آواز سنے
تا نہ بینند رو بدیوارے کنند
منہ دیوار کی طرف کر لیں تا کہ اس کو نہ دیکھ سکیں

[1] منجم۔ ستاروں کی گردش سے آنے والے حالات کو بتانے والا۔ معبر۔ خواب کی تعبیر دینے والا۔ مقدم۔ آنا۔ جملہ۔ سب منجموں اور معبروں نے کہا ہم اس بچہ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا راستہ بند کر دیں گے اور ایسی تدبیر کر دیں گے کہ کوئی اسرائیلی عورت اس رات کو حاملہ نہ بن سکے۔ مولد۔ یعنی استقرارِ حمل۔ فرعونیاں۔ منجم اور معبر۔ پگاہ۔ صبح۔ شہریار۔ بادشاہ۔ الصلا۔ کھانے یا آگ تاپنے کا اعلان۔

[2] اسیراں۔ قیدی یعنی بنی اسرائیل چونکہ ان سے قبطی اور فرعون ہر طرح کی بیگار لیتے تھے۔ یاسہ۔ قانون، رسم۔ یاسہ۔ اسرائیلیوں کے لیے یہ قانون تھا کہ وہ فرعون کا دیدار نہ کر سکیں۔ اسیر۔ یعنی اسرائیلی۔ لقا۔ دیدار۔ چاؤشاں۔ چاؤش کی جمع ہے، نقیب۔ رو بدیوارے۔ یعنی اس کا رخ فرعون کی طرف نہ ہو۔

Marfat.com

ور بہ بیند روئے او مجرم بود — انچہ بدتر[1] بر سرِ او آں رود

اگر اس کا منہ دیکھ لے گا تو قصوروار ہو گا — جو بدتر (سزا) ہو گی اس کو وہ دی جائے گی

بود شاں حرصِ لقائے ممتنع — چوں حریص ست آدمی فِیمَا مُنِع

ممنوع دیدار کی ان کو تمنا تھی — کیونکہ جس چیز سے انسان کو روکا جائے وہ اس کا حریص ہو جاتا ہے

بمیدان خواندنِ فرعون بنی اسرائیل را از برائے حیلۂ منعِ ولادتِ حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو روکنے کی تدبیر کے لیے فرعون کا بنی اسرائیل کو میدان میں طلب کرنا

شد مُنادی در محلّہا رواں — بانگ میزد کو بکو شادی کناں

مُنادی کرنے والا محلوں میں روانہ ہو گیا — خوشی خوشی گلی در گلی اعلان کرتا تھا

کاے اسیراں سوئے میداں گہ روید — کز شہنشہ دیدن و جودست اُمید

اے قیدیو (اسرائیلو) میدان کی طرف چلو — کیونکہ بادشاہ کے دیدار اور سخاوت کی توقع ہو

چوں شنیدند مژدہ اسرائیلیاں — تشنگاں بودند و بس مشتاقِ آں

جب ، اسرائیلیوں نے خوشخبری سنی — پیاسے تھے اور اس کے بہت مشتاق تھے

حیلہ را خوروند آں سو تاختند — خویشتن را بہرِ جلوہ[2] ساختند

چکر کھا گئے، اور اس طرف دوڑ پڑے — انہوں نے اپنے آپ کو دیدار کے لیے تیار کر لیا

از غرض غافل بدند و بے خبر — وز طمع رفتند بیروں سَر بسر

مقصد سے غافل اور بے خبر تھے — سب کے سب لالچ کی وجہ سے باہر نکل گئے

حکایت در تمثیل

مثالاً ایک حکایت

ہمچناں کاینجا مغولِ[3] حیلہ داں — گفت می جویم کسے از مصریاں

ایسے ہی یہاں ایک حیلہ گر مغل نے — کہا میں مصر والوں میں سے ایک کی تلاش میں ہوں

مصریاں را جمع آرید ایں طرف — تا در آید آنکہ می جویم بکف

اس طرف مصریوں کو جمع کر لو — تاکہ وہ جس کی میں تلاش میں ہوں ہاتھ آ جائے

ہر کجا بد مصریئے جمع آمدند — در بَرِ آں میر یک یک می شدند

جہاں بھی کوئی مصری تھا سب جمع ہو گئے، — ایک ایک کر کے بادشاہ کے پاس آ گئے

بدتر۔ جو اسرائیلی فرعون کو دیکھ لیتا تھا اس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ کز۔ یعنی فرعون کا دیدار بھی میسر آئے گا اور فرعون بخشش بھی کرے گا۔

جلوہ۔ یعنی فرعون کا دیدار۔ حکایت۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح اسرائیلیوں کی تباہی کے لیے ان کو میدان میں جمع کیا گیا تھا اسی طرح ایک تاتاری مغل نے مصریوں کو قتل کرنے کے لیے ایک حیلہ سے میدان میں جمع کیا تھا۔

مغول۔ واؤ کے اخفا کے ساتھ پڑھا جائے، بوزن عنق اسی لیے اس کو مغل بھی لکھتے ہیں، ایران و توران کی ایک قوم ہے۔ بَر۔ بغل، آغوش۔

Marfat.com

ہر کہ می آمد بگفتا نیست ایں
جو بھی آتا (اس کے بارے میں) کہتا یہ نہیں ہے
ہیں در آ خواجہ دراں گوشہ نشیں
خواجہ آ، اس گوشے میں بیٹھ جا

تا بدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند
یہاں تک کہ اس طریقہ پر سب جمع ہو گئے
گردنِ ایشاں بدیں حیلہ زدند
انہوں نے اس تدبیر سے ان سب کی گردن اڑا دی

شومی[1] آنکہ سوئے بانگِ نماز
ایک بدقسمتی یہ تھی کہ اذان کی جانب
داعی اللہ را نبردندے نیاز
اللہ کی طرف بلانے والی کی اطاعت نہ کرتے تھے

دعوتِ مکار شاں اندر کشید
مکار کی دعوت نے ان کو اندر کھینچ لیا
الحذر از مکرِ شیطاں اے رشید
اے ہدایت پر چلنے والے! شیطان کے مکر سے بچ

بانگِ درویشاں و محتاجاں بنوش
فقیروں اور ضرورت مندوں کی پکار سن لے
تا نگیرد بانگ محتالیت گوش
تاکہ کسی حیلہ جو کی آواز تیرے کان میں نہ پڑے

گر گدایاں[2] طامع اند و زشت خو
فقیر خواہ لالچی اور بد عادت ہوں
در شکم خواراں تو صاحبدل بجو
خواہ پیٹو تو صاحبدل کی جستجو کر

در تکِ دریا گہر[2] با سنگہاست
دریا کی تہ میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں
فخرہا اندر میانِ ننگہاست
فخر کی باتیں عار کی باتوں کے درمیان ہیں

پس بجوشیدند اسرائیلیاں
اسرائیلی ٹوٹ پڑے
از پگہ تا جانبِ میداں دواں
صبح سے میدان کی جانب دوڑتے ہوئے

چوں[3] بحیلت شاں بمیداں برد او
جب وہ انہیں تدبیر سے میدان میں لے گیا
روی خود بنمودہ شاں بس تازہ رو
تو انہیں اپنا خوشنما چہرہ دکھایا

کرد دلداری و بخششہا بداد
ان کی دلداری کی اور بخششیں دیں
ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
اس بادشاہ نے عطا بھی کی اور وعدے بھی کئے

بعد ازاں گفت از برائے جانِ تاں
اس کے بعد ان سے کہا اپنی روح (کی تفریح) کے لیے
جملہ در میداں بخسپید امشباں
آج کی رات سب میدان میں سو جاؤ

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم
انہوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت کرینگے
گر تو خواہی یک مہ اینجا ساکنیم
اگر آپ چاہیں گے ہم ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے

باز گشتن فرعون از میدان بشہر شادماں از تفریق

حمل ہونے کی رات میں بنی اسرائیل کو ان کی عورتوں سے جدا کر دینے پر

---

1. شومی۔ اسرائیلیوں کا یہ قتل اس لیے ہوا کہ وہ نماز نہ پڑھتے تھے۔ داعی اللہ۔ موذن۔ مکار۔ یعنی وہی مغل۔ بانگ درویشاں۔ عذاب الٰہی سے نجات کا باعث جس طرح موذن کی پکار کو قبول کرنا ہے اسی طرح فقیروں اور محتاجوں کی صدا پر توجہ کرنا بھی ہے۔ محتال۔ فریبی، حیلہ گر۔
2. گر گدایاں۔ اگرچہ دنیادار فقیروں میں کوئی صاحب دل بھی ہوگا لہٰذا سب کی خدمت کرو۔ گہر با سنگہا۔ دریا کی تہہ میں سنگریزے بھی ہوتے ہیں اور پتھر بھی۔
3. پگہ۔ پگاہ، صبح۔ چوں۔ اسرائیلیوں کے جمع ہونے کے بعد فرعون نے ان کو اپنا دیدار کرایا۔ قباد۔ نوشیرواں کے باپ اور ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہا جانے لگا۔ جانِ تاں۔ یعنی تفریح طبع۔ مہ۔ ماہ کا مخفف۔

Marfat.com

بنی اسرائیل از زنانِ شاں در شب حمل

فرعون کا میدان سے شہر کی جانب خوشی خوشی واپس ہونا

شہ شبانگہ[1] باز آمد شادماں　کامشباں حمل ست و دور اند از زناں

بادشاہ خوشی خوشی رات کو واپس لوٹا　کہ آج کی رات حمل قرار پانا ہے اور وہ (مرد) عورتوں سے دور ہیں

خازنش عمراں بد اندر خدمتش　ہم بشہر آمد قرینِ صحبتش

اس کا خزانچی عمران اس کی خدمت میں تھا　وہ بھی اس کے ساتھ شہر میں واپس لوٹا

گفت اے عمراں بریں در خسپ تو　ہیں مرو سوئے زن اے مردِ نکو

اس نے کہا اے عمران! تو بھی اسی دروازے پر سو جا　اے بھلے انسان! بیوی کی جانب نہ جانا

گفت خسپم ہم بریں درگاہِ تو　ہیچ نندیشم بجز دلخواہِ تو

اس نے کہا میں بھی تیرے در پر سو جاؤں گا　میں تو تیری مرضی کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہوں

بود عمراں ہم ز اسرائیلیاں　لیکِ مر فرعون را دل بود و جاں[2]

عمران بھی اسرائیلیوں میں سے تھا　لیکن فرعون کا دل و جان تھا

کے گماں بردے کہ او عصیاں[2] کند　انچہ خوفِ جانِ فرعوں آں کند

وہ (فرعون) کیسے گمان کرتا کہ وہ (عمران) نافرمانی کرے گا　جس میں فرعون کی جان کا ڈر ہو وہ کام کرے گا

ایمن از عمرانِ بدو افعالِ او　لیک خود آں بُد خرابیِ حالِ او

وہ (فرعون) عمران اور اس کے کاموں سے مطمئن تھا　لیکن اس (فرعون) کے حال کی تباہی وہی تھا

خود کجا در خاطرِ فرعون بود　اینچنیں[3] تقدیر چوں عاد و ثمود

خود فرعون کے خیال میں بھی کہاں تھی　ایسی تقدیر جیسی کہ عاد اور ثمود کی

جمع آمدنِ عمران بمادرِ موسیٰ علیہ السلام و حاملہ شدنِ مادرِ موسیٰ علیہ السلام

عمران کا موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے ساتھ مجامعت کرنا اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا حاملہ ہو جانا

شہ برفت و او بر آں درگاہ خفت　نیم شب آمد بہ پیشش خفتہ جفت

بادشاہ چلا گیا اور وہ (عمران) اس درگاہ پر سو گیا　آدھی رات کو اس سوئے ہوئے کے پاس بیوی آ گئی

زن برو افتاد بوسید آں لبش　بر جہانیدش ز خواب اندر شبش

بیوی اس پر لیٹ گئی اور اس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا　اس کو رات میں نیند سے بیدار کر دیا

گشت بیدار او و زن را دید خوش　بوسہ باراں کرد از لب بر لبش

وہ بیدار ہو گیا اور حسین بیوی کو دیکھا　اس کے لبوں پر بوسہ کی بارش کر دی

---

1. شہ شبانگہ۔ بادشاہ تمام اسرائیلیوں کو میدان میں سلا کر بہت مسرت سے واپس آیا اور یہ کہہ رہا تھا کہ میرے ملک کو زیر و زبر کرنے والے بچہ کا آج رات حمل قرار پانا تھا تو اب جبکہ اسرائیلی مرد عورتوں سے جدا ہیں حمل نہ قرار پا سکے گا۔ خازن۔ خزانچی۔ عمران۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد جو اسرائیلی تھے۔ قرین۔ ساتھی۔ بریں در۔ یعنی فرعون کا دروازہ۔ زن۔ بیوی۔
2. دل بود و جاں۔ یعنی عمران سے فرعون کو بہت زیادہ تعلق تھا۔ عصیان۔ نافرمانی۔ انچہ۔ یعنی اپنی بیوی سے صحبت فرعون کی جان اور سلطنت کی بربادی کا سبب ہوگا۔
3. ایں چنیں۔ فرعون کو یہ خیال نہ تھا کہ اس کی تقدیر میں بھی وہی تباہی اور بربادی ہے جو قوم عاد اور ثمود کے لیے مقدر تھی۔ جفت۔ یعنی عمران کی بیوی۔ خوش۔ خوبصورت۔ لبش۔ یعنی بیوی کے ہونٹ۔

Marfat.com

گفت عمراں ایں زماں چوں آمدی — گفت از شوق و قضائے ایزدی
عمران نے کہا تو اس وقت کیوں آئی؟ — اس نے کہا محبت اور اللہ کے حکم سے

در کشیدش در کنار از مہر مرد — بر نیامد[1] با خود آں دم در نبرد
مرد نے محبت سے اس کے پہلو کو دبا لیا — اس وقت مقابلہ میں اپنے آپ سے نہ جیت سکا

جفت شد با او امانت را سپرد — پس بگفت اے زن نہ ایں کاریست خُرد
اس کے ساتھ صحبت کی اور امانت سپرد کر دی — پھر کہا، اے بیوی! یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے

آہنے بر سنگ زد زاد آتشے — آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے
لوہا پتھر سے ٹکرایا، آگ پیدا ہو گئی — ایسی آگ جو بادشاہ اور اس کی سلطنت سے بدلہ لینے والی ہے

من چو ابرم تو زمیں موسیٰ نبات — حق شہِ شطرنج و ما در بُرد و مات
میں ابر کی طرح ہوں تو زمین اور موسیٰ علیہ السلام پودا ہے — اللہ (تعالیٰ) شاہِ شطرنج ہے اور ہم ہار جیت میں ہیں

مات و بُرد[2] از شاہ می داں اے عروس — آں مداں از ما مکن برما فسوس
اے بیوی! ہار اور جیت شاہ کی جانب سے سمجھ — ہماری جانب سے نہ سمجھ ہم پر افسوس نہ کر

اُنچہ ایں فرعون می ترسید ازو — ہست شد ایں دم کہ گشتم جفتِ تو
وہ چیز جس سے فرعون ڈر رہا تھا — اس وقت موجود ہو گئی جبکہ میں نے تجھ سے صحبت کی

وصیت کردنِ عمران جفت را بعد از مجامعت[3] کہ مرا ندیدہ باشی

صحبت کے بعد عمران کا بیوی کو نصیحت کرنا کہ میرے پاس نہ آنا

وا مگر داں ہیچ زینہا دم مزن — تا نیاید بر من و تو صد حزن
کچھ نہ کھولنا، اس بارے میں دم نہ مارنا — تاکہ تجھ پر اور مجھ پر سیکڑوں غم نہ ٹوٹ پڑیں

عاقبت پیدا شود آثارِ ایں — چوں علامتہا رسد اے نازنیں
انجامِ کار اس کے آثار ظاہر ہوں گے — اے نازنین، جب علامتیں (سامنے) آئیں گی

در زماں از سوئے میداں نعرہا — می رسید از خلق و می شد بر ہوا
اسی وقت میدان سے بہت سے نعرے — لوگوں کے آئے اور فضا میں چلے گئے

شاہ ازاں ہیبت بروں جست آں زماں — پا برہنہ کایں چہ غلغلہاست ہاں
شاہ فوراً اس خوف سے باہر آیا — ننگے پاؤں کہ ہاں یہ شور و غل کیا ہے؟

از سوئے میداں چہ بانگ ست و غریو — کز نہیبش می رمد جنی و دیو
میدان کی جانب سے کیا آواز اور شور ہے؟ — کہ اس کے ڈر سے جن اور بھوت بھاگ رہے ہیں

---

1. بر نیامد۔ یعنی عمران اپنے اوپر قابو نہ پا سکے اور بیوی کے ساتھ ہمبستر ہو گئے۔ امانت۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حمل۔ ایں کار۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہو جانا۔ آتشے۔ یعنی حضرت موسیٰ کی پیدائش جو فرعون کی تباہی کا سبب ہو گی۔ کیں کش۔ بدلہ لینے والا۔
2. برد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ کے علاوہ سب مہرے پٹ جائیں، یہ آدھی مات ہوتی ہے۔ مات۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ گرفتار ہو جائے۔ فسوس۔ افسوس۔
3. مجامعت۔ ہمبستری۔ زینہا۔ یعنی اپنا اور میرا ہمبستر ہونا۔ آثار ایں۔ یعنی حمل کی علامتیں۔ در زماں۔ یعنی عمران کی مجامعت کے بعد۔

Marfat.com

گفت عمراں[1] شاہِ ما را عمر باد　　قوم اسرائیلیانند از تو شاد

عمران نے کہا ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو　　اسرائیلی قوم آپ سے بہت خوش ہے

از عطائے شاہ شادی می کنند　　رقص می آرند و کفہا می زنند

بادشاہ کی بخشش سے خوشی منا رہے ہیں　　ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں

ترسیدنِ فرعون از بانگ و غریو و غوغا

فرعون کا شور اور غل اور غوغا سے ڈرنا

گفت باشد کایں بود اما و لیک　　وہم و اندیشہ مرا پُر کرد نیک

اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ہو، لیکن　　وہم و گمان مجھ میں بہت بھر گیا ہے

ایں صدا حالِ مرا تغییر کرد　　از غم و اندوہِ تلخم پیر کرد

اس آواز نے میری حالت غیر کر دی ہے　　غم اور کڑوے فکر سے مجھے بوڑھا کر رہے ہیں

پیش می آمد سپس می رفت شہ　　جملہ شب او ہمچو حامل وقت زہ

بادشاہ آگے آتا پھر واپس ہو جاتا　　تمام رات وہ بچہ جننے کے وقت حاملہ عورت کی طرح رہا

ہر زماں می گفت اے عمراں مرا　　سخت از جا بُردہ است ایں نعرہا

ہر لحہ کہتا، اے عمران! مجھے　　ان نعروں نے بہت بے چین کر دیا ہے

زہرہ نے عمرانِ مسکیں را کہ تا　　باز گوید اختلاطِ جفت را

عمران بیچارے کا دل گردہ نہ تھا کہ　　بیوی سے ملنے کے بارے میں کہتا

چوں زنِ عمراں[2] بعمراں در خزید　　تا کہ شد استارۂ موسیٰ پدید

جب عمران کی بیوی عمران سے چپٹی　　یہانتک کہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ستارہ طلوع ہو گیا

ہر پیمبر کاندر آید در رحم　　نجم او بر چرخ گردد منتجم

ہر پیغمبر جو رحم (مادر) میں آتا ہے　　اس کا ستارہ آسماں پر طلوع ہو جاتا ہے

پیدا شدنِ ستارۂ موسیٰ علیہ السلام بر آسمان و غریو منجمان در میدان

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے ستارے کا آسمان پر نمودار ہونا اور میدان میں نجومیوں کا شور وغل

بر فلک پیدا شد آں استارہ اش　　کوریِ فرعون و مکر و چارہ اش

آسمان پر ان (موسیٰ علیہ السلام) کا ستارہ نمودار ہوا　　فرعون اور اس کے مکر و تدبیر کے خلاف

روز شد گفتش کہ اے عمراں برو　　واقف آں غلغل و آں بانگ شو

دن ہوا (فرعون نے) اس (عمران) سے کہا اے عمران جا　　اس شور اور آواز کے بارے میں دریافت کر

گفت عمراں۔ عمران نے فرعون کو مطمئن کرنے کے لیے کہا کہ اسرائیلی آپ کی عطا سے خوش ہو کر ناچ گا رہے ہیں۔ گفت۔ فرعون نے عمران سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ شور کی وہی وجہ ہو جو تو نے بتائی لیکن میرے دل میں تو بہت اندیشے پیدا ہو گئے ہیں۔ پیش آمد۔ بادشاہ فکر میں تمام رات اندر باہر آتا جاتا رہا۔

2. زہرہ۔ عمران کی یہ ہمت تو نہ تھی کہ شور وغل کا اصل سبب جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حمل قرار پانا تھا وہ بتا دیتا۔ چوں زنِ عمراں۔ جب عمران نے بیوی سے ہمبستری کی تھی فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ستارہ آسمان پر نمودار ہو گیا تھا۔

3. ہر پیمبر۔ جب بھی کوئی نبی ماں کے پیٹ میں ہوا ہے اس کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا ہے۔ کوری۔ اندھا پن یعنی مقصد کے خلاف۔ واقف۔ باخبر۔

Marfat.com

راند عمراں[1] جانبِ میدان و گفت
عمران نے میدان کی جانب سواری ہانکی اور کہا
ایں چہ غلغل بود شاہنشہ نخفت
یہ کیسا شور تھا کہ بادشاہ نہ سو سکا

ہر منجم سَر برہنہ جامہ چاک
ہر نجومی ننگے سر، کپڑے پھٹے ہوئے
ہمچو اصحابِ عزا بر فرقِ خاک
ماتم کرنے والوں کی طرح سر پر خاک (ڈالے ہوئے)

ہمچو اصحابِ عزا آوازِ شاں
ماتم کرنے والوں کی طرح ان کی آواز
بد گرفتہ از فغان و سازِ شاں
چلانے سے رُندھ گئی اور ساز (مطرب) خاموش تھے

ریش و مو برکندہ رو بدریدگاں
ڈاڑھی اور بال اکھاڑے ہوئے منہ نوچے ہوئے
خاک بر سر کرد پُر خوں دیدگاں
سر پر خاک ڈالے ہوئے، آنکھیں پر خون

گفت خیر ست اینچہ آشوب ست و حال
اس (عمران) نے کہا خیر ہے، یہ کیسا کہرام اور حال ہے؟
بد نشانی می دہد منحوس سال
منحوس سال بُری علامت دکھا رہا ہے

عذر آوردند و گفتند اے امیر
انہوں نے معذرت کی اور کہا اے امیر!
کرد ما را دستِ تقدیرش اسیر
ہمیں اُس (اللہ) کے دستِ قدرت نے قیدی بنا لیا

ایں ہمہ کردیم و دولت تیرہ شد
ہم نے یہ سب کچھ کیا اور (اقبال) دولت تاریک ہو گیا
دشمنِ شہ ہست گشت و چیرہ شد
بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آ گیا

شب[2] ستارہ آں پسر آمد عیاں
رات اس بچہ کا ستارہ نمودار ہو گیا
کوریِ ما بر جبینِ آسماں
آسمان کی پیشانی پر ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر

زد ستارہ آں پیمبر بر سما
اس پیغمبر کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا
ما ستارہ بار گشتیم از بکا
ہم نے رو رو کر ستارے (آنسو) برسائے

بادلِ خوش شاد عمراں وز نفاق
عمران خوش دلی کے ساتھ نفاق سے
دست بر سر می بزد کاہ اَلفِراق[3]
سر پیٹ رہا تھا کہ ہائے "الفراق"

کرد عمراں خویش پُر خشم و تُرش
عمران نے اپنے آپ کو تُرش رُو اور غضبناک بنایا
رفت چوں دیوانگاں بے عقل و ہش
دیوانوں کی طرح بے عقل و حواس واپس ہو گیا

خویشتن را اعجمی کرد و براند
اپنے آپ کو ناداں بنایا اور چل دیا
گفتہائے بس خشن بر جمع خواند
جمع کو بہت سخت باتیں کہیں

خویشتن را تُرش و غمگیں ساخت او
اس نے اپنے آپ کو تُرش رو اور غمگین بنایا
نَردہائے بازگونہ باخت او
اس نے الٹی چال چلی

---

1. راند عمراں۔ عمران نے میدان میں جا کر منجموں سے شور و غل کا سبب دریافت کیا۔ عزا۔ ماتم، سوگ میں لوگ کپڑے پھاڑتے ہیں، سر پر خاک ڈالتے ہیں اور چیخ و پکار سے ان کی آوازیں بیٹھ جاتی ہیں۔ آشوب۔ فتنہ، پریشانی۔ کرد ما را۔ یعنی ہمیں قدرت نے عاجز کر دیا اور ہم بچہ کی پیدائش کو نہ روک سکے اور بچہ وجود میں آ گیا۔

2. شب۔ رات کو بچہ کی پیدائش کا ستارہ نمودار ہو گیا ہے۔ کوریِ ما۔ یعنی ہماری منشاء کے خلاف۔ ستارہ بار۔ یعنی ہم آنسوؤں کے ستارے گرا رہے ہیں۔ بکا۔ رونا۔ بادلِ خوش۔ عمران بچہ کی پیدائش سے خوش تھے لیکن بظاہر غم کا اظہار کر رہے تھے۔

3. الفراق۔ یعنی اب سلطنت درہم برہم ہو جائے گی۔ کرد عمراں۔ عمران نے اپنے اوپر ظاہری غم و غصہ طاری کیا، منجموں کو برا بھلا کہا اور میدان سے واپس لوٹ آئے۔

Marfat.com

گفت شاں[1] شاہ مرا بفریفتید
بولا، تم نے میرے بادشاہ کو فریب دیا
از خیانت وز طمع تشکیفید
خیانت اور لالچ سے باز نہ آئے

سوئے میداں شاہ را انگیختید
تم بادشاہ کو میدان میں لے آئے
آبروئے شاہِ ما را ریختید
تم نے ہمارے بادشاہ کی آبروریزی کی

دست بر سینہ نہادید از ضماں
ذمہ داری کے لیے تم نے سینہ پر ہاتھ رکھا
شاہ را ما فارغ آریم از غماں
(کہ) ہم بادشاہ کو غم سے فارغ کر دیں گے

عاقبت زرہا تلف شد کار خام
آخرکار روپیہ برباد ہوا، کام ادھورا (رہا)
شد بر فرعون و بر خواندش تمام
فرعون کے پاس گیا اور اس کو سب قصہ سنایا

چوں شنید از غصہ رویش شد سیاہ
جب اس نے سنا غصہ سے اس کا منہ کالا پڑ گیا
خواند ایشاں را زِ خشم آں رُو تباہ
ان کو اس رو تباہ نے غصہ سے بلایا

گفت ایشاں[2] را کہ ہیں اے خائناں
(شاہ نے) ان (منجموں) سے کہا کہ ہاں اے خائنو!
من بر آویزم شما را بے اماں
میں تمہیں معافی کے بغیر (سولی) پر لٹکا دوں گا

خویش را در مضحکہ انداختیم
ہم نے اپنی مذاق اڑوائی
مالہا با دشمناں در باختیم
مال کو دشمنوں پر خرچ کر ڈالا

تا کہ امشب جملہ اسرائیلیاں
حتیٰ کہ آج کی رات اسرائیلی
دور ماندند از ملاقاتِ زناں
بیویوں کی ملاقات سے دور رہے

مال رفت و آبرو و کار خام
مال اور آبرو ختم ہوئی اور کام ادھورا (رہا)
ایں بود یاری و افعالِ کرام
(کیا) یہ دوستی اور شریفوں کے کام ہوتے ہیں

سالہا ادرار[3] و خلعت می بُرید
تم سالوں سے عطایا اور خلعت لیے جاتے ہو
مملکتہا را مسلم می خورید
پوری سلطنت کھائے جاتے ہو

از برائے آنکہ در روزِ چنیں
اسی لیے کہ اس طرح کے دن
فہم گرد آرید و گردیدم معیں
سمجھ کو کام میں لاؤ گے اور میرے مددگار بنو گے

رائے تاں ایں بود و فرہنگ و نجوم
تمہاری تدبیر اور علم اور نجوم یہ تھا
طبل خوارانید و مکارید و شوم
تم پیٹو، اور مکار اور بدبخت ہو

مر شمارا بر دَرم آتش زنم
میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گا، پھونک دوں گا
گوش و بینی و لباں تاں بر کنم
تمہارے کان اور ناک اور ہونٹ اکھاڑ دوں گا

عیشِ رفتہ با شما ناخوش کنم
میں تمہارے پہلے عیش کو بدمزہ کر دوں گا
من شمارا ہیزمِ آتش کنم
میں تمہیں آگ کا ایندھن بنا دوں گا

---

[1] گفت شاں۔عمران نے منجموں سے غصہ میں کہا تم نے بادشاہ کو ذلیل کیا، جھوٹے وعدے کئے اور مال و دولت برباد کر لیا۔شد بر فرعون۔فرعون کے پاس آ کر تمام صورت حال بیان کر دی۔

[2] گفت۔یعنی بادشاہ نے انہیں پھانسی پر لٹکانے کی دھمکی دی۔مالہا۔جو مال بنی اسرائیل میں تقسیم کر دیا تھا۔تا کہ۔اسرائیلیوں کو بیویوں سے بھی علیحدہ رکھا پھر بھی تم مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

[3] ادرار۔مسلسل بخشش کرنا۔معین۔مددگار۔فرہنگ۔عقل و ادب، لغت کی کتاب۔طبل خوار۔پیٹو۔

Marfat.com

سجدہ ہا کردند و گفتند اے خدیو[1] — گر یکے کرّت زما چربید دیو
انہوں نے سجدے کئے اور کہا اے شہنشاہ! — اگر ایک مرتبہ شیطان ہم پر غالب آ گیا

سالہا دفعِ بلاہا کردہ ایم — وہم حیران زانچہ ماہا کردہ ایم
ہم نے سالوں مصیبتیں ٹالی ہیں — جو کچھ ہم نے کیا ہے، اس پر عقل حیران ہے

فوت شد از ما و حملش[2] شد پدید — نطفہ اش برجست و رحم اندر خزید
وہ ہمارے قابو سے نکل گیا اور اس کا حمل نمودار ہو گیا — اس کا نطفہ کودا اور رحم میں گھس گیا

لیک استغفارِ ایں روزِ ولاد — ما نگہداریم اے شاہِ قباد
لیکن اس کی معافی کے لیے ولادت کے دن کی — اے شہنشاہ! ہم حفاظت کریں گے

روزِ میلادش رصد بندیم ما — تا نگردد فوت و نجہد ایں قضا
اس کی پیدائش کے دن ہم رصد بندی کریں گے — تاکہ وہ بچ کر نہ نکلے اور یہ قضا ظاہر نہ ہو

گر[3] نداریم ایں نگہ مارا بکش — اے غلام رائے تو افکار و ہش
اگر ہم اس کی نگہداشت نہ کریں تو ہمیں مار ڈالنا — اے وہ! کہ عقلیں اور ہوش تیری راہ کے غلام ہیں

تا بہ نہ مہ می شمرد او روز روز — تا نپرّد تیرِ حکمِ خصم دوز
وہ نو مہینے تک ایک ایک دن گنتا رہا — تاکہ دشمن کو زخمی کرنے والا قضا کا تیر نہ چل جائے

چوں مکاں بر لامکاں حملہ برد — خونِ خود ریزد بلاہا را خرد
جب مکان (والا) لامکان پر حملہ کرتا ہے — اپنا خون کرتا ہے، مصیبتیں خریدتا ہے

بر قضا ہر کو شبیخوں آورد — سرنگوں آید زخونِ خود خورد
قضا (خداوندی) پر جو شبخون مارتا ہے — اوندھا گرتا ہے اور اپنا خون پیتا ہے

چوں زمیں با آسماں خصمی کند — شور گردد سر زمرگے برزند
جب زمین آسمان سے دشمنی کرے — بنجر بن جاتی ہے، موت سے ٹکراتی ہے

نقش با نقاش چوں پنجہ زند — سبلتان وریش خود بر می کند
جب نقش نقاش کا مقابلہ کرتا ہے — اپنی مونچھیں اور ڈاڑھی اکھاڑتا ہے

خواندنِ فرعون زنانِ بنی اسرائیل را کہ نوزائیدہ بودند سوئے میداں بہ مکر

1. خدیو۔ آقا، خداوند۔ کرت۔ مرتبہ، باری۔ چربید۔ غالب آ گیا۔ وہم۔ یعنی ایسے کارنامے کیے جن پر عقل حیران ہے۔
2. حملش۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حمل۔ استغفار۔ یعنی اس غلطی کی مکافات ہم موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے دن کریں گے۔ قباد۔ ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے اور ہر بڑے بادشاہ کو قباد کہہ دیا جاتا ہے۔ رصد۔ انتظار، وہ عمل جو کسی بلند جگہ پر کیا جاتا ہے جس پر منجم بیٹھ کر ستاروں کی گردش کے احوال معلوم کرتے ہیں یعنی ہم رصدگاہ میں بیٹھ کر اس کا یوم ولادت معلوم کریں گے۔
3. گر۔ یعنی اگر ہم ولادت کے وقت اس بچہ کا تدارک نہ کر سکیں تو ہمیں قتل کرا دینا۔ نہ مہ۔ نو مہینے جو حمل کی مدت ہے۔ تیر حکم۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی ولادت جو تباہی کا سبب ہے۔ مکان۔ یعنی مخلوق۔ لامکان۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ قضا۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ چوں زمیں۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والے کی مثال ہے، زمین آسمان سے دشمنی مول لے گی تو خود کو تباہ کرے گی۔ نقش۔ اگر مخلوق خالق سے نزاع کرے تو خود مخلوق کی بربادی ہے۔

فرعون کا بنی اسرائیل کی ان عورتوں کو مکاری سے میدان کی طرف بلانا جن کے حال میں بچے ہوئے ہوں

بعدِ نہ مہ[1] شہ بروں آورد تخت ۔۔۔ سوئے میدان و منادی کرد سخت

نو مہینے کے بعد بادشاہ نے تخت باہر نکالا ۔۔۔ میدان کی جانب اور سخت اعلان کر دیا

بارِ دیگر شد منادی سوئے شہر ۔۔۔ کاے زناں از دہر می یابید بہر

دوبارہ شہر کی جانب اعلان کرنے والا روانہ ہوا ۔۔۔ کہ اے عورتو! زمانے سے حصہ حاصل کر لو

کاے زناں با طفلگاں میداں روید ۔۔۔ تاز داد و بخششم شاداں شوید

کہ اے عورتو! بچوں کو لے کر میدان میں پہنچو! ۔۔۔ تاکہ تم میری عطا اور بخشش سے خوش ہو

آنچنانکہ پار مرداں را رسید ۔۔۔ خلعت و ہرکس ازیشاں زر کشید

جس طرح کہ پارسال مردوں کو ملا ۔۔۔ شاہی جوڑا اور ان میں سے ہر شخص نے روپیہ حاصل کیا

ہیں زناں امسال اقبالِ[2] شماست ۔۔۔ تا بیابد ہر یکے چیزیکہ خواست

آگاہ! عورتو اس سال تمہارا نصیب ہے ۔۔۔ تاکہ ہر عورت وہ پائے جو اس کی خواہش ہے

مرزناں را خلعت و حلیت دہند ۔۔۔ کودکاں را ہم کلاہِ زر نہند

عورتوں کو جوڑا اور زیور دیں گے ۔۔۔ بچوں کو سنہری ٹوپی پہنائیں گے

ہر کہ او ایں ماہ زائیدست ہیں ۔۔۔ گنجہا گیرد زِمن بے شک یقیں

آگاہ! جس نے اس سال بچہ جنا ہے ۔۔۔ یقیناً بلا شک مجھ سے خزانے حاصل کر لے گی

آں زناں با طفلگاں بیروں شدند ۔۔۔ شادماں تا خیمۂ شہ آمدند

اس وقت بچوں کے ساتھ وہ باہر نکل آئیں ۔۔۔ خوشی خوشی یہاں تک کہ بادشاہ کے خیمہ کے پاس آگئیں

ہر زنے نوزادہ بیروں شد زشہر ۔۔۔ سوئے میداں غافل از دستانِ قہر

ہر نئے بچہ والی عورت شہر سے باہر نکل آئی ۔۔۔ میدان کی جانب، ظلم کے مکر سے غافل ہو کر

چوں زناں جملہ بدو گرد آمدند ۔۔۔ ہر چہ بود آں نر[3] زمادر بستدند

جب سب عورتیں اس کے گرد آ گئیں ۔۔۔ جو لڑکا تھا اس کو ماں سے لے لیا

سر بریدندش کہ اینست احتیاط ۔۔۔ تانزاید خصم و نفزاید خباط

اس کا سر قلم کر دیا، کہ یہ احتیاط ہے ۔۔۔ تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور دیوانگی نہ بڑھے

بوجود آمدنِ موسیٰ علیہ السلام و آمدنِ عواناں بخانۂ عمران و وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السلام کہ در تنور

بعدِ نہ مہ۔ یعنی جبکہ متوقع ولادت کا زمانہ گزر گیا۔ دہر۔ زمانہ۔ بہر۔ حصہ۔ تازداد۔ منادی کرنے والے، بادشاہ کے اس قول کا اعلان کر رہے تھے۔ پار۔ گزشتہ۔

[2] اقبال۔ یعنی یہ سال عورتوں کی نصیبہ وری کا سال ہے۔ حلیت۔ زیور۔ ہر کہ او۔ یعنی جس عورت کے اس مہینے بچہ ہوا ہے اس کو بہت کچھ ملے گا۔ خیمہ۔ یعنی وہ شاہی خیمہ جس میں تخت بچھا ہوا تھا۔ دستاں۔ مکر یعنی اس بہانہ سے قتل کرنے کا ارادہ۔

[3] آں نر۔ یعنی نوزائیدہ بچوں میں سے لڑکوں کو لے لیا، لڑکیوں کو چھوڑ دیا۔ خباط۔ دیوانگی یعنی اسرائیلیوں میں جو جوش و خروش حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماں کے پیٹ میں آجانے سے پیدا ہوا ہے اس میں اور اضافہ نہ ہو۔ عوان۔ سپاہی۔ تنور۔ چونکہ بچہ کو تنور میں ڈالا گیا تھا۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا اور سپاہیوں کا عمران کے گھر پہنچنا

آتشش اندازد کہ من او را نگاہ دارم

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے پاس وحی آنا کہ ان کو آگ کے تنور میں ڈال دے

کیونکہ میں اس کی حفاظت کروں گا

خود زنِ عمراں کہ موسیٰؑ زادہ بود
عمران کی بیوی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو جنا تھا

دامن اندر چید زاں آشوب[1] زُود
اس نے اس فتنہ سے جلد دامن بچا لیا

بعد ازاں دستاں کہ آں سگ بازناں
اس کے بعد وہ مکر جو اس کتے نے عورتوں سے

کرد دیگر بیں چہ آورداں زماں
کیا، پھر دیکھ اس نے اس وقت کیا کیا

آں زنانِ قابلہ، در خانہا
دائیوں کو گھروں میں

بہرِ جاسوسی فرستاد آں دغا
اس (مجسم) دغا نے جاسوسی کے لیے روانہ کر دیا

غمز کردندش کہ اینجا کودکیست
انہوں نے اس کو اشارہ کر دیا کہ یہاں ایک بچہ ہے

نامد او میداں کہ در وہم[2] و شکیست
جو میدان میں نہیں آیا کیونکہ (اس کی ماں) کو وہم اور شک میں ہے

اندریں کوچہ یکے زیبا زنے ست
اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے

کودکے دارد و لیکن پُر فنے ست
جس کے ایک بچہ ہے لیکن (وہ عورت) بڑی چالاک ہے

پس عواناں آمدند او طفل را
تو سپاہی پہنچ گئے، اس نے بچہ کو

در تنور انداخت از امرِ خدا
خدا کے حکم سے، تنور میں ڈال دیا

وحی آمد سوئے زن از دادگر
عورت کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی

کہ ز نسل[2] آں خلیلؑ ست ایں پسر
کہ یہ بچہ (ابراہیم) خلیل (اللہ علیہ السلام) کی نسل سے ہے

در تنور انداز موسیٰؑ را تو زود
تو موسیٰ علیہ السلام کو فوراً تنور میں ڈال دے

تا نگہداریمش اندر نار و دود
تاکہ آگ اور دھوئیں میں میں اس کی حفاظت کروں

عصمتِ یا نارُ[3] کُونِی بارِدًا
"اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا" کی حفاظت کی وجہ سے

لَا تَکُوْنَ النَّارُ حَرًّا شَارِدًا
آگ گرم اور سرکش نہ ہو گی

زن بوحی انداخت او را در شرر
عورت نے وحی کی وجہ سے اس کو انگاروں میں پھینک دیا

بر تنِ موسیٰؑ نکرد آتش اثر
آگ نے موسیٰ علیہ السلام کے جسم پر اثر نہ کیا

پس عواناں خانہ را جستند زود
سپاہیوں نے فوراً گھر کی تلاشی لی

ہیچ طفلے اندراں خانہ نبود
اس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا

1. آشوب۔ فتنہ یعنی وہ فتنہ جو فرعون نے بچوں کے قتل کا پیدا کیا تھا۔ دستاں۔ مکر۔ سگ۔ یعنی فرعون۔ قابلہ۔ بچہ جنانے والی عورت۔ آں دغا۔ یعنی فرعون۔ غمز۔ چٹکی لینا، اشارہ کرنا۔
2. در وہم۔ یعنی اس کو شک ہو گیا ہے کہ بچوں کو بلا کر فرعون کوئی خرابی پیدا کرے گا۔ زیبا زنے۔ یعنی عمران کی بیوی۔ پُر فنے۔ چونکہ اس نے بچوں کو احتیاطاً میدان میں نہیں بھیجا تھا کر ز نسل۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا گیا تھا لہٰذا ان کی نسل کے اس بچہ کو اسی حکم سے آگ سے نجات دے دی جائے گی جس کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی۔
3. یا نار۔ یہ اسی آیت کا خلاصہ ہے جس میں آگ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی کا ذریعہ بن جائے۔ شارد۔ سرکش۔ شرر۔ یعنی تنور کے انگارے۔ نبود۔ چونکہ بچہ کو تنور میں ڈالا گیا تھا۔

Marfat.com

پس عواناں بے مراد آں سو شدند — باز غمّازاں[1] کزاں واقف بدند
سپاہی ناکام واپس ہو گئے — پھر ان چغلخوروں نے جو اس سے واقف تھے

با عواناں ماجرا برداشتند — پیشِ فرعوں از برائے دانگ چند
سپاہیوں سے قصہ چھیڑا — فرعون کے سامنے چند ٹکوں کی خاطر

کاے عواناں باز گردید آں طرف — نیک نیکو بنگرید اندر غرف
کہ اے سپاہیو! اس طرف پھر جاؤ — کوٹھریوں میں خوب اچھی طرح دیکھو

بازگشتند آں عواناں جملگاں — تا کہ موسیٰؑ را بجویند آں زماں
وہ سارے سپاہی واپس لوٹے — تاکہ فوراً موسیٰ علیہ السلام کو تلاش کریں

باز وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السلام کہ در آبش فگن اَلْقِیْهِ فِي الْیَمِّ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے پاس پھر وحی آنا کہ اس کو پانی میں ڈال دے "اس کو دریا میں ڈال دے"

باز وحی آمد کہ در آبش فگن — روی در امیدوار و مومن
پھر وحی آئی اس کو پانی میں ڈال دے — امید رکھ اور پریشان نہ ہو

در فگن در نیلش[2] و کن اعتمید — من ورا با تو رسانم رو سفید
اس کو نیل میں پھینک دے اور بھروسہ کر — میں عزت سے اسے تیرے پاس پہنچا دوں گا

مادرش انداخت اندر رودِ نیل — کار را بگذاشت با نِعْمَ الْوَکِیْل
ماں نے اس کو دریائے نیل میں ڈال دیا — معاملہ بہترین وکیل کے سپرد کر دیا

ایں سخن پایاں ندارد مکرہاش — جملہ پیچیدند ہم در ساق و پاش
اس بات کی انتہا نہیں ہے اور اس کے مکر — سب اس کی پنڈلی اور پیروں میں لپٹ گئے

صد ہزاراں طفل می کشت از بروں — خصم[3] اندر صدرِ خانہ در دروں
وہ باہر لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا — (اور) دشمن بیچ مکان میں در پردہ (موجود تھا)

از جنوں می کشت ہر جا بدُ جنیں — از حیَل آں کور چشم دوربیں
جس جگہ کوئی پیٹ کا بچہ ہوتا اسکو پاگل پن سے مار ڈالتا — تدبیروں سے، وہ دوربین، اندھا

اژدہا بُد مکرِ فرعونِ عنود — مکرِ شاہانِ جہاں را خوردہ بود
سرکش فرعون کا مکر اژدہا تھا — جو دنیا کے بادشاہوں کے مکر کو تو نگل گیا تھا

لیک ازاں فرعوں ترے آمد پدید — ہم وُرا ہم مکر او را در کشید
لیکن اس فرعون سے بالاتر پیدا ہو گیا — جس نے اس کو اور اس کے مکر کو نگل لیا

---

[1] غمّاز۔ چغل خور۔ غرف۔ غرفہ کی جمع ہے، کوٹھری، بالا خانہ۔ در آبش۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل کے پانی میں ڈال دے۔

[2] نیلش۔ نیل مصر کا مشہور دریا ہے۔ روسفید۔ باآبرو۔ نعم الوکیل۔ اللہ تعالیٰ۔ ایں سخن۔ یعنی اللہ کے کرم ورحمت کی باتیں۔

[3] خصم۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ خانہ۔ یعنی فرعون کا گھر۔ کور چشم۔ اندھا یعنی خدا کی قدرت کے معاملے میں۔ دوربین۔ یعنی دنیاداری کے مکر و فریب میں۔ فرعون تر۔ فرعون سے بالاتر حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہوں نے فرعون اور اس کی سلطنت کو تباہ کر دیا۔

Marfat.com

اژدہا بود[1] و عصا شد اژدہا

وہ اژدہا تھا اور لاٹھی اژدہا بنی

ایں بخورد آں را بتوفیقِ خدا

اس نے اس کو اللہ (تعالیٰ) کی توفیق سے نگل لیا

دست شد بالائے دست ایں تا کجا

ہر طاقت سے بڑھ کر ایک طاقت ہے یہ کہاں تک؟

تا بہ یزداں کہ اِلَیْهِ الْمُنْتَهٰى

خدا تک، کیونکہ اس پر انتہا ہے

کاں یکے دریاست بے غور و کراں

کیونکہ وہ ایک بے تھاہ اور بے ساحل دریا ہے

جملہ دریاہا چو جوئے پیشِ آں

سارے دریا اس کے سامنے نہر جیسے ہیں

حیلہا[2] و چارہا گر اژدہاست

حیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا (کی طرح) ہوں

پیشِ اِلَّا اللہ آنہا جملہ لاست

الا اللہ کے بالمقابل وہ معدوم ہیں

چوں رسید اینجا بیانم سر نہاد

جب میرا بیان یہاں پہنچا سر رکھ دیا

محو شد وَاللہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد

فنا ہو گیا اور خدا راست روی کو زیادہ جانتا ہے

انچہ در فرعون بود اندر تو ہست

جو کچھ فرعون میں تھا وہ تیرے اندر ہے

لیک اژدرہات محبوسِ چہ است

لیکن تیرے اژدہے کنویں میں قید ہیں

اے دریغ ایں جملہ احوالِ تو ہست

ہائے افسوس! یہ سب تیرے احوال ہیں

تو براں فرعون بر خواہش بست

تو ان کو فرعون سے وابستہ کرنا چاہتا ہے

انچہ گفتم جملگی احوالِ تست

جو کچھ میں نے کہا وہ سب تیرے احوال ہیں

خود نہ گفتم صد یکے زانہا درست

میں نے ان میں سے ایک فیصدی بھی پورا بیان نہیں کیا ہے

گرزِ تو[3] گویند وحشت زایدت

اگر تیرے (احوال) بیان کریں تو تو گھبراتا ہے

ور زدیگر چوں فسانہ آیدت

اور اگر دوسرے سے متعلق (بیان کریں) تو تجھے کہانی معلوم ہوتی ہے

چوں خرابت می کند نفسِ لعین

ملعون نفس تجھے کتنا برباد کر رہا ہے

دور می اندازدت سخت ایں قریں

یہ ساتھی تجھے (راہ ہدایت سے) بہت دور لے جا رہا ہے

ایں جراحتہا ہمہ از نفسِ تست

یہ (برے احوال کے) سارے زخم تیرے نفس کی وجہ سے ہیں

لیک مغلوبی ز جہل اے سخت ست

اے سخت کاہل! تو جہل سے مغلوب ہے

آتشت را ہیزمِ فرعون نیست

تیری (نفسانی خواہشوں کی) آگ کے لیے فرعونی ایندھن نہیں ہے

ورنہ چوں فرعون او شعلہ زنیست

ورنہ فرعون کی (آگ کی) طرح وہ بھڑک رہی ہے

---

[1] اژدہا بود۔ یعنی فرعون اور اس کا مکر ایک اژدہا تھا۔ عصا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی۔ دست شد بالائے دست۔ یعنی ہر طاقت سے بالا ایک دوسری طاقت ہوتی ہے اور سب سے بالا خدا کی طاقت ہے۔ کاں یکے۔ خدائی طاقت لامحدود سمندر ہے دوسری طاقتوں کے دریا اس کے مقابلہ میں ایک نہر ہیں۔

[2] حیلہا۔ ساری دنیاوی تدبیریں صرف ایک موجود یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے معدوم ہیں۔ اینجا۔ یعنی اللہ کی طاقت کا بیان۔ انچہ۔ یعنی فرعون کی جس قدر بری خصلتیں تھیں وہ ہر انسان کے نفس امارہ میں موجود ہیں۔ اژدرہا۔ یعنی نفسانی عیوب۔ چہ۔ یعنی مجبوری اور موقع نہ ملنا۔ خود نہ گفتم۔ جو برائیاں میں نے بیان کی ہیں وہ نفس امارہ کی برائیوں کا ایک فیصدی ہے اور اس کا بیان بھی مکمل نہیں کیا جا سکا ہے۔

[3] گرزِ تو۔ خود نفس انسانی میں جو فرعونی خصلتیں ہیں اگر وہ خصلتیں خود کسی انسان کو سنائی جائیں تو وہ گھبرا جاتا ہے دوسرے کی بیان کی جائیں تو ایک قصہ اور کہانی کے طور پر سنتا ہے۔ دور۔ یعنی راہ ہدایت سے دور۔ جراحتہا۔ انسان کی بری خصلتیں۔ زجہل۔ لیکن انسان اپنی خصلتوں سے جاہل اور ناواقف رہتا ہے۔ آتشت۔ ہر انسان کو برائی کرنے کا موقع نہیں ملتا ورنہ وہ وہی کام کرے جو فرعون نے کیے۔

Marfat.com

گلخنِ نفسِ ترا خاشاک نیست ورنہ چوں فرعون نارِ قاہریست

تیرے نفس کی آگ کے لیے کوڑا کرکٹ نہیں ہے ورنہ فرعون (کی آگ) کی طرح قہر ڈھانے والی آگ ہے

یک حکایت بشنواز تاریخ گو تابری زیں رازِ سر پوشیدہ بو

تاریخ گو سے ایک قصہ سن لے تاکہ اس پوشیدہ راز کا تجھے علم ہو جائے

حکایت[1] مار گیرے کہ اژدہائے افسردہ را مُردہ پنداشت و در رسنہا بستہ و پیچیدہ بہ بغداد آوردہ

اس سپیرے کا قصہ جس نے ٹھٹھرے ہوئے سانپ کو مردہ سمجھا اور رسیوں میں باندھ کر اور لپیٹ کر بغداد میں لے آیا

مار گیرے رفت سوئے کہسار تا بگیرد او بافسونہاش مار

ایک سپیرا ایک پہاڑ کی جانب گیا تاکہ وہ اپنے منتروں سے سانپ پکڑ لے

گر گراں و گر شتابندہ بود آنکہ جویندست یابندہ بود

خواہ وہ سست ہو یا چست ہو جو تلاش کرتا ہے وہ پا لیتا ہے

در طلب زن دائماً تو ہر دو دست کہ طلب درراہِ نیکو رہبرست

تو ہمیشہ جستجو میں دونوں ہاتھ مصروف رکھ کیونکہ جستجو راستہ کے لیے بہتر راہنما ہے

لنگ ولوک[2] و خفتہ شکل و بے ادب سوئے اُومی غژ و اُو را می طلب

(تو خواہ) لنگڑا اور لولا اور سوتی صورت اور بے ادب ہو اسی کی طرف کھسک اور اسی کو طلب کر

گہ بگفت و گہ بخاموشی و گہ بوئے کردن گیر ہر سو بوئے شہ

کبھی بول کر اور کبھی خاموشی سے اور کبھی سونگھ کر، ہر جانب سے شاہ کی خوشبو حاصل کر

گفت آں یعقوبؑ بااولادِ خویش جستنِ یوسفؑ کنید از حد بیش

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے کہا حد سے زیادہ یوسف علیہ السلام کو تلاش کرو

ہر حسِ[3] خود را دریں جستن بجدّ ہر طرف رانید شکلِ مستعد

اس جستجو میں کوشش سے اپنے ہر حس کو مستعد شکل میں، ہر طرف روانہ کرو

گفت از روحِ خدا لَا تَيْاسُوْا ہمچو گم کردہ پسر رَو سو بسو

فرمایا اللہ کی رحمت سے تم مایوس نہ ہو بیٹے کو گم کر دینے والے کی طرح ہر طرف جاؤ

از رہِ حسِّ دہاں پُرساں شوید رُوئے جاناں را بجاں جویاں شوید

منہ کی حس کے ذریعہ دریافت کرو محبوب کے چہرے کو (دل و) جان سے تلاش کرو

---

[1] حکایت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ نفس کو اس سپیرے کا اژدہا سمجھو جو بظاہر مردہ تھا۔ افسونہا۔ سپیرے کچھ منتر پڑھ کر سانپ پکڑتے ہیں۔ گر گراں۔ اگر طلب ہے تو مطلوب ضرور حاصل ہوگا خواہ طالب سست ہو یا چست ہو۔

[2] لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا۔ می غژ۔ انسان کو چاہیے اپنی معذوریوں کو نظر انداز کر کے طلب میں لگ جائے۔ گہ بگفت۔ یعنی طلب کرنے کے جس قدر بھی طریقے ہوں وہ اختیار کرتا رہے۔

[3] ہر حس۔ یعنی یوسف علیہ السلام کی تلاش وطلب میں اپنے ہر حس کو کام میں لاؤ۔ گفت۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا لَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ "اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا" یعنی یوسف علیہ السلام کی طلب وجستجو میں کبھی مایوس نہ ہونا۔ حسِ دہاں۔ قوت گویائی۔

Marfat.com

پرس پرساں مژدگانی[1] جاں دہید — گوش را بر چار راہِ آں نہید
پوچھتے پوچھتے مہمان کی انعام بخشی کر دو — کان کو اس کے چوراہے پر لگا دو

ہر کجا بوئے خوش آید بو برید — سوئے آں سِرّ کاشنائے آں سرید
جہاں سے اچھی خوشبو آئے اس کا سراغ لگاؤ — اس راز کا جس سے تم واقف ہو

ہر کجا لطفے بہ بینی از کسے — سوئے اصلِ لطف رہ یابی بسے
جہاں کہیں کسی کی تو خوبی دیکھے — (اس سے) اصل خوبی کی جانب تو بہت راہنمائی حاصل کرے گا

اینہمہ جوہا زدریائیست ژرف — جزو را بگذار و برکل دار طرف
یہ تمام نہریں ایک گہرے دریا کی ہیں — جزو کو چھوڑ اور کل پر نگاہ رکھ

زشتہائے[2] خلق بہرِ خوبی است — برگِ بے برگیِ نشانِ طوبیٰ است
مخلوق کی برائیاں، بھلائی کے لیے ہیں — بے سامانی کا سامان، طوبیٰ کا نشان ہے

جنگہائے خلق بہرِ آشتی ست — دامِ راحت دائما بے راحتی است
مخلوق کی لڑائیاں صلح کے لئے ہیں — تکلیف ہمیشہ راحت کے لیے جال ہے

خشمہائے خلق بہرِ مہر خاست — وز جفائے خلق امید وفاست
مخلوق کی ناراضیاں محبت کے لیے پیدا ہوتی ہیں — مخلوق کے ظلم سے وفا کی امید ہے

ہر زدن بہرِ نوازش را بود — ہر گلہ[3] از شکر آگہ می کند
ہر مار پیٹ مہربانی کے لیے ہوتی ہے — ہر شکوہ شکر کی خبر دیتا ہے

بوئے بَر از جزو تا کل اے کریم — بوئے بر از ضد تا ضد اے حکیم
اے بھلے آدمی! جزو سے کل کا سراغ لگا — اے دانا! ضد سے ضد کا سراغ لگا

چوں عصا در دستِ موسیٰؑ گشت مار — جملہ عالم را بدیں ساں می شمار
جیسا کہ لاٹھی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں سانپ بنی — تمام عالم کو ایسا ہی سمجھ

---

[1] مژدگانی۔ اگر محبوب کی خبر دینے والے کو جان دینی پڑے تو آمادہ ہو جانا چاہیے۔ چار راہ۔ چوراہہ یعنی ہر سمت تلاش کرنا۔ آں سِرّ۔ یعنی جس محبوب کی تلاش میں نکلے ہو۔ ہر کجا۔ یہاں سے مولانا نے محبوب حقیقی کا سراغ لگانے کا بیان شروع فرمایا ہے، انسان کی صفات اللہ کی صفات کا مظہر ہیں اور ان صفات کی اصل اللہ کی صفات ہیں۔

[2] زشتہائے۔ جس طرح خوبیاں راہنما ہیں اسی طرح انسانوں کی برائیاں بھی راہنما ہیں کیونکہ ہر برائی کا انجام کوئی نہ کوئی بھلائی ہے، انسان کی بے سروسامانی عمدہ حالت کا پیش خیمہ ہے۔ طوبیٰ۔ جنت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں ہر جنتی کے گھر میں ہوں گی جس سے وہ خوشبو اور پھل حاصل کرے گا۔ جنگہائے۔ لڑائیاں صلح کا پیش خیمہ ہیں، کبھی لڑائی صلح پر ختم ہوتی ہے کبھی مقصود پورا ہوتا ہے تو گویا مقصود سے صلح ہوئی کبھی انسان لڑائیوں سے گھبرا کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو گویا خدا سے صلح ہوئی۔ دامِ راحت۔ انسان تکلیفیں اٹھاتا ہے تو راحت نصیب ہوتی ہے۔

[3] خشمہائے۔ غصہ کبھی شفقت کی بنا پر ہوتا ہے جیسا کہ والدین کا غصہ اولاد پر، کبھی غصہ کی برائی دیکھ کر انسان شفقت کا رویہ اختیار کرتا ہے، کبھی مخلوق کا بے جا غصہ شفقت خداوندی کا سبب بن جاتا ہے محبوب کی جفا کے نتیجہ میں وفا نمودار ہو جاتی ہے۔ ہر گلہ۔ شکوہ کا سبب تکلیف ہے اور تکلیف سبب راحت ہے۔ بوئے بر۔ جس طرح بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف رہنما بنایا ہے اسی طرح ہر برائی کو بھی راہنما بنا لے۔ چوں عصا۔ برائی سے بھلائی کی رہنمائی حاصل کرنا ایک بالمقابل چیز ہے۔ دوسری بالمقابل چیز کا سراغ لگانا اسی طرح ممکن ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بنا حالانکہ دونوں متضاد چیزیں ہیں اسی طرح عالم کی دوسری چیزوں کو بھی سمجھ لے۔

Marfat.com

جنگہائے آشتی آرد درست　　مار گیر[1] از بہرِ بازی مار جُست
لڑائیاں صحیح صلح پیدا کر دیتی ہیں　　سپیرے نے تماشا کے لیے سانپ تلاش کیا

بہرِ بازی مار جوید آدمی　　غم خورد بہرِ امید بے غمی
انسان تماشا کے لیے سانپ تلاش کرتا ہے　　بے غمی کے لیے غم برداشت کرتا ہے

اُو ہمی جُستے یکے مارِ شگرف　　گردِ کوہستان در ایامِ برف
وہ ایک عجیب سانپ تلاش کرتا تھا　　پہاڑوں کے چاروں طرف برف کے زمانہ میں

اژدہائے مُردہ دید آنجا عظیم　　کہ دلش از شکلِ اُوشد پر زبیم
اس نے وہاں ایک مردہ بڑا اژدہا دیکھا　　کہ اس کی شکل سے دل خوف زدہ ہوتا تھا

مار گیر اندر زمستانِ شدید　　مار می جُست اژدہائے مُردہ دید
سپیرا سخت جاڑے میں　　سانپ تلاش کرتا تھا اس نے ایک مرا ہوا اژدہا دیکھا

مارگیر از بہرِ حیرانیِ خلق　　مار گیرد اینت نادانیِ خلق
لوگوں کے تعجب کے لیے سپیرا　　سانپ پکڑتا ہے، مخلوق کی نادانی، تعجب ہے

آدمی کوہ است[2] چوں مفتوں شود　　کوہ اندر مار حیراں چوں شود
آدمی پہاڑ ہے، کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟　　پہاڑ، سانپ کے معاملہ پر کیوں حیران ہوتا ہے؟

خویشتن[2] نشناخت مسکیں آدمی　　از فزونی آمد و شد در کمی
آدمی مسکین نے اپنے آپ کو نہ پہچانا　　بڑائی سے آیا اور کمی میں مبتلا ہو گیا

خویشتن را آدمی ارزاں فروخت　　بود اطلس[3] خویش را بَردلق دُوخت
آدمی نے اپنے آپ کو سستا بیچا　　اطلس تھا اپنے آپ کو گدڑی پر سی دیا

صد ہزاراں مار وکُہ حیرانِ اُوست　　او چرا حیراں شدست و مار دوست
لاکھوں سانپ اور پہاڑ اس پر حیران ہیں　　وہ خود کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا؟

مار گیر آں اژدہا را بر گرفت　　سوئے بغداد آمد از بہرِ شگفت
سپیرے نے اس سانپ کو پکڑ لیا　　تعجب (میں ڈالنے) کے لیے بغداد میں آیا

اژدہائے چوں ستونِ خانۂ　　می کشیدش از پے دانگانۂ
ایک اژدہا گھر کے ستون جیسا (موٹا)　　روزی کے لیے وہ اس کو کھینچ رہا تھا

---

[1] مار گیر۔ سپیرے نے سانپ تماشے کے لیے پکڑا حالانکہ سانپ سبب ہلاکت ہے جو تماشے کی ضد ہے۔ اوہمی۔ وہ سپیرا جاڑوں کے موسم میں پہاڑوں پر حیرت انگیز سانپ تلاش کر رہا تھا۔ مار گیر۔ سپیرے نے سانپ اس لیے پکڑا کہ وہ لوگوں کو دکھا کر حیرانی میں ڈالے، لوگوں کا سانپ کو دیکھ کر حیرانی میں پڑنا ان کی نادانی ہے۔

[2] آدمی کوہ است۔ جس طرح پہاڑوں میں سانپ ہوتے ہیں خود انسان میں بُرے اخلاق کے اژدہے موجود ہیں تو ایک سانپ کو دیکھنے کا کیوں مشتاق بنتا ہے اپنے اندر کے سانپ دیکھ لے، انسان کی سانپ پر حیرانی ایسی ہی ہے جیسے کہ پہاڑ سانپ پر حیران ہو۔ خویشتن۔ انسان نے اپنی رفعت اور بلندی کو نہیں سمجھا اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا تھا اور ارذل مخلوقات بن گیا۔

[3] بود اطلس۔ انسان بڑھیا چیز سے گھٹیا بن گیا۔ صد ہزاراں۔ کائنات انسان کے اعلیٰ مقام سے حیران ہے لیکن یہ انسان اپنی حماقت سے ادنیٰ مخلوق کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔ دانگانہ۔ وہ چندہ جو چند مسافر سفر کے اخراجات کے لیے باہمی جمع کریں، گھر کا ساز و سامان۔

Marfat.com

کاژدہائے مُردۂ آوردہ ام
کہ میں ایک مردہ اژدہا لایا ہوں

در شکارش من جگرہا خوردہ ام
اس کے شکار میں میں نے خونِ جگر پیا ہے

او ہمی مردہ گماں بُردش و لیک
وہ اس کو مردہ سمجھ رہا تھا، لیکن

زندہ بود و اُو ندیدش نیک نیک[1]
وہ زندہ تھا اس نے اس کو اچھی طرح نہ دیکھا

او ز سرماہا و برف افسردہ بود
وہ جاڑے اور برف سے ٹھٹھر گیا تھا

زندہ بود و شکلِ مردہ می نمود
زندہ تھا اور بظاہر مردہ نظر آتا تھا

عالم افسردہ است و نامِ او جماد
عالم ٹھٹھرا ہوا ہے اور اس کا نام جماد ہے

جامد افسردہ بود اے اوستاد
اے استاد! جامد ٹھٹھرا ہوا ہوتا ہے

باش تا خورشیدِ حشر آید عیاں
ٹھہر جا، کہ حشر کا سورج نمودار ہو

تا بہ بینی جنبشِ جسمِ جہاں
تاکہ تو دنیا کے جسم کی حرکت کو دیکھ لے

چوں عصائے موسیٰ اینجا مارشد
جبکہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اس عالم میں سانپ بن گئی

عقل را از ساکناں اِخبار شد
عقل کو جمادات کے بارے میں علم ہو گیا

پارۂ خاکی[2] ترا چوں زندہ ساخت
تو خاک کا ٹکڑا ہے، تجھے جس طرح زندہ بنایا

خاکہا را جملگی باید شناخت
(تو) تمام خاکوں کو (اسی طرح سے) پہچان لینا چاہیے

مردہ زیں[2] سوئند و زاں سو زندہ اند
وہ اس جانب مردہ ہیں اور اُس جانب زندہ ہیں

خامش اینجا وآں طرف گویندہ اند
اس جگہ چپ ہیں، اُس جانب بولنے والے ہیں

چوں ازاں سوشاں فرستد سوئے ما
جب وہ ان چیزوں کو اُس جانب سے ہماری جانب بھیجتا ہے

آں عصا گردد سوئے ما اژدہا
وہ لاٹھی ہماری جانب (آ کر) اژدہا بن جاتی ہے

کوہہا[3] ہم لحنِ داوٗدی کند
پہاڑ بھی داوٗدی لہجہ اختیار کر لیتے ہیں

جوہرِ آہن بکفِ مومے شود
لوہے کا جوہر ہاتھ میں موم بن جاتا ہے

باد حمّالِ سلیمانے شود
ہوا، ایک سلیمان علیہ السلام کو اٹھا لے جانے والی بن جاتی ہے

بحر با موسیٰ سخنداںے شود
سمندر، موسیٰ علیہ السلام کی بات سمجھنے والا بن جاتا ہے

---

1. نیک نیک۔ اچھی طرح۔ عالم۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں جن چیزوں کو بے حس وادراک جماد مانا جاتا ہے وہ بھی ٹھٹھری ہوئی ہیں اور بظاہر جماد ہیں حشر میں جب سورج ان پر پڑے گا تو ان کا ٹھٹھراپن ختم ہو جائے گا اور ان کا حس وادراک نمودار ہو جائے گا جیسا کہ اس اژدہے کا معاملہ تھا۔ جماد۔ اور جامد کے لغوی معنی ٹھٹھرے ہوئے کے ہیں۔ چوں عصا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جو بے حس وحرکت تھی جب اس دنیا میں سانپ بن گئی تو عقل سمجھ گئی کہ ان جمادات میں بھی حرکت نمودار ہو سکتی ہے۔
2. پارۂ خاکی۔ انسان بھی مٹی کا بنا ہوا ہے اور پھر اس میں حس وحرکت آ گئی۔ اسی طرح دوسرے جمادات کو سمجھو ان میں بھی حس وحرکت آ سکتی ہے۔ مردہ ایں سو۔ جمادات عالم دنیا کے اعتبار سے مردہ اور عالم آخرت کے اعتبار سے زندہ ہیں۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ ان کے عالم آخرت والے رخ کو ہماری طرف موڑ دیتا ہے تو ان کی زندگی ظاہر ہو جاتی ہے۔
3. کوہہا۔ پہاڑ جو جمادات میں سے ہے حضرت داؤد علیہ السلام کا نغمہ اختیار کر لیتا ہے۔ جوہر آہن۔ اپنا رخ بدلنے سے لوہا حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں موم بن جاتا ہے۔ باد۔ ہوا جو بے حس وحواس ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے حمالی کا کام کرنے لگتی ہے۔ بحر۔ دریائے نیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات کو سمجھ لیا ان کے دشمن فرعون کو غرق کر دیا اور ان کو پار اتار دیا۔

Marfat.com

ماہ[1] با احمدؐ اشارت بیں شود
چاند (حضرت) احمد ﷺ کے اشارے کو دیکھنے والا بن جاتا ہے
نار ابراہیمؑ را نسریں شود
آگ (حضرت) ابراہیم کے لیے نسرین بن جاتی ہے

خاک قاروں را چو مارے درکشد
زمین قارون کو اژدھے کی طرح نگل لیتی ہے
اُستنِ حنانہ آید در رَشد
حنانہ ستون ہوش میں آ جاتا ہے

سنگ بر احمدؐ سلامے می کند
پتھر، حضرت احمد ﷺ کو سلام کرتا ہے
کوہ[2] یحییٰؑ را پیامے می کند
پہاڑ، حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پیغام دیتا ہے

جملہ ذرّاتِ عالم در نہاں
دنیا کے تمام ذرات پوشیدہ طور پر
باتو می گویند روزان و شباں
تجھ سے شب و روز کہتے ہیں

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم
ہم سننے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں اور خوش ہیں
باشما نامحرماں ما خامشیم
تم نا محرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں

چوں شما سوئے جمادی می رَوید
جبکہ تم پتھر پن کی طرف جا رہے ہو
محرمِ جانِ جماداں چوں شوید
تو جمادات کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہو

از جمادی عالمِ جانہا رَوید
پتھر پن سے جانوں کے عالم میں جاؤ
غُلغُلِ اجزائے عالم بشنوید
اجزائے عالم کا شور سن لو

فاش تسبیحِ جمادات آیدت
جمادات کی تسبیح واضح ہو جائے گی
وسوسہ تاویلہا بُر بایدت
تجھ میں سے تاویلوں کا وسوسہ نکال دے گی

چوں ندارد جانِ تو قندیلہا[3]
چونکہ تیری جان میں قندیلیں نہیں ہیں
بہرِ بینش کردہٖ تاویلہا
تو دیکھنے کے لیے تاویلیں کرتا ہے

کہ غرض تسبیحِ ظاہر کے شود
کہ مقصودِ ظاہری تسبیح کب ہو سکتی ہے؟
دعویِ دیدن خیال و غیّ شود
دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے

بلکہ ہر بیندہ را دیدارِ آں
بلکہ ہر دیکھنے والے کو ان کا دیکھنا
وقتِ عبرت می کند تسبیح خواں
عبرت کے وقت تسبیح پڑھنے والا بنا دیتا ہے

---

[1] ماہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شق القمر کا معجزہ صادر ہوا اور چاند حضور کی انگلی کے اشارے کو سمجھ گیا۔ نسریں۔ گل سیوتی۔ خاک۔ زمین نے قارون کو اژدہے کی طرح نگل لیا۔ استن۔ مسجد نبوی کا وہ ستون جس کے سہارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے جب منبر تیار ہو جانے پر اس کا سہارا نہ لیا تو رو پڑا۔ سنگ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک موقع پر ہر پتھر اور درخت نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔

[2] کوہ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پہاڑ نے پناہ دی تھی۔ جملہ ذرات۔ کائنات کا ہر ذرہ دلالت حال سے اپنے سننے اور دیکھنے کی کیفیت کو بتاتا ہے۔ چوں شما۔ جب انسان اپنا احساس کھو بیٹھے تو وہ جمادات کی روح کا محرم نہیں بن سکتا۔ از جمادی۔ اگر انسان اپنی جمادیت ختم کر کے روحانیت حاصل کر لے تو کائنات کی تسبیح کا شور سن سکتا ہے۔ وسوسہ۔ کائنات کی تسبیح کی وہ تاویلیں جو معتزلہ کرتے ہیں ان کا وسوسہ بھی دل میں نہ آئے گا۔

[3] قندیلہا۔ یعنی باطنی نور کی روشنیاں۔ کہ غرض۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ "ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔" معتزلہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس آیت میں تسبیح سے تسبیح ظاہری مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کائنات کا مشاہدہ کرنے والا تسبیح خواں بن جاتا ہے تو جب کائنات اس کی تسبیح کا سبب اور دال بنی تو گویا وہ کائنات تسبیح خواں بنی۔ اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ "خیر پر دلالت کرنے والا خود خیر کا کرنے والا ہے۔"

Marfat.com

پس چو از تسبیح یادت می دہد — ایں دلالت ہمچو گفتن می بود
تو چونکہ وہ (جمادات) تجھے تسبیح کی یاد دلا دیتے ہیں — یہ دلالت پڑھنے جیسی ہے

ایں بود تاویلِ اہلِ اعتزال — وائے آں کس کو ندارد نورِ حال
معتزلہ کی یہ تاویل ہوتی ہے — اس پر افسوس جو حال کا نور نہیں رکھتا ہے

چوں ز حس بیروں نیاید آدمی — باشد از تصویرِ غیبی اعجمی
انسان جب حواسِ (ظاہری) سے باہر نہ نکلے — تو وہ غیبی تصویر سے نا واقف ہوتا ہے

ایں سخن[1] پایاں ندارد، مارگیر — می کشید آں مار را با صد زحیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، سپیرا — بہت بے چینی کے ساتھ اس سانپ کو کھینچ رہا تھا

تا بہ بغداد آمد آں ہنگامہ خواہ — تا نہد ہنگامۂ بر چار راہ
یہاں تک کہ وہ مجمع کا خواہاں بغداد میں آ گیا — تا کہ چوراہے پر مجمع لگائے

بر لبِ شط[2] مردِ ہنگامہ نہاد — غلغلہ در شہرِ بغداد اوفتاد
دجلہ کے کنارے پر اس نے مجمع لگایا — بغداد شہر میں شور مچ گیا

مارگیرے اژدہا آوردہ است — بو العجب نادر شکارے کردہ است
(کہ) ایک سپیرا اژدہا لایا ہے — اس نے عجیب نادر شکار کیا ہے

جمع آمد صد ہزاراں خام ریش — صید او شد ہر یک آنجا از خریش
لاکھوں بے وقوف جمع ہو گئے — اس جگہ ہر ایک اپنے گدھے پن سے اس کا شکار بن گیا

منتظر ایشاں و او ہم منتظر — تا کہ جمع آیند خلقِ منتشر
وہ اس کے منتظر اور وہ بھی (ان کا) منتظر — تا کہ بکھرے ہوئے لوگ جمع ہو جائیں

مردمِ ہنگامہ افزوں تر شود — گدیہ[3] و توزیع نیکو تر رود
مجمع کے لوگ زیادہ ہو جائیں — بھیک اور چندہ (کا کام) خوب چلے

جمع آمد صد ہزاراں ژاژخا — حلقہ کردہ پشت پا بر پشت پا
لاکھوں بکواسی جمع ہو گئے — کمر جھکائے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے

حلقہ گردِ او چو رز گردِ عریش — ہمچناں کہ بت پرستاں بر کنیش
اس کے چاروں طرف ایسا حلقہ جیسا کہ انگور کی بیل چھپر پر — جیسا کہ بتوں کے پجاری بت خانہ پر

مرد را از زن خبر نے ز ازدحام — رفتہ در ہم چوں قیامت خاص و عام
ہجوم کی وجہ سے مرد کو عورت کا پتا نہیں — قیامت کی طرح خاص و عام خلط ملط تھے

چوں ہمی حراقہ جنبانید او — می کشیدند اہلِ ہنگامہ گلو
جب وہ چیتھڑے سرکاتا — مجمع والے گلا پھاڑتے

---

1. ایں سخن۔ یہ روحانی باتیں بہت دراز ہیں لہٰذا سپیرے کا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ زحیر۔ پیچش، پیچ وتاب۔ چار راہ۔ چوراہہ۔
2. لبِ شط۔ بغداد دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ خام ریش۔ بے وقوف۔ خریش۔ خری اش۔
3. گدیہ۔ بھیک۔ توزیع۔ تقسیم، بخش۔ ژاژخا۔ بکواسی۔ حلقہ کردہ پشت۔ کمر جھکائے ہوئے۔ عریش۔ چھپر۔ کنیش۔ بت خانہ۔ مرد را۔ مجمع کی کثرت میں خواص وعوام اور مرد وزن کا اختلاط ہو جاتا ہے۔ حراقہ۔ چیتھڑے جو آگ سلگانے کے کام آتے ہیں۔

اژدہا کز زمہریر افسردہ بود
وہ اژدہا جو ٹھنڈک سے ٹھٹھرا ہوا تھا
زیرِ صد گونہ پلاس[1] و پردہ بود
سیکڑوں قسم کے ٹاٹ اور پردوں میں تھا

بستہ بودش با رسنہائے غلیظ
اس کو موٹی رسیوں سے باندھ رکھا تھا
احتیاطے کردہ بودش آں حفیظ
اس نگہبان نے اس کے لیے بڑی احتیاط کر رکھی تھی

در درنگ و اتفاق و انتظار
تاخیر اور جمع ہونے اور انتظار میں
وز ہیا ہوی و فغانِ بے شمار
ہائے و ہو اور بے شمار چیخوں سے

وز غلوِ خلق و ملک و طمطراق
لوگوں کی کثرت اور ٹکاؤ اور کروفر سے
تافت بر آں مار خورشیدِ عراق
اس اژدہے پر عراق کا سورج چمکنے لگا

آفتابِ گرم سیرش گرم کرد
تیز رفتار سورج نے اس کو گرما دیا
رفت از اعضائے او اخلاطِ سرد
اس کے اعضا سے ٹھنڈی رطوبت جاتی رہی

مردہ بود و زندہ گشت او از شگفت
وہ مردہ تھا اور حیرت انگیز طور پر زندہ ہو گیا
اژدہا بر خویش جنبیدن گرفت
اژدھے نے بل کھانے شروع کر دیے

خلق را از جنبشِ آں مردہ مار
مرے ہوئے سانپ کی حرکت سے مخلوق کی
گشت شاں از یک تحیر صد ہزار
ایک حیرانی لاکھوں حیرانیاں بن گئیں

با تحیرٌ نعرہا انگیختند
حیرانی سے انہوں نے نعرے لگائے
جملگاں از جنبشش بگریختند
اس کے ہلنے سے سب بھاگ پڑے

می شکست[2] او بند زاں بانگِ بلند
وہ بندش کو بلند آواز سے توڑتا تھا
ہر طرف می رفت چاقا چاقِ بند
ہر طرف بندش کی تڑاخ پڑاخ (کی آواز) پہنچ رہی تھی

بندہا بگست و بیروں شد ز زیر
بندشیں ٹوٹ گئیں، وہ نیچے سے نکل آیا
اژدہائے زشت غراں ہمچو شیر
بھیانک اژدہا شیر کی طرح دڑوکتا ہوا

در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد
پسپائی میں بہت سے لوگ مارے گئے
از فتادہ و کشتگاں صد پشتہ شد
مرے اور گرے لوگوں کے سیکڑوں ڈھیر لگ گئے

مارگیر از ترس بر جا خشک گشت
سپیرا خوف سے اپنی جگہ خشک ہو گیا
کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت
کہ میں پہاڑ اور جنگل سے کیا لے آیا

گرگ را بیدار کرد آں کورمیش
اس اندھی بھیڑ نے بھیڑیے کو جگا دیا
رفت ناداں سوئے عزرائیل خویش
بیوقوف اپنے آپ کو ملک الموت کی طرف چلاگیا

[1] پلاس۔ ٹاٹ۔ حفیظ۔ محافظ، نگہبان۔ درنگ۔ دیر۔ یعنی یہ چیزیں اور سورج کی گرمی اس اژدہے کے حرکت میں آنے کا سبب بن گئیں۔ عراق۔ وہاں کی گرمی مشہور ہے۔ اخلاط۔ یعنی اژدہے کے بدن کی رطوبتیں۔ مردہ مار۔ یعنی وہ اژدہا جس کو لوگ مرا ہوا سمجھ رہے تھے۔

[2] می شکست۔ اژدہا رسیوں میں بندھا ہوا تھا۔ چاقا چاق۔ رسیوں کے ٹوٹنے کی آواز۔ غراں۔ دڑوکتا ہوا۔ ہزیمت۔ مجمع کی واپسی۔ گرگ۔ سپیرے اور اژدہے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بھیڑ سوئے ہوئے بھیڑیے کو خود بیدار کر دے یا کوئی شخص خود ملک الموت کے پاس چلا جائے۔

Marfat.com

اژدہا یک لقمہ کرد آں گیج[1] را
اس احمق کو اژدھے نے ایک لقمہ بنا لیا
خویش را بر استنے پیچیدو بست
اس (اژدھے) نے اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا
شہر خالی گشت و اژدرہا براند
شہر خالی ہو۔ گیا اور اژدہا روانہ ہوا
نفست اژدرہاست اُو کے مردہ است
تیرا نفس اژدہا ہے وہ مردہ کہاں ہے
گر بیابد آلتِ فرعون[2] او
اگر وہ فرعون کے ذرائع پا لے
آنگہ او بنیادِ فرعونی کند
اس وقت وہ فرعونی بنیاد بنائے گا
کرمک ست آں اژدہا از دستِ فقر
وہ اژدہا، افلاس کے ہاتھوں حقیر کیڑا ہے
اژدہا را دار در برفِ فراق
اژدہے کو محرومی کے برف میں رکھ
تا فسردہ می بود آں اژدہات
تاکہ تیرا اژدہا ٹھٹھرا ہوا رہے
مات کن[3] اُورا و ایمن شو ز مات
اس کو ہرا دے اور ہارنے سے مطمئن ہو جا
کاں تفِ خورشید شہوت سَر زند
کیونکہ جب شہوت کے سورج کی گرمی نمودار ہو گی
می کش اورا در جہاد و در قتال
اس کو جہاد اور قتال میں کھینچ لا

سہل باشد خوں خوری حجیج را
حجاج کے لیے خون پینا آسان ہوتا ہے
استخوان خوردہ را درہم شکست
کھائی ہوئی ہڈیاں کو۔ ریزہ ریزہ کر دیا
سوئے کہ گرد از بیاباں برفشاند
پہاڑ کی جانب اس نے جنگل کی گرد کو اڑایا
از غمِ بے آلتی افسردہ است
ذرائع نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے
کہ بامرِ او ہمی رفت آبِ جو
جس کے حکم سے دریائے نیل کا پانی چلتا تھا
راہِ صد موسیٰ و صد ہاروں زند
سینکڑوں موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کی راہزنی کرے گا
پشۂ گردد زجاہ و مالِ صقر
چرخ (باز)، جاہ اور مال نہ ہونے سے مچھر بن جاتا ہے
ہیں مکش او را بخورشیدِ عراق
خبردار! اس کو عراق کے سورج میں نہ لے جا
لقمۂ اوئی چو او یابد نجات
جب وہ نجات پا جائے گا تو اس کا لقمہ ہے
رحم کم کن نیست اوز اہلِ صلات
رحم نہ کر وہ اچھے سلوک کے قابل نہیں ہے
آں خفاشِ مُردہ ریکت پر زند
وہ تیری ناچیز چمگادڑ اڑنے لگے گی
مرد وار اَللّٰہُ یُجْزِیْکَ الْوِصَال
مردانہ وار، اللہ تجھے بدلے میں وصال عطا فرما دے گا

1. گیج۔ احمق۔ حجیج۔ حجاج کا امالہ ہے۔ حجاج بن یوسف ثقفی عبد الملک مروانی دور کا مشہور ظالم گورنر ہے جس نے لاکھوں کا خون بہایا۔ خویش را۔ اژدہا جانور یا انسان کو نگل کر اس کی ہڈیاں توڑنے کے لیے اسی طرح کی حرکت کرتا ہے۔ گرد فشاندن از بیابان۔ تیزی سے بیابان میں چلنا۔ نفست۔ مولانا دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے نفس کو اسی قسم کا اژدہا سمجھنا چاہیے۔ بے آلتی۔ ذرائع کا نہ ہونا۔
2. آلت فرعون۔ یعنی اسباب اور ذرائع جو فرعون کو حاصل تھے۔ کہ بامر۔ فرعون کے حکم سے نیل میں سیلاب آ گیا تھا یہ فرعون کے لیے اللہ کی جانب سے استدراج تھا۔ کرمک۔ حقیر کیڑا۔ پشہ گردد۔ یعنی اسباب میسر نہ آنے سے قوی ضعیف بن جاتا ہے۔ صقر۔ چرخ جو شکرے کی ایک قسم ہے۔ فراق۔ یعنی ذرائع اور اسباب مہیا نہ ہونے کا غم۔ لقمۂ اوئی۔ تیرا نفس سب سے پہلے تجھے ہلاک کرے گا۔
3. مات کن۔ نفس کو شکست دے دے۔ اہل صلات۔ یعنی قابل رحم نہیں ہے۔ خفاش۔ یعنی نفس انسانی۔ می کش۔ نفس کو مردانہ وار مشقتوں میں مبتلا رکھ اللہ کا وصل حاصل ہو جائے گا۔

Marfat.com

چونکہ[1] آں مَرد اژدہا را آورید
چونکہ وہ مرد اژدہے کو لایا
در ہوائے گرم خوش شد آں مرید
گرم ہوا میں وہ سرکش چاق و چوبند ہو گیا

لا جرم آں فتنہا کرد اے عزیز
اے پیارے! لا محالہ اس نے وہ فتنے برپا کر دیے
بلکہ صد چنداں کہ ما گفتیم نیز
بلکہ اس سے سیکڑوں زیادہ جو ہم نے بیان کیے

تو طمع داری کہ او را بے جفا
تو امید رکھتا ہے کہ اس کو بغیر سختی کے
بستہ داری در وقار و در وفا
وقار اور وفا میں باندھ لے گا

ہر خسے را ایں تمنا کے رسد
ہر کمینے کی یہ تمنا کہاں پوری ہوتی ہے
موسیٰ بایدکہ اژدرہا کُشد
موسیٰ علیہ السلام کو چاہیے جو اژدہے کو مارے

صد ہزاراں خلق ز اژدرہائے اُو
لاکھوں لوگ اس کے اژدہے سے
در ہزیمت کشتہ شد از رائے او
پسپائی میں مارے گئے اس کی رائے کی وجہ سے

وز طمع ہم خویشتن را باد داد
لالچ سے اپنے آپ کو بھی برباد کیا
گفتہ شد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالسَّدَادْ
(قصہ) کہہ دیا گیا اور اللہ تعالیٰ راست رَوی کو خوب جانتا ہے

تہدید کردنِ فرعون موسیٰ علیہ السلام را

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکانا

گفت فرعونش[2] چرا تو اے کلیم
فرعون نے ان (موسیٰ علیہ السلام) سے کہا اے کلیم (اللہ) تو نے کیوں
خلق را کشتی و افگندی زبیم
ڈر سے لوگوں کو مار ڈالا اور گرا دیا؟

در تردُّد[3] از تو افتادند خلق
تیری وجہ سے لوگ تردُّد میں مبتلا ہو گئے
در ہزیمت کشتہ شد مردم زِزَلق
الٹے بھاگنے میں پھسلنے کی وجہ سے لوگ مارے گئے

لا جرم ہر کس ترا دشمن گرفت
لا محالہ ہر شخص کو تجھ سے دشمنی ہو گئی
کینِ تو در سینہ مرد و زن گرفت
مردوں اور عورتوں کے سینہ میں تیری طرف سے کینہ پیدا ہو گیا

خلق را می خواندی بر عکس شد
تو لوگوں کو بلاتا تھا، (معاملہ) برعکس ہو گیا
از خلافت مردماں را نیست بُد
لوگوں کے لیے تیرے خلاف کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے

من ہم از شرّت اگر پس می خزم
میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ گیا ہوں
در مکافاتِ تو دیگے می پزم
تجھ سے بدلہ لینے کے لیے دیگ پکا رہا ہوں

---

[1] چونکہ۔ سپیرے نے اس اژدہے کو گرمی سے آرام پہنچایا تو وہ سرکش بن گیا۔ لاجرم۔ سرکش ہو کر اژدہے نے جو فتنے بپا کیے وہ میرے بیان سے سیکڑوں گنا زیادہ تھے۔ تو طمع۔ انسان کی غلط فہمی ہے کہ وہ نفس کو آرام پہنچا کر اس سے وفا اور وقار کی امید کرے۔ ہر خسے۔ نفس کشی ہر انسان سے ممکن نہیں ہے اس کے لیے موسیٰ علیہ السلام جیسی اولوالعزمی چاہیے۔ صد ہزاراں۔ یہ شعر پھر سپیرے سے متعلق ہے۔ وز طمع۔ تماشا دکھا کر پیسے وصول کرنے کے لالچ نے سپیرے کو بھی برباد کیا اور لوگوں کو بھی۔

[2] گفت فرعونش۔ یہاں سے مولانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کو اژدہا بنتا دیکھ کر بھی تماشائیوں کا مجمع بھاگا تھا اور اس بھگدڑ میں بہت سے آدمی مر گئے تھے اس پر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ گفتگو کی تھی۔

[3] تردُّد۔ یعنی دین کے بارے میں شک وشبہ۔ در ہزیمت۔ یعنی خوف کھا کر مجمع کے منتشر ہونے میں۔ می خواندی۔ یعنی تو نے اپنی طرف بلایا۔ خلافت۔ خلافِ تو۔ من ہم۔ یعنی اگرچہ میں سردست تیرا مقابلہ نہیں کر رہا ہوں لیکن بدلہ لینے کی فکر میں ہوں۔

دل ازیں بر کن کہ بفریبی مرا | یا بجز[1] پس روے گردو ترا
یہ دل سے نکال دے کہ تو مجھے فریب دے سکتا ہے | یا سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو ہو گا

تو بداں غرّہ مشوکیں ساختی | در دلِ خلقاں ہراس انداختی
تو اس پر گھمنڈ نہ کر کہ تو نے یہ کیا ہے | لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا ہے

صد چنیں آری و ہم رُسوا شوی | خوار گردی ضحکۂ غوغا شوی
اس جیسے سیکڑوں (معجزے) تو لائے گا پھر بھی رسوا ہو گا | ذلیل ہو گا عوام کے لیے مضحکہ بنے گا

ہمچو تو سالوس بسیاراں بدند | عاقبت در مصرِ ما رُسوا شدند
تجھ جیسے بہت سے مکار تھے | انجام کار ہمارے مصر میں رسوا ہوئے ہیں

جواب گفتنِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعون را در تہدیدیکہ با اُو می نمود

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس دھمکی کا جواب دینا جو فرعون نے ان کو دی

گفت[2] با امرِ حقم اشراک نیست | گر بریزد خونم امرش باک نیست
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (فرمایا) اللہ کے معاملہ میں میری شرکت نہیں ہے | اگر اس کا حکم میرا خون بہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

راضیم من شاکرم من اے حریف | ایں طرف رُسوا و پیشِ حق شریف
اے دشمن! میں راضی ہوں میں شکر گزار ہوں | کہ اس طرف رسوا ہوں اور اللہ کے سامنے باعزت ہوں

پیشِ خلقاں خوار و زار و ریشخند | پیشِ حق مطلوب و محبوب و پسند
مخلوق کے سامنے رسوا ذلیل اور لائق مضحکہ (بنوں) | (لیکن) اللہ (تعالیٰ) کے سامنے مطلوب اور محبوب اور پسندیدہ (بنوں)

از سخن[3] می گویم ایں ورنہ خدا | از سیہ رُویاں کند فردا ترا
یہ بات میں کہنے کو کہتا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ | تجھے کل کو سیاہ رو کرے گا

عزت آنِ اوست و آنِ بندگانش | ز آدمؑ و ابلیس بر می خواں نشانش
عزت اس کی ملکیت ہے اور اس کے غلاموں کی ملکیت ہے | (حضرت) آدم علیہ السلام اور ابلیس سے اس کی علامت کا مطالعہ کر لے

شرحِ حق پایاں ندارد ہمچو حق | ہیں دہاں بر بندو بر گرداں ورق
اللہ کی طرح اللہ کی تشریح کی انتہا نہیں ہے | خبردار! منہ بند کر لے اور ورق پلٹ دے

پاسخ دادنِ فرعون موسیٰ علیہ السلام راو مہلت خواستن

فرعون کا (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے چالیس

---

1. بجز نے۔ یعنی تیرے سایہ کے علاوہ کوئی تیرا پیرو نہ بنے گا۔ کیں۔ یعنی اپنی لاٹھی کو اژدہا بنانا۔ ضحکہ۔ ہنسی کے قابل۔ غوغا۔ عوام۔
2. گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی معاملہ کا مختار ہے۔ میری اس میں شرکت نہیں ہے۔ راضیم۔ دنیا کی رسوائی جس میں خدا کی رضامندی ہو مجھے منظور ہے۔
3. از سخن۔ یعنی اپنی رسوائی کی بات میں نے کہنے کو کہہ دی ہے ورنہ اللہ کی رحمت سے یقین ہے کہ میں رسوا نہ ہوں گا تو ہی رسوا ہو گا۔ عزت۔ غلبہ اور عزت اللہ اور اس کے غلاموں کے لیے ہے اسی لیے آدم علیہ السلام باعزت بنے اور شیطان ذلیل ہوا۔ پاسخ۔ جواب۔

Marfat.com

تا چہل روز از موسیٰ علیہ السلام

روز کی مہلت مانگنا

گفت فرعونش[1] ورق در حکمِ ماست | دفتر و دیوان و حکم ایں دم مراست
فرعون نے ان (موسیٰ علیہ السلام) سے کہا کاغذ میرے حکم میں ہے | دفتر اور کچہری اور حکم اس وقت میرا ہے

مر مرا بخریدہ ام اہلِ جہاں | از ہمہ عاقل تری تو اے فلاں
مجھے دنیا والوں نے منتخب کیا ہے | اے فلاں! کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے

موسیاً خود را خریدی ہیں برو | خویشتن کم بیں بخود غرہ مشو
اے موسیٰ! تو نے خود اپنے آپ کو پسند کیا ہے خبردار! چلا جا | خود بینی نہ کر، اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر

جمع آرم ساحرانِ دہر را | تا کہ جہلِ تو نمایم شہر را
میں دنیا بھر کے جادوگروں کو جمع کروں گا | تا کہ شہر کو تیری جہالت دکھا دوں

ایں نخواہد شد بروزے و دو روز | مہلتم دہ تا چہل روزِ تموز
یہ ایک دو دن میں نہ ہو سکے گا | مجھے گرمی کے چالیس روز کی مہلت دے

جوابِ موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو جواب

گفت موسیٰ ایں مرا دستور نیست | بندہ ام امہالِ تو مامور نیست
موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کی مجھے اجازت نہیں ہے | میں (اللہ کا) غلام ہوں تجھے مہلت دینے کا حکم نہیں ہے

گر تو چیری[2] و مرا خودیار نیست | بندہ فرمانم بدانم کار نیست
اگرچہ تو غالب ہے اور میرا کوئی دوست نہیں ہے | میں تو حکم کا غلام ہوں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے

می زنم باتو بجدّ تا زندہ ام | من چہ کارہ نصرتم من بندہ ام
جب تک میں زندہ ہوں تجھ سے طاقت سے بھڑوں گا | مجھے مدد کا کیا کرنا ہے، میں تو غلام ہوں

می زنم تادر رسد حکمِ خدا | کافگند ہر خصم از خصمی جدا
جب تک اللہ کا حکم ہو گا میں مقابلہ کروں گا | وہی ہر لڑنے والے کو لڑائی سے جدا کرتا ہے

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السلام راو وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا جواب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آنا

گفت نے نے مہلتے باید نہاد | عشوہا کم دہ تو کم پیمائے باد
اس (فرعون) نے کہا نہیں مہلت مقرر کرنی چاہیے | تو فریب نہ دے فضول باتیں نہ بنا

گفت فرعونش۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کاغذ اور قلمدان اور حکم میرا ہے۔ اہلِ جہاں۔ جبکہ تمام لوگ مجھے پسند کرتے ہیں کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے کہ مجھے ناپسند کر رہا ہے۔ خود را خریدی۔ خود را پسند کردی۔ شہر۔ مصر۔ تموز۔ یعنی موسم گرما۔ دستور۔ حکم، طریقہ۔ امہال۔ مہلت دینا۔

2 چیر۔ غالب۔ بدانم کار۔ باں مرا کار۔ جد۔ کوشش۔ من چہ کارہ۔ یعنی مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ میری مدد ہوگی یا نہ ہوگی۔

3 گفت نے نے۔ فرعون نے کہا۔ عشوہ۔ مکر۔ باد پیمودن۔ فضول باتیں کرنا۔

Marfat.com

حق تعالیٰ وحی کردش در زماں
فوراً اللہ (تعالیٰ) نے ان کو وحی بھیجی
مہلتے دہ مر ورا مہراس[1] ازاں
اس کو مہلت دے دے اس سے نہ گھبرا

ایں چہل روزش بدہ مہلت بطوع
خوشی سے اس کو چالیس روز کی مہلت دے دے
تا سگالد مکرہا او نوع نوع
تاکہ وہ قسم قسم کی مکاری سوچ لے

تابکوشد اوکہ نے من خفتہ ام
تاکہ وہ کوشش کر لے کیونکہ میں بھی سوتو نہیں رہا ہوں
تیز رو گوئیش رہ بگرفتہ ام
اس سے کہہ دے تیز چلنے میں نے بھی راستہ روک دیا ہے

حیلہا شاں را ہمہ برہم زنم
ان کی سب تدبیروں کو درہم برہم کر دوں گا
وانچہ افزایند من برکم زنم
وہ جو کچھ بڑھائیں گے اس کو کمی پر پٹخ دوں گا

آب را آرند من آتش زنم
وہ پانی لائیں گے، میں آگ لگا دوں گا
نوشِ خوش گیرند و من ناخوش کنم
وہ اچھا شہد پئیں گے میں اس کو بدمزہ کر دوں گا

مہر پیوندند من ویراں کنم
وہ دوستیاں جوڑیں گے میں تباہ کر دوں گا
آنکہ اندر وہم ناید آں کنم
جو خیال میں بھی نہ آئے میں وہ کروں گا

تومترس و مہلتے اش دہ دراز
تو نہ ڈر، اور اس کو لمبی مہلت دیدے
گوبیہ گرد آر و صد حیلت بساز
کہہ دے لشکر جمع کر لے اور سو تدبیریں کر لے

مہلت دادنِ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون را تا ساحراں

فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مہلت دینا تاکہ وہ شہروں سے

را جمع از مدائن[2] کند

جادوگروں کو جمع کر لے

گفت امر آمد برو مہلت ترا
فرمایا حکم آ گیا، جا تجھے مہلت ہے
من بجائے خود شدم رستی ہلا
میں اپنی جگہ جاتا ہوں آگاہ، تو چھوٹ گیا

او ہمی شد[3] اژدہا اندر عقب
وہ جا رہے تھے، اژدہا پیچھے پیچھے (تھا)
چوں سگِ صیادِ دانا و محب
سمجھدار اور محبت کرنے والے شکاری کے کتے کی طرح

چوں سگِ صیاد جنباں کردہ دم
شکاری کے کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا
سنگ رامی کرد ریگ او زیرِ سم
پاؤں کے نیچے پتھر کو ریت بناتا ہوا

سنگ و آہن را بدم در می کشید
پتھر اور لوہے کو سانس سے اندر کھینچتا تھا
خرد می خائید آہن را پدید
لوہے کو نمایاں طور پر باریک چبا جاتا تھا

---

1. مہراس۔ خوفزدہ نہ ہو۔ ایں چہل۔ فرعون نے چالیس روز کی مہلت مانگی تھی فرمایا گیا کہ اس کو مہلت دے دو اس کو مکر کی تدبیریں سوچنے کا موقع دے دو میں اس کی تمام تدبیروں کو بیکار کر دوں گا۔
2. مدائن۔ مدینہ کی جمع ہے، شہر۔ شدم۔ یعنی میں روانہ ہوا۔ رستی۔ تجھے فی الحال نجات مل گئی ہے۔
3. ہمی شد۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کی طرف روانہ ہوئے۔ دم۔ کتا محبت میں دم ہلاتا ہے۔ سنگ۔ یعنی پتھروں کو چبا کر ریت بنا دیتا تھا۔ بدم۔ اژدہا اپنے سانس سے چیزوں کو اپنے منہ میں کھینچ لیتا ہے۔ خرد۔ یعنی لوہے کو چبا کر ریزہ ریزہ کر رہا تھا۔

Marfat.com

در ہوا میکرد خود بالائے برج[1] ‏ ‏ ‏ ‏ که ہزیمت می شد از وے روم و گرج
فضا میں اپنے آپ کو برج سے اونچا کرتا تھا ‏ ‏ ‏ ‏ کہ اس سے روم اور گرج (کے باشندے) بھاگتے تھے

کفک می انداخت چوں اُشتر زکام ‏ ‏ ‏ ‏ قطرہ زاں بر ہر کہ می زَد شد جذام
منہ سے اونٹ کی طرح جھاگ پھینکتا تھا ‏ ‏ ‏ ‏ جس پر اس کا ایک قطرہ گرا اس کو کوڑھ ہو گیا

ژغوغِ دندانِ او دل می شکست ‏ ‏ ‏ ‏ جانِ شیرانِ سیہ میشد زدست
اس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ دل پھاڑ رہی تھی ‏ ‏ ‏ ‏ کالے شیروں کی جان ہاتھ سے نکلی جاتی تھی

چون بقوم خود رسید آں مجتبیٰ ‏ ‏ ‏ ‏ شدقِ او بگرفت و باز اُو شد عصا
جب وہ برگزیدہ اپنی قوم میں پہونچے ‏ ‏ ‏ ‏ اس کی باچھ پکڑی وہ پھر لاٹھی بن گیا

تکیہ بروے کرد و می گفت اے عجب ‏ ‏ ‏ ‏ پیشِ ما خورشید[2] و پیشِ خصم شب
انہوں نے اس پر ٹیک لگائی اور کہہ رہے تھے تعجب ہے ‏ ‏ ‏ ‏ (یہ معجزہ) ہمارے لیے سورج اور دشمن کے لیے رات ہے

اے عجب چوں می نہ بیند ایں سپاہ ‏ ‏ ‏ ‏ عالمے پُر آفتابِ چاشتگاہ
تعجب ہے یہ لشکر کیوں نہیں دیکھتا ہے؟ ‏ ‏ ‏ ‏ دنیا کو جو چاشت کے وقت کے سورج سے بھری ہوئی ہے

چشم باز و گوش باز و ایں ذُکا ‏ ‏ ‏ ‏ خیرہ ام در چشم بندیِ خدا
آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت ‏ ‏ ‏ ‏ میں اللہ (تعالیٰ) کی چشم بندی پر حیران ہوں

من ازیشاں[3] خیرہ ایشاں ہم زمن ‏ ‏ ‏ ‏ از بہارے خار ایشاں من سمن
میں ان سے حیران ہوں وہ بھی مجھ سے (حیران ہیں) ‏ ‏ ‏ ‏ (خدا کی) بہار سے وہ کانٹے ہیں میں پھول (ہوں)

پیشِ شاں بُردم بسے جامِ رحیق ‏ ‏ ‏ ‏ سنگ شد آبش بہ پیشِ آں فریق
میں ان کے سامنے صاف شراب کے بہت سے جام لے گیا ‏ ‏ ‏ ‏ اس فریق کے سامنے اس کا پانی پتھر بن گیا

دستہ گل بستم و بُردم بہ پیش ‏ ‏ ‏ ‏ ہر گلے چوں خار گشت و نُوش نیش
میں نے پھولوں کا گلدستہ بنایا اور سامنے لے گیا ‏ ‏ ‏ ‏ ہر پھول کانٹا بن گیا اور شہد ڈنک (بن گیا)

آں نصیبِ جانِ بیخویشاں بود ‏ ‏ ‏ ‏ چونکہ با خویشند پیدا کے شود
وہ (جام) بے خودوں کی جان کا حصہ ہوتا ہے ‏ ‏ ‏ ‏ چونکہ وہ خودی میں ہیں وہ کب ظاہر ہوتا ہے؟

برج۔ یعنی سرکو دو منزلہ مکان سے اونچا کر لیتا تھا۔ گرج۔ گرجستان کے رہنے والے۔ کفک۔ اس کے منہ سے اونٹ کی طرح جھاگ نکل رہے تھے اور وہ اس قدر زہریلے تھے کہ جس پر قطرہ پڑ جاتا وہ کوڑھی بن جاتا۔ ژغوغ۔ دانت پیسنے کی آواز۔ شیرانِ سیہ۔ کالا شیر بہت خوفناک ہوتا ہے۔ مجتبیٰ۔ منتخب یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ شدق۔ باچھ، لبوں کا گوشہ۔

خورشید۔ یعنی یہ سانپ کا معجزہ ہمارے لیے خورشیدِ راہِ ہدایت ہے اور دشمنوں کے لیے تاریک رات ہے جس میں ان کو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اے عجب۔ فرعون کے لشکری اس کی پہچان کی علامتوں کو کیوں نہیں دیکھ رہے ہیں اور اس روشن معجزے کے قائل کیوں نہیں ہو رہے ہیں۔ چشم باز۔ ان کے حواس اور ذہانت موجود ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی نظر بندی کر دی ہے۔

من ازیشاں۔ فرعونی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ سے حیران تھے۔ سمن۔ چنبیلی کا پھول۔ جامِ رحیق۔ صاف شراب کا جام۔ سنگ شد۔ یعنی وہ شراب پینے کے قابل نہ رہی۔ دستہ گل۔ میں ان کے سامنے ہدایت کے گلدستے پیش کرتا ہوں مگر وہ پھول ان کے لیے کانٹے بن جاتے ہیں۔ آں۔ ہدایت کے جام ان کا حصہ ہیں جو خودی کو فنا کر چکے ہوں۔ خفتہ بیدار۔ یعنی وہ شخص جو دنیا سے خفتہ ہو اور آخرت کے معاملہ میں بیدار ہو۔

Marfat.com

خفتۂ بیدار باید پیشِ ما | تا بہ بیداری[1] بیند خوابہا
ہمارے آگے ایک سویا ہوا بیدار ہونا چاہیے | تاکہ وہ خوابوں کو بیداری میں دیکھ لے

دشمنِ ایں خوابِ خوش شد فکرِ خلق | تا نخسپد فکرتش بستہ است حلق
لوگوں کا فکر (دنیوی) اس اچھی خواب کا دشمن بن گیا | جب تک کہ اس کا فکر نہ سو جائے، حلق بند ہے

حیرتے باید کہ روبد فکر را | خورد حیرت فکر را و ذکر را
حیرت درکار ہے، تاکہ فکر کا صفایا کر دے | حیرت نے فکر اور ذکر کو نگل لیا ہے

ہر کہ کامل تر بود او در ہنر | او بمعنی پس بصورت پیشتر
جو (دنیا کے) ہنر میں زیادہ کامل ہوتا ہے | وہ حقیقتاً پیچھے، بظاہر آگے ہے

راجعون[2] گفت و رجوع اینساں بود | کہ گلہ وا گردد و خانہ رود
(اللہ تعالیٰ نے) واپس ہونے والے میں فرمایا اور واپس ہونا یہ ہوتا ہے | کہ ریوڑ واپس ہو اور گھر جائے

چونکہ واگردید گلہ از وُرود | پس فتد آں بز کہ پیش آہنگ بود
جب ریوڑ گھاٹ سے واپس لوٹتا ہے | (تو) وہ جانور پیچھے رہتا ہے جو آگے چلنے والا تھا

پیش افتد آں بزِ لنگِ پسیں | اَضحَکَ الرُّجعٰی وُجُوہَ العَابِسِیْن
پچھلی لنگڑی بکری آگے ہو جاتی ہے | واپسی نے منہ بنائے ہوئے لوگوں کے چہروں کو ہنسا دیا ہے

از گزافہ[3] کے شدند ایں قوم لنگ | فخر را دادند و بخریدند ننگ
یہ قوم خواہ مخواہ لنگڑی کب ہوئی ہے | انہوں نے فخر کو دے دیا ہے اور ذلت کو خریدا ہے

پا شکستہ می روند ایناں بحج | از حرج راہیست پنہاں تا فرج
وہ حج کو شکستہ پا جاتے ہیں | تنگی سے، کشادگی کی طرف چھپا ہوا راستہ ہے

دل زِ دانشہا بشستند ایں فریق | زانکہ ایں دانش نداند آں طریق
اس فریق نے دل سے عقلوں کو دھو ڈالا ہے | کیونکہ یہ عقل اس راستہ کو نہیں جانتی ہے

دانشے باید کہ اصلش زاں سرست | زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست
وہ عقل چاہیے جس کی اصل اس جانب کی ہے | کیونکہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف راہنما ہے

---

1. تا بہ بیداری۔ خواب میں جو عالم بالا کی چیزیں نظر آتی ہیں اس کو عالم بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں۔ دشمن۔ جو لوگ دنیاوی افکار میں مبتلا ہیں وہ ان خوابوں سے محروم ہیں۔ حلق۔ یعنی معارف کے نگلنے سے۔ حیرتے باید۔ مقام حیرت میں پہنچ کر سالک نہ اللہ کے ذکر پر قادر رہتا ہے نہ دنیاوی فکر پر۔ ہر کہ کامل۔ جو لوگ دنیاوی معاملات میں ہنرمند ہیں وہ بظاہر دوسروں سے آگے ہیں لیکن حقیقتاً وہ پیچھے ہیں۔
2. راجعون۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف واپس ہونے والے ہیں۔ واپسی کا مطلب یہ ہے کہ بکریوں کا ریوڑ جو جنگل میں چرنے گیا ہے وہ گھر واپس لوٹے۔ ورود۔ چراگاہ یا پانی کے گھاٹ پر جانا۔ پس فتد۔ جو بکری جانے میں گلہ میں سب سے پیچھے ہوگی واپسی میں وہ آگے ہو جائے گی۔ پیش افتد۔ گلہ کے پلٹنے کے وقت جو اگلے جانور ہوتے ہیں وہ پیچھے ہو جاتے ہیں اور پچھلے جانور آگے ہو جاتے ہیں۔ اضحک۔ پیچھے رہنے کی وجہ سے ان کو رنج تھا واپسی میں جب وہ آگے ہو جائیں گے تو خوش ہوں گے۔
3. از گزافہ۔ اولیاء دنیوی معاملات میں اپنے آپ کو جان بوجھ کر پیچھے رکھتے ہیں۔ پا شکستہ۔ بے سروسامانی میں عبادت گزاری کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مشقتیں برداشت کرنے سے ہی اخروی راحتیں میسر آئیں گی۔ دل ز دانشہا۔ شعر، آزمودم عقل دور اندیش را۔ بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را۔ دانشے۔ عالم آخرت کی عقل درکار ہے وہی عالم آخرت کی رہنمائی کر سکتی ہے۔

Marfat.com

ہر پَرِے بر عرضِ دریا[1] کے پَرد — تالدن علمِ لدنی می برد

ہر بازو دریا کی چوڑائی تک کب پرواز کر سکتا ہے — (اللہ کے) قرب تک علم لدنی لے جاتا ہے

پس چرا علمے بیاموزی بمرد — کش بباید سینہ رازاں پاک کرد

تو کسی مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتا ہے — کہ اس سے اس کو سینہ پاک کر لینا چاہیے

پس مجو پیشی ازیں سرلنگ باش — وقتِ واگشتن تو پیش آہنگ باش

تو اس طرف کی پیش روی نہ چاہ، لنگڑا بن جا — واپسی کے وقت تو پیشرو بن

آخِرُوْنَ السَّابِقُوْن باش اے ظریف — بر شجر سابق بود میوہ لطیف

اے خوش مزاج آخر میں آنے والوں اور بڑھ جانے والوں (میں سے) بن جا — عمدہ میوہ درخت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

گرچہ میوہ آخر آید در وجود — اول ست اُو زانکہ اُو مقصود بود

اگرچہ پھل وجود میں آخر میں آتا ہے — لیکن چونکہ وہ مقصود تھا لہٰذا وہ پہلے ہے

چوں ملائک گوئی لَاعِلْمَ لَنَا — تا بگیرد دست تو عَلَّمْتَنَا

تو فرشتوں کی طرح کہہ دے "ہمارے لیے علم نہیں ہے" — تا کہ "تو نے ہمیں علم دیا" تیری دستگیری کرے

گر دریں مکتب[2] ندانی تو ہجا — ہمچو احمدؐ پُری از نورِ حِجیٰ

اگر تو اس مکتب میں ہجے نہیں جانتا ہے — تو عقل کے نور سے (حضرت) محمد ﷺ کی طرح پرواز کرے گا

گر نباشی نامدار اندر بلاد — گم نہ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد

اگر تو شہروں میں مشہور نہیں ہو گا — تو کھویا ہوا نہیں ہے اور خدا بھلائی کو خوب جانتا ہے

اندراں ویراں کہ آں معروف نیست — از برائے حفظِ گنجینہ زریست

اس ویرانہ میں جو مشہور نہیں ہے — حفاظت کے لیے سونے کا خزانہ ہے

موضعِ معروف کے بنہند گنج — زیں قبل[3] آمد فرج در زیرِ رنج

مشہور جگہ خزانہ کب رکھتے ہیں — اسی طرح یہ ہے کہ کشادگی رنج کے نیچے ہے

خاطر آرد بس شکال ایں جاو لیک — بگسلد اشکال را استورِ نیک

دل اس جگہ بہت اشکالات پیش کرتا ہے لیکن — عمدہ گھوڑا پچھاڑی کو توڑ ڈالتا ہے

---

[1] دریا۔ دریائے حقیقت۔ لدن۔ یعنی قرب حق۔ علم لدنی۔ وہ علم جو براہ راست ذات باری سے حاصل ہوا ہو۔ علمے۔ یعنی وہ علم جو محض عقلی دلائل سے حاصل کیا گیا ہو کتاب و سنت سے اس کا تعلق نہ ہو۔ پس۔ دنیاوی مشاغل میں پسماندگی بہتر ہے، واپسی میں سبقت حاصل ہو جائے گی۔ آخرون۔ حدیث شریف میں ہے نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ "ہم دنیا میں تمام امتوں سے بعد میں ہیں قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔" بر شجر۔ باوجود زمانی تاخر کے پھل کو درخت پر شرافت کا تقدم حاصل ہے۔ چوں ملائک۔ فرشتوں نے امتحان کے وقت آخر میں کہا تھا لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا "ہمیں صرف وہ علم حاصل ہے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔" لہٰذا اگر انسان بھی دنیا کے مکر و فریب کے علم سے خالی ہو گا اس کو علمتنا یعنی علم خداوندی حاصل ہو جائے گا۔

[2] گر دریں مکتب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، دنیا کے کسی مکتب میں تعلیم نہ پائی تھی۔ حِجیٰ۔ عقل۔ اندراں۔ خزانہ غیر مشہور ویرانہ میں دفن کیا جاتا ہے اسی طرح حضرت حق اپنی امانت ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتے ہیں جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔

[3] زیں قبل۔ جس طرح خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے اسی طرح خوشی غم میں مخفی ہوتی ہے اور سہولت تنگی کے ساتھ ہوتی ہے۔ خاطر آرد۔ یہاں طبیعت میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء اور بہت سے اولیاء مشہور شخصیتیں ہیں تو پھر یہ کہنا کہ خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے کیسے صحیح ہو گا۔ بگسلد۔ اسی طرح ذہن انسان اس اشکال کا جواب دے دے گا کہ اگر شہرت مقصود بن جائے تو مضر ہے اور اگر فقر و مسکنت کے باوجود منجانب اللہ ہو تو وہ قبولیت کے منافی نہیں ہے۔

Marfat.com

ہست[1] عشقش آتشے اشکال سوز
اس کا عشق اشکالات کو پھونکنے والی آگ ہے
ہم ازاں سو جُو جواب اے مرتضیٰ
اے برگزیدہ! اس ہی جانب سے جواب تلاش کر
گوشۂ بے گوشۂ دل شہ رہے ست
دل کی بے گوشہ خلوت گاہ ایک عظیم شاہراہ ہے
تو ازیں سوو ازاں سو چوں گدا
تو ادھر سے اور اُدھر سے فقیر کی طرح ہے
ہم ازاں سُو جُوکہ وقتِ دردِ تو
یہ بھی اس جانب تلاش کر (جس طرف) کہ تو درد کے وقت
وقتِ مرگ[2] و درد آں سومی خمی
موت اور تکلیف کے وقت تو اس جانب جھکتا ہے
وقت محنت میبری زاللہ بو
مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتا لگا لیتا ہے
در زمانِ درد و غم یادش کنی
درد اور رنج کے وقت تو اس کو یاد کرتا ہے
ایں ازاں[3] آمد کہ حق را بے گماں
یہ اس وجہ سے ہے کہ حق کو یقین کے ساتھ
وانکہ در عقل و گماں ہستش حجیب
اور وہ شخص جس کی عقل اور گمان پر پردہ ہے
عقلِ جزوی گاہ چیرہ گہ نگوں
دنیوی عقل کبھی غالب ہے کبھی سرنگوں ہے

ہر خیالے را بروُ بُد نورِ روز
دن کی روشنی ہر وہم کو صاف کر دیتی ہے
کایں سوال آمد ازاں سومر ترا
کیونکہ یہ سوال ادھر ہی سے تیرے پاس آیا ہے
تابِ لا شرقی ولا غرب از مہے ست
"نہ شرقی ہے نہ مغربی" کی روشنی ایک عظیم چاند کی جانب سے ہے
اے کہ معنیٰ چہ می جوئی صدا
اے وہ کہ تو خود معنیٰ ہے! گونج کو کیا ڈھونڈتا ہے؟
می شوی در ذکر یا ربی دو تو
یا ربی کے ذکر میں دُہرا ہوتا ہے
چونکہ دردت رفت چونی اعجمی
جب تیرا درد رفع ہو گیا تو کیوں گونگا ہے؟
چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
جب مصیبت ختم ہو گئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے
چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
جب تو خوش ہوتا ہے پھر غفلت برتتا ہے
ہر کہ بشناسد بود دائم براں
جو شخص پہچان لیتا ہے ہمیشہ اس پر قائم رہتا ہے
گاہ پوشیدہ است گہ بدریدہ جیب
کبھی (اللہ تعالیٰ اس کے لیے) پوشیدہ ہے کبھی، وہ گریبان چاک کرتا ہے
عقلِ کلی ایمن از رَیبَ المَنُون
کامل عقل زمانہ کے حوادث سے محفوظ ہے

1. ہست۔ اشکالات کا عقلی جواب سوچنے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ عشق کی آگ دل میں روشن کی جائے۔ وہ ہر طرح کے اشکالات کو ختم کر دیتی ہے۔ ہم ازاں سُو۔ جو اشکال دل میں پیدا ہوا اس کا جواب بھی دل ہی میں تلاش کرنا چاہیے۔ گوشہ۔ دل کے گوشہ میں جو نور پیدا ہوتا ہے وہ محض حق کی عطا ہے۔ تو ازیں سُو۔ انسان اپنے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس پر اسرار کھلتے ہیں۔ ہم ازاں سُو۔ درد کے وقت انسان یا ربی کہتا ہوا خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اسی طرح اشکال کا جواب بھی اسی جانب سے حاصل کرنا چاہیے۔
2. وقت مرگ۔ قرآن پاک میں ہے اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ "جب انسان کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پھر جب وہ اس کو نعمت عطا کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے اس کو جو کہ وہ اس سے مانگتا تھا۔" اعجمی۔ یعنی اس طرح اب یاد نہیں کرتا ہے جس طرح کہ رنج کے وقت یاد کرتا تھا۔
3. ایں ازاں۔ یعنی یہ کیفیت اس لیے ہے کہ خدا پر پورا یقین نہیں ہے ورنہ اس کا رجوع الی اللہ دائمی ہوتا۔ وانکہ۔ جس کے دل اور عقل پر پردہ ہوتا ہے کبھی ذات باری اس کے لیے پوشیدہ ہوتی ہے اور وہ اس کے راستہ سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے اور کبھی اس کی یاد میں گریبان چاک کرتا ہے۔ عقلِ جزوی۔ دنیاوی عقل۔ عقلِ کلی۔ وہ عقل جو منجانب اللہ عطا ہو جائے۔ ریب المنون۔ حوادثِ زمانہ۔

Marfat.com

عقل بفروش و ہنر حیرت[1] بخر
عقل اور ہنر کو بیچ دے حیرت کو خرید لے
رو بخواری نے بخارا اے پسر
اے بیٹا! خواری کی طرف چل نہ کہ بخارا کی طرف

تا بخارائے دگر بینی دروں
تاکہ تو (اپنے) اندر دوسرا بخارا دیکھے
ساکنانِ محفلش لا یَفْقَھُوْن
اس (بخارا) کی محفل کے لوگ "نہیں سمجھتے ہیں"

ماچو خود را در سخن آغشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو باتوں میں اس قدر آلودہ کیا ہے
کز حکایت ما حکایت گشتہ ایم
کہ قصوں کی وجہ سے ہم افسانہ بن گئے ہیں

من عدم و افسانہ گردم در حنین
میں گریۂ زاری میں معدوم اور افسانہ بنا ہوں
تا تقلب یابم اندر ساجدین
تاکہ میں سجدہ کرنے والوں میں نشست و برخاست حاصل کروں

ایں حکایت[2] نیست پیشِ مردِ کار
کام کے آدمی کے سامنے یہ کہانی نہیں ہے
وصفِ حال ست و حضورِ یارِ غار
حالت کا بیان ہے اور دوست کی دربار داری ہے

آں اساطیرِ اوّلیں کہ گفت عاق
نافرمان نے جو "اگلے لوگوں کے قصے" کہا
حرفِ قرآں را مُبد آثارِ نفاق
قرآن کے حروف کو (یہ) نفاق کے آثار تھے

لا مکانے[3] کاندراں نورِ خداست
وہ لا مکان جس میں خدا کا نور ہے
ماضی و مستقبل و حال از کجاست
اس میں ماضی اور مستقبل اور حال کہاں ہے؟

ماضی و مستقبلش نسبت بہ توست
اس کی ماضی اور مستقبل تیرے اعتبار سے ہے
ہر دو یک چیز اند و پنداری کہ دوست
وہ دونوں ایک چیز ہیں تو سمجھتا ہے کہ دو ہیں

یک تنے اورا پدر مارا پسر
ایک شخص اس کے لیے باپ ہمارے لیے بیٹا ہے
بام زیرِ زیدو بر عمرو آں زبر
بالا خانہ زید کے نیچے ہے اور وہ عمرو کے اوپر ہے

نسبتِ زیر و زبر شد زاں دو کس
دو شخصوں کے اعتبار سے اونچ نیچ کی نسبت بنی
سقف سوئے خویش یک چیز ست و بس
چھت اپنے اعتبار سے صرف ایک چیز ہے

---

[1] حیرت۔ سالک کے لیے ایک مقام ایسا آتا ہے کہ انوار وتجلیات کی فراوانی سے وہ مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کو نہ ذکر کا خیال رہتا ہے نہ فکر کا۔ خواری۔ یعنی فناء ہستی موہوم۔ بخارا۔ مولانا کے دور میں بخارا شہر تمدنی ترقیات کا گہوارہ تھا اور علماء ظاہر کا وہاں مجمع تھا۔ بخارائے دگر۔ مجاہدات کے بعد انسان کا قلب معارف واسرار کا گنجینہ بن جاتا ہے۔ لا یَفْقَھُوْنَ۔ وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ محفلش۔ ضمیر "ش" کو مترجمین نے بخارائے دگر جو کہ قریب ہے کی طرف لوٹایا ہے اور لا یَفْقَھُوْنَ کا ترجمہ فرمایا ہے کہ ان میں ظاہری اور قالی تفقہ نہیں ہے لیکن قرآن میں یہ لفظ عموماً کور باطن لوگوں کے لیے بولا گیا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے شعر کے بخارا کی طرف ضمیر لوٹائی جائے اور یہ مطلب لیا جائے کہ ان ظاہری علماء میں دین کی حقانیت نہیں رہی ہے۔

[2] ایں حکایت۔ میں جو قصے سنا رہا ہوں یہ گذشتہ لوگوں کے قصے نہیں ہیں بلکہ تمہارے اور اپنے احوال بیان کر رہا ہوں اور ان کا مقصد رجوع الی اللہ ہے ان کو وہ علوم نہ سمجھنا جن سے میں روک رہا ہوں۔ آں۔ منافقوں نے قرآن کو بھی محض پچھلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیا اور ان قصوں کا جو مقصود تھا اس کو نہ سمجھے اسی طرح میری کتاب کا حال ہے۔

[3] لامکانے۔ قرآن ایک صفت خداوندی ہے جو زمان ومکان سے بالاتر ہے۔ وہاں ماضی و مستقبل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ماضی و مستقبلش۔ قرآن کے اعتبار سے ماضی اور مستقبل دو چیزیں نہیں ہیں۔ تو ان کو دو سمجھتا ہے اور تیرے اعتبار سے وہ دو چیزیں ہیں نسبت کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ ایک شخص ایک کی نسبت سے باپ ہے وہی شخص دوسرے کے اعتبار سے بیٹا ہے، چھت کسی کے اعتبار سے نیچے ہے کسی کے اعتبار سے اوپر ہے۔

Marfat.com

نیست[1] مثلِ آں مثال ست ایں سخن ... قاصر از معنیِ نو حرفِ کہن

اس کا کوئی مثل نہیں ہے یہ بات ایک مثال ہے ... نئے نکتے سے، پرانے الفاظ کوتاہ ہیں

چوں لبِ جو نیست مشکا لب بہ بند ... بے لب و ساحل بدست ایں بحرِ قند

چونکہ دریا کا کنارا نہیں ہے، اے مشک! لب بند کرلے ... یہ شکر کا دریا، بے کنارا اور بے ساحل ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد ... سوئے فرعونِ مُدمّغ تا چہ کرد

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ ... متکبر فرعون کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

فرستادنِ فرعون بمدائن در طلب ساحراں

فرعون کا جادوگروں کو بلانے کے لیے شہروں کی طرف (لوگوں کو) روانہ کرنا

چونکہ موسیٰؑ باز گشت و او بماند ... اہلِ رای و مشورت را پیش خواند

جب موسیٰ علیہ السلام واپس ہو گئے اور وہ رہ گیا ... (تو) رائے اور مشورے والوں کو طلب کیا

مجتمع گشتند و بفشردند پائے ... ہر کسے کردند عرضِ فکر و رائے

وہ جمع ہو گئے اور انہوں نے پاؤں جما لیے ... ہر شخص نے ایک خیال اور رائے پیش کی

عاقبت ہامانِ بے سامان و دوں ... رائے پیش آورد و گردش رہنموں

بالآخر ہامانِ بے سامان اور ذلیل نے ... رائے پیش کی اور اس کی رہنمائی کی

کاے شہ[2] شاہِ ظفر چوں غم فزود ... ساحراں را جمع باید کرد زود

اے بادشاہ، فتح مندی کے شاہ! چونکہ فکر بڑھ گیا ہے ... جادوگروں کو جلد جمع کرنا چاہیے

در ممالک ساحراں داریم ما ... ہر یکے در سحر فرد و پیشوا

ہمارے ممالک میں جادوگر ہیں ... ہر ایک جادو میں یکتا اور پیشوا ہے

مصلحت آنست کز اطرافِ مصر ... جمع آرد شاں شہ و صرّافِ مصر

مناسب یہ ہے کہ مصر کے چاروں طرف سے ... بادشاہ اور مصر کا منتظم ان کو جمع کر لے

او بسے مردم فرستاد آں زماں ... ہر نواحی بہرِ جمعِ جادواں

اس نے فوراً بہت سے آدمی روانہ کر دیے ... ہر جانب جادوگروں کو جمع کرنے کے لیے

ہر طرف کہ ساحرے بد نامدار ... کرد پرّاں سوئے او دو پیکِ کار

جس طرف بھی کوئی مشہور جادوگر تھا ... اس کی جانب دو کارآمد قاصد روانہ کر دیے

---

1. نیست۔ خدا کی ذات وصفات کو مثالوں سے سمجھنا ممکن نہیں کیونکہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ جو۔ یعنی اسرارِ خداوندی۔ مشکا۔ اے مشک۔ بحرِ قند۔ خدائی اسرار۔ بازگشت۔ یعنی فرعون کی مجلس سے۔ بفرد شد پای۔ یعنی اطمینان سے کھڑے ہو گئے۔ ہامان۔ فرعون کا مشہور وزیر تھا۔

2. کاے شہ۔ قرآن پاک میں ہے قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ ابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ. یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ یعنی "فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اس کے چاروں طرف بیٹھے تھے کہا اس میں شک نہیں کہ یہ کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے، چاہتا ہے اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال باہر کرے، تم لوگ کیا صلاح دیتے ہو؟ درباریوں نے عرض کیا موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملہ کو چند روز ملتوی رکھیں اور شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے کے لیے ہرکارے روانہ کر دیں، وہ لوگ آپ کے پاس ہر بڑے ماہر جادوگر کو لے آئیں۔ پیک۔ قاصد۔"

Marfat.com

دو جواں بودند ساحر مشتہر
دو جوان مشہور جادوگر تھے

سحرِ ایشاں در دلِ[1] مہ مستمر
ان کی جادوگری چاند میں (بھی) جاری تھی

شیر دوشیدہ ز شیرانِ شکار
شکاری شیروں سے انہوں نے دودھ دوہا تھا

در سفرہا رفتہ بر خُمّے سوار
وہ مٹکے پر سوار ہو کر سفروں میں گئے تھے

شکلِ کرپاسے نمودہ ماہتاب
چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھاتے

آں بہ پیمودہ فروشیدہ شتاب
اس کو فوراً ناپ کر فروخت کر دیتے

سیم بُردہ مشتری آگہ شدہ
لٹا ہوا خریدار، (حقیقت سے) آگاہ ہو کر

دست از حسرت بزُخہا بر زدہ
افسوس سے منہ پیٹتا

صد ہزاراں ہم چنیں در جادوی
اس طرح لاکھوں جادوگری میں

بودہ منشی و نبودہ چوں روی[2]
وہ موجد تھے اور قافیہ کی طرح نہ تھے

صد ہزاراں جادویہا جنسِ ایں
اس طرح کی لاکھوں جادوگریاں تھیں

بودہ ایشاں را ہمہ دیدہ مبیں
(اور) ان کو سب نے کھلم کھلا دیکھا تھا

چوں بدیشاں آمد آں پیغامِ شاہ
جب ان کے پاس بادشاہ کا پیغام آیا

کز شما شاہ است اکنوں چارہ خواہ
کہ اب بادشاہ تم سے تدبیر کا خواہاں ہے

از پئے آں کہ دو درویش آمدند
اس لیے کہ دو فقیر آئے ہیں

برشہ و بر قصرِ او موکب زدند
انہوں نے بادشاہ اور اس کے قلعہ پر ڈیرہ جما لیا ہے

نیست با ایشاں بغیرِ یک عصا
ان کے پاس سوائے ایک لاٹھی کے کچھ نہیں ہے

کہ ہمیگردد بامرش اژدہا
جو ان کے حکم سے اژدہا بن جاتی ہے

شاہ و لشکر جملہ بیچارہ شدند
بادشاہ اور فوج سب عاجز آ گئے

زیں دوکس جملہ بافغاں آمدند
ان دونوں سے سب نالاں ہیں

چارہ جویاں بندہ را پیشِ شما
تدبیر کا طالب بن کر خادم کو تمہارے پاس

شاہ ازاں ارسال فرمودست تا
بادشاہ نے اس لیے بھیجا ہے تاکہ

چارۂ سازید اندر دفعِ شاں
ان کے دفع کرنے کی تدبیر کرو

گنجہا بخشد عوض شہ بیکراں
بادشاہ بدلے میں لا تعداد خزانہ بخش دے گا

چارۂ می باید اندر ساحری
جادو گری میں کوئی تدبیر چاہیے

تابود کہ زیں دو ساحر جاں بری
تاکہ ان دونوں جادوگروں سے جان بری ہو

---

1. دردلِ مہ۔ سحر کا اثر عموماً سفلیات پر پڑتا ہے علویات متاثر نہیں ہوتی ہیں لیکن ان کا کمال تھا کہ علویات کو بھی جادو سے متاثر کر دیتے تھے۔ شیر۔ یعنی وہ دونوں اس قدر ماہر جادوگر تھے کہ جادو کے ذریعے شیروں کا دودھ دوہ کر دکھا دیتے تھے اور مٹکے پر سوار ہو کر سفر طے کر لیتے تھے۔ ماہتاب۔ چاندنی کا کپڑا بنا کر اس کو فروخت کر دیتے تھے۔ خریدار جب گھر پہنچتا تو کچھ نہ ہوتا اور وہ حسرت سے منہ پیٹتا۔

2. روی۔ قافیہ کا اصلی حرف، یہاں قافیہ مراد ہے، قافیہ پہلے مصرع کے آخری حروف کے تابع ہوتا ہے لہٰذا تابع کے معنی میں ہے یعنی وہ دونوں جادوگری میں مجتہد تھے کسی کے مقلد نہ تھے۔ منشی۔ آغاز کرنے والا۔ اپنے دماغ سے کوئی بات پیدا کرنے والا۔ دو درویش۔ یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام۔ قصر۔ قلعہ۔ موکب۔ جلوسِ شاہی، لشکر۔ افغاں۔ فغان، فریاد۔ عوض۔ یعنی اگر تم نے اس کو ہرا دیا تو بادشاہ بہت انعام دے گا۔

Marfat.com

آں دو ساحر را چو ایں پیغام داد ترس[1] و مِہری در دلِ ہر دو فتاد
جب ان دونوں جادوگروں کو یہ پیغام دیا خوف اور محبت دونوں کے دل میں آئی

عرقِ[2] جنسیت چو جنبیدن گرفت سر بزانو بر نہادند از شگفت
ہم پیشہ ہونے کی رگ جب پھڑکنی شروع ہوئی تعجب سے دونوں سوچ میں پڑ گئے

چوں دبیرستانِ صوفی زانوست حلِّ مشکل راد و زانو جادوست
چونکہ صوفی کا مکتب زانو ہے مشکل کو حل کرنے کے لیے زانو جادو ہے

استفسار کردنِ ہر دو ساحر از مادر، گورِ پدر را و پُرسیدن از روانِ او حقیقتِ موسیٰ علیہ السلام را

دونوں جادوگروں کا ماں سے باپ کی قبر کو دریافت کرنا، اور ان کا اس کی روح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی (اصلیت) دریافت کرنا

بعد ازاں گفتند اے مادر بیا گورِ بابا کو تو مارا رہنما
اس کے بعد انہوں نے کہا ماں! آ جا باوا کی قبر کہاں ہے؟ تو ہماری رہنمائی کر دے

بُردشاں بر گورِ او بنمودہ راہ پس سہ روزہ داشتند از بہرِ شاہ
وہ ان کو اس کی قبر پر لے گئی، راستہ دکھایا پھر انہوں نے بادشاہ کی خاطر تین روزے رکھے

بعد ازاں گفتند اے بابا بما شاہ پیغامے فرستاد از وَجا[3]
اس کے بعد انہوں نے کہا اے باوا! ہمیں بادشاہ نے خوف سے ایک پیغام بھیجا ہے

کہ دو مَرد اُو را بہ تنگ آوردہ اند آبرویش پیشِ لشکر بُردہ اند
کہ دو شخصوں نے اس کو تنگ کر دیا ہے لشکر کے روبرو اس کی آبرو ریزی کر دی ہے

نیست با ایشاں سلاح و لشکرے جز عصا و در عصا شور و شرے
ان کے ساتھ ہتھیار اور لشکر نہیں ہیں لاٹھی کے علاوہ، اور لاٹھی میں شور و شر ہے

تو جہانِ راستاں در رفتۂ گرچہ در صورت بخاکے خفتۂ
تو سچوں کے عالم میں چلا گیا ہے اگرچہ بظاہر مٹی میں سویا ہوا ہے

آں اگر سحرست مارا دہ خبر وَر خدائی باشد اے جانِ پدر
اگر وہ جادو ہے تو، ہمیں بتا دے اور اگر خدائی بات ہے، اے ابا جان!

---

1. ترس۔ خوف، ان دونوں پر خوف اس بنا پر طاری ہوا کہ جب ان دو فقیروں نے بادشاہ اور پورے لشکر کو خوفزدہ کر دیا ہے تو کس قدر طاقت ہوگی۔ مہر۔ محبت اس لیے پیدا ہوئی کہ باوجود اس ظاہری طاقت کے جب وہ ظاہری شان وشوکت سے خالی ہیں تو خدا کے نیک بندے ہوں گے۔

2. عرق۔ رگ۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا، ہم پیشہ ہونا، یہ دونوں بھی جادوگر تھے اور حضرت موسیٰ و ہارون نے بھی ان کی جادوگری کی طرح کا معجزہ پیش کیا تھا۔ سر بزانو نہادن۔ غور وفکر کرنا۔ دبیرستان۔ مکتب، مدرسہ۔ رواں۔ روح۔ بہرِ شاہ۔ بادشاہ کے معاملہ میں ان کو روزے رکھنے پڑے تاکہ باپ کی روح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت معلوم کر سکیں۔

3. وجا۔ خوف۔ دو مرد۔ یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام۔ شور و شرے۔ کیونکہ اس لاٹھی نے اژدہا بن کر سب کو ڈرا دیا تھا۔ جہانِ راستاں۔ عالم آخرت۔ خاک۔ یعنی قبر۔ ور خدائی۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا اژدہا بننا منجانب اللہ کوئی معجزہ ہے تو بھی بتا دے تاکہ ہم اس کی تعظیم کریں۔

Marfat.com

ہم خبر دہ تا کہ ما سجدہ کلیم ... خویش را بر کیمیائے[1] برزنیم

یہ بھی بتا دے تا کہ ہم سجدہ کریں ... اپنے آپ کو کیمیا سے وابستہ کر دیں

نا امیدانیم اُمیدے رَسد ... در شبِ دیجور خورشیدے رَسد

ہم مایوس ہیں، امید پیدا ہو جائے ... اندھیری رات میں سورج نکل آئے

از ضلال آئیم در راہِ رَشد ... راندگانیم و کرم ما را کشد

ہم گمراہی سے، راہِ ہدایت پر آ جائیں ... ہم مردود ہیں، اور کرم ہمیں کھینچ لے

جوابِ گفتنِ ساحرِ مُردہ با فرزندانِ خود

مردہ جادوگر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت شاں[2] در خواب کاے اولادِ من ... نیست ممکن ظاہر ایں رادم زدن

اس نے ان سے خواب میں کہا، اے میرے بچو! ... اس میں کھل کر بات کرنا ممکن نہیں ہے

بانگ زد اے جان و فرزندانِ من ... نیست پیدا گفتن ایں را مرتہن

اس نے پکارا اے میری جان اور بچو! ... اس کو صاف صاف بتانا قابو میں نہیں ہے

فاش و مطلق گفتنم دستور نیست ... لیک راز از پیشِ چشمم دور نیست

کھلم کھلا اور صاف کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے ... لیکن راز میری آنکھوں سے دور نہیں ہے

لیک بنمایم شمارا آیتے ... تا شوید آگہ زِسرِّ کینتے(۲)

لیکن میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں ... تا کہ تم پوشیدہ بات کے راز سے باخبر ہو جاؤ

یک نشانے وانمایم باشما ... تا شود پیدا شمارا ایں خفا

میں تم پر ایک علامت ظاہر کر دیتا ہوں ... تا کہ یہ پوشیدگی تم پر کھل جائے

نورِ چشمانم چو آں جاگہ رَوید ... از مقامِ خفتنش آگہ شوید

میرے نور چشمو! جب تم وہاں جاؤ ... اس کے سونے کی جگہ معلوم کر لو

آں زماں[3] کہ خفتہ باشد آں حکیم ... آں عصا گیرید و بگذارید بیم

جب وہ دانا سویا ہوا ہو (تو) ... وہ لاٹھی لے لو اور خوف کو چھوڑ دو

گر بدزدیدش عصا او ساحرست ... چارۂ ساحر شمارا حاضرست

اگر تم نے اس کی لاٹھی چرا لی تو وہ جادوگر ہے ... جادوگر کا علاج تمہارے پاس موجود ہے

ورنہ بتوانید ہاں آں ایزدیست ... او رسولِ ذوالجلال و مُہتدیست

اگر تم نہ اٹھا سکو تو خبردار! وہ خدائی ہے ... وہ اللہ کا رسول اور ہدایت یافتہ ہے

---

1. کیمیا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتباع۔ نا امیدیم۔ یعنی اس وقت ہم جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنے سیاہ کارناموں کی وجہ سے مایوس ہیں، ہمارے لیے آفتاب ہدایت طلوع ہو جائے۔

2. گفت شاں۔ ان کے مردہ باپ کی روح نے خواب کی حالت میں کہا کہ اس بارے میں صاف صاف بتانا ممکن نہیں ہے۔ یہ پوشیدہ بات مجھے معلوم ہے لیکن بتانے کی اجازت نہیں ہے ایک علامت بتائے دیتا ہوں جس سے تم سمجھ جاؤ گے کہ یہ جادو ہے یا معجزہ۔ کینت۔ پوشیدہ بات۔

3. آں زماں۔ سحر اور معجزہ میں یہ فرق ہے کہ سحر کا تعلق محض ساحر کی توجہ اور تصرف سے ہے اور معجزہ کا تعلق نبی کی توجہ اور ہمت سے نہیں ہے بلکہ وہ خدائی ارادہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوتا ہے لہٰذا جادوگر کی غفلت کے وقت سحر کا کوئی اثر نہیں رہتا اور نبی کی نیند اور غفلت سے معجزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے وہ معجزہ قائم رہتا ہے۔ ساحرست۔ کیونکہ اس کی نیند نے سحر کے اثر کو باطل کر دیا اور چور کو چرانے پر قدرت ہو گی۔

Marfat.com

گر جہاں[1] فرعون گیرد شرق و غرب
سر نگوں آید خدا را گاہِ حرب

اگر فرعون مشرق اور مغرب (پورا جہان) حاصل کر لے
لڑائی کے وقت اللہ کے سامنے اوندھا ہو جائے گا

ایں نشانِ راست دادم جانِ باب
بر نویس اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

باپ کی جان! میں نے یہ سچی نشانی دے دی ہے
لکھ لے، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

جانِ بابا چوں بخسپد ساحرے
سحر و مکرش را نباشد رہبرے

جانِ پدر! جب کوئی جادوگر سو جاتا ہے
اس کے جادو اور مکر کا کوئی راہبر نہیں ہوتا

چونکہ چوپاں خفت گرگ ایمن شود
چونکہ خفت او جہدِ او ساکن شود

جب گڈریا سو گیا، بھیڑیا مطمئن ہو جاتا ہے
جب وہ سو گیا اس کی کوشش ٹھہر گئی

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست
گرگ را آنجا اُمید و رہ کجاست

لیکن وہ جانور جس کا خدا نگہبان ہے
بھیڑیے کو وہاں امید اور راستہ کہاں ہے؟

جادوی کہ حق کند حق ست و راست
جادوئی خواندن مر آں حق را خطاست

جو جادو خدا کرے وہ حق اور درست ہے
اس صحیح بات کو جادو کہنا ہی غلطی ہے

جانِ بابا ایں نشانِ قاطع ست
گر بمیرد[2] نیز حقّش رافع ست

جانِ پدر! یہ قطعی علامت ہے
اگر وہ مر بھی جائے تو خدا اس کو بلند کرنے والا ہے

تشبیہ کردنِ قرآن مجید را بعصائے موسیٰ علیہ السلام و وفاتِ مصطفیٰ علیہ السلام را تشبیہ نمودن بخوابِ موسیٰ علیہ السلام و قاصدانِ تغییرِ قرآن را باآں دو ساحر بچہ کہ قصدِ بُردنِ عصائے موسیٰ علیہ السلام کردہ بودند چوں موسیٰ علیہ السلام را خفتہ یافتند

قرآن مجید کو عصائے موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دینا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سونے سے تشبیہ دینا اور قرآن میں تغییر کرنے والوں کو ان دو جادوگر بچوں کے ساتھ تشبیہ دینا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کو چرانے کا ارادہ کیا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سویا ہوا پایا

مصطفیٰؐ را وعدہ کرد الطافِ حق
گر بمیری تو نمیرد[3] ایں سبق

اللہ کی مہربانیوں نے مصطفیٰ ﷺ سے وعدہ کیا ہے
اگر تمہاری وفات ہو گئی تب بھی یہ سبق فنا نہ ہو گا

من کتاب و معجزت را حافظم
بیش و کم کن را زِ قرآن رافضم

میں تیری کتاب اور معجزے کا نگہبان ہوں
میں قرآن میں زیادتی اور کمی کرنے والے کا مخالف ہوں

1. گر جہاں۔ اگر معجزہ ہے تو فرعون مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکے گا بلکہ ذلیل ہوگا۔ چونکہ۔ گڈریا بیداری میں حفاظت کر سکتا ہے جب سو جاتا ہے تو اس کی حفاظت ختم ہو جاتی ہے۔ خداست۔ معجزہ کا تعلق خدا سے ہے وہاں غفلت کا کوئی تصور نہیں ہے لہٰذا اس کی حفاظت مکمل ہے۔
2. گر بمیرد۔ موت سے نیند مراد لی جائے ورنہ عموماً انبیاء کے معجزات کا تعلق بھی ان کی حیات سے ہے۔ تشبیہ۔ قرآن کو عصائے موسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سونے اور قرآن میں تغیر و تبدل کرنے والوں کو ان دو جادوگروں سے مشابہ سمجھو۔
3. نمیرد۔ اللہ نے قرآن میں قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ "ہم نے ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

Marfat.com

من ترا در ہر دو عالم رافعم [1]
میں تجھے دونوں جہان میں بلند کرنے والا ہوں
طاغیاں را از حدیثت دافعم
سرکشوں کو تیری حدیث سے دفع کرنے والا ہوں

کس نیارد بیش و کم کردن درو
اس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا
تو بہ از من حافظے دیگر مجو
تو مجھ سے بہتر محافظ کی جستجو نہ کر

رونقت را روز روز افزوں کنم
میں تیری رونق دن بدن بڑھاؤں گا
نامِ تو بر زرّ و بر نقرہ زنم
تیرا نام سونے اور چاندی پر کندہ کروں گا

منبر و محراب سازم بہرِ تو
میں تیرے لیے منبر اور محراب بناؤں گا
در محبت قہرِ من شد قہرِ تو
محبت کی وجہ سے میرا غصہ تیرا غصہ بن گیا ہے

نامِ تو [2] از ترس پنہاں می کنند
وہ ڈر کی وجہ سے تیرا نام چھپ کر لیتے ہیں
چوں نماز آرند پنہاں می شوند
جب نماز پڑھتے ہیں چھپ جاتے ہیں

خفیہ می گویند نامت را کنوں
وہ اب چھپ کر تیرا نام لیتے ہیں
خفیہ ہم بانگِ نماز اے ذو فنوں
اے ہنر مند! اذان بھی چھپ کر (دیتے ہیں)

از ہراس و ترسِ کفارِ لعیں
ملعون کافروں کے ڈر اور خوف سے
دینت پنہاں می شود زیرِ زمیں
تیرا دین زمین میں چھپا جاتا ہے

من منارہ پر کنم آفاق را
میں دنیا کو (دین سے) روشن کر دوں گا
کور گردانم دو چشمِ عاق را
میں نافرمان کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دوں گا

چاکرانت شہرہا گیرند و جاہ
تیرے خادم شہر اور مرتبہ حاصل کر لیں گے
دینِ تو گیرد ز ماہی تا بماہ
تیرا مذہب مچھلی سے چاند تک پھیل جائیگا

تا قیامت [3] باقیش داریم ما
ہم اس کو قیامت تک باقی رکھیں گے
تو مترس از نسخِ دیں اے مصطفیٰ
اے مصطفیٰ (ﷺ)! تم دین کے مٹنے سے نہ ڈرو

اے رسولِ ما تو جادو نیستی
اے ہمارے رسول! تم جادو نہیں ہو
صادقی ہم خرقۂ موسیٰستی
تم سچے ہو، موسیٰ علیہ السلام کے پیر بھائی ہو

ہست قرآں مر ترا ہمچوں عصا
قرآن تمہارے لیے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی) لاٹھی کی طرح ہے
کفرہا را درکشد چوں اژدہا
(جو) اژدہے کی طرح کفروں کو نگل جائے گا

---

1. رافعم۔ قرآن پاک میں ہے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ "ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔" کس نیارد۔ قرآن پاک میں ہے لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ "اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔" قہر من۔ رسول کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے۔

2. نام تو۔ مکہ کی ابتدائی زندگی میں صحابہ حضور ﷺ سے اپنے تعلق کو چھپاتے تھے اور نمازیں بھی چھپ کر پڑھتے تھے۔ من منارہ۔ دین سے تمام عالم کو منور کر دوں گا اور مخالفوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی۔ چاکرانت۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر قبضہ کیا۔ ماہی۔ ایک عامیانہ تصور ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے یعنی زمین سے آسمان تک تیرا مذہب پھیل جائے گا۔

3. تا قیامت۔ قیامت تک کوئی نئی شریعت نہ آئے گی۔ ہم خرقہ۔ دو بزرگ جو ایک شیخ کے خلیفہ ہوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضور ﷺ ایک ہی شریعت کے علم بردار اور پیغامبر ہیں۔ ہست قرآن۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی نے جادوگروں کے اژدہوں کو نگل لیا تھا قرآن کفر کو نگل جائے گا۔

Marfat.com

تو اگر در زیرِ خاکے خفتۂ
تم اگرچہ مٹی میں خوابیدہ ہو

چوں عصایش داں تو آنچہ گفتۂ[1]
جو کچھ تم نے کہا ہے اسکو ان (موسیٰ علیہ السلام کی) لاٹھی کی طرح سمجھو

گرچہ باشی خفتہ تو در زیرِ خاک
اگرچہ تم مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہو

چوں عصا آگہ بود آں گفتِ پاک
(موسیٰ علیہ السلام کے) عصا کی طرح وہ پاک کلام باخبر رہے گا

قاصداں را در عصایت دست نے
ارادہ کرنے والوں کو تمہاری لاٹھی پر قابو نہیں ہے

تو بخسپ اے شہ مبارک خفتنے
اے شاہ! تم سو جاؤ تمہارا سو جانا مبارک ہے

تو بخفتہ نورِ تو بر آسماں
تم سوئے ہوئے ہو تمہارا نور آسمان پر ہے

بہرِ پیکارِ تو زہ کردہ کماں
تمہارے (دشمنوں سے) لڑنے کے لیے کمان پر چلہ چڑھائے ہوئے ہے

فلسفی[2] وانچہ پوزش می کند
فلسفی اور اس کا منہ جو کچھ کرتا ہے

قوسِ نورت تیر دوزش می کند
تیرے نور کی کمان اس کو چھید ڈالتی ہے

آنچناں کرد و ازاں افزوں کہ گفت
(اللہ تعالیٰ نے) وہ کیا جو کہا اور اس سے بھی زیادہ

او بخفت و بخت و اقبالش نخفت
وہ (مصطفیٰ ﷺ) سو گئے اور ان کا نصیبہ اور اقبال نہ سویا

جانِ بابا چونکہ ساحر خواب شد
جانِ پدر! جب جادوگر سو گیا

کارِ او بے رونق و بے آب شد
تو اس کا کام بے رونق اور بے اثر ہوا

ہر دو[3] از گورش رواں گشتند و تفت
دونوں (جادوگر) اس (باپ) کی قبر سے فوراً روانہ ہو گئے

تا بمصر از بہرِ آں پیکار زفت
سخت جنگ کے لیے مصر کی جانب

چوں بمصر از بہرِ آں کار آمدند
جب اس کام کے لیے مصر میں پہنچے

طالبِ موسیٰ و جائے او شدند
موسیٰ اور اُن کی قیام گاہ کے طالب ہوئے

اتفاق افتاد کاں روز ورود
اتفاق ہوا کہ پہنچنے کے دن

موسیٰؑ اندر زیرِ نخلے خفتہ بود
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کھجور کے درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے

پس نشاں دادند شاں مردم بدو
لوگوں نے ان کو ان کا پتہ بتایا

کہ بروزاں سوئے نخلستاں بجو
کہ جا اُس نخلستان کی جانب تلاش کر

چوں بیامد دید در خرمابناں
جب وہ پہنچا تو کھجوروں میں دیکھا

خفتۂ کو بود بیدارِ جہاں
اس کو سویا ہوا جو دنیا بھر کا بیدار تھا

بہرِ نازش بستہ او دو چشمِ سر
ناز میں دو سر کی دونوں آنکھیں بند کیے ہوئے

عرش و فرشش جملہ در زیرِ نظر
عرش اور فرش سب اس کی نگاہ میں

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل
بہت سے بیدار آنکھ والے اور سوئے ہوئے دل والے ہیں

خود چہ بیند چشمِ اہلِ آب و گل
آب و گل والوں کی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے

1. گفتہ۔ یعنی قرآن پاک۔ چوں عصا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نیند کے باوجود جادوگر ان کی لاٹھی نہ چرا سکے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی مخالفین قرآن میں گڑبڑ نہ کر سکیں گے۔

2. فلسفی۔ ملحد ین فلاسفہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے بارے میں جو اعتراضات کرتے ہیں، نور محمدی ﷺ ان کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ آنچناں۔ اللہ تعالیٰ نے جو جو وعدے کیے ان کو صرف پورا ہی نہیں کیا بلکہ ان سے بھی زیادہ کیا۔ خواب شد۔ جادوگر کی غفلت کے وقت اس کے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

3. ہر دو۔ یعنی دونوں جادوگر۔ گورش۔ یعنی اپنے باپ کی قبر سے۔ ورود۔ آمد۔ خرمابناں۔ کھجور کے درخت۔ خود چہ بیند۔ دل کی آنکھیں وہ دیکھ سکتی ہیں جو جسم کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں۔

Marfat.com

وانکہ دل بیدار دارد چشم سر
جو شخص بیدار دل رکھتا ہے، سر کی آنکھ
گر بخسپد بر کشاید صد بصر
اگر سو جائے، سو بینائیاں کھل جاتی ہیں

گر تو اہلِ دل نۂ بیدار باش
اگر تو صاحب دل نہیں ہے، جاگتا رہ
طالبِ دل باش و در پیکار[1] باش
دل کا طالب بن، اور (نفس سے) لڑتا رہ

در دلت بیدار شد می خسپ خوش
اگر تیرا دل بیدار ہو گیا ہے، آرام سے سو جا
نیست غائب ناظرت از ہفت و شش
سات (آسمانوں) اور چھ (جہتوں) سے تیری نگاہ غائب نہیں ہے

گفت پیغمبرؐ کہ خسپد چشمِ من
پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ سوتی ہے
لیک کے خسپد دلم اندر وَسَن
لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

شاہ بیدارست و حارس خفتہ گیر
شاہ بیدار ہے، محافظ سو بھی گیا ہو
جاں فدائے خفتگانِ[2] دل بصیر
بیدار دل، سوتے ہوؤں پر جان قربان ہے

وصفِ بیداریِ دل اے معنوی
اے معنیٰ کو سمجھنے والے! دل کی بیداری کا وصف
می نگنجد در ہزاراں مثنوی
ہزاروں مثنویوں میں بھی نہیں سما سکتا

چوں بدیدندش[3] کہ خفت ست او دراز
جب انہوں نے ان کو پیر پھیلائے سوتے دیکھا
بہرِ دُزدیِ عصا کردند ساز
انہوں نے لاٹھی چرانے کی تیاری کی

ساحراں قصدِ عصا کردند زود
جادوگروں نے فوراً لاٹھی کا قصد کیا
کز پسش باید شدن واں را ربود
کہ پیچھے سے جانا چاہیے اور اس کو اڑا لینا چاہیے

اندکے چوں پیشتر کردند ساز
جب آگے (بڑھنے کا) تھوڑا سا قصد کیا
اندر آمد آں عصا در اہتزاز
وہ لاٹھی حرکت میں آ گئی

آنچناں بر خود بلرزید آں عصا
لاٹھی نے خود بخود اس طرح جھرجھری لی
کاں دو بر جا خشک گشتند از وَجا
کہ وہ دونوں خوف سے (اپنی) جگہ خشک ہو گئے

بعد ازاں شد اژدہا و حملہ کرد
اس کے بعد وہ اژدہا بن گئی اور اس نے حملہ کر دیا
ہر دو آں بگریختند و رُویِ زرد
دونوں بھاگے اور ان کا چہرہ زرد تھا

رُو در افتادن گرفتند از نہیب
خوف سے انہوں نے منہ کے بل گرنا شروع کر دیا
غلط غلطاں منہزِم در ہر نشیب
لوٹتے پوٹتے ہر گڑھے میں پسپا ہوتے ہوئے

پس یقیں شاں شد کہ ہست از آسماں
تو ان کو یقین ہو گیا کہ وہ (طاقت) آسمانی ہے
زانکہ میدیدند حدِ ساحراں
اس لیے کہ انہوں نے جادوگروں کی انتہا کو دیکھا تھا

---

[1] پیکار۔ یعنی دل کی آنکھیں حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کر۔ ہفت و شش۔ یعنی ساتوں آسمان اور چھ جانبیں۔ شاہ بیدار۔ اگر شاہ بیدار ہے تو چوکیدار کے سو جانے سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ دل بمنزلہ شاہ کے ہے۔

[2] خفتگان۔ یعنی جن کی آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے، آنحضور ﷺ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں، دل بیدار رہتا ہے۔ معنوی۔ وہ شخص جو معنی اور حقیقت کا طالب ہو۔

[3] بدیدندش۔ ان دونوں جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ اہتزاز۔ متحرک ہو جانا۔ وجا۔ خوف۔ شد۔ یعنی وہ لاٹھی۔ نہیب۔ خوف۔ منہزم۔ پسپا۔

Marfat.com

پس[1] ازیں رُو علم سحر آموختن — نیست ممنوع و حرام و ممتہن
لہٰذا اس حیثیت سے جادو کا علم سیکھنا — ممنوع اور حرام اور ذلیل نہیں ہے

بہرِ تمییزِ حق از باطل نکوست — سحر کردن شد حرام اے مردِ دوست
حق کو باطل سے جدا کرنے کے لیے اچھا ہے — اے دوست! جادو کرنا حرام ہے

بعد ازاں اطلاق و تپ شاں شدپدید — کارِشاں تا نزع و جاں کندن رسید
اس کے بعد ان کو دست آئے اور بخار آ گیا — ان کا معاملہ نزع اور جاں کنی تک پہنچ گیا

پس فرستادند مَردے در زماں — سوئے موسیٰ علیہ السلام از برائے عذرِ آں
تو انہوں نے فوراً ایک آدمی بھیجا — (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے پاس اس کی معذرت کے لیے

کامتحاں کردیم مارا کے رسد — امتحانِ تو اگر نبود حسد
کہ ہم نے آزمایا، ہمیں کب حق تھا — آپ کے آزمانے کا، اگر حسد نہ ہوتا

مجرم[2] شاہیم و مارا عذر خواہ — اے تو خاصُ الْخَاص درگاہِ اِلٰہ
ہم شاہی مجرم ہیں، ہماری عذر خواہی کر دیجئے — آپ خدا کی بارگاہ کے خاص الخاص ہیں

درگذر از ما کہ ما کردیم بد — اے تُرا الطاف و فضلِ بے عدد
ہم نے بُرا کیا، ہمیں معاف کر دیجئے — اے وہ کہ آپ کی مہربانیاں اور بندگی بے شمار ہے

عفو کرد و در زماں نیکو شدند — پیشِ موسیٰؑ بر زمیں سری زدند
انہوں نے معاف کر دیا اور وہ فوراً اچھے ہو گئے — (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سر پٹختے تھے

گفت موسیٰؑ عفو کردم اے کرام — گشت[2] بر دوزخ تن و جاں تاں حرام
(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے شریفو! میں نے معاف کیا — تمہارا جسم اور روح دوزخ پر حرام ہو گئی ہے

من شما[3] را خود ندیدم اے دو یار — اعجمی سازید خود را ز اعتذار
اے دو دوستو! گویا، میں نے تمہیں دیکھا ہی نہیں — عذر خواہی سے اپنے آپ کو گونگا بنا لو

ہمچناں بیگانہ شکل و آشنا — در نبرد آئید پیشِ بادشاہ
اسی طرح (بظاہر) اجنبی صورت اور (بباطن) دوست — بادشاہ کے سامنے مقابلے پر آ جاؤ

آنچہ باشد مر شمارا از فنوں — جمع آرید از دَرُون و از بروں
تمہارے پاس جو بھی کرتب ہوں — اندر اور باہر سے اکٹھے کر لو

---

1. پس۔ اگر کوئی شخص جادو اس غرض سے سیکھے کہ وہ سحر اور معجزہ میں فرق کر سکے اور باطل کو حق سے ممتاز کرے تو یہ جائز ہے لیکن جادو کرنا مطلقاً بہر صورت ناجائز اور حرام ہے۔ اطلاق۔ دستوں کا جاری ہو جانا۔ کامتحان۔ ہم نے آزمانا چاہا تھا اور وہ بھی حسد کی بنا پر تھا۔
2. مجرم شاہیم۔ چونکہ ہم نے اللہ کے رسول کا جرم کیا ہے لہٰذا ہم نے اللہ ہی کا جرم کیا ہے۔ نیکو شدند۔ یعنی ان کا بخار اور دستوں کی بیماری زائل ہو گئی۔ گشت۔ یعنی چونکہ تم ایمان لے آئے ہو۔
3. من شما۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں جادوگروں سے فرمایا کہ فرعون سے اپنی اور میری ملاقات اور اپنی عذر خواہی وغیرہ کا ذکر نہ کرنا اور بالکل اجنبی بن کر فرعون کے سامنے میرے مقابلہ پر آنا اور ہر طرح کے کرتب کرنا۔ بیگانہ شکل۔ یعنی بظاہر اجنبی بنے رہنا اور آشنائی کو پردے میں رکھنا۔

Marfat.com

جمع آمدنِ ساحران از مدائن پیشِ فرعون و تشریفہا[1] از وَے

شہروں سے فرعون کے سامنے جادوگروں کا جمع ہو جانا اور اس کی جانب سے خلعتیں پانا اور اس

یا فتن و دست بَر سینہ زدن در قہرِ خصمِ او کہ ایں کار را دفع بر ما نویس

کے مخالف کو مغلوب کرنے کے لیے سینہ پر ہاتھ مارنا کہ اس کام کی مدافعت ہمارے ذمہ لکھ لے

پس زمیں را بوسہ دادند و شدند — انتظارِ وقت فرصت می بدند

پھر انہوں نے زمین کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے — فرصت کے وقت کے منتظر تھے

تا بفرعون آمدند آں ساحراں — داد شاں تشریفہائے بیکراں

وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے — ان کو اس نے لاتعداد خلعتیں دیں

وعدہا شاں کرد و پیشیں ہم بداد — بندگاں و اسپان و نقد و جنس و زاد

ان سے وعدے کیے اور پیشگی بھی دیے — غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ

بعد ازاں شاں گفت ہیں اے سابقاں — گر فزوں[2] آئید اندر امتحاں

اس کے بعد اس نے کہا آگاہ! اے ماہرو! — اگر تم امتحان میں بازی لے گئے

بَر فشانم برشما چنداں عطا — کہ بدرّد پردۂ جود و سخا

تم پر اس قدر عطا نثار کروں گا — کہ بخشش اور عطا کا پردہ چاک ہو جائے گا

پس بگفتندش باقبالِ تو شاہ — غالب آئیم و شود کارش تباہ

تو انہوں نے کہا کہ اے شاہ آپ کے اقبال سے — ہم جیتیں گے اور اس (موسیٰ علیہ السلام) کا کام تباہ ہوگا

ما دریں فن صفدریم و پہلواں — کس ندارد پائے ما اندر جہاں

ہم اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں — ہمارا ہم رتبہ دنیا میں کوئی نہیں ہے

ذکرِ موسیٰؑ بندِ خاطرہا شدست — کایں حکایتہاست کہ پیشیں بدست

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر دلچسپی (کا موجب) بن گیا ہے — کیونکہ اس قسم کے قصے پہلے بھی ہوئے ہیں

ذکرِ موسیٰؑ بہرِ روپوش ست و لیک — نورِ موسیٰؑ نقدِ تست اے مردِ نیک

موسیٰ کا تذکرہ منہ چھپانے کے لیے ہے، لیکن — اے بھلے آدمی! موسیٰ علیہ السلام کا نور تیرا مقصود ہے

موسیٰؑ و فرعون در ہستیِ تست — باید ایں دو خصم را در خویش جست

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون تیرے وجود میں ہیں — ان دو متقابل شخصیتوں کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہیے

---

1. تشریفہا۔ خلعتیں۔ در قہرِ خصمِ او۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آنے کے بارے میں۔ شدند۔ یعنی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہو گئے۔ انتظار۔ یعنی وہ منتظر تھے کہ کوئی وقت آئے تو ہم حضرت موسیٰ پر ایمان کا اظہار کر دیں۔ سابقاں۔ بازی لے جانے والے۔

2. فزوں آئید۔ یعنی اگر تم حضرت موسیٰ پر غالب آ جاؤ گے۔ کہ بدرّد۔ یعنی اس قدر دوں گا جو حد سے بڑھا ہوا ہوگا۔ کارش۔ یعنی حضرت موسیٰ کا کام۔ صفدریم۔ یعنی ہم صف شکن ہیں۔ پائے ما۔ ہمارا مرتبہ۔

3. ذکرِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصے سے دلچسپی پیدا ہو رہی ہے لیکن مقصود محض قصہ نقل کرنا نہیں ہے قصہ تو پرانا ہے۔ ذکرِ موسیٰ۔ اس قصہ کے ماتحت جو حقائق ہیں وہ مقصود ہیں قصہ تو محض آڑ کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔ مقصودِ اصلی تو وہ نور ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا۔

Marfat.com

تا قیامت[1] ہست از موسیٰؑ نتاج — نورِ دیگر نیست دیگر شد سراج

موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ قیامت تک کے لیے ہے — روشنی دوسری نہیں ہے، چراغ دوسرا ہے

ایں سفال و ایں فتیلہ دیگرست — لیک نورش نیست دیگر زاں سرست

یہ دیوا اور یہ بتی دوسری ہے — لیکن اس کا نور دوسرا نہیں وہی ہے

گر نظر در شیشہ داری گم شوی — زانکہ از شیشہ است اعداد و دوئی

اگر تو نے شیشہ پر نظر رکھی تو گم ہو جائے گا — کیونکہ شیشہ سے تعدد اور دوئی پیدا ہوتی ہے

ور نظر بر نور داری وارہی — از دوئی و اعدادِ جسم اے منتہی

اگر تو نور پر نظر رکھے گا، نجات پا جائے گا — اے باکمال! جسم کی دوئی اور تعدد سے

از نظر گاہ است اے مغزِ وجود[2] — اختلافِ مومن و گبر و جہود

اے خلاصۂ کائنات! نقطۂ نظر کی وجہ سے ہے — مومن اور آتش پرست اور یہودی کا اختلاف

اختلاف کردن در چگونگی و شکلِ پیل در شبِ تار

اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل اور کیفیت میں اختلاف کرنا

پیل اندر خانۂ تاریک بود — عرضہ را آوردہ بودندش ہنود

ہاتھی ایک اندھیرے گھر میں تھا — ہندوستانی اس کو پیش کرنے کے لیے لائے تھے

از برائے دیدنش مردم بسے — اندراں ظلمت ہمی شد ہر کسے

بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لیے — ہر شخص اندھیرے میں گھس آیا

دیدنش[3] با چشم چوں ممکن نبود — اندراں تاریکیش کف می بسود

چونکہ اس کا آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہ تھا — اندھیرے میں اس پر ہاتھ پھیرتا تھا

آں یکے را کف بخرطوم اوفتاد — گفت ہمچو ناودانست ایں نہاد

ایک کا ہاتھ سونڈ پر پڑا — اس نے کہا، یہ جسم پرنالے کی مانند ہے

آں یکے را دست بر گوشش رسید — آں بروچوں بادبیزن شد پدید

ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا — اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

---

1. تا قیامت۔ ہر نبی کا نور امت کے کسی ولی میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور جس صفت خاص کا کوئی نبی مربوب ہوتا ہے اسی صفت کا کوئی ولی بھی مربوب ہوتا ہے۔ ایں سفال۔ اشخاص بدلتے ہیں اور اس صفت خاصہ کا نور خود منتقل ہوتا رہتا ہے۔ شیشہ۔ یعنی تعینات۔ گم شوی۔ وحدتِ حقیقی ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ ور نظر۔ شیشہ تعینات پر نظر تعدد اور دوئی کا سبب ہے اگر شیشہ مقصود نہ ہو بلکہ نور مدنظر ہو تو وحدتِ حقیقی نظر آئے گی۔ از نظر گاہ۔ مومن اور کافر کا نقطۂ نگاہ چونکہ جداگانہ ہو گیا اسی لیے ان میں اختلاف پیدا ہوا۔

2. مغزِ وجود۔ چونکہ انسان خلیفۃ اللہ ہے لہٰذا وہ وجود کائنات کا مغز اور خلاصہ ہے۔ پیل۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ دیکھنے کے جب زاویے بدل جاتے ہیں تو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، ہاتھی کو مختلف لوگوں نے مختلف زاویوں سے دیکھا تو ان کے عقیدے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہنود۔ ہندوستان کے رہنے والے، مولانا ہندوستانی مسلمانوں کو بھی لفظ ہنود سے تعبیر کرتے ہیں، ہندوستان کا ہاتھی مشہور تھا۔

3. دیدنش۔ اندھیرے میں آنکھ سے دیکھنا ممکن نہ تھا اس لیے ہاتھی پر ہاتھ پھیر کر دیکھ رہے تھے۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ پرنالے سے مشابہ ہے۔ ناوداں۔ پرنالہ۔ بادبیزن۔ پنکھا، فرشی پنکھے بالکل ہاتھی کے کان کی طرح ہوتے ہیں۔

آں یکے را کف چو بر پایش بسود | گفت شکلِ پیل دیدم چوں عمود[1]
ایک کا ہاتھ جب اس کے پیر پر لگا | اس نے کہا میں نے ہاتھی کو ستون جیسا دیکھا ہے

آں یکے بر پشت او بنہاد دست | گفت خود ایں پیل چوں تختے بُدست
ایک نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا | اس نے کہا یہ ہاتھی تخت کی طرح کا ہے

ہمچنیں ہر یک بجز وے کو رسید | فہم آں می کرد ہر جا می شنید
اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی ایک عضو تک پہنچا تھا | جہاں کہیں (ہاتھی کا نام) سنتا وہی خیال کرتا

از نظر گہ گفت شاں شد مختلف | آں یکے دالش لقب داد ایں الف
ان کی بات نقطۂ نظر کی وجہ سے مختلف ہو گئی | اس ایک نے اس کو دال کا لقب دیا اس نے الف کا

در کفِ ہر یک اگر شمعے بُدے | اختلاف از گفتِ شاں بیروں شدے
ہر ایک کے ہاتھ میں اگر شمع ہوتی | تو ان کی باتوں سے اختلاف دور ہو جاتا

چشمِ حس[2] ہمچوں کفِ دستست و بس | نیست کف را بر کلِ او دسترس
جس کی آنکھ صرف ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے | ہتھیلی کی اس کے مجموعہ پر پہنچ نہیں ہے

جسمِ دریا دیگرست و کف دگر | کف بہل و زدیدہ در دریا نگر
دریا کا وجود اور ہے اور جھاگ اور ہیں | جھاگ کو چھوڑ، اور آنکھ سے دریا کو دیکھ

جنبشِ کفہا زِدریا روز و شب | کف ہمی بینی و دریا نے عجب
شب و روز جھاگوں کی حرکت دریا کی وجہ سے ہے | تعجب ہے تو جھاگ کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں

ما چو کشتیہا[3] بہم بر می زنیم | تیرہ چشمیم و در آبِ روشنیم
ہم کشتیوں کی طرح آپس میں ٹکرا رہے ہیں | ہم اندھی آنکھوں والے ہیں اور صاف دریا میں ہیں

اے تو در کشتیِ تن رفتہ بخواب | آب را دیدی نگر در آبِ آب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے | تو نے پانی کو دیکھ لیا، پانی کے پانی کو دیکھ

آب را آبیست کو میراندش | روح را روحے ست کو میخواندش
پانی کے لیے ایک پانی ہے جو اس کو ہلاتا ہے | روح کی ایک روح ہے جو اس کو بلاتی ہے

---

1. عمود۔ ستون۔ تخت۔ ہاتھی کی کمر تخت کی طرح چوڑی چکلی ہوتی ہے۔ می شنید۔ جہاں کہیں وہ لوگ ہاتھی کا ذکر سنتے تو اپنے ذہن کے مطابق اس کا تصور کرتے۔ آں یکے۔ چونکہ ہاتھی کا تصور ان کے ذہنوں میں مختلف تھا اس لیے انہوں نے اس کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کیا کسی نے مثلاً اس کو دال کہا تو کسی نے اس کو الف کہا۔

2. چشمِ حس۔ انسان کی حسی آنکھ ان لوگوں کی ہتھیلی کی طرح ہے جیسے ان کی ہتھیلی کی دسترس پورے ہاتھی پر نہ تھی اسی طرح یہ ظاہری آنکھ کسی چیز کی پوری حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی ہے۔ کف دگر۔ مولانا کف دست سے کف دریا کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور مقصود وہی ہے کہ حقیقت شناسی ہونی چاہیے نہ کہ ظاہر پرستی۔ جسم دریا۔ یعنی وجودِ روح۔ کف۔ یعنی جسم عنصری۔ جنبش کفہا۔ انسانی اجسام روح کی وجہ سے متحرک ہیں لیکن افسوس کہ انسان تن پروری کرتا رہتا ہے اور روح سے غفلت برتتا ہے۔

3. ماچو کشتیہا۔ اجسام کو پہلے کف دریا سے تعبیر کیا تھا اب ان کو کشتیوں سے تعبیر کیا ہے۔ آبِ روشن۔ روح۔ اے تو۔ اگر انسان کو روح کا مشاہدہ ہو گیا ہے تو اب اس کو آگے قدم بڑھا کر ذاتِ حق کا مشاہدہ کرنا چاہیے۔ آبِ آب۔ روح الارواح، ذاتِ حق۔ آبیست۔ یعنی روح کے لیے اضافہ حیات کرنے والی ذات۔

Marfat.com

موسیٰؑ و عیسیٰؑ[1] کجابد کآفتاب
حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کہاں تھے جب کہ سورج نے

کشتِ موجودات را میداد آب
موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

آدم و حوا کجا بد آں زماں
اس وقت حضرت آدم اور حوا علیہما اسلام کہاں تھے

کہ خدا افگند ایں زہ در کماں
جبکہ خدا نے کمان پر یہ چلّہ چڑھایا

ایں سخن ہم ناقص ست و ابترست
یہ بات بھی ناقص اور ادھوری ہے

آں سخن کہ نیست ناقص زاں سرست
جو بات ناقص نہیں ہے، وہ ادھر کی ہے

گر بگویم زاں بلغزد پائے تو
اگر میں اس کے بارے میں کہوں تو تیرے پیر پھسل جائیں گے

ور نگویم ہیچ ازاں اے وائے تو
اور اگر ان میں سے کچھ بھی نہ کہوں تو تجھ پر افسوس ہے

ور بگویم در مثالِ صورتے
اگر میں کسی صورت کی مثال میں (اس کی صفات) بتاؤں

بر ہماں صورت بچفسی اے فتے
اے نوجوان! تو اسی صورت پر چپک جائے گا

بستہ پائی[2] چوں گیاہ اندر زمیں
تو گھاس کی طرح زمین میں پا بستہ ہے

سر بجنبانی ببادے بے یقیں
بغیر یقین کے ہوا سے سر ہلاتا ہے

لیک پایت نیست تا نقلے کنی
لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں کہ تو منتقل ہو جائے

یا مگر پا را ازیں گل بر کنی
یا تو اس مٹی سے پاؤں باہر نکال لے

چوں کنی[3] پارا حیاتت زیں گل ست
تو پاؤں کیسے نکال سکتا ہے تیری زندگی اسی مٹی سے ہے

ایں حیاتت راروش بس مشکل ست
تیری اس زندگی کے لیے روانگی بہت مشکل ہے

چوں حیات از حق بگیری اے روی
اے سیراب! جب تو اللہ (تعالیٰ) سے زندگی حاصل کرے گا

پس غنی گردی زگل در دل روی
تو مٹی سے بے نیاز ہو جائے گا، دل کی دنیا میں پہنچ جائے گا

فارغ و مستغنی از گل سوئے دل
مٹی سے فارغ اور بے نیاز ہو کر دل کی طرف

می روی بے قید و حر از اہلِ گل
بغیر پابندی کے اور مٹی والوں سے آزاد ہو کر تو چل پڑے گا

شیر خوارہ چوں زدایہ بگسلد
دودھ پیتا بچہ جب دایہ سے تعلق توڑتا ہے

لوت خوارہ شد مر او را می ہلد
غذا خور بن جاتا ہے اور اس (دایہ) کو چھوڑ دیتا ہے

---

1. موسیٰ و عیسیٰ۔ اضافہ حیات کرنے والی ذات کی قدامت کا بیان ہے کہ وہ ذات قدیم ہے۔ کہ خدا۔ یعنی کائنات کو حیات بخشی تھی۔ ایں سخن۔ یعنی ذات حق کی جو تعبیرات ہم نے کی ہیں۔ آں سخن۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے جو تعبیرات فرمائی ہیں تو وہ صحیح ہیں۔ گر بگویم۔ اب اگر مثالوں سے اس کی ذات وصفات کو بیان کیا جائے تو اسی مثال پر دل جمالو گے اور اگر اس کا بالکل ذکر نہ کیا جائے تو یہ بھی افسوسناک بات ہے۔

2. بستہ پائی۔ عوام تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور صفات کے بیان پر یقین کے بغیر یقین کے اظہار کے لیے گھاس کی طرح سر ہلانے لگتے ہیں۔ لیک۔ عوام تقلید سے تحقیق کی طرف منتقل ہونے کی طرف پیش قدمی نہیں کرتے ہیں نہ کم از کم تقلید ہی کو ترک کرتے ہیں۔

3. چوں کنی۔ جبکہ انسان سفلی زندگی کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لیے اس زندگی کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چوں حیات۔ اگر انسان اس سفلی زندگی کو خیرباد کہہ دے تو وہ دل کی دنیا میں پہنچ کر اسرار وحدت حاصل کر سکتا ہے۔ شیر خوارہ۔ بچہ کو جب تک لذیذ غذائیں نہیں ملتی ہیں دایہ کو چپٹا رہتا ہے جب غذائیں ملنے لگتی ہیں تو دایہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان جب تک عالم سفلی سے چپٹا ہوا ہے اسرار کی لذت سے بے خبر ہے۔ جب وہ لذت حاصل ہونے لگے گی تو عالم سفلی کو نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھے گا۔

Marfat.com

بستہ[1] را شیرِ زمینی چوں حبوب
بیجوں کی طرح تو زمین کے دودھ سے وابستہ ہے

جُو فطامِ خویش از قوت القلوب
دلوں کی خوراک کے ذریعہ اس دودھ کو چھوڑنے کی کوشش کر

قوتِ حکمت خور کہ شد نورِ ستیر
دانائی کی غذا کھا، کیونکہ وہ چھپا ہوا نور ہے

اے تو نورِ بے حجب را ناپذیر
اے وہ کہ تو بے حجاب نور کو نہ قبول کر سکنے والا ہے

تا پذیرا گردی اے جاں نور را
اے جان! تاکہ تو نور کو قبول کرنے والا بن جائے

تا بہ بینی بے حجب مستور را
تاکہ تو چھپے ہوئے کو بغیر پردوں کے دیکھ لے

چوں ستارہ[2] سیر بر گردوں کنی
تو ستارے کی طرح آسمان پر سیر کرے

بلکہ بر گردوں سفر بے چوں کنی
بلکہ آسمان پر تو بے کیف سفر کرے

آں چناں کز نیست در ہست آمدی
اسی طرح جیسے تو عدم سے وجود میں آیا ہے

ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی
ہاں بتا کیسے آیا ہے؟ تو بے ہوش آیا ہے

راہہائے آمدن یادت نماند
تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے

لیک رمزے بر تو بر خواہیم خواند
لیکن میں تجھے ایک اشارہ کرتا ہوں

ہوش را بگذار وانگہ ہوشدار
ہوش کو چھوڑ دے، پھر ہوشیار بن جا

گوش را بربند و آنگہ گوشدار
کان کو بند کر لے پھر کان لگا

نے بگویم[3] زانکہ تو خامی ہنوز
کیا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ تو ابھی کچا ہے

در بہاری و ندیدستی تموز
تو موسمِ بہار میں ہے اور تو نے موسمِ گرما نہیں دیکھا ہے

ایں جہاں ہمچوں درخت ست اے کرام
اے بزرگو! یہ دنیا درخت کی طرح ہے

مابرو چوں میوہائے نیم خام
(اور) ہم اس پر ادھ کچے پھل کی طرح ہیں

سخت گیرد خامہا مر شاخ را
کچوں کی گرفت شاخ پر سخت ہوتی ہے

زانکہ در خامی نشاید کاخ را
کیونکہ کچے پن میں (شاہی) محل کے لائق نہیں ہوتا ہے

چونکہ پخت و گشت شیریں لب گزاں
جب پک گیا اور ہونٹوں کو چبانے والا شیریں بن گیا

سست گیرد شاخہا را بعد ازاں
اس کے بعد شاخوں سے گرفت ڈھیلی کر لیتا ہے

---

[1] بستہ۔ بیج زمین سے غذا حاصل کرتا ہے، اسی طرح انسان عالم سفلی سے غذا حاصل کرنے کا عادی ہو گیا حالانکہ اس کی اصلی غذا وہ ہے جو دل اور روح کی غذا ہے جو عالم ملکوت سے حاصل ہوتی ہے۔ قوتِ حکمت۔ تو دل کی غذا حکمت اور پند و موعظت سے حاصل کر لے، ان کے الفاظ میں وہ نور پوشیدہ ہے جو اصل غذا ہے پھر استعداد پیدا ہو جانے پر براہِ راست اس سے غذا حاصل ہونے لگے گی۔ تا بہ بینی۔ رفتہ رفتہ وہ استعداد پیدا ہو جائے گی جس سے مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے گا۔

[2] چوں ستارہ۔ پھر عالم ملکوت کی سیر حاصل ہو جائے گی۔ آں چناں۔ عالم ملکوت کی طرف تمہارا عروجی سفر اسی طرح ہوگا جس طرح کہ اس عالم سے اس عالم کی طرف نزولی سفر ہوا لیکن یہ سفر چونکہ تمہاری مدہوشی میں ہوا ہے اس لیے تمہیں نہ وہ سفر یاد ہے اور نہ اس سفر کے طے کرنے کے راستے یاد ہیں۔ ہوش را بگذر۔ اگر تم اس آنے کے سفر کی باتیں یاد کرنا چاہتے ہو تو جسمانی اور مادی ہوش و حواس کو ختم کر کے روحانی ہوش اختیار کرو اور ان جسمانی کانوں کو بند کر کے روح کے کان کھول لو پھر تمہیں باتیں یاد آ جائیں گی اور عہد الست کی آواز سن لوگے۔

[3] نے بگویم۔ میں نے تمہیں بتا دیا کہ تم میں ابھی خامی ہے، تم نے دنیا کی بہار دیکھی ہے، مجاہدات کی گرمی نہیں سہی ہے۔ ایں جہاں۔ انسان اور دنیا کی مثال درخت اور پھل کی سی ہے۔ پھل جب تک کچا ہوتا ہے شاخ سے اس کا جوڑ مضبوط اور سخت ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ پکتا ہے شاخ کا اور اس کا تعلق کمزور ہوتا جاتا ہے، اسی طرح خام انسان دنیا کو چمٹا رہتا ہے اگر اس میں پختگی آ جاتی ہے تو دنیا سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

چوں ازاں اقبال شیریں شد دہاں
جب اس خوش نصیبی کی وجہ سے منہ میٹھا ہو جاتا ہے
سرد شد بر آدمی ملکِ جہاں
دنیا کا ملک انسان کے لیے بے وقعت ہو جاتا ہے

سخت گیری و تعصب خامی ست
سخت گیری اور تعصب کچا پن ہے
تا جنینی[1] کار خوں آشامی ست
جب تک تو پیٹ کا بچہ ہے (تیرا) کام خون پینا ہے

چیزِ دیگر ماند اما گفتنش
دوسری چیز رہ گئی لیکن اس کا بتانا میرا کام نہیں ہے
با تو روح القدس گوید نے منش
وہ تجھے روح القدس بتائے گا نہ کہ میں

نے تو[2] گوئی ہم بگوشِ خویشتن
نہیں، تو خود ہی اپنے کان میں کہے گا
بے من و بے غیرِ من اے ہم تو من
میرے اور میرے غیر کے علاوہ اے وہ کہ تو میں ہے

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی
جیسا کہ جب تو سو جاتا ہے
توز پیشِ خود بہ پیشِ خود شوی
تو اپنے آگے سے خود اپنے آگے جاتا ہے

بشنوی[3] از خویش و پنداری فلاں
تو اپنی طرف سے سنتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلاں نے
با تو اندر خواب گفتست آں نہاں
وہ پوشیدہ راز خواب میں تجھ سے کہا ہے

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق
اے اچھے دوست! تو ایک نہیں ہے
بلکہ گردونی و دریائے عمیق
بلکہ تو آسمان ہے، اور گہرا سمندر ہے

آں توئی زفتست کہ آں نہ صد توست
وہ تیری موٹی شخصیت جو تیرا نو سو گنا ہے
قلزم ست و غرقہ گاہِ صد توست
سمندر ہے اور تیری سو شخصیتوں کے ڈوب جانے کی جگہ ہے

خود چہ جائے حدِ بیداری و خواب
بیداری اور نیند کا خود کیا ٹھکانا ہے
دم مزن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
خاموش ہو جا اور اللہ بہتر جانتا ہے

دم مزن تا بشنوی از دم زناں
دم نہ مار، تاکہ تو دم مارنے والوں سے سن لے
انچہ ناید در بیان و در زباں
وہ جو بیان اور زبان میں نہیں سما سکتا ہے

---

[1] تا جنینی۔ پیٹ کا بچہ جب تک پیٹ سے چپٹا ہوا ہے اس کی غذا خون ہے، جب وہ باہر آ جاتا ہے تو پھر وہ دودھ پیتا ہے جو بہترین غذا ہے۔ اسی طرح جب تک انسان دنیا سے چپٹا ہوا ہے اس کی غذا خون جیسی نجس چیز رہتی ہے۔ چیز دیگر۔ کچھ اسرار تو میں نے بتا دیے لیکن کچھ ایسے ہیں کہ میں نہیں بتا سکتا ہوں۔ وہ تجھے روح القدس بتائے گا۔ روح القدس سے مراد یہاں جبرئیل نہیں ہیں کیونکہ ان کا کہنا اور بتانا تو صرف انبیا کے ساتھ خاص ہے بلکہ حظیرۃ القدس کے دوسرے ملائک مراد ہیں۔

[2] نے۔ فرماتے ہیں کہ وہ باتیں نہ میں بتاؤں گا نہ کوئی فرشتہ بلکہ خود تجھے وہ مقام حاصل ہوگا کہ تو خود اپنے آپ کو بتائے گا۔ اے ہم تو من۔ یعنی تو میرے لیے ایسا ہے کہ من وتو کا امتیاز ختم ہو گیا ہے۔ ہم چو۔ یہ بات کہ ایک مقام پر پہنچ کر اسرار خداوندی کے بارے میں انسان خود کہنے والا اور خود سننے والا بن جاتا ہے اس کو اس مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خواب کی حالت میں جب انسان ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جاتا ہے تو یہ مقامات خارج میں نہیں ہوتے ہیں خود اس کے اندر ہوتے ہیں تو گویا وہ چلنے والا خود اپنے پاس سے چل کر اپنے پاس گیا ہے۔

[3] بشنوی۔ انسان خواب میں سنتا ہے کہ کوئی دوسرا اس سے باتیں کر رہا ہے حالانکہ وہ کوئی دوسرا نہیں ہے بلکہ وہ خود کہہ رہا ہے اور خود سن رہا ہے۔ آں توئی۔ آنے جانے کے مختلف مقامات، مخاطب اور متکلم کا امتیاز، یہ سب کچھ خود انسان کے اندر موجود ہے، انسان بظاہر عالم صغیر ہے لیکن فی الواقع یہ عالم کبیر ہے، انسان کی شخصیت سیکڑوں شخصیتوں کا مجموعہ ہے اور گہرا سمندر ہے۔ خود۔ انسان بیداری اور خواب کی حالت میں ایک لامحدود شخصیت ہے۔ دم مزن۔ ان اسرار کے بارے میں انسان کو خاموشی اختیار کرنی چاہیے جب تک خود اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر نہ فرما دے۔ انچہ۔ یہ اسرار تحریر و تقریر میں نہیں سما سکتے۔

Marfat.com

دم مزن تا بشنوی زاں آفتاب ۔۔۔ انچہ ناید در کتاب و در خطاب
دم مت مار تاکہ تو اس آفتاب سے سن لے ۔۔۔ وہ جو لکھنے اور بیان کرنے میں نہیں آ سکتا

دم مزن تا بشنوی زاں مہ لقا ۔۔۔ اَلصَّلا اے پاکباز ان اَلصَّلا
دم مت مار تا کہ تو سن لے اس ماہ رخ سے ۔۔۔ آؤ، اے پاکباز! آؤ

دم مزن تا بشنوی اسرارِ حال ۔۔۔ از زبانِ بے زباں کہ قم تعال[1]
دم مت مار تا کہ تو حالت کے اسرار سن لے ۔۔۔ بے زبان کی زبان سے کہ کھڑا ہو، آ جا

دم مزن تا دم زند بہرِ تو روح ۔۔۔ آشنا بگذار در کشتیِ نوح
دم نہ مار، تاکہ تیرے لیے روح کہے ۔۔۔ تیرنا چھوڑ دے، نوح علیہ السلام کی کشتی میں (آ جا)

ہمچو کنعاں کاشنا می کرد او ۔۔۔ کہ نخواہم کشتیِ نوحِ عدو
کنعان کی طرح (نہ بن) کہ وہ تیرتا تھا ۔۔۔ کہ میں دشمن نوح کی کشتی پسند نہیں کرتا ہوں

دعوت کردنِ نوح علیہ السلام پسر راو سر کشیدنِ او کہ کہ بر سرِ کوہ رَوَم و چارہ کنم و منتِ تو نکشم

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹے کو بلانا اور اس کا سرکشی کرنا کہ میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور تدبیر کر لوں گا اور تیرا احسان نہ اٹھاؤں گا

ہیں بیا در کشتیِ بابا نشیں ۔۔۔ تانگردی غرقِ طوفاں اے مہیں
خبردار! آ جا بادا کی کشتی میں بیٹھ جا ۔۔۔ اے ذلیل! تاکہ تو طوفان میں نہ ڈوبے

گفت نے من آشنا آموختم ۔۔۔ من بجز شمعِ تو شمع افروختم[2]
اس نے کہا نہیں میں نے تیرنا سیکھا ہے ۔۔۔ میں نے تیری شمع کے علاوہ شمع روشن کر لی ہے

ہیں مکن کایں موجِ طوفانِ بلاست ۔۔۔ دست و پا را آشنا امروز لاست
خبردار ایسا نہ کر، کیونکہ یہ موجِ بلا کا طوفان ہے ۔۔۔ آج تیرنے کے ہاتھ پیر، کچھ نہیں ہیں

بادِ قہرست و بلائے شمع کش ۔۔۔ جز کہ شمعِ حق نمی پاید خمش
یہ قہر کی ہوا ہے اور شمع کو بجھانے والی بلا ہے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) کی شمع کے علاوہ کوئی شمع نہ ٹھہرے گی چپ ہو جا

گفت نے رفتم برآں کوہِ بلند[3] ۔۔۔ عاصم ست آں کہ مرا از ہر گزند
اس نے کہا نہیں، میں بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا ۔۔۔ وہ پہاڑ مجھے ہر مصیبت سے بچانے والا ہے

ہیں مکن کہ کوہ کاہ ست ایں زماں ۔۔۔ جز حبیبِ خویش را ندہد اماں
خبردار! یہ نہ کر اس وقت پہاڑ تنکا ہے ۔۔۔ وہ اپنے دوست کے علاوہ کسی کو پناہ نہ دے گا

1۔ قم تعال۔ کھڑا ہو آ جا، جب تک یہ مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ آ جائے اس وقت تک ان اسرار کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ روح۔ یعنی مرشد۔ آشنا بگذار۔ یعنی اپنے دعوے ترک کر دے اور مرشد کا سہارا لے لے۔ ہمچو کنعاں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کنعان نے سہارا پسند نہ کیا تو تباہ ہوا۔ بابا۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام۔ مہیں۔ ذلیل۔ آشنا۔ شناوری، تیراکی۔ شمع۔ یعنی تدبیر۔

2۔ شمع افروختم۔ یعنی میں نے بچنے کی یہ تدبیر سوچی ہے کہ تیروں گا۔ لا۔ معدوم۔ خمش۔ چپ ہو جا۔

3۔ کوہِ بلند۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ مذکور ہے سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ میں پہاڑ پر پناہ گزین ہو جاؤں گا، وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ ندہد اماں۔ یعنی خدا امن نہ دے گا۔

Marfat.com

گفت من کے پندِ تو بشنودہ ام
اس نے کہا میں نے تیری نصیحت کب سنی ہے؟
کہ طمع کردی کہ من زیں دودہ[1] ام
تو نے یہ سوچا ہے کہ میں اس خاندان کا ہوں

خوش نیامد گفتِ تو ہرگز مرا
تیری گفتگو ہرگز مجھے پسند نہیں آئی
من بری ام از تو در ہر دو سرا
میں تجھ سے دونوں جہان میں بیزار ہوں

ہیں مکن بابا کہ روزِ ناز نیست
خبردار! بابا یہ نہ کر، یہ ناز کا دن نہیں ہے
مر خدارا خویشی و انباز نیست
خدا کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

تاکنوں کردی و ایں دم نازکیست
تو نے ابتک (ناز) کیا اور یہ نازک وقت ہے
اندریں درگاہ کسے را ناز کیست
اس دربار میں کسی کو ناز کا حق کب ہے؟

لَمْ یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ ست اواز قِدم
نہ اس کے بیٹا پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا وہ ازل سے ہے
نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم
نہ باپ رکھتا ہے نہ بیٹا اور نہ چچا

نازِ فرزنداں[2] کجا خواہد کشید
وہ اولاد کا (سا) ناز کہاں برداشت کرے گا؟
رازِ بابایاں کجا خواہد شنید
باپوں کا راز کہاں سنے گا؟

نیستم مولود پیرا کم بناز
(خدا فرمادے گا) میں بیٹا نہیں ہوں اے بوڑھے ناز نہ کر
نیستم والد جوانا کم گراز
میں باپ نہیں ہوں اے جوان! نہ اکڑ

نیستم شوہر نیم من شہوتی
میں شوہر نہیں ہوں میں شہوت والا نہیں ہوں
ناز را بگذار اینجا اے ستی
اے خاتون! اس جگہ ناز کو چھوڑ دے

جز[3] خضوع و بندگی و اضطرار
سوائے عاجزی اور غلامی اور بیچارگی کے
اندریں حضرت ندارد اعتبار
اس دربار میں کسی کا اعتبار نہیں ہے

گفت بابا سالہا ایں گفتۂ
اس نے کہا، ابا تم نے یہ سالہا کہا ہے
باز میگوئی بجہل آشفتۂ
پھر کہتے ہو، نادانی سے بہک رہے ہو

چند ازیںہا گفتۂ با ہر کسے
تم نے ہر شخص سے یہ باتیں بہت کہی ہیں
تاجوابِ سرد بشنودی بسے
حتیٰ کہ بہت سے بے مروتی کے جواب سنے ہیں

ایں دمِ سردِ تو در گوشم نرفت
تمہاری یہ بے اثر بات میں نے نہیں سنی
خاصۂ اکنوں کہ شدم دانا و زفت
خصوصاً اب جبکہ میں عقلمند اور بڑا ہو گیا ہوں

گفت بابا چہ زیاں دارد اگر
(حضرت نوح علیہ السلام نے) فرمایا بابا کیا حرج ہوگا اگر
بشنوی یک بار تو پندِ پدر
ایک بار تو باپ کی نصیحت مان لے گا

---

1. دودہ۔ خاندان۔ مر خدارا۔ ناز کی بنیاد، رشتہ داری اور شرکت وغیرہ ہوتی ہے۔ نازکیست۔ پہلے مصرع میں بمعنی "نازکی است" ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنی "ناز کے است" ہے۔
2. نازِ فرزنداں۔ جبکہ وہ لم یلد اور لم یولد ہے تو اس کی جناب میں نہ بیٹوں کے ناز کی گنجائش ہے نہ باپوں کے راز کی گنجائش ہے۔ پیرا۔ اے بوڑھے۔ گراز۔ گرازیدن، اکڑ کر چلنا۔ شہوتی۔ مردانہ خواہش کی بنیاد پر مرد عورت کی ناز برداری کرتا ہے۔ ستی۔ عورت، بیوی۔
3. جز۔ اللہ کے دربار میں صرف عاجزی اور زاری کام دیتی ہے۔ گفت بابا۔ یعنی کنعان نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا۔ جوابِ سرد۔ یعنی تلخ جواب۔ دمِ سرد۔ بے اثر بات۔ دانا۔ یعنی جبکہ بچپن میں جو کہ کمزوری اور نادانی کا وقت ہوتا ہے تمہارا کہنا نہ مانا تو اب طاقت اور عقل کے وقت کیسے مان سکتا ہوں۔ زیاں۔ نقصان۔

Marfat.com

ہم چنیں میداد او پندِ لطیف
وہ اسی طرح مشفقانہ نصیحت کرتے رہے
ہمچناں می گفت او دفعِ عنیف
وہ اسی طور پر سختی سے انکار کرتا رہا

نے پدر از نُصح کنعاں سیر شد
نہ تو باپ کا کنعان کو نصیحت کرنے سے پیٹ بھرا
نے دمے در گوشِ آں ادبیر[1] شد
نہ کوئی بات اس بدبخت کے کان میں پڑی

اندریں گفتن بدند و موجِ تیز
وہ اسی گفتگو میں تھے اور تیز موج نے
بر سرِ کنعاں زد و شد ریز ریز
کنعان کے سر پر ضرب لگائی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا

نوحؑ گفت اے بادشاہِ بُردبار
نوحؑ نے عرض کیا، اے حلیم بادشاہ!
مر مرا خر مُرد و سیلت بُردبار
میرا گدھا مرا اور تیرا سیلاب سامان بہا لے گیا

وعدہ کردی مرمرا تو بارہا
تو نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا
کہ بیابد اہلت از طوفاں رہا
کہ تیرے اہل طوفان سے نجات پائیں گے

دل نہادم بر امیدت من سلیم
مجھ بھولے نے تیری امید پر بھروسہ کیا
پس چرا بَر بود سیل از من گلیم
پھر طوفان میری کملی کیوں بہا لے گیا

گفت او از اہل و خویشانت نبود
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا وہ تیرے اہل اور اپنوں میں سے نہ تھا
خود ندیدی تو سفیدی از کبود
تو نے خود سفید کو نیلے سے ممتاز نہ کیا

چونکہ[2] در دندانِ تو کرم اوفتاد
جب تیرے دانت میں کیڑا لگ گیا
نیست دنداں برکنش اے اوستاد
وہ دانت نہیں ہے اے استاد! اس کو اکھاڑ دے

تاکہ باقی تن نگردد زار ازو
تاکہ باقی جسم اس سے کمزور نہ بنے
گرچہ بود آنِ توشو بیزار ازو
اگرچہ وہ تیرا تھا تو اس سے بیزار ہو جا

گفت بیزارم ز غیرِ ذاتِ تو
عرض کیا تیری ذات کے غیر سے میں بیزار ہوں
غیر نبود آنکہ باشد ماتِ تو
جو تجھ میں فنا ہو گیا وہ غیر نہ ہو گا

تو ہمی دانی کہ چونم با تو من
تو جانتا ہے کہ میرا تجھ سے کیا تعلق ہے
بیست چندانم کہ با باراں چمن
اس سے بیس گنا ہے جو چمن کو بارش سے ہے

زندہ از تو شاد از تو عائلے
(میں) تجھ سے زندہ تجھ سے خوش ہوں ایک محتاج (ہوں)
مُغتذی بے واسطہ بے حائلے
بغیر کسی واسطہ اور بغیر بیچ والے کے تجھ سے روزی پانے والا ہوں

---

1. ادبیر۔ بدبخت۔ موجِ تیز۔ قرآن پاک میں ہے "وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ" اور حائل ہو گئی ان دونوں (کنعان اور حضرت نوح علیہ السلام) کے درمیان موج، اور وہ ڈوب گیا۔" خرمرد۔ یہ محاورہ پوری تباہی اور بربادی کے وقت بولا جاتا ہے۔
2. سلیم۔ بھولا انسان۔ گلیم۔ کملی۔ گلیم بردن۔ لوٹ لینا۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا قرآن پاک میں ہے "یَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ" "اے نوح وہ تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں ہے اس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔"
3. چونکہ۔ جب کوئی عضو بیکار ہو جائے تو اس کو جدا کر دینا ضروری ہو جاتا ہے ورنہ تمام جسم پر خراب اثرات پڑتے ہیں۔ گفت بیزارم۔ حضرت نوح علیہ السلام پر حقیقت واضح ہو گئی تو بیٹے کی بربادی کا شکوہ ختم ہو گیا اور انہوں نے معذرت شروع کر دی۔ چمن۔ چمن بارش کا محتاج ہے۔ عائل۔ عیالدار، مفلس۔ مغتذی۔ غذا حاصل کرنے والا۔

Marfat.com

متصل نے[1] منفصل نے اے کمال
اے (خداوند) کمال (ور) نہ جڑا ہوا ہے نہ جدا

بلکہ بیچون و چگونہ و اعتلال
بلکہ اس کا تجھ (سے تعلق) بے مثل اور بے کیف اور بے علت ہے

ماہیانیم و تو دریائے حیات
ہم مچھلیاں ہیں اور تو زندگی کا سمندر ہے

زندہ ایم از لطفت اے نیکو صفات
اے اچھی صفتوں والے (خداوند) تیری مہربانی سے ہم زندہ ہیں

تو نگنجی در کنارِ فکرتے
تو عقل کے پہلو میں نہیں سماتا ہے

نے بمعلولی قرین چوں علتے
نہ معلول ہونے کی وجہ سے کسی علت سے وابستہ ہے

پیش[2] ازیں طوفان و بعدِ ایں مرا
اس طوفان سے پہلے اور اس کے بعد، میرے لیے

تو مخاطب بودۂ در ماجرا
(ہر) قصہ میں تو مخاطب ہے

با تو میگفتم نہ با ایشاں سخن
میں تجھ سے بات کرتا ہوں نہ کہ ان سے

اے سخن بخشِ نو و آنِ کہن
اے آنے والے اور گذرے ہوئے زمانہ میں بات (کی طاقت) عطا کرنے والے

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن
کیا عاشق دن رات باتیں نہیں کرتا ہے؟

گاہ با اطلال و گاہے با دمن
کبھی کھنڈروں اور کبھی کوڑی سے

روی[3] در اطلال کردہ ظاہرا
بظاہر کھنڈروں کی طرف رخ کر کے

او کرا می گوید آں مدحت کرا
وہ کس سے کہتا ہے، اور کس کی تعریف کرتا ہے؟

شکر طوفاں را کنوں بگماشتی
شکر ہے، اب تو نے طوفان مسلط کر دیا

واسطہ اطلال را برداشتی
کھنڈروں کا واسطہ اٹھا دیا

زانکہ اطلال و لئیم و بد بدند
کیونکہ وہ کھنڈر اور کمینے اور بد تھے

نے ندائے نے صدائے می زدند
نہ پکارتے تھے نہ صدائے (بازگشت) دیتے تھے

من چناں اطلالِ خواہم در خطاب
میں خطاب کے لیے ایسے کھنڈر چاہتا ہوں

کز صدا چوں کوہ واگوید جواب
جو پہاڑ کی طرح صدائے بازگشت سے جواب دیں

تا مثنی بشنوم من نامِ تو
تاکہ میں تیرا نام مکرر سنوں

عاشقم برنامِ جاں آرامِ تو
میں تیرے، جان کو آرام دینے والے نام کا عاشق ہوں

---

1. متصل نے۔ حضرت نوح علیہ السلام چونکہ ذات باری میں فنا ہو چکے تھے تو ان کو ذات باری سے متصل بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اتصال دوئی کو چاہتا ہے۔ منفصل بھی نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ... وصول الی اللہ کی کیفیت نا قابل بیان ہے۔ تو نگنجی۔ ذات باری فکر و خیال سے بالاتر ہے۔ نے بمعلولی۔ ذات باری کسی علت کی معلول نہیں ہے۔

2. پیش۔ طوفان سے پہلے اور طوفان کے بعد تو ہی میرا مخاطب ہے اور تو ہی ہر زمانہ میں بات کرنے کی توفیق عطا کرنے والا ہے۔ نے کہ عاشق۔ عاشق محبوبہ کے کھنڈرات اور نشانات سے گفتگو کیا کرتے ہیں لیکن دراصل روئے سخن محبوبہ کی طرف ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسروں سے بات کرتے وقت بھی میرا روئے سخن تیری ہی طرف ہوتا ہے۔

3. روی۔ عاشق کا رخ گو محبوبہ کے ٹیلوں اور کھنڈرات کی طرف ہوتا ہے لیکن مقصود محبوبہ کا ذکر ہوتا ہے۔ اطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ شکر۔ تیرا شکر ہے کہ اب تو نے ان اشخاص کو ختم کر دیا ہے جو باتیں کرنے میں درمیانی واسطہ بمنزلہ ٹیلوں کے تھے۔ نے ندائے۔ وہ اشخاص ایسے تھے کہ نہ خود صحیح بات کرتے تھے نہ میری بات کا صحیح جواب دیتے تھے۔ من چناں۔ مجھے ایسے مخاطبوں کی ضرورت ہے جن سے صدائے بازگشت نکلے یعنی میں تیرا ذکر کروں تو وہ بھی تیرا ذکر کریں۔ تا مثنی۔ میں تیرا ذکر کروں اور وہ بھی تیرا ذکر کریں تو تیرا نام مکرر سنوں گا۔

Marfat.com

ہر نبی زاں دوست دارد کوہ را   تا شنیٔ بشنود نامِ ترا
ہر نبی پہاڑ کو اسی لیے دوست رکھتا ہے   تاکہ تیرے نام کو مکرر سنے
آں کہِ پست مثالِ سنگلاخ   موش را شاید نہ ما را در مناخ[1]
وہ پست پہاڑ جو پتھریلی زمین جیسا ہے   پڑاؤ کے لیے چوہے کے لائق ہے نہ کہ ہمارے
من بگویم او نگردد یارِ من   بے صدا ماند دمِ گفتارِ من
میں بولتا ہوں وہ میرا یار نہیں بنتا ہے   میرے بولنے کے وقت بغیر صدائے بازگشت کے رہ جاتا ہے
با زمیں آں بہ کہ ہموارش کنی   نیست ہمدم با عدم یارش کنی
یہ بہتر ہے کہ تو اس کو زمین کے برابر کر دے   وہ ساتھی نہیں ہے جس کو عدم کا یار بنا دے
گفت اے نوحؑ ار تو خواہی جملہ را   حشر گردانم بر آرم از ثریٰ
فرمایا اے نوح (علیہ السلام)! اگر تو چاہے، تو سب کو   از سرِ نو زندہ کر دوں، مٹی سے نکال لوں
بہرِ کنعانے دلِ تو نشکنم   لیکت از احوال آگاہ میکنم
ایک کنعان کی وجہ سے میں تیرا دل نہ توڑوں گا   لیکن تجھے حالات سے آگاہ کرتا ہوں
گفت[2] نے نے راضیم کہ تو مرا   ہم کنی غرقہ اگر باید ترا
عرض کیا نہیں نہیں، میں راضی ہوں کہ تو مجھے   بھی ڈبو دے اگر تیری مرضی ہو
ہر زمانم غرقہ می کن من خوشم   حکمِ تو جان ست و چوں جاں می کشم
تو مجھے ہر وقت ڈبوتا رہ میں خوش ہوں   تیرا حکم جان ہے اور میں جان کی طرح اس کو برداشت کرتا ہوں
ننگرم کس را و گر ہم بنگرم   او بہانہ باشد و تو منظرم
میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور اگر میں دیکھوں بھی   وہ بہانہ ہو گا اور تو میرے پیشِ نظر ہو گا
عاشقِ[3] صنعِ توام در شکر و صبر   عاشقِ مصنوعِ کے باشم چو گبر
میں صبر و شکر کے ساتھ تیرے کام کا عاشق ہوں   میں بت پرست کی طرح مصنوع کا کب عاشق ہوں
عاشقِ صنعِ خدا با فر بود   عاشقِ مصنوعِ او کافر بود
اللہ کے فعل کا عاشق باعزت ہوتا ہے   اس کی بنائی ہوئی چیز کا عاشق کافر ہوتا ہے
درمیانِ ایں دو فرقے بس خفیست   خود شناسید آنکہ در رویت صفیست
ان دونوں باتوں میں بہت باریک فرق ہے   وہ پہچانتا ہے جو تاڑنے میں ممتاز ہے

1. مناخ۔ پڑاؤ، ٹھکانا۔ من بگویم۔ دنیاداروں کے سامنے جب دین کی بات کی جاتی ہے تو وہ دم بخود رہ جاتے ہیں ایسے لوگ صلحا کی صحبت کے لائق نہیں ہیں۔ بانو میں۔ ایسے پست فطرت لوگوں کا زیرِ زمین ہو جانا بہتر ہے۔ گفت۔ حضرت نوح علیہ السلام سے اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ اگر تیری خواہش ہے تو صرف کنعان کو ہی نہیں میں سب کو زندہ کر دوں۔ ثریٰ۔ مٹی۔ بہرِ کنعانے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا تیرے بیٹے کنعان کے معاملے میں میں تیری دل شکنی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔
2. گفت۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب میں کنعان کی نجات کا خواہاں نہیں ہوں۔ تیری مرضی پر راضی ہوں۔ تیری مرضی ہو تو مجھے بھی غرق کر دے۔ حکمِ تو۔ تیرا حکم مجھے جان کی طرح پیارا ہے۔ ننگرم۔ تیری ذات کے سوا میرا کوئی منظورِ نظر نہیں ہے اگر کوئی دوسرا منظورِ نظر ہے وہ بھی تیرے لیے ہی ہے۔
3. عاشق۔ میں خدا اور اس کے فعل کا عاشق ہوں مخلوق کا عاشق نہیں ہوں۔ گبر۔ بت پرست غیر اللہ سے عشق کرتے ہیں۔ درمیان۔ یعنی خالق کو رب بنانے اور مخلوق کو رب قرار دینے میں۔ صفی۔ منتخب، ممتاز۔

توفیق[1] میانِ ایں دو حدیث کہ اَلرِّضَا بِالْکُفْرِ کُفْرٌ و حدیثِ
ان دو حدیثوں میں تطبیق کہ کفر پر رضامندی کفر ہے اور دوسری
دیگر کہ مَن لَّمْ یَرضَ بِقَضَآئِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَآئِیْ
حدیث کو جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری (طرف سے نازل شدہ) بلا پر صبر نہ کرے
فَلْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَآئِیْ
اس کو چاہیے کہ میرے سوا وہ کوئی اور خدا تلاش کر لے

دی سوالے کرد سائل مر مرا — زانکہ عاشق بود او بر ماجرا
کل ایک سوال کرنے والے نے مجھ سے سوال کیا — کیونکہ وہ بحث کا عاشق تھا

گفت نکتہ اَلرِّضَا بِالْکُفْرِ کُفْرٌ — ایں پیمبرؐ گفت و گفتِ اوست مہر[2]
اس نے کہا کفر پر رضامندی کفر ہے، نکتہ ہے — یہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے اور ان کا فرمانا مہر ہے

باز فرمود او کہ اندر ہر قضا — مر مسلماں را رضا باید رضا
پھر انہوں نے فرمایا کہ ہر قضا پر — مسلمان کو راضی ہونا چاہیے

نے قضائے حق بود کفر و نفاق — گر بدیں راضی شوم گردد شقاق
کیا کفر اور نفاق اللہ (تعالیٰ) کا فیصلہ نہیں ہے؟ — اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں گمراہی ہو گی

ورنیم راضی بود آں ہم زیاں — پس چہ چارہ باشدم اندر میاں
اور اگر میں راضی نہیں ہوں یہ بھی نقصان ہو گا — تو اس میں میرے لیے کیا تدبیر ہے؟

گفتمش ایں کفر مقضی[3] نے قضاست — ہست آثارِ قضا ایں کفر راست
میں نے اس سے کہا یہ کفر مقضی ہے قضا نہیں ہے — فی الواقع یہ کفر قضا کے آثار میں سے ہے

پس قضا را خواجہ از مقضی بداں — تا شکالت دفع گردد در زماں
اے خواجہ! قضا اور مقضی میں فرق سمجھ — تاکہ فوراً تیرا اشکال دفع ہو جائے

راضیم بر کفر زاں روکہ قضاست — نے ازاں روکہ نزاع و خبثِ ماست
میں کفر پر اس اعتبار سے راضی ہوں کہ وہ قضا ہے — نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ (خدا سے) جھگڑا اور ہماری خباثت ہے

---

1. توفیق۔ دونوں حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ ایک میں فرمایا کہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا جو میری قضا پر راضی نہ ہو تو وہ میرا بندہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ کفر بھی خدا کی قضا ہے، اس اشکال کا جواب پہلے اشعار پر مبنی ہے۔ پہلے اشعار میں کہا تھا کہ اللہ کے صنع اور فضل کا عاشق مومن ہے اور مصنوع اور مخلوق کا عاشق کافر ہے۔ اب سمجھنا چاہیے کہ قضاءِ کفر جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اس پر رضا ضروری ہے اور یہ عین ایمان ہے اور کفر مقضی اور مخلوق ہے اس سے محبت کرنا کفر ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ زانکہ۔ وہ سوال کرنے والا بحث و مباحثہ کا عاشق تھا۔
2. مہر۔ یعنی قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم حجت اور دلیل ہے۔ نے قضائے حق۔ یعنی کفر اور نفاق بھی اللہ کی قضا ہے۔ اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں تو گمراہی ہے۔ ورنیم۔ یعنی اگر کفر اور نفاق پر راضی نہ ہوں تو دوسری حدیث کا مخالف ہوں گا۔
3. مقضی نے قضا۔ کفر مخلوق اور قضائے خداوندی سے پیدا شدہ چیز ہے اللہ کا فعل اور قضا نہیں ہے۔ کفر قضاءِ خداوندی کا اثر ہے جو انسان کے کسب سے انسان میں ظاہر ہوتا ہے۔ راضیم۔ بحیثیت فعل خداوندی کے کفر پر راضی ہونا عین ایمان ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ ہمارے کسب سے وقوع میں آتا ہے اس پر رضا کفر ہے۔

Marfat.com

کفر[1] از روئے قضا خود کفر نیست ۔۔۔ حق را کافر مخواں اینجا مایست
قضا کے اعتبار سے کفر، کفر نہیں ہے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) کو کافر نہ کہہ اس جگہ نہ ٹھہر

کفر جہل ست و قضائے کفر علم ۔۔۔ ہر دو یک کے باشد آخر غلم و حلم
کفر جہل ہے اور کفر کی قضا علم ہے ۔۔۔ آخر بردباری اور غصہ دونوں ایک کب ہوتے ہیں؟

زشتیِ خط[2] زشتیِ نقاش نیست ۔۔۔ بلکہ از وے زشت را بنمود نیست
خط کا بھدا پن نقاش کی برائی نہیں ہے ۔۔۔ بلکہ اس کی جانب سے بھدے پن کی نمائش ہے

قوتِ نقاش باشد آنکہ او ۔۔۔ ہم تو اندر زشت کردن ہم نکو
یہ تو نقاش کی مہارت ہو گی کہ وہ ۔۔۔ وہ بھیانک بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی

گر کشایم بحثِ ایں را من بساز ۔۔۔ تا سوال و تا جواب آید دراز
اگر میں ساز و سامان کے ساتھ اس بحث کو کھولوں ۔۔۔ تاکہ سوال اور جواب دراز ہو جائے

ذوقِ نکتہ عشق از من میرود ۔۔۔ نقشِ خدمت نقشِ دیگر می شود
عشق کے نکتہ کا ذوق مجھ میں سے جاتا رہے گا ۔۔۔ (اور) خدمت کا نقش دوسرا نقش بن جائے گا

مثل[3] در بیانِ آنکہ حیرت مانعِ بحث و فکرت است

اس بیان میں ایک مثال کو حیرت، بحث اور فکر سے مانع ہے

آں یکے مردِ دو مو آمد شتاب ۔۔۔ پیشِ یک آئینہ دارِ مستطاب
ایک کھچڑی بالوں والا شخص تیزی سے آیا ۔۔۔ ایک بھلے آئینہ والے (نائی) کے پاس

گفت از ریشم سفیدی کن جدا ۔۔۔ کہ عروسِ نو گزیدم اے فتیٰ
کہا میری ڈاڑھی سے سفیدی کو ہٹا دے ۔۔۔ کیونکہ اے نوجوان! میں نے نئی شادی کی ہے

ریشِ او ببرید و کل پیشش نہاد ۔۔۔ گفت تو بگزیں مرا کارے فتاد
اس نے اس کی ڈاڑھی کاٹ دی اور اس کے سامنے رکھ دی ۔۔۔ کہا تو چن لے، مجھے ایک کام نکل آیا

---

1. کفر۔ یہاں سے مولانا نے اشکال کا دوسرا جواب دینا شروع فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاءِ کفر، کفر نہیں ہے لہٰذا قضاءِ کفر پر رضا کفر پر رضا نہیں ہے، قضاءِ کفر کو اگر کفر قرار دیا جائے گا تو نعوذ باللہ خدا پر کافر کا اطلاق ماننا ہوگا اس لیے کہ قضا فعل خداوندی ہے اگر وہ کفر ہو تو جس ذات سے فعل قائم ہوتا ہے اس پر فاعل کا اطلاق ہوتا ہے۔ کفر جہل ست۔ یہ اشکال کا تیسرا جواب ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ قضاءِ کفر اور کفر دونوں جداگانہ چیزیں ہیں۔ قضاءِ کفر از قبیلِ علم ہے اور کفر از قبیلِ جہل ہے لہٰذا دونوں حدیثوں کا مفہوم جداگانہ ہے ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ قضاءِ کفر کا علم ہونا یا تو اس طور پر ہے کہ قضاءِ خداوندی، علم خداوندی پر مبنی ہے یا اس اعتبار سے کہ بندہ کے علم ہی پر یہ بات مبنی ہے کہ وہ خدا کو خالق کفر مانتا ہے اور کفر لامحالہ صفاتِ خداوندی سے جہل پر مبنی ہے۔
2. زشتی خط۔ یہ اشکال کا چوتھا حل ہے، کفر بری چیز ہے، اس پر رضامندی کفر ہے لیکن قضاءِ کفر اور خلقِ کفر اللہ کے اعتبار سے صفت کمال ہے اس پر راضی ہونا کفر نہیں ہے بلکہ عین ایمان ہے جیسا کہ ایک خوشنویس ایک بھدی تحریر پر بھی قادر ہو یا ایک مصور بھیانک تصویر کے بنانے پر بھی قادر ہو تو وہ بھدی تحریر اور بھیانک تصویر بری چیز ہے لیکن اس کا لکھنا اور بنانا خوشنویس اور مصور کا کمال ہے۔ گر کشایم۔ علم کلام کی بحثیں ذوقِ عشق کے منافی ہیں۔ نقش دیگر۔ علم کلام کی نکتہ آفرینیاں علماء عموماً اپنے علمی کمال کو ظاہر کرنے کے لیے کرتے ہیں۔
3. مثل۔ اہل حال اور اہل قال میں فرق واضح کرنے کے لیے یہ قصہ نقل کیا ہے جس طرح حجام فضول فرمائش میں نہ لگا، اسی طرح اہل حال بحث و مباحثہ میں وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔ دو مو۔ یعنی وہ شخص جس کے بال کھچڑی تھے۔ مستطاب۔ بزرگ، پاکیزہ۔ عروس۔ دلہن، دولہا۔

Marfat.com

ایں سوال[1] و ایں جواب ست اے گزیں — کہ سَرِ لئہا ندارد مردِ دیں

اے برگزیدہ! یہ سوال اور یہ جواب ہے — کیونکہ دیندار شخص اس قسم کی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا ہے

آں یکے زد سیلیئے مر زید را — حملہ کرد اوہم برائے کید را

ایک شخص نے زید کے طمانچہ مارا — اس نے بھی اس پر انتقام میں حملہ کر دیا

گفت سیلی زن سوالت می کنم — پس جوابم گوی وانگہ میزنم

طمانچہ مارنے والے نے کہا میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں — اس کا مجھے جواب دے، پھر مجھے مار لینا

بر قفائے[2] تو زدم آمد طراق — یکؑ سوالے دارم اینجا در وفاق

میں نے تیری گدی پر مارا تو تڑاخ کی آواز آئی — اس کے مناسب یہاں میرا ایک سوال ہے

ایں طراق از دستِ من بودست یا — از قفا گاہِ تو اے فخر کیا

یہ تڑاخ (کی آواز) میرے ہاتھ کی تھی یا — اے بزرگوں کے فخر! تیری گدی کی تھی

گفت از درد آں فراغت نیستم — کاندریں فکر و تفکرّ بیستم

اس نے کہا مجھے اس کے درد سے چھٹکارا نہیں ہے — کہ میں اس غور و فکر میں لگوں

تو کہ بیدردی ہمی اندیش ایں — نیست صاحب درد را ایں فکر ہیں

تو چونکہ درد سے خالی ہے، یہ سوچ — خبردار! درد مند کے لیے اس غور (اور فکر کا وقت) نہیں ہے

دردمنداں را نباشد فکرِ غیر — خواہ در مسجد برو خواہی بدیر

درد مندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے — خواہ تو مسجد میں جائے، یا بتخانے میں

غفلت[3] و بیدردیت فکر آورد — در خیالت نکتہ بکر آورد

تیری غفلت اور بیدردی سوچنے کا موقع دیتی ہے — تیرے خیال میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے

جز غمِ دیں نیست صاحب درد را — میشناسد مرد را و گرد را

درد مند کے لیے دین کے غم کے سوا اور غم نہیں ہے — وہ مرد اور گرد کو پہچانتا ہے

حکمِ حق رابر سَر و رو می نہد — حفظ و فکرِ خویش یکسو می نہد

اللہ (تعالیٰ) کے حکم کو سر اور چہرے پر رکھتا ہے — اپنے خیالات اور نگہداشت کو ایک طرف رکھ دیتا ہے

حکایت

در صحابہ کم بُدے حافظ کسے — گرچہ شوقے بود جاں شاں رابسے

صحابہ میں کوئی حافظ کم ہوتا تھا — اگرچہ ان کی جان کو بہت شوق تھا

---

1. ایں سوال۔ یعنی ایسی فضول فرمائش کا یہی جواب تھا۔ آں یکے۔ اس قصہ سے بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ صاحب عشق تو اپنی لگن میں لگا رہتا ہے، فضول بحثوں کا اس کے پاس وقت نہیں ہوتا جس کے طمانچہ لگا تھا وہ درد میں مبتلا تھا اس کو طمانچہ مارنے والے کی لغو بحث کی فرصت کہاں تھی۔ سیلی زن۔ طمانچہ مارنے والا۔

2. بر قفا۔ گدی پر۔ طراق۔ طمانچہ کی آواز۔ وفاق۔ مناسبت، اتفاق۔ گفت۔ جس کے طمانچہ لگا تھا اس نے کہا۔ بیستم۔ ہا بیستم۔ تو کہ۔ تو چونکہ درد سے خالی ہے اس لیے اس طرح کی باتیں تیرے دماغ میں آرہی ہیں۔ خواہ در مسجد۔ حق پرست ہو یا باطل پرست وہ اپنی دھن میں لگا رہتا ہے وہ عقلی بحثوں میں نہیں پڑتا ہے۔

3. غفلت۔ جو دین سے غافل اور درد عشق سے خالی ہے وہ لا یعنی منطقی بحثیں کرتا ہے۔ حکم حق۔ درد مند تو اللہ کے احکام بجالانے میں منہمک رہتا ہے۔ حکایت۔ صحابہ کرام چونکہ درد حق میں مبتلا رہتے تھے اسی لیے ان کو قرآن کے حفظ کا وقت نہ ملتا تھا۔ در صحابہ۔ صحابہ میں حافظ قرآن کم تھے، ایک ایک سورت کے معانی میں تفکر کے اندر ان کا سب وقت لگتا تھا مشہور صحابہ میں صرف چار حافظ تھے، ۱۔ ابی بن کعب، ۲۔ معاذ بن جبل، ۳۔ زید بن ثابت، ۴۔ ابوزید۔

Marfat.com

زانکہ[1] چوں مغزش در آگند و رسید
کیونکہ جب اس کا گودا بھر گیا اور پک گیا
قشرہا شد بس رقیق و واکفید
چھلکے بہت پتلے ہو گئے اور پھٹ گئے

قشرِ جوز و فستق و بادام ہم
اخروٹ، اور پستہ اور بادام کا چھلکا بھی
مغز چوں آگند شاں شد پوست کم
جب ان میں گودا بھرا، چھلکا گھٹا

مغزِ علم افزود کم شد پوستش
علم کا گودا بڑھا، تو اس کا چھلکا گھٹا
زانکہ عاشق را بسوزد دوستش
کیونکہ عاشق کو اس کا معشوق جلا دیتا ہے

وصفِ مطلوبی چو ضدِ طالبی ست
محبوبیت کی صفت، محبیّت کی ضد ہے
وحی و برقِ نور سوزندہ نبی ست
وحی اور نور کی بجلی نبی کو جلا دینے والی بنی

چوں تجلی کرد اوصافِ قدیم
جب قدیم اوصاف کی تجلی پڑی
پس بسوزد وصفِ حادث را کلیم
تو کلیم اللہ نے حادث کی صفت کو جلا دیا

رُبعِ قرآں ہر کرا محفوظ بود
جس کو چوتھائی قرآن حفظ تھا
جَلَّ فِینَا از صحابہ میشنود
تو وہ صحابہ سے سنتا تھا کہ وہ ہم میں بڑھ گیا

جمعِ صورت باچنیں معنیِ ژرف
ایسے گہرے معنی کے ساتھ الفاظ کا جمع ہو جانا
نیست ممکن جز ز سلطانے شگرف
بڑے بادشاہ کے علاوہ کسی کے لیے ممکن نہیں ہے

در چنیں مستی مراعاتِ ادب
ایسی مستی میں ادب کی نگہداشت
خود نباشد ور بود باشد عجب
نہیں ہو سکتی، اگر ہو تو تعجب ہے

اندر استغنا[2] مراعاتِ نیاز
بے نیازی میں نیازمندی کی نگہداشت
جمعِ ضدّین ست چوں گرد و دراز
گول اور لمبے جیسے ضدین کو جمع کرنا ہے

جمعِ ضدین از نیاز افتاد و ناز
نیاز اور ناز کو جمع کرنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے
باز در وقتِ تحیر امتیاز
پھر تحیر کے وقت امتیاز کو باقی رکھنا (ضدین) کو جمع کرنا ہے

زانکہ۔ صحابہ کرام مغز اور معانی قرآن سے پُر تھے ان کے لیے الفاظ کی زیادہ اہمیت نہ تھی۔ مغزِ علم۔ قاعدہ ہے جب پھل پکنے پر آ جاتا ہے اور اس میں مغز بھر جاتا ہے تو چھلکا گھٹ جاتا ہے اور رقیق ہو کر پھٹنے لگتا ہے۔ وصفِ مطلوبی۔ محبوب اور محب، عاشق و معشوق دو جداگانہ چیزیں ہیں جب تک یہ دوئی ہے وصلِ حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا۔ وحی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو فنائیت کا درجہ حاصل ہوا اور دوئی ختم ہوئی۔

چوں تجلی۔ ذاتِ باری کی تجلی اوصافِ بشریت کو ختم کر دیتی ہے۔ ربعِ قرآن۔ صحابہ کرام میں وحی الٰہی نے فنائیت کی صفت پیدا کر دی تھی لہٰذا مشاہدۂ حق اور اشتغال بالعمل حفظِ قرآن کا موقع نہ دیتا تھا چوتھائی قرآن بھی حفظ کر لینا ان کے لیے بڑی بات تھی۔ جمعِ صورت۔ قرآن کے اسرار اور گہرے معنی کو سمجھتے ہوئے الفاظ کو یاد کر لینا بڑے ہی انسان کا کام ہے۔ در چنیں مستی۔ صحابہ کرام کو مشاہدۂ حق سے جو مستی حاصل تھی اس کے ہوتے ہوئے حفظِ قرآن کے آداب کا پابند ہو جانا ہر انسان سے ممکن نہیں ہے۔

اندر استغناء۔ مشاہدۂ حق کی مستی استغنا پیدا کر دیتی ہے اس کے ہوتے ہوئے نیازمندی کی نگہداشت دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص گول اور دراز چیز کو جمع کر لے۔ جمعِ ضدین۔ ناز اور نیاز کو جمع کرنا اور مقامِ حیرت میں پہنچ کر امتیاز کو باقی رکھنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے۔ صفاتِ خداوندی کا تقاضا ناز ہوتا ہے اور عبودیت کا تقاضا نیاز۔ تحیرِ محمود کے مقام پر بھی عبد و معبود کا فرق قائم رکھنا یہ صحابہ کرام ہی کر سکتے تھے۔

Marfat.com

چوں[1] عصا معشوقِ عمیاں میشود — کور خود صندوقِ قرآں می شود

جیسا کہ لاٹھی اندھوں کی محبوب ہے — کور (باطن) قرآن کا صندوق بن جاتا ہے

گفت کوراں خود صنادیق پُر — از حروفِ مصحف و ذِکر و نذر

(کسی نے) کہا ہے اندھے خود بھرے ہوئے صندوق ہیں — قرآن کے حروف اور ذکر اور نصیحت سے

باز صندوقے پُر از قرآن بہ است — زانکہ صندوقے بود خالی بدست

پھر قرآن سے بھرا ہوا صندوق بہتر ہے — اس سے کہ خالی صندوق ہاتھ میں ہو

باز صندوقے کہ خالی شد زبار — بہ ز صندوقے کہ پُرموش ست و مار

پھر وہ صندوق جو بوجھ سے خالی ہے — اس صندوق سے بہتر ہے جو چوہوں اور سانپوں سے بھرا ہوا ہو

حاصل[2] اندر وصل چوں افتاد مَرد — گشت دلالہ بہ پیشِ مرد سرد

خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان وصل پر پہنچ جائے — تو (اس) انسان کے لیے رہنمائی کرنے والا بے حقیقت ہے

چوں بمطلوبت رسیدی اے ملیح — شد طلبگاریِ علم اکنوں قبیح

اے خوبصورت! جب تو اپنے محبوب تک پہنچ گیا — تو اب (راستہ کی) جانکاری کی طلب بُری ہے

چوں[3] شدی بر بامہائے آسماں — سرد باشد جستجوئے نَردباں

جب تو آسمان کے بالاخانوں پر پہنچ گیا — تو سیڑھی کی جستجو بے وقعت ہو گئی

جز برائے یاری و تعلیم غیر — سرد باشد راہِ خیر از بعدِ خیر

سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے — بھلائی (حاصل ہونے کے) بعد بھلائی کا راستہ بیکار ہے

آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی — جہل باشد بر نہادن صیقلی

جو روشن آئینہ صاف اور جلی ہو گیا — اس کو صیقل پر رکھنا نادانی ہو گی

پیشِ سلطاں خوش نشستہ در قبول — زشت باشد جُستنِ نامہ و رسول

بادشاہ کے سامنے خوش (اور) عزت کیساتھ بیٹھ کر — خط اور قاصد کو تلاش کرنا بُرا ہو گا

داستانِ مشغول شدنِ عاشق بعشق نامہ و خواندن و

ایک عاشق کا عشق نامہ میں مشغول ہونا اور عشق نامہ کو اپنے معشوق کے

[1] چوں عصا۔ قرآن کے معانی اور اسرار و حکم کو جانے بغیر الفاظ کو رٹ لینا اور ان سے عشق کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اندھے کو لاٹھی سے عشق ہوتا ہے اور ایسے حافظ قرآن کی مثال صندوق کی سی ہے جس میں قرآن محفوظ کر دیا جائے تو نہ صندوق کو اس کے معانی اور اسرار کا علم ہے نہ اس شخص کو۔ گفت۔ کہنے والے نے کہا جو لوگ قرآن کے اسرار اور معانی سے بے بہرہ ہیں اور صرف الفاظ رٹتے ہیں وہ قرآن کے حروف اور ذکر و فکر کی آیتوں کے پُرشدہ صندوق ہیں۔ باز۔ جو لوگ محض قرآن کے الفاظ کے حافظ ہیں وہ بھی ان سے بہتر ہیں جو الفاظ سے بھی محروم ہیں۔ کہ پُرموش۔ وہ لوگ جن کے سینے قرآن کے الفاظ سے بھی خالی ہیں ان لوگوں سے بہتر ہیں جن کے سینے خیالات فاسدہ اور باطل عقائد سے بھرے ہوئے ہیں۔

[2] حاصل۔ غرضکہ جو لوگ واصل بحق ہیں ان کو کسی راہنما کی ضرورت نہیں ہے۔ چوں۔ جب مقصود حاصل ہو جائے تو اس کا اتا پتا معلوم کرنا لغو بات ہے۔

[3] چوں شدی۔ جو شخص بالاخانہ پر پہنچ گیا اس کے لیے سیڑھی کو تلاش کرنا بے کار ہے۔ جز۔ واصل بحق اگر اللہ سے قرب کے وسائل اور ذرائع کا ذکر کرے تو دوسروں کی تعلیم کے لیے کرے۔ آئینہ۔ جب آئینہ خود صاف ہے تو اس کو صیقل کرنا لغو کام ہے۔ پیش سلطاں۔ جب محبوب تک رسائی ہو جائے تو پھر قاصد اور نامہ و پیام کی جستجو بیکار بات ہے۔

مطالعہ کردن عشق نامہ در حضورِ معشوقِ خویش و معشوق آنرا ناپسند داشتن کہ طَلَبُ الدَّلِیْلِ عِنْدَ حَضُوْرِ الْمَدْلُوْلِ قَبِیْحٌ وَالْاِشْتَغَالُ بِالْعِلْمِ بَعْدَ الْوَصُوْلِ اِلَی الْمَعْلُوْمِ مَذْمُوْمٌ

سامنے پڑھنے کا بیان اور معشوق کا اس کو ناپسند کرنا کیونکہ مدلول کی موجودگی میں رہنما کی طلب بُری ہے اور معلوم تک پہنچنے کے بعد علم میں مشغول ہونا بُرا ہے

آں یکے[1] را یار پیشِ خود نشاند — نامہ بیروں کرد و پیشِ یار خواند
ایک (عاشق) کو معشوق نے اپنے سامنے بٹھا لیا — اس نے خط نکالا اور معشوق کے سامنے پڑھنے لگا

بیتہا در نامہ و مدح و ثنا — زاری و مسکینی و بس لابہہا
خط میں اشعار تھے، اور تعریف و توصیف تھی — عاجزی اور مسکینی اور بہت سی خوشامدیں تھیں

گریہ و افغان و حزن و دردِ خویش — خواری و بیزاریِ با اہل و خویش
رونا اور فریاد، اور غم، اور اپنا درد — ذلت، اور اہل، اور اپنوں سے بیزاری (تھی)

دوری و رنجوری از ہجرانِ دوست — ذکرِ پیغام و رسول از مغز و پوست
دوست کے ہجر کی وجہ سے دوری اور بیماری — پیام اور قاصد اور رطب و یابس کا تذکرہ

ہم چنیں می خواند با معشوقِ خود — تا کہ بیروں شد زحصر و حد و عد
وہ اس طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہا — حتیٰ کہ احاطہ اور حد اور شمار سے تجاوز کر گیا

گفت معشوق ایں اگر بہرِ من ست — گاہِ وصل ایں عمر ضائع کردن ست
معشوق نے کہا اگر یہ (رونا دھونا) میری وجہ سے ہے — تو وصل کے وقت یہ عمر کو ضائع کرنا ہے

من بہ پیشت[2] حاضر و تو قصہ خواں — نیست ایں بارے نشانِ عاشقاں
میں تیرے سامنے ہوں اور تو قصے پڑھتا ہے — یقیناً یہ عاشقوں کی پہچان نہیں ہے

گفت اینجا حاضری اما ولیک — من نمی یابم نصیبِ خویش نیک
اس (عاشق) نے کہا تو اس جگہ موجود ہے لیکن — میں اپنا حصہ پورا نہیں پا رہا ہوں

انچہ میدیدم ز تو پارینہ سال — نیست ایں دم گرچہ می بینم وصال
میں جو تجھ سے پارسال دیکھتا تھا — وہ اب نہیں ہے اگرچہ میں وصل دیکھ رہا ہوں

من ازیں چشمہ زلالے خوردہ ام — دیدہ و دل زاب تازہ کردہ ام
میں نے اس چشمہ سے صاف پانی پیا ہے — میں نے آنکھوں اور دل کو پانی سے تازہ کیا ہے

---

1. آں یکے۔ معشوق کے پاس بیٹھ کر اس کے لیے لکھے ہوئے خطوط پڑھنا معشوق کی ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔ بیت ہا۔ معشوق کو جو اس نے خط میں لکھا اس میں یہ بیانات تھے جو اس نے معشوق کے پاس بیٹھ کر پڑھنا شروع کر دیے۔ گفت معشوق۔ معشوق نے سارا مضمون سن کر کہا اگر یہ خط میرے نام تھا تو وصل کی حالت میں اس کا پڑھنا عمر کو ضائع کرنا ہے۔
2. من بہ پیشت۔ معشوق کی حضوری میں خط پڑھنے کی مصروفیت اور شکوے شکایت عشق سے خالی ہونے کی علامت ہے، عاشق تو محو دیدار ہو کر سب کچھ بھول جاتا ہے۔ تو حالِ دلم پرسی من از رخ تو حیراں۔ خواہم کہ سخن گویم آواز بروں ناید۔ گفت۔ عاشق نے معشوق سے کہا تو حاضر ہے لیکن تیرا شباب ڈھل گیا ہے پہلے لطف صحبت تھا اب وہ مجھے حاصل نہیں ہے۔ زلال۔ صاف پانی۔

Marfat.com

چشمہ می بینم و لیکن آب نے[1] — راہِ آبم را مگر زد رہزنے

میں چشمہ دیکھ رہا ہوں لیکن پانی نہیں ہے — میرے پانی کا راستہ شاید کسی ڈاکو نے کاٹا ہے

گفت پس من نیستم معشوقِ تو — من ببلغار و مرادت در قتو

اس نے کہا کہ میں تیرا معشوق نہیں ہوں — میں بلغار میں ہوں اور تیرا مقصود قتو میں ہے

عاشقی تو برمن و بر حالتے — حالت اندر دست نبود اے فتے

تو مجھ پر اور (میری) ایک حالت پر عاشق ہے — اے نوجوان! حالت قابو میں نہیں ہوتی ہے

پس نیم[2] کلّی مطلوبِ تو من — جزوِ مقصودم ترا اندر زمن

تو میں بالکلیہ تیرا مطلوب نہیں ہوں — میں زمانہ میں تیرے مطلوب کا جزو ہوں

خانۂ معشوقہ ام معشوق نے — عشق بر نقدست و بر صندوق نے

میں معشوق نہیں ہوں معشوق کا گھر ہوں — عشق تو نقدی سے ہے صندوق سے نہیں ہے

ہست معشوق آنکہ او یک تو بود — مبتدا و منتہایت او بود

معشوق تو وہ ہے جو ایک حالت پر ہو — تیرا مبتدا اور منتہا وہ ہو

چوں بیابی[3] اش نمانی منتظر — ہم ہویدا او بود ہم نیز سرّ

جب تو اس کو پا لے تو منتظر نہ رہ — ظاہر میں بھی وہی (معشوق) ہو اور باطن میں بھی

میرِ احوال ست نے موقوفِ حال — بندۂ آں ماہ باشد ماہ و سال

وہ حالات پر حاکم ہوتا ہے کہ حالات کا محکوم — مہینے اور سال اسی چاند کے غلام ہیں

چوں بگوید حال را فرماں کند — چوں بخواہد جسمہا را جاں کند

جب وہ حالات کو حکم دے وہ تابعداری کریں — جب وہ چاہے، جسموں کو روح بنا دے

منتہی نبود کہ موقوف ست او — منتظر بنشستہ باشد حال جو

جو موقوف ہے وہ منتہی نہیں ہے — وہ حال کا تلاش کرنے والا منتظر بیٹھا ہوا ہے

---

1. آب نے۔ یعنی تیرا وہ پہلا رنگ و روپ نہیں ہے۔ بلغار۔ اس شہر اور قتو شہر میں بہت فاصلہ ہے۔ عاشقی۔ تو میری ذات اور اس کی ایک حالت پر عاشق ہے، احوال میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

2. پس نیم۔ یعنی میری پوری ذات تیری معشوق نہیں ہے بلکہ میری ذات تیرے معشوق کا جزو ہے۔ خانہ۔ یعنی میں تیرا معشوق نہ ہوا بلکہ وہ جوانی معشوق تھی جو میری ذات میں تھی ابتدا میں صندوق تھا اور جوانی اس کے اندر کی نقدی کی طرح تھی تو عشق صندوق سے نہیں ہوتا بلکہ نقدی سے ہوتا ہے۔ ہست۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ عارضی حسن معشوق بنانے کے قابل نہیں ہے، عشق بھی اسی ذات سے ہونا چاہیے جو لازوال ہے۔ انسان کی ابتدا بھی وہی ہے اور منتہا بھی وہی ہے۔ اَللّٰہُ یَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ" اللہ ہی شروع میں پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔"

3. چوں بیابی۔ اللہ کے وصل کے بعد پھر کسی معشوق کا منتظر نہ بن وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے ھُوَ الظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ۔ میرِ احوال ست۔ عاشق خدا احوال پر حاکم ہوتا ہے احوال کا محکوم نہیں ہوتا زمانہ اس عاشق کا محکوم ہوتا ہے۔ وہ احوال پر حکمرانی کرتا ہے اور جسموں کو روح بنا دیتا ہے، حال اصطلاح میں وہ کیفیت ہے جو قلب پر بغیر کسی تکلف کے اور کوشش کے محض خداوندی عنایت سے وارد ہوتی ہے جیسے قبض و بسط اور ذوق و شوق وغیرہ اور یہ کیفیت کسی نفسانی صفت کے ظہور کے وقت زائل ہو جاتی ہے لیکن جس کو عشقِ الٰہی میں فناء الفنا کا درجہ حاصل ہو جائے وہ ان احوال کا محکوم نہیں رہتا بلکہ ان پر حاکم بن جاتا ہے۔ منتہی نبود۔ جو شخص احوال کا تابع ہے وہ کامل نہیں ہے۔

Marfat.com

کیمیائے حال[1] باشد دستِ او — چوں بجنباند شود مس مستِ او
اس کا ہاتھ، حال کی کیمیا ہوتا ہے — جب وہ ہاتھ ہلا دیتا ہے تو تانبا اس سے مست ہو جاتا ہے

گر بخواہد مرگ ہم شیریں شود — خار و نشتر نرگس و نسریں شود
اگر وہ چاہے تو موت بھی میٹھی ہو جائے — کانٹا اور نشتر بھی نرگس اور نسرین بن جائے

او بود سلطانِ حال اندر روش — نے چو تو محروم از حال و کشش
وہ سلوک میں حال پر حاکم ہوتا ہے — تیری طرح حال اور کشش سے محروم ہوتا ہے

آنکہ او موقوفِ حال ست آدمی ست — کہ گہے افزون و گاہے در کمی ست
جو حال کا محکوم ہے وہ (صرف) آدمی ہے — کہ کبھی بڑھوتری میں ہے، اور کبھی کمی میں ہے

صوفی ابن الوقت باشد در مثال — لیک صافی[2] فارغ ست از وقت و حال
صوفی، مثلاً ابن الوقت ہوتا ہے — لیکن اہلِ صفا وقت اور حال سے بے نیاز ہوتا ہے

حالہا موقوفِ عزم و رائے او — زندہ از نفخِ مسیح آسائے او
احوال اس کے ارادے اور رائے کے تابع ہیں — اس کی مسیح جیسی پھونک سے زندہ ہیں

عاشقِ حالی نہ عاشق برمنی — بر امید حال برمن می تنی
تو میرے حال کا عاشق ہے، نہ کہ مجھ پر — تو حال کی امید پر مجھ پر جھکا ہے

آنکہ گہ[3] ناقص گہے کامل بود — نیست معبودِ خلیل[4] آفل بود
وہ جو کبھی ناقص، کبھی کامل ہو — وہ خلیل (اللہ علیہ السلام) کا معبود نہیں ہے غروب ہو جانیوالا ہے

وانکہ آفل باشد و گہ آں و ایں — نیست دلبر لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
وہ جو کہ غروب ہو جانے والا ہو اور کبھی ایسا اور کبھی ایسا — وہ معشوق نہیں ہے "میں غروب کر جانے والوں سے محبت نہیں کرتا ہوں"

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوش ست — یک زمانے آب و یکدم آتش ست
وہ جو کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے — ایک وقت پانی اور ایک وقت آگ ہے

بُرجِ مہ باشد و لیکن ماہ نے — نقشِ بت باشد و لے آگاہ نے
وہ چاند کا برج ہو گا، لیکن چاند نہیں ہے — وہ بت کا نقش ہے لیکن باشعور نہیں ہے

---

[1] کیمیائے حال۔ فناء الفنا کے درجہ پر پہنچ کر احوال اس عاشق کے تابع ہو جاتے ہیں جس حال کی اس کو خواہش ہو وہ پیدا ہو جائے گا وہ چاہے تو موت جیسی تلخ چیز بھی شیریں بن جاتی ہے اور کانٹے پھول بن جاتے ہیں غرضکہ وہ صاحب تصرفات ہوتا ہے۔ او بود۔ یعنی فناء الفنا کے درجہ پر پہنچ کر احوال پر پورا قابو ہو جاتا ہے۔ آنکہ او۔ جو احوال کا محکوم ہوتا ہے اس میں قوائے بشری کا غلبہ رہتا ہے۔ اس کو کبھی عروج اور کبھی نزول کی کیفیتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو احوال اور تجلیات پر قابو نہ پا سکے اور اس سے خوارق اور کرامات کا اضطراراً ظہور ہونے لگے۔

[2] صافی۔ اس سے مراد ابوالوقت اور صاحب مقام ہے یہ وہ سالک ہوتا ہے جس کو احوال پر قابو ہوتا ہے اور اس کو روح و نفس پر پوری قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے کرامات کا ظہور نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ان باتوں کو سنتؐ اللہ کے خلاف سمجھتا ہے، ابوالوقت کو ابن الوقت پر بہت فوقیت ہے۔ عاشق حالی۔ اب پھر معشوق کا مقولہ شروع ہوا یعنی معشوق نے عاشق سے کہا تو میری ذات کا عاشق نہیں ہے بلکہ میری ایک کیفیت اور حالت کا عاشق ہے۔

[3] آنکہ گہ۔ جو متغیر ہو جانے والی چیز ہے وہ معشوق اور معبود بنانے کے قابل نہیں ہے۔ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند اور سورج کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں ان زوال پذیر چیزوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ آنکہ او۔ جن چیزوں کا حسن اور کمال زوال پذیر ہے ان کو صفات باری کا صرف مظہر سمجھو، حقیقی محبوب نہ بناؤ۔

Marfat.com

ہست صوفی صفا[1] چوں ابن وقت
باصفا صوفی چونکہ ابن الوقت ہے

وقت را ہمچوں پدر بگرفتہ سخت
وہ مضبوطی سے وقت کو باپ کی طرح پکڑے ہوئے ہے

ہست صافی غرقِ عشقِ ذوالجلال
(صوفی) صافی (اللہ) ذوالجلال کے عشق میں غرق ہے

ابنِ کس نے فارغ از اوقات و حال
وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات اور حال سے بے نیاز ہے

غرقہ نورے کہ اولَمْ یُولَدْ ست
وہ اس نور میں غرق ہے جو پیدا شدہ نہیں ہے

لَمْ یَلِدْ لَمْ یُولَدْ آنِ ایزدست
نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اللہ (تعالیٰ) کی شان ہے

رَو چنیں عشقے بجوگر زندۂ
اگر تو زندہ ہے، جا ایسا عشق تلاش کر

ورنہ وقتِ مختلف را بندۂ
ورنہ تو مختلف اوقات کا غلام ہے

منگر اندر نقش خوب و زشتِ خویش
اپنے اچھے برے نقش کو نہ دیکھ

بنگر اندر عشق و بر مطلوبِ خویش
عشق کر اور اپنے معشوق کو دیکھ

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف
یہ خیال نہ کر کہ تو حقیر ہے یا کمزور

بنگر اندر ہمتِ خود اے شریف
اے بھلے! اپنی ہمت کو دیکھ

تو بہر حالے[2] کہ باشی می طلب
تو جس حالت میں ہو طلب (جاری) رکھ

آب می جو دائما اے خشک لب
اے خشک ہونٹوں والے! ہمیشہ پانی تلاش کر

کاں لبِ خشکت گواہی می دہد
کیونکہ تیرے خشک ہونٹ گواہی دیتے ہیں

کو بآخر بر سرِ منبع رسد
کہ وہ بالآخر چشمے پر پہنچ جائیں گے

خشکیِ لب ہست پیغامے زآب
ہونٹوں کی خشکی پانی کا ایک پیام ہے

کہ بمات آرد یقیں ایں اضطراب
کہ یقیناً یہ اضطراب تجھے ہم تک لے آئے گا

کایں طلبگاری مبارک جنبشے ست
کہ یہ طلب، بابرکت حرکت ہے

ایں طلب در راہِ حق مانع کشے ست
حق کے راستہ میں یہ طلب موانع کو ختم کر دینے والی ہے

ایں طلب[3] مفتاحِ مطلوباتِ تست
یہ طلب تیرے مطلوبوں کی کنجی ہے

ایں سپاہِ نصرت و رَایاتِ تست
یہ (طلب) تیری کامیابی کے سپاہی اور جھنڈے ہیں

ایں طلب ہمچوں خروسے در صیاح
یہ طلب مرغ کی طرح چیخنے میں ہے

میزند نعرہ کہ می آید صباح
(اور) نعرہ لگا رہی ہے کہ صبح آنے والی ہے

---

1. صوفی صفا۔ یعنی ابن الوقت سالک۔ صافی۔ یعنی ابوالوقت، صاحب مقام سالک۔ غرقہ نورے۔ ابوالوقت تجلیات رب میں غرق رہتا ہے جو ابدی اور دائمی ہیں۔ رو چنیں عشقے۔ لم یزل اور لایزل سے عشق کر۔ وقت مختلف۔ یعنی قابل تغیر مظاہر۔ منگر۔ انسان کی اپنی ذات کی اچھائی اور برائی طلب میں مانع نہ آنی چاہیے۔ اس کو ہر وقت عشق اور معشوق حقیقی کو پیش نظر رکھ کر جدو جہد جاری رکھنی چاہیے، شعر۔ تو مگو مارا بداں شہ بار نیست۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست۔

2. تو بہر حالے۔ خواہ طالب نکما یا کمزور ہو وہ طلب پیدا کر لے۔ کاں۔ اس کی کمزوری ہی مطلوب تک رہنما بن جائے گی۔ خشکی لب۔ طلب کا اضطراب اور بیقراری لامحالہ مطلوب تک پہنچا دیتی ہے۔

3. ایں طلب۔ طلب اور جستجو کامیابی کی ضامن ہے۔ ایں طلب۔ جس طرح مرغ کی اذان صبح کی آمد کی علامت ہے اسی طرح جستجو مقصود تک پہنچنے کی علامت ہے۔

Marfat.com

گرچہ[1] آلت نیستت تو می طلب
خواہ وسائل نہ ہوں، تو طلب کر

نیست آلت حاجت اندر راہِ رب
اللہ کے راستہ میں وسائل کی ضرورت نہیں ہے

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر
اے بیٹا! تو جس کو طلب گار دیکھے

یارِ او شو پیشِ او انداز سر
اس کا دوست بن جا (اور) اس کے سامنے سر رکھ دے

کز جوارِ طالباں طالب شوی
طلبگاروں کے قرب سے تو طلبگار بن جائے گا

وز ظلالِ غالباں غالب شوی
اور (نفس پر) غالب لوگوں کے سایہ سے تو غالب بن جائے گا

گر یکے مورے سلیمانے بجست
اگر ایک چیونٹی سلیمان کی جستجو کرے

منگر اندر جُستنِ او سست سست
تو اس کی جستجو کو حقارت سے نہ دیکھ

ہرچہ داری[2] تو زمال و پیشہٗ
جو کچھ بھی تو مال اور ہنر رکھتا ہے

نے طلب بود اول و اندیشہٗ
کیا وہ ابتدا میں جستجو اور فکر نہ تھا؟

گر یکے گنجے بیابد نادرست
اگر کوئی خزانہ (اچانک) پالے تو یہ نادر ہے

ور باستد از طلب ہم قاصرست
اگر وہ طلب سے رک جائے تو کوتاہی کرنے والا ہے

ہرکہ چیزے[3] جست بے شک یافت او
جس کے کسی چیز کی طلب کی یقیناً اس کو ملی ہے

چوں بجد اندر طلب بشتافت او
جبکہ محنت سے وہ طلب میں دوڑا ہے

چوں نہادی در طلب پا اے پسر
اے بیٹا! جبکہ تو نے جستجو میں قدم رکھا

یافتی و شد میسر بے خطر
تو نے (مطلوب) کو پالیا اور وہ بلا خطرہ کے مل گیا

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب
اے خواجہ! کسی وقت بھی بغیر جستجو کے نہ رہ

تا بیابی ہر چہ خواہی بے تعب
(اس خیال سے) کہ تو جو چاہے گا بغیر مشقت کے پائے گا

عاقبت جوئندہ یابندہ بود
جستجو کرنے والا، بالآخر پا جانے والا ہوتا ہے

چونکہ در خدمت شتابندہ بود
چونکہ (مطلوب کی) خدمت میں (پہنچنے کے لیے) دوڑنے والا ہوتا ہے

در طلب چالاک شوز ایں فتح باب
طلب میں تیزرو بن، اس سے فتح باب

می طلب وَاللّٰہُ اَعْلَم بِالصَّوَاب
طلب کر اور خدا بہتر جانتا ہے

حکایت آں مرد کہ در عہد داؤد علیہ السلام شب و روز دعا و تضرع

اس شخص کا قصہ جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دن رات دعا اور عاجزی

---

1. گرچہ۔ شعر۔ دادِ حق را قابلیت شرط نیست۔ بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اوست۔ ہر کرا بینی۔ اگر طلب نہیں ہے تو طلبگاروں کے ساتھ لگ جانا چاہیے مقصود حاصل ہو جائے گا۔ کز جوار۔ نیکوں کی صحبت تاثیر سے خالی نہیں رہتی ہے۔ گر یکے۔ اگر کوئی ضعیف اور کمزور طالب حق ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھو۔
2. ہر چہ داری۔ دنیاوی دولت بھی طلب اور فکر و تدبر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ گر یکے گنجے۔ اگر کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ حاصل بھی ہو جائے تو وہ صرف استعداد ہو گی اگر طلب اور جستجو ختم کر دی تو وہ بھی ضائع ہو جائے گی۔
3. ہر کہ چیزے۔ عربی کا مشہور مقولہ مَنْ جَدَّ وَجَدَ "جس نے کوشش کی اس نے پایا"۔ ہیں مباش۔ انسان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ بلا محنت اور مشقت کے کچھ حاصل ہو سکے گا۔ عاقبت۔ جو شخص محبوب کی طلب میں دوڑتا ہے وہ لامحالہ مطلوب کو پالیتا ہے۔ فتح باب۔ یعنی قربِ حق کے دروازے کی کشادگی۔ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص بہر حال اپنی تمنائیں پوری کرنے کی دھن میں لگا تھا، لامحالہ اس کا مقصود پورا ہوا۔

Marfat.com

می کرد کہ بار[1] خدایا مرا روزیِ حلال بدہ بے رنج کسب

کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ کمائی کی تکلیف کے بغیر مجھے حلال روزی عنایت کر

آں یکے در عہدِ داوٗدِ نبی — نزدِ ہر دانا و پیشِ ہر غنی

ایک شخص، داوٗد نبی علیہ السلام کے زمانے میں — ہر عقلمند کے پاس اور ہر غنی کے سامنے

ایں دعا می کرد دائم کاے خدا — ثروتے بے رنج روزی کن مرا

ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا، کہ اے خدا! — بغیر محنت کے مجھے مالداری عطا فرما دے

چوں مرا تو آفریدی کاہلے — زخم خوارے ست جنبے مبتلے

جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے — (اور) مار کھانے والا، کمزور پہلو والا، ناکارہ

برخرانِ پشت ریش نا مراد — بارِ اسپاں و اشتراں نتواں نہاد

نامراد، زخمی کمر، گدھوں پر — گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جا سکتا

کاہلم چوں آفریدی اے ملی[2] — روزیم دہ ہم زراہِ کاہلی

اے بے نیاز! جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے — مجھے روزی بھی کاہلی کے راستہ سے عطا فرما

کاہلم من سایہ خسپم در وجود — خفتم اندر سایہ افضال و جود

میں کاہل، زندگی بھر سایہ میں سویا ہوں — مہربانیوں اور سخاوت کے سایہ میں سویا ہوں

کاہلان و سایہ خسپاں را مگر — روزیِ بنوشتۂ نوعے دگر

کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لیے شاید — تو نے دوسری ہی طرح کی روزی مقدر کی ہے

ہر کرا[3] پایست جوید روزیے — ہر کرا پانیست کن دلسوزیے

جس کے پاؤں میں وہ روزی تلاش کرتا ہے — جس کے پاؤں نہیں ہیں اس پر رحم فرما

رزق را میراں بسوئے آں حزیں — ابر را میکش بسوئے ہر زمیں

اس غمگین کی طرف روزی بھیج — ہر زمین کی جانب ابر کو پہنچا

چوں زمیں را پانباشد، جودِ تو — ابر را راند بسوئے او دو تو

چونکہ زمین کے پاؤں نہیں ہیں تیری سخاوت — ابر کو تہ بہ تہ اس کی طرف لے جاتی ہے

طفل را چوں پانباشد مادرش — آید و ریزد وظیفہ بر سرش

بچہ کے چونکہ پاؤں نہیں ہوتے (اس لیے) اس کی ماں — آتی ہے اور غذا اس کے سر پر بہاتی ہے

---

1. بار۔ بزرگ، معظم۔ آں یکے۔ یہ شخص جگہ جگہ یہی دعا کرتا پھرتا تھا کہ اس کو بغیر محنت کے دولت مل جائے۔ دائم۔ ہمیشہ۔ ثروت۔ مالداری۔ چوں مرا۔ یعنی میں جس اہلیت کا ہوں مجھ سے وہی کام لے مجھ پر روزی کمانے کی تکلیف نہ ڈال۔ زخم خوار۔ پٹنے والا۔ ست جنب۔ کمزور پہلو والا۔ مبتلی۔ ناکارہ۔

2. ملی۔ غنی، مالدار۔ سایہ خسپم۔ سایہ میں سونا راحت طلبی کی علامت ہے۔ در وجود۔ یعنی جب سے پیدا ہوا ہوں۔ نوعے دگر۔ یعنی کاہلوں کی روزی بغیر کمائے مقدر ہے۔

3. ہر کرا۔ یعنی جس میں کمانے کی طاقت ہے۔ پانیست۔ یعنی جو کاہل ہے اور اس میں کمانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ابر را۔ یعنی جس طرح زمین کے پاؤں نہیں ہیں اور تو اس کی غذا ابر کو بھیج کر پہنچاتا ہے اسی طرح میرا رزق بغیر محنت کے میرے پاس پہنچا دے۔ طفل را۔ بچہ میں چلنے کی طاقت نہیں ہوتی تو اس کی ماں کے ذریعہ اس کی غذا اس کے پاس پہنچا دیتا ہے۔

Marfat.com

روزیِ خواہم بناگہ بے تعب
بغیر محنت کے اچانک روزی چاہتا ہوں
کہ ندارم[1] من ز کوشش جز طلب
اس لیے کہ سوائے طلب کے میرے پاس اور کوئی کوشش نہیں ہے
مدتے بسیار می کرد ایں دعا
بہت مدت تک یہ دعا کرتا رہا
روز تا شب، شب ہمہ شب تا ضحیٰ
دن سے رات تک، تمام رات، بلکہ چاشت کے وقت تک
خلق می خندید بر گفتارِ او
اس کی باتوں پر لوگ ہنستے تھے
بر طمع خامے و بر پیکارِ او
اس کے بیکار لالچ اور اس کی ہٹ پر
کہ چہ می گوید عجب ایں ست ریش
کہ تعجب ہے، یہ بیوقوف کیا کہتا ہے؟
یا کسے داد ست بنگ بیہشیش
کہ کسی نے اس کو بے ہوشی کی بھنگ پلا دی ہے
راہِ روزی کسب و رنج ست و تعب
روزی کا راستہ کمانا، تکلیف برداشت کرنا اور تھکنا ہے
ہر گز ایں نادر نشد ور شد عجب
یہ انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی اور اگر ہو تو تعجب ہے
ہر کسے را پیشہ داد و طلب
اللہ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور طلب دی ہے
از رہِ کسب و تعب با رنج و تب
کمائی اور تھکن سرگرمی اور تکلیف کے راستہ سے
اُطْلُبُوا الْاَرْزَاقَ مِنْ اَسْبَابِهَا
رزقوں کو ان کے اسباب سے طلب کرو
وَادْخُلُوا الْاَوْطَانَ مِنْ اَبْوَابِهَا
وطنوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو
شاہ[2] و سلطان و رسولِ حق کنوں
شاہ اور سلطان اور اللہ کے رسول اب
ہست داودِ نبی ذو فنوں
صاحب ہنر داؤد علیہ السلام نبی ہیں
ہست در فرمانِ او از وحش و طیر
وحشی جانور اور پرندے ان کے حکم میں ہیں
در ہمہ روائے زمیں او راست سیر
تمام روئے زمین پر ان کا دورہ ہے
با چناں عزّے و نازے کاندروست
اس عزت اور ناز کے باوجود جو ان میں ہے
کہ گزیدستش عنایتہائے دوست
کہ ان کو دوست (خدا) کی عنایتوں نے منتخب کرلیا ہے
معجزاتش بے شمار و بے عدد
ان کے معجزے بے شمار اور ان گنت
موجِ بخشایش مدد اندر مدد
اُن پر بخشش کی موجیں پے در پے ہیں
ہیچ کس[3] را خود ز آدم تا کنوں
کسی شخص کی آدم علیہ السلام سے اب تک
کے بدست آواز ہمچوں ارغنوں
آواز ارغنوں (باجا) کی طرح کب ہوئی ہے
کہ بہرِ وعظے بمیراند دُویست
کہ ہر واعظ میں وہ دو سو کو مار ڈالتے
آدمی را صوتِ خوبش کرد نیست
انسان کو ان کی حسین آواز فنا کر دیتی

1. کہ ندارم۔ مجھ میں محض طلب ہے اور کوئی ذریعہ اختیار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ست ریش۔ بیوقوف۔ بنگ۔ بھنگ۔ ایں نادر۔ یعنی بغیر کمائے روزی حاصل ہونا۔
2. شاہ۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کو اس قدر فضائل کے باوجود زرہ بنانے کا پیشہ اختیار کرنا پڑا۔ تب روزی ملتی تھی۔ ہست۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے نغمے پر چرند پرند جمع ہوجاتے تھے۔
3. ہیچ کس۔ لحن اور نغمہ کا معجزہ صرف حضرت داؤد علیہ السلام کو ملا تھا۔ ارغنوں۔ مشہور باجا ہے۔ کہ بہر وعظے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب وعظ میں خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو سیکڑوں آدمی وجد میں آکر بے ہوش اور جاں بحق ہوجاتے تھے۔

Marfat.com

شیر و آہو[1] جمع گردد آں زماں — سوئے تذکیرش مغفل ایں ازاں
اس وقت شیر اور ہرن جمع ہو جاتے — ان کے وعظ میں (اور) یہ اس سے غافل ہو تے

کوہ و صحرا ہم رسائل با دمش — ہر دو اندر وقتِ دعوت محرمش
پہاڑ اور جنگل بھی ان کی آواز کے ہم آواز تھے — دونوں دعوت دینے کے وقت ان کے ہمراز تھے

این و صد چنداں مر اورا معجزات — نورِ رویش بے جہات و در جہات
یہ اور ایسے سیکڑوں معجزے ان کے تھے — ان کے چہرے کا نور بے جہت اور تمام جہتوں میں تھا

باہمہ تمکیں خدا روزیِ او — کردہ باشد بستہ اندر جستجو
تمام عزتوں کے باوجود اللہ (تعالیٰ) نے ان کی روزی — جستجو کے ساتھ وابستہ کی تھی

بے زرہ بافی و رنجے روزیش — می نیاید با ہمہ فیروزیش
زرہ بنانے اور تکلیف اٹھانے کے بغیر ان کی روزی — باوجود تمام نیک بختیوں کے حاصل نہیں ہوتی تھی

اینچنیں مخذول و واپس ماندۂ — خانہ کندہ دوں و گردوں راندۂ
ایسا ذلیل اور پچھڑا ہوا — خانہ ویران، کمینہ اور آسمان کا پھٹکارا ہوا

ایں چنیں مدبر ہمیخواہد کہ او — گنج یابد تا رود پالیش فرو[2]
ایسا بدبخت بھی چاہتا ہے کہ وہ — خزانہ پالے یہاں تک کہ اس میں اس کا پاؤں دھنسے

ز احمقی خواہد کہ بے رنجیش زود — بے تجارت پُر کند دامن زسود
حماقت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بغیر تکلیف کے فوراً — (اور) بغیر کاروبار کے نفع سے دامن بھر لے

ایں چنیں گیجے نیامد در جہاں — کہ بر آیم بر فلک بے نردباں
ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں ہوا (جو یہ کہے) — کہ میں آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھوں گا

ایں[3] ہمی گفتش بتسخر نک بگیر — کہ رسیدت روزی و آمد بشیر
(کوئی) اس سے مذاق میں کہتا، یہ لے لے — کہ تیری روزی آ گئی اور خوشخبری دینے والا آ گیا

واں ہمی خندید مارا ہم بدہ — زانچہ یابی ہدیہ اے سالارِ دہ
کوئی ہنستا کہ ہمیں بھی دینا — اے چودھری! اس عطیہ میں سے جو تجھے ملے

او ازیں تشنیع مردم ویں فسوس — کم نمی کرد از دعا و چاپلوس
وہ لوگوں کی اس طعنہ زنی اور ملامت سے — دعا اور خوشامد میں کمی نہ کرتا تھا

تا کہ شد در شہر معروف و شہیر — کو ز انبانِ تہی جوید پنیر
یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف اور مشہور ہو گیا — کہ وہ خالی تھیلے میں پنیر تلاش کرتا ہے

---

[1] شیر و آہو۔ نغمہ کو سن کر شیر اور ہرن جمع ہو جاتے تھے اور وجد کے عالم میں ایک دوسرے سے بے خبر رہتا تھا۔ کوہ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے نغمہ سے پہاڑ اور جنگل کی گونج ان کی ہم آواز ہو جاتی تھی۔ رسائل۔ شرکاء۔ بے جہات۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے چہرے کا نور مطلق بھی تھا اور مقید بھی تھا۔ بے زرہ۔ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کی زرہیں بنا کر اپنی روزی کماتے تھے۔ مخذول۔ رسوا، ذلیل۔ مدبر۔ بدبخت۔

[2] پالیش فرو۔ یعنی چلتے پھرتے اس کو خزانہ مل جائے اور اس میں اس کا پاؤں دھنس جائے۔ سود۔ نفع۔ ایں چنیں۔ یعنی اچانک خزانہ مل جانے کی تمنا تو ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جانے کی تمنا کرے۔

[3] ایں ہمی۔ کوئی مذاق میں کہتا کہ لے روزی آ گئی، کوئی کہتا کہ اس میں سے ہمیں بھی دینا۔ بشیر۔ خوشخبری دینے والا۔ سالار دہ۔ گاؤں کا سردار، چودھری۔ شہیر۔ مشہور۔ انبان۔ تھیلا۔

Marfat.com

شد مثل[1] در خام طمعی آں گدا | او ازیں خواہش نمی آمد جدا
وہ فقیر بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا | (لیکن) وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوا
کم نمی کرد از دعا و ابتہال | کرد اجابت مستعانِ ذوالجلال
اس نے دعا اور زاری ختم نہ کی | (اللہ تعالیٰ) مستعان اور ذوالجلال نے اس کی دعا قبول کرلی

دویدن گاوَ در خانۂ آں دعا کنندہ بالحاح قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَآءِ زیرا کہ عین خواستِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ست و الحاح خواہندہ را بہ است از انچہ میخواہد از وے و عذر گفتنِ نظم کنندہ و مدد خواستن

اس عاجزی کے ساتھ دعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا دوڑ کر آنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا میں عاجزی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے کیونکہ عاجزی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز ہے اور مانگنے والے کے لیے عاجزی اس سے بھی زیادہ اچھی ہے جو وہ اس سے مانگتا ہے اور ناظم کا عذر کرنا اور مدد چاہنا

تاکہ روزے ناگہاں در چاشتگاہ | ایں دعا میکرد با زاری و آہ
یہاں تک کہ ایک دن چاشت کے وقت اچانک | وہ یہ دعا زاری اور آہ کے ساتھ کر رہا ہے
ناگہاں در خانہ اش گاوے دوید | شاخ زد بشکست در بندو کلید
اچانک اسکے گھر میں ایک گائے دوڑ کر آئی | اس نے سینگ مارا کنڈی اور کھٹکا توڑ ڈالا
گاوِ گستاخ اندراں خانہ بجست | مرد برجست و قوائمہاش بست
گائے بے باکی سے گھر میں گھس آئی | (وہ) شخص لپکا اور اس نے اس کے پاؤں باندھ دیے
پس گلوی گاوَ ببرید آں زماں | بے توقف بے تامل بے اماں
فوراً گائے کو ذبح کر دیا | بغیر توقف، بے تامل، امن دیے بغیر
چوں سرش ببرید شد سوئے قصاب | تا اہابش بر کند دردم شتاب
جب اس کو ذبح کر دیا قصاب کے پاس گیا | تاکہ وہ فوراً اس کی کھال اتار دے
اے تقاضا[2] گرد روں ہمچوں جنیں | چوں تقاضا می کنی اتمامِ ایں
اے پیٹ کے بچہ کی طرح باطن میں تقاضا کرنے والے! | جبکہ تو اس (مثنوی) کی تکمیل کا تقاضا کر رہا ہے

---

[1] شد مثل۔ یعنی یہ فقیر اپنے بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا۔ مستعان۔ وہ جس سے مدد طلب کی جائے۔ اللہ تعالیٰ۔ الحاح۔ زاری و عاجزی۔ ملح۔ زاری کرنے والا۔ عذر گفتن۔ آیندہ اشعار میں مولانا نے اپنی مثنوی کے اتمام کی دعا شروع کی ہے۔ در بند۔ بند کنندہ در۔ قوائم۔ پاؤں۔ اہاب۔ چمڑا، کھال۔

[2] اے تقاضا۔ چونکہ پہلے اشعار میں روزی طلب کرنے والے کی دعا کی مقبولیت کا ذکر تھا، اس لیے اس قصہ کو چھوڑ کر مثنوی کی تکمیل کے لیے دعا شروع کردی ہے۔ جنین۔ پیٹ کا بچہ یعنی جس طرح پیٹ میں بچہ چھپا ہوا ہے اسی طرح باطن میں خدا کی جانب سے کاموں کی تکمیل کا تقاضا چھپا ہوا ہے۔

سہل گرداں رہ نما توفیق دِہ — یا تقاضا را بہل برما منہ[1]

آسان فرما دے، راہنمائی کر دے توفیق عطا فرما — یا تقاضے کو چھوڑ دے ہم پر بار نہ رکھ

چوں ز مفلس زر تقاضا مسکینی — زر بخشش در سِرّ اے شاہِ غنی

جبکہ تو مفلس سے روپے کا تقاضا کرتا ہے — اے شاہ، بے نیاز در پردہ اس کو روپیہ بخش دے

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر — زہرہ کے دارد کہ آید در نظر

تیری (مدد کے) بغیر نظم اور قافیہ، صبح و شام — کب طاقت رکھتے ہیں کہ وہ (نظم وقوافی) جلوہ گر ہوں

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم — بندۂ امرِ تو اند از ترس وبیم

اے دانا! نظم اور تجنیس اور قافیے — ڈر اور خوف سے تیرے غلام ہیں

چوں مسبّح کردۂ ہر چیز را — ذاتِ بے تمیز و با تمیز را

جبکہ تو نے ہر چیز کو تسبیح خواں بنایا ہے — باشعور، اور بے شعور ذات کو

ہر یکے تسبیح بر نوعِ دگر — گوید و از حالِ آں ایں بیخبر

ہر ایک، ایک دوسرے قسم کی تسبیح — کرتا ہے اور یہ اس کے حال سے بے خبر ہے

آدمی منکر ز تسبیحِ جماد — واں جماد اندر عبادت اوستاد

جمادات کی تسبیح سے آدمی منکر ہے — حالانکہ جمادات عبادات میں ماہر ہیں

بلکہ[2] ہفتاد و دو ملت ہر یکے — بے خبر از یک دگر و اندر شکے

بلکہ بہتر فرقوں میں سے ہر ایک — ایک دوسرے سے بیخبر ہے اور شک میں ہے

چوں دو ناطق را ز حالِ ہمدگر — نیست آگہ چوں بود دیوار و در

جبکہ دو بولنے والے ایک دوسرے کے حال سے — آگاہ نہیں ہیں تو در و دیوار کے بارے میں (آگاہی) کیونکر ہو

چوں من از تسبیح ناطق غافلم — چوں بداند سُبحۂ صامت دلم

جب میں بولنے والے کی تسبیح سے غافل ہوں — تو میرا دل بے زبان کی تسبیح کو کیسے سمجھے؟

---

1. برمانہ۔ یعنی مجھ پر مثنوی کے معانی اور قوانی عنایت فرمادے۔ بےتو۔ تیری مدد کے بغیر صبح وشام یعنی زمانہ کی کیا طاقت ہے کہ وہ کسی سے شعر کہلا سکے۔ تجنیس۔ دو لفظوں کا لفظی یا معنوی اعتبار سے باہمی مشابہ ہونا۔ چوں مسبح۔ پہلے اشعار میں چونکہ نظم وقوافی کو اللہ کے حکم کا غلام قرار دیا تھا اب مولانا غیر ذی روح چیزوں کے تابع فرمانِ الٰہی ہونے کو بیان کرتے ہیں۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن ہر چیز کے تسبیح کرنے کا طریقہ جداگانہ ہے۔ آدمی۔ انسان، جمادات یعنی پتھر وغیرہ کی تسبیح کو نہیں سمجھ پاتا ہے، اس لیے وہ ان کی تسبیح خوانی کا انکار کر دیتا ہے۔
2. بلکہ۔ مشہور ہے کہ دنیا میں مذہبی ۷۳ فرقے ہیں جن میں سے ۷۲ گمراہ ہیں ایک فرقہ درست ہے۔ ہر فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی تسبیح کرتا ہے دوسرے لوگ اس سے واقف نہیں ہوتے۔ چوں دو ناطق۔ دو انسان جو مذہبی اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا ہیں جبکہ وہ باہمی ایک دوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے تو جمادات کی تسبیح کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ ناطق۔ بولنے والا۔ صامت۔ خاموش، نہ بولنے والا۔

Marfat.com

ہست سنّی[1] را یکے تسبیح خاص ہست جبری را ضدِ آں در مناص

سنی کی ایک خاص تسبیح ہے نجات پانے میں جبری (کی تسبیح) اس کے خلاف ہے

سنی از تسبیحِ جبری بے خبر جبری از تسبیحِ سنی بے اثر

سنی، جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے جبری، سنی کی تسبیح سے بے نشان ہے

ایں ہمی گوید کہ آں ضال ست و گم بے خبر از حالِ او وز امرِ قم

یہ کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہے اور بہکا ہوا ہے اس کے حال سے اور قم کے حکم سے بے خبر ہے

واں ہمی گوید کہ ایں راچہ خبر جنگ شاں افگند یزداں از قدر

وہ یہ کہتا ہے کہ اس کو کیا پتا اللہ (تعالیٰ) نے تقدیر سے ان میں جنگ پیدا فرمادی ہے

گوہرِ ہریک ہویدا می کند جنس از ناجنس پیدا میکند

ہر ایک کی اصل کو ظاہر کر رہا ہے جنس کو نا جنس سے واضح کر رہا ہے

قہر را از لطف داند ہر کسے خواہ دانا خواہ ناداں یا خسے

قہر کو مہر سے ہر شخص جدا سمجھتا ہے خواہ وہ دانا ہو خواہ نادان یا کمینہ

لیک[2] لطفے قہر در پنہاں شدہ یا کہ قہرے در دلِ لطف آمدہ

لیکن وہ مہر جو قہر میں پوشیدہ ہے یا وہ قہر جو مہر کے اندر ہے

کم کسے داند مگر ربانیے کش بود در دل محکِ جانیے

(اس کو) سوائے اس باخدا انسان کے کوئی نہیں جانتا ہے جس کے دل میں روح کی کسوٹی ہو

باقیاں[3] زیں دو گمانے میبرند سوئے لانہ خود بیک پر میپرند

باقی لوگ ان دونوں میں شک کرتے ہیں اپنے آشیانہ کی جانب ایک بازو سے اڑتے ہیں

در بیانِ آنکہ علم را دو پر و گمان را یک پرست

اس کا بیان کہ علم کے دو بازو ہیں اور شک کا ایک بازو ہے

علم را دو پر گماں را یک پرست ناقص آمد ظن پرواز ابترست

علم کے دو بازو ہیں، شک کا ایک بازو ہے شک اڑنے میں ناقص ہے اور دم کٹا ہے

---

1. ہست سنّی۔ سنی فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے تو جبری فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے اور ایک دوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہیں۔ ایں ہمی۔ یہ جبری کہتا ہے کہ سنی گمراہ ہے۔ امر قم۔ جہاں جہاں قرآن میں انسان کو قم کا حکم ہوا ہے جس کے معنی ہیں تو کھڑا ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فعل انسانی انسان کی قدرت میں ہے ورنہ اس کو یہ حکم نہ دیا جاتا، یہ جبری عقیدہ کے خلاف دلیل ہے لیکن جبری اس دلیل سے بے خبر ہے۔ قدر۔ ازل میں یہ اختلافات مقدر کر دیے گئے تھے تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو سکے۔ قہر را از لطف۔ بعض خالص قہر اور خالص مہر ہیں ایسے قہر اور مہر کو ہر شخص سمجھ لیتا ہے۔
2. لیک۔ بعض وہ مہر ہیں جو قہر میں پوشیدہ ہوتے ہیں جیسا کہ باپ کا بچہ پر تعلیم کے لیے سختی کرنا یا اللہ تعالیٰ کا کسی مومن کو کسی مرض میں مبتلا کرنا اسی طرح بعض قہر وہ ہیں جو مہر میں پوشیدہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کافروں کے لیے دنیاوی نعمتوں میں فراخی پیدا کرنا اس کو صرف خاصانِ خدا سمجھتے ہیں۔
3. باقیاں۔ عام لوگ مہر میں پوشیدہ قہر اور قہر میں پوشیدہ مہر کے بارے میں دو طرح کا خیال کرتے ہیں یعنی اس کی حقیقت میں مشکوک ہوتے ہیں۔ علم۔ یعنی حقائق تک پہنچنے میں یقین کی پرواز مکمل ہے اور ظن اور شک کی پرواز ناقص ہے۔ ابتر۔ دم کٹا جس پرندہ کی دم کٹی ہوئی ہوتی ہے اس کی پرواز صحیح نہیں ہوتی۔

مُرغِ یک پر زود افتد سرنگوں
ایک بازو کا پرندہ، جلد اوندھا گرتا ہے
باز بر پرّد دو گامے یا فزوں
پھر دو قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے

افت و خیزاں[1] می رود مُرغِ گماں
گمان کا پرندہ گرتا پڑتا روانہ ہوتا ہے
با یکے پر بر امید آشیاں
ایک بازو سے، آشیانہ کی امید پر

چوں ز ظن وارست علمش رُو نمود
جب وہ گمان سے نجات پا گیا اس کا علم رونما ہوا
شد دو پر آں مرغ و پرہا بر کشود
(اب) وہ پرندہ دو بازو کا ہو گیا اور بازو کھول دیے

بعد ازاں یَمْشِیْ سَوِیًّا مُّسْتَقِیْم
اس کے بعد ٹھیک، سیدھا روانہ ہوتا ہے
نے عَلٰی وَجْھِہٖ مُکِبًّا اَوْ سَقِیْم
نہ اپنے چہرے کے بل اوندھا یا بیمار

با دو پر بر میپرد چوں جبرئیلؑ
جبرئیل علیہ السلام کی طرح دو بازوؤں سے اونچا اڑتا ہے
بے گماں بے فکرت و بے قال و قیل
بغیر گمان، بغیر فکر اور بغیر چناں و چنیں کے

گر ہمہ[2] عالم بگویندش توئی
اگر تمام دنیا اس سے کہے کہ تو ہی
بر رہِ یزداں و دینِ مستوی
خدائی راستہ اور سیدھے دین پر ہے

او نگردد گرم تر از گفتِ شاں
وہ ان کی باتوں سے جوش میں نہیں آتا
جانِ طاقِ او نگردد جفتِ شاں
اس کی یکتا روح ان کی ساتھی نہیں بنتی ہے

ور ہمہ گویند او را گمرہی
اور اگر سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے
کوہ پنداری و تو برگِ کہی
خود کو پہاڑ سمجھتا ہے (حالانکہ) تو گھاس کا تنکا ہے

او نیفتد در گماں از طعنِ شاں
ان کی طعنہ زنی سے وہ شک میں نہیں پڑتا ہے
او نگردد دردمند از طعنِ شاں
ان کی طعنہ زنی سے وہ رنجیدہ نہیں ہوتا ہے

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت
بلکہ اگر سمندر اور پہاڑ بولنے لگیں
گویدش با گمرہی گشتی تو جفت
اس سے کہیں تو گمراہی کا ساتھی ہے

ہیچ یک ذرّہ نیفتد در خیال
وہ ایک ذرہ (بھی) گمان میں مبتلا نہیں ہوتا
نے بطعنِ طاعناں رنجور حال
نہ طعنہ زنوں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ ہوتا ہے

مطمئن[3] و موقن و بے احتیال
مطمئن اور صاحب یقین اور بے حیلہ ہو گا
کاں چنیں باشد مگر در کلِّ حال
شاید ہر حالت میں ایسا ہی ہوتا ہو گا

---

[1] افت وخیزاں۔ شک و گمان، حقیقت تک پہنچنے کے لیے گرتا پڑتا چلتا ہے۔ آشیاں۔ گھونسلا، یعنی مقصد۔ چوں زظن۔ یعنی جب انسان مرتبۂ یقین تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کی پرواز درست ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ یقین کا مرتبہ حاصل ہوجانے کے بعد سیدھی اور پکی اڑان ہوتی ہے انسان ٹھوکریں نہیں کھاتا ہے۔ بادو پر۔ انسان کو معرفت حقیقی حاصل ہوجاتی ہے تو اس کی پرواز جبرئیل علیہ السلام کی طرح ہوتی ہے۔

[2] گر ہمہ۔ انسان کو جب علم کا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے تو لوگوں کی مدح اور قدح سے بے نیاز ہوجاتا ہے نہ مدح اس میں مؤثر ہوتی ہے نہ قدح۔ کوہ پنداری۔ خود را کوہ پنداری۔ برگ کہی۔ برگ کاہ ستی۔ طعن۔ طعنہ زنی، نیزہ بازی۔ ہیچ یک ذرہ۔ کامل الیقین خوشامدیوں اور حاسدوں کی باتوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوتا ہے۔

[3] مطمئن۔ علم کے اعلیٰ مراتب حاصل ہوجانے پر انسان بہرحال مطمئن رہتا ہے کہ لوگوں کی مدح اور قدح تو ہر حال میں جاری ہی رہتی ہے۔

Marfat.com

مثال رنجور شدنِ[1] آدمی بوہمِ تعظیمِ خلق و رغبتِ مشتریاں بوے و حکایتِ معلّمِ کودکاں

انسان کا لوگوں کی تعظیم کرنے اور معتقدین کی اس کی طرف رغبت کے وہم سے بیمار پڑنا اور بچوں کے استاد کا قصہ

کودکانِ مکتبے از اوستاد — رنج دیدند از ملال و اجتہاد
ایک مکتب کے بچے استاد کی جانب سے — تھکن اور محنت کی وجہ سے رنجیدہ ہو گئے

مشورت کردند در تعویقِ کار — تا معلّم در فتد در اضطرار
کام کو ٹالنے کے لیے انہوں نے مشورہ کیا — تاکہ استاد پریشانی میں مبتلا ہو جائے

چوں نمی آید ورا رنجوریے — کہ بگیرد چند روز او دُوریے
اس کو کوئی بیماری کیوں نہیں لگتی؟ — کہ وہ چند دن دور رہے

تارہیم از حبس و از تنگیِ کار — ہست او چوں سنگِ خارا برقرار
تاکہ ہم قید اور کام کی دشواری سے چھوٹ جائیں — وہ تو سنگِ خارا کی طرح جما ہوا ہے

آں یکے[2] زیرک تر ایں تدبیر کرد — کہ بگوید اوستا چونی تو زرد
ایک زیادہ ذہین نے یہ تدبیر کی — کہ وہ کہے گا، استاد آپ زرد کیوں ہیں؟

خیر باشد رنگِ تو برجائے نیست — ایں اثر یا از ہوا یا از تپے ست
اللہ خیر کرے آپ کی رنگت ٹھیک نہیں ہے — یہ اثر ہوا یا بخار کی وجہ سے ہے

اندکے اندر خیال افتد ازیں — تو برادر ہم مدد کن ایں چنیں
اس سے وہ تھوڑا سا وہم میں پڑے گا — بھائی تو بھی اسی طرح مدد کرنا

چوں در آئی از درِ مکتب بگو — خیر باشد اوستا[3] احوالِ تو
جب تو دروازہ سے مکتب میں داخل ہو، کہنا — اللہ خیر کرے، استاد آپ کے مزاج کیسے ہیں؟

آں خیالش اندکے افزوں شود — کز خیالے عاقلے مجنوں شود
اس کا وہ وہم تھوڑا بڑھے گا — وہم کی وجہ سے عقلمند، پاگل بن جاتا ہے

آں سوم واں چارم و پنجم چنیں — در پے ماغم نمایند و حنیں
تیسرا اور چوتھا اور ایسے ہی پانچواں — ہمارے بعد غم کا اظہار کرے اور روئے

تا چوسی کودک پیاپے ایں خبر — متفق گویند یابد مستقر
جب اس بات کو تیس بچے پے در پے — بالاتفاق کہیں گے تو وہ جم جائے گی

---

1. رنجور شدن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جن کو علم و یقین نہیں ہوتا وہ کانوں کے کچے ہوتے ہیں اور مدح و قدح سے متاثر ہوتے ہیں۔ اجتہاد۔ محنت کرنا، مشقت برداشت کرنا۔ تعویق کار۔ یعنی استاد کے محنت اور مشقت کرانے کو ٹالنا۔ چوں نمی آید۔ چونکہ وہ قدرتی طور پر بیمار نہیں ہوتا ہے اور مکتب میں برابر حاضر ہوتا ہے لہٰذا ہمیں کوئی فرضی کارروائی کرنی چاہیے۔ برقرار۔ یعنی استاد پتھر کی طرح مکتب میں جما ہوا ہے۔
2. آں یکے۔ سب سے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ وہ استاد سے جا کر کہے گا کہ آپ کا رنگ پیلا کیوں ہو رہا ہے، شاید آپ کو بخار ہو گیا ہے، اس سے استاد کو کچھ وہم پیدا ہوگا پھر دوسرا بچہ بھی یہی کہے تو استاد کو بیماری کا خیال اور بڑھے گا، اسی طرح مسلسل دوسرے بچے کہیں گے اور استاد کو اپنی بیماری کا یقین ہو جائے گا۔
3. اوستا۔ استاد کا مخفف ہے۔ تا چوسی۔ تیس بچے مسلسل استاد کے رنگ کے زرد ہو جانے کو کہیں گے تو یہ بات استاد کے دل میں جم جائے گی۔

Marfat.com

ہر یکے[1] گفتش کہ شاباش اے ذکی ... باد بخت بر عنایت متکی
ہر بچہ نے اس سے کہا اے ذہین! شاباش ہے ... خدا کرے تیرے نصیبہ کا (اللہ کی) مہربانی پر تکاؤ ہو

متفق گشتند در عہدِ وثیق ... کہ نگرداند سخن رایک رفیق
مضبوط عہد میں سب متفق ہو گئے ... کہ کوئی ساتھی بات کو نہ بدلے گا

بعد ازاں سوگند داد اُو جملہ را ... تا کہ غمازے نگوید ماجرا
اس کے بعد اس نے سب کو قسم دی ... تاکہ کوئی چغلخور (صحیح) بات نہ بتائے

رائے آں کودک بچربید از ہمہ ... عقلِ او در پیش می رفت از رَمہ
اس بچہ کی رائے سب سے بڑھ گئی ... اس کی عقل گلہ سے آگے چلتی تھی

آں تفاوت ہست در عقلِ بشر ... کہ میانِ شاہداں اندر صور
انسانوں کی عقل میں ایسا ہی فرق ہے ... جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں

در بیانِ آنکہ عقولِ خدمت متفاوت ست در اصلِ فطرت و نزدِ معتزلہ[2] متساویست و تفاوتِ عقول بسبب تجربہ و تحصیلِ علم ست

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الرَّجُلِ فَصَاحَۃُ لِسَانِہٖ

اس کا بیان کہ اصل فطرت میں لوگوں کی عقلوں میں فرق ہے اور معتزلہ کے نزدیک سب برابر ہیں اور عقلوں کا فرق تجربہ اور علم حاصل کر لینے کی وجہ سے ہے
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کا حسن اس کی زبان کی فصاحت ہے

زین قبل فرمود احمدؐ در مقال ... در زباں پنہاں بود حسنِ رجال
اسی سلسلہ میں آنحضورﷺ نے گفتگو میں فرمایا ... انسانوں کا حسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

اختلافِ عقلہا در اصل بود ... بر وِفاق سنیاں باید شنود
عقلوں کا فرق اصل سے تھا ... سنیوں (کے قول) کے مطابق ملنا چاہیے

بر خلافِ قولِ اہلِ اعتزال ... کہ عقول از اصل دارند اعتدال[3]
معتزلہ کے، اس قول کے خلاف ... کہ عقلیں اصل میں یکسانیت رکھتی ہیں

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند ... تا یکے را از یکے اعلم کند
تجربہ اور تعلیم گھٹاتے اور بڑھاتے ہیں ... یہاں تک کہ ایک کو ایک سے زیادہ عالم بنا دیتے ہیں

باطل ست ایں زانکہ رایِ کودکے ... کہ ندارد تجربہ در مسلکے
یہ غلط ہے، کیونکہ بچے کی رائے ... جس کو کسی مسلک کا کوئی تجربہ نہیں ہے

---

1. ہر یکے۔ اس تدبیر پر ہر بچہ نے اس ذہین بچے کو شاباش کہا اور دعا دی۔ عہدِ وثیق۔ مضبوط عہد۔ کہ نگرداند۔ یعنی سب ہی بات کہیں کوئی بچہ اس بات میں تبدیلی نہ کرے۔ غماز۔ چغل خور۔ ماجرا۔ قصہ، یعنی یہ کہ ہم نے فرضی طور پر سازش کی ہے۔ رَمہ۔ یعنی بچوں کی جماعت۔ آں تفاوت۔ جس طرح اس بچہ اور دوسرے بچوں کی عقل میں فرق تھا اسی طرح انسانوں کی عقل میں فرق ہے جیسا کہ سب انسانوں کا ظاہر یکساں نہیں ہے باطنی حواس بھی یکساں نہیں ہیں۔
2. نزدِ معتزلہ۔ معتزلہ تمام انسانوں کی عقل کو اصل فطرت میں یکساں مانتے ہیں اور فرق محض تجربہ اور تعلیم کی بنیاد پر مانتے ہیں۔ در زباں۔ حدیث میں ہے اَلْمَرْءُ مَخْفِیٌّ تَحْتَ لِسَانِہٖ یعنی انسان کی خوبی اس کی زبان میں چھپی ہوئی ہے۔
3. اعتدال۔ یکسانیت۔ اعلم۔ زیادہ جاننے والا۔ باطل ست۔ مولانا فرماتے ہیں معتزلہ کا قول باطل ہے۔

بگذرد[1] ز اندیشۂ مردانِ کار　　عاجز آمد کارِشاں در اضطرار
تجربہ کار لوگوں کی رائے سے بڑھ جاتی ہے　　ان لوگوں کا کام پریشانی میں عاجز آ جاتا ہے

بَرد مید اندیشۂ زاں طفلِ خرد　　پیر باصد تجربہ بوئے نبرد
اس چھوٹے بچے سے وہ خیال ظاہر ہوا　　جس کی سو تجربہ والے بوڑھے کو خوشبو بھی نہ آئی

خود فزوں آں بہ کہ آں از فطرت ست　　بلۂ افزوں کو ز جہد و فکرت ست
(عقل کی) وہ زیادتی جو فطرت کی طرف سے ہے بہتر ہے　　پھر وہ زیادتی ہے جو کوشش اور فکر کی وجہ سے ہے

تو بگو دادہ خدا بہتر بود　　یا کہ لنگے راہوارانہ رود
تو بتا، اللہ کا دیا ہوا بہتر ہوتا ہے　　یا وہ لنگڑا جو تیز رو گھوڑے کی طرح چلے

دروہم افگندنِ کودکاں استاد را بمکر

مکاری سے بچوں کا استاد کو وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آں کودکاں　　بر ہمیں فکرت[2] سوئ مکتب رواں
دن نکلا، اور وہ بچے آئے　　اسی تدبیر کے مطابق مکتب کی جانب روانہ ہوئے

جملہ استادند بیروں منتظر　　تا در آید اول آں یارِ مکر
سب باہر منتظر کھڑے ہو گئے　　تاکہ وہ مکار دوست پہلے اندر جائے

زانکہ منبع او بُدست ایں رائے را　　سر امام آمد ہمیشہ پائے را
اس لیے کہ اس تدبیر کا وہی سرچشمہ تھا　　سر، ہمیشہ پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے

اے مقلد[3] تو مجو بیشی براں　　کو بود منبع ز نورِ آسماں
اے پیچھے چلنے والے! تو اس سے آگے نہ بڑھ　　جو آسمانی نور کا سر چشمہ ہے

او درآمد گفت استا را سلام　　خیر باشد رنگِ رُویت زرد فام
وہ آیا، بولا استاد کو سلام ہے　　خدا خیر کرے آپ کے چہرے کی رنگت پیلی ہے

گفت استا نیست رنجے مرمرا　　تو برو بنشیں مگو یاوہ ہلا
استاد نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے　　تو جا، بیٹھ جا، خبردار! بک بک نہ کر

نفی کرد اما غبارِ وہمِ بد　　اندکے اندر دلش ناگاہ زد
انکار کر دیا لیکن بُرے خیال کا وہم　　تھوڑا سا اچانک اس کے دل میں رونما ہوا

اندر آمد دیگرے گفت ایں چنیں　　اندکے آں وہم افزوں شد بریں
دوسرا اندر آیا، اس نے بھی ایسا ہی کہا　　اس پر تھوڑا سا وہ وہم اور بڑھا

---

1. بگذرد۔ وہ بچہ جس کو نہ کوئی تجربہ ہے نہ تعلیم اس کی رائے اور تدبیر تجربہ کار لوگوں سے بڑھ جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ عقلوں کا تفاوت فطری ہے۔ طفلِ خرد۔ وہی مکتب کا ذہین بچہ۔ خودفزوں۔ عقل کی وہ زیادتی جو فطری ہے وہ اس سے بہتر ہے جو کوشش اور تعلیم سے حاصل ہو۔ تو بگو۔ ظاہر ہے کہ اللہ کا عطیہ بہتر ہے۔ یا کہ۔ عقل کی فوقیت اگر فطری نہ ہو بلکہ کسبی ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ لنگڑا گھوڑا تیز روی اختیار کر لے۔
2. ہمیں فکرت۔ استاد کو فریب دینے کی تدبیر۔ بیروں۔ مکتب سے باہر۔ یارِ مکر۔ وہی ذہین لڑکا۔
3. اے مقلد۔ یہ مولانا کی مرید کو نصیحت ہے۔ کو۔ یعنی شیخ۔ یاوہ۔ بکواس۔ ہلا۔ حرف تنبیہ ہے۔ نفی کرد۔ یعنی استاد نے بیمار ہونے کا انکار کر دیا۔

Marfat.com

ہم چنیں تا وہمِ او قوت گرفت ماند اندر حالِ خود بس در شگفت

اس طریقہ پر یہاں تک کہ وہم نے قوت پکڑ لی وہ (استاد) اپنے معاملہ میں حیرانی میں پڑ گیا

رنجور شدنِ فرعون بوہم از تعظیمِ خلقاں

فرعون کا لوگوں کی تعظیم کے وہم سے بیمار ہونا

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد زد[1] دلِ فرعون را رنجور کرد

عورتوں اور بچوں اور مردوں کے سجدوں نے اثر کیا، فرعون کے دل کو بیمار کر دیا

گفتنِ ہریک خداوند و ملک آنچناں کردش ز وہمِ مُنہلِک

ہر ایک کے مالک اور شاہ کہنے نے برباد کر دینے والے وہم کی وجہ سے اس کو ایسا بنا دیا

کہ بدعوایِ الٰہی شد دلیر اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر

کہ خدائی کے دعوے پر دلیر بن گیا اژدہا بنا، اور کبھی اس کا پیٹ نہ بھرا

عقلِ جزوی آفتش وہم ست و ظن زانکہ در ظلمات شد اُو را وطن

وہم اور گمان، ناقص عقل کے لیے مصیبت ہے کیونکہ اس کا ٹھکانا تاریکیوں میں ہے

بر زمیں[2] گر نیم گز راہے بُوَد آدمی بے وہم ایمن میرود

زمین پر اگر آدھے گز کا راستہ ہو آدمی بغیر وہم کے مطمئن ہو کر چلتا ہے

بر سرِ دیوارِ عالی گر روی گر دو گز عرضش بود کژ میشوی

اگر تو اونچی دیوار پر چلے اگر دو گز کی چوڑائی ہو، تو اوندھا ہو جاتا ہے

بلکہ می افتی ز لرزِ دل بوہم ترس وہمے را نکو بنگر بفہم

بلکہ وہم کی وجہ سے دل کے لرزنے سے تو گر پڑے گا عقل کے ذریعہ خوف اور وہم کو خوب سمجھ لے

رنجور شدنِ استاد معلم بوہم و خیال

وہم اور خیال کی وجہ سے پڑھانے والے استاد کا بیمار پڑنا

گشت استا سخت سست از وہم و بیم بر جہید و میکشانید و گلیم

وہم اور ڈر سے استاد بہت سست ہو گیا اٹھا اور اس نے کملی کھینچی

خشمگیں[3] بازن کہ مہرِ اوست ست من بدیں حالم نپرسید او نخست

بیوی پر غصہ تھا کہ اس کو محبت کم ہے میں اس حالت میں ہوں اور اس نے پہلے نہ پوچھا

خود مرا آگہ نہ کرد از رنگِ من قصد دارد تا رہد از ننگِ من

اس نے مجھے میری رنگت سے آگاہ نہ کیا اس کا تو ارادہ ہے کہ میری ذات سے نجات پائے

---

1. زد۔ یعنی اثر کرد۔ رنجور کرد۔ یعنی فرعون کو خدائی کے وہم کی بیماری میں مبتلا کر دیا۔ اژدہا۔ یعنی فرعون اقتدار نگلنے میں اژدہا بنا پھر بھی اس کا پیٹ نہ بھرا۔ عقلِ جزوی۔ عقل ناقص، عقل انسانی اس کے بالمقابل عقل کل ہے، جس سے جبرئیل یا حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیتے ہیں۔
2. برزمین۔ وہم کو خلاق مانا جاتا ہے۔ انسان زمین پر تیزی سے بھاگا چلا جاتا ہے اور کبھی نہیں گرتا۔ زمین پر بھاگنے میں جس قدر زمین ان کے استعمال میں آتی ہے اگر اس سے دو گنا راستہ کسی بلند دیوار پر ہو تو اس پر کبھی نہیں بھاگ سکتا کیونکہ اس کو وہم ہوتا ہے کہ وہ گر جائے گا اور اس قوت واہمہ کی بناپر وہ گر پڑتا ہے۔
3. خشمگیں۔ استاد گھر جاتے وقت یہ باتیں سوچ رہا تھا۔ ننگ من۔ یعنی وہ یہ سوچتی ہے کہ مر جاؤں تو اس کو مجھ سے نجات ملے۔

Marfat.com

او بحسن و جلوهٔ خود مست گشت / بیخبر کز بامِ من[1] افتاد طشت

وہ اپنے حسن اور جلوے میں مست ہو گئی ہے / اس سے بے خبر کہ طشت میرے بالاخانہ سے گرا ہے

آمد و در را بہ تندی واگشاد / کودکاں اندر پئے آں اوستاد

(گھر) آیا اور سختی سے دروازہ کھولا / بچے اس استاد کے پیچھے تھے

گفت زن خیرست چوں زود آمدی / کہ مبادا ذاتِ نیکت را بدی

بیوی نے کہا خیر ہے آپ جلدی کیوں آ گئے؟ / خدا نہ کرے آپ کی نیک ذات کو کوئی تکلیف پہنچے

گفت کوری رنگ و حالِ من ببیں / از غمم بیگانگاں اندر حنیں

اس نے کہا تو اندھی ہے، میری رنگت اور حالت دیکھ / میرے غم میں دوسرے رو رہے ہیں

تو درونِ خانہ از بغض و نفاق / می نہ بینی حالِ من در احتراق[2]

تو گھر کے اندر بغض اور نفاق کی وجہ سے / جلنے میں میری طاقت نہیں دیکھتی ہے

گفت زن اے خواجہ رنجے نیستت / وہم و ظن و فکر بے معنیستت

بیوی نے کہا اے جناب! آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے / آپ کا وہم اور گمان اور فکر بلاوجہ ہے

گفت اے غِر[2] تو ہنوزی در لجاج / می نہ بینی ایں تغیرّ و ارتجاج

اس (شوہر) نے کہا اے بیوقوف! تو ابھی جھگڑے میں ہے / اس تغیر اور کپکپی کو نہیں دیکھ رہی ہے

گر تو کور و کر شدی ماراچہ جرم / ما دریں رنجیم و در اندوہ و کُرم

اگر تو اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے / ہم تو اس رنج اور غم اور ضیق میں ہیں

گفت اے خواجہ بیارم آئینہ / تابدانی[3] کہ ندارم من گنہ

اس نے کہا اے جناب! میں آئینہ لاتی ہوں / تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میری کوئی خطا نہیں ہے

گفت رَو رُو چہ تو چہ آئینہ ات / دائما در بغض و کینی و عنت

اس نے کہا جا، جا تو کیا، تیرا آئینہ کیا / تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں مبتلا ہے

جامۂ خواب مرا زو گستراں / تابخسپم کہ سرِ من شد گراں

جلد میرا بستر بچھا دے / تاکہ میں سو جاؤں، مجھے سر گرانی ہے

زن توقف کرد و مردش بانگ زد / کاے عدو زو تر ترا ایں می سزد

بیوی نے دیر کی، اور مرد اس پر چیخا / کہ اے دشمن، جلدی کر تیرے لیے یہ مناسب ہے؟

در جامۂ خواب افتادنِ استاد و نالیدنِ او بوہمِ رنجوری

استاد کا بستر میں لیٹ جانا اور بیماری کے وہم سے اس کا رونا

1. بامِ من۔ طشت از بام افتادن محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بات کا مشہور ہو جانا۔ بیگانگاں۔ یعنی بچے جو غیر ہیں وہ رو رہے ہیں۔
2. احتراق۔ جلنا، بخار۔ غِر۔ غین کے کسرہ کے ساتھ، ناتجربہ کار، غین کے فتحہ کے ساتھ زنِ فاحشہ۔ ارتجاج۔ لرزہ، کپکپی۔ کُرم۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ، اندوہ، غم۔
3. تابدانی۔ آئینہ دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم بیمار نہیں ہو اور میرا کہنا درست ہے۔ عنت۔ فساد، ہلاکت۔ جامہ خواب۔ سونے کا بستر۔ می سزد۔ یعنی یہ تاخیر تیرے لیے مناسب ہے۔

Marfat.com

جامۂ خواب آورد و گستردش عجوز[1] — گفتِ امکاں نے و باطن پُر زسوز
بوڑھی بستر لائی اور اس کے لیے بچھا دیا — (بوڑھی کے لیے) بولنا ممکن نہیں، اور دل میں جلن

گر بگویم متہم دارد مرا — ور نگویم جِدّ شود ایں ماجرا
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ مجھ پر تہمت دھرے گا — اگر کچھ نہیں بولتی ہوں تو یہ قصہ حقیقی بن جائے گا

فالِ بد رنجور گرداند ہمے — آدمی راکہ نبودستش غمے
بُری فال، بیمار بنا دیتی ہے — اس آدمی کو (بھی) جس کو کوئی غم نہ ہو

قولِ پیغمبر قبولہٗ یفرض — اِنْ تَمَارَضْتُمْ لَدَیْنَا تَمْرَضُوْا
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننا فرض کر دی گئی ہے — اگر ہمارے سامنے بتکلف مریض بنو گے مریض بن جاؤ گے

گر بگویم او خیالِ بد زند — فعل دارد زن کہ خلوت می کند
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ برا خیال کریگا — کہ بیوی کو کوئی کام ہے تنہائی چاہتی ہے

مر مرا از خانہ بیروں می کند — بہرِ فسقے فصل و افسوں میکند
مجھے گھر سے بھگانا چاہتی ہے — بدی کے لیے کوشش اور تدبیر کرتی ہے

جامۂ خواب افگند و استاد اوفتاد — آہ آہ و نالہ از وے می بزاد
اس نے بستر بچھایا اور استاد لیٹ گیا — آہ، آہ اور رونا شروع کر دیا

کودکاں آنجا نشستند و نہاں — درس میخوانند باصد اندہاں[2]
بچے وہاں بیٹھ گئے، اور آہستہ سے — سیکڑوں غموں کے ساتھ سبق پڑھنے لگے

کایں ہمہ کردیم وہم زندائیم — بُد بنائے بود و ما بد بائیم
کہ ہم نے سب کچھ کیا اور پھر بھی ہم قیدی ہیں — بُری عمارت تھی اور ہم بُرے بنانے والے ہیں

ہیں دگر اندیشۂ باید نمود — تا ازیں محنت فرح یابیم زود
خبردار! دوسری تدبیر کرنی چاہیے — تاکہ ہم اس مصیبت سے جلد راحت پا لیں

دوم بار در وہم افگندنِ کودکاں استاد راکہ اورا از قرآن خواندن صداع[3] آید و دردِ سر افزاید
بچوں کا استاد کو دوبارہ وہم میں مبتلا کر دینا کہ قرآن پڑھنے سے اس کے سر میں درد پیدا ہو جائے گا اور سر کا درد بڑھ جائے گا

گفت آں زیرک کہ اے قومِ پسند — درس خوانید و کنید آوا بلند
اس ذہین بچے نے کہا اے دوستو! — سبق پڑھو اور آواز بلند رکھو

---

1. عجوز۔ بوڑھی یعنی استاد کی بیوی۔ گفتِ امکاں نے۔ یعنی بیوی کا بولنا ممکن نہ تھا ورنہ اور برے بھلے سنتی لیکن غلط بات پر اس کا دل جل رہا تھا۔ جِدّ شود۔ یعنی یہ وہمی بیماری، حقیقی بیماری بن جائے گی۔ گر بگویم۔ اگر میں یہ کہتی ہوں کہ تم بیمار نہیں ہو تو دل میں یہ سوچے گا کہ مجھے کوئی برا کام کرنا ہے جس کی وجہ سے میں اس کو گھر سے نکالنا چاہتی ہوں۔
2. باصد اندہاں۔ چونکہ اس تدبیر سے بھی انہیں چھٹی نہ ملی تھی۔ کایں ہمہ۔ یعنی استاد کو بیمار بنانے کی بنیاد بھی ڈالی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ دگر اندیشہ۔ کوئی دوسری تدبیر۔ فرح۔ خوشی، راحت۔
3. صداع۔ دردِ سر۔ گفت۔ یعنی اسی پہلے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ بچے زور زور سے سبق پڑھیں۔ آوا۔ آواز۔

Marfat.com

چوں ہمی خواندند گفت اے کودکاں — بانگِ ما استاد را دارد زیاں[1]

جب انہوں نے اس طرح پڑھا تو بولا اے بچو! — ہماری آواز سے استاد کو تکلیف ہوتی ہے

دردِ سر افزاید استا را ز بانگ — اَرزد ایں کو درد یابد بہرِ دانگ

آواز سے استاد کے سر میں درد بڑھتا ہے — کیا یہ مناسب ہے کہ دمڑی کے لیے اس کے سر میں درد ہو؟

خلاصی یافتنِ کودکاں از مکتب بدیں مکر و سوالِ مادراں از ایشاں

اس مکاری کی وجہ سے بچوں کا چھٹکارا حاصل کرنا اور ماؤں کا ان سے پوچھنا

گفت استا راست می گوید روید — دردِ سر افزوں شدم بیروں شوید

استاد نے کہا وہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ — میرے سر میں درد بڑھ گیا، باہر چلے آؤ

سجدہ کردند و بگفتند اے کریم — دور بادا از تو رنجوری و بیم

سب نے سجدہ کیا اور کہا، اے جناب! — خدا کرے بیماری اور ڈر آپ سے دور ہو جائے

پس بروں جستند سوئے خانہا — ہمچو مُرغاں در ہوائے دانہا[2]

پھر وہ گھروں کی جانب باہر کو بھاگے — جیسا کہ دانہ کی خواہش میں پرندے

مادراں شاں خشمگیں گشتند و گفت — روزِ کُتّاب و شما با لہو جفت

ان کی مائیں خفا ہوئیں اور کہا — مکتب کا دن ہے اور تم کھیل کے ساتھی ہو

وقتِ تحصیل ست اکنون و شما — می گریزید از کتاب و اوستا

یہ حاصل کرنے کا وقت ہے اور تم — کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو

عذر آوردند کاے مادر تو ایست — ایں گناہ از ما و از تقصیر نیست

انہوں نے عذر کیا اے اماں تو ٹھہر — یہ ہماری خطا اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے

عذر آوردند ایشاں در زماں — کیں گنہ از ما نبود اے مادراں

انہوں نے فوراً عذر کیا — اے ماؤں! یہ ہمارا قصور نہ تھا

از قضائے آسماں استادِ ما — گشت رنجور و سقیم[3] و مبتلا

آسمانی قضا سے ہمارا استاد — رنجور اور بیمار اور مبتلا ہو گیا

مادراں گفتند مکرست و دروغ — صد دروغ آرید بہرِ طمعِ دوغ

ماؤں نے کہا مکاری اور جھوٹ ہے — چھاچھ کے لالچ میں تم تو جھوٹ بول رہے ہو

با صباح آئیم پیشِ اوستا — تا بہ بینیم اصلِ ایں مکرِ شما

ہم صبح کو استاد کے پاس جائیں گے — تاکہ ہمیں تمہارے اس مکر کی اصل معلوم ہو جائے

کودکاں گفتند بسم اللہ روید — بر دروغ و صدقِ ما واقف شوید

بچوں نے کہا، بسم اللہ جاؤ — ہمارے جھوٹ، اور سچ سے واقف ہو جاؤ

1. زیاں۔ نقصان۔ استا۔ استاد۔ دانگ۔ درہم کا چھٹا حصہ، ہر بچہ استاد کو ہر مہینہ ایک دانگ دیتا ہوگا۔ گفت۔ ذہین بچے کے کہنے پر استاد نے کہا ہاں! میرے سر میں تمہاری آوازوں سے درد بڑھ گیا باہر چلے جاؤ۔ دور بادا۔ یعنی بچے یہ دعا دیتے ہوئے گھروں کو چل دیے۔

2. ہمچوں مرغاں۔ جس طرح چڑیاں دانہ کی طرف اڑ کر جاتی ہیں۔ کُتّاب۔ مکتب۔ لہو۔ کھیل کود۔ جفت۔ ساتھی، جوڑ۔ تحصیل۔ حاصل کرنا یعنی علم حاصل کرنا۔ ایست۔ ٹھہر۔ تقصیر۔ کوتاہی، گناہ۔

3. سقیم۔ بیمار۔ مبتلا۔ آزمائش میں پڑا ہوا، بیمار۔ دوغ۔ دہی، چھاچھ۔ صباح۔ صبح۔

رفتن مادرانِ کودکاں بامداد بعیادت[1] استاد

صبح کو بچوں کی ماؤں کا استاد کی مزاج پرسی کے لیے جانا

با مداواں آمدند آں مادراں — پُرسشِ استا زہر گوشہ رواں

صبح کو مائیں پہنچ گئیں — ہر جانب سے روانہ ہو کر استاد کی مزاج پرسی کے لیے

خفتہ استا ہمچو بیمارِ گراں — دردِ سر را سر بہ بستہ چوں زناں

استاد سخت بیمار کی طرح سویا ہوا تھا — عورتوں کی طرح دردِ سر کی وجہ سے سر کو باندھے ہوئے

ہم عرق کردہ ز بسیاریِ لحاف — سر بہ بستہ رو کشیدہ سر سجاف

لحافوں کی کثرت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا — سر کو باندھے ہوئے پردے میں منہ چھپائے ہوئے

آہ آہے می کند آہستہ او — جملگاں گشتند ہم لاحول گو

چپکے چپکے آہ کرتا تھا — سب لاحول پڑھنے لگے

خیر باشد اوستاد ایں دردِ سر — جانِ تو[2] مارا نبودہ زیں خبر

اے استاد! خدا خیر کرے، یہ دردِ سر — تیری جان کی قسم ہمیں اس کی خبر نہ تھی

گفت من ہم بیخبر بودم ازیں — آگہم ایں کودکاں کردند ہیں

اس نے کہا میں بھی اس سے بے خبر تھا — ہاں، ان بچوں نے مجھے بتایا

من مبدم غافل بشغلِ قال و قیل — بودہ در باطن چنیں رنجے ثقیل

میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا — اندر اس قدر بھاری مرض تھا

چوں بجدّ مشغول باشد آدمی — اوز دیدِ رنج خود باشد عمی

جب انسان پورا مشغول ہوتا ہے — تو وہ اپنی تکلیف دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے

از زنانِ مصر و یوسفؑ شد سمر — کہ ز مشغولی بشد زیشاں خبر

مصر کی عورتوں اور یوسف علیہ السلام کا قصہ ہے — کہ مشغولیت کی وجہ سے ان کو پتا نہ چلا

پارہ پارہ کرد ساعدہائے خویش — روح والہ[3] کہ نہ پس بیند نہ پیش

انہوں نے اپنے گٹے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے — کیونکہ عاشق کی روح آگا دیکھتی ہے نہ پیچھا

اے بسا مردِ شجاع اندر حراب — کہ ببرد دست و پایش را ضراب

لڑائی میں بہت سے بہادر ہوتے ہیں — کہ تلوار کی مار ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتی ہے

او ہماں دست آورد در گیر و دار — بر گمانِ آنکہ ہست او برقرار

وہ پکڑ دھکڑ میں اسی ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں — اس خیال سے کہ وہ ٹھیک ہے

1. عیادت۔ مزاج پرسی۔ بیمارِ گراں۔ سخت بیمار۔ عرق۔ پسینہ۔ سجاف۔ پردہ۔
2. جانِ تو۔ تیری جان کی قسم۔ گفت۔ استاد نے کہا اپنے بیمار ہو جانے کا مجھے بھی پتا نہ تھا بچوں نے بتایا ہے۔ قال و قیل۔ سوال و جواب۔ ثقیل۔ بھاری۔ چوں بجد۔ استاد نے کہا زیادہ مصروفیت میں بیماری کا پتا نہیں چلتا ہے۔ عمی۔ اندھا۔ سمر۔ قصہ یعنی مشہور قصہ ہے کہ زنانِ مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن میں ایسی محو ہو گئی تھیں کہ انہوں نے ترنج کے بجائے اپنے ہاتھ تراش لیے تھے۔
3. والہ۔ عاشق، حیران۔ اے بسا۔ بہادر لڑائی میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ اس کو ہاتھ پاؤں کٹنے کی خبر ہی نہیں ہوتی اور خون بہہ جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہاتھ سالم ہے اور اس سے وہ کام کر لیتا ہے۔

Marfat.com

خود نہ بیند دستِ رفتہ در ضرر خوں ازو بسیار رفتہ بے خبر
وہ خرابی میں مبتلا ہاتھ کو نہیں دیکھتا ہے بے خبری میں اس سے بہت خون بہہ جاتا ہے

در بیانِ آنکہ تن روح را چوں لباسے ست و ایں دست آستینِ
دستِ روح ست و ایں پائے موزۂ پائے روح
اس کا بیان کہ جسم، روح کے لیے بمنزلہ لباس کے ہے، اور یہ ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین
ہے، اور یہ پاؤں روح کے پاؤں کا موزہ ہے

تابدانی کہ تن آمد چوں لبیس[1] رَو بجو لابس لباسے را ملیس
خبردار! تو سمجھ لے کہ جسم لباس کی مانند ہے جا، پہننے والے کو تلاش کر، لباس کو نہ چاٹ

روح را توحیدِ اللہ خوشترست غیرِ ظاہر دست و پائے دیگرست
روح کے لیے اللہ کی توحید بہت بہتر ہے ظاہر کے علاوہ (اس کے) دوسرے ہاتھ پاؤں ہیں

دست و پا در خواب بینی و ائتلاف آں حقیقت داں مدانش از گزاف
تو خواب میں ہاتھ اور پاؤں اور (ان کا) جوڑ دیکھتا ہے اس کو حقیقت سمجھ اس کو لغو نہ سمجھ

آں توئی کہ بے بدن داری بدن پس مترس از جسمِ جاں بیروں شدن
تو وہ ہے کہ (اس) بدن کے علاوہ بدن رکھتا ہے تو جان کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر

روح دارد بے بدن بس کاروبار مُرغ باشد در قفس بس بیقرار
روح کے بدن کے بغیر بہت سے مشغلے ہیں پرند پنجرے میں بہت بیقرار رہتا ہے

باش تا مرغ[2] از قفس آید بروں تا بہ بینی ہفت چرخ او را زبوں
ٹھہر جا کہ پرند، پنجرے سے باہر آئے تاکہ تو ساتوں آسمانوں کو اس کا فرمانبردار دیکھے

یک حکایت گویمت گر بشنوی در حقیقت بر حقیقت بگروی
اگر تو سنے تو میں تجھ سے ایک قصہ بیان کروں حقیقتاً، تو اصلیت پر گرویدہ ہو جائے گا

حکایت[3] آں درویشے کہ درکوہ خلوت کردہ بود و بیانِ حلاوتِ
انقطاع و خلوت و داخل شدن دریں منقبت کہ اَنَا
جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ وَ اَنِیْسُ مَنِ اسْتَاْنَسَ بِیْ
اس درویش کا قصہ جو پہاڑ میں خلوت نشین ہو گیا تھا، اور (لوگوں سے) جدائی
اور خلوت کی شرینی کا بیان اور اس فضیلت میں داخل ہو جانا، کہ میں اس کا
ہمنشین ہوں جو مجھے یاد کرے اور میں اس کا دوست ہوں جو مجھ سے انسیت کرے

---

1. لبیس۔لباس۔لابس۔لباس پہننے والا یعنی روح۔ملیس۔مت چاٹ۔لیسیدن کا مصدر صیغہ امر ہے۔دیگرست۔یعنی روح کے ہاتھ پاؤں جو نظر نہیں آتے ہیں۔دست و پا۔خواب میں انسان جن ہاتھ پاؤں کو دیکھتا ہے وہ اس مادی جسم کے نہیں ہیں کیونکہ یہ تو آنکھ سے نظر آتے ہیں وہ جسم مثالی کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔داری۔بدن یعنی جسم مثالی۔روح دارد۔روح کو جسم عنصری سے نکلنے کے بعد بہت سے معاملات پیش آتے ہیں۔
2. مرغ۔اس عنصری جسم میں روح ایک پرندکی طرح جو پنجرے میں بند ہو۔باش۔عنصری جسم سے نکلنے پر روح بلند پرواز بن جاتی ہے۔
3. حکایت۔چونکہ مولانا یہ سمجھا رہے تھے کہ جسم عنصری کے نقصان سے روح میں نقصان نہیں آتا ہے اب اس حکایت سے یہ بتاتے ہیں کہ ان بزرگ کا ہاتھ کٹ جانے کے باوجود بطور کرامت کام کرنے لگتا تھا۔

گر باہمہٗ چو بے منی بے ہمہٗ ۔۔۔ ور بے ہمہٗ چو با منی با ہمہٗ

اگر تو سب کے ساتھ ہے جبکہ میرے بغیر ہے تو سب سے جدا ہے ۔۔۔ اگر تو سب کے بغیر ہے، جبکہ میرے ساتھ ہے تو سب کے ساتھ ہے

بود درویشے بکہسارے مقیم ۔۔۔ خلوت[1] او را بود ہمخواب و ندیم

ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا ۔۔۔ خلوت، اس کی دن رات کی ساتھی تھی

چوں ز خالق میرسید او را شمول ۔۔۔ بود از انفاس مرد و زن ملول

چونکہ اس تک اللہ تعالیٰ کی ہوا پہنچتی تھی ۔۔۔ وہ مرد و عورت کے سانسوں سے تنگ تھا

ہمچناں کہ سہل شد مارا حضر ۔۔۔ سہل شد ہم قومِ دیگر را سفر

جیسا کہ ہمارے لیے اقامت آسان ہے ۔۔۔ دوسروں کے لیے سفر بھی آسان ہے

آنچنانکہ عاشقی بر سروری[1] ۔۔۔ عاشق ست آں خواجہ بر آہنگری

جیسا کہ تو سرداری پر عاشق ہے ۔۔۔ وہ خواجہ (سردار) لوہار پنے پر عاشق تھا

ہر کسے را بہرِ کارے ساختند ۔۔۔ میلِ آنرا در دلش انداختند

ہر ایک کو ایک کام کے لیے بنایا ہے ۔۔۔ اس کا رجحان اس کے دل میں ڈال دیا ہے

دست و پا بے میلِ جُنباں کے شود ۔۔۔ خار و خس بے آب و بادے کے رود

بغیر رجحان کے ہاتھ اور پاؤں کب ہلتے ہیں؟ ۔۔۔ کوڑا کرکٹ ہوا اور پانی کے بغیر کب روانہ ہوتا ہے؟

گر بہ بینی[2] میلِ خود سوئے سما ۔۔۔ پَرِ دولت بر کشا ہمچوں ہما

اگر تو اپنا رجحان آسمان کی طرف دیکھے ۔۔۔ ہما کی طرح خوش نصیبی کے پر کھول دے

ور بہ بینی میلِ خود سوئے زمیں ۔۔۔ نوحہ می کن ہیچ منشیں از حنیں

اگر تو اپنا رجحان زمین کی طرف دیکھے ۔۔۔ رو، رونے سے (تھک کر) کبھی نہ بیٹھ

عاقلاں خود نوحہا پیشیں کنند ۔۔۔ جاہلاں آخر بسر بر میزنند

عقلمند، پہلے سے رو لیتے ہیں ۔۔۔ جاہل، آخر میں سر پیٹتے ہیں

زابتداءِ کار آخر رابہبیں ۔۔۔ تانہ باشی تو پشیماں یومِ دیں

کام کے شروع میں انجام کو دیکھ لے ۔۔۔ تاکہ تو قیامت کے دن پشیمان نہ ہو

دیدنِ زرگر عاقبتِ کار راوتخن بَروفقِ عاقبت گفتن با مستعیرِ ترازو

سنار کا انجام کار کو دیکھنا اور ترازو مانگنے والے سے انجام کے مطابق بات کرنا

آں یکے آمد بہ پیشِ زرگرے ۔۔۔ کہ ترازو دہ کہ برسنجم زرے

ایک صاحب ایک سنار کے پاس آئے ۔۔۔ کہ ترازو دے دے میں سونا تولوں گا

---

1. خلوت۔ یعنی گوشۂ تنہائی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ندیم۔ ہم مجلس۔ شمول۔ شین کے زبر کے ساتھ، شمالی ہوا۔ انفاس۔ نفس کی جمع ہے، سانس۔ حضر۔ اقامت۔ سروری۔ سرداری۔ آہنگری۔ لوہار پن۔ ہر کسے۔ حدیث شریف میں ہے کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَہٗ ہر شخص کے لیے وہ کام سہل ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ دست وپا۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کسی کام میں تب ہی حرکت میں آتے ہیں جبکہ اس کام کی دلی خواہش ہوتی ہے۔

2. گر بہ بینی۔ عالم بالا کی طرف میلان، سعادت کی علامت ہے اور نیک کاموں کے صدور کا سبب ہے، دنیاوی کاموں کی طرف میلان تباہی کا سبب ہے۔ عاقلاں۔ عقلمند وہ ہے جو تباہی سے قبل تباہی کے اسباب کی اصلاح کر لے۔ جاہل تباہی کے بعد روتا ہے جو بے سود ہوتا ہے۔ زابتدا۔ دنیاوی زندگی میں اگر آخرت کی رسوائیوں سے نجات حاصل کر لے گا تو حشر میں نادم نہ ہوگا۔ دیدن زرگر۔ سنار نے انجام پر نظر کر لی تو پریشانی سے بچ گیا۔

Marfat.com

گفت رَو خواجہ مرا غربال[1] نیست
اُس نے کہا جناب! جایئے میرے پاس چھلنی نہیں ہے
گفت جاروبے ندارم در دکاں
اس نے کہا میری دکان میں جھاڑو نہیں ہے
من ترازوئے کہ میخواہم بدہ
میں جو ترازو مانگتا ہوں وہ دے دے
گفت بشنودم سخن کر نیستم
اس نے کہا میں نے بات سن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں
ایں شنیدم لیک پیری مرتعش[2]
یہ میں نے سن لیا، لیکن تو رعشہ والا بوڑھا ہے
فہم کردم لیک پیری ناتواں
میں سمجھ گیا، لیکن تو کمزور بوڑھا ہے
واں زرِ توہم قراضہ خرد و مُرد
تیرا سونا بھی ذرہ ذرہ کترن ہے
پس[3] بگوئی خواجہ جاروبے بیار
پھر تو کہے گا جناب! جھاڑو لا دیجیے
چوں بجروبی خاک را جمع آوری
جب تو جھاڑو لگا کر مٹی کو اکٹھا کر لے گا
تا بہ بیزم خاک و زر جویم ازاں
تا کہ میں مٹی کو چھانوں اور اس میں سونا تلاش کروں
من ز اول دیدہ ام آخر تمام
میں نے شروع میں تیرا انجام دیکھ لیا ہے
ہر کہ اول بیں بود اعمیٰ بود
جو شروع پر نظر کرنے والا ہوتا ہے، اندھا ہوتا ہے

گفت میزاں دہ بریں تسخر مایست
اُس نے کہا ترازو دے دے! اس مسخرے پن میں نہ پڑ
گفت بس بس ایں مضاحک را بماں
اس نے کہا بس بس، ٹھٹولیں رہنے دے
خویشتن را کر مکن ہر سو مجہ
اپنے آپ کو بہرا نہ بنا ہر طرف گریز نہ کر
تا نہ پنداری کہ بے معنیستم
تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ میں مہمل ہوں
دست لرزاں جسمِ تو نا منتعش
تیرا ہاتھ لرزتا ہے تیرا جسم نہ اٹھنے والا ہے
دستت از ضعف ست لرزاں ہر زماں
ہر وقت، کمزوری سے تیرا ہاتھ کانپتا ہے
دست لرزد پس بریزد زرِّ خرد
ہاتھ کانپے گا، سونے کے ریزے گر جائیں گے
تا بجویم زرِّ خود را در غبار
تا کہ میں مٹی میں اپنا سونا تلاش کروں
گوئیم غربال خواہم اے حَرِی
مجھ سے کہے گا اے بھلے! میں چھلنی چاہتا ہوں
کے بود غربال مارا در دکاں
ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہو گی؟
جائے دیگر رَو ازینجا والسلام
یہاں سے دوسری جگہ چلا جا، والسلام
ہر کہ آخر بیں چہ بامعنی بود
جو انجام کو دیکھنے والا ہوتا ہے کس قدر معقول ہوتا ہے

[1] غربالؔ۔ چھلنی، اس نے سونا تولنے کا بڑا کانٹا مانگا تھا، سنار نے چھلنی سے انکار کیا۔ میزان دہ۔ اس نے دوبارہ کانٹا مانگا تو سنار نے کہا میرے پاس جھاڑو نہیں ہے۔ کرؔ۔ بہرا۔ ہرسوؔ۔ یعنی میں کانٹا مانگتا ہوں تو چھلنی اور جھاڑو کی بات کرتا ہے۔ بے معنیؔ۔ لایعنی، بیوقوف، مہمل۔

[2] مرتعشؔ۔ رعشہ کا بیمار جس کی وجہ سے ہاتھ پیر لرزتے ہیں۔ منتعشؔ۔ گر کر اٹھ جانے والا۔ فہم کردمؔ۔ یعنی میں سمجھ گیا ہوں کہ تو سونا تولنے کے لیے کانٹا مانگ رہا ہے۔ قراضہؔ۔ قینچی کی کترن۔ خرد ومردؔ۔ ریزہ ریزہ۔

[3] پسؔ۔ یعنی جب وہ سونے کے ریزے گر جائیں گے تو ان کو سورنے کے لیے جھاڑو مانگے گا اور مٹی اور ریت جمع کر کے اس کو چھاننے کے لیے چھلنی مانگے گا۔ حریؔ۔ لائق۔ من ز اولؔ۔ میں پہلے ہی یہ ساری باتیں سمجھ گیا ہوں اور تیرے معاملہ کا انجام مجھے نظر آ گیا ہے لہٰذا میں نے انجام پر نظر کر کے تجھے جوابات دیئے ہیں۔ ہر کہؔ۔ جو ابتدائے کار کو دیکھے اور انجام پر نظر نہ کرے وہ اندھا ہے، عقلمند وہی ہے جو آغاز میں انجام پر نظر کرے۔

Marfat.com

ہر کہ اول بنگرد پایانِ کار اندر آخر اُو نگردد شرمسار
جو شروع میں انجام کو دیکھ لیتا ہے آخر میں وہ شرمندہ نہیں ہوتا ہے

حکم چوں[1] بر عاقبت اندیشی ست بادشاہی بندۂ درویشی ست
حکم چونکہ انجام پر مبنی ہے شاہی درویشی کی غلام ہے

عاقبت بیناں بوند اہلِ رشاد در نگر وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالسَّدَادْ
ہدایت یافتہ، انجام کو دیکھنے والے ہوتے ہیں خوب سمجھ لے، خدا راستی کو خوب جانتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد راز گو قصۂ آں مردِ زاہد باز گو
اس بات کا آخر نہیں ہے، راز بتا اس زاہد مرد کا قصہ پھر کہہ

کن تمام اکنوں حدیثِ شیخِ فرد کاندراں کہسار بودش خواب و خورد
اب یکتا شیخ کی بات پوری کر جس کا رہن سہن اور کھانا پینا پہاڑ میں تھا

بقیۂ قصۂ آں زاہدِ کوہی کہ نذر کردہ بود کہ میوۂ کوہی از درخت باز نگیرم و درخت را نفشانم و کسے را نگویم بصریح و کنایت کہ بیفشاں و آں را بخورم کہ باد از درخت افگندہ باشد

پہاڑ میں رہنے والے اس عبادت گزار کا بقیہ قصہ جس نے منت مان لی تھی کہ میں درخت سے پہاڑی میوہ نہ توڑوں گا اور درخت کو نہ جھاڑوں گا اور کسی سے صاف اور اشارہ میں نہ کہوں گا کہ تو جھاڑ دے اور اس کو کھاؤں گا جس کو ہوا درخت سے گرا دے گی

اندراں کُہ بود اشجار و ثمار سیب و امرود و انارِ بے شمار
اس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے بے شمار سیب، اور امرود، اور انار تھے

قوتِ آں درویش بود آں میوہا غیرِ آں چیزے نخوردے دائما
اس درویش کی خوراک وہ پھل تھے ان کے علاوہ وہ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا

گفت آں درویش یا رب با تو من عہد کردم کہ نچینم در زمن
اس درویش نے کہا، اے اللہ! میں نے تجھ سے عہد کیا ہے کہ میں کسی وقت بھی پھل نہ توڑوں گا

خود نچینم میوہ رادر کلِّ حین نیز غیرے را نگویم کہ بچیں
میں کسی وقت (بھی) خود پھل نہ توڑوں گا دوسرے سے بھی نہ کہوں گا کہ تو توڑ دے

جز ازاں میوہ کہ باد اندازدش من نچینم از درختِ منتعش
اس پھل کے علاوہ جس کو ہوا گرا دے میں کھڑے درخت سے نہ توڑوں گا

مدتے بر نذرِ خود بودش وفا تا درآمد امتحاناتِ قضا
ایک زمانہ تک وہ اپنے عہد کا پابند تھا یہاںتک کہ قضاء خداوندی سے آزمائشیں آ گئیں

[1] حکم چوں۔ جبکہ مدار آخر پر ہے اور بادشاہی کا انجام بھی دنیا سے تہی دست جانا ہے اور درویش پہلے ہی دنیا سے دستبردار ہو جاتا ہے لہٰذا درویشی بادشاہی سے افضل ہے۔ اشجار۔ شجر کی جمع ہے، درخت۔ ثمار۔ ثمرہ کی جمع ہے، پھل۔ دائما۔ ہمیشہ۔ نچینم۔ یعنی میں درخت سے پھل نہ توڑوں گا۔ کل حین۔ کسی وقت۔ منتعش۔ قائم، کھڑا۔

Marfat.com

زیں سبب فرمود استثنا[1] کنید
اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ استثنا کر لو
زانکہ حکمِ کار در دستِ من ست
کیونکہ معاملہ کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے
ہر زماں دل را دگر میلے دہم
میں ہر وقت دل میں ایک دوسری خواہش پیدا کر دیتا ہوں
کُلَّ اِصْبَاحٍ[2] لَنَا شَانٌ جَدِیْدٌ
ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے
در حدیث آمد کہ دل ہمچوں پریست
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ دل پر کی طرح ہے
باد پر را ہر طرف راند گزاف
ہوا، پر کو خواہ مخواہ ہر طرف لے جاتی ہے
در حدیثِ دیگر ایں دل داں چناں
دوسری حدیث (میں ہے) اس دل کو ایسا سمجھ
ہر زماں دل رادگر رائے بود
ہر لمحہ، دل کی ایک دوسری رائے ہوتی ہے
پس چرا ایمن شوی بر رائے دِل
تو، تو دل کی رائے پر کیوں مطمئن ہوتا ہے؟
ایں ہم از تاثیرِ حکم ست و قدر
یہ بھی (اللہ کے) حکم اور تقدیر کی تاثیر کی وجہ سے ہے
نیست خود از مرغِ پراں ایں عجب
کیا اڑنے والے پرند سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے؟

گر خدا خواہد بہ پیماں بر زنید
"اگر خدا نے چاہا" عہد میں لگا لو
اختیارِ جملگاں پستِ من ست
سب کا اختیار میرے ماتحت ہے
ہر نفس بر دل دگر داغے نہم
ہر سانس میں دل پر ایک دوسرا داغ لگا دیتا ہوں
کُلُّ شَیْءٍ عَنْ مُرَادِیْ لَا یَحِیْدُ
کوئی چیز میرے ارادہ سے انحراف نہیں کرتی ہے
در بیابانے اسیر صرصریست
(جو) میدان میں آندھی کا پابند ہے
گہ چپ و گہ راست باصد اختلاف
سیکڑوں مختلف طریقوں سے کبھی بائیں کبھی دائیں
کآب جوشاں ز آتش اندر قازغاں[3]
جیسا کہ دیگ میں جوش مارتا ہوا پانی
آں نہ از وے لیک از جائے بود
وہ اس کی جانب سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے ہوتی ہے
عہد بندی تا شوی آخر خجل
تو عہد کر لیتا ہے تاکہ آخر میں شرمندہ ہو
چاہ می بینی و نتوانی حذر
تو کنواں دیکھتا ہے اور بچ نہیں سکتا ہے
کو نہ بیند دام و افتد در عطب
کہ وہ جال نہیں دیکھ پاتا اور ہلاکت میں گرتا ہے

---

[1] استثناء۔ وعدہ اور عہد میں لفظ انشاء اللہ کہنا۔ گر خدا خواہد۔ یہ انشاء اللہ کا ترجمہ ہے۔ پست۔ ماتحت۔ ہر زماں۔ حدیث میں ہے اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ کُلُّهَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُصَرِّفُهٗ کَیْفَ یَشَآءُ یعنی "انسانوں کے سب قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان اس طرح سے ہیں جیسا کہ ایک قلب ان کو جس طرح سے چاہتا ہے الٹا پلٹتا ہے۔"

[2] کل اصباح۔ قرآن پاک میں ہے کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ یعنی "ہر دن اللہ کی ایک نئی شان ہے۔" در حدیث آمد۔ حدیث شریف میں ہے مَثَلُ الْقَلْبِ کَرِیْشَةٍ فِیْ فَلَاةٍ تُقَلِّبُهَا الرِّیَاحُ کَیْفَ تَشَآءُ یعنی "دل کی مثال میدان میں پڑے ہوئے پر کی سی ہے جس کو ہوائیں جس طرف کو چاہتی ہیں پلٹ دیتی ہیں۔" در حدیث دیگر۔ حدیث شریف ہے قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَشَدُّ غَلَیَانًا مِنَ الْقِدْرِ "مومن کا دل ہانڈی سے بھی زیادہ جوش کھاتا ہے" یعنی ایک حال پر نہیں رہتا کبھی اس میں ابال آتا ہے کبھی بجھاؤ آتا ہے۔

[3] قازغان۔ اور کزگان ترکی لفظ ہے کڑاہی اور دیگ کو کہتے ہیں۔ جائے بود۔ یعنی قلب میں یہ کیفیات اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کسی دیگر بزرگ کا قول ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَآئِمِ میں نے اپنے خدا کو ارادوں کی تبدیلی سے پہچانا۔ خجل۔ یعنی بغیر انشاء اللہ کے عہد کرنا اور پھر اس کے ٹوٹنے پر شرمندہ ہونا۔

Marfat.com

ایں عجب کہ دام بیند ہم وَتَد[1] گر بخواہد ور نخواہد می فتد

یہ تعجب ہے کہ وہ جال اور کھونٹی دیکھتا ہے خواہ چاہے یا نہ چاہے، پھنس جاتا ہے

چشمِ باز و گوش باز و دامِ پیش سوئے دامے می پرد با پرِّ خویش

آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور کان کھلے ہوئے ہیں اور سامنے جال ہے اپنے ہی بازوؤں سے جال کی جانب پرواز کرتا ہے

تشبیہِ بندِ دامِ قضا بصورتِ پنہاں و اثر پیدا

قضا (ئے خداوندی) کے جال کی تشبیہ جو ظاہر میں پوشیدہ ہے اور اثر ظاہر ہے

بنگر اندر دلق مہتر زادۂ سر برہنہ در بلا افتادۂ

ایک امیر زادہ کو گدڑی کے اندر دیکھ ننگے سر ہے، مصیبت میں پڑا ہے

در ہوائے یک نگارے سوختہ اَقمِشہ[2] و املاکِ خود بفروختہ

وہ ایک معشوق کے عشق میں تباہ ہے اپنا سامان اور جائداد بیچ چکا ہے

خوار گشتہ درمیانِ قومِ خویش مرہمش نایاب و دل ریش از مریش

اپنی قوم میں ذلیل ہو گیا ہے اور دل اس کے انکار سے زخمی اور اس کا مرہم نایاب ہے

خان و ماں رفتہ شدہ بدنام و خوار کام[3] دشمن می رود اِدبار وار

گھر بار جا چکا ہے، وہ بدنام اور ذلیل ہو گیا ہے منحوس دشمن کے مقصود کے مطابق چلن اختیار کیے ہوئے ہے

زاہدے بیند بگوید اے کیا ہمتے می دار از بہرِ خدا

کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے بزرگ! خدا کے لیے توجہ دیجئے

کاندریں ادبارِ زشت افتادہ ام مال و زرّ و نعمت ازکف دادہ ام

کہ میں اس بُری نحوست میں پھنسا ہوں مال و زر اور نعمت ہاتھ سے دے چکا ہوں

ہمتے تا بُوکہ من زیں وارہم زیں رِگِل تیرہ بود کہ برجہم

توجہ دیجئے، شاید میں اس سے نجات پا جاؤں ہو سکتا ہے کہ میں اس کالی کیچڑ سے نکل جاؤں

ایں دعا می خواہد او از عام و خاص تا کہ یابدیک دمے از غم خلاص

وہ ہر خاص و عام سے یہ دعا چاہتا ہے تاکہ تھوڑی دیر کے لیے غم سے نجات حاصل کر لے

دست باز و پائے بازو بندنے نے موکّل برسرش نے آہنے

ہاتھ کھلے ہوئے اور پاؤں کھلے ہوئے اور کوئی قید نہیں ہے نہ اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے نہ بیڑی

از کدامیں بند می جوئی خلاص وز کدامیں حبس میخواہی مناص

تُو کس بیڑی سے خلاصی کا جویاں ہے؟ اور تو کون سی قید سے چھٹکارا چاہتا ہے

---

1. وَتَد۔ وہ کھونٹی جس میں جال کا سرا باندھتے ہیں۔ چشمِ باز۔ پرندے کے سب ہوش وحواس درست ہوتے ہیں اور پھر اپنے اختیار سے جال میں پھنستا ہے۔ تشبیہ۔ قضاء خداوندی پوشیدہ ہے اور اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح عشق کا معاملہ ہے۔ دلق۔ گدڑی۔ بلا۔ یعنی عشق۔ نگار۔ معشوق، نقش۔
2. اقمشہ۔ قماش بضمہ قاف کی جمع ہے، گھر کا سامان، ریشمیں قیمتی کپڑا۔ مریش۔ یہ لفظ شین ضمیر سے جو کہ مہتر زادہ کی طرف لوٹتی ہے اور مرے جو کہ مرا کا امالہ ہے اور جھگڑے کے معنی میں آتا ہے سے مرکب یعنی اس مہتر زادہ سے ہر شخص اختلاف اور نزاع کرتا تھا اس وجہ سے اس کا دل اور زخمی تھا۔
3. کام۔ مراد، مقصد۔ اِدبار وار۔ بدبختانہ۔ کیا۔ بزرگ، معظم۔ ہمت۔ بزرگوں کی روحانی توجہ۔ دست باز۔ یعنی اس مہتر زادے کے نہ ہاتھ میں بیڑی تھی نہ پاؤں میں زنجیر، عشق کی ناپدید بیڑیاں تھیں۔ موکل۔ مقرر کردہ شخص، سپاہی۔ مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔

Marfat.com

بندِ تقدیر و قضائے مختفی[1] — کہ نہ بیند آں بجز جانِ صفی

تقدیر کی بیڑی اور پوشیدہ تقدیر — جس کو برگزیدہ ہستی کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا

گرچہ پیدا نیست آں در مکمن ست — برتر از زندان و بندِ آہن ست

اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے، جو پوشیدہ ہے — (لیکن) قید خانہ اور بیڑی سے بڑھ کر ہے

زانکہ آہنگر مر آں را بشکند — حفرہ گر ہم خشتِ زنداں بر کند

کیونکہ لوہار اس کو توڑ دیتا ہے — کونبھل لگانے والا قید خانہ کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے

اے عجب ایں بندِ پنہانِ گراں — عاجز از تکسیرِ آں آہنگراں

تعجب ہے، یہ پوشیدہ بھاری بیڑی — اس کے کاٹنے سے لوہار عاجز ہیں

دیدنِ آں بند[2] احمدؐ را رسد — بر گلوئے بستہ حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدْ

اس پھندے کو دیکھنے کا احمد ﷺ کو حق ہے — جو مونج کی رسی گلے میں بندھی ہوئی ہے

دید بر پشتِ عیالِ بو لہب — تنگِ ہیزم گفت حمّالہ حطب

انہوں نے ابو لہب کی بیوی کی کمر پر دیکھا — ایندھن کا گٹھڑ، فرمایا ایندھن اٹھانے والی ہے

حبل و ہیزم را جز آں چشمے ندید — کہ بدید آید برو ہر ناپدید

رسی اور گٹھڑ کو اس آنکھ کے سوا کسی نے نہ دیکھا — جس کے لیے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے

باقیانش جملہ تاویلے[3] کنند — کایں ز بیہوشیست و ایشاں ہوشمند

ان کے سوا سب تاویل کرتے ہیں — کیونکہ یہ (دید) بیہوشی میں ہوتی ہے اور وہ ہوشمند ہیں

لیک از تاثیرِ آں پشتش دو تو — گشتہ و نالاں شدہ در پیشِ او

لیکن اس کی تاثیر سے اس کی کمر دوہری — ہو رہی ہے اور وہ اس کے سامنے رو رہا ہے

کہ دعائے ہمتے تا وارہم — تا ازیں بندِ نہاں بیروں جہم

کہ دعا، توجہ تاکہ میں چھوٹ جاؤں — تاکہ اس پوشیدہ بیڑی سے میں باہر نکل آؤں

آنکہ بیند ایں علامتہا پدید — چوں نداند اُو شقی را از سعید

جو ان علامتوں کو کھلا دیکھتا ہے — وہ بدبخت اور نیک بخت کو کیوں نہ دیکھ لے گا؟

---

1. مختفی۔ پوشیدہ۔ صفی۔ برگزیدہ۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ برتر۔ عشق کی زنجیریں لوہے کی زنجیروں سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہیں اور عشق کا قید خانہ عام قید خانوں سے زیادہ سخت ہے۔ لوہے کی زنجیر کو لوہار کاٹ سکتا ہے اور عام قید خانوں میں کونبھل لگایا جا سکتا ہے لیکن عشق کے معاملہ میں یہ ممکن نہیں ہے۔ تکسیر۔ توڑنا۔

2. دیدنِ آں بند۔ یعنی مخفی بند کو آنحضور علیہ السلام اور اولیا دیکھ سکتے ہیں، آنحضور ﷺ اس رسی کو جو ام جمیل ابولہب کی بیوی کی گردن میں تھی اور اس گٹھڑ کو جو اس کی کمر پر تھا دیکھ رہے تھے۔ حمالۃ الحطب۔ سورۂ تبت میں ابولہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب کے بارے میں حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ آیا ہے یعنی "وہ لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھانے والی ہے اس کے گلے میں مونج کی رسی ہے" مفسرین نے اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں مولانا فرماتے ہیں تاویلوں کی ضرورت نہیں ہے آنحضور ﷺ کو یہ چیزیں نظر آتی تھیں۔

3. تاویل۔ مفسرین نے گٹھڑ سے بارِ گناہ یا چغلخوری اور رسی سے جہنم کا طوق مراد لیا ہے۔ کایں۔ ان چیزوں کا دید اس وقت ہوتا ہے جبکہ انسان دنیوی حواس کو ختم کر کے خود فراموشی اختیار کر لے۔ وایشاں۔ ان تاویل کرنے والوں کے ظاہری ہوش و حواس ہیں۔ لیک۔ یہاں سے پھر امیر زادہ کا حال شروع کیا ہے۔ پیش او۔ زاہد کے سامنے۔ آنکہ۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت عطا فرمایا ہے وہ سب علامتیں دیکھ لیتے ہیں اور شقی و سعید میں فرق کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

داند[1] و پوشد بامرِ ذوالجلال — کہ نباشد کشفِ رازِ حق حلال

وہ جانتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے چھپاتا ہے — کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے راز کھولنا جائز نہیں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر — از مجاعت شد زبون و تن اسیر

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ درویش — بھوک سے کمزور ہو گیا اور جسم قیدی (تھا)

مضطر شدنِ آں فقیرِ نذر کنندہ بکندنِ امرود از درخت و گوشالِ حق تعالیٰ رسیدن بے مہلت برو

اس عہد کرنے والے درویش کا درخت سے امرود توڑنے پر مجبور ہو جانا اور بغیر تاخیر کے اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے گوشالی کا پہنچنا

پنجروز آں باد امرودے نریخت — ز آتشِ جوعش صبوری می گریخت

ہوا نے پانچ دن تک کوئی امرود نہ گرایا — اس کی بھوک کی آگ سے صبر بھاگتا تھا

بر سرِ شاخِ مرودے چند دید — باز صبرے کرد و خود را در کشید

اس نے ایک شاخ پر کئی امرود دیکھے — پھر صبر کیا، اور اپنے آپ کو روکا

باد آمد شاخ را سر زیر کرد — طبع را بر خوردنِ آں چیر کرد

ہوا چلی، شاخ کو نیچے جھکا دیا — طبیعت کو اس کے کھانے پر غالب کر دیا

جوع و ضعف و قوتِ جذبِ قضا — کرد زاہد را ز نذرش بیوفا[2]

بھوک اور کمزوری اور قضا کی کشش کی طاقت نے — زاہد کو عہد سے بے وفا بنا دیا

چونکہ از امرود بُن میوہ شکست — گشت اندر نذر و عہدِ خویش سست

جب امرود کے درخت سے پھل توڑا — اپنی منت اور عہد میں کمزور پڑ گیا

ہم دراں دم گوشالِ حق رسید — چشمِ او بکشاد و گوشِ او کشید

فوراً اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے گوشالی ہوئی — جس نے اس کی آنکھیں کھولدیں اور کان کھینچے

مخلصاں باشند دایم در خطر — امتحانہا ہست در راہ اے پسر

مخلصین، ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں — اے صاحبزادے! راہ میں ان کے بہت امتحان ہیں

عہد را باید وفا اے جانِ من — تانمانی شرمسار و ممتحن

اے جانِ من! عہد کو پورا کرنا چاہیے — تاکہ تو شرمندہ اور مصیبت میں مبتلا نہ ہو

یا مکن نذرے کہ نتوانی وفا — بر خطر منشین و بیروں جہ ہلا

یا وہ عہد ہی نہ کر کہ جس کو تو پورا نہ کر سکے — خبردار! خطرے میں نہ پڑ، اور باہر نکل

---

1. داند۔ لیکن اصحاب بصیرت اللہ کے راز ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ مجاعت۔ بھوک۔ گوشال۔ سزا یعنی ان بزرگ کو عہد شکنی کی یہ سزا ملی کہ چوری کے الزام میں ان کا ہاتھ کٹا۔ پنجروز۔ پانچ دن بھوکا رہنے سے ان میں صبر کی طاقت نہ رہی۔ در کشید۔ یعنی امرود توڑنے سے اپنے آپ کو باز رکھا۔ طبع۔ یعنی طبیعت غالب آ گئی اور صبر مغلوب ہو گیا۔

2. بیوفا۔ ان بزرگ نے عہد کیا تھا کہ کوئی پھل خود توڑ کر نہ کھائیں گے۔ امرود بن۔ امرود کا درخت۔ بکشاد۔ انہیں اپنی غلطی نظر آ گئی۔ مخلصاں۔ مشہور مقولہ ہے ''نزدیکاں را بیش بود حیرانی'' جو بارگاہ کے مقرب ہوتے ہیں ان کی بڑی آزمائشیں ہوتی ہیں۔ ممتحن۔ مبتلا۔

Marfat.com

نذر را باید وفا در راہِ حق — لیک[1] حق تا خود کرا بدہد سبق
اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں عہد پورا کرنا چاہیے — لیکن دیکھیے اللہ (تعالیٰ) کس کو سبقت (کرنیکی کی توفیق) دیتا ہے

عہدہا بستیم بس در کارہا — نذرہا کردیم در سِر بارہا
ہم نے بہت سے کاموں کے عہد کئے — بارہا پوشیدہ طور پر منتیں مانیں

قوتِ آں کو کہ پایاں آوریم — عاجزیم و ناتوان و مضطریم
وہ طاقت کہاں ہے، کہ ہم پورا کریں — ہم تو عاجز اور ناتواں اور مجبور ہیں

گر نہ فضلت دستگیر ما شود — وائے برما زانکہ رُسوائی بود
(اے اللہ) اگر تیری مہربانی ہماری دستگیری نہ کرے — ہم پر افسوس ہے، کیونکہ رسوائی ہو گی

نذرِ مارا با وفا پیوستہ دار — عہدِ مارا از کرم دار استوار
ہمارے عہد کو وفا سے جوڑ دے — کرم کر کے ہمارے عہد کو مضبوط کر دے

باز گشتم سوئے قصہ کاں فقیر — عہد چوں بشکست در دم شد اسیر
قصہ کی طرف میں پھر پلٹا، کہ اس درویش نے — جیسے ہی عہد توڑا فوراً قیدی بن گیا

غیرتِ حق گوشمالش داد زود — زانکہ فرمودست اَوْفُوْا بِالْعُقُوْد
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے فوراً اس کو سزا دی — کیونکہ اس نے فرمایا ہے "عہدوں کو پورا کرو"

جمعے از دُزداں بُدند آنجا مگر — درمیاں آوردہ بے مر سیم و زر
وہاں چوروں کا ایک گروہ تھا، شاید — وہ لاتعداد چاندی اور سونا لائے تھے

اتفاقاً دُزد چندے تاختند — واندراں کہسار مسکن ساختند
اتفاقاً چند چور بھاگے — اور اس پہاڑ میں انہوں نے ٹھکانا بنا لیا

متہم کردنِ آں شیخ را بادزداں و بریدنِ دستش را

اس درویش کو چوروں کے ساتھ متہم کرنا اور اس کا ہاتھ کاٹنا

بیست ازدُزداں بدند آنجاو بیش — بخش می کردند مسروقاتِ خویش
وہاں بیس اور کچھ زیادہ چور تھے — اپنی چوری (کا مال) بانٹ رہے تھے

شحنہ[2] را غماز آگہ کردہ بود — مردمِ شحنہ در افتادند زود
کوتوال کو مخبر نے خبر دیدی تھی — کوتوال کے آدمی جلد آ پہنچے

شحنہ حالی عزمِ آں کہسار کرد — جملہ را بگرفت و بست آں شیر مرد
کوتوال نے فوراً اس پہاڑ کا قصد کیا — اس شیر مرد نے سب کو گرفتار کر لیا اور باندھ لیا

پس بفرمود از غضب جلاد را — دست و پائے ہریک از تن کن جدا
پھر غصہ سے جلاد کو حکم دیا — ہر ایک کے ہاتھ اور پاؤں بدن سے جدا کر دے

1۔ لیک۔ عہد کی وفا ضروری ہے لیکن یہ بھی خداوندی توفیق ہی سے ہو سکتا ہے۔ عہد ہا۔ یہاں سے مولانا نے اپنے عہدوں کی وفا کی دعا شروع کر دی ہے۔ پایاں۔ یعنی عہدوں کو انجام تک پہنچانا۔ مضطر۔ مجبور۔ گر نہ فضلت۔ اگر عہد کو پورا کرنے کے لیے اللہ کا فضل شامل حال نہ ہوگا تو لامحالہ رسوائی ہوگی۔ آنجا۔ یعنی اس علاقہ میں۔ بے مر۔ بے حد۔ مسروقات۔ چرائی ہوئی چیزیں۔

2۔ شحنہ۔ کوتوال۔ غماز۔ چغل خور، مخبر۔ شحنہ۔ کوتوال نے سب ڈاکوؤں کو پکڑ کر باندھ لیا۔ جلاد۔ سزاؤں کو جاری کرنے والا۔

Marfat.com

هم[1] بد انجا پائے چپ و دست راست
اسی جگہ بایاں پاؤں اور داہنا ہاتھ

دستِ زاہد ہم بُریدہ شد غلط
غلطی سے شیخ کا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا

در زماں آمد سوارے بس گزیں
فوراً ایک معزز سوار آیا

ایں فلاں شیخ ست و ابدالِ خدا
یہ فلاں بزرگ، اور خدا کے ابدال میں سے ہے

آں عواں بدرید جامہ تیز رفت
اس سپاہی نے کپڑے پھاڑے (اور) تیزی سے بھاگا

شحنہ آمد پا برہنہ عذر خواہ
کوتوال ننگے پاؤں معافی مانگنے آیا

ہیں بحل کن مرمرا زیں کارِ زشت
اس برے کام کی مجھے ضرور معافی دیدیجئے

گفت[2] می دانم سبب ایں نیش را
انہوں نے کہا میں اس زخم کا سبب جانتا ہوں

من شکستم حرمتِ ایمانِ او
میں نے اس کی قسموں کی حرمت کو توڑا

من شکستم عہد و دانستم بدست
میں نے اس کا عہد توڑا اور میں جانتا تھا بُرا ہے

دستِ ماو پایِ ماو مغز و پوست
ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں اور مغز و پوست

قِسمِ من بود ایں ترا کردم حلال
یہ میرا نصیب تھا، میں نے تجھے معاف کیا

وانکہ او دانست او فرمانرواست
وہ جو جانتا تھا، کہ وہ حاکم ہے

جملہ را ببرید و غوغائے بخاست
سب کا کاٹ دیا اور شور برپا ہو گیا

پاش را می خواست ہم کردن سقط
پاؤں کو بھی اس نے بیکار کرنا چاہا

بانگ برزد بر عواں کائے سگ بہ بیں
سپاہی پر چیخا اے کتے! دیکھ (خبردار)

دستِ اورا توچرا کردی جدا
تو نے اس کا ہاتھ کیوں جدا کیا؟

پیشِ شحنہ داد آگاہیش تفت
کوتوال کے پاس، اس کو فوراً مطلع کیا

کہ ندانستم خدا برمن گواہ
کہ مجھے علم نہ تھا، خدا میرا گواہ ہے

اے کریم و سرورِ اہلِ بہشت
اے بزرگ اور جنتیوں کے سردار!

می شناسم من گناہِ خویش را
میں اپنے گناہ کو جانتا ہوں

پس یمینم بُرد دادستانِ او
اس لیئے اسکے محکمۂ انصاف نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا

تا رسید آں شومیِ جرأت بدست
اس جرأت کی نحوست ہاتھ کو پہنچی

باد اے والی فدائے حکمِ دوست
اے حاکم! دوست کے حکم پر قربان ہیں

تو ندانستی ترا نبود وبال
تو نہ سمجھا، تجھ پر وبال نہ ہو گا

با خدا سامانِ پیچیدن کراست
خدا سے الجھنے کا کس کو حوصلہ ہے؟

---

[1] ہم۔ یعنی جلاد نے فوراً ہر ایک کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا۔ غوغا۔ شور وغل۔ غلط۔ یعنی اس شبہ میں کہ وہ بھی چور ہے۔ سقط۔ بیکار چیز۔ در زماں۔ کوئی مرد غیب جلاد سپاہی پر چیخا۔ ابدال۔ اولیاء کی ایک خاص جماعت ہے۔ جدا۔ یعنی کاٹ کر۔ عواں۔ سپاہی۔ تفت۔ گرم۔ بحل کن۔ معاف کر دے۔

[2] گفت۔ شیخ نے کہا ہاتھ کٹنے کا اصل سبب میں جانتا ہوں۔ ایماں۔ یمین کی جمع ہے، قسم، عہد۔ یمین۔ داہنا ہاتھ۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی برا ہے اور دوسرے کے آخر میں بہ دست بمعنی ہاتھ۔ قِسم۔ حصہ۔ فرماں روا۔ یعنی خدا تعالیٰ۔

Marfat.com

اے بسا مُرغِ پرندہ دانہ جو — کہ بُریدہ[1] حلقِ اوہم حلقِ او
بسا اوقات دانہ تلاش کرنے والے پرند کے — حلق ہی نے اس کا گلا کاٹا ہے

اے بسا مرغے زمعدہ و مغص — برکنارِ بامِ محبوسِ قفص
بسا اوقات پرند معدے اور آنتوں کی اینٹھن سے — بالاخانے کے کنارے پر پنجرے کا قیدی ہے

اے بسا ماہی در آبِ دور دست — گشتہ از حرصِ گلو ماخوذِ شست
بسا اوقات مچھلی گہرے پانی میں — حلق کی حرص کی وجہ سے کانٹے میں پھنستی ہے

اے بسا مستور در پردہ بُدہ — شومیِ فرج و گلو رسوا شدہ
بسا اوقات! عورت پردے میں چھپی ہوئی — شرمگاہ، اور حلق کی بدبختی کی وجہ سے رسوا ہو جاتی ہے

اے بسا قاضیِّ حبرِ نیک خو — از گلوی رشوتے او زرد رو
بسا اوقات نیک عادت، علامہ، قاضی — رشوت خور، حلق کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا ہے

اے بسا حاجی بحج رفتہ بعشق — وقت باز آمد شدہ او یارِ فسق
بسا اوقات عشق کی وجہ سے حج میں گیا ہوا حاجی — واپسی کے وقت فسق (و فجور) کا ساتھی بنا ہے

بلکہ در ہاروت و ماروت آں شراب — از عروجِ چرخ شاں شد سدِ باب
بلکہ ہاروت و ماروت کے لیے وہ نشہ — آسمان پر چڑھنے سے ان کے لیے مانع بنا

بایزیدؒ از بہرِ ایں کرد احتراز — دید در خود کاہلی اندر نماز
بایزیدؒ نے اسی لیے پرہیز کیا — کہ انہوں نے اپنے اندر نماز میں سستی دیکھی

از سبب اندیشہ کرد آں ذو لباب — دید علت خوردن از بسیار آب
ان عقلمند نے سبب سوچا تو — زیادہ پانی پینے کو سبب سمجھا

گفت تا سالے نخواہم خورد آب — آنچناں کرد و خدایش داد تاب
کہا میں ایک سال تک پانی نہ پیوں گا — ایسا ہی کیا اور خدا نے انکو طاقت عطا فرمائی

ایں کمینہ[2] جہدِ اُو بُد بہرِ دیں — گشت او سلطان و قطب العارفیں
دین کے لیے یہ ان کی معمولی کوشش تھی — وہ شاہ اور قطب العارفین بنے

چوں بریدہ شد برای حلق دست — مردِ زاہد را درِ شکوئی بہ بست
جب حلق کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا — بزرگ انسان کے لیے شکوے کا دروازہ بند ہو گیا

ایں چنیں باشد چویک در بستہ شد — صد درِ دیگر برِ اُو اِشکستہ شد
ایسا ہی ہوتا ہے جب ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے — اس پر دوسرے سیکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں

---

1. کہ بریدہ۔ یعنی حلق کی خواہش، گلا کٹنے کا سبب بنی ہے۔ مغص۔ پیٹ کا درد، اینٹھن۔ قفص۔ صاد اور سین دونوں سے صحیح ہے۔ دور دست۔ دور دراز، گہرا۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ مستور۔ پوشیدہ۔ حبر۔ یہودی عالم، بڑا عالم۔ سدباب۔ دروازے کی روک، مانع۔ بایزید۔ بسطامی کو ایک بار نماز میں سستی کا احساس ہوا، اس کے سبب پر غور کیا تو پانی پینے کی کثرت کو سمجھا چنانچہ عہد کر لیا کہ ایک سال پانی نہ پیوں گا۔ ذولباب۔ عقلمند۔ تاب۔ طاقت۔
2. ایں کمینہ۔ دین کی خاطر انہوں نے یہ ادنیٰ سی بات کی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا فضل کیا کہ ان کو قطب العارفین کا درجہ دے دیا۔ چوں بریدہ۔ پھر ان ہی بزرگ کا تذکرہ شروع کیا ہے کہ چونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی عہد شکنی کی یہ سزا ہے لہٰذا انہیں کوئی شکوہ نہ ہوا۔ ایں چنیں۔ قدرت ایک ذریعہ بند کرتی ہے تو سو دیگر ذرائع پیدا فرما دیتی ہے۔

Marfat.com

کرامتِ شیخِ اَقطع[1] و زنبیل بافتنِ او بدو دست در خلوت

نٹنے شیخ کی کرامت اور تنہائی میں ان کا دونوں ہاتھوں سے جھولی بننا

شیخ اقطع گشت نامش پیشِ خلق — کرد معروفش بدیں آفاتِ خلق
لوگوں میں ان کا نام ٹنٹا شیخ پڑ گیا — ان کو خلق کے مصائب نے اس نام سے مشہور کر دیا

گر تو نامِ اوّلش خواہی رواں — ہیں برو بو الخیر تیناتیش خواں
اگر تو ان کا پہلا نام لینا چاہے — جا، ابوالخیر تیناتی کہہ دے

در عریش او را یکے زائر بیافت — کو بہر دو دستِ خود، زنبیل بافت
جھونپڑی میں ایک ملاقاتی نے ان کو پایا — کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جھولی بن رہے ہیں

گفت او را کائے عدوِ جانِ خویش — در عریشم آمدی سر کردہ پیش
انہوں نے اس سے کہا اے اپنی جان کے دشمن — تو منہ اٹھائے، میری جھونپڑی میں چلا آیا

ایں چرا کردی شتاب اندر سباق — گفت از افراطِ مہر و اشتیاق
آگے بڑھنے میں تو نے جلدی کیوں کی؟ — اُس نے کہا کہ اشتیاق اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیا — لیک مخفی دار ایں را اے کیا
تو وہ ہنسے، اور فرمایا اب آ جا — لیکن اے بزرگ! اس کو پوشیدہ رکھ

تا نمیرم من مگو ایں با کسے — نے قرینے نے حبیبے نے خسے
جب تک میں نہ مروں یہ کسی سے نہ کہنا — نہ ساتھی سے، نہ دوست سے، نہ کسی کمینہ سے

بعد ازاں قومِ دگر از روزنش — مطلع گشتند بر بافیدنش
اس کے بعد دوسرے لوگ ان (کے گھر) کے سوراخ کے ذریعہ — ان کے بننے سے باخبر ہو گئے

گفت حکمت را تو دانی کردگار — من کنم پنہاں تو کردی آشکار
انہوں نے فرمایا اے خدا! تو حکمت کو جانتا ہے — میں نے چھپایا تو نے ظاہر کر دیا

آمد الہامش کہ یک چندے[2] بدند — کاندریں غم بر تو منکر می شدند
ان کو الہام ہوا، کچھ لوگ تھے — جو اس غم میں تمہارے منکر ہو گئے ہیں

کہ مگر سالوس بود او در طریق — کہ خدا رسواش کرد اندر فریق
کہ شاید وہ طریقت میں مکار تھا — کہ خدا نے لوگوں میں اس کو رسوا کیا ہے

من نخواہم کاں رمہ کافر شوند — وز ضلالت در گمانِ بد روند
میں نے نہ چاہا کہ وہ جماعت منکر ہو — گمراہی کی وجہ سے بدگمانی میں مبتلا ہوں

---

1. اقطع۔ یعنی دست بریدہ، ٹنٹا۔ گرتو۔ یہ بزرگ شیخ اقطع کہلانے لگے تھے ان کا اصل نام ابوالخیر تھا اور تینات گاؤں کے رہنے والے تھے۔ عریش۔ جھونپڑی۔ زنبیل۔ تھیلا جس میں فقراء اپنا کھانا وغیرہ رکھتے ہیں۔ سر کردہ پیش۔ منہ اٹھائے۔ شتاب۔ جلد۔ سباق۔ بڑھنا، افراط، زیادتی۔ ایں۔ یعنی یہ کرامت کہ تنہائی میں دونوں ہاتھ ہو جاتے ہیں۔ بافیدنش۔ یعنی تنہائی میں اپنے دونوں ہاتھوں سے بنتے ہیں۔
2. یک چند۔ کچھ لوگ۔ غم۔ یعنی ہاتھ کٹنے کا غم۔ منکر۔ یعنی بزرگی کے منکر۔ سالوس۔ مکار۔ طریق۔ طریقت۔ فریق۔ جماعت۔ من نخواہم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے الہام میں فرمایا کہ ہم نے یہ پسند نہ کیا کہ ہمارے بندے تم سے بدگمان رہیں لہٰذا یہ کرامت ظاہر کر دی ہے۔ رمہ۔ جماعت۔

ایں کرامت را بکردیم آشکار — کہ دہیمت دست[1] اندر وقتِ کار

ہم نے یہ کرامت ظاہر کر دی — کہ ہم کام کے وقت تجھے ہاتھ دیتے ہیں

تا کہ ایں بیچارگانِ بدگماں — رد نگردند از جنابِ آسماں

تا کہ یہ بدگمان، بیچارے — آسمانی درگاہ سے مردود نہ بنیں

من ترا بے ایں کرامتہا زپیش — خود تسلی دادہ ام از ذاتِ خویش

میں نے تمہیں پہلے ہی سے ان کراماتوں کے بغیر — اپنی ذات کے بارے میں تسلی دے دی ہے

ایں کرامت بہرِ ایشاں دادمت — وایں چراغ از بہرِ آں بنہادمت

میں نے تمہیں یہ کرامت ان کے لیے دی ہے — اور یہ چراغ میں نے ان کے لیے رکھا ہے

تو ازاں بگذشتۂ کز مرگِ تن — ترسی از تفریقِ اجزائے بدن

تم تو اس سے ترقی کر چکے ہو کہ بدن کے مرنے سے — بدن کے اجزا کے ٹکڑے ہو جانے سے ڈرو

وہمِ تفریقِ سروپائے از تو رفت — دفعِ وہم اسپر رسیدت نیک زفت

سر اور پاؤں کے جدا ہونے سے تمہارا وہم ختم ہو گیا — وہم کے دفعیہ کی اچھی موٹی سپر تمہیں مل گئی ہے

سببِ جرأتِ ساحرانِ فرعون بر قطعِ دست و پا

فرعون کے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کٹ جانے پر جرأت کا سبب

ساحراں[2] را نے کہ فرعونِ لعیں — کرد تہدید و سیاست بر زمیں

کیا ایسا نہیں ہے کہ فرعونِ ملعون نے جادوگروں کو — میدان میں دھمکی اور تنبیہ کی

کہ ببرّم دست و پاتاں از خلاف — پس در آویزم ندارم تاں معاف

کہ میں تمہارا دایاں بایاں ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا — پھر تمہیں لٹکا دوں گا، تمہیں معاف نہ کروں گا

او ہمی پنداشت کایشاں در ہماں — وہم و تخویف اند و وسواس و گماں

وہ سوچتا تھا، کہ وہ اسی — وہم اور ڈر اور وسوسوں کے گمان میں ہیں

کہ بود شاں لرزہ و تخویف و ترس — از توہمہا و تہدیداتِ نفس

کہ ان پر لرزہ، اور خوف اور ڈر ہو گا — جان کی دھمکیوں اور توہمات سے

او نمی دانست[3] کایشاں رستہ اند — بر دریچہ نورِ دل بنشستہ اند

وہ نہ جانتا تھا کہ آزاد ہو چکے ہیں — دل کے نور کی کھڑکی پر جا بیٹھے ہیں

سایۂ خود را ز خود دانستہ اند — چابک و چست و گش و برجستہ اند

اپنے آپ سے، اپنے سایہ کو ممتاز کر چکے ہیں — تیز اور چست اور خوش اور ہوشیار ہو گئے ہیں

---

1. دست۔ یعنی کٹا ہوا ہاتھ۔ رد۔ یعنی یہ لوگ اگر بدگمانی کی حالت میں مرے تو ہماری بارگاہ میں مردود ہو جائیں گے۔ من ترا۔ تنہائی اور ضرورت کے وقت کٹا ہوا ہاتھ پیدا کرنا تمہاری تسلی کے لیے نہیں ہے تمہیں تو ہماری ذات سے پہلے ہی تسلی حاصل ہے۔ چراغ۔ یعنی کرامت۔ تو ازاں۔ تم اسی مقام سے آگے بڑھ گئے ہو کہ ان جسمانی ہاتھ پاؤں کو اصل سمجھو اور ان کے فنا ہونے سے ڈرو۔ اسپر۔ سپر، ڈھال۔ نیک زفت۔ خوب موٹی۔
2. ساحراں۔ فرعون نے جادوگروں کی جان لینے کی دھمکی دی تھی جبکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے۔ زمیں۔ یعنی وہ میدان جہاں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے آئے تھے۔
3. او نمی دانست۔ جادوگروں کا دل نورِ ایمان سے منور ہو چکا تھا اور وہ اس جسم اور زندگی کو عارضی سمجھ چکے تھے۔ سایہ۔ دنیاوی جسم اور اخروی جسم کی مثال جسم اور سایہ کی سی ہے۔

Marfat.com

ہاونِ[1] گردوں اگر صد بارشاں
اگر سو بار (بھی) آسمان کی اوکھلی
خُرد کوبد اندریں گلزار شاں
ان کو اس خاکدان میں ریزہ ریزہ کر دے

اصلِ ایں ترکیب را چوں دیدہ اند
چونکہ انہوں نے اس بناوٹ کی اصل کو دیکھ لیا ہے
از فروغِ وہم کم ترسیدہ اند
وہم کی زیادتی سے وہ کم ڈرتے ہیں

ایں جہاں خوابست اندر ظن مایست
یہ دنیا خواب ہے، شک میں نہ پڑ
گر رود در خواب دستے باک نیست
اگر خواب میں ہاتھ کٹ جائے کوئی پروا نہیں ہے

گر بخواب اندر سرت ببرید گاز[2]
اگر خواب میں قینچی تیرا سر کاٹ دے
ہم سرت بر جاست ہم عمرت دراز
تیرا سر بھی اپنی جگہ پر ہے، تیری عمر دراز ہے

گر بہ بینی خواب در خود را دونیم
اگر تو خواب میں اپنے دو ٹکڑے دیکھے
تندرستی چونکہ خیزی بے سقیم
جب تو اٹھے گا بغیر کسی بیماری کے تندرست ہے

حاصل اندر خواب نقصانِ بدن
خلاصہ یہ ہے کہ خواب میں بدن کا نقصان
نیست باکے از دو صد پارہ شدن
دو سو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی پروا نہیں ہے

ایں جہاں را کہ بصورت قائم ست
اس دنیا کو جو بظاہر قائم ہے
گفت پیغمبرؐ کہ حُلمِ نائم ست
پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے، کہ سونے والے کا خواب ہے

از رہِ تقلید تو کردی قبول
تو نے تقلید کے راستے سے تسلیم کیا ہے
سالکاں ایں دیدہ پیدا بے رسول
سالکوں نے بغیر کسی پیغام دینے والے کے خواب دیکھ لیا ہے

روز در خوابی[3] مگو کایں خواب نیست
تو دن میں بھی خواب میں ہے، نہ کہہ کہ یہ خواب نہیں ہے
سایہ فرع ست اصل جز مہتاب نیست
سایہ فرع ہے چاند کے علاوہ کوئی اصل نہیں ہے

خواب و بیداریت آں داں اے عضد
اے معتمد! تو اپنے سونے اور جاگنے کو یہ سمجھ
کہ بہ بیند خفتہ کو در خواب شد
کہ کوئی سویا ہوا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے

---

1. ہاون۔ اوکھلی۔ گلزار۔ اگر گاف کے زیر سے ہے تو خاکدان کے معنی میں ہے اور اگر گاف کے پیش سے تو چمن کے معنی میں ہے۔ اصل چونکہ وہ سمجھ چکے ہیں کہ اس جسم عنصری کی اصل درحقیقت روح ہے لہٰذا وہ اس عارضی وجود کے فنا ہونے کے وہم سے بے خوف ہیں۔ ایں جہاں۔ جسم عنصری کو اس جسم سے تشبیہ دے کر جو انسان عالم خواب میں دیکھتا ہے پھر یہ سمجھایا ہے کہ اگر عالم خواب میں نظر آنے والے جسم کے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے جائیں تو اس سے اصل جسم پر کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے اسی طرح جسم عنصری کے ٹکڑے ہو جانے سے اصل جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔

2. گاز۔ قینچی۔ عمرت دراز۔ عوام میں مشہور ہے کہ اگر انسان خواب میں اپنے آپ کو مردہ دیکھے تو اس کی تعبیر، عمر کی درازی ہے۔ گفت پیغمبرؐ۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ دنیا کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا سونے والے کا خواب ہے پھر اس نے دریافت کیا کہ دنیا اور آخرت میں کتنا فاصلہ ہے۔ فرمایا پلک جھپکنے کی بقدر فاصلہ ہے۔ از رہِ تقلید۔ عام انسان تقلیدی طور پر دنیا کی ناپائیداری تسلیم کرتا ہے اور اولیا آنکھ سے دیکھتے ہیں۔

3. روز در خوابی۔ نیند کی حالت صرف شب ہی میں نہیں بلکہ دن کی بیداری میں بھی خواب ہی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے لوگ نیند میں ہیں جب مریں گے بیدار ہو جائیں گے۔ سایہ۔ عالم دنیا اور اس کے موجودات سب وجود باری کی فرع اور سایہ ہیں۔ خواب و بیداری۔ مولانا نے دنیا کی بیداری کو خواب بتایا تو شبہ ہوتا ہے کہ جب بیداری خواب ہے تو اس کے بعد حالت خواب کو کیا کہا جائے گا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ انسان حالت خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ بیدار تھا اور اب سویا ہے تو جس طرح خواب میں خواب کو دیکھتا ہے اسی طرح اس عالم کی بیداری اور خواب کو سمجھو۔

Marfat.com

او گماں بُردہ کہ ایں دم خفتہ ام — بیخبر زاں کوست در خوابِ دُوُم
وہ سمجھا کہ میں سویا ہوا ہوں — اس سے بے خبر ہے کہ وہ دوسری نیند میں ہے

کوزہ گر[1] گر کوزۂ را بشکند — چوں بخواہد باز خود قائم کند
کمہار، اگر کسی پیالہ کو توڑتا ہے — جب چاہے گا اس کو بنا لے گا

کور را ہر گام باشد ترسِ چاہ — با ہزاراں ترس می آید براہ
اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے — وہ ہزاروں ڈر کے ساتھ راستہ طے کرتا ہے

مردِ بینا دید عرضِ راہ را — پس بدا اند اُومغاک و چاہ را
بینا انسان نے راستہ کی چوڑائی دیکھ لی ہے — تو وہ گڑھے، اور کنویں کو جانتا ہے

پا و زانویش نہ لرزد ہر دمے — رو ترش کے دارد او ازہر غمے
اس کا پاؤں اور ران کسی وقت نہیں کپکپاتے ہیں — وہ کسی غم سے رنجیدہ کب ہوتا ہے

نیز فرعونا کہ ما آں نیستیم — کہ بہر بانگے ز غولے[2] بیستیم
اے فرعون! کھڑا ہو جا کیونکہ ہم وہ نہیں ہیں — کہ چھلاوے کی ہر آواز پر ہم ٹھہریں

خرقۂ مارا بدر دُوزندہ ہست — ورنہ[3] مارا خود برہنہ تن بہ است
ہماری گدڑی پھاڑ دے، سینے والا موجود ہے — ورنہ، ہمارے لیے ننگا بدن بہتر ہے

بے لباس ایں خواب را اندر کنار — خوش بگیریم اے عدوِ نابکار
بغیر لباس کے، اس نیند کو بغل میں — خوشی سے لیں گے اے نالائق دشمن!

خوشتر از تجرید از تن وز مزیج — نیست اے فرعون بے الہام گیج
بدن اور مزاج سے جدا ہو جانا خوشگوار — نہیں ہے بغیر الہام کے اے احمق فرعون!

شکایت کردنِ اُستر پیشِ شتر کہ من بسیار در روئے می افتم و تو نمی افتی اِلّا بنادر و جواب گفتنِ آں

اونٹ سے خچر کا شکایت کرنا کہ میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں
اور تو نہیں گرتا مگر بہت کم اور اس کا جواب دینا

گفت استر با شتر کاے خوش رفیق — در فراز و شیب وور راہِ دقیق
خچر نے اونٹ سے کہا، اے اچھے ساتھی! — اونچے، اور نیچے، اور تنگ راستے میں

تو نیائی در سرو خوش می روی — من ہمی آیم بسر در چوں غوی
تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے، اچھی طرح چلتا ہے — میں گمراہ کی طرح سر کے بل گرتا ہوں

---

1 کوزہ گر۔ خدا جسم کا بنانے والا ہے اگر وہ اس جسم کو فنا کرتا ہے تو جب چاہتا ہے پھر بنا دیتا ہے۔ کور۔ اندھا خطرات سے ڈرتا ہے بینا بے نیاز ہوتا ہے اسی طرح جن کو چشم بصیرت حاصل ہے وہ دنیا کے خطرات سے نہیں ڈرتے ہیں۔ مغاک۔ گڑھا۔ خیز فرعونا۔ پھر مولانا نے جادوگروں کی بات شروع کی ہے۔

2 غول۔ چھلاوے کی آواز بے حقیقت ہوتی ہے۔ خرقہ۔ یعنی یہ جسم عنصری جو روح کا لباس ہے۔

3 ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ جسم عنصری نہ عنایت فرمائے گا تو روحانی وجود ہی بہتر ہے۔ بے لباس۔ پہلے شعر کے ثانی مصرع کی علت ہے یعنی ہم بغیر جسم کے روح سے بغلگیر ہوں گے۔ خوشتر۔ یعنی روحانی زندگی ہمارے لیے الہام خداوندی کی وجہ سے خوشتر ہو گئی ہے۔ شکایت۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ جن کو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ دنیاوی خطروں میں مبتلا نہیں ہوتے ہیں۔ اب اس قصہ میں اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔ استر۔ خچر۔ غوی۔ گمراہ۔

Marfat.com

ایں سبب را باز گو با من ز چیست ۔۔۔ تا بدانم من کہ چوں باید بزیست

مجھے اس کا سبب بتا کہ کس وجہ سے ہے؟ ۔۔۔ تاکہ میں جان لوں، کہ کس طرح جینا چاہیے؟

گفت[1] از چشم تو چشم من یقیں ۔۔۔ بیگماں روشن ترست و تیز بیں

اس نے کہا میری آنکھ تیری آنکھ سے یقیناً ۔۔۔ بلاشک زیادہ روشن اور تیز دیکھنے والی ہے

بعد ازاں از ہم بلندی ناظرم ۔۔۔ زیں سبب در رُو نیفتم حاضرم

اس کے علاوہ میں اونچائی سے دیکھنے والا ہوں ۔۔۔ اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا ہوں میں موجود ہوں

گفت چشمِ من ز تو روشن ترست ۔۔۔ بعد ازاں ہم از بلندی ناظرست

اس نے کہا میری آنکھیں تیری آنکھوں سے زیادہ روشن ہیں ۔۔۔ اس کے علاوہ اونچائی سے دیکھنے والی ہیں

چوں بر آیم بر سرِ کوہِ بلند ۔۔۔ آخر عقبہ بہ بینم ہوشمند

میں جب بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہوں ۔۔۔ عقلمندی سے گھاٹی کے آخر کو دیکھ لیتا ہوں

پس ہمہ پستی و بالائیِ راہ ۔۔۔ دیدہ ام را وانماید ہم اِلٰہ

پھر راستہ کی سب نچائی اور اونچائی ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) میری آنکھ کو دکھا دیتا ہے

ہر قدم من از سرِ بینش نہم ۔۔۔ از عثار و اوفتادن وارہم

میں ہر قدم دیکھ بھال کر رکھتا ہوں ۔۔۔ ٹھوکر کھانے اور گرنے سے نجات پا جاتا ہوں

تو بہ بینی پیشِ خود یک دو سہ گام ۔۔۔ دانہ بینی و نہ بینی رنجِ دام

تو اپنے آگے ایک دو تین قدم دیکھتا ہے ۔۔۔ دانہ کو دیکھ لیتا ہے، جال کی تکلیف کو نہیں دیکھتا ہے

یَسْتَوِی[2] الْاَعْمٰی لَدَیْکُمْ وَ الْبَصِیْر ۔۔۔ فِی الْمَقَامِ وَ النُّزُوْلِ وَ الْمَسِیْر

تمہارے نزدیک اندھا اور بینا برابر ہے ۔۔۔ ٹھہرنے، اور اترنے، اور چلنے میں

چوں جنیں را در شکم حق جاں دہد ۔۔۔ جذبِ اجزا در مزاجِ او کند

جب اللہ (تعالیٰ) پیٹ کے بچہ میں جان ڈالتا ہے ۔۔۔ اس کی طبیعت میں اجزا کو جذب کرنے والی طاقت پیدا کر دیتا ہے

از خورش او جذبِ اجزا می کند ۔۔۔ تار و پودِ جسمِ خود را می تند

وہ خوراک سے اجزا جذب کرتا ہے ۔۔۔ اپنے جسم کا تانا بانا تنتا ہے

تا چہل سالش بجذبِ جزوہا ۔۔۔ حق حریصش کردہ باشد در نما

چالیس سال تک اجزا کے جذب کرنے کا ۔۔۔ (نشو) نما میں اللہ (تعالیٰ) اس کو حریص کر دیتا ہے

---

1. گفت۔ اونٹ نے جواب دیا کہ میں پیش بینی سے کام لیتا ہوں اور انجام پر نظر رکھتا ہوں اس لیے ٹھوکریں نہیں کھاتا ہوں یہی صورت ان لوگوں کی ہے جن کو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ آخرت پر نظر رکھتے ہیں۔ حاضرم۔ یعنی میں موجود ہوں، دیکھ لے میری حالت سے میری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ از بلندی۔ اونٹ گردن ابھار کر دیکھ لیتا ہے۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ عثار۔ ٹھوکر کھانا۔ دانہ۔ یعنی تیری نظر انجام پر نہیں ہے۔

2. یستوی۔ تیرے لیے اچھا برا سب یکساں ہے میں ہر چیز میں امتیاز کر لیتا ہوں، غرضیکہ اہل اللہ اور عوام کی مثال خچر اور اونٹ کی سی ہے۔ چوں جنیں۔ مولانا نے پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے جادوگروں کو جسموں کے دوبارہ حشر کا یقین ہو گیا تھا تو اب مولانا حشر میں جسم کے دوبارہ موجود ہونے کو ثابت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ شکم مادر میں بچہ میں یہ کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ غذا کے اجزا کو جذب کرنے لگتا ہے، جس سے اس کا نشو و نما ہوتا ہے۔ تا چہل سال۔ چالیس سال کی عمر تک انسان کے جسم میں نشو و نما ہوتا رہتا ہے۔

Marfat.com

جذبِ اجزا روح[1] را تعلیم کرد
چوں نداند جذبِ اجزا شاہِ فرد
اس نے روح کو اجزا جذب کرنے کی تعلیم دی
یکتا شاہ اجزا کو جذب کرنا کیوں نہ جانے گا؟

جامعِ ایں ذرّہا خورشید بود
بے غذا اجزات را داند ربود
ان ذروں کو جمع کرنے والا سورج تھا
وہ بغیر غذا کے تیرے اجزا کو چن لینا جانتا ہے

آں زمانے کاندر آئی تو ز خواب
ہوش و حسِ رفتہ را خواند شتاب
جس وقت تو خواب سے (نکل کر اپنے) اندر آئے گا
وہ گئے ہوئے ہوش و حواس کو فوراً بلائے گا

تابدانی کاں ازو غائب نشد
باز آید چوں بفرماید کہ عُد
حتیٰ کہ تو جان لے گا کہ وہ اس سے غائب نہیں ہے
وہ واپس آجائے گا جب وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا کہ لوٹ آ

اجتماعِ اجزاءِ خرِ عزیر[2] علیہ السلام بعد بوسیدنش باذن اللہ تعالیٰ و درہماں دم مرکب شدن پیشِ چشمِ عزیر علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے حکم سے بوسیدہ ہو جانے کے بعد عزیر علیہ السلام کے گدھے کے اجزا کا جمع ہو جانا اور فوراً عزیر علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے جڑ جانا

ہیں عزیرا در نگر اندر خرت
کہ بوسیدست و ریزیدہ برت
ہاں اے عزیر! اپنے گدھے کو دیکھ
کہ تیرے سامنے گلا سڑا اور ریزہ ریزہ ہے

پیشِ تو گرد آورم اجزاش را
آں سَر و دُم و دو گوش و پاش را
میں تیرے سامنے اس کے اجزا کو جمع کروں گا
منہ اور دم، اور دونوں کان اور پاؤں کو

دست نے[3] و جزو برہم می نہد
پارہا را اجتماعے می دہد
ہاتھ نہیں ہے اور اجزا کو جمع کر دیتا ہے
ٹکڑوں کو جوڑ دیتا ہے

در نگر درصُنعتِ پارہ زنے
کو ہمی دوزد کہُن بے سوزنے
پیوند لگانے والے کی کاریگری کو دیکھ
کہ وہ پرانے کو بغیر سوئی کے سی دیتا ہے

ریسماں، و سوزنے نے وقت خرز
آنچناں دوزد کہ پیدا نیست درز
سیتے وقت، نہ دھاگا ہے نہ سوئی
اس طرح سی دیتا ہے کہ پھٹن کا پتا نہیں چلتا

---

[1] روح۔ جس طرح اس جسم میں اللہ تعالیٰ جذب کرنے کی قوت فرما دیتا ہے روح میں بھی اجزا کو جذب کرنے کی قوت فرما دے گا۔ جامع۔ ان اجزاءِ بدن کو غذا کے ذریعہ جمع کرنے کی طاقت جس طرح اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اسی طرح وہ غذا کے واسطے کے بغیر بھی اجزاءِ بدن کو جمع فرما سکتا ہے۔ آں زمانے۔ انسان جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو زائل شدہ حواس فوراً لوٹ آتے ہیں اسی طرح حشر میں اجزائے بدن فوراً لوٹ آئیں گے۔ عد۔ امر کا صیغہ ہے، لوٹ آ۔ اجتماع۔ قیامت میں انسان کے جسم کے بوسیدہ اجزاء اس طرح جمع ہو جائیں گے جیسے کہ حضرت عزیر علیہ السلام کے گدھے کے اجزا جمع ہو گئے تھے۔

[2] عزیر۔ ایک پیغمبر تھے جن کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیتوں اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ الخ میں ہے یہ ایک ویران بستی پر سے گزرے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو اس کو کیسے آباد کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کے گدھے پر فوراً موت طاری کر دی سو برس تک وہ مردہ حالت میں رہے اور پھر ان کو زندہ کر دیا اس عرصہ میں گدھا بالکل سڑ گل چکا تھا۔ حضرت حق نے اس کے اجزا کو جمع کر دیا اور وہ پھر زندہ ہو گیا تو فرمایا اسی طرح میں اس بستی کو آباد کر دوں گا۔ خرت۔ یعنی تو اپنے گدھے کو دیکھ گل سڑ چکا تھا پھر بھی وہ زندہ کر دیا گیا۔

[3] دست نے۔ حضرت حق کا انسانوں کا سا ہاتھ نہیں ہے۔ پارہ زن۔ پیوند لگانے والا یعنی خدا تعالیٰ۔ خرز۔ سیتا۔ درز۔ پھٹن۔

Marfat.com

چشم بکشا حشر[1] را پیدا بہ بیں — تانماند شبہ اَت در یومِ دیں
آنکھ کھول حشر کو کھلے طور پر دیکھ لے — تاکہ تجھے قیامت کے بارے میں شبہ نہ رہے

تا بہ بینی جامعیم را تمام — تانہ لرزی وقتِ مُردن زاہتمام
تاکہ تو میرے جمع کرنے کو پورا دیکھ لے — تاکہ تو مرتے وقت غم سے نہ لرزے

ہمچناں کہ وقتِ خفتن ایمنی — از فواتِ جملہ حسہائے تنی
جس طرح تو سونے کے وقت مطمئن ہے — اپنے جسم کے تمام حواس کے فوت ہو جانے سے

بر حواسِ خود نہ لرزی وقت خواب — گرچہ می گردد پریشان و خراب
سوتے وقت تو حواس (کے ختم ہونے) پر نہیں لرزتا ہے — اگرچہ وہ تفریق اور برباد ہو جاتے ہیں

جزعِ[2] نا کردنِ شیخ بزرگوار بر مرگِ فرزندانِ خویش

ایک شیخ بزرگوار کا اپنی اولاد کے مرنے پر گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا

بود شیخے رہنمائے پیش ازیں — آسمانی شمع بر رُوئے زمیں
اب سے پہلے ایک راہنما، شیخ تھے — جو روئے زمین پر آسمانی شمع تھے

چوں پیمبر درمیانِ اُمتاں — در کشائے روضۂ دارالجناں
امتوں میں پیغمبر کی طرح — جنت کے باغ کا در کھولنے والے

گفت پیغمبرؐ کہ شیخ رفتہ پیش — چوں نبی باشد میانِ قومِ خویش
آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ پیشرو شیخ — اپنی قوم میں نبی کی طرح ہوتا ہے

یک صباحے گفتش اہلِ بیتِ او — سخت دل چونی بگو اے نیک خو
ان سے ان کی گھر والی نے ایک صبح کو کہا — اے نیک عادت! بتایئے آپ سخت دل کیوں ہیں؟

ما ز ہجر و مرگِ فرزندانِ تو — نوحہ می آریم با پشتِ دو تو
آپ کی اولاد کی موت اور جدائی کی وجہ سے ہم — باوجود دہری کمر ہو جانے کے روتے ہیں

تو نمی گرئی نمی زاری چرا — یا کہ رحمت نیست در دل اے کیا
آپ کیوں گریہ و زاری نہیں کرتے؟ — اے بزرگ! کیا (آپ کے) دل میں شفقت (کا مادہ) نہیں ہے

چوں ترا[3] رحمے نہ باشد در دروں — پس چہ امید ست ماں از تو کنوں
جب آپ کے اندر رحم نہیں — تو اب ہمیں آپ سے کیا امید ہے؟

ما بامیدِ تو ایم اے پیشوا — کہ نہ بگذاری تو مارا در فنا
اے پیشوا! ہمیں آپ سے آس ہے — کہ آپ ہمیں ہلاکت میں نہ چھوڑیں گے

---

[1] حشر۔ قیامت کے میدان میں جمع ہونا۔ یوم دین۔ قیامت کا دن۔ جامعیم۔ یعنی میں قیامت میں ان اجزا کو کس طرح جمع کروں گا۔ اہتمام۔ فکر میں پڑنا۔ ہمچنانکہ۔ انسان جب سوتا ہے تو اس کے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں لیکن انسان سونے سے نہیں ڈرتا ہے کیونکہ اس کو یقین ہے کہ بیدار ہوتے ہی وہ واپس آ جائیں گے اسی طرح اگر قیامت کی زندگی کا یقین ہو جائے تو انسان موت سے خوفزدہ نہ ہوگا۔

[2] جزع۔ پہلے فنائے دنیوی پر غم نہ کرنے کا بیان تھا اب اس سے متعلق ایک حکایت نقل کرتے ہیں۔ چوں پیمبر۔ اولیاء اللہ بھی نبوت کے کامل اتباع کی وجہ سے امت میں نبیوں کی طرح ہوتے ہیں جو لوگوں کی بخشش کا سبب ہوتے ہیں۔ دارالجناں۔ جنت۔ صباح۔ صبح۔ اہل بیت۔ گھر والے، بیوی۔

[3] چوں ترا۔ جب تم میں رحم کا مادہ ہی نہیں ہے تو اب ہم آپ سے کیا توقع رکھیں۔

Marfat.com

چوں بیارایند[1] روزِ حشر تخت — خود شفیعِ ماتوئی آں روزِ تخت
جب حشر کے دن تخت آراستہ کریں گے — تو اس تخت دن آپ ہمارے سفارش کرنے والے ہوں گے

در چناں روز و شب بے زینہار — ما با کرمِ تو ایم امیدوار
ایسے بے پناہ، روز و شب میں — ہم آپ کے کرم کے امیدوار ہیں

دست ما و دامنِ تست آں زماں — کہ نماند ہیچ مجرم را اماں
اس وقت ہمارا ہاتھ، اور آپ کا دامن ہو گا — جبکہ کسی مجرم کے لیے امان نہ رہے گی

گفت پیغمبرؐ کہ روزِ رستخیز — کے گزارم مجرماں را اشک ریز
پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن — میں مجرموں کو روتا کب چھوڑوں گا؟

من شفیعِ عاصیاں باشم بجاں — تا رہانم شاں زاشکنجہ گراں
میں (دل و) جان سے گنہگاروں کا سفارشی ہوں گا — تاکہ ان کو بھاری شکنجہ سے چھڑا دوں

عاصیاں و اہلِ کبائر را بجہد — وارہانم از عتابِ نقضِ عہد
گنہگاروں اور کبیرہ (گناہ) والوں کو کوشش سے — عہد کے توڑنے کے غصہ سے نجات دلاؤں گا

صالحانِ امتم خود فارغ اند[2] — از شفاعتہائے من روزِ گزند
میری امت کے نیک، خود فارغ ہیں — مصیبت کے دن میری سفارشوں سے

بلکہ ایشاں را شفاعتہا بود — گفتِ شاں چوں حکمِ نافذ میرود
بلکہ (خود) ان کی سفارشیں ہوں گی — ان کی بات چالو حکم کی طرح چلے گی

ہیچ وازر وزرِ غیرے بر نداشت — من نیم وازر[3] خدایم بر فراشت
کسی بوجھ اٹھانے والے نے غیر کا بوجھ نہیں اٹھایا ہے — میں بوجھ اٹھانے والا نہیں ہوں، خدا نے مجھے بلند کردیا ہے

آنکہ بے وِزرست شیخ ست ایجواں — در قبولِ حق چو اندر کف کماں
اے جوان! جو بغیر بوجھ کے ہے وہ شیخ ہے — (اور) اللہ کا مقبول ہونے میں ایسا ہے جیسا کہ ہاتھ میں کمان

شیخ کہ بود پیر یعنی موسپید — معنیِ ایں موبداں اے نا امید
شیخ کون ہوتا ہے، بوڑھا یعنی سفید بالوں والا — اے نا امید! اس بال کے معنی سمجھ لے

---

1. بیارایند۔ فرشتے حشر میں عرش آراستہ کریں گے۔ بے زینہار۔ بے امان۔ رستخیز۔ قیامت۔ نقضِ عہد۔ ازل میں عبودیت کا عہد کیا تھا گناہوں کا ارتکاب اس عہد کو توڑنا ہے۔

2. فارغ اند۔ یعنی نیک لوگوں کو اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ انہیں عذاب سے بچانے کے لیے شفاعت کی جائے، ہاں شفاعت سے ان کے مراتب بڑھیں گے۔ گفتِ شاں۔ یعنی جنابِ باری میں ان کی عرض ضرور مقبول ہوگی۔ وازر۔ بوجھیلا۔ وزر۔ بوجھ، گناہ۔

3. من نیم وازر۔ گذشتہ اشعار میں انبیاء کو رحمۃ للعالمین کہا تھا اور ان کی شفاعت کا ذکر تھا، اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شفاعت میں تو دوسرے کی ذمہ داری اپنے اوپر لینا ہے اور یہ آیت وَلَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْریٰ کے منافی ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ہے مولانا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ آیت کا مفہوم تو یہ ہے کہ کوئی بوجھیلا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا میں تو بوجھیلا نہیں ہوں۔ خدا نے میرا مرتبہ بلند کیا ہے لہٰذا میں دوسروں کا بوجھ اٹھالوں گا، دراصل آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے جو مولانا نے بیان کیا یہ محض ایک نکتہ ہے ورنہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مثلاً زید نے گناہ کیا ہو اور عمرو کو اس کی سزا ملے یہ نہیں ہوگا۔ اندر کف۔ جس طرح کمان ہاتھ کے تابع ہوتی ہے اسی طرح شیخ اللہ کی مرضی کے تابع ہے۔

Marfat.com

ہست آں موئے سیہ ہستیِ او[1]
وہ کالا بال اس کی ہستی ہے
تاز ہستیش نماند تارِ مو
تا کہ اس کی ہستی کا ایک بال کا تار نہ رہے

چونکہ ہستیش نماند پیرا دست
جب اس کی ہستی نہ رہی، وہ بوڑھا ہے
گرسیاہ مو باشد و یا خود دو موست
خواہ وہ سیاہ بالوں والا ہو یا کھچڑی بالوں والا

ہست آں موئے سیہ وصفِ بشر
کالا بال، بشری صفات ہیں
نیست آں موئِ ریش و موئِ سر
وہ ڈاڑھی کا بال اور سر کا بال نہیں ہے

عیسیٰ اندر مہد بردارد نفیر
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام گہوارے میں اعلان کرتے ہیں
کہ جواں ناگشتہ ما شیخیم و پیر
کہ ہم جوان ہوئے بغیر شیخ اور پیر ہیں

چوں یکے موئِ سیہ کاں وصفِ ماست
جبکہ ایک کالا بال جو ہماری صفت ہے
نیست بروے شیخ و مقبولِ خداست
اس میں نہیں ہے، (وہ) شیخ اور خدا کا مقبول ہے

چوں بود[2] مویش سپید ار با خودست
جب اس کے سفید بال ہوں اگر اس میں خودی ہے
او نہ پیرست و نہ خاصِ ایزدست
وہ نہ پیر ہے اور نہ اللہ (تعالیٰ) کا مقبول ہے

گر رہید از بعضِ اوصافِ بشر
اگر وہ بعض بشری اوصاف سے بچا ہے
شیخ نبود کہل باشد اے پسر
اے صاحبزادے! وہ شیخ نہ ہوگا ادھیڑ ہوگا

در سرِ موئِ زِ وصفش باقی ست
اگر اس کا بال برابر وصف باقی ہے
نیست از عرش و سما آفاقی ست
وہ آسمانی اور عرشی نہیں ہے، دنیادار ہے

ما ہمہ امیدوارانِ توایم
ہم سب آپ کے امیدوار ہیں
ریزہ چینِ رحم و احسانِ توایم
آپ کے رحم اور احسان کے ریزہ چین ہیں

لیک با ایں جملہ چوں بے شفقتی
لیکن اس سب کے باوجود آپ بے شفقت کیوں ہیں؟
بہرِ فرزنداں چرا بے رقتی[3]
اولاد کے بارے میں بے رقت کیوں ہیں؟

یا مگر خود دل نمی سوزد ترا
یا شاید آپ کا دل نہیں جلتا ہے
باز گو اے شیخ با ما ماجرا
اے شیخ! ہمیں قصہ بتایئے

عذر گفتنِ شیخ بہرِ ناگریستن بر مرگِ فرزندان

اولاد کی موت پر نہ رونے سے متعلق شیخ کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت او را مپندار اے رفیق
شیخ نے اس سے کہا اے ساتھی! یہ نہ سمجھ
کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق
کہ مجھ میں رحم اور محبت اور شفقت کرنے والا دل نہیں ہے

بر ہمہ کفار ما را رحمت ست
تمام کافروں پر ہمیں رحم آتا ہے
گرچہ جانِ جملہ کافر نعمت ست
اگرچہ سب کی جان (اللہ کی) نعمت کی کافر ہے

---

1. ہستیِ او۔ یعنی شیخ اس کو کہتے ہیں جو بوڑھا ہو یعنی اس کے بال سفید ہو گئے ہوں کالے نہ ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کالے بال سے مراد اس کا وجود اور ہستی ہے یعنی وہ اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہو۔ دو مو۔ یعنی جس کے بال کالے اور سفید ملے جلے ہوں۔ وصف۔ بشریت کے اوصاف۔ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ بچپن میں شیخ و پیر تھے۔

2. چوں بود۔ اگر انسان میں خودی ہے تو خواہ بال سفید ہوں وہ شیخ اور پیر نہیں ہے "بزرگی بہ عقل است نہ بسال۔"

3. رقت۔ یعنی دل کی نرمی۔ رفیق۔ یعنی گھر والی جس نے سوال کیا تھا۔ بر ہمہ۔ یعنی ہمیں تو کافروں پر بھی رحم آتا ہے اگرچہ وہ اللہ کی نعمتوں کے کافر ہیں۔

Marfat.com

بر سگانم¹ رحمت و بخشایش ست — کہ چرا از سنگہا شاں مالش ست
میرا کتوں پر (بھی) رحم اور ترس ہے — کہ پتھروں سے کیوں ان کی پٹائی ہوتی ہے؟

آں سگے کہ می گزد گویم دعا — کہ ازیں خو وارہانش اے خدا
وہ کتا جو کاٹتا ہے اس کے لیے دعا کرتا ہوں — کہ اے خدا اس عادت سے اسے بچا

ایں سگاں را ہم دراں اندیشہ دار — کہ نباشند از خلائق سنگسار
ان کتوں کو بھی ایسا خیال عطا فرما — کہ لوگوں سے سنگسار نہ بنیں

زاں فرستاد انبیا را بر زمیں — تا کند شاں رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْں
اسی لیے (اللہ تعالیٰ نے) زمین پر انبیا بھیجے — تاکہ ان کو جہان والوں کے لیے رحمت بنائے

خلق را خواند سوی درگاہِ خاص — حق را خواند کہ وافرکن خلاص
وہ لوگوں کو خاص دربار کی طرف بلاتے ہیں — اللہ (تعالیٰ) سے عرض کرتے ہیں کہ نجات کو عام کردے

جہد بنماید ازیں سو بہرِ پند — چوں نشد گوید خدا یا در مبند
اس جانب نصیحت کرنے کے لیے کوشش کرتا ہے — جب (مفید) نہیں ہوتی تو کہتا ہے اے خدا دروازہ بند نہ کر

رحمتِ جزوی بود مر عام را — رحمتِ کلی بود ہمام² را
عام (انسانوں) میں جزوی رحمت ہوتی ہے — غمخوار میں کلی رحمت ہوتی ہے

رحمتِ جزوش قریں گشتہ بکل — رحمتِ دریاست ہادیِ سبل
اس کی جزوی رحمت کل سے وابستہ ہو گئی ہے — دریا کی رحمت راستوں کی ہدایت کرنے والی ہے

رحمتِ جزوی بکل پیوستہ شو — رحمتِ کل را تو ہادی بین و رو
تو جزوی رحمت ہے، کل کے ساتھ جڑ جا — کلی رحمت کو تو ہادی سمجھ اور چل پڑ

تاکہ جزوست³ او نداند راہِ بحر — ہر غدیرے را کند اشباہِ بحر
جب تک جزوی (رحمت) ہے وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتی ہے — ہر تالاب کو سمندر کے مشابہ بنا دیتی ہے

چوں نداند راہِ یم کے رہ برد — سوی دریا خلق را چوں آورد
جب وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتا ہے راستہ کیسے چلے — دریا کی جانب لوگوں کو کیسے لائے؟

متصل گردد بہ بحر آنگاہ او — رہ برد تا بحر ہمچوں سیل و جو
وہ سمندر سے اس وقت وابستہ ہو گا — (جبکہ) بہاؤ اور نہر کی طرح سمندر تک راستہ طے کرے

---

¹ بر سگاں۔ جو لوگ کتوں کو مارتے ہیں تو ہمیں کتوں پر بھی ترس آتا ہے۔ آں سگے۔ چونکہ کتا کاٹتا ہے اس لیے وہ ڈھیلا کھاتا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا اس کی یہ بدعادت چھڑا دے اور اس میں ایسا خیال پیدا کردے جس کے نتیجہ میں وہ سنگسار نہ ہو۔ زاں۔ انبیاء سب کے لیے رحمت ہوتے ہیں مخلوق کو اللہ کی طرف ان کے فائدہ کے لیے بلاتے ہیں دوسری طرف اللہ سے ان کے لیے توفیق کی دعا کرتے ہیں۔ در مبند۔ یعنی اے خدا توفیق کا دروازہ بند نہ کر۔ رحمت جزوی۔ ہر انسان کے دل میں تھوڑی سی رحمت ضرور ہوتی ہے۔

² ہمام۔ فکرمند، یعنی شیخ جو امت کا دردمند ہوتا ہے اس میں کلی رحمت ہوتی ہے۔ قریں گشتہ۔ رحمت کلی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن شیخ نے چونکہ اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ کر دیا ہے لہٰذا اس کی رحمت بھی رحمت کلی ہے۔ بکل پیوستہ شو۔ یعنی کسی شیخ سے اپنے آپ کو وابستہ کر لے۔

³ تاکہ جزوست۔ جب انسان میں جزوی رحمت ہے وہ رحمت کلی کو نہیں پہچانتا ہر کس و ناکس کو رحمت کلی سمجھ بیٹھتا ہے۔ غدیر۔ تالاب۔ سوئے دریا۔ یعنی رحمت کلی۔

Marfat.com

ور کند[1] دعوت بتقلیدے بود
اگر وہ دعویٰ کرے تو (محض) تقلیدی ہو گا
نز عیان و وحی و تائیدی بود
مشاہدہ اور وحی اور تائید (خداوندی) سے ہو گا

گفت پس چوں رحم داری بر ہمہ
اس نے کہا، جبکہ تمہیں سب پر رحم (آتا) ہے
ہمچو چوپانی بگردِ ایں رمہ
تو اس ریوڑ کے چاروں طرف گڈریا کی طرح ہو

چوں نداری نوحہ بر فرزند خویش
آپ اپنی اولاد پر کیوں نہیں روتے ہیں؟
چونکہ فصّادِ اجل شاں زد بہ نیش
جبکہ موت کے فصاد نے ان کے نشتر مارا ہے

چوں گواہِ رحم اشکِ دیدہاست
جبکہ رحم کے گواہ، آنکھوں کے آنسو ہیں
دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست
آپ کی آنکھیں بغیر آنسو اور گریہ کے کیوں ہیں؟

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد
عقلمند شیخ اس کے اس غصہ سے گرما گئے
در سخن یک بارہ بے آزرم شد
بات کرنے میں یکبارگی بے قابو ہو گئے

رُو بزن کرد و بگفتش اے عجوز
بڑھیا کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا اے بوڑھی!
خود نباشد فصلِ دَے ہمچوں تموز
موسم خزاں موسم بہار کی طرح نہیں ہوتا ہے

جملگی گر مُردہ ایشاں وَر حے اند
وہ سب (اولاد) خواہ مردہ ہوں یا زندہ
غائب و پنہاں ز چشمِ دل کے اند
دل کی آنکھ سے وہ غائب اور پوشیدہ کب ہیں؟

من چو بینم[2] شاں معین پیشِ خویش
میں جب ان کو اپنے سامنے مجسم دیکھتا ہوں
از چہ رُو رُو را کنم ہمچوں تو ریش
تو کس وجہ سے تیری طرح چہرے کو زخمی کروں؟

گرچہ بیروں اند از دورِ زماں
اگرچہ وہ زمانے کے چکر سے باہر نکل گئے ہیں
با من اند و گردِ من بازی کناں
وہ کھیلتے ہوئے میرے پاس اور میرے چاروں طرف ہیں

گریہ از ہجراں بود یا از فراق
رونا تو چھوٹ جانے اور جدائی کی وجہ سے ہوتا ہے
با عزیزانم وصال ست و عناق
میرا تو عزیزوں سے وصال اور معانقہ ہے

خلق[3] اندر خواب می بینند شاں
لوگ ان کو خواب میں دیکھتے ہیں
من بہ بیداری ہمی بینم عیاں
میں ان کو بیداری میں اچھی طرح دیکھتا ہوں

زیں جہاں خود را دَمے پنہاں کنم
میں کبھی اپنے آپ کو اس دنیا سے غائب کرا دیتا ہوں
برگِ حس را از درخت افشاں کنم
جو اس کے پتوں کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں

۱۔ ورکند۔ اگر ناقص شیخ کچھ کہے گا بھی تو وہ محض تقلید ہوگی اس کا مشاہدہ نہ ہوگا۔ وحی۔ مولانا ناوحی بول کر الہام مراد لیتے ہیں۔ گفت۔ شیخ کی بیوی نے کہا۔ فصاد۔ رگ کھولنے والا۔ اجل۔ موت۔ نیش۔ نشتر۔ گواہ رحم۔ آنکھ کے آنسوؤں سے دل کی رحمت کا پتا چلتا ہے۔ عتابش۔ بیوی کے اعتراضات۔ بےآزرم۔ بے تحمل۔ خود نباشد۔ یعنی سب انسان یکساں نہیں ہیں۔ جملہ۔ دل کی آنکھیں مردوں اور زندوں سب کو دیکھتی ہیں۔

۲۔ من چو بینم۔ میں مردوں کو بھی مجسم اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں تو پھر نوحہ کیسے کروں۔ گریہ۔ رونے کی وجہ ہجر و فراق ہے، جبکہ میری اولاد میرے گرد کھیل کود رہی ہے تو پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔

۳۔ خلق: عام لوگوں کو مردے خواب میں نظر آتے ہیں مجھے بیداری میں بھی نظر آتے ہیں۔ زیں جہاں۔ نیند کی حالت میں ظاہری حواس بیکار ہو جاتے ہیں تو مردے نظر آنے لگتے ہیں میں بیداری میں اپنے ظاہری حواس کو معطل کر دیتا ہوں تو وہ نظر آ جاتے ہیں۔

حسؔ[1] اسیرِ عقل باشد اے فلاں
اے فلاں! جو اس عقل کے پابند ہیں

عقل اسیرِ روح باشد ہم بداں
سمجھ لے! عقل روح کی پابند ہے

دست بستہ عقل را جاں باز کرد
روح نے جکڑی ہوئی عقل کو آزاد کر دیا

کارہائے بستہ را ہم ساز کرد
الجھے ہوئے کاموں کو سلجھا دیا

حسّہا و اندیشہ بر آبِ صفا
حواس اور افکار نے صاف پانی پر

ہمچوخس بگرفتہ روی آب را
تنکوں کی طرح پانی کی سطح کو گھیر لیا ہے

دستِ عقل آں خس بیک سو می برد
عقل کا ہاتھ اس کوڑے کو ایک طرف ہٹا دیتا ہے

آب پیدا می شود پیشِ خرد
عقل کے سامنے پانی کھل جاتا ہے

خس بس انبہ بود بر جو چوں حبابؔ[2]
نہر پر بلبلوں کی طرح کوڑا بہت سا تھا

خس چویک سو رفت پیدا گشت آب
کوڑا جب ہٹا پانی کھل گیا

چونکہ دستِ عقل نکشاید خدا
جب تک اللہ (تعالیٰ) عقل کے ہاتھ نہ کھولے

خس فزاید از ہوا بر آبِ ما
ہمارے پانی پر ہوا (و ہوس) کی وجہ سے کوڑا بڑھ جاتا ہے

آب را ہر دم کند پوشیدہ او
وہ ہر وقت پانی کو چھپائے رکھتا ہے

آں ہوا خنداں و گریاں عقل تو
وہ ہوا (و ہوس) مسکراتی ہے اور تیری عقل

چونکہ تقویٰ بست دو دستِ ہوا
جب پرہیزگاری نے ہوا (وہوس) کے دونوں ہاتھ باندھ دیے

حق کشاید ہر دو دستِ عقل را
اللہ (تعالیٰ) عقل کے دو ہاتھ کھول دیتا ہے

پسؔ[3] حواسِ چیرہ محکوم تو شد
غالب حواس تیرے محکوم بن جاتے ہیں

چوں خرد سالار و مخدوم تو شد
جب عقل تیری سردار اور مخدوم بن جاتی ہے

حس را بے خواب خواب اندر کند
وہ (عقل) حواس کو بغیر نیند کے سلا دیتی ہے

تا کہ غیبہا زجاں سر بر زند
یہاں تک کہ ان دیکھی باتیں روح میں سے سر ابھارتی ہیں

ہم بہ بیداری بہ بند خوابہا
وہ بیداری میں بھی خواب دیکھ لیتا ہے

ہم ز گردوں برکشاید بابہا
آسمان کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں

قصہ خواندن شیخِ ضریر قرآن را ازرُوی مصحف و در
ایک نابینا شیخ کا قرآن پڑھتے وقت قرآن کو دیکھ کر پڑھنا اور

---

[1] حسؔ۔ حواس عقل کے پابند ہیں اور عقل روح کے تابع ہے، عقل مقید ہوتی ہے، جب روح اس کے موانع زائل کر دیتی ہے تو پھر اس میں جلا پیدا ہو جاتی ہے، روح پر جب تک دنیوی خیالات کا غلبہ رہتا ہے وہ ادراکات سے محروم رہتی ہے جب دنیوی خیالات کے خس وخاشاک سے صاف ہو جاتی ہے تو اس کو باطنی ادراکات حاصل ہونے لگتے ہیں۔ آبؔ۔ یعنی روحانی ادراکات۔

[2] حبابؔ۔ بلبلہ۔ چونکہؔ۔ اگر خداوندی توفیق شاملِ حال نہ ہو تو نفسانی خواہشات ادراکات سے مانع رہتی ہیں۔ آں ہواؔ۔ انسان تباہ ہوتا ہے خواہشات مسکراتی ہیں اور عقل روتی ہے۔

[3] پسؔ۔ جب انسان عقل کے تابع ہوتا ہے تو حواسِ ظاہری اس کے محکوم بن جاتے ہیں۔ حسؔ۔ انسان کو نیند کی حالت میں خواب اسی لیے نظر آتے ہیں کہ حواسِ ظاہری معطل ہو جاتے ہیں اور انسان عائب ازنظر چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے پھر جب عقل کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بیداری میں بھی حواس کو معطل کر دیتی ہے اور وہ چیزیں اس کو بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں جو کہ وہ خواب میں دیکھ سکتا تھا۔ قصہؔ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حواسِ ظاہری کے نہ ہوتے ہوئے بھی حواسِ ظاہری کے مدرکات حاصل ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

وقتِ خواندن قرآن بینا شدنِ باذن اللہ تعالیٰ

قرآن پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینا ہو جانا

دید در بغداد یک شیخِ فقیر　مصحفے در خانۂ پیرے ضریر[1]

ایک فقیر، شیخ نے بغداد میں　ایک نابینا پیر کے گھر میں قرآن دیکھا

گشت ضیفش در تموزِ پر ز سوز　ہر دو زاہد جمع باہم چند روز

جھلتی گرمی کے زمانے میں اس کا مہمان بن گیا　دونوں بزرگ چند روز کے لیے اکٹھے ہو گئے

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست　چونکہ نابیناست ایں درویش راست

اُس نے (دل میں) کہا تعجب ہے! یہاں قرآن کیوں ہے!　کیونکہ یہ درویش تو بالکل نابینا ہے

اندریں اندیشہ تشویشش فزود　کہ جز او را نیست اینجا باش بود

اس خیال سے اس کی تشویش بڑھ گئی　کہ اس جگہ تو اور کسی کا رہن سہن نہیں ہے

اوست تنہا مصحفے آویختہ　من نیم گستاخ یا آمیختہ[2]

وہ تنہا ہے، قرآن آویزاں ہے　میں شوخ، یا گھلا ملا نہیں ہوں

تا پرسم نے خمش صبرے کنم　تا بصبرے بر مرادے بر زنم

کہ دریافت کروں، یا خاموش رہ کر صبر کروں　تاکہ صبر کے ذریعہ مقصد حاصل کر لوں

صبر کردو بود چندے در حرج　کشف شد کَالصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج

اس نے صبر کر لیا اور کچھ دن پریشان رہا　(معاملہ) کھل گیا کیونکہ صبر کرنا کشادگی کی چابی ہے

صبر گنج ست اے برادر صبر کن　تا شفایابی تو زیں رنج کہن

اے بھائی! صبر خزانہ ہے، صبر کر　تا کہ تو اس پرانے غم سے شفا حاصل کر لے

صبر تلخ ست و بَر او شکرست　صبر سوئے کشف ہر سر رہبرست

صبر کڑوا ہے، اس کا پھل شکر ہے　صبر، ہر راز کے کھلنے کا راہبر ہے

صبر کردنِ[3] لقمان علیہ السلام چوں دید کہ داؤد علیہ السلام حلقہا از آہن راست میکرد از سوال بایں نیت کہ صبر از سوال موجب فرح و راحت ست

لقمان علیہ السلام کا سوال سے صبر کرنا جبکہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کے حلقے بنا رہے ہیں، اس نیت سے کہ سوال کرنے سے صبر کرنا خوشی اور راحت کا سبب ہے

رفت لقمانؑ سوی داؤدؑ نبی　حلقہ می کرد او ز پولادِ ابی

(حضرت) لقمان علیہ السلام، داؤد علیہ السلام نبی کے یہاں گئے　وہ سخت فولاد کے حلقے بنا رہے تھے

---

1. ضریر۔ نابینا۔ تموز۔ گرمی کا مہینہ ہے۔ مصحف۔ قرآن پاک۔ راست۔ صحیح، بالکل، یہ نابینا کی تاکید ہے۔ اندیشہ۔ یعنی یہ خیال کہ نابینا کے گھر میں قرآن کیوں ہے۔

2. آمیختہ۔ یعنی اس میں اس قدر گھلا ملا نہیں ہوں کہ بے تکلفی سے سوال کر سکوں۔ حرج۔ تنگی۔ فرج۔ کشادگی۔ صبر تلخ ست۔ صبر تلخ ست ولیکن بر شیریں دارد۔

3. صبر کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے صبر کیا تو جو دل میں سوال پیدا ہوا تھا وہ خود بخود حل ہو گیا۔ ابی۔ انکار کرنے والا یعنی وہ سخت فولاد تھا۔

Marfat.com

جملہ را بایک دِگر در می فگند[1] ز آہن و پولاد آں شاہِ بلند
سب (حلقوں) کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے لوہے اور فولاد سے، وہ شاہِ عالی

صنعتِ زرّاد اوکم دیدہ بود در تحیّر ماند و وسواسش فزود
ان (لقمانؑ) نے زرہ بننے والے کی کاریگری نہ دیکھی تھی وہ حیران رہ گئے اور وسوسے بڑھ گئے

کایں چہ شاید بود واپرسم ازو کہ چہ می سازد ز حلقہ تو بتو
کہ یہ کیا بنے گا، ان سے پوچھوں کہ وہ مُسلسل حلقوں سے کیا بنا رہے ہیں؟

باز با خود گفت صبر اولیٰ ترست صبر با مقصود زوتر رہبرست
پھر اپنے آپ سے کہا کہ صبر زیادہ مناسب ہے صبر، مقصد کا تیز راہنما ہے

چوں نہ پرسی زود تر کشفت شود مرغِ صبر از جملہ پرّاں تر رود
اگر تو نہ پوچھے گا جلد تجھ پر ظاہر ہو جائے گا صبر کا پرند، تمام پرندوں سے تیز اڑتا ہے

در بہ پرسی دیر تر حاصل شود سہل از بے صبریت مشکل شود
اگر تو پوچھے گا، دیر میں حاصل ہو گا تیری بے صبری سے آسان (بھی) مشکل ہو جائے گا

چونکہ لقماں تن بزد ہم در زماں شد تمام از صنعتِ داوٗد آں
چونکہ لقمان علیہ السلام اس وقت خاموش ہو گئے وہ (کام حضرت) داؤد علیہ السلام کی کاریگری سے مکمل ہو گیا

پس زرہ سازید و در پوشیدہ او پیشِ لقمانِ حکیم صبر خو
تب انہوں نے زرہ بنا لی اور اس کو پہنا صابر و دانا لقمان علیہ السلام کے سامنے

گفت ایں نیکو لباس ست اے فتیٰ در مصافِ خصم دفعِ زخم را
فرمایا اے جوان! یہ اچھا لباس ہے لڑائی کے میدان میں زخم کی روک کے لیے

گفت لقمانؑ صبر نیکو ہمدمیست کو پناہ و دافعِ ہر جا غمیست
لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ صبر اچھا ساتھی ہے کیونکہ وہ ہر مقام پر غم کی پناہ اور دافع ہے

صبر را با حق قریں کرد اے فلاں آخر وَالْعَصْر[2] را آگہ بخواں
اے فلاں! صبر کو حق کا ساتھی بنایا ہے ہوش سے والعصر کا آخر پڑھ لے

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید کیمیائے ہمچو صبر آدمؑ ندید
اللہ (تعالیٰ) نے لاکھوں کیمیائیں پیدا کی ہیں صبر جیسی کیمیا، آدم علیہ السلام نے نہیں دیکھی ہے

بقیہ قصۂ نابینا و مصحف خواندنِ آں بنظر

نابینا اور اس کے دیکھ کر قرآن پڑھنے کے قصہ کا بقیہ

مردِ مہماں صبر کرد و ناگہاں کشف گشتش حالِ مشکل در زماں
مہمان شخص نے صبر کیا، اور اچانک اس پر مشکل کا حال، فوراً کھل گیا

[1] دری فگند۔ یعنی حضرت داؤد ان حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے۔ زرّاد۔ یعنی زرہ بنانے والا۔ ایں چہ۔ یعنی یہ کیا بنایا جا رہا ہے۔ زودتر۔ زود تر۔ دربہ پرسی۔ بے صبری سے کام بگڑ جاتا ہے۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ صنعت۔ کاریگری۔

[2] والعصر۔ اس سورہ کے آخر میں وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ آیا ہے انہوں نے باہمی حق کی وصیت کی اور صبر کی وصیت کی۔ یعنی اس سے معلوم ہوا کہ صبر کی نگہداشت اتنی ہی ضروری ہے جیسی کہ حق کی نگہداشت ضروری ہے۔ کیمیا۔ کیمیا تانبے کی حقیقت کو بدل دیتی ہے اسی طرح صبر مصائب کو راحتوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

Marfat.com

نیم شب آوازِ قرآن را شنید
آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی
کہ ز مصحف[1] کورمیخواند درست
کہ نابینا قرآن کو دیکھ کر صحیح پڑھ رہے ہیں
گفت چوں کوری عجب بے چشم و نور
کہا جبکہ آپ نابینا ہیں، بغیر آنکھ اور روشنی کے
انچہ می خوانی بر آں افتادہٗ
جو کچھ آپ پڑھتے ہیں، اسی پر ہوتے ہیں
اِصبعت در سیر پیدا می کند
رفتار میں آپ کی انگلی ظاہر کرتی ہے
گفت اے گشتہ زجہل تن جدا[2]
انہوں نے کہا اے وہ کہ جو جسمانی جہالت سے جدا ہو گیا ہے
من زحق درخواستم کاے مستعاں
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی کہ اے مددگار!
عیستم حافظ مرا نورے بدہ
میں حافظ نہیں ہوں، مجھے روشنی عطا کر دے
باز دہ دو دیدہ ام را آں زماں
اس وقت میری دونوں آنکھیں مجھے لوٹا دے
آمد از حضرت ندا کاے مردِکار
بارگاہِ خداوندی سے آواز آئی، اے باعمل!
حسنِ ظن[3] ست و اُمیدے خوش ترا
یہ تیرا حسن ظن ہے، اور اچھی امید
ہر زماں کہ قصد خواندن باشدت
جس وقت تیرا پڑھنے کا ارادہ ہو گا
من دراں دم وادہم چشمت ترا
میں اس وقت تیری آنکھیں لوٹا دوں گا

جَست از خواب آں عجائب را بدید
یہ نیند سے اٹھا، اور عجائب دیکھے
گشت بے صبر و از و آں حال جُست
بے صبر ہو گیا، اور ان سے اس حال کی جستجو کی
چوں ہمی خوانی و می بینی سطور
آپ کیسے پڑھتے ہیں اور سطریں دیکھتے ہیں؟
دست را بر حرفِ آن بنہادہٗ
ہاتھ کو اس کے حروف پر رکھتے ہیں
کہ نظر بر حرف داری مستند
کہ آپ صحیح طور پر حرف پر نظر رکھتے ہیں
ایں عجب داری تو از صنعِ خدا
تو اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری پر تعجب کرتا ہے
بر قرآت من حریصم ہمچو جاں
مجھے تو قرآن پڑھنے سے جان کی برابر محبت ہے
در دو دیدہ وقتِ خواندن بے گرہ
دونوں آنکھوں میں بغیر رکاوٹ کے، پڑھتے وقت
کہ بگیرم مصحف و خوانم عیاں
جبکہ میں قرآن اٹھاؤں اور دیکھ کر پڑھوں
اے بہر رنجے بہا امیدوار
اے وہ کہ ہر تکلیف میں ہم سے امیدوار ہے
کہ ترا گوید بہر دم بر تر آ
جو تجھ سے کہتی ہے، کہ ہر سانس میں ترقی کر
یا ز مصحفہا قرأت بایدت
یا قرآنوں سے (دیکھ کر) تو پڑھنا چاہے گا
تا فروخوانی معظم جوہرا
تاکہ تو خوب پڑھ لے، اے بڑے جوہرا!

1. کہ ز مصحف۔ وہ نابینا دیکھ کر قرآن پڑھ رہے تھے اور جو آیت پڑھتے تھے اس پر صحیح انگلی رکھتے ہوئے پڑھتے تھے۔ اصبعت در سیر۔ ناظرہ خواں عموماً پڑھنے میں آیتوں پر انگلی رکھتے چلے جاتے ہیں۔

2. زجہل تن جدا۔ یعنی مادی جسم کی جہالتیں تجھ سے دور ہو چکی ہیں پھر خدا کی اس قدرت سے تجھے کیا پریشانی ہے۔ مستعاں۔ وہ جس سے مدد چاہی جائے۔ مردِ کار۔ باعمل انسان۔

3. حسن ظن۔ حدیث قدسی ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ "یعنی" میں وہی کرتا ہوں جو میرا بندہ میرے بارے میں سوچتا ہے" اگر اللہ کے ساتھ اچھا گمان ہوگا تو خیر حاصل ہوگی برا گمان ہوگا تو شر حاصل ہوگا۔ معظم جوہرا۔ اس سے بعض صاحبان نے ان نابینا کی ذات مراد لی ہے بعض نے اس کو خوانی کا مفعول سمجھ کر قرآن کریم مراد لیا ہے۔

ہمچناں کرد و ہر آنگاہے کہ من — واکشایم مصحف اندر خواندن
اس (اللہ تعالیٰ) نے ایسا ہی کیا اور جبکہ میں — پڑھنے میں قرآن کھولتا ہوں

آں خبیرے کونشد غافل زکار — آں گرامی بادشاہِ کردگار[1]
تو وہ خبیر جو کام سے غافل نہیں ہے — وہ عزیز، کردگار، بادشاہ

باز بخشد بینشم آں شاہِ فرد — در زماں ہمچوں چراغِ شب نورد
وہ یکتا شاہ، میری بینائی دوبارہ عنایت کر دیتا ہے — فوراً، تاریکی کو لپیٹ دینے والے چراغ جیسی

زیں سبب نبود ولی را اعتراض — ہر چہ بستاند فرستد اعتیاض
اسی لیے ولی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے — (کیونکہ) جو کچھ وہ لیتا ہے، بدلہ بھیج دیتا ہے

گر بسوزد باغت انگورے دہد — درمیانِ ماتمے[2] سورے دہد
اگر وہ تیرا باغ جلاتا ہے، انگور دے دیتا ہے — رنج کے دوران خوشی دے دیتا ہے

آں شلِ بے دست را دستے دہد — کانِ غمہا را دلِ مستے دہد
وہ ہاتھ کٹے لنجے کو، ہاتھ دے دیتا ہے — غموں کی کان کو مست دل دے دیتا ہے

لا نُسَلِّم و اعتراض از ما برفت — چوں عوض می آید از مفقود زفت
"ہم نہیں مانتے ہیں" کہنا اور اعتراض ہم سے رخصت ہوگیا ہے — جبکہ گم شدہ کا بھاری بدلہ آ جاتا ہے

چونکہ[3] بے آتش مرا گرمی رسد — راضیم گر آتشِ ما را کُشد
جب بغیر آگ کے ہمیں گرمی ملتی ہے — میں راضی ہوں، اگر وہ ہماری آگ بجھا دے

چونہ بے چشمے بہ بخشد دیدنے — ایچنیں کوریست چشم روشنے
جبکہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھ لینا عطا فرما دیتا ہے — ایسا اندھا پن روشن آنکھ ہے

بے چراغے چوں دہد او روشنی — گر چراغت شد چہ افغاں میکنی
جبکہ وہ بغیر چراغ کے روشنی عطا فرما دیتا ہے — اگر تیرا چراغ بجھ جائے تو کیوں شکایت کرتا ہے

صفتِ بعض اولیاء کہ راضی اند باحکامِ الٰہی و لابہ نکنند بخدائے تعالیٰ کہ خدایا ایں حکم را بگرداں

بعض اولیاء کا بیان جو خدائی احکام پر راضی ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے اصرار نہیں کرتے ہیں کہ اے خدا یہ حکم لوٹا لے

---

1. کردگار۔ اللہ تعالیٰ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں کرد بمعنی فعل اور گار بمعنی صاحب ہے۔ اعتیاض۔ عوض لینا، اللہ تعالیٰ عوض ضرور عنایت فرما دیتا ہے خواہ وہ تمہاری منشاء کے مطابق نہ ہو۔ گر بسوزد۔ مولانا نے اس شعر میں اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس عوض کا اس کی جنس سے ہونا ضروری نہیں جو تم نے لی ہے۔
2. ماتم۔ مجلس غم۔ سور۔ محفل شادی۔ دلِ مستے۔ دل کی مستی میں انسان غم کو بھول جاتا ہے۔ لانسلم۔ یہ جملہ عموماً بحث میں فریق ثانی کی بات کے انکار کے وقت بولا جاتا ہے۔ مفقود۔ گمشدہ۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔
3. چونکہ۔ ہمیں مقصد کی طلب ہے خواہ اس کا سبب کچھ بھی ہو۔ چشم روشنے۔ آنکھ سے مقصد دیکھنا ہے جب وہ بغیر آنکھ کے حاصل ہو تو آنکھ نہ ہونے سے ہمیں کیا شکوہ ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

بشنو[1] اکنوں قصۂ آں رہرواں
اب ان راہنماؤں کا قصہ سن
کہ ندارند اعتراضے در جہاں
جو دنیا میں کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں

ز اولیا اہلِ دعا خود دیگرند
دعا کرنے والے، اولیا میں سے دوسرے ہیں
گہ ہمی دوزند و گاہے می درند
جو کبھی سیتے ہیں، اور کبھی پھاڑتے ہیں

قومِ دیگر می شناسم ز اولیا
میں اولیا میں سے دوسری قوم کو (بھی) جانتا ہوں
کہ دہاں شاں بستہ باشد از دعا
جن کا منہ دعا سے بند رہتا ہے

از رضا کہ ہست رامِ[2] آں کرام
چونکہ رضا ان بھلوں کا معمول ہے
جستن دفعِ قضا شاں شد حرام
قضا کے فیصلہ کو روکنے کی جستجو ان پر حرام ہے

در قضا ذوقے ہمی بینند خاص
وہ قضا میں خاص مزہ محسوس کرتے ہیں
کفر شاں آید طلب کردن خلاص
خلاصی چاہنا ان کو کفر (محسوس) ہوتا ہے

حسنِ ظنے بر دلِ ایشاں کشود
ان کے دل پر حسن ظن (ایسا) طاری ہو گیا ہے
کہ نہ پوشند از عزا جامہ کبود
کہ وہ غم میں کالا کپڑا نہیں پہنتے ہیں

ہر چہ آید پیشِ ایشاں خوش بود
جو ان کو پیش آتا ہے اچھا لگتا ہے
آبِ حیواں گردد ار آتش بود
اگر آگ ہو تو آبِ حیات بن جاتا ہے

زہر در حلقومِ شاں شکر بود
ان کے گلے میں زہر شکر ہو جاتا ہے
سنگ اندر راہِ شاں گوہر بود
ان کے راستہ کا پتھر جوہر ہو جاتا ہے

جملگی یکساں بود شاں نیک و بد
ان کے لیے اچھا برا سب یکساں ہوتا ہے
از چہ باشد ایں ز حسنِ ظنّ خود
یہ کیوں ہوتا ہے؟ اپنے حسن ظن سے ہوتا ہے

کفر باشد نزدشاں کردن دعا
دعا کرنا ان کے نزدیک کفر ہوتا ہے
کاے الٰہ از ما بگرداں ایں قضا
کہ اے خدا! اس قضا کو ہم سے لوٹا دے

سوال کردنِ[3] بہلولؒ آں درویش ولی را

(حضرت) بہلولؒ کا اس ولی درویش سے دریافت کرنا

گفت بہلول آں یکے درویش را
(حضرت) بہلولؒ نے اس ایک درویش سے کہا
چونی اے درویش واقف کن مرا
اے درویش! تو کیسا ہے مجھے بتا دے

---

1. بشنو۔ اب تک یہ سمجھایا تھا کہ بعض اولیا تو ایسے ہیں کہ مقصود جب حاصل ہوتا ہے تو سبب کے موجود نہ ہونے پر شکوہ نہیں کرتے ہیں اب یہ بتاتے ہیں کہ کچھ بزرگ ایسے ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی شکوہ پسند نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی قضا کے خلاف دعا کو بھی حرام سمجھتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ حالت مغلوب الحال اولیا کی ہوتی ہے ورنہ انبیا دعائیں نہ کرتے، اصل کمال یہ ہے کہ راضی برضا رہتے ہوئے دعا کی جائے۔
2. رام۔ معمول۔ در قضا۔ مصائب کو مرضی خدا سمجھ کر اس میں لذت حاصل کرتے ہیں۔ ضَرْبُ الْحَبِیْبِ زَبِیْبٌ "معشوق کی مار کشمش ہے" ان کا مقولہ ہوتا ہے۔ عزا۔ ماتمی لباس کالا ہوتا ہے۔ آب حیواں۔ یعنی ہر تکلیف ان کے لیے باعث راحت بن جاتی ہے۔ نیک و بد۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہر چہ از دوست می رسد خوب است" دوست کی جانب سے جو آئے وہ اچھا ہی ہے۔
3. سوال کردن۔ حضرت بہلول نے ایسے ہی بزرگ کے مزاج پوچھے جو راضی بقضاء خداوندی تھے اور کوئی دعا کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ چونی۔ آپ کے کیسے مزاج ہیں؟

Marfat.com

گفت[1] چوں باشد کسیکہ جاوداں
اس نے کہا، وہ شخص کیسا ہو گا، کہ ہمیشہ
بر مرادِ او رود کارِ جہاں
جس کے ارادے کے مطابق دنیا کے کام چلتے ہوں

سیل و جوہا بر مرادِ او روند
سیلاب اور نہریں اس کے ارادہ کے مطابق جاری ہوں
اختراں زاں ساں کہ او خواہد شوند
ستارے جس طرح وہ چاہے ہو جائیں

زندگی و مرگ سرہنگانِ او
زندگی اور موت اس کے سپاہی ہوں
بر مرادِ او روانہ کو بہ کو
جو اس کے ارادہ کے مطابق کوچہ بکوچہ رواں ہوں

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت
وہ جہاں چاہے تعزیت کو روانہ کرے
ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت
وہ جہاں چاہے مبارکبادی بخش دے

سالکانِ راہ ہم بر گامِ او
راہ کے سالک بھی اس کے نقش قدم پر ہوں
ماندگاں از راہ ہم در دامِ او
راہ سے عاجز بھی اس کے جال میں ہوں

ہیچ دندانے نہ خندد در جہاں
دنیا میں کوئی دانت نہ مسکرائے
بے رضا و امر آں فرماں رواں
اس فرماں روا کی رضا اور حکم کے بغیر

بے رضائے او نیفتد ہیچ[2] برگ
اس کی منشا کے بغیر کوئی پتہ نہ جھڑے
بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ
اس کے حکم کے بغیر کوئی موت نہ آئے

بے مرادِ او نجنبد ہیچ رگ
اس کے ارادہ کے بغیر کوئی رگ نہ پھڑکے
در جہاں زاوجِ ثریّا تا سمک
دنیا میں ثریا کی بلندی سے مچھلی تک

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں
(حضرت) بہلولؒ نے کہا اے شاہ! تم نے سچ کہا، ایسا ہی
در فرو سیمائے تو پیداست ایں
آپ کے چہرے اور شان سے یہ ظاہر ہے

ایں و صد چندیں اے صادق و لیک
اے سچے! آپ ایسے ہی اور (اس سے) سیکڑوں گنا ہیں لیکن
شرح گو ایں رابیاں کن نیک نیک
اس کی تشریح کر دیجئے اور صاف صاف بیان کر دیجئے

آنچنانکہ فاضل و مردِ فضول[3]
ایسے طریقے پر کہ فاضل اور جاہل
از دل و از جاں کند او را قبول
اس کو دل و جان سے قبول کر لے

آنچنانش شرح کن اندر کلام
گفتگو میں اس کی اس طرح شرح کر دیجئے
کہ ازاں ہم بہر یابد عقلِ عام
کہ اس سے عوام کی عقل بھی حصہ حاصل کر لے

ناطقِ کامل چو خواں باشے بود
کامل مقرر، جب خوان والا ہوتا ہے
بر سرِ خوانش ز ہر آشے بود
اس کے خوان پر ہر قسم کا کھانا ہوتا ہے

---

[1] گفت۔ اس ولی نے حضرت بہلول کو جواب دیا کہ جس شخص کی منشا کے مطابق ساری دنیا کا کاروبار چل رہا ہو اور کوئی چیز اس کی منشا کے خلاف نہ ہو تو ایسے شخص سے مزاج دریافت کرنے کا کیا مطلب ہے۔ زندگی۔ یعنی لوگوں کی موت و حیات اس کی مراد کے مطابق ہو۔ تعزیت۔ میت کا پرسا۔ تہنیت۔ مبارکبادی۔ سالکاں۔ راستہ چلنے والے مسافر تو اس کے نقش قدم پر چلیں، منزل تک نہ پہنچنے والے اسی کے ارادہ سے منزل سے محروم ہوں۔

[2] ہیچ۔ ہر شخص کی خوشی اس کے حکم سے ہے۔ بے مرادِ او۔ دنیا کی ہر حرکت اور سکون اس کے ارادہ سے ہے۔ گفت۔ حضرت بہلول نے کہا جو کچھ آپ کہنے والے ہیں، وہ ضرور درست ہے لیکن مجھے ذرا تفصیل سے سمجھائیے تاکہ میں پورا مطلب سمجھ جاؤں۔

[3] مردِ فضول۔ نا قابل۔ ناطق کامل۔ اچھے مقرر کا کمال ہوتا ہے کہ اس کی تقریر سے عوام و خواص دونوں لطف اٹھاتے ہیں پھر قرآن کے معانی اور مطالب سے ہر شخص اپنی فہم کے مطابق پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔

Marfat.com

تا نماند ہیچ مہماں بینوا
تاکہ کوئی مہمان بے سہارا نہ رہے
ہر کسے یابد غذائے خود جدا
ہر شخص اپنی علیحدہ غذا حاصل کر لے

ہمچو قرآں کو بمعنی ہفت[1] توست
جیسا کہ قرآن (پاک) جو معانی کے اعتبار سے سات تہوں والا ہے
خاص را و عام را مطعم درست
اس میں خاص اور عام کی غذا ہے

گفت ایں یارے یقیں شد پیشِ عام
انہوں نے کہا، یہ تو اب سب کو یقیں ہے
کہ جہاں در امر یزداں ست رام
کہ دنیا خدا کے حکم کی فرماں بردار ہے

ہیچ برگے در نیفتد از درخت
درخت سے کوئی پتہ نہیں جھڑتا
بے قضا و حکمِ آں سلطان تخت
بغیر عرش کے اس شاہ کے فیصلے اور حکم کے

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو
لقمہ منہ سے گلے میں نہیں جاتا
تا نگوید لقمہ را حق کادْخُلُوْ
جب تک اللہ (تعالیٰ) نہ فرما دے "داخل ہو جا"

میل و رغبت کاں زمامِ آدمی ست
میلان اور رغبت جو آدمی کی باگ ہے
جنبشِ آں رام[2] امرِ آں غنی ست
اس کی حرکت اس بے نیاز کے حکم کی فرمانبردار ہے

در زمینہا و آسمانہا ذرۂ
کوئی ذرہ، زمینوں اور آسمانوں میں
پر نجنباند نگردد پرۂ
پر نہیں مارتا، کوئی تنکا گردش نہیں کرتا

جز بفرمانِ قدیمِ نافذش
بغیر اس کے جاری ہونے والے ازلی حکم کے
شرح نتواں کردو جلدی نیست خویش
(جس کی) شرح نہیں کی جاسکتی اور ہمت کرنا اچھا نہیں ہے

کہ اشمرد[3] برگِ درختاں را تمام
درختوں کے سب پتوں کو کون گن سکتا ہے؟
بے نہایت کے شود در نطق رام
لا محدود، گفتگو کے تابع کب ہو سکتا ہے؟

ایں قدر بشنو کہ چوں کلّیِ کار
اتنا سن لے، کہ جب تمام کام
مینگردد جز بامرِ کردگار
بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتے

چوں قضائے حق رضائے بندہ شد
جب اللہ (تعالیٰ) کا حکم بندہ کی رضامندی بن گیا
حکمِ او را بندۂ خواہندہ شد
بندہ اس کے حکم کا چاہنے والا بن گیا

بے تکلف نے پے مُزد و ثواب
بغیر کسی تکلف کے، نہ کہ بدلہ اور ثواب کے لیے
بلکہ طبعِ او براں شد مستطاب
بلکہ اس کی طبیعت اس پر خوش ہو گئی

---

1. ہفت۔ ممکن ہے مولانا نے اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُف' کے یہ معنی لیے ہوں کہ اس میں تہ بہ تہ سات معنی ہیں۔ گفت۔ ان ولی نے حضرت بہلول کو جواب دیا کہ یہ سب مانتے ہیں۔ دنیا کے ذرے ذرے پر اللہ کی حکمرانی ہے اور کائنات کی ہر حرکت و سکون اس کے حکم سے ہے تو جب بندہ بالکل راضی بقضائے الٰہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا حکم اور فعل اس کی مراد بن جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے گویا وہ اس بندے کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔

2. رام۔ فرمانبردار۔ سلطان تخت۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ میل و رغبت۔ انسان کی خواہش اور رغبت انسان سے اپنے مطابق کام کراتی ہے۔ جلدی۔ بہادری، ہمت۔ کہ اشمرد۔ درختوں کے پتے جو متناہی ان کی شمار ناممکن ہے تو غیر متناہی ہیں کی تفصیل کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔ چوں۔ جب اللہ کے تمام فیصلوں اور احکام پر بندہ راضی ہو گیا ہے تو اللہ کے تمام احکام اس کا مطلوب بن گئے ہیں۔ بے تکلف۔ یعنی یہ رضا اس کی طبعی بات بن گئی ہے۔ اس میں کوئی اجر و ثواب بھی اس کے مدنظر نہیں ہے۔

Marfat.com

زندگی[1] خود نخواہد بہرِ خود　　بلکہ خواہد از پئے حکمِ احد
وہ اپنی زندگی میں خاطر نہیں چاہتا　　بلکہ اللہ (تعالیٰ) کے حکم کی وجہ سے چاہتا ہے

ہر کجا امرِ قدم را مسلکے ست　　زندگی و مُردگی پیشش یکے ست
جہاں کہیں قدیم امر کا مسلک ہے　　اس کے سامنے زندگی اور موت ایک ہے

بہرِ یزداں می زید نے بہرِ گنج　　بہرِ یزداں میمرد نز خوف و رنج
وہ خدا کے لیے جیتا ہے نہ کہ خزانہ کے لیے　　وہ خدا کے لیے مرتا ہے نہ کہ ڈر اور تکلیف سے

ہست ایمانش برائے خواہِ او　　نے برائے جنت و اشجار و جو
اس کا ایمان اس (اللہ) کی رضامندی کے لیے ہے　　نہ کہ جنت اور (جنت کے) درختوں اور نہروں کے لیے

ترکِ کفرش ہم برائے حق بود　　نے زبیمِ آنکہ در آتش رود
اس کا کفر کو چھوڑنا بھی اللہ کے لیے ہے　　نہ کہ اس ڈر سے کہ وہ جہنم میں جائے گا

ایں چنیں آمد زاصل آں خوی او　　بے ریاضت نے بجست و جوی او
یہ اس کی عادت اصل سے ایسی ہی آئی ہے　　بغیر کسی مجاہدے کے، نہ کہ اس کی کوشش سے

آنگہاں خندد کہ او بیند رضا　　ہمچو حلوا و شکر او را قضا
وہ اس وقت ہنستا ہے جبکہ رضا (حق) دیکھتا ہے　　اللہ کا حکم، اس کے لیے حلوے اور شکر کی طرح ہے

بندہ رکش[2] خوی و خلقت ایں بود　　نے جہاں بر امر و فرمانش رود
وہ بندہ جس کی عادت اور خصلت یہ ہو　　کیا جہاں اس کے حکم اور فرمان کے مطابق نہیں چلے گا

پس چرا لابہ کند او یا دعا　　کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا
تو وہ کیوں خوشامد اور دعا کرے؟!　　کہ اے اللہ! اس حکم کو واپس لے لے

مرگِ او و مرگِ فرزندانِ او　　بہرِ حق پیشش چو حلوا در گلو
اس کی موت اور اس کی اولاد کی موت　　اللہ کے لیے اس کے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ منہ میں حلوا

نزعِ فرزنداں برِ آں باوفا　　چوں قطائف پیشِ شیخِ بینوا
اس وفادار کے لیے اولاد کا نزع　　(ایسا ہے) جیسے مفلس بوڑھے کے لیے پھل

پس چرا گوید دعا اِلّا مگر　　در دعا بیند رضائے دادگر
تو وہ کیوں دعا کرے، ہاں اگر　　وہ دعا میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی دیکھ لے

زندگی۔ اپنی زندگی بھی اپنی خاطر نہیں چاہتا بلکہ اس لیے چاہتا ہے کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔ ہر کجا۔ یعنی جو بھی خدا کا ازلی حکم ہے وہی راستہ اس کو پسند ہے خواہ وہ زندگی ہو یا موت۔ ہست ایمانش۔ اس کا ایمان بھی محض مولا کی رضامندی کے لیے ہے نہ کہ جنت کے لالچ کی وجہ سے اور کفر سے نفرت بھی رضاءِ مولا کی وجہ سے ہے نہ کہ دوزخ کے ڈر سے۔ ہمچو حلوا۔ اللہ کا ہر حکم اس کو ایسے مرغوب ہوتا ہے جیسا کہ حلوا مرغوب ہوتا ہے۔

بندہ رکش۔ جب احکامِ خداوندی پر رضا کی یہ کیفیت ہو تو یقیناً یہ کہا جائے گا کہ دنیا کے سب کام اس بندہ کے حکم سے چل رہے ہیں۔ قطائف۔ چنے ہوئے پھل۔ پس چرا۔ جب دنیا کے سب کام اس کی مرضی کے مطابق ہوں تو دعا اور خوشامد بے معنی چیز ہے۔ در دعا۔ یہ شخص دعا بھی جب ہی کرتا ہے جب اس کو یہ معلوم ہو کہ مولا کی مرضی یہی ہے۔

Marfat.com

آں شفاعت[1] واں دعا نز رحمِ خود — می کند آں بندۂ صاحب رشد

وہ سفارش اور وہ دعا اپنے اوپر رحم کے لیے نہیں — کرتا ہے، وہ ہدایت یافتہ بندہ

رحمِ خود را او ہماں دم سوختست — کہ چراغِ عشقِ حق افروختست

اپنے رحم کو اس نے اسی وقت پھونک دیا ہے — جبکہ اس نے عشق کا چراغ روشن کیا ہے

دوزخِ اوصافِ او عشق است و او — سوخت مر اوصافِ خود را مو بمو

عشق اس کے اوصاف کی دوزخ ہے اور اس کے — اپنے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے

ہر طروقی ایں فروقِ کے شناخت — چوں دقوقی کو دریں دولت نتاخت

ہر سالک اس فرق کو کب سمجھتا ہے — جیسا کہ دقوقی، جو اس دولت میں نہ دوڑے

قصۂ دقوقی و کراماتش

دقوقی اور ان کی کرامات کا قصہ

آں دقوقی داشت خوش دیباجۂ — عاشق و صاحب کرامت خواجۂ

دقوقی ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے — عاشق، اور کرامت والے خواجہ تھے

بر زمیں[2] می شد چومہ بر آسماں — شب رواں را گشتہ زو روشن رواں

زمین پر وہ اس طرح تھے جیسے چاند آسمان پر — تاریکی میں چلنے والے ان کی وجہ سے روشنی میں چلنے والے ہوگئے

در مقامے مسکنے کم ساختے — کم دو روز اندر دہے انداختے

وہ ایک جگہ، کم ٹھہرتے — ایک گاؤں میں دو روز سے کم (ڈیرہ) ڈالتے

گفت در یک خانہ گر باشم دو روز — عشقِ آں مسکن کند در من فروز

انہوں نے کہا اگر میں دو روز ایک گھر میں رہوں گا — اس گھر کی محبت مجھ میں روشن ہو جائے گی

عِزَّةُ الْمَسْكَنْ[3] أُحَاذِرُهَا أَنَا — اِنْقُلِيْ يَا نَفْسُ سَافِرْ لِلْعَنَا[3]

میں اقامت کی عزت سے بچتا ہوں — اے نفس! منتقل ہو جا مشقت کی خاطر سفر کر

لَا أُعَوِّدُ خُلْقَ قَلْبِيْ بِالْمَكَانْ — كَيْ يَكُوْنُ خَالِصًا فِي الْاِمْتِحَانْ

میں اپنے دل کے اخلاق کو مکان کا عادی نہیں بنا رہا ہوں — تاکہ آزمائش میں خالص بن جائے

روز اندر سیر بُد شب در نماز — چشم اندر شاہ باز او ہمچو باز

دن کو سفر میں، رات کو نماز میں — آنکھ شاہ کے دیدار میں کھلی ہوئی وہ باز کی طرح تھے

---

[1] آں شفاعت۔ ایسے انسان کی دعا بھی اپنے اوپر رحم کے لیے نہیں ہوتی ہے محض خدا کی مرضی پر عمل کرنے کے لیے ہوتی ہے، وہ اپنے رحم سے اسی وقت دستبردار ہوگیا تھا جبکہ اس نے عشق خداوندی کا دم بھرا تھا۔ دوزخ۔ ایسا انسان اپنے تمام اوصاف اور ذاتی خواہشیں عشق کی بھٹی میں پھونک چکتا ہے۔ ہر طروقی۔ اس فرق کو کہ دعا بھی اگر ہو تو محض اللہ کی مرضی کو پورا کرنے کے لیے ہو اپنی ذاتی غرض کے لیے نہ ہو ہر سالک نہیں سمجھ سکتا۔ دقوقی جیسے بزرگ ہی اس کو نہ سمجھ سکے۔ دیباجہ۔ چہرہ۔ بر زمیں۔ جس طرح لوگ چاند سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں اسی طرح دقوقی سے حاصل کرتے تھے۔ در مقامے۔ دقوقی اس خیال سے کہ کسی مقام اور مسکن سے ان کو محبت پیدا نہ ہو ہمیشہ سفر میں رہتے تھے۔

[2] عزۃ المسکن۔ انسان وطن میں عزیز ہوتا ہے سفر میں اجنبی ہونے کی وجہ سے مشقتیں برداشت کرتا ہے۔

[3] عنا۔ مشقت، تکلیف۔ فی الامتحان۔ یعنی آزمائش کے وقت قلب میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ثابت ہو۔ چشم۔ ان کے مدنظر ذات باری رہتی تھی اور وہ باز کی طرح معارف و اسرار الٰہی کا شکار کرتے تھے۔

Marfat.com

منقطع[1] از خلق نے از بدخوئی
مخلوق سے جدا (تھے) بدمزاجی کی وجہ سے نہیں
منفرد از مرد و زن نے از دوئی
مرد و زن سے اکیلے تھے، مغائرت کی وجہ سے نہیں

مشفقے بر خلق و نافع ہمچو آب
مخلوق پر مہربان اور پانی کی طرح نفع رساں (تھے)
خود شفیعے بد دعائش مستجاب
وہ خود سفارشی اور ان کی دعا مقبول (تھی)

نیک و بد را مہربان و مستقر
بھلے اور برے کے لیے مہربان اور ٹھکانا (تھے)
بہتر از مادر شہی تر از پدر
ماں سے زیادہ بہتر اور باپ سے زیادہ مرغوب تھے

گفت پیغمبرؐ شما را اے جہاں
پیغمبر ﷺ نے فرمایا اے سردارو!
چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں
میں (تمہارے لیے) باپ کی طرح مشفق اور مہربان ہوں

زاں سبب کہ جملہ اجزائے[2] مید
کیونکہ تم سب میرے اجزا ہو
جزو را از کل چرا بری کنید
جزو کو کل سے کیوں جدا کرتے ہو

جزو از کل قطع شد بیکار شد
جزو کل سے کٹا تو بیکار ہو گیا
عضو از تن قطع شد مردار شد
عضو بدن سے کٹا، تو مردہ ہو گیا

تانہ پیوندد بہ کل بارِ دگر
جب تک وہ (عضو) دوبارہ کل سے نہ جڑے
مردہ باشد نبودش از جاں خبر
مردہ رہتا ہے، اس کو جاں کا پتا نہیں رہتا

ورجنبد نیست آں را خود سند
اگر وہ حرکت کرتا ہے تو وہ زندگی کی دلیل نہیں ہے
عضوِ نو ببریدہ ہم جنبش کند
نیا کٹا ہوا عضو بھی حرکت کرتا ہے

جزوِ ایں کل گر برد یکسو رود
اس کل کا جزو اگر کٹے، ایک طرف چلا جائے
ایں نہ آں کلّ ست کو ناقص شود
یہ وہ کل نہیں ہے جو ناقص ہو جائے

قطع و وصلِ[3] او نیاید در مقال
اس سے جدا ہونا اور جڑنا بیان نہیں کیا جا سکتا
چیز ناقص گفتہ شد بہر مثال
مثال کے لیے ایک ناقص بات کہہ دی گئی ہے

مر علیؓ را بر مثالِ شیر خواند
(حضرت) علی رضی اللہ عنہ کو شیر کی مانند کہا
شیر مثلِ او نباشد گرچہ راند
شیر ان جیسا نہیں ہوتا ہے اگرچہ (یہ مثال) جاری ہو گئی ہے

---

1. منقطع۔ وہ صرف اللہ کے لیے خلوت کو پسند کرتے تھے ورنہ وہ بدمزاج تھے نہ ان میں لوگوں سے مغائرت تھی۔ مشفقے۔ تمام انسانوں سے ان کا محبت اور شفقت کا معاملہ تھا۔ مستجاب۔ قبول شدہ۔ مستقر۔ ٹھکانا۔ شہی۔ مرغوب۔ گفت۔ چونکہ وہ پیغمبر ﷺ کے پیرو تھے اور پیغمبر ﷺ نے امت کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میں تم پر باپ کی طرح مہربان ہوں۔

2. جملہ اجزاء۔ چونکہ امت کی حیات اور بقا نبی سے وابستہ ہوتی ہے۔ جزو۔ جزو، کل سے کٹ کر بیکار ہو جاتا ہے، عضو بدن سے کٹ کر مردار ہو جاتا ہے۔ ورجنبد۔ اگر نبی سے کٹ کر کچھ آثارِ حیات بھی اس میں نظر آئیں تو اس کو حیات نہ سمجھو اس کی وہ حرکات مذبوحی ہیں جانور کا عضو کٹ کر بھی کچھ دیر تک تڑپتا رہتا ہے۔ جزوِ ایں کل۔ نبی سے جو کٹے گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا نبی میں اس کے جدا ہونے سے کوئی نقص پیدا نہ ہوگا۔

3. قطع و وصل۔ نبی سے جڑنے اور کٹنے کی یہ ایک ناقص مثال ہم نے دی ہے ورنہ اس حقیقت کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مر علیؓ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسد اللہ کہا جاتا ہے یعنی ان کو شیر کی مثل قرار دیا گیا ہے لیکن ان میں اور شیر میں بہت فرق ہے۔ مثال اور مثل میں بالکلیہ مشابہت نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح آنحضور ﷺ کے کل اور امتیوں کے اجزا ہونے کی یہ مثال بھی ایسی ہی ہے۔

باز گشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

از مثال و مثل فرقِ آں براں
مثال اور مثل اور اس کے فرق سے آگے بڑھ

جانبِ قصہ دقوقیؒ اے جواں
اے جوان! دقوقیؒ کے قصہ کی جانب

آنکہ[1] در فتویٰ امامِ خلق بود
وہ (دقوقی) جو فتویٰ میں مخلوق کے امام تھے

گوئے تقویٰ از فرشتہ میربود
تقوے میں فرشتے سے بازی لے جاتے تھے

آنکہ اندر سیر مہ را مات کرد
وہ جنہوں نے چلنے میں چاند کو ہرا دیا

ہم ز دینداریِ او دیں رشک خورد
جن کی دینداری پر خود دین نے رشک کیا

با چنیں تقویٰ و اوراد و قیام
باوجود ایسے تقوے اور وظائف اور نماز کے

طالبِ خاصانِ حق بودے مدام
وہ ہمیشہ خاصانِ خدا کے طالب رہتے تھے

در سفر[2] معظم مُرادش آں بدے
سفر میں ان کی بڑی مراد یہ ہوتی

کہ دمے بر بندۂ خاصی زدے
کہ تھوڑی دیر کسی خاص بندہ سے ملیں

ایں ہمی گفتے چو می رفتے براہ
جب سفر میں جاتے تو یہ کہتے

کن قرینِ خاصگانم اے اللہ
اے خدا! مجھے مخصوص (بندوں) کا ساتھی بنا دے

یا رب آنہا را کہ بشناسد دلم
اے خدا! جن کو میرا دل پہچان لیتا ہے

بندہ و بستہ میاں چوں محملم
(ان کے لیے) میں غلام کمر بستہ اور کجاوہ کی طرح ہوں

وانکہ نشناسم تو اے یزدانِ جاں
اور جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک!

بر من محجوب شاں کن مہرباں
ان کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

حضرتش گفتے کہ اے صدرِ مہیں
دربار (خداوندی) اُن سے کہتا اے صدر اعظم!

ایں چہ عشق ست و چہ استسقاست ایں
یہ کیسا عشق اور یہ کیسی پیاس ہے؟

مہرِ من[3] داری چہ می جوئی دگر
تم میری محبت رکھتے ہو دوسرے کی محبت کیوں تلاش کرتے ہو؟

چوں خدا با تست چوں جوئی بشر
جبکہ خدا تمہارے ساتھ ہے، انسان کی کیوں تلاش کرتے ہو؟

او بگفتے یا رب اے دانائے راز
وہ جواب دیتے اے خدا! اے راز کو جاننے والے!

تو کشودی در دلم راہِ نیاز
تو نے میرے دل میں نیازمندی کا راستہ کھول دیا ہے

---

1. آنکہ۔ یعنی وہ علوم ظاہری میں بھی امام وقت تھے اور نیکی میں فرشتوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ سیر۔ یعنی سیر الی اللہ۔ ہم ز دینداری۔ یعنی انتہائی دیندار تھے۔ اوراد۔ یعنی وظائف۔ قیام۔ یعنی نوافل نماز۔ مدام۔ ہمیشہ۔

2. در سفر۔ باوجود تمام بزرگیوں کے دقوقی ہمیشہ بزرگوں کی جستجو اور ملاقات کے متمنی رہتے تھے۔ ہمی گفتے۔ یعنی یہ دعا کرتے تھے۔ یارب۔ یعنی جن بزرگوں کو میں جان لوں گا ان کا تو میں خادم ہوں جو بزرگ ایسے ہیں کہ میری اور ان کی جان پہچان نہیں ہے ملاقات کے وقت ان کو بھی مجھ پر مہربان کر دینا۔ استسقا۔ پیاس، پانی کی طلب۔

3. مہر من۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری محبت کے ہوتے ہوئے اور کیا چاہتا ہے جبکہ تجھے حق کی معیت میسر ہے دوسرے کی معیت کی کیا ضرورت ہے۔ راہ نیاز۔ یعنی جن بزرگوں سے ملنے کی مجھے تمنا ہے ان بزرگوں کے لیے نیازمندی۔

Marfat.com

درمیانِ بحر[1] اگر بنشستہ ام ‌ طمع در آبِ سبو ہم بستہ ام
اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں ‌ گھڑیا کے پانی سے بھی میں نے لالچ وابستہ کیا ہے

ہمچو داؤدم نود نعجہ مراست ‌ طمع در نعجہ حریفم ہم بجاست
(حضرت) داؤد علیہ السلام کی طرح میرے پاس نوے بھیڑیں ہیں ‌ ساتھی کی بھیڑ کا لالچ بھی مناسب ہے

حرص اندر عشقِ تو فخرست و جاہ ‌ حرص اندر غیرِ تو ننگ و تباہ
تیرے عشق میں لالچ فخر اور مرتبہ ہے ‌ تیرے غیر میں لالچ، ذلت اور تباہی ہے

شہوت و حرصِ نراں پیشی بود ‌ و آنِ حیزاں ننگ و بدکیشی بود
مردوں کی شہوت اور لالچ بڑھاؤ ہوتا ہے ‌ ہیجڑوں کی خواہش ذلت اور بدفعلی ہوتی ہے

حرصِ مرداں[2] از رہِ پیشی بود ‌ در مخنث حرص سوئے پس رَوَد
مردوں کی حرص آگے کے راستے سے ہوتی ہے ‌ ہیجڑے کی حرص پچھلی جانب ہوتی ہے

آں یکے حرص از کمالِ مردی ست ‌ واں دگر حرص افتضاح و سردی ست
وہ ایک حرص مردی کے کمال کی وجہ سے ہے ‌ دوسری حرص، رسوائی اور سستی ہے

آہ سرّے ہست اینجا بس نہاں ‌ کہ سوئے خضرے شود موسیٰؑ دواں
آہ! یہاں ایک راز پوشیدہ ہے ‌ کہ (حضرت) موسیٰ (حضرت) خضر علیہ السلام کی طرف دوڑتے ہوئے رواں ہوئے

ہمچو مستسقی[3] کز آبش سیر نیست ‌ بر ہر آنچہ یافتی باللہ مایست
استسقاء کے بیمار کی طرح جس کو پانی سے سیرابی نہیں ہوتی ‌ خدا کی قسم، جو تو نے حاصل کر لیا ہے، اس پر نہ ٹھہر

چوں گذشتی زاں دگر نوتر رسد ‌ آں یکے بالا تر از وے در رسد
جب تو اس سے آگے بڑھے گا دوسری نئی (چیز) آئے گی ‌ اس سے اونچی اور چیز ملے گی

بے نہایت حضرتست ایں بارگاہ ‌ صدر را بگذار صدرِ تست راہ
یہ بارگاہ لامحدود دربار ہے ‌ صدر کو چھوڑ، تیرا صدر راستہ ہے

سرّ طلب کردنِ موسیٰ خضر را علیہما السلام با کمالِ نبوت و قربت
قرب اور نبوت کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کو تلاش کرنے کا راز

1. بحر۔ یعنی ذاتِ باری۔ سبو۔ یعنی وہ بزرگ جن سے ملنے کی تمنا ہے۔ داؤد۔ غلط طریقہ پر یہ روایت مشہور ہو گئی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نوے بیویاں تھیں پھر بھی ان کو سپاہی کی بیوی سے محبت ہو گئی تھی جس کو انہوں نے مختلف طریقوں سے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ مولانا نے اسی مشہور غلط قصہ کی بنیاد پر یہ شعر فرما دیا ہے۔ حرص۔ یعنی تیرے مقبول بندوں سے عشق تیرے ہی عشق کی حرص کا اثر ہے۔ پیشی۔ یعنی جو راہِ سلوک کے مرد ہیں، ان کی حرص مقامات میں ترقی کے لیے ہوتی ہے، نامردوں کی حرص برے افعال کی طرف ہوتی ہے۔
2. مرداں۔ راہِ سلوک کے مرد۔ مخنث۔ یعنی دنیادار۔ افتضاح۔ رسوائی۔ آہ۔ حضرت دقوقی کی دوسرے اولیا سے ملاقات کی تمنا ایسی ہی ہے جیسی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تمنا کی اور ان کی ملاقات کے لیے سرگرداں بنے۔
3. مستسقی۔ استسقا کی بیماری کا مریض جس کو پانی سے کبھی سیرابی نہیں ہوتی ہے۔ مایست۔ سیر الی اللہ کی کوئی انتہا نہیں ہے اس میں جو مقام بھی حاصل ہو اس سے اونچے مقام کی طلب جاری رہنی چاہیے۔ صدر۔ غلط فہمی سے اگر کسی مقام کو صدر سمجھ رہے ہو تو وہ صدر مقام نہیں ہے۔ وہ تو راہ کی ایک منزل ہے۔

Marfat.com

از کلیم حق بیاموز اے کریم
اے بھلے! کلیم اللہ سے سیکھ لے
ہیں چہ میگوید ز مشتاقی کلیم[1]
آگاہ! کلیم علیہ السلام شوق میں کیا کہہ رہے ہیں؟

باچنیں جاہ و چنیں پیغمبری
ایسے رتبے اور ایسی پیغمبری کے ہوتے ہوئے
طالبِ خضرم ز خود بینی بری
میں خضر علیہ السلام کا طالب ہوں خود پسندی سے بری ہوں

موسیا تو قومِ خود را ہشتۂ
اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے
در پے نیکو پے سرگشتۂ
ایک نیک خصلت کے پیچھے حیران ہو

کیقبادی رستہ از خوف و رجا
تم شاد ہو، امید و بیم سے آزاد ہو
چند گردی چند جوئی تا کجا
کب تک گھومو گے، کب تک جستجو کرو گے، کہاں تک؟

آنِ تو باتست و تو واقف بریں
تمہارا مطلوب تمہارے پاس ہے تم اس سے واقف ہو
آسمانا چند پیمائی زمیں
اے آسمان! کب تک زمین کی پیمائش کرو گے

گفت موسیٰ ایں ملامت کم کنید
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، یہ ملامت نہ کرو
آفتاب و ماہ[2] را رہ کم زنید
سورج اور چاند کا راستہ نہ روکو

میروم تا مجمع البحرین من
میں مجمع البحرین تک جاؤں گا
تا شوم مصحوبِ سلطانِ زمن
تاکہ شاہِ زمانہ کا ساتھی بنوں

اِجْعَلُ الْخَضِرَ لِاَمْرِیْ سَبَبًا
میں (حضرت) خضر علیہ السلام کو اپنے معاملہ کا ذریعہ بناؤں گا
ذَاکَ اَوْ اَمْضِیْ وَ اَسْرِیْ حُقُبًا
یہ ہو، یا ایک عرصۂ دراز تک چلتا اور پھرتا رہوں گا

سالہا پرّم بہ پرّ و بالہا
میں پر و بال کے ساتھ سالوں اڑتا رہوں گا
سالہا چہ بود ہزاراں سالہا
(چند) سال کیا ہوتے ہیں، ہزاروں سال

میروم یعنی نمی ارزد بداں
میں چلتا رہوں گا یعنی یہ (چلنا) اس (محبوب) کی برابر نہیں
عشقِ جاناں کم مداں از عشقِ ناں
محبوب کے عشق کو روٹی کے عشق سے کم نہ سمجھ

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
داستانِ آں دقوقی باز گو
ان دقوقی کی بات پھر بتا

باز گشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

---

1. کلیم۔ بات کرنے والا، چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر بغیر واسطہ حضرتِ حق نے گفتگو کی اس لیے ان کا لقب کلیم اللہ پڑ گیا۔ موسیا۔ حضرت موسیٰ جبکہ حضرت خضر کی تلاش میں چلے تو ان کی قوم نے یہ باتیں ان سے کہیں۔ نیکو پے۔ یعنی حضرت خضر۔ خوف و رجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرب الٰہی کا وہ رتبہ حاصل تھا جس میں امید و بیم کا دور ختم ہو جاتا ہے۔ آنِ تو۔ یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہے۔ آسمانا۔ یعنی اے موسیٰ تم مرتبہ کے اعتبار سے آسمان ہو۔ زمین پیمودن۔ پریشان ہونا۔
2. آفتاب و ماہ۔ یعنی میری اور خضر کی ملاقات قران السعدین ہے۔ مجمع البحرین۔ قرآن کریم میں ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹوں گا جب تک نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں قرنوں۔
3. حقبا۔ زمانہ دراز۔ می روم۔ یعنی جستجو کی یہ مشقت اس مطلوب کے بالمقابل ہیچ ہے۔ عشقِ ناں۔ روٹی کمانے کے لیے آدمی مارا مارا پھرتا ہے۔

Marfat.com

آں دقوقی رحمۃ اللہ علیہ
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے
گفت سافرتُ مُدیٰ فِی خافِقیہ[1]
فرمایا میں نے ایک مدت تک مشرق ومغرب کا سفر کیا

سال و مہ رفتم سفر از عشقِ ماہ
چاند کے عشق میں سالوں اور مہینوں میں نے سفر کیا
بیخبر از راہ و حیراں در اِلٰہ
راستہ سے بیخبر تھا اور اللہ (تعالیٰ) میں محو تھا

پا برہنہ رفتہ ام در خاک و سنگ
مٹی اور پتھروں میں ننگے پاؤں چلا ہوں
زانکہ من حیرانم و بیخویش و دنگ
کیونکہ میں محو، اور بیخود اور حیران تھا

تو مبیں ایں پایہا را بر زمیں
تو ان پاؤں کو زمین پر نہ سمجھ
زانکہ بر دل میرود عاشق یقیں
کیونکہ، عاشق واقعۃً دل (کے بل) پر چلتا ہے

از رہ و منزل ز کوتاہ و دراز
راستہ، اور منزل، اور نزدیک اور دور کو
دل چہ داند[2] کوست مستِ دلنواز
دل کیا جانے، کیونکہ وہ دلنواز کا مست ہے

ایں دراز و کوتہ اوصافِ تن ست
لمبا اور مختصر جسم کے اوصاف ہیں
رفتنِ ارواح دیگر رفتن ست
روحوں کا چلنا، دوسرا چلنا ہے

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل
تو نے نطفہ سے عقل تک سفر کیا
نے بگامے بود منزل نے بنقل
یہ منزل نہ قدم سے (طے) ہوئی نہ نقل ہونیسے

سیرِ جاں[3] بیچوں بود دور و دیر
روح کی سیر مسافت اور زمانہ میں بے کیف ہوتی ہے
جسمِ ما از جاں بیاموزید سیر
ہمارے جسم نے روح سے سیر سیکھی ہے

سیرِ جاں ہر کس نہ بیند جانِ من
اے جانِ من! روح کی سیر ہر شخص نہیں دیکھتا ہے
لیک سیرِ جسم باشد بر علن
ہاں جسم کی سیر علی الاعلان ہوتی ہے

سیرِ جسمانہ رہا کرد اوکنوں
(جسم نے) جسمانی سیر چھوڑ دی، وہ اب
میرود بیچوں نہاں در شکل چوں
پوشیدہ طور پر کیف کی شکل میں بے کیف چلتا ہے

گفت روزے می شدم مشتاق وار
(دقوقیؒ نے) فرمایا ایک روز میں مشتاقانہ روانہ ہوا
تا بہ بینم در بشر انوارِ یار
تاکہ کسی انسان میں، یار کے انوار دیکھوں

تا بہ بینم قلزمے در قطرۂ
تاکہ میں ایک قطرے میں سمندر کو دیکھوں
آفتابے درج اندر ذرۂ
سورج کو ذرے میں داخل (دیکھوں)

---

[1] خافقین۔ مغرب و مشرق۔ ماہ۔ یعنی ذاتِ خداوندی۔ حیراں۔ یعنی مقامِ تحیر۔ تو مبیں۔ عاشق کی سیر ایک درجہ میں جسمانی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ روحانی ہوتی ہے۔

[2] دل چہ داند۔ دل کی سیر میں قریب و بعید کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔ تو سفر۔ جس طرح انسان کی سیر نطفہ سے لے کر عقل آنے کے زمانے تک کی ہے اسی طرح روح کی سیر ہے کہ نہ اس میں تھکن ہوتی ہے نہ دوری منزل کا تصور آتا ہے۔ جسمِ ما۔ عاشقوں کی سیر دراصل روحانی ہے، جسمانی سیر محض اس کے تابع ہے لہٰذا جسمانی سیر کے عوارض ان پر طاری نہیں ہوتے ہیں۔

[3] سیرِ جاں۔ روحانی سیر کو ہر شخص محسوس نہیں کر سکتا جسمانی رفتار اور سیر کو سب دیکھ لیتے ہیں۔ سیرِ جسمانہ۔ عاشق کی سیر اگرچہ بشکل جسمانی ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ روحانی سیر کرتا ہے جو کہ بے کیف ہوتی ہے۔ تا بہ بینم۔ تاکہ دریائے وحدت کو جسم انسانی میں مشاہدہ کروں اور آفتاب کو ذرہ میں دیکھوں۔

Marfat.com

نمودن مثالِ ہفت شمع سوئے ساحل

ساحل کی جانب سات شمع جیسی نظر آنا

چوں رسیدم سوئے یک ساحل بگام[1] — بود بے گہ گشتہ روز و وقت شام
جب میں پیدل ایک ساحل کی جانب پہنچا — دن بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا

بعد ازاں ناگہ. چہ دیدم گویمت — تابدانی سِرّ آں افزویمت
اس کے بعد اچانک میں نے کیا دیکھا؟ میں تجھے بتاتا ہوں — تاکہ تو اس کا راز جان لے، میں بڑھ کر بیان کرتا ہوں

ہفت شمع از دور دیدم ناگہاں — اندراں ساحل شتابیدم بداں
میں نے دور سے اچانک سات شمعیں دیکھیں — ان کی وجہ سے میں اس ساحل کی طرف لپکا

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازاں — برشدہ خوش تا عنانِ آسماں
ان میں سے ہر ایک شمع کا نور اور شعلہ — آسمان کی فضا تک، بہت اونچا تھا

خیرہ گشتم خیرگی ہم خیرہ گشت — موجِ حیرت عقل را از سرگذشت
میں حیران رہ گیا، حیرانی بھی حیران ہو گئی — حیرت کی موج عقل کے اوپر سے گزر گئی

کایں چگونہ شمعہا افروختہ است — کہ دو دیدۂ خلق زینہا دوختہ است
کہ یہ شمعیں کس طرح سے روشن ہیں؟ — کہ مخلوق کی دونوں آنکھیں ان سے بند ہیں

خلق جویانِ چراغے گشتہ بود — پیشِ آں شمعے کہ برمہ می فزود
مخلوق چراغ کی جستجو میں تھی — ان شمعوں کے ہوتے ہوئے جو چاند سے بڑھی ہوئی تھیں

چشم بندی بُد عجب بر دیدہا — بندشاں میکرد یَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ[2]
آنکھوں پر عجیب چشم بندی تھی — ان کی بندش وہ کر رہا تھا جو جس کو چاہے ہدایت دے

شدنِ آں ہفت شمع بر مثالِ یک شمع

ان سات شمعوں کا ایک شمع جیسا ہو جانا

باز میدیدم کہ شد آں ہفت یک — می شگافد نورِ او جیبِ فلک
پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات شمعیں ایک ہو گئیں — اس کا نور آسمان کا گریبان پھاڑ رہا تھا

باز آں یک بارِ دیگر ہفت شد — مستی و حیرانیِ من زفت شد
پھر وہ ایک دوبارہ سات ہو گئی — میری مستی اور حیرانی سخت ہو گئی

اتصالاتے میانِ شمعہا — کہ نیاید بر زبان و گفتِ ما
شمعوں میں وہ جوڑ تھا — جو کہ زبان اور گفتگو میں نہیں آ سکتا

آنکہ یک دیدن کند ادراکِ آں — سالہا نتواں نمودن از زباں
ایک نظر جو کچھ محسوس کر لیتی ہے — زبان سے اس کو سالوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

---

1. گام۔ قدم۔ عناں۔ فضا۔ کایں چگونہ۔ دراصل وہ سات شمعیں ان سات اولیا کا نور تھا جس کو صاحب باطن ہی دیکھ سکتا تھا۔ عوام کو وہ نظر نہ آتا تھا۔

2. یَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ۔ یعنی ذات خداوندی۔ جیب۔ گریبان۔ اتصالاتے۔ ان شمعوں کے باہمی اتصال کی کیفیت ناقابل بیان ہے۔ آنکہ۔ ان کا یہ باہمی اتصال محض دیدنی ہے، بیان نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

آنکه یکدم[1] بیندش ادراک و ہوش　　سالہا نتواں شنیدن آں بگوش
جس کو علم و ہوش میں ایک دم دیکھ لیتا ہے　　اس کو کانوں کے ذریعہ سالوں میں نہیں سنا جا سکتا

چونکہ پایانے ندارد رو الیک　　زانکہ لَآ اُحۡصِیۡ ثَنَاءً مَّا عَلَیۡک
چونکہ یہ بات لا محدود ہے، جا پرے ہٹ　　اس لیے کہ میں تھوڑی سی تعریف کا بھی تیرے لیے احاطہ نہیں کر سکتا

پیشتر رفتم دواں کاں شمعہا　　تاچہ چیزست از نشانِ کبریا
میں دوڑتا ہوا آگے بڑھا، کہ وہ شمعیں　　اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کیا چیز ہیں؟

می شدم بیہوش و بیخویش و خراب　　تا بیفتادم ز تعجیب و شتاب
میں بے ہوش اور بے خود اور خستہ ہو گیا　　یہاں تک میں عجلت اور جلدی میں گر پڑا

ساعتے بیہوش و بے عقل اندریں　　اوفتادم بر سرِ خاکِ زمیں
تھوڑی دیر بیہوش اور بے عقل اس حالت میں　　میں زمین کی خاک پر پڑا رہا

باز[2] باہوش آمدم برخاستم　　در روش گوئی نہ سرنے پاستم
پھر میں ہوش میں آیا، اٹھا　　رفتار میں گویا نہ میرے سر تھا نہ پاؤں

نمودنِ آں شمعہا درنظر آں شیخ ہفت مرد

ان شیخ کی نظر میں ان شمعوں کا سات مرد ظاہر ہونا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد　　نورِ شاں می شد بسقفِ لاجورد
دیکھنے میں، سات شمعیں سات مرد بن گئے　　ان کا نور، نیلگوں چھت (آسمان) تک پہنچ رہا تھا

پیشِ آں انوار نورِ روزِ دُرد　　از صلابت[3] نورہا را می سترد
ان نوروں کے سامنے دن کا نور (بھی) ماند تھا　　شدت کی وجہ سے (اور) نوروں کا صفایا کر رہا تھا

باز حیراں گشتم اندر صنعِ ربّ　　کاینچنیں چوں شد چگونہ ست اے عجب
میں پھر خدا کی کاریگری میں حیران ہو گیا　　تعجب ہے کہ یہ کیسے ہوا اور کیسے ہے؟

پیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم　　تاچہ حال ست اینکہ میگردد سرم
میں آگے گیا، تاکہ اچھی طرح دیکھوں　　کہ یہ کیا حال ہے کہ میرا سر چکرا رہا ہے!

باز شدنِ آں شمعہا ہفت درخت

ان شمعوں کا پھر سات درخت بن جانا

باز ہریک مرد شد شکلِ درخت　　چشم از سبزیِ ایشاں نیکبخت
پھر ہر مرد ایک درخت کی شکل ہو گیا　　ان کی سبزی سے آنکھ بہرہ مند تھی

---

[1] یک دم۔ علم و ہوش جس چیز کو تھوڑی دیر میں سمجھ جاتا ہے اس کو سالوں میں بھی سنا ممکن نہیں ہے۔ لااحصی۔ ان بزرگوں کا یہ نور تجلیات رب تھیں ان کی تعریف ممکن نہیں ہے۔ تعجیل۔ عجلت۔

[2] باز۔ یعنی ہوش میں آکر میں ان شمعوں کی طرف بے تحاشا بھاگا۔ لاجورد۔ نیلا یعنی آسمان۔ درد۔ گدلا۔

[3] از صلابت۔ وہ نور اس قدر تیز تھا کہ دوسرے نور اس کے بالمقابل ہیچ تھے۔ باز حیراں۔ میں حیران تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کیا کاریگری ہے کہ وہ شمعیں انسانی صورت اختیار کر رہی ہیں۔ چشم۔ یعنی ان درختوں کی سبزی اس قدر دیدہ زیب تھی جو آنکھوں کے لیے ایک نعمت تھی۔

زانبہی[1] برگ پیدا نیست شاخ — برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
پتوں کی کثرت سے، شاخ نظر نہیں آتی — میوے کی کثرت سے پتے بھی گم ہو گئے تھے

ہر درختے شاخ بر سدرہ زدہ — سدرہ چہ بود از خلا بیروں شدہ
ہر درخت نے شاخ سدرہ تک پہنچائی ہے — سدرہ کیا ہوتا ہے خلا سے بھی باہر نکل گئی ہے

بیخِ ہریک رفتہ در قعرِ زمیں — زیرِ تراز گاو و ماہی بُد یقیں
ہر ایک کی جڑ زمین کی گہرائی میں تھی — جو یقیناً مچھلی اور گائے سے بھی نیچے تھی

بیخِ شاں[2] از شاخِ خنداں روئے تر — عقل ازاں اشکالِ شاں زیرو زبر
ان کی جڑ شاخ سے بھی زیادہ پر رونق اور تر و تازہ تھی — ان کی شکلوں سے عقل درہم برہم تھی

میوہ کہ برشگافیدے ز زور — ہمچو آب از میوہ جستے برقِ نور
زور میں آ کر جو پھل پھٹتا تھا — پانی کی طرح نور کے کوندے پھل سے ٹپکتے تھے

مخفی بودنِ آں درختاں از چشمِ خلق

ان درختوں کا لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہونا

ایں عجب تر کہ بر ایشاں می گذشت — صد ہزاراں خلق از صحرا و دشت
یہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا کہ ان پر گذرتے — جنگل اور میدان سے لاکھوں انسان

ز آرزوئے سایہ جاں می باختند — از گلیمے سایباں می ساختند
سایہ کی تمنا میں جان کی بازی لگاتے تھے — کمبلوں کے سائبان بناتے تھے

سایۂ آں را نمی دیدند ہیچ — صد تفو بر دیدہائے پیچ پیچ
وہ ان (درختوں) کا سایہ بالکل نہ دیکھتے تھے — ایسی کج آنکھوں پر سو بار تف ہے

ختم کردہ قہرِ حق بر دیدہا — کہ نہ بیند ماہ را بیند سُہا[3]
اللہ (تعالیٰ) کے قہر نے آنکھوں پر مہر لگا دی تھی — کہ چاند کو نہ دیکھیں، سُہا کو دیکھ لیں

ذرہ را بیند و خورشید نے — لیک از لطف و کرم نومید نے
ذرہ کو دیکھ لیں اور سورج کو نہ دیکھیں — لیکن لطف اور کرم سے نا امید بھی نہیں

---

1. زانبہی۔ پتے اس قدر گھنے تھے کہ شاخ نظر نہ آتی تھی پھل اس قدر زیادہ تھے کہ پتے ان میں چھپ گئے تھے۔ سدرہ۔ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر بیری کے درخت جیسا درخت ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی پرواز اور مخلوق کے علم کی انتہا ہے۔ خلا۔ یعنی سدرۃ المنتہیٰ سے بالائی حصہ۔ گاو و ماہی۔ مولانا نے عوام کے عقیدہ کے مطابق یہ شعر فرمادیا ہے عوام میں یہ ایک غلط عقیدہ قائم ہو گیا ہے کہ زمین ایک گائے کے سینگ پر قائم ہے اور وہ گائے مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے۔
2. بیخ شاں۔ جڑ میں تری و تازگی نہیں ہوتی لیکن ان درختوں کی جڑ بھی پُر رونق اور تر و تازہ تھی۔ میوہ۔ پھل خوب پک کر پھٹنے لگتا ہے۔ ایں عجب۔ لاکھوں انسان وہاں سے گزر رہے تھے لیکن وہ ان درختوں کو نہیں دیکھ پاتے تھے۔ ز آرزو۔ یہ بھی نہیں تھا کہ ان لوگوں کو سایہ کی ضرورت نہ ہو۔ ختم کردہ۔ ان لوگوں کے ان درختوں کو نہ دیکھ سکنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی نگاہوں پر مہریں لگادی تھیں۔
3. سُہا۔ بنات النعش کا ایک چھوٹا سا ستارہ ہے یعنی وہ معمولی چیز کو دیکھ لیتے تھے لیکن اس قدر منور چیز کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیک۔ یعنی یہ لوگ اولیا سے ملنے کی جد و جہد بھی نہیں کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے مہریں زائل کرنے کی تدبیر بھی نہیں کرتے ہیں اور خواہ مخواہ امیدوار بھی ہیں۔

Marfat.com

کاروانہا بے نواویں میوہا | پختہ میریزد چہ سحرست اے خدا
قافلے مفلس، اور یہ پھل | پکے گر رہے ہیں اے اللہ! یہ کیسا جادو ہے؟

سیب بوسیدہ[1] ہمی چیدند خلق | درہم افتادہ بہ یغما خشک حلق
لوگ سڑے ہوئے سیب چن رہے تھے | لوٹ مار میں پیاسے باہم لڑ رہے تھے

گفت ہر برگ و شگوفہ آں غصون | دمبدم یَالَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ
ان شاخوں کا ہر پتہ اور کلی کہہ رہی تھی | ہر وقت کاش میری قوم جان لیتی

بانگ می آمد ز سوئے ہر درخت | سوئے ما آئید خلقِ شور بخت
ہر درخت کی جانب سے آواز آ رہی تھی | بد بخت لوگو! ہماری طرف آؤ

بانگ می آمد ز غیرت بر شجر | چشم شاں بستیم کَلَّا لَا وَزَر
درخت کو غیرت (خداوندی) کی جانب سے آواز آئی | ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں، ہرگز ٹھکانا نہیں ہے

گر کسے می گفت شاں زیں سو روید | تا ازیں اشجار مستسعد شوید
اگر ان سے کوئی کہتا تھا کہ اس جانب جاؤ | تاکہ تم ان درختوں سے منتفع ہو

جملہ میگفتند کایں مسکین مست | از قضاء اللہ دیوانہ شدست
سب کہتے تھے، کہ یہ بیچارہ مدہوش | اللہ کے حکم سے دیوانہ ہو گیا ہے

مغزِ ایں مسکیں ز سودائے دراز | وز ریاضت[2] گشتہ فاسد چوں پیاز
اس بیچارے کا دماغ طویل وہم سے | اور مجاہدے سے، پیاز کی طرح سڑ گیا ہے

او عجب می ماند یا رب حال چیست | خلق را ایں پردہ و اضلال چیست
وہ تعجب میں رہ جاتا اے خدا! یہ کیا حال ہے؟ | لوگوں (کی عقل) پر یہ پردہ اور گمراہی کیسی ہے؟

خلق گوناگوں باصد رائے و عقل | یک قدم آں سو نمی آرند نقل
مختلف قسم کے لوگ سیکڑوں رائے اور عقل کے ہوتے ہوئے | اس جانب ایک قدم نہیں بڑھاتے ہیں

عاقلان[3] و زیرکاں شاں ز اتفاق | گشتہ منکر ز آنچنیں باغے و عاق
ان میں سے سمجھدار اور ذہین بالاتفاق | ایسے باغ کے منکر اور نافرمان بن گئے

یا منم دیوانہ و حیراں شدہ | دیو چیزے مر مرا بر سر زدہ
یا میں ہی دیوانہ اور پاگل ہو گیا ہوں | شیطان نے کچھ مجھ پر مسلط کر دیا ہے

---

[1] سیب بوسیدہ۔ یعنی علوم واسرار خداوندی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور دنیاوی علوم کے حصول میں دست وگریباں ہیں۔ گفت۔ اس نور کا ہر حصہ اس کی تمنا کرتا تھا کہ کاش قوم اس کو پہچان لے اور اس کے ذریعہ راہِ نجات پر چل پڑے۔ بانگ۔ اس نور کی پکار پر غیرتِ خداوندی کی طرف سے آواز آئی کہ ان کو دعوت نہ دے۔ ان کی آنکھوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ ان کے لیے اب کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ مستسعد۔ سعادت حاصل کرنے والا۔ جملہ۔ دعوت الی اللہ کے جواب میں منکرین کی جانب سے داعی کو یہی جواب ملتا ہے۔

[2] ریاضت۔ چونکہ اس داعی نے مشقتیں برداشت کی ہیں اور مجاہدے کئے ہیں لہٰذا دماغ میں خشکی آ گئی ہے۔ او عجب۔ داعی کو تعجب ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر واضح علامتوں کے یہ لوگ دعوت کو کیوں نہیں قبول کرتے ہیں۔

[3] عاقلاں۔ دنیا کے معاملات میں سب عقلمند ہیں لیکن اس روحانی چمنستاں کے بے عقلی سے منکر بن رہے ہیں۔ یا منم۔ منکرین کے انکار سے داعی میں خود اپنے بارے میں وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں۔

Marfat.com

چشم می مالم بہر لحظہ کہ من
میں ہر دم آنکھیں ملتا ہوں کہ میں
خواب بینم یا خیال اندر زمن
دنیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا خیال (محض) ہے

خواب چہ[1] بود بر درختاں میروم
خواب کیا ہوتا ہے؟ میں درختوں پر گھوم رہا ہوں
میوہا شاں می خورم چوں نگروم
میں ان کے پھل کھا رہا ہوں گرویدہ کیسے نہ ہوں؟

باز چوں من بنگرم در منکراں
پھر جب میں منکروں کو دیکھتا ہوں
کہ ہمی گیرند زیں بستاں کراں
کہ وہ اس باغ سے کنارہ کر رہے ہیں

با کمالِ احتیاج و افتقار
پوری احتیاج، اور ضرورت کے باوجود
ز آرزوئے نیم غورہ جاں سپار
ادھ کچرے پھلوں کی آرزو میں جان کھوتے ہوئے

ز اشتیاق[2] و حرصِ یک برگِ درخت
درخت کے ایک پتے کے شوق اور حرص میں
میزنند ایں بے نوایاں آہِ سخت
یہ بے سہارا سخت آہیں بھر رہے ہیں

در ہزیمت زیں درخت و زیں ثمار
اُن درختوں اور پھلوں سے پیچھے ہٹتے ہوئے
ایں خلائق صد ہزار اندر ہزار
یہ لوگ لکھوکھا

باز میگویم عجب من بیخودم
پھر میں کہتا ہوں (کہ) میں عجیب بیہوش ہوں
دست در شاخِ خیالی در زدم
ایک خیالی شاخ کو پکڑ رہا ہوں

ہیں بخواں اِسْتَیْاَسَ الرُّسُل اے عمو
ہاں اے چچا! اِسْتَیْاَسَ الرُّسُل پڑھ
تا بَظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا
ظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا تک

ایں قرأت خواں کہ تخفیفِ کذب
یہ قرأت پڑھ کیونکہ کذب کو تخفیف سے پڑھنا
ایں بود کہ خویش بیند محتجب[3]
یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو محجوب دیکھے

در گماں افتاد جانِ انبیاء
انبیاء کی جان، شک میں پڑ گئی
ز اتفاقِ منکریِّ اشقیا
بد بخت منکروں کے باہم متفق ہو جانے سے

جآءَ ھُمْ بَعْدَ التَّشَکُّکِ نَصْرُنَا
شک میں پڑ جانے کے بعد ان کے پاس ہماری مدد پہنچی
ترکِ شاں گو بر درختِ جاں بر آ
ان کو چھوڑ، روح کے درخت پر آ

---

1. خواب چہ۔ وہ داعی پھر سوچتا ہے کہ خواب تو بالکل نہیں ہے کیونکہ میں نفس الامر میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں اور ان سے نفع اندوز ہو رہا ہوں۔ باز۔ غرضیکہ داعی کے سامنے ایک طرف حقیقتیں ہوتی ہیں اور دوسری طرف منکرین کا بالاتفاق انکار، تو اس کو شکوک وشبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔

2. ز اشتیاق۔ یعنی یہ بھی نہیں کہ ان چیزوں کی ان کو طلب واحتیاج نہ ہو۔ ہیں۔ مولانا نے یہ مضمون بیان فرمایا کہ منکروں کے انکار سے خود داعی میں اپنے اور حقائق کے بارے میں شکوک پیدا ہو جاتے ہیں اب اس مضمون کی تائید میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے۔ حَتّٰی اِذَا اسْتَیْاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَ ھُمْ نَصْرُنَا۔ اس آیت میں لفظ کُذِبُوْا میں دو قرأتیں ہیں۔ ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأت ہے وہ اس لفظ کو کُذِّبُوْا، دال کی تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں، اس قرأت پر ترجمہ یہ ہوگا یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلا دیا تو ان کے پاس ہماری مدد آ پہنچی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس لفظ کو کُذِبُوْا پڑھتے تھے اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ ان رسولوں کو یہ وسوسہ آنے لگا کہ ان سے مدد کا وعدہ غلط کیا گیا تھا۔ مولانا اپنے سابق مضمون کی مطابقت میں اس لفظ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت کے مطابق پڑھ کر ترجمہ کرتے ہیں۔

3. محتجب۔ یعنی یہ بدگمانی اس وقت ہونے لگتی ہے جب وہ داعی اپنے آپ کو اللہ کی مدد سے روکا گیا سمجھنے لگتا ہے۔ ترکِ شاں۔ یعنی اس داعی کو اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ ان منکروں سے قطع نظر کرلے اور خود ان غیبی اسرار و معارف سے فائدہ اٹھا اور ان لوگوں کو فائدہ پہنچا جن کے مقدر میں فائدہ ہے۔

Marfat.com

میخور و مے دہ بداں کش روزی ست | ہر دم و ہر لحظہ سحر آموزی[1] ست
کھا اور اس کو دے جس کا مقدر ہے | ہر وقت اور ہر لحظہ عجائب کا سکھانا ہے

خلق گویاں اے عجب ایں بانگ چیست | چونکہ صحرا از درخت و بر تہی ست
لوگ کہتے تھے ہائے تعجب یہ آواز کیسی ہے؟ | جبکہ جنگل، درختوں اور پھلوں سے خالی ہے

گیج گشتیم از دمِ سودائیاں | کہ بنزدیکِ شما باغ ست و خواں
ہم (ان) دیوانوں کی باتوں سے احمق بن گئے | کہ تمہارے نزدیک باغ اور خوان ہے

چشم می مالیم و اینجا باغ نیست | یا بیابانیست یا مشکل رہیست
ہم آنکھیں ملتے ہیں اور اس جگہ باغ نہیں ہے | یا تو جنگل ہے، یا دشوار گزار راستہ ہے

اے عجب[2] چندیں دراز ایں ماجرا | چوں بود بیہودہ و ہزل و خطا
تعجب ہے، اس قدر طویل قصہ | بیہودہ اور مذاق اور غلط کیسے ہو سکتا ہے؟

من ہمیگویم چو ایشاں اے عجب | اینچنیں مہرے چرا زدِ صُنعِ رب
میں بھی ان کی طرح کہتا ہوں تعجب ہے | اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے ایسی مہر کیوں لگا دی ہے

زیں تنازعہا محمدؐ در عجب | در تعجب نیز ماندہ بولہب
انہی (قسم کے) اختلافات سے محمد ﷺ تعجب میں تھے | ابو لہب بھی تعجب میں پڑا ہوا تھا

زیں عجب[3] تا آں عجب فرقیست ژرف | تاچہ خواہد کرد سلطانِ شگرف
اِس تعجب اور اُس تعجب میں گہرا فرق ہے | دیکھو! عظیم شہنشاہ کیا کرے گا

اے دقوقی تیز تر راں ہیں خموش | چند گوئی چند چوں قحط ست گوش
اے دقوقی تیز چلا خبردار! چپ ہو جا | جبکہ (سمجھنے والے) کان کا قحط ہے کتنا کہے گا

یک درخت شدنِ آں ہفت درخت در نظرِ او
ان کی نگاہ میں ان سات درختوں کا ایک درخت بن جانا

گفت راندم پیشتر من نیکبخت | باز شد آں ہفت جملہ یک درخت
(دقوقی نے) فرمایا میں سعادتمند آگے بڑھا | پھر وہ سب سات (درخت) ایک ہو گئے

---

[1] سحر آموزی۔ یعنی اولیاء اللہ سے ہر وقت عجائب وغرائب کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ خلق گویاں۔ منکر کہتے ہیں کہ یہاں نہ باغ ہے نہ پھل۔ یہ شخص کیوں ان کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ گیج گشتیم۔ اور وہ منکر یہ بھی کہتے ہیں کہ ان دیوانے داعیوں نے ہمیں دیوانہ بنا دیا ہے۔ کہ۔ یہ داعی یہ کہتے رہتے ہیں۔ چشم مالیم۔ منکر کہتے ہیں ہم اچھی طرح دیکھ رہے ہیں ہمیں کچھ نظر نہیں آتا، صرف بیابان اور مشکل راستہ ضرور نظر آتا ہے۔

[2] اے عجب۔ داعی کہتے ہیں کہ اس قدر طویل واقعات اور حقائق، غلط اور وہم کیسے ہو سکتے ہیں، اللہ نے ان کے مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے یہ اندھے بہرے ہیں، نہ کچھ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ زیں تنازعہا۔ اسی قسم کے جھگڑے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش نے کئے اس طرف ان کے انکار پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوتا تھا، دوسری طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا۔

[3] ایں عجب۔ یعنی داعی کا قوم کے انکار پر تعجب اور منکرین کا داعی کی دعوت پر تعجب ان دونوں میں انجام کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے۔

Marfat.com

هفت[1] می شد فرد می شد هر دمے
وہ کبھی سات ہو جاتے، کبھی ایک
من چساں می گشتم از حیرت ہمے
میرا بھی حیرت سے، عجب حال تھا

بعد ازاں دیدم درختاں در نماز
اس کے بعد میں نے درختوں کو نماز (کی حالت) میں دیکھا
صف کشیدہ چوں جماعت کردہ ساز
صف بنائے ہوئے جماعت کی طرح ساز (وسامان) کیے ہوئے

یک درخت از پیش مانندِ امام
امام کی طرح ایک درخت آگے
دیگراں اندر پسِ او در قیام
دوسرے اس کے پیچھے قیام میں

آں قیام و آں رکوع و آں سجود
وہ قیام، وہ رکوع، وہ سجدہ
از درختاں بس شگفتم می نمود
درختوں سے مجھے بہت عجیب معلوم ہوا

یاد کردم قولِ حق را آں زمان
اس وقت مجھے اللہ (تعالیٰ) کا قول یاد آیا
گفت وَ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ یَسْجُدَان
فرمایا ہے بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

ایں درختاں را نہ زانو[2] نے میاں
ان درختوں کے نہ زانو ہے نہ کمر
ایں چہ ترتیبِ نماز ست آنچناں
اس طرح نماز کی یہ کیا ترتیب ہے

آمد الہامِ خدا کاے بافروز
خدا کا الہام آیا، کہ اے پُرنور!
ایں عجب داری زکارِ ما ہنوز
تجھے اب تک ہمارے کام پر تعجب ہے

ہفت مرد شدنِ آں ہفت درخت
ان سات درختوں کا سات مرد بن جانا

بعد دیرے[3] گشت آنہا ہفت مرد
تھوڑی دیر کے بعد وہ (درخت) سات مرد بن گئے
جملہ در قعدہ پے یزدانِ فرد
اللہ احد کے لیے سب قعدہ میں تھے

چشم می مالم کہ آں ہفت ارسلاں
میں آنکھیں ملتا تھا کہ وہ سات شیر (مرد)
تا کیانند و چہ دارند از جہاں
کون ہیں اور دنیا سے کیا (مرتبہ) رکھتے ہیں؟

چوں بہ نزدیکی رسیدم من زراہ
جب میں راستہ سے (ان کے) قریب پہنچا
کردم ایشاں را سلام از انتباہ
ہوش سے میں نے ان کو سلام کیا

قوم گفتندم جوابِ آں سلام
قوم نے مجھ سے اس سلام کے جواب میں کہا
اے دقوقی مفخر و تاجِ کرام
اے دقوقی بزرگوں کے لیے باعثِ فخر اور تاج

---

1. ہفت۔ ان سات درختوں کا کبھی ایک بننا کبھی سات بن جانا میرے لیے انتہائی حیرت کا سبب تھا۔ بعد ازاں۔ اس کیفیت کے بعد ان سات درختوں نے نماز کی صف بندی کی اور ان میں سے ایک امام بن گیا۔ آں قیام۔ درختوں کی نماز پر مجھے بڑا تعجب ہوا پھر مجھے قرآن کی یہ آیت یاد آئی وَالنَّجْمُ وَ الشَّجَرُ یَسْجُدَان یعنی زمین وغیرہ پر پھیلنے والی بیلیں اور درخت اللہ کو سجدے کرتے ہیں۔
2. نہ زانو۔ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور التحیات میں زانو کے بل بیٹھا جاتا ہے، ان درختوں کے نہ کمر ہے کہ یہ کھڑے ہوسکیں نہ زانو ہے کہ اس کے بل بیٹھ سکیں تو یہ کیسی نماز ہے۔
3. بعد دیرے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سات درخت پھر سات انسان بن گئے اور قعدہ میں ہیں یعنی التحیات بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ ارسلان۔ شیر۔ چہ دارند۔ یعنی ان کا دنیا میں کس قدر اونچا مرتبہ ہے۔ انتباہ۔ آگاہی۔ مفخر۔ جائے فخر۔

Marfat.com

گفتم آخر چوں مرا بشناختند[1] — پیش ازیں بر من نظر نینداختند

میں نے (دل میں) کہا وہ مجھے کیسے پہچان گئے؟ — اس سے پہلے انہوں نے مجھے نہیں دیکھا تھا

از ضمیرِ من بدانستند زود — یک دگر را بنگریدند از فرود

وہ میرے دل کی بات فوراً سمجھ گئے — نیچی نظروں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا

پاسخم دادند کاے جانِ عزیز — چوں بپوشیدست ایں ہا بر تو نیز

انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے پیارے! — یہ تم پر بھی کیوں پوشیدہ ہے؟

بردلے کو را تحیّر با خداست — کے شود پوشیدہ رازِ چپ و راست

اس دل پر جس کو خدا کے ساتھ تحیر ہے — دائیں اور بائیں کا راز کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

گفتم از سوئے حقائق بشگفید — چوں ز حرف و اسمِ رسمی واقفید

میں نے کہا حقائق کی جانب اگر تم شگفتہ ہو — رسمی نام اور حرف سے کیسے واقف ہو؟

ایں سخن چوں آمد از من در خطاب — آں شہاں در حال گفتندم جواب

جب گفتگو میں میری جانب سے یہ بات آئی — ان شاہوں نے فوراً مجھے جواب دیا

گفت اگر اسمے شود غیب از ولی — آں ز استغراق[2] داں نز جاہلی

کہا اگر ولی سے، کوئی نام غائب ہو — تو وہ استغراق کی وجہ سے سمجھ، نہ کہ لاعلمی سے

بعد ازاں گفتند مارا آرزو — ہست بر تو اقتدا اے خوبرو

اس کے بعد انہوں نے کہا، ہماری تمنا — تیری اقتدا کرنے کی ہے اے حسین!

گفتم آرے لیک یک ساعت کہ من — مشکلاتے دارم از دورِ زمن

میں نے کہا: ہاں لیکن تھوڑی دیر (بعد) کیونکہ میں — زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں

تا شود[3] آں حل بہ صحبتہائے پاک — کہ بہ صحبت روید انگورے ز خاک

تاکہ پاک صحبتوں سے، وہ حل ہو جائیں — کیونکہ صحبت سے مٹی سے انگور اگتا ہے

دانۂ پُر مغز باخاکِ دژم — خلوتی و صحبتی کرد از کرم

پر مغز دانہ نے، افسردہ مٹی کو — کرم سے خلوتی اور ساتھی بنا لیا ہے

خویشتن در خاک کلی محو کرد — تا نماندش رنگ و بو و سرخ و زرد

(دانہ نے) اپنے آپ کو بالکلیہ مٹی میں ملا دیا — حتیٰ کہ اس کا رنگ بو اور سرخ و زرد باقی نہ رہا

---

1. بشناختند۔ چونکہ انہوں نے نام لیا تھا۔ فرود۔ یعنی نیچی نگاہوں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا۔ بردلے۔ جس قلب کو اللہ کے ساتھ مقامِ حیرت کا قرب حاصل ہوتا تھا اس پر سب مخفی باتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔ گفتم۔ میں نے ان بزرگوں سے کہا کہ اولیا کی حقیقتوں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور وہ صرف ان کا ادراک کرتے ہیں، رسمی نام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے نہ ان کو اس کا ادراک ہوتا ہے تو آپ نے میرا نام وقتی کیسے جان لیا۔

2. آں ز استغراق۔ چونکہ ولی معرفتِ حق میں مستغرق رہتا ہے اس لیے رسمی ناموں کا ذہول ہو جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ ان کو باطنی توجہ کے ذریعہ نام معلوم کر لینے کی قدرت نہیں ہے۔ اقتدا۔ نماز میں مقتدی بننا۔

3. تا شود۔ صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ بیج مٹی اور پانی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو انگور بن کر ابھرتا ہے۔ دژم۔ افسردہ، اندوہ گیں۔ خویشتن۔ دانہ بالکلیہ مٹی میں مل گیا اپنا رنگ و بو سب ختم کر دیا۔

Marfat.com

از پسِ آں محو قبضِ[1] او نماند — بر کشاد و بسط شد مرکب براند
اس کے بعد اس کا سمٹاؤ باقی نہ رہا — کھل گیا اور پھیل گیا، سواری بڑھا دی

پیشِ اصلِ خویش چوں بیخویش شد — رفت صورت جلوۂ معنیش شد
جب وہ اپنی اصل کے سامنے بیخود ہو گیا — صورت ختم ہو گئی اس کے باطن کا جلوہ نمودار ہو گیا

سر چنیں کردند ہیں فرماں تراست — تفتِ دل از سر چنیں کردن بخاست
انہوں نے سر اس طرح کیا، ہاں جو تیرا حکم ہو — اس طرح سر کرنے سے دل سے ایک شعلہ نکلا

ساعتے با آں گروہِ مجتبےٰ — چوں مراقب گشتم و از خود جدا
تھوڑی دیر کے لیے اس برگزیدہ گروہ کے ساتھ — جب میں مراقب اور اپنے سے جدا ہوا

ہمدراں ساعت ز ساعت رست جاں — زانکہ ساعت پیر گرداند جواں
اسی وقت روح، زمانہ سے آزاد ہو گئی — کیونکہ زمانہ جوان کو بوڑھا بنا دیتا ہے

جملہ تلوینہا ز ساعت خاستست — رست از تلوین کہ از ساعت برست
سارے تغیرات زمانہ سے پیدا ہوتے ہیں — جس کو زمانہ سے نجات مل گئی وہ تغیرات سے نجات پا گیا

ساعتے بیروں شو از ساعت دلا — تاز چونی[2] وارہی و از چرا
اَے دل تھوڑی دیر کے لیے زمانہ سے باہر ہو جا — تاکہ تو چون و چرا سے نجات پا لے

چوں ز ساعت ساعتے سا بیروں شوی — چوں نماند محرمِ بیچوں شوی
جب تو تھوڑی دیر کے لیے زمانہ سے باہر ہو جائے گا — چوں ختم ہو جائے گی، تو بے چون کا محرم راز بن جائے گا

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست — زانکہ آں سو جز تحیر راہ نیست
زمانہ، بے زمانہ پن سے واقف نہیں ہے — کیونکہ اس جانب تحیر کے علاوہ (کسی کو) راستہ نہیں ہے

ہر نفر[3] را ہر طویلہ خاصِ او — بستہ اند اندر جہانِ جستجو
ہر شخص کو اس کے خاص اصطبل پر — تگ و دَو کی دنیا میں باندھ دیا ہے

منتصب بر ہر طویلہ رائضے — جز بدستوری نیاید رافضے
ہر اصطبل پر ایک چابک سوار مقرر ہے — اجازت کے بغیر کوئی نافرمان (باہر) نہیں آ سکتا

از ہوس گر از طویلہ بگسلد — در طویلہ دیگراں سر بر کند
اگر ہوس کی وجہ سے اصطبل سے نکلے — (اور) دوسروں کے اصطبل میں جا گھسے

---

1. قبض۔ سمٹاؤ۔ بسط۔ پھیلاؤ۔ پیشِ اصل۔ یعنی دانہ نے اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیا تو اس کا ظاہر ختم ہو گیا اور اس کے باطن نے جلوہ گری شروع کر دی۔ سر چنیں۔ یعنی انہوں نے سر سے ایسا اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ ہم تمہارا کہنا مانیں گے۔ مجتبیٰ۔ منتخب۔ ہمدراں۔ یعنی مراقبہ کرتے ہی میں دورِ زمانہ سے باہر نکل گیا۔ جملہ۔ یعنی عالم کے سارے تغیرات دورِ زمانہ کی وجہ سے ہیں جو شخص دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے اس میں کوئی تغیر نہیں آتا۔

2. تاز چونی۔ انسان اگر دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے تو کم اور کیف سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ چوں نماند۔ جب انسان چون و چرا سے آزاد ہو جائے تو وہ خدائے بیچوں کا ہمراز بن جاتا ہے۔ ساعت۔ جو لوگ زمانہ میں مقید ہیں وہ لازمانی ذات باری کی طرف راہ یاب نہیں ہو سکتے۔

3. ہر نفر۔ طلب و جستجو میں ہر سالک اور طیر سالک کی ایک حد مقرر ہے۔ موکلانِ غیب مقرر ہیں کہ اس کو اسی مقام پر رکھیں۔ طویلہ۔ اصطبل، یہاں مقام خاص مراد ہے۔ رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ رافض۔ نافرمان، سرکش۔

Marfat.com

در زمان آخرچیانِ[1] چست و خوش ‍ ‍ ‍ گوشۂ افسارِ او گیرند وش
فوراً چست، اور ہوشیار سائیس ‍ ‍ ‍ اس کی پچھاڑی کا سرا پکڑتے ہیں اور کھینچ لیتے ہیں

حافظاں را گر نہ بینی اے عیار ‍ ‍ ‍ اختیارت را بہ بیں بے اختیار
اے کھرے! اگر تو نگہبانوں کو نہیں دیکھتا ہے ‍ ‍ ‍ اپنے اختیار کو بے اختیار دیکھ لے

اختیارے می کنی و دست و پا ‍ ‍ ‍ برکشادستت چرا حبسی چرا
تو ایک چیز اختیار کرتا ہے اور تیرے ہاتھ پاؤں ‍ ‍ ‍ کھلے ہوئے ہیں، تو رکا ہوا کیوں ہے؟

روئے در انکارِ حافظ بردہٗ ‍ ‍ ‍ نامِ تہدیداتِ[2] نفسش کردہٗ
تو نے محافظ کے انکار کا رخ کر لیا ہے ‍ ‍ ‍ اس کا نام تو نے نفس کی تہدیدات رکھ لیا ہے

پیش رفتنِ دقوقیؒ بامامتِ آں قوم

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کا اس قوم کی "امامت" کے لیے آگے بڑھنا

ایں سخن پایاں نہ دارد تیز دَو ‍ ‍ ‍ ہیں نماز آمد دقوقیؒ پیش شو
ان باتوں کا خاتمہ نہیں ہے تیز دوڑ ‍ ‍ ‍ خبردار! نماز (کا وقت) آ گیا، آگے ہو جا

اے یگانہ ہیں دوگانہ بر گذار ‍ ‍ ‍ تا مزین گردد از تو روزگار
اے یکتا! دو رکعتیں ادا کر ‍ ‍ ‍ تاکہ زمانہ تیری وجہ سے بارونق بن جائے

اے امامِ چشمِ روشن در صلوٰۃ ‍ ‍ ‍ چشمِ روشن می باید پیشوات
اے نماز میں روشن چشم والے، امام ‍ ‍ ‍ تیرا امام روشن چشم ہونا چاہیے

در شریعت ہست مکروہ اے کیا ‍ ‍ ‍ در امامت پیش کردن کور را
اے بزرگ! شریعت میں مکروہ ہے ‍ ‍ ‍ اندھے کو امامت میں آگے بڑھانا

گرچہ حافظ باشد و چست و فقیہ ‍ ‍ ‍ چشمِ روشن[3] بہ دگر باشد سفیہ
(وہ اندھا) اگرچہ حافظ اور ہوشیار اور فقیہ ہو ‍ ‍ ‍ روشن چشم والا بہتر ہے خواہ ان پڑھ ہو

کور را پرہیز نبود از قذر ‍ ‍ ‍ چشم باشد اصل پرہیز و حذر
اندھے کا گندگی سے بچاؤ نہیں ہوتا ہے ‍ ‍ ‍ بچاؤ اور پرہیز کی بنیاد آنکھ ہوتی ہے

او پلیدی را نہ بیند در عبور ‍ ‍ ‍ ہیچ مومن را مبادا چشم کور
وہ گزرنے میں گندگی کو نہیں دیکھ سکتا ہے ‍ ‍ ‍ خدا کرے کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو

کورئِ باطن بود کانِ شرور ‍ ‍ ‍ زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور
باطن کا اندھا پن برائیوں کی کان ہے ‍ ‍ ‍ کیونکہ اس کے فعل اور قول میں نور نہیں ہوتا ہے

---

[1] آخرچیاں۔ آخرچی، گھوڑے کا سائیس۔ افسار۔ پچھاڑی۔ حافظاں۔ اگر انسان اپنے اس نگہبانِ غیبی کو نہیں دیکھ سکتا تو اس کے وجود کو اس سے سمجھ لے کہ انسان ہر چند کوشش کرتا ہے اور ہر طرح سے کوشش کے لیے آزاد ہوتا ہے لیکن مقصد تک نہیں پہنچ پاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی نہ کوئی غیبی بندش ہوتی ہے۔

[2] نامِ تہدیدات۔ یعنی تم اس سے انکار کرتے ہو کہ یہ رکاوٹ محافظ غیبی کی وجہ سے ہے اور یہ کہنے لگتے ہو کہ انسان کو رکاوٹ نفس کے ارادہ کی وجہ سے پیش آ جاتی ہے۔ اے امام۔ یعنی تم ایسے امام ہو جس کی باطنی چشم کھلی ہوئی ہے اور امامت کے لیے ایسا ہی شخص مناسب ہے جو روشن ضمیر ہو۔ در شریعت۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

[3] چشم روشن۔ روشن ضمیر امام بہتر ہے خواہ اس کی ظاہری تعلیم نہ ہو۔ قذر۔ نجاست۔ عبور۔ گذرنا، چلنا پھرنا۔ کوریِ باطن۔ اگر انسان دل کا اندھا ہے تو وہ مجسم شر ہے۔

Marfat.com

کورِ ظاہر[1] در نجاست ظاہرست
ظاہری اندھا، ظاہر نجاست میں ہے
کورِ باطن در نجاساتِ سِرست
باطن کا اندھا، باطنی نجاستوں میں ہے

ایں نجاستِ ظاہر از آبے رَود
یہ ظاہری نجاست، پانی سے دور ہو جاتی ہے
واں نجاستِ باطن افزوں میشود
باطن کی نجاست، بڑھتی رہتی ہے

جز بآبِ چشم نتواں شُستن آں
اُس کو آنکھ کے پانی کے سوا نہیں دھویا جا سکتا
چوں نجاساتِ بواطن شد عیاں
جبکہ باطنوں کی نجاستیں واضح ہو جائیں

چوں نجس خوانده است کافر را خدا
جبکہ خدا نے کافر کو نجس کہا ہے
ایں نجاست نیست بر ظاہر درا
یہ نجاست اس کے ظاہر پر نہیں ہے

ظاہرِ کافر ملوث نیست زیں
کافر کا ظاہر، اس سے ملوث نہیں ہے
آں نجاست ہست در اخلاق و دیں
وہ نجاست اخلاق اور دین میں ہے

ایں نجاست بویش آید بیست گام
اس نجاست کی بدبو، بیس قدم سے آتی ہے
واں نجاست بویش از رے تابشام
اس نجاست کی بدبو رے سے شام تک ہے

بلکہ[2] بویش آسمانہا بر رَود
بلکہ اس کی بدبو آسمانوں تک جاتی ہے
بر دماغِ حور و رضواں بر شود
حور اور رضوان کے دماغ پر چھا جاتی ہے

آنچہ میگویم بقدرِ فہمِ تست
میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تیری سمجھ کی بقدر ہے
مُردم اندر حسرتِ فہمِ درست
پوری سمجھ کی حسرت میں میں مرا

فہم آب ست و وجودِ تو سبو
تیری سمجھ پانی ہے اور تیرا وجود ٹھلیا ہے
چوں سبو بشکست ریزد آب زو
جب ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے پانی اس سے بہہ جاتا ہے

ایں سبو[3] را پنج سوراخست ژرف
اس ٹھلیا میں پانچ گہرے سوراخ ہیں
اندرونے ب ماند خود نہ برف
اس میں نہ پانی ٹھہرے، نہ برف

امر غُضُّوا غُضَّۃَ اَبْصَارُکُمْ
تو نے ”اپنی نگاہوں کو پست رکھو“ کا حکم
ہم شنیدی راست ننہادی تو سم
بھی سنا، تو نے صحیح کان نہ دھرا

1. کورِ ظاہر۔ ظاہری اندھے پر تو ظاہری نجاست ہوتی ہے جس کا ازالہ آسان ہے لیکن باطن کے اندھے میں باطنی نجاست ہے جس کا ازالہ بڑا دشوار ہے۔ جز باب چشم۔ ظاہری نجاست پانی سے دھودی جاتی ہے لیکن باطنی نجاست صرف آنسوؤں سے دھلتی ہے۔ کافر۔ خدا نے کافر کو نجس، باطنی نجاست کی وجہ سے قرار دیا ہے۔ ایں نجاست۔ ظاہری نجاست کی بدبو تھوڑی دور تک پھیلتی ہے لیکن باطنی نجاست کی بدبو بہت دور تک پھیلتی ہے۔

2. بلکہ۔ باطنی نجاست کی بو صرف دنیا ہی نہیں آسمانوں تک پھیلتی ہے۔ رضواں۔ داروغہ جنت۔ آنچہ می گویم۔ میں نے جو نکتے بتائے وہ تیری عقل کی بقدر بتائے ہیں کوئی پورا سمجھ دار ملے گا تو تفصیل بیان کروں گا مجھے اس کی تمنا ہے۔ فہم۔ انسان کے بدن اور فہم کی مثال گھڑے اور اس کے پانی کی سمجھو۔

3. ایں سبو۔ بدن کے ٹھلیا میں حواس خمسہ بمنزلہ پانچ سوراخوں کے ہیں اگر ٹھلیا کے سوراخ بند نہ کیے جائیں تو ٹھلیا میں نہ برف رہے گا جس سے پانی بنتا ہے نہ پانی، اسی طرح اگر حواس خمسہ کی حفاظت نہ کی جائے گی تو فہم ضائع ہو جائے گی۔ امر غضوا۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ ”اے نبی آپ مومنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں۔“

Marfat.com

از دہانت[1] نطق فہمت را بَرد
تیرے منہ کی گفتگو تیری سمجھ کو برباد کر دیتی ہے
گوش چوں ریگ آبِ فہمت را خورد
کان ریت کی طرح تیری سمجھ کے پانی کو پی جاتا ہے

ہمچنیں سوراخہائے دیگرت
اسی طرح تیرے دوسرے سوراخ
میکشانند آب فہمِ مضمَرت
تیری چھپی ہوئی سمجھ کے پانی کو کھول دیتے ہیں

گرز دریا آب را بیروں کنی
اگر تو دریا سے پانی باہر نکالے
بے عوض آں بحر را ھاموں کنی
بغیر بدلے کے اس دریا کو جنگل بنا دے

بیگہ است ارنے بگویم حال را
بے موقع ہے، ورنہ میں تجھے حال بتاتا
مَدخلِ اعواض را و ابدال را
عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا

کاں عوضہا واں بدلہا بحر را
وہ عوض، اور وہ بدلے، دریا میں
از کجا آید ز بعدِ خرجہا
خرچ کے بعد کہاں سے آتے ہیں؟

صد ہزاراں جانور زو می خورند
اس میں سے لاکھوں جانور پانی پیتے ہیں
ابرہا ہم از برونش می برند
ابر بھی (پانی) اس میں سے باہر لے جاتے ہیں

باز دریا آں عوضہا می کشد
پھر دریا ان بدلوں کو حاصل کر لیتا ہے
از کجا دانند اصحاب رشد
کہاں سے؟ ہدایت یافتہ جانتے ہیں

قِصہہا[2] آغاز کردیم از شتاب
جلدی میں ہم نے بہت سے قصے شروع کر دیے
ماند بے مخلص درونِ ایں کتاب
اس کتاب (مثنوی) کا باطن بے مقصد رہ گیا

اے ضیاء الحق حسام الدین راد
اے عقلمند ضیاء الحق، حسام الدین!
کہ فلک و ارکان چو تو شاہے نزاد
کہ آسمان اور عناصر نے تجھ جیسا شاہ نہ جنا

تو بنادر آمدی در جان و دل
تم دل و جان میں ندرت سے آئے
اے دل و جاں از قدومِ تو خجل
تمہاری تشریف آوری سے دل و جان شرمندہ ہیں

چند کردم مدحِ قومِ ما مضےٰ
میں نے گذشتہ قوم کی بہت تعریفیں کیں
قصدِ من زانہا تو بودی ز اقتضا
تقاضائے (طبع) سے تم ہی اُن سے میرا مقصود تھے

خانۂ خود را شناسد خود دعا
دعا اپنے مقام کو خود پہچان لیتی ہے
تو بنامِ ہرکہ خواہی کن ثنا
تو چاہے جس کا نام لے کر تعریف کر

---

[1] از دہانت۔ یعنی بیہودہ گفتگو سے بھی فہم برباد ہوتی ہے۔ گوش۔ کان سے غلط باتیں سنے گا تو فہم برباد ہوگی۔ گرز دریا۔ اولیا کے حواسِ خمسہ کے ذریعہ بھی فہم حق کا گھٹاؤ ہوتا ہے لیکن وہ اس کا عوض اور بدل حاصل کر لیتے ہیں۔ بیگہ۔ وقت نہیں ہے ورنہ میں سمجھاتا کہ اولیا کو یہ عوض اور بدل کہاں سے حاصل ہوتا ہے۔ کاں عوضہا۔ بڑے دریاؤں کا پانی خرچ ہوتا رہتا ہے۔ ابرہا۔ بادل دریاؤں سے پانی حاصل کرتے ہیں، سمندر کا پانی بخارات میں تبدیل ہو کر ابر بنتا ہے۔

[2] قصہہا۔ میں نے اس کتاب میں قصے بیان کرنا شروع کر دیے۔ اے ضیاء الحق۔ اس مصرع کا تعلق بارہویں شعر کے آخری مصرع بر نویس سے ہے درمیان میں ضیاء الحق کی تعریف ہے۔ راد۔ عقلمند، بزرگ۔ نادر۔ یعنی ضیاء الحق کی شخصیت نادرِ زمانہ ہے۔ خجل۔ چونکہ میرا دل تیرے شایانِ شان نہیں ہے۔ اقتضاء۔ یعنی میری طبیعت کا تقاضا یہی ہے کہ تیرا ذکر در حدیث دیگراں کرتا رہوں۔

Marfat.com

بہرِ کتمانِ[1] مدحِ از نا محل
تعریف کو نا اہل سے چھپانے کے لیے

حق نہادست ایں حکایات و مثل
اللہ (تعالیٰ) نے یہ حکایتیں اور مثالیں بنا دی ہیں

گرچہ آں مدح از تو ہم آمد خجل
اگرچہ وہ تعریف بھی تم سے شرمندہ ہے

لیک بپذیرد خدا جُہدِ المُقِل
لیکن اللہ (تعالیٰ) نادار کی کوشش قبول فرما لیتا ہے

حق پذیرد کسرۂ دارد معاف
اللہ (تعالیٰ) ٹکڑا قبول کرلیتا ہے (زیادہ سے) معاف رکھتا ہے

کز دو دیدہ کور دو قطرہ کفاف
دو اندھی آنکھوں سے دو قطرے کافی ہیں

مُرغ و ماہی داند آں اِبہام را
اس اجمال کو پرندہ اور مچھلی سمجھتے ہیں

کہ سُتودم مجمل ایں خوش نام را
کہ میں نے مجملاً اس پیارے نام کی تعریف کی ہے

تا برد آہِ حسوداں کم وَزَد
تا کہ حاسدوں کی آہ اُن پر نہ نکلے

تا خیالش را بدنداں کم گزد
تا کہ ان کے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں

خود خیالش[2] را کجا یابد حسود
ان کے خیال کو حاسد کب پائے گا

در وثاقِ موش طوطی کے غنود
چوہے کے بل میں طوطی کب سوئی ہے؟

آں خیالِ او بود از احتیال
وہ اس کا بناوٹی خیال ہے

موئے ابروئے ویست آں نے ہلال
وہ اس کی ابرو کا بال ہے، نہ کہ چاند

مدحِ تو گویم بروں از پنج و ہفت
میں تمہاری تعریف پانچ اور سات سے زیادہ کروں گا

بر نویس اکنوں دقوقی پیش رفت
اب لکھو (کہ) دقوقی آگے ہو گئے

پیش رفتنِ دقوقیؒ بامامتِ آں قومِ غیبی

اس غیبی قوم کی امامت کے لیے دقوقی کا آگے بڑھنا

در تحیات[3] و سلامِ صالحین
التحیات اور نیکوں کے سلام میں

مدحِ جملہ انبیاء آمد عجین
سب نبیوں کی تعریف گندھی ہوئی ہے

مدحہا شد جملگی آمیختہ
سب کی ملی جلی تعریف ہو گئی

کوزہا دریک لگن در ریختہ
پیالوں کو ایک طشت میں ڈال دیا

زانکہ خود ممدوح جز یک بیش نیست
اس لیے کہ خود ممدوح ایک کے علاوہ نہیں ہے

کیشہا زیں رُوے جز یک کیش نیست
اس اعتبار سے مذاہب بھی ایک کے علاوہ نہیں ہیں

---

[1] بہر کتمان۔ اصل شخص کو مخفی رکھنے کے لیے اس کو کسی مثال کے ذریعہ ذکر کیا جاتا ہے۔ گرچہ۔ میری تعریفیں تیرے مرتبہ سے کم تر ہیں۔ کسرہ۔ روٹی کا ایک ٹکڑا، ایک گدا سے اللہ تعالیٰ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی قبول فرمالیتا ہے اور زیادہ مقدار کے صدقہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوتا ہے۔ کز دو دیدہ۔ اللہ کے یہاں آنکھوں کے دو آنسوؤں کی وہ قدر ہے جو بڑے سے بڑے مال کی قدر نہیں ہے۔ ابہام۔ یعنی میں نے جو تعریفیں کی ہیں ان سے مقصود ضیاء الحق ہیں۔ تا برد۔ ضیاء الحق کا نام صراحتاً اس لیے نہیں لیا تا کہ حاسد ان پر حسد نہ کریں۔

[2] خود خیالش۔ ضیاء الحق کا تصور حاسدوں کے دماغ میں نہیں آ سکتا۔ ان کے تصور اور حاسدوں کے دماغوں کی مثال طوطی اور چوہے کے بل کی ہے۔ احتیال۔ ان حاسدوں کے ذہن میں ضیاء الحق کا حقیقی تصور نہیں ہے بلکہ بناوٹی ہے جیسا کہ بعض چاند دیکھنے والوں کو اپنی ابرو کا بال چاند کی صورت میں نظر آ جاتا ہے۔ پنج۔ یعنی پانچوں حواس ہفت۔ یعنی ساتوں آسمان۔

[3] در تحیات۔ التحیات میں جب کوئی اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ کہتا ہے تو اس میں مجملاً سب انبیاء اور نیک بندوں پر سلامتی کی دعا ہو جاتی ہے۔ ممدوح۔ حقیقی تعریف صرف خدا کی ہے۔

Marfat.com

دانکہ ہر مدحے بنورِ حق رود [1] — بر صور و اشخاص عاریّت بود
سمجھ لے کہ ہر تعریف اللہ (تعالیٰ) کے نور کی طرف جاتی ہے — صورتوں اور شخصوں کے لیے عارضی ہوتی ہے

مدحہا جز مستحق را کے کنند — لیک بر پنداشت گمرہ می شوند
(لوگ) مستحق کے علاوہ کسی کی کب تعریف کرتے ہیں؟ — لیکن (فاسد) گمان کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں

ہمچو نورِ تافتہ بر حائطے — حائط آں انوار را چوں رابطے
جس طرح کہ نور دیوار پر پڑتا ہے — (اور) دیوار ان نوروں کے لیے واسطہ ہے

لا جرم چوں نور سوئے اصل راند — ضال مہ گم کرد وزِ استائش بماند
لا محالہ جب نور اصل کی طرف سمٹ جائے — گمراہ نے چاند کو گم کر دیا اور تعریف سے رک گیا

یاز چاہے [2] عکس ماہے وا نمود — سر بہ چہ می کرد و آں را می ستود
یا کسی کنویں میں چاند کا عکس نمودار ہوا — کنویں میں سر جھکایا اور اس کی تعریف کر رہا ہے

در حقیقت مادحِ ما ہست او — گرچہ جہلِ او بعکسش کرد رُو
حقیقتاً وہ چاند کی تعریف کرنے والا ہے — اگرچہ اُس نے نادانی سے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے

مدحِ او مہ راست نے آں عکس را — کفر شد آں چوں غلط شد ماجرا
اس کی تعریف چاند کے لیے ہے، نہ کہ عکس کے لیے — جب معاملہ غلط ہو گیا، کفر ہو گیا

کز شقاوت گشت گمراہ آں دلیر — مہ ببالا بود او پنداشت زیر
کیونکہ وہ جری بدبختی سے گمراہ ہو گیا ہے — چاند اوپر تھا، وہ نیچے سمجھا

زیں بتاں [3] خلقاں پریشاں میشوند — شہوتے راندہ پشیماں میشوند
ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں — شہوت پوری کر کے شرمندہ ہوتے ہیں

زانکہ شہوت با خیالے راندہ است — در حقیقت دور تر واماندہ است
کیونکہ شہوت رانی ایک خیال سے کی ہے — در حقیقت (اصل سے) بہت دور جا پڑتے ہیں

با خیالے میلِ تو چوں پر بود — تا بداں پَر بر حقیقت بر شود
خیال کی جانب تیرا جھکاؤ پر کی طرح ہوتا ہے — تاکہ تو اس پر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچے

چوں براندی شہوتے پرّت بریخت — لنگ گشتی واں خیال از تو گریخت
جب تو نے شہوت رانی کی تو تیرا پر جھڑ گیا — تو لنگڑا ہو گیا اور خیال تجھ سے بھاگ گیا

---

1. صور۔ اشخاص اور صورتیں چونکہ اسی نورِ حق سے کسب فیض کر لیتی ہیں لہٰذا وہ قابل مدح ہو جاتی ہیں۔ گمراہ۔ اگر کوئی ان صورتوں اور اشخاص کو اصل سمجھ بیٹھے تو گمراہ ہے۔ ہمچو نور۔ دیوار پر جو چاندنی ہے وہ اس کی اپنی نہیں ہے بلکہ وہ چاند کی ہے اب اگر کوئی دیوار پر چاندنی نہ ہونے سے چاند کی تعریف چھوڑ بیٹھے تو اس کی گمراہی ہے۔
2. یاز چاہے۔ پانی میں جو عکس ہے اس کی تعریف چاند کی تعریف ہے۔ گرچہ۔ اگر کوئی بالکلیہ اصل تعریف اس عکس کی کرے تو اس کی گمراہی ہے۔ کز شقاوت۔ تمام خوبیوں کا منبع تو ذاتِ خداوندی ہے اگر کوئی مخلوق کو اصل سمجھ بیٹھے تو یہ اس کی بدبختی ہے۔
3. زیں بتاں۔ یعنی مجازی معشوقوں کے عشق کا نتیجہ محض شہوت پرستی ہے۔ خیالے۔ یعنی عارضی حسن دیوار کی چاندنی جیسا ہے۔ با خیالے۔ خیالی معشوق سے اگر عشق بھی ہو تو وہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے ہو جیسا کہ کہا گیا ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَةُ الْحَقِیْقَةِ عشق مجازی حقیقی عشق کا پل ہے۔ پر۔ یہ جذبۂ عشق کا ایک پر ہے اس کو حقیقت تک پرواز کا ذریعہ بنانا چاہیے۔

Marfat.com

پَر نگہدار و چنیں شہوت مراں
پَر کی حفاظت کر اور ایسی شہوت رانی نہ کر
تا پَرِ میلت بَرَد سوئے جناں
تاکہ میلان کا پَر تجھے جنتوں کی طرف لے جائے

خلق[1] پندارند عشرت می کنند
لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ عیش کر رہے ہیں
بر خیالے پَرِّ خود بر می کنند
ایک خیال پر اپنے پَر اکھاڑ رہے ہیں

وَام دارِ شرحِ ایں نکتہ شدم
میں اس نکتہ کی تشریح کا قرضدار ہو گیا ہوں
مہلتم وہ معسرم زاں تن زدم
میں مفلس ہوں مجھے مہلت دے اسی لیے میں خاموش ہو گیا ہوں

باز گشتم زانکہ شد قصہ دراز
میں لوٹتا ہوں، کیونکہ قصہ دراز ہو گیا
وقتِ تنگ و قوم موقوفِ نماز
وقت تنگ ہے، اور لوگ نماز میں کھڑے ہیں

اقتدا کردنِ آں قوم از پسِ دقوقیؒ

اس قوم کا دقوقیؒ کے پیچھے اقتدا کرنا

پیش در شد آں دقوقیؒ در نماز
نماز میں دقوقیؒ آگے ہو گئے
قوم ہمچوں اطلس آمد او طراز
قوم اطلس کی طرح تھی، وہ نقش و نگار جیسے

اقتدا کردند آں شاہان قطار
ان شاہوں نے قطار بنا کر اقتدا کی
درپئے آں مقتدائے نامدار
اس نامدار، مقتدا کے پیچھے

چونکہ با تکبیرہا مقروں شدند
جیسے ہی وہ تکبیروں سے وابستہ ہوئے
ہمچو قرباں[2] از جہاں بیروں شدند
قربانی کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے

معنیِ تکبیر اینست اے امیم
اے امام! تکبیر کے معنی یہ ہیں
کاے خدا پیشِ تو ما قرباں شدیم
کہ اے خدا! ہم تیرے سامنے قربان ہو گئے

وقت ذبح اللہ اکبر میکنی
ذبح کے وقت، تو اللہ اکبر پڑھتا ہے
ہمچنیں در ذبحِ نفسِ کشتنی
اسی طرح گردن زدنی نفس کے ذبح میں

گوئی اللہ اکبر و آں شوم را
تو اللہ اکبر پڑھ، اور اس بدبخت کا
سر ببر تا وارہد جاں از فنا
سر کاٹ دے تاکہ روح ہلاکت سے نجات پا جائے

تن چوں اسمٰعیل و جاں ہمچوں خلیل
جسم اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح اور روح خلیل (اللہ) کی طرح ہے
کرد جاں تکبیر بر جسمِ نبیل
روح نے شاندار جسم پر تکبیر پڑھ دی

---

1. خلق۔ لوگ عشق مجازی میں شہوت رانی کر کے اپنے اس پر کو جو حقیقت تک پرواز کا سبب بن سکتا تھا، برباد کر دیتے ہیں۔ وام۔ اس نکتہ کی تفصیل پھر کسی وقت بتادی جائے گی۔ معسرم۔ تنگ دست مقروض کو مہلت دی جاتی ہے۔ قوم۔ یعنی وہ غیبی قوم بمنزلہ ریشمیں کپڑے کے تھی اور دقوقی اس کے نقش و نگار کی طرح تھے۔ چونکہ۔ جیسے ہی ان بزرگوں نے تکبیر تحریمہ پڑھی دنیا و مافیہا سے غافل ہو گئے۔
2. ہمچوں قرباں۔ قربانی کے جانور پر جب تکبیر کہہ کر چھری چلادی جاتی ہے تو وہ اس دنیا سے منقطع ہو جاتا ہے۔ معنی تکبیر۔ تکبیر تحریمہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ نمازی دربار خداوندی میں اپنے نفس کی قربانی پیش کرتا ہے۔ گوئی۔ لہٰذا جب تم تکبیر کہو تو فوراً نفس امارہ کو ذبح کر ڈالو۔ تن چوں اسمٰعیل۔ تکبیر تحریمہ کے وقت روح کو بمنزلہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بناؤ اور جسم کو بمنزلہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے بناؤ۔

Marfat.com

گشت کشتہ[1] تن ز شہوتہا و آز
جسم شہوتوں اور حرص سے مردہ ہو گیا
شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز
بسم اللہ کے ذریعہ نماز میں بسمل ہو گیا

چوں قیامت پیشِ حق صفہا زدہ
قیامت (کے دن) کی طرح اللہ (تعالیٰ) کے سامنے صفیں باندھے ہوئے ہیں
در حساب و در مناجات آمدہ
حساب اور سوال و جواب میں لگے ہیں

ایستادہ پیشِ یزداں اشک ریز
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے کھڑے ہوئے آنسو گرا رہے ہیں
بر مثالِ راست خیزِ رستخیز
قیامت میں سیدھے کھڑے ہونے والوں کی طرح

حق ہمیگوید چہ آوردی مرا
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے لیے کیا لایا ہے؟
اندریں مہلت کہ دادم مر ترا
اس وقفہ میں جو میں نے تجھے دیا

عمرِ خود را درچہ پایاں بردۂ
اپنی عمر کس چیز میں ختم کی ہے؟
قوت و قوّت[2] در چہ فانی کردۂ
روزی اور طاقت کس چیز میں ختم کی ہے؟

گوہرِ دیدہ کجا فرسودۂ
آنکھ کے گوہر کو کہاں گھسا ہے؟
پنج حس را در کجا پالودۂ
پانچوں حواس کا کس جگہ صفایا کیا ہے؟

چشم و گوش و ہوش گوہرہائے عرش
آنکھیں اور کان اور حواس عرش کے جواہر ہیں
خرچ کر دی، چہ خریدی توز فرش
تو نے (ان کو) خرچ کیا، زمین سے کیا خریدا؟

دست و پا دادمت چون بیل و کلند
میں نے تجھے ہاتھ اور پاؤں پھاوڑے اور کلہاڑے
من بہ بخشیدم ز خود آں کے شدند
وہ میں نے دیے خود بخود کہاں ہوئے؟

ہم چنیں پیغامہائے دردگیں
اسی طرح کے درد ناک پیغام
صد ہزاراں آید از حضرت چنیں
دربار سے لاکھوں آتے ہیں

در قیام[3] ایں گفتہا دارد رجوع
قیام (کی حالت) میں یہ باتیں آتی ہیں
و ز خجالت شد دو تا اندر رکوع
شرمندگی سے رکوع میں دوہرا ہو جاتا ہے

ایستادن را نماندہ قوتے
کھڑے رہنے کی قوت نہیں رہتی
در رکوع آمد ز شرم او ساعتے
وہ تھوڑی دیر کے لیے رکوع میں ہو جاتا ہے

قوتِ استادن از خجلت نماند
شرمندگی کی وجہ سے کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی
در رکوع از شرم تسبیحے بخواند
شرم سے رکوع میں تسبیح پڑھنے لگا

---

1. گشت کشتہ۔ اللہ اکبر کے ذریعہ جسم شہوت اور حرص کے اعتبار سے مردہ ہو جانا چاہیے اور بسم اللہ کے ذریعے جسم بسمل سر بریدہ ہو جانا چاہیے۔ چوں قیامت۔ نماز کی جماعت اور حالت کو ایسا سمجھو جیسا کہ قیامت میں حضرت حق کے دربار میں صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے اور حساب و کتاب اور سوال و جواب ہوں گے۔ رست خیز۔ قیامت۔ حق ہی گوید۔ اب نماز میں جب تم قیام میں ہو تو گویا اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرتا ہے کہ تم کو جو زندگی کی مہلت دی ہے اس میں تم نے میرا کیا کام کیا ہے۔
2. قُوت قوّت۔ میں نے تجھے روزی اور طاقت دی وہ کس کام میں صرف ہوئی ہے۔ چشم و گوش۔ حواسِ خمسہ دیے، ہاتھ پاؤں میں نے ہی دیے، ان کو کس کام میں لایا ہے۔
3. در قیام۔ نماز میں قیام کی حالت میں جب یہ سوالات سنتا ہے تو رکوع میں جاتا ہے گویا شرمندگی نے جھک جاتا ہے۔ ایستادن۔ اب اس میں اتنی سکت نہیں رہتی کہ کھڑا رہ سکے تو شرمندہ ہو کر جھک کر تسبیح پڑھنے لگتا ہے۔

Marfat.com

باز فرماں[1] در رسد بردار سر — از رکوع و پاسخِ حق بر شمر

پھر حکم ہوتا ہے، سر اٹھا — رکوع سے، اور اللہ (تعالیٰ) کا جواب شمار کر

سر بر آرد از رکوع او شرمسار — باز اندر رُو فتد آں خامکار

وہ شرمندگی کی حالت میں رکوع سے سر اٹھاتا ہے — پھر وہ ناقص العمل منہ کے بل گر پڑتا ہے

باز فرماں آیدش بردار سر — از سجود و وادِہ از کردہ خبر

پھر اس کو حکم ہوتا ہے، سر اٹھا — سجدے سے اور (اپنے) عمل کی بات بتا

سر بر آرد او دِگر رہ شرمسار — اندر افتد باز در رُو ہمچو مار

وہ شرمندہ دوبارہ سر اٹھاتا ہے — پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے

باز گوید سر بر آرد باز گو — کہ بخواہم جست از تو مو بمو

پھر اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے، سر اٹھا اور بتا — میں تجھ سے ذرہ ذرہ کی جستجو کروں گا

قوتِ پا ایستادن نبودش — کہ خطابِ ہیبتے بر جاں زدش

اس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے — کیونکہ ہیبتناک خطاب نے اس کی جان پر حملہ کیا ہے

پس نشیند قعدہ زاں بارِ گراں — حضرتش گوید سخن گو بابیاں

اس بھاری بوجھ کی وجہ سے وہ قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے — اللہ (تعالیٰ) اس سے فرماتا ہے مفصل بات کہہ

نعمت[2] دادم بگو شکرت چہ بود — دادمت سرمایہ ہیں بنمائے سود

میں نے تجھے نعمتیں دیں بتا تیرا شکریہ کیا تھا؟ — میں نے تجھے سرمایہ دیا اس کا نفع دکھا؟

چوں نہ سرمایہ بود او را نہ سود — شافعے خواہد کہ گوید عذر زود

چونکہ اس کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے نہ نفع — (اس لیے) وہ سفارشی چاہتا ہے تاکہ جلدی عذر خواہی کردے

بیانِ[3] اشارتِ سلام سوئے دستِ راست در قیامت از ہیبتِ محاسبۂ حق تعالیٰ و از انبیاء استعانت و شفاعت خواستن

اللہ تعالیٰ کے محاسبہ کی ہیبت کی وجہ سے داہنی جانب سلام کا اشارہ اور انبیا سے مدد اور شفاعت چاہنے کا بیان

رُو بدستِ راست آرد در سلام — سوئے جانِ انبیاء و آں کرام

سلام میں داہنی جانب کو رخ کرتا ہے — انبیا اور بزرگوں کی روح کی جانب

انبیاء را او سلامی می کند — استعانت را طلب کردن مدد

وہ انبیا کو سلام کرتا ہے — استعانت اور مدد طلب کرنے کے لیے

---

[1] بازفرماں۔ پھر گویا اس کو اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا اور جواب دے تو وہ قومہ میں کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر شرمندگی سے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ بازفرماں۔ پھر سجدہ کی حالت میں اس کو سر اٹھانے کا حکم ہوتا ہے وہ سجدہ سے سر اٹھالیتا ہے لیکن شرمندگی سے پھر دوسرے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ باز گوید۔ دوسرے سجدہ میں پھر اس کو حکم ملتا ہے کہ سر اٹھا اور جواب دے تو اس میں اتنی طاقت نہیں رہتی کہ وہ کھڑا ہو سکے لہٰذا قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے۔

[2] نعمت۔ قعدہ کی حالت میں گویا اللہ تعالیٰ اس سے فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے نعمتوں کا سرمایہ دیا تھا اس سرمایہ کا نفع دکھا کہاں ہے۔ چوں نہ سرمایہ۔ اب وہ دیکھتا ہے کہ نہ اس کے پاس سرمایہ ہی ہے نہ نفع تو گھبرا کر سفارش کرنے والے کی تلاش شروع کر دیتا ہے۔

[3] بیان۔ یعنی اب وہ داہنی جانب سلام کرتا ہے تو گویا انبیا اور کراماً کاتبین سے اپنی سفارش کی استدعا کرتا ہے۔

Marfat.com

یعنی[1] اے شاہاں شفاعت کایں لئیم
یعنی اے شاہو! شفاعت نہ کرو، کیونکہ یہ کمینہ
انبیاء گویند روزِ چارہ رفت
انبیا کہیں گے تدبیر کا وقت جاتا رہا
مرغِ بیوقتی تو اے بدبخت رو
تو مرغ بے ہنگام ہے، اے بدبخت! چلا جا
رو بگرداند بسوئے دست چپ
وہ بائیں جانب رُخ کرتا ہے
ہیں[2] جواب خویش گو با کردگار
خبردار! اپنا جواب اللہ (تعالیٰ) کو دے
نے ازیں سو نے ازاں سو چارہ شد
(جب) نہ اِدھر سے نہ اُدھر سے کوئی تدبیر ہوئی
از ہمہ نومید شد مسکیں کیا
وہ بھلا مسکین ہر طرف سے مایوس ہو گیا
کز ہمہ نومید گشتم اے خدا
کہ اے خدا! میں سب سے مایوس ہو گیا ہوں
ہست[3] امیدے کہ عنایت در رسد
(اب) امید ہے کہ مہربانی ہو جائے
در نماز ایں خوش اشارتہا ببیں
نماز میں ان اچھے اشاروں کو سمجھ لے
معنیِ تسلیم ایں اے مقتدی
اے مقتدی! اطاعت کے یہی معنی ہیں
ہر چہ فرمائی تو منقادیم ما
تو جو حکم دے ہم تابعدار ہیں

سخت در گل ماندہ اش پائے و گلیم
اس کا پاؤں اور کملی دلدل میں پھنسی ہے
چارہ آنجا بود و دست افرازِ زفت
تدبیر اور کافی سامان وہاں (دنیا میں تھا)
ترکِ ما گو خونِ ما اندر مشو
ہمیں معاف کر ہماری جان کے درپے نہ ہو
در تبارو خویش گویندش کہ خب
خاندان اور اپنوں میں سے اس سے کہتے ہیں کہ بدکار
ما کہ ایم اے خواجہ دست از ما بدار
ہم کون ہوتے ہیں، اے جناب ہمیں معاف کیجئے
جانِ آں بیچارہ دل صد پارہ شد
اس بے چارے کی جان سو ٹکڑوں والا دل بنی
پس بر آرد ہر دو دست اندر دعا
تو دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے
اول و آخر توئی و منتہا
اول اور آخر تو ہی ہے اور تو ہی منتہا ہے
گردد او اَیمن زحبلٍ مِنْ مَسَدْ
وہ مونجھ کی رسی سے محفوظ ہو جائے
تابدانی کایں بخواہد شد یقیں
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ یقیناً ہو گا
کہ توئی حق ہادی وما مہتدی
کہ اے اللہ تو ہی ہدایت دینے والا ہے اور ہم ہدایت حاصل کرنے والے ہیں
با قضائے جرم گو شادیم ما
کہہ دے، جرم کی سزا پر ہم راضی ہیں

---

[1] یعنی۔ دائیں جانب سلام کرنے سے گویا اس کا مدعا انبیا سے سفارش چاہنا ہے۔ انبیاء۔ انبیا اس کو جواب دیں گے وقت نکل گیا اب کوئی تدبیر نہیں ہے اس وقت بے موقع چیخ اور پکار ہے۔ رو بگرداند۔ اب وہ گویا مایوس ہو کر بائیں جانب اپنے رشتہ داروں سے مدد کا خواہاں ہوتا ہے۔

[2] ہیں۔ رشتہ دار بھی اس کو مایوس کر دیتے ہیں۔ نے ازیں سو۔ جب وہ دونوں جانبوں سے مایوس ہو جاتا ہے تو اب دل شکستہ ہو کر دربارِ خداوندی میں دست دعا دراز کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ سب جگہ سے مایوس ہو کر تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

[3] ہست۔ جب وہ اللہ سے دعا کرتا ہے تو امید پڑتی ہے کہ خدا اس پر رحم کر دے اور اس کی گلو خلاصی ہو جائے۔ معنیِ تسلیم۔ اوپر کے اشعار میں نماز کے جو اشارے ہیں وہ تو ہر نمازی کے لیے ہیں اب جماعت میں مقتدی بننے کا اشارہ یہ سمجھو کہ وہ امام کے حرکات اور سکنات پر سر تسلیم خم کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہدایت پر عمل پیرا ہونے کا اشارہ ہے۔ با قضائے جرم۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خطاؤں کی سزا پر اظہارِ رضا کرتا ہے۔

Marfat.com

بچہ[1] بیروں آر از بیضۂ نماز — سر مزن چوں مرغ بے تعظیم و ساز

نماز کے انڈے سے بچہ باہر نکال — بغیر تعظیم اور ادب کے مرغ کی طرح ٹھونگیں نہ مار

شنیدنِ آں دقوقیؒ در نماز افغانِ اہلِ کشتی را و در غرق شدن

نماز کی حالت میں دقوقیؒ کا کشتی والوں کی ڈوبنے میں فریاد سنتا

آں دقوقیؒ در امامت کرد ساز — اندر آں ساحل در آمد در نماز

دقوقیؒ نے امامت شروع کر دی — اسی ساحل پر انہوں نے نماز شروع کی

واں جماعت در پے او در قیام — اینت زیبا قوم و بگزیدہ امام

وہ جماعت اِن کے پیچھے قیام میں (تھی) — زہے! اچھی قوم اور برگزیدہ امام

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد — چوں شنید از سوئے دریا داد داد[2]

اچانک ان کی نگاہ دریا کی جانب پڑی — جب دریا کی جانب سے انہوں نے فریاد فریاد سنا

درمیانِ موج دید او کشتیئے — در قضا و در بلا و زشتیئے

انہوں نے موجوں میں ایک کشتی دیکھی — قضا میں، اور بلا میں، اور تباہی میں

ہم شب و ہم ابر و ہم موجِ عظیم — آں سہ تاریکی و از غرقابِ بیم

رات بھی اور ابر بھی، اور بڑی موج بھی — تین اندھیریاں اور ڈوبنے کا ڈر

تند بادے ہمچو عزرائیلؑ خاست — موجہا آشوفت اندر چپ و راست

ملک الموت کی طرح تیز ہوا اٹھی — (جس نے) دائیں اور بائیں موجیں پھیلا دیں

اہلِ کشتی از مہابت کاستہ — نعرہ و واویلہا بر خاستہ

کشتی والے خوف سے سکڑے ہوئے — نعرے اور واویلا بلند کیے ہوئے

دستہا در نوحہ بر سر میزدند — کافر و ملحد ہمہ مخلص شدند

رونے میں ہاتھ سر پر مار رہے تھے — کافر، اور بد دین سب مخلص ہو گئے تھے

با خدا[3] باصد تضرع آں زماں — عہدہا و نذرہا کردہ بجاں

اس وقت سیکڑوں عاجزیوں سے خدا سے — دل و جان سے عہد اور منتیں مانتے تھے

سر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ — روئے شاں قبلہ ندید از پیچ پیچ

ننگے سر، سجدہ میں، وہ لوگ (بھی) کہ کبھی — ان کے منہ نے قبلہ نہ دیکھا تھا، پیچ پیچ کی وجہ سے

گفتہ کہ بیفائدست ایں بندگی — آں زماں دیدہ دراں صد زندگی

(پہلے) وہ کہتے تھے، یہ عبادت بیکار ہے — اس وقت اس میں سیکڑوں زندگیاں دیکھتے تھے

---

1. بچہ۔ ہم نے نماز کے ارکان کے جو اشارے سمجھائے ان سے نتیجہ نکال لے اور نماز میں محض ٹھونگے نہ مار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ اینت۔ زہے، یعنی مقتدی بھی بہترین تھے اور امام بھی۔

2. داد داد۔ یعنی کشتی والوں کی فریاد۔ کاستہ۔ یعنی دبے بھچے ہوئے۔ کافر و ملحد۔ مشہور ہے کہ جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا۔ قرآن نے بھی کہا ہے کہ ایسی حالت میں سب مخلص بن جاتے ہیں۔

3. با خدا۔ گرداب میں پھنس کر سب کشتی سوار مخلص بن جاتے ہیں اور خدا سے دعا مانگنے لگتے ہیں۔ قبلہ ندید۔ جن لوگوں نے تمام عمر بھی سجدہ نہ کیا وہ سجدے کرنے لگتے ہیں۔ گفتہ۔ تمام عمر عبادت کو بیکار بتاتے رہے تھے۔

Marfat.com

از ہمہ امید ببریدہ تمام
اب سب سے امید قطع کر چکے تھے

زاہد و فاسق شد آں دم متقی
زاہد اور بدکار، اس وقت متقی ہو گئے تھے

نے ز چپ شاں چارہ بود و نے زِ راست
ان کے لیے نہ دائیں سے کوئی تدبیر تھی نہ بائیں سے

در دعا ایشان و در زاری و آہ
وہ عاجزی اور آہ اور دعا میں مصروف تھے

دیو آں دم از عداوت بین بین
شیطان اس وقت عداوت کی وجہ سے پریشان تھا

مرگ و جسک[1] اے اہلِ انکار و نفاق
اے انکار اور نفاق والو! موت، اور درد

چشمِ تاں تر باشد از بعدِ خلاص
خلاصی کے بعد (کیا) تمہاری آنکھ نم ہو گی؟

یاد تاں ناید کہ روزے در خطر
تمہیں یاد (بھی) نہ آئے گا کہ خطرے کے دن

ایں ہمی آمد ندا از دیو لیک
شیطان کی یہ آواز آ رہی تھی، لیکن

راست[3] فرمودست با ما مصطفیٰؐ
ہم سے مصطفیٰ ﷺ نے سچ فرمایا ہے

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت
کہ نادان جو کچھ انجام پر دیکھے گا

کارہا ز آغاز گر غیب ست و سِرّ
کام (کا انجام) اگرچہ شروع میں پوشیدہ اور راز ہے

دوستاں[1] و خال و عم و باب و مام
دوستوں، اور ماموں، اور چچا اور باپ اور ماں سے

ہمچو در ہنگامِ جاں کندن شقی
جیسا کہ بدبخت، نزع کی حالت میں

حیلہا چوں مُرد ہنگامِ دعاست
تدبیریں جب فنا ہوں، دعا کا وقت ہے

بر فلک ز ایشاں شدہ دُودِ سیاہ
ان کی (آہوں کا) کالا دھواں آسمان پر پہنچ گیا تھا

بانگ زد کاے سگ پرستاں علتیں
پکارا کہ اے کتے کے پرستارو! دہرا نقصان ہے

عاقبت خواہد بدن ایں اتفاق
انجام کار، اس کا اتفاق ضرور ہو گا

کہ شوید از بہرِ شہوت دیوِ خاص
کیونکہ شہوت پرستی کی وجہ سے تم خالص شیطان بن جاؤ گے

دست تاں بگرفت یزداں از قدر
قدرت سے خدا نے تمہاری دستگیری کی ہے

ایں سخن را نشود جز گوشِ نیک
اس کو نیک کان کے علاوہ کوئی نہیں سن رہا تھا

قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا
جو قطب اور شہنشاہ اور صفا کے دریا ہیں

عاقل آں بیند ز اول مرتبت
عقلمند اس کو پہلے مرتبہ میں دیکھ لیتا ہے

عاقل اول دید و آخر آں مصر
عقلمند نے شروع میں دیکھ لیا اور (جہالت پر) مُصر نے آخر میں

دوستاں۔ دنیا کے تمام وسیلے ختم ہو جاتے ہیں تو خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ زاہد۔ نزع کے وقت فرعون بھی ایمان لانے لگا تھا۔ حیلہا۔ انسان کی فطرت ہے کہ سب تدبیریں ختم ہو جانے کے بعد خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ دود سیاہ۔ ان کی آہوں کا کالا سیاہ دھواں۔ دیو۔ بدکار چونکہ شیطان کے پرستار ہیں، جب وہ پریشانی کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں تو شیطان گھبراتا ہے اور ان کو پکار کر کہتا ہے اللہ کی طرف رجوع نہ کرو ورنہ دو خرابیوں میں مبتلا ہو جاؤ گے، توبہ کے بعد بدعہدی اور گناہ۔ بین بین۔ یعنی تذبذب بعض نسخوں میں تیز بین یعنی شیطان ان کو گھور رہا تھا۔

جسک۔ جیم کے فتحہ کے ساتھ درد، رنج۔ چشم تاں۔ یعنی نجات پانے کے بعد تم نہ کبھی روؤ گے اور نہ یہ یاد کرو گے کہ خدا نے تمہاری دستگیری کی تھی۔
نشود۔ یعنی صرف نیک لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ شیطانی آواز محض نیکی سے روکنے کے لیے ہے۔

راست۔ اس واقعہ سے آنحضور ﷺ کے قول کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ جاہل کو جو کچھ انجام کار میں کرنا پڑتا ہے وہ عقلمند ابتداءِ کار میں کر گزرتا ہے۔ کشتی نشین فساق نے بالآخر وہی گریہ و زاری کی جو اولیاء اللہ ابتدا میں کر لیتے ہیں۔ کانچہ۔ مشہور ہے، انچہ دانا کند، کند ناداں۔ لیک بعد از خرابی بسیار۔ مصر۔ اپنی جہالت پر مُصر۔

Marfat.com

اولش پوشیدہ باشد و آخراں ‏ ‏ ‏ عاقل و جاہل بہ بیند در عیاں

اس کے شروع (میں انجام) پوشیدہ ہوتا ہے، اس کو آخر میں ‏ ‏ ‏ عقلمند اور نادان آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے

گر نہ بینی[1] واقعۂ غیب اے عنود ‏ ‏ ‏ حزم را سیلاب کے اندر ربود

اے سرکش! اگر تو غیب کے واقعات نہیں دیکھتا ہے ‏ ‏ ‏ (تو) احتیاط کو سیلاب کب بہا لے گیا ہے؟

تصوراتِ مردِ حازم

محتاط انسان کے خیالات

حزم چہ بُوَد بدگمانی در جہاں ‏ ‏ ‏ دمبدم دیدن بلائے ناگہاں

احتیاط کیا ہوتی ہے، دنیا میں بدگمانی ‏ ‏ ‏ لحہ بہ لحہ ناگہانی بلا دیکھنا

آنچنانکہ[2] ناگہاں شیرے رسید ‏ ‏ ‏ مرد را برَبود و در بیشہ کشید

اس طرح کہ اچانک ایک شیر آیا ‏ ‏ ‏ اُس نے ایک شخص کو پکڑا اور کچھار میں کھینچ لے گیا

اوچہ اندیشد دراں بردن ببیں ‏ ‏ ‏ توہماں اندیش اے استادِ دیں

اس لے جانے میں وہ کیا سوچتا ہے غور کر ‏ ‏ ‏ اے دین کے استاد، تو بھی وہی سوچ

می کشد شیر قضا در بیشہا ‏ ‏ ‏ جانِ ما مشغولِ کارو پیشہا

قضا کا شیر کچھاروں میں گھسیٹ کر لے جا رہا ہے ‏ ‏ ‏ ہماری جان، کام اور پیشوں میں لگی ہے

آنچناں کز فقر می ترسند خلق ‏ ‏ ‏ زیرِ آبِ شور رفتہ تا بہ حلق

جس طرح لوگ فقر سے ڈرتے ہیں ‏ ‏ ‏ گویا کہ کھارے پانی میں گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں

گر بترسندے ازاں فقر آفریں ‏ ‏ ‏ گنجہاشاں کشف گشتے در زمیں

اگر وہ فقر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے ‏ ‏ ‏ (تو) زمین میں (گڑے ہوئے) خزانے اُن پر منکشف ہو جاتے

جملہ شاں[3] از خوفِ غم در عینِ غم ‏ ‏ ‏ در پئے ہستی فتادہ در عدم

وہ سب غم کے ڈر سے، بعینہٖ غم میں (مبتلا) ہیں ‏ ‏ ‏ ہستی کی تلاش میں عدم میں پھنسے ہیں

دعا و شفاعتِ دقوقیؒ در خلاصِ آں کشتی

اس کشتی کی نجات کے لیے دقوقیؒ کی دعا اور سفارش

چوں دقوقیؒ آں قیامت را بدید ‏ ‏ ‏ رحم او جوشید و اشکِ او دوید

دقوقیؒ نے جب اس قیامت کو دیکھا ‏ ‏ ‏ ان کا رحم جوش میں آیا اور ان کے آنسو بہہ پڑے

---

1. گر نہ بینی۔ اگر ایک عام آدمی غیبی پیش آنے والی بات کو نہیں دیکھ پاتا تو حزم اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مصائب میں پھنسنے سے ڈرتا ہے اور توبہ و استغفار کرتا ہے۔ حزم۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کبھی مطمئن نہ ہو اور ہر وقت بلائے ناگہانی سے بچنے کی تدبیر کرتا رہے۔
2. آنچنانکہ۔ حزم کے معنی اس مثال سے سمجھو کہ مثلاً ایک آدمی جس کو شیر چپٹ گیا ہے جو وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتا ہے تم شیر کے حملہ سے پہلے ہی سوچ لو۔ می کشد۔ لیکن ہم غفلت برتتے ہیں اور شیر قضا سے نجات کی تدبیر نہیں کرتے۔ آنچناں۔ لوگ فقر سے ڈرتے ہیں اور اس قدر اس کے خوف میں مبتلا ہیں جیسا کہ سمندر میں ڈوبتا ہوا خوف میں مبتلا ہوتا ہے اگر فقر پیدا کرنے والے خدا سے اس طرح ڈریں تو ان پر زمین کے خزانے منکشف ہو جائیں اور فقر کا کوئی احتمال بھی باقی نہ رہے۔
3. جملہ شاں۔ انسانوں کی یہ بے عقلی ہے کہ موہوم غم کی بنا پر عین غم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور محتمل فقر کے غم کی وجہ سے اپنے اوپر غم طاری کر لیتے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص زندگی کی تلاش میں اپنے اوپر موت طاری کر لے۔ آں قیامت۔ یعنی کشتی کے ڈوبنے کے احوال۔

Marfat.com

گفت یا رب منگر اندر فعلِ شاں[1]
فرمایا اے خدا ان کے اعمال کو نہ دیکھ
دست شاں گیر اے شہِ نیکو نشاں
اے شاہ نیک نشان! ان کی دست گیری فرما

خوش سلامت شاں بساحل باز بر
انہیں بہترین سلامتی کے ساتھ ساحل پر لوٹا دے
اے رسیدہ دست تو در بحر و بر
اے (وہ ذات) کہ تیرا دست (قدرت) بحر و بر پر ہے

اے کریم و اے رحیم سرمدی
اے کریم اور اے ابدی رحم کرنے والے
در گذار از بدسگالاں ایں بدی
بد عقیدہ لوگوں کی اس بدی سے درگزر کر

اے بدادہ رائیگاں صد چشم و گوش
اے وہ کہ جس نے سیکڑوں آنکھیں اور کان مفت دیے ہیں
نے ز رشوت بخش کردہ عقل و ہوش
عقل و ہوش بھی، رشوت سے نہیں بخشے ہیں

پیش ز استحقاق بخشیدہ عطا
مستحق ہونے سے پہلے ہی بخشش کی
دیدہ از ما جملہ کفران و خطا
ہم سب کی نافرمانی اور خطا کو دیکھتے ہوئے

اے عظیم از ما گناہانِ عظیم
اے بزرگ! ہمارے بڑے گناہوں کو
تو توانی عفو کردن در جریم[2]
جرم میں تو (ہی) معاف کر سکتا ہے

ما ز آز و حرص خود را سوختیم
ہم نے حرص و ہوس میں اپنے آپ کو بھلا ڈالا ہے
ویں دعا را ہم ز تو آموختیم
یہ دعا بھی ہم نے تجھ (ہی) سے سیکھی ہے

حرمتِ آں کہ دعا آموختی
اس کے طفیل کہ تو نے دعا سکھائی ہے
در چنیں ظلمت چراغ افروختی
ایسی تاریکی میں چراغ روشن کر دیا ہے

دستگیر و رہنما توفیق دِہ
دستگیری فرما، اور رہنمائی عطا فرما
جرم بخش و عفو کن بکشا گرہ
خطا بخش دے اور معاف کر دے اور گرہ کھول دے

ہم چنیں می رفت بر لفظش دعا
دعا ان کے الفاظ میں اس طرح جاری تھی
آں زماں چوں مادرانِ باوفا
اس وقت جیسا کہ باوفا ماؤں (کے الفاظ میں)

اشک میرفت ازو و چشمش و آں دعا
ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور وہ دعا
بیخود[3] ازوے میبرآمد بر سما
بے خودی میں ان سے آسمان پر پہنچ رہی تھی

آں دعائے بیخوداں خود دیگرست
بیخودوں کی دعا دوسری (ہی چیز) ہے
آں دعا زو نیست گفتِ داورست
وہ دعا ان کی نہیں ہے، خدا کی بات ہے

آں دعا حق میکند چوں او فناست
جبکہ وہ (بیخود مقامِ) فنا میں ہے وہ اللہ فرماتا ہے
آں دعا و آں اجابت از خداست
وہ دعا اور وہ قبولیت خدا کی جانب سے ہے

[1] شاں۔ یعنی کشتی میں سوار، گنہگار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ بحر و بر۔ خشکی اور تری۔ سرمدی۔ ابدی۔ بدسگاں۔ بدعقیدہ۔ اے بدادہ۔ اللہ (تعالیٰ) نے ظاہری اور باطنی حواس مفت عنایت فرما دیے ہیں۔

[2] جریم۔ جرم و خطا۔ ویں دعا۔ اپنی خطاؤں پر ہمارا دعا مانگنا بھی تیری تعلیم و عطا ہے۔ ظلمت۔ یعنی خطا کاری۔ چراغ۔ یعنی دعا کی تعلیم۔ ہم چنیں۔ جس طرح ماں بے چین ہو کر بچہ کے لیے دعا کرتی ہے دقوقی کی یہی حالت تھی۔

[3] بے خود۔ یعنی دعا میں ایسے مصروف تھے کہ ان کو اپنا ہوش نہ تھا۔ آں دعا۔ انسان بے خود ہو کر دعا کرتا ہے تو چونکہ وہ خود فنا فی اللہ ہے اس لیے وہ دعا اس کی طرف منسوب نہ ہو گی بلکہ خدا کی جانب سے ہو گی۔ اجابت۔ فانی کی دعا بھی اللہ کی جانب سے ہے اور اس کی قبولیت بھی اللہ کی جانب سے ہے۔

واسطہ[1] مخلوق نے اندر میان
بیخبر زاں لابہ کردن جسم و جان
اس میں مخلوق کا واسطہ نہیں ہے
اس خوشامد سے جسم و جان بے خبر ہوتے ہیں

بندگانِ حق رحیم و بُردبار
خوئے حق دارند در اصلاحِ کار
اللہ (تعالیٰ) کے رحیم اور بردبار بندے
معاملہ کی اصلاح میں اللہ (تعالیٰ) کی خو اختیار کر لیتے ہیں

مہرباں بے رشوتاں یاریگراں
مشفقان و مستعاں غمخوارگاں
مہربان، بغیر رشوت کے مددگار (ہوتے ہیں)
مشفق اور غمزدوں کے مددگار (ہوتے ہیں)

از ترحّم دستگیراں شافعاں
در مقامِ سخت و در روزِ گراں
رحم کھانے کی وجہ سے دستگیر اور سفارشی (ہوتے ہیں)
سخت جگہ اور بھاری دن میں

ہیں بجو ایں قوم را اے مبتلا
ہیں غنیمت دار شاں پیش از بلا
مصیبت زدہ اس قوم کو تلاش کر لے
خبردار! مبتلا ہونے سے پہلے ہی اُن کو غنیمت سمجھ

رَست کشتی[2] از دم آں پہلواں
و اہلِ کشتی را بجہدِ خود گماں
اس پہلوان کی دعا سے کشتی نجات پا گئی
کشتی والوں کو اپنی کوشش کا گمان تھا

کہ مگر بازوئے ایشاں در حذر
بر ہدف انداخت تیرے از قدر
کہ شاید بچاؤ میں انہی کے بازو نے
صحیح اندازے سے نشانہ پر تیر چلایا ہے

پا رہاند رُوبہاں را در شکار
واں زدم دانند رُوباہاں غرار
شکار میں لومڑیوں کو، پاؤں بچاتے ہیں
وہ دھوکے میں مبتلا لومڑیاں دُم کی وجہ سے سمجھتی ہیں

عشقہا بادُمِ خود بازندکیں
میرہاند جانِ ما را از کمیں
وہ دم سے محبت کرتی ہیں، کہ اس نے
ہماری جان کو ہلاکت سے بچایا

از ضلالت بوسہا بر دُم دہند
رقص گیرند و ز شادی بر جہند
نادانی سے دم کو چوتی ہیں
ناچتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں

روبہا پا را نگہدار از حجر
پا چو نبود دُم چہ سود اے خیرہ سر
اے لومڑی! پتھر سے پاؤں کا بچاؤ کر
اگر پاؤں نہ ہو تو اے بیوقوف دم سے کیا فائدہ

ما چو رُوباہیم پائے ما کرام
می رہانند ماں زصد گوں انتقام
ہم لومڑی کی طرح ہیں ہمارے پاؤں بزرگ ہیں
ہمیں سیکڑوں قسم کی سزا سے نجات دیتے ہیں

---

1. واسطہ۔ جبکہ دعا کرنے والا فانی ہے تو درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے فانی کے جسم و جان کو دعا کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ بندگانِ حق۔ خاصانِ خدا چونکہ خدائی اخلاق سے متصف ہوتے ہیں اور ان کی حالت بھی یہی ہو جاتی ہے کہ رحمت حق بہانہ ہی جوید۔ از ترحّم۔ وہ محض اپنی صفت رحم کی وجہ سے سفارشی اور دستگیر بن جاتے ہیں۔ ہیں۔ اولیاء اللہ سے دعا کا تعلق مصیبت میں مبتلا نہ ہونے سے پہلے بھی رکھنا چاہیے۔

2. رست کشتی۔ کشتی دقوقی کی دعا سے بچی، کشتی والے سمجھے کہ ان کی قوت بازو سے بھنور سے نکلی۔ پارہاند۔ اس کی مثال یہ ہے کہ لومڑی شکاری کی گرفت سے اپنے پاؤں کے ذریعہ بچی لیکن وہ اپنی مکاری سے سمجھتی ہے کہ دم کی وجہ سے بچی ہے۔ غرار۔ دھوکے میں مبتلا۔

3. کمین۔ شکاری کی گھات۔ روبہا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جو نجات کا اصل ذریعہ ہے اس کی حفاظت کرو۔ خیرہ سر۔ بددماغ۔ کرام۔ یعنی ہماری نجات ... یہ بزرگان ... ہیں۔

Marfat.com

حیلۂ باریک[1] ما چوں دُمِ ماست
ہماری نازک تدبیر، ہماری دم کی طرح ہے
عشقہا بازیم با دُم چپ و راست
ہم دائیں بائیں سے دم سے عشق بازی کرتے ہیں

دُم بجنبانیم ز استدلال و مکر
ہم حجت بازی اور مکر کی دم ہلاتے ہیں
تا کہ حیراں ماند از ما زید و بکر
تاکہ ہم سے زید اور بکر، حیران ہو جائیں

طالبِ حیرانیٔ خلقاں شدیم
ہم لوگوں کی حیرانی کے طلبگار بن گئے ہیں
دست طمع اندر الوہیت زدیم
ہم نے خدائی میں لالچ کا ہاتھ ڈالا ہے

تا با فسوں[2] مالکِ دلہا شویم
تاکہ فریب کے ذریعہ ہم دلوں کے مالک بن جائیں
ایں نمی بینیم ما کاندر گویم
ہم یہ نہیں دیکھتے، کہ ہم گڑھے میں ہیں

در گوی و در چہی اے قلتباں
اے بے غیرت! تو گڑھے اور کنویں میں ہے
دست وا دار از سبالِ دیگراں
دوسروں کی مونچھوں سے ہاتھ ہٹا

چوں بہ بُستانے رسی زیبا و خوش
جب تو کسی اچھے اور خوشنما باغ میں پہنچے
بعد ازاں دامانِ خلقاں گیر و کش
اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑ اور کھینچ

اے مقیمِ حبس چار و پنج و شش
اے چار اور پانچ اور چھ کے قید خانے میں مقیم
نغز جائے دیگراں را ہم بکش
کیا اچھی جگہ ہے، دوسروں کو بھی کھینچ لے

اے چو[3] خر بندہ حریفِ کونِ خر
اے وہ کہ جو گدھے والے کی طرح گدھے کی مقعد کا یار ہے
بوسہ گاہے یافتی مارا ببر
تو نے اچھی بوسہ گاہ پا لی ہے ہمیں بھی لے چل

چوں نداوت بندگیٔ دوست دست
جبکہ دوست کی غلامی تیرے ہاتھ نہیں آئی ہے
میلِ شاہی از کجایت خاستت
تو تجھ میں شاہی کی تمنا کہاں سے آئی ہے؟

در ہوائے آنکہ گویندت زہے
اس خواہش میں کہ لوگ تجھے واہ واہ کہیں
بستہ در گردنِ جانت زہے
تو نے اپنی گردن میں پھندا ڈالا ہے

رُوبہا ایں دُمِ حیلت را ببل
اے لومڑی! تو اس تدبیر کی دم کو چھوڑ دے
وقف کن دل بر خداوندانِ دل
دل والوں پر، دل کو وقف کر دے

---

[1] حیلۂ باریک۔ یعنی ہم خود اپنی نجات کی تدبیریں کرتے ہیں ان کی مثال لومڑی کی دم کی سی ہے جس کو اس نے باعث نجات سمجھا تھا۔ استدلال و مکر۔ یعنی ہم اپنے استدلال اور تدبیر کو ذریعہ نجات بتاتے ہیں، ایسی تقریریں کرتے ہیں جن سے لوگ حیران ہو جائیں۔ طالب۔ یعنی انسان اپنی تدابیر اور مکاری کا بیان کر کے لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتا ہے اور گویا کہ ان کو مرعوب کر کے اپنی خدائی جتانا چاہتا ہے۔

[2] تا با فسوں۔ ان مکاریوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنا چاہتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ خود عجز کے گڑھے میں گرا ہوا ہے۔ در گو۔ جبکہ خود گڑھے میں ہے تو دوسروں کو معتقد بنا کر کیوں گڑھے میں گراتا ہے۔ چوں۔ ہاں اگر تجھے خود کوئی اعلیٰ مقام حاصل ہے تو بے شک دوسروں کو معتقد بنا کر اس مقام پر کھینچ لا۔ اے مقیم۔ جبکہ خود انسان چار عناصر اور پانچ حواس اور چھ جہتوں میں پھنسا ہوا ہے یعنی اس کی پہنچ صرف سفلیات تک ہے اور علویات سے اس کا کوئی علاقہ نہیں ہے تو دوسروں کو اس مقام کی دعوت دینا کون سی انسانیت ہے۔ نغز جائے۔ یہ بطور طنز کے فرمایا ہے۔

[3] اے چو۔ جب تک انسان عالم سفلی میں پھنسا ہے تو اس کی مثال اس گدھے والے کی سی ہے جو گدھے کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور اس کو گدھے کی مقعد سے قرب رہتا ہے گدھے والا دوسروں کو گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے کی دعوت دے تو کون سی اچھی بات ہے۔ بوسہ گاہ ہے۔ یہ بھی بطور طنز کے کہا گیا ہے۔ زہے۔ پہلے مصرع میں بمعنی تعجب ہے، دوسرے مصرع میں زہ بمعنی کمان کا چلہ ہے جس کا ترجمہ ہم نے پھندے سے کیا ہے یعنی تانت کا پھندا۔

Marfat.com

در پناہِ[1] شیر کم ناید کباب

شیر کی پناہ میں ''کبابوں'' کی کمی نہیں ہوتی ہے

تو دلا منظورِ حق آنگہ شوی

اے پیارے! تو اُس وقت اللہ (تعالیٰ) کا منظور نظر بنے گا

رُوبہا تو سوئے جیفہ کم شتاب

اے لومڑی! تو مُردار کی طرف نہ دوڑ

کہ چو جزوے سوئے کلِّ خود رَوی

جبکہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جائے گا

حق ہمی گوید نظر ماں بر دل ست

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے ہماری نظر دل پر ہے

نیست بر صورت کہ آں آب و گل ست

صورت پر نہیں ہے، کیونکہ وہ تو پانی اور مٹی ہے

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست

تو کہتا ہے، میرے بھی دل ہے

دل فرازِ عرش باشد نے بہ پست

دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں

در گلِ تیرہ یقیں ہم آب ہست

کالی کیچڑ میں بھی یقیناً پانی ہے

لیک ازاں آبت نشاید آب دست

لیکن اس پانی سے وضو (یا استنجا) مناسب نہیں ہے

زانکہ[2] گر آب ست مغلوبِ گل ست

کیونکہ وہ اگرچہ پانی ہے (لیکن) مٹی سے مغلوب ہے

پس دلِ خود را مگو کایں ہم دل ست

تو اپنے دل کو یہ نہ کہہ کہ وہ بھی دل ہے

آں دِلے کز آسمانہا بر ترست

وہ دل جو آسمانوں سے بھی بلند ہے

آں دلِ ابدال یا پیغمبر ست

وہ ابدال کا دل، یا پیغمبر کا دل ہے

پاک گشتہ آں ز گل صافی شدہ

وہ پاک ہو گیا ہے مٹی سے صاف ہو گیا ہے

در فزونی آمدہ وافی شدہ

ترقی میں آ کر، بھرپور ہو گیا ہے

ترکِ گل[3] کردہ سوءِ بحر آمدہ

مٹی کو چھوڑ کر سمندر کی طرف آ گیا ہے

رُستہ از زندانِ گل بحرے شدہ

وہ مٹی کی قید سے آزاد ہو کر سمندر میں گیا ہے

آب ما محبوسِ گل ماندست ہیں

خبردار! ہمارا پانی مٹی میں پھنسا ہوا ہے

بحرِ رحمت جذب کن مارا ز طیں

اے رحمت کے سمندر! ہمیں مٹی سے چوس لے

بحر گوید من ترا در خود کشم

سمندر کہتا ہے، میں تجھے کھینچ تو لوں

لیک می لافی کہ من آبِ خوشم

لیکن تو شیخی بگھارتا ہے کہ میں صاف پانی پیوں

---

[1] در پناہ۔ جو کچھ تو اپنی تدبیروں سے حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اولیا کی دعاؤں سے بدرجہ اولیٰ حاصل ہو جائے گا۔ جزوی۔ یعنی تیرا دل ناقص ہے۔ کل۔ یعنی اولیا کا دل۔ حق ہمی گوید۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم دل پر نظر رکھتے ہیں، لیکن دراصل تیرا دل ہی وہ نہیں ہے جو منظور نظر بن سکے۔ دل۔ بے شک دل میں یہی صفت ہے لیکن جبکہ حقیقتاً وہ دل ہو جو عالم مجردات کی چیز ہے اگر وہ آب و گل میں مبتلا ہے تو پھر اس میں اور صورت میں کوئی فرق نہیں ہے اور صورت منظور خدا نہیں ہے۔ در گل۔ جو دل آب و گل سے آلودہ ہے اس کی مثال اس پانی کی سی ہے جو کالی کیچڑ میں ہے تو یہ اگرچہ پانی ہے لیکن وہ پانی کی جگہ کام نہیں آ سکتا، اسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔

[2] زانکہ۔ کیچڑ میں کا پانی حقیقی پانی نہیں ہے اسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔ آں دلے۔ جس دل کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ آسمانوں سے بھی بالاتر ہے تو وہ اولیا اور پیغمبروں کا دل ہے لہٰذا اپنے دل کو منظور خدا نہ سمجھ اور اولیا سے جڑ جا۔

[3] ترک گل۔ اولیا اور انبیا کے دل عالم ناسوت کی آلودگی سے پاک ہیں۔ سوء بحر۔ یعنی بحر وحدت۔ آب ما۔ یہاں مولانا نے مناجات شروع کر دی ہے۔ ز طین۔ یعنی عالم ناسوت۔ بحر گوید۔ اولیا عوام کے دل کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں لیکن عوام کی انانیت مانع بنتی ہے۔

Marfat.com

لافِ تو محروم میدارد ترا
تیری شیخی، تجھے محروم رکھتی ہے
ترکِ آں پندار[1] کن درمن در آ
اس غرور کو چھوڑ دے، میرے اندر آ جا

آبِ گِل خواہد کہ در دریا رود
مٹی میں کا پانی چاہتا ہے کہ سمندر میں چلا جائے
گِل گرفتہ پائے آب و می کشد
مٹی پانی کا پاؤں پکڑتی ہے اور اس کو کھینچتی ہے

گر رہاند پائے خود از دستِ گِل
اگر وہ اپنا پاؤں مٹی سے چھڑا لے
گِل بماند خشک و او شد مستقل
مٹی خشک رہ جائے، وہ مستقل بن جائے

آں کشیدن چیست از گِل آب را
مٹی کا پانی کو کھینچنا کیا ہے؟
جذبِ تو نقل و شرابِ ناب را
تیرا چبینا اور خالص شراب کو جذب کرنا

ہم چنیں[2] ہر شہوتے اندر جہاں
اسی طرح دنیا کی ہر شہوت
خواہ مال و خواہ جاہ و خانماں
خواہ مال، اور خواہ مرتبہ، اور خواہ گھر، اور مال

خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن
خواہ باغ، اور سواری، اور تلوار، اور ڈھال
خواہ ملک و خانہ و فرزند و زن
خواہ سلطنت، اور گھر، اور اولاد اور بیوی

ہر یکے زینہا ترا مستی کند
ان میں سے ہر ایک چیز تجھے مدہوش کر دیتی ہے
چوں نیابی آں خمارت میزند
جب تجھے وہ نہیں ملتی ہے تو تجھ میں اینٹھن پیدا کرتی ہے

ایں خمارِ[3] غم دلیلِ آں شدست
یہ غم کی اینٹھن، اس کی دلیل ہے
کہ بداں مفقود مستی ات بدست
کہ اس گم شدہ سے تجھ میں مدہوشی تھی

جز باندازہ ضرورت زو مگیر
قدرِ ضرورت کے سوا اس کو نہ لے
تانہ گردد غالب و بر تو امیر
تاکہ وہ تجھ پر غالب اور حاکم نہ بنے

سر کشیدی تو کہ من صاحبدلم
تو نے اس لیے سرکشی کی کہ میں خود صاحب دل ہوں
حاجتِ غیرے ندارم واصلم
مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے میں (خود) واصل بھی ہوں

آنچناں کہ آب در گِل سرکشد
(یہ) ایسا ہی ہے کہ پانی مٹی میں سرکشی کرے
کہ منم آب و چرا جویم مدد
کہ میں تو پانی ہوں، میں کیوں مدد چاہوں؟

دل تو ایں آلودہ را پنداشتی
تو نے اس گندے (دل) کو دل سمجھ لیا ہے
لا جرم دل زاہلِ دل برداشتی
اسی لیے تو لامحالہ صاحب دل سے دل برداشتہ ہے

1. آں پندار۔ یعنی اپنے دل کی صفائی۔ آبِ گِل۔ یعنی عوام کا دل اولیا کے دل سے وابستگی کا خواہاں ہے لیکن عالم ناسوت کی لذتیں مانع بنتی ہیں۔ گر رہاند۔ دل کو مصفا بنانے کا یہی طریقہ ہے کہ لذائذ دنیوی سے علیحدگی اختیار کرلی جائے۔ آں کشیدن۔ مٹی جو پانی کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس کی وجہ عالم ناسوت کی لذتیں ہیں۔

2. ہم چنیں۔ صرف شراب کباب ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز دل کے مصفا ہونے کے لیے مانع ہے۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز انسان کو مدہوش بناتی ہے اور شراب کا کام کرتی ہے چنانچہ دنیا کی محبوب چیز حاصل نہ ہونے سے وہ اینٹھن پیدا ہوتی ہے جو شرابی کو شراب نہ ملنے سے ہوا کرتی ہے۔

3. ایں خمار۔ لذائذ دنیوی نہ حاصل ہونے سے بدن میں اینٹھن پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس لذت میں شراب کا سا اثر تھا۔ جز باندازہ۔ مناسب ہے کہ دنیا کی چیزوں کا بقدرِ ضرورت استعمال کیا جائے، ان کی کثرت نہ کی جائے۔ سر کشیدی۔ اولیا سے وابستگی سے سرکشی محض اس بنیاد پر ہے کہ تو اپنے آپ کو واصل بحق سمجھے ہوئے ہے۔ آنچناں۔ عالم ناسوت میں پھنسنے کے باوجود واصل ہونے کا دعویٰ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کیچڑ کا پانی اپنے آپ کو خالص پانی سمجھے۔

Marfat.com

خود رواداری[1] کہ آں دل باشد ایں
(کیا) تو خود مناسب سمجھتا ہے کہ یہ دل وہ دل ہے

کہ بود در عشقِ شیر و انگبیں
جو کہ دودھ اور شہد کے عشق میں (مبتلا) ہے

لطفِ شیر و انگبیں عکسِ دل ست
دودھ اور شہد کا لطف دل (کے لطف) کا حسن ہے

ہر خوشے را آں خوش از دل حاصل ست
ہر مزیدار چیز کی خریداری دل سے حاصل ہوتی ہے

پس بود دل جوہر و عالم عرض
تو دل جوہر ہوتا ہے، اور عالم عرض

سایۂ دل چوں بود دل را غرض
دل کا سایہ دل کا مقصد کیسے ہو سکتا ہے؟

آں دلے کو عاشقِ مال ست و جاہ
وہ دل جو مال اور مرتبہ کا عاشق ہے

یا زبونِ ایں گل و آبِ سیاہ
یا اس مٹی اور سیاہ پانی سے مغلوب ہے

یا خیالاتے کہ در ظلماتِ او
یا ان خیالات سے (مغلوب ہے) اندھیرے میں

می پرستد شاں برائے گفتگو
جن کو وہ پوجتا ہے (ایسا دل) محض کہنے کو (دل) ہے

دل نباشد غیرِ آں دریائے نور
دل، دریائے نور کا غیر نہیں ہوتا ہے

دل نظر گاہِ خدا وانگاہ کور
دل خدا کا سطحِ نظر ہو، اور پھر اندھا ہو!

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام
لاکھوں خاص اور عام انسانوں میں دل نہیں ہوتا ہے

در یکے باشد کدامست[2] آں کدام
کسی ایک میں ہوتا ہے، وہ کون ہے کون؟

ریزۂ دل را بہل دل را بجو
دل کے ریزے کو چھوڑ، دل کو تلاش کر

تا شود آں ریزہ چوں کوہے ازو
تاکہ ریزہ اس کی وجہ سے پہاڑ بن جائے

دل[3] محیط ست اندریں خطۂ وجود
اس عالم وجود میں دل ایک سمندر ہے

زر ہمی افشاند از احسان و جود
احسان اور سخاوت سے چاندی بکھیرتا ہے

از سلامِ حق سلامتہا نثار
اللہ (تعالیٰ) کی سلامتی سے سلامتیاں نچھاور

میکند بر اہلِ عالم ز اختیار
کرتا رہتا ہے دنیا والوں پر اپنے اختیار سے

ہر کرا دامن درست ست و مُعَد
جس کا دامن درست اور تیار ہے

آں نثارِ دل بر آنکس میرسد
دل کا وہ نچھاور اس کو پہنچتا ہے

---

[1] خود رواداری۔ تو خود انصاف کر یہ تیرا دل، دل کہلانے کے قابل ہے۔ تیرا دل تو دنیاوی لذتوں کا عاشق ہے اور اس کو دودھ اور شہد سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ لطف۔ حالانکہ دنیا کی ہر لذیذ چیز کی لذت دل کے تابع ہے اگر دل میں لذت ہے تو اس چیز میں لذت ہے ورنہ نہیں تو جو دل کسی چیز کی لذت سے لذت حاصل کرے وہ دل اصل نہیں ہے۔ پس۔ جبکہ اصل دل کی لذت ہے اور دوسری چیزوں میں اس سے لذت پیدا ہوتی ہے تو دل جوہر ہے اور دنیا کی لذتیں ذاتی نہیں ہیں تو دل کا مقصود خود اس کی عطا کردہ چیز کیسے ہو سکتی ہے۔ آں دلے۔ جو دل دنیا کی چیزوں کا عاشق ہو اور دنیا کی لذتوں اور اپنی غلط تمناؤں سے مغلوب ہو وہ برائے گفتن دل ہے، حقیقتاً دل نہیں ہے۔

[2] کدام۔ حقیقی دل اولیا کا دل ہے۔ ریزہ۔ تیرا دل، دل نہیں ہے دل کا ریزہ ہے اور اولیا کا دل مکمل دل ہے، ان سے وابستگی کرلے تیرا ریزہ پہاڑ بن جائے گا۔

[3] دل۔ یعنی اولیا کا دل دنیا میں ایک سمندر ہوتا ہے جو لوگوں پر زر افشانی کرتا ہے۔ از سلام۔ اللہ کی جانب سے سلامتیاں اس کو عطا کر دی جاتی ہیں اور وہ اپنے اختیار سے دنیا والوں کو سلامتی تقسیم کرتا ہے۔ ہر کرا۔ جو اپنا درست دامن پھیلائے گا اس کے دامن میں وہ سونا آ جائے گا۔

Marfat.com

دامنِ[1] تو آں نیازست و حضور — ہیں منہ در دامن آں سنگِ فجور

تیرا دامن، نیاز مندی اور حاضری ہے — خبردار! دامن میں بدکاری کا پتھر نہ رکھ

تا نہ درد دامنت زاں سنگہا — تا بدانی نقد را از رنگہا

تاکہ ان پتھروں سے تیرا دامن نہ پھٹے — خبردار! کھرے اور کھوٹوں کو سمجھ لیا

سنگ پُر کردی تو دامن از جہاں — ہم ز سنگ سیم و زر چوں کودکاں

تو نے دنیا میں، دامن پتھروں سے بھر لیا — بچوں کی طرح چاندی اور سونے کے پتھروں سے

آں خیال سیم و زر چوں زر نبود — دامنِ صدقت درید و غم فزود

یہ خیالی چاندی اور سونا چونکہ سونا نہ تھا — اس نے تیرا سچائی کا دامن پھاڑ دیا اور غم بڑھا دیا

کے نماید[2] کودکاں را سنگ سنگ — تانگیرد عقل دامن شاں بچنگ

بچوں کو پتھر، پتھر کب نظر آتا ہے؟ — جب تک عقل چنگل سے ان کا دامن نہ تھام لے

پیر عقل آمد نہ آں موئے[3] سفید — مو نمی گنجد دریں بحث و امید

پیر، عقل ہوتی ہے نہ کہ وہ سفید بال — اس بحث اور امید میں باتوں کی گنجائش نہیں ہے

انکار کردنِ آں جماعت بر دعا و شفاعتِ دقوقیؒ و ناپدید شدن در پردۂ غیب و حیران شدنِ دقوقیؒ کہ ایشاں بہوا رفتند یا بزمین پنہاں شدند

ان لوگوں کا دقوقیؒ کی سفارش اور دعا سے انکار کرنا اور غیب کے پردے میں ان کا غائب ہو جانا اور دقوقیؒ کا حیران ہونا کہ وہ ہوا میں چلے گئے یا زمین میں چھپ گئے

چوں رہید آں کشتی و آمد بکام — شد نمازِ آں جماعت ہم تمام

جب کشتی نجات پا گئی اور مقصود تک پہنچ گئی — ان لوگوں کی نماز بھی پوری ہو گئی

فجفجے افتاد شاں باہمدگر — کیں فضولی را کہ کرد از ما زشر

ان میں آپس میں کھس پھس ہوئی — کہ شرارت کی وجہ سے یہ بیکار کام ہم میں سے کس نے کیا ہے؟

ہر یکے باہمدگر گفتند سر — از پسِ پشتِ دقوقی مستتر

ہر ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا — دقوقیؒ کے پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر

---

1. دامن۔ یہاں دامن سے کپڑے کا دامن مراد نہیں ہے بلکہ اولیا کی جناب میں نیاز مندی اور حاضری مراد ہے۔ ہیں منہ۔ پہلے شعر میں درست دامن کہا تھا، درستگی کا مطلب یہ ہے کہ فسق وفجور نہ کر۔ تا بدانی۔ لیکن عقیدت کا تعلق سمجھ کر کرنا چاہیے۔ سنگ۔ دنیادارا اپنے دامن میں سونا چاندی بھرتا ہے یہ سونا اور چاندی بھی پتھر ہیں اور اس دنیادار کا کام طفلانہ ہے۔ زر نبود۔ اس سونے چاندی سے دامن چاک ہوتا ہے اور غم میں اضافہ ہوتا ہے۔
2. کے نماید۔ دنیادار بھی پیر نابالغ ہے جس کو عقل نہیں ہے جس طرح بچے حقیقی پتھر دامن میں بھر کر دامن کو پھاڑ لیتے ہیں اور پتھر کو پتھر نہیں سمجھتے اسی طرح دنیادار دنیا کی دولت سمیٹتا ہے جو کہ بے حقیقت پتھر کی طرح ہے۔ پیر۔ یعنی پیر بمعنی عقلمند تو وہ ہے جس میں عقل ہو، اگر محض بال سفید ہیں تو اس کو پیر نہیں کہا جا سکتا۔
3. مو۔ یعنی بزرگی وپیری میں بالوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بکام۔ یعنی کشتی ساحل پر آ گئی۔ فجفج۔ کھس پھس۔ فضولی۔ ایسا کام کرنا جس کا اس کو اختیار نہ تھا، وہ شخص جو ایسا کام کرے یعنی وہ جس کی وجہ سے کشتی بچی۔ ہر یکے۔ ان بزرگوں میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ ہم نے نہ زباں سے دعا کی ہے نہ دل سے۔

Marfat.com

گفت ہر یک من نکردستم کنوں
ہر ایک نے کہا میں نے نہیں کی ہے، اب

گفت ماناؔ[1] کایں امامِ ما زدرد
کہا یقیناً ہمارے اس امام کے درد کی وجہ سے

گفت آں دیگر کہ اے یاراں یقیں
دوسرے نے کہا، اے دوستو! یقیناً

او فضولی بودہ است از انقباض
انقباض کی وجہ سے وہ فضول بنا ہے

چوں نگہ[2] کردم سپس تا بنگرم
اس کے بعد جب میں نے نگاہ ڈالی کہ دیکھوں

یک از ایشاں را ندیدم در مقام
موقع پر میں نے اُن میں سے ایک کو بھی نہ دیکھا

نے بچپ نے راست نے بالا نہ زیر
نہ بائیں، نہ دائیں، نہ اوپر، نہ نیچے

دُرّہا بودند گوئی آب گشت
گویا موتی تھے، پانی بن گئے

در قبابِ[3] حق شدند آں دم ہمہ
وہ سب اس وقت اللہ کے قبوں میں چلے گئے

در تحیرؔ ماندم کایں قوم را
میں حیرانی میں پڑ گیا، کہ اس قوم کو

آنچناں پنہاں شدند از چشمِ او
وہ ان کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے

سالہا در حسرتِ ایشاں بماند
وہ سالوں ان کی حسرت میں رہے

تو بگوئی مردِ حق اندر نظر
تو کہے گا، مردِ خدا، نگاہ میں

ایں دعا نے از بروں نے از دروں
یہ دعا، نہ بظاہر، نہ بباطن

بو فضولانہ مناجاتے بکرد
فضولیوں کی طرح دعا کی ہے

مرمرا ہم مینماید ایں چنیں
مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے

کرد بر مختارِ مطلق اعتراض
اس نے مختارِ مطلق پر اعتراض کیا ہے

کہ چہ میگویند ایں اہلِ کرم
یہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں؟

رفتہ بودند از مقامِ خود تمام
اپنی جگہ سے سب جا چکے تھے

چشمِ تیزِ من نشد بر قوم چیر
(اس) قوم پر میری تیز نگاہ نے قابو نہ پایا

نے نشانِ پائے و نے گردے بدشت
نہ پاؤں کے نشان تھے نہ جنگل میں گرد تھی

در کدامیں روضہ رفتند آں زمہ
وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی!

چوں بپوشانید حق بر چشمِ ما
اللہ (تعالیٰ) نے ہماری آنکھوں سے کیسے چھپا لیا؟

مثلِ غوطہ ماہیاں در آبجو
جیسے کہ مچھلیوں کا نہر کے پانی میں غوطہ

عمر ہا در شوقِ ایشاں اشک راند
ایک عرصہ تک ان کے شوق میں روتے رہے

کے در آرد با خدا ذکرِ بشر
خدا کے ساتھ انسان کی یاد کو کب لاتا ہے؟

---

[1] ماناؔ۔ تحقیقاً۔ بوالفضولؔ۔ وہ شخص جو غیر اختیاری کام کرے۔ مناجاتؔ۔ دعا۔ انقباضؔ۔ یعنی کشتی کے ڈوبنے سے اس کو دل گرفتگی پیدا ہوئی۔ اعتراضؔ۔ اللہ کے فعل کے خلاف دعا کرنا گویا اللہ پر اعتراض کرنا ہے۔

[2] چوں نگہؔ۔ یعنی دقوقی نے کہا۔ اہلِ کرمؔ۔ یعنی وہی مقتدی۔ نے بچپؔ۔ یعنی میں نے چاروں طرف دیکھا، ان کو کہیں نہ پایا۔ آب گشتؔ۔ یعنی موتی تھے جو دریا میں جا کر گم ہو گئے۔ گردےؔ۔ چلنے سے گرد اٹھتی ہے۔

[3] در قبابؔ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے قریب خیموں میں چلے گئے۔ آنچناںؔ۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی وہ بزرگ دقوقی کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے جیسا کہ مچھلیاں غوطہ مار کر دریا میں چھپ جاتی ہیں۔ سالہاؔ۔ دقوقی ان کے دیدار کی حسرت میں سالوں روتے رہے۔ تو بگوئیؔ۔ دقوقی کے ان بزرگوںؒ کے فراق میں رونے پر تو یہ اعتراض کرے گا کہ دقوقی جبکہ بزرگ تھے تو ان انسانوں کی یاد میں کیوں روتے تھے۔

Marfat.com

خر[1] ازیں می خسپد اینجا اے فلاں — کہ بشر دیدی تو ایشاں را نہ جاں
اے فلاں! اس مقام پر گدھا اس لیے سو جاتا ہے — کہ تو نے ان کو بشر سمجھا، نہ کہ جان

کار ازیں ویراں شدست اے مردِ خام — کہ بشر دیدی مر ایشاں را چو عام
اے ناقص انسان! کام اسی وجہ سے تباہ ہوا — کہ تو نے ان کو عام انسانوں جیسا بشر سمجھا

تو[2] ہماں دیدی کہ ابلیسِ لعین — گفت من از آتشم آدمؑ زطین
تو نے وہی دیکھا جو ملعون شیطان نے — کہا کہ میں آگ کا ہوں، آدم علیہ السلام مٹی کا ہے

چشمِ ابلیسانہ را یک دم بہ بند — چند بینی صورت آخر چند چند
شیطانی آنکھ کو فوراً بند کر لے — صورت کو کتنا دیکھے گا، آخر کتنا کتنا؟

اے[3] دقوقی با دو چشمِ ہمچو جو — ہیں مبر امید و ایشاں را بجو
اے دقوقیؒ! نہر جیسی دو آنکھوں سے — خبردار مایوس نہ ہو اور ان کو تلاش کر

ہیں بجو کہ رُکن دولت جستن ست — ہر کشادے در دل اندر بستن ست
خبردار! تلاش کر کیونکہ دولت کی اصل تلاش کرنا ہے — ہر کشادگی، دل بستگی کی وجہ سے ہے

از ہمہ کارِ جہاں پرداختہ — کو و کو می گو بجاں چوں فاختہ
دنیا کے ہر کام سے فارغ ہو کر — فاختہ کی طرح (دل و) جان سے کو اور کو کہتا رہ

نیک بنگر اندریں اے محتجب — کہ دعا[4] را بست حق بر استجب
اے محجوب! اس میں اچھی طرح غور کر — کہ اللہ نے استجب کو دعا سے وابستہ کیا ہے

ہر کرا دل پاک باشد ز اعتلال — آں دعایش می رود تا ذوالجلال
بیماری سے جس کا دل پاک ہو گیا — اس کی دعا اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے

بازشرح کردنِ حکایت آں طالبِ روزیِ حلال بے کسب و رنج در عہدِ داوٗد علیہ السلام و مستجاب شدنِ دعائے او

حضرت داوٗد علیہ السلام کے زمانہ میں بغیر مشقت حلال روزی طلب کرنے والے کی حکایت کی دوبارہ تشریح اور اس کی دعا کا قبول ہونا

یادم آمد آں حکایت کاں فقیر — روز و شب میکرد افغان و نفیر
مجھے وہ قصہ یاد آیا، کہ وہ فقیر — دن، رات فریاد اور زاری کرتا تھا

---

1. خر۔ خر خسپیدن، یعنی دہری غفلت اور غلطی ہونا۔ کہ بشر۔ یعنی معترض کی غلطی در غلطی یہ ہے کہ وہ ان کو صرف بشر سمجھا حالانکہ جب وہ فانی فی اللہ تھے تو وہ خواصِ بشری سے معریٰ اور روحِ محض تھے۔

2. تو ہماں۔ ہر انسان کو محض بشر سمجھنا اور اس کے باطنی فضائل کی طرف نظر نہ کرنا، یہ شیطانی نظر ہے۔ شیطان نے آدم علیہ السلام کی صورتِ ظاہری کو دیکھا ان کے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔ چند بینی۔ ظاہر بینی کو چھوڑ کر انسان کے باطن کو دیکھا کرو۔

3. اے دقوقی۔ مولانا فرماتے ہیں، معترض کا اعتراض بالکل غلط ہے۔ اے دقوقی تم اس کی پرواہ نہ کرو اور ان بزرگوں کے فراق میں خوب آنسو بہاؤ۔ ہیں بجو۔ تلاش اور جستجو ہر کشادگی کا سبب ہے۔ کو و کو۔ فاختہ گویا اپنے محبوب کے بارے میں کہتی ہے کہاں ہے کہاں ہے۔

4. کہ دعا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔" ہر کرا۔ جو ان نفسانی بیماریوں سے خالی ہوتا ہے تو اس کی دعا ضرور بارگاہِ الٰہی تک پہنچتی ہے۔

Marfat.com

وز خدا می خواست روزیِ حلال
اور خدا سے حلال روزی مانگتا تھا
بے شکار و کسب و رنج و انتقال[1]
بغیر شکار اور کمائی اور تکلیف اور چلنے پھرنے کے

پیش ازیں گفتیم بعض احوالِ او
اس کے کچھ احوال میں نے پہلے بتا دیے ہیں
لیک تعویق آمد و شد بج تو
لیکن رکاوٹ آ گئی اور بج گوئی ہو گئی

ہم بگویمش کجا خواہد گریخت
میں تجھ سے وہ (قصہ) کہوں گا وہ کہاں بچے گا
چوں ز ابرِ فضل حق حکمت بریخت
جبکہ اللہ (تعالیٰ) کے فضل کے ابر سے دانائی ٹپک رہی ہے

صاحبِ گاوش بدید و گفت ہین
کمانے والے نے اس کو دیکھا اور کہا خبردار!
اے بظلمت گاو من گشتہ رہین
اے وہ کہ تیرے ظلم میں میری گائے پھنس گئی

ہیں چرا کشتی بگو گاوِ مرا
خبردار! بتا تو نے میری گائے کیوں ماری
ابلہ طرار انصاف اندر آ
(اے) بیوقوف گنٹھ کٹے، انصاف میں آ

گفت من روزی ز حق میخواستم
اس نے کہا میں اللہ (تعالیٰ) سے روزی مانگتا تھا
قبلہ را[2] از لابہ می آراستم
قبلہ کو آہ و زاری سے سجاتا تھا

سالہا بودست کارِ من دعا
میرا کام سالوں دعا کرنا رہا ہے
تا کہ بفرستاد گاوے را خدا
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) نے ایک گائے بھیج دی

چوں بدیدم گاؤ را برخاستم
جب میں نے گائے دیکھی میں اٹھا
روزیِ من بود کش می خواستم
میری روزی تھی جو میں مانگتا تھا

آں دعائے کہنہ ام شد مستجاب
وہ میری پرانی دعا قبول ہو گئی
روزیِ من بود کشتم نک جواب
وہ میری روزی تھی میں نے اس کو ذبح کر لیا، یہ جواب ہے

رفتنِ ہر دو خصم پیشِ داوٗد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام

دونوں فریق کا حضرت داوٗدؑ (ہمارے نبی اور ان پر صلوٰۃ و سلام ہو) کے سامنے جانا

او ز خشم[3] آمد گریبانش گرفت
وہ غصہ میں آیا اس کا گریبان پکڑا
چند مشتے زد بر ویش نا شگفت
بے تحاشا اس کے منہ پر چند کے مارے

می کشیدش تا بداوٗدِ نبی
اس کو داوٗد علیہ السلام نبی کے پاس کھینچ کر لے گیا
کہ بیا اے ظالمِ گیج غبی
کہ آ، اے احمق بیوقوف ظالم!

حجت بارد رہا کن اے دغا
اے دغا باز! کج حجتی چھوڑ
عقل در تن آور و باخویش آ
اپنے جسم میں عقل پیدا کر اور ہوش میں آ

---

1. انتقال۔ یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، چلنا پھرنا۔ تعویق۔ رکاوٹ۔ ہم۔ یعنی میں وہ قصہ ضرور سناؤں گا اس میں بہت سی حکمت کی باتیں ہیں۔ اے بظلمت۔ یعنی جب گائے اس دعا کرنے والے کے گھر میں گھس آئی اور اس نے اس کو پکڑ کر ذبح کر ڈالا تو مالک نے آ کر کہا۔ طرار۔ جیب تراش۔
2. قبلہ را۔ یعنی قبلہ رو ہو کر میں بہت رویا ہوں۔ کش۔ کہ اش۔ مستجاب۔ مقبول۔ ہر دو خصم۔ یعنی دعا کرنے والا اور گائے کا مالک۔
3. او ز خشم۔ گائے کے مالک کو فقیر کے بیان پر غصہ آیا اس نے اس کا گریبان پکڑا اور منہ پر چند طمانچے مارے۔ گیج۔ احمق۔ دغا۔ دغا باز۔ حجت بارد۔ ٹھنڈی دلیل یعنی ایسی دلیل جو دعوے کو ثابت نہ کر سکے۔

Marfat.com

ایں چہ[1] میگوئی دعا چہ بود مخند ——— بر سر و ریشِ من و خویش اے لوند

یہ کیا کہتا ہے (دعا کیا ہوتی ہے)، مذاق نہ اڑا ——— اے بیباک! میرے اور اپنے سر اور ڈاڑھی کا

گفت من با حق دعاہا کردہ ام ——— اندریں لابہ بسے خوں خوردہ ام

اس نے کہا میں نے اللہ سے بہت دعائیں کی ہیں ——— اس خوشامد میں اپنا بہت خون پیا ہے

من یقینی دانم دعا شد مستجاب ——— سر بزن بر سنگ اے منکر خطاب

میں یقینی (طور پر) جانتا ہوں دعا قبول ہوتی ہے ——— اے بدگو! پتھر پر سر مار

گفت گرد آئید ہاں اے مسلمیں ——— ژاژ بیہید و فشارِ ایں مہیں

اس نے کہا اے مسلمانو! جمع ہو جاؤ ——— اس ذلیل کی بکواس اور ہٹ دھرمی دیکھو

اے دعا تا چند خائی ژاژ را ——— حجت قاطع بگو چہ بود دعا

اے دعا باز! کتنی بکواس کرے گا ——— فیصلہ کن دلیل لا، دعا کیا ہوتی ہے

اے مسلماناں دعا مالِ مرا ——— چوں از آنِ او کند بہرِ خدا

اے مسلمانو! دعا میرے مال کو ——— کیسے اس کی ملکیت بنا دے گی، خدا کے لیے

گر چنیں بودے ہمہ عالم بدیں ——— یک دعا املاک بُردندے بکیں

اگر ایسا ہوتا تو تمام لوگ اس ——— ایک دعا سے جبراً جائدادیں مار لیتے

گر چنیں بودے گدایانِ ضریر[2] ——— محتشم گشتہ بُدندے و امیر

اگر ایسا ہو سکتا، تو اندھے بھکاری ——— با حشمت اور امیر ہو جاتے

روز و شب اندر دعا اند و ثنا ——— لابہ گویاں کہ تو ماں دہ اے خدا

(وہ) دن، رات دعا اور تعریف میں ——— خوشامدانہ کہتے ہیں، اے خدا! تو ہمیں دے

تا تو ندہی ہیچکس ندہد یقیں ——— اے گشائندہ تو بکشا بندِ ایں

جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہ دے گا ——— اے کھولنے والے! اس بند کو کھول دے

مکسبِ[3] کوراں بود لابہ و دعا ——— جز لب نانے نیابند از عطا

اندھوں کی کمائی کا ذریعہ خوشامد ہے اور دعا ہے ——— وہ کوئی عطا روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ نہیں پاتے ہیں

خلق گفتند ایں مسلماں راست گوست ——— ویں فروشندہ دعاہا ظلم جوست

مسلمانوں نے کہا، یہ مسلمان سچ کہتا ہے ——— اور یہ دعا فروش ظالم ہے

---

[1] ایں چہ۔ کیا دعا کرنے سے کسی دوسرے کا مال حلال ہو جاتا ہے۔ لوند۔ لام کے زبر اور واؤ کے زیر کے ساتھ، بیباک، وہ جو نہ اللہ سے شرمائے نہ مخلوق سے۔ مستجاب۔ مقبول۔ فشار۔ گالی، بیہودہ بات۔ ژاژ۔ ایک کانٹے دار گھاس ہے، ژاژ خائیدن، بکواس کرنا۔ اے مسلماناں۔ گائے والے مسلمانوں نے مجمع سے کہا اس کی دعا سے میرا مال اس کا کیسے ہو گیا۔ گر چنیں۔ اگر دعا سے کوئی دوسروں کے مال کا مالک بنا کرتا تو دنیا دعا کر کے دوسروں کے مال کی مالک بن جایا کرتی۔

[2] ضریر۔ اندھے فقیر دعا کر کے صاحب قسمت و دولت بن جایا کرتے۔ تا تو۔ یعنی فقراء دعا میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اے خدا جب تک تو نہ دے گا کوئی کچھ نہ دے گا تو ہی افلاس کے اس بند کو کھول دے۔

[3] مکسب۔ اندھے فقیروں کی کمائی کا ذریعہ دعا ہے جب انہیں کوئی روٹی کا ٹکڑا دیتا ہے۔ خلق۔ تمام لوگوں نے سارا قصہ سن کر کہا گائے والا سچ کہتا ہے اور یہ فقیر ظالم ہے۔

Marfat.com

ایں دعا[1] کے باشد از اسبابِ ملک
یہ دعا ملکیت کے اسباب میں سے کب ہوتی ہے؟
کے کشد ایں را شریعت خود بسِلک
اس کو شریعت لڑی میں کب پروتی ہے؟

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا
فروخت اور بخشش یا وصیت یا عطا
یاز جنس ایں شود ملکے ترا
یا اس جیسی (چیز) سے تیری ملکیت (کا سبب) ہو سکتی ہے

در کدامیں[2] دفترست ایں شرعِ تو
تیری یہ شریعت کس کتاب میں (لکھی) ہے؟
گاؤ را تو باز دہ یا حبس رو
تو گائے واپس کر یا قید میں جا

اندر آ در حبس و در زندانِ او
قید اور اس کے جیل خانہ میں آ جا
ورنہ گاوش را بدہ حجت مگو
ورنہ اس کی گائے دے دے حجت (بازی) نہ کر

او بسوئے آسماں میکرد رُو
وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتا
کاے خداوندِ کریم و لطف خو
کہ اے کریم خدا، رحیم مزاج!

من دعاہا کردہ ام زیں آرزو
میں نے اس تمنا سے دعائیں کیں
واقعہ مارا نداند غیر تو
ہمارے معاملہ کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

در دلِ من تو دعا انداختی
تو نے میرے دل میں دعا ڈالی
صد اُمید اندر دلم افراختی
تو نے میرے دل میں سیکڑوں امیدیں ابھاری ہیں

من نمی کردم[3] گزافہ آں دعا
میں وہ دعائیں خواہ مخواہ نہیں کرتا تھا
ہمچو یوسفؑ دیدہ بودم خوابہا
میں نے (حضرت) یوسف علیہ السلام کی طرح بہت سے خواب دیکھے تھے

دید یوسفؑ آفتاب و اختراں
(حضرت) یوسف علیہ السلام نے سورج اور ستاروں کو دیکھا
پیشِ او سجدہ کناں چوں چاکراں
اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے

اعتمادش بود بر خوابِ درُست
ان کو سچے خواب پر بھروسہ تھا
در چہ و زنداں جز آں را می نجست
کنویں اور قید خانہ میں اس (خواب کی تعبیر) کے علاوہ (کچھ) جستجو نہ تھی

ز اعتمادِ آں نبودش ہیچ غم
اس کے بھروسے ان کو کوئی غم نہ تھا
از غلامی و ز ملامِ بیش و کم
غلامی اور (لوگوں کی) کم و بیش ملامت ہے

---

[1] ایں دعا۔ ایک انسان دوسرے انسان کی چیز کا مالک محض اللہ سے دعا کرنے سے نہیں ہو سکتا ہے۔ بیع۔ انسان مالک جب بنتا ہے، جب کوئی دوسرا اس کے ہاتھ اپنی چیز فروخت کر دے یا مفت دے دے یا وصیت کر دے کہ میرے مرنے کے بعد وہ مالک ہوگا۔ یاز جنس ایں۔ مثلاً وراثت۔

[2] در کدامیں۔ یہ مسئلہ کون سی کتاب میں لکھا ہے کہ تو اللہ سے دعا کرے اور دوسرے کے مال کا مالک بن جائے۔ حبس۔ یہ غصب ہے جس کی سزا جیل خانہ ہے۔ او۔ اس فقیر نے لوگوں کی باتوں سے عاجز آ کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مناجات شروع کر دی۔

[3] من نمی کردم۔ یعنی میری دعا کا اثر یہ ہوا کہ میں نے خواب دیکھا کہ دعا ضرور قبول ہوگی اور مجھے خواب پر ایسا ہی بھروسہ ہوا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے خواب پر ہوا تھا۔ دید۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کو سورج اور ستارے سجدہ کر رہے ہیں تو ان کو اس کی تعبیر سے یقین ہو گیا تھا کہ وہ لامحالہ بادشاہ یا وزیر بنیں گے۔ در چہ۔ بھائیوں نے کنویں میں ڈالا زلیخا کی وجہ سے قید خانہ بھگتا لیکن ان کو اپنے خواب پر اعتماد تھا کہ ایک دن یقیناً بڑائی حاصل ہوگی لہٰذا یہ ساری تکالیف ان کی نگاہ میں ہیچ تھیں۔

Marfat.com

اعتمادے داشت او بر خواب خویش
وہ اپنے خواب پر بھروسہ کرتے تھے
کہ چو شمعے می فروزیدش ز پیش
جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا

چوں در افگندند یوسفؑ را بچاہ
جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں گرا دیا
بانگ[1] آمد سمع او را از اللہ
ان کے کان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلواں
اے جوانمرد! تو ایک دن بادشاہ (کا وزیر) بنے گا
تا بمالی ایں جفا بر روئے شاں
یہاں تک کہ اس ظلم کو ان کے منہ پر مارے گا

قائلِ ایں بانگ نامد در نظر
یہ آواز دینے والا نظر نہ آیا
لیک دل بشناخت قائل را ز اثر
لیکن دل نے علامت کے ذریعہ کہنے والے کو پہچان لیا

قوتے و راحتے و مسندے
قوت، اور راحت، اور سہارا
درمیانِ جاں فتادش زاں ندے[2]
اس آواز سے ان کی جان میں پیدا ہو گیا

چاہ شد بر وے بداں بانگِ جلیل
اس عظیم آواز سے ان پر کنواں، بن گیا
گلشن و بزمے چو آتش بر خلیل
گلشن اور محفل، جیسا کہ خلیل اللہ علیہ السلام، پر آگ

ہر جفا کہ بعد ازاںش می رسید
اس کے بعد جو ظلم ہوا
او بداں قوت بشادی می کشید
انہوں نے اس قوت کی وجہ سے خوشی سے برداشت کیا

ہم چنانکہ[3] ذوقِ آں بانگ الست
جیسے کہ الست کی آواز کا ذوق
در دلِ ہر مومنے تا حشر ہست
ہر مومن کے دل میں حشر تک کے لیے ہے

تانباشد در بلاشاں اعتراض
تاکہ آزمائش میں انہیں کوئی اعتراض نہ ہو
نے ز امر و نہیِ حق شانِ انقباض
نہ اللہ (تعالیٰ) کے امر اور نہی میں انہیں انقباض ہو

لقمۂ تلخے چو شکر می شود
کڑوا لقمہ شکر جیسا ہو جاتا ہے
خار ریحاں سنگ گوہر می شود
کانٹا ریحان، پتھر گوہر بن جاتا ہے

لقمۂ حکمے کہ تلخی می نہد
جس حکم کا لقمہ تلخی پیدا کرتا ہے
گلشکر آں را گوارش میدہد
(ذوق کا) گلقند اس میں خوشگواری پیدا کر دیتا ہے

گلشکر آں را کہ نبود مستند
جس کے لیے گلقند کا سہارا نہ ہو
لقمہ را ز انکارِ او قے میکند
اسکے ناگوار ہونے کی وجہ سے وہ لقمہ کو اگل دیتا ہے

---

[1] بانگ۔ قرآن میں ہے وَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْہِ لَتُنَبِّئَنَّھُمْ بِاَمْرِھِمْ ھٰذَا وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ یعنی "ہم نے یوسف کو وحی بھیجی کہ تو ان بھائیوں کے کرتوتوں سے ان کو خبردار کرے گا وہ سمجھ نہیں رہے ہیں۔" قائل۔ یعنی یہ وحی براہ راست آئی تھی، اس کے آثار سے یوسف علیہ السلام سمجھ گئے تھے کہ یہ وحی خداوندی ہے [2] ندے۔ ندا کا امالہ ہے یعنی اس آواز سے انہیں طاقت اور سہارا حاصل ہو گیا۔ چاہ شد۔ یوسف علیہ السلام کے لیے قید خانہ ایسا ہی خوشگوار ہو گیا تھا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے نمرود کی آگ۔

[3] ہم چنانکہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے وہ وحی خداوندی ایسی ہی ثابت ہوئی جس طرح ہر مومن کے دل میں عہد الست کی آواز گونجتی ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے تمام دنیاوی مصائب آسان ہو جاتے ہیں اور احکامِ خداوندی بجالانے میں اس کو انقباض طاری نہیں ہوتا ہے۔ لقمہ۔ اللہ تعالیٰ کا سخت سے سخت فرمان خوشگوار بن جاتا ہے۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ گل شکر۔ یعنی عہد الست کا ذوق۔ گل شکر۔ جس میں عہد الست کا وہ ذوق نہ ہو گا وہ احکامِ خداوندی کی پابندی نہ کر سکے گا۔

Marfat.com

هر کہ خوابے دید از روزِ الست ۔۔۔ مست باشد در رہِ طاعات مست

جس نے الست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے ۔۔۔ وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہوتا ہے

می کشد[1] چوں اشترِ مست ایں جوال ۔۔۔ بے فتور و بے گمان و بے ملال

وہ مست اونٹ کی طرح اس بورے کو اٹھاتا ہے ۔۔۔ بغیر مستی اور بغیر گمان، اور بغیر تکلیف کے

کفک تصدیقش بگردِ پوزِ او ۔۔۔ شد گواہِ مستیِ دلسوزِ او

اس کے منہ کے گرد اس کی تصدیق کے جھاگ ۔۔۔ اس کی دل سوز مستی کے گواہ ہیں

اشتر از قوت چو شیرِ نر شدہ ۔۔۔ زیرِ ثقلِ بار اندک خور شدہ

طاقت کی وجہ سے اونٹ، نر شیر بن گیا ۔۔۔ بوجھ کے بھاری پن کے نیچے کم خوراک ہو گیا

ز آرزوئے ناقہ صد فاقہ برو ۔۔۔ می نماید کوہ پیشش تارِ مو

اونٹنی کی تمنا میں، اس پر سیکڑوں فاقے ہیں ۔۔۔ پہاڑ اس کو بال نظر آتا ہے

در الست آنکو چنیں خوابے ندید ۔۔۔ اندریں دنیا نشد بندہ و مُرید[2]

جس نے الست میں ایسا خواب نہیں دیکھا ہے ۔۔۔ وہ اس دنیا میں بندہ اور ارادت مند نہ بنا

ور بشد اندر تردُّد صد دلہ ۔۔۔ یک زماں شکرستش و سالے گلہ

اگر (مرید) بنا (بھی تو) تذبذب میں سو دل والا ہے ۔۔۔ ایک وقت اس کے لیے شکر ہے اور ایک سال شکوہ

پائے پیش و پائے پس در راہِ دیں ۔۔۔ می نہد با صد تردُّد بے یقیں

دین کے راستہ میں ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے ۔۔۔ بغیر یقین کے تردُّد (کی حالت) میں رکھتا ہے

وام دارِ شرحِ اینم نک گرو ۔۔۔ ور شتاب[3] ست از الم نشرح شنو

میں اسکی شرح کا مقروض ہوں، یہ گروی ہے ۔۔۔ اگر جلدی ہے الم نشرح سن لے

چوں ندارد شرحِ ایں معنی کراں ۔۔۔ خر بسوئے مدعیِ گاؤ راں

چونکہ ان معنی کی شرح کا کنارا نہیں ہے ۔۔۔ گائے کے مدعی کی جانب گدھا ہانک دے

گفت کورم خواند زیں جرم آں دغا ۔۔۔ بس بلیسانہ قیاس ست اے خدا

اس نے کہا، اس دغا باز نے مجھے اس جرم میں اندھا کہا ۔۔۔ اے اللہ! یہ تو شیطانی قیاس ہے

---

[1] می کشد۔ وہ عہد الست کے ذوق کی مستی میں حکم اسی طرح برداشت کرے گا جیسا کہ مست اونٹ بے تکان بڑے بوجھ کو اٹھالیتا ہے۔ کفک۔ مست اونٹ کے منہ میں جھاگ آتے رہتے ہیں اسی طرح عہد الست کے مست کے منہ میں اس کے تصدیقی کلمات مستی کے جھاگ ہیں۔ ز آرزو۔ مستی کی حالت میں نر اونٹ اونٹنی کی تمنا میں کھانا بھی کم کر دیتا ہے اور اس میں بہت زیادہ طاقت آ جاتی ہے۔

[2] مرید۔ جس شخص نے عہد الست کے معاملہ میں کوئی خواب نہ دیکھا ہو اس میں بندگی اور ارادت مندی کا مادہ نہیں ہوتا ہے۔ ور بشد۔ ایسے شخص میں کچھ ارادت مندی بھی اگر ہوتی ہے تو وہ بھی تذبذب کے ساتھ ہوتی ہے اس کی زبان پر کبھی شکر خدا آتا ہے تو اس سے زیادہ وہ شکوے کرتا رہتا ہے۔ وام دار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ عہد الست کے ذوق کی مزید تشریح میرے ذمہ قرض ہے وہ ادا کروں گا، فی الحال مجھ سے کوئی چیز لے کر گروی رکھ لے تا کہ قرض کی ادائیگی کا اطمینان ہو جائے۔

[3] ور شتاب۔ اگر زیادہ جلدی ہے تو الم نشرح پڑھ لے یعنی الم نشرح سورہ میں آنحضور ﷺ کے شرح صدر ہو جانے کا بیان ہے۔ شرح صدر کے بعد ہر راز خود حل ہو جاتا ہے اللہ تیرا بھی شرح صدر کر دے گا اور یہ مضمون تیری سمجھ میں خود آ جائے گا یا یہ مطلب ہے کہ حضورؐ کی شرح صدر کا یہی مطلب تھا آپ میں عہد الست کا پورا ذوق تھا اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا بوجھ کم کر دیا تھا اور تمام احکام شرعی آپ پر آسان ہو گئے تھے۔ گفت۔ اس فقیر نے کہا۔ آں دغا۔ یعنی گائے کا مالک۔ بس بلیسانہ۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے ظاہر کو دیکھا اور اسی بنیاد پر اپنی افضلیت سمجھا حضرت آدم علیہ السلام کے باطنی اوصاف کو اس نے نہ دیکھا اسی طرح اس شخص نے میرے ظاہر اور فقر کو دیکھ کر مجھے اندھے فقیروں میں سے سمجھا حالانکہ میرا فقر الی اللہ تھا۔

من دعا[1] کورانہ کے می کردہ ام
میں نے اندھا دھند دعا کب کی ہے؟
جز بخالق گدیہ کے آوردہ ام
اللہ کے سوا میں نے کب بھیک مانگی ہے؟

کور از خلقاں طمع دارد ز جہل
اندھا نادانی کی وجہ سے مخلوق سے طمع کرتا ہے
من ز تو کز تست ہر دشوار سہل
میں تجھ سے، کہ تجھ سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے

آں یکے کورم ز کوراں بشمرید
اس نے مجھے اندھوں میں سے ایک اندھا گنا
او نیازِ جان و اخلاصم ندید
اس نے میری جان کی نیاز مندی اور اخلاص نہ دیکھا

کوریِ عشق ست ایں کوریِ من
میرا اندھا پن، عشق کا اندھا پن ہے
حب یعمی و یصم ست اے حسن
اے بھلے یہ محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے (کا مصداق) ہے

کورم از غیرِ خدا بینا بدو
میں خدا کے غیر سے نابینا اور خدا کا بینا ہوں
مقتضائے عشق ایں باشد بگو
بتا، عشق کا یہی مقتضا ہے

تو کہ بینائی ز کورانم مدار
(اے خدا) تو کہ بینا ہے مجھے نابیناؤں میں نہ رکھ
دائرم بر گردِ لطفت اے مدار
اے مدار! میں تیری مہربانی کے گرد گھومتا ہوں

آنچناں[2] کہ یوسفِ صدیق را
جس طرح کہ یوسف علیہ السلام صدیق کو
خواب بنمودی و گشتش متکا
تو نے خواب دکھایا، اور وہ ان کا سہارا بنا

مرمرا ہم لطفِ تو خوابے نمود
مجھے بھی تیری مہربانی نے ایک خواب دکھایا
ایں دعائے بیحدم بازی نبود
میری یہ لا محدود دعا کھیل نہ تھی

می ندانند خلق اسرارِ مرا
لوگ میرے راز کو نہیں جانتے ہیں
ژاژ میدانند گفتارِ مرا
میری گفتگو کو بکواس سمجھتے ہیں

حق شان[3] ست و کہ داند رازِ غیب
(یہ) ان کے مناسب ہے اور غیب کا راز کون جانتا ہے؟
غیرِ علامِ سر و ستارِ عیب
سوائے راز کے جاننے والے اور عیب کے چھپانے والے کے

خصم گفتش حق بگو اے تند خو
(اس کے) مخالف نے اس سے کہا اے بد عادت! سچ بتا
از چہ سوئے آسماں کردی تو رو
تو نے آسمان کی طرف منہ کیوں کر لیا؟

شیدی آری غلط می افگنی
تو مکر کرتا ہے، غلطی میں مبتلا کرتا ہے
لافِ عشق و لافِ قربت میزنی
عشق اور قرب (الٰہی) کی بکواس کرتا ہے

---

[1] من دعا۔ اندھے فقیر تو انسان سے بھیک مانگتے ہیں میں نے تو اللہ سے بھیک مانگی۔ اُو نیاز۔ یعنی اس ظالم نے میرے اوصاف کو نہ دیکھا۔ کوری۔ یعنی چونکہ میں عشق الٰہی میں مصروف ہوں اور مجھے اللہ کے عشق نے اندھا اور بہرا بنا رکھا ہے لہٰذا میرا نابینا ہونا دنیا کے اعتبار سے ہے نہ کہ خدا کے معاملہ میں۔

[2] آنچناں۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب پر بھروسہ تھا اور وہ ان کا سہارا بن گیا اسی طرح مجھے بھی خواب کی بنیاد پر اعتماد تھا کہ ضرور دعا قبول ہوگی۔ ایں دعا۔ میری گریہ وزاری کھیل کود نہ تھی یقیناً اس کو مقبول ہونا تھا۔ می ندانند۔ لوگ اس راز سے واقف نہیں ہیں اور میری باتوں کو بکواس سمجھ رہے ہیں۔

[3] حق شاں۔ جبکہ لوگوں کو حقیقت حال معلوم نہیں تو ان کا کہنا برحق ہے۔ خصم۔ یعنی گائے کے مالک نے کہا سچ بات کہہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر مکاری کیوں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عشق و قرب کی ڈینگیں کیوں مارتا ہے۔

Marfat.com

با کدامیں[1] رُوئے چوں دل مردہٗ
جب کہ تو مردہ دل ہے، کس منہ سے
رُوئے سوئے آسمانہا کردہٗ
آسمانوں کی جانب منہ کیا ہے؟

غُلغُلے در شہر افتادہ ازیں
اس سے شہر میں بڑا شور مچ گیا
آں مسلماں می نہد رُو بر زمیں
وہ مسلمان زمین پر منہ رکھتا تھا

کاے خدا ایں بندہ را رُسوا مکن
کہ اے خدا! اس غلام کو رسوا نہ فرما
گر بدم ہم سِرِّ من پیدا مکن
اگر میں برا بھی ہوں، میرا راز فاش نہ کر

تو ہمی دانی کہ شبہائے دراز
تو جانتا ہے کہ لمبی راتوں میں
کہ ہمی خواندم ترا با صد نیاز
میں تجھے سیکڑوں نیاز مندیوں کے ساتھ پکارتا تھا

پیشِ خلق ایں را اگر خود قدر نیست
اگر مخلوق کے نزدیک اس کی قدر نہیں ہے
پیشِ تو ہمچوں چراغِ روشنیست
تیرے نزدیک تو روشن چراغ کی طرح ہے

گاوٗ می خواہند از من اے خدا
اے اللہ! وہ مجھ سے گائے مانگتے ہیں
چوں فرستادی[2] نکروم من خطا
جبکہ تو نے بھیجی، تو میں نے غلطی نہیں کی

بیروں شدنِ داوٗد نبی علیہ السلام و شنیدن از ہر دو خصم و سوال کردن از مدعٰی علیہ و جوابِ او

حضرت داوٗد نبی علیہ السلام کا باہر نکل کر آنا، اور دونوں فریق کی بات سننا، اور مدعٰی علیہ سے سوال کرنا، اور اس کا جواب

چونکہ داوٗدِ نبی آمد بروں
جب داوٗد نبی علیہ السلام، باہر آئے
گفت ہیں چونست ایں احوال چوں
فرمایا ہاں، یہ کیا احوال ہیں؟

مدعی گفت اے نبی اللہ داد
مدعی نے کہا، اے اللہ کے نبی! فریاد ہے
گاوِ من در خانۂ او در فتاد
میری گائے اس کے گھر میں گھس گئی

کشت گاوم را بپرسش کہ چرا
اس نے میری گائے ذبح کردی اس سے پوچھیے کہ کیوں؟
گاوِ من کشت او بیاں کن ماجرا
میری گائے ذبح کی، وہ واقعہ بتائے

گفت[3] داوٗدش بگو اے بوالکرم
اس سے داوٗد علیہ السلام نے فرمایا، اے بھلے مانس!
چوں تلف کردی تو مِلکِ محترم
تو نے محترم ملکیت کو کیوں برباد کیا؟

ہیں پراگندہ مگو حجت بیار
خبردار! بیہودہ بات نہ کر، دلیل بیان کر
تا بیک سو گردد ایں دعوی و کار
تاکہ یہ دعویٰ اور معاملہ یک سو ہو جائے

---

1. با کدامیں۔ تیرا منہ اس قابل نہیں کہ اللہ کے سامنے کرے۔ آں مسلماں۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا فقیر سجدہ میں گرا ہوا تھا۔ کاے خدا۔ اللہ سے سجدہ کی حالت میں یہ دعائیں کر رہا تھا۔ گر بدم۔ اگر میں برا بھی ہوں تو اس وقت تو مجھے رسوا نہ کر۔ قدر نیست۔ میری دعاؤں کی اگر لوگوں کو قدر نہیں ہے تیرے سامنے تو بات واضح ہے۔

2. چوں فرستادی۔ جب اے اللہ تو نے خود اس گائے کو میرے گھر میں بھیج دیا تو میرا ذبح کرنا غلطی نہ تھی۔

3. گفت۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے فرمایا سب احوال بتاؤ۔ آو بیان کن۔ یعنی اسکو فرمایئے کہ وہ بیان کرے۔ تا بیک سو۔ یعنی میں معاملہ کو سمجھ کر فیصلہ کر سکوں۔

Marfat.com

گفت اے داؤد بودم ہفت سال روز و شب اندر دعا و در سوال
اس نے کہا اے داؤد علیہ السلام! میں سات سال تک تھا دن، رات دعا اور سوال میں

ایں ہمی جستم زیزداں کاے خدا روزیِ خواہم حلال و بے عنا[1]
میں اللہ (تعالیٰ) سے چاہتا تھا کہ اے خدا! میں حلال روزی بے مشقت چاہتا ہوں

مرد و زن بر نالۂ من واقف اند کودکاں ایں ماجرا را واصف اند
مرد و عورت، میری فریاد سے واقف ہیں بچے اس قصہ کو بیان کرتے ہیں

تو بپرس از ہر کہ خواہی ایں خبر تا بگوید بے شکنجہ و بے ضرر
آپ جس سے چاہیں یہ بات دریافت کر لیں تاکہ وہ بغیر دباؤ اور بغیر تکلیف کے بتا دے

ہم ہویدا پُرس و ہم پنہاں زخلق کہ چہ میگفت ایں گدائے ژندہ دلق
لوگوں سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر دریافت کر لیجیے کہ یہ پھٹی گدڑی والا فقیر کیا کہا کرتا تھا؟

بعد ازیں جملہ دعا و ایں فغاں گاؤ اندر خانہ دیدم ناگہاں
اس تمام دعا اور فریاد کے بعد اچانک میں نے اپنے گھر میں گائے دیکھی

چشمِ من تاریک شد نے بہرِ لوت[2] شادیِ آں کہ قبول آمد قنوت
میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا نہ کہ کھانے کے لیے اس خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی

کشتم ایں را تا دہم در شکرِ آں کہ دعائے من شنید آں غیب داں
میں نے اس کو ذبح کر دیا تاکہ اس شکریہ میں بانٹ دوں کہ اس غیب کے جاننے والے نے میری دعا سن لی

حکم کردن داؤد علیہ السلام بر کشندہ گاؤ

گائے ذبح کرنے والے کے خلاف حضرت داؤدؑ کا فیصلہ

گفت داؤدؑ ایں سخنہا را بشو حجتِ شرعی دریں دعویٰ بگو
(حضرت) داؤد علیہ السلام نے فرمایا ان باتوں کو (دل سے) دھو دے اس دعوے پر کوئی شرعی دلیل بیان کر

تو رواداری[3] کہ من بے حجتے بنہم اندر شرع باطل سنتے
تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر دلیل کے میں شرع میں ایک غلط رسم جاری کر دوں

اینکہ بخشیدت خریدی وارثی ریع را چوں می ستانی حارثی
یہ (گائے) تجھے کس نے بخشی، تو نے خریدی، تو وارث ہے؟ پیداوار تو کیوں لیتا ہے، تو کاشتکار ہے؟

---

1. عنا۔ مشقت۔ مرد۔ یعنی یہ میرا قصہ عورت، مرد، بچے، بوڑھے سب ہی کو معلوم ہے۔ بے شکنجہ۔ یعنی بغیر کسی دباؤ کے۔ ہم ہویدا۔ یعنی اس معاملہ کی کھلی اور چھپی تحقیقات کر لیجیے۔

2. لوت۔ مرغن غذا۔ کشتم۔ میں نے گائے اس لیے ذبح کی کہ دعا کی قبولیت کے شکرانے میں اس کو غریبوں میں بانٹ دوں۔

3. تو رواداری۔ کیا تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے تیرے حق میں فیصلہ کر کے ایک غلط طریقہ رائج کروں۔ ایں۔ یہ گائے تجھے کس نے بخشی تھی تو نے خریدی تھی، کیا تو نے کاشت کی تھی جو پیداوار کا مالک بنا۔

Marfat.com

کسب[1] را ہمچوں زراعت داں عمو — تا نہ کاری دخل نبود آنِ تو

اے چچا! کمائی کو کھیتی کی طرح سمجھ — جب تک تو کھیتی نہ کرے، پیداوار تیری ملکیت نہیں ہے

آنچہ کاری بدروی آں آنِ تست — ورنہ ایں بیداد بر تو شد درست

جو تو بو دے، کاٹے وہ تیری ملکیت ہے — ورنہ یہ ظلم تیرے ذمے لگ گیا ہے

رَو بدہ مالِ مسلماں کژ مگو — رَو بجو وام و بدہ باطل مجو

جا، مسلمان کا مال دے، ٹیڑھی بات نہ کر — جا، قرض لے اور دے دے، غلط نہ چاہ

گفت[2] اے شہ تو ہم ایں میگوئیم — کہ ہمیگویند اصحابِ ستم

اُس نے کہا اے شاہ! آپ بھی مجھے وہی کہہ رہے ہیں — جو ظالم لوگ کہہ رہے ہیں

تضرع کردنِ آں شخص از داوریِ داوٗد علیہ السلام نزدِ خدا

اس شخص کا داوٗد علیہ السلام کے فیصلہ پر خدا کے سامنے فریاد کرنا

پس زدل آہے بر آورد و بگفت — کاے خدائے ہر کجا طاقے و جفت

تو اس نے دل سے آہ نکالی اور کہا — اے ہر اس جگہ کے خدا جہاں کوئی طاق اور جفت ہے

سجدہ کرد و گفت اے دانائے سوز — در دلِ داوٗدؑ انداز آں فروز

اس نے سجدہ کیا اور کہا اے سوزش کے جاننے والے — اور روشنی داوٗد علیہ السلام کے دل میں ڈال دے

دردِلش نہ اُنچہ تو اندر دلم — اندر افگندی بَراز اے مفضِلم

اس کے دل میں ڈال دے جو کہ تو نے میرے دل — میں راز ڈالا ہے اے میرے محسن!

ایں بگفت[3] و گریہ در شد ہائے ہائے — تا دلِ داوٗدؑ بیروں شد ز جائے

یہ کہا، اور ہائے ہائے کر کے رونا شروع کر دیا — یہاں تک کہ (حضرت) داوٗد علیہ السلام کا دل دھڑکنے لگا

گفت ہیں امروز اے خواہانِ گاوٗ — مہلتم دہ وِیں دعاوٰی را مکاوٗ

فرمایا خبردار! اے گائے کے مدعی! آج — مجھے مہلت دے ان دعووں کو نہ کرید

تا رَوم من سوئے خلوت در نماز — پُرسم ایں احوال از دانائے راز

تاکہ میں نماز میں تنہائی میں چلا جاؤں — رازوں کے جاننے والے سے یہ احوال دریافت کرلوں

خوے دارم در نماز آں التفات — معنیٔ قُرَّةُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوة

کہ میں نماز میں اس توجہ کی عادت رکھتا ہوں — جو معنی ہیں قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے

---

[1] کسب۔ کمائی اور کھیتی ایک چیز ہے، جو بوتا ہے کھیتی اس کی ملکیت ہوتی ہے۔ ورنہ۔ دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنا ظلم ہے۔ رَو۔ غلط باتیں نہ کر اگر تیرے پاس ہے تو اس گائے کی قیمت ادا کر دے ورنہ قرض لے کر اس کو دے دے۔

[2] گفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے کہا آپ بھی وہی باتیں کرنے لگے جو سب کر رہے تھے اور پھر اللہ کے سامنے اس نے گریہ وزاری شروع کر دی۔ دردلش۔ اے خدا حضرت داوٗد علیہ السلام کے دل میں وہی بات پیدا کر دے جو تو نے میرے دل میں پیدا کی تھی جس سے میں اس گائے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ مفضل۔ محسن۔

[3] ایں بگفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے اس گفتگو کے بعد آہ وزاری شروع کر دی اور ایسا رویا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کا دل بے چین ہو گیا۔ گفت۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے مدعی سے کہا آج جاؤ کل فیصلہ ہوگا۔ تا رَوم۔ میں تنہائی میں نماز پڑھوں گا اور اللہ سے دعا کروں گا تاکہ راز کھل جائے۔ خوے دارم۔ مجھے نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف وہی توجہ ہوتی ہے جس کے بارے میں آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ قُرَّةُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوة حدیث شریف میں ہے جُعِلَتْ قُرَّةُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوة "میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔"

Marfat.com

روزنِ[1] جانم کشادست از صفا
صفائی کی وجہ سے میری جان کا سوراخ کھلا ہوا ہے
میرسد بے واسطہ نامہ خدا
بغیر واسطے کے خدا کا پیغام پہنچتا ہے

نامہٗ و باران و نور از روزنم
پیغام اور بارش اور نور میرے سوراخ سے
میفتد در خانہ ام از معدنم
میری معدن سے میرے گھر میں پہنچتا ہے

دوزخ ست آں خانہ کاں بے روزن ست
وہ گھر دوزخ ہے، جو بے سوراخ ہے
اصلِ دیں اے بندہ روزن کردن ست
اے بندے! دین کی اصل سوراخ کر لینا ہے

تیشہ در ہر بیشہٗ کم زن بیا
ہر جھاڑی پر کلہاڑی نہ مار
تیشہ زن در کندنِ روزن ہلا
ہاں سوراخ کرنے کے لیے کدال مار

یا نمی دانی کہ نورِ آفتاب
یا تو نہیں جانتا کہ سورج کا نور
عکسِ خورشیدِ برونست از حجاب
اس سورج کا عکس ہے جو پردے سے باہر ہے

نور ایں[2] دانی کہ حیواں دیدہم
تو اسکو نور سمجھتا ہے جس کو حیوان بھی دیکھتا ہے
پس چہ کَرَّمْنَا بود بر آدم
تو میرے آدمی ہونے پر کرمنا کیسے (صادق) ہوگا؟

من چو خورشیدم درونِ نور غرق
اس سورج جیسا ہوں، نور میں ڈوبا ہوا ہوں
من ندانم کرد خویش از نور فرق
میں اپنے آپ میں اور نور میں فرق کرنا نہیں جانتا ہوں

رفتنم[3] سوئے نماز و آں خلا
میرا اس خلوت اور نماز کی جانب جانا
بہرِ تعلیم ست رَہ مر خلق را
مخلوق کو راستہ کی تعلیم دینے کے لیے ہے

کژنہم تا راست گردد ایں جہاں
میں ٹیڑھا (قدم) رکھتا ہوں تاکہ مخلوق سیدھی ہو جائے
حرب خدعہ ایں بود اے پہلواں
اے بہادر! "جنگ دھوکا ہے" یہی ہے

نیست دستورے وگرنہ ریختے
اجازت نہیں ہے ورنہ وہ بہا دیتے
گرد از دریائے راز انگیختے
راز کے دریا سے، گرد اڑا دیتے

1 روزن۔ روح کا دریچہ کھلا ہوا ہے جس کے ذریعہ بغیر واسطے کے میرے پاس خدائی احکام آتے ہیں۔ باراں۔ یعنی بارانِ رحمت۔ معدن۔ یعنی ذاتِ باری۔ دوزخ۔ جس روح کا دریچہ اللہ تعالیٰ کی جانب کھلا ہوا نہیں ہے وہ روح دوزخی ہے۔ اصل۔ دین کی بنیاد تعلق مع اللہ پر ہے۔ تیشہ۔ لکڑیاں کاٹنے کے لیے تیشہ چلانا کوئی معنی نہیں رکھتا، اصل کام مجاہدات کے تیشہ سے روح کا دریچہ کھولنا ہے۔ یانمی دانی۔ تو جو روح کا دریچہ کھولنے کے لیے مجاہدات نہیں کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نہیں سمجھتا کہ اصل نور ذاتِ باری کا نور ہے سورج کا نور تو اس کا ایک عکس ہے۔

2 نورِ ایں۔ اگر تیری نگاہ میں صرف یہی ظاہری نور ہے تو تجھ میں اور حیوانات میں کیا فرق ہے اس ظاہری نور کو تو ہر حیوان میں دیکھ لیتا ہے تیری کیا خصوصیت ہے۔ کَرَّمْنَا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ آدَمَ "ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔" تو اگر انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں ہے تو یہ آیت اس پر کیسے صادق آ سکتی ہے۔ من چو خورشیدم۔ میں ذاتِ باری میں فنا ہوں اب میں اپنے میں اور ذاتِ باری میں کوئی امتیاز اور دوئی نہیں پاتا ہوں۔

3 رفتنم۔ باوجود اس اتحاد کے پھر نوافل اور خلوت میں جانا دوسروں کو تعلیم دینے کے لیے ہے۔ کژنہم۔ عام لوگوں کی ہدایت کے لیے میں کبھی غیر ضروری بات کرنے لگتا ہوں اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسی کہ جنگ کے موقع پر غیر واقعی بات ظاہر کی جاتی ہے۔ حرب خدعہ۔ جنگ میں ایک غیر واقعی چال سے کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔ نیست۔ وحدت کا راز فاش کرنے کی اجازت نہیں ورنہ حضرت داؤد علیہ السلام سارے راز فاش کر دیتے اور ایسے اسرار بیان کر دیتے کہ دریائے اسرار خشک ہو جاتا۔

Marfat.com

ہم چنیں میگفت داوؑد ایں نسق | خواست گشتن عقلِ خلقاں محترق
اس طور پر (حضرت) داوٗد علیہ السلام ایسا ہی کہتے رہے | مخلوق کی عقل نے جل جانا چاہا
پس[1] گریبانش کشید ازپس یکے | کہ ندارم دریکی اش من شکے
تو ایک نے پیچھے سے ان کا گریبان کھینچا | کہ میں اس کی وحدانیت میں کوئی شک نہیں رکھتا ہوں

رفتنِ داوٗد علیہ السلام در خلوت تا آنچہ حق ست پیدا شود

(حضرت) داوٗد علیہ السلام کا تنہائی میں چلا جانا، تاکہ جو صحیح بات ہے واضح ہو جائے

با خود آمد گفت را کوتاہ کرد | لب بہ بست و عزمِ خلوتگاہ کرد
(حضرت) سنبھلے، بات کو مختصر کیا | خاموش ہو گئے اور خلوت خانہ کا قصد کیا
در فروبست و برفت آنگہ شتاب | سوئے محراب و دُعائے مستجاب
دروازہ بند کیا اور فوراً روانہ ہوئے | محراب، اور مقبول دعا کی جانب
حق نمودش[2] انچہ بنمودش تمام | گشت واقف بر سزائے انتقام
حق نے ان کو (جو کچھ) دکھایا (اس میں) سب کچھ دکھا دیا | وہ بدلے کی سزا سے واقف ہو گئے
دید احوالے کہ کس واقف نبود | رازِ پنہانے کہ حیرانی فزود
انہوں نے وہ احوال دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا | وہ چھپے ہوئے راز جنہوں نے حیرانی بڑھا دی
روزِ دیگر جملہ خصماں آمدند | پیشِ داوٗدِ پیمبر صف زدند
دوسرے دن سب فریق آئے | (حضرت) داوٗد پیغمبر علیہ السلام کے روبرو صف بستہ ہو گئے
ہم چناں آں ماجراہا باز رفت | زود زد آں مدعی تشنیع زفت
اسی طرح وہ قصہ پھر چلا | اس مدعی نے جلد سخت بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا
زود[3] گاوَم را بدہ اے نابکار | از خدائے خویشتن شرمے بدار
اے نابکار! میری گائے جلد دے | اپنے خدا سے کچھ شرما
کایں چنیں ظلمِ صریحِ ناسزا | می رود در عہدِ پیغمبر ہلا
کہ ایسا نامناسب، صاف ظلم | خبردار! پیغمبر کے دور میں ہو رہا ہے
گاوٗ کشتہ خوردہ بے ترسے و بیم | در جواب افزودہ تزویر آں لئیم
گائے ذبح کر کے ڈر اور خوف کے بغیر کھا کر | اس نالائق نے جواب میں مکاری زیادہ (شروع) کر دی
کہ بچندیں سال بودم در دعا | من طلب کردم ز حق داد اُو مرا
کہ میں کتنے سال سے دعا میں لگا رہا ہوں | میں نے اللہ (تعالیٰ) سے مانگا اس نے مجھے دیا

---

1. پس۔ فوراً غیب نے حضرت داوٗد علیہ السلام کا گریبان کھینچ کر ان کو اسرار بیان کرنے سے روکا۔ با خود۔ یعنی حضرت داوٗد علیہ السلام کی مستی زائل ہوئی۔ محراب۔ یعنی مصلی۔
2. حق نمودش۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بات واضح کر دی اور گائے کو ذبح کرنے کی سزا سے واقف کر دیا۔ زود زد۔ یعنی گائے والے نے فوراً اس فقیر پر لعن طعن شروع کر دی۔
3. زود۔ کہنے لگا کہ فوراً میری گائے دے دے اور خدا سے شرم کر۔ می رود۔ حضرت داوٗد نبی علیہ السلام کے دور میں ایسا ظلم ہوا ہے۔ تزویر۔ یعنی خدا رسیدہ ہونے کی باتیں۔ کہ بچندیں۔ یعنی تو یہ کہتا ہے کہ میں نے دعا کی اور اللہ نے مجھے گائے عنایت کر دی۔

Marfat.com

اے رسولِ حق چنیں باشد روا مِلکِ من بُد گاؤ چوں دادش خدا
اے اللہ کے رسول! کیا یہ جائز ہو سکتا ہے؟ گائے میری ملکیت تھی، خدا نے اس کو کیسے دے دی؟

حکم کردنِ داؤد علیہ السلام بر صاحبِ گاؤ کہ از سرِ گاؤ بگذر و تشنیع[1] صاحبِ گاؤ بر داؤد علیہ السلام

داؤد علیہ السلام کا گائے کے مالک کے خلاف فیصلہ کرنا، کہ گائے کے خیال سے درگذر کرے، اور گائے والے کا داؤد علیہ السلام کو ملامت کرنا

گفت داؤدش خمش کن رو بہل ایں مسلماں را ز گاؤت کن بحل
(حضرت) داؤد علیہ السلام نے اس سے فرمایا چپ جا چھوڑ اس مسلمان کو اپنی گائے معاف کر دے

چوں[2] خدا پوشید بر تو اے جواں رو خمش کن حقِ ستاری بداں
اے جوان! جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے جا، چپ ہو جا، پردہ پوشی کے حق کو سمجھ

گفت واویلا چہ حکم ست اینچہ داد از پئے من شرعِ نو خواہی نہاد
اس نے کہا ہائے ہائے یہ کیا فیصلہ ہے یہ کیا انصاف ہے؟ میرے لیے آپ نئی شریعت بنائیں گے

رفتہ است آوازۂ عدلت چناں کہ معطر شد زمین و آسماں
آپ کے انصاف کا تو ایسا شہرہ ہے کہ (اس سے) زمین اور آسمان معطر ہے

بر سگانِ کور ایں اِستم نرفت زیں تعدّی سنگ و کہ بشگافت تفت
اندھے کنویں پر بھی، یہ ظلم نہیں ہوا ہے اس ظلم سے پتھر اور پہاڑ جلد پھٹ گئے

ہمچنیں تشنیع می زد بر ملا کالصّلا ہنگامِ ظلم ست الصّلا
اور اس طرح علی الاعلان ملامت کرتا رہا آؤ، آؤ ظلم کا وقت ہے

اینچنیں ظلم و ستم بر من مکن یا نبی اللہ مگو زیناں سخن
ایسا ظلم و ستم مجھ پر نہ کیجیے اے اللہ کے نبی! ایسی باتیں نہ کیجیے

حکم کردنِ داؤدؑ بر صاحبِ گاؤ کہ جملہ مالِ خود بوے بخش

حضرت داؤد علیہ السلام کا گائے والے کو حکم دینا کہ اپنا سارا مال اس کو بخش دے

بعد ازاں داؤدؑ گفتش کاے عنود جملہ مالِ خویش اورا بخش زود
اس کے بعد (حضرت) داؤد علیہ السلام نے اس سے کہا اے سرکش! اپنا سب مال اس کو جلد بخش دے

ورنہ کارت سخت گرد و گفتمت تانگردد ظاہر ازوے استمت
ورنہ تیرا معاملہ مشکل ہو جائے گا میں نے تجھ سے کہہ دیا تاکہ تیرا ظلم اس سے ظاہر نہ ہو

خاک بر سر کردو جامہ بر درید کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید
اس نے سر پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑ لیے کہ آپ تو ہر دم ایک مزید ظلم کر رہے ہیں

---

1. تشنیع۔ ملامت۔ کن بحل۔ معاف کر دے۔
2. چوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے تو اب معاملہ کو نہ کرید و ورنہ رسوائی ہوگی۔ از پے من۔ یعنی میرے معاملہ میں آپ نئی شریعت برت رہے ہیں۔ بر سگاں۔ بچے کتوں پر پتھر مارتے ہیں۔ بر ملا۔ علی الاعلان۔
3. الصلا۔ لوگوں کو ظلم دکھانے کی دعوت دینے لگا۔ استمت۔ ستم تو۔

Marfat.com

یک دمے دیگر بدیں تشنیع راند
اس نے پھر یہ ملامت شروع کر دی
باز داؤدش بہ پیشِ خویش خواند
پھر (حضرت) داؤد علیہ السلام نے اس کو اپنے سامنے بلایا

گفت چوں بخت[1] نبود اے نا صبور
فرمایا اے بے صبرے چونکہ (پردہ پوشی) تیرا نصیب نہ تھی
ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
تیرا ظلم رفتہ رفتہ ظہور میں آیا

دیدۂ آنگاہ صدر و پیشگاہ
تو نے اس وقت صدر اور پیشگاہ کو
اے دریغ از چوں تو خرخاشاک راہ
راستہ کا کوڑا سمجھا، ہائے افسوس تجھ جیسے گدھے کا

زیں سخن داؤدؑ زو شد خشمناک
ان باتوں سے (حضرت) داؤد علیہ السلام اس پر غضبناک ہو گئے
گفت تا خود را نگر دانی ہلاک
فرمایا، خبردار اپنے آپ کو تباہ نہ کر

رَو کہ فرزندانِ تو با جفتِ تو
جا کہ تیری اولاد مع تیری بیوی کے
بندگانِ او شد برائے تند خو
اے بدمزاج! اس کے غلام ہو گئے

سنگ بر سینہ ہمی زد با دو دست
وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا
می دَوید از جہلِ خود بالا و پست
اپنی نادانی سے اوپر نیچے بھاگ رہا تھا

خلق[2] ہم اندر ملامت آمدند
لوگوں نے بھی ملامت شروع کر دی
کز ضمیرِ کارِ او غافل بدند
کیونکہ وہ اس کے پوشیدہ کام سے ناواقف تھے

ظالم از مظلوم کے داند کسے
وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کب امتیاز کرتا ہے؟
کو بود سُخرہ ہوا ہمچوں خسے
جو کہ تنکے کی طرح ہوا کے تابع ہو

ظالم از مظلوم آنکس پے بَرد
ظالم اور مظلوم کا وہ شخص پتا لگا لیتا ہے
کو سَرِ نفسِ ظلومِ خود بُرد
جو اپنے ظالم نفس کا سر قلم کر دے

ورنہ آں ظالم کہ نفس ست اندروں
ورنہ وہ ظالم کہ جس کے اندر نفس ہے
خصمِ ہر مظلوم باشد از جنوں
جنون کی وجہ سے ہر مظلوم کا مخالف ہوتا ہے

سگ[3] ہمارہ حملہ بر مسکیں کند
کتا ہمیشہ غریب پر حملہ کرتا ہے
تا تواند زخم بر مسکیں زند
جب تک بھی ہو سکے غریب کو کاٹتا ہے

شرمِ شیراں راست نے سگ را بداں
سمجھ لے، شرم شیروں میں ہوتی ہے، نہ کہ کتے میں
کو نگیرد صید از ہمسایگاں
وہ پڑوسیوں سے شکار نہیں چھینتا ہے

---

1. بخت ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو پردہ پوشی کی لیکن تیرے نصیب میں نہ تھی اب تو رفتہ رفتہ خود اپنا ظلم ظاہر کرنے پر تلا ہوا ہے اگر وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ابتدائی فیصلے مان لیتا تو پورا معاملہ نہ کھلتا۔ ہر فیصلے کے انکار سے معاملہ کھلتا چلا گیا۔ دیدۂ ۔ یعنی تو آرام سے تھا اور مال و دولت سے حرب از ارہا تھا لیکن تو نے اس کی قدر نہ کی اور اس کو گرد راہ سمجھا۔ زیں سخن ۔ جب وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور واویلا کرنے لگا تو حضرت داؤد علیہ السلام کو ناگوار گزرا۔ رَو ۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ صرف گائے کی معافی اور مال بخشنا کافی نہیں ہے بلکہ تیری اولاد اور بیوی سب اس کے غلام ہیں۔
2. خلق ۔ جو لوگ جمع ہو گئے تھے وہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے ان فیصلوں کو ظلم سمجھتے ہوئے حضرت داؤد علیہ السلام کو ملامت کرنے لگے۔ ضمیر ۔ پوشیدہ۔ سُخرہ ۔ تابعدار۔ ظالم ۔ چونکہ انسان کا نفس خود ظالم ہے لہٰذا وہ فطری طور پر ظالم کی حمایت کرتا ہے ہاں اگر انسان اپنے نفس کا سر قلم کر دے تو وہ ظالم اور مظلوم میں امتیاز کر سکتا ہے۔
3. سگ ۔ نفس ایک کتا ہے اور کتے کی عادت ہے کہ غریب اور کمزور پر حملہ کرتا ہے۔ شرم ۔ حیا اور شرم شیروں میں ہوتی ہے جو کبھی اپنے ہمسایہ کا شکار چھین کر نہیں کھاتے ہیں۔

عامہ[1] مظلوم کش ظالم پرست — از کمیں سگ ساں سوئے داؤدؑ جست

مظلوم کو مارنے والے ظالم پرست عوام — کمین گاہ سے کتے کی طرح (حضرت) داؤد علیہ السلام پر دوڑ پڑے

رُوئے در داؤدؑ کردند آں فریق — کاے نبیِ مجتبیٰ بر ما شفیق

ان لوگوں نے (حضرت) داؤد علیہ السلام کی طرف رخ کیا — کہ اے منتخب نبی! ہم پر مہربان

ایں نشاید از تو کیں ظلم ست فاش — قہر کردی بیگناہے را بلاش

آپ کے لیے یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ تو کھلا ظلم ہے — آپ نے سبب، وجہ، ایک بے قصور پر ظلم کیا ہے

عزم کردنِ داؤد علیہ السلام بخواندنِ خلق براں صحرا کہ راز را آشکارا کند

(حضرت) داؤد علیہ السلام کا لوگوں کو اس جنگل کی طرف بلانے کا ارادہ کرنا جہاں راز ظاہر کر دیں

گفت اے یاراں زمانِ آں رسید — کاں سِرِ مکتوم او گردد پدید

فرمایا اے دوستو! اس کا وقت آ گیا ہے — کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

جملہ برخیزید تا بیروں رویم — سوئے صحرا و بداں ہاموں شویم

سب اٹھو! تاکہ ہم باہر چلیں — جنگل کی طرف اور اس جنگل میں پہنچیں

مرد و زن از خانہا بیروں روید — تا بَراں سِرِّ نہاں واقف شوید

مرد اور عورت گھروں سے باہر چلو — تاکہ اس پوشیدہ راز سے واقف ہو جاؤ

در فلاں صحرا درختے ہست زفت — شاخہالیش انبہ و بسیار چُفت

فلاں جنگل میں، ایک موٹا درخت ہے — اس کی شاخیں بہت گھنی اور بہت جڑی ہوئی ہیں

سخت راسخ خیمہ گاہ و میخِ او — بوئے خوں می آیدم از بیخِ او

خیمہ گاہ اور اس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے — اس کی جڑ سے مجھے خون کی بو آ رہی ہے

خوں شدست اندر بن آں خوش درخت — خواجہ را کُشت ست ایں منحوس، سخت

اس اچھے درخت کی جڑ میں خون ہوا ہے — اس بدبخت نے آقا کو قتل کیا ہے

مال را برداشت ست ایں قلتبان[2] — وِیں غلام اوست اے آزادگاں

اس دیوث نے مال اڑا لیا ہے — اے آزاد لوگو! یہ اس کا غلام ہے

ایں جواں مر خواجہ را باشد پسر — طفل بود و او ندارد زیں خبر

یہ جوان، آقا کا پوتا ہے — بچہ تھا، اس کو اس کا پتا نہیں

تاکنوں حلمِ خدا پوشید آں — آخر از ناشکریِ ایں قلتباں

اب تک اللہ کے حلم نے اس کو چھپایا — بالآخر اس دیوث کی ناشکری سے

---

1. عامہ۔ عوام جو ظالم کی حمایت کے عادی ہوتے ہیں کتوں کی طرح ان کے فیصلہ کے خلاف ہو کر ان کی طرف دوڑ پڑے۔ بلاش۔ بلا شے یعنی بلا وجہ۔ سِرِ مکتوم۔ چھپا ہوا راز۔
ہاموں۔ جنگل۔ زفت۔ موٹا۔ چفت۔ یعنی شاخیں آپس میں گچھی ہوئی ہیں۔ سخت۔ یعنی اس درخت کی چھتری جو خیمہ کی طرح ہے اور جڑ جو خیمہ کی میخ کی طرح ہے بہت مضبوط ہے۔

2. قلتبان۔ دیوث۔ پسر۔ مولانا نے آئندہ اشعار میں مقتول کو جوان کا دادا بتایا ہے اس لیے ہم نے پسر اور فرزند کا ترجمہ پوتا کیا ہے۔ حلم۔ بردباری۔

Marfat.com

کہ عیالِ[1] خواجہ را روزے ندید
کہ اس نے ایک دن بھی آقا کے بچوں کی دیکھ بھال نہ کی

نے بہ نو روز و بموسمہائے عید
نہ نو روز پر، اور نہ عید کے موسموں میں

بے نوایاں را بیک لقمہ نجست
محتاجوں کی ایک لقمہ سے دلداری نہ کی

یاد ناورد او ز حقہائے نخست
اس نے پہلے حقوق کو یاد نہ کیا

تاکنوں از بہرِ یک گاوٗ ایں لعیں
یہاں تک یہ مردود ایک گائے کی وجہ سے

می زند فرزند او را بر زمیں
اس کے پوتا کو زمین پر پٹخ رہا ہے

او بخود برداشت پردہ از گناہ
اس نے خود گناہ سے پردہ اٹھایا

ورنہ می پوشید جرمش را الٰہ
ورنہ خدا اس کے جرم کو چھپا رہا تھا

کافر و فاسق دریں دورِ گزند
اس فتنہ کے زمانے میں، کافر اور فاسق

پردۂ خود را بخود بر می درند
اپنے پردے کو خود چاک کر رہے تھے

ظلم مستورست در اسرارِ جاں
روح کے رازوں میں ظلم چھپا ہوا ہے

می نہد ظالم بہ پیشِ مرداں
ظالم اس کو لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے

کہ بہ بینیدش کشیدہ شاخہا
کہ اس (ظلم) کو سینگ نکالے ہوئے دیکھ

گاوِ دوزخ را بہ بینید از ملا
بر ملا دوزخ کی گائے کو دیکھو

گواہی[2] دادنِ دست و پا و زبان بر سرِ ظالم ہم در دنیا
ظالم پر دنیا میں بھی ہاتھ پاؤں، اور زبان کا گواہی دینا

پس ہمیں جادست و پایت بے گزند
تو اسی جگہ تیرے ہاتھ پاؤں بغیر نقصان کے

بر ضمیر تو گواہی میدہند
تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں

چوں موکل می شود بر تو ضمیر
باطن تیرے اوپر موکل کی طرح ہو جاتا ہے

کہ بگو تو اعتقادت وامگیر
کہ تو کہہ دے، اپنے اعتقاد کو نہ چھپا

خاصہ در ہنگامِ خشم و گفتگو
خصوصاً غصہ، اور گفتگو کے وقت

میکند ظاہر برت را مو بمو
تیرے راز کو ذرہ ذرہ ظاہر کر دیتا ہے

چوں موکل[3] می شود ظلم و جفا
ظلم اور زیادتی موکل کی طرح ہو جاتی ہے

کہ ہویدا کن مرا اے دست و پا
کہ اے ہاتھ پاؤں! مجھے ظاہر کر دے

چوں ہمی گیرد گواہِ سر لگام
سر کا گواہ کس طرح لگام پکڑ لیتا ہے

خاصہ وقت جوشِ خشم و انتقام
خصوصاً غصہ کے جوش اور بدلہ لینے کے وقت

---

1. عیال۔ بال بچے۔ نوروز۔ ایرانیوں کی عید ہے۔ حقہائے۔ یعنی اس پر جو اس کے آقا کے پہلے حقوق تھے۔ کافر۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو پردہ داری فرماتا ہے لیکن کافر اور فاسق خود اپنی پردہ دری کرتے تھے۔ مستور۔ پوشیدہ۔ شاخ۔ یعنی سینگ۔ از ملا۔ یعنی بر ملا علی الاعلان۔
2. گواہی۔ یعنی ظالم کے ہاتھ پاؤں آخرت میں اس کے خلاف گواہی دیں گے اور دنیا میں بھی گواہی دیتے ہیں۔ ضمیر۔ پوشیدہ راز۔
3. موکل۔ وہ شخص جس کے کام سپرد کر دیا گیا ہو۔ ظلم و جفا۔ مشہور ہے کہ خون سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ خاصہ۔ انتقام کے جوش میں قاتل خود اقرار کر لیتا ہے۔

Marfat.com

پس[1] ہماں کس کیں مؤکل میکند تا لوائے راز بر صحرا زند
تو وہی ذات، جو یہ مسلط کرتی ہے تا کہ راز کا جھنڈا، جنگل میں گاڑ دے

پس مؤکلہائے دیگر روزِ حشر ہم تواند آفرید از بہر نشر
تو حشر کے دن دوسرے مؤکل بھی (راز) کھولنے کے لیے پیدا کر سکتی ہے

اے بدہ دست آمدہ در ظلم و کیں گوہرت پیداست حاجت نیست ایں
اے وہ کہ جو دس ہاتھوں سے ظلم اور کینہ میں لگا ہے تیرا جوہر کھلا ہوا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے

نیست حاجت شُہرہ گشتن در گزند بر ضمیرِ آتشینت واقف اند
نقصان رسانی میں مشہور ہونے کی ضرورت نہیں ہے تیرے آتشی باطن سے (سب) با خبر ہیں

نفسِ تو[2] ہر دم بر آرد صد شرار کہ بہ بینیدم منم ز اصحابِ نار
تیرا نفس ہر وقت سیکڑوں چنگاریاں اگل رہا ہے کہ مجھے دیکھو، میں دوزخیوں میں سے ہوں

جزوِ نارم سوئے کلِّ خود روم من نہ نورم کہ سوئے حضرت شوم
میں آگ کا جزو ہوں اپنے کل کی جانب جاتا ہوں میں نور نہیں ہوں کہ (اللہ کے) دربار کی طرف جاؤں

ہمچناں کایں ظالم حق ناشناس بہرِ گاوے کرد چندیں التباس
جیسا کہ حق نہ پہچاننے والے اس ظالم نے ایک گائے کے لیے اس قدر مکر کیے

او[3] ازیں صد گاو بُرد و صد شتر نفس لیست اے پدر ازوے ببر
وہ اس کی سو گائیں اور سو اونٹ لے بھاگا اے باوا! نفس یہی ہے اس سے قطع تعلق کر

نیز روزے با خدا زاری نکرد یا ربے نامد ازو یک دم بدرد
اس نے خدا سے ایک دن بھی عاجزی نہ کی کسی وقت بھی درد کے ساتھ اس سے یارب نہ نکلا

کاے خدا خصمِ مرا خوشنود کن گر منش کردم زیاں تو سود کن
کہ اے خدا! میرے مقابل کو خوش کر دے اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو فائدہ کر دے

گر خطا کُشتم دیت بر عاقلہ است عاقلہ جانم تو بودی از الست
اگر میں نے غلطی سے مارا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے الست سے تو میری جان کا عاقلہ ہے

سنگ میگردد باستغفار دُر ایں بود انصافِ نفس اے جانِ حر
توبہ کرنے سے پتھر موتی بن جاتا ہے اے آزاد جان! نفس کا انصاف یہ ہوتا ہے

---

[1] پس۔ جو ذات خود دنیا میں تمہارے اعضا تم پر مسلط کر کے اقرار کرا دیتی ہے وہ حشر میں دوسرے مؤکل پیدا فرما دے گی جو تم سے خود تمہارے جرموں کا اقرار کرائیں گے۔ دہ دست۔ یعنی بہت سے ہاتھ، بعض نسخوں میں دو دست ہے۔ نیست۔ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کہ تیرا ظلم مشہور ہو جب ہی جانا جا سکے، تیری افتادِ طبع سے تیرا ظلم واضح ہو جاتا ہے۔

[2] نفسِ تو۔ تیرا نفس خود اپنی ظالمانہ طبیعت اور مزاج کو ظاہر کر رہا ہے۔ جزوِ نارم۔ آتشیں مزاج جہنم کا جزو ہے جو جہنم کی طرف جاتا ہے۔ ہمچناں۔ اس گائے والے نے ایک گائے کا بدلہ لینے کے لیے کیسے مکر کیے۔

[3] او۔ حالانکہ اس نے ای گائے ذبح کرنے والے کا وہ سب مال مارا تھا جو اس کو ورثہ میں ملا۔ نیز۔ اس نے جو ظلم کیے تھے اگر وہ زاری کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے آقا سے معاف کرا دیتا۔ خوشنود کن۔ اللہ تعالیٰ صاحب حق کو راضی کر کے حقوق العباد معاف کرا سکتا ہے۔ خطا کشتم۔ اگر قتل خطا ہوتا ہے تو اس کا بدلہ اور دیت عاقلہ یعنی رشتہ داروں سے دلوایا جاتا ہے۔ الست۔ عہد الست میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، بندوں نے کہا تھا "بلیٰ" یعنی "کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں۔" سنگ۔ استغفار ماہیت تبدیل کر دیتی ہے اور سیئات، حسنات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

بیروں رفتنِ خلائق بسوئے آں درخت

لوگوں کا اس درخت کی طرف باہر جانا

چوں بروں رفتند سوئے آں درخت ۔ گفت[1] دستش را سپس بندید سخت

جب لوگ اس درخت کی جانب باہر نکل گئے ۔ فرمایا اس کے ہاتھ پیچھے کو مضبوط باندھ دو

تا گناہ و جرمِ اُو پیدا کنم ۔ تا لوائے عدل بر صحرا زنم

تا کہ میں اس کا گناہ اور جرم ظاہر کر دوں ۔ تا کہ انصاف کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دوں

گفت اے سگ جدِّ ایں راکشتۂ ۔ تو غلامی خواجہ زیں رُو کشتۂ

فرمایا اے کتے! تو نے اس کے دادا کو قتل کیا ہے ۔ تو غلام ہے اس طور پر تو آقا بن (بیٹھا) ہے

خواجہ را کشتی و بردی مالِ او ۔ کرد یزداں آشکارا حالِ او

تو نے آقا کو قتل کیا اور اس کا مال اڑا لیا ۔ خدا نے اس کا حال ظاہر فرما دیا

آں زنت او را کنیزک بودہ است ۔ باہمیں خواجہ جفا بنمودہ است

وہ تیری بیوی اس کی لونڈی تھی ۔ اس آقا پر اس نے (بھی) ظلم کیا ہے

ہر چہ زو زائید مادہ یا کہ نر ۔ مِلکِ وارث باشد آں کل سَر بسر

جو اس سے پیدا ہوا، مادہ ہو یا نر ۔ وہ سب کا سب وارث کی ملک ہو گا

تو غلامی[2] کسب و کارت ملک اوست ۔ شرع جُستی شرع بستاں رو نکوست

تو غلام ہے تیری کمائی اور کار (وبار) اس کی ملک ہے ۔ تو نے شرعی فیصلہ چاہا شرعی فیصلہ لے جا بہت اچھا ہے

خواجہ را کشتی باستم زار زار ۔ ہم بر اینجا خواجہ گویاں زینہار

تو نے بڑے بڑے ظلم سے آقا کو قتل کیا ۔ اسی جگہ آقا "الامان" کہتا تھا

کارد از اِشتاب کردی زیرِ خاک ۔ از خیالے کہ بدیدی سہمناک

تو نے جلدی سے چھری زمین میں گاڑ دی ۔ اس تصور کی وجہ سے جو تجھے خوفناک نظر آیا

تک سرش[3] با کارد در زیرِ زمیں ۔ باز کاوید ایں زمیں را ہم چنیں

یہ اس کا سر مع چھری کے زمین میں ہے ۔ پھر اسی طرح اس زمین کو کھودو

نامِ ایں سگ ہم نوشتہ کارد بر ۔ کرد با خواجہ چنیں مکر و ضرر

چھری پر اس کتے کا نام بھی لکھا ہوا ہے ۔ اس نے آقا کے ساتھ ایسی مکاری اور ضرر رسانی کی ہے

ہم چناں کردند و چوں بشگافتند ۔ در زمیں آں کارد با سر یافتند

انہوں نے ایسا ہی کیا اور جب انہوں نے کھودا ۔ زمین میں چھری مع سر کے پائی

---

[1] گفت۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اس کی مشکیں کس دو۔ لوا۔ جھنڈا۔ جدایں۔ یعنی گائے ذبح کرنے والے کا دادا۔ تو غلامی۔ تو اس مقتول کا غلام تھا۔ آں زنت۔ تیری بیوی دراصل اس مقتول کی لونڈی تھی۔ ہر چہ۔ لونڈی کی اولاد اس شخص کی ملکیت ہوتی ہے جس کی وہ لونڈی مملوک ہے۔ وارث۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا۔

[2] تو غلامی۔ جبکہ تو خود اس گائے ذبح کرنے والا کا غلام ہے تو تیری ساری کمائی بھی اس کی ملکیت ہے۔ ہم بر اینجا۔ یعنی تیرا آقا تجھ سے پناہ چاہ رہا تھا تا کہ تو اس کو قتل نہ کرے۔ اشتاب۔ شتاب، جلدی۔ تک سرش۔ اس مقتول کا سر اور چھری اس زمین میں دفن ہے۔ نام۔ اس قاتل کا نام چھری پر کندہ ہے۔

Marfat.com

ولولہ افتاد در خلق آں زماں ۔ ہر یکے زنار[1] بُبرید از میاں
اس وقت لوگوں میں شور مچ گیا ۔ ہر ایک نے کمر سے جنیو کاٹ ڈالا

جملہ از داوٗدؑ گشتہ عذر خواہ ۔ زانکہ بد ظن گشتہ بودند و تباہ
سب (حضرت) داوٗد علیہ السلام سے معذرت چاہنے والے بن گئے ۔ اس لیے کہ وہ بدگمان اور تباہ ہو گئے تھے

قصاص فرمودنِ داوٗد علیہ السلام خونی را بعد از الزامِ حجت برو

دلیل قائم کرنے کے بعد حضرت داوٗد علیہ السلام کا قاتل پر قصاص کا حکم فرمانا

بعد ازاں گفتش بیا اے داد خواہ ۔ دادِ خود بستاں تو ازیں رُو سیاہ
اس کے بعد انہوں نے اس (گائے ذبح کرنے والے) سے کہا اے فریادی! آ ۔ اس روسیاہ سے اپنا بدلہ لے

ہم بداں تیغش بفرمود او قصاص ۔ کے کند مکرش ز حلمِ حق خلاص
اس کی اسی تلوار سے انہوں نے قصاص لینے کا حکم فرمایا ۔ اس کا مکر اللہ (تعالیٰ) کے حلم سے کب بچا سکتا ہے؟

حلمِ حق گرچہ مواساہا کند ۔ چونکہ از حد بگذرد رُسوا کند
اللہ (تعالیٰ) کی بردباری اگرچہ بہت غمخواری کرتی ہے ۔ جب (معاملہ) حد سے گذر جاتا ہے تو وہ رسوا کر دیتی ہے

خوں نخسپد در فتد در ہر دلے ۔ میلِ جست و جوئے و کشفِ مشکلے
خون نہیں سوتا، ہر دل میں پیدا ہوتا ہے ۔ جستجو کی خواہش اور مشکل کا کھولنا

اقتضائے[2] داوریِ ربِّ دیں ۔ سر بر آرد از ضمیرِ آن و ایں
بدلے کے رب کے انصاف کا تقاضا ۔ اُس اور اس کے دل میں سر ابھارتا ہے

کاں فلاں چوں شد چہ شد حالش چہ گشت ۔ ہمچناں کہ جوشد از گلزار کشت
کہ فلاں کا کیا ہوا کیسے ہوا، اس کی کیا حالت ہوئی؟ ۔ اس طرح جیسے کہ گلزار سے بویا ہوا جوش اترتا ہے

جوششِ خوں[3] باشد آن وا جُستہا ۔ خارشِ دلہا و بحث و ماجرا
خون کا جوش ہوتی ہیں وہ جستجوئیں ۔ دلوں کی خارش اور بحث اور معاملہ

چونکہ پیدا گشت سِرِّ کارِ او ۔ معجزۂ داوٗدؑ شد فاش و دو تو
جب اس کے کارنامہ کا راز ظاہر ہو گیا ۔ (حضرت) داوٗد علیہ السلام کا معجزہ مشہور اور مضبوط ہو گیا

خلق جملہ سر برہنہ آمدند ۔ سر بسجدہ بر زمینہا میزدند
تمام لوگ ننگے سر آئے ۔ سر کو سجدے میں زمینوں پر رکھتے تھے

ماہمہ کورانِ اصلی بودہ ایم ۔ وانچہ می فرمودۂ نشنودہ ایم
ہم سب اصلی اندھے تھے ۔ اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے نہ سنا

---

[1] زنار۔ یعنی کافر، مومن بن گیا۔ جملہ۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کے جس قدر معترضین تھے چونکہ وہ بدظنی کر کے تباہ ہوئے تھے سب نے عذر خواہی شروع کر دی۔ قصاص۔ یعنی قاتل کو مقتول کے عوض قتل کرانا۔ داد خواہ۔ جس پر گائے والے نے دعویٰ کیا تھا۔ بداں تیغش۔ وہی چھری جس سے اس نے اس کے دادا کو قتل کیا تھا۔ مکرش۔ اس قاتل کا مکر اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ نہ تھا۔ خوں نخسپد۔ مشہور ہے کہ خون نہیں چھپتا قاتل کے سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔

[2] اقتضاء۔ اللہ تعالیٰ کے انصاف کا تقاضا ہر انسان کے دل میں مقتول کے بارے میں جستجو پیدا کر دیتا ہے۔ ضمیر۔ دل، باطن۔

[3] جوشش خو۔ مقتول کا خون لوگوں کے دل میں جوش مارتا ہے اور دل میں جستجو کا تقاضا پیدا کر دیتا ہے۔ دو تو۔ دُہرا، مضبوط۔ خلق۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کے اس معجزے کو دیکھ کر سب لوگ ننگے سر دوڑ کر ان کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ ماہمہ۔ چونکہ ہم کور باطن تھے اس لیے ہم ابتداءً آپ کے فرمان کو نہ سمجھ سکے۔

Marfat.com

لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم
لیکن ہم معذور ہیں چونکہ بغیر آنکھوں کے ہیں

از تو[1] ما صد گوں عجائب دیدہ ایم
ہم نے آپ سے سیکڑوں قسم کے عجائب دیکھے ہیں

سنگ با تو در سخن آمد شہیر
پتھر نے آپ سے بات کی (یہ) مشہور ہے

کز برائے غزو طالوتم بگیر
کہ مجھے طالوت سے جہاد کرنے کے لیے لے لیجیے

تو بسہ سنگ و فلاخن آمدی
آپ تین پتھر اور گوپھن لے کر آئے

صد ہزاراں مرد را برہم زدی
لاکھوں انسانوں کو تباہ کر دیا

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد
آپ کے (تین) پتھر لاکھوں ٹکڑے بن گئے

ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد
ہر ایک دشمن کے لیے خونخوار ہو گیا

آہن اندر دست تو چوں موم شد
آپ کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو گیا

چوں زرہ سازی ترا معلوم شد
جب آپ زرہ بنانا جان گئے

کوہہا با تو رسائل شد شکور
پہاڑ شکر گذاری میں آپ کے ہم آواز ہو گئے

با تو میخوانند چوں مُقری زبور
آپ کے ساتھ (مل کر) قاری کی طرح زبور پڑھتے ہیں

صد ہزاراں[2] چشمِ دل بکشادہ شد
دلوں کی لاکھوں آنکھیں کھل گئیں

از دمِ تو غیب را آمادہ شد
آپ کے ارشاد سے غیب پر آمادہ ہو گئیں

واں قوی تر از ہمہ کہ دائم ست
اور سب سے زیادہ قوی جو دائمی ہے

زندگی بخشی کہ سرمد قائم ست
آپ وہ زندگی بخشتے ہیں کہ جو ابد تک قائم ہے

جانِ جملہ معجزات ایںست خود
یہ خود تمام معجزوں کی جان ہے

کو بہ بخشد مُردہ را جانِ ابد
کہ وہ مردے کو ابدی جان بخشتا ہے

کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد
ظالم قتل کیا گیا، ایک عالم زندہ ہو گیا

ہر یکے از نو خدا را بندہ شد
ہر ایک از سر نو خدا کا بندہ بن گیا

در بیانِ[3] آنکہ نفس آدمی بجائے آں خونیست کہ مدعی گاوَ
اس کے بیان میں کہ آدمی کا نفس اس قاتل کی جگہ پر ہے، جو ذبح شدہ گائے

کشتہ بود و آن کشندہٗ گاوَ عقل ست و داوٗدؑ حق ست یا شیخ
کا مدعی بنا تھا اور وہ گائے ذبح کرنے والا عقل کی جگہ پر ہے اور (حضرت) داوٗد علیہ السلام (حضرت)

---

[1] از تو۔ ہم نے پہلے آپ کے بہت سے معجزے دیکھے ہیں۔ سنگ۔ جب طالوت جالوت کے مقابلے کے لیے نکلے تھے تو حضرت داوٗد علیہ السلام کو ساتھ لے کر گئے تھے، راستہ میں پتھروں نے حضرت داوٗد علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمیں لے کر چلیے طالوت کی موت کا سبب بنیں گے۔ فلاخن۔ گوپھن جس کے ذریعہ دشمن پر سنگباری کی جاتی ہے۔ سنگہایت۔ وہ تین پتھر تھے لیکن پھینکنے پر ان کے ہزاروں ٹکڑے بن کر جالوت کی فوج پر لگے۔ آہن۔ حضرت داوٗد زرہیں بناتے تھے اور لوہا ان کے ہاتھ میں آ کر موم بن جاتا تھا۔ کوہہا۔ جب حضرت داوٗد علیہ السلام زبور پڑھتے تھے تو پہاڑ ان کے ہم آواز ہو کر زبور کی تلاوت کرنے لگتے تھے۔

[2] صد ہزاراں۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کے ہاتھ پر لاکھوں کافر مومن بنے۔ غیب۔ یعنی عالم غیب۔ واں۔ آپ کا سب سے زیادہ قوی معجزہ یہ ہے کہ آپ انسانوں کو ابدی حیات بخشتے ہیں۔ کشتہ شد۔ قرآن نے فرمایا قاتل کو قتل کرنے میں تمہاری زندگی ہے۔

[3] در بیان۔ پہلے قصہ سے مولانا نصیحت کے لیے کچھ نتیجے اخذ کر کے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گائے ذبح کرنے والے کی مثال عقل ہے اور گائے کا بدلہ لینے والے کی مثال نفس ہے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ ہے یا وہ شیخ کامل جو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

که نایبِ حق ست که بقوت و یاریِ او تواند ظالم را کشتن
حق (تعالیٰ) یا شیخ کی (جگہ پر ہیں) جو حق کا نائب ہوتا ہے جس کی قوت اور مدد سے ظالم
و توانگر شدنِ بروزے بے کسب و بے حساب
کو قتل کیا جا سکتا ہے، اور ایک دن میں بغیر کمائی اور بغیر حساب کے مالدار ہوا جا سکتا ہے

نفسِ خود[1] را کش جہانرا زندہ کن　　خواجہ را کشت ست او را بندہ کن
اپنے نفس کو مار، جہان کو زندہ کر　　اس نے آقا کو قتل کیا ہے، اس کو غلام بنا

مدعیِ گاوَ نفسِ تست ہیں　　خویشتن را خواجہ کردست و مہین
خبردار! گائے کا مدعی تیرا نفس ہے　　اس نے اپنے آپ کو آقا اور سردار بنایا ہے

آں کشندہ گاوَ عقلِ تست رو　　بر کشندہ گاوِ تن منکر مشو
وہ گائے ذبح کرنے والا تیری عقل ہے، جا　　جسم کی گائے کو ذبح کرنے والے کا منکر نہ بن

عقل اسیر ست و ہمیخواہد ز حق　　روزیِ بے رنج و نعمت پُر طبق
عقل (نفس کی) قیدی ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے چاہتی ہے　　بغیر مشقت روزی اور طباق بھری نعمت

روزیِ بے رنج او موقوف چیست　　آنکہ بکشد گاوَ را کاصل بدیست
اس کی بے مشقت روزی کس چیز پر موقوف ہے؟　　یہ کہ وہ گائے کو ذبح کر دے کیونکہ وہ برائی کی جڑ ہے

نفس گوید چوں کشی تو گاوِ من　　زانکہ گاوِ نفس[2] باشد نقشِ تن
نفس کہتا ہے تو میری گائے کو کیوں ذبح کرتا ہے؟　　کیونکہ جسم کی صورت نفس کی گائے ہے

خواجہ زادہ عقل ماندہ بے نوا　　نفسِ خونی خواجہ گشت و پیشوا
عقل، جو آقا سے پیدا ہوئی ہے بے سروسامان ہو گئی　　قاتل نفس آقا اور پیشوا بن گیا

روزیِ بے رنج میدانی کہ چیست　　قوتِ ارواح ست و ارزاقِ نبی[3] ست
تو جانتا ہے بلا مشقت روزی کیا ہے؟　　روحوں کی روزی ہے اور نبی کے (عطا کردہ) رزق ہیں

لیک موقوف ست بر قربانِ گاوَ　　گنج قتلِ گاوَ داں اے گنج کاوَ
لیکن وہ گائے کی قربانی پر موقوف ہے　　گائے کے ذبح کرنے کو خزانہ سمجھ اے خزانہ کھودنے والے

دوش چیزے خوردہ ام ورنہ تمام　　دادمے در دستِ فہمِ تو زمام
میں نے کل کچھ پی لیا ہے، ورنہ پوری　　باگ تیری سمجھ کے ہاتھ میں دے دیتا

1. نفسِ خود۔ جس طرح گائے کے مدعی کے قتل سے عالم زندہ ہو جائے گا اس نفس نے تیری عقل کو فنا کر رکھا ہے اور خود آقا بن بیٹھا ہے۔ اس کو عقل کا غلام بنا۔ مدعی۔ نفس نے عقل کو فنا کیا اور خود آقا بن بیٹھا، حالانکہ وہ عقل کا غلام تھا۔ منکر۔ تمام لوگ ابتداءً گائے ذبح کرنے والے کے مخالف ہو گئے تھے۔ عقل۔ وہ نوجوان ہے جس نے گائے ذبح کی تھی اور اللہ تعالیٰ سے بغیر محنت روزی کا طالب بنا تھا۔ روزی۔ غذائے روح اس وقت حاصل ہو گی جب تن کشی کرو گے جو کہ بمنزلہ گائے کے ہے۔
2. نفس۔ بدن نفس کے لیے ایسا ہی ہے جیسا کہ گائے کے مدعی کے لیے گائے تھی۔ خواجہ زادہ۔ جس طرح وہ نوجوان گائے کے مدعی کے آقا کا پوتا تھا اسی طرح نفس کے اعتبار سے عقل کو سمجھو۔ نفس۔ نفس عقل کا قاتل ہے۔
3. ارزاقِ نبی۔ یعنی نبی کی شریعت اور احکام۔ قربانِ گاوَ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے ذریعے قربان کرنا۔ دوش۔ مے عشق سے مدہوشی طاری ہونے لگی ہے ورنہ میں غذائے روح حاصل کرنے کی پوری بات بتاتا۔

Marfat.com

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است[1]
کل میں نے کوئی چیز پی لی ہے (یہ) کہنے کی بات ہے
ہر چہ می آید ز پنہاں خانہ است
(ورنہ) جو چیز کوئی ہے وہ عالم غیب سے ہے

چشم بر اسباب از چہ دوختم
میں نے اسباب پر نظر کیوں جمائی؟
کہ ز خوش چشماں کرشم آموختم
اس لیے اچھی آنکھوں والوں سے میں نے ادا سیکھ لی ہے

ہست بر اسباب اسبابِ دگر
اسبابِ (دنیوی) سے اوپر دوسرے اسباب ہیں
در سبب منگر دراں افگن نظر
(دنیوی) اسباب کو نہ دیکھ، ان پر نظر ڈال

انبیاء در قطعِ اسباب آمدند
انبیاء قطع اسباب میں ہیں
معجزاتِ خویش بر کیواں زدند
انہوں نے اپنے معجزے زحل پر قائم کیے ہیں

بے سبب مر بحر را بشگافتند
انہوں نے بلا سبب (ظاہری) کے دریا کو پھاڑ دیا ہے
بے زراعت چاشِ گندم یافتند
انہوں نے بغیر کھیتی کے گیہوں کا ڈھیر پایا ہے

ریگہا[2] ہم آردشد از سعی شاں
ان کی کوشش سے ریتے آٹا بنے ہیں
پشم بز ابریشم آمد کشکشاں
بھیڑ کی اون لچھے دار ریشم بنی ہے

جملہ قرآن ہست در قطعِ سبب
پورا قرآن (قطع اسباب) پر (ناطق) ہے
عزِّ درویش و ہلاکِ بولہب
درویش کی عزت، اور ابولہب کی ہلاکت

مرغ با پیلے دو سہ سنگ افگند
پرند، ہاتھی پر دو تین کنکریاں گراتا ہے
لشکرِ زفتِ حبش را بشکند
حبش کے بھاری لشکر کو شکست دیتا ہے

پیل[3] را سوراخ سوراخ افگند
ہاتھی کے سوراخ سوراخ کر ڈالتی ہے
سنگِ مرغے کو ببالا پر زند
پرند کی کنکری جو اوپر کو اڑتا ہے

دُمِ گاوِ کشتہ بر مقتول زن
ذبح شدہ گائے کی دم مقتول پر مار
تا شود زندہ ہماں دم در کفن
تاکہ وہ اسی وقت کفن میں زندہ ہو جائے

حلق ببریدہ جہد از جائے خویش
گلا کٹا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ پڑے گا
خونِ خود جوید ز خوں پالائے خویش
اپنے خون بہانے والے سے اپنے خون کا مطالبہ کرے گا

---

1. افسانہ است۔ یعنی سرور کا سبب میں نے اپنا فعل بتایا یہ محض کہنے کی بات ہے ورنہ ہر چیز خزانہ غیب سے آتی ہے اور اس کا سبب ذات خداوندی ہے۔ چشم بر اسباب۔ اگرچہ ہر چیز کا حقیقی سبب ذات خداوندی ہے لیکن اسباب ظاہری اختیار کرنا میں نے انبیا سے سیکھا ہے لہذا میں نے بھی ظاہری سبب کی طرف دھیان کر لیا تھا۔ خوش چشمان۔ یعنی انبیاء کرام۔ ہست۔ اسباب کے علاوہ ایک ذات مسبب الاسباب ہے۔ انبیاء۔ انبیا نے معجزات دکھا کر ثابت کر دیا ہے کہ اسباب ظاہری کے علاوہ بھی اور اسباب ہیں۔ کیواں۔ زحل جس کی بلندی مشہور ہے۔ بے سبب۔ بغیر کسی ظاہری سبب کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریائے نیل پھٹ گیا۔ چاش۔ غلہ کا ڈھیر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے من وسلویٰ اترتا تھا۔
2. ریگہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ریت آٹا بن گیا تھا۔ پشم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے لیے اون ریشم بن گیا تھا۔ جملہ قرآن۔ قرآن بتاتا ہے کہ بہت سی مہمیں بغیر ظاہری اسباب کے سر ہوئی ہیں۔ درویش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر ظاہری اسباب کے عزت حاصل ہوئی اور ابولہب باوجود تمول کے تباہ ہوا۔ مرغ۔ ابرہہ حبشی کا ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے تباہ ہوا۔
3. پیل۔ ہاتھی پر کنکری گرتی تھی اور اس کے بدن کو چھلنی کر دیتی تھی۔ دم گاؤ۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو سورہ بقر میں مذکور ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک گائے ذبح کر کے اس کا گوشت یا دم مقتول پر ماری تو اس نے زندہ ہو کر قاتل کا پتا دیا۔

Marfat.com

هم چنیں[1] ز آغازِ قرآں تا تمام
اسی طرح قرآن کے شروع سے آخیر تک
رفضِ اسباب ست و علت والسلام
اسباب و علت کا ترک (مذکور) ہے، والسلام

کشفِ ایں نز عقلِ کار افزا شود
اس کا کشف کارافزا عقل سے نہیں ہوتا ہے
بندگی کن تا ترا پیدا شود
بندگی کر، تاکہ تجھ پر ظاہر ہو جائے

بندِ معقولات آمد فلسفی
فلسفی، معقولات کا پابند ہے
شہسوارِ عقلِ عقل آمد صفی
منتخب (انسان) عقلِ کل کا شہسوار ہے

عقلِ عقلت مغز و عقلِ تست پوست
تیری عقل کی عقل مغز ہے، اور تیری عقل چھلکا ہے
معدۂ حیواں ہمیشہ پوست جُوست
حیوان کا معدہ ہمیشہ چھلکے تلاش کرنے والا ہے

مغز جُو از پوست دارد صد ملال
مغز کا تلاش کرنے والا چھلکے سے نفرت کرتا ہے
مغزِ نغز آں را حلال آمد حلال
اچھا مغز اس کے لیے حلال ہی حلال ہے

چونکہ[2] قشرِ عقل صد برہاں دہد
عقل کا چھلکا جبکہ سیکڑوں دلائل پیدا کر دیتا ہے
عقلِ کل کے گام بے ایقاں نہد
(تو) کلی عقل، بغیر یقین کے کب قدم اٹھائے گی؟

عقل دفترہا کند یکسر سیاہ
عقل دفتروں کو بالکل سیاہ کر دیتی ہے
عقلِ عقل آفاق دارد پُر زِ ماہ
کلی عقل دنیا کے اطراف کو چاند سے پُر کر دیتی ہے

از سیاہی و سفیدی فارغ ست
(کلی عقل) سیاہی اور سفیدی سے بے نیاز ہے
نورِ ماہش بر دل و جاں بازغ[3] ست
اس کے چاند کی چاندنی دل اور جان پر طلوع کرتی ہے

ایں سیاہ و ایں سفید ار قدر یافت
اس کالے اور اس سفید نے اگر کوئی مرتبہ پایا ہے
زاں شبِ قدرست کاختر وار تافت
تو اس شبِ قدر سے (پایا) ہے جو ستارے کی طرح چمکتی ہے

قیمتِ ہمیان و کیسہ از زرست
ہمیانی اور تھیلی کی قدر سونے کی وجہ سے ہے
بے زر آں ہمیان و کیسہ ابترست
وہ ہمیانی اور تھیلی بغیر سونے کے ناقص ہے

ہمچناں کہ قدرِ تن از جاں بود
جس طرح کہ جسم کی قدر جان کی وجہ سے ہے
قدرِ جاں از پرتوِ جاناں بود
جان کی قدر جاناں کے پرتو کی وجہ سے ہے

گر بدے جاں زندہ بے پرتو کنوں
اگر بے پرتو کی جان زندہ ہوتی
ہیچ گفتے کافراں را میتوں
(تو) کبھی وہ (خدا) کافروں کو کہتا کہ وہ مردے ہیں؟

---

[1] ہم چنیں۔ قرآن اس کی تعلیم دیتا ہے کہ اسباب میں تاثیر مسبب الاسباب کی وجہ سے ہے۔ کشف۔ مسبب الاسباب کا موثر ہونا دنیاوی عقل سے سمجھ میں نہ آئے گا اس کے لیے مجاہدوں کی ضرورت ہے۔ بند۔ یعنی فلسفی محض دنیاوی عقل میں مقید ہے۔ صفی۔ برگزیدہ یعنی ولی اللہ۔ عقلِ عقل۔ یعنی وہ نورِ حق جو عقل کو نور بخشتا ہے۔ معدۂ حیواں۔ حیوانات عموماً چھلکے کھاتے ہیں لہٰذا جہل پر حیوانیت کا غلبہ ہے وہ دنیاوی عقل کی طرف مائل ہوتا ہے جو کہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔

[2] چونکہ۔ دنیاوی عقل سیکڑوں دلائل پیش کر دیتی ہے جس سے یقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو عقل کل بدرجہ اولیٰ یقینی دلائل پر عمل کرتی ہے۔ عقل۔ یعنی عقل دنیوی۔ عقلِ عقل۔ یعنی نورِ حق۔ سیاہی۔ یعنی روشنائی۔ سفیدی۔ یعنی کاغذ۔ نورِ ماہش۔ نورِ حق انسانوں کے دلوں پر طلوع کرتا ہے۔

[3] بازغ۔ چمکنے والا۔ شبِ قدر۔ یعنی نورِ حق۔ قیمت۔ عقل کی مثال ہمیانی کی سی ہے اور نورِ حق کی مثال سونے کی سی ہے۔ قدرِ جاں۔ اگر روح پر پرتو خداوندی نہیں ہے تو وہ روح مردہ ہے اسی لیے قرآن نے کافروں کو مردہ قرار دیا ہے۔

Marfat.com

ہیں[1] بگو کہ ناطقہ جو می کَنَد — تا بقرنے بعدِ ما آبے رسد
ہاں کہہ دے کہ (قوتِ) گویائی نہر کھود رہی ہے — تاکہ ہمارے ایک قرن بعد اس میں پانی آئے

گرچہ ہر قرنے سخن آرے بود — لیک گفت سالفاں یارے بود
اگرچہ ہر دور میں بات کہنے والا ہو گا — لیکن پہلے لوگوں کا کہا ہوا سہارا ہو گا

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور — شد گواہِ صدقِ قرآن اے شکور
کیا ایسا نہیں ہے، کہ توریت اور انجیل اور زبور بھی — اے شکر گذار! قرآن کی صداقت کے گواہ بنے ہیں

روزیِ بے رنج جوئی و بے حسیب — کز بہشتت آورد جبریلؑ سیب
بے مشقت اور ان گنت روزی طلب کر — تاکہ جبرئیل علیہ السلام تیرے لیے بہشت سے سیب لائیں

بلکہ رزقے از خداوندِ بہشت — بے صداعِ باغباں بے رنجِ کشت
بلکہ بہشت کے مالک کی جانب سے رزق (ملے گا) — باغبان کی درد سری اور کھیتی کی مشقت کے بغیر

زانکہ نفعِ ناں دراں ناں دادِ اوست — بدہدت آں نفع بے توسیطِ پوست
کیونکہ اس روٹی میں روٹی کا نفع خدا کی دین ہے — تجھے وہ نفع بغیر چھلکے (روٹی) کی وساطت کے دے گا

ذوقِ[2] پنہاں نقشِ ناں چوں سفرہ ایست — نانِ بے سفرہ ولی را بہرہ ایست
نفع پوشیدہ ہے، روٹی کی صورت دستر خوان جیسی ہے — بغیر دستر خوان کی روٹی، ولی کا حصہ ہے

رزقِ جانی کے بری با سعی و جُست — جز بعدلِ شیخ کو داوٗد تست
تو روحانی رزق (اپنی) کوشش اور جستجو سے کب حاصل کرسکتا ہے — شیخ کے انصاف کے بغیر جو تیرے لیے (بمنزلہ حضرت) داوٗدؑ کے ہے

نفس[3] چوں با شیخ بیند گامِ تو — از بُنِ دنداں شود او رامِ تو
نفس، جب تیرا قدم شیخ کے ساتھ دیکھے گا — تو مجبوراً تیرا فرمانبردار ہو جائے گا

صاحبِ آں گاوٗ رام آنگاہ شد — کز دمِ داوٗدؑ او آگاہ شد
گائے کا مدعی، اس وقت فرمانبردار بنا — جب وہ (حضرت) داوٗد علیہ السلام کے حکم سے واقف ہو گیا

عقل گاہے غالب آید در شکار — بر سگِ نفست کہ باشد شیخ یار
شکار میں عقل اس وقت غالب آئے گی — تیرے نفس کے کتے پر جبکہ شیخ ساتھی ہو گا

---

1. ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ فی الحال اگر میری باتیں سمجھنے والے نہیں ہیں تو آیندہ نسلوں میں لوگ سمجھیں گے۔ گرچہ۔ وہ آنے والے سمجھدار خود بھی یہ اسرار بیان کرسکیں گے لیکن مثنوی کی باتوں سے ان کو تقویت حاصل ہوگی۔ نے کہ۔ پہلی کتابوں نے قرآن کی تصدیق کی، اسی طرح بعد میں آنے والوں کے اقوال کی میری مثنوی تصدیق کر دے گی۔ روزی۔ اب پھر مولانا پہلے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جس طرح اس نوجوان نے خدا سے بغیر محنت کی روزی طلب کی تھی تم بھی طلب کرو۔ بلکہ۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمہیں بغیر واسطہ فیض خداوندی حاصل ہونے لگے گا۔ زانکہ۔ روٹی میں جو مخفی نفع ہے وہ محض اللہ کی عطا ہے وہ نفع اللہ تعالیٰ روٹی کے واسطہ کے بغیر بھی عطا فرما دیتا ہے۔
2. ذوق۔ لذت اور نفع روٹی میں مخفی چیز ہے اور روٹی کی شکل اس کے لیے ایسی ہی ہے جیسا کہ روٹی کے لیے دستر خوان تو وہ طاقت اللہ تعالیٰ بغیر روٹی کی ظاہری شکل کے اپنے اولیا کو عنایت فرما دیتا ہے۔ رزقِ جانی۔ یعنی روحانی رزق شیخ کے ذریعہ حاصل ہو گا جیسا کہ اس نوجوان کو حضرت داوٗد علیہ السلام کے انصاف سے رزق حاصل ہوا۔
3. نفس۔ شیخ کی صحبت نفس کو رام کر دیتی ہے۔ از بن دنداں۔ یعنی جبراً و قہراً۔ صاحب آں گاوٗ۔ گائے کے مدعی کی مثال نفس کی سی ہے وہ تب ہی مطیع بنا جب اس نے حضرت داوٗد علیہ السلام کا فیصلہ سنا اسی طرح نفس شیخ کی صحبت سے مطیع ہو گا۔ عقل۔ عقل نفس کا شکار جب کرے گی جب شیخ یار بن جائے۔

Marfat.com

نفس اژدرہاست باصد زور وفن
نفس سیکڑوں مکر اور فن والا اژدہا ہے
روئے شیخ او را زمرد[1] دیدہ کن
شیخ کا چہرہ اس کے لیے آنکھیں نکال ڈالنے والا زمرد ہے

گر تو صاحب گاؤ را خواہی زبوں
اگر تو گائے کے مدعی کو مغلوب کرنا چاہتا ہے
چوں خراں سیخش کن آں سو اے حروں
اے سرکش! اس کو گدھوں کی طرح کھینچ کر اسطرف لیجا

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا
اگر تو اژدہے سے مطمئن ہونا چاہتا ہے
دستش از داماں مکن یکدم رہا
کسی وقت بھی ہاتھ کو اس کے دامن سے جدا نہ کر

خاک شو در پیشِ شیخ با صفا
صاحب باطن شیخ کے سامنے خاک بن جا
تاز خاکِ تو بروید کیمیا
تاکہ قیدی خاک سے کیمیا پیدا ہو

صد زباں[2] در ہر زبانش صد لغت
(نفس کے) سوزبانیں ہیں اور اس کی ہر زبان میں سو سو بولیاں ہیں
زرق و دستانش نیاید در صفت
اس کا مکر اور حیلہ بازی بیان نہیں ہو سکتی ہے

چوں بنزدیکِ ولی اللہ شود
جب وہ اللہ کے ولی کے نزدیک ہوتا ہے
آں زبانِ صد گزش کوتہ شود
اس کی سو گز لمبی زبان چھوٹی ہو جاتی ہے

مدعیِ گاو نفس آمد فصیح
گائے کا مدعی نفس زبان دراز ہے
صد ہزاراں حجت آرد ناصحیح
غلط قسم کی لاکھوں دلیلیں بیان کرتا ہے

شہر را بفریبد اِلّا شاہ را
شاہ کے علاوہ، شہر کو فریب دیتا ہے
رہ نتاند زد شہِ آگاہ را
باخبر شاہ کی راہ زنی نہیں کر سکتا

نفس[3] را تسبیح و مصحف در یمین
نفس کے داہنے ہاتھ میں تسبیح اور قرآن ہے
خنجر و شمشیر اندر آستیں
آستین کے اندر خنجر اور تلوار ہے

مصحفِ سالوسِ او باور مکن
اس کے مکر کے قرآن پر اعتماد نہ کر
خویش با او ہمسر و ہمسر مکن
اپنے آپ کو اس کا ہمراز اور ہمرتبہ نہ بنا

سوئے حوضت آورد بہرِ وضو
وہ وضو کرانے کے لئے تجھے حوض کی جانب لاتا ہے
و اندر اندازد ترا در قعرِ او
اور تجھے اس کے اندر اس کی گہرائی میں پھینکتا ہے

عقل نورانی و نیکو طالب ست
عقل نورانی اور بہترین طلبگار ہے
نفس ظلمانی برو چوں غالب ست
تاریک نفس اس پر کیوں غالب ہے

1. زمرد۔ مشہور ہے اگرچہ غلط ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے تو شیخ کا وجود نفس کو اندھا کرنے کی تاثیر رکھتا ہے۔ چوں خراں۔ نفس کو گدھے کی طرح کھینچ کر شیخ کے پاس لے جا۔

2. صد زباں۔ نفس بہت ہی بت بنا اور مکار ہے اس کے مکروں کی تفصیل ممکن نہیں ہے۔ کوتہ۔ نفس کی زبان شیخ کی صحبت میں کوتاہ ہو جاتی ہے پھر وہ مکاری کی باتیں نہیں کر سکتا۔ مدعی۔ نفس، گائے کے مدعی کی طرح ہے اس مدعی نے بہت ہی غلط دلیلیں پیش کر دیں۔ شہر۔ گائے کے مدعی کی تقریروں سے تمام لوگ دھوکے میں آ گئے تھے حضرت داؤد علیہ السلام فریب میں نہ آئے تھے۔

3. نفس۔ نفس بگلا بھگت ہے بظاہر نیک معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن بہت شریر ہے۔ مصحف۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر اس کا ہمراز اور ہمدم نہ بن۔ سوئے حوض۔ نیکی کی دعوت دیتا ہے لیکن اس میں بھی فریب ہوتا ہے۔ عقل نورانی۔ عقل جیسی شریف چیز پر کمین نفس کا غلبہ اس وجہ سے ہو جاتا ہے کہ تو عقل سے بیگانہ ہو گیا ہے اور اس کو تو نے اپنے سے دور کر دیا اور اپنے اندر نفس کو بسا لیا ہے اب وہ نفس کا کتا اپنے گھر پر رہ کر شیر ہو گیا ہے اور عقل ماری ماری پھرتی ہے۔

زانکہ او در خانہ، عقل تو برون
کیونکہ وہ گھر میں ہے، تیری عقل باہر ہے
زانکہ او در خانہ عقل تو غریب
کیونکہ وہ گھر میں ہے، اور تیری عقل مسافر ہے
باش[1] تا شیراں سوئے بیشہ روند
ٹھہر، کہ شیر کچھار میں پہنچیں
مکرِ نفس و تن نداند عام شہر
نفس اور جسم کے مکر کو شہر کے عوام نہیں جانتے
ہر کہ جنسِ اوست یارِ او شود
جو اس کا ہم جنس ہے اس کا دوست بن جاتا ہے
کو مبدل گشت و جنسِ تن نماند
جو بدل گیا ہے اور جسم کا ہم جنس نہیں رہا ہے
خلق جملہ علتی اند از کمیں
تمام لوگ اندر سے بیمار ہیں
ہر خسے[2] دعوی داودی کند
ہر کمینہ داؤد علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے
چوں ز صیادے شنید آوازِ طیر
جب شکاری سے پرند کی بولی سنتا ہے
نقد[3] را از قلب نشناسد غویست
جو کھرے کو کھوٹ سے نہ پہچانے گمراہ ہے
رستہ و بربستہ پیشِ او یکے ست
آزاد اور گرفتار اس کے نزدیک یکساں ہے

گرچہ مِلکِ اوست لیکن شد زبوں
(گھر) اگرچہ اس کی ملک ہے لیکن وہ مغلوب ہے
بر درِ خود سگ بود شیرِ مہیب
اپنے دروازے پر کتا خوفناک شیر ہوتا ہے
ویں سگانِ کور آنجا بگروند
یہ اندھے کتے وہاں مطیع ہو جائیں گے
او نگردد جز بوحی القلب قہر
وہ دل کی وحی کے بغیر مغلوب نہیں ہوتا
جز مگر داؤدؑ کو شیخت بود
مگر سوائے داؤد علیہ السلام کے جو تیرا شیخ ہے
ہر کرا حق در مقام دل نشاند
جس کو اللہ (تعالیٰ) نے دل کی جگہ بٹھایا ہے
یارِ علت می شود علت یقیں
یقیناً مرض، مرض کا مددگار ہوتا ہے
ہر کہ بے تمیز کف در وے زند
جو بے تمیز ہے اس سے وابستہ ہو جاتا ہے
مُرغِ ابلہ میکند آں سوئے سَیر
بیوقوف پرند اس جانب اڑان بھرتا ہے
ہیں ازو بگریز اگرچہ معنویست
خبردار! اس سے گریز کر خواہ وہ نکتہ رس ہو
گر یقیں دعویٰ کند او در شکے ست
اگرچہ یقین کا دعویٰ کرے وہ شک میں (مبتلا) ہے

1. باش۔ عقلیں جب اپنے اصلی مقام پر مقیم ہوں گی تب ان کتوں پر اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ آو۔ نفس بھی دل کی وحی سے مغلوب ہوتا ہے جیسا کہ مدعی گاؤ حضرت داؤد علیہ السلام کی قلبی وحی سے مغلوب ہوا اور نہ شہر والے اس کو سچا سمجھ رہے تھے۔ ہر کہ۔ جو نفس کا ہم جنس ہوتا ہے وہ اس کی بات کو سچا سمجھ لیتا ہے، شیخ چونکہ داؤد علیہ السلام کی طرح ہے وہ اس کے فریب میں نہیں آتا ہے۔ کو مبدل۔ شیخ کامل وہ ہے جو جسمیت کو ختم کر کے جسم روح بن جائے اور اس طرح سے مظہر خدا بن جائے جس طرح دل مظہر خدا ہے۔ خلق۔ عوام باطنی مریض ہیں اور بیماری، بیماری کی مددگار ہوتی ہے لہٰذا عوام، ظالم کی حمایت کیا کرتے ہیں۔

2. ہر خسے۔ دنیا میں بہت سے مکار اور فریبی ہیں جو شیخ ہونے کے مدعی بن جاتے ہیں اگر انسان میں پہچاننے کی قوت نہیں ہوتی ہے تو وہ ان کے مکر میں پھنس جاتا ہے۔ چوں۔ یہ احمق جنہیں سچے اور جھوٹے پیر کی پہچان نہیں ہے اس بیوقوف پرند کی طرح ہیں جو شکاری کی سیٹی کو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ لیتا ہے اور پھنستا ہے۔

3. نقد۔ ان احمقوں میں کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں ہے ایسے احمقوں سے گریز چاہیے خواہ وہ کتنا ہی نکتہ رس اور ذہین ہو۔ رستہ۔ ایسے احمقوں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی۔ اگر ایسے احمق یقین کا دعویٰ کریں تو وہ یقیناً مشکوک ہے۔

Marfat.com

این چنین[1] کس گر ذکیّ مطلق ست | چونش این تمیز نبود احمق ست
ایسا شخص خواہ پورا ذہین ہے | جب اس کو یہ تمیز نہ ہو وہ احمق ہے
ہین ازو بگریز چون آہو ز شیر | سوئے او مشتاب اے دانا دلیر
خبردار! اس سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے ہرن | اے عقلمند بہادر! اس کی جانب نہ جا

گریختنِ عیسیٰ علیہ السلام برفرازِ کوہ از احمقان و شخصے درپے او رفتن و سوال کردن

بیوقوفوں کی وجہ سے (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی کی بلندی پر بھاگ کر جانا اور ایک شخص کا ان کے پیچھے جانا اور سوال کرنا

عیسیِ[2] مریم (علیہ السلام) بکوہے می گریخت | شیر گوئی خونِ او میخواست ریخت
(حضرت) عیسیٰ (بن) مریم علیہ السلام ایک پہاڑ کی طرف بھاگ رہے تھے | گویا، شیر ان کا خون بہانا چاہتا ہے
آں یکے درپے دَوِید و گفت خیر | در پیت کس نیست چہ گریزی چو طیر
ایک شخص پیچھے دوڑا اور بولا خیریت ہے | آپ کے پیچھے کوئی نہیں ہے پرندکی طرح آپ کیوں دوڑ رہے ہیں؟
باشتاب او آنچناں میتاخت جفت | کز شتابِ خود جوابِ او نگفت
جلدی میں وہ اس طرح چست بھاگ رہے تھے | کہ اپنی جلدی میں اس کو جواب نہ دیا
یک دو میداں در پئے عیسیٰ براند | پس بجدِّ جہد عیسیٰؑ را بخواند
وہ ایک دو میدان (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے بھاگا | پھر کوشش سے (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کو پکارا
کز پئے مرضاتِ[3] حق یک لحظہ ایست | کہ مرا اندر گریزت مشکلے ست
کہ خدا کی خوشنودی کے لیے تھوڑی دیر ٹھہریے | کیونکہ آپ کے بھاگنے میں میرے لیے مشکل درپیش ہے
از کہ ایں سو می گریزی اے کریم | نے پیت شیر و نہ خوفِ خصم و بیم
اے صاحبِ کرم! ادھر کو آپ کس سے بھاگ رہے ہیں؟ | آپ کے پیچھے نہ شیر ہے نہ دشمن کا ڈر اور خوف
گفت از احمق گریزانم برو | می رہانم خویش را بندم مشو
فرمایا، جا میں بیوقوف سے بھاگ رہا ہوں | میں اپنے آپ کو چھڑا رہا ہوں، مجھے نہ روک
گفت آخر آں مسیحا نہ توئی | کہ شود کور و کر از تو مستوی
اس نے کہا آخر آپ وہی مسیحا نہیں ہیں | کہ آپ کے ذریعہ اندھا اور بہرا تندرست ہو جاتا ہے

---

[1] ایں چنیں۔ ایسا احمق خواہ کتنا ہی ذہین ہو اس کو احمق سمجھو اور اس سے اس طرح بھاگو جس طرح ہرن شیر سے بھاگتا ہے۔ گریختن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حماقت کا مرض عذابِ الٰہی اور لاعلاج ہے۔

[2] عیسیٰ۔ یعنی ابن مریم علیہ السلام اس طرح پہاڑ کی جانب بھاگے جارہے تھے جیسے کہ گویا کوئی شیر ان کے خون کے درپے ہے، ایک شخص ان کے پیچھے دوڑا اور بھاگنے کا سبب پوچھنے لگا لیکن وہ اس قدر تیز بھاگ رہے تھے کہ اس کو جواب نہ دے سکے۔

[3] کز پے مرضات۔ اس شخص نے بھاگ کر اور ان سے قریب ہو کر کہا خدا کے لیے رک جائیے اور میرا جواب دے دیجئے۔ گفت۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں ایک احمق سے بھاگ رہا ہوں تو مجھے نہ روک۔ گفت۔ اس شخص نے کہا آپ کے دم کرنے سے تو اندھے بہرے اچھے ہو جاتے ہیں، آپ احمق کی حماقت سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہیں؟

گفت[1] آرے، گفت آں شہ نیستی
انہوں نے فرمایا ہاں، اُس نے کہا آپ وہ شاہ نہیں ہیں؟

کہ فسونِ غیب را ما وَیستی
کہ آپ غیبی منتر کے مارئ (و ملجا) ہیں

چوں بخوانی آں فسوں بر مُردۂ
آپ جب وہ منتر کسی مُردے پر پڑھتے ہیں

بر جہد چوں شیر صید آوردۂ
وہ (مردہ) شکاری شیر کی طرح کود پڑتا ہے

گفت آرے آں منم گفتا کہ تو
انہوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں اس نے کہا کہ آپ

نے ز گِلِ مرغاں کُنی اے خوبرو
اے حسین! کیا مٹی سے پرندے نہیں بنا دیتے ہیں؟

بر دَمی در وے سبک تا جاں شود
آپ اس میں آہستہ سے پھونک مارتے ہیں تو وہ زندہ ہو جاتا ہے

در ہوا اندر زماں پرّاں شود
اور ہوا میں فوراً اڑنے لگتا ہے

گفت آرے، گفت پس اے رُوحِ پاک
انہوں نے فرمایا ہاں، اس نے کہا، تو اے پاک روح!

ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک
آپ جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں (پھر) کس کا ڈر ہے؟

باچنیں بُرہاں کہ باشد در جہاں
ایسی دلیلوں کے ہوتے ہوئے، دنیا میں کون ہو گا؟

کہ نباشد مر ترا از بندگان
جو آپ کے غلاموں میں سے نہ ہو

گفت[2] عیسیٰؑ کہ بذاتِ پاکِ حق
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی پاک ذات کی قسم

مُبدعِ تن خالقِ جاں در سبق
جو کہ جسم کا پیدا کرنے والا، ازل میں روح کا خالق ہے

حرمتِ ذات و صفاتِ پاکِ او
اس کی پاک ذات اور صفات کی قسم

کہ بود گردوں گریباں چاکِ او
جس کے لیے آسمان گریبان پھاڑے ہوئے ہے

کاں فسون و اسمِ اعظم را کہ من
کہ وہ منتر اور اسم اعظم جو میں نے

بر کر و بر کور خواندم شد حسن
بہرے اور اندھے پر پڑھا وہ اچھا ہو گیا

بر کُہ[3] سنگیں بخواندم شد شگاف
پتھریلے پہاڑ پر میں نے پڑھا وہ شق ہو گیا

خرقہ را بدرید بر خود تا بناف
اس نے ناف تک پیرہن پھاڑ ڈالا

بَر تنِ مردہ بخواندم گشت حی
میں نے مردہ جسم پر پڑھا وہ زندہ ہو گیا

بر سر لاشیء بخواندم گشت شیء
میں نے ناچیز پر پڑھا وہ چیز ہو گیا

خواندم آں را بز دلِ احمق بہ وُد
میں نے محبت سے اس کو بیوقوف کے دل پر پڑھا

صد ہزاراں بار و درمانے نشد
لاکھوں بار، اور کوئی علاج نہ ہوا

---

1. گفت آرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرا کہنا درست ہے۔ گفت آں شہ۔ پیچھے بھاگنے والے نے کہا آپ تو وہی شاہ ہیں جن کو اسم اعظم آتا ہے جب وہ آپ مردے پر پڑھتے ہیں تو وہ شکاری شیر کی طرح زندہ ہو جاتا ہے۔ گفت۔ انہوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں جو تو کہتا ہے تو اس نے کہا آپ تو مٹی سے پرند بنا کر اڑا دیتے ہیں اس میں پھونک مار دیتے ہیں تو اڑنے لگتا ہے۔ گفت آرے۔ انہوں نے اقرار کیا تو اس نے پھر کہا جب آپ کے پاس ایسے معجزے ہیں تو آپ کو کسی سے کیا ڈر ہے؟
2. گفت۔ اس سوال کرنے والے کے جواب میں فرمایا۔ مبدع۔ ایجاد کرنے والا۔ سبق۔ ازل۔ گریبان چاک۔ یعنی عاشق۔ کاں۔ بے شک اس اسم اعظم کا یہی اثر ہے کہ اس سے اندھے بہرے اچھے ہو جاتے ہیں۔
3. بر کہ۔ پہاڑ اس کی عظمت و ہیبت سے پھٹ جاتے ہیں۔ بر تن۔ اسم اعظم مردے پر پڑھا جائے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ لاشیٔ۔ یعنی اسم اعظم پڑھنے سے معدوم موجود ہو جاتا ہے۔ وُد۔ محبت۔

سنگِ خارا [1] گشت و زاں خو بر نگشت — ریگ شد کز وے نروید ہیچ کشت
سنگ خارا بن گیا اور اس عادت سے نہ ہٹا — ریت بن گیا جس سے کوئی کھیتی نہ اگے

گفت حکمت چیست کانجا اسمِ حق — سود کرد اینجا نبود آنرا سبق
اس نے کہا کیا راز ہے کہ وہاں اسمِ اعظم ہے — فائدہ کیا، اس جگہ وہ نہ چلا

آں ہماں رنجست و ایں رنجے چرا — او نشد ایں راو آں را شد دوا
وہ بھی بیماری ہے، اور یہ بھی بیماری. کیوں — وہ اس کے لیے (دعا) نہ ہوا اور اس کے لیے دوا بن گیا؟

گفت رنجِ احمقی قہرِ خداست — رنجِ کوری نیست قہر آں ابتلاست
فرمایا بیوقوفی کی بیماری خدا کا عذاب ہے — اندھے پن کی بیماری عذاب نہیں ہے وہ آزمائش ہے

ابتلا رنجیست کاں رحم آورد — احمقی رنجیست کاں زخم آورد
آزمائش وہ بیماری ہے، جو رحم لاتی ہے — بیوقوفی وہ بیماری ہے جو زخم پیدا کرتی ہے

بر سر آرد زخم رنجِ احمقی — رحم نبود چارہ جوئی آں شقی
بیوقوفی کا مرض سر کو زخمی کرتا ہے — اس بدبخت کی چارہ جوئی رحم سے نہیں ہوتی

انچہ داغ اُوست مُہر اُو کردہ است — چارۂ بروے نیارد برد دست
جو اس کا داغ ہے (گویا اللہ تعالیٰ) نے مہر لگا دی ہے — کوئی تدبیر اس پر قابو نہیں پا سکتی

ز احمقاں [2] بگریز چوں عیسیٰ گریخت — صحبتِ احمق بسے خونہا کہ ریخت
بیوقوفوں سے اسطرح بھاگ جیسے (حضرت) عیسیٰؑ بھاگے — احمق کی صحبت نے بہت خون بہائے ہیں

اندک اندک آب را دُزدد ہوا — و ہنچنیں دزدد ہم احمق از شما
ہوا، پانی کو تھوڑا تھوڑا چراتی ہے — اسی طرح بیوقوف تم میں سے چراتا ہے

گرمیت [3] را دزدد و سردی دہد — ہم چناں کو زیرِ خود سنگے نہد
وہ تیری گرمی کو چراتا ہے اور سردی پیدا کرتا ہے — جس طرح کہ وہ اپنے نیچے پتھر رکھتا ہے

آں گریزِ عیسوی نزبیم بود — ایمن ست او از پئے تعلیم بود
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا خوف سے نہ تھا — وہ محفوظ تھے، تعلیم دینے کے لیے تھا

زمہریر ار پُر کند آفاق را — چہ غم آں خورشید با اشراق را
اگر سردی، تمام دنیا کو بھر دے — روشن سورج کو کیا غم ہے؟

---

1. سنگ خارا۔ یعنی احمق پر اسم اعظم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ الٹا اثر ہوا کہ وہ اور سخت ہو گیا۔ خو۔ یعنی حماقت کی عادت۔ گفت۔ اس سوال کرنے والے نے کہا اس میں کیسا راز اور حکمت ہے کہ احمق پر اسم اعظم بھی اثر نہیں کرتا۔ گفت۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حماقت عذاب الٰہی ہے اور اندھاپن ایک آزمائش ہے، آزمائش میں جو مبتلا ہوتا ہے اس پر رحم کیا جاتا ہے اور احمق پر جوتے برسائے جاتے ہیں۔ احمقی۔ حماقت پر ہر شخص کو غصہ آتا ہے۔ انچہ۔ حماقت کا اثر اللہ تعالیٰ کی ایک مہر ہے۔ جس پر کوئی تدبیر موثر نہیں ہوتی۔
2. زاحمقاں۔ بیوقوفوں سے اسی طرح بھاگو جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھاگے تھے۔ اندک۔ جس طرح ہوا تھوڑا تھوڑا پانی چراتی رہتی ہے اور حوض خشک ہو جاتا ہے اسی طرح بیوقوف کی صحبت تیرے اچھے اوصاف چراتی رہتی ہے۔
3. گرمیت۔ بھلائیوں کے لیے گرمجوشی کو اس کی صحبت سردی اور کاہلی سے تبدیل کر دیتی ہے۔ پے تعلیم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احمق سے بھاگنا دوسروں کی تعلیم کے لیے تھا۔ زمہریر۔ اگر تمام دنیا میں سردی پھیلی ہوئی ہو تب بھی سورج کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

Marfat.com

ہر کرا[1] گرمی بود از نورِ حق — اوچہ غم دارد ز سردیہائے بق
جس کو اللہ تعالیٰ کے نور کی گرمی حاصل ہو — اس کو سخت بارش کی سردی کا کیا غم ہے؟

قصۂ اہلِ سبا و حماقتِ ایشاں و اثر ناکردن پند و نصیحتِ انبیاء در ایشاں

اہل سبا اور ان کی بے وقوفی اور انبیاء کی نصیحت کا ان پر اثر نہ کرنے کا قصہ

یادم آمد قصۂ اہلِ سبا — کزدمِ احمق صبا شاں شد وبا
مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آ گیا — احمقانہ باتوں سے صبا ہوا ان کے لیے وبا بن گئی

آں سبا ماند بشہرے بس کلاں — در فسانہ بشنوی از کودکاں
وہ سبا بہت بڑے شہر جیسا تھا — تو نے بچوں سے قصہ میں سنا ہو گا

کودکاں افسانہا می آورند — درج در افسانہ شاں صد گونہ پند
بچے قصے بیان کرتے ہیں — ان کے افسانوں میں سو قسم کی نصیحت درج ہوتی ہے

ہزلہا گویند در افسانہا — گنج میجو در ہمہ ویرانہا
افسانوں میں مذاق کی باتیں کہتے ہیں — تو ہر ویرانے میں خزانہ تلاش کر

بود شہرے[2] بس عظیم و مہ و لے — قدرِ اوچوں قدرِ سکرہ بیش نے
وہ (سبا) بہت بڑا اور عظیم شہر تھا لیکن — اس کا رتبہ، سکورہ کے رتبہ سے زیادہ نہ تھا

بس عظیم و بس فراخ و بس دراز — سخت زفت و زفت اندازہ پیاز
بہت بڑا، بہت وسیع، اور بہت لمبا — پیاز کی طرح بہت تہ بہ تہ

مَردُمِ[3] دہ شہر مجموع اندرو — لیک جملہ سہ تن ناشستہ رو
اس میں دس شہروں کے انسانوں کا مجموعہ (تھا) — لیکن سب مل کر تین گندے شخص (تھے)

اندرو نوعِ خلائق بے شمار — لیک آں جملہ سہ خام پختہ خوار
اس میں بے شمار مخلوق کی قسمیں (تھیں) — لیکن وہ سب تین (شخص) ناقص پکی پکائی کھانے والے تھے

جانِ ناکردہ بجاناں تاختن — گر ہزارانست باشد نیم تن
جان کو جاناں کی طرف نہ کر کے دوڑنا — اگرچہ وہ ہزاروں ہوں آدھا شخص ہوں گے

---

1. ہر کرا۔ حضرت عیسیٰ کو نورِ حق کی گرمی حاصل تھی کسی احمق کی حماقتوں سے وہ متاثر نہیں ہو سکتے تھے۔ سبا۔ ایک شہر کا نام ہے۔ صبا۔ پُروا ہوا۔ وبا۔ بیماری۔ کودکاں۔ بچوں کی کہانیوں اور افسانوں میں بھی ایک نصیحت کا پہلو ہوتا ہے۔ ہزلہا۔ افسانوں میں عموماً مذاق کی باتیں ہوتی ہیں لیکن حکمت کے خزانے تلاش کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ ہر ویرانہ میں خزانہ تلاش کرے۔

2. بود شہرے۔ سبا بہت بڑا شہر تھا لیکن اللہ کے نزدیک اس کا رتبہ مٹی کے پیالے سے زیادہ نہ تھا۔ سخت زفت۔ اوپر نیچے پیاز کے چھلکوں کی طرح تھا اور اس میں آبادی تھی۔

3. مردم۔ آبادی کی تعداد تو دس شہروں کی آبادی کی تعداد کے برابر تھی لیکن سب لوگ اس میں گندے قسم کے تھے۔ سہ خام۔ وہ تینوں بھی عقل کے کچے اور کھانے کے پکے تھے۔ جانِ ناکردہ۔ ایسے لوگ جن کی روح محبوب حقیقی سے وابستہ نہ ہو اگر لاکھوں بھی ہوں تو آدھا شخص ہیں۔

Marfat.com

آں یکے[1] بس دوربین و دیدہ کور
(ان میں سے) ایک اندھی آنکھوں والا دور تک دیکھ لینے والا
از سلیمانؑ کور و دیدہ پائے مور
سلیمان علیہ السلام کے بارے میں اندھا اور چیونٹی کا پاؤں رکھنے والا

واں دِگر بس تیز گوش و سخت کر
دوسرا بہت تیز کان والا اور سخت بہرا
رنج و در وے نیست یک جوسنگ زر
خزانہ اور اس میں ایک جو کے وزن کا سونا نہیں ہے

واں دگر عور و برہنہ لاشہ تاز
دوسرا ننگا اور برہنہ، مریل ٹٹو دوڑانے والا
لیک دامنہائے جامہ او دراز
لیکن اس کے کپڑوں کے دامن بہت لمبے

گفت کور اینک سپاہے میرسند
اندھے نے کہا، یہ سپاہی پہنچ رہے ہیں
من ہمی بینم کہ چہ قوم اند و چند
میں دیکھ رہا ہوں، کہ وہ کونسی قوم اور کس قدر ہیں

گفت کر[2] آرے شنیدم بانگِ شاں
بہرے نے کہا ہاں میں نے آپ کی آواز سن لی
کہ چہ میگویند پیدا و نہاں
کہ وہ آہستہ اور زور سے کیا کہہ رہے ہیں

آں برہنہ گفت ترساں زیں منم
ننگا بولا، میں اس سے خوف زدہ ہوں
کہ ببرّند از درازی دامنم
کہ لمبائی کی وجہ سے میرا دامن نہ کاٹ لیں

کور گفت اینک بنزدیک آمدند
اندھے نے کہا، اب وہ قریب آ گئے ہیں
خیز بگریزیم پیش از زخم بند
اٹھ کہ ہم پکڑے جانے اور پٹنے سے پہلے بھاگ جائیں

کر ہمی گوید کہ آرے مشغلہ
بہرا کہہ رہا تھا، کہ ہاں شور و غل
می شود نزدیک یاراں ہلہ
خبردار، اے دوستو! بہت نزدیک آ رہا ہے

آں برہنہ گفت آوہ دامنم
ننگے نے کہا، ہائے میرا دامن!
از طمع بُرّند و من ناایمنم
لالچ میں کاٹ لیں گے اور میں محفوظ نہیں ہوں

شہر را[3] ہشتند و بیروں آمدند
انہوں نے شہر چھوڑ دیا اور باہر نکل آئے
و ز ہزیمت در دِہے اندر شدند
اور پسپائی سے وہ ایک گاؤں میں گھس گئے

اندراں دِہ مرغِ فربہ یافتند
انہوں نے اس گاؤں میں ایک موٹا مرغ پایا
لیک ذرّہ گوشت نے بر وَے نژند
لیکن اس پر ذرہ برابر گوشت نہ تھا، لاغر تھا

کور دید و آں کر آوازش شنید
اندھے نے اس کو دیکھا اور بہرے نے اس کی آواز سن لی
عور بگرفت و بداماں در کشید
ننگے نے اس کو پکڑ لیا اور دامن میں چھپا لیا

---

1. آں یکے۔ ایک قسم تو یہ تھی کہ آخرت کے معاملہ میں اندھے اور دنیاداری میں بڑے دوربین۔ سلیمانؑ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں اندھے۔ پائے مور۔ دنیا کی معمولی بات کے بڑے بینا۔ واں دگر۔ دوسری قسم وہ تھی جو نیک بات سننے میں بہری اور بری بات سن لینے میں کانوں کی بہت تیز تھی۔ رنج۔ وہ شہر سیاد نیوی مال و دولت کے اعتبار سے خزانہ تھا لیکن نیکی اور بھلائی اس میں ذرہ برابر نہ تھی۔ واں دگر۔ تیسری قسم ایسے لوگوں کی تھی جن کا ظاہری لباس لمبا چوڑا لیکن تقوے کے لباس سے ننگے تھے۔
2. گفت کر۔ بہرا بولا وہ جو کچھ باتیں کر رہے ہیں میں سب سن رہا ہوں۔ آں برہنہ۔ ننگے نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میرے دراز دامن نہ کاٹ لیں۔ کور گفت۔ اندھے نے کہا میں دیکھ رہا ہوں وہ بہت قریب آ گئے ہیں۔ مشغلہ۔ شور و غل۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ آوہ۔ افسوس۔ ایمن۔ مطمئن۔
3. شہر را۔ تینوں شہر چھوڑ کر بھاگے اور ایک گاؤں میں پہنچے۔ ہزیمت۔ پسپائی۔ نژند۔ لاغر، پژمردہ۔

Marfat.com

مرغ مردہ خشک از زخمِ کلاغ[1]
مرغ مردہ، کوے کی ٹھونگوں سے خشک (تھا)
استخوانہا زار گشتہ چوں پناغ
ہڈیاں دھاگے کی طرح لاغر تھیں

پس طلب کردند و دیگے یافتند
انہوں نے تلاش کیا، اور ایک دیگچی پا لی
بے سرو بے بُن، سبک بشتافتند
جس کے نہ سر تھا نہ تلی، جلدی دوڑے

بر سرِ آتش نہادند آں سہ تن
ان تینوں نے آگ پر رکھا
مرغِ فربہ را بدیگ اندر زِفن
موٹے مرغ کو دیگچی میں ہنر مندی سے

آتش کردند چنداں اے پسر
اے بیٹا! انہوں نے اس قدر پکایا
کاستخواں شد پختہ لحمش بیخبر
کہ ہڈیاں پک گئیں اس کے گوشت کو پتا نہ ہوا

زاں بخوردند چوں از صیدِ شیر
انہوں نے اس کو اس طرح کھایا جس طرح شیر شکار کو
ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر
اس کے کھانے سے ہر ایک ہاتھی کی طرح پیٹ بھرا ہو گیا

ہر سہ زاں خوردند بس فربہ شدند
تینوں نے اس میں سے کھایا، بہت موٹے ہو گئے
چوں سہ پیلے بس بزرگ و مہ شدند
تین موٹے، اور بڑے ہاتھیوں کی طرح ہو گئے

آنچناں[2] کز فربہی ہر یک جواں
ایسے کہ ہر ایک جوان موٹاپے کی وجہ سے
در نگنجیدے ز زَفتی در جہاں
بھاری پن سے دنیا میں نہ سماتا تھا

با چنیں گبزی و ہفت اندام زَفت
ایسے موٹاپے، اور ساتوں موٹے اعضا کے باوجود
از شگافِ در بروں جستند تفت
تیزی سے دروازے کی درز سے باہر نکل گئے

راہِ مرگِ خلق نا پیدا رہی ست
مخلوق کی موت کا راستہ پوشیدہ راستہ ہے
در نظر ناید کہ آں بے جا رہی ست
وہ دکھائی نہیں دیتا ہے، کیونکہ لامکانی راستہ ہے

نک پیاپے کاروانہا مقتفی[3]
قافلے پے در پے آگے پیچھے جا رہے ہیں
زیں شگافِ در کہ ہست آں مختفی
دروازے کی اس درز سے جو پوشیدہ ہے

بر دَر ار جوئی نیابی آں شگاف
اگر تو دروازے میں تلاش کرے گا وہ درز نہ پائے گا
سخت نا پیدا و زو چندیں زفاف
بالکل پوشیدہ ہے، اور اس میں سے اس قدر روانگی ہے

اے ضیاء الحق حسام الدیں عیاں
اے ضیاء الحق حسام الدین، واضح (طور پر)
باز بایدکرد شرحِ ایں بیاں
اس بیان کی پھر شرح کرنی چاہیے

---

1. زخم کلاغ۔ کوے کا ٹھونگے مارنا۔ پناغ۔ کچا دھاگا، مکڑی کا جالا۔ بے سر۔ یعنی ان کو ایسی ہانڈی ملی جس کا نہ گلا تھا نہ تلا۔ بر سر آتش۔ یعنی اس مردہ مرغ کو ہانڈی میں ڈال کر پکانا شروع کیا۔ آتشش۔ یعنی اس کو اس طرح پکایا کہ ہڈی گل گئی اور گوشت کچا ہی رہا۔ زاں۔ اس مردہ مرغ کو انہوں نے اس طرح کھایا جس طرح شیر اپنا شکار کھاتا ہے اور اس طرح پیٹ بھر لیا جیسا کہ ہاتھی کا پیٹ بھرتا ہے۔ ہر سہ۔ تینوں اس مردہ مرغ کو کھا کر ہاتھیوں کی طرح بن گئے۔

2. آنچناں۔ ان میں سے ہر ایک ایسا پھولا کہ دنیا میں نہیں سما رہا تھا۔ با چنیں۔ لیکن اس موٹاپے کے باوجود وہ کواڑوں کی درز سے نکل بھاگے۔ گبز۔ فربہ۔ ہفت اندام۔ سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔ شگاف۔ درز۔ راہ مرگ۔ کواڑ کی درز سے موت کا راستہ مراد ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔ بیجا۔ لامکانی۔

3. مقتفی۔ پیچھے۔ مختفی۔ پوشیدہ۔ بر دَر۔ کواڑوں کا وہ شگاف نظر نہیں آتا ہے۔ زفاف۔ دلہن کو دولہا کے پاس بھیجنا یعنی انسانوں کی دار آخرت کی طرف روانگی۔

Marfat.com

اے پسر[1] ہر مختصر افسانہ نیست آشنا را روئے در بیگانہ نیست
اے بیٹا! ہر مختصر افسانہ نہیں ہے جاننے والے کا رخ بیگانہ کی طرف نہیں ہے

شرحِ آں کورِ دوربین و آں کرِ تیز شنو و آں برہنہ دراز دامن

اس دور تک دیکھنے والے اندھے اور اس تیز سننے والے بہرے اور اس لمبے دامن والے ننگے کی شرح

کر امل را داں کہ مرگِ ما شنید مرگِ خود نشنید و نقلِ خود ندید
بہرا، امید کو سمجھ کہ اس نے ہماری موت (کی خبر) سنی اپنی موت کو نہیں سنا اور اپنے منتقل ہونے کو نہ دیکھا

حرص نابیناست بیند مو بمو عیبِ خلقاں او بگوید کوبکو
لالچ اندھا ہے، بال بال دیکھتا ہے لوگوں کا عیب، کوچہ بکوچہ بیان کرتا ہے

عیبِ خودیک ذرہ چشمِ کورِ او می نہ بیند گرچہ ہست او عیب جو
اس کی اندھی آنکھ اپنا عیب ذرہ برابر بھی نہیں دیکھتی، اگرچہ وہ عیب جو ہے

عور می ترسد کہ دامانش برند دامنِ مَردِ برہنہ کے درند
ننگا، ڈرتا ہے کہ اس کا دامن کاٹ لینگے (حالانکہ) ننگے انسان کا دامن کب پھاڑتے ہیں؟

مَردِ دنیا[2] مفلس ست و ترسناک ہیچ اورا نیست از دزدانش باک
دنیا دار انسان مفلس ہے، اور خوفزدہ ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اس کو چوروں کا کیا ڈر؟

او برہنہ آمد و عُریاں رَود و ز غمِ دُزدش جگر خوں میشود
وہ ننگا آیا، اور ننگا جائے گا اور چور کے غم سے اس کا جگر خون ہوتا ہے

وقتِ مرگش کہ بود صد نوحہ پیش خندہ آید جانش را زیں ترسِ خویش
اس کے مرنے کے وقت جبکہ سینکڑوں نوحے پیشگی ہوئے ہیں اس کی جان کو اپنے اس خوف سے ہنسی آتی ہے

آں زمان[3] داند غنی کش نیست زر ہم ذکی داند کہ او ئبد بے ہنر
اس وقت مالدار جان جاتا ہے کہ اس کے پاس مال نہیں ہے (اور) ذہین بھی جان لیتا ہے، کہ وہ بے ہنر تھا

چوں کنارِ کودکے پُر از سفال کو براں لرزاں بود چوں ربِّ مال
جیسا کہ بچہ کی گود جو ٹھیکروں سے بھری ہوئی ہے جو ان کے لیے ایسا لرزتا ہے جیسا کہ مالدار

گرستانی پارۂ گریاں شود پارہ گر بازش دہی خنداں شود
اگر تو اس کا ٹھیکرا لے لے تو وہ رونے لگے اگر تو اس کو ٹھیکرا دوبارہ دے دے تو وہ ہنسنے لگے

---

[1] اے پسر۔ ہر قصہ محض افسانہ نہیں ہوتا جو معارف کو جانتے ہیں اس سے اچھے نتائج نکال لیتے ہیں۔ بیگانہ۔ یعنی اہل دل کے لیے وہ قصہ بیکار نہیں ہوتا ہے۔ کر۔ اس قصہ میں بہرے سے انسان کی تمنائیں مراد ہیں، تمنا اور امید دوسروں کی موت کی خبر سنتی ہے اپنی موت کی خبر سے بہری ہوتی ہے اور دنیا سے اپنے منتقل ہونے کو نہیں دیکھتی۔ حرص۔ اس قصہ میں اندھے سے مراد انسان کی حرص ہے جو اپنے عیوب سے اندھی ہے اور دوسروں کا عیب خوب دیکھتی ہے۔ عور۔ ننگے سے مراد وہ شخص ہے جو نیک اعمال سے خالی اور آخرت کی دولت سے مفلس ہے۔

[2] مردِ دنیا۔ دنیا دار مفلس ہے اس لیے کہ دنیوی دولت آخرت میں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔ او برہنہ۔ دنیا دار ننگا پیدا ہوا اور تقوے کے لباس سے ننگا مرے گا۔ وقتِ مرگ۔ جب اس دنیا کی دولت کی حقیقت کھل جائے گی جس پر چوروں کا خوف کھاتا تھا تو اپنے اوپر ہنسے گا۔

[3] آں زماں۔ جب نہ دنیاوی دولت کام آئے گی نہ دنیاوی ہنر تب سمجھے گا کہ وہ کس قدر مفلس اور بے ہنر ہے۔ چوں کنار۔ اس دنیا دار کی حالت اس بچہ کی سی ہے جس نے پلو میں کنکریاں جمع کر رکھی ہوں اور ان کو دولت سمجھ رہا ہو ان کنکریوں کے لٹنے سے ڈرتا ہو اور اگر کوئی ایک کنکری لے لے تو رونے لگے اور اس کو واپس دے دو تو ہنسنے لگے۔

Marfat.com

چوں نباشد طفل را دانش دثار[1] | گریہ و خندش ندارد اعتبار
چونکہ بچے کو عقل کا لباس حاصل نہیں ہے | اس کا رونا اور ہنسا اعتبار نہیں رکھتا ہے

محتشم چوں عاریت را ملک دید | پس براں مالِ دروغیں می طپید
مالدار نے چونکہ مانگی ہوئی چیز کو ملکیت سمجھا | اس لیے اس غلط مال پر تڑپتا ہے

خواب می بیند کہ او را ہست مال | ترسد از دزدے کہ بُرباید جوال
خواب دیکھتا ہے، کہ اس کا مال ہے | چور سے ڈرتا ہے، کہ تھیلا اڑا لے جائے گا

چوں ز خوابش بر جہاند گوش کش | پس ز ترسِ خویش تسخر آیدش
جب کان کھینچنے والا اس کو نیند سے اٹھاتا ہے | تو اپنے خوف سے اس کو ہنسی آتی ہے

ہمچناں لرزانیِ ایں عالماں | کہ بودشاں علم و عقلِ ایں جہاں
اسی طرح کا ان ہنر مندوں کا خوف ہے | جن کو اس دنیا کا علم و عقل ہے

از پئے ایں عاقلانِ ذوفنون | گفت ایزد در نبے لَا یَعْلَمُوْن
انہی ہنر مند عقل مندوں کے لیے | قرآن میں (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا "وہ نہیں جانتے"

ہر یکے ترساں ز دزدیِ کسے | خویشتن را علم پندارد بسے
ہر شخص کسی کے چرا لینے سے ڈرتا ہے | اپنا علم بہت سمجھتا ہے

گوید[2] او کہ روزگارم می برد | خود ندارد روزگارِ سودمند
کہتا ہے کہ وہ میرا وقت برباد کرتا ہے | (حالانکہ) وہ خود مفید وقت نہیں رکھتا ہے

گوید از کارم بر آوردند خلق | غرق بیکاریست جانش تا بحلق
کہتا ہے، لوگ مجھے بیکار بناتے ہیں | (حالانکہ) اس کی جان حلق تک بیکاری میں غرق ہے

عور ترساں کہ منم دامن کشاں | چوں رہانم دامن از چنگالِ شاں
ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن گھسیٹنے والا ہوں | ان کے چنگل سے اپنا دامن کس طرح چھڑاؤں

صد ہزاراں[3] فضل داند از علوم | جانِ خود را می نداند آں ظلوم
علوم کی لاکھوں فضیلتیں جانتا ہے | وہ ظالم اپنی جان کو نہیں جانتا ہے

داند او خاصیتِ ہر جوہرے | در بیانِ جوہر خود چوں خرے
وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے | اپنے جوہر کے معاملے میں گدھے کی طرح ہے

---

1. دثار۔ بالائی لباس۔ محتشم۔ دنیادار دولت وحشمت والا۔ عاریت۔ دنیا کی دولت اس کے پاس عارضی ہے۔ خواب۔ یہ دولت ایسی ہے جیسے کہ کوئی خواب میں دولت کو دیکھتا ہے۔ چوں۔ جو شخص اپنے خواب کے مال پر چوروں سے ڈر رہا تھا بیدار ہونے پر اس کو اپنے اوپر ہنسی آئے گی یہی حال آخرت میں دنیادار کا ہوگا۔ از پئے۔ دنیادار عقلمندوں کو قرآن نے بے علم کہا ہے۔ ہر یکے۔ ہر دنیادار اپنے علم کے بارے میں چور سے ڈرتا ہے۔

2. گوید۔ دنیادار عالم کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت ضائع کرتے ہیں جس سے میرے علم کو خطرہ ہوتا ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اس کا وقت اس کے لیے قطعاً غیر مفید ہے۔ گوید۔ وہ کہتا ہے لوگ آ کر مجھے بیکار بناتے ہیں حالانکہ جو اس کی مصروفیتیں ہیں وہ خود بیکار کے مرادف ہیں۔ عور۔ یہ دنیادار علوم آخرت سے خالی ہے لیکن سمجھ یہ رہا ہے کہ دوسرے اس کے علوم کو برباد کر رہے ہیں۔

3. صد ہزاراں۔ دنیا کے لاکھوں علوم کا عالم ہے لیکن اپنی روح کے بارے میں وہ ظالم و جاہل ہے۔ داند۔ دنیا کی چیزوں کی اصلیت کو سمجھتا ہے اپنے جوہر (روح) کے بارے میں گدھے پن کا ثبوت دیتا ہے۔

Marfat.com

کہ ہمی[1] دانم یجوز و لا یجوز
کہ میں یجوز، اور لا یجوز کو جانتا ہوں
خود ندانی تو یجوزی یا عجوز
تو خود نہیں جانتا کہ تو یجوزی ہے یا بڑھیا

ایں روا آں ناروا دانی، و لیک
تو یہ جانتا ہے، یہ جائز ہے وہ ناجائز ہے لیکن
تو روا یا ناروائی بیں تو نیک
تو غور کر، تو خود جائز ہے، یا ناجائز

قیمتِ ہر کالہ میدانی کہ چیست
تو ہر سودے کی قیمت جانتا ہے کہ کیا ہے
قیمتِ خود را ندانی احمقیست
تو اپنی قیمت نہیں جانتا، یہ حماقت ہے

سعدہا و نحسہا دانستۂ
تو سعادتوں، اور نحوستوں کو جانتا ہے
ننگری سعدی تو یا ناشستۂ
تو یہ غور نہیں کرتا، کہ تو سعد ہے یا میلا

جانِ جملہ علمہا اینست و ایں
تمام علوم کی جان در اصل یہی ہے
کہ بدانی من کیم در یومِ دیں
کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن میں کون ہوں

جانِ جملہ علمہا اینست خود
خود تمام علوم کی جان یہ ہے
کہ بہ بخشد جملہ را جانِ ابد
کہ وہ سب کو ابدی جان عطا کر دے

آں اصولِ دیں[2] بدانستی تو لیک
تو نے دین کے اصول جان لیے لیکن
بنگر اندر اصلِ خود کو ہست نیک
اپنی اصل پر غور کر کہ وہ اچھی ہے

از اصولیّت اصولِ خویش بہ
تیرے اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں
کہ بدانی اصلِ خود اے مردِ مہ
اے بڑے شخص! کہ تو اپنی اصل کو جان لے

صفتِ خرّمیِ شہرِ سبا و ناشکریِ ایشاں

سبا شہر کی خوشحالی اور ان کی ناشکری کا بیان

اصل شان بدبود آں اہلِ سبا
ان اہل سبا کی اصل بری تھی
می رمیدندے ز اسبابِ بقا[3]
وہ بقا کے اسباب سے بھاگتے تھے

داد شاں چنداں ضیاع و باغ وراغ
ان کو (اللہ نے) اس قدر جائداد اور باغ اور چراگاہ دی
از چپ و از راست از بہرِ فراغ
دائیں اور بائیں سے فراغت کے لیے

بسکہ می افتاد از پُرّی ثمار
کثرت کی وجہ سے پھل بہت گرتے تھے
تنگ می شد مَعبَرہ بر رہگذار
چلنے والوں پر راستہ تنگ ہو جاتا تھا

---

[1] کہ ہمی۔ دنیادار عالم اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں مفتی ہوں اور میں جائز اور ناجائز کو جانتا ہوں۔ خود ندانی۔ یعنی اس مفتی کو خود یہ علم نہیں کہ وہ مفتی ہے یا نادان بڑھیا۔ یجوزی۔ یعنی جائز و ناجائز کا فتویٰ دینے کے قابل۔ عجوز۔ بوڑھی عورت جو عموماً دلائل سے ناواقف ہوتی ہے۔ ایں۔ یعنی فقیہ اتنا تو جانتا ہے کہ یہ بات جائز ہے اور یہ بات ناجائز ہے لیکن اس کو اپنا کچھ پتا نہیں ہوتا کہ وہ کس حالت میں ہے۔ قیمت۔ دوسروں کے احوال سے واقف ہونا اور اپنے احوال سے غافل ہونا حماقت ہے۔ سعد ہا۔ دنیادار عالم نجوم ستاروں اور چیزوں کی نحوست اور سعادت سے واقفیت رکھتا ہے لیکن اپنے بارے میں وہ کچھ نہیں سمجھتا کہ خود نیک بخت ہے یا بد بخت ہے۔ جانِ جملہ۔ تمام علوم کی اصل تو یہ ہے کہ انسان اپنے بارے میں یہ علم حاصل کرے کہ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہوتا ہے۔

[2] اصولِ دین۔ دین کے اصول تو جاننا ضروری ہیں لیکن اس سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ اپنی روح کے بارے میں غور کرے کہ وہ نیک ہے یا نہیں۔ از اصولیت۔ اصولِ فقہ کے جاننے سے یہ بہتر ہے کہ انسان اپنی اصل یعنی روح کو پہچانے۔ خرّمی۔ خوشحالی۔

[3] بقا۔ یعنی ابدی زندگی۔ ضیاع۔ جائیداد۔ راغ۔ چراگاہ۔ فراغ۔ یعنی فارغ البالی۔ پرّی۔ کثرت۔ ثمار۔ ثمرہ کی جمع، پھل۔ معبر۔ گذرگاہ، راستہ۔ رہگذار۔ مسافر۔

Marfat.com

آں نثار[1] میوہ رہ را می گرفت — از پُری میوہ رہرو در شگفت
پھلوں کی بکھیر، راستہ روک دیتی تھی — پھلوں کی کثرت سے مسافر تعجب میں تھے

سلہ بر سر در درختستان شاں — پُر شدے ناخواست از میوہ فشاں
ان کے باغوں میں سر پر کی ٹوکری — بغیر خواہش کے پھلوں کے جھڑنے سے بھر جاتی

باد آں میوہ فشاندے بے کسے — پُر شدے زاں میوہ دامنہا بسے
بغیر کسی شخص کے، ہوا پھل جھاڑتی — ان پھلوں سے بہت سے دامن بھر جاتے

خوشہ ہائے زفت تا زیر آمدہ — بر سر و روئے روندہ می زدہ
موٹے خوشے نیچے کو لٹکے ہوئے — چلنے والے کے سر اور منہ کو لگتے

مردِ گلخن تاب از پُری زر — بستہ بودے بر میاں زریں کمر
بھٹی جلانے والا سونے کی کثرت سے — کمر پر زریں پٹی باندھے رہتا ہے

سگ کلیچہ[2] کوفتے در زیرِ پا — تخمہ بودے گرگِ صحرا از نوا
کتے پاؤں کے نیچے قلیچے روندتے — غذا کی کثرت سے جنگل کے بھیڑیوں کو بدہضمی ہو جاتی

گشتہ ایمن شہر و دہ از دُزد و گرگ — بُز نترسیدے ہم از گرگِ سترگ
شہر اور گاؤں، چور اور بھیڑیے سے محفوظ ہو گئے تھے — موٹے بھیڑیے سے بکری بھی نہ ڈرتی تھی

جامۂ ایشاں اگر چرکیں شدے — آتشِ[3] سوزندہ شاں صابون بدے
اگر ان کے کپڑے میلے ہو جاتے — جلانے والی آگ ان کا صابون ہوتا

در تنور انداختندے جامہ را — بعد یک ساعت شدے خوش با صفا
وہ کپڑوں کو تنور میں ڈال دیتے — تھوڑی دیر کے بعد وہ اچھا صاف ہو جاتا

گر بگویم شرحِ نعمتہائے قوم — کہ زیادت می شد آں یوماً فیوم
اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں — جو روز بروز بڑھ رہی تھیں

مانع آید از سخنہائے مہم — انبیاء بُردند امرِ فاستقم
تو وہ ضروری باتوں سے مانع بنے گی — انبیاء فاستقم کا حکم لے کر گئے

چوں زحد بردند ناشکری چناں — غیرتِ حق کارگر شد در زماں
جب انہوں نے اس طرح کی ناشکری حد سے زیادہ کی — اس وقت اللہ (تعالیٰ) کی غیرت کام میں لگ گئی

آمدنِ پیغمبراں بہ نصیحتِ اہلِ سبا

اہلِ سبا کی حکومت کے لئے پیغمبروں کا آنا

سیزدہ پیغمبر آنجا آمدند — گمرہاں را جملہ رہبر می شدند
تیرہ پیغمبر وہاں آئے — گمراہوں کے سب رہبر بنے

---

1. نثار۔ بکھیر۔ شگفت۔ تعجب۔ سلہ۔ ٹوکرا۔ ناخواست۔ بغیر چاہے۔ بےکسے۔ یعنی بغیر جھاڑنے والے کے۔ گلخن تاب۔ سامی۔ کمر۔ پیٹی۔
2. کلیچہ۔ قلیچہ۔ تخمہ۔ بدہضمی۔ گشتہ۔ مال وخوراک کی کثرت کی وجہ سے نہ چور کو چوری کی ضرورت رہی تھی نہ بھیڑیے کو کسی کے پھاڑنے کی۔ سترگ۔ موٹاپا۔ چرکین۔ میلا۔
3. آتش۔ آگ کے ذریعہ کپڑے دھونے کی کوئی خاص ترکیب ہوگی۔ انبیاء۔ یعنی انبیا کو حکم ہوا کہ وہ ان کو راست روی کا حکم دیں۔

Marfat.com

کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر گو | مرکب شکر ار بخسپد حرکوا[1]
کہ خبردار! نعمت بہت ہو گئی شکر کر | اگر شکر کی سواری سو گئی ہے (اسکو) چلاؤ

شکر منعم واجب آمد در خرد | ورنہ بکشاید درِ خشمِ ابد
عقلی اعتبار سے، انعام دینے والے کا شکر ضروری ہے | ورنہ ابدی ناراضی کا دروازہ کھل جائے گا

ہیں کرم بینید و ایں خود کس کند | کز چنیں نعمت بشکرے بس کند
ہاں کرم دیکھو، اور یہ خود کون کرتا ہے؟ | کہ اس قدر نعمتوں پر ایک شکر پر اکتفا کرے

سر بہ بخشد شکر خواہد سجدۂ | پا بہ بخشد شکر خواہد قعدۂ
وہ سر عنایت کرتا ہے، سجدہ کا شکر چاہتا ہے | پاؤں بخشتا ہے، بیٹھنے کا شکر چاہتا ہے

شکرِ نعمت نعمت افزوں ترکند | صد ہزاراں گل ز خارے سر کند
نعمت کا شکر، نعمت کو زیادہ بڑھاتا ہے | لاکھوں پھول کانٹے سے سر ابھارتے ہیں

قوم گفتہ شکرِ مارا بُرد غول | ماشدیم[2] از شکر و از نعمت ملول
قوم نے کہا، ہمارا شکر بھوت لے گیا | ہم تو شکر اور نعمت سے عاجز ہیں

ما چناں پژمردہ گشتیم از عطا | کہ نہ طاعت ماں خوش آید نے خطا
ہم بخشش سے، ایسے پژمردہ ہو گئے ہیں | کہ نہ ہمیں عبادت اچھی لگتی ہے، نہ گناہ

ما نمیخواہیم نعمتہا و باغ | ما نمیخواہیم اسباب و فراغ
ہم نعمتیں اور باغ نہیں چاہتے | ہمیں ذرائع اور فراغت کی خواہش نہیں ہے

نعمتے چہ سیر شد جاں ما ازیں | شکر چہ گوئیم بر گوئید ہیں
نعمت کیا چیز ہے، اس سے ہماری طبیعت بھر گئی | کاہے کا شکر کریں، ہاں بتاؤ

انبیاء[3] گفتند در دل علتے ست | کہ ازاں در حق شناسی آفتے ست
انبیا نے فرمایا، دل میں بیماری ہے | کہ اس کی وجہ سے حق کے پہچاننے میں نقصان ہے

نعمت از وے جملگی علت شود | طعمہ در بیمار کے قوت شود
اس کی وجہ سے سب نعمتیں بیماری بن جاتی ہیں | کھانا بیمار میں قوت کب پیدا کرتا ہے؟

چند خوش پیشِ تو آمد اے مُصِر | جملہ ناخوش گشت و صافِ او کدر
اے ضدی تیرے سامنے بہت سی اچھی چیزیں آئیں | وہ سب ناقص اور ان میں سے صاف مکدر ہو گئیں

تو عدوِ ایں خوشیہا آمدی | گشت ناخوش ہر چہ بروے کف زدی
تو ان خوشیوں کا دشمن بن گیا | جس چیز پر تو نے ہاتھ دھرا وہ ناگوار ہو گئی

1. حرکوا۔ یعنی تم شکر کے گھوڑے کو بیدار کر کے چلاؤ۔ در خرد۔ عقلاً بھی انعام دینے والے کا شکریہ ضروری ہے۔ ہیں۔ اللہ کا یہ بھی کرم ہے کہ اس قدر نعمتوں پر محض ایک شکریہ کا طالب ہے۔ سر۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سر عطا فرمایا ہے تو اس کا شکریہ یہ ہے کہ اس سر سے اس کو سجدہ کیا جائے۔ پا۔ اللہ نے پاؤں بخشے ہیں تو ان کا شکریہ یہ ہے کہ اس کے لیے عبادت میں قیام و قعود کیا جائے۔ صد ہزاراں۔ مصائب نعمتوں سے بدل جائیں گے۔ غول۔ بھوت، شیطان۔

2. ماشدیم۔ اہل سبا نے کہا ہم تو ان نعمتوں سے تنگ دل ہیں اور ہمارے لیے اب نہ طاعت میں لذت رہی نہ گناہ میں۔ نعمتے۔ یعنی جب نعمت ہمارے لیے باعث زحمت ہے تو ہم شکر کس چیز کا ادا کریں۔

3. انبیاء۔ انبیا نے اہل سبا سے کہا تمہارے دل میں مرض پیدا ہو گیا ہے جس نے حق شناسی کو تباہ کر دیا ہے اور تم نعمتوں کو زحمت سمجھنے لگے ہو، بیمار کو اگر صحیح غذا بھی دی جاتی ہے تو وہ بیماری میں اضافہ کر دیتی ہے۔ تو عدو۔ اسی لیے تم نعمتوں کے دشمن بن گئے ہو۔

Marfat.com

ہر کہ[1] او شد آشنا و یارِ تو
جو تیرا واقف، اور یار بنا
شد حقیر و خوار در دیدارِ تو
تیری نظر میں، وہ حقیر اور ذلیل ہو گیا

ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم
وہ جو تجھ سے بیگانہ بھی ہو
پیشِ تو او بس مہ است و محترم
وہ تیرے لیے بہت بڑا اور باعزت ہے

ایں ہم از تاثیرِ آں بیماری ست
یہ بھی اسی بیماری کی تاثیر ہے
زہرِ او در جملہ خلقاں ساری ست
اس کا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے

دفعِ آں علت بباید کرد زود
اس بیماری کو فوراً دفع کرنا چاہیے
شکر با آں ہم حدث خواہد نمود
کہ اس کے ہوتے ہوئے شکر بھی گندی نظر آتی ہے

ہر خوشی[2] کاید بتو ناخوش شود
جو اچھی چیز تیرے پاس آتی ہے، بری ہو جاتی ہے
آبِ حیوان گر رسد آتش شود
اگر آبِ حیات آتا ہے، آگ بن جاتا ہے

کیمیائے مرگ و جسک ست آں صفت
یہ صفت، موت اور بے چینی کی کیمیا ہے
مرگ گردد زاں حیاتت عاقبت
بالآخر اسکی وجہ سے تیری زندگی موت بنجاتی ہے

بس غذائے کہ زوے دل زندہ شد
بہت سی غذائیں ہیں، جن سے دل زندہ ہوتا ہے
چوں بیامد در تنِ تو گندہ شد
وہ جب تیرے جسم میں آتی ہیں گندی ہو جاتی ہیں

بس عزیزے کہ بناز اِشکار شد
بہت سے پیارے ہیں جو لاڈ پیار میں شکار ہوئے
چوں شکارت شد بر تو خوار شد
جب تیرا شکار بن گئے تیرے نزدیک ذلیل ہو گئے

آشنائیِ[3] عقل با عقل از صفا
عقل کی عقل سے شناسائی خلوص سے
چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا
جب ہو جاتی ہے ہر لمحہ دوستی بڑھتی ہے

آشنائیِ نفس با ہر نفسِ پست
نفس کی ذلیل نفس سے شناسائی
تو یقیں می داں کہ ہر دم کمترست
تو یقین کر ہر دم گھٹتی ہے

زانکہ نفسش گردِ علت می تند
کیونکہ اس کا نفس کسی غرض کا چکر کاٹتا ہے
معرفت را زود فاسد میکند
جان پہچان کو بہت جلد خراب کر دیتا ہے

گر نخواہی دوست را فردا نفیر
اگر تو کل (قیامت) کو کسی دوست کو قابل نفرت نہیں دیکھنا چاہتا ہے
دوستی با عاقل و با عقل گیر
عقلمند اور عقل سے دوستی کر

---

[1] ہر کہ۔ اسی بیماری کا یہ اثر ہے کہ جو تمہارے خیر خواہ ہیں وہ تمہارے نزدیک حقیر اور ذلیل ہیں اور جو بیگانے ہیں وہ تمہارے پیارے ہیں۔ زہر او۔ اس بیماری میں پوری قوم مبتلا ہے۔ شکر با آں۔ اسی بیماری کا اثر ہے کہ تم شکر کو گندی چیز سمجھتے ہو۔

[2] ہر خوشی۔ اس بیماری سے اچھی چیز بری بن جاتی ہے۔ آب حیات زہر کا کام کرتا ہے۔ کیمیا۔ یہ مرض موت اور درد کا سبب ہے اور اس سے آخرت کی زندگی موت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بس۔ اس بیماری کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہے کہ جو شخص تمہاری محبت اور پیار کی وجہ سے تمہارا شکار اور گرویدہ ہے تم اس کو ذلیل سمجھتے ہو۔

[3] آشنائی۔ جو دوستی عقل کی بنیاد پر ہوتی ہے اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جو دوستی نفسانی غرض پر مبنی ہوتی ہے وہ یومیہ گھٹتی رہتی ہے۔ زانکہ۔ نفسانی دوستی غرض کی وجہ سے ہوتی ہے۔ گر نخواہی۔ اگر ایسا دوست بنانا چاہتے ہو جس سے کل کو نفرت نہ ہو تو عقل کی بنیاد پر عقلمند سے دوستی کرو۔

Marfat.com

از سموم[1] نفس چوں با علتی — ہر چہ گیری تو مرض را آلتی

چونکہ تو نفس کی زہریلی ہوا سے بیمار ہے — تو جو بھی لے گا، مرض کا آلہ (کار) ہے

گر بگیری گوہرے سنگے شود — ور بگیری مہر دل جنگے شود

اگر تو موتی لے گا، وہ پتھر ہو جائے گا — اگر تو دل کی محبت اختیار کریگا، وہ دشمنی وہ جائے گی

ور بگیری نکتہ بکرِ لطیف — بعد دید کن گشت بے ذوق و کثیف

اگر تو نیا پاک نکتہ حاصل کرے گا — تیرے پالینے کے بعد وہ بے ذوق اور گندہ ہو جائے گا

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد — چیز دیگر گو بجز ایں اے عضد

کہ میں نے اس کو بہت سنا ہے، پرانا ہو گیا ہے — اے یارا! اس کے علاوہ کچھ کہہ

چیز دیگر تازہ و نو گفتہ گیر — باز فردا زاں شوی سیر و نفیر

فرض کرو، کہ دوسری کوئی تازہ اور نئی بات کہی ہوئی ہو — پھر تو کل کو اس سے بھی دل بھرا اور متنفر ہو گا

دفع[2] علت کن چو علت خو شود — ہر حدیثِ کہنہ پیشت نو شود

کیونکہ بیماری عادت بن جاتی ہے بیماری کو دفع کر — ہر پرانی بات تیرے لیے نئی ہو جائے گی

تا کہ از کہنہ بر آرد برگِ نو — بشگفاند کہنہ صد خوشہ زگو

حتیٰ کہ پرانی بات نئے پتے نکالے گی — پرانی (بات) گڑھے میں سے سیکڑوں خوشے کھلائے گی

ما طبیانیم و شاگردانِ حق — بحرِ قلزم دید ما را فانفلق

ہم اللہ (تعالیٰ) کے شاگرد ہیں اور طبیب ہیں — ہمیں بحر قلزم نے دیکھا، تو وہ پھٹ گیا

آں طبیبانِ طبیعت دیگرند — کہ بدل از راہِ نبضے بنگرند

جسمانی طبیب، دوسرے ہیں — جو دل کو نبض کے راستے سے دیکھتے ہیں

ما بدل[3] بے واسطہ خوش بنگریم — کز فراست ما بعالی منظریم

ہم بغیر واسطے کے دل کو خوب دیکھتے ہیں — کیونکہ فراست کی وجہ سے ہم بلند مقام پر ہیں

آں طبیبانِ غذایند و ثمار — جانِ حیوانی بدیشاں اُستوار

وہ غذاؤں، اور پھلوں کے طبیب ہیں — حیوانی روح ان سے ٹھیک ہوتی ہے

ما طبیبانِ فعالیم و مقال — ملہمِ ما پرتو نورِ جلال

ہم قولوں، اور فعلوں کے طبیب ہیں — اللہ (تعالیٰ) کا نور ہم پر الہام کرنے والا ہے

---

[1] از سموم۔ انسان جب نفسانی اغراض کی بیماری میں مبتلا ہے تو اس کا ہر کام اس کی بیماری میں اضافہ کرے گا۔ ور بگیری۔ نفسانی مریض کا علمی ذوق فنا ہو جاتا ہے، عمدہ قسم کے علمی نکتے بھی اس کو بُرے لگتے ہیں۔ چیز دیگر۔ اگر اور کوئی نکتہ بھی بیان کیا جائے گا تو کل کو اس سے بھی نفرت ہو جائے گی۔

[2] دفع۔ اگر قلبی بیماری کا علاج ہو جائے تو پرانی باتوں میں نئے نکتے نظر آئیں گے۔ بحر قلزم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ طبیبانِ طبیعت۔ یعنی انسانی مزاج کے طبیب۔ نبضے۔ جسمانی طبیب نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتا ہے [3] ما بدل۔ انبیا اور اولیا بلا واسطہ دل کو دیکھ لیتے ہیں۔ فراست۔ مخفی علامتوں سے کسی اور چیز کو پہچان لینا۔ جانِ حیوانی۔ جسمانی اطبا کا کام روحِ حیوانی کو ٹھیک کرنا ہے۔ ما طبیان۔ یہ انبیا کا مقولہ ہے یعنی ہم انسان کو یہ بتاتے ہیں کہ تیرا کون سا فعل اور قول مہلک ہے اور کون سا نافع ہے۔ ملہم۔ دل میں بات ڈالنے والا۔

کایں چنیں[1] فعلے تُرا نافع بود   و آنچناں فعلے زرہ قاطع شود
کہ ایسا فعل تیرے لیے نافع ہو گا   اور ایسا فعل راہِ (حق) سے جدا کرنے والا ہو گا

آنچنیں قولے ترا پیش آورد   و آنچناں قولے ترا نیش آورد
ایسی بات، تجھے آگے بڑھائے گی   اور ایسی بات تیرے ڈنک مارے گی

آنچناں و ایں چنیں از نیک و بد   پیشِ تو بنہیم و بنمائیم جد
ایسا، اور ویسا، اچھا اور بُرا   ہم تیرے سامنے رکھ دیتے ہیں اور اچھی طرح دکھا دیتے ہیں

گر تو خواہی ایں گزیں ور خواہی آں   زہر و شکر سنگ و گوہر شد عیاں
اگر تو چاہے اس کو اختیار کر تو چاہے، اس کو   زہر اور شکر، پتھر اور جوہر واضح ہو گیا

واں طبیباں را بود بوۓ دلیل   ویں دلیلِ ما بود وحیِ جلیل
ان طبیبوں کو دلیل سے سراغ ملتا ہے   اور ہماری دلیل اللہ (تعالیٰ) کی وحی ہوتی ہے

دست مُزدے[2] می نخواہیم از کسے   دستِ مُزدِ ما رسد از حق بسے
ہم کسی سے مزدوری نہیں چاہتے ہیں   ہمیں اللہ (تعالیٰ) سے بہ مزدوری ملتی ہے

ہیں صلا بیماریِ ناسور را   داروۓ مایک بیک رنجور را
آگاہ! ناسور کی بیماری کے لیے پکار ہے   ہماری دوا، ہر بیمار کے لیے ہے

معجزہ خواستنِ قوم از پیغمبران علیہم السلام

قوم کا پیغمبروں سے (ان پر سلام ہو) معجزہ مانگنا

قوم گفتند اے گروہِ مدعی   کو گواہِ[2] علم و طبِ نافعی
قوم نے کہا، اے دعوے دارو!   نفع رساں طب، اور علم کا کون گواہ ہے؟

چوں شما[3] بستہ ہمیں خواب و خورید   ہمچو ما باشید و دردہ می چرید
جبکہ تم بھی اسی سونے اور کھانے کے پابند ہو   ہماری طرح ہو اور گاؤں میں کھاؤ پیو

چوں شما در دامِ ایں آب و گلید   کے شما صیادِ سیمرغِ دلید
جبکہ تم اسی پانی اور مٹی کے جال میں ہو   تو تم دل کے سیمرغ کے شکاری کہاں ہو؟

حبِ جاہ و سروری دارد براں   کہ شمارد خویش از پیغمبراں
رتبہ اور سرداری کی محبت اس پر آمادہ کرتی ہے   کہ اپنے آپ کو پیغمبروں میں شمار کرے

---

[1] ایں چنیں۔ یعنی انسان کے کون سے افعال واقوال اللہ سے قریب کرتے ہیں اور کون سے راستہ روکتے ہیں۔ آنچناں۔ انسانوں کے لیے نیکی اور بدی کو خوب واضح کر کے بیان کرتے ہیں۔ گرتو خواہی۔ اس کے بعد پھر انسان کو اختیار ہے کہ وہ بدی کا راستہ اختیار کرے یا بھلائی کا۔ واں طبیباں۔ جسمانی طبیب عقلی دلائل سے کام لیتے ہیں ہم وحی الٰہی سے رہبری حاصل کرتے ہیں۔

[2] دست مزدے۔ تمام انبیا یہی کہتے ہیں لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ۔ یعنی ''ہم تم سے اس کام کی مزدوری نہیں مانگتے ہیں ہماری مزدوری اللہ کے ذمہ ہے۔'' ناسور۔ یعنی دشوار گذار مرض۔ کو گواہ۔ ان لوگوں نے انبیا سے کہا اپنے دعوے پر گواہ لاؤ۔

[3] چوں شما۔ کفار نے انبیا پر ہمیشہ اسی قسم کا اعتراض کیا ہے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ یعنی یہ کیسے انبیا ہیں کہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔ چوں شما۔ یعنی کفار نے انبیا سے کہا کہ تم خود جبکہ آب وگل سے بنے ہوئے ہو تو تم دوسروں کی کیا اصلاح کر سکتے ہو۔ حب جاہ۔ کفار نے یہ بھی کہا کہ بڑا بننے کا شوق پیغمبری کا دعویٰ کراتا ہے۔

Marfat.com

ما نخواہیم ایں چنیں لاف و دروغ
ہم اس طرح کی شیخی اور جھوٹ نہیں چاہتے
کردن اندر گوش و افتادن بدروغ[1]
سننا اور پھاچھ میں گرنا

انبیاء گفتند کایں زاں علت ست
انبیاء نے کہا یہ (باتیں) اسی بیماری کی وجہ سے ہیں
مایۂ کوری حجابِ رُویت ست
اندھے پن کا سرمایہ، دیدار کا پردہ ہے

دعوئ مارا شنیدید و شما
تم نے ہمارا دعویٰ سن لیا، اور تم
می نہ بینید ایں گہر در دستِ ما
ہمارے ہاتھ میں اس جوہر کو نہیں دیکھتے ہو؟

امتحان ست ایں گہر مر خلق را
یہ جوہر، لوگوں کی آزمائش ہے
ماش گردانیم گردِ چشمہا
ہم اس کو آنکھوں کے گرد گھما رہے ہیں

ہر کہ گوید[2] کو گوا گفتش گواست
جو (یہ) کہے کہ گواہ کہاں ہے، اس کی بات (خود) گواہ ہے
کو نمی بیند گہر، حبسِ عماست
کہ وہ جوہر کو نہیں دیکھ رہا ہے، اندھے پن کا قیدی ہے

آفتابے در سخن آید کہ خیز
سورج کہے، کہ اٹھ
کہ برآمد روز و برجہ کم ستیز
دن نکل آیا، اٹھ جا مخالفت نہ کر

تو بگوئی آفتابا کو گواہ
تو کہے، اے آفتاب! گواہ کہاں ہے؟
گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ
تجھ سے وہ کہے گا، اے اندھے اللہ (تعالیٰ) سے آنکھ مانگ

روزِ روشن ہر کہ او جوید چراغ
جو شخص روشن دن میں چراغ ڈھونڈے
عین جستن کوریش باشد بلاغ
یہ ڈھونڈنا ہی اس کے اندھے پن کی علامت ہے

ور نمی بینی[3] گمانے بُردۂ
اگر تو نہیں دیکھتا ہے، تو نے (محض) ایک گمان کیا ہے
کہ صباح ست و تواند پردۂ
کہ صبح ہو گئی ہے، اور تو پردے میں ہے

کوریِ خود را مکن زیں گفت فاش
اس گفتگو سے، اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کر
خامش و در انتظارِ فضل باش
چپ رہ اور (اللہ کے) فضل کا انتظار کر

فضل بے علت مگر دریابدت
شاید بے غرض فضل تجھے حاصل ہو جائے
زیں شقاوت روئے دل برتابدت
اس بدبختی سے تیرے دل کا رخ موڑ دے

ورنہ ماندی در چنیں کوری ابد
ورنہ تو ہمیشہ ایسے ہی اندھے پن میں رہے گا
آئینہ پنہاں بشد از تو در نمد
آئینہ تجھ سے، نمدے میں چھپ گیا ہے

[1] افتادن بدروغ۔ یعنی گھٹیا چیز حاصل کرنا۔ انبیاء۔ انبیاء نے کافروں سے کہا کہ تم ہماری نبوت کو نہیں دیکھتے ہو یہ تمہارا اندھاپن ہے۔ دعویٰ۔ یعنی نبوت کا دعویٰ۔ ایں گہر۔ یعنی نبوت و رسالت۔ ماش گردانیم۔ یعنی اپنی نبوت سب کو دکھا رہے ہیں۔

[2] ہر کہ گوید۔ جو شخص ہماری رسالت کو نہیں دیکھتا ہے اور گواہ طلب کرتا ہے یہ بات خود اس کی گواہ ہے کہ وہ اندھا ہے۔ آفتابے۔ اگر آفتاب کسی سے کہے کہ میں موجود ہوں اور دوسرا کہے کہ اپنے وجود پر گواہ لا تو یہ اس کہنے والے کے اندھے ہونے کی دلیل ہے آفتاب خود اپنے وجود کی دلیل ہوتا ہے۔ روز۔ جو شخص دن میں چراغ تلاش کرے۔

[3] ور نمی بینی۔ یعنی اگر کسی کو آفتابِ رسالت نظر بھی نہ آئے، وہ کم از کم اس قدر کرے کہ یہ گمان کر لے کہ شاید وہ نکلا ہو اور میں خود پردے میں ہوں اس لیے مجھے نظر نہیں آتا ہے۔ فضل بے علت۔ یعنی فضل خداوندی۔ زیں شقاوت۔ یعنی آفتابِ رسالت کا نظر نہ آنا۔ ورنہ۔ اگر علی الاعلان مخالفت کرے گا تو ہمیشہ کے لیے بدبختی میں مبتلا ہو جائے گا اور اس کو آئینہ رسالت میں اپنا چہرہ نظر نہ آئے گا۔

درمیانِ[1] روز گفتن روز کو
دن میں کہنا کہ دن کہاں ہے؟
خویش رسوا کردن ست اے تند خو
اے بدمزاج! اپنے آپ کو رسوا کرنا ہے

صبر و خاموشی جذوبِ رحمت ست
صبر اور خاموشی رحمت کو کھینچنے والی ہے
ویں نشاں جستن نشانِ علت است
اور یہ دلیل طلب کرنا بیماری کی علامت ہے

اَنْصِتُوْا بپذیر تا بر جانِ تو
اَنْصِتُوْا کو قبول کر لے، تاکہ تیری جان پر
آید از جاناں جزائے اَنْصِتُوْا
محبوب کی طرف سے انصتوا کا بدلہ آئے،

گر نخواہی نکس پیشِ ایں طبیب
اگر تو (بیماری کی) پلٹ نہیں چاہتا ہے، اس طبیب کے سامنے
بر زمیں زن زود سر را اے لبیب
اے ذہین سر کو جلد زمین پر رکھ دے

گفت افزوں را تو بفروش و بخر
زیادہ گفتگو کو بیچ ڈال، اور خرید لے
بذلِ جان و بذلِ جاہ و بذلِ زر
جان کی قربانی اور رتبہ کی قربانی اور مال کی قربانی

تا ثنائے[2] تو بگوید فضلِ ہو
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کا فضل تیری ایسی تعریف کرے
کہ حسد آرد فلک بر جاہِ تو
کہ تیرے رتبے پر آسمان حسد کرے

چوں طبیباں را نگہدارید دل
جب تم طبیبوں کے دل کی نگہداشت کرو گے
خود بہ بینید و شوید از خود خجل
خود دیکھ لو گے، اور خود شرمندہ ہو گے

دفعِ ایں کوری بدستِ خلق نیست
اس اندھے پن کا دفع کرنا مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے
لیک اکرامِ طبیباں از ہدیست
لیکن طبیبوں کی عزت کرنا، اسبابِ ہدایت میں سے ہے

ایں طبیباں را بجاں بندہ شوید
ان طبیبوں کے دل سے غلام بنو
تا بمشک و عنبر آگندہ شوید
تاکہ مشک اور عنبر سے پُر ہو جاؤ

متہم داشتنِ قوم[3] انبیاء را علیہم السلام

قوم کا انبیاء علیہم السلام پر تہمت لگانا

قوم گفتند ایں ہمہ زرق ست و مکر
قوم نے کہا، یہ سب فریب اور مکر ہے
کے خدا نائب کند از زید و بکر
خدا زید، اور بکر کو کب قائم مقام بناتا ہے؟

ہر رسولِ شاہ باید جنسِ او
بادشاہ کا قاصد اس کا ہم جنس ہونا چاہیے
آب و گل کو خالقِ افلاک کو
پانی اور مٹی کہاں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا کہاں؟

---

1. درمیان۔ اگر کوئی شخص دن میں یہ کہے کہ دن کہاں ہے تو وہ خود اپنے اندھے پن کو ظاہر کر کے رسوائی مول لے رہا ہے۔ جذوب۔ کھینچنے والا۔ نشان جستن۔ یعنی معجزہ طلب کرنا۔ اَنْصِتُوْا۔ قرآن پاک میں ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ یعنی "جب قرآن پڑھا جائے تو تم کان لگاؤ اور خاموشی سے سنو تاکہ تم پر رحم کر دیا جائے۔" گر نخواہی نکس۔ یعنی اگر تو مرض کے پلٹنے کا خواہشمند نہیں ہے۔ طبیب۔ یعنی رسول۔ گفت۔ انبیا اور رسولوں کے سامنے زیادہ گفتگو مناسب نہیں ہے ان کے لیے ہر طرح کی قربانی کرنی چاہیے۔
2. ثنائے۔ انسان کی قربانیوں پر اللہ تعالیٰ ایسی تعریف فرمائے گا کہ آسمان کو اس پر حسد آئے گا۔ چوں۔ جب ان اطبا کی دلداری کی جائے گی تو انسان پر خود اپنی حقیقت کھل جائے گی۔ دفع۔ رسالت نظر نہ آنے کے مرض کا دفعیہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور ان لوگوں کی توقیر کرنا اس مرض کے دفعیہ کا سبب ہے۔
3. قوم۔ یعنی اہل سبا۔ کے خدا۔ بھلا انسان کو اللہ تعالیٰ اپنا خلیفہ کب بنا سکتا ہے۔ ہر رسول۔ شاہ اور اس کے قاصد کا ہم جنس ہونا ضروری ہے۔ انسان جو آب و گل سے بنا ہے اس کو اللہ سے کیا مناسبت ہے۔

Marfat.com

مغزِ خر[1] خوردیم تا ماچوں شما　پشہ را داریم ہمرازِ ھما
ہم نے گدھے کا بھیجا کھایا ہے کہ ہم تم جیسے　مچھروں کو ھما کا ہمراز سمجھیں

کو ھما کو پشہ کو گِل کو خدا　ز آفتابِ چرخ چہ بود ذرّہ را
کہاں ھما کہاں مچھر، کہاں مٹی، کہاں اللہ　ذرہ کو آسمان کے سورج سے کیا واسطہ

ایں چہ نسبت ایں چہ پیوندی بود　تا کہ در عقل و دماغے در رود
یہ کیا نسبت ہے یہ کیا تعلق ہے؟　جو عقل اور دماغ میں آ سکے

تا کجا ایں گفتِ بیہودہ کجا　ایں چہ زرق ست و چہ شیدست و دغا
یہ بیہودی گفتگو کب تک؟　یہ کیا مکر ہے، یہ کیا فریب اور دغا ہے؟

خود کجا کو آسماں کو ریسماں[2]　می نگیرد مغزِ ما ایں داستاں
یہ خود کہاں ہے، کہاں آسمان کہاں کچا دھاگا؟　اس افسانے کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی

غالباً ما عقل داریم ایں قدر　گندنا را می شناسیم از گزر
غالباً ہم اتنی تو عقل رکھتے ہیں　کہ گندنے کو گاجر سے پہچان لیں

حکایتِ خرگوشاں کہ خرگوشے را برسالت پیشِ فیل فرستادند کہ بگو کہ من رسولِ[3] ماہِ آسمانم در پیشِ تو کہ ازیں چشمۂ آب حذر کن چنانچہ در کتابِ کلیلہ و دمنہ آمدہ

ان خرگوشوں کا قصہ کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس قاصد بنا کر بھیجا کہ تو جا کر کہہ، کہ میں آسمان کے چاند کا تیرے لیے قاصد ہوں، کہ تو پانی کے اس چشمے سے پرہیز کر، جیسا کہ کلیلہ اور دمنہ کتاب میں مذکور ہے

ایں بداں ماند کہ خرگوشے بگفت　من رسولِ ماہم و باماہ جفت
یہ تو ایسا ہی ہے کہ ایک خرگوش نے کہا　میں چاند کا قاصد ہوں اور چاند کا ساتھی

کز رمہ پیلاں ازاں چشمہ زُلال　جملہ نخچیراں بدند اندر وبال
کیونکہ ہاتھیوں کے جھنڈ سے اس صاف چشمہ پر　تمام جنگلی جانور، مصیبت میں تھے

جملہ محروم و ز خوف از چشمہ دور　حیلۂ کردند چوں کم بود زور
سب محروم تھے اور ڈر کی وجہ سے چشمے سے دور تھے　چونکہ طاقت کم تھی، انہوں نے تدبیر کی

مغزِ خر۔ گدھے کا مغز کھانے سے انسان گدھا بن جاتا ہے۔ پشہ۔ یعنی انسان۔ ھما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ کو ھما۔ اللہ تعالیٰ اور انسان میں کیا نسبت، ذرہ کو آفتاب سے کیا نسبت۔ ایں چہ۔ کسی انسان کا اللہ تعالیٰ سے ہمراز ہونا عقل میں نہیں آ سکتا۔ تا کجا۔ اہلِ سبا نے انبیا سے یہ کہا۔

ریسماں۔ چیتھڑیا کا کچا دھاگا۔ غالباً۔ ہم میں اتنی عقل تو ہے کہ گندنے اور گاجر میں فرق کر لیں۔ گندنا۔ عربی میں اس کو کراث کہتے ہیں ایک بدبودار پھل ہے جو کھائی جاتی ہے۔ حکایت۔ اہلِ سبا نے یہ قصہ نقل کیا کہ تمہاری تو وہی مثال ہے کہ خرگوش چاند کا رسول بنا تھا۔

من رسول۔ خرگوش نے کہا میں چاند کا قاصد اور پیامبر ہوں اور چاند کا ہمراز ساتھی ہوں۔ کز۔ یہ خرگوش فرضی طور پر چاند کا رسول اس لیے بنا تھا کہ تمام جانور چشمے پر ہاتھیوں کے آنے سے تنگ تھے اور سب نے مل کر یہ ایک سازش کی تھی کہ ہاتھی اس چشمے پر آنا چھوڑ دیں۔ جملہ۔ جنگل کے سب جانور ہاتھیوں کے ڈر سے اس چشمہ کے پانی سے محروم ہو گئے تھے چونکہ لڑنے میں تو کمزور تھے اس لیے انہوں نے یہ تدبیر سوچی تھی۔

Marfat.com

از سر کہ بانگ زد خرگوشِ زال[1] — سوئے پیلاں در شبِ غرہ ہلال
ایک بوڑھے خرگوش نے پہاڑ پر سے آواز دی — ہاتھیوں کو چاند رات میں

شاہِ پیلاں من رسولم پیش بایست — بر رسولاں بند و زجر و خشم نیست
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! سامنے کھڑا ہو جا میں قاصد ہوں — قاصدوں پر پابندی، اور دھمکی اور غصہ (مناسب) نہیں ہے

ماہ میگوید کہ اے پیلاں روید — چشمہ آنِ ماست زیں یکسو شوید
چاند کہہ رہا ہے کہ اے ہاتھیو! بھاگ جاؤ — چشمہ ہماری ملکیت ہے اس سے ہٹ جاؤ

ورنہ من تاں کور گردانم ستم — گفتم از گردن بروں انداختم
ورنہ میں تمہیں اندھا کر دوں گا، ظلم — میں نے بتا دیا، اپنا فرض ادا کر دیا

ترک ایں چشمہ بگوئید و روید — تاز زخمِ تیغ من ایمن شوید
یہ چشمہ چھوڑ دو، اور چلے جاؤ — تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ ہو جاؤ

نک نشاں[2] آنست کاندر چشمہ ماہ — مضطرب گردد زپیلِ آب خواہ
دیکھو علامت یہ ہے کہ چاند پانی میں — پانی پینے والے ہاتھی سے پریشان ہوتا ہے

کہ بیا رابع عشر اے شاہِ پیل — تا درونِ چشمہ یابی زیں دلیل
اے ہاتھیوں کے شاہ! چودھویں رات کو آ جا — تاکہ چشمے میں تو اس کی دلیل حاصل کر لے

آں فلاں شب حاضر آ اے شاہ پیل — تا درونِ چشمہ یابی آں دلیل
اے ہاتھیوں کے شاہ! فلاں رات کو آ جا — تاکہ چشمے میں تو وہ دلیل پا لے

چوں دو ہفتہ از مہِ نو بگذرید — شاہِ پیل آمد ز چشمہ می چرید
جب نئے چاند پر دو ہفتے گزر گئے — ہاتھیوں کا بادشاہ آیا چشمے سے (پانی) پینے لگا

چونکہ زد خرطوم[3] پیل آں شب در آب — مضطرب شد آب و مہ کرد اضطراب
اس رات کو جب ہاتھی نے پانی میں سونڈ ڈالی — پانی ہلا، اور چاند ہلنے لگا

پیل باور کرد از وے آں خطاب — چوں درونِ چشمہ مہ کرد اضطراب
ہاتھی نے اس کی بات کا یقین کر لیا — جب پانی میں چاند ہلا

ترس ترساں باز گشتند آں رمہ — بعد ازاں نامد یکے زیشاں ہمہ
وہ جھنڈ، خوف کھا کر واپس ہو گیا — اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ آیا

---

1. زالؔ۔ بڑھیا۔ غرہ۔ پہلی رات کا چاند۔ شاہ۔ ہاتھیوں کے بادشاہ کو خرگوش نے حکم دیا کہ وہ ٹھہرے اور پھر کہا کہ میں چاند کا قاصد ہوں۔ ماہ می گوید۔ میں چاند کی طرف سے پیغام لایا ہوں، چاند نے کہا ہے کہ یہ پانی کا چشمہ میری ملکیت ہے تم اس پر نہ آیا کرو۔ ورنہ۔ اگر کہنا نہ مانو گے تو اندھا بنا دوں گا۔ ستم گفتم۔ یعنی میں نے تمہارا ظلم تم کو بتا دیا ہے اور اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

2. نک نشاں۔ خرگوش نے کہا میرے سچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی ہاتھی پانی پیتا ہے تو چاند پریشانی میں ہلنے لگتا ہے۔ کہ بیا۔ اب اگر یقین نہیں ہے تو چودھویں شب کو آنا اور میرے اس دعوے کی دلیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔ چوں دو ہفتہ۔ جب چاند کے نکلنے پر دو ہفتے گزرنے کو ہوئے تو ہاتھیوں کا بادشاہ چشمے پر پانی پینے آیا۔

3. خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔ پیل۔ جب پانی میں چاند کا عکس ہلا تو ہاتھی کو خرگوش کی بات کا یقین آ گیا۔ ترس ترساں۔ ڈر کر جب ہاتھیوں کا بادشاہ بھاگا تو سارے ہاتھی بھاگ پڑے اور پھر کوئی ہاتھی چشمہ پر نہ آیا۔

Marfat.com

مانہ زاں[1] پیلانِ گولیم اے گروہ   کاضطرابِ ماہ آرد ماں شکوہ
اے گروہ! ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں   کہ چاند کا ہلنا ہم پر دبدبہ قائم کر لے

جواب گفتنِ انبیاء طعنِ ایشاں را و مثل آوردن ایشاں را

انبیا کا ان کے اعتراض کا جواب دینا اور ان کی ایک مثال بیان کرنا

انبیاء گفتند آوہ پندِ ماں   سخت تر کرد اے سفیہاں بند تاں
انبیا نے فرمایا، افسوس ہماری نصیحت نے   اے بیوقوفو! تمہاری بیڑی کو اور سخت کردیا

اے دریغا کہ دوا از رنجِ تاں   گشت زہرِ جاں قہر آہنج تاں
ہائے افسوس! تمہارے مرض کی وجہ سے دوا   جان کا زہر، تمہارا قاتل قہر بن گیا

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را   چوں خدا بگماشت پردۂ خشم را
یہ چراغ آنکھ کے اندھیرے کو اور بڑھا دیتا ہے   جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے غضب کا پردہ ڈال دیا ہے

چہ[2] رئیسی جست خواہیم از شما   کہ ریاست ماں فزوں ست از سما
ہم، تم سے کیا سرداری چاہیں گے   ہماری سرداری تو آسمان سے بڑھی ہوئی ہے

چہ شرف یابد ز کشتی بحرِ دُر   خاصہ کشتی ز سُرگیں گشتہ پُر
موتیوں کا سمندر، کشتی سے کیا شرافت حاصل کریگا؟   خصوصاً اس کشتی سے جو گوبر سے بھری ہوئی ہے

اے دریغ آں دیدۂ کور و کبود   کافتابے اندرو ذرّہ نمود
اس اندھی اور تاریک آنکھ پر افسوس ہے   جس میں سورج ایک ذرہ نظر آئے

کادمے[*] کو بود بیمثل و فرید   دیدۂ ابلیس جز طینے ندید
جیسا کہ آدم علیہ السلام، جو کہ بیمثل اور یکتا تھے   شیطان کی آنکھ نے مٹی کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

چشمِ دیوانہ[3] بہارش دے نمود   زاں طرف جنبید کو را خانہ بود
شیطانی آنکھ نے (موسمِ) بہار کو خزاں دکھایا   اسی طرف گئی جو اس کا مقام تھا

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ   پیشِ بے دولت بگردد او ز راہ
بہت سی دولتیں ہیں جو کبھی کبھی حاصل ہوتی ہیں   بدبخت کے لیے وہ راستہ سے لوٹ جاتی ہیں

اے بسا معشوق کاید ناشناخت   پیشِ بدبختے نداند عشق باخت
بہت سے معشوق ہیں جو بغیر جان پہچان کے جاتے ہیں   ایک بدبخت کے سامنے جو عشقبازی نہیں جانتا ہے

مانہ زاں۔ یہ قصہ سنا کر اہل سبا نے کہا کہ ہم ایسے بیوقوف نہیں ہیں کہ ہاتھیوں کی طرح تمہاری باتوں میں آجائیں۔ انبیاء۔ ان کی اس تقریر پر انبیا نے ان سے کہا کہ ہماری نصیحت سے تمہارے انکار کی بیڑیاں اور سخت ہوگئیں اور دوا نے زہر کا کام کیا۔ ظلمت۔ جب کسی پر غضب خداوندی ہوتا ہے تو نورِ ہدایت اس کے لیے مزید اندھیرے کا سبب بن جاتا ہے۔

چہ۔ جس کو اللہ کے تقرب سے وہ مرتبہ حاصل ہو جو آسمان سے بھی بلند ہے وہ تمہاری سرداری کا کیا خواہشمند ہوسکتا ہے۔ چہ شرف۔ جس سمندر میں موتی بھرے ہوں اس کو گوبر بھری کشتی سے کیا شرافت حاصل ہوسکتی ہے۔ اے دریغ۔ وہ آنکھ قابل افسوس ہے جس کو آفتاب ذرہ نظر آئے۔

کادمے۔ یہ شیطانی آنکھ ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کے پتلے کی مٹی کو دیکھا اور ان کے باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔

چشم دیوانہ۔ شیطان کو شیطانی آنکھ نے حقیقت کے خلاف دکھایا حضرت آدم علیہ السلام جو بمنزلہ بہار تھے وہ اس کو خزاں نظر آئے۔ خود ذلیل تھا اس کی نگاہ ذلیل چیز پر پڑی۔ اے بسا۔ بدبختوں کو قیمتی دولت حاصل نہیں ہوتی۔ ناشناخت۔ ناقدروں کو دولت ملتی ہے لیکن وہ اس کی قدر نہیں کرتے۔

Marfat.com

احمقاں را ایں چنیں حرماں[1] چراست
بیوقوفوں کی ایسی محرومی کیوں ہے؟

ایں غلط دہ دیدہ را حرمانِ ماست
آنکھ کو غلط دکھانے والی ہماری محرومی ہے

چوں بتِ سنگیں شما را قبلہ شد
جب پتھر کا بت تمہارا قبلہ بن گیا

چوں بشاید سنگ تاں انبازِ حق
تمہارے پتھر کا اللہ (تعالیٰ) کا شریک ہونا کیسے مناسب ہوا؟

پشۂ مُردہ ہما را شد شریک
مرا ہوا مچھر، ہما کا شریک بن گیا

آں بتِ مردہ تراشیدہ شماست
وہ مردہ بت، تمہارا گھڑا ہوا ہے

عاشقِ[2] خویشند و صنعت کردِ خویش
وہ اپنے اور اپنی دستکاری کے عاشق ہیں

نے دراں دم دولتے و نعمتے
نہ اس دم میں کوئی دولت اور نعمت ہے

گردِ سر گرداں بود آں دُمِ مار
وہ سانپ کی دم سر کے چاروں طرف گھومتی رہتی ہے

آنچناں[3] گوید حکیمِ غزنوی
غزنوی دانا، ایسا ہی فرماتے ہیں

کم فضولی کن تو در حکمِ قدر
تقدیر کے فیصلے میں تو بکواس نہ کر

می نسازد گمرہاں را راہِ راست
گمراہوں کو سیدھا راستہ موافق نہیں آتا ہے

ویں مُقلِّب قلب را سوءُ القضاست
اور یہ ہمارے دل کو پھیرنے والی بُری تقدیر ہے

لعنت و کوری شمارا ظُلّہ شد
لعنت اور اندھا پن تمہارا سایبان بن گیا

چوں نشاید عقل و جاں همرازِ حق
عقل اور روح کو اللہ تعالیٰ کا ہمراز بنانا کیوں نامناسب ہوا؟

چوں نشاید زندہ همرازِ ملیک
زندہ کا اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز ہونا کیوں مناسب نہیں؟

پشۂ زندہ تراشیدہ خداست
زندہ مچھر، خدا کا بنایا ہوا ہے

دُمِ ماراں را سَرِ مارست کیش
سانپوں کی دم کا مذہب سانپ کا سر ہے

نے دراں سر راحتے و لذتے
نہ اس سر میں کوئی راحت اور لذت ہے

لائق اند و در خورند آں ہر دو یار
وہ دونوں دوست لائق اور مناسب ہیں

در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی
"الٰہی نامہ" میں اگر تو اچھی طرح سنے

در خور آمد شخصِ خر باگوشِ خر
گدھے کا جسم گدھے کے کان کے لائق ہے

---

[1] حرماں۔ یعنی احمقوں کی محرومی کا سبب ان کی حرمان نصیبی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان پر مسلط ہے۔ چوں۔ انبیا نے اہل سبا سے کہا چونکہ تم بت پرستی میں مبتلا ہو گئے ہو اس لیے لعنت اور اندھا پن تم پر مسلط ہو گیا ہے۔ چوں بشاید۔ تمہارے اندھے پن کی علامت یہ ہے کہ پتھر کے بت کو تو اللہ کا شریک سمجھ رہے ہو لیکن عقل اور جان کو اللہ کا ہمراز سمجھنے میں تمہیں اشکال پیش آ رہا ہے۔ پشہ مردہ۔ یعنی پتھر کا بت۔ ہما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ ملیک۔ اللہ تعالیٰ۔ آں بت۔ بت جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے تراشا وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہو گیا لیکن تمہارے نزدیک انسان جو اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ اللہ کا ہمراز نہیں ہو سکتا۔

[2] عاشق۔ تو تم دراصل اپنے اور اپنی مصنوعات کے عاشق ہو۔ دمِ ماراں۔ سانپ کی دم سانپ کے سر کی اطاعت کرتی ہے، مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ گرد سر۔ جس جانب منہ جائے گا اسی جانب اس کی دم جائے گی۔ دو یار۔ یعنی سانپ کی دم اور سر۔

[3] آنچناں۔ حکیم سنائی غزنوی نے الٰہی نامہ میں جو باتیں سمجھائی ہیں ان کو بیان کر کے یہ بات بتاتے ہیں کہ کفار کی محرومی اور ان کی عجیب عقل پر حیرت کی ضرورت نہیں ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں مضمر ہیں وہی اپنی حکمتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ کم فضولی۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں زیادہ باتیں بنانا بیکار ہیں اس نے ہر کام مناسبت سے کیا ہے۔

Marfat.com

شد مناسب عضوہا[1] و ابدانہا / شد مناسب وصفہا با جانہا
اعضا اور بدن مناسبت سے بنے ہیں / اوصاف، جانوں کے مناسب ہیں

وصف ہر جانے مناسب باشدش / بیگماں با جاں کہ حق بتراشدش
ہر روح کی صفت اس کے مناسب ہوتی ہے / یقیناً اللہ (تعالیٰ) اس کو روح کے مناسب پیدا کرتا ہے

چوں صفت باجاں قریں کردست او / پس مناسب دانش ہچوں چشم و رُو
جبکہ اس نے صفت کو روح کا ساتھی بنایا ہے / تو اس کو چہرے اور آنکھ کی طرح مناسب سمجھ

شد مناسب وصفہا در خوب و زشت / شد مناسب حرفہا کہ حق نوشت
اچھائی اور برائی میں مناسب صفتیں پیدا ہوئی ہیں / جو حروف اللہ (تعالیٰ) نے لکھے وہ مناسب ہیں

دیدہ و دل ہست بین الاصبعین / چوں قلم در دست کاتب اے حسین
آنکھ اور دل دو انگلیوں کے درمیان ہیں / اے حسین! جیسا کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم

اصبع[2] لطف ست قہرے درمیان / کلکِ دل با قبض و بسطے زیں بنان
مہر اور قہر کی انگلی ہے، درمیان میں / ان سر انگشت سے دل کا قلم تنگی اور کشادگی میں ہے

اے قلم بنگر گر اجلالیتی / کہ میانِ اِصبَعَیںِ کیستی
اے قلم! اگر تو خدائی ہے، تو خیال رکھ / کہ تو کس کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے؟

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع ست / فرقِ تو بر چار راہِ مجمع ست
تیرا سب ارادہ اور حرکت اس انگلی سے ہے / تیرا فرق مجمع کے چوراہے پر (ظاہر) ہونے والا ہے

ایں حروفِ حالہات از نسخِ اوست / عزم و فسخت ہم زعزم و فسخِ اوست
تیرے احوال کے حروف اس کی تحریر کے ہیں / تیرا ارادہ اور (اس کو) فسخ کرنا اسی کے ارادے اور فسخ کرنے سے ہے

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست / زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست
دعا اور عاجزی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے / اس گردش سے ہر قلم باخبر نہیں ہے

ایں قلم داند ولے بر قدرِ خود / قدرِ خود پیدا کند در نیک و بد
اس کو قلم جانتا ہے لیکن اپنے مرتبہ کی بقدر / اچھائی اور برائی میں اپنا مرتبہ سمجھ لیتا ہے

---

[1] عضوہا۔ اللہ تعالیٰ نے سارے اعضا اور بدنوں میں خاص تناسب رکھا ہے ہر روح میں اس کے مناسب اوصاف پیدا فرمائے ہیں۔ وصف۔ ہر جان کے اوصاف اس کے مناسب پیدا فرمائے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ایک روح کے لیے صفت کفر پیدا فرمائی ہے تو وہی صفت اس کے مناسب تھی۔ شد مناسب۔ قلم تقدیر نے جو حروف لکھے وہی اس شخص کے مناسب تھے۔ دیدہ و دل۔ انسان کا دل اور آنکھ قدرت کی دو انگلیوں کے قبضہ میں ہیں وہ جس طرح چاہتی ہے ان کا رخ موڑ دیتی ہے۔

[2] اصبع۔ جن دو انگلیوں کے درمیان میں قلم دل ہے وہ ایک قہر کی انگلی ہے دوسری مہر کی انگلی ہے۔ بنان۔ بنانہ کی جمع، سر انگشت۔ اے قلم۔ دل کو ہمیشہ اس کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ وہ کس ذات کے قبضہ میں ہے۔ جملہ۔ انسان کے تمام حرکات و سکنات اس کی انگلی کی وجہ سے ہیں انسان اور انسان میں جو فرق ہے وہ قیامت کے چوراہے پر ظاہر ہوگا۔ ایں حروف۔ انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں وہ قلم تقدیر کے لکھے ہوئے ہیں۔ عزم۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ "میں نے اپنے پروردگار کو اپنے ارادوں کے فسخ ہونے سے پہچانا۔" جز نیاز۔ قلم تقدیر کے لکھے ہوئے سے نجات کا راستہ صرف عاجزی اور گریہ ہے۔ تقلب۔ یعنی حالات کا تغیر۔ قلم۔ یعنی انسان کا دل۔ ایں قلم۔ کچھ لوگ اپنے دل کے احوال سے اپنی اچھائی اور برائی کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔

Marfat.com

انچہ[1] در خرگوش و پیل آویختند ... تا ازل را با حیل آمیختند

وہ جو کچھ خرگوش اور ہاتھی (کے قصہ) سے متعلق ہوئے ... حتیٰ کہ (حکمت) ازلی کو (دنیاوی) حیلوں سے ملا دیا

بیان آنکہ ہر کس را نرسد مثل آوردنِ خاصہ درکارِ الٰہی

اس کا بیان کہ ہر شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ مثال بیان کرے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے کام کی

کے رسد تا ایں مثلہا ساختن ... سوئے آں درگاہِ پاک انداختن

ان کو کیا حق تھا کہ انہوں نے یہ مثالیں گھڑیں ... اس پاک دربار کی جانب منسوب کیں

آں مثل آوردنِ آنحضرت ست ... کہ بعلم سِرّ و جہر او آیت ست

مثال دیا اس دربار کا (حق) ہے ... کہ جس کا غیب اور شہادت کا علم واضح ہے

تو چہ دانی سِرِّ چیزے تا تو کل[2] ... تا بزلف و یا بُرخ آری مثل

تو کسی چیز کا راز کیا جانے جب تک تو گنجا ہے ... تاکہ تو زلف یا رخسار کی مثال بیان کرے

موسیٰ آں را کہ عصا دید و نبود ... اژدہا بُد سِرِّ او لب میگشود

موسیٰ نے جس کو عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا ... اژدہا تھا اس کے راز کو ہونٹ کھولتا تھا

چوں چناں شاہے نداند سِرِّ چوب ... تو چہ دانی سِرِّ ایں دام و حبوب

جبکہ ایسا شاہ، لکڑی کے راز کو نہ سمجھے ... تو اس جال اور دانوں کے راز کو کیا سمجھے گا؟

چوں غلط شد چشمِ موسیٰؑ در مثل ... چوں کند موشے فضولی مَدخل

جب مثال (کے معاملہ) میں (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی آنکھ غلط ہوگئی ... تو فضولی چوہا اس میں کیا سوراخ بنا سکتا ہے؟

آں مثالت را چو اژدرہا کند ... تا بپاسخ جزوِ جزوت بر کند

وہ تیری مثال کو اژدہا جیسا بنا دیتا ہے ... تاکہ جواب میں تیرے جزو جزو اکھاڑ دے

ایں مثال آورد ابلیسِ[3] لعیں ... تا کہ شد ملعونِ حق تا یومِ دیں

ملعون شیطان، یہ مثال لایا ... یہاں تک کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قیامت تک کے لیے ملعون ہوگیا

ایں مثال آورد قاروں از لجاج ... تا فُروشد در زمیں با تخت و تاج

قارون، جھگڑے سے یہ مثال لایا ... یہاں تک کہ تخت و تاج کے ساتھ زمین میں دھنس گیا

---

1. انچہ۔ اب مولانا نے پھر اہل سبا کے قصہ کی طرف رخ کیا ہے۔ اہل سبا نے رسولوں اور خدا کو کلیلہ و دمنہ کے قصہ میں خرگوش اور ہاتھی سے تشبیہ دی تھی۔ ازلی۔ یعنی ازلی حکمت۔ حیل۔ یعنی دنیاوی حیلے۔ کے رسد۔ اہل سبا کو یہ حق نہ تھا کہ وہ اس طرح کی مثالیں جناب باری تعالیٰ کے لیے گھڑیں۔ آں مثل۔ صحیح مثال وہی دے سکتا ہے جس کو مثال اور جس کے لیے وہ مثال ہے اس سے اس کو پوری واقفیت ہو۔

2. کل۔ گنجا اگر زلف اور رخ کی مثالیں بیان کرے تو لامحالہ غلط ہوں گی کیونکہ وہ خود زلف کی حقیقت سے ناواقف ہے۔ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی اپنے عصا کی حقیقت سے ناواقف تھے وہ اس کو محض لاٹھی سمجھے حالانکہ وہ اژدہا تھا۔ اس نے ہونٹ چلائے تو ان پر یہ راز منکشف ہوا تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم بھی ناقص ہے تو تم ان نفسانی خواہشوں کی حقیقت جو کہ دراصل شیطانی دام و دانہ ہیں کیا سمجھ سکتے ہو۔ فضولی۔ بغیر اختیار کے کام کرنے والا۔ مدخل۔ سوراخ، گھسنے کی جگہ۔ آں مثالت۔ غلط مثالیں دینا خود مثال دینے والے کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔

3. ابلیس۔ شیطان نے کہا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ "اے اللہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اس آدم کو مٹی سے۔" لہٰذا میں اس سے افضل ہوں تو اس کو سجدہ کیوں کروں۔ قارون۔ قارون سے کہا گیا کہ اللہ نے تجھے جو دولت دی اس کے ذریعہ آخرت کا طالب بن تو اس نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ یعنی "یہ دولت میرے علم اور تدبیر سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔" اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔

Marfat.com

این مثال آورد نمرودِ[1] جهول تا کہ پشہ مغزِ سر خوردش عجول

جاہل نمرود، یہ مثال لایا یہاں تک کہ مچھر نے جلدی سے اس کے سر کا مغز کھا لیا

این مثال آورد فرعون از غلط تا کہ اندر آب دریا شد سقط

فرعون، غلطی سے یہ مثال لایا یہاں تک کہ دریا کے پانی میں بیکار بن گیا

این مثال اندیش گشتہ قوم عاد کاستخوان شان خرد و مُرد آمد زباد

قومِ عاد، یہ مثال سوچنے والی بنی کہ ان کی ہڈیاں ہوا سے ریزہ ریزہ ہو گئیں

این مثال آورد ہر بدبختِ دون تا کہ شد در قعرِ دوزخ سر نگون

ہر بدبخت کمینہ یہ مثال لایا یہاںتک کہ دوزخ کی گہرائی میں اوندھا ہو گیا

این مثالت[2] را چو زاغ و بوم دان کہ ازینان پست شد صد خاندان

تو مثال کو کوا اور الو سمجھ کہ ان کی وجہ سے سیکڑوں خاندان تباہ ہوئے ہیں

مثلہا زدنِ قومِ نوح علیہ السلام باستہزا در زمانِ کشتی ساختنِ او

قومِ نوح علیہ السلام کا حضرت نوح علیہ السلام کے کشتی بنانے کے وقت مذاق میں مثال بیان کرنا

نوح[3] اندر بادیہ کشتی بساخت صد مثل گو از پئے تسخر بتاخت

(حضرت) نوح علیہ السلام نے جنگل میں کشتی بنائی سیکڑوں مثال دینے والے مذاق کے لیے دوڑے

در بیابانے کہ چاہ و آب نیست می کند کشتی چہ ناداں ابلہیست

اس جنگل میں جہاں کنواں اور پانی نہیں ہے وہ کشتی بنا رہا ہے، کس قدر نادان اور بیوقوف ہے

آن یکے میگفت این کشتی بتاز واں یکے میگفت پرّش ہم بساز

ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑا اور ایک کہتا تھا، کہ اس کے پر بھی لگا

آں یکے[3] میگفت دُنبالش کژست واں یکے میگفت پشتش کژ مژست

ایک کہتا تھا، کہ اس کا دنبالہ ٹیڑھا ہے ایک کہتا تھا، کہ اس کی پشت ٹیڑھی میڑھی ہے

آں یکے میگفت پالانش کجاست واں یکے میگفت پایش کج چراست

ایک کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے؟ ایک کہتا تھا، کہ اس کا پایہ ٹیڑھا کیوں ہے؟

آں یکے میگفت کایں مشکِ تہی ست واں یکے میگفت ایں خر بہرِ کیست

ایک کہتا تھا، کہ یہ خالی مشکیزہ ہے ایک کہتا تھا، کہ یہ گدھا کس کے لیے ہے

---

[1] نمرود۔ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا اور کہا اَنَا اُحْیِیْ وَ اُمِیْتُ یعنی "لوگوں کی موت اور زندگی میرے قبضہ میں ہے۔" عجول۔ جلد باز۔ فرعون۔ فرعون نے کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی "میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔" سقط۔ بیکار چیز۔ قوم عاد۔ حضرت ہود کے ساتھ ان لوگوں نے غلط باتیں کیں تو آندھی سے ہلاک ہو گئے۔

[2] ایں مثالت۔ یعنی غلط مثالوں اور غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں۔ تسخر۔ مذاق۔ زاغ و بوم۔ یہ تباہی اور نحوست کی علامتیں ہیں۔ مثلہا۔ اوپر بتایا تھا کہ غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں اب اس کو مثال سے سمجھاتے ہیں۔ بادیہ۔ جنگل۔ آب نیست۔ کشتی کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں دریا ہو یہاں خشک جنگل ہے اس میں نوح علیہ السلام کشتی کیوں بنا رہے ہیں۔ بتاز۔ یعنی یہ کشتی خشکی میں دوڑانے کی ہے لہٰذا اس کو جنگل میں دوڑا۔ پرش۔ اس کشتی کے پر لگا تا کہ اڑ سکے پانی تو موجود نہیں کہ اس میں چلے گی۔

[3] آں یکے۔ مذاق میں کوئی حضرت نوح علیہ السلام سے کہتا کہ اس کشتی کا پچھلا حصہ ٹیڑھا ہے کوئی کہتا ہے کہ اس کی پشت ٹیڑھی ہے کوئی مذاق میں کہتا کہ اس گدھے کا پالان کہاں ہے کوئی کہتا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا ہے۔ مشک۔ کوئی کشتی کو مشک بتاتا کوئی اس کو گدھا قرار دیتا۔

Marfat.com

آں یکے میگفت بیکاری مگر — یا شدی فرتوت و عقلت شد ز سر

ایک کہتا تھا کہ شاید تو بیکار ہے — یا تو کھوسٹ ہو گیا ہے اور تیرے سر سے عقل نکل گئی ہے

او ہمی[1] گفت ایں بفرمانِ خداست — ایں بچر بکہا نخواہد گشت کاست

وہ کہتے تھے، کہ یہ خدا کے حکم سے ہے — ٹھٹھوں سے نہ گھٹے گی

حکایتِ آں دُزد کہ پُرسیدند چہ میکنی در نیم شب در زیرِ

اس چور کی حکایت جس سے دریافت کیا کہ تو آدھی رات میں اس دیوار کے

ایں دیوار، گفت دُہل می زنم

پاس کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

ایں مثل بشنو کہ شب دُزدِ عنید[2] — در بنِ دیوار حفرہ می بُرید

یہ مثال سن، کہ رات میں ایک سرکش چور — دیوار کی جڑ میں گڑھا کھود رہا تھا

نیم بیدارے کہ او رنجور بود — طقطقِ آہستہ اش را می شنود

ایک ادھ کچری نیند والا جو کہ بیمار تھا — اس کی آہستہ کھٹ کھٹ کو سن رہا تھا

رفت بر بام و فرود آویخت سر — گفت او را درچہ کاری اے پدر

وہ کوٹھے پر چڑھا اور سر کو جھکایا — اس سے کہا اے بابا! تو کس کام میں لگا ہے؟

خیر باشد نیم شب چہ میکنی — تو کئی؟ گفتا دُہل زن اے سَنی

خیر تو ہے، آدھی رات میں تو کیا کر رہا ہے؟ — تو کون ہے؟ اس نے کہا اے بزرگ! ڈھول بجانے والا (ہوں)

در چہ کاری؟ گفت میکوبم دُہل — گفت کو بانگِ دہل اے بو سبل

تو کس کام میں (مصروف) ہے اس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں — اس نے کہا اے مختلف طریقوں والے ڈھول کی آواز کہاں ہے

گفت فردا بشنوی ایں بانگ را — نعرۂ یا حسرتا واویلتا

اس نے کہا تو اس آواز کو کل سن لے گا — یا حسرتا واویلا کا نعرہ

من[4] چو رفتم بشنوی بانگِ دُہل — آن زماں واقف شوی بر جزو کل

میں جب چلا جاؤں گا تو ڈھول کی آواز سن لے گا — اس وقت تو جزو کل سے واقف ہو جائے گا

در غلط افتادۂ اے نیم خام — پختہ شو در آتشِ حق والسلام

اے ادھ کچرے! تو غلطی میں پڑا ہوا ہے — اللہ (کے عشق) کی آگ میں پختہ بن والسلام

---

۱ اوہمی۔ حضرت نوح علیہ السلام جواب میں فرماتے کہ یہ کشتی خدا کے حکم سے بنا رہا ہوں اور تمہارے مذاق اڑانے سے اس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ حکایت۔ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا تھا، اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ یعنی "جس طرح آج تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو، آیندہ دیکھنا ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے۔" اسی مناسبت سے مولانا نے یہ حکایت نقل کی ہے۔

۲ عنید۔ جھگڑالو۔ حفرہ۔ گڑھا۔ طقطق۔ کھٹ کھٹ۔ گفت او را۔ اس بیمار گھر والے نے چور سے کہا۔ خیر باشد۔ یعنی خیریت ہے آدھی رات کو تو یہ کیا کام کر رہا ہے اور تو کون ہے۔

۳ سَنی۔ بزرگ۔ بو سبل۔ مختلف طریقوں والا، مونچھوں والا۔ نعرہ۔ یعنی تیرا سب لٹ جائے گا اور تو واویلا کرے گا تو وہ میرے ڈھول کی آواز ہوگی جو تو سن لے گا۔

۴ من۔ یعنی جب میں چوری کر کے چلا جاؤں گا تب تجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ در غلط۔ یہ انبیا کا مقولہ ہے کہ تم لوگ غلط مثالیں دے رہے ہو ایک غلطی تو یہ ہے کہ وہ مثال خود فرضی ہے پھر غلطی یہ ہے کہ اس افسانے اور فرضی قصہ کی حقیقت نہیں سمجھے۔

Marfat.com

آں دروغ ست و کژ و برساختہ — سِرّ آں کژ را تو ہم نشناختہ

وہ (مثال) جھوٹی اور ٹیڑھی اور بناوٹی ہے — اس ٹیڑھی کے راز کو بھی تو نے نہیں پہچانا ہے

جواب¹ آں مثل کہ منکران گفتند از رسالتِ خرگوش

خرگوش کے قاصد بننے کی مثال جو منکروں نے بیان کی اس کا جواب

سِرّ آں خرگوش داں دیوِ فضول — کہ بہ پیشِ نفسِ تو آمد رسول

اس خرگوش کا راز سمجھ کہ وہ نالائق شیطان ہے — جو کہ تیرے نفس کے سامنے قاصد بن کر آیا

تا کہ نفسِ گول را محروم کرد — ز آبِ حیوانے کہ از وے خضرؑ خورد

یہاں تک کہ احمق نفس کو اس نے محروم کر دیا — اس آبِ حیات سے۔ جو خضر علیہ السلام نے پیا

باژگونہ کردۂ معنیش را — کفر گفتی مستعد شو نیش را

تو نے اس کے معنی کو الٹ دیا — تو نے کفر کیا، سزا کے لیے تیار ہو جا

اضطرابِ ماہ گفتی در زُلال² — کہ بترسانید پیلاں را شغال

صاف پانی میں تو نے چاند کا حرکت کرنا بیان کیا — جس سے گیدڑ نے ہاتھیوں کو ڈرایا

قصۂ خرگوش و پیل آری و آب — خشیتِ پیلان زمہ در اضطراب

تو خرگوش اور ہاتھی اور پانی کا قصہ بیان کرتا ہے — چاند کے ہلنے سے ہاتھیوں کا ڈرنا (بیان کرتا ہے)

ایں چہ ماند آخر اے کورانِ خام — بامہے کہ شد زبونش خاص و عام

اے اندھو (عقل کے) کچو! یہ کیا مشابہت رکھتا ہے؟ — اس چاند سے جس کے خاص و عام تابع ہیں

چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک — چہ عقول و چہ نفوس و چہ ملک

کیا چاند، اور کیا سورج، اور کیا آسمان — کیا عقلیں، اور کیا جانیں، اور کیا فرشتہ

چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد — چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد

کیا وحشی جانور، اور کیا پرندے، اور کیا پتھر — کیا بادشاہ، اور کیا فقیر، کیا شہنشاہ

چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار — چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و نہار

کیا شہر، اور کیا پہاڑ اور کیا سمندر — کیا مہینہ، اور کیا سال، اور کیا رات، اور دن

چہ تراب³ و آب و چہ باد و چہ نار — چہ خریف و صیف و چہ دے چہ بہار

کیا مٹی اور پانی، اور کیا ہوا، اور کیا آگ — کیا جاڑا، اور گرمی، اور کیا خزاں، کیا بہار

---

¹ جواب۔ اب مولانا اس قصہ کا واقعی مطلب سمجھاتے ہیں۔ خرگوش۔ اس سے مراد شیطان ہے۔ پیشِ نفس۔ ہاتھی سے مراد نفس انسانی ہے۔ آب۔ پانی سے مراد وہ آبِ حیات ہے جو خضر نے حاصل کر لیا تھا یعنی شیطان نفس کو گمراہ کر کے آبِ حیات سے محروم کر دیتا ہے۔ گول۔ احمق۔ باژگونہ۔ اہلِ سبا نے اس قصہ کو الٹ کر خرگوش سے انبیا مراد لیے۔ کفر۔ انبیا کو دھوکا باز خرگوش سے تشبیہ دینا کفر ہے۔ نیش۔ یعنی سزا۔

² زلال۔ صاف پانی۔ شغال۔ یعنی گیدڑ۔ ایں چہ۔ یعنی اس قصہ میں تم نے آسمان کے چاند کو اللہ سے تشبیہ دی، یہ تشبیہ انتہائی غلط ہے، آسمان کا چاند اللہ تعالیٰ سے کیا مشابہ ہو سکتا ہے۔ جملہ مخلوقات خواہ چاند ہو یا سورج یا دیگر مخلوقات وہ خالق کے کیسے مشابہ ہو سکتی ہیں تمام جہاں اس کا محکوم ہے۔

³ چہ تراب۔ یعنی چاروں عنصر۔ خریف۔ موسم سرما، فصل خزاں۔

Marfat.com

جملہ اندر حکم و در فرمانِ او ہمچو گوئے در خمِ چوگانِ او

سب اس کے حکم اور فرمان میں ہیں جیسا کہ گیند بلّے کے خم میں

آفتابِ[1] آفتابِ آفتاب ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب

سورج کے سورج کا سورج (ہے) میں یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ شاید میں نیند میں ہوں

صد ہزاراں شہر را خشمِ شہاں سرنگوں کردست اے بد گوہراں

شاہوں کے غصہ نے، لاکھوں شہر اے بد اصلو! اوندھے کر دیے ہیں

کوہ بر خود میشگافد صد شگاف آفتابے چوں خراسے در طواف

پہاڑ خود سیکڑوں ٹکڑے بن جاتا ہے سورج پن چکی کے گدھے کی طرح چکر میں ہے

خشمِ مرداں خشک گرداند سحاب خشمِ دلہا کرد عالمہا خراب

مردانِ (خدا) کا غصہ ابر کو خشک کر دیتا ہے دلوں کے غصّہ نے جہانوں کو تباہ کر دیا ہے

بنگرید اے مُردگانِ بے حنوط در سیاستگاہِ شہرستانِ لوط[2]

اے خوشبو نہ ملے ہوئے مُردو! دیکھ لو لوط کے شہر کی عذاب گاہ کو

پیل خود چہ بود کہ سہ مرغِ پَراں کوفتند آں پیلگاں را استخواں

ہاتھی خود کیا ہے کہ تین، چار، اڑنے والے پرندوں نے ان ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں

اَضعفِ مرغاں ابابیل ست و او پیل را بدرید و نہ پُرید رفو

ابابیل کمزور ترین پرند ہے، اور اس نے ہاتھی کو ایسا پھاڑا جس کا رفو نہیں ہو سکتا

کیست کونشنید آں طوفانِ نوحؑ[3] یا مصافِ لشکرِ فرعون و روح

کون ہے جس نے طوفانِ نوح علیہ السلام کے بارے میں نہ سنا ہو یا فرعون اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا معرکہ

روح شاں بشکست و اندر آب ریخت ذرّہ ذرّہ آبِ شاں بر می گسیخت

(حضرت) جبرئیل علیہ السلام نے ان کو شکست دی اور پانی میں بہادیا پانی ان کو ذرّہ ذرّہ کرتا تھا

کیست کونشنید احوالِ ثمود وانکہ صرصر عادیاں را می ربود

کون ہے جس نے ثمود کے احوال نہ سنے ہوں؟ اور یہ کہ عاد والوں کو آندھی اچک رہی تھی

چشم بارے در چناں پیلاں کشا کہ بدندے پیل کش اندر وغا

اب آنکھ ایسے ہاتھیوں میں کھول جو ہاتھیوں کو جنگ میں مار ڈالنے والے تھے

---

[1] آفتاب۔ پہلا بمعنی آفتاب حقیقت دوسرا بمعنی روشنی، تیسرا بمعنی خورشید فلک۔ ہستم بخواب۔ یعنی میرا ذات حق کو آفتاب سے تعبیر کرنا بھی درست نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اب مولانا اہل سبا کی گستاخی پر ان کو تنبیہ کرتے ہیں کہ تمہاری تو کیا حقیقت ہے انبیا کی ناراضی بہت سے شہروں کی تباہی کا سبب بنا ہے۔ ان کی وجہ سے پہاڑ شق ہوئے ہیں سورج پن چکی کے گدھے کی طرح ان کا طواف کرتا ہے۔ مرداں۔ انبیا۔ سحاب۔ ابر۔ دلہا۔ یعنی انبیا کے دل۔ حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے جو مردے کے بدن پر مل دی جاتی ہے۔

[2] لوط۔ حضرت لوط علیہ السلام کی ناراضی سے بستیاں ویران ہوئیں۔ پیل خود چہ۔ ابرہہ کے ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے ہلاک ہوا۔

[3] نوحؑ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ناراضی سے قوم فرعون کو جبرئیل علیہ السلام نے دریا میں غرق کر دیا۔ ثمود۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ذبح کرنے کی وجہ سے چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ وادیاں۔ حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمانی سے تباہ ہوئے۔ پیلاں۔ وہ کفار جو طاقتور ہاتھیوں کی طرح تھے۔ وغا۔ جنگ۔

Marfat.com

آنچناں پیلان و شاہانِ ظلوم — زیرِ خشمِ دل ہمیشہ در زجوم[1]
ایسے ہاتھی اور ظالم بادشاہ — (صاحب) دل کے غصہ کے ماتحت ہمیشہ سنگباری میں ہیں

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے — میروند و نیست غوث و رحمتے
ہمیشہ کے لیے ظلم کی وجہ سے اندھیرے میں — جا رہے ہیں اور کوئی فریاد اور رحمت نہیں ہے

نامِ نیک و بد مگر نشنیدہ اید — جملہ دیدند و شما نادیدہ اید
شاید تم نے نیک اور بد کا نام نہیں سنا ہے — سب نے دیکھ لیا ہے اور تم نے نہیں دیکھا ہے

دیدہ را نادیدہ می آرید و لیک — چشمِ تاں را وا کشاید مرگ نیک
دیکھے ہوئے کو ان دیکھا تصور کر رہے ہو لیکن — موت تمہاری آنکھ کو اچھی طرح کھول دے گی

گر دو عالم پُر بود خورشید و نور — چوں روی در ظلمتے مانند کور
اگر دونوں جہان سورج اور نور سے پُر ہوں — جبکہ تو اندھوں کی طرح اندھیرے میں چلے

بے نصیب آئی ازاں نورِ عظیم — بستہ روزن باشی از ماہِ کریم
اس عظیم نور سے تو بہرہ ور نہ ہو گا — اس عظیم چاند کی طرف سے تیرا روشندان بند رہے گا

تو درونِ چاہ رفتی زِ کاخ — چہ گنہ دارد جہانہائے فراخ
تو محل سے گر کر کنوئیں میں چلا گیا ہے — وسیع جہانوں کی کیا خطا ہے

جاں کہ اندر وصفِ گرگی ماند او — چوں بہ بیند روئے یوسفؑ را بگو
وہ جان بھی بھیڑیئے پن میں رہی — بتا، وہ یوسف علیہ السلام کا چہرہ کیسے دیکھے گی؟

لحنِ داؤدی بسنگ و کُہ رسید — گوشِ آں سنگیں دلانش کم شنید
(حضرت) داؤد علیہ السلام کا نغمہ پتھر اور پہاڑ تک پہنچ گیا — ان سنگدلوں کے کان نے نہ سنا

آفریں بر عقل و بر انصاف باد — ہر زمان وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
عقل اور انصاف کو شاباش ہے — ہر دور میں، اور خدا ہدایت کو زیادہ جانتا ہے

صَدِّقُوْا رُسُلًا کِرَامًا یَا سَبَا — صَدِّقُوْا رُوْحًا سَبَاھَا مَنْ سَبَا
اے سبا (والو) شریف رسولوں کی تصدیق کرو — اس روح کی تصدیق کرو جس کو قید کیا ہے جس نے بھی قید کیا ہے

صَدِّقُوْھُمْ ھُمْ شُمُوْسٌ طَالِعَہ — یُؤْمِنُوْکُمْ مِنْ مَخَازِی الْقَارِعَہ
ان کی تصدیق کرو وہ طلوع کرنے والے سورج ہیں — وہ تمہیں قیامت کی رسوائیوں سے امن دلائیں گے

1. رجوم۔ سنگساری۔ ظلمت۔ ظلم۔ ظلمت۔ تاریکی۔ غوث۔ مدد۔ دیدہ را۔ یعنی تم ان تمام دیکھی بھالی چیزوں کو ان دیکھا بنا رہے ہو۔ کشاید نیک۔ اچھی طرح کھول دے گی۔

2. گر دو عالم۔ جبکہ انسان خود اپنے آپ کو اندھا بنا لے تو وہ نور سے محروم رہتا ہے۔ روزن۔ روشندان۔ تو دروں۔ اگر کوئی خود اپنے آپ کو کنوئیں میں گرا لے اور دنیا کی وسعت سے محروم ہو جائے تو اس میں دنیا کا کیا قصور ہے۔ کاخ۔ محل۔ وصف گرگی۔ یعنی نفسانی عیوب، حرص، طمع وغیرہ۔

3. یوسف۔ یعنی انبیا کے معجزات سے غیر ذی روح تک متاثر ہوئے ہیں لیکن سنگدل انسان متاثر نہیں ہوتا۔ آفریں۔ عقل و انصاف ہو تو انسان حقیقت کو سمجھ لیتا ہے، اہل سبا عقل و انصاف سے بے بہرہ ہیں۔ صَدِّقُوْا۔ پھر مولانا اہل سبا کو خطاب کرتے ہیں کہ ان شریف رسولوں کا کہنا مان لو، یہ عاشقانِ خدا ہیں ان کی تصدیق کرو، یہ مجسم نور ہیں، ان کا اتباع قیامت کی رسوائیوں سے بچائے گا۔

Marfat.com

صَدِّقُوْهُمْ هُمْ بُدُوْرٌ زَاهِرَه
ان کی تصدیق کرو، وہ روشن چاند ہیں
قَبْلَ اَنْ[1] يَلْقُوْكُمْ بِالسَّاهِرَه
اس سے پہلے کرو کہ تم سے میدانِ قیامت میں ملاقات کریں

صَدِّقُوْهُمْ هُمْ مَصَابِيْحُ الدُّجٰى
ان کی تصدیق کرو، وہ تاریکی کے چراغ ہیں
اَكْرِمُوْهُمْ هُمْ مَفَاتِيْحُ الرَّجَا
ان کی عزت کرو وہ امید کی کنجیاں ہیں

صَدِّقُوْا مَنْ لَّيْسَ يَرْجُوْ خَيْرَكُمْ
اس کی تصدیق کرو جو تمہارے مال کا امیدوار نہیں ہے
لَا تَضِلُّوْا لَا تَصُدُّوْا غَيْرَكُمْ
گمراہ نہ بنو، اپنے غیر کو نہ روکو

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل
ہم فارسی بولنے والے ہیں، خبردار! عربی کو رہنے دے
ہندوی آں ترک[2] باش اے آب و گل
اے پانی اور مٹی (سے بنے ہوئے) اس ترک کا غلام بن جا

ہیں گواہی ہائے شاہاں بشنوید
آگاہ! بادشاہوں کی شہادتیں سنو
بگرویدند آسمانہا بگروید
آسمان ان کے گرویدہ ہیں تم (بھی) گرویدہ بنو

یا بحال اوّلیناں بنگرید
یا گزشتہ لوگوں کا حال دیکھو
یا سوئے آخر بحزمے بر برید
یا آخرت کی طرف احتیاط سے پرواز کرو

بیانِ معنیٔ حزم و مثالِ مردِ حازم

پختہ کاری کے معنی کا بیان، اور پختہ کار انسان کی مثال

حزم[3] چہ بود در دو تدبیر احتیاط
پختہ کاری کیا ہوتی ہے دو (چیزوں) میں احتیاط کی تدبیر
از دو آں گیری کہ دو رست از خباط
تو دونوں میں سے وہ اختیار کرو جو لغزش سے دور ہے

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز
ایک کہتا ہے کہ اس راستہ میں سات روز تک
نیست آب و ہست ریگِ پائے سوز
پانی نہیں ہے اور پاؤں جلانے والی ریت ہے

آں دگر گوید دروغست ایں بداں
دوسرا کہتا ہے جھوٹ ہے، یہ سمجھ لے
کہ بہر شب چشمۂ بینی رواں
کہ تو ہر رات کو بہتا چشمہ دیکھے گا

حزم آں باشد کہ برگیری تو آب
پختہ کاری یہ ہوگی کہ تو پانی لے لے
تا رہی از ترس و باشی بر صواب
تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور تو صحیح راستہ پر ہو

1۔ قَبْلَ اَنْ۔ لامحالہ قیامت کے دن ہمیں ان لوگوں کا سامنا کرنا ہے اگر دنیا میں کہنا نہ مانوگے تو وہاں کام نہ چلے گا۔ مَنْ لَّيْسَ۔ یہ رسول اس قدر مخلص ہیں کہ تم سے کسی رہنما کی دولت نہیں مانگتے ہیں لیکن تم خود گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہو۔ پارسی۔ تم یہ اعتراض کروگے کہ ہم فارسی بولنے والے ہیں ہم عربی زبان نہیں سمجھتے تو لو میں عربی میں نصیحت کرنا بند کرتا ہوں اور فارسی ہی میں نصیحت کرتا ہوں۔ ہندوی۔ ہندو بمعنی غلام۔

2۔ ترک۔ معشوق یعنی ذاتِ حق۔ ہیں۔ انبیا جو کچھ خدا کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں اس کو سنو آسمان تک اس کے تابع فرمان ہے تم بھی اس کے تابع بن جاؤ۔ یا بحال۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے نافرمانوں کا انجام دیکھ لو یا آخرت کے معاملہ میں پختہ کاری، احتیاط اور ہوشیاری برتو۔

3۔ حزم۔ حاء کے فتح سے، پختہ کاری، ہوشیاری، احتیاط۔ خباط۔ خبطی پن، لغزش۔ از ترس۔ یعنی پانی نہ ملنے کا خوف۔

Marfat.com

گر بود[1] در راہ آب ایں را بریز
اگر راستہ میں پانی ہو اس کو بہا دے
ور نباشد وائے بر مردِ ستیز
اگر نہ ہو تو جھگڑا کرنے والے پر افسوس ہے

اے خلیفہ[2] زادگاں دادے کنید
اے خلیفہ زادو! انصاف کرو
حزم بہرِ روزِ میعادے کنید
قیامت کے دن کے لیے پختہ کاری سے کام لو

آں عدوّے کز پدرتاں کیں کشید
وہ دشمن جس نے تمہارے باپ سے کینہ کشی کی
سوئے زندانش ز علیّیں کشید
علیین سے اس کو قید خانہ میں کھینچ لایا

آں شہِ شطرنجِ دل را مات کرد
اس نے دل کے شاہ شطرنج کو مات دے دی
از بہشتش سخرۂ آفات کرد
اس کو بہشت سے نکال کر مصیبتوں کا پابند کر دیا

چند جا بندش گرفت اندر نبرد
معرکے میں چند جگہ اس پر پیچ ڈالا
تا بکشتی در فگندش روئے زرد
یہاں تک کہ رسوائی کے ساتھ اس کو کشتی میں پچھاڑ دیا

اینچنیں کردست با آں پہلواں
اس بہادر کے ساتھ یہ کیا
سست سستش منگرید اے دیگراں
اے بیگانو! اس کو حقیر نہ سمجھو

مادر و بابائے مارا آں حسود
اس حاسد نے ہماری ماں اور باپ کا
تاج و پیرایہ بچالاکی ربود
تاج اور لباس چالاکی سے اچک لیا

کردشاں آنجا برہنہ خوار و زار
اس جگہ ان کو ننگا، ذلیل اور بدحال کر دیا
سالہا بگریست آدمؑ زار زار
آدم علیہ السلام سالوں زار زار روئے

کہ ز اشکِ[3] چشمِ او روئید نبت
کہ ان کی آنکھوں کے آنسو سے گھاس اُگ آئی
کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت
کہ کیوں اعمال نامے میں انکار لکھا ہے؟

تو قیاسے گیر طراریش را
تو اس کی چالاکی کا قیاس کر لے
کہ چناں سرورکند زو ریش را
کہ ایسا سردار اس کی وجہ سے ڈاڑھی نوچتا ہے

الحذر اے گِل پرستاں از شرش
اے مٹی کے پجاریو! اس کے شر سے بچو
تیغِ لا حولے زنید اندر سرش
اس کے سر پر لاحول کی تلوار مارو

---

1. گر بود۔ احتیاط اور حزم کا تقاضا یہی ہے کہ آخرت کے لیے اعمالِ صالحہ کا توشہ لے لے اگر نعوذ باللہ آخرت کا معاملہ افسانہ بھی ہے تو اعمالِ صالحہ کر لینے میں کوئی مضرت بہر حال نہیں ہے اور اگر آخرت کا معاملہ حقیقت ثابت ہوا تو یہ اعمالِ صالحہ کام آ جائیں گے اور اگر قیامت حقیقتاً ہوئی اور اعمالِ صالحہ نہ ہوئے تو لامحالہ تباہی ہے لہٰذا حزم یہی ہے کہ نیک کام کر لیے جائیں، یہی مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دہریہ کے مقابلہ میں پیش کیا تھا۔

2. خلیفہ۔ یعنی حضرت آدم۔ روزِ میعاد۔ روزِ قیامت۔ زنداں۔ یعنی دنیا۔ علیّین۔ جنت کے اعلیٰ طبقہ کا نام ہے۔ شہِ شطرنجِ دل۔ یعنی حضرت آدم۔ بند۔ پیچ۔ نبرد۔ جنگ۔ پہلواں۔ یعنی حضرت آدم۔ مادر۔ یعنی حوا۔ بابا۔ حضرت آدم۔ پیرایہ۔ لباس۔

3. کے ز اشک۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام اپنی لغزش پر اس قدر روئے کہ آنسو گرنے سے زمین پر گھاس اگ آئی۔ جریدہ۔ عین ثابت یعنی وہ وجودِ آدم جو قبل تخلیقِ آدم علمِ الٰہی میں تھا، دفتر یعنی لوحِ محفوظ۔ لا۔ یعنی کہنا نہ ماننا۔ لاتقربا کا حکم۔ طراری۔ جیب تراشی، مکاری۔ سرور۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام۔ ریش۔ ریش کندن، غم و غصہ کرنا۔ گل پرست۔ تن پرست۔

Marfat.com

کو ہمی بیند[1] شما را از کمیں | کہ شما او را نمی بیند ہیں
کیونکہ وہ تمہیں گھات میں سے دیکھتا ہے | خبردار! کہ تم اسے نہیں دیکھتے ہو

دائما صیاد ریزد دانہا | دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا
شکاری ہمیشہ دانہ ڈالتا ہے | دانہ ظاہر، اور مکر چھپا ہوا ہوتا ہے

ہر کجا دانہ بدیدی الحذر | تانہ بندد دام بر تو بال و پر
تو جہاں دانہ دیکھے بچ | تاکہ جال تیرے بال و پر نہ باندھ دے

چونکہ دیدی دانہ بگریز اے حمام | ورنہ چوں خوردی در فتادی بدام
اے کبوتر! جب تو دانہ دیکھے، بھاگ جا | ورنہ جیسے ہی تو نے کھایا، جال میں پھنسا

زانکہ[2] ہر مرغے کہ ترکِ دانہ کرد | دانہ از صحرائے بے تزویر خورد
کیونکہ جس پرند نے دانہ چھوڑا | بے مکر جنگل سے دانہ چگ لیا

شاد مرغے کو بترکِ دانہ گفت | در ریاضِ قدس بہرش گل شگفت
وہ پرند بھلا ہے جس نے دانہ چھوڑا | اور قدس کے باغوں میں اس کے لیے پھول کھلے

ہم بداں قانع شد و ازدام جست | ہیچ دامے پَر و بالش را نہ بست
اسی دانہ پر کفایت کر لی اور جال سے چھوٹ گیا | کسی جال نے اس کے بال و پر نہ باندھے

وَخامتِ حالِ آں مرغ کہ ترکِ حزم کرد از حرص و ہوا
اس پرند کے حال کی تباہی جس نے حرص اور لالچ سے پختہ کاری چھوڑ دی

باز مرغے[3] فوقِ دیوارے نشست | دیدہ سوئے دانہ و دامے بہ بست
پھر وہ پرند، جو ایک دیوار پر بیٹھا | آنکھ، دانہ اور جال پر جما دی

یک نظر او سوئے صحرا می کند | یک نظر حرصش بدانہ می کشد
وہ جنگل کی جانب ایک نگاہ کرتا ہے | (اور) ایک نظر میں اس کو حرص دانہ کی طرف کھینچتی ہے

ایں نظر با آں نظر چالیش کرد | ناگہانی از خرد خالیش کرد
اس نظر نے اس نظر سے مقابلہ کیا | اچانک اس کو عقل سے خالی کر دیا

رفت دانہ خورد و اندر دام ماند | صائدش کشت و بخورد و کام راند
وہ اڑا، دانہ کھایا، اور جال میں پھنس گیا | شکاری نے اس کو ذبح کیا اور کھا لیا اور مقصد کو پورا کیا

باز مرغے کاں تردُّد را گذاشت | زاں نظر برکندہ بر صحرا گماشت
پھر وہ پرند جس نے تردد کو چھوڑا | اس نے اس سے نظر ہٹا لی اور جنگل پر لگا دی

---

[1] کو ہمی بیند۔ چونکہ وہ تمہیں نظر نہیں آتا لہٰذا اس کے مارنے کے لیے صرف لاحول کی تلوار کام دے سکتی ہے۔ دائما۔ شیطان بھی اسی طرح شکار کھیلتا ہے کہ نفسانی شہوات کے دانے ڈال دیتا ہے اور خود چھپا رہتا ہے۔ ہر کجا۔ یہ ناممکن ہے کہ دانہ چگ لو اور جال میں نہ پھنسو لہٰذا دانہ دیکھ کر ہی بھاگ جاؤ۔

[2] زانکہ۔ جو شیطانی لذتوں سے بچے گا، وہ جنت کے باغوں سے غذائیں حاصل کرے گا۔ شاد۔ وہ انسان قابل مبارکباد ہے جو شیطان کے دانوں سے بچے گا۔

[3] باز مرغے۔ اس قصہ میں دو پرندوں کی حالت بیان کی ہے، ایک تو وہ جو حرص و لالچ میں عقل کھو بیٹھا اور دانہ کے لالچ میں جال میں پھنس گیا اس کا انجام تو یہ ہے کہ وہ شکاری کے پیٹ میں گیا۔ دوسرا پرندہ وہ ہے جس نے دانہ کا لالچ نہ کیا اور جال سے نجات پا گیا لہٰذا انسان کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے ورنہ وہی حال ہوگا جو لالچی پرندہ کا ہوا۔ چالیش۔ چالش، جنگ، ناز سے چلنا۔ صائد۔ شکاری۔

Marfat.com

شاد پرّ و بالِ او بخالَہٗ — تا امام[1] جملہ آزاداں شد او

اس کے بال و پر بھلے ہیں، اس کے لیے خوبی ہے — یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام بن گیا

ہر کہ اورا مقتدا سازد برَست — در مقامِ امن و آزادی نشست

جس نے اس کو مقتدا بنا لیا، نجات پا گیا — امن اور آزادی کے مقام پر بیٹھ گیا

زانکہ شاہِ حازِماں آمد دلش — تا گلستان و چمن شد منزلش

کیونکہ اس کا دل پختہ کاروں کا بادشاہ ثابت ہوا — یہاں تک کہ گلستاں اور چمن اس کی منزل بنا

حزم زو راضی و او راضی ز حزم — اینچنیں کن گر کنی تدبیر و عزم

پختہ کاری اس سے خوش، اور وہ پختہ کاری سے خوش — اگر کرتا ہے تو ایسی تدبیر، اور ارادہ کر

بارہا در دامِ حرص افتادۂ — حلقِ خود را در بُریدن دادۂ

تو بارہا لالچ کے جال میں پھنسا ہے — تو نے اپنا گلا کٹنے کے لیے دے دیا ہے

بازت آں توّاب[2] لطف آزاد کرد — توبہ پذرفت و شمارا شاد کرد

پھر تجھے اس (مجسم) مہر توبہ قبول کرنے والے نے آزاد کر دیا — اس نے توبہ قبول کر لی اور تمہیں خوش کر دیا

گفت اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا کَذَا کَذَا — نَحْنُ[2] زَوَّجْنَا الْفِعَالَ بِالْجَزَا

فرمایا اگر تم اس طرح پلٹے ہم اس طرح پلٹیں گے — ہم نے کاموں کا بدلہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

چونکہ جفتے را بَرِ خود آورم — آید آں جفتش دوانہ لا جرم

جبکہ ایک جوڑ والے کو اپنے پاس لاتا ہوں — اس کا جوڑا لا محالہ دوڑتا ہوا آتا ہے

جفت کردیم ایں عمل را بااثر — چوں رسد جفتے رسد جفتے دگر

ہم نے اس کام کا نتیجہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے — جب جوڑے میں کا ایک آتا ہے دوسرا آ جاتا ہے

چوں[3] رُباید غارتے از جفت شوے — جفت می آید پئے او شوے جوے

جبکہ کوئی غارتگر جوڑے میں سے نر کو پکڑ لیتا ہے — مادہ اس کے پیچھے نر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے

بارِ دیگر سوئے ایں دام آمدید — خاک اندر دیدۂ توبہ زدید

تم پھر اس جال کی طرف آئے — تم نے توبہ کی آنکھوں میں دھول جھونک دی

باز تاں توّاب بکشاد آں گرہ — گفت ہیں بگریز رو ایں سومنہ

توبہ قبول کرنے والے نے پھر وہ گرہ کھول دی — فرمایا خبردار! بھاگ ادھر کا رخ نہ کر

---

[1] تا امام۔ پھر یہ نجات پانے والا پرند دوسرے پرندوں کا سردار بن جاتا ہے۔ ہر کہ اُو۔ جو پرند اس ہوشیار پرند کو امام بنا لے گا اس کو امن اور آزادی حاصل ہوگی۔ زانکہ۔ اس پرند کا دل پختہ کاروں کا شاہ ثابت ہوا۔ ایں چنیں۔ انسان کو بھی اس محتاط پرند کی طرح کام کرنا چاہیے۔

[2] توّاب۔ توبہ قبول فرمانے والا، اللہ تعالیٰ۔ لطف۔ مہربانی۔ یہ تواب کی صفت ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ نحن۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے ساتھ اس کے بدلے کا جوڑ لگا دیا ہے۔ جفتے۔ نر مادہ میں سے اگر ایک کو بلاؤ گے تو دوسرا خود تمہارے پاس آ جائے گا۔

[3] چوں۔ اگر کوئی شخص نر کو گرفتار کر لے اس کی مادہ نر کی تلاش میں خود پہنچ جاتی ہے۔ بارِ دیگر۔ انسان توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ کرتا ہے اور توبہ کو توڑ دیتا ہے۔

Marfat.com

باز[1] چوں پروانۂ نسیاں رسید — جانِ تاں تا را جانبِ آتش کشید

پھر جب بھول کا پروانہ آیا — اس نے تمہاری جان کو آگ کی جانب کھینچ لیا

کم کن اے پروانہ نسیان و شکے — در پرِ سوزیدہ بنگر تو یکے

اے پروانے! بھول اور شک نہ کر — ایک بار اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھ لے

چوں رہیدی شکر آن باشد کہ ہیچ — سوئے آں دانہ نداری پیچ پیچ

جب تو بچ گیا اس کا شکر یہ ہے کہ کبھی — اس دانہ کی جانب موڑ توڑ نہ کرے

تا تُرا چوں شکر گوئی بخشد او — روزیِ بے دام و بے خوفِ عدو

تاکہ جب تو شکر کرے تو وہ تجھے عطا کرے — وہ روزی جو بغیر جال اور بغیر دشمن کے خوف کے ہے

شکر آں نعمت کہ تاں آزاد کرد — نعمتِ حق را بباید یاد کرد

اس نعمت کے شکریے میں کہ تمہیں اس نے آزاد کردیا ہے — اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کو یاد کرنا چاہیے

چند اندر رنجہا و در بلا — گفتی از دام رہا کن اے خدا

کتنی بار تکلیفوں اور مصیبت میں — تو نے کہا ہے اے خدا! مجھے جال سے چھڑا دے

تاچنیں[2] خدمت کنم احساں کنم — خاک اندر دیدۂ شیطاں کنم

تاکہ میں ایسی خدمت کروں، احسان کروں — شیطان کی آنکھ میں دھول جھونکوں

چوں خلاصی داد حقت ز امتحاں — ہمچنانستی کہ بودی ہم چناں

جب اللہ (تعالیٰ) نے تجھے آزمائش سے نجات دے دی — تو ویسا ہی ہے، جیسا کہ تھا

چوں رہا کردت فرامُش کردیش — جانِ خود را مست و بیہُش کردیش

جب اس نے تجھے رہائی دے دی تو نے اس کو بھلا دیا — اپنی جان کو مست اور بے ہوش کر لیا

حکایت نذر کردنِ سگاں ہر زمستاں کہ چوں تابستاں آید خانہ بسازیم از بہرِ زمستاں

حکایت کتوں کا ہر جاڑے میں منت ماننا کہ جب گرمی آئے گی تو ہم جاڑوں کے لیے گھر بنائیں گے

سگ[3] زمستاں جمع گردد استخوانش — زخمِ سرما خرد گرداند چنانش

جاڑے میں کتے کی ہڈیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں — جاڑے کی تکلیف اس کو ایسا مختصر بنا دیتی ہے

کو بگوید کاینقدر تن کہ منم — خانۂ از سنگ باید کردنم

کہ وہ کہتا ہے کہ ایسے جسم کو جیسا کہ میں ہوں — پتھر کا گھر بنانا چاہیے

---

[1] باز۔ اللہ تعالیٰ پھر توبہ قبول کرلیتا ہے۔ پروانہ۔ پروانہ روشنی کا عاشق ہوتا ہے۔ اے پروانہ۔ یعنی وہ شخص جو گناہوں پر فریفتہ ہے اس کو تباہ شدہ قوموں کو دیکھ لینا چاہیے۔ چوں رہیدی۔ توبہ کا شکریہ تو یہ ہے کہ پھر کبھی معصیت کی طرف رخ نہ کیا جائے۔ تا ترا۔ شکر، مزید نعمت کا سبب ہے۔ نعمت۔ سزا سے رہائی کی نعمت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

[2] تاچنیں۔ انسان جب توبہ کرتا ہے تو خدا کو پکارتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں عبادت کروں گا اور اس میں صفت احسان پیدا کروں گا۔ کہ بودی۔ لیکن جب معصیت سے نجات مل جاتی ہے پھر پہلے کی طرح بدکار بن جاتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت کا منشایہ ہے کہ بدکار کی یہ عادت کتے کی عادت کے مشابہ ہے۔

[3] سگ۔ کتے جاڑے میں سردی کی تکلیف سے دبلے ہو جاتے ہیں۔ کو۔ جاڑے میں کتا سوچتا ہے کہ اب کی گرمی میں اپنے لیے پتھر کا گھر بنالوں گا تاکہ آنے والے جاڑے سے محفوظ رہوں۔

Marfat.com

چونکہ[1] تابستاں بیاید من بچنگ — بہرِ سرما خانہ سازم ز سنگ
جب گرمی آ جائے گی میں جنگل سے — جاڑے کے لیے پتھر کا گھر بناؤں گا

چونکہ تابستاں بیاید از کشاد — استخوانہا پہن گردد پوست شاد
جب گرمی آ جاتی ہے تو، خوشی سے — ہڈیاں پھیل جاتی ہیں، کھال کھل جاتی ہے

زَفت گردد پا کشد در سایۂ — کاہلے سیرے غرے خود رایۂ
وہ موٹا ہو جاتا ہے سایہ میں پاؤں پھیلا دیتا ہے — کاہل، پیٹ بھرا، غافل، خود رائے (ہو جاتا ہے)

گوید او چوں زفت بیند خویش را — در کدامیں خانہ گنجم اے کیا
جب اپنے آپ کو موٹا دیکھتا ہے، وہ کہتا ہے — اے بزرگ! میں کس گھر میں سما سکتا ہوں

گویدش دل خانہ ساز اے عمو — گوید او در خانہ کے گنجم بگو
اس کا دل کہتا ہے اے چچا! گھر بنا لے — وہ کہتا ہے، بتا میں کس گھر میں کب سما سکتا ہوں؟

استخوانِ حرصِ تو در وقتِ درد — درہم آید خُرد گردد در نورد
مصیبت کے وقت تیرے حرص کی ہڈیاں — درہم (برہم) ہو جاتی ہیں لپٹ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں

سازم[2] از توبہ بگوئی خانۂ — در زمستاں باشدم کاشانۂ
تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا — جو جاڑوں میں میرا گھر ہو گا

چوں بشد درد و شدت آں حرص زفت — ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رفت
جب مصیبت جاتی رہی اور تیری وہ حرص موٹی ہو گئی — کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا

شکرِ نعمت خوشتر از نعمت بود — شکر بارہ کے سوئے نقمت رَوَد
نعمت کا شکر نعمت سے زیادہ اچھا ہوتا ہے — شکر سوار، عذاب کی طرف کب، جاتا ہے؟

شکرِ[3] جان نعمت و نعمت چو پوست — زانکہ شکر آرد ترا تا کوئے دوست
شکر نعمت کی روح اور نعمت کھال کی طرح ہے — کیونکہ شکر تجھے دوست کے کوچہ تک لے جاتا ہے

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ — صید نعمت کن بدامِ شکرِ شاہ
نعمت غفلت پیدا کرتی ہے اور شکر آگاہی — شاہ کے شکر کے جال سے نعمت کا شکار کر

نعمتِ شکرت کند پُر چشم و میر — تا کنی صد نعمت ایثارِ فقیر
نعمت کا شکر تجھے بے نیاز اور بڑا بنا دے گا — تاکہ تو سیکڑوں نعمتیں فقیر کو بخشے

---

[1] چونکہ۔ گرمی کے زمانہ میں جاڑے کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے پھر ہڈیوں اور کھال میں جان پیدا ہو جاتی ہے۔ زفت۔ گرمی کے زمانہ میں کتا موٹا ہو جاتا ہے تو سایہ میں آرام سے سوتا ہے۔ غر۔ غافل۔ گوید۔ اب اس کتے کے خیالات بدل جاتے ہیں اور سوچنے لگتا ہے میں تو ایسا موٹا ہوں کہ کسی گھر میں نہ سما سکوں گا۔ استخواں۔ انسان کا حال بھی اسی کتے کا سا ہے۔

[2] سازم۔ جب انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو توبہ کے ذریعہ آرام گاہ بنانے کی سوچتا ہے۔ چوں بشد۔ لیکن مصیبت سے نجات پانے کے بعد پھر اپنی توبہ کو فراموش کر دیتا ہے۔ شکر نعمت۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرنا نعمت سے بھی زیادہ اچھا ہے شکر گزار بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔

[3] شکر۔ شکر اور نعمت میں وہی نسبت ہے جو بدن اور روح میں ہے۔ نعمت۔ نعمت کا خاصہ تو غفلت ہے اور شکر کا خاصہ خدا آگاہی ہے۔ صید نعمت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ" اگر تم شکر کرو گے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے۔ نعمت شکرت۔ اللہ تعالیٰ جس کو شکر کی نعمت عطا فرما دیتا ہے وہ بڑا اور بے نیاز بن جاتا ہے دولت کو فقیروں پر تقسیم کرتا ہے اللہ کی جانب سے ایسی غذائیں حاصل کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ تن پروری اور لوگوں کا دروازہ کھٹکھٹانے سے مبرا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

سیر نوشی از طعام و نقلِ حق ، تارود از تو شکم خواری و دق[1]

اللہ (تعالیٰ) کے کھانے اور نقل سے تو پیٹ بھر کر کھائے گا ، یہاں تک کہ تجھ سے شکم پری اور سوال جاتا رہے گا

نعمتِ وہاب را شکرے کنید ، تا سَرِ منحوسِ خود را نشکنید

اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کا شکر ادا کرو ، تاکہ اپنے منحوس سر کو نہ پھوڑو

شکر جذبِ نعمت اَوفر کند ، کفرِ نعمت شخص را کافر کند

شکر زیادہ نعمت کو کھینچتا ہے ، نعمت کا کفر انسان کو کافر بناتا ہے

منع کردنِ منکراں انبیاء را علیہم السلام از نصیحت کردن و حجت آوردن بطریقۂ جبریاں و نا معقول گفتن انبیاء علیہم السلام

منکروں کا انبیاء علیہم السلام کو نصیحت کرنے سے روکنا اور جبریوں کی طرح دلیل بیان کرنا اور انبیاء علیہم السلام کو نا مناسب کہنا

قوم گفتند اے نصوحاں بس بود ، آنچہ گفتید ار دریں دِہ کس بود

قوم نے کہا، اے نصیحت کرنیوالو! کافی ہوتا ، جو کچھ کہ تم نے کہا اگر اس گاؤں میں کوئی (بااختیار) ہوتا

قفل بر دلہائے ما بنہاد حق ، کس نداند بُرد بر خالق سَبَق

اللہ (تعالیٰ) نے ہمارے دلوں پر تالے چڑھا دیے ہیں ، اللہ (تعالیٰ) سے کوئی بازی نہیں جیت سکتا

نقشِ[2] ما ایں کرد آں تصویر گر ، ایں نخواہد شد بگفت وگو دگر

تصویر ساز نے ہماری یہی تصویر بنائی ہے ، یہ گفتگو سے نہیں بدل سکتی

سنگ را صد سال گوئی لعل شو ، کہنہ را صد بار گوئی باش نو

تو پتھر سے سیکڑوں سال کہے کہ تو لعل بن جا ، پرانے سے تو سیکڑوں بار کہے کہ تو نیا بن جا

خاک را گوئی صفاتِ آبگیر ، آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر

تو مٹی سے کہے، کہ پانی کی صفات اختیار کر ، تو پانی سے کہے، کہ شہد یا دودھ بن جا

نار را گوئی کہ نورِ محض شو ، پشہ را گوئی کہ سوئے باد رَد

تو آگ سے کہے، کہ تو خالص نور بن جا ، تو مچھر سے کہے، کہ ہوا کی طرف چلا جا

قلب را گوئی کہ عینِ پاک شو ، یا کہ اکسیرے شود چالاک شو

تو کھوٹے سے کہے، کہ مجسم صاف بن جا ، یا یہ کہ اکسیر بن، اور تیز ہو جا

ہیچ ازاں اوصاف دیگر گوں شوند ، آب کے گردد عسل اے ارجمند

کبھی ان اوصاف سے وہ بدلیں گے؟ ، اے با نصیب! پانی کب شہد بنے گا؟

---

1. دَق۔ یعنی دق الباب، دروازہ کھٹکھٹانا۔ شکر۔ شکر مزید نعمتوں کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔ جبریاں۔ وہ فرقہ جو انسان کو اپنے افعال میں مجبور و مضطر قرار دیتا ہے۔ نصوح۔ بہت نصیحت کرنے والا۔ بس بود۔ یعنی اگر ہم اپنے اختیار میں ہوتے تو تمہاری نصیحت بہت کافی تھی۔ قفل۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو اللہ پر کون غالب آ سکتا ہے۔

2. نقش۔ جب خدا نے ہمیں منکر بنایا ہے تو اب ہم کسی کی گفتگو سے مومن کیسے بن سکتے ہیں۔ سنگ۔ اگر کوئی پتھر سے لعل بننے کو کہے، پرانے سے نیا بننے کو کہے، مٹی کو پانی بن جانے کا حکم دے، پانی کو شہد یا دودھ بننے کو کہے، کھوٹے کو خالص بننے کو کہے یا اکسیر اور قیمتی بننے کو کہے تو یہ سب کہنا بالکل بیکار ہے۔ ہیچ ازاں۔ جن صفات پر اللہ نے جن چیزوں کو پیدا فرمایا ہے ان میں تبدیلی ناممکن ہے۔

Marfat.com

خالقِ[1] افلاک و ہم افلاکیاں
آسمانوں اور آسمان والوں کے پیدا کرنے والے نے

خالقِ آب و تراب و خاکیاں
پانی اور مٹی اور خاک سے پیدا ہونے والوں کے پیدا کرنے والے نے

آسماں را داد دوران و صفا
آسمان کو گھومنا اور صفائی عنایت کی

آب و گل را تیرہ رُوئی و نما
پانی اور مٹی کو گدلا پن اور نمو (عطا فرمایا)

کے تواند آسمان دُردی گزید
آسمان تیرگی کب اختیار کر سکتا ہے؟

کے تواند آب و گل صفوت خرید
پانی اور مٹی صفائی کب حاصل کر سکتے ہیں؟

قسمتے کردست ہریک را رہے
ہر ایک لیے ایک راستہ تقسیم کر دیا ہے

کے کُہے گرد د بجہدت چوں کہے
تیری کوشش سے پہاڑ گھاس جیسا کب بن سکتا ہے؟

جوابِ انبیاء علیہم السلام جبریاں را
جبریوں کو انبیاء علیہم السلام کا جواب دینا

انبیا گفتند کآرے آفرید
انبیاء نے کہا کہ ہاں اس نے پیدا فرمائے

وصفہائے کہ نہ تاں زاں سرکشید
ایسے اوصاف کہ تم ان سے روگردانی نہیں کر سکتے

وافرید او وصفہائے عارضی
اس نے ایسے عارضی اوصاف (بھی) پیدا فرمائے ہیں

کہ گہے مبغوض میگردد رضی
کہ نا پسندیدہ، کبھی پسندیدہ بن جاتا ہے

سنگ[2] را گوئی کہ زرشو بیہدست
تو پتھر سے کہے کہ سونا بن، بیہودہ (بات) ہے

مس را گوئی کہ زرشو راہ ہست
تو تانبے سے کہے، کہ سونا بن (اس کا) راستہ ہے

ریگ را گوئی کہ گل شو عاجزست
تو ریت سے کہے کہ پھول بن جا (وہ) عاجز ہے

خاک را گوئی کہ گل شو جائزست
تو مٹی سے کہے، کہ پھول بن جا ممکن ہے

رنجہا دادست کانرا چارہ نیست
اس نے ایسے مرض پیدا کیے ہیں جنکا کوئی علاج نہیں ہے

آں بمثلِ گنگی و فطس و عمی ست
وہ مثلاً گونگا پن، ناک کا چپٹا پن، اور اندھا پن ہے

رنجہا[3] دادست کانرا چارہ ہست
(کچھ) مرض دیے ہیں، جن کا علاج ہے

آں بمثلِ لقوہ و دردِ سرست
وہ مثلاً لقوہ، اور دردِ سر ہے

ایں دواہا ساخت بہر ائتلاف
یہ دوائیں موافقت کرنے کے لیے بنائی ہیں

نیست ایں درد و دواہا از گزاف
یہ درد، اور دوائیں لغو نہیں ہیں

---

1. خالق۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں گھومنے اور صفائی کی صفت پیدا فرمائی ہے پانی اور مٹی میں کدورت اور نشوونما کی صفت پیدا فرمائی ہے۔ کے تواند۔ آسمان مکدر نہیں ہو سکتا پانی اور مٹی مصفا نہیں ہو سکتے۔ قسمتے۔ ہر چیز کا ایک حصہ مقرر کر دیا ہے اس کو وہی حاصل ہوگا تیری کوشش سے پہاڑ کب بنے گا۔ انبیاء۔ انبیاء نے فرمایا کہ صفات دو قسم کی ہیں ایک میں تبدیلی ناممکن ہے اور دوسری میں تبدیلی ممکن ہے۔ کہ گہے۔ ایک چیز مبغوض ہونے کی صفت ہوتی ہے پھر وہی چیز محبوب بن جاتی ہے تو یہ اس کی صفت بدل گئی۔
2. سنگ۔ پتھر اپنا پتھر پن چھوڑ کر سونا بن جائے یہ ممکن نہیں ہے ہاں تانبہ سونا بن سکتا ہے۔ ریگ۔ ریت میں گل و گلزار بننے کی صلاحیت نہیں ہے، مٹی گل و گلزار بن سکتی ہے۔
3. رنجہا۔ اسی طرح بعض امراض لاعلاج ہوتے ہیں پیدائشی گونگا پن، یا چپٹی ناک، یا پیدائشی اندھا پن ناقابل علاج ہے۔ چارہ ہست۔ لقوے اور درد سر کا علاج ہو سکتا ہے۔ ایں دواہا۔ یہ دوائیں امراض کا ازالہ کرتی ہیں ان دواؤں اور مرض میں مناسبت ہے۔

Marfat.com

بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست ۔ چوں بجد[1] جوئی بیاید آں بدست

بلکہ عموماً مریضوں کا علاج ہے ۔ جب تو کوشش سے تلاش کرے گا ہاتھ آ جائے گا

مکرر کردنِ آں منکراں حجتہائے جبریانہ را

منکروں کا جبریوں کی دلیلوں کو دہرانا

قوم گفتند اے گروہ ایں رنجِ ما ۔ نیست زاں رنجے کہ بپذیرد دوا

قوم نے کہا، اے جماعت! ہمارا یہ مرض ۔ وہ مرض نہیں ہے جو دوا (کا اثر) قبول کرے

سالہا گفتید زیں افسون و پند ۔ سخت تر می گشت زاں ہر لحظہ بند

تم نے سالوں یہ منتر اور نصیحت کی ۔ اس سے ہر دم، روک سخت ہوتی گئی

گر دوا را ایں مرض قابل بُدے ۔ آخر ازوے ذرّہٗ زائل شدے

اگر یہ مرض دوا کو قبول کرنے والا ہوتا ۔ بالآخر اس سے کوئی ذرہ زائل ہوتا

سُدّہ[2] چوں شد آب ناید در جگر ۔ گر خورد دریا رود جائے دگر

جب سدہ پڑ جاتا ہے جگر میں پانی نہیں پہنچتا ہے ۔ اگر دریا بھی پئے وہ دوسری جگہ چلا جاتا ہے

لا جرم آماس گیرد دست و پا ۔ تشنگی را نشکند آں استقا

لامحالہ ہاتھ پاؤں سوج جاتے ہیں ۔ وہ پانی پینا پیاس کو نہیں بجھاتا ہے

باز جوابِ انبیاء علیہم السلام جبریاں را

انبیا کا پھر جبریوں کو جواب دینا

انبیا[3] گفتند نومیدی بدست ۔ فضل و رحمتہائے باری بیحدست

انبیا علیہ السلام نے کہا، نا امیدی بُری ہے ۔ اللہ (تعالیٰ) کا فضل اور رحمتیں لا انتہا ہیں

از چنیں محسن نشاید ناامید ۔ دست در فتراک ایں رحمت زنید

ایسے محسن سے نا امید نہ ہونا چاہیے ۔ اس رحمت کے شکار بند کو دستاویز بنا لو

اے بسا کاریکہ اول صعب گشت ۔ بعد ازاں بکشادہ شد سختی گذشت

بہت سے کام ہیں جو ابتداءً سخت بنے ۔ اس کے بعد کھل گئے، سختی رفع ہو گئی

---

1. چوں بجد۔ حدیث شریف میں ہے مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ دَآءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ دَوَآءً "خدا نے کوئی بیماری ایسی نہیں بنائی جس کا علاج نہ ہو" تلاش اور جستجو ضروری ہے۔ قوم گفتند۔ اہل سبا نے کہا کہ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ بعض اوصاف میں تبدیلی اور بعض مرضوں کا علاج ممکن ہے تو ہمارا وصف اور مرض نا قابل علاج ہے۔ سالہا۔ ہمارے مرض کے لاعلاج ہونے کی علامت یہ ہے کہ سالہا سال سے تم لوگ نصیحتیں کر رہے ہو لیکن ہمارے دل تو اور زیادہ سخت ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر یہ مرض قابل علاج ہوتا تو کچھ تو فائدہ ہوتا۔

2. سدہ۔ جب جگر میں بند لگ جاتا ہے تو پانی جگر تک نہیں پہنچ پاتا پانی پینے سے پانی اور طرف چلا جاتا ہے اور پیاس نہیں بجھتی ہاتھ پاؤں پر ورم آ جاتا ہے تو پانی بجائے پیاس بجھانے کے مرض میں اضافہ کرتا ہے۔

3. انبیاء گفتند۔ انبیا نے اہل سبا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی بری چیز ہے۔ فتراک۔ وہ تھیلا جس میں شکار کر کے رکھا جاتا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے معاملے شروع میں دشوار نظر آتے ہیں پھر آسان ہو جاتے ہیں ناامیدی کے بعد امیدیں پیدا ہو جاتی ہیں، تاریکیوں کے بعد روشنیاں نمودار ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

بعد نومیدی بسے اُمیدہاست — از پسِ ظلمت بسے خورشیدہاست

مایوسی کے بعد بہت سی امیدیں ہیں — اندھیری کے بعد بہت سے سورج ہیں

خود گرفتم[1] کہ شما سنگیں شدید — قفلہا بر گوش و بر دل بر زدید

میں مانتا ہوں کہ تم پتھر بن گئے ہو — تم نے کان اور دل پر قفل چڑھا لیے ہیں

ہیچ مارا با قبولی کار نیست — کارِ ما تسلیم و فرماں برد نیست

ہمیں مان لینے سے (سرو) کار نہیں ہے — ہمارا کام ماننا اور حکم بجا لانا ہے

او بفرمودست ماں ایں بندگی — نیست مارا از خود ایں گویندگی

اس نے اس اطاعت کا ہمیں حکم دیا ہے — ہمارا کہنا اپنی جانب سے نہیں ہے

جاں برائے امرِ او داریم ما — گر بریگے گوید او کاریم ما

ہم اس کے حکم کے لیے جیتے ہیں — اگر وہ حکم دے ہم ریت میں کھیتی بوئیں گے

امرِ[2] حق را ما گروہِ بے ریا — می رسانیم ایں رسالت با شما

ہم مخلص لوگ خدا کا حکم — (اور) یہ پیغام تم تک پہنچا رہے ہیں

غیرِ حق جانِ نبی را یار نیست — با قبول و ردِّ خلقش کار نیست

خدا کے سوا نبی کی جان کا کوئی دوست نہیں ہے — اس کو مخلوق کے ماننے نہ ماننے سے کوئی واسطہ نہیں ہے

مُزدِ تبلیغ رسالاتش ازوست — زشت و دشمن رو شدیم از بہرِ دوست

اس کے پیغامات کی تبلیغ کی مزدوری اس کی جانب سے ہے — ہم دوست کی خاطر برے اور دشمن کے چہرے والے بن گئے ہیں

ما بریں[3] درگہ ملولاں نیستیم — تا ز بُعدِ راہ ہر جا بیستیم

ہم اس بارگاہ پر تھکے ہوئے نہیں ہیں — کہ راستہ کی دوری کی وجہ سے ہر جگہ ٹھہر جائیں

دل فروبستہ و ملول آں کس بود — کز فراقِ یار در محبس بود

دل گرفتہ، اور تھکا ہوا وہ شخص ہوتا ہے — جو دوست کی جدائی سے قید میں ہو

دلبر و مطلوب با ما حاضرست — در نثارِ رحمتش جاں شاکرست

ہمارا دلبر، اور محبوب ہمارے ساتھ موجود ہے — اس کی رحمت کی بکھیر پر جان شکر گذار ہے

در دلِ ما لالہ زار و گلشنی ست — پیری و پژمردگی را راہ نیست

ہمارے دل میں چمن، اور گلشن ہے — بڑھاپے اور مرجھانے کے لیے (اندر) راستہ نہیں ہے

---

1. خود گرفتم۔ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ تم سنگدل بن گئے ہو اور تم نے دل اور کان پر قفل لگا لیے ہیں۔ ہیچ۔ لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ تبلیغ رسالت میں ہمیں تمہارے قبول کرنے اور انکار کرنے سے کوئی بحث نہیں ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ جانِ ما۔ ہم تو اسی لیے زندہ ہیں کہ اس کے حکم کی پابندی کریں اگر وہ ریت میں بیج بونے کو کہے گا تو ریت میں بیج بو دیں گے خواہ وہ نہ اگے۔

2. امرِ حق۔ چونکہ اللہ کا ہمیں حکم ہے کہ تمہیں تبلیغ کریں اس لیے بغیر ریا کے تمہیں احکام پہنچا رہے ہیں۔ با قبول۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ کوئی ہماری بات قبول کرے یا رد کرے۔ مزد۔ ہم اللہ کے لیے تبلیغ کرتے ہیں اور اس کام کی مزدوری اسی سے لیں گے۔ ہم تو اسی کی خاطر لوگوں کی دشمنی مول لے رہے ہیں۔

3. ما بریں۔ تبلیغ میں ناکامی ہمارے لیے سد راہ نہیں ہے، دل گرفتہ وہ ہوتا ہے جو دوست سے مہجور ہو ہمیں ہر وقت قرب الٰہی حاصل ہے۔ دلبر۔ ہمارا محبوب جو حضرت حق ہے وہ ہمارے ساتھ ہے اس کی رحمتیں ہم پر ہر وقت نچھاور ہوتی رہتی ہیں۔ در دل۔ ہمارے دل اس کی محبت سے گلزار ہیں اور ہم ہر وقت تر و تازہ رہتے ہیں۔

دائما ترّ و جوانیم و لطیف
ہم ہمیشہ تر و (تازہ) اور جوان اور پاکیزہ ہیں
تازہ و شیرین و خندان و ظریف
تازہ اور میٹھے اور ہنس مکھ اور خوش مزاج ہیں

پیشِ ما[1] صد سال و یک ساعت یکیست
ہمارے لیے ایک گھنٹہ اور سو سال یکساں ہیں
کہ دراز و کوتہ از ما منفکے ست
کیونکہ لمبائی اور چھوٹائی ہم سے جدا ہے

آں درازو کوتہی در جسمہاست
لمبائی اور چھوٹائی جسموں میں ہوتی ہے
آں درازو کوتہ اندر جاں کجاست
درازی اور کوتاہی روح میں کہاں ہے؟

سہ صد و نہ سالِ آں اصحابِ کہف
تین سو نو سال اصحابِ کہف کے
پیشِ شاں یک روز بے اندوہ و لہف
ان کے لیے بغیر رنج اور افسوس کے ایک دن تھا

وانگہے[2] نمود شاں یک روز ہم
پھر انہیں وہ ایک روز بھی نہ لگا
کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم
کہ روحیں عدم سے پھر جسم میں آ گئیں

چوں نباشد روز و شب با ماہ و سال
جبکہ دن اور رات مع مہینہ اور سال کے نہ ہوں
کے بود سیری و پیری و ملال
پیٹ بھر جانا اور بڑھاپا اور تھکن کہاں ہوتی ہے

در گلستانِ عدم چوں بیخودی ست
عدم کے چمنستان میں چونکہ بے خودی ہے
مستی از سُغراقِ لطفِ ایزدی ست
مستی اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کے جام سے ہے

لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ ہر کس کو نخورد
جسنے نہ کھایا وہ "نہ چکھا نہ جانا" (کا مصداق) ہے
کے بوہم آرد جُعَل انفاسِ وَرد
گبرونڈا خیال سے گلاب کی خوشبوئیں کہاں حاصل کرسکتا ہے

نیست[3] موہوم ار بدے موہوم آں
وہ موہوم (چیز) نہیں ہے، اگر وہ موہوم ہوتا
ہمچو موہوماں شدے معدوم آں
تو وہ موہوم (چیزوں) کی طرح معدوم ہو جاتا

دوزخ اندر وہم چوں آرد بہشت
دوزخ، بہشت کا کیسے تصور کر سکتی ہے؟
ہیچ تابد روئے خوب از خوکِ زشت
بد صورت سور سے، حسین چہرہ کہاں چمکتا ہے؟

ہیں گلوئے خود مبرید اے مہاں
اے بڑو! اپنے گلے نہ پھاڑو
آنچنیں لقمہ رسیدہ تا دہاں
منہ تک ایسا لقمہ پہنچ گیا ہے

راہہائے صعب پایاں بردہ ایم
ہم نے سخت راستے طے کر لیے ہیں
رہ بر اہلِ خویش آساں کردہ ایم
ہم نے اپنوں کے لیے راستہ آسان کر دیا ہے

---

1. پیشِ ما۔ جب روحانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو زمان و مکان کی قید سے رہائی ہو جاتی ہے۔ جسم زمان و مکان کا پابند ہوتا ہے۔ سہ صد۔ اصحابِ کہف پر روحانیت کا غلبہ تھا تو ان کے لیے تین سو نو سال ایک روز کے برابر تھے۔

2. وانگہے۔ اصحابِ کہف نے کہا تھا کہ ہم اس حالت میں ایک دن یا دن کے کچھ حصے میں رہے ہیں۔ چوں۔ جبکہ روح زمان و مکان سے مقید نہیں ہے تو اس کے لیے نہ بڑھاپا ہے نہ تھکن۔ گلستانِ عدم۔ یعنی عالم ارواح۔ مستی۔ اس عالم کی مستی قربِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ لَمْ یَذُقْ۔ یعنی جس نے چیز کو نہ چکھا ہو وہ اس کا ذائقہ نہیں جان سکتا۔ جُعَل۔ گبرونڈا، گوبر کا کیڑا۔

3. نیست۔ یعنی یہ مستی وہمی نہیں ہے، وہمی کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔ دوزخ۔ جس طرح دوزخ اور جنت میں بعد ہے، اسی طرح اہلِ دنیا اور اس مستی میں بعد ہے، دنیادار اس مستی کو سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ اے مہان۔ اہلِ سبا کو خطاب ہے کہ اپنی جاہی سول نہ لو ہدایت حاصل کرلو۔ رہہائے۔ ہدایت کے حصول میں جس قدر مصائب ہوتے ہیں وہ انبیا جھیل چکتے ہیں قوم ان سے بلا مجاہدے کے ہدایت حاصل کرتی ہے۔

Marfat.com

ہر کہ[1] مارا گشت پیرو باز رست — از عذابِ نار و در جنت نشست
جو ہمارا پیرو بن گیا، وہ رہائی پا گیا — آگ کے عذاب سے، اور جنت نشین ہو گیا

وانکہ نشنید از شقاوت پندِ ما — در عذابِ جاوداں شد مبتلا
جس نے بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سنی — وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہو گیا

ہیں بجوئید از نجومِ سعد راہ — زانکہ در ظلمت دَرید و قعرِ چاہ
آگاہ! نیک بختی کے ستاروں سے راستہ تلاش کرو — کیونکہ تم اندھیرے اور کنویں کی گہرائی میں ہو

مکرر کردنِ قوم اعتراض بر انبیاء علیہم السلام

قوم کا انبیاء علیہم السلام پر مکرر اعتراض کرنا

قوم گفتند[2] ار شما سعدِ خودید — نحسِ مائید و ضدید و مرتدید
قوم نے کہا، اگر تم اپنے لیے نیک بخت ہو — ہمارے لیے بدبخت اور مخالف اور مرتد ہو

جانِ ما فارغ بُد از اندیشہا — در غم افگندید مارا و عنا
ہماری جان فکروں سے خالی تھی — تم نے ہمیں غموں اور مشقت میں ڈال دیا

ذوقِ جمعیت کہ بود و اتفاق — شد ز فالِ زشت تاں صد افتراق
یگانگت اور اتفاق کا جو مزا تھا — تمہاری بد شگونی سے سیکڑوں جدائیاں بن گیا

طوطیِ نقل و شکر بودیم ما — مُرغِ مرگ اندیش گشتیم از شما
ہم نقل اور شکر کھانے والی طوطی تھے — تمہاری وجہ سے موت کو سوچنے والا پرند بن گئے

ہر کجا افسانۂ غم گستری ست — ہر کجا آوارۂ مستنکری ست
جہاں کہیں غم اٹھانے کا قصہ ہے — جہاں کہیں بُرائی کا شہرہ ہے

ہر کجا اندر جہاں فالِ بدیست — ہر کجا مسخے[3] نکالے، ماخذیست
جہاں کہیں دنیا میں بدشگونی ہے — جہاں کہیں مسخ، عذاب، جائے گرفت ہے

در مثال و قصہ و فالِ شماست — در غم انگیزی شمارا اشتہاست
(وہ) تمہارے مثال اور قصہ اور شگون کی وجہ سے ہے — غم بڑھانے کی تمہاری خواہش ہے

باز جواب گفتنِ انبیاء علیہم السلام ایشاں را

انبیاء علیہم السلام کا ان کو پھر جواب دینا

انبیا گفتند فالِ زشت و بد — از میانِ جانِ تاں دارد مدد
انبیا نے کہا اچھا اور بُرا شگون — تمہاری جان سے مدد حاصل کرتا ہے

---

[1] ہر کہ۔ انبیا کی اطاعت کر لینے والے نجات پاتے ہیں اور جو منکر ہوتے ہیں وہ ابدی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نجوم۔ انبیا نجوم ہدایت ہیں۔

[2] قوم گفتند۔ انبیاء نے اپنے آپ کو سعادت کا ستارہ قرار دیا تھا۔ قوم نے کہا کہ تمہاری سعادت تمہارے لیے ہوگی ہمارے لیے تو تم نحس ہو۔ جانِ ما۔ تمہاری نحوست یہ ہے کہ ہم فکروں سے فارغ تھے تم نے ہمیں فکرمند بنا دیا۔ ذوق۔ ہم سب متفق تھے، تمہارے وجود سے ہم میں اختلاف ہو گئے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے۔ نقل۔ چبینا۔ مستنکری۔ برائی۔

[3] مسخ۔ صورت کا بدل جانا۔ نکال۔ عذاب۔ ماخذ۔ گرفت کی جگہ۔ اشتہا۔ خواہش۔ انبیاء۔ انبیا نے کہا یہ ساری برائیاں جو تم نے بیان کیں اُن کا سبب ہم نہیں ہیں خود تم ہو۔

Marfat.com

گر تو[1] جائے خفتہ باشی با خطر
اگر تو کسی جگہ خطرے میں سویا ہوا ہو

مہربانے مر تُرا آگاہ کرد
کسی مہربان نے تجھے خبردار کر دیا

تو بگوئی فالِ بد چوں می زنی
تو کہتا ہے کہ کیوں بدشگونی کرتا ہے

از میانِ فالِ بدمن خود ترا
میں تجھے بدشگونی سے

چوں نبی آگہ کنندست از نہاں
نبی کی طرح جو ان پوشیدہ باتوں سے خبردار کرنے والا ہے

گر طبیبے[2] گویدت غورہ مخور
اگر تجھ سے کوئی طبیب کہے، کچا انگور نہ کھا

تو بگوئی فالِ بد چوں میزنی
تو کہے کہ بدشگونی کیوں کرتا ہے

ور منجم گویدت کامروز ہیچ
اگر کوئی نجومی تجھ سے کہے کہ آج کوئی

تانگردی نادم و خاسر ازاں
تاکہ تو اس کی وجہ سے شرمندہ اور محروم نہ بنے

صد رہ[3] اربینی دروغِ اختری
اگرچہ تو سو طرح سے نجومی کا جھوٹ دیکھتا ہے

ایں نجومِ ماشد ہرگز خلاف
ہمارے ان ستاروں میں کبھی تخلف نہیں ہوا

آں طبیب و آں منجم از گماں
وہ طبیب اور نجومی گمان کے ذریعے

اژدہا در قصدِ تو آید ز سر
اژدہا تیرے ارادے سے سر پر آ جائے

کہ بجہ زود ارنہ اژدرہات خورد
کہ جلد بھاگ، ورنہ تجھے اژدہے نے کھایا

فال چہ برجہ ببیں در روشنی
بدشگونی کیا ہوتی ہے، اٹھ روشنی میں دیکھ

میرہانم می برم سوئے سرا
چھڑا رہا ہوں، گھر کی جانب لے جا رہا ہوں

کو بدید انچہ ندید اہلِ جہاں
کیونکہ جو کچھ اس نے دیکھ لیا ہے دنیاداروں نے نہیں دیکھا ہے

کہ چنیں رنجے بر آرد زود سر
کہ فلاں مرض جلد سر آ جائے

پس تو ناصح را موثم[2] میکنی
تو تو ایک ناصح کو گنہگار ٹھہرا رہا ہے

آنچناں کارے مکن اندر پیچ
ایسا کام ارادہ سے نہ کرنا

زانکہ نیکو نیست روزِ امروز ہاں
کیونکہ آج اچھا دن نہیں ہے

یکدوبارہ راست آید می خری
ایک دو بار سچ ہو جائے، تو تو مان لیتا ہے

صحتش چوں ماند از تو در غلاف
ان کی صحت تجھ سے کیسے پوشیدہ ہے؟

می کنند آگاہ و ما خود از عیاں
خبر دیتے ہیں اور ہم مشاہدے سے

---

[1] گر تو۔ ہم تو تمہیں اس عذاب سے ڈراتے ہیں جو اے کافرو! تم پر نازل ہونے والا ہے، ہماری مثال تو اس شخص کی سی ہے جو ایسے شخص کو بیدار کر دے جس پر سانپ حملہ آور ہو رہا ہو۔ بجہ۔ کود جا۔ تو بگوئی۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ وہ شخص جس پر سانپ حملہ آور ہے، بیدار کرنے والے کو برائی دینے لگے۔ سرا۔ گھر۔ چوں نبی۔ نبی آنکھوں سے اس عذاب کو دیکھتا ہے جو منکروں پر نازل ہونے والا ہوتا ہے۔

[2] گر طبیبے۔ تمہاری مثال اس مریض کی سی ہے جس کو طبیب مضر چیز کھانے سے روکے اور وہ طبیب پر الٹے الزام دھرے۔ موثم۔ گناہ گار۔ ور منجم۔ تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس کو نجومی بُری گھڑی سے بچانا چاہے اور وہ الٹا نجومی پر الزام دھرے۔ ہیچ۔ قصد، ارادہ۔

[3] صد رہ۔ نجومی کی بات سیکڑوں بار جھوٹی نکلتی ہے لیکن پھر بھی اس احتمال سے کہ شاید یہ بات صحیح ہو تم نجومی کا کہنا مان جاتے ہو۔ ایں نجوم۔ لیکن ہماری پیشین گوئیاں بالکل صحیح ہوتی ہیں ان کو تم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو، نجومی اور طبیب محض گمان سے بات کہتے ہیں ہم تو مشاہدہ کر کے کہہ رہے ہیں۔

Marfat.com

دُود[1] می بینیم و آتش از کراں
ہم دیکھتے ہیں کہ دھواں اور آگ ایک کنارے سے
تو ہمی گوئی خمش کن زیں مقال
تو یہ کہتا ہے، کہ ان باتوں سے چپ رہ
اے کہ نُصحِ ناصحاں را نشنوی
اے وہ کہ تو ناصحوں کی نصیحت نہیں سنتا ہے
افعیے بر پشتِ تو بر می رَود
ایک اژدہا تیرے پیچھے دوڑ رہا ہے
گویَدش خاموش غمگینم مکن
تو اس کو کہتا ہے چپ رہ، مجھے غمگین نہ کر
چوں زند افعی دہاں بر گردنت
جب اژدہا تیری گردن پر منہ مارے گا
پس بدو[2] گوئی ہمیں بود اے فلاں
پھر تو اس سے کہے گا اے فلاں ٹھیک تھا
یا زبالایم تو سنگے می زدی
یا اوپر سے تو میرے پتھر مارتا
او بگوید زاں کہ می آزردہٗ
وہ کہے گا، کیونکہ تو رنجیدہ ہوتا تھا
گفت من کردم جوانمردی و پند
اس نے کہا میں نے شرافت برتی اور نصیحت (کی)
از لئیمی[3] حقِ آں نشناختی
تو نے کمینہ پن سے اس کی قدر نہ کی
ایں بود خوئے لئیمانِ دَنی
کمینے لئیموں کی یہی عادت ہوتی ہے

حملہ می آرد بسوئے منکراں
منکروں پر حملہ آور ہے
کہ زیانِ ماست قالِ شومِ فال
کیونکہ بدشگونی کی بات میں ہمارا نقصان ہے
فالِ بد با تست ہر جا می روی
تو جہاں جائے بدشگونی تیرے ساتھ ہے
او زبامے بیندش آگہ کند
وہ اس کو بالا خانہ سے دیکھ رہا ہے، خبردار کرتا ہے
گوید او خوش باش خود رفت ایں سخن
وہ کہتا ہے، خوش رہ، بات ختم ہوئی
تلخ گردد جملہ شادی کردنت
تیری سب خوشیاں منانا تلخ ہو جائیں گی
چوں نہ بدریدی گریباں در فغاں
تو نے نالہ و فریاد سے گریبان چاک کیوں نہ کیا تھا؟
تا مرا آں جد نمودے ایں بدی
تاکہ وہ کوشش یہ برائی مجھے دکھا دیتی
تو بگوئی نیک شادم کردہٗ
تو کہے گا، تو نے (اب کیا) مجھے خوش کر دیا ہے
تا رہانم مر ترا زیں خشک بند
تاکہ میں تجھے سخت قید سے رہائی دوں
مایۂ ایذا و طغیاں ساختی
اس کو ایذا اور سرکشی کا سرمایہ بنایا
بد کند با تو چو نیکوئی کنی
جب تو نیکی کرے وہ تجھ سے بدی کرتے ہیں

[1] دود۔ انبیاء نے کہا ہم تو عذاب کا دھواں اور آگ آنکھ سے دیکھ کر بتا رہے ہیں لیکن تم ہماری ان باتوں کو بدفالی سمجھ رہے ہو۔ اے کہ۔ منکروں کا وجود خود فالِ بد ہے۔ افعیے۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ عذاب کا اژدہا تمہارے در پے ہے ایک شخص بالا خانہ سے اس کو دیکھ کر تمہیں آگاہ کر رہا ہے لیکن تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں سانپ کی بات سنا کر غمگین نہ کرو۔ گوید۔ مجبور ہو کر وہ بتانے والا بھی کہے گا کہ اچھا یہ بات کو رفت گذشت کرو اور تم خوش رہو۔ چوں زند۔ جب وہ اژدہا ڈس لے گا پھر تیری ساری خوشیاں کڑوی ہو جائیں گی۔

[2] پس بدو۔ پھر تو بتانے والے سے کہے گا کہ تو میرے غم میں کپڑے پھاڑ کر مجھے آگاہ کرتا تو میں مان لیتا یا اوپر سے میرے پتھر مارتا تو میں آگاہ ہو جاتا۔ او بگوید۔ وہ جواب میں کہہ دے گا کہ تو میری بات سے آزردہ ہوتا تھا تو وہ کہے گا کہ میں اب کون سا خوش ہوں۔ گفت۔ وہ آگاہی دینے والا کہے گا کہ میں نے تو شرافت سے کام لیا تھا تجھے مصیبت سے بچانے کے لیے نصیحت کی تھی۔

[3] از لئیمی۔ لیکن تو نے کمینہ پن برتا اس نصیحت کی قدر نہ کی بلکہ اس نصیحت کو ایذا رسانی اور سرکشی کا سبب بنا لیا۔ ایں بود۔ کمینوں کا یہی طریقہ ہے کہ تم ان سے بھلائی کرو تو وہ اس کے بدلے میں تم سے برائی کریں گے۔

Marfat.com

نفس[1] را زیں صبری کن نحیفش — کہ لئیم ست و نسازد نیکویش

نفس کو صبر کے ذریعہ کمزور بنا — کیونکہ وہ کمینہ ہے بھلائی اس کے ساتھ ساز نہیں کرتی ہے

با کریمے گر کنی احساں سزد — ہر یکے را او عوض ہفصد دہد

اگر تو شریف کے ساتھ احسان کرے تو مناسب ہے — وہ ہر ایک کا سات سو گنا بدلہ دے گا

با لئیمے چوں کنی قہر و جفا — بندۂ گردد ترا بس با وفا

کمینہ پر جب تو ظلم اور قہر کرے گا — (وہ) تیرا با وفا غلام بن جائے گا

کافراں کارند در نعمت جفا — باز در دوزخ ندا شاں ربّنا

کافر نعمت کی حالت میں جفا کاری کرتے ہیں — پھر دوزخ میں ان کی پکار، اے ہمارے رب! ہوتی ہے

کہ لئیماں[2] در جفا صافی شوند — چوں وفا بینند خود جافی شوند

کیونکہ کمینے ظلم میں مخلص بنتے ہیں — جب وفا دیکھتے ہیں جفا کرتے ہیں

حکمت در آفریدنِ دوزخ دراں جہان و زنداں دریں عالم تا معبدِ منکراں گردد کہ اِئتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا

دوزخ کو اس عالم میں اور قید خانہ کو اس عالم میں پیدا کرنے کی حکمت تا کہ وہ کافروں کا عبادت خانہ بنے کیونکہ اِئتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا ہے

مسجد و طاعاتِ شاں پس دوزخ[3] ست — پائے بندِ مُرغ بیگانہ فخ ست

ان کی مسجد اور اطاعتوں (کی جگہ) دوزخ ہے — بیگانہ پرند کے پاؤں کا پھندا جال ہے

ہست زنداں صومعہ دُزدِ لئیم — کاندرو ذاکر شود حق را مقیم

کمینے چور کا عبادتخانہ قید خانہ ہے — اس میں وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرنے والا ہوتا ہے

چوں عبادت بود مقصود از بشر — شد عبادتگاہِ گردنکش سقر

چوں کہ انسان کی پیدائش سے مقصود عبادت ہے — متکبر کی عبادت گاہ، دوزخ بنی

آدمی را ہست در ہرکار دست — لیک از و مقصود ایں خدمت بدست

انسان کو ہر کام پر قدرت ہے — لیکن اس (کی پیدائش) سے (اصلی) مقصود عبادت ہے

---

1. نفس۔ انسان کا نفس ایسا ہی کمینہ ہے کہ اس کے ساتھ بھلائی کرنا اور اس کو مضبوط بنانا مناسب نہیں ہے اس کو مشقتوں اور مجاہدوں سے کمزور بناؤ۔ با کریمے۔ کسی شریف سے شرافت برتو گے تو وہ ستر گنا شرافت برتتا ہے۔ با لئیمے۔ کمینہ پر جور و جفا کرو گے تو پھر وہ اطاعت کرے گا۔ کافراں۔ کافر ایسا ہی کرتے ہیں کہ دنیا میں ان کو اللہ کی نعمتیں ملیں تو کفر بڑھا دوزخ کے عذاب میں خدا کو مانیں گے اور پکاریں گے۔

2. کہ لئیماں۔ کمینے ظالم کے ساتھ ٹھیک چلتے ہیں شریف پر ظلم کرتے ہیں۔ ائتیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو حکم دیا کہ تم دونوں آؤ خواہ خوشی سے خواہ جبر سے تو دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں یعنی اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اطاعت تو لامحالہ کرنی ہوگی خواہ خوشی سے کر دیا مجبوری سے۔ کفار مجبوری سے اطاعت کریں گے۔

3. دوزخ۔ کافر جب دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے تو فرمانبرداری کریں گے وحشی جانور خوشی سے نہیں آتا تو جال میں پھنس کر آتا ہے۔ فخ۔ جال۔ زنداں۔ جب چور جیل خانہ میں ڈال دیا جاتا ہے تو نیکی شروع کر دیتا ہے۔ چوں۔ جن اور انس کی تخلیق کا باعث عبادت اور اطاعت ہے خوشی نہ کریں گے تو جبرا کرنی پڑے گی، مومن جنت اور دنیا میں اطاعت گزاری کرے گا۔ آدمی۔ انسان میں بہت سے کام کرنے کی صلاحیتیں ہیں لیکن اس کی تخلیق کا اصل منشا عبادت گزاری ہے جیسا کہ آیت میں مذکور ہے۔

Marfat.com

مَا خَلَقْتُ[1] الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ ایں بخواں — جز عبادت نیست مقصود از جہاں

اس "نہیں پیدا کیا ہم نے جن و انسان" کو یہ پڑھ — عبادت کے علاوہ دنیا میں (کوئی) مقصد نہیں ہے

گرچہ مقصود از کتاب آں فن بود — گر تواش بالش کنی ہم می شود

اگرچہ کتاب کا مقصد وہ فن ہوتا ہے — اگر تو اس کا تکیہ بنا لے تو (یہ بھی) ہو سکتا ہے

لیک ازو مقصود ایں بالش نبود — علم بود و دانش و ارشاد و سود

لیکن، اس کا مقصد یہ تکیہ (ہوتا) نہ تھا — علم اور سمجھ، اور ہدایت اور نفع تھا

گر تو میخے ساختی شمشیر را — برگزیدی بر ظفر اِدبیر را

اگر تو تلوار کو کھونٹا بنا لے — تو نے کامیابی پر بدبختی کو ترجیح دی

گرچہ مقصود از بشر علم و ہدیست — لیک ہریک آدمی را معبدیست[2]

اگرچہ انسان (کی تخلیق) سے مقصود علم (ہدایت) ہے — لیکن ہر شخص کی ایک عبادت گاہ ہے

معبدِ مردِ کریم اَکْرَمْتُہٗ — معبدِ مردِ لئیم اَسْقَمْتُہٗ

شریف انسان کی عبادتگاہ (مقام) اَکْرَمْتُہٗ ہے — کمین انسان کی عبادت گاہ اَسْقَمْتُہٗ ہے

مر لئیماں را بزن تا سر نہند — مر کریماں را بدہ تا بر دہند

کمینوں کو پیٹ تا کہ اطاعت کریں — شریفوں کو (انعام) دے تا کہ پھل دیں

لا جرم حق ہر دو مسجد آفرید — دوزخ آنہا را و لہٰا را مزید

لا محالہ اللہ (تعالیٰ) نے دو مسجدیں بنائیں — ان کے لیے دوزخ اور ان کے لیے "مزید"

ساخت[3] موسیٰؑ قدس در بابِ صغیر — تا فرود آرند سر قومِ زحیر

(حضرت) موسیٰ نے بیت المقدس میں چھوٹا دروازہ بنایا — تا کہ سرکش قوم سر جھکائے

زاں کہ جباراں بدند و سرفراز — دوزخ آں بابِ صغیرست و نیاز

کیونکہ وہ جبار اور متکبر تھے — دوزخ وہی چھوٹا دروازہ اور نیاز (مندی کی جگہ) ہے

بیانِ آنکہ حق تعالیٰ صورتِ ملوک را سبب مسخر کردنِ

اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت، ان متکبروں کو تابع بنانے کے

---

[1] مَاخَلَقْتُ۔ قرآن پاک میں ہے مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ "میں نے نہیں پیدا کیا انسانوں اور جنوں کو مگر اس لیے کہ وہ عبادت کریں۔" از کتاب۔ کتاب کی تصنیف و اشاعت کا اصل مقصد اس فن اور علم کو جاننا ہے جس فن کی وہ کتاب ہے اگر تو اس کا تکیہ بنائے گا تو وہ تکیہ بن جائے گی لیکن یہ تیری غلطی ہوگی اسی طرح اگر انسان عبادت نہ کرے گا تو دوسرے کاموں میں لگے گا تو یہ اس کی غلطی ہوگی۔ گر تو میخے۔ تلوار کا اصل مقصد اس کے ذریعہ فتح پانا ہے وہ کھونٹا بھی بن سکتی ہے لیکن اگر تو اس سے کھونٹے کا کام بھی لے گا تو بڑی حماقت ہوگی۔

[2] معبد۔ ہر انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے لیکن ہر ایک کا عبادت خانہ جدا ہے۔ شریف کا معبد تو اَکْرَمْتُہٗ کا مقام ہے یعنی میں نے اس کا اکرام کیا اور لئیم کا معبد اَسْقَمْتُہٗ کا مقام ہے یعنی میں نے اس کو بیمار کیا۔ شریف انعامات الٰہی کے وقت عبادت گزار بنتا ہے اور کمینہ مصائب میں مبتلا ہو کر۔ مزید۔ یعنی جنت جس کے لیے فرمایا گیا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ "اور ہمارے پاس زیادتی ہے۔"

[3] ساخت۔ موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک کھڑکی بنائی تھی تا کہ متکبرین اس میں جھک کر داخل ہوں اور ان کی سجدہ کی سی حالت ہو جائے۔ دوزخ کو ایک چھوٹی کھڑکی سمجھو کر اس میں داخل ہو کر یہ متکبر عبادت گذار بن جائیں گے۔ بیان۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھڑکی بنائی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان متکبروں کے لیے ظالم بادشاہوں کا وجود اور دوزخ بنائی ہے۔ یہ ظالموں کو سجدہ کرتے ہیں اور دوزخ میں خدا کو یاد کریں گے۔

Marfat.com

جباراں کہ مسخر حق نباشند ساختہ چنانکہ موسیٰ علیہ السلام

یے بنائی ہے جو کہ اللہ کے تابع نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

باب صغیر ساخت بر ربضِ[1] قدس جہتِ رکوع جباران

نے بیت المقدس کے احاطے میں چھوٹا دروازہ بنایا تا کہ بنی اسرائیل کے متکبر آتے

بنی اسرائیل وقت درآمدن کہ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ

وقت جھکیں کیونکہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور حطہ کہو (کا حکم تھا)

آنچناں کہ حق ز لحم و استخواں — از شہاں بابِ صغیرے ساخت ہاں

اس طرح کہ اللہ (تعالیٰ) نے گوشت اور ہڈیوں سے — بادشاہوں کا چھوٹا دروازہ بنایا

اہلِ دنیا سجدۂ ایشاں کنند — چونکہ سجدۂ کبریا را دشمنند

دنیا دار ان کو سجدہ کرتے ہیں — کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں

ساخت سرگیں دانئی محرابِ شاں — نامِ آں محراب میر و پہلواں

ان کے لیے گوبر خانے کو محراب بنایا — اس محراب کا نام، حاکم اور پہلوان ہے

لائق[2] ایں حضرتِ پاکی نہ اید — عیشکر پاکاں شما خالی نے اید

تم پاک دربار کے لائق نہیں ہو — پاک لوگ گنا ہیں، تم صرف زٹل ہو

آں سگاں را ایں خساں خاضع شوند — شیر را عارست کورا بگروند

کمینے ان کتوں کے تابعدار ہوتے ہیں — شیروں کی توہین ہے کہ وہ اس کے گرویدہ ہوں

گربہ[3] باشد شحنۂ ہر موش خو — موش کہ بود تا ز شیراں ترسد او

ہر موش خصلت کا کوتوال بلی ہوتی ہے — چوہا کس قابل ہے کہ وہ شیروں سے ڈرے

خوفِ ایشاں از کلابِ حق بود — خوفِ شاں کے ز آفتابِ حق بود

ان کو اللہ (تعالیٰ) کے کتوں سے خوف ہوتا ہے — آفتابِ حق سے انہیں ڈر کہاں ہوتا ہے

رَبِّیَ الْاَعْلٰی ست وردِ آں مہاں — رَبِّ اَدْنٰی در خورِ ایں ابلہاں

سرداروں کا وظیفہ ربی الاعلیٰ ہے — رب ادنیٰ ان بیوقوفوں کے لائق ہے

موش کے ترسد ز شیرانِ مصاف — بلکہ آں آہوگانِ مشک ناف

جنگ کے شیروں سے چوہا کب ڈرتا ہے؟ — بلکہ وہ آہو قدم مشک کی ناف والے (ڈرتے ہیں)

---

1. ربض۔ مکانات کا ماحول بکریوں کا باڑہ۔ اُدْخُلُوا۔ قرآن پاک میں ہے اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ یعنی "بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ اس کھڑکی میں سجدہ کی حالت میں داخل ہو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دے۔" شہاں۔ یہ متکبر بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ ساخت۔ ان کی محراب اور عبادت گاہ کو بر خانہ ہے اسی کو دوسرے لفظوں میں بادشاہ اور پہلوان کہا جاتا ہے یہ منکران کے سامنے جھکتے ہیں۔
2. لائق۔ ان کے سجدے اللہ تعالیٰ کے لائق نہ تھے کیونکہ ان کو جناب باری سے کوئی مناسبت نہیں یہ بصورت انسان ہیں لیکن انسانیت سے خالی ہیں نیکوں کی اور ان کی مثال دی ہے جو گنے اور زٹل کی ہے۔ آں سگاں۔ یعنی دنیا دار بادشاہ۔ ایں خساں۔ یعنی منکرین۔ شیر۔ یعنی جناب باری تعالیٰ۔
3. گربہ۔ چوہا بلی سے ڈرتا ہے شیر جو کہ اس سے بدرجہا افضل ہے اس سے نہیں ڈرتا۔ خوف۔ منکرین بھی اللہ کے کتوں سے ڈرتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ ربی الاعلیٰ۔ میرا خدا بلند ہے۔ مہاں۔ بالا و برتر خدا کو ماننا شریفوں کا کام ہے ان منکرین کے لائق ادنیٰ رب ہے جن کو یہ لوگ پوجتے ہیں۔ رب ادنیٰ۔ معمولی درجہ کا خدا۔ موش۔ شیروں سے ڈرنا چوہے کا کام نہیں بلکہ ہرن جیسے شریف اور پاکیزہ جانور کا کام ہے۔

Marfat.com

رو بہ پیشِ کاسہ لیس اے دیگ لیس[1] | تش خداوند و ولی نعمت نویس
اے دیگ چاٹنے والے پیالہ چاٹنے والے کے پاس جا | تو اس کو آقا، اور ولی نعمت لکھ

دیگ لیسی کاسہ لیسے را بجو | تش خداوند و ولی نعمت بگو
تو دیگ چاٹنے والا ہے کسی پیالہ چاٹنے والے کو تلاش کر | تو اس کو آقا اور ولی نعمت کہہ

بس کن ار شرحے بگویم دور دست | خشم گیرد میرو ہم داند کہ ہست
ختم کر اگر میں لمبی تفصیل کروں گا | حاکم غصہ کرے گا اور سمجھے گا کہ وہ (کچھ) ہے

حاصل ایں آمد کہ بد کن اے کریم | با لئیماں تا نہد گردن لئیم
خلاصہ یہ نکلا کہ اے شریف! بُرائی کر | کمینوں کے ساتھ تاکہ کمینہ اطاعت کرے

با لئیم نفس[2] چوں احساں کند | چوں لئیماں نفس بد کفراں کند
جب تو کمینے نفس کے ساتھ احسان کرے گا | تو وہ بد نفس کمینوں کی طرح کفران کرے گا

زیں سبب بُد کاہلِ محنت شاکرند | اہلِ نعمت طاغی اند و ماکرند
یہی سبب ہوا کہ محنتی شکر گزار ہیں | مالدار سرکش، اور مکار ہیں

ہست طاغی بگلرِ زرّیں قبا | ہست شاکر خستہ و صاحب عبا
سردار زرّیں قبا والا سرکش ہے | خستہ (حال) اور گدڑی والا شکر گذار ہے

شکر کے رُوید ز املاک و نعم | شکر می روید ز بلوا و سقم
نعتوں اور ملکیتوں سے شکر کہاں اُگتا ہے | شکر ابتلا اور بیماری سے اگتا ہے

قصہ[3] عشق صوفی بر سفرۂ تہی از خورش

کھانے سے خالی دستر خوان پر ایک صوفی کے عشق کا قصہ

صوفی بر میخ روزے سفرہ دید | چرخ می زد جامہا را می درید
ایک صوفی نے ایک دن کھونٹی پر دستر خوان دیکھا | رقص کرتا تھا اور کپڑے پھاڑتا تھا

بانگ می زد نک نوائے بے نوا | قحطہا و درد ہا را نک دوا
چیختا تھا، یہ بے سامان کا سامان ہے | یہ قحطوں اور دردوں کی دوا ہے

چونکہ درد و سوزِ او بسیار شد | ہر کہ صوفی بود با او یار شد
جب اس کا درد اور سوزش بڑھی | جو بھی صوفی تھا اس کا ساتھی ہو گیا

کخ کخے و ہائے ہوئے می زدند | تا کہ چندیں مست و بیخود می شدند
قہقہے اور نعرے مارتے تھے | یہاں تک کہ بہت زیادہ مست و بیخود ہو جاتے تھے

---

[1] دیگ لیسی۔ جیسی روح ویسے فرشتے لہٰذا ان منکرین کی خدائی کے لائق یہی ظالم اور جابر ہیں۔ بس کن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اب منکرین کے معبودوں کی زیادہ بات نہ کرو ورنہ وہ ناراض ہوں گے اور دل میں سمجھیں گے کہ ہم بھی کچھ ہیں جبھی تو ہمارا اس قدر ذکر کیا جارہا ہے۔

[2] لئیم نفس۔ نفس لئیم۔ زیں سبب۔ جو لوگ محنت اور مشقت کی زندگی گزارتے ہیں عموماً شاکر ہوتے ہیں اور مالدار سرکش ہوتے ہیں۔ بگلر۔ بیگ لر، سردار۔ شکر۔ ابتلا اور بیماری شکر گذاری کا سبب ہے۔

[3] قصہ۔ مولانا نے پہلے سمجھایا تھا کہ فقر اور ابتلا سے شکر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کی تائید میں یہ قصہ نقل کرتے ہیں۔ میخ۔ کھونٹی۔ سفرہ۔ دستر خوان۔ چرخ زدن۔ گھومنا۔ نک۔ یعنی یہ دستر خوان۔ چونکہ۔ اس صوفی کے وجد پر دوسرے صوفی بھی وجد میں آگئے۔ کخ کخ۔ دونوں کافوں کے زیر کے ساتھ، قہقہہ۔

بو الفضولے[1] گفت صوفی را کہ چیست
ایک لغو انسان نے صوفی سے کہا یہ کیا ہے؟
سفرۂ آویختہ از ناں تہیست
لٹکا ہوا دستر خوان روٹی سے خالی ہے

گفت رَورَو نقش بے معنیستی
اس (صوفی) نے کہا جا، جا تو بے روح تصویر ہے
تو بجو ہستی کہ عاشق نیستی
تو ہستی کی تلاش کر، کیونکہ تو عاشق نہیں ہے

عشق ناں بے ناں غذائے عاشق ست
عشق جو روٹی نہ ہوتے ہوئے روٹی ہے جو عاشق کی غذا ہے
بندِ ہستی نیست ہر کو صادق ست
جو صادق ہے وہ وجود کا پابند نہیں ہے

عاشقان[2] را کار نبود با وجود
عاشقوں کو وجود سے واسطہ نہیں ہوتا ہے
عاشقاں را ہست بے سرمایہ سود
عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہوتا ہے

بال نے و گردِ عالم می پرند
پر نہیں ہیں، اور عالم کے چاروں طرف اڑتے ہیں
دست نے و گوئے ز میداں می برند
ہاتھ نہیں ہے، اور میدان سے گیند لے جاتے ہیں

آں فقیرے کو زِ معنی بوئے یافت
وہ فقیر جس نے حقیقت کی خوشبو حاصل کر لی
دست ببریدہ ہمی زنبیل بافت
ہاتھ کٹا ہوا ہونے پر جھولی بنتا تھا

عاشقان[3] اندر عدم خیمہ زدند
عاشقوں نے عدم میں خیمہ لگایا ہے
چوں عدم یکرنگ و نفس واحدند
عدم کی طرح یکساں اور ایک جان ہو گئے ہیں

شیر خوارہ کے شناسد ذوقِ لوت
دودھ پیتا بچہ، کھانوں کا ذائقہ کب پہچانتا ہے
مر پَری را بوئے باشد لوت پوت
پری کے لیے خوشبو اقسام کا کھانا ہوتا ہے

آدمی کے بود برد از بوئے او
آدمی اس خوشبو کا سراغ کب پا سکتا ہے
چونکہ خوئے اوست ضدِ خوئے او
کیونکہ اس کی عادت اس کی عادت کے خلاف ہے

یابد از بوئے آں پری بوئے کہ اش
پری اس کی خوشبو سے ایسی راحت حاصل کرتی ہے کہ اس کو
تو نیابی آں ز صد من لوت خوش
تو سو من اچھی خوراک سے نہیں پا سکتا ہے

پیش قبطی خوں بود آں آبِ نیل
قبطی کے لیے نیل کا پانی خون ہے
آب باشد پیشِ سبطیِ جمیل
اچھے سبطی کے لیے پانی ہے

---

1. بوالفضول۔ بیہودہ۔ نقش بے معنی۔ یعنی بے جان بت۔ تو بجو ہستی۔ یعنی تو طالب وجود ہستی، یعنی عاشق طالب عدم ہوتا ہے لہٰذا ہم روٹی کے نہ ہونے کے طالب و عاشق ہیں اور بھوک صدیقین کا مطلوب ہوتا ہے۔ عشق۔ عاشق کی غذا عشق ہے جو روٹی تو نہیں ہے لیکن اس کے لیے روٹی کا کام دیتا ہے۔
2. عاشقان۔ عاشق ہر چیز کے فنا کا طالب ہوتا ہے اسی فنا سے اس کو نفع پہنچتا ہے۔ بال نے۔ جس طرح عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہے اسی طرح وہ بغیر پروں کے پرواز کرتے ہیں اور بغیر ہاتھ کے ہاتھ کا کام کرتے ہیں۔ آں فقیرے۔ منتے شیخ کا پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ ہاتھ نہ ہوتے ہوئے وہ زنبیل بنتے تھے۔
3. عاشقاں۔ عاشق ہر چیز کو ختم کر دیتا ہے، امتیاز وجودات میں ہوتا ہے عدموں میں یکسانیت ہے لہٰذا عاشقانِ خدا بھی یک رنگ ہیں۔ شیر خوارہ۔ ہر شخص اپنے سے مناسب بات کو سمجھتا ہے ورنہ اعتراض کرتا ہے بوالفضول نے صوفی پر اسی لیے اعتراض کیا کہ وہ فنا کے ذوق سے ناواقف تھا۔ شیر خوار بچہ صرف دودھ کے مزے سے واقف ہے وہ اس کی لذت کو سمجھ سکتا ہے کھانوں کی لذت کو نہیں سمجھ سکتا پری کی غذا محض خوشبو ہے انسان کھانوں کا عادی ہے وہ محض خوشبو سے پیٹ بھر جانے کو نہیں سمجھ سکتا۔ پیش قبطی۔ اشیا کے احوال، ہر شخص کے اعتبار سے جداگانہ ہیں جس شخص کے مناسب جو حال ہے وہ اسی کو سمجھ سکتا ہے۔ قبطی۔ فرعونی نسل کا آدمی۔ سبطی۔ اسرائیلی۔

Marfat.com

جادہ[1] باشد بحر ز اسرائیلیاں
دریا اسرائیلیوں کے لیے راستہ ہوتا ہے
غرقہ گہ باشد ز فرعونِ عواں
ظالم فرعون کے لیے ڈوبنے کی جگہ ہوتا ہے

باد بُد بَر عادیاں گرز و تبر
ہوا، قومِ عاد پر گرج اور کلہاڑا تھی
لیک بُد بر ہودؑ و بر قومش ظفر
لیکن حضرت ہود علیہ السلام، اور ان کی قوم کے لیے فتح تھی

گلستاں باشد بر ابراہیمؑ نار
آگ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام پر چمن ہوتی ہے
لیک بر نمرود باشد زہر مار
لیکن نمرود پر سانپ کا زہر ہوتی ہے

بر سمندر باشد آتش خانداں
سمندر پر آگ خاندان ہوتی ہے
لیک باشد بر دگر مرغاں زیاں
لیکن دوسرے پرندوں کے لیے تباہی ہوتی ہے

نزدِ عاشق درد و غم حلوا بود
عاشق کے لیے درد اور غم، حلوا ہوتا ہے
لیک حلوا بر خساں بلوا بود
لیکن کمینوں کے لیے حلوا مصیبت ہوتا ہے

مخصوص[2] بودنِ یعقوب علیہ السلام بچشیدنِ جامِ حق
حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے سے خدائی پیالہ پینے اور حضرت
تعالیٰ از روئے یوسفؑ و کشیدنِ بوئے حق تعالیٰ از بوئے
یوسف علیہ السلام کی خوشبو سے اللہ تعالیٰ کی خوشبو حاصل کرنے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی
یوسفؑ و حرمانِ برادراں و غیرہم ازیں ہر دو صفت
خصوصیت اور بھائیوں وغیرہ کا ان دونوں خوبیوں سے محروم رہنا

انچہ[3] یعقوبؑ از رُخِ یوسفؑ چشید
(حضرت) یعقوبؑ نے جو کچھ (حضرت) یوسف علیہ السلام کے رخ سے چکھا
و انچہ او از بوئے او اندر کشید
اور جو کچھ انہوں نے ان کی خوشبو سے باطن میں حاصل کیا

و انچہ در وے بود اندر وے بدید
اور جو کچھ ان (یوسف علیہ السلام) کے اندر تھا انہوں نے دیکھا
خاصِ اُو بُد اُو باخواں کے رسید
وہ ان کی خصوصیت تھی، بھائیوں کو کب حاصل ہوا؟

ایں ز عشقش خویش در چہ می کند
یہ ان کے عشق سے اپنے آپ کو کنویں میں گرا رہے ہیں
واں بکیں از بہر او چہ می کند
وہ کینہ وری سے ان کے لیے کنواں کھود رہے ہیں

سفرۂ او پیشِ ایں از ناں تہی ست
ان (یوسفؑ) کا دسترخوان انکے لیے روٹی سے خالی ہے
پیشِ یعقوبؑ ست پُر کو مشتہیست
(حضرت) یعقوب علیہ السلام کے لیے بھرا ہوا ہے کیونکہ وہ خواہشمند ہیں

---

[1] جادہ۔ دریائے نیل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے راستہ بنا فرعون اور اس کا لشکر اسی میں ڈوب گیا۔ باد۔ آندھی سے قومِ عاد برباد ہوئی حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے فتح کا سبب بنی۔ گلستاں۔ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے گلزار بنی، نمرود کے لیے باعث ہلاکت بنی۔ سمندر۔ ایک پرندہ ہے جو آگ میں پرورش پاتا ہے۔ درد۔ درد و غم عاشقوں کی غذا ہے کمینے حلوا بھی اس طرح کھاتے ہیں جس سے ان کو بدہضمی ہو جاتی ہے۔

[2] مخصوص۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ چیزوں کے احوال مختلف اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے کچھ تاثیر رکھتا تھا دوسروں کے لیے اس کی تاثیر دوسری تھی۔

[3] انچہ۔ جو خوبیاں حضرت یوسف علیہ السلام میں تھیں وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو نظر آئیں، بھائی نہ دیکھ سکے۔ ایں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کیے دے رہے تھے، ان کے بھائی ان کو کنویں میں ڈال کر مارنے کی فکر کر رہے تھے۔ سفرۂ او۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرے کا دسترخوان حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے انوار و برکات سے پُر تھا بھائیوں کے لیے خالی تھا۔

Marfat.com

روئے ناشستہ[1] نہ بیند روئے حور | لا صلوٰۃ گفت الا بالحضور
بن دھلا منہ، حور کا منہ نہیں دیکھتا ہے | (آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ) نماز بغیر حضور (قلب) کے نہیں ہے

عشق باشد لوت پوت جانہا | جوع ازیں رویست قوتِ جانہا
عشق، جانوں کے لیے قسم قسم کا کھانا ہے | اسی لیے بھوک، جانوں کی غذا ہے

جوعِ یوسفؑ بود مر یعقوبؑ را | بوئے نانش می رسید از دور جا
(حضرت) یعقوبؑ کو (حضرت) یوسف علیہ السلام کی بھوک تھی | ان کو ان کی روٹی کی خوشبو دور سے پہنچ رہی تھی

آنکہ بستد پیرہن را می شتافت | بوئے پیراہانِ یوسفؑ می نیافت
جس نے پیرہن حاصل کیا تھا، وہ دوڑ رہا تھا | (حضرت) یوسف علیہ السلام کے لباس کی خوشبو محسوس نہیں کر رہا تھا

وانکہ صد فرسنگ زاں سو بود او | چونکہ بد یعقوبؑ می بوئید بو
وہ جو اس جانب سے سیکڑوں فرسخ تھا | چونکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام تھے، وہ خوشبو سونگھ رہے تھے

اے بسا[2] عالم زدانش بے نصیب | حافظِ علم ست آں کس نے حبیب
بہت سے عالم ہیں، جو سمجھ سے محروم ہیں | وہ عالم علم کا نگہبان ہے، نہ کہ محبوب

مستمع از وے ہمی یابد مشام | گرچہ باشد مستمع از جنسِ عام
سننے والا، اس کی خوشبو حاصل کر لیتا ہے | خواہ سننے والا عوام میں سے ہو

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است | چوں بدستِ آں نخاسی جاریہ است
کیونکہ اس کے پاس لباس عارضی ہے | جیسے کہ غلام فروش کے ہاتھ میں لونڈی ہوتی ہے

جاریہ پیشِ نخاسی[3] سَرسَریست | در کفِ او از برائے مشتری ست
غلام فروش کے لیے وہ لونڈی تھوڑی دیر کے لیے ہے | اس کے قبضہ میں خریدار کے لیے ہے

قسمتِ حق ست روزی خواہ نے | ہر یکے را سوئے دیگر راہ نے
اللہ (تعالیٰ) کی تقسیم ہے، نہ کہ روزی چاہنے والے کی | کسی کے لیے دوسرے کی جانب راستہ نہیں ہے

یک خیالے نیک باغِ آں شدہ | یک خیالے زشت راہِ ایں زدہ
ایک اچھا خیال اس کے لیے گلزار بن گیا | ایک بُرا خیال، اس کے لیے راہزن بن گیا

---

1. روئے ناشستہ۔ جن لوگوں کے دل نجاست سے پُر ہیں ان کو انوار نظر نہیں آتے ہیں، اسی لیے کفار کو خدا کا دیدار نہ ہوگا نماز میں کیفیات اس شخص کو میسر آئیں گی جو قلب کو مصفا کر کے حضورِ قلب کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ جانہا۔ عاشقوں کی جانوں کے لیے عشق غذا ہے۔ جوع۔ مشہور مقولہ ہے اَلْجُوْعُ طَعَامُ الصِّدِّيْقِيْنَ بھوک صدیقوں کی غذا ہے۔ جوع۔ حضرت یعقوب علیہ السلام میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طلب صادق تھی، اسی لیے انہیں دور سے ان کی خوشبو محسوس ہوگئی۔ آنکہ بستد۔ وہ شخص جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے کر آیا وہ طلب صادق سے خالی تھا اس کو اس قمیص میں کوئی خوشبو معلوم نہ ہوئی۔ وانکہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام قمیص سے سیکڑوں میل کے فاصلہ پر تھے ان کو اس کی خوشبو محسوس ہوگئی۔

2. اے بسا۔ جو عالم بے عمل ہیں ان کی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص لانے والے کی ہے۔ مستمع۔ عالم بے عمل کے وعظ اور علم سے وہ جاہل جن میں طلب صادق ہوتی ہے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ پیراہن۔ بے عمل عالم کے پاس علم ایک عارضی چیز ہے اس کی مثال اس غلام فروش کی سی ہے جس کے پاس فروخت کرنے کے لیے کوئی لونڈی ہو وہ اس سے بے بہرہ رہتا ہے خریدار اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

3. نخاسی۔ بردہ فروش۔ قسمتِ حق۔ یہ تمام تقسیم اللہ کی جانب سے ہے۔ جس کا جو حصہ ہے وہ اس کو ملتا ہے طالب کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ یک خیال۔ ایک شخص کے نصیب میں وہ خیالات ہوتے ہیں جو اس کے لیے موجب راحت ہوتے ہیں، دوسرے کے وہ خیالات جو اس کو تباہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

آں خیالے[1] از اثر باغے شدہ ویں خیالے عالمے برہم زدہ
وہ خیال نتیجہ کے اعتبار سے باغ ہو گیا اس خیال نے جہان کو تہ و بالا کر دیا

آں خدائے کز خیالے باغ ساخت وز خیالے دوزخ و جائے گداخت
وہ خدا (تعالیٰ) جس نے ایک خیال سے باغ بنا دیا اور ایک خیال سے دوزخ اور پگھلنے کی جگہ (بنا دی)

پس کہ داند راہِ گلشنہائے او پس کہ داند جائے گلخنہائے او
اس کے باغوں کا راستہ کون جانتا ہے؟ اس کی بھٹیوں کا راستہ کون جانتا ہے؟

دیدہ بانِ دل نہ بیند در مجال کز کدامیں رُکنِ جاں آید خیال
دل کا محافظ تنگ و دو میں نہیں دیکھتا ہے کہ جان کے کون سے گوشے سے یہ خیال آتا ہے

جز[2] مگر آں دل کہ دارد عونِ حق کون او را نیست کردہ کونِ حق
سوائے اس دل کے جسکو اللہ (تعالیٰ) کی مدد حاصل ہو اللہ (تعالیٰ) کے وجود نے اس کے وجود کو فنا کر دیا ہے

گر بدیدے مطلعش را ز احتیال بند کردے راہِ ہر ناخوش خیال
اگر تدبیر سے اس کے آنے کی جگہ کو دیکھ سکتا تو ہر بُرے خیال کا راستہ بند کر دیتا

کے رسد جاسوس را آنجا قدم کہ بود مرصاد و دربندِ عدم
جاسوس کا وہاں قدم کب پہنچتا ہے جو عدم میں محفوظ اور گھات کی جگہ ہو

دامنِ فضلش بکف کن کور وار قبضِ اعمیٰ ایں بود اے شہریار
اندھوں کی طرح اس کی رحمت کے دامن کو پکڑ لے اے شاہ! اندھے کا پکڑنا یہ ہوتا ہے

دامنِ او امر و فرمانِ ویست نیکبختے کہ تقی جانِ ویست
حکم اور فرمان اس کا دامن ہے وہ نیک بخت ہے جس کی جان متقی ہے

آں یکے[3] در مرغزار و جوئے آب واں یکے پہلوئے او اندر عذاب
ایک چمنستان، اور پانی کی نہر میں ہے اور ایک اس کے پہلو میں عذاب میں ہے

او عجب ماندہ کہ ذوق او ز چیست واں عجب ماندہ کہ ایں در حبسِ کیست
وہ تعجب میں ہے، کہ اس کا لطف کس چیز میں ہے اور وہ تعجب میں ہے، کہ یہ کس پھندے میں ہے

---

[1] آں خیالے۔ نیک خیال کے نتیجہ میں انسان کو راحت و آرام حاصل ہوتا ہے۔ بدخیال عالم کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ آں خدائے۔ یہ خیالات کی تقسیم اور عطا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ پس کہ داند۔ انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کون سے خیالات آرام دہ ہیں اور کون سے خیالات تباہ کن ہیں۔ دیدہ بان۔ انسان کو یہ پتا نہیں چلتا کہ اس کے دل میں خیالات کس راہ سے آتے ہیں۔ رکن۔ گوشہ۔

[2] جز مگر۔ انسان اپنے لیے اچھے برے خیالات کو خدا کی مدد سے پہچان سکتا ہے کیونکہ یہ خیالات اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں انسان کے ساختہ نہیں ہیں۔ مطلعش۔ یعنی خیالات کے آنے کی راہ۔ کے رسد۔ خیالات کے آنے کی راہ عدم میں ہے اور جاسوس مقید بوجود ہے تو عدم تک اس کی رسائی ناممکن ہے۔ مرصاد۔ گھات کی جگہ۔ دامن۔ ان کی خیالات کی راہ اگر معلوم کرنی ہے تو اللہ کے فضل کا دامن اللہ کے احکام ہیں، ان سے وابستہ ہو جا۔

[3] آں یکے۔ اب اللہ کی تقسیم کا پھر ذکر شروع کیا ہے۔ نیک بخت اور بدبخت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص تو باغ اور نہروں سے لطف اندوز ہے اس کے پاس ہی ایک شخص گرمی اور پیاس کی تکلیف برداشت کر رہا ہے۔ او عجب۔ تکلیف اٹھانے والا، راحت اٹھانے والے پر متعجب ہے اور راحت اٹھانے والا تکلیف اٹھانے والے پر۔

Marfat.com

ہیں[1] چرا خشکی کہ اینجا چشمہاست — ہیں چرا زردی کہ اینجا صد دواست

خبردار! تو کیوں خشک ہے، یہاں چشمے ہیں — خبردار تو کیوں پیلا ہے یہاں سیکڑوں دوائیں ہیں

ہمنشینا ہیں بیا اندر چمن — گوید اے، جاں من نیارم آمدن

اے ساتھی! خبردار چمن میں آ جا — وہ کہتا اے دوست! میں نہیں آ سکتا

ہیں بیا جاناں کہ پایت بستہ نیست — گویدش نے نے نتانم تو بایست

خبردار اے دوست! آ جا کیونکہ تیرے پاؤں بندھے ہوئے نہیں ہیں — وہ اس سے کہتا ہے، نہیں نہیں مجھ میں سکت نہیں تو ٹھہر جا

یک مثل آمد دریں معنی بگفت — بو کہ یابی زیں بیاں سرّ نہفت

اس سلسلہ میں ایک کہاوت کہی گئی ہے — شاید کہ تو اس بیان سے چھپے ہوئے راز کو محسوس کر لے

اندر ایں معنی بگویم قصہ[2] — گوش بکشا تا بری زاں حصۂ

اس سلسلہ میں ایک قصہ سناتا ہوں — کان کھول لے تا کہ تو اس میں سے حصہ پا لے

حکایتِ غلامِ امیر کہ اُنسِ عظیم داشت در مناجات و نماز با حق

ایک حاکم کے اُس غلام کا قصہ جو کہ اللہ تعالیٰ کی نماز اور سرگوشی سے بہت محبت رکھتا تھا

در زمانے بود امیرے از کرام — بود سُنقُر نامِ او را یک غلام

ایک زمانہ میں بڑے لوگوں میں سے ایک حاکم تھا — اس کا ایک غلام سنقر نام کا تھا

میر شد محتاج گرمابہ سحر — بانگ زد سُنقُر ہلا بردار سر

صبح کو حاکم کو حمام کی ضرورت ہوئی — اس نے پکارا، اے سنقر! خبردار اٹھ جا

طاس[3] و ایزار و گل از التوں بگیر — تا بگرمابہ رویم از ناگزیر

طشلا اور تہ بند اور (ملتانی) مٹی التون سے لیلے — تا کہ ضرورت کی وجہ سے ہم حمام میں جائیں

سنقر آں دم طاس و ایزارِ نکو — بر گرفت و رفت با او دو بدو

سنقر نے فوراً طشلا اور اچھا تہ بند — لے لیا، اور اس کے ساتھ ساتھ چلا

مسجدے بر رہ بدو بانگِ صلا — آمد اندر گوشِ سُنقُر برملا

راستے میں مسجد تھی اور بلاوے کی آواز — صاف طور پر سنقر کے کان میں آئی

بود سنقر سخت مولع در نماز — گفت اے میرِ من اے بندہ نواز

سنقر نماز کا بہت فریفتہ تھا — بولا، اے میرے آقا! اے بندہ پرور

تو بریں دُکاں زمانے صبر کن — تا گزارم فرض و خوانم لَمْ یَکُنْ

آپ اس دکان پر تھوڑی دیر ٹھہریں — تا کہ میں نماز ادا کروں اور لم یکن پڑھ لوں

---

[1] ہیں۔ راحت پانے والا، تکلیف اٹھانے والے سے کہتا ہے کہ تو بھی ادھر آ جا کیوں تکلیف اٹھاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں ادھر نہیں آ سکتا ہوں۔ یہی مومن اور کافر کا حال ہے۔ ہیں بیا۔ تیرے پاؤں میں بیڑی نہیں ہے چلا آ یہ اس سے کہتا ہے کہ تو بھی ادھر نہ جا ٹھہر جا۔ غرضیکہ دونوں اپنی اپنی جگہ قائم ہیں نہ یہ اس کا کہنا مانتا ہے نہ وہ اس کا۔ ہر ایک تقسیم خداوندی کے مطابق اپنا اپنا حصہ حاصل کر رہا ہے۔

[2] قصہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آقا مسجد میں نہیں پہنچ رہا تھا اور غلام باہر نہیں نکل رہا تھا یہی حال مومن اور کافر کا ہے۔ سنقر۔ اس امیر کے غلام کا نام سنقر تھا۔ محتاج۔ یعنی اس کو نہانے کی حاجت ہوگئی۔ بردار سر۔ یعنی بستر سے اٹھ جا۔

[3] طاس۔ طشلا۔ ایزار۔ ازار، تہ بند۔ گل۔ یعنی ملتانی مٹی جس کو مل کر نہایا جاتا تھا۔ التون۔ زر سرخ، اس امیر کی لونڈی کا نام تھا۔ دو بدو۔ دواں دواں۔ بانگ صلا۔ دعوت کی آواز یعنی اذان۔ مولع۔ فریفتہ۔ لم یکن۔ یعنی سورہ البینہ۔

Marfat.com

رفت سنقر میر در دکّاں نشست ۔ منتظر از بادۂ پندار¹ مست
سنقر چلا گیا، آقا دکان پر بیٹھ گیا ۔ منتظر ہو کر غرور کی شراب سے مست

میر از بہرِ دلِ آں زندہ جاں² ۔ کرد یک ساعت توقف بر دکاں
آقا نے اس زندہ روح کی خاطر سے ۔ تھوڑی دیر دکان پر توقف کیا

چوں امام و قوم بیروں آمدند ۔ از نماز و وردہا³ فارغ شدند
جب امام، اور لوگ باہر آئے ۔ نماز اور وظیفوں سے فارغ ہو گئے

سنقر آں جا ماند تا نزدیک چاشت ۔ میر سنقر را زمانے چشم داشت
سنقر چاشت کے وقت تک وہاں رہا ۔ آقا، ایک وقت تک سنقر کا منتظر رہا

گفت اے سنقر چرا نائی بروں ۔ گفت می نگذاردم اے ذو فنوں
بولا اے سنقر! تو باہر کیوں نہیں آتا ہے؟ ۔ اس نے کہا اے ہنر مند! وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے

صبر کن، نک آمدم اے روشنی ۔ نیستم غافل کہ در گوشِ منی¹
صبر کر اے روشنی! میں ابھی آیا ۔ میں غافل نہیں ہوں تو میرے کان میں ہے

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد ۔ تا کہ عاجز گشت از تیباش مرد
اس نے سات بار صبر کیا، اور آواز دی ۔ حتیٰ کہ آقا اس کی ٹال مٹول سے عاجز آ گیا

پاسخش این بود می نگذاردم ۔ تا بروں آیم ہنوز اے محترم
بالآخر اس نے کہا مسجد میں کوئی نہیں رہا ۔ کون روکتا ہے وہاں تجھے کس نے بٹھا دیا ہے؟

گفت آنکہ بستہ استت از بروں ۔ بستہ است اوہم مرا از اندروں
اس نے کہا وہی جس نے تجھے باہر باندھ دیا ہے ۔ اسی نے مجھے اندر باندھا ہے

آنکہ نگذارد ترا کائی دروں ۔ می نہ نگذارد مرا کایم بروں
جو تجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ تو اندر آئے ۔ وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ میں باہر نکلوں

آنکہ نگذارد کزیں سو پانہی ۔ او بدیں سو بست پائے ایں رہی³
وہ جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو اس طرف قدم دھرے ۔ اسی نے اس جانب اس غلام کو پابستہ کر دیا ہے

ماہیاں را بحر نگذارد بروں ۔ خاکیاں را بحر نگذارد دروں
سمندر مچھلیوں کو باہر نکلنے نہیں دیتا ۔ سمندر خشکی کے جانوروں کو اندر آنے نہیں دیتا ہے

اصلِ ماہی ز آب و حیواں از گل ست ۔ حیلۂ و تدبیر اینجا باطل ست
مچھلی کی اصل پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے ہے ۔ اس جگہ کوئی حیلہ اور تدبیر بیکار ہے

بادۂ پندار۔ یعنی وہ اپنے غرور میں مست تھا۔ زندہ جاں۔ یعنی سنقر۔ وردہا۔ یعنی وہ اوراد و وظائف جو نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ چشم داشت۔ منتظر رہا۔ در گوشِ منی۔ یعنی میں تیری آواز سن رہا ہوں۔ تیبا۔ ٹال مٹول، انتظار۔ پاسخش۔ یعنی سنقر ہر مرتبہ حاکم سے یہ کہتا تھا کہ وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ گفت۔ حاکم نے کہا مسجد میں تو کوئی شخص نہیں رہا سب باہر آ گئے تجھے کون روک رہا ہے۔ گفت آنکہ۔ سنقر نے جواب دیا جو ذات تجھے اندر آنے سے روک رہی ہے وہی مجھے باہر نکلنے سے روک رہی ہے۔

رہی۔ غلام۔ ماہیاں۔ ایک ہی سمندر ہے جو مچھلیوں کو باہر نکلنے سے روکتا ہے اور خشکی کے جانوروں کو اندر آنے سے روکتا ہے۔ اصل۔ ہر چیز اپنی جنس کو کھینچتی ہے غیر جنس کو دفع کرتی ہے دریا اور مچھلی ایک جنس ہے لہٰذا دریا مچھلی کو کھینچتا ہے خشکی کے جانوروں کی اصل مٹی ہے پانی مٹی کو غیر جنس ہونے کی وجہ سے دفع کرتا ہے۔

Marfat.com

قفل[1] زفت ست و کشاینده خدا — دست در تسلیم زن و اندر رضا

قفل بھاری ہے اور کھولنے والا اللہ (تعالیٰ) ہے — تسلیم اور رضا پر دستگاہ حاصل کرو

ذرّہ ذرّہ گر شود مفتاحہا — ایں کشایش نیست از جز کبریا

ایک ایک ذرہ، اگر کنجیاں بن جائیں — یہ کشادگی بجز خدا کے (ممکن) نہیں ہے

چوں فراموشت شود تدبیرِ خویش — بخت یابی اے جواں از پیر خویش

جب کہ تجھ سے تیری تدبیر فراموش ہو جائے — اے جوان! تو اپنے پیر سے نصیب حاصل کرلے گا

چوں فراموشِ خودی یادت کنند — بندہ گشتی وانگہ آزادت کنند

جب تو خودی کو فراموش کردے گا وہ تجھے یاد کریں گے — تو غلام بن جائے گا، تو وہ تجھے آزاد کریں گے

گر تو خواہی[2] حُرّیِ و دل زندگی — بندگی کن بندگی کن بندگی

اگر تو آزادی اور دل کی زندگی چاہتا ہے — غلامی کر، غلامی کر، غلامی

از خودی بگذر کہ تایابی خدا — فانیِ حق شو کہ تایابی بقا

خودی سے گذر جاؤ تا کہ تو خدا کو پالے — حق میں فنا ہو جا، تا کہ تو بقا حاصل کرلے

گر ترا باید وصالِ راستیں — محو شو وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْیَقِیْں

اگر تجھے سچوں کا وصال درکار ہے — (تو) ہٹ جا اور اللہ تعالیٰ یقیناً زیادہ جانتا ہے

نومید شدنِ انبیاء علیہم السلام از قبول و پذیرائی منکران قولہ تعالیٰ حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ

انبیاء علیہم السلام کا منکروں کے قبول اور پذیرائی سے ناامید ہونا اللہ تعالیٰ کا قول ہے "یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہوگئے"

انبیاء[3] گفتند در خاطر کہ چند — میدہیم ایں را و آنرا وعظ و پند

انبیا نے دل میں کہا کہ کتنا — ہم اِس اور اُس کو وعظ اور نصیحت کریں؟

چند کوبیم آہن سردے زغے — در دمیدن در قفس ہیں تا بکے

گمراہی سے ٹھنڈے ہوئے لوہے کو ہم کب تک کوٹیں؟ — ہاں پنجرے میں پھونک بھرنا کب تک؟

دُمِ خر پیمودن آخر تا بچند — چوں نیفزاید جوے جز ریشخند

گدھے کی دم ناپنا آخر کب تک — جبکہ سوائے مذاق کے اس میں ایک جو کا فائدہ نہیں ہے

---

1. قفل۔ جنسی مغایرت کا قفل بہت سخت ہوتا ہے، یہ صرف اللہ کے فضل سے کھلتا ہے لہٰذا تم راضی برضاءِ خداوندی ہو جاؤ تب یہ قفل کھلے گا ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ممکن کی واجب کی طرف کشش ہو سکے۔ چوں۔ انسان جب اپنی تدابیر سے یہ قفل نہ کھول سکے تو شیخ کی طرف رجوع کرے مرید کو جب خود فراموشی حاصل ہو جاتی ہے تب شیخ اس کو یاد کرتا ہے جب مرید شیخ کا غلام بن جاتا ہے تو شیخ اس کو علائقِ دنیوی سے آزادی عطا کر دیتا ہے۔

2. گر تو خواہی۔ اگر تمہیں آزادی کی تمنا ہے اور دل کی زندگی چاہتے ہو تو عبادت اور اطاعت اختیار کرو۔ از خودی۔ خودی کو چھوڑ کر فنا فی اللہ حاصل کرنے پر بقاءِ دوام حاصل ہوتا ہے۔ گر ترا۔ صدیقین سے وصال اس وقت حاصل ہوگا جب انسان اپنے آپ کو فنا کر ڈالے گا۔ نومید شدن۔ اب مولانا نے انبیا اور منکرین کا تذکرہ پھر شروع کیا ہے۔

3. انبیاء۔ منکرین کے انکار سے انبیا ان کی اصلاح سے مایوس ہو جاتے تھے۔ چند۔ انبیا نے مایوس ہو کر یہ سوچا کہ ان منکروں کو نصیحت کرنا تو ایسا ہی بیکار ہے جیسا کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا یا سوراخ دار پنجرے میں پھونک بھرنا۔ دم۔ ان لوگوں کو نصیحت کرنا بیکار اور مذاق اڑوانے کا سبب ہے۔

Marfat.com

جنبشِ[1] خلق از قضا و وعدہ است　　تیزیِ دنداں ز سوزِ معدہ است
مخلوق کی حرکت قضا اور وعدہ (الٰہی) سے ہے　　دانتوں کی تیزی معدہ کی سوزش سے ہے

نفسِ اوّل راند بر نفسِ دوم　　ماہی از سر گندہ باشد نے زدُم
پہلے نفس نے دوسرے نفس پر حکم چلایا　　مچھلی سر کی جانب سے سڑتی ہے نہ کہ دم کیجانب سے

لیک ہم میدان و خر میراں چو تیر　　چونکہ بَلِّغ گفت حق شد ناگزیر
لیکن سمجھ بھی لے، اور تیر کی طرح گدھے کو ہانکتا رہ　　چونکہ اللہ (تعالیٰ) نے (تبلیغ کر) فرمایا (لہٰذا) ضروری ہے

تو نمیدانی کزیں دو کیستی　　جہد کن چندانکہ بینی چیستی
تو نہیں جانتا کہ ان دو میں تو کون ہے؟　　کوشش کر جتنی کہ تو جان لے کہ تو کیا ہے

چون نہی بر پشتِ کشتی بارِ را　　بر توکل می کنی آں کار را
جب تو کشتی پر مال لادتا ہے　　اس کام کو تو توکل (کی بنا) پر کرتا ہے

تو نمیدانی[2] کزیں ہر دو کئی　　غرقۂ اندر سفر یا ناجیٔ
تو نہیں جانتا کہ تو ان دو میں کونسا ہے　　سفر میں ڈوبنے والا ہے، یا بچنے والا ہے

گر بگوئی تا ندانم من کیم　　در نخواہم تاخت بر کشتی ویم
اگر تو کہے کہ جب تک میں نہ جان لوں کہ میں کون ہوں　　میں کشتی اور سمندر پر نہ جاؤں گا

من دریں رہ ناجیم یا غرقہ ام　　کشف گرداں کز کدامیں فرقہ ام
میں اس رستے میں بچنے والا ہوں یا ڈوبنے والا　　واضح کردے، میں کس فرقے میں سے ہوں

من نخواہم رفت ایں رہ با گماں　　بر اُمیدِ خشک ہمچوں دیگراں
میں اس راستہ پر گمان کے ساتھ نہ جاؤں گا　　دوسروں کی طرح خالی امید پر

ہیچ[3] بازرگانیے ناید ز تو　　زانکہ در غیب ست سِرِّ ایں دو رو
تجھ سے کوئی تجارت نہ ہو سکے گی　　کیونکہ ان دونوں رخوں کا راز غیب میں ہے

تاجر ترسندہ طبعِ شیشہ جاں　　در طلب نے سود دارد نے زیاں
ڈرنے والا، نازک دل، تاجر　　طلب میں نہ نفع کماتا ہے نہ نقصان

بل زیاں دارد کہ محروم ست و خوار　　نور او یابد کہ باشد شعلہ خوار
بلکہ نقصان اٹھاتا ہے کیونکہ وہ محروم اور ذلیل ہے　　نور وہ حاصل کرتا ہے جو شعلے کو نگلنے والا ہو

---

1. جنبش۔ پھر سوچا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر سے ہے جب تک ادھر سے کشش نہ ہو ان کی ہدایت ناممکن ہے بھوک لگتی ہے تو دانت چلتے ہیں۔ نفس اول۔ ان میں اللہ کی ذات حکمران ہے جو کچھ ہے عالم بالا کی طرف سے ہے۔ لیک۔ لیکن قضاو قدر کے پیش نظر عمل وسعی ترک نہیں کی جاسکتی ہے ہمیں تو پیغام پہنچانے کا حکم ہے خواہ وہ مفید ہو یا نہ ہو۔ بینی چیستی۔ یعنی یہ تو مرنے کے بعد پتا چلے گا کہ انسان جہنمی ہے یا جنتی لیکن زندگی میں اس کو عمل کرتے رہنا چاہیے۔ چوں نہی۔ دنیا کے تمام کاروبار توقع اور امید پر مبنی ہیں تاجر دریائی سفر کرتا ہے تو نفع موہوم کی امید پر کرتا ہے۔
2. تو نمیدانی۔ تاجر سمندری سفر کرتا ہے تو اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ڈوبے گا یا پار ہو جائے گا۔ من نخواہم۔ اگر کوئی تاجر یہ کہے کہ جب تک مجھے بچنے کا یقین نہ ہو جائے تو میں تجارت کے لیے سمندری سفر نہ کروں گا۔ امید خشک۔ یعنی موہوم امید۔
3. ہیچ۔ اس طرح کا تاجر کبھی تجارت نہیں کر سکتا۔ دورو۔ یعنی ڈوبنا اور پار ہونا۔ تاجر ترسندہ۔ اس طرح کا ڈرنے والا تاجر نہ نفع کما سکتا ہے نہ نقصان۔ بل۔ پہلے مصرع میں نقصان اٹھانے کا انکار کیا تھا اب فرماتے ہیں کہ نہیں ایسا تاجر نقصان میں ہے نفع سے محروم رہنا اور ذلیل ہونا نقصان ہے۔

Marfat.com

چونکہ[1] بر بوک ست جملہ کارہا — کارِ دیں اولیٰ کزیں یابی رہا
چونکہ تمام کاروبار امید پر ہے — (تو) دین کا کام زیادہ مستحق ہو کہ تو اس سے سبکدوش ہو جائے

نیست دستورے دریں جا قرعِ باب — جز امید اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اس جگہ دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں ہے — سوائے امید کے، خدا بہتر جانتا ہے

بیان آنکہ ایمانِ مقلد خوف ست و رجا

اس کا بیان کہ مقلد کا ایمان امید و بیم میں ہے

داعیِ ہر پیشہ امیدست و بوک — گرچہ گردن شاں ز کوشش شد چو دوک
ہر پیشے کی محرک امید اور تمنا ہے — اگرچہ ان کی گردن کوشش میں تکلے کی طرح ہو گئی ہو

با مداداں چوں سوئے دکاں رود — بر امید و بوک روزی میرود
صبح کو وہ جب دکان کی جانب جاتا ہے — کمائی کی امید اور تمنا پر جاتا ہے

بوکِ روزی نبودت چوں میروی — خوف حرماں ہست تو چونی قوی
تجھے روزی کی امید نہ ہو تو کیوں جائے؟ — محرومی کا ڈر ہے تو تو قوی کیوں ہے؟

خوفِ حرمانِ[2] ازل در کسبِ لوت — چوں نکردت ست اندر جستجوت
روٹی کمانے میں ازلی محرومی کے ڈر نے — تجھے تیری جستجو میں ست کیوں نہ کیا؟

گوئی آرے خوفِ حرماں ہست پیش — ہست اندر کاہلی ایں خوف بیش
تو کہتا ہے کہ ہاں محرومی کا ڈر پیش (نظر) ہے — (لیکن) سستی میں یہ ڈر زیادہ ہے

ہست[3] در کوشش امیدم پیشتر — دارم اندر کاہلی افزوں خطر
کوشش میں مجھے زیادہ امید ہے — سستی میں مجھے زیادہ خطرہ ہے

پس چرا درکارِ دیں اے بدگماں — دامنت می گیرد ایں خوفِ زیاں
اے بدگمان! پھر دین کے کام میں کیوں — یہ نقصان کا خوف تیرا دامن پکڑ لیتا ہے؟

یا ندیدی کاہل ایں بازارہا — در چہ سودند انبیاء و اولیا
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ان بازار والے — انبیا اور اولیا کس قدر نفع میں ہیں

---

1. چونکہ۔ جبکہ دنیا کے سارے کاروبار موہوم نفع کی بنیاد پر چلتے ہیں تو دین کا کاروبار اس کا زیادہ مستحق ہے کہ موہوم نفع کی بنیاد پر کیا جائے۔ نیست۔ عبادات رحمت اور قبولیت کی امید پر کرنا ضروری ہیں۔ داعی۔ انسان جو پیشہ کرتا ہے وہ محض امید پر کرتا ہے اور اس میں اتنی مصیبتیں جھیلتا ہے کہ اس کی گردن تکلے کی طرح ہو جاتی ہے۔ بامداداں۔ صبح سویرے نفع کی امید پر دکان کھولتا ہے۔ بوک۔ اگر نفع کی امید نہ ہو تو کبھی دکان نہ کھولے۔
2. خوف حرماں۔ یہاں بھی محرومی اور نقصان کا لامحالہ خوف ہے لیکن انسان کی مستعدی میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو دین کے معاملہ میں محرومی کے خوف سے سستی کیوں برتی جائے۔ لوت۔ کھانا، روزی۔ گوئی۔ دنیاوی معاملات میں تو خود کہتا ہے کہ کام کرنے میں جو محرومی کا خوف ہو سستی برتنے اور کام نہ کرنے میں اس سے زیادہ محرومی کا خوف ہے۔
3. ہست۔ دنیاوی معاملات میں انسان کہتا ہے کہ کوشش میں بہرحال امید ہے اور سستی میں تو بہت خطرات ہیں۔ پس۔ جب دنیاوی معاملات میں یہ تقریر ہے تو دین کے معاملات میں یہ تقریر کیوں نہیں کی جاتی۔ یا ندیدی۔ دین کے معاملات میں کوشش کر کے کامیاب ہونے والوں کی مثالیں دنیا میں بہت ہیں۔

Marfat.com

زیں دکاں[1] رفتن چہ کاں شاں رو نمود — اندریں بازار چوں بستند سود

اس دکان سے جانے نے ان کو کیسی کان دکھائی — اس بازار میں انہوں نے کیسا نفع کمایا؟

آتش آنرا رام چوں خلخال شد — بحر ایں را رام چوں حمّال شد

ان کے لیے آگ پازیب کی طرح فرمانبردار بنی — سمندر، بوجھ اٹھانے والے کی طرح اس کا فرمانبردار ہوا

از دم آں مردۂ زندہ شدہ — ابر آنرا سائبانے آمدہ

ان کے پھونک مارنے سے مردہ زندہ ہوا — ابر، ان کے لیے سائبان بنا

آہن آنرا رام ہمچوں موم شد — باد[2] آنرا بندہ و محکوم شد

لوہا ان کے لیے موم کی طرح فرمانبردار تھا — ہوا ان کی غلام اور محکوم ہوئی

شد براں در دفعِ دشمن چوب مار — عنکبوتے شد مر ایں را پردہ دار

دشمن کو دفع کرنے کے لیے لکڑی ان کے لیے سانپ بنی — مکڑی ان کے لیے پردہ کرنے والی بنی

بیان آنکہ رسول علیہ السلام فرمودہ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالیٰ اَوْلِیَآءُ اَخْفِیَآءِ

اس کا بیان کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے کچھ پوشیدہ ولی ہیں

قومِ دیگر سخت پنہاں میروند — شہرۂ خلقانِ ظاہر کے شوند

کچھ دوسرے لوگ ہیں جو بہت پوشیدہ چلتے ہیں — (وہ) ظاہری مخلوق میں کب مشہور ہوتے ہیں؟

ایں ہمہ دارند[3] و چشمِ ہیچ کس — بر نیفتد بر کیا شاں یک نفس

یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ — ان کی بزرگی پر ایک دم کے لیے نہیں پڑتی

ہم کرامت شاں ہم ایشاں در حرم — نامِ شاں را نشنوند ابدال ہم

ان کی کرامت بھی (اور) وہ خود بھی حریم میں ہیں — ابدال بھی ان کا نام نہیں سنتے ہیں

یا نمیدانی کرمہائے خدا — کو ترا میخواند ایں سوکہ بیا

کیا تو نہیں جانتا کہ خدا کے کرم ہیں — جو تجھے پکارتے ہیں کہ اس طرف آ جا

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست — ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست

عالم کی شش جہت میں اس کے اکرام ہیں — تو جس طرف دیکھے اس کی نشانیاں ہیں

[1] زیں دکاں۔ دنیا کی دکان سے انبیا اور اولیا نے وہ نفع کمایا ہے کہ جب وہ اس دکان سے لوٹے ہیں تو ان کو روپیہ ہی نہیں بلکہ سونے چاندی کی کانیں ملی ہیں۔ آتش۔ اس دنیا کی کان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ نفع کمایا کہ آگ گلزار اور زیور بن گئی۔ بحر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دریائے نیل نے حمالی کی۔ از دم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پھونک مارنے سے مردہ زندہ ہوئے۔ ابر۔ آنحضورؐ پر ابر نے سایہ کیا۔ آہن۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا موم بنا۔

[2] باد۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا کاندھوں پر لیے پھرتی تھی۔۔ چوب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکڑی اژدہا بنی۔ عنکبوت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غارِ ثور میں مکڑی نے جالا تنا جس کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن نہ پکڑ سکے۔ بیان۔ انبیا نے جو نفعے کمائے ان کو ذکر کرنے کے بعد اولیا کے نفعوں کا ذکر شروع کیا ہے۔ قومِ دیگر۔ اولیا کی ایک جماعت وہ ہے جس کو ابدال تک نہیں پہچان سکتے تو عوام ان کو کیا سمجھتے۔

[3] ایں ہمہ دارند۔ جو انبیا کے نفعے ہیں وہ ان کو حاصل ہیں۔ در حرم۔ یعنی وہ اولیا اور ان کی کرامتیں اللہ کے حریم میں پوشیدہ ہیں۔ یا نمیدانی۔ دین کے بارے میں تیری سستی اس لیے ہے کہ تجھے یہ خبر نہیں کہ حضرت حق کی رحمتیں تجھے اپنی طرف بلاتی ہیں۔ شش۔ یعنی تیرے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں۔ اعلام۔ علم کی جمع، نشانی۔

Marfat.com

چوں کریمے[1] گویدش آتش در آ
جب کریم تجھے کہے، کہ آگ میں آ جا
اندر آ زود و مگو سوزد مرا
جلد اندر آ جا، اور نہ کہہ کہ وہ مجھے جلا دیگی

کو ز آتش نرگس و نسریں کند
کیونکہ وہ آگ سے نرگس اور نسرین بنا دیتا ہے
وز میانش غنچہا سر برزند
اس کے اندر سے غنچے کھلتے ہیں

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست
درحقیقت آگ خوف سے پانی کی طرح ہے
گا ذرِ دستار خوانِ انبیاست
وہ انبیا کے دسترخوان کا دھوبی ہے

حکایتِ مندیل در تنور انداختنِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ و ناسوختنِ او

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا رومال کو تنور میں ڈالنے اور اس کے نہ جلنے کا قصہ

از انسؓ فرزندِ مالک آمدہ است
انس رضی اللہ عنہ مالک کے بیٹے کی (بات) منقول ہے
کہ بمہمانیِ او شخصے شدہ است
کہ ایک شخص ان کا مہمان بنا

او حکایت کرد کز بعدِ طعام
اس نے بیان کیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد
دید انسؓ دستارِ خواں را زرد فام
(حضرت) انس رضی اللہ عنہ نے دسترخوان کو پیلا دیکھا

چرکن و آلودہ، گفت اے خادمہ
میلا اور سنا ہوا، فرمایا اے لونڈی!
اندر افگن در تنورش یک دمہ
ایک دم اس کو تنور میں ڈال دے

در تنورِ پُر ز آتش در فگند
آگ بھرے، تنور میں ڈال دیا
آں زماں دستار خواں را ہوشمند
فوراً دستر خوان کو (اس) ہوشمند نے

جملہ مہماناں دراں حیراں شدند
سب مہمان اس (معاملے) میں حیران ہو گئے
انتظارِ دودِ کندوری[2] بدند
دستر خوان کے دھوئیں کے منتظر تھے

بعدِ یک ساعت بر آورد از تنور
تھوڑی دیر کے بعد اس نے تنور سے نکالا
پاک و اسپید و ازاں اوساخ دور
پاک اور سفید، اور اس میل کچیل سے دور

قوم گفتند اے صحابیؓ عزیز
لوگوں نے کہا، اے معزز صحابی!
چوں نسوزید و منقّی[3] گشت نیز
وہ کیوں نہ جلا، اور صاف بھی ہو گیا

گفت زانکہ مصطفیٰ ﷺ دست و دہاں
انہوں نے کہا اس لیے کہ مصطفیٰ ﷺ نے ہاتھ اور منہ
بس بمالید اندریں دستار خواں
اس دستر خوان سے پونچھا ہے

اے دلِ ترسندہ از نار و عذاب
اے آگ، اور عذاب سے ڈرنے والے دل!
باچناں دست و لبے کن اقتراب
ایسے ہاتھ، اور ہونٹ سے نزدیک ہو جا

---

1. چوں کریمے۔ شعر، عاشقاں را گر در آتش می پسند و لطف دوست۔ تنگ چشم گر نظر بر چشمۂ کوثر کنم۔ کو۔ وہ کریم آگ کو گلزار بنا دے گا اور اس میں پھول کھلیں گے۔ ما۔ پانی۔ گاذر۔ دھوبی۔ حکایت۔ اس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انبیا و اولیا کے حکم سے آگ پانی کا کام کر دیتی ہے۔ زرد فام۔ یعنی سالن کی چکنائی وغیرہ اس پر لگی ہوئی تھی۔ یک دمہ۔ فوراً۔ در تنور۔ خادمہ نے اس کو فوراً تنور میں ڈال دیا۔
2. کندوری۔ رنجوری کے وزن پر، دستر خوان۔ اوساخ۔ وسخ کی جمع، میل۔
3. منقّی۔ صاف۔ گفت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا چونکہ اس سے بہت سی مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ منہ پونچھا ہے، اس لیے اس کو آگ نہیں جلا سکتی ہے۔ اے۔ جو آگ کے عذاب سے ڈرتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اولیا اور علما کی دست بوسی کرلے تاکہ آگ اس کو نہ ستائے۔

Marfat.com

چوں جمادے[1] را چنیں تشریف داد — جانِ عاشق را چہا خواہد کشاد
جب بے جان کو اس نے اتنی شرافت دے دی — عاشق کی جان کو کس قدر کشادگی دے گا؟

مر کلوخِ کعبہ را چوں قبلہ کرد — خاکِ مرداں باش اے جاں در نبرد
کعبہ کے ڈھیلے کو جب اس نے قبلہ بنا دیا — اے جان! معرکہ میں مردانِ (حق) کی خاک بن جا

بعد ازاں گفتند با آں خادمہ — تو نگوئی حالِ خود با اینہمہ
اس کے بعد انہوں نے اس خادمہ سے کہا — یہ سب کچھ ہوتے ہوئے تو اپنا حال نہیں بتاتی

چوں فگندی زود آں از گفت وے — گیرم او بر دست در اسرارِ بے
ان کے کہنے سے تو نے جلدی سے کیوں ڈال دیا؟ — میں نے مانا کہ ان کو رازوں کا پتا لگ گیا تھا

اینچنیں دستار خوانِ قیمتی — چوں فگندی اندر آتش اے ستی
ایسا قیمتی دستر خوان — اے بی بی! تو نے آگ میں کیسے ڈال دیا؟

گفت دارم بر کریماں اعتمید — از عباد اللہ دارم بس امید
اس نے کہا مجھے بزرگوں پر اعتماد ہے — میں اللہ کے (نیک) بندوں سے بہت امید رکھتی ہوں

میزرے[2] چہ بود اگر او گویدم — در رو اندر عین آتش بے ندم
نہ بند کیا ہوتا ہے، اگر وہ مجھے کہیں — بلا جھجک آگ میں چلی جا

اندر افتم از کمالِ اعتقید — نیستم ز اکرامِ ایشاں نا امید
پکے اعتقاد کی وجہ سے اندر گھس جاؤں — میں ان کے کرم سے نا امید نہیں ہوں

سر در اندازم نہ ایں دستار خواں — ز اعتمادِ بر کریمِ رازداں
میں اپنا سر ڈال دوں نہ (صرف) یہ دستر خوان — رازداں، کریم کے بھروسے پر

اے برادر[3] خود بریں اکسیر زن — کم نباید صدقِ مرد از صدقِ زن
اے بھائی! اپنے آپ کو اس اکسیر سے رگڑ دے — مرد (کے) اعتقاد کی سچائی عورت کی سچائی سے کم نہ ہونی چاہیے

آں دلِ مردے کہ از زن کم بود — آن دلے باشد کہ کم از اشکم بود
مرد کا وہ دل جو عورت کے دل سے کم ہو — وہ ایسا دل ہے جو پیٹ سے کم ہے

قصہ فریاد رسیدن رسول علیہ السلام کاروانِ عرب را کہ از
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے قافلہ کی فریاد پہنچنے کا قصہ

[1] چوں جمادے۔ جب بے جان دستر خوان اس قدر فیض حاصل کر سکتا ہے تو اندازہ لگاؤ کہ عاشق کی جان کو کیا فیض حاصل نہ ہوگا۔ مر کلوخ۔ کعبہ کو باوجود اینٹ پتھر ہونے کے اس قدر عزت عطا کی گئی ہے تو انسان کو اس سے زیادہ شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ بعد ازاں۔ اب پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ چوں۔ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ تو اس راز سے واقف تھے لیکن تو واقف نہ تھی تو نے ان کے کہنے پر بلا تامل دستر خوان کیوں آگ میں ڈال دیا۔ گفت۔ لونڈی نے جواب دیا کہ مجھے بزرگوں پر پورا بھروسہ ہے وہ کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتے۔

[2] میزر۔ تہ بند، ازار۔ اندر۔ چونکہ مجھے پکا اعتقاد ہے میں آگ میں کود پڑوں گی۔ سر۔ یعنی دستر خوان تو معمولی چیز ہے میں خود آگ میں سر گھسا دوں گی۔

[3] اے برادر۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ مردوں کا اعتقاد اس خادمہ سے کم نہ ہونا چاہیے۔ اکسیر۔ یعنی انبیا اور اولیا۔ اشکم۔ انسان کا پیٹ ذلیل حصہ ہے۔ قصہ۔ چونکہ انبیا اور اولیا کی صحبت کو اکسیر قرار دیا تھا اب ایسا واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اس کا اکسیر ہونا ثابت کریں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے حبشی کا رنگ و روپ بدل گیا۔ کارواں۔ قافلہ۔

Marfat.com

تشنگی و بے آبی در مانده بودند و دل بمرگ نهاده و شتران

اور پانی نہ ہونے سے عاجز ہو گیا تھا اور مرنے کے قریب تھا اور اونٹ

و خلقِ زبان را از تشنگی بیروں انداختہ

اور لوگ پیاس سے زبانیں باہر نکالے ہوئے تھے

اندر آں وادی گروہے از عرب — خشک شد از قحط باراں شاں قرب[1]

اس وادی میں عرب کے ایک گروہ کی — مشکیں بارش کے قحط کی وجہ سے خشک ہو گئی تھیں

درمیانِ آں بیاباں ماندۂ — کاروانے مرگ بر خود خواندۂ

اس جنگل میں رہ گیا تھا — وہ قافلہ جس نے اپنی موت کو دعوت دی تھی

ناگہانے آں مغیث ہر دو کون — مصطفیٰ پیدا شد از رہ بہرِ عون

اچانک دونوں جہان کے فریاد رس — مصطفیٰ ﷺ مدد کے لیے راستہ سے نمودار ہو گئے

دید آنجا کاروانے بس بزرگ — بر تفِ ریگ و رہِ صعب و سترگ

انہوں نے وہاں ایک بڑا قافلہ دیکھا — ریت کی گرمی اور بڑے سخت راستہ پر

اشتراں شاں را زباں آویختہ — خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ

ان کے اونٹوں کی زبانیں لٹکی ہوئیں — لوگ ریت میں ہر جانب بکھرے ہوئے

رحمش آمد گفت ہیں زو تر روید — چند یارے سوئے آں کثباں دوید

ان کو رحم آیا، فرمایا، آگاہ! جلد جاؤ — چند یار ان ٹیلوں کی جانب دوڑو

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد — سوئے میرِ خود بزودی می برد

کہ ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے — اپنے آقا کی جانب تیزی سے لے جا رہا ہے

آں شتربانِ سیہ را با شتر — سوئے من آرید با فرمانِ مُر

اس حبشی اونٹ والے کو مع اونٹ کے — سختی سے میرے پاس لے آؤ

سوئے کثباں آمدند آں طالباں — بعد یک ساعت بدیدند آنچناں[3]

وہ تلاش کرنے والے ٹیلوں کی جانب پہنچے — تھوڑی دیر بعد انہوں نے ویسا ہی دیکھا

بندۂ می شد سیہ با اشترے — راویہ پُر آب چوں ہدیہ برے

حبشی غلام مع اونٹ کے جا رہا تھا — ہدیہ لے جانے والے کی طرح مشک بھرے ہوئے

پس بدو گفتند میخواند ترا — ایں طرف فخر البشر خیر الوریٰ

انہوں نے اس سے کہا تجھے بلاتے ہیں — انسانوں کے فخر، مخلوق کے بہترین ﷺ، اس جانب

گفت من نشناسم او را کیست او — گفت او آں ماہ روئے قند خو

اسنے کہا میں انکو نہیں جانتا وہ کون ہیں؟ — انہوں نے کہا وہ چاند جیسے چہرے شکر جیسی عادت والے (ہیں)

1۔ قرب۔ قربہ کی جمع ہے، مشکیزہ۔ مرگ۔ یعنی انہوں نے اپنی موت کو دعوت دے دی تھی۔ مغیث۔ فریاد رس۔ عون۔ مدد۔

2۔ تف۔ گرمی۔ صعب۔ سخت۔ کثبان۔ کثیب کی جمع ہے، ٹیلہ۔ سیاہ۔ حبشی۔ میر۔ آقا۔ فرمانِ مر۔ تلخ حکم۔

3۔ آنچناں۔ یعنی جیسا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ می شد۔ می رفت۔ راویہ۔ پانی کی پکھال۔ گفت۔ یعنی غلام نے کہا۔ گفت آو۔ صحابہ نے کہا۔

Marfat.com

سید و سرور محمدؐ نورِ جاں
سید اور سردار محمد ﷺ جو جان کا نور ہیں

مہتر و بہتر شفیعِ مجرماں
سب سے بالا اور سب سے اعلیٰ گناہوں کے شفیع

نوعہا[1] تعریف کردندش کہ ہست
انہوں نے انکی اس طرح کی تعریف کی جو تھی

گفت مانا او مگر آں ساحرست
اس نے کہا ہاں، وہ شاید وہی جادوگر ہے

کہ گروہے را زبوں کرد او بسحر
اس نے ایک جماعت کو جادو سے مغلوب کر دیا

من نیایم جانبِ او نیم شبر
میں اس کی جانب آدھی بالشت نہ جاؤں گا

کشکشانش آوریدند آں طرف
وہ اس کو کھینچ تان کر کے ادھر لے آ

اں برداشت در تشنیع و تف
نے بُرا کہنے اور گرم مزاجی میں شور شروع کر دیا

چوں کشیدندش بہ پیشِ آں
جب وہ اس کو ان معزز کے سامنے کھینچ لا

گفت نوشید آب و بردارید[2] نیز
دں نے فرمایا پانی پی لو اور لے بھی لو

جملہ را زاں مشک او سیراب کر
انہوں نے اس مشک سے سب کو سیراب کر دیا

اشتر و ے زاں آب خورد
اونٹوں اور ہر شخص نے اس سے پانی پیا

راویہ پُر کرد و مشک از مشک او
مشک اور پکھال اس کی مشک سے بھر لی

ابرِ گردوں خیرہ شد از رشکِ او
آسمان کا ابر اس کے رشک سے حیران رہ گیا

ایں کسے دیدست کزیک راویہ
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک پکھال سے

سرد گردد سوز چندیں ہاویہ
اتنی دوزخوں کی سوزش ٹھنڈی ہو جائے

ایں کسے دیدست کزیک مشک آب
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک پانی سے

گشت چندیں مشک پُر بے اضطراب
بغیر پریشانی کے اتنی مشکیں بھر جائیں

مشک خود[3] روپوش بود و موجِ فضل
مشک آڑ تھی اور (اللہ کے) فضل کی موج

می رسید از امرِ او از بحرِ اصل
اس (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے اصل سمندر سے پہنچ رہی تھی

آب از جوشش ہمیگردد ہوا
پانی اس کے جوش سے ہوا بن جاتا ہے

واں ہوا گردد ز سردی آبہا
ہوا ٹھنڈک سے پانی بن جاتی ہے

بلکہ بے اسباب و بیروں زیں حکم
بلکہ بغیر اسباب کے اور ان حکمتوں کے علاوہ

آب رویانید تکوین از عدم
(اللہ کی) ایجاد نے عدم سے پانی پیدا کر دیا

---

[1] نوعہا۔ یعنی صحابہ نے وہ تعریف کی جو نفس الامری تھی۔ گفت۔ اس غلام نے کہا کہ وہ وہی شخص ہے جو جادوگر کہلاتا ہے۔ کہ گروہے۔ اس جادوگر نے اپنے جادو سے ایک جماعت کو اپنے تابع بنالیا ہے۔ شبر۔ بالشت۔ تشنیع۔ بُرا بھلا کہنا۔ تف۔ گرمی۔ گفت نوشید۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاسوں سے کہا۔

[2] بردارید۔ برتنوں میں بھی پانی بھر لو۔ ابر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پانی اتنا بڑھ گیا کہ ابر کو مشکیزہ پر رشک آنے لگا۔ ایں کسے۔ رشک کی وجہ یہ تھی کہ واقعہ غیر معمولی تھا۔

[3] مشک خود۔ دراصل یہ پانی مشک کا نہ تھا، مشک تو ایک آڑ اور پردہ تھی، اصل پانی غیبی چشمہ سے آ رہا تھا اور اس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ پانی کو ہوا میں اور ہوا کو پانی میں تبدیل کرتی رہتی ہے۔ بلکہ۔ اس کی قدرت تو بغیر اسباب کے اشیاء کو عدم سے وجود میں لے آتی ہے۔

Marfat.com

تو ز طفلی[1] چوں سببہا دیدۂ
چونکہ تو نے بچپن سے اسباب پر نظر رکھی ہے
در سبب از جہل بر چفسیدۂ
تو نادانی سے سبب سے چمٹ گیا ہے

با سببہا از مسبب غافلی
تو اسباب کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے غافل ہے
سوئے ایں روپوشہا زاں مائلی
اس وجہ سے تو ان آڑوں کی طرف مائل ہے

چوں سببہا رفت بر سر میزنی
جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں تو سر پیٹتا ہے
ربنا و ربناہا می کنی
اے ہمارے رب، اے ہمارے رب، بہت کرتا ہے

رب میگوید بُرو سوئے سبب
اللہ (تعالیٰ) فرما دیتا ہے سبب کی طرف جا
چوں ز صنعم یاد کردی اے عجب
تعجب ہے تو نے میری کاریگری کو کیسے یاد کیا؟

گفت زیں پس من ترا بینم ہمہ
(بندہ) کہتا ہے اس کے بعد صرف تجھ پر نظر رکھوں گا
ننگرم سوئے سبب واں دمدمہ
سبب اور اس فریبؒ کی جانب نظر نہ کروں گا

گویدش[2] رُدُّوا لَعَادُوا کارِتست
(اللہ تعالیٰ) اس سے فرمائے گا رُدُّوا لَعَادُوا تیرا کام ہے
اے تو اندر توبہ و میثاق سست
(اے وہ) کہ تو توبہ اور عہد میں کمزور ہے

لیک من آں ننگرمؒ رحمت کنم
لیکن میں اس کا خیال نہیں کرتا، رحمت کرتا ہوں
رحمتم پُرست بر رحمت تنم
میری رحمت، وسیع ہے میں رحمت سے کام لیتا ہوں

ننگرم عہدِ بدت بدہم عطا
میں تیرے بُرے عہد کو نہیں دیکھتا بخشش کرتا ہوں
از کرم ایں دم چومیخوانی مرا
کرم کی وجہ سے، جبکہ تو مجھے پکارتا ہے

از من[3] آید جملہ احسان و وفا
میری طرف سے سراسر احسان اور وفا ہے
وز تو بد عہدی و تقصیر و خطا
تیری جانب سے بدعہدی اور کوتاہی اور خطا ہے

حاصل آنکہ در سبب پیچیدۂ
خلاصہ یہ ہے کہ تو سبب میں الجھا ہے
لیک معذوری ہمیں را دیدۂ
لیکن تو معذور ہے، تو نے یہی دیکھا ہے

قافلہ حیراں شدند از کارِ او
ان کے کارنامے سے قافلہ حیران ہو گیا
یا محمدؐ چیست ایں اے بحر خو
اے محمدؐ اے دریا خصلت! یہ کیا ہے؟

---

1. تو ز طفلی۔ چونکہ انسان بچپن سے اشیا کے وجود کو اسباب سے متعلق کرتا ہے اس لیے مشک کو آڑ اور سبب بنا دیا گیا۔ با سببہا۔ چونکہ ہم مسبب الاسباب یعنی ذات خداوندی سے غافل ہیں اس لیے اسباب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب سب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تب انسان خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کو پکارتا ہے۔ رب می گوید۔ جب اسباب سے مایوس ہو کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ تعجب ہے اب کیوں میری طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ گفت۔ بندہ کہتا ہے میری توبہ ہے میں اب اسباب پر سہارا نہ کروں گا۔

2. گویدش۔ اس توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہیں انسان اپنے عہد میں بہت کمزور ہے توبہ کر کے پھر وہی کرنے لگتا ہے جس سے توبہ کی تھی۔ رُدُّوا لعادوا۔ قرآن پاک میں ہے جہنمی کہیں گے کہ اے رب ہمیں دنیا میں لوٹا دے تو ہم نیک کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر وہ لوٹا دیے جائیں پھر پلٹ جائیں گے۔

3. از من۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمارا کام احسان اور وفا ہے خواہ بندہ بدعہدی اور گناہ کرے۔ حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نے چونکہ اصل ذات کا مشاہدہ نہیں کیا لہٰذا اس کی اسباب سے وابستگی قابل معافی ہے۔ قافلہ۔ مشکیزے کے پانی کی کثرت دیکھ کر قافلہ حیران ہو گیا۔

Marfat.com

کردهٔ روپوش مشکِ خُرد را ۔۔۔ غرقہ کردی[1] ہم عرب ہم کرد را
آپؐ نے ایک چھوٹی مشک کو آڑ بنایا ۔۔۔ آپ نے عربوں کو بھی اور کردوں کو بھی اس میں ڈبو دیا

مشکِ آں غلام پُر شدن از غیب بمعجزۂ رسولِ خدا و سپید شدنِ آں غلامِ سیاہ باذنِ اللہ تعالیٰ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے اس غلام کی مشک کا بھر جانا
اور خدا کے حکم سے اس غلام کا سفید ہو جانا

اے غلام اکنوں تو پُر بیں مشکِ خود ۔۔۔ تا نگوئی در شکایت نیک و بد
اے غلام! اب تو اپنی مشک کو بھرا ہوا دیکھ لے ۔۔۔ تاکہ تو شکایت میں بُرا بھلا نہ کہے

آں سیہ حیراں شد از بُرہانِ او ۔۔۔ می دمید از لا مکاں ایمانِ او
وہ حبشی ان کے معجزے سے حیران ہو گیا ۔۔۔ غیب سے اس کا ایمان اگنے لگا

چشمہ دید از ہوا ریزاں شدہ ۔۔۔ مشکِ او روپوشِ فیضِ آں شدہ
اس نے ایک چشمہ دیکھا جو فضا سے بہہ رہا تھا ۔۔۔ اس کی مشک اس کی آڑ بن گئی تھی

زاں نظر[2] رو پوشہا ہم بردرید ۔۔۔ تا معینِ چشمۂ غیبی بدید
اس نے اس نظر سے پردوں کو چاک کر دیا ۔۔۔ یہاں تک کہ اُس نے غیبی چشمہ کا جاری پانی دیکھ لیا

چشم ہا پُر آب کرد آں دم غلام ۔۔۔ شد فراموشش ز خواجہ و ز مقام
اس وقت وہ غلام آنکھوں میں آنسو بھر لایا ۔۔۔ اس سے ٹھکانا، اور آقا فراموش ہو گیا

دست و پایش ماند از رفتن براہ ۔۔۔ زلزلہ افگند در جانش اِلٰہ
اس کے ہاتھ پاؤں راستہ چلنے سے درماندہ ہو گئے ۔۔۔ خدا نے اس کی حالت میں ہلچل پیدا کر دی

باز بہرِ مصلحت بازش کشید[3] ۔۔۔ کہ بخویش آ، باز رو اے مستفید
(آنحضور ﷺ نے) پھر اس کو مصلحتاً کھینچا ۔۔۔ کہ اے طالب فیض! ہوش میں آ جا (اور) واپس ہو جا

وقتِ حیرت نیست حیرت پیشِ تست ۔۔۔ ایں زماں در رہ درآ چالاک و چست
(یہ) حیرت کا وقت نہیں ہے، حیرت پیش آنے والی ہے ۔۔۔ اب ہوشیاری اور چستی سے راہِ (ہدایت) پر آ جا

دستہائے مصطفیٰ بر رُو نہاد ۔۔۔ بوسہائے عاشقانہ بس بداد
اس نے مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ (اپنے) چہرے پر رکھے ۔۔۔ بہت سے عاشقانہ بوسے دیے

مصطفیٰ دستِ مبارک بر رُخش ۔۔۔ آں زماں مالید و کرد او فرخش
مصطفیٰ ﷺ نے بابرکت ہاتھ اس کے چہرے پر ۔۔۔ اس وقت ملے، اور اس کو بابرکت بنایا

---

[1] غرقہ کردی۔ آپ نے قافلہ والوں کو خواہ وہ عربی تھے یا کردی سب کو سیراب کر دیا۔ اے غلام۔ سب کو سیراب کرنے کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام سے کہا۔ برہان۔ معجزہ۔ می دمید۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ایمانی کیفیت پیدا فرما دی۔ چشمہ۔ اب اس کی باطنی آنکھیں روشن ہو گئی تھیں۔

[2] زاں نظر۔ اس حبشی کی نظر کے سامنے اسباب کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی تھی۔ معین۔ جاری۔ چشم ہا۔ اس غلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس کو آقا اور گھر فراموش ہو گیا۔ ماند۔ چونکہ مقامِ تحیر میں پہنچ گیا تھا۔

[3] بازش کشید۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مقامِ حیرت سے مقامِ صحو میں لائے۔ پیش تست۔ جبکہ اور مقامات طے ہوں گے۔ دستہائے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پکڑ کر اپنے چہرے پر ملا اور دست بوسی کی۔ فرخ۔ مبارک، زیبا صورت۔

Marfat.com

شد سپید آں زنگی و پورِ[1] حبش
وہ زنگی حبش کی اولاد سفید ہو گیا
ہمچو بدر و روزِ روشن شد شبش
چودھویں کے چاند کی طرح اور اس کی رات روشن دن بن گئی

یوسفے شد در جمال و در دلال
حسن اور ناز و انداز میں یوسف بن گیا
گفتش اکنوں رُو بدہ واگوئے حال
انہوں نے اس سے فرمایا اب گاؤں چلا جا، حال بیان کر دے

او ہمی شد بے سر و بے پائے و مست
وہ اندھا دُھند اور مست روانہ ہو گیا
پائے می نشناخت در رفتن زدست
چلنے میں ہاتھ پاؤں میں امتیاز نہ کرتا تھا

پس بیامد با دو مشکِ پُر رواں
وہ دو بھری مشکوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا
سوئے خواجہ از نواحیِ کارواں
قافلہ کی جانب سے آقا کی جانب

خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بود
آقا راستے پر منتظر بیٹھا تھا
کاں غلامش دیر می آمد[2] نہ زود
کیونکہ اس کا غلام تاخیر سے آیا تھا، نہ کہ جلدی سے

دیدنِ خواجہ غلامِ خود را سفید روو نشناختن کہ اوست و با غلام گفتن کہ تو غلامِ مرا کشتۂ و خونِ او ترا گرفتہ و خدا ترا بدستِ من انداخت

آقا کا اپنے غلام کو سفید چہرے والا دیکھنا اور نہ پہچاننا کہ وہ وہی ہے اور غلام سے کہنا کہ تو نے میرے غلام کو قتل کیا ہے، اور اس کے خون نے تجھے گرفتار کیا ہے اور اللہ (تعالیٰ) نے تجھے میرے ہاتھ میں ڈال دیا ہے

خواجہ از دورش بدید و خیرہ ماند
آقا نے اس کو دور سے دیکھا اور حیران رہ گیا
از تحیر اہلِ آں دِہ را بخواند
حیرانی سے اس گاؤں والوں کو بلایا

راویہ[3] ما اشترِ ما ہست ایں
یہ ہماری پکھال اور ہمارا ہی اونٹ ہے
پس کجا شد بندۂ زنگی جبیں
تو کالے چہرے والا غلام کہاں گیا؟

آں یکے بدریست می آید ز دور
وہ ایک چودھویں کا چاند ہے جو دور سے آ رہا ہے
میزند بر نورِ روز از رُوش نور
اس کے چہرے کا نور دن کے نور پر پڑ رہا ہے

کو غلامِ ما مگر سرگشتہ شد
ہمارا غلام کہاں ہے، شاید آوارہ ہو گیا ہے
یا بدو گرگے رسید و کشتہ شد
یا اس کو بھیڑیا ملا، اور مارا گیا

یا مگر او را بکشت ایں بد گہر
یا شاید اس بد ذات نے اس کو قتل کیا
اشترش آورد اینجا از قدر
اور تقدیر سے اس کو اونٹ یہاں لے آیا

چوں بیامد پیش گفتش کیستی
جب وہ سامنے آیا اس سے کہا تو کون ہے؟
از یمن زادی و یا تُرکیستی
تو یمن سے پیدا ہوا ہے یا ترک ہے؟

---

[1] پُور۔ بوزنِ نور، پسر۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ شبش۔ یعنی اس کا رنگ جو رات کی طرح سیاہ تھا، دن کی طرح منور ہو گیا۔ او ہمی شد۔ وہ خوشی کی مستی میں اس طرح روانہ ہوا کہ اس کو اپنے تن من کی خبر نہ تھی۔ نواحی۔ ناحیہ کی جمع ہے، طرف، کنارہ۔

[2] دیر آمد۔ چونکہ قافلہ میں گیا تھا اس لیے تاخیر سے واپس آ رہا تھا۔ خیرہ۔ حیران۔

[3] راویہ۔ مشکیزہ، پکھال۔ زنگی جبیں۔ کالے رنگ والا۔ میزند۔ اس کے چہرے کا نور دن کی روشنی پر غالب آ رہا ہے۔ سرگشتہ۔ آوارہ۔ یا مگر۔ شاید اس نے اس غلام کو مار ڈالا ہے اور تقدیر خداوندی سے اس کو اونٹ یہاں لے آیا ہے۔ از یمن۔ ترکی اور یمنی لوگ گورے رنگ کے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

تو غلامم را چہ کردی راست گو
میرے غلام کا تو نے کیا کیا؟ سچ بتا

گر بکشتی وانما حیلت مجو
اگر تو نے قتل کیا ہے، صاف کہہ دے، حیلہ نہ ڈھونڈ

گفت گر کشتم بتو چوں آمدم
اُس نے کہا اگر میں نے قتل کیا ہے تو میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں؟

چوں بپائے خود دریں خوں[1] آمدم
اپنے پاؤں سے خود اس خون (کے معاملہ) میں کیوں حاضر ہو گیا ہوں؟

گفت نے نے در نگیرد بامنت
اُس نے کہا نہیں نہیں، تیری بات مجھے درست نہیں لگتی

راست باید گفت سرسَت و ایں فنت
سچ کہنا چاہیے، یہ تیرا مکر بیکار ہے

کو غلامِ من بگفت اینک منم
میرا غلام کہاں ہے، اس نے کہا یہ میں ہوں

کرد دست فضلِ یزداں روشنم
اللہ کی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے منور کر دیا ہے

دیدہ ام صدرے[2] و بدرے گشتہ ام
میں نے صدر کا دیدار کیا ہے اور میں بدر بن گیا ہوں

صاحب فضلے و قدرے گشتہ ام
مرتبہ، اور بزرگی والا بن گیا ہوں

ہی چہ میگوئی غلامِ من کجاست
خبردار! کیا کہتا ہے، میرا غلام کہاں ہے؟

ہیں نخواہی رَست از من جز بَراست
خبردار! تو سوائے سچی بات کے میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا

گفت اَسرارِ ترا با آں غلام
اُس نے کہا اُس غلام کے ساتھ تیرے راز

جملہ واگویم یکایک من تمام
میں سب ایک ایک پورے بیان کئے دیتا ہوں

زاں زمانے کہ خریدی تو مرا
جب سے تو نے مجھے خریدا ہے

تا باکنوں باز گویم ماجرا
اب تک کا قصہ دُہرائے دیتا ہوں

تا بدانی کہ ہمانم در وجود
تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں وہی ہوں

گرچہ از شبدیز من صُبحے کشود
اگرچہ میری سیاہی سے صبح نمودار ہو گئی ہے

رنگ[3] دیگر شد و لیکن جانِ پاک
رنگت بدل گئی ہے لیکن پاک جان

فارغ از رنگ ست واز ارکانِ خاک
عناصر اربعہ، اور رنگت سے خالی ہے

تن شناساں زود مارا گم کنند
جسم کو پہچاننے والے جلد ہمیں گم کر دیتے ہیں

آب نوشاں ترک مشک و خم کنند
پانی پینے والے مشک اور مٹکے کو چھوڑ دیتے ہیں

جاں شناساں از عددہا فارغند
روح کو پہچاننے والے گنتی سے بے نیاز ہیں

غرقۂ دریائے بیچونند و چند
وہ بے مثال اور لامحدود دریا میں غرق ہیں

---

[1] دریں خوں۔ قتل کر کے خود آنا تو اپنا خون کرانا ہے۔ سرست۔ یعنی چالاکی نہ چلے گی۔

[2] صدر۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ گفت۔ اس غلام نے کہا کہ اگر وہ تمام راز کی باتیں تجھے سنا دوں جو کہ میرے خریدنے کے بعد سے تیرے اور میرے درمیان ہوئیں تو تجھ کو یقین آ جائے گا کہ میں تیرا وہی غلام ہوں۔ شبدیز۔ تاریک رات یعنی کالا رنگ۔ صبح۔ یعنی میرا رنگ گورا ہو گیا۔

[3] رنگ۔ رنگت بدل جانے سے روح اور جان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا، روح رنگ وغیرہ سے مبرا ہے۔ تن شناساں۔ اب مولانا نے یہ مضمون شروع فرما دیا کہ جس طرح اس غلام کے آقا کی نظر محض جسم و رنگ پر تھی اس لیے وہ اس کو نہیں پہچان رہا تھا اسی طرح جو ظاہر بین اور جسم شناس ہیں وہ اولیا کو نہیں پہچانتے، جس کو پیاس ہوتی ہے وہ مٹکے اور مشک پر نظر نہیں کرتا۔ جاں شناساں۔ جو جان کو پہچانتے ہیں وہ تعدد اور تشخص سے بے نیاز ہوتے ہیں وہ دریائے وحدت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

جاں شو[1] از راہِ جاں جانرا شناس
روح بن جا اور روح کی راہ سے، روح کو پہچان
یارِ بینش شو نہ فرزندِ قیاس
شاہ کا یار بن، گمان کا پابند نہ ہو

چوں ملک با عقل یک سر رشتہ اند
فرشتے اور عقل کی طرح جو ایک رشتہ میں منسلک ہیں
بہرِ حکمت را دو صورت گشتہ اند
حکمت کی وجہ سے دو صورتوں کے بن گئے ہیں

آں ملک با عقل چوں یک گوہرند
چونکہ فرشتے اور عقل ایک اصل سے ہیں
در پے ہم ہمچو دنبال و سرانند
دم اور سر کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے ہیں

آں ملک چوں مرغِ بال و پر گرفت
فرشتے نے پرند کی طرح بال اور پر اختیار کر لیے
ویں خرد بگذاشت پَرّ و فر گرفت
اس عقل نے پروں کو چھوڑا اور شان و شوکت پائی

لاجرم ہر دو مناصر آمدند
لامحالہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بنے
ہر دو خوش رُو پشتِ ہمدیگر شدند
دونوں بخوبی ایک دوسرے کے رُو پشت بن گئے

ہم ملک[2] ہم عقل حق را واجدے
فرشتے بھی اور عقل بھی خدا کا ادراک کرنے والے ہیں
ہر دو آدمؑ را معین و ساجدے
لہٰذا دونوں آدم علیہ السلام کے مددگار اور سجدہ کرنیوالے ہیں

نفس و شیطاں بود ز اوّل واحدے
نفس اور شیطان شروع سے ایک تھے
بود آدمؑ را عدوّ و حاسدے
آدم علیہ السلام کے دشمن اور حاسد تھے

آنکہ آدم را بدن دید او رمید
جس نے آدم علیہ السلام کو (محض) جسم سمجھا وہ بدک گیا
وانکہ نورِ مؤتمن دید او خمید
جس نے امانت رکھا ہوا نور دیکھا، وہ جھک گیا

آں دو دیدہ[3] روشناں بودہ ازیں
وہ دونوں آنکھیں اس سے روشن ہو گئیں
ویں دو را دیدہ ندیدہ غیرِ طیں
ان دونوں کی آنکھوں نے مٹی کے سوا کچھ نہ دیکھا

ایں بیاں اکنوں چو خر بریخ بماند
اب یہ بیان برف پر گدھے کی طرح رہ گیا
چوں نشاید بر جہود انجیل خواند
چونکہ یہودی کو انجیل نہیں سنائی جا سکتی

---

1. جاں شو۔ روح کی پہچان، روح کے ذریعہ ہوتی ہے لہٰذا اپنی روح کے ذریعہ اولیا کو شناخت کرو ان کو اپنا دوست سمجھو اور اس آقا کی طرح نہ بنو جس نے اپنے غلام کو گمان سے غیر سمجھا۔ چوں۔ اپنی روح کو اولیا کی روح کا غیر نہ سمجھو، دونوں روحوں میں وحدت ہے محض ان کے قرارگاہ کی صورت کی وجہ سے بظاہر اختلاف ہے جیسا کہ حقیقت ملکیہ اور حقیقت عقل ایک ہے، دونوں کو جداگانہ صورتیں عطا کر دینے میں کچھ حکمتیں ہیں۔ آں ملک۔ حقیقت ملکیہ نے بال و پر اختیار کر لیے لہٰذا اس میں پرواز کی قوت آ گئی عقل نے ادراکِ حقائق کی شان و شوکت حاصل کر لی۔ لاجرم۔ چونکہ فرشتے اور عقل میں حقیقی وحدت ہے لہٰذا ایک دوسرے کا مددگار ہے اور ان دونوں میں اس طرح کا اتحاد ہے جیسا کہ ایک چیز کی رُو اور پشت میں اتحاد ہوتا ہے۔

2. ہم ملک۔ اسی اتحاد کی وجہ سے دونوں اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہیں متحد ہیں اور دونوں آدم علیہ السلام کے لیے مددگار اور سجدہ کناں بن گئے۔ نفس و شیطاں۔ جس طرح فرشتے اور عقل میں اتحاد ہے اسی طرح نفس اور شیطان میں اتحاد ہے اسی لیے دونوں آدم علیہ السلام کے دشمن اور حاسد بنے۔ آنکہ۔ نفس اور شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کا صرف جسم دیکھا تو سجدے سے انکار کر دیا۔ عقل اور فرشتے نے ان کے نورِ باطنی کو دیکھا تو ان کے سامنے جھک گئے۔

3. آں دو دیدہ۔ عقل اور فرشتہ کی آنکھیں ان کے نور سے روشن ہو گئیں نفس اور شیطان کی آنکھوں نے صرف مٹی دیکھی۔ ایں بیاں۔ یعنی عقل اور فرشتہ کی وحدت اور شیطان اور نفس کی وحدت کا بیان نہیں ہو سکا چونکہ تم اس کے سمجھنے کے اہل نہیں ہو۔ چوں نشاید۔ تمہارے سامنے اس بیان کی تشریح ایسی ہی ہے جیسا کہ یہودی کے سامنے انجیل کی تلاوت یا شیعہ کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان یا بہرے کے سامنے سارنگی بجانا۔

Marfat.com

کے تواں با شیعہ گفتن از عمرؓ — کے تواں بربط زدن در پیش کر

شیعہ سے (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ کی بات کب کہی جاسکتی ہے؟ — بہرے کے آگے سارنگی کہاں بجائی جا سکتی ہے؟

لیک[1] گر در دِہ بگوشہ یک کس ست — ہائے و ہوئے کہ بر آوردم بس ست

لیکن اگر گاؤں کے گوشہ میں ایک شخص بھی ہے — جو میں نے ہائے اور ہو کی وہ بہت ہے

مستحقِ شرح را سنگ و کلوخ — ناطقے گردد مشرّح با رُسوخ

شرح کے لائق. کے لیے، پتھر اور ڈھیلا — اچھی طرح تشریح کرنے، والا گویا بن جاتا ہے

در بیان آنکہ حق تعالیٰ ہر چہ داد و آفرید از سموات و ارض و اعیان و اعراض ہمہ را باستدعا و حاجت آفرید و خود را محتاجِ چیزے دیگر باید کردن تا بدہد کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ و اضطرار گواہِ استحقاق ست

اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے آسمان اور زمین اور جوہر اور عرض سب درخواست اور حاجت کی بنا پر پیدا کیے ہیں اور اپنے آپ کو دوسری چیزوں کا محتاج بنانا چاہیے تا کہ وہ عطا کرے کیونکہ (اس نے فرمایا ہے) "کون ہے جو مجبور کی دعا سنے جبکہ وہ اس کو پکارے" اور مجبوری کو اس نے مستحق ہونے کا گواہ بنایا ہے

آں نیازِ مریمیؑ بودست و درد — کہ چناں طفلے سخن آغاز کرد

وہ (حضرت) مریم علیہا السلام کی نیازمندی اور درد تھا — کہ ایسے بچے نے بات کرنی شروع کر دی

جزوِ او[2] بے او برائے او بگفت — جزوِ جزوت گفت دارد در نہفت

ان کے جزو نے بغیر ان کے (کہے) ان کے لیے گفتگو کی — تیرا ہر جزو پوشیدہ طور پر بولنے والا ہے

دست و پا شاہد شوندت اے رہی — منکری را چند دست و پا نہی

اے غلام! تیرے ہاتھ پاؤں گواہ بنیں گے — تو انکار کے کتنے ہاتھ پاؤں لگائے گا

ور نباشی مستحقِ شرح و گفت — ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت

اگر تو تشریح اور گفتگو کا مستحق نہیں ہے — بولنے والے کی (قوتِ) ناطقہ نے تجھے دیکھا اور وہ سو گئی

ہر چہ[3] رُوئید از پئے محتاج رُست — تا بیابد طالبے چیزے کہ جست

جو کچھ اُگا ہے محتاج کے لیے اُگا ہے — تا کہ طلبگار، ہر وہ چیز پا لے جس کو وہ ڈھونڈے

حق تعالیٰ کایں سمٰوات آفرید — از برائے دفعِ حاجات آفرید

حق تعالیٰ نے جو ان آسمانوں کو پیدا کیا — حاجتیں پوری کرنے کے لیے پیدا کیا

---

[1] لیک۔ کسی میں اہلیت ہے تو اسی مجمل بیان سے شرح و تفصیل سمجھ جائے گا جو مجمل باتیں میں نے کہہ دی ہیں وہ اس کے لیے کافی ہیں۔ مستحق۔ جو تفصیل اور تشریح کا مستحق اور اہل ہوتا ہے وہ تو بے زبان چیزوں کو دیکھ کر ان سے حقائق کا ادراک کر لیتا ہے۔ اصل چیز استحقاق اور طلب و حاجت ہے۔ اگر وہ موجود ہے تو خود تفصیل ہو جاتی ہے، آگے مولانا نے اسی مضمون کو واضح کیا ہے۔ آں نیاز۔ حضرت مریم علیہا السلام کو حاجت اور ضرورت ہوئی تو اللہ نے بچہ کے ذریعہ تشریح کرادی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں ان کی پاک دامنی کے شاہد بن گئے۔

[2] جزوِ او۔ جس طرح عیسیٰ مریم کے جزوِ بدن تھے اور گواہ بنے اسی طرح تمہارا ہر جزو تمہارا گواہ ہے قیامت میں تمہارے اعضا تمہارے افعال کی گواہی دیں گے۔ ور نباشی۔ اگر تو تشریح کا مستحق نہیں ہے تو بڑے سے بڑا مقرر بھی سست پڑ جائے گا اور تشریح نہ کرے گا۔

[3] ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے وہ مخلوق کی ضرورت پوری کرنے کے لیے بنایا ہے۔ حق تعالیٰ۔ آسمانوں کی تخلیق بھی مخلوق کی ضرورت اور احتیاج کی وجہ سے ہے۔

ہر کہ[1] جویا شد بیابد عاقبت
جو جستجو کرتا ہے بالآخر پا لیتا ہے
مایہ اش دردست و اصل مرحمت
اس کا سرمایہ اور رحم کی جڑ، درد ہے

ہر کجا دردے دوا آنجا رود
جہاں درد ہوتا ہے، دوا وہاں آ پہنچتی ہے
ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
جہاں فقر ہوتا ہے، سامان وہاں پہنچتا ہے

ہر کجا مشکل جواب آنجا رَوَد
جہاں اشکال ہوتا ہے، جواب وہاں جاتا ہے
ہر کجا کِشتے ست آب آنجا رود
جہاں کھیتی ہے، پانی وہاں پہنچتا ہے

آب کم جو[2] تشنگی آور بدست
پانی کی تلاش نہ کر، پیاس پیدا کر
تا بجوشد آبت از بالا و پست
تاکہ تیرے اوپر اور نیچے سے پانی جوش مارے

تا نہ زاید طفلکِ نازک گلو
جب تک نرم گلے والا بچہ پیدا نہیں ہوتا
کے رواں گردد زپستاں شیر او
اس کا دودھ پستان سے کہاں جاری ہوتا ہے؟

رو بدیں بالا و پستیہا بدو
جا، اس نشیب و فراز میں دوڑ
تا شوی تشنہ و حرارت را گرو
تاکہ تو پیاسا بنے، اور حرارت میں پھنسے

بعد ازاں از بانگ زنبورِ ہوا
اس کے بعد ہوا کی بھڑ کی آواز سے
بانگ آبِ جو نیوشی اے کیا
اے معزز! تو نہر کے پانی کی آواز سنے گا

حاجتِ تو[3] کم نباشد از حشیش
تیری ضرورت، گھاس سے کم نہ ہونی چاہیے
آب را گیری سوئے او می کشیش
تو پانی لیتا ہے اور اس کو اس کی جانب لے جاتا ہے

گوش گیری آب را تو می کشی
تو پانی کا کان پکڑتا ہے (اور) اس کو تو کھینچتا ہے
سوے زرعِ خشک تا یابد خوشی
خشک کھیتی کی جانب، تاکہ وہ تازگی حاصل کرے

زرعِ جاں را کش جواہر مضمرست
جان کی کھیتی کے لیے جس میں جواہر چھپے ہوتے ہیں
ابر رحمت پُر ز آبِ کوثرست
رحمت کا بادل، کوثر کے پانی سے بھرا ہوا ہے

تَا سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ آید خطاب
"تاکہ، اُن کو اُن کے رب نے سیراب کیا" کی بشارت آئے
تشنہ باش. اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
پیاسا بن، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

---

1. ہر کہ۔ جبکہ تمام چیزوں کی تخلیق احتیاج کی وجہ سے ہے تو جو بھی محتاج ہوگا اور اس میں طلب ہوگی وہ ضرور مقصود حاصل کر لے گا۔ مایہ اش۔ رحمت کی اصل اور سرمایہ انسان کا درد ہے۔ ہر کجا۔ جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں ضرورت کی چیز پہنچ جاتی ہے درد ہو تو دوا حاصل ہو جاتی ہے، فقر ہو تو سامان مل جاتا ہے، جواب اشکال کے پاس پہنچ جاتا ہے اور پانی کھیتی کے پاس پہنچتا ہے۔
2. آب کم جو۔ پانی کی تلاش نہ کر پیاس پیدا کر پانی خود بخود تیرے پاس پہنچ جائے گا۔ تانہ زاید۔ جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے تو قدرت اس کی ماں کے پستان میں دودھ پیدا فرما دیتی ہے۔ رو۔ تو بھی بھاگ دوڑ کر پیاس اور بدن میں گرمی پیدا کر۔ بعد ازاں۔ جب ضرورت پیدا کرے گا غیب سے پانی کی آواز آنے لگے گی غرضیکہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو اس کی حاجت پیدا کرو مطلوب خود حاصل ہو جائے گا۔
3. حاجت تو۔ گھاس کو جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے انسان خود اس تک پہنچاتا ہے اسی طرح تم حاجت پیدا کرلو خود قدرت، مطلوب کو تم تک پہنچا دے گی۔ زرع۔ روحوں کی کھیتی کے لیے ابر رحمت کوثر کا پانی لیے ہوئے موجود ہے۔ تم ضرورت پیدا کرو تو سَقَاهُمْ رَبُّهُمْ کا پیغام تمہارے پاس آ جائے گا۔ سَقَاهُمْ۔ قرآن پاک میں ہے وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا "اور پلائی ان کو ان کے خدا نے پاک شراب۔"

Marfat.com

آمدن زنے کافرہ با طفلِ شیر خوارہ نزدِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم و ناطق شدنِ عیسیٰ وار بمعجزۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ایک کافر عورت کا دودھ پیتے بچے کو لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا اور اس کا (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے بولنا

ہم ازاں[1] دہ یک زنے از کافراں ۔۔۔ سوئے پیغمبرؐ دواں شد ز امتحاں

اسی گاؤں سے ایک عورت کافروں میں سے ۔۔۔ امتحان کے لیے پیغمبر ﷺ کی طرف دوڑی

پیشِ پیغمبرؐ در آمد با خمار ۔۔۔ کودکے دو ماہہ زن را در کنار

اوڑھنی اوڑھ کر پیغمبر ﷺ کے سامنے آئی ۔۔۔ دو مہینے کا بچہ عورت کی گود میں تھا

گفت کودک سَلَّمَ اللّٰہُ عَلَیۡکَ ۔۔۔ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ قَدۡ جِئۡنَا اِلَیۡکَ

بچے نے کہا آپؐ پر اللہ کا سلام ہو ۔۔۔ اے اللہ کے رسول ہم آپؐ کے پاس آئے ہیں

مادرش از خشم گفتاہی خموش ۔۔۔ کیت افگند ایں شہادت[2] را بگوش

اس کی ماں غصہ سے بولی خبردار! چپ ۔۔۔ یہ شہادت کس نے تیرے کان میں ڈال دی؟

ایں کیت آموخت اے طفلِ صغیر ۔۔۔ کہ زبانت گشت در طفلی جریر

اے ننھے بچے! یہ تجھے کس نے سکھایا؟ ۔۔۔ کہ تیری زبان بچپن میں تیز بن گئی

گفت حق آموخت وانگہ جبرئیل ۔۔۔ در بیاں با جبرئیلم من رسیل

اس نے کہا اللہ (تعالیٰ) نے سکھایا پھر جبرئیل نے ۔۔۔ میں بیان کرنے میں جبرئیل کا ہم زبان ہوں

گفت کو گفتا کہ بالائے سرت ۔۔۔ می نہ بینی کن ببالا منظرت

اس نے کہا وہ کہاں ہے، کہا کہ تیرے سر پر ۔۔۔ تو نہیں دیکھ رہی ہے، اپنی نگاہ اوپر کر

ایستادہ بر سرِ تو جبرئیل ۔۔۔ مر مرا گشتہ بصد گونہ دلیل[3]

تیرے سر پر جبرئیل علیہ السلام کھڑے ہیں ۔۔۔ وہ میرے لیے سیکڑوں طریقے سے راہنما بن گئے ہیں

گفت می بینی تو گفتا کہ بلے ۔۔۔ بر سرت تاباں چو بدرِ کاملے

اس نے کہا تو دیکھ رہا ہے، کہا کہ ہاں ۔۔۔ تیرے سر پر مکمل چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں

می بیاموزد مرا وصف رسول (ﷺ) ۔۔۔ زاں علوّم می رہاند زیں سفول

وہ مجھے رسول ﷺ کی صفات بتا رہے ہیں ۔۔۔ اس بلندی کے ذریعہ وہ مجھے پستی سے چھڑا رہے ہیں

پس رسولش (ﷺ) گفت اے طفلِ رضیع ۔۔۔ چیست نامت باز گو و شو مطیع

پھر رسول ﷺ نے اس سے فرمایا اے دودھ پیتے بچے! ۔۔۔ صاف بتا تیرا کیا نام ہے اور فرمانبردار بن؟

---

[1] ہم ازاں۔ وہ غلام جس کا پانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لیا تھا جب اپنے گاؤں میں پہنچا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں اور معجزے کا اس نے ذکر کیا تو ایک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اب اس کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ گفت۔ وہ بچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے بول پڑا اور اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول کہہ کر پکارا۔

[2] شہادت۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ کا رسول ہونے کی گواہی۔ ایں۔ یہ بات تجھے کس نے سکھائی کہ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے رہا ہے۔ جریر۔ تیز زبان، فصیح، عرب کے مشہور شاعر کا نام۔ رسیل۔ ہم زبان۔

[3] دلیل۔ راہنما۔ علو۔ بلندی۔ سفول۔ پستی۔ رضیع۔ دودھ پیتا بچہ۔

گفت نامم پیشِ حق عبدالعزیز
اس نے کہا اللہ کے نزدیک میرا نام عبدالعزیز ہے
عبد عزیٰ پیشِ این یک مشت حیز[1]
ان چند نالائقوں کے نزدیک عبدالعزیٰ ہے

من ز عزیٰ پاک بیزار و بری
میں عزیٰ سے پاک، بیزار اور بری ہوں
حق آنکہ دادت این پیغمبری
اس ذات کی قسم جس نے آپ کو پیغمبری دی ہے

کودکِ دو ماہہ ہمچوں ماہِ بدر
چودھویں رات کے چاند جیسے دو مہینے کے بچے نے
درس بالغ گفت چوں اصحابِ صدر
صدر نشینوں کی طرح پوری تقریر کی

پس حنوط آں دم ز جنت در رسید
پھر اسی وقت جنت سے حنوط آئی
تا دماغِ طفل و مادر بو کشید
یہاں تک کہ بچہ اور ماں نے خوشبو سونگھی

ہر دو می گفتند کز خوفِ سقوط
دونوں (خوشبو کے) زوال کے ڈر سے کہہ رہے تھے
جاں سپردن بہ بریں بوئے حنوط
اس حنوط کی خوشبو پر جان دے دینا بہتر ہے

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند
وہ جس کی تعریف خود شہنشاہ کرے
جامد[2] و نامیش صد مرزوق زند
بے جان و جاندار اس پر سیکڑوں شادیانے بجاتے ہیں

آں کسے راکش معرف حق بود
وہ جس کی تعریف کرنے والا اللہ (تعالیٰ) ہو
جامد و نامیش صد صدق زند
بے جان اور جاندار اس کی سیکڑوں تصدیقیں کرتے ہیں

آں کسے راکش خدا حافظ بود
وہ جس کا خدا نگہبان ہو
مرغ و ماہی مر ورا حارس شود
پرند اور مچھلی اس کے پہرے دار ہوتے ہیں

ربودنِ عقاب موزۂ رسول علیہ السلام را و بُردن بہوا و نگوں کردن و از موزہ مارِ سیاہ افتادن

باز کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے کو ہوا میں لے اڑنا اور اوندھا کرنا، اور موزے سے سیاہ سانپ گرنا

اندریں بودند کآوازِ صلا[3]
لوگ اسی (انتظار) میں تھے کہ اذان کی آواز
مصطفیٰؐ بشنید از راہِ علا
اونچائی سے مصطفیٰ ﷺ نے سنی

خواست آبے و وضو را تازہ کرد
پانی مانگا اور تازہ وضو کیا
دست و رو را شست اوزاں آبِ سرد
اس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ اور منہ دھویا

ہر دو پاشست و بموزہ کرد رائے
دونوں پاؤں دھوئے اور موزے کا ارادہ کیا
موزہ را بر بود یک موزہ ربائے
ایک موزہ لے اڑنے والا، موزہ لے اڑا

1. حیز۔ نامرد۔ درسِ بالغ۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کا مکمل بیان۔ اصحابِ صدر۔ یعنی صدر نشین علماء۔ حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے۔ جاں سپردن۔ یعنی ان کو خوشبو اس قدر پسند آئی کہ اس کے ختم ہو جانے کے ڈر سے جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ شہنشہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مرزوق۔ خوشی کا آلہ۔ آں کسے۔ جس ذات کی خدا تعریف فرمائے دنیا کی ہر چیز اس کی تعریف کی تصدیق کرتی ہے۔
2. جامد۔ بے جان۔ نامی۔ جاندار۔ صدق۔ اس نے سچ بولا۔ حارس۔ محافظ۔
3. آوازِ صلا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نماز کے لیے الہام ہوا یا موذن کی اذان سنی۔ رائے۔ یعنی موزہ پہننے کا ارادہ کیا۔ موزہ ربا۔ یعنی عقاب

دست سوئے موزہ برد آں خوش خطاب | موزہ را بَربود از دستش عقاب
اس خوش خطاب نے موزے کی جانب ہاتھ کیا | باز، ان کے ہاتھ سے موزہ اچک لے گیا

موزہ را اندر ہوا برد او چو باد | پس نگوں کرد او ازاں مارے فتاد
وہ موزے کو ہوا کی طرح، فضا میں لے اڑا | پھر اس کو اس نے اوندھا کیا، اس میں سے سانپ گرا

در فتاد از موزہ یک مارِ سیاہ | زاں عنایت[1] شد عقابش نیک خواہ
موزے سے ایک کالا سانپ گرا | اس مہربانی کی وجہ سے باز آپ کا خیر خواہ بنا

پس عقاب آں موزہ را آورد باز | گفت ہیں بستان و رو سوئے نماز
پھر باز اس موزے کو واپس لایا | بولا ہاں لے لیجئے اور نماز کو جائیے

از ضرورت کردم ایں گستاخیے | از ادب دارم شکستہ شاخکیے
میں نے یہ گستاخی مجبوراً کی | میں ادب کی وجہ سے ٹوٹی ہوئی شاخ رکھتا ہوں

وائے[2] کو گستاخ پائے می نہد | بے ضرورت کش ہوا فتوی دہد
افسوس اس پر جو گستاخی سے پاؤں رکھے | بغیر ضرورت کے جبکہ اس کو خواہش نفسانی فتویٰ دے دے

پس رسولش شکر گفت و گفت ما | ایں جفا دیدیم و بود آں خود وفا
پھر رسول ﷺ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ہم | یہ ظلم سمجھے، اور وہ وفا (داری) تھی

موزہ بُر بودی و من درہم شدم | تو غمم بُردی و من در غم شدم
تو موزہ اُچک لے گیا، اور میں بگڑا | تو نے غم ہٹایا اور میں غمگین ہوا

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود | دل دراں لحظہ بخود مشغول بود
اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا ہے | (لیکن) دل اس وقت اپنے میں مشغول تھا

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رُست | دیدنم[3] آں غیب را ہم عکسِ تست
اس نے کہا یہ بات آپؐ سے بعید ہے کیونکہ آپ تو غفلت سے مبرا ہیں | میرا غیب کو دیکھ لینا بھی آپؐ کا پرتو ہے

مار در موزہ بہ بینم در ہوا | نیست از من عکس تست اے مصطفیٰؐ
میں فضا سے موزے میں سانپ دیکھ لوں | یہ میرا کام نہیں ہے، اے مصطفیٰ ﷺ یہ آپ کا پرتو ہے

عکسِ نورانی ہمہ روشن بود | عکسِ ظلمانی ہمہ گلخن بود
نورانی پرتو پورا روشن ہوتا ہے | ظلمانی پرتو بالکل بھٹی ہوتا ہے

عکسِ عبداللہ ہمہ نوری بود | عکسِ بیگانہ ہمہ کوری بود
اللہ کے نیک بندے کا پرتو بالکل نور ہوتا ہے | بیگانے کا پرتو، بالکل اندھا پن ہوتا ہے

---

1. عنایت۔ یعنی عقاب کا موزہ اچک لے جانا۔ شکستہ۔ یعنی اس گستاخی کی وجہ سے شرمندہ ہو کر مرجھا گیا ہوں جیسے کہ ٹوٹی ہوئی شاخ مرجھا جاتی ہے۔
2. وائے۔ ضرورت کے وقت گستاخی قابل گرفت نہیں ہے۔ نفسانی خواہش سے گستاخی افسوسناک ہے۔ ایں۔ یعنی موزہ لے اڑنا۔ درہم شدم۔ میں بگڑا۔ غمم۔ یعنی سانپ۔ گفت۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غفلت خود بینی کی وجہ سے نہیں ہو سکتی بلکہ تنزل اختیار کی وجہ سے تھی۔
3. دیدنم۔ مجھ پر موزے میں سانپ کے ہونے کا انکشاف آپؐ کے کشف کا عکس اور پرتو ہے۔ عکس۔ اولیاء اللہ کی صحبت سے کشف باطنی حاصل ہوتا ہے تاریک دل لوگوں کی صحبت دل کو بے نور بنا دیتی ہے۔ عکس۔ اللہ کے نیک بندوں کا پرتو نورانی ہوتا ہے اور خدا سے بیگانوں کا پرتو ظلمانی ہوتا ہے۔

Marfat.com

عکسِ ہر کس رابداں اے جاں ببیں ۔۔۔ پہلوئے جنسے کہ میخواہی نشیں
ہر شخص کے پرتو کو سمجھ لے اے جان! دیکھ لے ۔۔۔ تو کس جنس کے پہلو میں بیٹھنا چاہ رہا ہے

وجہ[1] عبرت گرفتن ازیں حکایت و یقین دانستن اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

اس حکایت سے عبرت حاصل کرنے کا پہلو اور یقینی طور پر جاننا کہ تنگی کے ساتھ سہولت ہے

عبرتست ایں قصہ اے جاں مر تُرا ۔۔۔ تا شوی راضی تو در حکمِ خدا
اے جان! تیرے لیے یہ قصہ باعث عبرت ہے ۔۔۔ تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ پر راضی ہو جائے

تاکہ زیرک باشی و نیکو گماں ۔۔۔ چوں بہ بینی واقعۂ بد ناگہاں
تاکہ تو ہوشیار، اور نیک گمان بن جائے ۔۔۔ جب تو اچانک کوئی بُرا واقعہ دیکھے

دیگراں گردند زرد ازبیمِ آں ۔۔۔ تو چو گُل خنداں گہِ سود و زیاں
دوسرے اس کے ڈر سے پیلے پڑ جائیں ۔۔۔ تو نفع اور نقصان کے وقت پھول کی طرح کِھلے

زانکہ از گل گر تو برگش می کنی ۔۔۔ خندہ نگذارد نگردد منثنی
کیونکہ اگر تو پھول کی پتیاں الگ کر دے ۔۔۔ وہ مسکرانا نہیں چھوڑتا ہے، اور نہ مرجھائے گا

گوید از خارے[2] چرا افتم بغم ۔۔۔ خندہ را من خود زخار آوردہ ام
وہ کہتا ہے، میں کانٹے سے غم میں کیوں پڑوں؟ ۔۔۔ میں نے اپنی مسکراہٹ کانٹے سے لی ہے

ہر چہ از تو یاوہ گردد از قضا ۔۔۔ تو یقیں داں کہ خریدت از بلا
قضا کی وجہ سے جو چیز تجھ سے گم ہو جائے ۔۔۔ تو یقین کر لے کہ اس نے تجھے مصیبت سے نجات دی ہے

مَا التَّصَوُّفُ قَالَ وِجْدَانُ الْفَرَح ۔۔۔ فِی الْفُؤَادِ عِنْدَ اَتْیَانَ التَّرَح
تصوف کیا ہے، کہا خوشی محسوس کرنا ۔۔۔ دل میں رنج آنے کے وقت

آں عقابش را عقابے داں کہ او ۔۔۔ در ربود آں موزہ رازاں نیک خو
اس سزا کو وہ باز سمجھ لے، جو ۔۔۔ ان نیک خصلت سے موزہ اڑا لے گیا

تا رہاند پاش را از زخمِ مار ۔۔۔ اے خنک عقلے کہ باشد بے غبار
تاکہ آپ کے پاؤں کو سانپ کے زخم سے بچائے ۔۔۔ قابل مبارکباد ہے وہ عقل جو بے غبار ہے

گفت لَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ ۔۔۔ اِنْ اَتَی السِّرْحَانُ وَاَرْدٰی شَاتَکُمْ
فرمایا جو تم سے جاتا رہے، اس پر غم نہ کرو ۔۔۔ اگر بھیڑیا آ جائے اور تمہاری بکری ہلاک کر دے

1. وجہ۔ موزے کے واقعہ سے یہ نصیحت حاصل کرنی چاہیے کہ انسان کی پریشانی راحت کا سبب بنتی ہے۔ تاکہ۔ اچانک جو حادثہ پیش آئے اس سے اللہ کے ساتھ بدگمانی نہ کرنی چاہیے۔ دیگراں۔ عام لوگوں کے لیے جو واقعہ پریشانی کا سبب بنے اس کو بھی تو خنداں پیشانی سے قبول کر۔ زانکہ۔ اگر پھول کی پتیاں علیحدہ علیحدہ بھی کردی جائیں تو اس کی مسکراہٹ ختم نہ ہوگی۔ گوید۔ پھول یہی سمجھتا ہے کہ میری ہر چیز عدم سے وجود میں آئی ہے لہٰذا کسی جزو کے عدم کی طرف لوٹنے سے ناخوشی مناسب نہیں ہے۔

2. خار۔ یعنی مصیبت، عدم۔ یاوہ۔ گم۔ یعنی کسی چیز کے فوت ہو جانے کو کسی مصیبت سے نجات کا سبب سمجھو۔ ماالتصوف۔ تصوف کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس بات کا عادی ہو جائے "ہر چہ از دوست می رسد نیکوست۔" فرح۔ خوشی۔

3. ترح۔ رنج۔ اے خنک۔ یعنی وہ عقل قابل مبارکباد ہے جو قضا پر راضی ہو اور اس پر شکوک و شبہات کا غبار بالکل نہ رہے۔ گفت۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے، "کسی فوت شدہ چیز پر غم نہ کرو۔" اِن اتی۔ اس کا تعلق قرآنی آیت سے نہیں ہے۔ سرحان۔ بھیڑیا۔

Marfat.com

گفت ہر چہ آں فوت شد غمگیں مشو
زانکہ گر شد کہنہ آید باز نو
فرمایا جو چیز فوت ہو جائے (اس پر) غمگین نہ بن
کیونکہ اگر پرانی جاتی رہی ہے، نئی پھر آ جائے گی

گر بلا آید ترا اندُہ مبر
ور زیاں بینی غم آں ہم مخور
اگر تجھ پر مصیبت آئے غم نہ کر
اگر تو نقصان دیکھے اس کا غم نہ کھا

کاں بلا[1] دفعِ بلا ہائے بزرگ
واں زیاں منعِ زیانہائے سترگ
کیونکہ وہ مصیبت، بڑی مصیبتوں کے لیے دافع ہے
اور وہ نقصان بڑے نقصانوں کا مانع ہے

راحتِ جاں آمد اے جاں فوتِ مال
مال چوں جمع آمد اے جاں شد وبال
اے عزیز! مال کا فوت ہو جانا جان کی حفاظت ہے
اے عزیز! جب مال جمع ہو جاتا ہے وبالِ جان ہو جاتا ہے

استدعائے آں مرد از موسیٰ علیہ السلام بہائم و

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص کا چوپایوں اور پرندوں کی زبان سیکھنے کی درخواست

طیور و قبول کردن موسیٰ علیہ السلام با امرِ حق

اور ان کا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کو قبول کر لینا

گفت موسیٰؑ را یکے مردِ جواں
کہ بیاموزم زبانِ جانوراں
ایک نوجوان نے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا
کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھا دیجئے

تا بود[2] کز بانگِ حیوانات و دد
عبرتے حاصل کنم در دینِ حق
ہو سکتا ہے کہ حیوانات اور درندوں کی آواز سے
اللہ کے دین میں کوئی عبرت حاصل کروں

چوں زبانہائے بنی آدمؑ ہمہ
در پئے آبست و نان و دمدمہ
چونکہ تمام اولادِ آدم علیہ السلام کی زبانیں
روٹی، اور پانی، اور مکر کے لیے ہیں

بو کہ حیوانات را وردِ[3] دگر
باشد از تدبیر ہنگامِ گذر
ہو سکتا ہے کہ حیوانات کا کوئی دوسرا معمول
ہو، مرنے کے وقت کی تدبیر کا

گفت موسیٰؑ رو گذر کن زیں ہوس
کایں خطردارد بسے در پیش و پس
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جا اس ہوس سے درگذر کر
کیونکہ یہ آگے اور پیچھے بہت سے خطرے رکھتا ہے

عبرت و بیداری از یزداں طلب
نہ از کتاب و از مقال و حرف و لب
عبرت اور آگاہی خدا سے مانگ
نہ کتاب اور گفتگو اور حروف اور ہونٹوں سے

گرم تر شد او زآں منعش کہ کرد
گرم تر گردد ہمی از منعِ مرد
وہ اس روکنے سے اور زیادہ (سر) گرم ہو گیا
روکنے سے انسان اور مصر ہو جاتا ہے

---

[1] کاں بلا۔ انسان کی ایک مصیبت بہت سی بڑی مصیبتوں سے نجات کا سبب بنتی ہے۔ راحتِ جاں۔ مال کی تباہی جان کی راحت کا سبب بن جاتی ہے۔ استدعا۔ اس قصہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ مال تباہ ہونے سے جان بچی ورنہ جان کی ہلاکت ہوتی۔

[2] تابود۔ جانوروں کی زبان سیکھنے والے نے کہا کہ انسانوں کی تمام باتیں تو دنیاداری کی ہیں شاید جانوروں کی باتیں آخرت سے متعلق ہوں تو میں ان سے عبرت حاصل کرلوں گا۔

[3] ورد۔ عبادت کا معمول۔ ہنگامِ گذر۔ موت کا وقت۔ عبرت۔ کتاب اور گفتگو سے حاصل نہیں ہوتی خدا کا عطیہ ہے اللہ سے مانگ۔ گرم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انکار سے اس کا اصرار اور بڑھ گیا اس لیے کہ یہی انسانی مزاج ہے۔

Marfat.com

گفت[1] اے موسیٰؑ چو نورِ تو بتافت　　ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت

اسنے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام)! جب سے آپ کا نور نمودار ہوا ہے　　جو کچھ بھی تھا، اس نے آپ سے کچھ پایا

مر مرا محروم کردن زیں مراد　　لائقِ لطفت نباشد اے جواد

اس مقصد سے مجھے محروم کرنا　　اے سخی! آپ کی مہربانی کے مناسب نہیں ہے

ایں زماں قایم مقامِ حق توئی　　یاس باشد کہ مرا مانع شوی

اس وقت آپ اللہ (تعالیٰ) کے نائب ہیں　　اگر آپ مجھے منع کریں گے، تو مایوسی ہو گی

گفت موسیٰؑ یا رب ایں مردِ سلیم　　سُخرہ کردستش مگر دیوِ رجیم

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے خدا! اس بھولے انسان کو　　شاید، ملعون شیطان نے بہکایا ہے

گر بیاموزم زیاں کارش بود　　ور نیاموزم دلش بد می شود

اگر میں سکھا دوں وہ اس کے لیے نقصان دہ ہو گا　　اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اس کا دل برا ہو گا

گفت اے موسیٰ بیاموزش کہ ما　　رد نہ کردیم از کرم ہر گز دعا

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے موسیٰ! اس کو سکھا دے کیونکہ ہم نے　　کرم سے، ہر گز دعا رد نہیں کی ہے

گفت یا ربّ او پشیمانی خورد　　دست خاید جامہا را بر دَرَد

(موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا اے خدا! وہ شرمندہ ہو گا　　ہاتھ چبائے گا کپڑے پھاڑے گا

نیست[2] قدرت ہر کسے را ساز وار　　عجز بہتر مایۂ پرہیزگار

قدرت ہر ایک کے لیے مناسب نہیں ہے　　عاجزی، پرہیزگار کے لیے بہت اچھا سرمایہ ہے

فقر زیں رو فخر آمد جاوداں　　کہ بتقویٰ ماند دستِ نارساں

اسی لیے فقر ہمیشہ فخر ہے　　نارسا ہاتھ پرہیزگاری میں رہتا ہے

زاں غنا و زاں غنی مردود شد　　کہ ز قدرت صبرہا پدرود شد

اسی لیے مالداری، اور مالدار مردود ہوا ہے　　کہ قدرت کے وقت، بہت سے صبر رخصت ہو جاتے ہیں

آدمی را عجز و فقر آمد اماں　　از بلائے نفسِ پُر حرص و غماں

آدمی کے لیے عجز اور فقر (باعث) امن ہے　　حرص اور غموں سے بھرے نفس کی مصیبت ہے

آں غم آید ز آرزوہائے فضول　　کہ بداں خو کردہ است آں صیدِ غول

بیکار آرزوؤں سے غم پیدا ہوتا ہے　　جن کی اس شیطان کے قیدی نے عادت ڈال دی ہے

1۔ گفت۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اصرار میں یہ باتیں کہنے لگا۔ گفت۔ اس کے اصرار سے عاجز آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے۔ اے موسیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو سکھا دو۔ گفت یا رب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر اس کو سکھا دوں گا تو وہ اس کے نتائج سے شرمندہ ہو گا اور افسوس کرے گا۔

2۔ نیست۔ با اختیار اور با قدرت ہونا ہر شخص کے لیے بہتر نہیں ہوتا ہے، قدرت کا نہ ہونا انسان کو پرہیزگار بناتا ہے، فقر میں انسان کو بہت سے گناہوں پر قدرت نہیں ہوتی اسی لیے وہ باعثِ فخر ہے۔ مالدار اپنی مالداری کے ذریعہ بہت سے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے، اس لیے مردود ہو جاتا ہے۔ آں غم۔ مالدار میں لاتعداد تمنائیں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے وہ فکر میں مبتلا رہتا ہے اور اس کی عادت ایسی بگڑ جاتی ہے کہ کوئی چیز اس کو موافق ہی نہیں آتی۔

Marfat.com

آرزوئے گِل بود گِل خوارہ را گلشکر نگوارد آں بیچارہ را
مٹی کھانے والے کو مٹی کی تمنا ہوتی ہے اس بے چارے کو گلقند گوارا نہیں ہوتا ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ بیاموزش

اللہ تعالیٰ کی جانب سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو وحی آنا، کہ اس کو کچھ

چیزے کہ استدعا می کند بعضے را ازاں

تھوڑا سا سکھا دو جس کی وہ درخواست کرتا ہے

گفت یزداں تو بدہ بایستِ[1] او بر کشا در اختیارِ آں دستِ او
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا تو اس کی مراد پوری کر دے اختیار میں اس کا ہاتھ کھول دے

اختیار آمد عبادت را نمک ورنہ می گردد بنا خواہ ایں فلک
اختیار، عبادت کا نمک ہے ورنہ بغیر ارادہ کے یہ آسمان (بھی) طواف کر رہا ہے

گردشِ او را نہ اجر و نے عتاب کاختیار آمد ہنر وقتِ حساب
اس کی گردش کا نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے کیونکہ حساب کے وقت، اختیار معیار ہے

جملہ عالم خود مسبّح آمدند نیست آں تسبیح جبری مزدمند[2]
تمام عالم خود تسبیح پڑھنے والے ہیں (لیکن) وہ جبری تسبیح، اجر کا سبب نہیں ہے

تیغ در دستش نہ از عجزش بکن تا کہ غازی گردد او یا راہزن
اس کے ہاتھ میں تلوار دے دے، اس کا عجز ختم کر دے تا کہ وہ غازی بنے، یا ڈاکو

زانکہ کرّمنا شد آدمؑ ز اختیار نیم زنبورِ عسل نیمیش مار
اختیار کی وجہ سے (بنی) آدم کو تمنا (کا مصداق) بنا اس کا نصف شہد کی مکھی، نصف سانپ ہے

مومناں کانِ عسل زنبور وار کافراں خود کانِ زہرے ہمچو مار
مومن شہد کی مکھی کی طرح شہد کی کان ہیں کافر، زہر کی کان میں سانپ کی طرح ہیں

زانکہ[3] مومن خورد بگزیدہ نبات تا چو نحلے گشت ریقِ او حیات
کیونکہ مومن نے اچھے بوٹے کھائے ہیں یہاں تک کہ شہد کی مکھی کی طرح اسکا لعاب (آبِ) حیات بنا ہے

باز کافر خورد شربت از صدید ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید
پھر کافر نے پیپ کا شربت پیا اس کی غذا سے بھی اس میں زہر پیدا ہو گیا

---

[1] بایست۔ خواہش۔ اختیار۔ یعنی اب تو وہ جانوروں کی باتیں سمجھنے سے عاجز ہے اس کو قدرت اور اختیار عطا کر دے۔ اختیار۔ انسان کا اختیار ہی اس کو سزا اور جزا کا مستحق بناتا ہے مضطر کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے، عبادت میں چونکہ بندہ کے اختیار کو دخل ہے، اس لیے اس میں خوبی ہے، آسمان کی گردش اضطراری ہے لہٰذا نہ اس پر ثواب کا ترتب ہے نہ عقاب کا۔ حساب۔ اللہ تعالیٰ جس وقت محاسبہ کرے گا تو انسان کے اختیاری افعال کا محاسبہ ہوگا۔ جملہ۔ کائنات میں سے ہر چیز اللہ کی تسبیح خواں ہے لیکن یہ ان کی اضطراری تسبیح ہے لہٰذا اس پر ان کو کوئی ثواب نہ ملے گا۔

[2] مزدمند۔ مزدوری کے قابل۔ تیغ۔ جب تک انسان کے پاس تلوار نہ ہو، وہ نہ غازی بن سکتا ہے نہ ڈاکو، مل جائے تو پھر غازی ہونے کا ثواب یا ڈاکو ہونے کا عذاب مرتب ہوگا۔

[3] زانکہ۔ انسان کو کرّمنا کی فضیلت اسی لیے حاصل ہوئی ہے کہ اس میں برائی کی بھی قدرت ہے اور بھلائی کی بھی۔ کرّمنا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔ مومناں۔ نیک عمل کرنے والے دوسروں کے لیے بھی راحت کا سبب ہیں۔ کافراں۔ کافر دوسروں کے لیے بھی مصیبت ہیں۔

Marfat.com

اہلِ الہامِ خدا عین الحیات
خدا کے الہام والے (آب) حیات کا چشمہ ہیں
اہلِ تسویلِ ہوا سمّ الممات
خواہش نفسانی کے طمع والے موت کا زہر ہیں

در جہاں[1] ایں مدح و شاباش وزہے
دنیا میں یہ تعریف اور شاباش، اور واہ واہ
زِ اختیارست و حفاظ و آگہے
اختیار، اور مروت، اور آگاہی کی وجہ سے ہے

جملہ رِنداں چونکہ در زنداں روند
تمام اوباش جب قید خانے میں جائیں گے
متقی و زاہد و حق خواں شوند
متقی اور پرہیزگار اور اللہ کو پکارنے والے بن جائیں گے

چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل
چونکہ قدرت جاتی رہی، عمل کھوٹا ہو گیا
ہیں کہ تا سرمایہ نستاند اجل
خبردار! موت سرمایہ کو نہ چھین لے

قدرتت سرمایۂ سودست ہیں
آگاہ! نفع کا سرمایہ تیری قدرت ہے
وقتِ قدرت را نگہدار و ببیں
قدرت کے وقت کی نگہداشت کر اور دیکھ لے

آدمی بر خنگِ کرّمنا سوار
انسان، کرمنا کے گھوڑے پر سوار ہے
در کفِ درکش عنانِ اختیار
اس کی عقل کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے

باز موسیٰؑ داد پند اورا بمہر
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے محبت سے پھر اسے نصیحت کی
کہ مرادت[2] زرد خواہد کرد چہر
کہ تیری مراد چہرہ پیلا کر دے گی

ترکِ ایں سودا بگو و ز حق بترس
اس جنون کو چھوڑ اور اللہ (تعالیٰ) سے ڈر
دیو دادستت برائے مکر درس
شیطان نے مکر کے لیے تجھے سبق پڑھایا ہے

ہیں برو دردِ سرِ خود کم طلب
خبردار! اپنا دردِ سر نہ مول لے
کایں مرادت افگند در صد تعب[3]
کیونکہ یہ تیری مراد سیکڑوں مشقتوں میں ڈال دے گی

قانع شدنِ آں مردِ طالب بتعلیمِ زبانِ مرغِ خانگی و سگ و اجابت کردنِ موسیٰ علیہ السلام او را

اس طالب انسان کا گھریلو مرغ اور کتے کی زبان سیکھنے پر قانع ہو جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کو مان جانا

گفت بارے نطقِ سگ کو بر درست
اس نے کہا کم از کم کتے کی بولی جو دروازہ پر ہے
نطقِ مرغِ خانگی کاہلِ پَرست
گھریلو مرغ کی بولی جو پَر دار ہے

گفت موسیٰؑ ہیں تو دانی زو رسید
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا ہاں تو جان لے گا اس (اللہ) سے (اجازت) آ گئی
نطقِ ایں ہر دو شود بر تو پدید
ان دونوں کی بولی تجھے معلوم ہو جائے گی

---

[1] در جہاں۔ دنیا میں جس قدر تعریفیں ہیں وہ انسان کے اختیاری افعال پر ہیں۔ جملہ رنداں۔ دوزخ میں جا کر دوزخی عبادت کریں گے لیکن وہ ان کی اضطراری عبادت ہو گی جو غیر معتبر ہے۔ ہیں۔ انسان کو اس وقت کی قدر کرنی چاہیے جس میں اس کو اختیار حاصل ہے وہی اس کے نفع کا سرمایہ ہے جب قدرت باقی نہ رہے گی اس وقت کی نیکی بیکار ہے۔ خنگ۔ سفید گھوڑا، سفید۔ درکش۔ ادراک، عقل۔ عناں۔ باگ۔

[2] کہ مرادت۔ یعنی اگر تو جانوروں کی بولی جان گیا تو شرمندہ ہو گا۔ ہیں۔ جانوروں کی بولی جاننا تیرے لیے دردِ سر بنے گا۔

[3] تعب۔ مشقت۔ قانع۔ پہلے وہ مصر تھا کہ سب جانوروں کی بولی جان جائے اب اس پر راضی ہو گیا کہ صرف اپنے گھر کے مرغ اور کتے کی بولی جان لے۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کی جانب سے مجھے اس کے سکھانے کی اجازت آ گئی ہے تو اب جان جائے گا۔

بامداداں از برائے امتحاں[1] ایستاد او منتظر بر آستاں
صبح کو آزمائش کے لیے وہ چوکھٹ پر منتظر کھڑا ہو گیا

خادمہ سفرہ بیفشاند و فتاد پارۂ نانِ بیات آثارِ زاد
خادمہ نے دستر خوان جھاڑا اور گرا باسی روٹی کا ٹکڑا، کھانے کا بقیہ

در ربود آنرا خروسے چوں گرو گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رو
مرغ اس کو گروی (چیز) کی طرح اچک لے گیا کتے نے کہا جا، تو نے ہم پر ظلم کیا

دانۂ گندم توانی خورد و من عاجزم از دانہ خوردن در وطن
تو گیہوں کا دانہ کھا سکتا ہے اور میں وطن میں دانہ کھانے سے عاجز ہوں

گندم و جو را و باقی حبوب[2] می توانی خورد و من نے اے طروب
گیہوں اور جو اور باقی دانے اے مست! تو کھا سکتا ہے اور میں نہیں (کھا سکتا)

ایں لب نانے کہ قسمِ ماست آں می ربائی ایں قدر را از سگاں
یہ روٹی کا ٹکڑا جو ہمارا حصہ ہے اتنے کو (بھی) تو کتوں سے اچک لیتا ہے

جوابِ خروس سگ را

مرغ کا کتے کو جواب

پس خروسش گفت تن زن غم مخور کہ خدا بدہد عوض زیں بہ دگر
پھر مرغ نے اس سے کہا چپ ہو جا، غم نہ کر کیونکہ اللہ (تعالیٰ) اس سے بہتر دوسرا بدلہ دے گا

اسپ ایں خواجہ سقط خواہد شدن روزِ فردا سیر خورکم کن حزن
اس آقا کا گھوڑا مر جائے گا کل کو پیٹ بھر کر کھانا غم نہ کر

مرسگاں را عید باشد مرگِ اسپ روزیِ وافر[3] بود بے جہد و کسب
گھوڑے کا مرنا کتوں کی عید ہوتی ہے بغیر محنت اور کمائی کے بہت خوراک ہوتی ہے

اسپ را بفروخت چوں بشنید مرد پیشِ سگ شد آں خروسک روئے زرد
مرد نے جب سنا، گھوڑا فروخت کر دیا وہ بیچارہ مرغ کتے کے آگے شرمندہ ہوا

روزِ دیگر ہمچناں ناں را ربود آں خروس و سگ برو لب بر کشود
دوسرے دن بھی اسی طرح سے روٹی لے اڑا وہ مرغ، اور کتے نے اس پر لب کشائی کی

کاے خروسِ عشوہ دہ چندیں دروغ ظالمی و کاذبی و بے فروغ
کہ اے مرغ! مکار اس قدر جھوٹ تو ظالم ہے، اور تو جھوٹا ہے، اور بے اعتبار ہے

---

[1] امتحان۔ اس آزمائش کے لیے کہ بولی سمجھنے لگا ہے یا نہیں۔ نانِ بیات۔ باسی روٹی۔ چوں گرو۔ یعنی جس طرح رہن رکھنے والا رہن کی چیز پر قبضہ کرتا ہے۔ دانۂ گندم۔ کتے نے کہا تو نے مجھ پر ظلم کیا یہ روٹی میرا حصہ تھی تو دانہ چگ سکتا ہے میں صرف روٹی کھا سکتا ہوں۔ در وطن۔ جنگل میں کتا ہر چیز کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

[2] حبوب۔ دانے۔ طروب۔ مست۔ لبِ نان۔ روٹی کا کنارا۔ سقط۔ قاف کے سکون کے ساتھ، چوپایہ کا مرنا۔ حزن۔ غم۔

[3] وافر۔ بھرپور۔ روئے زرد۔ چونکہ مرغ کی پیش گوئی کے مطابق کتے کو مردہ گھوڑا کھانے کو نہ ملا تو مرغ شرمندہ ہوا۔ عشوہ۔ مکر و فریب۔

Marfat.com

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست
وہ گھوڑا جس کے بارے میں تو نے کہا تھا کہ وہ مرے گا کہاں ہے؟
کور اختر گوئی[1] محرومی زراست
تو اندھا نجومی ہے، سچائی سے محروم ہے

گفت اورا آں خروسِ با خبر
اس با خبر مرغ نے اس سے کہا
کہ سقط شد اسپ او جائے دگر
کہ اس کا گھوڑا دوسری جگہ مر گیا ہے

اسپ را بفروخت جست اُو از زیاں
گھوڑے کو فروخت کر دیا اور نقصان سے بچ گیا
آں زیاں انداخت او بر دیگراں
اس نے وہ نقصان دوسروں پر ڈال دیا

لیک فردا استرش گردد سقط
لیکن کل کو اس کا خچر مرے گا
مرسگاں را باشد آں نعمت فقط
وہ صرف کتوں کے لیے نعمت ہو گا

زود استر را فروشید آں حریص
اس لالچی نے فوراً خچر بیچ ڈالا
یافت از غم وز زیاں آں دم محیص[2]
اس وقت بھی وہ رنج اور نقصان سے نجات پا گیا

روزِ ثالث گفت سگ با آں خروس
تیسرے دن کتے نے اس مرغ سے کہا
اے امیرِ کاذباں با طبل و کوس
اے نقارے اور گھنٹے کے ساتھ جھوٹوں کے سردار

تا بکے گوئی دروغے بے فروغ
تو نہ چلنے والا جھوٹ کب تک بولے گا؟
دوغی اے نا اہل دوغی دوغ دوغ
اے نا اہل! تو چھاچھ ہے تو چھاچھ ہے، چھاچھ چھاچھ

گفت او بفروخت استر را شتاب
کہا، اس نے خچر جلدی سے بیچ دیا
لیک فردالیش غلام آید مصاب
لیکن کل کو اس کا غلام بیمار پڑے گا

چوں غلامِ او بمیرد نانہا
جب اس کا غلام مرے گا روٹیاں
بر سگ و خواہندہ ریزند اقربا
کتوں اور مانگنے والوں پر (اس کے) رشتہ دار بہادیں گے

ایں شنید و آں غلامش را فروخت
یہ سنا اور اس نے اس غلام کو بیچ ڈالا
رَست از خسران و رُخ را بر فروخت
نقصان سے بچ گیا اور چہرے کو روشن کر لیا

شکرہا می کرد و شادیہا کہ من
شکریے ادا کرتا تھا اور خوشیاں کہ میں
رُستم از سہ واقعہ[3] اندر زمن
زمانے میں تین حادثوں سے بچ گیا

تا زبانِ مرغ و سگ آموختم
جب سے میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی ہے
دیدۂ سوء القضا را دوختم
بُری قضا کی آنکھ سی دی ہے

خجل شدنِ خروس پیشِ سگ بسببِ دروغ شدن سہ وعدہ

تین وعدوں کے جھوٹے ہو جانے سے مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا

روزِ دیگر آں سگ محروم گفت
دوسرے دن اس محروم کتے نے کہا
کاے خروسِ ژاژخا کو طاق و جفت
اے بکواسی مرغ! اکہرا اور دہرا کہاں ہے؟

1. اختر گو۔ ستاروں کی باتیں کرنے والا نجومی اگر اندھا ہو تو وہ ستاروں کی رفتار نہیں دیکھ سکتا اس لیے اس کی پیش گوئیاں غلط ہوں گی۔ استر۔ خچر۔ فقط۔ چونکہ مرغ اس کو نہ کھا سکے گا۔
2. محیص۔ چھٹکارا، نجات۔ با طبل۔ یعنی ڈنکے کی چوٹ جھوٹ بولنے والا۔ دوغ۔ چھاچھ۔ مصاب۔ بیمار۔ رخ۔ یعنی نقصان سے بچنے پر سرخرو ہو گیا تھا۔
3. سہ واقعہ۔ گھوڑے خچر اور غلام کا نقصان۔ دیدۂ۔ یعنی اب بری تقدیر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ طاق و جفت۔ وہ بہت سی پیش گوئیاں جو تو نے کی تھیں۔

چند چند آخر دروغ و مکرِ تو — خود نہ پرّد جز دروغ از وَکرِ[1] تو

تیرا مکر اور جھوٹ آخر کس قدر! — تیرے گھونسلے سے سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں اڑتا ہے

گفت حاشا از من و از جنسِ من — کہ بگردیم از دروغے ممتحن

اس نے کہا مجھ سے اور میری قوم سے بعید ہے — کہ ہم کسی جھوٹ میں مبتلا ہوں

ما خروساں چوں مؤذّن راست گو — ہم رقیب آفتاب و وقت جو

ہم مرغ موذن کی طرح سچ بولنے والے ہیں — ہم سورج پر نظر رکھنے والے اور وقت کی جستجو کرنے والے ہیں

پاسبانِ آفتابیم از دروں — گر کنی بالائے ما طشتے نگوں

ہم اندر سے سورج کے نگہبان ہیں — اگر تو ہم پر طشت اوندھا کر دے

پاسبانِ آفتاب اند اولیا — در بشر واقف ز اسرارِ خدا

اولیا سورج کی نگہداشت کرنے والے ہیں — انسانوں میں خدا کے رازوں سے واقف ہیں

اصلِ ما را حق پئے بانگ و نماز — داد ہدیہ آدمی را در جہاز

ہماری نسل اللہ (تعالیٰ) نے نماز کی اذان کے لیے — سامان میں، آدمی کو ہدیہ میں دی ہے

گر بنا ہنگام[2] سہوِ ماں بَرَود — در اذاں آں مقتلِ ما می شود

اگر بے وقت ہم سے بھول ہو جائے — اذان میں، وہ ہمارے قتل کا سبب بنتی ہے

گفت نا ہنگام حَیَّ عَلَی الْفَلَاح — خونِ ما را می کند خوار و مباح

بے وقت حی علی الفلاح کہنا — ہمارے خون کو ذلیل اور جائز کر دیتا ہے

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط — آں خروسِ وحیِ جاں آمد فقط

وہ جو بے گناہ، اور غلطی سے پاک ہے — وہ صرف روح کی وحی کا مرغ ہے

آں غلامش[3] مُرد پیشِ مشتری — شد زیانِ مشتری آں یکسری

اس کا وہ غلام خریدار کے پاس مر گیا — وہ بالکل خریدار کا نقصان بنا

او گریزانید مالش را ولیک — خونِ خود را ریخت آں دریاب نیک

اس نے اپنا مال بچا لیا، لیکن — اس نے اپنا خون بہایا، اس کو خوب سمجھ لے

یک زیاں دفعِ زیانہا می شدے — جسم و مالِ ماست جانہا را فدے

ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہو جاتا — ہمارا جسم، اور مال جانوں کا فدیہ ہے

---

1. وَکر۔ پرندکا گھونسلا۔ ممتحن۔ آزمائش میں پڑا ہوا۔ ماخروساں۔ مرغ صبح صادق کے وقت بولتا ہے۔ پاسباں۔ مرغ اگر تاریک کوٹھری میں بھی ہو تو اس کو صبح صادق کا احساس ہو جاتا ہے۔ اولیاء۔ جس طرح مرغ آسمانی سورج کا پاسبان ہے اسی طرح اولیا حق تعالیٰ کے پاسبان ہیں اور انسانوں میں جو اسرارِ خداوندی ہیں ان کو پہچان لیتے ہیں۔ در جہاز۔ سامان یا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی یعنی مرغوں کو خدا نے صبح کے نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے لیے پیدا فرمایا ہے۔

2. گر بنا ہنگام۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہے اس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ آنکہ معصوم۔ مرغ سے غلطی ہو جاتی ہے معصوم صرف انبیا ہیں یا جبرئیل جو وحی لاتے تھے۔

3. آں غلامش۔ مالک نے مرغ سے غلام کے مرنے کی پیش گوئی سن کر اس غلام کو جلد فروخت کر ڈالا اور وہ خریدار کے پاس جا کر مر گیا۔ او۔ اس مالک نے اپنا مال بچا لیا اور نقصانات سے بچ گیا لیکن نتیجہ میں اس کی جان ہلاک ہوئی۔ یک زیاں۔ ایک نقصان قضاء وقدر میں بہت سے نقصانوں کا دفعیہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

پیشِ شاہاں[1] در سیاست گستری
بادشاہوں کے روبرو، انصاف کرنے میں
میدہی تو مال و سَر رَا می خری
تو مال دے دیتا ہے اور سر بچا لیتا ہے

اعجمی چوں گشتۂ اندر قضا
چونکہ قضاء (خداوندی) کے معاملہ میں تو بیگانہ ہے
می گریزانی زِداور مال را
اللہ (تعالیٰ) سے تو مال کو چھپاتا ہے

زانکہ مالت بر تو گر صدقہ شود
کیونکہ تیرا مال، اگر تجھ پر قربان ہو جائے
آں زیانے نیست سودِ تو بود
وہ نقصان نہیں ہے، تیرا نفع ہوتا ہے

خبر دادنِ خروس از مرگِ آں خواجہ

مرغ کا آقا کے مرنے کی خبر دینا

لیک فردا خواہد او مُردن یقین
لیکن وہ کل کو یقیناً مرے گا
گاوَ خواہد کشت وارث در حنین
اس کے غم میں وارث گائے ذبح کرے گا

صاحبِ خانہ بخواہد مُرد و رفت
گھر کا مالک مرے گا اور جائے گا
روز فردا نک رسیدت لوت زفت[2]
کل کو تجھے ضرور چکنی غذا ملے گی

پارہائے نان و لالنگ و طعام
روٹی کے ٹکڑے، اور لنگر، اور کھانا
درمیانِ کوئے یابد خاص و عام
ہر خاص و عام گلی میں پائے گا

گاوِ قربانی و نانہائے تنک
قربانی کی گائے، اور ہلکی چپاتی
بر سگان و سائلاں ریزد سبک
کتوں اور بھکاریوں پر بہائے گا

مرگِ اسپ و اُسترو مرگِ غلام
گھوڑے اور خچر کا مرنا، اور غلام کا مرنا
بد قضا گردانِ ایں مغرورِ خام
اس متکبر، نا تجربہ کار کی قضا کو لوٹانے والا تھا

از زیانِ مال و دردِ آں گریخت
یہ مال کے نقصان اور اس کی تکلیف سے بھاگا
مال افزوں کرد و خونِ خویش ریخت
اس نے مال بڑھا لیا، اور اپنا خون بہایا

ایں ریاضتہائے[3] درویشاں چراست
یہ درویشوں کے مجاہدے کیوں ہیں؟
کاں بلا برتن بقائے جانہاست
اس لیے کہ جسم کی تکلیف جانوں کی بقا ہے

تا بقائے خود نہ بیند سالکے
جب تک سالک اپنی بقا نہ سمجھے
چوں کند تن را سقیم و ہالکے
تو جسم کو بیمار اور فنا کیوں کرے؟

دست کے جنبد بایثار و عمل
ایثار اور عمل میں ہاتھ کب ملے
تا نہ بیند دادہ راجانش بدل
جب تک کہ دیے ہوئے کا بدلہ جان کے لیے نہ سمجھ لے

آنکہ بدہد بے امید و سودہا
جو بغیر امید اور نفع کے دیتا ہے
آں خدایست، آں خدایست، آں خدا
وہ تو خدا ہے، وہ خدا ہے، وہ خدا ہے

---

1. پیش شاہاں۔ دنیاوی عدالتوں میں انسان مال خرچ کر کے جان بچاتا ہے۔ اعجمی۔ بیگانہ، اجنبی۔ حنین۔ رونا۔
2. لوت زفت۔ قیمتی غذا۔ لالنگ۔ لنگر۔ خام۔ ناتجربہ کار۔ ریخت۔ اگر مال ضائع ہو جاتا تو جان بچ جاتی۔
3. ریاضت ہائے۔ یعنی مجاہدوں کی محنت۔ سالک۔ سلوک معرفت طے کرنے والا چونکہ فنائے جسم میں بقائے روح سمجھتا ہے اسی لیے ریاضتوں میں بدن کو گھلاتا ہے۔ دست۔ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ عوض اور بدلہ کے لالچ میں کرتا ہے۔ آنکہ۔ بے غرض کام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

Marfat.com

یا وَلیِ[1] حق کہ خوئے حق گرفت
نور گشت و تابشِ مطلق گرفت
یا اللہ کا دوست جس نے اللہ کے اخلاق حاصل کر لیے ہیں
جو نور بن گیا ہے، اور مطلق چمک حاصل کر لی ہے

کو غنی است و جز او جملہ فقیر
کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر
کیونکہ وہ بے نیاز ہے، اور اس کے علاوہ سب محتاج ہیں
محتاج بغیر بدلے کے کب کہتا ہے کہ لے لے

تا نہ بیند کودکے کہ سیب ہست
او پیازِ گندہ را ندہد ز دست
جب تک بچہ نہ دیکھ لے کہ سیب ہے
وہ بدبودار پیاز کو نہیں چھوڑتا ہے

اینہمہ[2] بازار بہرِ ایں غرض
بر دُکانہا شستہ بر بوئے عوض
یہ تمام بازار (والے) اسی غرض سے
بدلے کی امید پر دکانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں

صد متاعِ خوب عرضہ می کنند
و اندرونِ دل عوضہا می تنند
سیکڑوں عمدہ سامان پیش کرتے ہیں
اور دل میں بدلوں کی فکر کرتے ہیں

یک سلامے نشنوی اے مردِ دیں
کہ نگیرد آخرت آں آستیں
اے دیندار! تو ایک سلام بھی نہ سنے گا
جو بالآخر (تیری) آستین نہ پکڑے

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام
من سلامے اے برادر والسلام
جس نے (کسی) خاص وعام سے بغیر لالچ کے نہیں سنا ہے
ایک سلام (بھی) اے بھائی! والسلام

جز سلامِ حق تو ہیں آں را بجو
خانہ خانہ جا بجا و کو بکو
سوائے اللہ (تعالیٰ) کے سلام کے تو ضرور اس کی جستجو کر
گھر گھر، جگہ جگہ، اور کوچے کوچے

از دہانِ[3] آدمیِ خوش مشام
ہم پیامِ حق شنودم ہم سلام
صحیح الدماغ آدمی کے منہ سے
میں نے سنا ہے اللہ (تعالیٰ) کا پیغام بھی اور سلام بھی

ویں سلامِ باقیاں بر بوئے آں
من ہمی نوشم بدل خوشتر ز جاں
بقیہ لوگوں کا سلام (بھی) اسی کی خوشبو کی وجہ سے
میں دل سے سنتا ہوں، جو جان سے زیادہ پیارا ہے

زاں سلامِ او سلامِ حق شدست
کآتش اندر دودمانِ خود زدست
اس کا سلام تو اللہ تعالیٰ کا سلام بن گیا ہے
کیونکہ اس نے اپنے خاندان کو آگ لگا دی ہے

مردہ است از خود شدہ زندہ برَت
زاں بود اسرارِ حقش در دو لب
وہ فانی بالذات ہے، باقی باللہ ہے
اسی لیے اس کے دونوں ہونٹوں میں خدائی اسرار ہوتے ہیں

---

[1] یاولی۔ چونکہ اولیاء اللہ اخلاقِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں لہٰذا ان کے کام بھی غرض سے خالی ہوتے ہیں۔ کوغنی۔ اللہ کے کام بغیر غرض کے اس لیے ہیں کہ وہ بے نیاز ہے اور انسان کے کام غرض پر اس لیے مبنی ہیں کہ وہ فقیر ومحتاج ہے۔ تانہ بیند۔ بچہ بھی جب تک اچھا عوض نہیں دیکھ لیتا اپنی چیز نہیں دیتا ہے۔

[2] ایں ہمہ۔ دنیا کے سارے کاروبار بدلے اور عوض کی بنیاد پر چلتے ہیں۔ متاع۔ سامان، تاجر اپنے عمدہ قسم کے سامان گاہک کو بدلے کے لالچ میں دکھاتے ہیں۔ یک سلامے۔ دنیا میں جو کسی وقت ایک سلام بھی کرتا ہے کسی نہ کسی وقت اس کا بدلہ لینے کے لیے دامن پکڑتا ہے۔ جز۔ اللہ کی جانب سے جو سلام پہنچتا ہے وہ غرض سے خالی ہوتا ہے۔

[3] از دہاں۔ میں نے اہل اللہ کی زبان سے اللہ کا پیام وسلام سنا ہے میں اسی سلام کی توقع پر عوام کا سلام دل وجان سے قبول کرتا اور سنتا ہوں کہ شاید ان میں کوئی اس طرح کا سلام ہو۔ زاں سلام۔ اہل اللہ کا سلام اللہ کا سلام اس وجہ سے ہو گیا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو فنا کر دیا ہے اب وہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہیں اس لیے ان کی زبانوں پر اسرارِ خداوندی ہوتے ہیں۔

Marfat.com

مُردنِ تن[1] در ریاضت زندگی ست — رنجِ ایں تن روح را پایندگی ست

ریاضت میں جسم کا مرنا، زندگی ہے — اس جسم کی تکلیف، روح کی استواری ہے

گوش بنہادہ بُداں مَردِ خبیث — می شنید او از خروشش ایں حدیث

وہ خبیث انسان کان لگائے ہوئے تھا — یہ بات وہ اپنے مُرغ سے سن رہا تھا

دویدنِ آں شخص بسوئے موسیٰ علیہ السلام بزنہار چوں خبر مرگِ خود بشنید

اس شخص کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف پناہ کے لیے دوڑنا جبکہ اس نے اپنی موت کی خبر سنی

چوں شنید ایںہا رواں شد و تیز تفت — بر درِ موسیٰ کلیم اللہ رفت

جب اس نے یہ سنا تیزی اور تندی سے دوڑا — (حضرت) موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے دروازے پر گیا

رُو ہمی مالید بر خاک او زبیم — کہ مرا فریاد رس زیں اے کلیم

وہ خوف سے زمین پر چہرہ رگڑ رہا تھا — کہ اے کلیم! اس (معاملے) میں میری مدد کیجئے

گفت رَو بفروش خود را و برہ — چونکہ اُستا گشتۂ بر رجہ زچہ

فرمایا جا اپنے آپ کو بیچ ڈال اور چھٹکارا پالے — چونکہ تو ماہر بن گیا ہے، کنویں سے کود کر نکل

بر مسلماناں[2] زیاں انداز تو — کیسۂ و ہمیانہا را کن دو تو

تو مسلمانوں کو نقصان پہنچا دے — ہمیانیوں اور تھیلی کو دوگنا کر لے

من درونِ خشت دیدم ایں قضا — کہ در آئینہ عیاں شد مر تُرا

میں نے اس قضا کو اینٹ میں سے دیکھ لیا ہے — جو آئینہ میں تجھ پر ظاہر ہوئی ہے

عاقل اوّل بیند آخر را بدل — اندر آخر بیند از دانش مُقِل

عقلمند شروع میں دل سے انجام کو دیکھ لیتا ہے — عقل کا کوتاہ، آخر میں دیکھتا ہے

باز زاری کرد کاے نیکو خصال[3] — مر مرا بر سر مزن بر رو ممال

وہ پھر رویا، کہ اے نیک عادت! — میرے سر پر نہ ماریئے، منہ پر نہ ملیے

از من آں آمد کہ بودم ناسزا — ناسزایم را تو دِہ حسن الجزا

مجھ سے وہی ہوا کیونکہ میں نالائق تھا — مجھ نالائق کو آپ اچھا بدلہ دے دیجئے

گفت تیرے جست از شست اے پسر — نیست سنت کاید آں واپس بسر

فرمایا اے بیٹا! تیر کمان سے نکل گیا — سنت الٰہی نہیں ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئے

---

1. مردنِ تن۔ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جسم کو فنا کیا جاتا ہے تو روح زندہ اور قوی ہوتی ہے۔ اہل اللہ کو یہ درجہ اسی لیے حاصل ہوتا ہے۔ گوش۔ جانوروں کی بولی سیکھ لینے والے نے مرغ سے جب اپنی موت کی خبر سنی تو گھبرا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھاگ کر گیا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے کیونکہ کوہ طور پر ان کی اللہ تعالیٰ سے گفتگو ہوتی تھی۔ گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طنزاً فرمایا کہ دوسری چیزوں کو فروخت کر کے جس طرح تو نقصان سے بچا اسی طرح اپنے آپ کو بھی فروخت کر دے۔
2. بر مسلماناں۔ مرنے والی چیزیں دوسروں کے ہاتھ فروخت کر کے تو نے ان کو نقصان پہنچایا اور اپنی تھیلی بھری۔ من دروں۔ یہ باتیں جبکہ بالکل پردۂ اخفا میں تھیں میں اسی وقت سمجھ گیا تو اپنے برے انجام کو اب سمجھا ہے۔ مقل۔ نادار، مفلس۔
3. خصال۔ خصلت کی جمع ہے، عادت۔ مر مرا۔ یعنی مجھے اب زیادہ شرمندہ نہ کیجئے۔ از من۔ میں تو نالائق تھا مجھ سے نالائقی سرزد ہوئی۔ آپ مجھ نالائق کو اچھا بدلہ عطا کر دیں۔ نیست سنت۔ یعنی عام طور پر سنت الٰہی یہی ہے کہ قضاء وقدر نہیں ٹلتی ہے۔

لیک در خواہم ز نیکو داوری[1] | تا کہ ایماں آں زماں با خود بری
ہاں بہترین انصاف والے سے میں درخواست کروں گا | تا کہ تو اس وقت اپنے ساتھ ایمان لے جائے

چونکہ ایمان بُردہ باشی زندۂ | چونکہ با ایماں روی پائندۂ
جب تو ایمان کو (ساتھ) لے جائے گا، تو زندہ ہے | جبکہ تو ایمان کے ساتھ جائے گا، ٹھیک رہے گا

ہم درا ندم حالِ بر خواجہ بگشت | تا دلش شورید آوردند طشت
اسی وقت، آقا کا حال دگرگوں ہو گیا | یہاں تک کہ اس کا دل متلایا، لوگ طشت لائے

شورشِ مرگ ست نے ہیضہ طعام | قے چہ سودت دارد اے بد بخت خام
موت کی متلی ہے، نہ کہ کھانے کی بد ہضمی | اے بدبخت ناقص! قے تیرے لیے کیا مفید ہے

چار کس بُروند تا سوئے وُثاق | ساق میمالید او بر پشتِ ساق
(اس کو) چار آدمی گھر تک لے گئے | وہ پنڈلی پر پنڈلی رگڑتا تھا

پندِ موسیٰ ؑ[2] نشنوی شوخی کنی | خویشتن بر تیغِ پولادی زنی
تو (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت نہیں سنتا ہے، گستاخی کرتا ہے | اپنے آپ کو فولاد کی تلوار پر مارتا ہے

شرم ناید تیغ را از جانِ تو | آنِ تست ایں اے برادر آنِ تو
تیری جان (لینے سے) تلوار کو شرم نہیں آتی ہے | اے بھائی! یہی تیرا حصہ ہے، تیرا حصہ ہے

دعا کردنِ موسیٰ علیہ السلام جہتِ سلامتیِ ایمانِ آں شخص

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس شخص کے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنا

گفت موسیٰ ؑ در مناجات آں سحر | کاے خدا ایماں ازو مستاں مبر
اس صبح کو (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں عرض کیا | کہ اے خدا! اس کا ایمان نہ لے، نہ چھین

بادشاہی کن بَرُو بخشا کہ او | سہو کرد و خیرہ روئی و غلو
شاہی برت، اس کو بخش دے کیونکہ اس نے | غلطی، اور شوخی، اور زیادتی کی ہے

گفتمش[3] ایں علم نے در خوردِ تست | دفع پنداریدہ گفتم را و ست
میں نے اس سے کہا تھا، کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے | میری بات کو اس نے ٹال مٹول اور کمزور سمجھا

دست را بر اژدہا آں کس زند | کہ عصا را دستش اژدہا کند
اژدہے پر وہ شخص ہاتھ ڈالے | جس کا ہاتھ، لاٹھی کو اژدہا بنا دے

---

[1] داوری۔ انصاف۔ تا کہ۔ یعنی تو مومن مرے، تیرا مومن مرنا ہی اصل زندگی حاصل کرنا ہے۔ ہم دراں دم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ اس کو متلی شروع ہو گئی۔ طشت۔ تا کہ وہ طشت میں قے کرے فرش خراب نہ ہو۔ شورش۔ موت کی قے سے آرام حاصل نہیں ہوتا بدہضمی کی قے باعث سکون ہوتی ہے۔ چار کس۔ یعنی چارپائی پر ڈال کر چار آدمی اٹھا کر لے گئے۔ ساق۔ پنڈلی سے پنڈلی رگڑنا، نزع کی کیفیت سے کنایہ ہے۔

[2] پند موسیٰ۔ مولانا کا مقولہ ہے کہ قضاء وقدر سے ٹکرانا اپنی موت مول لینا ہے۔ آنِ تست۔ ایسے لوگوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ مناجات۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا۔ بادشاہی۔ یعنی اس گنہگار کی خطا پر اس کی گرفت نہ فرما اپنی شہنشاہی کا مظاہرہ فرما کر اس کو معاف کر دے۔

[3] گفتمش۔ مناجات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ دفع۔ میری بات کو اس نے ٹالنے پر محمول کیا۔ دست۔ یعنی خطرے میں پڑنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ سانپ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا شخص ہاتھ ڈال سکتا ہے خدائی رازوں سے وہ واقفیت حاصل کرے جس میں ضبط کی طاقت ہو اور ہونٹ نہ ہلائے۔

Marfat.com

سِرِّ غیب آں را سزد آموختن
غیب کا راز سیکھنا اس کے لیے مناسب ہے

کہ تواند لب ز گفتن دوختن
جو بولنے سے ہونٹ سی سکے

درخورِ[1] دریا نشد جز مُرغِ آب
دریائی پرند کے سوا دریا کے لائق نہیں ہے

فہم کن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
سمجھ جا، اور اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

او بدریا رفت و مرغابی نبود
وہ دریا میں گھس گیا اور دریائی پرند نہ تھا

گشت غرقہ دست گیرش اے وَدُوْد
ڈوب گیا، اے خدا اس کی دستگیری فرما

اجابت کردنِ حق تعالیٰ دعائے موسیٰ علیہ السلام را

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو، اللہ تعالیٰ کا قبول فرما لینا

گفت بخشیدم بدو ایماں نعم
فرمایا ہاں میں نے اس کو ایمان بخشا

ور تو خواہی ایں زماں زندش کنم
اگر تو چاہے تو میں اس کو ابھی زندہ کر دوں

بلکہ جملہ مُردگانِ خاک را
بلکہ زمین کے تمام مردوں کو

ایں زماں زندہ کنم بہرِ تو ما
ہم تیرے لیے ابھی زندہ کر دیں

گفت موسیٰ[2] ایں جہانِ مُردن ست
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یہ فنا کا جہاں ہے

آں جہاں انگیز کانجا روشن ست
اس جہان میں اٹھا لے کیونکہ وہ روشن جگہ ہے

ایں فنا جا چوں جہانِ بود نیست
یہ فنا کی جگہ چونکہ (ہمیشہ) رہنے کا جہان نہیں ہے

باز گشت عاریت پس سود نیست
عارضی واپسی ہے، تو کوئی فائدہ نہیں ہے

رحمتے افشاں بر ایشاں ہم کنوں
ان پر اب رحمت نازل فرما

در نہانخانہ لَدَیْنَا[3] مُحْضَرُوْن
لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن کے مخفی مقام میں

تابدانی کہ زیانِ جسم و مال
خبردار سمجھ جا کہ جسم، اور مال کا نقصان

سودِ جاں باشد رہاند از وبال
جان کا نفع ہے (اس کو) وہاں سے رہائی دیتا ہے

پس ریاضت را بجاں شو مشتری
پس مجاہدے کو (دل و) جان سے اختیار کر

چوں سپردی تن بخدمت جانبری
جب تو جسم کو خدمت میں لگادے گا نجات پا جائے گا

ور ریاضت آیدت بے اختیار
اور اگر بلا ارادہ تجھ سے ریاضت ہو جائے

سر بنہ شکرانہ دہ اے کامیار
اے کامیاب! اطاعت کر، شکر ادا کر

---

1. درخور۔ پانی میں گھستا آبی جانور کا کام ہے۔ اُو بدریا۔ یہ شخص اہل نہ تھا اور راز سے واقفیت حاصل کر کے تباہ ہوا۔ ودود۔ بہت محبت کرنے والا، خدا کا نام ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرما کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہم نے اس کو ایمان عطا کیا اگر تم چاہو تو ہم اس کو دوبارہ زندگی بخش دیں۔ بلکہ۔ اور صرف اسے ہی نہیں ہم تمام مردوں کو تمہاری دعا سے زندگی بخش دیں۔

2. گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا یہ دنیا تو فنا کی جگہ ہے یہاں اگر آپ دوبارہ بھی زندہ کریں تو آخر فنا ہے، عالم آخرت کی زندگی دائمی ہے وہ اس کو بخش دیجئے اور دوسروں پر جو عدم کے تہ خانے میں ہیں آپ کے دربار میں حاضر ہیں ان پر رحم فرما دیجئے۔

3. لدینا۔ قرآن پاک میں مردوں کے بارے میں فرمایا ہے وَ اِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ "یقیناً تمام مخلوق ہمارے سامنے حاضر شدہ ہے۔" تابدانی۔ مولانا اس قصہ کے نتیجہ میں فرماتے ہیں یہ سمجھ لو کہ جسم اور مال کا نقصان جان کا نفع اور وبال سے رہائی کا سبب بنتا ہے۔ پس۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدے کر کے جسم کو گھٹائے تا کہ روح کا بڑھاؤ حاصل ہو۔ ور ریاضت۔ جس طرح عمداً مجاہدے کر کے جسم کو گھٹانے کا نتیجہ روح کی بالیدگی ہے اسی طرح انسان کو قدرتی طور پر جسمانی تکالیف پہنچتی ہیں، وہ بھی اختیاری مجاہدوں کا کام کرتی ہیں، ان پر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیے۔

چوں حقت داد آں ریاضت شکر کن　تو نکردی او کشیدت ز امرِ کن[1]
جب اللہ (تعالیٰ) نے تجھے وہ ریاضت عطا کر دی تو شکریہ ادا کر　تو نے خود نہیں کی اس نے تجھے کن کے حکم کے ذریعہ کھینچا ہے

حکایتِ آں زن کہ فرزندش نمی زیست بحق تعالیٰ بنالید
و جواب آمدن کہ ایں عوضِ ریاضت و بجائے مجاہدۂ تست

اس عورت کی حکایت جس کی اولاد نہیں جیتی تھی اس نے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کیا
جواب آیا کہ یہ تیری ریاضت کا بدل اور مجاہدہ کے قائم مقام ہے

ایں حکایت بشنو و وعظے شمر　تا نگردی خستہ از نقص و ضرر
یہ حکایت سن، اور نصیحت حاصل کر　تاکہ تو نقصان، اور تکلیف سے خستہ (دل) نہ ہو

آں زنے ہر سال زائیدے پسر　بیش از شش مہ نبودے عمر ور
وہ عورت ہر سال لڑکا جنتی　(لیکن) وہ چھ ماہ سے زیادہ عمر والا نہ ہوتا

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ　نالہ کرد آں زن کہ افغاں اے الٰہ
تین مہینے یا چار مہینے میں تباہ ہو جاتا　وہ عورت روئی کہ اے خدا! فریاد ہے

نُہ مہم[2] بارست و سہ ماہم فرح　نعمتم زو تر رو از قوسِ قزح
میرے لیے نو مہینے تکلیف اور تین مہینے خوشی ہے　میری نعمت دھنک کمان سے زیادہ جلدی جانے والی ہے

پیشِ مردانِ خدا کر دے نفیر　زیں شکایت آں زن از دردِ نذیر
خاصانِ خدا کے سامنے شکایت کرتی　وہ عورت، اس تکلیف کے ہولناک درد سے

بیست[3] فرزند ایں چنیں در گور رفت　آتشے در جانِ او افتاد و تفت
اس طرح بیس بچے قبر میں گئے　شورش اور آگ اس کی جان میں لگ گئی

تا شبے بنمود او را جنتے　باغِ سبزے خوشے بے ضنتے
یہاں تک کہ اس کو ایک رات جنت نظر آئی　جو ایک سر سبز عمدہ بے دریغ باغ تھا

باغ گفتم نعمتِ بے کیف را　سبز گفتم خلد دارُالضّیف را
میں نے بے کیف نعمت کو باغ کہہ دیا　میں نے دائمی مہمان خانے کو سبز کہہ دیا

ورنہ لا عَیْنٌ رَاَتْ چہ جائے باغ　گفت نورِ غیب را یزداں چراغ
ورنہ باغ (کے ذکر کا) یہ کیا موقع ہے وہ تو ایسا ہے کہ کسی آنکھ نے اس کو نہیں دیکھا　اللہ (تعالیٰ) نے غیبی نور کو چراغ فرمایا ہے

---

[1] امر کن۔ جو جسمانی مصائب بحکم خداوندی پہنچتے ہیں وہ ریاضت اور مجاہدے کا کام کرتے ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے مجاہدے میں لگا دیا ہے لہٰذا وہ مصائب مزید شکر کا سبب ہیں۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بھی سمجھایا ہے کہ اس عورت کے قدرتی مصائب اس کے مراتب کی بلندی کا سبب تھے۔ وعظے۔ یعنی اس قصہ سے نصیحت حاصل کرلے۔ بیش۔ یعنی اس کا بچہ چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہتا تھا۔ یا سہ۔ تین چار مہینے میں مر جاتا۔

[2] نہ مہم۔ اس عورت نے یہ شکوہ کیا کہ نو ماہ حمل کی مصیبت جھیلتی ہوں اور صرف تین چار ماہ بچہ سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ قوسِ قزح۔ دھنک کمان تھوڑی دیر کے لیے نمودار ہوتی ہے۔ نفیر۔ نالہ و فریاد۔ دردِ نذیر۔ ڈرانے والا درد۔

[3] بیست۔ اس عورت کے متواتر بیس بچے اس طرح مرے تو ان مصائب نے اس کے لیے مجاہدوں کا کام کیا اور اس پر اسرارِ غیب نمودار ہونے لگے۔ تا شبے۔ ایک رات اسرارِ غیب اس طرح نمودار ہوئے کہ اس نے خواب میں جنت دیکھی۔ لا عین۔ جنت کے متعلق ایک حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِیَ الصّٰالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَ لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ "میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ وہ کسی انسان کے دل میں گزریں۔ گفت نور۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے نور کو چراغ محض انسانوں کی فہم کے لیے فرما دیا ہے اسی طرح جنت کا ذکر ہے ورنہ جنت کی حقیقت فہم سے بالاتر ہے۔

مثل[1] نبود ایں مثالِ آں بود
مثل نہیں ہے یہ اس کی مثال ہے
تا برد بو آنکہ او حیراں بود
تاکہ جو حیران ہے وہ کچھ سراغ پا لے

حاصل آں را دید آں زن مست شد
خلاصہ یہ ہے اس (عورت) نے اس کو دیکھا وہ عورت مست ہوگئی
زاں تجلی آں ضعیف از دست شد
اس تجلی سے وہ کمزور عورت، مدہوش ہو گئی

دید در قصرے بنشستہ نام خویش
اس نے ایک محل پر اپنا نام لکھا دیکھا
آنِ خود دانستش آں محبوب کیش
اس نیک اطوار نے اس کو اپنا جانا

بعد ازاں گفتند کایں نعمت وراست
اس کے بعد انہوں نے (اس سے) کہا کہ یہ نعمت اس کی ہے
کو بجانبازی بجز صادق نخواست
جس نے جانبازی سے سوائے خدا کے کچھ نہ چاہا ہو

خدمتِ بسیار می بایست کرد
بہت زیادہ عبادت کرنی چاہیے
مر ترا تا بر خوری زیں چاشت خورد
تاکہ تو اس ناشتہ سے فائدہ حاصل کرے

چوں[2] تو کاہل بودی اندر التجا
چونکہ تو دعا کرنے میں ست تھی
آں مصیبتہا، عوض دادت خدا
خدا نے اس کے بدلے میں تجھے وہ مصیبتیں دے دی ہیں

گفت یا رب تا بصد سال و فزوں
اس نے عرض کیا اے خدا! سو سال اور زیادہ تک
ایں چنیتم دِہ بریز از من تو خوں
مجھے اسی طرح (مصیبتیں) دے میرا خون بہا دے

اندراں باغ او چو آمد پیش بیش
اس باغ میں جب وہ زیادہ آگے آئی
دید در وَے جملہ فرزندانِ خویش
اس نے اس میں اپنے سب بچے دیکھے

گفت از من گم شد از تو گم نشد
اس نے عرض کیا مجھ سے وہ گم ہوئے تجھ سے وہ گم نہ ہوئے
بے دو چشم غیب کس مردم نشد
غیب کی دونوں آنکھوں کے بغیر کوئی انسان نہ بنا

تو نکردی[3] فصد و از بینی دوید
تو نے فصد نہ کرائی اور ناک سے نکلا
خون افزوں تا زتپ جانت رہید
بڑھا ہوا خون، حتیٰ کہ تیری جان بخار سے بچ گئی

مغز ہر میوہ بہ است از پوستش
ہر پھل کا مغز، اس کے چھلکے سے بہتر ہے
پوست داں تن را و مغز آں دوستش
جسم کو چھلکا سمجھ، اور اس کے دوست کو مغز سمجھ

---

1. مثل۔ میم کے کسرہ کے ساتھ کسی چیز کی مثل وہ چیز ہوتی ہے جو تمام صفات میں اس کے برابر ہو، مثال کے لیے یہ ضروری نہیں ہے معمولی سی مشابہت بھی اگر ہے تو اس کو مثال کہا جا سکتا ہے۔ قصر۔ محل۔ صادق۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ خدمت۔ یہ بھی ہاتف غیبی کا مقولہ ہے کہ اس مکان کے حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ عبادت کی ضرورت ہے۔

2. چوں۔ یہ مکان تجھے ملنا تھا اور چونکہ تو عبادت میں ذرا کاہل تھی خدا نے تیرے لیے مصیبتیں مقرر کر دی ہیں تاکہ وہ عبادات کے قائم مقام بن جائیں۔ بے دو چشم۔ یعنی جب تک اسرار غیبی کی دیکھنے والی آنکھیں میسر نہ آ جائیں انسان، انسان نہیں بنتا ہے۔

3. تو نکردی۔ جس قدر مصائب ہیں ان میں حکمتیں ہیں اور وہ مصائب بسا اوقات انسان کے فائدہ کے لیے نازل کیے جاتے ہیں۔ اس طرح سمجھو کہ کسی شخص میں خون کی زیادتی تھی لیکن وہ فصد نہیں کھلوا رہا تھا قدرت نے اس کا نکسیر جاری کر دیا جس سے وہ بخار سے بچ گیا۔ مغز۔ ہر پھل میں مغز ہوتا ہے جو چھلکے سے افضل ہے اسی طرح انسان میں ایک مغز ہے جو روح ہے دوسرا چھلکا ہے جو جسم ہے، اگر انسان آدم کی اولاد ہے تو اس کو اپنے باپ کی طرح روح کا مربی اور طالب بننا چاہیے۔

Marfat.com

مغز نغزے دارد آخر آدمی ——— یکدمے آں را طلب گر زاں دمی

آخر آدمی (بھی) عمدہ مغز رکھتا ہے ——— تھوڑی دیر کے لیے اس کی طلب کر اگر تو اس خون کا ہے

در آمدنِ[1] حمزہ رضی اللہ عنہ در حرب بے زرہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بغیر زرہ کے آنا

در جوانی حمزہ عمِ مصطفیٰ ﷺ ——— با زِرہ میشد مدام اندر وغا

مصطفیٰ ﷺ کے چچا (حضرت) حمزہ رضی اللہ عنہ جوانی میں ——— ہمیشہ جنگ میں، زرہ پہن کر آتے

اندر آخر چونکہ در غزو آمدے ——— بے زرہ خود را بصفہا بر زدے

آخر (عمر) میں جب وہ جہاد میں آتے ——— بغیر زرہ کے اپنے آپ کو صفوں سے بھڑا دیتے

اندر آخر حمزہؓ چوں در صف شدے ——— بے زرہ سر مست در غزو آمدے

آخر (عمر) میں جب (حضرت) حمزہ رضی اللہ عنہ صف میں آتے ——— جہاد میں بغیر زرہ کے مست ہو کر آتے

سینہ بازو تن برہنہ پیش پیش ——— در فگندے در صفِ شمشیر خویش

سینہ کھلا ہوا، جسم برہنہ، آگے آگے ——— اپنے آپ کو تلواروں کی صف میں ڈال دیتے

خلق پرسیدند کاے عمِ رسولؐ ——— اے ہزبر صف شکن شاہِ فحول

لوگوں نے دریافت کیا کہ اے رسول کے چچا! ——— اے صفوں کو شکست دینے والے شیر، بہادروں کے (بادشاہ)!

نے تو لَا تُلْقُوْا[2] بِاَیْدِیْکُمْ اِلٰی ——— تَھْلُکَہ خواندی ز پیغامِ خدا

کیا آپ نے، "نہ ڈالو تم اپنے آپ کو ——— ہلاکت میں" اللہ کے پیغام میں نہیں پڑھا ہے؟

پس چرا تو خویش را در تہلکہ ——— می در اندازی چنیں در معرکہ

پھر کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ——— ڈالتے ہیں، اس طرح میدانِ جنگ میں؟

چوں جواں بودی و زفت و سخت زہ ——— تو نمی رفتی سوئے صف بے زرہ

جب آپ جوان اور بھاری اور سخت کمان تھے ——— تو آپ صف کی جانب، بغیر زرہ کے نہیں جاتے تھے

چوں شدی پیر و ضعیف و منحنی ——— پردہائے لا ابالی می زنی

جب آپ بوڑھے اور کمزور کبڑے ہو گئے ——— (تو) بے پروائی کا راگ الاپتے ہیں

لا ابالی[3] وار با تیغ و سناں ——— می نمائی دار و گیر و امتحاں

بے پروائی کے ساتھ، تلوار اور نیزہ لے کر ——— جنگ، اور زور آزمائی کرتے ہیں

تیغ حرمت می ندارد پیر را ——— کے بود تمیز تیغ و تیر را

تلوار، بوڑھے کا احترام نہیں کرتی ہے ——— تلوار، اور تیر کو تمیز کہاں ہے

---

[1] در آمدن۔ اس حکایت سے یہ بتانا ہے کہ حفاظت کی چیز روح ہے جسم نہیں۔ عَم۔ چچا۔ مدام۔ ہمیشہ۔ وغا۔ جنگ۔ بصفہا۔ یعنی دشمن کی صفیں۔ ہزبر۔ پھاڑنے والا شیر۔ فحول۔ فحل کی جمع ہے، نر۔

[2] لا تلقوا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب یہی بیان کیا ہے کہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بعض مفسرین نے تہلکہ کے معنی ترکِ جہاد کے لیے ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت بتاتی ہے تو اس صورت میں اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آپ کو تباہ نہ کرو۔ منحنی۔ کوزہ پشت۔

[3] لا ابالی۔ بے پروا۔ سناں۔ بھالا۔ تیغ۔ یعنی تلوار کاٹنے میں بڑے چھوٹے میں فرق نہیں کرتی ہے۔

Marfat.com

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو کشتہ گردد زار بر دستِ عدو
کب مناسب ہو گا کہ آپ جیسا شیر دشمن کے ہاتھ سے بری طرح قتل ہو؟
زیں نسق غمخوارگانِ بے خبر . پند میدادند او را از عبر[1]
بے خبر، ہمدرد! اس طرح کی عبرتوں سے ان کو نصیحت کرتے تھے

جوابِ حمزہ رضی اللہ عنہ مر آں خلق را

ان لوگوں کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جواب

گفت حمزہؓ چونکہ بودم من جواں مرگ می دیدم وداعِ ایں جہاں
(حضرت) حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبکہ میں جوان تھا اس دنیا کو چھوڑنا، موت سمجھتا تھا
سوئے مُردن کس برغبت کے رود پیشِ اژدرہا برہنہ کے شود
موت کی طرف رغبت سے کون جاتا ہے؟ اژدہوں کے آگے کون ننگا ہوتا ہے؟
لیک از نورِ محمدؐ من کنوں نیستم ایں شہرِ فانی را زبوں
لیکن اب محمد ﷺ کے نور سے میں اس فانی شہر کا پابند نہیں ہوں
از برونِ[2] حس ز لشکر گاہِ شاہ پُر ہمی بینم ز نورِ حق سپاہ
حواس سے بالاتر، شاہ کی لشکرگاہ کو اللہ کے نور کے سپاہیوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں
خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب
خیمے ہی خیمے، طنابیں ہی طنابیں اس کا شکریہ جس نے مجھے نیند سے بیدار کر دیا ہے
آنکہ مردن[3] پیشِ چشمش تہلکہ است امر "لَا تُلْقُوْا" بگیرد او بدست
جس کی نگاہ میں مرنا ہلاکت ہے وہ "نہ ڈالو" کا حکم ہاتھ میں تھامے
آنکہ مُردن پیشِ او شد فتحِ باب سَارِعُوْا آید مر او را در خطاب
جس کے لیے مرنا بابِ (رحمت) کا کھلنا بن گیا ہے اس کے لیے خاص "جلد کرو" کا خطاب آیا ہے
اَلْحَذَر اے مرگ بیناں بَارِعُوْا اَلْعَجَل اے حشر بیناں سَارِعُوْا
ڈرو، اے موت سمجھنے والو، بازی لے جاؤ جلدی کرو، اے حشر سمجھنے والو پھرتی کرو
اَلصَّلا اے لطف بیناں اَفْرِحُوْا اَلْبَلا اے قہر بیناں اِتْرَحُوْا
دعوت ہے اے مہربانی سمجھنے والو! خوش ہو جاؤ مصیبت ہے، اے قہر سمجھنے والو! غم کرو

---

1. ازعبر۔ عبرت کی باتوں سے نصیحت کرتے تھے۔ مرگ۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے قبل میں اس موت کو موت سمجھتا تھا اب اس موت کو ابدی زندگی کا سبب سمجھتا ہوں۔ وداع۔ رخصت کرنا۔ شہرِ فانی۔ دنیا یعنی اب دنیاوی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں بالکل حقیر نظر آتی ہے۔

2. از برونِ حس۔ اب عالمِ غیب کا میدان دیکھتا ہوں جس میں خیمہ در خیمہ اللہ کے نور کے سپاہی مقیم ہیں۔ شکر۔ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا شکرگزار ہوں جن کی وجہ سے مجھے یہ عالمِ غیب کے اسرار نظر آتے ہیں۔ آنکہ۔ جو شخص شہادت اور موت کو ہلاکت سمجھتا ہو اس کے لیے لَا تُلْقُوْا کا حکم ہے۔

3. آنکہ مردن۔ جو شخص موت اور شہادت کو اسرارِ غیبی کا دروازہ کھلنا سمجھتا ہے اس کے لیے سَارِعُوْا کا حکم ہے۔ سَارِعُوْا۔ قرآن پاک میں ہے وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ "اور تم جلدی کرو اپنے رب کی جانب سے مغفرت کی جانب"۔ الصلا۔ یعنی یہ موت خوانِ نعمت کی طرف دعوت ان لوگوں کے لیے ہے جو اس کو اللہ کی مہربانی سمجھتے ہیں۔ البلا۔ جو لوگ موت کو مصیبت سمجھتے ہیں ان کے لیے یہ بلا ہے۔

Marfat.com

هر کہ[1] یوسفؑ دید جاں کردش فدا — ہر کہ گرگش دید بر گشت از ہدا
جس نے یوسف علیہ السلام سمجھا اس نے جان قربان کی — جس نے اس کو بھیڑیا سمجھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہوا

مرگِ ہر یک اے پسر ہمرنگِ اوست — پیشِ دشمن دشمن و بر دوست دوست
اے بیٹا! ہر شخص کی موت اس کے ہمرنگ ہے — دشمن کے سامنے دشمن، دوست کے لیے دوست

پیشِ ترک آئینہ را خوش رنگی است — پیشِ زنگی آئینہ ہم زنگی است
ترک کے سامنے تو آئینہ خوش رنگ ہے — حبشی کے سامنے آئینہ بھی حبشی ہے

آنکہ[2] می ترسی ز مرگ اندر فرار — ترست از خویش ست اے جاں ہوشدار
تو جو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے — اے جان! سمجھ لے تیرا ڈر خود اپنے آپ سے ہے

زشت روئے تست نے رخسارِ مرگ — جان تو ہمچوں درخت و مرگ برگ
تیرا چہرہ بھدا ہے، نہ کہ موت کا رخسار — تیری جان درخت کی مانند ہے، اور موت پتہ ہے

از تو رستست ار نکویست ار بدست — نا خوش و خوش بر ضمیرت از خودست
وہ تجھ سے آئی ہے، خواہ اچھی ہے خواہ بری ہے — تیرے دل پر بری اور اچھی تیری وجہ سے ہے

گر بخارے خستۂ خود کشتۂ — ور حریر و قزوری خود رشتۂ
اگر تو کانٹے سے زخمی ہوا ہے، تو نے خود بویا ہے — اور اگر تو ریشمین اور پشمینہ کے کپڑے میں ہے تو نے خود کاتا ہے

لیک[3] نبود فعل ہمرنگِ جزا — ہیچ خدمت نیست ہمرنگِ عطا
لیکن عمل جزا کا ہمرنگ نہیں ہوتا ہے — کوئی خدمت گزاری، بخشش کے ہمرنگ نہیں ہے

مزدِ مزدوراں نمی ماند بکار — کاں عرض ویں جوہرست و پائدار
مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہے — کیونکہ وہ عرض ہے، اور یہ پائیدار جوہر ہے

آں ہمہ سختی و زورست و عرق — ویں ہمہ سیم ست و زرست و طبق
وہ سب سختی، اور طاقت اور پسینہ ہے — یہ سب چاندی ہے، اور سونا ہے اور طباق ہے

گر ترا آید ز جائے تہمتے — کرد مظلومت دعا در محنتے
اگر تجھ پر کسی جگہ تہمت لگے — مظلوم نے مصیبت میں تیرے لیے بد دعا کی ہے

---

[1] ہر کہ۔ جو موت کو یوسف علیہ السلام کی طرح محبوب سمجھتا ہے وہ اس پر جان قربان کر دیتا ہے جو اس کو بھیڑیا سمجھتا ہے وہ بھاگتا ہے اور گمراہ ہوتا ہے۔ مرگ۔ موت ہر شخص سے وہی معاملہ کرتی ہے جس کی وہ موت سے توقع رکھتا ہے جو اس کو دوست رکھتا ہے اس کے ساتھ دوستوں کا معاملہ کرتی ہے جو اس کو دشمن سمجھتا ہے اس کے ساتھ وہ دشمنوں کا سا معاملہ کرتی ہے۔ پیش ترک۔ موت کی مثال آئینہ کی سی ہے انسان جیسا خود ہے ویسا ہی اس کے لیے آئینہ ہے اگر ترک اور حسین ہے تو آئینہ بھی اس کے لیے حسین ہے اگر حبشی اور کالا ہے تو آئینہ اس کے لیے کالا اور بھدا ہے۔

[2] آنکہ۔ جو موت سے ڈرتا ہے تو وہ دراصل اپنے آپ سے ہی ڈرتا ہے۔ زشت۔ اگر انسان خود بھیانک ہے تو موت اس کو بھیانک نظر آئے گی انسان اور موت کی مثال درخت اور پتوں کی سی ہے جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہوں گے۔ از تو۔ موت کی اچھائی اور برائی خود انسان کی اچھائی اور برائی پر موقوف ہے۔ گر بخارے۔ موت ہی نہیں بلکہ جو برائی اور بھلائی انسان کو پیش آتی ہے وہ خود اس کی کاشتہ اور پرداختہ ہوتی ہے۔

[3] لیک۔ انسان کے فعل کی جزا اور سزا صورت کے اعتبار سے افعال سے مشابہ نہیں ہوتی۔ مزد۔ دنیا میں انسان کو کام کی جو اجرت ملتی ہے وہ بھی کام سے مشابہ نہیں ہوتی ہے۔ اس کا عمل عرض ہوتا ہے مزدوری جوہر ہوتی ہے عمل، محنت اور مشقت ہوتا ہے مزدوری روپیہ پیسہ ہوتی ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان دنیا میں کسی برائی سے متہم ہوتا ہے تو وہ کسی ایسے مظلوم کی بد دعا کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر اس نے ظلم کیا ہو۔

Marfat.com

تو همی گوئی[1] کہ من آزادہ ام
تو کہتا ہے کہ میں بے قصور ہوں
بر کسے من تہمتے ننہادہ ام
میں نے کسی پر تہمت نہیں رکھی ہے

تو گناہے کردۂ شکلِ دگر
تو نے دوسری صورت کا گناہ کیا ہے
دانہ کشتی دانہ کے ماند ببر
تو نے دانہ بویا ہے، دانہ پھل کے مشابہ کب ہوتا ہے؟

او زِنا کرد و جزا صد چوب بود
اس نے زنا کیا، اور سزا سو درے ہوئے
گوید او من کے زدم کس را بعود
وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کے دُرّے کب مارے ہیں

نے جزائے آں زنا بود ایں بلا
کیا اس زنا کی سزا یہ بلا نہیں ہے؟
چوب کے ماند زنا را در جزا
درے، زنا سے سزا میں کہاں مشابہ ہیں؟

مار[2] کے ماند عصا را اے کلیم
اے کلیم! سانپ لاٹھی سے مشابہ کہاں ہے؟
درد کے ماند دوا را اے حکیم
اے حکیم! درد دوا کے مشابہ کہاں ہے؟

تو بجائے آں عصا آبِ منی
تو نے اس عصا کے بجائے منی کا نطفہ
چوں بیفگندی شد آں شخصے سَنی
جب ڈالا، تو وہ خوبصورت انسان بنا

یار شد یا مار شد آں آبِ تو
تیرا وہ نطفہ یار بنا، یا سانپ بنا
زاں عصا چونست ایں اعجابِ تو
(پھر) تیرا یہ تعجب لاٹھی پر کیوں ہے؟

ہیچ ماند آب آں فرزند را
نطفہ، اس بیٹے سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟
ہیچ ماند نیشکر مرقند را
گنا، شکر سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

چوں سجودے[3] یا رکوعے مرد کشت
جب کسی نے سجدہ یا رکوع بویا
شد وراں عالم سجودِ او بہشت
اس جہان میں اس کا سجدہ بہشت بن گیا

چونکہ پرید از دہانش حمدِ حق
جب اس کے منہ سے اللہ کی تعریف نکلی
مُرغِ جنت ساختش ربُّ الفلق
رب الفلق نے اس کو جنت کا پرند بنا دیا

حمد و تسبیحت نماند مرغ را
تیری حمد اور تسبیح پرند کے مشابہ نہیں ہے
گرچہ نطفہ مرغ بادست و ہوا
اگرچہ پرند کا نطفہ، باد اور ہوا ہے

---

[1] تو ہمی گوئی۔ اگر تو یہ کہنے لگے کہ میں نے تو کسی پر تہمت نہیں دھری تھی مجھے سزا بصورت تہمت کیوں ملی تو یہ تیری غلطی ہے، تو دانہ بوتا ہے اور اس کا پھل پاتا ہے تو دانہ اور پھل میں ظاہری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ اُو زنا کرد۔ زنا کی سزا سو درے ہیں تو زنا اور سو دروں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔

[2] مار کے ماند۔ ایک چیز جو دوسری چیز پر مرتب ہوتی ہے ان میں ظاہری مشابہت ضروری نہیں ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا نتیجہ سانپ ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ درد۔ درد پر دوا کا ترتب ہے ان میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے۔ یار شد۔ انسان کے نطفہ کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ کبھی یار و مددگار ہوتا ہے کبھی سانپ کی طرح موذی، تو جب نطفہ سے سانپ بن سکتا ہے تو لاٹھی سے سانپ بننے میں کیا تعجب ہے۔ ہیچ۔ نہ نطفہ اور بچہ میں مشابہت ہے نہ گنے اور شکر میں۔

[3] چوں سجودے۔ انسان کی عبادات کا ثمرہ اور نتیجہ بہشت ہے۔ حمد حق۔ انسان اللہ کی جو حمد و ثنا کرتا ہے وہ پرندوں کی شکل میں جنت میں اس کے لیے ہوں گی۔ حمد۔ حمد اور تسبیح جو جنت میں بشکل پرند ہیں اگرچہ ان میں اس قدر مناسبت ہے کہ حمد و تسبیح بھی ہوائی چیز ہے اور پرند کے نطفہ پر بھی باد اور ہوا کا غلبہ ہے لیکن دونوں میں صوری کوئی مشابہت نہیں ہے۔

Marfat.com

چوں زدستت[1] رست ایثار و زکات — کشت ایں دست آں طرف نخل و نبات

جب ایثار اور زکات تیرے ہاتھ سے اُگی — اس ہاتھ نے اس طرف کھجور اور پودا بو دیا

آبِ صبرت آبِ جوئے خلد شد — جوئے شیرِ خلد مہرِ تست و وُدّ

تیرے صبر کا پانی جنت کی نہر کا پانی ہے — جنت کی دودھ کی نہر تیری محبت اور دوستی ہے

ذوقِ طاعت گشت جوئے انگبیں — مستی و شوقِ تو جوئے خمر بیں

عبادت کا ذوق، شہد کی نہر بنا — اپنی مستی اور شوق کو شراب کی نہر سمجھ

ایں سبہا آں اثرہا را نماند — کس نداند چونش جائے آں نشاند

یہ اسباب ان نتیجوں کے مشابہ نہیں ہیں — کوئی نہیں جانتا کہ ان کو ان کی جگہ کیوں بٹھایا ہے

ایں سبہا[2] چوں بفرمانِ تو بود — چار جو ہم مر تُرا فرماں نمود

یہ اسباب چونکہ تیرے حکم میں تھے — چاروں نہروں نے بھی تیری تابعداری کی

ہر طرف خواہی روانش میکنی — آں صفت چوں بُد چنانش میکنی

جس طرف تو چاہے ان کو جاری کرتا ہے — وہ صفت جس طرح تھی ویسا ہی تو انسے کرتا ہے

چوں منیِّ تو کہ در فرمانِ تست — نسلِ آں در امرِ تو آیند چست

جبکہ تیری منی تیرے حکم میں ہے — اس کی نسل تیرے حکم میں چست ہے

می دود[3] بر امرِ تو فرزندِ تو — کہ منم جزوت کہ کردیش گرو

تیرا لڑکا تیرے حکم پر دوڑتا ہے — کہ میں تیرا جزو ہوں، جو تو نے گروی رکھا تھا

آں صفت در امرِ تو بود ایں جہاں — ہم در امرِ تست آں جوہا رواں

اس دنیا میں یہ سبب تیرے حکم میں تھا — وہ جاری نہریں بھی تیرے حکم میں ہیں

آں درختاں مر تُرا فرماں برند — کاں درختاں از صفاتت با برند

وہ درخت تیرا حکم بجا لائیں گے — کیونکہ وہ درخت تیری صفتوں کی وجہ سے پھل دار ہیں

چوں بامرِ تست اینجا ایں صفات — پس در امرِ تست آنجا آں جزات

چونکہ اس جگہ یہ صفتیں تیرے حکم میں ہیں — تو تیرے وہ بدلے اس جگہ تیرے حکم میں ہیں

چوں ز دستت زخم بر مظلوم رُست — آں درختے گشت زاں زقوم رُست

جب تیرے ہاتھ سے مظلوم پر زخم لگا — وہ درخت بنا اس سے تھور اُگا

---

[1] چوں زدست۔ انسان جو کارِ خیر کرتا ہے وہ جنت میں درختوں کی صورت میں نمودار ہوگا۔ آب۔ انسان کے صبر کا پانی۔ پانی کی نہر کی صورت اور انسان کا جذبہ محبت دودھ کی نہر کی شکل اختیار کرے گا۔ ذوق۔ عبادت کا ذوق شہد کی نہر اور عشق الٰہی کی مستی اور شوق شراب کی نہر بنے گا۔

[2] ایں سبب ہا۔ ان چاروں نہروں کے اسباب جس طرح بندوں کے اختیار میں تھے یہ چاروں نہریں بھی جنتی کے اختیار میں ہوں گی جس طرف چاہے گا وہ رواں ہو جائیں گی۔ چوں منی۔ انسان کو اپنے نطفہ پر اختیار ہے اسی طرح اس کا ثمرہ یعنی اولاد بھی حکم کے تابع ہوتی ہے۔

[3] می دود۔ اولاد باپ کے حکم کے مطابق عمل کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ ہم باپ کے جزو سے پیدا ہوئے ہیں جو اس نے رحم مادر میں رکھ دیا تھا۔ آں صفت۔ جن صفات سے وہ نہریں بنیں چونکہ وہ اختیاری تھیں لہٰذا نہروں پر بھی جنتی کو اختیار حاصل ہوگا۔ درختاں۔ جنت کے درخت بھی چونکہ انسان کی اختیاری صفتوں سے بنے ہیں لہٰذا وہ بھی اختیار میں ہوں گے۔ چوں زدستت۔ جس طرح جنت کی اشیا انسان کی نیکیوں سے بنتی ہیں اسی طرح دوزخ کے عذاب انسان کے گناہوں سے بنتے ہیں۔ زقوم۔ تھور کا پھل جو جہنمیوں کو کھلایا جائے گا۔

Marfat.com

چوں ز خشمِ[1] آتش تو در دلہا زدی
چونکہ تو نے دلوں میں غصہ سے آگ لگائی
مایۂ نارِ جہنم آمدی
تو جہنم کی آگ کا سرمایہ بنا

آتشت اینجا چو آدم سوز بود
اس جگہ تیری آگ چونکہ انسان کو جلانے والی تھی
آنچہ از وے زار مرد افروز بود
جو کچھ اس سے پیدا ہوا وہ انسان کو جلانے والا تھا

آتشِ تو قصدِ مردم میکند
تیری آگ، انسانوں کا قصد کرتی ہے
نار کزوے زاد بر مردم زند
جو آگ اس سے پیدا ہوئی انسانوں پر بھڑکتی ہے

آں سخنہائے چو مارو کژ دُمت
وہ تیری باتیں سانپ اور بچھو جیسی
مار و کژدُم گشت و میگیرد دُمت
سانپ اور بچھو بنیں اور تیرا دم گھونٹتی ہیں

اولیاء را داشتی در انتظار
تو نے دوستوں کو انتظار میں رکھا
انتظارِ رُستخیزت گشت بار
قیامت کا انتظار تیرے لیے بار ہے

وعدہ[2] فردا و پس فردائے تو
تیرا کل، اور پرسوں کا وعدہ
انتظارِ حشرت آمد وائے تو
تیرا حشر کا انتظار بنا، تجھ پر افسوس ہے

منتظر مانی دراں روزِ دراز
اس لمبے دن میں تو منتظر رہے گا
در حساب و آفتابِ جاں گداز
حساب اور جان کو پگھلانے والے سورج میں

کآسماں را منتظر می داشتی
اس لیے تو نے آسمان کو منتظر رکھا
تخت "فردا رہ رُوم" می کاشتی
تو نے "کل کو راہ روی اختیار کروں گا" کا بیج بویا

خشمِ تو تخمِ سعیر و دوزخ ست
تیرا غصہ آگ اور دوزخ کا بیج ہے
ہیں بکش ایں دوزخت را کایں فخست
آگاہ! اپنی اس دوزخ کو بجھا دے کیونکہ یہ جال ہے

کشتنِ ایں نار نبود جز بنور
اس آگ کو بجز نور کے نہیں بجھایا جا سکتا
نُورُکَ[3] اَطفَا نارُنَا نَحنُ الشَّکُور
تیرے نور نے ہماری آگ بجھا دی ہم شکر گذار ہیں

گر تو بے نور آوری حلمے بدست
اگر تو بغیر نور کے بردباری اختیار کرے گا
آتشت زندہ ست و در خاکسترست
تیری آگ زندہ ہے اور راکھ میں (دبی) ہے

---

[1] زخشم۔ غصہ جہنم کی آگ کا سرمایہ بنتا ہے۔ آتشت۔ انسان کے غصہ کی آگ انسانوں کو جلاتی ہے تو دوزخ کی آگ بھی انسانوں کو جلائے گی۔ سخن ہائے۔ انسان کی وہ باتیں جو دوسروں کے لیے سانپ اور بچھو کا کام کرتی تھیں دوزخ کے سانپ اور بچھو بنیں گی۔ اولیاء۔ انسان دنیا میں دوستوں کو دھوکے دے کر منتظر بناتا تھا تو اس انتظار سے اس کے لیے حشر میں وہ انتظار پیدا ہوگا جو فیصلہ کی تاخیر سے اس کے لیے انتہائی پریشانی کا سبب ہوگا۔

[2] وعدہ۔ دوستوں سے جھوٹے وعدے کر کے ان کو انتظار کی تکلیف میں مبتلا کرتا تھا تو حساب کے انتظار میں خود پریشان ہوگا۔ آفتاب۔ سورج سوا نیزے کی بلندی پر اس کے سر پر ہوگا۔ کآسماں۔ عبادت کے جھوٹے وعدے کر کے آسمان والوں کو منتظر بناتا تھا۔ رہ روم۔ یعنی راہِ ہدایت پر چلوں گا۔ خشم۔ انسان کا غصہ دوزخ کا بیج ہے اور انسان کے لیے ہلاکت کا جال ہے۔ فخ۔ جال۔ کشتن۔ انسان غصہ کی آگ کو دین کے نور سے بجھا سکتا ہے۔

[3] نورک۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن جب پل صراط پر سے گزرے گا تو جہنم کہے گی اے مومن تو جلد گزر جا تیرے نور نے میری آگ بجھا دی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہم شکر گذار ہیں کہ اے مرشد تیرے نورِ دین نے ہمارے غصہ کی آگ کو بجھا دیا ہے۔ گر تو۔ اگر کوئی شخص اپنی طبعی بردباری سے غصہ کی آگ کو بجھانا چاہے گا تو وہ راکھ میں دب جائے گی، بالکل نہ بجھے گی۔

Marfat.com

آں تکلف باشدو رُو پوش ہیں — نار را نکشد بغیرِ نورِ دیں
خبردار! وہ تکلف اور ڈھکن ہو گا — آگ کو دین کے نور کے سوا کوئی نہیں بجھا سکتا

تا نہ بینی نورِ دیں ایمن مباش — کآتشِ پنہاں شود یک روز فاش[1]
جب تک تو دین کا نور نہ دیکھ لے مطمئن نہ ہو — کیونکہ دبی ہوئی آگ ایک دن کھل جائے گی

نور آبے دان و ہم بر آب چفس — چونکہ داری آب از آتش مترس
نور کو پانی سمجھ اور پانی سے وابستہ ہو جا — جب تو پانی رکھتا ہے آگ سے نہ ڈر

آب آتش را کشد کآتش بخو — می بسوزد نسل و فرزندانِ اُو
پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، کیونکہ آگ عادتاً — اس کی نسل، اور اولاد کو جلا دیتی ہے

سوئے آں مُرغابیاں رَو روزِ چند — تا ترا در آبِ حیوانی کشند
کچھ دن ان مرغابیوں کی طرف جا — تا کہ وہ تجھے آب حیات میں لے جائیں

مُرغِ خاکی[2] مرغِ آبی ہم تن اند — لیک ضدانند و آب و روغن اند
خاکی، اور آبی پرند یکساں جسم کے ہیں — لیکن ایک دوسرے کی ضد ہیں اور پانی اور تیل ہیں

ہریکے بر اصلِ خود رانندہ اند — احتیاطے کن بہم مانندہ اند
ہر ایک اپنی اصلیت پر چلانے والا ہے — احتیاط کر، (دونوں) باہمی مشابہ ہیں

ہمچناں کہ وسوسہ و وحیِ اَلست — ہر دو معقول اند لیکن فرق ہست
جیسا کہ وسوسہ، اور الست کا الہام — دونوں عقلی ہیں لیکن (دونوں میں) فرق ہے

ہر دو دلّالانِ بازارِ ضمیر — رختہا را می ستایند اے امیر
دونوں دل کے بازار کے دلال ہیں — اے امیر! دونوں سامان کی تعریف کر رہے ہیں

گر تو صرّافِ دِلی فکرت شناس — فرق کن سِرّ دو فکرت چوں نخاس
اگر تو دل کا صراف ہے، اپنے فکر کو پہچان — بردہ فروش کی طرح اپنے دونوں فکروں کے بھید میں فرق کر

ور ندانی ایں دو فکرت از گماں — لا خلابہ گوئی و مشتاب و مراں
اگر تو گمان سے ان دونوں فکروں کو نہ سمجھ سکے — "دھوکا نہ ہو" کہہ دے اور جلدی نہ کر اور آگے نہ بڑھا

تا نماند در تفکّر جانِ تو — غبن ناید بر تو و بر خانِ تو
تا کہ تیری جان فکر میں نہ پڑے — تجھ پر اور تیرے گھر پر ٹوٹا نہ آئے

روز فاش۔ چونکہ وہ بالکل نہیں بجھی ہے کسی وقت نمودار ہو جائے گی۔ نور۔ دین کے نور کو اس آگ کو بجھانے کا پانی سمجھو اگر وہ حاصل ہو جائے تو پھر آگ سے خطرہ نہیں ہے۔ آب۔ پانی آگ کو بجھاتا ہے اسی لیے آگ اس کی پیداوار کو جلا دیتی ہے۔ فرزنداں۔ یعنی نباتات۔ مرغابیاں۔ یعنی وہ اہل اللہ جو دین کے نور میں غرق ہیں۔

مرغ خاکی۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ حقیقی اہل اللہ اور بناوٹی بظاہر یکساں ہیں لیکن دونوں متضاد ہیں۔ ایک پانی ہے تو دوسرا تیل جو آگ کو اور پھیلا دیتا ہے۔ ہر یکے۔ حقیقی شیخ اور مزور شیخ اپنے اپنے راستہ پر چلاتے ہیں۔ ہم چناں۔ دونوں کی مثال وسوسہ اور الہام ہے دونوں عقلی اور غیر محسوس چیزیں لیکن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ وحی۔ یعنی الہام۔ الست۔ یعنی عہد الست کی قسم کا الہام۔

ہر دو۔ وسوسہ اور الہام دونوں دل کے بازار میں آ کر اپنے اپنے سامان کی تعریف کرتے ہیں تا کہ انسان ان کی طرف راغب ہو جائے۔ نخاس۔ غلام فروش۔ لا خلابہ۔ "دھوکا نہ ہو" یہ جملہ خریدار اس وقت بولتا ہے جبکہ چیز کی اچھائی برائی کا فوری فیصلہ نہ کر سکے اور اپنے لیے اختیار لے لے کہ تین دن تک مجھے اختیار ہے کہ میں اس معاملہ کو باقی رکھوں یا فسخ کر دوں۔

Marfat.com

حیلہ دفعِ مغبون[1] شدن در بیع و شریٰ

خرید و فروخت میں دھوکا کھا جانے کے دفعیہ کی تدبیر

آں یکے یارے پیمبرؐ را بگفت　کہ منم در بیعہا باغبن جفت

ایک صحابی نے پیغمبر علیہ السلام سے عرض کیا　کہ میں معاملات میں ٹوٹنے سے دوچار ہوں

مکرِ ہر کس کو فروشد یا خرد　ہمچو سحرست و ز راہم می برد

جو شخص بیچتا ہے یا خریدتا ہے اس کی مکاری　جادو کی طرح ہے، اور مجھے گمراہ کر دیتا ہے

گفت در بیعے کہ ترسی از غرار　شرط کن سہ روز خود را اختیار

فرمایا کہ جس معاملہ میں تو دھوکے سے ڈرے　تین دن کے لیے اپنے لیے خیار کی شرط کر لے

کہ تانّیِ ہست از رحمٰن یقیں　ہست تعجیلت ز شیطانِ لعیں

کیونکہ آہستہ روی یقیناً خدا کی جانب سے ہے　تیری جلد بازی ملعون شیطان کی جانب سے ہے

پیشِ سگ[2] چوں لقمۂ ناں افگنی　بو کند آنگہ خورد اے معتنی

تو جب کتے کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈالتا ہے　اے خوشہ چین! وہ سونگھتا ہے پھر کھاتا ہے

او بہ بینی بو کند ما با خرد　رو بویش خوش بعقلِ منتقد

وہ ناک سے سونگھتا ہے، ہم عقل سے　جا اس کو پرکھی ہوئی عقل سے اچھی طرح سونگھ لے

با تانّی گشت موجود از خدا　تا بشش روز ایں زمین و چرخہا

خدا کی جانب سے آہستگی کے ساتھ موجود ہوئے　چھ دن میں یہ زمین اور آسمان

ورنہ قادر بود کز کُن فیکوں　صد زمین و چرخ آوردے بروں

ورنہ وہ قادر تھا کہ کن فیکون کے ذریعہ　سیکڑوں زمین اور آسمان پیدا کر دیتا

آدمی[3] را اندک اندک آں ہمام　تا چہل سالش کند مردِ تمام

وہ شہنشاہ، آدمی کو رفتہ رفتہ　اس کے چالیس سال میں پورا مرد بناتا ہے

گرچہ قادر بود کاندر یک نفس　از عدم پراں کند پنجاہ کس

اگرچہ وہ قادر تھا، کہ ایک دم میں　عدم سے پچاس شخص روانہ کر دے

بود عیسیٰؑ را دمے کز یک دعا　بے توقف زندہ کردے مُردہ را

(حضرت) عیسیٰؑ کی ایسی پھونک تھی کہ ایک دعا سے　مُردے کو بلا توقف زندہ کر دیتے

---

1. مغبون۔ وہ شخص جو معاملے میں نقصان میں ہو۔ خیار ے۔ حدیث شریف میں ہے کہ منقذ بن حبان تمیمی رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں کاروباری ہوں اور معاملے میں دھوکا کھا جاتا ہوں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم معاملہ کرتے وقت یہ کہہ دیا کرو۔ لَاخِلَابَةَ وَلِيَ الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ "دھوکا نہ ہو مجھے تین دن تک اختیار ہے۔" غرار۔ دھوکا۔ تانّی۔ توقف، جلد بازی نہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اَلتَّانِّيْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ یعنی "توقف کرنا اللہ کی جانب سے اور جلد بازی کرنا شیطان کی جانب سے ہے۔"
2. پیش سگ۔ کتے کو لقمہ ڈالو تو وہ جلدی سے نہیں کھاتا بلکہ اس کو سونگھتا ہے۔ او۔ جس طرح کتا ناک سے سونگھتا ہے ہمیں عقل کے ذریعہ اس بات کو پرکھنا چاہیے۔ منتقد۔ پرکھی ہوئی۔ با تانّی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ روز میں آہستہ آہستہ بنایا ہے۔ کن۔ امر خداوندی جس سے چیز فوراً وجود میں آ جاتی ہے۔
3. آدمی۔ انسان کے قویٰ چالیس سال میں مکمل ہوتے ہیں۔ گرچہ۔ خدا کو یہ قدرت ہے کہ ایک لمحہ میں سیکڑوں مکمل انسان پیدا کر دے۔ بود عیسیٰ۔ ایک پھونک سے مکمل انسان کو زندہ کر دیتے تھے۔

خالقِ عیسیٰ نہ بتواند کہ او — بے توقف مَردم آرد تو بتو
(کیا حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا کرنے والا نہیں کرسکتا کہ وہ — بے توقف تہ بہ تہ انسان پیدا کر دے؟

ایں تانّی[1] از پئے تعلیم تست — کہ طلب آہستہ باید بے شکست
یہ آہستہ روی، تیری تعلیم کے لیے ہے — اس لیے کہ طلب آہستہ اور مسلسل چاہیے

جوئکے کوچک کہ دائم می رود — نے نجس گردد نہ گندہ می شود
وہ چھوٹی سی نہر جو ہمیشہ جاری رہتی ہے — (وہ) نہ تو ناپاک ہوتی ہے نہ گندہ

زیں تانّی زاید اقبال و سُرور — ایں تانّی بیضہ دولت چوں طیور
یہ آہستہ روی اقبال (مندی) اور خوشی پیدا کرتی ہے — یہ آہستہ روی انڈا ہے (اور) دولت پرندوں کی طرح ہے

مرغ کے ماند بہ بیضہ اے عنید — گرچہ از بیضہ ہمی آید پدید
اے سرکش! پرند انڈے سے کب مشابہ ہے؟ — اگرچہ وہ انڈے سے پیدا ہوتا ہے

باش تا اجزائے تو چوں بیضہا — مرغہا زایند اندر انتہا
ٹھہر کہ تیرے اجزا انڈوں کی طرح — آخر میں پرند بنیں

بیضۂ مار[2] ارچہ ماند در شبہ — بیضۂ گنجشک را، دور ست رہ
سانپ کا انڈا اگرچہ مشابہت میں یکساں ہے — چڑیا کے انڈے سے (لیکن) دونوں میں بہت فرق ہے

دانی اے عاقل کہ ماند سین بہ شین — در نوشتن لیک در نقطہ ببین
اے عقلمند! تو جانتا ہے کہ سین، شین کے مشابہ ہے — لکھنے میں، لیکن نقطہ پر غور کر لے

دانۂ آبی بدانہ سیب نیز — گرچہ ماند فرقہا داں اے عزیز
بہی کا بیج بھی سیب کے بیج سے — اگرچہ مشابہ ہے (لیکن) اے عزیز! بہت فرق سمجھ

برگہا[3] ہمرنگ باشد در نظر — میوہا ہر یک بود نوعِ دگر
پتے دیکھنے میں ایک رنگ کے ہوتے ہیں — ہر ایک کا پھل دوسری قسم کا ہوتا ہے

برگہائے جسمہا مانندہ اند — لیک ہر جانے بریعے زندہ اند
پتے (یعنی) جسم (باہمی) مشابہ ہیں — لیکن ہر جان مختلف پیداوار کے ساتھ زندہ ہے

خلق در بازار یکساں میروند — آں یکے در ذوق و دیگر درد مند
لوگ، بازار میں یکساں جاتے ہیں — (لیکن) انہیں سے ایک شوق سے دوسرا تکلیف سے

ایں تانّی۔ اللہ کے عمل میں آہستگی انسانوں کی تعلیم کے لیے ہے کہ وہ بھی کاموں میں یہی طریقہ اختیار کریں۔ بے شکست۔ مسلسل۔ جوئیک۔ چھوٹی سی نہر جو آہستہ آہستہ مسلسل جاری رہتی ہے کبھی نجس اور گندہ نہیں ہوتی۔ زیں۔ آہستہ روی سے اقبال اور سرور حاصل ہوتا ہے اور نیک بختی کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ مرغ۔ آہستہ روی سے نیک بختی کی دولت پیدا ہوتی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انڈے سے پرند پیدا ہوتا ہے حالانکہ دونوں میں کوئی صوری مشابہت نہیں ہے۔

بیضۂ مار۔ جس طرح عمل اور اس کے نتیجہ میں مطابقت نہیں ہے اسی طرح یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ بظاہر دو عمل صورت میں یکساں ہوتے ہیں لیکن ان کے نتائج مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ سانپ اور چڑیا کا انڈا۔ سین اور شین۔ بہی کا بیج اور سیب کا بیج بظاہر یکساں ہیں لیکن نتیجے مختلف ہیں۔

برگہا۔ بظاہر درختوں کے پتے یکساں نظر آتے ہیں لیکن ان پر پھل مختلف آتے ہیں۔ جسمہا۔ اسی طرح انسانوں کے جسم یکساں ہیں لیکن اعمال کے نتائج روح پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔

Marfat.com

ہمچناں[1] در مرگ یکساں میرویم ۔۔۔ نیم در خسران و نیمے خسرویم

اسی طرح موت (کے بازار) میں ہم یکساں جاتے ہیں ۔۔۔ ہم میں سے نصف ٹوٹے میں ہیں اور نصف شاہ ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گو ۔۔۔ از بلالؓ و از ہلال و کارِ او

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے پھر کہہ ۔۔۔ (حضرت) بلالؓ اور ہلال اور ان کے کارنامے کی بات

وفات یافتنِ بلال رضی اللہ عنہ با شادی و طرب

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی اور مستی کی حالت میں وفات پا جانا

چوں بلالؓ از ضعف شد ہمچوں ہلال ۔۔۔ رنگِ مرگ اُفتاد بر رُوئے بلالؓ

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کمزوری سے چاند کی طرح ہو گئے ۔۔۔ (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ کے چہرے پر موت کے آثار آ گئے

جفتِ او دیدش بگفتا واحرب[2] ۔۔۔ پس بلالش گفت نے نے واطرب

ان کی بیوی نے ان کو دیکھا! کہا ہائے لٹ گئے ۔۔۔ تو (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں نہیں خوشی ہے

تاکنوں اندر حرب بودم ز زیست ۔۔۔ تو چہ دانی مرگ چہ عیش ست و چیست

اب تک میں زندگی سے مصیبت میں تھا ۔۔۔ تو کیا جانے موت میں کس قدر عیش ہے اور کیا چیز ہے؟

ایں ہمی گفت و رُخش در عینِ گفت ۔۔۔ نرگس و گلبرگ و لالہ می شگفت

وہ یہ کہہ رہے تھے اور گفتگو کے درمیان ان کا چہرہ ۔۔۔ نرگس اور گلاب کی پتیوں، اور لالہ (کی طرح) کھل رہا تھا

تاب رُوو چشم پُر انوارِ اُو ۔۔۔ می گواہی داد بر گفتارِ اُو

چہرے کی رونق اور ان کی پُرنور آنکھیں ۔۔۔ ان کے قول پر گواہی دے رہی تھیں

ہر سیہ[3] دل خود سیہ دیدے وُرا ۔۔۔ مَرْدُمِ دیدہ سیہ آمد چرا

ہر سیہ دل ان کو کالا دیکھتا ۔۔۔ آنکھ کی پتلی کالی کیوں واقع ہوئی ہے؟

مَرْدُمِ نادیدہ آمد رُو سیاہ ۔۔۔ مَرْدُمِ دیدہ بود مرآتِ ماہ

نابینا، انسان روسیاہ ہوئے ۔۔۔ آنکھوں والے چاند کا آئینہ ہوتے ہیں

خود کہ بیند مَرْدُمِ دیدہ ترا ۔۔۔ در جہاں جز مردمِ دیدہ فزا

آپ کو آنکھ کی پتلی کون سمجھ سکتا ہے ۔۔۔ دنیا میں سوائے روشنی بڑھانے والی پتلی کے؟

چوں بغیرِ مَرْدُمِ دیدہ اش ندید ۔۔۔ پس بغیر اُو کہ در رنگش رسید

جبکہ ان (بلالؓ) کو آنکھ کی پتلی کے علاوہ کوئی نہ سمجھ سکا ۔۔۔ تو اس (آنکھ کی پتلی کے) سوا کون ان (بلالؓ) کے رنگ کو پہنچ سکتا ہے

---

1. ہمچناں۔ اسی طرح نیک اور بد کی موت یکساں نظر آتی ہے لیکن موت کے نتائج ہر شخص پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔ ہمچوں ہلال۔ یعنی پہلی رات کے چاند کی طرح زرد اور کمزور ہو گئے۔ رنگ مرگ۔ موت کے آثار۔ جفت۔ بیوی۔

2. واحرب۔ یعنی میں لٹ گئی۔ واطرب۔ یعنی خوشی کا وقت ہے۔ ز زیست۔ زندگی مصائب کا سبب تھی، موت عیش و عشرت کا سبب ہے۔ ایں ہمی گفت۔ یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حالات ان کی بات کی گواہی دے رہے تھے اور موت کے بہترین آثار ان پر مرتب ہو رہے تھے۔

3. سیہ۔ جن کا دل سیاہ ہے وہ بلالؓ کو سیاہ رو دیکھتے ہیں لیکن کسی چیز کا کالا رنگ اس کی حقارت کی دلیل نہیں ہے آنکھ کی پتلی سیاہ ہے لیکن اس کی فضیلت ظاہر ہے، اندھا رو سیاہ ہے اور پتلی والا چاند کا آئینہ ہے۔ خود کہ۔ یعنی بلال رضی اللہ عنہ کو آنکھ کی پتلی جیسا افضل وجود ہی ذات گرامی سمجھ سکتی تھی جس کو خود تمام انسانوں میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو آنکھ کی پتلی کو تمام اعضا میں حاصل ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام۔ چوں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حقیقی اوصاف کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سمجھ سکے۔

Marfat.com

پس[1] جز او جملہ مُقلد آمدند — در صفاتِ مَرْدُمِ دیدہ بلند

ان (آنکھ کی پتلی) کے علاوہ سب مقلد ہیں — بلکہ آنکھ کی پتلی کے صفات کے بارے میں

گفت جفتش الفراق اے خوش خصال — گفت نے نے الوصال ست ایں فصال

اُن کی بیوی نے کہا، اے خوش خصلت! جدائی ہے — اُنہوں نے فرمایا، نہیں نہیں یہ جدائی وصال ہے

گفت جفت امشب غریبے میروی — از تبار و خویش غائب میشوی

بیوی نے کہا، آج کی رات مسافر بن کر جا رہے ہو — خاندان اور اپنوں سے غائب ہو رہے ہو

گفت نے نے بلکہ امشب جانِ من — میرسد خود از غریبی در وطن

انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ آج کی رات میری جان — خود مسافرت سے وطن میں جا رہی ہے

گفت اے جان و دلم واحسرتا — گفت نے نے جانِ من یا دولتاہ

انہوں نے عرض کیا اے میری جان اور دل افسوس ہے — انہوں نے فرمایا نہیں نہیں اے میری جان! بڑی خوش نصیبی ہے

گفت رُویت را کجا بینیم ما — گفت اندر حلقہٗ خاصِ خدا

انہوں نے عرض کیا ہم آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے — فرمایا خدا کے خاص حلقہ میں

حلقہ[2] خاصش بتو پیوستہ است — گر نظر بالا کنی نے سوئے پست

اس کا خاص حلقہ تجھ سے جڑا ہوا ہے — اگر تو اوپر کو نظر رکھے نہ کہ پستی کی جانب

اندراں حلقہ ز رَبُّ الْعَالَمِیْن — نور میتابد چو در حلقہ نگیں

اس حلقہ میں رب العالمین کا — نور اس طرح چمکتا ہے جیسا کہ (انگوٹھی کے) حلقہ میں نگینہ

گفت ویران گشت این خانہ دریغ — گفت اندر مہ نگر منگر بمیغ

انہوں نے عرض کیا افسوس ہے یہ گھر ویران ہو گیا — فرمایا چاند کو دیکھ، ابر کو نہ دیکھ

حکمتِ ویران گشتنِ تن بمرگ

موت کی وجہ سے جسم کے برباد ہونے کی حکمت

کرد ویراں[3] تا کند معمور تر — قوم اَنبہ بود و خانہ مختصر

ویران کیا، تاکہ زیادہ آباد کرے — لوگ زیادہ تھے، اور گھر مختصر (تھا)

من چو آدمؑ بودم اول حبسِ کرب — پُر شد اکنوں نسلِ جانم شرق و غرب

میں شروع میں (حضرت) آدم علیہ السلام کی طرح بے چینی میں تھا — اب میری جان کی نسل سے مشرق و مغرب بھر گئی

من گدا بودم دریں خانہ چو چاہ — شاہ گشتم قصر باید بہرِ شاہ

میں اس کنویں جیسے گھر میں فقیر تھا — میں شاہ ہو گیا، بادشاہ کے لیے قلعہ چاہیے

---

[1] پَس۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسرے لوگ ان کے صحیح مرتبہ کو حقیقی طور پر نہیں جان سکتے صرف تقلیدی طور پر ان کو جانتے ہیں۔ خصال۔ خصلت کی جمع ہے، عادت۔ فصال۔ جدائی یعنی موت۔ غریبے۔ یعنی آپ تنہا رخصت ہو کر مسافر بن رہے ہیں۔ تبار۔ خاندان۔ غریبی۔ دنیا، مسافرت کی جگہ۔ وطن۔ عالم آخرت اصل وطن ہے۔ حلقہ۔ مومنین کے بارے میں فرمایا گیا ہے فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ یعنی "وہ مقتدر شہنشاہ کے پاس سچائی کی جگہ ہوں گے۔"

[2] حلقہ۔ وہ مقام جس میں مومنین کو جگہ ملے گی۔ ہر مومن دیکھ سکتا ہے اگر وہ اپنی نظر بلند رکھے اور پستی کی طرف نہ دیکھے۔ اندراں۔ اس حلقہ میں اللہ کی خاص تجلی ہوگی۔ خانہ۔ یعنی جسم۔ مہ۔ یعنی روح۔ میغ۔ ابر یعنی جسم۔

[3] ویراں۔ ویرانی کے بعد نئی تعمیر ہوتی ہے۔ قوم۔ یعنی میں اب معارف اور اسرار کا خزانہ بن گیا تھا اس جسم میں اس کی گنجائش نہ تھی۔ چو آدم۔ حضرت آدم علیہ السلام تنہائی سے گھبرائے تب حضرت حوا اور نسل کی پیدائش ہوئی۔ نسلِ جانم۔ یعنی روح کے ثمرات۔ خانہ چو چاہ۔ جسم اندھیرے کنویں کی طرح ہے۔

Marfat.com

قصر ہا[1] خود مرشہاں را مانس ست — مردہ را خانہ و مکاں گورے بس ست

قلعے، شاہوں کے لیے مانوس ہیں — مُردے کے لیے ایک قبر، گھر اور مکان کافی ہے

انبیاء را تنگ آمد ایں جہاں — چوں شہاں رفتند اندر لامکاں

انبیا کے لیے یہ جہان تنگ ہو گیا — (تو) شاہوں کی طرح لا مکان میں چلے گئے

مُردگاں را ایں جہاں بنمود فر — ظاہرش زفت و بمعنی تنگ تر

مُردوں کو اس جہان نے شان و شوکت دکھائی — جس کا ظاہر وسیع ہے اور حقیقتاً بہت تنگ ہے

گر نبودے تنگ ایں افغاں ز چیست — چوں دو تا شد ہر کہ دروے بیش زیست

اگر وہ تنگ نہ ہوتا، تو یہ چیخ پکار کیوں ہے؟ — جو اس میں زیادہ جیتا ہے، دوہرا کیوں ہو جاتا ہے؟

در زمانِ خواب چوں آزاد شد — زاں مکاں بنگر کہ جاں چوں شاد شد

نیند کی حالت میں جب آزاد ہو جاتا ہے — اس مکان سے، دیکھ جان کیسی خوش ہوتی ہے

ظالم از ظلم طبیعت باز رست — مَردِ زندانی ز فکرِ حبس جست

ظالم طبیعت کے ظلم سے چھوٹ گیا — قیدی، قید کی فکر سے نکل گیا

ایں[2] زمین و آسمانِ بس فراخ — سخت تنگ آمد بہنگامِ مناخ

یہ زمین اور آسمان جو بہت وسیع ہیں — ڈیرہ ڈالنے کے وقت بہت تنگ نکلے

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ — خندۂ او گریہ فخرش جملہ ننگ

(یہ دنیا) بہت وسیع اور بہت تنگ نظر بندی ہے — اس کی ہنسی رونا ہے، اس کا فخر ذلت ہے

تشبیہِ دنیا کہ بظاہر فراخ ست و بمعنی تنگ و تشبیہِ خواب کہ خلاصی ست از تنگی

دنیا کی تشبیہ جو بظاہر وسیع، اور حقیقتاً تنگ ہے اور خواب کی تشبیہ کہ وہ تنگی سے نجات ہے

ہمچو[3] گرمابہ کہ تفسیدہ بود — اندر آئی جانت بخسیدہ بود

حمام کی طرح، جو گرم ہو — تو اندر آئے، تیری جان پژمردہ ہوتی ہے

گرچہ گرمابہ عریض ست و طویل — زاں تپش تنگ آیدت جان و کلیل

اگرچہ حمام چوڑا اور لمبا ہے — اس گرمی سے تیری جان تنگ اور عاجز آ جاتی ہے

1. قصرہا۔ میں جب تنگ گھر اتھا اس حقیر جسم میں میری روح رہ سکتی تھی اب جبکہ معارف اور اسرار کی وجہ سے شاہ بن گیا ہوں تو قصر بلند کی ضرورت ہے۔ انبیاء۔ انبیا بھی اسی وجہ سے دنیا کو ترک کر کے آخرت کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ مردگاں۔ جو مردہ دل ہیں ان کے لیے یہ دنیا شان و شوکت والی ہے، یہ دنیا اہل دنیا کے لیے وسیع اور اہل باطن کے لیے بہت تنگ ہے۔ گر نبودے۔ اگر دنیا تنگ نہیں ہے تو پھر اس کے باشندوں میں شور و غل کیوں ہے اور یہ بڑھاپے میں کیوں جھکے جاتے ہیں جھکنا تو مکان کی تنگی سے ہوتا ہے۔
2. ایں۔ دنیا کی تنگی کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب انسان سوتا ہے اور اس کی روح آزاد ہو جاتی ہے۔ چشم بند۔ دنیا جو حقیقتاً تنگ ہے، محض نظر بندی کی وجہ سے وسیع معلوم ہوتی ہے، اس کی مسرتیں اور فخر سب بالعکس ہیں۔
3. ہمچو گرمابہ۔ دنیا کو وسیع بھی اور تنگ بھی بتایا اب اس کو مثالوں سے سمجھاتے ہیں، حمام جو گرم ہوتا ہے تو باوجود وسعت کے وہاں طبیعت تنگ ہوتی ہے تو وہ وسیع بھی ہے اور تنگ بھی۔ تفسیدہ۔ تفسیدن اور تفسیدن گرم ہونا۔ بخسیدہ۔ بخسیدن، پژمردہ ہونا۔

Marfat.com

تا بروں نائی نہ بکشاید دلت
جب تک تو باہر نہیں آ جاتا ہے، تیرا دل نہیں کھلتا
پس چہ سود آمد فراخی منزلت
تو جگہ کی وسعت سے تجھے کیا فائدہ ہے؟

یا کہ[1] کفشِ تنگ پوشی اے غوی
یا کہ اے گمراہ! تو تنگ جوتا پہنے
در بیابانِ فراخے می روی
(اور) وسیع جنگل میں تو چلے

آں فراخیِ بیاباں تنگ گشت
جنگل کی وہ وسعت تنگ ہو جائے گی
بر تو زنداں آمد آں صحرا و دشت
وہ جنگل، اور میدان تیرے لیے قید خانہ ہو گا

ہر کہ دید او مر ترا از دور گفت
جس نے تجھے دور سے دیکھا، کہا
کو دراں صحرا چو لالہ بر شگفت
وہ اس جنگل میں لالے کی طرح کھلا ہے

او نمیداند کہ تو چوں ظالماں
وہ نہیں سمجھتا کہ تو ظالموں کی طرح
از بروں در گلشنی، جاں در فغاں
باہر سے چمن میں ہے، جان فریاد میں ہے

خوابِ تو آں کفش بیروں کردنست
تیری نیند، اس جوتے (جسم) کو اتار دینا ہے
کہ زمانے جانت آزاد از تن ست
کیونکہ اس وقت تیری جان جسم سے آزاد ہے

اولیاء را خواب[2] ملک ست اے فلاں
اے فلاں! اولیا کے لیے نیند سلطنت ہے
ہمچو آں اصحابِ کہف اندر جہاں
جس طرح دنیا میں اصحابِ کہف

خواب می بینند و آنجا خواب نے
وہ خواب دیکھتے ہیں اور وہاں نیند نہیں ہے
در عدم در می روند و باب نے
وہ عدم میں چلے جاتے ہیں، اور دروازہ نہیں ہے

خانۂ تنگ و دروں جاں چنگلوک
گھر تنگ ہے، اور اندر جان اٹیرن ہے
کرد ویراں تا کند قصرِ ملوک
اس کو ویران کیا، تاکہ شاہوں کا محل بنائے

چنگلوکم چوں جنیں اندر رحم
میں اٹیرن ہوں، جیسا کہ رحم میں بچہ
نُہ مہ گشتم شد ایں نقلاں مہم
مجھے نو مہینے ہو گئے ہیں، یہ انتقال ضروری ہے

گر نباشد دردِ زہ بر مادرم
اگر میری ماں کو دردِ زہ نہ ہوتا
من دریں زنداں میانِ آذرم
میں اس قید خانہ میں آگ میں ہوتا

یا کہ۔ وسیع جنگل میں اگر کوئی تنگ جوتا پہن کر چلے تو وہ جنگل وسیع بھی ہے اور اس کے لیے تنگ بھی ہے یہی حال دنیا کا ہے کہ وسعت کے باوجود تنگ ہے۔ ہر کہ۔ وسیع جنگل میں تنگ جوتے والے کو جو دیکھے گا تو سمجھے گا کہ وہ بہت آرام میں ہے، حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ ظالموں کی طرح ہے جو بظاہر خوش نظر آتے ہیں مگر ان کی روح آہ و فغاں کرتی ہے۔ خواب۔ انسان جب نیند میں ہوتا ہے تو گویا اس کے پاؤں سے تنگ جوتا اتر جاتا ہے۔ اولیاء۔ اولیا کی روح حالت بیداری میں اس طرح آزاد رہتی ہے جس طرح عوام کی روح نیند کی حالت میں، ان کی مثال اصحاب کہف کی سی ہے جو دنیا کے لحاظ سے نیند میں تھے اور آخرت کے اعتبار سے بیدار تھے۔

خواب۔ اولیا حالت بیداری میں خواب دیکھتے ہیں اور ملک عدم کی سیر کرتے رہتے ہیں جس کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ خانۂ تنگ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا زندگی کی حالت میں روح اس جسم میں ٹیڑھی میڑھی رہتی ہے۔ چنگلوک۔ وہ شخص جس کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے میڑھے ہوں، دھاگا لپیٹنے کا اٹیرن۔ جنیں۔ بچہ ماں کے پیٹ میں ٹیڑھا میڑھا رہتا ہے۔ نہ مہ۔ یہ مدت حمل ہے۔ گر نباشد۔ بدن پر موت کی تکلیف ایسی ہی ہے جس طرح بچہ پیدا ہونے میں ماں کو دردِ زہ کی تکلیف ہوتی ہے۔ آذر۔ آگ۔

Marfat.com

مادرِ طبعم ز دردِ مرگِ خویش
میری مادرِ طبیعت اپنی موت کے درد سے

می کند زہ تا رہد برّہ[1] ز میش
زِہ میں ہے تا کہ بھیڑ کا بچہ بھیڑ سے نکل آئے

تا چرد آں برّہ در صحرائے سبز
تا کہ وہ بھیڑ کا بچہ سرسبز میدان میں چگے

ہیں رحم بکشا کہ گشت آں برّہ گبز
ہاں رحم کو کھول کیونکہ وہ بھیڑ کا بچہ فربہ ہو گیا ہے

دردِ زہ گر رنجِ آبستاں بود
درد زہ، اگرچہ حاملہ کے لیے موجب تکلیف ہوتا ہے

بر جنین اشکستنِ زنداں بود
بچے کے لیے قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے

حاملہ گریاں ز زہ کاَیْنَ الْمَنَاص
حاملہ درد زہ سے روتی ہے کہ بچاؤ کی جگہ کہاں ہے

واں جنیں خنداں کہ پیش آمد خلاص
اور وہ بچہ ہنستا ہے کہ چھٹکارا درپیش ہے

ہر چہ زیرِ چرخ ہستند اُمہات
جو مائیں آسمان کے نیچے ہیں

از جماد و از بہیمہ و ز نبات
جمادات، اور حیوانات اور نباتات سے

ہر یکے از دردِ غیرے غافل اند
ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہے

جز کسانے کہ نبیہ و عاقل اند
سوائے ان کے جو خبردار اور عقلمند ہیں

انچہ کوسہ داند از خانہ کساں
جو چھوٹی ڈاڑھی والا لوگوں کے گھر کے بارے میں جانتا ہے

بلمہ از خانہ خودش کے داند آں
اے چچا! تو خود (ویسا) اپنی حالت کو نہیں جانتا ہے

انچہ صاحب دل بداند حالِ تو
صاحب دل جو کچھ تیرے حال کے بارے میں جانتا ہے

توز حالِ خود ندانی اے عمو
اے چچا! تو خود (ویسا) اپنی حالت کو نہیں جانتا ہے

انچہ[3] بیند در جبینت اہلِ دل
صاحب دل، جو کچھ تیری پیشانی میں دیکھتا ہے

کے بہ بینی در خود اے از خود خجل
اے اپنے آپ سے شرمندہ! تو خود اپنے بارے میں کب جانتا ہے

بیان آنکہ ہر چہ غفلت و کاہلی و تاریکی ست ہمہ از تن ست کہ ارضی و سفلی ست

اس کا بیان کہ جو کچھ غفلت اور سستی اور تاریکی ہے سب جسم کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ارضی اور سفلی ہے

غفلت از تن بود چوں تن روح شد
غفلت جسم کی وجہ سے تھی جب جسم روح بنا

بیند او اسرار را بے ہیچ بُد
وہ یقینی طور پر اسرار کو دیکھتا ہے

چوں زمیں برخاست از جَوِّ فلک
جب زمین، آسمان کی فضا سے نکل جائے

نے شب و نے سایہ باشد نے دَلک
نہ رات ہو گی، اور نہ سایہ، اور نہ زوال

---

[1] برّہ۔ بھیڑ کا بچہ یعنی روح۔ میش۔ بھیڑ یعنی جسم۔ آں برہ۔ موت کے بعد روح ملاء اعلیٰ کی سیر کرتی ہے۔ دردِ زہ۔ موت کی تکلیف جسم کو ہوتی ہے روح اس کی وجہ سے قید سے آزاد ہوتی ہے۔ المناص۔ بچاؤ کی جگہ۔

[2] امہات۔ یعنی جمادات اور حیوانات اور نباتات میں سے جننے والی مائیں۔ ہر یکے۔ ہر انسان اپنے درد میں مبتلا ہے اور اسی سے باخبر ہے۔ نبیہ۔ باخبر۔ کوسہ۔ مختصر ڈاڑھی والا جو عموماً ذہین ہوتا ہے یعنی اولیاء اللہ۔ بلمہ۔ لمبی ڈاڑھی والا جو عموماً بے وقوف ہوتا ہے۔ آنچہ۔ اولیاء اللہ دوسروں کے احوال سے اس قدر واقف ہوتے ہیں کہ خود انسان اپنے احوال سے اتنا واقف نہیں ہوتا۔

[3] انچہ۔ اولیا ماں کے پیٹ کے بچہ کے احوال سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ غفلت۔ انسان کی سب غفلتیں مادی بدن کی وجہ سے ہیں۔ چوں۔ چونکہ زمین فلک کے درمیان میں ہے لہٰذا اس کے جس حصہ پر سورج پڑتا ہے وہاں دن ہوتا ہے، ورنہ رات اب اگر زمین اس دائرہ سے خارج ہو جائے تو پھر اس کی یہ صفت بدل جائے اسی طرح اگر مجاہدات کے ذریعہ جسمانی حجاب رفع کر دیا جائے تو روح ہمیشہ منور ہے اور اس پر غفلت کے آثار طاری نہ ہوں۔ دلک۔ سورج کا زوال۔

Marfat.com

ہر کجا سایہ ست و شب یا سایگہ ... از زمین باشد نہ از افلاک و مہ

جہاں کہیں سایہ، اور رات یا سائے کی جگہ ہے ... وہ زمین کی وجہ سے، نہ آسمانوں اور چاند سے

دُودِ[1] پیوستہ ہم از ہیزم بود ... نے ز آتشہائے مستنجم بود

دھواں ایندھن سے وابستہ ہوتا ہے ... نہ کہ روشن کرنے والے شعلوں سے

وہم، افتد در خطا و در غلط ... عقل باشد در اصابتہا فقط

وہم، خطا اور غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے ... درستگی میں صرف عقل ہوتی ہے

ہر گرانی و کسل خود از تن ست ... جاں ز خفت جملہ در پرّیدن ست

ہر گرانی، اور سستی جسم کی وجہ سے ہے ... جان ہلکے پن سے، پوری اڑان میں ہے

رُوئے سرخ از کثرتِ خونہا بود ... رُوئے زرد از جنبشِ صفرا بود

سرخ چہرہ، خونوں کی کثرت سے ہوتا ہے ... زرد چہرہ صفرا کی حرکت کی وجہ سے ہوتا ہے

رُو سفید از قوتِ بلغم بود ... باشد از سودا کہ رو ادہم بود

سفید چہرہ، بلغم کی قوت سے ہوتا ہے ... سودا کی وجہ ہوتی ہے کہ چہرہ کالا ہوتا ہے

در حقیقت[2] خالقِ آثار اوست ... لیک جز علت نہ بیند اہلِ پوست

درحقیقت آثار پیدا کرنے والا وہ ہے ... لیکن کھال والے علت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے ہیں

مغز کو از پوستہا آوارہ نیست ... از طبیب و علت او را چارہ نیست

مغز، جو چھلکوں سے جدا نہیں ہے ... طبیب، اور بیماری سے اس کو مفر نہیں ہے

چوں دوم بار آدمی زادہ بزاد ... پائے خود بر فرقِ علتہا نہاد

جب انسان، دو بار پیدا ہوا ... اس نے علتوں کے سر پر اپنا پاؤں رکھ دیا ہے

علتِ اولیٰ[3] نباشد دینِ او ... علتِ اُخریٰ ندارد کینِ او

پہلی علت اس کا دین نہیں ہوتی ... آخری علت اس سے دشمنی نہیں رکھتی ہے

می پرد چوں آفتاب اندر اُفق ... با عروسِ صدق و صفوت در تُتق

وہ افق میں سورج کی طرف اڑتا ہے ... خلوص، اور سچائی کی، دلہن کے ساتھ در پردہ

دود۔ دھواں، کثیف جسم لکڑی سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح کدورات جسم سے پیدا ہوتی ہیں روح ان کا مخزن نہیں ہے۔ مستنجم۔ روشن کرنے والا۔ وہم۔ وہم دھوئیں کی مانند ہے جو غلطی میں پڑتا ہے عقل، نورِ محض ہے۔ زرد۔ خون چہرے کی سرخی کا سبب، صفراء زردی کا سبب، بلغم سفیدی کا سبب، سودا سیاہی کا سبب ہے تو جس طرح چہرے کے یہ حالات اسباب کی وجہ سے ہیں اسی طرح روح میں کدورتیں اسباب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ورنہ وہ منور چیز ہے۔

درحقیقت۔ آثار کی تخلیق بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے لیکن ظاہر میں فلسفی اس کو علت اور موثر کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ مغز۔ وہ علم جو استدلالی ہے اس میں غلطی واقع ہوتی ہے علم کشفی اور الہامی غلطی سے مبرا ہے۔ دوم بار۔ پیدا ہونے کے بعد جب انسان مجاہدات کے ذریعہ اصل حیات حاصل کر لیتا ہے تو اسباب پر لات مار دیتا ہے اور مسبب الاسباب کو ہی موثر حقیقی سمجھتا ہے۔

علت اولیٰ۔ فلاسفہ خدا کو علت اولیٰ قرار دیتے ہیں متکلمین اور اہل مذہب خدا کو فاعل مختار مانتے ہیں۔ علت سے معلول کا صدور اضطراری ہوتا ہے۔ علت اخریٰ۔ ظاہری سبب کو دیکھ کر اس کو مسبب حقیقی سے غفلت نہیں ہوتی ہے۔ می پرد۔ وہ ملاءِ اعلیٰ کی سیر کرتا رہتا ہے۔ تتق۔ پردہ۔

Marfat.com

بلکہ بیروں از افق و ز چرخہا بے مکاں باشد چوں ارواح[1] و نُہیٰ

بلکہ وہ افق اور آسمانوں سے باہر بے مکان ہو جاتا ہے جیسا کہ روحیں اور عقلیں

پس عقولِ ماست سایہ اے عمو می فتد چوں سایہ در پاہائے او

اے چچا! ہماری عقلیں سایہ ہیں سایہ کی طرح اس کے پاؤں پڑتی ہیں

تشبیہِ نص باقیاس

نص کی قیاس کے ساتھ تشبیہ

مجتہد ہر گہ کہ باشد نص شناس اندراں صورت نیندیشد قیاس

مجتہد، جب کہ نص سے واقف ہوتا ہے وہ اس صورت میں قیاس نہیں کرتا ہے

چوں نیابد نص اندر صورتے از قیاس آنجا نماید، عبرتے

اگر کسی صورت میں اس کو نص نہیں ملتی ہے قیاس سے اس مقام پر تعبیر کرتا ہے

نص وحیِ روحِ قدسی داں یقیں واں قیاسِ عقلِ جزوی تحت ایں

قدسی روح کے الہام کو تو نص سمجھ اور ناقص عقل کا قیاس اس سے کم ہے

عقل[2] از جاں گشت با اِدراک و فر روح او را کے شود زیرِ نظر

عقل، روح سے با علم و شوکت بنی روح اس کے ماتحت کب ہو سکتی ہے؟

لیک جاں در عقل تاثیرے کند زاں اثر آں عقل تدبیرے کند

لیکن روح عقل میں اثر کرتی ہے اس اثر سے وہ عقل تدبیر کرتی ہے

نوح[2] وار ار صدمتے زد در تو روح کُویَم و کو کشتی و طوفانِ نوح

اگر روح نے نوح علیہ السلام کی طرح تجھ میں اثر کیا ہے سمندر کہاں ہے؟ کشتی اور نوح علیہ السلام کا طوفان کہاں ہے؟

عقل[3] اثر را روح پندارد و لیک نورِ خور از قرصِ خور دورست نیک

عقل تاثیر کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن سورج کا نور، سورج کی ٹکیہ سے بہت دور ہے

زاں بقرصے سالکے خورسند شد تاز نورش سوئے قرص افگند شد

سالک اس نور، کی وجہ سے ٹکیہ پر خوش ہوا یہاں تک کہ اس کے نور سے ٹکیہ کی جانب روانہ ہوا

---

1. چوں ارواح۔ جس طرح روحیں اور عقلیں لامکان میں رہتی ہیں اسی طرح یہ بھی لامکانی بن جاتا ہے۔ پس عقول۔ اس کامل روح کے سامنے ہماری عقول ہیچ ہیں۔ تشبیہ۔ اس مضمون میں یہ ثابت کرتا ہے کہ روحِ کامل کا الہام بمنزلہ نص کے ہے۔ مجتہد۔ وہ شخص جو قرآن وحدیث میں مذکورہ احکام سے ان چیزوں پر حکم لگاتا ہے جن کا حکم قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے اس کے پاس اگر کوئی قرآن کی آیت یا حدیث بطور نص کے موجود ہوتی ہے تو وہ اس کے ذریعہ حکم بیان کرتا ہے ورنہ کسی نص پر قیاس کر کے حکم جاری کرتا ہے۔ روحِ قدسی۔ روحِ قدسی کا احساس بمنزلہ نص کے ہے اور ہمارا عقلی ادراک بمنزلہ قیاس کے ہے جو نص سے کم درجہ کی چیز ہے۔
2. عقل۔ عقل نے روح سے استفادہ کیا ہے تو روح اس سے کمتر کیسے ہو سکتی ہے۔ جاں در عقل۔ روح عقل میں موثر ہے اور عقل کی تدبیر روح کی تاثیر سے ہے۔ نوح وار۔ اگر روح نے عقل میں تاثیر بھی کر دی ہے تب بھی عقل کو روح کی ہمسری مناسب نہیں ہے اس میں وہ اسباب وعلامات کہاں ہیں جو روح میں ہیں۔
3. عقل۔ عقل بسا اوقات روح کی تاثیر کو روح سمجھ بیٹھتی ہے یہ اس کی غلطی ہے تاثیر اور روح میں وہی فرق ہے جو سورج اور اس کے نور میں ہے۔ زاں۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ نور اور چیز ہے اور سورج دوسری چیز ہے تو سالک صرف نور پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ سورج تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

Marfat.com

زانکہ ایں نورے کہ اندر سافل[1] ست — نیست دائم روز و شب او آفل ست

اس لیے کہ یہ نور جو عالم سفلی میں ہے — مستقل نہیں ہے، روز و شب میں وہ غروب کر جانے والا ہے

وانکہ اندر قرص دارد باش و جا — غرقہ، آں نور باشد دائما

وہ جو ٹکیہ میں قیام، اور جگہ رکھتا ہے — وہ ہمیشہ اس نور میں غرق رہتا ہے

نے سحابش رہ زند نے خود غروب — وارَہید او از فراقِ سینہ کوب

نہ ابر اس کے لیے مانع بنتا ہے نہ خود ڈوبنا — وہ سینہ پیٹنے والی جدائی سے نجات پا گیا

آنچنیں کس اصلش از افلاک بود — یا مبدل گشت گر از خاک بود

ایسے شخص کی اصل آسمانوں سے ہوتی ہے — اگر وہ خاک سے تھا، تو تبدیل ہو گیا ہے

زانکہ خاکی را نباشد تابِ آں — کہ زند بَر وے شعاعش جاوداں

کیونکہ خاکی میں اس کی طاقت نہیں ہوتی ہے — کہ اس پر اس کی شعاع ہمیشہ پڑے

گرزند بر خاک دائم تابِ خور — آنچناں سوزد کہ ناید زو ثمر

اگر زمین پر ہمیشہ سورج کی شعاع پڑے — ایسی جل جائے کہ اس سے پھل نہ پیدا ہو

دائم[2] اندر آب کارِ ماہی ست — مار را با او کجا ہمراہی ست

ہمیشہ پانی میں رہنا، مچھلی کا کام ہے — سانپ کی، اس کے ساتھ ہمراہی کہاں ہو سکتی ہے؟

لیک در کُہ مارہائے پُر فن اند — اندریں یم ماہیاں را می کشند

لیکن پہاڑوں میں بہت سے پرفن سانپ ہیں — جو اس سمندر میں مچھلیوں کو مار رہے ہیں

فکرِ شاں گر خلق را شیدا کند — ہم زدر یا تاسہ شاں رسوا کند

ان کی مکاری، اگرچہ لوگوں کو فریفتہ کرتی ہے — (لیکن) دریا سے ان کی گھبراہٹ، ان کو رسوا کرتی ہے

و اندریں یم[3] ماہیانِ توسن اند — مار را از سحر ماہی میکنند

اس سمندر میں توی مچھلیاں ہیں — جو سانپ کو تدبیر سے مچھلی بنا دیتی ہیں

گر تو ماری شو قرینِ ماہیاں — تا شوی چون ماہیاں دریم رواں

اگر تو سانپ ہے، مچھلیوں کا ساتھی بن جا — تاکہ مچھلیوں کی طرح سمندر میں چلے

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال — بحرِ شاں آموختہ سحرِ حلال

دریائے جلال کی گہرائی کی مچھلیاں — (کہ) سمندر نے ان کو حلال جادو سکھا دیا ہے

---

[1] اندر سافل۔ دنیا میں جو آثارِ قدرت ہیں وہ فانی ہیں۔ وانکہ۔ جس کا وصول ذات تک ہو جائے گا وہ دائمی نور میں مستغرق رہے گا۔ نے سحابش۔ اب نہ اس کی جسمانی کثافتیں نور سے مانع ہوں گی نہ مظاہر قدرت کا فنا ہونا اس کے لیے فراق کی سینہ کوبی کا سبب بنے گا۔ ایں چنیں۔ ایسا شخص وہی ہوگا جو لاہوتی ہوگا یا اگر وہ ناسوتی ہے تو اس نے مجاہدوں کے ذریعہ اپنے ناسوتی ہونے کو ختم کر دیا ہے۔ زانکہ۔ خاکی اور ناسوتی، ذات کی شعاعوں کی تاب نہیں لاتا اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر سورج زمین پر ہمیشہ پڑے تو وہ برداشت نہ کرے گی اور اس میں اگانے کی طاقت ہی نہ رہے گی۔

[2] دائم۔ مچھلی چونکہ آبی چیز ہے وہ دائمی طور پر پانی کو برداشت کر سکتی ہے سانپ خشکی کی چیز ہے وہ ہمیشہ سمندر میں نہیں رہ سکتا ہے اسی طرح لاہوتی اور ناسوتی کو سمجھو۔ مکرشاں۔ کبھی ناسوتی لاہوتی بننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بحر وحدت ان کو رسوا کر دیتا ہے۔

[3] واندریں یم۔ یہاں ایسے لاہوتی انسان ہیں جو ناسوتیوں کو لاہوتی بنا دیتے ہیں۔ گر تو۔ اگر تو ناسوتی ہے تو لاہوتیوں کی صحبت اختیار کر وہ تجھے دریائے وحدت میں تیرنا سکھا دیں گے۔ ماہیاں۔ یہ لاہوتی اولیا جادو کرتے ہیں جس سے ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے لیکن ان کا جادو حلال جادو ہے۔

Marfat.com

بس محال[1] از تابِ ایشاں حال شد
بہت سے محال ان کی طاقت سے واقعہ بن گئے ہیں
نحس آنجا رفت و نیکو فال شد
منحوس وہاں پہنچا ہے اور نیک بخت بن گیا ہے

زہر آنجا رفت و شکّر شد یقین
وہاں زہر گیا ہے، اور یقیناً شکر بن گیا ہے
سنگ آنجا رفت گوہر شد ثمین
وہاں پتھر گیا ہے اور قیمتی جوہر بن گیا ہے

خاک زرشد سنگ گوہر پائے سر
خاک سونا، پتھر جوہر، پاؤں سر ہو گیا ہے
می نہ بیند جز بشر چشمِ بشر
انسان کی آنکھ ان کو سوائے بشر کے کچھ نہیں سمجھتی ہے

تا قیامت[2] گر بگویم زیں کلام
اگر میں یہ بات قیامت تک بیان کروں
صد قیامت بگذرد ویں نا تمام
سو قیامتیں گذر جائیں گی، اور یہ نا تمام رہے گی

آدَابُ الْمُسْتَمِعِیْنَ وَالْمُرِیْدِیْنَ عِنْدَ فَیْضِ الْحِکْمَةِ مِنْ لِسَانِ الشَّیْخِ

شیخ کی زبان سے حکمت کے فیض کے وقت سننے والوں اور مریدوں کے آداب

بر ملولاں ایں مکرّر کردنست
سنگدلوں پر یہ مکرر کرنا ہے
نزدِ من عمرے مکرّر بردن ست
میرے نزدیک، دوبارہ زندگی حاصل کرنا ہے

شمع از برقِ مکرر بر شود
شمع، مکرر نور سے، اونچی ہوتی ہے
خاک از تابِ مکرر زر شود
مٹی، مکرر گرمی سے، سونا بن جاتی ہے

گر ہزاراں[3] طالب اندو یک ملول
اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک رنجیدہ
از رسالت باز می ماند رسول
پیغام پہنچانے سے رسول رک جاتا ہے

ایں رسولانِ ضمیر و راز گو
یہ دل کے پیغام رساں، اسرار بیان کرنے والے
مستمع خواہند اسرافیلؑ خو
(حضرت) اسرافیل علیہ السلام کی عادت والا سننے والا چاہتے ہیں

نخوتے دارند و کبرے چوں شہاں
وہ شاہوں کی سی نخوت اور بڑائی رکھتے ہیں
چاکری خواہند از اہلِ جہاں
دنیا داروں سے خدمتگاری چاہتے ہیں

تا ادبہا شاں بجا گہ ناوری
جب تک تو ان کے آداب بجا نہ لائے
از رسالت شاں چگونہ بر خوری
ان کے پیغام سے تو کیسے فائدہ اٹھائے گا؟

1. بس محال۔ بہت سی ناممکن باتوں کو اپنے تصرفات سے ممکن بنا دیتے ہیں۔ زہر۔ ان کی صحبت میں برے اخلاق اچھے اخلاق میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ می نہ بیند۔ لیکن منکرین ان کو صرف بشر سمجھتے ہیں۔

2. تا قیامت۔ ان اہل اللہ کی صحبت کی تاثیر کا اگر میں قیامت تک بیان کروں تو وہ ختم نہ ہوگا۔ بر ملولاں۔ جو لوگ میری اس طرح کی باتوں سے ملول ہوتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مکرر بیکار مضمون ہے لیکن انہی مضامین کا اعادہ مجھے نئی زندگی بخشتا ہے۔ شمع۔ روشنی کی تکرار شمع کو نئی زندگی بخشتی ہے۔ خاک۔ سورج کی شعاعوں کے مکرر ہونے سے، زمین میں سونے کی کان پیدا ہو جاتی ہے۔

3. گر ہزاراں۔ بزرگوں کی محفل، ایک مکدر سے، مکدر ہو جاتی ہے اور مضامین عالیہ کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ رسول۔ یعنی عالی مضامین بیان کرنے والا بزرگ۔ ایں۔ یعنی اولیاء اللہ دلوں کو پیغام دیتے ہیں اور اسرار الٰہی سناتے ہیں۔ اسرافیل خو۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہر وقت صور پھونکنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہیں۔ نخوتے۔ ان اولیا کا شاہانہ مزاج ہوتا ہے اور مریدوں کی اصلاح کے لیے ان سے خدمت گزاری کے خواہاں رہتے ہیں۔ تا۔ مرید کے لیے محض ذکر و فکر کافی نہیں ہے شیخ کے آداب بھی بجالانا ضروری ہے۔

Marfat.com

کے[1] رسانند آں امانت را بتو — تانباشی پیش شاں راکع دو تو

تجھے وہ امانت کب پہنچائیں گے؟ — جب تک کہ ان کے سامنے رکوع میں دُہرا نہ ہو جائے

ہر ادب شاں کے ہمی آید پسند — کامدند ایشاں ز ایوانِ بلند

ان کو ہر ادب کب پسند آئے گا — کیونکہ وہ اونچی بارگاہ سے آئے ہیں

نے گدایانند کز ہر خدمتے — از تو دارند اے مزوّر منتے

وہ محتاج نہیں ہیں کہ ہر خدمت سے — اے فریبی! وہ تیرے احسان مند ہوں

لیک با بے رغبتہائے ضمیر — صدقۂ سلطاں بیفشاں وامگیر

لیکن دل کی بے رغبتیوں کے باوجود — شاہی خیرات بکھیر دے، بند نہ کر

اسپ خود راں اے رسولِ آسماں[2] — در ملولاں منگر و اندر جہاں

اے آسمانی قاصد! اپنا گھوڑا دوڑا دے — بے رغبت لوگوں، اور دنیا کو نہ دیکھ

فرخ آں ترکے کہ استیزہ نہد — اسپش اندر خندقِ آتش جہد

مبارک ہے وہ شہسوار جو اختلاف کو (بالائے طاق) رکھ دے — اس کا گھوڑا، آگ کی خندق میں کود جائے

گرم گرداند فرس را آنچناں — کہ کند آہنگ اوجِ آسماں

وہ گھوڑے کو ایسا گرم کر دے — کہ وہ آسمان کی بلندی کا قصد کرے

چشم را[3] از غیر و غیرت دوختہ — ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ

بیگانے اور غیرت سے آنکھ بند کر لی ہو — خشک اور تر کو، آگ کی طرح جلا دیا ہو

گر پشیمانی برو عیبے کند — آتش اول در پشیمانی زند

اگر پشیمانی میں اس کی عیب گیری کرے — پہلے پشیمانی ہی میں آگ لگا دے

خود پشیمانی نروید از عدم — چوں بہ بیند گرمیِ صاحب قدم

خود پشیمانی ہی عدم سے وجود میں نہیں آتی ہے — جو کہ وہ صاحب قدم کی گرمی کو دیکھتی ہے

شناختن ہر حیوان بوئے عدوئے خویش را و حذر کردن

ہر جانور کا اپنے دشمن کی خوشبو کو پہچانتا، اور بچاؤ کرنا، اور بربادی،

---

[1] کے۔ شیخ کی پوری اطاعت ہوتی ہے تب وہ کہیں نسبت کی امانت مرید کے سپرد کرتا ہے۔ ہر ادب۔ معمولی ادب سے کام نہ چلے گا شیخ کی شایانِ شان ادب ضروری ہے۔ منت۔ غیر مناسب ادب سے اس میں شکر گذاری کی کیفیت نہ پیدا ہوگی۔ لیک۔ گذشتہ اشعار میں سمجھایا گیا تھا کہ جب تک طلب صادق نہ ہو اسرار کی تعلیم نہیں دی جا سکتی۔ اب اپنے آپ کو مولانا اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ سننے والوں کی بے رغبتی کے باوجود ان پر اسرار کی بارش کی جائے۔

[2] رسولِ آسمان۔ یعنی اسرارِ الٰہی بیان کرنے والا، اس سے خود مولانا کی اپنی ذات مراد ہے۔ فرخ۔ جو مبلغ سامعین کی بے رغبتی کے ہوتے ہوئے اسپ بیان کو دوڑا دے وہ قابل مبارکباد ہے۔

[3] چشم را۔ اغیار کے سامنے اسرار بیان کرنا مشکل ہوتا ہے نیز غیرت کا تقاضا ہے کہ تنگ دل لوگوں کے سامنے اسرار نہ بیان کئے جائیں لیکن ایسا مبلغ قابل مبارکباد ہے جو ان موانع سے قطع نظر کر لے۔ گر پشیمانی۔ بے توجہ لوگوں کے سامنے اسرار بیان کرنے سے اگر شرمندگی طاری ہو تو اس کو پھونک ڈالے۔ خود پشیمانی۔ یعنی کامل مرشد کو ایسے حالات میں بھی پشیمانی نہیں ہوتی ہے۔ صاحب قدم۔ مرشد کامل۔ شناختن۔ جس طرح ہر جانور اپنے دشمن کی خوشبو سونگھ کر بھاگ جاتا ہے پشیمانی مرشد کامل کی خوشبو پا کر بھاگ جاتی ہے۔

Marfat.com

و بطالت[1] و خسارتِ آں کسے کہ عدوے کسے بود کہ
اور نقصان اس شخص کا جو کسی ایسے کا دشمن ہو جس سے
از وے حذر ممکن نیست و فرار ممکن نے و مقابلہ ممکن نے
بچاؤ ممکن نہیں ہے، اور فرار ممکن نہیں ہے اور مقابلہ ممکن نہیں ہے

اسپ داند بانگ و بوئے شیر را گرچہ حیوان ست اِلّا نادرا
گھوڑا شیر کی آواز، اور بو کو جانتا ہے اگرچہ جانور ہے، مگر بہت کم

بل عدوِ خویش را ہر جانور خود بداند از نشان و از اثر
بلکہ ہر جانور، اپنے دشمن کو علامت اور نشان سے پہچان لیتا ہے

روز، خفاشک نیارد بر پرید شب بروں آید چو دزدانِ جرید[2]
چمگادڑ دن میں نہیں اڑ سکتی ہے رات کو اکیلے، چوروں کی طرح نکلتی ہے

از ہمہ محروم تر خفاش بود کہ عدوِ آفتابِ فاش بود
سب سے زیادہ محروم چمگادڑ ہے کیونکہ وہ روشن سورج کی دشمن ہے

نے تواند در مصافش زخم خورد نے بنفریں تاندش مقہور کرد
نہ تو میدان میں اس کا مقابلہ کر سکتی ہے نہ نفرت کی وجہ سے اس کو مغلوب کر سکتی ہے

آنکہ[3] آں خورشید از احسان و جود بر نہ درّاند ز قہرش تار و پود
پھر بھی وہ سورج، احسان اور سخاوت کی وجہ سے غصہ سے اس کا تانا بانا نہیں پھاڑتا ہے

آفتابے کے بگرداند قفاش از برائے غصہ و قہرِ خفاش
سورج اپنا رخ کب موڑتا ہے؟ چمگادڑ کے غصہ اور غضب کی وجہ سے

غایتِ لطف و کمالِ او بود ورنہ خفاشش کجا مانع شود
وہ، اس کا انتہائی کرم اور کمال ہے ورنہ چمگادڑ کہاں اس کو روک سکتی ہے؟

دشمن ار گیری بحدِّ خویش گیر تا بود ممکن کہ گردانی اسیر
اگر تو دشمن بنائے، تو اپنے رتبہ کے اعتبار سے بنا تاکہ یہ ممکن ہو کہ تو اس کو قابو میں کر لے

قطرہ با قلزم چو استیزہ کند ابلہ است او ریشِ خود بری کند
قطرہ، جب سمندر سے دشمنی کرے وہ بیوقوف ہے، اپنی ڈاڑھی نوچتا ہے

---

[1] بطالت۔ وہ شخص نہایت ہی بد بخت ہے جو ایسے شخص سے دشمنی کرے جس سے کوئی مفر نہیں ہے۔ اِلّا نادرا۔ بہت کم ہے کہ گھوڑا شیر کی بو کو نہ پہچانے۔ بل۔ ہر جانور اپنے دشمن کو پہچان جاتا ہے۔

[2] جرید۔ تنہا۔ خفاش۔ چمگادڑ سب سے زیادہ بد بخت ہے کہ سورج سے اس کی دشمنی ہے حالانکہ اس سے اس کو کوئی مفر نہیں ہے اسی طرح سب سے زیادہ بد بخت وہ ہے جو حقیقی آفتاب یعنی ولی سے دشمنی برتے۔ مصاف۔ میدان جنگ۔ مقہور۔ مغلوب۔

[3] آنکہ۔ یہ سورج کا کرم ہے کہ وہ اس چمگادڑ کو خاکستر نہیں بناتا ہے اسی طرح اولیا کا کرم ہے کہ وہ منکرین کو تباہ و برباد نہیں کرتے ہیں۔ قفا۔ یعنی رخ۔ دشمن۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اولیا کے ساتھ دشمنی بری ہے، دشمنی اگر کی بھی جائے تو ایسے شخص سے کی جائے جس کو انسان مغلوب کر سکے۔ قطرہ۔ اولیا کے ساتھ عام انسان کی دشمنی ایسی ہے جیسے کہ قطرہ سمندر سے دشمنی کرے، جو محض اس کی حماقت ہے۔

Marfat.com

حیلت[1] او از سبالش نگذرد ۔۔۔ خنجر و حلقِ قمر چوں بر درد

اس کی تدبیر اس کی مونچھوں سے آگے نہیں بڑھتی ہے ۔۔۔ چاند کا گلا، اور سینہ وہ کیسے پھاڑ سکتی ہے؟

باعُدُوِّ آفتاب ایں بد خطاب ۔۔۔ اے عَدُوِّ آفتابِ آفتاب

یہ گفتگو تو سورج کے دشمن سے تھی ۔۔۔ اے سورج کے سورج کے دشمن!

اے عدوِّ آفتابے کز فرش ۔۔۔ می بلرزد آفتاب و اخترش

اے اس سورج کے دشمن جس کی شان و شوکت سے ہے ۔۔۔ سورج اور اس کے ستارے لرزتے ہیں

تو عَدُوِّ او نہ خصمِ خودی ۔۔۔ چہ غمِ آتش را کہ تو ہیزم شدی

تو اس کا دشمن نہیں ہے، اپنا دشمن ہے ۔۔۔ آگ کو کیا فکر ہے جبکہ تو ایندھن ہو گیا ہے

اے عجب از سوزشت او کم شود ۔۔۔ یا ز درد و غصہ ات پُر غم شود

تعجب ہے، اگر تیرے جلنے سے وہ کم ہو جائے ۔۔۔ یا تیرے درد، اور غصہ سے وہ غمگین ہو

رحمتش نے رحمتِ آدم بود ۔۔۔ کہ مزاج[2] رحم آدم غم بود

اس کی رحمت، انسان کی رحمت نہیں ہے ۔۔۔ انسان کی رحمت کی ملاوٹ غم ہوتا ہے

رحمت مخلوق باشد غصہ ناک ۔۔۔ رحمت حق از غم و غصہ است پاک

مخلوق کی رحمت، غصہ سے ملی ہوتی ہے ۔۔۔ اللہ کی رحمت، غم و غصہ سے پاک ہے

رحمتِ بیچوں[3] چنیں داں اے پسر ۔۔۔ ناید اندر وہم از وے جز اثر

اے بیٹا! بے مثال کی رحمت کو یوں سمجھ ۔۔۔ کہ سوائے نشان کے وہ سمجھ میں نہیں آتی ہے

فرق میانِ دانستن چیزے بمثال و تقلید و میانِ دانستن ماہیت آں چیز

کسی چیز کو مثال اور علم تقلیدی سے جاننے میں اور اس چیز کی حقیقت کے جاننے میں فرق

ظاہرست آثارِ میوہ رحمتش ۔۔۔ لیک کہ داند جز او ما ہیتش

اس کی رحمت کے پھل کے آثار ظاہر ہیں ۔۔۔ لیکن اس کی حقیقت سوائے اس کے اور کون جانتا ہے؟

ہیچ ماہیاتِ اوصافِ کمال ۔۔۔ کس نداند جز بآثار و مثال

کمالی اوصاف کی ماہیتیں ۔۔۔ کوئی شخص سوائے نشانات اور مثال کے نہیں جانتا ہے

---

1. حیلت۔ عوام کی دشمنی اولیا کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ قمر۔ یعنی ولی کامل۔ باعدو۔ چمگادڑ جو آسانی سورج کی دشمن ہے اس کی بات تو ہم نے بتا دی ولی کا دشمن تو آفتاب کے آفتاب کا دشمن ہے۔ آفتاب آفتاب۔ ولی، آفتاب حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا آفتاب ہے۔ تو عدو۔ ولی کا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور یہ دشمنی خود اس کی اپنے ساتھ دشمنی ہے۔ اے عجب۔ اللہ تعالیٰ سے انسان کی دشمنی اللہ میں کوئی نقصان نہیں پیدا کر سکتی۔ رحمتش۔ جس طرح اللہ کا جلال بے پایاں ہے اسی طرح اس کی رحمت بھی خالص رحمت ہے۔

2. کہ مزاج۔ انسان کا رحم غم سے ملا جلا ہوتا ہے کسی مجبور کو دیکھ کر انسان پر غم طاری ہوتا ہے پھر اس کی رحمت ابھرتی ہے۔ رحمت مخلوق۔ انسانوں کی رحمت و شفقت غصہ سے ملی جلی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان تمام باتوں سے پاک ہے۔

3. رحمت بے چوں۔ جس طرح اللہ کی ذات کی حقیقت تک رسائی ناممکن ہے اسی طرح صفات بھی عقل سے بالاتر ہیں صرف ان صفتوں کو ان کے اثرات سے سمجھا جا سکتا ہے۔ فرق۔ کسی چیز کو مثال اور آثار سے جاننا اور بات ہے اور حقیقت و ماہیت کو جاننا اور بات ہے۔ اوصاف کمال۔ حضرت حق تعالیٰ کی صفات کمالیہ۔

Marfat.com

طفل[1]، ماہیت نداند طمث را
بچہ، جماع کی حقیقت نہیں جانتا ہے

طفل را نبود زوطیِ زن خبر
بچہ کو عورت سے جماع کرنے کی (لذت کی) خبر نہیں ہے

کے بود ماہیتِ ذوقِ جماع
جماع کی لذت کی حقیقت کب ہوتی ہے؟

لیک نسبت کرد از روئے خوشی
لیکن لذت کی حیثیت سے نسبت دے دی

تا بداند کودک آں را از مثال
تاکہ بچہ اس کو مثال سے سمجھ لے

پس[2] اگر گوئی بدانم دور نیست
پس اگر تو کہے، کہ میں جان گیا تو بھی بعید نہیں ہے

گر کسے گوید کہ دانی نوحؑ را
اگر کوئی کہے، کہ تو نوح علیہ السلام کو جانتا ہے

گر بگوئی چوں ندانم کاں قمر
اگر تو کہے، کہ میں کیوں نہیں جانتا ہوں کیونکہ وہ چاند ہیں

کودکانِ خُرد در کُتّابہا[3]
چھوٹے بچے مکتبوں میں

نامِ او خوانند در قرآں صریح
ان کا نام صاف طور پر قرآن میں پڑھتے ہیں

راست گو دانش تو از روئے وصف
سچ ہے کہ تو ان کو اوصاف کے اعتبار سے جانتا ہے

ور بگوئی من چہ دانم نوحؑ را
اگر تو کہے میں (حضرت) نوح علیہ السلام کو کیا جانوں؟

جز کہ گوئی ہست چوں حلوا ترا
سوائے اس کے کہ تو کہہ دے کہ وہ تیرے لیے حلوا جیسا ہے

جز کہ گوئی ہست آں خوش چوں شکر
سوائے اس کے کہ تو کہہ دے وہ شکر جیسا خوش (ذائقہ) ہے

مثلِ ماہیاتِ حلوا اے مطاع
اے جناب! حلوے کی ماہیتوں جیسی

باتو آں عاقل کہ تو کودک وشی
اس عقلمند نے تیرے لیے چونکہ تو بچہ کی طرح ہے

گر نداند ماہیّت یا عینِ حال
اگر اس کی واقعی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے

ور بگوئی کہ ندانم زُور نیست
اور اگر تو کہے، کہ میں نہیں جانتا ہوں تو بھی جھوٹ نہیں ہے

واں رسولِ حق و نورِ روح را
اس اللہ کے رسول، اور روح کے نور کو

ہست از خورشید و مہ مشہور تر
جو سورج، اور چاند سے زیادہ مشہور ہیں

واں اماماں جملہ در محرابہا
اور تمام امام محرابوں میں

قصہ اش گویند از ماضی فصیح
ان کا گذشتہ قصہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں

گرچہ ماہیت نشد از نوحؑ کشف
اگرچہ (حضرت) نوح علیہ السلام کی حقیقت واضح نہیں ہوتی ہے

آں گزیدہ حق و محضِ روح را
اس اللہ کے برگزیدہ، اور خالص روح کو

---

[1] طفل۔ ہماری عقلوں میں ان صفات کی حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے جس طرح بچہ جماع کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔ طمث۔ حیض، جماع۔ جز کہ گوئی۔ بچہ کو جماع کی حقیقت اس طرح سمجھائی جا سکتی ہے کہ اس سے کہا جائے کہ وہ ایسا مزیدار ہے جیسا کہ حلوا۔ کے بود۔ لیکن ظاہر ہے کہ جماع کی حقیقت اور کچھ ہے اور حلوے کی حقیقت کچھ اور ہے۔ تا بداند۔ جب حقیقت کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے تو اس چیز کو مثالوں سے سمجھایا جاتا ہے۔

[2] پس۔ یہ علم جو مثال سے حاصل ہوا ہے اس کو اس چیز کا علم بھی کہا جا سکتا ہے چونکہ مثال سے بہر حال کچھ علم حاصل ہوا ہے اور اس چیز کا جہل بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ حقیقت تو نامعلوم ہے۔ گر کسے۔ اگر کسی کو حضرت نوح علیہ السلام کا علم ان کی بعض صفات سے حاصل ہے اور کما حقہٗ ان کی حقیقت معلوم نہیں ہے تو اس کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو جانتا ہوں اور یہ بھی کہنا درست ہے کہ میں ان سے واقف نہیں ہوں۔ قمر۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام۔

[3] کتاب۔ مکتب، مدرسہ۔ کشف۔ مکشوف، معلوم۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔

Marfat.com

من کجا[1] دانستن او از کجا
میں کہاں، اور ان کا جاننا کہاں

ہمچو اوئے داند او را اے فتی
اے نوجوان! ان کو ان جیسا ہی جان سکتا ہے

مورِ لنگم من چہ دانم فیل را
میں لنگڑی چیونٹی ہوں میں ہاتھی کو کیا جانوں؟

پشۂ کے داند اسرافیل را
مچھر (حضرت) اسرافیل علیہ السلام کو کیا جانے؟

ایں سخن ہم راست ست از روئے آں
یہ بات بھی صحیح ہے اس لیے کہ

کہ بماہیت ندانیش اے فلاں
اے فلاں! ان کی حقیقت کے اعتبار سے تو ان کو نہیں جانتا ہے

عجز از ادراکِ ماہیت عمو
اے چچا! ماہیتوں کے ادراک سے عجز

حالتِ عامہ بود دریاب تو
عوام کی حالت ہوتی ہے، تو حاصل کر لے

زانکہ ماہیات[2] و سرِّ سرِّ آں
کیونکہ ماہیتیں اور ان کے راز کا راز

پیشِ چشم کاملاں باشد عیاں
کاملوں کی آنکھ کے سامنے کھلا ہوا ہوتا ہے

در وجود از سرِّ حق و ذاتِ او
اللہ اور اس کی ذات کے راز سے، وجود میں

دور تر از فہم و استبصار کو
فہم و بصیرت سے زیادہ دور اور کوئی چیز نہیں ہے

چونکہ آں مخفی نماند از محرماں
جبکہ محرموں سے وہ پوشیدہ نہیں رہتا

ذات و وصفے چیست کاں ماند نہاں
تو کس کی ذلت اور صفت ہے جو پوشیدہ رہے گی؟

عقلِ بحثی[3] گوید ایں دُورست و کو
بحث کرنے والی عقل کہتی ہے، کہ یہ بعید ہے اور کہاں ہے؟

بے ز تاویلے محالے کم شنو
کسی ناممکن کو بغیر تاویل کے نہ سن

قطب گوید مر ترا اے ست حال[4]
قطب تجھے کہتا ہے، کہ اے ست حال!

آنچہ فوقِ حالِ تست آید محال
جو تیری حالت سے بالا ہے تجھے خالی (نظر) آتا ہے

واقعاتے کہ کنونت برکشود
وہ واقعات جو تجھ پر اب کھلے ہیں

نے کہ اول ہم محالت می نمود
کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ پہلے محال نظر آتے تھے؟

چوں رہانیدت ز دہ زنداں کرم
جب تجھے کرم (خداوندی) نے دس قید خانوں سے آزاد کر دیا ہے

تیہ را بر خود مکن حبسِ ستم
ظلم کر کے تیہ کو، اپنے لیے قید خانہ نہ بنا

---

[1] من کجا۔ یعنی میں اس قابل کہاں کہ آپ کی حقیقت سے واقف ہو سکوں۔ عجز۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ حقیقت سے ناواقفیت عوام کے شایانِ شان ہے انسان کو چاہیے کہ اپنے اندر وہ صلاحیت پیدا کرے جس کے ذریعہ چیزوں کی حقیقت معلوم کر سکے۔ زانکہ۔ کامل لوگ ماہیتوں اور ان کے راز کے راز سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

[2] ماہیات۔ سے اعیانِ ثابتہ مراد ہیں اور سرِّ ماہیات سے مراد اسماءِ الٰہی ہیں اور سرِّ ماہیات کے سرّ سے مراد حقیقت الٰہیہ ہے۔ در وجود۔ اللہ کی ذات اور اس کی صفات عقل اور سمجھ سے دور تر ہیں پھر بھی کامل اولیا اس سے واقف ہوتے ہیں۔ ذات و وصفے۔ جبکہ اولیا ذات و صفات احدیت کا علم حاصل کر لیتے ہیں تو کائنات کی ذات و صفات ان پر کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

[3] عقل بحثی۔ یعنی فلسفی کی عقل یہ کہتی ہے کہ ذات و صفات کے بارے میں جو الفاظ ہیں وہ حقیقی معنی پر محمول ہونا محال ہیں لہٰذا ان میں تاویل کی جائے گی اور ان کو تاویلی معنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ قطب۔ ولی جو واقف حال ہے وہ کہتا ہے کہ چونکہ یہ باتیں فلسفی کی عقل سے بالاتر ہیں لہٰذا اس کو محال نظر آتی ہیں۔ واقعاتے۔ فلسفی کی عقل کا حال تو یہ ہے کہ جب تک چیز وقوع میں نہ آئے اس کو محال قرار دیتا ہے جب اس کا وقوع ہو جاتا ہے تو ممکن سمجھتا ہے۔ زمین کی حرکت کو محال سمجھا جاتا تھا اور آسمان کو متحرک مانا جاتا تھا اب زمین کو متحرک مان لیا گیا ہے۔ چوں رہانیدت۔ جب انسان مجاہدے کرتا ہے تو وہ پانچوں ظاہری حواس اور پانچوں باطنی حواس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور کشف و شہود کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تیہ۔ وہ میدان تھا جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں رہے۔

Marfat.com

چوں خلاصی[1] یافتی از صد بلا
جب تو سیکڑوں مصیبتوں سے نجات پا گیا ہے
فقر را بر خود مکن رنج و عنا
فقر کو اپنے اوپر رنج و مشقت نہ بنا

سہل گیرش تانگردد مشکلت
اس کو آسان سمجھ، تاکہ وہ تیرے لیے مشکل نہ بنے
ورنہ شد شکّر چو زہرِ قاتلت
ورنہ شکر تیرے لیے قاتل زہر بنے گی

سوئے بحثِ خویش تاز اے بوالحسن
اے ابو الحسن! اپنی بحث کی جانب آ
کایں سخن پایاں ندارد جانِ من
اے جانِ من! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

نسبتِ اثبات با نفی از نخست
اثبات، اور نفی کی نسبت کا شروع سے
گر بیانش می کنی بر گو درست
اگر تو بیان کرتا ہے، تو ٹھیک بیان کر

جمع وتفریق میانِ نفی و اثباتِ یک چیز از رُوئے نسبت و اختلافِ جہت

ایک چیز کے بارے میں اقرار اور انکار کا جمع ہونا اور نہ ہونا جہت اور نسبت کے اختلاف کی وجہ سے ہے

نفیِ آں یک چیز و اثباتش رواست
ایک ہی چیز کی نفی، اور اثبات درست ہے
چوں جہت شد مختلف نسبت دو تاست
جب جہت بدل گئی، نسبتیں دور ہو گئیں

مَا رَمَیْتَ[2] اِذْ رَمَیْتَ از نسبت است
''تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا'' نسبت کے اعتبار سے
نفی و اثبات ست ہر دو مثبت است
نفی اور اثبات ہے، دونوں درست ہیں

آں تو افگندی چو بُر دستِ تو بود
''تو نے پھینکا'' چونکہ تیرے ہاتھ سے ہوا
تو نیفگندی کہ قوت حق نمود
''تو نے نہیں پھینکا'' چونکہ طاقت اللہ نے دی ہے

زورِ آدمؑ زادہ را حدے بُوَد
انسان کی طاقت کی ایک حد ہے
مشتِ خاک اشکستِ لشکر کے شود
ایک مٹھی مٹی ایک لشکر کی شکست (کا سبب) کب ہو سکتی ہے؟

مشت مشتِ تست و افگندن ز ماست
مٹھی تو تیری مٹھی ہے، اور پھینکنا ہمارا ہے
زیں دو نسبت نفی و اثباتش رواست
ان دو نسبتوں کی وجہ سے اس کی نفی اور اثبات درست ہے

یَعْرِفُوْنَ الْاَنْبِیَآءَ اَضْدَادُھُمْ
انبیاء کو ان کے مخالفین پہچانتے ہیں
مِثْلَ مَا لَا یَشْتَبِہ[3] اَوْلَادُھُمْ
اس طرح جس طرح کہ ان کو اپنی اولاد میں شبہ نہیں ہوتا ہے

---

1. چوں خلاصی۔ جب اللہ کے کرم نے سیکڑوں مصیبتیں ٹال دیں تو افلاس اور فقر کی مصیبت کو بھی ٹال دے گا، جب دسوں حواسوں سے آزادی مل گئی تو کشف وشہود بھی میسر آ جائے گا۔ بحث خویش۔ یعنی نفی اور اثبات کی بحث۔ ایں سخن۔ یعنی ماہیتوں کے ادراک کی بحث۔ بوالحسن۔ اس سے کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے ہر مخاطب مراد ہے۔ جمع وتفریق۔ نفی اور اثبات ایک جگہ جمع بھی ہو جاتے ہیں اور ان میں تفریق بھی ہے، حیثیت اور جہت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے ایک ہی چیز ہے ایک حیثیت اور جہت سے وہ معلوم ہے دوسری حیثیت اور جہت سے وہ نا معلوم ہے۔

2. ما رمیت۔ جنگ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی مٹی دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ اندھے اور شکست یاب ہو گئے چونکہ آنحضورؐ نے اپنے ہاتھ سے وہ مٹی پھینکی تو پھینکنے کی نسبت آنحضورؐ کی طرف کی گئی اور چونکہ اس پھینکنے نے وہ کام کیا جو آنحضورؐ کا ذاتی نہ تھا اس لیے پھینکنے کی آنحضورؐ سے نفی کر دی گئی۔ یعرفون۔ انبیا کے بارے میں فرمایا گیا ہے جو اولیا پر بھی صادق ہے کہ منکرین ان کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں پھر فرمایا گیا کہ اولیا میرے دامن میں چھپے ہوئے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے، چونکہ جاننا اور نہ جاننا دو حیثیتوں سے ہے لہٰذا دونوں باتیں درست ہیں۔

Marfat.com

ہمچوں فرزندانِ خود دانند شاں　منکراں باصد دلیل و صد نشاں
ان کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں　منکر لوگ، دلیلوں اور سیکڑوں علامتوں سے

لیک از رشک و حسد پنہاں کنند　خویشتن را برندانم می زنند
لیکن رشک اور حسد سے چھپاتے ہیں　اپنے آپ کو "ہم نہیں جانتے" کا مصداق بناتے ہیں

پس چو یَعْرِفُ گفت چوں جائے دگر　گفت لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ فَذَرْ
پس جبکہ "وہ پہچانتا ہے" فرمایا دوسری جگہ کیوں　"ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا بس رہنے دے" فرمایا

اِنَّهُمْ تَحْتَ قَبَائِیْ کَامِنُوْنَ　جز کہ یزداں شاں نداند ز آزموں
وہ میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں　ان کو خدا کے سوا آزمائش سے کوئی نہیں جانتا ہے

ہم بہ نسبت[1] گیر ایں مفتوح را　کہ بدانی و ندانی نوحؑ را
اس کھلی ہوئی بات کو بھی تو نسبت کی وجہ سے سمجھ لے　کہ تو نوح علیہ السلام کو جانتا بھی ہے اور نہیں جانتا ہے

زیں نمط بسیار آمد در خبر　کاں بہ نسبت باشد اے جاں معتبر
اس طرح کی بات حدیث میں بہت آئی ہے　اے جان! کہ وہ نسبت کی وجہ سے بہتر ہوتی ہے

مسئلہ فنا و بقائے درویشِ کامل

کامل درویش کی فنا اور بقا کا معاملہ

گفت قائل در جہاں درویش نیست　ور بود[2] درویش آں درویش نیست
ایک کہنے والے نے کہا، دنیا میں کوئی درویش نہیں ہے　اور اگر درویش ہو گا، تو وہ درویش نہیں ہے

ہست از روئے بقائے ذاتِ او　نیست گشتہ وصفِ اُو در وصفِ ہو
اس کی ذات کی بقا کے اعتبار سے وہ ہے　اس کا وصف اللہ کے وصف میں "نیست" ہو گیا ہے

چوں زبانہ[3] شمع پیشِ آفتاب　نیست باشد ہست باشد در حساب
جیسا کہ شمع کا شعلہ، سورج کے بالمقابل　"نہیں ہے" ہوتا ہے (لیکن) حساب میں "ہے" ہوتا ہے

ہست باشد ذاتِ او تا تو اگر　بَر نہی پنبہ بسوزد زاں شرر
اس کی ذات موجود ہوتی ہے، حتیٰ کہ اگر تو　روئی رکھ دے وہ اس شعلہ سے جل جائے گی

نیست باشد روشنی ندہد ترا　کردہ باشد آفتاب او را فنا
معدوم ہوتا ہے، تجھے روشنی نہیں دیتا ہے　سورج نے اس کو فنا کر دیا ہوتا ہے

---

[1] ہم بہ نسبت۔ حضرت نوح علیہ السلام کو جاننا اور نہ جاننا بھی اسی اعتبار سے سمجھ لے۔ زیں نمط۔ حیثیت اور جہت بدل جانے سے دو متضاد حکم بہت سی چیزوں پر لگائے گئے ہیں۔ مسئلہ۔ کسی کی فناء و بقا کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے کہ مختلف حیثیتوں کے اعتبار سے اس کو فانی اور باقی کہا جاتا ہے۔

[2] ور بود۔ یعنی اگر وہ موجود ہے تو اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہے اور اس کو بقا باللہ حاصل ہے۔

[3] چوں زبانہ۔ دن میں سورج کے سامنے اگر شمع روشن کرو تو اس پر متضاد حکم لگ سکتے ہیں چونکہ آفتاب کی روشنی کے سامنے اس کی روشنی ماند پڑ گئی ہے تو کہہ سکتے ہو کہ وہ روشن نہیں اور اس حیثیت سے کہ اس کی لو پر روئی رکھو تو وہ جل جائے گی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ شمع روشن ہے۔

Marfat.com

در دو صد[1] من شہد یک وُقیہ خَل
دو سو من شہد میں ایک اوقیہ سرکہ
نیست باشد طعم خل چوں می چشی
جب تو چکھے گا سرکہ کا مزہ معدوم ہو گا
پیشِ شیرے آہوئے بیہوش شد
ایک ہرن، شیر کے سامنے بے ہوش ہو گیا
ایں قیاسِ ناقصاں بر کارِ رب
اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں ناقصوں کا یہ قیاس
نبضِ عاشق[2] بے ادب بر می جہد
عاشق کی نبض بلا (لحاظِ) ادب تڑپتی ہے
بے ادب تر نیست زو کس در جہاں
دنیا میں اس سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں ہے
ہم بہ نسبت[3] داں وفاق اے منتجب
اے برگزیدہ! جمع ہونا بھی نسبت کی وجہ سے سمجھ
بے ادب باشد چو ظاہر بنگری
جب تو دیکھے گا، وہ بظاہر بے ادب ہو گا
چوں بباطن بنگری دعوی کجاست
جب تو حقیقت کو دیکھے گا، دعویٰ کہاں ہے؟
مات زیدٌ زید اگر فاعل بود
"زید مر گیا" زید اگرچہ فاعل ہے

چوں در افگندی و در وَے گشت حل
جب تو نے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا
ہست یک وُقیہ فزوں چوں میکشی
جب تو وزن کرے گا ایک اوقیہ بڑھا ہوا ہے
ہستیش در ہستِ او رُوپوش شد
اس کی ہستی اس کی ہستی میں چھپ گئی
جوششِ عشق ست نز ترکِ ادب
ادب کو ترک کرنے کی وجہ سے نہیں ہے، عشق کا جوش ہے
خویش را در کفّۂ شہ می نہد
اپنے آپ کو شاہ کے پلڑے میں رکھتی ہے
با ادب تر نیست زو کس در نہاں
درپردہ اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہے
ایں دو ضد با ادب یا بے ادب
باادب، اور بے ادب ان دو ضدوں کا
کہ بود دعوی عشقش ہمسری
کیونکہ اس کا عشق کا دعویٰ، برابری ہے
او و دعوی پیش آں سلطاں فناست
وہ اور اس کا دعویٰ شاہ کے سامنے معدوم ہیں
لیک فاعل نیست کو عاطل بود
لیکن وہ کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ وہ بیکار ہے

---

[1] دردوصد۔ اگر دوسومن شہد میں ایک سیر سرکہ ملادو تو کہہ سکتے ہو کہ سرکہ معدوم ہے چونکہ اس کا کوئی مزہ چکھنے میں معلوم نہیں ہوتا اور یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ سرکہ موجود ہے اس لیے کہ وزن کرو گے تو وہ دوسومن ایک سیر ہوگا۔ اوقیہ۔ چالیس درہم کا وزن، ہمزہ کو حذف کر کے وقیہ بھی کہہ دیتے ہیں۔ پیش۔ ہرن جب شیر کے سامنے بے ہوش ہوگیا تو وہ فانی بھی ہے اور باقی بھی ہے۔ ایں قیاس۔ فنا و بقا میں یہ مثالیں جو دی گئی ہیں وہ حضرتِ حق کے شایانِ شان نہیں ہیں لیکن ان کا بیان کرنا عشق و محبت کے جوش میں ہوا ہے ترکِ ادب مقصود نہیں ہے۔

[2] نبضِ عاشق۔ عشقِ الٰہی کا دعویٰ ایک درجہ میں برابری کا دعویٰ ہے اس لیے کہ عاشق و معشوق میں لامحالہ کوئی نسبت ہوتی ہے اور ممکن واجب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا ہے۔ بے ادب۔ عاشق عشق کی مستی میں گستاخانہ باتیں بول جاتا ہے لیکن وہ گستاخی اس وقت گستاخی ہے جب اس کی نسبت عاشق کی طرف ہو لیکن چونکہ اس کو فنا کا درجہ حاصل ہے اور وہ باتیں اس کی ذات سے منسوب نہیں ہیں لہٰذا وہ گستاخی نہیں ہے۔

[3] ہم بہ نسبت۔ اس کا باادب ہونا اور بے ادب ہونا بھی نسبت کے اختلاف سے صحیح ہے، اگر وہ باتیں اس کی ذات کی طرف منسوب ہوں تو بے ادب ہے، اگر ذاتِ باری کی طرف ہوں تو یہ باادب ہے۔ چوں بباطن۔ چونکہ اس کو فنائی الذات کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے لہٰذا اس کا اپنا نہ کوئی دعویٰ ہے نہ کوئی ذات۔ مات زید۔ نحوی ترکیب کے اعتبار سے مات فعل اور زید اس کا فاعل ہے یہ محض لفظی بات ہے ورنہ زید میں موت کی حالت میں فاعلیت اور کرنے کی صلاحیت کہاں ہے، وہ دراصل مفعول اور مقتول ہے موت اس کی قاتل ہے۔

Marfat.com

او ز روئے لفظ نحوی فاعل ست ورنہ او مفعول و موتش قاتل ست
وہ نحوی اصطلاح کے اعتبار سے فاعل ہے ورنہ وہ مفعول ہے، اور موت اس کی قاتل ہے

فاعلے[1] چہ کو چناں مقہور شد فاعلیہا جملہ از وے دور شد
وہ فاعل کیسا وہ ایسا مغلوب ہے تمام فاعلی اس سے دور ہو گئی ہے

قصہ وکیل صدرِ جہاں کہ متہم شد و از بخارا گریختہ از بیم جاں باز عشقش گریباں گرفت کہ کارِ جاں بہرِ جاناں سہل باشد عاشقاں را

صدرِ جہاں کے وکیل کا قصہ جو متہم ہو گیا تھا، اور جان کے ڈر سے بخارا سے بھاگ گیا تھا، پھر عشق نے اس کا گریبان پکڑا کہ محبوب کے لیئے جان کا معاملہ عاشقوں کے لیے آسان ہوتا ہے

در بخارا بندۂ صدرِ جہاں متہم شد، گشت از صدرش[2] نہاں
بخارا، میں صدرِ جہاں کا ایک غلام متہم ہو گیا، اس کے دربار سے غائب ہو گیا

مدتِ دہ سال سرگرداں بگشت گہ خراساں گہ کہستاں گاہ دشت
دس سال تک مارا مارا پھرا کبھی خراسان میں، کبھی کہستان میں، کبھی جنگل میں

از پس دہ سال او از اشتیاق گشت بے طاقت ز ایامِ فراق
دس سال کے بعد وہ عشق کی وجہ سے جدائی کے زمانہ سے، بے بس ہو گیا

گفت تاب فرقتم زیں پس نماند صبر کے داند خلاعت را نشاند
اس نے کہا اس کے بعد جدائی کی طاقت مجھ میں نہیں رہی ہے صبر، فراق کے ڈر کو کہاں فرو کر سکتا ہے؟

از فراق[3] ایں خاکہا شورہ شود آب زرد و گندہ و تیرہ شود
فراق سے یہ زمینیں شور بن جاتی ہیں پانی زرد اور گندہ اور گدلا ہو جاتا ہے

بادِ جاں افزا و خم گردد وبا آتشے خاکسترے گردد ہبا
روح پرور ہوا، نا موافق وبا بن جاتی ہے آگ، راکھ فضا کے ذرے بن جاتی ہے

باغ چوں جنت شود دارالمرض زرد و ریزاں برگِ او اندر حرض
جنت جیسا باغ، بیماری کا گھر بن جاتا ہے خرابی سے اس کے پتے زرد اور جھڑنے والے بن جاتے ہیں

عقلِ دراک از فراقِ دوستاں ہمچو تیر انداز اشکستہ کماں
دوستوں کی جدائی سے حساس عقل ٹوٹی ہوئی کمان والے تیر انداز کی طرح ہے

---

[1] فاعلے۔ فنا کے بعد فاعل بننے کی صلاحیت ہی باقی نہیں ہے، لہٰذا فعل کی اس کی طرف نسبت نہیں کی جا سکتی۔ قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ وکیل اپنی جان سے قطع نظر کر کے بادشاہ کے سامنے پیش ہوا، اسی طرح عاشق اپنی ذات وصفات سے قطع نظر کر لیتا ہے۔

[2] صدرش۔ یعنی وہ غلام صدرِ جہاں کے دربار سے روپوش ہو گیا۔ کہستان۔ ایک شہر کا نام ہے۔ خلاعت۔ مرض یا فراق سے ڈرنا۔

[3] از فراق۔ زمین پانی کی جدائی سے بنجر بن جاتی ہے اور پانی روانی کی جدائی سے گدلا اور گندہ بن جاتا ہے۔ باد۔ ہوا صفائی کی جدائی سے ناموافق اور وبا بن جاتی ہے۔ آتشے۔ آگ ایندھن کی جدائی سے راکھ بن جاتی ہے۔ باغ۔ موسم بہار کی جدائی باغ کو امراض کا گھر بنا تی ہے اور مرض کی وجہ سے اس کے پتے زرد ہو کر گرنے لگتے ہیں۔ عقل۔ دوستوں کی جدائی عقل کو ایسا مبہوت کر دیتی ہے جس طرح تیر انداز کمان ٹوٹ جانے سے مبہوت بن جاتا ہے۔

Marfat.com

دوزخ[1] از فرقت چناں سوزاں شدہ است
دوزخ، فراق سے اس قدر جلانے والی بن گئی ہے

بید از فرقت چناں لرزاں شدہ است
بید، فراق سے اس قدر لرزنے والی بن گئی ہے

گر بگویم از فراقِ چوں شرار
اگر میں چنگاریوں جیسے فراق کے متعلق کہوں

تا قیامت یک بود از صد ہزار
قیامت تک، لاکھ میں سے ایک ہو گا

پس ز شرحِ سوزِ او کم زن نفس
لہٰذا اس کی سوزش کی تشریح نہ کر

رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ گوئی و بس
بس، خدا بچا، خدا بچا کہتا رہ

ہر چہ از وے شاد گردی در جہاں
تو دنیا میں، جس چیز سے خوش ہو

از فراقِ او بیندیش آں زماں
اسی وقت، اس کی جدائی کو سوچ لے

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد
جس چیز سے تو خوش ہوا ہے، بہت سے خوش ہو چکے ہیں

آخر از وے جست و ہچوں باد شد
بالآخر اس سے وہ چیز چلی گئی اور ہوا جیسی ہو گئی

از تو ہم بجہد تو دل بر وے منہ
وہ تجھ سے بھی نکل بھاگے گی، اس سے دل نہ لگا

پیش ازاں کو بجہد از تو تو بجہ
اس سے پہلے کہ وہ تجھ سے بھاگے تو اس سے بھاگ جا

ہچو مریم[2] گوئی پیش از فوتِ ملک
ملک کے فوت ہونے سے پہلے ہی (حضرت) مریم کی طرح کہہ دے

نفس را کَاَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ
نفس سے، میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

پیدا شدنِ روح القدس بصورتِ آدمی بر مریم علیہا السلام بوقتِ غسل و برہنگی و پناہ گرفتنِ او بحق تعالیٰ

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آدمی کی صورت میں غسل اور برہنگی کی حالت میں حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے رونما ہونا اور ان کا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا

دید مریم صورتے بس جانفزا
حضرت مریم علیہا السلام نے ایک روح پرور صورت دیکھی

جانفزائے دلربائے در خلا
خلوت میں، جو بڑی روح پرور اور دلربا تھی

پیشِ او بر رُست از رُوئے زمیں
ان کے سامنے زمین سے نکل آئے

چوں مہ و خورشید آں روح الامیں[3]
جبرئیل علیہ السلام چاند اور سورج جیسے

از زمیں بر رُست خوبے بے نقاب
ایک حسین، بے نقاب زمین سے نمودار ہوا

آنچناں کز شرق رُوید آفتاب
جس طرح مشرق سے سورج نمودار ہوتا ہے

---

1. دوزخ۔ خدا کی رحمت کی جدائی میں جہنم پرسوز بنی ہوئی ہے، بید کا درخت طاقت کے فراق سے لرزتا ہے۔ گر بگویم۔ فراق کے اثرات کا بیان قیامت تک مکمل نہیں ہو سکتا۔ پس۔ فراق کے اثرات کی تفصیل میں پڑنے کے بجائے الامان الامان کہنا چاہیے۔ ہر چہ۔ دنیا کی خوش کن چیزوں نے بہت سوں کو فراق میں مبتلا کیا ہے۔ پیش ازاں۔ اس چیز کے جدا ہونے سے پہلے ہی اگر تو اپنا دل اس سے ہٹا لے گا تو فراق کی تکلیف نہ ہو گی۔

2. ہچو مریم۔ جس طرح مریم نے خدا کی پناہ حاصل کی تھی تو بھی دنیا کی خوش کن چیزوں سے خدا کی پناہ حاصل کر لے اور ان کے فوت ہونے سے قبل ہی خدا کی طرف رجوع کر لے۔

3. در خلا۔ حضرت مریم نے لوگوں سے گوشہ تنہائی اختیار کر لیا تھا۔ روح الامین۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام زمین سے نمودار ہوئے تھے۔ بے نقاب۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بے حجاب اس طرح نمودار ہوئے جس طرح مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے۔

لرزہ[1] بر اعضائے مریمؑ اوفتاد — کو برہنہ بود و ترسید از فساد

(حضرت) مریم علیہا السلام کے اعضا پر کپکپی طاری ہو گئی — کیونکہ وہ ننگی تھیں اور خرابی سے ڈریں

صورتے کہ یوسفؑ ار دیدے عیاں — دست از حیرت بریدے چوں زناں

وہ ایسی صورت (تھی) کہ اگر (حضرت) یوسف علیہ السلام اس کو دیکھ لیتے — عورتوں کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ دیتے

ہمچو گل پیشش بروئید او ز گل — چوں خیالے کہ بر آرد سر ز دِل

وہ زمین سے پھول کی طرح ان کے سامنے اگ آئے — جس طرح خیال دل سے سر ابھارتا ہے

گشت مریمؑ بیخود و در بیخودی — گفت بجہم در پناہِ ایزدی

(حضرت) مریم علیہا السلام بے اختیار ہو گئیں اور بیخودی میں — فرمایا میں خدا کی پناہ میں آتی ہوں

زانکہ[2] عادت کردہ بود آں پاک جیب — در ہزیمت رَخت بُردن سوئے غیب

کیونکہ ان پاک دامن نے عادت ڈال رکھی تھی — عاجزی میں، غیب کی طرف رجوع کرنے کی

چوں جہاں را دید مُلکے بیقرار — حازمانہ ساخت زاں حضرت حصار

چونکہ انہوں نے دنیا کو بے شکار، ملک سمجھ لیا تھا — پختہ کاری سے، اس دربار کو قلعہ بنا لیا تھا

تابگاہِ مرگ حِصنے باشدش — کہ نیابد خصم راہِ مقصدش

تاکہ موت کے وقت وہ ان کا قلعہ بنے — تاکہ شیطان اپنے مقصد کا راستہ نہ پائے

از پناہِ حق حصارے بہ ندید — یورتگہ نزدیک آں دژ برگزید

انہوں نے اللہ کی پناہ سے زیادہ بہتر کوئی قلعہ نہیں دیکھا — اس قلعہ کے نزدیک انہوں نے قیام گاہ منتخب کی

چوں بدید آں غمز ہائے[3] عقل سوز — کہ ازو می شد جگرہا تیر دوز

جب انہوں نے وہ عقل سوز ادائیں دیکھیں — جن سے جگر زخمی ہوتے تھے

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش شدہ — خسروانِ ہوش بیہوشش شدہ

شاہ، اور لشکر اس کے حلقہ بگوش بن گئے تھے — عقل کے شہنشاہ بیہوش ہو گئے تھے

صد ہزاراں شاہ مملوکش برق — صد ہزاراں بدر را دادہ بدق

لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اس کے مملوک ہو گئے تھے — لاکھوں چودھویں کے چاندوں کو اس نے گھٹاؤ میں مبتلا کر دیا تھا

زہرہ نے مر زہرہ را تا دم زند — عقلِ کلش چوں بہ بیند کم زند

زہرہ کے پتہ نہیں کہ دم مارے — جب اس کو عقل کل دیکھ لے، کاروبار چھوڑ دے

---

[1] لرزہ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نمودار ہونے سے حضرت مریم علیہا السلام گھبرا گئیں، برہنہ تھیں سمجھیں کوئی خرابی پیش نہ آ جائے۔ صورت۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایسی حسین صورت میں نمودار ہوئے کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام ان کو دیکھتے تو ان کے حسن سے مبہوت ہو کر اسی طرح اپنا ہاتھ کاٹ لیتے جس طرح ان کے حسن سے مبہوت ہو کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ گفت۔ حضرت مریم علیہا السلام نے گھبرا کر فرمایا تھا اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ "میں خدا کی پناہ پکڑتی ہوں۔"

[2] زانکہ۔ حضرت مریم علیہا السلام کی یہ عادت تھی کہ ہر پریشانی میں وہ خدا کی پناہ چاہتی تھیں۔ بے قرار۔ ناپائیدار۔ حازمانہ۔ پختہ کاری۔ حصار۔ قلعہ۔ یورتگہ۔ قیام کی جگہ۔ دژ۔ قلعہ۔

[3] غمزہ۔ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ناز و ادا۔ شاہ و لشکر۔ یہ اشعار حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تعریف میں ہیں۔ رق۔ غلامی۔ دق۔ گھٹاؤ، کمزوری۔ زہرہ۔ زاء کے زبر سے پتہ، زاء کے پیش سے ستارے کا نام ہے۔ عقل کل۔ عقل اول۔

Marfat.com

من چہ گویم[1] چوں مرا بر دوخت ست | دمگہم را دمگہ او سوخت است

میں کیا بتاؤں جب کہ اس نے مجھے چھلنی کر دیا ہے | اس کے مظاہر نے میرا گلا جلا دیا ہے

دودِ آں نارم دلیلم من برو | دور ازاں شہ بَاطِلٌ مَا عَبَّرُوْا

میں اس لیے آگ کا دھواں ہوں، میں اس کی نشانی ہوں | اس شاہ سے دور ہے، لوگوں نے جو تعبیر کی ہے وہ باطل ہے

خود نباشد آفتابے را دلیل | جز کہ نورِ آفتابِ مستطیل

سورج کے لیے کوئی دلیل نہیں ہوتی | سورج کے لمبے نور کے سوا

سایہ کہ بود تا دلیل اُو بود | ایں بستش کہ ذلیل او بود

سایہ کیا ہوتا ہے جو اس کی دلیل بنے | اس کے لیے یہی کافی ہے، کہ وہ اس کا تابع ہے

ایں جلالت در دلالت صادق ست | جملہ ادراکات پس، او سابق ست

یہ بڑائی (اپنی) دکالت میں سچی ہے | تمام ادراکات پیچھے ہیں، وہ آگے ہے

جملہ ادراکات[2] بر خرہائے لنگ | او سوارِ باد پرّاں چوں خدنگ

تمام ادراکات لنگڑے گدھوں پر سوار ہیں | وہ تیر کی طرح اڑنے والی ہوا پر سوار ہے

گر گریزد کس نیابد گردِ شہ | ور گریزند او بگیرد پیش رہ

اگر شاہ بھاگے کوئی اس کی گرد نہیں پا سکتا | اور اگر لوگ بھاگیں تو وہ (شاہ) آگے کا راستہ روک دے

جملہ اِدراکات را آرام نے | وقتِ میدانست وقتِ جام نے

جملہ ادراکات کو سکون نہیں ہے | میدان کا وقت ہے، جام کا وقت نہیں ہے

آں یکے وہمے چو بازے میپرد | واں یکے چوں تیر مغفر می درد

ایک خیال باز کی طرح اڑتا ہے | اور ایک، تیر کی طرح خود کو پھاڑتا ہے

واں دگر چوں کشتی با بادباں | واں دگر اندر تراجع ہر زماں

اور دوسرا بادبانی کشتی کی طرح ہے | اور دوسرا ہر وقت تردّد میں ہے

چوں شکارے می نماید شاں ز دور | جملہ حملہ میفزایند آں طیور

جب ان کو کوئی شکار، دور سے نظر آتا ہے | وہ سب پرند حملہ کرتے ہیں

---

1. منؔ چہ گویم۔ یہاں سے مولانا نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حسن کے ذکر سے اللہ کے جمال کی طرف گریز کیا ہے۔ دمگہؔ۔ گلا، صنعت۔ دودؔ۔ یعنی میں اور تمام مخلوق اس کے آثار ہیں اور اثر موثر کے وجود کی دلیل ہوتا ہے لہٰذا میں اس کے وجود کی دلیل ہوں اس کے علاوہ ذاتِ باری کی جو تعبیرات ہیں وہ صحیح تعبیریں نہیں ہیں۔ خودؔ۔ سورج کا وجود کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے "آفتاب آمد دلیل آفتاب۔" سایہؔ۔ مولانا نے اپنے آپ کو دھواں قرار دے کر خود کو دلیل کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے سایہ کی کیا حقیقت ہے کہ وہ سورج کی دلیل بن سکے۔ جملہؔ ادراکات۔ یعنی وہ تمام ادراکات سے وراء الوراء ہے۔
2. جملہؔ ادراکات۔ ہماری دلیل اور ادراک کی وجودِ باری سے وہی نسبت ہے جو خرِ لنگ اور ہوا پر سوار کی نسبت۔ خرِ لنگ اس کو کبھی نہیں پکڑ سکتا۔ گرؔ گریزد۔ ذاتِ حق انسان سے قریب بھی ہے اور اس کے ادراک سے امید بھی ہے۔ جملہؔ ادراکات۔ انسان کے جس قدر ادراکات ہیں وہ کوئی بھی اس کی حقیقت تک پہنچ کر مطمئن نہیں ہے پھر جستجو جاری رہنی ضروری ہے۔
3. آںؔ یکے۔ انسانوں کے بعد ادراکات مختلف ہیں کسی کا ادراک تیز ہے اور کسی کا ادراک موانع اور حجابات کو دور کرنے اور ہٹانے والا ہے۔ واںؔ دگر۔ ایک کے وہم وخیال کی روانی کشتی کی سی ہے۔ تراجعؔ۔ تردّد۔ شکارےؔ۔ کوئی تجلی۔ آںؔ طیور۔ یعنی حواس۔

Marfat.com

چونکہ ناپیدا شود حیراں شوند — ہمچو چغداں[1] سوئے ہر ویراں شوند
جب وہ غایب ہو جاتا ہے، سب حیران ہوتے ہیں — الووں کی طرح ہر ویرانے میں چلے جاتے ہیں

منتظر چشمے بہم یک چشم باز — تاکہ پیدا گردد آں صید نیاز
اس طور پر منتظر کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ایک آنکھ بند — تاکہ وہ نیاز (مندی) کا شکار نظر آ جائے

چوں بماند دیر گویند از ملال — صید بود آں خود عجب یا خود خیال
جب وہ دیر تک (مخفی) رہتا ہے تھک کر کہتے ہیں — تعجب ہے، وہ شکار تھا، یا خود خیال (تھا)

مصلحت آنست تا یک ساعتے — قوتے گیرند و زور از راحتے
مصلحت یہ ہے، کہ تھوڑی دیر — آرام کے ذریعہ قوت، اور طاقت پیدا کر لیں

گر نبودے[2] شب ہمہ خلقاں ز آز — خویشتن را سوختندے زاہتزاز
اگر رات نہ ہوتی تمام لوگ حرص کی وجہ سے — بھاگ دوڑ میں اپنے آپ کو جلا ڈالتے

از ہوس وز حرص سود اندوختن — ہر کسے دادے بدن را سوختن
ہوس اور نفع کمانے کی حرص سے — ہر شخص جسم کو پھونک ڈالتا

شب پدید آید چو گنج رحمتے — تا رہند از حرص خود یک ساعتے
رحمت کے خزانے کی طرح رات ہو جاتی ہے — تاکہ تھوڑی دیر کے لیے حرص سے نجات پا جائیں

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو — آں صلاحِ تست آئس دل مشو
اے سالک! جب تجھ پر قبض طاری ہو — وہ تیری بھلائی ہے، مایوس دل نہ بن

زانکہ در خرجی دراں بسط و کشاد — خرج را دخلے[3] بباید ز اعتداد
کیونکہ تو اس قبض و بسط میں صرف کرنے میں ہے — خرچ کے لیے ذخیرے میں سے آمد چاہیے

گر ہمارہ فصلِ تابستاں بدے — سوزشِ خورشید در بستاں زدے
اگر ہمیشہ گرمی کا موسم ہوتا — سورج کی گرمی، باغ کو پھونک دیتی

منبتش را سوختے از بیخ و بن — کہ دگر تازہ نگشتے آں کہن
اس کی کیاریوں کو جڑ اور بنیاد سے ایسا جلا دیتی — کہ وہ پرانا کبھی (تر) تازہ نہ بنتا

گر ترشرویست آں دے مشفق ست — صیف خندانست و اما محترق ست
اگر وہ خزاں ترشرو ہے، تو مہربان (بھی) ہے — گرمی کا موسم مسکرانے والا ہے لیکن جلانے والا ہے

---

[1] چغداں۔ یعنی اس تجلی کے ادراک سے محروم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ منتظر۔ انسان شکار پر تیر وغیرہ چلانے کے وقت ایک آنکھ بند کر لیتا ہے ایک آنکھ سے نشانہ باندھتا ہے۔ صید۔ یعنی تجلی۔ چوں۔ مایوسی میں سوچنے لگتا ہے کہ وہ کوئی تجلی تھی یا محض غیر واقعی خیال تھا۔ مصلحت۔ ان حالات میں سالک اور مجاہد کے لیے مناسب ہے کہ وہ آرام کرے تاکہ اس میں طاقت پیدا ہو جائے۔

[2] گر نبودے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ انسان اس میں آرام کرے اور تھکن دور کرے۔ اہتزاز۔ حرکت کرنا۔ از ہوس۔ اگر رات نہ ہوتی تو کمائی کے لالچ میں ہر وقت معروف کار رہ کر بدن کو تباہ کر لیتا۔ شب۔ رات کا وجود انسانوں کے لیے اللہ کی رحمت ہے۔ چونکہ۔ قبض کی حالت میں وہ تمام قوائے باطنی مجتمع ہو جاتے ہیں جو بسط کی حالت میں خرچ ہو رہے تھے۔ آئس۔ مایوس۔

[3] دخل۔ آمدنی۔ اعتداد۔ جمع کرنا۔ گر ہمارہ۔ موسمی تغیرات رحمتِ خداوندی ہیں۔ منبت۔ کھیت کیاری۔ دے۔ خزاں کا موسم اگرچہ ناگوار ہے لیکن اس میں بھی خوبی ہے۔ صیف۔ موسم گرما میں اگرچہ انسان کو تکلیف ہوتی ہے لیکن پھول بھی کھلتے ہیں۔

Marfat.com

چونکہ قبض[1] آمد تو در وَے بسط بیں
جب قبض طاری ہو تو اس میں بسط کا مشاہدہ کر
تازہ باش و چیں مَیفکن بر جبیں
تازہ رہ، پیشانی پر شکن نہ ڈال

کودکاں خندان و دانایاں ترش
بچے خوش ہیں اور عقلمند غمگین ہیں
غمِ جگر را باشد و شادی زشش
غم جگر کے لیے ہے اور خوشی پھیپھڑے سے ہے

چشمِ کودک ہمچو خر در آخُرست
بچے کی نظر، گدھے کی طرح آخور پر ہے
چشمِ عاقل در حسابِ آخرست
عقلمند کی نظر، آخرت کے حساب پر ہے

او در آخُر چرب می بیند علف
وہ آخور میں، لذیذ گھاس دیکھتا ہے
ویں ز قصاب آخرش بیند تلف
اور یہ قصائی سے بالآخر اپنی ہلاکت دیکھتا ہے

آں علف[2] تلخ ست کیں قصاب داد
جو گھاس قصائی نے دی ہے، وہ کڑوی ہے
بہرِ لحمِ ما ترازوے نہاد
اس نے ہمارے گوشت کے لیے ترازہ تیار کر لی ہے

رو زِ حکمت خور علف کاں را خدا
جا، دانائی کی گھاس کھا، جو خدا نے
بے عوض دادست و از محضِ عطا
مفت عنایت کی ہے، اور خالص عطیہ ہے

فہم ناں کردی نہ حکمت اے رہی
اے بندے! تو روٹی سمجھا نہ کہ حکمت
چونکہ حق گفتت کُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ
جبکہ اللہ نے تجھ سے فرمایا، ''اس کا رزق کھاؤ''

رزقِ حکمت[3] بہ بود در مرتبت
رتبے میں حکمت کا رزق بہتر ہوتا ہے
کاں گلوگیرت نباشد عاقبت
اس لیے کہ انجام میں وہ تیرا گلا پکڑنے والا ہو گا

ایں دہاں بستی دہانے بازشد
تو نے منہ بند کیا تو ایسا منہ کھلا
کو خورندۂ لقمہائے راز شد
جو اسرار کے لقمے کھانے والا بنا

گر زِشیر ایں دیوتن را وابری
اگر تو اس جسم کے شیطان کو دودھ سے ہٹا لے گا
در فطامِ اُو بسے نعمت خوری
اس کا دودھ چھڑانے میں بہت سی نعمتیں کھائے گا

ترکِ جوشے کردہ ام من نیم خام
میں نے ادھ کچرے کو جوش نہیں دیا ہے
از حکیمِ غزنوی بشنو تمام
حکیم غزنوی سے، مکمل سن لے

در الٰہی نامہ گوید شرحِ ایں
اس کی طرح ''الٰہی نامہ'' میں بیان کی ہے
آں حکیمِ غیب و فخر العارفین
اس اسرار کے دانا اور عارفوں کے فخر نے

---

1. چونکہ قبض۔ اگر سالک پر قبض کی کیفیت طاری ہو تو اس سے بھی غمگین نہ ہونا چاہیے، اس کو مفید سمجھے۔ کودکاں۔ بسط کی کیفیت بھی ایک طفلانہ حرکت ہے اس کے زیادہ خواہشمند نہ بنو۔ چشمِ کودک۔ بچہ عارضی خوشیوں سے خوش رہتا ہے۔ چشم عاقل۔ عقلمند کے پیش نظر آخرت رہتی ہے تو وہ اس کے حساب و کتاب سے مغموم رہتا ہے۔
2. آں علف۔ دنیاوی لذتوں کو قصائی کی گھاس سمجھو۔ اصل خوراک دین کا تفقہ اور اہل یقین کا طریقہ ہے۔ کُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ۔ ''تم اس کا رزق کھاؤ'' اس رزق سے مراد حکمت ہے نہ کہ دنیاوی غذائیں۔
3. رزقِ حکمت۔ یہ رزق ایسا ہے جس پر کوئی اخروی مواخذہ نہیں ہے۔ ایں دہان۔ حضرت سعدی نے فرمایا ہے۔ شعر، اندروں از طعام خالی دار۔ تا درو نورِ معرفت بینی۔ گر۔ دنیاوی لذتیں ترک کرنے سے اسرارِ خداوندی کا رزق حاصل ہونے لگے گا۔ ترک۔ میں نے یہ مضمون پورا نہیں سمجھایا اگر پورا سمجھنا ہو تو ''الٰہی نامہ'' پڑھ لو جو حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

غم خور¹ و نانِ غم افزایاں مخور — زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر
غم کھا لے، اور غم بڑھانے والوں کی روٹی نہ کھا — کیونکہ عقلمند غم کھاتا ہے، بچہ شکر کھاتا ہے

قندِ شادی میوۂ باغِ غم ست — ایں فرح زخم ست و آں غم مرہم ست
خوشی کی شکر، غم کے باغ کا میوہ ہے — یہ خوشی زخم ہے، اور غم مرہم ہے

غم چو بینی در کنارش کش بعشق — از سرِ رَبوہ نظر کن در دمشق
تو جب غم دیکھے اس کو محبت سے بغل میں لے لے — دمشق کو ٹیلے پر سے دیکھ

عاقل از انگور مے بیند ہمی — عاشق از معدوم شیٔ بیند ہمی
عقلمند انگور میں شراب دیکھتا ہے — عاشق، معدوم میں موجود کو دیکھتا ہے

جنگ میکردند حمّالاں پریر — تو مکش تامن کشتم حملش چو شیر
پرسوں، بوجھ اٹھانے والے جھگڑ رہے تھے — تو نہ اٹھا تاکہ میں شیر کی طرح اس کا بوجھ اٹھا لوں

زانکہ زاں رنجش ہمی دیدند سود — حمل را ہر یک ز دیگر می رَبود
کیونکہ انہوں نے اس تکلیف کو مفید سمجھا تھا — (اس لیے) بوجھ کو ایک دوسرے سے اچکتا تھا

مُزدِ حق کو مزدِ آں بے مایہ کو — ایں دہد گنجیت مزدو آں تسو²
کہاں اللہ (تعالیٰ) کی مزدوری کہاں اس مفلس کی مزدوری — یہ تجھے مزدوری میں خزانہ دے گا، وہ کوڑی

گنجِ زرّے کہ چو خسپی زیرِ ریگ — با تو باشد آں نباشد مُردہ ریگ
سونے کا ایسا خزانہ کہ جب تو مٹی کے نیچے سوئے گا — وہ تیرے پاس ہو گا، وہ موروثی مال نہ ہو گا

پیش پیشِ آں جنازت میرود — مونسِ گور و غریبی می شود
وہ تیرے جنازے کے آگے آگے چلے گا — مسافرت، اور قبر میں غم خوار ہو گا

بہرِ روزِ مرگ³ ایں دم مُردہ باش — تاشوی با عشقِ سرمد خواجہ تاش
موت کے دن کے لیے اس وقت مُردہ بن جا — تاکہ تو سرمدی عشق کا ساتھی بنے

صبر می بیند ز پردہ اجتہاد — رُوئے چوں گلنار و زلفینِ مراد
صبر، مجاہدے کے پردے میں سے دیکھتا ہے — مقصود کا گلنار جیسا چہرہ اور دو زلفیں

---

1. غم خورد۔ انسان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیے شکر کھانا طفلانہ حرکت ہے۔ قندِ شادی۔ آخرت کا غم خوشی کی قند عنایت کرے گا دنیا کی خوشی تو زخم ہے۔ دمشق۔ ملک شام کا مشہور شہر ہے۔ ربوہ۔ ٹیلا، ایک خاص ٹیلہ ہے جو دمشق کے قریب ہے جو شخص دمشق کے حسن کا قائل نہیں ہوتا تھا اس کو کہا جاتا تھا کہ اس ٹیلے پر چڑھ کر دمشق کا منظر دیکھ لے تو حسن کا قائل ہو جائے گا۔ عاقل۔ عقلمند انسان ہر چیز کے آغاز سے انجام کو دیکھ لیتا ہے تم بھی غمِ امروز سے مسرتِ فردا کو دیکھ لو۔ حمّالاں۔ مزدور بوجھ کی مصیبت، انجام یعنی مزدوری کے لالچ میں برداشت کرتا ہے۔ مزدِ حق۔ جب بے مایہ انسان سے مزدوری حاصل کرنے کے لیے مشقت اٹھائی جاتی ہے تو اللہ کی جانب سے جو مزدوری ملے گی اس کے لیے کیوں نہ مشقت برداشت کی جائے۔
2. تسو۔ چار جو کے وزن کا سکہ تھا۔ گنج۔ وہ ایسا خزانہ ہو گا جو قبر میں کام آئے گا۔ مُردہ ریگ۔ وراثت کا مال۔ پیش۔ نیکیاں مردے سے پہلے ہی راحت رسانی کے لیے قبر میں پہنچ جاتی ہیں۔
3. بہرِ روزِ مرگ۔ حکم ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی "موت سے قبل ہی دنیا اور اس کی لذتوں کو خیر باد کہہ دو۔" خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ گلنار۔ انار کے درخت کی ایک قسم ہے جس پر پھل نہیں آتا وہ صرف پھولوں سے لد جاتا ہے۔

Marfat.com

غم[1] چو آئینہ ست پیشِ مجتہد
مجاہدہ کرنے والے کے لیے غم آئینہ جیسا ہے

کاندراں ضد می نماید رُوئے ضد
کہ اس ضد میں (اس کی) ضد کا چہرہ نظر آتا ہے

بعدِ ضدِّ رنج آں ضدِّ دگر
مقابل رنج کے بعد دوسرا مقابل

رُو دہد یعنی کشاد و کروفر
نظر آتا ہے یعنی کشادگی اور شان و شوکت

ایں دو وصف از پنجہ و دستت بہ بیں
ان دونوں باتوں کو اپنے ہاتھ، اور پنجے سے سمجھ لے

بعد قبضِ مشت بسط آید یقیں
مٹھی بند کرنے سے یقیناً فراخی آتی ہے

پنجہ را گر قبض باشد دائما
اگر مٹھی ہمیشہ بند رہے

یا ہمہ بسط او بود چوں مبتلا
یا ہمہ وقت کھلی رہے، وہ مصیبت میں رہے گا

زیں[2] دو وصفش کار و مکسب منتظم
اس کے ان دونوں وصفوں سے کاروبار باقاعدہ ہے

چوں پرِ مرغ ایں دومال او را مہم
جس طرح پرند کے بازوؤں کے لیے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

گفتنِ روح القدس مریم را علیہا السلام کہ من رسولِ حقم آشفتہ و پنہاں از من مشو

حضرت جبرئیل کا حضرت مریم سے کہنا ان دونوں پر سلام ہو، کہ میں اللہ تعالیٰ کا قاصد ہوں مجھ سے پریشان نہ ہو اور نہ چھپ

چونکہ[3] مریم مضطرب شد یک زماں
جب تھوڑی دیر کے لیے حضرت مریم علیہا السلام تڑپیں

ہمچناں کہ بر زمیں آں ماہیاں
جیسے کہ خشکی پر مچھلیاں

بانگ بر وے زد نمودارِ کرم
کرم (خداوندی) کے جلوے نے انہیں پکارا

کہ امینِ حضرتم از من مرم
کہ میں خدا کا امین ہوں، مجھ سے نہ بھاگیے

از سرِ افرازانِ عزت سر مکش
(بارگاہِ) عزت کے معززین سے سر نہ پھیریے

از چنیں خوش محرماں دم در مکش
اتنے بہترین راز داروں سے سراسیمہ نہ ہو

ایں ہمی گفت و ذُبالہ نورِ پاک
وہ یہ کہہ رہے تھے، اور پاک نور کی شعاع

از لبش می شد پیاپے بر سماک
ان کے ہونٹوں سے پے درپے سماک (ستارہ) پر پہنچ رہی تھی

از وجودم می گریزی در عدم
آپ میرے وجود سے علیحدہ کیوں بھاگتی ہیں؟

در عدم من شاہم و صاحب علم
میں آخرت کا شاہ، اور علمبردار ہوں

---

1. غم۔ مجاہدہ کرنے والا غم میں خوشی دیکھتا ہے۔ ضدِ رنج۔ رنج اور خوشی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب ایک ضد یعنی رنج نمودار ہوتا ہے تو اس کے بعد کشادگی اور خوشی نمودار ہو جاتی ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا "بے شک تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔" ایں دو وصف۔ یعنی تنگی کے بعد کشادگی آنے کو اپنے ہاتھ کی مٹھی سے سمجھ لو ہاتھ کی مٹھی بند رکھو گے تو فارغ البالی اور کشادگی میسر آئے گی۔ پنجہ را۔ ہاتھ کی مٹھی کا نہ ہمیشہ کھلا رہنا اچھا ہے نہ بند رہنا۔
2. ویں دو وصف۔ مٹھی کا نہ ہر وقت بند رکھنا مناسب ہے اور نہ ہر وقت کھولنا جس طرح کہ پرند کی پرواز اسی وقت صحیح رہتی ہے جبکہ بازو ہر وقت کھلیں اور ہر وقت بند ہوں۔
3. چونکہ۔ حضرت مریم علیہا السلام حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اچانک رونما ہو جانے سے ایسی تڑپیں جیسا کہ مچھلی خشکی پر تڑپتی ہے۔ امین۔ حضرت جبرئیل کو روح الامین کہا جاتا ہے۔ حضرت۔ دربارِ خداوندی۔ مرم۔ نہ بھاگ۔ سرافراز۔ باعزت۔ ذُبالہ۔ چراغ کی بتی۔ سماک۔ ایک ستارہ کا نام ہے۔ درعدم۔ عالم آخرت۔

Marfat.com

خود بُنہ و بنگاہِ[1] من در نیستی ست ۔۔۔ یک سوارہ نقشِ من پیشِ ستی ست

میرا ۔ سامان اور گھر (ملک) عدم میں ہے ۔۔۔ تھوڑی دیر کے لیے میری صورت جناب کے سامنے ہے

مریما بنگر کہ نقشِ مشکلم ۔۔۔ ہم ہلالم ہم خیال اندر دِلم

اے مریم! دیکھ میں ایک مشکل نقش ہوں ۔۔۔ میں چاند بھی ہوں (اور) میں دل کے اندر خیال بھی ہوں

چوں خیالے در دِلت آمد نشست ۔۔۔ ہم کجا کہ میگریزی با تو ہست

خیال، جب تمہارے دل میں آیا، بیٹھ گیا ۔۔۔ جہاں بھی جاؤ، وہ تمہارے ساتھ ہے

جز خیالے عارضیِ باطلے ۔۔۔ کو بود چوں صبحِ کاذب آفلے

سوائے عارضی، باطل خیال کے ۔۔۔ جو صبح کاذب کی طرح غائب ہو جانے والا ہے

من چو صبحِ صادقم از نورِ رب ۔۔۔ کہ نگردد گردِ روزم ہیچ شب

میں اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں ۔۔۔ کہ میرے دن کے پاس کوئی رات نہیں آتی ہے

ہیں مکن[2] لا حول عمراں زادہ ام ۔۔۔ کہ ز لا حول ایں طرف افتادہ ام

اے عمران کی بیٹی! مجھ پر "لاحول" نہ پڑھ ۔۔۔ میں "لاحول" سے ہی اس طرف آیا ہوں

مر مرا اصل و غذا لا حول بود ۔۔۔ نورِ لاحولے کہ پیش از قول بود

میری اصل اور غذا لاحول ہے ۔۔۔ اس "لاحول" کا وہ نور جو لفظ سے پہلے ہے

تو ہمی گیری پناہ از من بحق ۔۔۔ من نگاریدہ پناہم در سبق

آپ مجھ سے اللہ (تعالیٰ) کی پناہ چاہ رہی ہیں ۔۔۔ میں ازل میں اسی کی پناہ کی تحریر ہوں

آں پناہم[3] من کہ مخلصہات بود ۔۔۔ تو اعوذ آری و من خود آں اعوذ

میں وہی پناہ ہوں جو آپ کی نجات کی جگہ ہے ۔۔۔ آپ اعوذ پڑھتی ہیں میں خود وہی اعوذ ہوں

آفتے نبود بتر از ناشناخت ۔۔۔ تو بَرِ یاری ندانی عشق باخت

نہ پہچاننے سے زیادہ بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے ۔۔۔ تو معشوق کے پاس ہے، اور عشق بازی نہیں جانتا

یار را اغیار پنداری ہمی ۔۔۔ شادیِ را نام بنہادی غمی

تو معشوق کو غیر سمجھ رہا ہے ۔۔۔ تو خوشی کو غمی کا نام دیتا ہے

---

[1] بنہ و بنگاہ۔ بنہ، سامان۔ بنگاہ، سامان رکھنے کی جگہ۔ ستی۔ معزز عورت۔ ہم ہلالم۔ یعنی میرا شہودی وجود بھی ہے اور مثالی وجود بھی ہے، وجودِ مثالی مثل خیال کے ہے خیال سے انسان بھاگ کر نہیں بچ سکتا۔ جز خیالے۔ عارضی باطل خیال سے جدائی ممکن ہے۔ صبح کاذب۔ یہ صبح نمودار ہو کر غائب ہو جاتی ہے۔ صبح صادق۔ یہ صبح نمودار ہو کر غائب نہیں ہوتی ہیں۔

[2] مکن۔ لاحول کے معنی ہیں کہ طاقت صرف اللہ کی ہے تو جو چیز خود اللہ کی طاقت سے نمودار ہوئی ہو اس پر لاحول پڑھنا بیکار ہے۔ لاحول۔ یعنی خدائی طاقت۔ قول۔ یعنی لاحول پڑھنے والے کا تلفظ۔ نگاریدہ۔ اللہ کی پناہ کی تحریر سے پناہ پکڑنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

[3] آں پناہم۔ جبکہ میں خود تمہاری پناہ اور بچاؤ کی جگہ ہوں اور اعوذ سے وہی چیز تم مانگ رہی ہو تو پھر مجھ پر اعوذ پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ بود۔ دال معجمہ ہے سماعی میں جائز ہے۔ آفتے۔ مولانا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو نہ پہچاننے کا بیان کر رہے تھے اب یہاں سے خدا کو نہ پہچاننے کا مضمون شروع فرما دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نہ پہچاننا سب سے بڑی مصیبت ہے۔ اے مخاطب تیرا محبوب حقیقی تیرے پاس ہے اور تو اس کو نہیں پہچانتا ہے نہ اس سے محبت کرتا ہے۔ یار۔ خدا کے ساتھ تیرا معاملہ غیروں کا سا معاملہ ہے۔

Marfat.com

ایں چنیں[1] لطفے کہ دارد یارِ ما — تو گریزانی ازو اے بیوفا
اس مہربانی کے ہوتے ہوئے جو ہمارا یار رکھتا ہے — اے بے وفا! تو اس سے بھاگتا ہے

ایں چنیں نخلے کہ لطفِ یارِ ماست — چونکہ ما دُزدیم نخلش دارِ ماست
کھجور کا ایسا درخت جو ہمارے یار کی مہربانی ہے — جبکہ ہم چور ہیں، اس کا کھجور کا درخت ہمارے لیے سولی ہے

ایں چنیں مشکیں کہ زلفِ میر ماست — چونہ بے عقلیم آں زنجیرِ ماست
ایسی خوشبو دار چیزیں جو کہ ہمارے آقا کی زلفیں ہیں — جبکہ ہم بے عقلی کریں، وہ ہماری بیڑیاں ہیں

ایں چنیں لطفے چو نیلے میرود — چونکہ فرعونیم چوں خوں می شود
ایسی مہربانی جو نیل (دریا) کی طرح جاری ہے — جبکہ ہم فرعون ہیں، خون جیسی ہو جاتی ہے

خوں ہمی گوید من آبم ہیں مریز — یوسفم گرگ از تو ام اے پُر ستیز
خون کہتا ہے، کہ میں پانی ہوں خبردار! مجھے نہ بہا — میں یوسف ہوں اے جھگڑالو! تیری وجہ سے بھیڑیا ہوں

تو نمی بینی[2] کہ یارِ بردبار — چونکہ با او ضد شدی گردد چو مار
تو نہیں دیکھتا ہے، کہ بردبار دوست — جب تو اس کی ضد بنا وہ سانپ جیسا بن جاتا ہے

لحمِ اُو و شحمِ او دیگر نشد — بر قرارِ اوّلست آنساں کہ بد
اس کا گوشت، اور چربی نہیں بدلی — پہلے ہی کی طرح ہے جیسا کہ تھا

عزم کردنِ آں وکیل از عشق کہ رجوع کند بہ بخارا لا ابالی وار

محبت کی وجہ سے اس وکیل کا ارادہ کر لینا، کہ لاپروا ہو کر بخارا میں واپس آ جائے گا

شمعِ مریمؑ را بہل افروختہ — کہ بخارا میرود آں سوختہ[3]
(حضرت) مریم علیہا السلام کی شمع جلتی چھوڑ — کیونکہ وہ دل جلا بخارا کو جا رہا ہے

سخت بے صبر و در آتشدانِ تیز — رُو سوئے صدرِ جہاں کن می گریز
سخت بے صبری، اور تیز بھٹی میں — (کہتا تھا) صدرِ جہاں کا رخ کر، بھاگ

ایں بخارا منبعِ دانش بود — پس بخارائیست ہر کانش بود
یہ بخارا عقل کا مخزن ہوتا ہے — جو اس طرح کا ہو وہ بخاری ہے

پیشِ شیخے در بخارا اندری — تا بخواری در بخارا ننگری
شیخ کے سامنے تو بخارا میں ہے — بخارا کو ذلت سے ہرگز نہ دیکھنا

---

1. ایں چنیں۔ خدا کی اس قدر مہربانیوں کے ہوتے ہوئے اس سے گریز بڑی بے وفائی ہے۔ ایں چنیں۔ یعنی اللہ کی رحمت کے اسباب ہماری نافرمانی کی وجہ سے زحمت کے اسباب بن گئے ہیں۔ مشکیں۔ خوشبودار چیز۔ میر۔ آقا۔ زنجیر۔ زلف یعنی نعمتیں زحمتیں بن جاتی ہیں۔ خوں۔ جو پانی خون بن گیا تھا وہ کہتا ہے مجھے ضائع نہ کر اور پانی بنا کر مجھ سے فائدہ اٹھا لے۔

2. تو نمی بینی۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ اگر دوست سے دوستی نہ برتو تو وہ دشمنی پر اتر آتا ہے۔ لحم۔ یعنی اس دوست کا جسم جو تمہارا دشمن بن گیا ہے اسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا تمہاری نازیبا حرکات کی وجہ سے اس کے مزاج میں تغیر آیا ہے۔ لاابالی۔ لاپروا۔

3. آں سوختہ۔ یعنی وکیل۔ بخارا۔ یہ بخار سے بنا ہے جو مجمع علوم کے معنی میں ہے۔ منبع۔ چشمہ۔ دانش۔ علم و عقل۔ بخارائی۔ لہٰذا بخارائی اور بخاری وہ شخص ہوگا جس میں علم و دانش ہوگی۔ پیش شیخے۔ شیخ کا دل بھی معنی کے اعتبار سے بخارا ہے لہٰذا اس کی عزت کرو۔

Marfat.com

جز بخواری[1] در بخارائے دلش ۔۔۔ راه ندہد جزر و مدِّ مشکلش
اس کے دل کے بخارا میں عاجزی کے سوا ۔۔۔ اس کی مشکلات کا مدوجزر راستہ نہیں دیتا ہے

اے خنک آں را کہ ذَلَّتْ نَفْسُهٗ ۔۔۔ وائے آں کس را کہ یُرْدِیْ رَفْسُهٗ
خوش نصیب ہے وہ جس کا نفس فرمانبردار ہو گیا ہے ۔۔۔ اس شخص پر حسرت ہے جس کی دولتیاں اس کو ہلاک کرتی ہیں

فرقتِ صدرِ جہاں در جانِ او ۔۔۔ پارہ پارہ کردہ بود ارکانِ او
صدر جہاں کی جدائی جو اس کی جان میں تھی ۔۔۔ اس نے اس کے اعضا کو پارہ پارہ کر دیا تھا

گفت بر خیزم ہمانجا وا روم ۔۔۔ کافر ار گشتم دگر رہ بگروم
اس نے کہا، میں اٹھتا ہوں اسی جگہ واپس ہوتا ہوں ۔۔۔ اگر میں کافر ہو گیا ہوں، تو دوسری راہ اختیار کرتا ہوں

وا روم آنجا بیفتم پیشِ او ۔۔۔ پیشِ آں صدرِ نکو اندیشِ او
اسی جگہ واپس جاتا ہوں، اس کے سامنے گرتا ہوں ۔۔۔ اس (عاشق) کی بھلائی سوچنے والے صدر کے سامنے

گویم افگندم بہ پیشت جانِ خویش ۔۔۔ زندہ کن یا سر ببر ما را چو میش
میں کہوں گا میں نے اپنی جان تیرے سامنے لا ڈالی ہے ۔۔۔ زندہ کر دے یا بھیڑ کی طرح ہمارا سر قلم کر دے

کشتہ[2] و مُردہ بہ پیشت اے قمر ۔۔۔ بہ کہ شاہِ زندگاں جائے دگر
اے چاند! تیرے سامنے مقتول اور مُردہ ہونا ۔۔۔ دوسری جگہ زندوں کا شاہ ہونے سے بہتر ہے

آزمودم من ہزاراں بار پیش ۔۔۔ بے تو شیریں می نہ بینم عیشِ خویش
میں نے لاکھوں بار پہلے آزما لیا ۔۔۔ میں تیرے بغیر اپنی زندگی میٹھی نہیں سمجھتا ہوں

غَنِّ لِیْ یَا مُنْیَتِیْ لَحْنَ النُّشُوْر[2] ۔۔۔ اُبْرُکِیْ یَا نَاقَتِیْ تَمَّ السُّرُوْر
اے میری تمنا! میرے دو بارہ زندہ ہونے کا گانا گا ۔۔۔ اے میری اونٹنی بیٹھ جا، سرور مکمل ہو گیا

اِبْلَعِیْ یَا اَرْضُ دَمْعِیْ قَدْ کَفٰی ۔۔۔ اِشْرَبِیْ یَا نَفْسُ وُدًّا قَدْ صَفَا
اے زمین! میرے آنسو نگل جا جو کافی ہیں ۔۔۔ اے نفس! وہ دوستی پی لے جو صاف ہو گئی ہے

عُدْتَّ یَا عِیْدِیْ اِلَیْنَا مَرْحَبَا ۔۔۔ نِعْمَ مَا رَوَّحْتَ یَا رِیْحَ الصَّبَا
اے میری عید! تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے، مرحبا ۔۔۔ اے بادِ صبا! بہت عمدہ خوشبو ہے، جو تو نے مہکائی ہے

گفت اے یاراں رواں گشتم وداع ۔۔۔ سوئے آں صدرے کہ میرست و مطاع
اس نے کہا اے دوستو! میں چلا الوداع ۔۔۔ اس صدر کی جانب جو سردار اور واجب الاطاعت ہے

دمبدم در سوز بریاں می شوم ۔۔۔ ہرچہ بادا باد آنجا می روم
میں دمبدم سوزش میں بھن رہا ہوں ۔۔۔ جو کچھ ہوتا ہے ہو، میں وہاں جاتا ہوں

جز بخواری۔ شیخ کے دل میں اس وقت جگہ پاؤ گے جبکہ خواری اور ذلت اختیار کرو گے۔ رفسہ۔ یعنی اس کی گستاخی، رفث یعنی شہوت انگیز باتیں۔ ارکان۔ اعضا۔ گفت۔ یعنی وکیل نے کہا۔ ہمانجا۔ یعنی بخارا۔ نکو اندیش۔ معشوق جو کچھ بھی عاشق کے بارے میں سوچے وہ عاشق کے نزدیک بھلائی ہے۔ میش۔ بھیڑ۔

کشتہ۔ معشوق کے قدموں میں مرجانا دوسری جگہ کی شہنشاہی سے بہتر ہے۔ غن۔ تو گا۔ منیتی۔ میری تمنا۔ النشور۔ دوبارہ زندہ ہونا۔ تم السرور۔ سرور مکمل ہوگیا ہے یعنی سفر کے ارادہ سے سرور مکمل ہوگیا لہٰذا میرے اونٹ تو بیٹھ جا تاکہ میں تیرے اوپر بیٹھ کر معشوق کی طرف کوچ کروں۔ ابلعی۔ یعنی اے زمین فراق میں جو میرے آنسو بہہ رہے ہیں تو ان کو نگل لے۔ ود۔ دوستی۔ گفت۔ وکیل نے کہا۔ وداع۔ رخصت۔ مطاع۔ جس کی اطاعت کی جائے۔ آنجا۔ یعنی بخارا۔

Marfat.com

گرچہ دل چوں سنگِ خارا میکند[1] | جانِ من عزمِ بخارا میکند
اگر وہ (اپنا) دل سنگ خارا کی طرح بنا رہا ہے | میری جان بخارا کا قصد کر رہی ہے
مسکنِ یارست و شہرِ شاہِ من | پیشِ عاشق ایں بود حب الوطن
وہ میرے یار کا وطن، اور میرے شاہ کا شہر ہے | عاشق کے لیے یہی وطن کی دوستی ہے

پُرسیدنِ معشوقے از عاشق کہ از شہرہا کدام بہترست
و انبوہ تر و پر نعمت تر و دلکشا تر و جواب دادنِ عاشق او را
ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا کونسا شہر بہتر ہے
اور زیادہ آباد اور زیادہ نعمتوں سے پُر اور زیادہ دلکشا اور اس کو عاشق کا جواب دینا

گفت معشوقے بعاشق کاے فتی | تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
ایک معشوق نے عاشق سے کہا اے نوجوان! | تو نے مسافرت میں بہت سے شہر دیکھے ہیں
پس کدامیں شہر زانہا خوشترست | گفت آں شہرے کہ در وے دلبرست
ان میں سے کونسا شہر بہتر ہے؟ | اس نے کہا، وہ شہر جس میں معشوق ہے
ہر کجا باشد شہِ ما را بساط[2] | ہست صحرا گر بود سم الخیاط
جہاں ہمارے شاہ کا ڈیرا ہو | وہ جنگل ہے، خواہ سوئیں کا ناکہ ہو
ہر کجا کہ یوسفے باشد چو ماہ | جنت ست آں ارچہ باشد قعرِ چاہ
جہاں چاند جیسا یوسف ہو | وہ جنت ہے، خواہ کنویں کی گہرائی ہو
با تو دوزخ جنت ست اے جاں فزا | با تو زنداں گلشن ست اے دلربا
اے روح پرور! تیرے ہوتے ہوئے دوزخ جنت ہے | اے دلربا! تیرے ساتھ قید خانہ چمن ہے
شد جہنم با تو[3] رضوان و نعیم | بے تو شد ریحان و گل نارِ جحیم
تیرے ساتھ جہنم رضوان، اور نعمت بن گئی | تیرے بغیر ریحان، اور پھول دوزخ کی آگ بن گیا
ہر کجا تو بامنی من خوشدلم | ور بود در قعرِ گورے منزلم
جہاں تو میرے ساتھ ہے، میں خوش دل ہوں | خواہ میری منزل قبر کے گڑھے میں ہو
خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود | کہ ترا با من سر و سودا بود
دونوں جہاں سے زیادہ اچھی وہ جگہ ہے | جہاں تجھے میرا خیال ہو
بس درازست ایں سخن از انتظار | عاشقِ صدرِ جہاں شد بیقرار
یہ بات بہت لمبی ہے انتظار کی وجہ سے | صدرِ جہاں کا عاشق بے قرار ہو گیا ہے

---

[1] میکند۔ یعنی صدر جہاں نے اگر چہ اپنا دل سنگ خارا کی طرح بنالیا ہے۔ حب الوطن۔ عاشق کے نزدیک وطن کی محبت کے یہ معنی ہیں کہ جہاں اس کا محبوب ہو اس شہر سے محبت کرے۔ غربت۔ مسافرت۔

[2] بساط۔ بستر یعنی محبوب کے پڑاؤ کی جگہ۔ ہست صحرا۔ یعنی وہ جگہ خواہ کتنی ہی تنگ ہو لیکن وہ عاشق کے لیے وسیع صحرا ہے۔ سم الخیاط۔ سوئی کا سوراخ۔ ہر کجا۔ اگر معشوق کنویں میں بھی ہو تو عاشق کے لیے وہی جنت ہے۔

[3] با تو۔ محبوب کے ساتھ تکلیف وہ مقام بھی راحت کا سبب ہے۔ شد جہنم۔ محبوب کی موجودگی میں دوزخ بھی جنت ہے اور محبوب کے فراق کی حالت میں چمن بھی دوزخ ہے۔ کہ ترا۔ یعنی محبوب کو عاشق سے تعلق ہو۔

Marfat.com

منع کردنِ دوستاں اُو را از مراجعت بہ بخارا و تہدید کردن و لا اُبالی گفتنِ اُو

دوستوں کا اس کو بخارا واپس ہونے سے منع کرنا اور ڈرانا اور اس کا کہنا کہ مجھے کوئی پروا نہیں ہے

گفت او را[1] ناصحے کاے بیخبر ۔۔۔ عاقبت اندیش اگر داری ہنر
اس سے ایک نصیحت کرنے والے نے کہا اے بے خبر! ۔۔۔ اگر تو لیاقت رکھتا ہے، انجام سوچ لے

در نگر پس را بعقل و پیش را ۔۔۔ ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را
عقل سے آگے پیچھے دیکھ لے ۔۔۔ اپنے آپ کو پروانے کی طرح نہ جلا

چوں بخارا می روی دیوانۂ ۔۔۔ لائقِ زنجیر و زنداں خانۂ
بخارا کو کیوں جاتا ہے، تو دیوانہ ہے ۔۔۔ قید خانہ، اور بیڑی کے لائق ہے

او ز تو آہن ہمی خاید ز خشم ۔۔۔ او ہمی جوید ترا با بیست چشم
وہ تجھ سے غصہ میں لوہا چبا رہا ہے ۔۔۔ وہ تجھے بیس آنکھوں سے تلاش کر رہا ہے

میکند او تیز از بہرِ تو کارد[2] ۔۔۔ او سگ قحط ست و تو انبانِ آرد
وہ تیرے لیے چھری تیز کر رہا ہے ۔۔۔ وہ قحط زدہ کتا ہے اور تو آٹے کی بوری ہے

چوں رہیدی و خدایت راہ داد ۔۔۔ سوئے زنداں میروی چونت فتاد
جبکہ تو بچ گیا، اور خدا نے تجھے موقع دیا ۔۔۔ تو قید خانہ کی طرف جا رہا ہے تجھے کیا پڑی ہے

بر تو گر دہ گوں موکل آمدے ۔۔۔ عقل بایستے کز ایشاں کم زدے
اگر تیرے پاس اس قسم کے سپاہی پہنچتے ۔۔۔ عقل کا تقاضا ہے، کہ تو ان سے نہ ملتا

چوں موکل نیست بر تو ہیچ کس ۔۔۔ از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس
جبکہ تجھ پر کوئی شخص مقرر نہیں ہے ۔۔۔ تیرا آگا پیچھا کیوں بندھ گیا؟

عشق پنہاں کردہ بود او را اسیر ۔۔۔ آں موکل را نمی دید آں نذیر
مخفی عشق نے اس کو قیدی بنا لیا تھا ۔۔۔ وہ ڈرانے والا اس سپاہی کو نہیں دیکھتا تھا

ہر موکل[3] را موکل مختفی ست ۔۔۔ ورنہ او در بندِ سگ طبعی ز چیست
ہر سپاہی پر ایک چھپا ہوا سپاہی ہے ۔۔۔ ورنہ کتے پن کا پابند کیوں ہے؟

خشمِ شاہِ عشق بر جانش نشست ۔۔۔ بر عوانی و سیہ رویش بست
شاہِ عشق کا غصب اس کی جان پر نازل ہوا ہے ۔۔۔ اس کو سپاہ گری اور روسیاہی سے وابستہ کر دیا ہے

---

1. او را۔ یعنی وکیل۔ ہنر۔ لیاقت۔ در نگر۔ یعنی حالات کا جائزہ لے لے۔ چوں۔ ہم نے چوں کو استفہام کا قرار دے کر ترجمہ کیا ہے اگر اس کو شرط مانا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا جب تو بخارا کو جا رہا ہے تو تو دیوانہ ہے۔ بیست چشم۔ یعنی تیز نگاہ یا بہت سے جاسوسوں کی آنکھ۔
2. کارد۔ چھری۔ انباں۔ تھیلا۔ آرد۔ آٹا۔ دہ گوں۔ دس طرح۔ موکل۔ یعنی سپاہی۔ کم زدے۔ عقل کا تقاضا تھا کہ تو ان سپاہیوں سے گریز کرتا۔ چوں موکل۔ یعنی تو بغیر سپاہی کے قیدی بن گیا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس وکیل کو عشق نے قید کر رکھا تھا جس کو ڈرانے والا نہیں دیکھ رہا تھا۔
3. ہر موکل۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح اس وکیل پر ایک غیبی موکل مسلط تھا اسی طرح سے ہر سپاہی پر ایک غیبی سپاہی مسلط ہوتا ہے جو اس کو کتے کی طرح کٹکھنا بنا دیتا ہے۔ شاہِ عشق۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ عوانی۔ سپاہی پن۔

Marfat.com

می زند او را کہ ہیں او را بزن
وہ اس کو مارتا ہے، کہ ہاں اس کو مار
زاں[1] عوانانِ نہاں افغانِ من
ان مخفی سپاہیوں سے میری فریاد ہے

ہر کہ بینی در زیانے می رود
جس کو تو دیکھے کہ وہ تباہی میں جا رہا ہے
گرچہ تنہا با عوانے میرود
اگرچہ وہ اکیلا ہے، کسی سپاہی کے ساتھ جا رہا ہے

گر ازو واقف بدے افغاں زدے
اگر وہ اس سے واقف ہوتا فریاد کرتا
پیشِ آں سلطانِ سلطاناں شدے
شاہوں کے شاہ کے سامنے چلا جاتا

ریختے بر سر بہ پیشِ شاہ خاک
شاہ کے سامنے سر پر خاک ڈالتا
تا اماں دیدے ز دیوِ سہمناک
یہاں تک کہ خوفناک شیطان سے امن پا جاتا

میر دیدی خویش را اے کم ز مور
اے چیونٹی سے کم! تو نے اپنے آپکو سردار سمجھا ہے
زاں ندیدی آں موکل را تو کور
اسی لیے تجھ اندھے نے وہ سپاہی نہیں دیکھا ہے

غرہ[2] گشتی زیں دروغیں پر و بال
تو مصنوعی پر و بال سے مغرور بن گیا ہے
پر و بالے کو کشد سوئے وبال
وہ پر و بال جو (تجھے) مصیبت کی طرف کھینچ رہے ہیں

پر سبک دارد رہِ بالا کند
ہلکے پر رکھتا ہے، اوپر جاتا ہے
چوں گِل آلودش گرانیہا کند
جب مٹی میں سن جاتے ہیں بھاری پن دکھاتے ہیں

جہد کن پر را گِل آلودہ مکن
کوشش کر پروں کو مٹی میں نہ سان
لیک گوشت کر شد و پندم کہن
لیکن تیرے کان بہرے ہوگئے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہوگئی ہے

پند داد القصہ عاشق را بسے
القصہ عاشق کو بہت نصیحت کی
عاذلِ بیدرد ہمچوں ققنسے[3]
ققنس جیسے، بیدرد ملامت گر نے

لا ابالی گفتنِ عاشق ناصح و عاذِل را از سَرِ عشق
عاشق کا عشق کی وجہ سے لا پروائی کے ساتھ ناصح اور ملامت گر کو جواب دینا

گفت اے ناصح خمش کن چند و چند
اس نے کہا اے ناصح چپ ہو جا اس قدر
پند کم دہ زانکہ بس سخت ست بند
نصیحت نہ کر کیونکہ قید بہت سخت ہے

سخت تر شد بندِ من از پندِ تو
تیری نصیحت سے میری قید اور سخت ہو گئی ہے
عشق را نشناخت دانشمند تو
اے دانشمند تو عشق کو نہیں جانتا ہے

---

[1] زاں۔ مولانا ان غیبی سپاہیوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ ہر کہ۔ انسان اپنی تباہی اسی مخفی سپاہی کی وجہ سے کرتا ہے۔ گر۔ انسان اس برباد کرنے والے سپاہی سے غافل ہے ورنہ وہ اللہ سے دعا کرتا اور اپنی نجات چاہتا ہے۔ میر۔ انسان اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے اسی لیے اس غیبی سپاہی کو نہیں دیکھ پاتا ہے۔

[2] غرہ۔ انسان زوال پذیر دولت اور رتبے سے دھوکے میں پڑتا ہے اور وہی دولت اور رتبہ اس کو تباہ کرتا ہے۔ پر سبک۔ اگر انسان دولت اور غرور سے نجات پا جائے تو وہ عالم بالا کی طرف پرواز کر سکتا ہے۔ گوشت۔ گوشِ تو۔ عاذل۔ ملامت گر۔

[3] ققنس۔ یہ ققنوس کی تخفیف ہے یونانی لفظ ہے ایک پرند کا نام ہے اسی کو فارسی میں آتش زن کہتے ہیں اس پرند کی چونچ میں بہت سے سوراخ ہیں جب یہ بولتا ہے تو ہر سوراخ سے ایک سرود پیدا ہوتا ہے حکماء نے موسیقی کا فن اسی پرند سے لیا ہے اس کی عمر ایک ہزار سال کی ہوتی ہے اور اس میں نر مادہ نہیں ہوتا ہے جب یہ پرند اپنی عمر طبعی کو پہنچ جاتا ہے تو لکڑیاں جمع کر کے اپنے چاروں طرف جما لیتا ہے اور دیپک راگ شروع کر دیتا ہے جس سے ان لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے اور پرند جل کر راکھ ہو جاتا ہے پھر کسی موسم کی بارش سے قدرت اس راکھ سے انڈا بنا دیتی ہے اور اس میں سے پھر یہ پرند پیدا ہو جاتا ہے۔

آں طرف کہ عشق می افزود درد — بو حنیفہؒ و شافعیؒ درسے نکرد

جس پہلو سے عشق نے درد بڑھایا ہے — ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ نے سبق نہیں پڑھایا

تو مکن تہدید از کشتن کہ من — تشنۂ زارم بخونِ خویشتن

تو قتل سے نہ ڈر، کیونکہ میں — اپنے خون کا بہت پیاسا ہوں

عاشقاں را ہر زمانے مُردنیست — مُردنِ عشاق خودیک نوع نیست

عاشقوں کی ہر گھڑی ایک موت ہے، — عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے

اوؔ دو صد جاں دارد از جانِ ہدیٰ — واں دو صد را می کند ہر دم فدا

وہ نورِ ہدایت سے دو سو جانیں رکھتا ہے — اور ان دو سو کو ہر وقت قربان کرتا ہے

ہر یکے جان را ستاند دہ بہا — از نبے بر خواں تو عشر امثالہا

ہر ایک جان کے دس عوض لیتا ہے — "اس کے دس گنا" قرآن میں پڑھ لے

گر بریزد خونِ من آں دوست رُو — پائے کوباں جاں برا فشانم برو

وہ محبوب چہرے والا اگر میرا خون بہائے — میں ناچتا ہوا اس پر جان نثار کر دوں

آزمودم مرگ من در زندگی ست — چوں رہم زیں زندگی پایندگی ست

میں نے آزما لیا، میری موت زندگی میں ہے — جب میں اس زندگی سے نجات پا جاؤنگا تو ہمیشگی ہے

اُقْتُلُوْنِیْ اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتِ — اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتًا فِیْ حَیَات

اے معتمد! مجھے قتل کر دو، مجھے قتل کر دو — بے شک میرے قتل میں زندگی در زندگی ہے

یَا مُنِیْرَ الْخَدِّ یا رُوْحَ الْبَقَآءِ — اِجْتَذِبْ رُوْحِیْ وَجُدْ لِیْ بِاللِّقَآءِ

اے روشن رو! اے بقا کی جان! — میری روح کو جذب کرلے اور مجھے ملاقات بخش دے

لِیْ حَبِیْبٌ حُبُّهٗ یَشْوِی الْحَشَا — لَوْ یَشَآءُ یَمْشِیْ عَلٰی عَیْنِیْ مَشَا

میرا ایک محبوب ہے جس کی محبت باطن کو جلائے ڈالتی ہے — اگر وہ میری آنکھوں پر چلنا چاہے، چلے

پارسی گو گرچہ تازی خوشترست — عشق را خود صد زبانِ دیگرست

فارسی میں کہہ، اگرچہ عربی بہتر ہے — خود عشق کی دوسری سیکڑوں زبانیں ہیں

بوحنیفہ۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کامل عاشق تھے اور درس کے بھی ماہر تھے لیکن درد عشق کا انہوں نے کبھی درس نہیں دیا تو معلوم ہوا یہ کیفیت گفتنی نہیں ہے۔ تو مکن۔ عاشقوں کو موت سے نہیں ڈرایا جا سکتا وہ خود اپنی موت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ عاشقاں۔ عاشقوں کی صرف وہی موت نہیں ہے جو زندگی ختم ہونے پر آتی ہے بلکہ اسی موت کی بہت سی قسمیں ہیں سرخ موت ہے جو نفس کشی سے حاصل ہوتی ہے سبز موت ہے جو پیوند لگی گدڑی سے حاصل ہوتی ہے ایک سیاہ موت ہے جو مخلوق کی ذلت سے حاصل ہوتی ہے اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا الحدیث "مرنے سے پہلے مرجاؤ۔"

او۔ عاشق سیکڑوں جانیں رکھتا ہے اور ہر وقت ایک جان قربان کرتا ہے اور اس کو ہر جان قربان کرنے پر دس جانیں حاصل ہوتی ہیں۔ عشر۔ قرآن میں ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا الآیۃ "جس نے ایک نیکی کی اس کو اس جیسی دس حاصل ہوتی ہیں۔" گر بریزد۔ اگر محبوب عاشق کو قتل کردے تو یہ اس کے لیے انتہائی خوشی کا موقع ہے۔

آزمودم۔ عاشق کی یہ زندگی دراصل موت ہے اور موت ہی حقیقی زندگی ہے۔ ثقات۔ ثقہ کی جمع ہے یعنی معتمد علیہ۔ خد۔ رخسارہ۔ حشا۔ باطن۔ پارسی۔ چونکہ اہل وطن فارسی داں ہیں لہٰذا فارسی میں اظہار خیال کر اگرچہ فصاحت و بلاغت میں عربی زبان بڑھی ہوئی ہے۔ عشق۔ داستانِ عشق کے اظہار کے لیے سیکڑوں زبانیں ہیں لیکن ان کو سمجھنے والے کم ہیں۔

Marfat.com

بوئے[1] آں دلبر چو پرّاں می شود
جب اس دلبر کی خوشبو مہکتی ہے

ایں زبانہا جملہ حیراں می شود
یہ سب زبانیں حیران ہو جاتی ہیں

بس کنم دلبر در آمد در خطاب
میں ختم کرتا ہوں، دلبر نے بات شروع کر دی

گوش شو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
کان بن جا، اور اللہ درست بات زیادہ جانتا ہے

چونکہ عاشق توبہ کرد اکنوں بترس
چونکہ اب ڈر سے عاشق نے توبہ کر لی

کو چو عیاراں کند بر دار درس
وہ مکاروں کی طرح سولی پر (عشق کا) سبق پڑھائے گا

گرچہ ایں عاشق بخارا میرود
اگرچہ یہ عاشق بخارا کو جا رہا ہے

نے بدرس و نے باستا میرود
(لیکن) سبق اور استاد کے لیے نہیں جا رہا ہے

عاشقاں را شد مدرّس حسنِ دوست
محبوب کا حسن عاشقوں کا مدرس بن گیا ہے

دفتر و درس و سبق شاں رُوئے اوست
ان کی کتاب اور درس اور سبق اس کا چہرہ ہے

خامش اند و نعرۂ تکرارِ[2] شاں
وہ چپ ہیں، اور ان کی تکرار کی آواز

میرود تا عرش و تختِ یارِشاں
عرش اور ان کے دوست کے تخت تک جا رہی ہے

درسِ شاں آشوب و چرخ و زلزلہ
ان کا سبق شور، اور رقص اور جوش ہے

نے زیادات ست و باب و سلسلہ
نہ کہ زیادات، اور باب، اور سلسلہ

سلسلہ ایں قوم جعدِ مشکبار
اس قوم کا سلسلہ خشک برسانے والے گھنگریالے بال ہیں

مسئلہ دُورست لیکن دَورِ یار
دور کا مسئلہ ہے، لیکن محبوب کے دور کا

مسئلہ کیس ار پرسد کس ترا
اگر کوئی تجھ سے تھیلی کا مسئلہ پوچھے

گو[3] نگنجد گنجِ حق در کیسہا
کہہ دے اللہ تعالیٰ کا خزانہ تھیلیوں میں نہیں سماتا ہے

گر دَمِ خلع و مبارا میرود
اگر خلع اور مبارات کی بات چل رہی ہے

بد مبیں ذکر بخارا می رود
برا نہ سمجھ وہ (بھی) بخارا کی بات چل رہی ہے

---

[1] بوئے۔ معشوق کی صفات کا بیان کسی زبان سے بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ بس کنم۔ اب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں عاشق کی زبان سے عشق کی داستان سنو۔ چونکہ۔ عاشق اگر داستانِ عشق بیان کرنے سے کسی مجبوری سے توبہ بھی کر لے تو اس کا اعتبار نہیں وہ پھر اپنی توبہ سے توبہ کر لیتا ہے اور سولی پر داستانِ عشق بیان کرنی شروع کر دیتا ہے۔ عیاراں۔ دھوکے باز۔ گرچہ۔ اس عاشق کی بخارا کی طرف روانگی۔ درس۔ سبق اور استاد کے لیے نہیں یہ تو جان قربان کرنے جا رہا ہے۔ عاشقاں۔ عاشق کا استاد تو حسن دوست ہے اور اس کی کتاب معشوق کا چہرہ ہوتا ہے۔

[2] تکرار۔ سبق کا دہرانا۔ آشوب۔ شور و غوغا۔ چرخ۔ رقص۔ زیادات۔ امام محمد کی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔ باب۔ کتاب کا نام ہے، فقہ کے ابواب۔ سلسلہ۔ کتاب کا نام ہے، لاانتہا چیزوں کا ایک دوسرے پر موقوف ہو کر موجود ہونا، سلسلہ حدیث۔ جعد۔ گھنگریالے بال۔ دور۔ کسی چیز کا اپنے آپ پر موقوف ہونا، ایک چیز کا ایسی چیز پر موقوف ہونا جو خود اس چیز پر موقوف ہو۔ کیس۔ تھیلی یعنی اگر کوئی یہ مسئلہ پوچھے کہ تھیلی کو امانت میں رکھتے وقت تھیلی کی رقم گن کر نہ دی تھی واپسی کے وقت کمی کی شکایت کر کے زیادہ رقم کا دعویٰ کرنے لگے تو امانت رکھنے والا ذمہ دار ہوگا یا نہیں؟

[3] گو۔ یعنی مسائل فقہ دریافت کرنے والے کو گول مول جواب دے دے کہ اللہ کے خزانے تھیلی میں نہیں سما سکتے اور اس کو ٹال دے۔ خلع۔ عورت کا اپنے شوہر سے مال کے عوض میں جدائی کا مطالبہ کرنا۔ مبارا۔ مبارات یعنی بیوی اور شوہر کی باہمی ناچاقی کی وجہ سے جدائی۔ بد مبیں۔ یعنی اگر فقہ کے ظاہری مسائل پر بحث ہو رہی ہے تو بھی اس کو روحانی احوال پر محمول کرلے میاں بیوی کی جدائی کے مسئلہ کو جسم اور روح کی جدائی کے معنی پہنا لے۔

ذکرِ ہر چیزے دہد خاصیتے
ہر چیز کا ذکر ایک خاصیت پیدا کرتا ہے
زانکہ دارد ہر صفت ماہیتے
کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے

در بخارا در ہنر ہا بالغی
تو بخارا میں بہت سے ہنروں کو پہنچنے والا ہے
چوں بخواری رُونہی زو فارغی
جب خواری کے ساتھ رخ کرے گا تو ان کا فارغ التحصیل بنے گا

آں بخاری غصۂ دانش نداشت
اس بخارا کو جانے والے کو علم کا اُچھونہ لگا تھا
چشم بر خورشیدِ بینش می گماشت
اس نے بصیرت کے سورج پر نگاہ جما لی تھی

ہر کہ در خلوت[2] بہ بینش یافت راہ
جس نے خلوت میں بصیرت کا راستہ پا لیا
او ز دانشہا نجوید دستگاہ
وہ علوم میں مہارت کا طلب گار نہیں ہوتا ہے

با جمالِ جاں چو شد ہم کاسۂ
جو روح کے حسن کا ہم پیالہ بن گیا
باشدش ز اخبار و دانش تاسۂ
اس کو خبروں اور علم سے نفرت ہوتی ہے

دید بر دانش بود غالب فزا
آنکھوں سے دیکھ لینا، عقل پر غالب ہوتا ہے
زاں ہمی دنیا بچربد عامہ را
اسی لیے دنیا عوام پر چھا جاتی ہے

زانکہ دُنیا را ہمی بینند عین
کیونکہ وہ دنیا کو اصل اور حقیقت سمجھتے ہیں
واں جہانے را ہمی دانند دَین
اور اس عالم کو ادھار سمجھتے ہیں

باز رَو سوئے حدیث آں جواں
اُس نوجوان کے قصہ کی طرف واپس لوٹ
کز غمِ صدرِ جہاں شد ناتواں
کیونکہ وہ صدرِ جہاں کے غم سے کمزور ہو گیا ہے

رُوئے نہادنِ آں عاشق بسوئے بخارا
اس عاشق کا بخارا کی جانب رخ کرنا

رُونہاد آں عاشقِ خونابہ ریز
اس خون بہانے والے عاشق نے رخ کیا
دل طپاں سوئے بخارا گرم و تیز
جلتے ہوئے دل کے ساتھ، بخارا کی جانب تیزی سے

ریگِ ہاموں پیشِ او ہمچوں حریر
جنگل کا ریت، اس کے لیے ریشمی کپڑے کی طرح تھا
آبِ جیحوں پیشِ او چوں آبگیر
جیحوں کا پانی اس کے سامنے تالاب کی طرح تھا

ذکرِ ہر چیزے۔ یعنی ہر چیز کا ذکر عاشق میں ایک خاصیت پیدا کرتا ہے اور اس سے عاشق بہت سے معنی اخذ کر لیتا ہے کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے اور اس سے عاشق اپنے مقصود کی طرف پہنچ جاتا ہے چنانچہ بہت سے اولیا کے قصے مشہور ہیں کہ معمولی الفاظ سے جن کے بظاہر کوئی خاص معنی نہیں ہیں ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی ہے مشہور "باواز دولاب مستی کنند" یعنی رہٹ کی آواز سے وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ در بخارا۔ بخارا میں بہت سے علوم و ہنر ہیں جو تم سیکھ سکتے ہو لیکن مکمل جب ہو گے کہ خواری جو لوازم عشق میں سے ہے اختیار کر لو۔ غصہ۔ گلے کا اچھو، غم، یعنی اس وکیل کو صرف علم الیقین کی فکر نہ تھی بلکہ وہ مشاہدہ اور عین الیقین حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ہر کہ در خلوت۔ جس کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے وہ محض ذکر اسماء و صفات کا متمنی نہیں رہتا ہے۔ با جمال۔ جس کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے اس کے لیے خبریں اور عقلی دلائل بیکار ہو جاتے ہیں۔ دید۔ خبر کی بہ نسبت مشاہدہ سے حاصل ہونے والا علم قوی ہوتا ہے اسی وجہ سے عوام پر دنیا کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ ان کو دنیا کا مشاہدہ حاصل ہے اور آخرت کا علم محض خبروں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

واں جہانے یعنی عالم آخرت۔ دَین۔ ادھار۔ ہاموں۔ صحرا، جنگل۔ حریر۔ ریشمیں کپڑا۔ جیحوں۔ دریا کا نام ہے۔ آبگیر۔ تالاب۔

Marfat.com

آں بیاباں پیشِ اُو چوں گلستاں[1] | می فتاد از خندهٔ او چوں گل ستاں
وہ جنگل، اس کے سامنے چمن کی طرح تھا | وہ مسرت سے پھول چننے والے کی طرح گرتا تھا

در سمر قندست قند اما لبش | از بخارا یافت واں شد مذہبش
قند اگرچہ سمرقند میں ہے لیکن اس کے ہونٹوں نے | بخارا سے حاصل کی، وہی اس کا مذہب بن گیا

اے بخارا عقل افزا بودهٔ | لیک از من عقل و دیں بربودهٔ
اے بخارا! تو عقل بڑھانے والا تھا | لیکن تو نے مجھ سے عقل اور دین چھین لیا

بدر می جویم ازانم چوں ہلال | صدر می جویم دریں صفِّ نعال
میں چودھویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں، اسی وجہ سے میں ہلال جیسا ہو گیا ہوں | ان جوتیوں کی صف میں میں صدر کو تلاش کر رہا ہوں

چوں سوادِ[2] آں بخارا را بدید | در سوادِ غم بیاضے شد پدید
جب اس نے اس بخارا کے اطراف کو دیکھا | غم کی سیاہی میں سفیدی نمودار ہو گئی

ساعتے افتاد بیہوش و دراز | عقلِ او پرّید در بستانِ راز
تھوڑی دیر وہ لمبا اور بے ہوش پڑا رہا | اس کی عقل اسرار کے باغیچہ میں پرواز کر گئی

بر سر و رویش گلابے میزدند | از گلابِ عشق او غافل بدند
لوگوں نے اس کے منہ اور سر پر عرق گلاب چھڑکا | وہ لوگ عشق کے گلاب سے بے خبر تھے

او گلستانے نہانی دیدہ بود | غارتِ[3] عشقش ز خود ببریدہ بود
اس نے ایک مخفی باغ دیکھا تھا | عشق کی غارتگری نے اس کو اپنے آپ سے جدا کر دیا تھا

تو فسردہ در خورِ ایندم نہٖ | با شکر مقروں نہٖ گرچہ نیٔ
تو ٹھٹھرا ہوا اس بات کے لائق نہیں ہے | تو شکر سے وابستہ نہیں ہے اگرچہ تو گنا ہے

رَختِ عقلت با توہست و عاقلی | کز جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا غافلی
عقل کا سامان تیرے ساتھ ہے، اور تو صاحب عقل ہے | کیونکہ تو ان لشکروں سے جن کو تم نے نہیں دیکھا غافل ہے

ایں سخن پایاں ندارد تیز راں | تا رود سوئے بخارا آں جواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے تیزی سے چل | تاکہ وہ جوان بخارا کی جانب روانہ ہو

در آمدنِ عاشق لاابالی در بخارا و تحذیر کردنِ دوستاں او را از پیدا شدن

اس بے نیاز عاشق کا بخارا میں آنا، اور دوستوں کا اس کو نمودار ہونے سے ڈرانا

[1] گل ستاں۔ پھول چننے والا۔ مذہبش۔ یعنی اس کو بخارا کے قند کی عادت ہو گئی تھی۔ اے بخارا۔ وہ عاشق بخارا کو خطاب کرتا ہے۔ بدر۔ چودھویں رات کا چاند۔ ہلال۔ پہلی رات کا چاند جو کمزوری میں ضرب المثل ہے۔ صف نعال۔ یعنی میری جگہ تو جوتیوں کی صف ہے اور صدرِ جہاں کا مقام بلند ہے تو وصال کی نیت مشکل ہے۔

[2] سواد۔ شہر کے اطراف۔ گلابے۔ بیہوش کو ہوش میں لانے کے لیے عرق گلاب چھڑکا جاتا ہے۔ عاقل۔ لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مرض کی بے ہوشی نہیں ہے بلکہ عشق کی بے ہوشی ہے، یہ بے ہوشی تو معشوق کی خوشبو سے رفع ہوتی ہے نہ کہ عرق گلاب سے۔

[3] غارت۔ یعنی اس کو عشق کے حملہ نے بے ہوش بنایا تھا۔ تو فسردہ۔ مولانا مخاطب کو خطاب کرتے ہیں کہ تجھ میں بے ہوشی کے راز سے واقفیت کی قابلیت نہیں ہے تو بظاہر انسان ہے لیکن تجھ میں انس کا مادہ نہیں ہے۔ رخت۔ تو اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے اور اسرارِ غیبی سے غافل ہے۔ قرآن پاک میں ہے "وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا" "اور اس نے وہ لشکر اتارا جس کو تم نہیں دیکھتے تھے۔" یہ اگرچہ فرشتوں کی جماعت کے بارے میں فرمایا گیا ہے لیکن مولانا نے اس سے لشکرِ عشق مراد لیا ہے۔ تحذیر۔ ڈرانا۔

Marfat.com

اندر آمد در بخارا شادماں
شہرِ معشوقِ خود و دارالاماں[1]
وہ خوش خوش، بخارا میں آ گیا
اپنے معشوق کے شہر اور دارالامن میں

ہمچو آں مستے کہ پرّد بر اثیر
مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر
اس مست کی طرح جو آسمان پر پرواز کرے
چاند اس سے بغلگیر ہو اور کہے کہ تو بھی بغلگیر ہو

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز
پیش از پیدا شدن منشیں گریز
جس نے بھی اس کو بخارا میں دیکھا کہ اٹھ جا
ظاہر ہونے سے پہلے، مت بیٹھ، بھاگ جا

کہ ترا می جوید آں شہ خشمگیں
تا کشد از جانِ تو دہ سالہ کیں
کیونکہ وہ غضبناک بادشاہ تجھے تلاش کر رہا ہے
تاکہ تیری جان سے دس سالہ انتقام لے

اللہ اللہ در میادر خونِ خویش
تکیہ کم کن بردم و افسونِ خویش
خدا کے لیے، اپنے خون کے درپے نہ ہو
اپنے دم کرنے اور منتر پر بھروسہ نہ کر

شحنۂ صدرِ جہاں بودی و راد
معتمد بودی مہندس اوستاد
تو صدرِ جہاں کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا
تو معتمد تھا، استاد انجینئر تھا

ہم مشیرش بودی و ہم محترم
گشتی از بہرِ گناہے متّہم
تو اس کا مشیر بھی تھا اور با عزت بھی تھا
ایک قصور میں تو متّہم ہو گیا

غدر کردی وَ ز جزا بگریختی
رَستہ بودی باز چوں آویختی
تو نے غداری کی اور سزا سے بھاگ گیا
تو بچ گیا تھا، پھر کیوں آ پھنسا؟

از بلا بگریختی باصد حیل
ابلہی آوردت اینجا یا اجل
تو سو تدبیروں سے مصیبت سے بھاگ نکلا تھا
تجھے یہاں بے وقوفی یا موت لائی ہے

اے کہ عقلت بر عطارِد[3] دق کند
عقل و عاقل را قضا احمق کند
اے وہ کہ تیری عقل عطارد پر نکتہ چینی کرتی ہے
عقل اور عقلمند کو قضا احمق بنا دیتی ہے

نحس خرگوشی کہ باشد شیر جو
زیرکی وُ عقل و چالاکیت کو
تو وہ منحوس خرگوش ہے جو شیر کی جستجو کرے
تیری ذہانت، اور عقل، اور چالاکی کہاں گئی؟

ہست صد چندیں فسونہائے قضا
گفت اِذَا جَآءَ الْقَضَآءُ ضَاقَ الْفَضَا
قضا کے سیکڑوں حیلے ہیں
فرمایا ہے، جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے

صد رہ و مخلص بود از چپ و راست
از قضا بستہ شود گر اژدہاست
دائیں بائیں، سیکڑوں راستے اور بچاؤ کی جگہیں ہوتی ہیں
قضا سے بندھ جاتا ہے، خواہ اژدہا ہو۔

---

1. دارالامان۔ امن کی جگہ۔ اثیر۔ آسمان۔ گیر۔ یعنی معشوق سے کہے کہ بغلگیر ہو جا۔ پیدا شدن۔ یعنی یہ ظاہر ہونے سے پہلے کہ تو بخارا میں آ گیا ہے۔ دہ سالہ کیں۔ دس سالہ دشمنی۔ اللہ اللہ۔ یعنی خدا کے لیے۔

2. تکیہ۔ یعنی یہ نہ سمجھ کہ لوگ تجھے بچالیں گے نہ یہ سمجھ کہ خود اپنی تدبیر سے بچ سکے گا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ مہندس۔ انجینئر۔ بگریختی۔ یعنی سزا سے بچ کر تو بھاگ گیا۔ از بلا۔ یعنی سزا سے بچ کر بھاگ گیا تھا اب تجھے بیوقوفی یا موت کھینچ لائی ہے۔

3. عطارد۔ دبیر فلک۔ نحس۔ جو خرگوش شیر کی جستجو کرے تو وہ اپنی موت کو تلاش کرتا ہے۔ اذا۔ یہ حدیث نہیں ہے کسی کا مقولہ ہے کہ جب قضا آتی ہے تو بھاگنے کا موقع نہیں رہتا فضا تنگ ہو جاتی ہے۔ از قضا۔ اژدہے کی جب موت آتی ہے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے کسی نے اس کو باندھ دیا ہو۔

Marfat.com

جواب گفتنِ عاشق عاذلاں[1] و تہدید کنندگاں را

عاشق کا ملامت گروں اور ڈرانے والوں کو جواب دینا

گفت من مستسقیم آبم کشد
اس نے کہا میں استسقاء کا بیمار ہوں پانی مجھے کھینچتا ہے
گرچہ میدانم کہ ہم آبم کشد
اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالے گا

ہیچ مستسقی نہ بگریزد ز آب
کوئی استسقاء کا بیمار پانی سے نہیں بھاگتا ہے
گر دو صد بارش کند مات و خراب
اگرچہ وہ اس کو دو سو بار مضمحل اور تباہ کرے

گر بیاماسد مرا دست و شکم
اگرچہ میرے ہاتھ اور پیٹ پھول جائیں
عشقِ آب از من نخواہد گشت کم
پانی کا عشق مجھ میں سے کم نہ ہو گا

گویم[2] آنگہ کہ پرسند از بطوں
جب اندرون کے بارے میں مجھ سے پوچھیں گے تو میں کہوں گا
کاشکے بحرم رواں بودے دروں
کاش میرے اندر سمندر جاری ہوتا

خیک اشکم گو، بدر از موجِ آب
میرے پیٹ کی مشک کو کہہ دو کہ پانی کی موج سے پھٹ جائے
گر بمیرم ہست مرگم مستطاب
اگر میں مر گیا تو میری پاکیزہ موت ہو گی

من بہر جائے کہ بینم آب جو
میں جس جگہ نہر کا پانی دیکھتا ہوں
رشکم آید بودمے من جائے او
مجھے رشک آتا ہے، کاش میں اس کی جگہ ہوتا

دست[2] چوں دف و شکم ہمچوں دہل
ہاتھ دف کی طرح اور پیٹ ڈھول کی طرح ہے
طبلِ عشقِ آب می کوبم چوگل
میں پھول کی طرح پانی کے عشق کا ڈھول پیٹ رہا ہوں

گر بریزد خونم آں روح الامیں[3]
اگر وہ روح الامین میرا خون بہا دے
جرعہ جرعہ خوں خورم ہمچوں زمیں
میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ خون پی جاؤں

چوں زمین و چوں جنیں خونخوارہ ام
میں زمین اور پیٹ کے بچے کی طرح خون پینے والا ہوں
تا کہ عاشق گشتہ ام ایں کارہ ام
جب سے میں عاشق ہوا ہوں میرا یہی کام ہے

شب ہمی جوشم در آتش ہمچو دیگ
میں رات کی آگ میں دیگ کی طرح جوش مارتا ہوں
روز تا شب خوں خورم مانند ریگ
دن سے رات تک ریت کی طرح خون پیتا ہوں

من پشیمانم کہ مکر انگیختم
میں شرمندہ ہوں کہ میں نے مکر برپا کیا
از مراد و خشمِ او بگریختم
میں نے اس کے غصہ اور مقصد سے گریز کیا

---

[1] عاذلاں۔ عاذل کی جمع ہے، ملامت گر۔ مستسقی۔ استسقاء کا مریض جس کی کبھی پیاس نہیں بجھتی۔ کشد۔ پانی پینا اس کے لیے سخت مضر ہوتا ہے۔ کند۔ یعنی وہ پانی اس کو تباہ کرتا ہے اور مرض میں اضافہ کر دیتا ہے اس کے ہاتھ پاؤں پانی پینے سے پھول جاتے ہیں۔

[2] گویم۔ اس مریض سے اگر باطن کے احوال دریافت کرو تو وہ تمنا کرے گا کہ کاش پیٹ میں دریا جاری ہوتا۔ بطوں۔ اندرون۔ خیک۔ مشک۔ مستطاب۔ پاکیزہ۔ دست۔ استسقاء کی بیماری میں ہاتھ اور پیٹ وغیرہ پھول جاتے ہیں۔ دہل۔ ڈھول۔ گل۔ پھول کی تر و تازگی پانی سے ہے تو گویا وہ پانی کا عاشق ہے۔

[3] روح الامین۔ اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوتے ہیں لیکن یہاں محبوب صدر جہاں مراد ہے۔ چوں زمین۔ زمین اور پیٹ کا بچہ خون پیتا ہے عاشق بھی خونِ جگر پیتا ہے۔ من پشیمانم۔ میں اپنے محبوب صدر جہاں کے بھاگ جانے پر شرمندہ ہوں۔

Marfat.com

گو[1] براں بر جانِ مستم خشمِ خویش
کہہ دے، میری مست جان پر اپنا غصہ جاری کر دے

عیدِ قرباں اوست عاشق گاؤمیش
وہ عید قرباں ہے، اور عاشق بھینس ہے

گاؤ اگر خسپد و گر چیزے خورد
گائے اگر سوتی ہے، اور اگر کوئی چیز کھاتی ہے

بہرِ عید و ذِبح او می پرورد
عید اور ذبح کے لیے وہ پرورش پاتی ہے

گاوِ موسیٰؑ داں مرا جاں دادۂ
مجھے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی گائے سمجھ جس نے جان عطا کی

جزوِ جزوم حشر ہر آزادۂ
میرا جزو جزو ہر ہر آزاد کا حشر ہے

گاوِ موسیٰؑ بود قرباں کشتۂ
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی گائے قربان شدہ تھی

کمتریں جزوش حیاتِ کشتۂ
اس کا معمولی جزو مقتول کی زندگی تھی

بر جہید آں کشتہ ز آسیبش ز جا
اس کی چوٹ سے مردہ جگہ سے اٹھ گیا

در خطابِ اِضْرِبُوْهُ بَعْضَهَا
''اس کو اس کے بعض سے مارو'' کے حکم کے مطابق

یَا کِرَامِیْ اِذْبَحُوْا هٰذَا الْبَقَرْ
اے میرے بزرگو! اس گائے کو ذبح کر دو

اِنْ اَرَدْتُمْ حَشْرَ اَرْوَاحِ النَّظَرْ
اگر تم نظری روحوں کی زندگی چاہتے ہو

از جمادی[2] مُردم و نامی شدم
میں جمادیت سے مرا اور نباتی بن گیا

وز نما مُردم بحیواں سر زدم
اور نباتیت سے مرا، حیوان بن گیا

مُردم از حیوانی و آدم شدم
میں حیوانیت سے مرا اور آدمی بن گیا

پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شدم
تو میں کیا ڈروں، میں مرنے سے کب گھٹا؟

حملۂ دیگر بمیرم از بشر
دوسری مرتبہ میں بشریت سے فنا ہو جاؤں گا

تا بر آرم از ملائک بال و پر
تاکہ فرشتوں میں ہو کر، بال و پر نکالوں

وز ملک[3] ہم بایدم جستن زجو
فرشتے سے بھی مجھے نہر کو کودنا چاہیے

کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
(کیونکہ) بجز اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے

بارِ دیگر از ملک قرباں شوم
دوسری مرتبہ ملکیت سے میں قربان ہوں گا

آنچہ اندر وہم ناید آں شوم
وہ جو عقل میں نہیں آ سکتا وہ ہو جاؤں گا

---

1. گو۔ محبوب سے کہہ دو کہ میرے اوپر اپنا غصہ اتار لے۔ گاؤمیش۔ بھینس۔ گاؤ۔ گائے کا خواب و خورسب عید قرباں میں قربان ہونے کے لیے ہوتا ہے۔ گاؤ موسیٰ۔ قرآن پاک کے اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک گائے ذبح کر کے اس کا کچھ حصہ مقتول پر مارا تھا تو وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا لہٰذا میرے مرنے کو موت نہ سمجھو وہ تو دوسروں کی زندگی ہے۔ جزو۔ اسی طرح میں مقتول ہو کر ہر عاشق کی حیات کا سبب بنوں گا۔ اِضْرِبُوْا۔ قرآن میں ہے فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا یعنی ''ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ مقتول کو اس گائے کے بعض سے مارو'' یا کرامی۔ اب وہ عاشق تعلیم دیتا ہے کہ تم جسم کو جو بمنزلہ گائے کے ہے مجاہدات کے ذریعے فنا کر دو تو تمہاری نظری روحیں جو حواس کے ذریعہ غیر محسوس ہیں زندہ ہو جائیں گی۔

2. از جمادی۔ عاشق جسم کے تغیرات بتا کر اس کا فانی ہونا ثابت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ فانی کی فنا سے گھبرانا لغویات ہے، انسانی جسم کے تغیرات یہ ہیں کہ اس کی ساخت اس طرح ہوتی ہے کہ نباتات اپنی غذا جمادات سے حاصل کرتی ہیں تو وہ اجزاء اپنی جمادیت چھوڑ کر نباتیت اختیار کر لیتے ہیں پھر حیوان اپنی غذا نباتات سے حاصل کرتا ہے تو وہ اجزاء نباتات اپنی نباتیت چھوڑ کر حیوانیت اختیار کر لیتے ہیں پھر انسان اپنی غذا اجزاء حیوانی سے حاصل کرتا ہے وہ اجزاء حیوانی اپنی حیوانیت چھوڑ کر جسم انسانی بن جاتے ہیں۔ حملۂ دیگر۔ جب انسان مرتا ہے تو مادی جسم مثالی بن جاتا ہے اور وہ انسان ملائک کی صفت میں آ جاتا ہے۔

3. از ملک۔ پھر مجھے ملکیت کو بھی ختم کرنا ہے کیونکہ وہ بھی فانی ہے اور عدم اضافی اختیار کر کے بحر وحدت میں شامل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون[1]
پھر عدم بن جاؤں گا، عدم ارغنون (باجے) کی طرح
گویدم کہ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
مجھ سے کہتا ہے کہ ہم سب اس کی طرف لوٹنے والے ہیں

مرگ داں آں کاتفاقِ امت ست
موت کو سمجھ لے، کیونکہ تمام لوگوں کا اتفاق ہے
کآبِ حیوانی نہان در ظلمت ست
کہ آبِ حیات، تاریکی میں پوشیدہ ہے

ہمچو نیلوفر بِرو زیں طرفِ جو
نیلوفر کی طرح اس نہر کے کنارے پر اگ جا
ہمچو مستسقی حریص و آب جُو
استسقاء کے مریض کی طرح پانی کا حریص اور تلاش کرنے والا ہو

مرگِ او آبست و او جویائے آب
اس کی موت پانی ہے اور وہ پانی کا جویاں ہے
می خورد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اس کو پیتا ہے اور اللہ زیادہ بہتر جاننے والا ہے

اے فسردہ[2] عاشقِ ننگیں نمد
اے بھیگے ہوئے نمدے والے ٹھٹھرے ہوئے عاشق!
کوز بیم جاں ز جاناں می رمد
کہ وہ جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے

سوئے تیغ عشقش اے ننگ زناں
اے زمانہ کے لیے باعث ذلت! اس کے عشق کی تلوار کی جانب
صد ہزاراں جاں نگر دستک زناں
لاکھوں جانوں کو تالیاں بجاتا ہوا دیکھ

جوئے[3] دیدی کوزہ اندر جوئے ریز
تو نے نہر دیکھ لی، پیالہ نہر میں بہا دے
آب را از جوئے کے باشد گریز
پانی نہر سے کب گریز کرتا ہے؟

آبِ کوزہ چوں در آبِ جو شود
پیالے کا پانی جب نہر کے پانی میں مل جاتا ہے
محو گردد در وے وچوں او شود
اس میں فنا ہو جاتا ہے اور اس جیسا ہو جاتا ہے

وصف او فانی شود ذاتش بقا
اس کا وصف فانی اور اس کی ذات باقی بن جاتی ہے
زیں سپس نے کم شود نے بد لقا
اس کے بعد نہ وہ گھٹتا ہے، نہ بدصورت بنتا ہے

رسیدنِ آں عاشق بمعشوق چوں دست از جاں بشست
عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا جبکہ اس نے جان سے ہاتھ دھو لیے

خویش را بر نخلِ او آو ختم
میں نے اپنے آپ کو اس کے کھجور کے درخت پر لٹکا دیا
عذر آں را کہ ازو بگریختم
اس معذرت میں کہ میں اس سے بھاگا تھا

ہمچو گوئے سجدہ کن بر روے و سر
سر اور چہرے کے بل سجدے کرتا ہوا گیند کی طرح
جانبِ آں صدر شد با چشمِ تر
پُرنم آنکھوں کے ساتھ اس صدر (جہاں) کی طرف روانہ ہو گیا

---

1. ارغنون۔ ایک باجہ کا نام ہے جس کا موجد افلاطون ہے۔ مرگ۔ موت بمنزلہ اس تاریکی کے ہے جس کو عبور کر کے آبِ حیات حاصل ہوتا ہے۔ نیلوفر۔ گھاس دریا کے کنارے پر پیدا ہوتی ہے اور وہ پانی کی بہت حریص ہوتی ہے۔ مرگِ اُو۔ استسقاء کا مریض پانی کا حریص ہوتا ہے اور وہی پانی اس کی موت کا سبب بنتا ہے۔

2. اے فسردہ۔ اے عاشق تو عشق کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ لاکھوں عاشقوں کی جانیں خوشی میں اس کی تیغ کے سامنے تالیاں بجا رہی ہیں اور مرنے کی مشتاق ہیں۔

3. جوئے۔ جب دریائے احدیت نظر آ جائے اپنے قطرۂ حیات کو اس میں ڈال دے تو اس کا اپنا تشخص ختم ہو جائے گا اور وہ باقی بقاءِ حق ہو جائے گا پھر اس میں نہ کمی آئے گی نہ کوئی تغیر پیدا ہو گا۔ بر نخل۔ چونکہ میں اس سے بھاگا تھا اب اس کے قدم پر قربان ہو جاؤں گا۔ ہم چو۔ وہ گیند کی طرح لڑھکتا ہوا روتا ہوا صدرِ جہاں کی جانب روانہ ہوا۔

Marfat.com

بر رُخِ چوں زعفراں[1] اشکِ رواں — رفت آں بیدل سوئے صدرِ جہاں

زعفرانی چہرے پر آنسو بہاتا ہوا — وہ بیدل، صدر جہاں کی جانب چلا

ہم کفن ہم تیغ اندر دستِ او — چونکہ بود او عاشق و سر مستِ او

کفن بھی، اور تلوار بھی اس کے ہاتھ میں — کیونکہ وہ اس کا عاشق اور متوالا تھا

جملہ خلقاں منتظر سر در ہوا — کش بسوزد یا بر آویزد وُرا

تمام لوگ سروں کو اوپر کیے ہوئے منتظر تھے — کہ وہ اس کو جلائے گا یا اس کو پھانسی دے گا

ایں زماں ایں احمق یک لخت را — آں نماید کہ زماں بد بخت را

اب اس پورے احمق کے ساتھ — صدر (جہاں) وہ کرے گا جوزمانہ کسی بدبخت سے کرتا ہے

ہمچو پروانہ شرر را نور دید — احمقانہ در فتاد از جاں برید

اس نے پروانے کی طرح چنگاریوں کو نور سمجھا — بے وقوفوں کی طرح گرا (اور) جان کھو دی

لیک[2] شمعِ عشق چوں آں شمع نیست — روشن اندر روشن اندر روشنیست

لیکن عشق کی شمع اس شمع کی طرح نہیں ہے — روشن، در روشن، اور روشن ہے

او بعکسِ شمعہائے آتشی ست — می نماید آتش و جملہ خوشی ست

وہ آگ کی شمعوں کے بالعکس ہے — وہ آگ نظر آتی ہے، اور سراپا خوشی ہے

صفت کردنِ آں مسجد کہ مہمان کُش بود و آں عاشقِ مرگ

جوئے لا اُبالی کہ دراں مسجد مہمان شد

اس مسجد کی بات جو مہمان کو مار ڈالتی تھی اور اس لا پروا، موت
کی جستجو کرنے والے مہمان کا بیان

یک حکایت گوش کن اے نیک پے — مسجدے بد بر کنارِ شہرِ رَے[3]

اے نیک خصلت! ایک قصہ سن — رے شہر کے کنارے پر ایک مسجد تھی

ہیچکس دروے نخفتے شب زبیم — کہ نہ فرزندش شدے آں شب یتیم

کوئی شخص رات کو اس میں نہ سوتا، کہ ڈر کی وجہ سے — اس رات میں اس کے بچے یتیم نہ ہو جائے

ہر کہ دروے بیخبر چوں کور رفت — صبحدم چون اختراں درگور رفت

جو بے خبر، اندھے کی طرح اس میں چلا گیا — صبح ہوتے وہ ستاروں کی طرح قبر میں چلا گیا

---

[1] زعفراں۔ فراق میں اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ ہم کفن۔ یعنی مرنے کی پوری تیاری کر لی تھی۔ سر در ہوا۔ یعنی سر ابھارے ہوئے۔ کش۔ یعنی صدرِ جہاں اس کو کس قسم کی سزا دے گا۔ ایں زماں۔ اب اس کو ایسی سزا ملے گی جو زمانہ کسی بدبخت کو دیتا ہے۔ ہمچو۔ تماشائی یہ کہہ رہے تھے کہ یہ احمق بھی پروانہ کی طرح نار کو نور سمجھا۔

[2] لیک۔ لیکن ان کا یہ سمجھنا غلط تھا وہ شمع عشق کو معمولی شمع سمجھ رہے تھے جس کی نار نور نظر آتی ہے۔ معمولی شمع پر قربان ہونے سے سوزش پیدا ہوتی ہے اس شمع پر قربان ہونا مجسم خوشی ہے۔ مسجد۔ مسجد کے واقعہ سے مولانا سمجھاتے ہیں کہ عوام جس چیز کو ہلاکت کا سبب سمجھتے ہیں وہ کامیابیوں کا سبب ہوتی ہے۔

[3] رے۔ یہ وہی شہر ہے جس کی طرف منسوب ہو کر امام فخر الدین رازی کہلاتے ہیں۔ یتیم۔ یعنی جو بھی سوتا اس کے بچے یتیم ہو جاتے۔ اختراں۔ صبح، ستاروں کی موت ہے۔

Marfat.com

خویشتن[1] را نیک ازیں آگاہ کن — صبح آمد خواب را کوتاہ کن
اپنے آپ کو اس سے اچھی طرح باخبر کر لے — صبح ہو گئی نیند کو مختصر کر

ہر کسے گفتے کہ پریانند تند — اندر و مہماں کشاں با تیغ کند
ہر شخص کہتا کہ بدمزاج پریاں ہیں — اس میں مہمان کو کند تلوار سے مار ڈالنے والی

آں دگر گفتے کہ سحرست و طلسم — کہ رصد باشد عدوِ جان و جسم
کوئی کہتا کہ جادو اور طلسم ہے — جو جان اور جسم کے دشمن کی طرح گھات میں رہتا ہے

آں دگر گفتے کہ بر نہ نقش فاش — بر درش کاے میہماں اینجا مباش
دوسرا کہتا، کہ کھلا اعلان لگا دے — اس کے دروازے پر کہ اے مہمان! یہاں نہ ٹھہر

شب مخسپ اینجا اگر جاں بایدت — ورنہ مرگ اینجا کمیں بکشایدت
اگر تو جان بچانی چاہتا ہے یہاں رات کو نہ سونا — ورنہ اس جگہ موت تجھ پر گھات لگائے گی

واں یکے[2] گفتے کہ شب قفلے نہید — غافلے کاید شمارہ کم دہید
ایک کہتا، رات کو تالا لگا دو — کوئی انجان آئے تو تم داخل نہ ہونے دو

آمدنِ مہمان دراں مسجد

ایک مہمان کا مسجد میں آنا

تا یکے مہماں در آمد وقت شب — کوشنیدہ بود آں صیتِ عجب
حتیٰ کہ ایک مہمان رات کو آ گیا — جس نے وہ عجیب شہرت سنی تھی

از برائے آزموں می آزمود — زانکہ بس مردانہ و جانباز بود
امتحان کے لیے وہ آزما رہا تھا — کیونکہ وہ بہت بہادر اور جاں باز تھا

گفت[3] کم گیرم سر و اشکنبۂ — رفتہ گیر از گنج جاں یک حبۂ
اس نے کہا میں سر اور معدہ کو کب سمجھتا ہوں — فرض کر لے خزانہ سے ایک حبہ ضائع ہو گیا

صورتِ تن گو برو من کیستم — نقش کم ناید چو من باقیستم
جسم کی صورت کو کہہ دے چلی جائے، اور میں کون ہوں؟ — صورت کی کمی نہ ہو گی جب میں باقی ہوں

چوں نفخت بودم از لطف خدا — نفخ حق باشم زنائے تن جدا
جب میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے نفخت تھا — میں اللہ (تعالیٰ) کی پھونک ہوں گا بدن کی بانسری سے علیحدہ

---

1. خویشتن ۔ مخاطب کو نصیحت ہے کہ اس کہانی سے عبرت حاصل کر لے، صبح قیامت نزدیک ہے خوابِ غفلت سے بیدار ہو جا۔ تند ۔ یعنی بدمزاج پریاں تکلیف دے کر مار ڈالتی ہیں۔ سحر ۔ کوئی کہتا مسجد میں کوئی جادو ہے جو مار ڈالتا ہے۔ گفتے ۔ یعنی مسجد کے متولی کو کہتا کہ اس مسجد پر رات کو سونے کی ممانعت کا اعلان لگا دے۔
2. واں یکے ۔ کسی کی یہ رائے ہوتی کہ مسجد پر تالا ڈال دو۔ صیت ۔ شہرت۔
3. گفت ۔ اس مہمان نے دل میں یہ سوچا کہ اگر مر بھی گیا تو صرف اتنا نقصان ہے جیسا کہ خزانہ میں سے ایک حبہ ضائع ہو جائے انسان کا جسم مجموعہ میں بمنزلہ حبہ کے ہے۔ صورت ۔ اگر جسم ہلاک بھی ہو جائے گا تو کیا مضائقہ ہے اصل تو روح ہے جو باقی رہے گی۔ نفخت ۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ یعنی "آدم میں میں نے اپنی روح پھونک دی" تو اگر جسم فنا بھی ہو گیا تو اللہ کی پھونک باقی رہے گی۔

Marfat.com

تا نیفتد[1] بانگِ نفخش ایں طرف — تا رہد آں گوہر از تنگیں صدف
جب تک کہ اس (کے صور) کی آواز اس طرف نہ آئے — حتیٰ کہ وہ جوہر تنگ سیپ سے رہائی پائے

چوں تَمَنَّوُا الْمَوْتَ گفت اے صادقیں — صادقم جاں را بر افشانم بریں
جبکہ اس نے فرمایا ہے موت کی تمنا کرو اے سچو! — میں سچا ہوں اس فرمان، پر جان نثار کر دوں گا

ملامتِ اہلِ مسجد مہمانِ عاشق را از شب خفتن در آنجا و تہدید[2] کردن

مسجد والوں کا عاشق کو رات میں اس جگہ پر سونے میں ملامت کرنا اور ڈرانا

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ — تا نکوبد جانستانت ہمچو کُب
لوگوں نے اس سے کہا خبردار! یہاں نہ سونا — تا کہ جان نکالنے والا تجھے کھلی کی طرح نہ کوٹے

کہ غریبی و نمیدانی تو حال — کاندریں جا ہر کہ خفت آمد زوال
اس لیے کہ تو مسافر ہے اور تو حالت نہیں جانتا ہے — کہ اس جگہ جو سویا ہے (اس پر) زوال آیا ہے

اتفاقے نیست ایں ما بارہا — دیدہ ایم و جملہ اصحابِ نہیٰ
اتفاقاً نہیں ہے، یہ ہم نے بہت سی مرتبہ — دیکھا ہے، اور سب عقلمندوں نے

ہر کہ آں مسجد شبے مسکن شدش — نیم شب مرگِ ہلاہل[3] آمدش
وہ مسجد جس کا ایک رات مسکن بنی ہے — اس کو آدھی رات میں قاتل موت آئی ہے

از یکے تا پانصد ایں را دیدہ ام — نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ام
ایک سے پانچسو تک ہم نے یہ دیکھا ہے — نہ کہ تقلیداً ہم نے کسی سے سنا ہے

گفت اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَة آں رسول — آں نصیحت در لغت ضدِ غلول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دین خیر خواہی ہے فرمایا ہے — خیر خواہی لغت میں خیانت کی ضد ہے

ایں نصیحت راستی در دوستی — در غلولی خائن و سگ پوستی
یہ خیر خواہی دوستی میں سچائی ہے — خود غرضی میں خیانت اور کتا پن ہے

بے خیانت ایں نصیحت از وداد — می نمائیمت مگرد از عقل و داد
یہ نصیحت بغیر خیانت کے دوستی کی وجہ سے — ہم تجھے کر رہے ہیں، عقل اور انصاف سے روگردانی نہ کر

جواب گفتنِ عاشق ناصحاں و ملامت گویاں را

عاشق کا نصیحت کرنے والوں اور ملامت گروں کو جواب دینا

---

1. تانیفتد۔ یعنی میں جسم سے جدا ہو کر صرف نفخ حق رہوں گا جب تک اس کے صور کا نعرہ اس عالم میں نہ آئے گا جب نفخ صور ہوگا تب پھر وہ نفخ حق میرے نائے تن سے وابستہ ہو جائے گا۔ تارہد۔ میں نفخ حق کو تن سے اس لیے جدا رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ اس گوہر نفخ حق کے لیے صدف جسم تنگ ہے۔ چوں۔ قرآن پاک میں یہود کو خطاب کر کے فرمایا گیا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ "تم موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو" یہود چونکہ دعوے میں جھوٹے تھے اس لیے انہوں نے تمنا نہ کی، میں اللہ کی محبت اور ولایت میں سچا ہوں لہٰذا موت کا متمنی ہوں۔
2. تہدید۔ دھمکی دینا۔ کُب۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ کھلی۔ نہیٰ۔ نہیہ کی جمع ہے، عقل۔
3. ہلاہل۔ چین میں ایک پہاڑ ہے جس میں ایک گھاس اگتی ہے جو قاتل زہر ہے پھر ہلاہل مطلقاً قاتل زہر اور قاتل کے معنی میں آنے لگا ہے۔ ایں را۔ یعنی اس مسجد میں سونے والے کا مرنا۔ النصیحۃ۔ خلوص۔ غلول۔ خیانت۔ وداد۔ دوستی۔ داد۔ انصاف۔

گفت او اے ناصحاں من بے ندم[1] — از جہانِ زندگی سیر آمدم
اس نے کہا اے نصیحت کرنے والو! میں بغیر کسی ندامت کے — زندگی کی دنیا سے پیٹ بھر چکا ہوں

مَنبلے ام زخم جو و زخم خواہ — عافیت کم جوئے از مَنبل براہ
میں بے حس زخم کو تلاش کرنے والا اور زخم کا خواہش مند ہوں — بے حس آدمی سے راہِ (زندگی) میں عافیت کی تمنا نہ کر

مَنبلے نے کو بود خود برگ جو — مَنبلے ام لا ابالی مرگ جو
(میں) وہ بے حس نہیں ہوں جو سامان تلاش کرے — میں وہ بے حس ہوں جو لاپرواموت کا تلاش کرنے والا ہے

مَنبلم بے زخم ناساید تنم — عاشقم بر زخمہا بر میتنم
میں وہ بے حس ہوں کہ بغیر زخم کے میرا جسم آرام نہیں پاتا ہے — میں عاشق ہوں زخموں کے چکر کاٹتا ہوں

مَنبلے نے کو بکف پول آورد — مَنبلے چُستے کزیں پل بگذرد
میں وہ بے حس نہیں ہوں جو مٹھی میں روپیہ جمع کرے — وہ بے حس چالاک (ہوں) جو اس پل سے گذر جائے

آں نہ کو بر ہر دکانے بر زند — بل جہد از کون و کانے بر زند
نہ وہ کہ جو ہر دکان پر مارا مارا پھرے — بلکہ دنیا کو کود جائے اور کان پر پہنچ جائے

مرگ شیریں گشت و نقلم زیں سرا — چوں قفص[2] ہشتن پریدن مرغ را
اسی سرائے سے منتقل ہونگا اور موت میرے لیے شیریں ہوگئی ہے — جیسا کہ پرند کے لیے پنجرا چھوڑنا (اور) اڑ جانا

آں قفص کو ہست عین باغ در — مرغ می بیند گلستان و شجر
وہ پنجرا جو عین باغ میں ہے — پرندہ باغ اور درخت دیکھ رہا ہے

جوقِ مُرغاں از بروں گردِ قفص — خوش ہمی خوانند ز آزادی قصص
پرندوں کا جھنڈ باہر پنجرے کے چاروں طرف — آزادی کے قصے خوشی سے پڑھ رہے ہیں

مرغ را اندر قفص زاں سبزہ زار — نے خورش ماندست و نے صبر و قرار
پنجرے کے اندر پرندہ کے لیے سبزہ زار کی وجہ سے — نہ بھوک رہی، اور نہ صبر و قرار (رہا)

سر ز ہر سوراخ بیروں میکُند — تا بود کایں بند از پا بَرکند
وہ ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے — کہ شاید اس بیڑی کو پاؤں سے نکال دے

چوں[3] دل و جانش چنیں بیروں بود — آں قفص را در کشائی چوں بود
جب اس کا دل اور جان اسطرح باہر (کی مشتاق) ہو — اس پنجرے کا دروازہ کھلنا کیسا ہو گا؟

نے چناں مُرغِ قفص در اندہاں — گرد بر گردش بحلقہ گربگاں
وہ پنجرے کے اس پرند کی طرح نہیں ہے جو غموں میں ہو — (اور) اس کے اردگرد بلیاں حلقہ کیے ہوں

---

1. ندم۔ ندامت۔ مَنبل۔ سست، بے حس۔ برگ۔ ساز و سامان۔ پول۔ نقدی۔ ازیں پل۔ یعنی دنیا طلبی۔ کانے۔ یعنی معرفت خداوندی کی کان۔ نقلم۔ یعنی اس دنیا سے منتقل ہونا۔
2. چوں قفص۔ یعنی جس طرح سے پرندہ کو پنجرہ چھوڑ کے اڑ جانا شیریں ہوتا ہے۔ باغ در۔ یعنی در باغ۔ قصص۔ قصے کی جمع ہے۔ نے خورش۔ پرندہ کو پنجرے میں نہ دانہ اچھا لگتا ہے اور نہ اس کو صبر و قرار ہوتا ہے۔
3. چوں۔ جب پرندہ کا یہ حال ہو تو پنجرے کا دروازہ ٹوٹنے سے اس کو کس قدر خوشی ہوگی۔ نے چناں۔ البتہ وہ پرند جو پنجرے کے چاروں طرف بلیاں دیکھے تو وہ بے شک پنجرے ہی میں بند رہنا پسند کرے گا۔

Marfat.com

کے بود او را دریں خوف و حزن — آرزوئے از قفس بیروں شدن

ان کو اس ڈر اور رنج میں کب ہو گی؟ — پنجرے سے باہر نکلنے کی آرزو

او ہمی خواہد کزیں ناخوش حفص[1] — صد قفص باشد بگردِ ایں قفص

وہ چاہے گا کہ اس ناگوار زنبیل کے بجائے — اس پنجرے کے چاروں طرف سو پنجرے ہوں

بیان آنکہ عشقِ جالینوس بریں حیاتِ دنیا بود کہ فنِ او ہم اینجا بکار می آید و ہنرے نور زیدہ است کہ در آں بازار بکار آید آنجا خود را بعوام یکساں می بیند وَ الْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ

اس کا بیان کہ جالینوس کا عشق اس دنیاوی زندگی پر اس وجہ سے تھا کہ اس کا فن اس جگہ کام آتا تھا اور اُس نے وہ ہنر نہ اختیار کیا تھا جو اس بازار میں کام آئے وہاں وہ اپنے آپ کو عوام کے برابر سمجھتا تھا اور حکم اس دن خدا کے لیے ہے

آنچناں کہ گفت جالینوس راد[2] — از ہوائے ایں جہاں و از مراد

جیسا کہ حکیم جالینوس نے کہا — اس دنیا کی محبت اور مراد میں

راضیم کزمن بماند نیم جاں — کہ زکونِ استرے بینم جہاں

کہ میں راضی ہوں اگر آدھی جان (بھی) رہے — تاکہ خچر کی دُبر سے دنیا کو دیکھوں

گربہ می بیند بگردِ خود قطار — مُرغش آئس گشتہ بودست از مطار

قطار میں اپنے چاروں طرف بلیاں دیکھتا ہے — اس کا پرند (روح) پرواز سے مایوس ہو گیا ہے

یا عدم دیدست غیرِ ایں جہاں — در عدم نادیدہ او حشرِ نہاں

یا اس نے اس جہان کے علاوہ کو معدوم سمجھا ہے — اس نے عدم میں چھپا ہوا حشر نہیں دیکھا ہے

چوں جنیں کِش میکشد بیروں کرم — می گریزد او سپس سوئے شکم

جیسا کہ پیٹ کا بچہ کہ اسکو کرم (خداوندی) باہر کو کھینچتا ہے — وہ پیٹ کی جانب پیچھے کو بھاگتا ہے

لطف رُویش سوئے مصدر میکند — او مَقَرّ[3] در پشتِ مادر می کند

مہربانی اس کا رخ نکلنے کی جگہ کی طرف کرتی ہے — وہ ماں کی کمر میں ٹھکانا بناتا ہے

کہ اگر بیروں نہم زیں شہر گام — اے عجب دیگر نہ بینم ایں مقام

کہ میں اگر اس شہر سے قدم باہر رکھوں گا — ہائے عجبا پھر یہ جگہ نہ دیکھوں گا

یا درے بودے دریں شہرِ وَخم — کہ نظارہ کردمے اندر رحم

یا اس گندے شہر میں کھڑکی ہوتی — کہ میں رحم میں سے نظارہ کرتا

یا چو چشمِ سوزنے راہم بدے — کہ ز بیرونِ رحم دیدہ شدے

یا سوئی کے نکوے کی برابر میرے لیے راستہ ہوتا — کہ رحم کے باہر کی چیز دیکھ لی جاتی

---

1. حفص۔ فاء سکون کے ساتھ زنبیل، جھولا ضرورتِ شعری کی وجہ سے فاء پر زبر دے دیا گیا ہے۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم ہے چونکہ وہ محض علوم عقلیہ سے واقف تھا اور آخرت کا اس کو کوئی علم نہ تھا لہٰذا وہ دنیا میں جینے کا متمنی تھا۔

2. راد۔ عقلمند۔ ہوا۔ خواہش، محبت۔ کونِ استرے۔ یعنی ذلیل مقام۔ آئس۔ مایوس۔ مطار۔ اڑنے کی جگہ، اڑان۔ جنیں۔ ماں کے پیٹ کا بچہ۔ سپس۔ واپس۔ مصدر۔ نکلنے کی جگہ۔

3. مقر۔ قیام گاہ۔ گام۔ قدم۔ وخم۔ ناموافق مقام۔ چشمِ سوزن۔ سوئی کا نکوا۔

Marfat.com

این چنیں ہم غافل ست از عالمے
ہمچو جالینوس او نا محرمے[1]
وہ بھی دنیا سے اسی طرح غافل ہے
وہ جالینوس کی طرح ناواقف ہے

او نداند کو رطوباتے کہ ہست
آں مدد از عالمِ بیرونی است
وہ نہیں سمجھتا، کہ دو رطوبتیں جو ہیں
وہ بیرونی دنیا کی مدد سے ہیں

آنچناں کہ چار عنصر در جہاں
صد مدد وارد ز شہرِ لامکاں
جس طرح سے دنیا میں چاروں عنصر
لامکان کے شہر سے سیکڑوں مددیں پاتے ہیں

آب و دانہ در قفس گر یافتہ است
آں ز باغ و عرصۂ در تافتہ است
اگر پنجرے میں پانی اور دانہ موجود ہے
وہ باغ اور میدان سے رونما ہوا ہے

جانہائے[2] انبیاء بینند باغ
زیں قفص در وقتِ نقلان و فراغ
انبیا کی جانیں باغ کو دیکھتی ہیں
اس پنجرے سے، منتقل اور فارغ ہونے کے وقت

پس ز جالینوس و عالم فارغند
ہمچو ماہ اندر فلکہا بازغ اند
اس لیے وہ جالینوس اور دنیا سے بے نیاز ہیں
وہ چاند کی طرح آسمانوں پر روشن ہیں

ور ز جالینوس ایں گفت افتریست
پس جوابم بہرِ جالینوس نیست
اگر یہ بات جالینوس پر بہتان ہے
تو میرا جواب جالینوس کے لیے نہیں ہے

ایں جوابِ آنکس آمد کایں بگفت
کہ نبودستش دلے با نور جفت
(پھر) یہ اس کے لیے جواب ہے جس نے یہ کہا ہے
کیونکہ اس کا دل نور کا ساتھی نہیں ہے

مُرغِ جانش[3] موش شد سوراخ جو
چوں شنید از گربگاں او عَرّ جُوا
اس کی جان کا پرند سوراخ ڈھونڈھنے والا چوہا بن گیا
جب اس نے بلیوں سے "گھیر لو" سنا

زاں سبب جانش وطن دید و قرار
اندریں سوراخ دنیا موش وار
اسی لیے اس کی جان نے وطن اور ٹھکانا دیکھا
چوہے کی طرح اس دنیا کے سوراخ میں

ہمدریں سوراخ بنّائی گرفت
در خورِ سوراخ دانائی گرفت
اسی سوراخ میں اس نے تعمیر سازی کی
سوراخ کے مناسب عقل اختیار کی

پیشہائے کہ مر او را در مزید
اندریں سوراخ کار آید گزید
وہ پیشے جو اس کے لیے اضافے میں
اس سوراخ میں کام آئیں، اس نے اختیار کئے

---

[1] نامحرم۔ ناواقف راز۔ رطوبات۔ یعنی پیٹ کے بچے کی غذا جو رطوبتیں ہیں وہ ماں کی ان غذاؤں سے حاصل ہوئی ہیں جو باہر سے اسے حاصل ہوتی ہیں۔ لامکاں۔ عالم اسماء، عالم ملکوت۔

[2] جانہائے۔ انبیا اور اولیا دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے باغات کی سیر کر لیتے ہیں تو وہ جالینوس کی خواہش ارز عالم سے بے نیاز اور فارغ البال ہیں۔ افترے۔ یعنی جو بات میں نے جالینوس کی نقل کی ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو میرا یہ کلام جالینوس کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کے لیے جو اس عقیدے کا ہے اور اس کا دل نور سے منور نہیں ہے۔

[3] مرغ جانش۔ جس کے دل میں نور نہیں ہے وہ ایسا چوہا ہے جس نے بلیوں کی آواز سن لی ہو اور بھٹ کی جستجو کرے۔ زاں۔ اسی لیے وہ اس دنیا کو پسند کرتا ہے جو چوہے کے بھٹ کی طرح ہے۔ ہمدریں۔ وہ اس دنیا میں دنیا کے ہنر سیکھنے پر اور دنیا کو سنوارنے پر اکتفا کرتا ہے۔ پیشہائے۔ وہ وہی پیشے اختیار کرتا ہے جو اس کی دنیا بنائیں۔

Marfat.com

زانکہ[1] دل بر کند از بیروں شدن — بستہ شد راہِ رَہیدن از بدن

کیونکہ اس نے باہر نکلنے سے دل پھیر لیا — (اور) بدن سے نجات کا راستہ بند ہو گیا

عنکبوت ار طبعِ عنقا داشتے — از لعابے خیمہ کے افراشتے

مکڑی، اگر عنقا کا مزاج رکھتی — لعاب سے خیمہ کب بلند کرتی؟

گربہ کردہ چنگِ خود اندر قفص — نامِ چنگش صَرع و سَرسام و مَغص

بلی نے اپنا پنجہ پنجرے میں ڈال دیا — اس کے پنجہ کا نام مرگی، سرسام اور پیچش ہے

حصبۃ و قولنج و مالیخولیا — سکتہ[2] و سدہ و جذام و ماشرا

چیچک، اور قولنج، اور مالیخولیا — سکتہ، اور سدہ، اور کوڑھ، اور منہ کا ورم ہے

گربہ مرگ ست و مرض چنگالِ او — میزند بر مرغ و پرّ و بالِ او

موت بلی ہے، اور مرض اس کا پنجہ ہے — جو وہ پرند اور اس کے بال و پر پر چلاتی ہے

گوشہ گوشہ می دَوَد سوئے دوا — مرگ چوں قاضی و رنجوری گوا

وہ دوا کی جانب ادھر ادھر دوڑتا ہے — موت قاضی کی طرح ہے، اور مرض گواہ ہے

چوں پیادہ قاضی آمد ایں گواہ — کہ ہمی خواند ترا تا حکم گاہ[3]

یہ گواہ قاضی کے پیادے کی طرح آیا ہے — کہ وہ تجھے عدالت میں بلاتا ہے

مہلتے خواہی تو از وَے در گریز — گر پذیرد شد وگرنہ گفت خیز

تو بچاؤ کے لیے اس سے مہلت مانگتا ہے — اگر اُس نے مان لیا تو وہ مہلت ملی، ورنہ وہ کہے گا اٹھ جا

جستن مہلت دوا و چارہا — کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا

مہلت طلب کرنا، دوا اور تدبیریں ہیں — تا کہ تو جسم کے چیتھڑوں کو پیوند لگا لے

عاقبت آید صباحے خشم وار — چند باشد مہلت آخر شرم دار

بالآخر وہ کسی صبح کو غضبناک ہو کر آتا ہے — آخر مہلت کتنی ہو گی، شرم کر

عذر خود از شہ بخواہ اے پُر حسد — پیش ازانکہ آنچناں روزے رسد

اے حاسد! بادشاہ سے عذر خواہی کر لے — اس سے قبل کہ ایسا دن آئے

---

[1] زانکہ۔ چونکہ اس کو عالم آخرت کی طرف رغبت نہیں ہے۔ عنکبوت۔ اس کی مثال لکڑی کی سی ہے جو اپنے لیے ایک کمزور جالا تنتی ہے۔ گربہ۔ موت اپنے پنجے بصورتِ امراض اس سے وابستہ کرتی ہے۔ صرع۔ مرگی۔ سرسام۔ وہ مرض ہے جس میں دماغ پر ورم آ جاتا ہے اور مریض بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ مغص۔ پیچش۔ حصبہ۔ خسرہ۔ قولنج۔ آنتوں کا درد جو سدہ بیٹھ جانے سے ہوتا ہے۔ مالیخولیا۔ دیوانگی کی ایک قسم ہے۔

[2] سکتہ۔ دماغی مرض ہے جس میں مریض بالکل مُردے کی طرح ہو جاتا ہے۔ سدہ۔ آنتوں میں کسی چیز کا جم جانا۔ جذام۔ کوڑھ۔ ماشرا۔ چہرے کا ورم جو خون کے جوش کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ گربہ۔ موت بلی ہے اور یہ امراض اس کے پنجے ہیں۔ مرگ۔ موت فیصلہ کرتی ہے۔ رنجوری۔ بیماری کی نوعیت پر فیصلہ ہوتا ہے۔ پیادہ۔ موت امراض کے ذریعہ اپنی طرف بلاتی ہے۔

[3] حکم گاہ۔ عدالت، محکمہ۔ مہلتے۔ تو دوا کرنے کے لیے مہلت چاہتا ہے اگر مرض نے مہلت دے دی تو دوا کے ذریعہ بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر اس نے مہلت نہ دی تو وہ فوراً موت کے سپرد کر دیتا ہے۔ خیز۔ یعنی اٹھ اور موت کی جانب چل۔ کہ زنی۔ مرض کی وجہ سے جو تیرے بدن کو نقصان پہنچا ہے تو دوا کے ذریعہ اس کو درست کرنا چاہتا ہے۔ عاقبت۔ انجام کار مرض کا پیادہ آئے گا اور پھر وہ مہلت نہ دے گا۔ عذر۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اس دربار میں حاضری کے لیے قبل از وقت تیاری کر لی جائے۔

Marfat.com

وانکہ در ظلمت[1] براند بارگی بر کند زاں نورِ دل یکبارگی
اور جو اندھیرے میں گھوڑا دوڑاتا ہے اس نور سے یک لخت دل کو ہٹاتا ہے

میگریزد از گواہ و مقصدش کاں گواہ سوئے قضا میخواندش
وہ گواہ اور اس کے مقصد سے بھاگتا ہے کیونکہ وہ گواہ اس کو موت کی طرف بلاتا ہے

ناگہاں گیرند او را خوار و زار کش کشاں تا پیشِ قاضی شرمسار
اس کو ذلیل اور عاجز بنا کر، اچانک پکڑیں گے شرمندگی کی حالت میں اس کو قاضی کے سامنے کھینچ لے جائیں گے

زیں گذر کن جانبِ آں شخص راں کو بمسجد آمد آں شب میہماں
اس کو چھوڑ اس شخص کی جانب چل جو اس رات کو مسجد میں مہمان بن کر آیا

ملامت کردنِ اہلِ مسجد مہمان را از شب خفتن دراں مسجد

مسجد والوں کا مہمان کو رات میں مسجد میں سونے پر ملامت کرنا

قوم گفتندش مکن جلدی برو تانگردد جامہ و جانت گرو
لوگوں نے اس سے کہا بہادری نہ دکھا چلا جا تاکہ تیری جان اور کپڑے گروی نہ ہو جائیں

آں ز دُور آساں نماید بہ نگر کہ بآخر سخت باشد رہگذر
وہ دور سے آسان نظر آتا ہے، اچھی طرح دیکھ لے کہ انجامِ کار، راستہ دشوار ہو گا

بس کساں کاویخت خود را از نخست وقتِ پیچا پیچ دستاویز جست
بہت سے انسان ہیں جنہوں نے شروع میں اپنے آپ کو لٹکا دیا پیچیدگی کے وقت سہارا ڈھونڈا!

پیشتر از واقعہ آساں بود در دلِ مردم خیالِ نیک و بد
واقعہ سے پہلے آسان ہوتا ہے انسانوں کے دل میں اچھے برے کا خیال

چوں در آید اندرونِ کارزار آں زماں گردد برآں کس کارزار
جب میدانِ جنگ میں آ جاتا ہے اس وقت اس شخص پر کام دشوار ہو جاتا ہے

چوں نہ شیری[3] ہیں منہ تو پائے پیش کاں اجل گرگست و جانِ تست میش
جبکہ تو شیر نہیں ہے خبردار! آگے قدم نہ رکھ کیونکہ موت بھیڑیا ہے اور تیری جان بھیڑ ہے

ور ز ابدالی و میشت شیر شد ایمن آ کہ مرگِ تو سر زیر شد
اگر تو ابدال میں سے ہے، اور تیری بھیڑ شیر ہو گئی ہے مطمئن ہو کر آ، کیونکہ تیری موت سرنگوں ہو گئی ہے

کیست ابدال آنکہ او مُبدل شود خمرش از تبدیل یزداں خل شود
ابدال کون ہے؟ وہ جو تبدیل ہو جائے اللہ (تعالیٰ) کے تبدیل کرنے سے اس کی شراب سرکہ ہو جائے

---

1. ظلمت۔ یعنی خواہشات کا انہاک نورِ خداوندی سے جدا کر دیتا ہے۔ گواہ۔ یعنی مرض۔ مقصدش۔ مرض کا مقصود موت ہے۔ ناگہاں۔ لیکن موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ قاضی۔ یعنی موت۔ زیں۔ اب دوبارہ اس مسجد کے مہمان کا قصہ شروع کرتے ہیں۔
2. جلدی۔ بہادری۔ گرو۔ یعنی موت کے ہاتھوں گروی۔ آں۔ یعنی مسجد کا سونا۔ بس کساں۔ ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر بچنے کی تدبیر کرتا ہے جو دشوار ہوتی ہے۔ پیشتر۔ مصیبت کے آنے سے پہلے اچھا برا سوچا جا سکتا ہے۔ چوں۔ ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر پریشان ہوتا ہے۔
3. چوں نہ شیری۔ موت بھیڑیا ہے اگر تو شیر ہے تو اس کا مقابلہ کر سکتا ہے اگر تو بھیڑ ہے تو وہ پھاڑ کھائے گا۔ ورز ابدال۔ اولیاء اللہ موت سے خائف نہیں ہوتے ہیں۔ ابدال۔ وہ اولیاء اللہ ہیں جن کی بری صفات اچھی صفات میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ خمر۔ یعنی بری صفات۔ خل۔ سرکہ یعنی اچھی صفات۔

Marfat.com

لیک مستِ شیر گیری[1] و ز گماں — شیر پنداری تو خود را ہیں مراں
لیکن تو نیم مست ہے، اور گمان سے — اپنے آپ کو شیر سمجھتا ہے، خبردار! آگے نہ بڑھ

گفت حق ز اہلِ نفاقِ نا سدید — بَاْسُهُمْ مَا بَيْنَهُمْ بَاْسٌ شَدِيْدٌ
اللہ (تعالیٰ) نے گمراہ منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے — ان کی بہادری آپس میں سخت بہادری ہے

درمیانِ ہمدگر مردانہ اند — در غزا چوں عورتانِ خانہ اند
ایک دوسرے کے لیے بہادر ہیں — جہاد میں گھر کی عورتوں کی طرح ہیں

گفت پیغمبرؐ سپہدارِ غیوب — لَا شُجَاعَةَ يَا فَتٰى قَبْلَ الْحُرُوْبِ
غیب کے سپہ سالار پیغمبر ﷺ نے فرمایا — اے نوجوان! لڑائیوں سے پہلے بہادری کچھ نہیں ہے

وقتِ لافِ غز و مستاں کف زنند — وقتِ جوش و جنگ چوں کف می فتند
جہاد کی شیخی بگھارتے وقت مستوں کی طرح سینہ ٹھونکتے ہیں — جوش اور جنگ کے وقت جھاگ کی طرح گر پڑتے ہیں

وقتِ ذکرِ غز و شمشیرش دراز — وقتِ کر و فر تیغش چوں پیاز
جہاد کے ذکر کے وقت اس کی تلوار، دراز ہے — کروفر کے وقت اس کی تلوار پیاز کی طرح ہے

وقتِ اندیشہ دلِ او غزوجو — پس[2] بیک سوزن تہی شد خیکِ او
خیال کے وقت اس کا دل جنگجو ہے — پھر ایک سوئی سے اس کی مشک خالی ہو گئی

من عجب دارم ز جویائے صفا — کو رمد در وقتِ صیقل از جفا
مجھے صفائی کے (اس) طالب پر تعجب ہے — جو صیقل کے وقت تکلیف سے بھاگ جائے

عشق چوں دعویٰ جفا دیدن گواہ — چوں گواہت نیست شد دعویٰ تباہ
عشق دعویٰ ہے، تکلیف برداشت کرنا گواہ ہے — جب تیرے پاس گواہ نہیں ہے، تو دعویٰ برباد ہے

چوں گواہت خواہد ایں قاضی مرنج — بوسہ[3] دہ بر مار تایابی تو گنج
جب یہ قاضی گواہ مانگے تو رنجیدہ نہ ہو — سانپ کو چوم لے، تاکہ تو خزانہ پائے

آں جفا با تو نباشد اے پسر — بلکہ با وصفِ بدی اندر تو در
اے صاحبزادے! وہ سختی تجھ پر نہیں ہے — بلکہ اس بری صفت پر ہے جو تیرے اندر ہے

بر نمد چوبے کہ آں را مرد زد — بر نمد آں را نزد بر گرد زد
اس شخص نے نمدے پر جو لکڑی ماری — وہ نمدے پر نہیں ماری، گرد پر ماری ہے

---

[1] مست شیر گیر۔ وہ مست جس کا نشہ ادھورا ہو۔ بَاْسُهُمْ۔ قرآن پاک میں منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى "آپس میں ان کی بڑی دھاک ہے تو ان کو اکٹھا سمجھتا ہے اور ان کے دل متفرق ہیں۔" غزا۔ جنگ، جہاد۔ گفت۔ یہ حدیث کتابوں میں منقول نہیں ہے۔ لاشجاعۃ۔ شجاعت کا پتا میدانِ جنگ میں چلتا ہے۔ کف زنند۔ یعنی سینہ ٹھونک کر بہادری جتاتے ہیں۔ کف۔ جھاگ دوسرے مصرعہ میں۔ کر۔ آگے بڑھ کر حملہ کرنا۔ فر۔ پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا۔ چوں پیاز۔ یعنی نرم۔

[2] پس۔ پھونک بھری ہوئی مشک میں ایک سوئی چبھودی جائے تو ہوا خارج ہو جاتی ہے یعنی ادنیٰ تکلیف کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔ من عجب۔ جو شخص صفاءِ قلب چاہتا ہے اس کے لیے مجاہدے ضروری ہیں۔ عشق۔ خدا سے عشق و محبت ایک دعویٰ ہے اور مجاہدہ اس کا گواہ ہے، دعویٰ بغیر گواہ کے نا قابل اعتبار ہے۔

[3] بوسہ۔ خزانہ پر سانپ ہوتا ہے اس کو مانوس کر کے خزانہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ آں جفا۔ مجاہدے کی جفا دراصل اس برائی پر ہے جس کے ازالہ کے لیے مجاہدہ کیا جاتا ہے۔ بر نمد۔ محسوسات میں اس کی مثال یہ ہے کہ کمبل جھاڑنے کے لیے اس پر لکڑی ماری جاتی ہے تو وہ دراصل کمبل پر نہیں بلکہ گرد پر ماری جاتی ہے۔

Marfat.com

گر بزد[1] مر اسپ را آں کینہ کش
اگر سزا دینے والے نے گھوڑے کو مارا
آں نزد بر اسپ زد بر سکسکش
اُس نے گھوڑے کو نہیں مارا اس کی ست رفتاری کو مارا

تاز سکسک وارہد خوش پے شود
تا کہ وہ ست رفتاری سے نجات پا جائے خوش رفتار ہو جائے
شیرہ را زنداں کنی تا مے شود
تو شیرہ کو قید کرتا ہے تا کہ شراب بن جائے

آں یکے میزد یتیمے را بقہر
ایک شخص غصہ سے ایک یتیم کو مارتا تھا
قند بود آں لیک بنمودہ چو زہر
وہ شکر تھا لیکن زہر جیسا نظر آتا تھا

دید مَردے آنچنانش زار زار
ایک شخص نے اس کو ایسا زار زار (روتا) دیکھا
آمد و بگرفت زودش در کنار
کہ وہ آیا اور فوراً اس کو بغل میں لے لیا

گفت[2] چنداں آں یتیمک رازدی
اس نے کہا تو نے اس یتیم بچے کو اتنا مارا
چوں نترسیدی ز قہرِ ایزدی
تو خدا کے قہر سے کیوں نہ ڈرا؟

گفت او را کے زدم اے جانِ دوست
اُس نے کہا اے پیارے! میں نے اس کو کب مارا ہے؟
من براں دیوے زدم کو اندر وست
میں نے اس شیطان کو مارا ہے جو اسکے اندر ہے

مادر ار گوید ترا مرگِ تو باد
اگر تجھے ماں کہے، خدا کرے تو مرے
مرگِ آں خو خواہد و مرگِ فساد
تو وہ عادت کی موت اور فساد کی موت چاہتی ہے

آں گروہے کز ادب بگریختند
وہ لوگ جو ادب (حاصل کرنے) سے بھاگے
آبِ مَردی و آبِ مَرداں ریختند
انہوں نے انسانیت اور انسانوں کی آبروریزی کی

عاذِلاں[3] شاں از وغا واراندند
ملامت کرنے والوں نے انہیں جنگ سے باز رکھا
تا چنیں حیز و مخنث ماندند
یہاں تک کہ وہ ایسے نامرد اور مخنث رہ گئے

لاف و غرہ ژاژخا راکم شنو
بکواس کرنے والے کی شیخی اور گھمنڈ کو نہ سن
با چلیپا در صفِ ہیجا مَرو
ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کی صف میں نہ جا

زانکہ زَادُوْکُم خَبَالًا گفت حق
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے "وہ تم میں زیادہ خرابیاں ڈالتے ہیں" فرمایا ہے
کز رِفاقِ سست بر گرداں ورق
تا کہ تو سست ساتھیوں سے ورق پلٹ دے

کہ گر ایشاں با شما ہمرہ شوند
کیونکہ وہ اگر تمہارے ساتھ ہوں گے
غازیاں بیمغز ہمچوں کہ شوند
غازی، تنکے کی طرح بیکار ہو جائیں گے

---

1. گر بزد۔ ست گھوڑے پر ہنٹر مارا جاتا ہے تو دراصل اس کی سستی پر مارا جاتا ہے۔ سکسک۔ ست رفتاری۔ شیرہ۔ انگور کے شیرہ کو مٹکے میں اسی لیے بند کیا جاتا ہے کہ اس سے شراب بنے۔ آں یکے۔ استاد بچہ کو مارتا ہے تو بظاہر ظلم ہے حقیقتاً اس میں اس کی اصلاح اور خوبی ہے۔

2. گفت۔ اس شخص نے استاد کو ڈانٹا تو استاد نے یہی کہا کہ مقصد اس بچہ کو مارنا نہیں بلکہ اس شیطان کو مارنا ہے جو اس میں گھسا بیٹھا ہے۔ مادر۔ ماں بچہ کو کوستی ہے اور مرنے کی بددعا دیتی ہے تو اس کا مقصد اس کی بری عادت کی موت ہوتی ہے۔ آں گروہ۔ جو لوگ مجاہدات کی سختی سے بھاگتے ہیں وہ انسانیت کو تباہ کرتے ہیں۔

3. عاذلاں۔ ان منافقوں کو ان کے دوستوں نے جہاد میں شریک ہونے سے روکا تو یہ لوگ نامرد بن کر رہ گئے، آیندہ اشعار میں مولانا ان لوگوں کی مصاحبت اور ہمراہی سے روکتے ہیں۔ غرہ۔ گھمنڈ۔ زَادُوْکُمْ خَبَالًا۔ قرآن پاک میں ان منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا "اگر وہ تم میں مل کر نکلتے تو زیادہ خرابیاں ڈالتے۔" رفاق۔ رفیق کی جمع ہے، سفر کا ساتھی۔ گرداں ورق۔ یعنی ان کی بات ہی نہ کرو ان سے قطع نظر کر لو۔ غازیاں۔ یعنی ان کی بزدلی مجاہدوں کو بھی ناکارہ بنا دے گی۔

خویشتن[1] را با شما هم صف کنند
وہ اپنے آپ کو تمہارے ساتھ ہم صف کریں گے
پس گریزند و دلِ صف بشکنند
پھر بھاگیں گے، اور صف کا دل توڑ دیں گے

پس سپاہے اندکے بے ایں نفر
تو تھوڑے سپاہی اس جماعت کے بغیر
بہ کہ با اہلِ نفاق آید حشر
بہتر ہیں بہ نسبت اس کے کہ منافقوں کے ساتھ اجتماع ہو

ہست بادامِ کم خوش بیختہ
خوش (ذائقہ) تھوڑے بادام چھنے ہوئے
بہ ز بسیارے بتلخ آمیختہ
بہت سے کڑوے ملے ہوؤں سے بہتر ہیں

تلخ و شیریں گر بصورت یک شے اند
کڑوا اور میٹھا اگرچہ بظاہر ایک چیز ہیں
نقص ازاں افتاد کہ ہمدل نے اند
خرابی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ وہ باطن میں یکساں نہیں ہیں

گبر ترساں دل بود کو از گماں
کافر خوفزدہ دل والا ہوتا ہے، کیونکہ وہ گمان
می زید در شک ز حالِ آنجہاں
میں جی رہا ہے اس جہان کے حال کے شک میں

میرود[2] در رہ نداند منزلے
وہ راستہ چلتا ہے منزل کو نہیں جانتا ہے
گام ترساں می نہد اعمیٰ دلے
اندھے دل والا ڈرتے ہوئے قدم رکھتا ہے

چوں نداند رہ مسافر چوں رود
جب مسافر راہ نہیں جانتا ہے وہ کیسے راستہ چلے؟
با تردّدہا و دلِ پُر خوں رود
مشکوک اور پر خون دل کے ساتھ چلتا ہے

ہر کہ گوید ہائے ایں سو راہ نیست
جو کوئی کہدے کہ ہائے اس طرف راستہ نہیں ہے
او کند از بیم آنجا وقف و ایست
وہ اسی جگہ خوف سے توقف اور ٹکاؤ کر دیتا ہے

ور بداند[3] رہ دلِ با ہوشِ او
اگر اس کا باہوش دل راستہ جانتا ہے
کے رَود ہر ہائے و ہو در گوشِ او
تو ہر ہائے و ہو اس کے کان میں کہاں پہنچتی ہے

پس مشو ہمراہ ایں اُشتر دلاں
تو ان اونٹ کے دل والوں کا ہمراہی نہ بن
زانکہ وقتِ ضیق و بیم اند آفلاں
کیونکہ وہ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جاتے ہیں

پس گریزند و ترا تنہا ہلند
وہ بھاگ جائیں گے اور تجھے تنہا چھوڑ دیںگے
گرچہ اندر لاف سحرِ بابل اند
اگرچہ وہ شیخی مارنے میں بابل کا جادو ہیں

تو زِ رعنایاں مجو ہیں کارزار
خبردار! تو نازنینوں سے جنگ کی توقع نہ رکھ
تو ز طاؤساں مجو صید و شکار
تو موروں سے صید و شکار کا طالب نہ بن

---

1. خویشتن۔ منافق جب صفوں سے بھاگیں گے بہادروں کے دل ٹوٹیں گے۔ پس۔ تھوڑے بہادر، بزدلوں کے مجمع سے بہتر ہیں۔ ہست۔ اگر چھپے گئے تھوڑے سے میٹھے بادام ہوں تو وہ زیادہ باداموں سے جن میں تلخ بھی ہوں بہتر ہیں۔ نقص۔ کڑوے اور شیریں بادام اگرچہ صورت میں یکساں ہیں لیکن ان کے باطن میں بہت فرق ہے یہی حال مومنوں اور منافقوں کا ہے۔ گبر۔ چونکہ کافروں کو اگلی زندگی کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں اس لیے ان کے دل ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں۔

2. میرود۔ چونکہ یہ آخرت کے بارے میں اندھے ہیں لہٰذا آخرت کی راہ طے کرنے میں سست ہیں، اندھا ڈرتے ڈرتے قدم بڑھاتا ہے۔ چوں نداند۔ جو شخص راستہ سے ناواقف ہوتا ہے وہ تیزی سے منزل طے نہیں کر سکتا معمولی سے اندیشہ سے ٹھہر جاتا ہے۔

3. ور بداند۔ راہ سے واقف کسی کے شبہ ڈالنے سے سست نہیں پڑتا ہے۔ پس مشو۔ لہٰذا ان منافقوں کو شریک سفر نہ کرنا چاہیے۔ اُشتر دلاں۔ اونٹ ڈرپوک ہوتا ہے۔ آفلاں۔ آفل کی جمع ہے، غائب ہو جانے والا۔ سحر بابل۔ بابل کے جادو کی تاثیر مسلّم مانی جاتی ہے۔ رعنا۔ نازک اندام۔

Marfat.com

طبعِ طاؤسیت[1] وسواست کند | دم دہد از تا مقامت بر کند

تیری مور والی طبیعت تیرے اندر وسوسے ڈالتی ہے | وہ فریب دیتی ہے تاکہ تجھے (بلند) مقام سے ہٹادے

گفتنِ شیطان قریش را کہ بجنگِ احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آئید کہ

شیطان کا قریش کو احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ کے لیے کہنا کہ آؤ میں مدد یں کروں گا

من یاریہا کنم وقبیلۂ خود را بیاری خوانم و گریختنِ او در ملاقاتِ صفین

اور اپنے کنبہ کو مدد کے لیے بلالوں گا اور دونوں صفوں کی مڈبھیڑ کے وقت اس کا بھاگ جانا

ہمچو شیطاں کز وساوس بر قریش | دم دمید و گفت گرد آرید جیش

شیطان کی طرح جس نے قریش پر وسوسوں کے ذریعہ | منتر پھونکا، اور کہا لشکر جمع کر لو

تا کہ در احمدؐ ہزیمت افگنیم | بیخ و بنیاد از زمینش بر کنیم

تاکہ احمدﷺ (کی صفوں) میں ہم شکست ڈال دیں | زمین سے اس کی بیخ و بنیاد اکھاڑ دیں

چونکہ شیطاں در سپہ شد صد یکم | خواند افسوں کاَنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ[2]

جب شیطان سپاہیوں میں ایک سو ایک واں بن گیا | اس نے منتر پڑھا کہ میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں

چوں سپہ گرد آمدند از گفت او | کرد با ایشاں بحیلت گفتگو

جب اس کی بات سے سپاہی جمع ہو گئے | تو ان سے چالاکی سے گفتگو کی

کہ بیارم من قبیلہ خویش را | تا کہ در ہیجا بود پشت شما

کہ میں اپنے خاندان کو لے آؤں گا | تاکہ جنگ میں تمہاری طاقت ہو

من شما را عون[3] و یاریہا کنم | تا سپاہِ دشمناں تاں بشکنم

میں تمہاری مدد اور اعانتیں کروں گا | تاکہ تمہارے دشمنوں کے لشکر کو شکست دے دوں

چوں قریش از گفتِ او حاضر شدند | ہر دو لشکر در ملاقات آمدند

قریش جب اس کی باتوں کی وجہ سے جمع ہو گئے | (اور) دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی

دید شیطاں از ملائک اسپہے | سوئے صفِ مؤمناں اندر رہے

شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر دیکھا | مؤمنوں کی صف کی جانب (آتا ہوا) راستہ میں

---

1 طبع طاؤسیت۔ انسان کی طبیعت کی رنگینی انسان میں شکوک وشبہات پیدا کرتی ہے اور اس کو بلند مقام سے نیچے گرادیتی ہے۔ گفتن۔ جنگ بدر کے موقع پر شیطان نے سراقہ نجدی کی صورت میں ظاہر ہو کر ابو جہل وغیرہ کو ورغلایا تھا۔ جیش۔ یعنی جنگ بدر کے لیے لشکر جمع کرلو۔ صد یکم۔ یعنی سو پر ایک کا اضافہ۔ افسوں۔ منتر۔

2 جارٌ لکم۔ قرآن پاک میں ہے وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰی عَقِبَیْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ”اور جب شیطان نے ان کی حرکتوں کو ان کو اچھا کر کے دکھایا اور کہا آج لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے آئیں تو وہ الٹے پاؤں چلتا بنا اور کہا مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔“ ہیجا۔ جنگ۔

3 عون۔ مدد۔ چوں قریش۔ جنگ بدر میں جب دونوں صفیں بالمقابل ہوئی تھیں تو یہاں بھی مسلمانوں کی مدد کے لیے ملائکہ کی جماعت نازل ہوئی تھی۔

Marfat.com

آں جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا[1] صف زدہ | گشت جانِ او زبیمِ آتشکدہ
اس لشکر نے "جس کو تم نے نہ دیکھا" صف بنائی | اس کی جان، خوف سے بھٹی بن گئی

پائے خود واپس کشیدہ میگرفت | کہ ہمی بینم سپاہے بس شگفت
اپنے پاؤں، واپس کھینچ کے روکتا تھا | کہ میں عجیب فوج دیکھ رہا ہوں

کہ اَخَافُ اللّٰہَ مَا لِیْ مِنْہُ عَوْنٌ | اِذْھَبُوْا اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ
میں اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہوں میری اس کی جانب سے کوئی مدد نہیں ہے | بھاگ جاؤ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو

گفت حارث[2] اے سراقہ شکل ہیں | دی چرا تو می نگفتی اینچنیں
حارث نے کہا، اے سراقہ کی شکل والے، ہائیں! | کل تو نے اس طرح کیوں نہ کہا؟

گفت ایں دم من ہمی بینم حرب | گفت می بینی جعاشیشِ عرب
اس شیطان نے کہا اب میں تختی دیکھ رہا ہوں | اس (حارث) نے کہا تو عرب کے غریبوں کو دیکھ رہا ہے

می نہ بینی غیر ایں لیک اے تو شنگ | آں زمانِ لاف بود ایں وقتِ جنگ
اس کے علاوہ تو کچھ نہیں دیکھ رہا ہے، لیکن اے شوخ! | وہ شیخی کا وقت تھا، یہ جنگ کا وقت ہے

دی ہمی گفتے کہ پایندان شدم | کہ بودتاں فتح و نصرت دمبدم
کل تو کہتا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں | کہ تمہیں دم بدم فتح اور نصرت ہو گی

دی زعیم الجیش[3] بودی اے لعیں | ویں زمان نامرد و ناچیز و مہیں
اے ملعون! کل تو لشکر کا سردار تھا | اب نامرد، اور ناچیز، اور ذلیل ہے

تابخوردیم آں دمِ تو و آمدیم | تو بتوں رفتی و ما ہیزم شدیم
یہاں تک کہ ہم تیرا جھانسا کھا گئے اور ہم آ گئے | تو بھٹی میں گیا، اور ہم ایندھن بن گئے

چونکہ حارث با سراقہ گفت ایں | از عتابش خشمگیں شد آں لعیں
جب حارث نے سراقہ سے یہ بات کہی | وہ ملعون اس کے غصہ سے غضبناک ہو گیا

دستِ خود خشمیں زدستِ او کشید | چوں ز گفتِ اوش دردِ دل رسید
غصہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا | چونکہ اس کی گفتگو سے اس کو دل کا درد ہوا

سینہ اش را کوفت شیطان و گریخت | خونِ آں بیچارگاں زیں مکر ریخت
شیطان نے اس کے سینہ پر دوہتڑ مارا اور بھاگ گیا | اس مکاری سے ان بیچاروں کا خون بہا دیا

چونکہ ویراں کرد چندیں عالم او | پس بگفت اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنْکُمْ
جب اس نے اتنی دنیا ویران کر دی | تو بولا میں تم سے بیگانہ ہوں

---

[1] جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ قرآن پاک میں ہے وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا "اور اتارے ایسے لشکر جن کو تم نے نہ دیکھا" یہ آیت اگرچہ غزوۂ خندق کے سلسلہ میں ہے مولانا نے بطور اقتباس غزوۂ بدر کے بارے میں استعمال فرمایا ہے۔

[2] گفت حارث۔ شیطان نے حارث بن ہشام کو سراقہ کی شکل میں آ کر بہکایا تھا۔ حرب۔ زاء کے فتحہ سے، تختی۔ جعاشیش۔ جعشوش کی جمع ہے، گدا، فقیر۔ شنگ۔ شریر، شوخ۔ پایندان شدم۔ میں ذمہ دار ہوں۔

[3] زعیم الجیش۔ لشکر کا سردار۔ تابخوردیم۔ ہم تیرے مکر میں پھنس کر میدان بدر میں آ گئے۔ توں۔ بھٹی، حمام۔ ہیزم۔ ایندھن۔ لعین۔ یعنی شیطان جو بصورت سراقہ تھا۔ خشمیں۔ خشمگیں۔ چونکہ۔ جب بدر میں ان کو تباہ کر چکا تو پھر یہ کہنے لگا کہ میرا تمہارا کیا واسطہ ہے۔

Marfat.com

کوفت اندر سینہ و انداختش
اس کی چھاتی پیٹی اور اس کو گرا دیا
پس گریزاں شد چو ہیبت تاختش
پھر بھاگ گیا، جبکہ اس پر ہیبت طاری ہوئی

نفس[1] و شیطاں ہر دو یک تن بودہ اند
نفس اور شیطان دونوں ایک تھے
در دو صورت خویش را بنمودہ اند
انہوں نے دو صورتوں میں اپنے آپ کو دکھایا ہے

چوں فرشتہ و عقل کایشاں یک بدند
جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے
بہرِ حکمتہاش دو صورت شدند
اس اللہ کی حکمتوں کی وجہ سے دو صورت ہو گئے ہیں

دشمنے داری چنیں در سرِّ خویش
تو اپنے اندر ایسا دشمن رکھتا ہے
مانعِ عقل ست و خصمِ جان و کیش
جو عقل کے لیے مانع، اور جان اور مذہب کا دشمن ہے

یک نفس حملہ کند چوں سوسمار
وہ گوہ کی طرح ایک دم حملہ کرتا ہے
پس بسوراخے گریزد در فرار
پھر بھاگتا ہوا سوراخ میں گھس جاتا ہے

در دلِ او سوراخہا دارد کنوں
وہ اب اس (انسان) کے دل میں بہت سے سوراخ بنائے ہوئے ہے
سَر ز ہر سوراخ می آرد بروں
(اور) ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے

نام پنہاں[2] گشتنِ دیو از نفوس
شیطان کا نام انسانوں سے چھپ جانے
و اندراں سوراخ رفتن شد خنوس
اور سوراخوں میں گھس جانے سے خنوس ہو گیا ہے

کہ خنوسش چوں خنوسِ قنفذ ست
اس کا گھس جانا سیہی کے گھسنے کی طرح ہے
چوں سرِ قنفذ ورا آمد شدست
سیہی کے سر کی طرح اس کی آمدورفت ہے

کہ خدا آں دیو را خناس خواند
اللہ (تعالیٰ) نے اس شیطان کو خناس کہا ہے
کو سرِ آں خارپشتک[3] را بماند
کیونکہ وہ سیہی کے سر کی مانند ہے

می نہاں گردد سرِ آں خارپشت
اس سیہی کا سر چھپ جاتا ہے
دمبدم از بیمِ صیادِ درشت
فوراً سخت شکاری کے ڈر سے

تا چو فرصت یافت سر آرد بروں
جب اس نے موقع پایا سر باہر نکالا
زیں چنیں مکرے شود مارش زبوں
ایسے مکر سے اس سے سانپ مغلوب ہو جاتا ہے

گر نہ نفس از اندروں راہت زدے
اگر نفس اندر سے تیری راہزنی نہ کرتا
رہزناں را بر تو دستے کے بدے
رہزنوں کو تجھ پر کب قابو ہوتا؟

---

[1] نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ نفس اور شیطان ایک ہی طاقت کے نام ہیں تو نفس کا دھوکا دینا شیطان ہی کا دھوکا دینا ہے۔ چوں۔ فرشتہ اور عقل بھی دراصل ایک چیز ہے۔ نام علیحدہ علیحدہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتوں کی وجہ سے ان کو دو صورتوں میں نمودار فرمایا ہے۔ دشمنے۔ جس طرح ہم نے شیطان کی دشمنی کا قصہ سنایا ایسا ہی دشمن خود تیرے اندر تیرا نفس موجود ہے۔ یک نفس۔ وہ دشمن یکبارگی گوہ کی طرح حملہ کر کے بھٹ میں گھس جاتا ہے۔ در دل۔ انسان کے دل میں اس کے رہنے کے بہت سے سوراخ ہیں۔

[2] نامِ پنہاں۔ چونکہ شیطان کا کام دھوکا دے کر گھس جانا اور چھپ جانا ہے، اسی لیے قرآن میں اس کو خناس کہا گیا ہے جس کے معنی بہت چھپنے والا ہیں۔ قنفذ۔ سیہی جو بلی سے چھوٹا ایک جنگلی جانور ہے اس کے بدن پر لمبے لمبے خار ہوتے ہیں خطرے کے وقت وہ اپنے خار کھڑے کر لیتا ہے اور اپنا منہ اندر کو گھسا لیتا ہے۔

[3] خارپشتک۔ اسی قنفذ کو کہا جاتا ہے۔ صیاد۔ شکاری۔ تا چو۔ سیہی موقع پا کر حملہ کرتا ہے اور ایسا مکر کرتا ہے کہ سانپ بھی اس سے عاجز آ جاتا ہے۔ گر نہ۔ انسانی بری نفسانی خواہش کی وجہ سے ہی انسان پر برے لوگ غالب آ جاتے ہیں۔

Marfat.com

زاں عوانِ[1] مقتضی کہ شہوت ست — دل اسیرِ حرص و آز و آفت ست
اس تقاضا کرنے والے سپاہی کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے — دل حرص، اور لالچ اور مصیبت کا قیدی ہے

زاں عوانِ سِر شدی دزد و تباہ — تا عواناں را بقہرِ تست راہ
اس پوشیدہ سپاہی کی وجہ سے تو چور اور تباہ بنا — یہاں تک کہ سپاہیوں کو تیرے اوپر ظلم کا موقع ملا

در خبر بشنو تو ایں پندِ نکو — بَیْنَ جَنْبَیْکُمْ لَکُمْ اَعْدَا عَدُو
حدیث میں تو اس نیک نصیحت کو سن لے — (کہ) تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں میں ہے

طمطراقِ ایں عدو مشنو گریز — کو چو ابلیس ست و لجّ و ستیز
اس دشمن کی شان وشوکت (کی باتیں) نہ سن، بھاگ جا — کیونکہ وہ جھگڑے اور لڑائی میں شیطان کی طرح ہے

بر تو او از بہرِ دنیا و نبرد — آں عذابِ سرمدی را سہل کرد
تجھ پر اس نے دنیا اور دشمنی کی خاطر — اس دائمی عذاب کو آسان کر دیا ہے

چہ عجب[2] گر مرگ را آساں کند — او ز سحرِ خویش صد چنداں کند
کیا تعجب ہے اگر وہ موت کو آسان کر دے — وہ اپنے جادو سے اس سے سو گنا کر دیتا ہے

سحر کاہے را بصنعت کہُ کند — باز کوہے را چو کاہے می تند
جادو کاریگری سے تنکے کو پہاڑ بنا دیتا ہے — پھر پہاڑ کو تنکا جیسا کر دیتا ہے

زشتہا را نغز گرداند بفن — نغزہا را زشت گردا ند بظن
فریب سے بُرائیوں کو بھلا کر دیتا ہے — بدگمانی سے بھلائیوں کو برا بنا دیتا ہے

آدمی[3] را خر نماید ساعتے — آدمی سازد خرے را ز آیتے
ایک گھڑی میں آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے — فن سے، گدھے کو آدمی بنا دیتا ہے

کارِ سحر اینست کوُ دم میزند — ہر نفس قلبِ حقائق می کند
جادو کا یہ کام ہے کہ وہ پھونک مارتا ہے — ہر وقت حقیقتوں کو تبدیل کر دیتا ہے

اینچنیں ساحر درونِ تست سِرّ — اِنَّ فِی الْوَسْوَاسِ سِحْرًا مُسْتَمِرّ
ایسا جادوگر تیرے اندر پوشیدہ ہے — بے شک وسوسوں میں مستقل جادو ہے

---

[1] زاں عواں۔ انسان کے اندر جو سپاہی ہے جس کو شہوت کہا جاتا ہے وہ انسان کو برائیوں پر مجبور کرتا ہے وہ چوری کراتا ہے تب ہی بیرونی سپاہیوں کو اس پر ظلم کرنے کا موقع ملتا ہے۔ در خبر۔ حدیث شریف میں ہے تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے۔ طمطراق۔ نفس اور شیطان ایک ہی چیز ہیں ان کی شان وشوکت پر توجہ نہ کر۔ دونوں بڑے جھگڑالو ہیں۔ بر تو۔ یہ دنیا کے لالچ میں پھنسا کر انسان کو ایسا گمراہ کرتے ہیں کہ وہ آخرت کے دائمی عذاب کو سہل سمجھنے لگتا ہے۔

[2] چہ عجب۔ اس نفس سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ انسان کے لیے اس کی ابدی موت کو آسان کر دے وہ اپنے جادو سے اس طرح کے سیکڑوں کام کر جاتا ہے۔ سحر۔ جادو تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اسی طرح شیطان تھوڑی عبادت کو بہت زیادہ اور بہت سے گناہوں کو بہت تھوڑا کر کے دکھا دیتا ہے۔ زشتہا۔ شیطانی فریب میں انسان بھلائیوں کو برائی اور برائیوں کو بھلائی سمجھنے لگتا ہے۔

[3] آدمی۔ شیطان نیکوں کو بد اور بدوں کو مغالطہ میں ڈال کر نیک ظاہر کر دیتا ہے۔ کارِ سحر۔ جس طرح جادو بظاہر تبدیلِ حقائق کرتا ہے اسی طرح شیطان حقائق کو نفس الامر میں بدل ڈالتا ہے۔ ایں چنیں۔ نفسِ امارہ وسوسے ڈال ڈال کر انسان میں جادوگری کرتا ہے۔

Marfat.com

اندراں[1] عالم کہ ہست ایں سحر ہا　　ساحراں ہستند جادوئے کشا
جس دنیا میں یہ جادو ہیں　　(وہاں) جادو کا توڑ کرنے والے جادوگر (بھی) ہیں

اندراں صحرا کہ رَست ایں زہرِ تر　　نیز روئیدست تریاق اے پسر
جس جنگل میں یہ تازہ زہر اگا ہے　　اے صاحبزادے! (وہاں) تریاق بھی اگا ہے

گویدت تریاق از من جو سپر　　کہ ز زہرم من بتو نزدیک تر
تریاق تجھ سے کہتا ہے مجھ سے ڈھال لے لے　　کیونکہ میں تجھ سے زہر سے زیادہ نزدیک ہوں

گفت او سحرست ویرانیؔ تو　　گفت من سحرست و دفعِ سحرِ اُو
اس کی گفتگو جادو ہے، اور تیری تباہی ہے　　میری باتیں جادو ہیں، اور اس کے جادو کا توڑ ہیں

گفت پیغمبرؐ کہ اِنَّ فِی الْبَیَان　　سِحْرًا حق گفت آں خوش پہلواں
پیغمبر ﷺ نے فرمایا بے شک بیان میں　　جادو ہے، اس اچھے سردار نے صحیح فرمایا

لیک[2] سحرے دفعِ سحرِ ساحراں　　مایۂ تریاک باشد در جہاں
لیکن وہ جادو جو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہے　　(اور) دنیا میں تریاق کا سرمایہ ہوتا ہے

آں بیانِ اولیاء و اصفیاست　　کز ہمہ اغراضِ نفسانی جداست
وہ اولیاء اللہ اور برگزیدہ لوگوں کا بیان ہے　　جو تمام نفسانی غرضوں سے جدا ہے

حاصل آں کز زہرِ نفسِ دوں گریز　　نوش کن تریاقِ مُرشد چست و تیز
خلاصہ یہ ہے کہ کمینہ نفس کے زہر سے بھاگ　　چستی اور تیزی سے مرشد کا تریاق پی لے

ایں طلسمِ سحرِ نفس اندر شکن　　سوئے گنجِ پیر[3] کامل نقب زن
نفس کے جادو کے اس طلسم کو توڑ دے　　کامل شیخ کے حوالے کی طرف سوراخ کر لے

بس درازست ایں سوئے آغاز راں　　جانبِ مہمان و مسجد باز راں
یہ بہت لمبی بات ہے، شروع کی طرف چل　　مہمان، اور مسجد کی طرف پھر چل

زیں گذر کن باز تا مسجد بیا　　قصۂ مہماں بگو و آں ماجرا
اس کو چھوڑ، پھر مسجد کی طرف آ　　مہمان کا قصہ، اور وہ سرگذشت بیان کر

مکرر کردنِ عاذلاں پند را براں مہمانِ مسجد مہماں کش

مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کو ملامت گروں کا مکرر نصیحت کرنا

ہیں مکن جلدی برو اے بو الکرم　　مسجد و مارا مکن زیں متہم
خبردار! اے بھلے آدمی! بہادری نہ دکھا　　ہمیں اور مسجد کو متہم نہ بنا

---

[1] اندراں۔ نفس کی اس جادوگری کا یہ علاج ہے کہ بزرگوں سے تعلق پیدا کرلے۔ اندراں۔ اللہ تعالیٰ نے جو مرض پیدا فرمایا ہے اس کا تریاق بھی پیدا فرمادیا ہے۔ گویدت۔ وہ اولیاء اللہ تجھے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ گفت۔ اور تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ نفس کی باتیں جادو اور ویرانی ہیں ہماری باتیں نفس کے جادو کا توڑ ہیں۔ گفت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کو جادو سے تعبیر فرمایا ہے۔

[2] لیک۔ بیان بھی جادو ہے لیکن اصل جادو وہ ہے جو جادوگروں کے جادو کا توڑ کردیتا ہے اور وہی دراصل تریاق ہے۔ آں بیاں۔ یہ تریاق اولیاء اور بزرگانِ دین کا بیان ہے جو تمام نفسانی غرضوں سے پاک ہوتا ہے۔

[3] گنج پیر۔ یعنی مرشد کے باطنی علوم سے تعلق پیدا کرلے۔ جلدی۔ بہادری۔

Marfat.com

گر بگویدؔ[1] دشمنے از دشمنی — آتشے در ما زند فردا دُنی
اگر دشمنی سے کوئی دشمن کہہ دے گا — تو کمینہ کل کو ہمیں (آگ میں) پھونک دے گا

کہ بتاسانید او را ظالمے — بر بہانہ مسجد او بد سالمے
کہ اس کا کسی ظالم نے گلا گھونٹا ہے — مسجد کے بہانے سے، وہ اچھا خاصہ تھا

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد — چونکہ بدنام ست مسجد او جہد
تاکہ موت کا بہانہ مسجد پر رکھ دے — چونکہ مسجد بدنام ہے، وہ چھوٹ جائے گا

تہمتے بر ما منہ اے سخت جاں — کہ نہ ایم ایمن ز مکرِ دشمناں
اے جفا کش! ہم پر تہمت نہ رکھ — کیونکہ ہم دشمنوں کے مکر سے مطمئن نہیں ہیں

ہیں برو جلدی مکن سودا مپز — کہ نتاں پیمود گردوں را بگز
خبردار! بہادری نہ کر خیالی (پلاؤ) نہ پکا — کیونکہ آسمان کو گز سے نہیں ناپا جا سکتا

چوں توؔ[2] بسیاراں بلافیدہ ز بخت — ریشِ خود بر کندیک یک لخت لخت
تجھ جیسے بہت سوں نے نصیبہ وری کی شیخی ماری ہے — ہر ایک نے اپنی ڈاڑھی کا ایک ایک بال نوچا ہے

ہیں بہ و کوتاہ کن ایں قیل و قال — خویش و مارا در میفکن در وبال
خبردار! چلا جا اس بحث مباحثہ کو مختصر کر — اپنے آپ کو اور ہمیں مصیبت میں نہ پھنسا

جواب گفتنِ مہمان ایشاں را و مثل آوردن بدفعِ حارسِ کشت ببانگ دف از کشت آں اشترے را کہ کوسِ محمودی بر پشتِ او زدندے

مہمان کا ان کو جواب دینا اور مثال دینا کھیتی کے رکھوالے کی ڈھول کی آواز سے اس اونٹ کو کھیتی سے بھگانے کی جس کی پشت پر (رکھ کر) محمودی نقارے کو بجاتے تھے

گفت اے یاراں ازاں دیواں نیم — کہ ز لاحولے ضعیف آید پیمؔ[3]
اُس نے کہا اے دوستو! میں ان بھوتوں میں سے نہیں ہوں — کہ ایک لاحول سے میرا قدم کمزور پڑے

کودکے کو حارسِ کشتے بدے — طبلکے در دفعِ مُرغاں می زدے
ایک بچہ جو کھیتی کا رکھوالا تھا — پرندوں کو اڑانے کے لیے ایک ڈفلی بجاتا تھا

تا رمیدے مرغ ازاں طبلک ز کشت — کشت از مرغانِ بد بیخوف گشت
حتیٰ کہ پرند اس ڈفلی سے کھیتی سے اڑ جاتے — کھیتی شریر پرندوں سے بے خوف ہو جاتی

---

[1] بگوید۔ یعنی قاضی کے یہاں شکایت کردے گا۔ دنی۔ کمینہ۔ بتاسانید۔ تاسانیدن، گلا گھونٹا۔ یہ شعر اور اگلا شعر چغل خور کا مقولہ ہے۔ کہ نتاں۔ جس طرح آسمان کی گزوں سے پیمائش کرنا بیہودہ خیال ہے اسی طرح تیرا مسجد میں سونے کا خیال بیہودہ ہے۔

[2] چوں تو۔ نصیحت کرنے والوں نے مہمان سے کہا کہ تجھ جیسے بہت سوں نے اپنی خوش نصیبی کی شیخی ماری ہے اور پھر شرمندہ ہوئے ہیں۔ قیل و قال۔ بحث و مباحثہ۔ حارس۔ نگہبان، رکھوالا۔ کوسِ محمودی۔ یعنی سلطان محمود غزنوی کا نقارہ۔

[3] پیم۔ پائے ام۔ کشت۔ کھیتی۔ طبلک۔ چھوٹا طبل، ڈفلی۔

Marfat.com

چونکہ سلطان شاہ محمودِ کریم — بر گذر زد آں طرف خیمہ عظیم
جب شاہ سلطان محمود کریم — گذرا، وہاں اس نے بڑا خیمہ لگایا

باسپاہے ہمچو استارہ اثیر[1] — انبہ و فیروز صفدر ملک گیر
ایسے لشکر کے ساتھ جو آسمان کے ستاروں کی طرح تھا — گھنا اور کامیاب صفوں کو چاک کرنے والا ملک کو فتح کرنے والا

اشترے بُد کو بُدے حمّال کوس — بختی بد پیشرو و ہمچوں خروس
ایک اونٹ تھا جو نقارہ اٹھانے والا تھا — آگے چلنے والا بختی (نسل کا) تھا مرغ کی طرح

بانگِ کوس و طبل برّوے روز و شب — می زدند اندر رجوع و در طلب
رات دن نقارہ، اور ڈھول اس پر — بجاتے تھے، روانگی اور واپسی پر

اندراں مزرع در آمد آں شتر — کودک آں طبلک بزد در حفظ
وہ اونٹ اس کھیت میں آ گیا — گیہوں کی حفاظت کے لیے بچہ نے وہ ڈفلی بجائی

عاقلے گفتش مزن طبلک کہ او — بختیِ طبل ست و با آنست خو
ایک عقل مند نے اس سے کہا ڈفلی نہ بجا کیونکہ وہ — نقارے کا اونٹ ہے اور اس کو اس کی عادت ہے

پیشِ او چہ بود تبوراکِ تو طفل — کہ کشد او طبلِ سلطاں بیست کفل[2]
اس کے سامنے تجھ لڑکے کی ڈفلی کیا ہے؟ — کیونکہ وہ بادشاہ کا بیس گُنا نقارہ اٹھاتا ہے

عاشقم من کشتۂ قربانِ لا — جانِ من نوبتگہِ طبلِ بلا
میں عاشق ہوں اور لا کا مقتول اور قربان ہوں — میری جان یہ اسپ کے نقارہ کی نقار خانہ ہے

خود تبوراک ست ایں تہدید ہا — پیشِ انچہ دیدہ است ایں دیدہا
یہ ڈراوے ڈفلی ہیں — اس کے سامنے جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا ہے

اے حریفاں من ازانہا نیستم — کز خیالاتے دریں رہ بیستم
اے دوستو! میں ان میں سے نہیں ہوں — کہ خیالات کی وجہ سے اس راستہ سے باز رہوں

من چو اسمٰعیلیانم بے حذر — بل چو اسماعیل آزادم ز سر
میں اسماعیلیوں کی طرح نڈر ہوں — بلکہ (حضرت) اسماعیل علیہ السلام کی طرح سر سے بے نیاز ہوں

فارغم از طمطراق[3] و از ریا — قُلْ تَعَالَوْا گفت جانم را بیا
میں شان و شوکت، اور دکھاوے سے خالی ہوں — اس نے "قل تعالوا" میری جان کے لیے کہا ہے کہ آ جا

---

1. اثیر۔ اجرام فلکیہ، آسمان۔ صفدر۔ صف شکن۔ بختی۔ اس نسل کا اونٹ جو بخت نصر نے عربی اونٹنی اور عجمی اونٹ سے بنائی تھی یہ سرخ رنگ کا عظیم الجثہ اونٹ ہوتا ہے۔ حمال۔ اٹھانے والا۔ مزرع۔ کھیت۔ بزد۔ گیہوں۔ عاقلے۔ ایک عقلمند نے بچے کو سمجھایا کہ اس اونٹ کے بھگانے کے لیے ڈفلی کا بجانا بیکار ہے، یہ نقارے کا اونٹ ہے اور نقارہ سننا اس کی عادت ہے۔ تبوراک۔ کھنکھنا جو باغ میں چڑیوں کو اڑانے کے لیے باندھا جاتا ہے، ڈفلی۔
2. کفل۔ حصہ۔ عاشقم۔ یہ عاشق کا مقولہ ہے۔ لا۔ یعنی عدم۔ نوبتگہ۔ نقارخانہ۔ خود۔ یعنی تمہاری یہ دھمکیاں جو مسجد میں سونے پر مجھے دے رہے ہو ان مصائب کے مقابلہ میں جو میں جھیل چکا ہوں شاہی نقارہ کے مقابلہ میں ڈفلی جیسی ہیں۔ کز خیالاتے۔ مسجد کے سونے میں جو خیالات تم پیش کر رہے ہو۔ اسماعیلیاں۔ یعنی وہ عاشقانِ خدا جو راہ خدا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح جان دے دینے سے بھی دریغ نہ کریں۔
3. طمطراق۔ شان و شوکت۔ قُلْ تَعَالَوْا۔ آپ کہہ دیجئے آ جاؤ یہ آیت قرآن میں کئی جگہ آئی ہے اور ہر جگہ آ جاؤ کا خطاب مختلف لوگوں کے لیے ہے لیکن اس عاشق نے اپنے لیے قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطاب میری جان کے لیے ہے کہ تو آ جا۔

Marfat.com

گفت پیغمبرؐ کہ جادؔ فِی السّلَف ۔۔۔ بِالعَطِیَّۃِ مَن تَیَقَّن بِالخَلَف
پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اچھا کیا قرض ۔۔۔ دینے میں جس نے اجر کا یقین کیا

ہر کہ[2] بیند مر عطا را صد عوض ۔۔۔ زود در بازد عطارا زیں غرض
اجر میں سو بدلے دیکھتا ہے ۔۔۔ اس غرض سے دینے کی بازی جلد کھیلتا ہے

جملہ در بازار زاں گشتند بند ۔۔۔ تا چو سود افتاد مالِ خود دہند
تمام لوگ بازار میں اسی لیے پھنسے ہیں ۔۔۔ تاکہ جب نفع ہو اپنا مال دے دیں

زر در انبانہا نشستہ منتظر ۔۔۔ تاکہ سود آید ببذل آید مصر
(ہر شخص) روپیہ تھیلیوں میں لیے منتظر بیٹھا ہے ۔۔۔ خرچ کر دینے پر مصر ہے، تاکہ نفع آئے

چوں بہ بیند کالۂ در ربح بیش ۔۔۔ سرد گردد عشقش از کالائے خویش
جب کسی سامان کو نفع میں بڑھا ہوا دیکھتا ہے ۔۔۔ اپنے سامان سے اس کا عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

گرم زاں ماندست با آں کو ندید ۔۔۔ کالہائے خویش را ربح و مزید
سرگرم اس لیے رہا ہے کہ اس نے نہیں دیکھا ۔۔۔ اپنے سامان کا نفع اور بڑھاؤ

ہم چنیں[3] علم و ہنر ہائے و حرف ۔۔۔ چوں ندید افزوں ازانہا در شرف
یہی حال علم، اور ہنروں اور پیشوں کا ہے ۔۔۔ جبکہ اس نے فضیلت میں ان سے زیادہ کچھ نہ دیکھا

تابہ از جاں نیست جاں باشد عزیز ۔۔۔ چوں بہ آمد نامِ جاں شد چیز لیز
جب تک جان سے زیادہ پیارے نہ ہوں جان پیاری ہوتی ہے ۔۔۔ جب وہ بہتر ہوں، جان کا نام ناچیز ہو جاتا ہے

لعبتِ مردہ بود جاں طفل را ۔۔۔ تانگشت او در بزرگی طفل زا
مردہ گڑیا بچے کی جان ہوتی ہے ۔۔۔ جب تک کہ وہ بڑائی میں بچہ پیدا کرنے والا نہ بن جائے

ایں تصور ویں تخیل لعبت ست ۔۔۔ تا تو طفلی پس بداں حاجت ست
یہ تصور، اور یہ تخیل گڑیا ہے ۔۔۔ جب تک تو بچہ ہے اس کی تجھے ضرورت ہے

چوں ز طفلی رست جاں شد در وصال ۔۔۔ فارغ از حس ست و تصویر و خیال
جب جان بچپن سے نجات پا گئی واصل ہو گئی ۔۔۔ حس اور تصویر اور خیال سے فارغ ہو گئی

---

1. جادَ۔ انسان جو کچھ کسی غریب کو دیتا ہے بسا اوقات اس کے دینے میں اس کے پیش نظر صرف اس غریب کی حاجت کو رفع کرنا ہوتا ہے اور بسا اوقات اس کے پیش نظر یہ بھی ہوتا ہے کہ خدا مجھے اس کا عوض اور بدلہ آخرت میں عطا فرمائے گا۔ یہ دوسری صورت پہلی صورت سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے جَادَ بِالسَّلَفِ مَنْ تَیَقَّنَ بِالْخَلَفِ۔ یعنی "قرض دینے میں اس شخص نے جود و کرم کیا جس نے آخرت کے اجر کا یقین کر کے قرض دیا۔"

2. ہر کہ۔ جس شخص کو اجر اخروی پر یقین ہوتا ہے وہ بہت جلد عطا و بخشش کرتا ہے۔ جملہ۔ دنیاوی کاروبار میں بھی نفع کی خاطر لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ زر۔ تاجر تھیلی میں روپیہ بھرے ہوئے نفع کی خاطر خرچ کرنے کا منتظر رہتا ہے۔ چوں بہ بیند۔ کاروباری آدمی کو جب نفع نظر آتا ہے تو اپنا سرمایہ خرچ کرنے میں اس کو کوئی تامل نہیں رہتا۔ گرم۔ اپنا مال جمع کرنے میں اس وقت سرگرم ہے جب تک کہ اس کو نفع کی امید نہیں ہے۔

3. ہم چنیں۔ علم و ہنر میں جب انسان کو شرافت نظر آتی ہے تو انسان جان پر کھیل کر ان کو حاصل کرتا ہے۔ لیز۔ تابع ہے یعنی ہیچ۔ لعبت۔ کھلونا، گڑیا۔ تانگشت۔ یعنی انسان جب اعلیٰ چیز سے بے خبر ہوتا ہے تو ادنیٰ چیز پر اکتفا کر لیتا ہے۔ طفل زا۔ بچہ کو جننے والا۔ ایں تصور۔ یہ تصورات کی دنیا جب تک ہے پیاری ہے جب تک وصال حاصل نہیں ہے وصال کے بعد یہ چیزیں بے حقیقت ہیں۔

نیست[1] محرم تا بگویم بے نفاق
محرم نہیں ہے، تاکہ بغیر تصنع کہہ دوں

تن زدم وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْوِفَاق
میں خاموش ہو گیا اور خدا موافقت کرنے والوں کو زیادہ جانتا ہے

مال و تن برف اند ریزانِ فنا
مال اور جسم برف ہیں، جو فنا سے پگھل رہے ہیں

حق خریدارش کہ اَللّٰہُ اشْتَرٰی
اللہ (تعالیٰ) ان کا خریدار ہے کیونکہ اللہ نے خرید لیا ہے

برفہا زاں از ثمن اولیستت
تیرے لیے برف، عوض سے زیادہ بہتر ہے

کہ توئی در شک یقینے عیستت
کیونکہ تو شک میں ہے، تجھے یقین نہیں ہے

ویں عجب ظنے ست در تو اے مہیں
اے ذلیل! تجھ میں یہ عجب ظن ہے

کہ نمی پرّد بہ بستانِ یقیں
جو یقین کے باغ کی طرف پرواز نہیں کرتا ہے

ہر گماں تشنہ یقین ست اے پسر
اے بیٹا! ہر گمان یقین کا پیاسا ہے

می زند اندر تزاید بال و پر
جو بڑھاوٗ کی طرف بال و پر پھڑپھڑاتا ہے

چوں رسد[2] در علم پس برپا شود
جب وہ علم (کے درجہ) میں پہنچتا ہے قائم ہو جاتا ہے

مر یقیں را علم او پویا شود
اس کا علم یقین کی طرف دوڑتا ہے

زانکہ ہست اندر طریقِ مفتتن
چونکہ آزمائے ہوئے طریقے میں

علم کمتر از یقین و فوقِ ظن
علم، یقین سے کم اور ظن سے اوپر ہے

علم جویائے یقیں باشد بداں
سمجھ لے، علم یقین کا طالب ہوتا ہے

واں یقیں جویائے دیدست و عیاں
اور یقین دید، اور مشاہدے کا طالب ہے

اندر اَلْھٰکُمْ[3] بجو ایں را کنوں
(سورۃ) اَلْھٰاکُمْ میں اس کو تلاش کر لے

از پس کَلَّا پس لَوْ تَعْلَمُوْن
کَلَّا کے پیچھے، لَوْ تَعْلَمُوْنَ کے پیچھے

---

1. نیست۔ یہ حقائق محرمِ رازہی کی سمجھ میں آسکتے ہیں جس کا فقدان ہے۔ وفاق۔ یعنی وہ لوگ جو میرے اس بیان کے موافق ہوں۔ مال وتن۔ یہ پھر اس عاشق مہمان کا مقولہ شروع ہوا ہے۔ اللہ۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ "اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں خرید لی ہیں۔" برفہا۔ یعنی انسان کو اپنی جان اور مال اس وقت تک پیارا ہے جب تک اس کو ان کی اس قسمت کا یقین نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ ویں عجب۔ حقیقی چیز کے بارے میں گمان ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے لیکن بعض انسان صرف اجر اخروی کے بارے میں گمان کے درجہ پر رہتے ہیں اور ان کو یقین کا درجہ حاصل نہیں ہوتا حالانکہ دنیاوی امور میں ہر گمان ترقی کر کے یقین تک پہنچ جاتا ہے۔

2. چوں رسد۔ مولانا کی تحقیق کے مطابق ابتداء کسی چیز کا ظن حاصل ہوتا ہے پھر وہ ترقی کر کے علم بنتا ہے پھر علم ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ مفتتن۔ آزمودہ۔ علم۔ کسی چیز کے وقوع اور لاوقوع میں سے کسی ایک جانب کو عقلاً کی ترجیح حاصل ہو جائے تو ظن کہا جاتا ہے۔ علم سے مراد وہ جازم اعتقاد ہے جو واقعہ کے مطابق ہو۔ یقین اس علم ثابت کو کہیں گے جس کے ازالہ کی کوئی راہ باقی نہ رہے عیاں مشاہدے کو کہا جاتا ہے تو ابتدائی درجہ ظن کا ہے پھر علم کا مرتبہ ہے اور اس کے بعد یقین کا مرتبہ ہے اور یقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔

3. اندر اَلْھٰکُمْ۔ سورۂ تکاثر میں فرمایا گیا کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّھَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ "تم ضرور جان لو گے اگر تم یقینی طور پر جان لو گے تو ضرور دوزخ کو دیکھ لو گے پھر تم عین الیقین سے اس کو دیکھ لو گے۔" اس آیت سے ثابت ہوا ہے کہ شک اور ظن کے بعد علم کا درجہ آتا ہے اور علم کے بعد یقین کا مرتبہ ہے اور علم الیقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔ از پس کَلَّا۔ یعنی کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ پس لَوْ تَعْلَمُوْنَ۔ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ۔

Marfat.com

می کشد دانش بہ بینش اے علیم
اے علم والے! علم مشاہدے کی طرف لے جاتا ہے
گر یقیں بودے بدیدندے جحیم
اگر انہیں یقین ہوتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کر لیتے

دید زاید از یقیں بے امتہال
مشاہدہ یقین سے بغیر توقف کے پیدا ہوتا ہے
آنچناں کز ظن ہمی زاید خیال
جس طرح ظن سے، خیال پیدا ہوتا ہے

اندر اَلْھٰکُمْ بیانِ ایں ببیں
(سورۃ) الہاکم میں اس کا بیان دیکھ لے
کہ شود[1] عِلْمُ الْیَقِیْن عَیْنُ الْیَقِیْں
کہ علم الیقین، عین الیقین ہو جاتا ہے

از گماں و از یقیں بالا ترم
میں گمان، اور یقین سے بالاتر ہوں
وز ملامت بر نمیگردد سرم
ملامت سے میرا سر نہیں چکراتا ہے

چوں دہانم خورد از حلوائے او
جبکہ میرا منہ اس کا حلوا کھا چکا ہے
چشم روشن گشتم و بینائے او
میں روشن چشم، اور اسکو دیکھنے والا بن گیا ہوں

پا نہم گستاخ چوں خانہ روم
میں جب گھر کو جاتا ہوں تو بے پروائی سے قدم رکھتا ہوں
پانہ لرزانم نہ کورانہ روم
نہ پاؤں کو لرزاتا ہوں، نہ اندھا دھند چلتا ہوں

آنچہ گُل را گفت حق خنداںش کرد
جو کچھ اللہ نے پھول سے کہا اور اس کو شگفتہ کر دیا
با دلِ من گفت صد چنداںش کرد
میرے دل سے کہا، اور اس کو سو گنا کر دیا

آنچہ زد بر سرو[2] و قدش راست کرد
وہ جو سرو پر نازل کی اور اُس کا قد سیدھا کر دیا
و آنچہ از وے نرگس و نسریں بخورد
اور وہ جو اُس سے نرگس اور نسرین نے حاصل کی

آنچہ نے راکرد شیریں جان و دل
وہ جس نے گنے کی جان اور دل کو شیریں کر دیا
وانچہ خاکی یافت زو نقش چگل
اور جس سے خاکی نے چگل کا نقش قدم حاصل کر لیا

آنچہ ابرو را چناں طرار ساخت
جس نے ابرو کو ایسا نوکیلا بنایا
چہرہ را گلگونہ و گلنار ساخت
چہرے کو سرخ اور گلنار بنایا

مرزباں را داد صد افسونگری
جس نے زبان کو سو جادو سکھائے
وانکہ کاں را داد زرِ جعفری[3]
جس نے کان کو جعفری سونا عطا کیا

چوں درِ زرّادخانہ باز شد
جب اسلحہ خانہ کا دروازہ کھلا
غمزہائے چشم تیر انداز شد
آنکھ کے غمزے تیر انداز ہے

بردلم زد تیر و سودائیش کرد
اس نے میرے دل پر تیر مارا اس کو مجنون بنا دیا
عاشقِ شکّر و شکر خائیش کرد
شکر اور شکر خوری کا عاشق کر دیا

---

[1] کہ شود۔ یعنی لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ۔ بالاترم۔ یعنی مشاہدے کا درجہ حاصل ہے۔ وز ملامت۔ آپ کی شبہ و شک سے اس کا ازالہ نہیں ہو سکے گا۔ چوں دہانم۔ جبکہ مجھے مشاہدہ حاصل ہو گیا ہے۔ پانہم۔ جبکہ انسان کو اپنے مکان کے بارے میں علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہے وہ کسی شک و شبہ کی بنیاد پر اس میں داخل ہونے سے نہیں رک سکتا۔ آنچہ۔ اللہ تعالیٰ کی جو تجلیات ان چیزوں پر پڑی ہیں وہ مجھ پر پڑ چکی ہیں۔

[2] برسرو۔ اب مجھ میں سرو کی سیدھائی اور نرگس کا سا مشاہدہ اور نسرین جیسی خوشبو پیدا ہو گئی ہے۔ نے۔ میرا دل گنے کی طرح شیریں ہے۔ چگل۔ ترکستان کا مشہور شہر ہے جس کے باشندوں کا حسن اور تیراندازی مشہور تھی۔ طرار۔ تیز زبان، گرہ کٹ۔

[3] زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے زمانے کا سونا خالص تھا۔ زرّادخانہ۔ اسلحہ خانہ۔ بردلم۔ جبکہ اس قدر تجلیات مجھ پر ہیں تو اب میں اس کا عاشق ہوں۔

Marfat.com

عاشق آنم کہ ہر آن[1] آنِ اوست
میں اس کا عاشق ہوں کہ ہر ملکیت اس کی ملکیت ہے
من نلافم ور بلافم ہمچو آب
میں شیخی نہیں مارتا ہوں، اور اگر مارتا ہوں تو پانی کی طرح
چوں بدزدم چوں حفیظِ مخزن اوست
میں کیسے چرا سکتا ہوں جبکہ وہ خزانہ کا محافظ ہے
ہر کہ از خورشید باشد پشت گرم
جو سورج کی وجہ سے گرم کمر والا ہو
ہمچو روئے آفتاب بیحذر
نڈر سورج کے چہرے کی طرح
ہر پیمبر[2] سخت رُو بُد در جہاں
انبیا میں ہر پیغمبر بہادر ہوا ہے
رو نگردانید از ترس و غمے
اس نے کسی غم اور ڈر سے منہ نہیں موڑا ہے
سنگ باشد سخت رُوو چشم شوخ
پتھر سخت رو، اور نڈر ہوتا ہے
کاں کلوخ از خشت زن یک لخت شد
ڈھیلا اینٹ پاتھنے سے مجسم رہتا ہے
گوسفنداں[3] گر بروں اند از حساب
بکریاں، اگرچہ شمار سے باہر ہوں
کُلُّکُم رَاعٍ نبی چوں راعی ست
تم سب ریوڑ ہو، نبی گلہ بان کی طرح ہے
از رمہ چوپاں نترسد در نبرد
مقابلے میں گڈریا ریوڑ سے نہیں ڈرتا ہے

عقل و جان جاندارِ یک مرجانِ اوست
عقل اور جان اس کے لب سے جاندار ہے
نیست در آتش کشی ام اضطراب
آگ بجھانے میں مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے
چوں نباشم سخت رُو پشتِ من اوست
میں تگڑا کیوں نہ بنوں، جبکہ وہ میری پشت (پناہ) ہے
سخت رُو باشد نہ بیم او را نہ شرم
وہ ہیکڑ ہو گا، اس کو نہ ڈر ہو گا نہ شرم
گشت رُویش خصم سوز و پردہ در
اس کا چہرہ دشمن کو جلانے والا اور پردہ داری کرنے والا ہوتا ہے
یک سوارہ کوفت بر جیشِ شہاں
اُس نے بادشاہوں کے لشکروں کو تنہا شکست دی ہے
یک تنہ تنہا بزد بر عالمے
تنہا ایک جہان پر ٹوٹ پڑا ہے
او نترسد از جہانِ پُر کلوخ
وہ ڈھیلوں بھرے جہان سے نہیں ڈرتا ہے
سنگ از صنعِ خدائی سخت شد
پتھر، خدائی کاریگری سے سخت ہوا ہے
زانبہے شاں کے بترسد آنقصاب
قصائی، ان کی کثرت سے کب ڈرتا ہے؟
خلق مانند رمہ او سائی ست
مخلوق ریوڑ اور وہ (ان کی بھلائی کے لیے) کوشاں ہے
لیک شاں حافظ بود از گرم و سرد
ہاں وہ اچھے بُرے سے ان کا نگہبان ہوتا ہے

---

[1] کہ ہر آن۔ تمام ملکیتیں اللہ کی ہیں اور ہر جان وعقل اس کے ہونٹ کا عطیہ ہے۔ مرجان۔ مونگا یہاں لب معشوق مراد ہے۔ ور بلافم۔ اگر میں شیخی بگھاروں تو وہ بھی واقعی ہے۔ چوں بدزدم۔ جبکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہے تو اب مجھ میں نہ خوف ہے نہ کسی کا ڈر ہے۔

[2] ہر پیمبر۔ انبیا کو چونکہ قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اس لیے وہ نڈر ہوتے ہیں شاہوں کے لشکر پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ سنگ۔ انبیا پتھر کی طرح ہیں اور مخالفین ڈھیلوں کی طرح ہیں۔ کلوخ۔ ڈھیلے کی سختی انسان کی کاریگری ہے اور پتھر کی سختی خدا کی کاریگری ہے۔

[3] گوسفنداں۔ مخالفین بکریاں ہیں اور انبیا بمنزلہ قصاب کے۔ کُلُّکُم۔ نبی بمنزلہ چرواہے کے ہے جو بکریوں کی حفاظت کرتا ہے صرف سرکشی کے وقت وہ قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ یہی حال ہر ذمہ دار کا ہے۔ از رمہ۔ اگر بکریاں سرکشی کریں تو قصائی ان سے خوف نہیں کھاتا ہے۔

گر زند[1] بانگے ز قہرِ او بر رَمہ
اگر وہ غصہ سے ریوڑ پر چیختا ہے
ہر زماں گوید بگوشم بختِ نو
نئی خوشی ہر وقت میرے کان میں کہتی ہے
من ترا غمگین و گریاں زاں کنم
میں تجھے غمگین اور رونے والا اس لیے بناتی ہوں
تلخ گردانم ز غمہا خوئے تو
غموں کی وجہ سے میں تجھے بدمزاج بناتی ہوں
نے تو صیادی نہ جویائے منی
کیا تو میرا شکاری اور میرا طالب نہیں ہے،
حیلہ اندیشی کہ در من دَر رِسی
تو تدبیر سوچتا ہے، کہ مجھ تک پہنچے
چارہ می جوید پئے من دردِ تو
تیرا درد، میرے وصل کی تدبیر تلاش کرتا ہے
من توانم[2] ہم کہ بے ایں انتظار
میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بغیر اس انتظار کے
تا ازیں گرداب دوراں وارہی
تاکہ تو زمانے کے اس بھنور سے نکل جائے
لیک شیرینی و لذاتِ مقر
لیکن منزل کی مٹھاس اور لذتیں
ہر چہ[3] آساں یافتی آساں دہی
تو جو آسانی سے پاتا ہے، آسانی سے دے دیتا ہے
آنکہ از شہر و زخویشاں بر خوری
اپنوں اور شہر سے تو اس وقت فائدہ اٹھائے گا

واں ز مہرست آنکہ دارد بر ہمہ
وہ اس محبت کی وجہ سے ہے، جو اس کی سب پر ہے
گر ترا غمگیں کنم غمگیں مشو
اگر میں تجھے غمگین کروں، تو غمگین نہ بن
تاکت از چشمِ بداں پنہاں کنم
تاکہ تجھے بُروں کی نگاہ سے پوشیدہ کر دوں
تا بگردد چشمِ بد از روئے تو
تاکہ نظرِ بد کو تیرے چہرے سے واپس کر دوں
بندۂ و افگندۂ رائے منی
تو میرا بندہ اور میری رائے کا تابع نہیں ہے؟
در فراق و جستنِ من بیکسی
تو میری جدائی اور جستجو میں بیکس ہے
می شنودم دوش آہِ سردِ تو
میں کل رات تیری ٹھنڈی آہ سن رہا تھا
رہ دہم بنمایمت راہِ گذار
راستہ دے دوں تجھے (آنے کا) راستہ دکھا دوں
بر سرِ گنجِ وصالم پا نہی
میرے وصل کے خزانے پر قدم رکھ دے
ہست بر اندازۂ رنجِ سفر
سفر کی تکلیف کے اندازے کے مطابق ہیں
دردِ مشکل یاب را بر جاں نہی
مشکل سے حاصل ہونے والی چیز کا درد دل پر رکھتا ہے
کز غریبی رنج و محنتہا بری
جبکہ مسافرت کی تکلیف اور مشقتیں اٹھائے گا۔

1. گرزند۔ اگر نبی قوم پر ناراض بھی ہوتا ہے تو اس کا سبب قوم کی محبت ہوتی ہے۔ ہر زماں۔ یہاں سے مولانا نے پھر عاشق کا مقولہ شروع کیا ہے کہ مجھے اللہ بشارت دیتا ہے کہ غم سے غمگین نہ ہونا اس میں تیرے مفاد مضمر ہیں۔ تاکت۔ تاکہ ترا۔ نے تو۔ عاشق کہتا ہے کہ خدا مجھ سے فرماتا ہے کہ جب تو میرا عاشق ہے تو تجھے میری مرضی پر راضی رہنا ہے۔ حیلہ۔ تو میرے وصال کی تدبیریں کرتا ہے اور وصال کے لیے تکلیف میں مبتلا ہو کر ٹھنڈی آہیں بھرتا ہے۔
2. من توانم۔ میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ تکلیف اٹھائے بغیر تجھے اپنا وصال عطا کر دوں۔ لیک۔ تجھے جو تکالیف پہنچ رہی ہیں وہ تیرے نفع کے لیے ہیں، سفر میں انسان زیادہ تھکتا ہے تو اقامت کی لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔
3. ہر چہ۔ جو مقصد بلا محنت حاصل ہوتا ہے اس کی انسان قدر نہیں کرتا۔ آنکہ۔ وطن اور عزیزوں کی لذت سفر کی تکلیفوں سے بڑھتی ہے۔

وز بلاہا[1] رو مگرداں اے جواں — بشنو ایں تمثیل و قدرِ خود بداں

اے جوان! مصیبتوں سے منہ نہ موڑ — یہ مثال سن لے اور اپنا مرتبہ پہچان لے

تمثیل گریختنِ مومن و تعجیل و بے صبریِ او در بلا باضطراب و بیقراریِ نخود و دیگر حوائج در جوشِ دیگ و بر دیگ بر دویدن تا بیروں جہد و منع کردن کد بانو او را

معیبت میں مومن کے بھاگنے اور اس کی عجلت اور بے صبری کی مثال دینا چنے اور دوسری چیزوں کے دیگ کے جوش میں بے قراری کے ساتھ، اور دیگ کے اوپر کو بھاگنے کے ساتھ تاکہ وہ باہر کو نکل پڑے اور بی بی کے اس کو روکنے کے ساتھ

در نخود بنگر کہ اندر دیگ چوں — می جہد بالا چو شد ز آتش زبوں

چنے کو دیکھ کہ وہ دیگ میں کیسا — اوپر کو اچھلتا ہے جب آگ سے عاجز آ جاتا ہے

ہر زمانے می برآید وقتِ جوش — بر سرِ دیگ و بر آرد صد خروش

جوش کے وقت ہر وقت باہر کو نکلتا ہے — دیگ پر، اور سیکڑوں چیخیں مارتا ہے

کہ چرا آتش بمن در میزنی — چوں خریدی چوں نگونم میکنی

کہ تو کیوں مجھ میں آگ لگاتی ہے؟ — جبکہ تو نے مجھے خریدا ہے کیوں مجھے اوندھا کرتی ہے

می زند کفلیز[2] کد بانو کہ نے — خوش بجوش و بر مجہ ز آتش کنے

بی بی کفگیر چلاتی ہے، کہ نہیں — خوب جوش کھا اور آگ جلانے والے سے نہ بھاگ

زاں نجوشانم کہ مکروہِ منی — بلکہ تا گیری تو ذوق و چاشنی

میں تجھے اس لیے جوش نہیں دے رہی ہوں کہ تو مجھے ناپسند ہے — بلکہ (اس لیے) کہ تجھ میں ذائقہ اور لذت پیدا ہو جائے

تا غذا گردی بیامیزی بجاں — بہرِ خواری نیستت ایں امتحاں

تا کہ تو غذا بنے، جان میں گھل مل جائے — یہ آزمائش تیرے ذلیل کرنے کے لیے نہیں ہے

آب[3] می خوردی بہ بستاں سبز و تر — بہرِ ایں آتش بدست آں آبخور

تو سبز و ترہ کر باغ میں پانی پیتا تھا — وہ پانی پینا اسی آگ کے لیے تھا

رحمتش سابق بدست از قہر زاں — تا ز رحمت گردد اہلِ امتحاں

اس کی رحمت، قہر سے اس لیے پہلے ہے — تاکہ رحمت کے ذریعہ وہ آزمائش کے قابل بن جائے

---

1. وز بلاہا۔ لہٰذا وصل کے حاصل کرنے میں جس قدر زیادہ مصائب برداشت کرے گا اسی قدر وصل کی لذت میں اضافہ ہوگا۔ تمثیل۔ اس مثال سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ مصائب اور مجاہدات سے ہی تکمیل ہوتی ہے۔ کد بانو۔ گھر کی مالکہ۔ زبوں۔ یعنی آگ کی گرمی سے عاجز ہو کر اچھلتا ہے۔ صد خروش۔ ہانڈی میں کھد بد کی آوازیں آتی ہیں۔ کہ چرا۔ گویا زبان حال سے مالکہ سے کہتا ہے کہ تو مجھے خرید کر لائی تھی اب تو مجھے ذلیل کر رہی ہے۔
2. کفلیز۔ کفگیر۔ آتش کن۔ آگ جلانے والا۔ زاں۔ یعنی میں تیرے بھلے کے لیے تجھے جوش دے رہی ہوں۔ تا غذا۔ تجھے اس لیے جوش دے رہی ہوں کہ تو انسان کی غذا بن کر انسان کی جان بن جائے۔
3. آب۔ یعنی تجھے اسی مقصد کے لیے اگایا گیا تھا۔ رحمتش۔ حدیث قدسی ہے "رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ" یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "میری رحمت میرے غضب سے پہلے ہے" تو رحمت غضب سے اسی لیے پہلے ہے کہ اس رحمت کی وجہ سے اس کی پرورش ہو کر وہ امتحان کے قابل بن جائے۔

Marfat.com

رحمتش بر قہر زاں سابق شدست — تا کہ[1] سرمایہ وجود آید بدست

اس کی رحمت اس کے قہر سے اسی لیے پہلے ہے — تا کہ وجود کا سرمایہ ہاتھ آ جائے

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست — چوں نروید چہ گدازد عشق دوست

کیونکہ گوشت و پوست بغیر لذت کے پیدا نہیں ہوتا ہے — جب وہ نہ پیدا ہوا ہو تو دوست کا عشق کس چیز کو لائے گا؟

زاں تقاضا گر بیاید قہرہا — تا کنی ایثار آں سرمایہ را

اگر اس (عشق کے) تقاضے سے مصیبتیں آئیں — تا کہ تو اس سرمایہ کو قربان کر دے

باز لطف آید برائے عذرِ او — کہ بکردی غسل و برجستی ز جو

پھر اس کی عذر خواہی کے لیے مہربانی آتی ہے — کہ تو نے غسل کر لیا ہے اور تو نہر کو کود گیا ہے

با نخود گوید چریدی در بہار — رنج، مہمانِ تو شد نیکوش دار

وہ چنے سے کہتی ہے تو نے (موسم) بہار میں (خوب) چرا ہے — رنج، تیرا مہمان بنا ہے اس کی دیکھ بھال کر

تا کہ[2] مہماں باز گردد شکر ساز — پیش شہ گوید ز ایثارِ تو باز

تا کہ مہمان شکریہ ادا کرتا ہوا لوٹے — بادشاہ کے سامنے تیرے ایثار کو کھل کر بیان کرے

تا بجائے نعمت منعم رسد — جملہ نعمتہا برد بر تو حسد

تا کہ تیرے پاس نعمت کے بجائے نعمت دینے والا آ جائے — (اور) تمام نعمتیں تجھ پر حسد کرنے لگیں

من خلیلم تو پسر پیشِ بچک — سر بنہ اِنّی اَرانی اَذبحُک

میں خلیل (اللہ) ہوں تو فرزند ہے، چھری کے سامنے — یہ کہہ دے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں

سر بہ پیشِ قہر نہ دل برقرار — تا ببرم حلقت اسمٰعیل وار

اطمینان قلب کے ساتھ تکلیف کے سامنے سر رکھ دے — تا کہ اسماعیل علیہ السلام کی طرح میں تیرا گلا کاٹ دوں

سر ببرم لیک ایں سَر آں سَریست — کز بُریدہ گشتن و کشتن بریست

میں سر کاٹ رہی ہوں، لیکن یہ سر وہ سر ہے — جو کٹنے، اور مرنے سے بری ہے

لیک مقصودم ازاں تعلیمِ تست — اے مسلماں بایدت تسلیم جست

لیکن اس سے میرا مقصد تیری تعلیم ہے — اے مسلمان! تجھے سر رکھ دینا چاہیے

---

[1] تا کہ۔ رحمت ہی کے سبب انسان کے وجود کی تکمیل ہوتی ہے۔ زانکہ۔ رحمت کے ذریعہ جو گوشت و پوست بنتا ہے اگر وہ نہ ہو تو عشق کس چیز کو گلائے گا۔ زاں۔ اگر عشق کی بنیاد پر انسان پر مصیبتیں آتی ہیں اور وہ ان مصائب میں ثابت قدم اور امتحان میں پورا اترتا ہے تو پھر خدا کی مہربانی اس سے عذر خواہی کرتی ہے اور اس کو قرب و وصال کی بشارت دیتی ہے۔ با نخود۔ گھر کی مالکہ چنے سے کہتی ہے کہ تو نے رحمت خداوندی سے فیض حاصل کیا ہے تو رنج بھی بخوشی برداشت کر۔

[2] تا کہ۔ رنج بھی اللہ کا بھیجا ہوا مہمان ہے اگر اس کے ساتھ ایثار و قربانی کی جائے گی تو وہ شاہ کے دربار میں جا کر تعریف کرے گا۔ تا بجائے۔ رنج پر شکر گزاری سے نعمتوں ہی سے نہیں منعم سے وصال ہوگا اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دوسری نعمتیں اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ من خلیلم۔ بی بی کہتی ہے کہ جب تو میرا ہے تو میری طرح ہر حالت میں شکر گزاری کر۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت کی تھی۔ اِنّی۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقولہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا "اے اسماعیل میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔" اس پر حضرت اسماعیلؑ نے فرمایا تھا کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کیجئے اور وہ اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔

[3] سر ببرم۔ میں تجھے فنا کر رہی ہوں لیکن یہ بظاہر فنا ہے اور در حقیقت بقا ہے۔ لیک۔ یہ سر اگرچہ نفس الامر میں کٹ نہیں رہا ہے بایں ہمہ ظاہری طور پر سر کاٹنے سے تسلیم و رضا کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ اے نخود۔ اس ابتلا کے نتیجہ میں تیری اپنی ہستی اور وجود ختم ہو جائے گا پھر بقا باللہ حاصل ہوگا۔

Marfat.com

اے نخود می جوش اندر ابتلا
اے چنے! آزمائش میں جوش کھا
تانہ ہستی و نہ خود ماند ترا
تاکہ تجھ میں اپنی ہستی اور خودی (باقی) نہ رہے

اندراں[1] بستاں اگر خندیدهٔ
اگر تو اس باغ میں مسکرایا ہے
تو گلِ بستانِ جان و دیدهٔ
(اب) تو جان اور آنکھ کے باغ کا پھول ہے

گر جدا از باغِ آب و گِل شدی
اگر تو پانی اور مٹی کے باغ سے جدا ہو گیا ہے
لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی
تو لقمہ بن گیا ہے، اور زندوں کے اندر آ گیا ہے

شو غذا و قوتِ اندیشہا
خیالات کی غذا اور روزی بن جا
شیر بودی شیر شو در بیشہا
تو دودھ تھا (اب) کچھاروں کا شیر بن جا

از صفاتش رُستہ واللہ نخست
خدا کی قسم، تو پہلے اُسکی صفات کے ذریعہ سے اُگا ہے
در صفاتش باز رو چالاک و چست
پھر تیزی اور چستی سے اس کی صفات کی طرف لوٹ جا

ز ابر[2] و خورشید وز گردوں آمدی
ابر اور سورج اور آسمان کے ذریعہ تو آیا ہے
پس شدی اوصاف و گردوں بر شدی
پھر تو اوصاف میں داخل ہو گیا اور آسمان سے بالا ہو گیا

آمدی در صورتِ باراں و تاب
تو بارش اور دھوپ کی صورت میں آیا
می روی اندر صفاتِ مستطاب
(اب) تو پاکیزہ صفات میں داخل ہو رہا ہے

جزوِ شمس و ابر و انجم ہا بدی
تو سورج، اور ابر، اور ستاروں کا جزو تھا
نفس و فعل و قول و فکرتہا شدی
روح اور فعل اور قول اور افکار بن گیا

ہستیِ حیواں شد از مرگِ نبات
نباتات کی موت سے حیوانات وجود میں آئے
راست آمد اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَات
سچ ثابت ہوا اے معتمد لوگو! "مجھے قتل کر دو"

چوں چنیں بُردیست[3] مارا بعد مات
جبکہ ہماری ہار کے بعد اس طرح کی جیت ہے
راست آمد اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَات
سچ ثابت ہوا، "بے شک میرے قتل میں زندگی ہے"

فعل و قولِ صدق شد قوتِ ملک
سچا قول و فعل فرشتے کی روزی بنا
تابدیں معراج شد سوئے فلک
یہاں تک کہ وہ آسمان کی جانب اس بلندی پر پہنچا

---

۱ اندراں۔ چنے کی پہلی حالت اگرچہ اس کے لیے خوش کن تھی لیکن ابتلا کے بعد کی حالت اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ غذا بن جانے کے بعد وہ انسانی جان و دل کے باغ کا گل ہو جائے گا۔ گر جدا۔ اب چنا ترقی کر کے نباتات سے حیوانات میں داخل ہو گیا کیونکہ وہ جزوِ حیوان بن گیا ہے۔ شو۔ اب غذاءِ انسانی بن کر انسانی افکار کی غذا بن جا۔ شو غذا۔ چنا پک کر انسانی افکار کی غذا بن جاتا ہے انسانی جزو ہو جانے کی وجہ سے اپنے وجود سے اعلیٰ درجہ وجود حاصل کر لیتا ہے۔ از صفاتش۔ چنا انسان کی صفات کی پیداوار تھا غذا بن جانے کے بعد وہ پھر انسانی صفات اختیار کر لیتا ہے۔

۲ ز ابر۔ نباتات کی پیداوار میں ان تینوں چیزوں کے اثرات ہیں۔ صفاتِ مستطاب۔ عمدہ صفات یعنی انسانی صفات۔ ہستیِ حیواں۔ حیوان نباتات سے خوراک حاصل کر لیتا ہے لہٰذا نباتات کی موت ان کی ترقی کا سبب بنتی ہے۔ اُقْتُلُوْنِیْ۔ یہ منصور حلاج کا قول ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ اے یارو مجھے قتل کر دو کہ میرے قتل ہونے ہی میں میری زندگی ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ موت ترقی کا سبب ہے لہٰذا ان کا قول صحیح ثابت ہوا۔

۳ بُرد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں مقابل کے سب مہرے پٹ جائیں صرف شاہ باقی رہ جائے یہ نصف مات ہے۔ مات۔ بازی میں شاہِ شطرنج کا اس طرح گھر جانا کہ وہ زچ ہو جائے۔ یہ پوری ہار ہے۔ راست آمد۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ موت کے بعد اعلیٰ زندگی ہے تو ثابت ہو گیا کہ قتل میں زندگی مضمر ہے۔ فعل و قول۔ سچا فعل و قول فرشتے کی غذا بن کر بلندی حاصل کر لیتا ہے۔

Marfat.com

آنچناں[1] کاں طعمہ شد قوتِ بشر　از جمادی بر شد و شد جانور
اسی طرح کہ وہ لقمہ جو انسان کی غذا بنا　جمادیت سے بلند ہو گیا اور جاندار بن گیا

ایں سخن را ترجمہ پہنا ورے　گفتہ آید در مقامِ دیگرے
اس بات کا مفصل بیان　دوسرے مقام پر کیا جائے گا

کارواں دائم ز گردوں می رسد　تا تجارت میکند، وا می رود
قافلہ ہمیشہ آسمان سے آتا ہے　تاکہ تجارت کرے (اور) واپس جائے

پس برو شیریں و خوش با اختیار　نے بتلخی و کراہت دزدوار
پس تو اپنے اختیار سے عمدگی اور خوشی سے جا　نہ کہ چوروں کی طرح کڑواہٹ اور ناگواری سے

زاں[2] حدیثِ تلخ میگویم ترا　تا ز تلخیہا فروشویم ترا
میں تجھے کڑوی بات اس لیے کہتی ہوں　تاکہ تجھ سے کڑواہٹیں دھو دوں

ز آبِ سرد انگورِ افسردہ زہد　سردی و افسردگی بیروں نہد
ٹھنڈے پانی سے ٹھٹھرا ہوا انگور جوش مارنے لگتا ہے　(پھر) سردی اور ٹھٹھر کو باہر نکال ڈالتا ہے

تو ز تلخی چونکہ دل پُر خوں شوی　پس ز تلخیہا ہمہ بیروں شوی
تو چونکہ کڑواہٹ سے پُر خون دل والا بنتا ہے　پھر تلخیوں سے پوری طرح جدا ہو جائے گا

ہرکہ[3] او اندر بلا صابر نشد　مقبلِ ایں در کہ فاخر نشد
جو مصیبت میں صابر نہ بنا　اس قابل فخر درگاہ میں مقبول نہ بنا

فارغ آئی گر بتو ریزند خل　آں زماں شیریں شوی ہمچوں عسل
اگر تجھ پر سرکہ ڈالیں (اور) تو بے فکر رہے　اس وقت تو شہد کی طرح میٹھا ہو گا

سگ شکاری نیست او را طوق نیست　خام و نا جوشیدہ جز بے ذوق نیست
جس کے گلے میں پٹہ نہیں ہے، وہ شکاری کتا نہیں ہے　کچا اور جوش نہ دیا ہوا سوائے بے ذائقہ کے کچھ نہیں ہے

تمثیلِ صابر شدنِ مومن چوں او بر سرِّ بلا واقف شود

مومن کے صابر ہونے کی مثال جبکہ وہ مصیبت کے راز سے واقف ہو جائے

آں نخود گفت از چنیں ست اے ستی　خوش بجوشم یاریم دِہ، راستی
اس چنے نے کہا اے بی بی! اگر ایسا ہے　مجھے خوب جوش دے، میری مدد کر تو سچ کہتی ہے

---

1. آنچناں۔ اسی طرح نباتات انسان کا جزو بن کر بلندی حاصل کر لیتی ہیں۔ ایں سخن۔ یعنی یہ کہ نوعِ ادنیٰ فنا کے بعد اعلیٰ مقام حاصل کر لیتی ہے۔ کارواں۔ انسانی روحوں کے قافلے عالم بالا سے دنیا میں کاروبار کے لیے آتے ہیں اور نفع نقصان کما کر واپس جاتے ہیں تو اصل مقام عالم بالا ہے۔ پس۔ جب دنیا سے جانا ہی ہے تو خوشی سے سرخرو ہو کر جا۔

2. زاں۔ بی بی نے چنے سے یہ بھی کہا کہ میں تجھے تلخ باتیں اس لیے کہتی ہوں تاکہ تیری تلخی دور ہو جائے۔ ز آب۔ جب انگور کا درخت افسردہ ہو جاتا ہے تو ٹھنڈا پانی اس کو دیا جاتا ہے اس سے اس میں جوش آ جاتا ہے اور اس کی افسردگی اور سردی ختم ہو جاتی ہے۔ تو ز تلخی۔ لہٰذا تیرے لیے تلخ باتیں تیری تلخیاں دور کر دیں گی۔

3. ہرکہ۔ مصائب پر صبر مقبولیت کا سبب ہے۔ فارغ۔ انسان میں جب یہ برداشت پیدا ہو جائے کہ تلخ باتوں سے اس میں تلخی پیدا نہ ہو تو وہ شہد کی طرح شیریں بن جاتا ہے۔ سگ۔ کتا پٹے کی مصیبت جھیل کر شکاری بنتا ہے۔ انسان مصائب کے ذریعے پختہ ہو کر خوش ذائقہ بنتا ہے۔ آں نخود۔ جب چنے کو یہ احساس ہو گیا کہ مصائب تکمیل کا ذریعہ ہیں تو وہ مصائب برداشت کرنے پر خندہ پیشانی سے راضی ہو گیا۔

Marfat.com

تو دریں[1] جوشش چو معمارِ منی — کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی
(چونکہ) تو اس جوش دینے میں میری تعمیر کرنے والی ہے — میرے کفگیر مار، کیونکہ تو اچھا مارتی ہے

ہمچو پیلم بر سرم زن زخم و داغ — تا نہ بینم خوابِ ہندوستان و باغ
میں ہاتھی کی طرح ہوں میرے سر پر زخم اور داغ لگا — تاکہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب نہ دیکھوں

تا کہ خود را در دہم در جوشِ من — تا رہے یابم دریں آغوشِ من
تاکہ میں اپنے جوش کھانے، میں خودی کو دے دوں — تاکہ میں اس آغوش میں راستہ پا لوں

زانکہ انساں در غنا طاغی شود — ہمچو پیلِ خواب بیں باغی شود
کیونکہ انسان بے فکری میں سرکش بن جاتا ہے — خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی بن جاتا ہے

پیل چوں در خواب بیند ہند را — پیلباں را نشنود آرد دغا
جب ہاتھی خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے — فیلبان کی نہیں سنتا ہے، دغا بازی کرتا ہے

عذر گفتنِ کدبانو با نخود و حکمت در جوش داشتنِ کدبانو نخود را

بی بی کا چنے سے عذر کرنا اور بی بی کا چنے کو جوش دینے کی حکمت بیان کرنا

آں ستی[2] گوید ورا کہ پیش ازیں — من چو تو بودم ز اجزائے زمیں
وہ بی بی اس سے کہتی ہے کہ اس سے پہلے — میں تیری طرح زمین کے اجزا میں سے تھی

چوں بنوشیدم جہازِ آذری — پس پذیرا گشتم و اندر خوری
جب میں نے آتشی لباس پہنا — تب میں مقبول اور لائق بنی

مدتے جوشیدہ ام اندر زمن — مدتے دیگر درونِ دیگِ تن
ایک مدت تک میں نے زمانے میں جوش کھایا ہے — پھر ایک مدت تک جسم کی دیگ میں (جوش کھایا ہے)

زیں[3] دو جوشش قوتِ حسہا شدم — روح گشتم پس ترا اُستا شدم
ان دو جوشوں سے میں حسوں کی طاقت بنی ہوں — میں روح بن گئی ہوں، پھر میں تیری استاد بنی ہوں

در جمادی گفتمے زاں می روی — تا شوی علم و صفاتِ معنوی
میں جماد ہونے کی حالت میں کہتی تھی کہ تو اس سے منتقل ہو رہی ہے — تاکہ تو معنی کا علم، اور صفات بن جائے

چوں شدی تو روح پس بارِ دگر — جوشِ دیگر کن ز حیوانی گزر
جب تو روح ہو گئی، پھر دوبارہ — دوسرا جوش کھا کر حیوانیت سے گذر جا

---

1. تو دریں۔ تیری تکلیف رسانی میری تکمیل کا سبب ہے، تیری ایذا رسانی اب میرے لیے راحت کا سبب ہے۔ ہم چو۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے دوسرے ملک میں پہنچ کر جب وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو مست ہو کر سرکش ہو جاتا ہے پھر آنکس اس کو راہ راست پر لاتا ہے۔ تا کہ۔ یعنی ان مصائب اور مجاہدوں کے ذریعہ سے میں آغوشِ رحمت میں راہیاب ہو جاؤں۔
2. آں ستی۔ اس بی بی نے چنے سے کہا کہ میں بھی نباتی اجزا سے بنی ہوں۔ چوں۔ میں نے تکالیف اور مصائب برداشت کیے تب کچھ بنی ہوں۔ مدتے۔ ایک عرصہ تک خارجی مصائب اٹھائے اور بدنی مجاہدے کیے ہیں۔
3. زیں۔ ان مصائب کے بعد میرے حواسِ باطنی بیدار ہوئے ہیں اور میں صاحب روح بن کر تیری استاد بنی ہوں۔ در جمادی۔ یعنی جب میں جمادیت سے ترقی کر رہی تھی تو کہتی تھی کہ یہ ترقی اس لیے ہے کہ میں انسان کا علم و صفت بنوں۔ معنوی۔ یعنی انسان۔ چوں شدی۔ اب جبکہ روح بن گئی ہوں تو روحِ حیوانی سے بلند مرتبہ حاصل کرنا چاہیے۔

Marfat.com

از خدا[1] می خواہ تا زیں نکتہا　　در نہ لغزی و رسی در منتہا

خدا سے دعا کر، تا کہ ان نکتوں سے　　لغزش نہ کھا جائے اور انجام تک پہنچے

زانکہ از قرآں بسے گمرہ شدند　　زاں رسن قومے درونِ چہ شدند

اس لیے کہ بہت سے لوگ قرآن سے گمراہ ہوتے ہیں　　اسی رسی کے ذریعہ ایک قوم کنویں میں چلی گئی ہے

مر رسن را نیست جرمے اے عنود　　چوں ترا سودائے سر بالا نبود

اے سرکش! رسی کا کوئی قصور نہیں ہے　　جبکہ تجھے ہی سر ابھارنے کا خیال نہیں ہے

جانبِ آں عاشقِ بیخویش راں　　کہ دراں مسجد چہ کرد از امتحاں

اس بے خود عاشق کی جانب چل　　کہ اس نے اس مسجد میں آزمائش میں کیا کیا!

باقی قصۂ مہمانِ آں مسجدِ مہمان کش و ثبات و صدقِ عزمِ او

اس جان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کا قصہ، اور اس کے ارادہ کی سچائی اور جماؤ (کا قصہ)

آں[2] غریبِ شہرِ سرِ بالا طلب　　گفت می خسپم دریں مسجد بشب

اس شہر کے پردیسی (عالم) بالا کے طالب نے　　کہا میں رات کو اسی مسجد میں سوؤں گا

مسجدا! گر کربلائے من شوی　　کعبۂ حاجت روائے من شوی

اے مسجد! اگر تو میری کربلا بنے گی　　تو میری حاجت کو پورا کرنے والا کعبہ بنے گی

ہیں مرا بگذار اے بگزیدہ یار　　تا رسن بازی منم منصور وار

اے منتخب دوست! خبردار مجھے اجازت دے　　تا کہ منصور (حلاج) کی طرح (دار و) رسن کا کھیل کھیلوں

گر شدید[3] اندر نصیحت جبرئیل　　می نخواہد غوث در آتش خلیل

اگر تم نصیحت کرنے میں جبرئیل علیہ السلام ہو　　(تو) آگ میں خلیل (اللہ علیہ السلام) مدد نہیں چاہتا ہے

جبرئیلا رو کہ من افروختہ　　بہترم چوں عود و عنبر سوختہ

اے جبرئیل! جا کہ میں جلا ہوا　　بہتر ہوں، جیسا کہ جلا ہوا عود، اور عنبر

جبرئیلا گرچہ یاری میکنی　　چوں برادر پاسداری میکنی

اے جبرئیل! اگرچہ تو مدد کر رہا ہے　　(اور) بھائی کی طرح میری حفاظت کر رہا ہے

اے برادر من بر آذر چابکم　　من نہ آں جانم کہ گردد بیش و کم

اے بھائی! میں آگ پر تیز رو ہوں　　میں وہ جان نہیں ہوں جو گھٹ بڑھ سکے

---

1. از خدا۔ ترقیوں کے اس ذکر سے یہ شبہ ہوا کہ ان کے اللہ کے ساتھ اتحاد ذاتی کا عقیدہ گمراہی ہے۔ زانکہ۔ جس طرح قرآن سے کچھ کج فہم گمراہ ہوتے ہیں مثنوی سے بھی ہو سکتے ہیں۔ مر رسن۔ اس میں قرآن کا قصور نہیں بلکہ ان کی کور باطنی کا قصور ہے۔

2. آں۔ وہ مہمان اس شہر میں مسافر تھا اور عالم آخرت کا طالب تھا۔ کربلا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مشہد ہے۔ حاجت روا۔ چونکہ اس کا اصل مقصد فنا فی الذات تھا۔ منصور۔ حضرت حلاج کو سولی دی گئی۔

3. گر شدید۔ ممکن ہے یہ ہوا ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر مدد کرنے کی خواہش ظاہر کی ہو۔ چوں عود۔ اگر اور عنبر کے جلنے پر خوشبو مہکتی ہے۔ جبرئیلا۔ جبرئیل سے اس مہمان کو نصیحت کرنے والے مراد ہیں اور خلیل سے مراد خود وہ مہمان ہے۔ اے برادر۔ مہمان نصیحت کرنے والے سے کہتا ہے کہ میری روح حیوانی روح نہیں ہے جس میں گھٹاؤ اور بڑھاؤ ہوتا ہے۔

Marfat.com

تو زقرآں[1] اے پسر ظاہر مبیں
اے بیٹا! تو قرآن کے (صرف) ظاہر کو نہ دیکھ
دیو آدمؑ را نہ بیند جز کہ طیں
شیطان نے آدم علیہ السلام کو سوائے مٹی کے کچھ نہ دیکھا

ظاہر قرآں چو شخصِ آدمی ست
قرآن کا ظاہر آدمی کے وجود کی طرح ہے
کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی ست
کہ اس کے نقش ظاہر ہیں اور اس کی روح پوشیدہ ہے

مرد را صد سال عمّ و خالِ او
سو سال تک انسان کے چچا اور ماموں
یک سرِ موئے نہ بیند حالِ او
اس کی حالت کا بال برابر نہیں دیکھ سکتے ہیں

بیان[2] آنکہ رفتنِ انبیاء و اولیاء علیہم السلام بکوہہا و غارہا جہتِ پنہاں کردنِ خویش نیست و جہتِ خوف و تشویشِ خلق نہ بلکہ جہتِ ارشادِ خلق ست و راہ نمودن و تحریضِ انقطاع از دنیا بقدرِ ممکن

اس کا بیان کہ انبیا اور اولیا علیہم السلام کا پہاڑوں اور غاروں میں جانا اپنے آپ کو پوشیدہ کرنے کے لیے ہے، اور نہ مخلوق کے پریشان کرنے، اور ڈر کی وجہ سے ہے بلکہ دنیا سے بقدرِ امکان منقطع رہنے کے بارے میں لوگوں کی ہدایت، اور راہنمائی، اور برانگیختہ کرنے کے لیے ہے

آنکہ گویند اولیاء در کُہ بوند
لوگ یہ کہتے ہیں کہ اولیا پہاڑوں میں ہوتے ہیں
تا ز چشمِ مردماں پنہاں شوند
تاکہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں

پیشِ خلق ایشاں فرازِ صد کُہ[3] اند
مخلوق کے سامنے (رہتے ہوئے بھی) وہ سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں
گام خود بر چرخِ ہفتم می نہند
اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں

پس چرا پنہاں شود کُہ جو بود
تو کیوں چھپے، پہاڑوں کو تلاش کرے
کو ز صد دریا و کُہ آں سو بود
وہ جو سو دریاؤں اور پہاڑوں سے ادھر ہو

حاجتش نبود بسوئے کُہ گریخت
اس کو پہاڑوں کی جانب بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے
کز پیش کرہ فلک صد نعل ریخت
جسکے پیچھے (بھاگنے میں) آسمان کے پھیرے نے سیکڑوں نعل توڑے ہیں

چرخ گردید و ندید او گردِ جاں
آسمان گھوما اور اس نے روح کی گرد کو (بھی) نہ دیکھا
تعزیت جامہ بپوشید آں زماں
اس وقت اس نے ماتمی لباس پہن لیا

---

1. تو زقرآں۔ قرآن محض الفاظ کو نہ سمجھو بلکہ قرآن ان نہ بہ تہ معانی اور الفاظ کا مجموعہ ہے۔ دیو۔ محض ظاہر پر نظر کرنا شیطانی کام ہے۔ ظاہر قرآں۔ قرآن کے الفاظ اور ان میں پوشیدہ معانی کی مثال انسان کی صورت اور اس کے باطنی اور روحانی اوصاف کی سی سمجھو۔ مرد را۔ ایک انسان خواہ وہ کتنا ہی قریبی عزیز ہو تم اس کے باطنی اوصاف سے غافل رہتے ہو۔
2. بیان۔ مولانا نے یہ سمجھایا کہ باوجود قرب کے انسان کے باطنی احوال عوام سے مخفی رہتے ہیں تو اب اس خیال کی تغلیط کرتے ہیں کہ اولیا اپنے آپ کو چھپانے کے لیے جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی خلوت نشینی اپنے آپ کو چھپانے کے لیے نہیں ہے، ان کے اوصاف تو بہر حال عوام پر چھپے رہتے ہیں بلکہ لوگوں کو ترکِ دنیا کی تعلیم دینے کے لیے ہے۔ کہ۔ کوہ، پہاڑ۔
3. فرازِ صد کہ۔ یعنی اولیا عوام میں رہتے ہوئے بھی ان سے سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں ان کے اوصاف تک عوام کی پہنچ کہاں ہے۔ پس۔ جبکہ ان میں اور عوام میں سیکڑوں پہاڑوں اور دریاؤں کی دوری ہے تو ان کو چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ کز پیش۔ ان کے بلند مقام تک تو آسمان کی تگ و دو بھی نہیں ہے۔ تعزیت۔ شاعرانہ تخیل ہے کہ آسمان نے کالا، نیلا لباس اسی غم میں پہنا ہے کہ وہ اولیا کے مراتب تک نہ پہنچ سکا۔

Marfat.com

گر بظاہر[1] آں پَری پنہاں بود | آدمی پنہاں تر از پَریاں بود

اگرچہ بظاہر، پری پوشیدہ ہوتی ہے | آدمی پریوں سے زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے

نزدِ عاقل زاں پَری کہ مضمرست | آدمی صد بار خود پنہاں ترست

عقلمند کے نزدیک اس پری سے جو پوشیدہ ہو | آدمی سو گنا زیادہ پوشیدہ ہے

آدمی نزدیکِ عاقل چوں خفی ست | چوں بود آدمؑ کہ در غیب او صفی ست

جبکہ عقلمند کے نزدیک آدمی پوشیدہ ہے | تو ان آدم علیہ السلام کا کیا حال ہوگا جو (عالم) غیب کے برگزیدہ ہیں؟

تشبیہ صورتِ اولیاء و صورتِ کلامِ اولیاء بصورتِ عصائے

اولیا کی صورت اور اولیا کے کلام کی صورت کی تشبیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام و صورتِ فسونِ عیسیٰ علیہ السلام

کے عصا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دم کرنے کی صورت سے

آدمی ہمچو عصائے موسیٰؑ ست | آدمی ہمچوں فسونِ عیسیٰؑ ست

آدمی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی طرح ہے | آدمی (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے دم (کرنے) کی طرح ہے

در کفِ حق[2] بہرِ داد و بہرِ زین | قلبِ مومن ہست بَیْنَ الْاَصْبَعَیْن

عطا اور زینت کے لیے اللہ (تعالیٰ) کے ہاتھ میں | مومن کا دل، دو انگلیوں کے درمیان ہے

ظاہرش چوبے و لیکن پیشِ او | کون یک لقمہ چو بکشاید گلو

اس کا ظاہر لکڑی ہے، لیکن اس کے سامنے | جب وہ منہ کھولے، عالم ایک لقمہ ہے

تو مبیں ز افسونِ عیسیٰ[3] حرف و صوت | آں ببیں کز وے گریزاں گشت موت

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے دم کرنے میں تو حرف اور آواز کو نہ دیکھ | یہ دیکھ کہ اس سے موت بھاگ گئی ہے

تو مبیں ز افسونش آں لہجاتِ پست | آں نگر کہ مُردہ بر جست و نشست

ان کے دم کرنے میں تو دھیمے لہجے کو نہ دیکھ | یہ دیکھ کہ مردہ کودا اور بیٹھ گیا

تو مبیں مرآں عصا را سہل یافت | آں ببیں کہ بحرِ اخضر را شگافت

تو اس عصا کو آسانی سے حاصل ہونے والا نہ دیکھ | یہ دیکھ کہ اس نے بحر اخضر کو چیر دیا

---

[1] گر بظاہر۔ پری تو ظاہر میں بھی انسانوں کی نظر سے پوشیدہ ہے تو اس کے اوصاف کا پوشیدہ رہنا اس قدر تعجب خیز نہیں ہے جس قدر انسانوں کے اوصاف کا پوشیدہ رہنا کیونکہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ بھی نہیں ہیں۔ آدمی۔ جب عام آدمیوں کے اوصاف تک پہنچنا دشوار ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کے اوصاف تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔ تشبیہ۔ اولیا اور اولیا کے کلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھونک مارنا جو بظاہر معمولی چیزیں تھیں لیکن ان کے باطنی کمال و اوصاف حیرت انگیز تھے۔

[2] درکفِ حق۔ حدیث شریف ہے اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ کُلَّهَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُصَرِّفُهٗ کَیْفَ یَشَاءُ "یقیناً تمام بنی آدم کے قلوب ایک قلب کی طرح اللہ تعالیٰ کی دونوں انگلیوں کے درمیان ہیں ان کو جس طرح چاہتا ہے پلٹتا ہے۔ یعنی عصاءِ موسیٰ اور دمِ عیسیٰ میں حضرت حق تعالیٰ کے خاص تصرفات ہیں اسی طرح مومن کے دل پر بھی حضرت حق کے خصوصی تصرفات ہیں۔ موت۔

[3] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پھونکنے سے مردہ زندہ ہو جاتا تھا۔ سہل یافت۔ یعنی یہ نہ سمجھ کہ معمولی لکڑی ہے آسانی سے حاصل ہو جائے گی۔ شگافت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی ضرب سے نیل دو ٹکڑوں میں بٹ گیا۔

Marfat.com

تو ز دوری[1] دیدۂ چترِ سیاہ — یک قدم پا پیش نہ بنگر سپاہ
تو نے دور سے سیاہ چتر دیکھا ہے — ایک قدم آگے رکھ، لشکر کو دیکھ

تو ز دوری می نہ بینی جز کہ گرد — اندکے پیش آ ببیں در گرد مرد
تو دوری سے سوائے گرد کے کچھ نہیں دیکھتا ہے — تھوڑا سا آگے آ، گرد میں مرد کو دیکھ

دیدہا را گردِ اُو روشن کند — کوہہا را مردیِ اُو بر کند
اس کی گرد آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے — اس کی بہادری پہاڑوں کو اکھاڑ دیتی ہے

چوں بر آمد موسیٰؑ از اقصائے دشت — کوہِ طور از مقدمش رقاص گشت
جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام جنگل کے آخر سے برآمد ہوئے — ان کی تشریف آوری سے کوہِ طور رقص کرنے لگا

تفسیر قولہ تعالیٰ یَا جِبَالُ[2] اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَ الطَّیْرُ

اللہ تعالیٰ کے قول، اے پہاڑو اور پرندو اس کے ساتھ جوابی بنو" کی تفسیر

رُوئے داوٗدؑ از فرّاش تاباں شدہ — کوہہا اندر پَیَش نالاں شدہ
(حضرت) داؤد علیہ السلام کا چہرہ اس (اللہ) کی شان سے روشن ہوا — پہاڑ ان کے پیچھے روئے

کوہ با داوٗدؑ گشتہ ہمرہے — ہر دو مُطرب مست در عشقِ شہے
پہاڑ (حضرت) داؤد علیہ السلام کے ساتھی بنے — دونوں گانے والے، شاہ کے عشق میں مست تھے

یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ امر آمدہ — ہر دو ہم آواز و ہم پردہ شدہ
اے پہاڑو! جوابی بنو، کا حکم آیا — دونوں ہم آواز اور ہم ساز ہو گئے

گفت[3] داوٗدؑ! تو ہجرت دیدۂ — بہر من از ہمدماں ببریدۂ
(اللہ نے) فرمایا اے داؤد علیہ السلام! تو نے ہجر دیکھا ہے — میرے لیے تو ساتھیوں سے کٹا ہوا ہے

اے غریبِ فرد بے مونس شدہ — آتشِ شوق از دلت شعلہ زدہ
اے اکیلے مسافر! تو بے یار بنا ہے — تیرے دل سے شوق کی آگ بھڑکی ہے

مطرباں خواہی و قوّال و ندیم — کوہہا را پیشت آرد آں قدیم
تو گویے، اور قوال، اور ہم مجلس چاہتا ہے — وہ قدیم (اللہ) تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتا ہے

تا کہ قوالی و سرنائی کنند — جملہ پیشت باد پیمائی کنند
تا کہ وہ (تیرے لیے) قوالی اور شہنائی بجائیں — سب تیرے سامنے نغمہ سرائی کریں

---

[1] توز دوری۔ تو نے دور سے صرف کالا چتر دیکھا ہے، اندر گھس کر دیکھ کہ کس قدر لشکر موجود ہے۔ گرد۔ تو نے دور سے صرف گرد دیکھی ہے قریب جاؤ تو اس میں مرد کو دیکھے گا یعنی تیری نظر صرف اوصافِ ظاہری پر ہے باطنی اوصاف کو دیکھ۔ دیدہا۔ ان کے باطنی اوصاف ایسے ہیں کہ ان کی گرد بھی آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے اور ان کی ہمت مردانہ پہاڑوں کو ہلا دیتی ہے۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدومِ میمنت لزوم سے کوہِ طور رقص کرنے لگا۔

[2] یا جبال۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں پہاڑوں اور سمندروں کو حکم ہوا تھا کہ وہ ان کے ہم نغمہ بنیں۔ ہر دو۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور پہاڑ اللہ کے عشق میں ہم نغمہ بن گئے تھے۔ پردہ۔ راگ۔

[3] گفت۔ حضرت حق تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا تھا تو میرے فراق میں مبتلا ہے اور دوستوں سے جدا ہے۔ مطرباں۔ فراق کا غم فرو کرنے کے لیے محفل اور قوالی کی ضرورت ہے لہٰذا میں پہاڑوں میں یہ کیفیت پیدا کیے دیتا ہوں۔ سرنائی۔ سورنائی یعنی خوشی کی نے، شہنائی۔ باد پیائی۔ چونکہ مزامیر میں پھونک سے آواز پیدا ہوتی ہے لہٰذا اس کے بجانے کو باد پیائی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

تابدانی[1] نالہ چوں کہ را رواست
بے لب و دنداں ولی را نالہاست

تا کہ تو سمجھ لے کہ جب پہاڑ کا نالہ ہو سکتا ہے
تو ولی کے نالے، بغیر ہونٹ اور دانتوں کے ہیں

نغمۂ اجزائے آں صافی جسد
ہر شبے در گوشِ حِسّش میرسد

اس صاف جسم کے اجزا کا نغمہ
ہر رات کو اس کے حس کے کان میں پہنچتا ہے

ہمنشیناں نشنوند او بشنود
اے خنک جاں کو بغیبش بگرود

ہمنشین نہیں سنتے، وہ سنتا ہے
وہ جان قابل مبارکباد ہے جو اس کی نادیدہ باتوں کی گرویدہ ہو

بنگرد[2] در نفس خود صد گفتگو
ہمنشین او نبردہ ہیچ بو

وہ اپنے نفس میں سیکڑوں گفتگوئیں دیکھتا ہے
(اور) اس کے ہمنشین کو کچھ پتا نہیں ہے

صد سوال و صد جواب اندر دِلت
میرسد از لامکاں تا منزلت

تیرے دل میں سیکڑوں سوال اور سیکڑوں جواب
لا مکان سے تیرے مقام تک پہنچتے ہیں

بشنوی تو نشنود زاں گوشہا
گر بنزدیکِ تو آرد گوش را

تو سنتا ہے، اور ان کانوں سے نہیں سنتا
اگرچہ وہ کانوں کو تیرے قریب لے آئے

گیرم اے کر خود تو آں را نشنوی
چوں مثالش دیدۂ چوں نگروی

اے بہرے! میں مانتا ہوں تو اس کو نہیں سنتا ہے
جب تو نے اس کی ایک مثال دیکھ لی گرویدہ کیوں نہیں ہوتا

جوابِ طعنہ زنندہ بر مثنوی ازِ قصورِ فہمِ خود

اپنی سمجھ کی کوتاہی کی وجہ سے مثنوی پر اعتراض کرنے والوں کا جواب

اے سگِ طاعن تو عو عو[3] میکنی
طعنِ قرآں را بروں شو می کنی

اے طعنہ دینے والے کتے! تو بھوں بھوں کرتا ہے
قرآن پر طعنہ کے لیے راستہ بناتا ہے

ایں نہ آں شیرست کز وے جانبری
یا ز پنجۂ قہرِ او ایمان بری

یہ وہ شیر نہیں ہے، جس سے تو جان بچا سکے
یا اس کے غضب کے پنجے سے ایمان کو بچا سکے

تا قیامت میزند قرآں ندا
اے گروہِ جہل را گشتہ فدا

قیامت تک کے لیے قرآن آواز دے رہا ہے
اے نادانی پر فدا، گروہ!

مرمرا افسانہ می پنداشتید
تخم طعن و کافری می کاشتید

تم نے مجھے ایک افسانہ سمجھا
طعنے اور کفر کا بیج بویا ہے

---

[1] تابدانی۔ پہاڑوں کو نالے میں مبتلا کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ تم یہ سمجھ لو کہ بے لب و دنداں بھی نالہ ہوتا ہے جو اولیا کرتے ہیں۔ نغمہ۔ اولیا کے دل کے نالوں کو ان کے کان سنتے ہیں تم نہیں سن سکتے لیکن ان کی اس کیفیت پر یقین کرنا تمہاری سعادت ہے۔

[2] بنگرد۔ اولیا کے روحانی مکالمات جاری رہتے ہیں۔ پاس بیٹھنے والے ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ لامکاں۔ عالم غیب۔ زاں گوشہا۔ روحانی مکالمہ حسی کانوں سے نہیں سنا جا سکتا۔ گیرم۔ عوام بہرے ہیں جو ان کو نہیں سنتے ہیں لیکن جبکہ وہ مختلف کرامات دیکھ چکے ہیں تو ان کو ان کا معتقد ہو جانا چاہیے۔

[3] عوعو۔ کتے کے بھونکنے کی آواز۔ طعن قرآں۔ یعنی مثنوی جو کہ بزبان پہلوی قرآن ہے اس پر اعتراض دراصل قرآن پر اعتراض ہے لیکن براہ راست قرآن پر اعتراض کرنے کی ہمت نہیں اس لیے بچاؤ کی یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ مثنوی پر اعتراضات کیے جائیں۔ بروں شو۔ مخلص، گریز گاہ۔ ایں۔ لیکن قرآن پر اعتراض کرنا آسان بات نہیں ہے یہ صریحی کفر ہے۔ تا قیامت۔ قیامت تک یعنی قرآن کا اعلان ہے کہ قرآن کو افسانہ اور اساطیر کہنے والے خود تباہ و برباد ہوں گے اور ان کا وجود خود افسانہ بن کر رہ جائے گا۔

Marfat.com

خود بدیدید آنکہ طعنہ می زدید — کہ شما فانی و افسانہ شدید

تم جو طعنہ زنی کرتے تھے تم نے خود دیکھ لیا — کہ تم خود فنا ہونے والے اور افسانہ بن گئے

من[1] کلامِ حقم و قائم بذات — قوتِ جانِ جان و یاقوتِ زکات

میں اللہ کا کلام اور (اللہ کی) ذات سے قائم ہوں — روح کی روح کی غذا اور پاک یاقوت ہوں

نورِ خورشیدم فتادہ بر شما — لیک از خورشید ناگشتہ جدا

میں سورج کا نور ہوں، جو تم پر پڑ رہا ہے — لیکن سورج سے جدا نہیں ہوا ہے

نک منم ینبوعِ آں آبِ حیات — تا رہانم عاشقاں را زیں ممات

یہ میں، اس آبِ حیات کا چشمہ ہوں — تا کہ عاشقوں کو اس موت سے نجات دے دوں

گر چناں گند، آزتاں ننگیختے — جرعۂ بر گورِتاں حق ریختے

اگر تمہاری حرص ایسی گندگی نہ اچھالتی — اللہ (تعالیٰ) تمہاری قبر پر ایک گھونٹ بہا دیتا

نے[2] بگیرم گفت و پندِ آں حکیم — دل نگردانم بہر طعنِ سقیم

نہیں، میں اس دانا کا قول اور نصیحت اختیار کرتا ہوں — ہر کمزور طعنے کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا ہوں

مثل زدن در رمیدنِ کرّۂ اسپ از خوردنِ آب بسبب شخولیدنِ سائیساں

سائیسوں کے سیٹی بجانے سے گھوڑے کے بچھیرے کے پانی سے بھڑکنے کی مثال دینا

آنکہ فرمودست او اندر خطاب — کرہ[3] و ما درہمی خوردند آب

جو گفتگو میں انہوں نے فرمایا — بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے

می شخولیدند ہر دم آں نفر — بہرِ اَسپان کہ ہلا زیں آب خور

وہ جماعت ہر وقت سیٹی بجا رہی تھی — گھوڑوں کے لیے، کہ پانی کی طرف متوجہ رہو

آن شخولیدن بکرہ می رسید — سر ہمیبرداشت وز خود می رمید

وہ سیٹی بجانا بچھیرے کو پہنچتا تھا — (وہ) سر اٹھا لیتا تھا، اور خودبخود بھاگتا تھا

مادرش پرسید کاے کرّہ چرا — می رمی ہر ساعتے زیں استقا

اس کی ماں نے دریافت کیا اے بچھیرے! کیوں — تو پانی پینے سے ہر وقت بھاگتا ہے؟

---

1. مَن۔ کلام اللہ کی ذاتی صفت ہے جو ذاتِ باری کے ساتھ قائم ہے۔ نورِ خورشید۔ ذاتِ خداوندی بمنزلہ سورج کے اور صفات بمنزلہ نور کے ہیں جو سورج کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ ینبوع۔ چشمہ یعنی قرآن آبِ حیات کا ایسا سرچشمہ ہے جو اس سے سیراب ہو جائے گا اس کو ابدی زندگی حاصل ہو جائے گی۔ گر چناں۔ اگر منکرین قرآن پر اعتراض نہ کرتے تو ان کی قبروں پر بھی رحمت کا نزول ہوتا۔
2. نے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ معترضین کے اعتراضات سے میں مثنوی لکھنا بند نہ کروں گا اور اعتراضات کی طرف توجہ نہ دوں گا۔ مثل۔ بچھیرے کو اس کی ماں نے سمجھایا تھا کہ سیٹیوں سے نہ بدک پانی پینے میں مشغول رہ اسی طرح میں اعتراضات سے قطع نظر کر کے اپنے کام میں لگا رہوں گا۔ آں۔ یعنی حکیم سنائی غزنوی۔
3. کرہ۔ بچھیرا جس پر سواری نہ کی جاتی ہو۔ شخولیدن۔ سیٹی بجانا۔ بہر اسپاں۔ سائیس گھوڑوں کو پانی پلاتے وقت سیٹی بجاتے ہیں تا کہ وہ پانی پینے میں مشغول رہیں۔ آں۔ یعنی سیٹی بجانے سے بچھیرا چونک کر پانی سے بھاگتا تھا۔ استقا۔ سیرابی حاصل کرنا۔

Marfat.com

گفت کرہ می شخولند ایں گروہ — ز اتفاقِ بانگِ شاں دارم شکوہ
بچھیرے نے کہا، یہ لوگ سیٹی بجاتے ہیں — مجھے ان کی آواز کے اکٹھا ہونے سے ڈر لگتا ہے

پس دلم می لرزد از جا می رود — ز اتفاقِ نعرہ خوفم می رسد
تو میرا دل لرزتا ہے، بے قابو ہو جاتا ہے — ان کے نعروں کے ملنے سے مجھے ڈر لگتا ہے

گفت مادر تا جہاں بودست ایں — کار افزایاں[1] بدند اندر زمیں
اس نے کہا جب سے یہ دنیا (بنی) ہے — فضول کام کرنے والے زمین میں ہوئے ہیں

ہیں تو کارِ خویش کن اے ارجمند — زود کایشاں ریشِ خود بر می کنند
اے اقبال مند! خبردار تو اپنا کام کر — عنقریب وہ خود اپنی ڈاڑھی نوچیں گے

وقت تنگ و میرود آبِ فراخ — پیش ازاں کز ہجر گروی شاخ شاخ
وقت تنگ ہے، اور پانی تیزی سے جا رہا ہے — اس سے پہلے کہ فراق میں تیرا جوڑ جوڑ (جدا) ہو جائے

شہرہ کاریزے ست پُر آبِ حیات — آب کش تا بر دہد از تو نبات
آب حیات سے بھری مشہور نہر ہے — پانی ڈال، تاکہ تیرے پودے پھل دیں

آبِ خضر[2] از جوئے نطقِ اولیاء — می خورم اے تشنۂ غافل بیا
اولیا کی گفتگو کی نہر سے، خضر علیہ السلام والا پانی — ہم پیتے ہیں، اے غافل پیاسے! آ جا

گر نہ بینی آب کورانہ بفن — سوئے جو آور سبو در جوئے زن
اگر تو اندھے پن سے پانی کو نہیں دیکھتا، تدبیر کے ساتھ — ٹھلیا نہر کی جانب لا (اور) نہر میں ڈبو دے

چوں شنیدی کاندریں جو آب ہست — کور را تقلید باید کار بست
جب تو نے سن لیا، کہ اس نہر میں پانی ہے — اندھے کو تقلید کو کام میں لانا چاہیے

جو فرو بر مشک آب اندیش را — تا گراں بینی تو مشکِ خویش را
پانی میں شک کرنیوالی مشک کو نہر میں ڈبو دے — جب تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے

چوں گراں دیدی شوی تو مستدل — رَست از تقلیدِ خشک آنگاہ دل
جب تو بھاری دیکھ لے گا تو صاحب دلیل بن جائے گا — اس وقت دل خشک تقلید سے نجات پا جائے گا

گرنہ بیند کور آبِ جو عیاں — لیک داند چوں سبو بیند گراں
اگرچہ اندھا نہر کے پانی کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے — لیکن سمجھ لیتا ہے جب ٹھلیا کو بھاری دیکھتا ہے

---

[1] کار افزا۔ کام کو پھیلاوے میں ڈالنے والے، بیکار کام کرنے والے۔ ریش کندن۔ اپنا نقصان کرنا، شرمندہ ہونا۔ آبِ فراخ۔ یعنی زندگی کی نہر۔ ہجر۔ یعنی موت کی وجہ سے تیرا جوڑ جوڑ جدا ہو جائے۔ کاریز۔ بوزن فالیز پانی کی نالی کو کہتے ہیں جو اس طرح بنائی جاتی تھی کہ زمین میں سے پانی اس کے ذریعہ سے سطح زمین پر بہنے لگتا تھا اور باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرتا تھا یہاں کاریز سے شیخ اور بزرگ مراد ہے۔

[2] آبِ خضر۔ یعنی آبِ حیات۔ گرنہ بینی۔ اگر تجھے اس ولی کی کوئی کرامت نظر نہیں آتی ہے تو بے دیکھے ہی تعلق پیدا کر لے پھر تجھے اس کی بزرگی کا یقین آ جائے گا۔ اگر اندھے کو نہر کا پانی نظر نہ آئے تو اس کو چاہیے کہ اس نہر میں ٹھلیا ڈبو کر دیکھے پانی سے بھر جائے گی تو پانی کے ہونے کا یقین آ جائے گا۔

[1] از تقلید۔ پہلے تو اس کا عمل محض دیکھا دیکھی تھا اب اس کے دل کو یقین حاصل ہو جائے گا۔ گرنہ بیند۔ اندھے کو ٹھلیا بھر جانے سے پانی کا یقین ہو جائے گا۔

Marfat.com

کہ ز جو اندر سبو آبے برفت **کایں سبک بود و گراں شد ز آب زفت**
کیونکہ نہر سے، ٹھلیا میں پانی پہنچ گیا اس لیے کہ یہ ہلکی تھی، بھاری پانی سے بھاری ہو گئی

زانکہ[1] ہر بادے مرا در میر بود **باد می نربایدم ثقلم فزود**
کیونکہ ہر ہوا مجھے پھسلا دیتی تھی (اب) ہوا مجھے نہیں پھسلاتی ہے میرا بوجھ بڑھ گیا ہے

مر سفیہاں را رُباید ہر ہوا **زانکہ نبودشاں گرانی و قوی**
بیوقوفوں کو ہر ہوا پھسلا دیتی ہے کیونکہ ان میں بھاری پن اور قوتیں نہیں ہوتی ہیں

کشتیِ بے لنگر آمد مردِ شر **کہ ز بادِ کژ نیابد او حذر**
شریر آدمی، بے لنگر کی کشتی ہے کہ مخالف ہوا سے اس کا بچاؤ نہیں ہوتا ہے

لنگرِ عقل ست عاقل را اماں **لنگرے دریوزہ کن از عاقلاں[2]**
عقلمند کے لیے عقل کا لنگر (باعث) امن ہے عقل مندوں سے لنگر مانگ لے

او مددہائے خرد چوں در ربود **از خزینہ دُرِّ آں دریائے جود**
جب وہ عقل کی مددیں حاصل کر لیتا ہے اس سخاوت کے دریا کے موتیوں کے خزانے سے

زیں چنیں امداد دل پُر فن شود **بجہد از دل چشم ہم روشن شود**
اس طرح کی مدد سے دل صاحب تدبیر ہو جاتا ہے دل سے (آگے) بڑھتا ہے آنکھیں بھی روشن ہو جاتی ہیں

زانکہ نور از دل بریں دیدہ نشست **تا چو دل شد دیدہ تو عاطل ست**
کیونکہ نور دل سے ان آنکھوں میں آتا ہے جب دل ضائع ہو گیا، تیری آنکھ بیکار ہے

دل چو بر انوارِ عقلی برزند **زاں نصیبے ہم بدو دیدہ دہد**
جب دل عقلی نوروں پر قابو پا لیتا ہے وہ دونوں آنکھوں کو بھی اس سے حصہ دے دیتا ہے

پس بداں[3] کابِ مبارک ز آسماں **وحیِ دلہا باشد و صدقِ بیاں**
پھر جان لے کہ آسمان سے بابرکت پانی دلوں کی وحی اور بیان کی سچائی بنتا ہے

ما چو آں کرہ ہم آبِ جو خوریم **سوئے آں وسواسِ طاعن ننگریم**
ہم بھی اس بچھیرے کی طرح نہر کا پانی پئیں گے اس طعنہ دینے والوں کے وسوسوں کی طرف نظر نہ کریں گے

پیروِ پیغمبرانی رہ سپر **طعنۂ خلقاں ہمہ بادی شمر**
تو پیغمبروں کا پیرو ہے، راستہ طے کر لوگوں کے طعنہ کو بالکل ہوائی سمجھ

---

[1] زانکہ۔ اس کو اپنا بھاری پن اور اپنی مشک کا بھرا ہوا ہونا اس وقت معلوم ہوگا جب وہ دیکھے گا کہ نفسانی ہوا اس کو نہیں اڑا سکتی اور وہ بھاری بھرکم بن گیا۔ مر سفیہاں۔ جو لوگ بیوقوف ہیں اور بزرگوں سے فیض یاب نہیں ہیں ان کی ٹھلیا ہلکی ہوتی ہے خواہش کی ہوا ان کو اڑائے پھرتی ہے۔ کشتی۔ شیخ کا تعلق کشتی کے لنگر کی طرح ہے جو کشتی کو بادِ مخالف کے ساتھ جانے سے روکتا ہے۔

[2] از عاقلاں۔ چونکہ تجھ میں عقل کا لنگر نہیں ہے تو بزرگوں کی عقل سے وہ لنگر حاصل کر لے۔ از خزینہ۔ یعنی شیخ کا قلب۔ زیں چنیں۔ یہ مدد پہلے دل کو حاصل ہوتی ہے پھر اس سے آنکھیں منور ہوتی ہیں۔ زانکہ۔ نورِ حسی اور نورِ باطنی کا اصالۃً تعلق دل سے ہوتا ہے اس سے آنکھ میں منتقل ہوتا ہے۔ اس لیے جب حرکت قلب بند ہو جاتی ہے تو آنکھوں کی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے۔

[3] پس بداں۔ تجلیاتِ رب کا نزول دل پر ہوتا ہے تو ہمیں اس بچھیرے کی طرح پانی پینے میں لگا رہنا چاہیے اور معترضین کی سیٹیوں سے نہ بدکنا چاہیے۔ پیرو۔ سالک پیغمبروں کا پیرو ہے تو جس طرح پیغمبروں نے طعنہ زنی کی وجہ سے اپنا کام نہیں چھوڑا سالک کو بھی نہ چھوڑنا چاہیے۔

Marfat.com

آں خداونداں کہ رہ طے کردہ اند ‌ ‌ گوش با بانگِ سگاں[1] کے کردہ اند
جن آقاؤں نے راستہ طے کیا ہے ‌ ‌ انہوں نے کتوں کے بھونکنے پر کب کان دھرا ہے؟
باز گو کاں پاکباز و شیر مرد ‌ ‌ اندراں مسجد چہ بنمودش چہ کرد
پھر بتا اس پاکباز اور شیر مرد کو ‌ ‌ اس مسجد میں اس کو کیا نظر آیا، اس نے کیا کیا؟

بقیہ قصۂ مہمان و مسجدِ مہمان کش

مہمان اور مہمان کو قتل کرنے والی مسجد کے قصے کا بقیہ

خفتہ در مسجد خود او را خواب کو ‌ ‌ مردِ غرقہ گشتہ چوں خسپد بجو
وہ مسجد میں لیٹ گیا، اس کو نیند کہاں ‌ ‌ ڈوبا ہوا انسان، نہر میں کیسے سوئے؟
خوابِ مرغ و ماہیاں باشد ہے ‌ ‌ عاشقاں را زیرِ غرقابِ غمے
پرندوں اور مچھلیوں کی نیند ہوتی ہے ‌ ‌ عاشقوں کے لیے غم کے ڈباؤ پانی میں
نیم شب آواز با ہولے رسید ‌ ‌ کایم آیم برسرت اے مستفید[2]
آدھی رات کو خوفناک آواز آئی ‌ ‌ اے فائدہ مند! میں آتا ہوں میں آتا ہوں تیرے سر پر
پنج کرت ایں چنیں آوازِ سخت ‌ ‌ می رسید و دل ہمی شد لخت لخت
اس طرح کی سخت آواز پانچ مرتبہ ‌ ‌ آئی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا

تفسیر آیۂ وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَ الْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ؕ

اس آیت کی تفسیر اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا اور ان کے ساتھ ساجھا لگا
مالوں میں اور اولاد میں اور ان سے وعدہ کر اور نہیں وعدہ کرتا ہے ان سے شیطان مگر دھوکے کا

تو چو[3] عزمِ دیں کنی با اجتہاد ‌ ‌ دیو بانگت بر زند اندر نہاد
جو تو کوشش سے دین کا قصد کرتا ہے ‌ ‌ جسم کے اندر سے شیطان تجھے آواز دیتا ہے
کہ مرو زاں سو بیندیش اے غوی ‌ ‌ کہ اسیرِ رنج و درویشی شوی
کہ اے گمراہ! اس طرف نہ جا، سوچ لے ‌ ‌ کہ تو تکلیف اور افلاس کا قیدی بن جائے گا
بینوا گردی زیاراں وابری ‌ ‌ خوار گردی و پشیمانی خوری
تو مفلس بن جائے گا، یاروں سے چھوٹ جائے گا ‌ ‌ ذلیل ہو جائے گا اور پریشانی اٹھائے گا
تو زبیمِ بانگِ آں دیو لعیں ‌ ‌ واگریزی در ضلالت از یقیں
تو اس ملعون شیطان کی آواز کے ڈر سے ‌ ‌ یقین سے گمراہی میں لوٹ جاتا ہے

بانگِ سگاں۔ یعنی مخالفوں کے اعتراضات۔ خفتہ۔ یعنی وہ عاشق مسجد میں لیٹ گیا لیکن اس کو نیند نہ آئی اس لیے کہ وہ عشق میں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبے ہوئے کو نیند سے کیا واسطہ۔ خواب۔ عاشق کی نیند تو اسی طرح کی ہے جیسے اڑتے پرند کی یا تیرتی مچھلی کی۔

مستفید۔ فائدہ اٹھانے والا۔ تفسیر۔ غیبی آواز نے اس مہمان کو صرف ڈرایا اور اس کا ڈرانا غیر واقعی تھا اسی طرح شیطان سالک کو ڈراتا ہے جو محض دھمکی ہوتی ہے آئندہ اشعار میں اس کی تفصیل ہوگی۔

تو چو۔ جب انسان دینداری اختیار کرنے کا عزم کرتا ہے تو شیطان اس کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے۔ بینوا۔ دین کے کاموں میں لگے گا تو کمائی سے محروم ہو کر مفلس بن جائے گا، مفلس کا نہ کوئی دوست رہتا ہے اور نہ کوئی مددگار، پشیمان اور ذلیل بن جاتا ہے۔ واگریزی۔ دینداری کا ارادہ کرنے والا گمراہی کی طرف لوٹ پڑتا ہے اور دنیا میں لگ جاتا ہے۔

Marfat.com

که هلا[1] فردا و پس فردا مراست
کہ ہاں کل، اور پرسوں میرے لیے ہے
راہِ دیں پویم کہ مہلت پیشِ ماست
دین کے راستہ پر دوڑ پڑوں گا کیونکہ مہلت ہمارے سامنے ہے

مرگ را بینی کہ او از چپ و راست
تو موت کو دیکھتا ہے، کہ وہ بائیں دائیں سے
می کشد ہمسایہ را تا بانگ راست
پڑوس کو کھینچ رہی ہے حتیٰ کہ آواز بلند ہوئی

باز عزمِ دیں کنی از بیمِ جاں
جان کے ڈر سے تو پھر دین کا ارادہ کرتا ہے
مُردہ سازی خویشتن را یک زماں
تھوڑی دیر کے لیے اپنے آپ کو مُردہ بنا لیتا ہے

پس سلاح از علم سازی و حِکَم
پھر تو علم اور حکمتوں کے ہتھیار باندھتا ہے
کہ من از خوفے نیارم پائے کم
کہ میں ڈر کی وجہ سے ست رفتار نہ رہوں گا

باز[2] بانگے برزند بر تو ز مکر
وہ پھر مکاری سے تجھے پکارتا ہے
کہ بترس و باز گرد از تیغِ فقر
کہ افلاس کی تلوار سے ڈر، اور باز آ جا

باز بگریزی ز راہِ روشنی
پھر تو نور کے راستہ سے واپس بھاگ پڑتا ہے
آں سلاحِ علم و فن را بفگنی
علم، اور فن کے ہتھیار پھینک دیتا ہے

سالہا او را بیانگے بندۂ
تو آواز کی وجہ سے سالوں سے اس کا غلام بنا ہوا ہے
در چنیں ظلمت نمد افگندۂ
ایسی ہی تاریکی میں تو مقیم ہے

ہیبتِ بانگِ شیاطیں خلق را
شیطانوں کی آواز کے ڈر نے مخلوق کو
بند کردست و گرفتہ حلق را
باندھ دیا ہے اور گلا دبا دیا ہے

تا چناں[3] نومید شد جاں شاں ز نور
یہاں تک کہ نورِ الٰہی سے ان کی جان اس طرح ناامید ہوگئی ہے
کہ روانِ کافراں ز اہلِ قبور
جس طرح کہ مردہ کافروں کی جان

ایں شکوہِ بانگ آں ملعوں بود
یہ اس ملعون کی آواز کا دبدبہ ہے
ہیبت بانگ خدائی چوں بود
تو خدائی آواز کی ہیبت کیا ہو گی؟

ہیبت بازست بر کبکِ نجیب
باز کا خوف، شریف چکور کو ہے
مر مگس را نیست زاں ہیبت نصیب
اس ہیبت میں مکھی کا حصہ نہیں ہے

زانکہ نبود باز صیادِ مگس
کیونکہ باز، مکھی کا شکاری نہیں ہوتا
عنکبوتاں می مگس گیرند و بس
مکڑیاں صرف مکھی پکڑتی ہیں

---

1. کہ ہلا۔ اور دل میں سوچنے لگتا ہے کہ نیکی کرنے کا بہت وقت ہے آئندہ نیکی کرلوں گا۔ مرگ۔ پڑوسی کی موت سے کچھ تنبیہ ہوتی ہے اور پھر دین کی طرف دوڑتا ہے اور علم وحکمت سے کام لے کر کہتا ہے کہ اس میں فقر کے خوف سے دین سے منہ نہ موڑوں گا۔
2. باز۔ شیطان پھر اس کو دھوکے دیتا ہے۔ باز بگریزی۔ انسان پھر اس کے دھوکے میں آ کر دین سے منہ موڑتا ہے۔ سالہا۔ سالہا سال انسان اسی کشمکش میں گزار دیتا ہے اور معصیت کی تاریکی میں بسر کرتا ہے۔ ہیبت۔ شیطانی آواز نہ دین کی راہ پر چلنے دیتی ہے نہ غذاءِ روحانی کھانے دیتی ہے۔
3. تاچناں۔ ان کی روحوں پر ایسی ہی مایوسی طاری ہے جیسی کہ کافروں کی روحوں پر مرنے کے بعد طاری ہوگی۔ ایں۔ شیطانی آواز کے جب یہ اثرات ہیں تو خدائی آواز کے اثرات اس سے بہت بڑھے ہوئے ہوں گے۔ ہیبت۔ خدائی آواز اگرچہ شیطانی آواز سے بڑھی ہوئی ہے لیکن تم پر اس کے اثرات اس لیے مرتب نہیں ہوتے کہ تم اس کے اہل نہیں ہو جس طرح کہ باز کی آواز کی ہیبت لامحالہ مکڑی کی آواز کی ہیبت سے بڑھی ہوئی ہے لیکن اس سے مکھی متاثر نہیں ہے۔ زانکہ۔ اگر تم خدائی آواز کے اہل ہوتے تو لامحالہ اس سے متاثر ہوتے جس طرح کہ کبک اس کی آواز سے متاثر ہوتی ہے مکھی چونکہ باز کا شکار نہیں ہے لہٰذا وہ متاثر نہیں ہوتی ہے۔

Marfat.com

عنکبوتِ[1] دیو بر چوں تو ذباب | کرو فر دارد نہ بر کبک و عقاب
شیطان کی مکڑی تجھ جیسی مکھی پر | دبدبہ رکھتی ہے، نہ کہ چکور اور شاہین پر

بانگِ دیواں گلہ بانِ اشقیاست | بانگِ سلطاں پاسبانِ اولیاست
شیطانوں کی آواز، بدبختوں کی گلہ بان ہے | شاہ کی آواز، اولیا کی محافظ ہے

تا نیامیزد بہم بینا و کور | قطرۂ از بحرِ خوش با بحرِ شور
تاکہ بینا اور نابینا آپس میں نہ مل جائیں | میٹھے سمندر کا قطرہ کھارے سمندر سے

رسیدنِ بانگ طلسم نیم شب مہمانِ مسجد را

مسجد کے مہمان کو آدھی رات میں جادو کی آواز کا پہنچنا

بشنو اکنوں قصۂ آں بانگ سخت | کہ نرفت از جا بداں آں نیک بخت
اب اس سخت آواز کا قصہ سن | اس سے وہ نیک بخت جگہ سے نہ ہلا

گفت چوں ترسم چو ہست ایں طبلِ عید[2] | تا دہل ترسد کہ زخم او را رسید
اُس نے کہا میں کیوں ڈروں جبکہ یہ عید کا نقارہ ہے | ڈھول ڈرے، کیونکہ چوٹ اس پر پڑی ہے

اے دُہلہائے تہیِ بے قلوب | قسمتاں از عید جاں شد زخمِ چوب
اے خالی ڈھولو، بے دلو! | جان کی عید میں سے تمہارا حصہ لکڑی کی چوٹ ہے

شد قیامت عید و بیدیناں دُہل | ما چو اہل عید خنداں ہمچو گل
قیامت عید ہے، اور بے دین ڈھول ہیں | ہم چونکہ عید والے ہیں، پھول کی طرح مسکرا رہے ہیں

بشنو[3] اکنوں ایں دُہل چوں بانگ زد | دیگِ دولت با چگونہ می پزد
اب سن! اس ڈھول نے جب آواز دی | دولت (کے شوربے) کی دیگ کس طرح پکتی ہے

چونکہ بشنود آں دُہل آں مردِ دید | گفت چوں ترسد دلم از طبل عید
جب اس ڈھول کو اس دیدہ ور نے سنا | اس نے کہا میرا دل عید کے نقارے سے کیوں ڈرے؟

گفت با خود ہیں ملرزاں دل کزیں | مُرد، جانِ بددلانِ بے یقیں
اس نے اپنے آپ سے کہا خبردار! دل کو نہ لرزا کیونکہ اس سے | بے یقین، بد دلوں کی جان مری ہے

وقت آں آمد کہ حیدرؓ وار من | ملک گیرم یا پرد از بدن
وہ وقت آ گیا ہے کہ میں حیدر رضی اللہ عنہ کی طرح | ملک فتح کروں، یا جسم کو خالی کر دوں

---

[1] عنکبوت۔ تم خود بمنزلہ مکھی کے ہو اس لیے مکڑی (شیطان) کی آواز تم پر اثر انداز ہے۔ بانگ سلطاں۔ خدائی آواز کے اہل اولیاء اللہ ہیں لہٰذا ان پر وہ اثر انداز ہے، مکڑی (شیطان) کی آواز کا ان پر کوئی اثر نہیں ہے اسی لیے قرآن میں شیطان کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ "بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی دبدبہ نہیں ہے۔" تانیامیزد۔ یہ امتیاز اسی لیے رکھا گیا ہے کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ باہمی ممتاز رہیں۔ رسیدن۔ خدائی اور شیطانی آواز کے اثرات کے بعد اب اس آواز کا ذکر کرتے ہیں جو مہمان نے مسجد میں سنی، اس آواز نے اس کو خوفزدہ نہ کیا۔

[2] طبلِ عید۔ موت کی علامات اہل اللہ کے لیے خوشی کا سبب ہیں۔ دہل۔ ڈھول یعنی اہل دنیا جو نور باطنی سے خالی ہیں۔ عید جاں۔ یعنی موت جو اہل اللہ کی خوشی کا باعث ہے وہ اہل دنیا کے لیے تکلیف کا سبب ہے۔ اہل عید۔ عید کا نقارہ بجتا ہے تو عید منانے والے خوش ہوتے ہیں۔

[3] بشنو۔ اس طلسم کے ڈھول نے جب خوفناک آواز دی تو اس ولی کو کس قدر فائدہ پہنچا۔ دیگ دولت با۔ یعنی دیگ دولت شوربا۔ چگونہ۔ یعنی اہل عید کے لیے کس قسم کے کھانے تیار کرتی ہے۔ حیدر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔ حیدر وار یعنی بہادرانہ۔

Marfat.com

بَر جہید و بانگ بر زد کاے کیا[1] — حاضرم اینک اگر مردی بیا
وہ کودا اور چیخا، اے پہلوان! — میں حاضر ہوں، اگر تو بہادر ہے آ جا

در زماں بشکست ز آواز آں طلسم — زر ہمی ریزید ہر سو قسم قسم
وہ طلسم، آواز سے فوراً ٹوٹ گیا — طرح طرح کا سونا ہر طرف بکھرنے لگا

ریخت چنداں زَر کہ ترسید آں پسر — تانگرید زر ز پُرّیِ راہِ در
اس قدر سونا بہا، کہ وہ لڑکا ڈرا — کہ سونا کثرت کی وجہ سے دروازے کا راستہ بند نہ کردے

پُر شد آں مسجد ز زر ہر جایگاہ — مرد حیراں شد ز تقدیرِ الٰہ
ہر جگہ سے وہ مسجد سونے سے بھر گئی — اللہ (تعالیٰ) کی تقدیر سے مرد حیران ہو گیا

بعد ازاں برخاست آں شیرِ عنید[2] — تا سحر گہ زر بہ بیروں می کشید
اس کے بعد وہ بہادر شیر اٹھا — (اور) صبح تک سونا باہر نکالتا رہا

دفن میکرد و ہمی آمد بزر — با جوال و توبرہ بارِ دگر
دفن کرتا اور سونا نکالتا — تھیلے، اور توبرے سے دوبارہ

گنجہا بنہاد آں جانباز ازاں — کوریِ ترسانی واپس خزاں
اس سے اس بہادر نے خزانے بھرے — واپس بھاگنے والوں کے اندھے پن اور خوف کے لیے

ایں زرِ ظاہر بخاطر آمدست — در دلِ ہر کور دونِ زر پرست
یہ ظاہری سونا دل میں آیا ہے — ہر کمینے، زر پرست، اندھے کے دل میں

کودکاں[3] اسفالہا را بشکنند — نامِ زر بنہند و در دامن کنند
بچے، ٹھیکروں کو توڑتے ہیں — سونا کہتے ہیں، اور دامن میں کر لیتے ہیں

اندراں بازی چو گوئی نامِ زر — آں کند در خاطرِ کودک گذر
اُس کھیل کود میں جب تو سونے کا نام لے گا — بچے کے خیال میں وہی آئے گا

بل زرِ مضروبِ ضربِ ایزدی — کو نگردد کاسد آمد سَرمدی
بلکہ خدائی ٹکسال کا ڈھلا ہوا سکہ — جو کھوٹا نہیں ہوتا ہے، دائمی ہے

آں زرے کیں زر ازاں زر تاب یافت — گوہر و تابندگی و آب یافت
وہ سونا کہ اس سونے نے اس سے رونق حاصل کی ہے — جوہر، اور چمک، اور رونق پائی ہے

---

1. کیا۔ پہلوان۔ درزماں۔ ابھی مہمان کی آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور زرپاشی شروع ہوگئی۔ ریخت۔ اتنا سونا برسا کہ اس کو دروازے کا راستہ بند ہو جانے کا خیال پیدا ہو گیا۔

2. عنید۔ اگر تاء سے ہے تو معنی حاضر اور مہیا ہے اور نون سے عنید ہے تو سرکش اور بہادر کے معنی میں ہے۔ جوال۔ بورا جس میں سامان بھر کر اونٹ پر لادا جاتا ہے۔ توبرہ۔ وہ تھیلا جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے منہ پر باندھ دیا جاتا ہے۔ کوریؔ۔ یعنی بہر کوری۔ ایں۔ اس قصہ میں جو سونا برسنے کی بات آئی ہے اس سے اہل ظاہر اور دنیادار زرپرست دنیاوی سونا سمجھے گا حالانکہ اس سے مراد انوار و برکات خداوندی ہیں۔

3. کودکاں۔ جس طرح بچے ٹھیکروں کو سونا سمجھتے ہیں اسی طرح اہل دنیا اس سونے کو جو حقیقتاً ٹھیکرا ہے سونا سمجھتے ہیں۔ اندراں۔ بچوں کے سامنے جب سونے کا ذکر کرو گے تو وہ اس سے ٹھیکرا مراد لیں گے اسی طرح دنیاداروں کے سامنے جب سونے کا ذکر کرو گے تو وہ دنیاوی سونا سمجھیں گے۔ بل زر۔ اس سونے سے مراد تجلیاتِ رب ہیں۔ مضروب۔ ٹھپہ لگا ہوا۔ ضرب۔ ٹکسال۔

Marfat.com

آں زرے کہ دل[1] ازو گردد غنی غالب آید بر قمر در روشنی

وہ سونا کہ دل اس کی وجہ سے غنی ہے روشنی میں، چاند پر غالب آ جائے

شمع بود آں مسجد و پروانہ اُو خویشتن در باخت آں پروانہ خو

وہ مسجد شمع تھی، اور وہ پروانہ تھا وہ پروانہ مزاج اپنی جان پر کھیل گیا

سوخت پرّش را و لیکن ساختش بس مبارک آمد آں انداختش

اس نے اس کے پر جلائے لیکن اس کو بنا دیا اس کا جان پر کھیلنا بہت مبارک ہوا

ہمچو موسیٰؑ بود آں مسعود بخت کاتشے دید او بسوئے آں درخت

وہ نیک بخت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھا کہ انہوں نے اس درخت کی جانب آگ دیکھی

چوں[2] عنایتہا برو موفور بود نار می پنداشت آں خود نور بود

چونکہ ان پر (خداوندی) عنایتیں بھرپور تھیں وہ آگ سمجھ رہے تھے، (حالانکہ) وہ خود نور تھا

مردِ حق را چوں بہ بینی اے پسر تو گماں داری برو نارِ بشر

اے بیٹا! جب تو مرد خدا کو دیکھتا ہے تو اس پر انسانی آگ کا گمان کرتا ہے

تو ز خود می آئی و آں در تو است نار و خار و ظن و باطل ایں سوست

تو اپنے اوپر جاتا ہے، اور وہ تجھ میں ہے آگ، اور کانٹا اور گمان اور باطل اسی جانب ہے

او درختِ موسیٰؑ[3] ست و پُر ضیا نور خواں نارش مخواں بارے بیا

وہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا درخت ہے، اور پُرنور ہے نور کہہ اس کو نار نہ کہہ، اب آ جا

نے فطامِ ایں جہاں نارے نمود سالکاں رفتند آں خود نور بود

کیا اس دنیا کا چھوڑنا نار نظر نہیں آتا سالک چل پڑے وہ نور تھا

پس بدانکہ شمع دیں بر می شود ایں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود

بس تو جان لے کہ دین کی شمع بلند ہوتی ہے یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی ہے

---

1. دل۔ دل اس چاندی سونے سے اور حریص بنتا ہے جب اس پر رب کی تجلی پڑتی ہے تب اس کو غنا حاصل ہوتی ہے۔ شمع بود۔ اس مہمان کے لیے مسجد بمنزلہ شمع کے ہوئی اور یہ اس کا پروانہ تھا۔ سوخت پرش۔ ابتداءً اس طلسم کی آواز سے دہشت ہوئی تھی۔ انداختش۔ لیکن جب اس نے جاں نثاری سے کام لیا تو اس پر تجلیات کا نزول ہوا۔ ہمچو موسیٰ۔ اس مہمان کے لیے یہ آواز ایسی ہی ثابت ہوئی جیسی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے وہ آگ تھی جو درخت کے پاس انہیں نظر آئی تھی۔ وہ آگ نہ تھی نور تھا۔

2. چوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی بھرپور عنایتیں تھیں۔ ان کو آگ کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے نور بشکل نار نمودار فرمایا کہ رغبت سے ادھر متوجہ ہوں۔ مرد حق۔ جب کوئی عام انسان کسی ولی کو دیکھتا ہے تو اس کو اس میں صرف بشری اوصاف نظر آتے ہیں۔ تو ز خود۔ اس ولی میں اوصاف بشری کا نظر آنا خود اس کی طبیعت کا عکس ہے چونکہ وہ خود صرف انہی اوصاف سے متصف ہے لہٰذا اس کو صرف وہی نظر آتے ہیں حالانکہ وہ ولی ان سے پاک و صاف ہوتا ہے۔

3. او درختِ موسیٰ۔ ولی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام والا درخت سمجھو جس پر بظاہر آگ تھی لیکن وہ دراصل نور تھا۔ بارے بیا۔ اس ولی سے اتصال پیدا کر تب تجھ پر اس کی حقیقت کھلے گی۔ نے فطام۔ ایک چیز کا بظاہر نار اور حقیقتاً نور ہونا اس بات سے بھی سمجھو کہ سالک کو ترک دنیا نار معلوم ہوتی ہے لیکن جب وہ راہِ سلوک پر چل پڑتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ ترک دنیا دراصل نور ہے۔ پس بدانکہ۔ شمع دین یعنی عشق روشن ہوتا ہے لیکن وہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہے دوسری آگیں بظاہر نور ہیں لیکن قریب ہوں تو جلا ڈالتی ہیں اور عشق کی آگ دور سے آگ ہے لیکن عاشقوں کے لیے پھول ہے۔

Marfat.com

ایں نماید نور و سوزد یار را
یہ (دنیاوی شمع) نور نظر آتی ہے، اور یار کو جلا دیتی ہے
واں بصورت نار و گل زُوار را
وہ بظاہر نار ہے، اور زیارت کرنے والوں کے لیے پھول ہے

ایں چو سازندہ[1] و لے سوزندہٗ
یہ (بظاہر) سازگار جیسی ہے لیکن جلانے والی ہے
واں گہِ وصلت دل افروزندہٗ
اور وہ مل جائے، پر دل کو روشن کرنے والی ہے

شکلِ شعلہ نورِ پاکِ ساز وار
شعلہ کی شکل ہے، ساز کرنے والی پاک نور ہے
حاضراں را نور و دُوراں را چونار
پاس والوں کے لیے نور ہے اور دور والوں کے لیے آگ جیسی ہے

ایں سخن را نیست پایانے پدید
اس بات کا خاتمہ نظر نہیں آتا ہے
گو حدیثِ عاشق و صدرِ مجید
عاشق اور بزرگ صدر کی بات کر

ملاقاتِ آں عاشق بصدرِ جہاں

اس عاشق کا صدرِ جہاں سے ملنا

آں بخاری نیز خود بر شمع زد
اس بخاری نے بھی اپنے آپ کو شمع سے بھڑا دیا
گشتہ بود از عشق آساں آں کبد
وہ مشقت، عشق کی وجہ سے آسان ہو گئی تھی

آہِ سوزانش سوئے گردوں شدہ
اس کی گرم آہ آسمان پر پہنچ گئی تھی
در دلِ صدرِ جہاں مہر آمدہ
صدرِ جہاں کے دل میں محبت آ گئی تھی

گفت[2] با خود در سحرگہ کاے احد
اس نے صبح کے وقت اپنے آپ سے کہا اے خدا!
حالِ آں آوارہٗ ما چوں بود
اس ہمارے آوارہ کا کیا حال ہو گا؟

او گناہے کرد و ما دیدیم لیک
اس نے قصور کیا اور ہم نے دیکھ لیا، لیکن
رحمتِ مارا نمیدانست نیک
وہ اچھی طرح، ہماری رحمت کو نہ جانا

خاطرِ مجرم[3] ز ما ترساں شود
خطاوار کا دل ہم سے خوف کھاتا ہے
لیک صد امید در ترسش بود
لیکن اس کے خوف میں سیکڑوں امیدیں ہوتی ہیں

من بترسانم وقیح و یاوہ را
میں بے شرم اور لغو آدمی کو ڈراتا ہوں
آنکہ ترسد من چہ ترسانم وُرا
جو خود ڈرے میں اس کو کیا ڈراؤں؟

بہرِ دیگ سرد آذر می رود
ٹھنڈی دیگ کے لیے آگ جلتی ہے
نے بداں کہ جوشش از سر میرود
نہ کہ اس کے لیے جس کا ابال اوپر سے نکلے

---

1. ایں چو سازندہ۔ دنیا کی آگ بظاہر بھلی ہے لیکن جلانے والی ہے وہ آگ جب حاصل ہو جاتی ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے۔ شکلِ شعلہ۔ عشق کی آگ بظاہر شعلہ ہے لیکن طبیعت کے موافق پاک نور ہے جو قریب آتا ہے اس پر حقیقت کھلتی ہے۔ آں بخاری۔ جس طرح سے مسجد کے مہمان نے اپنے آپ کو شمع عشق پر قربان کرنے کی ٹھان لی تھی اسی طرح صدرِ جہاں کے اس عاشق نے بھی اپنے آپ کو شمع عشق کا پروانہ بنا دیا تھا۔ کبد۔ محنت مشقت۔ آہ۔ صدرِ جہاں کے عشق میں جو وہ جلی ہوئی آہیں بھرتا تھا وہ صدرِ جہاں کے دل میں محبت کا سبب بن گئیں۔
2. گفت۔ صدرِ جہاں نے اپنے دل میں خدا سے کہا۔ او گناہے۔ اس نے اپنی خطا کی طرف دھیان کیا ہماری محبت اور رحمت پر غور نہ کیا اور ڈر کر بھاگ گیا۔
3. خاطرِ مجرم۔ خطاوار اپنے دل کے چور کی وجہ سے ہم سے ڈرتا ہے لیکن اس کے خوف میں بھی سیکڑوں امیدیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ من بترسانم۔ ہم نڈروں کو ڈراتے ہیں اور جو خود ڈر رہا ہے اسے کیا ڈرائیں۔ وقیح۔ بے شرم۔ یاوہ۔ بیہودہ۔ بہرِ دیگ سرد۔ ٹھنڈی ہانڈی کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے جو ہانڈی خود جوش مار رہی ہو اس کے نیچے سے آگ کھینچ لی جاتی ہے۔

Marfat.com

ایمناں را من بترسانم بخلم ۔۔۔ خائفاں را ترس بردارم ز حلم

میں غدّر لوگوں کو غصہ سے ڈراتا ہوں ۔۔۔ ڈرنے والوں کا بردباری کے ذریعہ خوف دور کرتا ہوں

پارہ دوزم پارہ در موضع نہم ۔۔۔ ہر کسے را شربت اندر خور دہم

پیوند سیتا ہوں پیوند اپنی جگہ پر لگاتا ہوں ۔۔۔ ہر کسی کے لیے مناسب شربت دیتا ہوں

ہست سِرّ مرد چوں بیخ درخت ۔۔۔ زاں بروید برگہاش از چوبِ سخت

انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے ۔۔۔ اس سے اس کے پتے اگتے ہیں (جس طرح) سخت لکڑی سے

در خورِ آں بیخ رُستہ برگہا ۔۔۔ در درخت و در نفوس و در نہا

اس جڑ کے مناسب پتے اُگے ہیں ۔۔۔ درختوں میں اور نفسوں میں اور عقلوں میں

بر فلک برہاست ز اشجارِ وفا ۔۔۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُهَا فِي السَّمَا

وفا کے درختوں کے آسمان پر پھل ہیں ۔۔۔ ان کی جڑ قائم ہے، اور اس کی شاخیں آسمان پر ہیں

چوں برُست از عشق بَر بر آسماں ۔۔۔ چوں نروید در دلِ صدرِ جہاں

جبکہ آسمان پر عشق کا پھل اگا ہے ۔۔۔ تو صدرِ جہاں کے دل میں کیوں نہ اگے گا؟

موج می زد در دلش عفوِ گنہ ۔۔۔ زانکہ از دل تا دل آمد روزنہ

خطا کی معافی، اس کے دل میں موجیں مارتی تھی ۔۔۔ کیونکہ دل سے دل تک سوراخ ہے

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بود ۔۔۔ نے جدا و دور چوں دو تن بود

دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے ۔۔۔ نہ کہ دو جسموں کی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں

متصل نبود سفالِ دو چراغ ۔۔۔ نورِ شاں ممزوج باشد در مساغ

دو چراغوں کے دیوے ملے ہوئے نہیں ہوتے ہیں ۔۔۔ ان کی روشنی پھیلاؤ میں گھلی ہوئی ہوتی ہے

ہیچ عاشق خود نباشد وصل جو ۔۔۔ کہ نہ معشوقش بود جویائے او

کوئی عاشق خودبخود وصل کا طالب نہیں ہوتا ہے ۔۔۔ جب تک کہ اس کا معشوق اس کا طالب نہ ہو

لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند ۔۔۔ عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند

لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر بناتا ہے ۔۔۔ معشوقوں کا عشق ان کو موٹا تازہ بناتا ہے

خلم۔غصہ۔حلم۔بردباری۔پارہ دوزم۔جہاں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا عمل کرتا ہوں۔سِرّ مرد۔انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے۔جس طرح کی جڑ ہوتی ہے ویسے ہی پتے نکلتے ہیں۔درختوں اور نفسوں اور عقلوں کی یہی صورت ہے جیسی جڑیں ہوں گی ویسے ہی پتے نکلیں گے۔نہا۔نہیہ کی جمع ہے، عقل۔بر فلک۔جن دلوں میں وفا کے درخت کی جڑ ہے ان کے پھل آسمان پر ہیں اس لیے کہ وہ ان درختوں میں سے ہے جن کی جڑ تو زمین پر قائم ہے اور شاخیں آسمان پر پہنچی ہوئی ہیں۔

چوں۔جبکہ عشق کا پھل آسمان پر پیدا ہوتا ہے تو صدر جہاں کے دل میں کیوں نہ پیدا ہوگا۔زانکہ۔دل سے دل تک راہ ہوتی ہے۔نے جدا۔دو دل دو جسموں کی طرح بالکل جدا نہیں ہوتے ہیں ان میں باہمی اتصال ہو رہا ہے۔

متصل۔جسموں کی جدائی اور دلوں کے اتصال کی مثال یہ ہے کہ دو چراغوں کے دیوے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں لیکن ان کے نور میں باہمی اتصال ہے۔ہیچ عاشق۔ہم نے یہ بتایا تھا کہ صدر جہاں کے دل کی محبت اس وکیل کے دل کی محبت کا اثر تھا یہ تو سرسری بات تھی، غور کیا تو حقیقت یہ ہے کہ عاشق کے دل کی محبت معشوق کے دل کی محبت کا اثر اور ثمرہ ہے عاشق کے دل میں محبت جب ہی پیدا ہوتی ہے جبکہ پہلے معشوق کے دل میں محبت پیدا ہو چکی ہو۔لیک۔بہرحال عشق کا اثر دونوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن عشق کے اثرات چونکہ ہر ایک پر جداگانہ اور عشق عاشق کو کمان بنا دیتا ہے اور معشوق کو تر و تازہ ہے تو اسے شبہ ہو جائے گا کہ معشوق کے دل میں عشق نہیں ہے۔

Marfat.com

چوں دریں دل برقِ مہرِ دوست جست
جب اس دل میں دوست کی محبت کی بجلی کوندی
اندراں دل دوستی میداں کہ ہست
سمجھ لے کہ اس دل میں بھی محبت ہے

در دلِ تو[1] مہرِ حق چوں شد دو تو
جب تیرے دل میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت دوگنی ہو گئی
ہست حق را بے گماں مہرے بتو
یقیناً اللہ (تعالیٰ) کو تجھ سے محبت ہے

ہیچ بانگ کف زدن آید بدر
ہتھیلی بجانے کی آواز کبھی باہر آتی ہے
از یکے دستِ تو بے دستِ دگر
تیرے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے بغیر

تشنہ می نالد کہ اے آب گوار
پیاسا روتا ہے، کہ ہائے خوشگوار پانی
آب ہم نالد کہ کو آں آبخوار
پانی بھی روتا ہے، کہ پینے والا کہاں ہے؟

جذبِ[2] آب ست ایں عطش در جانِ ما
ہماری جان میں یہ پیاس پانی کی کشش ہے
ما از آنِ او و او ہم زانِ ما
ہم اس کے ہیں، اور وہ بھی ہمارا ہے

حق بحکمت در قضا و در قدر
قضاء و قدر میں اللہ (تعالیٰ) نے حکمت سے
کردہ ما را عاشقانِ ہمدگر
اس میں ایک دوسرے کا عاشق بنا دیا ہے

جملہ اجزائے جہاں زاں حکم پیش
اس ازلی حکم کی وجہ سے دنیا کے تمام اجزا
جفت جفت و عاشقانِ جفتِ خویش
جوڑ جوڑ ہیں، اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں

ہست ہر جزوے بعالم جفت خواہ
دنیا میں ہر چیز جوڑے کی خواہشمند ہے
راست ہمچوں کہربا و برگِ کاہ
بالکل اسی طرح جیسے کہربا اور گھاس کا تنکا

آسماں[3] گوید زمیں را مرحبا
آسمان، زمین کو کہتا ہے، خوش آمدید
با تو ام چوں آہن و آہن ربا
میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسے لوہا اور مقناطیس

آسماں مرد و زمیں زن در خرد
عقلاً، آسمان شوہر اور زمین بیوی ہے
ہر چہ او انداخت ایں می پرورد
جو وہ ڈالتا ہے، یہ پالتی ہے

چوں نماند گرمیش بفرستد او
جب اس میں گرمی نہیں رہتی وہ بھیجتا ہے
چوں نماند تری و نم بدہد او
جب تری اور نمی نہیں رہتی وہ عطا کرتا ہے

برجِ خاکی خاکِ ارضی را مدد
خاکی برج، زمین کی خاک کے لیے مدد ہے
برجِ آبی تریش اندر دہد
آبی برج، اس میں تری پیدا کرتا ہے

---

1. دردلِ تو۔ تو اب یہ بھی سمجھ لو کہ بندے کے دل میں عشقِ الٰہی کا ظہور اس محبت کا اثر ہے جو اس بندے کی خدا تعالیٰ میں ہے۔ ہیچ۔ تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تشنہ۔ پیاسا اگر پانی کا طالب ہے تو پانی بھی پینے والے کا طالب ہے۔

2. جذب۔ پیاسے کی پیاس پانی کے دل کے جذبہ کا اثر ہے۔ حق بحکمت۔ جس طرح خالق و مخلوق میں باہمی محبت و عشق کا رشتہ ہے اسی طرح کائنات میں آپس میں بھی جذب و عشق ہے۔ جملہ اجزاء۔ دنیا کی اشیا جوڑا جوڑا ہیں اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے۔ کہربا۔ ایک پتھر ہے جو گھاس کے تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

3. آسماں۔ اسی طرح آسمان اور زمین میں باہمی عشق و محبت ہے۔ آہن۔ مقناطیس اور لوہے میں باہمی کشش ہے۔ آسماں۔ آسمان اور زمین میں زن و شوہر کا سا عشق و جذب ہے۔ آسمان بمنزلہ شوہر اور زمین بمنزلہ بیوی کے ہے آسمان جو کچھ زمین کے سپرد کرتا ہے زمین اس کی جان کی طرح پرورش کرتی ہے آسمان ہی زمین کو گرمی، تری اور نمی پہنچاتا ہے۔ برجِ خاکی۔ آسمان کے مختلف حصے زمین کو مختلف قسم کے فائدے پہنچاتے ہیں آسمان کا خاکی برج زمین کو خاک عنایت کرتا ہے آبی برج پانی عطا کرتا ہے ہوائی برج ابر کو بھیجتا ہے ناری برج سورج کے ذریعہ زمین کو گرماتا ہے۔

Marfat.com

بُرجِ بادی ابر سوئے اُو برد — تا بخاراتِ وَخم را بر کشد

بادی برج، اس کے جانب ابر لے جاتا ہے — یہاں تک کہ ناموافق بخارات کو کھینچ لیتا ہے

بُرجِ آتش گرمیِ خورشید ازو — ہمچو تابہ سرخ زآتش پشت و رُو

آتشی برج کہ سورج کی گرمی اس سے ہے — توے کی طرح آگ سے (اس کی) رواور پشت سرخ ہے

ہست سرگرداں[1] فلک اندر زَمن — ہمچوں مرداں گردِ مکسب بہرِ زن

زمانے میں آسمان سرگرداں ہے — شوہروں کی طرح بیوی کے لیے کمائی کے گرد

ویں زمین کد بانوییہا می کند — بر ولادات و رضاعش می تند

اور یہ زمین بیگم پن کرتی ہے — جننے اور اس کو دودھ پلانے میں لگی ہے

پس زمین و چرخ راداں ہوشمند — چونکہ کارِ ہوشمنداں می کنند

پس زمین، اور آسمان کو ہوش مند سمجھ — کیونکہ وہ ہوش مندوں سے کام کرتے ہیں

گرنہ از ہم ایں دو دلبر می مزند — پس چرا چوں جفت در ہم می خزند

اگر یہ (دونوں) دلبر ایک دوسرے سے مزا نہیں اڑا رہے — تو جوڑے کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھستے ہیں؟

بے زمیں[2] کے گل بروید و ارغواں — پس چہ زاید ز آب و تابِ آسماں

زمین کے بغیر گل اور ارغوان کب اگتا ہے؟ — آسمان کی آب و تاب سے کیا اگتا ہے؟

بہرِ آں میل ست در مادہ زِ نَر — تا بود تکمیلِ کارِ ہمدگر

اسی لیے مادہ میں نر کی جانب جھکاؤ ہے — تاکہ ایک کا کام دوسرے سے مکمل ہو سکے

میلِ اندر مرد و زن حق زاں نہاد — تا بقا یابد جہاں زیں اتحاد

مرد اور عورت میں اللہ (تعالیٰ) نے اس لیے میلان رکھا ہے — تاکہ اس اتحاد سے دنیا بقا حاصل کر لے

میلِ ہر جزوے بجزوے ہم نہد — ز اتحادِ ہر دو تولیدے جہد

ہر جزو میں دوسرے جزو کی طرف میلان رکھا ہے — دونوں کے اکٹھا ہونے سے تولید ہوتی ہے

شب چنیں با روز اندر اعتناق — مختلف در صورت اما اِتفاق

گلے لگانے میں رات، دن کے ساتھ اسی طرح ہے — بظاہر مختلف ہیں لیکن (باہمی) اتفاق ہے

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند — لیک ہر دو یک حقیقت می تنند

بظاہر رات اور دن دو مخالف اور دشمن ہیں — لیکن دونوں ایک حقیقت پر عمل کرتے ہیں

---

1. ہستؔ سرگرداں۔ جس طرح شوہر بیوی کے لیے کمائی میں سرگرداں رہتا ہے اسی طرح آسمان زمین کے لیے سرگرداں ہے۔ ویںؔ زمیں۔ یہ زمین آسمان کے لیے وہی کام کرتی ہے جو بیوی شوہر کے لیے کرتی ہے بچہ جنتی ہے اس کو دودھ پلاتی ہے۔ پسؔ زمیں۔ زمین اور آسمان چونکہ ذی حس چیزوں کی طرح عمل کرتے ہیں ان کو بھی حساس سمجھو۔ گرنہؔ۔ ایک دوسرے سے لطف اندوز نہیں ہے تو آپس میں کیوں گھسے رہتے ہیں۔

2. بےؔ زمیں۔ جیسا کہ بیوی کے بغیر شوہر لاولد ہوتا ہے اسی طرح اگر زمین نہ ہوتی تو آسمان پیداوار سے محروم ہوتا۔ بہرؔ آں۔ نر و مادہ میں ایک دوسرے کی طرف میلان اور جھکاؤ اسی لیے ہے کہ ہر ایک کے کام کی تکمیل دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اتحادؔ۔ بقاءِ عالم، عورت اور مرد کے اتحاد سے ہے۔ میلؔ ہر جزوے۔ عالم کے اجزا میں باہمی میلان توالد کا سبب ہے۔ شبؔ۔ رات اور دن بظاہر دو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں لیکن ان میں باہمی اتحاد ہے۔

Marfat.com

ہر یکے خواہاں دگر را ہمچو خویش | از پئے تکمیل فعل و کارِ خویش[1]
ہر ایک دوسرے کو اپنی (جان کی) طرح چاہتا ہے | اپنے فعل اور کام کے مکمل کرنے کے لیے
زانکہ بے شب دخل نبود طبع را | پس چہ اندر خرج آرد روز ہا
کیونکہ رات کے بغیر طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی ہے | تو دن میں کیا خرچ کریں گے؟

جذبِ ہر عنصرے جنسِ خود را کہ در ترکیبِ آدمی محتبس شدہ بغیر جنس

ہر عنصر کا اپنی اس جنس کو کھینچنا جو دوسری جنس کے ساتھ آدمی کے بناؤ میں پھنسی ہوئی ہے

خاک گوید[2] خاکِ تن را باز گرد | ترکِ جاں گو سوئے ما آ ہمچو گرد
جسم کی مٹی کو مٹی کہتی ہے، واپس آ جا | جان کو چھوڑ دے، گرد کی طرح ہماری جانب آ جا
جنسِ مائی پیشِ ما اولیٰ تری | بہ کہ زاں تن وارہی زیں سو پری
تو ہماری جنس ہے، تیرا ہمارے سامنے رہنا بہتر ہے | بہتر ہے کہ اس جسم کو چھوڑ دے اس جانب اڑ آ
گوید آرے لیک من پا بستہ ام | گرچہ ہمچوں تو ز ہجراں خستہ ام
وہ کہتی ہے، ہاں لیکن میں پابند ہوں | اگرچہ تیری طرح فراق سے غمگین ہوں
تریِ تن را بجویند آبہا | کاے تری باز آ ز غربت سوئے ما
پانی جسم کی تری کو تلاش کرتے ہیں | کہ اے تری مسافرت سے ہماری جانب لوٹ آ
گرمیِ تن را ہمی خواند اثیر[3] | کہ ز ناری راہِ اصلِ خویش گیر
کرۂ نار بھی جسم کی گرمی کو پکارتا ہے | کہ تو آگ سے ہے، اپنی اصل کا راستہ اختیار کر
ہست ہفتاد و دو علت در بدن | از کششہائے عناصر بے رسن
بدن میں بہتر (۷۲) وہ بیماریاں ہیں | عنصروں کی بغیر رسی کی کھینچ تان کی وجہ سے
علت آید تا بدن را بگسلد | تا عناصر ہمدگر را واہلد
بیماری آتی ہے تاکہ جسم کو متفرق کر دے | تاکہ عنصر ایک دوسرے کو چھوڑ دے
چار مرغ اند ایں عناصر بستہ پا | مرگ و رنجوری و علت پا کشا
یہ عناصر چار پاؤں بندھے پرند ہیں | موت اور بیماری اور تکلیف پاؤں کھولنے والی ہے

---

1. کارِ خویش۔ رات اپنے کاموں کی تکمیل میں اور دن اپنے کاموں کی تکمیل میں رات کا محتاج ہے۔ زانکہ۔ انسان رات کو سوتا ہے تو اس کے قویٰ مجتمع ہوتے ہیں جن کو وہ دن میں صرف کرتا ہے اگر رات کی آمدنی نہ ہو تو ان کا خرچ کیسے چلے۔ جذب۔ حیوانی جسم چار عنصروں خاک، آب، باد، آتش سے مرکب مانا جاتا ہے ان عنصروں میں سے ہر ایک کا کرہ ہے جو ان کا مخزن اور معدن ہے۔ انسان کے جسم کے چاروں عنصر ہر وقت اپنے کرہ کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں ان عناصر کا متفرق ہو جانا موت ہے۔ زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب۔ موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا۔ (چکبست)۔
2. خاک گوید۔ کرۂ خاکی انسان کے خاکی جزو کو اپنی طرف آ جانے کی دعوت دیتا ہے۔ گوید۔ انسانی بدن کا خاکی عنصر اس خاکی کرہ کو جواب دیتا ہے کہ اگرچہ مجھ پر مرکز سے جدا رہنا دوبھر ہو رہا ہے لیکن میں مجبور ہوں ابھی اسی جسم کا پابند ہوں۔
3. اثیر۔ یعنی کرۂ نار۔ از کششہا۔ یعنی ان چاروں عنصروں کی باہمی کشمکش۔ رسن۔ رسی۔ علت۔ بیماری عناصر کی جدائی کا سبب بنتی ہے جس سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ چار مرغ۔ یہ چاروں عنصر زندگی میں پابستہ پرندوں کی طرح ہیں موت اور بیماری ان کے پاؤں کھول دیتی ہے اور یہ عناصر اپنے مراکز کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔

Marfat.com

پایۓ شاں از ہمدگر چوں باز کرد — مُرغِ ہر عنصر یقیں پرواز کرد

جب اس نے ایک دوسرے کے پاؤں کو کھول دیا — ہر عنصر کا پرند یقیناً اڑ جائے گا

جذبۂ ایں اصلہا[1] و فرعہا — ہر دمے رنجے نہد در جسمِ ما

ان اصلوں اور فرعوں کی کشش — ہر وقت ہمارے جسم میں مرض پیدا کرتی ہے

تا کہ ایں ترکیبہا را بر دَرَد — مُرغِ ہر جزوے باصلِ خود پرد

تاکہ ان بندھنوں کو توڑ دے — ہر جزو کا پرند اصل کی جانب اڑ جائے

حکمتِ حق مانع آید زیں عمل — جمع شاں دارد بصحت تا اجل

اللہ تعالیٰ کی حکمت اس عمل سے مانع رہتی ہے — موت تک ان کو صحت کے ساتھ جمع رکھتی ہے

گوید[2] اے اجزا اجل مشہود نیست — پر زدن پیش از اجل تاں سود نیست

(وہ حکمت) کہتی ہے، اے اجزا موت معلوم نہیں ہے — موت سے پہلے تمہارا پھڑپھڑانا مفید نہیں ہے

چونکہ ہر جزوے بجوید ارتفاق — چوں بود جانِ غریب اندر فراق

جبکہ ہر جزو رفاقت چاہتا ہے — تو مسافر جان کا فراق میں کیا حال ہو گا؟

مُنجذب شدنِ جاں نیز بعالمِ ارواح

جان کا بھی عالم ارواح کی جانب کھنچنا

گوید اے اجزائے پستِ فرشیم — غربتِ من تلخ تر من عرشیم

وہ کہتی ہے، کہ اے میرے زمینی پست اجزا — میری مسافرت زیادہ کڑوی ہے میں عرشی ہوں

میلِ تن[3] در سبزہ و آبِ رواں — زاں بود کہ اصلِ او آمد ازاں

جسم کا میلان سبزے اور بہتے پانی کی جانب — اسی لیے ہے کہ اس کی اصل وہاں سے آئی ہے

میلِ جاں اندر حیات و در حی ست — زانکہ جانِ لا مکاں اصلِ وے ست

جان کا میلان زندگی، اور حی (القیوم) کی جانب ہے — کیونکہ اس کی اصل لا مکانی جان ہے

میلِ جاں در حکمت ست و در علوم — میلِ تن در باغ و راغ ست و کروم

جان کا میلان حکمت اور علوم کی جانب ہے — جسم کا میلان باغ چمن اور انگور کی بیلوں کی جانب ہے

میلِ جاں اندر ترقی و شرف — میلِ تن در کسبِ اسبابِ علف

جان کا میلان، ترقی اور شرافت کی طرف ہے — جسم کا میلان چارے کے اسباب حاصل کرنے کی طرف ہے

---

[1] اصلہا۔ یعنی چاروں کرّے۔ فرعہا۔ بدن کے چاروں عنصر۔ حکمت۔ ان عناصر کی پرواز کے لیے حکمت خداوندی موت کے وقت تک مانع ہی رہتی ہے۔

[2] گوید۔ اللہ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لیے مخصوص فرما دیا ہے۔ ارتفاق۔ یعنی ہر عنصر اپنے کرہ کی رفاقت چاہتا ہے۔ چوں بود۔ جبکہ عناصر اپنی اصل کے لیے بے چین ہیں تو روح جو کہ حساس بھی ہے اپنی اصل سے علیحدہ رہنے میں کس قدر بے چین ہوگی۔ گوید۔ روح جسم کے اجزاء عنصری سے کہتی ہے کہ میں عرشی ہوں اور تم فرشی ہو۔ مجھے اپنے مرکز سے جدا رہنا سخت ناگوار ہے۔

[3] میل تن۔ چونکہ جسم فرشی اجزا سے بنا ہوا ہے لہٰذا اس کا میلان فرشی چیزوں کی طرف ہوتا ہے۔ میل جاں۔ روح انسان کی اصل روح اعظم ہے لہٰذا روح کا میلان مادی ابدی زندگی اور حی و قیوم کی طرف ہے۔ روح کا میلان ترقی اور شرف کی طرف ہے اور جسم کا میلان صرف کھانے پینے کی طرف ہے۔

Marfat.com

میل[1] و عشقِ آں شرف ہم سوئے جاں
شرافت کا میلان اور عشق بھی جان کی جانب ہے
زیں یُحِبُّ را و یُحِبُّوْنَ را بداں
اس کو "وہ محبت کرتا ہے اور وہ محبت کرتے ہیں" سے سمجھ لے

گر بگویم شرحِ ایں بیحد شود
اگر میں اس کی شرح کر دوں لامحدود ہو جائے گی
مثنوی ہشتاد من کاغذ شود
مثنوی اسی (۸۰) سیر کاغذ ہو جائے گی

حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود
خلاصہ یہ ہے، کہ جو طالب ہو گا
جانِ مطلوبش برو راغب بود
مطلوب کی جان اس کی طرف راغب ہو گی

آدمی حیواں نباتی و جماد
آدمی، حیوان، نباتات اور جماد
ہر مُرادے عاشقِ ہر بے مراد
ہر معشوق ہر نامراد (عاشق) کا عاشق ہے

بے مُراداں بر مُرادے می تنند
نامراد (عاشق) محبوب کا چکر کاٹتے ہیں
واں مراداں جذبِ ایشاں میکنند
وہ محبوب ان کو کھینچتے ہیں

لیک[2] میلِ عاشقاں لاغر کند
لیکن عاشقوں کا عشق (ان کو) لاغر کرتا ہے
میلِ معشوقاں خوش و بافر کند
معشوقوں کا عشق ان کو حسین اور باشوکت بناتا ہے

عشقِ معشوقاں دو رُخ افروختہ
معشوقوں کے عشق نے دونوں رخسارے روشن کر دیے ہیں
عشقِ عاشق جانِ او را سوختہ
عاشق کے عشق نے اس کی جان جلا ڈالی ہے

کہربا عاشق بشکلِ بے نیاز
کہربا، لا پروائی کے ساتھ عاشق ہے
کاہ می کوشد دراں راہِ دراز
تنکا اس (عشق) میں دراز راستہ طے کرتا ہے

ایں[3] رہا کن عشقِ آں تشنہ دہاں
اس کو چھوڑ، اس پیاسے کا عشق
تافت اندر سینۂ صدرِ جہاں
صدرِ جہاں کے سینے میں چمک اٹھا

دُودِ آں عشق و غمِ آتشکدہ
اس عشق کا دھواں، اور بھٹی کا غم
رفتہ در مخدوم او مشفق شدہ
مخدوم کو پہنچا، وہ مہربان ہو گیا

لیک از ناموس و بوش و آبرو
لیکن عزت، اور فخر، اور آبرو کی وجہ سے
شرم می آید کہ واجوید ازو
اس کو شرم آتی تھی کہ وہ اس کی جستجو کرے

---

[1] میل۔ جس طرح روح شرف کی طرف مائل ہے اسی طرح شرف روح کی طرف مائل ہے۔ یُحِبُّ۔ قرآن پاک میں مومنوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ یعنی "خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں۔" لہٰذا معلوم ہوا کہ جس طرح روح، روحِ اعظم کی طرف مائل ہے اسی طرح روحِ اعظم بھی روح کی طرف مائل ہے۔ گر بگویم۔ یعنی اگر اس روح اور روحِ اعظم کے اتحاد کی بات کروں گا تو یہ مثنوی بہت ضخیم ہو جائے گی۔ من۔ سیر۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر معشوق اپنے عاشق کا عاشق ہوتا ہے۔ مراد۔ معشوق۔ بے مراد۔ عاشق۔ بے مراداں۔ جبکہ عشق طرفین میں ہوتا ہے تو عاشق کا عشق معشوق کے چکر کٹواتا ہے معشوق کا عشق عاشق کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

[2] لیک۔ دونوں عشقوں کا اثر جداگانہ ہے عاشق کا عشق اس کو لاغر اور کمزور بناتا ہے معشوق کا عشق اس میں حسن کا اضافہ کرتا ہے معشوق کا عشق اس کے رخساروں کو گلنار بناتا ہے عاشق کا عشق اس کو جلاتا ہے۔ کہربا۔ کہربا میں بھی عشق ہے لیکن بے نیازی کے ساتھ لہٰذا وہ اپنی جگہ قائم رہتی ہے تنکے میں بھی عشق ہے جو اس کو کہربا کی طرف کھینچ کر لاتا ہے۔

[3] ایں۔ یعنی کائنات کے باہمی عشق کے ذکر کو چھوڑ کر صدرِ جہاں کے عاشق کا ذکر کر، اس کے عشق کا اثر صدرِ جہاں پر پڑا۔ دود۔ اس عاشق کی آہوں کا اثر صدرِ جہاں پر ہوا اور وہ اس پر مہربان ہو گیا۔ لیک۔ لیکن صدرِ جہاں کے عشق کے لیے اس کی عزت و آبرو معشوق کی تلاش میں مانع تھی۔

Marfat.com

رحمتش[1] مشتاقِ آں مسکیں شدہ
اس کی رحمت اس مسکین کی مشتاق ہو گئی
سلطنت زیں لطف مانع آمدہ
سلطنت اس مہربانی سے مانع بنی

عقل حیراں کایں عجب او را کشید
عقل حیران ہے، تعجب ہے کہ یہ اس کو کھینچ رہا ہے
یا کشش زاں سو بدیں جانب رسید
یا کشش اُس جانب سے اس جانب پہنچی ہے

ترک جلدی کن کزیں نا واقفی
بہادری چھوڑ، کیونکہ تو اس سے ناواقف ہے
لب بہ بند وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْخَفِیْ
ہونٹ بند کر لے، اور اللہ راز کو زیادہ جانتا ہے

لب بہ بندم ہر دمے زینساں سخن
میں اس طرح کی باتوں سے ہر وقت ہونٹ بند کرتا ہوں
توبہ آرم ہر زماں صد بار من
ہر وقت، سو بار توبہ کرتا ہوں

کایں سخن را بعد ازیں مدفوں کنم
کہ اس بات کو میں اس کے بعد دفن کردوں گا
واں کشندہ میکشد من چوں کنم
وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے، میں کیا کروں؟

کیست[2] آں کت میکشد اے معتنی
اے ذخیرہ اندوز! وہ کون ہے جو تجھے کھینچتا ہے؟
آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی
وہ وہ ہے جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو دم مارے

صد عزیمت میکنی بہرِ سفر
تو سفر کے لیے سو پختہ ارادے کرتا ہے
میکشاند مر ترا جائے دگر
وہ تجھے دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے

زاں[3] بگرداند بہر سو آں لگام
وہ لگام کو ہر جانب اس لیے موڑ دیتا ہے
تا خبر یابد ز فارس اسپِ خام
تاکہ ناتجربہ کار گھوڑا، سوار کو جان جائے

اسپِ زیرک سارزاں نیکو پے ست
سمجھ دار گھوڑا اس لیے عمدہ رفتار پر ہے
کو ہمی داند کہ فارس بروے ست
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس پر سوار (موجود) ہے

او دِلت را بر دو صد سودا بہ بست
اس نے تیرے دل کو دو سو خیالات سے وابستہ کر دیا
بے مرادت کرد و پس دل را شکست
تجھے نامراد کیا، اور پھر دل کو توڑ دیا

چوں شکست او بالِ آں رائے نخست
جب اس نے پہلی رائے کا بازو توڑ دیا
چوں نشد ہستی بالِ اشکن درست
تو بازو توڑنے والے کی ذات کیسے ثابت نہ ہوئی؟

---

[1] رحمتش۔ صدر جہاں کی رحمت تو اس کی مشتاق تھی لیکن اس کی سلطنت عشق کے لیے مانع بن رہی تھی۔ عقل حیراں۔ کشش دونوں میں تھی لیکن کس کی کشش، دوسرے کی کشش کا اثر تھی اس میں عقل حیران ہے۔ جلدی۔ بہادری۔ ناواقفی۔ یعنی ناواقف ہستی، تو ناواقف ہے۔ لب بہ بندم۔ حضرت حق تعالیٰ اپنی محبوبیت کے اظہار کے لیے عاشقوں میں جذبۂ عشق پیدا کرتا ہے لیکن یہ ایسی تقریر ہے کہ عوام اسی سے اللہ تعالیٰ کی احتیاج اور ضرورت کا نتیجہ نکال لیں گے لہٰذا اس کا بیان مناسب نہیں ہے۔ واں کشندہ۔ حضرت حق تعالیٰ اجازت نہیں دیتا ہے کہ اس امر کی وضاحت کی جائے۔

[2] کیست۔ مجھے اس ارادہ سے روکنے والی وہی ذات ہے جو انسانوں کے پختہ عزم کو روک دیتی ہے۔ صد عزیمت۔ انسان سیکڑوں پختہ ارادے کرتا ہے لیکن پھر اس ارادے کو پورا نہیں کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ روکنے والی کوئی خاص ذات ہے۔

[3] زاں۔ اللہ تعالیٰ ان عزائم کو اس لیے فسخ کراتا ہے کہ لوگوں کو اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔ مشہور مقولہ ہے عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائِم میں نے اپنے خدا کو اپنے ارادوں کے فسخ ہونے سے سمجھا ہے۔ او۔ اللہ تعالیٰ دل میں سو ارادے پیدا فرماتا ہے پھر انہیں ناکام بھی بنا دیتا ہے۔ چوں شکست۔ جب پہلا ارادہ فسخ ہوتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ کوئی ذات فسخ کرنے والی ہے۔

چوں قضایش[1] حبلِ تدبیرت شکست — چوں نشد بر تو قضائے او درست

جب اس کے فیصلے نے تیری تدبیر کی رسی توڑ دی — تو اس کا فیصلہ تیرے لیے کیسے ثابت نہ ہوا؟

فسخ عزائم و نسخہا جہتِ با خبرکردنِ آدمی را ازانکہ مالک و قاہر اوست و گاہ گاہ عزمِ او را فسخ ناکردن و نافذ داشتن تا طمعِ او را بر عزم کردن دارد تا باز عزمش بشکند تا تنبیہ بر تنبیہ بود

ارادوں کا فسخ کرنا اور ان کو منسوخ کرنا انسان کو باخبر کرنے کے لیے ہے کہ مالک اور قاہر موجود ہے، اور کبھی کبھی اس کے ارادے کو نہ توڑنا اور جاری رکھنا اس لیے ہے کہ اس کی طبیعت کو ارادہ کرنے کا عادی بنائے تاکہ پھر اس کے ارادے کو توڑے اور تنبیہ پر تنبیہ ہو جائے

عزمہا[2] و قصدہا در ماجرا — گاہ گاہے راست می آید ترا

معاملے میں ارادے، اور قصد — کبھی کبھی تیرے لیے ٹھیک ہوتے ہیں

تا بطمعِ آں دلت نیت کند — بارِ دیگر نیتت را بشکند

تاکہ اس کے لالچ میں تیرا دل ارادہ کرے — دوبارہ وہ تیرے ارادے کو توڑ دیتا ہے

ور بکلی بے مرادت داشتے — دل شدے نو مید اَمل کے کاشتے

اگر وہ تجھے بالکلیہ نامراد رکھتا — دل نا امید ہو جاتا، امید (کا بیج) کب بوتا؟

ور نکاریدے اَمل از عوریش — کے شدے پیدا برو مقہوریش

اگر وہ اپنے اندھے پن سے امید (کا بیج) نہ بوتا — تو اس پر اپنا عاجز ہونا کب ظاہر ہوتا؟

عاقلاں از بے مرادیہائے[3] خویش — با خبر گشتند از مولائے خویش

سمجھ دار لوگ اپنی نامرادی کی وجہ سے — اپنے مولا سے باخبر ہوئے ہیں

بے مرادی شد قلاوزِ بہشت — حُفَّتِ الْجَنَّۃُ شنو اے خوش سرشت

نامرادی، بہشت کا پیش رو بنی ہے — اے خوش مزاج! "جنت کو گھیرا گیا ہے" سن لے

چوں مرادات ہمہ اِشکستہ پاست — پس کسے باشد کہ کامِ اُو رواست

جبکہ سب انسانوں کے مقاصد شکستہ پا ہیں — تو کوئی تو ہو گا جس کا مقصود پورا ہوتا ہو گا

پس شدند اِشکستہ پاش ایں صادقاں — لیک کو خود آں شکستِ عاشقاں

پس یہ سچے انسان اس کی وجہ سے شکستہ پا ہوئے ہیں — لیکن عاشقوں کی (سی) شکستگی کہاں ہے!

---

1. چوں قضا۔ جب انسان کی تدابیر ناکام ہوتی ہیں تو اس کو قضاءِ خداوندی اور خدا کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے۔ عزائم۔ عزیمۃ کی جمع ہے، پختہ ارادہ۔

2. عزمہا۔ یعنی کبھی ارادے کی تکمیل ہو جاتی ہے وہ اس لیے کہ انسان بالکل مایوس نہ ہو جائے اور ارادے اور نیت کو بالکل نہ چھوڑ بیٹھے۔ ور نکاریدے۔ اگر بالکل ارادہ کرنا چھوڑ دے گا تو ارادے کے فسخ ہونے سے جو معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ نہ ہو گی۔ عاقلاں۔ اہل عقل باوجود ارادے کی پختگی کے پھر محرومی سے ذاتِ خداوندی کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔

3. بے مرادی۔ مقصد سے محرومی بہشت کی راہبر بنتی ہے اسی لیے حدیث شریف میں ہے حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ "جنت کو ناپسندیدگیوں سے گھیر دیا گیا ہے۔" یعنی جنت میں جانے کے وہ اسباب ہیں جو انسان کو ناگوار گزرتے ہیں۔ پس۔ اپنی محرومی سے انسان اس ذات کو پہچانتا ہے جس کے ارادے سے مراد لامحالہ حاصل ہوتی ہے یعنی ذاتِ خداوندی۔ پس۔ اہل عقل کی نامرادی جبری اور اضطراری ہے۔ عاشقانِ حق کی کسر نفسی اور نامرادی اختیاری ہے۔

Marfat.com

عاقلاں اشکستہ اش از اضطرار — عاشقاں اشکستہ با صد اختیار

اہل عقل، مجبوری سے اس کے شکست (پا) ہیں — عاشق سو اختیاروں کے باوجود شکستہ (پا) ہیں

عاقلانش[1] بندگانِ بندی اند — عاشقانش شکرّی و قندی اند

عقلمند اس کے قیدی غلام ہیں — اس کے عاشق شکر اور قند کھانے والے ہیں

اِئتِیَا کَرْھًا مہارِ عاقلاں — اِئتِیَا طَوْعًا مہارِ بیدلاں

''تم دونوں جبراً آؤ'' اہل عقل کی مہار ہے — عاشقوں کی مہار ''تم دونوں کو خوشی سے آؤ'' ہے

نظر کردن پیغمبر علیہ السلام باسیراں و تبسم کردن و گفتن کہ

عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ یُجَرُّوْنَ اِلَی الْجَنَّةِ بِالسَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں کو دیکھنا، اور مسکرانا، اور فرمانا کہ مجھے اس قوم پر تعجب آتا ہے جو جنت کی جانب بیڑیوں اور طوقوں کے ذریعہ کھینچی جاتی ہے

دید پیغمبر یکے جوقِ اسیر — کہ ہمی بُردند و ایشاں در نفیر

پیغمبر ﷺ نے قیدیوں کی ایک جماعت دیکھی — کہ وہ ان کو لے جا رہے ہیں اور وہ رو رہے ہیں

دید شاں در بند آں آگاہ شیر — می نظر کردند در وَے زیر زیر[2]

اس بیدار شیر نے ان کو قید میں دیکھا — وہ (قیدی) نیچی نظروں سے ان (آنحضور ﷺ) کو دیکھ رہے تھے

تا ہمی خائید ہریک از غضب — بر رسولِ صدق دندانہا و لب

حتیٰ کہ ہر ایک غصے سے چبا رہا تھا — دانت اور ہونٹ سچے رسول ﷺ پر

زہرہ نے با آں غضب کہ دَم زنند — زانکہ در زنجیر قہر دہ من اند

باوجود اس غصہ کے کسی کی طاقت نہ تھی کہ دم مارے — کیونکہ وہ قہر کی دس سیر (وزنی) زنجیر میں تھے

می کشاند شاں موکل[3] سوئے شہر — می برد از کافرستاں شاں بقہر

سپاہی ان کو شہر کی جانب لے جا رہا تھا — ان کو کفرستان سے جبراً لے جا رہا تھا

نے فدائے میستاند نے زرے — نے شفاعت میرسد از سَرورے

نہ وہ فدیہ لیتا ہے نہ روپیہ — نہ کسی سردار کی سفارش آتی ہے

رحمتِ عالم ہمی گویند و اُو — عالمے را می بُرد حلق و گلو

اس کو رحمت عالم کہتے ہیں، اور وہ — ایک جہان کا گلا اور حلق کاٹتا ہے

---

[1] عاقلانش۔ اہل عقل مجبوری کے بندے ہیں عاشقانِ خدا اس محرومی میں وصل حق کی نعمتیں حاصل کرتے ہیں۔ ایتیا۔ قرآن پاک میں ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا یعنی ''پھر حضرت حق تعالیٰ آسمان پر مستوی ہوا اور وہ ایک دھواں تھا پھر اس سے اور زمین سے کہا تم دونوں فرمانبرداری کرو خوشی سے یا جبرا۔ یعنی اہل عقل کی اطاعت کَرْھًا کی مصداق ہے اور عاشقوں کی اطاعت طَوْعًا کی مصداق ہے۔ نظر کردن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کچھ لوگ طاعت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جیسے کہ کفار جو جنگ میں قید ہو کر آئے اور پھر اسلام لا کر اطاعت خداوندی میں لگے۔ جوق۔ جماعت۔ نفیر۔ آہ و بکا۔ آگاہ شیر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] زیر زیر۔ یعنی وہ قیدی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دزدیدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ تا ہمی۔ وہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر غضب ناک تھے۔

[3] موکل۔ سپاہی۔ کافرستان۔ یعنی ان کا وطن۔ نے فدائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان قیدیوں کا فدیہ قبول نہ کر رہے تھے اور نہ روپیہ پیسہ اور نہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سفارش پہنچ سکی تھی۔ رحمت عالم۔ وہ قیدی دل میں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ان کو لوگ رحمت عالم کہتے ہیں حالانکہ یہ لوگوں کا گلا کاٹ رہے ہیں۔

Marfat.com

با ہزار انکار[1] می رفتند راہ — زیرِ لب طعنہ زناں بر کارِ شاہ

وہ ہزار انکار کے ساتھ راستہ طے کر رہے تھے — شاہ کے کام پر چپکے چپکے طعنہ زنی کرتے ہوئے

چارہا کردیم و اینجا چارہ نیست — خود دلِ ایں مردکم از خارہ نیست

ہم نے بہت تدبیریں کیں اور یہاں کوئی تدبیر (کارگر) نہیں ہے — خود اس شخص کا دل، پتھر سے کم نہیں ہے

ما ہزاراں مرد کارِ الپ ارسلاں — با دو سہ عریان و ست و نیم جاں

ہم ہزاروں بہادر شیر — دو تین ننگوں، ست اور کمزوروں کے ساتھ ہیں

اینچنیں درر ماندہ ایم از کجرویست — یا ز اختر ہاست یا خود جادوئی ست

ہم ایسے عاجز ہیں یہ (ہمارا) ٹیڑھا پن ہے — یا ستاروں کی وجہ سے یا جادوگری سے

بختِ مارا بر درید آں بختِ او — تختِ ما شد سرنگوں از تختِ او

ہمارے نصیبے کو اس کے نصیبے نے چاک کر دیا — ہمارا تخت اس کے تخت سے اوندھا ہو گیا

کارِ او از جادوئی گر گشت زفت — جادوئی کردیم ماہم چوں نرفت

مگر اس کا معاملہ جادوگری کی وجہ سے بھاری پڑ گیا ہے — ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا؟

تفسیر ایں آیہ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا[2] فَقَدْ جَآءَ كُمُ الْفَتْحُ طاعناں میگفتند کہ از ما و محمد ﷺ آنکہ بر حق ست فتح و نصرتش بدہ وایں سخن بداں میگفتند کہ گماں داشتند خود برحق اند و طالبِ حق بے غرض اکنوں محمد ﷺ منصور شد

اس آیت کی تفسیر اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو بے شک فتح ہو گی، معترضین کہتے تھے کہ ہم میں اور محمد ﷺ میں جو حق پر ہے اس کی فتح اور مدد کر، اور وہ یہ بات اس لیے کہتے تھے کہ ان کا گمان تھا کہ وہ خود حق پر ہیں اور اب حق کا بے غرض طلب گار محمد ﷺ فاتح بن گیا

از بتاں[3] و از خدا درخواستیم — کہ بکَن ما را اگر ناراستیم

ہم نے بتوں اور خدا سے درخواست کی — کہ اگر ہم غلط ہیں تو ہمیں (جڑ سے) اکھاڑ دے

وانکہ حق و راست ست از ما و او — نصرتش دہ نصرتِ او را بجو

ہم میں اور اس میں سے جو حق اور سچائی پر ہے — اس کی مدد کر، اس کا مددگار بن

ایں دعا بسیار کردیم و صلات — پیشِ لات و پیشِ عزیٰ و منات

ہم نے یہ دعا، درود بہت کیے — لات کے آگے، عزیٰ اور منات کے آگے

---

1. با ہزار انکار۔ وہ دل دل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعنہ زنی کر رہے تھے۔ چارہا۔ ہم نے اپنی کامیابی کی بہت تدبیریں کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ خارہ۔ ایک قسم کا پتھر ہے جو بہت سخت ہوتا ہے۔ مردکار۔ بہادر۔ الپ ارسلاں۔ الپ بہادر، ارسلان درندہ شیر۔ با دو سہ۔ یعنی چند بے سروسامان کمزور لوگوں سے شکست کھا کر قیدی بنے ہوئے جا رہے ہیں۔ ایں چنیں۔ اس کی وجہ ہماری غلط روی ہے یا ہم پر ستاروں کی نحوست ہے یا جادو ہوا ہے۔ کارِ او۔ پھر دل میں کہتے تھے کہ اگر ان کا جادو چلا ہے تو ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا۔
2. اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَ كُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ”یعنی اے مکہ والو! تم فتح مانگتے تھے کہتے تھے کہ جو حق پر ہو اس کو فتح ہو تو فتح آ گئی اب اگر تم باز رہو گے تو تمہارے لیے بہتر ہے اور تم چلنے تو ہم بھی پلٹیں گے اور تمہارا جتھا تمہیں فائدہ نہ پہنچا سکے گا خواہ وہ کتنا ہی زیادہ ہو اور بے شک اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔
3. از بتاں۔ کفار کہتے تھے کہ ہم نے بتوں اور خدا سے دعائیں مانگی تھیں کہ جو حق پر ہو اس کو فتح دے دے۔ پیش۔ لات اور منات اور عزیٰ بتوں کے نام ہیں۔

Marfat.com

کہ اگر حق ست او پیداش کن — گر نباشد حق زبونِ ماش کن

کہ اگر وہ برحق ہے اس کو نمایاں کر دے — (اور) اگر وہ حق پر نہیں ہیں ہم سے مغلوب کر دے

چونکہ[1] وادیدیم او منصور بود — ما ہمہ ظلمت بدیم او نور بود

جبکہ ہم نے کھلا دیکھ لیا، کہ وہ فاتح رہا — (اور) ہم سب تاریکی تھے، وہ نور تھا

ایں جوابِ ماست کانچہ خواستید — گشت پیدا کہ شما ناراستید

یہ ہمارے لیے جواب ہے، کہ جو تم نے چاہا — واضح ہو گیا کہ تم غلط ہو

باز ایں اندیشہ را از فکرِ خویش — کور می کردند و دفع از ذکرِ خویش

وہ پھر اس خیال کو اپنے فکر سے — بے فروغ بناتے تھے اور اپنی یاد سے منع کرتے تھے

کایں تفکرِ ماہم از اِدبار رُست — کہ صوابِ او شود در دل دُرست

کہ ہمارا یہ خیال بھی بدبختی سے پیدا ہوا ہے — تاکہ ان کی حقانیت دل میں بیٹھ جائے

خود چہ شد گر غالب آمد چند بار — ہر کسے را غالب آرد روزگار

اگر وہ چند مرتبہ غالب ہو گیا تو کیا ہوا؟ — زمانہ کسی کو بھی غالب کر دیتا ہے

ماہم از ایامِ بخت آور شدیم — بارہا بر وے مظفر آمدیم

ہم بھی زمانے سے نصیبہ ور ہوئے ہیں — کئی بار اس پر فتح مند ہوئے ہیں

باز می گفتند[2] اگرچہ او شکست — چوں شکستِ ما نبود او زِشت و پست

وہ پھر کہتے کہ اگر اس نے شکست (کھائی ہے) — وہ ہماری شکست کی طرح بری اور ذلیل نہ تھی

زانکہ بختِ نیک او را در شکست — داد صد شادیِ پنہاں زیرِ دست

کیونکہ نیک نصیبے نے اس کو شکست میں — سو پوشیدہ خوشیاں قبضے میں دے دیں

کو[3] باشکستہ نمیمانست ہیچ — کہ نہ غم بودش دراں نے پیچ پیچ

وہ کبھی شکست خوردہ کی طرح نہیں بنا — کیونکہ اس کو اس میں نہ کوئی غم ہوا نہ پریشانی

چوں نشانِ مومناں مغلوبی ست — لیک در اِشکست مومن خوبی ست

چونکہ مومنوں کی پہچان مغلوب ہونا ہے — لیکن مومن کی شکست میں بھلائی ہے

گر تو مشک و عنبرے را بشکنی — عالمے از فیح ریحاں پُر کنی

اگر تو مشک اور عنبر توڑے گا — ایک جہان کو خوشبو کی مہک سے بھر دے گا

---

1. چونکہ۔ اب جبکہ مسلمانوں کو فتح ہو رہی ہے تو یقیناً یہ لوگ حق پر ہیں۔ ایں۔ مسلمانوں کی فتح مندی ہماری دعاؤں کی قبولیت ہے۔ باز۔ پھر اس خیال کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرتے کہ اگر غلبہ حقانیت کی دلیل ہے تو ہم بھی کئی بار غالب آ چکے ہیں۔

2. باز می گفتند۔ پھر اپنے اس خیال کی تردید کرتے اور سوچتے کہ ہماری شکست اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے ہم شکست سے پست ہوتے ہیں اور مسلمان شکست کھا کر اور ابھرتے ہیں۔ زانکہ۔ مسلمان شکست سے پست ہمت نہیں بنتے ہیں بلکہ ان میں قوتِ ایمانی اور بڑھ جاتی ہے۔

3. کو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم شکست سے کبھی شکستہ خاطر نہیں ہوئے۔ چوں نشاں۔ مسلمان کی بے سروسامانی اس کے ایمان کی علامت ہے اور مومن کی شکست اس کے اعمال واخلاق کی اصلاح کر دیتی ہے۔ گر تو۔ مولانا مسلمانوں کی شکست میں مضمر خوبی کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ مشک و عنبر کی ڈلی کو اگر توڑ دیا جائے تو اس کی خوشبو زیادہ مہکنے لگتی ہے۔ فیح۔ مہک، لپٹ۔

Marfat.com

در شکستی ناگہاں سرگین خر[1] خانہا پُر گند گردد سر بسر

اگر تو اچانک گدھے کی لید کو توڑے گا سارے مکانات بدبو سے بھر جائیں گے

کہ کند خود مشک باسرگیں قیاس آب را بابول و اطلس با پلاس

مشک کو لید پر کوئی قیاس کرے گا؟ پانی کو پیشاب پر اور اطلس کو ٹاٹ پر کوئی قیاس کرے گا؟

سر آنکہ بے مراد باز گشتنِ رسول علیہ السلام از حدیبیہ حق تعالیٰ لقب آں فتح کرد کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا بصورتِ غلق بود و بمعنی فتح چنانچہ شکستنِ مشک بظاہر شکستن ست و بمعنی درست کردن ست مشکیِ او را و تکمیلِ فوائد اوست

اس کا راز کہ بغیر مقصد پورا کیے ہوئے آنحضورﷺ کے حدیبیہ سے واپس آنے کو اللہ تعالیٰ نے فتح کا لقب دیا کہ "ہم نے آپ کو کھلی فتح دی" بظاہر بندش تھی حقیقتاً فتح جیسے کہ مشک کی شکستگی بظاہر شکستگی اور حقیقتاً اس کے مشک پن کو ٹھیک کرنا ہے اور اس کے فائدوں کو مکمل کرنا ہے

وقتِ برگشتِ حدیبیہ رسولؐ در تفکر بود و غمگین و ملول

حدیبیہ سے واپسی پر رسولﷺ فکر میں تھے اور غمگین اور ملول (تھے)

ناگہاں[2] اندر حقِ شمعِ رُسل دولت اِنَّا فَتَحْنَا زد دُہل

رسولوں کی شمع کے حق میں اچانک دولت نے انا فتحنا کا ڈھول بجا دیا

آمدش پیغام از دولت کہ رو تو ز منعِ ایں ظفر غمگیں مشو

دولت کی جانب سے انکو پیغام آیا کہ چلے جایئے آپ اس فتح کے رکنے سے غمگین نہ ہوں

کاندریں خواری بنقدست فتحہاست تک فلاں قلعہ فلاں بقعہ تراست

اس ذلت میں آپ کی فوری فتوحات ہیں یہ فلاں قلعہ، فلاں علاقہ آپؐ کا ہے

بنگر[3] آخر چونکہ وا گردید تفت بر قریظہ، بر نضیر از وے چہ رَفت

دیکھ، جب وہ جلدی سے واپس آ گئے ان کی جانب سے قریظہ اور نضیر پر کیا گزری

---

[1] سرگین خر۔ کافروں کی شکست کی مثال یہ ہے کہ گدھے کی لید کو اگر کرید دیا جائے تو اس کی بدبو اور پھیل جاتی ہے۔ کہ کند۔ مسلمانوں کی شکست اور کافروں کی شکست کو ایک سمجھنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی لید اور مشک کو یا پانی اور پیشاب کو یا اطلس اور ٹاٹ کو ایک سمجھے۔ انا فتحنا۔ مسلمانوں کی شکست چونکہ مزید تقویت کا باعث ہے اسی لیے قرآن نے حدیبیہ کی ناکامی کو فتح قرار دیا تھا۔ حدیبیہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی جماعت مدینہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئی مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ کیا گیا۔ مکہ کے کفار مکہ میں داخلہ سے مانع آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلح کر کے بغیر عمرہ کئے واپس آ گئے تھے یہ صلح بظاہر مسلمانوں کی شکست تھی لیکن حقیقتاً یہ فتح تھی جیسے کہ آئندہ کے واقعات نے ثابت کر دیا تھا۔

[2] ناگہاں۔ حدیبیہ سے ناکام واپسی کو قرآن نے فتح مبین سے تعبیر کیا ہے۔ آمدش۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ عمرہ کے بغیر واپس ہو جاؤ اور اس ناکامی سے رنجیدہ نہ ہو۔ کاندریں۔ یہ ناکامی بہت سی فتوحات کا سبب بنے گی۔ بقعہ۔ یعنی زمین کا علاقہ۔

[3] بنگر۔ بنی قریظہ اور بنی النضیر یہود کے دو قبیلے تھے جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھے ان کی معاہدہ شکنی کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ صلی وسلم ان کو حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے ہی جلاوطن کر چکے تھے۔ بنی النضیر ۴ ہجری میں اور بنی قریظہ ۵ ہجری میں غزوہ خندق کے فوراً بعد جلاوطن کر دیے گئے تھے۔ حدیبیہ کا واقعہ ۶ ہجری کا ہے البتہ ان میں سے کچھ لوگ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور خیبر ۷ ہجری میں فتح ہوا۔ اب اگر مولانا کی مراد فتح خیبر ہے تو مولانا کا فرمانا سیرت کی کتب کے مطابق ورنہ مخالف ہے۔

Marfat.com

قلعہا ہم گردِ آں دو بقعہا
ان دونوں کے علاقوں کے آس پاس کے قلعے بھی

شد مسلم و ز غنائم نفعہا
فتح ہو گئے، اور غنیمتوں کے سبب نفع (ہوئے)

ور نباشد[1] آں تو بنگر کایں فریق
اگر یہ بھی نہ ہو تو دیکھ لے یہ لوگ

بر غم و رنج اند مفتون و عشیق
رنج و غم کے شیدا، اور فریفتہ ہیں

زہر خواری را چو شکر می خورند
وہ ذلت کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں

خارِ غمہا را چو اشتر میچرند
غموں کے کانٹے کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں

بہرِ عینِ غم نہ از بہرِ فرج
صرف غم کے لیے، نہ کہ خوشی کے لیے

ایں تسافل پیشِ ایشاں چوں درج
یہ تنزل ان کے لیے مراتب کی طرح ہے

آنچناں شاداند اندر قعرِ چاہ
وہ کنویں کی گہرائی میں، ایسے خوش ہیں

کہ ہمی ترسند از تخت و کلاہ
کہ تخت و تاج (کے حاصل ہونے) سے ڈرتے ہیں

در فقیری[2] ہر یکے صد شہر یار
ہر ایک فقیری میں سیکڑوں شاہوں کی طرح ہے

در خزانِ فاقہ صد ہچوں بہار
فاقے کی خزاں میں سیکڑوں بہاروں کی طرح ہے

ہر کجا دلبر بود خود ہم نشیں
جہاں کہیں محبوب خود ساتھی ہو

فوقِ گردون ست نے زیرِ زمیں
وہ آسمان پر ہے، نہ کہ زمین کے نیچے

تفسیرِ حدیثِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ لَا تُفَضِّلُونِی عَلٰی یُونُسَ بْنِ مَتّٰی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تفسیر کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو

گفت پیغمبرؐ کہ معراجِ مرا
پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ میری معراج

نیست بر معراجِ یونسؑ اجتبا
یونس علیہ السلام کی معراج سے پسندیدہ نہیں ہے

آنِ من بر چرخ و آنِ او نشیب
(حالانکہ) میرا مقام آسمان پر اور ان کا مقام پستی میں ہے

زانکہ قربِ حق بروںست از حسیب
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب اس حساب سے بالاتر ہے

قرب، نے بالا نہ پستی رفتن ست
قرب نہ اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے

قربِ حق از حبسِ ہستی رستن ست
اللہ کا قرب وجود کی قید سے چھوٹنا ہے

---

[1] ورنباشد۔ اگر فتوحات اور غنیمتیں نہ بھی ہوں تو تب بھی یہ جماعت وہ ہے، جس کو رضا کا وہ مقام حاصل ہے کہ جس میں غم بھی اسی طرح خوشگوار ہوتا ہے جس طرح خوشی۔ حضرت رابعہ بصریہؒ نے فرمایا کہ سالک کو رضا کا مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ غم بھی اس کے لیے ایسا ہی خوشگوار ہو جیسا کہ خوشی۔ بہرِ غم۔ یعنی غم ان کو اس لیے خوشگوار نہیں ہے کہ وہ کسی خوشی کا پیش خیمہ ہے۔ قعرِ چاہ۔ ذلت ان کو اس قدر پیاری ہوتی ہے کہ اس کے زوال اور تخت شاہی حاصل ہو جانے سے ڈرتے ہیں۔

[2] درفقیری۔ یہ لوگ فقر میں شہنشاہی اور خزاں میں بہار کے لطف اٹھاتے ہیں۔ ہر کجا۔ جبکہ کنویں کی گہرائی میں ان کو معیت حق حاصل ہے تو وہ آسمان کی بلندی سے بہتر ہے۔ تفسیر۔ اس حدیث کی تفسیر سے مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اصل معیت حق ہے اونچائی نیچائی میں خود کوئی فضیلت اور بڑائی نہیں ہے۔

[3] معراجِ یونس۔ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں سمندر کی گہرائی میں معراج حاصل ہوئی۔ آنِ من۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج آسمانوں کی بلندی پر حاصل ہوئی۔ قربِ حق۔ قرب حق حاصل ہوتے ہوئے اونچائی نیچائی کوئی چیز نہیں۔ قرب۔ اللہ کا قرب بلندی اور پستی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ترکِ ہستی سے ہوتا ہے۔

نیست[1] را چہ جائے بالا پست و زیر
فنائیت کے لیے کیا اونچائی کیا نیچائی

نیست را نے زود و نے دور ست و دیر
فنائیت کے لیے نہ جلدی ہے، نہ دور اور دیر ہے

کارگاہِ گنجِ حق در نیستی ست
اللہ کے خزانہ کا کارخانہ فنائیت میں ہے

غرۂ ہستی چہ دانی نیست چیست
تو ہستی کے دھوکے میں ہے تو کیا سمجھے کہ فنائیت کیا ہے؟

حاصل ایں اشکستِ ایشاں اے کیا
خلاصہ یہ ہے، اے بزرگ! ان کی شکست

می نماند ہیچ با اشکستِ ما
ہماری شکست سے کسی طرح مشابہ نہیں ہے

آنچناں شاد اند در ذُل و تلف
وہ ذلت، اور تباہی میں اس طرح خوش ہیں

ہمچو ما در وقتِ اقبال و شرف
جس طرح ہم اقبال مندی، اور بڑائی میں

برگِ بے برگی ہمہ اقطاعِ اوست
پوری بے سر و سامانی کا سامان اس کی جاگیر ہے

فقر و خواری افتخارست و علوست
فقر اور ذلت، فخر اور بڑائی ہے

آں یکے[2] گفت از چناں ست آں فرید
ایک نے کہا، اگر وہ یکتا ایسا ہے

چوں بخندید او چو ما را بستہ دید
تو وہ کیوں ہنسا جبکہ اس نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا؟

چونکہ اُو مُبدَل شدست و شادیش
جبکہ اس میں تبدیلی ہو چکی ہے، اور اس کی خوشی

نیست زیں زندان و زیں آزادیش
اس قید اور اس آزادی سے (متعلق) نہیں ہے

پس بقہرِ دشمناں چوں شاد شد
تو وہ دشمنوں کے مغلوب ہونے سے کیوں خوش ہوا ہے

چوں ازیں فتح و ظفر پُر باد شد
اس فتح اور کامیابی سے کیوں مغرور بنا ہے؟

شاد شد[3] جانش کہ بر شیرانِ نر
اسکی جان خوش ہوئی کیونکہ بہادر شیروں پر

یافت آساں نصرت و دست و ظفر
آسانی سے فتح، اور قابو، اور ظفر پا لی

پس بدانستیم کو آزاد نیست
تو ہم جان گئے کہ وہ آزاد نہیں ہے

جز بدنیا دل خوش و دل شاد نیست
دنیا کے سوا کسی چیز سے خوش دل، اور مسرور نہیں ہے

ورنہ چوں خندد کہ اہل آں جہاں
ورنہ کیوں ہنستا، جبکہ اس جہان والے

بر بد و نیک اند مشفق مہرباں
اچھے اور بُرے پر مشفق اور مہربان ہیں

ایں ہمی گفتند در زیرِ زباں
وہ آہستہ سے یہ کہہ رہے تھے

آں اسیراں باہم اندر بحثِ آں
وہ قیدی آپس میں اس کی بحث میں

---

1. نیست۔ جب مقامِ فنا حاصل ہو جائے تو زمان و مکان کی اونچ نیچ سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ کارگاہ۔ فنائیت کے بعد اسرارِ خداوندی ظاہر ہوتے ہیں جو شخص ہستی میں پھنسا ہے وہ فنائیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ حاصل۔ یہاں سے پھر ان قیدیوں کا مقولہ شروع ہوتا ہے انہوں نے کہا ہماری اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے۔ آنچناں۔ وہ شکست میں بھی اس قدر خوش ہوتے ہیں جس طرح کہ ہم فتح میں۔ برگ۔ بے سروسامانی ان کا سامان ہے فقر اور ذلت میں فخر سمجھتے ہیں۔
2. آں یکے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فنائیت پر اس شخص نے اعتراض کیا کہ اگر ان کو مقامِ فنائیت حاصل ہے اور وہ اللہ کے مقرب ہیں تو ہماری تباہی پر کیوں خوش ہو رہے ہیں۔ اگر ان میں بالکل تبدیلی آ گئی ہے اور ان کی خوشی ہماری قید اور اپنی آزادی سے متعلق نہیں ہے تو پھر ہمیں قید میں دیکھ کر کیوں ہنسے اور اپنی کامیابی پر کیوں مغرور ہیں۔
3. شاد شد۔ یقیناً ان کی خوشی اسی بنا پر ہے کہ ہم جیسے شیروں پر انہوں نے فتح پائی ہے۔ پس۔ اس بات سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہستی سے آزاد نہیں ہیں اور وہ ایک دنیادار ہیں۔ اہلِ آں جہاں۔ اللہ والے تو سب انسانوں پر مہربان ہوتے ہیں خواہ انسان بھلے ہوں یا برے ہوں۔

Marfat.com

تا مؤکل نشنود در ما جهد — ایں سخن[1] در گوشِ آں سلطاں نہد

تاکہ سپاہی نہ سن لے، اور ہم پر کود پڑے — یہ بات اس بادشاہ کے کان میں رکھ دے۔

آگاہ شدنِ پیغمبر علیہ السلام از طعنِ ایشاں بر شماتتِ او

خوشی پر ان کی طعنہ زنی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقف ہو جانا

گرچہ نشنید آں مؤکل ایں سخن — رفت در گوشے کہ بد آں منِ لدن

اگرچہ اس سپاہی نے یہ بات نہ سنی — اس کان میں پہنچ گئی جو کہ اللہ کیجانب سے تھا

بوئے پیراہانِ یوسفؑ را ندید — آنکہ حافظ بود یعقوبش شنید

(حضرت) یوسف علیہ السلام کے لباس کی خوشبو نہ محسوس کی — اس نے جو محافظ تھا، اس کو یعقوب علیہ السلام نے محسوس کیا

آں شیاطیں بر عنانِ آسماں — نشنوند آں سِرِّ لوحِ غیب داں

وہ شیاطین، آسمان کی بلندی پر — غیب کے جاننے والے کی لوح کے راز کو نہیں سنتے ہیں

آں محمدؐ خفتہ و تکیہ زدہ — آمدہ سِرّ گردِ اُو گرداں شدہ

محمد ﷺ سوئے ہوئے، اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں — راز آیا (اور) اس نے ان کے گرد چکر لگائے

آں خورد[2] حلوا کہ روزیش ست باز — آں نہ کانگشتانِ او باشد دراز

حلوا وہ کھاتا ہے، جس کی روزی کشادہ ہو — نہ کہ وہ جس کی انگلیاں لمبی ہوں

نجمِ ثاقب گشتہ حارس دیوراں — کہ بہل دُزدی ز احمدؐ سِرّ ستاں

ٹوٹنے والا ستارہ نگہبان اور شیطان کو بھگانیوالا بنگیا — کہ چوری چھوڑ، احمد ﷺ سے راز حاصل کر

اے دویدہ[3] سوئے دُکاں از پگاہ — ہیں بمسجد رو بجو رزق از الٰہ

اے صبح سے دکان کی جانب دوڑے ہوئے — خبردار! مسجد میں جا، اللہ سے روزی مانگ

فہم کردنِ رسول علیہ السلام ضمیر آں اسیراں را

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان قیدیوں کے دل کی بات سمجھ جانا

پس رسولؐ آں گفتِ شاں را فہم کرد — گفت آں خندہ نبودم از نبرد

پس رسول ﷺ ان کی وہ گفتگو سمجھ گئے — فرمایا وہ میرا ہنسنا، جنگ کے معاملہ میں نہ تھا

---

[1] ایں۔ یہ باتیں وہ قیدی آہستہ آہستہ آپس میں کررہے تھے تاکہ سپاہی نہ سن پائے۔ آگاہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خفیہ باتیں سن لیں۔ اس لیے کہ آپ کے کان اس جہان کے کان نہ تھے بلکہ وہ خدائی کان تھے جن کے لیے آہستہ بات اور بلند آواز کی بات یکساں ہے۔ بوئے۔ جن لوگوں کو قربِ الٰہی حاصل ہوجاتا ہے وہ صفاتِ حق سے متصف ہوجاتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو اس محافظ کو نہ پہنچی جو قمیص لیے جارہا تھا باوجود دور ہونے کے حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچ گئی۔ آں شیاطین۔ لوحِ محفوظ کے اسرار شیاطین آسمانوں پر پہنچ کر بھی نہیں سن پاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ رہتے ہوئے سن لیتے تھے۔

[2] آں خورد۔ یعنی حلوا دست درازی سے نہیں ملتا ہے، مقدر سے ملتا ہے، یہی حال اسرار خداوندی کا ہے۔ نجم ثاقب۔ جب شیاطین آسمانی راز معلوم کرنے کے لیے آسمان پر چڑھتے ہیں تو ستارے ان پر ٹوٹتے ہیں اور وہ ان کو بھگا دیتے ہیں۔ ز احمد۔ اسرار خداوندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کرو۔

[3] اے دویدہ۔ روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے دکان نہیں ہے لہٰذا اس سے روزی مانگو۔ فہم کرد۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور وحی۔ ان کی گفتگو کا علم ہوگیا۔ نبرد۔ یعنی میں جنگ کے معاملہ میں نہیں مسکرا رہا تھا۔

Marfat.com

مُردہ[1] اند ایشاں و بوسیدہ فنا
وہ مُردہ ہیں، اور فنا سے گلے ہوئے ہیں
خود کیند ایشاں کہ مہ گردد شگاف
وہ کیا ہیں، بلکہ چاند پھٹ جاتا ہے
آنکہے کازاد بودید و مکیں
جس وقت کہ تم آزاد اور مقیم تھے
اے بنازیدہ بہ ملک و خانداں
اے وہ جو سلطنت، اور خاندان پر نازاں ہیں
نقشِ تن را تا فتاد ازبامِ طشت
جب سے جسم کا طشت بام سے گرا ہے
بنگرم در غورہ مے بینم عیاں
میں انگور کا کچا خوشہ دیکھتا ہوں، تو شراب دیکھ لیتا ہوں
بنگرم[2] سِرِّ عالمے بینم نہاں
میں عالم غیب کو دیکھتا ہوں تو ایک پوشیدہ جہان دیکھ لیتا ہوں
من شمارا وقتِ ذراتِ اَلست
میں نے تمہیں، الست کی چیونٹیوں کے وقت
از حدوثِ[3] آسمانِ بے عمد
بے ستون کے آسمان کے پیدا ہونے کے بارے میں
من شما را سر نگوں می دیدہ ام
میں نے تمہیں اوندھا دیکھا ہے
نو ندیدم تا کنم شادی بداں
میں نے نئی بات نہیں دیکھی کہ اس پر خوشی مناؤں

مُردہ کُشتن نیست مَردی پیشِ ما
مُردے کو مارنا ہمارے نزدیک بہادری نہیں ہے
چونکہ من پا بفشُرم اندر مصاف
جب میں میدانِ جنگ میں قدم جما لوں
من شمارا بستہ می دیدم چنیں
میں تمہیں ایسا ہی بندھا ہوا دیکھ رہا تھا
نزدِ عاقل اشترے بَر نردباں
(یہ) عقل مند کے نزدیک، سیڑھی پر اونٹ ہے
پیشِ چشمم کل آتِ آت گشت
ہر آنے والی بات میری آنکھ کے سامنے آ گئی ہے
بنگرم در نیست شے بینم عیاں
میں عدم میں نظر کرتا ہوں، تو وجود دیکھ لیتا ہوں
آدم و حوا نرستہ از جہاں
جبکہ آدم اور حوا علیہا السلام دنیا میں نہ پیدا ہوئے تھے
دیدہ ام پا بستہ و منکوس و پست
پا بزنجیر، اور اوندھا، اور ذلیل دیکھا ہے
آنچہ دانستہ بُدم افزوں نشد
جو کچھ میں جان چکا تھا اس سے نہ بڑھا
پیش ازاں کز آب و گل بالیدہ ام
اس سے پہلے کہ میں نے آب و گل سے پرورش پائی ہے
ایں ہمی دیدم دراں اقبال تاں
یہ تو میں تمہارے مقدر میں دیکھ رہا تھا

1. مردہ۔ یعنی یہ کفار درحقیقت مُردہ ہیں اور مُردے کو مارنا کون سی بہادری ہے کہ اس پر خوشی کی جائے۔ کازاد۔ جبکہ وہ جنگی قیدی نہ تھے اور اپنے وطنوں میں مقیم تھے۔ اے۔ خاندان اور سلطنت پر ناز کرنا ایسا ہی ناپائیدار ہے، جس طرح کہ اونٹ کا سیڑھی پر کھڑا ہونا۔ نقش تن۔ جب سے کہ میں جسم کی مادیت سے آزاد ہو گیا ہوں ہر آنے والے واقعہ کو اسی طرح دیکھ لیتا ہوں جیسے کہ وہ میرے سامنے ہے۔ بنگرم۔ انگور سے بننے والی شراب کو اس کے کچے خوشہ میں دیکھ لیتا ہوں۔ کسی چیز کے معدوم ہونے کی حالت میں اس کے وجود کو دیکھ لیتا ہوں۔

2. بنگرم۔ پہلے اشعار میں آنے والی باتوں میں علم کی وسعت کا بیان تھا اس شعر میں گذشتہ واقعات پر علم کی وسعت کا بیان ہے۔ یعنی ازلی واقعات پر بھی میرا علم محیط ہے۔ من شمارا۔ ازل میں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو چیونٹیوں کی شکل میں نکال کر ان سے عہد الست لیا گیا تھا میں نے اسی وقت تمہیں اوندھا دیکھ لیا تھا۔

3. از حدوث۔ کائنات کے بارے میں جو علم مجھے ازل سے حاصل ہوا تھا کائنات کے وجود کے بعد اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ من شما۔ میں نے اپنے عالم ناسوت میں آنے سے قبل ہی تمہیں اوندھا دیکھا تھا۔ نو ندیدم۔ تمہاری شکست میرے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے، جس پر میں ہنسوں۔

Marfat.com

بستہ[1] قہرِ خفی وانگہ چہ قہر
مخفی قہر میں بندھے ہوئے، پھر قہر بھی کیسا!

قند میخوردید و دَر وے درج زہر
تم شکر کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا

ایں چنیں قندے پُر از زہر ار عدو
اگر دشمن، زہر سے بھری ہوئی ایسی شکر

خوش بنوشد چیست حسد آید برو
خوشی سے کھائے تو اس پر کیا حسد ہو سکتا ہے؟

با نشاطِ آں زہر می کردید نوش
تم خوشی سے وہ زہر پی رہے تھے

مرگِ تاں خفیہ گرفتہ ہر دو گوش
تمہاری موت نے مخفی طور پر دونوں کان بند کر دیے تھے

من نمی کردم غزا از بہرِ آں
میں اس لیے جہاد نہیں کرتا ہوں

تا ظفر یابم فرو گیرم جہاں
کہ فتح مند ہوں دنیا پر قبضہ کروں

کایں جہاں جیفہ است و مُردارِ رخیص
یہ دنیا مردار ہے، اور سستا مردار

بر چنیں مُردار چوں باشم حریص
ایسے مردار پر میں کیسے لالچی بن سکتا ہوں؟

سگ نیم[2] تا پُرچم مُردہ کنم
میں کتا نہیں ہوں کہ مردار کی دم کے بال نوچوں

عیسیٰیم آیم کہ تا زندش کنم
عیسیٰ علیہ السلام ہوں (اس لیے) آیا ہوں تاکہ اس کو زندہ کروں

زاں ہمی کردم صفوفِ جنگ چاک
میں نے جنگ کی صفوں کو اس لیے چاک کیا ہے

تا رہانم مر شمارا از ہلاک
تاکہ تمہیں ہلاکت سے رہائی دوں

زاں نمی بُرّم گلوہائے بشر
میں انسانوں کے گلے، اس لیے نہیں کاٹتا ہوں

تا مرا باشد کرّ و فرّ و حشر
کہ میرے لیے شان و شوکت اور اجتماع ہو

زاں ہمی بُرّم گلوئے چند تا
میں چند انسانوں کا گلا اس لیے کاٹتا ہوں تاکہ

زاں گلوہا عالمے یابد رہا
ان گلوں سے دنیا نجات پا جائے

گر شما[3] پروانہ وار از جہلِ خویش
اگر تم نے اپنی نادانی سے پروانوں کی طرح

پیشِ آتش می کنید ایں حملہ کیش
آگ پر اس حملے کو مذہب بنا لیا ہے

من ہمی رانم شمارا ہمچو مست
میں مست کی طرح تمہیں ہٹاتا ہوں

از در افتادن در آتش با دو دست
دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے

بستہ۔ میں نے ازل ہی میں تمہیں قہرِ الٰہی میں جلاد دیکھا تھا اور قہر بھی ایسا جس کو تم مہر سمجھتے ہو۔ ایں چنیں۔ اگر کسی کا دشمن وہ شکر کھائے جس میں زہر ہو تو اس پر حسد کا کوئی موقع نہیں ہے۔ مرگ۔ تمہاری روحانی موت نے تمہارے کان بہرے کر دیے ہیں۔ من نمی کردم۔ میرا جہاد ملک گیری کے لیے نہیں ہے۔ کایں جہاں۔ اس دنیا کی مثال سڑے ہوئے مردار کی سی ہے۔

سگ نیم۔ کتا مردار کھاتا ہے۔ پُرچم۔ دم کے بال۔ عیسیٰ۔ میرا کام لوگوں کو حیاتِ ابدی عطا کرنا ہے۔ زاں۔ میرا جنگ کرنا بھی عالم سے فساد کو رفع کرنے کے لیے ہے۔ تا مرا۔ میں اپنی شان و شوکت کے لیے جہاد نہیں کرتا ہوں۔ گلوئے چند۔ مفسدین کو ختم کر کے عالم میں امن پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

گر شما۔ حدیث شریف میں ہے مَثَلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَاحَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُ الَّتِیْ تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهَا وَجَعَلَ یَحْجُزُهُنَّ وَیَغْلِبْنَهٗ فَیَقْتَحِمْنَ فِیْهَا فَاَنَا اٰخُذُکُمْ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقْتَحِمُوْنَ فِیْهَا یعنی "میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پس جب آگ نے اپنا ماحول روشن کر دیا تو پروانوں اور ان جانوروں نے جو آگ میں گرتے ہیں اس میں گرنا شروع کر دیا اور آگ روشن کرنے والے نے ان کو روکنا شروع کر دیا اور وہ اس پر غالب آتے ہیں پھر آگ میں جا گرتے ہیں پس میں تمہاری کمر پکڑتا ہوں کہ تم کو آگ سے بچاؤں اور تم اس میں گھسے پڑتے ہو۔"

Marfat.com

آنکہ[1] خود را فتحہا پنداشتید — تخمِ منحوسیِ خود می کاشتید

جس کو تم نے اپنی فتوحات سمجھا — تم نے اپنی نحوست کا بیج بویا ہے

یکدگر راجدِّ جد می خواندید — سوئے اژدرہا فرس می راندید

تم ایک دوسرے کو بڑے اصرار سے بلاتے تھے — اژدہوں کی جانب گھوڑا دوڑاتے تھے

قہر می کردید و اندر عینِ قہر — خود شما مقہورِ قہرِ شیرِ دَہر

تم ظلم کرتے تھے، اور عین ظلم میں — تم خود زمانے کے شیر کے غلبہ سے مغلوب ہو گئے

بیانِ آنکہ طاغی در عینِ قاہری مقہورست و در عینِ منصوری ماسور

اس کا بیان کہ سرکش عین قہر میں مغلوب ہے، اور عین فتح مندی میں قیدی ہے

دُزد قہرِ خواجہ کرد و زَر کشید — او دراں مشغول، خود والی رسید

چور نے خواجہ کو مغلوب کیا، اور سونا اکٹھا کیا — وہ اس میں مشغول تھا کہ خود حاکم آ گیا

گر زخواجہ آں زماں بگریختے — کے بَرو والی حشر انگیختے

اگر وہ اس وقت خواجہ کے پاس سے بھاگ جاتا — تو حاکم، اس پر کب قیامت برپا کرتا ہے؟

قاہریِ[2] دُزد مقہوریش بود — ازانکہ قہرِ او سَرِ او را ربود

چور کا غلبہ اس کی مغلوبیت تھی — اس لیے کہ اُس کے غلبہ نے اس کا سر اڑایا

غالبی بر خواجہ دامِ اُو شود — تا رسد والی و بستاند قَوَد

خواجہ پر غلبہ، اس کا جال بن جاتا ہے — حتیٰ کہ حاکم آ پہنچے اور قصاص لے لے

اے کہ تو بر خلق چیرہ گشتۂ — در نبرد و غالبی آغشتۂ

اے وہ کہ تو مخلوق میں غالب آ گیا ہے! — جنگ اور غلبے میں ڈوبا ہوا ہے

آں بقاصد[3] منہزم کردست شاں — تا تُرا در حلقہ می آرد کشاں

اس نے قصداً ان کو پسپا کیا ہے — تاکہ تجھے حلقے میں کھینچ لائے

ہِیں عناں در کش پے ایں منہزم — در مراں تا تو نگردی منخرم

اس پسپا کا پیچھا کرنے سے باگ تھام — نہ چلا تاکہ تو نکٹا نہ بن جائے

چون کشانندت بدیں شیوہ بدام — حملہ بینی بعد ازاں اندر زحام

جب تجھے اس طریقہ پر جال میں کھینچ لائیں گے — اس کے بعد مجمع میں (تو اپنے اوپر) حملہ دیکھے گا

---

1. آنکہ۔ جس کو تم فتح سمجھتے ہو یہی تمہاری نحوست ہے تم ایک دوسرے کو اژدہے کے منہ میں جانے کی دعوت دیتے ہو۔ قہر می کردید۔ یعنی تمہارا ظلم خود اپنے اوپر ظلم تھا اور تم خود اس سے مغلوب ہو۔ بیان۔ اس مثال سے یہ سمجھایا کہ چور خواجہ کو مغلوب کر رہا تھا اور اس میں خود اس کی مغلوبیت تھی۔ ماسور۔ قیدی۔ والی۔ یعنی حاکم اس سے ملنے آ گیا۔ بگریختے۔ اگر وہ چور خواجہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتا تو حاکم کی سزا سے بچ جاتا اور مغلوب نہ ہوتا۔
2. قاہری۔ چور کا خواجہ پر غالب آنا ہی اس کی مغلوبیت کا سبب بن گیا۔ سَرِ او۔ چور نے خواجہ کو قتل کیا تھا اس کے بدلے میں حاکم نے اس کو قتل کرا دیا۔ قود۔ قصاص، جان کے بدلے میں جان لینا۔ اے کہ۔ اللہ تعالیٰ قصداً کفار کو غلبہ عطا فرما دیتا ہے تاکہ وہ غلبہ کے غرور میں مبتلا ہو کر جال میں آ پھنسیں۔ چیرہ۔ غلبہ۔
3. قاصد۔ یعنی قصداً۔ منہزم۔ پسپا۔ ہیں۔ جبکہ غلبہ کا غرور تباہی کا سبب بنتا ہے تو اس غرور میں مبتلا ہو کر پسپا کا پیچھا نہ کرنا چاہیے۔ منخرم۔ سرنگوں، نک کٹا۔ چوں۔ جب غلبہ کا دھوکا دے کر تجھے میدان میں لے آئیں گے تو پھر تجھ پر سخت حملہ ہوگا۔

Marfat.com

عقل[1] ازیں غالب شدن کے گشت شاد
اس غالب آنے سے عقل کب خوش ہوتی ہے؟
چوں دریں غالب شدن دید او فساد
جبکہ اس غالب آنے میں اس نے تباہی دیکھ لی ہے

تیز چشم آمد خرد بینائے پیش
پیش بین عقل تیز آنکھوں والی ہے
کہ خدایش سرمہ کرد از کحلِ خویش
کیونکہ خدا نے اپنے سرمے سے اس کے سرمہ لگایا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ ہستند از فنون
پیغمبر ﷺ نے فرمایا حکمتوں کی وجہ سے ہیں
اہلِ جنت در خصومتہا زبوں
جنتی جھگڑوں میں مغلوب

از کمالِ حزم و سوءَ الظنِ خویش
پوری ہوشیاری اور اپنے ساتھ بدگمانی کی وجہ سے ہے
نے ز نقص و بد دلی و ضعفِ کیش
نہ (عقلی) نقصان اور بزدلی اور مذہب کی کمزوری کی وجہ سے

در فرہ[2] دادن شنیدہ در کمون
غلبہ دینے (کے بارے) میں درپردہ سنے ہوئے تھے
حکمتِ لَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ
لَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ کی حکمت

دست کوتاہی ز کفارِ لعین
ملعون کفار، سے ہاتھ روکنا
فرض شد بہرِ خلاصِ مومنین
مومنوں کی خلاصی کے لیے فرض ہوا

قصۂ عہدِ حدیبیہ بخواں
حدیبیہ کی صلح کا قصہ پڑھو
کَفَّ[3] اَیْدِیَکُمْ تمامت زاں بداں
"اس نے تمہارے ہاتھوں کو روکا" پورا اس سے سمجھ لے

نیز اندر غالبی ہم خویش را
غلبے میں بھی اپنے آپ کو
دید او مغلوب دامِ کبریا
اس نے اللہ کے جال میں مغلوب سمجھا

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ آمد خطاب
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" خطاب آیا
گم شد او وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
تو وہ فنا ہو گیا، اور اللہ ٹھیک کو زیادہ جانتا ہے

---

[1] عقل۔ ایسا غلبہ خوشی کا سبب نہیں ہے۔ کحل۔ سرمہ۔ فنون۔ ہنرمندیاں۔ زبون۔ حدیث شریف میں ہے اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ الْجَنَّۃِ کُلِّ ضَعِیْفٍ مُّتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ یعنی "کیا تمہیں جنتیوں کا پتہ بتادوں ہر وہ کمزور جس نے کمزوری اختیار کی ہو وہ اللہ کے بھروسے قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم ضرور پوری کرے گا۔" از کمال۔ اہل جنت کی کمزوری کمال ہوشیاری اور اپنے افعال سے بدظنی کی بنا پر ہوتی ہے۔ نے۔ کمزوری کبھی عقل کی کمی سے آتی ہے کبھی بزدلی کی وجہ سے کبھی مذہب پر یقین نہ ہونے سے اہل جنت کی کمزوری ان وجوہ سے نہیں ہے۔

[2] درفرہ۔ حدیبیہ کے موقع پر مومنوں کی ظاہری مغلوبیت اور کفار مکہ کے غلبہ کی حکمت قرآن پاک میں بیان فرمائی گئی ہے۔ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْھُمْ اَنْ تَطَئُوْھُمْ فَتُصِیْبَکُمْ مِّنْھُمْ مَّعَرَّۃٌ بِغَیْرِ عِلْمٍ لِیُدْخِلَ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا "اور اگر (شہر مکہ میں) کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں تو ان کے حال سے واقف نہ تھے اور تم ان کو پامال کر ڈالتے نادانستہ تم کو ان کی طرف سے نقصان پہنچ جاتا تو ابھی معاملہ یکسو کرادیا جاتا مگر خدا نے صلح حدیبیہ کے وقت اس حکمت سے لڑائی نہ ہونے دی کہ خدا اس حرم میں جس کو چاہے اپنی رحمت (اسلام) میں داخل کرے۔ اگر مکہ کے رہنے والے مسلمان کہیں کو ٹل گئے ہوتے تو اہل مکہ کو جس جس نے کفر کیا سب کو ہی دردناک عذاب کی سزا دیتے۔" کمون۔ پردہ، چھپنے کی جگہ۔ خلاص۔ یعنی ان مومنوں کے بچاؤ کے لیے جو مکہ میں مقیم تھے۔

[3] کف۔ حدیبیہ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے وَھُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ عَنْھُمْ بِبَطْنِ مَکَّۃَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْھِمْ وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا یعنی "وہ خدا ہی تو ہے جس نے تمہیں کافروں پر فتح دی پیچھے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا اور اس وقت تک تم جو کچھ کرتے تھے اللہ سب دیکھتا تھا۔" نیز اندر۔ غلبہ کے وقت بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو عاجز سمجھتے تھے اور غلبہ محض تائید خداوندی سے جانتے تھے۔ مَا رَمَیْتَ۔ جنگ بدر میں جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی مٹی پھینکی تھی اور اس سے کفار مغلوب ہوئے تو اس کے بارے میں قرآن میں فرمادیا گیا وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی یعنی "جبکہ تم نے مٹی پھینکی تو تم نے نہیں پھینکی اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔"

Marfat.com

زاں[1] نمی خندم من از زنجیرِ تاں
میں تمہاری زنجیر سے اس لیے نہیں ہنستا ہوں
کہ بگردم ناگہاں شبگیر تاں
کہ میں نے تمہیں اچانک رات میں گرفتار کر لیا

زاں ہمی خندم کہ با زنجیر و غلّ
میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ زنجیر اور طوق کیساتھ
می کشم تاں سوئے سروستان و گل
میں تمہیں لے جا رہا ہوں، سرو اور گل کے باغیچہ میں

اے عجب کز آتش بے زینہارِ
کس قدر عجیب بات ہے کہ بے پناہ، آگ سے
بستہ می آریم تاں تا سبزہ زار
تم کو سبزہ زار کی طرف باندھ کر لا رہا ہوں

از سوئے دوزخ بزنجیرِ گراں
بھاری زنجیر کے ساتھ دوزخ سے
می کشم تاں تا بہشتِ جاوداں
ابدی جنت کی طرف میں تمہیں کھینچ رہا ہوں

ہر مقلد را دریں رہ نیک و بد
ہر مقلد کو اس راستہ میں اچھائی سے یا برائی سے
ہمچناں بستہ بحضرت می کشد
اسی طرح باندھ کر دربار میں کھینچتا ہے

جملہ[2] در زنجیر بیم و ابتلا
سب، خوف اور آزمائش کی زنجیر میں
می روند ایں رہ بغیرِ اولیاء
اولیا کے علاوہ اس راستہ پر چلتے ہیں

می کشند ایں راہ را پیکار وار
اس راستہ پر جنگی طریقہ پر کھینچتے ہیں
جز کسانے واقف از اسرارِ کار
سوائے ان کے جو کام کے بھیدوں سے واقف ہیں

جہد کن تا نورِ تو رخشاں شود
مجاہدہ کر تا کہ تیری روشنی چمک اٹھے
تا سلوک و خدمت آساں شود
تا کہ تیرے لیے چلنا اور حضور رسی آسان ہو جائے

کودکاں[3] را می بری مکتب بزور
تو بچوں کو مکتب میں جبراً لے جاتا ہے
زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
اس لیے کہ وہ فائدوں سے اندھے ہیں

چوں شود واقف بمکتب میدود
جب وہ جان جاتا ہے مکتب میں دوڑا جاتا ہے
جانش از رفتن شگفتہ می شود
اس کی روح جانے سے کھلتی ہے

می رود کودک بمکتب پیچ پیچ
بچہ مکتب میں پیچ و تاب سے جاتا ہے
چوں ندید از مزدکارِ خویش ہیچ
کیونکہ اس نے اپنے کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیکھا ہے

چوں کند در کیسہ دانگے دست مزد
جب ایک دانگ مزدوری تھیلی میں ڈال لیتا ہے
انگہے بیخواب گردد شب چو دزد
تب چور کی طرح رات کو جاگتا ہے

---

1. زاں۔ میری ہنسی اس وجہ سے نہ تھی کہ تم پابہ زنجیر تھے۔ خندم۔ میں تو اس لیے ہنسا تھا کہ میں تمہیں قید کر کے جنت کی طرف لے جا رہا تھا۔ اے عجب۔ اس پر تعجب کر رہا تھا کہ باوجود دشمنی کے تمہیں آگ سے بچا کر جنت کے سبزہ زار میں لے جا رہا ہوں۔ ہر مقلد۔ جب توفیق شامل حال ہوتی ہے تو وہ انسان کو بخوشی یا جبراً راہ راست پر لے آتی ہے۔

2. جملہ۔ عام انسان خوف اور ڈر سے راہ ہدایت پر چلتے ہیں اولیاء اللہ اپنی خوشی اور بصیرت سے راہ راست پر چلتے ہیں۔ پیکار وار۔ یعنی جبراً۔ واقف۔ یعنی جن کو بصیرت قلبی اور نور باطن حاصل ہو گیا ہے۔ جہد کن۔ انسان مجاہدہ کرے تو اس کو نور باطنی حاصل ہو جاتا ہے جس سے راہ ہدایت اس کے لیے آسان ہو جاتی ہے۔

3. کودکاں۔ مقلد بچوں کی طرح ہیں، جن کو اپنے عمل کی مزدوری نظر نہیں آتی ہے۔ چوں شود۔ بچہ کو جب مکتب جانے پر انعام ملے تو مکتب جانے کی خوشی میں اس کی رات کی نیند اڑ جاتی ہے۔

جهد کن تا مزد[1] طاعت در رسد　　بر مطیعاں انگهت آید حسد
کوشش کر تا کہ بندگی کی مزدوری مل جائے　　تب تجھے فرمانبرداروں پر حسد ہو گا

ائتیا کرها مقلد گشته را　　ائتیا طوعا صفا بسرشته را
مقلدوں کے لیے "تم دونوں جبراً آؤ" ہے　　خلوص کی سرشت والوں کے لیے "تم دونوں رضامندی سے آؤ" ہے

ایں محب حق ز بهر علتے　　واں دگر را بے غرض خود خلتے
یہ خدا کا دوست، کسی غرض سے ہے　　اس دوسرے کی خود بے غرض دوستی ہے

ایں محب دایه لیک از بهر شیر　　واں دگر دل داده بهر ایں ستیر
یہ انا کا عاشق ہے، لیکن دودھ کی خاطر　　وہ دوسرا اس پردہ نشین کا دلدادہ ہے

طفل را از حسن او آگاه نے　　غیر شیر او را ازو دلخواه نے
بچے کو اسکے حسن سے واقفیت نہیں ہے　　اس کے دودھ کے علاوہ اس کو کچھ مرغوب نہیں ہے

واں[2] دگر خود عاشق دایه بود　　بے غرض در عشق یک رایه بود
دوسرا خود انا کا عاشق ہوتا ہے　　بلا کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے

پس محب حق باُمید و بترس　　دفتر تقلید می خواند بدرس
لالچ اور ڈر سے، اللہ کا دوست　　تقلید کی کتاب کو درس کے ساتھ پڑھ رہا ہے

واں محب حق ز بهر حق کجاست　　که ز اغراض و ز علتها جداست
وہ اللہ کے لیے، اللہ کا دوست کہاں ہے؟　　جو غرضوں اور علتوں سے جدا ہے

گر چنیں و گر چناں چوں طالب ست　　جذب حق او را سوئے حق جاذب ست
خواہ ایسا ہے خواہ ویسا ہے، جبکہ وہ طلب گار ہے　　اللہ (تعالیٰ) کی کشش اسکو اللہ کیجانب کھینچنے والی ہے

گر محب[3] حق بود لغیره　　کے ینال دائما من خیره
خواہ ماسوا (اللہ) کے لیے اللہ کا دوست ہے　　تاکہ ہمیشہ اس کی خیر حاصل کرے

یا محب حق بود لعینه　　لا سواه خائفا من بینه
یا اس کی ذات کی وجہ سے اس کا دوست ہے　　وہ اس کے سوی سے نہیں اس کے فراق سے ڈرتا ہے

هر دو را ایں جستجوها زاں سرست　　ایں گرفتاری دل زاں دلبر ست
دونوں کی جستجوئیں اسی کی جانب سے ہیں　　یہ دل کی مجبوری اسی دلبر کی جانب سے ہے

---

[1] تا مزد۔ اگر عمل کا ثواب آنکھوں سے نظر آنے لگے تو پھر عبادت گذاروں کو دیکھ کر رشک آنے لگتا ہے۔ ائتیا۔ مقلد کی اطاعت جبری ہے اہل صفا کی اطاعت دل و جان سے ہے۔ ز بہر علتے۔ مقلد کی عبادت اپنی غرض پر مبنی ہوتی ہے۔ واں دگر۔ اہل اللہ کی عبادت محض عشق کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ ایں محب۔ عام انسان کی مثال اس بچے کی سی ہے جو انا سے دودھ کے لالچ میں محبت کرتا ہے۔ واں دگر۔ بالغ مرد، عورت کے عشق کی بنیاد پر گردیدہ ہوتا ہے یہ اہل اللہ کی مثال ہے۔ پس۔ جو لوگ جنت کے لالچ یا دوزخ کے ڈر سے اللہ کے عاشق ہیں وہ تقلیدی سبق پڑھ رہے ہیں۔

[2] واں۔ ایسے عاشق جو محض ذات کی وجہ سے اللہ کے عاشق ہوں اور ان کے عشق میں کوئی غرض نہ ہو بہت نادر ہیں۔ گر چنیں۔ عاشق خواہ مقلد ہو یا منور دل والا، اللہ ہی کی کشش اس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔

[3] گر۔ خواہ وہ عشق میں مقلد ہے اور اس کی جنت کا امیدوار بن کر اس کا عاشق بنا ہے خواہ اس کی ذات کا عاشق ہے اور وہ صرف ہجر سے ڈرتا ہے اور صرف وصال کا طالب ہے دونوں کی طلب منجانب اللہ ہے اور دونوں کا عشق خدا کا پیدا کردہ ہے۔

Marfat.com

جذبِ معشوق[1] عاشق را مِنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُهُ الْعَاشِقُ وَلَا یَرْجُوْهُ وَلَا یَخْطُرُ بِبَالِهٖ وَلَا یَظْهَرُ مِنْ ذٰلِکَ الْجَذْبِ اَثَرٌ فِی الْعَاشِقِ اِلَّا الْخَوْفُ الْمَمْزُوْجِ بِالْیَاْسِ مَعَ دَوَامِ الطَّلَبِ

معشوق کا عاشق کو جذب کرنا اس طریقہ پر کہ عاشق نہ اس کو جانتا ہے اور نہ اس کی امید رکھتا ہے اور نہ اس کے دل میں آتا ہے، اور اس کشش کا اثر عاشق میں کچھ ظاہر نہیں ہوتا ہے سوائے خوف سے ملی ہوئی مایوسی کے مع طلب کی ہمیشگی کے

آمدیم اینجا کہ در صدرِ جہاں / گر نبودے جذبِ آں عاشق نہاں
ہم یہاں آ گئے کہ صدر جہاں میں / اگر اس عاشق کی پوشیدہ کشش نہ ہوتی

ناشکیبا کے بدے او از فراق / کے دواں باز آمدے سوئے وِثاق
وہ جدائی سے بے صبر کب ہوتا؟ / وہ قید کی جانب کب بھاگا آتا؟

میلِ معشوقاں نہانست و ستیر / میلِ عاشق با دو صد طبل و نفیر
معشوقوں کا میلان پوشیدہ، اور چھپا ہوا ہے / عاشق کا میلان دو سو نقاروں اور نفیریوں کے ساتھ ہے

یک حکایت[2] ہست اینجا ز اعتبار / لیک عاجز شد بخاری ز انتظار
عبرت کے لیے یہاں ایک قصہ ہے / لیکن بخاری انتظار میں عاجز آ گیا ہے

ترکِ آں کردیم کو در جستجوست / تا کہ پیش از مرگ بیند رُوئے دوست
ہم نے وہ چھوڑ دیا کیونکہ وہ تلاش میں ہے / تا کہ مرنے سے پہلے محبوب کا چہرہ دیکھ لے

تا رَہد از مرگ و یابد او نجات / زانکہ دیدِ دوست ست آبِ حیات
تا کہ وہ موت سے چھٹکارا پائے اور نجات حاصل کر لے / کیونکہ دوست کا دیدار آب حیات ہے

ہرکہ[3] دید او نباشد دفعِ مرگ / دوست نبود کہ نہ میوہستش نہ برگ
جس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو / وہ دوست نہ ہو گا کیونکہ نہ اس پر پھل ہیں نہ پتے

کار آں کارست اے مشتاقِ مست / کاندراں کار ار رسد مَرگت خوش ست
اے مست مشتاق! کام تو در اصل وہ ہے / کہ اس کام میں اگر تجھے موت آ جائے تو بہتر ہو

شد نشانِ صدقِ ایماں اے جواں / آنکہ آید خوش ترا مرگ اندراں
اے جوان! ایمان کی سچائی کی علامت ہے / کہ تجھے اس میں مر جانا اچھا لگے

---

1. جذبِ معشوق۔ معشوق کی کشش ایسی ہوتی ہے کہ عاشق کو وہ محسوس نہیں ہوتی ہے اور عاشق میں اس کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے۔ آمدیم۔ جبکہ معشوق عاشق کی کشش کرتا ہے تو اب سنو اس بخاری کے لیے اگر صدرِ جہاں معشوق کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو وہ بخاری عاشق کیسے سزا کی طرف کھنچتا۔ میلِ معشوقاں۔ میلان دونوں طرف ہوتا ہے لیکن معشوق کا پوشیدہ میلان ہوتا ہے اور عاشق کا کھلم کھلا ہوتا ہے۔
2. یک حکایت۔ اس موقع پر میں ایک اور قصہ سنانا چاہتا تھا لیکن بخاری عاشق کو کب تک منتظر رکھوں اس کی خواہش ہے کہ موت سے پہلے معشوق کا چہرہ دیکھ لے۔ تا رَہد۔ معشوق کا دیدار آبِ حیات ہے اس کے بعد موت نہیں آ سکتی۔
3. ہرکہ۔ جس معشوق کا دیدار موت کا دافع نہ ہو وہ در اصل معشوق ہی نہیں ہے۔ کار۔ عشق کا صحیح کارنامہ تو یہی ہے کہ اس میں موت آ جائے۔ شد۔ صحیح ایمان کی علامت یہی ہے کہ اس پر جان قربان کرنا اچھا معلوم ہو۔

Marfat.com

گر نشد[1] ایمانِ تو اے جاں چنیں
نیست کامل رَو بجو اِکمالِ دیں
اے جان! اگر تیرا ایمان ایسا نہیں ہے
تو وہ کامل نہیں ہے، جا ایمان کی تکمیل چاہ

ہر کہ اندر کارِ تو شد مرگِ دوست
بر دلِ تو بے کراہت دوست اوست
جس دوست کی موت تیرے کام میں ہو
کسی ناگواری کے بغیر وہ تیرا دوست ہے

چوں کراہت رفت آں خود مرگ نیست
صورتِ مرگ ست و نقلاں کرد نیست
جب ناگواری ختم ہو گئی تو وہ موت ہی نہیں ہے
بظاہر موت ہے اور (حقیقتاً) نقل ہونا ہے

چوں کراہت رفت مُردن نفع شد
پس درست آمد کہ مُردن دفع شد
جب ناگواری جاتی رہی، موت مفید ہوئی
تو ثابت ہو گیا، کہ موت دفع ہو گئی

دوست حق ست و کسے کش گفت اُو
کہ توئی آنِ من و من آنِ تو
دوست اللہ ہے اور وہ جس کو اس (اللہ) نے کہہ دیا ہے
کہ تو میرا ہے، اور میں تیرا ہوں

گوش دار اکنوں کہ عاشق میرسد
بستہ عشق او را بحَبلٍ مِّنْ مَّسَد[2]
(اب سن) کہ عاشق پہنچتا ہے
عشق نے اس کو مونج کی رسی سے باندھا ہے

رسیدنِ بخاری عاشق در بندگیِ صدرِ جہاں

عاشق بخاری کا صدر جہاں کی خدمت میں پہنچنا

چوں بدید او چہرۂ صدرِ جہاں
گوئیا پُریدش از تن مُرغِ جاں
جب اس نے صدر جہان کا چہرہ دیکھا
گویا اس کے جسم سے مرغ جاں پرواز کر گیا

ہمچو چوبِ خشک افتاد آں تنش
سرد شد از فرق سر تا ناخنش
اس کا جسم خشک لکڑی کی طرح گر پڑا
سر کی مانگ سے اس کے ناخن تک ٹھنڈے پڑ گئے

ہر چہ کردند از بخور و از گلاب
نے بجنبید و نے آمد در خطاب
انہوں نے جو کچھ بھی دھونی اور گلاب سے کیا
وہ نہ حرکت میں آیا نہ بولا

کارنابد[3] در بخارا ہر بخور
جز کہ بوئے آں شہِ بافرّ و نور
بخارا میں کوئی دھونی کارآمد نہ ہو گی
اس پر شوکت اور منور شاہ کی خوشبو کے علاوہ

شاہ چوں دید آں مزعفر رُوئے او
پس فرود آمد ز مرکب سوئے او
بادشاہ نے جب اس کا زعفرانی چہرا دیکھا
تو اس کی جانب سواری سے اتر آیا

---

[1] گر نشد۔ اگر ایمان میں یہ کیفیت نہیں ہے تو وہ ناقص ایمان ہے اس کی تکمیل کرنی چاہیے۔ ہر کہ۔ تم اپنا صحیح دوست اسی کو سمجھو گے جو تمہارے لیے جان دے دے۔ چوں کراہت۔ جبکہ وصال کے شوق میں مرنا آسان ہو جائے تو پھر وہ موت موت ہی نہیں ہے محض ایک نقل مکانی ہے۔ مُردن دفع شد۔ موت تو ایک ناگوار چیز ہے جب ناگواری ختم ہو گئی تو موت موت نہ رہی۔ دوست۔ صحیح معنی میں تو دوست اللہ تعالیٰ ہے اور دنیا میں وہ دوست، دوست ہے جو اللہ والا ہو۔

[2] حَبلٍ مِّنْ مَّسَد۔ مونج کی رسی۔ چوں بدید۔ جب اس بخاری عاشق نے صدر جہاں کو دیکھا تو بے حس و حرکت ہو گیا اور خشک لکڑی کی طرح زمین پر گر پڑا اور سر سے پاؤں تک ٹھنڈا پڑ گیا۔ ہر چہ۔ ہوش میں لانے کی سب تدبیریں بیکار ہوئیں۔

[3] کارنابد۔ عاشق تو بوئے معشوق سے ہوش میں آتا ہے۔ شاہ۔ صدر جہاں نے جب اس کی یہ حالت اور اس کا زرد چہرہ دیکھا تو سواری سے اتر کر اس کے پاس آ گیا۔

Marfat.com

گفت[1] عاشق دوست جوید تیز و تفت
بولا، عاشق معشوق کو تیزی اور گرمجوشی سے تلاش کرتا ہے
چونکہ معشوق آمد آں عاشق برفت
جب معشوق آیا، وہ عاشق چلا گیا

عاشقِ حقی و حق آنست کو
تو اللہ کا عاشق ہے، اور صحیح یہ ہے کہ وہ
چوں بیاید از تو نبود تارِ مو
جب آئے تو تیرے بدن کا بال بھی نہ رہے

صد چو تو فانی ست پیشِ آں نظر
اس کی نگاہ کے سامنے تجھ جیسے سیکڑوں فانی ہیں
عاشقی بر نفیِ خود خواجہ مگر
اے خواجہ! شاید تو بھی اپنی فنا کا عاشق ہے

سایۂ و عاشقی بر آفتاب
تو سایہ ہے اور سورج پر عاشق ہے
شمس آید سایہ لا گردد شتاب
سورج نکلتا ہے، تو سایہ فوراً فنا ہو جاتا ہے

چونکہ سر بر زد ز مشرق قرصِ خور
جبکہ سورج کی ٹکیا نے مشرق سے سر نکالا
نز ستارہ ماند و نز شب اثر
نہ کسی ستارے کا نشان رہا نہ رات کا

از درِ دل[2] چونکہ عشق آید دروں
دل کے دروازے سے جب عشق اندر آ جاتا ہے
عقل رختِ خویش اندازد بروں
عقل، اپنا بوریا بستر باہر لا ڈالتی ہے

ہمچو شیرے خورد با آہو دو چار
جیسے کہ شیر ہرن کے آمنے سامنے ہوا
گشت آہو بیخبر افتاد زار
تو ہرن بیہوش ہو کر بحالت زار ہو گیا

ہمچو زورِ پشہ پیشِ تند باد
جیسے کہ مچھر کی طاقت تیز ہوا کے بالمقابل
فہم کن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالسَّدَاد
سمجھ لے، اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

داد خواستنِ پشہ از دست باد بحضرتِ سلیمان علیہ السلام

مچھر کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ہوا کی فریاد کرنا

پشہ آمد از حدیقہ[3] وز گیاہ
باغ اور گھاس سے مچھر آیا
وز سلیمانؑ گشت پشہ داد خواہ
اور مچھر نے (حضرت) سلیمان علیہ السلام سے انصاف چاہا

کاے سلیمانؑ معدلت می گستری
کہ اے سلیمان! آپ انصاف کرتے ہیں
بر شیاطیں و آدمی زاد و پری
شیطانوں، اور انسانوں، اور پریوں کا

مُرغ و ماہی در پناہِ عدلِ تست
پرند اور مچھلیاں آپ کے انصاف کی پناہ میں ہیں
کیست آں گم گشتہ کش فضلت نجست
وہ کونسا گمراہ ہے، جس کو آپ کی عنایت نے تلاش نہیں کیا

---

[1] گفت۔ صدر جہاں نے کہا عشق کا معاملہ بھی عجیب ہے عاشق معشوق کو ڈھونڈتا ہے اور اس کے سامنے آنے پر فنا ہو جاتا ہے۔ عاشق حق۔ خدا کے عاشق کا بھی یہی حال ہونا چاہیے کہ عاشق کو فنا کا درجہ حاصل ہو۔ صد چو تو۔ اپنی اس فنا کو کچھ بھی نہ سمجھ وہاں ہزاروں فانی ہیں۔ سایہ۔ وصال کے وقت فنا لازمی ہے۔ سایہ ہو اور وہ سورج پر عاشق ہو تو سورج کے نمودار ہوتے ہی سایہ غائب ہو جائے گا۔ چونکہ۔ محبوب سورج ہے اور عاشق ستارہ اور شب ہے، سورج کے نمودار ہونے سے شب اور ستارے غائب ہو جاتے ہیں۔

[2] از در دل۔ عشق کا تقاضا ہے جنون، جنون اور عقل میں بیر ہے۔ ہمچو شیرے۔ عشق شیر ہے اور عقل ہرن ہے۔ ہمچو زور۔ عشق تیز آندھی ہے اور عقل مچھر ہے۔ داد۔ اس قصہ سے مچھر کی ہوا کے مقابلہ میں بے بسی کو ظاہر کرنا ہے۔

[3] حدیقہ۔ باغ۔ سلیمان۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جن وانس پر حکومت تھی اور ہوا بھی ان کے حکم کی تابع تھی۔ کیست۔ تفصیل مشکل ہے مختصر یہ ہے کہ ہر چیز آپ کے فضل کی طالب ہے۔

Marfat.com

داد[1] دِہ مارا کہ بس زاریم ما
ہمارا انصاف کیجئے، کیونکہ ہم عاجز ہیں
بے نصیب از باغ و گلزاریم ما
ہم باغ، اور چمن سے بے نصیب ہیں

مشکلاتِ ہر ضعیفے از تو حل
ہر کمزور کی مشکلیں آپ سے حل ہوتی ہیں
پشہ باشد در ضعیفی خود مثل
مچھر خود کمزوری میں ضرب المثل ہے

شہرۂ ما در ضعف و اشکستہ پری
ہماری شہرت کمزوری اور ٹوٹے ہوئے پروں میں ہے
شہرۂ تو در لطف و مسکیں پروری
آپ کی شہرت مہربانی اور غریب پروری میں ہے

اے تو در اطباقِ قدرت منتہی
اے وہ کہ آپ قدرت کے مرتبوں کی انتہا پر ہیں
منتہٰی ما در کمی و گمرہی
ہم کمزوری اور گمراہی میں انتہا پر ہیں

داد دِہ مارا ازیں غم کن جدا
ہمارا انصاف کیجئے اس غم سے جدا کر دیجئے
دستگیر اے دست تو[2] دستِ خدا
اے وہ کہ آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے، ہماری دست گیری کیجئے

پس سلیمانؑ گفت اے انصاف جو
تو (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے انصاف کے طالب!
داد و انصاف از کہ میخواہی بگو
بتا تو کس سے فریاد اور انصاف چاہتا ہے؟

کیست آں ظالم کہ از بادِ بروت
وہ ظالم کون ہے کہ جس نے غرور سے
ظلم کردست و خراشیدہ است رُوت
ظلم کیا ہے اور تیرا چہرہ زخمی کیا ہے؟

اے عجب در عہدِ ما ظالم کجاست
تعجب ہے! ہمارے زمانے میں ظالم کہاں ہے
کو نہ اندر حبس و در زنجیرِ ماست
جو ہماری قید اور زنجیر میں نہیں ہے؟

چونکہ ما زادیم ظلم آں روز مُرد
جب ہم پیدا ہوئے، اسی دن ظلم مر گیا
پس بعہدِ ما کہ ظلمے پیش بُرد
تو ہمارے زمانے میں کون ہے جس نے ظلم کیا ہے؟

چوں[3] بر آمد نورِ ظلمت نیست شد
جب نور آیا تاریکی معدوم ہوئی
ظلم را ظلمت بود اصل و عضُد
ظلم کی اصل، اور بازو، تاریکی ہے

نک شیاطیں کسب و خدمت میکنند
یہ شیاطین کام اور خدمت کر رہے ہیں
دیگراں بستہ باصفادند و بند
دوسرے بیڑیوں، اور قید میں بندھے ہوئے ہیں

اصلِ ظلمِ ظالماں از دیو بود
ظالموں کے ظلم کی جڑ، شیطان سے تھی
دیو در بندست اِستم چوں نمود
شیطان بند ہے، ظلم کیسے ہوا؟

ملک زاں داد ست مارا کُنْ فکاں
(خدا کی قدرت) کن فکان نے ہمیں ملک اسی لیے دیا ہے
تا نتالد خلق سوئے آسمان
تاکہ مخلوق آسمان کی جانب فریاد نہ کرے

---

[1] داد۔ مچھر نے ہوا کے ظلم کی یہ تفصیل کی کہ وہ ہمیں باغ وگلزار میں نہیں ٹھیرنے دیتی۔ اطباق۔ طبق کی جمع ہے مرتبہ یعنی آپ کو ہر چیز پر اعلیٰ سے اعلیٰ اقتدار حاصل ہے اور ہماری کمزوری اور حقارت ضرب المثل ہے۔

[2] اے دست تو۔ نبی کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ بادِ بُروت۔ غرور، تکبر۔ کونہ۔ حضرت سلیمان نے سرکش شیطانوں کو قید کر دیا تھا۔

[3] چوں۔ عدل نور ہے اور ظلم تاریکی ہے۔ نک۔ شیاطین اور جن حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمتگاری کرتے تھے۔ دیگراں۔ جو سرکش [illegible]، قیدی ہیں۔ اصفاد۔ صفد کی جمع ہے، بیڑی۔ اصل۔ ظلم کا سرچشمہ شیاطین ہیں اور وہ مقید ہیں۔ کن فکاں۔ یعنی امر خداوندی۔

Marfat.com

تا ببالا بر نیاید دُودِہا[1] تا نگردد مضطرب چرخ و سہا
تاکہ دھویں اوپر نہ جائیں تاکہ آسمان اور سہا پریشان نہ ہوں
تانہ لرزد عرش از نالہ یتیم تانگردد از ستم جانے سقیم
تاکہ یتیم کی فریاد سے، عرش نہ لرزے تاکہ کوئی جان ظلم سے بیمار نہ پڑے
زاں نہادیم از ممالک مذہبے تا نیاید بر فلکہا یا ربے
اسی لیے ہم نے ممالک میں ایک قانون بنایا ہے تاکہ "یا رب" کی آواز آسمان پر نہ جائے
منگر اے مظلوم سوئے آسماں آسمانی شاہ داری در زماں
اے مظلوم! تو آسمان کی طرف نہ دیکھ کیونکہ تو دنیا میں آسمانی بادشاہ رکھتا ہے
گفت[2] پشہ دادِ من از دست باد کو دو دستِ ظلم بر ما بر کشاد
مچھر نے کہا میری فریاد ہوا کے ہاتھوں سے ہے جس نے ظلم کے دونوں ہاتھ ہم پر کھول دیے ہیں
ماز ظلمِ او بہ تنگی اندریم با لبِ بستہ ازو خوں می خوریم
ہم اس کے ظلم سے تنگی میں ہیں خاموشی کے ساتھ اس کی وجہ سے خون پی رہے ہیں
ظلمِ او بر ما صریح ست و عیاں نیست مارا چارہ کردن جز بیاں
اس کا ظلم ہم پر صاف اور کھلا ہوا ہے سوائے بتا دینے کے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے
دادِ ما و انصافِ ما بستاں ازو اے کریمِ عادلِ اکرام خو
اس سے ہمارا عدل اور انصاف کیجئے اے شریف مزاج، کریم، منصف

امر کردنِ سلیمان علیہ السلام پشہ متظلم[3] را باحضارِ خصم بدیوانِ حکم

مظلوم مچھر کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکم دینا کہ مدعا علیہ کو کچہری میں حاضر کرے

پس سلیماں[4] گفت اے زیبا دوی امرِ حق باید کہ از جاں بشنوی
پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے اچھی بھنبھناہٹ والے تجھے اللہ کا حکم (دل و) جان سے سننا چاہیے
حق بمن گفت ست ہاں اے داد ور مشنو از خصمے تو بے خصمے دگر
اللہ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ خبردار! اے منصف کسی فریق کی دوسرے فریق کے بغیر بات نہ سننا
تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور حق نیاید پیشِ حاکم در ظہور
جب تک دونوں فریق کچہری میں نہ آ جائیں حاکم کے لیے حق ظاہر نہیں ہوتا ہے

---

1. دودہا۔ یعنی مظلوموں کی فریادیں۔ تانگردد۔ مظلوم کی آہ سے ملاءِ اعلیٰ مضطرب ہو جاتا ہے۔ عرش۔ مظلوم کی آہ عرش کو لرزا دیتی ہے۔ مذہب۔ یعنی قانونِ انصاف۔ یاربے۔ یعنی مظلوم کا فریاد میں یارب کہنا۔ آسمانی شاہ۔ شاہ برحق اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔
2. گفت۔ مچھر نے کہا ہوا نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ خون۔ یعنی اپنا خون جگر پیتے ہیں۔ صریح۔ اس ظلم کے ثبوت کے لیے کسی شہادت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔
3. متظلم۔ ظلم سہنے والا، فریادی۔ دیوان۔ کچہری۔ دوی۔ بھنبھناہٹ۔ مشنو۔ یعنی مدعی کا بیان مدعا علیہ کی موجودگی میں ہونا چاہیے۔ تانیاید۔ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی بات سننے سے حق واضح ہوتا ہے۔

Marfat.com

خصم تنہا[1] گر بر آرد صد نفیر ‖ ہاں و ہاں بے خصم قولِ او مگیر

ایک فریق اگر سو چیخ پکار کرے ‖ خبردار خبردار! بغیر (دوسرے) فریق کے اس کی بات نہ مان

من نیارم زو ز فرماں تافتن ‖ خصم خود را رو بیاور سوئے من

میں (اللہ کے) حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا ‖ جا، اپنے مدعی علیہ کو میرے پاس لا

گفت قولِ تست بُرہانِ درست ‖ خصم من بادست و او در حکم تست

اس نے کہا آپ کا فرمانا صحیح دلیل ہے ‖ میرا مدعی علیہ ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے

بانگ زد آں شہ کہ اے بادِ صبا ‖ پشہ افغاں کرد از ظلمت بیا

ان شاہ نے آواز دی اے بادِ صبا! ‖ مچھر نے تیرے ظلم کی شکایت کی ہے، آ جا

ہیں مقابل شو بخصمت رُوبرو ‖ پاسخش گو و بکن دفعِ عدو

خبردار اپنے مدعی کے روبرو مقابل ہو جا ‖ اس کا جواب دے اور دشمن کی مدافعت کر

باد چوں بشنید آمد تیز تیز ‖ پشہ بگرفت آں زماں راہِ گریز

ہوا نے جب سنا وہ بہت تیز آئی ‖ اس وقت مچھر نے راہِ فرار اختیار کی

پس سلیماں[2] گفت اے پشہ کجا ‖ باش تا بر ہر دو رانم من قضا

(حضرت) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا او مچھر کہاں (جاتا ہے)؟ ‖ ٹھہر تاکہ میں دونوں کا فیصلہ کروں

گفت اے شہ مرگِ من از بودِ اوست ‖ خود سیاہ ایں روزِ من از دُودِ اوست

اس نے کہا اے شاہ! اس کے وجود سے میری موت ہے ‖ میرا یہ دن اس کے دھوئیں سے کالا ہے

او چو آمد من کجا یابم قرار ‖ کو برآرد از نہادِ من دِمار

جب وہ آ گئی، میں کہاں ٹھہروں؟ ‖ کیونکہ وہ مجھے مار ڈالتی ہے

ہمچنیں جویائے درگاہِ خدا ‖ چوں خدا آید شود جوینده لا

اسی طرح اللہ کے دربار کی جستجو کرنے والا ‖ جب خدا آ جاتا ہے وہ فنا کی جستجو کرتا ہے

گرچہ[3] آں وصلت بقا اندر بقاست ‖ لیک ز اوّل آں بقا اندر فناست

اگرچہ تیرا وہ وصال بقا در بقا ہے ‖ لیکن شروع میں وہ بقا فنا میں ہے

سایہائے کہ بود جویائے نور ‖ نیست گردد چوں کند نورش ظہور

وہ سائے جو نور کے جویاں ہوں ‖ فنا ہو جاتے ہیں جب اس کا نور ظاہر ہوتا ہے

---

[1] خصم۔ مدعا علیہ کی غیر حاضری میں مدعی کے قول پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ من نیارم۔ چونکہ فریقین کی موجودگی ضروری ہے تو مدعا علیہ کو حاضر کر۔ گفت۔ مچھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بات تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا کہ مدعا علیہ آپ کے زیر فرمان ہے اس کو حاضری کا حکم دے دیجئے۔ بانگ زد۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو طلب کر لیا۔ راہِ گریز۔ جب ہوا تیزی سے چلی مچھر بھاگ نکلا۔

[2] پس سلیماں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مچھر سے کہا تو یہاں ٹھہر تاکہ دونوں کی موجودگی میں فیصلہ کیا جا سکے۔ بودِ او۔ اس کا وجود۔ دودِ او۔ یعنی اس کا ظلم۔ نہاد۔ بنیاد، اصل۔ دمار۔ ہلاکت۔ ہمچنیں۔ جس طرح ہوا کا وجود مچھر کی فنا ہے، اسی طرح وصلِ حق، واصل کی فنا ہے۔

[3] گرچہ۔ وصل سے اگرچہ بقا باللہ حاصل ہوتی ہے لیکن اس سے پہلے مقامِ فنا طے کرنا پڑتا ہے۔ سایہائے۔ ممکن کا وجود ظل اور سایہ ہے ذاتِ باری نور ہے، نور کے ظہور کے وقت سایہ معدوم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

عقل کے ماند چو باشد سردہ[1] او
عقل کہاں ٹھہرتی ہے جب اس کو وجود میں لانے والا موجود ہو
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَهٗ
اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے

ہالک آمد پیش وجہش ہست و نیست
اس کی ذات کے سامنے فانی، فانی اور باقی ہے
ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست
عدم میں وجود، خود عجیب بات ہے

اندریں محضر خردہا شد زدست
اس مقام میں عقلیں ہاتھ سے جاتی ہیں
چوں قلم انجا رسیدہ شد شکست
جب قلم اس جگہ پہنچا ٹوٹ گیا

نواختنِ معشوق عاشقِ بیہوشِ خود را تا بہوش باز آید
معشوق کا اپنے بے ہوش عاشق کو نوازنا تاکہ وہ ہوش میں آ جائے

باز گردم جانب صدرِ جہاں
میں پھر صدرِ جہاں کی طرف پلٹتا ہوں
در نوازش عاشقِ خود را نہاں
جو درپردہ عاشق کو نواز رہا ہے

بر گرفتش سرنہاد اندر کنار
اس کا سر اٹھایا، گود میں رکھا
بَر رُخش می کرد اشکِ تر نثار
اس کے چہرے پر تر آنسو نچھاور کر رہا تھا

می کشید[2] از بے ہشی اش در بیاں
اس کو بے ہوشی سے باتوں کی طرف لایا
اندک اندک از کرم صدرِ جہاں
صدرِ جہاں تھوڑا تھوڑا کرم کر کے

بانگ زد در گوشِ او شہ کاے گدا
شاہ نے اس کے کان میں کہا، اے فقیر!
زر نثار آوردمت دامن کشا
میں تیرے اوپر نچھار کرنے کو سونا لایا ہوں دامن پھیلا

جانِ تو[3] کاندر فراقم می طپید
تیری جان جو میری جدائی میں تڑپ رہی تھی
چونکہ زنہارش رسیدم چوں رمید
جب میں اس کی پناہ کے لیے آیا ہوں کیوں بھاگ گئی؟

اے بدیدہ در فراقم گرم و سرد
اے وہ کہ جس نے میرے فراق میں گرم و سرد دیکھے
با خود آ از بیخودی و باز گرد
بے ہوشی سے ہوش میں آ جا، اور لوٹ آ

مُرغِ خانہ اشترے را بے خرد
گھریلو مرغا، بے عقلی سے ایک اونٹ
رَسم مہمانش بخانہ می برد
مہمان بنانے کے لیے اپنے گھر لے جاتا ہے

---

1. سردہ۔ وجود میں لانے والا۔ کُلُّ شَیْءٍ۔ ذات باری کے علاوہ ہر شے فانی ہے۔ ہالک آمد۔ فانی فی اللہ موجود بھی ہے معدوم بھی، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم ہے اور چونکہ اس کو بقا باللہ حاصل ہے اس لیے موجود ہے اس ہالک میں ہستی اور نیستی کا امتزاج حیران کن ہے۔ اندریں محضر۔ یعنی وجود و عدم کا اجتماع اور عظمت باری کا بیان۔ در نوازش۔ صدرِ جہاں درپردہ اس پر عنایت کر رہا تھا۔ بر رخش۔ اس بے ہوش کے رخساروں پر صدرِ جہاں کے آنسو گر رہے تھے۔

2. می کشید۔ اس کو بے ہوشی سے ہوش میں لا رہا تھا تاکہ وہ باتیں کرنے لگے۔ بانگ زد۔ صدر جہاں نے اس کے کان میں کہا کہ میں تیرا مطلوب زر لایا ہوں دامن پھیلا۔

3. جانِ تو۔ فراق میں تیری جان بے چین تھی اب جبکہ میں مدد کو آیا ہوں تو وہ کیوں بھاگ گئی ہے۔ مرغ۔ مولانا اب اس قصہ سے نتیجہ نکالتے ہیں اور اس سے پہلے سمجھاتے ہیں کہ انسان کے عشق خداوندی میں مبتلا ہونے کی یہ مثال ہے کہ ایک مرغ اونٹ کو اپنا مہمان بنا لایا جب اس اونٹ نے اس کے گھر میں قدم رکھا تو گھر برباد ہو گیا اور بیٹھ گیا۔ یہی حال انسان اور عشق الٰہی کا ہے کہ جب وہ مہمان بن کر آتا ہے تو خانہ مرغ جو عقل و ہوش ہیں وہ ختم اور فنا ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

چوں بخانہ مرغ اشتر پا نہاد — خانہ ویراں گشت و سقف اندر فتاد
جب مرغ کے ڈربے پر اونٹ نے پاؤں رکھا — ڈربہ ٹوٹ گیا اور چھت اندر گر گئی

خانۂ مُرغ ست عقل و ہوشِ ما — ہوش، صالح[1] طالبِ ناقہ خدا
ہماری عقل اور ہوش، مرغ کا ڈربہ ہے — ہوش (حضرت) صالح علیہ السلام ہے جو اللہ کی اونٹنی کا طالب ہے

ناقہ چوں سر کرد در آب و گِلش — نے گِل آنجا ماند و نے جان و دلش
جب اس کے پانی اور مٹی میں اونٹنی نے سر ابھارا — نہ وہاں مٹی رہی، اور نہ اس کی جان اور دل

کرد فضلِ عشق انساں را فضول — زیں فزوں جوئی ظلوم ست و جہول
عشق کی بڑائی نے انسان کو بیہودہ بنا دیا — اسی بڑھی ہوئی جستجو کی وجہ سے وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے

جاہل[2] ست او اندریں مشکل شکار — می کشد خرگوش شیرے در کنار
وہ اس مشکل شکار (کے معاملے) میں جاہل ہے — خرگوش، شیر کو بغل میں دباتا ہے

کے کنار اندر کشیدے شیر را — گر بدانستے و دیدے شیر را
وہ شیر کو بغل میں کب لیتا؟ — اگر وہ شیر کو جان لیتا، اور دیکھ لیتا

ظالم ست او بر خود و بر جانِ خود — ظلم بیں کز عدلہا گو می بُرد
وہ اپنے اوپر، اور اپنی جان پر ظلم کرنیوالا ہے — ظلم کو دیکھ جو انصافوں سے بازی جیت رہا ہے

جہلِ او مر علمہا را اوستاد — ظلمِ او مر عدلہا را شد رشاد
اس کی نادانی، علموں کی استاد ہے — اس کا ظلم، انصافوں کے لیے ہدایت ہے

دستِ او[3] بگرفت کایں رفتہ دمش — آنگہے آید کہ من دم بخشمش
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا کہ اس کا گیا ہوا سانس — اس وقت آئے گا جب میں اسے سانس بخشوں گا

چوں بمن زندہ شود آں مُردہ تن — جانِ من باشد کہ رو آرد بمن
جب وہ مردہ جسم میرے ذریعہ سے زندہ ہو گا — وہ میری جان ہو گی جو میری طرف متوجہ ہو گی

من کنم او را ازیں جاں محتشم — جاں کہ من بخشم بہ بیند بخششم
میں اسے اس جان سے معزز بناؤں گا — جو جان میں دوں گا وہ میری بخشش دیکھے گی

---

[1] ہوش، صالح۔ ہوش کی مثال حضرت صالح علیہ السلام کی سی ہے جس نے اللہ سے ناقہ طلب کی اور عشق کی مثال ناقہ کی ہے جس نے قوم کا گھاس پانی سب ختم کر دیا تھا۔ کرد۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا۔ ہم نے امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا یقیناً وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ مولانا نے اس شعر میں اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور امانت سے عشق الٰہی مراد لیا ہے۔

[2] جاہل۔ انسان کی نادانی تو یہ ہے کہ وہ اس مشکل کام میں پھنس گیا اور انسان اور عشق الٰہی میں مبتلا ہونے کی مثال یہ ہے کہ کوئی خرگوش شیر کو بغل میں تھامنے کی کوشش کرے۔ ظالم است۔ عشق الٰہی کرنے میں انسان ظالم ہے اور اپنے آپ کو فنا کرتا ہے لیکن یہ ایسا ظلم ہے جو انصافوں سے بڑھا ہوا ہے۔

[3] دست او۔ صدر جہاں نے اس بے ہوش کا ہاتھ پکڑ کر کہا اس کا سانس تب لوٹے گا جب میں اس کو سانس عطا کروں گا۔ چوں۔ جب وہ میرے سانس سے زندہ ہو گا تو پھر اس کی روح میری طرف متوجہ ہو گی۔ بخششم۔ میری عطا کردہ جان میں میری اعلیٰ بخششیں قبول کرنے کی صلاحیت ہو گی۔

Marfat.com

جانِ نا محرم[1] نہ بیند رُوئے دوست
نا محرم جان، دوست کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی

در دمم قصاب وار ایں دوست را
میں قصاب کی طرح اس دوست میں پھونک بھرتا ہوں

گفت اے جانِ رَمیدہ ازبلا
اس نے کہا اے مصیبت سے بھاگنے والی جان

اے خودِ ما بیخودیّ و مستیت
اے! ہمارا وجود تیری بے خودی اور مستی ہے

با تو بے لب ایں زماں من نو بنو
میں اس وقت، تجھ سے بغیر ہونٹوں کے تازہ تازہ

زاں کہ[2] آں لبہا ازیں دم می رَمد
کیونکہ وہ ہونٹ، اس بات سے گریز کرتے ہیں

گوشِ بے گوشی دریں دم بر کشا
بے گوشی کے کان، اس بات میں کھول

چوں صلائے وصل بشنیدن گرفت
جب وصل کی دعوت سنی شروع کی

نے کم از خاک ست کز عشوہ صبا
وہ مٹی سے گیا گذرا نہیں ہے کہ بادِ صبا کے ناز و انداز سے

کم ز آبِ نطفہ[3] نبود کز خطاب
وہ نطفہ سے کم نہیں تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے

کم زبادے نے کہ شد از امرِ کن
وہ ہوا سے کم نہیں ہے کہ وہ کن کے حکم سے بن گئی

کم زنارے نیست کز امرِ سلام
وہ آگ سے کم نہیں ہے کہ سلامتی کے حکم سے

جز ہماں جاں کاصل او از کوئے اوست
سوائے اس جان کے جس کی اصل اس کے کوچے کی ہے

تا ہلد آں مغز نغزش پوست را
تاکہ اس کا نفیس مغز، کھال کو چھوڑ دے

وصل را ما در کشادیم اَلصّلا
ہم نے وصل کا دروازہ کھول دیا ہے دعوت ہے

اے ز ہستِ ما ہمارہ ہستیت
اے! تیری ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے ہے

رازہائے کہنہ میگویم شنو
پرانے راز کہتا ہوں، سن

بر لب جوئے نہاں بر می دَمد
وہ (بات) مخفی نہر کے کنارے پر اگتی ہے

بہرِ رازِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَا
اس راز کیلئے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

اندک اندک مُردہ جنبیدن گرفت
مُردے نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کر دیا

سبزہ پوشد سر بر آرد از فنا
سبزہ پہن لیتی ہے، عدم سے سر ابھارتی ہے

یوسفاں زایند رُخ چوں آفتاب
آفتاب جیسے چہرے والے یوسفوں کو جنتا ہے

در رحم طاؤس و مرغِ خوش سخن
رحم میں مور اور خوش الحان پرند

گلستاں شد بر خلیلِ خوش کلامؑ
خوش کلام خلیل (اللہ علیہ السلام) پر گلستان بن گئی

---

[1] جانِ نامحرم۔ اس کی پہلی جان نامحرم تھی۔ وہ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ در دمم۔ قصائی ذبح شدہ جانور میں پھونک بھرتا ہے تاکہ گوشت پوست سے جدا ہو جائے صدر جہاں نے کہا میں بھی اس میں پھونک بھروں گا تاکہ یہ آلائش بشریت سے پاک ہو جائے۔ گفت۔ صدر جہاں نے اپنے وصل کا اعلان کر دیا۔ اے خودِ ما۔ تیری مستی اور بیہوشی ہماری وجہ سے ہے اور تیری ہستی ہماری ہستی سے قائم ہے۔ با تو۔ اب میں تجھے اسرار کی تعلیم دیتا ہوں۔

[2] زانکہ۔ لیکن یہ اسرار، آدمی کے ہونٹوں سے نہیں سنائے جاتے ہیں یہ باطنی اسرار ہیں۔ گوش۔ اب تو وہ کان کھول جو ان کانوں کے علاوہ ہیں۔ یفعل۔ یعنی مشیت خداوندی کے اسرار۔ جنبیدن۔ یعنی یہ خوشخبری سن کر مردے میں جان پڑنے لگتی ہے۔ نے کم۔ بہرحال یہ مدہوش عاشق مٹی سے تو گیا گذرا نہ تھا جبکہ بادِ صبا کے کرشموں سے اس میں جان پڑ جاتی ہے تو اس میں معشوق کے غمزوں سے جان کیوں نہ پڑتی۔

[3] کم از آبِ نطفہ۔ نطفہ منی حکم خداوندی سے حسین ترین بچے پیدا کر دیتا ہے۔ کم زبادے۔ مشہور ہے کہ پرندوں میں مذکر کی ہوا مونث کے رحم میں پہنچتی ہے جس طرح سے انڈا بنتا ہے۔ کم زنارے۔ آگ غیبی آواز سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گلزار بنی۔

کم ز چوبے[1] نیست در دفعِ عدو — گشت اژدرہائے منکر ز امرِ ہو
وہ لکڑی سے کم نہیں ہے کہ دشمن کی مدافعت کے لیے — اللہ کے حکم سے وہ خوفناک اژدہا بن گئی

کم ز سنگِ کوہ نبود کز ولاد — ناقہ کاں ناقہ ناقہ زاد زاد
وہ پہاڑ کے پتھر سے کم نہیں جس نے ولادت کے طریقہ پر — اس اونٹنی کو جنا جس نے اونٹنی کو جنا

زیں ہمہ بگذر نہ آں مایہ عدم — عالمے زاد و بزاید دمبدم
اس سب کو چھوڑ، کیا عدم کی مادہ نے — عالم کو نہیں جنا، اور دمبدم جن رہی ہے

بر جہید و بر طپید و شاد شاد — یکدو چرخے زد سجود اندر فتاد
وہ کودا اور اچھل پڑا اور خوشی خوشی — اُس نے ایک دو بار رقص کیا (اور) سجدے میں گر پڑا

بشگفید از رُوئے اُو و شاد شد — در وصال از بندِ ہجر آزاد شد
وہ اس کا چہرہ دیکھ کر کھل گیا اور خوش ہو گیا — وصل میں فراق کی قید سے آزاد ہو گیا

با خویش آمدنِ عاشقِ بیہوش و رُوئے باز آوردن به ثنا و شکرِ معشوق

بے ہوش عاشق کا ہوش میں آنا اور معشوق کی تعریف اور شکر کی جانب متوجہ ہونا

گفت[2] اے عنقائے حق جاں را مطاف — شکر کہ باز آمدی زاں کوہِ قاف
بولا اے خدائی عنقا، جو جان کی طواف گاہ ہے — شکر ہے کہ تو کوہِ قاف سے واپس آ گیا

اے سرافیلِ قیامت گاہِ عشق — اے تو عشقِ عشق وائے دلخواہِ عشق
اے عشق کے میدان حشر کے اسرافیل! — اے وہ کہ تو عشق کا عشق، اور عشق کا محبوب ہے

اولیں خلعت[3] کہ خواہی دادنم — گوش خواہم کہ نہی بر رُوزنم
سب سے پہلی خلعت، جو آپ مجھے دیں — میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے منہ پر کان رکھ دیں

گرچہ میدانی بصفوتِ حالِ من — بندہ پرور گوش کن اقوالِ من
اگرچہ (باطن کی) صفائی کی وجہ سے آپ میرا حال جانتے ہیں — بندہ پرور! میری باتیں (بھی) سن لیجئے

صد ہزاراں بار اے صدرِ فرید — ز آرزوئے گوشِ تو ہوشم پرید
اے یکتا صدر! لاکھوں بار — (آپ کے) کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑے ہیں

---

1. کم زچوبے۔ ایک کرشمہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بنا۔ کم زسنگ۔ کرشمۂ خداوندی سے پتھر سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیدا ہوگئی۔ زیں ہمہ۔ ان جزئیات کو چھوڑ سارے عالم کو دیکھ ایک کرشمہ سے عدم سے وجود میں آ گیا۔ برجہید۔ غرضیکہ صدر جہاں کے کرشمہ سے وہ مدہوش ہوش میں آ گیا، رقص کرنے لگا اور سجدہ میں گر گیا۔

2. گفت۔ اس مدہوش نے ہوش میں آ کر صدر جہاں کو خطاب کیا اور کہا آپ کی ذات میرے لیے عنقا ہوگئی تھی خدا کا شکر ہے کہ وہ کوہ قاف سے واپس آ گئی۔ مطاف۔ طواف کی جگہ۔ اے تو۔ آپ پر عشق عاشق ہے اور آپ عشق کے محبوب ہیں۔

3. خلعت۔ شاہی عطیہ کا لباس، انعام۔ روزن۔ یعنی منہ کا سوراخ۔ صفوت۔ یعنی قلب کی صفائی۔ ز آرزوے۔ یعنی اس آرزو میں بے ہوش ہوا ہوں کہ آپ کے کان کو اپنا درد وغم سنا سکوں۔

Marfat.com

آں سمیعی[1] تو و آں اِصغائے تو — واں تبسّمہائے جاں افزائے تو
وہ آپ کا سننا اور آپ کا کان دھرنا — وہ آپ کی جان بڑھانے والی مسکراہٹیں

آں نیوشیدن کم و بیشِ مَرا — عشوۂ جانِ بداندیش مَرا
وہ میرے کم و بیش کو سننا — میری بد اندیش جان کے مکر کو (سننا)

قُلبہائے من کہ آں معلومِ تست — پس پذیرفتی تو چوں نقدِ درست
میرے کھوٹے سکے جو آپ جانتے تھے — کھرے نقد کی طرح آپ نے بہت قبول کیے ہیں

بہر گستاخے و شوخِ غرّہٗ — حلمہا در پیشِ حلمت ذرّہٗ
ایک گستاخ، اور شوخ بہکے ہوئے کے لیے — بہت سی بردباریاں آپ کی بردباری کے سامنے ایک ذرہ ہیں

اولاً[2] بشنو کہ چوں ماندم ز شست — اوّل و آخر بہ پیشِ من بجست
اولاً سنیئے، کہ جب میں کمند سے نکل گیا — تو آغاز و انجام میرے سامنے سے چل دیا

ثانیاً بشنو تو اے صدرِ وَدُود — کہ بسے جستم ترا ثانی نبود
دوسرے سنیئے، اے محبوب صدر! — کہ میں نے بہت ڈھونڈا (آپ کا) کوئی ثانی نہ تھا

ثالثاً تا از تو بیروں رفتہ ام — گوئیا ثالث ثلاثہ گفتہ ام
تیسرے، جب سے کہ میں آپ کے پاس سے باہر نکلا ہوں — گویا کہ میں تین میں سے تیسرے کا قائل ہو گیا ہوں

رابعاً چوں سوخت مارا مزرعہ — می ندانم خامسہ از رابعہ
چوتھے، جب میرا کھیت جل گیا — میں پانچویں کو چوتھے سے ممتاز نہیں کر سکتا

خامساً در ہجرت اے صدرِ جہاں — از حواسِ خمسہ بودم در زیاں
پانچویں، اے صدرِ جہاں! تیرے فراق میں — میں پانچوں حواس سے نقصان میں تھا

سادساً از شش جہت بے رُوئے تو — گوئیا بارید برمن غم دو تو
چھٹے، تیرے چہرے کے بغیر چھ جانبوں سے — گویا مجھ پر دہرا غم برسا

سابع از ثامن ندانم ضالہ[3] ام — خوں ہمی گرید فلک از نالہ ام
مجھے ساتویں آٹھویں میں تمیز نہ رہی، میں گمشدہ ہوں — میرے رونے سے آسمان خون (کے آنسو) روتا ہے

ہر کجا یابی تو خوں بر خاکہا — پے بری باشد یقیں از چشمِ ما
زمینوں پر جہاں بھی آپ خون پائیں گے — کھوج لگا لیجیے اور وہ یقیناً ہماری آنکھ کا ہو گا

گفت من رعدست و ایں بانگ و حنیں — ز ابر خواہد تا بارد بر زمیں
میری گفتگو، اور یہ آواز اور رونا، کڑک ہے — وہ ابر سے چاہتا ہے، کہ زمین پر برسے

---

[1] آں سمیعی۔ کان کے شوق میں مدہوشی اس لیے طاری ہوئی تھی کہ آپ کے کان کی مہربانیاں یاد آتی تھیں۔ اصغا۔ کان دھرنا، توجہ کرنا۔ عشوہ۔ میری ناقص جان جو مکر کرتی تھی وہ میں آپ سے کہتا تھا اور آپ اس کو سن لیتے تھے۔ قُلبہائے۔ معنوی احوال آپ کو سناتا تھا آپ ان کو صحیح احوال کی طرح قبول کر لیتے تھے۔ حلمہا۔ میری بناوٹی حالت پر آپ ایسی بردباری برتتے تھے کہ اس پر سیکڑوں بردباریاں قربان ہیں۔

[2] اولاً۔ بخاری صدرِ جہاں سے اپنے احوال بیان کرتا ہے۔ اوّل۔ یعنی میں اپنے انجام و آغاز سے بے خبر ہو گیا۔ وَدود۔ دوست۔ ثالث۔ ثلاثہ یعنی میں عیسائیوں کے شرک میں مبتلا ہو گیا۔ مزرعہ۔ یعنی اعمال کی کھیتی۔ خامساً۔ یعنی اپنے حواس کھو بیٹھا۔

[3] ضالہ۔ بھٹکا ہوا۔ گفت۔ اس نے کہا کہ میری بات اور آہ و بکا بمنزلہ کڑک کے ہے جو میری آنکھوں کے ابر سے آنسو بہانا چاہتی ہے۔

Marfat.com

من میانِ[1] گفت و گریہ می تنم یا بگریم یا بگویم چوں کنم
میں بولنے اور رونے کے درمیان کشمکش میں ہوں روؤں یا بات کروں، کیا کروں؟
گر بگویم فوت می گردد بکا ور بگریم چوں کنم شکر و ثنا
اگر بولتا ہوں، رونا چھوٹتا ہے اگر روؤں شکریہ اور تعریف کیسے کروں؟
می فتد از دیدہ خونِ دل شہا بیں چہ افتادست از دیدہ مرا
اے شاہ! آنکھوں سے دل کا خون بہ رہا ہے دیکھ، آنکھوں سے مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے؟
ایں بگفت و گریہ در شد آں نحیف کہ بُرو بگریست ہم دوں ہم شریف
یہ کہا، اور وہ لاغر رونے لگا کہ اس پر رذیل بھی، اور شریف بھی رونے لگا
از دلش چنداں بر آمد ہوئے و ہو حلقہ کرد اہلِ بخارا گردِ او
اس کے دل سے ایسی ہائے و ہو نکلی کہ بخارا والوں نے اس کے گرد حلقہ کر لیا
خیرہ گویاں خیرہ گریاں خیرہ[2] خند مرد و زن خرد و کلاں حیراں شدند
بہت بولتے ہوئے، بہت روتے ہوئے بہت ہنستے ہوئے مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے حیران ہو گئے
شہر ہم ہمرنگِ او شد اشک ریز مرد و زن درہم شدہ چوں رستخیز
شہر بھی آنسو بہاتے ہوئے، اس جیسا ہو گیا قیامت کی طرح مرد و عورت گڈمڈ ہو گئے
آسماں میگفت آں دم با زمیں گر قیامت را ندیدستی بہ بیں
اس وقت آسمان زمین سے کہہ رہا تھا اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی ہے، دیکھ لے
عقل حیراں کہ چہ عشقست و چہ حال کہ فراق[3] او عجب تر یا وصال
عقل حیران تھی کہ عجب عشق ہے، اور عجب حال ہے کہ اس میں ہجر زیادہ تعجب خیز ہے، یا وصل
چرخ برخواندہ قیامت نامہ را تا مجرّہ بر دریدہ جامہ را
آسمان نے قیامت نامہ پڑھ لیا ہے کہکشاں نے، کپڑے پھاڑ لیے ہیں
با دو عالم عشق را بیگانگی اندرو ہفتاد و دو دیوانگی
اس کو دونوں جہان سے اجنبیت ہے اس میں بہتر (۷۲) دیوانگیاں ہیں
سخت پنہان ست و پیدا حیرتش جانِ سلطانانِ جاں در حسرتش
وہ ایک سخت پوشیدہ چیز ہے اور اس کی حیرانی نمایاں ہوئی ہے جان کے شہنشاہوں کی جان، اس کی حسرت میں ہے

من میاں۔ میں روتا ہوں تو زبانی شکوے سے محروم ہو جاتا ہوں، شکوہ کرتا ہوں تو پھر رو نہیں سکتا۔ می فتد۔ دیکھئے اب میری آنکھوں سے خون کے آنسو گرنے شروع ہو گئے ہیں۔ نحیف۔ لاغر۔ دوں۔ کمینہ۔

خیرہ۔ اب اس کی یہ حالت تھی کبھی شکوے کرتا کبھی روتا کبھی ہنستا، ان مجنونانہ حرکات پر سب حیران تھے۔ شہر۔ اس کی یہ حالت زار دیکھ کر پورا شہر رونے لگا۔ رستخیز۔ قیامت کے میدان میں مرد و زن سب باہم خلط ہو جائیں گے۔ آسماں۔ آسمان زمین سے کہتا تھا کہ اگر قیامت نہ دیکھی ہو تو اس کا نمونہ یہ دیکھ لے۔

کہ فراق۔ یعنی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس عاشق کا ہجر زیادہ دردناک ہے یا وصال زیادہ دردناک ہے۔ چرخ۔ آسمان، قیامت کا بیان پڑھ کر اس حادثے پر اس کو منطبق کر رہا تھا۔ مجرہ۔ کہکشاں۔ با دو عالم۔ یہاں سے مولانا نے عشق کے صفات بیان کرنے شروع کیے ہیں یعنی عشق کے احوال دونوں جہان کے احوال سے جدا ہیں۔ اندرو۔ دنیا کے ہر پاگل میں ایک قسم کی دیوانگی ہوتی ہے عاشق میں بہتر دیوانگیاں ہوتی ہیں۔ سخت۔ عشق خود ایک پوشیدہ چیز ہے لیکن اس کے آثار بہت کھلے ہوئے ہوتے ہیں انبیا باوجود اپنی بلندیوں کے اس کی تمنا کرتے رہے ہیں۔

Marfat.com

غیر ہفتاد[1] و دو ملت کیشِ او
بہتر (۷۲) ملتوں کے علاوہ اس کا مذہب ہے
تختِ شاہاں تختہ بندی پیشِ او
اس کے سامنے شاہوں کا تخت کاٹھ کا ہے

مطربِ عشق ایں زند وقتِ سماع
عشق کا گویّا، سماع کے وقت یہ بجاتا ہے
بندگی بند و خداوندی صداع
غلامی، قید اور آقائی دردِ سر ہے

پس چہ باشد عشق دریائے عدم
تو عشق کیا ہے؟ فنا کا دریا ہے
در شکستہ عقل را آنجا قدم
وہاں عقل کے پاؤں شکستہ ہیں

بندگی و سلطنت معلوم شد
غلامی اور حکومت (اگر) محسوس ہوئی
زیں دو پردہ عاشقی مکتوم شد
ان دونوں پردوں میں عاشقی چھپ گئی

کاشکے[2] مستی زبانے داشتے
کاش عشق زبان رکھتا
تا زِ مستاں پردہا برداشتے
تا کہ عاشقوں کے پردے اٹھا دیتا

ہر چہ گوئی ایدمِ ہستی ازاں
اے (انسانی) وجود کی گفتگو تو جو کچھ بتاتی ہے
پردۂ دیگر برو بستی بداں
سمجھ لے، اس پر ایک دوہرا پردہ تو نے ڈال دیا

آفتِ[3] ادراک آں قال ست و حال
اس عشق، کے غم کے لیے قول اور حال تباہی ہے
خوں بخوں شستن محالست و محال
خون کو خون سے دھونا محال اور محال ہے

من چو با سودائیانش محرمم
میں چونکہ اس (عشق) کے سودائیوں کا محرم (راز) ہوں
روز و شب اندر قفص در می دمم
دن، رات پنجرے میں پھونک بھر رہا ہوں

سخت و مست و بیخود و آشفتۂ
تو بہت مست اور مدہوش اور پریشان ہے
دوش ایجاں بر چہ پہلو خفتۂ
اے جان! تو کل رات کس پہلو پر سوئی تھی؟

ہاں و ہاں ہشدار بر ناری دمے
خبردار، خبردار! سانس نہ لے
اولاً برجہ طلب کن محرمے
پہلے اٹھ، کسی محرم (راز) کو تلاش کر

---

1. غیر ہفتاد۔ عشق کا مسلک اور مذہب دنیا کے تمام مسلکوں اور مذہبوں سے جداگانہ ہے یہ شاہی تخت کو پاؤں کی بیڑی خیال کرتا ہے۔ تختہ بندی۔ پہلے زمانے میں قیدی کا پاؤں کاٹھ میں پھنسا دیا جاتا تھا۔ مطربِ عشق۔ یعنی عشق کی یہ صدا ہے کہ غلامی اس کے لیے قید ہے اور آقائی اس کے لیے دردِ سر ہے۔ پس ہم نے جو حال بیان کیا یہ تو عشق مجازی کی کیفیات ہیں۔ اب اگر عشق خداوندی ہو تو اس کی صفات کو اس پر قیاس کر لو لیکن اس کے معاملے میں عقل کام نہیں کرتی ہے لہٰذا قیاس بھی نہ کر سکو گے۔ بندگی۔ کوئی انسان بندگی اختیار کرتا ہے کوئی تخت سلطنت پسند کرتا ہے لیکن یہ دونوں باتیں عشق کے لیے پردہ اور حجاب ہیں، عشق ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔
2. کاشکے۔ کوئی دوسرا عشق کی حقیقت نہیں بیان کر سکتا۔ اگر عشق کے خود زبان ہوتی تو وہ اپنا اور عاشقوں کا حال بیان کر سکتا۔ ہر چہ گوئی۔ انسان عشق کے جو اوصاف گناتا ہے اس سے اس کی معرفت کے بجائے اور جہالت پیدا ہوتی ہے۔
3. آفت۔ انسان کا قول و فعل تو اس کی حقیقت سمجھنے میں مانع ہے لہٰذا اس کے ذریعہ اس کی حقیقت کو واضح کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی خون کو خون کے ذریعہ دھوئے۔ من چہ۔ مولانا فرماتے ہیں چونکہ میں عاشقوں کا محرمِ راز ہوں لہٰذا عشق کی حقیقت سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ کوشش ایسا رائیگاں ہے جس طرح پنجرے میں پھونک بھرنا رائیگاں ہوتا ہے۔ سخت۔ اب مولانا اپنے آپ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تیرا عشق کی حقیقت کو بیان کرنے کا دعویٰ تیرے پراگندہ خیال ہیں جو شب کی بے چینی کے اثرات ہوتے ہیں۔ ہاں۔ اپنے آپ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ عشق کی حقیقت کے بیان کو چھوڑ پہلے کوئی محرم تلاش کر پھر اس سے بات کرنا۔ ناری۔ نہ آری، بعض نسخوں میں نا ردمے ہے۔

Marfat.com

عاشق[1] و مستی و بکشادہ زباں — اللہ اللہ اشترے بہ نردباں

تو عاشق اور مست ہے اور زبان کھولے ہوئے ہے — اللہ اللہ (گویا) سیڑھی پر اونٹ ہے

چوں ز راز و ناز او گوید زباں — یا جمیل الستر خواند آسماں

جب زبان، اس (عشق) کا راز اور انداز بیان کرتی ہے — آسمان پکارتا ہے، اے عمدہ پردہ پوش کرنے والے!

ستر چہ در پشم و پنبہ آذرست — تا ہمی پوشیش او پیدا ترست

پردہ پوشی کیسی، اون اور روئی میں آگ ہے — کہ تو اس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہوتا ہے

چوں بکوشم تا سرش پنہاں کنم — سر برآرد چوں علم کاینک منم

میں جب کوشش کرتا ہوں کہ اس (عشق) کے رازوں کو چھپاؤں — وہ (عشق) جھنڈے کی طرح سر ابھارتا ہے کہ میں یہ ہوں

رَغمِ انفم[2] گیردم ناگہ دو گوش — کاے مدمغ چونش می پوشی بپوش

وہ (عشق) میری رسوائی کے لیے میرے دونوں کان پکڑتا ہے — اے بد دماغ! تو اس کو کیسے چھپاتا ہے، چھپا

گویمش رو گرچہ برجوشیدۂ — ہمچو جاں پیدائی و پوشیدۂ

میں اس سے کہتا ہوں جا، تو اگرچہ جوش میں ہے — تو جان کی طرح ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے

گوید او محبوس خنب ست ایں تنم — چوں مے، اندر بزمِ خنبک میزنم

وہ کہتا ہے، کہ میرا جسم قبر میں مقید ہے — شراب کی طرح میں مجلس میں ہتھیلیاں بجاتا ہوں

گویمش[3] زاں پیش کہ گردی گرو — تانیاید آفتِ مستی برو

میں اس سے کہتا ہوں اس سے پہلے کہ تو گروی ہو (چھپ جا) — تاکہ اس پر مستی کی مصیبت نہ آ جائے

گوید از جام لطیف آشام من — یارِ روزم تا نمازِ شام من

وہ کہتا ہے کہ میں لطیف آشام جام کے ذریعہ — دن کا شام کی نماز تک (تیرا) ساتھی ہوں

چوں بیاید شام و دزدد جامِ من — گویمش دادہ کہ نامد شامِ من

جب شام ہو جائے گی اور وہ میرا جام چرائے گی — میں اس سے کہوں گا واپس دے دے کیونکہ میری شام نہیں ہوئی ہے

---

1. عاشق۔ مولانا اپنے آپ کو فرماتے ہیں کہ تو عاشق اور مست ہے اور پھر زبان چلاتا ہے یہ تو اس قدر حیرت انگیز بات ہے جیسے کہ اونٹ سیڑھی پر چڑھے۔ چوں۔ جب میری زبان عشق کے ناز و انداز کا بیان شروع کرتی ہے تو آسمان خدا کو پکار کر ان رازوں کے مخفی رہنے کی دعا کرتا ہے۔ جمیل الستر۔ بہترین پردہ پوش۔ سر۔ عشق کے راز کو چھپانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی چنگاری کو روئی میں چھپائے۔ چوں بکوشم۔ جب میں عشق کو چھپانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اور سر ابھارتا ہے اور مجھے ذلیل کرنے کے لیے میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ مجھے چھپا کر دیکھو تو کیسے چھپا سکتا ہے۔

2. رغم انف۔ ناک کا خاک آلودہ ہونا، ذلیل ہونا۔ گویمش۔ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ آپ کو جوش آ گیا ہے آپ اس وقت چلے جائیے اور خود آپ اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیجیے آپ تو جان کی طرح پوشیدہ بھی ہیں اور ظاہر بھی۔ گوید۔ وہ عشق کہتا ہے کہ میرا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں ہے میری مثال اس شراب کی سی ہے جو مٹکے میں مقید ہے اور اس کے آثار سر محفل نہیں ہیں میں بھی روح میں مقید ہوں لیکن آثار کھلے ہوئے ہیں۔ خنب۔ خم۔

3. گویمش۔ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ مصیبت میں پھنسنے سے پہلے چھپ جا ورنہ میری مستی کوئی ظلم ڈھائے گی اور مجھ پر مصیبت آ جائے گی اور وہ میری مصیبت تیری مصیبت ہے۔ گوید۔ تو وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ تم تو میرے لطیف جام سے سیراب ہو میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا تمہارے ذریعہ میری رسوائی نہ ہوگی تم کم ظرف نہیں ہو کہ پی کر بہک جاؤ۔ روز۔ یعنی زندگی۔ شام۔ یعنی موت کا وقت۔ چوں بیاید۔ عشق نے شام تک ساتھ نہ چھوڑنے کی بات کہی تھی تو گویا وہ شام کے بعد جدا ہو جائے گا اب مولانا فرماتے ہیں کہ شام کا وقت جب جام عشق کو مجھ سے جدا کرنے لگے گا تو میں اس سے کہوں گا کہ ابھی شام نہیں ہوئی ہے مجھ سے جام نہ چرا۔

Marfat.com

زاں عرب[1] بنہاد نامِ مے مدام
اسی لیے عربوں نے شراب کا نام مدام رکھا ہے
زانکہ سیری نیست مے خور را مدام
کیونکہ شراب نوش کو کبھی سیری نہیں ہوتی ہے

عشق جوشد بادۂ تحقیق را
عشق تحقیق کی شراب کو جوش دیتا ہے
او بود ساقی نہاں صدیق را
وہ دوست کے لیے، مخفی ساقی ہوتا ہے

چوں بجوئی تو بتوفیقِ حسن
جب تو اچھی توفیق کے ذریعہ تلاش کر لے گا
بادہ آبِ جان بود ابریق تن
تو شراب روح کے لیے آب (حیات) اور جسم جام بنجائیگا

چوں بیفزاید مے توفیق را
جب وہ (عشق) توفیق کی شراب کو بڑھاتا ہے
قوتِ مے بشکند ابریق را
شراب کی تیزی، جام کو توڑ دیتی ہے

آب گردد[2] ساقی وہم مست آب
پانی ساقی بن جاتا ہے اور پانی ہی مست بن جاتا ہے
خود بگو اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
خود کہہ دے، اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

پرتو ساقی ست کاندر شیرہ رفت
ساقی کا عکس ہے، جو شیرے میں پہنچا
شیرہ برجوشید رقصاں گشت تفت
شیرہ جوش مارنے لگا، تیز ناچنے لگا

اندریں معنی بپرس آں خیرہ را
اس بیہودہ سے یہ بات دریافت کر
کہ چنیں کے دیدہ بودی شیرہ را
تو نے شیرے کو ایسا کبھی دیکھا تھا؟

بے تفکر[3] پیشِ ہر دانندہ ہست
بغیر سوچے، ہر جاننے والے کے پیش نظر ہے
آنکہ با گردندہ گردانندہ ہست
کہ گھومنے والے کے لیے (کوئی) گھمانے والا ہے

حکایتِ آں عاشق درازِ ہجر بسیار امتحاں

لمبے ہجر والے، بہت، امتحان میں مبتلا عاشق کا قصہ

یک جوانے بر زنے مجنوں بدست
ایک جوان، ایک عورت پر عاشق ہوا تھا
روز و شب بیخواب و بیخور آمدست
شب و روز، بغیر نیند اور بغیر کھائے رہتا تھا

بیدل و شوریدہ ہم مجنون و مست
بے دل، اور پریشان تیز دیوانہ اور مست
می نداذش روزگارِ وصل دست
وصل کا زمانہ، اس کے ہاتھ نہ آتا تھا

---

[1] زاں عرب۔ شراب کو عربی زبان میں مدام کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شرابی اس سے سیر نہیں ہوتا ہے اور اس کی ہمیشگی کا خواہش مند رہتا ہے تو جب شرابِ ظاہری کی یہ صورت ہے تو شرابِ عشق سے کیسے سیری ہو سکتی ہے۔ مدام۔ ہمیشہ۔ عشق جوشد۔ اب مولانا نے پھر عشق کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیے ہیں فرماتے ہیں عشق ہی حقیقت تک پہنچاتا ہے اور وہ عشق عاشق کے لیے ساقی بنتا ہے۔ چوں بجوئی۔ اگر تو اللہ کی توفیق سے عشق کی جستجو کرے گا تو وہ تیری روح کے لیے آبِ حیات کا کام کرے گا اور تیرا بدن اس کے لیے جام بن جائے گا۔ چوں بیفزاید۔ جب عشق توفیق کی شراب کو جوش دے دیتا ہے تو پھر ابریقِ بدن پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور وہ علائقِ جسمانی سے آزاد ہو جاتا ہے۔

[2] آب گردد۔ اب یہ کیفیت ہوگی کہ عشق اور عاشق و معشوق میں اتحاد ہو جائے گا پانی اور ساقی اور مست ایک ہو جائیں گے۔ خود بگو۔ اگر تیری سمجھ میں یہ اتحاد نہ آئے تو تردید نہ کر اور معاملہ اللہ کے سپرد کر دے۔ پرتو۔ انگور کے شیرے کے تمام خواص ساقی کا پرتو ہیں۔ اندریں۔ اگر کوئی انکار کرے تو اس سے دریافت کر کہ انگور کے شیرے میں یہ خواص کہاں سے آئے ہیں۔

[3] بے تفکر۔ ہر انسان کھلے طور پر جانتا ہے کہ کوئی کام کام کرنے والے کے بغیر وجود میں نہیں آتا تو لامحالہ ایک ذات ہے جو ان تمام چیزوں میں متصرف ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ حکایت۔ اس قصہ سے بھی یہ بتاتا ہے کہ اسباب میں سببیت اللہ تعالیٰ کے تصرف سے ہے ورنہ اسباب خود کوئی چیز نہیں ہیں۔ یک جوانے۔ ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا لیکن اس کو کسی طرح وصل میسر نہ آتا تھا۔

Marfat.com

بس شکنجہ[1] کرد عشقش بر زمیں　خود چرا دارد ز اول عشق کیں
اس کو عشق نے زمین پر شکنجے میں کس دیا تھا　(نہ معلوم) عشق ابتدا ہی سے کیوں دشمنی رکھتا ہے؟

عشق از اول چرا خونی بود　تا گریزد آنکہ بیرونی بود
عشق شروع سے خونی کیوں ہوتا ہے؟　تاکہ وہ بھاگ جائے جو اجنبی ہو

چوں فرستادے رسولے پیشِ زن　آں رسول از رشک گشتے راہزن
جب وہ عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا　وہ قاصد، رشک سے رقیب بن جاتا

ور بسوے زن نبشتے کاتبش　نامہ را تصحیف خواندے نائبش
اگر اس کا منشی عورت کو لکھتا　اس عورت کا نائب خط کو غلط پڑھ کر سناتا

ور صبا[2] را پیک کردے در وفا　از غبارے تیرہ گشتے آں صبا
اگر وفا کے بارے میں وہ صبا کو قاصد بناتا　وہ سب، غبار سے کالی پڑ جاتی

رُقعہ گر بر پرِّ مُرغے دوختے　پرِّ مرغ از تفِ رُقعہ سوختے
اگر وہ خط پرند کے پروں پر سیتا　خط کی گرمی سے پرند کے پر جل جاتے

راہہائے چارہ را غیرت بہ بست　لشکرِ اندیشہ را رایت شکست
تدبیر کے راستے، غیرت نے بند کر دیے　سوچ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا

بود اوّل مونسِ غم، انتظار　آخرش بشکست کہ ہم انتظار
پہلے انتظار، غم کا غمگسار تھا　آخر میں وہ درہم برہم ہو گیا، کون؟ انتظار بھی

گاہ گفتے[3] کایں بلائے بے دواست　گاہ گفتے نے حیاتِ جانِ ماست
کبھی وہ کہتا، کہ یہ لا علاج مرض ہے　کبھی کہتا نہیں، ہماری جان کی زندگی ہے

گاہ ہستی زو بر آوردے سَرے　گاہ او از نیستی خوردے برے
کبھی ہستی اس میں سر ابھارتی　کبھی وہ نیستی کا پھل کھاتا

گاہ فریادش بگردوں برشدے　گہ خیالِ دلبرش ہمدم بدے
کبھی اس کی فریاد، آسمان پر پہنچتی　کبھی معشوق کا خیال، اس کا ساتھی ہوتا

چونکہ بروے سرد گشتے ایں نہاد　جوش کردے گرم چشمہ اتحاد
جب یہ مزاج، اس پر ٹھنڈا پڑ جاتا　اُتحاد کا گرم چشمہ جوش مارتا

---

1. بس شکنجہ۔ عشق نے اس کو طرح طرح کی سزائیں دیں۔ خود چرا۔ عشق عاشق کو اس لیے ستاتا ہے تاکہ ہر بوالہوس حسن پرستی کو شعار نہ بنا لے اور نا اہل اس میدان کو چھوڑ کر بھاگ جائے۔ چوں فرستادے۔ وہ عاشق کسی کو قاصد بناتا تو وہ قاصد اس کا رقیب بن جاتا۔ ور۔ اگر وہ پیام محبت تحریر کرا کر بھیجتا تو اس معشوقہ کا منشی اس کو غلط پڑھ کر سناتا۔

2. ور صبا۔ اگر وہ صبا کے ذریعے پیغام بھیجتا تو وہ صبا گرد آلود ہو جاتی اور صحیح پیغام نہ پہنچاتی۔ رقعہ۔ اگر کبوتر کے پروں سے باندھ کر خط کر بھیجتا تو سوزش سے کبوتر کے پر جل جاتے۔ راہہائے۔ غرضیکہ کہ سبب اور تدبیر کام نہ دیتی تھی اور پیغام رسانی کے جس قدر اسباب تھے وہ سب ناکارہ ہو گئے تھے۔ بود۔ پہلے اس کے لیے معشوق کا انتظار غم کا مونس بنا ہوا تھا آخر میں وہ انتظار بھی ختم ہو گیا اور اس پر بالکل مایوسی طاری ہو گئی۔

3. گاہ گفتے۔ کبھی وہ عشق کو بلائے بے درماں سمجھتا کبھی کہتا کہ یہی تو مدار زندگی ہے۔ گاہ ہستی۔ کبھی اس پر خودی کا غلبہ ہوتا اور خواہشات پیدا ہوتیں کبھی بالکل فنا کا درجہ اختیار کرتا اور اپنے وجود کو بھلا بیٹھتا۔ گاہ۔ کبھی تنہائی کی وحشت میں گریہ وزاری کرتا کبھی محبوب کے خیال سے دل بہلاتا۔ چونکہ۔ کبھی اپنے وجود کو فراموش کر دیتا تو محبوب سے اتحاد کا چشمہ جوش مارنے لگتا۔

Marfat.com

چونکہ[1] با بے برگی غربت بساخت
جبکہ مسافرت کی بے سروسامانی سے، اس نے ساز کیا
برگِ بے برگی بسوئے او بتاخت
بے سروسامانی کا سامان، اس کی طرف بڑھا

خوشہائے فکرتش بیگاہ شد
اس کی فکر کے خوشے بغیر تھکے کے ہو گئے
شبرواں را رہنما چوں ماہ شد
وہ رات کے مسافروں کا چاند کی طرح راہنما ہو گیا

اے بسا طوطی گویائے خمش
بہت سے طوطی کی طرح چہکنے والے خاموش ہیں
اے بسا شیریں روانِ رُو تُرش
بہت سے خوش دل، غمگین ہیں

رو[2] بگورستاں دمے خامش نشیں
تھوڑی دیر کے لیے قبرستان میں جا خاموشی سے بیٹھ
آں خموشانِ سخن گو را ببیں
ان بولنے والے، خاموشوں کو دیکھ

لیک اگر یکرنگ بینی خاکِ شاں
لیکن اگر تو ان کی قبر کو یکساں دیکھتا ہے
نیست یکساں حالتِ چالاک شاں
ان کی چالاک حالت یکساں نہیں ہے

شحم و لحم زندگاں یکساں بود
زندوں کا گوشت اور چربی یکساں ہوتی ہے
آں یکے غمگیں دگر شاداں بود
لیکن، ایک غمگین، دوسرا خوش ہوتا ہے

تو چہ دانی تا ننوشی قالِ شاں
تو کیا سمجھے جب تک ان کی بات نہ سن لے
زانکہ پنہان ست بر تو حالِ شاں
کیونکہ تجھ پر ان کی حالت مخفی ہے

بشنوی[3] از قال ہائے و ہوئے را
کچھ زبان سے ہائے و ہو کو سن لیتا ہے
کے بہ بینی حالت صد توے را
تو سیکڑوں تہوں کی حالت کو کب دیکھ سکتا ہے؟

نقشِ ما یکساں بضدہا متصف
ہماری صورتیں یکساں ہیں، متضاد صفات سے متصف ہیں
خاک ہم یکساں، رواں شاں مختلف
مٹی بھی یکساں ہے، ان کی روحیں مختلف ہیں

ہمچنیں یکساں بود آوازہا
اسی طرح آوازیں بھی یکساں ہوتی ہیں
آں یکے پُر درد و آں پُر نازہا
ایک درد سے بھری ہے اور ایک نازوں سے بھری ہے

بانگِ اسپاں بشنوی اندر مصاف
میدانِ جنگ میں تو گھوڑوں کی آواز سنتا ہے
بانگِ مُرغاں بشنوی اندر مطاف
چکر کاٹنے میں، تو پرندوں کی آواز سنتا ہے

---

1. چونکہ۔ اب بے سروسامانی اس کے لیے موجب راحت بن گئی تھی۔ خوشہائے۔ جبکہ اس کا عشق خواہشات کے خس وخاشاک سے پاک ہو گیا تو وہ عاشقوں کا راہنما بن گیا۔ اے بسا۔ مولانا اہل اللہ اور مدعیانِ ولایت کا فرق سمجھاتے ہیں، بہت سے لوگ بظاہر طوطی کی طرح خوش بیان ہیں لیکن ان کا باطن بالکل خاموش ہے کچھ وہ لوگ ہیں جن کی روح خوش اور تروتازہ ہے، بظاہر ترشرو ہیں۔
2. رو۔ حقیقی ولی اور بناوٹی کا ظاہر ایسا ہی یکساں ہے جس طرح کہ قبرستان کی قبریں یکساں ہیں اور حقیقتاً ان میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ مُردوں میں ہے۔ ہر قبر والے کی حالت جداگانہ ہے۔ شحم۔ مردوں میں کیا زندوں میں بھی بظاہر یکسانیت ہے لیکن اندرونی حالات مختلف ہیں۔ تو چہ دانی۔ انسان اور انسان میں فرق جب ظاہر ہوتا ہے جب وہ بولتا ہے۔
3. بشنوی۔ بولنے سے بھی پوری حقیقت واضح نہیں ہوتی ہے اصل حالت کا پتا لگانا مشکل ہے۔ نقش۔ انسانوں کی صورتیں یکساں ہیں لیکن اوصاف میں بہت فرق ہے جسم یکساں ہیں روحیں مختلف ہیں۔ ہم چنیں۔ آوازیں بھی یکساں معلوم ہوں گی لیکن ان آوازوں میں مخفی درد اور ناز کی وجہ سے فرق ہے۔ بانگ۔ گھوڑوں اور پرندوں کی آوازوں میں بھی یکسانیت ہوتی ہے لیکن ان آوازوں کی باطنی کیفیات میں فرق ہے۔

Marfat.com

آں یکے از حقد و دیگر زِ ارتباط
ایک دشمنی سے ہے، اور دوسری تعلق کی وجہ سے
آں یکے از رنج و دیگر از نشاط
ایک رنج سے ہوتی ہے، دوسری خوشی سے

ہر کہ[1] دُور از حالتِ ایشاں بود
جو ان کے احوال سے دور ہو
پیشش آں آوازہا یکساں بود
اس کے لیے وہ آواز میں یکساں ہوتی ہیں

آں درختے جنبد از زخمِ تبر
ایک درخت کلہاڑے کی چوٹ سے ہلتا ہے
واں درختِ دیگر از بادِ سحر
دوسرا درخت، صبح کی ہوا سے

بس غلط گشتم زدیگِ مُردہ ریگ
میں بہت سی مرتبہ بیکار دیگ سے غلطی میں پڑ گیا
زانکہ سَر پوشیدہ میجوشید دیگ
کیونکہ دیگ منہ ڈھکے ہوئے جوش مار رہی تھی

جوشِ[2] و نوشِ ہر کست گوید بیا
تجھ سے ہر شخص کا جوش، اور ذائقہ کہتا ہے آ جا
جوشِ صدق و جوشِ تزویر و ریا
سچائی کا جوش اور طمع سازی، اور ریا کا جوش

گرنداری دیدہائے روشناس
اگر تو پہچاننے والی آنکھیں نہیں رکھتا ہے
رَو دماغے دست آور بوشناس
جا کوئی خوشبو پہچاننے والا دماغ حاصل کر

آں دماغے کہ بداں گلشن تند
وہ دماغ جو اس چمن سے تعلق رکھے
چشمِ یعقوباں ہمو روشن کند
یعقوبوں کی آنکھ کو بھی روشن کرے

ہیں بگو احوالِ آں خستہ جگر
خبردار! اس خستہ جگر کے احوال بتا
کز بخاری دور ماندیم اے پسر
کیونکہ اے لڑکے! ہم بخاری سے دور جا پڑے

یافتنِ[3] عاشق معشوق را و بیانِ آنکہ جویندہ یابندہ بود کہ مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَّ وَجَدَ، صَدَقَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

عاشق کا معشوق کو پا لینا، اور اس کا بیان کہ جستجو کرنے والا پانے والا ہوتا ہے، جس نے کسی چیز کو طلب کیا اور کوشش کی اس نے اس کو پا لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، جو شخص ایک ذرہ کے وزن کی نیکی کرتا ہے، وہ اس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ برابر شر کرے گا وہ اس کو دیکھے گا

---

[1] ہر کہ۔ جو شخص اصل حالت سے واقف نہ ہوگا وہ آوازوں کو یکساں سمجھے گا۔ آں درخت۔ درختوں کا ہلنا بھی یکساں ہے لیکن ایک کے ہلنے کا سبب کلہاڑے کی چوٹ ہے اور دوسرے کے ہلنے کا سبب بادِ صبا ہے۔ بس غلط۔ سرپوش سے ڈھکی ہوئی دیگ کے جوش مارنے سے دھوکا ہوتا ہے۔

[2] جوش۔ ہر انسان کا جوش و خروش تجھے دعوت دیتا ہے۔ گرنداری۔ اگر انسان میں خود امتیاز کرنے کی طاقت نہیں ہے تو کسی صاحب بصیرت سے مشورہ کر لے۔ آں دماغے۔ پہچاننے کے لیے اس آدمی کا سہارا لے لے جو اس گلشن کا دماغ رکھتا ہو اور وہ عاشقوں کا نورِ دیدہ ہو۔ یعقوباں۔ عاشقاں۔ اس قصہ کی وجہ سے ہم بخاری کے قصہ سے دور جا پڑے اب اس کا ذکر کرنا چاہیے۔

[3] یافتن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرتِ حق تعالیٰ اسبابِ ظاہری کے بغیر بھی مقصد پورا فرما دیتا ہے اور عالمِ اسباب میں خیبت پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن انسان کی کوشش شرط ہے اور انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔

کاں جواں در جستجو بد ہفت سال
وہ جوان سات سال تلاش میں رہا
از خیالِ وصل گشتہ چوں خیال[1]
وصل کے خیال سے خیال کی طرح ہو گیا

سایۂ حق برسرِ بندہ بود
بندے پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے
عاقبت جویندہ یابندہ بود
انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہوتا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ چوں کوبی درے
پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جب تو دروازہ کھٹکھٹائے گا
عاقبت زاں در بروں آید سرے
انجام کار اس دروازے سے سر باہر نکلے گا

چوں نشینی بر سرِ کوے کسے
اگر تو کسی کے کوچے کے سرے پر بیٹھے گا
عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
انجام کار کسی کا چہرہ دیکھ لے گا

چوں ز چاہے میکنی ہر روز خاک
جب تو کنویں سے روز مٹی نکالے گا
عاقبت اندر رسی در آبِ پاک
انجام کار پاک پانی میں پہنچ جائے گا

جملہ[2] دانند ایں اگر تو نگروی
سب جانتے ہیں خواہ تو نہ مانے
ہر چہ می کاریش روزے بد روی
جو تو بوئے گا، ایک دن کاٹے گا

سنگِ بر آہن زدی آتش بجست
تو نے لوہے پر پتھر مارا آگ نکلی
ایں بباشد ور نہ باشد نادِرست
یہ ہو گا، اگر نہ ہو تو نادر ہے

آنکہ روزی نیستش بخت و نجات
جس کا مقدر نصیب اور نجات نہیں ہے
ننگرد عقلش مگر در نادرات
اسکی عقل نادر کے سوا نہیں دیکھتی ہے

کاں[3] فلاں کس کشت کردو بَر نداشت
کہ اس فلاں نے کھیتی کی، اور پھل نہ پایا
واں صدف بُرد و صدف گوہر نداشت
وہ سیپ لے گیا، اور سیپ میں موتی نہ تھا

بلعم باعور و ابلیسِ لعین
بلعم باعور، اور ملعون شیطان
سود نامد شاں عبادتہا و دیں
ان کو عبادتیں، اور دین مفید نہ پڑا

صد ہزاراں انبیاء و رہرواں
لاکھوں نبی، اور راہبر
ناید اندر خاطرِ آں بدگماں
اس بدگمان کے دل میں نہ آئے

ایں دو را گیرد کہ تاریکی دہد
ان دو کو اس نے پکڑا جو تاریکی پیدا کرتے ہیں
در دلش ادبار جز ایں کے نہد
بدنصیبی اس کے دل میں اس کے علاوہ کیا رکھے؟

---

[1] چوں خیال۔ یعنی اس کا وجود ایک خیالی چیز بن گیا تھا۔ عاقبت۔ انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔ چوں۔ محبوب کی جستجو میں جب تم اس کے کوچے پر دھرنا دے دو گے تو ضرور اس کا دیدار کر لو گے۔ چاہے۔ مٹی کھودتے رہو گے تو کنویں سے ضرور پانی نکل آئے گا۔

[2] جملہ۔ تمام دنیا کا عقیدہ ہے خواہ تو انکار کرے کہ کھیتی کا پھل ضرور ملتا ہے اور جو بوتا ہے وہ کاٹتا ہے۔ سنگ۔ لوہے پر پتھر مارو گے تو سنت اللہ ہے کہ اس سے آگ پیدا ہو جائے گی عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اس کے خلاف بہت کم ہوتا ہے۔ آنکہ۔ جو بدبخت ہوتے ہیں وہ سنت الٰہی کو پیش نظر نہیں رکھتے نادر الوقوع باتوں کی طرف دھیان کرتے ہیں۔

[3] کاں۔ نادر باتوں کی یہ مثالیں ان کے پیش نظر ہوتی ہیں کہ فلاں شخص نے کھیتی کی وہ جل گئی اس کو کچھ نہ ملا اس نے دریا میں غوطہ لگایا سیپ نکالا اس میں موتی نہ نکلا، بلعم اور شیطان نے عبادتیں کیں ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ صد ہزاراں۔ وہ بدبخت لاکھوں انبیا اور اولیا کو نہیں دیکھتا کہ عبادات سے ان کو کتنے بڑے رتبے ملے۔ ایں دو۔ بلعم اور شیطان کو پکڑے ہوئے ہے یہ اس کی بدبختی کی علامت ہے۔

Marfat.com

بس کسا[1] کہ ناں خورد دل شاد او — مرگِ او گردد بگیرد در گلو
بہت سے وہ ہیں جو خوش دلی سے روٹی کھاتے ہیں — وہ ان کی موت بنتی ہے اور ان کا گلا پکڑتی ہے

پس تو اے اِدبار رُو ہم ناں مخور — تا نیفتی ہمچو او در شور و شر
تو اے منحوس صورت! تو بھی روٹی نہ کھا — تاکہ اس کی طرح شور و شر میں مبتلا نہ ہو

صد ہزاراں خلق ناںہا می خورند — زور می یابند و جاں می پرورند
لاکھوں انسان روٹی کھاتے ہیں — طاقت حاصل کرتے ہیں اور جان کی پرورش کرتے ہیں

تو بداں نادر کجا افتادهٔ — گر نہ محرومی و ابلہ زادهٔ
تو اس نادر میں کیوں گھس گیا؟ — اگر تو محروم، اور بے وقوف کا بچہ نہیں ہے

ایں جہاں[2] پُر آفتاب و نورِ ماہ — تو بہشتہ سرفرو بُردہ بچاہ
یہ دنیا دھوپ اور چاند کی روشنی سے بھری ہوئی ہے — تو سر کو لٹکائے ہوئے کنویں میں گھسا ہے

کہ اگر حق ست پس کو روشنی — سر زچہ بردار و بنگر اے دنی
کہ اگر صحیح ہے تو روشنی کہاں ہے؟ — اے کمینے! کنویں سے سر اٹھا، اور دیکھ

جملہ عالم شرق و غرب آں نور یافت — تا تو در چاہی نخواہد بر تو تافت
مشرق اور مغرب میں تمام جہان نے نور محسوس کیا — جب تک تو کنویں میں ہے وہ تجھ پر نہ چمکے گا

چَہ رہا کن رَو بایوان و کروم — کم ستیز اینجا بداں کاللّجُ شُوم
کنویں کو چھوڑ، محلات اور باغات میں جا — یہاں کج بحثی نہ کر سمجھ لے جھگڑالو پن بدبختی ہے

ہیں مگو کاینک فلانے کشت کرد — در فلاں سال و ملخ کِشتش بخورد
خبردار! یہ نہ کہہ کہ فلاں نے کھیتی کی — فلاں سال میں اور ٹڈی اس کی کھیتی کھا گئی

پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست — پس چرا افشانم ایں گندم زدست
تو میں کھیتی کیوں کروں کہ یہاں خوف ہے — میں ہاتھ سے اس گیہوں کو کیوں بکھیروں؟

ہیں[3] مکن استیزہ رَو رَو کارکن — با توکل کشت کن بشنو سخن
خبردار! جھگڑا نہ کر جا، جا کام کر — توکل کے ساتھ کھیتی کر، بات سن لے

ہر کہ استیزہ کند بر سر فتد — آنچناں کو برنخیزد تا ابد
جو کج بحثی کرتا ہے، سر کے بل گرتا ہے — اس طرح کہ قیامت تک نہیں اٹھ سکتا

وانکہ او نگذاشت کشت و کار را — پُر کند کوریِ تو انبار را
اور جس نے کھیتی، اور کام کو نہ چھوڑا — وہ تیرے اندھے پن پر انبار بھر لے گا

بس کسا۔ نادر اور اتفاقات کی مثالیں لاکر عبادتوں سے گریز کرتا ہے، اگر نادر ہی دلیل ہے تو اتفاقاً یہ بھی ہوا کہ روٹی کھانے سے انسان مرا ہے تو روٹی کھانا کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔ تو بداں۔ نادر الوقوع حادثوں کو پیش نظر رکھنا بڑی بدبختی ہے۔

ایں جہاں۔ نادر چیزوں سے استدلال کرنے والے کی مثال یہ ہے کہ عالم میں دھوپ اور چاندنی پھیلی ہوئی ہو اور ایک شخص کنویں میں منہ جھکائے ان کا انکار کرتا ہے۔ جملہ عالم۔ اس کے لیے بھی جواب ہے کہ عالم تو نور سے بھرا ہے تو خود اس سے محروم ہے۔ اللج شوم۔ کج بحثی اور جھگڑالو پن بدبختی کی دلیل ہے۔

ہیں۔ انسان کو کج بحثی چھوڑ کر عمل میں لگ جانا چاہیے اور اللہ کے بھروسے پر عمل کرنا چاہیے یقیناً وہ اس کے فوائد سے مستفید ہوگا۔ ہر کہ۔ کج بحثی کرنے والا اس طرح سے اوندھے منہ گرتا ہے کہ قیامت تک نہیں سنبھلتا ہے۔

زیں بیاں[1] بگذر زمانے باز راں — جانب احوالِ آں عاشق جوان
تھوڑی دیر کے لیے اس بیان سے گذر جا، پھر چل — اس جوان عاشق کے احوال کی جانب

چوں درے میکوفت او از سلوتے — عاقبت دریافت روزے خلوتے
جب وہ لاپروائی سے، دروازہ کھٹکھٹاتا رہا — انجام کار اس نے ایک روز محبوب کی خلوت حاصل کر لی

جست از بیم عسس او شب بباغ — یارِ خود را یافت با شمع و چراغ
وہ رات کو کوتوال کے ڈر سے باغ میں گھس گیا — اس نے اپنے یار کو شمع، اور چراغ کے ساتھ پا لیا

گفت سازندہ سبب را آں نفس — اے خدا تو رحمتے کن بر عسس
اس وقت اس نے مسبب الاسباب سے کہا — اے خدا! کوتوال پر رحمت نازل فرما

ناشناسا تو سببہا کردۂ — از درِ دوزخ بہشتم بردۂ
نا معلوم کو تو نے سبب بنا دیا — تو دوزخ کے دروازے سے مجھے بہشت میں لے گیا

بہر آں کردی سبب ایں کار را — تا ندارم خوارِ من یک خار را
تو نے اس لیے (اس کو) اس کام کا سبب بنایا — تاکہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ سمجھوں

در شکست پائے بخشد حق پرے[2] — ہم ز قعرِ چاہ بکشاید درے
اللہ تعالیٰ پاؤں ٹوٹنے کے بدلے میں پَر عنایت کر دیتا ہے — کنویں کے اندر بھی وہ دروازہ کھول دیتا ہے

ہرچہ آں بر تو کراہیت بود — چوں حقیقت بنگری رحمت بود
وہ چیز جو تجھے ناگوار ہوتی ہے — جب تو حقیقت کو دیکھتا ہے وہ رحمت ہوتی ہے

تو مبیں کہ بر درختی یا بچاہ — تو مرا بیں کہ منم مفتاحِ راہ
یہ نہ دیکھ کہ تو درخت پر یا کنویں میں ہے — تو مجھے دیکھ، میں راستے کی کنجی ہوں

گر تو خواہی باقی ایں گفتگو — اے اخی در دفتر چارم بجو
اگر اس گفتگو کا بقیہ چاہتا ہے — اے بھیا! چوتھے دفتر میں تلاش کر لے

---

1. زیں بیاں۔ یعنی انسان کو اس کے عمل کا پھل ضرور ملتا ہے۔ سلوتے۔ بے غمی، بے فکری۔ خلوت۔ یعنی محبوب کے ساتھ تنہائی۔ عسس۔ کوتوال یعنی وہ عاشق کوتوال کے ڈر سے باغ میں چھپنے کے لیے گھس گیا وہاں اس کی محبوبہ مع شمع کے موجود تھی۔ گفت۔ چونکہ کوتوال وصال کا سبب بنا اس لیے اس نے کوتوال کو دعائیں دیں۔ سازندہ سبب۔ سبب بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ ناشناسا۔ غیر معروف، نامعلوم۔ دوزخ۔ یعنی فراق۔ بہشت۔ یعنی وصال۔ بہر آں۔ کوتوال کو سبب وصال بنا کر تو نے یہ تنبیہ کی ہے کہ کسی چیز کو انسان ذلیل نہ سمجھے کسی نہ کسی وقت وہ مفید ہو سکتی ہے۔

2. در شکست۔ جب اللہ کا کرم ہوتا ہے تو پاؤں کا ٹوٹنا، پر حاصل ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک ضد کو دوسری ضد کے حصول کا سبب بنا دیتا ہے، کنویں کی گہرائی نجات کا سبب بن جاتی ہے۔ ہرچہ۔ قرآن پاک میں ہے عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ یعنی "بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہوتی ہے۔" تو مبیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ منم۔ تمام راستوں کی کشادگی کا ذریعہ اور سبب اللہ تعالیٰ ہے۔ گر تو خواہی۔ اب اس عاشق کا بقیہ قصہ دفتر چہارم میں مذکور ہوگا۔

Marfat.com

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

دفتر چہارم

مصنّف

مولانا جلال الدین رومیؒ

مترجم

قاضی سجّاد حسین

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

Marfat.com

فہرست

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مقدمہ

قونیہ کا سفر

۱۴ دسمبر ۷۶ء سے مولانائے رومؒ پر ایک سہ روزہ سیمینار ترکی حکومت قونیہ میں منعقد کر رہی تھی اس کا دعوت نامہ حکومت ہند کی معرفت مجھے موصول ہوا۔ میں نے اس دعوت نامہ کو منظور کیا اور حکومت ہند نے آمد و رفت کے مصارف کی ذمہ داری قبول کی۔

میں نے یہ بھی طے کیا کہ میرا یہ سفر صرف قونیہ تک کا نہ ہو بلکہ اس سفر میں دیگر مقدس مقامات کی زیارت بھی کروں اور اس کے مصارف میں خود برداشت کروں چنانچہ دہلی، بمبئی، تہران، استنبول، قونیہ، سعودیہ عربیہ اور عراق کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بن کر میرے پاس آ گیا۔

میں ۱۰ کی صبح کو دہلی سے بمبئی کے لیے روانہ ہوا اور ۱۰ کا پورا دن بمبئی میں گزار کر ۹ بجے شب کے جہاز سے تہران کے لیے روانہ ہوا۔ یہ جہاز کراچی ہوائی اڈے پر ٹھہرتا ہوا تقریباً ۱۲ بجے شب تہران ہوائی اڈے پر جا اترا۔ ۱۱ کا سارا دن تہران اور اس کے اطراف شوس، رے، شاہ عبدالعظیم اور مشہور مقامات کے دیکھنے میں گذرا۔ شب ایک انٹرکونٹی نینٹل ہوٹل میں گذار کر ۱۲ کی صبح کو ۴ بجے کے جہاز سے استنبول کے لیے روانہ ہو گیا۔ ۱۲ کو استنبول کے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوا اور دیگر جامعات اور آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ۱۳ کی صبح کو بھی بعض مقامات دیکھے اور بعد ظہر استنبول سے قونیہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پرواز کے بعد جہاز قونیہ کے ہوائی اڈے پر جا اترا۔ قونیہ پہنچ کر میں سیمینار کے دفتر استقبال میں پہنچ گیا۔ میزبانوں نے میرا قیام درگاہ ہوٹل میں کرا دیا۔ یہ ہوٹل بہت ہی آرام دہ تھا۔ اس کے سامنے وسیع سڑکیں اور چمن زار تھے اور ان کے دوسری جانب حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اقدس تھا اور مزار اقدس کے قریب ہی نہایت شاندار شاہ سلیم کی مسجد تھی۔

میں ۱۳ کو قونیہ پہنچ گیا جبکہ سیمینار ۱۵ کی صبح سے شروع ہو رہا تھا۔ میں نے ۱۴ کو آرام کیا اور ۱۵ سے سیمینار میں شرکت شروع کر دی۔ یہ سیمینار تین روز مسلسل چلا۔ اس میں زیادہ تر مستشرقین شریک تھے اور اس کی تمام کارروائی ترکی زبان میں ہو رہی تھی، مقالات زیادہ تر ترکی اور انگریزی میں تھے۔

میں نے ۱۶ کو اپنا مقالہ پڑھا۔ یہ فارسی میں تھا اور اس کا موضوع روح اور بقائے عالم تھا اور اس کے آخر میں میں نے علامہ اقبال کے وہ اشعار ذکر کیے تھے جن میں علامہ نے مولانا رومؒ اور ان کے بعض خیالات کا

Marfat.com

ذکر کیا ہے۔ قونیہ کے قیام میں سیمینار کی شرکت کے علاوہ میرا معمول مولانا رومؒ کے مزار پر حاضری اور قونیہ کے مشہور مقامات کی سیر رہی۔ مولانا صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضر ہوا۔ مشہور مفسر علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھی اور شب کے اوقات میں مثنوی کے ترجمہ اور تحشیہ میں مصروف رہتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ دفتر پنجم کا بیشتر حصہ میں نے اسی ہوٹل میں مکمل کر لیا۔ حضرت مولاناؒ کے مزار پر حاضری کے وقت میں نے ان تمام اشخاص کی قبروں پر بھی فاتحہ پڑھی جن کا ذکر مولاناؒ اپنی مثنوی میں کرتے ہیں۔ سلطان ولد، مولانا حسام الدین چلپی، زرکوب رحمہم اللہ ان سب بزرگوں کی قبریں مولانا کے مزار مبارک کے قریب ہی ایک گنبد کے نیچے ہیں۔

میں نے مولاناؒ کے میوزیم میں مثنوی کا ایک قدیم نسخہ بھی دیکھا جو سلطان ولد کی طرف منسوب ہے۔ مثنوی کے مشہور نسخوں اور اس نسخہ میں اختلاف ہے۔ مثنوی کا پہلا شعر عام نسخوں میں اس طرح ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند وز جدائیہا شکایت میکند

اس نسخہ میں یہ شعر اس طرح ہے۔

بشنو ایں نے چوں شکایت می کند از جدائیہا حکایت میکند

اس طرح مثنوی کے مروج نسخوں اور اس نسخہ میں ابتدائی ۱۶ شعروں میں جو اختلافات ہیں میں نے ان کو نوٹ کیا۔ اس موضوع پر انشاء اللہ عنقریب رسالہ ''جامعہ'' میں ایک مفصل مضمون شائع ہو جائے گا۔

یہ موقع نہیں ہے کہ میں قونیہ کے دورانِ قیام کے واقعات تفصیل سے لکھوں خصوصاً مولویہ فرقہ کے رقص کی روداد تفصیل طلب ہے۔ قونیہ کے آٹھ روزہ قیام کے بعد میں استنبول کے لیے روانہ ہو گیا اور وہاں سے ۲۳ دسمبر کو سہ پہر کے وقت میں مصر پہنچ گیا۔

قاہرہ میں تقریباً ایک ہفتہ مقیم رہا۔ قدیم اور جدید قاہرہ کو دیکھا۔ جامع ''الازہر'' دیکھی اور اس کے شیخ علامہ عبدالحلیم محمود سے ملا دیگر اساتذہ سے ملاقاتیں کیں۔ ''حسین'' دیکھا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ امام شافعیؒ، امام لیث بن سعدؒ، رابعہ بصریہ، حضرت زینبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت نفیسہؓ کے مزاروں اور مساجد میں حاضری دی۔ جامع محمد علی اور قلعہ دیکھا۔ اہرام اور ابوالہول دیکھا۔ قاہرہ کا مشہور میوزیم دیکھا اور ۳۰ دسمبر کو مصر سے روانہ ہو کر جدہ جا اترا۔ جناب محمد انعام الرحمٰن صاحب قدوائی فرسٹ سیکرٹری انڈین ایمبیسی میرے منتظر تھے۔ شب میں ان کے یہاں قیام کر کے ۳۱ دسمبر روزِ جمعہ صبح سویرے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ عمرہ سے فارغ ہوا اور جمعہ کی نماز مسجد حرام ہی میں ادا کی۔ سارے دن طواف اور بیت اللہ شریف کی زیارت سے متشرف ہوتا رہا۔ شام کو جناب انعام الرحمٰن مجھے جدہ واپس لے آئے۔ شب

Marfat.com

میں قیام کرنے کے بعد میں نے یکم فروری ۱۹۷۷ء کو مدینہ طیبہ کے لیے روانگی شروع کر دی۔ ظہر کے بعد روانہ ہوا۔ عصر اور مغرب کی نمازیں راستہ میں ادا کیں اور عشا کی نماز کے وقت میں مقامِ بدر میں پہنچ گیا۔ مسجد عریش میں عشا کی نماز باجماعت ادا کی اور شہداءِ بدر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ تھوڑے وقفہ کے بعد مدینہ طیبہ کا گنبد خضراء جو آقائے نامدار تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ ہے، نظر آنے لگا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر محبّ مکرم مولانا انعام کریم صاحب مہاجر مدنی کی قیام گاہ پر پہنچا۔ موصوف میری آمد کے منتظر تھے۔ کافی رات گذر چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے آرام کیا اور شب کے آخری حصہ میں روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر قیام گاہ پر آ گیا۔

مدینہ طیبہ کے دس روزہ قیام میں اکثر وقت مسجد اور روضۂ اطہر پر گذارتا۔ احباب اور بزرگوں سے بھی ملاقاتیں کرتا رہا۔ عصر کے بعد مخدومی حضرت مولانا زکریا صاحب قبلہ کی مجلس میں حاضر ہو جاتا تھا۔ بالآخر زندگی کے یہ دس روز انہی سعادتوں میں گذار کر جدہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ میں نے طے کیا تھا کہ میں جدہ میں قیام نہ کروں گا بلکہ سیدھا مکہ معظمہ پہنچوں گا۔

۱۰ جنوری ۷۷ء کی شام کو مدینہ ایرپورٹ سے روانہ ہو کر جدہ پہنچا اور جدہ سے سیدھا مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ بیت اللہ شریف میں حاضری دی۔ عمرہ سے فراغت ہوئی اور پھر شب کا اکثر حصہ طواف اور نوافل میں گذار کر ۱۱ کی شام کو جدہ واپس آ گیا۔ ۱۲ کی شام کو جدہ سے عراق کے لیے روانہ ہو گیا۔

عراق کے ہوائی اڈے پر جناب شفاعت احمد صاحب سیکنڈ سیکرٹری انڈین ایمبیسی اور ایمبیسی کے ایک دوسرے کارکن ہوائی اڈے پر پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے میرا قیام بغداد میں کسی ہوٹل کے بجائے فیض حسینی میں کرانا مناسب سمجھا۔ میں نے بھی اس کو پسند کر لیا۔ دجلہ کے کنارے اچھی جگہ تھی۔ اب میں بغداد شریف کے مشہور مقامات کی زیارتوں میں مصروف ہو گیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوا۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسفؒ کے مزارات پر حاضر ہوا۔ شیخ جنید بغدادیؒ، شیخ معروف کرخیؒ، شیخ سہروردیؒ، امام غزالی رحمہم اللہ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر کوفہ پہنچ کر مسجد کوفہ میں نماز پڑھی۔ حضرت عقیلؓ ابن ابی طالب کے مزار پر حاضری دی۔ مختار ثقفی کی قبر بھی دیکھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقامِ شہادت بھی دیکھا۔

وہاں سے رخصت ہو کر مدائن کسریٰ پہنچا اور کسریٰ کے قلعہ کی اس محراب کو بھی دیکھا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت شگاف پڑ گیا تھا۔

Marfat.com

مدائن کسریٰ سے میں نجف اشرف پہنچا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی۔ چند گھنٹے وہاں گزار کر کربلاءِ معلیٰ پہنچا۔

حضرت امام حسینؓ شہید کربلا کے مزار پر حاضر ہوا۔ حضرت عباس علمدار، حضرت علی اصغر، حضرت علی اکبر اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہم اور کربلا کے دوسرے ۲۷ شہداء پر فاتحہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۸ کی شام کو بغداد سے روانہ ہو کر کراچی پہنچا اور ۵ روز عزیز مکرم جناب حکیم محمد سعید صاحب کے پاس گزار کر دہلی واپس آ گیا۔

اس سفر کے تفصیلی واقعات انشاء اللہ سفر نامہ کی صورت میں پیش کروں گا۔

دفتر سوم کے بارے میں

خدا کے فضل و کرم سے دفتر سوم میرے سفر سے پہلے ہی اس مرحلہ پر آ چکا تھا کہ اگر سفر نہ ہوتا تو میں اس کا دسمبر ہی میں اجرا کرا دیتا لیکن یہی طے کیا کہ سفر سے واپسی پر ۲۸ مارچ کو ہی حسب سابق یومِ رومی کے موقع پر اس کا اجرا کرایا جائے۔ میرے سفر کے دوران ہی ہندوستان میں پارلیمنٹ کے انتخابات کا اعلان ہو گیا۔ واپسی پر انتخابات کی ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی اور ان انتخابات کے نتیجہ میں ہندوستان میں ایک عظیم انقلاب رونما ہو گیا۔ کانگریس جس کی کوششوں سے ہندوستان آزاد ہوا تھا اور وہی تیس سال سے ہندوستان پر حکومت کر رہی تھی اس کی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے اس کو مکمل شکست ہو گئی اور نظامِ حکومت یکسر بدل گیا۔ ایسے حالات میں یہ ممکن نہ ہو سکا کہ ۲۸ مارچ ۷۷ء کو یومِ رومی منایا جا سکے اور دفتر سوم کا اجرا عمل میں آ سکے۔ مجبوراً اس کی فروختگی شروع کر دی گئی۔

اب جبکہ میں دفتر چہارم کے مقدمہ کی یہ چند سطور لکھ رہا ہوں دفتر چہارم کتابت کے مرحلہ سے گذر کر طباعت کے مراحل طے کر رہا ہے خدا سے توقع ہے کہ چند ماہ بعد اجرا عمل میں آ جائے گا۔

میں بفضلہٖ تعالیٰ دفتر پنجم کا اکثر حصہ لکھ چکا ہوں اور اب اس کی کتابت شروع کرا رہا ہوں۔

دفتر چہارم سے متعلق

طیّ الارض: زمین کا لپٹ جانا، اولیاء اللہ کے لیے بسا اوقات زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ مہینوں کا سفر سیکنڈوں میں طے کر لیتے ہیں، ان کا جسم ان کے دل کی خاصیت قبول کر لیتا ہے جس طرح دل ایک سیکنڈ میں لاکھوں میل پہنچ جاتا ہے، ایک مومن کا دل لاکھوں میل دور ہوتے ہوئے ایک سیکنڈ میں کعبۃ اللہ پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اولیا کا جسم بسا اوقات بطور کرامت بڑی سے بڑی مسافت کو ایک لمحہ میں طے کر لیتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کی یہ حالت ہوتی تھی گویا آپ کے لیے زمین لپٹتی چلی جارہی ہے۔ مولانا نے ایک شعر میں فرمایا ہے۔

دل بکعبہ می رود در ہر زماں　　جسم طبعِ دل بگیرد ز امتناں

دل ہر لحہ کعبہ میں پہنچ جاتا ہے　　اللہ کے کرم سے جسم دل کی خاصیت حاصل کر لیتا ہے

لطائفِ عشرہ

دس لطیفے، صوفیا کے نزدیک انسان کی ترکیب دس جزوں سے ہے جن کو وہ لطائف عشرہ کہتے ہیں۔ ان دس لطیفوں میں سے پانچ کا تعلق عالم ملکوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ قلب، روح، سر، خفی، اخفی۔ اور پانچ کا تعلق عالم ناسوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ نفس، آگ، پانی، مٹی، ہوا۔ مکمل مومن وہ ہے جس کے یہ دسوں اجزا ذکر الٰہی میں منہمک رہیں۔

تجددِ امثال

ہر چیز کا اُسی جیسا ہر آن نیا ہو جانا، حکماء صوفیہ ہر چیز کا منبع ومخرج اور مرجع ذاتِ واحد کو مانتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز ہر آن اسی ذاتِ واحد سے کسب فیض کر رہی ہے، ہر چیز کے تمام قوی اور وجود کا منبع ذاتِ واحد ہے چونکہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے اس کے قویٰ اور وجود ہر آن فنا ہو رہا ہے اور جدید قوت اور وجود اس ذاتِ واحد سے حاصل کر رہی ہے تو گویا کائنات کی ہر چیز، ہر آن اپنے موجودہ وجود اور قوت کو فنا کر دیتی ہے اور اسی جیسا ایک جدید وجود اور قوت حاصل کر لیتی ہے۔ محسوسات میں اس کی مثال اس طور سمجھ لی جائے کہ بجلی کے ایک منبع سے وابستہ تمام قمقمے ہر آن ایک نیا کرنٹ منبع سے حاصل کرتے ہیں اور ان میں ہر آن پہلا کرنٹ ختم ہو کر نیا کرنٹ مرکز سے پہنچ جاتا ہے اور آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ "ہم سب خدا ہی کے ہیں اور اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں" سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

کشتگانِ　خنجرِ　تسلیم　را
ہر　زماں　لذ　غیب　جانے، دیگرست

مولانائے رومؒ نے فرمایا۔

حاصل　اندر　یک　زماں　از　آسماں
می　رود　می　آید　ایدر　کارواں

مسئلہ سماع

یعنی مزامیر اور آلات کے ساتھ گانا سننا۔ یہ مسئلہ بزرگوں میں ہمیشہ سے زیر بحث رہا ہے۔ مولانا

Marfat.com

بحر العلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:

''نغمات کا سماع دل میں رقت اور نرمی پیدا کرتا ہے اور اس جذبہ کو ابھارتا ہے جو دل میں پیوست ہوتا ہے۔ اگر کسی کو تعلق مع اللہ ہے اور اس کے دل میں عشق خداوندی جاگزیں ہے تو سماع سے اس کا یہ جذبہ مزید قوت حاصل کر لیتا ہے اور آتش عشق تیز ہو جاتی ہے لیکن اگر دل میں شہوانی جذبات ہیں تو سماع فسق و فجور کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لیے چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اہل کے لیے سماع کو جائز اور نااہل کے لیے حرام قرار دیتے ہیں۔ شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحاتِ مکیہ میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی شخص نے سماع کے بارے میں شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ مبتدی سالک کے لیے حرام ہے اور منتہی کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس شخص نے پھر دریافت کیا کہ پھر کس کے لیے سماع جائز ہے تو فرمایا متوسط صاحب دل کے لیے جائز ہے۔ شیخ اکبرؒ نے ایک دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہے کہ سماع اگرچہ جائز ہے لیکن بزرگوں کے نزدیک اس سے بچا رہنا بہتر ہے اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے قائل نہ تھے اور اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ بہر حال موجودہ زمانے میں عرسوں کے مواقع پر عوام کے مجمع میں مزامیر کے ساتھ قوالی سننا کسی اعتبار سے بھی درست نہیں ہے۔

مسجد اقصیٰ

یہ مسجد بیت المقدس میں واقع ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج یہاں سے ہی شروع ہوئی تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۶، ۱۷ مہینے اسی کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اس اعتبار سے اس کو مسلمانوں کا قبلہ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ہمیشہ یہی قبلہ رہا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسی جگہ ہیکل کی تعمیر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔

مسجد حرام

مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے چاروں طرف کا ایک خاص علاقہ مسجد حرام کہلاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کی کوئی خاص چہار دیواری نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اس کے اندر کی آبادی کو منتقل کر کے اس کی چہار دیواری بنوائی۔ پھر مختلف دوروں میں اس مسجد کی توسیع ہوتی رہی ہے۔

Marfat.com

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

یہ بنو سعد قبیلہ کی خاتون ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے۔ لہٰذا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ یہ تشریف لائیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر ان کے لیے بطور فرش کے بچھا دی۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں ان کا اصل نام طیفور تھا۔ اسی لیے ان کا تصوف کا سلسلہ طیفوریہ کہلاتا ہے۔ طریقت اور دیگر سلسلے بھی ان تک پہنچتے ہیں۔ ریاضتوں اور مجاہدوں اور کرامات میں یکتا اور فرد تھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ میں آپ کا وہی مقام ہے جو فرشتوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا۔ شہر بسطام میں ۱۴ شعبان ۲۳۲ ہجری کو وفات پائی۔

ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

ان کی اگرچہ بایزید بسطامیؒ سے ملاقات نہیں ہوئی ان کے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن بطور اویسیت ان کو فیض انہیں سے حاصل ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشا کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ آپ کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ ہے۔ سلطان آپ کا بہت معتقد تھا۔ ان کی وفات ۱۰ محرم الحرام ۴۲۴ ہجری کو خرقان میں ہوئی۔

شق صدر

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو چاک کیا جانا۔ یہ واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کئی بار پیش آیا ہے۔ مولانا نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو حضرت حلیمہ کے ہاں پیش آیا تھا۔ حضرت حلیمہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کی وجہ سے آپ کو اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں۔ اسی زمانہ میں ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کو زمین پر لٹا کر آپ کا سینہ مبارک چاک کیا، قلب کو نکالا اور اس کو چیر کر اس میں سے منجمد خون کا ایک ٹکڑا نکالا اور پھر قلب مبارک کو ایک سنہرے طشت میں رکھ کر دھویا اور اس کو سینہ مبارک میں رکھ کر پھر سینہ کو سی دیا۔ ساتھ کھیلنے والے بچوں نے جب یہ سارا قصہ دیکھا تو وہ دوڑ کر حضرت حلیمہؓ کے پاس آئے اور سارا قصہ سنایا۔

Marfat.com

حضرت حلیمہ دوڑتی ہوئی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں اٹھالیا۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے لگیں اور چاہا کہ بہت جلد آپ کو لے جا کر آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیں۔ اس واقعہ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار سال کی تھی۔

دوسری بار شق صدر کا واقعہ جب پیش آیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دس سال کی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں اور محدثین نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی راویہ ہیں۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی بعثت ہو چکی تھی۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں احادیث کی کتابوں میں مشہور اور متواتر روایات موجود ہیں۔

حطیم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ایک بار مکہ معظمہ میں بہت زیادہ بارش ہوئی۔ چاروں طرف کے پہاڑوں کے پانی کے بہاؤ نے بیت اللہ کی تعمیر کو برباد کر دیا۔ تب قریش میں مشورہ ہوا کہ بیت اللہ کی ازسرنو تعمیر کی جائے لیکن یہ بھی طے ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں پاک کمائی صرف کی جائے گی اس بنا پر چندہ ناکافی ہوا تو طے ہوا کہ بیت اللہ کی اصل ابراہیمی بنیادوں کو چھوڑ کر تعمیر کو چھوٹا کرلیا جائے۔ چنانچہ بیت اللہ کی تینوں دیواریں تو اصل بنیادوں پر اٹھائی گئیں اور ایک دیوار اصل بنیاد سے ہٹا کر اندر کی جانب تعمیر کی گئی۔ بناءِ ابراہیمی کا یہ حصہ جو تعمیر سے باقی رہ گیا اس کو حطیم کہا جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا تھی کہ اپنے زمانہ میں بیت اللہ کو ازسرنو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرائیں لیکن دینی مصلحتوں کی بنا پر آپ نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل نہ فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمنا پوری کی اور حطیم کے حصہ کو بھی بیت اللہ کے اندر شامل کرلیا لیکن جب وہ عبدالملک بن مروان کے ہاتھوں شکست کھا کر شہید ہو گئے تو حجاج ابن یوسف ثقفی نے ان کی تعمیر کردہ عمارت کو گرادیا اور پھر بیت اللہ کو اسی حالت میں کر دیا جس حالت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ چنانچہ آج بھی حطیم کا حصہ بیت اللہ کی عمارت سے باہر ہے۔

ہابیل وقابیل

یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے لڑکے ہیں۔ قابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام

Marfat.com

اقلیما تھا۔ ہابیلؑ کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام لبودا تھا۔ اس زمانہ کی شریعت کے اعتبار سے قابیل کی شادی لبودا کے ساتھ ہونی چاہیے تھی جو اتفاقاً بدصورت تھی اور ہابیل کی شادی اقلیما سے ہونی چاہیے تھی جو حسین تھی۔ اس رشک و جلن میں قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تا کہ اس کی منسوبہ سے اس کی شادی ہو جائے۔ قرآن پاک نے اس واقعہ کو مجملاً ذکر کیا ہے۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ہابیل نے کہا میں تیرے قتل کے ارادہ سے ہاتھ بھی نہ اٹھاؤں گا چنانچہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اب دنیا میں جو بھی ناجائز قتل ہوتا ہے اس کا گناہ قاتل کے علاوہ قابیل کو بھی ہوتا ہے چونکہ قتل کی یہ رسم اس دنیا میں سب سے پہلے اس نے جاری کی ہے۔

سجاد حسین

۱۰ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ۔م۔ ۲۹ اپریل ۱۹۷۷ء

☆ ☆ ☆

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اے ضیاء الحق[1] حسام الدیں توئی — کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
اے ضیاء الحق حسام الدین! تو ہی ہے — کہ تیرے نور سے، مثنوی چاند سے بڑھ گئی ہے

ہمتِ عالیِ تو اے مرتجیٰ — میکشد ایں را خدا داند کجا
اے امیدگاہ! تیری بلند ہمت — خدا جانے اس کو کہاں لے جائے گی؟

گردنِ ایں مثنوی را بستۂ — می کشی آں سوکہ تو دانستۂ
تو نے اس مثنوی کی گردن باندھ رکھی ہے — (اس کو) اس جانب کھینچ رہا ہے جس کو تو جانتا ہے

مثنوی پویاں کشندہ ناپدید — ناپدید از جاہلے کش نیست دید
مثنوی دوڑ رہی ہے، کھینچنے والا پوشیدہ ہے — پوشیدہ، اس ناواقف کے لیے ہے جس کی نظر نہیں ہے

مثنوی را چوں تو مبدا[2] بودۂ — گر فزوں گردد تو اش افزودۂ
جبکہ مثنوی کی ابتدا تو ہے — اگر وہ بڑھتی ہے تو تو نے اس کو بڑھایا ہے

چوں چنیں خواہی خدا خواہد چنیں — می دہد حق آرزوئے متقیں
تو جیسا چاہتا ہے خدا ویسا چاہتا ہے — اللہ (تعالیٰ) پرہیز گاروں کی تمنا پوری کرتا ہے

کَانَ لِلّٰہِ بودۂ در ما مضیٰ — تا کہ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ آمد جزا
تو پہلے "کَانَ لِلّٰہِ" بنا — یہاں تک کہ "کَانَ اللّٰہُ لَہٗ" بدلہ آیا

مثنوی[3] از تو ہزاراں شکر داشت — در دعا و شکر کفہا بر فراشت
مثنوی، تیرے ہزاروں شکریے ادا کرتی تھی — دعا اور شکریے میں ہاتھ اٹھاتی تھی

در لب و کفش خدا شکرِ تو دید — فضل کرد و لطف فرمود و مزید
خدا نے اسکے ہاتھ اور منہ میں تیرا شکریہ دیکھا — اس نے فضل فرمایا مہربانی کی اور اضافہ کر دیا

زانکہ شاکر را زیارت وعدہاست — آنچناں کہ قرب مزدِ سجدہاست
کیونکہ شکر کرنے والے کے لیے زیادتی کے وعدے ہیں — جیسا کہ سجدوں کی اجرت (اللہ سے) نزدیکی ہے

---

1. اے ضیاء الحق حسام الدین چلپی، مولانا کے وہی خلیفہ ہیں جو مثنوی کی تحریر کا سبب بنے ہیں۔ کہ گذشت۔ چاند کا نور اجسام پر پڑتا ہے۔ مثنوی کا نور ارواح پر پڑ رہا ہے۔ ہمت۔ مرید کی توجہ شیخ کے معارف کی کشش کا باعث ہوتی ہے۔ مرتجیٰ۔ وہ شخص جس سے امید وابستہ ہو۔ گردن۔ مثنوی کے معارف کا رخ تو جدھر چاہتا ہے ادھر کو موڑ دیتا ہے۔ مثنوی۔ بظاہر مولانا حسام الدین مثنوی کی کشش کا سبب ہیں لیکن یقیناً اس کی کشش منجانب اللہ ہے۔ کشندہ۔ یعنی حضرت حق۔ ناپدید۔ جو اصحاب بصیرت ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ مثنوی کے بیانات منجانب اللہ ہیں۔
2. مبدا۔ ظاہری سبب چونکہ مولانا حسام الدین ہیں لہٰذا مثنوی کی طوالت انہی کی جانب سے سمجھی جائے گی۔ چوں چنیں۔ جبکہ فنا کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو بندہ کی مرضیات بعینہٖ اللہ کی مرضیات بن جاتی ہیں۔ کَانَ اللّٰہُ۔ بقا باللہ کے بعد انسانی فعل خدائی فعل متصور ہوتا ہے۔
3. مثنوی۔ مثنوی چونکہ حسام الدین سے فیض حاصل کر رہی ہے تو گویا اس کے اوراق اس کے ہاتھ میں ہیں۔ مزید۔ شکر پر مزید احسان کا وعدہ ہے چنانچہ فرمایا گیا وَلَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ "اور اگر تم شکر کرو گے تو ہم زیادہ دیں گے۔"

Marfat.com

گفت واسجد[1] واقترب یزدانِ ما ۔ قربِ جاں شد سجدۂ ابدانِ ما

ہمارے خدا نے فرمایا ہے، "اور سجدہ کر اور قریب ہو جا" ۔ ہمارے جسموں کا سجدہ روح کے قرب کا (سبب) بنا

گر زیادت می شود زیں مو بود ۔ نز برائے بوش و ہای و ہو بود

مگر (مثنوی میں) اضافہ ہو رہا ہے تو اس وجہ سے ہے ۔ نہ کہ شان و شوکت کی اور واہ واہ کی وجہ سے

با تو ماچوں رز بتابستاں خوشیم ۔ حکم دادی ہیں بکش ما میکشیم

ہم تجھ سے اس طرح خوش ہیں جیسا کہ انگور کی بیل موسم گرما میں ۔ تو نے حکم دیا کہ ہاں کھینچ ہم کھینچتے ہیں

خوش بکش ایں کارواں را تا حج ۔ اے امیر صبر و مفتاح الفرج

اس قافلہ کو حج تک عمدگی سے لے جا ۔ اے صبر کے امیر اور کشادگی کی کنجی!

حج زیارت کردنِ خانہ بود ۔ حجِ ربُ البیت مردانہ بود

حج خانہ (کعبہ) کی زیارت ہوتی ہے ۔ بیت (اللہ) کے مالک کا حج مردوں کا ہوتا ہے

زاں ضیاء[2] گفتم حسام الدیں ترا ۔ کہ تو خورشیدی و ایں دو وصفہا

اے دین کی تلوار میں نے تجھے روشنی اس لیے کہا ہے ۔ کہ تو سورج ہے اور یہ دونوں (اس کی) صفتیں ہیں

کایں حسام و ایں ضیا یک ست ہیں ۔ تیغ خورشید از ضیاء باشد یقیں

کیونکہ یہ تلوار اور یہ روشنی یقیناً ایک ہے ۔ سورج کی تلوار یقیناً روشنی کی ہوتی ہے

نور از آنِ ماہ باشد ویں ضیا ۔ آنِ خورشید ایں فروخواں از نبا

نور چاند کی ملکیت ہے اور یہ ضیا ۔ سورج کی ملکیت ہے اس کو قرآن میں پڑھ لے

شمس[3] را قرآں ضیا خواند اے پدر ۔ واں قمر را نور خواند ایں را نگر

اے بابا! سورج کو قرآن نے ضیا فرمایا ہے ۔ اور اس چاند کو نور فرمایا ہے، اس پر غور کر

شمس چوں عالی تر آمد خود زماہ ۔ پس ضیا از نور افزوں داں بجاہ

چونکہ سورج خود چاند سے اونچا ہے ۔ پس مرتبہ میں ضیا کو نور سے بڑھا ہوا سمجھ

بس کس اندر نور مہ منہج ندید ۔ چوں بر آمد آفتاب آں شد پدید

بہت سے لوگ ہیں جو چاند کے نور میں راستہ نہیں دیکھ پاتے ہیں ۔ جب سورج نکل آتا ہے وہ (راستہ) نظر آ جاتا ہے

---

1. "واسجد واقترب۔" "اور سجدہ کر اور قربت حاصل کر" یعنی سجدہ قربِ خداوندی کا سبب ہے۔ قربِ جاں۔ جسمانی سجدہ روحانی تقرب کا سبب ہے۔ گر زیادت۔ مثنوی کی طوالت کا سبب مولانا حسام الدین کا جذب ہے نہ کہ عوام میں اس کی پسندیدگی۔ بوش۔ با کے زبر کے ساتھ شان و شوکت۔ باتو۔ تابستاں یعنی موسم بہار میں انگور کی بیلیں خوب پھیلتی ہیں اسی طرح مثنوی کے نشوونما کا سبب مولانا حسام الدین ہیں۔ خوش بکش۔ جس طرح کارواں حج کے لیے جاتا ہے اور اس کے لیے ایک امیر الحج ہوتا ہے جو اس کی رہنمائی کرتا ہے اسی طرح ان معارف کا کارواں ربِ کعبہ کی زیارت کے لیے رواں ہے اور مولانا حسام الدین اس کے سالار ہیں۔ حج۔ جو قافلہ حج کو جاتا ہے اس کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے لیکن اس قافلہ کا مقصد ربِ کعبہ کی زیارت ہے۔
2. زاں ضیاء۔ ضیاء روشنی کو کہتے ہیں اور حسام قاطع تلوار کو کہتے ہیں تمہاری ذات سورج ہے اور یہ دونوں اس کی صفتیں ہیں۔ سورج کی تلوار، روشنی کی ہوتی ہے جس سے وہ اندھیرے کو کاٹتا ہے لہٰذا تم جس طرح حسام ہو اسی طرح ضیاء ہو۔ نور۔ قرآن پاک میں ہے هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا" اللہ تعالیٰ نے چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیاء سے تعبیر فرمایا ہے۔ "نبا۔ خبر، قرآن پاک۔
3. شمس۔ جس طرح سورج افاضہ میں بڑھا ہوا ہے تو تم چونکہ ضیا ہو لہٰذا تم بھی افاضہ میں بڑھے ہوئے ہو۔ بس کس۔ چاند کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو راستہ نظر نہیں آتا سورج کی روشنی میں نظر آ جاتا ہے۔ منہج۔ راستہ۔ آفتاب۔ سورج ہر مال کے کھوٹے اور کھرے پن کو واضح کر دیتا ہے اسی لیے بازاروں میں لگتے ہیں۔

آفتاب اعراض را کامل نمود　　لا جرم بازارہا در روز بود
سورج، سامان کو مکمل دکھاتا ہے　　لا محالہ، بازار، دن میں لگتے ہیں

تا کہ[1] قلب و نقد نیک آید پدید　　تا بود از غبن و از حیلہ بعید
تا کہ کھوٹا اور کھرا خوب ظاہر ہو جائے　　تا کہ ٹوٹے اور مکر سے بچاؤ ہو

تا کہ نورش کامل آید در زمیں　　تاجراں را رحمۃ للعالمیں
یہاں تک کہ اس کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے　　تاجروں کے لیے رحمۃ للعالمین بن کر

لیک بر قلّاب مبغوض ست سخت　　زانکہ زو شد کاسد او را نقد و رخت
لیکن وہ دھوکے باز کو سخت ناپسند ہے　　کیونکہ اس کی وجہ سے اس کا نقد اور سامان کھوٹا بنا ہے

پس عدوِ جانِ صراف ست قلب　　دشمنِ[2] درویش کہ بود غیرِ کلب
تو کھوٹ، صراف کی جان کا دشمن ہوتا ہے　　کتے کے سوا درویش کی جان کا دشمن کون ہوتا ہے؟

انبیا با دشمناں بر می تنند　　پس ملائک رَبِّ سَلِّمْ می زنند
انبیا دشمنوں کے ساتھ بھڑتے ہیں　　تو فرشتے، خدا سلامت رکھے کا نعرہ لگاتے ہیں

کایں چراغے را کہ ہست او نور دار　　از پُف و دَمہائے دُزداں دور دار
کہ اس چراغ کو جو روشن ہے　　چوروں کی پھونک اور سانس سے دور رکھ

دُزد و قلّاب ست خصمِ نور و بس　　زیں دو اے فریاد رس فریاد رس
چور اور ملمع ساز روشنی کا دشمن ہے　　اے فریاد کو پہنچنے والے! ان دونوں سے فریاد کو پہنچ

روشنی بر دفترِ چارم بریز　　کافتاب از چرخ چارم کرد خیز
چوتھے دفتر پر روشنی ڈال　　کیونکہ سورج چوتھے آسمان سے طلوع کر رہا ہے

ہیں ز چارم[3] نوردہ خورشید وار　　تا بتابد بر بلاد و بر دیار
ہاں چوتھے (دفتر) سے سورج کی طرح روشنی عطا فرما　　تا کہ وہ ملکوں اور شہروں پر چمک اٹھے

ہر کِش افسانہ بخواند افسانہ است　　وانکہ دیدش نقدِ خود مردانہ است
جس نے اس کو قصہ سمجھا وہ (خود) قصہ ہے　　اور جس نے اس کو اپنی دولت سمجھا وہ مرد ہے

آبِ نیل ست و بقبطی خوں نمود　　قومِ موسیٰ را نہ خوں بود آب بود
(دریائے) نیل پانی ہے اور قبطی کو خون نظر آیا　　(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لیے پانی تھا نہ کہ خون

---

[1] تا کہ۔ سورج کی روشنی میں کھوٹا کھرا نظر آ جاتا ہے اور خریدار دھوکے سے بچ جاتا ہے۔ رحمۃ۔ تاجروں کے لیے سورج کی روشنی رحمت کامل ہے اسی طرح مولانا حسام الدین چونکہ ضیاء ہیں لہٰذا وہ بھی سالکوں کے لیے رحمت ہیں۔ لیک۔ جس طرح دھوکے باز سورج کی روشنی سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح بناوٹی شیوخ مولانا حسام الدین سے نفرت کرتے ہیں۔ پس۔ کھوٹا مال پرکھنے والے کی جان کا دشمن ہوتا ہے۔

[2] دشمن۔ اسی طرح جو دنیا کے کتے ہیں وہ بزرگوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ انبیاء۔ انبیا کا مقابلہ دنیا داروں سے ہوتا ہے جو ان کے دشمن ہوتے ہیں۔ فرشتے ان انبیا کی سلامتی کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ کایں۔ یعنی فرشتے دعا کرتے ہیں کہ جو چراغ ہدایت انبیا لے کر آئے ہیں اس کو دشمن نہ بجھا سکیں۔ روشنی۔ مولانا دعا فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جوشِ بیان کا آفتاب چرخ چہارم سے طلوع کر رہا ہے تو اے خدا اس چہارم دفتر پر انوار معرفت کی روشنی ڈال دے۔

[3] ز چارم۔ یعنی دفتر چہارم، سورج کو بھی چوتھے آسمان پر مانا جاتا ہے۔ ہر کش۔ جو اس مثنوی کو افسانہ سمجھے وہ خود افسانہ اور مہمل ہے۔ آبِ نیل۔ ایک چیز دو شخصوں کے اعتبار سے دو جداگانہ حکم رکھتی ہے۔ دریائے نیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پانی تھا اور قبطیوں کے لیے خون تھا اسی طرح یہ مثنوی بعض لوگوں کے لیے گنجینۂ معرفت ہے۔

دشمنِ ایں حرف[1] ایں دم در نظر
اس وقت اس مثنوی کا دشمن (ہماری) نظر میں

شد ممثّل سرنگوں اندر سقر
دوزخ میں سرنگوں بنا ہوا ہے

اے ضیاء الحق تو دیدی حالِ او
اے ضیاء الحق! تم نے اس کی حالت دیکھی ہے

حق نمودت پاسخ افعالِ او
اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں اس کے کارناموں کا جواب دکھایا ہے

دیدۂ غیب چو غیب ست اوستاد
تمہاری غیب کو دیکھنے والی آنکھ غیب کی طرح ماہر ہے

کم مبادا زیں جہاں ایں دید و داد
خدا کرے یہ مشاہدہ اور عطا اس دنیا سے ناپید نہ ہو

ایں حکایت را کہ نقدِ وقتِ ماست
یہ حکایت جو ہمارا حصّہ ہے

گر تمامش می کنی اینجا رواست
اگر تم اس کو اس جگہ پورا کر دو تو مناسب ہے

ناکساں را ترک کن بہر کساں
نالائقوں سے، لائقوں کی خاطر قطع نظر کر لو

قصہ را پایاں بَر و مخلص رساں
قصہ کو پورا کر دو اور انجام کو پہنچا دو

ایں حکایت گرنہ شد آنجا تمام
یہ قصہ، اگر اس جگہ (دفتر سوم) میں مکمل نہیں ہوا ہے

چارمیں جلدست آرش در نظام
(یہ) چوتھا دفتر ہے اس کو لڑی میں پرو دو

تمامی[2] حکایتِ آں عاشق کہ از عسس بگریخت در باغے مجہول
ومعشوق را در آں باغ یافت و عسس را از شادی دعائے خیر میکرد
و می گفت کہ عَسَیٰ[3] اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ
اس عاشق کی حکایت کا باقی قصہ جو انجان باغ میں کوتوال سے بھاگا اور
اس نے معشوق کو اس باغ میں پا لیا اور خوشی کی وجہ سے کوتوال کے لیے دعائے خیر کرتا تھا
اور کہتا تھا کہ "بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہے"

اندریں بودیم کاں شخص از عسس
ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے کوتوال کی وجہ سے

رابر اندر باغ از خوف و فرس
ڈر کے مارے گھوڑا باغ میں گھسا دیا

بود اندر باغ آں صاحب جمال
وہ حسینہ باغ میں تھی

کز غمش ایں در عنابُد ہشت سال
جس کے غم میں یہ آٹھ سال سے مصیبت میں تھا

سایۂ او را نبود امکانِ دید
اس کے سایہ کو بھی دیکھنے کا امکان نہ تھا

ہمچو عنقا وصفِ او را می شنید
عنقا کی طرح اس کی خوبیاں سنتا تھا

---

[1] ایں حرف۔ یعنی مثنوی۔ سقر۔ جہنم۔ اے ضیاء الحق۔ مولانا حسام الدین کا کشف تھا کہ مثنوی کے منکر ایمان سے محروم ہیں۔ پاسخ۔ جواب۔ دیدۂ۔ مولانا حسام الدین کے کشف کی طرف اشارہ ہے۔ ایں۔ یعنی اس عاشق کا قصہ جو دفتر سوم میں ادھورا چھوڑا تھا۔ ناکساں۔ یعنی مثنوی پر اعتراض کرنے والے۔ چارمیں جلد۔ یعنی مثنوی کا چوتھا دفتر۔

[2] تمامی۔ یہ عاشق رات کو معشوقہ کے فراق میں گھوم رہا تھا، راستہ میں اس نے کوتوال کو دیکھا تو اس سے ڈر کر وہ ایک باغ میں گھس گیا وہاں دیکھا کہ اس کی معشوقہ موجود ہے تو وہ اس کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔

[3] عسیٰ۔ انسان کسی چیز کو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے اور اسی میں اس کی بہتری ہوتی ہے۔ عنا۔ مشقت۔ سایہ۔ محبوبہ کا وجود تو درکنار یہ اس کا سایہ بھی نہ دیکھ سکتا تھا۔ عنقاء۔ لوگوں نے عنقا کی صرف خوبیاں سنی ہیں کسی نے اس کو دیکھا نہیں ہے۔

جز یکے لُقیہ[1] کہ اول از قضا ۔۔۔ بر روے افتاد و شد او را دلربا

سوائے ایک ملاقات کے جو شروع میں مقدر سے ۔۔۔ اس سے ہو گئی تھی اور وہ اس کی دلربا ہو گئی تھی

بعد ازاں چندانکہ می کوشید او ۔۔۔ خود مجالش می نداد آں تند خو

اس کے بعد اس نے جتنی بھی کوشش کی ۔۔۔ اس کو اس بدمزاج نے موقع نہ دیا

نے بہ لابہ چارہ بودش نے بمال ۔۔۔ سیر چشم و بے طمع بود آں نہال

نہ خوشامد سے اس کی کوئی تدبیر تھی، نہ مال سے ۔۔۔ وہ بوٹا، سیر چشم اور بے طمع تھا

عاشق ہر پیشۂ و ہر مطلبے ۔۔۔ حق بیالود اوّل کارش لبے

ہر مقصد اور ہر پیشہ کے عاشق کے ۔۔۔ ابتداءِ کار میں اللہ (تعالیٰ) اس کے ہونٹ آلودہ کر دیتے ہیں

چوں بداں آسیب در جست آمدند ۔۔۔ پیشِ پاشاں می نہد ہر روز بند

جب اس معاملہ میں وہ بڑھنے لگتے ہیں ۔۔۔ ان کے پاؤں میں ہر روز بیڑی ڈال دیتے ہیں

چوں در افتادند اندر جستجو ۔۔۔ بعد ازاں در بست و کابیں[2] جست او

وہ جب جستجو میں لگ جاتے ہیں ۔۔۔ اس کے بعد در بند کر دیتا ہے اور مہر کا مطالبہ کرتا ہے

چوں در افگندش بجستِ جوئے کار ۔۔۔ بعد ازاں در بست کہ کابیں بیار

جب اس کو معاملہ کی جستجو میں مبتلا کر دیا ۔۔۔ اس کے بعد دروازہ بند کر دیا کہ مہر لا

ہم براں بو می تنند و می روند ۔۔۔ ہر دمے راجی و آئس می شوند

وہ اسی خوشبو کے درپے ہوتے ہیں اور چلتے ہیں ۔۔۔ ہر سانس میں امیدوار اور ناامید ہوتے ہیں

ہر کسے را ہست اُمیدے برے ۔۔۔ کہ کشادندش دراں روزے درے

ہر شخص کے لیے امید کا پھل ہوتا ہے ۔۔۔ حتیٰ کہ اس معاملہ میں ایک روز اس کے لیے دروازے کھول دیتے ہیں

باز در بستندش و آں در پرست ۔۔۔ بر ہماں امید آتش پا شدست

پھر اس کا دروازہ بند کر دیتے ہیں وہ در کا پجاری ۔۔۔ اسی امید پر بے چین ہوتا ہے

چوں در آمد خوش در آں باغ آں جواں ۔۔۔ خود فروشد پا بگنجش ناگہاں

جب وہ نوجوان خوشی سے اس باغ میں آیا ۔۔۔ اچانک اس کا پاؤں خزانے میں دھنس گیا

مر عَسَس را ساختہ یزداں سبب ۔۔۔ تا زبیم او دوَد در باغ شب

اللہ (تعالیٰ) نے کوتوال کو سبب بنا دیا ۔۔۔ تاکہ اس کے ڈر سے رات کو باغ میں دوڑ جائے

بیند آں معشوقہ را او با چراغ ۔۔۔ طالبِ انگشتری در جوی باغ

وہ اس معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لیے ۔۔۔ باغ کی نہر میں انگوٹھی تلاش کر رہی ہے

---

[1] لقیہ۔ ملاقات۔ بعد ازاں۔ پہلی ملاقات کے بعد آٹھ سال تک ملاقات کا کوئی موقع نہ ملا۔ تند خو۔ یعنی محبوبہ۔ لابہ۔ خوشامد۔ نہال۔ یعنی معشوقہ۔ عاشق۔ عشق کا یہی معاملہ ہوتا ہے وہ ابتداً پھنساتا ہے پھر تڑپاتا ہے۔ در بست۔ یعنی وصال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

[2] کابیں۔ مہر یعنی عشق کے مصائب جھیلنا۔ ہم براں۔ ابتداء ہونٹوں کو جو چسکا لگا ہے اس کی وجہ سے امید و بیم میں مبتلا رہتے ہیں۔ راجی۔ امیدوار۔ آئس۔ مایوس۔ ہر کسے۔ ہر شخص مقصود حاصل کرنے کی فکر میں آتش زیر پا رہتا ہے۔

[3] چوں۔ جب وہ عاشق، کوتوال کے ڈر سے بھاگ کر باغ میں گھسا تو اس کو محبوبہ کا دیدار ہو گیا۔ فرو شد۔ یعنی محبوبہ کا دیدار حاصل ہو گیا۔ بیند۔ وہ اپنی معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لیے ہوئے نہر میں اپنی انگوٹھی تلاش کر رہی ہے۔

پس قریں[1] میکرد از ذوق آں نفس
اس وقت وہ ذوق (و شوق) سے جاتا تھا
با ثنائے حق دعائے آں عسس
اللہ (تعالیٰ) کی تعریف کے ساتھ کوتوال کے لیے دعا گو

گر زیاں کردم عسس را از گریز
اگر میں نے بھاگ کر کوتوال کا نقصان کیا ہے
بیست چنداں سیم و زر بروے بریز
بیس گنا سونا اور چاندی اس پر بہا دے

از عوانی مر ورا آزاد کن
اس کو سپاہی پنا سے آزاد کر دے
آنچناں کہ شادم او را شاد کن
جیسا میں خوش ہوں اس کو خوش کر دے

سعد دارش ایں جہان و آں جہاں
اس جہان اور اس جہان میں اس کو نیک بخت بنا دے
از عوانی و سگی اش وارھاں
سپاہی پن اور کتے پن سے اس کو نجات دے دے

گرچہ خوی آں عواں ہست اے خدا
اے خدا! اگرچہ اس کوتوال کی عادت ہے
کہ ہمارہ خلق را خواہد بلا
کہ ہمیشہ مخلوق کی مصیبت کی تمنا کرتا ہے

گر خبر آید[2] کہ شہ جرمے نہاد
اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے جرم قائم کیا
بر مسلماناں شود او زفت و شاد
مسلمانوں پر، وہ پھولتا اور خوش ہوتا ہے

ور خبر آید کہ شہ رحمت نمود
اور اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے رحم کیا
از مسلمانان فگند او را بجود
مسلمانوں میں سے کسی پر بخشش عطا کی

ماتمی در جانِ او افتد ازاں
اس سے اس کی جان غم میں مبتلا ہو جاتی ہے
گیردش قولنج زیں غم در زماں
فوراً اس غم سے اس کے (درد) قولنج ہو جاتا ہے

صد چنیں ادبارہا[3] دارد عواں
سپاہی اس طرح کی سیکڑوں خرابیاں رکھتا ہے
زیں بلا فریاد رس اے مستعاں
اے مددگار! اس مصیبت سے فریاد رسی کر

او عواں را در دعا در می کشید
وہ کوتوال کو دعا میں شامل کر رہا تھا
کز عواں او را چناں راحت رسید
کیونکہ کوتوال سے اس کو ایسی راحت ملی تھی

بر ہمہ زہر و بر او تریاق بود
(وہ کوتوال) سب پر زہر اس کے لیے تریاق تھا
آں عواں پیوندِ آں مشتاق بود
وہ کوتوال اس عاشق کا دوست تھا

پس بد مطلق نباشد در جہاں
پس دنیا میں بالکلیہ کوئی برا نہیں ہے
بد بہ نسبت باشد ایں را ہم بداں
برا، نسبت سے ہوتا ہے اس کو بھی سمجھ لے

---

1. قریں۔ ساتھی۔ با ثنا۔ یعنی اللہ کی تعریف کے ساتھ کوتوال کو وہ دعائیں دینے لگا۔ گر۔ کوتوال اگر اس کو گرفتار کر لیتا تو رشوت میں کچھ حاصل کرتا۔ از عوانی۔ پولیس کے آدمیوں میں ظلم و ستم کا مادہ ہوتا ہے۔ سگی۔ سپاہیوں میں کتوں کی سی درندگی ہوتی ہے۔ کہ ہمارہ۔ پولیس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ جرائم میں مبتلا ہوں تاکہ ان سے منافع حاصل کر سکے۔

2. گر خبر آید۔ اگر پولیس کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے کسی قوم کو مجرم قرار دیا ہے تو اس کو خوشی ہوتی ہے اور بادشاہ کے معاف کرنے سے پولیس رنجیدہ ہوتی ہے۔ فگند۔ یعنی وہ جرم معاف کر دیا ہے۔

3. ادبار۔ بھلائی سے روگردانی۔ او عواں۔ چونکہ کوتوال کی وجہ سے اس کو محبوبہ کا دیدار میسر آیا تھا اس لیے اس کو دعائیں دے رہا تھا۔ بر ہمہ۔ کوتوال دوسروں کے لیے باعث مصیبت تھا لیکن اس کے لیے باعث راحت بنا۔ پیوند۔ عزیز، قریب، دوست۔ پس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بری چیز ہمہ وجوہ بری نہیں ہے کسی خاص نسبت سے اس میں برائی ہوتی ہے۔

Marfat.com

در زمانہ ہیچ زہر و قند[1] نیست　　کہ یکے را پا دگر را بند نیست

زمانے میں کوئی زہر اور شکر نہیں ہے　　کہ ایک کے پاؤں اور دوسرے کے لیے قید نہیں ہے

مر یکے را پا دگر را پائے بند　　مر یکے را زہر و دیگر را چو قند

ایک کے لیے پاؤں ہے دوسرے کے لیے پاؤں کی بیڑی　　ایک کے لیے زہر ہے اور دوسرے کے لیے شکر ہے

زہرِ مار آں مار را باشد حیات　　نسبتش با آدمی باشد ممات

سانپ کا زہر، سانپ کی زندگی ہے　　اس کی آدمی کے ساتھ نسبت موت ہے

خلقِ آبی را بود دریا چو باغ　　خلقِ خاکی را بود آں مرگ و داغ

دریائی مخلوق کے لیے، دریا باغ جیسا ہے　　خشکی کی مخلوق کے لیے وہ موت اور داغ ہے

ہمچنیں بر می شمر اے مردِ کار　　نسبتِ ایں را زیک تا صد ہزار

اے کام کے آدمی! اسی طرح شمار کر لے　　اس کی نسبت ایک سے لاکھ تک

زید اندر حق آں[2] شیطاں بود　　در حقِ شخصِ دگر سلطاں بود

زید اس کے حق میں شیطان ہے　　دوسرے کے حق میں شاہ ہے

آں بگوید زید صدیق و سنی ست　　ویں بگوید زید گبر و کشتنی ست

وہ کہتا ہے زید بہت سچا اور بھلا ہے　　اور یہ کہتا ہے، کہ زید کافر اور گردن زدنی ہے

زید یک ذاتست بر آں یک جناں　　اُو بریں دیگر ہمہ رنج و زیاں

زید ایک ذات ہے جو ایک پر بہشت ہے　　(اور) دوسرے کے لیے مجسم رنج اور بربادی ہے

گر تو خواہی کو ترا باشد شکر　　پس وُرا از چشمِ عشّاقش نگر

اگر تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے لیے شکر ہو　　تو اس کو اس کے عاشقوں کی نظر سے دیکھ

منگر[3] از چشمِ خودت آں خوب را　　بیں بچشمِ طالباں مطلوب را

اس محبوب کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ　　معشوق کو، عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ

چشمِ خود بر بند زاں خوش چشم تو　　عاریت کن چشم از عشّاقِ اُو

اس اچھی آنکھ والے سے اپنی آنکھ بند کر لے　　اس کے عاشقوں سے آنکھ مانگ لے

بلکہ زو کن عاریت چشم و نظر　　پس ز چشمِ اُو بروئے او نگر

بلکہ آنکھ اور نگاہ اس سے مانگ لے　　پھر اس کی آنکھ سے اس کے چہرے کو دیکھ

---

[1] زہر و قند۔ یہ دونوں چیزیں بھی مفید اور مضر خاص خاص نسبت سے ہیں۔ زہرِ مار۔ سانپ کا زہر، سانپ کے لیے باعث زندگی ہے، انسان کی موت کا سبب ہے۔ خلق۔ پانی، آبی جانور کی زندگی ہے، خاکی کے لیے موت ہے۔ ہم چنیں۔ کسی چیز کا نسبت کے اعتبار سے صرف مفید اور مضر ہونا ہی نہیں ہے بلکہ نسبت کے اعتبار سے اس کے مفید اور مضر ہونے کے ہزاروں مدارج ہیں۔ زید۔ زید کسی کے اعتبار سے شیطان ہے اور کسی کے اعتبار سے سلطان ہے۔

[2] آں۔ جس کے لیے زید سلطان ہے وہ زید کی تعریفیں کرے گا جس کے لیے وہ شیطان ہے وہ اس کو کافر اور گردن زدنی کہے گا۔ گر۔ اگر تو زید کو اپنے لیے شکر بنانا چاہتا ہے تو اس کے عاشقوں کی نظر سے اس کو دیکھ پھر تجھے اس سے کوئی شکوہ نہ رہے گا۔

[3] منگر۔ لیلیٰ را بچشمِ مجنوں باید دید۔ چشمِ خود۔ محبوب کو اپنی نگاہ سے نہ دیکھ اس کے عاشقوں کی نگاہ سے دیکھ۔ بلکہ۔ محبوب کو عاشقوں کی نگاہ سے بھی نہیں بلکہ خود اس کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

Marfat.com

تا شوی[1] ایمن ز سیری و ملال
تا کہ تو نفرت اور انقباض سے محفوظ ہو جائے

گفت کَانَ اللّٰہُ لَہٗ زیں ذوالجلال
اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اللہ اس کا ہو گیا"

چشمِ او من باشم و دست و دلش
میں اس کی آنکھ اور ہاتھ اور اسکا دل ہو جاتا ہوں

تا رہد از مدبریہا مقبلش
تا کہ اس کی خوش نصیبی، بدنصیبوں سے نجات پا جائے

ہرچہ[2] مکروہ است چوں اوشد دلیل
یہ ناپسندیدہ ہے، جب وہ راہنما ہوتا ہے

سوی محبوبت حبیب ست و خلیل
تیرے محبوب کی جانب (وہ) محبوب اور دوست ہے

حکایتِ آں واعظ کہ در آغاز ہر وعظے و تذکیرے دعائے خیر بر ظالماں و سخت دلاں و خبیثاں و مفسداں و بے اعتقاداں کردے

اس واعظ کی شکایت جو ہر وعظ اور نصیحت کے شروع میں ظالموں اور سخت دلوں اور خبیثوں اور مفسدوں اور بد اعتقادوں کے لیے دعائے خیر کرتا تھا

آں یکے واعظ چو بر تخت آمدے
ایک واعظ جب تخت پر آتا

قاطعانِ راہ را داعی شدے
ڈاکوؤں کا دعا گو ہوتا

دست بر می داشت یا رب رحم راں
ہاتھ اٹھاتا تھا، اے خدا! رحم فرما

بر بدان و مفسدان و طاغیاں
بروں اور مفسدوں اور سرکشوں پر

بر ہمہ[3] تسخر کنان و اہلِ ضیر
سب مذاق اڑانے والوں اور نقصان پہنچانے والوں پر

بر ہمہ کافر دلان و اہلِ دَیر
سب کافر دل اور بت خانہ والوں پر

می نکردے او دعا بر اَصفیا
وہ برگزیدہ لوگوں کے لیے دعا نہ کرتا

می نکردے جز خبیثاں را دعا
خبیثوں کے علاوہ کسی کے لیے دعا نہ کرتا

مر وُرا گفتند کایں معہود نیست
لوگوں نے اس سے کہا یہ معمول نہیں ہے

دعوتِ اہلِ ضلالت جود نیست
گمراہوں کو دعا دینا، سخاوت نہیں ہے

گفت نیکوئی ازیںہا دیدہ ام
اس نے کہا میں نے ان سے بھلائی دیکھی ہے

من دعا شاں زیں سبب بگزیدہ ام
اس لیے میں نے ان کو دعا دینا اختیار کیا ہے

---

۱ تا شوی۔ جب انسان محبوب کو محبوب کی نگاہ سے دیکھے گا اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے گا اور اپنے احساس کو فنا کر دے گا تو اس کو کَانَ اللّٰہُ لَہٗ کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اس میں بقا باللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ چشم او۔ حدیث قدسی ہے فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ یعنی "جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔"

۲ ہر چہ۔ ناپسندیدہ چیز جب کسی مرغوب چیز کا ذریعہ بن جاتی ہے تو وہ بھی مرغوب ہو جاتی ہے کوتوال معشوقہ کے وصال کا ذریعہ تھا لہٰذا وہ محبوب ہو گیا۔ واعظ۔ منقول ہے کہ یہ واعظ ایک تاجر تھا ڈاکوؤں نے اس کا مال لوٹا تو اس نے خدا سے دعائیں اور گریہ وزاری شروع کر دی اس پر اس کو ہاتف غیبی نے کہا۔ مال کے لٹ جانے پر تو اس قدر گریہ وزاری کرتا ہے اور عمر کے برباد ہونے کا کوئی خیال نہیں۔ اس تنبیہ سے یہ تاجر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ قاطعانِ راہ۔ ڈاکو۔ دست۔ چونکہ یہ ڈاکو اللہ تک پہنچنے کا سبب بنے تو وہ اس کو محبوب ہو گئے تھے اور وہ ان کا دعا گو ہو گیا تھا۔

۳ بر ہمہ۔ یعنی دنیا کے برے انسانوں کے لیے دعاء خیر کرتا تھا اور نیکوں کے لیے دعا نہ کرتا تھا۔ مر ورا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ برے لوگ دعا کے مستحق نہیں ہیں تم ان کے لیے دعا کیوں کرتے ہو۔ گفت۔ اس نے جواب دیا کہ ان لوگوں کا مجھ پر بہت احسان ہے میں ان کے مظالم سے پریشان ہو کر راہ یاب ہوا ہوں اور ان کے مظالم نے مجھے نیکی میں لگا دیا ہے۔

Marfat.com

خبث و ظلم و جور چنداں ساختند — کہ مرا از شر بخیر انداختند
انہوں نے ایسا ظلم اور خباثت کی — کہ مجھے برائی سے بھلائی میں لا ڈالا

ہر گہے[1] کہ رُو بدنیا کردمے — من ز ایشاں زخم و ضربت خوردمے
جب کبھی میں دنیا کا رخ کرتا — میں ان سے تکلیف اٹھاتا اور مار کھاتا

کردمے از زخم آں جانب پناہ — باز آموزدندمے گرگاں براہ
تکلیف سے میں اس جانب پناہ پکڑتا — بھیڑیئے مجھے راہ پر لگا دیتے

چوں سبب سازِ صلاحِ من شدند — پس دعا شاں برمن ست اے ہوشمند
جب وہ میری نیکی کا سبب بنانے والے ہوئے — تو اے ہوشمند! ان کو دعا دینا میرا فرض ہے

بندہ می نالد[2] بحق از درد و نیش — صد شکایت میکُند از دردِ خویش
بندہ خدا کے سامنے درد اور زخم سے آہ و زاری کرتا ہے — اپنی تکلیف کی سو شکایتیں کرتا ہے

حق ہمی گوید کہ آخر رنج و درد — مر ترا لابہ کناں و راست کرد
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ آخر تکلیف اور درد نے — تجھے خوشامد کرنے والا اور سیدھا کر دیا ہے

ایں گلہ زاں نعمتے کن کت زند — از درِ ما دور و مطرودت کند
یہ شکوہ اس نعمت کا کہ جو تجھے راہ سے بھٹکائے — تجھے ہمارے دروازے سے دور، اور مردود کرے

در حقیقت ہر عدو داروئِ تست — کیمیائے نافع و دلجوئِ تست
حقیقتاً ہر دشمن تیری دوا ہے — تیرے لیے مفید کیمیا اور پسندیدہ ہیں

کہ ازو اندر گریزی در خلا — استعانت جوئی از لطفِ خدا
کیونکہ تو اس کی وجہ سے تنہائی کی طرف بھاگتا ہے — اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے وہ چاہتا ہے

در حقیقت[3] دوستانت دشمنند — کہ ز حضرت دور و مشغولت کنند
حقیقتاً، تیرے دوست، دشمن ہیں — کیونکہ تجھے (خدا کے) دربار سے دور اور بے نیاز کرتے ہیں

ہست حیوانے کہ نامش اُشغرست — کو بزخم چوب زفت و لمترست
ایک جانور ہے جس کا نام اُشغر ہے — جو لکڑی کی مار سے موٹا اور قوی ہوتا ہے

تا کہ چوبش میزنی بہ می شود — او ز زخم چوب فربہ می شود
تو اس کے لکڑی مارتا رہے گا وہ بہتر ہو گا — وہ لکڑی کی چوٹ سے موٹا ہو گا

نفسِ مومن اُشغرے آمد یقیں — کو بزخم و رنج زفت ست و سمیں
مومن کا نفس یقیناً اُشغر ہے — جو چوٹ اور رنج سے قوی اور موٹا ہوتا ہے

---

[1] ہر گہے۔ جب میں اس کے ساتھ دنیا میں لگتا تھا تو یہ اس قدر ظلم کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف رجوع کرتا تھا۔ باز۔ تو ان کا ظلم مجھے دنیا سے ہٹا کر اللہ کی راہ کی طرف لگا دیتا تھا۔

[2] بندہ می نالد۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی رنج اور معیبت کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ اس معیبت کا شکوہ بے جا ہے یہ معیبت تو تجھے میری طرف متوجہ کر رہی ہے۔ ایں۔ شکوہ تو میری اس نعمت سے ہونا چاہیے جو تجھے مجھ سے بے نیاز بناتی ہے۔

[3] در حقیقت۔ چونکہ دشمن، اللہ کی طرف رجوع کا سبب بنتا ہے تو وہ دراصل تیرے لیے نافع اور کیمیا ہے۔ دوستانت۔ انسان کے دوست اس کے حقیقی دشمن ہیں کیونکہ وہ خدا سے غافل بناتے ہیں۔ اُشغر۔ بالضم و فتح بمعنی خار پشت۔ اسی کو اردو میں سیہی کہا جاتا ہے اس پر اگر لاٹھی ماری جاتی ہے تو وہ بدن کو زیادہ مضبوط اور موٹا کر لیتا ہے۔ لمتر۔ قوی۔ نفسِ مومن۔ مومن کی روح مصائب جھیل کر زیادہ قوی ہوتی ہے۔ سمیں۔ موٹا۔

Marfat.com

زیں سبب[1] بر انبیا رنج و شکست ‏ از ہمہ خلقِ جہاں افزوں ترست

اسی وجہ سے انبیا پر رنج اور تکلیف ‏ دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ ہوتی ہے

تا زِ جانہا جانِ شاں شد زفت تر ‏ کہ ندیدند آں بلا قومے دگر

حتیٰ کہ ان کی روح تمام روحوں سے زیادہ قوی ہوگئیں۔ ‏ کیونکہ وہ مصیبت کسی دوسری قوم نے نہیں دیکھی ہے

پوست از دارو بلاکش می شود ‏ چوں ادیمِ طائفی خوش می شود

چمڑا دوا سے مصیبت جھیلنے والا بن جاتا ہے ‏ طائف کی نری کی طرح عمدہ ہو جاتا ہے

ور نہ تلخ و تیز مالیدی درو ‏ گندہ گشتے ناخوش و ناپاک بو

اگر تو تلخ اور تیز (مسالے) اس پر نہ ملتا ‏ گندہ اور بُرا اور بدبودار ہو جاتا

آدمی[2] را پوستِ نامدبوغ داں ‏ از رطوبتہا شدہ زشت و گراں

آدمی کو بغیر دباغت کی کھال سمجھ ‏ جو رطوبتوں سے بھدا اور بھاری ہو رہا ہے

تلخ و تیز و مالشِ بسیار دہ ‏ تا شود پاک و لطیف و بامزہ

اس کو تلخ اور تیز (دوا) دے اور بہت مل ‏ تاکہ پاک اور پاکیزہ اور شاندار بن جائے

ور نمیتانی رضا دہ اے عیار ‏ کہ خدا رنجت دہد بے اختیار

اے کھرے! اگر تو نہیں کرسکتا ہے تو راضی ہو جا ‏ کہ خدا تجھے مجبوراً تکلیف میں مبتلا کردے

کہ بلائے[3] دوست تطہیرِ شماست ‏ علمِ او بالائے تدبیرِ شماست

کیونکہ دوست کی مصیبت تمہاری پاکیزگی ہے ‏ اس کا علم تمہاری تدبیر سے بڑھا ہوا ہے

چوں صفا بیند بلا شیریں شود ‏ خوش شود دارو چو صحت بیں شود

جب صفائی دیکھتا ہے مصیبت شیریں ہو جاتی ہے ‏ جب صحت کو دیکھتا ہے تو دوا اچھی لگتی ہے

بُرد بیند خویش را در عینِ مات ‏ پس بگوید اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَات

وہ بعینہٖ ہار میں اپنی جیت سمجھتا ہے ‏ تو کہتا ہے اے بھروسہ والو! مجھے قتل کر دو

ایں عواں در حقِ غیرے سود شد ‏ لیک اندر حقِ خود مردود شد

یہ سپاہی دوسرے کے لیے مفید بنا ‏ لیکن اپنے حق میں مردود ہو گیا

---

1. زیں سبب۔ چونکہ انبیا کی روح کو زیادہ مضبوط بنانا ہوتا ہے لہٰذا ان کو زیادہ مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ پوست۔ کچے چمڑے پر دوائیں لگا کر جب اس کو مالیدہ کیا جاتا ہے تو وہ نرمی بن کر بہت مضبوط ہو جاتا ہے۔ ادیمِ طائفی۔ طائف کی بنی ہوئی نری مشہور تھی۔ ورنہ۔ اگر کچے چمڑے پر تیز دوائیں نہ ملی جائیں تو وہ سڑ جائے۔

2. آدمی۔ انسان کو بھی کچے چمڑے کی طرح سمجھو جو فاسد رطوبتوں کی وجہ سے بدصورت اور بوجھل ہے۔ تلخ و تیز۔ انسانی بدن کی اصلاح کے لیے بھی تلخ و تیز مجاہدے اور عبادت کی مالش کی ضرورت ہے تب وہ پاک اور صاف بنے گا۔ ور نمی تانی۔ اگر انسان اپنے اختیار سے مجاہدے نہیں کرسکتا ہے تو اسے آسمانی مصائب پر صبر کرنا چاہیے وہ مصائب اس کے لیے مجاہدوں کے قائم مقام بن جائیں گے۔

3. کہ بلائے۔ انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ خدا کی طرف سے اس کا ابتلا اس کی تطہیر کی تدبیر ہے۔ چوں صفا۔ جب آسمانی مصائب سے انسان اپنی باطنی صفائی محسوس کرتا ہے تو وہ مصیبت اس کے لیے شیریں بن جاتی ہے یہی کڑوی دوا کا حال ہے۔ بُرد بیند۔ پھر اپنی تخریب میں اپنی تعمیر سمجھتا ہے اور دوستی سے قتل تک کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ ایں عواں۔ یہ حکمت خداوندی ہے کہ ظالموں کو ان کے ظلم کی پاداش میں مستحق عذاب بنا دیتی ہے اور ان کے مظالم کو نیک بندوں کے لیے درجات کی ترقی کا سبب بنا دیتی ہے۔

Marfat.com

رحمِ[۱] ایمانی ازو ببریده شد | کینِ شیطانی برو پیچیده شد
ایمانی رحم اس سے منقطع ہو گیا | شیطانی کینہ اس پر لپٹ گیا

کارگاہِ خشم گشت و کیں وری | کینہ داں اصلِ ضلال و کافری
وہ غصہ اور کینہ وری کا کارخانہ بن گیا | کینہ کو گمراہی اور کافری کی جڑ سمجھ

سوال کردنِ شخصے از عیسیٰ علیہ السلام کہ یا روح اللہ در وجود از ہمہ صعبہا صعب تر چیست و جواب گفتنِ عیسیٰ علیہ السلام

ایک شخص کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کہ اے روح اللہ! وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب دینا

گفت عیسیٰ[۲] را یکے ہشیار سر | چیست در ہستی ز جملہ صعب تر
ایک بیدار مغز نے (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام سے کہا | وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟

گفتش اے جاں صعب تر خشمِ خدا | کہ ازاں دوزخ ہمی لرزد چو ما
انہوں نے اس سے فرمایا اے جان! خدا کا غصہ سب سے سخت ہے | کہ اس سے دوزخ بھی ہماری طرح لرزتی ہے

گفت زیں خشمِ خدا چہ بود اماں | گفت ترکِ خشمِ خویش اندر زماں
اس نے کہا خدا کے غصہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ | فرمایا دنیا میں اپنے غصہ کو ترک کر دینا

کظمِ غیظ ست اے پسر خطِ اماں | خشمِ حق یاد آور و درکش عناں
اے بیٹا! غصہ کا پی جانا اس کا فرمان ہے | اللہ (تعالیٰ) کا غصہ یاد کر لے اور باگ کھینچ لے

پس عواں کہ معدنِ ایں خشم گشت | خشمِ زشتش از سبع ہم درگذشت
تو سپاہی جو اس غصہ کی کان بن گیا ہے | اس کا برا غصہ درندے سے بھی بڑھ گیا ہے

چہ[۳] امیدستش برحمت جز مگر | باز گردد زاں صفت آں بے ہنر
اس کو رحم کی کیا امید ہے؟ سوائے اس کے | کہ وہ بے ہنر، اس عادت سے باز آ جائے

گرچہ عالم را ازیشاں چارہ نیست | ایں سخن اندر ضلال افگندنیست
اگرچہ دنیا کو ان سے بے نیازی نہیں ہے | یہ بات گمراہی میں مبتلا کرتا ہے

چارہ نبود ہم جہاں را از چمیں | لیک نبود آں چمیں ماءِ معیں
دنیا کو پیشاب سے بھی بے نیازی نہیں ہے | لیکن وہ پیشاب، جاری پانی نہیں ہوتا ہے

---

۱ رحم۔ ایمان کا تقاضا خلقِ خدا پر رحم ہے جو سپاہی میں نہیں رہتا ہے اور اس میں خلق اللہ سے کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو کفر اور گمراہی کی جڑ ہے۔ ہشیار سر۔ عقلمند۔ ہستی۔ وجود۔ صعب تر۔ زیادہ سخت۔ کہ ازاں۔ غضبِ خداوندی سے دوزخ بھی کانپتی ہے۔

۲ گفت۔ خدا کے غضب سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی قوتِ غضبیہ پر قابو پالے۔ کظمِ غیظ۔ غصہ کو پی جانا۔ خطِ اماں۔ امن کا حکمنامہ۔ درکش۔ قرآن پاک میں مومنوں کی صفت کے بیان میں فرمایا گیا ہے وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ''اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔'' سبع۔ درندہ۔

۳ چہ امید۔ حدیث شریف میں ہے مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ ''جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔'' گرچہ۔ انتظام قائم کرنے کے لیے سپاہیوں کا وجود ضروری اور یہی بات ان کے لیے اور گمراہی کا سبب ہے کہ اپنے وجود کو ضروری سمجھ کر ظلم کی جرأت کرتے ہیں لیکن امن کی یہ ضرورت ان کے لیے تعریف کا سبب نہیں بن سکتی ہے، بہت سی گندی چیزوں کی بھی دنیا کو ضرورت ہے لیکن اس ضرورت کی وجہ سے ان کو پاک قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چمیں۔ پیشاب۔ ماءِ معین۔ جاری پانی۔

Marfat.com

باز گو احوالِ آں خستہ جگر در میانِ باغ با رشکِ قمر
اس خستہ جگر کے احوال پھر بیان کر باغ میں رشک قمر (محبوبہ) کے ساتھ

قصدِ خیانت[1] کردنِ عاشق و بانگ زدنِ معشوق

عاشق کا خیانت کرنے کا ارادہ کرنا اور معشوق کا چیخ پڑنا

چونکہ تنہایش بدید آں سادہ مرد زود اُو قصدِ کنار و بوسہ کرد
چونکہ اس سادہ لوح انسان نے اس کو اکیلا دیکھا جلد اس سے بغلگیر ہونے اور اس کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا

بانگ بَروے زد بہیبت آں نگار کہ مَرو گستاخ اَدب را ہوش دار
وہ معشوقہ کڑک کر اس پر چیخی گستاخی سے (آگے) نہ بڑھ، ادب کا خیال کر

گفت آخر خلوت ست و خلق نے آب حاضر تشنۂ ہمچوں منے
اس نے کہا آخر تنہائی ہے اور کوئی نہیں ہے پانی موجود ہے، پیاسا مجھ جیسا ہے

کس نمی جُنبد دریںجا جز کہ باد کیست حاضر چیست مانع زیں گشاد[2]
یہاں ہوا کے سوا کوئی نہیں چلتا ہے کون موجود ہے؟ اس بے تکلفی سے کون مانع ہے؟

گفت اے شیدا کہ اَبلہ بودہٗ ابلہی وز عاقلاں نشنودہٗ
اس نے کہا اے دیوانے! تو بیوقوف ہوا ہے تو احمق ہے اور تو نے عقل مندوں سے (کچھ) نہیں سنا ہے

باد را دیدی کہ می جنبد بداں باد جنبانیست اینجا بادراں
تو نے ہوا کو دیکھا ہے کہ وہ حرکت کرتی ہے، سمجھ لے یہاں کوئی ہوا کو چلانے والا، ہوا کو حرکت دینے والا ہے

مروحہ[3] تصریفِ صُنعِ ایزدش زد بریں باد و ہمی جنباندش
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کے تصرف کا پنکھا اس ہوا پر لگتا ہے اور اس کو حرکت دیتا ہے

جزوِ بادے کہ بحکمِ مادرست باد بیزن تا نجبانی نجست
تھوڑی سی ہوا جو ہمارے ماتحت ہے جب تک تو پنکھا نہ ہلائے، وہ حرکت نہیں کرتی ہے

جنبشِ ایں جزوِ باد اے سادہ مرد بے تو و بے باد بیزن سَر نکرد
اے سادہ (مزاج) انسان! ہوا کے اس جزو کی حرکت تیرے بغیر اور پنکھے کے بغیر نہ ہوئی

جنبشِ بادِ نفس کاندر لب است تابعِ تصریفِ جان و قالب است
سانس کی ہوا کی حرکت جو ہونٹ میں ہے (وہ) روح اور جسم کے تصرف کے تابع ہے

---

1. قصدِ خیانت۔ یعنی اس عاشق کا اس محبوبہ سے بوس و کنار کا ارادہ کرنا۔ سادہ مرد۔ یعنی بھولا عاشق۔ بانگ۔ یعنی محبوبہ نے عاشق کو اس بے باکی پر ڈانٹا۔ گفت۔ عاشق نے کہا تنہائی ہے اور میں وصل کا پیاسا ہوں، صبر کی طاقت کہاں ہے۔

2. گشاد۔ خوشی، کامیابی۔ اے شیدا۔ معشوقہ نے کہا۔ باد را دیدی۔ جب تو ہوا کو چلتا دیکھ رہا ہے تو سمجھ لے کہ ہوا کو چلانے والا موجود ہے۔
بادراں۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ یعنی "وہی قادرِ مطلق ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی آمد کی خوشخبری دے دیں۔"

3. مروحہ۔ پنکھا۔ جزو۔ انسانوں کے پاس جو جزوی ہوا ہے وہ بغیر چلانے اور پنکھے کے حرکت نہیں کرتی ہے تو اسی طرح کل ہوا کو سمجھو وہ قدرت کے پنکھے کے بغیر کب حرکت کرے گی۔ بادِ نفس۔ یہ اس بات کی دوسری مثال ہے کہ ہوا بغیر چلانے والے کے نہیں چلتی ہے۔ سانس کی ہوا کو بھی روح اور جسم حرکت میں لاتے ہیں۔

گاہ[1] دَم را مدح و پیغامے کند — گاہ دَم را ہجو و دُشنامے کند
کبھی وہ (روح و جسم) سانس کو مدح اور پیغام بناتا ہے — کبھی سانس کو ہجو اور گالی بنا دیتا ہے

پس بداں احوالِ دیگر بادہا — کہ ز جزوے کل ہمی بیند نُہا
تو دوسری ہواؤں کے احوال سمجھ لے — کیونکہ عقلیں جزو سے کل سمجھ لیتی ہیں

باد را حق گہ بہاری می کند — در دَیش زیں لطف عاری می کند
اللہ (تعالیٰ) کبھی ہوا کو بہاری بنا دیتا ہے — ماگھ کے مہینہ میں اس کو اس لطف سے خالی کر دیتا ہے

بر گروہِ عاد صَرصَر می کند — باز بر ہودش معطر می کند
قوم عاد پر آندھی بنا دیتا ہے — پھر ہودؑ کے لیے اس کو خوشبودار بنا دیتا ہے

می کند یک باد را زہر و سموم[2] — مَر صبا را می کند خرم قدوم
ایک ہوا کو وہ زہر اور لو بنا دیتا ہے — پروا کو بابرکت آمد بنا دیتا ہے

بادِ دَم را بر تو بنہاد اُو اساس — تا کنی ہر باد را بر وے قیاس
سانس کی ہوا کو اُس نے تیری بنیاد بنا دیا — تاکہ تو ہر ہوا کو اس پر قیاس کر لے

دَم نمی گردد سخن بے لطف و قہر — بر گروہے شہد و بر قومے ست زہر
سانس مہربانی اور قہر کے بغیر کام نہیں بنتا ہے — وہ ایک قوم پر شہد اور ایک قوم پر زہر ہے

مروحہ جنباں پئے انعامِ کس — وز برائے قہر بر پشہ و مگس
پنکھا اس کی نعمت رسائی کے لیے ہلتا ہے — مچھر اور مکھی پر قہر کے لیے (ہلتا ہے)

مروحہ تقدیرِ ربانی چرا — پُر نباشد ز امتحان و ز ابتلا
خدائی تقدیر کا پنکھا کیوں — امتحان اور آزمائش سے پُر نہ ہو گا؟

چونکہ جزوِ بادِ دم یا مروحہ[3] — نیست اِلَّا مفسدہ یا مُصلحہ
چونکہ سانس یا پنکھے کی جزوی ہوا — نہیں ہے، مگر خراب کرنے والی یا ٹھیک کرنے والی

ایں شمال و ایں صبا و ایں دبور — کے بود از لطف و از انعام دُور
یہ شمالی ہوا اور یہ پروا اور یہ پچھوا — مہربانی اور انعام سے دور کب ہو گی؟

یک کفِ گندم ز انبارے ببیں — فہم کن کاں جملہ باشد ہمچنیں
ڈھیر میں سے ایک مٹھی گیہوں دیکھ لے — سمجھ لے کہ سب ایسے ہی ہوں گے

کلِّ باد از برجِ بادِ آسماں — کہ جہد بے مروحہ آں باد راں
آسمان کے ہوائی برج سے، کل ہوا — اس ہوا چلانے والے کے پنکھے کے بغیر کب چلتی ہے؟

[1] گاہ۔ کبھی روح اور جسم سانس کی ہوا میں اچھائی اور برائی کا تصرف کرتے ہیں کبھی اس کو گالی بنا دیتے ہیں کبھی تعریف کے الفاظ بنا دیتے ہیں۔ نُہا۔ عقلیں۔ باد۔ عالم کی ہوا میں بھی اللہ کے تصرفات ہیں کبھی اس کو بادِ بہاری بنا دیتا ہے کبھی بادِ سموم۔ عاری۔ ننگا، خالی۔ عاد۔ قوم عاد کے لیے وہ آندھی بنی اور اس نے ان کو ہلاک کیا۔ حضرت ہود علیہ السلام کے لیے وہ خوشگوار تھی۔

[2] سموم۔ لو۔ خرم۔ مبارک۔ بادِ دم۔ سانس کی ہوا سے تم دوسری ہوا کی باتیں سمجھ لو۔ دم۔ انسان کے سانس کی ہوا میں بھی وہ موثر ہے کہ کسی کے لیے اس کو شہد بنا دیتا ہے اور کسی کے لیے زہر، اسی طرح عام ہوا کو سمجھ لو کہ اس کو کسی کے لیے انعام بنا دیتا ہے کسی کے لیے اس کو قہر بنا دیتا ہے۔

[3] مروحہ۔ قدرت کا پنکھا جو اس ہوا کو حرکت دیتا ہے اس میں بھی قوموں کا ابتلا اور امتحان ہے۔ چونکہ۔ جبکہ سانس اور پنکھے کی ہوا میں راحت رسانی، یا ایذا رسانی ہے تو لامحالہ کل ہوا میں بھی یہ تاثیر ہو گی اور اس کی یہ تاثیریں اللہ کے پنکھے کی پیدا کردہ ہیں۔

Marfat.com

بر سرِ خرمن بوقتِ انتقاد[1] — نے کہ فلاحاں ز حق جویند باد

کھانے کے وقت کھلیان پر — کیا کاشتکار خدا سے ہوا نہیں مانگتے ہیں؟

تا جدا گردد ز گندم کاہہا — تا بانبارے رود یا چاہہا

تا کہ گیہوں سے بھوسہ جدا ہو جائے — تا کہ (گیہوں) ڈھیر میں جائے یا کھیتوں میں

چوں بماند دیر آں بادِ وزاں — جملہ را بینی بحق لابہ کناں

جب چلنے والی ہوا میں دیر ہوتی ہے — تو سب کو خوشامد کرتے ہوئے دیکھتا ہے

ہمچنیں در طلق آں بادِ ولاد — گر نیاید بانگِ درد آید کہ داد

اسی طرح دردِ زہ میں وہ پیدائش کی ہوا — اگر نہ آئے، درد کی آواز آئے کہ فریاد ہے

گر نمی دانند[2] کش رانندہ اوست — باد را پس کردنِ زاری چہ خوست

اگر لوگ نہیں جانتے (کہ کوئی اس کا) چلانے والا ہے — تو ہوا کے سامنے عاجزی کا کیا مطلب!

اہلِ کشتی ہمچناں جویائے باد — جملہ خواہانش ازاں ربُّ العباد

اسی طرح کشتی والے ہوا کے طالب ہیں — اُس ربُّ العباد سے اس کے خواہاں ہیں

ہمچنیں بر دردِ دندانہا زباد — دفع میخواہی بسوز و اعتقاد

اسی طرح دانتوں کی چبھن میں دم کے ذریعہ — سوز اور اعتقاد کے ساتھ تو مدافعت چاہتا ہے

از خدا لابہ کناں آں جُندیاں — کہ بدہ بادِ ظفر اے کامراں

خدا سے لشکری خوشامد کرتے ہیں — کہ اے کارساز، کامیابی کی ہوا چلا دے

رقعۂ تعویذ می خواہند نیز — در شکنجہ طلقِ زن از ہر عزیز

نیز تعویذ کا کاغذ مانگتے ہیں — عورت کے دردِ زہ کی تکلیف کے وقت ہر عزیز سے

پس ہمہ دانستہ اند ایں را یقیں — کہ فرستد باد ربُّ العالمیں

تو اس کو یقین کے ساتھ سب جانتے ہیں — کہ دونوں جہان کا رب ہوا کو بھیجتا ہے

پس یقیں[3] در عقل ہر دانندہ ہست — اینکہ با جُنبندہ جنبانندہ ہست

پس ہر جانکار کی عقل کو یقین ہے — کہ چلنے والی ہوا کا کوئی چلانے والا ہے

گر تو او را می نہ بینی در نظر — فہم کن آں را باظہارِ اثر

اگر تو اس کو نظر سے نہیں دیکھتا ہے — اثر کے ظاہر کرنے سے تو اس کو سمجھ لے

---

[1] انتقاد۔ یعنی دانوں کو بھوسے سے جدا کرنا۔ فلاحاں۔ کاشتکاراں۔ کاہہا۔ بھوسہ۔ چاہہا۔ یعنی غلہ کی کھیتیاں۔ طلق۔ دردِ زہ، ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ رحم کو ہوا سے پھلا دیتا ہے تب باسانی ولادت ہوتی ہے۔

[2] گر نمی دانند۔ جبکہ یہ تصور ہوتا ہے کہ اس ہوا کا چلانے والا خدا ہے تو اس کے سامنے گریہ وزاری کی جاتی ہے ورنہ محض ہوا کے سامنے کون گریہ زاری کرے۔ اہلِ کشتی۔ کشتی والے بھی بادِ موافق کے لیے خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ دردِ دنداں۔ دانتوں میں درد کے وقت لوگ بزرگوں سے دم کراتے ہیں۔ جندیاں۔ فوج کامیابی کی ہوا کی دعا کرتی ہے۔

[3] پس ہمہ۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ہوا کا چلانے والا خدا کو مانتے ہیں۔ پس یقیں۔ سب عقلمندوں کا یقین ہے کہ حرکت کرنے والے کے لیے کوئی ذات حرکت میں لانے والی ہے۔ گر تو۔ اگر تو حرکت دینے والے کو نہیں دیکھ سکتا ہے تو اس کے حرکت دینے سے اس کے موجود ہونے کو سمجھ لے۔

Marfat.com

تن بجاں[1] جُنبد نمی بینی تو جاں — لیک از جُنبیدنِ تن جاں بداں

جسم، روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے تو روح کو نہیں دیکھتا ہے — لیکن جسم کے ہلنے سے روح کو سمجھ لے

گفت اُو گر ابلہم من دَر ادب — زیرِکم اندر وفا و در طلب

اس نے کہا، اگر میں ادب کے سلسلے میں بیوقوف ہوں — تو جستجو اور وفاداری میں عقل مند ہوں

گفت ادب ایں بود کہ خود دیدہ شد — آں دگر را خود ہمیدانی تو لد

اس نے کہا ادب تو یہ تھا جو دیکھ لیا گیا — دوسرے کو تو جھگڑالو خود جانتا ہے

خود ادب ایں بود و آں دیگر دفیں — زیں بتر باشد کہ دیدیمش یقیں

خود ادب تو یہ تھا دوسری پوشیدہ (باتیں) — اس سے بدتر ہوں گی کیونکہ ہم نے یقین کے ساتھ ان کو دیکھ لیا ہے

ہر چہ زیں کوزہ ترا دد بعد ازیں — یک نمط خواہد بدن جملہ چنیں

اس پیالے سے جو ٹپکتا ہے اس کے بعد — سب اسی طرح کا ہو گا

قصہ صوفی[2] کہ بخانہ آمد و زن را با بیگانہ دید

اس صوفی کا قصہ جو گھر پر آیا اور اس نے بیوی کو ایک اجنبی کے ساتھ دیکھا

صوفیے آمد بسوئے خانہ روز — خانہ یک در بود و زن با کفش دوز

دن میں ایک صوفی گھر میں آیا — گھر کا ایک دروازہ تھا اور بیوی موچی کے ساتھ تھی

جفت گشتہ با حریف خویش زن — اندراں یک حجرہ از وسواسِ تن

بیوی اپنے یار کے ساتھ ہمبستر تھی — اس ایک حجرے میں بدن کی خواہش کی وجہ سے

چوں بزد صوفی بجد در چاشتگاہ — ہر دو درماندند نے حیلت نہ راہ

جبکہ چاشت کے وقت صوفی نے سختی سے دروازہ پیٹا — دونوں عاجز ہو گئے، نہ تدبیر تھی نہ راستہ

ہیچ معہودش[3] نہ بد کو آں زماں — سوئے خانہ باز گردد از دکاں

اس کا یہ کبھی معمول نہ تھا کہ وہ اس وقت — دکان سے گھر کو لوٹ آئے

قاصداً آں روز بیوقت آں مروع — از خیالے کرد باخانہ رجوع

اس روز اس خوفزدہ نے قصداً بے وقت — کسی خیال سے گھر واپسی کر دی

اعتمادِ زن براں کو ہیچ بار — ایں زماں تا خانہ نامد او ز کار

بیوی کو اس پر بھروسہ تھا کہ وہ کبھی بھی — اس وقت کام سے (فارغ ہو کر) گھر نہیں آیا ہے

---

[1] تن بجاں۔ انسان کے جسم کو روح حرکت دیتی ہے لیکن انسان اس روح کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔ گفت او۔ عاشق نے کہا کہ اگر ادب کے سلسلہ میں مجھ سے حماقت ہوئی ہے تو اس سے درگذر کیجیے اور میری وفاداری اور جستجو کی قدر کر کے مجھے مقرب بنا لیجیے۔ ادب ایں بود۔ محبوبہ نے کہا کہ تیرے ادب کی حالت تو یہی تھی جو دیکھ لی گئی اب رہا تیرا وفا اور جستجو کا دعویٰ تو اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لد۔ الد کی جمع ہے، جھگڑالو۔

[2] قصہ صوفی۔ اس عاشق نے جس طرح اپنے جرم کے باوجود ڈھٹائی کا ثبوت دیا اسی طرح صوفی کی اس بیوی کی حالت ہے۔ خانہ۔ یعنی گھر کا ایک دروازہ تھا یہ ممکن نہ تھا کہ موچی کو وہ دوسرے دروازے سے نکال دیتی۔ کفش دوز۔ موچی۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ وسواسِ تن۔ یعنی جسمانی شہوت۔

[3] معہود۔ یعنی صوفی کا اس وقت گھر واپس آنے کا دستور نہ تھا۔ قاصداً۔ صوفی جان بوجھ کر بے وقت گھر پر آیا۔ مروع۔ خوفزدہ، یعنی اس کو بیوی کی بدچلنی کا اندیشہ تھا۔ اعتماد۔ بیوی کو اطمینان تھا کہ صوفی دکان سے شام کو ہی لوٹتا ہے۔

Marfat.com

آں قیاسش راست نامد از قضا — گرچہ[1] ستارست ہم بدہد سزا

تقدیر سے اس کا وہ قیاس درست نہ ہوا — اگرچہ وہ (خدا) پردہ پوش ہے مگر سزا بھی دے دیتا ہے

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش — زانکہ تخم ست و برویاند خداش

جبکہ تو نے بدی کی تو ڈر، مطمئن نہ ہو — کیونکہ وہ بیج ہے اور خدا اس کو اُگا دیتا ہے

چند گاہے او بپوشاند کہ تا — آید آخر زاں پشیمانی حیا

بہت سی مرتبہ وہ پردہ پوشی کرتا ہے تا کہ — بالآخر اس شرمندگی سے حیا پیدا ہو جائے

حکایت بر سبیلِ تمثیل

مثالاً — حکایت

چوں عمرؓ آں شاہ و میرِ مومناں — داد دُزدے را بجلاد[2] و عواں

جبکہ مومنوں کے شاہ اور امیر عمر رضی اللہ عنہ نے — ایک چور کو جلاد اور سپاہی کے سپرد کیا

بانگ زد آں دُزد کاے میرِ دیار — اوّلیں بارست جرمم زینہار

وہ چور چیخا، اے ملک کے حاکم! — میری خطا پہلی بار ہے، معاف کیجئے

گفت امیرش حاش للہ کہ خدا — بارِ اوّل قہر راند در جزا

اس سے امیر نے فرمایا، خدا بچائے کہ خدا — پہلی مرتبہ بدلے میں قہر فرمائے

بارہا پوشد پے اظہارِ فضل — باز گیرد از پئے اظہارِ عدل

وہ فضل کے اظہار کے لیے بارہا پردہ پوشی کرتا ہے — پھر عدل ظاہر کرنے کے لیے گرفت کرتا ہے

تا کہ[3] ایں ہر دو صفت ظاہر شود — آں مبشر گردد ایں منذر شود

تاکہ یہ دونوں صفتیں ظاہر ہو جائیں — وہ خوشخبری دینے والی اور یہ ڈرانے والی بن جائے

بارہا زن نیز آں بد کردہ بود — سہل بگذشت آں و سہلش می نمود

صوفی کی بیوی نے بھی بارہا وہ بدی کی تھی — جو آسانی سے گذر گئی اور اس کو آسان نظر آئی

آں نمی دانست عقلِ پائے سست — کہ سبو دائم ز جُو ناید درست

وہ کمزور عقل والی یہ نہ جانتی تھی — کہ ٹھلیا، نہر سے ہمیشہ سالم نہیں لوٹتی ہے

آنچنانش تنگ آورد آں قضا — کہ منافق را کند مرگِ فجا

ان کو قضا نے ایسا تنگ کیا — جس طرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے

---

1. گرچہ۔ حضرتِ حق انسان کی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن کبھی سزا کے طور پر رسوا بھی کر دیتا ہے۔ چند گاہے۔ خدا کی ستاری اس لیے ہوتی ہے کہ شاید بندہ شرما کر خود برائی کو چھوڑ دے۔ حکایت۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عموماً پہلی مرتبہ خطا پر پردہ پوشی کرتا ہے اور گناہ کے بار بار کرنے پر گرفت کرتا ہے۔

2. جلاد۔ وہ شخص جو مجرموں کو سزا دیتا ہے۔ دیار۔ یعنی ملک۔ اولیں۔ یہ میں نے پہلی بار چوری کی ہے معاف کر دیجئے۔ بارہا۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفت فضل کے اظہار کے لیے پردہ پوشی کرتا ہے اور پھر اظہار عدل کے لیے گرفت کرتا ہے۔

3. تا کہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ اپنی دونوں صفتوں کے اظہار کے لیے ہے اللہ کا فضل انسان کو خوشخبری دینے والا ہے اور اس کا عدل مجرم کو خوف دلانے والا ہے۔ بارہا۔ بیوی اس سے پہلے بھی یہ گناہ کر چکی تھی اور اللہ کی ستاری نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن وہ یہ نہ سمجھی کہ غلطی ہر بار معاف نہیں کی جاتی ہے۔ آنچنانش۔ اس بیوی کو قضاءِ خداوندی نے اس طرح لاچار کر دیا جس طرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے اور اس کو توبہ کا موقع بھی نہیں دیتی ہے۔ فجا۔ فجاءۃً، اچانک۔

Marfat.com

نے طریق[1] و نے رفیق و نے اماں — دست کردہ آں فرشتہ سوئے جاں
نہ راستہ اور نہ ساتھی اور نہ امان — فرشتہ نے جان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا

آنچناں کہ زن دراں حجرہ خفا — خشک شد او و حریفش ز ابتلا
جیسا کہ عورت اس خلوت کے حجرے میں — وہ اور اس کا یار مصیبت میں مبتلا ہونے سے خشک ہو گئے

گفت صوفی با دلِ خود کاے دو گبر — از شما کینہ کشم لیکن بصبر
صوفی نے اپنے دل میں کہا کہ اے دو کافرو! — میں تم سے بدلہ لوں گا لیکن صبر کے ساتھ

لیک نادانستہ آرم ایں نفس — تا نگردد مطلع زیں حال کس
لیکن اس وقت ناواقف بن جاؤں گا — تاکہ اس حالت سے کوئی واقف نہ ہو

از شما کینہ کشد پنہاں مُحق — اندک اندک ہمچو بیماریِ دِق
حق دار تم سے خفیہ بدلہ لے گا — آہستہ آہستہ جیسا کہ دق کی بیماری

مردِ دِق باشد چو یخ[2] ہر لحظہ کم — لیک پندارد بہر دم بہترم
مدقوق، برف کی طرح ہر لحظہ گھٹتا ہے — لیکن ہر وقت سمجھتا ہے کہ میں اچھا ہوں

ہمچو کفتارے کہ می گیرندش او — غرۂ آں گفت کایں کفتار کو
بجو کی طرح جس کو گرفتار کرتے ہیں، وہ — وہ اس بات سے دھوکے میں ہے کہ بجو کہاں ہے؟

نیست در سوراخ، کفتار اے عمو — گشتہ او مغرور تر زیں گفتگو
اے چچا!! بھٹ میں بجو نہیں ہے — وہ اس گفتگو سے (اور) زیادہ دھوکے میں پڑ گیا

ایں ہمی گویند و بندش می نہند — او خوش و آسودہ کز من غافل اند
وہ یہ کہتے ہیں اور اس کو پکڑ لیتے ہیں — وہ خوش اور مطمئن ہے کہ مجھ سے غافل ہیں

ہیچ[3] پنہاں خانہ آں زن را نبود — سمج و دہلیز و رہِ بالا نبود
اس عورت کے چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی — تہ خانہ اور ڈیوڑھی اور اوپر کا راستہ نہ تھا

نے تنورے کہ درو پنہاں شود — نے جوالے کہ حجابِ آں شود
نہ کوئی تنور کہ اس میں چھپ جائے — نہ کوئی بورا کہ اس کا پردہ بن جائے

ہمچو عرصہ پہنِ روزِ رستخیز — نے گو و نے پشتہ نے جائے گریز
حشر کے دن میدان کی طرح سپاٹ — نہ گڑھا اور نہ دیوار نہ بھاگنے کی جگہ

---

[1] نے طریق۔ موت کے منافق کو لاچار کرنے کا بیان ہے۔ حجرۂ خفا۔ وہی حجرہ جس میں وہ چھپے ہوئے تھے۔ کینہ کشم۔ یعنی تم دونوں سے بدلہ لوں گا لیکن صبر کے ساتھ لوں گا۔ نادانستہ۔ یعنی تمہارے اس فعل کو ان دیکھا بناؤں گا تاکہ شور و شر نہ ہو اور محلہ والوں کو اس کا پتا نہ چلے۔ از شما۔ دق کی بیماری مریض کو گھلا دیتی ہے اور مریض کو اس کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

[2] یخ۔ برف آہستہ آہستہ پگھل کر ختم ہو جاتی ہے۔ کفتارے۔ بجو کے شکاری بجو کے بھٹ کے پاس آپس میں زور زور سے کہنے لگتے ہیں کہ بجو بھٹ میں نہیں ہے۔ بجو ان کی باتوں سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔

[3] ہیچ۔ اس گھر میں بیوی کے چھپنے کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ سمج۔ پہاڑ کی کھوہ، تہ خانہ۔ رہِ بالا۔ زینہ۔ جوال۔ بورا۔ گو۔ گڑھا۔ پشتہ۔ یعنی دیوار۔ گریز۔ قرآن پاک میں ہے "وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا" اور اے پیغمبر تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو میرا پروردگار ان کو اڑا دے گا اور زمین کو ہموار میدان کر دے گا کہ جس میں تو نہ تو موڑ دیکھے گا اور نہ اونچ نیچ۔

Marfat.com

گفت یزداں وصفِ آں جائے حرج[1] بہر محشر لَا تَرٰی فِیھَا عِوَج
اس تنگی کی جگہ کے لیے خدا نے فرمایا محشر کے لیے تو اس میں کجی نہ دیکھے گا

معشوق را زیرِ چادر پنہاں کردن جہتِ تلبیس و بہانہ و مکر کہ اِنَّ کَیۡدَ کُنَّ عَظِیۡمٌ

تلبیس اور بہانہ اور مکر کے لیے معشوق کو چادر کے نیچے چھپانا "کیونکہ تمہارا مکر بڑا ہے"

چادرِ خود را برو افگند زود مرد را زن کرد و در را بر کشود
اس نے جلدی سے اس پر چادر ڈال دی مرد کو عورت بنایا اور دروازہ کھول دیا

زیرِ چادر[2] مرد رُسوا و عیاں سخت پیدا چوں شتر بر نَردباں
چادر میں مرد رسوا اور کھلا ہوا پورا ظاہر، جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ

از تعجب گفت صوفی چیست ایں ہر گز ایں را من ندیدم کیست ایں
صوفی نے تعجب سے کہا یہ کیا ہے؟ میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا یہ کون ہے؟

گفت خاتونیست از اَعیانِ شہر مر وُرا از مال و اقبال ست بہر
اس نے کہا شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک بی بی ہے جس کا مال اور خوش نصیبی میں حصہ ہے

در بہ بستم تا کسے بیگانہ در نیاید زود نادانہ
میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ کوئی غیر نادانستگی میں جلدی سے اندر نہ آ جائے

گفت[3] صوفی چیستش ہیں خدمتے تا بر آرم بے سپاس و ملتے
صوفی نے کہا ہاں اس کا کام کیا ہے؟ تاکہ میں بغیر شکر گزاری اور احسان کے کروں

گفت میلش خویشی و پیوستگی ست نیک خاتونے ست حق داند کہ کیست
اس نے کہا اس کی خواہش اپنائیت اور رشتہ ہے بھلی بی بی ہے، خدا جانے کون ہے؟

یک پسر دارد کہ اندر شہر نیست خوب و زیرک چابک و مکسب کنیست
اس کے ایک لڑکا ہے، جو شہر میں نہیں ہے خوبصورت اور عقلمند اور چست اور کماؤ ہے

خواست دختر را بہ بیند زیرِ دست اتفاقاً دختر اندر مکتب ست
اس نے چاہا کہ لڑکی کو چھپ کر دیکھ لے اتفاقاً لڑکی مکتب میں ہے

1. حرج۔ تنگی، گناہ۔ عوج۔ ٹیڑھ۔ چادر۔ یعنی بیوی نے اس موچی کو چادر اُڑھا دی تاکہ صوفی اس کو مرد کے بجائے عورت سمجھے اور دروازہ کھول کر اس کو نکال دیا۔

2. زیرِ چادر۔ چادر میں وہ مرد نہ چھپ سکا اور اس طرح اس کا مرد ہونا ظاہر تھا جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ پوشیدہ نہیں بلکہ ظاہر ہوتا ہے۔ از تعجب۔ چونکہ صوفی نے طے کر لیا تھا کہ اس واقعہ کو ان دیکھا بنا دے گا تو تعجب سے بیوی سے دریافت کرنے لگا کہ یہ کون عورت تھی۔ اعیانِ شہر۔ شہر کے بڑے لوگ۔ مر ورا۔ یعنی بہت مالدار اور باعزت عورت ہے۔ در۔ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ اچانک کوئی گھر میں نہ آ جائے اور اس کی بے پردگی اور بے عزتی نہ ہو۔

3. گفت۔ صوفی نے کہا ایسی معزز عورت ہے تو وہ کس کام کو آئی تھی مجھے بتا تاکہ جلد اس کا کام کر دوں۔ میلش۔ بیوی نے کہا وہ رشتہ لے کر آئی تھی۔ خواست۔ اس کے آنے کا مقصد ہماری لڑکی کو دیکھنا تھا۔

باز گفت[1] ار آرد باشد یا سبوس
پھر اس نے کہا، وہ آٹا ہے یا بھوسی
می کنم او را بجان و دل عروس
میں اس کو جان و دل سے دلہن بنالوں گی

گفت صوفی ما فقیر و زادکم
صوفی نے کہا ہم فقیر ہیں، اور مال کم ہے
قوم خاتون مالدار و محتشم
بی بی کی قوم مالدار اور با عزت ہے

کے بود ایں کفو ایشاں در زِواج
لڑکی، نکاح میں ان کا جوڑ کہاں ہے؟
یک در از چوب و دری دیگر ز عاج
ایک پٹ لکڑی کا اور دوسرا پٹ ہاتھی دانت کا

کفو باید ہر دو جفت اندر نکاح
نکاح میں دونوں کا جوڑ ہونا چاہیے
ورنہ تنگ آید نماند اِرتیاح
ورنہ شرم آئے گی، آسودگی نہ ہو گی

کے بود ہمرنگ فقر و احتشام
دولت مندی اور فقر ہمرنگ کب ہوتے ہیں؟
چوں شود ہمجنس یاقوت و رُخام
یاقوت اور سنگ مرمر ہم جنس کہاں ہیں؟

جامہ نیمے اطلس و نیمے پلاس
آدھا کپڑا اطلس اور آدھا ٹاٹ
عیب باشد نزد اصحابِ شناس
پہچان والوں کے نزدیک عیب ہوتا ہے

با کبوتر باز کے شد ہم نفس
باز، کبوتر کا ساتھی کب ہوا ہے؟
کے شود ہمراز عنقا با مگس
عنقا، مکھی کا ہمراز کب ہوا ہے؟

گفتنِ زن[2] کہ او دَر بندِ جہاز نیست مُرادِ اُو سَتر و صلاح ست

بیوی کا کہنا کہ وہ جہیز کے فکر میں نہیں ہے اس کا مقصد پردہ پوشی اور نیکی ہے

و جواب گفتنِ صوفی آں سِرِّ پوشیدہ را

اور صوفی کا اس پوشیدہ راز کا جواب دینا

گفت گفتم من چنیں عذرے و او
اس (بیوی) نے کہا میں نے اس طرح کا عذر کیا اور اس نے
گفت نے من نیستم اسباب جو
کہا، نہیں، میں سامان کی جستجو میں نہیں ہوں

ما ملولیم از قماش و زر و سیم
ہم تو کپڑے اور سونے اور چاندی سے اکتا گئے ہیں
فارغیم و تخمہ از مالِ عظیم
ہم بے نیاز ہیں اور زیادہ دولت سے پیٹ بھرے ہیں

ما ز مال و زر ملول و تخمہ ایم
ہم مال اور سونے سے اکتائے ہوئے اور پیٹ بھرے ہیں
ما بحرص و جمع نے چوں عامہ ایم
ہم عوام کی طرح لالچ اور جوڑنے میں نہیں ہیں

---

1. بازگفت۔ چونکہ لڑکی مدرسہ گئی تھی اور وہ لڑکی کو نہ دیکھ سکی تو کہنے لگی خواہ بچی کی صورت کیسی ہی ہو میں تو اس کو اپنی دلہن بناؤں گی۔ گفت صوفی۔ صو... نے بیوی سے کہا لڑکی بہت غریب گھرانے کی اور لڑکا رئیس گھرانے کا، یہ بے جوڑ بات ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ دروازے کا ایک کواڑ لکڑی کا اور ا... کواڑ ہاتھی دانت کا ہو۔

2. ورنہ۔ اگر میاں بیوی یکساں نہ ہوں تو اختلاف رہتا ہے۔ ارتیاح۔ راحت پانا۔ کے بود۔ یہ جوڑ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ فقر اور دولت مندی کا ج... یاقوت اور سنگ مرمر کا جوڑ۔ جامہ۔ اطلس میں ٹاٹ کا پیوند عقلمندوں کے نزدیک برا ہے۔ با کبوتر۔ کبوتر اور باز کا، عنقا اور مکھی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

3. گفتنِ زن۔ عورت نے کہا کہ وہ لوگ جہیز کے طالب نہیں ہیں وہ تو پردہ پوشی اور نیکی کے طلبگار ہیں اور صوفی نے اس کو طنزاً جواب دیا۔ ماملولیم۔ ... نے کہا وہ عورت کہتی تھی کہ ہم تو دولت سے عاجز آ گئے ہیں، ہمارے یہاں جو دولت ہے وہی بھاری پڑ رہی ہے۔ ما ز مال۔ بیوی نے کہا وہ عور... بھی کہہ رہی تھی کہ ہم عوام کی طرح مال کے لالچی اور حریص نہیں ہیں۔

Marfat.com

قصدِ ما سترست و پاکی و صلاح

ہمارا مقصد پردہ پوشی اور پاکی اور نیکی ہے

در دو عالم خود بداں باشد فلاح

دونوں جہان میں اسی سے نجات ہے

باز صوفی عذرِ درویشی بگفت

صوفی نے پھر افلاس کا عذر کیا

و آں مکرر کرد تا نہ بود نہفت

اور اس کو دہرایا، تا کہ چھپا نہ رہے

گفت زن من ہم مکرر کردہ ام

بیوی نے کہا میں بھی دہرا چکی ہوں

بے جہازی را مقرر کردہ ام

بے سر و سامانی کو واضح کر چکی ہوں

اعتمادِ اوست راسخ تر ز کوہ

اس کا ارادہ پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہے

کہ ز صد فقرش نمی آید شکوہ

سو افلاس سے بھی اس کو ڈر نہیں ہے

اُو ہمی گوید مرادم عفت است

وہ بھی کہتی ہے کہ میرا مقصد پاک دامنی ہے

از شما مقصود صدق و ہمت است

تم سے (میرا) مقصود سچائی اور باطنی توجہ ہے

گفت صوفی خود جہاز و مالِ ما

صوفی نے کہا اس نے ہمارا سامان اور مال

دید و می بیند ہویدا بے خفا

دیکھ لیا ہے اور صاف بغیر کسی پوشیدگی کے دیکھتی ہے

خانۂ تنگے مقامِ یک تنے

تنگ گھر، ایک شخص کی جگہ

کہ درو پنہاں نماند سوزنے

کہ جس میں ایک سوئی بھی نہ چھپ سکے

باز سترو پاکی و زہد و صلاح

پھر پردہ پوشی اور پاکی اور زہد اور نیکی

او ز ما بہ داند اندر انتصاح

نصیحت پکڑنے میں وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

بہ زما می داند او احوالِ ستر

پردہ پوشی کے احوال وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

وز پس و پیش و سر و دنبال ستر

اور پردہ پوشی کا آگا پیچھا اور سر اور پیر

بے جہازی خود عیاں ہمچوں خورست

بے سر و سامانی سورج کی طرح خود ظاہر ہے

و ز صلاح و ستر او واقف ترست

نیکی اور پردہ پوشی سے وہ زیادہ واقف ہے

ظاہراً او بے جہاز و خادم ست

ظاہر ہے کہ وہ لڑکی، بغیر جہیز اور خادم کے ہے

وز صلاح و ستر او خود عالم ست

اور اس کی نیکی اور پردہ پوشی کو وہ (بی بی) خود جانتی ہے

قصدِ ما۔ ہم تو ایسی لڑکی چاہتے ہیں جو پردہ نشین اور نیک ہو دونوں جہانوں میں انہی چیزوں سے بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ باز صوفی۔ صوفی نے پھر اپنی تنگدستی کا اظہار کیا تاکہ بات چھپی نہ رہے۔ گفت زن۔ بیوی نے صوفی سے کہا میں اپنی غربت خوب بیان کر چکی ہوں لیکن وہ اپنی بات پر جمی ہوئی ہے اور ہماری غربت سے نہیں گھبراتی ہے۔ اُو ہمی گوید۔ وہ برابر یہی کہتی ہے کہ ہم تمہارے مال کے پیش نظر رشتہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ تمہاری سچائی اور دعاؤں کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ گفت صوفی۔ صوفی نے اب تک تو ایسا طرزِ کلام اختیار کر رکھا تھا جس سے بیوی یہ نہ سمجھے کہ وہ اس کی خباثت سے باخبر ہو گیا ہے اب آئندہ گفتگو میں اس نے ایسے طنزیہ فقرے استعمال کیے جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ بیوی کی بدچلنی سے واقف ہو گیا ہے۔ خفا۔ یعنی اس نے تو یہ تو دیکھ ہی لیا ہے کہ ہمارا گھر ایسا مختصر ہے کہ اس میں سوئی بھی نہیں چھپ سکتی ہے۔ باز۔ اب رہی پاکی اور نیکی کی بات تو اگر اس کو نصیحت حاصل کرنی ہے تو وہ ہم سے بھی زیادہ جانتی ہے۔

می داند۔ اس کو ہمارے پردے کا حال تو بہت اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ بے جہازی۔ ہماری بے سروسامانی اور نیکی اور پردے سے اچھی طرح واقف ہو چکی ہے۔ ظاہراً۔ لڑکی کا بے جہیز اور بغیر خادمہ کے ہونا تو ظاہر تھا ہی اب وہ نیکی اور پردہ پوشی سے بھی واقف ہو گئی ہے۔

Marfat.com

شرحِ مستوری[1] ز بابا شرط نیست
(اس لڑکی کی) پردہ پوشی کی تشریح باپ کی جانب سے ضروری نہیں ہے
چوں بر او پیدا چو روزِ روشنست
چونکہ اس (بی بی) پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے

ایں حکایت را بداں گفتم کہ تا
یہ قصہ میں نے اس لیے کہہ دیا ہے، تاکہ
لاف کم بافی چو رسوا شد خطا
جب غلط کاری رسوا ہو گئی ہو، تو شیخی نہ بگھارے

مر ترا هم اے بدعوئ مستنزاد
اے بلند بانگ دعوے والے! تیرا بھی
ایں بُدست اجتہاد و اعتقاد
یہی اجتہاد اور اعتقاد تیرے پاس ہے

چوں زنِ صوفی تو خائن بودہٗ
صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہے
دامِ مکر اندر دغا بکشودہٗ
تو نے دغا بازی میں مکر کا جال پھیلایا ہے

کہ ز ہر ناشستہ روئی گپ زنی
کہ ہر برائی کے بارے میں تو گپیں مارتا ہے
شرم داری و ز خدایِ خویش نی
تو شرم کرتا ہے، اور اپنے خدا سے نہیں کرتا ہے

بیان[2] آنکہ غرض از بصیر و سمیع و علیم گفتنِ حق را چیست

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر اور سمیع اور علیم کہنے کا مقصد کیا ہے

از پئے آں گفت حق خود را بصیر
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو بصیر اسی لیے فرمایا ہے
کہ بود دید ویت ہر دم نذیر
تاکہ اس کا تجھے دیکھنا ہر وقت نذیر رہے

از پئے آں گفت حق خود را سمیع[3]
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو سننے والا اس لیے فرمایا ہے
تا بہ بندی لب ز گفتارِ شنیع
تاکہ تو بُری گفتگو سے ہونٹ بند کر لے

از پئے آں گفت حق خود را علیم
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو جاننے والا اسی لیے فرمایا ہے
تا نیندیشی فسادے تو ز بیم
تاکہ ڈر کر تو کوئی بری بات نہ سوچے

نیست لنہا بر خدا اسمِ علم
یہ نام خدا کی (محض) شناخت کے لیے نہیں ہیں
کہ سیہ کافور دارد نام ہم
کیونکہ حبشی کا نام کافور بھی ہوتا ہے

1. شرحِ مستوری۔ لڑکی کی پردہ پوشی کو باپ کیا بیان کرے اس سے وہ خود واقف ہو چکی ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح اس پر کھل گئی ہے۔ ایں حکایت۔ باغ والی معشوقہ نے یہ قصہ سنا کر کہا کہ یہ قصہ میں نے تجھے اس لیے سنایا ہے کہ جب تیری بے ادبی کھل گئی ہے تو وفاداری وغیرہ کے دعوے نہ کر۔ مر ترا۔ اس معشوقہ نے اس عاشق سے کہا کہ تیری حالت اسی صوفی کی بیوی کی سی ہے اور صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہوتے ہوئے مکر اور دغا کا جال بچھا رہا ہے اور ہر عیب سے اپنے آپ کو بری ظاہر کر رہا ہے تو لوگوں سے شرماتا ہے اور خدا سے نہیں شرماتا ہے۔
2. بیان۔ چونکہ عاشق نے معشوقہ کو تنہا قرار دیا اور اس کو یہ محسوس نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور وہ علیم ہے اس کے احاطۂ علمی سے کوئی واقعہ باہر نہیں رہ سکتا، وہ بصیر ہے اس کی بصارت سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسما کی بحث شروع کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسماءِ صفاتی جن سے صفات بنے ہیں وہ صفت حضرتِ حق تعالیٰ میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔
3. سمیع۔ اللہ کا نام سمیع ہے وہ سب کچھ سنتا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی زبان سے کوئی بری بات نہ نکالے اور یہ سمجھے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سنتا ہے۔ اسمِ علم۔ وہ نام ہوتا ہے جو محض مسمیٰ کی شناخت کے لیے رکھ دیا جاتا ہے قطع نظر اس سے کہ اس مسمیٰ میں وہ صفت موجود ہے یا نہیں جس سے وہ اسم بنا ہے۔ سیہ۔ حبش کے رہنے والے کا نام کافور رکھ دیا جاتا ہے حالانکہ اس حبشی میں نہ کافور کی سی سفیدی ہے نہ خوشبو۔

Marfat.com

اسم مشتق[1] ست ز اوصافِ قدیم — نے مثالِ علتِ اُولیٰ سقیم

یہ نام قدیم صفات سے بنے ہیں — (اللہ تعالیٰ) علت اولیٰ کی طرح ناقص نہیں ہے

ورنہ تسخر باشد و طنز و دِہا — کر را سامع ضریراں را ضیا

ورنہ مذاق اور طنز اور مکر ہو گا — بہرے کو سننے والا اور اندھوں کو روشنی (والا کہنا)

یا علم باشد حیی نامِ وقیح — یا سیاہ و زشت را نامِ صبیح

یا کسی بے شرم کا نام، حیادار ہو — یا کالے اور بد صورت کا نام حسین (ہو)

طفلکِ[2] نو زادہ را حاجی لقب — یا لقب غازی نہی بہر نسب

نئے پیدا ہوئے ننھے بچے کا حاجی لقب — یا غازی لقب نسب کی وجہ سے تو رکھ دے (مناسب ہے)

گر بگویند ایں لقبہا در مدیح — چوں ندارد آں صفت نبود صحیح

(لیکن) اگر تعریف کے موقع پر یہ القاب بیان کریں — جبکہ اس میں وہ خوبی نہیں ہے تو درست نہیں ہے

تسخر و طنزے بود آں یا جنوں — پاک حق عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْن

مذاق اور طنز یا پاگل پن ہو گا — اللہ (تعالیٰ) اس سے پاک ہے جو ظالم کہتے ہیں

من ہمی دانستمت پیش از وصال — کہ نکو روئی و لیکن بد خصال

میں ملنے سے پہلے ہی تجھے سمجھ گئی تھی — کہ تو اچھی صورت والا ہے لیکن بد عادت ہے

من ہمی[3] دانستمت پیش از لقا — کز ستیزہ را سخی اندر شقا

میں تیرے بارے میں ملاقات سے پہلے جان گئی تھی — کہ تو جھگڑالو ہونے کی وجہ سے بدبختی میں پختہ ہے

چونکہ چشمم سرخ باشد در عمش — دانمش زاں درد گر کم بینمش

جب آنکھیں دُکھنے میں میری آنکھیں سرخ ہوں — میں اس کو اس درد سے جان جاتی ہوں اگرچہ اس کو نہیں دیکھتی ہوں

تو مرا چوں برّہ دیدی بے شباں — تو گماں بُردی ندارم پاسباں

تو مجھے بلا گڈریے والی بکری کا بچہ سمجھا — تو نے خیال کیا کہ میرا کوئی نگہبان نہیں ہے

عاشقاں از درد زاں نالیدہ اند — کہ نظر نا جاگہ مالیدہ اند

عاشق درد میں اسی وجہ سے روتے ہیں — کہ بے موقع نظر بازی کرتے ہیں

---

1. اسم مشتق است۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اس کی قدیم صفات سے بنے ہیں جن میں ان صفات کے معانی موجود ہیں سمیع صفت سمع سے بنا ہے اور اس میں قوت سماع موجود ہے اسی طرح علیم صفت علم سے بنا ہے اللہ تعالیٰ صفت علم سے متصف ہے۔ نے مثال۔ فلاسفہ حضرت حق سبحانہ کو علت اولیٰ قرار دیتے ہیں اور اس سے صرف معلول اول کا ثبوت بطریق وجوب مانتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت حق علت اولیٰ کی طرح نہیں ہے کہ اس سے صرف معلول اول کا تعلق ہو اور وہ بھی بر سبیل وجوب بلکہ تمام اشیا کا صرف وہی خالق ہے اور اپنی تمام صفات سے متصف ہے اور وہ تمام کائنات کی علت ہے اور اس کی صفات کا تعلق بھی تمام کائنات سے ہے۔ ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے متصف نہ مانا جائے جس سے اسم وصفی بنا ہے تو یہ محض تسخر ہو گا بہرے کو سمیع کہنا، اندھے کو ضیا کہنا مذاق ہے۔ حیی۔ حیادار۔ وقیح۔ بے حیا۔ صبیح۔ حسین۔

2. طفلک۔ باپ کے حاجی یا غازی ہونے کی وجہ سے کسی بچہ کا نام حاجی یا غازی محض پہچان کے لیے رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گر بگویند۔ اگر یہی الفاظ اس بچہ کی تعریف میں بولے جائیں جس میں وہ صفت نہیں ہے تو یہ محض ایک مذاق ہو گا۔

3. من ہمی۔ معشوقہ نے اس عاشق سے کہا میں ملاقات سے پہلے سمجھ گئی تھی کہ تو پکا شقی ہے۔ چونکہ۔ کسی چیز کا مشاہدہ ہی علم کے لیے ضروری نہیں ہے، اس چیز کے آثار سے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے۔ آنکھیں دکھنے میں جب سرخ ہو جاتی ہیں اگرچہ سرخی کو انسان نہیں دیکھتا ہے لیکن درد سے سمجھ جاتا ہے کہ آنکھیں سرخ ہیں۔ تو مرا۔ معشوقہ نے اس عاشق سے کہا کہ تو نے مجھے بے رکھوالا بکری کا بچہ سمجھا اور مجھے بغیر نگہبان کے جانا۔ کہ نظر۔ نظر بازوں کا رونا دھونا ان کے گناہ کی سزا ہے۔

Marfat.com

بے شباں دانستہ اند آں ظبی[1] را
انہوں نے اس ہرنی کو بے محافظ سمجھا
رائگاں دانستہ اند آں سَبی را
انہوں نے اس قیدی کو مفت جانا

تا ز غیرت تیر آمد بر جگر
یہاں تک کہ (غیرتِ خداوندی) سے جگر پر تیر لگا
کہ منم حارِس گزافہ کم نگر
کہ میں نگہبان ہوں، بیہودہ نگاہ نہ ڈال

کے کم از بَرّہ کم از بُزغالہ ام
میں بکری اور بھیڑ کے بچے سے کم کب ہوں؟
کہ نباشد حارِس از دُنبالہ ام
کہ میرے پیچھے نگہبان نہ ہو گا

حارِسے دارم کہ مُلکش می سَزد
میں وہ نگہبان رکھتی ہوں جس کو حکومت سزاوار ہے
داند آں بادے کہ برمن می وزد
وہ اس ہوا کو (بھی) جانتا ہے جو مجھ پر چلتی ہے

سَرد بود آں باد یا گرم آں علیم
وہ جانتا ہے، کہ وہ ہوا ٹھنڈی تھی یا گرم
نیست غافل نیست غائب اے سقیم
اے بیمار! وہ نہ غافل ہے، نہ غائب ہے

نفسِ شہوانی[2] ندارد نورِ جاں
شہوت والا نفس روح کا نور نہیں رکھتا ہے
من بدل کوریت میدیدم عیاں
میں دل کے ذریعہ تیرے اندھے پن کا مشاہدہ کر رہی تھی

نفسِ شہوانی ز حق کرست و کور
شہوت والا نفس اللہ (تعالیٰ) سے بہرا اور اندھا ہے
من بدل کوریت می دیدم ز دُور
میں نے دل کے ذریعہ دور سے تیرے اندھے پن کو دیکھ لیا تھا

ہشت سالت زاں نپرسیدم بہیچ
اسی وجہ سے آٹھ سال سے میں نے تجھے نہیں پوچھا
کہ پُرت دیدم ز جہل و پیچ پیچ
کیونکہ میں نے تجھے نادانی اور اینچ پینچ سے پُر دیکھ لیا تھا

خود چہ پُرسم زانکہ او باشد بتوں[3]
جو بھٹی میں ہو اس کے بارے میں کیا پوچھوں
کو تو چونی چوں بود او سرنگوں
کہ تو کیسا ہے! جبکہ وہ اوندھا ہے

مثل آنکہ گلخن و تقویٰ حمام و توانگراں سرگیں کشانند
اس کی مثال کہ دنیا بھٹی اور تقویٰ حمام اور مالدار اُپلے ڈالنے والے ہیں

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن ست
دنیا کی شہوت بھٹی جیسی ہے
کہ ازو حمامِ تقویٰ روشن ست
جس سے پرہیز گاری کا حمام روشن ہے

لیک قسمِ متقی زیں تو صفاست
لیکن اس بھٹی سے متقی کا حصہ صفائی ہے
زانکہ در گرمابہ است و در نقاست
کیونکہ وہ حمام میں ہے اور پرہیز گاری میں ہے

ظبی۔ یعنی معشوق۔ سبی۔ قیدی عورت۔ غیرت۔ یعنی غیرتِ خداوندی۔ حارس۔ نگہبان۔ برّہ۔ بکری کا بچہ۔ بُزغالہ۔ پہاڑی بکری۔ حارسے۔ یعنی میرا محافظ وہ خدا ہے جو علیم و خبیر ہے وہ اس ہوا کو بھی جان لیتا ہے جو میرے اوپر سے گزرتی ہے۔

نفس شہوانی۔ تیرا نفس شہوت پرست ہے جس میں روح کا کوئی نور نہیں ہوتا ہے اور وہ اللہ کے معاملہ میں اندھا بہرا ہوتا ہے۔ ہشت۔ تو آٹھ سال سے میرے فراق میں ہے چونکہ میں سمجھتی تھی کہ تو جہل اور نادانی سے پُر ہے لہٰذا میں نے تیری کوئی پروا نہیں کی۔ خود۔ جو شخص خود تباہی کی بھٹی میں گرا ہو اس کے احوال معلوم کرنا بے وقوفی ہے۔

تون۔ بھٹی کا دھندلکا۔ مثل۔ حمام میں پانی گرم کرنے کے لیے بھٹی بنائی جاتی ہے جس میں گوبر اور کوڑا کرکٹ جلایا جاتا ہے۔ حمام کے خدمتگار اس بھٹی میں گوبر وغیرہ لا کر ڈالتے ہیں اور گندے رہتے ہیں حمام میں نہانے والے اپنے بدن کا میل کچیل صاف کر کے نکلتے ہیں تو دنیا کا مال بھٹی کے ایندھن کی طرح ہے اور دنیادار بھٹی روشن کرنے والوں کی طرح ہیں اور متقی حمام میں نہانے والوں کی طرح ہیں۔ نیک۔ متقی اس دنیا کے حمام سے پاک و صاف بن کر نکلتا ہے۔ گرمابہ۔ حمام۔

اغنیاء مانندہ سرگیں کشاں
مالداروں کو، اُپلے لانے والوں کی طرح

بہرِ آتش کردنِ گرمابہ داں
حمام کو گرمانے کے لیے، سمجھ

اندر ایشاں[1] حرص بنہادہ خدا
اللہ (تعالیٰ) نے ان میں حرص رکھ دی ہے

تا بود گرمابہ گرم و بانوا
تاکہ حمام گرم اور پُر رونق ہو

ترکِ ایں توں گیر و در گرمابہ راں
اس بھٹی کو چھوڑ اور حمام میں جا

ترکِ توں را عینِ آں گرمابہ داں
بھٹی کو چھوڑنا، بعینہٖ حمام سمجھ

ہر کہ در تون ست او چوں خادم ست
جو بھٹی میں ہے وہ خادم جیسا ہے

مَر وُرا کہ صابرست و حازم ست
اس شخص کے لیے جو صابر اور محتاط ہے

ہر کہ در حمّام شد سیمائے او
جو شخص حمام میں چلا گیا، اس کی علامت

ہست پیدا بر رخِ زیبائے او
اس کے حسین چہرے پر ظاہر ہے

تونیاں[2] را نیز سیما آشکار
بھٹی والوں کی علامت بھی ظاہر ہے

از لباس و از دُخان و از غبار
کپڑوں اور دھوئیں اور غبار سے

ورنہ بینی رُوش بویش را بگیر
اگر تو اس کا چہرہ نہیں دیکھتا ہے اس کی بو لے لے

بو عصا آمد برائے ہر ضَرِیر
بو، ہر اندھے کی لاٹھی ہے

گرنداری بو در آرش در سخن
اگر تجھے سونگھنا نہیں آتا، اس سے بات کر

از حدیثِ نو بداں رازِ کہن
نئی بات سے، پرانا راز سمجھ لے

پس بگوید[3] تونیِ صاحب ذہب
سونے کا مالک، بھٹی والا کہتا ہے

بست سَلّہ چرک بُردم تا بشب
میں رات تک گوبر کے بیس ٹوکرے (گھر) لے گیا ہوں

حرصِ تو چوں آتش ست اندر جہاں
دنیا میں تیری حرص آگ کی طرح ہے

باز کردہ ہر زبانہ صد دہاں
ہر شعلہ نے سو منہ پھیلا رکھے ہیں

پیشِ عقل ایں زر چو سرگیں ناخوش ست
عقل کے نزدیک یہ سونا گوبر کی طرح بُرا ہے

گرچہ چوں سرگیں فروغِ آتش ست
اگرچہ وہ گوبر کی طرح آگ کی چمک والا ہے

---

1. اندر ایشاں۔ دنیاداروں میں دولت کی حرص نہ ہوتی تو یہ بھٹی گرم نہ ہوتی۔ ترک۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بھٹی کا رخ نہ کرے حمام میں داخل ہو۔ ہر کہ۔ دنیاداروں نے اہل تقویٰ کو دنیا کے کاموں سے فارغ کردیا ہے ورنہ ان کو خود مصروف ہونا پڑتا تو گویا دنیادار متقیوں کے خدمت گذار اور خادم ہیں۔ در حمام شد۔ تقوے کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔

2. تونیاں۔ دنیاداروں کے احوال ان کی علامتوں سے پہچان لیے جاتے ہیں۔ ورنہ۔ اگر تم میں یہ استعداد نہیں ہے کہ دنیاداروں کے چہرے سے ان کے احوال پڑھ لو۔ بویش۔ یعنی ان کی عادتوں سے ان کے احوال سمجھ لو۔ بو۔ اندھا چونکہ نہیں دیکھ سکتا ہے وہ خوشبو سے چیز کی حقیقت سمجھ لیتا ہے۔ گرنداری بو۔ اگر تم ان کی عادتوں سے ان کے احوال سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے ہو تو ان کی گفتگو سے ان کے احوال سمجھ لو۔

3. پس بگوید۔ مالدار، دنیادار کہے گا کہ آج میں نے بیس ٹوکرے گوبر کمایا۔ حرصِ تو۔ حرص سے بھی ایسے ہی شعلے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ گوبر کے اُپلوں سے۔ پیشِ عقل۔ عقلمند گوبر اور سونے کو برابر سمجھتا ہے کیونکہ وہ بھی آتشِ حرص کو اسی طرح فروغ دیتا ہے جس طرح گوبر آگ کو فروغ دیتا ہے اور اس کا آتشِ حرص کو فروغ دینا دنیا والوں کی کشش کا سبب ہے۔

Marfat.com

آفتابے[1] کہ دم از آتش زند — چرکِ تر را لائق آتش کند
سورج جو آگ کا دم بھرتا ہے — تر گوبر کو آگ کے قابل بناتا ہے

آفتاب آں سنگ را ہم کرد زر — تا بتون حرص افتد صد شرر
سورج نے پتھر کو بھی سونا بنایا ہے — تاکہ لالچ کی بھٹی میں سو چنگاریاں پیدا ہوں

آنکہ گوید مال گرد آوردہ ام — چیست یعنی چرک چندیں بُردہ ام
جو یہ کہتا ہے کہ میں نے مال جمع کیا ہے — کیا ہے؟ یعنی اتنا گوبر حاصل کیا ہے

ایں سخن گرچہ کہ رسوائی فزاست — درمیانِ تونیاں زیں فخرہاست
یہ بات اگرچہ رسوائی میں اضافہ کرنے والی ہے — بھٹی والوں میں اس پر بڑا فخر کیا جاتا ہے

کہ تو شش سلہ کشیدی تا بشب — من کشیدم بست سلہ بے کرب
کہ تو نے رات تک چھ ٹوکرے حاصل کیے — میں نے آسانی سے بیس ٹوکرے کمائے

آنکہ[2] در توں زاد و پاکی را ندید — بوئے مشک آرد برُو رنجے پدید
جو بھٹی میں پیدا ہوا اور اس نے پاکی نہیں دیکھی — مشک کی خوشبو اس میں مرض پیدا کر دے گی

گر بتوں انباز خواہی بود تو — زیں زیاں ہر گز نہ بینی سود تو
اگر تو بھٹی کا شریک بنے گا — اس نقصان کے بجائے تو کبھی نفع نہ حاصل کرے گا

قصۂ آں دباغ کہ در بازارِ عطاراں از بوئے عطر بیہوش شد

اس کھال رنگنے والے کا قصہ جو عطر فروشوں کے بازار میں عطر کی خوشبو سے بیہوش ہو گیا

آں یکے دباغ در بازار شد — تا خرد انچہ وُرا درکار بد
ایک چمڑا رنگنے والا بازار گیا — تاکہ جو اسے درکار تھا وہ خریدے

ناگہاں افتاد بیہوش و خمید — چونکہ در بازارِ عطاراں رسید
اچانک بے ہوش ہو کر گر گیا اور جھک گیا — جیسے ہی وہ عطر فروشوں کے بازار میں پہنچا

بوئے عطرش زد ز عطارانِ راد — تا بگردیدش سر و بر جا فتاد
سخی عطاروں کی طرف سے اس کو عطر کی خوشبو لگی — یہاں تک کہ اس کا سر چکرایا اور وہیں گر گیا

ہمچو مُردار اُوفتاد و بے خبر — نیم روز اندر میانِ راہگذر
مُردے کی طرح گر گیا اور بے ہوش — دوپہر میں سڑک کے درمیان

---

[1] آفتاب۔ سورج کی گرمی ہی تر گوبر کو خشک کر کے آگ سے جلنے والا بناتی ہے، سورج ہی پتھر کو گرما کر اس کی رگوں میں سونا پیدا کرتا ہے تاکہ وہ سونا حرص کی بھٹی میں پہنچ کر حرص کی چنگاریوں کو فروغ دے۔ آنکہ۔ جو دنیادار یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے مال جمع کیا ہے تو اس نے دراصل آتش حرص کے لیے گوبر جمع کیا ہے۔ ایں سخن۔ گوبر جمع کرنا اگرچہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے لیکن بھٹی والوں میں یہ فخر ہے، وہ فخریہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ تو نے چھ ٹوکرے گوبر جمع کیا ہے تو میں نے بیس ٹوکرے جمع کیے ہیں، یہی دنیاداروں کی حالت ہے۔

[2] آنکہ۔ جس شخص کا نشوونما بھٹی کے ماحول میں ہوا ہے اس کے لیے گوبر کی بدبو خوش کن ہوگی، اگر تم اس کو مشک سونگھاؤ گے تو اس سے اسے تکلیف پہنچے گی۔ گر بتوں۔ اگر تم بھی اس کے اس بھٹی کے کاروبار میں شریک ہو جاؤ گے تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکو گے، دنیاداروں کی صحبت میں تمہاری بھی وہی حالت ہو جائے گی جو ان دنیاداروں کی ہے۔

[3] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے، جیسی صحبت ہوتی ہے اسی طرح کی عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ دباغ۔ کچا چمڑا رنگنے والے۔ عطار۔ عطر فروش۔ راد۔ حکیم، سخی، عقل مند۔ نیم روز۔ دوپہر۔

Marfat.com

جمع آمد خلق بروے آں زماں　جملگاں لاحول خواں درماں[1] کناں
اس وقت لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے　سب لاحول پڑھتے ہوئے، علاج کرتے ہوئے

آں یکے کف بر دلِ اُو می براند　وز گلاب آں دیگرے بروے فشاند
ایک اس کے دل پر ہاتھ پھیرتا تھا　دوسرا اس پر گلاب چھڑکتا تھا

او نمی دانست کاندر مرتعہ　از گلاب آمد وُرا آں واقعہ
وہ یہ نہ جانتا تھا کہ چراگاہ میں　یہ حادثہ اس کو گلاب سے پیش آیا تھا

آن یکے دستش ہمی مالید و سر　واں دگر کہگل ہمی آورد تر
ایک اس کا ہاتھ اور سر ملتا تھا　دوسرا مٹی تر کر کے لاتا تھا

آں بخور و عود و شکر زد بہم　واں دگر از پوششش می کرد کم
ایک دھونی اور اگر اور شکر لاتا تھا　دوسرا اس کے کپڑے کم کرتا تھا

واں شدہ خم تا نفس چوں می کشد　واں دگر بو از دہانش می شمد
دوسرا جھکا ہوا تھا کہ وہ سانس کیسے لے رہا ہے　دوسرا اس کے منہ کی خوشبو سونگھتا تھا

واں دگر[2] نبضش گرفتہ از خرد　منتظر تا نبضِ او چوں می جہد
دوسرا عقل مندی سے اس کی نبض پکڑے ہوئے　منتظر تھا کہ اس کی نبض کیسی چل رہی ہے

تا کہ مے خوردست یا بنگ و حشیش　خلق درماندند اندر بیہشیش
تاکہ معلوم کرے، اس نے شراب پی ہے بھنگ یا حشیش　لوگ اس کی بیہوشی (کے سبب) میں عاجز آ گئے

پس خبر بُردند خویشاں را شتاب　کہ فلاں اُفتادہ است آنجا خراب
تو انھوں نے فوراً رشتہ داروں کو خبر دی　کہ فلانہ اس جگہ بے ہوش پڑا ہے

کس نمی داند کہ چوں مصروع[3] گشت　یا چہ شد کورا فتاد از بام طشت
کوئی نہیں سمجھ رہا ہے، کہ کیوں بیہوش ہوا ہے　یا کیا ہوا ہے، کہ اس کا راز فاش ہو گیا ہے

یک برادر داشت آں دباغ زفت　گربز و دانا بیامد زود تفت
اس چمڑا رنگنے والے کا ایک موٹا بھائی تھا　چالاک اور سمجھدار، وہ جلد سرگرمی سے آیا

اندکے سرگین سگ در آستیں　خلق را بشگافت و آمد با حنیں
تھوڑا سا کتے کا پاخانہ آستین میں　لوگوں کو چیرا، روتا ہوا آیا

گفت من رنجش ہمیدانم ز چیست　چوں سبب دانی دوا کردن جلی ست
بولا، میں اس کا مرض جانتا ہوں کس وجہ سے ہے؟　جب تو سبب جان لے دوا کرنا آسان ہے

---

1. درماں۔ علاج۔ مرتعہ۔ چراگاہ، یہاں عطاروں کا بازار مراد ہے۔ واقعہ۔ یعنی بے ہوشی۔ کہگل۔ کاہ اور گل سے مرکب ہے وہ مٹی جس میں بھوسہ یا کوئی گھاس ملا کر اس سے دیواروں کو لیپا جاتا ہے۔ تر۔ تر مٹی سونگھانے سے بے ہوش کو افاقہ ہو جاتا ہے۔ بخور۔ دھونی۔ پوشش۔ کپڑے کم کر دینے سے فرحت کے سبب بے ہوش ہوش میں آ جاتا ہے۔ دہانش۔ تاکہ منہ کو سونگھ کر سمجھ لے کہ بے ہوشی کسی نشہ آور چیز کی وجہ سے تو نہیں ہے۔
2. واں دگر۔ نبض کے ذریعہ سے بے ہوشی کے سبب کا علم ہو سکتا ہے۔ بنگ۔ بھنگ۔ حشیش۔ گھاس، بھنگ۔ خویشاں۔ یعنی دباغ کے رشتہ دار۔
3. مصروع۔ مرگی کا بے ہوش، بے ہوش۔ سرگین سگ۔ کتے کا پاخانہ۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ جلی۔ واضح، یعنی مرض کا سبب معلوم ہو جانے پر دوا آسان ہو جاتی ہے اور اگر مرض کی تشخیص نہ ہو تو علاج بہت مشکل ہوتا ہے۔

Marfat.com

چوں سبب معلوم نبود مشکل ست
جب سبب معلوم نہ ہو، مشکل ہے
چوں بدانستی سبب را سہل شد
جب تو نے سبب جان لیا، آسان ہو گیا
گفت[1] با خود ہستش اندر مغز و رگ
اُس نے دل میں کہا اس کے دماغ اور رگ میں ہے
تامیاں اندر حدث اُو تا بشب
یہاں تک کہ وہ بدبو میں رات تک
با حدث کردست عادت سال و ماہ
اس نے سالوں اور مہینوں بدبو کی عادت ڈالی ہے
پس چنیں گفت ست جالینوس مہ
تو اسی لیے جالینوس اعظم نے کہا ہے
کز[2] خلافِ عادتست آں رنجِ اُو
کیونکہ اس کا مرض عادت کے خلاف ہونے سے ہوا ہے
چوں جعل گشت است از سرگیں کشی
وہ گوبر جمع کرنے سے گبروڈے کی طرح ہو گیا ہے
ہم ازاں سرگینِ سگ دارویِ اوست
کتے کے پاخانے سے ہی اس کی دوا ہے
اَلْخَبِیْثَاتُ[3] اَلْخَبِیْثِیْنَ را بخواں
الخبیثات (اور) الخبیثین کو پڑھ
ناصحاں اُو را بعنبر یا گلاب
نصیحت کرنے والے عنبر یا گلاب سے اس کا

دارویِ رنج و ذرد صد محمل ست
مرض کی دوا اور اس میں سو احتمال ہیں
دانشِ اسباب دفعِ جہل شد
اسباب کا جاننا، ناواقفیت کا دفعیہ ہو گیا
توئے بر توئے بویِ آں سرگینِ سگ
کتے کے پاخانے کی بو تہ بہ تہ
غرقِ دباغی ست او روزی طلب
چمڑے رنگنے میں ڈوبا ہوا ہے، روزی کمانے والا
بوئے عطرش لا جرم سازد تباہ
اس کو عطر کی خوشبو لا محالہ تباہ کر دے گی
آنچہ عادت داشت بیمار آنش دہ
جس چیز کی بیمار کو عادت تھی وہ دے
پس دوائے رنجش از معتاد جو
تو اس کے مرض کی دوا اس کی عادی چیزوں سے کر
از گلاب آید جعل را بیہشی
تو گبروڈے کو گلاب سے بے ہوشی ہو گی
کہ بداں او را ہمی معتاد و خوست
کہ اسی کی اس کو عادت اور خو ہے
رُد و پشتِ ایں سخن را بازداں
اس بات کے ظاہر اور باطن کو خوب سمجھ لے
می دواسازند بہرِ فتحِ باب
علاج کرتے ہیں (ہدایت کے) دروازے کی کشادگی کے لیے

---

[1] گفت۔ اس دباغ کے بھائی نے سوچا کہ دراصل اس کا دماغ بدبو کا عادی ہے چونکہ یہ رات دن سڑے ہوئے چمڑے رنگتا ہے۔ باحدث۔ جبکہ اس کو بدبو کی عادت ہے تو خوشبو اس کو لامحالہ تباہ کر دے گی۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور طبیب ہے۔ اس نے کہا ہے کہ مریض کے مزاج کے موافق دوا تجویز کرو۔

[2] کز۔ عموماً خلاف عادت حادثہ سے مرض پیدا ہوتا ہے تو مزاج کے مطابق دوا دے دینے سے زائل ہو جائے گا۔ معتاد۔ جس چیز کی عادت ہو۔ جعل۔ گبروڈا، گبروڈے کو اگر گلاب سنگھاؤ گے وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ دارو اوست۔ گبروڈے کا علاج گوبر سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

[3] الخبیثات۔ قرآن میں ہے اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ وَالطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ عام طور پر مفسرین نے فرمایا ہے کہ خبیث عورتیں، خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد، خبیث عورتوں کے لیے، پاکیزہ عورتیں، پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد، پاکیزہ عورتوں کے لیے۔ مولانا نے الخبیثات سے بری عادتیں اور الطیبات سے پاکیزہ اخلاق مراد لیے ہیں۔ ناصحاں۔ بدطینت لوگوں کی نصیحت میں ناصح بھلی باتیں سناتے ہیں جو ان کی عادت کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا ان کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی ہے۔

Marfat.com

مر خبیثاں[1] را نسازد طیبات
بھلی باتیں خبیثوں کے موافق نہیں پڑتی ہیں
درخور و لائق نباشد اے ثقات
اے معتمدو! (یہ باتیں ان کے) مناسب اور لائق نہیں ہوتی ہیں

چوں ز عطرِ وحی کژ گشتند و گم
وہ جب وحی کے عطر سے ٹیڑھے اور مبہوت ہو گئے
بد فغاں شاں کہ تَطَیَّرْنَا بِکُمْ
ان کا نعرہ تھا "ہم تم سے بدفالی پکڑتے ہیں"

رنج و بیماریست مارا ایں مقال
ہمارے لیے یہ گفتگو، مرض اور بیماری ہے
نیست نیکو وعظ تاں مارا بفال
تمہارا وعظ ہمارے لیے اچھی فال نہیں ہے

گر بیاغازید نصحے آشکار
اگر تم نے علی الاعلان نصیحت شروع کی
ما کنیم آں دم شما را سنگسار
تب ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے

ما بہ لہو و لعب فربہ گشتہ ایم
ہم کھیل کود سے موٹے ہوئے ہیں
در نصیحت خویش را نسرشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو نصیحت سے وابستہ نہیں کیا ہے

ہست قوتِ ما دروغ و لاف و لاغ
ہماری غذا جھوٹ اور شیخی اور مذاق ہے
شورشِ معدہ ست مارا زیں بلاغ
ہمیں اس تبلیغ سے متلی ہوتی ہے

رنج[2] را صد تو و افزوں می کنند
مرض سو گنا اور زیادہ کرتے ہیں
عقل را دارو بافیوں می کنند
عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں

گند کفر و شرک ایشاں بیحدست
ان کے شرک اور کفر کی گندگی بیحد ہے
ہیں کہ دباغ او فتادہ بیخودست
خبردار! وہ چمڑا رنگنے والا بے ہوش ہے

معالجہ کردنِ برادرِ دباغ، دباغ را بخُفیہ بوئے سرگیں

کتے کے پاخانہ کی بو سے پوشیدہ طور پر چمڑا رنگنے والے کے بھائی کا چمڑا رنگنے والے کا علاج کرنا

خلق را[3] می راند از وے آں جواں
اس نوجوان نے لوگوں کو اس سے بھگا دیا
تا علاجش را نہ بینند آں کساں
تاکہ وہ لوگ اس کا علاج نہ دیکھ سکیں

سر بگوشش برد ہمچوں راز گو
اس نے راز کہنے والے کی طرح سر اس کے کان کے قریب کیا
پس نہاد آں چیز بر بینیِ او
پھر اس نے وہی چیز اس کی ناک پر رکھ دی

کو بکف سرگینِ سگ سائیدہ بود
اس لیے کہ اس نے ہتھیلی پر کتے کا پاخانہ ملا تھا
داروِی مغزِ پلیداں دیدہ بود
ناپاک دماغ کا علاج اس کو سمجھا تھا

---

[1] مرخبیثاں۔ عمدہ نصیحتیں خبیثوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں۔ چوں۔ جبکہ وحی کا عطر ان کے دماغ کے موافق نہیں ہے تو وہ اس سے گھبراتے ہیں اور ان کو وعظ و نصیحت گراں گذرتی ہے۔ گر بیاغازید۔ انبیا کو دھمکیاں دینی شروع کر دیتے ہیں۔ ما۔ کفار نے انبیا سے کہا کہ ہماری پرورش کھیل کود میں ہوئی ہے ہمارا مزاج نصیحت سے میل نہیں کھاتا ہے۔ لاغ۔ ہنسی مذاق۔ شورش۔ یعنی اس نصیحت سے ہمارا جی متلاتا ہے۔

[2] رنج۔ ان کفار پر افسوس ہے اور یہ اپنے مرض میں اضافے کرتے ہیں عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں جو خود عقل کو خراب کرتی ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ان کفار کی حالت کو چھوڑو، دباغ بے ہوش پڑا ہے اس کے قصہ کی تکمیل کرو۔

[3] خلق را۔ دباغ کے بھائی نے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تاکہ کوئی اس کے معالجہ سے واقف نہ ہو سکے۔ سر بگوشش۔ اس نے اپنا سر کان کی طرف کیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ کان میں کوئی دعا پڑھ رہا ہے اور چپکے سے اس کی ناک پر کتے کا پاخانہ مل دیا۔

چونکہ بوی آں حدث را وا کشید — مغز زشتش بوی ناخوش را سزید

اب اس نے اس ناپاکی کی بو سونگھی — اس کا گندا دماغ بدبو کے لائق تھا

ساعتے[1] شد مُردہ جنبیدن گرفت — خلق گفتند ایں فسونے بد شگفت

تھوڑی دیر گذری کہ مُردے نے حرکت کرنی شروع کر دی — لوگوں نے کہا یہ منتر بھی عجیب تھا

کایں بخواند افسوں بگوشِ او دمید — مُردہ بود افسوں بفریادش رسید

کہ اس نے منتر پڑھا اور اس کے کان میں پھونکا — وہ مردہ تھا، منتر اس کی مدد کو آ گیا

جنبش[2] اہلِ فساد آں سو بود — کہ زنا و غمزہ و ابرو بود

مفسدوں کی حرکت اس جانب کو ہوتی ہے — جہاں زنا اور ناز و ادا اور ابرو (کا اشارہ) ہو

ہر کرا[3] مشکِ نصیحت سود نیست — لا جرم با بوی بد خو کرد نیست

جس کو نصیحت کے مشک سے فائدہ نہیں ہے — لا محالہ بدبو کی عادت ہے

مُشرکاں را زاں نجس خواندست حق — کاندرونِ پشک زادند از سبق

اللہ (تعالیٰ) نے مشرکوں کو اسی لیے نجس کہا ہے — کیونکہ وہ ازل سے مینگنیوں میں پیدا ہوئے ہیں

کرم کو زادست از سرگیں اَبد — می نگرداند بعنبر خوی خود

وہ کیڑا جو گوبر سے پیدا ہوا ہے، کبھی — اپنی عادت عنبر کی نہیں ڈال سکتا

چوں نزد بر وے نثارِ رشِ نور — او ہمہ جسم ست نے دل چوں قشور

کیونکہ اس پر نور کے چھڑکاؤ کا چھینٹا نہیں لگا ہے — وہ چھلکوں کی طرح مجسم جسم ہے نہ کہ دل

ور زرشِ نورِ حق قسمیش داد — ہمچو رسم مصر[3] سرگیں مرغ زاد

اگر اللہ (تعالیٰ) نے اس کو نور کے چھڑکاؤ میں حصہ دیا — تو مصریوں کے رواج کے مطابق گوبر نے مرغ پیدا کیا

لیک نے مرغِ خسیسِ خانگی — بلکہ مرغِ دانش و فرزانگی

لیکن گھریلو، کمینہ مرغ نہیں — بلکہ عقل اور دانش کا مرغ

تو بداں مانی کزاں نورِ تہی — زانکہ بینی بر پلیدی می نہی

تو بھی اس دباغ) کی طرح ہے کہ اس نور سے خالی ہے — کیونکہ تو نجاست پر ناک رکھتا ہے

ساعتے۔ جب اس دباغ نے بدبو سونگھی تو اس کو ہوش آنا شروع ہو گیا لوگ حیران ہو گئے کہ عجب منتر تھا کہ کان میں پھونکتے ہی اس کو ہوش آنے لگا۔

جنبش۔ بدکاروں کو بزرگوں کے قصے سناؤ تو ان کو مزا نہیں آتا ہے ہاں زنا اور عشق و محبت کی داستان سے خوش ہوتے ہیں۔

ہر کرا۔ بھلی باتیں جس کے مزاج کے موافق نہ ہوں تو یقیناً اس نے بری باتوں کی عادت ڈال رکھی ہے۔ مشرکاں۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ "مشرک نجس ہیں" چونکہ ان لوگوں کی نشوونما گندے ماحول میں ہوئی ہے اسی لیے قرآن نے ان کو نجس کہا ہے۔ کرم۔ جو کیڑا گوبر میں پیدا ہوا ہے عنبر سونگھانے سے اس کا مزاج نہ بدلے گا۔ چوں۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْھِمْ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرَ فَقَدِاھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَأَ فَقَدْ غَوٰی "بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا ہے پھر ان پر اپنا نور چھڑکا تو جس پر وہ نور پڑا اس نے ہدایت پائی اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔"

رسم مصر۔ مصری لوگ انڈے کو گوبر میں دبا کر اس سے بچہ نکال لیتے تھے یہ ان کا ایک تعجب انگیز طریقہ تھا تو گندے ماحول میں کسی بھلے کا پیدا ہونا بھی ایسا ہی تعجب خیز ہے۔ لیک۔ گندے ماحول میں پیدا شدہ نیک انسان بڑا راسخ العمل ہوتا ہے۔ تو بداں۔ معشوقہ نے عاشق سے کہا تو بھی اس دباغ کی طرح ہے اسی لیے گندے اخلاق کا عادی ہے۔

Marfat.com

از فراقت[1] زرد شد رُخسار و رُو
فراق میں تیرا رخسار اور چہرہ زرد ہو گیا ہے
بَرگِ زردی میوۂ نا پختہ تو
تو پیلا پتہ ہے، تو کچا پھل ہے

دیگ ز آتش شد سیاہ و دُودفام
دیگ آگ سے کالی اور دھویں کی طرح ہو گئی
گوشت از سختی چنیں ماندست خام
گوشت سختی کی وجہ سے اسی طرح کچا ہے

ہشت سالت جوش دادم در فراق
میں نے آٹھ سال فراق میں تجھے جوش دیا
کم نشد یک ذرّہ خامیت از نفاق
نفاق کی وجہ سے تیری خامی ایک ذرہ کم نہ ہوئی

خامی و ہر گز نخواہی پخت تو
تو کچا ہے اور ہرگز نہ پکے گا
گر ہزاراں بار جوشی اے عتو
اے سرکش! خواہ ہزاروں بار جوش کھائے

غورۂ تو سنگ بستہ از سقام
بیماری سے تیرا انگوروں کا گچھا پتھرا گیا ہے
غورہا اکنوں مویزند و تو خام
خوشے منقٰی بن گئے اور تو کچا ہے

عذر خواستنِ عاشق گناہِ خود را بتلبیس و روپوش و فہم[2] کردنِ معشوق آں را نیز

مکاری اور تلبیس سے عاشق کا خطا کی عذر خواہی کرنا اور معشوقہ کا اس کو بھی سمجھ جانا

گفت عاشق امتحان کردم مگیر
عاشق نے کہا معاف کر، میں آزما رہا تھا
تا بہ بینم تو حریفی یا ستیر
تاکہ سمجھ لوں کہ تو یارِ مجلس ہے یا پردہ نشین

من ہمی دانستمت بے امتحاں
میں تجھے بغیر امتحان کے بھی جانتا تھا
لیک باشد کے خبر ہمچو عیاں
لیکن خبر، مشاہدہ کی طرح کب ہوتی ہے؟

آفتابی نامِ تو مشہور و فاش
تو سورج ہے، تیرا نام مشہور اور ظاہر ہے
چہ زیانست ار بکردم ابتلاش
کیا نقصان ہوا اگر میں نے اس کو آزما لیا؟

تو منی من خویشتن را امتحاں
تو میں ہوں، میں اپنا امتحان
می کنم ہر روز در سود و زیاں
نفع اور نقصان میں روز کرتا ہوں

انبیاء را امتحاں کردہ عدات
دشمنوں نے انبیا کا امتحان لیا ہے
تا شدہ ظاہر از ایشاں معجزات
حتیٰ کہ ان سے معجزے ظاہر ہوئے

---

1. از فراقت۔ فراق کی گرمی سے تو زرد پتہ بن گیا لیکن پختہ پھل نہ بنا۔ دیگ۔ تیری مثال تو یہ ہے کہ دھویں سے دیگ تو کالی پڑ گئی لیکن گوشت کا
ہشت۔ میں نے تجھے آٹھ سال تک آتش فراق سے جوش دیا لیکن تیری خامی میں کوئی پختگی نہ پیدا ہوئی۔ خامی۔ اگر ہزار مرتبہ بھی تجھے
جائے گا پھر بھی تیری خامی دور نہ ہوگی۔ غورہ۔ انگور کا جو خوشہ پتھرا جائے پھر گرمی سے بھی نہیں پکتا ہے۔ مویز۔ انگور پختہ ہو جانے کے بعد منقٰی بنا
2. عذر۔ اب عاشق نے مکاری سے عذر خواہی کی اور اپنے فعل کی غلط توجیہ شروع کر دی۔ گفت۔ عاشق نے کہا میں نے بوسہ لینے کا ارادہ اس
کہ تجھے آزماؤں کہ تو برائی پر راضی ہوتی ہے یا پاک دامن ہے۔ حریف۔ یار۔ ستیر۔ مستور، پردہ نشین۔ من۔ اگرچہ میں تجھے نیک ہی سمجھتا
مزید اطمینان کے لیے ایسا کر رہا تھا۔ آفتابی۔ یہ تیری نیکی روز روشن کی طرح ظاہر ہے، آزمانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ انبیا
نے انبیا کو آزمایا اور ان سے معجزے طلب کیے تو ان کی نبوت اور پختہ ہو گئی۔ تو منی۔ تجھ میں اور مجھ میں اتحاد ہے، تیرا امتحان دراصل میرا
اس میں تیرے بگڑنے کی کوئی بات نہیں ہے۔

امتحانِ[1] چشم خود کردم بہ نور
میں نے روشنی کے ذریعہ اپنی آنکھ کا امتحان کیا
ایکہ چشمِ بد ز چشمانِ تو دور
اے وہ (محبوبہ) کہ تیری آنکھوں سے چشم بد دور ہے

ایں جہاں ہمچو خرابہ است و تو گنج
یہ دنیا کھنڈر کی طرح ہے اور تو خزانہ ہے
گر تفحص کردم از گنجت مَرنج
اگر میں نے تیرے خزانہ کی تلاش کر لی تو رنجیدہ نہ ہو

زاں چناں بے خردگی کردم گزاف
میں نے اس لیے ایسی لغو بے عقلی کی
تا زنم با دشمناں ہر بار لاف
تاکہ دشمنوں کے مقابلہ میں بڑھ کر بات کہہ سکوں

تا زبانم چوں تُرا نامے نہد
تاکہ میری زبان جب تیرا نام لے
چشم ازیں دیدہ گواہی ہا دِہد
آنکھ، اس چشم دید کی گواہیاں دے

گر شدم[2] دَر راہِ حرمت راہزن
اگر میں تیری حرمت کا ڈاکو بنا ہوں
آمدم اے مہ بشمشیر و کفن
اے چاند! میں تلوار اور کفن لے کر آ گیا ہوں

جز بشمشیرِ خود اے شاہم مکش
اے میرے شاہ! مجھے اپنی تلوار کے علاوہ کسی چیز سے قتل نہ کر
بیش ازیں از دوری اے ماہم مکش
اے میرے چاند! اس سے زیادہ فراق سے مجھے نہ مار

جز بدستِ خود مُبرّم پا و سر
میرے پاؤں اور سر اپنے ہاتھ ہی سے کاٹنا
کہ ازیں دستم نہ از دستِ دگر
کیونکہ میں اس ہاتھ کا ہوں نہ کہ دوسرے کے ہاتھ کا

از جدائی باز می رانی سخن
تو پھر فراق کی بات کر رہی ہے
ہر چہ خواہی کن و لیکن ایں مکن
تو (اور) جو چاہے کر یہ نہ کر

در سخن[3] آبادم ایندم راہ شد
بات کہنے کا اب راستہ نکل آیا
گفت امکاں نیست چوں بیگاہ شد
(لیکن) بات کا موقع نہیں ہے چونکہ بے وقت ہو گیا ہے

پوستہا گفتیم و مغز آمد دفیں
ہم نے چھلکے بیان کر دیے اور مغز چھپا رہ گیا
گر بمانیم ایں بماند ہمچنیں
اگر ہم اس طرح رہے وہ بھی اسی طرح رہ جائے گا

گر خطائے آمد از ما دَر وُجود
اگر ہم سے کوئی غلطی وجود میں آئی ہے
چشم می داریم در عفو اے وَدُوْد
اے محبوب! ہم معافی کی توقع رکھتے ہیں

امتحاں کردم مرا معذور دار
میں نے امتحان لیا، مجھے معذور سمجھ
چوں ز فعلِ خویش گشتم شرمسار
جبکہ میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوں

---

[1] امتحان۔ میں نے دراصل اپنی آنکھ کو آزمایا اس میں تیری ناراضی بے موقع ہے۔ ایں جہاں۔ اس عالم خواب میں تو خزانہ ہے اگر خزانہ کی جستجو کی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ زاں۔ یہ میری بیہودگی اس لیے تھی کہ امتحان کے بعد دشمنوں کے سامنے تیری نیکی کا اظہار کر سکوں۔ تا زبانم۔ یعنی جب میں زبان سے تیری تعریف کروں تو آنکھ چشم دید گواہی دے۔

[2] گر شدم۔ اگر میں نے آپ کی آبروریزی کی ہے تو تلوار حاضر ہے اور کفن پہنے ہوئے ہوں مجھے قتل کر دیجئے۔ جز۔ تلوار سے قتل کر دیجئے جدائی کے ذریعہ قتل نہ کیجئے۔ بدست خود۔ اور اپنے ہاتھ سے قتل کرنا دوسرے سے قتل نہ کرانا کیونکہ میں تمہارے ہاتھ کا مملوک ہوں، دوسروں کے ہاتھ کا نہیں ہوں۔ از جدائی۔ خدا کے لیے جدائی کی بات نہ کر اور جو چاہے کر۔

[3] در سخن۔ یعنی میں اپنے اور عذر بھی بیان کر سکتا ہوں لیکن وقت تنگ ہے۔ پوستہا۔ عاشق کہتا ہے کہ معذرت میں کچھ ظاہری باتیں میں نے کہہ دی ہیں لیکن ابھی حقیقت کا پورا اظہار نہیں کر سکا ہوں۔ گر خطائے۔ اگر یہ میری غلطی بھی ہے تو اب اس کو معاف کر دے۔ چوں۔ اب میں اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرتا ہوں مجھے معاف کر دے۔

Marfat.com

رَد کردنِ معشوق عذرِ عاشق را و تلبیسِ اُو را

معشوق کا عاشق کے عذر اور مکر کو رد کر دینا

در جوابش بر کشاد آں ماہ لب — کہ سوئے[1] ما رُوز و سوئے تست شب

اس کے جواب میں اس چاند نے لب کشائی کی — کہ ہماری جانب دن اور تیری جانب رات ہے

حیلہ ہائے تیرہ اندر داوری — پیشِ بینایاں چرا می آوری

غلط حیلے انصاف کے موقع پر — عقل مندوں کے سامنے تو کیوں پیش کرتا ہے؟

ہر چہ در دل داری از مکر و رَموز — پیشِ ما رسوا و پیدا ہمچو روز

تو جو کچھ مکر اور اشارے دل میں رکھتا ہے — ہمارے سامنے دن کی طرح کھلے اور ظاہر ہیں

گر بہ پوشیمش ز بندہ پروری — تو چرا بے رُوئی از حد می بَری

اگر ہم اس کو بندہ پروری کی وجہ سے چھپا رہے ہیں — تو کیوں حد سے زیادہ بے لحاظی کر رہا ہے؟

از پدر[2] آموز کآدمؑ دَر گناہ — خوش فرود آمد بسوئے پائگاہ

باپ سے سیکھ لے، کیونکہ (حضرت) آدم علیہ السلام گناہ کے بارے — خوشی سے جوتوں کی جگہ اتر آئے

چوں بدید آں عالم الاسرار را — بر دو پا اِستاد استغفار را

جب انہوں نے اس رازوں کے جاننے والے کو دیکھا — تو معافی کے لیے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے

بر سَرِ خاکستر اندُہ نشست — وز بہانہ[3] شاخ تا شاخے نجست

وہ غم کی راکھ پر بیٹھ گئے — اور بہانہ کے لیے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چھلانگ نہ لگائی

رَبَّنَآ اِنَّا ظَلَمْنَا گفت و بس — چونکہ جانداراں بدید از پیش و پس

بس انہوں نے "اے خدا ہم نے ظلم کیا" کہا — جبکہ فرشتوں کو آگے پیچھے دیکھا

دیدہ جاندارانِ پنہاں ہمچو جاں — دُور باشِ ہر یکے تا آسماں

انہوں نے روح کی طرح پوشیدہ فرشتوں کو دیکھا — ہر ایک کا دوشاخہ نیزہ آسمان تک تھا

کہ ہلا پیشِ سلیمانؑ مور باش — تانہ بشگافد ترا ایں دورباش

کہ خبردار! سلیمان علیہ السلام کے سامنے چیونٹی بن جا — تاکہ تجھے یہ دوشاخہ نیزہ نہ پھاڑ دے

جز مقامِ راستی یکدم مایست — ہیچ لالا مرد را چوں چشم نیست

سچائی کے مقام کے علاوہ بالکل نہ ٹھہر — انسان کا کوئی خادم آنکھ جیسا نہیں ہے

کہ سوئے۔ یعنی سچائی میرے ساتھ ہے اور تو جھوٹا ہے۔ حیلہ۔ عقلمندوں کے سامنے عقلی دلائل پیش کرنا بیوقوفی ہے۔ ہر چہ۔ تیرے ہر مکر سے ہم واقف ہیں۔ گر۔ اگر ہم بندہ نوازی کی وجہ سے چشم پوشی کر رہے ہیں تو تجھے بے حیائی سے کام نہ لینا چاہیے۔

از پدر۔ انسان کو اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے معافی کا طریقہ سیکھنا چاہیے۔ چوں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے جیسے ہی غلطی کا ارتکاب ہوا تو حیلہ بہانہ کرنے کے بجائے فوراً معافی کے لیے کھڑے ہو گئے اور غم کے خاکستر پر بیٹھ گئے۔

وز بہانہ۔ بہانہ بازی میں ایک بہانہ سے دوسرے بہانہ کی طرف منتقل نہ ہوئے۔ جانداراں۔ یعنی ملائکہ۔ دور باش۔ دوشاخہ نیزہ جو چاؤش ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے آگے آگے چلتا تھا۔ کہ ہلا۔ فرشتے کہتے تھے کہ سلیمان یعنی خدا کے سامنے چیونٹی یعنی حقیر بن جاؤ ورنہ یہ نیزہ ہلاک کر دے گا۔ لالا۔ غلام۔ چوں چشم۔ جو نگاہ انجام پر نظر کر کے معافی کے لیے آمادہ کر دے۔

Marfat.com

کور[1] اگر از پند پالودہ شود
اندھا، اگر نصیحت سے پاک و صاف بن جائے
ہر دمے او باز آلودہ شود
وہ پھر ہر وقت گندہ ہو جائے گا

آدما تو نیستی کور از نظر
اے آدم! تم نظر کے اندھے نہیں ہو
لیک اِذَا جَآءَ الْقَضَا عَمِیَ الْبَصَرُ
لیکن جب قضا آتی ہے نظر اندھی ہو جاتی ہے

عمر ہا باید بنادر گاہ گاہ
عمریں چاہییں بہت کم ہوتا ہے (اور) کبھی کبھی
تا کہ بینا از قضا افتد بچاہ
کہ آنکھوں والا قضا سے کنویں میں گرے

کور را خود ایں قضا ہمراہِ اوست
اندھے کی یہ قضا خود اس کے ساتھ ہے
کہ مر اُو را اوفتادن طبع و خوست
کیونکہ گرنا اس کا مزاج اور عادت ہے

در حدث[2] افتد نداند بوی چیست
وہ ناپاکی میں گرتا ہے، نہیں سمجھتا کہ بدبو کس چیز کی ہے
از من ست ایں بوی یا ز آلودگیست
یہ بدبو مجھ میں سے ہے یا گندگی کی وجہ سے ہے

ور کسے بر وے کند مشکے نثار
اگر کوئی اس پر مشک چھڑکے
ہم ز خود داند نہ از احسانِ یار
وہ اپنی جانب سے سمجھے گا نہ کہ دوست کے احسان سے

پس دو چشمِ روشن اے صاحب نظر
اے صاحب نظر! دو روشن آنکھیں
بہتر از صد مادر ست و صد پدر
سیکڑوں ماؤں اور سیکڑوں باپوں سے بہتر ہیں

خاصہ[3] چشمِ دل کہ آں ہفتاد پوست
خصوصاً دل کی آنکھ جس کی ستر تہیں ہیں
ویں دو چشمِ حس خوشہ چینِ اُوست
اور حس کی یہ دونوں آنکھیں اس کی خوشہ چین ہیں

اے دریغا رہزناں بنشستہ اند
ہائے افسوس! ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں
صد گرہ زیرِ زبانم بستہ اند
جنہوں نے میری زبان کے نیچے سیکڑوں گرہیں لگا دی ہیں

پایِ بستہ چوں رود خوش راہوار
عمدہ گھوڑا پاؤں بندھا ہوا کیسے اچھا چل سکتا ہے
بس گراں بندیست ایں معذور دار
معذور رکھ! یہ بہت بھاری بیڑی ہے

ایں سخن اشکستہ می آید دلا
اے دل! یہ بات ٹوٹی پھوٹی ہو رہی ہے
کایں سخن دُرّ ست و غیرت آسیا
کیونکہ یہ بات موتی ہے اور (اللہ کی) غیرت چکی ہے

1. کور۔ یعنی جسے چشم بصیرت حاصل نہیں ہے اگر وہ توبہ بھی کرتا ہے تو اس پر قائم نہیں رہتا ہے۔ آدما۔ حضرت آدم علیہ السلام کو چشم بصیرت حاصل تھی لیکن قضاء خداوندی کے سامنے مجبور ہو گئے اور گناہ کر بیٹھے۔ عمرہا۔ چشم بصیرت والا گناہ میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔ کور۔ اگر چشم بصیرت نہیں ہے تو پھر اس کا اندھا پن ہر وقت اس کو معصیت میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔

2. در حدث۔ پھر اس کی حالت یہ ہوتی ہے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اس معصیت کا سبب اندرونی ہے یا بیرونی۔ ور کسے۔ اندھے پر مشک نچھاور کرو تو بھی یہی سمجھے گا کہ وہ میرے بدن کی خوشبو ہے کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔ پس۔ خدا کسی کو آنکھیں عطا فرما دے تو وہ اس کی تربیت کرنے میں سیکڑوں ماں باپ سے بہتر ہیں ہر معتر اور برائی سے اس کو بچا سکتی ہیں۔

3. خاصہ۔ دل کی آنکھیں جسمانی آنکھوں سے بدرجہا افضل ہیں۔ اے دریغا۔ یہاں پہنچ کر مولانا پر ایک کیفیت طاری ہو گئی ہے اور باوجود اسرار کے بیان کے اس کو ناکافی سمجھتے ہیں فرماتے ہیں کہ افسوس اسرار کے بیان کے لیے بہت سے موانع پیش آ گئے ہیں۔ پائے بستہ۔ تیز رو گھوڑے کے اگر پاؤں باندھ دیے جائیں تو اس کی خوش رفتاری ختم ہو جاتی ہے۔ ایں سخن۔ اسرار و حکم بمنزلہ موتی کے ہیں اور اللہ کی غیرت ان کے لیے بمنزلہ چکی کے ہے، غیرتِ خداوندی ان کو پیس ڈالتی ہے۔

Marfat.com

دُرّ[1] اگرچہ خرد و اشکستہ شود
موتی، خواہ ریزہ ریزہ اور ٹوٹا ہوا ہو
توتیایِ دیدۂ خستہ شود
بیمار آنکھ کا توتیا ہوتا ہے

اے دُرّ از اشکستِ خود بَر سَر مَزن
اے موتی! اپنے ٹوٹنے پر سر نہ پیٹ
کز شکستن روشنی خواہی شدن
اس لیے کہ تو ٹوٹنے سے روشنی بنے گا

ہمچنیں اشکستہ بستہ گفتنی ست
اسی طرح ٹوٹا ہوا، جوڑ کر کہنا ہے
حق کند آخر دُرستش کو غنی ست
بالآخر اللہ (تعالیٰ) اس کو درست کردے گا وہ بے نیاز ہے

گندم[2] ار بشکست و ز ہم در شکست
گیہوں اگر ٹوٹا اور ریزہ ریزہ ہو گیا
بر دُکاں آمد کہ نک نانِ دُرست
دکان پر آیا کہا یہ اب نم روٹی ہے

تو ہم اے عاشق چو جرمت گشت فاش
اے عاشق! تو بھی جبکہ تیری خطا واضح ہو گئی
آب و روغن ترک کن اشکستہ باش
چکنی چپڑی (بات) چھوڑ، شکستہ بن

آنکہ فرزندانِ خاصِ آدمند
جو (حضرت) آدم علیہ السلام کی مخصوص اولاد ہیں
نفحۂ اِنّا ظَلَمْنَا می دمند
وہ ''بے شک ہم نے ظلم کیا'' کا دم بھرتے ہیں

حاجتِ خود عُرضہ کن حجت مجو
اپنی ضرورت پیش کر، دلیل نہ تلاش کر
ہمچو ابلیس[3] لعینِ سخت رو
ڈھیٹ، ملعون، شیطان کی طرح

سخت روئی گر وُرا شد عیب پوش
اگر ڈھٹائی اس کی عیب پوش بنی ہے
در ستیز و سخت روئی تو بکوش
تو جھگڑے اور ڈھٹائی میں کوشش کر

آں ابو جہل از پیمبرؐ معجزے
اس ابوجہل نے پیغمبر ﷺ سے معجزہ
خواست ہمچوں کینہ ور تُرکِ غُزے
کینہ ور، ترک غز کی طرح مانگا

از ستیزہ خواست بو جہلِ لعیں
ملعون ابوجہل نے جھگڑے سے چاہا
معجزات از مصطفیٰؐ شاہِ مہیں
معجزے شاہِ اعظم مصطفیٰ ﷺ سے

معجزہ جست از نبیؐ بو جہل سگ
ابوجہل کتے نے نبی ﷺ سے معجزہ طلب کیا
دید و نفزودش ازاں اِلّا بہ شک
اس نے دیکھا اور اس نے اس میں بجز شک کے کچھ اضافہ نہ کیا

---

1. دُرّ۔ موتی اگر ٹوٹ بھی جائے اور پس جائے تو بھی اس کا سرمہ آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے۔ اسی طرح اسرار و حکم اگر پورے طور پر بیان نہ ہو سکیں تو بھی فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ اے دُرّ۔ موتیوں کا ٹوٹ جانا زیادہ قابل افسوس نہیں ہے کیونکہ بہر حال وہ مفید رہتے ہیں۔ ہم چنیں۔ مجھے ٹوٹے ہوئے اسرار و حکم کو جوڑ کر کہنا ہی ہے خدا ان کو صحیح حالت میں کر دے گا۔

2. گندم۔ گیہوں پس جانے کے بعد بھی قیمتی ہے آٹا بن کر روٹی پکانے کے کام میں آ جاتا ہے۔ تو ہم۔ عاشق کا فرض ہے کہ وہ اپنی خطا پر ندامت کا اظہار کرے اور چکنی چپڑی باتیں نہ بنائے۔ آنکہ۔ صحیح اولاد کا فرض ہے کہ وہ باپ کی بہترین سیرت اختیار کرے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی خطا پر انّا ظلمنا کہنا شروع کر دیا تھا، یہی بنی آدم کے لیے مناسب ہے۔

3. ابلیس۔ شیطان نے اپنی غلطی پر اصرار شروع کر دیا تھا۔ سخت روئی۔ یعنی شیطان کا یہ کہنا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ''تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔'' اگر تیرے نزدیک اس شیطان کا عیب چھپانے والا بنا ہے تو بھی ایسا کر پھر دیکھ لینا تیرا انجام بھی وہی ہوگا جو اس کا ہوا ہے۔ آں بو جہل۔ ابو جہل نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تھا اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شق القمر کا معجزہ رونما ہوا تھا۔ غز۔ ترکوں کی ایک خونریز قوم ہے۔ دید۔ ابو جہل کو معجزہ دیکھنا بھی مفید نہ ہوا۔

Marfat.com

لیک[۱] آں صدیقؓ خود معجز نخواست — گفت ایں رُو خود نہ گوید جز کہ راست

لیکن صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی معجزہ نہ مانگا — اس نے کہا، یہ چہرہ بجز سچ کے کچھ نہیں کہتا ہے

کے رسد ہمچوں توئی را کز منی — امتحاں ہمچو منِ یارے کنی

تجھ جیسے کو کب حق پہنچتا ہے؟ — کہ مجھ جیسے دوست کا امتحان کرے

گفتنِ جہودے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ را کہ اگر اعتماد بر حفظ اللہ داری از سَرِ ایں کوشک خود را بینداز و جوابِ آں حضرت علی رضی اللہ عنہ اُورا

ایک یہودی کا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ اگر آپ کو اللہ کی حفاظت پر بھروسہ ہے تو اس اونچے قلعہ پر سے اپنے آپ کو گرا دیجئے اور اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا

مرتضیٰؓ را گفت روزے یک عنود[۲] — کو ز تعظیمِ خدا آگہ نبود

ایک سرکش نے ایک دن مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا — جو خدا کی تعظیم سے واقف نہ تھا

بر سرِ بامے و قصرے بس بلند — حفظِ حق را واقفی اے ہوشمند

بالا خانہ اور بہت بلند قلعہ پر — اے ہوش مند! آپ اللہ کی نگہبانی سے واقف ہیں

گفت آرے او حفیظ ست و غنی — ہستیِ مارا ز طفلی و منی

فرمایا، ہاں وہ نگہبان ہے اور بے نیاز ہے — بچپن اور نطفہ (کی حالت) سے ہمارے وجود کا

گفت خود را ہیں در افگن تو زبام — اعتمادے کن بحفظِ حق تمام

اس نے کہا، ہاں اپنے آپ کو بالا خانہ سے گرا دیجئے — اللہ (تعالیٰ) کی نگہبانی پر مکمل بھروسہ کیجئے

تا یقیں گردد مرا ایقانِ تو — و اعتقادِ خوب با بُرہانِ تو

تا کہ مجھے آپ کے یقین کا یقین ہو جائے — اور دلیل کے ساتھ آپ کے اچھے اعتقاد کا

پس[۳] امیرش گفت خامش کن برو — تانگردد جانت زیں جرأت گرو

تو امیر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا خاموش ہو جا، چلا جا — تا کہ تیری جان اس جرأت سے پھنس نہ جائے

کے رسد مر بندہ را کو با خدا — آزمائش پیش آرد ز ابتلا

بندے کو کیا حق ہے کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی — امتحان کے ذریعہ آزمائش کرے؟

بندہ را کے زہرہ باشد کز فضول — امتحانِ حق کند اے گیج گول

بندہ کی کب مجال ہے کہ وہ بیہودگی سے — اے احمق بے وقوف! اللہ کا امتحان کرے

لیک۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی معجزہ طلب نہ کیا اور کہا کہ یہ منہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے اور تصدیق کر دی۔ کے رسد۔ غرضیکہ امتحان لینا عاشقوں کا کام نہیں ہے یہ تو مخالفت کی دلیل ہے۔ گفتن۔ اس یہودی کی بات کا منشا بھی یہی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو آزمائیں تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہمیں اللہ کو آزمانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

عنود۔ سرکش۔ بر سرِ بامے۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ اللہ تمہاری حفاظت کرتا ہے تو کسی بلند قلعہ یا مکان سے اپنے آپ کو گرا کر دیکھو۔ گفت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ میرا محافظ ہے۔ منی۔ یعنی نطفہ۔ خود را۔ یہودی نے کہا کہ اپنے آپ کو بلند قلعہ سے گراؤ تا کہ مجھے بھی اس کا یقین آ جائے کہ تمہیں اپنے اعتقاد پر بھروسہ ہے۔

پس۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو آزمانا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے جو تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ ابتلا۔ آزمانا۔ گیج۔ کوڑھ مغز۔ گول۔ احمق۔

Marfat.com

آں خدارا[1] می رسد کو امتحاں
یہ خدا کو حق ہے کہ وہ آزمائے

پیش آرد ہر دمے با بندگاں
ہر وقت بندوں کو

تا بما مارا نماید آشکار
تاکہ ہمیں اپنے آپ کو نمایاں کر کے دکھا دے

کہ چہ داریم از عقیدہ در سرار
کہ ہم مخفی کیا عقیدہ رکھتے ہیں

ہیچ آدمؑ گفت حق را کہ ترا
(حضرت) آدم علیہ السلام نے کبھی اللہ (تعالیٰ) سے کہا کہ تیرا

امتحاں کردم دریں جرم و خطا
اس غلطی اور خطا میں میں نے امتحان لیا ہے

تابہ بینم غایتِ حِلمت شہا
اے شاہ! تاکہ میں تیری بُردباری کی انتہا دیکھ لوں

وہ کرا باشد مجالِ ایں کرا
ہاں، یہ مجال کس کو ہے؟

عقلِ تو از بس کہ آمد خیرہ[2] سَر
چونکہ تیری عقل گستاخ ہے

ہست عذرت از گناہِ تو بتر
تیرا عذر گناہ سے (بھی) بدتر ہے

آنکہ او افراشت سقفِ آسماں
وہ ذات جس نے آسمان کی چھت بلند کی ہے

تو چہ دانی کردن اُو را امتحاں
تو اسکا امتحان لینا کیا جانے؟

اے ندانستہ تو شرّ و خیر را
اے وہ کہ تو شر اور خیر کو نہیں جانتا ہے

امتحاں خود را کن آنگہ غیر را
(پہلے) اپنا امتحان کر پھر دوسرے کا (کرنا)

امتحانِ خود چو کردی اے فلاں
اے فلاں! جب تو نے اپنا امتحان کر لیا

فارغ آئی ز امتحانِ دیگراں
تو دوسروں کے امتحان سے بے نیاز ہو جائے گا

چوں بدانستی[3] کہ شکّر دانہ
جب تو جان لے گا کہ تو شکر کا دانہ ہے

پس بدانی کاہلِ شکر خانہ
تو تو جان لے گا کہ تو شکر خانہ (جنت) کا اہل ہے

پس بداں بے امتحانے کہ اِلٰہ
پس جان لے کہ امتحان لیے بغیر خدا

شکّرے نفرستدت ناجایگاہ
بے موقع تیرے لیے شکّر نہیں بھیجے گا

ایں بداں بے امتحاں از علم شاہ
یہ جان لے کہ بغیر امتحان کے، جبکہ تو اللہ کے علم میں

چوں سَری نفرستدت در پایگاہ
سردار ہے، تجھے جوتیوں کی جگہ نہ بھیجے گا

ہیچ عاقل افگند دُرِّ ثمیں
کیا کوئی عقل مند قیمتی موتی پھینکتا ہے

درمیانِ مُستراحِ پُر حَمیں
نجاست سے بھرے ہوئے بیت الخلاء میں

---

1. آں خدارا۔ آزمانے کا حق خدا کو ہے تاکہ وہ بندوں کو یہ دکھا دے کہ تمہارا عقیدہ اور اصل کیا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے جب غلطی کی تو یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تو اے خدا تیرے حلم کو آزمانے کے لیے غلطی کی ہے۔ تابہ بینم۔ حضرت آدم علیہ السلام نے غلطی کر کے یہ نہیں کہا کہ میں نے تو غلطی اس لیے کی ہے کہ تیری بردباری کو آزماؤں۔

2. خیرہ سر۔ بے ہودہ۔ آنکہ۔ ایک عاجز بندہ اللہ کا کیا امتحان لے سکتا ہے۔ اے ندانستہ۔ انسان کو خود اپنے بارے میں کچھ معلوم نہیں پہلے خود اس کو اپنا امتحان لینا چاہیے۔ امتحانِ خود۔ جب انسان خود امتحان لے گا تو اس کو دوسروں کے امتحان لینے کی فرصت نہ ملے گی۔

3. چوں بدانستی۔ جب تو جان لے گا کہ تو جنت کے قابل ہے، سمجھ جائے گا کہ تو جنتی ہے۔ پس بداں۔ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد انعام کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ایں بداں۔ اللہ تعالیٰ بغیر امتحان کے کسی بادشاہ کو ذلیل نہیں کرتا ہے۔ ہیچ عاقل۔ قیمتی موتی کو کوئی عقل مند بھی پاخانہ میں نہیں پھینکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکوں کو دوزخ میں کیسے بھیج دے گا۔ مستراح۔ بیت الخلاء۔

Marfat.com

زانکہ[1] گندم را حکیمے آگہے
کیونکہ کوئی باخبر دانا گیہوں کو

ہیچ نفرستد بانبارِ کہے
کبھی بھوسے کے انبار میں نہیں ڈالتا ہے

شیخ را کہ پیشوا و رہبرست
وہ شیخ جو پیشوا اور رہبر ہے

گر مریدے امتحاں کرد اُوخرست
اگر مرید اس کو آزمائے تو وہ (مرید) گدھا ہے

امتحانش گر کنی در راہِ دیں
اگر تو دین کے راستہ میں اس کا امتحان کرے گا

ہم تو گردی ممتحن اے بے یقیں
اے شکی! تو خود امتحان میں پڑ جائے گا

جرأت و جہلت شود عریان و فاش
تیری بیباکی اور جہالت ننگی اور ظاہر ہو جائے گی

او برہنہ کے شود زیں افتتاش
وہ اس تفتیش سے ننگا کب ہو گا؟

گر بپاید ذرّہ سنجد کوہ را
اگر ذرہ، پہاڑ کو تولے

بَر دَرَد زاں کُہ ترازوش اے فتیٰ
اے نوجوان! اس پہاڑ سے اس کی ترازو ٹوٹ جائے گی

کز قیاسے[2] خود ترازو می تند
کیونکہ وہ اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے

مردِ حق را در ترازو می کند
اللہ (تعالیٰ) کے ولی کو ترازو میں رکھتا ہے

چوں نگنجد او بمیزانِ خرد
جبکہ وہ عقل کی ترازو میں نہیں سماتا ہے

پس ترازوئے خرد را بَر درد
تو عقل کی ترازو کو توڑ ڈالتا ہے

امتحاں[2] ہمچوں تصرف داں ورو
امتحان لینا، اس میں تصرف کرنے کی طرح سمجھ

رَو تصرف برچناں شاہے مجو
جا، ایسے شاہ پر تصرف نہ کر

چہ تصرف کرد خواہد نقشہا
نقوش، کیا تصرف کر سکیں گے

بر چناں نقاش بہر ابتلا
ایسے نقاش پر آزمانے کے لیے

امتحانے[3] گر بدانست و بدید
اگر (ان نقوش) نے امتحان لینا، جانا اور سمجھا ہے

نے کہ ہم نقاش آں بر وے کشید
کیا نقاش ہی نے ان کو اس پر نقش نہیں کیا ہے

چہ قدر باشد خود ایں صورت کہ بست
یہ صورت جو اس نے قائم کی ہے خود کیسی ہو گی

پیشِ صورتہا کہ در عِلمِ ویست
ان صورتوں کے بالمقابل جو اس کے علم میں ہیں

وسوسہ ایں امتحاں چوں آمدت
جبکہ اس امتحان کا تجھے وسوسہ آیا

بخت بد داں کامد و گردن زدت
تو سمجھ کہ بدنصیبی آئی اور اس نے تیری گردن مار دی ہے

زانکہ۔ گیہوں کو کوئی عقلمند بھوسے میں نہیں ڈالتا ہے۔ شیخ۔ جبکہ بڑوں کا امتحان لینا بری بات ہے تو مرید کا شیخ کا امتحان لینا گدھاپن ہے۔ امتحانش۔ شیخ کا امتحان لے گا تو مرید خود ذلیل ہو جائے گا۔ افتتاش۔ تفتیش کرنا۔ گر بپاید۔ مرید، شیخ کے سامنے ایک ذرہ ہے۔ کز قیاسے۔ مرید اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے شیخ اس ترازو میں کیسے سما سکتا ہے لامحالہ وہ ترازو ٹوٹ جائے گی۔

امتحان۔ شیخ کا امتحان لینا گویا شیخ پر تصرف کرنا ہے، شیخ نے ہی اس کو کشف و تصرف سکھایا ہے اور اس میں قوت تصرف اور کشف شیخ کے نقوش ہیں، نقوش، نقاش کا کیا امتحان لے سکتے ہیں۔

امتحانے۔ اگر کشف کے ذریعہ اس کے مقام کو آزماتا ہے تو یہ کشف بھی شیخ ہی کا عطا کردہ ہے۔ چہ قدر۔ یہ کشف شیخ کے کشف کے بالمقابل ہیچ ہے۔

وسوسہ۔ شیخ کو آزمانے کا وسوسہ بھی دل میں آنا مرید کی تباہی کا سبب ہے۔

Marfat.com

چوں چنیں[1] وسواس دیدی زود زود
جب تو ایسے وسوسے محسوس کرے بہت جلد

با خدا گردد در آ اندر سجود
خدا سے رجوع کر اور سجدے میں گر

سجدہ گہ را تر کن از اشکِ رواں
سجدہ کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دے

کہ خدایا وارہانم زیں گماں
کہ اے خدا مجھے اس گمان سے نجات دے دے

آں زماں کت امتحاں مطلوب شد
جس وقت امتحان کرنا تیرا مقصود بنا

مسجدِ دینِ تو پُر خَرُّوب شد
تیرے دین کی مسجد خروب (گھاس) سے بھر گئی

ہیں چو وسواس آمدت در امتحاں
خبردار! جب آزمانے کے سلسلہ میں تجھے وسوسے آئیں

باز گرد و رُو بحق آر آں زماں
پلٹ جا، اور فوراً اللہ (تعالیٰ) کی طرف رخ کر لے

تانگہ دارد تُرا آں ممتحن
تاکہ وہ امتحان لینے والا تجھے محفوظ رکھے

از گمان و امتحانِ انس و جن
انس و جن کے گمان اور امتحان سے

اے ضیاء الحق[2] حسام الدیں بیا
اے ضیاء الحق حسام الدین آ جا

قصۂ داؤدؑ بر گو و بنا
(حضرت) داؤد علیہ السلام اور تعمیر کا قصہ سنا

قصۂ مسجد اقصیٰ و خروب رستن و عزم کردنِ داؤد علیہ السلام

مسجد اقصیٰ اور خروب اگنے کا بیان اور حضرت داؤد علیہ السلام کا حضرت سلیمانؑ

پیش از سلیمانؑ بر بنائے آں مسجد و موقوف شدنِ آں

سے پہلے اس مسجد کو تعمیر کرنے کا قصد اور اس کا رک جانا

چوں در آمد عزمِ داؤدی بہ تنگ
جب داؤدی ارادہ سخت ہو گیا

کہ بسازد مسجدِ اقصیٰ بسنگ
کہ مسجد اقصیٰ کی پتھر سے تعمیر کریں

وحی[3] کردش حق کہ ترکِ ایں بخواں
اللہ نے ان کو وحی بھیجی کہ یہ چھوڑ

کہ زدستت بر نیاید ایں مکاں
کیونکہ تیرے ہاتھ سے یہ مکان تعمیر نہ ہو گا

نیست در تقدیرِ ما آنکہ تو ایں
ہماری تقدیر میں یہ نہیں ہے کہ تو اس

مسجدِ اقصیٰ بر آری اے گزیں
مسجد اقصیٰ کو اے منتخب! بلند کرے

گفت جرمم چیست اے دانائے راز
انہوں نے کہا اے رازوں کے جاننے والے! میری کیا خطا ہے

کہ مرا گوئی کہ مسجد را مساز
کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مسجد نہ بنا

---

1. چوں چنیں۔ جب مرید کے دل میں اس قسم کے وساوس پیدا ہوں تو مرید کو فوراً توبہ کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی اس گستاخی کی معافی مانگنی چاہیے۔ آں زماں۔ جب مرید میں ایسے وساوس آئیں تو وہ سمجھ لے کہ اس کے دین پر تباہی کے آثار نمودار ہو گئے ہیں۔ خروب۔ ایک گھاس ہے جس کا مکان پر اگنا مکان کی بربادی کی علامت ہے۔
2. اے ضیا الحق۔ چونکہ پہلے اشعار میں مولانا نے فرمایا تھا کہ تیرے دین کی مسجد میں خروب گھاس اگ آئی ہے تو اب مولانا کا ذہن مسجد اقصیٰ کی طرف منتقل ہو گیا جس میں خروب گھاس اگ آئی تھی۔ بنا۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کا مسجد اقصیٰ تعمیر کرنے کا قصہ۔ چوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا ارادہ کیا۔
3. وحی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مسجد اقصیٰ کی تعمیر سے روک دیا اور فرمایا کہ ہماری تقدیر میں تم اس کو تعمیر نہ کر سکو گے۔ گفت۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا میری کیا خطا ہے کہ مجھے مسجد کی تعمیر سے روکا جا رہا ہے۔

Marfat.com

گفت بے جرمے[1] تو خونہا کردۂ — خونِ مظلوماں بگردن بردۂ
فرمایا تو نے بغیر کسی جرم کے بہت خون کیے ہیں — مظلوموں کے خون گردن پر لیے ہیں

کہ ز آوازِ تو خلقے بے شمار — جاں بدادند و شدند آنرا شکار
کیونکہ بے شمار لوگوں نے تیری آواز سے — جان دے دی اور وہ اس کے شکار بن گئے

خوں بسے رفت ست بر آوازِ تو — بر صدائے خوب جاں پردازِ تو
تیری آواز پر بہت خون ہوئے ہیں — تیری حسین جان کو مشغول کرنے والی آواز کی وجہ سے

گفت مغلوبِ تو بودم مستِ تو — دستِ من بر بستہ بود از دستِ تو
انہوں نے عرض کیا میں تجھ سے مغلوب اور تیرا مست تھا — میرا ہاتھ تیرے ہاتھ سے بندھا ہوا تھا

نے کہ ہر مغلوبِ شہ مرحوم بود — نے کہ اَلْمَغْلُوْبُ کَالْمَعْدُوْمِ بود
کیا ایسا نہیں ہے کہ شاہ کا مغلوب قابل رحم ہوتا ہے؟ — کیا ایسا نہیں ہے کہ مغلوب معدوم کی طرح ہوتا ہے؟

گفت[2] اے مغلوب معدومیت کو — جز بہ نسبت نیست معدوم اِنصِتُوْا
(اللہ نے) فرمایا اے مغلوب! تیرا معدوم ہونا کہاں ہے؟ — معدوم ہونا محض نسبتی ہوتا ہے، سنو

آنچنیں معدوم کو از خویش رفت — بہترین ہستہا افتاد و زفت
ایسا معدوم جو اپنے آپ سے جدا ہو گیا ہو — وہ تو فربہ اور بہترین موجودات میں سے ہے

او بہ نسبت با صفاتِ حق فناست — در حقیقت در فنا او را بقاست
اس کو خدا کی صفات کی نسبت سے فنا حاصل ہے — حقیقتاً فنا میں اس کی بقا ہے

جملہ[3] ارواح در تدبیرِ اوست — جملہ اشباح ہم در تیرِ اُوست
تمام روحیں اس کے انتظام میں ہیں — تمام اجسام بھی اس کی قدرت میں ہیں

آنکہ او مغلوب اندر لطفِ ماست — نیست مضطر بلکہ مختارِ وِلاست
جو ہماری مہربانی میں مغلوب ہے — وہ مجبور نہیں ہے بلکہ دوستی کی وجہ سے بااختیار ہے

منتہایِ اختیار آنست خود — کاختیارش گردد اینجا مُفتقد
خود اختیار کا آخر یہ ہے — کہ اس کا اختیار اس جگہ گم ہو جائے

اختیارش گر نبودے چاشنی — کے بکشتے آخر اُو محو از منی
اگر اس کا اختیار لذیذ نہ ہوتا — تو وہ خودی سے محو کیوں ہوتا؟

1. بے جرمے۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو بہت سے سننے والے جاں بحق ہو جاتے تھے۔ گفت مغلوب۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ میں زبور پڑھتے وقت جوش اور عشق خداوندی سے مغلوب ہوتا ہوں اور دست قدرت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ نے۔ جو شاہ کا مجنون ہوتا ہے وہ قابل رحم اور فانی ہوتا ہے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا ہے۔

2. گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مغلوب تو بالکلیہ معدوم نہیں ہے صرف اپنے اوصاف کو اللہ کے اوصاف میں گم کر دینے کے اعتبار سے معدوم ہے۔ انصتوا۔ یہ سن لے۔ ایں چنیں۔ جو اس طرح کا معدوم ہو وہ تو اشرف الموجودات ہے۔ او۔ اس نے اپنے آپ کو اللہ کی صفات میں فنا کر دیا ہے تو اس کی فنا تو دراصل بقا ہے۔

3. جملہ۔ اب اس فانی فی اللہ اور باقی باللہ کو وہ مقام حاصل ہے کہ تمام روحیں اس کے زیر تصرف ہیں اور تمام اجسام اس کے زیر نگیں ہیں۔ اشباح۔ یعنی اجسام۔ آنکہ۔ جو ہم میں فنا ہو گیا وہ مضطر نہیں ہے بلکہ وہ محبوب ہونے کی وجہ سے با اختیار ہے۔ ولا۔ دوستی۔ منتہائے۔ بندہ کا اعلیٰ درجہ کا اختیار تو یہی ہے کہ وہ ہماری مرضیات میں گم ہو جائے۔ اختیارش۔ اس کو اگر اس اختیار سے لطف نہ آتا تو اپنے آپ کو کیوں فنا کرتا۔ منی۔ خودی۔

Marfat.com

در جہاں[1] گر لقمۂ و گر شربت است — لذتِ او فرعِ محوِ لذت است

دنیا میں خواہ کوئی لقمہ یا کوئی گھونٹ ہے — اس کی لذت محو کی لذت کی شاخ ہے

گرچہ از لذّات بے تاثیر شد — لذتے بود او و لذت گیر شد

اگرچہ وہ لذتوں سے بیکار ہو گیا ہے — وہ (بھی) ایک لذت تھی جس لذت کو اُس نے حاصل کرلیا

ہر کہ او مغلوب شد مرحوم گشت — در بحارِ رحمتش معدوم گشت

جو مغلوب ہوا وہ مرحوم ہو گیا — وہ اس کی رحمت کے سمندروں میں معدوم ہو گیا

نے چناں معدوم[2] کز اہلِ وجود — ہیچ بر وے چیرہ اندر گاہِ جود

ایسا معدوم نہیں کہ موجود میں سے — کوئی سخاوت کے وقت اس پر غالب آ سکے

بلکہ والی گشت موجودات را — بے گمان و بے نفاق و بے ریا

بلکہ وہ موجودات کا والی بن گیا ہے — بغیر گمان اور بغیر نفاق اور بغیر ریاکاری کے

بے مثال و بے مکان و بے نشاں — بے زمان و بے چنین و بے چناں

بے مثال کے اور بے مکان اور بے نشان کے — بغیر زمانہ اور بغیر ایسے اور ویسے کے

بے شکال و بے سوال و بے جواب — دم مزن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

بغیر اشکال اور بغیر سوال اور بغیر جواب کے — دم نہ مار، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

شرح اِنَّمَا[3] الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ وَالْعُلَمَآءُ كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ خَاصَّةً

اس کی شرح کہ مومنین، بھائی بھائی ہیں اور علما ایک جان کی طرح ہیں

اتحادِ داوٗد و سلیمان و سائر انبیاء علیہم السلام کہ اگر یکے

خصوصاً حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام اور بقیہ انبیاء علیہم السلام کا اتحاد ان پر سلام ہو کہ اگر تو ان میں سے ایک کا منکر ہو

ازیشاں را منکر شوی ایمانِ تو ہیچ نبی درست نباشد و

تو تیرا کسی نبی پر ایمان درست نہ ہو گا اور یہ اتحاد کی علامت

ایں علامتِ اتحادست کہ اگر یکے خانہ ازاں ہزار خانہ ویراں کنی

ہے کہ اگر ہزار گھروں میں سے تو ایک کو ویران کرے گا تو سب ویران

ہمہ ویران شود ویک دیوار قائم نماند کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ

ہو جائیں گے اور ایک دیوار بھی قائم نہ رہے گی کیونکہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں

---

[1] در جہاں۔ دنیا کی تمام تر لذتیں خواہ کھانے کی ہوں یا پینے کی وہ اس پر مبنی ہیں کہ اس چیز کی لذت کو مٹا دیا جائے۔ گرچہ۔ فانی فی اللہ اگرچہ دنیا کی لذتوں کو مٹا دیتا ہے لیکن یہ ترکِ لذات اس کے لیے لذت بن جاتی ہے۔ ہر کہ او۔ جو صفات باری سے مغلوب ہو گیا وہ اللہ کی رحمتوں کے سمندر میں غرق ہو کر رحمتوں کا مستحق ہو گیا ہے۔

[2] نے چناں معدوم۔ لیکن وہ ایسا معدوم نہیں ہے کہ کوئی بھی موجود اس پر غالب آ سکے۔ بلکہ۔ ایسا فانی فی اللہ موجودات پر حکمران بن جاتا ہے۔ بے مثال۔ اب نہ اس کی کوئی مثال ہے نہ اس کا مکان ہے اور نہ نشان وہ لازمانی ہے اور کم وکیف سے بھی جدا ہے۔ اس معاملہ میں نہ کوئی اشکال اور نہ سوال و جواب کا موقع ہے بس خاموشی اختیار کر لے۔

[3] اِنَّمَا۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یعنی "مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں" اور مشہور مقولہ اَلْعُلَمَآءُ كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ یعنی تمام علما ایک جان ہیں یہ اخوۃ اور اتحاد ایمان کی وحدت کی بنیاد پر ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ "ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں۔" اسی بنا پر یہ حکم ہے کہ ایک نبی کا کفر تمام انبیا کا کفر ہے۔

Marfat.com

مِنْ رُسُلِهٖ وَالْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْاِشَارَةُ و ایں خود از اشارت گذشت

تفریق نہیں کرتے ہیں عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے اور یہ تو اشارہ سے بڑھ گیا ہے

پس خطاب آمد بداوُدؑ از خدا　کاے گزیں پیغمبرِ نیکو لقا

تو خدا کی جانب سے (حضرت) داوٗدؑ کو خطاب ہوا　کہ اے منتخب پیغمبر نیک صورت!

دل مدار اندر تفکر زیں خبر[1]　رہ مدِہ در خود ملال و غم مخور

اس بات سے دل کو فکر میں مبتلا نہ کر　رنج کو اپنے اندر راستہ نہ دے اور غم نہ کر

گرچہ بر ناید بجہد و زورِ تو　لیک مسجد را بر آرد پورِ تو

اگر (وہ مسجد) تیری کوشش اور طاقت سے نہ بنے گی　لیکن تیرا لڑکا اس کو بنائے گا

گرچہ برناید بجہدت ایں مقام　لیک پورِ تو کند آں را تمام

اگرچہ تیری کوشش سے یہ جگہ نہ بنے گی　لیکن تیرا لڑکا اس کو مکمل کرے گا

کردۂ او کردۂ تست اے حکیم　مومناں را اتصالے داں قدیم

اے دانا! اس کا کیا ہوا تیرا کیا ہوا ہے　مومنوں کا باہمی قدیم اتحاد سمجھ

مومناں معدود لیک ایماں یکے　جسمِ شاں معدود لیکن جاں یکے

مومنین متعدد ہیں لیکن ایمان ایک ہے　ان کے جسم چند ہیں لیکن جان ایک ہے

غیرِ فہم[2] و جاں کہ درگاوٗ و خرست　آدمی را عقل و جانِ دیگرست

عقل اور جان جو بیل اور گدھے میں ہے اس کے علاوہ　انسان کی عقل اور جان دوسری ہے

باز غیرِ عقل و جانِ آدمی　ہست جانے در ولی و در نبی

پھر انسان کی عقل اور جان کے علاوہ　ولی اور نبی میں اور جان ہے

جانِ حیوانی[3] ندارد اتحاد　تو مجو ایں اتحاد از روحِ باد

حیوانی جان، اتحاد نہیں رکھتی ہے　تو یہ اتحاد ہوائی روح میں نہ تلاش کر

گر خورد ایں ناں نگردد سیر آں　ور کشد بار ایں نگردد آں گراں

اگر یہ روٹی کھائے اس دوسری کا پیٹ نہیں بھرتا　اگر یہ بوجھ اٹھائے تو وہ بوجھل نہیں ہوتی

بلکہ ایں شادی کند از مرگِ او　از حسد میرد چو بیند برگِ او

بلکہ یہ اس کے مرنے سے خوشی مناتی ہے　اگر اس کا ساز و سامان دیکھتی ہے تو حسد سے مرتی ہے

جانِ گرگان و سگاں ہریک جداست　متحد جانہائے شیرانِ خداست

بھیڑیوں اور کتوں کی جان ہر ایک جداگانہ ہے　خدا کے شیروں کی جان متحد ہے

---

[1] زیں خبر۔ یعنی اس خبر سے کہ تم مسجد اقصیٰ کی تعمیر نہ کرسکو گے۔ پور۔ حضرت سلیمان علیہ السلام۔ مومناں۔ یعنی مومنین اگرچہ گنتی میں متعدد ہیں لیکن ان میں وحدت ایمانی ہے۔ جاں یکے۔ روحِ انسانی جو ایک لطیفہ ربانی ہے اور وہ روحِ حیوانی کے علاوہ ہے۔

[2] غیرِ فہم۔ حیوانات میں صرف روحِ حیوانی ہے جو اطبا کے نزدیک ایک جسم لطیف بخاری ہے جو غذاؤں سے پیدا ہوتی ہے چونکہ یہ بخار ہے اسی لیے مولانا نے اس کو روحِ باد کہا ہے۔ در نبی۔ انبیا اور اولیا کی روحِ انسانی ایک قوی تر لطیفہ ربانی ہے۔

[3] جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی ہر حیوان میں جداگانہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایک روحِ حیوانی اگر غذا حاصل کرتی ہے تو دوسری روح کو وہ غذا نہیں پہنچتی ہے ان میں سے اگر ایک گراں بار ہوتی ہے تو دوسری کو اس سے گرانی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ۔ ایک روحِ حیوانی کی خوشی دوسری کے رنج کا سبب ہے۔ شیرانِ خدا۔ یعنی اولیا اور انبیا۔

جمع گفتم[1] جانہا شاں من باسم
میں نے ان کی جانوں کے لیے اسم جمع (کا لفظ) بولا
کاں یکے جاں صد بود نسبت بجسم
کیونکہ جسم کی نسبت سے وہ ایک سو بن جاتی ہے

ہمچو آں یک نورِ خورشیدِ سما
جیسا کہ آسمان کے سورج کا ایک نور
صد بود نسبت بصحنِ خانہا
گھروں کے صحن کے اعتبار سے سو بن جاتا ہے

لیک یک باشد ہمہ انوارِ شاں
لیکن ان سب کا نور ایک بن جاتا ہے
چونکہ بر گیری تو دیوار از میاں
جبکہ تو درمیان سے دیوار اٹھا دے

چوں نماند جانہا را قاعدہ
جبکہ جانوں کی بنیاد نہ رہے گی
مومناں باشند نفسِ واحدہ
مومن ایک جان بن جائیں گے

فرق و اشکالات آید زیں مقال
اس گفتگو سے اختلاف اور اشکال پیدا ہوتے ہیں
زانکہ نبود مثل باشد ایں مثال
کیونکہ یہ مثل نہیں ہے مثال ہے

فرقہا[2] بیحد بود از شخصِ شیر
شیر کے وجود میں بہت فرق ہیں
تا بہ شخصِ آدمی زادِ دلیر
بہادر آدمی کے وجود کے اعتبار سے

لیک در وقتِ مثال اے خوش نظر
لیکن اے خوش نظر! مثال کے وقت
اتحاد از روئے جانبازی نگر
بہادری کے اعتبار سے اتحاد سمجھ

کاں دلیر آخر مثالِ شیر بود
کہ وہ بہادر شیر کی مثال ہے
نیست مثلِ شیر در جملہ حدود
تمام باتوں میں شیر کی مثل نہیں ہے

متحد نقشے ندارد ایں سرا
یہ دنیا، کوئی چیز (روح کے ساتھ) متحد نہیں رکھتی ہے
تا کہ مثلے وانمائم مر ترا
تاکہ تجھے مثل دکھا دوں

ہم مثالِ ناقصے دست آورم
نیز ایک ناقص مثال پیش کرتا ہوں
تا ز حیرانی خرد را واخرم
تاکہ عقل کو پریشانی سے نجات دوں

شب بہر خانہ چراغے می نہند
رات کو ہر گھر میں چراغ رکھتے ہیں
تا بنورِ آں ز ظلمت می رہند
تاکہ اس کی روشنی کی وجہ سے اندھیرے سے نجات حاصل کرلیں

آں چراغ ایں تن بود نورش چو جاں
وہ چراغ یہ جسم ہے، اس کی روشنی جان کی طرح ہے
نیست محتاجِ فتیل و این و آں
جو بتی اور اس اور اُس کا محتاج نہیں ہے

---

1. جمع گفتم۔ ہم نے انبیا اور اولیا کی روح کے لیے جمع کا صیغہ بولا ہے حالانکہ وہ ایک ہے اس کا تعدد محض جسموں کے تعدد کی نسبت سے ہے۔ ہمچو۔ سورج کی دھوپ جبکہ مختلف صحنوں اور مکانوں پر پڑتی ہے تو اس میں تعدد ہے ورنہ وہ ایک چیز ہے۔ قاعدہ۔ بنیاد یعنی جسم۔ زیں مقال۔ یعنی روحِ انسانی کو سورج کے نور سے تشبیہ دینے سے بہت سے اشکالات پیدا ہو جائیں گے۔ مثل۔ مثل اور مثال میں یہ فرق ہے کہ مثل شے وہ کہلاتی ہے جو اس شے سے ہر بات میں متحد ہو اور مثال کا ہر صفت میں یکساں ہونا ضروری نہیں ہے اگر ایک وصف میں بھی اتحاد ہے تو اس کو اس شے کی مثال کہہ سکتے ہیں۔

2. فرقہا۔ بہادر شخص کی شیر مثال ہے حالانکہ دونوں میں بہت سی باتوں میں فرق ہے صرف بہادری میں یکسانیت ہے۔ نیست مثل۔ بہادر شیر کی مثل نہیں ہے مثال ہے۔ متحد۔ اس دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو روح کی مثل ہوتا کہ اس کے ذریعے روح کو سمجھایا جا سکے۔

3. ہم مثال۔ اگرچہ کوئی چیز روح کے مثل نہیں ہے جس کے ذریعہ اس کو سمجھایا جائے لیکن ایک ناقص مثال پیش کی جاتی ہے۔ آں چراغ۔ جسم کو بمنزلہ چراغ کے اور روح کو اس کی روشنی جیسا سمجھو، روشنی جب ہو سکے گی جبکہ چراغ میں بتی ہو، تیل ہو، اسی طرح جسم غذا وغیرہ کا محتاج ہے۔

Marfat.com

واں فتیلہ[1] پنج دارد از حواس
وہ بتی پانچ حواس رکھتی ہے
جملگی بر خواب و خور دارد اساس
ان سب کی کھانے اور سونے پر بنیاد ہے

بے خور و بے خواب نزید نیم دم
بغیر کھائے اور سوئے آدھا پل بھی نہیں جی سکتا
با خور و با خواب نزید تیز ہم
کھانے اور سونے کے ساتھ بھی نہیں جیتا ہے

بے فتیل و روغنش نبود بقا
اس کی بغیر بتی اور تیل کے بقا نہیں ہے
با فتیل و روغن اُو ہم بیوفا
بتی اور تیل کے ہوتے ہوئے بھی بے وفا ہے

زانکہ نورِ علتی اش مرگ جوست
کیونکہ اس کی بیمار روشنی موت کی مقتضی ہے
چوں زید کہ روزِ روشن مرگِ اوست
کیسے جئے کیونکہ روشن دن اس کی موت ہے

جملہ حسہائے بشر ہم بے بقاست
انسان کے تمام حواس فانی ہیں
زانکہ پیشِ نور روزِ حشر لاست
کیونکہ حشر کے دن کے نور کے سامنے معدوم ہیں

نورِ حس و جانِ ناپایانِ ما
ہمارے فانی حس اور جان کا نور
نیست کلی فانی و لا[2] چوں گیا
گھاس کی طرح بالکلیہ فانی اور معدوم نہیں ہے

لیک مانند ستارہ و ماہتاب
لیکن ستاروں اور چاند کی طرح
جملہ محو اند از شعاعِ آفتاب
سورج کی شعاع سے سب محو ہیں

آنچنانکہ سوزو دردِ زخمِ کیک
جیسا کہ پسو کے زخم کی سوزش اور درد
محو گردد چوں در آید مار الیک
محو ہو جاتا ہے جب سانپ تیری جانب آ جائے

آنچنانکہ عور اندر آب جست
جیسا کہ ننگا پانی میں گھس جائے
تا در آب از زخمِ زنبوراں برست
تا کہ پانی میں شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے نجات پائے

میکند[3] زنبور بر بالا طواف
شہد کی مکھیاں اوپر چکر کاٹتی ہیں
چوں بر آرد سر ندارندش معاف
وہ جب سر ابھرتا ہے اس کو معاف نہیں کرتی ہیں

آب ذکرِ حق و زنبور ایں زماں
اللہ کی یاد پانی ہے اور شہد کی مکھی اس وقت
ہست یادِ ایں فلان و آں فلاں
اس فلاں اور اُس فلاں کی یاد ہے

---

[1] فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔ حواس۔ یعنی حواسِ خمسہ جب کام کرتے ہیں جبکہ حوائج ضروری پورے ہوتے رہیں۔ بے خور۔ حواس کا بقا حوائج ضروری کے پورے ہونے پر بھی موقوف ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ حوائج بھی پورے ہوتے رہیں تب بھی وہ فنا ہو جاتے ہیں۔ زانکہ۔ جس طرح چراغ باوجود بتی اور روغن کے سورج نکلنے پر اپنے وجود کو گویا معدوم کر دیتا ہے اسی طرح جب موت کا وقت آتا ہے تو یہ روحِ حیوانی اور حواس معدوم ہو جاتے ہیں۔ ان کے لیے موت کا وقت ایسا ہی ہے جیسا کہ چراغ کے لیے دن کا نکلنا۔ جملہ حسہائے۔ جس طرح روحِ حیوانی کا بقا نہیں ہے اسی طرح روحِ انسانی کا بھی بقا نہیں ہے حشر میں تجلی رب کے سامنے اس کا بھی بقا نہ رہے گا۔

[2] لا۔ یعنی معدوم۔ چوں گیا۔ اس روحِ انسانی کی فنا گھاس پھونس کی فنا کی طرح کی نہیں ہے۔ لیک۔ روحِ انسانی کی فنا ایسی ہے جیسی کہ ستارہ کی فنا سورج کی موجودگی میں ہوتی ہے۔ آنچنانکہ۔ روحِ انسانی کی فنا کی دوسری مثال ہے کہ پسو کے کاٹے کا درد سانپ کے حملہ کے وقت محو ہو جاتا ہے۔ الیک۔ تیری جانب۔ محو۔ تیسری مثال یہ ہے کہ روحِ انسانی کی محویت ایسی ہے جیسا کہ ننگا شہد کی مکھیوں کے ڈر سے پانی میں محو ہو جاتا ہے۔

[3] میکند۔ شہد کے محال کی بڑی مکھیاں اس قدر تعاقب کرتی ہیں کہ پانی میں اگر غوطہ لگایا جائے تو وہ انتظار کرتی ہیں کہ باہر نکلے تو پھر کاٹیں۔ آب۔ اب مولانا ارشادی بات کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ وساوس کا حال شہد کی مکھیوں کا سا ہے اور ان سے بچاؤ ذکر اللہ کے پانی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

دم بخور در آب ذکر و صبر کن
ذکر (حق) کے پانی میں سانس گھونٹ لے اور صبر کر
تا رہی از فکرو وسواسِ کہن
تا کہ تو فکر اور پرانے خیالات سے نجات پا لے

بعد ازاں[1] تو طبعِ آں آبِ صفا
اس کے بعد اس صاف پانی کی طبیعت
خود بگیری جملگی سر تا بپا
سر سے پاؤں تک تو خود اختیار کر لے گا

آنچناں کز آب آں زنبورِ شر
جس طرح وہ شریر شہد کی مکھی پانی سے
میگریزد از توہم گیرد حذر
بھاگتی ہے تجھ سے بھی ڈرے گی

بعد ازاں خواہی تو دور از آب باش
اس کے بعد اگر تو چاہے پانی سے جدا ہو جا
کہ بسر ہم طبعِ آبی خواجہ تاش
کیونکہ باطن کے اعتبار سے تو پانی کی طبیعت کا خواجہ تاش ہو گیا ہے

بس کسانے کز جہاں بگذشتہ اند
بہت سے وہ لوگ جو دنیا سے چلے گئے ہیں
لا نیند و در صفات آغشتہ اند
معدوم نہیں ہیں اور وہ (اللہ کی) صفات میں غرق ہیں

در[2] صفاتِ حق صفاتِ جملہ شاں
ان سب کی صفات اللہ (تعالیٰ) کی صفات میں
ہمچو اختر پیشِ آں خورِ بے نشاں
ایسی ہی بے نشان ہیں جیسا کہ ستارے، سورج کے سامنے

گر ز قرآں نقل خواہی اے حروں
اے سرکش! اگر تو قرآن سے ثبوت چاہتا ہے
خواں جَمِیعٌ ھُمْ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن
پڑھ لے وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہیں

مُحْضَرُوْن معدوم نبود نیک بیں
اچھی طرح سمجھ لے حاضر کیے ہوئے معدوم نہیں ہوتے
تا بقائے روحہا دانی یقیں
تا کہ تو روحوں کے باقی رہنے کو یقینی طور پر جان لے

روح محجوب[3] از بقالیش در عذاب
اس کی بقا سے رکی ہوئی روح عذاب میں ہے
روحِ واصل در بقا پاک از حجاب
جو روح بقا (باللہ) میں واصل (بحق) ہے وہ پردے سے پاک ہے

زیں چراغِ حسِ حیواں المراد
خلاصہ یہ ہے کہ اس حیوانی حس کے چراغ سے
گفتمت ہاں تانجوئی اِتحاد
میں نے تجھے بتا دیا خبردار اتحاد کا طالب نہ بنا

روحِ خود را متصل کن اے فلاں
اے فلاں! اپنی روح کو وابستہ کر دے
زود با ارواحِ قدسِ سالکاں
بہت جلد سالکوں کی پاک روحوں کے ساتھ

---

1. بعد ازاں۔ جب انسان ترقی کرتا ہے تو خود اس کی طبیعت ذکر اللہ کی صفائی حاصل کر لیتی ہے اور طبیعت وساوس کو دور کرنے لگتی ہے اور اس کو حبسِ دم اور ذکرِ خفی وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ کہ بسر۔ اب خود سالک کی طبیعت میں وہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں جو اذکار میں تھے۔ بس کسانے۔ جس طرح روحِ انسانی بالکل فانی نہیں ہے اسی طرح بہت سے بزرگ وہ ہیں جن کی موت فناءِ محض نہیں ہے بلکہ ان کے لیے موت کے معنی یہ ہیں کہ وہ صفاتِ باری میں مستغرق ہیں۔

2. در صفات۔ اللہ کی صفات میں وہ اسی طرح معدوم ہیں جس طرح ستارہ سورج کے سامنے معدوم ہوتا ہے۔ گر ز قرآں۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَاھُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْن "بس ایک زور کی آواز ہو گی تو ایک دم سے سب لوگ ہمارے حضور میں لا حاضر کیے جائیں گے۔" محضرون۔ حاضر کیے جائیں گے کا لفظ اس بات کو بتاتا ہے کہ روحیں موجود تھیں، معدوم نہ تھیں۔

3. روحِ محجوب۔ روحِ حیوانی کو بقا باللہ حاصل نہیں ہے لہٰذا وہ عذاب میں ہو گی جو روحِ انسانی بقا باللہ حاصل کر لے گی اس کو رویتِ باری حاصل ہو گی۔ زیں چراغِ حس۔ روحِ حیوانی سے اتصال اور اتحاد، عذاب کا سبب ہے۔ روحِ خود۔ اپنی روح کو سالکوں کی روح سے وابستہ کر لو تو دیدارِ رب حاصل ہو گا۔

Marfat.com

صد چراغت[1] ار مُرند ار بیستند ۔۔۔ بس جدا اَیند و یگانہ نیستند

تیرے سو چراغ خواہ وہ مریں یا قائم رہیں ۔۔۔ (آپس میں) بہت جدا ہیں اور ایک نہیں ہیں

زاں ہمہ جنگند ایں اصحابِ ما ۔۔۔ جنگ کس نشنید اندر انبیأ

اسی لیے ہمارے یہ سب ساتھی لڑتے ہیں ۔۔۔ کسی نے انبیا علیہم السلام میں لڑائی (کی بات) نہیں سنی ہے

زانکہ نورِ انبیأ خورشید بود ۔۔۔ نورِ حسِ ما چراغ و شمع و دود

کیونکہ انبیا علیہم السلام کا نور سورج (سے) تھا ۔۔۔ ہمارے حواس کا نور چراغ اور شمع اور دھواں ہے

یک بمیرد یک بماند تا بروز ۔۔۔ یک بود پژمردہ دیگر بافروز

ایک بجھ جاتا ہے ایک دن تک رہتا ہے ۔۔۔ ایک ٹمٹماتا ہے، دوسرا روشن ہے

جانِ حیوانی بود حی از غذے ۔۔۔ ہم بمیرد او بہر نیک و بدے

حیوانی روح غذا سے زندہ رہتی ہے ۔۔۔ وہ اچھائی اور برائی کے ساتھ مر بھی جاتی ہے

گر بمیرد[2] ایں چراغ و طے شود ۔۔۔ خانۂ ہمسایہ مظلم کے شود

اگر یہ چراغ بجھ جائے اور لپٹ جائے ۔۔۔ پڑوس کا گھر تاریک کب ہو گا؟

نورِ آں خانہ چو بے ایں ہم بپاست ۔۔۔ پس چراغِ حسِ ہر خانہ جداست

جب اس گھر کی روشنی اس کے بغیر بھی قائم ہے ۔۔۔ تو حس کا چراغ ہر گھر کا جدا ہے

ایں مثالِ جانِ حیوانی بود ۔۔۔ نے مثالِ جانِ ربانی بود

یہ روحِ حیوانی کی مثال ہے ۔۔۔ نہ کہ ربانی روح کی مثال

باز[3] از ہندویِ شب چوں ماہ زاد ۔۔۔ در سرِ ہر روزنے نورے فتاد

پھر رات کی تاریکی سے جب چاند نکلا ۔۔۔ ہر سوراخ پر روشنی پڑی

نورِ آں صد خانہ را تو یک شمر ۔۔۔ کے نماند نورِ ایں بے آں دگر

ان سو گھروں کی روشنی کو تو ایک سمجھ ۔۔۔ کیونکہ اس کا نور اس دوسرے کے بغیر نہیں رہتا ہے

تا بود خورشیدِ تاباں بر اُفق ۔۔۔ ہست در ہر خانہ نورِ او قنق

جب تک سورج افق پر روشن ہے ۔۔۔ ہر گھر میں اس کا نور مہمان ہے

باز چوں خورشیدِ جاں آفل شود ۔۔۔ نورِ جملہ جانہا زایل شود

پھر جب روح کا سورج غروب کر جاتا ہے ۔۔۔ تمام جانوں کا نور زایل ہو جاتا ہے

---

[1] صد چراغت۔ ارواحِ حیوانی سے قطع نظر کرو، ان روحوں میں کوئی یگانگت نہیں ہوتی ہے۔ زاں۔ چونکہ عوام روحِ انسانی سے محروم ہیں ان میں صرف روحِ حیوانی ہے جس میں یگانگت نہیں ہے اسی لیے باہمی مختلف اور جنگ و جدل میں رہتے ہیں۔ انبیا کی روح، روحِ انسانی ہے جس میں وحدت ہے۔ زانکہ۔ انبیا کی روحیں خورشیدِ وحدت کا نور ہیں جو باہمی متحد ہیں۔ نورِ حسِ ما۔ روحِ حیوانی وہی چراغ والی روشنی ہے۔ یک بمیرد۔ چونکہ ان میں اتحاد نہیں ہے اس لیے کوئی انسان دوسرے انسان کے احوال سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔ جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی غذاؤں سے زندہ ہے اور پھر اس کے لیے فنا ہے۔

[2] گر بمیرد۔ روحِ حیوانی کی مثال چراغ کی روشنی کی سی ہے اگر ایک چراغ بجھ جائے تو دوسرے گھر کا چراغ جلتا رہتا ہے۔ نورِ آں خانہ۔ جب ایک گھر کے چراغ کے بجھنے سے دوسرے گھر میں اندھیرا نہیں ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ دونوں جداگانہ ہیں۔ ایں۔ یعنی چراغ کی مثال۔

[3] باز۔ روحِ انسانی کی مثال چاند کی روشنی کی سی ہے جب چاند طلوع کرتا ہے تو سب گھروں میں نور پھیلتا ہے تو ان سب گھروں کے نور میں وحدت ہے۔ تا بود۔ روحِ انسانی میں چونکہ وحدت ہے اس لیے شیخ کامل اپنی زندگی میں چاند کی طرح ہر مرید کو روشنی عطا کرتا رہتا ہے۔ باز۔ جب وہ شیخ اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے تو مریدوں میں استفاضہ کی وہ پہلی سی کیفیت نہیں رہتی ہے۔

Marfat.com

ایں مثالِ[1] نور آمد مثل نے | مر ترا ہادی عدو را رہزنے

یہ نور کی مثال ہے مثل نہیں ہے | تیرے لیے ہادی ہے، دشمن کے لیے رہزن ہے

بر مثالِ عنکبوت آں زِشت خو | پردہائے گندہ را بر بافد او

وہ بد خو، مکڑی کی طرح | گندے پردے بنتا ہے

از لعابِ خویش پردہ نور کرد | دیدۂ اِدراکِ خود را کور کرد

اپنے لعاب سے اس نے نور پر پردہ ڈال دیا | اپنے احساس کی آنکھ کو اندھا بنا لیا

گردنِ اسپ[2] ار بگیرد بر خورد | وَر بگیرد پاش بستاند لکد

اگر گھوڑے کی گردن پکڑ لے گا فائدہ اٹھائے گا | اور اگر اس کے پاؤں پکڑے گا لاتیں کھائے گا

کم نشیں بر اسپِ توسن بے لگام | عقل و دیں را پیشوا کن والسلام

سرکش گھوڑے پر بے لگام نہ چڑھ | عقل اور دین کو پیشرو بنا لے والسلام

اندریں آہنگ منگر ست و پست | کاندریں رہ صبر شقِّ اَنفس ست

اس راستہ کو ست اور پست نہ سمجھ | کیونکہ اس راستہ میں صبر کرنا جانوں کے لیے شاق ہے

باز گرد و قصۂ مسجد بگو | با سلیمانؑ نبی نیک خو

واپس چل اور مسجد کا قصہ کہہ | نیک خصلت سلیمان علیہ السلام نبی کے ساتھ (جو ہوا)

بقیہ قصۂ بنائے مسجدِ اقصیٰ از دست سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ سے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے قصہ کا بقیہ

چوں سلیمانؑ کرد آغازِ بنا | پاک چوں کعبہ ہمایوں چوں منیٰ

جب (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کی ابتدا کی | جو کعبہ کی طرح پاک اور منیٰ کی طرح بابرکت ہے

در بنایش[3] دیدہ می شد کرّ و فر | نے فسردہ چوں بناہائے دگر

اس کی تعمیر میں شان و شوکت نظر آتی تھی | دوسری عمارتوں کی طرح ٹھٹھری ہوئی نہ تھی

در بنا ہر سنگ کز کُہ می شکست | فاش سِیرُوابِی ہمی گفت از نخست

تعمیر میں جو پتھر پہاڑ سے ٹوٹتا تھا | وہ پہلے ہی سے ''مجھے لے چلو'' علی الاعلان کہتا تھا

۱۔ ایں مثال۔ میں نے ذات مقدس اور اس کے نور کی مثال سورج اور اس کی روشنی سے دی ہے۔ یہ مثال ہے جو تمام حیثیتوں سے مثل لہ کی طرح نہیں ہوتی ہے تیرے لیے یہ مثال ہدایت کا کام کرے گی اور دشمن یعنی فلسفی کے لیے جو اسرار معرفت میں قیاس کو دخیل بناتا ہے رہزن بنے گی اور اس کو مزید گمراہ کر دے گی۔ عنکبوت۔ فلسفی کی مثال مکڑی کی سی ہے جو خود اپنے اوپر اپنے لعاب سے نور کو مخفی کر لیتی ہے۔ از لعاب۔ مکڑی اپنے لعاب سے اپنے اوپر جالا تن کر اپنے آپ کو روشنی سے محروم کرتی ہے۔ اسی طرح منکر اور معترض اپنے اعتراضات کے ذریعہ اپنے ادراک کو نور سے محروم کر دیتا ہے۔

۲۔ گردنِ اسپ۔ گھوڑے پر قاعدہ سے سوار ہوگا تو فائدہ اٹھالے گا اور اگر اس کے پاؤں پکڑنے کی کوشش کرے گا تو لات کھائے گا یہی مثال کلام حق اور اسرار معرفت کی ہے کہ اس پر صحیح طریقے سے غور کرو گے تو فائدہ اٹھالو گے اور معترضانہ نگاہ ڈالو گے تو تباہی ہوگی۔ اسپ توسن۔ سرکش گھوڑا یعنی نفس۔ آہنگ۔ راہ حق، راہ سلوک کو آسان اور حقیر نہ سمجھ اس راستہ میں بہت صبر و استقلال کی ضرورت ہے جو نفس پر بہت شاق و گراں ہے۔

۳۔ بنا۔ یعنی مسجد اقصیٰ کی تعمیر۔ منیٰ۔ وہ مقام پاک ہے جہاں حاجی رمی جمار کرتے ہیں۔ سیرُوابِی۔ مجھے لے چلو یعنی وہ پہاڑ کا پتھر خود بول پڑتا تھا کہ مجھے لے جا کر تعمیر میں لگاؤ۔

Marfat.com

ہمچو[1] از آب و گلِ آدمؑ کدہ
آدم علیہ السلام کے مجسمہ کے پانی اور مٹی کی طرح
نور زاں کہ پارہا تاباں شدہ
پہاڑ کے ان ٹکڑوں سے نور چمکتا تھا

سنگ بے حمال آیندہ شدہ
پتھر، اٹھانے والوں کے بغیر آنے لگے
واں در و دیوارہا زندہ شدہ
وہ در اور دیواریں زندہ ہو گئیں

حق ہمی گوید کہ دیوارِ بہشت
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ بہشت کی دیواریں
نیست چوں دیوارہا بیجان و زشت
(اور) دیواروں کی طرح بے جان اور بھدی نہیں ہیں

چوں در و دیوارِ تن با آگہی ست
جیسے کہ جسم کے در و دیوار حساس ہیں
زندہ باشد خانہ چوں شاہنشہی ست
چونکہ وہ شاہنشاہی گھر ہے، زندہ رہے گا

ہم درخت و میوہ ہم آبِ زلال
درخت بھی اور پھل بھی، صاف پانی بھی
با بہشتی در حدیث و در مقال
بہشتی کے ساتھ بات چیت اور گفتگو میں ہوں گے

زانکہ جنت را نہ زآلت[2] بستہ اند
کیونکہ جنت کو اوزاروں سے تعمیر نہیں کیا ہے
بلکہ از اعمالِ دینت بستہ اند
بلکہ تیرے دین کے اعمال سے بنایا ہے

ایں بنا ز آب و گل مُردہ بدست
یہ عمارت، مُردہ پانی اور مٹی سے بنی ہے
آں بنا از طاعت زندہ شدست
وہ عمارت زندہ عبادت سے بنی ہے

ایں باصلِ خویش ماند پُر خلل
یہ اپنی اصل کی طرح پُر خلل ہے
و آں باصلِ خود کہ علم ست و عمل
وہ اپنی اصل کے ساتھ (مشابہ ہے) جو علم اور عمل ہے

ہم سریر[3] و قصر و ہم تاج و ثیاب
تخت اور قلعہ بھی اور تاج اور کپڑے بھی
با بہشتی در سوال و در جواب
بہشتی کے ساتھ سوال و جواب میں ہوں گے

فرش بے فراش پیچیدہ شدہ
فرش بغیر فراش کے لپٹا ہوا ہو گا
خانہ بے کنّاس روبیدہ شدہ
گھر بغیر جھاڑو دینے والے کے جھڑا ہوا ہو گا

تخت او سیار بے حمال شد
اس کا تخت بغیر کسی اٹھانے والے کے چلنے والا ہو گیا
حلقہ و در مطرب و قوال شد
حلقہ اور در، مطرب اور قوال ہو گیا

---

1. ہمچو۔ جس طرح آدم علیہ السلام کے مجسمہ کی مٹی اور پانی پُرنور تھا اسی طرح اس مسجد اقصیٰ کے پتھر، پانی اور مٹی پُرنور تھے۔ سنگ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزے سے وہ پتھر خود بخود تعمیر میں لگنے کے لیے آنے لگے اور اس مسجد کے در و دیوار میں زندگی پیدا ہو گئی۔ بہشت۔ بہشتی در و دیوار میں بھی زندگی ہو گی قرآن پاک میں ہے اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ ''بے شک آخرت کا گھر زندہ ہے۔'' چوں۔ انسان کا جسم پانی مٹی سے بنا ہے اور اس میں زندگی ہے تو جنت کے در و دیوار میں زندگی کیوں نہ ہو گی۔ ہم درخت۔ جنت کی ہر چیز میں حیات اور زندگی ہو گی اور وہ جنتیوں سے گفتگو کرے گی۔

2. زآلت۔ جنت کی تعمیر انسانوں کے نیک عملوں سے ہو گی۔ ایں بنا۔ دنیاوی مکانات مردہ مٹی پانی سے بنتے ہیں لہٰذا وہ مردہ ہوتے ہیں، جنت زندہ عبادتوں سے تعمیر ہو گی تو اس میں زندگی ہو گی۔

3. ہم سریر۔ جنت کے تخت و قلعے اور لباس اور تاج سب زندہ ہوں گے۔ فرش۔ چونکہ وہاں کے فرش میں بھی زندگی ہو گی لہٰذا وہ خود بچھے گا اور لپٹ جائے گا۔ خانہ۔ چونکہ گھر میں بھی زندگی ہو گی لہٰذا وہ خود اپنے آپ کو صاف کرے گا۔ تخت۔ جنت کا تخت خود بخود چلے گا۔ حلقہ۔ جنتی کی خواہش کے مطابق دروازے کی زنجیریں اور دروازہ خود مطرب اور قوال کا کام کرنے لگیں گے۔

Marfat.com

خانۂ دل[1] بیں ز غم ژولیدہ شد
دل کے گھر کو دیکھ جو (گناہوں کے) غم سے الجھا ہوا ہے
بے کناس از توبہ رُوبیدہ شد
بغیر جھاڑو کے توبہ سے صاف ہو جاتا ہے

ہست در دل زندگی دارُالخلود
دل میں جنت کی زندگی ہے
در زبانم چوں نمی آید چہ سود
جبکہ میری زبان سے ادا نہیں ہوسکتی تو کیا فائدہ؟

چونکہ گشت آں مسجدِ اقصیٰ تمام
جب مسجد اقصیٰ مکمل ہو گئی
ز اہتماماتِ سلیمانؑ والسلام
(حضرت) سلیمان علیہ السلام کے اہتمام سے اور سلام ہو

چوں سلیماں در شدے ہر بامداد
جب (حضرت) سلیمان علیہ السلام ہر صبح کو آتے
مسجد اندر بہرِ ارشادِ عباد
مسجد کے اندر بندوں کی ہدایت کے لیے

پند دادے[2] گہ بگفت و لحن و ساز
کبھی گفتگو اور لہجہ اور بناؤ سے نصیحت کرتے
گہ بفعل اعنی رکوعِ پُر نیاز
کبھی فعل، یعنی پُر نیاز رکوع کے ذریعہ

پندِ فعلی خلق را جذاب تر
عملی نصیحت لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے
کہ رسد در جان ہر با گوش و کر
کیونکہ وہ ہر کان والے اور بہرے کے دل میں پہنچتی ہے

واندراں وہمِ امیری کم بود
اور اس میں حکومت کا وہم نہیں ہوتا ہے
در حشم تاثیر آں محکم بود
ماتحتوں میں اسی کا تاثیر مضبوط ہوتی ہے

قصۂ آغازِ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ وخطبۂ وے در بیان آنکہ ناصح[3]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتدا کا قصہ اور ان کا خطبہ اس بیان میں کہ عامل اچھا

فعال بفعل بہ از ناصحِ قوال بقول
عمل سے نصیحت کرنے والا، زبانی بات کے ذریعہ نصیحت کرنے والے سے بہتر ہے

قصۂ عثمانؓ کہ بر منبر برفت
(حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کا قصہ کہ منبر پر پہنچے
چوں خلافت یافت بشتابید تفت
جب خلافت پائی تیزی سے عمل کیا

منبرِ مہتر کہ سہ پایہ بدست
سردار ﷺ کا منبر جو تین درجوں کا تھا
رفت بوبکر و دوم پایہ نشست
ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے اور دوسرے درجہ پر بیٹھ گئے

بر سوم پایہ عمرؓ در دورِ خویش
(حضرت) عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور میں تیسرے درجہ پر
از برائے حرمتِ اسلام و کیش
اسلام اور مذہب کی حرمت کے لیے بیٹھے

---

1. خانۂ دل۔ جھاڑو دینے والے کے بغیر جنتی گھر کے صاف ہو جانے پر تعجب نہ کرو خود اپنے دل کو دیکھو گناہوں سے آلودہ ہوتا ہے اور توبہ سے خود بخود صاف ہو جاتا ہے۔ در زبانم۔ دل کی زندگی کی پوری کیفیت سمجھانے سے زبان قاصر ہے۔ چوں سلیماں۔ مسجد اقصیٰ کے مکمل ہو جانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام روزانہ صبح کو مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو راہِ حق کی ہدایت کرتے۔

2. پند دادے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کو کبھی زبان سے نصیحت فرماتے اور کبھی عملی طور پر عبادت کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کرتے۔ پندِ فعلی۔ عملی نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ واندراں۔ عملی نصیحت میں لہجہ کا تحکم بھی نہیں ہوتا ہے لہٰذا وہ ماتحتوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔

3. ناصحِ فعال۔ وہ ناصح جس کا عمل دوسروں کی نصیحت کا سبب بنے۔ قوال۔ جو شخص زبانی نصیحت کرے۔ مہتر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے تین درجے تھے۔ بوجہ خطبہ کے دوران میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اوپر کے درجے پر بیٹھتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوسرے درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ بر سوم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اس منبر کے تیسرے آخری درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔

Marfat.com

دورِ عثمانؓ[1] آمد و بالائے تخت
(حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا وہ تخت کے اوپر

بر شد و بنشست آں محمود بخت
چڑھے، اور وہ خوش نصیب بیٹھ گئے

پس سوالش کرد شخصے بو الفضول
ان سے ایک سادہ لوح شخص نے دریافت کیا

کاں دو نہ نشستند بر جایِ رسولؐ
کہ وہ دونوں رسول ﷺ کی جگہ پر نہ بیٹھے

پس تو چوں جُستی ازیشاں برتری
تو آپ نے ان سے برتری کیوں چاہی؟

چوں بُرتبت تو ازیشاں کمتری
جبکہ آپ رتبے میں ان سے کم ہیں

گفت اگر پایہ سوم را بسپرم
انہوں نے فرمایا اگر میں تیسرے درجہ پر ٹھہروں

وہم آید کہ مثالِ عمرم
شبہ ہو گا کہ میں عمر رضی اللہ عنہ جیسا ہوں

ور دوم پایہ شوم من جائے جو
اور اگر میں دوسرے درجہ پر جگہ تلاش کروں

گوئیم مثلِ ابوبکرؓ ست او
لوگ مجھے کہیں گے کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا ہے

ہست[2] ایں بالا مقامِ مصطفیٰ ؐ
یہ اونچا درجہ مصطفیٰ ﷺ کی جگہ ہے

وہم مثلی نیست با آں شہ مرا
میرے متعلق ان شاہ جیسا ہونے کا وہم نہیں ہو سکتا

بعد ازاں بر جائے خطبہ آن وَدُود
اس کے بعد وہ مہربان خطبہ (پڑھنے) کی جگہ

تا بقربِ عصر لب خاموش بود
عصر کے قریب تک خاموش تھے

زہرہ نے کس را کہ گوید ہیں بخواں
کسی کی ہمت نہ تھی کہ کہے پڑھیے

یا بروں آید ز مسجد آں زماں
یا اس وقت مسجد سے باہر نکل آئے

ہیبتے[3] بنشستہ بُد بر خاص و عام
ہر خاص و عام پر ہیبت بیٹھی ہوئی تھی

پُر شد از نورِ خدا آں صحن و بام
اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صحن اور بالا خانہ پر تھا

ہر کہ بینا ناظر نورش بدے
جو بینا تھا وہ اس کے نور کو دیکھنے والا تھا

کور زاں خورشید ہم گرم آمدے
اندھا بھی اس نور سے گرم ہو رہا تھا

پس ز گرمی فہم کردے چشمِ کور
گرمی کی وجہ سے اندھا بھی سمجھ رہا تھا

کہ بر آمد آفتابے بے فتور
کہ مکمل سورج نکل آیا ہے

لیک ایں گرمی کشاید دیدہ را
لیکن یہ گرمی آنکھ کو کھول دیتی ہے

تا بہ بیند عین ہر بشنیدہ را
تاکہ آنکھ، ہر سنی ہوئی بات کو دیکھ لے

---

[1] دورِ عثمان۔ حضرت عثمانؓ کے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ دو۔ یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔ کمتری۔ صحابہ کے مراتب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تیسرا مرتبہ ہے۔ گفت۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تیسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ سمجھیں گے عمر رضی اللہ عنہ جیسا ہوں۔ ور دوم۔ دوسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ حضرت ابوبکرؓ جیسا سمجھیں گے۔

[2] ہست۔ اب میں نے آنحضور ﷺ کے درجہ پر اس لیے بیٹھنا شروع کر دیا کہ مجھے ان جیسا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ ودود۔ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ خاموش۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور پھر یہ کہہ کر نیچے اتر آئے کہ تمہارا امیر فعال ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قوال ہو۔

[3] ہیبتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر خاموش بیٹھے تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ ان سے خطبہ دینے کو کہے یا اٹھ کر چلا جائے اور اس وقت وہ مظہر نورِ خداوندی بنے ہوئے تھے۔ ہر کہ بینا۔ وہ لوگ جن میں اس نور کے مشاہدہ کی صلاحیت تھی وہ اس کا مشاہدہ کر رہے تھے بقیہ لوگ بھی اس کے اثرات محسوس کر رہے تھے۔ پس۔ اندھا سورج کی گرمی سے سورج کے طلوع کو سمجھتا ہے۔ لیک۔ لیکن اس نور کی گرمی انسان کو بینا بنا دیتی ہے۔ گرمیش۔ اس نور کی گرمی سے اگرچہ ایک بے چینی محسوس ہوتی ہے لیکن دل میں اس سے کشادگی اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔

Marfat.com

گرمیش را ضجرتے و حالتے
اس کی گرمی میں ایک تنگدلی اور ایک حالت ہے
زاں تپش دل را کشادے فسحتے
اس گرمی سے دل میں ایک کشادگی اور وسعت ہے

کورے[1] چوں شد گرم از نورِ قِدَم
جب قدیم نور سے اندھا گرم ہو جاتا ہے
از فرح گوید کہ من بینا شدم
وہ خوشی سے کہتا ہے کہ میں بینا ہو گیا ہوں

سخت خوش مستی ولے اے بو الحسن
تو بہت اچھا مست ہے لیکن اے بھلے مانس!
پارۂ راہ است تا بینا شدن
بینا ہونے تک تھوڑا سا راستہ ہے

ایں نصیبِ کور باشد ز آفتاب
سورج سے نابینا کا یہ حصہ ہے
صد چنیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اس سے سو گنا اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

وانکہ[2] او آں نور را بینا بود
وہ شخص جو اس نور کو دیکھنے والا ہے
شرحِ او کے کارِ بوسینا بود
اسکی تشریح کرنا (شیخ) بوعلی سینا کا کام کہاں ہے؟

گر شود صد تو کہ باشد ایں زباں
اگر زبان سو گنا ہو جائے تو یہ کون ہوتی ہے؟
کہ بجنباند بکف پردہ عیاں
کہ ہاتھ سے مشاہدے کے پردے کو ہٹا دے

وائے بر وے گر بساید پردہ را
اس پر افسوس ہے اگر وہ پردے کو ہٹائے
تیغِ الٰہی کند دستش جدا
خدا کی تلوار اس کے ہاتھ کو جدا کر دے گی

دست چہ بود خود سرش را بر کند
ہاتھ کیا ہوتا ہے، خود اس کے سر کو کاٹ دے گی
آں سرِ کز جہل شرہا می کند
اس سر کو جو جہالت سے شرارتیں کرتا ہے

ایں[3] بتقدیرِ سخن گفتم ترا
یہ میں نے تجھ سے فرضی بات کہہ دی
ورنہ خود دستش کجا و آں کجا
ورنہ اس کا ہاتھ کہاں اور وہ (پردہ) کہاں

خالہ را خایہ بدے خالو بدے
خالہ کے اگر خصیہ ہوتا، وہ خالو ہوتی
این بتقدیرست یعنی گر بدے
یہ فرضی بات ہے، یعنی اگر ہوتا

از زباں تا چشم کو پاک از شک ست
زبان (کے ذکر) سے آنکھ (کے مشاہدہ) تک کہ وہ شک سے پاک ہے
صد ہزاراں سال گویم اندک ست
اگر میں لاکھوں سال (کی مسافت) کہوں تو کم ہے

---

1. کور۔ جس میں مشاہدہ کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ بھی جس وقت اس نور سے متاثر ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بینا سمجھنے لگتا ہے۔ سخت۔ جس کو مشاہدہ حاصل نہیں ہے وہ خوشی میں مست ہو کر سمجھتا ہے کہ مشاہدہ حاصل ہو گیا اس کو خطاب ہے کہ تھوڑی سی اور محنت کر لے تب اس مقام پر پہنچے گا۔ ایں نصیب۔ یہ تو اس شخص کی حالت تھی جس کو مشاہدہ حاصل نہیں، جس کو حاصل ہوتا ہے اس کی حالت اس سے سوگنی ہوگی۔

2. وانکہ۔ اس نور کے مشاہدے سے جو کیفیت حاصل ہوئی اس کی تشریح شیخ بوعلی سینا اپنی عقل اور فلسفہ کے زور سے نہیں کر سکتا۔ گر شود۔ مقام مشاہدہ، مجاہدہ سے حاصل ہوگا مشاہدہ کا پردہ دلائل سے نہ ہٹے گا۔ وائے۔ جو شخص نبوت کے واسطے کے بغیر محض عقلی دلائل سے وصول الی اللہ کی کوشش کرے گا اس کے لیے ہلاکت ہے۔

3. ایں۔ یہ بات کہ اگر کوئی محض عقل کے ہاتھ سے پردے کو ہٹانے کی کوشش کرے گا تو خدائی تلوار اس کا ہاتھ کاٹ دے گی۔ یہ بات میں نے بطور فرض کے کہہ دی ہے ورنہ یہ ہاتھ سے پردہ ہٹانے کی کوشش ممکن ہی نہیں ہے۔ خالہ۔ یہ اسی طرح کی فرضی بات ہے جیسے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اگر خالہ کے خصیہ ہوتا تو وہ خالو بن جاتی۔ از زبان۔ زبانی دلائل سے مشاہدہ تک پہنچنے میں اگر میں لاکھوں سال کا فاصلہ بتاؤں تو وہ بھی کم ہے۔

Marfat.com

ہیں[1] مشو نومید نور از آسماں
خبردار! مایوس نہ ہو آسمان سے نور

حق چو خواہد می رسد در یک زماں
جب خدا چاہتا ہے فوراً پہنچ جاتا ہے

صد اثر در کانہا از اختراں
ستاروں کے سینکڑوں اثرات، کانوں میں

می رساند قدرتش در ہر زماں
اس کی قدرت ہر وقت پہنچاتی ہے

اخترِ گردوں ظلم را ناسخ ست
آسمان کا ستارہ تاریکیوں کو دور کر دیتا ہے

اخترِ حق در صفاتش راسخ ست
اللہ (تعالیٰ) کا ستارہ اپنی صفات میں مضبوط ہے

چرخِ پانصد سالہ راہ اے مستعیں
اے مدد کے طالب! آسمان پانچ سو سال کی مسافت پر

در اثر نزدیک آمد با زمیں
اثر کرنے میں، زمین کے نزدیک ہے

سہ ہزاراں[2] سال و پانصد تا زحل
زحل (ستارے) تک ساڑھے تین ہزار سال (کا راستہ ہے)

دمبدم خاصیتش آرد عمل
اس کی خاصیت ہر وقت عمل کر رہی ہے

درہمش آرد چو سایہ درایاب
آنے میں اس کو سایہ کی طرح درہم (برہم) کر دے

طولِ سایہ چیست پیشِ آفتاب
سورج کے سامنے سایہ کی درازی کیا چیز ہے؟

و ز نفوسِ پاک اختروش مدد
پاک نفوس کی جانب سے مدد، ستاروں کی طرح

سوئے اخترہائے گردوں می رسد
آسمان کے ستاروں کی جانب پہنچتی ہے

ظاہراً آں اختراں قوامِ ما
بظاہر وہ ستارے ہمارے وجود کا باعث ہیں

باطنِ ما گشتہ قوامِ سما
ہمارا باطن آسمان کی ماہیت بنانے والا ہے

در بیان آنکہ حکمائے طبیعی گویند آدمی عالمِ صغیرست و حکمائے الٰہی عالمِ کبیرست زیراکہ علمِ آں حکماء بر صورتِ آدمی مقصور بود و علمِ اینہا بر باطنِ آدمی موصول

اس بیان میں کہ حکمائے فلسفہ کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ صغیر ہے اور خدائی حکما کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ کبیر ہے کیونکہ ان حکما کا علم آدمی کی صورت پر منحصر تھا اور ان کا علم آدمی کے باطن سے وابستہ ہے

[1] ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی دوری سے گھبرا کر اس کی کوشش نہ چھوڑ بیٹھنا جب اللہ تعالیٰ اس فاصلہ کو کم کرنا چاہیں گے تو وہ فوراً کم ہو جائے گا۔ چاند ستاروں کا زمین سے فاصلہ کروڑوں سال کی مسافت کا ہے لیکن قدرت ان کی روشنی فوراً زمین تک پہنچا دیتی ہے۔ صد اثر۔ سورج اور چاند کی شعاعیں کانوں میں ہیرے، جواہر بناتی ہیں اور وہ اثرات ان سے کانوں تک فوراً پہنچ جاتے ہیں۔ اختر گردوں۔ جب چاند سورج وغیرہ اپنی روشنی سے زمین کی تاریکیوں کو مٹاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں ان سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔ چرخ۔ آسمان کا زمین سے پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن زمین پر اثر انداز ہونے میں وہ فاصلہ کچھ بھی نہیں ہے۔

[2] سہ ہزاراں۔ زحل ستارہ جو کہ ساتویں آسمان پر ہے اس میں اور زمین میں ساڑھے تین ہزار سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن ہر وقت زمین پر اثر انداز ہے۔ درہمش۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اس زحل کے اثرات کو جبکہ وہ زمین کی طرف لوٹ رہے ہوں درہم برہم کر دے۔ آفتاب حق کے سامنے ان اثرات کی جو سایہ کی طرح ہیں کیا حقیقت ہے۔ وز نفوس۔ پہلے یہ کہا تھا کہ آسمان کے ستارے ہم پر اثر ڈال رہے ہیں اب فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارے اثر انداز ہیں اسی طرح انبیا اور اولیا کا وجود ستاروں پر اثر انداز ہے۔

[3] قوام۔ وہ چیز جو کسی چیز کی ماہیت بنائے۔ در بیان۔ حکماء فلاسفہ انسان کو چھوٹا جہان اور دنیا کو بڑا جہان مانتے ہیں اور صوفیا انسان کو بڑا عالم اور دنیا کو چھوٹا عالم مانتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فلاسفہ کی نظر انسان کے ظاہر پر ہے۔

Marfat.com

پس بصورت[1] عالمِ صغریٰ توئی
صورت کے اعتبار سے تو چھوٹا جہان ہے
پس بمعنی عالمِ کبریٰ توئی
باطن کے اعتبار سے تو بڑا جہان ہے

ظاہراً آں شاخ اصلِ میوہ است
بظاہر ٹہنی پھل کی جڑ ہے
باطناً بہرِ ثمر شد شاخ ہست
حقیقتاً ٹہنی پھل کے لیے وجود میں آئی ہے

گر نبودے میل و اُمیدِ ثمر
اگر پھل کی خواہش اور امید نہ ہوتی
کے نشاندے باغباں بیخِ شجر
تو باغبان درخت کی جڑ کب بوتا

پس بمعنی آں شجر از میوہ زاد
پس درخت حقیقتاً پھل سے، پیدا ہوا ہے
گر بصورت از شجر بودش وِلاد
اگرچہ بظاہر درخت سے اسکی پیدائش ہے

مصطفیٰؐ زیں گفت کادمؑ و انبیاء
مصطفیٰ ﷺ نے اسی لیے فرمایا ہے کہ (حضرت) آدم علیہ السلام اور انبیاء
خلفِ من باشند در زیرِ لِوا
میرے پیچھے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

بہرِ ایں[2] فرمودہ است آں ذو فنون
اسی لیے ان جامع کمالات نے فرمایا ہے
رمزِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ
''ہم آخر میں ہیں اور پہلے ہیں'' کا اشارہ

گر بصورت من ز آدمؑ زادہ ام
اگرچہ بظاہر میں آدم علیہ السلام سے پیدا ہوا ہوں
من بمعنی جَدِّ جد افتادہ ام
میں حقیقتاً پردادا واقع ہوا ہوں

کز[3] برائے من بدش سجدہ ملک
کیونکہ فرشتوں کا ان کو سجدہ میرے لیے ہی تھا
و ز پے من رفت بر ہفتم فلک
اور میرے لیے ہی وہ ساتویں آسمان پر گئے

پس ز من زائید در معنی پدر
پس حقیقتاً باپ مجھ سے پیدا ہوا
پس ز میوہ زاد در معنی شجر
اور اصلاً درخت پھل سے پیدا ہوا

اوّلِ فکر آخر آمد در عمل
ابتدائی فکر و عمل، وجود میں آخر میں آتا ہے
خاصہ فکرے گو بود وصفِ ازل
خصوصاً وہ ارادہ جو ازل کی صفت ہو

حاصل، اندریک زماں از آسماں
خلاصہ یہ ہے کہ آسمان سے تھوڑے وقفہ میں
میرَوَد می آید ایدر کارواں
اب قافلہ آتا جاتا ہے

---

1. پس بصورت۔ یعنی انسان تمام کائنات عالم کے نمونوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے۔ عالم کبریٰ۔ چونکہ حقیقتِ اسماءِ الٰہیہ اور حقائق کونیہ کا جامع ہے۔ شاخ۔ یعنی عالم۔ ثمر۔ یعنی انسان۔ گر نبودے۔ اگر انسان کی تخلیق، قدرت کا منشا نہ ہوتی تو عالم کو نہ پیدا کیا جاتا۔ آں شجر۔ تو گویا عالم انسان سے پیدا ہوا ہے۔ مصطفیٰ۔ حدیث شریف وَاَنَا حَامِلُ لِوَآءُ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَحْتَہٗ اٰدَمُ وَمِنْ دُوْنَہٗ وَلَا فَخْرَ یَعْنِیْ ''میں قیامت کے روز لوائے حمد اٹھانے والا ہوں جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام انبیا ہوں گے اور اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔'' یہ اسی لیے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی تخلیق سے مقصود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ لوا۔ جھنڈا۔
2. بہر ایں۔ چونکہ مقصود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق تھی اسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اگرچہ آخر میں بھیجا گیا ہوں لیکن چونکہ مقصودِ اصلی میں ہوں لہٰذا میں پہلے ہوں، کسی چیز کی علتِ غائی وجودِ خارجی میں اگرچہ مؤخر ہوتی ہے لیکن وجودِ ذہنی میں وہ اس چیز سے پہلے موجود ہوتی ہے۔ جد جد۔ چونکہ حقیقت آدم کا ظہور حقیقت محمدیہ سے ہوا ہے۔
3. کز برائے۔ حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ اسی لیے بنے کہ ان کی پشت میں نورِ محمدی تھا۔ رفت ان کو معراج اسی لیے کرائی گئی تا کہ وہ نورِ محمدی سے فیض حاصل کر سکیں۔ پدر۔ حضرت آدم علیہ السلام۔ اوّل فکر۔ ہونے والی ہر چیز کا فکر اور تصور اس کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتا ہے گھر رہنے کے لیے اور درخت پھل کے لیے وجود میں آتا ہے تو ان کے تصورات ان کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتے ہیں۔ حاصل۔ یہاں سے مولانا نے پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کیا ہے کہ ذکر اور مشاہدہ کے فاصلہ سے سالک کو گھبرانا نہ چاہیے، قدرت ان فاصلوں کو کم کر دیتی ہے۔ ایدر۔ اب۔

نیست بر ایں کارواں ایں رہ دراز ‏ ‏ ‏ کے مفازہ[1] زفت آید با مفاز
اس قافلہ پر یہ راستہ دراز نہیں ہے ‏ ‏ ‏ کامیابی کے ہوتے ہوئے جنگل کب بھاری پڑتا ہے

دل بکعبہ میرود در ہر زماں ‏ ‏ ‏ جسم، طبعِ دل بگیرد ز امتناں
ہر وقفہ میں، دل کعبہ کو جاتا ہے ‏ ‏ ‏ جسم، احسان (خداوندی) سے دل کی طبیعت اختیار کر لیتا ہے

ایں دراز و کوتہی مر جسم راست ‏ ‏ ‏ چہ دراز و کوتہ آنجا کہ خداست
یہ درازی اور کوتاہی جسم کے لیے ہے ‏ ‏ ‏ جہاں خدا ہے وہاں دراز و کوتاہ کیا ہوتا ہے؟

چوں خدا مر جسم را تبدیل کرد ‏ ‏ ‏ رفتنش بے فرسخ و بے میل کرد
جب خدا نے جسم کو بدل دیا ‏ ‏ ‏ اس کا چلنا بے فرسخ اور بے میل کر دیا

صد امیدست ایں زماں بردار گام ‏ ‏ ‏ عاشقانہ اے فتیٰ خلِّ الکلام
اب سو امیدیں ہیں، قدم بڑھا ‏ ‏ ‏ عاشقوں کی طرح، اے نوجوان! باتیں بنانا چھوڑ دے

گرچہ[2] پیلہ چشم برہم می زنی ‏ ‏ ‏ در سفینہ خفتہ رہ میکنی
اگرچہ تو پلکیں جھپکا رہا ہے ‏ ‏ ‏ تو کشتی میں سوتا ہوا سفر کر رہا ہے

تفسیرِ ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃُ نُوْحٍ مَّنْ تَمَسَّکَ بِھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرَقَ

اس حدیث کی تفسیر کہ میری امت کی مثال، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے جو اس سے وابستہ ہوا وہ بچا اور جو اس سے بچھڑا وہ ڈوبا

بہرِ ایں فرمود پیغمبرؐ کہ من ‏ ‏ ‏ ہمچو کشتی ام بطوفانِ زمن
اسی لیے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ‏ ‏ ‏ زمانہ کے طوفان میں کشتی کی طرح ہوں

ما و اصحابمؓ چوں کشتیِ نوحؑ ‏ ‏ ‏ ہر کہ دست اندر زند یابد فتوح
ہم اور ہمارے ساتھی (حضرت) نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہیں ‏ ‏ ‏ جو سہارا پکڑ لے گا، نجات پا جائے گا

چونکہ با شیخی تو دور از زشتی ‏ ‏ ‏ روز و شب سیاری و در کشتی
جبکہ تو شیخ کے ساتھ ہے، برائی سے دور ہے ‏ ‏ ‏ تو دن رات چل رہا ہے، اور تو کشتی میں ہے

در پناہِ جانِ جاں بخشے توئی ‏ ‏ ‏ کشتی اندر خفتہ رہ میروی
تو جان بخشنے والے کی جان کی پناہ میں ہے ‏ ‏ ‏ تو کشتی میں سویا ہوا ہے، راستہ طے کر رہا ہے

---

[1] مفازہ۔ اگر کامیابی ہوتی ہے تو راہ کا فاصلہ اور دشواری معدوم ہو جاتی ہے۔ دل۔ انسان کا دل ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے کعبہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جسم۔ اللہ کا کرم ہو تو جسم بھی دل کی رفتار اختیار کر لیتا ہے اور بزرگوں سے طی الارض کی کرامت ظاہر ہو جاتی ہے۔ ایں دراز۔ راستہ کی درازی اور کوتاہی جسم کے لیے ہے، روح کے لیے نہیں ہے۔ چوں خدا۔ معراج میں انبیا کے لیے یہی صورت پیش آتی ہے۔ فرسخ۔ تین میل کا فاصلہ۔ صد امیدست۔ مجاہدہ کرنے والے کو قیل و قال کو ترک کر کے عمل میں لگ جانا چاہیے، خدا سے امید ہے کہ وہ مشاہدہ کی منزل تک پہنچا دے گا۔

[2] گرچہ۔ سالک بھی آنکھیں بند کر کے عمل کرے تو منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ پیلہ چشم۔ پلکیں۔ سفینہ۔ کشتی، انسان کشتی میں بیٹھا ہو تو اگر وہ سو بھی جائے تب بھی منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔

[3] بہر ایں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت پر عمل کر کے ایک انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ فتوح۔ کامیابی۔ چونکہ۔ سالک کے لیے شیخ کی صحبت حضرت نوح کی کشتی کا وہ کام کرتی ہے۔ سیار۔ چلنے والا۔ جان بخشے۔ یعنی شیخ۔ پیغمبر۔ یعنی اس زمانہ کا شیخ۔

Marfat.com

مگسِل از پیغمبر ایامِ خویش
اپنے زمانے کے پیغمبر سے جدا نہ ہو

تکیہ کم کن بر فن و بر گامِ خویش
اپنی تدبیر اور اپنے قدم پر بھروسا نہ کر

گرچہ[1] شیری چوں روی رہ بے دلیل
اگرچہ تو شیر ہے، جب تو بغیر رہنما کے راستہ طے کرے گا

ہمچو روبہ در ضلالی و ذلیل
لومڑی کی طرح گمراہی میں ہے اور ذلیل ہے

ہیں مپر اِلا کہ با پرہائے شیخ
خبردار! شیخ کے پروں کے بغیر پرواز نہ کر

تا بہ بینی عونِ لشکرہائے شیخ
تاکہ تو شیخ کے لشکروں کی مدد دیکھے

یک زمانے موجِ لطفش بالِ تست
ایک وقت اس کی مہربانی کی موج، تیرا بازو ہے

آتشِ قہرش دمے حمالِ تست
کسی وقت، اس کے قہر کی آگ تیری باربردار ہے

قہرِ او را ضدِّ لطفش کم شمر
اس کے قہر کو، اس کی مہر کی ضد نہ سمجھ

اتحادِ ہر دو بیں اندر اثر
اثر میں دونوں کی یکسانیت دیکھ

یک زماں چوں خاک[2] سبزت می کند
ایک وقت میں وہ تجھے مٹی کی طرح سرسبز کر دیتا ہے

یک زماں پُر باد و گبزت می کند
ایک وقت میں پُر شوکت اور عالی قدر بنا دیتا ہے

جسمِ عارف را دہد وصفِ جماد
سالک کے جسم کو مٹی کی خاصیت عطا کر دیتا ہے

تا بَرو روید گل و نسرین شاد
تاکہ اس پر پھول اور عمدہ گلِ سیوتی اگے

لیک او بیند نہ بیند غیرِ او
لیکن وہی اس کو دیکھتا ہے اس کا غیر نہیں دیکھتا ہے

جز بمغزِ پاک ندہد خلد بو
بہشت، پاک مغز (والے) کے علاوہ کسی کو خوشبو نہیں دیتی ہے

مغز را خالی کن از انکارِ یار
دوست کے انکار سے دماغ کو خالی کر لے

تاکہ ریحاں یابی از گلزارِ یار
تاکہ تو دوست کے چمن سے خوشبو سونگھے

تا بیابی بوئے خلد از یارِ من
تاکہ تو میرے دوست کے ذریعہ بہشت کی خوشبو حاصل کرے

چوں[3] محمدؐ بوئے رحماں از یمن
جیسا کہ آنحضور ﷺ نے، یمن سے خدا کی خوشبو (حاصل کی)

در صفِ معراجیاں گر بیستی
اگر تو معراج والوں کی صف میں کھڑا ہو گا

چوں بُراقت بر کشاید نیستی
فنا تیرے لیے براق کی طرح پر پھیلا دے گی

نے چو معراجِ زمینے تا قمر
گرد کی قمر تک کی معراج کی طرح نہیں

بلکہ چوں معراجِ کلکے تا شکر
بلکہ نے کے شکر بننے تک کی معراج کی طرح

---

1. گرچہ۔ سالک خواہ کیسا ہی ہو سلوک بغیر شیخ کے مشکل ہے۔ پرہائے شیخ۔ یعنی شیخ کی توجہ۔ عون۔ شیخ کی توجہات سے منزل طے ہوگی۔ یک زمانے۔ شیخ کبھی اپنی صفتِ جمال کے ساتھ تربیت کرتا ہے کبھی صفتِ جلال کے ساتھ تو شیخ کی نرمی اور سختی دونوں مدارج کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔ قہرِ او۔ شیخ کی محبت اور غصہ دونوں کے اثرات مرید کے لیے مفید ہیں لہٰذا اثر کے اعتبار سے ایک دوسری کی ضد نہیں ہے۔

2. چوں خاک۔ یعنی شیخ اپنے قہر سے مرید کو متواضع بناتا ہے اور اس میں اخلاقِ حسنہ کا سبزہ اگاتا ہے۔ پُر باد۔ یعنی شان و شوکت والا۔ گبز۔ موٹا، فربہ۔ وصفِ جماد۔ یعنی خاکساری۔ لیک۔ مرید کی اس روحانی شادابی کو شیخ دیکھتا ہے۔ مغز۔ شیخ کے ساتھ بے اعتقادی فیض سے مانع ہے۔

3. چوں۔ یہ حضرت اویس قرنیؓ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت اویس یمن میں رہتے تھے اور بڑے عاشقِ رسول تھے لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ "میں یمن کی جانب سے خدا کی خوشبو سونگھتا ہوں۔" یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حضرت اویسؓ کی خوشبو کے بارے میں تھا۔ نیستی۔ یعنی مقامِ فنا۔ نے چو معراج۔ بزرگوں کی صحبت میں جو معراج ہوگی وہ ایسی معراج نہ ہوگی جیسی کہ دھویں یا غبار کی معراج آسمان تک ہے بلکہ ایسی بامعنی معراج ہوگی جیسی کہ نے کو معراج حاصل ہو کر اس میں شکر پیدا ہو جاتی ہے۔

نے چو معراجِ بخارے تا سما — بل چو معراجِ جنینے تا نہا

دھویں کی آسمان تک کی معراج کی طرح نہیں — بلکہ پیٹ کے بچہ کی عقل تک، معراج کی طرح

خوش[1] بُراقے گشت خنگِ نیستی — سوئے ہستی آردت گر نیستی

فنا کا گھوڑا، بہت اچھا بُراق بنا — اگر تو فانی ہے، تجھے بقا کی جانب لے آتا ہے

کوہ و دریاہا سُمش مس می کند — تا جہانِ حس را پس می کند

اس کے سم پہاڑ اور دریاؤں کو چھوتے ہیں — یہاں تک کہ وہ محسوس دنیا کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے

پا بکش در کشتی و می رَو رواں — چوں سوئے معشوق، جاں جانِ رواں

پستی میں قدم رکھ، اور چلا چل — جیسا کہ جان، معشوق کی طرف جاتی ہے جو روح کی روح ہے

دست[2] نے و پائے نے رو تا قِدَم — آنچناں کہ تاخت جانہا از عدم

بغیر ہاتھ اور بغیر پاؤں کے قدیم کی طرف چل — جس طرح کہ روحیں عدم سے دوڑ آئیں

بَر دَریدے در سخن پردہ قیاس — گر نبودے سمع سامع را نعاس

(یہ تقریر) بات میں قیاس کا پردہ چاک کر دیتی — اگر سننے والے کی سماعت پر اونگھ نہ طاری ہوتی

اے فلک[3] بر گفتِ او گوہر ببار — از جہانِ او جہانا شرم دار

اے آسمان! اس کی گفتگو پر موتی برسا — اے دنیا! تو اس کے جہان سے شرم کر

گر بباری گوہرت شش تا شود — جامدت گوینده و بینا شود

اگر تو موتی برسائے وہ چھ گنا ہو جائیں گے — تیرا بے جان، بولنے والا اور دیکھنے والا ہو جائے گا

پس نثارے کردہ باشی بہرِ خود — چونکہ ہر سرمایۂ تو صد شود

تو تیرا نچھاور خود تیرے لیے ہو گا — جبکہ تیرا ہر سرمایہ سو گنا ہو جائے گا

ہمچو آں ہدیہ کہ بلقیس از سبا — بر سلیمانؑ می فرستاد اے کیا

اس ہدیہ کی طرح جو بلقیس نے سبا سے — (حضرت) سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا اے عقلمند!

قصۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیس از شہرِ سبا بسوئے سلیمان علیٰ نبینا و علیہ السلام

بلقیس کا شہر سبا سے سلیمان علیہ السلام کو ہدیہ بھیجنے کا قصہ
ان پر اور ہمارے نبی پر سلام ہو

---

1. خوش۔ یعنی فن کا براق ایسا ہے کہ اگر تم فنا کا مقام حاصل کر چکو گے تو تمہیں بقا کی طرف لے آئے گا یعنی سیر عروجی کے بعد سیر نزولی ہوگی اور تم پھر اپنی ہستی میں آجاؤ گے۔ کوہ۔ فنا کا مقام حاصل ہو جانے پر سالک دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پابکش۔ شیخ کی صحبت میں جو سیر ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح جان معشوق کی طرف کھنچتی ہے۔

2. دست نے۔ اس سیر میں ہاتھ پاؤں کام نہیں آتے ہیں اور یہ سیر ایسی ہے جیسے روح کی سیر عدم سے وجود کی طرف ہوتی ہے۔ بردریدے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ عروج ونزول اور فنا وبقا کی تقریر اس درجہ کی ہے کہ اس کے بعد کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہ ہوگی اگر سننے والا ہوش وحواس سے اس کو سن لے۔ نعاس۔ اونگھ۔

3. اے فلک۔ یہ اس قدر بے حقائق تقریر ہے کہ اس پر آسمان کو موتی برسانے چاہئیں اور عالم ظاہر کو اس عالم معنی سے شرم آنی چاہیے۔ گر بباری۔ گوہر نثاری میں خود آسمان کا فائدہ ہے اس کے موتی چھ گنا ہو جائیں گے اور اس کی بے جان مخلوق گویا اور بینا بن جائے گی۔ پس۔ مرید جس قدر بھی اعتقاد کے موتی برسائے گا اس میں خود اس کا فائدہ ہے اب اسی مناسبت سے مولانا بلقیس کا قصہ نقل کرتے ہیں۔ بلقیس۔ یہ یمن میں شہر سبا کی ملکہ تھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو انہوں نے ہدیہ بھیجا تھا۔

هدیۂ بلقیس چہل[1] اُشتر بُدست — بارِ آنہا جملہ خشتِ زر بدست
بلقیس کا ہدیہ، چالیس اونٹ تھے — ان کا بوجھ سب سونے کی اینٹیں تھا

چوں بصحرایِ سلیمانی رسید — فرشِ آں را جملہ زر پختہ دید
جب وہ (قافلہ حضرت) سلیمان علیہ السلام کے علاقہ میں پہنچا — اس کا تمام فرش خالص سونے کا دیکھا

بر سرِ زر تا چہل منزل براند — تا کہ زر را در نظر آبے نماند
چالیس منزل تک سونے پر چلتا رہا — یہاں تک کہ (اس کی) نظر میں سونے کی وقعت نہ رہی

بارہا گفتند زر را وابریم — سوئِ مخزن، ما چہ بیکار اندریم
انہوں نے بارہا کہا سونے کو واپس لے جائیں — خزانے میں، ہم کس بیکار کام میں لگے ہیں؟

عرصۂ کش خاک زرِّ دہ دہی ست — زر بہدیہ بردن آنجا ابلہی ست
وہ علاقہ جس کی زمین خالص سونا ہے — وہاں تحفہ میں سونا لے جانا بے وقوفی ہے

اے ببردہ عقل ہدیہ تا اِلٰہ — عقل آنجا کمترست از خاکِ راہ
اے عقل کا ہدیہ اللہ کی جانب لیجانے والے — وہاں عقل راستہ کی مٹی سے (بھی) کم ہے

چوں کسادِ ہدیہ آنجا شد پدید — شرمساری شاں ہمی واپس کشید
جب تحفہ کا گھٹیا پن وہاں کھل گیا — شرمندگی نے ان کو واپس لوٹایا

باز گفتند[2] از کساد و از روا — چیست برما بندہ فرمانیم ما
پھر انہوں نے کہا گھٹیا پن اور بڑھیا پن سے — ہمیں کیا ہم تو حکم کے غلام ہیں

گر زر و گر خاک مارا بُردنی ست — اُمرِ فرماندہ بجا آوردنی ست
خواہ سونا ہے خواہ مٹی ہمیں لے جانا ہے — حاکم کا حکم بجا لانا ہے

گر بفرمایند[3] کیں واپس برید — ہم بفرماں تحفہ را بازآورید
اگر وہ حکم دیں کہ اس کو واپس لے جاؤ — حکم ہی سے تحفہ واپس لے آؤ

امر و فرماں را ہمی باید شنید — تا بدانجا ہدیہ را باید کشید
حکم اور فرمان کو سننا چاہیے — وہاں تک ہدیہ کو لے جانا چاہیے

خوش رواں گشتند با ہدیہ رواں — تا بتختِ آں سلیمانِ جہاں
ہدیہ کے ساتھ تیزی سے روانہ ہو گئے — اس شاہِ جہاں کے تخت کی جانب

خندہ اش آمد چوں سلیمانؑ آں بدید — کز شما من کے طلب کردم مزید
جب (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے وہ دیکھا ان کو ہنسی آئی — میں نے تم سے مزید (ایمان کے علاوہ) کب طلب کیا تھا؟

---

1. چہل۔ چالیس۔ خشتِ زر۔ سونے کی اینٹیں۔ زرِ پختہ۔ خالص سونا۔ ہر سرِ زر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزے سے ایسا ہوا تھا۔ آب۔ رونق۔ گفتند۔ یعنی ہدیہ لانے والوں نے کہا۔ مخزن۔ یعنی حضرت بلقیس کا خزانہ۔ زرِ دہ دہی۔ خالص سونا۔ ابلہی۔ بیوقوفی۔ عقل ہدیہ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں عقلی باتیں ایسی ہی بیکار ہیں جیسا کہ حضرت بلقیس کا ہدیہ۔ واپس کشید۔ یعنی ہدیہ لانے والے شرمندہ ہوئے اور انہوں نے ہدیہ واپس لے جانا چاہا۔
2. باز گفتند۔ یعنی پھر انہوں نے آپس میں کہا کہ ہمیں ہدیہ کے اچھے اور بُرے ہونے سے کوئی بحث نہیں ہونی چاہیے ہم تو حکم کے تابع ہیں۔ فرماندہ۔ حاکم۔
3. گر بفرمایند۔ یعنی اگر حضرت سلیمان علیہ السلام قبول نہ کریں گے۔ رواں۔ دوسرا لفظ پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ سلیمانِ جہاں۔ یعنی شاہ جہاں۔ خندہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس مال کو دیکھ کر ہنسے اور فرمایا میں نے صرف ایمان طلب کیا ہے مال طلب نہیں کیا ہے۔ مزید۔ یعنی مال۔

Marfat.com

من نمی گویم[1] مرا ہدیہ دہید ‏ بلکہ گفتم لائقِ ہدیہ شوید
میں نے نہیں کہا کہ مجھے ہدیہ دو ‏ بلکہ میں نے کہا کہ ہدیہ کے لائق ہو

کہ مرا از غیب نادر ہدیہاست ‏ کہ بشر آں را نیارد نیز خواست
کیونکہ میرے لیے غیب سے انوکھے ہدیے ہیں ‏ کہ انسان ان کی تمنا بھی نہیں کر سکتا

میپرستید اخترے کو زر کند ‏ رو باو آرید کو اختر کند
تم ستارے کو پوجتے ہو کیونکہ وہ سونا بناتا ہے ‏ تم اس کی طرف رخ کرو جو ستارہ بناتا ہے

میپرستید آفتابِ چرخ را ‏ خوار کردہ جانِ عالی نرخ را
تم آسمان کے سورج کو پوجتے ہو ‏ تم نے گراں قدر جان کو ذلیل کر دیا

آفتاب از امرِ حق طباخِ[2] ماست ‏ ابلہی باشد کہ گویم او خداست
سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے ‏ میں اس کو خدا کہوں تو حماقت ہو گی

آفتابت گر بگیرد چوں کنی ‏ آں سیاہی زو تو چوں بیروں کنی
تیرا سورج گہن میں آ گیا تو تو کیا کرے گا؟ ‏ تو اس کالک کو اس سے کیسے ہٹائے گا؟

نے بدرگاہِ خدا آری صداع ‏ ایں سیاہی را ببر وا دِہ شعاع
کیا خدا کے دربار میں (اس) دردسر کو پیش نہ کرے گا ‏ (کہ) اس کالک کو دور کر دے، شعاع واپس کر دے

گر کشندت[3] نیم شب خورشید کو ‏ تا بنالی یا امان خواہی ازو
اگر تجھے آدھی رات میں قتل کریں، سورج کہاں ہے؟ ‏ تاکہ تو اس سے فریاد کرے یا امان چاہے

حادثات اغلب بشب واقع شود ‏ واں زماں معبودِ تو غائب بود
حادثے عموماً رات میں ہوتے ہیں ‏ اس وقت تیرا خدا غائب ہوتا ہے

سوی حق گر راستانہ خم شوی ‏ وارہی از اختراں محرم شوی
تو اگر سچائی سے اللہ (تعالیٰ) کی جانب جھکے ‏ تو ستاروں سے نجات پا جائے، محرمِ راز بن جائے

چوں شوی محرم کشایم با تو لب ‏ تا بہ بینی آفتابے نیم شب
جب تو محرم بن جائے میں تیرے سامنے لب کشائی کروں گا ‏ تاکہ تو آدھی رات میں سورج دیکھ لے

---

[1] من نمی گویم۔ حضرت سلیمان نے فرمایا اَتُونِیْ مُسْلِمِیْنَ "میرے پاس مسلمان ہو کر آ جاؤ" لائق ہدیہ۔ یعنی مسلمان ہو جاؤ گے تو ہدیہ دینے کے قابل بن جاؤ گے۔ کہ۔ میں دنیا کی دولت کے ہدیوں سے بے نیاز ہوں۔ خدا نے مجھے ایسی دولتیں عنایت کر دی ہیں کہ کوئی انسان حاصل کرنا تو درکنار ان کی آرزو بھی نہیں کر سکتا۔ می پرستید۔ چونکہ سورج کی شعاعوں سے کانوں میں سونا بنتا ہے اس لیے تم سورج کی پرستش کرتے ہو، تمہیں تو اس خدا کو پوجنا چاہیے جس نے سورج کو بنایا ہے۔ خوار کردہ۔ تمام کائنات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بنائی ہے تو وہ انسان کی خادم ہے نہ کہ معبود ایسی چیزوں کو پوجنا انسان کا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔

[2] طباخ۔ پکانے والا۔ سورج کی شعاعوں سے کھیتیاں اور تمام پھل پکتے ہیں۔ گر بگیرد۔ سورج گرہن میں آتا ہے تو ایسی ناقص اور مجبور چیز کو پوجنا کیا عقلمندی ہے۔ نے بدرگاہ۔ گرہن کے دور کرنے کے لیے تو خدا سے دعا کرتا ہے تو ایسی بے بس مخلوق کو پوجنے سے کیا فائدہ۔

[3] گر کشندت۔ رات کو سورج غائب ہوتا ہے تو رات اگر مصیبت آئی تو کس کو پکارے گا۔ رات ہی میں عموماً حوادث پیش آتے ہیں۔ سوی حق۔ مخلوق کو چھوڑ کر اگر تو خالق کے سامنے سجدہ ریز ہو گا تو مصائب سے نجات پا لے گا اور کائنات کا محرمِ راز بن جائے گا۔ چوں شوی۔ جب تو محرمِ راز بن جائے گا تو میں تجھے اسرار بتاؤں گا پھر تجھے اس سورج کا مشاہدہ ہو گا جو آدھی رات میں بھی موجود ہے۔

Marfat.com

جزؤ[1] روانِ پاک او را شرق نے
پاک روح کے سوا اس کا مشرق نہیں ہے
در طلوعش روز و شب را فرق نے
اس کے طلوع کے لیے دن، رات کا فرق نہیں ہے

روز آں باشد کہ او شارِق شود
دن وہ ہوتا ہے جب وہ طلوع کر آئے
شب نماند شب چو او بارِق شود
جب وہ چمکتا ہے رات، رات نہیں رہتی ہے

چوں نماید ذرّہ پیشِ آفتاب
جس طرح، ذرہ سورج کے سامنے نظر آتا ہے
خور چناں باشد دراں انوارِ پاک
ان پاک تجلیوں میں سورج، ایسا ہی ہوتا ہے

آفتابے[2] را کہ رخشاں می شود
وہ سورج کہ جب وہ چمکتا ہے
دیدہ پیشش کند و حیراں می شود
آنکھیں اس کے سامنے خیرہ اور حیران ہو جاتی ہیں

ہمچو ذرہ بینیش در نورِ عرش
تو عرش کے نور میں اس کو ذرہ دیکھے گا
پیشِ نورِ بیحدِ موفورِ عرش
عرش کے بے حد اور گھنے نور کے مقابلہ میں

خوارو مسکیں بینی او را بے قرار
تو اس کو ذلیل اور مسکین اور نہ ٹھہرنے والا دیکھے گا
دیدہ را قوت شدہ از کردگار
آنکھ کو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قوت حاصل ہو گئی ہے

کیمیائے کہ ازو یک ماثرے
وہ کیمیا جس کا ایک اثر یہ ہے کہ
بر دُخاں افتاد و گشت آں اخترے
دھوئیں پر پڑی اور وہ ستارہ بن گیا

نادر[3] اکسیرے کہ از وے نیم تاب
وہ عجیب اکسیر کہ اس کی آدھی چمک
بر ظلامے زد بگردش آفتاب
تاریکی پر پڑی اس کو سورج بنا دیا

بوالعجب میناگرے کز یک عمل
وہ کیمیا گر عجیب ہے کہ ایک عمل سے
بست چندیں خاصیت را بر زحل
زحل (ستارے) میں اس قدر خاصیتیں پیدا کر دیں

باقی اختر ہائے و گوہر ہائے جاں
بقیہ ستاروں اور جان کے جواہر کو
ہم بریں مقیاس اے طالب بداں
اے طالب! اسی پیمانے سے سمجھ لے

دیدۂ حسی زبونِ آفتاب
حسی آنکھ سورج سے مغلوب ہے
دیدۂ ربانی جوی و بیاب
خدائی آنکھ تلاش کر اور حاصل کر لے

---

1. جزؔ۔ اس کا مظہر صرف پاک روح ہے اور وہ ہر وقت موجود ہے۔ روزؔ۔ دنیاوی دن کوئی چیز نہیں، دن تو وہ ہے جب وہ آفتابِ حقیقت طلوع کرے اگر وہ رات میں بھی تجلی ڈال دے تو رات، رات نہیں رہتی۔ چوںؔ۔ جس طرح دنیاوی سورج کے مقابلہ میں ذرہ بے حقیقت ہے اسی طرح آفتابِ حقیقت کے مقابلہ میں یہ سورج بے حقیقت ہے۔

2. آفتابےؔ۔ یہ دنیاوی سورج جو نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے نورِ عرش کے مقابلہ میں ذرہ اور خوار و مسکین اور ناپائیدار ہے۔ دیدہؔ۔ اس قدر شدید نور کو دیکھنے کی خدا طاقت عطا فرما دیتا ہے اور انسان اس کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ کیمیائےؔ۔ وہ آفتابِ حقیقت ایسی کیمیا ہے کہ اس کے اثر سے دھواں سورج بن گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ایک مادہ دھوئیں کی شکل میں تھا جس سے آسمان بنایا گیا ہے تو ظاہر ہے اسی سے آسمانی کائنات بھی بنی ہے۔

3. نادرؔ۔ یہ خدا کی کیمیا گری ہے کہ اس نے دھوئیں سے سورج بنا دیا۔ میناگرؔ۔ کانچ بنانے والا چونکہ آسمان کانچ کی طرح صاف و شفاف ہے اس لیے یہاں لفظ میناگر سے استعارہ کیا ہے۔ زحلؔ۔ یہ ستارہ سب ستاروں سے بلند ساتویں آسمان پر ہے۔ باقیؔ۔ جس طرح آسمان اور سورج اللہ تعالیٰ کی کاریگری سے بنے ہیں اسی طرح روح کے موتیوں کو بھی سمجھ لو۔ دیدۂ حسیؔ۔ جسمانی آنکھ تو اس سورج کو بھی نہیں دیکھ پاتی ہے، مشاہدۂ حق کے لیے ربانی آنکھ کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

تا زبوں[1] گردد بہ پیشِ آں نظر　شعشعاتِ آفتاب با شرر
تاکہ اس نظر کے سامنے مغلوب ہو جائیں　چنگاریوں بھرے سورج کی شعاعیں
کاں نظر نوری و ایں ناری بود　نار پیشِ نور بس تاری بود
کیونکہ وہ نظر نوری اور یہ ناری ہوتی ہے　آگ، نور کے سامنے بہت تاریک ہو جاتی ہے

کرامات و نورِ شیخ عبداللہ مغربی قدس سرّہٗ

شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہ کا نور اور کرامات

گفت عبداللہ شیخ مغربی　شصت سال از شب ندیدم من شبی
شیخ عبداللہ مغربی نے فرمایا　ساٹھ سال سے میں نے رات کی تاریکی نہیں دیکھی
من ندیدم ظلمتے در شصت سال　نے بروز و نے بہ شب از اعتدال
میں نے ساٹھ سال میں کوئی تاریکی نہیں دیکھی　اعتدال کی بدولت نہ دن میں نہ رات میں
صوفیاں[2] گفتند صدقِ قالِ او　شب ہمی رفتیم در دنبالِ او
صوفیوں نے کہا ہے کہ ان کی بات کی تصدیق کے لیے　ہم رات کو ان کے پیچھے چلے
در بیابانہائے پُر از خار و گو　او چو ماہِ بدر مارا پیش رو
گڑھوں اور کانٹوں سے بھرے جنگلوں میں　وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہم سے آگے تھے
روی پس ناکردہ میگفتے بشب　ہیں گو آمد میل کن در سوی چپ
رات میں، منہ موڑے بغیر کہتے تھے　خبردار! گڑھا آ گیا بائیں جانب مڑ جا
باز گفتے بعد یک دم سوی راست　میل کن زیراکہ خارے پیشِ پاست
پھر تھوڑی دیر کے بعد کہتے دائیں جانب　مڑ جا، کیونکہ پاؤں کے نیچے کانٹا ہے
روز گشتہ[3] پای بوسش گشتہ ما　زانکہ بودش پاک از گل ہر دو پا
دن نکلے ہم ان کے پاؤں چومنے والے ہو گئے؟　کیونکہ ان کے دونوں پاؤں مٹی سے صاف تھے
روز گشتہ پاش را با پائے بوس　گشتہ پا ہا لیش چوپا ہائے عروس
دن نکلے ان کے پاؤں چومنے کی وجہ سے　ان کے پاؤں دلہن کے پاؤں کی طرح تھے
نے ز خاک و نے ز گل بر وے اثر　نز خراشِ خار و آسیبِ حجر
ان پر نہ خاک کا نشان تھا نہ مٹی کا نشان　نہ کانٹے کی خراش کا (نشان تھا) اور نہ پتھر کی چوٹ کا

---

1. تازبوں۔ جسمانی آنکھ سورج سے مغلوب ہے ربانی آنکھ سے سورج مغلوب ہو جاتا ہے شعشعات۔ شعاعیں۔ کاں نظر۔ ربانی آنکھ نورانی ہے اور جسمانی آنکھ ناری ہے، نار، نور کے بالمقابل تاریک ہو جاتی ہے۔ کرامات۔ شیخ عبداللہ مغربی کی اس کرامت سے ربانی آنکھ کے حالات بیان کئے ہیں۔ شبی۔ یعنی رات بنا اور اندھیرا۔ اعتدال۔ یعنی روحانی اعتدال۔

2. صوفیاں۔ صوفیوں نے بیان کیا ہے کہ ان کو آزمانے کے لیے ہم آدھی رات میں ان کے پیچھے چل پڑے۔ دنبال۔ پیچھے۔ گو۔ گڑھا۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ روی۔ یعنی وہ تاریک رات میں آگے آگے چل رہے تھے اور بغیر منہ موڑے پیچھے چلنے والوں کو گڑھے اور کانٹے سے بچنے کی ہدایت کر رہے تھے۔ یعنی ان کو نیچے کی چیزیں بھی اندھیرے میں نظر آ رہی تھیں۔

3. روز گشتہ۔ یعنی دن نکلنے پر ہم نے ان کی مزید کرامت یہ دیکھی کہ ان کے پاؤں پر مٹی بھی نہ لگی تھی تو ہم نے ازراہِ عقیدت ان کے پاؤں چومے۔ نے زخاک۔ ان کے پاؤں پر کانٹے اور پتھر کا کوئی نشان نہ تھا حالانکہ وہ کانٹوں اور پتھروں پر چلے تھے۔

Marfat.com

مغربی[1] را مشرقی کردہ خدای — کردہ مغرب را چو مشرق نور زای

اللہ (تعالیٰ) نے مغربی کو مشرقی بنا دیا تھا — مغرب کو مشرق کی طرح نور پیدا کرنیوالا بنا دیا تھا

نورِ ایں شمسِ شموس فارس ست — روزِ خاص و عام را او حارس ست

ستاروں کے اس سورج کا نور تیز رو ہے — عوام و خواص کے دن کا وہ نگہبان ہے

چوں نباشد حارس آں نورِ مجید — کہ ہزاراں آفتاب آرد پدید

وہ نورِ اعظم کیوں نگہبان نہ ہو گا؟ — جو ہزاروں سورج پیدا کر دے

تو بنورِ او ہمی رو در اماں — درمیانِ اژدہا و کژدماں

تو اطمینان سے اس کے نور کیساتھ چلا جا — اژدھوں اور بچھوؤں میں

پیشِ پیشت می رود آں نورِ پاک — می کند ہر رہزنے را چاک چاک

وہ پاک نور تیرے آگے آگے چلے گا — وہ ہر رہزن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

یَوْمَ[2] لَا یُخْزِی النَّبِیَّ را راست داں — نُوْرُ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ بخواں

یوم لا یخزی النبی کو سچ سمجھ — نور یسعی بین ایدیھم پڑھ لے

گرچہ[3] گردد در قیامت آں فزوں — از خدا اینجا بخواہید آزموں

وہ نور اگرچہ قیامت میں بڑھ جائے گا — آزمانے کیلیے یہاں بھی خدا سے مانگ لو

کو بہ بخشد ہم بمیغ و ہم بماغ — نورِ جاں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْبَلَاغْ

کیونکہ وہ ابر کو بھی اور کہر کو بھی بخشتا ہے — جان کا نور، اور خدا پہنچانے کو زیادہ جانتا ہے

باز گردانیدنِ سلیمان علیہ السلام رسولانِ بلقیس را با آں هدیہا کہ آوردہ بودند سوئے بلقیس و دعوت سلیمان بلقیس را بایمان و ترکِ آفتاب پرستی

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے قاصدوں کو مع ان ہدیوں کے جو وہ لائے تھے واپس کر دینا بلقیس کی جانب، اور حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان لانے اور سورج پرستی کے چھوڑنے کی دعوت دینا

باز گردید اے رسولانِ خجل — زر شما را، دل بما آرید دل

اے شرمندہ قاصدو! واپس ہو جاؤ — سونا تمہارا ہے، ہمارے لیے دل لاؤ دل

---

[1] مغربی۔ یعنی مغرب کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ مغرب۔ غروبِ آفتاب کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے۔ مشرق۔ طلوعِ آفتاب کے بعد روشنی پھیل جاتی ہے۔ شموس۔ یعنی ستارے۔ فارس۔ تیز رو۔ حارس۔ نگہبان۔ نورِ مجید۔ ذاتِ حق۔ بنورِ او۔ یعنی نورِ حق۔ پیش۔ خدائی نور سالک کے آگے آگے چلتا ہے اور اس کو مہلکات سے بچاتا ہے۔

[2] یوم۔ قرآن پاک میں ہے یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا "یہ وہ دن ہو گا جبکہ اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے ان کے ایمان کی روشنی ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب چل رہی ہو گی، دعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار، ہماری اس روشنی کو ہمارے لیے آخر دم تک قائم رکھ۔"

[3] گرچہ۔ اگرچہ اس نور میں قیامت میں اضافہ ہو گا لیکن یہاں بھی اس کے اضافہ کی دعا کر کے دیکھو۔ کو۔ کیونکہ جب وہ غیر جاندار چیزوں کو نور عنایت کر دیتا ہے تو اشرف المخلوقات کو کیوں عطا نہ کرے گا۔ خجل۔ شرمندہ، ہدیہ لانے والے حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہاں سونے کی ارزانی کو دیکھ کر سونے کا ہدیہ دینے پر شرمندہ ہو رہے تھے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سونے اور چاندی سے کام نہ چلے گا دل کی سلامتی کام آئے گی۔

Marfat.com

ایں زر من[1] بر سرِ آں زر نہید
میرے اس سونے کو اس سونے پر رکھ دو
کوریِ تن فرجِ اَستر را دہید
جسم کے اندھے پن کو خچری کی شرم گاہ کے حوالے کر دو

فرجِ اَستر لائق حلقہ زرست
خچری کی شرم گاہ سونے کے کڑے کے لائق ہے
زرِّ عاشق رویِ زرد و اصفرست
عاشق کا سونا، زرد اور پیلا چہرہ ہے

کہ نظر گاہِ خداوندست آں
کیونکہ وہ خدا کی نظر گاہ ہے
کہ نظر اندازِ خورشیدست کاں
کان، سورج کی نظر گاہ ہے

کو نظرگاہِ شعاعِ آفتاب
کجا سورج کی شعاع کی نظر گاہ؟
کو نظرگاہِ خداوندِ لباب
کجا عقلوں کے آقا کی نظر گاہ؟

از گرفتِ من ز جاں اسپر کنید
میری گرفت سے جان کی ڈھال بنا لو
گرچہ اکنوں ہم گرفتارِ مَنید
اگرچہ اب بھی تم میری گرفت میں ہو

مرغِ فتنہ دانہ[2] بر بام ست او
دانہ کا عاشق پرند، بالا خانہ پر ہے
پَر کشادہ بستۂ دام ست او
پر کھولے ہوئے، وہ جال میں پھنسا ہوا ہے

چوں بدانہ داد او دل را بجاں
چونکہ اس نے دل کو، جان سے دانہ کو دے دیا ہے
نا گرفتہ مر وُرا بگرفتہ داں
بغیر گرفتاری اس کو گرفتار سمجھ

آں نظر کہ سوئے دانہ می کند
وہ نگاہ جو وہ دانہ پر ڈالتا ہے
آں گرہ داں کو بپا بر میزند
اس کو وہ گرہ سمجھ جو وہ پاؤں پر لگاتا ہے

دانہ[3] گوید گر تو می دُزدی نظر
دانہ کہتا ہے اگرچہ تو نظریں چراتا ہے
من ہمی دُزدم ز تو صبر و مقر
میں تجھ سے صبر و قرار چرا رہا ہوں

چوں کشانید آں نظر ایں سو ترا
جب تجھے اس نظر نے اس جانب کھینچ لیا
پس مداں از خویشتن غافل مرا
تو مجھے اپنے سے غافل نہ سمجھ

چوں کشیدت آں نظر اندر پیم
جب تجھے وہ نظر میرے پیچھے لگا رہی ہے
پس بدانی کز تو من غافل نیم
تو یہ سمجھ لے کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں

---

[1] ایں زر من۔ یعنی یہاں سے اور سونا لے جاؤ تا کہ تمہاری حرص کو تسکین ہو۔ کوریِ تن۔ جسم کی بے بصیرتی کو اپنے آپ سے دور کر کے کسی گندی جگہ پھینک دو۔ فرجِ استر۔ خچری اگر حاملہ ہو جائے تو بچہ کی پیدائش میں عموماً مر جاتی ہے لہٰذا اس کی شرم گاہ پر سونے کا حلقہ ڈال دیا جاتا تھا تا کہ وہ حاملہ نہ ہو سکے۔ عاشق۔ عاشق کی کمزوری اور چہرے کی زردی خدا کی نظر گاہ ہے اور سونے کی کان سورج کی نظر گاہ ہے جس کی وجہ سے کان میں سونا تیار ہوتا ہے لہٰذا عاشق کے چہرے کی زردی بدرجہا افضل ہے۔ گرفتِ من۔ ایمان کی پابندی، جہاد کا حملہ ان دونوں معنی کے اعتبار سے شعر کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔

[2] فتنہ دانہ۔ دانہ کا دیوانہ، یعنی وہ پرند جو دانہ کے لالچ میں ہے اگرچہ وہ بالا خانہ پر پر کھولا بیٹھا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے وہ جال میں پھنسا ہوا ہے یہ شعر پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی تشریح ہے۔ آں نظر۔ اس کی للچائی ہوئی نظر دراصل اس کے پاؤں کی گرہ ہے۔

[3] دانہ۔ وہ دانہ کو دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہا ہے اور وہ دانہ اس کے صبر و قرار کو چرا رہا ہے۔ چوں۔ جب لالچی نظر پرند کو دانہ کی جانب کھینچ لائی ہے تو پرند کو سمجھنا چاہیے کہ شکاری اس سے غافل نہیں ہے وہ اس کو پھانس لے گا۔

Marfat.com

قصہ[1] عطارے کہ سنگ ترازوئے او از گل سر شوی بود و دزدیدنِ مشتری گل خوار ازاں گل ہنگامِ سنجیدنِ شکر و دیدنِ عطار آں را و نادیدہ کردن

اس عطار کا قصہ کہ جس کی ترازو کا باٹ ملتانی مٹی کا تھا اور شکر تولنے کے وقت مٹی کھانے والے خریدار کا اس مٹی میں سے چوری کرنا اور عطار کا اس کو دیکھنا اور ان دیکھا کر دینا

پیشِ عطارے یکے گلخوار رفت
ایک عطار کے پاس ایک مٹی خور آ گیا
تا خرد ابلوج و قندِ خاص و زفت
تاکہ سفید، خاص قند، عمدہ خریدے

پس بر عطارِ طرّارِ دو دل
اس منافق چالاک عطار کے پاس
موضعِ سنگِ ترازو بود گل
باٹ کے بجائے مٹی تھی

گفت[2] عطار اے جواں ابلوجِ من
عطار نے کہا اے جوان! میری شکر
ہست نیکو بے تکلف بے سخن
بلا مبالغہ، لا کلام عمدہ ہے

لیک گل سنگِ ترازوئے منست
لیکن میری ترازو کے باٹ مٹی کے ہیں
گر ترا میلِ شکر بخریدن ست
اگر تجھے شکر خریدنے کی خواہش ہے

گفت ہستم در مہمے قندجو
اُس نے کہا میں ایک ضرورت میں شکر کی جستجو میں ہوں
سنگِ میزاں ہر چہ خواہی باش گو
ترازو کے باٹ جو بھی ہوں

گفت با خود پیش آنکہ گل خورست
(پھر) اس نے اپنے دل میں کہا، مٹی کھانے والے کے آگے
سنگ چہ بود گل زِ شکر بہترست
پتھر کیا ہوتا ہے؟ مٹی شکر سے (بھی) بہتر ہے

ہمچو[3] آں دلالہ کو گفت اے پسر
اس دلالہ کی طرح جس نے کہا اے بیٹا!
نو عروسے یافتم بس خوب فر
میں نے ایک نئی دلہن بہت شاندار ڈھونڈ لی ہے

سخت زیبا لیک ہم یک چیز ہست
بہت خوبصورت ہے لیکن ایک بات، بھی ہے
کاں ستیرہ دخترِ حلواگرست
کہ وہ پردہ نشین، حلوائی کی بیٹی ہے

گفت بہتر ایں چنیں خود گر بود
اس نے کہا، اگر ایسا ہے تو بہت بہتر ہے
دخترِ او چرب و شیریں تر بود
اس کی لڑکی خوب چکنی اور میٹھی ہو گی

---

1. قصہ۔ پرند جس طرح یہ سمجھتا ہے کہ وہ شکاری کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر دانہ کھا جائے گا اور خود پھنس جاتا ہے اسی طرح اس قصہ میں خریدار یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دکاندار کی غفلت سے فائدہ اٹھا رہا ہے حالانکہ وہ خود اپنا نقصان کر رہا ہے۔ گل سرشوی۔ وہ مٹی جسے مل کر سر دھویا جاتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں ملتانی مٹی ہے۔ گل خوارہ۔ مٹی کھانے والا۔ ابلوج۔ سفید شکر۔ طرار۔ زبان دراز، جیب تراش، ٹھگ۔ دو دل۔ منافق چونکہ وہ مٹی کے باٹوں کے ذریعہ کم تولتا تھا۔

2. گفت۔ عطار نے کہا ترازو کے بٹے پتھر کے بجائے مٹی کے ہیں۔ در مہمے۔ خریدار نے کہا مجھے قند کی ضرورت ہے مجھے بٹوں سے کیا بحث ہے، جیسے بھی ہوں۔ گل۔ مٹی کھانے والوں کے لیے تو مٹی شکر سے بھی زیادہ مزیدار ہوتی ہے۔

3. ہمچو۔ عطار کا باٹوں کی خرابی کو ظاہر کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ دلالہ نے لڑکی میں خرابی ظاہر کی جو اس نوجوان کے لیے اور زیادہ دلچسپی کا باعث بنی۔ حلوا گر۔ حلوائی۔ چرب۔ چونکہ حلوائی کے ہاں شکر اور گھی کی کثرت ہوتی ہے۔

Marfat.com

گر نداری سنگ و سنگت از گل ست — ایں بہ و بہ گل مرا میوۂ[1] دل ست

اگر تیرے پاس پتھر نہیں ہے اور تیرا باٹ مٹی کا ہے — یہ بہتر اور خوب ہے مٹی میرے دل کا میوہ ہے

اندراں کفۂ ترازو ز اعتداد — او بجائے سنگ آں گل را نہاد

ترازو کے پلڑے میں اعتماد کے ساتھ — اُس نے پتھر کے بجائے وہ مٹی رکھ دی

پس برائے کفۂ دیگر بدست — ہم بقدرِ آں شکر رامی شکست

پھر دوسرے پلڑے کے لیے ہاتھ سے — اس مٹی کی بقدر شکر توڑنے لگا

چوں نبودش تیشۂ او دیر ماند — مشتری را منتظر آنجا نشاند

چونکہ اس کے پاس کھرپا نہ تھا، وہ دیر تک ٹھہرا رہا — اس نے خریدار کو اس جگہ انتظار میں بٹھا دیا

رُویش آں سو بود گل خورِ ناشگفت — گِل ازو پوشیدہ وزدیدن گرفت

اس کا رخ اُس طرف تھا، بے صبر مٹی خور نے — اس سے چھپا کر مٹی چرانی شروع کر دی

ترس ترساں کہ نباید ناگہاں — چشم او بر من فتد از امتحاں

ڈرتے ڈرتے، کہ وہ اچانک نہ آ جائے — اور اس کی نظر بطور آزمائش مجھ پر پڑ جائے

دید[2] عطار آن و خود مشغول کرد — کہ فزوں تر دُزد ہیں اے روئِ زرد

عطار نے اس کو دیکھا اور اپنے آپ کو مشغول کر دیا — کہ اے زرد رو! اور زیادہ چرا لے

گر بدزدی از گل من می بری — رو کہ ہم از پہلوئ خود می خوری

اگر تو چرا کر میری مٹی میں سے لے جا رہا ہے — جا کہ تو اپنا ہی نقصان کر رہا ہے

تو ہمی ترسی ز من لیک از خری — من ہمی ترسم کہ تو کمتر خوری

تو مجھ سے ڈر رہا ہے لیکن گدھے پن سے — میں ڈر رہا ہوں کہ تو بہت کم کھا رہا ہے

گرچہ مشغولم چناں احمق نیم — کہ شکر افزوں کشی تو از پیم

اگرچہ میں مصروف ہوں، ایسا بیوقوف نہیں ہوں — کہ تو مجھ سے بڑھتی شکر لے جائے

چوں بہ بینی مر شکر را ز آزمود — پس بدانی احمق و غافل کہ بود

جب تو آزما کر شکر کو دیکھے گا — تو سمجھ لے گا احمق اور غافل کون تھا؟

مرغ ازاں دانہ نظر خوش می کند — دانہ ہم از دور راہش می زند

پرند اس دانہ سے نظر کو خوش کر رہا ہے — دانہ بھی دور سے اس پر ڈاکا ڈال رہا ہے

---

[1] میوہ۔ مٹی کھانے والے کے لیے مٹی دل پسند چیز ہے۔ کفہ۔ ترازو کا پلڑا۔ اعتداد۔ تیاری کرنا۔ بقدر آں۔ یعنی مٹی کے وزن کی۔ تیشہ۔ شکر جم گئی ہوگی جس کے توڑنے کے لیے تیشہ کی ضرورت ہوئی۔ آنجا۔ یعنی دکان کے اگلے حصہ میں۔ رویش۔ یعنی دکاندار کا رخ۔ ترس ترساں۔ یعنی مٹی خور دکاندار سے ڈرتا ہوا مٹی چرا رہا تھا۔

[2] دید۔ دکاندار نے اس کو دیکھ لیا لیکن خود کو اور زیادہ مشغول کر دیا تاکہ وہ مٹی زیادہ چرا سکے، کیونکہ وہ جس قدر مٹی چرا لے گا اسی قدر شکر کم چڑھے گی۔ از پہلوئے خود۔ یعنی اپنا ہی نقصان کر رہا ہے اس کو شکر کم ملے گی۔ گرچہ۔ یعنی میرا دیر کرنا میری بیوقوفی نہیں ہے بلکہ فائدہ مند ہے۔ چوں۔ جب تو گھر جا کر شکر تولے گا تو پتا چلے گا کہ بیوقوف کون ہے۔ مرغ۔ پرند دانہ چگنے میں اپنا فائدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ وہی اس کی ہلاکت ہے۔

Marfat.com

گر زنایِ[1] چشم حظّے می بری — نے کباب از پہلوئ خود میخوری

اگرچہ تو آنکھ کے گلے سے مزا اٹھا رہا ہے — کیا اپنے پہلو کے کباب نہیں کھا رہا ہے؟

ایں نظر از دور چوں تیرست و سم — عشقت افزوں می شود صبرِ تو کم

یہ نظر بازی دور سے ہی تیر اور زہر ہے — تیرا عشق بڑھتا ہے، صبر کم ہوتا ہے

مالِ دنیا دامِ مرغانِ ضعیف — ملکِ عقبیٰ دامِ مرغانِ شریف

دنیا کا مال، کمزور پرندوں کا جال ہے — آخرت کی سلطنت شریف پرندوں کا جال ہے

تا بدیں مُلکے کہ او دامے ست ژرف — در شکار آیند مرغانِ شگرف

یہاں تک کہ اس سلطنت میں جو کہ ایک گہرا جال ہے — عجیب پرند شکار میں آتے ہیں

من سلیماں[2] می نخواہم ملک تاں — بلکہ من بِرہانم از ہر ہُلکِ تاں

میں سلیمان علیہ السلام تمہارا ملک نہیں چاہتا ہوں — بلکہ میں تمہیں ہر ہلاکت سے چھڑاتا ہوں

کایں زماں ہستید خود مملوکِ ملک — مالک الملک آنکہ او بجہد ز ہلک

کیونکہ تم اس وقت خود ملک کے غلام ہو — ملک کا مالک وہ ہے جو تباہی سے نجات پا جائے

بازگونہ اے اسیر ایں جہاں — نام خود کردی امیرِ ایں جہاں

اے اس دنیا کے قیدی! الٹا — تو نے اپنا نام شاہِ جہاں رکھ لیا ہے

اے تو بندۂ ایں جہاں محبوسِ جاں — چند گوئی خویش را خواجہ جہاں

اے تو اس جہان کا غلام، جان کا قیدی ہے — تو اپنے آپ کو جہان کا آقا کب تک کہے گا؟

دلداری کردن و نواختنِ سلیمانؑ مر آں رسولاں را و دفعِ وحشت و

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان قاصدوں کی دلداری کرنا اور نوازنا اور ان کے دل سے تکلیف اور وحشت

آزار از دلِ ایشاں و عذرِ قبول نا کردنِ ہدیہ و شرح کردن بایشاں

کو دور کرنا ہدیہ قبول نہ کرنے کا عذر اور اس کی ان سے تشریح کرنا

اے رسولاں می فرستم تاں رسول[3] — ردِّ من بہتر شمارا از قبول

اے قاصدو! میں تمہیں قاصد بنا کر بھیجتا ہوں — میرا رد کرنا تمہارے لیے قبول کرنے سے اچھا ہے

پیشِ بلقیس آنچہ دیدید از عجب — باز گوئید از بیابانِ ذہب

بلقیس کے سامنے جو تم نے عجیب بات دیکھی — سونے کے جنگل کی بات کہو

---

1. ناؔئی۔ گلا، چونکہ دوسرے مصرع میں کباب کا ذکر ہے اس لیے اس مصرع میں آنکھ کے لیے گلے کا استعمال کیا ہے۔ یعنی ایک شخص کسی حسین کے ساتھ نظر بازی کرتا ہے تو بظاہر وہ لطف اندوز ہے لیکن ہمیشہ کے لیے اپنے لیے پریشانی مول لے لیتا ہے۔ ایں نظر۔ نظر بازی کا تیر خود نظر باز کے لیے تیر ستم ہے اور وہ بھی زہریلا، حدیث میں ہے اَلنَّظْرُ سَھْمٌ مَّسْمُوْمٌ مِنْ سَھَامِ اِبْلِیْسَ "نظر بازی شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے۔" مالِ دنیا۔ دنیا کی زیب و زینت ضعیف الایمان لوگوں کا جال ہے، مومنین آخرت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ مرغانِ شگرف۔ یعنی انبیا اور اولیا۔

2. من سلیماں۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قاصدوں کو خطاب ہے۔ از ہر ہلک۔ چونکہ ستارہ پرستی میں ہلاکت ہے۔ کایں زماں۔ دنیا دار اپنی دولت کا غلام ہوتا ہے، شاہ تو وہ ہے جو اس کی ہلاکت سے بچ نکلے۔ بازگونہ۔ دنیا دار اپنے آپ کو حاکم اور شاہ کہتا ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ "برعکس نہند نام زنگی کافور۔" تاں رسول۔ یعنی اب تم میری جانب سے قاصد بن کر جاؤ۔ ردِّ من۔ یعنی میرا ہدیہ کو واپس کرنا تمہارے لیے مفید ہے تم ایمان لے آؤ گے۔ پیشِ بلقیس۔ تم اپنے واقعات جا کر بلقیس کو سناؤ اور بتاؤ کہ چالیس منزل تک تم سونے کی زمین پر چل کر میرے پاس پہنچے تھے۔

Marfat.com

که چهل منزل بروی زر بُدید — وز چنیں[1] ہدیہ خجل چوں می شُدید

کہ چالیس منزل تک تم سونے پر تھے — اور ایسے ہدیہ سے، تم کس طرح شرمندہ ہوئے

تا بداند کہ بزر طامع نہ ایم — ما زر از زر آفریں آوردہ ایم

تاکہ وہ سمجھ جائے کہ ہم سونے کے لالچی نہیں ہیں — ہم سونا پیدا کرنے والے سے سونا لے آئے ہیں

آنکہ گر خواہد ہمہ خاکِ زمیں — سر بسر زر گردد و دُرِّ ثمیں

وہ کہ اگر وہ چاہے زمین کی تمام مٹی — پوری سونا اور قیمتی موتی بن جائے

حق برائے آں کند اے زر گزیں — روزِ محشر ایں زمیں را نقرہ گیں

اے سونے کو پسند کرنے والے، اللہ (تعالیٰ) اسی لیے کرے گا — اس زمین کو محشر کے دن چاندی جیسی

فارغیم[2] از زر کہ مابس پُر فنیم — خاکیاں را سر بسر زرّیں کنیم

ہم سونے سے بے نیاز ہیں، کیونکہ ہم ماہر فن ہیں — ہم مٹی والوں کو مجسم سونے کا بنا دیتے ہیں

از شما کے کدیۂ زر می کنیم — ما شما را کیمیاگر می کنیم

ہم تم سے سونے کی بھیک کب مانگتے ہیں؟ — ہم تمہیں کیمیا گر بناتے ہیں

ترک آں گیرید گر ملک سباست — کہ برونِ آب و گل بس مُلکہاست

اس کو چھوڑ دو خواہ سبا کا ملک ہو — کیونکہ دنیا سے باہر بہت سے ملک ہیں

تختہ بندست آنکہ تختش خواندۂ — صدر پنداری و بر در ماندۂ

جس کو تو نے تخت کہا ہے وہ کاٹھ ہے — تو نے صدر (مقام) سمجھا ہے اور تو دروازہ پر پڑا ہے

پادشاہی نیستت بر ریشِ خود — پادشاہی چوں کنی بر نیک و بد

تیری اپنی ڈاڑھی پر ابھی، حکومت نہیں ہے — بر اچھے اور برے پر تو بادشاہی (کا دعویٰ) کیوں کرتا ہے؟

بے مرادِ تو شود ریشت سفید — شرم دار از ریش[3] خود اے کژ امید

تیری مرضی کے خلاف تیری ڈاڑھی سفید ہو جاتی ہے — اے ٹیڑھی تمنا والے! اپنی ڈاڑھی سے شرما

مالک الملک ست ہر کش سر نہد — بے جہانِ خاک صد مُلکش دہد

جو اس (خدا) کے سامنے سر رکھ دے وہ بادشاہ ہے — خاکی دنیا کے علاوہ وہ اس کو سیکڑوں سلطنتیں عطا کر دیتا ہے

لیک ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا — خوشتر آید از دو صد دولت ترا

لیکن خدا کے سامنے ایک سجدہ کا ذوق — تجھے دو سو سلطنتوں سے بھلا معلوم ہو گا

---

1. وز چنیں۔ اور یہ بھی کہو کہ ہمیں سونے کا ہدیہ پیش کرنے میں شرمندگی ہوئی تھی۔ تا بداند۔ تاکہ بلقیس یہ سمجھ جائے کہ ہم اس کی دولت کے طالب نہیں ہیں۔ حق۔ محشر کے دن زمین چاندی جیسی کر دی جائے گی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دیں گے کہ ان کے یہاں سونے چاندی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

2. فارغیم۔ ہم سونے سے بے نیاز ہیں ہم تو انسانوں کو ایمان عطا کر کے زریں بنا دیتے ہیں۔ کیمیاگر۔ مومن مخلص بن جاؤ گے تو کیمیاگر بن جاؤ گے۔ شعر، کیمیا و سیمیا و ریمیا۔ کس نداند جز بذاتِ اولیاء۔ ترک۔ آخرت کے ملکوں کی خاطر دنیا کی سلطنت کو خیرباد کہہ دو۔ تختہ بند۔ قید خانہ، لکڑی کا وہ کندا جس میں پاؤں پھنسا کر قید کر دیتے تھے۔ صدر۔ جس مقام کو تو صدر مقام سمجھا ہے وہ دربان کی جگہ ہے۔

3. ریش۔ تیرا حکم تو خود تیری ڈاڑھی پر نہیں چلتا ہے ورنہ وہ تیری منشا کے خلاف سفید نہ ہوتی۔ مالک الملک۔ اصل بادشاہت اس کی ہے جو اللہ کے دربار میں سر نیاز جھکا دے وہ اس کو دنیا کی حکومت کے علاوہ اور حکومتیں عطا فرما دیتا ہے۔ لیک۔ لیکن جب سجدہ کا ذوق پیدا ہو جائے گا تو سلطنتوں سے بیزار ہو جائے گا اور خدا سے دعا کرے گا کہ بس یہی دولت کافی ہے۔

Marfat.com

پس بنالی کہ نخواہم مُلکہا
پھر تو روئے گا کہ میں سلطنتیں نہیں چاہتا ہوں

ملکِ آں سجدہ مسلّم کن مرا
اس سجدہ کی سلطنت میرے لیے مقرر فرما دے

بادشاہانِ[1] جہاں از بدرگی
دنیا کے بادشاہوں نے بدطینتی کی وجہ سے

بو نبردند از شرابِ بندگی
بندگی کی شراب کی خوشبو نہیں سونگھی

ورنہ ادہمؒ وار سرگردان و دنگ
ورنہ (حضرت) ادہمؒ کی طرح حیران اور پریشان ہو کر

ملک را برہم زدندے بے درنگ
فوراً سلطنت کو چھوڑ دیتے

لیک حق بہرِ ثباتِ ایں جہاں
لیکن اللہ (تعالیٰ) نے اس جہان کے بقا کے لیے

مُہرشاں بنہاد بر چشم و دہاں
ان کی آنکھ اور منہ پر مہر لگا دی ہے

تا شود شیریں بر ایشاں تخت و تاج
تاکہ ان کے لیے تخت و تاج شیریں بن جائے

کہ ستانیم از جہاں داراں خراج
کہ ہم دنیاداروں سے خراج لے رہے ہیں

از خراج[2] ار جمع آری زر چو ریگ
اگر تو خراج سے ریت کی طرح سونا جمع کر لے گا

آخر آں از تو بماند مُردہ ریگ
بالآخر وہ تجھ سے وراثت میں رہ جائے گا

ہمرہِ جانت نگردد ملک و زر
سلطنت اور سونا تیری روح کا ساتھی نہ بنے گا

زر بدہ سرمہ ستاں بہرِ نظر
سونا دے دے، نگاہ کے لیے سرمہ لے لے

تا ببینی کایں جہان چاہیست تنگ
تاکہ تو دیکھ لے کہ یہ دنیا تنگ کنواں ہے

یوسفانہ آں رسن آری بچنگ
یوسف وار وہ رسی ہاتھ میں پکڑ لے

تا بگوید چوں ز چاہ آئی ببام
تاکہ جب تو کنویں سے بالاخانہ پر آئے کہے

جان، کہ یَا بُشْرٰی لِیْ هٰذَا غُلَام
روح، میرے لیے بشارت ہے، یہ لڑکا ہے

ہست در چہ[3] انعکاساتِ نظر
کنویں میں نظر کے عکس ہیں

کمترین آنکہ نماید سنگ زر
سب سے کم یہ ہے کہ پتھر سونا نظر آتا ہے

وقتِ بازی کودکاں را ز اختلال
خلل (دماغی) سے کھیل کود کے وقت بچوں کو

می نماید آں خزفہا زر و مال
وہ ٹھیکریاں سونا اور مال نظر آتی ہیں

عارفانش کیمیا گر گشتہ اند
اس (خدا) کو پہچان جانے والے کیمیا گر بن گئے ہیں

تا کہ شد کانہا بَرِ ایشاں نثرند
حتیٰ کہ ان کے لیے کانیں خفیہ ہو گئیں

---

[1] بادشاہاں۔ دنیاوی بادشاہ چونکہ بندگی کی مستی سے ناواقف ہیں اس لیے وہ سلطنت کے شوق میں مبتلا ہیں اگر وہ واقف ہو جائیں تو حضرت ادہمؒ کی طرح سلطنت پر لات مار دیں۔ لیک حق۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کا نظام چلانا ہے اس لیے ان کو اس لذت سے محروم کر دیا ہے اور وہ مگن ہیں کہ ہم دنیا سے خراج وصول کرتے ہیں۔

[2] خراج۔ ٹیکس۔ مردہ ریگ۔ وہ مال جو ورثہ میں ملے۔ ہمرہ۔ دنیا کی دولت دنیا میں رہ جاتی ہے روح پرواز کر جاتی ہے۔ سرمہ۔ وہ سرمہ حاصل کر لے جس سے یہ چیزیں بے حقیقت نظر آئیں۔ یوسفانہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام رسی کے ذریعہ کنویں سے باہر آئے تھے، تو بھی عبادات کے ذریعہ سے دنیا کے اس کنویں سے باہر نکل آ۔ تا بگوید۔ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے برآمد ہوئے تھے تو ڈول نکالنے والا چیخ اٹھا تھا کہ خوشخبری ہے، یہ تو لڑکا ہے اسی طرح تیری روح تیرے کنویں سے نکل آنے پر خوشخبری دے گی۔

[3] در چہ۔ دنیا میں نظر کا فریب ہے کہ دنیا کی بے حقیقت دولت کو قیمتی دکھا دیتی ہے۔ وقتِ بازی۔ بچے کھیل کود میں ٹھیکریوں کو روپیہ پیسہ تصور کر لیتے ہیں۔ عارفانش۔ جو عارف باللہ ہیں وہ خود کیمیا گر ہیں ان کی نگاہ میں سونے کی کوئی وقعت نہیں ہے، آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند۔ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند۔

Marfat.com

دیدنِ[1] درویشے جماعتِ مشائخ را در خواب و درخواست کردن

ایک درویش کا بزرگوں کے گروہ کو خواب میں دیکھنا اور ان سے بغیر کمائی کی مشغولیت

روزیِ حلال از ایشاں بے مشغول شدن بکسب کہ از عبادت

کے حلال روزی کی درخواست کرنا کہ میں عبادت کرنے سے رہ جاتا ہوں اور ان کی

می مانم و ارشاد کردنِ ایشاں او را بمیوہائے تلخ و ترشِ کوہی

اس کو کڑوے اور کھٹے پہاڑی پھلوں کی جانب رہنمائی کرنا اور ان بزرگوں

و بروے شیریں شدنِ آں میوہا بدلالتِ آں مشائخ

کی رہنمائی سے اس کے لیے ان پھلوں کا شیریں بن جانا

آں یکے درویش گفت اندر سمر — خضریاں را من بدیدم خواب در
ایک درویش نے قصہ میں بتایا — کہ میں نے خواب میں خضریوں کو دیکھا

گفتم ایشاں را کہ روزیِ حلال — از کجا نوشم کہ نبود آں وبال
میں نے ان سے کہا کہ حلال روزی — جو وبال نہ بنے میں کہاں سے کھاؤں؟

مرمرا[2] سوئے کہستاں راندند — میوہا زاں بیشہ می افشاندند
وہ مجھے پہاڑ کی جانب لے گئے — اس جنگل سے انہوں نے پھل جھاڑے

کہ خدا شیریں بکرد آں میوہ را — دردہانِ تو بہمتہائے ما
کہ خدا نے وہ پھل میٹھے کر دیے ہیں — تیرے منہ میں ہماری توجہات سے

ہیں بخور پاک و حلال و بے حسیب — بے صداع و نقلِ بالا و نشیب
ہاں، پاک اور حلال اور بے حساب کھا — بغیر دردِ سر کے اور اوپر اور نیچے منتقل ہونے کے

پس مرازاں رزق نطقے رونمود — ذوقِ گفتِ من خردہا می ربود
پھر اس رزق سے مجھ میں ایسی قوت گویائی رونما ہوئی — کہ میری گفتگو کا ذوق عقلوں کو حیران کر دیتا تھا

گفتم[3] ایں فتنہ است اے ربِّ جہاں — بخششے دِہ از ہمہ خلقاں نہاں
میں نے کہا اے دنیا کے پالن ہار! یہ فتنہ ہے — وہ انعام عطا فرما جو سب سے پوشیدہ ہو

شد سخن از من، دلِ خوش یافتم — چوں انار از ذوق می بشگافتم
میری قوت گویائی جاتی رہی میں نے مطمئن دل پا لیا — ذوقِ لطف سے میں انار کی طرح کھلتا تھا

گفتم ار چیزے نباشد در بہشت — غیرِ ایں شادی کہ دارم در سرشت
میں نے کہا اگر جنت میں اور کوئی چیز نہ ہو گی — اس مسرت کے علاوہ جو طبیعت میں آ گئی ہے

دیدن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اہل اللہ کی نظر میں دنیا کا مال ہیچ ہے اور ان کی ہمت کیمیا کا کام کرتی ہے۔ سمر۔ قصہ۔ خضریاں۔ وہ ابدال جو حضرت خضر علیہ السلام کی طرح نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ گفتم۔ میں نے ان ابدال سے کہا کہ کمانا کھانا تو وبال ہے ایسی تدبیر بتا دیجئے کہ مجھے بلا کمائے حلال روزی حاصل ہو جائے۔

مرمرا۔ وہ لوگ مجھے جنگل میں لے گئے اور انہوں نے جنگلی پھل جھاڑے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے لیے وہ کڑوے کسیلے پھل میٹھے ہو جائیں۔ صداع۔ دردِ سر۔ حسیب۔ ان پھلوں کے کھانے سے میرے کلام میں وہ شیرینی پیدا ہو گئی کہ لوگ اس پر فریفتہ ہونے لگے۔

گفتم۔ اولیاء اللہ کو اپنی شہرت اور عوام میں مقبولیت ناگوار ہوتی ہے۔ شد سخن۔ یعنی وہ لطف کلام کی کیفیت زائل ہو گئی جو عوام کی گرویدگی کا سبب تھی اور دل میں ایک جذبہ مسرت پیدا ہو گیا۔ در بہشت۔ وہ قلبی کیفیت اس قدر پُرمسرت تھی کہ اگر جنت میں صرف وہی حاصل ہو تو اور کسی چیز کی تمنا کی ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

هیچ نعمت آرزو ناید دگر | زیں نپردازم بجوز و عیشکر
مجھے کسی دوسری نعمت کی تمنا نہ ہو گی | اس کو چھوڑ کر میں اخروٹ اور گنے کی طرف توجہ نہ کروں گا
مانده بود از کسب یک دو حبہ ام | دوختہ در آستیں[1] جبہ ام
کمائی میں سے میری ایک دو رتی بچ گئی تھی | جس کو میں نے جبہ کی آستین میں سی لیا تھا

نیت کردنِ او کہ ایں زر بدیں هیزم کش دهم چوں من
اس کا سوچنا کہ یہ سونا میں اس لکڑہارے کو دے دوں جبکہ میں نے بزرگوں کی
روزیِ حلال یافتم بکراماتِ مشائخ و رنجیدنِ آں ولی
کرامات سے حلال روزی پا لی ہے اور اس لکڑ ہارے ولی کا اس
هیزم کش از ضمیر و نیتِ او
کے دل کی بات اور نیت سے رنجیدہ ہونا

آں یکے درویش هیزم می کشید | خستہ و مانده ز بیشہ در رسید
ایک درویش لکڑیاں لا رہا تھا | تھکا ہارا جنگل سے آیا
پس بگفتم من ز روزی فارغم[2] | زیں سپس از بهرِ رزقم نیست غم
میں نے سوچا کہ میں روزی سے بے نیاز ہوں | اس کے بعد مجھے روزی کی فکر نہیں ہے
میوهٔ مکروه بر من خوش شدست | رزقِ خاصہ جسم را آمد بدست
ناگوار پھل میرے لیے عمدہ ہو گئے ہیں | خاص رزق جسم کو حاصل ہو گیا ہے
چونکہ من فارغ شدستم از گلو | حبہ چندست ایں بدهم بدو
چونکہ میں حلق (کے معاملہ) سے فارغ ہو گیا ہوں | چند رتیاں ہیں یہ میں اس کو دے دوں
بدهم ایں زر را بدیں تکلیف کش | تا دو سہ روزک[3] شود از قوت خوش
اس مصیبت بھرنے والے کو یہ سونا دیدوں | تاکہ دو تین دن (کے لیے) وہ خوراک سے مطمئن ہو جائے
خود ضمیرم را همی دانست او | زانکہ شمعش داشت نور از شمعِ هو
اس نے خود میرے دل کی بات جان لی | کیونکہ اس کی شمع میں اللہ (تعالیٰ) کی شمع کا نور تھا
بود پیشش سرِّ هر اندیشهٔ | چوں چراغے در درونِ شیشهٔ
اس کے لیے ہر خیال کا راز | آئینہ کے اندر کے چراغ کی طرح تھا
هیچ پنهاں می نشد از وے ضمیر | بود بر مضمونِ دلها او خبیر
دل کی کوئی بات اس سے نہ چھپتی تھی | وہ دلوں کے مضمون سے واقف تھا

1. در آستیں۔ جیب آستین میں بنائی جاتی تھی۔ ہیزم۔ سوختہ، جلانے کی لکڑیاں۔ بیشہ۔ جنگل۔
2. فارغم۔ میں تو جنگلی پھلوں پر گزارا کر لیتا ہوں لہٰذا مجھے اب کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ رزقِ خاصہ۔ شاہی دسترخوان کی خوراک۔ چونکہ۔ اب مجھے اپنے حلق اور کھانے کی فکر نہیں ہے۔ حبہ۔ ایک رتی کا وزن۔ تکلیف کش۔ یعنی لکڑہارا۔
3. تا دو سہ روزک۔ وہ دو تین دن میرے اس عطیہ سے اپنا کام چلا لے گا۔ ضمیر۔ دل کی پوشیدہ بات۔ زانکہ۔ اس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی حاصل تھی۔ بود۔ وہ لکڑہارا روشن ضمیر تھا دل کی بات اس پر اس طرح ظاہر ہو جاتی تھی جس طرح چراغ شیشہ کے لیمپ میں سے نظر آ جاتا ہے۔

Marfat.com

پس همی منکید[1] با خود زیر لب
وہ خود بخود آہستہ بڑبڑایا

در جوابِ فکرتم آں بوالعجب
وہ عجیب احوال والا میرے خیال کے جواب میں

کہ چنیں اندیشی از بہر ملوک
تو شاہوں کے بارے میں ایسا سوچتا ہے

کَیْفَ تَلْقَی الرِّزْقَ اَنْ لَمْ یَرْزُقُوْکَ
اگر وہ تجھے رزق نہ دیں تجھے رزق کیسے ملے؟

من نمی کردم سخن را فہم لیک
میں بات اچھی طرح نہ سمجھا

بر دلم میزد عتابش نیک نیک
(لیکن) اس کے غصہ کا اثر میرے دل پر بہت زیادہ پڑا

سوئے من آمد بہ ہیبت ہمچو شیر
وہ شیر کی طرح ہیبت سے میری جانب آیا

تنگِ ہیزم را نہاد از پشت زیر
ایندھن کا گٹھڑ کمر سے نیچے رکھ دیا

پرتوِ حالے کہ او ہیزم نہاد
اس حالت کے اثر سے کہ اُس نے ایندھن کا گٹھر رکھا

لرزہ بر ہفت عضوِ من فتاد
میرے ساتوں اعضا پر لرزہ طاری ہو گیا

گفت یا رب گر ترا خاصاں حی اند
اس نے کہا اے خدا! اگر تیرے مخصوص بندے زندہ ہیں

کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند
جو بابرکت دعا والے اور مبارک قدم ہیں

لطفِ تو خواہم کہ میناگر شود
تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جو کیمیا گر بن جائے

ایں زماں ایں تنگ ہیزم زر شود
اسی وقت یہ ایندھن کا گٹھڑ سونا بن جائے

در زمان[2] دیدم کہ زرشد ہیزمش
میں نے اسی وقت دیکھا کہ ایندھن، سونا ہو گیا

ہمچو آتش بر زمیں می تافت خوش
عمدگی سے زمین پر آگ کی طرح چمک رہا تھا

من دراں بیخود شدم تا دیر گہ
میں اس اثنا میں دیر تک بیہوش رہا

چونکہ با خویش آمدم من از ولہ
جب میں حیرانی کے بعد ہوش میں آیا

بعد ازاں گفت اے خدا گر آں کبار
اس کے بعد اُس نے کہا اے خدا! اگر وہ بڑے لوگ

بس غیورند و گریزاں ز اشتہار
بہت غیرت مند اور شہرت سے بھاگنے والے ہیں

باز ایں را بند ہیزم ساز زود
اس کو پھر جلد ایندھن کا گٹھڑ بنا دے

بے توقف ہم براں حالے کہ بود
بلا تاخیر اسی حالت پر جیسا کہ تھا

در زماں ہیزم شد آں اغصانِ زر
اسی وقت وہ سونے کی شاخیں ایندھن کا گٹھڑ بن گئیں

مست شد درکارِ او عقل و نظر
اس کے معاملہ میں عقل و نظر مست ہو گئی

منکید۔ وہ بڑبڑایا۔ بوالعجب۔ چونکہ اس سے کرامات ظاہر ہو رہی تھیں۔ ملوک۔ یعنی اولیاء اللہ۔ کیف۔ رزقوں کا انتظام ابدال کے سپرد ہوتا ہے۔ من۔ میں ان کی بات تو نہ سمجھا لیکن ان کے غصہ کا اثر میرے قلب پر ظاہر ہوا۔ سوئے من۔ وہ لکڑ ہارا بزرگ لکڑیوں کا گٹھڑ زمین پر ڈال کر شیر کی طرح میری طرف آیا تو میں اس کی ہیبت سے کانپنے لگا۔

ہفت عضو ہفت اندام، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، سینہ، پشت، سر۔ گفت۔ اس لکڑ ہارے نے کہا اے خدا اگر تیرے مقربان بارگاہ زندہ ہیں جن کی دعا مقبول ہوتی ہے تو میں تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جس سے یہ سب لکڑیاں سونے کی بن جائیں۔

در زماں۔ اس کی دعا سے وہ لکڑیاں سونے کی ہو گئیں۔ ولہ۔ حیرانی۔ بعد ازاں۔ لکڑیوں کا سونا بن جانے کے بعد اس نے دعا شروع کر دی کہ تیرے مقبول بندے چونکہ شہرت سے بھاگتے ہیں اور میری کرامت شہرت کا باعث بن جائے گی لہٰذا تو ان لکڑیوں کو اصل حالت پر کر دے تاکہ میری شہرت نہ ہو چنانچہ وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر ہو گئیں۔ در زماں۔ اس کی دعا سے وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر آ گئیں۔ اغصان۔ غصن کی جمع ٹہنی، شاخ۔

بعد ازاں[1] برداشت ہیزم را ورفت / سوی شہر از پیشِ من او تیز و تفت
اس کے بعد اُس نے ایندھن کا گٹھر اٹھایا اور چل دیا / شہر کی جانب میرے سامنے سے تیز اور گرم

خواستم تا در پئے آں شہ رَوَم / پُرسم از وے مشکلات و بشنوم
میں نے چاہا کہ اس شاہ کے پیچھے جاؤں / اس سے مشکل باتیں پوچھوں اور سنوں

بستہ کرد آں ہیبتِ او مرمرا / پیشِ خاصاں رہ نباشد عامہ را
اس کی اس ہیبت نے مجھے باندھ دیا / عوام کے لیے خواص کے سامنے کوئی راستہ نہیں رہتا ہے

ور کسے را رہ شود گو سر فشاں / کاں بود از رحمت و از جذبِ شاں
اور اگر کسی کے لیے راستہ ہو کہہ دو وہ سر قربان کرے / کیونکہ وہ ان کی رحمت اور کشش سے ہوتا ہے

پس غنیمت دار آں توفیق را / چوں بیابی صحبتِ صدیق[2] را
اس توفیق کو بہت غنیمت سمجھ / جب تو کسی صدیق کی صحبت حاصل کر لے

نے چو آں ابلہ کہ یابد قربِ شاہ / سہل و آساں در فتد آں دم ز راہ
نہ کہ اس بیوقوف کی طرح جس کو شاہ کا قرب حاصل ہو / اسی وقت آہستگی اور آسانی سے راہ سے بھٹک جائے

چوں ز قربانی دہندش بیشتر / پس بگوید رانِ گاوست ایں مگر
جب وہ اس کو قربانی کا زیادہ حصہ عطا کریں / تو وہ کہنے لگے کہ شاید گائے کی ران ہے

نیست[3] ایں از رانِ گاو اے مفتری / رانِ گاوت می نماید از خری
اے جھوٹے! یہ گائے کی ران نہیں ہے / تجھے گدھے پن سے گائے کی ران دکھائی دے رہی ہے

بذلِ شاہاں ست ایں بے رشوتے / بخششِ محض ست ایں از رحمتے
یہ بغیر رشوت کے شاہوں کا تحفہ ہے / یہ شفقت سے خالص بخشش ہے

تحریض کردنِ سلیمان علیہ السلام رسولاں را بر تعجیل کردن
حضرت سلیمان علیہ السلام کا قاصدوں کو ایمان لانے کے لیے بلقیس کی

بہجرتِ بلقیس بہر ایماں
ہجرت میں جلدی کرنے کی ترغیب دینا

ہمچناں کہ شہ سلیمانؑ دَر نبرد / جذبِ خیل و لشکرِ بلقیس کرد
جیسا کہ شاہ سلیمان علیہ السلام نے جنگ میں / بلقیس کی جماعت اور لشکر کو کھینچ لیا

---

[1] بعد ازاں۔ جب لکڑیاں اصل حالت پر ہو گئیں تو وہ ان کو لے کر چل دیا۔ مشکلات۔ یعنی سلوک کے مشکل مسائل۔ بستہ۔ میں اس قدر مرعوب ہوا کہ میرے پاؤں نہ اٹھے، جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے ہوتے ہیں عوام کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی ہے اگر ہوتی بھی ہے تو یہ ان بزرگوں کی کشش ہوتی ہے لہٰذا اس پر قربان ہو جانا چاہیے۔

[2] صدیق۔ وہ شخص جو ولایت کے آخری مراتب پر ہو۔ نے۔ یہ نہ ہونا چاہیے کہ قرب حاصل ہوتے ہی گمراہی اختیار کر لے۔ پس بگوید۔ مشہور ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلیٰ درجہ کے دنبوں کی قربانی کی اور فقرا میں تقسیم کی ایک فقیر کو ران ملی اس نے دنبہ کی ران اس قدر فربہ کبھی نہ دیکھی تھی تو بولا یہ گائے کی ران ہے یعنی اس نے انعام کو نہ پہچانا اور قدر نہ کی۔

[3] نیست۔ وہ فقیر جھوٹا تھا وہ ران اعلیٰ قسم کے دنبہ کی تھی یعنی اس صحبت کی قدر و قیمت کو پہچاننا چاہیے اور اس کی ناقدری نہ کرنی چاہیے۔ خری۔ گدھا پن۔ تحریض۔ پہلے بتایا تھا کہ بزرگوں کی صحبت ان کی کشش سے حاصل ہوتی ہے اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ سے سمجھاتے ہیں کہ بلقیس اور ان کی قوم کا حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچنا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کشش سے تھا۔ جذب۔ کشش۔

Marfat.com

کہ بیائید اے عزیزاں زود زود ‌ ‌ ‌ کہ برآمد[1] موجہا از بحرِ جود
کہ اے عزیزو! جلد جلد آ جاؤ ‌ ‌ ‌ کیونکہ سخاوت کے سمندر میں موجیں اٹھنے لگی ہیں

سوئ ساحل می فشاند بے خطر ‌ ‌ ‌ جوشِ موجش ہر زمانے صد گہر
بغیر کسی خطرے کے ساحل کی جانب پھینک رہا ہے ‌ ‌ ‌ ہر وقت اس کی موج کا جوش سیکڑوں موتی

الصَّلا گفتیم اے اہلِ رشاد ‌ ‌ ‌ کایں زماں رضواں درِ جنت کشاد
اے ہدایت پانے والو! ہم نے دعوت دے دی ‌ ‌ ‌ کیونکہ اس وقت رضوان نے جنت کا دروازہ کھول دیا ہے

پس سلیمانؑ گفت اے پیکاں روید ‌ ‌ ‌ سوئ بلقیس و بدیں دیں بگروید[2]
پھر سلیمان علیہ السلام نے کہا اے قاصدو! جاؤ ‌ ‌ ‌ بلقیس کی جانب اور اس دین کے گرویدہ ہو جاؤ

پس بگوئیدش بیا اینجا تمام ‌ ‌ ‌ زود کَانَ اللّٰهُ یَدْعُوْا بِالسَّلَام
پھر اس سے کہو، مکمل طور پر یہاں آ جائے ‌ ‌ ‌ جلد، کیونکہ اللہ (تعالیٰ) سلامتی کی طرف بلاتا ہے

ہیں بیا اے طالب دولت شتاب ‌ ‌ ‌ کہ فتوحست ایں زمان و فتحِ باب
ہاں اے دولت کے طالب! جلد آ جا ‌ ‌ ‌ کیونکہ اس وقت انعامات اور دروازے کی کشادگی ہے

اے کہ تو طالب نۂ تو ہم بیا ‌ ‌ ‌ تا طلب یابی ازاں یارِ وفا
اے وہ کہ جو طالب نہیں ہے! تو بھی آ جا ‌ ‌ ‌ تاکہ تو اس باوفا دوست سے طلب حاصل کر لے

ملک برہم زن تو ادہمؒ وار[3] زود ‌ ‌ ‌ تا بیابی ہمچو او ملکِ خلود
تو ادہمؒ کی طرح جلد ملک کو خیر باد کہہ دے ‌ ‌ ‌ تاکہ تو اس کی طرح ہمیشگی کی سلطنت حاصل کر لے

سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیم ادہمؒ و ترک کردنِ ملکِ خراسان

حضرت ابراہیم ادہمؒ کی ہجرت کا سبب اور خراسان کی سلطنت کو چھوڑ دینا

خفتہ بود آں شہ شبانہ بر سریر ‌ ‌ ‌ حارساں بربام اندر دارو گیر
وہ شاہ، رات کو تخت پر سوئے ہوئے تھے ‌ ‌ ‌ محافظ بالا خانہ پر نگرانی میں تھے

قصدِ شہ از حارساں آنہم نبود ‌ ‌ ‌ کہ کنند زاں دفعِ دزداں و رنود
شاہ کا مقصد، محافظوں سے یہ بھی نہ تھا ‌ ‌ ‌ کہ ان کے ذریعہ رندوں اور چوروں کو دفع کریں

او ہمی دانست کاں کو عادلست ‌ ‌ ‌ فارغ ست از واقعہ ایمن دل ست
وہ جانتا تھا کہ وہ منصف ہے ‌ ‌ ‌ حادثہ سے بے نیاز ہے، مطمئن دل ہے

---

1. کہ برآمد۔ اس وقت رحمتِ خداوندی کا سمندر جوش میں ہے جلد آ کر فیض یاب ہو جاؤ۔ سوئ ساحل۔ وہ سمندر جوش میں ہے اور کنارے پر سیکڑوں موتی پھینک رہا ہے جلد آ کر ان کو حاصل کر لو۔ الصلا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس وقت جنت کے دروازے کھل گئے ہیں اور دعوت عام ہے۔ رضوان۔ داروغۂ جنت۔

2. دیں بگروید۔ یعنی میرا پیش کردہ دین اختیار کر لو اور ستارہ پرستی چھوڑ دو۔ پس۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے قاصدوں سے کہا کہ تم بلقیس سے جا کر کہو کہ سب یہاں آ جائیں اور سلامتی اختیار کر لیں۔ دولت۔ یعنی آخرت۔ فتوح۔ غیبی انعامات۔ فتح باب۔ یعنی رحمت کے دروازے کی کشادگی۔ اے کہ۔ جو اب طالب نہیں ہے وہ بھی آ جائے یہاں آ کر طلب صادق پیدا ہو جائے گی۔

3. ادہم وار۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے خراسان کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی تھی۔ سریر۔ تخت۔ حارساں۔ حارس کی جمع ہے، نگہبان۔ دارو گیر۔ یعنی فرائض۔ رنود۔ رند کی جمع ہے، مفسد، بدمعاش۔ عادلست۔ عادل بادشاہ کو پہرہ داروں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

Marfat.com

عدل باشد پاسبانِ کامہا[1]
مقاصد کا محافظ انصاف ہوتا ہے
لیک بُد مقصودش از بانگِ رباب
لیکن رباب کی آواز سے ان کا مقصد اور تھا
نالۂ سُرنا و تہدیدِ دُہل
نفیری کی فریاد اور ڈھول کی دھمک
پس حکیماں گفتہ اند ایں لحنہا
حکما نے کہا ہے کہ یہ راگ
بانگِ[2] گردشہائے چرخ ست اینکہ خلق
یہ آسمان کی گردشوں کی آواز ہے جس کو لوگ
مومناں گویند کآثارِ بہشت
مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے
ما ہمہ اجزائے آدمؑ بودہ ایم
ہم سب (حضرت) آدم علیہ السلام کے اجزا تھے
گرچہ بر ما ریخت آب و گل شکے
اگرچہ پانی اور مٹی نے ہمیں شک میں ڈال دیا ہے
لیک[3] چوں آمیخت با خاکِ کرب
لیکن چونکہ وہ (نغمے) مصیبتوں کی مٹی میں لگتے ہیں
آب چوں آمیخت با بول و کمیز
جب پانی پیشاب اور گندگی سے مل گیا

نے بشب چوبک زناں بر بامہا
نہ کہ رات کو بالا خانہ پر ڈنکا پیٹنے والے
ہمچو مشتاقاں خیالِ آں خطاب
جو اس خطاب کے خیال کے مشتاقوں کا ہوتا ہے
چیزکے مانَد بداں ناقورِ کل
اس بڑے صور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے
از دوارِ چرخ بگرفتیم ما
ہم نے آسمان کی گردش سے لیے ہیں
می سرایندش بطنبور و بحلق
طنبورے اور گلے سے گاتے ہیں
نغز گردانید ہر آوازِ زشت
ہر بھدی آواز کو حسین بنا دیا ہے
در بہشت آں لحنہا بشنودہ ایم
ہم نے وہ راگ بہشت میں سنے ہیں
یادِماں آید از آنہا اندکے
ان سے ہمیں ان کی کچھ یاد آ جاتی ہے
کے دہد ایں زیر و ایں بم آنطرب
تو یہ نیچے اونچے سُر وہ مزا کہاں دیتے ہیں؟
گشت ز امیزش مزاجش تلخ و تیز
ملاوٹ سے اس کا مزاج تلخ و تیز ہو گیا

---

1. کامہا۔ یعنی مقاصد۔ چوبک زن۔ نقارچی، کوتوال۔ ہمچو۔ صوفیا کو رباب کی آواز اس عہد کی یاد دلاتی ہے جو ازل میں بنی آدم سے لیا گیا تھا جس کو عہد الست کہا جاتا ہے۔ نالہ۔ یعنی نفیری اور ڈھول کی آواز حضرت اسرافیل علیہ السلام کے نفخِ صور کی آواز سے مشابہ ہے۔ سُرنا۔ نفیری۔ دہل۔ ڈھول۔ ناقورِ کل۔ صور جو قیامت میں پھونکا جائے گا۔ حکیماں۔ حکیم فیثا غورث نے کہا ہے کہ موسیقی کے بارہ مقام آسمان کے بارہ برجوں سے، سات آوازیں سات سیاروں سے، چوبیس شعبے دن رات کے چوبیس گھنٹوں سے، اور اڑتالیس ترکیبیں سال کے اڑتالیس ہفتوں سے بنائے گئے ہیں۔

2. بانگ۔ ان حکما کے نزدیک آسمانوں کے درمیان ہوا ہے اور اس سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں اسی کی نقل طنبورے اور گلے کے ذریعہ کی گئی ہے۔ مومناں۔ مومن کہتے ہیں کہ یہ سارے الاپ اور نغمے حورانِ بہشتی کے گانے اور جنت کی نہروں کے چلنے کی آوازوں اور جنت کے درختوں کے ملنے کی آوازوں سے بنے ہیں۔ تاہمہ۔ ہم اگرچہ براہِ راست جنت میں نہ تھے کہ وہاں سے ان کو سنتے لیکن چونکہ ہمارے باوا آدم وہاں تھے اور ہم انہیں کے اجزا ہیں لہٰذا ہم نے بھی وہاں سنے تھے۔ گرچہ۔ اس آب و گل کی دنیا نے ہمیں جنت کی پوری باتیں بھلا دی ہیں پھر بھی کچھ یاد باقی ہے۔

3. لیک۔ چونکہ اب وہ نغمے ہمارے جسم سے پیدا ہو رہے ہیں جو آب و گل سے بنا ہے اس لیے اب اس زیر و بم سے وہ مستی پیدا نہیں ہوتی جو جنت میں طاری ہوتی تھی۔ کرب۔ کربہ کی جمع ہے، مصیبت۔ طرب۔ مستی۔ آب۔ جنت کے لحن جب انسان ادا کرتا ہے تو ان کی مثال یہ ہے کہ پاک پانی پیشاب میں مل جائے تو ظاہر ہے اس کی پاکیزگی اور لطافت ختم ہو جائے گی۔ کمیز۔ پیشاب۔

Marfat.com

چیز کے[1] از آب ہستش در جسد ... بول ازاں رو آتشے را میکشد

اس کے وجود میں کچھ پانی ہے ... پیشاب اسی وجہ سے آگ کو بجھا دیتا ہے

گر نجس شد آب ایں طبعش بماند ... کآتش غم را بطبع خود نشاند

پانی اگرچہ ناپاک ہو گیا اس کا مزاج باقی رہ گیا ... کہ وہ غم کی آگ کو اپنے مزاج سے بجھا دیتا ہے

پس غذائے عاشقاں آمد سماع ... کہ درو باشد خیالِ اجتماع

سماع، عاشقوں کی غذا بن گئی ... کیونکہ اس میں وصل کا خیال ہوتا ہے

قوتے گیرد خیالاتِ ضمیر ... بلکہ صورت گردد از بانگ و صفیر

دل کے خیالات قوت حاصل کرتے ہیں ... بلکہ آواز اور نغمہ سے مجسم بن جاتے ہیں

آتشِ عشق[2] از نواہا گشت تیز ... آنچنانکہ آتشِ آں جوز ریز

عشق کی آگ نغموں سے تیز ہو جاتی ہے ... جس طرح سے اس اخروٹ گرانے والے کی آگ

حکایتِ آں مردِ تشنہ کہ از سَرِ جوز بن جوز در آب می ریخت کہ

اس پیاسے کی حکایت جو اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گراتا تھا جو پانی

در گو بود و در آب نمی رسید تا بافتادنِ جوز بانگِ آب بشنود و

گڑھے میں تھا اور وہ پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا تاکہ اخروٹ کے گرنے سے پانی کی آواز سن لے

او را چوں سماع بانگِ آب در طرب می آورد

اور اس کو پانی کی آواز کا سننا مستی میں لاتا تھا

در تغولے[3] بود آب تشنہ راند ... در درخت جوز جوزے می فشاند

پانی گہرے گڑھے میں تھا، وہ تشنہ چڑھ گیا ... اخروٹ کے درخت پر، اخروٹ گراتا تھا

می فتاد از جوز بن جوز اندر آب ... بانگ می آمد ہمی دید او حباب

اخروٹ کے درخت سے، اخروٹ پانی میں گراتا تھا ... آواز آتی تھی، وہ بلبلے دیکھتا تھا

عاقلے گفتش کہ بگذار اے فتا ... جوزہا خود تشنگی آرد ترا

ایک عقلمند نے کہا اے نوجوان! رہنے دے ... خود اخروٹ تجھے پیاسا کر دیں گے

بیشتر در آب می افتد ثمر ... آب در پستی ست از تو دور تر

اکثر پھل پانی میں گرتے ہیں ... پانی گہرائی میں تجھ سے دور ہے

---

1. چیز کے۔ پیشاب میں ملے ہوئے پانی میں بھی پانی کے خواص کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتے ہیں اس کو آگ پر ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھا دے گا اسی طرح ان لحنوں میں کچھ نہ کچھ اثرات باقی ہیں اور یہ لحن آتش غم کو بجھا دیتے ہیں۔ پس۔ ان نغموں کا سماع چونکہ وصل محبوب کا تصور پیدا کرتا ہے اس لیے یہ عاشقوں کی غذا ہے۔ قوتے۔ اگر سامع میں عالی جذبات ہوتے ہیں تو ان میں ابھار پیدا ہوتا ہے اور خیال مجسم اختیار کر لیتا ہے۔

2. آتش عشق۔ عشق کی آگ ان نغموں سے تیزی پکڑ لیتی ہے جس طرح اس پیاسے شخص کی پیاس ان اخروٹوں کے گرنے سے تیز ہو رہی تھی جو پانی میں گر کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ آئندہ حکایت میں مولانا اس کی تفصیل کرتے ہیں۔ حکایت۔ یہ شخص پیاسا تھا پانی گہرے گڑھے میں تھا یہ پانی تک پہنچ نہ سکتا تھا تو اس نے اخروٹ کے درخت پر چڑھ کر اخروٹ توڑ کر پانی میں پھینکنے شروع کر دیے اخروٹ کے پانی میں گرنے سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی پیاس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

3. تغول۔ گڑھا۔ جوز۔ اخروٹ۔ حباب۔ بلبلہ۔ جوزہا۔ عاقل اس پیاسے کا منشا نہ سمجھا اور اس نے دیکھا کہ اخروٹ پانی میں ضائع ہو رہے ہیں تو کہنے لگا کہ اخروٹوں کا ضائع ہونا تیری خواہش کو اور بڑھا دے گا۔ ثمر۔ یعنی اخروٹ۔

Marfat.com

بیشتر در آب می افتد ببین
دیکھ! اکثر پانی میں گرتے ہیں

می برد[1] آبش ترا چہ سود زیں
ان کو پانی لے جاتا ہے، تجھے اس سے کیا فائدہ؟

تا تو از بالا فرود آئی بزیر
جب تک تو اوپر سے نیچے اترے گا

آب جوزت بردہ باشد اے دلیر
اے بہادر! پانی تیرے اخروٹ غائب کر چکا ہوگا

گفت قصدم زیں فشاندن جوز نیست
اُس نے کہا، اِس جھاڑنے سے میرا مقصود اخروٹ نہیں ہے

تیز تر بنگر بریں ظاہر مایست
غور سے دیکھ، اس ظاہر پر نہ ٹھہر

قصدِ من آنست کاید بانگ آب
میرا مقصد یہ ہے کہ پانی کی آواز آئے

ہم بہ بینم بر سرِ آب ایں حباب
میں یہ بلبلے بھی پانی پر دیکھوں

تشنہ[2] را خود شغل چہ بود در جہاں
دنیا میں پیاسے کا خود کیا کام ہوتا ہے؟

گردِ پائے حوض گشتن جاوداں
ہمیشہ حوض کے چاروں طرف چکر کاٹنا

گردِ جوی و گردِ آب و بانگِ آب
نہر کے گرد اور پانی کے گرد اور پانی کی آواز (کے گرد)

ہمچو حاجی طائفِ کعبۂ صواب
اس حاجی کی طرح جو صحیح کعبہ کا طواف کرنے والا ہے

ہمچناں مقصودِ من زیں مثنوی
اسی طرح اس مثنوی سے میرا مقصود

اے ضیاء الحق حسام الدیں توئی
اے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے

مثنوی اندر اصول و ابتدا
مثنوی بنیادوں میں اور ابتدا میں

جملہ بہرِ تست و بَر تست انتہا
سب تیرے لیے ہے اور تجھ پر ہی (اس کی) انتہا ہے

التجا بَر[3] تست و بر امدادِ تو
تجھ سے اور تیری امداد سے درخواست ہے

تکیہ بر اشفاق و بر اسعادِ تو
تیری مہربانیوں اور مدد پر بھروسہ ہے

مثنوی اندر اصول و در فروع
مثنوی اصول اور فروع میں

میکند زیرِ لوایِ تو رجوع
تیرے جھنڈے کی طرف رجوع کرتی ہے

مثنوی در اِستواو در اُفول
مثنوی عروج اور غروب میں

جملہ آنِ تست و کردتی قبول
پوری تیری ملکیت میں ہے اور تو نے قبول کر لیا ہے

در قبولِ تست عزّ و مُقبلی
تیرے قبول کر لینے میں عزت اور نصیبہ وری ہے

زانکہ شاہِ جان و سلطانِ دلی
کیونکہ تو جان کا حاکم اور دل کا شاہ ہے

[1] می برد۔ پانی ان اخروٹوں کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ آب۔ تیرے اخروٹ پانی کے اندر ڈوب کر غائب ہو جائیں گے۔ گفت۔ اخروٹ پھینکنے والے پیاسے نے اس عقلمند سے کہا میرا مقصد اخروٹ توڑنا نہیں ہے، غور کر مقصد دوسرا ہی ہے۔ قصدِ من۔ اخروٹ توڑ کر اس لیے پھینک رہا ہوں کہ اس کے گرنے سے پانی کی آواز سن سکوں اور پانی کے بلبلوں کو دیکھ سکوں۔ حباب۔ پانی کا بلبلہ۔

[2] تشنہ۔ پیاسے کا یہی شغل ہوتا ہے کہ وہ حوض کے چکر کاٹے پانی اور نہر کے چکر لگائے اور پانی کی آواز سنے اور یہ اس کا گھومنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حاجی کعبہ کا یا مرید شیخ کا طواف کرتا رہتا ہے۔ ہم چناں۔ جس طرح پیاسے کا مقصود پانی کے طواف اور حاجی کا مقصود کعبہ کا طواف ہے اسی طرح مثنوی سے میرا مقصود اے حسام الدین تم ہو۔ مثنوی۔ میری اس مثنوی کی ابتداء اور انتہا اور سب کچھ تمہارے لیے ہے۔

[3] التجا۔ اس میں تمہاری مدد شامل حال ہے اور مجھے اس کی تکمیل میں تمہاری مہربانیوں اور امداد پر بھروسہ ہے۔ اصول۔ اصل کی جمع ہے، جڑ۔ فروع۔ فرع کی جمع ہے، شاخ۔ لوا۔ جھنڈا۔ استواء۔ یعنی سورج کی سی بلندی۔ افول۔ غروب۔ آن۔ ملکیت۔ در قبول۔ اگر تم نے یہ مثنوی پسند کر لی تو میری نصیبہ وری اور عزت افزائی ہوگی کیونکہ تم میرے دل و جان کے سلطان اور شاہ ہو۔

Marfat.com

در قبول[1] آرند شاہاں نیک و بد
بادشاہ اچھے اور بُرے کو قبول کر لیتے ہیں
چوں قبول آرند نبود ہیچ رد
جب قبول کر لیتے ہیں پھر کبھی رد نہیں ہوتا

چوں نہالے کاشتی آبش بدہ
جب تو نے پودا لگایا ہے اس کو پانی دے
چوں کشادش دادہٗ بکشا گرہ
جب تو نے کشادگی دی ہے، گرہ کھول دے

قصدم از الفاظِ او رازِ تو است
میرا مقصد اس کے الفاظ سے تیرا راز ہے
قصدم از انشاش آوازِ تو است
میرا مقصد اس کے لکھانے سے تیری آواز ہے

پیشِ من آوازت آوازِ خدا است
میرے نزدیک تیری آواز، خدا کی آواز ہے
عاشق از معشوق حاشا کے جدا است
توبہ توبہ، عاشق معشوق سے کب جدا ہے؟

اتصالے[2] بے تکیُّف بے قیاس
ناقابلِ بیان، عقل میں نہ آنے والا اتصال ہے
ہست ربُّ النّاس را با جانِ ناس
لوگوں کے رب کا، لوگوں کی جان سے

لیک گفتم ناس من نسناس نے
لیکن میں نے انسان کہا ہے، بن مانس نہیں (کہا)
ناس غیرِ جانِ جاں اشناس نے
انسان، جان کی جان کو پہچاننے والے کے علاوہ نہیں ہے

ناس مردم باشد و کو مردمے
انسان، انسان ہوتا ہے، لیکن انسان کہاں ہے؟
تو سرِ مردم ندیدتی دمے
تو نے تھوڑی دیر کے لیے بھی انسان کا راز نہیں دیکھا ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ خواندہٗ
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" تو نے پڑھا ہے
لیک جسمی[3] در تحری ماندہٗ
لیکن تو ایک مجسمہ ہے، اٹکل میں پھنسا رہ گیا ہے

ملکِ جسمت را چو بلقیس اے غبی
اے بیوقوف! اپنے جسم کے ملک کو بلقیس کی طرح
ترک کن بہر سلیمانؑ نبی
سلیمان علیہ السلام نبی کے لیے چھوڑ دے

میکنم لا حول نے از گفت خویش
میں لا حول پڑھتا ہوں (لیکن) اپنی گفتگو پر نہیں
بلکہ از وسواسِ آں اندیشہ کیش
بلکہ شبہ کرنے والے کے وسوسہ پر

کو خیالے می کند در گفتِ من
کیونکہ وہ میری گفتگو پر خیالات لا رہا ہے
در دل از وسواس و انکارات و ظن
دل میں، وسوسوں اور انکاروں اور بدگمانی کے

---

1. درقبول۔ بڑے لوگ ہر اچھی بری چیز قبول کر لیتے ہیں اور پھر کبھی اس کو رد نہیں کرتے ہیں۔ چوں۔ اے حسام الدین جب تم نے مثنوی کا پودا لگایا ہے تو اب اس کی آبیاری کرتے رہو۔ قصدم۔ میں مثنوی کے الفاظ میں تمہارے راز اور احوال بیان کر رہا ہوں اور اس کے بولنے میں میری آواز نہیں بلکہ تمہاری آواز کام کر رہی ہے۔ پیشِ من۔ یہ آواز اگرچہ تمہارے حلقوم سے نکل رہی ہے لیکن یہ دراصل خدائی آواز ہے تم عاشقِ خدا ہو لہٰذا خدا سے کب جدا ہو۔

2. اتصالے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں سے وہ اتصال ہے جس کی کیفیت ناقابل بیان ہے اور وہ اتصال کسی قیاس میں نہیں آ سکتا ہے۔ لیک۔ یہ خدائی اتصال انسانوں کے ساتھ ہے بن مانسوں کے ساتھ نہیں اور انسان وہی ہے جو اپنے خالق کو پہچان لے۔ ناس۔ بہت سے انسان بشکل انسان ہیں لیکن ان میں انسانیت نہیں ہے۔ مَارَمَیْتَ۔ جنگ بدر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ مبہوت ہو گئے قرآن پاک نے اس کے بارے میں فرمایا "وہ خاک تم نے نہیں پھینکی ہم نے پھینکی" یہ وہ اتصال ہے جو میں سمجھا رہا ہوں۔

3. لیک جسمی۔ لیکن تو صرف جسم بلا روح ہے اور مرتبہ یقین کو نہیں پہنچ سکا ہے۔ ملک۔ تو اپنے جسم کی سلطنت کو اسی طرح خیرباد کہہ دے جس طرح بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاطر سلطنت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ می کنم۔ یہاں آ کر مولانا کو مثنوی کے معترضین کا خیال آ گیا۔ فرماتے ہیں میں اپنی گفتگو پر لاحول نہیں پڑھتا ہوں بلکہ ان لوگوں پر پڑھتا ہوں جن کے دلوں میں مثنوی کا انکار اور اس کے متعلق بدگمانیاں ہیں۔

Marfat.com

می کنم لا حول یعنی چارہ نیست[1] — چوں ترا در دل بضدم گفتنی ست

میں لا حول پڑھتا ہوں یعنی کوئی علاج نہیں ہے — جبکہ تیرے دل میں میرے خلاف باتیں ہیں

چونکہ گفتِ من گرفتست در گلو — من خمش کردم تو آں را خود بگو

چونکہ میری گفتگو تیرے گلے میں پھنس گئی ہے — میں چپ ہو گیا تو اس کو خود کہہ

در بیانِ نائی کہ از مقعدش بادے بجست، نے را بر زمیں نہاد

اس نے نواز کے بیان میں جس کی مقعد سے گوز نکلا اس نے بانسری زمین

کہ اگر تو از من بہتر می زنی بگیر

پر رکھ دی کہ اگر تو مجھ سے بہتر بجانا جانتی ہے تو لے

آں یکے نائی کہ خوش نے میزدست — ناگہاں از مقعدش بادے بجست

ایک بانسری بجانے والا جو اچھی بانسری بجاتا تھا — اچانک اس کی مقعد سے گوز خارج ہو گیا

نائے را بر کون[2] نہاد او کہ زمن — گر تو بہتر میزنی بستاں بزن

اس نے بانسری مقعد پر رکھ دی کہ مجھ سے — اگر تو بہتر بجاتی ہے لے لے (اور) بجا

در بیانِ تحمل کردن از ہر بے ادبے و طریقِ رفق و مدارات سپردن

ہر بے ادب کی برداشت اور نرمی اور خاطر تواضع کی راہ اختیار کرنے کا بیان

اے مسلماں خود ادب اندر طلب — نیست الاّ حمل از ہر بے ادب

اے مسلمان! راہِ طلب میں خود ادب — نہیں ہے، ہر بے ادب کو برداشت کرنے کے علاوہ

ہر کرا[3] بینی شکایت می کند — کاں فلاں کس راست طبع و خوئ بد

تو جسے دیکھے کہ وہ شکایت کرتا ہے — کہ فلاں شخص کی طبیعت اور عادت بری ہے

ایں شکایت گوید آں کہ بد خویست — کہ مر آں بد خوی را او بد گویست

یہ شکایت وہ کرتا ہے جو خود بد عادت ہے — کیونکہ وہ اس بدخو کی بدگوئی کرتا ہے

زانکہ خوشخو آں بود کو در خمول — باشد از بد خوی و بد طبعاں حمول

کیونکہ اچھی عادت والا وہ ہے جو گوشۂ تنہائی میں — بدعادت اور بد طبیعت والوں کو برداشت کرنے والا ہو

لیک در شیخ آں گلہ ز امرِ خداست — نے پئے خشم و ممارات و ہواست

لیکن شیخ کا یہ شکوہ خدا کے حکم سے ہے — نہ کہ غصہ اور لڑائی اور خواہش نفسانی کی وجہ سے

---

[1] چارہ نیست۔ جبکہ مخالفت کی ٹھان لی ہے تو بجز لاحول کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے۔ چونکہ۔ اچھا اگر میری گفتگو تم لوگوں کے گلے سے نہیں اترتی ہے تو پھر تم اس جیسی مثنوی کہہ دو اس پر ایک قصہ سناتے ہیں کہ ایک نے نواز کا نے بجاتے ہوئے گوز خارج ہو گیا تو اس نے بانسری اپنی مقعد کے حوالے کر دی اور کہا کہ اگر تو اچھا بجانا جانتی ہے تو تو ہی بجالے۔ نائی۔ بانسری بجانے والا۔ باد۔ یعنی گوز۔

[2] کون۔ مبرز۔ تحمل۔ برداشت۔ مدارات۔ خاطر تواضع۔ اے مسلماں۔ چونکہ مثنوی کے معترضین نے راہِ بے ادبی اختیار کی اس پر برداشت کا مضمون شروع کیا ہے۔ طلب۔ یعنی ایک طالب اور سالک کا یہ طریقہ ہے کہ وہ ہر ناگواری کو برداشت کرے۔

[3] ہر کرا۔ جس کو تو دیکھے کہ وہ دوسرے کی برائی اور شکایت کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ وہ خود بد عادت ہے کیونکہ بدگوئی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ خوش خو۔ اچھی عادت تو اس شخص کی ہے جو بروں کو برداشت کر لے۔ خمول۔ گمنامی۔ حمول۔ برداشت کرنے والا۔ لیک۔ شیخ بھی مرید کا شکوہ کرتا ہے لیکن اس کا شکوہ لڑائی دنگے اور نفس کے تقاضے کی بنیاد پر نہیں ہوتا ہے بلکہ خداوندی حکم سے مرید کی اصلاح کے لیے ہوتا ہے اور شیخ کا شکوہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انبیا نے قوموں کا شکوہ کیا ہے۔

آں شکایت نیست، ہست اصلاحِ جاں　چوں شکایت کردنِ پیغمبراں
یہ شکوہ نہیں ہے، روح کی اصلاح ہے　جیسا کہ پیغمبروں کا شکوہ کرنا

ناحمولیؔ[1] انبیا از امر داں　ورنہ حمّال ست بد را حلمِ شاں
نبیوں کی عدمِ برداشت حکم سے سمجھ　ورنہ ان کی بردباری بُرے کو برداشت کرنے والی ہے

طبعؔ را کشتند در حملِ بدی　ناحمولی گر بود ہست ایزدی
انہوں نے برائی کے برداشت کرنے میں طبیعت کو مار ڈالا ہے　اگر عدمِ برداشت ہے، تو خدائی ہے

اے سلیماں درمیانِ زاغ و باز　حلمِ حق شو با ہمہ مرغاں بساز
اے سلیمان! کوے اور باز میں　اللہ (تعالیٰ) کا علم بن جا، تمام پرندوں سے نبھا

بلبلِ بسیار گو را پَر مکن　باز را و کبک را برھم مزن
بہت بولنے والے بلبل کے پَر نہ نوچ　باز اور چکور کو نہ نچ

اے دو صد بلقیس[2] حلمت را زبوں　کَاھْدِ قَوْمِیْ اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ
اے وہ کہ دو سو بلقیسیں تیری بردباری کے مقابلہ میں ہیچ ہیں　کیونکہ "میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ نہیں پہچانتی ہے"

تہدید فرستادنِ سلیمان علیہ السلام پیشِ بلقیس کہ اصرار میندیش بر شرک و

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کی جانب دھمکی بھیجنا کہ شرک پر اصرار نہ کر اور ایمان

تاخیر مکن در ہجرت بہر ایمان

لانے کے لیے وطن چھوڑنے میں تاخیر نہ کر

ہیں بیا بلقیس ورنہ بد شود　لشکرت[3] خصمت شود مُرتد شود
خبردار! بلقیس آ جا، ورنہ برا ہو گا　تیرا لشکر تیرا دشمن ہو جائے گا، باغی ہو جائے گا

پردہ دارِ تو دَرَت را بَر کند　جانِ تو با تو بجاں خصمی کند
تیرا پہرے دار تیرا دروازہ اکھاڑ دے گا　تیری جان، جان (و دل) سے تجھ سے دشمنی کرے گی

جملہ ذرّاتِ زمین و آسماں　لشکرِ حق اند گاہِ امتحاں
زمین اور آسمان کے سارے ذرے　آزمائش کے وقت اللہ (تعالیٰ) کے لشکر ہیں

---

1. ناحمولی۔ انبیا کا غصہ اور شکوہ خداوندی حکم سے ہوتا ہے۔ طبع را۔ وہ تو نفس امارہ کو مار چکے ہیں لہٰذا ان کا غصہ نفس کی وجہ سے نہیں ہے حکم ایزدی سے ہوتا ہے۔ سلیماں۔ یعنی شیخ، حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اس لیے اس مناسبت سے اچھے اور برے انسانوں کو پرندے کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔ زاغ و باز۔ یعنی اچھے اور برے انسان۔ بلبل۔ پُر گو انسان کو بھی معاف کر۔

2. اے دو صد بلقیس۔ یعنی وہ مریدین جو ابھی راہِ سلوک پر نہیں لگے ہیں۔ اِھْدِ۔ جس وقت جنگ احد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین نے زخمی کر دیا تو آپ نے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ "اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ میرے مرتبہ کو نہیں جانتے ہیں۔" تہدید۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو پیغام بھیجا کہ جلد آ کر مسلمان ہو جا ورنہ خرابی پیدا ہو جائے گی۔

3. لشکرت۔ یعنی تیرا لشکر خود تیرا دشمن ہو جائے گا۔ مرتد۔ یعنی اطاعت سے پھر جائے گا۔ پردہ دار۔ چوکیدار خود دروازہ توڑ ڈالے گا۔ جانِ تو۔ تیری جان خود تیری دشمن ہو جائے گی۔ جملہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

بادِ[1] را دیدی کہ با عاد آں چہ کرد
تو نے ہوا کو دیکھا، اس نے (قوم) عاد کیساتھ کیا کیا؟
آب را دیدی کہ در طوفاں چہ کرد
تو نے پانی کو دیکھا اس نے طوفانِ نوح میں کیا کیا؟

آنچہ بر فرعون زد آں بحرِ کیں
اُس غضب کے دریا نے فرعون پر جو حملہ کیا
وانچہ با قاروں نمودست ایں زمیں
اور وہ جو اس زمین نے قارون کو دکھایا

وانچہ آں بابیل با آں پیل کرد
اور وہ جو ابابیل نے اس ہاتھی کے ساتھ کیا
وانچہ پشہ کلۂ نمرود خورد
اور وہ جو مچھر نے نمرود کی کھوپڑی کھائی

وانکہ سنگ انداخت داؤدے بدست
اور وہ کہ (حضرت) داؤد علیہ السلام نے ہاتھ سے پتھر پھینکا
گشت سہ صد پارہ و لشکر شکست
تین سو ٹکڑے ہو گیا اور لشکر کو شکست دے دی

سنگ[2] می بارید بر اعدائے لوطؑ
(حضرت) لوط علیہ السلام کے دشمنوں پر پتھر برستے تھے
تا کہ در آبِ سیاہ خوردند غوط
حتیٰ کہ انہوں نے کالے پانی میں غوطہ کھایا

ما بگویم از جماداتِ جہاں
(اگر) میں دنیا کی بے جان چیزوں کے بارے میں بتاؤں
عاقلانہ یاریِ پیغمبراں
سمجھداری کے ساتھ پیغمبروں کی مدد

مثنوی چنداں شود کہ چل شتر
مثنوی اس قدر ہو جائے گی کہ چالیس اونٹ
گر کشد عاجز شود از بار پُر
اگر اٹھائیں پورے بوجھ سے عاجز آ جائیں گے

دست[3] بر کافر گواہی می دہد
ہاتھ، کافر کے خلاف گواہی دے دیتا ہے
لشکرِ حق می شود سر می نہد
اللہ کا لشکر بن جاتا ہے، اطاعت کرتا ہے

اے نمودہ ضدِ حق در فعل و درس
اے قول و فعل میں اللہ کی مخالفت کرنے والے
درمیانِ لشکرِ اُوئی بترس
تو اس کے لشکر کے درمیان ہے خوف کھا

جزوِ جزوت لشکرِ حق در وفاق
تیرا جوڑ جوڑ بالاتفاق اللہ کا لشکر ہے
مر ترا اکنوں مطیع اند از نفاق
اب نفاق سے تیرے فرمانبردار ہیں

گر بگوید چشم را کورا فشار
اگر وہ آنکھ کو کہہ دے کہ اس کو تنگ کر
دردِ چشم از تو بر آرد صد دمار
آنکھ کا درد تیری سو ہلاکتیں پیدا کر دے گا

---

1. باد۔ قرآن میں ہے۔ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ "قومِ عاد آندھی سے ہلاک کردی گئی۔" آب۔ قرآن پاک میں ہے وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا "جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی ان کو ہم نے پانی میں ڈبو دیا۔" فرعون۔ قرآن میں ہے فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ "بس ان کو سمندر نے ڈھانپ لیا۔ قارون۔ قرآن میں ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ "ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔" بابیل۔ قرآن پاک میں ہے فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۔ داؤد۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے تین پتھر دشمنوں کی طرف پھینکے تو ان کے صدہا ٹکڑے ہو کر دشمنوں کے لگے اور وہ ہلاک ہو گئے۔

2. سنگ۔ قومِ لوط سنگسار کی گئی قرآن پاک میں ہے لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ "تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں۔" ما بگویم۔ اگر تشریح کی جائے کہ جمادات نے انبیاء کی کیا کیا مدد کی ہے تو مثنوی کی ضخامت چالیس اونٹوں کے بوجھ کی ہو جائے گی۔

3. دست۔ قرآن میں ہے وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ "اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے ان کاموں کی جو انہوں نے کیے۔" اے نمودہ۔ اللہ تعالیٰ کے مخالف کو ڈرنا چاہیے وہ اس کی کائنات کے لشکروں میں گھرا ہوا ہے۔ درس۔ یعنی قول۔ جزو۔ انسان کا ہر جزو اللہ کا لشکر ہے فی الحال نفاق سے منکروں کا ساتھ دے رہا ہے۔ دمار۔ ہلاکت۔

Marfat.com

ور بدندان[1] گوید او بنما وبال
اگر وہ دانتوں کو کہہ دے کہ تکلیف پہنچاؤ
پس بہ بینی تو ز دندان گوشمال
تو تو دانتوں سے سزا پائے گا

باز کن طب را بخواں باب العلل
طب کو کھول بیماریوں کا باب پڑھ لے
تا بہ بینی لشکرِ تن را عمل
تاکہ تو جسم کے لشکر کا عمل دیکھ لے

چونکہ جانِ جانِ ہر چیزے ویست
چونکہ ہر چیز کی جان کی جان وہی ہے
دشمنی با جانِ جاں آساں کے ست
جان کی جان کے ساتھ دشمنی کب آسان ہے؟

خود رہا کن لشکرِ دیو و پری
دیو اور پری کے لشکر کو جانے دے
کز میانِ جاں کنندم صفدری
کیونکہ جان کے اندر سے وہ میری جانب سے صف شکنی کرتے ہیں

ملک را[2] بگذار بلقیس از نخست
اے بلقیس! پہلے سلطنت کو چھوڑ دے
چوں مرا یابی ہمہ ملک آنِ تست
جب تو مجھے حاصل کر لے گی سب ملک تیری ملکیت ہیں

خود بدانی چوں برِ من آمدی
جب تو میرے پاس آ جائے گی خود جان لے گی
کہ تو بے من نقشِ گرمابہ بدی
کہ تو میرے بغیر حمام کی تصویر تھی

نقش اگر خود نقشِ سلطاں یا غنی ست
تصویر خواہ بادشاہ کی ہے یا مالدار کی
صورتست از جانِ خود بے چاشنی ست
تصویر ہے، اپنی جان سے بے لذت ہے

زینتِ او از برائے دیگراں
اس کی رونق دوسروں کے لیے ہے
باز کردہ بیہدہ چشم و دہاں
خواہ مخواہ اس نے آنکھ اور منہ کھول رکھا ہے

اے تو[3] در پیکار خود را باختہ
خبردار! تو نے اپنے آپ کو جنگ و جدل میں معروف کر رکھا ہے
دیگراں را تو زِ خود نشناختہ
تو نے دوسروں کو اپنے آپ سے (جدا کر کے) نہیں پہچانا ہے

تو بہر صورت کہ آئی بیستی
تو جس صورت میں ہوتا ہے، جم جاتا ہے
کہ منم ایں واللہ آں تو نیستی
کہ میں یہ ہوں، خدا کی قسم تو وہ نہیں ہے

یک زماں تنہا بمانی تو ز خلق
(اگر) تو مخلوق سے تھوڑی دیر کے لیے اکیلا رہ جائے
در غم و اندیشہ مانی تا بحلق
غم اور فکر میں گلے تک رہ جائے

---

[1] دنداں۔ دانتوں کا درد انسان کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ باب العلل۔ طب کی کتابوں کا وہ باب جس میں بیماریوں کا ذکر ہے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے بدن میں کس قدر امراض چھپے ہوئے ہیں۔ دشمنی۔ جان کی جان سے دشمنی آسان نہیں ہے۔ خود۔ اللہ کے بیرونی لشکروں کے ذکر کو چھوڑ خود انسان کے اندر ایسے امراض ہیں جو مخالفوں کے صف شکن ہیں۔

[2] ملک را۔ بلقیس کو خطاب ہے کہ ظاہری سلطنت کو چھوڑ کر آ جا جب تو ایمان لے آئے گی تمام کائنات تیری محکوم ہوگی۔ نقش گرمابہ۔ حماموں میں تصویریں بنانے کا رواج تھا جو بے جان ہوتی ہیں۔ نقش۔ تصویر خواہ شاہ کی ہو یا مالدار کی، بہر حال بے جان چیز ہے۔

[3] اے تو۔ انسان اپنے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا رہتا ہے اور دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اس کے وہ تصورات بالکل خلاف واقعہ ہوتے ہیں۔ یک زماں۔ انسان اپنے آپ کو مقرب بارگاہ اور مخلوق سے دور سمجھتا ہے لیکن ذرا تھوڑی دیر کے لیے مخلوق سے علیحدہ ہو کر دیکھے پھر اس کو معلوم ہو جائے گا کہ مخلوق سے اس کو کیسا انس ہے۔

این تو[1] کے باشی کہ تو آں اوحدی — کہ خوش و زیبا و سر مست خودی

تو یہ کب ہے؟ کیونکہ تو وہ (مظہر) وحدت ہے — جو اچھا اور حسین اور اپنے آپکا عاشق ہے

مرغِ خویشی صیدِ خویشی دامِ خویش — صدرِ خویشی فرشِ خویشی بامِ خویش

تو اپنا پرند ہے، تو اپنا شکار ہے، تو اپنا جال ہے — تو اپنا صدر ہے، تو اپنا فرش ہے، تو اپنا بالا خانہ ہے

جوہر آن باشد کہ قائم با خودست — واں عرض باشد کہ فرعِ او شدست

جوہر تو وہی ہے جو خود قائم ہو — جو اس کی فرع ہے، وہ عرض ہوتا ہے

گر تو آدم زادۂ چوں او نشیں — جملۂ ذرّات را در خود ببیں

اگر تو آدم علیہ السلام کی اولاد ہے، اس کی طرح بیٹھ — تمام ذرّوں کو اپنے اندر دیکھ

چیست[2] اندر خم کہ اندر نہر نیست — چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست

مٹکے میں کیا ہے جو نہر میں نہیں ہے؟ — گھر میں کیا ہے جو شہر میں نہیں ہے؟

ایں جہاں خم ست و دل چوں جوی آب — ایں جہاں حجرہ است و دل شہر عجاب

یہ دنیا مٹکا ہے اور دل پانی کی نہر کی طرح ہے — یہ دنیا حجرہ ہے اور دل عجائب کا شہر ہے

پیدا کردنِ سلیمان علیہ السلام بلقیس را کہ خالصاً لامر اللہ ست جہد در

(حضرت) سلیمان علیہ السلام کا بلقیس پر واضح کرنا کہ تیرے ایمان کے بارے میں کوشش خالصۃً اللہ کے

ایمانِ تو یکذرہ غرضے نیست مرانہ در نقشِ تو و نہ در حسنِ تو و نہ در

حکم سے ہے میری ایک ذرہ غرض نہیں ہے نہ تیرے نقش ونگار میں نہ تیرے حسن میں اور نہ تیری

ملک تو خود بینی چوں چشمِ جانت باز شود بنور اللہ تعالٰی کے بے غرضی ست

سلطنت میں جب تیری روح کی آنکھ اللہ کے نور سے کھلے گی تو خود جان لے گی کہ سب بے غرضی سے ہے

ہیں بیا کہ من رسولم دعوتی[3] — چوں اجل شہوت کُشم نے شہوتی

خبردار! آ جا کیونکہ میں دعوت دینے والا رسول ہوں — موت کیطرح میں شہوت کو مار ڈالتا ہوں، شہوت والا نہیں ہوں

ور بود شہوت امیرِ شہوتم — نے اسیرِ شہوت و رُویِ بتم

اور اگر شہوت ہو تو میں شہوت پر حکمراں ہوں — نہ کہ شہوت اور بت کے چہرے کا قیدی

---

1. ایں تو۔ یعنی تو نے یہ سمجھا ہے کہ تو عابد اور وہ معبود ہے اور دونوں جداگانہ چیزیں ہیں یہ غلط خیال ہے۔ اوحدی۔ تو ذاتِ باری کا مظہر ہے اور حق تعالٰی اپنی وحدت کے ساتھ تجھ میں ظاہر ہے اور ان مظاہر اور تعینات کی کثرت اس کی وحدت کے منافی نہیں ہے۔ مرغِ خویشی۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ — خود بر سرِ آں کوزہ خریدار برآمد

جوہر۔ حضرت حق تعالٰی قائم بنفسہٖ ہے وہی عین موجود ہے باقی موجودات اس کی شئون ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔ آدم۔ حضرت آدم علیہ السلام تمام ذراتِ عالم کو اپنی ذات میں مشاہدہ کرتے تھے کیونکہ ان کی حقیقت تمام حقائق الٰہیہ اور کونیہ کی جامع تھی ان کی اولاد کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔

2. چیست۔ اس شعر میں عالم کو خم اور خانہ سے تعبیر کیا ہے اور قلب انسانی کو نہر اور شہر سے تعبیر کیا ہے یعنی جو کچھ عالم میں ہے وہ قلب انسانی میں اس کی وسعت کی وجہ سے بدرجۂ اولٰی ہے انسان عالم کبیر ہے اور دنیا عالم صغیر ہے۔ پیدا کردن۔ حضرت سلیمان نے بلقیس پر واضح کیا کہ اس کو طلب کرنے میں ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے محض لوجہ اللہ اس کو طلب کر رہے ہیں۔

3. دعوتی۔ یعنی میں ایسا رسول ہوں جو لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دے۔ اجل۔ موت قاطع شہوت ہے۔ نے شہوتی۔ میں شہوت کی بنیاد پر تجھے آنے کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ ور بود۔ رسول میں اگرچہ عورتوں کی شہوت ہوتی ہے لیکن وہ شہوت سے مغلوب نہیں ہوتا ہے بلکہ شہوت پر غالب رہتا ہے۔ روی بتم۔ یعنی میں کسی حسین کی محبت کا قیدی نہیں ہوں۔

بت شکن[1] بودست اصلِ اصلِ ما　چوں خلیلِ حق و جملہ انبیا
ہماری اصل کی اصل بت شکن تھی　مثلاً خلیل اللہ اور تمام نبی

گر در آیم از رہے در بتکدہ　بت سجود آرد بمن در معبدہ
اگر میں کسی راستہ سے بت خانہ میں جاؤں　عبادت خانہ میں بت مجھے سجدہ کریں

احمدؐ و بو جہل در بتخانہ رفت　زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت
محمد ﷺ اور ابوجہل بت خانہ میں گئے　اِس جانے میں اور اُس جانے میں بھاری فرق ہے

ایں در آمد سر نہند او را بتاں　آں در آید سر نہد چوں امتاں
یہ اندر آئے، بتوں نے ان کے سامنے سر رکھ دیا　وہ آتا ہے تو امتیوں کی طرح سر رکھ دیتا ہے

ایں جہانِ شہوتی بتخانہ ایست　انبیا و کافراں را لانہ ایست
یہ شہوت کی دنیا ایک بت خانہ ہے　نبیوں اور کافروں کا گھونسلا ہے

لیک[2] شہوت بندۂ پاکاں بود　زر نسوزد زانکہ نقدِ کاں بود
لیکن شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے　سونا نہیں جلتا، کیونکہ وہ کان کا خالص ہوتا ہے

کافراں قلب اند و پاکاں ہمچو زر　اندریں بوتہ درند ایں دو نفر
کافر کھوٹے ہیں، اور پاک لوگ سونے کی طرح ہیں　دونوں شخص اس بھٹی میں ہیں

قلب چوں آمد سیہ شد در زماں　زر در آمد شد زری او عیاں
کھوٹا جب داخل ہوا فوراً کالا ہو گیا　سونا داخل ہوا اس کا سونا پن واضح ہو گیا

دست و پا انداخت اندر بوتہ[3] زر　در رُخِ آتش ہمی خندد چو خور
سونے نے ہاتھ پاؤں کو کٹھالی میں ڈالے　وہ سورج کی طرح آگ کے سامنے ہنستا ہے

جسمِ ما روپوش باشد در جہاں　ما چو دریا زیرِ ایں کہ در نہاں
دنیا میں ہمارا جسم پردہ ہے　ہم اس گھاس کے نیچے دریا کی طرح پوشیدہ ہیں

شاہِ دیں را منگر اے ناداں بطیں　کیں نظر کردہ است ابلیسِ لعیں
اے بیوقوف! دین کے شاہ کو مٹی کا نہ سمجھ　کیونکہ یہ نظر ملعون شیطان نے کی ہے

کے تواں اندود ایں خورشید را　با کفِ گِل تو بگو آخر مرا
اس سورج کو کہاں لیپا جا سکتا ہے؟　ایک مٹھی مٹی سے، آخر تو مجھے بتا

بت شکن۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اور دوسرے نبیوں کا کام بت شکنی تھا۔ گر در آیم۔ رسول اگر بت کدہ میں جاتا ہے تو بت سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ احمدؐ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں گئے تو بت سرنگوں ہو گئے۔ ابوجہل جاتا تھا تو خود ان کے سامنے سرنگوں ہوتا تھا۔ ایں جہاں۔ دنیا شہوت کا گھر ہے اور نبی اور کافر دونوں اس میں مقیم ہیں۔

لیک۔ شہوت، پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے ان کی مثال سونے کی سی ہے سونا بھٹی میں جا کر اور کھرا بن جاتا ہے۔ کافراں۔ کافروں کی مثال ملمع شدہ چیز کی سی ہے جو بھٹی میں جا کر کالی اور رسوا ہو جاتی ہے۔ قلب۔ کھرا امتحان میں پڑ کر اور کھرا بن جاتا ہے، کھوٹے کا کھوٹ پن نمایاں ہو جاتا ہے۔

بوتہ۔ سنار کی کٹھالی۔ خور۔ خورشید۔ جسم۔ نبیوں کا مادی جسم ان کا حجاب بن جاتا ہے۔ شاہِ دیں۔ مومن کا کام نبیوں کی روحانی طاقت کو دیکھنا ہے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے مٹی کے جسم کو دیکھا تو ان کا منکر بن گیا۔ کے تواں۔ انبیا کی روحانی طاقت اور اوصاف خاکی جسم میں نہیں چھپ سکتے ہیں۔

Marfat.com

گر بریزی[1] خاک و صد خاکسترش — بر سرِ نور، او بر آید سرش

اگر تو اس پر مٹی اور سو راکھیں ڈالے — اس کے نور پر، وہ نور اس خاک کے اوپر آ جائے گا

کَہ کہ باشد کو بپوشد روئ آب — طین کہ باشد کو بپوشد آفتاب

تنکا کیا ہوتا ہے کہ پانی کا چہرہ چھپائے؟ — مٹی کیا ہوتی ہے کہ سورج کو چھپائے؟

خیز بلقیسا چو ادہمؒ شاہ وار — دود ازیں ملک دو سہ روزہ بر آر

اے بلقیس! شاہ ادہمؒ کی طرح اٹھ کھڑی ہو — اس دو تین روز کی حکومت میں سے دھواں اٹھا دے

باز گو احوالِ ابراہیمؒ زود — ترکِ مُلکش را بگو موجب چہ بود

ابراہیمؒ کے احوال پھر جلد کہہ — بتا ان کے سلطنت چھوڑنے کا کیا سبب تھا؟

بقیہ قصہ سلطان ابراہیم ادہم رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ

حضرت شاہ ابراہیم ادہمؒ کے قصہ کا بقیہ خدا ان کی روح کو تازہ کرے

بر سرِ[2] تختے شنید آں نیک نام — طقطقے و ہای و ہوی شب زبام

اس نیک نام نے تخت پر سے سنا — رات کو بالا خانہ پر کھٹکا اور شور و غل

گامہائِ تند بر بامِ سَرا — گفت با خود آنچنیں زہرہ کرا

محل کی چھت پر بھاری قدم — دل میں کہا، ایسا پتہ کس کا ہے؟

بانگ زد بر رُوزنِ قصرِ او کہ کیست — ایں نباشد آدمی ماناپریست

انہوں نے محل کی کھڑکی پر پکارا کون ہے؟ — یہ یقیناً کوئی انسان نہیں ہے، بھوت ہے

سر فرو[3] کردند قومے بو العجب — ما ہمی گردیم شب بہر طلب

کچھ عجیب لوگوں نے سر نیچے کر کے (کہا) — ہم رات میں تلاش میں پھر رہے ہیں

ہیں چہ می جوئید؟ گفتند اُشتراں — گفت اشتر بام بر کہ جُست ہاں

ہائیں کیا تلاش کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا اونٹ — ان ابراہیم (ادہمؒ) نے کہا، ہائیں اونٹ کو چھت پر کس نے ڈھونڈا ہے؟

پس بگفتندش کہ تو بر تخت و جاہ — چوں ہمی جوئی ملاقاتِ اِلٰہ

پھر انہوں نے ان سے کہا آپ تخت اور رتبہ میں — اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات کیوں تلاش کر رہے ہیں؟

خود ہماں بد دیگر او را کس ندید — چوں پَری از آدمی شد ناپدید

یہ واقعہ ہوا، پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا — پری کی طرح انسانوں سے غائب ہو گئے

---

[1] گر بریزی۔ سورج پر خاک ڈالنے سے وہ نہیں چھپ سکتا ہے۔ خیز بلقیسا۔ مولانا کا بلقیس کو خطاب ہے کہ ابراہیم ادہم کی طرح تو بھی ملک اور سلطنت کو خیر باد کہہ دے۔ دود۔ یعنی اس دنیاوی سلطنت کو پھونک ڈال۔

[2] بر سر۔ حضرت ابراہیم ادہم رات کے وقت اپنے تخت شاہی پر سو رہے تھے کہ چھت پر سے چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں۔ طقطق۔ کھٹ کھٹ۔ بام سرا۔ قلعہ کا بالا خانہ۔ زہرہ۔ پتہ، ہمت۔ روزنِ قصر۔ کھڑکی۔ ماناپریست۔ انسان کی تو یہ مجال نہیں کہ شاہی بالا خانہ پر رات میں چڑھ آئے یقیناً کوئی بھوت پریت ہے۔

[3] سرفرو۔ اوپر سے ان لوگوں نے جھانک کر کہا کہ ہم تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ہیں۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا کیا ڈھونڈتے ہو انہوں نے کہا اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں۔ کہ جست۔ یعنی اونٹ کو بالا خانہ پر آج تک کسی نے نہیں تلاش کیا ہے۔ پس۔ ان لوگوں نے حضرت ابراہیمؒ سے کہا کہ اگر اونٹ چھت پر تلاش کرنا غلط ہے تو خدا کو تخت و تاج پر تلاش کرنا کون سی درست بات ہے۔ خود ہماں۔ بس اس واقعہ کے بعد ان کے حالات بدل گئے اور وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

معتیش[1] پنہاں و او در پیشِ خلق
ان کا باطن پوشیدہ تھا اور وہ لوگوں کے سامنے تھا

خلق کے بینند غیرِ ریش و دلق
لوگ ڈاڑھی اور گدڑی کے سوا کب دیکھتے ہیں؟

چوں ز چشمِ خویش و خلقاں دور شد
جب وہ اپنی اور لوگوں کی نگاہ سے دور ہو گئے

ہمچو عنقا در جہاں مشہور شد
عنقا کی طرح دنیا میں مشہور ہو گئے

جانِ سیمرغے کہ آمد سوئے قاف
سیمرغ کی جان جو (کوہِ) قاف کی طرف چلی آئی

جملۂ عالم ازو لافند لاف
تمام لوگ (اناپ شناپ) اس کی باتیں کرتے ہیں

چوں رسید اندر سبا ایں نورِ شرق
یہ مشرق کی روشنی جب سبا میں پہنچی

غلغلے افتاد در بلقیس و خلق
لوگوں اور بلقیس میں شور مچ گیا

روحہائے[2] مُردہ جملہ پَر زدند
سب مُردہ روحیں اڑنے لگیں

مُردگاں از گورِ تن سر بر زدند
مُردوں نے جسم کی قبر سے سر ابھارا

یکدگر را مژدہ می دادند ہاں
ایک دوسرے کو خوشخبری دیتا تھا کہ ہاں

نک ندائے می رسد از آسماں
یہ آواز آسمان سے آ رہی ہے

زاں ندا دینہا ہمی گردند گبز
اس آواز سے سب پر دین قوی ہوتے ہیں

شاخ و برگِ دل ہمی گردند سبز
دل کی شاخ اور پتے سبز ہو جاتے ہیں

از سلیمانؑ آں نفس[3] چوں نفخِ صور
(حضرت) سلیمان علیہ السلام کے اس سانس نے صور پھونکنے کی طرح

مردگاں را وارہانید از قبور
مردوں کو قبروں سے رہائی دے دی

مر ترا بادا سعادت بعد ازیں
اس کے بعد تیرے لیے نیک بختی ہو

ایں گذشت وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْیَقِیں
یہ گزر گیا، یقیناً اللہ زیادہ جانتا ہے

بقیہ قصہ اہلِ سبا و نصیحت و ارشاد سلیمان علیہ السلام مر
سبا والوں کے قصہ کا بقیہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نصیحت اور راہنمائی بلقیس کی رعایا کو

آں بلقیس را ہر یکے اندر خورِ خود و مشکلاتِ دین و دلِ او
ہر ایک کو اُس کے اور اُس کے دل اور دین کی مشکلات کے مناسب اور ہر شخص کے

---

[1] معتیش۔ حضرت ابراہیم کا لوگوں کی نظروں سے غائب ہونا یہ ہے کہ ان کے اوصاف باطنی اور مدارج کو لوگ نہ سمجھ سکے اگرچہ وہ ان کے سامنے تھے اس لیے کہ ظاہر بینوں کی نگاہ تو محض ظاہر پر ہوتی ہے۔ چوں زچشم۔ اپنی آنکھوں سے استغراق کی وجہ سے دور ہو گئے اور دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بھی دور ہو گئے تو عنقا کی طرح ان کی شہرت ہو گئی۔ سیمرغ۔ یہ جانور بھی لوگوں کی نگاہوں سے دور ہے لہٰذا اس کا بھی بہت چرچا ہے۔ نورِ شرق۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت۔ خلق۔ یعنی بلقیس کی رعایا۔

[2] روحہائے۔ مردہ روحیں زندہ ہو گئیں جسم میں دبی ہوئی روح نے سر ابھارا۔ یکدگر۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آسمانی دعوت ہے۔ زاں۔ اس دعوت کا تو خاصہ یہی ہے کہ اس سے لوگوں کے ایمان بڑھتے اور تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔

[3] نفس۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت۔ مردگاں۔ یعنی مردہ دل۔ قبور۔ یعنی دنیاوی زندگی۔ ایں گذشت۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ جو ہم نے بیان کیا ہے اس کی یقینی باتیں خدا کو معلوم ہیں جو کچھ مشہور تھا وہ کہہ دیا گیا ہے بہر حال اس قصہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ بقیہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اس کے مناسب اور اس کے ملک والوں کو ہر ایک کی استعداد کے مطابق رہنمائی کی۔

Marfat.com

وصید کردنِ[1] ہر جنس مرغِ ضمیرے بصفیرانِ آں جنس مرغ و طعمہ او

دل کے پرند کی جنس کو اس کی جنس کے پرندوں کی آواز اور خوراک سے شکار کرنا

قصہ گویم از سبا مشتاق وار — چوں صبا آمد بسوئے لالہ زار

میں مشتاقانہ، سبا کا قصہ سناتا ہوں — جب لالہ زار کی جانب (بادِ) صبا پہنچی

لَاقَتِ الْاَشْبَاحُ یَوْمَ وَصْلِهَا — عَادَتِ الْاَوْلَادِ صَوْبَ اَصْلِهَا

جسم اپنے وصل کے دن سے وابستہ ہو گئے — اولاد اپنی اصل کی جانب لوٹ گئی

اُمَّةُ الْعِشْقِ خُفِیٌّ فِی الْاُمَمْ — مِثْلُ جُوْدٍ حَوْلَهٗ یَوْمُ السَّقَمْ

عشق کی امت امتوں میں پوشیدہ ہے — اس سخاوت کی طرح جس کے چاروں طرف بیماری کا دن ہے

ذِلَّةُ الْاَرْوَاحِ مِنْ اَشْبَاحِهَا — عِزَّةُ الْاَشْبَاحِ مِنْ اَرْوَاحِهَا

روحوں کی ذلت ان کے جسموں سے ہے — جسموں کی عزت ان کی روحوں سے ہے

اَیُّهَا الْعُشَّاقُ[2] اَلسُّقْیَا لَكُمْ — اَنْتُمُ الْبَاقُوْنَ وَ الْبُقْیَا لَكُمْ

اے عاشقو! سیرابی تمہارے لیے ہے — تم باقی رہنے والے ہو اور بقا تمہارے لیے ہے

اَیُّهَا السَّالُوْنَ قُوْمُوْا وَ اعْشِقُوْا — ذَاکَ رِیْحُ یُوْسُفَ فَاسْتَنْشِقُوْا

اے بے فکرو! کھڑے ہو جاؤ اور عشق کرو — یہ (حضرت) یوسف علیہ السلام کی خوشبو ہے سونگھ لو

مَنْطِقُ الطَّیْرِ سلیمانی بیا — بانگِ ہر مرغے کہ می آید سرا

اے سلیمانی منطق الطیر! آ جا — جو مرغ آئے اس کی بولی بول

چوں بمرغانت فرستادست حق — لحنِ ہر مرغے بدادستت سبق

جبکہ تجھے اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی جانب بھیجا ہے — تجھے ہر پرند کے لہجے کا سبق پڑھا دیا ہے

مرغِ جبری[3] را زبانِ جبر گو — مرغِ پَر اِشکستہ را از صبر گو

جبری پرند کو جبر (کا نقصان) سمجھا — پر ٹوٹے ہوئے پرند کو صبر کی تعلیم دے

مرغِ صابر را تو خوش دار و معاف — مُرغِ عنقا را بخواں اوصافِ قاف

صابر پرند کو تو اچھا رکھ اور معاف کر — عنقا پرند کو قاف کے اوصاف پڑھا

---

1. صید کردن۔ شکاری جس قسم کے پرندوں کا شکار کرتا ہے اسی قسم کی سیٹی بجا کر ان کو جمع کرتا ہے اور ان کے مناسب دانہ ڈالتا ہے۔ صبا۔ یعنی دعوتِ سلیمانی۔ لالہ زار۔ ملک سبا۔ لاقت۔ یعنی جو اجسام روحوں سے محروم تھے وہ ان سے مل گئے۔ عادت۔ یعنی اجسام روحانیت کے غلبہ سے ارواح بن گئے۔ امۃ۔ عاشق عوام میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ جود۔ لوگ سخی کو فضول خرچ کہتے ہیں اور اس کی سخاوت سے اس کو طرح طرح سے ڈراتے ہیں اس طرح ان کی نظروں سے اس کی سخاوت پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ السقم۔ یعنی سخاوت پر ملامت اور افلاس وغیرہ کا خوف دلانا۔ ذلۃ۔ جب تک روح جسم میں دبی ہوئی ہے وہ ذلیل ہے جب روح کا غلبہ ہو جاتا ہے تو جسم میں بھی شرافت پیدا ہو جاتی ہے۔
2. العشاق۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ السالون۔ جو عشق سے خالی ہیں۔ ذاک۔ یہ پیغامِ سلیمانی۔ منطق الطیر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تمام پرندوں کی زبان جانتے تھے۔ بانگ۔ یعنی ہر ایک کو اس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تعلیم دے۔
3. مرغ جبری۔ جو لوگ جبر کے قائل ہیں وہ ترکِ عمل کر بیٹھے ہیں ان کو اس عقیدہ کا نقصان سمجھا دے۔ پر اشکستہ۔ وہ لوگ جو ناقص اختیار کے قائل ہیں ان کو صبر عن المعاصی کی تعلیم دے۔ مرغ صابر۔ جو لوگ معصیت سے رکے ہوئے ہیں۔ مرغ عنقاء۔ جو لوگ ان کو عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں ان کو عالم غیب کی باتیں بتا۔

مر کبوتر[1] را حذر فرما ز باز — باز را از حلم گوی و احتراز

کبوتر کو باز سے بچنے کا حکم دے — باز کو بُردباری اور پرہیزگاری سکھا

واں خفاشے را کہ ماند او بینوا — می کُنش با نور جفت و آشنا

اس چمگادڑ کو جو بے ساز و سامان ہے — اس کو نور کا ساتھی اور آشنا بنا

کبکِ جنگی را بیاموزاں تو صلح — مر خروساں را نما اشراطِ صبح

لڑاکا چکور کو تو صلح سکھا — مرغوں کو صبح کی علامات بتا

ہمچنیں[2] میرو زِ ہدہد تا عقاب — رہ نما وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

اسی طرح چلا چل ہدہد سے عقاب تک — راہنمائی کر اور اللہ صواب کو زیادہ جانتا ہے

آزاد شدنِ بلقیس از ملک و مست شدنِ او از شوقِ ایمان و التفات همتِ او از همه ملک منقطع شدن بوقتِ ہجرت اِلا از تخت

بلقیس کا ملک سے آزاد ہو جانا اور ایمان کے شوق سے اس کا مست ہو جانا اور ہجرت کے وقت تمام ملک سے بجز تخت کے اس کی باطنی توجہ کا منقطع ہو جانا

چوں سلیمانؑ سوی مرغانِ سبا — یک صفیرے کرد و بست آں جملہ را

جب سلیمان علیہ السلام نے سبا کے پرندوں کے لیے — ایک سیٹی بجائی اور سب کو باندھ لیا

جز[3] مگر مرغے کہ بُد بے جان و پر — یا چو ماہی گنگ بود از اصل و کر

سوائے اس پرند کے جو بے جان اور بے پر تھا — یا جو مچھلی کی طرح پیدائشی گونگا اور بہرا تھا

نے غلط گفتم کہ کر گر سَر نہد — پیشِ وحیِ کبریا سمعش دہد

نہیں میں نے غلط کہہ دیا، اگر بہرا سر رکھ دے — خدا کی وحی کے سامنے، وہ اس کو سننے کی طاقت دے دے

چونکہ بلقیس از دل و جاں عزم کرد — بر زمانِ رفتہ ہم افسوس خورد

چونکہ بلقیس نے دل و جان سے پختہ ارادہ کیا — گذشتہ دنوں پر بھی اس نے افسوس کیا

ترکِ مال و ملک کرد او آنچناں — کہ بترکِ نام و ننگ آں عاشقاں

اس نے مال اور ملک کو اس طرح چھوڑ دیا — جو عاشقوں کے نام و ننگ کو چھوڑنے کی طرح تھا

آں غلامان و کنیزانِ بناز — پیشِ چشمش ہمچو بوسیدہ پیاز

وہ ناز پروردہ غلام اور باندیاں — اس کی آنکھوں کے سامنے سڑی ہوئی پیاز کی طرح تھے

---

[1] کبوتر۔ یعنی مظلوم۔ باز۔ یعنی ظالم۔ واں خفاشے۔ جو لوگ نور سے محجوب ہیں ان کو نور عطا کر۔ کبک۔ لڑنے والوں کو صلح پر آمادہ کر۔ خروساں۔ یعنی اہل حق اگر غلط بحثوں میں ہیں ان کو راہِ حق کی علامات دکھا دے۔

[2] ہم چنیں۔ غرضکہ ہر آدمی کی اس کے مناسب حال اصلاح کر دے۔ اِلا از تخت۔ یعنی دعوت سلیمان علیہ السلام پر بلقیس ایمان کے شوق سے مست ہو گئی اور اپنے ملک و سلطنت کی ہر چیز کی محبت دل سے نکال دی البتہ اس کو اپنے تخت شاہی سے جو بہت قیمتی تھا تعلق خاطر رہا۔ صفیر۔ یعنی پیغام حق۔

[3] جز۔ یعنی سب لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لائے البتہ وہ لوگ جن میں استعداد اور قابلیت ہی نہ تھی وہ محروم رہے۔ نے غلط۔ یعنی میرے کلام سے یہ شبہ نہ ہو کہ وحی میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ بدفطرت کو متاثر کر سکے بلکہ وہ بھی اگر توجہ کرے اور طلب پیدا کر لے تو خدا اس کی مدد کر دیتا ہے اور اس میں صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ بر زمانِ رفتہ۔ جو وقت ستارہ پرستی میں گزرا تھا۔ ترک۔ بلقیس مال و دولت سے ایسی بے نیاز ہوئی جس طرح عاشق نام و ننگ سے بے نیاز ہوتا ہے۔ آں غلاماں۔ جن غلاموں اور کنیزوں کو ناز سے پالا تھا وہ اس کے لیے سڑی ہوئی پیاز بن گئے۔

Marfat.com

باغہا[1] و قصر ہا و آبِ رُود
باغات اور قلعے اور نہر کا پانی

پیشِ چشم از عشق گلخن مینمود
عشق کی وجہ سے نگاہوں کو بھٹی نظر آتے تھے

عشق در ہنگامِ استیلا و خشم
عشق اور غصہ غلبہ کے وقت

زشت گرداند لطیفاں را بچشم
عمدہ چیزوں کو آنکھ کے سامنے بُرا بنا دیتا ہے

مَر زمرّد را نماید گندنا
زمرد کو گندنا دکھا دیتی ہے

غیرتِ عشق ایں بودِ معنیِ لا
عشق کی غیرت، یہی لا کے معنیٰ ہیں

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوْ اینست اے پناہ
اے پناہ (کے طالب) نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ

کہ نماید مہ ترا دیگِ سیاہ
کہ تجھے چاند کالی دیگ نظر آئے

ہیچ[2] مال و ہیچ مخزن ہیچ رخت
کسی مال اور کسی خزانہ اور کسی سامان پر

می دریغش نامد اِلا جز کہ تخت
بجز تخت کے اس کو افسوس نہ ہوا

پس سلیمانؑ از دلش آگاہ شد
سلیمان علیہ السلام اس کے دل (کے خیال) سے واقف ہو گئے

کز دلِ او تا دلِ اُو راہ بد
کیونکہ ان کے دل سے اس کے دل تک راستہ تھا

آں کسے کو بانگ موراں بشنود
جو شخص چیونٹی کی آواز سن لے

ہم ز دُوراں سِرِّ دُوراں بشنود
دور سے دور رہنے والوں کا راز سن لے

آنکہ گوید رازِ قَالَتْ[3] نَمْلَةٌ
جو "چیونٹی نے کہا" کہ راز بتا دے

ہم بداند رازِ ایں طاقِ کہن
اس پرانی محراب کا راز بھی جان لے

دید از دُورش کہ آں تسلیم کیش
اُس نے دور سے دیکھ لیا کہ اس تسلیم (و رضا) والی کو

تلخش آمد فرقتِ آں تختِ خویش
اپنے تخت کی جدائی گراں ہوئی ہے

گر بگویم آں سبب گردد دراز
اگر میں اُس کا سبب بتاؤں لمبا ہو جائے گا

کہ چرا بودش بتخت آں عشق و ساز
کہ اس کو تخت سے عشق اور محبت کیوں تھی؟

گرچہ ایں کلک و قلم خود بے حسے است
اگرچہ یہ پودا اور قلم خود بے حس ہے

نیست جنسِ کاتب او را مونسے است
وہ کاتب کا (ہم) جنس نہیں ہے، اس کے لیے مونس ہے

---

1. باغہا۔ یعنی تفریح کے اسباب اس کے لیے باعث تکلیف بن گئے۔ عشق۔ عشق اور غصہ کی خاصیت یہی ہے کہ جو چیزیں محبوب ہوتی ہیں اس حالت میں وہ مردود بن جاتی ہیں۔ معنیٔ لا۔ یعنی جب انسان لا الٰہ کا قائل ہو جاتا ہے تو اس کے لیے غیر اللہ ہیچ ہو جاتا ہے۔ لا الٰہ۔ کلمہ طیبہ کا حقیقی اثر یہی ہے کہ ماسوی اللہ نظروں میں بے وقعت ہو جاتا ہے۔

2. ہیچ۔ بلقیس کو سلطنت کی کسی چیز کے چھوڑنے کا افسوس نہ تھا البتہ تخت کے چھوڑنے کا افسوس تھا۔ پس۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کی اس قلبی کیفیت سے باخبر ہو گئے چونکہ دل سے دل تک راہ پیدا ہو چکی تھی اور باہمی تعلق استوار ہو چکا تھا۔ آں کسے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی بات سن لیتے تھے اور دور کے انسانوں کے دلی راز سمجھ لیتے تھے۔

3. قالت۔ قرآن پاک میں ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام چیونٹیوں کے ایک جنگل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو، اپنے بلوں میں گھس جاؤ تمہیں سلیمان علیہ السلام اور اس کا لشکر پامال نہ کر دے تو حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی بات سن کر ہنس پڑے۔ طاقِ کہن۔ آسمان۔ تسلیم کیش۔ جس نے تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کر لیا ہے یعنی بلقیس۔ گر بگویم۔ اگر میں اس کی تفصیل کروں کہ بلقیس کو تخت سے کیوں محبت تھی تو گفتگو دراز ہو جائے گی پھر بھی مجملاً بیان کرتا ہوں۔ گرچہ۔ قلم کاتب کا آلہ اور وہ اس کے لیے باعثِ محبت ہوتا ہے۔

ہم چنیں[1] ہر آلتِ پیشہ ورے
اسی طرح ہر پیشہ ور کا ہر اوزار
ہست بیجاں مونس ہر جانورے
بے جان ہے (اور) جاندار کے لیے مونس ہے

آلتِ ہر پیشہ کارے ہمچناں
اسی طرح سے ہر پیشہ ور کا اوزار
ہست بیجاں لیک مونس شد بجاں
بے جان ہے، لیکن جاندار کے لیے مونس ہے

ایں سبب را من معین گفتمے
اس سبب کو میں معین کر کے بتا دیتا
گر نبودے چشم فہمت را نمے
اگر تیری سمجھ کی آنکھ میں نمی نہ ہوتی

از بزرگی تخت کز حد می فزود
تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو حد سے زیادہ تھی
نقل کردن ہیچ نوع امکاں نبود
(اس کا) منتقل کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا

خردہ کاری[2] بود تفریقش خطر
باریک کام تھا، اس کے ٹکڑے کرنا خطرناک تھا
ہمچو اوصالِ بدن با ہمدگر
جیسا کہ آپس میں بدن کے جوڑ

پس سلیمانؑ گفت گرچہ فِی الْاٰخِر
(حضرت) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اگرچہ آخر میں
سرد خواہد شد برو تاج و سریر
اُس کے لیے تاج و تخت بے وقعت ہو جائے گا

چوں ز وحدت جاں بروں آرد سرے
جب وحدت سے جان برآمد ہو گی
جسم را با فرِّ او نبود فرے
اس کی شان کے مقابلہ میں جسم کی شان نہ رہے گی

چوں[3] بر آید گوہر از قعرِ بحار
جب موتی، سمندروں کی گہرائی سے باہر آئے گا
ننگری اندر خس و خاشاک و خار
تو کوڑے کرکٹ اور کانٹے کی طرف نظر نہ کرے گا

سر بر آرد آفتابِ با شرر
جب شعلہ بار سورج نکلتا ہے
دُمِ عقرب را کہ سازد مستقر
دمِ عقرب (ستارے) کو کون ٹھکانا بناتا ہے

لیک خود با ایں ہمہ در نقد حال
لیکن با ایں ہمہ اس وقت
جست باید تختِ او را انتقال
اس کے تخت کو منتقل کرانا چاہیے

تانگردد خستہ ہنگامِ لقا
تاکہ ملاقات کے وقت خستہ (دل) نہ ہو
کودکانہ حاجتش گردد روا
اس کی بچگانہ خواہش پوری ہو جائے

---

1. ہم چنیں۔ غرضیکہ ہر کاریگر کا آلہ اس کے لیے مونس ہوتا ہے۔ مونس۔ محبت پیدا کرنے والا۔ نمے۔ یعنی آنکھیں دیکھنے کی نمی۔ از بزرگی۔ محبت کا تقاضا تو تھا کہ بلقیس تخت کو ساتھ لے آتی لیکن چونکہ اس کی لمبائی چوڑائی بہت تھی اس کو منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔

2. خردہ کاری۔ اس کو توڑ کر اس وجہ سے نہ لا سکتی تھی کہ اس پر بہت نازک اور باریک کام تھا وہ خراب ہو جاتا۔ اوصال۔ وصل کی جمع، جوڑ۔ پس سلیماں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر بلقیس کے قلب کی حالت واضح ہو گئی تو انہوں نے سوچا کہ روحانی عروج کے بعد اگرچہ تخت وغیرہ کی محبت مٹ جائے گی لیکن فی الحال چونکہ اس کو تخت کے رہ جانے کا رنج ہے لہٰذا اس کو منگوانا چاہیے۔ چوں ز وحدت۔ فنا کے بعد جب بقا حاصل ہو جاتی ہے تو تمام مادیات بے وقعت ہو جاتی ہیں۔

3. چوں۔ جب سمندر سے موتی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر انسان اس کے خس و خاشاک کی طرف نظر نہیں کرتا ہے۔ سر بر آرد۔ جب سورج طلوع کرتا ہے تو وہ ستارے جو صبح عقرب میں دُم عقرب کی طرح جمع ہو جاتے ہیں ان کی طرف کوئی نگاہ نہیں کرتا ہے۔ مستقر۔ ٹھکانا۔ انتقال۔ یعنی اپنے یہاں اس کو منتقل کرا لینا چاہیے۔ کودکانہ۔ بلقیس کی تخت سے محبت بچگانہ فعل تھا۔

Marfat.com

ہست بر ما سہل[1] و او را بس عزیز
ہمارے لیے آسان اور اس کو بہت پیارا ہے
تا بود بر خوانِ حوراں دیو نیز
تاکہ پریوں کے دستر خوان پر دیو بھی ہو

عبرتِ جانش شود آں تخت باز
پھر وہ تخت اس کی جان کے لیے باعث عبرت بنے
ہمچو دلق و چارقے پیشِ ایاز
جیسا کہ ایاز کے لیے، گدڑی اور چپل

تا بداند در چہ بود آں مبتلا
تاکہ اسے پتا چل جائے وہ کس چیز میں پھنسی ہے
از کجاہا در رسید او تا کجا
وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے

خاک را[2] و نطفہ را و مُضغہ را
خاک اور نطفہ کو اور مُضغہ کو
پیشِ چشمِ ما ہمی دارد خدا
خدا ہماری نظروں کے سامنے رکھتا ہے

از کجا آوردمت اے بدنیت
اے بدنیت! میں تجھے کہاں سے لایا ہوں؟
کہ ازاں آید ہمی خفریقیت
کہ اس سے مجھے شرم آتی ہے

تو بداں عاشق بُدی در دورِ آں
تو اس کے زمانہ میں اس کا عاشق تھا
منکرِ ایں فضل بودی آں زماں
اس وقت اس فضیلت کا منکر تھا

ایں کرم چوں دفعِ آں انکارِ تست
یہ کرم گویا اس انکار کا رد ہے
کہ میانِ خاک می کردی نخست
جو تو نے خاک ہوتے ہوئے پہلے کیا تھا

حجتِ انکار شد اِنشارِ[3] تو
تیری پیدائش تیرے انکار کے خلاف دلیل ہو گئی
از دوا بدتر شد ایں بیمارِ تو
تیرا یہ بیمار دوا سے بگڑ گیا

خاک را تصویرِ ایں کار از کجا
مٹی سے اس کام کا تصور کہاں؟
نطفہ را خصمی و انکار از کجا
نطفہ میں جھگڑالو پن اور انکار کہاں؟

چوں دراں دم بیدل و بے سر بُدی
چونکہ تو اس وقت بغیر دل اور سر کے تھا
فکرت و انکار را منکر بدی
تو فکر اور انکار کا منکر تھا

---

1. سہل۔ جنوں کے ذریعہ اس کو بآسانی منتقل کیا جا سکتا ہے یا وہ ہمارے نزدیک بے وقعت ہے۔ تابود۔ اخروی نعمتوں کے ساتھ یہ دنیاوی نعمت بھی موجود ہے۔ عبرت۔ مشہور ہے کہ ایاز نے اپنی اصلی گدڑی اور جنگلی چپل خزانہ میں محفوظ کر رکھے تھے اور ان کو جا کر دیکھ کر وہ اپنی اصلی حالت یاد کرتا تھا اسی طرح تخت بلقیس کے لیے باعث عبرت ہوگا کہ اس کی پہلی حالت کس قدر خراب تھی کہ وہ تخت جیسی چیزوں سے محبت کرتی تھی۔ از کجا۔ پہلے دنیا کی خرافات میں پھنسی ہوئی تھی اب روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔

2. خاک را۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی خلقت کے مراتب بیان فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ انسان کو اللہ نے اپنے فضل سے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اس کی ابتدا ان چیزوں سے ہے جن کے ذکر سے بھی اس کو شرم آتی ہے قرآن میں ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے بنایا پھر اس کو نطفہ کیا پھر ہم نے نطفہ سے علقہ پھر علقہ سے مضغہ بنایا پھر ہم نے اس کو ایک نئی صورت عطا کر دی۔ مضغہ۔ گوشت کا لوتھڑا۔ تو بداں۔ انسان زبانِ حال سے اپنی ابتدائی حالت سے ترقی کرنے کا منکر تھا۔ ایں کرم۔ انسان کو اس قدر فضیلت دینا اس انکار کا دفعیہ ہے جو اس کی فطرت کر رہی تھی۔ حجت انکار۔ یعنی انکار کے خلاف دلیل۔

3. انشار۔ نشر کرنا، پیدا کرنا۔ از دوا۔ جس انکار کو تو اپنے مدعا کی تائید سمجھتا تھا وہی انکار تیرے مدعا کی تردید بن گیا یعنی جس چیز کو تو اپنے موافق سمجھے ہوئے تھا وہی مخالف پڑی۔ خاک۔ مٹی میں یہ حیات اور استعداد صرف اللہ کی قدرت سے آئی ہے۔ نطفہ۔ یہ انسان نطفہ تھا آج وہ اس حالت میں ہے کہ حشر و نشر کا انکار کر دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے تو دوبارہ اس کا حشر و نشر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیسے خارج ہو سکتا ہے۔ دراں دم۔ یعنی نطفہ ہونے کی حالت میں تجھ میں اس انکار کی صلاحیت نہ تھی۔

Marfat.com

از جمادی[1] چونکہ انکارت بُرست
مٹی ہونے کی حالت میں جبکہ تو نے انکار کیا
ہم ازیں انکار حشرت شد دُرست
تیرے اسی انکار سے تیرا حشر ثابت ہو گیا

پس مثالِ تو چو آں حلقہ زنے ست
پس تیری مثال اس زنجیر پیٹنے والے کی سی ہے
کز درونش خواجہ گوید خواجہ نیست
کہ اُس کے اندر سے مالک کہے گا، کہ مالک نہیں ہے

حلقہ زن زیں نیست دریابد کہ ہست
زنجیر پیٹنے والا اس انکار سے سمجھ لے گا کہ وہ ہے
پس ز حلقہ بر ندارد ہیچ دست
تو حلقہ سے کبھی دست بردار نہ ہو گا

پس ہم انکارت[2] مبیّن می کند
تو تیرا انکار ہی واضح کرتا ہے
کز جمادِ او حشرِ صد فن می کند
کہ وہ مٹی سے سو طرح حشر کر دے گا

چند صنعت رفت اے انکار تا
چند کاریگریاں ہو چکیں اے! کب تک انکار؟
آب و گل انکار زاد از ھَلْ اَتٰی
مٹی اور پانی سے، "ہل اتی" کا انکار سرزد ہوا

آب و گل می گفت خود انکار نیست
پانی اور مٹی کہتے ہیں کہ انکار نہیں ہے
بانگ می زد بے خبر کاخبار نیست
بے خبر پکارتا ہے کہ خبر دینا نہیں ہے

من بگویم[3] شرح ایں از صد طریق
میں اس کی سو طرح سے تشریح کر دیتا
لیک خاطر لغزد از گفتِ دقیق
لیکن باریک بات سے طبیعت لغزش کھا جاتی ہے

شرحِ آں را لب بہ بستم اے کیا
اے بزرگ! میں نے اس کی تشریح سے خاموشی اختیار کرلی
بہرِ نقل تختِ بلقیس از سبا
سبا سے بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کے (قصہ) کے لیے

چارہ کردنِ سلیمان علیہ السلام دراحضارِ تختِ بلقیس ازسبا پیش ازقدومِ بلقیس

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تدبیر کرنا بلقیس کے تخت کو حاصل کرنے کے لیے بلقیس کے آنے سے پہلے

پس سلیمانؑ گفت با لشکر عیاں
پھر (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے صاف طور پر لشکر سے کہا
تختِ او را حاضر آرید ایں زماں
اس کے تخت کو فوراً حاضر کرو

گفت عفریتے کہ تختش را بفن
ایک جن نے کہا کہ اس کے تخت کو ہنر سے
حاضر آرم تا تو زیں مجلس شدن
آپ کے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے حاضر کروں گا

---

[1] از جمادی۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ تو جمادیت سے اس مرتبہ پر پہنچا ہے کہ تجھ میں انکار کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے تو تیری یہ انکار کی صلاحیت اس بات کی دلیل ہو گئی کہ تیرا دوبارہ حشر ہو سکتا ہے۔ حلقہ زن۔ تیرا یہ انکار خود حشر کا اقرار اسی طور پر ہے کہ جیسا کوئی زید کو بلانے اس کے گھر پر جائے اور خود زید اندر سے کہے کہ زید یہاں نہیں ہے تو اس کا یہ اپنے ہونے کا انکار خود ہونے کا اقرار ہے۔

[2] پس انکار۔ جمادیت سے ترقی کر کے اس مرتبہ تک پہنچنا کہ حشر کا انکار کرتا ہے خود حشر کو سو دلائل سے ثابت کر رہا ہے۔ چند۔ انسان بننے تک مختلف مراتب میں اللہ کی کس قدر کاریگریاں ہیں ان کے ہوتے ہوئے حشر کا انکار کب تک ہو سکے گا، مٹی اور پانی میں یہ استعداد آ گئی کہ اس نے سورۂ ہل اتی کے مضمون کا جو کہ حشر و نشر سے متعلق ہے انکار کیا تو آب و گل کا مرتبۂ انکار تک ترقی کرنا خود حشر کے انکار کی نفی کرتا ہے۔ گھر کے اندر سے خود اپنے نہ ہونے کی خبر دینے کو خبر دینا نہیں سمجھ رہا ہے۔

[3] من بگویم۔ میں اس مضمون کو کہ انکار خود اقرار ہو جاتا ہے مختلف طریقوں سے سمجھا سکتا ہوں لیکن دقائق کا سمجھانا بعض کم فہموں کے لیے لغزش کا سبب بن جاتا ہے لہٰذا میں خاموشی اختیار کر لیتا ہوں اور بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کی بات شروع کرتا ہوں۔ عفریتے۔ جنوں میں سے ایک بہت سرکش جن نے کہا کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے حاضر کروں گا۔

Marfat.com

گفت آصف[1] من باسمِ اعظمش　حاضر آرم پیشِ تو دریک دمش
آصف نے کہا میں اُس کو اسم اعظم کے ذریعہ　اس کو آپ کے سامنے ایک دم حاضر کردوں گا

گرچہ عفریت اوستادِ سحر بود　لیک آں از نفخِ آصف رونمود
اگرچہ جن جادو کا استاد تھا　لیکن وہ آصف کے دم کرنے سے آیا

حاضر آمد تختِ بلقیس آں زماں　لیک آصف نز فنِ عفریتیاں
بلقیس کا تخت فوراً آ گیا　لیکن آصف کی وجہ سے نہ کہ جنوں کے ہنر سے

گفت[2] حمد اللہ بریں و صد چنیں　کہ بدیدستم ز ربُّ العالمیں
(حضرت سلیمان نے) فرمایا اس پر اس جیسی سیکڑوں نعمتوں پر اللہ کی تعریف ہے　جو میں نے رب العالمین کی جانب سے دیکھی ہیں

پس نظر کرد آں سلیمانؑ سوی تخت　گفت آرے گول گیری اے درخت
پھر (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے تخت کی جانب دیکھا　فرمایا اے درخت! تو احمق کو پھنسانے والا ہے

پیشِ چوب و پیشِ سنگِ نقش کند　اے بسا گولاں کہ سَرہا می نہند
لکڑی اور تراشے ہوئے پتھر کے سامنے　بہت سے احمق ہیں جو سجدے کرتے ہیں

ساجد و مسجود از جاں بے خبر　دیدہ از جاں جنبشے و اندک اثر
سجدہ کرنے والا اور مسجود جان سے بے خبر ہیں　اس نے جان کی تھوڑی سی حرکت اور تھوڑا سا اثر دیکھا ہے

دیدہ در وقتیکہ شد حیران و دنگ　کہ سخن گفت و اشارت کرد سنگ
جس وقت وہ حیران اور دنگ ہوا تو اس نے دیکھا　کہ پتھر نے بات کی اور اشارہ کیا

نَردِ[3] خدمت چوں بنا موضع بباخت　شیرِ سنگی را شقی شیرے شناخت
چونکہ اُس نے خدمت کی نرد بے موقع کھیلی　پتھر کے شیر کو بدبخت، شیر سمجھا

از کرم شیرِ حقیقی کرد جود　استخوانے سوی سگ انداخت زود
حقیقی شیر نے کرم سے سخاوت کر دی　فوراً کتے کے سامنے ہڈی ڈال دی

گفت گرچہ نیست آں سگ بر قوام　لیک مارا استخواں لطفے ست عام
کہا اگرچہ وہ کتا راہِ راست پر نہیں ہے　لیکن ہمارا ہڈی ڈالنا عام مہربانی ہے

قصہ یاری خواستنِ حلیمہ رضی اللہ عنہا از بتاں چوں عقیب فطام

حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بتوں سے مدد چاہنے کا قصہ جبکہ دودھ چھڑانے کے بعد

---

1. آصف۔ ابن برخیا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر تھے انہوں نے کہا میں اسم اعظم کی برکت سے فوراً حاضر کردوں گا۔ گرچہ۔ اگرچہ وہ جن بھی جادو کا استاد تھا لیکن تخت کی آمد حضرت آصف کے دم کرنے کی برکت سے ہوئی۔

2. گفت۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس نعمت اور دوسری نعمتوں کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اے درخت۔ چونکہ تخت لکڑی کا بنا ہوا تھا اس کو درخت کے لفظ سے خطاب کر کے فرمایا کہ تو احمقوں کو اپنی محبت میں پھنساتا ہے۔ پیشِ چوب۔ احمق لوگ تراشیدہ لکڑی اور پتھر کے بتوں کو سجدے کرتے ہیں۔ ساجد۔ یہ بت کے پجاری اور بت دونوں روح سے بے خبر ہیں ان بتوں میں روح کا تھوڑا سا اثر آ جاتا ہے جس کی وجہ سے کبھی ان سے حرکت یا بات کا صدور ہو جاتا ہے۔

3. نردِ خدمت۔ یہ لوگ عبادت کی بازی بے موقع کھیلتے ہیں پتھر کے بت کو حقیقی شیر سمجھ بیٹھتے ہیں۔ از کرم۔ شیرِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ ان کے استدراج کے لیے بتوں سے اس طرح کی کرامات ظاہر کرا دیتا ہے یعنی کتے کو ہڈی ڈال دیتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے لہٰذا کتے جیسے بدنظر کو بھی غذا مہیا فرما دیتا ہے۔ قصہ۔ چونکہ اس قصہ میں بھی بتوں کی گفتگو کا ذکر ہے اس لیے اس قصہ کو ذکر کیا ہے۔ فطام۔ دودھ چھڑانا۔ حلیمہ۔ حلیمہ سعدیہ جو آنحضور ﷺ کی رضاعی ماں ہیں۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را گم کردہ بود و لرزیدن و سجدۂ بتاں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم کر دیا تھا اور لرزنا اور بتوں کا سجدہ کرنا

و گواہی دادنِ ایشاں بر عظمت کارِ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی بڑائی پر گواہی دینا

قصۂ رازِ [1] حلیمہؓ گویمت — تا زدایِد داستانِ او غمت

میں تجھ سے حلیمہ کے راز کا قصہ کہتا ہوں — تاکہ اس کی داستان تیرے غم کو دور کر دے

مصطفیٰؐ را چوں ز شیر او باز کرد — بر کفش برداشت چوں ریحان و ورد

(حضرت) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب انہوں نے دودھ چھڑایا — ان کو ریحان اور گلاب کی طرح ہتھیلی پر رکھا

می گریزانیدش از ہر نیک و بد — تا سپارد آں شہنشہ را بجد

وہ ان کو ہر اچھے بُرے سے بچاتی تھی — تاکہ ان شہنشاہ کو دادا کے سپرد کر دے

چوں ہمی آورد امانت را زبیم — شد بکعبہ و آمد او اندر حطیم

جب وہ خوف کی وجہ سے امانت کو لائی — کعبہ میں آ پہنچی اور وہ حطیم میں آئی

از ہوا [2] بشنید بانگے کاے حطیم — تافت بر تو آفتابے بس عظیم

ہوا کی جانب سے آواز سنی کہ اے حطیم! — تجھ پر بہت بڑا سورج چمکا ہے

اے حطیم امروز آید بر تو زود — صد ہزاراں نور از خورشیدِ جود

اے حطیم! آج تجھ پر بہت جلد آئیں گے — لاکھوں نور سخاوت کے سورج سے

اے حطیم اِمروز آرد در تو رخت — محتشم شاہے کہ پیکِ اوست بخت

اے حطیم! آج تجھ میں سامان لا رہا ہے — وہ باحشمت شاہ نصیبہ جس کا قاصد ہے

اے حطیم امروز بیشک از نوی — منزلِ جانہائے بالا می شوی

اے حطیم! بے شک آج از سرِ نو — تو بالائی روحوں کی منزل بنے گا

جانِ پاکاں طُلب [3] و جُوق جُوق — آیدت از ہر نواحی مستِ شوق

پاک لوگوں کی روحیں جماعت جماعت گروہ گروہ — شوق سے مست ہو کر ہر جانب سے تیرے اندر آئیں گی

گشتہ حیراں آں حلیمہ زاں صدا — نے کسے در پیش نے سوئے قفا

حلیمہ اس آواز سے حیران ہو گئی — نہ کوئی سامنے تھا نہ گدی کی جانب

شش جہت خالی ز صورت ویں ندا — شد پیاپے آں ندا را جاں فدا

چھیوں جانب انسان سے خالی اور یہ آواز — پے در پے آئی، اس آواز پر جان قربان ہے

---

[1] رازؔ۔ یعنی بتوں کی زبانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سننا۔ بر کفش۔ چونکہ اس سے پہلے شقِ صدر کا واقعہ ہو چکا تھا اس سے خائف تھیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ نگرانی کرتی تھیں۔ می گریزانیدش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت حفاظت کرتی تھیں تاکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح حالت پر ان کے دادا کے سپرد کر سکیں۔ جد۔ دادا یعنی خواجہ عبد المطلب۔ حطیم۔ بیت اللہ کی زمین کا وہ حصہ جو تعمیر سے باہر ہے۔

[2] از ہوا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے غیب سے یہ آواز سنی۔ نور۔ یعنی آسمانی برکتیں۔ رخت۔ سامان۔ محتشم۔ ذی شان۔ از نوی۔ فترت کے زمانہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام وغیرہ کے نزول کا جو سلسلہ ختم ہو گیا اب از سرِ نو شروع ہوگا۔

[3] طلب۔ تلب، جماعت۔ جوق۔ گروہ۔ نواحی۔ اطراف۔ صدا۔ یعنی غیبی آواز۔

مصطفیٰ[1] را بر زمیں بنہاد او / تا کند آں بانگِ خوش را جستجو

اُس نے (حضرت) مصطفیٰ ﷺ کو زمین پر بٹھا دیا / تا کہ وہ اس اچھی آواز کی جستجو کرے

چشم می انداخت آں دم سو بسو / کہ کجا است آں شہِ اسرار گو

وہ اس وقت ہر جانب نظر ڈال رہی تھی / کہ وہ رازوں کو بتانے والا شاہ کہاں ہے؟

کاینچنیں بانگِ بلند از چپ و راست / می رسد یا رب رسانندہ کجاست

کہ ایسی بلند آواز دائیں اور بائیں سے / آ رہی ہے اے خدا! پہنچانے والا کہاں ہے؟

چوں ندید او خیرہ و نومید شد / جسم لرزاں ہمچو شاخِ بید شد

جب انہوں نے نہ دیکھا حیران اور نا امید ہو گئیں / بدن بید کی شاخ کی طرح لرزنے والا ہو گیا

باز آمد سوئے آں طفلِ رشید / مصطفیٰ را بر مکانِ خود نہ دید

وہ اس بھلے بچے کی طرف لوٹ آئیں / مصطفیٰ ﷺ کو اپنی جگہ نہ دیکھا

حیرت اندر حیرت آمد بر دلش / گشت بس تاریک از غم منزلش

اس کے دل پر حیرانی در حیرانی آ گئی / غم سے اس کی جگہ بہت تاریک ہو گئی

سوئے منزلہا دوید و بانگ داشت / کہ کہ بر دُردانہ ام غارت گماشت

مکانات کی جانب دوڑی اور چیخی / کہ میرے موتی کی کس نے لوٹ مچائی ہے؟

مکیاں گفتند[2] مارا علم نیست / ما ندانستیم کانجا کودکے ست

مکہ والوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے / ہمیں یہ (بھی) معلوم نہ تھا کہ وہاں کوئی بچہ ہے

ریخت چنداں اشک و کرد او بس فغاں / کہ ازو گریاں شدند آں دیگراں

اس نے اس قدر آنسو بہائے اور فریاد کی / کہ اس سے دوسرے رونے لگے

سینہ کوباں آنچناں بگریست خوش / کاخرآں گریاں شدند از گریہ اش

چھاتی پیٹتے ہوئے اتنا زیادہ روئی / کہ اس کے رونے سے دوسرے رونے لگے

حکایتِ آں پیرِ عرب کہ دلالت کرد حلیمہ رضی اللہ عنہا را باستعانت از بتاں

اس بوڑھے عرب کی حکایت جس نے حلیمہؓ کی بتوں سے مدد مانگنے کیطرف راہنمائی کی

پیر مردے پیشش آمد با عصا / کاے حلیمہ چہ فتاد آخر ترا

ایک بوڑھا شخص لاٹھی تھامے سامنے آیا / کہ اے حلیمہ! آخر تجھے کیا ہوا ہے؟

کہ چنیں آتش زدل افروختی / ویں جگرہا را ز ماتم سوختی

کہ تو نے دل سے ایسی آگ بھڑکائی ہے / اور ماتم سے جگروں کو جلا دیا ہے

---

1. مصطفیٰ۔ آواز کی جستجو میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گود سے اتار کر زمین پر بٹھا دیا۔ آں شہ۔ جس کی آواز آ رہی ہے جس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اسرار کھل رہے ہیں۔ رسانندہ۔ یعنی آواز دینے والا۔ خیرہ۔ حیران۔ شاخِ بید۔ بید کے درخت کی شاخ لچک میں مشہور ہے۔ طفلِ رشید۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ از غم۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گم کرنے سے۔ منزلہا۔ یعنی مکہ کے مکانات۔ دردانہ۔ موتی۔
2. گفتند۔ ہمیں تو اس بچہ کے ہونے کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ یہ معلوم ہو کہ اس کو کون لے گیا۔ ریخت۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اس رنج میں اس پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ سب کو رلا دیا۔
3. استعانت۔ مدد۔ با عصا۔ بوڑھا لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔ کہ چنیں۔ تیرے اس غم سے دوسروں کے جگر کباب ہو رہے ہیں۔ ماتم۔ سوگ۔

Marfat.com

گفت احمدؐ را رضیع[1] معتمد
اس نے کہا میں احمد ﷺ کی معتمد دایہ ہوں

چوں رسیدم در حطیم آوازہا
جب میں حطیم میں پہنچی بہت سی آوازیں

من چو آں الحاں شنیدم از ہوا
جب میں نے ہوا میں سے وہ آوازیں سنیں

تا بہ بینم ایں ندا آوازِ کیست
تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کس کی آواز ہے؟

نز کسے دیدم بگردِ خود نشاں
نہ میں نے اپنے چاروں طرف کسی کا نشان پایا

چونکہ واگشتم ز حیرتہائے دل
جب میں دلی حیرانیوں کے ساتھ واپس لوٹی

گفتش[2] اے فرزند تو اندُہ مدار
اس نے اس سے کہا اے بیٹا! غم نہ کر

کہ بگوید گر بخواہد حالِ طفل
اگر وہ چاہے گا تو بچہ کا حال بتا دے گا

پس حلیمہؓ گفت اے جانم فدا
تو حلیمہ رضی عنہا نے کہا، میری جان قربان ہو

ہیں مرا بنمایِ آں شاہِ نظر
ہاں اس شاہِ نظر کو مجھے دکھا دے

بُرد او را پیشِ عزیٰ کایں صنم
وہ اس کو عزیٰ کے سامنے لے گیا کہ یہ بت

ما ہزاراں گم شدہ زو یافتیم
ہم نے ہزاروں گمشدہ اس کی وجہ سے پا لیے ہیں

پیر کرد او را سجود و گفت زود
بوڑھے نے اس کو سجدہ کیا اور فوراً کہا

پس بیاوردم کہ بسپارم بجد
میں ان کو لائی تھی کہ دادا کے سپرد کر دوں

می رسید و می شنیدم از ہوا
آئیں اور میں نے ہوا میں سے سنیں

طفل را بنہادم آنجا زاں صدا
اس آواز کی وجہ سے میں نے بچہ کو (زمین پر) بٹھا دیا

کہ ندائے بس لطیف و بس شہی ست
کیونکہ بڑی لطیف اور بہت پسندیدہ آواز ہے

نہ ندایِ منقطع شد یک زماں
نہ ایک لمحہ کے لیے آواز بند ہوئی

طفل را آنجا ندیدم وائے دل
میں نے بچہ کو وہاں نہ دیکھا، ہائے دل

کہ نمایم مر ترا یک شہریار
میں تجھے ایک شاہ کا پتا بتاتا ہوں

او بداند منزل و ترِ حالِ طفل
کیونکہ وہ بچہ کی منزل اور سفر کو جانتا ہے

مر ترا اے شیخ خوبِ خوش ندا
تجھ پر، اے بہتر اور اچھی آواز والے بزرگ

کش بود از حالِ طفلِ من خبر
جس کو میرے بچہ کے حال کی خبر ہو

ہست در اخبارِ غیبی مغتنم
غیبی خبریں دینے میں غنیمت ہے

چوں بخدمت سویِ او بشتافتیم
جب ہم عقیدت سے اس کی طرف دوڑے ہیں

اے خداوندِ عرب وے بحرِ جُود
اے عرب کے خدا، اے سخاوت کے دریا!

---

[1] رضیع۔ یعنی مرضعہ، دودھ پلانے والی، انا۔ معتمد۔ افسوس ہے کہ آج اس اعتماد کو ٹھیس لگ رہی ہے۔ الحان۔ نغمہ۔ طفل۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ آنجا۔ یعنی حطیم۔ کہ ندا۔ کیونکہ وہ پُر لطف اور دلکش آواز تھی۔ از کسے۔ چونکہ وہ غیبی دارالخلیٰ لہٰذا پکارنے والا نظروں سے غائب تھا۔

[2] گفتش۔ اس بوڑھے نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ شہریار۔ شاہ۔ تر حال۔ سفر۔

عزیٰ۔ مکہ کا مشہور بت تھا۔ اخبارِ غیبی۔ غیبی باتیں۔ ما ہزاراں۔ ہم نے اس کے بتانے سے بہت سی گمشدہ چیزیں پالی ہیں۔ اے۔ یعنی عزیٰ۔

Marfat.com

گفت اے عزّیٰ تو بس اکرامہا
اس نے کہا اے عزّیٰ! تو نے بہت سے کرم
کردہ تا رستہ[1] ایم از دامہا
کئے ہیں، حتیٰ کہ ہم نے جالوں سے رہائی پائی ہے

بر عرب حق ست از اِکرامِ تو
تیری مہربانی کا عرب پر حق ہے
فرض گشتہ تا عرب شد رامِ تو
جو فرض بن گیا ہے حتیٰ کہ عرب تیرا فرمانبردار ہو گیا ہے

ایں حلیمہ سعدی از اُمّیدِ تو
یہ حلیمہ سعدیہ تیری امید پر
آمد اندر ظلِّ شاخِ بیدِ تو
تیرے بید کی شاخ کے سایہ میں آئی ہے

کہ ازو فرزند طفلے گم شدہ ست
کہ اس کا ایک چھوٹا بچہ گم ہو گیا ہے
نامِ آں کودک محمدؐ آمدہ ست
اس بچے کا نام محمد (ﷺ) ہے

چوں محمدؐ گفت آں جملہ بتاں
جب اس نے "محمد ﷺ" کہا وہ سب بت
سر نگوں گشتند و ساجد آں زماں
فوراً اوندھے منہ اور سجدہ کرنے والے ہو گئے

کہ برو[2] اے پیر ایں چہ جستجو ست
کہ اے بوڑھے! جا یہ کیا تلاش ہے؟
آں محمدؐ را کہ عزلِ ما ازو ست
اس محمد ﷺ کی کہ اس کی وجہ سے ہماری معزولی ہے

ما نگون و سنگسارانیم ازو
ہم اس کی وجہ سے اُوندھے اور سنگسار ہیں
ما کساد و بے عیارانیم ازو
ہم اس کی وجہ سے کھوٹے اور بے رونق ہیں

آں خیالاتے کہ دیدندے زما
وہ خیالی باتیں کہ جو ہم سے دیکھی ہیں
وقتِ فترت گاہ گاہ اہلِ ہوا
اہل ہوا نے فترت کے زمانہ میں کبھی کبھی

گم شود چوں بارگاہِ او رسید
گم ہو جائیں گی کیونکہ ان کا دربار (کا وقت) آ گیا ہے
آب آمد مر تیمّم را درید
پانی آ گیا، اس نے تیمم کو توڑ دیا ہے

دور شو[3] اے پیر، فتنہ کم فروز
او بوڑھے! دور ہو جا فتنہ نہ بھڑکا
ہیں زرشکِ احمدی مارا مسوز
خبردار! احمدی رشک سے ہمیں نہ جلا

دور شو بہرِ خدا اے پیر تو
او بوڑھے! خدا کے لیے تو دفع ہو
تا نسوزی ز آتشِ تقدیرِ تو
تا کہ تو تقدیر کی آگ سے نہ جل جائے

اینچہ دُمِّ اژدہا افشردن است
یہ کیا اژدہے کی دم دبانا ہے؟
ہیچ دانی چہ خبر آوردن است
تو جانتا ہے کہ کیسی خبر لانا ہے؟

---

[1] تارستہ۔ تیرے بتانے سے بہت سی ہلاکتوں سے نجات پائی ہے۔ فرض گشتہ۔ تیرا حق ادا کرنا عرب پر فرض ہو گیا ہے اسی لیے تمام عرب تیرا مطیع ہے۔ چوں۔ یعنی بوڑھے کی زبان پر لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا۔ جملہ بتاں۔ عزّیٰ اور اس کے ماحول میں جو بت تھے۔

[2] کہ برو۔ ان بتوں نے کہا کہ اس بچہ کی تلاش کیوں کرتا ہے جس کی بعثت ہماری معزولی کا سبب ہے۔ ما نگوں۔ اس کے ظہور کے بعد ہماری کوئی عزت اور وقعت نہ رہے گی۔ آں خیالاتے۔ بت پرستوں نے جو کچھ ہمارے حیرت انگیز واقعات دیکھے ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے۔ فترت۔ وہ زمانہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے کے بعد سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کا ہے۔ آب۔ آب آمد تیمم برخاست۔

[3] دور شو۔ اس عزّیٰ بت نے بوڑھے سے کہا۔ رشک۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ان کی شان و شوکت ختم ہو گئی تھی۔ تا نسوزی۔ ہم تو جل گئے ہیں، تو بھی نہ جل جائے۔ دُمِّ اژدہا۔ کوئی انسان اژدہے کی دم کو مسلے تو یہ انتہائی خطرناک کام ہے۔

زیں خبر خوں شد دلِ دریا و کاں[1]
اس خبر سے دریا اور کان کا دل خون ہو گیا ہے
زیں خبر لرزاں شود ہفت آسماں
اس خبر سے ساتوں آسمان لرز جائیں گے

چو شنید از سنگہا پیر ایں سخن
جب بوڑھے نے پتھروں سے یہ باتیں سنیں
پس عصا انداخت آں پیرِ کہن
اس پرانے بوڑھے نے لاٹھی پھینک دی

پس زلرز و خوف و بیم آں ندے
اس آواز کے لرزے اور خوف اور ڈر سے
پیر دندانہا بہم بر می زدے
بوڑھے کے دانت بجنے لگے

آنچناں کاندر زِ مستاں مردِ عور
جس طرح کہ جاڑوں میں ننگا انسان
او ہمی لرزید و می گفت اے ثبور
وہ کانپ رہا تھا اور کہتا تھا ہائے ہلاکت!

چوں در آں حالت بدید آں پیر را
جب اس (حلیمہ رضی اللہ عنہا) نے بوڑھے کو اس حالت میں دیکھا
زاں عجب گم کرد زن تدبیر را
اس عجب (بات) سے عورت نے تدبیر کو گم کر دیا

گفت پیرا گرچہ من در محنتم
بولی اے بوڑھے! اگرچہ میں مصیبت میں ہوں
حیرت اندر حیرت اندر حیرتم
(لیکن) حیرت در حیرت در حیرت ہوں

ساعتے بادم[2] خطیبی می کند
کسی وقت ہوا مجھ سے باتیں کرتی ہے
ساعتے سنگم ادیبی می کند
کسی وقت پتھر مجھے ادب سکھاتے ہیں

باد با حرفم سخنہا می دہد
ہوا، حروف کے ذریعہ مجھ سے باتیں کرتی ہے
سنگ و کوہم فہمِ اشیا می دہد
نیز پتھر اور پہاڑ چیزیں سمجھاتے ہیں

گاہ طفلم را ربودہ غیبیاں
کبھی میرے بچے کو غیبی لے جاتے ہیں
غیبیانِ سبز پوشِ آسماں
آسمان کے سبز پوش غیبی

از کہ نالم با کہ گویم ایں گلہ
کس سے فریاد کروں، کس سے شکوہ کروں؟
من شدم سودائی اکنوں صد دلہ
میں اب دیوانی اور پریشان ہو گئی ہوں

غیرتش[3] از شرحِ غیبم لب بہ بست
اس کی غیرت نے غیب کی تشریح کرنے سے میرے ہونٹ بند کر دیے ہیں
ایں قدر گویم کہ طفلم گم شدست
(میں) اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے

گر بگویم چیز دیگر من کنوں
اب اگر میں کوئی دوسری بات کہوں
خلق بندندم بزنجیرِ جنوں
لوگ مجھے پاگل پن کی زنجیر میں باندھ دیں گے

گفت پیرش اے حلیمہ شاد باش
بوڑھے نے اُن سے کہا اے حلیمہ! خوش ہو جا
سجدۂ شکر آرو رُو را کم خراش
شکر کا سجدہ کر اور چہرے کو نہ نوچ

---

[1] دریا و کاں۔ چونکہ اب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آب و تاب کے سامنے ان کی آب و تاب ماند پڑ جائے گی ہفت۔ چونکہ مہر و ماہ ماند پڑ جائیں گے۔ چوں شنید۔ بوڑھے نے بت کی یہ باتیں سن کر گھبرا کر اپنی لاٹھی پھینک دی۔ ندے۔ آواز۔ دندانہا۔ خوف میں دانت بجنے لگتے ہیں۔ عور۔ ننگا۔ زاں عجب۔ یعنی عزّیٰ کی باتیں۔ گفت۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے بوڑھے اگرچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں میں پریشان ہوں لیکن عجائب کے ظہور سے حیرت میں ہوں۔

[2] بادم۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے ہوا سے باتیں سنی تھیں۔ گاہ۔ بچپن میں شق صدر کے واقعہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتے اٹھا کر لے گئے۔ صد دلہ۔ پریشان۔

[3] غیرتش۔ یعنی غیبی حالات اور اشارات کو میں راز میں رکھنا چاہتی ہوں۔ گر بگویم۔ اگر وہ غیبی باتیں لوگوں سے کہوں گی تو وہ مجھے دیوانہ سمجھیں گے۔ رو۔ عورتیں ماتم میں چہرے کو پیٹتی ہیں۔

Marfat.com

تو مخور[1] غم کہ نگردد یاوہ او — بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو
تو فکر نہ کر، کیونکہ وہ گم نہ ہو گا — بلکہ عالم اس میں گم ہو جائے گا

ہر زماں از رشک و غیرت پیش و پس — صد ہزاراں پاسبانست و حرس
ہر وقت رشک اور غیرت کی وجہ سے اس کے آگے اور پیچھے — لاکھوں نگہبان اور محافظ ہیں

آں ندیدی کاں بتانِ ذو فنوں — چوں شدند از نامِ طفلت سرنگوں
تو نے یہ نہیں دیکھا وہ ہنر مند بت — تیرے بچے کے نام سے کس طرح سرنگوں ہو گئے

ایں عجب قرنے ست بر روئے زمیں — پیر گشتم من نہ دیدم جنسِ ایں
یہ روئے زمین پر عجب زمانہ ہے — میں بوڑھا ہو گیا میں نے ایسا نہ دیکھا تھا

زیں رسالت سنگہا چوں نالہ داشت — تاچہ خواہد بر گنہگاراں گماشت
اس رسالت سے جبکہ پتھر فریاد کرنے لگے — گنہگاروں پر کیا چیز مسلط کرے گی؟

سنگ[2] بے جرم ست در معبودیش — تو نہ مضطر کہ بندہ بودیش
اپنے معبود ہونے میں پتھر بے قصور ہیں — تو مجبور نہیں ہے کہ اس کا بندہ ہے

آنکہ مضطر ایں چنیں ترساں شدست — تاکہ بر مجرم چہا خواہند بست
جو مجبور ہے وہ ایسا خوفزدہ ہے — تو مجرم پر کس قدر بندشیں ہوں گی؟

خبر یافتن جدِ مصطفیٰ[3] صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب از گم کردنِ حلیمہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را و طالب شدنِ او گردِ شہر و نالیدنِ او بر درِ کعبہ و از حق درخواست کردن و آواز از درونِ کعبہ شنودن و یافتنِ او محمد صلی اللہ علیہ وسلم را

آنحضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے آنحضور ﷺ کو گم کر دینے کی خبر ملنا اور ان کا شہر کے چاروں طرف ڈھونڈنا اور کعبہ کے دروازہ پر رونا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اور کعبہ کے اندر سے آواز کا سننا اور ان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لینا

چوں خبر یابید جدِ مصطفیٰ — از حلیمہؓ و ز فغانش برملا
جب مصطفیٰ ﷺ کے دادا نے خبر پائی — حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے برملا رونے کی

و ز چناں بانگِ بلند و نعرہا — کہ بہ میلے می رسید از وے صدا
اور ایسے زور کی آواز اور نعروں سے — کہ جن کی آواز ایک میل تک پہنچ رہی تھی

---

1. تو مخور۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فکر نہ کرو گم نہ ہوں گے بلکہ عالم ان کی عظمت میں گم ہو جائے گا۔ صد ہزاراں۔ فرشتے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے۔ آں ندیدی۔ عزیٰ بت سرنگوں ہو گیا تھا۔ زیں رسالت۔ رسالت کو تسلیم نہ کرنے والوں کا انجام برا ہو گا۔
2. سنگ۔ بت غیر اختیاری طور پر معبود بنے ہیں جب ان کا یہ حال ہے تو ان کے پجاری جو با اختیار ہیں اور پوجنے میں مضطر نہیں ان کا انجام تو بہت ہی برا ہو گا۔ مضطر۔ یعنی بت۔
3. جدِ مصطفیٰ۔ جناب عبدالمطلب۔ وز چناں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے رونے کی آواز ایک میل تک جا رہی تھی۔

Marfat.com

زود[1] عبدالمطلب دانست چیست
فوراً عبدالمطلب سمجھ گئے کیا ہوا ہے
دست بر سینہ ہمی زد می گریست
سینہ کوبی کرتے تھے اور روتے تھے

آمد از غم بر درِ کعبہ بسوز
رنج سے کعبہ کے دروازہ پر سوزش کے ساتھ آئے
کاے خبیر از سِرِ شب و ز رازِ روز
کہ اے رات کے راز اور دن کے بھید کے جانکار

خویشتن را من نمی بینم فنے
میں اپنے لیے کوئی ایسا ہنر نہیں دیکھتا ہوں
تا بود ہمرازِ تو ہمچوں منے
کہ (جس میں) مجھ جیسا تیرا ہمراز بنے

خویشتن را من نمی بینم ہنر
میں اپنے آپ میں کوئی ہنر نہیں دیکھتا ہوں
تا شوم مقبولِ ایں مسعود در
کہ اس مبارک کے دروازہ پر میں مقبول بنوں

یا سر و سجدہ مرا قدرے بود
یا میرے سر اور سجدے کی کوئی قدر ہو
یا باشکم دولتے خنداں شود
یا میرے آنسوؤں سے قسمت جاگ اٹھے

لیک[2] در سیمائے آں دُرِّ یتیم
لیکن اس دُرِّ یکتا کی پیشانی میں
دیدہ ام آثارِ لُطفت اے کریم
اے کریم! میں نے تیری مہربانی کے بڑے آثار دیکھے ہیں

کہ نمیماند بما گرچہ زماست
کہ جو ہم جیسا نہیں ہے، اگرچہ ہم میں سے ہے
ما ہمہ مسیم و احمدؐ کیمیاست
ہم سب تانبہ ہیں اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم کیمیا ہیں

آں عجایبہا کہ من دیدم درو
وہ عجائب جو میں نے اس میں دیکھے ہیں
من ندیدم بر ولی و بر عدو
میں نے کسی دوست اور دشمن میں نہیں دیکھے ہیں

انچہ[3] فضلِ تو دریں طفلیش داد
تیری مہربانی نے جو اس کو بچپن میں عطا کیا ہے
کس نشاں ندہد بصد سالہ جہاد
کسی نے سو سال کے مجاہدے کے بعد بھی اس کی شان پیش نہیں کی

چوں یقیں دیدم عنایتہائے تو
جب میں نے یقینی طور پر تیری عنایتیں دیکھ لی ہیں
بر وے او دُرِّیست از دریائے تو
اس پر، تو وہ تیرے دریا کا ایک موتی ہے

من ہمو را می شفیع آرم بتو
میں اسی کو تیرے پاس سفارشی لایا ہوں
حالِ او اے حال داں با ما بگو
اے حال کے جاننے والے، اس کا حال ہمیں بتا دے

از درونِ کعبہ آمد بانگ زود
فوراً کعبہ کے اندر سے آواز آئی
کہ ہم اکنوں رخ بتو خواہد نمود
کہ وہ ابھی اپنا چہرہ تجھے دکھا دے گا

با دو صد اقبال و او محظوظِ ماست
وہ دو سو اقبالمندیوں کیساتھ ہماری جانب سے نصیبہ ور ہے
با دو صد طُلب مُلک محفوظِ ماست
دو سو فرشتوں کی جماعت کے ذریعہ وہ ہمارے پاس محفوظ ہے

---

1. زود۔ عبدالمطلب فوراً سمجھ گئے کہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم کر دیا ہے۔ خویشتن۔ عبدالمطلب نے کہا کہ مجھ میں کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کی وجہ سے تیرا ہمراز بنوں۔ مسعود در۔ یعنی درِ کعبہ۔
2. لیک۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر تیری مہربانی کے آثار دیکھے ہیں۔ کہ نمی ماند۔ اگرچہ وہ ہم میں سے ہیں لیکن یہ آثار ہم میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔
3. انچہ۔ ان کے بچپن میں جو فضیلت تو نے ان کو عطا کر دی ہے سو سال کے مجاہدہ سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔ من ہمو را۔ میں ان کو سفارشی بناتا ہوں ان کے طفیل ان کا حال ہمیں بتا دے وہ کہاں ہیں۔ از درونِ کعبہ۔ خواجہ عبدالمطلب کو کعبہ کے اندر سے جواب ملا تم عنقریب ان کا چہرہ دیکھ لو گے۔ محفوظ۔ نصیبہ ور۔ طلب۔ جماعت۔

Marfat.com

ظاہرش[1] را شہرۂ گیہاں کنیم || باطنش را از ہمہ پنہاں کنیم
ہم اس کے ظاہر کو عالم میں مشہور کر دیں گے || اس کے باطن کو سب سے پوشیدہ رکھیں گے

زرِ کاں بود آب و گِل ما زرگریم || گہ کنش خلخال و گہ خاتم بریم
پانی اور مٹی سونے کی کان تھی ہم زرگر ہیں || ہم کبھی اس کو پازیب اور کبھی انگوٹھی تراشتے ہیں

گہ حمائلہائے شمشیرش کنیم || گاہ بندِ گردنِ شیرش کنیم
کبھی ہم اس کو تلواروں کے پرتلے بناتے ہیں || کبھی اس کو شیر کی گردن کا پٹا بناتے ہیں

گہ تُرنجِ تخت بر سازیم ازو || گاہ تاجِ فرقہائے ملک جو
ہم کبھی اس سے تخت کے پھول بناتے ہیں || کبھی کشور کشا سروں کے تاج

عشقہا داریم با ایں خاکِ ما || زانکہ افتادست در قعدہ رضا
ہم اس مٹی سے بہت محبت کرتے ہیں || کیونکہ وہ (تسلیم و) رضا کی نشست پر واقع ہوئی ہے

گہ چنیں[2] شاہے ازو پیدا کنیم || گہ ہم او را پیشِ شہ شیدا کنیم
کبھی ہم اس سے ایسا شاہ پیدا کر دیتے ہیں || کبھی ہم اس کو شاہ کے سامنے عاشق بنا دیتے ہیں

صد ہزاراں عاشق و معشوق ازو || در فغان و در نفیر و جستجو
اس سے لاکھوں عاشق اور معشوق || نالہ و فریاد اور جستجو میں ہیں

کارِ ما اینست بر کوریِ آں || کو بکارِ ما ندارد میل جاں
ہمارا یہ کام ہے اس شخص کے اندھے پن کے خلاف || جو ہمارے کام کے ساتھ جان کا میلان نہیں رکھتا ہے

ایں فضیلت[3] خاک را زاں رُو دہیم || زانکہ نعمت پیشِ بے برگاں نہیم
یہ بزرگی ہم مٹی کو اس لیے دیتے ہیں || کیونکہ ہم بے سروسامان لوگوں کے سامنے نعمت پیش کرتے ہیں

زانکہ دارد خاک شکلِ اغبری || وز دروں دارد صفاتِ انوری
کیونکہ مٹی غبار آلود شکل رکھتی ہے || اور باطن میں نورانی صفات رکھتی ہے

ظاہرش با باطنش گشتہ بجنگ || باطنش چوں گوہر و ظاہر چو سنگ
اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے || اس کا باطن موتی کی طرح ہے اور ظاہر پتھر کی طرح ہے

ظاہرش گوید کہ ما اینیم و بس || باطنش گوید نکو بیں پیش و پس
اس کا ظاہر کہتا ہے کہ ہم صرف یہی ہیں || اس کا باطن کہتا ہے آگے اور پیچھے اچھی طرح دیکھ

---

1. ظاہرش۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری احوال عالم پر کھلے باطنی احوال کہ اللہ سے ان کو کون سا قرب حاصل ہے اس تک رسائی نہیں ہو سکی۔ گیہاں۔ جہاں۔ زر۔ پانی اور مٹی سے اللہ نے جو مخلوق بنائی ہے اس کے مختلف مراتب ہیں۔ خلخال۔ پازیب۔ ترنج۔ لیموں، مصر میں کپڑوں کی چھپائی اور کڑھائی میں لیموں کی شکل بنائی جاتی تھی۔ در قعدہ۔ سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ہیئت۔ چنیں شاہے۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔
2. گہ ہم۔ یعنی کبھی اس جیسے شاہ کو خدا کا عاشق بنا دیتے ہیں۔ صد ہزاراں۔ اسی خاک سے لاکھوں عاشق و معشوق پیدا ہوتے ہیں جو عشق کی وجہ سے نالہ و فریاد میں مصروف ہیں۔ کارِ ما۔ ہمارے یہ کارنامے منکروں کے انکار کے باوجود جاری ہیں۔
3. ایں فضیلت۔ مٹی کو فروتنی کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ اس سے اس طرح کے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ زانکہ۔ زمین کا ظاہر غبار آلود ہے لیکن اس کا باطن پُر انوار ہے۔ جس سے لالہ و گل رونما ہوتے ہیں۔ باطنش۔ زمین کا باطن موتی اور ظاہر پتھر ہے۔ ظاہرش۔ اس کی ظاہری صورت کمالات باطنی کو چھپائے ہوئے اور منکر ہے، باطن پُر کمالات ہے۔

Marfat.com

ظاہرش[1] منکر کہ باطن ہیچ نیست
اس کا ظاہر منکر ہے، کہ باطن کچھ نہیں ہے
باطنش گوید کہ بنمایم بایست
اس کا باطن کہتا ہے کہ میں دکھاتا ہوں، ٹھہر

ظاہرش با باطنش در چالش اند
اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے
لا جرم زیں صبر نصرت می کنند
لا محالہ اس صبر سے وہ فتح پاتے ہیں

زیں تُرش رو خاکِ صورتہا کنیم
اس تر شرو خاک سے ہم صورتیں بناتے ہیں
خندۂ پنہانش را پیدا کنیم
ہم اس کی چھپی مسکراہٹ ظاہر کر دیتے ہیں

زانکہ ظاہر خاک اندوہ و بکاست
کیونکہ مٹی کا ظاہر غم اور رونا ہے
در درونش صد ہزاراں خندہاست
اس کے اندر لاکھوں مسکراہٹیں ہیں

کاشف السرّیم[2] و کارِ ما ہمیں
ہم رازوں کو کھولنے والے ہیں ہمارا یہی کام ہے
کایں نہانہا را بر آریم از کمیں
کہ ان رازوں کو پوشیدگی سے باہر لے آئیں

گرچہ دُزد از منکری تن میزند
چور اگرچہ انکاری ہونے کی وجہ سے خاموش ہے
شحنہ آں از عصر پیدا می کند
کوتوال دبا کر، ظاہر کر دیتا ہے

فضلہا دُزدیدہ اند ایں خاکہا
ان مٹیوں نے بہت سی فضیلتیں چرا رکھی ہیں
ما مقر آریم شاں از ابتلا
ہم آزمائش کے ذریعہ ان کو اقرار کرنے والا کر دیتے ہیں

بس عجب فرزند کو را بودہ است
اس کے بہت سے عجیب فرزند ہوئے ہیں
لیک احمدؐ بر ہمہ افزودہ است
لیکن احمد ﷺ سب سے بڑھے ہوئے ہیں

شد زمین و آسماں خنداں و شاد
زمین اور آسمان شاداں و فرحاں ہوئے
کاچنیں شاہے زما دو جفت زاد
کہ ایسا شاہ ہمارے جوڑے سے پیدا ہوا

شد زمیں چوں آسماں از شادیش
ان کی خوشی سے زمین آسمان کی طرح ہو گئی
خاک چوں سوسن شدہ ز آزادیش
ان کی پیدائش سے مٹی سوسن کی طرح ہو گئی

ظاہرت با باطنت اے خاکِ خوش
اے بہترین مٹی تیرا ظاہر، باطن کے ساتھ
چونکہ در جنگ ست و اندر کشمکش
چونکہ جنگ اور کشمکش میں ہے

ہر کہ با خود بہر حق باشد بجنگ
جو اپنے ساتھ اللہ کے لیے لڑائی میں (مصروف) ہے
تا شود معنیش خصم بو و رنگ
حتیٰ کہ اس کا باطن بو اور رنگ کا مخالف ہے

---

[1] ظاہرش۔ ظاہر اور باطن کی یہ جنگ جاری ہے۔ کبھی ظاہر کا غلبہ ہوتا ہے کبھی باطن کو فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ زیں ترشرو۔ بدصورت مٹی، حسین وجمیل مخلوق کا پیدا کرنا اس کے باطنی حسن کا اظہار ہے۔ زانکہ۔ زمین اظاہر روتی صورت ہے لیکن اس کے باطن میں مسرتیں موجزن ہیں۔

[2] کاشف السرّیم۔ اللہ تعالیٰ چھپے رازوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور زمین کی چھپی ہوئی خوبیاں ظاہر کر دیتا ہے۔ گرچہ۔ چور چرا کر چرانے کا منکر ہو جاتا ہے اور خاموشی اختیار کرتا ہے، کوتوال اس کو دبا کر اقرار کرا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی آزمائش میں ڈال کر انسانوں کی باطنی خوبیاں واضح کر دیتا ہے۔ بس عجیب۔ زمین نے بہت سے باکمال فرزند جنے لیکن سید الانبیا جیسا کوئی نہ جنا۔ شد۔ زمین اور آسمان کے ملاپ سے جب سید الکونین کا ظہور ہوا تو دونوں نے مسرت کا اظہار کیا۔

[3] شد زمیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے زمین کو عروج حاصل ہوا۔ خاک۔ زمین نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنا تو سوسن کی طرح سو زبان بن کر اظہار مسرت کیا۔ آزادیش۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش۔ ظاہرت۔ جس کا ظاہر اور باطن خدا کے لیے باہمی جنگ میں ہو اس کی روح پُر نور ہوتی ہے اور اس کا لورنا قابل زوال ہوتا ہے۔

Marfat.com

ظلمتش با نورِ او شد در قتال — آفتابِ جانش را نبود زوال

اس کی تاریکی اس کے نور کے ساتھ جنگ میں لگی — اس کے جان کے سورج کے لیے زوال نہیں ہے

ہر کہ[1] کوشد بہرِ ما در امتحاں — پشت زیرِ پاش آرد آسماں

جو شخص ہمارے لیے امتحان دینے میں کوشش کرے — آسمان کمر اس کے پاؤں کے نیچے لے آتا ہے

ظاہرت از تیرگی افغاں کناں — باطنِ تو گلستاں در گلستاں

تیرا ظاہر تاریکی کی وجہ سے فریادی ہے — تیرا باطن باغ باغ ہے

قاصداً چوں صوفیانِ رُو ترش — تا نیامیزند باہر نورکش

وہ صوفیوں کی طرح بالارادہ تُرشرو ہے — تا کہ وہ کسی نور بجھانے والے سے میل جول کریں

عارفانِ رُو تُرش چوں خار پشت — عیش پنہاں کردہ در خارِ دُرشت

تُرشرو عارف سہی کی طرح ہیں — سخت خاروں میں عیش کو چھپائے ہوئے ہیں

باغ[2] پنہاں کرد وَرد آں خار فاش — کاے عدوِ دُزد ازیں در دُور باش

باغ نے پھول کو چھپا لیا ہے، کانٹا کھلا ہوا ہے — کہ اے چور دشمن! اس دروازہ سے دور رہو

خار پشتا خار حارس کردۂ — سر چو صوفی در گریباں بردۂ

اے سہی! تو نے کانٹوں کو نگہبان بنایا ہے — صوفی کی طرح سر کو گریبان میں ڈال لیا ہے

تا کسے در چار دانگِ عیشِ تو — گم شود زیں گلرخانِ خار خو

تا کہ کوئی تیرے وسیع عیش میں — داخل نہ ہوان پھول سے چہرے والوں، کانٹے کی طبیعت والوں میں سے

طفلِ تو[3] گرچہ کہ کودک خو بُدست — ہر دو عالم خود طفیلِ او بُدست

تیرا بچہ اگرچہ بچپن کی عادت والا ہے — دو جہان اس کے طفیل پیدا ہوئے ہیں

ماجہانے را بدو زندہ کنیم — چرخ را در خدمتش بندہ کنیم

ہم دنیا کو اس کے ذریعہ حیات بخشیں گے — آسمان کو اس کی خدمت میں غلام بنا دیں گے

نشان خواستنِ عبدالمطلب از موضعِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم که کجایش یابم و جواب آمدن از درونِ کعبہ و نشان یافتن

خواجہ عبدالمطلب کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کے بارے میں پتا معلوم کرنا کہ ان کو میں کہاں پاؤں گا، اور کعبہ کے اندر سے جواب آنا اور پتا، معلوم ہونا

گفت عبدالمطلب کاینَدم کجاست — اے علیم السِّر نشاں دہ راہِ راست

(خواجہ) عبدالمطلب نے کہا اس وقت کہاں ہے؟ — اے راز کو جاننے والے! سیدھے راستے کا پتا بتا دے

---

1. ہرکہ۔ جو شخص بارگاہِ خداوندی میں امتحان دینے کے معاملے میں کوشاں ہے اس کا مرتبہ آسمان سے بلند ہے۔ ظاہرت۔ بظاہر پراگندگی ہے لیکن باطن باغ باغ ہے۔ قاصداً۔ یہ شخص اپنے ظاہر کو اس لیے پراگندہ رکھتا ہے کہ دنیادار اس سے میل جول پیدا نہ کریں۔ عارفاں۔ بزرگوں کی ترشروئی اس لیے ہوتی ہے کہ عوام سے اپنی روحانی لذت کو بچائے رکھیں۔
2. باغ۔ ان کی مثال اس باغ کی ہے جس نے پھولوں کو چھپالیا ہو اور کانٹوں کو ظاہر کر رکھا ہو تا کہ پھول دشمن کی دست برد سے محفوظ رہیں۔ گلرخاں۔ یعنی دنیادار۔
3. طفلِ تو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیقِ عالم ہیں۔ زندہ کنیم۔ یعنی ہم روحانی زندگی عطا کریں گے۔ کجاست۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کہاں ہیں ان کا سیدھا راستہ بتا دے۔

Marfat.com

از درونِ کعبہ آوازش[1] رسید — گفت اے جویندۂ طفلِ رشید

کعبہ کے اندر سے ان کو آواز آئی — اس نے کہا، اے راہ یاب بچے کے تلاش کرنے والے

ہاتفش گفتا مخور غم کایں زماں — با تو زاں شاہِ جہاں بدہم نشاں

غیبی آواز نے ان سے کہا غم نہ کر ابھی — میں تجھے اس شاہجہاں کا پتا بتاتا ہوں

در فلاں وادیست زیرِ آں درخت — پس رواں شد زود پیرِ نیکبخت

فلاں میدان میں، درخت کے نیچے ہے — تو وہ نیک نصیب بڑے میاں فوراً روانہ ہو گئے

در رکابِ او امیرانِ قریش — زانکہ کہ جدش بود ز اعیانِ قریش

قریش کے سردار ان کی ہمراہی میں تھے — کیونکہ ان کے دادا قریش کے سرداروں میں سے تھے

تا بہ پشتِ آدمؑ اسلافش ہمہ — مہترانِ رزم و بزم و ملحمہ

ان کے تمام بزرگ (حضرت) آدم علیہ السلام کی پشت تک — رزم و بزم اور میدان جنگ کے سردار ہوئے ہیں

ایں نسب[2] خود پوست او را بودہ است — کز شہنشاہانِ مہ پالودہ است

یہ نسب بھی ان کے لیے چھلکا ہے — کیونکہ (وہ) عظیم بادشاہوں سے بھی برگزیدہ ہیں

مغزِ او خود از نسب دُورست و پاک — نیست جنسش از سمک کس تا سماک

ان کا جوہر خود نسب سے دور اور پاک ہے — سمک سے سماک تک کوئی ان جیسا نہیں ہے

نورِ حق را کس نجوید زاد و بود — خلعتِ حق را چہ حاجت تار و پود

اللہ کے نور کے لیے کوئی پیدائش اور وجود کو نہیں ڈھونڈتا ہے — اللہ کی خلعت کو تانے بانے کی کیا ضرورت ہے؟

کمتریں[3] خلعت کہ بدہد در ثواب — بر فزاید بر طرازِ آفتاب

وہ جو ادنیٰ درجہ کی خلعت ثواب میں دیتا ہے — وہ سورج کے نقش و نگار سے بڑھ جاتی ہے

بقیہ قصہ دعوتِ سلیمان علیہ السلام بلقیس را بایمان

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے قصہ کا بقیہ

خیز بلقیسا بیا و ملک بیں — بر لبِ دریایِ یزداں دُر بچیں

اے بلقیس! اٹھ، آ جا سلطنت کو دیکھ — اللہ کے دریا کے کنارے سے موتی چن لے

خواہرانت ساکنِ چرخِ سنی — تو بمردارے چہ سلطانی کنی

تیری بہنیں، بلند آسمان پر مقیم ہیں — تو مُردار پر کیا سلطنت کر رہی ہے؟

1. آوازش۔ یعنی عبدالمطلب کو آواز آئی۔ پیر نیک بخت۔ خواجہ عبدالمطلب۔ در رکاب۔ یعنی عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے دوسرے سردار بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے چلے۔ اعیان۔ عین کی جمع بمعنی سردار۔ رزم۔ میدانِ جنگ۔ بزم۔ محفلِ نشاط۔ ملحمہ۔ میدانِ قتال۔

2. ایں نسب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی فضائل کے مقابلہ میں نسبی فضیلت ہیچ ہے۔ مغز۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی جوہر نسب سے بے نیاز ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خیر الخلائق ہیں۔ سمک۔ مچھلی یعنی تحت الثریٰ، عوام کا خیال ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے۔ سماک۔ یعنی آسمان کی انتہائی بلندی، سماک اعزل اور سماک رامح دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں۔ زاد۔ یعنی نسب۔ خلعت۔ لباس کا شاہی جوڑا جو کسی کو انعام میں دیا جائے۔ تار و پود۔ تانا، بانا۔

3. کمتریں۔ اللہ کی جانب سے جو معمولی جوڑا ثواب میں ملتا ہے وہ نقش و نگار میں سورج سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ طراز۔ نقش و نگار۔ ملک۔ یعنی روحانی سلطنت۔ خواہرانت۔ وہ عورتیں جو مقربات بارگاہ خداوندی ہیں جیسے حضرت آسیہ فرعون کی بیوی وغیرہ۔ سنی۔ بلند۔ مردار۔ حدیث میں ہے "اَلدُّنیا جِیفَۃٌ" دنیا مردار ہے۔"

خیز بلقیسا بیا دولت نگر — جاوداں از دولتِ ما بَر بخور
اے بلقیس! اٹھ، آ جا اس بادشاہی کو دیکھ — ہمیشہ ہماری دولت کے پھل کھا

خواہرانت را ز بخششہایِ راد — ہیچ میدانی کہ آں سلطاں چہ داد
تیری بہنوں کو سخاوت کی بخششوں میں سے — تو کچھ جانتی ہے کہ اس شاہ نے (ان کو) کیا دیا ہے؟

خیز بلقیسا بیا در بحرِ جود — ہر دمے بردار بے سرمایہ سود
اے بلقیس! اٹھ سخاوت کے سمندر میں آ جا — ہر وقت بغیر سرمایہ کے نفع کما

خواہرانت جملہ در عیش و طرب — بر تو چوں خوش گشت ایں رنج[1] و تعب
تیری بہنیں سب عیش اور مستی میں ہیں — یہ رنج اور مشقت تیرے لیے کیسے بھلی بن گئی

خیز بلقیسا سعادت یار شو — وز ہمہ ملکِ سبا بیزار شو
اے بلقیس! اٹھ نیک بختی کی یار بن جا — اور سبا کی پوری سلطنت سے بیزار ہو جا

تو ز شادی چوں گدائے طبل زن — کہ منم شاہ و رئیس گولخن
تو خوشی میں اس فقیر کی طرح ہے جو نقارہ پیٹ رہا ہے — کہ میں بھٹی کا شاہ اور رئیس ہوں

مثل قانع شدن آدمی بدنیا و حرصِ او در طلبِ دنیا و غفلت او از دولتِ روحانیاں کہ ابنائے جنسِ وے اند و نعرہ زناں کہ یَا لَیْتَ قَوْمِی[2] یَعْلَمُوْنَ

انسان کے دنیا میں قانع ہونے اور دنیا کی طلب میں اس کی حرص اور روحانیوں کی دولت سے اس کی غفلت کی مثال جو روحانی اسی جیسے ہیں اور نعرہ لگا رہے ہیں کہ کاش میری قوم جان لیتی

آں سگے در کو گدائے کور دید — حملہ می آورد و دلقش می دَرید
ایک کتے نے گلی میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا — اس پر حملہ کر دیا اور اس کی گدڑی پھاڑ دی

گفتہ ایم[3] ایں را ولے بارِ دگر — شد مکرر بہرِ تاکیدِ خبر
ہم یہ (قصہ) کہہ چکے ہیں لیکن دوبارہ — بات کی تاکید کے لیے مکرر ہوا ہے

کور گفتش آخر آں یارانِ تو — بَر کُہ اند ایندم شکار و صید جو
اندھے نے اس سے کہا آخر تیرے دوست — اس وقت صید و شکار کی جستجو میں پہاڑ پر ہیں

قومِ تو درکوہ می گیرند گور — درمیانِ کوی می گیری تو کور
تیری قوم پہاڑ میں گورخر پکڑ رہی ہے — تو کوچے میں اندھے کو پکڑتا ہے

---

[1] ایں رنج۔ یہ دنیاوی سلطنت۔ چوں گدائی۔ چونکہ تیری یہ سلطنت بے حقیقت ہے لہٰذا تو شاہ نہیں گدا ہے اور اس خس وخاشاک کی بھٹی کو سلطنت سمجھ کر اس پر اپنی شاہی کا اعلان کرتی ہے۔

[2] یَا لَیْتَ قَوْمِی۔ ''جنتی خوش ہوکر کہے گا کہ کاش میری قوم جان لیتی کہ مجھ پر کیا کرم ہورہا ہے۔'' آں سگے۔ دنیادار کی مثال گلی کے اس کتے کی سی ہے جو اچھے شکاروں کو چھوڑ کر گدا اور فقیر پر لپکتا ہے۔

[3] گفتہ ایم۔ اندھے اور کوچہ کے کتے کا قصہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، لیکن بات کو مضبوط کرنے کے لیے مکرر کہہ رہے ہیں۔ کور۔ اندھے نے کتے سے کہا دوسرے کتے تو پہاڑ پر گورخر کا شکار کر رہے ہیں تو اندھے کو چمٹ رہا ہے۔

Marfat.com

ترکِ¹ ایں تزویر کن شیخِ نفور
(اے) متنفر شیخ! اس مکر کو چھوڑ دے
آبِ شوری جمع کردہ چند کور
تو کھاری پانی ہے، تو نے چند اندھے جمع کر لیے ہیں

کایں مریدانِ من و من آبِ شور
کہ یہ میرے مرید ہیں اور میں کھاری پانی ہوں
می خورند از من ہمی گردند کور
وہ مجھ میں سے پیتے ہیں اور اندھے ہوئے ہوتے ہیں

آبِ خود شیریں کن از بحرِ لدُن
لدُن کے دریا سے اپنے پانی کو شیریں بنا لے
آبِ بد را دامِ ایں کوراں مکن
برے پانی کو ان اندھوں کے لیے جال نہ بنا

خیز، شیرانِ خدا بیں گور گیر
اٹھ، خدا کے شیروں کو، گورخر پکڑنے والا دیکھ
تو چو سگ چونی بزرقی کور گیر
تو کتے کی طرح مکاری سے اندھے کو پکڑنے والا کیوں ہے؟

گور چہ از صیدِ غیرِ دوست دور
گورخر کیا ہوتا ہے اور وہ دوست کے علاوہ کے شکار سے دور ہیں
جملہ شیر و شیر گیر و مست نور
مجسم شیر ہیں اور شیر پکڑنے والے ہیں اور نور سے مست ہیں

در نظارہ² صید و صیادیِ شہ
شکار اور شاہ کو شکار کرنے کے نظارے میں
کردہ ترکِ صید و مردہ در ولہ
شکار کرنا چھوڑ دیا ہے اور عشق میں فنا ہیں

ہمچو مرغِ مُردہ شاں بگرفتہ یار
ان کو دوست نے مردہ پرند کی طرح پکڑ رکھا ہے
تا کند او جنسِ ایشاں را شکار
تا کہ وہ (دوست) ان کے ہم جنسوں کو شکار کر لے

مرغِ مُردہ³ مضطر اندر وصل و بین
مردہ پرند وصل اور جدائی میں مجبور ہے
خواندہٗ اَلْقَلْبُ بَیْنَ الْاَصْبَعَیْن
تو نے پڑھا ہے کہ دل دو انگلیوں کے درمیان میں ہے

مرغِ مُردہ اش را ہر آں کو شد شکار
اس کے مردہ پرند کو جو شکار ہوا
چوں بہ بیند شد شکارِ شہریار
جب وہ غور کرے گا تو شاہ کا شکار ہوا ہے

ہر کہ او زیں مرغِ مُردہ سر بتافت
جس نے اس مردہ پرند سے روگردانی کی
دستِ آں صیاد را ہرگز نیافت
اس نے شکاری کے ہاتھ کو کبھی نہ پایا

گوید او منگر بمرداریِ من
وہ کہتا ہے میری مُرداری پر نظر نہ کر
عشقِ شہ بیں در نگہداریِ من
میری حفاظت کے بارے میں اللہ کے عشق کو دیکھ

---

¹ ترک۔ کتے کے قصہ سے مولانا نے بناوٹی مریدوں کو غیرت دلائی ہے۔ آب شوری۔ تو کھاری پانی ہے تو نے اپنے اندھے مریدوں کو اپنے چاروں طرف جمع کر لیا ہے۔ آب خود۔ باطنی کمال حاصل کر اور اس کے ذریعہ مریدوں کو فیض پہنچا۔ بحر لدن۔ یعنی خدائی فیض۔ خیز۔ مردانِ حق غیبی فیوض سے بہرہ مند ہیں تو صرف مریدوں کو لوٹنے پر لگا ہے۔ گور چہ۔ مردانِ حق کو گور گیر کہا تھا اب کہتے ہیں کہ حقیقی مشائخ تو صرف طالب خدا ہیں وہ مجسم شیر ہیں اور صرف شیر کا شکار کرتے ہیں۔

² در نظارہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں اور ان کو عشق میں فنا کا درجہ حاصل ہے۔ ہمچو مرغ۔ شکاری جس طرح کا شکار کھیلتے ہیں اس قسم کے مردہ جانور کو بھس وغیرہ بھر کر اپنے ساتھ رکھتے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ اس کے ہم جنسوں کا شکار کریں، اسی طرح یہ بزرگ گویا کہ مردہ جانور ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے ان کے ہم جنسوں کا شکار کرتا ہے۔

³ مرغ مردہ۔ ظاہر ہے کہ مردہ جانور بالکل شکاری کے اختیار میں ہوتا ہے شکاری سے وصل اور جدائی میں مجبور محض ہوتا ہے۔ یہی حال ان بزرگوں کا ہوتا ہے یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں فرمایا گیا کہ دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اللہ جس طرح چاہتا ہے اس کو پلٹ دیتا ہے۔ مرغ مردہ۔ اس مردہ جانور کے ذریعہ جو شکار ہوا وہ دراصل شکاری کا شکار بنا ہے۔ ہر کہ او۔ جو جانور اس مردہ جانور سے کنارہ کشی کرے گا وہ صیاد کے ہاتھ سے دور رہے گا۔ گوید او۔ فانی فی اللہ کہتا ہے بظاہر میرے مردار ہونے کو نہ دیکھ خدائی عشق مجھے نجس ہونے سے بچائے ہوئے ہے۔

Marfat.com

من نہ مُردارم مرا شہ کُشتہ است
میں مردار نہیں ہوں، مجھے شاہ نے مارا ہے

صورتِ من[1] شِبہِ مُردہ گشتہ است
میری صورت مردے کے مشابہ ہو گئی ہے

جنبشم زیں پیش بود از بال و پر
اس سے پہلے میری حرکت بال اور پر کے ذریعہ تھی

جنبشم اکنوں زدستِ داد گر
اب میری حرکت منصف کے ہاتھ سے ہے

جنبشِ فانیم بیروں شد ز پوست
میری فنا ہونیوالی حرکت کھال سے باہر ہو گئی ہے

جنبشِ باقیست اکنوں چوں ازوست
اب باقی رہنے والی حرکت ہے، کیونکہ وہ اس کی جانب سے ہے

ہر کہ کج جُنبد بہ پیشِ جنبشم
جو کوئی میری حرکت کے سامنے ٹیڑھی حرکت کرتا ہے

گرچہ سیمرغ است زارش می کشم
خواہ وہ سیمرغ ہو، میں اس کو بُری طرح مارتا ہوں

ہیں مرا مُردہ مبیں گر زندہٗ
خبردار! اگر تو زندہ ہے تو مجھے مُردہ نہ سمجھ

در کفِ شاہم نگر گر بندہٗ
اگر تو بندہٗ (خدا) ہے تو مجھے شاہ کے ہاتھ میں سمجھ

مُردہ زندہ کرد عیسیٰؑ از کرم
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام نے کرم سے مُردہ کو زندہ کر دیا

من بکفِ خالقِ عیسیٰؑ دَرم
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے خالق کے ہاتھ میں ہوں

کے بمانم[2] مُردہ در قبضہٗ خدا
میں خدا کے قبضہ میں رہ کر مردہ کب رہ سکتا ہوں

بر کفِ عیسیٰؑ مدار ایں ہم روا
(حضرت) عیسیٰ کے ہاتھ پر بھی یہ روا نہ رکھ

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں
میں عیسیٰ ہوں لیکن جس نے جان حاصل کر لی

از دَمِ من او بماند جاوداں
میرے دم سے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا

شد ز عیسیٰؑ زندہ لیکن باز مرد
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام سے زندہ ہوا لیکن پھر مر گیا

شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ[3] سپرد
وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے اس عیسیٰ علیہ السلام کو جان سپرد کر دی

من عصائیم در کفِ موسیِ خویش
میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہوں

موسیم پنہاں و من پیدا بہ پیش
میرا موسیٰ پوشیدہ ہے اور میں سامنے ہوں

بَر مسلماناں پُلِ دریا شوم
میں مسلمانوں کے لیے دریا کا پُل ہو جاتا ہوں

باز بر فرعون اژدرہا شوم
پھر فرعون پر اژدہا بن جاتا ہوں

---

1. صورتِ من۔ فقر و فنا کی وجہ سے میں مردے کی صورت میں ہوں۔ جنبشم۔ حرکت جو کہ زندگی کا اثر ہے وہ پہلے میرے ذاتی ارادہ سے تھی اب دستِ قدرت کے ذریعہ ہے۔ جنبشِ فانیم۔ جب انسان فرائض اور نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر لیتا ہے تو اس کے تمام افعال اللہ کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں۔ ہر کہ۔ فقرا کا انتظام بڑے سے بڑے انسان کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ ہیں۔ فانی فی اللہ صرف اپنے افعال کے اعتبار سے بے حس و حرکت ہوتا ہے، دستِ قدرت اس سے افعال کا صدور کراتا ہے۔ مردہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے کو زندہ کر دیتے تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خالق مردے کو کیسے زندہ نہ کر دے گا۔

2. کے بمانم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات بخشی کا انکار بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ خدا کی حیات بخشی۔ عیسیم۔ میں خود ہی زندہ نہیں ہوں بلکہ دوسروں کو بھی ابدی زندگی عطا کرتا ہوں۔ شد ز عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جس معجزے کا ذکر ہے اس سے عارضی زندگی حاصل ہوتی تھی۔

3. بدیں عیسیٰ۔ اگر اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے تو کوئی اشکال نہیں اگر خود فانی فی اللہ مراد ہے تو مراد یہ ہے کہ ان کے معجزے کا تعلق دنیاوی زندگی سے تھا اگرچہ وہ بھی روحانی ابدی زندگی عطا کرتے تھے اس کا ذکر نہیں ہے۔ من عصائیم۔ یعنی اب میں اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہوں۔ بر مسلماناں۔ یعنی میں اہلِ حق کے لیے باعثِ نجات اور کفار کے لیے باعثِ عذاب ہوں۔ دریا۔ یعنی مصر کا دریائے نیل۔

Marfat.com

ایں[۱] عصا را اے پسر تنہا مبیں　　کہ عصا بے کفِ حق نبود چنیں
اے بیٹا! اس لاٹھی کو اکیلا نہ سمجھ　　کیونکہ بغیر خدا کے ہاتھ کے لاٹھی ایسی نہیں ہوتی ہے

موجِ[۱] طوفاں ہم عصا بد کو ز دَرد　　طنطنہ جادوپرستاں را بخورد
طوفان کی موج بھی لاٹھی تھی جس نے درد کے ساتھ　　جادو پرستوں کے دبدبہ کو نگل لیا

ہم عصا بدباد بر اعدائے ہودؑ　　کہ بر آورد از بقیۂ عاد دود
(حضرت) ہود علیہ السلام کے دشمنوں پر ہوا بھی لاٹھی تھی　　جس نے عاد کے بقیہ (لوگوں) کے دھویں اڑا دیے

ہم عصائی بود پشّہ در نبرد　　کو بر آورد از سرِ نمرود گرد
مچھر بھی مقابلے میں لاٹھی تھا　　جس نے نمرود کے سر سے دھول اڑا دی

گر عصا ہائے خدا را بشمرم　　زرقِ ایں فرعونیاں را بر دَرم
اگر میں خدا کی لاٹھیوں کا شمار کروں　　ان فرعونیوں کی مکاری (کا پردہ) چاک کر دوں

لیک زیں شیریں گیاہے زہر مند　　ترک کن تا چند روزے می چرند
لیکن اس زہریلی شیریں گھاس کو　　رہنے دے، تاکہ چند روز چر لیں

گر نباشد[۲] جاہِ فرعون و سرے　　از کجا یابد جہنم پرورے
اگر فرعون کا رتبہ اور سرداری نہ ہو　　(تو) جہنم کہاں سے پرورش پائے؟

فربہش کن آنگہش کش اے قصاب　　زانکہ بے برگند در دوزخ کلاب
اے قصاب! اس کو موٹا کر پھر ذبح کر　　کیونکہ دوزخ میں کتے بے سر و سامان ہیں

گر نبودے خصم و دشمن در جہاں　　پس بمردے خشم اندر مرداں
اگر دنیا میں مخالف اور دشمن نہ ہوتے　　تو انسانوں میں غصہ مُردہ ہو جاتا

دوزخ[۳] آں خشم ست بے خصم اے فلاں　　کے زید، میرد ز نورِ مومناں
اے فلاں! دوزخ وہ غصہ ہے بغیر مخالف کے　　کب زندہ رہے، مومنوں کے نور سے بجھ جائے

دوزخ آں خشم است و خصمے بایدش　　تا زید ورنہ رحیمی بکشدش
دوزخ وہ غصہ ہے اور اسکو مخالف چاہیے　　تاکہ زندہ رہے، ورنہ رحیمی اس کو بجھا دے

گر بماندے لطف بے قہر و بدے　　پس کمالِ بادشاہی کے شدے
اگر مہربانی بغیر قہر اور بدی کے رہ جاتی　　تو بادشاہی کا کمال کب ہوتا؟

---

۱. موج۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا سے ان کی قوم پانی کے طوفان سے ہلاک ہوئی۔ جادو پرستاں۔ یعنی فرعون کی قوم۔ عاد۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔ عصاہا۔ یعنی میں اگر خدائی عذاب کی تفصیل بیان کروں تو فرعون طبع انسانوں کے مکر کا پردہ چاک کر دوں۔ لیک۔ ان فرعونیوں کو دنیاوی لذتوں میں جو کہ حقیقتاً زہر ہیں، جتلا رہنے دو۔

۲. گر نباشد۔ نظام قدرت کی بقا کے لیے گنہگاروں کی بھی ضرورت ہے۔ از کجا۔ یہ لوگ جہنم کی خوراک ہیں جس سے اس کی پرورش ہوتی ہے۔ فربہش۔ قرآن پاک میں ہے ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ "اے نبی ان کو چھوڑے رکھو وہ کھاتے اور نفع اٹھاتے رہیں اور ان کو تمنا غفلت میں ڈالے رکھے پھر عنقریب وہ جان لیں گے۔" کلاب۔ دوزخ کے کتے ان کے گوشت کے منتظر ہیں۔ گر نبودے۔ غصہ کی بقاء کے لیے مخالفت اور دشمنی کا وجود ضروری ہے ورنہ غصہ مر جائے۔

۳. دوزخ۔ دوزخ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا مظہر ہے اس کے لیے ان دشمنوں کی ضرورت ہے۔ رحیمی۔ اگر صفت غضب نہ رہے تو دوزخ ٹھنڈی ہو جائے۔ گر بماندے۔ اگر صرف صفت رحمت ہو اور صفت غضب نہ ہو تو بادشاہی کا کمال نہیں ہے لہٰذا الوہیت کے لیے دونوں صفتیں ضروری ہیں۔

Marfat.com

ریشخندے[1] کردہ اند آں منکراں ——— بر مثلہا و بیانِ ذاکراں
ان منکروں نے مذاق اڑائی ہے ——— اہل ذکر کی مثالوں اور بیان کی

تو اگر خواہی بکن ہم ریشخند ——— چند خواہی زیست اے مُردار چند
اگر چاہے تو بھی مذاق اڑا ——— اے مردار! تو کب تک زندہ رہے گا؟

شاد باشید اے محباں در نیاز ——— بر ہمیں در کہ شود امروز باز
اے دوستو! نیاز مندی میں خوش رہو ——— اس دروزے پر جو آج کھلا ہوا ہے

ہر حویجی باشدش کردے دل گر ——— درمیانِ باغ از سیر و کبر
ہر ضرورت کی ایک دوسری کیاری ہوتی ہے ——— باغ میں لہسن اور کبر کی

ہر یکے[2] با جنسِ خود در کردِ خود ——— از برائے پختگی نم می خورد
ہر ایک چیز ہم جنس کے ساتھی اپنی کیاری میں ——— پختگی کے لیے سیرابی حاصل کرتی ہے

تو کہ کردِ زعفرانی زعفراں ——— باش و آمیزش مکن بادیگراں
تو جو کہ زعفران کی کیاری ہے زعفران ——— رہ، اور دوسروں کے ساتھ نہ مل

آب می خور زعفرانا تارسی ——— زعفرانی اندریں حلوا رسی
اے زعفران! سیرابی حاصل کر تا کہ تو پک جائے ——— تو زعفران ہے اس حلوے میں ملے گا

تو مکن در کردِ شلغم پوزِ خویش ——— کہ نگردد با تو او ہم طبع و کیش
تو شلجم کی کیاری میں اپنا منھ نہ ڈال ——— تاکہ وہ تیرا ہم مزاج اور ہم مذہب نہ ہو جائے

تو بکردے[3] او بکردے مودَعہ ——— زانکہ ارضُ اللہ آمد واسعہ
تو ایک کیاری میں اور وہ دوسری کیاری میں رکھا ہوا ہے ——— کیونکہ اللہ کی سرزمین وسیع ہے

خاصۂ آں ارضے کہ از پہناوری ——— در سفر گم می شود دیو و پری
خصوصاً وہ زمین (جس میں) وسعت کی وجہ سے ——— دیو اور پری سفر میں گم ہو جاتے ہیں

اندراں بحر و بیابان و جبال ——— منقطع می گردد اوہام و خیال
ان سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں میں ——— اوہام اور خیالات ختم ہو جاتے ہیں

ایں بیاباں در بیابانہائے او ——— ہمچو اندر بحر و بَر یک تارِ مو
یہ جنگل اس کے جنگلوں میں ——— اس طرح ہیں، جیسے سمندر اور خشکی میں ایک بال

[1] ریشخندے۔ منکر، اہل ذکر کا مذاق اڑاتے ہیں تو بھی اگر چاہے مذاق اڑالے پھر دیکھ انجام کیا ہوتا ہے۔ شاد۔ جو لوگ آیات الٰہیہ کے ذکر سے محبت رکھتے ہیں اور اس در کی نیاز مندی اختیار کیے ہوئے ہیں وہ قابل مبارکباد ہیں۔ حویج۔ مولانا نے اس لفظ کو ضروریات زندگی کے معنی میں بولا ہے۔ کرد۔ کاف کے ضمہ سے، کیاری۔ سیر۔ لہسن۔ کبر۔ ایک پھل کا نام ہے جو خراسان میں پیدا ہوتا ہے اس کا اچار ڈالا جاتا ہے، مولانا مخلص اور منافق کے مسلک کو جداگانہ کر کے سمجھا رہے ہیں۔

[2] ہر یکے۔ ہر ترکاری اپنی کیاری میں پرورش پاتی ہے اور سیرابی حاصل کر کے پختہ ہوتی ہے۔ تو کہ۔ مخلص کو منافق کے ساتھ میل جول نہ چاہیے۔ آب می خور۔ اپنے مسلک پر قائم رہ کر پختگی پیدا کرتا کہ اعلیٰ مقام حاصل ہو جائے۔ تو مکن۔ زعفران کو اپنی کیاری میں رہنا چاہیے، شلغم کی کیاری کا رخ کرے گا تو اس میں اس کی خاصیت آجائے گی۔

[3] تو بکردے۔ اللہ نے مومن کا ایک مقام اور منافق کا دوسرا مقام بنایا ہے خدا کی زمین وسیع ہے، خلط ملط کی ضرورت نہیں ہے۔ خاصہ۔ عالم غیب کی سرزمین تو اس قدر وسیع ہے کہ اس میں دیو اور پری بھی راستہ گم کر بیٹھتے ہیں۔ اندراں۔ عالم غیب کے سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں کی وسعت تک وہم اور خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ایں بیاباں۔ دنیاوی زمین کی کائنات اس غیب کی زمین کے اعتبار سے ایسی ہے جیسا کہ بحر و بر کے مقابلہ میں ایک بال۔

آب استادہ[1] کہ سیرستش نہاں
پانی ٹھہرا ہوا ہے کیونکہ اس کی رفتار پوشیدہ ہے

تازہ تر، خوشتر ز جوہائے رواں
جاری نہروں سے، تازہ تر اور اچھا ہے

کو درونِ خویش چوں جان و رواں
کیونکہ وہ اپنے اندر جان اور روح کی طرح

سیر پنہاں دارد و پائے رواں
پوشیدہ سیر اور رواں پاؤں رکھتا ہے

مستمع خفتہ است کوتہ کن خطاب
سننے والا سو گیا ہے تقریر مختصر کر

اے خطیب ایں نقش را کم زن بر آب
اے مقرر! اس نقش کو پانی پر نہ کھینچ

بقیہ دعوتِ سلیمان علیہ السلام و بلقیس را کہ فرصت غنیمت است

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بلقیس کو دعوت کا بقیہ کہ فرصت غنیمت ہے

خیز بلقیسا کہ بازاریست تیز
اے بلقیس! اٹھ کیونکہ بازار تیزی پر ہے

زیں خسیسانِ کساد افگن گریز
ان ٹوٹے میں مبتلا کرنے والے کمینوں سے بھاگ

خیز بلقیسا کنوں با اختیار[2]
اے بلقیس! اب اٹھ (جبکہ) با اختیار ہے

پیش ازاں کہ مرگ آرد گیر و دار
اس سے قبل کہ موت پکڑ دھکڑ شروع کرے

خیز بلقیسا بیا پیش از اجل
اے بلقیس! اٹھ موت سے پہلے آ جا

در نگر شاہی و ملکِ بے دغل
بادشاہی، اور بغیر فساد کی سلطنت دیکھ لے

خیز بلقیسا بجاہِ خود مناز
اے بلقیس! اٹھ، اپنے مرتبہ پر ناز نہ کر

اندریں درگہ نیاز آور نہ ناز
اس بارگاہ میں نیاز پیش کر نہ کہ ناز

خیز بلقیسا و مستہ با قضا
اے بلقیس! اٹھ اور قضا (خداوندی) سے نہ جھگڑ

ورنہ مرگ آید کشد گوشِ ترا
ورنہ موت آئے گی تیرے کان کھینچے گی

بعد ازاں[3] گوشت کشد مرگ آنچناں
اس کے بعد موت تیرے ایسے کان کھینچے گی

کہ چو دزد آئی بشحنہ جان کناں
کہ تو چور کی طرح کوتوال کے پاس جانکنی کی حالت میں آئے گی

زیں خراں تا چند باشی نعل دزد
تو ان گدھوں کے نعل کب تک چرائے گی؟

گر ہمی دزدی بیا و لعل دزد
اگر چوری ہی کرنی ہے تو آ اور لعل چرا

خواہرانت یافتہ ملکِ خلود
تیری بہنوں نے ہمیشگی کی سلطنت حاصل کر لی

تو گرفتہ مملکتِ کور و کبود
تو بے نور اور تاریک سلطنت کو پکڑے ہوئے ہے

اے خنک آنجاں کزیں مملکت بجست
وہ جان قابل مبارکباد ہے جس نے اس سلطنت کو چھوڑ دیا

کہ اجل ایں ملک را ویراں گرست
کیونکہ موت اس سلطنت کو ویران کر دینے والی ہے

---

[1] آب استادہ۔ سالک کے باطن کا رکا ہوا پانی جس کا بہاؤ پوشیدہ ہے جاری پانی سے بدرجہا بہتر ہے۔ کو۔ سالک کی سیر جان اور روح کی سیر کی طرح مخفی اور پوشیدہ ہوتی ہے۔ مستمع۔ چونکہ سامعین کی توجہ نہیں ہے لہٰذا فنا کے مقام کی باتیں بند کر دو ورنہ نقش بر آب ہوں گی۔ خیز۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو محل کی دعوت دی اور فرمایا بدکرداروں کی صحبت سے بچ۔

[2] با اختیار۔ انسان جب تک زندہ ہے با اختیار ہے۔ درنگر۔ یعنی عالم آخرت کی شاہی جو لازوال ہے۔ درگہ۔ یعنی درگاہ خداوندی میں صرف نیاز کام آتا ہے۔ مستہ۔ مستیز کا مخفف ہے، جھگڑا نہ کر۔

[3] بعد ازاں۔ مرنے کے بعد مجرم کی سی اضطراری حاضری ہوگی۔ شحنہ۔ کوتوال۔ خراں۔ دولت کے لیے دنیاداروں کی پابوسی نہ کر۔ لعل۔ حکمت کے لعل و گوہر۔ خواہرانت۔ یعنی دنیا کی نیک عورتیں۔ اے خنک۔ جو شخص ناپائیدار حکومت سے دستبردار ہو کر ابدی سلطنت حاصل کر لے وہ مبارکبادی کے قابل ہے۔

Marfat.com

خیز بلقیسا بیا بارے ببیں
اے بلقیس! اٹھ، آ جا اب دیکھ
مُلکتِ شاہان و سلطانانِ دیں
دین کے امرا اور شاہوں کی سلطنت

شِستہ[1] در باطن میانِ گلستاں
وہ حقیقتاً باغ میں بیٹھا ہوا ہے
ظاہراً خارے میانِ دوستاں
بظاہر دوستوں کے درمیان ایک کانٹا ہے

بوستاں با او رواں ہر جا رود
جہاں وہ جاتا ہے باغ اس کے ساتھ جاتا ہے
لیک آں از خلق پنہاں می شود
لیکن وہ (باغ) مخلوق سے پوشیدہ ہوتا ہے

میوہا لابہ کناں کز من بخور
پھل خوشامد کرتے ہیں کہ ہمیں کھا
آبِ حیواں آمدہ کز من بخور
آبِ حیات آیا ہوا ہے کہ مجھے پی

طوف[2] می کن بَر فلک بے پرّ و بال
بغیر بال و پر کے آسمان کا طواف کر
ہمچو خورشید و چو بدر و چوں ہلال
سورج اور چودھویں اور پہلی کے چاند کی طرح

چوں رواں باشی روان و پائے نہ
تو روح کی طرف چلے گی اور پاؤں نہیں ہے
می خوری صد لوت و لقمہ خائے نہ
تو سو غذائیں کھائے گی اور لقمہ چبانے والی نہیں ہے

نے نہنگِ غم زند بر کشتیت
نہ تیری کشتی پر غم کا مگرمچھ حملہ کرے گا
نے پدید آید ز مُردن زشتیت
نہ مرنے کی وجہ سے تیرے اوپر بدنمائی آئے گی

ہم تو شاہ و ہم تو لشکر ہم تو تخت
تو ہی شاہ ہو گی تو ہی لشکر ہو گی تو ہی تخت ہو گی
ہم تو نیکو بخت باشی ہم تو بخت
تو ہی نیک بخت ہو گی تو ہی نصیبہ ہو گی

گر تو[3] نیکو بختی و سُلطانِ زفت
اگر تو نیک بخت ہے اور سلطانِ اعظم
بخت غیرِ تست روزے بخت رفت
نصیبہ تیرا غیر ہے، ایک دن نصیبہ روانہ ہو جائے گا

تو بماندی چوں گدایاں بے نوا
تو فقیروں کی طرح بے سر و سامان رہ جائے گی
دولتِ خود ہم تو باش اے مجتبیٰ
اے برگزیدہ! خود تو دولت بنا جا

چوں تو باشی بختِ خود اے معنوی
اے معنوی! جب تو خود اپنا نصیب ہو گی
پس تو کہ بختی ز خود کے گم شوی
تو پھر جبکہ تو خود نصیبہ ہے، اپنے آپ سے کب گم ہو گی؟

تو ز خود کے گم شوی اے خوش خصال
اے خوش خصال! تو اپنے آپ سے کب گم ہو گی؟
چونکہ عینِ تو ترا شد ملک و مال
جبکہ تیرا وجود خود تیرا ملک و مال بن گیا

---

1. شستہ۔ نشستہ کا مخفف ہے۔ یعنی جس نے اخروی سلطنت حاصل کر لی وہ باطنی کمالات کے باغ میں بیٹھا ہوا ہے لیکن بظاہر وہ اپنے ملنے والوں کو ایک کانٹا نظر آ رہا ہے۔ بوستاں۔ اس کے کمالات کا باغ اس کے ساتھ رہتا ہے لیکن عوام کی نظر سے مخفی ہے۔ میوہ۔ وہ اس باغ کے پھلوں سے نفع اندوز ہے اور اس باغ کی نہروں سے آبِ حیات پی رہا ہے۔

2. طوف۔ عالم ملکوت کی سیر کر۔ چوں۔ یہ سیر روحانی ہو گی جس میں پاؤں اور بال و پر کی ضرورت نہیں ہے۔ می خوری۔ معارف خداوندی سے لذتیں حاصل ہوں گی، اس خوراک کے لیے لقمے چبانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نے نہنگ۔ تیری اس کشتی کو غم کا مگرمچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہم تو شاہ۔ عالم ملکوت میں تو خود ملکہ ہو گی خود لشکر اور تخت شاہی ہو گی تو خود نصیبہ ہو گی اور خود ہی نیک بخت ہو گی۔

3. گر تو۔ اس عالم میں اگر تو نصیبہ ور بھی ہے تو بخت اور چیز ہے اور تو اور چیز مغایرت کی وجہ سے کسی وقت تجھ سے تیرا بخت جدا ہو جائے گا اور تو فقیر بن جائے گی۔ چوں تو باشی۔ جب تجھ میں اور نصیبہ میں اتحاد ہو جائے گا تو پھر بخت کو تو گم نہ کرے گی کیونکہ کوئی اپنے آپ کو گم نہیں کرتا ہے۔

Marfat.com

بقیہ قصہ[1] عمارت کردنِ سلیمان علیہ السلام مسجدِ اقصیٰ را بہ تعلیم و وحیِ خدا جہتِ حکمتہا و معاونتِ ملائکہ و دیو و پری

حضرت سلیمانؑ کا مسجد اقصیٰ کو حکمتوں کی وجہ سے خدا کی تعلیم اور وحی کے ذریعہ تعمیر کرنے کا بقیہ قصہ اور فرشتوں اور جنوں اور پریوں کی مدد

بعد ازاں آمد ندا از پیشِ تخت
اس کے بعد تخت کے سامنے سے آواز آئی
بر سلیمانؑ آں نبیِّ نیک بخت
ان نیک بخت (نبی) سلیمان علیہ السلام کے پاس

اے سلیماں مسجدِ اقصیٰ بساز
اے سلیمان علیہ السلام! مسجد اقصیٰ بنا
لشکرِ بلقیس آمد در نماز
بلقیس کا لشکر نماز کا عادی ہو گیا ہے

چونکہ او[2] بنیادِ آں مسجد نہاد
جب انہوں نے اس مسجد کی نیو رکھی
جن و انس آمد بدن درکار داد
جن و انس آ گئے (اور) کام میں لگ گئے

یک گروہ از عشق و قومے بے مُراد
ایک گروہ عشق کے ساتھ۔ اور کچھ لوگ بادلِ ناخواستہ
ہمچناں کہ در رہِ طاعت عباد
جس طرح کہ لوگ راہِ عبادت میں

خلق دیوانند و شہوت سلسلہ
لوگ دیو ہیں اور خواہش نفسانی زنجیر ہے
می کشد شاں سوئے دکان و غلہ
وہ ان کو دکان اور آمدنی کی طرف کھینچتی ہے

ہست ایں زنجیر از خوف و وَلہ
یہ زنجیر ڈر اور عشق کی ہے
تو مبیں ایں خلق را بے سلسلہ[3]
تو ان لوگوں کو بلا زنجیر نہ سمجھ

ہست ایں بند و کمند آں خوفِ شاں
یہ پھندہ اور کمند ان کا وہ خوف ہے
نیستند ایں خلق بے بندِ نہاں
یہ لوگ پوشیدہ بند کے بغیر نہیں ہیں

می کشاند شاں سوئے کسب و شکار
وہ ان کو کمائی اور شکار کی جانب کھینچتا ہے
می کشاند شاں سوئے کان و بحار
وہ ان کو کانوں اور سمندروں کی جانب کھینچتا ہے

می کشاند شاں بسوئے نیک و بد
وہ ان کو نیک و بد کی طرف کھینچتا ہے
گفت حق فِیْ جِیْدِهَا حَبْلُ الْمَسَدْ
اللہ نے فرمایا ہے اس کے گلے میں، مونج کی رسی ہے

[1] بقیہ قصہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر چل رہا تھا درمیان میں بلقیس کا قصہ آ گیا تھا، بہر حال وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آ کر ان پر ایمان لے آئی تھی اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کو پورا کرتے ہیں اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر اور سلیمان علیہ السلام کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ بعد ازاں۔ یعنی جب بلقیس کی دعوت کی تکمیل ہو گئی۔ تخت۔ یعنی تخت سلیمان کے سامنے سے ہاتف غیبی کی آواز آئی۔ لشکر بلقیس۔ یعنی بلقیس کا لشکر عبادت کرنے لگا ہے اب ایک وسیع مسجد کی ضرورت ہے۔

[2] چونکہ او۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام۔ آں مسجد۔ یعنی مسجد اقصیٰ۔ جن و انس۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت ہر جن اور انس پر تھی۔ یک گروہ۔ کچھ لوگ دل و جان سے کام کر رہے تھے کچھ بددلی سے جیسا کہ عبادات میں انسانوں کا حال ہے۔ خلق۔ جس طرح مسجد کے کام میں جن لگے ہوئے تھے اسی طرح ہر انسان کو دیو سمجھو اور ان کا قلبی رجحان ان کے لیے بمنزلہ زنجیر کے ہے وہ اس زنجیر کے ذریعہ اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔ غلہ۔ آمدنی، پیداوار۔ خوف و ولہ۔ زنجیریں دو قسم کی ہیں ایک ڈر کی، ایک عشق اور محبت کی۔

[3] بے سلسلہ۔ قرآن پاک میں ہے مَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا "نہیں کوئی زمین پر چلنے والا مگر اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی کے بال پکڑے ہوئے ہے۔" می کشاند۔ وہ مخفی زنجیر اس کو مختلف کاموں کی طرف کھینچتی ہے۔ فِیْ جِیْدِهَا۔ قرآن میں ابولہب کی بیوی کے بارے میں فرمایا گیا ہے اس کے گلے میں مونج کی رسی ہے مولانا نے یہاں رسی سے وہی خواہش نفسانی جس کو زنجیر سے تعبیر کر رہے ہیں مراد لی ہے۔

Marfat.com

قَدْ جَعَلْنَا الْحَبْلَ فِیْٓ اَعْنَاقِھِمْ — وَاتَّخَذْنَا الْحَبْلَ مِنْ اَخْلَاقِھِمْ

بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں رسی ڈال دی ہے — اور ہم نے رسی ان کے اخلاق سے بنائی ہے

لَیْسَ مِنْ مُسْتَقْذِرٍ[1] مُسْتَنْقِہٖ — قَطُّ اِلَّا طَآئِرَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ

نہیں ہے کوئی بھی گنہگار (یا) پاک — ہرگز، مگر اس کا اعمال نامہ اس کی گردن میں ہے

حرصِ تو درکارِ بد چوں آتش ست — اخگر از رنگِ خوشِ آتش خوش ست

برے کام میں تیری حرص آگ جیسی ہے — انگارا آگ کے خوشنما رنگ کی وجہ سے حسین ہے

آں سیاہی فحم در آتش نہاں — چونکہ آتش شد سیاہی شد عیاں

کوئلے کی کالک آگ میں پوشیدہ ہے — جب آگ ختم ہوئی کالک کھل گئی

اخگر از حرصِ تو شد فحمِ سیاہ — حرص چوں شد ماند آں فحم تباہ

کالا کوئلہ تیری حرص کی وجہ سے انگارا تھا — حرص جب ختم ہوئی وہ تباہ کوئلہ رہ گیا

آں زماں آں فحم[2] اخگر می نمود — آں ز حسن کارِ نارِ حرص بود

اس وقت وہ کوئلہ انگارا نظر آیا — وہ حرص کی آگ کے کارنامہ حسن کی وجہ سے تھا

حرص کارت را بیاراینده بود — حرص رفت و ماند کارِ تو کبود

لالچ نے تیرے کام کو آراستہ کیا تھا — حرص ختم ہو گئی اور تیرا کام بدنما ہو گیا

غورهٔ را کہ بیا راییند غول — پختہ پندارد کسے کو ہست گول

جس کچے خوشے کو بھوت نے آراستہ کیا ہے — وہ شخص اس کو پختہ سمجھے گا جو احمق ہے

آزمایش چوں نماید جانِ او — کُند گردد ز آزموں دندانِ او

جب اسکی جان آزمائش کرتی ہے — آزمائش سے اس کے دانت کھٹے ہو جاتے ہیں

از ہوس آں دام دانہ می نمود — عکسِ غولِ حرص و آں خود دام بود

ہوس کی وجہ سے اس جال کو دانہ دکھا دیا — حرص کے بھوت کے عکس نے اور وہ خود جال تھا

حرص[3] اندر کارِ دین و خیر جُو — چوں نماند حرص ماند نغز او

خیر اور دین کے کام میں حرص کو دیکھ — جب حرص نہیں رہتی، وہ خوبصورت رہتا ہے

خیرہا نغزند نہ از عکسِ غیر — تابِ حرص ار رفت ماند تاب خیر

نیک کام (خود) خوبصورت ہیں نہ کہ غیر کے عکس سے — حرص کی چمک اگر چلی جائے نیکی کی چمک رہتی ہے

تابِ حرص از کارِ دنیا چوں برفت — فحم باشد مانده از اخگر بہ تفت

دنیا کے کام سے جب حرص کی چمک چلی جائے — ہر حرارت انگارے کے بجائے کوئلہ رہ جاتی ہے

---

1. مستقذر۔ پلید، گنہگار۔ مستنقہ۔ اصل میں مستنقی تھا، پاک وصاف۔ طائر۔ پرندہ یعنی اعمالنامہ۔ حرص۔ انسان کی حرص اس کے برے عمل کو خوشنما کر کے پیش کر دیتی ہے۔ جس طرح آگ کالے کوئلے کو حسین انگارا بنا دیتی ہے۔ آں سیاہی۔ کوئلہ کالا ہوتا ہے آگ اس کو سرخ بنا دیتی ہے۔ جب آگ بجھ جاتی ہے کوئلہ کا کالا پن نمودار ہو جاتا ہے۔ اخگر۔ برا عمل حرص کی وجہ سے حسین بنا ہے جب حرص جاتی رہتی ہے اس عمل کی برائی نظر آنے لگتی ہے۔

2. فحم۔ کوئلہ۔ غورہ۔ کچا خوشہ۔ غول۔ چھلاوا، بھوت۔ گول۔ بیوقوف۔ آزمائش۔ جب کچے پھل کو کھاؤ گے تو پتا چلے گا اور دانت کھٹے ہو جائیں گے۔ از ہوس۔ انسان کی حرص جال کو دانہ دکھا دیتی ہے۔

3. حرص۔ کار خیر میں اگر حرص ہو اور وہ حرص جاتی رہے تب بھی وہ عمل بہتر دکھائی دے گا۔ تاب۔ چمک۔ تاب حرص۔ دنیا کے کاموں میں لالچ کی چمک ہٹ جانے کے بعد ان کاموں کی بدنمائی واضح ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

کودکاں[1] را حرص می آرد غرار　　تا شوند از ذوقِ دل دامن سوار
بچوں کو حرص دھوکا دیتی ہے　　یہاں تک کہ وہ دل کے ذوق سے دامن کے سوار بنتے ہیں

چوں ز کودک رفت آں حرصِ بدش　　بر دِگر اطفال خندہ آیدش
جب بچہ میں سے اس کی وہ بُری حرص جاتی رہی　　دوسرے بچوں پر اس کو ہنسی آتی ہے

کہ چہ می کردم چہ می دیدم دریں　　خل ز عکسِ حرص بنمود انگبیں
کہ میں نے کیا کیا تھا اسمیں کیا سمجھا تھا؟　　حرص کے پرتو سے، سرکہ شہد نظر آیا تھا

آں بنائے انبیا بے حرص بود　　زانچناں پیوستہ رونقہا فزود
انبیا کی تعمیر بغیر لالچ کے تھی　　اسی وجہ سے ہمیشہ ایسی رونقیں بڑھیں

اے بسا[2] مسجد بر آوردہ کرام　　لیک نبود مسجدِ اقصاش نام
شرفا نے بہت سی مسجدیں بنائیں　　لیکن ان کا مسجد اقصیٰ نام نہ ہوا

کعبہ را کش ہر دمے عزے فزود　　آں ز اِخلاصاتِ ابراہیمؑ بود
کعبہ جس کی عزت ہر وقت بڑھتی ہے　　یہ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کے خلوص کی وجہ سے ہے

فضلِ آں مسجد ز خاک و سنگ نیست　　لیک در بناش حرص و جنگ نیست
اس مسجد کی فضیلت مٹی اور پتھر کی وجہ سے نہیں ہے　　لیکن اس کے بنانے والے میں حرص اور مقابلہ نہیں ہے

نے کتب شاں چوں کتابِ دیگراں　　نے مساجد شاں نہ کسب و خانماں
نہ ان کی کتابیں، دوسروں کی کتاب کی طرح ہیں　　نہ ان کی مسجدیں، نہ کاروبار اور گھر

ہر یکے را[3] دادہ حق در مَرتبت　　صد ہزاراں حشمت و ہم مکرمت
(ان میں سے) ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں رتبہ میں　　لاکھوں شوکتیں اور عزتیں

نے اَدَب شاں نے غضب شاں نے نکال　　نے نُعاس و نے قیاس و نے مَقال
نہ ان کا ادب نہ ان کا غصہ نہ عذاب　　نہ اونگھ اور نہ قیاس اور نہ مقال

ہر یکے شاں را یکے فرِ دِگر　　مرغِ جاں شاں طائر از پرِ دگر
ان میں سے ہر ایک کیلئے ایک دوسری شان ہے　　ان کی جان کا پرند دوسرے قسم کے پر سے پرواز کرتا ہے

دل ہمی لرزد ز ذکرِ حالِ شاں　　قبلۂ افعالِ ما افعالِ شاں
ان کے حال کے ذکر سے دل لرزتا ہے　　ان کے افعال ہمارے افعال کا قبلہ ہیں

مُرغِ شاں را بیضہا زریں بُدست　　نیم شب جانِ شاں سحر گہ بیں شدست
ان کے مرغ کے سونے کے انڈے ہوتے ہیں　　ان کی جان آدھی رات میں صبح کو دیکھتی ہے

---

[1] کودکاں۔ بچے گھوڑے کی حرص میں اپنے دامن کو گھوڑا بنا کر سوار ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب بڑا ہو جانے پر وہ حرص ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہی بچہ دوسرے بچوں کی اس حرکت پر ہنستا ہے۔ خل۔ غرضکہ انسان کی حرص اور لالچ برے کو بھلا دکھاتی ہے سرکہ شہد نظر آتا ہے۔ آں بنائے۔ جو تعمیر انبیا کرتے ہیں اس میں چونکہ کوئی لالچ اور طمع شامل نہیں ہوتی ہے لہٰذا ان کی تعمیروں کی رونق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

[2] اے بسا۔ دوسرے بھلے لوگوں نے بھی مسجدیں بنائیں لیکن ان کو وہ مرتبہ حاصل نہ ہوا جو مسجد اقصیٰ کا ہے۔ کعبہ۔ کعبہ کی روز افزوں عزت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ فضل آں مسجد۔ یعنی مسجد حرام۔ حرص و جنگ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اخلاص سے مسجد حرام کی تعمیر کی تھی کسی حرص اور مقابلہ میں تعمیر نہ کی تھی۔ نے کتب۔ انبیا کی ہر چیز الوکھی ہوتی ہے۔

[3] ہر یکے را۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جس میں لاکھوں حشمتیں اور عزتیں پنہاں ہیں۔ فرِ دگر۔ ہر نبی کسی خاص صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ دل۔ ان کے فضائل بیان کرنے سے بھی دل اس خوف سے لرزتا ہے کہ اس میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ بیضہا۔ یعنی اچھے نتیجے۔ نیم شب۔ یعنی چشم باطن سے اندھیری رات میں نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہر چہ گویم[1] من بجاں نیکوئے قوم
میں (دل و) جان سے (اس) قوم کی جو کچھ بھلائی بیان کرتا ہوں
نقص گفتم گشتہ ناقص گوی قوم
(گویا اس) قوم کا ناقص گو بن کر ان کی برائی بیان کرتا ہوں

مسجدِ اقصیٰ بسازید اے کرام
اے شریفو! مسجد اقصیٰ بناؤ
کہ سلیمانؑ باز آمد وَالسلام
کیونکہ سلیمان علیہ السلام آ گیا ہے والسلام

وَر ازیں دیوان و پریاں سَر کشند
اگر اس سے دیو اور پری سرکشی کریں گے
جملہ را املاک در چنبر کشند
فرشتے سب کو شکنجے میں کس دیں گے

دیو یک دم کژ رود از مکر و زَرق
اگر مکاری اور فریب سے دیو کچھ کج رفتاری اختیار کرتا ہے
تازیانہ آیدش بر سر چو بَرق
اس کے سر پر بجلی کی طرح کوڑا پڑتا ہے

چوں سلیماںؑ[2] شو کہ تا دیوانِ تو
تو سلیمان علیہ السلام بن جا تاکہ تیرے دیو
سنگ بَرَند از پئے ایوانِ تو
تیرے محل کے پتھر (ڈھو کر) لائیں

چوں سلیمانؑ باش بے وسواس و رِیو
تو بے شک و شبہ سلیمان علیہ السلام کی طرح بن جا
تا ترا فرماں برد جنّی و دِیو
تاکہ جن اور دیو تیری فرمانبرداری کریں

خاتمِ تو ایں دِلست و ہوش دار
تیری انگوٹھی یہ دل ہے اور ہوش رکھ
تانگردد دیو را خاتم شکار
تاکہ انگوٹھی دیو کا شکار نہ بنے

پس سلیمانی کند بر تو مدام
پھر تجھ پر ہمیشہ حکومت کرے
دیو با خاتم حذر کن وَالسلام
دیو، انگوٹھی کے ذریعہ، بچ، والسلام

آں سلیمانی دلا منسوخ نیست
اے دل! وہ سلیمانی ختم نہیں ہوئی ہے
در سَر و سِرَّت سلیمانی کنی[3] ست
تیرے باطن اور سر میں سلیمانی کرنے والا ہے

دیو ہم وقتے سلیمانی کند
دیو بھی ایک وقت سلیمانی کرتا ہے
لیک ہر جولاہہ اطلس کے تند
لیکن ہر جولاہہ اطلس کب بن سکتا ہے؟

دست جنباند چو دست او ولیک
وہ اس کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن
درمیانِ ہر دو شاں فرقے ست نیک
ان دونوں میں بہت فرق ہے

1. ہر چہ گویم۔ چونکہ میں کما حقہ تعریف نہیں کرسکتا ہوں لہٰذا میرا تعریف کرنا ناقص ہے۔ مسجد اقصیٰ۔ یعنی درمیان میں اور باتیں شروع ہو گئی تھیں اب پھر مسجد اقصیٰ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر شروع کرو۔ ور۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں دیو اور پری مصروفِ کار ہیں اگر وہ سرکشی کرتے ہیں تو فرشتے ان کو سزا دیتے ہیں۔ دیو۔ جو دیو کجروی اختیار کرتا ہے اس پر برق کا تازیانہ آ لگتا ہے۔

2. چوں سلیمان۔ یہ ارشادی مضمون ہے کہ مخاطب تو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح بن جائے تو جن اور پریاں تیرے بھی خدمتگار بن جائیں گے۔ خاتم تو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں پر ایک انگوٹھی کی تاثیر سے حکومت کرتے تھے۔ صخر نامی ایک جن نے وہ انگوٹھی چرالی تھی اور اس کے ذریعہ حکومت کرنے لگا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں تیری انگوٹھی تیرا دل ہے تو اس کی حفاظت کر شیطان اس کو نہ چرا لے اور وہ تجھ پر حکومت نہ کرنے لگے۔

3. سلیمانی کنی۔ یعنی تیری روح تیرے اندر ہے اگر تو اس کی اصلاح کر لے وہ سلیمانی کرے گی۔ دیو۔ مزوّر شیخ کی مثال اس دیو کی سی ہے جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی چرا کر اس کے ذریعہ حکومت شروع کر دی تھی۔ دست جنباند۔ معمولی جولاہہ اطلس بننے والے کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن دونوں کے کام میں بہت فرق ہے یہی حال صحیح شیخ اور مزوّر شیخ کا ہے۔

Marfat.com

در بیانِ ایں حدیثِ معنوی　　یک حکایت[1] بشنو اندر مثنوی
اس بامعنیٰ بات کے بیان میں　　مثنوی میں ایک حکایت سن لے

قصۂ شاعر و صلہ دادنِ شاہ و مضاعف کردنِ آں صلہ را وزیر حسن نام

شاعر کا قصہ اور شاہ کا اس کو عطیہ دینا اور وزیر، حسن نامی کا اس کو دوگنا کر دینا

شاعرے آورد شعرے پیشِ شاہ　　بر اُمیدِ خلعت و اِکرام و جاہ
ایک شاعر نے شاہ کے سامنے اشعار پیش کیے　　خلعت اور اعزاز اور مرتبہ کی امید پر

شاہ مکرم بود فرمودش ہزار　　از زرِ سُرخ و کرامات و نثار
شاہ صاحبِ کرم تھا اس کے لیے حکم دیا ایک ہزار　　اشرفیوں اور عطیات اور انعام کا

پس وزیرش گفت کایں اندک بود　　دہ ہزارش ہدیہ دِہ تا وا رَود
وزیر نے اس سے کہا کہ یہ تھوڑا ہے　　دس ہزار کا ہدیہ بھیجئے تاکہ واپس ہو

از چو او[2] شاعر و از تو بحرِ دست　　دہ ہزارے کہ بگفتم اندک ست
اِس جیسے شاعر کے لیے آپ جیسے سخی سے　　میں نے جو دس ہزار کہے تھوڑے ہیں

قصہ گفت آں شاہ را و فلسفہ　　تا برآمد عشرِ خرمن از کفہ
اس نے بادشاہ کو قصہ اور فلسفہ سنایا　　یہاں تک کہ بچے کھچے مال میں سے خرمن کا دسواں حصہ نکال دیا

دہ ہزارش داد و خلعت در خورش　　خانۂ شکر و ثنا گشت آں سَرش
اس کو دس ہزار اور اس کے مناسب خلعت دی　　اس کا دماغ شکر و ثنا کا گھر بن گیا

پس تفحص کرد کایں سعی کہ بود　　شاہ را اہلیتِ من کہ نمود
پس اس نے جستجو کی کہ یہ کس کی کوشش تھی　　بادشاہ کو میری قابلیت کس نے دکھائی

پس بگفتندش[3] فلان الدیں وزیر　　آں حسن نام و حسن خلق و ضمیر
لوگوں نے اس سے کہا فلان الدیں وزیر نے　　جس کا نام حسن ہے اور جس کا اخلاق اور دل اچھا ہے

در ثنائے او یکے شعرِ دراز　　بر نوشت و سوئے خانہ رفت باز
اس نے اس کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ　　لکھا اور گھر کو واپس ہو گیا

بے زبان و لب ہماں نعمائے شاہ　　مدحِ شہ می کرد و خلعتہائے شاہ
بادشاہ کی وہی نعمتیں بغیر زبان اور ہونٹ کے　　بادشاہ اور اس کی خلعتوں کی تعریف کر رہی تھیں

---

1. یک حکایت۔ اس حکایت میں دو وزیروں کا ذکر ہے جن دونوں کا نام حسن تھا لیکن کام میں بہت فرق تھا۔ شاعر۔ نے جب قصیدہ سنایا تو بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا۔ اس کے حسن نامی وزیر نے سفارش کر کے دس ہزار اشرفیاں دلوائیں۔ مکرم۔ بخشش کرنے والا۔
2. از چو او۔ ایسے عمدہ شاعر اور تجھ جیسے انعام دینے والے کی نسبت دس ہزار بھی کم ہیں۔ قصہ۔ یعنی شاعر کی ضرورت کا قصہ یا دوسرے سخنوروں کا قصہ۔ فلسفہ۔ یعنی بخشش و عطا کا فلسفہ۔ تا برآمد۔ یعنی بادشاہ کے خزانے اس قدر تھے کہ یہ دس ہزار اس کے بچے کھچے مال کا دسواں حصہ تھا۔ خانہ۔ یعنی شاعر کا سر بادشاہ کے شکر و ثنا سے بھر گیا۔ تفحص۔ جستجو یعنی شاعر نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ بادشاہ کو اس بڑے عطیہ پر کس نے آمادہ کیا ہے۔
3. پس بگفتند۔ لوگوں نے اس شاعر کو بتایا کہ فلاں وزیر جس کا نام بھی حسن ہے اور وہ دل کا حسن ہے اس نے یہ عطیہ دلوایا ہے۔ شعرِ دراز۔ یعنی بڑا قصیدہ۔ بے زبان۔ شاہ کی عطایا زبانِ حال سے شاہ کی تعریفیں کر رہی تھیں۔

Marfat.com

باز آمدنِ شاعر بعد چند سال بامیدِ ہماں صلہ و ہزار دینار فرمودنِ شاہ بر قاعدۂ خویش[1] و گفتنِ وزیرِ دیگر کہ بعد از وفات وزیرے نصب کردہ بودند ہم حسن نام شاہ را کہ ایں قدر صلہ بخت بسیارست و مارا خرجہاست و خزینہ خالیست و من او را بدہ یک ایں راضی کنم

چند سال کے بعد شاعر کا واپس آنا اسی عطیہ کی امید پر اور بادشاہ کا اپنی عادت کے مطابق ایک ہزار اشرفیوں کا حکم دینا اور دوسرے وزیر کا بادشاہ سے کہنا جو پہلے وزیر کے مرنے کے بعد مقرر کیا گیا تھا اور اس کا نام بھی حسن تھا کہ یہ عطیہ بہت زیادہ ہے اور اس میں بہت سے خرچ درپیش ہیں اور خزانہ خالی ہے اور میں اس کو دسویں حصہ پر راضی کر لوں گا

بعد سالے چند بہرِ رزق و گشت — شاعر از فقر و عوزؔ[2] محتاج گشت

چند سال کے بعد رزق اور سفر کے لیے — شاعر فقر اور تنگدستی کی وجہ سے محتاج ہو گیا

گفت وقتِ فقر و تنگی دو دست — جستجوئے آزمودہ بہترست

اس نے سوچا دونوں ہاتھ کی تنگی اور فقر کے وقت — آزمائے ہوئے کی تلاش مناسب ہے

در گہے را کازمودم از کرم — حاجتِ نو را ہماں جانب برم

جس دربار کو کرم میں میں آزما چکا ہوں — نئی ضرورت کو وہیں لے جاؤں

معنیِ اللہ گفت آں سیبویہ — یُوَلِّهُوْنَ فِی الْحَوَآئِجْ هُمْ لَدَیْه

سیبویہ نے اللہ کے معنی بتائے ہیں — وہ ضرورتوں میں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں

گفت[3] اَلِهْنَا فِیْ حَوَآئِجِنَآ اِلَیْکَ — وَالْتَمَسْنَاهَا وَجَدْنَاهَا لَدَیْکَ

اس نے کہا ہم ضروریات میں تیری طرف رجوع ہوئے — ان کو ہم نے تلاش کیا ان کو تیرے پاس پایا

صد ہزاراں عاقل اندر وقتِ درد — جملہ نالاں پیش آں دیانِ فرد

لاکھوں عقلمند درد کے وقت — سب اس یکتا حاکم کے سامنے روتے ہیں

ہیچ دیوانہ فلیوے ایں کند — بر بخیلے عاجزے گدیہ تند

کوئی احمق، دیوانہ یہ کرتا ہے — کہ عاجز، بخیل سے بھیک مانگے

1. بر قاعدۂ خویش۔ اس مرتبہ بھی شاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا تھا۔ بدہ یک۔ یعنی دسواں حصہ۔ بعد سالے۔ اس شعر کے مصرع اول میں گشت بمعنی گشتن اور دوسرے مصرع کے اخیر میں گشت بمعنی شد سمجھ کر ہم نے ترجمہ کیا ہے۔

2. عوز۔ ناداری۔ گفت۔ اس شاعر نے سوچا کہ جس دربار سے پہلے عطا حاصل ہوئی ہے وہاں ہی چلنا چاہیے۔ معنی اللہ۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع کر دیا ہے، سیبویہ نے لفظ اللہ کی جو تحقیق کی ہے اس میں کہا ہے کہ یہ اسم مشتق ہے اور الہ سے بنا ہے جو دراصل وَلہ تھا جس کے معنی سرگشتہ ہونا اور گھبراہٹ ظاہر کرنا ہیں تو اللہ سیبویہ کے نزدیک الالیہ تھا پہلی ہا اور دوسری ہمزہ کو حذف کر کے لام کو لام میں مدغم کر دیا ہے اور یاء کو الف سے بدل دیا ہے تو اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق اپنی ضروریات میں اس کے سامنے تضرع و زاری کرتی ہے اور دوسرا مصرع سیبویہ کا مقولہ ہے اس میں اللہ کی وجہ تسمیہ ظاہر کی ہے۔

3. گفت۔ یعنی سیبویہ نے کہا ہے کہ ہم نے ضروریات میں اللہ سے تضرع و زاری کی اور ہماری ضرورتیں پوری ہوئی ہیں۔ صد ہزاراں۔ لاکھوں مخلوق مصیبت میں اس اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ دیان۔ بدلہ دینے والا۔ فلیو۔ احمق۔ گدیہ۔ بھیک۔

Marfat.com

گر ندیدندے[1] ہزاراں بار پیش
اگر ہزاروں بار پہلے نہ دیکھتے
عاقلاں جاں کے کشیدندیش پیش
عقلمند کب اس کے سامنے جان کو پیش کرتے؟

بلکہ جملہ ماہیاں در موجہا
بلکہ موجوں میں عام مچھلیاں
جملہ پرّندگاں بر اوجہا
بلندیوں پر تمام پرندے

بلکہ جملہ موجہا بازی کناں
بلکہ کھیلتی ہوئی تمام موجیں
ذوق و شوقش را عیاں اندر عیاں
اس کے ذوق اور شوق کو پوری طرح ظاہر کر رہی ہیں

پیل و گرگ و حیدر و اِشکار نیز
ہاتھی اور بھیڑیا اور شیر اور شکار بھی
اژدہائے زفت مور و مار نیز
موٹا اژدہا چیونٹی اور سانپ بھی

بلکہ خاک و باد و آب و ہم شرار
بلکہ مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریاں بھی
مایہ زو یابند ہم دے ہم بہار
اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں خزاں بھی بہار بھی

ہر دمش لابہ کند ایں آسماں[2]
یہ آسمان ہر وقت اسکی خوشامد کرتا ہے
کہ فرد مگذارم اے حق یک زماں
کہ اے خدا! مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی نہ چھوڑ

اُستنِ من عصمت و حفظِ تواست
میرا ستون، تیرا بچاؤ اور حفاظت ہے
جملہ مطویِ یمینِ آں دو دست
سب چیزیں ان دونوں دائیں ہاتھوں میں لپٹی ہوئی ہیں

ویں زمیں گوید کہ دارم برقرار
یہ زمین کہتی ہے کہ مجھے برقرار رکھ
اے کہ بر آبم تو کردتی سوار
اے وہ ذات! کہ تو نے مجھے پانی پر سوار کیا ہے

جملگاں کیسہ ازو بردوختند
سب نے تھیلی اسی سے سی ہے
دادنِ حاجت ازو آموختند
ضرورت پوری کرنا اس سے سیکھا ہے

ہر نبی از وے بر آوردہ برات
ہر نبی نے اسی سے حکم نامہ حاصل کیا ہے
اِسۡتَعِیۡنُوۡا مِنۡہُ صَبۡرًا وَالصَّلٰوۃ
کہ اس سے صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو

ہیں ازو خواہید نے از غیرِ او
خبردار! اس سے چاہو نہ کہ اس کے غیر سے
آب در یم جو مجو در خشک جو
پانی سمندر میں تلاش کر خشک نہر میں تلاش نہ کر

---

1. گرندیدندے۔ اگر عقلمندوں کی ضروریات وہاں سے پوری نہ ہوئی ہوتیں تو کیوں اس کی طرف رجوع کرتے۔ بلکہ۔ صرف عقلمند انسان ہی نہیں بلکہ تمام کائنات اپنی ضروریات اسی اللہ سے پوری کرتی ہے۔ جملہ موجہا۔ عقلمند انسانوں کے علاوہ صرف جاندار ہی نہیں بلکہ بے جان کائنات بھی اسی اللہ سے سرمایہ حاصل کرتی ہے۔ حیدر۔ شیر۔ مایہ زو یابند۔ غرضیکہ جملہ کائنات اسی سے بہرہ اندوز ہے۔

2. آسماں۔ آسمان اپنے وجود میں اسی سے مستفید ہے۔ مطوی۔ قرآن پاک میں ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اس اللہ کے داہنے ہاتھ میں۔ دودست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماءِ جلالیہ اور جمالیہ جو کہ ان آسمانوں کی ترتیب کرتے ہیں۔ یمین۔ حدیث میں آیا ہے کِلْتَا یَدَیْ رَبِّیْ یَمِیْنٌ "میرے رب کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں" انسان کا بایاں ہاتھ کمزور ہوتا ہے۔ ویں زمیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر قائم کیا ہے۔

3. جملگاں۔ دوسرے جو بخشش کرتے ہیں وہ بھی خدا کے عطا کردہ مال میں سے بخشتے ہیں تو ان کا دینا بھی دراصل اللہ کا دینا ہے۔ دادن۔ یہ صفت بندوں کی خدا کی صفت کا مظہر ہے۔ برات۔ شاہی حکمنامہ، دستاویز۔ اِسْتَعِیْنُوْا۔ ضروریات میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو یعنی صبر کے ساتھ نمازوں میں اس سے دعا کرو مدعا پورا ہو جائے گا۔ آب۔ اللہ تعالیٰ عطا کا سمندر ہے دوسرے خشک نہر ہیں۔

Marfat.com

در بخواہی[1] از دگر ہم او دہد
اگر تو دوسرے سے چاہے گا وہی دے گا
بر کفِ مَیلش سخا ہم او نہد
اس کے میلان کی ہتھیلی پر سخاوت وہی رکھے گا

آنکہ معرض را ز زر قاروں کند
جو اعراض کرنے والے کو سونے سے قارون بنا دیتا ہے
رُوبدو آری بطاعت چوں کند
اسی کی طرف رخ کر وہ فرمانبرداری کے ساتھ کیا کرے گا؟

بارِ دیگر شاعر از سودایِ داد
شاعر نے دوبارہ عطیہ کے خیال سے
رُو بسوئے آں شہِ محسن نہاد
اس محسن بادشاہ کی جانب رخ کیا

ہدیہ شاعر چہ باشد شعر نو
شاعر کا ہدیہ کیا ہوتا ہے؟ نیا شعر
پیشِ محسن آرد و بنہد گرو
محسن کو پیش کرتا ہے اور گروی رکھ دیتا ہے

محسناں باصد عطا و جودو بر
محسن سیکڑوں عطاؤں اور سخاوت اور احسان سے
زر نہادہ شاعراں را منتظر
سونا رکھے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں

پیشِ شاں[2] شعرے بہ از صد تنگ شعر
ان کے نزدیک ایک شعر اون کے سو گٹھروں سے بہتر ہوتا ہے
خاصہ شاعر کو گہر آرد ز قعر
خصوصاً وہ شاعر جو گہرائی سے موتی نکال کر لاتا ہے

آدمی اوّل حریصِ ناں بود
انسان پہلے روٹی کا حریص ہوتا ہے
زانکہ قوتِ ناں ستونِ جاں بود
کیونکہ روٹی کی روزی جان کا ستون ہے

سوئے کسب و سوئے غصب و صد حیل
کمائی کی جانب، چھیننے اور سیکڑوں تدبیروں کی جانب
جاں نہادہ بر کف از حرص و اَمل
لالچ اور امید سے ہتھیلی پر جان رکھے ہوئے ہے

چوں بنادر گشت مستغنی زناں
جب اتفاقاً روٹی سے بے نیاز ہو گیا
عاشقِ نام ست و مدحِ شاعراں
تو نام (آوری) اور شاعروں کی تعریف کا عاشق ہے

تاکہ[3] اصل و نسل او را بر دہند
تاکہ اس کی اصل و نسل کو وہ پھلدار کریں
در بیانِ فضلِ او منبر نہند
اس کی فضیلتوں کے بیان میں منبر رکھیں

تاکہ کرّ و فرّ و زر بخشیِّ او
تاکہ اس کی شان و شوکت اور سخاوت
ہمچو عنبر بو دہد در گفتگو
بات چیت میں عنبر کی طرح خوشبو مہکائے

خلقِ ما بر صورتِ خود کرد حق
اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق اپنی صورت پر کی ہے
وصفِ ما از وصفِ او گیرد سبق
ہمارے اوصاف اس کے اوصاف سے سبق لیتے ہیں

---

1. در بخواہی۔ دوسروں کی عطا بھی دراصل اللہ کی عطا ہے اس لیے کہ ان میں سخاوت کا مادہ اسی نے رکھا ہے۔ معرض۔ جب وہ منکروں کو بھی نوازتا ہے تو عبادت گذاروں کو کیوں نہ نوازے گا۔ سودا۔ خیال۔ مہدِ دگر۔ شاعر شعر پیش کر کے انعام چاہتا ہے۔ محسناں۔ سخی داد و دہش کے لیے روپیہ لیے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ آئیں تو ان کو انعام دیں۔

2. پیشِ شاں۔ جو لوگ شاعروں کے قدردان ہیں ان کے نزدیک ایک شعر پشمین کپڑے کے سیکڑوں گٹھروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً اس شاعر کے اشعار جو نئے عمدہ مضامین میں شعر کہے۔ آدمی۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ روٹی کی فکر کرتا ہے جب اس سے مستغنی ہوتا ہے تو مدح و ثنا کا طالب بنتا ہے۔ سوی۔ پیٹ کے لیے جائز و ناجائز سودھندے کرتا ہے۔

3. تاکہ۔ اب اس کی خواہش ہے کہ شعرا اس کے حسب و نسب کی مدح و ثنا کریں اور منبروں پر بیٹھ کر مدحیہ اشعار پڑھیں۔ ہمچو عنبر۔ تاکہ اس کی شان و شوکت کی خوشبوئیں پھیل جائیں۔ خلق۔ اللہ نے انسان کو اپنی صورت اور صفات پر پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ شکر و حمد کا طالب ہے لہٰذا انسان میں بھی یہ صفت ہے۔

چونکہ آں خلاق شکر و حمد جوست — آدمی را مدح جوئی نیز خوست
چونکہ وہ پیدا کرنے والا شکر اور حمد کا طالب ہے — تعریف کی تلاش انسان کی بھی عادت ہے

خاصہ[1] مردِ حق کہ در فضل ست چست — پُر شود زاں باد چوں خیکِ درست
خصوصاً مردِ حق جو بزرگی میں چست ہے — صحیح مشکیزہ کی طرح اس ہوا سے پُر ہو جاتا ہے

ور نباشد اہل زاں بادِ دروغ — خیکِ بدریدست کے گیرد فروغ
اور اگر اہل نہ ہو، اس جھوٹی ہوا سے — پھٹا ہوا مشکیزہ ہے (وہ) کب ابھار حاصل کرے گا؟

ایں مثل از خود نگفتم اے رفیق — سرسری مشنو چو اہلی و مفیق
اے دوست! یہ مثال میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہے — اگر تو ہوش مند اور اہل ہے (اس کو) سرسری نہ سن

ایں پیمبر گفت[2] چوں بشنید قدح — کہ چرا فربہ شود احمدؐ بمدح
یہ بات پیغمبر ﷺ نے فرمائی جبکہ انہوں نے اعتراض سنا — کہ احمد ﷺ تعریف سے موٹے کیوں ہوئے ہیں؟

رفت شاعر سوئے آں شاہ و ببرد — شعر اندر شکرِ احساں کاں نمرد
شاعر اس بادشاہ کی جانب چلا اور لے گیا — احسان کے شکریہ میں شعر کیونکہ وہ (احسان) نہ مرا تھا

محساں مُردند و احسانہا بماند — اے خنک آنرا کہ ایں مرکب براند
احسان کرنے والے مرجاتے ہیں اور احسان زندہ رہتے ہیں — قابل مبارکباد ہے وہ جس نے یہ سواری چلائی

ظالماں مُردند و ماند آں ظلمہا — وائے جانے کو کند مکر و دغا
ظالم مر گئے اور وہ ظلم باقی رہ گئے — اس جان پر افسوس ہے جو مکر اور دغا کرے

گفت[3] پیغمبرؐ خنک آں را کہ او — شد ز دنیا ماند ازو فعلِ نکو
پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص قابل مبارکباد ہے — جو دنیا سے گیا (اور) اس کا نیک کام باقی رہا

مُرد محسن لیک احسانش نمُرد — نزدِ یزداں دین و احساں نیست خرد
احسان کرنے والا مرا، لیکن اس کا احسان نہ مرا — اللہ کے نزدیک دین اور احسان معمولی چیز نہیں ہے

نامِ نیکِ او ز فعلِ نیک داں — پس نمُردست او یقیں بنگر میاں
اس کی نیک نامی، نیک کام سے سمجھ — وہ یقیناً نہیں مرا ہے، اچھی طرح غور کر لے

---

1. خاصہ۔ یعنی اہل اللہ جب اپنی تعریف سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ لوگ ان کے مداح بن کر سیدھے راستہ پر لگ رہے ہیں تو ان کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ خیکِ درست۔ اگر درست مشک میں پھونک بھرو تو وہ پھول جائے گی۔ بادِ دروغ۔ اگر غیر واقعی تعریف ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ پھٹی ہوئی مشک میں پھونک بھری جائے۔ مفیق۔ ہوش مند۔

2. ایں پیغمبر گفت۔ اس مفہوم کی کوئی حدیث کتابوں میں دستیاب نہیں ہو سکی۔ نمرد۔ احسان اور عملِ خیر مُردہ نہیں ہوتا ہے۔ محساں۔ محسن مَر جاتا ہے لیکن اس کا احسان زندہ رہتا ہے۔ ظالماں۔ اسی طرح ظلم زندہ رہتا ہے اور ظالم مر جاتا ہے۔

3. گفت۔ ان الفاظ کی کوئی حدیث کتبِ حدیث میں نہیں ہے البتہ ایک حدیث ہے اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ "جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں صدقہ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔" نیک نام۔ نیک نامی بھی ایک نہ مرنے والا عمل ہے۔

واے[1] آنکو مُرد و عصیانش نمُرد
اس پر افسوس ہے جو مر گیا اور اس کا گناہ نہ مرا
تانہ پنداری بمرگ او جاں ببرد
تو ہرگز یہ خیال نہ کر کہ مر کر وہ جان بچا لے گیا

ایں رہا کن زانکہ شاعر بر گذر
اس کو چھوڑ کیونکہ شاعر راستہ پر
وام دارست و قوی محتاجِ زر
مقروض ہے اور سونے کا بہت محتاج ہے

بُرد شاعر شعر سوئے شہریار
شاعر، شعر بادشاہ کے پاس لے گیا
بر امیدِ بخشش و احسانِ پار
گذشتہ سال کی بخشش اور احسان کی امید پر

نازنیں شعرے پُر از دُرِّ دُرست
نازک اشعار، عمدہ موتیوں سے پُر
بر امید و بوئے اکرامِ نخست
پہلے جیسے اکرام کی امید اور آرزو پر

شاہ ہم بر خوئ خود گفتش ہزار[2]
بادشاہ نے بھی اپنی عادت کے مطابق اس کے لیے ایک ہزار کا حکم دیا
چوں چنیں بُد عادتِ آں شہریار
کیونکہ اس بادشاہ کی یہی عادت تھی

لیک ایں بار آں وزیرِ پُر ز جود
لیکن اس بار وہ سخاوت سے پُر وزیر
بر بُراقِ عز ز دنیا رفتہ بود
عزت کے براق پر دنیا سے روانہ ہو چکا تھا

بر مقامِ او وزیرِ نو رئیس
اس کی جگہ پر نیا وزیر حاکم
گشتہ، لیکن سخت بے رحم و خسیس
بن گیا تھا، لیکن بہت بے رحم اور کمینہ تھا

گفت اے شہ خرجہا داریم ما
کہا اے بادشاہ! ہمیں بہت سے اخراجات درپیش ہیں
شاعرے را نبوذ ایں بخشش سزا
ایک شاعر کے لیے یہ بخشش مناسب نہیں ہے

من برُبعِ عُشرِ[3] ایں اے مغتنم
اے مغتنم! میں اس کے چالیسویں (حصہ) پر
مردِ شاعر را خوش و راضی کنم
شاعر کو خوش اور راضی کر لوں گا

خلق گفتندش کہ او از پیش دست
لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ پہلے
دہ ہزارے زیں دلاور بُردہ است
اس دلاور (بادشاہ) سے دس ہزار لے گیا ہے

بعدِ شکر کلک خائی چوں کند
شکر کے بعد نرکل چبانا کیسے (گوارا) کرے گا
بعد سلطانی گدائی چوں کند
شاہی کے بعد فقیری کیسے کرے گا؟

گفت بفشارم اُو را اندر فشار
اس نے کہا میں اس کو تنگی میں دباؤں گا
تا شود زار و نزار از انتظار
تاکہ وہ انتظار سے رونے لگے اور لاغر ہو جائے

---

1. واے۔ وہ انسان بد بخت ہے جو مر گیا اور اپنے پیچھے ایسے بدعمل چھوڑ گیا جو نہ مرنے والے ہیں اس شخص کے مرنے سے اس کی جان نہ چھوٹے گی بلکہ اس بدعمل کی وجہ سے اس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ایں رہا کن۔ اب اس ذکر کو ختم کر کے شاعر کی بات کی تکمیل کرو۔ پار۔ گذشتہ عطائیں یعنی جو قصیدہ شاعر نے پیش کیا وہ بہت عمدہ تھا اس کے موتی جیسے الفاظ تھے۔

2. ہزار۔ شاہ کی عادت تھی کہ وہ عموماً شاعروں کو ایک ہزار اشرفیاں انعام میں دیتا تھا۔ ایں بار۔ اس بار جب شاعر آیا تو پرانا وزیر دنیا سے باعزت رخصت ہو چکا تھا۔ بر مقامِ او۔ اس کے قائم مقام جو نیا وزیر بنا تھا وہ بے رحم اور کمینہ تھا۔ گفت۔ اس دوسرے وزیر نے بادشاہ سے کہا ہمیں خود اخراجات درپیش ہیں ایک شاعر کو اس قدر زیادہ دینا مناسب نہیں ہے۔

3. من برُبع عشر۔ اس وزیر نے کہا کہ میں ایک ہزار کے چالیسویں حصہ پر شاعر کو راضی کرلوں گا۔ خلق۔ لوگوں نے اس وزیر سے کہا۔ بعد شکر۔ یعنی شکر کھانے کے بعد نرکل کو کیسے چبائے گا۔ گفت۔ وزیر نے لوگوں سے کہا میں اس کو اتنا انتظار کراؤں گا کہ وہ عاجز اور پریشان ہو جائے گا۔ آنکہ۔ جب وہ انتظار میں پریشان ہوگا تو معمولی انعام کو بھی غنیمت سمجھے گا۔

Marfat.com

آنکہ ارخاکش دِہم ازراہِ من
تب اگر میں اس کو راستہ کی خاک بھی دوں گا
در رباید ہمچو گلبرگ از چمن
چمن سے پھول کی پتیوں کی طرح لے جائے گا

ایں بمن[1] بگذار کاستادم دریں
یہ مجھ پر چھوڑ دے کہ میں اس معاملہ میں استاد ہوں
گر تقاضا گر بود ہم آتشیں
خواہ تقاضا کرنے والا گرم مزاج بھی ہو

از ثریا گر پرد تا ثریٰ
اگر وہ ثریا سے ثریٰ تک پرواز کرے
نرم گردد چوں بہ بیند او مَرا
جب مجھے دیکھ لے گا نرم پڑ جائے گا

گفت سلطانش برو فرماں ترُاست
بادشاہ نے اس سے کہا جا تجھے اختیار ہے
لیک شادش کن کہ نیکو گوئے ماست
لیکن اس کو خوش کردینا کیونکہ وہ ہماری بھلائی بیان کرنے والا ہے

گفت او را و دو صد چوں او گدا
اُس نے کہا اس کو اور اس جیسے دو سو فقیروں کو
تو بمن بگذار و فارغ شوشہا
تو اے شاہ! میرے اوپر چھوڑ دے اور مطمئن ہو جا

پس فگندش[2] صاحب اندر انتظار
پھر اس کو وزیر نے انتظار میں مبتلا کر دیا
شد زِمستان و دَے و آمد بہار
جاڑا اور موسم خزاں ختم ہوا اور موسم بہار آ گیا

شاعرش چندانکہ حاجت می نمود
شاعر، جتنی بھی اس کے سامنے ضرورت پیش کرتا
صاحبش در وعدہ حیلہ می فزود
وزیر اپنے وعدہ میں حیلوں کا اضافہ کر دیتا

شاعر اندر انتظارش پیر شد
اس کے انتظار میں شاعر بوڑھا ہو گیا
بس زبونِ ایں غم و تدبیر شد
اس غم اور تدبیر سے بہت عاجز آ گیا

گفت[3] اگر زر نہ کہ دشنام دِہی
اُس نے کہا اگر سونا نہیں، تو مجھے گالی ہی دے دے
تا رہد جانم، ترا باشم رہی
تا کہ میری جان چھوٹے، میں تیرا غلام بن جاؤں گا

انتظارم کشت بارے گو برَو
مجھے انتظار نے مار ڈالا اب کہہ دے کہ چلا جا
تا رہد ایں جانِ مسکیں از گرو
تا کہ یہ مسکین جان قید سے نجات پا لے

بعد ازانش داد رُبعِ عشرِ آں
اس کے بعد اس نے اس کا چالیسواں حصہ دیا
ماند شاعر اندر اندیشہ گراں
شاعر بھاری فکر میں پڑ گیا

کانچناں نقد و چناں بسیار بود
کہ وہ ایسا نقد اور اتنا زیادہ تھا
ایں کہ دَیرِ اشگفت دستہ خار بود
یہ جو دیر میں کھلا کانٹوں کا گُٹھا تھا

---

1. ایں بمن۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں ایسے کاموں میں استاد ہوں۔ تقاضا کرنے والا خواہ گرم مزاج ہو میں اس کو ٹھنڈا کردیتا ہوں۔ از ثریا۔ خواہ اس کی دوڑ دھوپ کچھ ہی ہو مجھے دیکھ کر نرم پڑ جائے گا اور راضی ہو جائے گا۔ گفت سلطانش۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا تجھے اختیار ہے جو چاہے لیکن اس کو خوش کردینا۔ گفت اُورا۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا میں اس جیسے لاکھوں سے نمٹ لوں گا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔

2. پس فگندش۔ وزیر نے انعام دینے میں ٹال مٹول شروع کردی اور موسم پر موسم گزرنے لگے، شاعر جس قدر بھی اپنی ضروریات ظاہر کرتا وزیر حیلہ بازی میں اضافہ کردیتا۔ شاعر۔ شاعر وعدہ کے ایفا کے انتظار میں بوڑھا ہوگیا اور وزیر کی مکاری سے عاجز آگیا۔

3. گفت۔ شاعر نے وزیر سے کہا کہ اگر تو انعام نہیں دیتا ہے تو مجھے گالی ہی دے دے تاکہ یہ انتظار ختم ہو تو میں تیرا شکر گزار رہوں گا۔ انتظارم۔ شاعر نے وزیر سے کہا۔ ربع عشر۔ چالیسواں یعنی پچیس اشرفیاں۔ کانچناں۔ یعنی پہلے فوراً اور بہت ملا۔ دستہ خار۔ کانٹوں کا مٹھا۔

Marfat.com

پس بگفتندش کہ آں دستور[1] راد
لوگوں نے اس سے کہا وہ عقلمند وزیر
کہ مضاعف زو ہمی شد آں عطا
کہ اس کی وجہ سے عطا دوگنی ہو جاتی تھی
ایں زماں او رفت و احساں را ببرد
اب وہ چلا گیا اور احسان کو (بھی) لے گیا
رفت از ما صاحبِ راد و رشید
ہم سے دانا اور نکو کار وزیر رخصت ہو گیا
رو بگیر ایں را و زینجا شب گریز
جا یہ لے لے اور یہاں سے رات میں نکل جا
ما[2] بصد حیلت ازو ایں ہدیہ را
ہم نے سیکڑوں تدبیروں سے یہ بخشش
رو بدیشاں کرد و گفت اے مشفقاں
اس نے ان کی طرف رخ کیا اور کہا اے مشفقو!
چیست نامِ ایں وزیرِ جامہ کن
اس کپڑے اتارنے والے وزیر کا نام کیا ہے؟
گفت یا رب نامِ آن و نامِ ایں
اُس نے کہا اے خدا! اُس کا نام اور اِس کا نام
آں حسن[3] نامی کہ از یک کلکِ او
وہ حسن نام والا کہ اس کے ایک قلم (کی جنبش) سے
ایں حسن کز ریشِ زِشت ایں حسن
یہ حسن کہ اس حسن کی بدنما ڈاڑھی سے
بر چنیں صاحب چو شہ اصفا کند
ایسے وزیر (کی بات) پر جب بادشاہ کان دھرتا ہے

رفت از دنیا خدا مُزدش دہاد
دنیا سے چلا گیا خدا اس کو اجر دے
کم ہمی افتاد در بخشش خطا
عطا کے معاملہ میں اس سے غلطی نہ ہوتی تھی
او بمُرد الحق وَ لے احساں نمُرد
وہ یقیناً مر گیا لیکن احسان نہیں مرا
صاحبِ سلاخِ درویشاں رسید
فقیروں کی کھال کھینچنے والا وزیر آ گیا
تا نگیرد با تو ایں صاحب ستیز
تاکہ یہ جھگڑالو، تجھے گرفت میں نہ لے لے
بستدیم اے بے خبر از جہدہا
حاصل کی ہے، اے کوششوں سے بے خبر!
از کجا آمد بگوئید ایں عواں
بتاؤ، یہ سپاہی کہاں سے آیا ہے؟
قوم گفتندش کہ نامش ہم حسن
لوگوں نے کہا اس کا نام بھی حسن ہے
چوں یکے آمد دریغ اے ربِّ دیں
ایک کیسے ہوا؟ اے دین کے رب! افسوس ہے
صد وزیر و صاحب آمد جود جو
سو وزیر اور صاحب، طالبِ بخشش تھے
می تواں بافید اے جاں صد رَسَن
اے جان! سو رسیاں بُنی جائیں
شاہ و مُلکش را ابد رُسوا کند
وہ ہمیشہ شاہ اور اس کی سلطنت کو رسوا کرتا ہے

---

[1] آں دستور۔ پہلا حسن نامی وزیر۔ مضاعف۔ دوگنا۔ ایں زماں۔ یعنی پہلا وزیر حسن اگرچہ مرگیا لیکن اس کے احسانات زندہ ہیں۔ سلاخ۔ کھال کھینچنے والا۔ تانگیرد۔ یعنی یہ عطا لے کر چلا جا، ورنہ کوئی الزام رکھ کر یہ بھی چھین لے گا۔

[2] ما۔ وزیر سے متعلق لوگوں نے یہ بھی کہا کہ تجھے تو یہ خبر نہیں ہم نے اتنا بھی تجھے بہت کوششوں سے دلوایا ہے۔ رو۔ یعنی شاعر نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ وزیر نہیں بلکہ ظلم پیشہ سپاہی ہے یہ کہاں سے آیا ہے۔ جامہ کن۔ کپڑے اتار لینے والا۔ گفت۔ شاعر نے جب یہ سنا کہ اس وزیر کا نام بھی حسن ہے تو اس نے افسوس کا اظہار کیا کہ ایسے بھلے اور ایسے برے وزیر کا نام یکساں حسن ہو۔

[3] آں حسن۔ پہلا وزیر جس کا نام حسن تھا، اس کے قلم سے تو سخاوت ہوتی تھی اور یہ حسن اس قابل ہے کہ اس کی ڈاڑھی سے رسیاں بنائی جائیں۔ بر چنیں۔ ایسا بدفطرت وزیر شاہ اور سلطنت کے لیے رسوائی کا باعث ہے۔

Marfat.com

مانستن[1] بد رای ایں وزیرِ دون در اِفسادِ مروتِ شاہ بوزیرِ فرعون یعنی
اس کمینہ وزیر کی شاہ کی انسانیت کو برباد کرنے میں فرعون کے وزیر یعنی

ہامان در اِفسادِ قابلیتِ فرعون پندِ موسیٰ را علیہ السلام
ہامان کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرنے کے اِفساد میں مشابہت

چند آں فرعون می شد نرم و رام ۔۔۔ چو شنیدے او ز موسیٰؑ آں کلام
بہت سی مرتبہ فرعون، نرم اور مطیع بنا ۔۔۔ جب وہ موسیٰ علیہ السلام سے وہ کلام سنتا تھا

آں کلامے کہ بدادے سنگ شیر ۔۔۔ از خوشیِ آں کلامِ بے نظیر
وہ کلام کہ پتھر دودھ دے دیتا ۔۔۔ اس بے نظیر کلام کی خوبی سے

چوں بہاماں کہ وزیرش بود او ۔۔۔ مشورت کردے کہ کینش بود خو
جب ہامان سے جو کہ اس کا وزیر تھا ۔۔۔ وہ مشورہ کرتا جس کی خصلت کمینہ پن تھی

چوں[2] بہاماں مشورت کردے دراں ۔۔۔ مانعش گشتے مدام آں سخت جاں
جب وہ اس میں ہامان سے مشورہ کرتا ۔۔۔ وہ سخت جان ہمیشہ اس کے لیے مانع بنا

پس بگفتے تا کنوں بودی خدیو ۔۔۔ بندہ گردی ژندہ پوشے را بریو
وہ کہتا کہ آپ اب تک شاہِ مصر تھے ۔۔۔ مکر سے ایک گدڑی پوش کے غلام بن گئے

ہمچو سنگِ منجنیقے آمدے ۔۔۔ آں سخن بر شیشہ خانہ او زدے
گوپھن کے پتھر کی طرح آئی ۔۔۔ یہ بات، اور اس کے شیش محل پر لگتی

ہر چہ صد روز آں کلیم خوش خطاب ۔۔۔ ساختے دریک دم او کردے خراب
وہ خوش کلام کلیم (اللہ) جو سو دن میں ۔۔۔ بناتے، وہ ایک دم میں اس کو برباد کر دیتا

عقلِ[3] تو مغلوبِ دستورِ ہواست ۔۔۔ در وجودت رہزنِ راہِ خداست
تیری عقل خواہش نفسانی کے وزیر سے مغلوب ہے ۔۔۔ تیرے وجود میں راہِ خدا کا ڈاکو ہے

ناصحے ربانیے پندت دہد ۔۔۔ آں سخن را او بفن طرحے نہد
کوئی اللہ والا نصیحت کرنے والا تجھے نصیحت کرتا ہے ۔۔۔ وہ اس بات کو چالاکی سے ٹال دیتی ہے

کایں نہ بر جایست ہیں از جا مشو ۔۔۔ نیست چنداں با خود آشیدا مشو
کہ یہ بات با موقع نہیں ہے خبردار! جگہ سے نہ ہل ۔۔۔ یہ بات ایسی نہیں ہے ہوش میں آ، دیوانہ نہ بن

---

[1] مانستن۔ شاہ کا یہ دوسرا وزیر ایسا ہی تھا جیسا کہ فرعون کا وزیر ہامان۔ چند۔ فرعون کئی بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو سے نرم ہو گیا تھا لیکن اس کا وزیر پھر اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدمقابل کر دیتا تھا۔ سنگ شیر۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ایسا پُر تاثیر تھا کہ اس کو سن کر پتھر سے بھی دودھ ٹپک جاتا۔ کینش۔ ہامان کی طبیعت بہت کینہ جو تھی۔

[2] چوں۔ فرعون جب ہامان سے مشورہ کرتا تو وہ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے روک دیتا۔ پس بگفتے۔ ہامان فرعون کو بھڑکانے کے لیے کہتا کہ اب تک آپ شاہِ مصر ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے بعد آپ غلام بن جائیں گے۔ خدیو۔ مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ ژندہ پوشے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

[3] عقل تو۔ اب مولانا نے نصیحت شروع کی ہے کہ اے مخاطب تیری عقل تیری خواہش سے مغلوب ہے جس طرح فرعون ہامان سے مغلوب تھا۔ او بفن۔ خواہش نفسانی مکاری سے اس نصیحت کو ٹال دیتی ہے۔ کایں۔ ہوائے نفسانی عقل سے کہتی ہے کہ یہ بات بالکل نہیں ہے اس پر فریفتہ نہ ہو۔

Marfat.com

وائے[1] آں شہ کہ وزیرش ایں بود
اس بادشاہ پر افسوس ہے جس کا ایسا وزیر ہو

جائے ہر دو دوزخِ پُر کیں بود
دونوں کا مقام غضبناک دوزخ ہے

شاد آں شاہے کہ او را دستگیر
وہ بادشاہ قابل مبارکباد ہے کہ اس کا مددگار

باشد اندر کار چوں آصف وزیر
ہو معاملہ میں آصف جیسا وزیر

شاہِ عادل چوں قرینِ او شود
منصف بادشاہ جب اس کا ساتھی ہو

نامِ او نورٌ علیٰ نور ایں بود
تو اس کا نام نور علیٰ نور ہو

چوں سلیمان شاہ و چوں آصف وزیر
سلیمان علیہ السلام جیسا بادشاہ اور آصف جیسا وزیر

نور بر نورست عنبر بر عبیر
نور بالائے نور، عبیر پر عنبر ہے

شاہ فرعون و چو ہامانش وزیر
شاہ فرعون ہو اور ہامان جیسا اس کا وزیر

ہر دو را نہ بود ز بدبختی گزیر
(تو) دونوں کے لیے بدبختی کے سوا چارہ نہیں ہے

پس[2] بود ظلمات بعضے فوق بعض
تاریکیاں ہوں گی تہ بہ تہ

نے خرد یار و نہ دولت روزِ عرض
قیامت کے روز نہ عقل یار ہو گی نہ دولت

من ندیدم جز شقاوت در لئام
میں نے کمینوں میں سوائے بدبختی کے کچھ نہ دیکھا

گر تو دیدستی رساں از من سلام
اگر تو نے دیکھا ہے تو ان کو میرا سلام پہنچا دے

ہمچو جاں باشد شہ و صاحب چو عقل
شاہ بمنزلہ جان کے اور وزیر عقل جیسا ہوتا ہے

عقلِ فاسد روح را آرد بہ نقل
خراب عقل، روح کو نکال دیتی ہے

آں فرشتہ عقل چوں ہاروت شد
عقل کا فرشتہ جب ہاروت بن جاتا ہے

سحر آموزِ دو صد طاغوت شد
دو سو شیطانوں کو جادو سکھانے والا ہو جاتا ہے

عقلِ جزوی را وزیرِ خود مگیر
ناقص عقل کو اپنا وزیر نہ بنا

عقلِ کل را ساز اے سلطاں وزیر
اے شاہ! عقل کل کو اپنا وزیر بنا

مر ہوا را تو وزیرِ خود مساز
تو ہوا (و ہوس) کو اپنا وزیر نہ بنا

کہ بر آید جانِ پاکت از نماز
کیونکہ تیری پاک جان عبادت سے خارج ہو جائے گی

کایں ہوا پُر حرص و حالی بیں بود
کیونکہ یہ خواہش حرص بھری اور موجود کو دیکھنے والی ہوتی ہے

عقل را اندیشۂ یومُ الدیں بود
عقل کو قیامت کی فکر ہوتی ہے

---

1. وائے۔ اس شاہ پر افسوس ہے کہ جس کا وزیر ہامان جیسا ہو ان دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ شاد۔ وہ شاہ قابل مبارکباد ہے جس کا آصف جیسا وزیر مشیر کار ہو۔ شاہِ عادل۔ جب بادشاہ بھی منصف ہو اور وزیر بھی بھلا ہو تو نور بالائے نور ہے۔ چوں سلیماں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا وزیر آصف نور بالائے نور کا مصداق تھے۔ شاہ فرعون۔ شاہ فرعون ہو اور وزیر ہامان تو بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

2. پس۔ ایسے شاہ کے لیے قیامت میں تاریکی بالائے تاریکی ہوگی نہ وہاں عقل کام آئے گی نہ دولت۔ گر تو۔ اگر کمینوں میں تجھے کوئی سعادت نظر آئے تو اس سے میرا سلام کہہ دے۔ ہمچو جاں۔ شاہ بمنزلہ جان اور وزیر بمنزلہ عقل کے ہے اگر عقل خراب ہو جائے تو روح باقی نہیں رہتی ہے۔ عقل۔ عقل جو بمنزلہ فرشتہ ہے اگر وہ ہاروتی فطرت اختیار کر لے تو اس کے کارنامے خراب ہوتے ہیں۔

3. طاغوت۔ ہر وہ طاقت جو اللہ سے سرکشی کرے۔ عقل جزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقل کل۔ وہ عقل جو ہوا و ہوس سے آزاد ہو۔ ہوا۔ خواہش نفسانی کو وزیر نہ بنا۔ کہ بر آید۔ ورنہ تیری روح عبادت چھوڑ دے گی۔ کایں ہوا۔ انسان کی خواہشِ نفسانی حریص ہوتی ہے اور حالی یعنی دنیاوی معاملات کی فکر کرتی ہے، عقل آخرت کے معاملہ کو سوچتی ہے۔

عقل را[1] دو دیدہ در پایانِ کار — بہرِ آں گل می کشد او رنجِ خار
عقل کی دونوں آنکھیں انجامِ کار پر ہوتی ہیں — وہ اس پھول کے لیے کانٹے کی تکلیف برداشت کرتی ہے

کہ نہ فرساید نہ ریزد در خزاں — بادِ ہر خرطومِ اخشم دُور ازاں
کیونکہ وہ خزاں میں نہ شکستہ ہوتا ہے نہ جھڑتا ہے — خدا کرے نہ سونگھ سکنے والے کی ناک اس سے دور رہے

ور چہ عقلت ہست با عقلِ دگر — یار باش و مشورت کن اے پدر
اگرچہ تیری (بھی) عقل ہے (لیکن) دوسری عقل کا — دوست بن جا، اے بابا! مشورہ کر لے

باد و عقل از بس بلاہا وا رہی — پائے خود بر اوجِ گردونہا نہی
تو دو عقلوں کے ذریعہ بہت سی بلاؤں سے نجات پا لے گا — اپنا پاؤں آسمانوں کی بلندی پر رکھے گا

نشستنِ دیو بر مقامِ سلیمان علیہ السلام و تشبہ کردنِ او بکارہائے سلیمان علیہ السلام و فرق ظاہر

حضرت سلیمان علیہ السلام کی جگہ پر دیو کا بیٹھنا اور اس کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاموں کی نقل اتارنا

شدن میانِ دیو و سلیمان علیہ السلام و دیو خود را سلیمان بن داؤد علیہ السلام نام کردن

اور دیو اور حضرت سلیمان علیہ السلام میں فرق ظاہر ہو جانا اور دیو کا اپنا نام سلیمان بن داؤد علیہ السلام مقرر کرنا

دیو[2] گر خود را سلیمانؑ نام کرد — ملک بُرد و مملکت را رام کرد
دیو نے اپنا نام سلیمان علیہ السلام رکھ لیا — ملک لے اڑا اور سلطنت کو مسخر کر لیا

صورتِ کارِ سلیمانؑ دیدہ بود — صورت اندر سِرِّ دیوی می نمود
اس نے (حضرت) سلیمان علیہ السلام کے کام کا ظاہر دیکھا تھا — شیطانی باطن میں صورت رونما تھی

خلق[3] گفتند ایں سلیمانؑ بے صفاست — از سلیماں تا سلیماں فرقہاست
لوگوں نے کہا یہ سلیمان، بے نور ہے — سلیمان سے سلیمان علیہ السلام تک بہت فرق ہیں

او چو بیداریست ایں ہمچو وَسَن — ہمچناں کہ آں حسن تا ایں حسن
وہ بیداری کی طرح، یہ نیند کی طرح ہے — جیسا کہ اس حسن اور اس حسن میں

دیو میگفتے کہ حق بر شکلِ من — صورتے، کردست خوش بر اہرمن
دیو کہتا تھا کہ اللہ (تعالیٰ) نے میری صورت پر — شیطان کی خوبصورت صورت بنا دی ہے

---

1. عقل را۔ عقل کی دو آنکھیں انجام پر نظر رکھتی ہیں۔ گل۔ یعنی آخرت۔ خار۔ یعنی دنیاوی مصائب۔ کہ۔ وہ پھول نہ بکھرتا ہے نہ جھڑتا ہے۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ور چہ۔ خواہ انسان میں خود بھی عقل ہو لیکن عقل کامل کو ضرور شریک مشورہ کرے۔ باد و عقل۔ خود انسان کی عقل اور عقل کامل دونوں مل کر مصائب سے نجات دلائیں گی۔ نشستن۔ یہ قصہ کہ صخر نامی دیو نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری چرالی تھی اور خود سلیمان علیہ السلام کی جگہ بیٹھ گیا تھا محققین کے نزدیک محض افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں مولانا نے محض تمثیلاً اس کو بیان فرما دیا ہے۔ بہر حال مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کا دل بمنزلہ سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کے ہے شیطان سے اس کی حفاظت ضروری ہے۔

2. دیو۔ صخر۔ رام۔ فرمانبردار۔ صورت۔ وہ دیو حضرت سلیمان علیہ السلام کے ظاہر کار سے واقف تھا حقیقت سے واقف نہ تھا تو اس نے ظاہر کار کی نقل اتارنی شروع کر دی لیکن ان کاموں کا باطن شیطانی تھا۔

3. خلق۔ جب صخر نے سلیمان ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا نام بھی سلیمان ظاہر کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ سلیمان تو بے نور ہے اور اس سلیمان اور ان سلیمان علیہ السلام میں بہت فرق ہے اور ان دونوں میں ایسا ہی فرق بتایا جیسا کہ پہلے وزیر حسن اور دوسرے وزیر حسن میں فرق تھا۔ دیو میگفتے۔ صخر کو جب شبہ ہوا کہ لوگ مجھ سے بدظن ہو کر اصل سلیمان کی تلاش میں نہ لگ جائیں تو ان کو بہکانے کے لیے کہنے لگا کہ اللہ نے ایک شیطان بھی میری صورت پر پیدا کیا ہے کبھی وہ آ کر کچھ کام کر دیتا ہے تو اس کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی نہ کرنا۔

Marfat.com

دیو[1] را حق صورتِ من دادہ است
اللہ (تعالیٰ) نے دیو کو میری صورت دے دی ہے

تا بیندازد شمارا او بشست
تاکہ وہ تمہیں کمند میں پھنسا لے

گر پدید آید بدعویٰ زینہار
اگر وہ دعوے کے ساتھ نمودار ہو، ہرگز

صورتِ او را مدارید اعتبار
اس کی صورت کا اعتبار نہ کرنا

دیو شاں از مکر می گفتے ولیک
دیو مکاری سے ان سے کہتا تھا، لیکن

می نمود آں عکس بر دلہائے نیک
اس کا نیک دلوں پر عکس ظاہر ہوتا تھا

نیست بازی با ممیز خاصہ او
دھوکا تمیز کرلینے والے کے ساتھ (ممکن) نہیں ہے خصوصاً وہ

کہ بود تمیز و عقلش غیب گو
کہ جس کی تمیز اور عقل غیب کو بتا دے

ہیچ سحر و ہیچ تلبیس و دغل
کوئی جادو اور کوئی مکاری اور کوئی فریب

می نہ بندد پردہ بر اہلِ دول
پردہ نہیں ڈال سکتا دولت والوں پر

پس[2] ہمی گفتند با خود در جواب
پھر وہ جواب میں اپنے دل میں کہتے

باژگونہ می روی اے کج خطاب
اے ٹیڑھی بات کرنے والے! تو الٹی چال چل رہا ہے

باژگونہ رفت خواہی ہمچنیں
تو اسی طرح الٹا جائے گا

سوئے دوزخ اسفل اندر سافلین
دوزخ کی جانب نیچے طبقوں میں سے نچلے میں

او اگر معزول گشتہ است و فقیر
وہ (سلیمان علیہ السلام) اگرچہ معزول اور فقیر ہو گئے ہیں

ہست در پیشانیش بدرِ منیر
ان کی پیشانی میں چودھویں کا چاند ہے

تو اگر[3] انگشتری را بردہٗ
تو نے اگر انگوٹھی اڑا لی ہے

دوزخی چوں زمہریر افسردہٗ
تو دوزخ ہے، زمہریر کی طرح ٹھٹھرا ہوا ہے

ما بوش و عارض و طاق و طرب
ہم کروفر اور لشکر اور شان و شوکت کی وجہ سے

سر کجا کہ خود ہمی نہ نہیم سُنب
سر کجا ہم پاؤں بھی نہ رکھیں گے

وَر بغفلت ما نہیم او را جبیں
اگر ہم غفلت سے اس کے سامنے پیشانی رکھ دیں

پنجۂ مانع بر آید از زمیں
روکنے والا پنجہ زمین سے بر آمد ہو گا

کہ منہ آں سر مر ایں سر زیر را
کہ اس اوندھے کے لیے سر نہ جھکا

ہیں مکن سجدہ مر ایں اُدبیر را
خبردار! اس بدبخت کے لیے سجدہ نہ کر

---

[1] دیو۔ وہ سحران سے یہ باتیں کرتا تھا لیکن نیک لوگوں پر اس کی اصلیت کا عکس پڑ رہا تھا۔ نیست۔ نیک لوگوں کے ساتھ مکر کرنا آسان نہیں ہے۔ ہیچ۔ جو لوگ آخرت کی دولت کے مالک ہیں ان کی عقلوں پر کوئی جادو، مکاری اور فریب پردہ نہیں ڈال سکتا۔

[2] پس۔ اس صخر کی تقریر پر وہ توجہ نہیں کرتے اور کہتے کہ تیری سب باتیں غلط ہیں اور تیری چال الٹی ہے۔ باژگونہ۔ تو دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں الٹا گرے گا۔ او۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اگرچہ اس وقت سلطنت سے معزول ہیں اور گدا ہیں لیکن ان کی پیشانی میں نورِ نبوت ہے۔

[3] تو اگر۔ ان لوگوں نے دل میں یہ بھی کہا کہ اگرچہ تو نے انگوٹھی چرا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر قبضہ کر لیا ہے لیکن تو دوزخ کا زمہریری حصہ ہے۔ بوش۔ کروفر۔ عارض۔ لشکر، رخسار۔ طاق وطرب۔ طاق وطرم ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے، شان وشوکت۔ سنب۔ سم، پاؤں۔ ور بغفلت۔ اگر بھولے سے تعظیم بھی کریں تو غیبی پنجہ ہمارے لیے مانع آتا ہے۔ سر زیر۔ اوندھا۔ ادبیر۔ ادبار کا امالہ ہے۔

Marfat.com

کردے من شرحِ ایں[1] بس جانفزا — گر نبودے غیرت و رشکِ خدا
میں اس کی پر لطف تشریح کرتا — اگر خدا کی غیرت اور رشک (مانع) نہ ہوتی

ہم قناعت کن تو بپذیر ایں قدر — تا بگویم شرحِ ایں وقت دگر
تو بھی قناعت کر اور اس مقدر کو قبول کر لے — جب تک کہ میں اس کی دوسرے وقت شرح کروں

نامِ خود کردہ سلیمانے نبی — رُوی پوشی می کند بر ہر صبی
اپنا نام سلیمان نبی رکھ کر — ہر بچہ کے لیے (اپنی) روپوشی کر لیتا ہے

در گذر از صورت و از نام خیز — از لقب و ز نام در معنی گریز
صورت سے آگے بڑھ اور محض نام سے دستبردار ہو جا — لقب اور نام کے بجائے باطن کی طرف جا

پس بپرس از خلق وز افعالِ او — در میانِ خلق و فعلِ او را بجو
اس کے اخلاق اور افعال دریافت کر — اخلاق اور افعال کے درمیان اس کو تلاش کر

کارِ ہر کس نیست[2] ہیں در کش زمام — مسجد اقصیٰ بساز و کن تمام
خبردار! (یہ) ہر شخص کا کام نہیں جو لگام کھینچ لے — مسجد اقصیٰ تعمیر کر اور مکمل کر

شد تمام القصہ مسجد بے فتور — بُد سلیمانؑ زائر و مسجد مزور
قصہ مختصر بے عیب مسجد مکمل ہو گئی — (حضرت) سلیمان علیہ السلام زیارت کرنے والے اور مسجد زیارت گاہ تھی

در آمدنِ ہر روز سلیمان علیہ السلام در مسجدِ اقصیٰ بعد از تمام شدن بجہتِ عبادت و ارشادِ عابدان و معتکفان و رستنِ عقاقیر در مسجد و باآنحضرت علیہ السلام بسخن در آمدن

مکمل ہو جانے کے بعد ہر روز حضرت سلیمان علیہ السلام کا مسجد میں آنا عبادت کے لیے اور عبادت گذاروں اور اعتکاف کرنے والوں کی رہنمائی کے لیے اور بوٹیوں کا مسجد میں اُگنا اور آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ باتیں کرنا

چوں سلیمانؑ نبی شاہِ انام[3] — ساخت مسجد را و فارغ شد تمام
جب شاہ عالم سلیمان علیہ السلام نبی نے — مسجد بنائی اور بالکل فارغ ہو گئے

ہر صباح او را وظیفہ ایں بُدے — کآمدے در مسجدِ اقصیٰ شدے
ہر صبح کو ان کا یہ معمول تھا — کہ آتے، مسجدِ اقصیٰ میں جاتے

نو گیاہے رُستہ دیدے اندرو — پس بگفتے نام و نفعِ خود بگو
اس میں نیا بوٹا اگا ہوا دیکھتے — تو فرماتے اپنا نام اور فائدہ بتا

تو چہ داروی چہ نامت چہ است — تو زیاں بر کہ و نفعت بر کہ است
تو کس (مرض) کی کیا دوا ہے تیرا کیا نام ہے؟ — تو کس کے لیے مضر اور کس کے لیے نفع رساں ہے؟

---

[1] شرحِ ایں۔ یعنی اس کی تشریح کہ اللہ تعالیٰ شیاطین کو کیوں مواقع عنایت کرتا ہے اور ان کو ڈھیل دینے میں کیا اسرار ہیں، غیرتِ خداوندی اس تشریح کے لیے مانع ہے۔ نامِ خود۔ شیطان اپنا اچھا نام رکھ کر لوگوں کو دھوکے دیتا ہے۔ صبی۔ یعنی ناتجربہ کار۔ درگذر۔ انسان کو چاہیے کہ مقطع صورت اور بڑے القاب سے دھوکا نہ کھائے بلکہ باطنی اوصاف کو دیکھے۔ پس۔ انسان کو اس کے اخلاق اور اس کے کارناموں سے پہچان محض صورت اور نام سے دھوکا نہ کھا۔

[2] کارِ ہر کس نیست۔ اس طرح مردم شناسی ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ در کش زمام۔ یعنی اب یہ بات ختم کر اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی بات کر۔ فتور۔ خرابی۔ مزور۔ جس کی زیارت کی جائے۔ عقاقیر۔ عقار کی جمع ہے، دواؤں کی جڑی بوٹیاں۔

[3] انام۔ مخلوق۔ وظیفہ۔ معمول۔ نو گیاہ۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کوئی نئی بوٹی اگی ہوئی دیکھتے تو اس سے اس کا نام اور نفع و نقصان دریافت کرتے۔

Marfat.com

پس بگفتے[1] ہر گیاہے فعل و نام
تو ہر بوٹی کام اور نام بتاتی
کہ من آنرا جانم و ایں را حمام
کہ میں اس کے لیے جان اور اس کے لیے موت ہوں

من مر ایں را زہرم و آں را شکر
میں اس کے لیے زہر اور اس کے لیے شکر ہوں
نامِ من اینست بر لوحِ قدر
لوحِ محفوظ میں میرا یہ نام ہے

پس سلیمانؑ با حکیماں زاں گیا
پھر (حضرت) سلیمانؑ طبیبوں سے اس بوٹی کے
شرح کردے نفع و ضرش اے کیا
نفع اور نقصان کی شرح کرتے، اے بڑے!

پس طبیباں از سلیمانؑ زاں گیا
تو طبیب (حضرت) سلیمان علیہ السلام کی وجہ سے اس بوٹی کے بارے میں
عالم و دانا شدند و مقتدا
عالم اور دانا اور مقتدا بنے

تا کتبہائے طبیبی ساختند
یہاں تک کہ انہوں نے طب کی کتابیں تصنیف کیں
جسم را از رنج می پرداختند
بدن کو مرض سے نجات دلائی

ایں نجوم[2] و طبّ وحیِ انبیاست
یہ نجوم اور طب نبیوں کی وحی ہے
عقل و حس را سوی بے سورہ کجاست
عقل و حس کے لیے لامکان کی جانب راستہ کہاں ہے؟

عقلِ جزوی[3] عقلِ استخراج نیست
ناقص عقل ایجاد کرنے والی عقل نہیں ہے
جز پذیرائے فن و محتاج نیست
ضرورت مند اور فن کو قبول کرلینے والی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

قابلِ تعلیم و فہم ست ایں خرد
یہ عقل تعلیم اور سمجھ کے قابل ہے
لیک صاحبِ وحی تعلیمش دہد
لیکن اس کو صاحب وحی تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود
یقیناً تمام پیشے وحی کے ذریعہ ہوتے ہیں
اولِ او، لیک عقلِ آں را فزود
ان کی ابتدا، لیکن عقل نے ان کو بڑھایا ہے

ہیچ حرفت را ببیں کایں عقلِ ما
دیکھو! ہماری یہ عقل کوئی پیشہ
تاند او آموختن بے اوستا
کیا وہ بغیر استاد کے سیکھ سکتی ہے؟

گرچہ اندر مکر موی اشگاف بد
اگرچہ (وہ عقل) تدبیر میں بال کو چیرنے والی تھی
ہیچ پیشہ رام بے اُستا نشد
کوئی پیشہ استاد کے بغیر قابو میں نہ آیا

---

1. بس گفتے۔ ہر بڑی بوٹی اپنا نام اور اپنے افعال وخواص حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتادیتی۔ لوح۔ تختی۔ قدر۔ قضا وقدر۔ گیا۔ بوٹی۔ پس۔ طبیب حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس بوٹی کے افعال وخواص سیکھ لیتے تھے۔ تا کتبہائے۔ اس کے بعد طبی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ جسم را۔ جسمانی بیماریوں کے علاج کرنے لگے۔

2. ایں نجوم۔ غرضکہ سب علوم کی ابتدا وحی کے ذریعہ ہوئی ہے حدیث شریف ہے اِنَّ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ یَخُطُّ خَطًّا فَمَنْ وَّافَقَ خَطَّهٗ خَطَّهٗ صدق وَمَنْ لَّمْ یُوَافِقْ کَذَبَ یعنی "ایک نبی لکیر کھینچتے تھے (جس سے آیندہ کے واقعات معلوم ہوجاتے تھے) پس جس (رمال اور جفار اور منجم) کی لکیر ان کی لکیر کے مطابق ہوتی ہے وہ درست ہے اور جس کی مخالف ہوتی ہے، غلط ہے۔"

3. عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ استخراج۔ یعنی علم کا ایجاد کرنا۔ قابلِ تعلیم۔ یعنی عام عقل انسانی میں سیکھنے کی صلاحیت ہے اور صاحب وحی اس کو سکھا دیتا ہے۔ لیک عقل۔ حکما اور فلاسفہ نے ان علوم پر اضافے کیے ہیں۔ ہیچ حرفت۔ کوئی دستکاری بغیر استاد کے نہیں سیکھی جاسکتی۔ گرچہ۔ عقل اگرچہ موشگافیاں کرتی ہے لیکن بغیر استاد کے کوئی پیشہ نہیں سیکھ سکتی۔

دانش پیشہ[1] ازیں عقل ار بدے ‌‌ ‌پیشۂ بے اُوستا حاصل شدے
پیشہ کا علم اگر عقل سے ہوتا ‌ (تو) پیشہ بغیر استاد کے حاصل ہو جاتا

آموختن پیشہ گورکنی قابیل از زاغ پیش ازانکہ در عالم
قابیل کا قبر کھودنے کا پیشہ کوے سے سیکھنا، اس سے پہلے کہ دنیا میں
علمِ گورکنی بود
قبر کھودنے کا علم ہوا

کندنِ گورے کہ کمتر پیشہ بود ‌ کے ز فکر و حیلہ و اندیشہ بود
قبر کھودنا، جو معمولی پیشہ ہے ‌ کب غور اور تدبیر اور خیال سے ہوا؟

گر بُدے ایں فہم مر قابیل را ‌ کے نہادے بر سر او ہابیل را
اگر یہ سمجھ قابیل میں ہوتی ‌ (تو) وہ ہابیل (کی نعش کو) سر پر کب رکھتا؟

کہ کجا غائب کنم ایں کشتہ را ‌ ایں بخون و خاک در آغشتہ را
کہ میں اس مقتول کو کہاں چھپاؤں؟ ‌ اس خون اور مٹی میں لتھڑے ہوئے کو

دید[2] زاغے زاغِ مُردہ در دہاں ‌ بر گرفتہ تیز می آمد پراں
اس نے دیکھا کہ ایک کوا مردہ کوے کو منہ میں ‌ لیے تیزی سے اڑا آ رہا ہے

از ہوا زیر آمد و شد او بفن ‌ در پئے تعلیم او را گورکن
وہ ہوا سے نیچے اترا اور ہنرمندی سے بنا ‌ قبر کھودنے والا اس کو سکھانے کے لیے

پس بچنگال از زمیں انگیخت گرد ‌ زود زاغِ مُردہ را درگور کرد
پھر اس نے زمین سے پنجہ کے ذریعہ مٹی کھودی ‌ جلدی سے مرے ہوئے کوے کو قبر میں رکھ دیا

دفن کردش پس بپوشیدش بخاک ‌ زاغ از الہامِ حق بُد علمناک[3]
اس کو دفن کر دیا پھر اس کو مٹی سے چھپا دیا ‌ کوا اللہ (تعالیٰ) کے الہام سے عالم تھا

گفت قابیل آہ شہ بر عقلِ من ‌ کہ بود زاغے زمن افزوں بفن
قابیل نے کہا آہ، میری عقل پر افسوس ہے ‌ کہ کوا ہنر میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو

عقلِ کل را گفت ما زاغ البصر ‌ عقلِ جزوی می کند ہر سو نظر
عقلِ کُل کے لیے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا "نگاہ بھٹکی نہیں" ‌ جزوی عقل ہر جانب نظر دوڑاتی ہے

---

1. دانش پیشہ۔ کسی پیشہ کا جاننا اگر محض عقل کی وجہ سے ہوا کرتا تو وہ بغیر استاد کے حاصل ہو جایا کرتا۔ آموختن۔ قابیل نے قبر کھودنے کا پیشہ کوے سے سیکھا۔ گورکنی۔ قبر کھودنا۔ کے زفکر۔ خود قابیل کے غور و فکر سے اس کو حاصل نہ ہو سکا۔ قابیل۔ حضرت آدم علیہ السلام کا لڑکا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ کے نہادے۔ قتل کے بعد اس کی نعش سر پر لیے پھر رہا تھا۔ ایں کشتہ۔ یعنی ہابیل۔
2. دید۔ اس قابیل نے دیکھا کہ ایک کوا ایک مردہ کوے کو لایا اور اس نے زمین کھود کر اس کو دفن کیا تو اس کوے سے قابیل کو قبر کھودنے کا ہنر آیا۔ گورکن۔ قبر کھودنے والا۔ چنگال۔ پنجہ۔
3. علمناک۔ علم والا، عالم۔ شہ۔ تف۔ عقلِ کل۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کامل تھی قرآن میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی "آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کج نہ ہوئی نہ اس نے سرکشی کی۔" عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔

Marfat.com

عقلِ ما زاغ[1] ست نورِ خاصگاں
"ما زاغ" والی عقل خاصان (خدا) کا نور ہے
عقلِ زاغ استادِ گورِ مردگاں
کوے کی عقل مُردوں کی قبر کی استاد ہے

جاں کہ او دُنبالۂ زاغاں پَرد
وہ جان جو کوؤں کے پیچھے اڑے
زاغ او را سوی گورستاں برد
کوا اس کو قبرستان کی جانب لے جائے گا

ہیں مَرو اندر پئے نفس چو زاغ
خبردار! کوے جیسے نفس کے پیچھے نہ لگ
کو بگورستاں بَرد نے سوی باغ
جو قبرستان کی طرف لے جاتا ہے نہ کہ باغ کی جانب

گر روی رو درپے عنقایِ دل
اگر لگنا ہے تو دل کے عنقا کے پیچھے لگ
سوی قاف و مسجدِ اقصایِ دل
دل کی مسجد اقصیٰ اور (کوہ) قاف کی جانب (جا)

نو گیاہے ہر دم از سودایِ تو
تیرے خیال کی نئی گھاس ہر وقت
می دمد در مسجدِ اقصایِ تو
تیری مسجد اقصیٰ میں اُگتی ہے

تو سلیماںؑ وار دادِ او بدہ
تو (حضرت) سلیمان علیہ السلام کی طرح اس کی قدر کر
پے بر از وے پایِ رد بروے منہ
اس سے پتا لگا انکار کا پاؤں اس پر نہ رکھ

زانکہ[2] حالِ ایں زمینِ با ثبات
کیونکہ اس پائدار زمین کی مٹی کا حال
باز گوید با تو انواعِ نبات
بوٹیوں کی قسمیں تجھ سے پھر کہہ دیں گی

در زمیں گرنے شکر در خورد نیست
زمین میں خواہ گنا ہو خواہ نرکل
ترجمانِ ہر زمیں نبت ویست
ہر زمین کی پیداوار اس کی ترجمان ہے

پس زمینِ دل کہ نبتش فکر بود
تو دل کی زمین جس کا بوٹا خیال تھا
فکرہا اسرارِ دلہا را نمود
خیالات نے دل کے راز ظاہر کر دیے

گر سخن کش[3] یابم اندر انجمن
اگر میں مجلس میں سخن فہم دیکھوں
صد ہزاراں گل بَرویم در چمن
چمن میں لاکھوں پھول اُگا دوں

ور سخن کش یا بم آں دم زن بمزد
اگر میں اس وقت بھڑوے کو بات نہ سمجھنے والا پاؤں
میگریزد نکتہا از دل چو دُزد
(تو) چور کی طرح نکتے دل سے بھاگتے ہیں

مستمع چوں نیست خاموشی بہ است
جب سننے والا نہیں ہے، چپ رہنا بہتر ہے
نکتہ از نااہل گر پوشی بہ است
اگر نکتہ کو تو نااہل سے چھپائے تو بہتر ہے

---

1. عقلِ ما زاغ۔ جو عقل صحیح کام کرتی ہے وہ خاصانِ خدا کا نور ہے جو ان کو عطا کر دیا گیا ہے۔ عقلِ زاغ۔ کوے کی عقل تو اتنی ہی ہے کہ وہ قابیل کو گورکنی سکھا سکی۔ زاغاں۔ شیاطین، بناوٹی شیوخ۔ ہیں مرو۔ تیرا نفس بھی چالاکی میں کوا ہے اس کے پیچھے نہ لگ ورنہ تجھے گورستان میں پہنچا دے گا۔ عنقای دل۔ دل چونکہ اسرار کا مرکز ہے اس کے پیچھے چل۔ قاف۔ پہاڑ کا نام ہے جو عنقا کا مقام مانا گیا ہے۔ نو گیاہ۔ تیرا دل مسجد اقصیٰ ہے اس کے خیالات وہ بوٹیاں ہیں جو مسجد اقصیٰ میں اگتی تھیں۔ تو سلیماں وار۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام ان بوٹیوں سے علم حاصل کرتے تھے تو بھی اپنے خیالات سے دل کا علم حاصل کرتا رہ۔

2. زانکہ۔ جس طرح کے خیالات پیدا ہوں گے اس سے قلب کی حالت کا اندازہ لگا لے۔ در زمیں۔ زمین کی اچھائی اور برائی کا معیار اس کی پیداوار ہے جو زمین گنا اگائے وہ بہتر ہے اور جو زمین نرکل اگائے وہ خراب ہے۔ زمین دل۔ خیالات دل کی زمین کی پیداوار ہیں ان سے دل کی اچھائی برائی معلوم ہو جائے گی۔

3. گر سخن کش۔ اگر مجلس میں سخن فہم ہوتے ہیں تو کہنے والے کا دل کھلتا ہے۔ ور سخن کش۔ اگر سامعین نافہم ہوں تو نکتے فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ مستمع۔ جب سننے والوں میں اہلیت نہ ہو تو خاموشی بہتر ہے اسرار و حکم نااہلوں کو نہ سنانے چاہئیں۔

Marfat.com

جنبشِ[1] ہر کس بسوئے جاذب ست
ہر شخص کی حرکت کھینچنے والے کی طرف ہے
جذبِ صادق نے چو جذبِ کاذب ست
سچی کشش جھوٹی کشش کی طرح نہیں ہے

می رَوی گہ گمرہ و گہ دَر رَشد
تو کبھی گمراہ ہو کر چلتا ہے اور کبھی راہِ راست پر
رشتہ پیدا نے و آں کت می کشد
نہ ڈور ظاہر ہے اور نہ وہ جو تجھے کھینچتا ہے

اُشترے کوری مہارِ تو رہیں
تو اندھا اونٹ ہے، تیری مہار گروی ہے
تو کشش می بیں مہارت را مبیں
تو کشش کو دیکھ، اپنی مہار کو نہ دیکھ

گر شدے محسوس جذّابِ مہار
اگر مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جاتا
پس نماندے ایں جہاں دارالغرار
تو یہ دنیا دھوکے کا گھر نہ رہتی

گبر دیدے کو پئے سگ می رود
کافر دیکھ لیتا کہ وہ کتے کے پیچھے جا رہا ہے
سُخرۂ دیوِ سیہ رُو می شود
سیاہ رو شیطان کا فرمانبردار بن رہا ہے

در پئے او کے شدے ہمچوں اسیر
قیدی کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟
پائے خود را واکشیدے طفلِ پیر
یہ بوڑھا لڑکا اپنا پاؤں کھینچ لیتا

در پے او کے شدے مانندِ حیز
ہیجڑے کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟
پائے خود را واکشیدے گبر[2] نیز
کافر بھی اپنا پاؤں کھینچ لیتا

گاؤ اگر واقف ز قصاباں بُدے
اگر گائے قصائیوں سے واقف ہوتی
کے پئے ایشاں بداں دکاں شدے
(تو) کب ان کے پیچھے اس دکان تک جاتی

یا بخوردے از کفِ ایشاں سبوس
یا کب ان کے ہاتھ سے بھوسی کھاتی؟
یا بدادے شیر شاں از چاپلوس
یا پیار سے، کب ان کو دودھ دیتی؟

وَر بخوردے[3] کے علف ہضمش شدے
اور اگر کھاتی تو چارہ، اس کو کب ہضم ہوتا؟
گر زِ مقصودے علف واقف بدے
اگر چارے کے مقصد سے وہ واقف ہوتی؟

پس ستونِ ایں جہاں خود غفلت ست
تو اس دنیا کا ستون خود غفلت ہے
چیست دولت کایں دوادو بالت است
دولت کیا ہے؟ یہ بھاگ دوڑ ہے مار پیٹ کے ساتھ

اوّلش دَو دَو بآخر لت بخور
اس کی ابتدا بھاگ دوڑ آخر مار کھا ہے
جز دَریں ویرانہ نبود مرگِ خر
اس ویرانہ میں گدھے کی موت کے سوا نہیں ہے

---

1 جنبش۔ سننے والے کا جذبہ مضامین کی کشش کا سبب ہے، اور جذبہ بھی صادق ہونا ضروری ہے۔ می روی۔ جس طرح ظاہری کشش ہے اسی طرح ایک پوشیدہ کشش ہے جو کبھی سیدھا چلاتی ہے کبھی ٹیڑھا اور انسان بندھا ہوا ہے لیکن نہ بندش نظر آتی ہے اور نہ کھینچنے والا۔ اشتر۔ انسان کی مثال اندھے اونٹ کی سی ہے جس کی مہار دوسرے کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ انسان کو کھینچنے والے کی طرف دھیان دینا چاہیے۔ گر شدے۔ اگر انسان کا غیر محسوس مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جائے تو دنیا دھوکے کا گھر نہ رہے۔ جذاب۔ کھینچنے والا۔ دارالغرار۔ دارالغرور دھوکے کا گھر۔

2 گبر۔ کافر کو گمراہی کی طرف کھینچنے والا روسیاہ کتا شیطان ہے۔ در پئے۔ پھر وہ کافر کبھی اس کا اتباع نہ کرتا۔ حیز۔ نامرد۔ گبر۔ یعنی کافر۔ گاؤ۔ گائے اگر قصائی کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو کبھی بھی اس کے پیچھے اس کی دکان تک نہ جائے نہ اس کے ہاتھ سے چارہ کھائے نہ اس کو دودھ پلائے۔

3 وَر بخوردے۔ اگر مجبوری میں قصائی کے ہاتھ کی گھاس کھاتی تو کبھی ہضم نہ ہوتی۔ علف۔ چارہ۔ پس۔ دنیا کا بقا اور کاروبار اسی غفلت سے چل رہا ہے ورنہ دنیا کی دولت کا خلاصہ بھاگ دوڑ اور مار پیٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دوادو۔ بھاگ دوڑ۔ لت۔ مارنا۔ خر۔ یعنی دنیادار۔

Marfat.com

تو بجد[1] کارے کہ بگرفتی بدست
تو نے جس کام کو کوشش سے ہاتھ میں پکڑا ہے
زاں ہمی تانی بدادن تن بکار
اسی وجہ سے تو اس میں مصروف ہو سکا ہے
ہمچنیں ہر فکر کہ گرمی دراں
اسی طرح ہر وہ خیال جس میں تو سرگرم ہے
بر تو گر پیدا شدے زاں عیب و شین
اگر اس کا عیب اور نقصان تجھ پر عیاں ہو جاتا
حال[2] کاخر زو پشیماں می شوی
وہ حال جس سے تو آخر میں شرمندہ ہوتا ہے
پس بپوشید اول آں بر جانِ ما
(اللہ نے) شروع میں اس کو ہم پر پوشیدہ کر دیا ہے
چوں قضا آورد حکمِ خود پدید
جب قضا نے اپنا حکم ظاہر کر دیا
ایں پشیمانی قضایِ دیگرست
یہ شرمندگی ایک دوسری قضا ہے
ور کنی عادت پشیماں خود شوی
اگر تو عادت ڈال لے گا شرمندگی خود بن جائیگا
نیم عمرت در پریشانی شود
تیری آدھی عمر پریشانی میں (صرف) ہو جائے گی
ترکِ ایں فکر و پشیمانی بگو
اس فکر اور شرمندگی کو چھوڑ

عیبش ایں دم بر تو پوشیدہ شدست
اس وقت تجھ پر اس کا عیب پوشیدہ ہے
کہ بپوشید از تو عیبش کردگار
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے تجھ سے اس کا عیب پوشیدہ رکھا ہے
عیبِ آں فکرت شدست از تو نہاں
تیرے اس فکر کا عیب تجھ سے پوشیدہ ہے
زو رمیدے جانت بُعد المشرقین
تیری جان اس سے مشرق و مغرب کی دوری پر بھاگتی
گر شود ایں حالت اوّل کے دوی
اگر تیری یہ حالت شروع میں ہو جاتی تو کب دوڑتا؟
تا کنیم آں کار بر وفقِ قضا
تاکہ ہم قضا کے مطابق وہ کام کریں
چشم واگشت و پشیمانی رسید
آنکھ کھلی اور شرمندگی ہوئی
ایں پشیمانی[3] بہل حق را پرست
اس شرمندگی کو رہنے دے اللہ کی عبادت کر
زیں پشیمانی پشیماں تر شوی
اس شرمندگی سے (اور) زیادہ شرمندہ ہو گا
نیمِ دیگر در پشیمانی رود
باقی آدھی شرمندگی میں چلی جائے گی
حال و یار و کارِ نیکوتر بجو
اچھا حال اور یار اور کام تلاش کر

---

[1] تو بجد۔ آدمی جس کام میں محنت اور کوشش سے لگتا ہے خدا اس کام کے عیب اس سے مخفی رکھتا ہے تب ہی وہ لگا رہتا ہے۔ ہم چنیں۔ یہ بات صرف کام میں ہی نہیں ہے فکر و خیال میں بھی ہے۔ بر تو۔ اگر اس خیال کا عیب ظاہر ہو جائے تو آدمی اس سے کوسوں بھاگے۔ بعد المشرقین۔ وہ فاصلہ جو مشرق اور مغرب میں ہے۔

[2] حال۔ جس حالت اور کیفیت سے انسان آخر میں شرمندہ ہوگا اگر ابتداء اس کی کیفیت معلوم ہو جائے تو اس میں کبھی نہ لگے۔ قضا۔ قضاءِ خداوندی کا تقاضا یہی ہے کہ کام اور خیال کی برائی انسان پر ظاہر نہ ہو ورنہ قضا کے مطابق کام نہ کر سکے گا۔ ایں پشیمانی۔ ایک تو وہ کام مقدر میں تھا پھر یہ پریشانی ایک دوسری قضاءِ خداوندی ہے۔

[3] ایں پشیمانی۔ گناہ پر شرمندہ ہونا زیادہ مفید نہیں ہے بلکہ اعمالِ صالحہ میں لگنا زیادہ مفید ہے۔ ور کنی۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی میں پھنس کر رہ گیا تو انجام کار اس شرمندگی سے اس کو اور شرمندگی ہوگی۔ نیم عمرت۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی ہی اپنا شیوہ بنائے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آدھی عمر تو کاموں کی پریشانی میں گذری اور آدھی شرمندگی میں گذری، کوئی نیک عمل اس کے ہاتھ نہ آیا۔ ترک۔ پشیمانی کی عادت چھوڑ کر انسان کو اچھے عمل، اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔

Marfat.com

ور نہ داری[1] کارِ نیکو تر بدست
اگر تیرے پاس کوئی اچھا کام نہیں ہے

پس پشیمانیت بر فوتِ چہ است
تو تیری شرمندگی کس چیز کے کھو جانے پر ہے؟

گر ہمی دانی رہِ نیکو پرست
اگر تو اچھا راستہ جانتا ہے عبادت کر

ور ندانی چوں بدانی کایں بدست
اور اگر نہیں جانتا ہے تو کیسے جانے گا کہ یہ بُرا ہے؟

بدندانی چوں ندانی نیک را
جب تک تو نیکی کو نہیں سمجھے گا، بدی کو نہ سمجھے گا

ضد را از ضد تواں دید اے فتیٰ
اے نوجوان! ضد کو ضد سے پہچانا جا سکتا ہے

چوں ز ترکِ فکر ایں عاجز شدی
جبکہ تو اس فکر کے چھوڑنے سے عاجز ہو گیا ہے

از گنہ آنگاہ ہم عاجز بُدی
اس وقت گناہ (چھوڑنے) سے عاجز تھا

چوں بُدی عاجز پشیمانی ز چیست
جب تو عاجز تھا تو شرمندگی کاہے کی ہے؟

عاجزی را باز جو کز جذبِ کیست
عاجزی کی جستجو کر کہ وہ کس کی کشش سے ہے

عاجزی[2] بے قادری اندر جہاں
عاجزی بغیر قدرت کے دنیا میں

کس ندیدست و نباشد ایں بداں
یہ سمجھ لے کسی نے نہیں دیکھی اور نہ ہو گی

ہمچنیں ہر آرزو کہ می بَری
اسی طرح جو آرزو تو کرتا ہے

تو ز عیبِ آں حجابے اندری
تو اس کے عیب سے پردہ میں ہے

ور نمودے علتِ آں آرزو
اگر اللہ (تعالیٰ) اس آرزو کا عیب نمودار کر دیتا

خود رمیدے جانِ تو از جستجو
تو تیری جان جستجو سے خود بھاگتی

گر نمودے عیبِ آں کار او تُرا
اگر اس کام کا عیب وہ (خدا) ظاہر کر دیتا

کس نبردے کش کشاں آنسو تُرا
کوئی کھینچ تان سے تجھے ادھر نہ لے جا سکتا

واں دگر[3] کارے کزاں ہستی نفور
وہ دوسرا کام جس سے تو متنفر ہے

زاں بود کہ عیبش آمد در ظہور
اس وجہ سے ہے کہ اس کا عیب ظاہر ہو گیا ہے

اے خدائے رازدانِ خوش سخن
اے رازداں، شیریں کلام خدا!

عیبِ کارِ بد زما پنہاں مکن
بُرے کام کا عیب ہم سے پوشیدہ نہ رکھ

---

[1] ورنہ داری۔ اگر یہ ہے کہ تیرے پاس کوئی نیک کام موجود ہی نہیں ہے اس لیے تو بُرے کام کی شرمندگی میں وقت گزار رہا ہے تو پھر یہ بتا کہ تو شرمندہ کس کام کے چھوٹنے پر ہو رہا ہے۔ گر ہمی دانی۔ اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہے تو اس پر چل اور اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہی نہیں ہے تو تو نے یہ کیسے سمجھا کہ تو غلط راستہ پر تھا۔ بدندانی۔ جو شخص بدی کو نہیں سمجھتا ہے وہ نیکی کو نہیں سمجھ سکے گا اس لیے کہ ایک چیز کو اس کی ضد سے جانا جا سکتا ہے۔ چوں ز ترک۔ ہماری نصیحت ہے کہ شرمندگی ختم کر کے عمل شروع کر، اگر تو یہ کہے کہ شرمندگی ختم کرنے سے میں عاجز ہوں تو ایسا عجز تو گناہ چھوڑنے پر بھی تھا لہٰذا تیرا گناہ اضطراری ہوا، اور اضطراری فعل پر شرمندگی لغو بات ہے۔

[2] عاجزی۔ تیری عاجزی قضائے خداوندی سے اختیار کے سلب ہو جانے کی وجہ سے نہیں ہے۔ عاجزی۔ انسان کا عجز، قدرت سلب ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔ ہمچنیں۔ مولانا پھر پہلے مضمون کو بیان کرتے ہیں کہ انسان کی ہر تمنا اس بنا پر ہے کہ اس کا عیب اس سے پوشیدہ ہے۔ علت۔ عیب۔ کس نبردے۔ اگر اس آرزو کا عیب واضح ہو جائے تو پھر انسان کھینچنے سے بھی ادھر نہ جائے۔

[3] واں دگر۔ جس کام سے انسان کو نفرت ہوتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا عیب انسان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اے خدا۔ مولانا نے یہاں سے مناجات شروع کر دی ہے کہ اے اللہ بُرے کاموں کے عیب کو ہم سے مخفی نہ رکھ اور نیک کام میں کوئی عیب رونما نہ کر۔

عیب کارِ نیک را منما بما — تانگردیم از روش سَرد و ہبا[1]
ہمیں اچھے کام میں عیب نہ دکھا — تاکہ ہم رفتار میں ٹھنڈے اور ناچیز نہ بنیں

ہم بر آں عادت سلیمانؑ سَنی — رفت در مسجد میانِ روشنی
بزرگ سلیمان علیہ السلام اسی عادت کے مطابق — (صبح کی) روشنی میں مسجد میں گئے

قاعدہ ہر روز را می جُست شاہ — کہ بہ بیند مسجد اندر نو گیا
روزانہ کا قاعدہ تھا کہ شاہ تلاش کرتے — تاکہ مسجد میں (کوئی) نئی بوٹی دیکھیں

دل بہ بیند سِرّ بداں چشمِ صفی — آں حشائش کہ شد از عامہ خفی
مصفی آنکھ سے دل دیکھ لیتا ہے راز — ان بوٹیوں کا جو عوام سے پوشیدہ ہیں

قصۂ صوفی کہ درمیانِ گلستان سر بزانو نہادہ مراقب بود یارانش گفتند سر بر آر و تفرُّج[2] کن گلستان و ریاحین و مرغان را کہ فَانْظُرُوْٓا اِلٰٓی اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ و جواب گفتنِ صوفی یاراں را

اس صوفی کا قصہ جو باغ میں زانو پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں تھا، اس کے دوستوں نے کہا کہ سر اٹھا باغ اور پھولوں اور پرندوں کی سیر کر کیونکہ (حکم ہے) اللہ کی رحمت کی نشانیوں پر نظر کرو اور صوفی کا دوستوں کو جواب دینا

صوفیئے در باغ از بہرِ کشاد — صوفیانہ رُویِ بر زانو نہاد
ایک صوفی نے باغ میں مشاہدہ کے لیے — صوفیوں کے طریقہ پر منہ زانو پر رکھ دیا

پس فرورفت او بخود اندر نغول — شد ملول از صورتِ خوابش فضول
وہ گہرائی میں اتر گیا — ایک لغوانسان اس کی نیند کی (سی) صورت سے پریشان ہوگیا

کہ چہ خسپی آخر اندر رَز نگر — ایں درختاں بین و آثارِ خضر
کہ کیوں سوتا ہے؟ انگوروں کو دیکھ — ان درختوں اور سبزے کے آثار کو دیکھ

امرِ حق[3] بشنو کہ گفت ست اُنظُرُو او — سویِ ایں آثارِ رحمت آر رُو
اللہ (تعالیٰ) کا حکم سن اُس نے فرمایا ہے اس کو دیکھ — رحمت کے ان آثار کی جانب رخ کر

گفت آثارش دلست اے بو الہوس — آں بروں آثارِ آثارست و بس
اس نے کہا اے بو الہوس اس کے آثار دل ہے — وہ باہر فقط آثار کے آثار ہیں

---

[1] ہبا۔ ذرہ، یعنی ناچیز۔ ہم برآں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی عادت کے مطابق صبح صادق کے بعد مسجد اقصیٰ جاتے تھے اور نئی بوٹی تلاش کرتے تھے تاکہ اس سے اس کے فوائد اور مضرات معلوم کرلیں۔ دل بہ بیند۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام بوٹیوں سے ان کے حالات معلوم کرلیتے تھے اسی طرح صوفی اپنے دل کی مصفا آنکھوں سے معارف کا راز دیکھ لیتا ہے۔ حشائش۔ حشیش کی جمع ہے، گھاس۔

[2] تفرج۔ تفریح۔ ریاحین۔ ریحان کی جمع ہے، ہر خوشبودار پودا۔ کشاد۔ کشادگی، تفریح طبع۔ نغول۔ گہرائی۔ چہ خسپی۔ اس شخص نے مراقبہ کو سونے سے تعبیر کیا۔ رز۔ انگور۔ خضر۔ سبزہ۔

[3] امرِ حق۔ قرآن پاک میں ہے فَانْظُرُوْٓا اِلٰٓی اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا "پس تم دیکھو اللہ کی رحمت (بارش) کے آثار (نباتات) کو وہ کس طرح زمین کو زندہ کردیتا ہے اس کے مردہ ہوجانے کے بعد۔" گفت۔ ان صوفی نے کہا کہ دراصل رحمت کے آثار، دل کے آثار ہیں جن کا مراقبہ میں مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ دنیا کے باغ و بہار دل کی نشانیوں کے نشانات ہیں اور جس طرح اس باغ و بہار کا عکس اس نہر میں نظر آتا ہے جو باغ میں رواں ہے اسی طرح یہ باغ و بہار دل کے آثار کا عکس ہیں۔

Marfat.com

باغہا و سبزہا در عینِ جاں
باغات اور سبزے جان میں ہیں
بر بروں عکسش چو در آبِ رواں
باہر اس کا عکس ہے جیسا کہ رواں پانی میں

آں خیالِ[1] باغ باشد اندر آب
پانی میں باغ کا عکس ہوتا ہے
کہ کند از لطفِ آب آں اضطراب
جو پانی کی لطافت کی وجہ سے ہلتا رہتا ہے

باغہا و میوہا اندر دل ست
باغات اور پھل دل کے اندر ہیں
عکسِ لطفِ او بریں آب و گل ست
اس کی لطافت کا عکس اس پانی اور مٹی پر ہے

گر نبودے عکسِ آں سروِ سرور
اگر (یہ) اس سرور کے بھرو کا عکس نہ ہوتا
پس نخواندے ایزدش دارالغرور
تو اس کو اللہ (تعالیٰ) دھوکے کا گھر نہ فرماتا

ایں غرور آنست یعنی آں خیال
یہ دھوکا وہی ہے یعنی وہ عکس
ہست از عکسِ دل و جانِ رجال
انسانوں کے دل اور جاں کا عکس ہے

جملہ مغروراں[2] بریں عکس آمدہ
سب دھوکے میں پڑے ہوئے اس عکس پر جمع ہیں
بر گمانے کایں بود جنت کدہ
اس گمان سے کہ یہ جنت کدہ ہو گا

می گریزند از اصولِ باغہا
وہ باغوں کی اصلوں سے بھاگتے ہیں
بر خیالے می کنند ایں لاغہا
یہ بکواس عکس پر کر رہے ہیں

چونکہ[3] خوابِ غفلت آید شاں بسر
جب ان کی غفلت کی نیند ختم ہو گی
راست بینند و چہ سودست آں نظر
ٹھیک دیکھ لیں گے (لیکن) وہ دیکھنا کیا مفید ہے

پس بگورستاں غریو افتاد و آہ
قبرستان میں بہت شور اور آہ ہے
تا قیامت زیں غلط واحسرتاہ
قیامت تک اس غلطی سے، افسوس

اے خنک آنکس کہ پیش مرگ مرد
وہ شخص قابل مبارکباد ہے، جو مرنے سے پہلے مرگیا
یعنی او از اصلِ ایں رز بوئے برد
یعنی اس کو اس انگورستان کی اصل کا پتا چل گیا

قصہ رُستنِ خرّوب در گوشۂ مسجد اقصیٰ و غمگین شدنِ سلیمان

مسجدِ اقصیٰ کے کنارے پر خروب اگنے کا قصہ اور اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام

1. آں خیالِ۔ جو پانی میں نظر آتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا بلکہ صرف عکس ہوتا ہے۔ باغہا۔ کائنات میں ہر چیز کسی صفت خداوندی کا مظہر ہے اور قلب انسانی تمام صفات کا مظہر ہے لہٰذا اصل وہ آثار ہیں جو دل میں نمایاں ہوتے ہیں اور یہ کائنات اس سے درجہ دوم کی چیز ہے لہٰذا یہ اس کا عکس ہے جیسا کہ اس کا عکس پانی میں پڑتا ہے۔ دارالغرور۔ دھوکے کا گھر۔ ایں غرور۔ اس دنیا کو دھوکا کا گھر اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ یہ کائنات دل کے آثار کا عکس ہے۔

2. مغروراں۔ جو لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اسی کائنات کو اصل اور جنت کدہ سمجھے ہوئے ہیں۔ می گریزند۔ جو ان باغوں کی اصل ہے یعنی دل کی باغ و بہار اس سے بھاگتے ہیں اور اس عکس کے حصول پر شیخی بگھارتے ہیں۔

3. چونکہ۔ جب اس خوابِ غفلت سے بیدار ہوں گے اصل حقیقت نظر آئے گی لیکن اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بگورستان۔ اس وقت یہ لوگ قبرستان میں ہوں گے اور دارالعمل سے جا چکے ہوں گے تو سوائے آہیں بھرنے اور واحسرتا کہنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اے خنک۔ جس شخص نے موت سے پہلے فنا حاصل کر لی اور اصل باغوں کا راز پالیا وہ قابل مبارکباد ہے۔ قصہ۔ یہاں سے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا بوٹیوں سے ہمکلام ہونا بیان کیا ہے۔ خروب۔ برباد کرنے والا، ایک گھاس کا نام ہے جس کا اگنا مکان کی بربادی کی نشانی ہے۔

Marfat.com

علیہ السلام ازاں چوں بہ سخن در آمد و نام و خاصیتِ خود گفت

کا رنجیدہ ہونا جبکہ اس نے بات کی اور اپنا نام اور وصیت بتائی

ہم چنیں روزے سلیمانؑ از قضا
تقدیر سے ایک روز (حضرت) سلیمان علیہ السلام
شد بعادت مسجدِ[1] اندر اے فتیٰ
اے نوجوان! عادت کے مطابق مسجد کے اندر گئے

تو گیاہے دید اندر گوشۂ
ایک گوشہ میں ایک نئی بوٹی دیکھی
رُستہ برُوے دانہ ہمچوں خوشۂ
خوشہ کی طرح اس پر دانے اگے ہوئے تھے

دید بس نادر گیاہے سبز و تر
انہوں نے ایک بہت کمیاب سبز اور تر بوٹی دیکھی
می ربود آں سبزیش نور از بصر
اس کی سبزی آنکھ کی روشنی کو اچک رہی تھی

پس سلامش کرد در حال آں حشیش
اس بوٹی نے فوراً ان کو سلام کیا
او جوابش گفت و بشگفت از خوشیش
انہوں نے جواب دیا اور اس کی خوشنمائی سے کھل گئے

گفت نامت چیست بر گوئید ہاں
انہوں نے فرمایا ہاں بتا تیرا کیا نام ہے؟
گفت خرّوب ست اے شاہِ جہاں
اس نے کہا اے شاہِ جہاں! (میرا نام) خروب ہے

گفت اندر تو چہ خاصیت بود
فرمایا تیرے اندر کیا خاصیت ہے
گفت من رُستم مکاں ویراں شود
اس نے کہا میں اگوں تو مکان ویران ہو جائے

من کہ خروبم خرابِ منزلم
میں چونکہ خروب ہوں مکان کی خرابی ہوں
ہادمِ بنیادِ ایں آب[2] و گلم
میں اس پانی اور مٹی کو ڈھانے والی ہوں

پس سلیمانؑ آں زماں دانست زُود
تو سلیمان علیہ السلام اس وقت جلد سمجھ گئے
کہ اجل آمد سفر خواہد نمود
کہ موت (قریب) آ گئی، وہ سفر آخرت کریں گے

گفت تا من ہستم ایں مسجد یقیں
انہوں نے (دل میں) کہا جب تک میں (زندہ) ہوں یہ مسجد یقیناً
در خلل ناید ز آفاتِ زمیں
زمین کی آفتوں سے خلل میں نہ آئے گی

تا کہ من باشم وجودِ من بود
جب تک میں ہوں (اور) میرا وجود ہے
مسجدِ اقصیٰ مخلل[3] کے شود
مسجد اقصیٰ کب تباہ ہو سکتی ہے؟

پس خرابیِ مسجدِ ما بے گماں
تو یقیناً ہماری مسجد کی تباہی
نبود اِلّا بعدِ مرگِ ما بداں
ہمارے مرنے کے بعد ہی ہو گی، سمجھ لے

مسجدست آں دل کہ جسمش ساجدست
وہ دل مسجد ہے، جس کا جسم نمازی ہے
یارِ بد خروب ہر جا مسجدست
جس جگہ مسجد ہے، برا دوست خروب ہے

---

1. مسجد۔ یعنی مسجد اقصیٰ۔ خوشہ۔ یعنی اس کے اوپر خوشہ کی طرح کچھ دانے تھے۔ دید۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ نئی بوٹی دیکھی جو بہت ہی سرسبز وشاداب تھی۔ کرد۔ یعنی بوٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلام کیا۔ بشگفت۔ یعنی اس بوٹی کی خوشنمائی سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طبیعت شگفتہ ہوئی۔ من رستم۔ اس بوٹی نے کہا جہاں میں اگی ہوں وہ جگہ ویران ہو جاتی ہے۔ خروب۔ چونکہ میرا نام ہی خراب کنندہ ہے لہٰذا میں مکان کی بربادی کی علامت ہوں۔
2. آب وگل۔ یعنی مکان۔ پس سلیماں۔ مسجد کی تباہی سے حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے کہ ان کی وفات کا وقت آ گیا ہے کیونکہ ان کی زندگی میں اس مسجد کی بربادی نہ ہو سکتی تھی۔
3. مخلل۔ خلل یافتہ۔ پس خرابی۔ مسجد کی بربادی تو میرے مرنے کے بعد ہو سکے گی۔ مسجدست۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع فرمایا ہے کہ جس دل کا جسم نمازی ہو وہ دل مسجد ہے اور بری صحبت اس کے لیے خروب بوٹی ہے۔

Marfat.com

یارِ بد¹ چوں رُست در تو مہرِ او ہیں ازو بگریز و کم کن گفتگو
تیرے اندر جب بُرے دوست کی محبت اُگی خبردار! اس سے بھاگ، بات نہ کر
بر کن از بیخش کہ گر سر بر زند مر ترا و مسجدت را بر کند
اس کو جڑ سے اکھاڑ دے اس لیے کہ اگر ابھرے گی تجھے اور تیری مسجد کو اکھاڑ دے گی
عاشقا خروب تو آمد کژی ہمچو طفلاں سوی کژ چوں می غوی
اے عاشق! کجی تیری خروب ہے تو کجی کی طرف گھٹنوں کے بل بچوں کی طرح کیوں جا رہا ہے؟
خویش را نادان و مجرم گو بترس تانہ دُزدد از تو آں استادِ درس
اپنے آپ کو نادان اور مجرم کہہ، ڈر تاکہ درس کا استاد تجھ سے (آنکھ) نہ چرائے
چوں بگوئی² جاہلم تعلیم دِہ اینچنیں انصاف از ناموس بہ
جب تو کہے گا میں جاہل ہوں، سکھا دے ایسا انصاف، بڑائی سے بہتر ہے
از پدر آموز اے روشن جبیں رَبَّنَا گفت و ظَلَمْنَا پیش ازیں
اے روشن جبین! باپ سے سیکھ لے اس نے اس سے پہلے ربنا اور ظلمنا کہا ہے
نے بہانہ کرد و نے تزویر ساخت نے لواءِ مکر و حیلت بر فراخت
نہ بہانہ کیا، نہ مکر کیا نہ مکر اور حیلہ کا جھنڈا بلند کیا
باز آں ابلیس بحث آغاز کرد کہ بُدم من سُرخرو کردیم زرد
پھر اس شیطان نے بحث شروع کر دی کہ میں سرخرو تھا تو نے مجھے شرمندہ کیا
رنگ³ رنگِ تست صبّاغم توئی اصل جرم و آفت و داغم توئی
رنگ تیرا ہی رنگ ہے، تو ہی مجھے رنگنے والا ہے میرے جرم اور آفت اور داغ کی جڑ تو ہے
ہیں بخواں رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ تانگردی جبری و کژکم تنی
خبردار! "رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ" کو پڑھ لے تاکہ تو جبری نہ بنے اور ٹیڑھا نہ چلے
بر درختِ جبر تا کے بر جہی اختیارِ خویش را یک سو نہی
جبر کے درخت پر کب تک کودتا پھرے گا؟ اپنے اختیار کو ایک طرف رکھے گا
ہمچو آں ابلیس و ذُرّیاتِ او با خدا در جنگ و اندر گفتگو
شیطان اور اس کی اولاد کی طرح اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ لڑائی اور گفتگو میں ہے

یار بد۔ جب برے دوست کی محبت دل میں اگے گی تو مسجد دل برباد ہو جائے گی اور تو تباہ ہو جائے گا۔ عاشقا۔ سالک کے دل کی خروب اس کے دل کی کجی ہے جو اس کو مرشد سے دور کر دیتی ہے۔ غوی۔ غو یدن گھٹنوں کے بل چلنا۔ خویش را۔ شیخ کے سامنے اپنے آپ کو نادان اور مجرم سمجھ تاکہ وہ تعلیم دینے میں دریغ نہ کرے۔

چوں بگوئی۔ جب تو اپنے جہل اور خطا کا اقرار کرے گا تو شیخ تجھے تعلیم دے گا۔ انصاف۔ یہ جہالت کے اقرار کی ذلت جو واقعی ہے جہالت کے فخر سے بہت بہتر ہے۔ از پدر۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فوراً اعتراف کر لیا تھا شیطان کی طرح عذر اور بہانے نہ بنائے تھے۔ لواء۔ جھنڈا۔ باز۔ شیطان نے اپنی خطا کے سلسلہ میں خدا سے بحث شروع کر دی اور طرح طرح کے عذر تراشے۔ کردیم۔ کردی ام۔

رنگ۔ یہ بدبختی کا رنگ تیرا چڑھایا ہوا ہے۔ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ۔ "اے خدا تو نے کس وجہ سے مجھے گمراہ کیا" یہ شیطان نے کہا تھا۔ جبری۔ یعنی شیطان نے اپنے آپ کو مجبور محض بنا کر پیش کیا تھا۔ بر درخت۔ گناہ پر اپنے جبر کو بہانہ بناتا ہے اور اپنے اختیار سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ ہمچو۔ شیطان نے بجائے عذر کے اللہ تعالیٰ سے بحث و مباحثہ شروع کر دیا۔

چوں بود[1] اکراہ با چندیں خوشی
اتنی خوشی کے ساتھ جبر کیسے ہو سکتا ہے؟
کہ تو در عصیاں ہمی دامن کشی
کہ تو گناہوں میں دامن گھسیٹتا ہے

آنچناں خوش کش دَوَد در مکر ہی
جبر کی حالت میں اس طرح خوشی سے کون دوڑتا ہے
کس چناں رقصاں رود در گمرہی
کون ہے جو اس طرح گمراہی میں ناچتا ہوا جائے؟

بیست مُردہ جنگ می کردی دَراں
تو نے اس معاملہ میں بیس انسانوں کی طرح جنگ کی
کت ہمی دادند پند آں دیگراں
وہ دوسرے جبکہ تجھے نصیحت کرتے تھے

کہ صواب اینست و راہ اینست و بس
کہ صحیح یہی ہے اور بس راستہ یہی ہے
کہ زند طعنہ مرا جز ہیچ کس
مجھے نالائق کے سوا کون طعنہ دے سکتا ہے؟

کے چنیں گوید کسے کو مکرہ ست
جو مجبور ہے وہ کب اس طرح کہتا ہے؟
چوں چنیں جنگد کسے کو بے رہ ست
ایسی لڑائی کب لڑ سکتا ہے وہ جو کہ (جبرا) بے راہ ہے

ہر چہ نفست[2] خواست داری اختیار
جس چیز کو تیرا جی چاہے تو اس میں اختیار رکھتا ہے
ہر چہ عقلت خواست آری اضطرار
جو تیری عقل چاہتی ہے اس پر مجبور کو پیش کرتا ہے

داند آں کو نیک بخت و محرم ست
جو نیک بخت اور دانائے راز ہے وہ مانتا ہے
زیرکی ز ابلیس و عشق از آدمؑ ست
چالاکی شیطان کا اور عشق (حضرت) آدم علیہ السلام کا کام ہے

زیرکی آمد سباحت در بحار
چالاکی، سمندروں میں تیرنا ہے
کم رہد غرق ست او پایانِ کار
وہ نجات نہیں پاتا آخرکار ڈوبتا ہے

ہِل سباحت[3] را رہا کن کبر و کیں
تیرنا چھوڑ، تکبر اور کینہ ترک کر دے
نیست جیحوں نیست جو دریاست ایں
جیحوں نہیں ہے، نہر نہیں ہے، یہ سمندر ہے

وانگہاں دریائے ژرفِ بے پناہ
اور پھر گہرا اور بے پناہ سمندر
دَر رُباید ہفت دریا را چو کاہ
جو ساتوں سمندروں کو تنکے کی طرح بہالے جائے

عشق چوں کشتی بود بہر خواص
خاصانِ (خدا) کے لیے عشق بمنزلہ کشتی کے ہے
کم بود آفت بود اغلب خلاص
(جس میں) آفت کم ہوتی ہے عموماً نجات ہوتی ہے

زیرکی بفروش و حیرانی بخر
چالاکی فروخت کر دے اور حیرانی خرید لے
زیرکی ظن ست و حیرانی نظر
چالاکی، گمان ہے اور حیرانی مشاہدہ ہے

---

1. چوں بود۔ انسان گناہ خوشی خوشی کرتا ہے تو اس خوشی کے ہوتے ہوئے جبر کا عذر غلط ہے۔ آنچناں۔ گناہوں کی طرف رقص کرتے ہوئے جانے کے ساتھ جبر اور اکراہ کہاں جمع ہو سکتا ہے۔ بیست مردہ۔ نصیحت کرنے والوں کے ساتھ تو بیس انسانوں کی سی لڑائی لڑتا ہے تو گناہوں میں تو مجبور کیسے ہے؟ کہ صواب۔ تو نصیحت کرنے والوں سے کہتا ہے کہ جو راستہ میں نے اختیار کیا ہے وہی صحیح ہے اور مجھے کوئی حقیر ہی طعنہ دے سکتا ہے تو مجبور ایسی باتیں کب کرتا ہے اور ایسی لڑائی کب لڑتا ہے۔

2. ہر چہ نفست۔ غرضکہ نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں تو بااختیار بنتا ہے ہاں تقاضائے عقل نیک کام کرنے میں اپنی مجبوری ظاہر کرتا ہے۔ داند۔ نیک بخت خوب سمجھتا ہے کہ گناہ کر کے چالاکی سے اس کے عذر پیش کرنا شیطانی کام ہے اور عشق و محبت جس کا تقاضا اطاعت ہے یہ حضرت آدم علیہ السلام کا کام ہے۔ زیرکی۔ اس طرح کی چالاکی سمندر کو تیر کر پار کرنا ہے جس کا انجام ہلاکت ہے۔

3. ہِل سباحت۔ اللہ کے معاملہ میں چالاکی سے کامیابی ناممکن ہے۔ کبر و کیں۔ اس معاملہ میں شیطان نے کبر و کینہ اختیار کیا۔ جیحوں۔ بلخ کے قریب ایک دریا کا نام ہے۔ عشق۔ اس ناپیدا کنار دریا کو عبور کرنے کے لیے عشق بمنزلہ کشتی ہے۔ زیرکی۔ انسان کو چالاکی چھوڑ کر عشق کی حیرانی اختیار کرنی چاہیے تب مشاہدہ حاصل ہوگا۔

Marfat.com

عقل قرباں کن[1] بہ پیشِ مصطفیٰؐ
عقل کو (حضرت) مصطفیٰ ﷺ پر قربان کر دے
حسبی اللہ گو کہ اللہ ام کفیٰ
حسبی اللہ کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے

ہمچو کنعاں سر ز کشتی وامکش
کنعان کی طرح کشتی سے سرتابی نہ کر
کہ غرورش داد نفسِ زیرکش
کیونکہ چالاک نفس نے اس کو دھوکا دیا

کہ بر آیم بر سرِ کوہِ مَشید
کہ میں مضبوط پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا
منتِ نوحم چرا باید کشید
میں (حضرت) نوح علیہ السلام کا احسان کیوں اٹھاؤں؟

چوں رہی از منتش اے بے رَشد
اے گمراہ! تو اس کے احسان سے کیسے بچ سکتا ہے؟
کہ خدا ہم منتِ او می کشد
جبکہ خدا بھی اس کی ناز برداری کرتا ہے

چوں[2] نباشد منتش بر جانِ ما
ان کا احسان ہماری جان پر کیوں نہ ہو؟
چونکہ شکر و منتش گوید خدا
جبکہ اللہ (تعالیٰ) ان کا شکریہ اور احسان مانتا ہے

تو چہ دانی اے غرارہ پُر حسد
اے حاسد مغرور! تو کیا جانتا ہے؟
منتِ او را خدا ہم می کشد
اس کا احسان خدا بھی مانتا ہے

کاشکے او آشنا ناموختے
کاش کہ وہ تیرنا نہ سیکھتا
تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
تاکہ نوح علیہ السلام اور کشتی سے تمنا وابستہ کرتا

کاش چوں طفل از حیل جاہل بدے
کاش وہ بچوں کی طرح حیلوں سے جاہل ہوتا
تا چو طفلاں چنگ در مادر زدے
تاکہ بچوں کی طرح ماں کا سہارا پکڑتا

یا بعلمِ[3] نقل کم بودے ملی
یا وہ رسمی علم سے پُر نہ ہوتا
علمِ وحی دل ربودے از ولی
کسی ولی سے دل کی وحی کا علم حاصل کرتا

با چنیں نورے چو پیش آری کتاب
ایسے نور کے ہوتے ہوئے جب تو کتاب سامنے لائے گا
جانِ وحی آسایِ تو آرد عتاب
تیری وحی سے مانوس جان ناراض ہو گی

چوں تیمم باوجودِ آب دان
پانی ہوتے ہوئے تیمم کی طرح سمجھ
علمِ نقلی بادمِ قطبِ زماں
قطب زماں کے قول کے سامنے رسمی علم کو

---

1. عقل قرباں کن۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عقل کو قربان کر دے اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر خدا کے بھروسہ پر چل پڑ۔ ہمچو۔ حضرت نوح علیہ السلام کے نافرمان لڑکے کنعان نے طوفان کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر سوار ہونے سے انکار کر دیا تو عشق کی کشتی سے انکار کنعانی کام ہے۔ کہ بر آیم۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ منقول ہے سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ ''میں عنقریب پہاڑ پر ٹھکانا بنالوں گا جو مجھے بچا دے گا'' اس نے یہ بھی کہا کہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا احسان نہ لوں گا۔ چوں رہی۔ کنعان کو خطاب ہے کہ خدا جس ذات کی مدح و ثنا کرتا ہے تو اس کا احسان لینے سے کیوں گریز کرتا ہے۔

2. چوں۔ جبکہ وہ خدا کے محبوب ہیں تو احسان ہماری جانوں کو برداشت کرنا چاہیے۔ غرارہ۔ دھوکے میں مبتلا۔ کاشکے۔ کاش اس بدبخت کنعان کو تیرنا نہ آتا تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے ذریعہ نجات کا طالب بن جاتا۔ کاش۔ بچے کو چونکہ حیلے اور تدبیریں نہیں آتیں اور ہر مصیبت کے وقت ماں کی پناہ پکڑتا ہے۔

3. یا بعلم۔ وہ کنعان رسمی علوم سے محروم ہوتا تو عقلی تدبیریں چھوڑ کر کسی باخدا سے الہامی علوم سیکھ لیتا۔ با چنیں۔ وہبی علوم کے مقابلہ میں رسمی علوم ہیچ ہیں۔ چوں تیمم۔ وہبی علوم اور رسمی علوم میں وہی نسبت ہے جو تیمم اور وضو میں، وضو پر اگر قدرت ہے تو تیمم بیکار ہے۔

Marfat.com

خویش[1] ابلہ کن تبع میرو سپس
اپنے آپ کو نادان بنالے، تابع بن کر اس کے پیچھے چل
رستگی زیں ابلہی یابی و بس
اس حماقت سے بس نجات پا لے گا

اکثر اہل الجنۃ البلہ اے پدر
اے باوا! جنتی اکثر بھولے ہوں گے
بہرِ ایں گفت ست سلطانِ بشرؐ
سرورِ عالم ﷺ نے اسی لیے فرمایا ہے

زیرکی چوں کبر باد انگیز تست
چالاکی، تکبر کی طرح تجھ میں ہوا بھرنے والی ہے
ابلہی شو تا بماند دیں درست
نادان بن، تاکہ ایمان سلامت رہے

ابلہی نے کو بمسخرگی دو توست
ایسا نادان نہیں جو مسخرہ پن سے وابستہ ہے
ابلہی نے کز شقاوت مال جوست
ایسا نادان نہیں جو بدبختی سے مال کی جستجو میں ہے

ابلہی کو[2] والہ و حیرانِ ہوست
ایسا نادان جو اس کا عاشق اور حیران ہے
باشد اندر گردنِ او طوقِ دوست
اس کی گردن میں دوست کا طوق ہے

ابلہانند آں زنانِ دست بُر
ہاتھ کاٹ لینے والی وہ عورتیں نادان ہیں
از کف ابلہ و ز رُخِ یوسفؑ نُذر
جو ہاتھ سے بےخبر اور (حضرت) یوسف علیہ السلام کے رخ کی خبر دینے والی تھیں

عقل را قرباں کن اندر عشقِ دوست
دوست کے عشق میں عقل کو قربان کر دے
عقلہا بارے ازاں سویست کوست
بہرحال عقلیں بھی اسی جانب کی ہیں جہاں کا وہ ہے

عقلہا آنسو فرستادہ عقول
بڑے عقل مند نے عقلیں اس جانب روانہ کر دیں
ماندہ ایں سو آنکہ گولست و فضول
اس جانب اس نے باقی رکھیں جو احمق اور بیہودہ ہیں

زیں سر[3] از حیرت گر ایں عقلت رود
اگر تیری عقل اس جانب سے حیرت کی وجہ سے جاتی رہے
ہر سرِ مویت سَر و عقلے شود
تیرا ہر بال سر اور عقل بن جائے

نیست آں سو رنجِ فکرے بر دماغ
اس جانب دماغ پر فکر کی تکلیف نہیں ہے
کز دماغ و عقل رُوید دشت و باغ
کیونکہ دماغ اور عقل سے جنگل اور باغ اگتے ہیں

سوئے دشت از دشت نکتہ بشنوی
تو جنگل کی جانب (آنے) کو جنگل سے نکتہ سنے
سوئے باغ آئی شود نخلت روی
باغ کی جانب آئے تو تیرا نخل سیراب ہو جائے

---

1. خویش۔ شیخ اور دل کے سامنے اپنے آپ کو نادان بنالے تب رسمی علوم کی حماقت سے نجات ملے گی۔ گفت۔ حدیث شریف میں ہے اَھْلُ الْجَنَّۃِ بُلْہٌ "جنتی بھولے بھالے ہیں۔" ابلہی شو۔ ابلہ سے مراد وہ شخص ہے جو عشق خداوندی میں غافل اور دنیا سے بےخبر ہو۔ ابلہی۔ نادان سے وہ نادان مراد نہیں ہے جس میں مسخرہ پن ہو نہ وہ مراد ہے جو اپنی نادانی سے دنیا کی دولت جمع کرنے کا شوقین ہو۔
2. ابلہی کو۔ وہ نادان مراد ہے جو عشق خداوندی میں مقام حیرت میں ہو اور خدا کے عشق کا اس کے گلے میں طوق ہو۔ ابلہانند۔ ابلہ سے مراد وہ ہے جو عشق خداوندی میں اس طرح مدہوش ہو جس طرح کہ مصری عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق میں محو ہو گئی تھیں اور انہوں نے اس محویت میں اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور ان کو صرف رخ یوسف علیہ السلام کا ہوش تھا۔ نذر۔ نذیر کی جمع ہے، خبر دہندہ۔ ازاں سو۔ عقلیں، اللہ کا عطیہ ہیں تو اس کی راہ میں ہی صرف ہونی چاہئیں۔ عقلہا۔ جو عقلمند ہیں وہ عقلوں کو اللہ کی ذات و صفات کے سمجھنے میں صرف کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ دنیا کے کاموں میں عقل کا استعمال کرتے ہیں۔
3. زیں سر۔ اگر محویت کی بنا پر عقل نہ رہے تو پھر انسان کا ہر ہر رونگٹا عقل اور سر بن جاتا ہے۔ نیست۔ دنیاوی امور میں عقل سوزی ہے آخرت کے معاملہ میں غور کرنے سے عقل باغ و بہار بنتی ہے۔ سوئے دشت۔ جب عقل کی پیداوار کے باغ و جنگل کی طرف رخ کرو گے تو اس جنگل سے دین کے نکتے سنو گے اور تمہاری عقل تر و تازہ ہو گی۔

Marfat.com

اندریں[1] رہ ترک کن طاق و طرب
اس راستہ میں شان و شوکت کو چھوڑ دے
تا قلاووزت نجنبد تو مجنب
جب تک تیرا راہنما حرکت نہ کرے، حرکت نہ کر

ہر کہ او بے سر بجنبد دُم بود
جو بے سر کے حرکت کرے وہ دم ہے
جنبشش چوں جنبشِ کژدُم بود
اس کی حرکت بچھو کی سی حرکت ہوتی ہے

کژ روست و کور وزشت و زہر ناک
ٹیڑھا چلنے والا ہے اور اندھا اور برا اور زہریلا ہے
پیشۂ او خستنِ اجسامِ پاک
اس کا پیشہ پاک جسموں کو خستہ کرنا ہے

سر بکوب آنرا کہ سرّش ایں بود
جس کی یہ طبیعت ہو اس کا سر کچل دے
خلق و خوئے مستمرّش ایں بود
جس کی عادت اور اخلاق ہمیشہ یہ ہوں

خود صلاحِ اوست ایں سر کوفتن
یہ سر کچلنا اس کی بھلائی ہے
تا رہد جاں ریزہ اش زیں شوم تن
تاکہ اس کی حقیر جان، منحوس جسم سے چھٹکارا پا لے

واستاں از دستِ دیوانہ سلاح
دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لے
تازِ تو راضی شود عدل و صلاح
تاکہ تجھ سے انصاف اور نیکی خوش ہو

چوں سلاحش ہست و عقلش نے بہ بند
جبکہ اس کے پاس ہتھیار ہے اور عقل نہیں ہے باندھ دے
دستِ او را ورنہ آرد صد گزند
اس کا ہاتھ ورنہ وہ سو نقصان پہنچائے گا

بیانِ[2] آنکہ حصولِ علم و مال و جاہ مربد گہر را فضیحتِ اوست و

اس کا بیان کہ علم اور مال اور مرتبہ کا بد اصل کو حاصل ہو جانا اس کی رسوائی ہے

چوں شمشیرست فتادہ بدستِ راہزناں
اور اس تلوار کی طرح ہے جو ڈاکوؤں کے ہاتھ میں آ گئی ہو

بد گہر را علم و فن آموختن
بد اصل کو علم و فن سکھانا
دادنِ تیغے بدستِ راہزن
ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے

تیغ دادن در کفِ زنگیِ مست
مست حبشی کے ہاتھ میں تلوار دے دینا
بہ کہ آید علم نا کس را بدست
اس سے بہتر ہے کہ علم نا اہل کے ہاتھ آ جائے

علم و مال[3] و منصب و جاہ و قِراں
علم اور مال اور عہدہ اور رتبہ اور (ان سے) وابستگی
فتنہ آمد در کفِ بد گوہراں
بد اصلوں کے ہاتھ میں فتنہ ثابت ہوئی ہے

پس غزا زیں فرض شد بر مومناں
مومنوں پر جہاد اسی لیے فرض ہوا ہے
تا ستانند از کفِ مجنوں سناں
تاکہ وہ پاگل کے ہاتھ سے بھالا چھین لیں

---

[1] اندریں۔ اس راہِ عشق میں اپنی شان و شوکت کو ترک کر کے شیخ کے تابع بن جاؤ۔ سر۔ یعنی شیخ۔ کژدم۔ بچھو کا ڈنک دم میں ہوتا ہے۔ کژرو۔ جو شیخ کا اتباع نہ کرے گا اس میں عیب ہی عیب ہوں گے اور وہ پاک روحوں کو زخمی کرے گا۔ سرکوب۔ ایسے شخص کی زندگی سے موت بہتر ہے تاکہ روح کو اس ناپاک جسم سے نجات ملے۔ واستاں۔ دیوانہ سے ہتھیار چھین لینا عدل اور نیکی ہے۔ چوں۔ اگر دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار رہے گی تو بہت نقصان پہنچاوے گا۔

[2] بیان۔ نا اہل کے ہاتھ میں علم اور مال اور مرتبہ ایسا ہی تباہ کن ہے جس طرح ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار۔ بد گہر۔ بد باطن۔ زنگی۔ حبشی عموماً کم عقل ہوتے ہیں پھر جب وہ نشہ میں ہو تو کوئی عقل کی بات نہ کرے گا۔

[3] علم و مال۔ بد اصل انسان ہر چیز کا غلط استعمال کرے گا۔ قران۔ قران السعدین، خوش نصیبی۔ پس۔ جہاد کی مشروعیت اسی لیے ہوئی ہے کہ ان دنیا کے دیوانوں کی طاقت ختم کر دی جائے تاکہ یہ لوگوں کو تباہ و گمراہ نہ کر سکیں۔ سناں۔ بھالا۔

Marfat.com

جانِ[1] او مجنوں تنش شمشیرِ او
اس کی جان پاگل ہے اس کا جسم اس کی تلوار ہے

واستاں شمشیر را زیں زشت خو
اس بد عادت سے تلوار چھین لے

آنچہ منصب می کند با جاہلاں
جاہلوں کے ساتھ عہدہ جو کچھ کرتا ہے

از فضیحت کے کند صد ارسلاں
رسوائی میں سو شیر نہیں کرتے ہیں

عیبِ او مخفی ست چوں آلت بیافت
اس کا عیب پوشیدہ ہے جب اس نے ذریعہ حاصل کرلیا

مارش از سوراخ بر صحرا شتافت
اس کا سانپ سوراخ سے جنگل میں دوڑ پڑا

جملہ صحرا مار و کژدم پُر شود
تمام جنگل سانپ اور بچھو سے بھر جاتا ہے

چونکہ جاہل شاہِ حکمِ مُر شود
جب جاہل، کڑوے حکم کا شاہ بن جاتا ہے

مال و منصب[2] ناکسے کارد بدست
نا اہل جو مال اور عہدہ حاصل کرتا ہے

طالبِ رسوائیِ خویش او شدست
وہ اپنی رسوائی کا طالب بنتا ہے

یا کند بخل و عطاہا کم دہد
یا وہ بخل کرے گا اور عطیات نہ دے گا

یا سخا آرد بنا موضع نہد
یا سخاوت کرے گا تو بے موقع کرے گا

شاہ را در خانۂ بیذق نہد
شاہ کو بیدل کے خانہ میں رکھ دے گا

اینچنیں باشد عطا کاحمق دہد
احمق جو عطا دیتا ہے وہ ایسی ہوتی ہے

حکم چوں در دست گمراہے فتاد
جب حکومت کسی گمراہ کے ہاتھ میں آ گئی

جاہ[3] می پنداشت در چاہے فتاد
اس نے اس کو رتبہ سمجھا اور وہ کنوئیں میں گرا

رہ نمیداند قلاووزی کند
راستہ نہیں جانتا، رہنمائی کرتا ہے

جانِ زشتِ او جہاں سوزی کند
اس کی بری جان دنیا کو پھونکتی ہے

طفلِ راہِ فقر چوں پیری گرفت
راہِ فقر کے بچہ نے جب پیری اختیار کر لی

پیرواں را غولِ اُدبیری گرفت
پیروکاروں کو نحوست کے بھوت نے پکڑ لیا

کہ بیا تا ماہ بنمایم ترا
کہ آ تاکہ تجھے چاند دکھاؤں

ماہ را ہرگز ندید آں بے ضیا
(خود) اس بے نور نے چاند کو بھی نہیں دیکھا ہے

چوں نمائی چوں ندیدستی بعمر
تو کیسے دکھائے گا جبکہ تو نے تمام عمر نہیں دیکھا ہے

عکسِ مہ در آب ہم اے خامِ غمر
اے کچے نادان! پانی میں بھی چاند کا عکس

---

[1] جان۔ جان اور تن کو جدا کرنا گویا ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لینا ہے۔ منصب۔ عہدہ۔ ارسلاں۔ شیر۔ عیب اُو۔ جب تک اس کے پاس ذرائع نہ تھے اس کے عیوب چھپے ہوئے تھے وسائل ہاتھ آ جانا گویا سانپ کا سوراخ سے نکل پڑنا ہے۔ جملہ صحرا۔ جب جاہل اور نادان شاہ بن جائے تو اس کے کارندے سانپ اور بچھو کی طرح لوگوں کو کاٹتے ہیں۔

[2] مال و منصب۔ خود یہ بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ و رسوا کرتا ہے۔ یا کند۔ جاہل بادشاہ یا بخل کرے گا اور کسی کو کچھ نہ دے گا اگر دے گا تو نااہلوں اور غیر مستحقوں کو دے گا۔ شاہ را۔ ذلیلوں کو باعزت بنائے گا اور عزت والوں کو ذلیل کرے گا۔

[3] جاہ۔ وہ اس کو رتبہ اور منصب سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کے لیے کنواں ہے اگر اس مصرع میں می پنداشت کے بجائے پندار ید پڑھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا کہ تم سمجھو کہ مرتبہ کنواں میں گر گیا۔ رہ نمید اند۔ اس کو خود سلیقہ نہیں تو دوسروں کو کیا سلیقہ سکھائے گا۔ طفل۔ جس طرح جاہل بادشاہ کے ہاتھوں ملک تباہ ہوتا ہے اسی طرح جو دور شیخ کے ہاتھوں دین برباد ہوتا ہے، وہ خود راہِ طریقت سے ناواقف ہے تو اس کے مرید برباد ہی ہوں گے۔ کہ بیا۔ وہ دعوے کرتا ہے اور مریدوں سے کہتا ہے کہ آ و تمہیں مشاہدۂ حق کرا دوں حالانکہ اس نے خود بھی مشاہدہ تو درکنار پرچھائیں بھی نہیں دیکھی۔ غمر۔ ناتجربہ کار، نادان۔

احمقاں[1] سرور شدستند و زبیم — عاقلاں سرہا کشیدہ در گلیم

بیوقوف سردار ہوتے ہیں اور خوف سے — عقلمندوں نے گوڑی میں منہ چھپا لیا ہے

بیانِ تفسیر آیۂ شریفہ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ

یا ایہا المزمل آیت شریف کی تفسیر کا بیان

خواند "مزمل" نبی را ایں سبب — کہ بروں آ از گلیم اے بو الہرب

اس سبب سے نبی کو "کملی اوڑھنے والا" کہہ کر پکارا — کہ اے صاحب فرار! کملی سے نکل

سر مکن اندر گلیم و رُو مپوش — کہ جہاں جسمے ست سرگرداں تو ہوش

کملی کے اندر سر نہ کر اور منہ نہ چھپا — کیونکہ دنیا ایک پریشان جسم ہے (اور) تو ہوش ہے

ہیں مشو پنہاں زننگِ مدعی — کہ تو داری شمعِ وحیِ شعشعی

مدعی کی عار سے نہ چھپ — کیونکہ تیرے پاس منور وحی کی شمع ہے

ہیں قم اللیل کہ شمعی اے ہمام — شمع دایم شب بود اندر قیام

اے سردار! تو رات کو کھڑا رہ کیونکہ تو شمع ہے — شمع رات میں ہمیشہ کھڑی رہتی ہے

بے فروغت روزِ روشن ہم شب ست — بے پناہت شیر اسیر ارنب ست

تیری روشنی کے بغیر روشن دن بھی رات ہے — تیری پناہ کے بغیر شیر خرگوش کا قیدی ہے

باش[3] کشتیباں دریں بحرِ صفا — کہ تو نوحِ ثانیی اے مصطفیٰ

اس بحر صفا میں ملاح بن — اے مصطفیٰ! کیونکہ تو دوسرا نوح ہے

رہ شناسے می بباید با لباب — ہر رہے را خاصہ اندر راہِ آب

عقلمند، راہ شناس درکار ہے — ہر راستہ کے لیے خصوصاً پانی کے راستہ کے لیے

خیز و بنگر کاروانِ رہ زدہ — ہر طرف غول ست کشتیباں شدہ

اٹھ! اور لٹے ہوئے قافلہ کو دیکھ — ہر طرف شیطان ملاح بنا ہوا ہے

خضرِ وقتی غوثِ ہر کشتی توئی — ہمچو روح اللہ مکن تنہا روی

تو خضر زمانہ ہے، ہر کشتی کی تو مدد ہے — (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تنہاروی (اختیار) نہ کر

---

1. احمقاں۔ سعدی نے فرمایا ہے ناسزائے را چو بینی بختیار۔ عاقلاں تسلیم کردند اختیار۔ خواند۔ اکثر روایتیں یہ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حرا میں پہلی وحی آئی تو آپ کانپ گئے اور گھبرا کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قریش کی نافرمانی سے رنجیدہ ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے مولانا کا کلام اس دوسری روایت پر مبنی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ نااہلوں کی وجہ سے روپوشی اختیار کر لی تھی اسی لیے آپ کو مزمل، کملی اوڑھنے والا کہا گیا ہے۔ بوالہرب۔ قریش سے علیحدگی کو بھاگنے سے تعبیر کیا ہے اسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بوالہرب یعنی قریش سے فرار اختیار کرنے والا کہا گیا ہے۔

2. روپوش۔ اگر تم روپوشی اختیار کرو گے تو دنیا دیوانگی میں مبتلا رہے گی۔ قم اللیل۔ اسی آیت میں یہ حکم بھی آیا ہے کہ رات کو نماز میں قیام کیا کرو، یہ خطاب اس لیے ہوا کہ آپ شمع ہیں اور شمع کا کام رات کو کھڑا رہنا ہے۔ بے فروغت۔ آپ ہی کے نور ہدایت سے عالم روشن ہوگا ورنہ روح جو شیر ہے وہ نفس سے جو کہ خرگوش ہے مغلوب رہے گی۔

3. باش۔ آپ امت کے لیے بمنزلہ کشتی بان کے ہیں۔ رہ شناسے۔ راہنمائی وہ کر سکتا ہے جو صاحب عقل ہو خصوصاً دریائی راستہ کی۔ خیز۔ آپ اٹھیے ہر طرف شیطانی دور دورہ ہے۔ خضرِ وقتی۔ یعنی اس وقت علوم لدنیہ کا فیضان پہنچانے والے صرف آپ ہیں۔ روح اللہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم سے روپوش ہو کر آسمانوں پر پہنچ گئے۔

Marfat.com

پیشِ ایں جمعے[1] چو شمعِ آسماں ۔ انقطاع و خلوت آری را بماں
اس مجمع کے آگے تو آسمانی شمع کی طرح ہے ۔ انقطاع اور خلوت نشینی کو ترک کر

وقتِ خلوت نیست اندر جمع آئی ۔ اے ہدیٰ چوں کوہِ قاف و تو ہمای
خلوت کا وقت نہیں ہے، مجمع میں آ ۔ اے وہ ذات! کہ ہدایت کوہِ قاف ہے اور تو ہما ہے

بدر بر صدرِ فلک شد شب رواں ۔ سیر را نگذارد از بانگِ سگاں
چودھویں کا چاند آسمان کے سینہ پر رات کو چلتا ہے ۔ کتوں کے بھونکنے سے چلنا نہیں چھوڑتا ہے

طاعناں ہمچوں سگاں بر بدرِ تو ۔ بانگ می دارند سوئے صدرِ تو
تیرے بدر پر طعنہ زنی کرنے والے کتوں کی طرح ہیں ۔ جو تیرے رتبہ پر بھونکتے ہیں

ایں سگاں کرّند ز امرِ اَنصِتُوا[2] ۔ از سفہ وَعوَع کناں بر بدرِ تو
یہ کتے ''خاموش رہو'' کے حکم سے بہرے ہیں ۔ تیرے بدر پر بیوقوفی سے بھوں بھوں کرتے ہیں

ہیں بمگذار اے شفا رنجور را ۔ تو ز خشمِ کر عصای کور را
خبردار، اے شفا! بیمار کو نہ چھوڑ ۔ بہرے پر غصہ سے اندھے کی لاٹھی (نہ چھوڑ)

نے تو گفتی قائدِ اعمیٰ براہ ۔ صد ثواب و اجر یابد از اِلٰہ
کیا تو نے خود نہیں کہا ہے اندھے کو راستہ پر لے جانے والا؟ ۔ اللہ کی جانب سے سو ثواب اور اجر پاتا ہے

ہر کہ او چل گام کورے را کشد ۔ گشت آمرزیدہ و یابد رَشد
جو اندھے کو چالیس قدم لے جائے ۔ وہ بخشا جاتا ہے اور ہدایت پاتا ہے

پس[3] بکش تو زیں جہانِ بے قرار ۔ جوقِ کوراں را قطار اندر قطار
پس تو اس زوال پذیر دنیا سے لے جا ۔ اندھوں کے مجمع کو قطار در قطار

کارِ ہادی ایں بود تو ہادئی ۔ ماتمِ آخر زماں را شادیٔ
ہدایت دینے والے کا یہی کام ہے تو ہدایت دینے والا ہے ۔ تو آخری زمانے کے سوگ کے لیے خوشی ہے

ہیں رواں کن اے امام المتقیں ۔ ایں خیال اندیشگاں را تا یقیں
ہاں اے متقیوں کے امام! پہنچا دے ۔ ان شک کرنے والوں کو ''یقین'' تک

---

[1] پیشِ ایں جمعے۔ مخلوقِ خدا کے لیے آپ آفتابِ ہدایت ہیں آپ کے لیے خلوت اور لوگوں سے جدائی مناسب نہیں ہے۔ آپ ہدایت کے کوہِ قاف کے عنقا ہیں۔ بدر۔ چاند آسمان پر اپنی سیر جاری رکھتا ہے اور کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار نہیں چھوڑتا ہے۔ طاعناں۔ آپ کے مخالف کتے ہیں ان کے بھونکنے سے آپ اپنا طرزِ عمل نہ بدلیں۔

[2] اَنصِتُوا۔ تم خاموش رہو، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خاموشی سے سننے کا حکم ہے لیکن یہ کتے اس حکم سے بے بہرہ ہیں اور برابر بھونک رہے ہیں۔ بمگذار۔ عالم بیمار ہے آپ اس کی شفا ہیں مخلوق اندھی ہے آپ اس کے راہنما ہیں مخالفوں کی وجہ سے اس کو نہ چھوڑیے۔ نے تو گفتی۔ حدیث شریف ہے مَنْ قَادَ مَکْفُوْفًا اَرْبَعِیْنَ خُطْوَۃً غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ ''جس نے اندھے کی چالیس قدم تک راہنمائی کی اس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے۔''

[3] پس۔ آپ اس اندھی مخلوق کی قیادت کیجیے ان کو قطار در قطار کھینچ کر لے جائیے۔ ماتم۔ آپ نبی آخر الزماں ہیں ان کے سوگ کو خوشی میں تبدیل کر دیجیے۔ ایں خیال۔ یعنی جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں ان کو اس سے نکال کر یقین کی منزل میں پہنچا دیجیے۔

Marfat.com

ہر کہ[1] در مکر تو دارد دل گرو
جو تیرے مکر میں دل لگائے ہوئے ہے
گردنش را من زنم تو شاد رو
میں اس کی گردن مار دوں گا، تو خوشی سے چل

بر سرِ کورِیش کوریہا نہم
میں اس کے اندھے پن پر بہت سا اندھا پن رکھ دوں گا
او شکر پندارد و زہرش دہم
وہ شکر سمجھے گا، میں اس کو زہر دوں گا

عقلہا از نورِ من افروختند
(انہوں نے) عقلیں میرے نور سے روشن کی ہیں
مکرہا از مکرِ من آموختند
انہوں نے مکر، میرے مکر سے سیکھے ہیں

چیست خود الاچقِ آں ترکماں
اس صحرا نشین کی جھونپڑی خود کیا ہے؟
پیش پائے نرّہ پیلانِ جہاں
دنیا کے نر ہاتھیوں کے پاؤں کے آگے

آں چراغِ او بہ پیشِ صرصرم[2]
میری آندھی کے سامنے اس کا چراغ
خود چہ باشد اے مہیں پیغمبرم
اے میرے بزرگ پیغمبر! خود کیا ہے؟

خیز در دم تو بصورِ سہمناک
اٹھ! خوفناک صور میں پھونک مار دے
تا ہزاراں مُردہ بر رُوید ز خاک
تاکہ ہزاروں مردے مٹی سے نکل پڑیں

چوں تو اسرافیلِ وقتی راست خیز
چونکہ تو وقت کا اسرافیل ہے، اٹھ کھڑا ہو
رستخیزی ساز پیش از رستخیز
قیامت سے پہلے، قیامت برپا کر دے

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم
جو یہ کہے کہ قیامت کہاں ہے، اے محبوب!
خویش بنما کہ قیامت نک منم
اپنے آپ کو دکھا دے، کہ یہ قیامت میں ہوں

در نگر اے سائلِ محنت زدہ
اے مصیبت اٹھانے والے سائل! دیکھ لے
زیں قیامت[3] صد جہاں قایم شدہ
اس قیامت سے سیکڑوں جہان برپا ہو گئے

ور نباشد اہلِ ایں ذکر و قنوت
اور اگر وہ اس ذکر اور قبولیت کا اہل نہ ہو
پس جواب الاحمق اے سلطاں سکوت
تو اے سلطان! احمق کا جواب خاموشی ہے

ز آسمانِ حق سکوت آمد جواب
اللہ کے آسمان سے خاموشی جواب ہوتی ہے
چوں بود جاناں دعا نا مستجاب
اے جان! جب دعا نا منظور ہوتی ہے

---

1. ہر کہ۔ جو لوگ تمہارے خلاف مکر اور تدبیر کر رہے ہیں ان کو میں ہلاک کر دوں گا۔ کورِیش۔ جو اندھے ہیں ان کو اور اندھا بنا دوں گا اور ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ زہر کو شکر سمجھ کر کھا جائیں۔ عقلہا۔ ان مخالفوں کی عقلیں اور تدبیریں میری عقل اور تدبیر سے بڑھی ہوئی نہیں ہیں۔ الاچق۔ کمبل کا خیمہ۔ ترکماں۔ صحرائی رہزن قوم تھی۔ پیش۔ یعنی ان کا وجود میرے مقابلہ میں ایسے ہی ہے جیسے نر ہاتھیوں کے مقابلہ میں کمبل کا جھونپڑا۔

2. صرصر۔ آندھی۔ مہیں۔ بزرگ۔ صور۔ قیامت میں جب اسرافیل صور پھونکیں گے مردے اٹھ کھڑے ہوں گے تم یہاں اپنا صور پھونکو اور اعلانِ نبوت کرو مردہ دل حیاتِ ابدی حاصل کر لیں گے۔ رستخیز۔ قیامت۔ منم۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اور قیامت ملے جلے بھیجے گئے ہیں یعنی جس طرح قیامت حق و باطل کی تفریق کرتا ہے میں بھی حق و باطل کی تفریق کرتی ہوں۔

3. زیں قیامت۔ جس طرح قیامت میں مردے زندہ ہوں گے اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے مردہ دلوں کو زندگی حاصل ہوئی۔ ورنباشد۔ اگر ان معارف کے سننے کی اہلیت نہیں ہے تو پھر ان کے بیان سے خاموشی بہتر ہے۔ جواب الاحمق۔ جواب جاہلاں باشد خموشی۔ ز آسماں۔ اگر کوئی نادانی سے دعا کرتا ہے اور اس کی دعا نا قابل قبول ہوتی ہے تو سکوت اختیار کر لیا جاتا ہے۔

Marfat.com

اے دریغا[1] وقتِ خرمن گاہ شد — لیک روز از بختِ ما بیگاہ شد

ہائے افسوس! کھلیان کا وقت آ گیا — لیکن ہماری قسمت سے دن بے وقت ہو گیا

وقت تنگ ست و فضایِ ایں کلام — تنگ می آید برو عمرِ دوام

وقت تنگ ہے اور اس بات کی ادائگی کے لیے — ابدی زندگی کم ہے

نیزہ بازی اندریں گوہایِ تنگ — نیزہ بازاں را ہمی آرد بہ تنگ

ان تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی — نیزہ بازوں کو شرمندہ کرتی ہے

وقتِ تنگ و خاطر و فہمِ عوام — تنگ تر صد رہ ز وقت ست اے غلام

وقت تنگ ہے اور عوام کا مزاج اور سمجھ — اے لڑکے! وقت سے سو گنا تنگ ہے

چوں جوابِ[2] احمق آمد خامشی — ایں درازی در سخن چوں میکشی

جبکہ احمق کا جواب خاموشی ہے — بات میں تو یہ طول کیوں دے رہا ہے؟

از کمالِ رحمت و موجِ کرم — میدہد ہر شورہ را باران و نم

رحمت کے کمال اور کرم کی موج سے — ہر شور زمین کو بارش اور نمی پہنچاتا ہے

در بیانِ آنکہ ترک الجواب جواب مقرر ایں سخن کہ جواب الاحمق سکوت و شرحِ ایں ہر دو سخن دریں قصہ است کہ گفتہ می آید

اس کا بیان کہ جواب نہ دینا جواب ہے، اس بات کی تائید کرتا ہے کہ احمق کا جواب خاموشی ہے اور ان دونوں قولوں کی شرح اس قصہ میں ہے جو بیان کیا جا رہا ہے

بادشاہے[3] بود او را بندۂ — مُردہ عقلے بود و شہوت زندۂ

ایک بادشاہ کا ایک غلام تھا — جس کی عقل مردہ اور شہوت زندہ تھی

خردہائے خدمتش نگذاشتے — بدسگالیدے نکو پنداشتے

اس کی چھوٹی خدمت (بھی) نہ کرتا — بد خواہی کرتا (اس کو) اچھا سمجھتا

گفت شاہنشہ جزاوش کم کنید — ور بجنگد نامش از خط بَر زنید

بادشاہ نے کہا اس کی تنخواہ کم کر دو — اگر لڑے تو اس کا نام فہرست سے کاٹ دو

عقلِ او کم بود حرصِ او فزوں — چوں جزاکم دید شد تند و حروں

اس کی عقل کم اور لالچ بڑھا ہوا تھا — جب تنخواہ کم دیکھی بد مزاج اور سرکش بن گیا

---

1. اے دریغا۔ مقام کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ کے کارناموں کی تفصیل بیان کی جائے کہ کملی سے اٹھ کر آپ ﷺ نے کیا کیا لیکن وقت میں گنجائش نہیں ہے آپ ﷺ کے ان کارناموں کی تفصیل کرنے کے لیے تو عمر جاوداں بھی ناکافی ہے۔ نیزہ بازی۔ بہترین نیزہ باز سے بھی اگر کہا جائے کہ وہ گڑھے میں گھس کر نیزہ بازی کرے تو وہ بھی ذلیل ہو جائے گا اور صحیح بازی نہ کر سکے گا کیونکہ اس کام کے لیے وسیع میدان درکار ہے تو معارف کا بیان تنگ وقت میں، اور وہ بھی عوام کے سامنے، اس کی بھی یہی صورت ہے۔

2. چوں جواب۔ پہلے کہا تھا کہ احمقوں کا جواب خاموشی ہے تو اعتراض ہوا کہ پھر ان معارف کے بیان میں اس قدر طویل تقریریں کیوں ہو رہی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے مجبور ہوں کیونکہ اس کی رحمت عالم اس کی موج کرم اچھی زمین اور شور زمین سب کو پہنچتی ہے۔ بادشاہے۔ بادشاہ کا یہ غلام بیوقوف اور شہوت پرست تھا۔ خردہائے۔ آقا کی معمولی خدمت بھی انجام نہ دیتا تھا اور آقا کا بدخواہ تھا اور اسی کو اچھا سمجھتا تھا۔ جزا۔ تنخواہ۔ خط۔ یعنی ملازمین کا رجسٹر۔ حروں۔ سرکش۔

عقل[1] بودے گردِ خود کردے طواف ❊ تا بدیدے جرمِ خود گشتے معاف

اگر عقل ہوتی اپنے گرد چکر کاٹتا ❊ تاکہ اپنا قصور دیکھ لیتا (اور) وہ معاف ہو جاتا

چوں خرے پا بستہ تندد از خری ❊ ہر دو پایش بستہ گردد بر سری

ایک پاؤں بندھا ہوا گدھا جب شرارت کرتا ہے ❊ تو پھر اس کے دونوں پاؤں مزید باندھ دیے جاتے ہیں

پس بگوید خر کہ یک بندم بس ست ❊ خود بداں کاں دو ز فعلِ آں خس ست

پھر گدھا کہتا ہے کہ میرے ایک بندھی کافی ہے ❊ تو سمجھ لے کہ وہ دو (بند) اسی کمینہ کے کام کی وجہ سے ہیں

گر بدیدے سِرّ بند[2] آں چشم کور ❊ بند بر دستش نہ بستندے بزور

اگر وہ اندھا بند کا راز دیکھ لیتا ❊ تو جبراً اس کے ہاتھ نہ باندھتے

ور زِ جرمِ بندِ پا آگہ بدے ❊ خود ز بندِ دست و پا ایمن شدے

اگر وہ پاؤں کے بند کے جرم سے آگاہ ہوتا ❊ تو ہاتھ اور پاؤں کے بند سے محفوظ ہو جاتا

ورنہ تندیدے ز بند آں بو الفضول ❊ او نہ خر بودے شدے شیرِ فحول

اگر وہ بیہودہ، بند کی وجہ سے شرارت نہ دکھاتا ❊ (تو) وہ گدھا نہ ہوتا، نر شیر ہوتا

در تفسیر ایں حدیث[3] نبوی ﷺ کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْمَلٰٓائِکَۃَ

اس حدیث نبوی ﷺ کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے پیدا فرمائے

وَ رَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَ خَلَقَ الْبَھَآئِمَ وَ رَکَّبَ فِیْھَا الشَّھْوَۃَ وَ خَلَقَ

اور ان میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا فرمایا اور ان میں شہوت رکھی اور

بَنِیْٓ اٰدَمَ وَ رَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَ الشَّھْوَۃَ فَمَنْ غَلَبَ عَقْلُہٗ

بنی آدم کو پیدا فرمایا اور ان میں عقل اور شہوت (دونوں) رکھی تو جس کی عقل

عَلٰی شَھْوَتِہٖ فَھُوَ اَعْلٰی مِنَ الْمَلٰٓائِکَۃِ وَ مَنْ غَلَبَتْ شَھْوَتُہٗ عَلٰی

شہوت پر غالب آ گئی وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس کی شہوت، عقل پر

عَقْلِہٖ فَھُوَ اَدْنٰی مِنَ الْبَھَآئِمِ ط صَدَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

غالب آ گئی وہ چوپایوں سے کمتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

در حدیث آمد کہ یزدانِ مجید ❊ خلقِ عالم را سہ گونہ آفرید

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ بزرگ نے ❊ عالم کی مخلوق تین قسم کی پیدا فرمائی ہے

یک گُرہ را جملہ علم و عقل و جود ❊ آں فرشتہ است و نداند جز سجود

ایک گروہ میں علم اور عقل اور سخاوت مکمل ہے ❊ وہ فرشتہ ہے اور سوائے سجدہ کے کچھ نہیں جانتا

---

[1] عقل۔ یعنی اگر عقلمند ہوتا تو اپنا جائزہ لیتا اور خطا کی معافی چاہتا تو خطا معاف ہو جاتی۔ چوں۔ اس غلام کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو ایک پاؤں بندھنے پر شرارت کرے تو دوسرا پاؤں بھی باندھ دیا جاتا ہے۔ بر سری۔ مزید برآں۔ پس۔ دونوں پاؤں بندھنے پر کہتا ہے کہ میرے لیے ایک بند کافی تھا یہ نہیں سمجھتا کہ دونوں پاؤں بندھنا خود اس کے کمینہ پن کی وجہ سے ہوا ہے۔

[2] سِرِّ بند۔ یعنی اگر وہ سمجھتا کہ ایک پاؤں میری شرارت کی وجہ سے بندھا ہے اور شرارت کو ترک کر دیتا تو وہ پاؤں بھی کھل جاتا۔

[3] حدیث۔ اللہ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی جس کا مقتضا طاعت اور بندگی ہے لہٰذا فرشتوں سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے حیوانات میں صرف شہوت رکھی ہے جنسی ہو یا کھانے پینے کی، انسان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی ہیں۔

نیست اندر عُنصرش حرص و ہوا
اس کی ماہیت میں حرص و ہوا نہیں ہے
نورِ مطلق زندہ[1] از عشقِ خدا
وہ نورِ مطلق ہے، خدا کے عشق سے زندہ ہے

یک گروہے دیگر از دانش تہی
ایک دوسرا گروہ جو عقل سے خالی ہے
ہمچو حیواں از علف در فربہی
مثل حیوان، چارے سے موٹاپے میں ہے

او نہ بیند جز کہ اُصطبل و علف
وہ سوائے طویلہ اور گھاس کے کچھ نہیں دیکھتا ہے
از شقاوت غافل ست و از شَرَف
وہ بدبختی اور شرافت سے غافل ہے

آں سوم ہست آدمی زادہ و بشر
تیسرا آدم علیہ السلام کی اولاد اور انسان ہے
از فرشتہ نیمے و نیمش زِ خر
اس کا آدھا فرشتہ سے اور آدھا گدھے سے ہے

نیم خر خود مائلِ سفلی بود
گدھے والا آدھا (عالم) سفلی کی طرف مائل ہوتا ہے
نیم دیگر مائلِ علوی بود
دوسرا آدھا (عالم) علوی کی طرف مائل ہوتا ہے

تا کدامیں[2] غالب آید در نبرد
دیکھیں معرکہ میں کونسا غالب ہوتا ہے؟
زیں دوگانہ تا کدامیں بُرد نرد
ان دونوں میں سے کون سا بازی جیتتا ہے؟

عقل گر غالب شود پس شد فزوں
اگر عقل غالب ہو جائے تو زیادہ بڑھ گیا
از ملائک ایں بشر در آزموں
امتحان میں یہ انسان فرشتوں سے

شہوت ار غالب شود پس کمترست
اگر شہوت غالب ہو گئی، تو کم تر ہے
از بہائم ایں بشر زاں کابترست
یہ انسان چوپایوں سے، کیونکہ بُری حالت میں ہے

آں دو قوم آسودہ از جنگ و حراب
وہ دونوں قومیں جنگ اور لڑائی سے راحت میں ہیں
ویں بشر باد و مخالف در عذاب
اور یہ انسان دو مخالفوں کی وجہ سے عذاب میں ہے

ویں بشر[3] ہم ز امتحاں قسمت شدند
اور یہ انسان بھی آزمانے سے تقسیم ہو گئے
آدمی شکل اندو سہ امت شدند
آدمی کی صورت میں ہیں اور تین گروہ ہو گئے

یک گروہ مستغرقِ مطلق شدہ
ایک گروہ، پورا ڈوب چکا
ہمچو عیسیٰؑ با ملک ملحق شدہ
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی طرح فرشتوں سے جاملا

نقشِ آدمؑ لیک معنی جبرئیلؑ
صورت انسان کی ہے، لیکن باطن جبرئیل علیہ السلام کا ہے
رُستہ از خشم و ہوا و قال و قیل
وہ غصہ اور خواہش اور قال و قیل سے نجات پا گیا

---

1. زندہ۔ ملائکہ کی غذا صرف عشق خداوندی ہے۔ علف۔ چارہ۔ اُو۔ حیوانات کو صرف خواب وخور کی فکر ہے وہ شقاوت اور سعادت سے غافل ہیں۔ نیمے بیمش۔ انسان روحِ انسانی اور جسم سے مرکب ہے روح میں ملکیت ہے اور جسم میں حیوانیت ہے۔ سفلی۔ جسم کا تعلق عالم سفلی ناسوت ہے۔ علوی۔ روح کی پرواز عالم بالا کی طرف ہے۔
2. تا کدامیں۔ انسان کی ان دونوں قوتوں میں تصادم رہتا ہے۔ فزوں۔ انسان روح کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے چونکہ اس نے جسمانی خواہش کو مغلوب کیا ہے۔ شہوت۔ اگر انسان شہوت سے مغلوب ہوتا ہے تو حیوانات سے بدتر ہوتا ہے کیونکہ حیوانات میں تو عقل نہ تھی۔ دو قوم۔ فرشتوں اور حیوانات میں ان متضاد طاقتوں کی کشمکش نہیں ہے انسان ان کی کشمکش سے عذاب میں ہے۔
3. ویں بشر۔ اب انسانوں میں بھی تین قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ جس نے خالص ملکیت اختیار کر لی جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کہ فرشتوں ہی میں جا شامل ہوئے۔ خشم وہوا۔ یہ سب چیزیں تقاضائے جسم ہوتی ہیں۔

Marfat.com

از ریاضت[1] رَستہ وز زُہد و جہاد — گوئیا از آدمی او خود نزاد
وہ ریاضت اور زہد اور جہاد سے چھوٹ گیا — گویا کہ وہ آدمی سے پیدا نہیں ہوا

قِسمِ دیگر با خراں ملحق شدند — خشم محض و شہوتِ مطلق شدند
دوسری قسم گدھوں سے جا ملی — خالص غصہ اور مجسم شہوت بن گئے

وصفِ جبرئیلی در ایشاں بود رفت — تنگ بود آنخانہ و آں وصف زفت
جبرئیل علیہ السلام والی صفت ان میں تھی، چلی گئی — وہ گھر تنگ تھا اور وہ صفت موٹی تھی

مُردہ گردد شخص کو بیجاں شود — خر شود چوں جانِ او بے آں شود
جو شخص بے جان ہو جاتا ہے مردہ ہو جاتا ہے — جب اس کی جان اس جبرئیلی صفت کے بغیر ہو جاتی ہے گدھا ہو جاتا ہے

زاغ گردد چوں پئے زاغاں رَود — جسم گردد[2] جاں چوں او بے جاں شود
(انسان) کوا بن جاتا ہے جب کوؤں کا اتباع کرتا ہے — جان جسم بن جاتی ہے جبکہ وہ بے جان ہو جاتی ہے

زانکہ جانے کاں ندارد ہست پست — ایں سخن حق ست و صوفی گفتہ است
چونکہ وہ جان جو وہ (صفت) نہیں رکھتی، پست ہے — یہ بات سچی ہے اور صوفی نے کہی ہے

او ز حیوانہا فزوں تر جاں کند — در جہاں باریک کاریہا کند
وہ حیوانات سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہے — دنیا میں بہت سے نازک کام کرتا ہے

مکر[3] و تلبیسے کہ او تاند تنید — آں ز حیوانے دِگر ناید پدید
جو مکر اور فریب وہ کر سکتا ہے — وہ دوسرے حیوان سے رونما نہیں ہوتے ہیں

جامہائے زر کشی را بافتن — دُرّہا از قعرِ دریا یافتن
زر دوزی کے کپڑے بنا — موتیوں کو دریا کی گہرائی سے پانا

خردہ کاریہائے علمِ ہندسہ — یا نجوم و علمِ طب و فلسفہ
علم ہندسہ کی باریک صنعتیں — یا نجوم اور علم طب اور فلسفہ

کہ تعلق با ہمیں دنیستش — رُو بہفتم آسماں بر نیستش
کیونکہ ان کا تعلق اسی دنیا سے ہے — ان کا رخ ساتویں آسمان کی طرف نہیں ہے

[1] از ریاضت۔ مجاہدوں کی ریاضت اخلاقِ ذمیمہ کو ختم کرنے کے لیے ہے جب وہ نہ رہے تو مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہی۔ قسمِ دیگر۔ انسانوں کی ایک قسم وہ ہے جو بالکل حیوانات اور گدھوں کی طرح ہیں ان میں ملکیت نہیں ہے وہ کم ظرف تھے ان میں سے ملکیت بالکل ختم ہو گئی ہے۔ مُردہ گردد۔ جس طرح روح نکل جانے سے جسم مردہ ہو جاتا ہے اسی طرح جان کی جان نکل جانے سے جان مردہ ہو جاتی ہے یعنی جب روح کے اوصاف باقی نہ رہیں تو روح مردہ ہو جاتی ہے۔ زاغ گردد۔ مزید برآں انہوں نے زاغ صفت انسانوں کی پیروی شروع کر دی تو یہ کوے کی طرح مکر، حرص، مردار خوری کے عادی ہو گئے۔

[2] جسم گردد۔ جب روح اپنے خواص کھو بیٹھے تو وہ جسم ہے۔ زانکہ۔ جس روح میں روح کے خواص نہ رہیں وہ بہت پست اور ذلیل ہے، صوفیاء بھی اسی کے قائل ہیں۔ او ز حیوانہا۔ عالمِ ناسوت میں اس کی مشغولیت حیوانوں سے بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ عالمِ ناسوت کے مشاغل میں حیوانوں سے زیادہ مشقت اٹھاتا ہے۔

[3] مکر۔ اب یہ وہ مکاریاں کرتا ہے جو حیوانات سے متصور نہیں ہیں۔ جامہائے۔ عالمِ ناسوت کے مشاغل کی حیوانات تکلیف نہیں اٹھاتے ہیں۔ کہ تعلق۔ ان تمام مکاریوں کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے اور یہ صرف دنیاداری ہے اس کا رخ ملاءِ اعلیٰ کی طرف بالکل نہیں ہوتا ہے۔

Marfat.com

ایں ہمہ[1] علمِ بنایِ آخرست — کہ عمادِ بودِ گاوٗ و اشترست
یہ سب اصطبل کی تعمیر کا علم ہے — جو گائے اور اونٹ کی رہائش کا ستون ہے

بہرِ استبقایِ حیواں چند روز — نامِ آں کردند ایں گیجاں رموز
چند دن حیوان کو زندہ رکھنے کی وجہ سے — ان احمقوں نے ان کا نام رموز رکھ لیا

علمِ راہِ حق و علمِ منزلش — صاحبِ دل داند آنرا یا دلش
راہِ حق کا علم اور اس کی منازل کا علم — اس کو صاحب دل یا اس کا دل جانتا ہے

پس دریں ترکیب حیوانِ لطیف — آفرید و کرد بادانش الیف
پس اس (سچی اور پکی) ترکیب سے پاکیزہ حیوان — پیدا کیا اور اس کو عقل سے مانوس کیا

نامِ کالانعام کرد آں قوم را — زانکہ نسبت کو بیقظہ[2] نوم را
اس (روح سے محروم) قوم کا نام "جانوروں جیسے" کر دیا — کیونکہ بیداری کو نیند سے کیا نسبت ہے؟

روحِ حیوانی ندارد غیرِ نوم — حِسہائے منعکس دارند قوم
حیوانی روح سونے کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی ہے — (یہ) لوگ الٹے حواس رکھتے ہیں

یقظہ آمد نومِ حیوانی نماند — انعکاسِ حسِّ خود از لوح خواند
بیداری آئی، تو حیوانی نیند نہ رہی — تو اس نے تختی سے اپنے حس کا الٹا ہونا پڑھ لیا

ہمچو حس آنکہ خواب آں را ربود — چوں شد او بیدار عکسش رو نمود
اس کی حس کی طرح جس کو نیند نے مغلوب کر دیا — جب وہ بیدار ہوا اس کو اس کا الٹا پن واضح ہو گیا

لا جرم اسفل بود از سافلین — ترکِ او[3] کن لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِین
لا محالہ وہ نچلوں میں نچلا ہو گا — اس کو چھوڑ، "میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں"

زانکہ استعدادِ تبدیل و نبرد — بودش از پستی و آنرا فوت کرد
کیونکہ بدلنے اور مقابلہ کی طاقت — پستی سے اس کو تھی اور اس نے اس کو ختم کر دیا

---

1. ایں ہمہ۔ یہ جس قدر علوم ہیں صرف عالم ناسوت کی تعمیر اور ترقی کے لیے ہیں جو حیوانات کی آخری منزل ہے۔ بہر۔ یہ علوم چند روزہ زندگی کے لیے ہیں ان کو یہ احمق فلاسفہ رموز سے تعبیر کرتے ہیں۔ گیجاں۔ احمق لوگ۔ علمِ راہِ حق۔ طریقت اور اس کے منازل دل اور صاحب دل جانتا ہے وہ اصل وہ رموز کہلانے کے مستحق ہیں۔ ترکیب۔ یعنی عقل و شہوت کا اجتماع۔ حیوانِ لطیف۔ یعنی انسان۔ نام۔ جب انسان روحِ حیوانی کھو بیٹھے تو وہ حیوان ہے اسی لیے قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ "وہ چوپاؤں کی طرح ہیں۔"
2. یقظہ۔ روحِ انسانی بیدار ہے اور ان کی روح سوئی ہوئی ہے۔ روحِ حیوانی۔ یہ روح عقل اور مقتضیات سے اسی طرح غافل ہے جیسے کوئی سویا ہوا ہو اور اپنے حواس کو عقل کے مقتضیات کے برعکس کام میں لائے۔ یقظہ۔ جب ان میں بیداری آئے گی تو ان کو حواس کے الٹا ہو جانے کا احساس ہوگا۔ ہمچو حس۔ نیند سے بیدار ہو کر انسان سمجھتا ہے کہ نیند کی حالت میں اس کے حواس صحیح کام نہیں کر رہے تھے۔ اسفل۔ قرآن پاک میں ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ "ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم اس کو کمتر سے کمتر مخلوق میں لوٹا لائے۔"
3. ترکِ او۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند سورج کی الوہیت سے جدائی اختیار کر لی تھی کہ میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ زانکہ۔ ایسا انسان بدترین مخلوق ہے اس لیے کہ اس میں بھلائی کی استعداد تھی، اس نے اس کو تباہ کیا دیگر حیوانات میں استعداد ہی نہیں ہے لہٰذا وہ بہیمیت میں معذور ہیں۔

Marfat.com

باز حیوان را چو استعداد نیستؔ
پھر حیوان میں چونکہ طاقت ہی نہیں ہے
عذرِ او اندر بہیمی روشنیست
حیوانیت میں (رہنے کا) اس کا عذر واضح ہے

زدؔ[1] چو استعداد شد کاں رہبرست
جبکہ اس کی وہ استعداد ختم ہو گئی جو راہنما ہے
ہر غذائے کو خورد مغزِ خرست
جو غذا وہ کھائے گا گدھے کا مغز ہے

گر بلادر خورد او افیوں شود
اگر بھلاواں کھائے گا وہ افیون بنجائے گا
سکتہ و بے عقلیش افزوں شود
اس کی بے ہوشی اور بے عقلی بڑھ جائے گی

ماند یک قسم دگر اندر جہاد
ایک دوسری قسم رہ گئی کوشش کرنے میں
نیم حیواں نیم حیِؔ با رشاد
جو آدمی حیوان، آدمی با ہدایت زندہ ہے

روز و شب در جنگ و اندر کشمکش
وہ دن، رات جنگ اور کشمکش میں ہے
کردہ چالش اوّلش با آخرش
اس کا ایک اس کے دوسرے سے مقابلہ میں ہے

چالش عقل با نفس ہمچوں تنازع مجنوں با ناقہ و میل مجنوں
سوی حُرّہ و میلِ ناقہ سوی کُرّہ[2] چنانچہ مجنوں گفتہ ھَوٰی
نَاقَتِیْ خَلْفِیْ وَ قُدَّامِی الْھَوٰی وَ اِنِّیْ و اِیَّاھَا لَمُخْتَلِفَانِ
عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مجنوں کا اونٹنی کے ساتھ جھگڑا اور مجنوں کا میلان شریف زادی کی طرف اور اونٹنی کا میلان بچہ کی جانب چنانچہ مجنوں نے کہا میری اونٹنی کا میلان میرے پیچھے اور میرا میلان آگے، میں اور وہ دونوں مختلف ہیں

ہمچو مجنوں در تنازع باشتر
جیسا کہ مجنوں اونٹنی کے ساتھ مقابلہ میں تھا
گہ شتر چربید وگہ مجنونِ حُر
کبھی اونٹنی غالب آ گئی اور کبھی آزاد مجنوں

ہمچو مجنوں اند و چوں ناقہ اش یقیں
وہ لوگ یقیناً مجنوں اور اس کی اونٹنی کی طرح ہیں
می کشد آں پیش ویں واپس بکیں
وہ آگے کو کھینچتا ہے اور یہ ضد سے پیچھے کو

میلِ[3] مجنوں پیشِ آں لیلیٰ رواں
مجنوں کی خواہش لیلیٰ کی جانب روانہ ہے
میل ناقہ پس پئے کرہ اش دواں
اونٹنی کی خواہش پیچھے کو بچہ کے لیے دوڑاتی ہے

یک دم ار مجنوں ز خود غافل بدے
اگر مجنوں تھوڑی دیر کے لیے اپنے سے غافل ہو جاتا
ناقہ گردیدے و واپس آمدے
اونٹنی لوٹ جاتی اور واپس آ جاتی

---

1. زدؔ۔ جب انسان نے استعداد کو ختم کر دیا تو جو غذا استعمال کرے گا مزید حماقت کا سبب بنے گی۔ گر بلادر۔ بھلاواں سکتہ اور بیہوشی کے ازالہ میں مفید ہے لیکن وہ الٹا اثر کرے گا۔ ماند یک قسم۔ یہ عام مومنین کی قسم ہے جن کا نفس نفسِ لوامہ ہے ان انسانوں کی عقل و نفس، روح و تن کی کشمکش میں رہتی ہے پہلا گروہ جس کا بیان یک گروہ مستغرق مطلق شدہ میں تھا ان کا نفس نفسِ مطمئنہ ہے دوسرا گروہ جس کا بیان قسم دیگر باخراں ملحق شد میں تھا اس کا نفس، نفس امارہ ہے اس تیسرے گروہ کی کشمکش کو مجنوں اور اس کی اونٹنی کے قصہ سے واضح کیا ہے۔ حرہ۔ شریف عورت یعنی لیلیٰ۔
2. کرہ۔ گھوڑے کا بچہ، مولانا نے یہاں اونٹ کا بچہ مراد لیا ہے۔ ہمچو مجنوں۔ مشہور ہے کہ مجنوں کو معلوم ہوا کہ لیلیٰ آ رہی ہے تو وہ اس کے استقبال کے لیے چلا جس اونٹنی پر سوار ہوا اس کے بچہ کو گھر پر چھوڑ گیا راستہ میں اس کی اور اونٹنی کی کشمکش شروع ہوئی۔ حر۔ آزاد۔
3. میل۔ مجنوں چاہتا تھا کہ اونٹنی آگے بڑھے تا کہ لیلیٰ کا وصال حاصل ہو۔ میل ناقہ۔ اونٹنی گھر کی طرف لوٹنا چاہتی تھی تا کہ بچے کے پاس پہنچے۔ یک دم۔ مجنوں کی ذرا سی غفلت ہوتی تو وہ اونٹنی پیچھے کو پلٹ جاتی۔

Marfat.com

عشق[1] و سودا چونکہ پُر بودش بدن ۔۔۔ می نبودش چارہ از بیخود شدن
چونکہ اس کا بدن عشق اور دیوانگی سے پر تھا ۔۔۔ اس کے لیے بے ہوش ہو جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا

آنکہ او باشد مراقب عقل بود ۔۔۔ عقل را سودائے لیلیٰ در ربود
جو نگراں ہوتی وہ عقل تھی ۔۔۔ عقل کو لیلیٰ کا عشق لے اڑا تھا

لیک ناقہ بس مراقب بود و چست ۔۔۔ چوں بدیدے او مہارِ خویش بست
لیکن اونٹنی بہت نگراں اور چست تھی ۔۔۔ جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلا دیکھتی

فہم کردے زو کہ غافل گشت و دنگ ۔۔۔ رُو سپس کردے بکرہ بے درنگ
وہ اس سے سمجھ جاتی کہ وہ غافل اور حیران ہو گیا ہے ۔۔۔ بغیر تاخیر کے بچہ کی طرف رخ کر دیتی

چوں بخود[2] باز آمدے دیدے ز جا ۔۔۔ کو سپس رفتہ است بس فرسنگہا
جب وہ ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ جگہ سے ۔۔۔ وہ میلوں پیچھے لوٹ گئی ہے

در سہ روزہ رہ بدیں احوالہا ۔۔۔ ماند مجنوں در تردّد سالہا
تین روز کے راستہ پر ان احوال میں ۔۔۔ مجنوں سالوں آنے جانے میں لگا رہا

گفت اے ناقہ چو ہر دو عاشقیم ۔۔۔ ما دو ضد بس ہمرہِ نالائقیم
بولا اے اونٹنی! جبکہ ہم دونوں عاشق ہیں ۔۔۔ ہم دو مخالف بہت نامناسب ساتھی ہیں

نیست بر وفقِ من مہر و مہار ۔۔۔ کرد باید از تو دوری اختیار
تیری محبت اور مہار میرے موافق نہیں ہے ۔۔۔ تجھ سے دوری اختیار کرنی چاہیے

ایں دو ہمرہ[3] یکدگر را راہزن ۔۔۔ گمرہِ آں جاں کو فرو ناید زتن
یہ دو راستہ کے ساتھی ایک دوسرے کے رہزن ہیں ۔۔۔ وہ جان گمراہ ہے جو جسم سے باہر نہ آئے

جاں ز ہجرِ عرش اندر فاقہٗ ۔۔۔ تن ز عشقِ خار بُن چوں ناقہٗ
جان، عرش کی جدائی میں فاقہ میں ہے ۔۔۔ جسم جھاڑ کے عشق میں اونٹنی کی طرح ہے

جاں کشاید سوئے بالا بالہا ۔۔۔ در زدہ تن در زمیں چنگالہا
جان، اوپر کی جانب بازو کھولتی ہے ۔۔۔ جسم نے زمین میں پنجے گاڑھ دیے ہیں

تا تو باشی بامن اے مُردہ وطن ۔۔۔ پس ز لیلیٰ دور ماند جانِ من
اے وطن کی عاشق! جب تک تو میرے ساتھ رہے گی ۔۔۔ تو میری جان لیلیٰ سے دور رہے گی

---

1. عشق۔ چونکہ مجنوں کا جسم عشق سے پُر تھا اس لیے وہ اونٹنی کی اس حرکت سے بے ہوش جاتا تھا۔ مراقب۔ انسان کی عقل اس کے کام کی نگہبانی کرتی ہے مجنوں عشق میں بے عقل ہو چکا تھا۔ لیک۔ ناقہ کو ہوش تھا وہ جب دیکھتی کہ اس کی مہار ڈھیلی ہے فوراً سمجھ جاتی کہ مجنوں غافل ہے اور پیچھے کی طرف چل پڑتی۔

2. چوں بخود۔ جب مجنوں کو ہوش آتا وہ دیکھتا کہ اونٹنی میلوں پیچھے واپس ہو گئی ہے۔ سالہا۔ مجنوں اس تین روزہ مسافت میں اسی حالت میں کئی سال رہا۔ گفت۔ پھر اس نے سوچا کہ دو متضاد سمتوں کے عاشقوں کا باہمی سفر طے نہ ہو سکے گا۔

3. ایں دو ہمراہ۔ اونٹنی مجنوں کا راستہ کھوٹا کر رہی ہے اور مجنوں اونٹنی کا راستہ خراب کر رہا ہے بالآخر مجنوں نے اونٹنی کو چھوڑا اور چل پڑا۔ گمراہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص جسم کا ساتھ نہ چھوڑے وہ بھی گمراہ ہوتا ہے۔ جاں۔ جان اور جسم کی بھی خواہشات جداگانہ ہیں ان دونوں کا ساتھ نہیں نبھ سکتا۔ خار بن۔ کانٹوں کا جھاڑ۔ جاں۔ جان کی پرواز عالم بالا کی جانب ہے جسم کی خواہش زمین پر رہنے کی ہے۔ تا تو۔ جب تک انسان کی روح جسم کے ساتھ رہے گی مقصد حاصل نہ ہوگا۔ مردہ وطن۔ عاشق وطن۔

Marfat.com

روزگارم[1] رفت زیں گوں حالہا
اس قسم کے احوال میں میری عمر گزر گئی
ہمچو تیہ و قومِ موسیٰ سالہا
جیسا کہ برسوں تک تیہ اور (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا (معاملہ)

خطوتینے بود ایں رہ تا وصال
وصال تک یہ راستہ دو قدم کا تھا
ماندہ ام در رہ ز شستت شصت سال
میں ساٹھ سال تک تیرے مکر کی وجہ سے راستہ ہی میں رہا

راہ نزدیک و بماندم سخت دیر
راستہ نزدیک تھا اور پیچھے بہت دیر ہو گئی
سیر گشتم زیں سواری سیر سیر
اس سواری سے میں بھر پایا، بھر پایا

سرنگوں[2] خود را ز اُشتر در فگند
اس نے اپنے آپ کو اوندھا اونٹنی سے گرا دیا
گفت سوزیدم ز غم تا چند چند
کہا میں اس غم سے کتنا کتنا جل رہا ہوں

تنگ شد بر وَے بیابانِ فراخ
اس پر وسیع جنگل تنگ ہو گیا
خویشتن افگند اندر سنگلاخ
اس نے اپنے آپ کو پتھریلی زمین میں گرا دیا

آنچناں افگند خود را سوئے پست
نیچے کی جانب اس نے اپنے آپ کو ایسا گرایا
از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست
تقدیر سے اس وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا

پائے را بربست و گفتا گو شوم
اس نے پاؤں کو باندھا اور بولا گیند بن جاؤں گا
در خمِ چوگانش غلطاں میروم
اس کے بلے کے موڑ میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا

زیں کند نفریں حکیمِ خوش دہن
خوش کلام حکیم اسی لیے نفرت بھیجتا ہے
بر سوارے کو فرو ناید زتن
اس سوار پر جو جسم سے نیچے نہ اترے

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے؟
گوی گشتن بہرِ او اولیٰ بود
اس کے لیے گیند بن جانا زیادہ بہتر ہے

گوی شو[3] می گرد بر پہلوئے صدق
گیند بن جا، سچائی کے پہلو پر لڑھک
غلط غلطاں در خمِ چوگانِ عشق
لڑھکتا لڑھکتا عشق کے بلے کے موڑ میں

کایں سفر زیں پس بود جذبِ خدا
کیونکہ یہ سفر بعد میں خدا کی کشش سے ہو گا
واں سفر بر ناقہ باشد سیرِ ما
اور اونٹنی پر سفر ہماری رفتار ہو گی

اینچنیں سیریست مستثنیٰ ز جنس
اس طرح کا سفر اپنی جنس سے جداگانہ ہے
کاں فزود از اجتہادِ جن و انس
کیونکہ وہ جن و انس کی کوشش سے بڑھا ہوا ہے

اینچنیں جذبے ست نے ہر جذبِ عام
عام کشش اس طرح کی کشش نہیں ہے
کہ نہادش فضلِ احمدؐ والسلام
جس کو احمد ﷺ کے فضل سے قائم کیا ہے والسلام

[1] روزگارم۔ مجنوں نے کہا اس کشمکش میں میرا وقت ضائع ہوا۔ تیہ وہ میدان جس میں چالیس سال تک بنی اسرائیل چکر کاٹتے رہے تھے اور شام کو اسی جگہ پر ہوتے تھے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔ خطوتین۔ دو قدم شست۔ مکر و حیلہ۔

[2] سرنگوں۔ مجنوں نے پھر اپنے آپ کو اونٹنی پر سے سر کے بل گرا دیا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔ گو۔ گیند۔ حکیم۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ عشق مولیٰ۔ اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم نہیں ہے جب مجنوں لیلیٰ کے عشق میں اونٹنی کو خیر باد کہہ سکتا ہے تو خدا کے عشق میں جسم کی سواری کو یقیناً خیر باد کہہ دینا چاہیے۔

[3] گوی شو۔ اللہ کے راستے میں گیند بن جا اور لڑھکتا ہوا اس کے دربار تک پہنچ جا۔ کایں سفر۔ اس سفر میں ابتداءً تو کوشش کرے گا پھر اللہ کی جانب سے کشش شروع ہو جائے گی۔ اینچنیں۔ یہ خدائی جذب، عام جذب نہیں ہے جو ہر راستہ میں حاصل ہو جائے یہ وہ جذب ہے جس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی نے قائم کیا ہے اور ان کے جانشینوں کو حاصل ہے۔

قصہ کوتہ کن برائے آں غلام — کہ سوی شہ بر بنشتہ است او پیام
اس غلام کی وجہ سے قصہ مختصر کر دے — جس نے بادشاہ کو پیغام لکھا

عبشتن[1] آں غلام قصۂ شکایت نقصانِ اجرے سوی بادشاہ

تنخواہ گھٹنے پر بادشاہ کو اس غلام کی شکایت لکھنے کا قصہ

رُقعۂ پُر جنگ و پُر ہستی و کیں — می فرستد پیش شاہِ نازنیں
ایک رقعہ جنگ اور خود بینی اور کینہ سے بھرا ہوا — نازک مزاج شاہ کی پیشی میں روانہ کرتا ہے

کالبد نامہ است اندر وے نگر — ہست لایق شاہ را آنگہ ببر
جسم رقعہ ہے اس کو دیکھ لے — کہ بادشاہ کے مناسب ہے پھر لے جا

گوشۂ رَو نامہ را بکشا، بخواں — بیں کہ حرفش ہست در خوردِ شہاں
گوشہ میں جا خط کو کھول، پڑھ — دیکھ لے کہ اس کی عبارت شاہوں کے مناسب ہے

گر نباشد در خورِ آں را پارہ کن — نامۂ دیگر نویس و چارہ کن
اگر مناسب نہ ہو اس کو پھاڑ دے — دوسرا خط لکھ اور تدبیر کر

لیک فتح نامۂ تن[2] زِب مداں — ورنہ ہر کس سرِّ دل دیدے عیاں
لیکن جسم کے خط کو کھولنا آسان نہ سمجھ — ورنہ ہر آدمی کے دل کا راز کھلم کھلا دیکھ لیتا

نامہ بکشادن چہ دشوارست و صعب — کارِ مردان ست نے طفلانِ لعب
خط کو کھولنا بہت دشوار اور سخت ہے — بہادر مردوں کا کام ہے، نہ کہ کھلنڈرے بچوں کا

جملہ[3] بر فہرست قانع گشتہ ایم — زانکہ در حرص و ہوا آغشتہ ایم
ہم سب فہرست پر قانع ہو گئے ہیں — کیونکہ حرص و خواہش سے آلودہ ہیں

باشد آں فہرست دامے عامہ را — تا چناں دانند متنِ نامہ را
وہ فہرست عوام کے لیے جال ہے — حتیٰ کہ خط کے مضمون کو ایسا ہی سمجھتے ہیں

باز کن سر نامہ را گردن متاب — زیں سخن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
خط کے عنوان کو کھول، منہ کو نہ موڑ — اس بات سے اور خدا صواب کو زیادہ جانتا ہے

ہست آں عنواں چو اقرارِ زباں — متنِ نامۂ سینہ را کن امتحاں
وہ عنوان مثلاً زبانی اقرار ہے — سینہ کے خط کے مضمون کو آزما لے

---

1. عبشتن۔ غلام کی انتہائی حماقت تھی کہ اس نے غصہ سے بھرا ہوا خط لکھا اور وہ نازک مزاج بادشاہ کو۔ پُر ہستی۔ جس میں اپنی بڑائی جتلائی۔ کالبد۔ مولانا نے یہاں سے ارشادی مضمون شروع کر دیا کہ تیرا جسم بمنزلہ اس غلام کے خط کے ہے اس میں دیکھ لے کہ شاہ کے لائق اوصاف ہیں یا نہیں۔
2. نامۂ تن۔ جسم کے اس خط کو کھولنا اور پڑھنا آسان نہیں ہے۔ زِب۔ آسان۔ کارِ مرداں۔ اپنے جسم کے خط کو مخصوص لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں عوام کو اپنے دلوں کے رازوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔
3. من جملہ۔ یعنی ہم نیک کاموں کی فہرست پر اکتفا کر بیٹھے ہیں جس میں صرف عنوانات ہوتے ہیں یعنی صرف ظاہر کا اعتبار کر لیتے ہیں۔ باشد۔ یہ عنوان عوام کو پھنسانے کا جال ہے وہ خط کے مضمون کو بھی عنوان جیسا سمجھ بیٹھتے ہیں یعنی باطن کو ظاہر جیسا جان لیتے ہیں۔ باز کن۔ خط کے مضمون کو پڑھنا چاہیے۔ ہست۔ ایمان کا زبانی اقرار عنوان ہے اصل ایمان دل میں ہے۔

کہ موافق[1] ہست با اقرارِ تو — تا منافق وار نبود کارِ تو

کہ وہ تیرے اقرار کے مطابق ہے — تاکہ تیرا کام منافقانہ نہ ہو

چوں جوالے بس گرانے می بری — زاں نیایدکم کہ در وے بنگری

جب کہ تو بہت بھاری بورا لے جا رہا ہے — کم از کم یہ ہو کہ اس کو دیکھ لے

کہ چہ داری در جوال از تلخ و خوش — گر ہمی ارزد کشیدن را بکش

کہ تو اپنے بورے میں کیا چیز کڑوی اور کیا میٹھی رکھتا ہے — اگر لے جانے کے قابل ہے، لے جا

ورنہ خالی کن جوالت را زِ سنگ — باز خر خود را ازیں پیکار و ننگ

ورنہ پتھر سے اپنے بورے کو خالی کر لے — اس جھگڑے اور ذلت سے اپنے آپ کو بچا لے

در جوال آں کن کہ می باید کشید — سوئے سلطاناں و شاہانِ رشید

بورے میں وہ بھر لے جو لے جانا چاہیے — بھلے ملوک اور شاہوں کی جانب

زشت[2] نبود کایں جوالِ پُر زریگ — می کشی و باشد آں ہم مُردہ ریگ

کیا یہ برا نہیں ہے کہ یہ ریت سے بھرا بورا — تو لے جائے اور وہ بھی حقیر و ناچیز ہو

چوں نمی تانی کہ پُر لعلش کنی — ہم تہی بہتر کہ ہم جنسِ تنی

اگر تو اس کو لعل سے نہیں بھر سکتا ہے — خالی ہونا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تیرے جسم کی ہم جنس ہو

حکایت آں فقیہ با دستارِ بزرگ و آنکہ دستارش بَربود و بانگ و نعرہ

فقیہ کہ بازش کن[3] و ببیں کہ چہ می بری آنگاہ ببر

اس فقیہ کی حکایت جو بڑی پگڑی والا تھا اور اس کی جو پگڑی اچک لے گیا اور فقیہ کا پکارنا اور للکارنا کہ اس کو کھول اور دیکھ کہ کیا لے جا رہا ہے، تب لے جا

یک فقیہے ژندہا برچیدہ بود — در عمامہ خویش در پیچیدہ بود

ایک فقیہ نے چیتھڑے چنے تھے — (اور) اپنی پگڑی میں لپیٹ لیے تھے

تا شود زفت و نماید آں عظیم — چوں در آید سوئے محفل در حطیم

تاکہ وہ موٹی ہو جائے اور بڑی نظر آئے — جب وہ حطیم میں مجلس میں آئے

ژندہا از جامہا پیراستہ — ظاہرِ دستار ازاں آراستہ

مختلف کپڑوں کے چیتھڑے جوڑے تھے — ان سے بظاہر پگڑی کو سجایا تھا

ظاہرِ دستار چوں حُلّہ بہشت — چوں منافق اندروں رُسوا و زِشت

پگڑی کا ظاہر، بہشت کے جوڑے کی طرح تھا — باطن منافق کی طرح رسوا اور بھدا

---

1. کہ موافق۔ اگر صرف زبانی اقرار ہے اور قلبی تصدیق نہیں ہے تو یہ نفاق ہے۔ چوں۔ جب تو بادشاہ کے سامنے تحفہ میں کوئی بورا بھرا ہوا لے جا رہا ہے تو کم از کم یہ دیکھ لے کہ اس میں کیا چیز ہے۔ ورنہ۔ اگر بادشاہ کے مناسب نہیں ہے تو بورا خالی کر لے اور اس میں وہ بھر لے جو بادشاہ کے مناسب ہو۔
2. زشت۔ یہ بری بات ہوگی کہ تو معمولی ریت کا بورا بھر کر لے جائے۔ چوں نمی تانی۔ اگر انسان اپنے جسم کو اخلاقِ حسنہ سے نہیں بھر سکتا تو کم از کم اتنا ہو کہ اخلاقِ رذیلہ سے وہ خالی ہو۔ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس فقیہ کا دستار کو غلط چیزوں سے بھرنا کس قدر برا تھا۔
3. بازش کن۔ یعنی اس پگڑی کو کھول کر دیکھ اس میں کیا ہے۔ ژندہا۔ پرانے چیتھڑے۔ حطیم۔ خانہ کعبہ کا وہ حصہ جس پر عمارت نہیں ہے۔ حلہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔

Marfat.com

پارہ پارہ دلق[1] و پنبہ و پوستیں
ٹکڑے ٹکڑے گدڑی اور روئی اور پوستین
در درونِ آں عمامہ بُد دفیں
اس پگڑی کے اندر دفن تھے

رویِ سویِ مدرسہ کردہ صبوح
اس نے صبح صبح مدرسہ کا رخ کیا
تا بدیں ناموس یابد او فتوح
تاکہ اس شان وشوکت کی وجہ سے نذرانے حاصل کرے

در رہِ تاریک مَردے جامہ کن
اندھیرے راستہ میں ایک کپڑے اتارنے والا شخص
منتظر اِستادہ بُد از بہرِ فن
فن دکھانے کے لیے منتظر کھڑا تھا

در ربود او از سرش دستار را
وہ اس کے سر سے پگڑی لے اڑا
پس دواں شد تا بسازد کار را
پھر بھاگا، تاکہ اپنا کام بنا لے

پس فقیہش بانگ بر زد کاے پسر
فقیہ نے اس کو آواز دی اے بیٹا!
باز کن دستار را آنگہ ببر
پگڑی کو کھول، پھر لے جا

اینچنیں کہ چار پرّہ[2] می پَری
تو جو اس طرح چار پروں سے اڑ رہا ہے
باز کن آں ہدیہ را کہ می بری
اس تحفہ کو کھول جو تو لے جا رہا ہے

باز کن آں را بدستِ خود بمال
اس کو کھول اپنے ہاتھ سے ٹٹول
آنگہاں خواہی ببر کردم حلال
پھر چاہے لے جانا، میں نے معاف کر دیا

چونکہ بازش کرد آں کو می گریخت
جو بھاگ رہا تھا جب اس نے اس کو کھولا
صد ہزاراں ژندہ اندر رہ بَریخت
لاکھوں چیتھڑے راستہ میں بکھر گئے

زاں عمامہ زفتِ نا بایست[3] او
اس کی اس موٹی نابکار پگڑی سے
ماند یک گز کہنہ در دستِ او
ایک گز پرانا (کپڑا) اس کے ہاتھ میں آ گیا

بر زمین زد خرقہ را کاے بے عیار
چیتھڑے کو زمین پر پٹخا کہ اے نالائق!
زیں دغل مارا بر آوردی زکار
اس فریب سے تو نے ہمیں کام سے روک دیا

ایں چہ مکرست و چہ تزویرست و شید
یہ کیا مکر ہے اور کیا فریب ہے اور دغا ہے؟
کہ فگندی مر مرا در قیدِ صید
کہ تو نے مجھے شکار کے پھندے میں پھنسا دیا

شرم نامد مر ترا زیں ژندہا
ان چیتھڑوں سے تجھے شرم نہ آئی
از دغل بفگندیم اے پُر دغا
فریب سے تو نے مجھے پھنسا دیا اے دغا باز!

گفت بنمودم دغل لیکن ترا
اس نے کہا میں نے فریب کیا لیکن تجھے
از نصیحت باز گفتم ماجرا
خلوص سے میں نے قصہ بتا دیا

---

1. دلق۔ گدڑی۔ دفیں۔ مدفون۔ صبوح۔ صبح۔ فتوح۔ نذرانہ۔ جامہ کن۔ کپڑے چھیننے والا۔ بہرِ فن۔ یعنی اپنا ہنر دکھانے کے لیے۔ کار را۔ یعنی اپنی ضرورت پوری کرے۔
2. چار پرہ۔ چار پروں سے اڑنا یعنی بہت تیز بھاگنا۔ آں ہدیہ۔ یعنی دستار۔ کردم حلال۔ یعنی میں نے تجھے وہ دستار بخش دی۔
3. نابایست۔ یعنی بیکار۔ ماند۔ یعنی اندر کے چیتھڑے بکھر گئے اور ایک گز پرانا کپڑا ہاتھ میں رہ گیا۔ برزمیں۔ اس چور نے اس کپڑے کو زمین پر پھینک دیا اور فقیہ پر ناراض ہوا۔ زکار۔ یعنی اگر میں اس پگڑی کی فکر میں نہ پڑتا تو اور کوئی مفید چوری کر لیتا۔ قیدِ صید۔ شکار کا پھندا۔ بفگندیم۔ افگندی مرا۔ از نصیحت۔ یعنی تجھے ابتداءً دھوکا لگا لیکن آخر میں تو میں نے تجھے سب سمجھا دیا۔

Marfat.com

نصیحتِ[1] دنیا مر اہل دنیا را بزبانِ حال و بیوفائیِ خود را وا نمودن بوفا جویندگاں

زبانِ حال سے دنیا داروں کو دنیا کی نصیحت اور وفا کی جستجو کرنے والوں کو اپنی بے وفائی دکھانا

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت ۔۔۔ عیبِ خود را بانگ زد با جملہ گفت

اسی طرح اگرچہ دنیا بہترین شگفتہ ہے ۔۔۔ بلند آواز سے اس نے سب کو اپنا عیب بتا دیا

اندریں کون و فساد اے اوستاد ۔۔۔ آں دغل کون و نصیحت داں فساد

اے استاد! اس بناؤ اور بگاڑ میں ۔۔۔ بناؤ فریب ہے اور بگاڑ نصیحت سمجھ

کون می گوید بیامن خوش پیم ۔۔۔ واں فسادش گفت رَو من لاشیٔم

بناؤ کہتا ہے آ جا میں مبارک قدم ہوں ۔۔۔ اور بگاڑ نے اس سے کہا چلا جا میں کچھ نہیں ہوں

اے ز خوبیِ بہاراں لب گزاں[2] ۔۔۔ بنگر آں سردی و زردیِ خزاں

اے بہاروں کی رونق سے ہونٹ کاٹنے والے! ۔۔۔ خزاں کی سردی اور زردی کو دیکھ لے

روز دیدی طلعتِ خورشیدِ خوب ۔۔۔ مرگِ او را یاد کن وقتِ غروب

تو نے دن میں سورج کا حسین چہرہ دیکھ لیا ۔۔۔ غروب کے وقت اس کی موت کو یاد کر لے

بدر را دیدی بریں خوش چار طاق ۔۔۔ حسرتش را ہم ببیں اندر محاق

تو نے حسین خیمہ پر چودھویں کے چاند کو دیکھ لیا ۔۔۔ گھٹاؤ میں اس کی حسرت کو بھی دیکھ لے

کودکے[3] از حسن شد مولائے خلق ۔۔۔ بعد پیری شد خَرِف رُسوائے خلق

ایک لڑکا حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنا ۔۔۔ بڑھاپے کے بعد بڈھا، بے عقل لوگوں میں ذلیل ہوگیا

گر تنِ سیمیں تناں کردت شکار ۔۔۔ بعد پیری بیں/ تنے چوں پنبہ زار

اگر چاندی جیسے بدنوں کے جسم نے تیرا شکار کر لیا ہے ۔۔۔ بڑھاپے کے بعد جسم کو دیکھ لے جو روئی کا کھیت ہے

اے بدیدہ لوتہائے چرب، خیز ۔۔۔ فضلۂ آں را ببیں در آبریز

اے روغنی غذاؤں کے دیکھنے والے، اٹھ ۔۔۔ پاخانہ میں ان کا فضلہ دیکھ لے

مَر خبث را گو کہ آں خوبیت کو ۔۔۔ آں فریب و حسن و مرغوبیت کو

نجاست سے دریافت کر کہ وہ تیری خوبی کہاں ہے؟ ۔۔۔ وہ تیرا فریب اور حسن اور پسندیدگی کہاں ہے؟

---

1. نصیحت۔ دنیا بھی ابتداء مکر کرتی ہے۔ لیکن آخر میں اپنے عیوب ظاہر کر دیتی ہے۔ اندریں۔ دنیا عالم کون وفساد ہے یعنی اس کے کاموں میں بناؤ بھی ہے اور بگاڑ بھی، بناؤ فریب دیتا ہے تو بگاڑ دنیا کا عیب ظاہر کر دیتا ہے۔ کون۔ دنیا کا بناؤ اپنی طرف کھینچتا ہے اور بگاڑ دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتا ہے۔ لاشیٔم۔ میں کچھ نہیں ہوں۔

2. لب گزاں۔ انسان موسم بہار کی رنگینیوں پر تعجب کرتا ہے، اس کی خزاں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ روز۔ دن میں سورج کا چہرہ حسین ہوتا ہے، غروب کے وقت اس کے چہرے پر مردنی چھا جاتی ہے۔ چار طاق۔ چوگوشہ خیمہ، مراد لی یہاں آسمان مراد ہے۔ محاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔

3. کودکے۔ وہی لڑکا جو اپنے حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنتا ہے، بڑھاپے میں بڈھا بے عقل ہو کر رسوا ہوتا ہے۔ پنبہ زار۔ روئی کا کھیت یعنی بڑھاپے میں تمام بدن پر سفید بال آ جاتے ہیں۔ اے بدیدہ۔ وہی روغنی غذائیں جو انتہائی مرغوب ہوتی ہیں جب فضلہ بن کر بیت الخلا پہنچتی ہیں تو نا قابل دید ہوتی ہیں۔ خبث۔ یعنی فضلہ۔

Marfat.com

بر طبق کو عشوہ و نرمی و خوت
طشت پر تیرا ناز و انداز اور نرمی اور عادت کہاں ہے؟
بَرسبد[1] کو جلوہ و لغزی و لوت
چنگیری پر تیرا جلوہ اور انوکھا پن اور خوشبو کہاں ہے؟

گوید اُو آں دانہ بُد من دامِ آں
وہ کہتی ہے وہ دانہ تھا میں اس کا جال ہوں
چوں شدی تو صید شد دانہ نہاں
جب تو شکار بن گیا، دانہ چھپ گیا

بس اَنامل رشکِ اُستاداں شدہ
بہت سی انگلیاں استادوں کے لیے باعث رشک ہوئی ہیں
در صناعت عاقبت لرزاں شدہ
دستکاری میں (لیکن) انجام کار وہ کانپتی ہیں

نرگسِ چشمِ خماری ہمچو جاں
جان جیسی مست آنکھ کی نرگس
آخر اَعمش بین و آب از وے چکاں
بالآخر چندھی دیکھ لے اور ان میں سے پانی بہتا ہوا

حیدرے کاندر صفِ شیراں رود
وہ بہادر جو شیروں کی صفوں میں جاتا ہے
آخر او مغلوبِ موشے می شود
آخر میں وہ چوہے سے عاجز ہو جاتا ہے

طبعِ تیزِ دوربین محترف
پیشہ ور کی دوربین تیز طبیعت کو
چوں خر پیرش ببیں آخر خرف[2]
بوڑھے گدھے کی طرح، بے عقل دیکھ لے

زلف و جعدِ مشکبارِ عقل بَر
مشکبار زلف اور ہوش ربا گھونگریالے بال
آخرِ او دُمِّ زشت پیر خر
انجام میں بوڑھے گدھے کی بھدی دم ہیں

خوش ببیں کونش ز اول با کشاد
اس کے بناؤ کو شروع میں پُر لطف حسین دیکھ لے
و آخر آں رُسوائیش بین و فساد
اور اس کے آخر میں اس کی رسوائی اور فساد کو دیکھ لے

زانکہ او بنمود پیدا دام را
کیونکہ جس نے جال کو ظاہر کر کے دکھا دیا
پیشِ تو بر کند سبلت خام را
تیرے سامنے کچوں کی مونچھ نوچ دی

پس مگو[3] دنیا بتزویرم فریفت
پس تو نہ کہہ کہ دنیا نے مکر سے مجھے لبھایا
ورنہ عقلِ من ز دامش می شکیفت
ورنہ میری عقل اس کے جال سے آرام پاتی

طوقِ زرّین و حمائل بین ہلہ
خبردار! سونے کی گردن بند اور پر تلوں کو دیکھ
غل و زنجیرے شدست و سلسلہ
طوق اور زنجیر اور بیڑی بن گیا

ہمچنیں ہر جزوِ عالم می شمر
اسی طرح دنیا کے ہر جزو کو گن لے
اول و آخر در آرش در نظر
اس کے اول اور آخر کو نظر میں لے آ

---

[1] سبد۔ ٹوکری۔ لغز۔ نادر۔ گوید۔ وہ فضلہ زبانِ حال سے کہتا ہے وہ میری پہلی حالت جال کا دانہ تھی جب تو پھنس گیا تو اب دانہ غائب ہو گیا ہے۔ بس انامل۔ دستکار کی وہی انگلیاں جو کبھی فن کے استادوں کے لیے باعث رشک تھیں بڑھاپے میں کانپنے لگتی ہیں۔ نرگس۔ جوانی کی مست نرگسی آنکھیں بڑھاپے میں چندھی ہو جاتی ہیں جن سے ہر وقت پانی بہتا ہے۔ حیدر۔ بڑے سے بڑا بہادر بڑھاپے میں بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ محترف۔ پیشہ ور۔

[2] خرف۔ بڈھاپے عقل۔ جعد۔ گھونگروالے بال۔ خوش۔ غرضکہ دنیا کے بناؤ کے بعد بگاڑ ہے انسان کو اسے پیش نظر رکھنا چاہیے۔ دام۔ دنیا کا بگاڑ ظاہر کر دیتا ہے کہ اس کا بناؤ انسان کے لیے جال ہے۔ خام۔ یعنی ناتجربہ کار۔

[3] پس مگو۔ انسان کا یہ عذر بیکار ہے کہ دنیا نے فریب دیا۔ طوق۔ وہی چیزیں جو رونق کا باعث ہیں ان کا انجام تباہی ہے۔ ہم چنیں۔ تمام اجزاء عالم کا بھی حال ہے ان کی ابتدا بناؤ ہے اور انجام بگاڑ ہے۔

Marfat.com

ہر کہ[1] آخر بیں تر او مسعود تر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے، وہ زیادہ نیک بخت ہے

ہر کہ آخر بیں تر او مطرود تر
جو چر کو زیادہ دیکھنے والا ہے، زیادہ مردود ہے

رُوئِ ہر یک چوں مہِ فاخر ببیں
فخر بھرے چاند کی طرح ہر ایک کا چہرہ دیکھ لے

چونکہ اول دیدہ شد آخر ببیں
جبکہ آغاز دیکھ لیا ہے، انجام (بھی) دیکھ لے

تا نباشی ہمچو ابلیسِ اعورے
تاکہ تو شیطان کی طرح کانا نہ بنے

نیم بیند نیم نے چوں ابترے
وہ آدھا دیکھتا ہے آدھا نہیں، ناقص کی طرح

دید طینِ آدمؑ و دینش ندید
اس نے آدم علیہ السلام کی مٹی کو دیکھا ان کے دین کو نہ دیکھا

اینجہاں دید آنجہاں بینش ندید
اس جہان کو دیکھا ان کو اس جہان کا دیکھنے والا نہ سمجھا

فضلِ مَرداں بر زناں اے بو شجاع
اے بڑے بہادر! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

نیست بہر قوت و کسب و ضیاع
طاقت اور کمائی اور جائداد کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ شیر و پیل را بر آدمی
ورنہ شیر اور ہاتھی کو آدمی پر

فضل بودے بہرِ قوت اے عمی
فضیلت ہوتی اے میرے چچا! طاقت کی وجہ سے

فضلِ مَرداں بر زناں حالی پرست[2]
اے موقع پرست! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

زاں بود کہ مرد پایاں بیں تر است
اس لیے ہے کہ مرد انجام میں زیادہ ہے

مرد کاندر عاقبت بینی خم ست
جو مرد انجام پر نظر رکھنے میں ٹیڑھا ہے

او ز اہلِ عاقبت چوں زن کم ست
وہ انجام پر نظر رکھنے والوں سے عورت کی طرح کم ہے

از جہاں دو بانگ می آید بضد
دنیا سے دو مختلف آوازیں آتی ہیں

تا کدامیں را تو باشی مستعد
دیکھنا ہے کہ تو کونسی کے لیے مستعد ہوتا ہے

آں یکے[3] بانگش نشورِ اتقیا
اس کی ایک آواز متقیوں کو جگانے والی ہے

واں دگر بانگش فریبِ اشقیا
اس کی دوسری آواز بدبختوں کے لیے فریب ہے

بانگ خار و بانگِ اشگوفہ شنو
کانٹے کی آواز اور غنچہ کی آواز سن

بعد ازاں شو بانگِ خارش را گرو
اس کے بعد اس کے کانٹے کی آواز کا گرویدہ ہو جا

من شگوفہ خارم اے فخرِ کبار
اے بڑوں کے فخر! میں غنچہ کا کانٹا ہوں

گل بریزد من بمانم شاخِ خار
پھول جھڑ جاتا ہے، میں کانٹوں کی شاخ رہ جاتی ہوں

---

[1] ہر کہ۔ دنیا کی چیزوں کے انجام پر جو نظر رکھے گا وہ نیک بخت ہے۔ آخر۔ چر جس میں جانور کو گھاس دانہ کھلایا جاتا ہے۔ مطرود۔ مردود۔ روئی۔ ابتدا پُر رونق ہوتی ہے۔ تا نباشی۔ یعنی ہر چیز کے آغاز و انجام کو دیکھ لے شیطان کی طرح یہ نہ کر کہ کچھ دیکھے کچھ نہ دیکھے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کا ایک جزو دیکھا اور دوسرے جزو پر نظر نہ کی۔ جسم کو دیکھا، روح کو نہ دیکھا۔ فضل مرداں۔ مردوں کو عورتوں پر فضیلت مردوں کی عاقبت بینی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ۔ طاقت کی بنیاد پر افضلیت ہو تو پھر انسان سے شیر اور ہاتھی کو افضل ہونا چاہیے۔ عمی۔ میرے چچا۔

[2] حالی پرست۔ یعنی موجودہ حال کو دیکھنے والا مآل پر نظر نہ کرنے والا۔ خم۔ ٹیڑھا۔ از جہاں۔ دنیا کے عروج اور زوال سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت شروع کی ہے۔ بضد۔ یعنی دونوں متضاد آوازیں ہیں۔

[3] آں یکے۔ دنیا کی ناپائیداری کی آواز سے متقی خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے ہیں۔ واں دگر۔ دنیا کے جاہ و اقبال کی آواز پر بدبخت فریفتہ ہوتے ہیں۔ بانگ خار۔ دنیا کے زوال اور عروج کی آواز سن اور پھر زوال کی آواز پر عمل کر۔ من شگوفہ۔ زوال کی آواز کہتی ہے کہ دنیا کی رونق ختم ہونے والی ہے۔

Marfat.com

بانگِ[1] اشگوفش کہ اینک گلفروش
اس کے غنچہ کی آواز ہے، کہ یہ گل فروش ہے
بانگِ خارِ او کہ سوئ ما مکوش
اس کے کانٹے کی آواز ہے کہ ہماری جانب (آنے کی) کوشش نہ کر

ایں پذیرفتی بماندی زاں دِگر
تو نے اس کو قبول کر لیا، دوسری سے رہ گیا
کہ محبّ از ضدِ محبوب ست کر
کیونکہ عاشق، معشوق کے مخالف سے بہرہ ہے

آں یکے بانگ اینکہ اینک حاضرم
ایک آواز یہ ہے کہ یہ میرا فی الحال ہے
بانگِ دیگر بنگر اندر آخرم
دوسری آواز ہے، میرے انجام کو دیکھ

حاضری ام ہست ہچوں مکر و کیں
میری موجودہ حالت مکر اور کینہ جیسی ہے
نقشِ آخر ز آئینۂ اوّل بہ بیں
آغاز کے آئینہ میں انجام کا نقش دیکھ لے

چوں یکے زیں دو جوال اندر شدی
جب تو نے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لیا
آں دگررا ضدو نا درخور شدی
دوسری کا مخالف اور ناقابل بن گیا

اے خنک[2] آں کوز اوّل آں شنید
مبارک ہے وہ کہ جس نے پہلے وہ سن لی
کش عقول و مسمعِ مرداں شنید
جس کو مردوں کی عقلیں اور کان سن چکے ہیں

خانہ خالی یافت جارا او گرفت
اس نے خالی گھر پایا جگہ پر قبضہ کر لیا
غیر آنش کژ نماید یا شگفت
اس کے علاوہ اس کو ٹیڑھی نظر آئے گی یا عجیب

کوزۂ نو کو بہ خود بولے کشید
وہ کورا پیالہ جس نے پیشاب جذب کر لیا
آں خبث را آب نتواند برید
اس نجاست کو پانی ختم نہیں کر سکتا

در جہاں[3] ہر چیز چیزے می کشد
دنیا میں ہر چیز ایک چیز کو کھینچتی ہے
کفر کافر را و مرشد را رشد
کفر کافر کو، ہدایت یافتہ کو

کہربا ہم ہست و مقناطیس ہست
کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی
تا تو آہن یا کہی آئی بشست
تاکہ تو لوہا ہو یا گھاس، جال میں آ جائے

بُرد مقناطیس ار تو آہنی
اگر تو لوہا ہے تو مقناطیس لے گیا
ور کہی بر کہربا بر می تنی
اگر تو گھاس ہے تو کہربا پر چکر کاٹتا ہے

آں یکے چوں نیست با اخیارِ یار
جو شخص نیکوں کا دوست نہیں ہے
لا جرم شد پہلوئ فجار جار
لا محالہ بدکاروں کے پہلو کا پڑوسی بنا

---

1. بانگِ اشگوفہ۔ دنیا کی رونق اپنی طرف بلاتی ہے دنیا کا زوال کہتا ہے کہ میرے قریب نہ آ۔ ایں۔ اگر انسان دنیا کی ایک آواز قبول کر لیتا ہے تو پھر دوسری آواز سے وہ بے تعلق ہو جاتا ہے۔ حاضرم۔ یعنی دنیا کہتی ہے میں اپنی رونق کے ساتھ موجود ہوں۔ آخرم۔ دوسری آواز کہتی ہے کہ دنیا کے انجام کو دیکھ لے۔ حاضری۔ میری موجودہ صورت مکر اور فریب ہے۔ آغاز کے آئینہ میں انجام دیکھ لے۔ جوال اندر شدی۔ کسی کام کو اختیار کر لینا۔ نادرخور۔ نالائق، ناقابل۔

2. اے خنک۔ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جو آغاز میں انجام کو دیکھ لے۔ خانہ خالی۔ اگر انسان نے صرف آغاز کی پکار سنی تو وہ اس کے دل میں گھر کر لے گی پھر وہ انجام کی آواز سننا پسند نہ کرے گا۔ کوزۂ نو۔ انسان جب آغاز پر فریفتہ ہو جاتا ہے تو انجام سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کورا برتن اگر پیشاب کو جذب کر لے تو پھر پانی اس کو پاک نہیں کر سکتا۔

3. در جہاں۔ نظامِ عالم جذب اور انجذاب پر قائم ہے ہر چیز کسی دوسری چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کفر۔ کفر کافر کو اپنی طرف کھینچتا ہے نیکی نیکوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو یہ معنوی کشش ہے۔ کہربا۔ ظاہری کشش بھی دیکھ لے کہربا تنکے کو کھینچتی ہے اور مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ برد۔ تم میں جیسی صلاحیت ہوگی اس طرف تمہاری کشش ہوگی۔ آں یکے۔ اگر نیکوں کی طرف کشش نہیں ہے تو بروں کی طرف کشش ہوگی۔

Marfat.com

آں یکے را صحبتِ خار[1] اختیار — لا جرم شد پہلوی ہر خانہ خوار
ایک کو کانٹے کی صحبت پسند ہے — وہ لا محالہ ہر کانٹے کے سلسلے میں ذلیل ہوا

ہست موسیٰ پیشِ قبطی بس ذمیم — ہست ہاماں پیشِ سبطی بس رجیم
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام قبطی کے نزدیک بُرے تھے — ہامان سبطی کے نزدیک سخت ملعون ہے

جانِ ہاماں جاذبِ قبطی شدہ — جانِ موسیٰ جاذبِ سبطی شدہ
ہامان کی جان قبطی کو کھینچنے والی بنی — (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی جان سبطی کو کھینچنے والی بنی

معدۂ خر کہ کشد در اجتذاب — معدۂ آدم جذوبِ گندم آب
گدھے کا معدہ ہضم کرنے میں گھاس کو کھینچتا ہے — آدم کا معدہ گیہوں پانی کو کھینچنے والا ہے

گر تو نشناسی کسے را از ظلام — بنگر او را کوش سازیدست امام
اگر اندھیرے کی وجہ سے تو کسی کو نہ پہچانے — اس کو دیکھ لے جس کو اس نے پیشوا بنایا ہے

زاں[2] کہ ہر گُرّہ پےِ مادر رود — تا بداں جنسیتش پیدا شود
کیونکہ جانور کا ہر بچہ ماں کے پیچھے چلتا ہے — حتیٰ کہ اس سے اس کی جنسیت ظاہر ہو جاتی ہے

آدمی را شیر از سینہ رسد — شیرِ خرازنیم زیرینہ رسد
آدمی کو سینہ سے دودھ ملتا ہے — گدھے کا دودھ نچلے آدھے حصہ سے پہنچتا ہے

بیان آنکہ عارف[3] را غذائیست از نورِ حق کہ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِیْ وَ قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰهِ یُحْیٰی بِهٖ اَبْدَانَ الصِّدِّیْقِیْنَ اَیْ فِی الْجُوْعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ

اس کا بیان کہ خدا کو پہچاننے والے کی غذا اللہ کا نور ہے کیونکہ (حدیث ہے) میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے بھوک خدائی غذا ہے اس سے زندگی پاتے ہیں صدیقین کے بدن یعنی اللہ کا کھانا بھوک میں پہنچتا ہے

عدلِ قسام ست و قسمت کرد نیست — ایں عجب کہ جبر نے و ظلم نیست
تقسیم کرنے والے کا انصاف ہے اور اس کی تقسیم ہے — یہ عجیب بات ہے کہ نہ کوئی جبر ہے نہ کوئی ظلم ہے

---

1. خار۔ یعنی برائی۔ ہست موسیٰ۔ قبطی یعنی فرعون کی قوم کے شخص کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف کشش نہیں ہے اور وہ اس کو بُرے معلوم ہوتے ہیں سبطی یعنی (اسرائیلی) حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل کی کشش ہامان یعنی فرعون کے وزیر کی طرف نہیں ہے وہ اس کو برا معلوم ہوتا ہے۔ معدہ خر۔ گدھے کے معدہ میں گھاس کی کشش ہے۔ گر تو۔ اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کے لیے ان کی کشش کو دیکھو کہ کس طرف ہے اگر ان کی کشش کا تمہیں پتا نہ چلے تو ان کے شیخ کی کشش کو دیکھ کر اچھائی برائی کا فیصلہ کرلو۔

2. زاں۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز۔ آدمی۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس کی غذا بدن کے اشرف حصہ سے حاصل ہوتی ہے۔ گدھے کو اسفل حصہ سے غذا ملتی ہے۔

3. عارف۔ چونکہ عارف باللہ اشرف المخلوقات میں فرد اعلیٰ ہے اس کو غذا اللہ کی جانب سے ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقین کو اللہ سے غذا حاصل ہوتی ہے۔ عدل۔ شعر قسمت کیا ہر چیز کو قسام ازل نے۔ جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا۔ ایں عجب۔ اس تقسیم میں کسی پر جبر بھی نہ ہوا اور نہ کسی پر ظلم ہوا۔

Marfat.com

جبر بودے کے پشیمانی[1] ُبدے ‏— ظلم بودے کے نگہبانی ُبدے

جبر ہوتا تو شرمندگی کب ہوتی؟ — ظلم ہوتا تو حفاظت کہاں ہوتی؟

روزِ آخر شد سبق فردا بود — رازِ ما را روز کے گنجا بود

شام ہو گئی، سبق کل ہو گا — ہمارے راز کی دن میں گنجائش کہاں ہے؟

حاصل آنکہ در دخول و درایاب — در نگر وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

خلاصہ یہ ہے کہ جانے اور آنے میں — غور کر لے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خطاب با مغرورانِ دنیا و گرفتارانِ نفس

دنیا سے دھوکا کھانے والوں اور نفس کے قیدیوں سے خطاب

اے بکردہ اعتمادِ واثقے[2] — بردَم و بر چاپلوسِ فاسقے

اے مضبوط بھروسہ کیے ہوئے — ایک فاسق کے فریب اور چاپلوسی پر

قبہ بر ساختستی از حباب — آخر آں خیمہ است بس واہی طناب

تو نے بلبلے کا قبہ بنایا ہے — یقیناً وہ خیمہ کمزور رسیوں والا ہے

زَرق چوں بَرق ست اندر نورِ آں — راہ نتوانند دیدن رہرواں

مکر، برق کی طرح ہے اس کی روشنی میں — راستہ چلنے والے راستہ نہیں دیکھ سکتے ہیں

ایں جہان و اہلِ او بیحاصل اند — ہر دو اندر بے وفائی یک دل اند

یہ دنیا اور دنیا دار بے نتیجہ ہیں — بے وفائی میں دونوں ہم رائے ہیں

زادۂ دنیا[3] چو دنیا بے وفاست — گرچہ رُو آرد بتو آں رُو قفاست

دنیا کی پیداوار دنیا کی طرح بے وفا ہے — اگرچہ وہ تیری طرف رخ کرے وہ چہرہ گدی ہے

اہلِ آں عالم چو آں عالم زِ بِرّ — تا ابد در عہد و پیماں مستمر

اس جہان والے، اس جہان کی طرح نیکی کی وجہ سے — ہمیشہ کے لیے عہد اور پیمان پر قائم ہیں

خود دو پیغمبر بہم کے ضد شدند — معجزات از ہمدگر کے بستدند

دو پیغمبر آپس میں کب مخالف ہوتے ہیں؟ — آپس میں ایک دوسرے کے معجزے کب چھینتے ہیں؟

کے شود پژمردہ میوہ آنجہاں — شادیٔ عقبیٰ نگردد اندہاں

اُس عالم کا پھل کب خراب ہوتا ہے؟ — آخرت کی خوشی غم نہیں بنتی ہے

---

1. پشیمانی۔ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے جب انسان برا کام کرتا ہے تو اس کو شرمندگی ہوتی ہے، اگر جبر ہوتو پھر کام پر شرمندگی نہ ہونی چاہیے۔ نگہبانی۔ ظالم، مظلوم کا نگہبان نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بندے کا نگہبان ہے رزق دیتا ہے صحت دیتا ہے۔ روز۔ اب اس مضمون کو ختم کر دینا چاہیے، بہت وقت گذر گیا اور مضمون ناتمام رہا۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب دربار خداوندی میں آنا جانا ہو تو اپنی حالت کو مدنظر رکھو۔ خطاب۔ جن لوگوں کو من جانب اللہ غذا حاصل ہوتی ہے ان کے بالمقابل گروہ کا تذکرہ شروع کیا ہے۔
2. اعتمادِ واثقے۔ مضبوط بھروسا۔ فاسقے۔ یعنی بناوٹی شیخ۔ حباب۔ پانی کا بلبلہ۔ طناب۔ خیمہ کا رسہ۔ زرق۔ مکاری، یعنی مکار شیخ کی مکاری بجلی کی کوند ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں کیا جا سکتا۔ بے حاصل۔ بے نتیجہ، بیکار۔
3. زادۂ دنیا۔ یعنی دنیادار۔ رُو۔ اس کا رخ بھی گدی کی طرح ہے۔ بِرّ۔ نیکی۔ مستمر۔ دائم۔ دو پیغمبر۔ اہل اللہ میں کبھی باہمی مخالفت نہیں ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کا مال یعنی معجزے نہیں چھینتے ہیں۔ کے شود۔ عالم آخرت کی نعمتیں ناقابل زوال ہیں اور اس کی خوشی کبھی غم سے تبدیل نہیں ہوتی ہے۔

Marfat.com

نفس[1] بے عہدست زاں رُو کشتنی ست
نفس بے وفا ہے، اس لیے گردن زنی ہے

نفسہا را لائق ست ایں انجمن
نفسوں کے لیے یہ انجمن مناسب ہے

نفس اگرچہ زیرک ست و خردہ داں
نفس اگرچہ ذہین اور نکتہ داں ہے

آبِ وحیِ حق بدیں مُردہ رسید
اللہ کے الہام کا پانی اس مردے کو پہنچا

تا نیاید[2] وحی زو غرہ مباش
جب تک اللہ (تعالیٰ) کا الہام نہ آئے اس سے دھوکا نہ کھا

بانگ و صیتے جو کہ آں خامل نشد
وہ آواز اور شہرہ چاہ جو کبھی گمنام نہ ہو

آں ہنرہائے[3] دقیق و قال و قیل
نازک ہنر اور قیل و قال

رونق و طاق و طرنب و سحرِ شاں
ان کی رونق اور شان و شوکت اور جادو

سحرہائے ساحراں داں جملہ را
سب کو جادوگروں کے لیے جادو سمجھ

جادویہا را ہمہ یک لقمہ کرد
(اس نے ان) سب جادوؤں کو ایک لقمہ بنا لیا

نور ازاں خوردن نشد افزون و بیش
اس کھانے سے نور افزوں اور زیادہ نہ ہوا

او دَنی و قبلہ گاہ او دَنی ست
وہ کمینہ ہے اور اس کا قبلہ گاہ (بھی) کمینہ ہے

مُردہ را در خور بود گور و کفن
گور و کفن مردے کے لیے مناسب ہوتا ہے

قبلہ اش دنیاست او را مُردہ داں
اس کا قبلہ دنیا ہے اس کو مُردہ سمجھ

شد ز خاکِ مردۂ زندہ پدید
مُردہ خاک سے زندہ پیدا ہو گیا

تو بداں گلگونہ طالَ بقاش
"اس کی عمر دراز ہو" کے غازے سے

تابِ خورشیدے کہ آں آفل نشد
اس سورج کی چمک (چاہ) جو کبھی غروب نہیں ہوتا ہے

قومِ فرعون اند اجل چوں آبِ نیل
فرعون کی قوم ہیں، موت دریائے نیل کی طرح ہے

گرچہ خلقاں را کشد گردن کشاں
اگرچہ لوگوں کو زبردستی کھینچتے ہیں

مرگ چوبے داں کہ آں شد اژدہا
موت کو وہ عصا سمجھ جو اژدہا بنا

یک جہاں پُر شب بدآں را صبح خورد
ایک دنیا رات سے بھری تھی جس کو صبح نے نگل لیا

بل ہماں سان ست کو بودہ است پیش
بلکہ اسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا

---

[1] نفس۔ دنیادار نفس کے تابع ہیں اور وہ بے وفا ہے لہٰذا دنیادار بھی بے وفا ہیں۔ قبلہ گاہ۔ نفس کا قبلہ گاہ فسق و فجور ہے۔ دَنی۔ کمینہ۔ گور و کفن۔ دنیا کا وہ حلقہ جس میں ذکر و فکر نہ ہو قبر ہے۔ نفس۔ دنیادار خواہ کتنا ہی ذہین ہو جب وہ آخرت سے غافل ہے مردہ ہے۔ آبِ وحی۔ دنیادار کو جب بھی ہدایت میسر آتی ہے تو یہ سمجھو کہ مردہ زندہ ہو گیا۔

[2] تا نیاید۔ نفس انسان کو دھوکا میں مبتلا کرتا ہے اور یقین دلاتا رہتا ہے کہ عمر دراز ہے آئندہ نیکی کرنے کا موقع ہے فی الحال دنیا کے مزے اڑا لو۔ گلگونہ۔ غازہ۔ بانگ۔ وہ آواز تلاش کر جو کبھی گمنام نہ ہو اور وہ نور حاصل کر جس کے لیے غروب ہو جانا نہیں ہے اور وہ اہل حق کے پاس ہے۔

[3] آں ہنرہائے۔ دنیا کے تمام ہنر اور بحث و مباحثہ بمنزلہ فرعونی قوم کے ہیں اور ان کے لیے موت بمنزلہ دریائے نیل کے ہے۔ رونق۔ اس دنیا کی رونق اور شان و شوکت اگرچہ انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن موت ان کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سمجھو جس نے جادوگروں کی جادوگری کو نگل لیا تھا۔ جادویہا۔ اسی طرح موت ان تمام ہنرمندیوں کو نگل جائے گی۔ یک جہاں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے سے دنیا کی تاریکی چھٹ گئی تھی اور وہ نور خداوندی اس تاریکی کو نگل گیا تھا۔ نور۔ خدا کے اس نور مطلق میں اس تاریکی کو نگل جانے سے کوئی اضافہ نہ ہوا وہ پہلے ہی کامل و مکمل تھا۔ تمام دنیا کا ایمان لانا خدا کی خدائی میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

در اثر افزوں شدہ در ذات نے — ذات را افزونی و آفات نے
اثر میں اضافہ ہوا، ذات میں نہیں — ذات کے لیے بڑھاؤ اور گھٹاؤ نہیں ہے

حق ز ایجادِ جہاں افزوں نشد — انچہ اوّل آں نبود اکنوں نشد
دنیا کے پیدا کرنے سے اللہ (تعالیٰ) میں اضافہ نہیں ہوا — جو کچھ پہلے تھا اب (بھی) نہ ہوا

لیک[1] افزوں شد اثر ز ایجادِ خلق — درمیانِ ایں دو افزونیست فرق
دنیا کو پیدا کرنے سے نشاں میں اضافہ ہوا — ان دونوں اضافوں میں فرق ہے

شد فزونیِ اثر اظہارِ او — تا پدید آید صفات و کارِ او
نشان کی زیادتی اس (ذات) کا اظہار ہوئی — تاکہ اس کی صفت اور صنعت کا ظہور ہو

ہست[2] افزونیِ ہر ذاتے دلیل — کو بود حادث بعلتہا علیل
ہر ذات میں زیادتی دلیل ہے — کہ وہ حادث ہے (اور) علتوں کی وجہ سے ناقص ہے

نکتہ شد باریک اینجا اے رفیق — لیک بشنو تو مقالاتِ دقیق
اے دوست! اس مقام پر نکتہ باریک ہو گیا — لیکن تو باریک باتیں سنتا رہ

تفسیر آیہ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی

پس موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈرے، ہم نے کہا تو نہ ڈر یقیناً تو اعلیٰ ہے" آیت کی تفسیر

گفت موسیٰ سحر ہم حیراں کنے ست — چہ کنم کایں خلق را تمیز نیست
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے کہا جادو بھی حیران کن ہے — میں کیا کروں ان میں تمیز نہیں ہے

گفت حق[3] تمیز را پیدا کنم — عقلِ بے تمیز را بینا کنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں تمیز پیدا کر دوں گا — بے تمیز عقل کو بصارت دے دوں گا

چونکہ معجزات را ظاہر کنم — عقل را در دیدنش فاخر کنم
جب تمہارے معجزوں کو ظاہر کروں گا — عقل کو ان کے دیکھنے میں قابل فخر بنا دوں گا

دیدہ بخشم عقلِ بے تمیز را — کور سازم جاہلِ ناچیز را
بے تمیز عقل کو بینائی بخش دوں گا — ناچیز، جاہل کو اندھا بنا دوں گا

---

[1] لیک۔ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا فرمایا ہے تاکہ اس کے پہچاننے کی نشانوں میں اضافہ ہو جائے۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ "میں ایک چھپا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تب میں نے مخلوق پیدا کی۔" ایں دو۔ ذات اور نشانوں کے اضافہ میں فرق ہے۔

[2] ہست۔ کسی ذات میں اضافہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے وہ ناقص تھی ذاتِ قدیم حدوث اور نقصان سے بالا ہے۔ نکتہ۔ اگرچہ یہ مضمون دقیق ہے لیکن تو سنتا رہ اللہ سمجھنے کی توفیق دے دے گا۔ تفسیر۔ اس سے یہ سمجھایا ہے کہ معارف اور حقائق کے نکتے اللہ کی توفیق سے ہی سمجھ میں آتے ہیں۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ڈرنے کی وجہ جادوگروں یا سانپوں کا خوف نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ لوگ معجزے اور جادو میں فرق نہ کر سکیں گے۔

[3] گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشکل حل فرما دی اسی طرح اللہ تعالیٰ معارف سمجھنے کی مشکلات کو حل فرما دیتا ہے۔ معجزات۔ عصا اور ید بیضا کے معجزے اور جادو میں فرق سمجھا دوں گا۔ دیدہ بخشم۔ مومنین کے ایمان میں اضافہ کر دوں گا اشقیا ایمان سے محروم رہیں گے۔

گرچہ[1] چوں دریا برآوردند کف
اگرچہ وہ دریا کی طرح جھاگ نکال رہے ہیں
بود اندر عہدِ خود سحرِ افتخار
جادو اپنے زمانہ میں باعث فخر تھا
ہر کسے را دعوئِ حسن و نمک
ہر شخص کو حسن اور ملاحت کا دعویٰ ہے
سحر رفت و معجز موسیٰؑ گذشت
جادو چلا گیا اور (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ بھی گزر گیا
بانگِ طشتِ سحر جز لعنت نماند
جادو کے طشت کی آواز لعنت کے سوا نہ رہی
چوں محک پنہاں شداست از مرد و زن
جب مرد و زن سے کسوٹی چھپ گئی ہے
وقتِ لافستت محک چوں غائب است
تیرے لیے شیخی بگھارنے کا وقت ہے جبکہ کسوٹی غائب ہے
ہر دمت عزے و نازے در فزود
ہر وقت تیری عزت اور ناز میں اضافہ ہوا
قلب[3] می گوید ز نخوت ہر دم
کھوٹا، تکبر سے ہر وقت مجھ سے کہتا ہے
زر ہمی گوید بلے اے خواجہ تاش
سونا کہتا ہے ہاں، اے دوست!
مرگِ تن ہدیہ است بر اصحابِ راز
جسم کی موت راز والوں کا تحفہ ہے
قلب اگر در خویش آخر بیں بدے
کھوٹا، اگر اپنا انجام بیں ہوتا

موسیا تو غالب آئی لا تخف
اے موسیٰ! تم غالب آؤ گے خوف نہ کرو
چوں عصا شد مار آنہا گشت عار
جب لاٹھی سانپ بنی وہ ذلت بن گیا
سنگ مرگ آمد نمکہا را محک
موت کا پتھر ملاحتوں کی کسوٹی ہے
ہر دو را ازبام بود افتاد طشت[2]
دونوں وجود میں مشہور ہو گئے
بانگِ طشتِ دیں بجز رفعت نماند
دین کے طشت کی آواز بلندی کے سوا نہ رہی
در صف آ اے قلب اکنوں لاف زن
اے کھوٹے! میدان میں آ جا، اب شیخی بگھار
می برندت از عزیزی دست دست
تجھے لوگ عزت سے ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں
چوں محک آمد چرا گشتی کبود
جب کسوٹی آ گئی تو کالا کیوں ہو گیا؟
اے زرِ خالص من از تو کے کمم
اے خالص سونے! میں تجھ سے گھٹیا کب ہوں؟
لیک می آید محک آمادہ باش
لیکن کسوٹی آ رہی ہے تیار ہو جا
زرِ خالص را چہ نقصان ست گاز
خالص سونے کو گانتی سے کیا نقصان؟
آں سیہ کآخر شد او اول شدے
جو سیاہ (روئی) آخر میں ہوئی شروع میں ہو جاتی

---

1. گرچہ۔ ان ساحروں کا جوش وخروش سب کافور ہو جائے گا اور غلبہ تمہارا ہوگا۔ بود۔ مولانا فرماتے ہیں اس دور میں جادوگری بہت زیادہ باعث فخر تھی لیکن عصا کے معجزے کے بعد وہ حقیر اور ذلیل ہو گئی۔ ہر کسے۔ ہر زمانہ میں ایک ہنر باعث فخر رہا ہے لیکن معجزے کے سامنے وہ ماند پڑ گیا ہے حضرت مسیحؑ کے دور میں طب جو جان کے دم کرنے کے معجزے سے ماند پڑی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں فصاحت و بلاغت جو قرآن سے ماند پڑ گئی۔ بود۔ وجود۔
2. طشت۔ طشت از بام افتادن، مشہور ہو جانا۔ بانگ۔ جادوگری کی شہرت بصورتِ لعنت اور معجزے کی شہرت بصورتِ رفعت و بلندی باقی ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ قلب۔ کھوٹا۔ ہر دمت۔ کھوٹے کی رونق اسی وقت تک رہتی ہے جب تک کسوٹی نہ ہو، کسوٹی کے بعد وہ بے رونق ہو جاتا ہے یہی حال معجزوں کے مقابلہ میں ان ہنر مندوں کا ہوا۔
3. قلب۔ جب کسوٹی نہ ہو تو کھوٹا کھرے کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام باہمی خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔ مرگِ تن۔ انبیا اور اولیا کی موت ان کے لیے اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ گاز۔ گانتی، سنار کی سونا کترنے کی قینچی۔ قلب۔ بدکار جو آخرت میں ندامت اٹھائے گا اگر وہ عاقبت بیں ہوتا تو زندگی میں گناہوں پر ندامت کا اظہار کرتا۔

چوں شدے[1] اوّل سیہ اندر لقا — دور بودے از نفاق و از شقا
اگر شروع میں سیاہ رو ہو جاتا، ملاقات کے وقت — نفاق اور بدبختی سے دور ہو جاتا

کیمیائے فضل را طالب بدے — عقلِ او بر زُرق او غالب بدے
بزرگی کی کیمیا کا طالب ہوتا — اس کی عقل اس کے مکر پر غالب ہوئی

چوں شکستہ دل شدے از حال خویش — جا بر اِشکستگاں دیدے بہ پیش
جب اپنی حالت پر رنجیدہ ہوتا — (دل) ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والا سامنے دیکھ لیتا

عاقبت را دید اُو اِشکستہ شد — از شکستہ بند در دم بستہ شد
اس کے انجام کو دیکھا اور شکستہ (دل) ہوا — ٹوٹے کو جوڑنے والے کی طرف فوراً جڑ گیا

فضل مِسہا را سوئ اکسیر راند — آں زر اندود از کرم محروم ماند
(اللہ کے) فضل نے تانبے کو کیمیا کی جانب روانہ کر دیا — وہ ملمع شدہ، کرم سے محروم ہو گیا

اے زَر اندودہ مکن دعویٰ ببیں — کہ نماند مشتریت اعمیٰ چنیں
اے ملمع شدہ! دعویٰ نہ کر، دیکھ — کہ تیرا خریدار ہمیشہ ایسا اندھا نہ رہے گا

نورِ محشر چشمِ شاں بینا کند — چشم بندیِ[2] ترا رُسوا کند
قیامت کا نور ان کی آنکھوں کو بینا کر دے گا — تیری نظر بندی کو رسوا کر دے گا

بنگر آنہا را کہ آخر دیدہ اند — حسرتِ جانہا و رَشکِ دیدہ اند
ان کو دیکھ لے جنھوں نے آخرت کو مدنظر رکھا ہے — وہ جانوں کے لیے (باعث) حسرت اور آنکھوں کے لیے (باعث) رشک ہیں

منگر آنہا را کہ حالی دیدہ اند — بُرِّ فاسد ز اصلِ بُرّ ببریدہ اند
ان کو نہ دیکھ کہ جنھوں نے موجود کو دیکھا ہے — فاسد راز، اصل راز سے کتر لیا ہے

پیشِ[3] حالی بیں کہ در جہل ست و شک — صبحِ صادق صبحِ کاذب ہر دو یک
موجود کو دیکھنے والے کے لیے جو نادانی اور شک میں ہے — صبح صادق اور صبح کاذب دونوں ایک ہیں

صبحِ کاذب صد ہزاراں کارواں — داد بربادِ ہلاکت اے جواں
صبح کاذب نے لاکھوں قافلوں کو — اے جوان! ہلاکت سے برباد کیا ہے

صبحِ صادق را طلب کن اے عزیز — تا ز صدقِ او شوی صاحب تمیز
اے پیارے! صبح صادق کو طلب کر — تاکہ تو اس کی سچائی کے ذریعہ تمیزدار بن جائے

---

1. چوں شدے۔ اگر گنہگار اپنے گناہوں پر زندگی میں نادم ہو جاتا تو آخرت میں نفاق اور بدبختی سے نجات پا جاتا۔ فضل۔ یعنی توبہ کر کے اللہ کی رحمت کا امیدوار بن جاتا۔ چوں شکستہ۔ جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو رحمت خداوندی اس کی دل شکستگی کو رفع کر دیتی ہے۔ عاقبت۔ جس نے آخرت کو پیش نظر کر لیا رحمت خداوندی اس کی دستگیری کرتی ہے۔ مسہا۔ وہ لوگ جو گنہگار ہیں۔ اکسیر۔ یعنی مغفرت۔ زراندود۔ منافق، بناوٹی شیخ۔ اے زراندودہ۔ بناوٹی شیخ کو خطاب ہے کہ تیرے مرید ہمیشہ ایسے ہی اندھے نہ رہیں گے کہ تیری حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔
2. چشم بندی۔ نظر بندی۔ بنگر۔ تو ان لوگوں کے رتبے جنھوں نے آخرت کا دھیان رکھا عوام کی جان اور آنکھ کے لیے باعث رشک ہیں۔ منگر۔ ان بناوٹی پیروں کی طرف نہ دیکھ انھوں نے اصلی معارف میں سے کچھ چیزیں کتر لی ہیں جن سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔
3. پیش حالی بیں۔ دنیادار کو جھوٹے شیخ اور سچے شیخ میں فرق نظر نہیں آتا ہے۔ صبح کاذب۔ قافلہ اگر صبح کاذب کو صبح صادق سمجھ کر چل پڑتا ہے تو لٹ جاتا ہے اسی طرح جھوٹے شیخ کی پیروی سے انسان تباہ ہوتا ہے۔ صبح صادق۔ سچے شیخ کے اتباع سے صحیح نظر حاصل ہوتی ہے۔

نیست[1] نقدے کش غلط انداز نیست　　وائے آں جاں کش محک و گاز نیست

کوئی کھرا سکہ نہیں ہے جس کے لیے غلطی میں مبتلا کرنے والا (سکہ) نہ ہو　　اس جان پر مصیبت ہے جس کے پاس کسوٹی اور گاز نہیں ہے

باز رَو سوئے غلام و کتبتش　　کو سوئے شہ می نویسد نامہ خوش

غلام اور اس کے (رقعہ) لکھنے کی طرف واپس چل　　کہ وہ عجیب رقعہ شاہ کو لکھتا ہے

زجر کردنِ مدعی را از دعویٰ و امر کردنِ او را بمتابعتِ انبیاء و اولیاء

جھوٹے مدعی کو دعوے سے باز رکھنا اور انبیا اور اولیا کی پیروی کا حکم دینا

بو مسیلم گفت من خود احمدم　　دینِ احمدؐ را بفن برہم زدم

مسیلمہ (کذاب) بولا میں خود پیغمبر ہوں　　میں نے احمد ﷺ کے دین کو تدبیر کے ذریعہ تباہ کر دیا

بو مسیلم را بگو کم کن بطر　　غرۂ اوّل مشو آخر نگر

مسیلمہ (کذاب) سے کہہ دے کہ اکڑ نہیں!　　ابتدا سے دھوکا نہ کھا انجام کو دیکھ

ایں قلاوزی مکن از حرصِ جمع[2]　　پس روی کن تا روی در پیشِ شمع

(دولت) جمع کرنے کے لالچ سے رہنمائی اختیار نہ کر　　اتباع کر تا کہ تو شمع کے آگے چلے

شمع مقصد را نماید ہمچو ماہ　　کایں طرف دانہ است یا خود دامگاہ

شمع مقصد کو چاند کی طرح روشن کر دیتی ہے　　کہ اس جانب دانہ ہے یا جال کی جگہ

گر بخواہی یا نخواہی با چراغ　　دیدہ گردد نقشِ باز و نقشِ زاغ

خواہ تو چاہے یا نہ چاہے چراغ کے ہوتے ہوئے　　باز کی صورت اور کوے کی صورت نظر آ جاتی ہے

گرچہ[3] ایں زاغان دَغل افروختند　　بانگِ بازانِ سفید آموختند

اگرچہ ان کوؤں نے مکر (کا چراغ) روشن کیا ہے　　سفید بازوں کی بولی سیکھ لی ہے

بانگِ ہدہد گر بیاموزد قطا　　رازِ ہدہد کو و پیغامِ سبا

کونج اگر ہدہد کی بولی سیکھ لے　　ہدہد کا راز اور سبا کا پیغام کہاں ہے؟

بانگ پَرِ رَستہ ز پَرِ بستہ بداں　　تاجِ شاہاں رازِ تاجِ ہدہداں

کھلے ہوئے پروں کی آواز کو بندھے ہوئے پروں کی آواز سے پہچان لے　　شاہوں کے تاج کو ہدہد کے تاج سے (ممتاز کر لے)

---

[1] نیست۔ دنیا میں ہر کھری چیز کی صورت میں ایک کھوٹی چیز ہوتی ہے جس میں امتیاز کی صلاحیت نہ ہو اس کی تباہی ہے۔ زجر کردن۔ جھوٹے شیوخ کے لیے تنبیہ کہ وہ انبیا اور اولیا کی پیروی کریں۔ بو مسیلم۔ یعنی مسیلمہ کذاب جس نے یمامہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کچھ لوگ اس کے پیرو بن گئے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اول۔ یعنی ابتدائی زمانہ میں چند آدمیوں کا گرویدہ ہو جانا۔ آخر۔ ذلت کے ساتھ مارا گیا۔ ایں قلاوزی۔ نبوت اور رہنمائی کا دعویٰ چھوڑ کر کسی بھلے کی پیروی کر اور اس شمع کو پیشرو بنا لے۔

[2] حرصِ جمع۔ یعنی دنیا کا مال جمع کرنے کا لالچ۔ شمع۔ وہ سچا آدمی راہنمائی کرے گا اور تجھے بتائے گا کہ اس طرف تباہی ہے اور اس طرف نجات ہے۔ گر بخواہی۔ بھلوں کی صحبت لامحالہ مفید ہے اور بھلے برے میں امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔

[3] گرچہ۔ ان جھوٹے شیوخ نے سچے شیوخ کی باتیں رٹ لی ہیں لیکن حقیقت سے محروم ہیں اگر کونج ہدہد کی بولی سیکھ بھی لے تو اس کے پاس وہ راز سلیمانی کہاں ہے اور وہ پیغام کہاں ہے جو ہدہد نے بلقیس کو سبا میں جا کر دیا تھا۔ قطا۔ ایک خوش آواز پرندہ جو قطا قطا بولا کرتا ہے اور آواز بدلتا نہیں۔ یہ جانور کنکر کھاتا ہے اس لیے اس کو سنگ خوارہ کہتے ہیں۔ بانگ۔ حقیقی پروں سے اڑنے والے اور فرضی پر لگانے والے میں امتیاز کرنا چاہیے شاہی تاج اور ہدہد کے تاج میں فرق ضروری ہے۔

Marfat.com

حرفِ دُرویشاں و نکتہ عارِفاں
فقیروں کے لفظ اور عارفوں کے نکتے

ہر ہلاکِ اُمتِ پیشیں کہ بود
پہلی امتوں کی جو تباہی ہوئی

بودشاں تمیز کاں مظہر کند
ان میں (قوت) تمیز تھی جو ظاہر کر دیتی ہے

کوریِ کوراں ز رحمت دور نیست
اندھوں کا اندھا پن رحمت (خداوندی) سے دور نہیں ہے

چار میخ[2] شہ ز رحمت دور نے
بادشاہ کی سزا شفقت سے دور نہیں ہے

ماہیا آخر نکو بنگر بہ شست
اے مچھلی! کانٹے کو اچھی طرح دیکھ لے

با دو دیدہ اوّل و آخر ببیں
دونوں آنکھوں سے اول اور آخر کو دیکھ لے

اعور آں باشد کہ حالی دید و بس
کانا وہ ہے جو صرف موجود کو دیکھے

چوں دو چشم[3] گاو در جرمِ تلف
بیل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی سزا میں

نصف قیمت ارزد آں دو چشمِ او
اس کی وہ دونوں آنکھیں آدھی قیمت کے لائق ہیں

بستہ اند ایں بے حیایاں[1] بر زباں
ان بے حیاؤں نے زبان پر باندھ لیے ہیں

زانکہ جندل را گماں بَرِند عود
اس لیے ہوئی کہ جندل (پتھر) کو انہوں نے "اگر" سمجھا

لیک حرص و آز کور و کر کند
لیکن حرص اور لالچ اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

کوریِ حرص ست کاں معذور نیست
لالچ کا اندھا پن ہے جو باعثِ عذر نہیں ہے

چار میخ حاسدی مغفور نے
حسد کی سزا معافی کے قابل نہیں ہے

بد گلوئی چشم آخر بینت بست
خلق کی بُرائی نے تیری انجام کو دیکھنے والی آنکھ بند کر دی ہے

ہیں مباش اعور چو ابلیسِ لعیں
خبردار! ملعون شیطان کی طرح کانا نہ بن

چوں بہائم بیخبر از پیش و پس
جانوروں کی طرح آگے اور پیچھے سے بے خبر ہو

ہمچو یک چشم ست کش نبود شرف
(انسان کی) ایک آنکھ کی طرح ہیں کیونکہ ان میں شرافت نہیں ہے

کہ دو چشمش راست مسند چشمِ تو
کیونکہ اس کی دونوں آنکھوں کا سہارا تیری آنکھ ہے

---

1. بے حیایاں۔ ان جھوٹے شیوخ نے بزرگوں کی کچھ باتیں سیکھ لی ہیں جن کے ذریعہ عوام کو پھنساتے ہیں۔ ہر ہلاک۔ پہلی امتوں پر ہلاکت اسی وجہ سے آئی کہ انہوں نے صحیح رہنما اور غلط رہنما میں امتیاز نہ کیا۔ بود۔ اللہ نے ان کو امتیاز کرنے کی قوت دی تھی لیکن ان کی حرص اور طمع نے ان کو اندھا اور بہرا بنا دیا تھا۔ کوری۔ اگر حقیقی اندھا ہو تو اللہ کی رحمت اس کی دستگیری کرتی ہے اور اگر لالچ کا اندھا ہو تو اس کی معذوری نا قابل معافی ہے۔

2. چار میخ۔ جس کو سزا دی جاتی تھی اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے جکڑ دیے جاتے تھے۔ حاسدی۔ انسان خود اپنے حسد کی وجہ سے سزا اور تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کو معافی نہیں ہوتی ہے۔ بد گلوئی۔ یعنی حلق کی بری عادتیں۔ با دو دیدہ۔ اللہ نے دو آنکھیں اس لیے دی ہیں کہ انسان آغاز اور انجام دونوں کو دیکھے جو صرف دنیا پر نظر رکھے وہ گویا ایک آنکھ والا ہے۔ چوں بہائم۔ جانور اپنے انجام سے بے خبر ہے تو گویا وہ ایک آنکھ والا ہے۔

3. چوں دو چشم۔ ان اشعار میں یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کی آنکھ کو حیوانات کی آنکھ پر فضیلت ہے اور اس کی وجہ انسان کی انجام بینی ہے۔ آنکھوں کو ہلاک کرنے کی صورت میں حیوان کی دونوں آنکھوں کا تاوان وہ ہے جو انسان کی ایک آنکھ کا تاوان ہے۔ نصف قیمت۔ اگر جانور کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی جائیں تو اس جانور کی نصف قیمت کا تاوان دینا ہوگا کیونکہ حیوان کی دو آنکھیں اپنا کام کرنے میں انسان کی آنکھ کی محتاج ہیں لہٰذا آنکھ کا پورا نفع اس کو چار آنکھوں سے پہنچتا ہے یعنی خود اس کی دو آنکھوں اور انسان کی دو آنکھوں سے تو اس کی دو آنکھیں پھوڑنے سے گویا آنکھوں کی منفعت کا نصف حصہ ضائع کیا ہے۔

Marfat.com

ور کنی[1] یک چشم آدم زادهٔ　　نصف قیمت لازم ست از جادهٔ
اگر تو انسان کی ایک آنکھ نکال دے　　مذہب کی رو سے آدھی قیمت لازم ہے

زانکہ چشمِ آدمی تنہا بخود　　بے دو چشمِ یار کارے می کند
کیونکہ انسان کی آنکھ اکیلی خود　　یار کی دو آنکھوں کے بغیر کام کرتی ہے

چشمِ خر چوں اولش بے آخرست　　گر دو چشمش ہست حکمش اعورست
گدھے کی آنکھ کا آغاز چونکہ بغیر انجام (کے دیکھنے کے) ہے　　اگرچہ اس کی دونوں آنکھیں ہیں (لیکن) کانے کے حکم میں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں خفیف　　می نویسد رقعہ در طمعِ رغیف
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ بے عقل　　روٹی کے لالچ میں رقعہ لکھ رہا ہے

بقیہ قصۂ آں نوشتن غلام رقعہ را بطلب اجرے

روزی کی طلب میں غلام کے رقعہ لکھنے کے قصہ کا بقیہ

رفت پیش از نامہ پیشِ مطبخی[2]　　کاے بخیل از مطبخِ شاہِ سخی
وہ رقعہ لکھنے سے پہلے داروغۂ مطبخ کے پاس گیا　　کہ اے سخی بادشاہ کے مطبخ سے بخل کرنے والے!

دُور ازو وز ہمتِ او کایں قدر　　از جری ام آیدش اندر نظر
اس کی اور اس کی شان سے دور ہے کہ اس قدر　　میری روزی پر اس کو دھیان ہو

گفت بہر مصلحت فرمودہ است　　نے برائے بخل و نے تنگیِ دست
اس نے کہا مصلحت کی بنا پر حکم فرمایا ہے　　نہ کہ بخل اور تنگدستی کی وجہ سے

گفت دہلیزیست و اللہ ایں سخن　　پیشِ شہ خاک ست ہم زرِ کہن
اس نے کہا خدا کی قسم یہ بات باہری ہے　　بادشاہ کے سامنے تو پرانا سونا بھی مٹی ہے

مطبخی دہ گونہ[3] حجت بر فراشت　　او ہمہ رد کرد از حرصے کہ داشت
مطبخ کے داروغہ نے دس دلیلیں اٹھائیں　　اُس نے اس حرص کی وجہ سے جو اس میں تھی سب کو رد کردیا

چوں جری کم آمدش در وقتِ چاشت　　زد بسے تشنیع و او سودے نداشت
ناشتہ کے وقت جب اس کو کم خوراک ملی　　اس نے بہت لعن طعن کی، کوئی فائدہ نہ ہوا

گفت قاصد می کنید اینہا شما　　گفت نے کہ بندہ فرمانیم ما
اس نے کہا یہ سب کچھ تم قصداً کرتے ہو　　اس نے کہا نہیں ہم حکم کے غلام ہیں

ایں مگیر از فرع ایں از اصل گیر　　برکماں کم زن کہ از بازو ست تیر
یہ شاخ کی جانب سے نہ سمجھ جڑ کی جانب سے سمجھ　　کمان پر طعنہ زنی نہ کر، تیر بازو سے چلا ہے

---

[1] درکنی۔ انسان دو آنکھوں سے پورا نفع حاصل کرتا ہے اور اس کی ایک آنکھ پھوڑنا گویا آنکھ کا نصف نفع ضائع کرتا ہے لہٰذا اس کو نصف دیت دینی ہوگی۔ جادہ۔ یعنی راہِ شریعت۔ چشمِ خر۔ گدھا چونکہ انجام بیں نہیں ہے لہٰذا اس کی دونوں آنکھیں بمنزلہ ایک آنکھ کے ہیں اور وہ گویا کانا ہے۔ خفیف۔ یعنی خفیف العقل۔ رغیف۔ روٹی۔

[2] مطبخی۔ داروغۂ مطبخ۔ کایں قدر۔ یہ کہ میری معمولی روزی کی طرف اس کو دھیان ہو اور وہ اس کے بارے میں کمی کرنے کا حکم دے۔ دہلیزی۔ یعنی یہ بات باہر کے لوگوں کی جانب سے ہے۔ زرِ کہن۔ پرانا سونا بہت خالص ہو جاتا ہے۔

[3] دہ گونہ۔ یعنی داروغۂ مطبخ نے ہر چند سمجھایا کہ تیری روزی شاہی حکم سے کم کی گئی ہے لیکن اس نے ایک دلیل نہ مانی۔ تشنیع۔ لعنت ملامت۔ قاصد۔ یعنی یہ تو نے اپنے ارادہ سے کیا ہے۔ فرع۔ یعنی بادشاہ کا عملہ۔ اصل۔ یعنی بادشاہ۔ برکماں۔ تیر اور کمان خود کام نہیں کرتے ہیں چلانے والے کا بازو کام کرتا ہے۔

Marfat.com

مَا رَمَیْتَ[1] اِذْ رَمَیْتَ ابتلاست
"جبکہ تو نے پھینکا تو نے نہیں پھینکا" آزمائش ہے
بر نبی کم نہ گنہ کاں از خداست
نبی پر الزام نہ دھر وہ خدا کی جانب سے ہے

آب از سَر تیرہ است اے خیرہ چشم
اے اندھے! پانی اصل سے گدلا ہے
پیشتر بنگر یکے بکشای چشم
آگے کو دیکھ، ذرا آنکھ کھول

شد ز خشم و غم درونِ بقعہٗ
غم و غصہ سے وہ گھر میں گیا
سوی شہ بنوشت خشمیں رُقعہٗ
غصہ سے بھرا خط بادشاہ کو لکھا

اندراں رقعہ ثنایِ شاہ گفت
اس نے اس رقعہ میں بادشاہ کی تعریف کی
گوہر جود و سخائے شاہ سفت
بادشاہ کی بخشش اور سخاوت کے موتی پروئے

کاے ز بحر و ابر افزوں کفِّ تو
اے وہ کہ تیری ہتھیلی سمندر اور ابر سے بڑھی ہوئی ہے
در قضائے حاجتِ حاجات جو
ضرورت پورا کرنے میں ضرورتوں کی جستجو کرنے والا ہے

زانکہ[2] ابر انچہ دہد گریاں دہد
اس لیے کہ ابر جو کچھ دیتا ہے روتے ہوئے دیتا ہے
کفِ تو خنداں پیاپے خواں نہد
تیری ہتھیلی مسکراتی ہوئی پے در پے خوان دیتی ہے

ظاہرِ رُقعہ اگرچہ مدح بود
اگرچہ رقعہ بظاہر تعریف تھا
بویِ خشم از مدح اثرہا می نمود
غصہ کی بو تعریف (میں) سے آثار ظاہر کر رہی تھی

زاں ہمہ کارِ تو بے نورست و زشت
اس لیے تیرے کام بے رونق اور بھدے ہیں
کہ تو دوری دور از نورِ سرشت
کیونکہ تو فطری نور سے بہت دور ہے

رونقِ کارِ خساں کاسد شود
کمینوں کے کام کی رونق کھوٹی ہوتی ہے
ہمچو میوہ تازہ زو فاسد شود
جس طرح تازہ پھل جلد بگڑ جاتا ہے

رونقِ دنیا بر آرد زو کساد
دنیا کی رونق جلد کھوٹ ظاہر کر دیتی ہے
زانکہ ہست از عالمِ کون و فساد
کیونکہ وہ بننے اور بگڑنے والے جہان کی ہے

خوش[3] نگردد از مدیحی سینہا
سینے تعریف سے خوش نہیں ہوتے ہیں
چونکہ در مداح باشد کینہا
جبکہ تعریف کرنے والے میں کینے ہوں

اے دل از کین و کراہت پاک شو
اے دل! کینہ اور نفرت سے پاک ہو جا
وانگہاں الحمد خواں چالاک شو
پھر تعریف کر اور تیز ہو جا

---

1. مَا رَمَیْتَ۔ جنگ بدر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی مٹی پھینکی جس سے مخالف سراسیمہ ہو گئے قرآن پاک نے اس کے پھینکنے کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی اور پھر اس کی نفی بھی کردی اس لیے کہ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی قرب حاصل تھا۔ ابتلاست۔ جو لوگ قرب فرائض سے ناواقف ہیں وہ حقیقت ومجاز کی بحث شروع کر دیتے ہیں۔ سر۔ یعنی چشمہ۔ شد۔ مطبخ کے داروغہ سے جھگڑنے کے بعد وہ غلام گھر میں گیا اور بادشاہ کو پُر عتاب خط لکھا۔ بقعہ۔ یعنی مکان۔ کاے۔ کہ اے۔ در قضائے حاجت۔ یعنی لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان کی ضروریات کی جستجو کرتا ہے۔
2. زانکہ۔ ابر بادلِ ناخواستہ روتا ہوا فیض پہنچاتا ہے۔ بوی خشم۔ یعنی اس خط میں الفاظ تو تعریف کے تھے لیکن ان میں سے غصہ کی بو آتی تھی۔ زاں۔ انسان کے اعمال اگر حسن نیت سے خالی ہوں تو بے رونق ہیں جیسے کہ اس غلام کی تعریف تھی۔ سرشت۔ خلقت، طینت۔ میوۂ تازہ۔ تازہ پھل کو رطوبتیں جلد خراب کر دیتی ہیں۔ زو۔ زود کا مخفف ہے۔
3. خوش۔ اگر دل میں عداوت ہو اور زبان پر تعریف ہو تو ایسی تعریف سے ممدوح خوش نہیں ہوتا ہے۔ اے دل۔ انسان دل کی صفائی کے ساتھ الحمد پڑھے اور تعریف کرے تو تیزی سے عالی مراتب حاصل کر سکتا ہے۔

Marfat.com

بر زباں الحمد و اکراہِ دروں — از زباں تلبیس[1] باشد یا فسوں
زبان پر تعریف اور اندر نفرت — زبان کا فریب ہو گا، یا مکر

وانگہاں گفتہ خدا کہ ننگرم — من بظاہر، من بباطن ناظرم
تب ہی خدا نے فرمایا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں — ظاہر کو، میں باطن کو دیکھنے والا ہوں

حکایتِ آں مدّاح کہ از جہتِ ناموس شکر ممدوح می کرد و بوئے اندوہ و غم اندرونِ او از خلاقت دلقِ او ظاہر می نمود کہ آں شکرہا ہمہ لافست و دروغ

اس تعریف کرنے والے کی حکایت جو آبرو کی خاطر ممدوح کا شکریہ ادا کرتا تھا اور اس کے باطنی رنج و غم کی بو اس کی گدڑی کے پرانے ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھی کہ وہ تمام شکریے گپّیں اور جھوٹ ہیں

آں یکے با دلق آمد از عراق[2] — باز پرسیدند یاراں از فراق
ایک شخص عراق سے گدڑی پہنے ہوئے آیا — دوستوں نے جدائی (کے دور) کا حال دریافت کیا

گفت آرے بُد فراق اِلّا سفر — بود بر من بس مبارک مژدہ وَر
اس نے کہا ہاں جدائی تو تھی، لیکن سفر — میرے لیے بہت مبارک اور خوشخبری دینے والا تھا

کہ خلیفہ دادہ دَہ خلعت مرا — کہ قرینش باد صد مدح و ثنا
کیونکہ خلیفہ نے دس شاہی جوڑے مجھے عطا کیے — خدا کرے سیکڑوں مدح و ثنا اس کی ساتھی بنیں

شکرہا و حمدہا بَر می شمرد — تا کہ شکر از حد و اندازہ ببرد
شکریے اور تعریفیں شمار کرتا تھا — حتیٰ کہ شکر حد اور اندازے سے بڑھا دیا

پس بگفتندش[3] کہ احوالِ نژند — بر دروغِ تو گواہی می دہند
تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تیرے خراب احوال — تیرے جھوٹ پر گواہی دے رہے ہیں

تن برہنہ سر برہنہ سوختہ — شکر را دزدیدہ یا آموختہ
بدن ننگا، سر ننگا، جلا بھنا — تو نے شکر کو چرایا ہے، یا سیکھا ہے

کو نشانِ شکر و حمدِ میرِ تو — بر سر و بر پایِ بے توقیرِ تو
تیرے امیر کے شکر اور تعریف کا نشان کہاں ہے؟ — تیرے بے توقیر سر اور پاؤں پر

---

[1] تلبیس۔ جہل، فریب، دھوکا دینا۔ برزباں تسبیح کے وارد اثر۔ ایں چنیں تسبیح در دل گاوِ خر۔ گفتہ خدا۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔" حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ اس تعریف کرنے والے کی زبان پر تعریفی کلمات تھے، دل شکرگزاری سے خالی تھا۔ خلاقت۔ کہنگی۔

[2] عراق۔ اس زمانہ میں دارالخلافہ تھا۔ فراق۔ یعنی وطن سے جدائی۔ مژدہ ور۔ خوش کن۔ کہ قرینش۔ خلیفہ کے لیے دعا ہے۔ شکرہا۔ اس نے خلیفہ کا بے حد شکریہ اور تعریف کی۔

[3] گفتندش۔ لوگوں نے اس سے کہا تیری خراب حالت اس بات کی گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تن برہنہ۔ تیرا ننگا بدن گواہی دے رہا ہے کہ بادشاہ نے تجھے کوئی خلعت نہیں دی ہے۔ سوختہ۔ یعنی دھوپ سے۔ میر۔ یعنی خلیفہ۔ بے توقیر۔ بے عزت۔

Marfat.com

گر زبانت[1] مدحِ آں شہ می تند — ہفت اندامت شکایت میکند

اگر تیری زبان اس بادشاہ کی تعریف کرتی ہے — تیرے ساتوں اعضا شکایت کر رہے ہیں

در سخایِ آں شہ و سلطانِ جود — مر ترا کفشے و شلوارے نبود

اس سخاوت کے بادشاہ اور سلطان کی بخشش میں — تیرے لیے جوتا اور شلوار نہ تھی

گفت من ایثار کردم انچہ داد — میر تقصیرے نکرد از افتقاد

اس نے کہا جو کچھ اس نے دیا میں نے خیرات کر دیا — بادشاہ نے دلجوئی میں کوئی کمی نہیں کی

بستدم جملہ عطاہا از امیر — بخش کردم بر یتیم و بر فقیر

میں نے بادشاہ سے سب عطیات لے لیے — میں نے یتیم اور فقیر کو بخش دیے

مال دادم بستدم عمرِ دراز — در جزا زیرا کہ بودم پاکباز

میں نے مال دے کر دراز عمر خرید لی — بدلے میں، کیونکہ میں پاکباز ہوں

پس[2] بگفتندش مبارک مال رفت — چیست اندر باطنت ایں دود و تفت

تو انہوں نے کہا مبارک ہو مال چلا گیا — یہ دھواں اور شورش تیرے اندر کیسی ہے؟

صد کراہت در درونِ تو چو خار — کے بود اندہُ نشانِ ابتشار

تیرے اندر سیکڑوں ناگواریاں کانٹے کی طرح ہیں — غم، بشارت حاصل کرنے کی نشانی کب ہوتا ہے؟

کو نشانِ عشق و ایثار و رضا — گر درست است آنچہ گفتی ما مضیٰ

عشق اور ایثار اور رضا کا نشان کہاں ہے؟ — اگر وہ قصہ سچا ہے جو تو نے سنایا ہے

خود گرفتم مال گم شد میل کو — سیل اگر بگذشت جایِ سیل کو

میں نے مانا مال چلا گیا (خیرات کرنیکا) میلان کہاں ہے؟ — سیلاب اگر گذر گیا ہے، سیلاب کی جگہ کہاں ہے؟

چشم[3] تو گر بد سیاہ و جاں فزا — گر نماند او جانفزا ارزق چرا

اگر تیری آنکھ کالی اور جانفزا تھی — اگر وہ جانفزا نہیں رہی تو نیلی کیوں ہے؟

کو نشانِ پاکبازی اے ترش — بویِ لافِ کژ ہمی آید خمش

اے ترش رو! پاکبازی کا نشان کہاں ہے؟ — بیہودہ شیخی کی بو آ رہی ہے، چپ رہ

صد نشاں باشد دروں ایثار را — صد علامت ہست نیکوکار را

باطن میں ایثار کے سیکڑوں نشان ہوتے ہیں — نیکوکار کی سیکڑوں علامتیں ہیں

---

1. گر زبانت۔ یعنی اگرچہ تیری زبان خلیفہ کی تعریف کر رہی ہے لیکن تیرے ساتوں اعضا اس خلیفہ کی شکایت کر رہے ہیں۔ مر ترا۔ تو ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہے اس عطا میں جوتا اور شلوار نہ تھی۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ عمرِ دراز۔ فقرا عمر کی درازی کی دعا دیتے ہیں۔

2. پس۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ مبارک ہو کہ دنیا کا فانی مال دے کر عمر دراز حاصل کر لی لیکن تیرے دل میں دھواں کیوں اٹھ رہا ہے اور شورش کیوں ہے۔ صد کراہت۔ جبکہ دل میں ناگواریوں کی خلش ہو اور غم تو کسی خوشی کی نشانی کہاں ہوتی ہے۔ کو نشانِ عشق۔ اگر تو نے اللہ کی رضامندی اور عشق میں تمام مال خیرات کیا ہے تو اس کی کوئی علامت تجھ میں اوپر ظاہر ہونی چاہیے۔ میل۔ یعنی نیکی اور خیرات کرنے کا رجحان اور خواہش۔ سیل۔ پانی بہہ کر نکلتا ہے تو کچھ نشانات چھوڑ جاتا ہے۔

3. چشم۔ اگر کوئی کہے کہ میری آنکھ سرگیں اور بہت حسین تھی تو اس کی آنکھوں میں نیلاہٹ تو نہ ہونی چاہیے۔ کو نشاں۔ چہرے کی ترشی بتا رہی ہے کہ پاک بازی کا دعویٰ گپ ہے۔ صد نشاں۔ اگر طبیعت میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے اور انسان کا کردار صحیح ہوتا ہے تو اس کے سیکڑوں آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

Marfat.com

مال در ایثار اگر گردد تلف　　در دروں صد زندگی آید خلف[1]
ایثار کرنے میں اگر مال ختم ہو جائے　　(بدلہ میں) باطن میں سیکڑوں زندگیاں آ جاتی ہیں

در زمینِ حق زراعت کردنی　　تخمہائے پاک وانگہ دخل نی
اللہ (تعالیٰ) کی زمین میں کھیتی کرنا　　بیج پاک، اور پھر پیداوار نہ ہو!

گر نگردد زرعِ جاں یک دانہ صد　　صحنِ ارض اللہ واسع کے بود
اگر جان کی کھیتی میں ایک دانہ سو نہ بنیں　　(تو) اللہ (تعالیٰ) کی زمین کی فضا وسیع کب ہو؟

اصلِ ارض اللہ قلبِ عارفست　　لا مکان ست و ندارد فوق و پست
اللہ (تعالیٰ) کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے　　جو لامکان ہے اور بلندی و پستی نہیں رکھتا ہے

گرنہ روید خوشہ از روضاتِ ہو[2]　　پس چہ واسع باشد ارضَ اللہ بگو
اگر اللہ (تعالیٰ) کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو　　تو بتا اللہ (تعالیٰ) کی زمین کیا وسیع ہوئی؟

چونکہ ایں ارضِ فنا بے ریع نیست　　چوں بود ارض اللہ آں مستوسعے ست
جبکہ یہ فانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے　　تو اللہ (تعالیٰ) کی زمین کا کیا حال ہوگا، وہ بہت وسیع ہے

ریع[2] آں را نے حدونے عد بود　　کمتریں دانہ دہد ہفصد بود
اس کی پیداوار کی حد و شمار نہیں ہے　　معمولی دانہ ڈالے تو سات سو ہو جائیں

حمد گفتی کو نشانِ حامدوں　　نے بروںت ہست اثرنے اندروں
تو نے تعریف کی، تعریف کرنے والوں کی علامت کہاں ہے؟　　نہ تیرے اندر اثر ہے نہ باہر

حمدِ عارف[3] مر خدا را راست است　　کہ گواہِ حمدِ او شد پا ودست
عارف کی حمد، اللہ (تعالیٰ) کے لیے درست ہے　　کیونکہ ہاتھ پاؤں اس کی تعریف کے گواہ بن گئے ہیں

از چہ تاریک جسمش بر کشید　　وز تنگِ زندانِ دنیا اش خرید
اندھیرے کنویں سے اس کے جسم کو نکال لیا　　اور دنیا کے قید خانہ کی گہرائی سے اس کو نجات دے دی

اطلسِ تقویٰ و نورِ موتلف　　آیتِ حمداست او را بر کتف
تقوے کا اطلس اور مانوس نور　　اس کے کندھے پر تعریف کرنے کی نشانی ہے

وارہیدہ از جہانِ عاریہ　　ساکنِ گلزار و عینِ جاریہ
چند روزہ دنیا سے وہ نجات پا گیا　　وہ باغیچہ اور جاری چشمہ کا ساکن ہے

[1] خلف۔ ایثار اگر ہوتا ہے تو دل میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ درزمین۔ اللہ کے راستہ میں انسان ایثار کرے اور نیک نیت ہو تو نتائج اور آثار یقیناً نمایاں ہوں گے۔ دخل۔ آمدنی، پیداوار۔ گر نگردد۔ اگر اللہ کی زمین میں ایک دانہ کے سو نہ اگیں تو پھر اللہ کی زمین کو وسیع کس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے۔ قلب۔ مومن کا دل اللہ کی سرزمین ہے۔

[2] ہو۔ اللہ تعالیٰ۔ چونکہ۔ دنیا کی فانی زمین جب پیداوار دیتی ہے تو اللہ کی زمین کیسے پیداوار نہ دے گی اور دل میں نیکی کا بیج بونے سے اس کے ثمرات کیسے ظاہر نہ ہوں گے۔ ریع۔ پیداوار، قرآن پاک میں ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ "جو لوگ خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی خیرات کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوں اور ہر بال میں سو دانے۔"

[3] حمدِ عارف۔ عارف باللہ جب اللہ کی تعریف کرتا ہے تو اس کے اعضا اس کی گواہی دیتے ہیں۔ از چہ۔ اس عارف کو اللہ کی تعریف اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ اطلس۔ اس کے اعضا پر انوار و برکات رونما ہو جاتے ہیں۔ وارہیدہ۔ یہ حمد اس عارف کو دنیا سے نجات دے کر جنتی بنا دیتی ہے۔ عین جاریہ۔ جنت میں جاری چشمے ہیں۔

Marfat.com

بر سریرِ[1] سرِّ عالی ہمتش
اس کی ہمت بلند راز کے تخت پر ہے
مجلس و جاہ و مقام و رتبتش
وہ اس کی مجلس اور درجہ اور مقام اور مرتبہ ہے

مقعدِ صدقیکہ صدیقاں درو
وہ سچائی کی ایسی نشستگاہ ہے کہ صدیق اس میں
جملہ سر سبزند و شاد و تازہ رُو
سب خوشحال اور خوش اور تازہ رو ہیں

حمدِ شاں چوں حمدِ گلشن از بہار
رونق کی وجہ سے ان کی حمد گلشن کی حمد جیسی ہے
صد نشانے دارد و صد گیر و دار
سیکڑوں نشاں اور سیکڑوں شان و شوکت رکھتی ہے

بر بہارش چشمہ و نخل و گیاہ
اس کی رونق پر چشمہ اور کھجور اور گھاس
واں گلستان و نگارستاں گواہ
اور وہ باغ اور نگارِ خانہ گواہ ہے

شاہدِ[2] شاہد ہزاراں ہر طرف
ہر جانب ہزاروں گواہ موجود ہیں
در گواہی ہمچو گوہر در صدف
گواہی میں ایسے ہیں جیسے کہ صدف میں موتی

بویِ سیر بد بیاید از دمت
تیرے سانس میں سے لہسن کی بدبو آتی ہے
وز سر و رو تابد اے لافی غمت
اے شیخی خورے! سر اور چہرے سے تیرا غم چمک رہا ہے

بو شناسانند حاذق در مصاف
میدانِ جنگ میں ماہر، بو سونگھنے والے ہیں
تو بجلدی ہائے و ہو کم کن گزاف
تو بہادری کے نعروں سے شیخی نہ مار

تو ملاف از مشک کاں بویِ پیاز
تو مشک کی گپ نہ مار کیونکہ پیاز کی بدبو
از دمِ تو می کند مکشوف راز
تیرے سانس سے راز ظاہر کر رہی ہے

گلشکر[3] خوردم ہمی گوئی و بوی
تو کہتا ہے میں نے گلقند کھایا ہے اور بو
می زند از سیر کہ یاوہ مگوی
لہسن کی چھلی ہے، بکواس نہ کر

ہست دل مانندۂ خانہ کلاں
دل، بڑے گھر کے مشابہ ہے
خانۂ دل را نہاں ہمسایگاں
دل کے گھر کے چھپے ہوئے پڑوسی ہیں

از شگافِ روزن و دیوارہا
روشن دان اور دیواروں کے شگاف سے
مطلع گردند بر اسرارہا
رازوں سے واقف ہو جاتے ہیں

از شگافے کہ ندانند ہیچ وہم
اس شگاف سے جس کو کوئی وہم (بھی) نہیں جانتا ہے
صاحبِ خانہ ندارد ہیچ سہم
(جس سے) گھر والے کو کوئی خطرہ نہیں ہے

---

1. برسریر۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَھَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ "جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سچی (عزت کی) جگہ بادشاہ قادر کے مقرب ہوں گے۔" حمدگلشن۔ باغ کی حمد اس کی بہار ہے اور اس بہار کے گواہ اس کی پیداوار اور چشمے وغیرہ ہیں۔

2. شاہد۔ پہلا شاہد بمعنی گواہ اور دوسرا شاہد بمعنی حاضر ہے۔ بوی سیر۔ ان لوگوں نے عراق سے واپس آنے والے سے کہا۔ حاذق۔ ماہر۔ مصاف۔ میدانِ جنگ۔ جلدی۔ بہادری۔ ہائے وہو۔ شوروغل۔ تو ملاف۔ جب منہ سے پیاز کی بو آرہی ہو تو مشک کھانے کی شیخی نہ بگھارنی چاہیے۔ مکشوف۔ کھلا ہوا۔

3. گلشکر۔ گلقند۔ سیر۔ لہسن۔ از شگاف۔ دل کی کھڑکی کے شگاف سے وہ دل کے راز دیکھ لیتے ہیں۔

Marfat.com

از نبی[1] بر خواں کہ دیو و قومِ او
قرآن میں پڑھ لے کہ شیطان اور اس کی ذرّیت
می برند از حالِ اِنسے خفیہ بو
انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر سونگھ لیتی ہے

از رہے کہ اِنس ازاں آگاہ نیست
اس راستہ سے جس سے انسان واقف نہیں ہے
زانکہ زیں محسوس و زیں اَشباہ نیست
کیونکہ ان محسوسات اور ان صورتوں میں سے نہیں ہے

درمیانِ ناقداں زرقے متن
پرکھنے والوں میں مکاری نہ کر
با محک اے قلبِ دُوں لافے مَزَن
اے کمینے کھوٹے! کسوٹی سے گپ نہ مار

مر محک[2] را رہ بود در نقد و قلب
کسوٹی کے لیے کھرے اور کھوٹے میں راہ ہوتی ہے
کہ خدایش کرد امیرِ جسم و قلب
کیونکہ خدا نے اس کو جسم اور دل کا حاکم بنایا ہے

چوں شیاطیں با غلیظیہایِ خویش
جبکہ شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود
واقف اند از سِرِّ ما و فکر و کیش
ہمارے راز اور فکر اور مذہب سے واقف ہیں

مَسلکے دارند دُزدیدہ دَروں
وہ باطن میں پوشیدہ راستہ رکھتے ہیں
ماز دُزدیہایِ ایشاں سرنگوں
ہم ان کی چوریوں کی وجہ سے اوندھے ہیں

دمبدم خبط و زیاں شاں میرسد
ہر گھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے
رنج می بیند ازاں جان و جسد
اس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

دمبدم خبط و زیاں شاں میرسد
ہرگھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے
رنج می بیند ازاں جان و جسد
اس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

دمبدم خبط و زیانے می کنند
ہر گھڑی خبط اور نقصان کرتے ہیں
صاحبِ نقب و شگافِ روزنند
وہ کھڑکی کے سوراخ اور شگاف کے مالک ہیں

پس چرا[3] جانہائے روشن در جہاں
تو پھر روشن جانیں دنیا میں کیوں
بے خبر باشند از حالِ نہاں
پوشیدہ حال سے بے خبر ہوں گی؟

دَر سرایت کم تر از دیواں شدند
کیا سرایت کرنے میں شیطانوں سے کم ہو گئیں
رُوحہا کہ خیمہ بر گردوں زدند
وہ روحیں جنہوں نے آسمان پر خیمہ لگایا ہے؟

دِیو دُزدانہ سوی گردوں رَوَد
شیطان چوروں کی طرح آسمان کی جانب آتا ہے
از شہابِ محرق او مطعوں شود
جلانے والے شہاب سے اس پر نیزہ لگتا ہے

---

1. از نبی۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ "بے شک وہ شیطان اور اس کی ذریات تم کو دیکھتے رہتے ہیں جدھر سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ ہم نے شیطانوں کو ان کا یار بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔" رہے۔ وہ راستہ انسان کو غیر محسوس ہے۔ اشباہ۔ امثال۔ دوں۔ کمینہ۔
2. مر محک۔ یعنی اولیاء اللہ اپنے کشف کے ذریعہ دل کے احوال معلوم کر لیتے ہیں۔ چوں شیاطین۔ اولیا کے کشف کی دلیل ہے، یہ شعر شرط ہے پانچویں شعر میں پس چرا اس کی جزا ہے۔ کیش۔ مذہب۔ مسلک۔ راستہ۔
3. پس چرا۔ جب شیاطین دل کی بات جان لیتے ہیں تو اولیا کیوں نہ جان لیں گے۔ روحہا۔ یعنی اولیا کی روحیں۔ شہاب۔ ٹوٹنے والا ستارہ۔ محرق۔ جلانے والا۔ مطعون۔ نیزہ زدہ۔

Marfat.com

سرنگوں از چرخ زیر افتد چناں ۔۔۔ کہ شقی در جنگ از زخم سناں
آسمان سے ایسا اوندھا ہو کر نیچے گرتا ہے ۔۔۔ جس طرح بدبخت جنگ میں نیزے کے زخم سے

آں ز رشک روحہای دل پسند ۔۔۔ از فلک شاں سرنگوں می افگنند
محبوب روحوں کے رشک کی وجہ سے ۔۔۔ ان کو آسمان سے اوندھا پھینک دیتے ہیں

تو اگر[1] شلی و لنگی کور و کر ۔۔۔ ایں گماں بر روحہای مہ مبر
اگر تو لنجا اور لنگڑا اور اندھا اور بہرا ہے ۔۔۔ تو بزرگ روحوں پر ایسا گمان نہ کر

شرم دار و لاف کم زن جاں مکن ۔۔۔ کہ بسے جاسوس ہست آں سوی تن
شرم کر اور شیخی نہ مار، ہلاک نہ ہو ۔۔۔ کیونکہ جسم کے اودھر بہت سے جاسوس ہیں

دریافتنِ طبیبانِ الٰہی امراضِ دل و دین را در سیمائے مرید و بیگانہ از لحنِ گفتارِ او و رنگِ چشمِ او و بے اینہمہ نیز ازراہِ دل کہ اِنَّھُمْ جَوَاسِیْسُ الْقُلُوْبِ فَجَالِسُوْھُمْ بِالصِّدْقِ

خدائی طبیبوں کا معلوم کر لینا دل اور دین کی بیماریوں کو مرید اور اجنبی کے چہرے سے اس کی بات کے لہجے اور آنکھوں کی رنگت سے اور اس کے بغیر بھی دل کے راستہ سے کیونکہ وہ دل کے جاسوس ہیں ان کی ہم نشینی سچائی سے کرو

ایں طبیبانِ بدن دانشوراند ۔۔۔ بر سقامِ[2] تو ز تو واقف تراند
یہ بدن کے طبیب دانش مند ہیں ۔۔۔ تیری بیماری پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں

تاز قارورہ ہمی بینند حال ۔۔۔ کہ ندانی تو ازاں رو اعتلال
حتیٰ کہ وہ قارورہ سے حال معلوم کر لیتے ہیں ۔۔۔ کہ تو اس طریقہ سے بیماری کو نہیں سمجھ سکتا

ہم ز نبض و ہم ز رنگ و ہم ز دم ۔۔۔ بو برند از تو بہر گونہ سقم
نبض سے بھی اور رنگت سے بھی اور سانس سے بھی ۔۔۔ تیری ہر قسم کی بیماری کا پتا لگا لیتے ہیں

پس طبیبانِ الٰہی در جہان ۔۔۔ چوں ندانند از تو بے گفتِ دہاں
تو دنیا میں خدائی طبیب ۔۔۔ منہ کی گفتگو کے بغیر تیری بیماری کو کیسے نہ جان جائیں گے؟

ہم ز نبضت[3] ہم ز حشمت ہم ز رنگ ۔۔۔ صد سقم بینند در تو بیدرنگ
(وہ) تیری نبض سے بھی، تیری آنکھوں سے بھی، رنگ سے بھی ۔۔۔ بلا توقف سیکڑوں بیماریاں دیکھ لیتے ہیں

ایں طبیبانِ نوآموزند خود ۔۔۔ کہ بدیں آیاتِ شاں حاجت بود
یہ طبیب خود نو آموز ہیں ۔۔۔ کیونکہ ان کو ان علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے

---

1. تو اگر۔ اگر انسان خود ان کمالات سے محروم ہے تو اولیا کو محروم نہ سمجھے۔ دریافتن۔ جبکہ بدنی اطبا علامتوں کے ذریعہ امراض کو پہچان جاتے ہیں تو روحانی اطبا علامات کے ذریعہ روحانی امراض کو کیوں نہ جان سکیں گے بلکہ ان کو تو ظاہری علامات کی بھی ضرورت نہیں ہے۔
2. سقام۔ بیماری۔ قارورہ۔ اطباء پیشاب کو دیکھ کر امراض کو پہچان لیتے ہیں۔ اعتلال۔ بیمار ہو جانا۔ ہم زنبض۔ اطبا نبض، رنگت اور سانس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر لیتے ہیں۔ پس طبیباں۔ لہٰذا روحانی طبیب بھی بغیر بتائے امراض کو پہچان جاتے ہیں۔
3. ہم زنبضت۔ یہ بدنی اطبا نو آموز ہیں اس لیے ان کو ان علامات کی ضرورت پیش آتی ہے روحانی اطبا دور سے ہی نام سن کر تمام اندرونی حالات معلوم کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

کاملان از دور نامت بشنوند   تا بقعرِ تار و پودت در روند
کامل لوگ دور سے تیرا نام سنتے ہیں   تیرے تانے، بانے کی گہرائی میں اتر جاتے ہیں
بلکہ[1] پیش از زادنِ تو سالہا   دیدہ باشندت تُرا با حالہا
بلکہ تیری پیدائش سے سالوں پہلے   تجھے حالات میں دیکھتے رہے ہیں
حالِ تو دانند یک مو بمو   زانکہ پُر بودند از اسرارِ ہو
وہ تیرا حال ایک ایک بال بال جانتے ہیں   کیونکہ ذاتِ حق کے رازوں سے پُر ہیں

مژدہ دادنِ بایزید قدس سرّہٗ از زادنِ ابو الحسن[2] خرقانیؒ پیش از سالہا و نشان دادنِ صورت و سیرتِ او یک بیک و نوشتنِ تاریخ نویساں آں را جہتِ صدقِ او

(حضرت) بایزید قدس سرہ کا (حضرت) ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے میں سالوں قبل خوشخبری دے دینا اور ان کی صورت اور سیرت کا پوری طرح نشان دے دینا اور ان کی تصدیق کے لیے تاریخ نویسوں کا اس کو لکھ لینا

آں شنیدی داستانِ بایزید   کو ز حالِ بوالحسن پیشیں چہ دید
تو نے (حضرت) بایزیدؒ کا وہ قصہ سنا ہے   کہ انہوں نے (حضرت) ابوالحسن کا حال پہلے ہی کیا دیکھ لیا تھا؟
روزے آں سلطانِ تقویٰ می گذشت   با مُریداں جانبِ صحرا و دشت
ایک دن وہ شاہِ تقویٰ جا رہے تھے   جنگل اور بیابان کی طرف مریدوں کے ساتھ
بوئے خوش آمد مر او را ناگہاں   در سوادِ[3] رے ز سوی خارقاں
اچانک ان کو ایک خوشبو آئی   رے کے اطراف میں خارقان کی جانب سے
ہم بدانجا نالۂ مشتاق کرد   بوی را از بادِ استنشاق کرد
اسی جگہ انہوں نے مشتاقانہ نالہ کیا   ہوا سے خوشبو کو سونگھا
بوی خوش را عاشقانہ می کشید   جانِ او از باد بادہ می چشید
خوشبو کو عاشقوں کی طرح سونگھتے تھے   ان کی جان ہوا میں سے شراب پی رہی تھی
کوزۂ کو از یخ آبہ پُر بود   چوں عرق بر ظاہرش پیدا شود
وہ پیالہ جو برف کے پانی سے بھرا ہو   جب بوندیں اس کے باہر نظر آتی ہیں

---

[1] بلکہ۔ یہ روحانی طبیب تو انسان کی پیدائش سے قبل ہی اس کی اندرونی کیفیت معلوم کر لیتے ہیں۔ ہو۔ ذاتِ حق۔ مژدہ۔ اس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ حضرت بایزید نے حضرت ابوالحسن خرقانی کی پیدائش سے قبل ہی ان کے احوال معلوم کر لیے تھے اور لوگوں کو بتا دیے تھے۔ بایزید۔ نام طیفور ہے اسی لیے ان کے سلسلہ کے لوگ طیفوری کہلاتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بایزید کو ہم میں وہی نسبت ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فرشتوں میں۔ بہتر سال کی عمر میں بسطام میں ۲۶۳ھ میں وفات پائی۔

[2] ابوالحسن خرقانی۔ سلطان محمود غزنوی کے دور کے بزرگ ہیں روحانیت اور اویسیت کے طور پر ان کو بایزید سے نسبت ہے۔ آپ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ ۴۲۴ھ میں خرقان میں وفات پائی۔

[3] سواد۔ اطراف شہر۔ رے۔ ایک علاقہ کا نام ہے علامہ رازی اسی رے کی طرف منسوب ہیں۔ خارقان۔ خرقان، رے کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے۔ استنشاق۔ سونگھنا۔ کوزہ۔ پہلے شعر میں کہا تھا کہ ہوا سے شراب پی۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ ہوا سے پانی بن جاتا ہے لہٰذا ان کا ہوا سے شراب پینا درست ہے۔

Marfat.com

آں[1] ز سردی باد آبے گشتہ است — از درونِ کوزہ نم بیروں نجست
تو ہوا ٹھنڈک سے پانی بن گئی ہے — پیالہ کے اندر سے نمی۔ باہر نہیں آئی ہے

بادِ بو آور مر اُو را آب گشت — آب ہم او را شرابِ ناب گشت
خوشبو لانے والی ہوا ان کے لیے پانی بن گئی — پانی ان کے لیے خالص شراب بن گیا

چوں درو آثارِ مستی شد پدید — یک مُرید او را ازاں دم بر رسید
جب ان میں مستی کے آثار ظاہر ہوئے — ان کا ایک مرید اسی وقت پہنچا

پس پرسیدش کہ ایں احوالِ خوش — کہ برونست از حسابِ پنج و شش[2]
تو اس نے دریافت کیا کہ یہ بہترین احوال — جو پانچ (حواس) اور چھ (جہات) کے حساب سے باہر ہیں

گاہ سُرخ و گاہ زرد و گہ سپید — می شود، رُویت چہ حالست و نوید
کبھی سرخ اور کبھی زرد اور کبھی سفید — آپ کا چہرہ ہو رہا ہے کیا حال اور کیا خوشخبری ہے؟

می کشی بوی و بظاہر نیست گل — بیشک از غیب ست و از گلزارِ کل
آپ خوشبو سونگھ رہے ہیں اور بظاہر پھول نہیں ہے — بے شک وہ غیب سے اور (ذاتِ) کل کے گلزار سے ہے

اے تو کامِ جانِ ہر خود کامۂ — ہر دم از غیبت پیام و نامۂ
اے وہ کہ آپ ہر حاجت مند کی جان کا مقصود ہیں — آپ کے لیے ہر وقت غیب سے نامہ اور پیام ہے

ہر دمے یعقوبؑ وار از یوسفے — می رسد اندر مشامِ تو شفے
(حضرت) یعقوب علیہ السلام کی طرح ہر وقت ایک یوسف ہے — آپ کے دماغ میں راحت پہنچتی ہے

قطرۂ[3] بر ریز بر ما زاں سبو — شمۂ زاں گلستاں با ما بگو
اس ٹھلیا سے ایک قطرہ ہم پر گرا دیجئے — اس گلستان کا تھوڑا سا حال ہم سے کہہ دیجئے

خو نداریم اے جمالِ مہتری — کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری
اے بزرگی کے حسن! ہماری عادت نہیں ہے — کہ ہمارے لب خشک ہوں اور آپ تنہا پئیں

اے فلک پیمایِ چست چست خیز — زاں چہ خوردی جرعۂ بَر ما بریز
اے آسمان کو ناپنے والے چالاک، اور سبک پرواز! — جو آپ نے پیا ہے (اس کا) ایک گھونٹ ہمیں دے دیجئے

میرِ مجلس نیست دَر دوراں دِگر — جز تو اے شہ در حریفاں در نگر
زمانہ میں کوئی دوسرا صدرِ محفل نہیں ہے — اے شاہ! آپ کے سوا، دوستوں میں نظر فرمائیے

---

1. آں۔ برف کے پانی سے بھرے ہوئے پیالے پر جو بوندیں باہر جم جاتی ہیں وہ اندر کا پانی نہیں ہے بلکہ سردی سے ہوا پانی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ باد۔ حضرت بایزید کے لیے وہ ہوا جو خوشبو لاتی تھی پانی بن گئی اور پانی میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی جو شراب میں ہوتی ہے۔ پس۔ اس مرید نے حضرت بایزید سے دریافت کیا کہ آپ کیا سونگھ رہے ہیں، بظاہر کوئی پھول بھی نہیں ہے اور آپ پر یہ عجیب و غریب کیفیات کیوں طاری ہو رہی ہیں۔ پنج۔ حواس خمسہ۔

2. شش۔ چھ جہتیں۔ نوید۔ خوشخبری۔ کل۔ ذاتِ حق۔ کام۔ مقصود۔ خودکامہ۔ ضرورت مند۔ ہر دمے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دور سے ہی حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو سونگھ لی تھی۔

3. قطرہ۔ جو احوال آپ پر طاری ہیں ان کے بارے میں ہمیں کچھ بتا دیجئے۔ خو۔ آپ نے ہمیں اس کا عادی نہیں بنایا ہے کہ آپ تنہا مستفید ہوں اور ہم محروم رہیں۔ میرِ مجلس۔ صدرِ مجلس ہی دوسروں کو شراب پلاتا ہے۔ حریفان۔ یعنی مجلس کے شریک۔

Marfat.com

کے تواں[1] نوشید ایں مے زیرِ دست — مے یقیں مر مر درا رُسواگرست
یہ شراب چھپا کر کب پی جا سکتی ہے؟ — شراب یقیناً انسان کو رسوا کرنے والی ہے

بویِ را پوشیدہ و مکنوں کند — چشم مستِ خویشتن را چوں کند
اپنی بو کو پوشیدہ اور مخفی کر لیتا ہے — اپنی مست آنکھ کا کیا کرے؟

خود نہ آں بویست ایں کاندر جہاں — صد ہزاراں پردہ اش دارد نہاں
یہ وہ خوشبو بھی نہیں ہے کہ دنیا میں — لاکھوں پردے اس کو چھپا سکیں

پُرشد از تیزیِ او صحراء و دشت — دشت چہ کز نہ فلک ہم در گذشت
اس کی تیزی سے صحرا اور جنگل بھر گئے ہیں — جنگل کیا، وہ تو نو آسمانوں سے گذر گئی ہے

ایں سرِ خم[2] را بہ کہگل در مگیر — کایں برہنہ نیست خود پوشش پذیر
اس مٹکے کے سر کو کہگل سے بند نہ کیجئے — یہ ننگا، ڈھکے جانے کے قابل نہیں ہے

لطف کن اے رازدارِ راز گو — آنچہ بازت صید کردش باز گو
اے راز کو جاننے والے، راز کو بتانے والے، مہربانی کیجئے — جو آپ کے باز نے شکار کیا ہے بتا دیجئے

گفت بویِ بوالعجب آمد بمن — ہمچناں کہ مر نبیؐ را از یمن
(انہوں نے) فرمایا مجھے ایک عجیب خوشبو محسوس ہوئی ہے — جیسے کہ نبی ﷺ کو یمن سے (محسوس ہوئی تھی)

کہ محمدؐ گفت بر دستِ صبا — از یمن می آیدم بویِ خدا
کہ محمد ﷺ نے فرمایا صبا کے ذریعہ — مجھے یمن سے خدا کی خوشبو آ رہی ہے

بوی رامیں[3] می رسد از جانِ ویس — بوئے رحمٰں می رسد ہم از اویسؒ
ویس کی جان سے رامین کی خوشبو آ رہی ہے — اویسؒ میں سے بھی خدا کی خوشبو آ رہی ہے

از اویسؒ و از قرن بویِ عجب — آں نبیؐ را مست کرد و پُر طرب
اویسؒ اور قرن کی عجیب خوشبو نے — نبی ﷺ کو مست اور مسرور کر دیا

چوں اویسؒ از خویش فانی گشتہ بود — آں زمینے آسمانے گشتہ بود
چونکہ اویسؒ اپنے آپ سے "فانی" ہو گئے تھے — وہ زمین آسمان بن گئی تھی

آں ہلیلہ پرورِیدہ در شکر — چاشنی تلخیش نبود دِگر
ہڑ شکر میں مربی بنائی ہوئی — اس میں پھر تلخی کا مزا نہیں ہوتا ہے

---

[1] کے تواں۔ حضرت بایزید سے ان کے مرید نے کہا شراب چھپا کر نہیں پی جا سکتی اس کا یقیناً اظہار ہو جاتا ہے انسان اگر منہ کی بو بھی چھپا لے تو آنکھوں کی مستی کیسے چھپائے گا۔ خود۔ شراب معرفت کی خوشبو تو لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپ سکتی۔ پُرشد۔ اس شراب کی خوشبو سے جنگل اور صحرا تو بھرا ہوا ہے ہی، اس کی خوشبو تو آسمانوں سے بھی گذر گئی ہے۔

[2] ایں سرِ خم۔ شراب معرفت کے مٹکے کے منہ کو مٹی سے بند نہیں کیا جا سکتا یہ پردہ پوشی کے قابل نہیں ہے۔ لطف۔ آپ کی باطنی توجہ نے معرفت کا جو راز حاصل کیا ہے وہ ہمیں بھی بتا دیجئے۔ گفت۔ حضرت بایزید نے فرمایا۔ محمد گفت۔ حدیث شریف ہے اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ میں خدا کے سانس کو یمن کی جانب سے محسوس کر رہا ہوں۔

[3] رامیں۔ رامین مشہور عاشق اور ویس اس کی معشوقہ تھی اس کے بعد ویس پر عشق کا غلبہ اس قدر ہوا کہ وہ رامین کی عاشق بن گئی تھی یعنی عاشق جب اپنے آپ کو فنا کر لیتا ہے تو اس میں سے معشوق کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ اسی طرح حضرت اویس قرنی میں سے اللہ کی خوشبو آتی تھی۔ قرن۔ حضرت اویس کا وطن ہے۔ فانی گشتہ بود۔ فنا کے بعد انسان اللہ کے اخلاق والا ہو جاتا ہے اور زمین سے آسمان بن جاتا ہے۔ ہلیلہ۔ ہڑ کا جب مربہ بن جاتا ہے تو وہ اپنی خوشبو اور ذائقہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

آں ہلیلہ رَستہ از ما و منے[1] — نقش دارد از ہلیلہ طعم نے
کیونکہ وہ ہڑ خودی اور انانیت سے نجات پا گئی ہے — صورتِ ہڑ کی، مزا (ہڑ کا) نہیں ہے
آں کسے کز خود بکلی در گذشت — ایں منی و مائی خود در نوشت
وہ شخص جو خودی سے پوری طرح گذر گیا — اس نے خودی اور انائیت کو لپیٹ دیا ہے
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تا چہ گفت از وحیِ غیب آں شیر مرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ — (بتا) اس شیر مرد نے غیبی وحی کے بارے میں کیا کہا؟

جوابِ سلطان بایزید قدس سرہ در معنی قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ

شاہ بایزید قدس سرہ کا جواب آنحضورﷺ کے قول سے ہم معنی کہ میں یمن کی جانب سے خدائی سانس محسوس کر رہا ہوں

گفت زیں سو بوی یارے می رسد — کاندریں دِہ شہریارے می رسد
فرمایا اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے — کیونکہ اس گاؤں میں ایک شاہ آئے گا
بعد چندیں[2] سال می زاید شہے — می زند بر آسمانہا خر گہے
کچھ سال کے بعد ایک شاہ پیدا ہو گا — جو آسمانوں پر خیمہ زن ہو گا
رُویش از گلزارِ حق گلگوں بود — از من او اندر مقام افزوں بود
اس کا چہرہ اللہ کے چمن کے پھول کی طرح ہو گا — وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو گا
چیست نامش گفت نامش بو الحسن — حلیہ اش واگفت ز ابرو تا ذقن
اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا اس کا نام بو الحسن ہے — ان کا حلیہ ابرو سے ٹھوڑی تک صاف بتا دیا
خدِ[3] او و رنگِ او و شکلِ او — یک بیک وا گفت از گیسو و رُو
ان کا رخسار اور رنگ اور شکل — ایک ایک کر کے گیسو اور چہرے کے بارے میں بتایا
حِلیہائے رُوحِ او را ہم نمود — از صفات و از طریق و جا و بود
انہوں نے روح کے حالات بھی بتا دیے — صفتوں اور راستہ اور جگہ اور رہائش کے اعتبار سے
حلیۂ تن ہمچو تن عاریت است — دل براں کم نہ کہ آں یک ساعت است
جسم کا حلیہ جسم کی طرح عارضی ہے — اس سے دل نہ لگا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کا ہے
حلیۂ روحِ طبیعی ہم فناست — حلیۂ آں جاں طلب کاں بر سماست
طبعی روح کا حلیہ بھی فانی ہے — اس جان کا حلیہ طلب کر جو آسمان پر ہے

---

[1] ما و منی۔ خودی اور انانیت۔ آں کسے۔ جو شخص فنا کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اس کی خودی اور انانیت ختم ہو جاتی ہے۔ وحیِ غیب۔ یعنی بایزید کو جو غیبی الہام ہوا تھا۔ دِہ۔ یعنی خرقان گاؤں۔

[2] بعد چندیں۔ یعنی اتنے سال کے بعد یہاں ایک بزرگ پیدا ہو گا جس کا مرتبہ بہت بلند ہو گا۔ از من۔ حضرت بایزید نے بطور انکساری کے فرمایا کہ اس کا رتبہ مجھ سے بڑھا ہوا ہو گا۔ گفت۔ بایزید نے پیدا ہونے والے بزرگ کا نام اور پورا حلیہ بتا دیا۔

[3] خد۔ رخسار بعض نسخوں میں لفظ قد ہے۔ حلیہائے۔ یعنی روح کی صفات اور اس کا مسلک سب بتا دیا۔ حلیۂ تن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم، روحِ حیوانی، روحِ انسانی۔ پہلی دونوں چیزیں فانی ہیں اور ان کا حلیہ بھی فانی ہے لہٰذا ان سے دل نہ لگانا چاہیے۔ روحِ انسانی جس کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہے اس سے وابستگی ہونی چاہیے۔

Marfat.com

جسمِ او[1] ہمچوں چراغے بر زمیں
نورِ او بالائے سقفِ ہفتمیں

اس کا وجود چراغ کی طرح زمین پر ہے
اس کی روشنی ساتویں چھت سے اوپر ہے

آں شعاعِ آفتاب اندر وثاق
قرصِ او اندر جہانِ چار طاق

سورج کی شعاع گھر میں ہے
اس کی ٹکیہ آسمان کے جہان میں ہے

نقشِ گل در زیرِ بینی بہرِ لاغ
بویِ گل بر سقف و ایوانِ دماغ

پھول کا جسم تفریح کے لیے ناک کے نیچے ہے
پھول کی خوشبو دماغ کے محل اور چھت پر ہے

مردِ خفتہ در عدن دیدہ فرق
عکسِ آں بر جسم افتادہ عرق

(گھر میں) سویا ہوا عدن میں خوف دیکھتا ہے
اس (خوف) کے پرتو سے جسم کو پسینہ آتا ہے

پیرہن[2] در مصر رہنِ یک حریص
پُر شدہ کنعاں زبویِ آں قمیص

لباس مصر میں ایک لالچی کے قبضہ میں ہے
اس قمیص کی خوشبو سے کنعان بھر گیا ہے

بر نبشتند آں زماں تاریخ را
از کباب آراستند آں سیخ را

اس وقت انہوں نے تاریخ لکھ لی
اُس سیخ کو کباب سے آراستہ کر لیا

چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست
زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست

جب ٹھیک وہ وقت اور تاریخ آئی
اُس زمین سے وہ شاہ پیدا ہو گئے اور اٹھے

زادنِ شیخ ابو الحسن قدس سرہٗ خرقانی بعد از وفاتِ شیخ بایزید روّح اللہ روحہ بہماں تاریخ

حضرت ابو الحسن خرقانی قدس سرہ کا شیخ بایزیدؒ کی وفات کے بعد اسی تاریخ کو پیدا ہونا اللہ تعالیٰ ان کی روح کو راحت پہنچائے

زادہ شد آں شاہ و نَردِ ملک[3] باخت
از عدم پیدا شد و مرکب بتاخت

وہ شاہ پیدا ہو گئے اور سلطنت کی بازی کھیلی
عدم سے پیدا ہوئے اور سواری دوڑا دی

از پسِ آں سالہا آمد پدید
بوالحسنؒ بعد از وفاتِ بایزید

اس کے سالوں بعد پیدا ہوئے
ابوالحسنؒ، بایزیدؒ کی وفات کے بعد

جملہ خوہای او ز اِمساک و جود
آنچناں آمد کہ آں شہ گفتہ بود

ان کی تمام عادتیں نہ دینے اور دینے میں
اسی طرح ثابت ہوئیں جیسا کہ اُن شاہ نے فرمایا تھا

---

1. جسمِ او۔ بایزیدؒ نے فرمایا اس بزرگ کا جسم چراغ کی طرح زمین پر ہوگا لیکن اس کا نور آسمانوں تک ہوگا۔ آں شعاع۔ اس بات کو کہ اس شاہ کا جسم زمین پر ہوگا اور نور آسمان تک ہوگا مثالوں سے سمجھاتے ہیں سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور ہر گھر میں ہے۔ نقشِ گل۔ پھول ناک کے نیچے ہوتا ہے اور اس کی خوشبو دماغ کے اندر ہوتی ہے۔ مردِ خفتہ۔ ایک شخص اپنے گھر میں سویا ہوا ہوتا ہے اور اس کی روح عدن میں کسی خوفناک نہر کو دیکھتی ہے اس سے جسم پر پسینہ آجاتا ہے۔

2. پیرہن۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص مصر میں تھی اور اس کی خوشبو کنعان میں پہنچ رہی تھی۔ بر نبشتند۔ لوگوں نے حضرت بایزیدؒ کے کہنے کے مطابق حضرت ابوالحسنؒ کی پیدائش کی تاریخ لکھ لی۔ از کباب۔ یعنی کام کو مکمل کر لیا۔ آں تاریخ۔ چنانچہ لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق ان کی پیدائش ہوئی۔

3. نردِ ملک۔ یعنی شاہی شروع کر دی۔ مرکب۔ سواری۔ از پس۔ حضرت بایزید کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد حضرت ابوالحسن پیدا ہوئے تھے۔ جملہ خوہائے۔ حضرت ابوالحسن میں وہ صفات و اوصاف تھے جو حضرت بایزیدؒ نے بتائے تھے۔

Marfat.com

لوحِ محفوظ[1] ست او را پیشوا
لوحِ محفوظ ان کی پیشوا ہے
از چہ محفوظ ست محفوظ از خطا
کس چیز سے محفوظ ہے؟ غلطی سے محفوظ ہے

نے نجوم ست و رَمل ست و نہ خواب
نہ نجوم ہے، نہ رَمل ہے اور نہ خواب ہے
وحیِ حق وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اللہ کا الہام ہے اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

از پئے رُوپوشِ عامہ در بیاں
عوام سے روپوشی کے لیے بیان میں
وحیِ دل گویند آں را صوفیاں
اس کو صوفی دل کی وحی کہہ دیتے ہیں

وحیِ دلگیرش کہ منظر گاہِ اوست
اس کو دل کی وحی تسلیم کر لے کیونکہ وہ اس (خدا) کی نظرگاہ ہے
چوں خطا باشد کہ دل آگاہِ اوست
غلطی کیسے ہو گی کیونکہ دل اس سے باخبر ہے

مومنا یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہ شدی
اے مومن! تو وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے بن گیا ہے
از خطا و سہو ایمن آمدی
تو غلطی اور بھول سے محفوظ ہو گیا ہے

رجوع بحکایت کمی اجرائے آں غلام و در بیان اجرائے دل و جانِ صوفی از طعام اللہ تعالیٰ

اس غلام کی روزی کی کمی کی حکایت کی طرف رجوع اور اس کا بیان کہ صوفی کے دل و جان کی روزی خدائی کھانے سے ہوتی ہے

صوفیے[2] از فقر چوں در غم شود
کوئی صوفی جب فقر سے رنجیدہ ہوتا ہے
عینِ فقرش دایَہ و مطعم بود
اس کے لیے خود فقر دایہ اور کھانا کھلانے والا بن جاتا ہے

زانکہ جنت از مکارہ رُستہ است
کیونکہ بہشت تکالیف سے بنی ہے
رحم قسمِ عاجز و اشکستہ است
رحم عاجز اور شکستہ (دل) کا حصہ ہے

آنکہ[3] سَرہا بشکند او از علو
وہ شخص جو تکبر سے سروں کو کچلتا ہے
رحمِ حق و خلق ناید سویِ او
اللہ اور مخلوق کا رحم اس کی جانب نہیں آتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد و آں جواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اور وہ جوان
از کمِ اجرای ناں شد ناتواں
روزی کے کم ہو جانے سے کمزور ہو گیا ہے

شاد آں صوفی کہ رزقش کم شود
وہ صوفی خوش نصیب ہے جس کا رزق کم ہو جائے
آں شَبَہ دُر گردد و اویم شود
وہ پوتھ موتی بن جائے اور وہ دریا ہو جائے

---

1. لوحِ محفوظ۔ حضرت بایزید کے بتائے ہوئے اوصاف صحیح کیوں نہ ہوتے انہوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھ کر سنائے تھے اور اس لوح کو لوحِ محفوظ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں لکھا ہوا غلطی سے محفوظ ہے۔ نے نجوم۔ نجوم اور رمل وغیرہ کی باتیں غلط ہو جاتی ہیں۔ وحیِ حق۔ حضرت بایزید کو ان احوال کی خبر وحیِ الٰہی کے ذریعہ ہوئی تھی صوفیا اس کو وحیِ دل کہتے ہیں۔ وحیِ دلگیر۔ ہم اس کو وحیِ دل ہی تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ دل جو خدا کا منظورِ نظر ہو۔ مومنا۔ مومن کو جب وہ مرتبہ حاصل ہو جائے کہ وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھنے لگے تو اس کی صوابدید غلطی سے محفوظ ہوتی ہے۔
2. صوفی۔ جب صوفی فقر کے غم میں مبتلا ہوتا ہے تو خود رزق اس کو حاصل ہونے لگتا ہے۔ زانکہ۔ جنت انہی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے جو نفس کو ناگوار گزرتی ہیں خدا کی رحمت عاجز اور شکستہ دل پر نازل ہوتی ہے۔ مکارہ۔ مکروہات یعنی نفس کی ناگوار چیزیں۔
3. آنکہ۔ متکبر اور مغرور پر خدا اور خلق خدا رحم نہیں کرتی ہے۔ شاد۔ جس صوفی پر رزق کی تنگی ہو وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ آں شبہ۔ وہ صوفی اگر پوتھ تھا تو اب وہ موتی اور سمندر بن جائے گا جس میں سے موتی نکلیں گے۔

Marfat.com

زاں جرایِ[1] خاص ہر کہ آگاہ شد — او سزایِ قرب و اُجرے گاہ شد
جو شخص اس خاص روزی سے واقف ہو گیا — وہ قرب کا مستحق اور روزی کا مقام بن گیا

زاں جرایِ رُوح چوں نقصاں شود — جانش از نقصانِ او لرزاں شود
جب روح کی روزی میں کمی آئے — اس کی کمی سے اس کی جان لرزنے لگے

پس بداند کہ خطائے رفتہ است — کہ سمن زارِ رضا نشگفتہ است
وہ جانتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے — جس کی وجہ سے رضا کا باغیچہ نہیں کھلا ہے

ہمچناں کاں شخص از نقصانِ کشت — رقعہ سوئے صاحب خرمن نوشت
جیسے کہ اس شخص نے کھیتی کی کمی کی وجہ سے — کھلیان کے مالک کو رقعہ لکھا

رُقعہ اش[2] بُردند پیشِ میر راد — خواند او رقعہ جوابے وا نداد
دانا حاکم کے پاس رقعہ لے گئے — اس نے رقعہ پڑھا کوئی جواب نہ دیا

گفت او را نیست اِلا دردِ قوت — پس جوابِ احمق اولیٰ تر سکوت
کہا اس کو محض روزی کا رنج ہے — تو خاموشی بیوقوف کے جواب میں زیادہ اچھی ہے

نیستش دردِ فراق و وصل ہیچ — بندِ فرع[3] ست او نجوید اصل ہیچ
اس کو فراق اور وصل کا درد بالکل نہیں ہے — وہ شاخ کا پابند ہے، جڑ کی تلاش بالکل نہیں کرتا ہے

احمق ست و مُردہٴ ما و منے — کز غمِ فرعش فراغِ اصل نے
بیوقوف ہے اور خودی اور انانیت کا مردہ ہے — کہ اس کو شاخ کے غم کی وجہ سے جڑ کی فرصت نہیں ہے

آسمانہا و زمیں یک سیب داں — کز درختِ قدرتِ حق شد عیاں
آسمانوں اور زمین کو ایک سیب سمجھ — جو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت کے درخت سے پیدا ہوا ہے

تو چو کرمے درمیانِ سیب در — وز درخت و باغبانے بے خبر
تو کیڑے کی طرح سیب کے اندر ہے — درخت اور باغبان سے لاعلم ہے

آں یکے کرمے دگر در سیب ہم — لیک جانش از بُروں صاحب علم
دوسرا کیڑا بھی سیب ہی میں ہے — لیکن اس کی جان باہر کی علم بردار ہے

---

1. زاں جرای۔ فقر کے بعد جو خدائی رزق حاصل ہوتا ہے جب صوفی اس کی حقیقت سمجھ جاتا ہے تو اس کو قرب خداوندی حاصل ہو جاتا ہے۔ نقصاں شود۔ اب جسمانی رزق کی فراخی سے وہ خدائی رزق گھٹتا ہے تو وہ خوفزدہ ہو کر لرزنے لگتا ہے۔ پس بداند۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس رزقِ خداوندی کی کمی کسی خطا اور قصور کی بنا پر ہوئی ہے۔ سمن زار۔ گلستاں۔ ہمچناں۔ وہ اس غلام کی طرح پریشان ہوتا ہے جس نے جسمانی روزی گھٹنے پر رقعہ لکھا۔
2. رقعہ اش۔ اس غلام نے شاہ کو رقعہ لکھا شاہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور کہا کہ اس بیوقوف کو صرف روزی گھٹنے کا درد ہے اور جس بنیاد پر روزی گھٹی اس کا کوئی خیال نہیں ہے اس کو میرے وصل اور فراق کا کوئی درد نہیں ہے لہٰذا ایسے احمق کا جواب خاموشی ہے۔
3. بند فرع۔ یعنی روزی کے بارے میں لکھا اور روزی دینے والے سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ما و منی۔ یعنی یہ خودی اور انانیت میں مبتلا ہے روزی کی فکر میں لگا ہے روزی دینے والے سے غافل ہے۔ آسمانہا۔ پہلے شعر کا مضمون تھا کہ اس غلام کو فرع کی فکر تھی اصل سے غافل تھا اس مناسبت سے اب فرماتے ہیں کہ عالم کو ایک سیب سمجھو اور انسان کو اس کے اندر کا کیڑا اور کیڑوں کی دو قسمیں ہیں ایک کیڑا تو وہ ہے جو فرع اور سیب میں مشغول ہے اور اصل درخت اور باغبان سے غافل ہے دوسرا وہ ہے جو اگرچہ سیب کے اندر ہے لیکن وہ درخت اور باغبان سے اچھی طرح واقف ہے۔

Marfat.com

جنبشِ او[1] واشگافد سیب را
اس کی حرکت سیب کو پھاڑ دیتی ہے
بر نتابد سیب آں آسیب را
سیب اس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتا

بر دریدہ جنبشِ او پردہا
اس کی حرکت نے پردوں کو پھاڑ دیا
صورتش کرم ست و معنی اژدہا
اس کی صورت کیڑے کی ہے اور باطن اژدہا ہے

آتشے کاوّل زِ آہن می جہد
وہ چنگاری جو شروع میں لوہے سے نکلتی ہے
او قدم بس ست بیروں می نہد
وہ باہر کو بہت سست قدم رکھتی ہے

دایہ اَش پنبہ است اوّل لیک اخیر
اس کی دایہ شروع میں روئی ہے لیکن آخر میں
می رساند شعلہا را تا اثیر
وہ اپنے شعلے آسمان تک پہنچا دیتی ہے

مَرد اوّل بستہ خواب و خورست
انسان شروع میں سونے اور کھانے کا پابند ہے
آخر الامر از ملائک بَرتر ست
آخر میں وہ ملائکہ سے برتر ہے

در پناہِ پنبہ و کبریتہا
روئی اور گندھک کی پناہ میں
شعلہ و نورش برآید تا سہا
اس کا شعلہ اور نور سہا تک پہنچتا ہے

عالم[2] تاریک روشن می کند
تاریک جہان کو روشن کر دیتا ہے
کُندۂ آہن بسوزن می کند
لوہے کے گاڈر کو سوئی سے اکھاڑ دیتا ہے

گرچہ آتش نیز ہم جسمانی ست
اگرچہ آگ بھی جسمانی ہے
نے ز روح ست و نہ از روحانی ست
وہ نہ روح ہے اور نہ روحانی ہے

جسم[3] را نبود ازاں عِزّ بہرۂ
جسم کے لیے اس عزت میں کوئی حصہ نہیں ہے
جسم پیشِ بحرِ جاں چوں قطرۂ
جسم روح کے سمندر کے آگے قطرہ جیسا ہے

جسم از جاں روز افزوں می شود
جسم، جان سے روزانہ بڑھوتری پاتا ہے
چوں رود جاں جسم بیں چوں می شود
جب جان نکل جاتی ہے، دیکھ جسم کیسا ہو جاتا ہے؟

حدِ جسمت یک دو گز خود بیش نیست
تیرے جسم کی حد ایک دو گز سے زیادہ نہیں ہے
جانِ تو تا آسماں جولاں کُنیست
تیری جان ایک آسمان تک چکر لگاتی ہے

---

1. جنبشِ او۔ اس کیڑے میں اس قدر طاقت ہوتی ہے کہ وہ سیب کو پھاڑ کر باہر نکل جاتا ہے اور حجابات اس کی نظر میں ہیچ ہوتے ہیں یہ بظاہر کیڑا ہے لیکن حقیقتاً اژدہا ہے دوسری قسم باخدا لوگوں کی ہے جو دنیا سے گذر کر آخرت تک پہنچتے ہیں۔ آتشے۔ مولانا سمجھاتے ہیں کہ اس انسان میں ابتداءً یہ طاقت نہیں ہوتی بلکہ مشائخ کی مدد اور محبت سے یہ طاقت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ وہ چنگاری جو لوہے سے نکلتی ہے ابتداء کمزور ہوتی ہے لیکن جب روئی اور گندھک کی مدد اس کو حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے شعلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ مرد۔ انسان بھی ابتداء دنیاوی مشاغل میں لگتا ہے لیکن اولیا کی مدد سے ملائکہ سے برتر ہو جاتا ہے۔
2. عالم۔ اب اس انسان میں اتنا نور اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ دنیا کو روشن کر دیتا ہے اور لوہے کے شہتیر کو سوئی سے اکھاڑ دیتا ہے۔ گرچہ۔ یہ آگ جس کے شعلے آسمان تک پہنچے نہ روح ہے نہ روحانی پھر بھی اس کی پہنچ آسمان تک ہوگی تو پھر روح اور روحانی کی طاقت کا اندازہ لگالو۔
3. جسم۔ جسم پر روح کی شرافت کو اس سے سمجھ لو کہ جسم کی پرورش روح کرتی ہے بغیر روح کے جسم کس قدر ذلیل شے ہے کہ اس کو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ حد جسمت۔ جسم کی وسعت دو گز سے زیادہ نہیں ہے لیکن روح کی پہنچ آسمانوں تک ہے تم اپنی جگہ پر ہو روح کے لیے بغداد اور سمرقند تک پہنچ جانے کے لیے نصف قدم کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

تا بہ بغداد و سمرقند اے ہمام
اے بزرگ! بغداد اور سمرقند تک
روح را اندر تصور نیم گام
روح کے لیے تصور میں آدھا قدم ہے

دو درم[1] سنگ ست پیہ چشم تاں
تمہاری آنکھ کی چربی سات ماشے وزن کی ہے
نورِ رُوحش تا عنانِ آسماں
اس کی روح کا نور آسمان کی فضا تک ہے

نور بے ایں چشم می بیند بخواب
نور، اس آنکھ کے بغیر خواب دیکھتا ہے
چشم بے ایں نور چہ بود جز خراب
آنکھ، اس نور کے بغیر سوائے خراب کے کچھ نہیں ہے

جاں زِ رِیش و سبلتِ تن فارغست
جان، جسم کی ڈاڑھی اور مونچھ سے بے نیاز ہے
لیک تن بے جاں بود مُردار و پست
لیکن جسم، جان کے بغیر مردار اور ذلیل ہو جاتا ہے

باز نامہ رُوحِ حیوانی ست ایں
یہ روحِ حیوانی کی شان و شوکت ہے
پیشتر رَو روحِ انسانی ببیں
آگے بڑھ، روحِ انسانی کو دیکھ

بگذر[2] از انساں و ہم از قال و قیل
انسان سے اور قال و قیل سے بھی آگے بڑھ
تا لبِ دریائے جانِ جبرئیل
جبرئیل علیہ السلام کی جان کے دریا کے کنارے تک

بعد ازانت جانِ احمدؐ لب گزد
اس کے بعد احمد ﷺ کی روح تجھ پر تعجب کرے گی
جبرئیل از بیم تو واپس خزد
جبرئیل علیہ السلام تیری ہیبت سے پیچھے ہٹیں گے

گوید ار آیم بقدرِ یک کماں
(جبرئیل علیہ السلام) کہیں گے اگر میں ایک کمان کی بقدر آؤں
من بسویِ تو بسوزم در زماں
تیری جانب، تو فوراً جل جاؤں

ایں بیاباں[3] خود ندارد پا و سر
اس جنگل کا سر اور پاؤں نہیں ہے
بے جوابِ نامہ خستہ است آں پسر
وہ لڑکا بغیر جواب کے رنجیدہ ہے

آشفتنِ آں غلام از نارسیدنِ جوابِ نامہ از قِبلِ شاہ
بادشاہ کی جانب سے رقعہ کا جواب نہ آنے سے اس غلام کا پریشان ہونا

چوں جوابِ نامہ نامد خیرہ گشت
چونکہ رقعہ کا جواب نہ آیا وہ حیران ہو گیا
وز غمِ او آبِ صافی تیرہ گشت
غم سے اس کا صاف پانی گدلا ہو گیا

نے قرارش ماند و نے خواب از جنوں
پاگل پن سے نہ اس کے لیے سکون رہا اور نہ نیند
روز و شب مُبد در تفکّر سرنگوں
دن، رات فکر میں اوندھا تھا

---

[1] دو درم۔ آنکھ کی چربی کو دیکھو کہ خود تو وہ سات ماشہ سے زیادہ نہیں لیکن اس کا نور آسمان تک جاتا ہے۔ نور بے ایں چشم۔ نور، چشم کا محتاج نہیں ہے آنکھ نور کی محتاج ہے۔ جاں۔ روح کو جسمانی خواص کی ضرورت نہیں جسم روح کا محتاج ہے۔ باز نامہ۔ یہ شان و شوکت تو ہم نے روحِ حیوانی کی دکھائی، روحِ انسانی جو اس سے زیادہ قوی ہے اس کو اس پر قیاس کرلو۔

[2] بگذر۔ اس روحِ حیوانی اور بحث و مباحثہ سے گزر کر روح کے طالب بنو اور اس روح تک پہنچو جو جبرئیل علیہ السلام کی جان ہے جب یہ مرتبہ حاصل ہو جائے گا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتی کی ترقی پر خوشی سے تعجب کریں گے اور جبرئیل علیہ السلام تمہارے مقام سے فروتر ہوں گے۔ گوید۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ کہیں گے اگر یک سر موئے برتر پرم۔ فروغ تجلی بسوزد پرم۔

[3] ایں بیاباں۔ معرفت اور اسرارِ معرفت کا بیان غیر محدود ہے۔ قِبل۔ جانب۔ خیرہ۔ حیراں۔ تیرہ۔ سیاہ، مکدر۔

Marfat.com

کاے عجب چونم نداد آں شہ جواب • یا خیانت کرد رُقعہ بر[1] زتاب

کہ تعجب ہے، شاہ نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا • یا غصہ کی وجہ سے رقعہ لے جانے والے نے خیانت کی ہے

رُقعہ پنہاں کرد و ننمود او بشاہ • کو منافق بود و آبِ زیرِ کاہ

اس نے رقعہ چھپا لیا اور شاہ کو نہ دکھایا • کیونکہ وہ منافق تھا اور گھاس کے تلے کا پانی

رُقعۂ دیگر نویسم ز آزموں • دیگرے جویم رسولِ ذو فنوں

آزمائش کے لیے دوسرا رقعہ لکھتا ہوں • دوسرا ہنرمند قاصد تلاش کرتا ہوں

بر امیر و مطبخی و نامہ بر • عیب بنہادہ ز جہل آں بے خبر

بادشاہ پر اور داروغۂ مطبخ پر اور رقعہ لے جانے والے پر • اس جاہل نے، نادانی سے عیب دھرے

ہیچ گردِ خود نمی گردد کہ من • کژ روی کردم چو اندر دیں شمن

اپنی کچھ خبر نہیں لیتا کہ میں نے • ٹیڑھی چال چلی ہے، جیسے کہ بت پرست نے دین میں

کژ وتزیدنِ باد بر تخت سلیمان علیہ السلام بسببِ زلت[2] او

حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر ان کی لغزش کی وجہ سے ہوا کا ٹیڑھا چلنا

باد بر تختِ سلیمانؑ رفت کژ • پس سلیمانؑ گفت بادا کژ مغژ

(حضرت) سلیمان علیہ السلام کے تخت پر ہوا ٹیڑھی چلی • (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے ہوا ٹیڑھی نہ چل

باد ہم گفت اے سلیمانؑ کژ مرو • ور روی کژ از کژم خشمیں مشو

ہوا نے بھی کہا اے سلیمان علیہ السلام! آپ ٹیڑھا نہ چلیں • اگر ٹیڑھا چلتے ہیں تو میرے ٹیڑھے پن پر غصہ نہ کریں

ایں ترازو بہرِ ایں بنہاد حق • تا رود انصافِ مارا در سبق

اللہ (تعالیٰ) نے یہ ترازو اسی لیے پیدا کی ہے • تاکہ ہمارا انصاف جاری رہے

از ترازو[3] کم کنی من کم کنم • تا تو با من روشنی من روشنم

تو ترازو سے کم کرے گا میں بھی کم کروں گا • جب تک تو میرے ساتھ روشن ہے میں (بھی) روشن ہوں

ہمچنیں تاجِ سلیمانؑ میل کرد • روزِ روشن را برد چوں لیل کرد

اسی طرح (حضرت) سلیمان علیہ السلام کا تاج ٹیڑھا ہو گیا • اس نے روشن دن کو اُن پر رات بنا دیا

گفت تاجا کژ مشو بر فرقِ من • آفتابا گم مشو از شرقِ من

انہوں نے کہا اے تاج! میرے سر پر ٹیڑھا نہ ہو • اے آفتاب! میرے مشرق سے گم نہ ہو

---

[1] رقعہ بر۔ نامہ بر۔ تاب۔ غصہ۔ رقعہ۔ یعنی اس نامہ بر نے وہ رقعہ بادشاہ کو نہیں دیا وہ منافق تھا۔ آبِ زیر کاہ۔ جس پانی پر گھاس ہو اس سے دھوکا لگتا ہے۔ ذوفنون۔ ماہر۔ ہیچ گردِ خود۔ یعنی اپنی خبر نہیں لیتا ہے دوسروں پر الزام دھر رہا ہے۔ شمن۔ بت کا پجاری دین میں کج رو ہے۔ کژ وزیدن۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قصہ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ غلام اپنی غلطی محسوس کر کے اس کی تلافی کر لیتا تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا۔

[2] زلت۔ ان کے دل میں کوئی نامناسب خیال آیا تھا۔ تخت۔ وہی تخت جس کو ہوا دوش پر لیے پھرتی تھی۔ مغژ۔ غژیدن، سرین کے بل چلنا۔ ایں ترازو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو برابری کے لیے پیدا فرمائی ہے۔

[3] از ترازو۔ قرآن پاک میں ہے جزآءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا "برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے۔" ترازو پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ہمچنیں۔ جس طرح ہوا نے کجروی اختیار کی تھی تاج بھی ٹیڑھا ہو گیا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام رنجیدہ ہوئے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ آفتابا۔ یعنی اے تاج تو سچائی کا آفتاب ہے۔

Marfat.com

راست می کرد او بدست آں تاج را
وہ ہاتھ سے اس تاج کو سیدھا کرتے تھے
ہشت بارش راست کرد و گشت کژ
انہوں نے آٹھ مرتبہ سیدھا کیا وہ ٹیڑھا ہو گیا
گفت[1] اگر صد رہ کنی تو راست من
اس نے کہا کہ آپ مجھے سو بار سیدھا کریں گے
پس سلیمانؑ اندرونہ راست کرد
تو (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے باطن کو ٹھیک کر لیا
بعد ازاں تاجش ہماں دم راست شد
اس کے بعد ان کا تاج فوراً سیدھا ہو گیا
بعد ازانش[2] کژ ہمی کرد او بقصد
اس کے بعد انہوں نے اس کو قصداً ٹیڑھا کیا
ہشت کرّت کژ نہاد آں مہترش
ان سردار نے اس کو آٹھ مرتبہ ٹیڑھا کیا
شاہ گفت اے تاج چونست ایں زماں
شاہ نے فرمایا اے تاج! اس وقت کیا بات ہے؟
تاج ناطق گشت اے شہ ناز کن
تاج نے کہا اے شاہ! ناز نہ کیجئے
نیست[3] دستوری کزیں من بگذرم
اجازت نہیں ہے میں اس سے آگے بڑھوں
بردہانم نہ تو دستِ خود بہ بند
میرے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے، بند کر دیجئے
پس ترا ہر غم کہ پیش آید زِ درد
لہٰذا تجھے تکلیف سے جو بھی غم پیش آئے

باز کژ می شد برو تاج اے فتیٰ
اے نوجوان! تاج ان پر پھر ٹیڑھا ہو جاتا تھا
گفت تاجا چیست آخر کژ مغو
انہوں نے کہا اے تاج! آخر کیا ہوا ہے، کجروی نہ کر
کژ شوم چوں کژ روی اے مؤتمن
میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا اے امانت دار! جب آپ کجروی کریں گے
دل براں شہوت کہ بودش گشت سرد
دل میں جو خواہش تھی دل اس سے ست پڑ گیا
آنچناں کہ تاج را می خواست شد
وہ جس طرح تاج چاہتے تھے ویسا ہو گیا
تاجِ او می گشت تارک جو بقصد
ان کا تاج قصداً سر کو تلاش کرنے والا بن گیا
راست می شد تاج بر فرقِ سرش
ان کے سر کی مانگ پر تاج سیدھا ہو جاتا تھا
کژ کنم تو راست گردی ز امتحاں
میں آزمائش کے لیے تجھے ٹیڑھا کرتا ہوں تو سیدھا ہو جاتا ہے
چوں فشاندی پَر ز گل پَرواز کن
جبکہ آپ نے پروں کو مٹی سے صاف کر لیا ہے، پرواز کیجئے
پردہائے غیب ایں بُرہم دَرم
اس کے غیب کے پردوں کو چاک کر دوں
مُہر دَہانم را ز گفتِ ناپسند
میرے منہ کو ناپسندیدہ بات سے
بَر کسے تہمت منہ بر خویش گرد
کسی پر تہمت نہ رکھ، اپنی پڑتال کر

---

1. گفت۔ تاج نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا اے امانتدار جب آپ کے دل میں مناسب خیال نہیں ہے تو میری راست روی کی امید نہ کیجئے۔ اندرونہ۔ یعنی دل میں جو خیال تھا اس کی اصلاح کر لی۔ شہوت۔ یعنی جو نامناسب خیال ان کے دل میں آیا تھا۔
2. بعد ازانش۔ یعنی اپنے دل کی اصلاح کرنے کے بعد تاج کو قصداً ٹیڑھا رکھتے تھے وہ خود بخود سیدھا ہو جاتا تھا۔ ز امتحاں۔ یعنی میں آزمائش کے لیے تجھے قصداً ٹیڑھا رکھتا تھا۔ چوں فشاندی۔ یعنی جب آپ نے اپنے دل کو اس نامناسب خیال سے صاف کر لیا ہے۔
3. نیست۔ مولانا فرماتے ہیں کسی عمل اور جزا کے راز کو زیادہ واضح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بردہانم۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اے خدا اگر میرے منہ سے تیری مرضی کے خلاف باتیں نکلیں اور غیب کے راز ظاہر کرنے لگوں تو میرا منہ بند کر دے۔ پس ترا۔ انسان کو جو تکلیف پہنچتی ہے دراصل وہ اس کے کسی عمل کی سزا ہوتی ہے لہٰذا دوسروں پر الزام نہ رکھنا چاہیے اور اس غلام کی طرح نہ کرنا چاہیے بلکہ اپنے آپ کو ہی قصوروار سمجھنا چاہیے۔

Marfat.com

ظن مبر بر دیگرے اے دوست کام

اے دوستوں کے ہمنوا! دوسرے پر بدگمانی نہ کر

گاہ جنگش[1] با رسول و مطبخی

کبھی اس کی قاصد اور داروغۂ مطبخ سے لڑائی (ہوتی)

ہمچو فرعونے کہ موسیٰؑ ہشتہ بود

فرعون کی طرح کہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ رکھا تھا

آں عدو در خانۂ آں کور دل

دشمن، اس دل کے اندھے کے گھر میں ہے

تو ہم از بیروں بدی با دیگراں

تو بھی باہر سے دوسروں کے ساتھ بد بنا ہوا ہے

خود عدوّت اوست قندش می دہی

تیرا دشمن وہی ہے، تو اس کو شکر کھلا رہا ہے

ہمچو فرعونے تو کور و کور دل

تو فرعون کی طرح اندھا اور اندھے دل والا ہے

چند فرعونا کشی بے جرم را

اے فرعون! بے قصوروں کو کب تک قتل کرے گا؟

عقلِ او بر عقلِ شاہاں می فزود

اس کی عقل بادشاہوں کی عقل سے بڑھی ہوئی تھی

مُہرِ حق بر چشم و بر گوش و خرد

اللہ (تعالیٰ) کی مہر آنکھ پر اور کان پر اور عقل پر

حکمِ حق بر لوح می آید پدید

اللہ (تعالیٰ) کا حکم لوح پر ظاہر ہو جاتا ہے

آں مکن کہ می سگالید آں غلام

وہ بدگمانی نہ کر جو اس غلام نے کی

گاہ خشمش با شہنشاہِ سخی

کبھی سخی بادشاہ پر اس کا غصہ (ہوتا)

طفلگانِ خلق را سَر می رُبود

(اور) لوگوں کے بچوں کے سر کاٹتا تھا

او شدہ اطفال را گردن گسل

وہ بچوں کی گردن کاٹنے والا بنا

و اندروں خوش گشتہ با نفسِ گراں[2]

اور اندر مکروہ نفس سے خوش ہے

وز بَروں تہمت بہر کس می نہی

اور باہر ہر شخص پر تہمت رکھتا ہے

با عدو خوش بیگناہاں راذل

دشمن سے خوش، بے قصوروں کو ذلیل کرنے والا ہے

می نوازی مرتنِ پر غُرم[3] را

تاوانوں بھرے جسم کو نوازتا رہے گا

حکمِ حق بے عقل و کورش کردہ بود

خدا کے حکم نے اس کو بے عقل اور اندھا کر دیا تھا

گر فلاطون ست حیوانش کند

خواہ افلاطون ہو اس کو جانور بنا دیتی ہے

آنچناں کہ علمِ غیب از بایزیدؒ

جس طرح کہ غیب کا حکم بایزیدؒ پر (ظاہر ہوا)

شنیدنِ شیخ ابو الحسنؒ خرقانی خبر دادنِ بایزیدؒ را از

حضرت شیخ ابو الحسنؒ خرقانیؒ کا حضرت بایزیدؒ کو ان کے پیدا ہونے کی اور احوال

---

[1] گاہ جنگش۔ اس غلام کی بیوقوفی تھی خود اس کی خطا پر روزی کم ہوئی اور وہ دوسروں سے لڑا۔ ہم چو فرعونے۔ فرعون نے بھی یہی غلطی کی اس کی سلطنت کی بربادی کا اصل سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے جو اس کے گھر میں پرورش پا رہے تھے اور وہ دوسرے بچوں کو قتل کرا رہا تھا۔

[2] نفس گراں۔ خطا تیرے نفس کی ہوتی ہے تو اس سے خوش رہتا ہے دوسروں پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے تو بھی فرعون کی طرح ہے جو دشمن سے خوش تھا اور دوسروں کو ذلیل و خوار کر رہا تھا۔ چند فرعونا۔ انسان کی یہ فرعونیت ہے کہ اصل دشمن یعنی اپنے آپ کو بے قصور سمجھتا ہے اور دوسروں سے دشمنی کرتا ہے۔

[3] غرم۔ قرآن پاک میں ہے مَآ اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ یعنی" جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ عقل او۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون عقل میں دوسرے شہنشاہوں سے بڑھا ہوا تھا لیکن قضاءِ خداوندی نے اس کو بے عقل اور اندھا بنا دیا تھا اللہ کی مہر بڑے سے بڑے عقلمند کو بے عقل جانور بنا دیتی ہے۔ حکم حق۔ اللہ کا فیصلہ لامحالہ ظاہر ہو کر رہتا ہے جیسا کہ بایزیدؒ کا غیبی حکم ظاہر ہو کر رہا۔ شنیدن۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے پیدائش کے بعد حضرت بایزیدؒ کی پیش گوئی سنی۔

Marfat.com

بودنِ او و احوالِ او پیش از زادنِ او
کی پیدا ہونے سے قبل خبر دینے کو سننا

ہمچناں آمد کہ او فرمودہ بود — بو الحسنؒ از مرداں آں را شنود
ایسا ہی ہوا جیسا کہ انہوں نے فرمایا تھا — ابوالحسنؒ نے لوگوں سے یہ سنا

کہ حسن[1] باشد مرید و اُمتم — درس گیرد ہر صباح از تربتم
کہ ابو الحسنؒ میرا مرید و میرا اُمتی ہو گا — ہر صبح کو میری قبر سے تعلیم حاصل کرے گا

ہر صباحے آید و خواند سبق — بَر سرِ خاکم شود پیرے بحق
وہ ہر صبح کو آئے گا اور سبق حاصل کرے گا — میری قبر پر، باخدا شیخ بن جائے گا

گفت من ہم نیز خوابے دیدہ ام — ز روانِ شیخ ایں بشنیدہ ام
انہوں نے فرمایا میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے — اور شیخ کی روح سے یہ سنا ہے

ہر صباحے[2] تیز رفتے بے فتور — بر سرِ گورش نشستے با حضور
بلا ناغہ ہر صبح کو تیزی سے جاتے — دل جمعی کے ساتھ ان کی قبر کے سرہانے بیٹھتے

ہر صباحے رُونہادے سوئے گور — ایستادے تا ضحیٰ اندر حضور
ہر صبح قبر کی جانب روانہ ہوتے — حاضری میں چاشت تک کھڑے رہتے

تا مثالِ شیخ پیشش آمدے — یا کہ بے گفتے شکالش حل شدے
حتیٰ کہ شیخ کی مثالی (صورت) ان کے سامنے آ جاتی — یا بغیر بات کئے ان کا اشکال حل ہو جاتا

تا یکے روزے[3] بیامد با سعود — گورہا را برفِ نو پوشیدہ بود
یہاں تک کہ ایک روز وہ سعادت مندی سے آئے — قبروں کو نئے برف نے چھپا رکھا تھا

توئے بر تو بَرفہا ہمچوں علم — قبہ قبہ دید و شد جانش بہ غم
تہ بہ تہ پہاڑ جیسے برف کے — تودے دیکھے اور غم سے ان کی جان غمگین ہو گئی

بانگش آمد از حظیرہ شیخِ حی — ھَا اَنَا اَدْعُوْکَ کَیْ تَسْعٰی اِلَیّ
ان کو زندہ شیخ کے حظیرے سے آواز آئی — ہاں میں تجھے پکار رہا ہوں تاکہ دوڑ کر میرے پاس آئے

ہیں بیا ایں سو بر آوازم شتاب — عالم ار برفست رُو از من متاب
ہاں، میری آواز پر جلد ادھر آ جا — دنیا اگرچہ برف ہے، مجھ سے منہ نہ موڑ

---

1. کہ حسن۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے یہ بھی سنا کہ بایزیدؒ فرمایا کہ ابوالحسنؒ میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور میرا مرید ہوگا میرے حلقہ میں داخل ہوگا۔ ہر صباحے۔ انہوں نے یہ بھی سنا کہ وہ ہر صبح کو آ کر میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور باخدا شیخ بنے گا۔ گفت۔ جب یہ باتیں حضرت ابوالحسن خرقانی نے سنیں تو فرمایا کہ شیخ بایزیدؒ کی روح نے مجھ سے بھی خواب میں یہ باتیں فرمائی ہیں۔
2. ہر صباحے۔ چنانچہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ ہر صبح کو حضرت بایزیدؒ کی قبر پر جاتے تھے۔ حضور۔ یعنی حضورِ قلب، دربار۔ تا مثال۔ کبھی حضرت بایزیدؒ صورتِ مثالی میں سامنے آ کر ان کے اشکالات حل کراتے اور کبھی صورتِ مثال کے واسطہ کے بغیر فیض حاصل ہو جاتا۔
3. تا یکے روزے۔ ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ قبر پر پہنچے تو قبر نظر نہ آئی اس پر تہ بہ تہ برف کے ٹیلے جمع شدہ نظر آئے تو بہت رنجیدہ ہوئے۔ بانگش۔ شیخ بایزیدؒ جو روحانی حیات سے زندہ تھے، ان کی آواز آئی کہ برف سے نہ گھبرا میری طرف آ جا دنیا تو ساری ہی برف کی طرح ناپائیدار ہے۔

Marfat.com

حالِ[1] او زاں روز شد خوب و بدید
اس روز سے ان کی حالت خوب ہوگئی اور انہوں نے دیکھے

آں عجائب را کہ اوّل می شنید
وہ عجائب، جو پہلے سنے تھے

باز باید گشت سوئے آں غلام
اس غلام کی طرف لوٹنا چاہیے

کرد باید آں حکایت را تمام
اس حکایت کو پورا کرنا چاہیے

رقعۂ دیگر نوشتن آں غلام پیشِ شاہ چوں
جوابِ رقعۂ اول نیامد

جبکہ پہلے رقعہ کا جواب نہ آیا اس غلام کا بادشاہ کو پیش کرنے
کے لیے دوسرا رقعہ لکھنا

نامۂ دیگر نوشت آں بد گماں
اس بدگمان نے دوسرا رقعہ لکھا

پُر ز تشنیع و نفیر و پُر فغاں
ملامت اور فریاد اور شور سے بھرا ہوا

کہ یکے رُقعہ نوشتم پیشِ شاہ
کہ میں نے بادشاہ کے حضور میں ایک رقعہ لکھا

اے عجب آنجا رسید و یافت راہ
تعجب ہے، وہ وہاں پہنچا اور باریاب ہوا

آں دگر را خواند ہم آں خوب خد[2]
اُس حسین چہرے والے نے دوسرا بھی پڑھا

ہم نداد اُو را جواب و تن بزد
اس کا بھی جواب نہ دیا اور چپ رہا

خشک می آورد اُو را شہریار
اس کے ساتھ شاہ نے خشکی برتی

اُو مکرر کرد رُقعہ پنج بار
اس نے پانچ مرتبہ رقعے مکرر کیے

گفت حاجب آخر او بندہ شماست
حاجب نے کہا آخر وہ آپ کا غلام ہے

گر جوابش بر نویسی ہم رَواست
اگر اس کو جواب لکھ دیں تو بھی مناسب ہے

از شہیِ تو چہ کم گردد اگر
آپ کی بادشاہی میں کیا کمی آ جائے گی اگر

بَر غلام و بندہ اندازی نظر
غلام اور بندہ پر آپ نظر (کرم) کریں

گفت ایں[3] سہل ست اما احمق ست
اس نے کہا یہ آسان ہے، لیکن وہ احمق ہے

مَردِ احمق زشت مردودِ حق ست
احمق انسان بُرا اور خدا کا مردود ہے

گرچہ آمرزم گناہ و زلتش
اگر میں اس کی خطا اور لغزش معاف کروں گا

ہم کند در من سرایت علتش
مجھ میں بھی اس کی بیماری سرایت کر جائے گی

صد کس از گرگیں ہمہ گرگیں شوند
خارشی سے سو شخص سب خارشی ہو جاتے ہیں

خاصہ ایں گرِّ خبیثِ عقل بند
خصوصاً بے عقل خبیث کی خارش

[1] حالِ۔ اب حضرت ابوالحسن خرقانی کی تکمیل ہو چکی تھی اور ان پر مشاہدہ کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ باز باید۔ اب مولانا پھر غلام کا قصہ شروع کرتے ہیں۔ بدگماں۔ یعنی وہی غلام۔ تشنیع۔ برا بھلا کہنا۔ اے عجب۔ یعنی اس پر تعجب ہے کہ وہ رقعہ بادشاہ تک پہنچ گیا اور پھر بھی مجھے جواب نہ ملا۔

[2] خوب خد۔ حسین رخ یعنی شاہ۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ خشک۔ یعنی شاہ نے اس سے خشکی برتی۔ گفت حاجب۔ پیش کار نے کہا کہ وہ غلام بہرحال آپ کا ہے اگر اس کو جواب لکھ دیں تو مناسب ہوگا۔ حاجب۔ دربان، پیش کار۔ اندازی نظر۔ یعنی نظر کرم کر کے جواب لکھا دیں۔

[3] ایں۔ جواب لکھانا۔ احمق۔ بیوقوف انسان مردودِ بارگاہِ خداوندی ہے۔ آمرزم۔ یعنی معاف کر کے پھر قریب کروں گا۔ علتش۔ یعنی اس کی حماقت کی بیماری۔ گرگیں۔ گیں فاعل کی علامت ہے۔ گر گاف فارسی کے فتح کے ساتھ خارش کی بیماری۔

گر[1] کم عقلی مبادا گبر را — شومیش بے آب دارد ابر را

بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو (بھی) نہ ہو — اس کی نحوست ابر کو بے پانی کا بنا دیتی ہے

نم نبارد ابر از شومیِ او — شہر شد ویرانہ از بومیِ او

اس کی بدبختی سے ابر بارش نہیں برساتا ہے — اس کے الو پن سے شہر ویرانہ ہو جاتا ہے

از گر آں احمقاں طوفانِ نوحؑ — کرد ویراں عالمے را در فضوح

ان احمقوں کی خارش کیوجہ سے (حضرت) نوح علیہ السلام کے طوفان نے — رسوائی میں ایک جہان کو ویران کر دیا

ستودنِ پیغمبر علیہ السلام عاقل را و نکوہیدنِ احمق را

پیغمبر علیہ السلام کا عقل مند کی تعریف کرنا اور احمق کی مذمت کرنا

گفت پیغمبرؐ کہ احمق[2] ہر کہ ہست — اُو عدوِّ ما و غولِ رہزن ست

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا احمق جو بھی ہے — وہ ہمارا دشمن اور بھٹکانے والا چھلاوا ہے

ہر کہ او عاقل بود او جانِ ماست — رُوحِ اُو و رِیحِ او ریحانِ ماست

جو بھی عقلمند ہے وہ ہماری جان ہے — اس کی روح اور اس کی ہوا ہماری خوشبو ہے

عقل دُشنام دہد من را ضیم — زانکہ فیضے دارد از فیاضیم

عقل مجھے گالی دے، میں خوش ہوں — کیونکہ میری فیاضی سے فیض پا چکی ہے

نبود آں دشنامِ او بے فائدہ — نبود آں مہمانیش بے مائدہ

اس کی وہ گالی بے فائدہ نہ ہو گی — اس کی وہ مہمانی بغیر دستر خوان کے نہ ہو گی

احمق ار حلوا نہد اندر لبم — من ازاں حلوایِ او اندر تبم

احمق اگر میرے ہونٹوں پر حلوہ رکھے — میں اس کے حلوے سے بخار میں ہوں

ایں یقیں داں گر لطیف و روشنی — نیست بوسِ کونِ خر را چاشنی

اگر تو پاکیزہ اور روشن ہے تو یقین کر — گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے میں کوئی لطف نہیں ہے

سبلتت[3] گندہ کند بے فائدہ — جامہ از دیگش سیہ بے مائدہ

بے فائدہ تیری مونچھوں کو گندہ کرے گا — بغیر دستر خوان کے اس کی دیگ سے تیرے کپڑے سیاہ ہو جائیں گے

مائدہ عقلست نے نان و کباب — نورِ عقل ست اے پسر جاں را شراب

دستر خوان عقل ہے نہ روٹی اور کباب — اے بیٹا! جان کی شراب عقل کا نور ہے

---

1. گر۔ بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ لگے۔ شومیش۔ بدعقل کی بدبختی سے ابر بھی بے باراں ہو جاتا ہے۔ بومیِ او۔ مشہور ہے کہ جہاں الو بیٹھنے لگے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے۔ از گر۔ قوم نوح کی حماقت سے طوفان آیا اور دنیا برباد ہو گئی تھی۔ گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ بعض احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوقوف ہمارا دشمن ہے اور عقلمند ہمارا دوست ہے۔ عقل دشنام۔ ہوسکتا ہے کہ یہ مولانا کا مقولہ ہو اور مولانا اپنے بارے میں فرما رہے ہوں یا حدیث کا جزو ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عقلمند اگر برا بھی کہتا ہے تو اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے۔
2. احمق۔ بیوقوف کی بھلائی میں بھی برائی ہے۔ نیست۔ بے وقوف سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی گدھے کی مقعد کو بوسہ دے۔
3. سبلت۔ اس بوسہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا اور بیکار کپڑے کالے ہوں گے۔ مائدہ عقلست۔ اصل دستر خوان عقل ہے جس سے انسان غذا حاصل کرتا ہے نان وکباب اگر احمق بھی پیش کرے تو دستر خوان نہیں ہے بلکہ معرت رسان ہے اس کا نان ونمک بے عقل بنا دے گا۔

Marfat.com

نیست[1] غیرِ نور، آدم را خورش ۔۔۔ از جزِ آں جاں نیابد پرورش
انسان کی خوراک نور کے سوا نہیں ہے ۔۔۔ اس کے سوا سے جان پرورش نہیں پاتی ہے

زیں خورشہا اَندک اَندک باز بُر ۔۔۔ کایں غذای خر بود نے آنِ حر
ان کھانوں سے آہستہ آہستہ جدا ہو جا ۔۔۔ کیونکہ یہ گدھے کی خوراک ہیں نہ کہ شریف کی ملکیت

تا غذای اصل را قابل شوی ۔۔۔ لقمہای نور را آکل شوی
تاکہ تو اصلی غذا کے قابل ہو جائے ۔۔۔ نور کے لقمے کھانے والا بن جائے

عکسِ[2] آں نورست کایں ناں ناں شدہ است ۔۔۔ فیضِ آں جانست کایں جاں جاں شدہ است
اسی نور کا پرتو ہے، کہ یہ روٹی روٹی بنی ہے ۔۔۔ اسی جان کا فیض ہے کہ یہ جان، جان بنی ہے

چوں خوری یکبار از ماکولِ نور ۔۔۔ خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور
اگر تو ایک بار نور کی غذا کھا لے گا ۔۔۔ تنور کی روٹی پر خاک ڈال دے گا

عقل شیدا شد چہ خوانی تُرّہات ۔۔۔ راہ پیدا شد چہ پائے بے ثبات
(تو کہے گا) عقل عاشق ہوگئی ہے، تو کیا بکواس کرتا ہے؟ ۔۔۔ راستہ پیدا ہو گیا تو کمزور پاؤں کیا ہے؟

عقل[3] دو عقل است اول مکسبی ۔۔۔ کہ در آموزی چو در مکتب صبی
عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی ۔۔۔ جو کہ مکتب میں بچوں کی طرح تو سیکھتا ہے

از کتاب و اوستا و فکر و ذکر ۔۔۔ از معانی و ز علومِ خوب و بکر
کتاب اور استاد اور غور اور یاد سے ۔۔۔ معانی سے اور عمدہ اور تازہ علوم سے

عقلِ تو افزوں شود بر دیگراں ۔۔۔ لیک تو باشی ز حفظِ آں گراں
تیری عقل دوسروں سے بڑھ جاتی ہے ۔۔۔ لیکن تو ان کو یاد کرنے سے بوجھل ہو جاتا ہے

لوحِ حافظ باشی اندر دَور و گشت ۔۔۔ لوحِ محفوظ اوست کو زیں در گذشت
دور اور گشت میں تو حفاظت کرنے والی تختی ہو گا ۔۔۔ لوحِ محفوظ وہ ہے جو اس سے گذر گیا

عقلِ دیگر بخشش یزداں بود ۔۔۔ چشمۂ آں درمیانِ جاں بود
دوسری عقل اللہ (تعالیٰ) کی بخشش ہوتی ہے ۔۔۔ اس کا سرچشمہ جان کے اندر ہوتا ہے

---

[1] نیست۔ اگر احمق کے دسترخوان پر پینے کی چیزیں ملیں تو وہ انسان کی شراب نہیں ہے شراب تو نورِ عقل ہے روح کی پرورش اسی سے ہوتی ہے۔ خورشہا۔ حسی غذائیں۔ حر۔ یعنی شریف انسان۔ تاغذای اصل۔ شعر، اندروں از طعام خالی دار۔ تا دراں نورِ معرفت بینی۔

[2] عکس۔ جسمانی غذاؤں میں اسی نورانی غذا کا پرتو ہے جو ان میں لذت آئی ہے حیوانی جان اسی نورانی جان سے جان بنی ہے۔ چوں خوری۔ نور کی روحانی غذا کا ایک لقمہ کھالو گے تو یہ غذائے جسمانی ہیچ ہو جائے گی۔ عقل شیدا شد۔ جب تم وہ غذا کھالو گے تو جسمانی غذا کو کہو گے کہ مجھ پر عاشق ہو گئی ہے اب تو چکنی چپڑی باتیں کیوں کرتی ہے مجھے راستہ مل گیا ہے مجھے تجھ جیسے کمزور پاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔

[3] عقل۔ عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی عقل ہے جو درسگاہوں سے حاصل ہوتی ہے، یہ عقل اگر حاصل ہو جائے تو دوسروں کی عقل سے بڑھ جاتی ہے یہ کتاب اور استاد اور علوم سے حاصل ہوتی ہے اس عقل کے حاصل ہونے پر انسان حفاظت کرنے والی تختی بن جاتا ہے لیکن لوحِ محفوظ جس کی حق تعالیٰ ہر قسم کی غلطی سے حفاظت کرتا ہے وہ اس کے علاوہ چیز ہے۔ عقل دیگر۔ عقل کی دوسری قسم وہ ہے جو خدا کی عطا ہے اور اس کا سرچشمہ درسگاہ اور استاد نہیں ہے بلکہ خود روح کے اندر اس کا چشمہ ہے اس چشمہ سے جو پانی آتا ہے وہ نہ گندہ ہوتا ہے نہ اس کا رنگ بدلتا ہے۔

Marfat.com

چوں ز سینہ آبِ دانش جوش کرد / نے شود گندہ نہ دیرینہ نہ زرد
جب سینہ سے عقل کا پانی جوش مارتا ہے / نہ گندہ ہوتا ہے، نہ پرانا نہ زرد

ور[1] رہِ نبعش بود بستہ چہ غم / کو ہمی جوشد ز خانہ دمبدم
اگر اس کے ابلنے کا راستہ بند ہو جائے تو کیا فکر ہے؟ / کیونکہ وہ گھر (دل) میں سے ہر وقت جوش مار رہا ہے

عقلِ تحصیلی مثالِ جویہا / کاں رود در خانہ از گویہا
تحصیلی عقل نہروں کی طرح ہے / جو گھر (دل) میں تالابوں میں سے پہنچتی ہے

راہِ آبش بستہ شد شد بینوا / از درونِ چشمہ کے بندد ورا
اگر اس کے پانی کا راستہ بند ہو جائے تو وہ مفلس بن جاتا ہے / چشمہ کے اندر سے اس کو کون بند کر سکتا ہے؟

از درونِ خویشتن جُو چشمہ را / تا رہی ازمنتِ ہر ناسزا
اپنے اندر چشمہ کی تلاش کر / تاکہ تو ہر نالائق کے احسان سے نجات پا لے

قصہ[2] شخصیکہ با شخصے مشورت می کرد او گفت مشورت
اس شخص کا قصہ جو ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا اس نے کہا کہ کسی دوسرے سے

با دیگرے کن کہ من عدوِ تو ام
مشورہ کر کیونکہ میں تیرا دشمن ہوں

مشورت می کرد شخصے با کسے / کز تردُّد وارہد وَ ز محبسے
ایک شخص ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا / تاکہ تردُّد اور بندش سے چھوٹ جائے

گفت اے خوش نام غیرِ من بجو / ماجرائے مشورت با او بگو
اس نے کہا اے نیک نام میرے غیر کو تلاش کر / مشورے کا معاملہ اس سے کہہ

من عدوم[3] مر ترا با من مپیچ / نبُود از رایِ عُدو پیروز ہیچ
میں تیرا دشمن ہوں مجھ سے نہ الجھ / دشمن کی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوا ہے

رَو کسے جو کہ ترا اُو ہست دوست / دوست بہرِ دوست لاشک خیرجوست
جا کسی ایسے کو تلاش کر جو تیرا دوست ہو / بے شبہ دوست، دوست کا خیر خواہ ہے

من عدوم چارہ نبود کز منی / کژ روم با تو نمایم دشمنی
میں دشمن ہوں لا محالہ میں خودی کی وجہ سے / ٹیڑھا چلوں گا، تجھ سے دشمنی کروں گا

---

1. ور۔ اگر کسی عقل کی راہیں بند ہو جائیں تو اس عقل والے کو کوئی غم نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو خانہ دل سے موجزن ہوتی ہے۔ عقل تحصیلی۔ یعنی کسی عقل جو دوسروں سے حاصل کی جاتی ہے۔ گویہا۔ گڑھے۔ راہِ آبش۔ اگر کسی عقل کے حصول کے ذریعہ مفقود ہو جاتے ہیں تو انسان بے سرو سامان رہ جاتا ہے لیکن اندرونی چشمہ اس آفت سے محفوظ ہے۔ از دروں۔ عقل کے روحانی چشمہ کی جستجو کرنی چاہیے تاکہ دوسروں کا احسان نہ اٹھانا پڑے۔
2. قصہ۔ اس قصہ سے عقل کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔ کز تردد۔ انسان تردد میں کسی طرف پیش قدمی نہیں کرتا ہے۔ گفت۔ اس شخص نے کہا کسی اور سے مشورہ کر لے۔
3. من عدوم۔ میں تیرا دشمن ہوں دشمن کے مشورے سے کوئی کامیابی نہیں ہوتی ہے۔ رو کسے۔ تجھے کوئی دوست تلاش کر کے اس سے مشورہ کرنا چاہیے، دوست دوست کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ منی۔ خودی۔

Marfat.com

حارسی[1] از گرگ جستن شرط نیست
بھیڑیئے سے رکھوالی چاہنا مناسب نہیں ہے

جستن از غیر محل نا جستنی ست
بے موقع تلاش کرنا، تلاش نہ کرنا ہے

من ترا بے ہیچ شکے دشمنم
میں بلا شبہ تیرا دشمن ہوں

من ترا کے رہ نمایم رہزنم
میں کب تیری راہنمائی کروں گا میں رہزن ہوں؟

ہر کہ باشد ہمنشینِ دوستاں
جو دوستوں کا ہم نشین ہو

ہست در گلخن میانِ بوستاں
بھٹی میں (بھی) باغ میں ہے

ہر کہ با دشمن نشیند در زمن
جو زمانہ میں دشمن کا ہم نشین ہو

ہست او در بوستاں در گولخن
وہ باغ میں (بھی) بھٹی میں ہے

دوست را ما زار از ما و منت
دوست کو تو میں میں سے نہ ستا

تانگردد دوست خصم و دشمنت
تاکہ دوست تیرا مخالف اور دشمن نہ بنے

خیر کن[2] با خلق از بہرِ ایزدت
اپنے خدا کے لیے لوگوں سے بھلائی کر

یا برائے راحتِ جانِ خودت
یا خود اپنی جان کے آرام کے لیے

تاہمہ را دوست بینی در نظر
تاکہ تو نگاہ سے سب کو دوست دیکھے

در دلت ناید زکیں نا خوش صور
تاکہ تیرے دل میں کینہ سے برے خیالات نہ آئیں

چونکہ کردی دشمنی پرہیز کن
جب تو نے دشمنی کی تو احتیاط برت

مشورت با یارِ مہر انگیز کن
مشورہ، محبت بھرے دوست سے کر

گفت[3] من دانم ترا اے بوالحسن
اس نے کہا اے ابو الحسن میں تجھے جانتا ہوں

کہ توئی دیرینہ دشمن دارِ من
کہ تو میرا پرانا دشمن ہے

لیک مردِ عاقلی و معنوی
لیکن تو عقلمند آدمی ہے اور با معنی ہے

عقلِ تو نگذاردت کہ کجروی
تیری عقل تجھے اجازت نہ دے گی کہ تو ٹیڑھا چلے

طبع خواہد تا کشد از خصم کیں
طبیعت کا تقاضا ہے کہ دشمن سے بدلہ لے

عقل بر نفس ست بندِ آہنیں
(لیکن) عقل نفس پر لوہے کی زنجیر ہے

آید و منعش کند واداردش
وہ عقل آتی ہے اور اس کو منع کرتی ہے، اس کو روکتی ہے

عقل چوں شحنہ است در نیک و بدش
عقل اس کے لیے اچھے اور برے میں کوتوال کی طرح ہے

---

1. حارسی۔ بھیڑیا، بھیڑوں کا رکھوالا نہیں بن سکتا۔ جستن۔ بے محل تلاش اور جستجو سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر کہ۔ دوستوں کی صحبت میں بھٹی بھی باغ بن جاتی ہے اور دشمنوں کی صحبت باغ کو بھی بھٹی بنا دیتی ہے۔ دوست۔ خود غرضی کر کے دوستوں کو دشمن نہ بنانا چاہیے۔
2. خیر کن۔ لوگوں کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر بھلائی کرو۔ تاہمہ۔ جب لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو گے تو وہ تمہارے دوست بن جائیں گے اور تمہارے دل میں تکلیف دہ خیالات نہ آسکیں گے۔ چونکہ۔ اگر تو سب کو دوست نہیں بنا سکتا ہے تو پھر مشورہ کسی خاص دوست سے کر۔
3. گفت۔ مشورہ لینے والے نے کہا میں جانتا ہوں تو میرا دشمن ہے لیکن تو انسان ہے اور عقلمند ہے اور مہمل نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ تیری عقل تجھے میرے ساتھ کجروی نہ کرنے دے گی۔ طبع خواہد۔ عقلمند کا طبعی تقاضا اگرچہ دشمن سے بدلہ لینے کا ہوتا ہے لیکن اس کی عقل اس کی طبیعت اور نفس پر غالب آجاتی ہے۔ عقل۔ عقلمند کی ہر اچھے برے موقع پر حفاظت کرانی ہے۔

عقلِ[1] ایمانی چو شحنہ عادل ست — پاسبان و حاکمِ شہرِ دل ست
ایمانی عقل، منصف کوتوال کی طرح ہے — دل کے شہر کی محافظ اور حاکم ہے

ہمچو گربہ باشد او بیدار ہوش — دزد در سوراخ ماند ہمچو موش
وہ بلی کی طرح ہوشیار رہتی ہے — چور، سوراخ میں چوہے کی طرح گھسا رہتا ہے

در ہر آنجا کہ بر آرد موش دست — نیست گربہ ور بود او مُردہ است
جس جگہ چوہا پنجہ نکالے — (وہاں) بلی نہیں ہے، اگر ہو تو وہ مُردہ ہے

گُربۂ چہ شیر و شیر افگن بود — عقلِ ایمانی کہ اندر تن بود
بلی کیسی، شیر اور شیر کو پچھاڑنے والی ہوتی ہے — وہ ایمانی عقل جو جسم میں ہوتی ہے

غرّۂ او حاکمِ دَرّندگاں[2] — نعرۂ او مانعِ چرندگاں
اس کی غراہٹ درندوں کی حاکم ہے — اس کا نعرہ چرندوں کے لیے مانع ہے

شہر پُر دُزد است و پُر جامہ کنے — خواہ شحنہ باش گو و خواہ نے
شہر چوروں اور کپڑے اتارنے والوں سے بھرا ہے — کہہ دو خواہ کوتوال ہو یا نہ ہو

عقل در تن حاکمِ ایماں بود — کہ ز بیمش نفس در زنداں بود
عقل بدن میں ایمان کا حکم دینے والی ہے — جس کے ڈر سے نفس قید خانہ میں ہوتا ہے

عقلِ عقل[3] و جانِ جاں اے جاں توئی — عقل و جانِ خلق را سلطاں توئی
اے جان! عقل کی عقل اور جان کی جان تو ہے — تو ہی مخلوق کی عقل اور جان کا بادشاہ ہے

عقلِ کل سر گشتہ و حیرانِ تست — کل موجودات در فرمانِ تست
عقل کل تیرے بارے میں حیران اور پریشان ہے — تمام موجودات تیرے حکم میں ہیں

امیر گردانیدنِ رسول علیہ السلام جوانِ ہذیلی را بر سَرِیّہ کہ دراں پیراں و جنگ آموزدگان بودند

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی ہذیل کے ایک نوجوان کو اس لشکر کا سردار بنانا جس میں بوڑھے اور جنگ آزمودہ تھے

یک سَرِیّہ می فرستادے رسولؐ — بہرِ جنگِ کافر و دفعِ فضول
آنحضور علیہ السلام ایک لشکر بھیج رہے تھے — کافر (لوگوں) سے جنگ اور فضول (لوگوں) کو دفع کرنے کے لیے

---

[1] عقل۔ عقل منصف کوتوال ہے اور دل کے خیالات پر حاکم ہے۔ ہمچو گربہ۔ عقل کی مثال بلی کی سی ہے اور نفس ایک چوہا ہے۔ در ہر آنجا۔ اگر نفس کا غلبہ ہے تو سمجھو کہ وہاں عقل نہیں ہے اور اگر ہے تو مردہ ہے۔ گربہ۔ ہم نے عقل کو بلی قرار دیا یہ غلطی تھی عقل تو شیر اور شیر افگن ہے۔

[2] درندگان۔ یعنی انسان کی قوت غضبیہ۔ چرندگان۔ یعنی انسان کی قوت شہویہ۔ شہر پُر دزد است۔ انسان میں لامحالہ نفسانی قوتیں ہوتی ہیں عقل کے بھروسہ پر ان سے غفلت نہ برتنی چاہیے بس اس قدر ہے کہ اگر عقل ہوتی ہے تو وہ قوتیں مضمحل ہو جاتی ہیں لیکن بالکل فنا نہیں ہوتی ہیں۔

[3] عقلِ عقل۔ کامل انسان کو خطاب ہے کہ تو ہی عقل کی عقل اور جان کی جان ہے اور تمام کائنات پر تیری سلطنت ہے۔ عقل کل۔ جبرئیل علیہ السلام معراج میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج پر حیران تھے۔ امیر گردانیدن۔ اس قصہ کو نقل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ "بزرگی بہ عقلست نہ بسال"۔ سریہ۔ جہاد کا وہ لشکر جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہ ہوں۔

یک جوانے[1] را گزید او از ہذیل — میرِ لشکر کردش و سالارِ خیل

آپ نے (بنی) ہذیل کے ایک جوان کو منتخب فرمایا — اس کو لشکر کا امیر اور لشکر کا سپہ سالار بنا دیا

اصلِ لشکر بے گماں سَرور بود — قومِ بے سَرور تنِ بے سَر بود

یقیناً، سردار لشکر کی بنیاد ہوتا ہے — بغیر سردار کی قوم بے سر کا جسم ہوتی ہے

ایں ہمہ کہ مُردہ و پژمُردہٗ — زاں بودکہ ترکِ سَرور کردہٗ

یہ جو تو بالکل مردہ اور پژمردہ ہے — اس لیے ہے کہ تو نے سردار کو چھوڑ دیا ہے

از کسل و ز بخل و ز ما و منی — می کشی سرِ خویش را سر میکنی

سستی اور بخل اور خودی و انانیت کی وجہ سے — تو سرکشی کرتا ہے اپنے آپ کو سردار بناتا ہے

ہمچو اَستورے کہ بگریزد زبار — او سرِ خود گیرد اندر کوہسار

اس گدھے کی طرح جو بوجھ سے بھاگے — اور پہاڑ کا راستہ لے لے

صاحبش[2] در پے دَواں کاے خیرہ سر — ہر طرف گرگے ست اندر قصدِ خر

اس کا مالک پیچھے دوڑے کہ اے سرکش! — ہر طرف گدھے کی تلاش میں بھیڑیئے ہیں

گر ز چشمم ایں زماں غائب شوی — پیشت آید ہر طرف گرگِ قوی

اگر تو اس وقت میری نظر سے غائب ہو گا — ہر جانب قوی بھیڑیا تیرے سامنے آئے گا

استخوانت را بخاید چوں شکر — کہ نہ بینی زندگانی را دگر

شکر کی طرح تیری ہڈیاں چبا لے گا — حتیٰ کہ تو دوبارہ زندگی نہ دیکھے گا

آں مکن[3] آخر بمانی از علف — آتش از بے ہیزمی گردد تلف

وہ نہ کر بالآخر تو گھاس سے (محروم) رہ جائے گا — بغیر ایندھن کے آگ تباہ ہو جاتی ہے

ہیں بمگریز از تصرف کردنم — وز گراں باری کہ جانِ تو منم

خبردار! میرے کام میں لگانے سے نہ بھاگ — اور بوجھ لادنے سے، کیونکہ میں تیری جان ہوں

تو ستوری ہم کہ نفست غالب ست — حکم غالب را بود اے خود پرست

تو بھی گدھا ہے کیونکہ تیرا نفس غالب ہے — اے نفس پرست! حکم غالب پر لگتا ہے

---

[1] یک جوانے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کا ایک ہذیلی نوجوان کو سردار بنا دیا۔ ہذیل۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ خیل۔ گروہ۔ اصل۔ فوج کا سردار بمنزلہ سر کے ہے بغیر سردار کی فوج بغیر سر کا دھڑ ہے۔ ایں ہمہ۔ مولانا نے لشکر کے سردار سے گریز فرما کر شیخ کی ضرورت کا مضمون شروع فرما دیا ہے یعنی انسان کی اعمالِ خیر میں پژمردگی اسی لیے ہوتی ہے کہ اس نے کسی شیخ کو اپنا سردار نہیں بنایا۔ از کسل۔ کسی کو شیخ اور پیر بنانے میں انسان کی عمل سے سستی اور خدمت میں بخل اور خودی مانع بنتی ہے۔ ہمچو۔ شیخ سے گریز کرنے والے کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بوجھ سے گھبرا کر پہاڑ کی طرف بھاگ پڑے۔

[2] صاحبش۔ اس گدھے کا مالک کہہ رہا ہے کہ پہاڑ میں سیکڑوں بھیڑیے ہیں جو تجھے ہلاک کر دیں گے اور تیری ہڈیاں شکر کی طرح چبا ڈالیں گے۔

[3] آں مکن۔ شیخ بھی بھاگنے والوں کو سمجھاتا ہے کہ بھاگنے میں ہلاکت ہے اور اگر ہلاکت بھی نہ ہو تو کم از کم نعمتوں سے محرومی ہے۔ تصرف کردنم۔ شیخ کی تعلیمات سے نہ گھبرانا چاہیے بلکہ "کَالْمَیِّتِ فِی یَدِ الْغُسَّالِ" نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ" بن جاتا ہے۔ تو ستوری۔ انسان کا نفس گدھا ہے جب وہ انسان پر غالب ہو تو چونکہ حکم غالب پر لگتا ہے لہٰذا انسان کو گدھا کہا جائے گا۔

Marfat.com

خر نخواندت[1] اسپ خواندت ذوالجلال
اللہ تعالیٰ نے تجھے گھوڑا کہا ہے، گدھا نہیں کہا
اسپ تازی را عرب گوید تعال
عربی گھوڑے کو عرب "تعال" کہتے ہیں

میر آخُر بود حق را مصطفیٰؐ
آنحضور ﷺ اللہ (تعالیٰ) کے میر اصطبل ہیں
بہرِ استورانِ نفسِ پُر جفا
ظالم نفس کے گھوڑوں کے لیے

قُلْ تَعَالَوْا گفت از جذبِ کرم
کرم کے جذبے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کہہ دے کہ آؤ"
تا ریاضت تاں دہم من رائضم
تاکہ میں تم سے ریاضت کراؤں میں ریاضت کرانے والا ہوں

نفسہا را تا مُرَوَّض کردہ ام
میں نے جب سے نفسوں کو مرتاض بنایا ہے
زیں ستوراں بس لگدہا خوردہ ام
ان گھوڑوں کی بہت سی دولتیاں کھائی ہیں

ہر کجا باشد ریاضت بارۂ[2]
جہاں کہیں ریاضت کرانے والا ہوا ہے
از لگدہایش نباشد چارۂ
اس کے لیے دولتیوں سے مفر نہیں ہے

لا جرم اغلب بلا بر انبیاست
لا محالہ کڑی آزمائش نبیوں کی ہے
کہ ریاضت دادنِ خاماں بلاست
کیونکہ اناڑیوں کو ریاضت کرانا ہی مصیبت ہے

سُکسُکانید از دمِ یَرغا روید
تم ست رفتار گھوڑے ہو میری تعلیم سے تیز چلو
تا یُواشِ مرکبِ سلطاں شوید
تاکہ نرم رفتار، اور شاہ کی سواری بن جاؤ

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت حق
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا "کہہ دے آ جاؤ، کہہ دے آ جاؤ"
اے ستورانِ ملول اندر سبق
اے گھڑ دوڑ میں عاجز گھوڑو!

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت ربّ
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا "کہہ دے آ جاؤ، کہہ دے آ جاؤ"
اے ستورانِ رمیدہ از ادب
اے ادب سے بھاگے ہوئے گھوڑو!

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت حے
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا "کہہ دے آ جاؤ کہہ دے آ جاؤ"
اے ستورانِ فسردہ رگ و پے
اے ست رگ اور پٹھوں والے گھوڑو!

گر نیایند اے نبی غمگیں مشو
اے نبی (ﷺ!) اگر وہ نہ آئیں تو غم زدہ نہ ہو
زاں دو بے تمکیں تو پر از کیں مشو
ان دو (چار) بے وقعت کی وجہ سے غصہ میں نہ بھر

گوشِ[3] بعضے زیں تَعَالَوْاہا کرست
بعض لوگ ان آ جاؤ (کی آوازوں) سے بہرے ہیں
ہر ستورے را صطبلے دیگرست
ہر گھوڑے کا دوسرا اصطبل ہے

---

[1] خر نخواندت۔ جن لوگوں پر نفس کا غلبہ ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے ازراہِ کرم گدھا نہیں کہا ہے بلکہ گھوڑا قرار دیا ہے۔ عرب جب عربی نسل کے گھوڑے کو پکارتے ہیں تو لفظ "تعال" آ جا، بولتے ہیں اسی طرح قرآن نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا ہے کہ ان لوگوں کو "تعالوا" کہو۔ میرِ آخُر۔ داروغۂ اصطبل۔ پُر جفا۔ ظالم۔ رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ مروض۔ سدھا ہوا گھوڑا۔ لگدہا۔ دولتیاں۔

[2] ریاضت بارہ۔ ریاضت کرانے والا۔ لا جرم۔ نبی چونکہ قوم کی تربیت کرتا ہے لہٰذا اس کو زیادہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ سکسکانید۔ سکسک، ست رفتار گھوڑا۔ دم۔ کلام۔ یرغا۔ تیز رو گھوڑا۔ یواش۔ ترکی کا لفظ ہے، نرم رفتار گھوڑا۔ سبق۔ گھڑ دوڑ۔ قل تعالوا۔ یعنی "اے نبی لوگوں سے کہہ دے کہ آ جاؤ"

[3] حی۔ اللہ تعالیٰ۔ گر نیایند۔ قرآن پاک میں ہے وَمَنْ کَفَرَ فَلَا یَحْزُنْکَ کُفْرُہٗ "اور جو شخص کفر کرے تو اس کا کفر کرنا تجھے غمگین نہ کرے۔" گوش۔ ہر گھوڑا اپنے اصطبل کی طرف جاتا ہے تو جو اہلِ شقاوت ہیں ان کا اصطبل وہ نہیں ہے جس کی طرف نبی دعوت دیتا ہے۔

منہزم[1] گردند بعضے زیں ندا
بعض لوگ اس آواز سے پیچھے ہٹ گئے
ہست ہر اسپے طویلہ او جدا
ہر گھوڑے کا اصطبل جدا ہے

منقبض گردند بعضے زیں قصص
بعض لوگ ان قصوں سے تنگ دل ہوئے
زانکہ ہر مُرغے جدا دارد قفص
کیونکہ ہر پرند کا پنجرہ علیحدہ ہے

خود ملائک نیز ناہمتا بدند
ملائک بھی (رتبہ میں) یکساں نہیں تھے
زیں سبب بر آسماں صف صف شدند
اسی وجہ سے آسمان پر صف صف ہو گئے

کودکاں گرچہ بیک مکتب درانند
بچے اگرچہ ایک ہی مکتب میں ہیں
در سبق ہریک زیک بالاترانند
مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں

مشرقی و مغربی را حسہاست
مشرق اور مغرب والوں کی (مختلف) حسیں ہیں
منصبِ دیدار حسِّ چشم راست
دیکھنے کی حس کا مقام آنکھ کا ہے

صد ہزاراں[2] گوشہا گر صف زنند
اگر لاکھوں کان صف باندھیں
جملہ محتاجانِ چشم روشن اند
سب روشن آنکھ کے محتاج ہیں

باز صفِّ گوشہا را منصبے
پھر کانوں کی صف کا ایک مقام ہے
در سماعِ جاں و اخبارِ نبے
قرآن کی روح اور قصوں کے سننے کے لیے

صد ہزاراں چشم را آں راہ نیست
لاکھوں آنکھوں کو وہ راستہ (حاصل) نہیں ہے
ہیچ چشمے از سماع آگاہ نیست
کوئی آنکھ، سننے سے واقف نہیں ہے

ہمچنیں ہر حس یک یک می شمر
اسی طرح ایک ایک حس کو گن لے
ہریکے معزول ازاں کارِ دگر
ہر ایک دوسرے کے کام سے جدا ہے

پنج حس[3] ظاہر و پنج اندرون
پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی
در صف اند اندر مقام اَلصَّافون
صف باندھنے والوں (فرشتوں) کے قیام میں صف بستہ ہیں

ہر کسے کو از صفِ دیں سرکش ست
جو شخص دین کی صف سے سرکشی کرتا ہے
میرود سوئے صفے کاں ناخوش ست
وہ بری صف کی جانب چلا جاتا ہے

تو ز گفتارِ تَعَالَوْا کم مکن
آپ ''آ جاؤ'' کہنے میں کمی نہ کریں
کیمیا بس شگرف ست ایں سخن
یہ کلمہ بہت عجیب کیمیا ہے

---

۱ منہزم۔ پسپا۔ طویلہ۔ اصطبل۔ تقبض۔ قفس۔ خود ملائک۔ جس طرح انسانوں میں استعداد کا اختلاف ہے اسی طرح ملائکہ میں بھی ہے اسی لیے ان کو مختلف صفوف میں رکھا گیا۔ کودکاں۔ ملائکہ اور انسانوں کی صلاحیت کے اختلاف کو اس مثال سے سمجھو کہ سب بچے ایک ہی مکتب میں پڑھتے ہیں لیکن صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے۔ مشرقی و مغربی۔ یہ صلاحیت کا اختلاف حواس میں بھی ہے، کان میں سننے کی صلاحیت ہے جو آنکھ میں نہیں ہے، آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے جو کان میں نہیں ہے۔

۲ صد ہزاراں۔ اگر لاکھوں آنکھیں بھی مل جائیں تو ایک کان کی برابر نہیں سن سکتیں۔ ہمچنیں۔ تمام حواس کا یہی حال ہے۔ جو جس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے وہ دوسرے میں نہیں ہے۔

۳ پنج حس۔ حواسِ ظاہری اور حواسِ باطنی سب اپنی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اپنے اپنے کام میں لگے ہیں جیسا کہ ملائکہ کی مختلف صفیں اپنے اپنے کام میں لگی ہیں۔ الصافون۔ یعنی صف بہ صف ملائکہ۔ ہر کسے۔ اگر کسی میں دین کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ بد دینوں کی صف میں شامل ہوگا۔ تو ز گفتار۔ نبی کا کام دعوت دینا ہے وہ منکرین سے تنگ دل ہو کر دعوت کو نہیں چھوڑتا ہے۔

Marfat.com

گر مسے[1] گردد ز گفتارت نفیر ۔۔۔ کیمیا را ہیچ از وے وامگیر
اگر کوئی تانبا آپ ﷺ کے قول سے متنفر ہو ۔۔۔ کیمیا کو اس سے نہ ہٹائیے

ایں زماں کر ست نفسِ ساحرش ۔۔۔ گفت تو سودش کند در آخرش
اس وقت اس کا جادوگر نفس بہرا ہے ۔۔۔ اس کے آخر میں آپ کی گفتگو اس کو فائدہ دے گی

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا اے غلام ۔۔۔ ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ یَدْعُوْا بِالسَّلام
"آپ آ جاؤ، آ جاؤ کہیے" اے لڑکے! ۔۔۔ آگاہ کہ بے شک اللہ (تعالیٰ) سلامتی کی طرف بلاتا ہے

خواجہ باز آ از منی و از سری ۔۔۔ سرورے جُو کم طلب کن سروری
اے صاحب! خودی اور سرداری سے باز آ جا ۔۔۔ کوئی سردار تلاش کر لے، سرداری کا طالب نہ بن

اعتراض کردنِ معترضے بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بر امیر گردانیدنِ آں ہذیلی را بر سریہ

ایک معترض کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ہذیلی کو لشکر کا سردار بنانے پر اعتراض کرنا

چوں پیمبرؐ سرورے کرد از ہذیل ۔۔۔ از برائے لشکرِ منصورِ خیل
جب پیغمبر ﷺ نے ہذیل میں کا سردار بنایا ۔۔۔ فتحمند گروہ کے لشکر کے لیے

بو الفضولے از حسد طاقت نداشت ۔۔۔ اعتراض و لَا نُسَلِّمْ[2] بر فراشت
ایک بیہودہ حسد کی وجہ سے برداشت نہ کر سکا ۔۔۔ اعتراض اور "ہم نہیں مانتے" کا اعلان کیا

خلق را بنگر کہ چوں ظلمانی اند ۔۔۔ در متاعِ نا ثبیے چوں فانی اند
لوگوں کو دیکھو، کس قدر اندھیرے میں ہیں ۔۔۔ فانی اسباب پر کس قدر مر مٹنے والے ہیں

از تکبر جملہ اندر تفرقہ ۔۔۔ مُردہ از جاں زندہ اندر محرقہ[3]
تکبر کی وجہ سے سب تفرقہ میں ہیں ۔۔۔ روح کے اعتبار سے مُردہ ہیں جلانے والی (چیز) کے بارے میں زندہ ہیں

ایں عجب کہ جاں بزنداں اندرست ۔۔۔ وانگہے مفتاحِ زندانش بدست
یہ تعجب ہے کہ جان قید خانہ میں ہے ۔۔۔ جبکہ قید خانہ کی کنجی اس کے ہاتھ میں ہے

پائے تا سر غرقِ سرگیں آں جواں ۔۔۔ می زند بر دامنش جوئے رواں
وہ جوان سر سے پاؤں تک گوبر میں غرق ہے ۔۔۔ (حالانکہ) جاری نہر اس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے

---

[1] گر مسے۔ اگر کوئی منکر ایک وقت میں انکار کرے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے آخر میں دعوت کو قبول کر لے۔ اِنّ اللہ۔ قرآن پاک میں ہے وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ "اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی دعوت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی رہنمائی کر دیتا ہے۔" خواجہ۔ مولانا پھر نصیحت کرتے ہیں کہ کسی شیخ کے دامن سے وابستہ ہو جانا چاہیے۔ سرور۔ سردار۔ خیل۔ جماعت، گروہ۔

[2] لَا نُسَلِّمْ۔ معترض اعتراض میں یہ کہا کرتا ہے کہ "مجھے آپ کا دعویٰ تسلیم نہیں ہے۔" ظلمانی۔ تاریک باطن، چونکہ دنیا داری کا غلبہ تھا اس لیے اعتراض کی نوبت آئی۔ از تکبر۔ باہمی اختلاف کا سبب تکبر اور غرور ہوتا ہے۔

[3] محرقہ۔ جلانے والی یعنی دنیا طلبی۔ ایں عجب۔ دنیا سے نجات کی کنجی خود اس کے ہاتھ میں ہے، مجاہدہ کر کے نکل سکتا ہے لیکن تعجب ہے کہ اس کو قید خانہ میں پڑا رہنا منظور ہے۔ پائی تا سر۔ انسان مصیبتوں میں آلودہ ہے حالانکہ روحانیت کی نہر اس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے اس سے آلودگی کو دور کر سکتا ہے۔

Marfat.com

دائماً[1] پہلو بہ پہلو بے قرار　پہلوی آرامگاہ و پشت وار
ہمیشہ ہر کروٹ پر بیقرار ہے　(حالانکہ) آرام کی جگہ اور سہارے کے پہلو میں ہے

نور پنہان ست و جست و جو گواہ　کز گزافہ دل نمی جوید پناہ
نور پوشیدہ ہے اور جستجو گواہ ہے　کیونکہ دل خواہ مخواہ پناہ کا جویاں نہیں ہے

گر نبودے حبسِ دنیا را مناص　نے بدے وحشت نہ دل جُستے خلاص
اگر دنیا کی قید سے بچاؤ کا راستہ نہ ہوتا　نہ (دنیا سے) وحشت ہوتی نہ دل نجات چاہتا

وحشت[2] ہمچوں مؤکل می کشد　کہ بجو اے ضالِ منہاجِ رَشد
وحشت تجھے سپاہی کی طرح کھینچتی ہے　کہ اے گمراہ! ہدایت کا راستہ تلاش کر لے

ہست منہاج و نہاں در مکمن ست　یافتش رہن گزافہ جُستن ست
راستہ موجود ہے اور چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہے　اس کا حصول اٹکل پچو تلاش پر موقوف ہے

تفرقہ جویایِ جمع اندر کمیں　تو دریں طالب رُخِ مطلوب بیں
پھوٹ مخفی طور پر اتحاد کی جویاں ہے　تو اس طالب میں مطلوب کا چہرہ دیکھ لے

مُردگانِ باغ بر جستہ ز بُن　کاں دہندہ زندگی را فہم کن
باغ کے مردہ (بیج) جڑ سے اگ پڑتے ہیں　کہ اس زندگی بخشنے والے کو سمجھ لے

چشم ایں[3] زندانیاں ہر دم بدر　کے بُدے گر نیستے کس مژدہ ور
ان قیدیوں کی نگاہ ہر وقت دروازے پر　کیوں ہوتی، اگر کوئی خوشخبری دینے والا نہ ہوتا؟

صد ہزار آلودگانِ آب جو　کے بدندے گر نبودے آبِ جو
لاکھوں آلودہ، پانی تلاش کرنے والے　کب ہوتے، اگر نہر کا پانی نہ ہوتا

بَر زمیں پہلوت را آرام نیست　زانکہ در خانہ لحاف و بستریست
زمین پر تیرے پہلو کو آرام نہیں ہے　کیونکہ گھر میں لحاف اور بستر ہے

بیمقر گاہے نباشد بے قرار　بے خمار اِشکن نباشد ایں خمار
سکون کی جگہ کے بغیر کوئی بے قرار نہیں ہوتا ہے　یہ خمار، بغیر خمار اتارنے والی چیزوں کے نہیں ہوتا ہے

---

1. دائماً۔روحانیت کی آرام گاہ اس کے پہلو میں ہے اس کے ہوتے ہوئے بیقراری سے پہلو بدل رہا ہے لیکن اس آرام گاہ میں داخل نہیں ہوتا ہے۔ نور۔خدا کا نور مخفی ہے اور عابدوں کی جستجو اس کے وجود کی گواہ ہے۔شعر، دل گواہ است کہ در پردہ دل آرائے ہست۔ ہستیِ قطرہ دلیل است کہ دریائے ہست۔مناص۔بچاؤ کی جگہ۔نے بدے۔دنیا سے دل کی وحشت اور عالم آخرت کی جستجو راہِ نجات کا پتا دیتی ہے۔

2. وحشت۔دنیا سے وحشت انسان کو راہِ ہدایت کی جستجو کے لیے مجبور کرتی ہے۔مؤکل۔سپاہی۔منہاج۔شعر، گر چہ رخنہ نیست عالم را پدید۔خیرہ یوسف وار می باید دوید۔تفرقہ۔یعنی کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرو۔وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ "وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔" مردگان۔ فَانظُرُوا إِلَى آثَارِ رَحْمَةِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔"زمین کی مردنی کے بعد اس کی تروتازگی وجود باری کی دلیل ہے۔"

3. چشم ایں۔رہائی کی توقع رہائی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر رہائی کا وجود ہی نہ ہوتا اور رہائی کی خوشخبری دینے والے کی آمد کی امید نہ ہوتی تو رہائی کے لیے دروازہ پر نگاہ کیوں لگی رہتی تو ہدایت کی توقع اس کے وجود کی دلیل ہے۔صد ہزار۔لاکھوں گنہگار آبِ رحمت کی جستجو میں ہیں جو آبِ رحمت کے وجود کی دلیل ہے۔بر زمیں۔راحت کی توقع پر بے راحتی میں بے چینی ہوتی ہے اگر توقع نہ ہو تو قرار آ جائے، روح کی بے چینی آخرت کے آرام کی توقع کی وجہ سے ہے۔بیمقر گاہے۔بے قراری جب ہی ہوتی ہے جب کوئی متوقع آرام گاہ ہو خمار جب ہی ہوتا ہے جب خمار شکن چیز کی توقع ہو، شراب کا وجود ہی نہ ہو تو اس کی طلب میں اعضا شکنی نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

گفت[1] نے نے یا رسول اللہ مکن
اُس نے کہا نہیں، نہیں اے اللہ کے رسول نہ بنایئے
سرورِ لشکر مگر شیخِ کہن
لشکر کا سردار سوائے پرانے بوڑھے کے

یا رسول اللہ جواں ار شیر زاد
اے رسول اللہ، جوان خواہ شیر کا بچہ ہو
غیر مردِ پیر سرِ لشکر مباد
بوڑھے شخص کے سوا لشکر کا سردار نہ ہونا چاہیے

ہم تو گفتستی و گفتِ تو گوا
آپ ﷺ ہی نے یہ کہا ہے اور آپ ﷺ کا فرمانا گواہ ہے
پیر باید پیر باید پیشوا
(کہ) پیشوا، بوڑھا چاہیے، بوڑھا

یا رسول اللہ دریں لشکر نگر
اے رسول اللہ! اس لشکر کو دیکھئے
ہست چندیں پیرو از وے پیشتر
بہت سے بوڑھے ہیں اور اس سے بڑھ کر (ہیں)

زیں درخت[2] آں برگِ زردش را مبیں
اس درخت کو اس کے زرد پتوں سے نہ دیکھئے
سیبہائے پختہ او را بچیں
اس کے پختہ سیب چن لیجئے

بر گہای زرد او خود کے تہی ست
اس کے زرد پتے بھی کب بیکار ہیں؟
ایں نشانِ پختگی و کاملی ست
یہ پختگی اور کمال کی علامت ہیں

برگِ زردِ ریش و آں موی سپید
ڈاڑھی کے پیلے پتے اور وہ سفید بال
بہر عقلِ پختہ می آرد نوید
عقل کے پختہ ہونے کی بشارت دیتے ہیں

برگہائے نورسیدہ سبز فام
نئے اگے ہوئے سبز پتے
شد نشانِ آنکہ میوہ است خام
اس کی نشانی ہیں کہ پھل کچا ہے

برگِ بے برگی نشانِ عارفی ست
بے سر و سامانی کا سامان، شناسائی کی نشانی ہے
زردیِ زر سُرخروئی صیرفی ست
سونے کی زردی صراف کی سرخروئی ہے

آنکہ[3] او گل عارض ست و نو خط ست
وہ شخص جو پھول کے رخسار والا اور سبزہ آغاز ہے
او بمکتب گاہ مخبر نوخط ست
وہ درسگاہ میں نو آموز ہونے کی خبر دینے والا ہے

حرفہایِ خطِ او کژ مژ بود
اس کی تحریر کے حروف ٹیڑھے میڑھے ہوں گے
سرِ من عقل ست اگرتن می دَود
عقل کا اپاہج ہے، اگرچہ جسم دوڑ رہا ہے

پایِ پیر از سرعت ارچہ باز ماند
بوڑھے کے پاؤں اگرچہ تیز روی سے عاجز ہیں
یافت عقلِ او دو پَر براوج راند
اس کو عقل کے دو پر حاصل ہو گئے ہیں، بلندی پر اڑتا ہے

---

[1] گفت۔ اس ارشادی مضمون کے بعد پھر اس معترض کا قصہ شروع کیا ہے۔ ہم تو گفتستی۔ معترض نے کہا آپ نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ پیشوا بوڑھا ہونا چاہیے۔ اَلشَّیْخُ فِیْ اَھْلِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ "بوڑھا اپنے اہل میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں۔" آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ یا رسول اللہ۔ اس اعتراض کرنے والے نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا دیکھئے لشکر میں بہت سے بوڑھے ہیں جو اس نوجوان سے بڑھے ہوئے ہیں۔

[2] زیں درخت۔ ان بوڑھوں کے بڑھاپے کو نہ دیکھئے ان کی عقل کی پختگی کو دیکھئے۔ برگہای۔ بڑھاپے کے آثار عقل کی پختگی کی دلیل ہیں۔ برگہا۔ جوانی کے آثار عقل کی خامی کی دلیل ہیں۔ برگ۔ نوجوانی کے ساز و سامان سے بے سامانی ان کی جانکاری کی دلیل ہے۔ زردی۔ سونے کی زردی صراف کی سرخروئی کا سبب بنتی ہے۔

[3] آنکہ۔ جو نوجوان ہے اس کے رخسار گلاب کی طرح ہیں اور سبزہ خط نورستہ ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطاطی میں نو آموز ہے اور اس کے حروف قاعدہ کے مطابق نہ ہوں گے۔ ایسا نوجوان بدن کا اگرچہ چست ہوتا ہے لیکن عقل کا اپاہج ہوتا ہے۔ پای پیر۔ بوڑھے کے ہاتھ پاؤں اگرچہ سست پڑ جاتے ہیں لیکن اس کی عقل کو پر پرواز حاصل ہو جاتے ہیں۔

گر مثال[1] خواہی بجعفرؓ در نگر
اگر تو مثال چاہتا ہے، جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے

داد حق بر جای دست و پاش پر
اللہ (تعالیٰ) نے ان کو ہاتھ پاؤں کے بجائے پر دے دیے ہیں

گرز اسرارِ سخن بوئے بری
اگر تو کلام کے راز سمجھ سکے

من سخن گویم چو زرِ جعفری
(تو) میں جعفری سونے کی سی بات کروں

بگذر از زر کایں سخن شد محتجب
سونے کی بات چھوڑ کیونکہ یہ بات چھپ گئی

ہمچو سیماب ایں دلم شد مضطرب
میرا یہ دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا

زاندرونم صد خموشی خوش نفس
میرے اندر سے سو خاموشیاں، خوشبو دار

دست بر لب می زند یعنی کہ بس
ہونٹ پر ہاتھ رکھتی ہیں، یعنی کہ بس

خامشی[2] بحرست و گفتن ہمچو جو
خاموشی سمندر ہے اور گفتگو لہر کی طرح ہے

بحر می جوید ترا جو را مجو
تجھے سمندر تلاش کر رہا ہے، تو نہر کی تلاش نہ کر

از اشارتہای[2] دریا سر متاب
دریا کے اشاروں سے منہ نہ موڑ

ختم کن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
ختم کر دے اور خدا بہتر جانتا ہے

ہمچنیں پیوستہ کرد آں بے ادب
اسی طرح مسلسل وہ بے ادب کرتا رہا

پیشِ پیغمبرؐ سخن زاں سرد لب
بات پیغمبر ﷺ کے سامنے ٹھنڈے ہونٹوں کی

دست می دادش سخن او بے خبر
باتیں اس کے ہاتھ میں آتی رہیں وہ بے خبر تھا

کہ خبر ہرزہ بود پیشِ نظر
کہ مشاہدہ کے سامنے خبر بیکار ہوتی ہے

ایں خبرہا[3] از نظرہا نائب ست
یہ خبریں، مشاہدوں کے بعد ہیں

بہر حاضر نیست بہر غائب ست
یہ مشاہد کے لیے نہیں ہیں، غائب کے لیے ہیں

ہر کہ او اندر نظر موصول شد
جو شخص مشاہدہ میں پہنچ گیا

ایں خبرہا پیشِ او معزول شد
یہ خبریں اس کے لیے بیکار ہو گئیں

چونکہ با معشوق گشتی ہم نشیں
جب تو معشوق کا ہم نشین بن گیا

دفع کن دلالگاں را بعد ازیں
اس کے بعد دلالہ (عورتوں) کو دفع کر

---

1. گر مثل۔ اگر ہاتھ پاؤں بیکار ہو جانے پر حاصل ہو جانے کی کوئی مثال چاہیے تو وہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں غزوۂ موتہ میں جب ان کے ہاتھ کٹ گئے تھے تو اللہ نے ان کو جنت میں پر عنایت فرما دیے ہیں۔ زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے دور کا سونا خالص ہونے میں مشہور ہے۔ زر۔ دنیاوی سونے کی بات سے اسرار پوشیدہ ہونے لگے جس کی وجہ سے میرا دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا۔ دست۔ ہونٹوں پر ہاتھ رکھنا خاموش رہنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

2. خامشی۔ انسان خاموشی میں خیالات کو جمع کرتا ہے تب گفتگو شروع کرتا ہے تو خاموشی سمندر ہے جس سے گفتگو کی نہر جاری ہوتی ہے جب سمندر خود انسان کا طالب ہو تو اس کو نہر کی تلاش نہ کرنی چاہیے۔ از اشارتہا۔ خاموشی اشارے کر رہی ہے کہ اب ان اسرار کی گفتگو ختم کرو۔ ہم چنیں۔ پھر مولانا نے معترض کا ذکر شروع کیا ہے۔ دست۔ جب کسی چیز کا مشاہدہ حاصل ہو تو مشاہدہ کرنے والوں کو اس چیز کی خبریں دینا بیکار بات ہے۔

3. ایں خبرہا۔ کسی چیز کے بارے میں خبریں دیکھنے کے قائم مقام ہیں اور خبروں کا تعلق اس شخص سے ہے جو اس چیز سے غائب ہو۔ ہر کہ۔ جو شخص مشاہدہ کر رہا ہو اس کو خبریں سنانا لغو کام ہے۔ چونکہ۔ مقصود حاصل ہو جانے کے بعد وسائل اور ذرائع بیکار ہو جاتے ہیں۔ دلالگاں۔ وہ عورتیں جو عاشق و معشوق میں نامہ و پیام کا ذریعہ بنتی ہیں۔

هر که[1] از طفلی گذشت و مَرد شد
جو شخص بچپنے سے نکل گیا اور جوان ہو گیا
نامہ و دلالہ بر وے سَرد شد
خط اور دلالہ اس کے لیے بے ضرورت بن گئے

نامہ خواند از پئے تعلیم را
خط پڑھتا ہے، سکھانے کے لیے
حرف گوید از پئے تفہیم را
بات کرتا ہے، سمجھانے کے لیے

پیشِ بینایاں خبر گفتن خطاست
دیکھنے والوں کو خبر سنانا غلطی ہے
کاں دلیلِ غفلت و نقصانِ ماست
کیونکہ وہ ہماری جہالت اور کمی کی دلیل ہے

پیش بینا شد خموشی نفعِ تو
صاحبِ بصیرت کے سامنے چپ رہنا تیرے لیے مفید ہے
بہرِ ایں آمد خطابِ اَنْصِتُوْا
اسی لیے حکم ہوا ہے، خاموش رہو

گر بفرماید[2] بگو بر گوئی خوش
اگر وہ حکم دے کہ بول (تو) اچھی بات کر
لیک اندک گو دراز اندر مکش
لیکن بات کو طول نہ دے

وَر بفرماید کہ اندر کش دراز
اگر وہ حکم دے کہ تفصیل کر
ہمچناں شیریں بگو با اَمر ساز
اسی طرح عمدہ بات کر، حکم جان

ہمچناں کہ من دریں زیبا فسوں
جیسا کہ میں اس حسین کلام کے معاملہ میں
با ضیاء الحق حسام الدیں کنوں
اب ضیاء الحق حسام الدین کے ساتھ ہوں

چونکہ کوتہ می کنم من از رَشد
جب میں بھلائی کے ساتھ مختصر کرتا ہوں
او بصد نوعم بگفتن می کشد
وہ سیکڑوں طرح سے بولنے پر مجبور کرتے ہیں

اے حسام الدیں ضیاءِ ذُوالجلال
اے حسام الدین آپ اللہ (تعالیٰ) کا نور ہیں
چونکہ می بینی چہ می جوئی مقال
جبکہ آپ مشاہدہ کرتے ہیں بات کی جستجو کیوں کرتے ہیں؟

ایں مگر[3] باشد ز حبِّ مشتہی
یہ شاید محبوب کی محبت کی وجہ سے ہے
اَسْقِنِیْ خَمْرًا وَّ قُلْ لِّیْ اِنَّھَا
مجھے شراب پلا اور مجھ سے کہہ کہ یہ ہے

بر دہانِ تست ایں دم جامِ او
اس وقت آپ کے منہ سے اس کا جام لگا ہے
گوش می گوید کہ قسمِ گوش کو
کان کہتا ہے کہ کان کا حصہ کہاں ہے؟

---

[1] ہر کہ۔ عاشق کی جوانی خود معشوقہ کو دعوت دیتی ہے پھر نامہ و پیام کی حاجت نہیں رہتی ہے یعنی جب تک کہ سالک کا بچپن ہے اس کو ذرائع کی ضرورت ہے جب وہ بلوغ پر پہنچ کر مشاہدہ کو لیتا ہے تو وسائل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ نامہ خواند۔ کاملین جو ابتدائی ذرائع اختیار کرتے ہیں وہ دوسروں کی تعلیم اور تفہیم کے لیے ہوتے ہیں۔ پیشِ بینایاں۔ جن کو مشاہدہ حاصل ہے ان کو خبریں دینا ان کے مقام سے اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔
اَنْصِتُوْا۔ قرآن پاک میں ہے اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا "جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگاؤ، خاموش رہو۔"

[2] گر بفرماید۔ اگر صاحب مشاہدہ تم سے اس چیز کے بارے میں دریافت کرے تو اچھے پیرایہ میں مختصر بات کہہ دو، ہاں اگر وہ تفصیل کا مطالبہ کرے تو عمدہ طریقہ پر تفصیل کر دو۔ ہم چناں۔ میرا اور ضیاء الحق کا بھی یہی معاملہ ہے۔ میں اس صاحب مشاہدہ کے سامنے کچھ مختصر کہتا ہوں لیکن اس کی جانب سے تفصیل کا مطالبہ ہوتا ہے۔ چونکہ۔ حسام الدین کا شوق سماع مجھے مثنوی کہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اے حسام الدین۔ آپ کو جب مشاہدہ حاصل ہے تو محبوب کی باتیں سننے کا اس قدر شوق کیوں ہے۔

[3] ایں مگر۔ یہ جواب ہے عشق کا تقاضا ہے کہ عاشق کے تمام حواس معشوق سے بہرہ ور ہوں آنکھ اگر دیکھتی ہو تو کان باتیں سننے کا مشتاق ہوتا ہے۔ اَسْقِنِیْ۔ مست چاہتا ہے کہ ساقی کی شراب سے صرف دہن کی لذت حاصل نہ کرے بلکہ کان بھی اس کا نام سنیں۔ بر دہان۔ منہ سے اگر جام لگا ہے تو کان اپنا حصہ مانگتا ہے۔

Marfat.com

قسمِ تو[1] گرمی ست نک گرمیت ہست — گفت حرصِ من ازیں افزوں ترست
تیرا حصہ گرمی ہے یہ تجھ میں گرمی ہے — اس نے کہا میری حرص اس سے بڑھی ہوئی ہے

جواب گفتنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں اعتراض کنندہ را

اس اعتراض کرنے والے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا

در حضورِ مصطفایِ قندخو — چوں زِ حد بُرد آں عرب آں گفتگو
شیریں مزاج، مصطفیٰ ﷺ کے دربار میں — جب اس عرب نے وہ گفتگو حد سے بڑھا دی

آں شہِ وَ النجم و سلطانِ عَبَس — لب گزید آں سرد دم را گفت بس
والنجم کے شاہ اور عبس کے سلطان نے — ہونٹ دبایا، اس سرد لب سے کہا کہ بس

دست می زد بہرِ منعش بر دہاں — چند گوئی پیشِ دانایِ نہاں
اس کو روکنے کے لیے منہ پر ہاتھ رکھا — واقف اسرار کے سامنے کتنا بولے گا؟

پیشِ بینا[2] بُردہٖ سرگینِ خشک — کہ بخر ایں را بجایِ نافِ مشک
تو خشک گوبر صاحب بصیرت کے سامنے لے جاتا ہے — کہ اس کو مشک کے نافہ کی جگہ خرید لے

بعر را اے گندہ مغزِ گندہ مخ — زیرِ بینی بنہی و گوئی کہ اُخ
اے بدماغ گندہ مغز، مینگنی کو — ناک کے نیچے رکھتا ہے اور کہتا ہے آخا خا

اَخ اخے برداشتی اے گیج و کاج — تا کہ کالایِ بدت یابد رواج
اے احمق بھینگے! تو آخا خا کرتا ہے — تاکہ تیرا خراب مال چالو ہو جائے

اَخ اخے برداشتی اے خشک مغز — تانمائی پشکِ دوں را مشکِ نغز
اے خشک دماغ تو آخاخا کرتا ہے — تاکہ تو کمتر مینگنی کو عمدہ مشک ظاہر کرے

تا فریبی آں مشامِ پاک را — آں چرندہ گلشنِ افلاک را
تو پاک دماغ کو کب تک دھوکا دے گا؟ — آسمانوں کے گلشن کے چرنے والے کو

حلمِ او خود را اگرچہ گول ساخت — خویشتن را اندکے باید شناخت
اس کی بردباری نے اگرچہ اپنے آپ کو بھولا بنا لیا ہے — (مگر) تھوڑا اپنے آپ کو پہچاننا چاہیے

دیگ را گر باز ماند امشب دَہن — گربہ را ہم شرم باید داشتن
اگر آج کی رات دیگ کا منھ کھلا رہ گیا ہے — بلی کو بھی شرم کرنی چاہیے

---

1. قسمِ تو۔ کان کو جواب ملتا ہے کہ تیرا حصہ وہ حرارتِ عشق ہے جو تجھ میں دیکھنے سے سرایت کر رہی ہے وہ کہتا ہے نہیں میں اس سے زیادہ لذت چاہتا ہوں اور وہ محبوب کا کلام سننے سے حاصل ہوگی۔ در حضور۔ اس معترض نے ہذیلی نوجوان کے سردار بنائے جانے پر جب بہت زیادہ اعتراض کیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ والنجم۔ اس سورۃ میں آپ کے برحق ہونے کا ذکر ہے۔ سورۃ عبس میں آپ کی ناگواری کا ذکر ہے۔ یہ دونوں باتیں صورتِ حال کے مناسب تھیں اس لیے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ دانای پنہاں۔ آنحضور ﷺ کی ذاتِ گرامی۔
2. پیشِ بینا۔ معترض نے بات اچھے انداز سے کہی تھی لیکن اس کا منشا حسد اور بدباطنی تھی اس لیے مولانا نے اس کی یہ تشبیہات ذکر کی ہیں۔ بعر را۔ مینگنی کو سونگھ کر آہاہا کرتا ہے تاکہ دوسرے خوشبودار مشک سمجھ لیں۔ گیج۔ احمق۔ کاج۔ بھینگا۔ کالا۔ سامان۔
3. پشک۔ مینگنی۔ تا فریبی۔ تو خوشبوؤں کے ماہر کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ حلم۔ بڑوں کی بردباری ان کو سادہ بنائے رکھتی ہے لیکن دھوکا دینے والے کو اپنی طرف دیکھنا چاہیے کہ وہ کس کو دھوکا دے رہا ہے۔ دیگ۔ اگر ہنڈیا کھلی رہ جائے تو بلی کو تو کچھ شرم کرنی چاہیے اور اس میں منہ نہ ڈالنا چاہیے۔

Marfat.com

خویشتن[1] گر خفتہ کرد آں خوب فر
اگر اس عالیشان نے اپنے آپ کو سویا ہوا بنا لیا ہے

سخت بیدار است دستارش مبر
وہ خوب بیدار ہے اس کی پگڑی نہ اتار

چند گوئی اے لجوجِ بے صفا
اے بد باطن جھگڑا لو! تو کب تک پڑھے گا؟

ایں فسونِ دیو پیشِ مصطفیٰ
یہ شیطانی منتر مصطفیٰ ﷺ کے روبرو

صد ہزاراں حلم دارند ایں گروہ
یہ لوگ لاکھوں بُردباریاں رکھتے ہیں

ہر یکے حلمے ازانہا صد چوکوہ
ان میں سے ہر بردباری سو پہاڑوں جیسی ہے

حلمِ شاں بیدار را ابلہ کند
ان کی بردباری بیدار (مغز) کو بیوقوف بنا دیتی ہے

زیرکِ صد چشم را اکمہ کند
سو آنکھوں والے ہوشیار کو اندھا کر دیتی ہے

حلمِ شاں[2] ہمچو شرابِ خوب و نغز
ان کی بردباری عمدہ اور بہتر شراب کی طرح ہے

نغز نغزک بر رود بالای مغز
جو عمدگی عمدگی میں دماغ پر چڑھ جاتی ہے

مست را بیں زاں شرابِ پُر شگفت
اس عجیب شراب سے مست کو دیکھ

ہمچو فرزیں مست و کژ رفتن گرفت
فرزین کی طرح مست اور ٹیڑھا چلنا شروع کر دیا

مردِ برنا زاں شرابِ زود گیر
اس زود اثر شراب سے جوان انسان

درمیانِ راہ می افتد چو پیر
بوڑھے کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے

خاصہ ایں بادہ کہ از خمِ نبیؐ ست
خصوصاً یہ شراب جو کہ نبی ﷺ کے مٹکے کی ہے

نے مئی کہ مستی او یک شبی ست
نہ کہ وہ شراب جس کا نشہ ایک رات کا ہے

آنکہ اصحاب[3] کہف از نقل و نقل
وہ (شراب) کہ اصحاب کہف نقل اور سفر سے

سہ صد و نہ سال گم کردند عقل
تین سو نو سال تک اپنی عقل کھو بیٹھے

زاں زنانِ مصر جامے خوردہ اند
اسی (شراب) سے مصری عورتوں نے ایک جام پیا ہے

دستہا را شرحہ شرحہ کردہ اند
انہوں نے ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے

ساحراں ہم سکرِ موسیٰؑ داشتند
جادوگر بھی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا نشہ رکھتے ہیں

دار را دلدار می پنداشتند
انہوں نے سولی کو پیارا سمجھا

---

[1] خویشتن۔ بڑے لوگ مجرم سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتے ہیں لیکن وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لجوج۔ جھگڑالو۔ بے صفا۔ بد باطن۔ فسونِ دیو۔ مشہور ہے کہ منتر پڑھ کر جن کو بوتل میں بند کر لیا جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ انبیا کی بردباری کا معمولی حصہ سو پہاڑوں سے زیادہ متحمل ہوتا ہے۔ حلمِ شاں۔ ان میں اس قدر بردباری ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑا ہوشیار اور بینا دھوکا کھا جاتا ہے۔

[2] حلم شاں۔ ان کی بردباری میں شراب کی تاثیر ہے جو انسان کو مدہوش کر دیتی ہے۔ مست۔ شرابی مستانہ کج رفتار ہو جاتا ہے۔ فرزین۔ یہ شطرنج کا مہرہ ہے جس کی چال ٹیڑھی ہوتی ہے۔ مرد برنا۔ جوان آدمی شراب کے نشہ سے بوڑھوں کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے۔ خاصہ۔ جب اس معمولی شراب کے یہ اثرات ہیں تو عشق الٰہی کی شراب کے کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔

[3] اصحاب۔ اصحاب کہف عشق الٰہی کی شراب سے ایسے مست ہوئے کہ نہ ان کو چھپنا یاد رہا نہ سفر کرنا اور ایک غار میں تین سو نو سال تک سوتے رہے۔ زاں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصری عورتیں عشق الٰہی کی شراب سے ایسی مست ہوئیں کہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ ساحراں۔ جن جادوگروں کو فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر لایا تھا وہ اس شراب سے ایسے مست ہو گئے کہ سولی پر چڑھنا ان کو پیارا لگا۔

جعفرؓ[1] طیارؓ زاں مے بود مست زاں گرو می کرد بیخود پا وَ دست

(حضرت) جعفرِ طیار رضی اللہ عنہ اسی شراب سے مست تھے اسی لیے بیخودی سے ہاتھ پاؤں قربان کرتے تھے

قصہ سبحانی ما اعظم شانی گفتن بایزید قدس سرُّہٗ و اعتراضِ مریدان و جوابِ او مر ایشاں را نہ بطریقِ گفت زباں بلکہ از راہِ عیاں

حضرت بایزید قدس سرہ کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے کا قصہ اور مریدوں کا اعتراض اور ان کو ان کا جواب زبانی گفتگو سے نہیں بلکہ مشاہدہ کے راستے سے

با مریداں آں فقیرِ محتشم بایزیدؒ آمد کہ نک یزداں منم

وہ معزز درویش مریدوں کے سامنے بایزیدؒ آئے کہ یہ میں خدا ہوں

گفت مستانہ عیاں آں ذو فنون لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَاھَا فَاعْبُدُوْن

اس صاحبِ کمالات نے مستی کی حالت میں کھلم کھلا کہا کوئی معبود نہیں مگر میں خبردار! پس میری عبادت کرو

چوں گذشت آنحال گفتندش صباح تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح

جب وہ حالت گذر گئی، صبح کو انہوں نے ان سے کہا آپ نے ایسا کہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے

گفت[2] ایں بار ارکنم ایں مشغلہ کاردہا دَر من زَنند آں دَم ہلہ

فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں خبردار! فوراً میرے چھریاں گھونپ دینا

حق منزّہ از تن و من با تنم چوں چنیں گویم بباید کشتنم

اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں مجسم ہوں جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کر دینا چاہیے

چوں وصیت کرد آں آزاد مرد ہر مریدے کاردے آمادہ کرد

جب اس آزاد مرد نے (یہ) وصیت کی ہر مرید نے ایک چھری تیار کر لی

مست گشت[3] او باز ز اِستغراقِ زفت آں وصیتہاش از خاطر برفت

وہ پھر بھاری اِستغراق سے مست ہو گئے وہ وصیتیں دل سے نکل گئیں

عشق آمد عقلِ او آوارہ شد صبح آمد شمعِ او بیچارہ شد

عشق آیا تو ان کی عقل بھاگ گئی صبح ہو گئی تو ان کی شمع بے کار ہو گئی

عقل چوں شحنہ است چوں سلطاں رسید شحنۂ بے چارہ در کنجے خزید

عقل کوتوال ہے، جب شاہ آیا بے چارہ کوتوال کونے میں جا گھسا

---

1. جعفر۔ حضرت جعفرؓ، غزوۂ موتہ میں اسی شراب سے ایسے مست تھے کہ ہاتھوں کے کٹنے کی ان کو کوئی پروانہ ہوئی۔ قصہ۔ حضرت بایزید کے اس قصہ سے بھی شرابِ معرفت کے نشہ اور سکر کی کیفیت ظاہر کرنا ہے۔ سبحانی۔ اعظم شانی۔ میں ذات پاک ہوں میری شان کس قدر بڑی ہے۔ با مریداں۔ استغراق وحدت اور کمالِ مستی میں بایزید نے اپنے آپ کو خدا کہہ دیا۔ ذوفنون۔ بایزید۔ گفتندش۔ جب سکر ختم ہوا اور ان کی صحو کی حالت ہوئی تو مریدوں نے ان سے کہا آپ کے وہ کلمات بہت غیر مناسب تھے۔

2. گفت۔ بایزید نے مریدوں سے کہا کہ اگر اس طرح کے کلمات میری زبان سے پھر نکلیں تو مجھے قتل کر دینا۔ میں خدا کیسے ہو سکتا ہوں میں جسم ہوں اور خدا جسم سے پاک ہے۔ چوں۔ مریدوں نے انکی وصیت پر چھریاں تیار کر لیں۔

3. مست گشت۔ پھر ایک بار ان پر سکر کی کیفیت طاری ہو گئی تو وہ اپنی پہلی ساری گفتگو بھول گئے۔ عشق۔ بایزید کے کلمات عشق کی مستی کی وجہ سے مولانا عشق کی تاثیر بیان کرتے ہیں عقل بمنزلہ شمع کے ہے اور عشق سورج ہے۔ سورج نکلنے پر شمع بیکار ہو جاتی ہے اسی طرح عقل عشق کے سامنے لاچار ہے۔ سلطان۔ عشق بادشاہ ہے اور عقل کوتوال۔

Marfat.com

عقل سایہ[1] حق بود حق آفتاب سایہ را با آفتابِ او چہ تاب
عقل اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے اللہ سورج ہے سایہ کی اس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہے

چوں پَری غالب شود بر آدمی گم شود از مرد وصفِ مردمی
جب جن کسی آدمی پر چڑھ جاتا ہے آدمی سے آدمیت کی صفت گم ہو جاتی ہے

ہر چہ گوید آں پری گفتہ بود زیں سَری در زاں سَری گفتہ بود
وہ جو کچھ کہتا ہے، جن کی گفتگو ہوتی ہے اس جانب کی، اگرچہ اس جانب سے کہا گیا ہو

چوں پَری را ایں دم و قانوں بود کردگارِ آں پری خود چوں بود
جب پری کو یہ طاقت اور قاعدہ حاصل ہے (تو) اس جن کا خدا خود کیسا ہو گا؟

اُوی اُو رفتہ پَری خود او شدہ تُرکِ[2] بے الہام تازی گو شدہ
اس کی ماہیت چلی گئی وہ خود جن بن گیا ترک بغیر الہام کے عربی بولنے والا بن گیا

چوں بخود آید نداند یک لغت چوں پَری را ہست ایں ذات و صفت
جب وہ ہوش میں آتا ہے ایک لغت نہیں جانتا جبکہ یہ ذات اور صفت جن کی تھی

پس خداوندِ پَریّ و آدمی از پَری کے باشدش آخر کمی
تو جن و انس کا خدا آخر وہ جن سے کب کم ہو گا؟

شیر گیر از شیر کے ترسد بگو شرحِ راہ از کور کے پُرسد بگو
بتا، نیم مست شیر سے کب ڈرتا ہے؟ بتا، راستہ کی تفصیل اندھے سے کون پوچھتا ہے؟

شیر گیر[3] ار خونِ نَرِ شیر خورد تو بگوئی او نکرد آں بادہ کرد
نیم مست اگر نر شیر کا خون پی جائے تو کہے گا (یہ کام) اس نے نہیں کیا، شراب نے کیا ہے

ور سخن پَردازد از رازِ کہن تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن
اگر وہ پرانے راز کی بات کہے تو کہے گا یہ بات شراب نے کہی ہے

---

[1] عقل سایہ۔ عقل کا جا اللہ کے حجاب نور کی وجہ سے ہے اگر وہ نور کا پردہ ہٹ جائے تو مخلوق اور عقل تاب نہ لائے اور فنا ہو جائے اسی طرح سایہ کا وجود سورج کے پردہ پوش ہونے کی وجہ سے ہے اگر پردہ ہٹ جائے تو سایہ باقی نہ رہے۔ چوں پری۔ پہلے تو مولانا نے بایزید کے اس کلام پر عذر پیش کئے اب کہتے ہیں کہ وہ کہنا دراصل ان کا کہنا ہی نہ تھا بلکہ وہ خود ذاتِ حق کا کہنا تھا جو اپنی جگہ بالکل صحیح تھا انسان پر اگر جن چڑھ جاتا ہے تو اس میں سے انسانیت کے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں اور وہ جو کچھ بولتا ہے وہ نہیں بولتا بلکہ جن بولتا ہے۔ چوں۔ جب جن کے یہ اثرات ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے وقت ایک انسان اپنی حالت پر کب رہ سکتا ہے تو لامحالہ، گفتۂ او گفتۂ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔ اوی او۔ یعنی اس کی ہستی۔

[2] ترک۔ جن کے غالب آ جانے پر جاہل ترک عربی بولنے لگتا ہے حالانکہ اس ترک نے کبھی عربی نہ سیکھی تھی۔ چوں۔ جب اس ترک پر سے جن اتر جاتا ہے وہ عربی کا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ چوں پری۔ یہ مصرع شرط ہے اس کی جزاء اگلا شعر ہے یعنی جب جن کے یہ اثرات ہیں تو خدا کی تجلیات میں کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔ شیر گیر۔ شراب سے نیم مست شیر سے نہیں ڈرتا تو یہ اس کی فطرت نہیں ہے بلکہ شراب کا اثر ہے۔ شرحِ راہ۔ اندھے سے کوئی راستہ معلوم نہیں کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ احکام کا تعلق ذات سے نہیں ہے بلکہ صفات سے ہے تو جب صفت انسانیت ختم ہو جائے تو کام اور بات محض ذات کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔

[3] شیر گیر۔ نیم مست جب شیر کو بے دھڑک مار ڈالتا ہے تو یہ عمل اس کی ذات کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اس اثر کی طرف منسوب ہوتا ہے جو شراب نے پیدا کیا ہے۔ ور سخن۔ اگر نیم مست پرانے راز ظاہر کرنے لگتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نہیں بول رہا ہے، شراب بول رہی ہے، جب شراب کے یہ کرشمے ہیں تو نورِ حق اور تجلی رب جب انسان پر نازل ہو تو پھر اس کی بات اس تجلی کی طرف کیوں نہ منسوب کی جائے گی۔

Marfat.com

باده را می بود گر ایں شرّ و شور
اگر شراب میں یہ شور و شر ہوتا ہے
نورِ حق را نیست آں فرہنگ و زور
تو کیا اللہ (تعالیٰ) کے نور میں یہ لیاقت اور طاقت نہ ہوگی؟

کہ تُرا از تو بکل خالی کند
کہ وہ تجھے، تجھ سے بالکل خالی کر دے
تو شوی پست او سخن عالی کند
تو مغلوب ہو جائے (اور) وہ بلند بات کر لے

گرچہ[1] قرآں از لبِ پیغمبر است
قرآن اگرچہ پیغمبر کے لبوں سے ہے
ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است
(لیکن) جو یہ کہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے نہیں فرمایا وہ کافر ہے

چوں ہمایِ بے خودی پرواز کرد
جب بیخودی کے ہما نے پرواز کی
آں سخن را بایزیدؒ آغاز کرد
وہ بات بایزیدؒ نے شروع کر دی

عقل را سیلِ تحیر در ربود
عقل کو تحیر کا سیلاب بہا لے گیا
زاں قوی تر گفت کاوّل گفتہ بود
اس سے زیادہ سخت بات کہی جو پہلے کہی تھی

نیست اندر جبہ ام اِلا خدا
(کہا) میرے جبہ میں خدا کے سوا (کوئی) نہیں ہے
چند جوئی بر زمین و بر سما
تو آسمان اور زمین میں کب تک تلاش کرے گا؟

آں مریداں[2] جملہ دیوانہ شدند
وہ سب مرید پاگل بن گئے
کاردہا بر جسمِ پاکش می زدند
ان کے پاک جسم میں چھریاں گھونپ رہے تھے

ہر یکے چوں ملحدانِ گرد کوہ
گرد کوہ کے بے دینوں کی طرح ہر ایک
کارد می زد پیرِ خود را بے ستوہ
اپنے پیر کے بے دھڑک چھری گھونپتا تھا

ہر کہ اندر شیخ تیغے می خلید
جو شخص شیخ کے اندر تلوار گھماتا تھا
بازگونہ از تنِ خود می درید
وہ الٹا اپنے جسم کو پھاڑتا تھا

یک اثر نے[3] برتنِ آں ذو فنوں
اس ہنرمند کے جسم پر ایک نشان نہ تھا
واں مریداں خستہ و غرقابِ خوں
اور وہ مرید زخمی اور خون میں غرق تھے

ہر کہ او سوئے گلویش زخم برد
جس نے ان کے گلے پر زخم لگایا
حلقِ خود ببریدہ دیدہ و زار مُرد
اُس نے اپنا گلا کٹا ہوا پایا اور بُری طرح مر گیا

وانکہ اُو را زخم اندر سینہ زد
اور جس نے اُن کے سینہ پر زخم لگایا
سینہ اش بشگافت و شد مُردہ ابد
اس کا سینہ چرا اور ہمیشہ کے لیے مردہ ہو گیا

1. گرچہ۔ قرآن کے الفاظ اگرچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ادا ہوتے تھے لیکن اس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کہنے والا کافر ہے اور اس کو خدا کا کلام قرار دیا جاتا ہے اسی طرح وہ الفاظ اگرچہ بایزید کے منہ سے ادا ہوئے لیکن وہ خدا کا کلام تھا۔ چوں ہمای۔ حضرت بایزیدؒ پر جب تجلیات سے پھر بے خودی طاری ہوئی تو اس بار انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ سخت جملہ کہا اور کہنے لگے کہ میرے جبہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے اس کو میرے جبہ میں تلاش کرلو آسمان اور زمین پر کیوں تلاش کرتے پھرتے ہو۔

2. آں مریداں۔ اس جملہ پر تمام مرید دیوانہ وار ان پر چھریاں لے کر ٹوٹ پڑے اور ان کے پاک جسم پر چھریاں چلا دیں۔ ہر یکے۔ گرد کوہ، رے کے علاقہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ امام رازی کے زمانہ میں وہاں کافروں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرتی تھی۔ ستوہ۔ بفتحتین، تنگدل ہونا۔ ہر کہ۔ جو مرید شیخ کے چھری مارتا تھا اس کا زخم خود اس کے لگتا تھا۔

3. یک اثر نے۔ بایزید کے بدن پر کسی کی چھری کا زخم نہ لگا اور مرید خون میں نہا گئے۔ ہر کہ۔ جس مرید نے ان کا گلا کاٹنے کے لیے حملہ کیا اس کا خود گلا کٹ گیا اور مر گیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے بایزید کے سینہ کو چاک کرنا چاہا اس کا خود سینہ چاک ہو گیا اور ابدی نیند سو گیا۔

Marfat.com

وانکه[1] آگه بود زاں صاحبقراں — دل ندادش که زند زخمِ گراں
اور جو شخص اس اقبال مند سے واقف تھا — اس کے دل نے اس کو اجازت نہ دی کہ کاری زخم لگائے

نیم دانش دستِ او را بستہ کرد — جاں ببرد الا کہ خود را خستہ کرد
تھوڑی سی عقل نے اس کے ہاتھ باندھ دیے — اس نے جان بچا لی مگر اپنے آپ کو زخمی کر لیا

روز گشت و آں مُریداں کاستہ — نوحہا از جانِ شاں برخاستہ
دن نکل آیا اور وہ نیم مردہ مرید — ان کی جان سے نوحے بلند ہوئے

پیشِ او آمد ہزاراں مَرد و زن — کاے دو عالم درج در یک پیرہن
ہزاروں مرد و زن ان (شیخ) کے پاس آئے — کہ اے (وہ شیخ) کہ دونوں جہان ایک لباس میں ہیں

ایں تنِ تو گر تنِ مردم بُدے — چوں تنِ مَردم ز خنجر گم شدے
اگر یہ آپ کا جسم انسان کا جسم ہوتا — انسانوں کے جسم کی طرح خنجر سے فنا ہو جاتا

باخودے[2] با بے خودے دو چار زد — باخود اندر دیدهٔ خود خار زد
خودی والے نے جب فانی کا مقابلہ کیا — تو اس نے خود اپنی آنکھ میں کانٹا چبھویا

اے زدہ بر بے خوداں تو ذوالفقار — برتنِ خود می زنی آں ہوشدار
اے وہ کہ تو نے فانیوں پر تلوار چلائی — سمجھ لے تو اپنے جسم پر مار رہا ہے

زانکہ بے خود فانی ست و ایمن ست — تا ابد در ایمنی او ساکن ست
کیونکہ بے خود فانی ہے اور محفوظ ہے — وہ ہمیشہ کے لیے امن میں مقیم ہے

نقشِ او[3] فانی و او شد آئینہ — غیر نقشِ رُویِ غیر آنجایِ نہ
اس کی صورت فنا ہو گئی ہے اور وہ آئینہ بن گیا ہے — سوائے غیر کی صورت کے اس میں کچھ نہیں ہے

گر کُنی تف سویِ رُویِ خود کُنی — ور زنی بر آئینہ بر خود زنی
اگر تو تھوکے گا تو اپنے منہ پر تھوکے گا — اگر آئینہ پر حملہ کرے گا اپنے اوپر کرے گا

ور بہ بینی رُویِ زشت آنہم توئی — ور بہ بینی عیسیٰ مریم توئی
اگر تو بھدا چہرہ دیکھے گا وہ بھی تو ہی ہے — اگر تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھے گا، تو ہی ہے

---

[1] وانکہ۔ جس شخص نے حضرت بایزیدؒ کی شخصیت کو سمجھا اور اس نے تھوڑی سی عقل سے کام لیا تو معمولی زخم لگایا پھر بھی وہ زخم خود اس کے لگا۔ روز گشت۔ رات میں یہ سب کچھ ہوا صبح کو جب نیم مردہ مریدوں پر حقیقت کھل گئی تو وہ اور سیکڑوں لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے لباس میں کسی ایک شخص کا جسم نہیں ہے دونوں جہان ہیں اگر اس لباس میں انسانی جسم ہوتا تو وہ خنجروں سے زخمی ہو جاتا۔

[2] باخودے۔ جب کوئی دنیادار کسی بزرگ سے بھڑتا ہے تو وہ خود اپنا نقصان کرتا ہے۔ ذوالفقار۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا نام ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس رہی تھی اس کے بعد ہر اچھی تلوار کو ذوالفقار کہہ دیا جاتا ہے۔ زانکہ۔ مقام فنا پر پہنچنے کے بعد اس کا اپنا کچھ نہیں رہتا لہٰذا اس کے اپنے نقصان کا کوئی امکان نہیں ہے۔

[3] نقش او۔ فانی کی خود اپنی صورت فنا ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کی صورتوں کا آئینہ بن جاتا ہے اب اس میں خود اس کی اپنی صورت نظر نہیں آتی جو غیر بالمقابل ہوتا ہے اس کی صورت نظر آتی ہے۔ گر کنی۔ آئینہ پر تھوکنا اپنے منہ پر تھوکنا ہے۔ ور بہ بینی۔ اس میں جو کچھ اچھائی یا برائی تجھے نظر آ رہی ہے وہ خود تیری اچھائی برائی ہے۔

Marfat.com

او نہ اینست و نہ آں اُو سادہ است — نقشِ تو در پیشِ تو بنہادہ است

وہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے وہ صاف ہے — اس نے تیری صورت تیرے سامنے کر دی ہے

چوں رسید[1] اینجا سخن لب در بہ بست — چوں رسید اینجا قلم درہم شکست

جب بات یہاں پہنچی ہونٹوں نے دروازہ بند کر دیا — جب قلم یہاں پہنچا، ٹوٹ گیا

لب بہ بند ار چہ فصاحت دست داد — دم مزن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد

ہونٹ بند کر لے، اگرچہ فصاحت حاصل ہو — دم نہ مار اور اللہ بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

بر کنارِ بامی اے مستِ مدام — پست بنشیں یا فرود آ والسلام

اے شراب سے مست! تو بالا خانہ کے کنارے پر ہے — نیچے ہو کر بیٹھ یا نیچے اتر آ والسلام

ہر زمانیکہ شدی تو کامراں — آں دمِ خوش را کنارِ بام داں

جس وقت تو کامیاب ہو — اس اچھے وقت کو بالا خانہ کا کنارہ سمجھ

بر زمانِ خوش[2] ہراساں باش تو — ہمچو گنجش خفیہ کن نے فاش تو

تو اچھے وقت پر خوفزدہ رہ — اس کو خزانہ کی طرح چھپا، ظاہر نہ کر

تانیاید بر وِلا ناگہ بلا — ترس ترساں رو دراں مکمن ہلا

تاکہ دوستی پر اچانک کوئی بلا نازل نہ ہو جائے — خبردار! اس مخفی مقام پر ڈرتا ڈرتا چل

ترسِ جاں در وقتِ شادی از زوال — زاں کنارِ بامِ غیب ست ارتحال

خوشی کے وقت زوال کی وجہ سے جان کا خوف — اس غیب کے بالا خانہ کے کنارے سے ہٹ جاتا ہے

گر نمی بینی[3] کنارِ بامِ راز — روح می بیند کہ ہستش اہتزاز

اگر تو اسرار کے بالا خانہ کا کنارہ نہیں دیکھ رہا ہے — روح دیکھتی ہے، کیونکہ اسی کو خوشی ہے

ہر نکالے ناگہاں کاں آمدہ ست — بر کنارِ کنگرہ شادی بدست

جو عذاب اچانک آیا ہے — وہ خوشی کے کنگرے کے کنارے سے آیا ہے

جز کنارِ بامِ خود نبود سقوط — اعتبار از قومِ نوح و قومِ لوطؑ

گرنا، بالا خانہ کے کنارے سے ہی ہوتا ہے — قومِ نوح اور قومِ لوط سے عبرت حاصل کر لے

اعتبارے گیر تا یابی صفا — از درونِ انبیا و اولیا

تاکہ تجھے (باطن) کی صفائی حاصل ہو عبرت حاصل کر لے — انبیا اور اولیا کے باطن سے

[1] چوں رسید۔ مولانا فرماتے ہیں جب برائیاں اس مقام تک پہنچیں تو ہونٹوں نے بولنے کا راستہ بند کر دیا اور لکھنے سے قلم عاجز آ گیا۔ لب بہ بند۔ مولانا اپنے آپ کو خطاب کرتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی فصاحت حاصل ہو ان رازوں کو سربستہ رکھنا چاہیے۔ بر کنار۔ بس اس قدر راز بتائے دیتا ہوں کہ عشقِ الٰہی کا مست بالا خانہ کی منڈیر پر بیٹھا ہوا ہے جہاں سے ہر وقت گرنے کا خطرہ ہے یا تو وہ منڈیر سے نیچے اتر کر بیٹھے یا بالا خانہ سے ہی اتر آئے ورنہ ہر وقت خطرے میں ہے۔

[2] بر زمانِ خوش۔ قربِ الٰہی سے جو خوش وقتی حاصل ہو اس کے بارے میں ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہیے کہ کہیں وہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور اس خزانہ غیب کے راز کو لوگوں سے مخفی رکھنا ضروری ہے۔ ولا۔ یعنی خدا کی دوستی۔ مکمن۔ پوشیدہ مقام۔ ترس۔ مقامِ قرب حاصل ہونے پر جو خوشی ہے اس کے بارے میں خوف یہ ہے کہ یہ مقام زائل نہ ہو جائے۔

[3] گر نمی بینی۔ بسا اوقات سالک کو اس مقام کا احساس نہیں ہوتا لیکن اس کی روح اس کو محسوس کرتی ہے۔ ہر نکالے۔ اقوامِ سابقہ قومِ نوح اور قومِ لوط پر جو عذاب آیا وہ ان کے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد آیا۔ سقوط۔ نزول و سقوط عروج کے بعد ہی متصور ہوتا ہے۔ اعتبارے۔ انبیا کے نقشِ قدم پر چلو گے تو ان کی طرح آئینہ بن جاؤ گے۔

Marfat.com

سبب فصاحت و بسیار گفتن آں فضول نزدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بیہودہ کے بہت بولنے اور زبان درازی کا سبب

پرتوِ[1] مستی بیحدِ نبیؐ　　چون بزد ہم مست و خوش گشت آں غبی

نبی کی لا محدود مستی کا عکس　　جب پڑا، وہ غبی بھی مست اور خوش (گفتار) بن گیا

لاجرم بسیار گو شد از نشاط　　مست ادب بگذاشت و آمد در خباط

لامحالہ وہ سرور کی وجہ سے بہت بولنے والا بن گیا　　مست نے ادب (کا دامن) چھوڑا، دیوانگی میں مبتلا ہو گیا

نے ہمہ جا بے خودی شر می کُند　　بے ادب را بے ادب تر می کند

مستی ہر جگہ شر (پیدا) نہیں کرتی ہے　　بے ادب کو زیادہ بے ادب بنا دیتی ہے

گر بود عاقل نکو فر می شود　　ور بود بد خوی بدتر می شود

اگر وہ سمجھ دار ہو تو اچھی شان و شوکت والا بن جاتا ہے　　اگر وہ بد عادت ہوتا ہے تو، اور زیادہ بُرا بن جاتا ہے

بر لبیب[2] آید لبابِ کاسِ او　　ور غبی کم گردد استیناسِ او

اس کا جام سمجھ دار کے لیے مغز ہے　　اگر غبی ہے تو اس کی محبت کم ہو جاتی ہے

بے خود از مے با ادب گردد تمام　　با خود از مے بے ادب گردد مدام

فانی، شراب سے مکمل با ادب بن جاتا ہے　　خودی والا شراب سے ہمیشہ بے ادب بنتا ہے

لیک اغلب چوں بدند و ناپسند　　بر ہمہ مے را محرم کردہ اند

لیکن اکثر لوگ بُرے اور ناپسند ہیں　　(اس لیے) سب پر ہی شراب کو حرام کر دیا ہے

حکم غالب راست چوں اغلب بدند　　تیغ[3] را از دست رہزن بستدند

حکم اکثریت پر لگتا ہے چونکہ اکثر بد ہیں　　انہوں نے تلوار، ڈاکو کے ہاتھ سے لے لی ہے

بیان کردنِ رسول علیہ السلام سببِ تفضیل و اختیار کردنِ او آں ہذیلی را بامیری و سرِ لشکری بر پیرانِ کاردیدہ و کارآزمودہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ہذیلی کو امیری اور سرداری کے لیے ماہر اور تجربہ کار بوڑھوں پر فضیلت دینے اور چن لینے کے سبب کا بیان کرنا

گفت پیغمبرؐ کہ اے ظاہر نگر　　تو مبیں اُو را جوان و بے ہنر

پیغمبر ﷺ نے فرمایا اے ظاہر بیں!　　تو اس کو جوان اور بے ہنر نہ سمجھ

---

1. پرتو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قرب الٰہی کا نشاط اور مستی حاصل تھی اس معترض پر اس کا پرتو پڑ گیا جس کی وجہ سے وہ خوشی میں پاگل ہو گیا اور غلط اعتراضات شروع کر دیے۔ نے ہمہ جا۔ اس شخص میں مستی نے جو بُرا اثر کیا یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مستی ہر جگہ برا اثر دکھاتی ہے۔ گر بود۔ جس طرح کے جذبات انسان کے دل میں ہوتے ہیں مستی ان کو ابھار دیتی ہے۔
2. بر لبیب۔ شراب کے اثر سے ذہین کی ذہانت بڑھ جاتی ہے اور بے عقل مزید بے عقلی کرنے لگتا ہے۔ استیناس۔ مانوس ہونا۔ بے خود۔ اگر انسان خودغرض نہیں ہے اور اس میں عالی جذبات ہیں تو وہ جذبات اور ابھر جاتے ہیں۔ مدام۔ ہمیشہ۔ لیک۔ چونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثر لوگ اچھے جذبات کے حامل نہیں ہوتے لہٰذا شراب سب ہی کے لیے حرام کر دی گئی۔
3. تیغ۔ عوام کے لیے شراب کی اجازت ایسی ہوئی جیسا کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ میں تلوار دے دینا۔ گفت پیغمبرؐ۔ ہذیلی کے سردار بنانے پر جو اعتراض تھا اس کا جواب دیا۔

Marfat.com

اے بسا[1] ریش سیاہ و مردِ پیر
بہت سے کالی ڈاڑھی والے ہیں اور بوڑھے ہیں
وے بسا ریش سفید و دل چو قیر
بہت سے سفید ڈاڑھی والے ہیں اور سیاہ دل ہیں

عقلِ او را آموزدم بارہا
میں نے بارہا اس کی عقل آزمائی ہے
کرد پیری آں جواں در کارہا
کاموں میں اس جوان نے بوڑھا پن دکھایا ہے

پیر پیرِ عقل باشد اے پسر
اے بیٹا! بوڑھا عقل کا بوڑھا ہوتا ہے
نے سفیدیِ موی اندر ریش و سر
نہ کہ سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں سفیدی

از بلیس او پیر تر خود کے بود
وہ (نوجوان) شیطان سے زیادہ بوڑھا کب ہوسکتا تھا؟
چونکہ عقلش نیست او لاشی بود
چونکہ اس میں عقل نہیں ہے وہ لاشے ہے

طفل گیرش چوں بود صاحب کمال
اس کو بچہ سمجھ، جب وہ صاحبِ کمال ہو
پیر باشد در ہنر آں خوش خصال
وہ خوش خصلت ہنر میں بوڑھا ہو گا

طفل گیرش چوں بود عیسیٰ نفس
اس کو بچہ سمجھ، جب وہ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام والی باتوں والا ہو
پاک باشد از غرور و از ہوس
تو وہ غرور اور ہوس سے پاک ہو گا

آں سفیدیِ مو دلیلِ پختگی ست
بالوں کی سفیدی پختگی کی دلیل ہے
پیشِ چشمِ بستہ کش کوتہ تگی ست
بند آنکھ کے لیے جو کوتاہ رفتار ہے

آں مقلد چوں نداند جز دلیل
وہ مقلد چونکہ دلیل کے علاوہ کچھ نہیں جانتا
در علامت جوید او دائم سبیل
تو وہ ہمیشہ علامتوں ہی میں راستہ تلاش کرتا ہے

بہرِ او گفتیم کایں تدبیر را
اس کے لیے ہم نے کہا ہے کہ اس تدبیر کو
چونکہ خواہی کرد بگزیں پیر را
جب تو اختیار کرے، بوڑھے کو منتخب کر

لیک[3] پیرِ عقل نے پیرِ مُسن
لیکن عقل کا بوڑھا، نہ کہ عمر کا بوڑھا
می نداند ممتحَن از ممتحِن
جو امتحان دینے والے اور امتحان لینے والے میں امتیاز نہ کر سکے

آنکہ او از پردۂ تقلید جست
وہ شخص جو تقلید کے پردے سے نکل گیا
او بنورِ حق ببیند ہر چہ ہست
وہ ہر موجود کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

نورِ پاکش بے دلیل و بے بیاں
اس کا پاک نور بغیر دلیل اور بغیر بیان کے
پوست بشگافد در آید درمیاں
کھال پھاڑتا ہے اندر گھس جاتا ہے

پیشِ ظاہر بیں چہ قلب و چہ سَرہ
ظاہر بیں کے سامنے کیا کھوٹا اور کیا کھرا
او چہ داند چیست اندر قوصرہ
وہ کیا جانے ٹوکری میں کیا ہے؟

---

1. اے بسا۔ یعنی بزرگی بہ عقلست نہ بسال۔ قیر۔ ایک کالا مادہ ہے۔ از بلیس۔ محض عمر کے اعتبار سے اگر عقل مندی کا حکم لگتا تو شیطان سے زیادہ عمر والا کون ہوگا، وہ عقل مند کہلاتا۔ طفل۔ بچہ اگر صاحب کمال ہے تو وہ عقل مند ہے۔
2. آں سفیدی۔ بالوں کی سفیدی بھی عقل کی پختگی کی دلیل ہے لیکن یہ ظاہر بیں لوگوں کے لیے ہے۔ آں مقلد۔ جس کو نورِ بصیرت حاصل نہیں ہے وہ ہمیشہ دلیل کا طالب ہوتا ہے اور علامتوں کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ بہرِ او۔ مقلد کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ کسی بوڑھے سے مشورہ کرے۔
3. لیک۔ لیکن اس بوڑھے سے عمر کا بوڑھا مراد نہیں ہے بلکہ صاحب بصیرت مراد ہے۔ آنکہ۔ وہ شخص مراد ہے جو تقلید سے نجات پا گیا ہو اللہ کے نور سے چیزوں کو دیکھتا ہو، اس کی نگاہ کھال سے گزر کر باطن کو دیکھ لیتی ہے۔ پیش۔ ظاہر بیں، کھوٹے کھرے میں امتیاز نہیں کرسکتا۔ قوصرہ۔ ٹوکری۔

اے بسا[1] زرِّ سیہ کردہ بدود
بعض اوقات سونا دھوئیں سے سیاہ کیا ہوا ہوتا ہے
تا رہد از دست ہر دزدِ حسود
تاکہ ہر حاسد چور کے ہاتھ سے محفوظ رہے

اے بسا مِسہائے اندودہ بزر
بہت سے سونے کا ملمع کیے ہوئے تانبے ہیں
تا فروشد آں بعقلِ مختصر
تاکہ ان کو کوتاہ عقل کے ہاتھ فروخت کر دے

ما کہ باطن بینِ جملہ کشوریم
ہم جو کہ تمام عالم کے باطن کے دیکھنے والے ہیں
دل بہ بینیم و بظاہر ننگریم
ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر کو نہیں دیکھتے ہیں

قاضیانے کہ بظاہر می تنند
وہ قاضی جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں
حکم بر اشکالِ ظاہر می کنند
وہ ظاہری شکلوں پر حکم لگاتے ہیں

چوں شہادت گفت و ایمانش نبود
جب (کلمہ) شہادت پڑھ لیا اور اس میں ایمان نہ تھا
حکمِ او مومن کنند ایں قوم زود
یہ لوگ، بہت جلد اس پر مومن (ہونے کا) حکم لگا دیتے ہیں

بس منافق[2] کاندریں ظاہر گریخت
بہت سے منافق ہیں جنہوں نے اس ظاہر میں پناہ پکڑلی
خونِ صد مومن بہ پنہانی بریخت
در پردہ انہوں نے سیکڑوں مسلمانوں کی خونریزی کی

جہد کن تا پیرِ عقل و دیں شوی
کوشش کر تاکہ عقل اور دین کا بوڑھا بنے
تا چو عقلِ کل تو باطن بیں شوی
تاکہ تو عقلِ کل کی طرح باطن بین بن جائے

از عدم چوں عقل زیبا رُو کشاد
جب حسین عقل، عدم سے رونما ہوئی
خلعتش داد و ہزاراں نام داد
(قدرت نے) اس کو خلعت بخشی اور ہزاروں نام دیے

کمتریں زاں نامہائے خوش نفس
ان بہترین ناموں میں سے کمترین نام
اینکہ نبود ہیچ او محتاجِ کس
یہ ہے کہ وہ کسی کی محتاج نہ ہو گی

گر بصورت[3] وانماید عقل رُو
اگر عقل مجسم ہو کر رونما ہو جائے
تیرہ باشد روز پیشِ نورِ او
دن اس کے سامنے کالا پڑ جائے

در مثالِ احمقی پیدا شود
اگر حماقت کی تصویر پیدا ہو جائے
ظلمتِ شب پیشِ او روشن بود
رات کی تاریکی اس کے مقابلہ میں روشن ہو گی

کو ز شب مُظلم تر و تاری ترست
کیونکہ وہ رات سے زیادہ تاریک اور کالی ہے
لیک خفاشِ شقی ظلمت خورست
لیکن وہ بدبخت چمگادڑ تاریکی خور ہے

---

[1] اے بسا۔ بہت سے صحیح سکے کالے کر دیے جاتے ہیں تاکہ چور دست درازی نہ کرے۔ مِسہائے اندودہ۔ بہت سے سکے تانبے کے ہوتے ہیں جن پر سونے کی ملمع کاری ہوتی ہے۔ ماکہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر پر نظر نہیں رکھتے ہیں۔ قاضیانے۔ قاضی ظاہر پر حکم لگاتا ہے جب کوئی شخص اس کے سامنے کلمہ شہادت پڑھے خواہ اس کے دل میں تصدیق ہو یا نہ ہو تو وہ اس کو مومن قرار دے گا۔

[2] بس منافق۔ بہت سے منافقوں نے اسی طرح اپنا ایمان ظاہر کر کے سازشیں کی ہیں اور مسلمانوں کی خونریزی کی ہے۔ عقل کل۔ عقل کامل، جبرئیل علیہ السلام۔ از عدم۔ جب عقل پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بہت عزت افزائی فرمائی۔ کمترین۔ اس کو ایک یہ خوبی عنایت کی کہ وہ کسی کی محتاج نہیں ہے۔

[3] گر بصورت۔ اگر عقل، مجسم ہو کر دنیا میں رونما ہو تو سورج کی روشنی اس کے سامنے ماند پڑ جائے۔ در۔ اگر حماقت مجسم ہو کر رونما ہو تو رات کی تاریکی اس سے شرما جائے۔ لیک۔ احمق کی مثال تاریکی خور چمگادڑ کی سی ہے لہٰذا اس کو حماقت ہی پسند آتی ہے۔ اندک۔ انسان کو نورِ ہدایت سے تعلق پیدا کرنا چاہیے ورنہ بری حالت میں موت آ جائے گی۔

اندک اندک خوئ کن با نورِ روز / ورنہ خُفّاشے بمانی بے فروز
دن کے نور کی آہستہ آہستہ عادت ڈال / ورنہ تو نور سے محروم چمگادڑ بنا رہے گا

عاشق[1] ہر جا شکال و مشکلے ست / دشمن ہر جا چراغِ مقبلے ست
وہ ہر ایسی جگہ کی عاشق ہے جہاں اشکال اور مشکل ہے / اس جگہ کی دشمن ہے جہاں کسی بختاور کا چراغ ہے

ظلمتِ اَشکال ازاں جوید دلش / تا کہ افزوں تر نماید حاصلش
اس کا دل اندھیرے کے اشکال کی جستجو میں اس لیے ہے / تاکہ اس کی آمدنی زیادہ رونما ہو

تا تُرا مشغولِ آں مشکل کند / وز نہادِ زشتِ خود غافل کند
تاکہ تجھے اس مشکل میں مشغول کر دے / اور اپنی بری فطرت سے غافل کر دے

علامتِ[2] عاقل تمام و نیم عاقل و مردِ تمام و نیم مرد و علامتِ شقیِّ مغرور لا شئ

مکمل عاقل اور آدھے عقل مند اور مکمل انسان اور آدھے انسان کی علامت
اور بے وجود مغرور بدبخت کی علامت

عاقل آں باشد کہ با اُو مشعلہ است / او دلیل و پیشوائ قافلہ است
عقل مند وہ ہے جس کے پاس مشعل ہے / وہ قافلہ کا راہنما اور پیشوا ہے

پیروِ نورِ خودست آں پیش رو / تابعِ خویش ست آں بیخویش رَو
وہ پیشوا، اپنے نور کا پیرو ہے / وہ بے اختیار چلنے والا اپنے نور کا تابع ہے

مومنِ خویش[3] ست و ایماں آورید / ہم بداں نورے کہ جانش زاں چرید
وہ اپنے اوپر ایمان رکھتا ہے اور ایمان لایا ہے / اس نور پر جس سے اس کی روح نے غذا حاصل کی ہے

دیگرے کہ نیم عاقل آمد او / عاقلے را دیدۂ خود داند او
دوسرا وہ جو آدھا عقل مند ہے / (اور) کسی عقل مند کو اپنی آنکھ سمجھتا ہے

دست دَر وے زَد چو کور اندر دلیل / تابد و بینا شد و چست و جلیل
اس نے اس پر اس طرح ہاتھ رکھ لیا ہے جیسا کہ اندھا رہبر پر رکھتا ہے / حتیٰ کہ وہ اس کے ذریعہ بینا اور چست اور بڑا بن گیا ہے

وَاں خرے کز عقل جو سنگے نداشت / خود نبودش عقل و عاقل را گذاشت
وہ گدھا جو ایک جو برابر عقل نہیں رکھتا / اُس میں خود عقل نہ تھی اور عقل مند کو بھی چھوڑ دیا

---

[1] عاشق۔ کور باطن تاریکی کو پسند کرتا ہے اور ہدایت سے بھاگتا ہے، چمگادڑ صفت انسان دنیاوی ظلمت کا طالب ہے اور چراغ ہدایت سے گریزاں ہے اور دنیاوی ظلمت کا طالب اس لیے ہے کہ دنیا کی دولتیں کمائے۔ تا تُرا۔ ایسے دولتمند انسان کو دیکھ کر دوسرے بھی گمراہ ہوتے ہیں۔

[2] علامت۔ اس بیان سے مولانا کا یہ مقصد ہے کہ کامل عقل مند وہ ہے جو نورِ باطن حاصل کر لے۔ لاشی۔ حقیرِ محض۔ مشعلہ۔ یعنی نور کی مشعل۔ او۔ وہ دوسروں کا بھی راہنما ہے۔ پیرو۔ وہ خود اپنے نور کا تابع اور پیرو ہوتا ہے۔

[3] مومن خویش۔ یہ مرتبہ انبیا کا ہے انبیا کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر ایمان لائیں اور اپنی نبوت کی تصدیق کریں۔ دیگرے۔ نیم عقل وہ ہے جو کسی صاحب نور کو اپنی آنکھ بنا لے اور ہر چیز کو اس کی آنکھ سے دیکھے۔ دست۔ ہر معاملہ میں اس پر ایسا اعتماد کرے جس طرح اندھا اپنے رہنما پر کرتا ہے۔ واں خرے۔ تیسرا جز گدھا ہے وہ ہے جس کو نہ خود نور حاصل ہو نہ کسی کو رہنما بنائے۔

Marfat.com

رہ نداند نے قلیل و نے کثیر
وہ راستہ نہیں جانتا ہے نہ تھوڑا نہ بہت

می نجوید ہم نذیر و ہم بشیر[1]
نذیر اور بشیر کو بھی نہیں تلاش کرتا ہے

غرقہ اندر غفلت و در قال و قیل
غفلت اور بحث و مباحثہ میں غرق ہے

ننگش آید آمدن خلفِ دلیل
اس کو راہنما کے پیچھے چلنے میں شرم آتی ہے

می رود اندر بیابانِ دراز
وہ لمبے جنگل میں چلا جا رہا ہے

گاہ لنگاں آئس و گاہے بتاز
کبھی مایوس لنگڑاتا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا

شمع نے تا پیشوایِ خود کند
شمع نہیں ہے کہ اس کو اپنا پیشوا بنا لے

نیم شمعے نے کہ نورے گد کند
آدھی شمع (بھی) نہیں ہے کہ نور مانگ لے

نیست عقلش[2] تا دمِ زندہ زند
اس میں عقل نہیں ہے کہ زندہ ہونے کا دم بھرے

نیم عقلے نے کہ خود مُردہ کند
آدھی عقل (بھی) نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مردہ بنا لے

مُردۂ آں عاقلِ آید او تمام
وہ بالکلیہ اس عقل مند کا مردہ بن جائے

تا بَر آید از نشیبِ خود ببام
تاکہ اپنی پستی سے بالا خانہ پر پہنچ جائے

عقلِ کامل نیست خود را مُردہ کن
پوری عقل نہیں ہے (تو) اپنے آپ کو مردہ بنا لے

در پناہِ عاقلِ زندہ سخن
زندہ دم عقل مند کی پناہ میں

زندہ نے تا ہمدمِ عیسیٰؑ بود
نہ وہ زندہ ہے کہ (حضرت) عیسیٰؑ کا ہم مشرب ہو

مُردہ نے تا دمگہِ عیسیٰؑ شود
مردہ (بھی) نہیں ہے کہ (حضرت) عیسیٰؑ کی پھونک کا اہل ہو

زندہ نے و مُردہ نے لاشیِٔ بود
نہ زندہ ہے نہ مردہ، وہ کچھ نہیں ہے

غورہ[3] باشد نے عنب نے مے بود
کچا انگور ہے، نہ انگور ہے نہ شراب

غورۂ کز غورگی در نگذرد
کچا انگور جو کچے پن سے آگے نہ بڑھے

سنگ بست و خام و ترش و رَد بود
وہ پتھرا گیا ہے اور کچا اور کھٹا اور مردود ہوتا ہے

جانِ کورش گام ہر سو می نہد
اس کی اندھی روح ہر جانب قدم بڑھاتی ہے

عاقبت نجہد و لے بَر می جہد
عاقبت کی کوشش نہیں کرتی ہے لیکن تڑپتی رہتی ہے

سود ندہد بر جہیدن آں زماں
اس وقت اچھلنا کودنا فائدہ نہیں دیتا ہے

زانکہ نازل شد بلا از آسماں
کیونکہ آسمان سے بلا اتر چکی ہے

---

1. نذیر و بشیر۔ یعنی رہنما۔ غرقہ۔ خود غفلت میں غرق ہے اور دوسرے کو رہنما بنانے میں ذلت محسوس کرتا ہے۔ می رود۔ یہ تیسرا شخص اوہام اور خیالات کی وادیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔ شمع۔ اس کو خود تو نور باطن حاصل نہیں ہے اور اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ کسی دوسرے سے نور حاصل کر لے۔

2. نیست عقلش۔ اس کو خود نور حاصل نہیں ہے اور اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اپنے آپ کو کَالْمَیِّتِ فِیْ یَدِ الْغَسَّالِ کر دے۔ مردہ۔ اگر مردہ بن کر اپنے آپ کو کسی عقل مند کے سپرد کر دو گے تو بام عروج پر پہنچ جاؤ گے۔ عقل کامل۔ اگر اپنے اندر کامل عقل نہیں ہے تو اپنے آپ کو کسی عقل مند کے سپرد کر دو۔ زندہ۔ احمق انسان نہ زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اس کے دم میں اثر ہو اور نہ مردہ ہے کہ کسی عیسیٰ نفس کے دم سے زندہ ہو جائے۔

3. غورہ۔ کچا انگور نہ کھانے کے قابل ہے نہ اس سے شراب بنتی ہے۔ کز غورگی۔ جو انگور پک نہ پائے سکڑ کر کھٹارہ جاتا ہے اور نا قابل قبول ہوتا ہے۔ جاں۔ احمق انسان اوہام میں پھنسا رہتا ہے، عاقبت کی فکر نہیں کرتا ہے پھر ایسے وقت فکر کرتا ہے جبکہ کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ سود۔ بے وقت ندامت مفید نہیں ہے۔ آ بگیر۔ تالاب، جھیل۔ قصہ۔ اس قصہ سے انہی تین قسم کے آدمیوں کے انجام کو سمجھانا مقصود ہے۔

قصہ[1] آبگیر و صیاداں و آں سہ ماہی یکے عاقل و یکے نیم عاقل و
تالاب اور شکاریوں اور تین مچھلیوں کا قصہ جو ایک عقل مند اور ایک ناقص العقل اور ایک

آں دیگر مغرور، ابلہ مغفل، لاشی و عاقبت ایشان
دوسری مغرور، بے وقوف غافل لاشے تھی اور ان کا انجام

قصۂ آں آبگیرست اے عنود | کہ درو سہ ماہی اشگرف بود
اے سرکش! اس تالاب کا قصہ ہے | جس میں تین بڑی مچھلیاں تھیں

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں | قشرِ افسانہ بود ویں مغز جاں
تو نے کلیلہ میں پڑھا ہو گا لیکن وہ | قصہ کا چھلکا تھا اور یہ روح کا مغز ہے

چند صیادے سویِ آں آبگیر | بر گذشتند و بدیدند آں ضمیر
اس تالاب کی جانب چند شکاری | گذرے اور اس راز کو سمجھ گئے

پس شتابیدند تا دام آورند | ماہیاں واقف شدند و ہوشمند
وہ دوڑے تاکہ جال لائیں | مچھلیاں باخبر اور آگاہ ہو گئیں

آنکہ[2] عاقل بود عزمِ راہ کرد | عزمِ راہِ مشکلِ ناخواہ کرد
جو سمجھ دار تھی اس نے سفر کی ٹھانی | ناپسند مشکل راستہ کا ارادہ کر لیا

گفت با اینہا ندارم مشورت | کہ یقیں سستم کنند از مقدرت
کہنے لگی میں ان سے مشورہ نہ کروں گی | کیونکہ وہ یقیناً طاقت میں مجھے ست کر دیں گی

مہر زاد و بودِ شاں بر جاں زند | کاہلی و جہلِ شاں بر من زند
پیدائش اور قیام کی محبت ان کی جان پر اثر کرے گی | ان کی سستی اور نادانی مجھ پر اثر کرے گی

مشورت با زندۂ باید نکو | کہ ترا زندہ کند آں زندہ کو
مشورے کے لیے نیک اور زندہ دل چاہیے | کہ تجھے زندہ کر دے، وہ زندہ کہاں ہے؟

اے مسافر[3] با مسافر رائے زن | زانکہ پایت لنگ دارد رائے زن
اے مسافر! مسافر سے مشورہ کر | عورت کی رائے تیرا پاؤں لنگڑا کر دے گی

از دمِ حُبُّ الوطن بگذر مایست | کہ وطن آنسوست جاں ایں سوی نیست
وطن کی محبت کے دھوکے سے نکل جا، نہ ٹھہر | اے جان! وطن ادھر ہے، ادھر نہیں ہے

گر وطن خواہی گذر آں سویِ شط | ایں حدیثِ راست را کم خواں غلط
اگر تو وطن چاہتا ہے (نہر کے) اس کنارے پر چلا جا | اس صحیح حدیث کو غلط نہ پڑھ

---

[1] قصہ۔ ایک جھیل میں تین نادر اور موٹی مچھلیاں رہتی تھیں۔ کلیلہ۔ اور دمنہ، مشہور کتاب ہے۔ ضمیر۔ پوشیدہ چیز یعنی مچھلیوں کی اس تالاب میں سکونت۔

[2] آنکہ۔ ان تینوں مچھلیوں میں سے جو عقل مند تھی اس نے شکاریوں کے ارادے کو بھانپ کر سفر کر جانے کا ارادہ کر لیا اور وہاں سے چل دی۔ مہر۔ ان دونوں مچھلیوں پر وطن کی محبت غالب آ جائے گی اور وہ میرے ارادے میں مجھے ست کر دیں گی۔

[3] اے مسافر۔ مسافر کو مسافر سے مشورہ کرنا چاہیے خانہ نشین عورت سفر سے روک دے گی۔ از دم۔ اس حدیث میں وطن سے آخرت مراد ہے دنیا کا وطن مراد نہیں ہے اس حدیث کا غلط مطلب سمجھ کر دھوکا نہ کھانا۔ سر۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ ہر دعا کا ایک محل ہے اس کو غلط مقام پر استعمال نہ کرنا چاہیے اسی طرح حب الوطن کو غلط مقام پر استعمال کرنا غلطی ہے۔

Marfat.com

سِرِّ حدیث حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَان و کژ خواندن شخصے دعایِ اِستنشاق را کہ اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ بجائے وردِ استنجا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ و شنیدنِ عزیزے و طاقت نیا وردن و باز نمودن

اس حدیث کا راز کہ وطن کی محبت ایمان سے ہے اور ایک شخص کا ناک میں پانی دینے کے وقت کی دعا کو بے موقع پڑھنا جو کہ اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سونگھا دے استنجے کی دعا کی جگہ جو کہ "اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور مجھے پاکی حاصل کرنے والوں میں سے کر دے" ہے۔ اور ایک دوست کا سننا اور صبر نہ کر سکنا اور بتانا

در وضو[1] ہر عضو را وردے جدا — آمدہ است اندر خبر بہرِ دعا

وضو کرنے میں ہر عضو کا جدا وظیفہ — حدیث میں دعا کے لیے آیا ہے

چونکہ استنشاق بینی می کنی — بویِ جنت خواہ از ربِّ غنی

جب تو ناک میں پانی دے — بے نیاز رب سے، جنت کی خوشبو چاہ

تا تُرا آں بو کشد سویِ جناں — بویِ گل باشد دلیلِ گلستاں

تاکہ وہ خوشبو تجھے جنتوں کی طرف کھینچے — پھول کی خوشبو، چمن کی رہنما ہوتی ہے

چونکہ اِستنجا[2] کنی ورد و سخن — ایں بود یا رب تو زِینم پاک کن

جب تو استنجا کرے، وظیفہ اور کلام — یہ ہو گا کہ اے خدا تو مجھے اس سے پاک کر

دستِ من اینجا رسید ایں را بشست — دستم اندر شُستنِ جانست سست

میرا ہاتھ یہاں پہنچا، اس کو دھو دیا — روح کے دھونے میں میرا ہاتھ کوتاہ ہے

اے ز تو کس گشتہ جانِ ناکساں — دستِ فضلِ تست در جانہا رساں

اے (خدا) تجھ سے نالائقوں کی جان لائق بن گئی ہے — تیرے کرم کا ہاتھ روحوں تک پہنچنے والا ہے

حدِّ من[3] ایں بود کردم من لئیم — زاں سویِ حد را نقی کن اے کریم

مجھ کمینے کی یہی حد تھی جو کر لی — حد کی اس جانب کو اے کریم تو پاک کر دے

از حدث شُستم خدایا پوست را — از حوادث تو بشو ایں دوست را

اے خدا! میں نے ناپاکی سے کھال کو دھو لیا — تو اس دوست کو حوادثِ (زمانہ) سے دھو دے

---

[1] دروضو۔ بزرگانِ دین وضو میں ہر عضو کو دھوتے وقت ایک خاص دعا پڑھتے ہیں۔ چونکہ۔ جب ناک میں پانی ڈالتے ہیں تو دعا کرتے ہیں "خدا مجھے جنت کی خوشبو سونگھا دے۔" تا ترا۔ پھول کی خوشبو چمن کے لیے رہنما ہے اسی طرح سے جنت کی خوشبو جنت کی رہنما ہے۔

[2] چونکہ استنجا۔ یہ دعا استنجے کے بعد پاخانہ سے نکل کر پڑھنی چاہیے۔ دستِ من۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والا کہتا ہے کہ نجاستِ ظاہری کا ازالہ تو مجھ سے ممکن تھا وہ میں نے کر لیا باطنی نجاست سے خدا ہی پاک کر سکتا ہے۔ اے ز تو۔ یہ خدا کی قدرت ہی کر سکتی ہے کہ وہ روح کو پاک کر دے۔

[3] حدِ من۔ انسان کا مقدور یہی ہے کہ وہ نجاستِ ظاہری سے پاکی حاصل کر لے، نجاستِ ظاہری کی حد سے آگے کی پاکی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ حدث۔ وہ چیزیں جن سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے۔ حوادث۔ یعنی دنیوی معاملات۔ آں یکے۔ ایک آدمی نے استنجے کے وقت وہ دعا پڑھی جو ناک میں پانی دینے کے وقت کی ہے۔

آں یکے در وقتِ استنجا بگفت
ایک شخص نے استنجے کے وقت کہا
کہ مَرا با بویِ جنت دار جفت
مجھے جنت کی خوشبو کا جوڑی دار بنا دے

گفت شخصے خوب وِرد آوردۂ
ایک شخص نے کہا تو نے بہت اچھا وظیفہ پڑھا
لیک سوراخِ[1] دُعا گم کردۂ
لیکن تو نے دعا کے سوراخ کو گم کر دیا ہے

ایں دعا چوں ورد بینی بود چوں
یہ دعا جبکہ ناک کا وظیفہ تھا، کیوں
وردِ بینی را تو آوردی بکوں
تو ناک کے وظیفہ کو مقعد میں لے آیا؟

رائحۂ جنت ز بینی یافت حر
آزاد آدمی جنت کی خوشبو، ناک کے ذریعہ پاتا ہے
رائحۂ جنت کے آید از دُبر
مقعد سے جنت کی خوشبو کب آتی ہے؟

اے تواضع بُردہ پیشِ ابلہاں[2]
اے بے وقوفوں کے سامنے تواضع کرنے والے!
وَے تکبر کردہ تو پیشِ شہاں
اے شاہوں کے سامنے تکبر کرنے والے!

آں تکبر بر خساں خوب ست و چست
تکبر کمینوں کے ساتھ اچھا اور بھلا ہے
ہیں مَرو معکوس عکسش بندِ تست
خبردار! الٹا نہ چل، اس کا الٹا تیری بیڑی ہے

از پئے سوراخِ بینی رُست گل
پھول، ناک کے سوراخ کے لیے اُگا ہے
بو وظیفہ بینی آمد اے عُتُل
اے بدخو! سونگھنا ناک کا کام ہے

بویِ گل بہر مشام ست اے دلیر
اے دلیر! پھول کی خوشبو دماغ کے لیے ہے
جایِ آں بو نیست ایں سوراخِ زیر[3]
یہ نچلا سوراخ اس خوشبو کی جگہ نہیں ہے

کے ازیںجا بویِ خلد آید تُرا
تجھے جنت کی خوشبو اس جگہ سے کب آئے گی؟
بو ز موضع جُو اگر باید ترا
اگر تجھے (خوشبو) چاہیے تو اس کو جگہ سے تلاش کر

ہمچنیں حب الوطن باشد دُرست
اسی طرح سے وطن کی محبت درست ہے
تو وطن بشناس اے خواجہ نخست
اے خواجہ! تو پہلے وطن کو پہچان

واقف شدنِ آں ماہیِ عاقل و سفر پیش گرفتن بے مشورت با دیگراں از حکمت

عقل مند مچھلی کا واقف ہو جانا اور دانائی سے دوسروں کے مشورے بغیر روانہ ہو جانا

گفت آں ماہیِ زیرک رَہ کنم
اس عقل مند مچھلی نے کہا میں سفر کر جاؤں
دل زرای و مشورت شاں بر کنم
ان کے مشورے اور رائے پر دل نہ جماؤں

[1] سوراخ۔ یعنی ناک کا سوراخ اور پاخانہ کے مقام کا سوراخ۔ دبر۔ پاخانہ کا سوراخ۔ اے تواضع۔ اسی طرح یہ بھی بے محل بات ہے کہ انسان احمقوں کے سامنے تواضع برتے اور شاہوں سے اکڑے۔

[2] ابلہاں۔ دنیا دار۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ بند۔ انسان کی الٹی چالیں اس کی رفعت اور بلندی کے لیے مانع ہیں۔ رُست گل۔ پھول سونگھنے کے لیے ہے اور سونگھنا ناک کا کام ہے۔ عتل۔ بدمزاج۔ مشام۔ داغ۔

[3] سوراخ زیر۔ پاخانہ کا سوراخ۔ کے ازیںجا۔ یعنی پاخانہ کے سوراخ سے جنت کی خوشبو محسوس نہیں ہو سکتی ہے۔ درست۔ یعنی وطن کی محبت کا جزوِ ایمان ہونا تو درست ہے لیکن اس کو سمجھ لے کہ وہ کون سا وطن ہے۔ ظاہر ہے مومن کا اصلی وطن عقبیٰ ہے۔ دل۔ یعنی میں دوسری مچھلیوں سے مشورہ نہ کروں گی۔

Marfat.com

نیست وقت مشورت ہیں راہ کن
خبردار! مشورے کا وقت نہیں ہے سفر کر جا
چوں علی[1] تو آہ اندر چاہ کن
(حضرت) علیؓ کی طرح تو کنوئیں میں آہ کر

محرمِ آں راہ کمیاب ست و بس
اس راستہ کا محرم بالکل نایاب ہے
شب روی پنہاں روی کن چوں عسس
رات کو چلنا اور پوشیدہ چلنا کوتوال کی طرح (اختیار) کر

سوئے دریا عزم کن زیں آبگیر
اس تالاب سے دریا کی جانب ارادہ کر
بحر جو و ترکِ ایں گرداب گیر
سمندر کی تلاش کر اور اس بھنور کو چھوڑ دے

سینہ را پا ساخت و می رفت آں حذور
وہ محتاط سینہ کو پاؤں بنا کر جا رہی تھی
از مقامِ با خطر تا بحرِ نور
پُر خطر مقام سے، نور کے سمندر کی جانب

ہمچو[2] آہو کز پے او سگ بود
اس ہرن کی طرح کتا جس کے درپے ہو
می دود تا در تنش یک رگ بود
وہ دوڑتا ہے جب تک اس کے بدن میں ایک رگ ہو

خوابِ خرگوش و سگ اندر پے خطاست
خرگوش کی نیند اور کتا درپے، غلط ہے
خواب خود در چشمِ ترسندہ کجاست
ڈرنے والے کی آنکھ میں نیند کہاں ہوتی ہے؟

رفت آں ماہی رہِ دریا گرفت
وہ مچھلی چلی گئی، دریا کی راہ لی
راہِ دور و پہنۂ پہنا گرفت
دراز اور چوڑے سے چوڑا راستہ اختیار کیا

رنجہا بسیار دید و عاقبت
وہ بہت سی تکلیفوں سے دو چار ہوئی انجام کار
رفت آخر سوئے امن و عافیت
امن اور عافیت کی جانب چلی گئی

خویشتن[3] افگند در دریای ژرف
اس نے اپنے آپ کو گہرے دریا میں ڈال دیا
کہ نیابد حدِّ آں را ہیچ طرف
جس کے کنارے کو کوئی آنکھ نہیں پاتی ہے

پس چو صیاداں بیاوردند دام
پھر جب شکاری جال لے آئے
نیم عاقل را ازاں شد تلخ کام
اس سے نیم عاقل کو ناگواری ہوئی

گفت آہ من فوت کردم وقت را
بولی، ہائے میں نے وقت گنوا دیا
چوں نگشتم ہمرہِ آں رہنما
میں اس رہنما کی ساتھی کیوں نہ بنی؟

ناگہاں رفت او و لیکن چوں برفت
وہ اچانک چلی گئی، لیکن چونکہ وہ چلی گئی ہے
می ببایستم شدن در پے بہ تفت
مجھے (بھی) جلد اس کے پیچھے جانا چاہیے تھا

---

1. چوں علیؓ۔ ایک غلط روایت مشہور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جذبات سے مجبور ہو کر آہ کرنا چاہی تو کوئی اس آہ کا محرم نہ پایا اور کنوئیں میں منہ لٹکا کر آہ کی تھی۔ محرم۔ مچھلی نے یہ بھی کہا اس راستہ کے محرم نایاب ہیں لہٰذا خاموشی سے رات کو نکل جانا چاہیے۔ سالک کو بھی یہی سوچنا پڑتا ہے اور سلوک کی مشکلات کو خود ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سوئے دریا۔ تالاب کو چھوڑ کر دریا کا رخ کرنا چاہیے یعنی محدود دنیا کو چھوڑ کر لامحدود عقبیٰ اختیار کرنی چاہیے۔ سینہ۔ سینہ کے بل وہ محفوظ مقام پر پہنچ گئی۔
2. ہم چو۔ اس طرح دوڑ کر پُر خطر مقام سے بھاگی جس طرح وہ ہرن بھاگتا ہے جس کا پیچھا شکاری کتا کر رہا ہو۔ خواب۔ کتا درپے ہو اور پھر غفلت کی نیند سونا بڑی نادانی ہے۔ رفت۔ وہ عقلمند مچھلی روانہ ہو گئی اور اس نے اپنا چوڑا راستہ اختیار کر لیا۔ رنجہا۔ راستہ کی تکالیف برداشت کیں اور امن کی جگہ پہنچ گئی۔
3. خویشتن۔ اس نے اپنے آپ کو دریائے ناپیدا کنار میں لے جا ڈالا۔ پس۔ شکاری جب جال لے آئے تو نیم عاقل مچھلی کو فکر ہوئی۔ گفت۔ اس نیم عاقل مچھلی نے کہا افسوس میں نے وقت ضائع کیا میں اس عقل مند مچھلی کے پیچھے پیچھے کیوں نہ چل دی۔ ناگہاں۔ وہ اچانک چل دی تھی لیکن اب بھی مجھے جلد اس کے پیچھے چل دینا چاہیے۔

Marfat.com

ایں زماں سودے ندارد حسرتم — چوں کنم چوں فوت شد آں فرصتم

اب میری حسرت مفید نہیں ہے — کیا کروں، جب کہ وہ موقع جاتا رہا؟

بر گذشتہ حسرت آوردن خطاست — باز ناید رفتہ یادِ آں ہباست

گذشتہ پر حسرت کرنا غلطی ہے — گیا (وقت) نہیں لوٹتا ہے، اس کی یاد بیکار ہے

قصہ[1] آں مرغ گرفتہ کہ وصیت کرد کہ بر گذشتہ پشیمانی مخور و سخن محال باور مکن و در تدارکِ وقت، اندیش و روزگار مبر در پشیمانی

اس پھنسے ہوئے پرند کا قصہ جس نے وصیت کی کہ گذشتہ پر پشیمان نہ ہو اور نا ممکن بات کا یقین نہ کر اور موجود وقت کی اصلاح کر اور پشیمانی میں وقت ضائع نہ کر

آں یکے مرغے گرفت از مکر و دام — مُرغ او را گفت کاے خواجہ ہمام

ایک شخص نے ایک پرند مکر اور جال سے پکڑ لیا — اس سے پرند نے کہا کہ اے خواجہ بزرگ!

تو یکے مُرغے ضعیفے ہمچو من — صید کردہ خوردہ گیر اے نیک ظن

تو نے مجھ جیسے ایک کمزور پرند کو — شکار کر لیا، فرض کر کھا لیا، اے نیک گمان!

تو بسے[2] گاواں و میشاں خوردہٗ — تو بسے اُشتر بقرباں کردہٗ

تو نے بہت سی گائیں اور بھیڑیں کھائی ہیں — تو نے بہت سے اونٹ قربان کئے ہیں

تو نگشتی سیر زانہا در زمن — ہم نگردی سیر از اجزایِ من

تو زمانہ میں ان سے پیٹ بھرا نہ بنا — میرے اجزا سے بھی تیرا پیٹ نہ بھرے گا

مَر مَرا آزاد گرداں از کرم — اے جواں مردِ کریم محتشم

کرم کر کے مجھے آزاد کر دے — اے شریف! معزز جوان شخص!

ہِل مَرا تا کہ سہ پندت بر دہم — تا بدانی زیرکم یا ابلہم

مجھے چھوڑ دے تا کہ تجھے تین نصیحتیں کر دوں — حتی کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں عقل مند ہوں یا بیوقوف ہوں

اوّل[3] آن پندے دہم بر دست تو — بدہمت اے جان و دل سَر مست تو

ان میں کی پہلی نصیحت میں تیرے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) — تجھے کر دوں گا، اے وہ کہ دل و جان تیرے شیدائی ہیں

بر سرِ دیوار بدہم ثانیش — تا شوی زاں پند شاد و خوب و کش

ان میں سے دوسری دیوار پر (بیٹھ کر) کروں گا — تا کہ تو اس نصیحت سے خوش اور بھلا اور نازاں ہو

---

[1] ایں زماں۔ گذشتہ بات پر افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، گزرا وقت دوبارہ واپس نہیں آ سکتا اس پر افسوس کرنے کے بجائے فوراً کام شروع کر دینا چاہیے تاکہ پہلی غلطی کی تلافی ہو سکے۔ قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گذشتہ بات پر افسوس میں وقت ضائع کرنا لغو بات ہے۔ آں یکے۔ ایک شکاری نے ایک پرند پھانس لیا تو اس پرندے نے کہا کہ اگر تو مجھے ذبح کر کے کھا بھی لے گا تو کیا فائدہ ہوگا۔

[2] تو بسے۔ پرندے نے شکاری سے کہا تو بہت سے بڑے بڑے جانور کھا چکا ہے اور ان سے تیرا پیٹ نہ بھرا تو مجھے کھا کر تیرا کیا بھلا ہوگا۔ مر مرا۔ مجھے مہربانی کر کے آزاد کر دے تو میں تجھے تین نصیحتیں کروں۔

[3] اول۔ میں پہلی نصیحت اس وقت کروں گا جب تو مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہوگا، دوسری جب کروں گا کہ تو مجھے چھوڑ دے گا اور میں دیوار پر جا بیٹھوں گا اور تیسری جب کروں گا کہ میں درخت پر جا بیٹھوں گا۔

Marfat.com

وال سوم پندت دہم من بر درخت — کہ ازیں سہ پند گردی نیک بخت

میں تیسری نصیحت تجھے درخت پر پہونچ کر کروں گا — تاکہ تو ان تینوں نصیحتوں سے نیک بخت بن جائے

انچہ بر دست[1] ست ایں ست آں سخن — کہ محالے را ز کس باور مکن

جو ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے کرنی ہے) وہ یہ بات ہے — کہ ناممکن (بات) پر کسی کا یقین نہ کر

بر کفش چوں گفت اول پند رفت — گشت آزاد و بر آں دیوار رفت

اس کے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) جب پہلی (نصیحت) کہہ دی اڑ گیا — آزاد ہو گیا اور دیوار پر جا بیٹھا

گفت[2] دیگر بر گذشتہ غم مخور — چوں ز تو بگذشت زاں حسرت مبر

دوسری نصیحت کی کہ گذری ہوئی (بات) پر غم نہ کر — جب تجھ سے گذر گئی، اس پر حسرت نہ کر

بعد ازاں گفتش کہ در جسمم کتیم — دہ درم سنگ ست یک دُرِّ یتیم

اس کے بعد اس نے اس سے کہا میرے جسم میں چھپا ہوا — دس درہم کے وزن کا ایک نادر موتی ہے

دولتِ تو بختِ فرزندانِ تو — بود آں گوہر بحقِ جانِ تو

تیری دولت تیری اولاد کا نصیبہ — تھا وہ موتی تیری جان کی قسم!

فوت کردی دُرّ کہ روزیت نبود — کہ نباشد مثلِ آں دُر در وجود

تو نے وہ موتی کھو دیا چونکہ تیرے مقدر میں نہ تھا — کہ جس موتی کی مثال وجود میں نہ ہو گا

آنچناں[3] کہ وقتِ زادن حاملہ — نالہ دارد خواجہ شد در غلغلہ

جس طرح حاملہ (عورت) جننے کے وقت — فریاد کرتی ہے، وہ شکاری، خواجہ شور کرنے لگا

گشت غمناک و ہمیگفت آہ آہ — ایں چرا کردم کہ شد کارم تباہ

غمگین ہو گیا اور کہتا تھا، ہائے ہائے — یہ میں نے کیوں کیا؟ کہ میرا کام برباد ہو گیا

من چرا آزاد کردم مر ترا — زیں حیل از راہ بردی مر مرا

میں نے تجھے آزاد کیوں کیا؟ — تو نے ان حیلوں سے مجھے گمراہ کر دیا

مُرغ گفتش نے نصیحت کردمت — کہ مبادا بر گذشتہ دی غمت

پرندنے اس سے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت نہیں کردی؟ — کہ کل کی گذشتہ (بات) پر تو غمگین نہ ہو

---

1. انچہ بردست۔ تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے جو نصیحت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی تجھ سے ناممکن اور محال بات کہے اس پر یقین نہ کرنا۔ بر کفش۔ جب پرندنے یہ نصیحت کردی تو شکاری نے اس کو چھوڑ دیا اور پرند دیوار پر جا بیٹھا۔
2. گفت۔ دیوار پر بیٹھ کر پرندنے دوسری نصیحت یہ کی کہ گذشتہ واقعہ پر کبھی حسرت اور افسوس نہ کرنا اور اس کے بعد پرندنے کہا کہ میرے پوٹے میں ایک نادر موتی ہے جس کا وزن دس درہم یعنی تین تولے ہے۔ کتیم۔ چھپا ہوا۔ دُرِ یتیم۔ دُر یکتا۔ دولت۔ اگر تو مجھے ذبح کرتا تو وہ موتی تیری دولت ہوتا۔ بحق۔ یعنی تیری جان کی قسم۔ فوت کردی۔ چونکہ تیرا مقدر نہ تھا اسی لیے وہ موتی تیرے ہاتھ نہ آیا۔
3. آنچناں۔ پرند کی اس بات کو سن کر وہ شکاری اس طرح نالہ و فریاد کرنے لگا جس طرح حاملہ عورت بچہ جنتے وقت کرتی ہے۔ گشت۔ وہ شکاری پرند کی اس گفتگو پر غمگین ہو کر آہ آہ کرنے لگا اور اس سے بولا کہ تو نے حیلہ بازی کر کے مجھے تباہ و برباد کر دیا ورنہ میں موتی کے ذریعہ بہت دولت مند بن جاتا۔ مرغ۔ پرندنے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت کی تھی کہ گذری ہوئی بات پر افسوس نہ کرنا۔ اب تو اس گذری ہوئی بات پر کیوں افسوس کر رہا ہے یا تو تو میری نصیحت نہ سمجھا تھا یا بہرا ہے۔

Marfat.com

چوں گذشت و رفت غم چوں میخوری یا نکردی فہم پندم یا کری
جبکہ رفت و گذشت ہو گئی تو کیوں غم کرتا ہے؟ یا تو میری نصیحت نہیں سمجھا ہے، یا تو بہرا ہے

واں دُوَم[1] پندت بگفتم کز ضلال ہیچ تو باور مکن قولِ محال
میں نے دوسری نصیحت تجھے کی کہ گمراہی سے تو کبھی ناممکن (بات) کا یقین نہ کرنا

من نیم خود سہ درم سنگ اے اسد دہ درم سنگ اندرونم چوں بود
میں خود تین درہم بھر نہیں ہوں، اے شیر! دس درہم کا وزن میرے اندر کیسے ہو گا؟

خواجہ باز آمد بخود گفتا کہ ہیں باز گو پندِ سوم اے نازنیں
خواجہ ہوش میں آیا، بولا کہ ہاں اے نازنین! تیسری نصیحت کر

گفت آرے خوش عمل کردی بداں تا بگویم پند فالش رائگاں
اس نے کہا ہاں تو نے ان (دو) پر اچھا عمل کیا تاکہ میں فضول تیسری نصیحت کروں

ایں بگفت[2] و بَر پَرید و شاد رفت سوی صحرا سر خوش و آزاد رَفت
اس نے یہ کہا اور اڑ گیا اور خوش (ہو کر) چل دیا مست اور آزاد جنگل کی جانب چلا گیا

پند گفتن با جہولِ خوابناک تخم افگندن بود در شورہ خاک
نادان، جاہل کو نصیحت کرنا شور یلی زمین میں بیج بونا ہوتا ہے

چاکِ حمق و جہل نہ پذیرد رَفو تخمِ حکمت کم دہش اے پند گو
حماقت اور نادانی کا چاک رفو کے قابل نہیں ہے اے نصیحت کرنے والے! اس میں دانائی کا بیج نہ بو

زانکہ جاہل جہل را بندہ بود چونکہ تو پندش دہی او نغنود[3]
کیونکہ جاہل جہل کا غلام ہوتا ہے جب تو اسے نصیحت کرے گا وہ نہ سنے گا

چارہ اندیشیدنِ آں ماہیِ نیم عاقل و خود را مُردہ کردن
اس ناقص عقل والی مچھلی کا تدبیر سوچنا اور خود کو مردہ بنا لینا

نیم عاقل گفت در وقتِ بلا چونکہ ماند از سایۂ عاقل جدا
مصیبت کے وقت نیم عاقل نے کہا چونکہ وہ عقل مند کے سایہ سے جدا ہو گئی تھی

کو سوی دریا شد و از غم عتیق فوت شد از من چناں نیکو رفیق
کہ وہ دریا کی جانب چلی گئی اور غم سے آزاد ہو گئی مجھ سے ایسا اچھا ساتھی چھوٹ گیا

---

1. واں دُوَم۔ میں نے تجھے دوسری نصیحت یہ کی تھی کہ کسی کی ناممکن بات پر یقین نہ کرنا اور تو نے میری ناممکن بات پر یقین کر لیا اور یہ نہ سوچا کہ وہ پرند جس کا کل وزن ساڑھے دس ماشے بھی نہ ہو اس کے پوٹے میں تین تولے کا موتی کیسے ہو سکتا ہے۔ خواجہ۔ جب شکاری کو ذرا سکون ہوا تو اس نے کہا تیسری نصیحت بھی سنا دے۔ گفت۔ پرندے نے طنزاً کہا تو نے دو نصیحتوں پر خوب عمل کیا ہے جو تجھے تیسری نصیحت سنا کر ضائع کروں۔ اس طنز میں تیسری نصیحت بھی مضمر ہے کہ جو نصیحت قبول نہ کرے اس کو نصیحت نہ کر۔
2. ایں بگفت۔ اس پرندے نے طنز والا جملہ کہہ دیا جس میں تیسری نصیحت بھی تھی اور اڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔ پند گفتن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جاہل کو نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے شور زمین میں تخم ریزی کرنا۔ چاک۔ حماقت اور جہل ناقابل اصلاح ہے۔
3. نغنود۔ قبول کرنے کے ارادہ سے نہ سنے گا۔ چارہ اندیشیدن۔ مکمل عقل مندی تو یہی ہے کہ قبل از مصیبت دفعیہ کی تدبیر کرے۔ نیم عقل مندی یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ہی نجات کی صحیح تدبیر کرے۔ سایۂ عاقل۔ یعنی وہ مچھلی جو چلی گئی تھی۔ عتیق۔ آزاد۔ لیک۔ اب گذشتہ پر افسوس کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے میں یہ تدبیر کرتی ہوں کہ اپنے آپ کو مردہ بنا لوں گی۔

Marfat.com

لیک زاں نندیشم و بر خود زنم
لیکن میں اس سوچ میں نہیں پڑتی ہوں اور خود تکلیف برداشت کرتی ہوں
خویشتن را ایں زماں مردہ کنم
اس وقت اپنے آپ کو مردہ بناتی ہوں

پس بر آرم[1] اشکم خود بر زبر
پس میں اپنا پیٹ اوپر کو کرتی ہوں
پشت زیرو میروم بر آب بر
پشت نیچے کو اور پانی کے اوپر آ جاتی ہوں

می روم بر وے چنانکہ خس رود
اس پر اس طرح چلوں جیسے کہ تنکا چلتا ہے
نے بسباحی چنانکہ کس رود
نہ کہ تیراکی سے، جیسے کہ انسان چلتا ہے

مردہ گردم خویش بسپارم بآب
میں اپنے آپ کو مردہ بناتی ہوں اور پانی کے سپرد کرتی ہوں
مرگ پیش از مرگ امن ست از عذاب
مرنے سے پہلے مر جانا، عذاب سے امن ہے

مرگِ پیش از مرگ امن ست اے فتی
اے نوجوان! مرنے سے پہلے مر جانا امن ہے
ایں چنیں فرمودہ مارا مصطفیٰ ﷺ
مصطفیٰ ﷺ نے ہم سے ایسا ہی فرمایا ہے

گفت مُوتُوا کُلُّکُم مِنْ قَبْلِ اَنْ
فرمایا تم سب مر جاؤ اس سے پہلے کہ
یَّاْتِیِ الْمَوْتُ تَمُوْتُوْا بِالْفِتَنْ
موت آئے (اور) فتنوں سے مرو

ہمچناں[2] مرد و شکم بالا فگند
اسی طرح مردہ ہو گئی اور پیٹ اوپر کر لیا
آب گہ بردش نشیب و گہ بلند
پانی کبھی اس کو نیچے لے جاتا، کبھی اوپر

ہر یکے زاں قاصداں بس غصہ خورد
ان ارادہ کرنے والوں میں سے ہر ایک بہت رنج کرتا تھا
کہ دریغا ماہیِ مہتر بمرد
کہ افسوس بڑی مچھلی مر گئی

شاد می شد او ازاں گفتِ دریغ
اس افسوس کی گفتگو سے وہ خوش ہوتی تھی
پیش رفت ایں بازیم رستم ز تیغ
میری یہ چال چل گئی، میں تلوار سے بچ گئی

پس گرفتش یک صیادِ ارجمند
پھر اس کو ایک بھلے شکاری نے پکڑ لیا
پس برو تف کرد و بر خاکش فگند
پھر اس پر تھوکا اور زمین پر پھینک دیا

غلط غلطاں[3] رفت پنہاں اندر آب
وہ لوٹتی پوٹتی چپکے سے پانی میں چلی گئی
ماند آں احمق ہمی کرد اضطراب
وہ احمق رہ گئی جو تڑپتی تھی

از چپ و از راست می جست آں سلیم
وہ بیوقوف دائیں اور بائیں سے کودتی تھی
تا کہ بجہد خویش برہاند گلیم
تا کہ (دریا میں) کود پڑے اپنی گدڑی چھڑا لے

دام افگندند و اندر دام ماند
انہوں نے جال پھینکا اور وہ جال میں رہ گئی
احمقی او را دراں آتش نشاند
بیوقوفی نے اس کو اس آگ میں بٹھا دیا

---

[1] برآرم۔ مچھلی مر کر الٹی ہو کر سطح آب پر آ جاتی ہے۔ می روم۔ پانی کے ساتھ اس طرح چلوں کہ جس طرح تنکا خود بخود بہہ کر چلا جاتا ہے۔ سباحی۔ تیراکی۔ مرگ۔ حدیث شریف میں ہے مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا یعنی نجات اس میں ہے کہ مرنے سے قبل ہی فنا کا درجہ اختیار کر لو۔ تموتوا بالفتن۔ مقام فنا نہ اختیار کرو گے تو فتنوں میں مبتلا ہو کر مرو گے۔

[2] ہم چناں۔ جیسا اس مچھلی نے سوچا تھا ویسا ہی کیا۔ قاصداں۔ یعنی مچھلی کے شکاری۔ تیغ۔ یعنی ہلاکت۔

[3] غلط غلطاں۔ یعنی جب شکاری نے اس کو زمین پر پھینک دیا تو وہ کسی طرح لوٹتی پوٹتی دریا میں گھس گئی۔ ماند۔ تیسری بے عقل مچھلی اچھل کود کرتی رہی تاکہ اپنی بے وقت کوشش کے ذریعہ نجات حاصل کر لے۔ سلیم۔ سادہ مزاج، بیوقوف۔ دام افگندند۔ شکاری نے اس کو جال سے پکڑ لیا۔ راس کے کباب بنا کر توے پر سینکے۔

Marfat.com

بَر سرِ آتش بہ پشتِ تابہٗ — با حماقت گشت او ہمخوابۂ
آگ پر، توے کی پشت پر — وہ حماقت سے ہمخواب ہو گئی

او ہمی جوشید از تفِ سعیر — عقل[1] می گفتش اَلَمْ یَاْتِکَ نَذِیْر
وہ آگ کی گرمی سے ابل رہی تھی — عقل اس سے کہتی تھی کیا تیرے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تھا

او ہمی گفت از شکنجہ وز بلا — ہمچو جانِ کافراں قَالُوْا بَلٰی
وہ شکنجہ اور بلا میں سے کہتی تھی — کافروں کی روح کی طرح "کیوں نہیں"

باز می گفت او کہ گر ایں بار من — وارہم از محنتِ گردن شکن
پھر وہ کہتی تھی کہ اگر اب کی بار میں — گردن توڑ مصیبت سے چھوٹ جاؤں

من نسازم جز بدریائی وطن — آبگیرے را نسازم من سکن
میں دریا کے سوا وطن نہ بناؤں گی — میں کسی تالاب کو آرام گاہ نہ بناؤں گی

آبِ بیحد جویم و ایمن شوم — تا ابد در امن و در صحت روم
لامحدود پانی تلاش کروں گی، امن سے ہو جاؤں گی — ہمیشہ کے لیے امن اور صحت میں چلی جاؤں گی

ہمچنیں[2] می کرد با خود عہدہا — کز چنیں ورطہ اگر گردم رہا
وہ اپنے آپ سے ایسے عہد کرتی تھی — کہ اگر اس ہلاکت سے میں رہا ہو جاؤں

دامنِ عاقل بگیرم روز و شب — تا نیفتم در چنیں رنج و تعب
دن رات عقل مند کا دامن پکڑے رہوں گی — تاکہ ایسی تکلیف اور مصیبت میں نہ پھنسوں

بیان آنکہ عہد کردنِ احمق وقتِ گرفتار وَ ندم ہیچ سود ندارد کہ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَانُھُوْا عَنْہُ وَ اِنَّھُمْ لَکَاذِبُوْنَ. ہیچ کاذب وفا ندارد

اس کا بیان کہ احمق کا گرفتاری کے وقت عہد کرنا اور نادم ہونا کچھ مفید نہیں ہوتا کیونکہ وہ اگر واپس بھیج دیے جائیں تو وہ ممنوعات کو دوبارہ عمل میں لائیں گے اور وہ بے شک جھوٹے ہیں" کوئی جھوٹا وفا نہیں کرتا ہے

عقل می گفتش[3] حماقت با تواست — با حماقت عہد را آید شکست
عقل اس سے کہتی تھی حماقت تیرے ساتھ ہے — حماقت کے ہوتے ہوئے عہد ٹوٹ جاتا ہے

عقل را باشد وفایِ عہدہا — تو نداری عقل رو اے خربہا
عہدوں کی وفا عقل کے لیے ہے — تجھ میں عقل نہیں ہے اے گدھے کی قیمت بھر! تو جا

---

1. عقل۔ عقل اس پر طنز کر رہی تھی کہ کیا تیرے پاس تجھے عذاب سے ڈرانے والے نہ آئے تھے۔ اُوہمی۔ وہ مچھلی کہہ رہی تھی کہ بے شک ڈرانے والے تو آئے تھے لیکن میں نے ان کا کہنا نہ مانا تھا۔ بازی گفت۔ پھر یہ بھی کہتی تھی کہ اگر اس بار بچ جاؤں تو پھر میں تالاب سے محبت نہ کروں گی اور دریا کا رخ کروں گی یہی حال ان لوگوں کا ہوگا جو دنیا میں بے عقلی کریں گے اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت نہ سنیں گے۔

2. ہمچنیں۔ اب وہ دل میں اس طرح عہد کر رہی تھی کہ اب اگر زندگی حاصل ہو جائے تو میں کسی عقل مند کا دامن پکڑ لوں گی۔ بیان۔ اب مولانا بتاتے ہیں کہ ایسے احمقوں کے ان عہدوں اور دعووں کا بھی اعتبار نہیں ہے قرآن پاک نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر ان کو دوبارہ زندگی دے بھی دی جائے تو یہ بدعہدی کریں گے یہ جھوٹے ہیں۔

3. عقل می گفتش۔ دوبارہ زندگی کی تمنا کرنے والے سے عقل کہتی ہے۔ خربہا۔ گدھے کی قیمت والا۔ نسیان۔ یعنی عہد کے بارے میں بھول۔

Marfat.com

چونکہ عقلت نیست نسیاں[1] میر تست　　دشمن و باطل کن تدبیر تست
چونکہ تجھے عقل نہیں ہے، بھول تیرے اوپر حکمراں ہے　　وہ تیری تدبیر کو باطل کرنیوالی اور دشمن ہے

از کمیِ عقل پروانہ خسیس　　یاد نارد ز آتش و سوز و حسیس
کمینہ پروانہ، عقل کی کمی کی وجہ سے　　آگ اور سوزش اور آگ بھڑکنے کی آواز کو یاد نہیں کرتا ہے

چونکہ پرش سوخت توبہ می کند　　آز و نسیانش بر آتش می زند
جب اس کے پر جلے توبہ کرتا ہے　　حرص اور اس کی بھول آگ میں جھونک دیتی ہے

ضبط و درک و حافظی و یادداشت　　عقل را باشد کہ عقل آنرا فراشت
ضبط اور سمجھ اور نگہداشت اور یادداشت　　عقل میں ہوتی ہے، کیونکہ عقل نے ان کو بلند کیا ہے

چونکہ گوہر[2] نیست تابش چوں بود　　چوں مذکرؔ نے ایابش چوں بود
جب جوہر نہیں ہے تو چمک کیسے ہو؟　　جبکہ یاد دلانے والا نہیں ہے اس کی واپسی کیسے ہو؟

ایں تمناہم ز بے عقلیِ اوست　　کہ نہ بیند کاں حماقت را چہ خوست
یہ تمنا بھی اس کی بے عقلی سے ہے　　کیونکہ وہ نہیں دیکھتا کہ حماقت کی خصلت کیا ہے؟

آں ندامت از نتیجۂ رنج بود　　نے ز عقلِ روشن چوں گنج بود
وہ ندامت تکلیف کا نتیجہ تھی　　نہ کہ روشن عقل کی وجہ سے جو خزانہ ہوتی ہے

چونکہ[3] شد رنج آں ندامت شد عدم　　می نیرزد خاکِ آں توبہ و ندم
جب تکلیف ختم ہوئی، وہ ندامت ختم ہو گئی　　وہ توبہ اور ندامت خاک کے برابر بھی نہیں ہے

آں ندم از ظلمتِ غم بست بار　　پس کَلَامُ اللَّیْلِ یَمْحُوْهُ النَّهَار
اس ندامت نے غم کی تاریکی کی وجہ سے بوجھ اٹھایا ہے　　تو رات کی بات کو دن مٹا دیتا ہے

چوں برفت آں ظلمت و غم گشت خوش　　ہم رَود از دل نتیجہ و زادہ اش
جب وہ تاریکی ختم ہوئی اور غم خوشی بن گیا　　دل سے اس کا نتیجہ اور پیداوار بھی چلی جاتی ہے

می کند او توبہ و پیرِ خرد　　بانگ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا می زند
وہ توبہ کرتا ہے اور بوڑھی عقل　　پکارتی ہے "اگر وہ لوٹائے گئے تو پھر وہی کریں گے"

در بیانِ آنکہ وہم قلبِ عقل ست و ستیزۂ اوست

اس کا بیان کہ وہم عقل کا کھوٹا سکہ اور اس کا مخالف ہے

---

1. نسیاں۔ یعنی عہد کے بارے میں بھول۔ از کمی۔ پروانہ میں عقل کی کمی ہے جس کی وجہ سے شمع کی آگ کی سوزش اس کو یاد نہیں آتی۔ حسیس۔ ہلکی آواز۔ آز۔ پروانہ کی حرص اور بھول اس کو جلا دیتی ہے۔ ضبط۔ یعنی عہد کی حفاظت اور اس کو سمجھنا اور یاد رکھنا یہ عقل کے کام ہیں عقل ہی نے یہ صفتیں پیدا کی ہیں۔
2. گوہر۔ یعنی عقل۔ تابش۔ یعنی عقل کے آثار۔ مذکر۔ انسان کی عقل اس کو اس کا عہد یاد دلاتی ہے۔ ایاب۔ رجوع یعنی عہد کی طرف رجوع۔ ایں تمنا۔ یعنی دوبارہ زندہ ہو کر نیکی کرنے کی تمنا۔ کہ نہ بیند۔ اس کی بے عقلی یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت کے آثار کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ آں ندامت۔ عذاب کے وقت ندامت عذاب کا نتیجہ ہے۔
3. چونکہ۔ جبکہ وہ ندامت عذاب کا نتیجہ ہے تو جب عذاب ختم ہو جائے گا ندامت بھی ختم ہو جائے گی اسی لیے اس توبہ اور ندامت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ آں ندم۔ وہ ندامت غم کی تاریکی میں پیدا ہوتی ہے دات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے تو جب تاریکی ختم ہو جائے گی ندامت بھی باقی نہ رہے گی۔ یَمْحُوْهُ۔ یعنی ندامت۔ پیر خرد۔ تجربہ کار عقل۔ در بیان۔ وہم اور عقل میں بہت فرق ہے۔

Marfat.com

و با اُو ماندو او نیست

اور اس کے مشابہ ہے اور وہ نہیں ہے

عقل[1] ضدِ شہوت ست اے پہلواں — آنکہ شہوت می تند عقلش مخواں

اے بہادر! عقل، شہوت کی ضد ہے — جو شہوت کا چکر کاٹے، اس کو عقل نہ کہہ

وہم خوانش آنکہ شہوت را گداست — وہم قلب و نقدِ زر عقلہاست

اس کو وہم کہہ جو شہوت کا بھکاری ہے — وہم کھوٹا ہے اور عقلیں خالص سونا ہیں

بے محک پیدا نگردد وہم و عقل — ہر دو را سوئے محک کن زود نقل

وہم اور عقل میں بغیر کسوٹی کے امتیاز نہیں ہوتا ہے — دونوں کو بہت جلد کسوٹی کی طرف منتقل کر

ایں محک قرآن و حالِ انبیا — چوں محک مر قلب را گوید بیا

یہ کسوٹی قرآن اور انبیا کی سیرت ہے — کیونکہ کسوٹی کھوٹے کو کہتی ہے، آ جا

تا بہ بینی[2] خویش را ز آسیبِ من — کہ نہ اہلِ فراز و شیبِ من

تاکہ میری ضرب سے تو اپنے آپ کو دیکھ لے — کہ تو میرے نشیب و فراز کا اہل نہیں ہے

عقل را گر ارّہ سازد دونیم — ہمچو زر باشد در آتش او بسیم

اگر آرہ عقل کے دو ٹکڑے کر دے — وہ سونے کی طرح آگ میں مسکرانے والی ہو گی

مجاوِباتِ موسیٰ علیہ السلام کہ صاحبِ عقل بود با فرعون کہ صاحبِ وہم بود

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کہ جو عقل مند تھے، فرعون کے ساتھ سوال و جواب جو وہمی تھا

وہم مر فرعونِ عالم سوز را — عقل مر موسیٰ علیہ السلام جاں افروز را

عالم سوز، فرعون کے لیے، وہم ہے — جان کو منور کرنے والے موسیٰ علیہ السلام کے لیے عقل ہے

رفت[3] موسیٰ بر طریقِ نیستی — گفت فرعونش بگو تو کیستی

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام فنا (کے مقام) کے طریقہ پر روانہ ہوئے — فرعون نے ان سے کہا، بتا تو کون ہے؟

گفت من عقلم رسولِ ذو الجلال — حجۃ اللہ ام امانم از ضلال

انہوں نے کہا میں عقل ہوں، ذوالجلال کا رسول ہوں — میں اللہ کی حجت ہوں، گمراہی سے امن (دلانے والا ہوں)

گفت نے خامش رہا کن ہائے و ہوی — نسبت و نامِ قدیمت را بگوی

اس نے کہا چپ، ہائے و ہو کو ختم کر — اپنا پہلا نام اور نسب بتا

---

[1] عقل۔ شہوتِ نفسانی عقل کی ضد ہے عقل اس کی طرف مائل نہیں ہو سکتی۔ وہم۔ جو نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو وہ وہم ہے۔ وہم بھی سکہ ہے لیکن کھوٹا اور عقل بھی سکہ ہے لیکن کھرا ہے۔ بے محک۔ عقل اور وہم کے مقتضیات کو قرآن اور سیرت کی کسوٹی پر پرکھنے سے دونوں میں امتیاز ہو جائے گا۔

[2] تا بہ بینی۔ قرآن اور سیرت واضح کر دیتے ہیں کہ وہم کے مقتضیات ان کے مطابق نہیں ہیں۔ عقل۔ عقل کا جس قدر بھی تجربہ کیا جائے گا اس کا خالص ہونا واضح ہوگا۔ بسیم۔ مسکرانے والا۔ فرعون۔ فرعون وہمی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب عقل تھے۔

[3] رفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس پہنچے اور اس وقت وہ مقامِ فنا میں تھے۔ گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں عقل مجسم ہوں، خدا رسول اور اللہ کی دلیل، لوگوں کو گمراہی سے بچانے والا ہوں۔ گفت نے۔ فرعون نے کہا یہ باتیں میں سننا نہیں چاہتا تو اپنا قدیم نام اور نسب بتا۔

Marfat.com

گفت[1] کہ نسبت مرا از خاکدانش — نام اصلم کمترین بندگانش
فرمایا میری نسبت اس کے خاکدان سے ہے — میرا اصلی نام "اس کا کمترین بندہ" ہے
بندہ زادہ آں خداوندِ وحید — زادہ از پشتِ جواریِ و عبید
اس خدائے واحد کا غلام زادہ ہوں — لونڈیوں اور غلاموں کی پشت سے پیدا ہوا ہوں
نسبت اصلم ز خاک و آب و گل — آب و گل را داد یزداں جان و دل
میری اصل کی نسبت خاک اور پانی اور مٹی سے ہے — پانی اور مٹی کو خدا نے جان و دل عطا فرما دیا ہے
مرجعِ ایں جسم خاکم ہم بخاک — مرجعِ تو ہم بخاک اے سہمناک
میرے اس خاکی جسم کا مرجع خاک ہے — اے ظالم! تیرا مرجع بھی خاک ہے
اصلِ ما[2] و اصل جملہ سرکشاں — ہست از خاکے و آنرا صد نشاں
ہماری اصل اور سب متکبروں کی اصل — خاک سے ہے اور اس کی سو نشانیاں ہیں
نے مدد از خاک می گیرد تنت — از غذایِ خاک فربہ گردنت
کیا تیرا جسم خاک سے مدد حاصل نہیں کرتا ہے؟ — خاکی غذا سے تیری گردن موٹی ہے
چوں رود جاں می شود او باز خاک — اندراں گورِ مخوّف سہمناک
جب روح نکل جائے گی وہ پھر خاک ہو جائے گا — خوفناک، ڈراؤنی قبر میں
ہم تو وہم ما وہم اشباہِ تو — خاک گردند و نماند جاہِ تو
تو بھی اور ہم بھی اور تجھ جیسے بھی — خاک ہو جائیں گے اور تیرا رتبہ نہ رہے گا
گفت[3] غیرِ ایں نسب نامیت ہست — مر تُرا آں نام خود اولیٰ ترست
اُس نے کہا اس نسب کے علاوہ تیرا ایک اور نام ہے — وہ نام تیرے لیے زیادہ بہتر ہے
بندۂ فرعون و بندۂ بندگانش — کہ ازو پرورد اوّل جسم و جانش
فرعون کا غلام اور اس کے غلاموں کا غلام — جس سے شروع میں اس کے جسم و جان نے پرورش پائی
بندۂ باغی و طاغی و ظلوم — زیں وطن بگریختہ از فعلِ شوم
تو ظالم اور سرکش، باغی غلام ہے — بُرے کام کی وجہ سے تو اس وطن سے بھاگا ہے
خونی و غداری و حق ناشناس — ہمبریں اوصاف خود می کن قیاس
تو خونی ہے اور غدار ہے اور حق کو نہ پہچاننے والا ہے — اسی پر اپنے اوصاف کو قیاس کر لے

---

[1] گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میرا نسب تو یہ ہے کہ میں خاکزادہ ہوں اور میرا نام اللہ کا کمترین غلام ہے اور میں اللہ کے غلاموں اور لونڈیوں کی پشت وطن سے پیدا ہوا ہوں۔ نسبت۔ میں آدم کی اولاد ہوں۔ آدم کو خدا نے آب و گل سے پیدا فرمایا پھر اس کو جان و دل عطا فرما دیا۔ مرجع۔ میرا خاکی جسم پھر خاک بن جائے گا اور تجھ ظالم کے جسم کو بھی خاک میں ملنا ہوگا۔

[2] اصل ما۔ تمام انسانوں کی اصل آب و گل ہے اور اس کی سو علامتیں ہیں۔ نے مدد۔ پہلی نشانی یہ ہے کہ انسان زمین کی پیداوار سے خوراک حاصل کرتا ہے اور اسی سے پرورش پاتا ہے۔ چوں۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ سب کو مر کر خاک میں مل جانا ہے اور تجھے بھی خاک میں مل جانا ہے اور یہ تیرا اقبال فانی ہے۔

[3] گفت۔ فرعون نے غصہ سے کہا کہ تیرا ایک اور نام ہے اور وہ زیادہ مناسب ہے اور وہ یہ ہے۔ "فرعون کا غلام"۔ "فرعون کے غلاموں کا غلام"۔ کہ ازو۔ یعنی اس غلام کی جان اور جسم کو فرعون نے ہی پرورش کیا ہے۔ بندہ۔ تو غلام ہے لیکن باغی اور سرکش غلام ہے اور تو وہی ہے جو ایک جرم کر کے مصر سے بھاگا تھا۔ فعل شوم۔ یعنی ایک قبطی کا قتل۔ ہم بریں۔ یعنی اسی طرح کے اپنے اور اوصاف سمجھ لے۔

Marfat.com

در غریبی[1] خوار و درویش و خلق
تو پردیس میں ذلیل اور محتاج اور شکستہ حال رہا
کہ ندانستی سپاسِ ما و حق
کیونکہ تو حق اور ہماری شکر گزاری کو نہ سمجھا

گفت حاشا کہ بود با آں ملیک
انہوں نے فرمایا خدا بچائے کہ اس مالک کے ساتھ ہو
در خداوندی کسے دیگر شریک
کوئی دوسرا شریک خدائی میں

واحد اندر ملک و او را یار نے
وہ سلطنت میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں ہے
بندگانش را جز او سالار نے
اس کے بندوں کا اس کے علاوہ کوئی سردار نہیں ہے

نیست خلقش را دگر کس مالکے
اس کی مخلوق کا کوئی دوسرا شخص مالک نہیں ہے
شرکتش دعویٰ کند جز ہالکے
اس کی شرکت کا (کون) دعویٰ کرے سوائے برباد ہونے والے کے

نقش او کردہ است و نقاشِ من اوست
اس نے صورت بنائی ہے اور میرا صورت گر وہی ہے
غیر اگر دعویٰ کند او ظلم جوست
غیر اگر دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے

تو نتانی ابروئے من ساختن
تو میری ابرو (بھی) نہیں بنا سکتا
چوں توانی جانِ من بشناختن
تو میری جان کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

بلکہ[2] آں غدار و آں طاغی توئی
بلکہ تو وہ غدار اور سرکش ہے
کہ کنی باحق تو دعویٔ دوئی
جو خدا کے ساتھ دوئی کا دعویٰ کرتا ہے

گر بکشتم من عوانے را بسہو
اگر میں نے ایک ظالم کو بھولے سے مار ڈالا
نے برائے نفس کشتم نے بلہو
تو نفس کے لیے نہیں مارا نہ کھیل سے

من زدم مشتے و ناگہ اوفتاد
میں نے ایک مکا مارا اچانک گر پڑا
آنکہ جانش خود نہ بد جانے بداد
جس میں خود جان نہ تھی اس نے جان دے دی

من سگے کشتم تو مرسل[3] زادگاں
میں نے ایک کتے کو مارا، تو نے رسول کی اولاد کے
صد ہزاراں طفل بے جرم و زیاں
لاکھوں، بے خطا اور بے قصور بچے

کشتۂ و خونِ شاں در گردنت
قتل کیے ہیں اور ان کا خون تیری گردن پر ہے
تاچہ آید بر تو زیں خوں خوردنت
دیکھ تیری خون آشامی کا کیا وبال تجھ پر آئے گا؟

کشتۂ ذرّیتِ یعقوبؑ را
تو نے (حضرت) یعقوبؑ کی اولاد کو قتل کیا ہے
بر امیدِ قتل من مطلوب را
میرے قتل کی امید پر جو (تیرا) مقصود تھا

---

1. درغریبی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا چونکہ تو نے میرے حقوق ادا نہ کیے اس لیے پردیس میں مارا مارا پھرا۔ گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ واحد۔ وہ خدائے واحد جس کو کسی مددگار کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ اپنے بندوں کا تنہا خدا ہے۔

2. شرکتش۔ جو اس کی شرکت کا دعویٰ کرے گا وہ تباہ ہوگا۔ نقش۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہی میرا صورت گر ہے اگر کوئی دوسرا دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے۔ تو نتانی۔ تو میرا خدا کیسے ہو سکتا ہے تو میری ایک ابرو بھی نہیں بنا سکتا ہے چہ جائیکہ پورا وجود۔ بلکہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا غدار میں نہیں ہوں تو خدا کا غدار ہے۔ گر بکشتم۔ مجھ سے قبطی کا قتل بلا ارادہ ہوا تھا۔ خود نہ بد۔ وہ کافر تھا اس کی جان جان ہی نہ تھی۔

3. مرسل۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام۔ کشتہ۔ یعنی تو نے ہزاروں بے قصور اولادِ یعقوب کو قتل کیا اس کی سزا میں تو طرح طرح کے عذاب بھگتے گا۔ کشتہ۔ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر رہا تھا اور اس کا مقصد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا تھا۔

Marfat.com

کوری[1] تو حق مرا خود برگزید — سرنگوں شد آنچہ نفست می پزید
تیرے اندھے پن کے لیے خدا نے مجھے چن لیا — تیرا نفس جو (خیال) پکا رہا تھا وہ اوندھا ہو گیا

گفت ایں ہا را بہل بے ہیچ شک — ایں بود حقِ من و نان و نمک
اس (فرعون) نے کہا ان (باتوں) کو چھوڑ، بلا شک — میرا اور نان و نمک کا یہی حق تھا

کہ مرا پیشِ حشر خواری کنی — روزِ روشن بر دلم تاری کنی
کہ تو مجمع کے سامنے میری توہین کرے — اور روشن دن کو میرے دل پر تاریک کر دے

گفت[2] خواریِ قیامت صعب تر — گر نداری پاسِ من در خیر و شر
(موسیٰ نے) فرمایا کہ قیامت کی ذلت بہت سخت ہے — اگر تو اچھائی اور برائی میں میرا لحاظ نہ کرے گا

زخمِ کیکے را نمی تانی کشید — زہرِ مارے را تو چوں خواہی چشید
جب تو ایک مچھر کا زخم برداشت نہیں کر سکتا — سانپ کے زہر کو کیسے چکھے گا؟

ظاہراً کارِ تو ویراں می کنم — لیک خارے را گلستاں می کنم
میں بظاہر تیرا کام تباہ کر رہا ہوں — لیکن میں کانٹے کو گلستان بنا رہا ہوں

بیان آنکہ عمارت در ویرانی است و جمعیت در پریشانی و درستی در شکستگی و مراد در بے مرادی و وجود در عدم و علیٰ ھٰذا بقیۃ الاضداد و الازواج

اس کا بیان کہ تعمیر تخریب میں اور دل جمعی پریشانی میں اور درستی شکستگی میں اور مراد بے مرادی میں اور وجود عدم میں ہے اسی پر بقیہ ضدوں اور جوڑوں کو قیاس کر

آں یکے[3] آمد زمیں را می شگافت — ابلہے فریاد کرد و بر نتافت
ایک شخص آیا، زمین کھودنے لگا — ایک احمق نے شور کیا اور برداشت نہ کر سکا

کایں زمیں را از چہ ویراں می کنی — می شگافی و پریشاں می کنی
کہ تو اس زمین کو کیوں ویران کرتا ہے؟ — کھود رہا ہے اور بکھیر رہا ہے

گفت اے ابلہ برو بر من مراں — تو عمارت از خرابی باز داں
اس نے کہا، اے احمق! جا مجھ پر (حکم) نہ چلا — (پہلے) تعمیر اور تخریب کے فرق کو سمجھ لے

---

[1] کوری تو۔ خدا نے تیری مرضی کے برخلاف مجھے اپنی رسالت کے لیے منتخب کر لیا۔ سرنگوں۔ یعنی تو میرے قتل پر قادر نہ ہوا۔ گفت۔ فرعون کہنے لگا کہ ان باتوں کو چھوڑ، کیا میرے حقوق کا یہی تقاضا ہے کہ تو مجھے بر سر مجمع ذلیل کرتا ہے۔

[2] گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر تو خیر و شر میں میرا اتباع نہ کرے گا تو قیامت میں ذلیل ہوگا اور وہ ذلت اس دنیا کی ذلت سے بہت سخت ہے۔ زخم کیکے۔ یہاں تو ایک مچھر کے کاٹنے کو برداشت نہیں کر سکتا تو قیامت میں سانپوں کا زہر کیسے پیے گا۔ ظاہرا جس کو تو بربادی سمجھتا ہے اس میں ہی میری آبادانی ہے۔ بیان۔ اب مولانا چند ایسی مثالیں دیتے ہیں جن میں بظاہر ویرانی ہے لیکن دراصل وہی تعمیر ہے۔

[3] آں یکے۔ ایک شخص نے زمین کو کھودنا شروع کیا۔ کایں۔ اس بیوقوف نے زمین میں ہل چلانے والے سے کہا تو زمین کو کیوں ویران کر رہا ہے اور اس کی مٹی کو متفرق کر رہا ہے۔ تو عمارت۔ تو تعمیر اور تخریب میں فرق نہیں کر سکتا ہے۔ کے شود۔ چمن اور کھیت جب ہی تیار ہوتا ہے جب پہلے زمین کو ویران کر دیا جائے۔

Marfat.com

کے شود[1] گلزار و گندم زار ایں — تانگردد زشت و ویراں ایں زمیں

یہ چمن اور گیہوں کا کھیت کب بن سکتی ہے؟ جب تک یہ زمین بد نما اور ویران نہ ہو

کے شود بستان و کشت و برگ و بر — تانگردد نظم او زیر و زبر

باغ اور کھیتی اور پتے اور پھل کیونکر ہوں جب تک اس کی ترتیب زیر و زبر نہ ہو

تانہ بشگافی بہ نشتر ریش چغز — کے شود نیکو و کے گردید نغز

جب تک تو نشتر سے بند زخم کو نہ چیرے وہ اچھا اور شفایاب کب ہو سکتا ہے؟

تا نسوزد خلطہایت از دوا — کے رود سودش کجا یابد شفا

جب تک دوا سے تیری رطوبتیں نہ جلیں اس کو فائدہ کب ہو سکتا ہے اور شفایاب کب ہو سکتا ہے

پارہ پارہ کردہ درزی جامہ را — کس زند آں درزیِ علامہ را

درزی نے کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اس ماہر درزی کو کون مارتا ہے؟

کہ چرا ایں اطلسِ برگزیدہ را — بر دریدی چہ کنم بدریدہ را

کہ اس منتخب اطلس کو کیوں تو نے پھاڑا، میں پھٹے ہوئے کا کیا کروں؟

ہر بنائے[2] کہنہ کا باداں کنند — نے کہ اول کہنہ را ویراں کنند

جس پرانی بنیاد کو آباد کرتے ہیں کیا پہلے پرانے کو ویران نہیں کرتے ہیں؟

ہمچنیں نجار و حداد و قصاب — ہست شاں پیش از عمارتہا خراب

اسی طرح بڑھئی اور لوہار اور قصائی تعمیرات سے پہلے ان کی تخریب ہے

آں ہلیلہ واں بلیلہ کوفتن — زاں تلف[3] کردند معموریِ تن

ہڑ اور بہیڑے کا کوٹنا اس بربادی سے (لوگوں نے) جسم کی تعمیر کی ہے

تا نکوبی گندم اندر آسیا — کے شود آراستہ زاں خوانِ ما

جب تک تو گیہوں کو چکی میں نہ پیسے گا اس سے ہمارا دستر خوان کب آراستہ ہو گا

جواب دادنِ موسیٰ علیہ السلام فرعون را در تہدیدِ او

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو جواب دینا اس کی دھمکی کے بارے میں

ایں تقاضا کرد آں نان و نمک — کہ ز شستت وارہانم اے سمک

اس نان و نمک نے یہ چاہا کہ اے مچھلی! تجھے میں کانٹے سے بچا دوں

گر پذیری پند موسیٰ وارہی — از چنیں شست بدِ نامنتہی

اگر تو موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرے گا تو نجات پا جائے گا ایسے بُرے ختم نہ ہونے والے کانٹے سے

---

[1] کے شود۔ زمین کو جب تک الٹا پلٹا نہ جائے نہ اس میں کھیتی پیدا ہوتی ہے نہ اس میں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ چغز۔ وہ پھوڑا جس کا منہ نہ بنا ہو۔ پارہ۔ درزی قیمتی کپڑے کو تراش کر ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو کوئی درزی کو برا نہیں کہتا ہے۔

[2] ہر بنائے۔ جب پرانی بنیادوں پر نئی تعمیر کی جاتی ہے تو ان بنیادوں کو اکھاڑ دیا جاتا ہے۔ ہم چنیں۔ جتنے کاریگر ہیں ان کا یہی عمل ہے کہ تعمیر سے قبل وہ تخریب کرتے ہیں۔ ہلیلہ۔ ہڑ۔ بلیلہ۔ بہیڑہ۔

[3] تلف۔ یعنی ان کو کوٹ کر دوا بناتے ہیں جس سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ تا نکوبی۔ گیہوں کو چکی میں پیس کر لذیذ غذائیں بنائی جاتی ہیں۔ ایں تقاضا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تیرے حقوق کا یہی تقاضا ہے کہ میں تجھے ہلاکت سے نجات دلا دوں۔ گر پذیری۔ اگر تو میری نصیحت قبول کر لے تو ابدی ہلاکت سے نجات پا جائے گا۔

Marfat.com

بسکہ خود را کردۂ بندۂ ہوا — کرمکے[1] را کردۂ ہا تو اژدہا

تو نے اپنے آپ کو خواہش کا ایسا غلام بنا لیا ہے — (کہ) تو نے کیڑے کو اژدہا بنا لیا ہے

اژدہا را اژدہا، آوردہ ام — تا باصلاح آورم من دمبدم

میں اژدہے کے لیے اژدہا لایا ہوں — تاکہ میں اصلاح کے لیے ہر وقت کام میں لاؤں

تادمِ آں از دم ایں بشکند — مارِ من آں اژدہا را بَر کند

تاکہ اس کی پھنکار کو اس کی پھنکار دبا دے — میرا سانپ اس اژدہے کو برباد کر دے

گر رضا دادی رہیدی از دو مار — ورنہ از جانت بر آرد آں دَمار

اگر تو راضی ہو گیا، تو دونوں سانپوں سے بچ گیا — ورنہ وہ تیری جان کو ہلاک کر دے گا

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السلام راوَ تہدیدِ او

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور اس کی دھمکی

گفت الحق سخت اُستا جادوئی — کہ در افگندی بمکر اینجا دوئی

اس نے کہا یقیناً تو جادو کا بڑا استاد ہے — کہ تو نے مکر سے یہاں اختلاف پیدا کر دیا

خلق یک دل را تو کردی دو گروہ — جادوئی رخنہ کند در سنگ و کوہ

تو نے ایک دل، مخلوق کو دو گروہ کر دیا — تیری جادوگری پتھر اور پہاڑ میں شگاف ڈالتی ہے

نفی[2] کردنِ موسیٰ علیہ السلام جادوئی و سحر را از خود

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بارے میں سحر اور جادوگری سے انکار کرنا

گفت ہستم غرقِ پیغامِ خدا — جادوئی کہ دید بانامِ خدا

انہوں نے فرمایا میں خدا کے پیغام میں مستغرق ہوں — خدا کے نام کے ساتھ جادوگری کس نے دیکھی ہے؟

غفلت و کفرست مایۂ جادوئی — مشعلہ دینست جانِ موسوی

جادوگری کا مدار (اللہ سے) غفلت اور کفر پر ہے — موسیٰ علیہ السلام کی جان دین کی مشعل ہے

من بجادویاں چہ مانم اے وقیح — کز دم پُر رشک می گردد مسیح[3]

اے بے شرم! میں جادوگروں سے کیسے مشابہ ہوں؟ — کہ میرے دم سے مسیح پُر رشک بنتے ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے جنب — کہ ز جانم نور می گیرد کتب

اے ناپاک! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ — میری جان سے کتابیں نور حاصل کرتی ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے خبیث — کز خدا نازل شود بر من حدیث

اے خبیث! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ — کیونکہ خدا کی جانب سے مجھ پر کلام نازل ہوتا ہے

---

1. کرمکے۔ یعنی تیرا نفس جو ایک معمولی کیڑا تھا تو نے اس کو اژدہا بنا کر اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔ اژدہا۔ تیرا نفس اژدہا ہے اس کے مقابلہ کے لیے میں عصا کا اژدہا لایا ہوں۔ تادم۔ اس کی پھنکاروں کو میرے اژدہا کی پھنکاریں دبا دیں گی۔ دو مار۔ یعنی نفس کا سانپ اور عصا کا سانپ۔ دمار۔ ہلاکت۔ گفت۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تو مکمل جادوگر ہے تو نے اپنے مکر اور جادو سے میری قوم میں اختلاف پیدا کر دیا جادو کا اثر پہاڑ اور پتھر کے بھی ٹکڑے کر دیتا ہے۔
2. نفی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگر نہ ہونے کے دلائل بیان فرمائے۔ گفت۔ جادوگر اپنے عمل میں خدا کے نام کا سہارا نہیں لیتا ہے وہ جادو میں شیطان کا نام استعمال کرتا ہے۔
3. مسیح۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ اپنے فن کا کامل شخص مراد ہے۔ کتب۔ یعنی آسمانی کتابوں میں میرا ذکر ہے۔ کز خدا۔ میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے جادوگر کو وحی سے کیا واسطہ۔

Marfat.com

چوں تو[1] با پرّ ہوا بر میپری — لا جرم بر من گماں آں میبری
تو چونکہ ہوس کے پروں سے اڑتا ہے — لا محالہ مجھ پر بھی وہی گمان کرتا ہے

ہر کرا افعالِ دام و دد بود — بر کریمانش گمانِ بد بود
جس کے چرندوں اور درندوں کے کام ہوں — اس کا بھلوں کے بارے میں بُرا گمان ہوتا ہے

چوں تو جزوِ عالمی پس اے مہیں — کل را بر وصف خود بینی غوی
چونکہ تو دنیا کا جزو ہے، اس لیے اے ذلیل! — تو مجموعہ کو اپنی صفت کے مطابق گمراہ سمجھتا ہے

گر تو بر گردی و بر گردد سرت — خانہ را گردندہ بیند منظرت
اگر تو چکر کاٹے اور تیرا سر چکرائے — تیری آنکھ، گھر کو گھومنے والا دیکھے گی

ور تو در کشتی رَوی بر یم رواں — ساحلِ یم را ہمی بینی دواں
اگر چلتے دریا پر تو کشتی میں چلے — دریا کے کنارے کو دوڑتا ہوا دیکھے گا

گر تو باشی تنگدل از ملحمہ — تنگ بینی جملہ دنیا را ہمہ
اگر تو جنگ سے تنگدل ہے — تو پوری دنیا کی فضا کو تنگ سمجھے گا

ور تو خوش[2] باشی بکامِ دوستاں — ایں جہاں بنمایدت چوں گلستاں
اگر تو دوستوں کے مقصد کے مطابق خوش ہے — یہ دنیا تجھے چمن جیسی نظر آئے گی

اے بسا کس رفتہ تا شام و عراق — او ندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق
بہت سے انسان شام اور عراق گئے — انہوں نے کفر اور نفاق کے سوا کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ تا ہند و ہرے — او ندیدہ جز مگر بیع و شرے
بہت سے لوگ ہندوستان اور ہرات تک گئے — انہوں نے سوائے خرید و فروخت کے کچھ نہ دیکھا

وَے بسا کس رفتہ ترکستان و چیں — او ندیدہ ہیچ جز مکر و کمیں
بہت سے لوگ چین اور ترکستان گئے — انہوں نے مکر اور گھات کی جگہ کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

طالب[3] ہر چیز اے یارِ رشید — جز ہماں چیزے کہ میجوید ندید
اے بھلے دوست ہر چیز کے طلبگار نے — اسی چیز کو دیکھا جس کو وہ تلاش کرتا ہے

چوں ندارد مدرکے جز رنگ و بو — جملہ اقلیمہا را گو بجو
جبکہ اسکا محسوس سوائے رنگ و بو کے کچھ نہیں ہے — کہہ دے کہ سارے ممالک ڈھونڈ لے

گاو در بغداد آمد ناگہاں — بگذرد او زیں سراں تا آں سراں
بیل اچانک بغداد میں آ گیا — اس جانب سے اس جانب گذر گیا

---

[1] چوں تو۔ تو خود جیسا ہے ویسا ہی مجھے سمجھ رہا ہے۔ ہر کرا۔ انسان جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے۔ چوں تو۔ تو دنیا دار ہے اس لیے دوسروں کو بھی ایسا سمجھتا ہے۔ گر تو۔ مولانا چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ انسان اپنی حالت پر دوسروں کو قیاس کرتا ہے جس کا سر چکرا رہا ہو وہ ہر گھر کو گھومتا ہوا سمجھتا ہے۔ ور تو۔ کشتی میں بیٹھا ہوا انسان سمجھتا ہے کہ ساحل بھی چل رہا ہے۔ گر تو۔ اگر انسان تنگدل ہوتا ہے تو دنیا کو تنگ سمجھتا ہے۔ ملحمہ۔ جنگ۔

[2] ور تو خوش۔ اگر انسان خوش ہے تو اس کو تمام دنیا پُر مسرت معلوم ہوگی۔ شام و عراق۔ جو اسلام کے مرکز ہیں منافق کو وہاں بھی کفر و نفاق ہی نظر آئے گا۔ ہرے۔ ملک ہرات۔

[3] طالب۔ انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے وہی اس کو نظر آتی ہے۔ مدرک۔ معلوم، جو چیز محسوس ہو۔ بجو۔ یعنی جو شخص باطنی بصیرت سے خالی اور ظاہر بین ہے اس کو تمام عالم میں صرف ظاہر نظر آئے گا۔ گاو۔ بیل اگر بغداد میں پہنچے تو اس کو خربوزے کے چھلکوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا۔

Marfat.com

از ہمہ عیش و خوشیہا و مزہ
تمام عیش اور خوشیوں اور مزے میں

او نہ بیند جز کہ قشر خر پزہ
وہ سوائے خربوزے کے چھلکے کے نہیں دیکھتا ہے

کہ بود[1] افتادہ در راہ یا حشیش
جو راستہ میں پڑا ہو یا گھاس

لائقِ سیرانِ گاوی یا خریش
جو گائے کی رفتار اور اس کی حماقت کے لائق ہے

خشک بر میخ طبیعت چوں قدید
وہ طبیعت کی میخ پر گوشت کے ٹکڑے کی طرح خشک ہے

بستۂ اسباب وجانش لا یزید
وہ اسباب سے وابستہ ہے اس کی جان میں اضافہ نہیں ہوا ہے

واں فضای[2] خرقِ اسباب و علل
اسباب اور علتوں اور کی شکست کی فضا

ہست ارض اللہ اے صدرِ اجل
اے صدر اعظم اللہ کی زمین ہے

ہر زماں مُبدَل شود چوں نقش جاں
جبکہ روح کا نقش ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے

نو بنو بیند جہانے در عیاں
تو وہ مشاہدہ میں ایک تازہ بتازہ جہان دیکھتا ہے

گر بود فردوس و انہارِ بہشت
خواہ فردوس اور جنت کی نہریں ہوں

چوں فسردہ یک صفت شد گشت زشت
جب ٹھٹھر کر ایک صفت بن جائیں تو بری ہیں

اے ز غفلت[3] از مسبب بے خبر
اے وہ کہ غفلت کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے بے خبر ہے

بندۂ اسباب گشتی ہمچو خر
تو گدھے کی طرح اسباب کا بندہ بن گیا ہے

لا جرم اعمٰی دل و سر گشتۂ
لا محالہ تو دل کا اندھا اور دیوانہ ہو گیا ہے

مضطرب احوال و مضطر گشتۂ
پریشان حال اور مجبور ہو گیا ہے

چشم بکشا و مسبب را نگر
آنکھ کھول اور سبب پیدا کرنے والے کو دیکھ

تا شوی فارغ ز اسبابِ ضَرَر
تاکہ تو نقصان کے اسباب سے نجات پا جائے

بیان آنکہ ہر حس مدرک را از آدمی نیز مدرکاتے دیگرست

اس کا بیان کہ انسان کی ہر ادراک کرنے والی حس کے معلومات دوسرے میں جن

کہ از مدرکاتِ آں حس دیگر بیخبرست چنانکہ ہر پیشہ ور استادِ
کی دوسری حس کو خبر نہیں ہے جیسا کہ ہر عجمی پیشہ ور استاد دوسرے استاد کے کام

اعجمی از کارِ اوستادِ دیگرے بے خبرست و بے خبری او ازانکہ
سے بے خبر ہے اور اس کی بے خبری اس لیے ہے کہ یہ اس کا کام نہیں ہے

---

[1] کہ بود۔ بیل کو وہ چھلکا یا گھاس نظر آئے گی جو راستہ میں پڑی ہوگی۔ لائق۔ ظاہر بیں انسان کی سیر بھی اسی گائے کی سی سیر ہے جو صرف ظاہر کو دیکھتا ہے۔ خشک۔ اسباب ظاہری کا پابند انسان صرف اپنی طبیعت پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے مزاج کی مثال اس گوشت کے پارچہ کی سی ہے جس کو کھونٹی پر لٹکا دیا ہو جس میں اب اضافہ ممکن نہیں ہے بلکہ روز مرہ گھٹ رہا ہے۔

[2] واں فضای۔ اسباب وعلل سے گذر کر جب انسان اس مقام تک پہنچتا ہے جہاں مسبب الاسباب کی قدرت کا عمل جاری ہے تو اس کو ایک وسیع میدان ملتا ہے۔ ہر زماں۔ اس مقام پر پہنچ کر تجدد امثال کے طریقہ پر اس کو نئے عالم نظر آتے ہیں۔ گر بود۔ مشہور ہے "افسردہ دل، افسردہ کند انجمنے را"۔

[3] اے ز غفلت۔ انسان کی غفلت ہے کہ وہ اسباب کی طرف نظر رکھتا ہے مسبب الاسباب سے غافل ہے۔ بیان۔ انسان کے ہر حس کے مدرکات جداگانہ ہیں ایک حس دوسرے حس کے مدرکات سے بے خبر ہے۔

Marfat.com

وظیفۂ او نیست، دلیل نبود کہ آں مدرکات نیست

اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ مدرکات نہیں ہیں

چنبرۂ[1] دیدِ جہاں ادراکِ تست
دُنیا کو دیکھنے کا دائرہ تیرا ادراک ہے
پردۂ پاکاں حس ناپاکِ تست
تیری ناپاک حس، پاک لوگوں کا پردہ ہے

مدتے حس را بشوز آبِ عیاں
مشاہدہ کے پانی سے حس کو ایک مدت تک دھوتا رہ
اینچنیں داں جامہ شوی صوفیاں
صوفیوں کی جامہ شوی اسی طرح کی سمجھ

چوں شدی تو پاک پردہ بر کند
جب تو پاک ہو جائے گا پردہ اٹھ جائے گا
جانِ پاکاں خویش را بر تو زند
پاک لوگوں کی جان اپنے آپ کو تجھ پر نمایاں کر دے گی

جملہ عالم گر بود نور و صور
تمام عالم اگر نور اور صورتیں ہو گا
چشم را باشد ازاں خوبی خبر
آنکھ کو اس خوبی کی خبر ہو جائے گی

چشم بستی گوش می آری بہ پیش
(اگر) تو آنکھ بند کر لے، کان کو سامنے لائے
تا نمانی زلف و رخسارہ بتیش
تاکہ تو اس کو کسی بت کی زلف اور رخسارہ دکھائے

گوش گوید من بصورت نگروم
کان کہے گا میں صورت پر مائل نہیں ہوتا ہوں
صورت ار بانگے[2] زند من بشنوم
صورت اگر پکارے میں سنوں گا

گوش گوید من بصورت ننگرم
کان کہے گا میں صورت کو نہیں دیکھتا ہوں
حسِّ چشم ست آں ز دیدن قاصرم
وہ آنکھ کی حس ہے، میں دیکھنے سے قاصر ہوں

عالم من لیک اندر فنِ خویش
میں عالم ہوں، لیکن اپنے فن میں
فنِ من جز حرف و صوتے نیست بیش
میرا فن، حرف اور آواز سے زیادہ نہیں ہے

ہیں بیا بینی ببیں ایں خواب را
خبردار! ناک تو آ اس حسین کو دیکھ
نیست بینی درخور ایں مطلوب را
ناک (بھی) اس مقصد کے لائق نہیں ہے

گر بود مشک و گلابے بو برم
اگر مشک اور گلاب ہو میں سونگھ لوں گی
فنِ من اینست و علم و مجرم
میرا فن اور علم اور تجربہ یہ ہے

کے بہ بینم[3] من رُخِ آں سیم ساق
میں اس چاندی کی سی پنڈلی والے کا چہرہ کب دیکھ سکتی ہوں؟
ہیں مکن تکلیف ما لیس یطاق
خبردار! جس چیز کی طاقت نہ ہو اس کی تکلیف نہ دے

باز حسِ کژ نہ بیند غیر کژ
پھر ٹیڑھی حس سوائے ٹیڑھے کے نہ دیکھے گی
خواہ کژ غو پیشِ او یا راست غو
خواہ تو اس کے سامنے ٹیڑھا چلے یا سیدھا چلے

چشمِ اَحول از یکے دیدن یقیں
بھینگے کی آنکھ ایک دیکھنے سے یقیناً (قاصر ہے)
ناظرِ شرک است نہ توحید بیں
وہ شرک کو دیکھنے والی ہے، نہ کہ توحید کو

---

1. چنبرہ۔ انسان اپنی عینک سے بزرگوں کو دیکھتا ہے اس کی عینک پردہ اور حجاب ہے۔ مدتے۔ صوفیا کی طرح حواس کو مشاہدہ کے ذریعہ پاک وصاف کرنا چاہیے۔ چوں شدی۔ جب تیرے حواس پاک ہو جائیں گے بزرگوں کی حقیقت کو سمجھ لے گا۔ چشم بستی۔ دیکھنا آنکھ کا کام ہے کان کا کام نہیں ہے۔
2. بانگے۔ سننا کان کا کام ہے۔ عالم۔ کان سننے کا ماہر ہے۔ بینی۔ ناک کا کام دیکھنا نہیں ہے سونگھنا ہے۔
3. کے بہ بینم۔ ناک محبوب کا منہ نہیں دیکھ سکتی ہے۔ باز حس۔ اگر حس ٹیڑھی ہے تو وہ صحیح کام نہیں کرے گی۔ چشم احول۔ بھینگے کی آنکھ ایک چیز کو دو کر کے دکھاتی ہے۔

Marfat.com

تو کہ[1] فرعونی ہمہ مکری و زرق ‌‌ مر مرا از خود نمیدانی تو فرق
تو جو فرعون ہے، مجسم مکر اور فریب ہے ‌‌ تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں سمجھتا ہے

منگر از خود در من اے کژباز تو ‌‌ تا یکے تو را نہ بینی تو دو تو
اے ٹیڑھے کام والے! مجھے اپنی ذات سے نہ دیکھ ‌‌ تاکہ تو ایک کو دو نہ دیکھے

بنگر اندر من زمن یک ساعتے ‌‌ تاورائے کون بینی ساحتے
تھوڑی دیر کے لیے مجھے میری ذات سے دیکھ ‌‌ تاکہ تو دنیا سے آگے ایک میدان دیکھے

وارہی از تنگی و از ننگ و نام ‌‌ عشق اندر عشق بینی والسلام
تو تنگی اور ننگ و نام سے نجات پا جائے گا ‌‌ عشق میں عشق دیکھے گا والسلام

پس بدانی چونکہ رستی از بدن ‌‌ گوش و بینی چشم می تاند شدن
جب تو جسم سے نجات پا جائے گا تو جان لے گا ‌‌ کہ کان اور ناک، آنکھ بن سکتے ہیں

راست گفتست آں شہِ شیریں زباں[2] ‌‌ چشم گردد مو بموئے عارفاں
اس شیریں زبان شاہ نے سچ فرمایا ہے ‌‌ عارفوں کا بال بال، آنکھ بن جاتا ہے

جسم را چشمے نبود اوّل یقیں ‌‌ در رحم بود او جنینِ گوشتیں
یقیناً شروع میں جسم میں آنکھ نہ تھی ‌‌ وہ رحم (مادر) میں گوشت کا لوتھڑا تھا

علتِ دیدن مداں پیہ اے پسر ‌‌ ورنہ خواب اندر ندیدے کس صور
اے بیٹا! آنکھ کی چربی کو دیکھنے کا سبب نہ سمجھ ‌‌ ورنہ خواب میں کوئی شخص صورتیں نہ دیکھتا

آں پری و دیو می بیند شبیہ ‌‌ نیست اندر دیدگانِ ہر دو پیہ
پری اور دیو صورت دیکھتے ہیں ‌‌ دونوں کی آنکھوں میں چربی نہیں ہے

نور[3] را باپیہ خود نسبت نبود ‌‌ نسبتش بخشید خلاقِ ودود
روشنی کو چربی سے کوئی نسبت نہ تھی ‌‌ خلاقِ ودود نے اس کو نسبت عطا کی ہے

آدم ست از خاک کے ماند بخاک ‌‌ جنی است از نار بے پیچ اشتراک
آدم خاک سے (بنے) ہیں، خاک سے مشابہ کہاں ہیں؟ ‌‌ بغیر مناسبت کے جن آگ سے (پیدا ہوئے) ہیں

نیست خود مانند آتش آں پری ‌‌ گرچہ اصلش اوست چوں می بنگری
پری آگ کے مشابہ نہیں ہے ‌‌ اگرچہ اس کی اصل وہ ہے جب تو غور کرے گا

---

[1] تو کہ۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا چونکہ تو مجسم مکر اور فریب ہے لہٰذا تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں کرسکتا۔ منگر۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ تو بھینگا ہے مجھے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ۔ بنگر۔ مجھے میری آنکھ سے دیکھ پھر تجھے عالم غیب کا مشاہدہ ہوگا۔ عشق۔ میرے عشق میں تجھے خدا کا عشق نظر آئے گا۔ پس۔ جب تو جسم کی مادیت سے پاک ہوجائے گا تو تجھے معلوم ہوجائے گا کہ کان اور ناک بھی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔

[2] شیریں زباں۔ یعنی حضرت بایزید بسطامیؒ۔ جسم۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے دوسرے حواس آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ علت۔ محض آنکھ کی چربی کو دیکھنے کی علت نہ سمجھنا چاہیے۔ ورنہ۔ خواب میں انسان دیکھتا ہے اور اس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ پری۔ پری اور جن دیکھتے ہیں ان کی آنکھوں میں یہ چربی نہیں ہے۔

[3] نور۔ آنکھ کی روشنی اور چربی میں کوئی مناسبت نہیں ہے خدا نے اس میں یہ طاقت رکھی ہے تو اس کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی اور چیز میں دیکھنے کی طاقت رکھ دے۔ آدم۔ انسان خاکی اور جن ناری ہے لیکن اب ان میں اور ان کی اصل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔

Marfat.com

مُرغ[1] از بادست کے مانَد بباد | نامناسب را خدا نسبت بداد

پرند، ہوا سے (پیدا ہوا) ہے وہ کب ہوا سے مشابہ ہے | غیر مناسب کو خدا نے نسبت عطا کر دی ہے

نسبتِ ایں فرعہا با اصلہا | ہست بیچوں ار چہ دادش وصلہا

ان فروع کی اصول سے نسبت | بے نظیر ہے، اگرچہ (خدا نے) جوڑ ملا دیے ہیں

آدمی چوں زادۂ خاک و ہباست | ایں پسر را با پدر نسبت کجاست

آدمی خاک اور ذرّوں سے پیدا ہوا ہے | اس بیٹے کو باپ سے کہاں مناسبت ہے؟

نسبتے گر ہست مخفی از خرد | ہست بیچون و خرد کے پے برد

اگر کوئی مناسبت ہے تو عقل سے مخفی ہے | وہ بے کیفیت ہے اور عقل اس کو کب پا سکتی ہے؟

باد را بے چشم اگر بینش نداد | فرق چوں میکرد اندر قومِ عاد

اگر اُس نے ہوا کو بغیر آنکھ کے بینائی عطا نہیں کی ہے | تو اس نے قوم عاد میں فرق کیسے کیا؟

چوں ہمی دانست مومن از عدو | چوں ہمی دانست مے را از کدو

اس نے مومن کو دشمن سے کیسے ممتاز کر لیا؟ | اس نے شراب اور کدو میں فرق کیسے کر لیا؟

آتشِ[2] نمرود را گر چشم نیست | با خلیلش چوں تجشم کردنی ست

نمرود کی آگ میں اگر آنکھ نہیں ہے | اس کے خلیل کے ساتھ اس کو کیوں تکلف ہوا؟

گر نبودے نیل را آں نورِ دید | از چہ قبطی را ز سبطی میگزید

اگر دریائے نیل میں دیکھنے کی روشنی نہ ہوتی | تو قبطی کو سبطی سے کیسے منتخب کرتی؟

گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شد | پس چرا داوٗد را او یار شد

اگر پہاڑ اور پتھر دیکھنے والے نہ تھے | تو وہ (حضرت) داؤد علیہ السلام کے دوست کیوں بنے؟

ایں زمیں[3] را گر نبودے چشمِ جاں | از چہ قاروں را فروخورد آنچناں

اگر اس زمین کے جان کی آنکھ نہ ہوتی | تو قارون کو اس طرح کس وجہ سے نگل گئی؟

گر نبودے چشمِ دل حنانہ را | چوں بدیدے ہجرِ آں فرزانہ را

اگر (اسطوانہ) حنانہ کے دل کی آنکھ نہ ہوتی | تو ان عقل مند کے ہجر کو کیسے دیکھ لیتی؟

سنگریزہ گر نبودے دیدہ وَر | چوں گواہی دادے اندر مشت دَر

اگر پتھر کے ٹکڑے بینا نہ ہوتے | تو مٹھی میں گواہی کیسے دیتے؟

---

1. مرغ۔ پہلے مولانا نے فرمایا تھا کہ پرندوں کی پیدائش مذکر کی ہوا سے ہوتی ہے۔ ہست۔ ان اصول اور فروع میں وہ نسبت ہے جس کی کیفیت ناقابل بیان ہے۔ باد۔ جس طرح اللہ کی قدرت نے آنکھ کی چربی میں دیکھنے کی قوت عنایت فرمائی دوسری چیزوں کو بھی یہ قوت عنایت کر دیتا ہے۔ قوم عاد پر جو ہوا مسلط ہوئی تھی وہ دیکھ دیکھ کر دشمنوں کو ہلاک کر رہی تھی۔
2. آتش۔ نمرود کی آگ کو بصارت حاصل تھی اسی لیے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلا رہی تھی۔ تجشم۔ تکلیف اٹھانا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت کی تکلیف اٹھا رہی تھی۔ نیل۔ دریائے نیل کو بھی بصارت حاصل تھی اسی لیے اس نے قبطیوں کو ڈبویا اور اسرائیلیوں کو نہ ڈبویا۔ داؤد۔ پہاڑ میں بصارت تھی تب ہی تو پتھر حضرت داؤد علیہ السلام کو پہچان گئے تھے اور ان سے خواہش کی تھی کہ طالوت کو ہلاک کرنے کے لیے ہمیں ساتھ لے چلو۔
3. زمین۔ زمین کو بصارت حاصل تھی اسی لیے اس نے قارون کو نگل لیا۔ حنانہ۔ اسطوانہ حنانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق پر رویا اس کی وجہ اس کی بینائی تھی۔ سنگریزہ۔ اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس میں کنکریوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی تھی۔

Marfat.com

اے خرد بر کش تو پَر و بالہا — سورہ بر خواں زُلْزِلَتْ[1] زِلْزَالَهَا

اے عقل تو بال و پَر کھول لے — سورۂ زلزلت زلزالہا پڑھ

در قیامت ایں زمیں بَر نیک و بد — کے ز نادیدہ گواہیہا دہد

نیک اور بد پر یہ زمین قیامت میں — بغیر دیکھے گواہی کب دے گی؟

کہ تُحَدِّثُ حَالَهَا وَ اَخْبَارَهَا — تُظْهِرُ الْاَرْضُ لَنَا اَسْرَارَهَا

کیونکہ وہ اپنی حالت اور خبریں بتائے گی — زمین ہمارے لیے اپنے راز ظاہر کرے گی

ایں فرستادن مَرا پیشِ تو میر — ہست برہانے کہ بد مُرسل خبیر

تجھ حاکم کے سامنے مجھے بھیجنا — اس کی دلیل ہے کہ بھیجنے والا با خبر ہے

کہ چنیں دارُو چناں ناسور را — ہست درخور از پے تیسور را

کیونکہ ایسے زخم کے لیے ایسی ہی دوا — سہولت کے لیے مناسب ہے

واقعاتے[2] دیدہ بودی پیش ازیں — کہ خدا خواہد مرا کردن گزیں

تو نے اس سے پہلے واقعات دیکھ لیے ہیں — کہ خدا مجھے برگزیدہ بنائے گا

من عصا و نور بگرفتہ بدست — شاخِ گستاخِ ترا خواہم شکست

میں لاٹھی اور نور کو ہاتھ میں لے کر — تیرے گستاخ سینگ کو توڑ ڈالوں گا

واقعاتے سہمگیں از بہرِ ایں — گونہ گونہ می نمودت رَبِّ دیں

اسی لیے خوفناک واقعات — دین کے رب نے طرح طرح کے تجھے دکھائے

درخورِ سِرِّ بد و طغیانِ تو — تا بدانی کوست در خوردانِ تو

تیرے بُرے عقیدے اور سرکشی کے مناسب — تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ تیرے مناسب ہیں

تا بدانی کو حکیم ست و خبیر — مصلحِ امراضِ درماں نا پذیر

تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ دانا اور باخبر ہے — ناقابل علاج مرضوں کا مصلح ہے

تو بتاویلات[3] می گشتی ازاں — کور و کر کایں ہست از خوابِ گراں

تو تاویلوں کے ذریعہ ان سے بنتا تھا — اندھا اور بہرا، کہ یہ گہری نیند کی وجہ سے ہیں

واں طبیب و آں منجم در لمع — دید تعبیرش بپوشید از طمع

اور اس طبیب اور نجومی نے روشنی میں — اس کی تعبیر دیکھ لی (اور) لالچ کی وجہ سے چھپالی

گفت دور از دولت و از شاہیت — کہ در آید غصہ در آگاہیت

اس نے کہا کہ تیری حکومت اور شاہی سے دور — کہ کوئی ناگواری تیرے علم میں آئے

---

[1] زلزلت۔ سورۂ زلزال میں اس کا بیان ہے کہ قیامت میں زمین سب راز ظاہر کردے گی۔ ایں فرستادن۔ تجھ جیسے ظالم حاکم کے مقابلہ کے لیے خدا کا مجھے بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے علم میں یہ بات ہے کہ تیرے مرض کا علاج میں ہی ہوں۔

[2] واقعاتے۔ تو نے کئی بار خواب میں دیکھ لیا تھا کہ خدا نے تیرے مقابلہ کے لیے مجھے منتخب کرلیا ہے۔ درخور۔ وہ خواب تیرے مناسب حال تھے اور مجھے یہ بتانے کے لیے تھے کہ اللہ تعالیٰ ناقابل علاج مرض کا بھی علاج فرما دیتا ہے۔

[3] تو بتاویلات۔ لیکن تو ان خوابوں کی غلط تاویلیں کر کے اندھا اور بہرا بنتا اور کہنے لگا کہ غفلت کی نیند میں ایسے خواب آیا کرتے ہیں۔ واں طبیب۔ اطبا اور نجومی ان خوابوں کا صحیح مطلب سمجھ رہے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ تو ان کی بات نہ مانے گا اور ان پر عتاب نازل کرے گا اس لیے وہ یہ کہہ دیتے تھے کہ مختلف غذائیں اور ہضم کی خرابی ان خوابوں کا سبب ہیں۔

از غذایِ مختلف یا اُز طعام
مختلف غذا یا کھانے کی وجہ سے
طبع شوریدہ ہمی بیند منام
پریشان طبیعت خواب دیکھتی ہے

زانکہ دید او کہ نصیحت جو نۂ
کیونکہ اس نے دیکھا کہ تو نصیحت کا جویاں نہیں ہے
تند و خونخواری و مسکیں خو نۂ
تو بد مزاج اور خونخوار ہے، مسکین طبیعت نہیں ہے

پادشاہاں[1] خوں کنند از مصلحت
بادشاہ کسی مصلحت سے خون کر دیتے ہیں
لیک رحمت شاں فزونست از عنت
لیکن ان کی محبت، غصہ سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے

شاہ را باید کہ باشد خویِ رَب
بادشاہ کو چاہیے کہ خدائی مزاج کا ہو
رحمتِ او سبق گیرد بر غضب
اس کی رحمت غصہ پر سبقت کرے

نے غضب غالب بوَد مانندِ دیو
نہ دیو کی طرح اس پر غصہ غالب ہو
بے ضرورت خوں کند از بہرِ ریو
(اور) مکر کے لیے بے ضرورت خون بہائے

نے حلیمیِ[2] مخنث وار نیز
ہیجڑے کی سی بردباری بھی نہ ہو
کہ شود زن رُوسپی زان و کنیز
کہ اس سے بیوی اور باندی بدکار ہو جاتی ہے

دیو خانہ کردہ بودی سینہ را
تو نے سینہ کو شیطان کا گھر بنا لیا تھا
قبلۂ سازیدہ بودی کینہ را
تو نے کینہ کو قبلہ بنا لیا تھا

شاخِ تیزت بس جگرہا را کہ خست
تیرے تیز سینگ نے بہت سے جگروں کو خستہ کیا ہے
نک عصایم شاخِ شوخت را شکست
اب میری لاٹھی نے تیرے شوخ سینگ کو توڑا ہے

حملہ آوردنِ ایں جہانیان و تاخت بردن براں جہانیاں
تا سنوردژ[3] کہ سرحدِ غیب ست و غفلتِ ایشاں از کمین کہ چوں
غازی بغزا نرود کافر تاخت آرد

اس دنیا والوں کا حملہ کرنا اور غارت گری کرنا اُس جہان والوں پر قلعہ کی سرحد تک
جو کہ غیب کی سرحد ہے اور اُن کا کمین گاہ سے غافل ہونا کیونکہ غازی جب
جہاد نہیں کرتا ہے، کافر حملہ کر دیتا ہے

حملہ بُردند اسپۂ جسمانیاں
جسم والوں کی فوج نے حملہ کیا
جانبِ قلعہ و دِژِ رُوحانیاں
رُوحانیوں کے قلعہ کی جانب

تا فروگیرند در بندانِ غیب
تاکہ غیب کے دروازوں پر قبضہ کر لیں
تا کسے ناید ازان سو پاک جیب
تا کہ کوئی پاک دل اس جانب سے نہ آئے

[1] پادشاہاں۔ بادشاہ کسی مصلحت کی بنیاد پر بھی قتل کراتے ہیں لیکن رعایا پر ان کی شفقت ان کے غصہ پر غالب رہتی ہے۔ شاہ۔ بادشاہ کو اخلاقِ الٰہی اختیار کرنے چاہییں۔ رحمت۔ خدا کا خلق یہ ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ دیو۔ شیطان کا غصہ اس کی شفقت پر غالب پر ہے۔

[2] نے حلیمی۔ بادشاہ میں بے موقع حلم بھی نہ ہونا چاہیے جس کی وجہ سے بیوی اور متعلقین بگڑ جائیں۔ رُوسپی۔ رنڈی، زانیہ۔ شاخ۔ لیکن تو ایسا ظالم بادشاہ ہے کہ بے قصور لوگوں کا خون کرتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے میری لاٹھی کے ذریعہ تیرے سینگ کو توڑا ہے۔ حملہ آوردن۔ قدرِ خداوندی کے خلاف فرعون کی تدابیر، اہل دنیا کا عالم غیب پر حملہ کرنا ہے۔

[3] سنوردژ۔ بضم اول و ثانی ترکی روی لغت ہے، وہ سرحد جو دو سلطنتوں اور دو بادشاہوں کے درمیان فاصل ہو۔ اسپہ۔ سپاہ۔ دژ۔ قلعہ۔ در بنداں۔ دروازے۔ پاک جیب۔ پاک دل۔

غازیان[1] حملہ غزا چوں کم برند — کافراں بر عکس حملہ آورند
غازی جب جہاد کا حملہ نہیں کرتے ہیں — تو کافر پلٹ کر حملہ کرتے ہیں

غازیانِ غیب چوں از حلمِ خویش — حملہ ناوردند بر تو زشت کیش
غیب کے غازیوں نے جب اپنی بُردباری کی وجہ سے — تجھ بد مذہب پر حملہ نہیں کیا

حملہ بُردی سوی در بندانِ غیب — تانیایند ایں طرف مَردانِ غیب
تو نے غیب کے دروازوں پر حملہ کیا — تاکہ غیب کے جواں مرد ادھر نہ آئیں

چنگ در حلب و رحمہا در زدی — تاکہ شارع را بگیری از بدی
تو نے پشتوں اور رحموں پر دست درازی کی — تاکہ شرارت سے راستہ روک دے

چوں بگیری شہرہے کہ ذوالجلال — بَر کشادست از برای انتسال
تو اس شاہراہ کو کیسے بند کر سکتا ہے جس کو خدا نے — نسل بڑھانے کے لیے کھولا ہے؟

سد شدی در بندہا را اے لجوج — کوری تو کرد سَرہنگے[2] خروج
اے جھگڑالو! تو دروازے کی بندش بنا — تیرے اندھے پن میں سے ایک سپاہی نکل آیا

تک منم سَرہنگ[2] و ہنگت بشکنم — تک بناش نام و حنکت بشکنم
جب میں سپاہی ہوں اور تیرے ارادہ کو شکست دوں گا — اب اس کے نام پر تیرے نام و ننگ کو شکست دوں گا

تو ہلا دَر بندہا را سخت بند — چند گاہے بر سبالِ خود بخند
خبردار! تو دروازوں کو سخت بند کر دے — تھوڑی دیر اپنی مونچھوں پر ہنس لے

سَبلَتت را بر کند یک یک قدر — تا بدانی کَالقَدَرْ یُعْمِی البَصَر
تقدیر، تیری مونچھ کو ایک ایک کر کے اکھاڑ دے گی — تاکہ تو جان لے کہ تقدیر آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے

سَبلتِ تو تیزتر یا آنِ عاد[3] — کہ ہمی لرزید از دم شاں بلاد
تیری مونچھ زیادہ نوکیلی ہے یا (قوم) عاد کی — جن کے دم سے شہر لرزاں تھے

تو ستیزہ رُو تری یا آں ثمود — کہ نیامد مثلِ ایشاں دَر وجود
تو زیادہ لڑاکو ہے یا ثمود — کہ ان جیسا پیدا نہ ہوا

صد ازیں ہا گر بگویم تو گری — بشنوی و ناشنودہ آوری
اگر اس قسم کی سیکڑوں باتیں کہوں گا تو بہرا ہے — تو سنی ہوئی (بات) کو ان سنی کر دے گا

توبہ کردم از سخن کانگیختم — بے سخن من داروئیت آمیختم
جو باتیں میں نے اٹھائیں ان سے توبہ کرتا ہوں — بغیر کہے میں تیری دوا گھولتا ہوں

---

[1] غازیاں۔ قدرت کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے تو کافروں کو جرأت ہو جاتی ہے۔ کیش۔ مذہب۔ چنگ۔ فرعون نے نسل کشی شروع کی تاکہ موسیٰ علیہ السلام کا ظہور نہ ہو سکے۔ شارع۔ راستہ۔ شہرہ۔ شاہراہ۔ انتسال۔ نسل بڑھانا۔ سد۔ بند۔ لجوج۔ جھگڑالو۔

[2] سرہنگ۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ ہنگت۔ قصد تو۔ سبال۔ سبلت کی جمع ہے، مونچھ۔

[3] عاد۔ قوم عاد کی طاقت سے سب قومیں ڈرتی تھیں۔ ثمود۔ بہت طاقتور قوم تھی۔ توبہ۔ اب میں نصیحت کو ختم کرتا ہوں وہ تیرے لیے مفید نہیں ہے۔

Marfat.com

کہ نہم بر ریشِ[1] خامت تا پزد — تا بسوزد ریش و ریشت تا ابد
تیرے زخم پر رکھوں تا کہ وہ پک جائے — تا کہ ہمیشہ کے لیے زخم اور تیری ڈاڑھی جل جائے

تا بدانی کو خبیرست اے عدو — می دہد ہر چیز را درخورِ او
اے دشمن! تا کہ تو جان لے کہ وہ جانکار ہے — ہر چیز کو اس کے مناسب حال عطا کرتا ہے

کے کژی کردی و کے کردی تو شر — کہ ندیدی لائقش در پے اثر
تو نے کب کجی برتی ہے اور تو نے کب شر پھیلایا ہے؟ — کہ اس کے مناسب اس کے بعد تو نے اثر نہ دیکھا ہو

کے فرستادی دمے بر آسماں — نیکیے کز پے نیامد مثلِ آں
تھوڑی دیر کے لیے تو نے آسمان پر کب بھیجی ہے؟ — نیکی، کہ اس کے بعد اس جیسی نہ آئی ہو

گر مُراقِب باشی و بیدار تو — ہر دمے بینی جزای کارِ تو
اگر تو نگران اور بیدار ہو جائے — ہر وقت اپنے کام کا بدلہ دیکھے

چوں مراقب باشی و گیری رَسن — حاجتت نایدِ قیامت آمدن
جب تو نگران ہو گا اور رسی کو پکڑ لے گا — تجھے قیامت کے آنے کی ضرورت نہ رہے گی

آنکہ[2] رمزے را بداند او صحیح — حاجتش ناید کہ گویندش صریح
جو اشارے کو صحیح سمجھ لے — اس سے صاف کہنے کی ضرورت نہیں ہے

ایں بلا از کودنی آید ترا — کہ نکردی فہمِ نکتہ و رَمز را
یہ مصیبت بیوقوفی سے تجھ پر آئی ہے — کیونکہ تو اشارے اور نکتہ کو نہ سمجھا

از بدی چوں دل سیاہ و تیرہ شد — فہم کن اینجا نشاید خیرہ شد
جب گناہ کی وجہ سے دل سیاہ اور کالا ہو گیا — سمجھ لے، اس جگہ بے باکی مناسب نہیں ہے

ورنہ خود تیرے شود آں تیرگی — در رَسد در تو جزای خیرگی
ورنہ وہ سیاہی خود تیر بن جائے گی — تجھے بے باکی کی سزا ملے گی

ور[3] نیاید تیرت از بخشایش ست — نے پئے نادیدنِ آلایش ست
اگر تجھے تیر نہ لگے، تو یہ بخشش ہے — نہ کہ گناہ کو نہ دیکھنے کی وجہ سے ہے

پس مراقب باش گر دل بایدت — کز پئے ہر فعل چیزے زایدت
اگر تجھے دل (کی سلامتی) چاہیے تو نگراں بن — اس لیے کہ ہر کام کے بعد تجھ میں کچھ پیدا ہوتا ہے

وَر ازیں افزوں تُرا ہمت بود — از مراقب کار بالاتر رَود
اگر تجھ میں اس سے زیادہ ہمت ہو — نگرانی کرنے والے سے کام بالا تر ہو جائے گا

---

1. ریش۔ زخم، ڈاڑھی۔ تابدانی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ اب میں تیرا علاج شروع کرتا ہوں تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ قدرت ہر فرعون کے لیے موسیٰ کو پیدا کر دیتی ہے۔ کے کژی۔ انسان کو نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔ مراقب۔ اگر انسان اپنا محاسبہ کرتا رہے تو پھر محاسبہ کے دن یعنی قیامت کی اس کے لیے ضرورت نہیں ہے۔
2. آنکہ۔ جو شخص دنیا میں اشاراتِ خداوندی کو سمجھ لے گا اس کے لیے قیامت کے صریح اقوال کی ضرورت نہ رہے گی۔ ایں بلا۔ چونکہ انسان اشارات کو نہیں سمجھتا لہٰذا مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ از بدی۔ بدی پر سرکشی ہلاکت کا سبب ہے۔
3. ور۔ اگر انسان کی برائی پر اس کی گرفت نہیں ہوئی ہے تو یہ اللہ کا کرم ہے یہ نہیں ہے کہ خدا کو اس کی برائی کا علم نہیں ہے۔ کز پئے۔ انسان کے ہر فعل کا اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ ہمت۔ اگر انسان اس مرتبہ سے بڑھنے کی کوشش کرے تو مراقب کے مرتبہ سے بڑھ سکتا ہے۔

Marfat.com

بیان[1] آنکہ تنِ خاکی آدمی زاد ہمچو آہنِ نیکو جوہر قابلِ آئینہ شدن ست تا در دنیا بہشت و دوزخ و قیامت و غیر ہا معائنہ بنماید نہ بطریق خیالِ بل بعَیاں

اس کا بیان کہ آدمی کا خاکی جسم اس لوہے کی طرح ہے جو عمدہ جوہر والا آئینہ بننے کے قابل ہے تا کہ دنیا میں بہشت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ کا معائنہ کر لے محض خیالی طریقہ پر نہیں، بلکہ مشاہدہ کے طریقہ پر

پس چو آہن گرچہ تیرہ ہیکلی[2] — صیقلی کن صیقلی کن صیقلی
پس اگرچہ تو لوہے کی طرح کالی شکل والا ہے — صیقل کر، صیقل کر، صیقل

تا دلت آئینہ گردد پُر صور — اندرو ہر سو مَلیحے سیم بر
تا کہ تیرا دل صورتوں بھرا آئینہ بن جائے — جس میں ہر جانب چاندی کے جسم کا حسین ہو

آہن ارچہ تیرہ و بے نور بود — صیقلی آں تیرگی از وَے زِ دود
لوہا اگرچہ کالا اور بے نور تھا — صیقل کرنے نے اس کی کالک صاف کر دی

صیقلی دید آہن و خوش کرد رُو — تا کہ صورتہا تواں دید اندرو
لوہے نے صیقل حاصل کی اور چہرہ حسین کر لیا — یہاں تک کہ اس میں صورتیں دیکھی جا سکتی ہیں

گر تنِ خاکی غلیظ و تیرہ است — صیقلش کن زانکہ صیقل گیرہ است
اگر خاکی جسم غلیظ اور کالا ہے — اس کو صیقل کر وہ صیقل کو قبول کرنے والا ہے

تا دَرو اشکالِ غیبی رُو دہد — عکس حورے و ملک در وَے جہد
تا کہ اس میں غیبی صورتیں نظر آئیں — حور اور فرشتے کا عکس اس میں جھلکے

صیقلِ عقلت بداں دادست حق — کہ بدو روشن شود دل را وَرق
تجھے اللہ (تعالیٰ) نے عقل کا صیقل اسی لیے دیا ہے — تا کہ اس کے ذریعہ دل کا ورق روشن ہو

صیقلی را بستۂ اے بے نیاز — واں ہوا[3] را کردۂ دو دست باز
اے لا پروا! تو نے صیقل کو بند کر دیا ہے — اور خواہش کے دونوں ہاتھ کھول دیے ہیں

گر ہوا را بند بنہادہ شود — صیقلے را دست بکشادہ شود
اگر خواہش پر بند باندھ دیا جائے — صیقل کے ہاتھ کھل جائیں گے

آہنے کائینۂ غیبی بدے — جملہ صورتہا درو مُرسل شدے
جو لوہا غیب کا آئینہ بن جائے — تمام صورتیں اس میں بھیج دی جاتی ہیں

---

1 بیان۔ یہ اونچا مرتبہ حاصل کرنے کی ترکیب بیان کی ہے۔ تا در۔ انسان دل کو مصفا کر لے تو اس پر آخرت منکشف ہو جاتی ہے۔ پس۔ جس طرح کالا لوہا صیقل کے ذریعہ صورتوں کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے انسان کا دل مجاہدات کے ذریعہ غیبی صورتوں کو قبول کرنے لگتا ہے۔

2 ہیکل۔ جسم۔ سیم بر۔ سیمیں بدن۔ صیقلی۔ لوہے نے صیقل سے حسن اختیار کر لیا۔ عکس۔ یعنی عالم غیب کی صورتیں۔

3 ہوا۔ انسان بجائے مجاہدوں کے خواہشات نفسانی کے درپے ہے۔ گر ہوا۔ اگر انسان خواہشات کو ترک کر دے تو اس کے دل کی صیقل ہو جائے۔

Marfat.com

تیرہ کردی[1] زنگ دادی در نہاد — ایں بود یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَاد
تو نے کالا کر لیا طبیعت پر زنگ چڑھا دیا — "وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں" کے یہی معنی ہیں

تا کنوں کردی چنیں اکنوں مکن — تیرہ کردی آب را افزوں مکن
تو نے اب تک ایسا کیا، اب نہ کر — تو نے پانی کو گدلا کر دیا، زیادہ نہ کر

بر مشوراں تا شود ایں آب صاف — و اندرو بیں ماہ و اختر در طواف
اس کو نہ ہلا تا کہ پانی صاف ہو جائے — اور اس میں تو چاند اور ستارے گھومتے دیکھے

زانکہ مَردم ہست ہمچوں آبجُو — چوں شود تیرہ نہ بینی قعرِ او
کیونکہ انسان جوہڑ کے پانی کی طرح ہے — جب وہ گدلا ہو جاتا ہے تو تہ نہیں دیکھتا ہے

قعرِ جو[2] پُر گوہرست و پُر زدُر — ہیں مکن تیرہ کہ ہست آں صاف و حر
نہر کی تہہ موتیوں اور گوہر بھری ہے — خبردار اس کو گدلا نہ کر وہ صاف اور پاک ہے

جانِ مَردم ہست مانندِ ہوا — چوں بگرد آمیخت شد پردہ سما
انسانوں کی جان ہوا کی طرح ہے — جب وہ گرد آلود ہو گئی، آسمان کا پردہ بن گئی

مانع آید او زدیدِ آفتاب — چونکہ گردش رفت شد صافی و ناب
وہ سورج کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے — جب اس کی گرد جاتی رہی وہ صاف اور خالص بن گئی

حاصل آنکہ کم مکن اے بے سرور — صیقلی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصُّدُوْر
اے ناخوش! خلاصہ یہ ہے کہ کم نہ کر — صیقل کو اور خدا سینوں کو زیادہ جانتا ہے

باز گفتن[3] موسیٰ علیہ السلام اسرارِ فرعون را واقعاتِ او بظہر الغیب تا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے راز اور واقعات کو غائبانہ بتا دینا تا کہ اللہ کے باخبر

بخبیریِ حق ایماں آورد و قصہَ آں زنگی کہ بر آئینہ رید

ہونے پر ایمان لے آئے اور اس حبشی کا قصہ جس نے آئینہ پر پاخانہ پھر دیا

با کمالِ تیرگیِ حق واقعات — می نمودت تا رَوی راہِ نجات
باوجود مکمل کالے پن کے اللہ (تعالیٰ) واقعات — تیرے لیے رونما کرتا ہے تا کہ تو نجات کا راستہ چلے

ز آہن تیرہ بقدرت می نمود — واقعاتے کہ در آخر خواست بود
قدرت کے ذریعہ کالے لوہے سے رونما کیے — وہ واقعات جو آخیر میں ہونے والے تھے

---

[1] تیرہ کردی۔ قرآن پاک میں ہے یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَاد وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ "وہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اور خدا فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" مولانا نے اس آیت میں فساد کے معنی قلب کی تیرگی کے کیے ہیں۔ تا کنوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو خطاب ہے کہ اب تک تو نے فساد پھیلایا اب ایسا نہ کر۔ بر مشوراں۔ مزاج میں جو گندگی پیدا ہو گئی ہے اس کو زائل کر اور اس میں آخرت کا مشاہدہ کر۔ چوں شود۔ جب پانی گدلا ہو جاتا ہے تو پانی کی تہ نظر نہیں آتی ہے۔

[2] قعرِ جو۔ انسان کی طبیعت میں جو جواہر چھپے ہوئے ہیں انسان طبیعت کو مصفا کرے تو وہ نظر آئیں گے۔ مانند ہوا۔ ہوا میں جب گرد شامل ہو جاتی ہے تو وہ سورج کے لیے پردہ بن جاتی ہے۔

[3] باز گفتن۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ڈھکے چھپے واقعات بیان فرمائے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے پر ایمان لے آئے۔ با کمال۔ فرمایا کہ اگرچہ تیرا دل تاریک ہے لیکن خدا نے عبرت کے لیے بہت سے واقعات تجھ پر رونما کیے جو ظہور پذیر ہونے والے تھے۔

Marfat.com

تا کنی[1] کم تر تو آں ظلم و بدی
تا کہ تو ظلم اور برائی نہ کرے
آں ہمی دیدی و بدتر می شدی
تو نے وہ دیکھے اور بدتر ہو گیا

نقشہائے زِشت خوابت می نمود
خواب تجھے بُری صورتیں دکھاتے تھے
می رمیدی زاں و آں نقشِ تو بود
تو ان سے نفرت کرتا تھا اور وہ تیری حالت تھے

ہمچو آں زنگی کہ در آئینہ دید
اس حبشی کی طرح جس نے آئینہ میں دیکھا
رُوی خود را زِشت و بَر آئینہ رِید
اپنا بدنما چہرہ اور آئینہ پر پاخانہ پھر دیا

کہ چہ زشتی لائق اینی و بس
کہ تو کیسا بدنما ہے؟ تو بس اسی کے لائق ہے
زِشتیم آنِ تو است اے کور خس
اے اندھے کمینے! میری بدنمائی تیری ملک ہے

ایں جفا بر روی زِشتت می کنی
یہ ظلم تو اپنے بدنما چہرے پر کر رہا ہے
نیست بر من زانکہ ہستم روشنی
مجھ پر نہیں ہے، کیونکہ میں تو روشن ہوں

گاہ[2] می دیدی لباست سوختہ
کبھی تو نے اپنا لباس جلا ہوا دیکھا
گہ دہانِ و چشم تو بردوختہ
کبھی اپنا منہ اور آنکھیں سلی ہوئی

گاہ حیواں قاصدِ خونت شدہ
کبھی جانور تیرے خون کے درپے ہوا
گہ سرِ خود را بدندانِ دَدہ
کبھی اپنے سر کو درندہ کے دانتوں میں (دیکھا)

گہ نگوں اندر میانِ آب ریز
کبھی بیت الخلاء میں اوندھا
گہ غریقِ سیلِ خوں آمیز تیز
کبھی خون ملے ہوئے تیز بہاؤ میں

گہ زبامے[3] اُوفتادہ گشتہ پست
کبھی بالا خانہ سے گرا ہوا دبا ہوا
گاہ در اِشکنجہ و بستہ دو دست
کبھی شکنجے میں دونوں ہاتھ بندھے ہوئے

گاہ دیدہ خویش در زنجیر و غل
کبھی اپنے آپ کو زنجیر اور طوق میں دیکھا
گاہ مغزت را زَدندے چوں دُہل
کبھی تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹتے تھے

گہ ندات آمد ازیں چرخِ نقی
کبھی اس صاف آسمان سے آواز آئی
کہ شقی و کہ شقی و کہ شقی
کہ تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے

---

[1] تاکنی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ یہ واقعات تجھے اس لیے دکھائے جا رہے تھے کہ تو ظلم وستم کرنا چھوڑ دے لیکن تو نے بجائے توبہ و استغفار کے مزید ظلم کرنے شروع کر دیے۔ نقشہائی۔ یہ بری صورتیں خود تیری تھیں لیکن تو ان کو اپنی نہ سمجھتا تھا۔ ہمچو۔ تیری مثال اس حبشی کی سی ہے جس نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی لیکن بجائے اس کے کہ اس کو اپنی صورت سمجھتا وہ آئینہ کی خرابی سمجھا اور اس پر پاخانہ پھیر دیا۔ کوچہ۔ اور آئینہ کو کہنے لگا کہ تو اس قدر بدصورت ہے کہ اسی حرکت کے قابل ہے جو میں نے تیرے ساتھ کی ہے۔ ایں جفا۔ اس حبشی کا یہ ظلم خود اپنی صورت پر تھا۔ آئینہ تو روشن ہے اس پر یہ ظلم نہ تھا۔

[2] گاہ۔ تجھے کبھی خواب میں اپنا لباس جلا ہوا نظر آتا تھا کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ کوئی درندہ تیرے خون کے درپے ہے۔ گہ نگوں۔ کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ پاخانہ میں اوندھا گرا ہے کبھی یہ دیکھتا تھا کہ خون ملے ہوئے پانی میں تو غرق ہے۔

[3] گہ زبامے۔ کبھی تو خواب میں دیکھتا تھا کہ بالا خانہ سے گرا ہے کبھی یہ دیکھتا تھا کہ شکنجہ میں کسا ہوا ہے اور تیرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں کبھی دیکھتا تھا کہ تو زنجیر اور طوق میں بندھا ہوا ہے کبھی تو دیکھتا تھا کہ تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹ رہے ہیں۔ گہ۔ کبھی غیب سے آواز آتی تھی کہ تو بدبخت ہے۔

Marfat.com

گہ ندات[1] آمد صریحاً از جبال — کہ برو ہستی ز اصحابِ شمال
کبھی تجھے پہاڑوں سے صاف آواز آئی — کہ جا، تو بائیں جانب والوں میں سے ہے

گہ ندا می آمدت از ہر جماد — تا ابد فرعون در دوزخ فتاد
کبھی تجھے ہر بے جان کی جانب سے آواز آئی — کہ فرعون ہمیشہ کے لیے دوزخ میں گر گیا۔

گہ خطاب آمد ترا از ہر نبات — گشت مطرودِ ابد فرعون و مات
کبھی تجھے ہر پودے سے آواز آئی تھی — کہ فرعون ہمیشہ کے لیے مردود ہو گیا اور مر گیا

زیں بترہا کہ نمیگویم ز شرم — تانگردد طبعِ معکوسِ تو گرم
اس سے بھی بدتر جو کہ میں شرم سے نہیں کہتا ہوں — تا کہ تیری اوندھی طبیعت غضب ناک نہ ہو

اندکے[2] گفتم بتو اے ناپذیر — ز اندکے دانی کہ ہستم من خبیر
اے نہ قبول کرنے والے! میں نے تھوڑی باتیں کہی ہیں — تھوڑی باتوں سے تو جان لے کہ میں باخبر ہوں

خویشتن را کور کردستی و مات — تا نیندیشی ز خواب و واقعات
تو نے اپنے آپ کو اندھا اور مُردہ بنا لیا — تا کہ خواب اور واقعات کو نہ سوچے

چند بگریزی نک آمد پیشِ تو — کوریِ ادراکِ مکر اندیش تو
تو کتنا گریز کرے گا اب تیرے آگے آ گئی — تیرے مکر کے منصوبے باندھنے والے ذہن کی بے بصیرتی

در بیانِ آنکہ درِ توبہ و استغفار بازست از کرمِ حق

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے توبہ اور معافی کا دروازہ کھلا ہوا ہے

ہیں مکن زیں پس فرا گیر احتراز — کہ زبخشایش درِ توبہ است باز
خبردار! اس کے بعد نہ کر، بچاؤ اختیار کر — کیونکہ بخشش سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

توبہ[3] را از جانبِ مغرب درے — باز باشد تا قیامت بر ورے
مغرب کی جانب سے توبہ کا دروازہ — کھلا ہوا ہے، مخلوق پر قیامت تک

تا زِ مغرب برزند سر آفتاب — باز باشد آں در از وے رُو متاب
جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے — وہ دروازہ کھلا ہوا ہے اس سے روگردانی نہ کر

ہست جنت رازِ رحمت ہشت در — یک درِ توبہ است زاں ہشت اے پسر
(خدا کی) رحمت سے جنت کے آٹھ دروازے ہیں — ان آٹھ میں سے اے بیٹا! ایک توبہ کا دروازہ ہے

---

1. گہ ندات۔ کبھی پہاڑوں سے آواز آتی تھی کہ تو جہنمی ہے۔ جماد۔ کبھی تو پتھروں سے دوزخی ہونے کی آواز سنتا تھا۔ ہر نبات۔ کبھی زمین کے پودے تیرے مردود ہونے کی خبر دیتے تھے۔ زیں بترہا۔ اس سے بھی زیادہ خراب باتیں تو نے سنی ہیں جو میں شرم سے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ کہیں تو اور غضب ناک نہ ہو جائے۔

2. اندکے۔ یہ میں نے تھوڑے سے تیرے واقعات تجھے بتائے ہیں تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ مجھے ساری باتیں معلوم ہیں۔ چند بگریزی۔ ان واقعات سے تو کہاں تک آنکھیں بند کرے گا۔ در بیان۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو اپنی بدکرداری سے توبہ کر سکتا ہے۔

3. توبہ۔ جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہ کرے گا توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ورے۔ مخلوق۔ ہشت۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک توبہ کا دروازہ ہے۔ اس دروازہ کے علاوہ دوسرے دروازے کسی وقت کھلے رہتے ہیں، کبھی بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔

Marfat.com

آں ہمہ گہ باز باشد گہ فراز
وہ سب کبھی کھلتے ہیں، کبھی بند ہوتے ہیں

واں درِ توبہ نباشد جز کہ باز
اور توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے

ہیں[1] غنیمت دار دَر بازست زُود
خبردار! غنیمت سمجھ دروازہ کھلا ہوا ہے، جلد

رَخت آنجا کش بکوریِّ حسود
سامان وہاں لے جا، حاسد کی آنکھ میں دھول جھونک کر

پیش ازاں کز قہر در بستہ شود
اس سے پہلے کہ قہر کی وجہ سے دروازہ بند ہو جائے

بعد ازاں زاریِّ تو کس نشنود
اس کے بعد تیری (آہ و) زاری کوئی نہ سنے گا

باز گرد از کفر و ایں در بازیاب
کفر سے پلٹ جا اور اس دروازہ کو حاصل کر لے

تانگردی از شقاوت ردِّ باب
تاکہ تو بدبختی سے، مردودِ بارگاہ نہ بنے

گفتنِ[2] موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را کہ از من یک پند قبول کن و

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کہنا کہ میری ایک نصیحت مان لے اور

چہار فضیلت عوضِ بستان و پرسیدنِ فرعون کہ آں چہار کدام است

بدلے میں چار فضیلتیں حاصل کر لے اور فرعون کا دریافت کرنا کہ وہ چار کیا ہیں؟

ہیں زمن بپذیر یک چیز و بیار
آگاہ! میری ایک بات مان لے اور بجا لا

پس زمن بستاں عوض آں را چہار
پھر مجھ سے اس کے بدلے میں چار لے لے

گفت اے موسیٰ کدام ست آں یکے
اس نے کہا اے موسیٰ! وہ ایک کیا ہے؟

شرح کن بامن ازاں یک اندکے
اس ایک کی میرے لیے تھوڑی سی تشریح کر دے

گفت آں یک کہ بگوئی آشکار
فرمایا وہ ایک یہ ہے، کہ تو علی الاعلان کہہ دے

کہ خدای نیست جز از کردگار
کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے

خالقِ افلاک و انجم بر عُلا
جو آسمانوں کو اور بلندی پر ستاروں کو پیدا کرنے والا ہے

مردم و دیو و پَری و مُرغ را
(اور) انسانوں اور دیو اور پری اور پرندوں کو

خالق[3] دریا و کوہ و دشت و تیہ
دریا اور پہاڑ اور جنگل اور میدان کا پیدا کرنے والا ہے

مُلکتِ او بے حد و او بے شبیہ
اس کی سلطنت لا محدود ہے، اور وہ بے مثال ہے

حافظِ ہر چیز و ہر کس ہر مکاں
وہ ہر چیز اور ہر شخص اور ہر جگہ کا نگہبان ہے

رازقِ ہر جانور اندر جہاں
دنیا میں ہر جاندار کو رزق دینے والا ہے

ہم نگہدارندۂ ارض و سما
زمین اور آسمان کا محافظ بھی ہے

ہم پدید آرندۂ گل از گیا
گھاس سے پھول پیدا کرنے والا بھی ہے

---

1. ہیں۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہت جلد اس کی طرف رجوع کر لینا چاہیے اس کے بند ہو جانے کے بعد آہ و زاری کام نہ آئے گی۔ باز گرد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فرعون اس دروازے کی طرف جلد رجوع کر لے۔

2. گفتن۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بات مان لے اور اس کے عوض میں چار فضیلتیں حاصل کر لے۔ گفت۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ اس ایک بات کی تشریح کر دیجیے۔ کہ بگوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ ایک بات یہ ہے کہ تو توحید کا قائل ہو جا۔

3. خالق۔ اسی کو آسمانوں، ستاروں، انسانوں اور تمام کائنات کا خالق مان لے۔ تیہ۔ میدان، جنگل۔ ملکت۔ مملکت۔ بے شبیہ۔ بے مثال۔ گیا۔ گھاس۔

مطلع[1] او بر ضمیر بندگاں — حاکم و جبار بر گردن کشاں
وہ بندوں کے دل کی بات سے با خبر ہے — وہ متکبروں پر حاکم اور زبردست ہے

اوست بر ہر بادشاہے بادشاہ — حکم او را یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ
وہی ۔ ہر بادشاہ کا بادشاہ ہے — اس کا حکم ہے اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

گفت اے موسیٰ کدام ست آنچہار — کہ عوض بدہی مرا بر گو بیار
اس نے کہا اور موسیٰ! وہ چار کیا ہیں؟ — کہ تو بدلے میں دے گا مجھے بتا، لا

تا بود کز لطفِ آں وعدہ حسن — ست گردد چار میخ کفرِ من
ہو سکتا ہے کہ اس اچھے وعدے کی خوبی سے — میرے کفر کی سزا سُست پڑ جائے

بو کہ زاں خوش وعد ہائے مغتنم — بر کشاید قفلِ کفرِ صد منم[2]
ہو سکتا ہے کہ اچھے مغتنم وعدوں کی وجہ سے — میرے کفر کا سیکڑوں من کا قفل کھل جائے

بو کہ از تاثیرِ جوئِ انگبیں — شہد گردد در تنم ایں زہر کیں
ہو سکتا ہے کہ شہد کی نہر کی تاثیر سے — یہ کینہ کا زہر میرے جسم میں شہد بن جائے

یا ز عکسِ جوئِ آں پاکیزہ شیر — پرورش یابد دمے عقلِ اسیر
یا اس پاکیزہ دودھ کی نہر کے عکس سے — تھوڑی دیر کے لیے قیدی عقل پرورش پا لے

یا بود کز عکسِ آں جو ہائے خمر — مست گردم بو بَرَم از ذوقِ اَمر
یا شاید شراب کی ان نہروں کے پرتو سے — میں مست ہو جاؤں، حکم خداوندی کا ذوق حاصل کر لوں

یا بود کز لطفِ آں جوہائے آب — تازگی یابد تنِ شورہ خراب
یا شاید ان پانی کی نہروں کی لطافت سے — برباد، بنجر جسم تازگی حاصل کر لے

شورہ[3] ام را سبزہ پیدا شود — خار زارم جَنَّۃُ الْمَاوٰی شود
میری شور زمین میں سبزہ پیدا ہو جائے — میرا کانٹوں کا کھیت جنت الماویٰ ہو جائے

بو کہ از عکسِ بہشت و چار جو — جاں شود از یاریِ حق یارجو
ہو سکتا ہے کہ بہشت اور چاروں نہروں کے پرتو سے — جان، اللہ کی مدد کی خواستگار بن جائے

آنچناں کز عکسِ دوزخ گشتہ ام — آتش و در قہرِ حق آغشتہ ام
جیسا کہ میں دوزخ کے عکس سے بن گیا ہوں — آگ، اور اللہ (تعالیٰ) کے قہر میں ڈوبا ہوا ہوں

کہ ز عکسِ نارِ دوزخ ہمچو مار — گشتہ ام بَر اہلِ جنت زہر بار
کہ دوزخ کی آگ کے عکس سے سانپ کی طرح — جنتیوں پر زہر برسانے والا بن گیا ہوں

---

1. مطلع۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل کے راز جانتا ہے۔ گردن کشاں۔ متکبر لوگ۔ گفت۔ فرعون نے کہا۔ بر گو۔ بتا۔ بیار۔ لا۔ چار میخ۔ سزا کا ایک طریقہ تھا جس میں مجرم کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے باندھ دیے جاتے تھے۔

2. کفرِ صد من۔ بھاری کفر۔ جوئِ انگبیں۔ جنت کی شہد کی نہر۔ شیر۔ جنت کی دودھ کی نہر۔ یا بود۔ جنت کی تیسری نہر جو شراب کی ہے۔ امر۔ یعنی امر خداوندی۔ آب۔ جنت کی چوتھی نہر جو پانی کی ہے۔

3. شورہ۔ یعنی شوریلی زمین۔ جنۃ الماویٰ۔ ایک جنت کا نام ہے۔ بو کہ۔ انسان کے اخلاقِ حمیدہ جنت کا عکس اور اخلاقِ ذمیمہ دوزخ کا عکس ہیں۔ چار جو۔ جنت کی چار نہریں۔ کز عکس۔ انسان کا ظلم و جور دوزخ کی آگ کا عکس ہے۔

Marfat.com

کہ ز عکسِ جوششِ آبِ حمیم[1]
کہ گرم پانی کے جوش کے عکس سے
آبِ ظلمم کرد خلقاں را رمیم
میرے ظلم کے پانی نے مخلوق کو بوسیدہ بنا دیا ہے

من ز عکسِ زمہریرم زمہریر
میں زمہریر کے عکس سے زمہریر ہوں
یا زِ عکسِ آں سعیرم چوں سعیر
یا دوزخ کے عکس سے دوزخ جیسا ہوں

دوزخِ درویشِ مظلوم کنوں
میں اب مظلوم فقیر کی دوزخ ہوں
وایِ آنکہ یابمش ناگہ زبوں
اس پر افسوس ہے جس کو میں کمزور پاؤں

موسیا باشد کہ بکشائیم در
اے موسیٰ! ہوسکتا ہے کہ تو مجھ پر دروازہ کھول دے
وز فضیلتہات گردم با خبر
اور تیری فضیلتوں سے میں با خبر ہو جاؤں

موسیا باشد کہ یابم مامنے
اے موسیٰ! ہوسکتا ہے کہ میں امن کی جگہ پا لوں
وارہم از کثرتِ ما و منے
میں تکبر اور خودی کی کثرت سے چھوٹ جاؤں

ہیں[2] بگو با من کدامست آں چہار
ہاں بتا مجھے وہ چار کیا ہیں؟
کہ عوض خواہیم دادن بر شمار
جو مجھے تو بدلے میں دے گا، شمار کر

شرح کردنِ موسیٰ علیہ السلام آں چار فضیلت راجہتِ پامردیِ ایمانِ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان چار فضیلتوں کی تشریح کرنا جو فرعون کے ایمان کا بدلہ ہوں گی

گفت موسیٰ کاولینِ آں چہار
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان چاروں میں سے پہلی یہ ہے
صحتے باشد تنت را پایدار
کہ تیرے جسم کو پائیدار صحت حاصل ہو گی

ایں عللہائے کہ در طب گفتہ اند
وہ بیماریاں جو طب میں مذکور ہیں
دور باشد از تنت اے ارجمند
اے با اقبال! تیرے جسم سے دور ہوں گی

ثانیاً[3] باشد ترا عمرِ دراز
دوسرے تیری عمر دراز ہو گی
کہ اجل دارد ز عمرت احتراز
کیونکہ موت تیری عمر سے احتراز کرے گی

ویں نباشد بعد عمرِ مستوی
ایک ہموار عمر کے بعد یہ نہ ہو گا
کہ بناکام از جہاں بیروں روی
کہ تو دنیا سے ناکام جائے

بلکہ خواہانِ اجل چوں طفلِ شیر
بلکہ موت کا خواہاں ہو کر جس طرح دودھ پیتا بچہ
نے ز رنجے کہ ترا دارد اسیر
نہ کہ کسی بیماری کی وجہ سے جس نے تجھے قیدی بنالیا ہو

مرگ جُو باشی ولے نز عجز و رنج
تو موت کا جویاں ہوگا لیکن عجز اور تکلیف کی وجہ سے نہیں
بلکہ بینی در خرابِ خانہ گنج
بلکہ تو گھر کی ویرانی میں خزانہ دیکھے گا

---

[1] آبِ حمیم۔ گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔ رمیم۔ پرانا، بوسیدہ۔ من زعکس۔ زمہریر دوزخ کا ایک طبقہ ہے جو انتہائی سرد ہے۔ وای۔ میں ہر کمزور پر ظلم کرتا ہوں۔ موسیا۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ شاید میں تیری فضیلتوں پر ایمان لے آؤں۔ مامن۔ امن کی جگہ۔ ما و منے۔ یعنی تکبر اور خودی۔

[2] ہیں۔ وہ چار چیزیں بتا دے جو توحید کا قائل ہونے پر مجھے حاصل ہوں گی۔ شرح کردن۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان چار باتوں کی تفصیل کی جو ایمان کے عوض میں فرعون کو حاصل ہوں گی۔ صحتے۔ یعنی اگرچہ تو اس وقت بھی صحت مند ہے لیکن ایمان لانے پر آئندہ صحت مند رہنے کا وعدہ ہے۔

[3] ثانیاً۔ دوسری بات جو تجھے حاصل ہوگی وہ عمر کی درازی ہے۔ ویں نباشد۔ بالآخر موت آئے گی لیکن ایسی حالت میں آئے کہ تو دنیا سے بامقصد جائے گا۔ بلکہ۔ تجھے پھر مرنے کی ایسی تمنا ہوگی جیسی کہ بچہ کو دودھ کی ہوتی ہے۔ مرگ۔ دنیا سے تنگ آکر مرنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ اس لیے ہوگی کہ تو یہ سمجھے گا کہ جب تک جسم ویران نہ ہوگا اس کے اندر مدفون خزانہ ہاتھ نہ آئے گا۔ خانہ۔ یعنی جسم۔

Marfat.com

پس بدستِ خویش گیری تیشۂ — می زنی بر خانہ بے اندیشۂ

تو اپنے ہاتھ میں مال لے گا — بے تامل گھر پر مارے گا

کہ حجاب[1] گنج بینی خانہ را — مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ را

کیونکہ تو گھر کو خزانہ کا پردہ سمجھے گا — اس ایک دانہ کو سو کھلیانوں کا مانع (سمجھے گا)

پس در آتش افگنی ایں دانہ را — پیش گیری تیشۂ مردانہ را

تو اس دانہ کو آگ میں پھینک دے گا — مردانہ کدال کو سامنے رکھے گا

برکنی ایں خانۂ تن بے دریغ — تابروں آید مہت از زیرِ میغ

بے تامل اس جسم کے گھر کو اکھاڑ دے گا — تاکہ تیرا چاند ابر کے نیچے سے نکل آئے

اے بیک برگے ز باغے ماندۂ — ہمچو کرمے برگش از رز راندۂ

اے وہ! جو ایک پتے کی وجہ سے باغ سے محروم رہ گیا ہے — اس کیڑے کی طرح جس کو ایک پتے نے انگور سے ہٹا دیا ہے

چوں کرم[2] ایں کرم را بیدار کرد — اژدہایِ جہل را ایں کرم خورد

جب اللہ کے کرم نے اس کیڑے کو بیدار کر دیا — اس کیڑے نے جہل کے اژدہے کو نگل لیا

کرم کرمے شد پُر از میوہ درخت — ایں چنیں تبدیل کرد او نیکبخت

کیڑا انگور کی بیل، میوہ بھرا درخت بن گیا — اس نیک بخت نے اس طرح تبدیلی کر لی

تفسیر کُنتُ کَنزًا مَخفِیًا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ لِاُعرَفَ

"میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ میں پہچانا جاؤں" کی تفسیر

خانہ بر کن کز عقیقِ ایں یمن[3] — صد ہزاراں خانہ شاید ساختن

گھر کھود ڈال یمن کے اس عقیق سے — لاکھوں گھر بنائے جا سکتے ہیں

گنج زیرِ خانہ است و چارہ نیست — از خرابی بیں میندیش و مایست

خزانہ گھر کے نیچے ہے اور کوئی تدبیر نہیں ہے — ویرانی کی فکر نہ کر اور نہ ٹھہر

کہ ہزاراں خانہ ازیک نقد گنج — می تواں کردن عمارت بے زرنج

ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر — تکلیف کے بغیر تعمیر کیے جا سکتے ہیں

عاقبت ایں خانہ خود ویراں شود — گنج از زیرش یقیں عریاں شود

انجام کار یہ گھر خود ویران ہو گا — خزانہ یقیناً اس کے نیچے سے ظاہر ہو گا

---

1. کہ حجاب۔ جسمانی زندگی کو خزانہ معرفت کے لیے تو پردہ سمجھے گا۔ تابروں۔ تو سمجھے گا کہ معرفت کا چاند اس جسم کے ابر میں پوشیدہ ہے۔ اے بیک۔ جو لوگ جسم پروری میں لگے ہیں ان کی مثال اس کیڑے کی سی ہے جو ایک پتے کو چمٹا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے وہ انگور کی لذتوں سے محروم ہے۔

2. چوں کرم۔ جب خدا کے کرم سے یہ کیڑا پیدا ہو جائے گا تو جہل اور نادانی کے اژدہے کو نگل جائے گا۔ تفسیر۔ مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدائی صفات حاصل کر لیتا ہے تو اس کے ذریعہ خدا کی صفات کی معرفت ہوتی ہے۔

3. عقیق ایں یمن۔ یمن سے مراد قلب اور روح ہے اور عقیق سے مراد حکمت ہے۔ مایست۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ جسم کو فنا کرنے سے نہ رک۔ کہ ہزاراں۔ خزانہ ہاتھ آ جائے تو اس ویران شدہ گھر جیسے سیکڑوں اس کے ذریعہ تعمیر کر لیے جائیں گے۔ عاقبت۔ بالآخر جسم کو فنا ہونا ہے لیکن مزدوری محنت سے ملتی ہے اگر اس کے فنا کرنے میں تیری محنت شامل نہیں ہے تو غیبی خزانے تیری مزدوری میں تجھے نہ ملیں گے۔

Marfat.com

لیک آں تو نباشد زانکہ روح
لیکن وہ تیری ملکیت نہ ہوگا کیونکہ روح (کے لیے)
مُزدِ ویراں کردنستش آں فتوح
وہ نذرانہ اس (جسم) کو ویران کرنے کی مزدوری ہے

چوں نکرد[1] آں کار مُزدش ہست لا
جب وہ کام نہ کیا، اس کی مزدوری معدوم ہے
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے کوشش کی

دست خائی بعد ازاں تو کاے دریغ
اس کے بعد تو ہاتھ کاٹے گا کہ ہائے افسوس
ایں چنیں ماہے بُد اندر زیرِ میغ
ابر کے نیچے ایسا عمدہ چاند تھا

من نکردم آنچہ گفتند از بہی
جو بھلائی کی بات انہوں نے کہی میں نے نہ کی
گنج رفت و خانہ و دستم تہی
خزانہ گیا اور گھر بھی، اور میرا ہاتھ خالی ہے

مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ بود
سیکڑوں کھلیانوں کے لیے ایک دانہ مانع تھا
حائلِ گنج و حجاب ایں خانہ بود
خزانہ میں حائل اور پردہ یہ گھر تھا

خانہ را اجرت گرفتی و کرے
تو نے گھر اجرت اور کرایہ پر لیا ہے
نیست ملک تو بہ بیعے یا شرے
خرید و فروخت کے ذریعہ تیری ملکیت نہیں ہے

ایں کرے[2] را مدتے او تا اجل
اس کرایہ کی مدت موت تک ہے
تا دریں مدت کنی در وے عمل
تاکہ تو اس مدت میں اس میں کام کرے

پارہ دوزی میکنی اندر دکاں
تو دکان میں چیتھڑے سی رہا ہے
زیرِ ایں دُکانِ تو مدفوں دوکاں
اس دوکان کے نیچے دوکانیں مدفون ہیں

ہست ایں دُکاں کرائی زود باش
یہ دکان کرایہ کی ہے جلدی کر
تیشہ بستان و تگش را می تراش
کدال لے اور اس کی تہ کو کھود

تا کہ تیشہ ناگہاں بر کاں نہی
تاکہ تو کدال اچانک کان پر رکھ دے
از دکان و پارہ دوزی وارہی
دکان اور چیتھڑے سینے سے نجات پا جائے

پارہ دوزی چیست خوردِ آب و ناں
چیتھڑے سینا کیا ہے؟ روٹی پانی کی خوراک
میزنی ایں پارہ بر دلقِ گراں[3]
بھاری گدڑی پر تو یہ پیوند لگا رہا ہے

ہر زماں می دِرّد ایں دلقِ تنت
یہ تیرے جسم کی گدڑی ہر وقت پھٹتی رہتی ہے
پارہ بروے می زنی زیں خوردنت
تو اس خوراک سے اس پر پیوند لگاتا ہے

اے ز نسل بادشاہِ کام یار
اے با مقصد بادشاہ کی نسل سے
با خود آ زیں پارہ دوزی ننگ دار
ہوش میں آ! اس چیتھڑے سینے سے شرم کر

[1] چوں نکرد۔ جب محنت نہ کی تو مزدوری معدوم ہے اس لیے کہ انسان کو اس کی محنت اور سعی کا ہی ثمرہ ملتا ہے۔ دست خائی۔ جب خزانہ نمودار ہوگا اور وہ تیرا نہ ہوگا تو افسوس کرے گا۔ من نکردم۔ اس وقت نصیحت پر عمل نہ کرنے سے تو افسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ جسم کا ایک دانہ اس کھلیان کے حاصل کرنے سے مانع بنا۔ خانہ۔ یہ جسم کا گھر تیری ملکیت نہیں ہے یہ ایک کرایہ کا اور عارضی گھر ہے۔

[2] ایں کری۔ یہ کرایہ داری موت کے وقت تک کی ہے اور اسی لیے ہے کہ اس میں عمل کر لے۔ پارہ دوزی۔ کھانے پینے کے ذریعہ تو جسم کو درست کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس میں دوکانیں مدفون ہیں۔ تگش۔ یعنی اس کی گہرائی۔

[3] دلقِ گراں۔ یعنی جسم انسانی۔ ہر زماں۔ انسان کی بھوک پیاس جسم کی شکست و ریخت ہے اور کھانا پینا اس کی رفوگری ہے۔ بادشاہ۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام جو پہلے خلیفۃ اللہ ہیں۔

Marfat.com

پارہ[1] برکن ازیں قعرِ دوکاں
اس دکان کی تہ سے ٹکڑا ہٹا
تا بر آرد سر بہ پیشِ تو دوکاں
تاکہ تیرے سامنے دوکانیں رونما ہوں

پیش ازاں کایں مہلتِ خانہ کرے
اس سے قبل کہ گھر کی کرایہ داری کا وقت
آخر آید تو نخوردہ زُو برے
ختم ہو، (اور) تو نے اس سے کوئی پھل نہ کھایا ہو

پس تُرا بیروں کند صاحب دکاں
پس تجھے دکان کا مالک نکال دے
ایں دکاں را بر کند از رُویِ کاں
اس دوکان کو، کان کے منہ سے اکھاڑ دے

تو ز حسرت گاہ بر سر می زنی
تو کبھی حسرت سے سر پیٹے گا
گاہ ریشِ خامِ خود بَرمی کَنی
کبھی اپنی بیوقوفی کی ڈاڑھی نوچے گا

کاے دریغا آنِ من بود ایں دکاں
کہ ہائے افسوس! یہ دکان میرے قبضہ میں تھی
کور بودم بر نخوردم زیں مکاں
میں اندھا تھا میں نے اس جگہ سے نفع حاصل نہ کیا

اے دریغا گنج را بگذاشتم
ہائے افسوس! میں نے خزانہ ضائع کر دیا
آبِ حیواں را بخاک انباشتم
آبِ حیات کو مٹی سے ڈھک دیا

اے دریغا بودِ ما را بُردباد
ہائے افسوس! ہمارا وجود برباد ہو گیا
تا اَبد[2] یا حسرتا شُد لِلعباد
قیامت تک "بندوں کے لیے حسرت ہے" رہ گیا

غرہ شدنِ آدمی بہ ذکاوت و تصوراتِ طبع خویش و طلب نا کردنِ علمِ غیب کہ علمِ انبیاست علیہم السلام

انسان کا اپنی ذہانت اور اپنے طبعی تصورات سے دھوکے میں پڑنا اور علمِ غیب طلب نہ کرنا جو انبیا علیہم السلام کا علم ہے

دیدم[3] اندر خانہ من نقش و نگار
میں نے گھر میں نقش و نگار دیکھے
بودم اندر عشقِ خانہ بے قرار
میں گھر کے عشق میں بے قرار تھا

ماندہ ام در خانہ حیران و نزار
میں گھر (کے معاملہ) میں حیران اور کمزور بن گیا
لابد از معنی شدم من عور و زار
لا محالہ میں حقیقت سے خالی اور بدحال رہ گیا

عشقِ خانہ در دلِ من کار کرد
گھر کی محبت میرے دل میں کام کر گئی
لا جرم از گنج ماندم دور و فرد
میں لا محالہ خزانہ سے دور اور تنہا رہ گیا

---

1. پارہ کن۔ اس عارضی دکان یعنی جسم کو توڑ ڈال اس میں سے زرو جواہر کی دوکانیں برآمد ہوں گی۔ پیش ازاں۔ یہ عارضی جسم ہے اس سے فائدہ اٹھا لے اور اس کی صورت یہی ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اس کو فنا کر دے۔ پس۔ ایک وقت آ جائے گا کہ یہ عارضی جسم تجھ سے لے لیا جائے گا اور تو اس کان سے محروم ہو جائے گا جو اس میں مدفون ہے اور تو افسوس کرے گا اور کہے گا کہ میں خزانہ سے محروم ہو گیا اور میں نے آبِ حیات کو مٹی سے چھپا دیا۔
2. تا ابد۔ پھر تو اس آیت کا مصداق بن جائے گا۔ غرہ شدن۔ انسان اپنی ذہانت اور عقل مندی کے بھروسہ پر علم نبوت سے محروم رہ جاتا ہے۔
3. دیدم۔ بالآخر اس کو افسوس کرنا پڑتا ہے کہ مکان کے نقش و نگار میں مصروف ہو کر اس کے خزانہ سے محروم ہو گیا۔ عشق۔ پھر افسوس کے ساتھ اس کو کہنا پڑے گا میں گھر کے نقش و نگار میں کھو گیا اور خزانہ سے محروم ہو گیا۔

Marfat.com

بودم از گنجِ نہانی بے خبر ورنہ دستنبوی[1] من بودے تبر
میں پوشیدہ خزانے سے بے خبر تھا ورنہ تبر میرے ہاتھ کا گلدستہ ہوتا

آہ اگر دادِ تبر را دادمے ایں زماں غم را تبرا دادمے
افسوس! اگر میں تبر کی قدر کر لیتا اس وقت میں غم پر تبرا پڑھ دیتا

چشم را بر نقش می انداختم ہمچو طفلاں عشقہا می باختم
میں نے نقش (و نگار) پر آنکھ جما دی بچوں کی طرح محبت کرنے لگا

بس نکو گفت آں حکیمِ کامیار کہ تو طفلی خانہ پُر نقش و نگار
اس ماہر اور دانا نے بہت اچھا کہا ہے کہ تو بچہ ہے (اور) گھر نقش و نگار سے بھرا ہوا ہے

در الٰہی[2] نامہ بس اندر ز کرد کہ بر آر از دُودمانِ خویش گرد
الٰہی نامہ میں اس نے نصیحت کی ہے کہ اپنے خاندان کو برباد کر

تمامی شرح کردنِ موسیٰ علیہ السلام با فرعون فضیلتِ چہار گانہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے چاروں فضیلتوں کی تشریح کو مکمل کرنا

بس کُن اے موسیٰ بگو وعدہ سوم کہ دلِ من ز اضطرابش گشت گم
اے موسیٰ! بس کر، تیسرا وعدہ بتا کیونکہ میرا دل اس کی پریشانی سے گم ہو گیا ہے

گفت موسیٰ آں سوم ملکِ دو تو دو جہانے خالص از خصم و عدو
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ تیسری، دوہری حکومت ہے دو جہان کی، جو دشمن اور مخالف سے خالی ہے

بیشتر زاں ملک کاکنوں داشتی کاں بُد اندر جنگ و ایں در آشتی
اس سلطنت سے بڑھ کر جو تو اس وقت رکھتا ہے کیونکہ وہ جنگ میں ہے اور یہ صلح میں ہے

آنکہ در جنگت[3] چناں مُلکے دِہد بنگر اندر صلح خوانت چوں نہد
وہ خدا جو جنگ میں تجھے ایسا ملک عطا کر دیتا ہے غور کر لے صلح میں تیرے سامنے کیسا دستر خوان بچھائے گا؟

آں کرم کاندر جفا آنہات داد در وفا بنگر چہ باشد افتقاد
جس کرم نے ظلم میں تجھے وہ کچھ دیا غور کر وفاداری میں اس کی دلجوئی کیسے ہو گی؟

گفت اے موسیٰ چہارم چیست زُود باز گو صبرم شد و حرصم فزود
اس نے کہا اے موسیٰ! چوتھی کیا ہے، جلد کہہ دے میرا صبر جاتا رہا اور حرص بڑھ گئی ہے

---

[1] دستنبو۔ ایک مصنوعی خوشبوؤں کا گولا ہوتا تھا جس کو ہاتھ میں رکھا جاتا تھا۔ تبر۔ یعنی میں تبر کے ذریعہ اس خزانہ کو کھود لیتا۔ تبرا۔ کسی چیز سے برأت کا اظہار کرنا۔ چشم را۔ میں نے مکان کے ظاہری نقش و نگار پر نظر رکھی۔ بس نکو۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حدیقہ میں فرمایا ہے۔

[2] الٰہی نامہ۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الٰہی نامہ میں فرمایا ہے، ہمہ اندرز من بتو اینست۔ کہ تو طفلی و خانہ رنگینست۔ دودماں۔ خاندان یعنی اعضاءِ جسمانی۔ بس کن۔ یہاں تک مولانا کی تقریر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تھی اب فرعون نے کہا کہ تقریر ختم کرو اور تیسری بات بتاؤ۔

[3] گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان لے آئے گا تو تجھے دونوں جہانوں کی دوہری بادشاہت حاصل ہو جائے گی جس میں تجھے کسی دشمن کا بھی ڈر نہ ہوگا۔ در جنگت۔ کفر کی حالت میں تجھے اتنا بڑا ملک دے رکھا ہے تو اگر تو صلح کر لے گا اور ایمان لے آئے گا تو دیکھنا کتنی بڑی سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ جفا۔ یعنی کفر۔ وفا۔ یعنی ایمان۔ افتقاد۔ دلجوئی۔

گفت چارم آنکہ مانی تو جواں
فرمایا چوتھی یہ ہے کہ تو جوان رہے گا
مویٔ ہمچوں قیر[1] و رُخ چوں ارغواں
بال تارکول کی طرح اور چہرہ گل بابونہ کی طرح (رہے گا)

رنگ و بو در پیشِ ما بس کاسدست
رنگ، تو ہمارے سامنے بہت بے قیمت ہیں
لیک تو پستی سخن کردیم پست
لیکن تو گھٹیا ہے اس لیے ہم نے گھٹیا بات کہی

افتخار از رنگ و بو و از مکاں
رنگ و بو اور مکان پر فخر کرنا
ہست شادی و فریب کودکاں
بچوں کی خوشی اور دھوکا ہے

بیانِ ایں خبر کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ لَا عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِكُمْ حَتّٰی لَا يُكَذِّبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس حدیث کی تفصیل کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے انداز سے بات کیا کرو نہ کہ اپنی عقلوں کے انداز سے تاکہ اللہ اور اس کا رسول جھٹلا نہ دیا جائے

چونکہ با کودک سر و کارم فتاد
چونکہ میرا واسطہ بچے سے پڑ گیا
ہم زبانِ کودکاں باید کشاد
مجھے بھی بچوں کی زبان کھولنی چاہیے

کہ برو کُتّاب تا مُرغت خرم
کہ مدرسہ جا، تیرے لیے پرند خرید دوں گا
یا مویز و جوز و فستق[2] آورم
یا منقی یا اخروٹ یا پستہ لا دوں گا

جز شبابِ تن نمیدانی بگیر
جسم کی جوانی کے علاوہ تو کچھ نہیں سمجھتا ہے، لے لے
ایں جوانی را بگیر اے خر شعیر
اس جوانی کو اے گدھے! جو لے لے

ہیچ آژنگے میفتد بر رُخت
تیرے چہرے پر کوئی جھری نہ پڑے گی
تازہ ماند ایں شبابِ فرُخت
یہ تیری مبارک جوانی تازہ رہے گی

نے نژندِ پیریت آید برو
نہ اس پر تیرے بڑھاپے کی ذلت آئے گی
نے قدِ چوں سروِ تو گردد دو تو
نہ تیرا سرو جیسا قد ٹیڑھا ہو گا

نے شود زورِ جوانی از تو کم
تجھ میں سے جوانی کا زور نہ گھٹے گا
نے بدندانہا خللہا یا الم[3]
نہ دانتوں میں کوئی خرابی اور تکلیف (آئے گی)

نہ کمی در شہوت و طمث و بعال
نہ شہوت اور جماع اور ملاعبت میں کمی آئے گی
کہ زناں را آید از ضعفت ملال
کہ عورتوں کو تیری کمزوری سے تکلیف ہو

نے شود مویت سفید و پشت خم
نہ تیرے بال سفید ہوں گے اور نہ کمر جھکے گی
لیک خوشتر لحظہ لحظہ دم بدم
بلکہ لحظہ بہ لحظہ اور دم بدم بہتر ہو گا

---

[1] گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ایمان لانے پر چوتھی چیز جو تجھے ملے گی وہ یہ ہے کہ بقیہ عمر میں بھی تو جوان رہے گا۔ قیر۔ ایک کالا روغن ہے۔ ارغواں۔ گل بابونہ۔ کاسد۔ کھوٹا۔ کودکاں۔ یہ چیزیں بچوں کی خوشی کی ہیں۔ کلموا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے دین کی ایسی باتیں کہو جوان کی سمجھ کے مطابق ہوں ورنہ وہ ان کی تکذیب کر دیں گے۔ کہ برو۔ بچوں سے ایسی بچگانہ باتیں کی جاتی ہیں۔

[2] فستق۔ پستہ۔ خرس۔ ریچھ۔ آژنگ۔ جھری۔ نژند۔ ذلت وخواری۔

[3] الم۔ تکلیف۔ طمث۔ حیض، جماع۔ بعال۔ بیوی سے کھیل کود کرنا۔ خوشتر۔ یعنی دم بدم جوانی میں اضافہ ہوگا۔

Marfat.com

آنچناں بکشایدت فر شباب | کہ کشود آں مژدہ بر عکاشہؓ[1] باب

تجھ پر جوانی کی شان و شوکت اس طرح کشادہ ہو گی | جس طرح (حضرت) عکاشہؓ پر اس خوشخبری نے دروازہ کھولا تھا

معنیِ حدیث مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ الصَّفَرِ بَشَّرْتُہٗ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ وَ لَسَبَقَ عُکَّاشَةُ

اس حدیث کا مطلب کہ جو مجھے صفر کے نکل جانے کی خوشخبری دے گا میں اس کو جنت کی خوشخبری دے دوں گا اور حضرت عکاشہؓ کی پہل

احمدؐ آخر زماں را انتقال | در ربیع الاول آمد بے جدال

(نبی) آخر الزماں احمد ﷺ کا انتقال | بلا اختلاف، ربیع الاول میں ہوا ہے

چوں خبر یابد دلش زیں وقتِ نقل | عاشقِ آں وقت گردد او بعقل

جب آپ ﷺ کا دل انتقال کے وقت سے باخبر ہو گیا | آپ دل (و جان) سے اس وقت کے مشتاق ہو گئے

چوں صفر آمد شود شاد از صفر | کز پسِ ایں ماہ می سازم سفر

جب (ماہ) صفر آیا، آپ ﷺ صفر سے خوش ہوئے | کہ اس مہینہ کے بعد میں سفر کروں گا

ہر شبے تا روز از شوقِ ھُدے | او رفیق[2] راہِ اعلیٰ می زدے

راہ یابی کے شوق سے ہر شب کو دن نکلنے تک | آپ ﷺ راہِ اعلیٰ کے رفیق کا نعرہ لگاتے تھے

گفت ہر کس کہ مَرا مژدہ دہد | چوں صفر پای از جہاں بیروں نہد

فرمایا جو شخص مجھے خوشخبری دے گا | جب صفر (کا مہینہ) دنیا سے باہر پاؤں نکالے گا

کہ صفر بگذشت و شد ماہِ ربیع | مژدہ ور باشم مر او را و شفیع

کہ صفر گذر گیا اور ربیع کا مہینہ ہو گیا | میں اس کو خوشخبری دینے والا اور سفارش کرنے والا بنوں گا

چوں صفر بربست رخت و ماہِ نو[3] | گشت پیدا بر فلک باتاب و ضَو

جب صفر نے سامان باندھ لیا اور نیا چاند | رونق اور نور کے ساتھ آسمان پر نمودار ہو گیا

گفت عکاشہؓ صفر بگذشت و رفت | گفت جنت مَر تُرا اے شیر زَفت

(حضرت) عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا صفر گذر گیا اور چلا گیا | (آنحضور ﷺ نے) فرمایا اے بہادر شیر! تیرے لیے جنت ہے

دیگرے آمد کہ بگذشت آں صفر | گفت عکاشہ ببرد از مژدہ بر

دوسرے آئے کہ صفر گذر گیا | فرمایا عکاشہ خوشخبری کا پھل لے گئے

بس رجال از نقلِ عالم شادماں | وز بقایش شادماں ایں کودکاں

بہت سے انسان دنیا سے انتقال کرنے پر خوش ہیں | اور اس میں باقی رہنے سے یہ بچے خوش ہیں

---

[1] عکاشہؓ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ، مشہور صحابی ہیں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما دیجیے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بشارت دی اور فرمایا کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو۔ احمدؐ۔ اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی ہے۔ وقتِ نقل۔ انتقال کا وقت۔

[2] رفیق۔ وفات کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جملہ فرما رہے تھے اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی یعنی اب میں رفیق اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ گفت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صفر کے ختم ہونے اور ربیع الاول کی آمد کی خوشخبری دے گا میں قیامت میں اس کا سفارشی بنوں گا۔

[3] ماہِ نو۔ یعنی ربیع الاول کا چاند نظر آیا۔ دیگرے۔ کسی دوسرے صحابی نے صفر کے ختم ہونے کی خوشخبری دی آپ نے فرمایا کہ عکاشہ بازی لے گئے۔ بس رجال۔ جن لوگوں کو آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہو جاتا ہے وہ دنیا سے منتقل ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں رہنے پر خوش ہوتے ہیں وہ طفل طبع ہیں۔

Marfat.com

چونکہ آبِ خوش ندید آں مُرغِ کور — پیشِ او کوثر نماید آبِ شور
چونکہ اس اندھے پرند نے عمدہ پانی نہیں دیکھا ہے — اس کو کوثر کھاری پانی نظر آتا ہے

ہم چنیں[1] موسیٰ کرامت می شمرد — ہم بدبیناں بے قدم رہ می سپُرد
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام اس طرح سے انعام شمار کر رہے تھے — اسی طرح بغیر قدم کے راستہ طے کر رہے تھے

کہ نہ گردد صافِ اقبالِ تو دُرد — ہم نگردد اَطلسِ بخت تو بُرد
کہ تیرا صاف اقبال، تلچھٹ نہ بنے گا — تیرے نصیب کا اطلس، برد نہ بنے گا

ہرچہ خواہی یابی از بختِ جواں — شادماں مانی نگردی ناتواں
قوی نصیبہ سے تو جو چاہے گا، پائے گا — تو خوش رہے گا، کمزور نہ بنے گا

گفت[2] اَحسَنتَ نکو گفتی و لیک — تا کنم من مشورت با یارِ نیک
فرعون نے کہا بہت اچھا تو نے عمدہ بات کہی لیکن — میں اچھے دوست سے مشورہ کروں

مشورت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون در ایمان آوردن

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے میں حضرت آسیہ خاتون سے، فرعون کا مشورہ

بموسیٰ علیہ السلام و فرمودنِ آسیہ. او را بایمان آوردن

کرنا اور حضرت آسیہ کا اس کو ایمان لانے کو کہنا

باز گفت او ایں سخن با آسیہ — گفت جاں افشاں بریں اے دل سیہ
پھر اس نے یہ باتیں (حضرت) آسیہ سے کہیں — انہوں نے فرمایا اے سیاہ دل! ان پر جان چھڑک دے

بس عنایتہاست متنِ[3] ایں مقال — زود دریاب اے شہِ نیکو خصال
اس گفتگو کا متن بہت سی عنایتیں ہیں — اے نیک خصلت شاہ! جلد حاصل کر لے

وقتِ کشت آمد زہے پر سود کشت — ایں بگفت و گریہ کرد و گرم گشت
کھیتی کا وقت آگیا واہ واہ کس قدر نفع بھری کھیتی — یہ کہا اور رونے لگیں اور گرم ہو گئیں

بر جَہید از جا و گفتا بخ لک — آفتابے تاج گشتت اے کلک
جگہ سے کودیں اور کہا تجھے مبارک — اے گنجے! سورج تیرا تاج بن گیا ہے

عیب کَل را خود بپوشاند کلاہ — خاصہ چوں باشد کُلہ خورشید و ماہ
عیب خود گنجے کو ٹوپی پہناتا ہے — خصوصاً جبکہ سورج اور چاند ٹوپی ہو

ہمدراں مجلس کہ بشنیدی تو ایں — چوں نگفتی آرے و صد آفریں
اسی مجلس میں جس میں تو نے یہ سنا تھا — تو نے ہاں اور صد آفریں کیوں نہ کہا؟

---

1. ہم چنیں۔ ایمان لانے پر جو اس کو انعام ملیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ شمار کراتے رہے۔ کہ نہ گردد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا تو ایمان لے آئے گا تو تیرا اقبال بنا رہے گا۔ بُرد۔ دھاری دار معمولی کپڑے کی چادر ہوتی تھی۔
2. گفت۔ فرعون نے نصیحتیں سن کر کہا میں جب تک اپنی بیوی سے مشورہ نہ کرلوں اس وقت تک کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ گفت۔ حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحتوں پر عمل کر لے۔
3. متن۔ وہ عبارت جس کی تشریح کی جائے۔ گرم گشت۔ یعنی عشق خداوندی میں گرم ہوگئی۔ بخ لک۔ خوشی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ کلک۔ کل، گنجا اس میں کاف تصغیر کا ہے۔ عیب۔ کل گنجے کا گنج اگر اس کو ٹوپی اوڑھا کر اس کا عیب چھپائے تو تعجب کی بات ہے مزید تعجب جب ہے کہ ٹوپی بھی چاند اور سورج کی ہو۔ ہمدراں۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا تجھے فوراً اسی مجلس میں ایمان لے آنا تھا۔

این سخن در گوشِ خورشید ارشدے		سرنگوں بر بوی آں زیر آمدے
یہ بات اگر سورج کے کان میں پڑتی		اس کی تمنا میں اوندھا نیچے آ جاتا

ہیچ[1] میدانی چہ وعدہ است و چہ داد		می کند ابلیس را حق افتقاد
تو کچھ جانتا ہے کہ کیسا وعدہ اور کس قدر سخاوت ہے		اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کر رہا ہے

چوں بدیں لطف آں کریمت باز خواند		اے عجب چوں زہرہ ات بر جائے ماند
جب اس کریم نے اس مہربانی سے تجھے بلایا ہے		تعجب ہے تیرا پتہ کس طرح جگہ پر رہا؟

زہرہ ات ندرید تا زاں زہرہ است		بودے اندر ہر دو عالم بہرہ ات
تیرا پتہ نہ پھٹا تا کہ تیرے اس پتے سے		دونوں جہان میں تیرا حصہ ہوتا

زہرۂ کز بہرِ حق او بر درد		چوں شہیداں از دو عالم بر خورد
وہ پتہ جو خدا کے لیے پھٹ جائے		وہ شہیدوں کی طرح دونوں جہان سے فائدہ اٹھاتا ہے

غافلی[2] ہم حکمت ست و ایں عمی		تا بماند لیک تا ایں حدِ چرا
غفلت اور یہ اندھا پن بھی حکمت ہے		تاکہ اس کا وجود رہے، لیکن اس حد تک کیوں ہے؟

غافلی ہم حکمت ست و نعمت ست		تا نپرد زود سرمایہ ز دست
غفلت بھی حکمت اور نعمت ہے		تاکہ ہاتھ سے سرمایہ جلد نہ نکل جائے

لیک نے چنداں کہ ناسورے شود		زہرِ جان و عقل رنجورے شود
لیکن نہ اس قدر کہ ناسور بن جائے		ایک بیمار کی جان اور عقل کا زہر بن جائے

خود کہ یابد[3] ایں چنیں بازار را		کہ بیک گل می خری گلزار را
ایسے بازار کو خود کون حاصل کر سکتا ہے؟		کہ تو ایک پھول کے بدلے میں چمن کو خرید لے

دانۂ را صد درختانت عوض		حبہ را آیدت صد کاں عوض
ایک دانہ کا سو باغ تیرے لیے بدلہ ہوں		ایک رتی کا تیرے لیے سو کانیں بدلہ ہوں

کانَ للہ دادنِ آں حبہ است		تا کہ کانَ اللہ لہٗ آید بدست
اس رتی کا دینا، اللہ کا ہو جانا ہے		تاکہ "اللہ اس کا ہو گیا" ہاتھ آ جائے

زانکہ ایں ہویِ ضعیفِ بیقرار		ہست شد زاں ہویِ ربِ پائدار
کیونکہ یہ کمزور بے قرار شخصیت		اللہ کی پائیدار شخصیت سے وجود میں آئی ہے

---

[1] ہیچ۔ ایمان پر فرعون کی بخشش کا وعدہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کرے۔ چوں۔ اپنے جیسے معصیت کار پر اللہ کی رحمت دیکھ کر تیرا پتہ کیوں نہ پھٹا، اگر پھٹ جاتا تو دونوں جہان کی کامیابی تھی۔ زہرہ۔ جو پتہ اللہ کے لیے پھٹ جائے اس کو شہیدوں کی طرح خدا کی جانب سے غذا ملتی ہے۔

[2] غافلی۔ نظامِ عالم کی بقا کے لیے خدا سے غفلت اور اندھے پن کی بھی ضرورت ہے لیکن تیری غفلت حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ غافلی۔ اگر انسان ہمہ وقت استغراق میں رہے اور اس کے حواس معطل رہیں تو اس کے علم کا سرمایہ گھٹ جائے۔ لیک۔ لیکن ایسی غفلت جو ناسور کے درجہ کی ہو بری چیز ہے۔

[3] خود کہ یابد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک پھول کے عوض چمن خرید لیا جائے۔ درختانت۔ باغ۔ کانَ للہ۔ حدیث میں ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ "جو شخص اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا۔" ہوی۔ ذات، شخصیت۔

Marfat.com

ہوئ فانی چونکہ خود با او سپُرد — گشت باقی[1] دائم و ہرگز نمُرد
جب فانی شخصیت نے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا — وہ ہمیشہ کے لیے باقی ہو گئی اور ہرگز نہ مرے گی

ہمچو قطرہ خائف از باد و ز خاک — کہ فنا گردد بدیں ہر دو ہلاک
اس قطرے کی طرح جو ہوا اور مٹی سے خائف ہے — کہ ان دونوں سے فنا (اور) ہلاک ہو جائے گا

چوں باصلِ خود کہ دریا بود جست — از تفِ خورشید و باد و خاک رَست
جب وہ اپنی اصل میں جو کہ دریا تھی کود گیا — (تو) اس نے سورج کی گرمی اور ہوا اور خاک سے نجات پالی

ظاہرش گم گشت در دریا ولیک — ذاتِ او معصوم و پا بَر جا و نیک
اس کا ظاہر دریا میں گم ہو گیا لیکن — اس کی ذات محفوظ اور قائم اور خوب ہے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را بے ندم — تا بیابی در بہایِ قطرہ یم
اے قطرے! خود کو بغیر شرمندگی کے دے دے — تاکہ تو قطرے کے عوض سمندر حاصل کر لے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را ایں شرف[2] — در کفِ دریا شو ایمن از تلف
ہاں اے قطرے! اپنے آپ کو یہ شرف بخش — دریا کے ہاتھ میں پہنچ کر ہلاکت سے محفوظ ہو جا

خود کرا آید چنیں دولت بدست — قطرہ را بحرے تقاضا گر شدست
یہ دولت خود کس کو ہاتھ آتی ہے؟ — کہ قطرے کے لیے سمندر تقاضا کرنے والا ہوا ہے

چوں تقاضا می کند دریا ترا — پس چہ اِستادی و درماندی ہلا
جب دریا تجھ پر تقاضا کر رہا ہے — تو پھر خبردار! تو کیوں کھڑا ہے اور عاجز ہے؟

اللہ[3] اللہ زود بفروش و بخر — قطرہ دِہ بحرِ پُر گوہر ببر
خدا کے لیے جلد بیچ اور خرید — قطرہ دے دے، جواہر بھرا سمندر لے جا

اللہ اللہ ہیچ تاخیرے مکن — کہ ز بحرِ لطف آمد ایں سخن
خدا کے لیے، بالکل تاخیر نہ کر — کیونکہ مہربانی کے سمندر سے یہ پیغام آیا ہے

اللہ اللہ زود بشتاب و بجو — چونکہ بحرِ رحمت ست ایں نیست جو
خدا کے لیے، بالکل تاخیر نہ کر — کیونکہ مہربانی کا سمندر ہے نہر نہیں ہے

اللہ اللہ گوی شو بیدست و پا — تا شود چوگانِ موسیٰ پا ترا
خدا کے لیے بغیر ہاتھ پاؤں کی گیند بن جا — تاکہ موسیٰ علیہ السلام کا بلا تیرا پاؤں بن جائے

---

1. گشت باقی۔ حدیث قدسی میں ہے مَنْ اَحَبَّنِیْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِیَتُهٗ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اس کو قتل کر دیتا ہوں اور میں جس کو قتل کرتا ہوں اس کا بدلہ میں خود ہوں۔ ہم چو۔ پانی کی بوند کو سورج کی گرمی، ہوا، خاک ختم کر دیتی ہے۔ ظاہرش۔ جو قطرہ دریا میں مل گیا بظاہر وہ فنا ہوا ہے حقیقتاً وہ زیادہ محفوظ ہو گیا ہے۔ ہیں بدہ۔ اپنی ذات کو فنا کر کے ذاتِ باری حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرے کے عوض میں سمندر حاصل کرنا۔
2. ایں شرف۔ قطرے کا دریا میں مل جانا قطرے کی عزت ہے۔ خود کرا۔ یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ چوں۔ جب دریائے وحدت خود دعوت دے رہا ہے تو اب توقف کیا ہے۔
3. اللہ۔ جلد قطرہ دے کر پُر جواہر دریا خرید لے۔ گوی شو۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کہیں وہ کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو موسیٰ علیہ السلام کے بلے کی گیند بنا دینا چاہیے۔

Marfat.com

اللہ اللہ تو بگمانِ بد مبر بر چنیں انعامِ عام اے بیخبر
خدا کے لیے تو بدگمانی نہ کر اے بے خبر! ایسے عام انعام پر

اللہ اللہ زُود دریاب اے فتا تا نگردی در غلط بینی فنا
خدا کے لیے، اے نوجوان، جلد حاصل کر لے تاکہ تو غلط بینی سے فنا نہ ہو جائے

اللہ اللہ ترک کن[1] ہستی خود چونکہ خواندستت بُرو اے معتمد
خدا کے لیے، ہستی کو چھوڑ دے جب اس نے بلایا ہے اے معتمد! چلا جا

اللہ اللہ زود تر تعجیل کن بَر فروز از ایں اشارت بے سخن
خدا کے لیے بہت جلد عجلت کر اس بغیر کلام کے اشارے سے منور ہو جا

اللہ اللہ تاکنوں کژ باختی گردن اندر معصیت افراختی
خدا سے ڈر تو نے ٹیڑھی بازی چلی تو نے گردن کو گناہ میں ابھارا

اللہ اللہ چوں عنایت[2] در رسید بے توقف در وَے آمیز اے عَنید
سبحان اللہ، جب اللہ کی مہربانی ہو گئی اے سرکش! بغیر تاخیر کے اس سے وابستہ ہو جا

اللہ اللہ چونکہ عصیاناتِ تو در نمی نالد برویت شکر گو
خدا کے لیے، جب تک تیرے گناہ تیری رسوائی کا باعث نہیں بنے ہیں، شکر ادا کر

اللہ اللہ چوں ز فضلت راہ داد سر بخاکِ پایِ او باید نہاد
خدا کے لیے، جبکہ اسنے فضل کر کے تجھے راستہ دیا ہے اس کی خاکِ پا پر سر رکھ دینا چاہیے

اللہ اللہ با چنیں کفرِ دو تو چوں قبولت می کند اکرامِ او
تعجب ہے، ایسے دوہرے کفر کے ہوتے ہوئے اس کا کرم تجھے کیوں قبول کر رہا ہے؟

لطف اندر لطفِ او گم می شود کاسفلے[3] بر چرخِ ہفتم می شود
مہربانی اس کی مہربانی میں گم ہو رہی ہے کہ ایک فرومایہ ساتویں آسمان پر جا رہا ہے

ہیں کہ یک بازے فتادت بوالعجب ہیچ طالب ایں نیابد در طلب
آگاہ! ایک عجیب باز تیرے ہاتھ میں آ گیا ہے اس کو کوئی طلب کرنے والا طلب سے نہیں پا سکتا

در پذیر ایں چار خِلعت زُود زُود تا بہ بینی در عوض صد عز و سود
ان چاروں خلعتوں کو جلد از جلد قبول کر لے تاکہ تو بدلہ میں سیکڑوں عزتیں اور فائدے دیکھے

گفت با ہاماں بگویم اے ستیر شاہ را لازم بود رای وزیر
اس نے کہا اے پردہ نشین! میں ہامان سے گفتگو کروں گا کیونکہ بادشاہ کے لیے وزیر کی رائے ضروری ہے

---

[1] ترک کن۔ اپنی ہستی کو ترک کر کے قرب حاصل کرنا چاہیے۔ اشارت۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت قدرتی اشارہ ہے اس سے منور ہو جانا چاہیے۔ اللہ اللہ۔ حضرت آسیہ نے فرمایا تو اب تک ٹیڑھی چال چلتا رہا ہے اور گناہوں میں سربلندی حاصل کرتا رہا ہے۔

[2] عنایت۔ خدائی توجہ۔ عنید۔ سرکش۔ شکر گو۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کر کہ اب تک کے گناہ تیری رسوائی کا باعث نہیں ہوئے ہیں۔ کفر دو تو۔ خود فرعون کا کفر اور اس کی قوم کا کفر۔

[3] اسفلے۔ نیچے درجہ کے انسان کو بلندی حاصل ہو رہی ہے۔ بازے۔ یعنی توفیق خداوندی۔ نیابد۔ یہ سعادت قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ چار خلعت۔ وہ چار باتیں جو ایمان لانے پر تجھے حاصل ہو جائیں گی۔ گفت۔ حضرت آسیہ کی باتیں سن کر فرعون نے کہا میں اس معاملہ میں ہامان وزیر سے مشورہ کروں گا۔

Marfat.com

گفت باباماں مگو ایں راز را — کوژکم پیرے[1] چہ داند باز را

اس نے کہا ہامان سے یہ راز نہ کہنا — کبڑی بڑھیا، باز کو کیا جانے؟

قِصّہٴ بازِ بادشاہ و کم پیر زن کہ در خانہٴ او بود

بادشاہ کے باز اور اس بڑھیا کا قصہ جس کے گھر میں وہ باز تھا

بازِ اِسپیدے بکم پیرے دہی — او ببُرّد ناخنش بہرِ بہی

ایک سفید باز تو ایک بڑھیا کو دے رہا ہے — وہ بھلائی کے لیے اس کے ناخن تراش دے گی

ناخنے کہ اصل کارست و شکار — کوژ کم پیرے ببُرّد کور وار

وہ ناخن جو اصل کام اور (ذریعہ) شکار ہیں — کبڑی بڑھیا، اندھے پن سے کاٹ دے

کہ کجا بودست مادر تا تُرا — ناخناں زینساں درازست اے کیا

کہ (تیری) ماں کہاں تھی کہ تیرے — ناخن اتنے لمبے ہیں، اے بھلے مانس!

ناخن و منقار و پرّش را بُرید — وقتِ مہر ایں می کند زالِ پلید

ناخن اور اس کی چونچ اور اس کے پر کاٹ ڈالے — ناپاک بڑھیا محبت کے وقت ایسا ہی کرتی ہے

چونکہ تُتماجش دہد او کم خورد — خشم گیرد[2] مہرہا را بر دَرد

جب وہ اس کو دلیا دیتی وہ نہ کھاتا — غصہ میں بھر جاتی ہے محبتوں کو چاک کر دیتی ہے

کہ چنیں تتماج پختم بہرِ تو — تو تکبر می نمائی و عتو

کہ میں نے تیرے لیے ایسا دلیا پکایا — تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے

تو سزائی مر ہماں اِدبار را — نعمت و اقبال کے سازد ترا

تو اس بدبختی کے لائق ہے — نعمت اور خوش نصیبی تجھے کب موافق آ سکتی ہے؟

آبِ تُتماجش[3] دہد کایں را بگیر — گر نمیخواہی کہ نوشی زاں فطیر

اس کو دلیے کا پانی دیتی ہے کہ یہ لے لے — اگر بے خمیر کی روٹی کھانا نہیں چاہتا ہے

آبِ تُتماجش نگیرد طبعِ باز — زاں بتر رنجد شود خشمش دراز

باز کی طبیعت اس دلیے کے پانی کو قبول نہیں کرتی ہے — اس سے وہ اور زیادہ رنجیدہ ہوتی ہے اور اس کا غصہ بڑھ جاتا ہے

از غضب آں آش سوزاں بر سرش — زن فروریزد شود کل مغفرش

غصہ سے وہ جلتا ہوا دلیہ اس کے سر پر — عورت ڈال دیتی ہے، اس کی کھوپڑی گنجی ہو جاتی ہے

اشک ازاں چشمش فروریزد زِ سوز — یاد آرد لطفِ شاہِ دل فروز

سوزش سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں — دل کو منور کرنے والے بادشاہ کی مہربانی اس کو یاد آتی ہے

---

[1] کوژکم پیرے۔ کبڑی بڑھیا اور باز کا قصہ آگے نقل فرماتے ہیں۔ اسپیدے۔ سفید باز بہت قیمتی ہوتا ہے۔ ناخنے۔ باز کے تمام ہنروں کا مدار اس کے پنجوں پر ہے۔ کوروار۔ اندھاپن۔ کہ کجا۔ بوڑھی عورت نے یہ بھی کہا کہ باز کی ماں کہاں چلی گئی تھی کہ اس کے ناخن اس قدر بڑھ گئے ہیں چنانچہ اس بوڑھی نے اس باز کے پر اور چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے۔ تتماج۔ یہ ایک ترکی کھانا ہے جو دلیے اور شوربے کی طرح کا ہوتا ہے۔

[2] خشم گیرد۔ باز تتماج کو نہیں پیتا ہے تو بوڑھی اور غضبناک ہوتی ہے اور اس کی محبت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ عتو۔ سرکشی۔ ادبار۔ نحوست۔

[3] آبِ تتماجش۔ اس کو تتماج دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر بے خمیر کی روٹی پسند نہیں ہے تو یہ کھالے۔ فطیر۔ وہ روٹی جس میں خمیر نہ ہو۔ کل۔ گنجا۔ مغفر۔ سر پر اوڑھنے کی لوہے کی خود یہاں مراد سر ہے۔ یاد۔ اب اس باز کو بادشاہ کی محبت یاد آتی ہے۔

Marfat.com

زاں دو چشمِ[1] نازنینِ با دلال
اس نازنین پُر غمزہ آنکھوں سے
کہ ز چہرہ شاہ دارد صد کمال
جو شاہ کے چہرے کی وجہ سے سیکڑوں کمالات رکھتی تھیں

چشمِ مازاغش شدہ پُر زخمِ زاغ
اس کی کج نہ ہونے والی آنکھ کوّے کے زخم سے پُر ہو گئی
چشمِ نیک از چشمِ بد با درد و داغ
اچھی آنکھ، بدنظر سے درد اور داغ والی (ہو گئی)

چشمِ دریا بسطتے کز بسطِ او
سمندر کی وسعت والی آنکھ جس کی کشادگی سے
ہر دو عالم می نماید تارِ مو
دونوں جہاں ایک بال نظر آتے تھے

گر ہزاراں چرخ در چشمش رود
اگر ہزاروں آسمان اس کی آنکھ میں آئیں
ہمچو چشمہ پیشِ قلزم گم شود
چشمہ کی طرح سمندر میں گم ہو جائیں

چشمِ[2] بگذشتہ ازیں محسوسہا
وہ آنکھ جو ان محسوسات سے آگے بڑھی ہوئی ہے
یافتہ از غیب بینی بوسہا
غیب بینی سے لذتیں محسوس کیے ہوئے ہے

خود نمی یابم یکے گوشے کہ من
میں خود ایسا کان نہیں پاتا ہوں
نکتۂ گویم ازاں چشمِ حسن
کہ اس حسین آنکھ کا ایک نکتہ کہہ سکوں

می چکید آں آبِ محمودِ جلیل
اس سے وہ قابلِ تعریف عظیم آنسو ٹپکتے
می ربودے قطرہ اش را جبرئیل
کہ جبرئیل علیہ السلام اس کے قطرے کو لے اڑتے

تا بمالد در پَر و منقارِ خویش
تاکہ اپنی چونچ اور پروں پر ملیں
گر دہد دستوریش آں خوب کیش
اگر وہ پاک خصلت ان کو اجازت دے

باز گوید خشم کم پیر ار فروخت
باز کہتا اگرچہ بوڑھی کا غصہ بھڑک اٹھا ہے
فرّ و نور و صبر و حلمم را نسوخت
میری شان و شوکت، نور اور صبر و حلم کو نہیں جلا سکا

بازِ جانم[3] باز صد صورت تند
پھر میری جان کا باز پھر سیکڑوں صورتیں حاصل کرے گا
زخم بر ناقہ نہ بر صالحؑ زند
وہ اونٹنی پر نہ (حضرت) صالح علیہ السلام پر زخم لگاتی ہے

صالحؑ ار یکدم کہ آرد با شکوہ
(حضرت) صالح علیہ السلام اگر ایک پُرشوکت پھونک مار دیں
صد چناں ناقہ بزاید متنِ کوہ
پہاڑ کی چٹان ایسی سیکڑوں اونٹنیاں جن دے

دل ہمی گوید خموش و ہوشدار
دل کہتا ہے کہ چپ اور ہوش میں آ
ورنہ دڑّانید غیرت پود و تار
ورنہ غیرت (خداوندی) تانا بانا ادھیڑ دے گی

غیرتش را ہست صد حلمِ نہاں
اس کی غیرت میں سیکڑوں حلم پوشیدہ ہیں
ورنہ سوزیدے بیک دم صد جہاں
ورنہ ایک دم سے سیکڑوں جہان پھونک دے

---

[1] زاں دو چشم۔ یعنی باز کی وہ آنکھیں جو نازنین تھیں جن سے وہ شاہ کا دیدار کرتا تھا۔ مازاغ۔ وہ ٹیڑھی نہیں ہے معراج کے واقعہ میں قرآن نے کہا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں صحیح پڑیں اور ان کو دیدارِ رب حاصل ہوا۔ بسط۔ کشادگی۔ قلزم۔ سمندر۔

[2] چشم۔ باز سے مراد اللہ کا وہ ولی ہے جو مخالف جاہلوں میں پھنس جاتا ہے ایسے ولی کی آنکھیں محسوسات سے گزر کر مغیبات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ می چکید۔ وہ آنسو اس قدر قیمتی ہوتا ہے کہ اس کو حضرت جبرئیل علیہ السلام اٹھا لیتے ہیں اور تبرکاً اپنے جسم پر ملتے ہیں۔ باز گوید۔ وہ ولی جو دشمن کے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہا ہے کہتا ہے کہ مخالفوں کے غصے سے میرے استقلال میں کوئی فرق نہیں آ سکتا ہے۔

[3] باز جانم۔ اگر مادی جسم ہلاک بھی ہو جائے تو کیا پروا ہے اس کی مثال تو حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی سی ہے خصوصیت حضرت صالح علیہ السلام میں تھی نہ کہ اونٹنی میں۔ غیرتش۔ غیرتِ خداوندی بڑی بردبار ہے ورنہ اس طرح کے غیبی راز افشا کرنے سے وہ اس قدر غضب ناک ہو جاتی کہ عالم کو تباہ کر دیتی۔

Marfat.com

نخوت[1] شاہی گرفتش جایِ پند تا دلِ خود را ز پند او کرد بند

شاہی تکبر نے اس کی نصیحت کے مقام پر قبضہ کر لیا حتیٰ کہ اُس نے نصیحت کی جانب سے دل کو روک دیا

کہ کنم با رائے ہاماں مشورت کوست پشتِ ملک و قطبِ مقدرت

کہ میں ہامان کی رائے سے مشورہ کروں گا کیونکہ وہ سلطنت کی پشت اور اقتدار کا مدار ہے

مصطفیٰ را رایِ زن صدیقِ رَب رایِ زن بوجہل را شد بولہب

(حضرت) مصطفیٰ ﷺ کے مشیر اللہ کے صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ابوجہل کا مشیر ابولہب ہوا

عرقِ جنسیت چنانش جذب کرد کاں نصیحتہا بہ پیشش گشت سرد

ہم جنس ہونے کی رگ نے اس کو ایسا کھینچا کہ وہ نصیحتیں اس کے لیے ٹھنڈی پڑ گئیں

جنس سویِ جنس صد پَرّہ پَرد بر خیالش پردہ ہا را بر دَرد

جنس، جنس کی جانب سیکڑوں پروں سے اڑتی ہے اس کے خیال پر سے پردے ہٹا دیتی ہے

قصہ[2] آں زن کہ طفلِ او بر سَرِ ناوداں غوِیدہ بود و خطر افتادن داشت و از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سوال کردن و چارہ جُستن مادرِ اُو

اس عورت کا قصہ جس کا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا تھا اور گرنے کا خطرہ رکھتا تھا اور اس کی ماں کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کرنا اور تدبیر چاہنا

یک زنے آمد بہ پیشِ مُرتضیٰ[2] گفت شد بر ناوداں طفلے مرا

ایک عورت (حضرت) مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی بولی میرا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا ہے

گرش میخوانم نمی آید بدست وَرہلم ترسم کہ افتد اُو بہ پست

اگر میں اس کو بلاتی ہوں ہاتھ نہیں آتا ہے اگر چھوڑتی ہوں، ڈرتی ہوں کہ نیچے نہ گر پڑے

نیست[3] عاقل تاکہ دریابد چو ما گر بگویم کز خطر سویِ من آ

وہ سمجھ دار نہیں ہے کہ ہماری طرح سمجھ جائے اگر میں کہوں کہ خطرے سے میرے پاس آ جا

ہم اشارت را نمی داند بدست ور بداند نشنود ایںہم بدست

وہ ہاتھ کے اشارے کو بھی نہیں سمجھتا ہے اگر جانتا بھی ہے، نہیں سنتا ہے یہ بھی بُرا ہے

بس نمودم شیر و پستاں را بدو او ہمی گرداند از من چشم و رُو

میں نے اس کو دودھ اور چھاتی بہت دکھائی وہ مجھ سے آنکھ اور منہ/ پھیر لیتا ہے

از برائے حق شمائید اے مہاں دستگیر ایں جہان و آں جہاں

اے بزرگ! خدا کے لیے آپ ہیں اس جہان اور اس جہان کے دستگیر

---

[1] نخوت۔ یعنی فرعون کا شاہی تکبر نصیحت قبول کرنے سے مانع بنا۔ کہ کنم۔ تکبر کی وجہ سے اس نے کہا میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کروں گا۔ مصطفیٰ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور ابوجہل کا مشیر ابولہب تھا۔ نصیحت ہا۔ یعنی حضرت آسیہ کی نصیحتیں۔ جنس۔ ہر چیز اپنی ہم جنس کی طرف تیزی سے جاتی ہے۔

[2] قصہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ایک بچہ چھت پر چھوڑ دیا جائے وہ بچہ پرنالہ سے اس کے پاس آ جائے گا۔ مرتضیٰ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔ ناوداں۔ پرنالہ۔ پست۔ یعنی پرنالہ سے زمین پر۔

[3] نیست۔ اس میں اتنی عقل نہیں کہ اس خطرے کو محسوس کر سکے۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی از دست ہے دوسرے مصرع کے آخر میں بمعنی ''برائے'' ہے۔

Marfat.com

زُود درماں کن کہ می لرزد دِلم
جلد تدبیر کیجئے کیونکہ میرا دل لرز رہا ہے

کہ بدرد[1] از میوۂ دل بگسلم
کہ تکلیف کے ساتھ میں دل کے میوے سے جدا ہو جاؤں

گفت طِفلے را برآور ہم زِبام
فرمایا ایک بچہ کو کوٹھے پر لے جا

تا بہ بیند جنسِ خود را آں غلام
تا کہ وہ بچہ اپنے ہم جنس کو دیکھے

سوئ جنس آید سبک زاں ناوداں
وہ فوراً پرنالہ سے اپنے ہم جنس کی طرف آ جائے گا

جنس بر جنس ست عاشق جاوِداں
ہم جنس ہمیشہ ہم جنس پر عاشق ہوتا ہے

زن چناں کرد و چو دید آں طفلِ او
عورت نے ایسا ہی کیا اور جب اس بچہ نے اس کو دیکھا

جنسِ خود خوش خوش بدو آورد رو
اس نے خوشی خوشی اپنے ہم جنس کی طرف رخ کیا

سوئ بام آمد ز متنِ ناوداں
پرنالہ پر سے کوٹھے پر آ گیا

جاذبِ[2] ہر جنس را ہم جنس داں
جنس کو ہم جنس کھینچنے والا سمجھ

غو غواں آمد بسوئ طِفل طفل
کھسکتا کھسکتا بچہ بچہ کی طرف آ گیا

وارہید از اوفتادن سوئ سفل
نیچے گرنے سے نجات پا گیا

زاں بود جنسِ بشر پیغمبراں
اسی لیے پیغمبر انسان کی جنس کے ہوتے ہیں

تا بجنسیّت رہند از ناوداں
تا کہ جنسیت کی وجہ سے پرنالہ سے نجات پا جائیں

پس بشر فرمود خود را مِثلُکُم
پس انہوں نے اپنے آپکو تم جیسا انسان کہا

تا بجنس آیند و کم گردند گم
تا کہ ہم جنس کی طرف آ جائیں اور گم نہ ہوں

زانکہ جنسیت عجائب جاذبے ست
کیونکہ جنسیت عجیب جاذب ہے

جاذبش جنس ست ہر جا طالبے[3] ست
جس جگہ کوئی طلبگار ہے جنس اس کی جاذب ہے

عیسیٰؑ و ادریسؑ بر گردوں شدند
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام آسمان پر چلے گئے

با ملائک چونکہ ہم جنس آمدند
چونکہ وہ فرشتوں کے ہم جنس تھے

باز آں ہاروت و ماروت از بلند
پھر وہ ہاروت و ماروت بلندی سے

جنسِ تن بودند ازاں زیر آمدند
(چونکہ) جسم کے ہم جنس تھے نیچے آ گئے

کافراں ہم جنسِ شیطاں آمدہ
کافر شیطان کے ہم جنس ہیں

جانِ شاں شاگردِ شیطاناں شدہ
ان کی جان شیطانوں کی شاگرد بن گئی

---

1. کہ بدرد۔ یعنی میرا بچہ ہلاک ہو جائے۔ گفت۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک بچہ چھت پر بٹھا دے وہ بچہ پرنالے سے اس کے پاس آ جائے گا۔ زن۔ اس عورت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل کیا وہ بچہ اس بچے کے پاس آ گیا۔ سوئ بام۔ وہ بچہ پرنالہ سے چھت پر آ گیا۔

2. جاذب۔ کھینچنے والا۔ سفل۔ یعنی زمین۔ زاں۔ چونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اسی لیے انسان پیغمبر بنائے گئے ہیں۔ مثلکم۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔

3. طالب۔ جو طلبگار ہوتا ہے اس کو اس کی جنس اپنی طرف کھینچتی ہے۔ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر بلا لیے گئے چونکہ وہ ملائک کے ہم جنس تھے۔ ہاروت۔ ہاروت اور ماروت فرشتے تھے لیکن انسانوں کے ہم جنس تھے آسمان سے زمین پر بھیج دیے گئے۔ کافراں۔ کافر شیطان کے ہم جنس ہیں اسی لیے ان سے ان کی عادتیں سیکھ لیتے ہیں۔

Marfat.com

صد ہزاراں خوئے بد آموختہ
انہوں نے لاکھوں بُری عادتیں سیکھ لی ہیں

کمتریں[1] خوشاں بدستے ایں حسد
حسد ان کی کم از کم عادت ہے

زاں سگاں آموختہ حقد و حسد
انہوں نے ان کتوں سے کینہ اور حسد سیکھا

ہر کرا دید او کمال از چپ و راست
وہ دائیں بائیں میں سے کسی کو صاحب کمال دیکھتا ہے

زانکہ ہر بدبخت خرمن سوختہ
کیونکہ جس بدبخت کا کھلیان جل گیا ہو

ہیں[2] کمالے دست آور تا تو ہم
خبردار! کمال حاصل کر تا کہ تو بھی

از خدا میخواہ دفعِ ایں حسد
اس حسد کا دفعیہ خدا سے چاہ

مر ترا مشغولیے بخشد دروں
تجھے (اپنے) باطن کی مصروفیت عطا کر دے

جرعۂ مے را خدا آں می دہد
خدا اس گھونٹ بھر شراب کو وہ عطا کر دیتا ہے

خاصیت[3] بنہادہ در کفِ حشیش
ایک مٹھی بھنگ میں اس نے خاصیت رکھی ہے

خواب را یزداں بد انساں میکند
نیند کو خدا ایسا کر دیتا ہے

کرد مجنوں را ز عشقِ پوستے
مجنوں کو کھال کے عشق سے ایسا کر دیا

صد ہزاراں ایں چنیں می دارد او
وہ اس طرح کی لاکھوں (بیخودیاں) رکھتا ہے

دیدہائے عقل و دل بر دوختہ
عقل اور دل کی آنکھیں بند کر لیں

آں حسد کہ گردنِ ابلیس زد
وہ حسد جس نے شیطان کی گردن مار دی

کہ نخواہد خلق را ملکِ ابد
جو مخلوق کے لیے ابدی سلطنت نہیں چاہتے

از حسد قولنجش آمد درد خاست
تو حسد کی وجہ سے اس کو قولنج کا درد ہوتا ہے

می نخواہد شمعِ کس افروختہ
وہ نہیں چاہتا ہے کہ کسی کی شمع روشن ہو

از کمالِ دیگراں نفتی بغم
دوسروں کے کمال سے غم میں مبتلا نہ ہو

تا خدایت وارہاند زیں حسد
تاکہ خدا تجھے اس حسد سے نجات دے دے

کہ نہ پردازی ازاں سوئے بروں
تاکہ تو اس جانب سے باہر مشغول نہ ہو

کہ بدو مست از دو عالم میرہد
کہ اس کا مست دونوں عالم سے نجات پا جاتا ہے

کو زمانے می رہاند از خودیش
کہ وہ اس کو تھوڑی دیر کے لیے خودی سے چھڑا دیتی ہے

کز دو عالم فکر را بَری کند
کہ دونوں جہان کے فکر سے برطرف کر دیتا ہے

کہ نہ بشناسد عدو از دوستے
کہ وہ دوست اور دشمن میں امتیاز نہیں کر سکتا

کہ بر ادراکاتِ تو بگمارد او
جو وہ تیرے محسوسات پر مسلط کر دیتا ہے

---

[1] کمتریں۔ حسد شیطان کی خصلت ہے جو کافروں نے اس سے سیکھ لی ہے۔ ملک ابد۔ یعنی آخرت کی زندگی۔ ہر کرا۔ شیطان چونکہ اپنا سب کچھ تباہ کر چکا ہے اس لیے وہ کسی کی نیکی کو برداشت نہیں کرتا ہے اور کسی کی نیکی کی شمع روشن نہیں دیکھ سکتا۔

[2] ہیں۔ اگر انسان کے پاس کمال نہیں ہوتا ہے تو وہ دوسرے پر حسد کرتا ہے اور دوسرے کے کمال کو دیکھ کر غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ نفتی۔ نہ افتی کا مخفف ہے۔ از خدا۔ حسد کا دفعیہ خدا کر سکتا ہے۔ مشغولیے۔ اگر انسان اپنے احوال میں مشغول ہوتا ہے تو اس کو دوسرے کے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ حسد سے محفوظ رہتا ہے۔ جرعہ۔ خدا نے بہت سی چیزوں میں وہ خاصیت رکھی ہے جو دوسروں میں مشغول ہونے سے محفوظ کر دیتی ہے۔

[3] خاصیت۔ بھنگ بھی دوسروں کے احوال سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ کرد۔ مجنوں لیلیٰ کے ظاہر پر عاشق ہو کر دوسروں سے غافل ہو گیا تھا۔ صد ہزاراں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جو دوسروں کے احوال سے غافل بنا دیتی ہیں۔

Marfat.com

ہست[1] میہایِ شقاوت نفس را
بدبختی کی شرابیں نفس کے لیے ہیں
کہ ز رہ بیروں برد آں نحس را
جو اس منحوس کو گمراہ کر دیتی ہیں

ہست میہایِ سعادت عقل را
نیک بختی کی شرابیں عقل کے لیے ہیں
کہ بیابد منزلِ بے نقل را
کہ وہ منتقل نہ ہونے والی منزل کو حاصل کر لیتی ہے

خیمۂ گردوں ز سر مستیِ خویش
وہ اپنی سرمستی سے آسمان کے خیمہ کو
بر کند زاں سو بگیرد راہ پیش
اکھاڑ دیتی ہے اور اس جانب آگے راستہ اختیار کر لیتی ہے

ہیں بہر مستی دِلا غرہ مشو
خبردار! اے دل ہر مستی سے دھوکا نہ کھا
ہست عیسیٰ مستِ حق خرمستِ جو
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے مست اور گدھا جو کا مست ہے

ایں چنیں مے را بجور زیں خُنبہا
ان مٹکوں سے ایسی شراب پی
مستیش نبود ز کوتہ دُنبہا
اس کی مستی کوتاہ دُم والوں کے لیے نہیں ہے

زانکہ ہر معشوق چوں خُب[2] ست پُر
کیونکہ ہر معشوق مٹکے کی طرح پُر ہے
آں یکے دُرد و دگر صافی چو دُر
ایک تلچھٹ اور دوسرا موتی کی طرح صاف ہے

مے شناسا ہیں بچش با احتیاط
اے شراب کے پہچاننے والے! احتیاط سے چکھ
تا مئے یابی منزہ ز اختلاط
تاکہ تو میل سے پاک شراب حاصل کر لے

مے شناسا ہیں بچش از رُویِ تُرش
اے شراب کو پہچاننے والے! ترشروئی سے چکھ
آں مئے صافی کزو گردی خمش
اس صاف شراب کو جس سے تو خاموش ہو جائے

ہر دو مستی می دہندت لیک ایں
تجھے دونوں مست کرتی ہیں لیکن یہ
مستیت آرد کشاں تا ربِّ دیں[3]
مستی تجھے دین کے رب کی طرف کھینچ کر لاتی ہے

تا رہی از مکر و وسواس و حیل
تاکہ تو مکر اور وسوسوں اور حیلوں سے نجات پا جائے
بے عقالِ عقل در رقصِ اجمل
وہ عقل کی رسی کے بغیر اچھل کود میں ہے

انبیاء چوں جنسِ روح اند و ملک
انبیا چونکہ روح اور فرشتہ کے ہم جنس ہیں
مر ملک را جذب کردند از فلک
فرشتہ کو آسمان سے کھینچ لیا

باد جنسِ آتش ست و یارِ او
ہوا، آگ کی جنس اور اس کی یار ہے
کہ بود آہنگ ہر دو بر علو
کیونکہ دونوں کا قصد اوپر کی جانب ہے

---

[1] ہست۔ نفس ایسی مستیوں میں مبتلا ہے جو اس کو راہِ مستقیم سے غافل بنا دیتی ہیں۔ ہست۔ عقل ایسی مستیوں میں رہتی ہے جس سے وہ ابدی مقام حاصل کر لیتی ہے جس کے نتیجہ میں اس کی پرواز آسمانوں سے بالا ہو جاتی ہے۔ ہیں۔ انسان کو مستیوں میں فرق کرنا چاہیے۔ ہستی محمود نہیں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مستی اور خرعیسیٰ کی مستی جداگانہ ہے۔

[2] خب۔ خم، شراب کا مٹکا۔ کوتہ دنب۔ چھوٹی دم والا، گدھا۔ زانکہ۔ ہر شخص کی محبت میں کشش ہوتی ہے لیکن ہر کشش کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ مے شناسا۔ سالک کو امتیاز کرنا چاہیے اور وہ کشش اختیار کرنی چاہیے جو خالص ہو۔ گردی خمش۔ اس کشش کو اختیار کرنا چاہیے جو ہر کہ اُو را کہ خبر شد خبرش باز نیامد" کا مصداق ہو۔

[3] تا ربِّ دیں۔ جو کشش خدا کی طرف لے جائے وہ کشش اختیار کرنی چاہیے۔ رقص الجمل۔ اونٹ کا رقص یعنی بے قاعدہ اچھل کود۔ انبیاء۔ انبیا کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہوتا ہے اس لیے فرشتے ان تک پیغام لاتے ہیں۔ باد۔ ہوا اور آگ کا عروج اوپر کی جانب ہے۔

Marfat.com

چوں[1] بہ بندی تو سرِ کوزہ تہی — درمیانِ حوض یا جوئے نہی
اگر تو خالی پیالہ کے سر کو باندھ دے — حوض یا نہر میں اس کو رکھے

تا قیامت او فرونایذ بہ پست — کہ دِلش خالی ست در وے باد ہست
وہ قیامت تک نیچے کی جانب رخ نہ کرے گا — کیونکہ اس کا پیٹ خالی ہے اس میں ہوا ہے

میلِ بادش چوں سوئے بالا بود — ظرفِ خود را ہم سوئے بالا کشد
چونکہ اس کی ہوا کا میلان اوپر ہے — وہ اپنے برتن کو بھی اوپر کی جانب کھینچے گی

باز آں جانہا کہ جنسِ انبیاست — سوئے ایشاں کش کشاں چوں سایہاست
پھر وہ جانیں جو انبیا کی ہم جنس ہیں — وہ سایوں کی طرح ان کی جانب کشش میں ہیں

زانکہ عقلش غالب ست و بے ز شک — عقل جنس آمد بخلقت با ملک
کیونکہ اس پر عقل غالب ہے اور بغیر شک کے — عقل، خلقت میں فرشتے کی ہم جنس ہے

واں ہوائے نفس[2] غالب بر عدو — نفس جنسِ اسفل آمد شہ بدو
خواہشِ نفسانی دشمن پر غالب ہے — نفس، اسفل کا ہم جنس ہے اس پر تف ہے

بود قبطی جنسِ فرعونِ ذمیم — بود سبطی جنسِ موسیٰ کلیم
قبطی بُرے فرعون کا ہم جنس تھا — سبطی موسیٰ علیہ السلام کلیم (اللہ) کا ہم جنس تھا

بود ہاماں جنسِ مر فرعون را — برگزیدش برد تا صدرِ سرا
ہامان، فرعون کا ہم جنس تھا — اُس نے اس کو منتخب کیا گھر کے بالانشین تک لے گیا

لا جرم[3] از صدر در قعرش کشید — کہ ز جنسِ دوزخ اند آں دو پلید
لامحالہ اُس نے اس کو بلندی سے گہرائی کی طرف کھینچا — کیونکہ وہ دونوں پلید دوزخ کے ہم جنس تھے

ہر دو سو زندہ چوں دوزخ ضدِ نور — ہر دو چوں دوزخ ز نورِ دل نفور
دونوں جلتے ہوئے دوزخ کی طرح نور کی ضد ہیں — دونوں دوزخ کی طرح دل کے نور سے متنفر ہیں

زانکہ دوزخ گوید اے مومن تو زود — بر گذر کہ نورت آتش را ربود
کیونکہ دوزخ کہتی ہے اے مومن! جلد — گذر جا کیونکہ تیرے نور نے آگ کو ختم کر دیا

در بیانِ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُز یا مُؤمِن فَاِنَّ نُورُکَ اَطْفَاءُ نَارِیْ

آنحضور ﷺ کی حدیث کے بیان میں کہ اے مومن گذر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

بگذر اے مومن کہ نورت می کشد — آتشم را چوں کہ دامن می کشد
اے مومن! گذر جا کیونکہ تیرا نور بجھاتا ہے — میری آگ کو جب وہ ناز سے چلتا ہے

1. چوں۔ خالی پیالے کو اگر سر بند کر کے پانی میں ڈالو تو چونکہ اس میں ہوا بھری ہوئی ہے وہ نیچے نہ جائے گا۔ میل بادش۔ وہ ہوا اس پیالے کو بھی نیچے نہ جانے دے گی۔ باز۔ جو روحیں انبیا کی ہم جنس ہیں وہ انبیا کے ساتھ سایہ کی طرح لگی رہتی ہیں۔ زانکہ۔ ان لوگوں میں عقل کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل فرشتہ کی ہم جنس ہے۔
2. ہوائے نفس۔ خواہشاتِ نفس کا میلان اسفل کی طرف ہے۔ شہ بدو۔ اس پر تف ہے۔ قبطی۔ فرعون کی قوم والا۔ سبطی۔ بنی اسرائیلی۔ ہامان۔ فرعون کا وزیر باوجود اسرائیلی ہونے کے فرعون کا ہم جنس تھا اسی لیے فرعون نے اس کو مشورہ کے لیے منتخب کیا۔
3. لاجرم۔ ہامان کے مشورے سے وہ تباہی کے گڑھے میں گر گیا۔ زانکہ۔ دوزخ اور نور میں تضاد ہے، دوزخ نورِ ایمان سے متنفر اور نور دوزخ سے متنفر ہے۔ در بیان۔ اس حدیث سے نور اور نار کے تضاد کو سمجھانا مقصود ہے۔ بگذر۔ جس وقت مومن پل صراط سے گذرے گا جہنم یہ کہے گی۔

Marfat.com

می رمد آن دوزخی از نورہم
وہ دوزخی بھی نور سے بھاگتا ہے
زانکہ طبعِ دوزخستش اے صنم
اے پیارے! کیونکہ اس کا مزاج دوزخی ہے

دوزخ از مومن گریزد آنچناں
دوزخ مومن سے اسی طرح بھاگتی ہے جس طرح
کہ گریزد مومن از دوزخ بجاں
مومن دوزخ سے جان بچا کر بھاگتا ہے

زانکہ جنسِ نار نبود نورِ او
اس کا نور نار کا ہم جنس نہیں ہے
ضدِّ نار آمد حقیقت نور جو[1]
نور کے طالب کی حقیقت آگ کی ضد ہے

در حدیث آمد کہ مومن در دعا
حدیث (شریف) میں آیا ہے جبکہ مومن دعا میں
چوں اماں خواہد ز دوزخ از خدا
خدا سے دوزخ سے پناہ چاہتا ہے

دوزخ از وے ہم اماں خواہد بجاں
دوزخ اس سے دل و جان سے پناہ چاہتی ہے
کہ خدایا دور دارم از فلاں
کہ اے خدا! مجھے فلانے سے دور رکھ

جاذبہ جنسیت ست اکنوں بہ بیں
جنسیت کی کشش ہے، اب تو دیکھ لے
کہ تو جنسِ کیستی از کفر و دیں
کہ تو کفر اور دین میں سے کس کا ہم جنس ہے؟

گر بہاماں[2] مائلی ہامانیی
اگر تو ہامان کی طرف مائل ہے ہامانی ہے
ور بموسیٰ مائلی سبحانیی
اگر تو موسیٰ علیہ السلام کی طرف مائل ہے تو اللّٰہی ہے

ور بہر دو مائلی انگیختہ
اگر تو دونوں کی طرف مائل ہے، اکسایا ہوا ہے
نفس و عقلی ہر دو آں آمیختہ
تجھ میں نفس اور عقل دونوں ملے ہوئے ہیں

ہر دو در جنگند ہاں و ہاں بکوش
دونوں بر سرِ پیکار ہیں ہاں ہاں کوشش کر
تا شود بر نفس غالب عقل و ہوش
تاکہ عقل اور ہوش نفس پر غالب آ جائے

ساغرِ[3] صدق از کفِ موسیٰ بنوش
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے سچائی کا پیالہ پی
تا شود غالب معانی بر نقوش
تاکہ معانی، نقوش پر غالب آ جائیں

در جہانِ جنگ شادی ایں بس ست
لڑائی کی دنیا میں یہ خوشی کافی ہے
کہ بہ بینی بر عدو ہر دم شکست
کہ تو ہر وقت دشمن پر شکست دیکھے

جہد کن تا خصمت اِشکستہ شود
کوشش کر تاکہ تیرا دشمن شکست کھا جائے
گرچہ فرعونِ دنی ایں نشنود
خواہ کمینہ فرعون یہ نہ سنے

ایں حدیث آمد دراز اے ناگزیر
یہ بات لمبی ہو گئی مجبوری تھی
باز گو اِضلالِ فرعونِ مشیر
فرعون کے مشیر کو گمراہ کرنے کی بات کر

---

[1] نور جو۔ یعنی جنتی۔ در حدیث۔ یہ مضمون حدیث میں مذکور ہے۔ جاذبہ۔ ہر انسان میں جنسیت کا جذبہ ہوتا ہے غور کر لینا چاہیے کہ اس میں کفر کی کشش ہے یا دین کی کشش ہے۔

[2] گر بہ ہاماں۔ اگر انسان ہامان کی طرف مائل ہے تو وہ ہامان کی جنس سے ہے اور اگر موسیٰ علیہ السلام کی طرف میلان ہے تو وہ انسان اللہ والا ہے۔ ور بہر دو۔ اگر انسان کا خیر اور شر دونوں کی طرف میلان ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں نفس اور عقل کی کشمکش جاری ہے۔

[3] ساغر۔ ایسے انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس پر عقل کا غلبہ رہے۔ در جہاں۔ اس کشمکش میں کامیابی یہ ہے کہ انسان ہر وقت نفس کو مغلوب رکھے۔ گرچہ۔ جس کی طبیعت فرعونی ہوگی وہ اس نصیحت کو قبول نہ کرے گا۔ اِضلال۔ یعنی ہامان نے فرعون کو کس طرح گمراہ کیا۔

Marfat.com

مشورت کردنِ فرعون با وزیرش ہامان در ایمان آوردن بموسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے بارے میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کرنا

آں ستیزہ[1] رُو بسختی عاقبت — گفت با ہاماں برایِ مشورت
بالآخر اس سختی سے جھگڑا کرنے والے نے — مشورے کی غرض سے، ہامان سے کہا

وعدہ ای آں کلیم اللہؑ را — گفت و محرم ساخت آں گمراہ را
کلیم اللہ علیہ السلام کے وعدوں کو — اس گمراہ سے کہا اور اس کو رازدار بنا لیا

گفت با ہاماں چو تنہالیش بدید — جست ہامان و گریباں را درید
جب ہامان کو تنہا دیکھا اس سے کہا — ہامان اچھل پڑا اور گریبان پھاڑ لیا

بانگہا زد گریہ ہا کرد آں لعیں — کوفت دستار و کلہ را بر زمیں
اس لعین نے نعرے لگائے اور رونے لگا — ٹوپی اور عمامہ کو زمین پر پٹخ دیا

کہ چگونہ[2] گفت اندر رویِ شاہ — اینچنیں گستاخ آں حرفِ تباہ
کہ بادشاہ کے سامنے کیسے کہی؟ — وہ بری بات ایسے گستاخ نے

جملہ عالم را مسخر کردہ تو — کار را با بخت چوں زر کردہ تو
تو نے تمام دنیا کو تابع فرمان بنا لیا — تو نے اقبال مندی سے کام کو سونے کی طرح کر لیا ہے

از مشارق وز مغارب بے لجاج — سویِ تو آرند سلطاناں خراج
مشرقوں اور مغربوں سے بلا جھگڑے کے — بادشاہ تیرے پاس خراج لاتے ہیں

بادشاہاں[3] لب ہمی مالند شاد — بر ستانہ خاکِ تو اے کیقباد
سب بادشاہ خوشی سے ہونٹ ملتے ہیں — اے عالی مقام تیرے آستانہ کی خاک پر

اسپ باغی چوں بہ بیند اسپ ما — رو بگرداند گریزد بے عصا
باغی گھوڑا جب ہمارے گھوڑے کو دیکھتا ہے — بغیر ڈنڈے کے رخ پھیر لیتا ہے، بھاگ جاتا ہے

تا کنوں معبود و مسجودِ جہاں — بودہ، گردی کمینہ بندگاں
اب تک تو عالم کا معبود اور مسجود — رہا ہے، (اب) حقیر ترین بندہ بنے گا

در ہزار آتش شدن زیں خوشتر ست — کہ خداوندے شود بندہ پرست
ہزار آگوں میں ہونا اس سے بہتر ہے — کہ ایک آقا غلام پرست بنے

نے بکُش اوّل مرا اے شاہ ہیں — تا نہ بیند چشمِ من بر شاہ ایں
نہیں اے بادشاہ! خبردار پہلے مجھے قتل کر دے — تاکہ میری آنکھ بادشاہ کی یہ حالت نہ دیکھے

---

1. آں ستیزہ رو۔ یعنی فرعون۔ کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایمان لانے پر جو وعدے کئے وہ سب ہامان سے کہہ دیے۔ جست۔ ہامان اچھلا اور اس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔

2. کہ چگونہ۔ اور کہنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کیسے جرأت ہوئی کہ تجھ جیسے شاہ سے ایسی باتیں کرے۔ جملہ عالم۔ ہامان نے فرعون سے کہا کہ تو نے تمام عالم کو تابع فرمان بنالیا ہے اور سلطنت کے معاملات کو سونے کی طرح چمکدار کر دیا ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ خراج۔ وہ محصول جو بادشاہ کو ادا کیا جائے۔

3. بادشاہاں۔ دنیا کے بادشاہ تیرے در کی خاک چاٹنا فخر سمجھتے ہیں۔ اسپِ باغی۔ مخالف لشکر ہمارے لشکر کو دیکھ کر بھاگ پڑتا ہے۔ تا کنوں۔ تو اب تک معبود بنا ہوا ہے لوگ تجھے سجدے کرتے ہیں اب تو غلاموں کا غلام بنے گا ایسی زندگی سے ہزار آگیں بہتر ہیں۔ نے بکش۔ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے پہلے مجھے قتل کر دے تاکہ تیری یہ رسوائی اور ذلت میری آنکھیں نہ دیکھیں۔

Marfat.com

خسروا اوّل مرا گردن بزن | تا نہ بیند ایں مذلت چشمِ من
اے شاہ! پہلے مجھے قتل کر دے | تاکہ میری آنکھ یہ ذلت نہ دیکھے

خود[1] نبودست و مبادا ایں چنیں | کہ زمیں گردوں شود گردوں زمیں
ہرگز ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہو | کہ زمین آسمان بنے اور آسمان زمین

بندگانماں خواجہ تاشِ ما شوند | بیدلاماں دلخراشِ ما شوند
ہمارے غلام، ہمارے ہمسر بنیں | ہم سے ڈرنے والے، ہمارے دل کو چھیلنے والے بنیں

چشمِ روشن دشمناں و دوست کور | گشت ما را پس گلستاں قعرِ گور
دشمنوں کی آنکھ روشن ہو اور دوست اندھا ہو | تو ہمارے لیے چمن قبر کا گڑھا بن جائے

تزییفِ سخنِ ہامان با فرعون علیہ اللعنۃ

فرعون علیہ اللعنۃ کے ساتھ ہامان کی باتوں کی کمزوری

دوست[2] از دشمن ہمی نشناخت او | نَرد را کورانہ کژ می باخت او
وہ دوست کو دشمن سے نہ پہچانتا تھا | اس نے اندھے پن سے بازی الٹی چلی

دشمنِ تو جز تو نبود اے لعیں | بیگناہاں را مگو دشمن بکیں
اے ملعون! تیرا دشمن تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے | کینہ سے بے قصوروں کو دشمن نہ کہہ

پیشِ تو ایں حالتِ بد دولت ست | کہ دَوا دَو اول و آخر لت ست
تیرے لیے یہ بُری عادت دولت ہے | کہ جس کی ابتدا بھاگ دوڑ اور آخر لات ہے

گر[3] ازیں دولت نتازی خرخراں | ایں بہارت را ہمی آید خزاں
اگر تو اس دولت سے آہستہ آہستہ نہ بھاگے گا | تیری اس بہار پر خزاں آ جائے گی

مشرق و مغرب چو تو بس دیدہ اند | کہ سَرِ ایشاں ز تن ببریدہ اند
مشرق و مغرب نے تجھ جیسے بہت دیکھے ہیں | جن کے سر دھڑ سے جدا کر دیے ہیں

مشرق و مغرب کہ نبود بر قرار | چوں کنند آخر کسے را پائیدار
مشرق و مغرب جو پائیدار نہیں ہیں | وہ کسی کو کیسے پائیدار بنا سکتے ہیں

تو بداں فخر آوری کز ترس و بند | چاپلوست گشت مردم روز چند
تو اس پر فخر کرتا ہے کہ خوف اور بندش سے | چند روز کے لیے انسان تیرے خوشامدی بن گئے ہیں

---

1. خود۔ یہ اب تک نہیں ہوا کہ بادشاہ غلام اور غلام بادشاہ بنے اور نہ ہوگا۔ بندگانماں۔ یہ اسرائیلی جواب تک ہمارے غلام ہیں وہ شریک سلطنت بنیں۔ چشم روشن دشمناں۔ اس حالت سے دوست رنجیدہ ہوں گے اور دشمن خوش ہوں گے اور ہمارا عیش وعشرت خاک میں مل جائے گا۔ تزییف۔ کھوٹا پن۔

2. دوست۔ اس ہامان کو دوست اور دشمن میں تمیز نہ تھی لہٰذا وہ الٹی بازی کھیل رہا تھا۔ دشمن تو۔ مولانا کی طرف سے ہامان کا جواب ہے کہ تو خود اپنا دشمن ہے بے قصور لوگوں کو دشمن نہ سمجھ۔ دولت۔ تو اس دنیا کو دولت سمجھتا ہے جس کی ابتدا بھاگ دوڑ ہے اور آخر میں وہ لات مار کر چل دیتی ہے۔

3. گر۔ اگر انسان خود دنیا کو نہیں چھوڑتا ہے تو دنیا خود اسے چھوڑ دیتی ہے۔ مشرق۔ دنیا نے بہت سے شاہوں کو قتل کیا ہے۔ برقرار۔ دنیا ناپائیدار ہے وہ کسی کو پائیداری کیا دے سکتی ہے۔ تو بداں۔ مجبوری سے چند انسان تعظیم کرنے لگتے ہیں تو انسان دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔

Marfat.com

ہر کرا¹ مردم سجودے می کنند
جس شخص کو لوگ سجدے کرتے ہیں
زہر اندر جانِ او می آگنند
اس کی جان میں زہر بھرتے ہیں

چونکہ بر گردد از و آں ساجدش
جب وہ سجدہ کرنے والا اس سے روگردانی کرتا ہے
داند۔۔ او کاں زہر بود و موبدش
وہ جان جاتا ہے کہ وہ اور اس کا سردار زہر تھا

اے خنک آں را کہ ذَلَّتْ نَفْسَهُ
مبارک باد ہے اس کے لیے جس کا نفس خاکسار بنا
وایِ آں کز سرکشی شد چوں کہ اُو
اس پر افسوس جو سرکشی سے پہاڑ کی طرح بن گیا

ایں تکبر زہرِ قاتل داں کہ ہست
اس تکبر کو زہر قاتل سمجھ کہ جو ہے
از مئے پر زہر گشت آں گیج و مست
زہر بھری شراب (کی قسم) سے (جس سے) وہ احمق اور مست بنا ہے

چوں² مئے پُر زہر نوشد مُدبرے
جب کوئی بد نصیب زہریلی شراب پیتا ہے
از طرب یک دم بجنباند سَرے
تھوڑی دیر مستی سے جھومتا ہے

بعد یک دم زہر در جانش فتد
تھوڑی دیر کے بعد زہر اس کی جان میں اثر کرتا ہے
زہر در جانش کند داد و ستد
زہر اس کی جان میں لین دین شروع کر دیتا ہے

گرنداری زہریش را اعتقاد
اگر تو اس کے زہر پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے
گرچہ زہر آمد نگر در قومِ عاد
اگرچہ وہ زہر ہے، قومِ عاد کو دیکھ لے

چونکہ شاہے دست یابد بر شہے
جب کوئی بادشاہ کسی بادشاہ پر قابو پا لیتا ہے
بکُشدش یا باز دارد در چہے
اس کو قتل کر دیتا ہے یا اس کو کنویں میں قید کر دیتا ہے

ور بیابد خستہ افتادہ راہ
اور اگر کسی زخمی کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھتا ہے
مرہمش سازد شہ و بدہد عطا
بادشاہ اس کی مرہم (پٹی) کرتا ہے اور عطا کرتا ہے

گرنہ زہرست³ آں تکبر پس چرا
اگر وہ تکبر زہر نہیں ہے تو کیوں؟
کشت شہ را بیگناہ و بے خطا
اس نے بادشاہ کو بے گناہ اور بے قصور مارا

ویں دگر را بے ز خدمت چوں نواخت
اس دوسرے کو بغیر کسی خدمت کے کیوں نوازا؟
زیں دو جنسِ زہر را باید شناخت
زہر کی ان دونوں قسموں کو پہچان لینا چاہیے

راہزن ہرگز گدائے را نزد
کسی ڈاکو نے کبھی کسی فقیر کو نہیں مارا
گُرگ گُرگِ مُردہ را ہر گز گزد
بھیڑیے نے کسی مردہ بھیڑیے کو کبھی نہیں پھاڑا

خضرؑ کشتی را برائے آں شکست
(حضرت) خضر علیہ السلام نے کشتی اس لیے توڑی
تا تواند کشتی از فجار رَست
تاکہ کشتی ظالموں سے بچ جائے

1۔ ہر کرا۔ لوگوں کی تعظیم ایک زہر ہے جو انسان کی روح کو ہلاک کرتا ہے۔ چونکہ۔ خود سجدہ کرنے والے بھی اس زہر سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کو اس زہر کا پتا جب چلتا ہے جب ان کو ہوش آتا ہے۔ موبد۔ آتش پرستوں کا سردار۔ اے خنک۔ جو لوگ دنیا میں فروتنی اختیار کرتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں۔ تکبر۔ تکبر ایک زہریلی ہوئی شراب ہے۔

2۔ چوں۔ تکبر کی شراب پی کر کچھ دیر انسان مستی کا اظہار کرتا ہے۔ بعد یک دم۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ زہر اثر دکھاتا ہے۔ قوم عاد۔ یہ قوم تکبر کے زہر سے ہلاک ہوئی ہے۔ چونکہ۔ تکبر کے زہر ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ شاہ اپنے تکبر کی وجہ سے مارا جاتا ہے اور زخمی سپاہی بچ جاتا ہے۔

3۔ گرنہ زہرست۔ اس بادشاہ کے مارے جانے کا سبب اس کا زہر تکبر ہے۔ ویں دگر۔ اس کی خستہ حالی اس پر رحم کا سبب بنی۔ راہزن۔ ڈاکو بھی متکبر مالدار کو لوٹتا ہے۔ گرگ۔ بھیڑیا بھی متکبر زندہ بھیڑیے کو پھاڑتا ہے۔ خضر۔ کشتی کی شکستہ حالی اس کی نجات کا سبب ہے۔

Marfat.com

چوں شکستہ[1] می رہد اِشکستہ شو — امن در فقرست اندر فقر رَو
جبکہ شکستہ کو نجات ملتی ہے، شکستہ ہو جا — امن فقر میں ہے فقر اختیار کر

آں کہے کو داشت از کاں نقد چند — گشت پارہ پارہ از زخمِ کلند
وہ پہاڑ جو نقدی کی چند کانیں رکھتا تھا — وہ کدال کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

تیغ بہرِ اُوست کورا گرد نیست — سایہ کافگندست بَر وَے زخم نیست
تلوار اس کے لیے ہے جس کی (اونچی) گردن ہے — وہ سایہ جو پڑا ہوا ہے اس پر وار نہیں ہے

مہتری نفط ست و آتش اے غوی — اے برادر چوں بر آذر می رَوی
اے گمراہ! سرداری مٹی کا تیل اور آگ ہے — اے بھائی! تو آگ پر کیوں چلتا ہے؟

ہر چہ او ہموار باشد با زمیں — تیرہا را کے ہدف گردد ببیں
جو چیز زمین سے ہموار ہو — وہ تیروں کا نشانہ کب بنتی ہے دیکھ لے

سر بر آرد[2] از زمین آنگاہ او — چوں ہدفہا زخم یابد بے رفو
وہ زمین سے سر ابھارتی ہے تب وہ — نشانوں کی طرح نہ سلنے والے زخم پاتی ہے

نردبانِ خلق ایں ما و منی ست — عاقبت زیں نردباں افتادنی ست
یہ خودی اور تکبر مخلوق کے لیے سیڑھی ہے — انجام کار اس سیڑھی سے گر پڑنا ہے

ایں فروع ست و اُصولش آں بود — کہ ترفع شرکتِ یزداں بود
یہ فروعی باتیں ہیں اور اس کی اصل یہ ہے — کہ تکبر اللہ کے ساتھ شرکت ہے

چوں[3] نہ مُردی و نہ گشتی زندہ زو — باغیی باشی بشرکت ملک جو
جبکہ تو فنا نہ ہوا اور اس کے ذریعہ زندہ نہ ہوا — تو باغی ہو گا، شرکت کے ذریعہ ملک کا جویاں ہو گا

چوں بدو زندہ شدی آں خود ویست — وحدتِ محض ست آں شرکت کے ست
جب تو اس کے ذریعہ زندہ ہو گیا وہ خود وہ ہے — خالص وحدت ہے، یہ شرکت کب ہے؟

شرح ایں در آئینۂ اعمال جو — کہ نیابی فہم ایں از گفتگو
اس کی تشریح اعمال کے آئینہ میں تلاش کر — کیونکہ گفتگو سے یہ سمجھ میں نہ آئے گا

گر بگویم آنچہ دارم دَر دروں — بس جگرہا گردد اندر حال خوں
اگر میں وہ کہہ دوں جو دل میں رکھتا ہوں — تو بہت سے جگر فوراً خون ہو جائیں گے

---

[1] چوں شکستہ۔ شکستہ حالی نجات کا سبب ہے تو انسان کو شکستہ حال ہونا مناسب ہے۔ کہے۔ جس پہاڑ میں کانیں ہوتی ہیں اس کی کھدائی ہوتی ہے۔ تیغ۔ گردن متکبر سربلند کی کٹتی ہے۔ سایہ۔ سایہ پست چیز ہے اس پر تلوار نہیں چلائی جاتی۔ نفط۔ ایک مادہ ہے جو آگ کو جلد پکڑ لیتا ہے۔ ہموار۔ ہموار زمین کو تیروں کا نشانہ نہیں بنایا جاتا۔

[2] سر بر آرد۔ جو چیز زمین سے سر ابھارتی ہے وہی نشانہ بنتی ہے۔ نردباں۔ تکبر اور خودی انسان کے لیے ایک ایسی سیڑھی ہے جس سے پھسل کر زمین پر گرتا ہے۔ ایں۔ تکبر کی یہ مضرتیں تو فروعی ہیں بنیادی بات یہ ہے کہ تکبر دراصل خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔

[3] چوں۔ وحدت الوجود کے نظریہ کے مطابق اگر تو نے خود کو فانی نہیں بنایا اور بقا باللہ نہ حاصل کیا تو خدا کا باغی ہے۔ چوں بدو۔ جب تجھے بقا باللہ کا مقام حاصل ہو جائے تو اب تیرا وجود خود خدا کا وجود ہے اور یہ خالص توحید ہے۔ شرح۔ وحدت الوجود کے مسئلہ کی تشریح گفتگو کے ذریعہ ممکن نہیں یہ مقام حاصل ہو جانے سے اس کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ گر بگویم۔ اس مسئلہ کے متعلق اگر میں اپنے پورے خیالات ظاہر کر دوں تو لوگوں کے جگر خون بن جائیں گے لہٰذا انہی اشارات پر اکتفا کرتا ہوں جو عقلمندوں کے لیے کافی ہیں۔

Marfat.com

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس ست
بس کرتا ہوں، عقل مندوں کے لیے کافی ہے
بانگ دو کردم اگر در دِہ کس ست
میں نے دو صدائیں دے دیں اگر گاؤں میں کوئی ہے

حاصل[1] آں ہاماں بداں گفتارِ بد
خلاصہ یہ ہے کہ اس ہامان نے بُری گفتگو کے ذریعہ
ایں چنیں راہے بَراں فرعون زَد
ایسا راستہ فرعون پر بند کر دیا

لقمہ دولت رسیدہ تا دہاں
دولت کا لقمہ منہ تک پہنچ چکا تھا
از گلوی او بُریدہ ناگہاں
اچانک اس کے گلے سے جدا کر دیا

خرمنِ فرعون را داد او بباد
اس نے فرعون کا کھلیان برباد کر دیا
ہیچ شہ را ایں چنیں صاحب مباد
(خدا کرے) ایسا وزیر کسی بادشاہ کا نہ ہو

از چنیں ہمراہِ بد دوری گزیں
ایسے برے ساتھی سے دوری اختیار کر
زینہار اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْیَقِیْں
خبردار! اللہ یقینی باتوں کو زیادہ جانتا ہے

نومید شدنِ موسیٰ علیہ السلام از ایمان آوردنِ فرعون و جایا فتن سخنِ ہامانِ لعین در دلِ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ایمان لانے سے مایوس ہو جانا اور ملعون ہامان کی باتوں کا فرعون کے دل میں گھر کر لینا

گفت موسیٰؑ لطف بنمودیم و جود
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم نے مہربانی اور سخاوت کی
خود خداوندیت را روزی نبود
آقائی جو تیرے مقدر میں نہ تھی

آں خداوندی[2] کہ نبود راستیں
وہ آقائی جو سچی نہ ہو
مَر وُرا نے دست داں نے آستیں
سمجھ لے، اس کے نہ ہاتھ ہوتا ہے نہ آستیں

آں خداوندی کہ دُزدیدہ بود
وہ آقائی جو چرائی ہوئی ہو
بے دل و بے جان و بے دیدہ بود
وہ بے دل اور بے جان اور بے آنکھ کی ہوتی ہے

آن خداوندی کہ دادندت عوام
وہ آقائی جو تجھے عوام نے دی ہے
باز بستانند از تو ہمچو وام
قرض کی طرح وہ تجھ سے واپس لے لیں گے

آں خداوندیِ تو از بندگی
تیری وہ آقائی غلامی سے
کمترست ار باز دانی اندکی
کمتر ہے اگر تھوڑا سا سمجھ لے

دِہ خداوندیِ عاریت بحق
عارضی آقائی خدا کے سپرد کر دے
تا خداوندیت بخشد متفق
تاکہ وہ تجھے متفق آقائی عنایت کر دے

---

1. حاصل۔ غرضیکہ فرعون نے ہامان سے مشورہ کیا اور اس نے اس کی راہِ ہدایت مسدود کر دی۔ لقمہ۔ قریب تھا کہ وہ ہدایت حاصل کر لیتا لیکن ہامان اس کی بربادی کا سبب بن گیا خدا ایسا وزیر کسی بادشاہ کو نہ دے جو اس کی بربادی کا سبب بنے۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم تو ابدی سلطنت دینا چاہتے تھے لیکن فرعون کے مقدر میں نہ تھی۔

2. آں خداوندی۔ غلط قسم کی آقائی بے دست و پا ہوتی ہے۔ آں خداوندی۔ جو آقائی انسانوں کی عطا کردہ ہے وہ تو انسان واپس لے لیتے ہیں۔ آں خداوندی۔ انسانوں کی عطا کردہ آقائی خود غلامی سے بدتر ہے ہاں جو آقائی خدا کی جانب سے ملے وہ پائیدار اور متفق علیہ ہوتی ہے۔

Marfat.com

منازعت[1] کردنِ امیرانِ عرب با رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ ملک را مقاسمہ کن تا نزاعے نباشد و جوابِ رسول ایشاں را کہ من ماموروم دریں امارت و بحثِ ایشاں از طرفین

عرب کے سرداروں کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنا کہ ملک بانٹ لیجئے تاکہ جھگڑا نہ ہو اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو جواب دینا کہ میں اس حکومت میں اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہوں اور جانبین سے ان کی بحث

آں امیرانِ عرب گرد آمدند ۔۔۔ نزد پیغمبرؐ منازِع می شدند
عرب کے سردار جمع ہو گئے ۔۔۔ پیغمبر ﷺ کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے

کہ تو میری ہریک از ماہم امیر ۔۔۔ بخش کن ایں ملک و بخشِ خود بگیر
کہ آپ ﷺ بھی سردار ہیں اور ہم میں سے بھی ہر ایک امیر ہے ۔۔۔ اس ملک کو تقسیم کر لیجئے اور اپنا حصہ لے لیجئے

ہر یکے[2] در بخشِ خود انصاف جو ۔۔۔ تو ز بخشِ ما دو دستِ خود بشو
ہر ایک اپنے حصہ میں انصاف چاہتا ہے ۔۔۔ آپ ﷺ ہمارے حصہ سے اپنے دونوں ہاتھ دھو لیجئے

گفت میری مَر مَرا حق دادہ است ۔۔۔ سروری و اَمرِ مطلق دادہ است
آپ ﷺ نے فرمایا مجھے سرداری خدا نے عطا کی ہے ۔۔۔ (اس نے) عام سرداری اور حکم عطا فرما دیا ہے

کایں قرانِ احمدست و دورِ او ۔۔۔ ہیں بگیرید امرِ او را اِتّقُوا
کیونکہ (فرمایا ہے) یہ احمد ﷺ کا زمانہ اور دور ہے ۔۔۔ خبردار! اس کا حکم مانو اور تقویٰ اختیار کرو

قوم گفتندش[3] کہ ماہم زاں قضا ۔۔۔ حاکمیم و داد اُمیری ما خدا
قوم نے ان سے کہا کہ ہم بھی تقدیر سے ۔۔۔ حاکم ہیں اور خدا نے ہمیں حکومت دی ہے

گفت لیکن مَر مَرا حق ملک داد ۔۔۔ مر شمارا عاریۃ از بہر زاد
آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ (تعالیٰ) نے حکومت دی ہے ۔۔۔ تمہارے پاس کھانے پینے کے لیے عارضی ہے

میریِ من تا قیامت باقی ست ۔۔۔ میریِ عاریتی خواہد شکست
میری حکومت قیامت تک باقی رہنے والی ہے ۔۔۔ عارضی حکومت ٹوٹ جائے گی

قوم گفتند اے امیر افزوں مگو ۔۔۔ چیست حجت بر فزوں جوئیِ تو
لوگوں نے کہا اے امیر! زیادہ نہ کہہ ۔۔۔ آپ ﷺ کی بڑائی پر دلیل کیا ہے؟

---

[1] منازعت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آقائی خدائی عطیہ تھی۔ کہ تو میری۔ ان سرداروں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ملک تقسیم کر لیا جائے تم اپنے حصہ پر حکومت کرو ہم اپنے حصہ پر حکومت کریں۔

[2] ہر یکے۔ ہر شخص اپنے حصہ پر حکومت کرے آپ ہمارے حصہ سے دستبردار ہو جائیں۔ گفت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پورے ملک کی سرداری عنایت کی ہے۔ کایں۔ اللہ نے فرمادیا ہے کہ یہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہے اس کا حکم مانو اور پرہیزگار بنو۔

[3] قوم گفتندش۔ ان سرداروں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم بھی سردار ہیں اور ہماری سرداری بھی خدا کا عطیہ ہے۔ گفت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری سرداری ابدی ہے تمہاری سرداری دنیاوی عارضی ہے۔ قوم گفتند۔ سرداروں نے کہا اپنی ابدی سرداری پر کوئی دلیل پیش کیجئے۔

Marfat.com

سیل آمدن[1] و قضیب انداختن اُمراء جہتِ دفعِ شدنِ سیل و غالب شدنِ مصطفیٰ علیہ السلام بر امیراں

سیلاب کا آنا اور سیلاب روکنے کے لیے سرداروں کا لکڑی ڈالنا اور مصطفیٰ علیہ السلام کا سرداروں پر غالب آ جانا

دَر زماں اَبرے بر آمد ز امرِ مُر — سیل آمد گشت آں اطراف پُر
فوراً، سخت حکم سے ایک ابر آیا — سیلاب آیا اور اطراف پانی سے پُر ہو گئے

رُو بشہر آورد سیلے بس مہیب — اہلِ شہر افغاں کناں جملہ رَعیب
ایک بہت خوفناک سیلاب نے شہر کا رخ کیا — شہر والے خوفزدہ ہو کر فریاد کرنے لگے

گفت پیغمبرؐ کہ وقتِ امتحاں — آمد اکنوں تا نہاں گردَد عیاں
پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ امتحان کا وقت — اب آ گیا، تاکہ پوشیدہ (راز) ظاہر ہو جائے

ہر امیرے[2] نیزۂ خود در فگند — تا شود در امتحاں آں سیل بند
ہر سردار نے اپنا نیزہ ڈال دیا — تاکہ آزمائش (کے وقت) میں سیلاب رک جائے

نیزہا را ہمچو خاشاکے رَبود — آبِ تیزِ سیل پُر جوش و عنود
نیزوں کو تنکوں کی طرح بہا لے گیا — جوشیلے اور سرکش سیلاب کا تیز پانی

پس قضیب انداخت در وَے مصطفیٰ — آں قضیبِ معجز فرماں روا
پھر مصطفیٰ ﷺ نے ایک شاخ اس میں ڈال دی — وہ شاخ جو (سیلاب کو) عاجز کرنے والی اور حاکم تھی

نیزہا گم گشت جملہ و آں قضیب — بَر سرِ آب ایستادہ چوں رقیب[3]
سب نیزے گم ہو گئے اور وہ شاخ — نگراں کی طرح پانی پر کھڑی رہی

ز اہتمامِ آں قضیب آں سیل رفت — رو بگردانید و سوئِ بحر رفت
اس شاخ کے بندوبست سے وہ سیلاب روانہ ہو گیا — اس نے رخ موڑا اور سمندر کی طرف چلا گیا

چوں بدیدند از وے آں اَمرِ عظیم — پس مقر گشتند آں میراں زبیم
جب انہوں نے ان سے وہ بڑا کارنامہ دیکھا — وہ سردار ڈر سے اقرار کرنے والے بن گئے

جز سہ کس کہ حِقد ایشاں چیرہ بود — ساحرش گفتند و کاہن از جُحُود
سوائے تین شخصوں کے جن کا کینہ غالب تھا — انہوں نے انکار سے ان کو جادوگر اور کاہن کہا

بود بوجہلِ لعین و بولہب — واں سوم ہم بود بو سفیانِ حرب
ملعون ابوجہل تھا اور ابو لہب — اور وہ تیسرا ابو سفیان بن حرب تھا

---

[1] سیل آمدن۔ اس قصہ کا حدیث اور تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس قصہ سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معمولی شاخ سے پانی کا سیلاب رک گیا اور یہ معجزہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابدی سرداری پر دلیل بنا۔ مہیب۔ ہیبت ناک۔ رعیب۔ مرعوب، خوفزدہ۔ نہاں۔ یعنی اب تک میری ابدی سرداری جو تم پر پوشیدہ ہے واضح ہو جائے۔

[2] ہر امیرے۔ اس سیلاب کو روکنے کے لیے ہر سردار نے اپنے ہاتھ کا نیزہ پانی میں ڈالا۔ عنود۔ سرکش۔ قضیب۔ شاخ۔

[3] رقیب۔ نگراں۔ امر عظیم۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شاخ سے سیلاب کا رک جانا۔ جز سہ کس۔ یعنی دوسرے سردار تو ایمان لے آئے ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان ایمان نہ لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر اور کاہن کہنے لگے۔

Marfat.com

ملکِ بر بستہ چناں باشد ضعیف　ملک بَر رُستہ چناں باشد شریف
مارے باندھے کی سلطنت ایسی کمزور ہوتی ہے　آزاد سلطنت ایسی شریف ہوتی ہے

نیزہا[1] را گر ندیدی یا قضیب　نامِ شاں بیں نامِ اُو بیں اے نجیب
اگر تو نے نیزے یا شاخ نہیں دیکھی　اے شریف! اُن کا نام اور اِن کا نام دیکھ لے

نامِ شاں را سیلِ تیز مرگ بُرد　نامِ او و دولت تیزش نمرد
ان کے نام کو موت کا تیز سیلاب بہا لے گیا　ان کا نام اور ان کی تیز حکومت نہیں مری ہے

پنج نوبت می زنندش بر دوام　ہم چنیں ہر روز تا روزِ قیام
ہمیشہ پانچ وقت ان کے نام پر نوبت بجتی ہے　اسی طرح قیامت تک ہر روز

در تمامیِ حدیث موسیٰ علیہ السلام و تقریع و توبیخِ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی تکمیل اور فرعون کو ڈرانا اور دھمکانا

گر ترا[2] عقل ست کردم لطفہا　ور خری آوردہ ام خر را عصا
اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے تجھ پر مہربانیاں کی ہیں　اور اگر تو گدھا ہے تو میں لاٹھی لایا ہوں

آنچناں زیں آخرت بیروں کنم　کز عصا گوش و سرت پُر خوں کنم
تجھے اصطبل سے اس طرح نکالوں گا　کہ لاٹھی سے تیرے کان اور سر زخمی کر دوں گا

اندریں آخر خران و مَردماں　می نیابند از جفایِ تو اماں
اس اصطبل میں گدھے اور انسان　تیرے ظلم سے امان نہیں پاتے ہیں

یک عصا آوردہ ام بہرِ ادب　ہر خرے را کو نباشد مستجب
سزا دینے کے لیے میں ایک لاٹھی لایا ہوں　ہر اس گدھے کے لیے جو کہنا نہ مانے

اژدہائے[3] می شود در قہرِ تو　کاژدہائے گشتۂ در فعل و خو
تجھے مغلوب کرنے میں ایسا اژدہا بنے گی　جیسا کہ تو کام اور عادت میں اژدہا بن گیا ہے

اژدہائے کوہیِ تو بے اماں　لیک بنگر اژدہائے آسماں
تو بے اماں، پہاڑی سانپ ہے　لیکن آسمانی اژدہے کو دیکھ

ایں عصا از دوزخ آمد چاشنی　بر تو و بر مومن آمد روشنی
یہ لاٹھی دوزخ کا مزا بنی ہے　تیرے لیے، اور مومن کے لیے روشنی ہے

مر ترا گوید کہ اے گبرِ دَنی　کہ ہلا بگریز اندر روشنی
تجھ سے کہتی ہے کہ اے کمینے کافر　خبردار! روشنی میں بھاگ آ

---

1. نیزہا۔ اے مخاطب اگر تو نے دو نیزوں اور شاخ کا معاملہ خود نہیں دیکھا ہے تو اب ناموں سے اس معاملہ کو سمجھ لے۔ نامِ شاں۔ ان کے ناموں کو موت کا سیلاب بہا لے گیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کا پانچ وقت قیامت تک اذان میں ڈنکا بجتا ہے۔
2. گر ترا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے دین کی راہ دکھا کر تجھ پر مہربانیاں کی ہیں اور اگر گدھا ہے تو تیرے لیے یہ میری لاٹھی ہے۔ آخر۔ اصطبل۔ اندریں۔ اس دنیا میں انسان اور حیوان تجھ سے مصیبت میں ہیں۔ یک عصا۔ یہ میری لاٹھی بے ادبوں کو ادب سکھانے کے لیے ہے۔
3. اژدہا۔ یہ لاٹھی تیرے لیے اژدہا بنے گی چونکہ تو خود اژدہا بنا ہوا ہے۔ کوہی۔ تو پہاڑی سانپ ہے اور یہ لاٹھی آسمانی اژدہا ہے۔ ایں عصا۔ منکر کے لیے یہ لاٹھی دوزخ کا اثر رکھتی ہے اور مومن کے لیے نورِ ہدایت ہے۔

Marfat.com

ورنہ[1] درمانی تو در زندانِ من | مخلصت نبود ز در بندانِ من
ورنہ تو میری قید میں رہے گا | تیرے لیے میری قید سے چھٹکارا نہیں ہے

باز گرد از کفر سوئے دینِ حق | ورنہ در نارِ ابد مانی خلق
کفر سے دین حق کی طرف آ جا | ورنہ ابدی آگ میں بدحال ہو گا

باز گرد اے گمرہِ بدبخت دوں | ورنہ در دوزخ در افتی سر نگوں
اے کمینہ، بدبخت گمراہ! باز آ | ورنہ تو اوندھا دوزخ میں گرے گا

ایں عصائے بود ایندم اژدہاست | تا نگوئی دوزخِ یزداں کجاست
یہ لاٹھی تھی اب اژدہا ہے | تاکہ تو نہ کہہ سکے کہ اللہ (تعالیٰ) کی دوزخ کہاں ہے؟

در بیان[2] آنکہ شناسائے قدرتِ حق تعالیٰ نپرسد کہ بہشت کجاست و دوزخ چہ جاست؟

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچاننے والا یہ نہیں دریافت کرتا ہے کہ بہشت کہاں ہے اور دوزخ کس جگہ ہے؟

ظاہرست ایں دوزخ اما بر دِلت | ہست پوشیدہ یقیں ز آب و گلت
یہ دوزخ ظاہر ہے لیکن تیرے دل پر | یقیناً تیرے آب و گل کی وجہ سے پوشیدہ ہے

ہر کجا خواہد خدا دوزخ کند | اوج را بر مُرغ دام و فخ کند
خدا جس جگہ چاہے دوزخ (پیدا) کر دے | بلندی کو، پرند کے لیے جال اور پھندا بنا دے

ہم زدندانت بر آرد دردہا | تا بگوئی دوزخ ست و اژدہا
تیرے دانتوں میں درد پیدا کر دے | حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ دوزخ اور اژدہا ہے

یا کند[3] آبِ دہانت را عسل | تا بگوئی کہ بہشت است و حلل
یا تیرے لعابِ دہن کو شہد بنا دے | حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ بہشت اور جوڑے ہیں

از بن دنداں برویاند شکر | تا بدانی قوتِ حکم و قدر
دانتوں کی جڑ سے شکر پیدا فرما دے | تاکہ تو تقدیر اور حکم کی طاقت کو سمجھے

پس بدنداں بیگناہاں را مگو | فکر کن از ضربتِ نا محترز
پس بے گناہوں کو دانتوں سے نہ کاٹ | ناقابلِ بچاؤ ضرب کی فکر کر

نیل رابر قبطیاں حق خوں کند | سبطیاں را از بلا محصوں کند
(دریا) نیل کو اللہ تعالیٰ قبطیوں کے لیے خون کر دیتا ہے | سبطیوں کو مصیبت سے بچا دیتا ہے

---

[1] ورنہ۔ اگر تو کہنا نہ مانے گا تو ہمیشہ کے لیے میری قید میں رہے گا۔ باز گرد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا کہ کفر چھوڑ کر دین حق اختیار کر لے ورنہ دوزخ میں بری حالت میں رہے گا۔ ایں عصا۔ یہ لاٹھی دوزخ کے عذاب کا نمونہ ہے تاکہ دوزخ کا ثبوت ہو جائے۔

[2] در بیان۔ جو شخص قدرتِ الٰہی کا قائل ہوتا ہے وہ دوزخ اور بہشت کے بارے میں مشکوک نہیں ہوتا ہے۔ ظاہرست۔ عالم غیب کی تبروں کے آثار اس عالم شہود میں موجود ہیں لیکن انسانوں کا عالم ناسوت میں انہماک ان کے ادراک سے مانع ہے۔ اوج۔ بلندی۔ فخ۔ جال۔ ہم زدندانت۔ انسان دانتوں کے درد میں ایسا جتلا ہوتا ہے کہ اس کو دوزخ اور اژدہوں کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔

[3] یا کند۔ لعاب دہن کو ایسا لذیذ کر دیتا ہے کہ بہشت کا مزہ آ جاتا ہے۔ پس بدنداں۔ انسان میں اگر طاقت ہے تو اس کو کمزوروں کی ایذا رسانی کے لیے نہ استعمال کرنا چاہیے۔

Marfat.com

آب بر فرعون وردم خوں شود
بر کلیمے قندِ نامنون شود

پانی فوراً فرعون پر خون ہو جاتا ہے
کلیم (اللہ) پر بغیر منت شکر بن جاتا ہے

تا بدانی پیشِ حق تمییز ہست
درمیانِ ہوشیارِ راہ و مست

تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں امتیاز ہے
راستہ کے ہوشیار اور مست کے درمیان

نیل[1] تمییز از خدا آموختہ است
کہ کشاد آں را و ایں را سخت بست

(دریا) نیل نے تمیز خدا سے سیکھی ہے
کہ اس نے اس کو کھول دیا اور اس کو مضبوط باندھ دیا

لطفِ او عاقل کند مر نیل را
قہرِ او ابلہ کند قابیل را

اس کی مہربانی نیل کو سمجھ دار بنا دیتی ہے
اس کا غصہ قابیل کو احمق بنا دیتا ہے

در جمادات[2] از کرم عقل آفرید
عقل از عاقل بقہرِ خود برید

کرم سے جمادات میں عقل پیدا فرما دی
قہر سے عقلمند سے عقل منقطع کر دی

در جماد از لطف عقلے شد پدید
وز نکال از عاقلاں دانش رمید

جماد میں مہربانی سے عقل پیدا ہو گئی
عذاب سے عقلمندوں سے عقل بھاگ گئی

عقل چوں باراں بامر آنجا بریخت
عقل ایں سو خشمِ حق دیدہ گریخت

عقل حکم سے اس جگہ بارش کی طرح برسی
عقل نے اس جانب اللہ کی ناراضگی دیکھی دور بھاگ گئی

ابر و خورشید و مہ و انجم بلند
جملہ بر ترتیب آیند و روند

ابر اور سورج اور چاند اور تارے بلندی پر
سب ترتیب سے آتے جاتے ہیں

ہر یکے[3] ناید مگر در وقتِ خویش
کہ نہ پس ماند ز ہنگام و نہ پیش

کوئی طلوع نہیں کرتا مگر اپنے وقت میں
کہ وقت سے نہ پیچھے رہتا ہے، نہ آگے

چوں نکردی فہم ایں را ز انبیاء
دانش آوردند در سنگ و عصا

جب تو انبیا کے ذریعہ اس کو نہ سمجھا
انہوں نے پتھر اور لاٹھی میں عقل پیدا کر دی

تا جماداتِ دگر را بے لباس
چوں عصا و سنگ دانی از قیاس

تاکہ دوسرے جمادات کو بلاشبہ
لباس سے لاٹھی اور پتھر کی طرح سمجھ لے

طاعتِ سنگ و عصا ظاہر شود
و ز جماداتِ دگر مخبر شود

پتھر اور لاٹھی سے فرمانبرداری ظاہر ہو
تو وہ دوسرے جمادات کے بارے میں مخبر ہوتا ہے

---

1. نیل۔ دریائے نیل فرعونیوں کے لیے خون ثابت ہوا اور اسرائیلیوں کے لیے نجات کا سبب بنا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ تابدانی۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ جو ذات ان جمادات کو باشعور بنا دیتی ہے وہ کس قدر علیم و خبیر ہے۔ نیل۔ دریائے نیل میں یہ قوتِ تمیز منجانب اللہ آئی تھی۔ آں۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ و ایں۔ یعنی فرعون۔
2. در جمادات۔ اللہ تعالیٰ کبھی جمادات کو عقلمند بنا دیتا ہے اور کبھی عقلمندوں کو بے عقل بنا دیتا ہے۔ ابر۔ تمام فلکی اجرام ترتیب سے مصروفِ عمل ہیں۔
3. ہر یکے۔ ہر چیز اس ترتیب سے کام کرتی ہے کہ اپنے مقررہ وقت سے نہ وہ تقدیم کرتی ہے نہ تاخیر کرتی ہے۔ چوں نکردی۔ اس بات کو جب انسان انبیا کے ذریعہ نہیں پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ جمادات میں یہ سمجھ پیدا کر دیتا ہے۔ تا جمادات۔ لاٹھی اور پتھر پر قیاس کر کے سمجھ لو کہ دوسرے جمادات کو بھی اللہ تعالیٰ عقل عنایت فرما دیتا ہے۔ لباس۔ التباس۔ طاعت۔ لاٹھی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور پتھروں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی۔

Marfat.com

کہ زیزداں آگہیم و طا ئعیم
کہ ہم خدا سے واقف اور فرمانبردار ہیں
ما ہمہ بے اتفاقی ضا ئعیم
موافقت کے بغیر ہم سب تباہ ہیں

ہمچو آبِ نیل دانی وقتِ غرق
نیل کے پانی کی طرح سمجھ لے غرق کرتے وقت
کومیانِ ہر دو اُمت[1] کرد فرق
کہ اس نے دونوں گروہوں میں فرق کیا

چوں زمیں کش دانش آمد وقت خسف
زمین کی طرح جس کو دھنسانے کے وقت عقل آ گئی
در حقِ قاروں کہ قہرش کرد نسف
قارون کے بارے میں کہ اس کے قہر نے اس کو ہلاک کر دیا

چوں قمر کہ امر بشنید و شتافت
چاند کی طرح کہ اس نے حکم سنا اور دوڑا
پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت
پھر آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا اور شق ہو گیا

چوں ستوں[2] نالید از ہجرِ نبیؐ
جس طرح ستون نبی ﷺ کے فراق میں رویا
با خبر گشتہ ازاں شیخ و صبی
جس سے بوڑھے اور بچے باخبر ہو گئے

چوں درخت و سنگ کاندر ہر مقام
جس طرح درخت اور پتھر نے ہر جگہ پر
مصطفیؐ را گفت ظاہر وَالسلام
مصطفیٰ ﷺ کو واضح طور پر سلام کیا

بحث کردنِ سنی و فلسفی و جوابِ دہری کہ منکرِ الوہیت است و عالم را قدیم داند

سنی اور فلسفی کا بحث کرنا اور اس دہریہ کا جواب دینا جو خدا کا منکر ہے اور عالم کو قدیم جانتا ہے

دی یکے می گفت عالم حادِث است
کل ایک شخص کہتا تھا عالم نو پیدا ہے
فانی ست ایں چرخ وحقش وارث ست
یہ آسمان فانی ہے اور اللہ (تعالیٰ) اس کا مالک ہے

فلسفی[3] گفتہ کہ چوں دانی حدوث
فلسفی نے کہا تو نے اس کے نو پیدا ہونے کو کیسے جانا
حادثِ ابر چوں داند غیوث
بارشیں ابر کے حادث ہونے کا کیا علم؟

ذرۂ خود نیستی از انقلاب
تو (اس) انقلاب کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے
تو چہ میدانی حدوثِ آفتاب
تو سورج کے پیدا ہونے کو کیا جانے

کرمکے کاندر حدث باشد دفیں
وہ کیڑا جو غلاظت میں دفن ہے
کے بداند آخر و بدوِ زمیں
وہ زمین کے انجام اور آغاز کو کیا جان سکتا ہے؟

ایں بتقلید از پدر بشنیدۂ
تو نے یہ باپ سے تقلیداً سنا ہے
از حماقت اندریں پیچیدۂ
بیوقوفی سے اس میں پھنسا ہوا ہے

---

1. ہر دو امت۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی قوم۔ چوں زمین۔ قارون کے بارے میں زمین میں شعور پیدا ہوا۔ چوں قمر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔
2. ستون۔ استوانہ حنانہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رویا۔ والسلام۔ پتھروں اور درختوں سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کا معجزہ ظاہر ہوا۔ دی۔ سنی نے کہا کہ تمام عالم اللہ کی قدرت سے پیدا ہے۔
3. فلسفی۔ فلسفی نے کہا تو خود عالم کی پیداوار ہے، پیداوار کو اس کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے جس سے وہ پیدا ہوئی ہے۔ بارش ابر سے پیدا ہوتی ہے تو بارش ابر کے بارے میں کیا جان سکتی ہے۔ ذرہ۔ ذرہ کو آفتاب کے حادث ہونے کا کیا علم ہو سکتا ہے۔ کرمکے۔ گوبر میں جو کیڑا ہے اس کو زمانہ کی ابتدا اور انتہا کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ ایں۔ انسان کے باوادادا سے عالم کے پیدا ہونے کی بات سن لی ہے اسی طرح بلا تحقیق اس کو مانتا چلا آتا ہے۔

چیست[1] بُرہاں بر حدوثِ ایں بگو
یہ بتا! اس کے تو پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے؟
ورنہ خامش کن فزوں گوئی مجو
ورنہ چپ ہو جا، زیادہ باتیں نہ بنا

گفت دیدم اندریں بحرِ عمیق
اس نے کہا میں نے دیکھا اس گہرے سمندر میں
بحث می کردند روزے دو فریق
ایک روز دو فریق بحث کر رہے تھے

در جدال و در خصام و در شکوہ
لڑائی اور جھگڑے اور شور میں
گشتہ ہنگامہ براں دوکس گروہ
(اور) اس ہنگامہ میں ان دونوں پر مجمع ہو گیا تھا

سوی آں ہنگامہ گشتم من رواں
اس ہنگامہ کی طرف میں (بھی) روانہ ہو گیا
تا بیابم اِطلاع از حالِ شاں
تا کہ ان کی حالت سے باخبر ہو سکوں

من بسویِ[2] جمع ہنگامہ شدم
میں ہنگامے کے مجمع کی جانب چلا
اِطلاع از حالِ ایشاں بستدم
(اور) ان کے حال کی معلومات حاصل کیں

آں یکے می گفت گردوں فانی ست
ایک کہتا تھا کہ آسمان فنا ہونے والا ہے
بے گمانے ایں بنا را بانی ست
بلاشبہ اس بنا کو کوئی بنانے والا ہے

واں دگر گفت ایں قدیم و بے کیست
دوسرے نے کہا یہ قدیم اور "کب سے ہے" کے بغیر ہے
نیستش بانی و یابانی ویست
اس کو کوئی بنانے والا نہیں ہے اور یا وہ خود بنانے والا ہے

گفت منکر گشتۂ خلاق را
اس نے کہا تو پیدا کرنے والے کا منکر بن گیا
روز و شب آرندہ و رزّاق را
دن اور رات کو لانے والے اور رزق دینے والے کا

گفت[3] بے برہاں نخواہم من شنید
اس نے کہا میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا
انچہ گوئی آں بہ تقلیدے گزید
تو جو کچھ کہتا ہے تو نے تقلید میں اختیار کیا ہے

ہیں بیا در حجت و بُرہاں کہ من
خبردار حجت اور دلیل لا کیونکہ میں
نشنوم بے حجت ایں را در زمن
اس کو زمانہ میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

گفت حجت در درونِ جانم ست
اس نے کہا دلیل میری جان کے اندر ہے
در درونِ جاں نہاں برہانم ست
جان کے اندر میری دلیل چھپی ہوئی ہے

---

[1] چیست۔ فلسفی نے کہا اگر اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہے تو وہ بیان کر خواہ مخواہ زیادہ باتیں نہ کر۔ گفت۔ سنی نے کہا میں نے ایک روز دو فریق کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سنا تھا۔ در جدال۔ دونوں میں زوردار بحث ہو رہی تھی اور ایک مجمع ہو گیا تھا۔ سوی۔ میں بھی اس ہنگامے کو دیکھنے پہنچ گیا تھا۔

[2] من بسوی۔ میں بھی اس مجمع میں پہنچا تا کہ ان کی باتیں سنوں۔ آں یکے۔ ایک یہ کہتا تھا کہ اس عالم کا کوئی بنانے والا ہے لہٰذا یہ نو پیدا چیز ہے۔ واں دگر۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ عالم قدیم ہے اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے اگر ہے تو وہ خود اپنے آپ کو بنانے والا ہے۔ بے کیست۔ یعنی عالم کے بارے میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کب سے ہے۔ گفت۔ دوسرے نے کہا تو پیدا کرنے والے رزاق کا منکر ہو گیا۔

[3] گفت نے برہان۔ فلسفی نے کہا میں بغیر برہان کے کوئی بات نہ سنوں گا تو محض تقلیدی باتیں کر رہا ہے۔ گفت حجت۔ سنی نے کہا حجت ذوقی ہے وہ یہ کہ خود انسان اپنے حالات پر غور کرے تو اس سے وجود باری پر استدلال کر سکتا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ "جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔"

Marfat.com

تو نمی بینی[1] ہلال از ضعفِ چشم
آنکھ کی کمزوری سے تو چاند کو نہیں دیکھتا ہے
من ہمی بینم مکن بر من تو خشم
میں دیکھ رہا ہوں تو مجھ پر غصہ نہ کر

گفتگو بسیار گشت و خلق گیج
بات لمبی ہو گئی اور لوگ حیران ہو گئے
در سر و پایانِ ایں چرخِ پسیج
اس با ارادہ آسمان کی ابتدا اور انتہا میں

گفت یارا در دَرونم حجتے ست
اس نے کہا اے دوست میرے دل میں ایک دلیل ہے
بر حدوثِ آسمانم آیتے ست
جو آسمان کے نوپیدا ہونے کی نشانی ہے

من یقیں دانم نشانش آں بود
مجھے یقین ہے، اس کی علامت یہ ہے
مَر یقیں داں را کہ در آتش رَود
کہ یقین رکھنے والا آگ میں گھسے

در زباں می ناید ایں حجت بداں
سمجھ لے یہ دلیل زبان پر نہیں آتی ہے
ہمچو حال و سِرِّ عشق عاشقاں
جیسے کہ عاشقوں کا حال اور راز

نیست پیدا سِرِّ گفت و گویِ من
میری گفتگو کا راز ظاہر نہیں ہے
جز کہ زردی و نزاری رُویِ من
سوائے میرے چہرے کی زردی اور لاغری کے

اشک چوں[3] بر رُخ روا نہ می رَود
جب آنسو رخ پر بہتے ہیں
حجتِ حسن و جمالش می شود
اس کے حسن اور خوبصورتی کی دلیل ہوتے ہیں

گفت من لہٰذا ندانم حجتے
اس نے کہا میں اس کو ایسی دلیل نہیں سمجھتا ہوں
کہ بود در پیشِ عامہ آیتے
جو عوام کے سامنے علامت بنے

گر بیاری مَن، کنم آنرا قبول
اگر وہ تو بیان کرے تو میں مان جاؤں گا
ورنہ کوتاہ کن حدیثِ عرض و طول
ورنہ لمبی چوڑی بات کو مختصر کر

گفت چوں قلبے و نقدے دَم زنند
اس نے کہا جب کھوٹا اور کھرا دعویٰ کریں
کہ تو قلبی من نکویم و ارجمند
کہ تو کھوٹا اور میں اچھا اور مبارک ہوں

ہست آتش امتحانِ آخریں
تو آخری آزمائش آگ ہے
کاندر آتش در فتند آں دو قریں
کہ دونوں ساتھی آگ میں گریں

عام و خاص از حالِ شاں عالم شوند
عوام اور خواص ان کے حال سے باخبر ہو جائیں گے
از گمان و شک سویِ ایقاں روند
گمان اور شک سے یقین کی جانب چلے جائیں گے

---

1. تو نمی بینی۔ اس دلیل کی مثال پہلی رات کے چاند کی سی ہے جو اس کو نہ دیکھ سکے وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرے۔ گفتگو۔ ان دونوں میں بات اتنی بڑھی کہ لوگ عالم کے حادث ہونے نہ ہونے میں حیران ہو گئے۔

2. گفت یارا۔ سنی نے کہا اے دوست وہ ذوقی اور باطنی دلیل دنیا کے حادث ہونے پر مضبوط دلیل ہے اور اس سے مجھے یقین حاصل ہے اور میرے سچے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں اور تو آگ میں کود یں جو سچا ہے وہ سالم رہے گا۔ در زباں۔ یہ دلیل قولی نہیں ہے عاشق کے عشق کو دلائل سے نہیں بلکہ اس کے آثار اور حالات سے ثابت کیا جا سکتا ہے عاشق کے چہرے کی زردی اور آنسو دلیل ہوتے ہیں۔

3. اشک عاشق کے آنسو عشق اور معشوق کے حسن کی دلیل ہوتے ہیں۔ کہ بود۔ فلسفی نے کہا میں ایسی دلیل چاہتا ہوں جو عوام بھی سمجھ سکیں۔ ہست۔ سنی نے کہا اگر کھرے کھوٹے میں بحث ہو تو آزمائش کی یہی صورت ہے کہ ان کو آگ میں تپایا جائے اس سے شکوک و شبہات رفع ہو جائیں گے لہٰذا تجھے اور مجھے آگ میں داخل ہونا چاہیے جو سچا ہے وہ بچے گا۔

آب و آتش آمد اے جاں امتحاں نقد و قلبے را کہ آں باشد نہاں
اے دوست! پانی اور آگ آزمائش ہیں اس کھرے اور کھوٹے کے لیے جو پوشیدہ ہو

تامن و تو[1] ہر دو در آتش رویم حجتِ باقیِ حیراناں شویم
میں اور تو، دونوں آگ میں گھسیں باقی حیران لوگوں کے لیے دلیل بن جائیں

یامن و تو ہر دو در بحر اوفتیم کیں درِ دعویٰ من و تو کوفتیم
یا میں اور تو دونوں دریا میں کودیں کیونکہ میں نے اور تو نے دعوے کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے

ہمچناں کردند و در آتش شدند ہر دو خود را بر تفِ آتش زدند
انہوں نے ایسا ہی کیا اور آگ میں چلے گئے دونوں نے اپنے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈال دیا

فلسفی را سوخت خاکستر بکرد متقی را ساخت تازہ تر بکرد
اس نے فلسفی کو جلا دیا راکھ بنا دیا متقی کو سنوار دیا، تروتازہ کر دیا

آں خدا گوینده مردِ مدعی رَست و سوزید اندر آتش آں دعی
وہ مردِ مدعی خدا کا ماننے والا بچ گیا اور وہ حرامزادہ آگ میں جل گیا

آزمودہ بشنو ایں اعلام را کوریِ افزوں روانِ خام را
اس آزمائے ہوئے اعلان کو سن جو کچی روحوں کے اندھے پن کو بڑھانے والا ہے

کہ نسوزیدست[2] ایں نام از اجل کش مسمی صدر بودہ است و اجل
کہ موت سے یہ نام نہ جلا کیونکہ وہ نام والا صدر تھا اور بزرگ تھا

صد ہزاراں رُوح شد دلدادہ در رہِ او سر بسر اوفتادہ
لاکھوں روحیں دل دادہ ہیں اس کے راستہ میں سر کے بل پڑی ہیں

صد ہزاراں[3] خلق را در بادیہ سر گروہ و بے عصا را راویہ
جنگل میں لاکھوں انسانوں کا سرگروہ (بنا) اور بے سہارے کے لیے سیراب کرنے والا (بنا)

صد ہزاراں زیں رہاں اندر قرآں بر دریدہ پردہاۓ منکراں
قرآن میں اس طرح کی لاکھوں بازیاں (مذکور) ہیں جنہوں نے منکروں کے پردے چاک کیے ہیں

چوں گرو بستند غالب شد صواب در دوامِ معجزات و در جواب
جب انہوں نے بازی لگائی، صحیح بات غالب آئی معجزوں کے دوام اور جواب (کے بارے) میں

فہم کردم کانکہ دم زد از سبق در حدوثِ چرخ پیر و زست و حق
میں سمجھ گیا کہ جس نے پہلے دعویٰ کیا آسمان کے نو پیدا ہونے میں وہ کامیاب اور صحیح ہے

---

[1] تامن وتو۔ پانی سے بھی آزمائش ہو جائے گی تو اور میں سمندر میں کودیں جو سچا ہے وہ بچ جائے گا۔ ہم چناں۔ چنانچہ دونوں آگ میں کودے سنی بچ گیا فلسفی جل گیا۔ دعی۔ وہ شخص جو جھوٹے نسب کا دعویٰ کرے۔

[2] کہ نسوزید۔ نیکوں کا نام موت بھی نہیں مٹا سکتی کیونکہ نام والا صدر اور بزرگ ہوتا ہے۔ صد ہزاراں۔ ایسے بزرگوں کی لاکھوں روحیں دلدادہ ہوتی ہیں۔

[3] صد ہزاراں۔ غالباً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ پانی پلا کر بہت سے پیاسوں کی جان بچائی تھی۔ رہاں۔ باہمی شرط لگانا۔ چوں گرو۔ جب بھی مخالفین نے بازی لگائی تو انبیا معجزوں کے ذریعہ جیتے ہیں۔ فہم۔ ان دلائل سے میں یہ سمجھا کہ عالم کو نو پیدا کہنے والا سچا ہے۔

Marfat.com

حجتِ منکر ہمارہ زرد رُو
منکر کی دلیل ہمیشہ شرمندہ ہے

یک نشاں بر صدقِ ایں انکار کو
اس کے انکار کی سچائی پر ایک علامت بھی کہاں ہے؟

یک منارہ[1] در ثنای منکراں
منکروں کی تعریف میں ایک منارہ (بھی)

کو دریں عالم کہ تا باشد عیاں
دنیا میں کہاں ہے؟ تاکہ بات واضح ہو

منبرے کو کہ در آنجا مخبرے
کوئی منبر کہاں ہے کہ اس پر کوئی خبر دینے والا

یاد آرد روزگارِ منکرے
منکر کے زمانے کو یاد کرے؟

رُویِ دینار و درم از نامِ شاں
دینار اور درہم کا رخ ان کے نام سے

تا قیامت می دہد از حق نشاں
قیامت تک حق کا نشان دے گا

سکۂ شاہاں ہمی گردد دگر
بادشاہوں کا سکہ بدل جاتا ہے

سکۂ احمدؐ بہ بیں تا مستقر[2]
احمد ﷺ کے سکہ کو قیامت تک دیکھ

بر رُخِ نقرہ و یا رُویِ زرے
چاندی پر یا سونے پر

وانما بر سکہ نامِ منکرے
سکہ پر کسی منکر کا نام تھا

بر رُخِ سیم و زرے اندر جہاں
دنیا میں چاندی اور سونے پر

سکہ بنما بنام منکراں
منکروں کے نام کا سکہ دکھا

خود بگیر ایں معجزہ چوں آفتاب
اس سورج جیسے معجزے کو لے

صد زبان و نامِ او اُمّ الکتاب
جو سو زبانوں والا ہے اور اس کا نام قرآن ہے

زہرہ[3] نے کس را کہ یک حرفے ازاں
کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس میں سے ایک حرف

یا بدزدد یا فزاید درمیاں
چرائے یا درمیان میں بڑھائے

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی
غالب کا دوست بن تاکہ تو (بھی) غالب بن جائے

یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی
خبردار! اے گمراہ مغلوبوں کا یار نہ بن

حجتِ منکر ہمی آمد کہ من
منکر کی دلیل یہ ہوئی کہ میں

غیر ایں ظاہر نمی بینم وطن
اس ظاہر کے سوا میں اپنا وطن نہیں دیکھتا ہوں

ہیچ نندیشد کہ ہر جا ظاہریست
اس نے نہ سوچا کہ جہاں کہیں ظاہر ہے

آں زِ حکمتہای پنہاں مخبریست
وہ پوشیدہ حکمتوں سے آگاہ کرنے والا ہے

---

1. منارہ۔ وہ بلند جگہ جہاں علامت کے لیے آگ روشن کر دیتے تھے۔ مخبرے۔ خبر دینے والا۔ روی۔ سکوں پر انبیا کا نام ان کی سچائی کا نشان ہے۔
2. مستقر۔ دائم، ہمیشہ۔ منکرے۔ یعنی منکر خدا۔ خود۔ یعنی اگر سکوں پر نام قائم رہنے کے معاملہ میں شکوک و شبہات ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن ہے اس کو دیکھ لے۔
3. زہرہ۔ قرآن میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی ممکن نہ ہو سکی۔ غالب۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مغلوب۔ یعنی مخلوق۔ حجت منکر۔ منکر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوئی کہ ظاہر عالم بتاتا ہے کہ وہ خود بخود پیدا ہوا ہے، پیدا کرنے والا کہیں ظاہر نہیں ہے۔ ہیچ۔ دلیل کی کمزوری یہ ہے کہ ظاہر کو سب کچھ سمجھ لیا گیا حالانکہ ظاہر، باطن کی خاطر پیدا کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

فائدہ[1] ہر ظاہرے خود باطن ست | ہمچو نفع اندر دواہا کامن ست
ہر ظاہر کا فائدہ خود پوشیدہ ہے | جس طرح دواؤں کا فائدہ پوشیدہ ہے

ایں تفاوت حق نہاد اندر زماں | تا بدانند اہل عرفاں در جہاں
زمانہ میں یہ فرق اللہ (تعالیٰ) نے رکھا ہے | تاکہ اہل عرفان دنیا میں سمجھ لیں

عمرِ کرگس سہ ہزار و پانصدست | مُر کبوتر را چہ باشد زاں بدست
گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار (سال) ہے | کبوتر کو اس سے کیا ہاتھ آیا

می بمیرند از کبوتر صد ہزار | مرگِ کرگس می نہ بینند آشکار
لاکھوں کبوتر مرتے ہیں | گدھ کی موت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں

جملہ[2] پندارند کرگس باقیست | نے غلط کردندیک کس باقیست
سب یقین کرتے ہیں کہ گدھ باقی ہے | نہیں، انہوں نے غلطی کی ایک ذات باقی ہے

چونکہ ظاہر بیں شدند از جہلِ خویش | می نہ بینند از عمی نے پس نہ پیش
وہ چونکہ اپنی نادانی سے ظاہر بیں بنے | اندھے پن سے نہ آگا دیکھتے ہیں نہ پیچھا

می نماند در جہاں یک تارِ مو | کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
دنیا میں ایک بال بھی (باقی) نہ رہے گا | سوائے اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے

ہر چہ پیدا کرد بہرِ معنیٰ ست | باطنش بنگر بریں ظاہر مایست
اس نے جو کچھ پیدا کیا کسی حکمت کے لیے ہے | اس کے باطن کو دیکھ ظاہر پر نہ ٹھہر

تفسیر آیۂ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا
تفسیر آیت کریمہ "آسمانوں اور زمین اور ان دونوں میں جو کچھ ہے ہم نے نہیں پیدا
بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ۔ نیا فرید شاں از بہرِ ہمیں کہ شما می بینید
کیا مگر حق کے ساتھ" ان کو صرف اسی لیے نہیں پیدا کیا جو کہ تم دیکھتے ہو
بلکہ بر معنی و حکمتے باقیہ کہ شما نمی بینید آں را
بلکہ ایک معنی اور باقی رہنے والی حکمت کی بنیاد پر جس کو تم نہیں دیکھتے ہو

ہیچ[3] نقاشے نگارد زیں نقش | بے امیدِ نفع بہرِ عین نقش
کوئی مصور عمدہ تصویر بناتا ہے | نفع کی امید کے بغیر محض تصویر کے لیے؟

بلکہ بہرِ میہمانان و کیاں | کہ بفرجہ وارہند از اندہاں
بلکہ مہمانوں اور بڑوں کے لیے | تاکہ مسرت کی وجہ سے غموں سے نجات پائیں

---

1. فائدہ۔ ظاہر مقصد نہیں ہے بلکہ ظاہر سے مقصود بھی باطن ہے دوا کا فائدہ دوا میں چھپا ہوا ہے اور وہ مقصود ہے۔ کرگس۔ مشہور ہے کہ گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار سال کی ہوتی ہے۔ یعنی اپنی عمر کی کوتاہی اور گدھ کی طویل عمر ہونے کی وجہ سے اس کو قدیم مان لیتا ہے۔
2. جملہ۔ سب کبوتر گدھ کو ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں حالانکہ باقی صرف خدا کی ذات ہے۔ می نماند۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ بس باقی ذات خداوندی ہے۔ ہرچہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے کسی پوشیدہ حکمت کی وجہ سے کی ہے۔
3. ہیچ۔ کوئی مصور تصویر برائے تصویر نہیں بناتا ہے بلکہ اس کا اس میں کوئی پوشیدہ مقصود ہوتا ہے۔ بلکہ۔ مصور کا مقصد دوستوں اور بڑوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔

Marfat.com

شادیِ[1] بچگان و یادِ دوستاں — دوستانِ رفتہ را از نقشِ آں
بچوں کی خوشی یا دوستوں کی یاد کے لیے — گزرے ہوئے دوستوں کو ان کی تصویر سے

ہیچ کوزہ گر کند کوزہ شتاب — بہرِ عینِ کوزہ نے از بہرِ آب
کوئی کمہار جلد سکورا بناتا ہے — محض سکورے کے لیے نہ کہ پانی کے لیے؟

ہیچ کاسہ گر کند کاسہ تمام — بہرِ عینِ کاسہ نے بہرِ طعام
کوئی پیالہ بنانے والا پیالہ مکمل کرتا ہے — محض پیالہ کی خاطر، نہ کہ کھانے کے لیے؟

ہیچ خطاطے نویسد خط بفن — بہرِ عینِ خط نہ بہرِ خواندن
کوئی خوشنویس ہنرمندی سے خط لکھتا ہے — محض خط کی خاطر، نہ کہ پڑھنے کے لیے؟

نقشِ[2] ظاہر بہرِ نقشِ غائب است — واں برائِ غائبِ دیگر بہ بست
ظاہری نقش پوشیدہ نقش کے لیے ہے — وہ کسی دوسرے غائب کے لیے بنا ہے

تا سوم چارم دہم بر می شمر — ایں فوائد را بمقدارِ نظر
تیسرے، چوتھے دسویں تک شمار کر لے — ان فوائد کو نظر کے اندازہ کے مطابق

ہمچو بازیہائِ شطرنج اے پسر — فائدہ ہر لعب در ثانی نگر
اے بیٹا! شطرنج کی بازیوں کی طرح — ہر چال کا فائدہ دوسری (چال) میں دیکھ

ایں نہادہ بہرِ آں لعبِ نہاں — واں برائِ آن و آں بہرِ فلاں
اس نے اس کے لیے پوشیدہ چال چلی — وہ اس کے لیے اور وہ فلاں کے لیے

ہمچنیں[3] دیدہ جہات اندر جہات — در پئے ہم تاری در بُرد و مات
اسی طرح غرضوں میں غرضیں — پے در پے یہاں تک کہ تو بازی جیت لے

اول از بہرِ دُوَم باشد چناں — کہ شدن بر پایہائِ نَردباں
پہلی (چال) دوسری کے لیے ایسی ہے جیسا کہ — سیڑھی کے درجوں پر چڑھنا

واں دُوَم بہرِ سُوَم می داں تمام — تارسی تو پایہ پایہ تا بام
دوسری کو تیسری کے لیے یقیناً سمجھ لے — تاکہ تو سیڑھی بہ سیڑھی بالا خانہ تک پہنچ جائے

شہوتِ خوردن ز بہرِ آں منی — واں منی از بہرِ نسل و روشنی
کھانے کی خواہش منی کے لیے ہے — اور منی نسل اور روشنی کے لیے ہے

---

[1] شادی۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ بچہ دیکھ کر خوش ہو یا غائب دوستوں کی تصویر دیکھ کر دوست خوش ہوں۔ کوزہ۔ کمہار اس کو اس لیے بناتا ہے کہ اس میں بھر کر پانی پیا جائے۔ کاسہ۔ پیالہ اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس میں رکھ کر کھانا کھایا جائے۔ خطاطی۔ خطاط خطاطی کا کمال اس لیے دکھاتا ہے کہ اس کو لوگ شوق سے پڑھیں۔

[2] نقش۔ نقش ظاہر معنی پر دلالت کرتا ہے وہ معنی کسی اور مقصود پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح دنیا میں سلسلہ قائم ہے اور عقل کے مطابق لوگ ادراک کرتے ہیں۔ ہمچو۔ شطرنج میں جو چال چلی جاتی ہے اس سے مقصود یہی چال نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی بنیاد پر جو اگلی چال چلنی ہے وہ مقصود ہوتی ہے۔

[3] ہمچنیں۔ آخر تک کی چالیں پیش نظر رکھ کر چال چلی جاتی ہے اسی سے انسان بازی جیت لیتا ہے۔ اول۔ پہلی چال دوسری چال کے لیے اسی طریقہ سے ذریعہ ہے جیسے سیڑھی کے ڈنڈے، پہلا ڈنڈا دوسرے ڈنڈے کا ذریعہ اور دوسرا تیسرے اور تیسرا چوتھے ڈنڈے کے لیے واسطہ ہے۔ شہوتِ خوردن۔ کھانے کی خواہش ہوتی ہے وہ ذریعہ بنتی ہے منی کی تولید کا اور منی کی تولید سبب بنتی ہے نسل کی بقا کا۔

Marfat.com

کند بینش[1] می نہ بیند غیرِ ایں
ناقص نظر اس کے سوا نہیں دیکھتی ہے
عقلِ او بے سَیر چوں نبتِ زمیں
اس کی عقل زمین کی گھاس کی طرح ساکن ہے

نبت را چہ خواندہ چہ ناخواندہٴ
گھاس کا کیا بلایا ہوا کیا نہ بلایا ہوا
ہست پایِ او بگِل درماندہٴ
اس کا پاؤں مٹی میں پھنسا ہے

گر سَرش جُنبد ببادِ تیز رَو
اگر تیز چلنے والی ہوا سے اس کا سر ہلے
تو بسر جنبانیش غرہ مشو
تو اس کے سر ہلانے سے دھوکا نہ کھا

آں سرش گوید سَمِعْنَا یَا صَبَا
اس کا سر کہتا ہے ہم نے (بادِ) صبا کی اطاعت کی
پایِ او گوید عَصَیْنَا خَلِّنَا
اس کا پاؤں کہتا ہے ہم نے نافرمانی کی ہے ہمیں چھوڑ

چوں ندارد[2] سَیر میراند چو عام
چونکہ چلنا نہیں جانتا ہے، عوام کی طرح چلتا ہے
بر توکل می نہد چوں کورگام
اندھے کی طرح توکل پر قدم رکھتا ہے

بر توکل تا چہ آید در نبرد
جنگ میں توکل سے کیا حاصل ہوتا ہے؟
چوں توکل کردنِ اصحاب نَرد
جیسا کہ چوسر باز کا توکل کرنا

واں نظر ہایِ[3] کہ آں افسردہ نیست
وہ نگاہیں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں
جز رَوندہ جز دَرِندہ پردہ نیست
وہی چلنے والی، پردہ چاک کرنے والی ہیں

آنچہ در دہ سال خواہد آمدن
جو کچھ دس سال میں آئے گا
ایں زماں بیند بچشمِ خویشتن
وہ اس وقت اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے

ہمچنیں ہر کس باندازِ نظر
اسی طرح ہر شخص نظر کے اندازے کے مطابق
غیب و مستقبل بہ بیند خیر و شر
غائب اور آنے والے خیر و شر کو دیکھ لیتا ہے

چونکہ سَدِّ پیش و سَدِّ پس نماند
چونکہ آگے کی آڑ اور پیچھے کی آڑ نہیں رہی
شد گزارہ چشم و لوحِ غیب خواند
وہ گذر جانے والی آنکھ بن گیا اور اس نے غیب کی تختی پڑھ لی

---

[1] کند بینش۔ جو شخص کوتاہ نظر ہے وہ سمجھتا ہے کہ کھانے کا مقصد صرف کھانا ہے اور کچھ نہیں ہے ایسا کوتاہ نظر انسان گھاس کی طرح اپنی جگہ جما ہوا ہے، اس کے نزدیک مقصود اور غیر مقصود میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ نبت زمیں۔ زمین کی گھاس کو بلانا اور نہ بلانا یکساں ہے وہ کبھی نہیں چل سکتی ہے اس کے پاؤں مٹی میں پھنسے ہیں۔ گر سرش۔ گھاس کے ہلنے سے دھوکا نہ کھانا چاہیے، وہ کھڑی کھڑی سر ہلا رہی ہے۔ آں سرش۔ بادِ صبا کی دعوت پر اس کا سر لبیک کہتا ہے اس کا پاؤں نافرمانی کرتا ہے۔

[2] چوں ندارد۔ اس کو آفاق اور انفس کی سیر حاصل نہیں ہے وہ غائبانہ باتیں کرتا ہے اور بغیر دیکھے اندھوں کی طرح قدم بڑھاتا ہے اور توکل کا سہارا پکڑتا ہے۔ بر توکل۔ اسباب کو ترک کر کے توکل اختیار کرنا غلط ہے میدانِ جنگ اور شطرنج کی بازی میں جب تک اچھی چالیں نہ چلے گا کام نہ بنے گا۔

[3] نظر ہای۔ اولیا کی نظریں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں وہ آفاق اور انفس کی سیر کرتی ہیں اور پردوں کو چاک کر دیتی ہیں دس سال میں ہونے والے واقعات کو عالم مثال میں دیکھ لیتی ہیں ان کے آگے پیچھے کی رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں اور ان کی نظریں لوحِ غیب سے ہونے والے واقعات پڑھ لیتی ہیں۔

Marfat.com

چوں نظر[1] پس کرد تا بدوِ وجود — آخر و آغازِ ہستی رُو نمود

جب اس نے پیچھے نظر کی وجود کی ابتدا تک — وجود کا آخر اور آغاز رونما ہو گیا

بحثِ املاک و زمیں با کبریا — در خلیفہ کردنِ بابای ما

خدا کے ساتھ ملکیتوں اور زمین کی بحث — ہمارے ابا جان کو خلیفہ بنانے میں

چوں نظر در پیش افگند او بدید — انچہ خواہد بود تا محشر پدید

اس نے جب نگاہ آگے ڈالی تو دیکھ لیا — ہر اس چیز کو جو حشر تک رونما ہو گی

پس ز پس می بیند او تا اصلِ اصل — پیش می بیند عیاں تا روزِ فصل[2]

پس وہ پیچھے کی جانب اصل کی اصل تک دیکھتا ہے — سامنے (کی) جانب قیامت تک واضح طور پر دیکھ لیتا ہے

ہر کسے اندازۂ روشندلی — غیب را بیند بقدرِ صیقلی

ہر شخص دل کے روشن ہونے کے اندازہ سے — صیقل کے بقدر غیب کو دیکھتا ہے

ہر کہ صیقل پیش کرد او بیش دید — بیشتر آمد بروِ صورت پدید

جس نے زیادہ صیقل کر لی، اس نے زیادہ دیکھا — اس پر صورتیں زیادہ ظاہر ہوئیں

گر تو گوئی کاں صفا فضلِ خداست — نیز ایں توفیق صیقل زاں عطاست

اگر تو کہے گا وہ (دل کی) صفائی خدا کی دین ہے — نیز اس صیقل کی توفیق اس کی عطا ہے

قدرِ ہمت باشد آں جہد و دعا — لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

وہ کوشش اور دعا ہمت کے دروازے سے ہے — نہیں انسان کے لیے مگر وہ جس کی وہ کوشش کرے

واہِب ہمت خداوندست و بس — ہمتِ شاہی ندارد ہیچ خس

ہمت کا عطا کرنے والا صرف خدا ہے — کوئی ناچیز (انسان) شاہی کی ہمت نہیں رکھتا ہے

نیست[3] تخصیصِ خدا کس را بکار — مانعِ طوع و مراد و اختیار

اللہ (تعالیٰ) کا کسی کو کسی کام کے لیے مخصوص کرنا — اطاعت اور مقصد اور اختیار کے لیے مانع نہیں ہے

لیک چوں رنجے دہد بدبخت را — او بگرداند بکفراں رَخت را

لیکن جب وہ اللہ (تعالیٰ) کسی بدنصیب کو تکلیف دیتا ہے — تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کر لیتا ہے

نیک بختے را چو حق رنجے دہد — رخت را نزدیک تَر وَا مے نہد

جب اللہ کسی نیک بخت کو تکلیف دیتا ہے — وہ زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے

---

1. چوں نظر۔ ان بزرگوں کی نظریں ابتداءِ آفرینش کو بھی دیکھ لیتی ہیں ازل میں حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کے بارے میں ملائکہ نے جو گفتگو کی اس کو یہ سن لیتے ہیں۔ در پیش۔ ابد تک جو واقعات ہونے والے ہیں ان کو بھی یہ دیکھ لیتے ہیں غرضکہ ازل اور ابد ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے اور ان کا علم اگرچہ علم خداوندی کی طرح محیط نہیں ہوتا لیکن حضرت حق ان کو بہت سی چیزوں کا علم عطا فرما دیتا ہے۔

2. روزِ فصل۔ روزِ محشر۔ ہر کسے۔ جو شخص جس قدر دل کو صاف کر کے اس پر صیقل کر لیتا ہے اسی قدر اس کو غیبیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ گر تو۔ اگر تو یہ خیال کرے کہ دل کی صفائی محض عطیۂ خداوندی ہے انسان کی کوشش کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو یہ غلطی ہے انسان کوشش کرتا ہے تو دریائے رحمت جوش میں آ کر عطیہ کر دیتا ہے۔ واہب۔ انسان کی کوشش اور دعا بقدر ہمت ہے اور ہمت دینے والا بھی خدا ہے ورنہ ناچیز انسان عرفانِ کائنات کا ارادہ نہیں کر سکتا۔

3. نیست۔ تقدیر اختیار کے منافی نہیں ہے تقدیر کے ساتھ اختیار باقی ہے بدبخت اس اختیار کو غلط استعمال کرتا ہے اور مصیبت آنے پر کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے نیک بخت اس مصیبت پر آہ و زاری کے ذریعہ اور قرب حاصل کر لیتا ہے۔

Marfat.com

بد دلاں[1] از بیم جاں درکار زار
بزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے

کردہ اسباب ہزیمت اختیار
پسپائی کے اسباب اختیار کر لیے

پُر دلاں در جنگ ہم از بیم جاں
بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے

حملہ کردہ سوی صفِّ دشمناں
دشمنوں کی صف پر حملہ کر دیا

رُستماں را ترس و غم واپیش بُرد
بہادروں کو خوف اور غم نے آگے بڑھایا

ہم زِ ترس آں بد دل اندر خویش مُرد
بزدل خوف سے خود بہ خود مر گیا

چوں محک آمد بلا و بیم جاں
جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا

زاں پدید آمد شجاع از ہر جباں
اس کی وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہو گیا

حاصل آں کز وسوسہ ہر سو گسیخت
خلاصہ یہ ہے کہ جو (شیطانی) وسوسے سے ہر جانب سے جدا ہو گیا

از قضا ہم در قضا باید گریخت
اس کو قضا (خداوندی) سے قضا کی جانب بھاگنا چاہیے

وحی[2] کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ اے موسیٰ من

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کرنا کہ اے موسیٰ میں جو کہ پیدا کرنے

کہ خالق ام ترا دوست دارم

والا ہوں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت موسیٰ را بوحیِ دل خدا
اللہ (تعالیٰ) نے دل کی وحی کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام سے کہا

کاے گزیدہ دوست می دارم ترا
کہ اے برگزیدہ! میں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت چہ خصلت بود اے ذو الکرم
(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کیا اے صاحب کرم! کون سی عادت ہے

موجبِ آں تا من آں افزوں کنم
اس کا سبب، تاکہ میں اس کو بڑھاؤں

گفت چوں طفلے[3] بہ پیشِ والدہ
فرمایا (تو) ماں کے سامنے کے بچہ کی طرح ہے

وقتِ قہرش دست ہم بروے زدہ
جو اس کے غصہ کے وقت (بھی) اس سے چپٹا ہوا ہے

خود نہ داند کہ جز او دیار ہست
وہ (بچہ) نہیں جانتا کہ گھر میں اس (ماں) کے سوا کوئی اور ہے

ہم ازو مخمور و ہم از اوست مست
اسی سے وہ مخمور ہے اور اسی سے وہ مست ہے

---

1. بدلاں۔ جنگ کے آثار بہادر اور بزدل پر مختلف مرتب ہوتے ہیں اور اس کے اختیاری کی بنیاد پر ہیں۔ رستماں۔ بہادروں کے لیے خوف پیش قدمی کا سبب بنتا ہے اور بزدل خوف سے خود بخود مر جاتا ہے۔ چوں۔ جان کا خوف بہادر اور بزدل کی کسوٹی ہے۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے تمام مقاصد میں شیطانی وسوسوں سے بچ کر قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگنا چاہیے۔ ایک موقع پر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طاعون کے خطرے سے سفر چھوڑ کر مدینہ کی طرف واپسی کی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اعتراض کیا اور کہا کہ تَفِرُّ عَنْ قَدَرِ اللّٰہِ آپ قضاءِ الٰہی سے بھاگتے ہیں" تو انہوں نے فرمایا نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ "ہاں ہم قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں۔" یعنی مصالح کی بنیاد پر جو راہ بھی اختیار کی جائے گی وہ بھی قضاءِ الٰہی ہے۔
2. وحی۔ اس قصہ کا مقصود یہ ہے کہ مومن کو خدا کے معاملہ میں ایسا ہی ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔ گفت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میری کون سی خصلت دوستی کا سبب ہے وہ بتا دیجیے تاکہ میں اس میں اور اضافہ کر لوں۔
3. طفلے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا تیرا میرے ساتھ وہی معاملہ ہے جو بچہ کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے اگر ماں اس کو مارتی ہے تو بھی وہ ماں ہی کو چپٹتا ہے کسی دوسرے کی طرف مدد کے لیے نہیں جاتا ہے۔ دیار۔ گھر میں رہنے والا۔

Marfat.com

مادرش گر سیلیئے بر وَے زند
اگر اس کی ماں اس کے طمانچہ مارے
ہم بمادر آید و بر وَے تند
اس کے پاس آتا ہے اس کا چکر کاٹتا ہے

از کسے یاری نخواہد غیرِ او
اس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا
اُوست جملہ شرِّ اُو و خیرِ او
اس کا اچھا برا سب کچھ وہی ہے

خاطرِ تو[1] ہم ز ما در خیر و شر
بھلائی اور برائی میں تیری طبیعت بھی ہم سے
التفاتش نیست جاہائے دگر
اس کی توجہ دوسری جگہوں پر نہیں ہے

غیرِ من پیشت چو سنگ ست و کلوخ
میرے سوا تیرے لیے پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے
گر صبی و گر جوان و گر شیوخ
خواہ بچہ ہو اور خواہ جوان اور خواہ بوڑھے

ہمچناں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ در حنیں
جس طرح کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" رونے میں ہے
در بلا از غیرِ تو لَا نَسْتَعِیْن
"مصیبت میں تیرے غیر سے ہم مدد نہیں چاہتے ہیں" ہے

ہست ایں اِیَّاکَ نَعْبُدُ[2] حصر را
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یہ حصر کے لیے ہے
در لغت داں از پے نفیِ ریا
عربی میں سمجھ لے، ریا کی نفی کے لیے ہے

ہست ایاک نستعین[2] ہم بہر حصر
"تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" بھی حصر کیلئے ہے
حصر کردہ استعانت را و قصر
جس سے مدد مانگنے کو (اللہ کی ذات کے ساتھ) محصور اور مخصوص کر رہا ہے

کہ عبادت مر ترا آریم و بس
کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس
طمع یاری ہم ز تو داریم و بس
مدد کی امید بھی تجھی سے رکھتے ہیں

خشم[3] کردنِ پادشاہ بر ندیم خود و شفاعت کردنِ شفیع مغضوب علیہ را و از پادشاہ درخواستن و قبول کردنِ پادشاہ درخواست و شفاعت کردنِ شفیع را و رنجیدنِ ندیم از شفیع کہ چرا شفاعت کردی

بادشاہ کا اپنے مصاحب پر غصہ کرنا اور مجرم کی بادشاہ سے ایک سفارشی کا سفارش کرنا اور بادشاہ کا سفارش اور درخواست کو قبول کر لینا اور مصاحب کا سفارشی سے رنجیدہ ہو جانا کہ تو نے سفارش کیوں کی

پادشاہے بر ندیمے خشم کرد
ایک بادشاہ نے ایک مصاحب پر عتاب کیا
خواست تا از وَے بر آرد دُود و گرد
چاہا کہ اس میں سے دھواں اور گرد نکالے

---

1. خاطر تو۔ حضرت حق نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تیرا امزاج بھی یہی ہے کہ ہماری جانب سے خیر ہو یا بظاہر شر تو میری ہی طرف متوجہ ہوتا ہے کسی دوسری جانب توجہ نہیں کرتا ہے۔ غیر من۔ میرے سوا تیرے لیے ناقابل التفات ہے خواہ بچہ ہو یا جوان یا بوڑھا۔ صبی۔ بچہ۔ شیوخ۔ شیخ کی جمع ہے، بوڑھا۔

2. ایاک نعبد۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں عربی زبان میں عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے منحصر کرنے کے لیے ہے یعنی دوسرے کی عبادت کرنا تو درکنار ہم عبادت میں ریاکاری کو بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔ ایاک نستعین۔ "ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں" بھی حصر کے لیے ہے اور مدد مانگنے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنے کے لیے ہے۔ کہ۔ دونوں جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ ہم صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں۔

3. خشم۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مصاحب کی عماد الملک نے شاہ کے معاملہ میں جو مدد کی وہ اس مصاحب کو ناگوار گزری۔ یہی حالت ایک مومن کی خدا کے معاملے میں ہونی چاہیے۔ ندیم۔ مصاحب۔ دود۔ یعنی اس کو قتل کر دے۔

کرد شہ شمشیر بیروں از غلاف　تا زند بروے جزای آں خلاف[1]

بادشاہ نے نیام سے تلوار نکال لی　تاکہ اس خلاف کی سزا میں اس کو مارے

ہیچکس را زہرہ نے تا دم زند　یا شفیعے بر شفاعت بر تند

کسی کی جرأت نہ تھی کہ دم مارے　یا کوئی سفارشی سفارش پر آمادہ ہو

جز عماد الملک نامی از خواص　در شفاعت مصطفیٰ وارانہ خاص

سوائے عماد الملک نام والے کے جو خواص میں تھا　اور (حضرت) مصطفیٰ ﷺ کی طرح سفارش میں مخصوص تھا

بر جہید و زود در سجدہ فتاد　در زماں شہ تیغ قہر از کف نہاد

وہ اٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا　بادشاہ نے فوراً غصہ کی تلوار ہاتھ سے رکھ دی

گفت اگر دیوست من بخشیدمش　ور بلیسی کرد من پوشیدمش

اس (بادشاہ) نے کہا اگر وہ شیطان (بھی) ہے تو میں نے اس کو معاف کر دیا　اگرچہ اُس نے شیطنت کی میں نے اس کی پردہ پوشی کر دی

چونکہ[2] آمد پای تو اندر میاں　راضیم گر کرد مجرم صد زیاں

چونکہ تیرا قدم بیچ میں آ گیا ہے　میں راضی ہوں اگر مجرم نے سیکڑوں نقصان کئے ہیں

صد ہزاراں خشم را تانم شکست　کہ ترا آں فضل و آں مقدار ہست

میں لاکھوں غصوں کو پی سکتا ہوں　کیونکہ تیری بزرگی اور رتبہ ایسا ہے

لابہ اَت را ہیچ نتوانم شکست　زانکہ لابہٴ تو یقیں لابہٴ من ست

تیری خوشامد کو میں رد نہیں کر سکتا ہوں　کیونکہ تیری خوشامد خود میری خوشامد ہے

گر زمین[3] و آسماں را برہم زدے　ز انتقام ایں مرد بیروں نامدے

خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جائے　یہ شخص سزا سے نہ بچ سکتا

ور شدے ذرہ بذرہ لابہ گر　او نبردے ایں زماں از تیغ سر

اگر ذرہ ذرہ خوشامدی بنتا　وہ تلوار سے اس وقت سر نہ بچا سکتا

بر تو می نہیم منت اے کریم　لیک شرحِ عزتِ تست اے ندیم

اے شریف! میں تجھ پر احسان نہیں جتاتا ہوں　ہاں اے مصاحب! (یہ) تیری عزت کی تشریح ہے

ایں نکردی تو کہ من کردم یقیں　اے صفاتت در صفاتِ ما دفیں

یہ (سفارش) تو نے نہیں کی یقیناً میں نے کی ہے　اے وہ کہ تیری صفات ہماری صفات میں مدغم ہو گئی ہیں

---

[1] خلاف۔ یعنی اس کام کی سزا جو مصاحب نے بادشاہ کی مرضی کے خلاف کیا تھا۔ ہیچ کس۔ بادشاہ کے سامنے کسی کی ہمت نہ تھی کہ اس مصاحب کی سفارش کرے۔ جز۔ عماد الملک جو بادشاہ کے خواص میں سے تھا وہ سفارش کے ساتھ اسی طرح مختص تھا، جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حشر میں عام شفاعت کے لیے مخصوص ہوں گے۔ در زماں۔ بادشاہ نے عماد الملک کی سفارش پر فوراً تلوار ہاتھ سے رکھ دی۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا خواہ یہ مصاحب شیطان تھا اور اس نے شیطنت کی تھی میں نے اس کو معاف کر دیا۔

[2] چونکہ۔ بادشاہ نے عماد الملک سے کہا مجرم کی خواہ سیکڑوں خطائیں ہوں جبکہ تو بیچ میں آ گیا ہے میں سیکڑوں غصوں کو پی لوں گا۔ لابہ۔ چونکہ تجھ میں اور مجھ میں بالکل اتحاد ہے تیرا خوشامد کرنا بعینہٖ میرا خوشامد کرنا ہے۔

[3] گر زمیں۔ اگر تو سفارش نہ کرتا تو خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے میں کبھی معاف نہ کرتا۔ بر تو۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ میرا بیان تجھ پر احسان رکھنے کے لیے نہیں بلکہ تیرے مرتبہ اور عزت کی تشریح ہے۔ ایں۔ یہ سفارش تو نے نہیں کی بلکہ میں نے کی ہے کیونکہ تو اپنی صفات اور خواہشات کو میری صفات اور خواہشات میں فنا کر چکا ہے اس صورت میں تجھ پر احسان جتانے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

Marfat.com

تو دریں[1] مستعملی نے عاملی — زانکه محمولِ منی نے حاملی

تو اس سفارش میں مستعمل ہوا ہے تو کرنے والا نہیں ہے — کیونکہ تو میرا محمول ہے نہ کہ حامل

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ گشتۂ — خویشتن در موج چوں کف ہشتۂ

تو "تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" بن گیا ہے — تو نے اپنے آپ کو جھاگ کی طرح موج کے سپرد کر دیا ہے

لا شدی، پہلوئِ اِلا خانہ گیر — اے عجب کہ ہم اسیری ہم امیر

تو لا بن گیا، اِلا کے پہلو میں مقیم ہو گیا — تعجب ہے کہ تو قیدی بھی ہے اور حاکم بھی

انچہ دادی تو ندادی شاہ داد — اوست بس[2] وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد

جو تو نے دیا تو نے نہیں دیا، شاہ نے دیا ہے — بس وہی ہے اور خدا بھلائی کو زیادہ جاننا ہے

واں ندیم رستہ از زخم و بلا — زیں شفیع آزرو و بر گشت از وِ لا

وہ مصاحب ہلاکت اور مصیبت سے چھوٹ کر — اس سفارش سے ناراض ہو گیا اور دوستی سے منحرف ہو گیا

دوستی ببرید زاں مخلص تمام — رو بحایط کرد تا نارَدْ سلام

اس مخلص سے بالکل دوستی توڑ دی — دیوار کی طرف کو منہ کر لیا تاکہ وہ سلام نہ کرے

زیں شفیع خویشتن بیگانہ شد — زیں تعجب خلق در افسانہ شد

اپنے اس سفارشی سے بیگانہ بن گیا — اس عجیب بات سے لوگ چہ میگوئیوں میں لگ گئے

گر نہ مجنون ست یاری چوں بُرید — از کسے کہ جانِ او را واخرید

اگر وہ پاگل نہیں ہے، تو اس نے دوستی کیوں توڑی؟ — ایسے شخص سے جس نے اس کی جان دوبارہ خریدی

واخریدش آں دم از گردن زدن — خاکِ نعلِ پاش بایستے شدن

اس وقت اس نے اس کو گردن کٹنے سے بچا لیا — اس کو تو اس کے پاؤں کے جوتے کی خاک ہو جانا چاہیے

بازگونہ رفت و بیزاری گرفت — با چنیں دلدار کیں داری گرفت

اس نے الٹی چال چلی اور بیزاری اختیار کر لی — ایسے دوست سے کینہ وری شروع کر دی

بس ملامت[3] کرد او را ناصحے — کیں جفا چوں میکنی با مُصلحے

اس کو ایک نصیحت کرنے والے نے بہت ملامت کی — کہ ایسی نیکی کرنے والے پر تو ظلم کیوں کرتا ہے؟

جانِ تو بخرید آں دلدارِ خاص — آں دم از گردن زدن کردت خلاص

اس خاص دوست نے تیری جان خریدی — اس وقت تجھے گردن کٹنے سے بچایا

---

[1] تو دریں۔ جبکہ اصل سفارش میری جانب سے ہے تو تو محض ایک آلہ کار ہے، کام کرنے والا تو میں ہوں میں نے تجھ پر سفارش لادی ہے تو نے خود اس بوجھ کو نہیں اٹھایا ہے۔ ما رمیت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ اپنی شخصیت کو ذاتِ باری میں فنا کر دیا تو جنگ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹھی بھر کنکریوں کو پھینکنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہوگا۔ لاشدی۔ کلمہ طیبہ میں لا الہ میں غیر اللہ کی نفی ہے اور الا اللہ میں ذاتِ باری کا اثبات ہے تو اسی طرح تیرا میرے ساتھ معاملہ ہے تو غیر کا انکار کر چکا ہے اور تجھ میں فنا ہو چکا ہے لہٰذا تو فانی بھی ہے اور باقی بھی اور تو محکوم بھی ہے اور حاکم بھی۔

[2] اوست بس۔ وجودِ حقیقی صرف شاہ کا ہے تو تیرا دینا تیری طرف منسوب نہ ہوگا شاہ کی طرف منسوب ہوگا۔ واں ندیم۔ عماد الملک کی سفارش سے نجات پا جانے کے بعد وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہو گیا۔ زیں شفیع۔ جب وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہو گیا تو لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کر دیں کوئی اس کو پاگل کہتا کوئی اس کی تحسین کرتا اور لوگ کہتے کہ ایسے محسن کی تو خاک پا بننا چاہیے تھا نہ کہ ناراض ہونا۔

[3] بس ملامت کرد۔ ایک ناصح نے کہا ایسی بھلائی کرنے والے سے تو کیوں خفا ہو گیا اس نے تو تجھے قتل سے بچایا ہے۔

گر جفا[1] کردے نبایستے رمید
اگر وہ ظلم (بھی) کرتا تجھے بھاگنا نہیں چاہیے تھا

خاصہ نیکی کرد آں یارِ حمید
خصوصاً جبکہ اس قابل تعریف دوست نے بھلائی کی ہے

گفت بہرِ شاہ مبذول ست جاں
اس نے کہا جان بادشاہ کے لیے ہے

او چرا آید شفیع اندر میاں
وہ سفارشی بن کر بیچ میں کیوں آیا؟

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وقت بود آندم مرا
اس وقت مجھے لی مع اللہ وقت (کا مقام حاصل) تھا

لَا یَسَعُ فِیْہِ نَبِیٌّ مُجْتَبٰی
جس میں کسی منتخب نبی کی (بھی) گنجائش نہیں ہے

من نخواہم رحمتے جز رحمِ شاہ
میں بادشاہ کے رحم کے علاوہ کسی کے رحم کا خواہاں نہیں ہوں

من نخواہم غیر آں شہ را پناہ
میں اس بادشاہ کے علاوہ کسی کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں

غیرِ شہ[2] را بہرِ آں لا کردہ ام
بادشاہ کے غیر کی میں نے اسی لیے نفی کی ہے

کہ بسوی شہ تولّا کردہ ام
کیونکہ میں نے بادشاہ سے دوستی کر لی ہے

گر ببرد او بقہرِ خود سرم
اگر وہ (شاہ) اپنے غصہ سے میرا سر قلم کرے گا

شاہ بخشد شصت جانِ دیگرم
شاہ مجھے دوسری ساٹھ جانیں عطا کر دے گا

کارِ من سر بازی و بیخویشی است
میرا کام سر دے دینا اور اپنائیت چھوڑنا ہے

کارِ شاہنشاہِ ما سر بخشی است
ہمارے شہنشاہ کا کام سر عطا کرنا ہے

فخر آں سر کہ کفِ شاہش بُرد
وہ سر قابل فخر ہے جس کو شاہ کا ہاتھ کاٹے

ننگ آں سر کہ بغیرے سَر بَرد
وہ سر (باعث) ذلت ہے جو اس کے غیر کے آگے جھکے

شب کہ شاہ از قہر در قیرش کشید
وہ رات جس کو شاہ نے قہر سے تارکول میں ڈالا

ننگ دارد از ہزاراں روزِ عید
عید کے ہزاروں دنوں سے ذلت محسوس کرتی ہے

خود[3] طوافِ آنکہ او شہ بیں بود
جو شخص شاہ کا دیکھنے والا ہوتا ہے اس کا چکر کاٹنا

فوقِ قہر و لطف و کفر و دیں بود
غصہ اور مہربانی اور کفر اور دین سے بالا تر ہوتا ہے

زاں نیامد یک عبارت در جہاں
اس کو دنیا میں کوئی عبارت بیان نہیں کر سکتی ہے

کہ نہانست و نہانست و نہاں
کیونکہ وہ پوشیدہ ہے، پوشیدہ ہے، پوشیدہ

---

1. گر جفا۔ ایسا محسن اگر ظلم بھی کرے تو اس کو برداشت کرنا چاہیے نہ کہ اس کی بھلائی سے ناراض ہونا چاہیے۔ گفت۔ ان مصاحب نے کہا کہ میری جان تو شاہ کے لیے تھی یہ بیچ میں آ کر بچانے والا کون تھا۔ لی مع اللہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ "میرے لیے خدا کے ساتھ وہ وقت بھی ہوتا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوئی نہ کسی مرسل نبی کی۔" اس مصاحب نے کہا کہ مجھے شاہ وقت سے ایسا قرب حاصل تھا جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب باری میں حاصل ہوتا تھا لہٰذا عماد الملک کی اس میں گنجائش کہاں تھی۔

2. غیر شہ۔ میں نے شاہ کے علاوہ سب کی نفی کر دی ہے اور صرف اس کی دوستی پر بھروسہ کر لیا ہے اب اس کو اختیار ہے میرے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے میں اس کی رضا پر راضی ہوں۔ فخر۔ جو سر شاہ کے ہاتھ سے کٹ جائے وہ باعث فخر ہے اور جو سر دوسرے کے سامنے جھکے وہ باعث ذلت ہے۔ شب۔ جس رات کو شاہ کے غصے نے کالا کیا ہو وہ عید کے ہزاروں دنوں سے افضل ہے۔

3. خود۔ جس کو مشاہدۂ حق حاصل ہے اور وہ ذاتِ حق کا طواف کرتا ہے اس کے لیے قہر و لطف میں یکساں لذت ہوتی ہے اور وہ کفر اور اس کی سزا سے بالاتر ہوتا ہے۔ دین۔ یعنی کفر کی سزا اور یوم الدین یعنی یوم حشر کا غم۔ زاں۔ اس مقام مشاہدہ کو کسی عبارت کے ذریعہ تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ نہایت مخفی ہے، عبارتیں اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

Marfat.com

زانکہ ایں اسما و الفاظِ حمید | از گِلابہ[1] آدمی آمد پدید
اس لیے کہ یہ اسما اور اچھے الفاظ | انسان کے جسم سے نکلے ہیں

عَلَّمَ الْاَسْمَآءَ بُد آدمؑ را امام | لیک نے بُد در لباسِ عین و لام
علم الاسماء آدم علیہ السلام کا امام تھا | لیکن عین اور لام کے لباس میں نہ تھا

چوں نہاد از آب و گل بر سَر کلاہ | گشت آں اسمای جانی رو سیاہ
جب اس نے پانی اور مٹی کی سر پر ٹوپی رکھی | وہ روحانی اسما کالے پڑ گئے

کہ نقابِ حرف و دم در خود کشید | تا شود بر آب و گل معنیٰ پدید
کیونکہ ان (اسما) نے حروف اور آواز کا نقاب اوڑھا | تاکہ پانی اور مٹی پر معنی واضح ہو جائیں

گرچہ از خشمِ شہم کرد اُو خلاص | لیک ہم شہ شد مرا حقا مناص
اس نے اگرچہ مجھے بادشاہ کے غصہ سے چھڑایا | لیکن واقعتہ شاہ چھٹکارے کی جگہ بنا

گرچہ[2] از یک وجہ منطق کاشف ست | لیک از دہ وجہ دیگر مُکنِف ست
گفتگو اگرچہ ایک عیب سے (حقیقت کو) ظاہر کرنے والی ہے | لیکن دس دوسری حیثیتوں سے چھپانے والی ہے

گفتنِ جبرئیل علیہ السلام خلیل علیہ السلام را کہ هَلْ لَکَ حَاجَةٌ قَالَ بَلٰی اِمَّآ اِلَیْکَ فَلَاَ

(حضرت) جبرئیل علیہ السلام کا (حضرت ابراہیم) خلیل علیہ السلام سے کہنا کہ تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن تجھ سے نہیں ہے

من خلیلِ وقتم و او جبرئیلؑ | من نخواہم در بلا او را دلیل
میں (اپنے) زمانہ کا خلیل (اللہ) ہوں وہ (بمنزلہ) جبرئیل علیہ السلام ہے | میں مصیبت میں اس کو راہنما بنانا نہیں چاہتا ہوں

او ادب[3] ناموخت از جبرئیلؑ راد | کہ پرسید از خلیلِ حق مراد
اس نے عقلمند جبرئیل علیہ السلام سے ادب نہ سیکھا | کہ اُس نے خلیل اللہ سے حاجت پوچھی

کہ مرادت ہست تا یاری کنم | ورنہ بگریزم سبکباری کنم
کہ تیری کوئی مراد ہے، تاکہ میں مدد کروں | ورنہ میں جاؤں بوجھ نہ بنوں

---

1. گلابہ۔گل و آب یعنی جسم انسانی، مادی الفاظ روح کے اعلیٰ مقام کی تعبیرات سے قاصر ہیں۔علّم الاسماء۔اگرچہ اسما اور الفاظ کی تعلیم من جانب اللہ اور حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے تھے لیکن وہ اسما اس مادی حروف تہجی سے نہ بنے تھے۔چوں۔جب ان غیر مادی اسماء نے مادہ کا لباس پہنا تو ان کی روحانیت ختم ہو گئی اور ان میں سیاہی پیدا ہو گئی۔کہ نقاب۔ان اسما کو مادی لباس اس لیے پہنا دیا گیا تاکہ مادی انسان ان کے معانی سمجھ سکیں۔گرچہ۔اس مصاحب نے کہا اگرچہ عماد الملک نے بظاہر مجھے بادشاہ کے غصہ سے نجات دلائی لیکن میری اصل گریزگاہ خود شاہ ہے لہٰذا میں اس کا ممنونِ احسان نہیں ہوں۔

2. گرچہ۔مصاحب نے کہا کہ میں اپنا اصل مقصود الفاظ میں نہیں سمجھا سکتا الفاظ اگرچہ ایک حیثیت سے مقصد کو واضح کرتے ہیں لیکن دس حیثیتوں سے اس میں اور ابہام پیدا کر دیتے ہیں۔من خلیل۔مصاحب نے کہا میرا اور بادشاہ کا وہی معاملہ تھا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے، جس طرح خلیل اللہ علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی مدد کو پسند نہ کیا مجھے عماد الملک کی مدد پسند نہ آئی۔

3. او ادب۔عماد الملک کو جبرئیل علیہ السلام کے اس قصہ سے نصیحت حاصل کر لینی چاہیے تھی۔کہ مرادت۔حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر مدد کرنا چاہی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکار کر دیا اور فرما دیا مشاہدہ کے بعد وسائط کی ضرورت نہیں رہتی۔

Marfat.com

گفت ابراہیم نے رو از میاں
ابراہیم علیہ السلام نے کہا نہیں درمیان سے ہٹ جا

واسطہ زحمت بود بعد العیاں
کیونکہ مشاہدہ کے بعد واسطہ تکلیف بنتا ہے

بہرِ[1] ایں دنیاست مُرسل رابطہ
اس جہان کے لیے رسول رابطہ ہے

مومناں را زانکہ ہست او واسطہ
مومنوں کے لیے، کیونکہ وہ واسطہ ہے

ہر دل ار سامع بدے وحیِ نہاں
اگر ہر دل مخفی وحی کا سننے والا ہوتا

حرف و صوتے کے بدے اندر جہاں
تو دنیا میں حرف اور آواز کب ہوتے؟

گرچہ او محوِ حق ست و بے سَراست
اگرچہ وہ (جبرئیل علیہ السلام) اللہ (تعالیٰ) میں فنا اور بےخود ہے

لیک کارِ من ازاں نازک تراست
لیکن میرا کام اس سے زیادہ نازک ہے

کردۂ او کردۂ شاہ است لیک
اگرچہ اس کا کام شاہ کا کام ہے لیکن

پیشِ چشمم بد نمایندہ است نیک
لیکن میری نظروں میں بہت بدنما ہے

انچہ[2] عینِ لطف باشد بر عوام
جو عوام کے لیے عین مہربانی ہوتی ہے

قہر شد بر عشق کیشانِ کرام
شریف عاشقوں پر ظلم ہوتا ہے

بس بلا و رنج می باید کشید
بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی چاہئیں

عامہ را تا فرق را تانندید
عوام کو، تا کہ فرق کو دیکھ سکیں

کایں حروفِ واسطہ اے یارِ غار
اے یارِ غار! یہ واسطہ کے حروف

پیشِ واصل خار باشد خار خار
واصل (بحق) کے لیے کانٹا ہیں کانٹا ہی کانٹا

بس بلا[3] و رنج بایست و وقوف
بہت سی بلائیں اور رنج اور (ان میں) ٹکاؤ چاہیے

تا دمد آں روحِ صافی از حروف
تا کہ وہ صاف روح حروف سے چمک اٹھے

لیک بعضے زیں بلا کژ تر شدند
لیکن بعض اس بلا سے (اور) زیادہ ٹیڑھے ہو گئے

باز بعضے صافی و برتر شدند
بعض صاف اور زیادہ بلند ہو گئے

ہمچو آبِ نیل آمد ایں بلا
یہ بلا (دریائے) نیل کے پانی کی طرح ہے

سعد را آبست و خوں بر اشقیاء
جو نیک کے لیے پانی ہے اور بدبختوں کے لیے خون ہے

---

[1] بہر ایں دنیا۔ عام مومنین جو مشاہدہ سے محجوب ہیں ان کے لیے رسول واسطہ ہوتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام خود مشاہدہ میں مستغرق تھے ان کو جبرئیل علیہ السلام کا واسطہ ناگوار گزرا۔ ہر دل۔ ہر انسان میں یہ استعداد نہیں کہ وہ وحی کو سن سکے اس لیے کہ وحی کو بذریعہ حروف اور آواز سنایا گیا ہے اگر ہر سننے والے میں وحی کو سننے کی استعداد ہوتی تو پھر حروف اور آواز کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ گرچہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام کو فنائیت کا مقام حاصل ہے لیکن میرا معاملہ اس سے بھی نازک ہے اس میں کسی واسطہ کی گنجائش نہیں خواہ فنا فی اللہ ہی کیوں نہ ہو۔ کردہ۔ جبرئیل کا کام مقامِ فنائیت کی وجہ سے خدا ہی کا کام ہے لیکن وہ اس کام میں ماذون ہیں اللہ کی جانب سے مامور نہیں ہیں ورنہ وہ کہتے کہ میں خدا کے حکم سے مدد کے لیے آیا ہوں۔

[2] انچہ۔ اس طرح کی مدد عوام کے لیے عین لطف خداوندی ہے لیکن عاشقانِ خدا کے لیے مناسب نہیں ہے مشہور مقولہ ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ "جو کام نیک لوگوں کے حسنات ہیں وہ کام بسا اوقات مقربین بارگاہ کے لیے گناہ شمار ہوتے ہیں"۔ بس۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے تب عوام سمجھ سکتے ہیں کہ مشاہدہ کے بعد درمیانی حروف اور واسطہ مناسب نہیں ہے۔

[3] بس بلا۔ بہت سے مصائب جھیلنے کے بعد حروف کے ذریعہ اس حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ لیک۔ مصائب پر شکوہ ہو تو تباہی ہے، ہاں اگر صبر و شکر ہو تو درجات بلند ہوتے ہیں۔ آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی قبطیوں کی تباہی اور سبطیوں کی نجات کا سبب بنا۔

Marfat.com

هر که[1] پایاں بیں تر اُو مسعود تر — جدتر اُو کارد که افزوں دید بَر

جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے زیادہ نیک بخت ہے — زیادہ محنت سے وہ بوئے گا جس نے پھل زیادہ دیکھا ہو

زانکه داند کایں جہانِ کاشتن — ہست بہرِ محشر و برداشتن

کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کھیتی کرنے کی دنیا — محشر کے لیے اور (پیداوار) حاصل کرنے کے لیے ہے

ہیچ عقدے بہرِ عین خود نبود — بلکه از بہرِ مقامِ ربح و سود

کوئی معاملہ بعینہٖ معاملہ کے لیے نہیں ہوتا ہے — بلکہ نفع اور فائدہ کے مقام کے لیے ہوتا ہے

ہیچ نبود منکرے گر بنگری — منکریش بہرِ عینِ منکری

اگر تو دیکھے تو کوئی منکر نہیں ہوتا ہے — (کہ) اس کا انکار محض انکار کے لیے ہو

بل برائِ قہرِ خصم اندر حسد — یا فزونی جستن و اظہارِ خود

بلکہ حسد میں دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہوتا ہے — یا اپنے اظہار اور برتری کی جستجو کے لیے ہوتا ہے

واں فزونی ہم پے طمع دگر — بے معانی چاشنی ندہد صور[2]

وہ برتری بھی کسی دوسرے لالچ میں ہوتی ہے — (محض) صورتیں بلا معانی کے لطف نہیں دیتی ہیں

زاں ہمی پُرسی چرا ایں میکنی — که صور زیت است و معنی روشنی

اسی لیے تو دریافت کرتا ہے (کہ) تو یہ کیوں کرتا ہے؟ — کیونکہ صورتیں تیل ہیں اور معنی روشنی ہیں

ورنه[3] ایں گفتن چرا از بہرِ چیست — چونکه صورت بہرِ عینِ صورتیست

ورنہ یہ "کیوں" کہنا کاہے کے لیے ہے — جبکہ صورت محض صورت کے لیے ہے

ایں چرا گفتن سوال از فائده ست — جز برائِ ایں چرا گفتن بدست

یہ "کیوں" کہنا فائدہ کے بارے میں سوال ہے — اس کے سوا کے لیے "کیوں" کہنا بُرا ہے

از چه رُو فائیده جوئی اے امیں — چوں بود فائیدۂ ایں خود ہمیں

اے امین! تو فائدہ کیوں تلاش کرتا ہے؟ — جبکہ یہ (فعل) خود فائدہ ہو

پس نقوشِ آسماں وَ اہلِ زمیں — نیست حکمت کاں بود بہرِ ہمیں

تو آسمان اور زمین والوں کی صورتیں — (اس میں) کوئی حکمت نہیں ہے کہ وہ صورتیں محض صورتوں کیلیے ہیں

---

[1] ہر کہ۔ جوان مصائب کے عمدہ نتائج پر نظر رکھے گا سعادت حاصل کرلے گا جو کھیتی کی عمدہ پیداوار کو دیکھے گا وہ کھیتی میں محنت کرے گا۔ زانکہ۔ انجام میں سمجھتا ہے کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے جو یہاں بوئے گا وہاں کاٹے گا۔ ہیچ عقدے۔ جس طرح دنیا خود مقصود نہیں بلکہ آخرت کا ذریعہ ہے اسی طرح کوئی بھی معاملہ صرف معاملہ کے لیے نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا مقصد نفع اور فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ منکر۔ کوئی شخص کسی حقیقت کا انکار محض انکار کے لیے نہیں کرتا بلکہ اس کے پیشِ نظر بالمقابل کی مغلوبیت اور اپنی فوقیت ہوتی ہے۔ واں فزونی۔ برتری بھی انسان کا خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اور نتائج مقصود ہوتے ہیں۔

[2] صور۔ یعنی کام کی محض صورت اس وقت لذت بخش ہوتی ہے جبکہ اس میں کوئی مقصد مضمر ہو۔ چرا ایں میکنی۔ کام کرنے والے سے لوگ پوچھتے ہیں تو کیوں کام کرتا ہے تو ان کا مقصد اس کے اصلی مقصود کو دریافت کرنا ہوتا ہے۔ کہ صور۔ معاملوں کی ظاہری صورت کی مثال تیل کی سی ہے اور اصل مقصود کی مثال تیل سے پیدا ہونے والی روشنی ہے۔

[3] ورنہ۔ اگر ہر معاملہ کی ظاہری صورت مقصود ہوتی تو کیوں کا سوال نہ کیا جاتا۔ پس۔ جب ثابت ہوگیا کہ معاملہ کی محض صورت مقصود نہیں ہے تو اب سمجھو کہ آسمان اور دنیا کے پیدا کرنے سے ان کی صورت مقصود نہیں ہے بلکہ ان کی پیدائش میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

Marfat.com

گر حکیمے[1] نیست ایں ترتیب چیست
اگر وہ (خالق) صاحب حکمت نہیں ہے تو یہ (کائنات کی) ترتیب کیسی ہے؟

ور حکیمے ہست چوں فعلش تہی ست
اور اگر وہ حکمت والا ہے تو اس کا فعل حکمت سے کب خالی ہے

کس نسازد نقشِ گرمابہ خضاب
کوئی شخص حمام کی تصویر کو رنگین نہیں بناتا ہے

جز پے قصدِ صواب و نا صواب
کسی مقصد کے بغیر خواہ وہ مقصد درست ہو یا درست نہ ہو

ہر چہ بینی در جہاں از آیتے
دنیا میں تو جو بھی کوئی نشانی دیکھے گا

ہست بہرِ معنیے و حکمتے
وہ کسی معنی اور حکمت کے لیے ہے

مطالبت کردنِ موسیٰ علیہ السلام از حضرتِ عزت کہ لِمَ خَلَقْتَ خَلْقًا فَاَهْلَکْتَهٗ وَ اَحْتَرَقْتَهٗ و جواب آمدن از حضرتِ عزت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کہ تو کیوں ایک مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر تو اس کو اور تباہ کر دیتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب آنا

گفت[2] موسیٰ اے خداوندِ حساب
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے محاسبہ کے مالک

نقش کردی باز چوں کردی خراب
تو نے صورت بنائی پھر اس کو کیوں تباہ کیا؟

نر و مادہ نقش کردی جانفزا
تو نے حسین نر اور مادہ بنائے

وانگہے ویراں کنی ایں را چرا
پھر تو ویران کر دیتا ہے یہ کیوں ہے؟

گفت حق[3] دانم کہ ایں پُرسش ترا
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تیرا یہ سوال

نیست از انکار و غفلت وز ہوا
انکار اور غفلت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ تادیب و عتابت کردمے
ورنہ تجھے سزا دیتا اور غصہ کرتا

بہرِ ایں پُرسش ترا آزردمے
اس سوال پر تجھے تکلیف پہنچاتا

لیک می خواہی کہ در افعالِ ما
لیکن تو چاہتا ہے کہ ہمارے کاموں میں

باز جوئی حکمت و سِرِّ قضا
حکمت اور فیصلہ کا راز معلوم کر لے

تا ازاں واقف کنی مُرعام را
تاکہ تو اس سے عوام کو باخبر کرے

پختہ گردانی بدیں ہر خام را
اس سے ہر کچے کو پکا بنائے

قاصداً سائل شدی در کاشفی
وضاحت کے لیے تو قصداً سائل بنا ہے

بہرِ عامہ ار چہ تو زاں واقفی
عوام کے لیے، اگرچہ تو اس سے واقف ہے

---

[1] گر حکیمے۔ حکمت دان کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا آسمان اور دنیا کا پیدا کرنے والا حکیم ہے کائنات کا نظام اور ترتیب یہ بتاتی ہے۔ کس۔ حمام میں جو تصویریں بنائی جاتی ہیں ان کا بھی کوئی مقصد ہے خواہ صحیح ہو یا غلط۔ ہر چہ۔ دنیا میں ہر چیز کے پیدا کرنے میں حکمت مضمر ہے۔ مطالبت۔ اس قصہ کا مقصد مخلوقات میں حکمت الٰہی کا بیان کرنا ہے۔

[2] گفت۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے خدا تو انسانوں کو پیدا کرتا ہے پھر مار دیتا ہے اس میں کیا حکمت ہے۔ خداوند حساب۔ یعنی یوم حساب کے مالک۔

[3] گفت حق۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا چونکہ تیرا یہ سوال انکار اور غفلت پر مبنی نہیں ہے اس لیے میں درگزر کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا تو اس لیے معلوم کر رہا ہے تاکہ عوام کو ہماری حکمتوں سے آگاہ کردے ورنہ تجھے مخلوق کے پیدا کرنے میں ہماری حکمتیں معلوم ہیں۔

Marfat.com

زانکہ[1] نیم علم آمد ایں سوال
یہ سوال نصف علم ہے
ہم سوال از علم خیزد ہم جواب
سوال بھی اور جواب بھی ہم سے پیدا ہوتا ہے
ہم ضلال از علم خیزد ہم ہدے
گمراہی بھی علم سے پیدا ہوتی ہے اور ہدایت بھی
ز آشنائی خیزد ایں بغض و ولا
یہ بغض اور دوستی تعارف سے پیدا ہوتی ہے
مستفید[2] اعجمی شد آں کلیم
وہ کلیم (اللہ) ناواقف کو فائدہ حاصل کرنے والا بنانے والے بنے
ماہم از وے اعجمی سازیم خویش
ہم بھی اپنے آپ کو اس سے ناواقف بناتے ہیں
خر فروشاں خصم یکدیگر شدند
گدھا بیچنے والے ایک دوسرے کے مقابل بنے
پس بفرمودش خدا اے ذو لباب
پھر ان سے خدا نے فرمایا اے عقلمند!
موسیا[3] تخمے بکار اندر زمیں
اے موسیٰ! زمین میں بیج بو دے
چونکہ موسیٰ کشت شد کشتش تمام
جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے کھیتی بوئی ان کی کھیتی پوری ہوگئی
داس بگرفت و مر آں را می برید
انہوں نے درانتی لی اور اس کو کاٹ لیا

ہر برونے را نباشد ایں مجال
ہر باہری شخص کی یہ مجال نہیں ہے
ہمچنانکہ خار و گل از خاک و آب
جس طرح مٹی اور پانی سے کانٹا اور پھول
ہمچنانکہ تلخ و شیریں از ندے
جیسا کہ تری سے تلخ اور شیریں
وز غذائے خوش بود سقم و شفا
بیماری اور شفا اچھی غذا سے (پیدا) ہوتی ہے
تا عجمیاں را کند زیں سِرّ علیم
تاکہ ناواقفوں کو اس راز سے باخبر کریں
پاسخش آریم چوں بیگانہ پیش
بیگانوں کی طرح اس کا جواب پیش کرتے ہیں
تا کلید قفل آں عقد آمدند
یہاں تک کہ اس معاملہ کے قفل کے لیے کنجی بن گئے
چوں پرسیدی بیا بشنو جواب
جبکہ تو نے سوال کیا ہے، آ جواب سن
تا کہ تو خود وا دہی انصاف ایں
تاکہ تو خود اس کا انصاف کر لے
خوشہالیش یافت خوبی و نظام
اس کے خوشوں نے اچھائی اور عمدگی حاصل کر لی
پس ندا از غیب در گوشش رسید
تو ان کے کان میں غیب سے آواز آئی

[1] زانکہ۔ سوال علم کے منافی نہیں ہے بلکہ مشہور ہے اَلسُّوَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ یعنی "کسی چیز کے بارے میں دریافت کرنا اس چیز کا آدھا علم ہے" حضرت موسیٰ علیہ السلام حکمتوں سے واقف تھے۔ ہم سوال۔ کسی چیز کا علم ہو جانے کے بعد ہی اس کے بارے میں سوال و جواب ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں متضاد باتیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ مٹی سے پھول بھی اگتا ہے اور کانٹا بھی۔ ہم ضلال۔ علم ہی گمراہی اور ہدایت کا سبب بنتا ہے جیسا کہ نمی اور تری ہی پھل میں تلخی بھی پیدا کرتی ہے اور شیرینی بھی، ملاقات اور تعارف سے دشمنی اور دوستی پیدا ہوتی ہے اور غذا سے بیماری اور صحت پیدا ہوتی ہے۔

[2] مستفید۔ حضرت حق نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام ناواقفوں کو حکمتوں سے واقف کرنا چاہتا ہے اس لیے تجاہل عارفانہ برت رہا ہے ہم بھی اس کے علم سے انجان بن کر اس کو جواب دیتے ہیں۔ خر فروشاں۔ دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ تجاہل برت کر معاملہ کو حل کر لیتے ہیں گدھا بیچنے والے آپس میں فرضی طور پر ایسی باتیں شروع کر دیتے ہیں کہ گاہک گدھا خرید لیتا ہے۔

[3] موسیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینے سے قبل حضرت حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہ عمل کرایا جس میں خود جواب پوشیدہ تھا تاکہ جواب اچھی طرح ان کی سمجھ میں آ جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم کھیتی بو دو اور جب کھیتی تیار ہوگئی تو انہوں نے اس کھیتی کو کاٹ کر نکالا۔

Marfat.com

کہ چرا[1] کشتے کُنی و پروری
کہ تو کیوں بوتا ہے اور پرورش کرتا ہے؟

گفت یا رب زاں کنم ویران و پست
(موسٰی نے) عرض کیا اے خدا میں (کھیت کو) ویران اور پست اس لیے کرتا ہوں

دانہ لایق نیست در انبارِ کاہ
دانہ کا بھوسے کے انبار میں رہنا مناسب نہیں ہے

نیست حکمت ایں دو را آمیختن
ان دونوں کو ملائے رکھنا دانائی نہیں ہے

گفت ایں دانش تو از کہ یافتی
(اللہ تعالٰی نے) فرمایا کہ یہ سمجھ تو نے کس سے حاصل کی؟

گفت تمیزم تو دادی اے خدا
(حضرت موسٰی علیہ السلام نے) عرض کیا اے خدا تو نے مجھے سمجھ عطا کی

در خلائق[2] روحہایِ پاک ہست
مخلوق میں پاک روحیں ہیں

ایں صدفہا نیست در یک مرتبہ
یہ سیپیاں ایک طرح کی نہیں ہیں

واجب[3] ست اظہارِ ایں نیک و تباہ
نیک اور برباد کا واضح کرنا ضروری ہے

بہرِ اظہارست ایں خلقِ جہاں
دنیا کا پیدا کرنا ظاہر کرنے کے لیے ہے

کُنتُ کَنزًا گفت مَخفِیًا شنو
سن (اللہ تعالٰی نے) فرمایا میں چھپا ہوا خزانہ تھا

چوں کمالے یافت آں را می بری
جب وہ مکمل ہو جاتی ہے تو اس کو کاٹتا ہے

کہ درینجا دانہ ہست و کاہ ہست
کہ اس میں دانہ بھی ہے اور بھوسا بھی ہے

کاہ در انبارِ گندم ہم تباہ
بھوسا بھی گیہوں کے ڈھیر میں برباد ہوتا ہے

فرق واجب می کند در بیختن
وہ (دانائی) چھاننے میں جدا کر دینا ضروری بتاتی ہے

کہ بدانش بیدرے بر ساختی
کہ عقل کی وجہ سے تو نے کھلیان بنایا

گفت پس تمیز چوں نبود مرا
(اللہ تعالٰی نے) فرمایا تو پھر مجھ میں سمجھ کیوں نہو گی؟

رُوحہایِ تیرہ و گلناک ہست
کالی اور مٹی میں سنی ہوئی روحیں ہیں

در یکے دُرّست و دَر دیگر شَبَہ
ایک میں موتی ہے دوسری میں پوتھ ہے

ہمچناں کاظہارِ گندمہا ز کاہ
جس طرح گیہوں کا بھوسے سے الگ کرنا

تا نماند گنجِ حکمتہا نہاں
تاکہ حکمتوں کا خزانہ پوشیدہ نہ رہے

جوہرِ خود گم مکن اظہار شو
تو اپنے جوہر کو برباد نہ کر اس کو ظاہر کر

---

[1] کہ چرا۔ اللہ تعالٰی نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم نے خود کھیتی بوئی اور پھر اب اس کو کیوں کاٹ ڈالا۔ گفت۔ حضرت موسٰی علیہ السلام نے عرض کیا کہ کھیتی کے پکنے پر اس میں دانہ اور بھوسا تھا اور ان دونوں کو ملا جلا دینا مناسب نہ تھا۔ حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے۔ گفت۔ حضرت حق نے فرمایا کہ یہ عقل تم نے کہاں سے حاصل کی۔ حضرت موسٰی علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ دانش اور عقل آپ کی عطا کردہ ہے۔ حضرت حق نے فرمایا کہ یہ دانش پھر مجھ میں کیوں نہ ہو گی۔

[2] در خلائق۔ اب اللہ تعالٰی نے اصل جواب دیا کہ انسانوں کی روحیں دو قسم کی ہیں، ایک پاک ایک ناپاک۔ ایں صدفہا۔ سب انسانی جسم ایک رتبہ کے نہیں ہیں، کسی جسم میں موتی جیسی روح ہے کسی جسم میں کانچ کے پوتھ کی طرح ہے۔

[3] واجب۔ ان روحوں کو بھی اسی طرح ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے جس طرح گیہوں کو بھوسے سے تاکہ نیک روحیں جنت میں چلی جائیں اور بری روحیں دوزخ میں۔ بہر اظہار۔ پہلی حکمت تو مارنے کی تھی، پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہماری صفات کا اظہار ہو جائے۔ کنت۔ حدیث قدسی ہے "کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ" میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ "مخلوقات مظہر صفت خداوندی ہے۔ جوہر خود۔ انسان کے جسم میں جو موتی ہے اس کو ضائع نہ کرنا چاہیے۔

Marfat.com

بیان[1] آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی و وہم و خیال بر مثال دوغند و روحِ وحی کہ باقیست دریں دوغ ہمچوں روغن پنہاں

اس کا بیان کہ حیوانی روح اور جزوی عقل اور وہم اور خیال چھاچھ جیسے ہیں اور وحی کی روح جو باقی رہنے والی ہے اس چھاچھ میں پوشیدہ گھی کی طرح ہے

جوہرِ صدقت خفی شد در دروغ
تیری سچائی کا جوہر جھوٹ میں چھپ گیا
ہمچو طعمِ روغن اندر طعمِ دوغ
جس طرح گھی کا مزا، چھاچھ کے مزے میں

آں دروغت ایں تنِ فانی بود
وہ تیرا جھوٹ، یہ فنا ہونے والا جسم ہے
راستت آں جانِ ربانی بود
تیری سچائی، خدائی روح ہے

سالہا ایں دوغِ تن پیدا و فاش
برسوں یہ جسم کی چھاچھ ظاہر اور کھلی رہتی ہے
روغنِ جاں اندر و فانی و لاش
روح کا روغن اس میں فنا اور معدوم ہوتا ہے

تا فرستد[2] حق رسولِ بندۂ
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) کسی رسول بندہ کو بھیجتا ہے
دوغ را در خُمرہ جنبانندۂ
چھاچھ کو مٹکی میں بلونے والے کو

تا بجنباند بہنجار و بفن
یہاں تک کہ وہ طریقے اور تدبیر سے بلوتے
تا بدانم من کہ پنہاں بود من
تاکہ میں جان لوں کہ شہد پوشیدہ تھا

یا کلامِ بندۂ کاں جزوِ اُوست
یا اس بندہ کا کلام جو اس (نبی) کا جزو ہے
در رود در گوش آنکو وحی جوست
اس کان میں پہنچے جو وحی کا طالب ہے

اُذنِ[3] مومن وحیِ مارا واعی است
مومن کا کان ہماری وحی کی حفاظت کرنے والا ہے
آنچناں گوشے قرینِ داعی است
ایسا کان نبی کا ساتھی ہوتا ہے

آنچناں کہ گوشِ طفل از گفتِ مام
جیسے کہ بچہ کا کان ماں کی باتوں سے
پُر شود ناطق شود او در کلام
بھرتا ہے تو وہ بات چیت میں بول پڑتا ہے

ور نباشد طفل را گوشِ رَشد
اگر بچے کے صحیح کان نہ ہو
گفتِ ما در نشود گنگے شود
وہ اس کی بات نہیں سنتا گونگا ہو جاتا ہے

دائما ہر کرِّ اصلے گنگ بود
اصلی بہرا ہمیشہ گونگا ہوتا ہے
ناطق آں کس شد کہ از مادر شنود
بولنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ماں سے (بات) سنتا ہے

---

[1] بیان۔ مولانا ارشادی مضمون میں اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ روح جسم میں اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح مسکا چھاچھ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ دروغ۔ جھوٹ یعنی جسم فانی۔ دوغ۔ چھاچھ۔ راستت۔ سچ یعنی روح۔ سالہا۔ کافی وقت ایسا گذرتا ہے جس میں روح جسم میں گم رہتی ہے۔ لاش۔ لاشے۔ معدوم۔

[2] تا فرستد۔ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ جسم کی چھاچھ کو بلو کر روح کا مسکا اس سے نکالیں۔ خمرہ۔ چھوٹی مٹکی۔ من۔ اس کا ترجمہ مختلف شارحوں نے مختلف کیا ہے ہم نے شہد سے کیا ہے اس سے مراد روح ہے۔ یا کلام۔ روح کی تربیت رسول کرتے ہیں یا وہ لوگ کرتے ہیں جو رسولوں کے لیے بمنزلہ جزو کے ہوتے ہیں۔

[3] اُذن۔ قرآن پاک میں ہے وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ "اور اس وحی کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ کر لیتے ہیں۔" داعی۔ یعنی رسول یا وہ شخص جو ان کا جزو ہے۔ مام۔ ماں یعنی بچہ ماں کی بات کو سنتا ہے اور پھر خود بولنے لگتا ہے۔ ور نباشد۔ جس بچہ کے کان میں سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ گونگا ہو جاتا ہے۔ دائما۔ عموماً بہرا، گونگا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ماں کی بات نہیں سن پاتا۔

Marfat.com

وانکہ[1] گوشِ کرّ و گنگ از آفتے ست
وہ شخص جو بہرا اور گونگا ہے کسی آفت کی وجہ سے

زانکہ در گوشش رسیدہ علّتے ست
کیونکہ اس کے کان میں کوئی بیماری پیدا ہو گئی ہے

کہ پذیرائی دم و تعلیم نیست
جو آواز اور تعلیم کو قبول کرنے والی نہیں ہے

لا جرم مَر نطق را تسلیم نیست
(تو) لا محالہ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے

آنکہ بے تعلیم بُد ناطق خداست
جو بغیر تعلیم کے بولنے والا ہے وہ خدا ہے

کہ صفاتِ اُو زِ علّتہا جداست
کیونکہ اس کی صفات علتوں سے پاک ہیں

یا چو آدمؑ کردہ تلقینش خدا
یا آدم علیہ السلام جیسا جس کو خدا نے پڑھایا

بے حجابِ مادر و دایہ وُرا
اس کی ماں اور دایہ کے واسطہ کے بغیر

یا مسیحے[2] کو بہ تعلیم وَدُوْد
یا مسیح علیہ السلام کہ وہ خدا کی تعلیم سے

در ولادت ناطق آمد در وجود
پیدائش کے وقت بولنے لگے

از برائے دفعِ تہمت در وِلاد
پیدائش کی تہمت کو دفع کرنے کے لیے

کہ نہ زادست از زنا و از فساد
کہ وہ زنا اور خرابی سے پیدا نہیں ہوئے ہیں

جُنبشے بایست اندر اجتہاد
کوشش میں حرکت چاہیے

تا کہ دُوغ آں روغن از دل باز داد
تا کہ چھاچھ مسکے کو اندر سے واپس دے دے

روغن اندر دوغ باشد چوں عدم
مسکا چھاچھ میں معدوم جیسا ہوتا ہے

دوغ در ہستی بر آوردہ علم
چھاچھ، وجود میں جھنڈا بلند کیے ہوئے ہے

آنکہ ہستت می نماید ہست پوست
جو تجھے موجود نظر آتا ہے وہ چھلکا ہے

وانکہ فانی[3] می نماید اصل اوست
جو معدوم نظر آتا ہے وہ اصل ہے

دوغ روغن نا گرفتہ ست و کہن
مسکا، نہ نکالی ہوئی اور پرانی چھاچھ

تانہ بگزینی بنہ خرجش مکن
جب تک تو نکال نہ لے اس کو رکھ چھوڑ خرچ نہ کر

ہیں بگردانش بدانش دست دست
خبردار، سمجھداری سے اس کو ہاتھ سے خوب چلا

تا نماید آنچہ پنہاں کردہ است
تا کہ وہ اس کو نمایاں کر دے جو اس نے چھپایا ہے

زانکہ ایں فانی دلیلِ باقی است
کیونکہ یہ فانی، باقی کی دلیل ہے

لابۂ مستاں دلیلِ ساقی ست
مستوں کی خوشامد ساقی کی دلیل ہے

[1] وانکہ۔ جو بچہ بہرا اور گونگا ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کے کان میں کوئی بیماری ہوتی ہے جس کی وجہ سے ماں کی بات نہیں سنتا ہے تعلیم۔ قابل۔ آنکہ۔ مخلوقات سن کر بولنے پر ماں کی تعلیم سے قادر ہوتی ہے جو بغیر تعلیم کے بولنے والا صرف ذات خداوندی ہے۔ آدم۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ماں باپ نہ تھے ان کو تعلیم خدا نے دی۔

[2] یا مسیحے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی بغیر تعلیم کے اپنے اوپر سے تہمت دفع کرنے کے لیے تعلیم خداوندی سے بول پڑے۔ جنبشے۔ جس طرح چھاچھ سے مسکا نکالنے کے لیے چھاچھ کا بلونا ضروری ہے اسی طرح روح کے اظہار کے لیے جسم کو مجاہدات کے ذریعہ بلونا ضروری ہے۔ روغن۔ مسکا چھپا ہوا ہے چھاچھ ظاہر ہے۔ آنکہ۔ جو ظاہر ہے یعنی جسم وہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔

[3] فانی۔ روح جو نظر نہیں آتی ہے وہ بمنزلہ مسکے کے ہے۔ دوغ۔ جس چھاچھ میں سے مسکا نہ نکالا گیا ہو اس کو محفوظ رکھنا چاہیے تا کہ مسکا نکالا جا سکے اس کو خرچ نہ کرنا چاہیے۔ ہیں۔ جسم کو خوب اچھی طرح بلونا چاہیے تا کہ وہ روح کو ظاہر کر دے۔ زانکہ۔ روح کے مخفی ہونے کی وجہ سے اس کو معدوم نہ سمجھ لینا یہ جسم فانی اس رب باقی کی دلیل ہے۔ روح جب تک جسم میں ہے جسم سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو روح کے نکلنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ روح کوئی چیز تھی۔ لابہ مستاں۔ مست، ساقی کی خوشامد کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ساقی موجود ہے۔

Marfat.com

روغن[1] اندر دوغ پنہاں میشود ہر چہ می سازی تو آنش آں میشود
مسکا چھاچھ میں چھپ جاتا ہے تو جو اس کا بنائے گا وہ بن جائے گا

مثالِ دیگر ہمدریں معنی
دوسری مثال اسی معنی میں

ہست بازیہایِ آں شیرِ علم مخبرے از بادہای مکتتم
جھنڈے کے شیر کے کھیل کود چھپی ہوئی ہواؤں کی خبر دینے والے ہیں

گر نبودے جنبشِ آں بادہا شیرِ مُردہ کے بجستے در ہوا
اگر ان ہواؤں کی حرکت نہ ہوتی بے جان شیر ہوا میں کب کودتا؟

زاں[2] شناسی باد را کہ آں صباست یا دبورست ایں بیانِ آں خفاست
اس سے تو ہوا کو پہچان لیتا ہے کہ وہ پُروا ہے یا پچھوا ہے، یہ اس پوشیدہ کا اظہار ہے

ایں بدن مانندِ آں شیرِ علم فکر می جنباند او را دمبدم
یہ بدن جھنڈے کے شیر کی طرح ہے فکر اس کو لمحہ بہ لمحہ حرکت دیتا ہے

فکر کاں از مشرق آمد آں صباست وانکہ از مغرب دبورِ با وباست
جو فکر مشرق کی جانب سے آئے، وہ پُروا ہے اور جو مغرب کی جانب سے وہ بیماری بھری پچھوا ہے

مشرقِ ایں بادِ فکرت دیگرست مغربِ ایں بادِ فکرت زاں سرست
تیرے فکر کی اس ہوا کی مشرق دوسری ہے تیرے اس فکر کی ہوا کی مغرب اس جانب ہے

خور[3] جمادست و بود شرقش جماد جانِ جانِ جاں بود شرقش فواد
سورج جماد ہے، اس کی مشرق جماد ہے جان کی جان کی جان کا مشرق دل ہے

شرقِ خورشیدے کہ شد باطن فروز قشر و عکسِ آں بود خورشیدِ روز
اس سورج کی مشرق جو دل کو روشن کرنے والا ہے دن کا سورج اس کا چھلکا اور عکس ہے

زانکہ چوں مُردہ بود تن بے لہب پیشِ او نے روز بنماید نہ شب
اس لیے کہ جب بے نور جسم مردہ ہو جاتا ہے اس کے سامنے نہ دن رونما ہوتا ہے نہ رات

ورنہ باشد آں چو باشد ایں تمام بے شب و بے روز دارد انتظام
اگر وہ نہ رہے، اور یہ مکمل ہو تو بغیر شب و روز، وہ منظم رہے گا

---

[1] روغن۔روح،جسم میں چھپی ہوئی ہے تو اس کو جیسا بنائے گا وہ ویسی بن جائے گی۔مثالِ دیگر۔اس مثال سے بھی یہی سمجھانا ہے کہ ظاہر اور موجود مخفی چیز کے وجود کی دلیل بنتا ہے۔ہست۔جھنڈے کے پھریرے پر شیر کی تصویر بناتے ہیں پھریرے کا ہلنا اور شیر کی تصویر کا مختلف طریقوں پر متحرک ہونا ہوا کے وجود کی دلیل ہے۔

[2] زاں۔شیر کی حرکتوں سے انسان سمجھ لیتا ہے کہ پروا ہوا چل رہی ہے یا پچھوا۔ایں بدن۔انسانی جسم کو جھنڈے کا شیر سمجھو اور فکر و ارادہ جو روح سے پیدا ہوتا ہے اس کو ہوا جیسا سمجھو۔فکر۔انسان کے جو خیالات مشرق سے آئیں ان کو صبا اور جو مغرب سے آئیں ان کو دبور کہنا چاہیے۔مشرق۔لیکن فکر کی ہوا کا مشرق اور مغرب یہ مشرق اور مغرب نہیں ہے۔

[3] خور۔ہوا ایک بے روح چیز ہے اس کا مشرق بھی بے روح ہے،روح جس سے فکر پیدا ہوا ہے اس کا مشرق قلب ہے۔شرقِ خورشیدے۔روح جس نے قلب کو روشن کیا ہے یہ دن کا خورشید اس کا چھلکا اور عکس ہے۔زانکہ۔اگر دل کو روشن کرنے والا خورشید یعنی روح نہ ہو تو پھر دن رات نظر نہیں آتے ہیں اور دنیا کا سورج بیکار ہو جاتا ہے۔ورنہ۔سورج نہ ہو اور روح پاکیزہ ہو تو انسان سب کچھ دیکھ لیتا ہے اور اس کا کام منظم ہوتا ہے۔

Marfat.com

ہمچنانکہ[1] چشم می بیند بخواب — بے مہ و خورشید و ماہ و آفتاب
جیسا کہ نیند میں آنکھ دیکھتی ہے — چاند اور سورج کے بغیر چاند اور سورج کو

نومِ ما چوں شد اَخُ الموت اے فلاں — زیں برادر آں برادر را بداں
اے فلاں! جبکہ ہماری نیند موت کی بہن ہے — اس بھائی کو اس بھائی سے سمجھ لے

ور بگویندت کہ ہست آں فرعِ ایں — مشنو آں را اے مقلد بے یقیں
اگر وہ تجھ سے کہیں کہ وہ اس کی فرع ہے — اے بے یقین مقلد، اس کو نہ سن

می بہ بیند[2] خواب جانت وصفِ حال — کہ بہ بیداری نہ بینی بیست سال
تیری روح نیند میں اس حالت کے اوصاف رکھتی ہے — کہ تو بیداری میں بیس سال بھی نہیں دیکھ سکتا

در پئے تعبیرِ آں تو عمرہا — میدوی سوئے شہانِ بادہا
تو اس کی تعبیر کے لیے سالوں — عقل مند شاہوں کے پاس دوڑتا (پھرتا) ہے

کہ بگو آں خواب را تعبیر چیست — فرع گفتن اینچنیں سِرّ را سگی ست
کہ بتائیے اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟ — اس طرح کے راز کو فرع کہنا کتا پن ہے

خوابِ عام ست ایں و خود خوابِ خواص — باشد اصلِ اجتبا و اختصاص
یہ عوام کا خواب ہے اور خود خواص کا خواب — برگزیدگی اور خصوصیت کی اصل ہے

پیل باید[3] تا چو خسپد او ستاں — خواب بیند خطۂ ہندوستاں
ہاتھی ہونا چاہیے تاکہ جب وہ چت سوئے — ہندوستان کے خطہ کو خواب میں دیکھے

خر نہ بیند ہیچ ہندوستاں بخواب — خر ز ہندوستاں نکردہ است اغتراب
گدھا خواب میں کبھی ہندوستان کو نہیں دیکھتا ہے — گدھے نے ہندوستان سے سفر نہیں کیا ہے

جان ہمچو پیل باید نیک و زفت — تا بخواب او ہند تاند رفت تفت
روح ہاتھی جیسی اچھی اور بھاری چاہیے — تاکہ وہ خواب میں تیزی سے ہندوستان جا سکے

---

1. ہم چنانکہ۔ روح خواب میں بغیر چاند اور سورج کے سب کچھ دیکھتی ہے۔ نوم۔ مشہور مقولہ ہے "اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ" "نیند موت کی بہن ہے" لہٰذا جب نیند کی حالت میں انسان سب کچھ دیکھتا ہے تو مرنے کے بعد بھی سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔ ور بگویندت۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خواب میں وہی چیزیں نظر آتی ہیں جو انسان نے سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھی تھیں لہٰذا یہ کہنا کہ روح اپنے دیکھنے میں چاند سورج سے بے نیاز ہے غلط ہے تو اس کی بات نہ ماننا۔

2. می بہ بیند۔ انسان خواب میں وہ مناظر اور صورتیں دیکھتا ہے جو وہ کوشش سے بھی چاند سورج کی روشنی میں نہیں دیکھ پاتا۔ در پئے۔ اگر انسان نے وہ واقعات آنکھ سے دیکھے ہوں جو خواب میں اس نے دیکھے ہیں تو پھر کبھی تعبیر کے لیے دوڑا نہ پھرے لہٰذا یہ کہنا کہ خواب بیداری کی دید کا اثر ہے، غلط ہے۔ خوابِ عام۔ یہ تو ہم عوام کے خواب کی بات کر رہے تھے، خواص کا خواب تو ان کو اس سے بھی زیادہ اسرارِ غیب دکھا دیتا ہے۔

3. پیل باید۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے، جب دوسرے ملک میں وہ آرام کی نیند سوتا ہے تو وہ خواب میں ہندوستان کے حسین مناظر دیکھتا ہے اور مست ہو جاتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اسرارِ غیبی بھی اس روح کو خواب میں نظر آئیں گے جس کا تعلق عالمِ غیب سے ایسا ہی ہے جیسا کہ ہاتھی کا ہندوستان سے۔ خر نہ بیند۔ گدھے میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ ہندوستان کو خواب میں دیکھے اور مست ہو جائے اس کو یہ درجہ بھی حاصل نہیں ہے کہ اس کو ہندوستان سے لے جایا جائے۔ جاں۔ جو روح ہاتھی کی طرح ہوگی وہ اپنے اصل وطن عالمِ غیب کو خواب میں دیکھے گی۔

Marfat.com

ذکرِ[1] ہندستاں کند پیل از طلب
ہاتھی طلب میں ہندوستان کی یاد کرتا ہے

پس مصور گردد آں ذکرش بشب
تو اس کی یاد شب میں مصور ہو جاتی ہے

اُذْکُرُوا اللہ کارِ ہر اَوباش نیست
"اللہ کی یاد کرو" ہر آوارہ کا کام نہیں ہے

اِرْجِعِیْ بر پایِ ہر قلاش نیست
"تو لوٹ جا" ہر مفلس کے پاؤں کے لیے نہیں ہے

لیک تو آیس مشو ہم پیل باش
لیکن تو مایوس نہ ہو، ہاتھی بن

ورنہ پیلی در پئے تبدیل باش
اگر تو ہاتھی نہیں ہے، تبدیل کے درپے ہو

کیمیا سازانِ گردوں را بہ بیں
آسمان کے کیمیا گروں کو دیکھ

بشنو از مینا گراں ہر دم طنیں
ہر وقت صناعوں کی آواز سن

نقشبندانند[2] در جَوِّ فلک
آسمان کی فضا میں نقاش موجود ہیں

کارسازانند بہرِ لی و لک
وہ میرے اور تیرے لیے کاریگری کر رہے ہیں

گر نہ بینی خلق مشکیں جیب را
اگر تو مشکیں گریبان والوں کو نہیں دیکھتا ہے

بنگر اے شب کور ایں آسیب را
تو اے رات کے اندھے! اس اثر کو دیکھ لے

ہر دم آسیب ست بر اِدراکِ تو
تیرے احساس پر ہر وقت اثر ہے

نَبتِ نو نو رُستہ بیں از خاکِ تو
مٹی میں سے نئی گھاس کو اگا ہوا دیکھ لے

زیں بد ابراہیم ادھمؒ دید خواب
یہی ہوا (حضرت) ابراہیم ادھمؒ نے خواب دیکھا

بسطِ ہندستانِ دل را بے حجاب
دل کے ہندوستان کی وسعت کا بغیر حجاب کے

لا جرم زنجیرہا را بَر دَرید
لا محالہ انہوں نے زنجیریں توڑ دیں

مملکت برہم زد و شد ناپدید
سلطنت کو چھوڑا اور گم ہو گئے

آں نشانِ[3] دیدِ ہندوستاں بود
یہ ہندوستان کے دیکھنے کی علامت ہوتی ہے

کہ جہد از خواب و دیوانہ شود
کہ وہ نیند سے اٹھے اور دیوانہ بن جائے

می فشاند خاک بر تدبیرہا
تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے

می دراند حلقہ و زنجیرہا
حلقہ اور زنجیریں توڑ ڈالتا ہے

ترک گیرد ملک دنیا سر بسر
دنیا کی سلطنت بالکل چھوڑ دیتا ہے

جملگی برہم زند بے دردِ سر
بغیر درد سر کے سب کو برباد کر دیتا ہے

---

[1] ذکر۔ ہاتھی ہندوستان کو یاد کرتا ہے تو اس کی یاد اور مناظر خواب میں اس لیے مصور ہو جاتے ہیں۔ اُذْکُرُوْا۔ اللہ کا ذکر اور یاد روح کو ہاتھی صفت بنا دیتی ہے لیکن یہ کام ہر کمینہ کا نہیں ہے۔ اِرْجِعِیْ۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ پاک روح اور نفس مطمئنہ کو فرماتے ہیں اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً "اپنے خدا کی طرف لوٹ جا تو بھی خوش ہے اور خدا بھی تجھ سے خوش ہے۔" لیک۔ اگرچہ ہاتھی کی طرح آسان نہیں ہے لیکن مایوس نہ ہونا چاہیے اپنے اندر تبدیلی کی کوشش کرنا چاہیے۔ کیمیا۔ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کر تیرے اندر تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ طنین۔ بھنبھناہٹ۔

[2] نقشبندان۔ اولیا۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اولیا نظر نہیں آتے ہیں تو ان کے آثار دیکھ لے۔ ہر دم۔ اولیاء اللہ کے تصرفات جاری ہیں۔ زیں۔ حضرت ابراہیمؒ کی روح ہاتھی بنی انہوں نے روحانی وسعت کو بغیر حجاب کے دیکھا۔ ہندوستان۔ یعنی روح کا اصلی وطن عالم غیب۔

[3] آں نشان۔ عالم غیب کے مشاہدہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان خواب سے دیوانہ بن کر اٹھتا ہے۔ می فشاند۔ جو عالم غیب کا خواب میں مشاہدہ کر لیتا ہے وہ تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے۔ آنچناں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دل میں نور پیدا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ انسان دنیا سے متنفر اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

آنچناں کہ گفت پیغمبرؐ ز نور | کہ نشانش آں بود اندر صدور
جیسا کہ پیغمبر ﷺ نے نور کے بارے میں فرمایا ہے | کہ سینوں میں اس کی علامت یہ ہوتی ہے
کہ تجافی جوید از دارالغرور[1] | ہم اِنابت آرد از دَارُالسرور
کہ وہ دنیا سے دوری چاہتا ہے | آخرت کی طرف رجوع بھی کرتا ہے
بہرِ شرحِ ایں حدیثِ مصطفیٰؐ | داستانے بشنو اے یارِ صفا
آنحضور ﷺ کی اس حدیث کی تشریح میں | اے مخلص یار! ایک قصہ سن لے

حکایت[2] آں بادشاہ زادہ کہ بادشاہی حقیقی بوے رُو نمود وَ یَوْمَ
اس شہزادے کی حکایت جس کو حقیقی بادشاہی نظر آ گئی "اور جس دن
یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَ اُمِّہٖ وَ اَبِیْہِ نقدِ وقتِ او
انسان بھاگے گا اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے" اس کے سامنے آ گیا
شدہ پادشاہیِ ایں خاک تودہ کہ کودک طبعاں قلعہ گیری نام
اس خاک کے ڈھیر کی بادشاہی جس کو بچوں کی سی طبیعت والے قلعہ فتح کرنا کہتے
کنند آں کودکے کہ خیرہ آید بَر سَرِ خاکِ تودہ بَر آید و لاف زند کہ
ہیں وہ بچہ جو غالب آ جائے مٹی کے ڈھیر پر چڑھتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے کہ
قلعہ مراست کودکانِ دیگر بروے رَشک برند کہ اَلتُّرَابُ رَبِیْعُ
قلعہ میرا ہے دوسرے بچے اس پر رشک کرتے ہیں کیونکہ مٹی بچوں کا موسم بہار
الصِّبْیَان آں بادشاہزادہ چوں از قیدِ رنگہا بَرست گفت
ہے وہ شہزادہ جب رنگوں کی قید سے چھوٹ گیا تو اس نے کہا کہ میں
من ایں خاکہایِ رنگیں را ہماں تودۂ خاکِ دوں میگویم و زرو
اس رنگ برنگ خاک کو وہی بے قیمت مٹی کا ڈھیر کہتا ہوں اور سونا اور
اطلس[3] و اکسوں نمیگویم من ازیں اکسونِ رہزن رُستم و بیک سو
اطلس اور اکسوں نہیں کہتا ہوں میں اس راہزن اکسوں سے نجات پا گیا اور ایک دم
جستم وَ اٰتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ارشادِ حق رامُرورِ سالہا حاجت نیست
کود گیا اور ہم نے اس کو بچپن میں حکم عنایت کر دیا اللہ کی رہنمائی کے لیے سالوں
دَر قدرتِ کُنْ فَیَکُوْن کس سخن قابلیت نگوید
کی ضرورت نہیں ہے "ہو جا پس ہو گیا" والی قدرت میں کوئی شخص قابلیت کی بات نہیں کرتا ہے

---

1. دارالغرور۔ دھوکے کا گھر، دنیا۔ دارالسرور۔ خوشی کا گھر، عالم آخرت۔ بہر ایں۔ ایک مضمون کی تشریح کے لیے حسب ذیل قصہ سن لو۔
2. حکایت۔ ایک بادشاہ تھا جس نے حقیقی بادشاہت دیکھ لی اور قیامت کا منظر اس کے سامنے آ گیا تھا۔ وہ دنیاوی بادشاہت کو بچوں کی مٹی کے ڈھیر کی بادشاہت سمجھنے لگا تھا بچے کھیلنے میں مٹی کا ڈھیر لگا لیتے ہیں جو بچہ کھیل میں جیت جاتا ہے وہ کود کر اس ڈھیر پر چڑھ بیٹھتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ میرا قلعہ ہے جو میں نے فتح کر لیا ہے اور دوسرے بچے اس پر رشک کرنے لگتے ہیں۔
3. اطلس۔ ریشمین کپڑا جس پر نقش و نگار نہیں ہوتے ہیں۔ اکسوں۔ کالا دیبا۔ و بیک سو۔ انسان کے مراتب بلند ہونے میں سالہا سال کی ریاضتیں ہی ضروری نہیں ہیں بلکہ بیک وقت عروج حاصل ہو جاتا ہے۔

بادشاہے داشت یک زیبا پسر — ظاہر و باطن مُزَیّن از ہنر
ایک بادشاہ کے ایک حسین لڑکا تھا — جس کا ظاہر اور باطن ہنر سے آراستہ تھا

خواب[1] دید اُوکاں پسر ناگاہ بمُرد — صافی عالم بر آں شہ گشت دُرد
اُس نے خواب میں دیکھا کہ اس کا لڑکا اچانک مرگیا ہے — اس بادشاہ پر صاف دنیا مکدر ہو گئی

خشک شد از تابِ آتش مشکِ او — کہ نماند از تفِّ آتش اشکِ او
آگ کی گرمی سے اس کی مشک (آنکھ) خشک ہو گئی — آگ کی سوزش سے اس کے آنسو نہ رہے

آنچناں پُرشد ز دُودِ دَرد شاہ — کہ تہی یابید در وَے راہ آہ
بادشاہ درد کے دھوئیں سے ایسا پُر ہو گیا — کہ اس میں آہ کو راستہ نہ ملتا تھا

خواست مُردن قالبش بیکار شد — عمر ماندہ بود شہ بیدار شد
وہ مرنے لگا اس کا جسم بیکار ہو گیا — کچھ عمر باقی رہ گئی تھی، شاہ بیدار ہو گیا

شادیے[2] آمد ز بیداریش پیش — کو ندیدہ بود اندر عمر خویش
بیداری سے اس میں ایسی خوشی پیدا ہوئی — کہ اس نے عمر بھر نہ دیکھی تھی

کہ ز شادی خواست ہم فانی شدن — پس مطوّق آمد ایں جاں با بدن
وہ خوشی سے مرنے کو تھا — (لیکن) یہ جان بدن سے لپٹی رہی

از دمِ غم می بمیرد ایں چراغ — وزدَمِ شادی بمیرد اینت لاغ
یہ چراغ غم کی پھونک سے بجھ جاتا ہے — اور خوشی کی پھونک سے (بھی) بجھتا ہے، یہ کھیل ہے

درمیانِ ایں دو مرگ او زندہ است — ایں مطوق شکل جایِ خندہ است
وہ ان دو موتوں کے درمیان زندہ ہے — یہ طوق بنی ہوئی شکل، ہنسنے کا مقام ہے

شاہ[3] با خود گفت شادی را سبب — آنچناں غم بود از تسبیبِ رب
بادشاہ نے سوچا خوشی کا سبب — ایسا غم، اللہ (تعالیٰ) کے سبب بنانے سے تھا

ایں عجب یک جزو از یک رُوئِ مرگ — واں زیک رُوئِ دگر احیا و برگ
یہ تعجب ہے، ایک جز ایک حیثیت سے موت ہے — وہی دوسری حیثیت سے زندہ کرنا اور سرسبزی ہے

آں یکے نسبت بداں حالت ہلاک — بازہم از سوئِ دیگر اِمتساک
ایک کی نسبت سے وہ ہلاکت ہے — پھر دوسرے کی نسبت سے زندگی ہے

---

[1] خواب۔ اس بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اس کا وہ حسین لڑکا مرگیا۔ آتش۔ یعنی غم کی آگ۔ مشک او۔ یعنی اس کی آنکھیں۔ آہ۔ یعنی آہ کرنے کی بھی اس میں طاقت نہ رہی۔ خواست۔ اس خواب میں بادشاہ مرنے کے قریب ہو گیا اور جسم بیکار ہو گیا لیکن ابھی عمر باقی تھی لہٰذا بیدار ہو گیا۔

[2] شادیے۔ بیدار ہو کر اس کو ایسی خوشی ہوئی کہ عمر بھر بھی نہ ہوئی تھی۔ کہ ز شادی۔ اب وہ خوشی سے مرا جاتا تھا انتہائی خوشی بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ پس۔ لیکن جسم روح کے لیے طوق بن گیا اور اس کو پرواز نہ کرنے دیا۔ مطوق۔ وہ جس کے گلے میں طوق پہنا دیا جائے۔ ایں چراغ۔ یہ عجب تماشا ہے کہ چراغ زندگی غم سے بھی بجھتا ہے اور خوشی سے بھی۔ درمیان۔ موت کے ان دونوں سببوں کے درمیان انسان زندہ رہتا ہے اور اس پر ہنسی آتی ہے کہ انسان کا جسم روح کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔

[3] شاہ۔ بادشاہ نے سوچا کہ ایسا غمناک خواب اس قدر خوشی کا سبب بنے، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو رہا ہے۔ ایں عجب۔ وہی خواب موت کا سبب بھی تھا اور وہی خواب زندگی اور خوشی کا سبب بھی ہوا۔ آں یکے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ وہ ایک جانب موت کا سبب بنتی ہیں تو دوسری جانب زندگی کا سبب بھی بنتی ہیں۔

Marfat.com

شادیِ تن[1] سوئے دنیاوی کمال | سوئے روزِ عاقبت نقص و زوال
جسم کی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے | آخرت کے دن کے اعتبار سے نقص اور زوال ہے

خندہ را در خواب ہم تعبیر داں | گریہ گوید با دَریغ و اَندہاں
خواب میں ہنسی کی تعبیر سمجھ لے | افسوس اور غم کے ساتھ رونا کہتا ہے

گریہ را دَر خواب شادی و فرح | ہست در تعبیر اے صاحب مَرَح
خواب میں رونے کی، خوشی اور مسرت | تعبیر ہے اے خوشی والے!

شاہ[2] اندشید کایں غم خود گذشت | لیک جاں از جنسِ ایں بدظن بگشت
شاہ نے سوچا کہ یہ غم گذر گیا | لیکن اس جیسی چیز سے جان بدگمان ہو گئی ہے

وَر رَسد خارے چنیں اندر قدم | گر رَود گل، یادگارے بایدم
اور اگر ایسا کانٹا پاؤں میں چبھے | اگر پھول جاتا رہے، میرے لیے کوئی یادگار چاہیے

چشم زخمے زیں مبادا کہ شود | یادگارے بایدم گر او رود
خدا کرے اس قسم کا کوئی صدمہ نہ پہنچے | اگر وہ مر جائے تو میرے لیے کوئی یادگار چاہیے

چوں[3] فنا را شد سبب بے منتہا | پس کدامیں راہ را بندیم ما
جبکہ موت کے بے انتہا سبب ہیں | تو ہم کون سے راستہ کو بند کریں گے؟

صد دریچہ و دَر سوئے مرگِ لدیغ | می کند اندر کشادن ژَلغ ژَلغ
ڈسنے والی موت کے لیے سیکڑوں کھڑکیاں اور در ہیں | جو کھولنے میں چوں چوں کرتے ہیں

ژلغ ژلغِ تلخ آں درہاے مرگ | نشود گوشِ حریص از حرصِ بَرگ
موت کے دروازوں کی کڑوی چوں چوں | سازوسامان کے لالچ کی وجہ سے لالچی کا کان نہیں سنتا ہے

از سوئے تن دردہا بانگِ درست | وز سوئے خصماں جفا بانگِ درست
جسم کی جانب سے درد، دروازے کی آواز ہیں | مخالفوں کی جانب سے، ظلم دروازے کی آواز ہے

ہیں بَرُو. بر خواں کتاب طب را | تا شمارِ ریگ بینی رنجہا
خبردار! جا طب کی کتاب پڑھ | تاکہ تو ریت کی شمار کے امراض دیکھے

1. شادئ تن۔ جسمانی خوشی دنیاوی اعتبار سے کامل ہے آخرت کے اعتبار سے زوال ہے۔ خندہ۔ تعبیر دینے والے خواب میں ہنسی کی تعبیر رنج اور غم سے کرتے ہیں اور خواب میں رونے کی تعبیر مسرت اور خوشی سے کرتے ہیں۔

2. شاہ۔ شاہ نے سوچا کہ اگرچہ خواب کی بات ختم ہو گئی ہے لیکن ایک بدظنی باقی ہے اب اگر خدانخواستہ لڑکا مرے تو اس کی کوئی یادگار تو باقی رہنی چاہیے۔ گل۔ یعنی لڑکا۔ یادگار۔ یعنی اس کی یاد دلانے والا اس کا لڑکا۔ چشم زخمے۔ خدا کرے لڑکے کے مرنے کا صدمہ مجھے نہ پہنچے بہرحال احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس کی یادگار کا بندوبست کر لینا چاہیے۔

3. چوں۔ موت کے سیکڑوں اسباب ہیں ان پر قابو پانا مشکل ہے۔ صد دریچہ۔ موت کے آنے کے سیکڑوں راستے اور دروازے ہیں جب وہ دروازے کھلتے ہیں تو ان کے کواڑ چوں چوں کرتے ہیں۔ ژلغ۔ ان کی چوں چوں کی آواز دنیا کی حرص کی وجہ سے کان نہیں سنتے ہیں۔ از سوئے تن۔ جسم کی درد اور دشمنوں کے ظلم موت کے دروازے کے کواڑوں کی چوں چوں ہے۔ تا شمار ریگ۔ یعنی لاتعداد۔

Marfat.com

اے پسر بر خواں دمے فہرستِ طب — نارِ عِلّتہا نظر کن مُلتَہب[1]
اے بیٹا! تھوڑی دیر کے لیے طب کی فہرست پڑھ لے — بیماریوں کی آگ کو شعلہ زن دیکھ

زاں ہمہ بر من دریں خانہ رہ اَست — ہر دو گامے پُر زِ کژدُمہا چہ است
اس گھر میں ان سب کا میری جانب راستہ ہے — ہر دو قدم پر بچھوؤں سے بھرا ہوا کنواں ہے

باد تندست و چراغم ابترے — زو بگیرانم چراغِ دیگرے
ہوا تیز ہے اور میرا چراغ ناقص ہے — میں اس سے ایک دوسرا چراغ حاصل کر لوں

تا بود کز ہر دو یک وافی شود — گر بباد آں یک چراغ از جا رود
تاکہ دونوں میں سے ایک باقی رہے — اگر ہوا سے، ایک چراغ بجھ جائے

ہمچو عارف کز تنِ ناقص چراغ — شمعِ دل افروخت از بہرِ فراغ
جیسا کہ عارف (باللہ) نے جسم کے ناقص چراغ سے — فراغت کے لیے دل کی شمع روشن کر لی ہے

تا کہ روزے کایں بمیرد ناگہاں — پیشِ چشم خود نہد او شمعِ جاں
تاکہ اگر یہ کسی دن اچانک مر جائے — وہ اپنے سامنے روح کی شمع رکھ لے

او نکرد[2] ایں فہم پس داد از غرر — شمعِ فانی را بفانیِ دِگر
وہ یہ نہ سمجھا اس نے دھوکے سے دے دیا — فنا ہونے والی شمع کو دوسری فنا ہونے والی کے بدلے میں

چارہ اندیشید لیکن چارہ نے — گفت با خود نیست بیروں رفتنے
اس نے تدبیر سوچی لیکن تدبیر نہیں ہے — خودی والے کی گفتگو باہر نکلنے کی نہیں ہے

عروس خواستنِ بادشاہ از بہرِ پسر از خوفِ انقطاعِ نسل

نسل کے منقطع ہونے کے ڈر سے بادشاہ کا اپنے لڑکے کے لیے دلہن کا چاہنا

پس عروسے[3] خواست باید بہرِ اُو — تا بماند زیں تزوّج نسلِ او
اس کے لیے ایک دلہن تلاش کرنی چاہیے — تاکہ اس نکاح سے اس کی نسل باقی رہے

گر رَوَد سوئے فنا ایں باز باز — فرخِ او گردد ز بعدِ باز باز
اگر یہ باز فنا کی جانب چلا جائے، پھر — اس کا بچہ باز کے بعد باز بن جائے

صورتِ ایں باز گر زینجا رَوَد — معنیِ او در وَلَد باقی بود
اس باز کی صورت اگر اس جگہ سے چلی جائے — اس کی معنویت بچہ میں باقی رہے

بہرِ ایں فرمود آں شاہِ نبیہ — مصطفیٰؐ کہ اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِیْہ
اسی لیے فرمایا ہے اس شریف شاہ — مصطفیٰ ﷺ نے، کہ بچہ باپ کا راز ہے

---

[1] ملتہب۔ شعلہ زن۔ زاں ہمہ۔ ہر مرض کا بدن میں راستہ ہے۔ چراغم۔ یعنی میرے لڑکے کے اولاد نہیں ہے۔ دیگرے۔ یعنی لڑکے کے اولاد ہو جائے۔ تابود۔ خدانخواستہ بیٹا مرے تو پوتا رہ جائے۔ ہمچو۔ بادشاہ کی تدبیر ایسی ہی تھی جیسے باخدا انسان کرتا ہے کہ جسم کا چراغ بجھ جائے تو روح کا چراغ روشن رہے۔

[2] او نکرد۔ بادشاہ اور عارف کے کام میں فرق یہ ہے کہ اس نے فانی کا بدل فانی سوچا یعنی لڑکے کا بدل پوتا۔ چارہ۔ بادشاہ نے جو تدبیر کی وہ درست نہ تھی چونکہ وہ خودی میں مبتلا تھا اس لیے اس کی گفتگو معصیت سے باہر نکلنے کی نہ تھی۔

[3] عروس۔ دلہن۔ تزوّج۔ نکاح کرنا۔ باز۔ یعنی لڑکا۔ فرخ۔ پرندکا بچہ یعنی لڑکے کا لڑکا۔ معنیٔ او۔ لڑکے کی خوبیاں۔ بہرایں۔ چونکہ بیٹے میں باپ کی خو بو ہوتی ہے اسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہٖ "بچہ باپ کا راز ہے۔"

Marfat.com

بہرِ ایں معنی ہمہ خلق از شغف
اسی لیے تمام لوگ شوق سے

می بیاموزند طفلاں را حرف[1]
بچوں کو ہنر سکھاتے ہیں

تا بماند آں معانی در جہاں
تاکہ دنیا میں وہ خوبیاں باقی رہیں

چوں شود آں قالبِ ایشاں نہاں
جب ان کا جسم چھپ جائے

حق بحکمت حرص شاں دادست و جد
اللہ (تعالیٰ) نے دانائی سے ان کو حرص اور کوشش عطا کردی ہے

بہرِ رُشدِ ہر صغیرِ مستعد
ہر صاحب استعداد بچے کی رہنمائی کے لیے

من ہم از بہرِ دوامِ نسلِ خویش
میں بھی اپنی نسل کی ہمیشگی کے لیے

جفت خواہم پورِ خود را خوب کیش
اپنے لڑکے کے لیے خوبصورت بیوی لاؤں گا

دخترے خواہم ز نسلِ صالحے
کسی نیک کی نسل کی لڑکی چاہوں گا

نے زِ نسلِ بادشاہے طالحے
نہ کسی بدمعاش بادشاہ کی نسل کی

شاہ خود آں صالح ست آزادہ اوست
بادشاہ وہ ہے، جو نیک اور آزاد ہے

نے اسیرِ حرصِ فرج ست و گلوست
نہ وہ جو شرم گاہ اور حلق کی حرص کا قیدی ہے

مر اسیراں[2] را لقب کردند شاہ
لوگوں نے قیدی کو شاہ کا لقب دیا ہے

عکس چوں کافور نامِ آں سیاہ
بالعکس، جیسا کہ حبشی کا نام کافور

شد مفازہ بادیہ خونخوارہ نام
خونخوار جنگل کا نام، مفازہ بنا

نیک بخت آں پیس را گویند عام
کوڑھی کو عوام نیک بخت کہتے ہیں

ہر اسیرِ شہوت و حرص و اَمل
ہر شہوت اور لالچ اور آرزو کے قیدی کو

بَر نوشتہ میر یا صدرِ اَجل
میر یا بڑا صدر لکھا ہے

آں اسیرانِ اَجل[3] را عام داد
ان موت کے قیدیوں کو عوام نے دے دیا ہے

نامِ میرانِ اجل اندر بلاد
شہروں میں بڑے حاکموں کا نام

صدر خوانندش کہ در صفِّ نعال
اس کو صدر کہتے ہیں جس کے جوتوں کی صف میں

جانِ او بستہ است یعنی جاہ و مال
جان بندھی ہے، یعنی جاہ و مال میں

اختیار کردنِ پادشاہ دُخترِ زاہد را از جہتِ پسر و اعتراض کردنِ
بادشاہ کا لڑکے کے لیے ایک زاہد کی لڑکی کو منتخب کرنا اور گھر والوں کا

[1] حرف۔ کاریگر اولاد کو اپنا ہنر سکھاتا ہے تاکہ وہ ہنر اس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے والدین میں یہ جذبہ اسی لیے رکھا ہے کہ ان کے ہنر ان کے بعد بھی باقی رہیں۔ من ہم۔ بادشاہ نے کہا میں بھی اپنی نسل باقی رکھنے کے لیے اپنے لڑکے کی شادی کردوں گا۔ صالحے۔ لڑکے کی دلہن کسی نیک شخص کی لڑکی کو بناؤں گا۔ طالحے۔ بدکار و بدمعاش۔ صالح۔ باخدا انسان کو شاہ کہنا چاہیے دنیا دار تو شرم گاہ اور حلق کا قیدی ہوتا ہے۔

[2] اسیران۔ عام بادشاہوں کو بادشاہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے یہ بالعکس بات ہے عموماً بادشاہ کھانے پینے اور عیاشی کے قیدی ہوتے ہیں، حبشی کالا ہوتا ہے، کافور سفید ہوتا ہے۔ شد مفازہ۔ مفازہ کے معنی ہیں کامیابی کی جگہ لیکن جنگل کو مفازہ کہا جاتا ہے حالانکہ وہ ہلاکت کی جگہ ہے۔ پیس۔ کوڑھی کو نیک بخت کہا جاتا ہے حالانکہ اس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔

[3] اجل۔ پہلے مصرع میں موت کے معنی میں ہے، دوسرے مصرع میں بزرگ کے معنی میں ہے۔ نعال۔ جوتے یعنی رتبہ اور مال۔ اختیار کردن۔ بادشاہ نے لڑکے کی دلہن بنانا ایک نیک شخص کی لڑکی کو پسند کرلیا بیوی نے اس پر اعتراضات شروع کردیے۔

اہل بیت و ننگ داشتن ایشاں از پیوندِ درویشاں

اعتراض کرنا اور درویشوں کے ساتھ اس رشتے سے ذلت محسوس کرنا

ایں سخن را نیست پایاں خواست جفت / بہرِ پور[1] خویشتن شاہ از نہفت

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے بیوی مانگ لی / بادشاہ نے چپکے چپکے اپنے لڑکے کے لیے

شاہ چوں با زاہدے خویشی گزید / ایں خبر در گوشِ خاتوناں رسید

بادشاہ نے جب ایک زاہد کے یہاں رشتہ پسند کیا / یہ خبر عورتوں کے کان میں پہنچی

مادرِ شہزادہ گفت از نقصِ عقل / شرطِ کفویت بود در عقل و نقل

عقل کی کمی کی وجہ سے شہزادے کی ماں نے کہا / عقل اور نقل میں جوڑ شرط ہے

تو ز شح و بخل خواہی وزدہا / تا بہ بندی پورِ مارا بر گدا

تو کنجوسی اور بخل اور مکاری سے چاہتا ہے / کہ میرے بچے کو فقیر کے ساتھ باندھ دے

گفت صالح را گدا گفتن خطاست / کو غنی القلب از دادِ خداست

اس نے کہا نیک شخص کو فقیر کہنا غلطی ہے / کیونکہ وہ خدا کی دین سے دل کا مال دار ہے

در قناعت[2] میگریزد از تقی / نز لئیمی و کسل ہمچوں گدا

پرہیز گاری کی وجہ سے وہ قناعت اختیار کرتا ہے / نہ کہ فقیر کی طرح کاہلی اور کینہ پن سے

قلتے کاں از قناعت وز تقاست / آں ز فقر و قلتِ دوناں جداست

وہ کمی جو قناعت اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہے / وہ کمینوں کی کمی اور فقر سے جداگانہ ہے

حبہ آں گر بیابد سر نہد / ویں ز گنجِ زر بہمت مے جہد

وہ اگر ایک حبہ بھی پاتا ہے سر جھکا دیتا ہے / یہ سونے کے خزانے سے ہمت کی وجہ سے بھاگتا ہے

شہ[3] کہ او از حرص قصدِ بر حرام / میکند او را گدا گوید ہمام

وہ بادشاہ جو حرص کی وجہ سے حرام کا ارادہ / کرتا ہے، اس کو بڑا انسان فقیر کہتا ہے

گفت کو شہر و قلاع او را جہیز / یا نثارِ گوہر و دینار ریز

اُس نے کہا شہر اور قلعے اس کے پاس جہیز میں دینے کو کہاں ہیں؟ / یا نچھاور کرنے اور بکھیرنے کیلیے موتی اور دینار (کہاں ہیں)؟

گفت رو ہر کو غمِ دیں برگزید / باقی غمہا خدا از وے بُرید

اُس نے کہا، جا جس نے دین کا غم اختیار کر لیا / باقی غموں کو خدا نے اس سے جدا کر دیا ہے

---

1. پور۔ لڑکا۔ کفویت۔ شریعت اور عقل کہتی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا جوڑ ہونا چاہیے۔ شح۔ سخت قسم کا بخل۔ دہا۔ مکر یعنی تو خرچ سے ڈر کر فقیر گھرانے میں لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ نیک اور قانع انسان کو گدا اور فقیر کہنا درست نہیں ہے۔
2. قناعت۔ تھوڑے پر صبر، اگر انسان تقوے کی وجہ سے قناعت اختیار کرتا ہے تو اس کو گدا نہیں کہا جا سکتا۔ حبہ۔ گدا اور قانع میں بہت فرق ہے گدا ایک پیسہ کے لیے سر جھکا دیتا ہے اور قانع خزانوں پر لات مار دیتا ہے۔
3. شہ۔ جو بادشاہ کمانے میں حلال اور حرام کا فرق نہ کرے بزرگ لوگ اس کو گدا کہتے ہیں۔ گفت۔ ملکہ نے کہا ان لوگوں کے پاس نہ علاقہ ہے نہ قلعے جو وہ لڑکی کو جہیز میں دیں گے نہ لڑکی کی رخصتی کے وقت ڈولے پر نثار کرنے کے لیے زر و جواہر ہیں۔ گفت رو۔ شاہ نے ملکہ سے کہا کہ مجھے اب دین کی فکر ہے اور جو شخص دین کی فکر میں لگ جاتا ہے دوسرے غموں سے آزاد ہو جاتا ہے لہٰذا مجھے جہیز وغیرہ نہ ہونے کا کوئی غم و فکر نہیں ہے۔

Marfat.com

غالب[1] آمد شاہ و پسندید دخترے　　از نژادِ صالحے خوش جوہرے
بادشاہ غالب آ گیا اور اس نے ایک لڑکی پسند کر لی　　عمدہ مزاج والے ایک نیک شخص کی نسل سے

در ملاحت خود نظیرِ خود نداشت　　چہرہ اش تاباں تر از خورشید چاشت
حسن میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتی تھی　　چار گھڑی دن کے سورج سے زیادہ روشن چہرے والی

حسنِ دختر ایں خصالش آنچناں　　کز نکوئی می نگنجد در بیاں
لڑکی کا حسن (اور) اس کی یہ خصلتیں ایسی تھیں　　کہ خوبی کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکتی ہیں

صیدِ دیں کن تا رسد اندر تبع　　حسن و مال و جاہ و بخت منتفع
دین کا شکار کر تاکہ تابع بن کر آئے　　حسن اور مال اور رتبہ اور نفع کے قابل نصیبہ

آخرت[2] قطارِ اشتر داں عمو　　در تبع دنیاش ہمچوں پشک و مو
اے چچا! آخرت کو اونٹ کی قطار سمجھ　　اس کے پیچھے دنیا کو مینگنی اور بال (سمجھ)

پشم بگزینی شتر نبود ترا　　ور بود اشتر چہ قیمت پشم را
اگر تو اُون پسند کرے گا، اونٹ تیرے نہ ہوں گے　　اور اگر اونٹ ہیں تو اون کی کیا قیمت؟

جادوئی[2] کردن کمپیر کابلی شاہزادہ را و فریفتہ شدنِ شاہزادہ

ایک کابلی بڑھیا کا شہزادے پر جادو کر دینا اور شہزادے کا عاشق ہو جانا

چوں بر آمد ایں نکاح آں شاہ را　　با نژادِ صالحان و اولیا
جب اس شہزادے کا نکاح ہو گیا　　نیکوں اور ولیوں کی نسل سے

از قضا کمپیرکِ جادو کہ بود　　عاشق شہزادہ با حسنِ وجود
قضائے (خداوندی) سے جادوگرنی بڑھیا جو کہ تھی　　حسین شہزادے پر عاشق

جادوئی کردش عجوزِ کابلی　　کہ برو زاں رشک سحرِ بابلی[3]
اُس پر کابلی بڑھیا نے ایسا جادو کر دیا　　کہ (چاہ) بابل کا جادو (بھی) اس پر رشک کرے

شہ بچہ شد عاشقِ کمپیر زشت　　تا عروس و آں عروسی را بہشت
شہزادہ بد صورت بڑھیا پر عاشق ہو گیا　　یہاں تک کہ اُس نے دلہن اور شادی سے کنارہ کر لیا

یک سیہ دیوے و کابولی زنے　　گشت بر شہزادہ ناگہ رہزنے
ایک کالا بھوت اور کابلی عورت　　اچانک شہزادے کی ڈاکو بن گئی

زاں سیہ روئے خبیثِ نابکار　　گشت آں شہزادہ مدہوش و نزار
اس کلموہی، خبیث نابکار کی وجہ سے　　شہزادہ مدہوش اور لاغر ہو گیا

---

1. غالب آمد۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے ملکہ کی باتیں نہ سنیں اور ایک نیک شخص کی لڑکی کو بیاہ لایا جو انتہائی حسین تھی جس کا حسن بیان سے باہر ہے۔ صید دیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کو دین حاصل کرنا چاہیے دوسری چیزیں اس کے تابع ہیں وہ اصلی مقصود نہ ہونی چاہئیں۔
2. آخرت۔ آخرت کی مثال اونٹوں کی قطار کی ہے اور دنیا کی مثال ان کی مینگنیوں اور بالوں کی سی ہے۔ پشم بگوئی۔ اگر تو محض ان کے اون کی فکر میں لگا تو قطار ہاتھ نہ آئے گی۔ جادوئی۔ شادی کے بعد شہزادے پر ایک بڑھیا جادوگرنی نے جو کابلی تھی جادو کر دیا، وہ بڑھیا اس پر عاشق ہو گئی تھی اور اس کو اپنے جال میں پھنسا لیا۔
3. بابلی۔ بابل کے علاقہ کا جادو مشہور تھا۔ کمپیر۔ بڑھیا، بوڑھا۔ کابولی۔ کابلی۔ زاں۔ شہزادہ اس خبیث کے عشق میں مدہوش رہنے لگا اور لاغر ہو گیا۔

Marfat.com

آں نود سالہ عجوزِ گندہ پیر[1] | نے خرد ہشت آں ملک را نے ضمیر
اس نوے سالہ بڑھیا کھوسٹ نے | اس شہزادے کی نہ عقل چھوڑی، نہ دل

تا بسالے بود شہزادہ اسیر | بوسہ جایش نعل کفش گندہ پیر
یہاں تک کہ شہزادہ ایک سال قیدی رہا | بڑھیا کی جوتی کا تلا اس کی بوسہ گاہ تھی

صحبتِ کمپیر او را می ربود | تا ز کاہش نیم جانے ماندہ بود
بڑھیا کی صحبت اس کو تباہ کر رہی تھی | یہاں تک کہ گھٹاؤ کی وجہ سے آدھی جان رہ گئی تھی

دیگراں از ضعف وے با دردِ سر | اُو ز سکرِ سحر از خود بے خبر
دوسرے اس کی کمزوری سے درد سر میں تھے | وہ جادو کے نشہ سے اپنے آپ سے غافل تھا

ایں جہاں بر شاہ چوں زنداں شدہ | ویں پسر[2] برگریہ شاں خنداں شدہ
بادشاہ پر یہ دنیا قید خانہ کی طرح ہو گئی تھی | یہ لڑکا ان کے رونے پر ہنستا تھا

شاہ بس بیچارہ شد در بُرد و مات | روز و شب می کرد قربان و زکات
اس بازی میں بادشاہ لاچار ہو گیا | دن رات قربانی اور خیرات کرتا تھا

زانکہ ہر چارہ کہ می کرد آں پدر | عشقِ کمپیرک ہمی شد بیشتر
اب جس قدر بھی تدبیر کرتا تھا | بڑھیا کا عشق بڑھتا تھا

پس[3] یقیں گشتش کہ مطلق آں سریست | چارہ او را بعد ازیں لابہ گریست
تو اس کو یقین ہو گیا کہ (یہ) مطلقاً اس (اللہ) کی جانب سے ہے | اس کے بعد اس کی تدبیر (اللہ کے سامنے) خوشامد ہے

سجدہ می کرد او کہ ہم فرماں تُراست | غیرِ حق بر ملکِ حق فرمان کراست
وہ سجدے کرتا کہ تیرا ہی حکم ہے | اللہ (تعالیٰ) کی سلطنت میں اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ کس کا حکم ہے؟

لیکن ایں مسکیں ہمی سوزد چو عود | دست گیرش اے رحیم و اے وُدُود
لیکن یہ مسکین اگر کی طرح جل رہا ہے | اے رحم کرنے والے! اے محبوب! اس کی دستگیری کر

مستجاب شدن دعای بادشاہ در خلاصِ پسر از جادوئی کابلی

کابلی کی جادوگری سے چھٹکارے کے بارے میں بادشاہ کی دعا قبول ہونا

تاز یا رب یا رب و افغانِ شاہ | ساحرے استاد پیش آمد ز راہ
یہاں تک کہ بادشاہ کی یا رب یا رب اور فریاد کی وجہ سے | ایک استاد جادوگر، سفر سے سامنے آ گیا

---

1. گندہ پیر۔ بہت بوڑھا یا بڑھیا۔ ملک۔ یعنی شہزادہ۔ ضمیر۔ دل۔ تابسالے۔ ایک سال تک شہزادہ اس کی قید میں رہا اور اس کی جوتیاں چومتا تھا۔ صحبت۔ یعنی اس بڑھیا کی ہمبستری سے وہ گھل کر آدھا رہ گیا تھا۔ دیگراں۔ دوسرے اس کی لاغری کو دیکھ کر درد سر میں مبتلا ہوئے اور وہ اپنی حالت سے بے خبر تھا۔

2. ویں پسر۔ بادشاہ شہزادے کے غم میں روتا تھا تو شہزادہ اس کے رونے پر ہنستا تھا۔ شاہ۔ بادشاہ اس جادو کے معاملہ میں لاچار تھا اور صدقہ خیرات کرتا رہتا تھا کہ اس کے ذریعہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ زانکہ۔ اگر وہ اس جادو کا کوئی توڑ کرتا تھا تو جادو اور مضبوط ہو جاتا تھا۔

3. پس۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے اسی کے سامنے رونا اور دعا کرنا چاہیے لہٰذا اس نے اللہ کی عبادت اور دعائیں شروع کر دیں۔ لیکن۔ بے شک تیرا ہی حکم ہے لیکن میں اگر کی طرح جل رہا ہوں میری دستگیری فرما۔ مستجاب۔ قبول شدہ۔ تازیارب۔ بادشاہ کے یارب یارب سے ایک جادوگر سفر کر کے آ گیا۔

او شنیده[1] بود از دور ایں خبر / کہ اسیرِ پیرہ زن شد آں پسر
اس نے دور سے یہ بات سنی تھی / کہ وہ لڑکا بڑھیا کا قیدی بن گیا ہے

کاں عجوزہ بود اندر جادوئی / بے نظیر و ایمن از مثل و دوئی
کیونکہ وہ بڑھیا جادوگری میں / بے نظیر اور مثل اور دوئی سے مطمئن تھی

دست بَر بالایِ دستست اے فتیٰ / در فن و در زور تا ذاتِ خدا
اے نوجوان! ہاتھ سے بڑھ کر ہاتھ ہے / ہنر اور طاقت میں اللہ (تعالیٰ) کی ذات تک

مُنتہایِ دستہا دست خداست / بحر بیشک منتہایِ جویہاست
تمام ہاتھوں کا آخر خدا کا ہاتھ ہے / یقیناً دریاؤں کا آخر سمندر ہے

ہم ازو[2] گیرند مایہ اَبرہا / ہم بدو باشد نہایت سیل را
ابر اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں / اسی پر سیلاب کی انتہا ہوتی ہے

گفت شاہش کایں پسر از دست رَفت / گفت اینک آمدم درمانِ زَفت
بادشاہ نے اس سے کہا یہ لڑکا ہاتھ سے گیا / اُس نے کہا اب میں زبردست علاج آ گیا ہوں

نیست ہمتا زال را ایں ساحراں / جز منِ داہی رسیدہ زاں کراں
ان جادوگروں میں کوئی بڑھیا جیسا نہیں ہے / سوائے مجھ ہوشیار کے، جو اس جانب سے آ گیا ہے

چوں کفِ موسیٰ بہ اَمر کردگار / نک بر آرم من ز سحرِ اُو دِمار
اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کی طرح / اب میں اس کے جادو کی تباہی مچا دوں گا

کہ مَرا[3] ایں علم آمد زاں طرف / نے زِ شاگردیِ سحرِ مُستخف
کیونکہ میرا یہ علم اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے آیا ہے / ذلیل جادو کی شاگردی سے نہیں ہے

آمدم تا بر کشایم سحرِ او / تا نماند شاہزادہ زرد رُو
میں آیا ہوں تا کہ اس کا جادو کھول دوں / تا کہ شہزادہ پیلے چہرے کا نہ رہے

سوئے گورستاں بَرو وقت سحور / پہلوئے دیوار ہست اسپید گور
صبح کے وقت قبرستان کی جانب جا / ایک دیوار کے پہلو میں سفید قبر ہے

سویِ قبلہ باز کاد آں جایِ را / تا بہ بینی قدرت و صنع خدا
اس جگہ کو قبلہ کی جانب کھود / تا کہ تو خدا کی قدرت اور کاریگری دیکھے

---

[1] او شنیده۔ اس جادوگر نے سن لیا تھا کہ شہزادہ جادوگرنی کے پھندے میں ہے۔ کاں عجوزہ۔ کیونکہ اس بڑھیا جادوگرنی کی بہت شہرت تھی۔ دست۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں ہنرمند سے بڑھ کر ہنرمند ہے تمام ہنرمندیاں خدا پر جا کر ختم ہوتی ہیں۔ بحر۔ تمام دریا سمندر میں جا کر گرتے ہیں۔

[2] ہم ازو۔ سمندر کے ابخرات بادل بن کر برستے ہیں۔ گفت۔ بادشاہ نے اس آنے والے جادوگر سے کہا کہ شہزادہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ آمدم۔ اس جادوگر نے کہا میں اس کا علاج بن کر آیا ہوں۔ نیست۔ اس جادوگر نے کہا بڑھیا کے توڑ جوڑ کا سوائے میرے کوئی جادوگر نہیں ہے۔ کف موسیٰ۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضا کے معجزے نے تمام جادوگروں کو شکست دی تھی میں اس کا مقابلہ کر کے اس کے جادو کو تباہ کر دوں گا۔

[3] کہ مرا۔ میرا علم خداوندی الہام سے ہے میں نے کسی جادوگر سے نہیں سیکھا ہے۔ مستخف۔ ذلیل۔ سوی۔ جادوگر نے کہا صبح کے وقت قبرستان جائیے وہاں آپ کو دیوار کے پہلو میں ایک سفید قبر ملے گی۔ سوی قبلہ۔ اس آنے والے جادوگر نے بادشاہ سے کہا کہ اس سفید قبر کو قبلہ کی جانب سے کھودنا پھر تجھے خدا کی قدرت نظر آ جائے گی۔

Marfat.com

پس درازست ایں حکایت تو ملول
یہ قصہ لمبا ہے (اور) تو درماندہ ہے
زُبدہ[1] را گویم رہا کردم فضول
خلاصہ بتاتا ہوں، زاید کو چھوڑتا ہوں

سوئ گورستان رفت آں شاہ زُود
وہ بادشاہ فوراً قبرستان کی جانب گیا
گور را آں شاہ آں دم بر کشود
بادشاہ نے فوراً قبر کو کھولا

جادُویہا دید پنہاں اندرُو
بڑا جادو اس میں دبا ہوا دیکھا
صد گرہ بر بستہ بر یک تارِ مو
ایک بال پر سیکڑوں گرہیں لگی ہوئی تھیں

واں گرہ ہاۓ گراں را بَر کشاد
اس (جادوگر) نے ان مضبوط گرہوں کو کھولا
پس ز محنت پورِ شہ را راہ داد
شہزادہ کو مصیبت سے نجات دی

آں پسر[2] با خویش آمد شد دواں
وہ شہزادہ ہوش میں آ گیا (اور) دوڑا
سوئ تختِ شاہ با صد امتحاں
بہت محنت سے بادشاہ کے تخت کی جانب

سجدہ کرد و بر زمیں می زد ذقن
سجدہ کیا اور زمین پر ٹھوڑی رگڑی
در بغل کردہ پسر تیغ و کفن
لڑکے نے بغل میں تلوار اور کفن لیے ہوئے

شاہ آئیں بست و اہلِ شہر شاد
شاہ نے جشن منایا اور شہر والے خوش ہو گئے
واں عروسِ نا امید و بے مراد
اور وہ مایوس اور نامراد دُلہن

عالم از سَر زندہ گشت و با فروز
دنیا از سر نو زندہ اور پر رونق ہو گئی
اے عجب[3] آں روز روز امروز روز
تعجب ہے وہ بھی ایک دن تھا اور آج بھی ایک دن ہے

یک عروسی کرد شاہ او را چناں
بادشاہ نے اس کی شادی کی دعوت ایسی کی
کہ جلّاب و قند بُد پیشِ سگاں
کہ گلاب اور شکر کتوں کے سامنے تھا

جادوئ کمپیر از غصہ بمُرد
جادوگرنی بڑھیا رنج سے مر گئی
رُوی و خوئ زِشت با مالک سپرد
چہرہ اور بُری عادت مالک کے سپرد کر دی

شاہ آئیں بست و آمد در نیاز
شاہ نے جشن منایا اور نیاز مندی اختیار کی
راز گفتے با خدائ کارساز
خدائے کارساز سے دل کی بات کہتا تھا

شاہزادہ در تعجب ماندہ بود
شہزادہ تعجب میں پھنسا تھا
کز من اُو عقل و نظر چوں در ربود
کہ وہ (بڑھیا) میری عقل و نظر کس طرح اچک لے گئی

---

1 زبدہ۔ خلاصہ۔ فضوؔل۔ زاید چیز۔ جادویہاؔ۔ اس بڑھیا نے ایک بال میں سیکڑوں گرہیں لگا کر جادو کیا تھا وہ اس قبر میں سے نکلا۔ واںؔ۔ بادشاہ اس بال کو اس جادوگر کے پاس لے آیا تو اس نے اس کی گرہیں کھول دیں اور شہزادے کو جادو سے نجات دے دی۔

2 آں پسر۔ جادو ختم ہونے کے بعد شہزادہ فوراً باپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ در بغلؔ۔ اپنے فعل پر شرمندہ تھا اور اپنے آپ کو مجرم قرار دے کر اپنے ساتھ تلوار اور کفن بھی لایا۔ آئین بست۔ جشن منایا۔

3 اے عجب۔ مولانا فرماتے ہیں جس دن جادو ہوا تھا وہ بھی ایک دن تھا اور آج جبکہ جادو ختم ہوا اور خوشیاں منائی جا رہی ہیں یہ بھی ایک دن ہے۔ عروسؔی۔ یعنی ولیمہ۔ جلاب۔ گلاب۔ پیشِؔ سگاں۔ یعنی اس دعوت کی نعمتوں سے کتے بھی محروم نہ رہے۔ مالکؔ۔ اس فرشتہ کا نام ہے جو جہنم کا داروغہ ہے۔ شاہ۔ بادشاہ انتہائی خوش تھا اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا تھا۔ شاہزاؔدہ۔ جب جادو ختم ہو گیا تو اپنے معاملہ پر شہزادہ حیران تھا۔

Marfat.com

نو عروسے[1] دید ہمچوں ماہِ حسن　　کہ ہمی زد بر ملیحاں راہِ حسن

اس نے حسن کا چاند جیسی دلہن دیکھی　　جو حسینوں پر حسن کی راہ مسدود کرتی تھی

گشت بیہوش و بُرو اندر فتاد　　تا سہ روز از صدرِ اُو گم شد فواد

وہ بیہوش ہو گیا اور منہ کے بل گر پڑا　　تین دن تک اس کا دل سینے سے غائب رہا

سہ شبانہ روز او بیہوش گشت　　تا کہ خلق از غشیِ اُو پر جوش گشت

تین دن رات وہ بے ہوش رہا　　یہاں تک کہ مخلوق اس کی بے ہوشی سے مضطرب ہو گئی

از گلاب و از علاج آمد بخود　　اندک اندک فہم گشتش نیک و بد

وہ گلاب اور علاج سے ہوش میں آیا　　رفتہ رفتہ وہ اچھے بُرے کو سمجھنے لگا

بعد سالے[2] شاہ گفتش در سخن　　کاے پسر یاد آر ازاں یارِ کہن

ایک سال کے بعد گفتگو کے دوران میں بادشاہ نے اس سے کہا　　اے بیٹا! پرانے دوست کو (بھی) یاد کر لیا کر

یاد آور زاں ضجیع و زاں فراش　　تا بدیں حد بیوفا و مُر مباش

اُس ہمبستر اور بیوی کو یاد کر　　اس حد تک بے وفا اور کڑوا نہ بن

گفت رَو من یافتم دار السرور　　وارہیدم از چہ دارُ الغرور

اس نے کہا جایئے میں نے خوشی کا گھر پا لیا　　میں دھوکے کے گھر کے کنویں سے نجات پا گیا

ہمچناں[3] باشد چو مومن راہ یافت　　سوئے نورِ حق ز ظلمت رُوی تافت

ایسا ہی ہوتا ہے جب مومن نے راستہ پا لیا　　اللہ (تعالیٰ) کے نور کی جانب اُس نے تاریکی سے منہ موڑا

مخلصِ ایں قصہ بر گفتم تمام　　تا بدانی مقصدِ خود وَالسلام

میں نے اس قصہ کا پورا خلاصہ بتا دیا　　تاکہ تو اپنا مقصود سمجھ لے والسلام

در بیانِ آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است پدرش آدم صفی خلیفۂ

اس کا بیان کہ شہزادے (سے) انسان (مراد) ہے اور اس (شہزادے) کا باپ حضرت

حق مسجودِ ملائکہ و آں کمپیر کابلی دنیا است کہ آدمی بچہ را از پدر

آدم علیہ السلام برگزیدہ اللہ (تعالیٰ) کے خلیفہ، ملائکہ کے مسجود ہیں اور کابلی بڑھیا دنیا ہے جس نے

ببرید بسحر و انبیا و اولیا آں طبیب تدارک کنندہ اند

آدم علیہ السلام کی اولاد کو جادو کے ذریعہ باپ سے جدا کر دیا ہے اور نبی اور ولی وہ علاج کرنے والے طبیب ہیں

اے برادر داں کہ شہزادہ توئی　　در جہانِ کہنہ زادہ از نوی

اے بھائی! جان لے شہزادہ تو ہے　　پرانی دنیا میں تو نیا پیدا ہوا ہے

---

[1] نوعروسے۔ اب اپنی دلہن کے پاس گیا تو اس کو انتہائی حسین پایا۔ گشت۔ اس کا حسن دیکھ کر بے ہوش ہو گیا اور تین دن تک بے ہوش رہا جس سے لوگ پریشان ہو گئے۔ از گلاب۔ بے ہوشی کا علاج ہوا تب اس کو رفتہ رفتہ ہوش آیا۔

[2] بعد سالے۔ ایک سال کے بعد دورانِ گفتگو میں بادشاہ نے شہزادے سے کہا کہ اپنی بڑھیا جادوگرنی کو بھی کبھی یاد کر لیا کرو۔ مُر۔ کڑوا۔ دار السرور۔ جنت یعنی دلہن۔ دار الغرور۔ دنیا یعنی بڑھیا جادوگرنی۔

[3] ہم چناں۔ جو حالت شہزادے کی تھی کہ اس بڑھیا کو یاد کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا یہی حالت ایک مومن کی ہوتی ہے جبکہ اس کو نورِ خداوندی حاصل ہو جائے وہ دنیا کے ظلمت کدہ کو یاد کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اے برادر۔ ہم نے اس قصہ میں جو شہزادہ کہا ہے اس سے ہر آدم زاد (انسان) مراد ہے اور کابلی جادوگرنی سے مراد دنیا ہے جس نے بنی آدم پر جادو کر رکھا ہے۔

کابلیِ جادو ایں دنیاست کو
کابلی جادوگرنی یہ دنیا ہے، جس نے
چوں در افگندت دریں آلودہ زود[1]
جبکہ اس نے فوراً تجھے اس گندگی میں ڈال دیا ہے

کردہ مرداں را اسیرِ رنگ و بو
انسانوں کو (اپنے) رنگ کا قیدی بنا لیا ہے
دمبدم میخواں و میدم قُلْ اَعُوْذُ
ہر وقت قل اعوذ پڑھ اور دم کرتا رہ

تا رہی زیں جادوئی و زیں قلق
تاکہ اس جادو اور پریشانی سے نجات پا لے
استعانت خواہ از ربُّ الفلق
صبح کے سفیدے کے رب سے مدد چاہ

زاں نبیؐ دنیات را سحارہ خواند
اسی لیے نبی ﷺ نے تیری دنیا کو جادوگرنی کہا ہے
کو بافسوں خلق را در چہ نشاند
کیونکہ اس نے جادو کے ذریعہ مخلوق کو کنویں میں ڈال دیا ہے

ہیں فسونِ گرم دارد گندہ پیر
خبردار! بڑھیا تیز جادو رکھتی ہے
کردہ شاہاں رادمِ گرمش اسیر
بادشاہوں کو اس کے گرم دم نے قیدی بنا لیا ہے

در درونِ سینہ نفاثاتِ اُو ست
وہ سینہ میں (منتر پڑھ کر) پھونکیں مارنے والی ہے
عقدہای سحر را اثباتِ اوست
وہ جادو کی گرہوں کو باندھنے والی ہے

ساحرہ دنیا قوی دانا زنے ست
جادوگرنی دنیا بہت عقل مند عورت ہے
حلِّ سحر[2] او بپائے عامہ نیست
اس کے جادو کا توڑ عوام کے بس کا نہیں ہے

ور کشادے عقدۂ او را عقلہا
اگر عقلیں اس کی گرہیں کھول سکتیں
انبیاؑ را کے فرستادے خدا
اللہ تعالیٰ نبیوں کو کب بھیجتا؟

ہیں طلب کن خوش دمے عقدہ کشا
آگاہ! گرہ کھولنے والا اچھا دم کرنے والا تلاش کر لے
رازدانِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَا
جو یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ کا رازداں ہو

ہمچو ماہی[3] بستہ اُستت او بہ شست
اُس نے تجھے مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنسا لیا ہے
شاہزادہ ماندہ سالے و تو شصت
شہزادہ ایک سال (پھنسا) تو ساٹھ سال

شصت سال از شست او در محنتی
تو ساٹھ سال سے اس کے کانٹے میں مصیبت میں ہے
نے خوشی نے بر طریقِ سنتی
تو نہ خوش ہے، نہ سنت کے راستہ پر ہے

فاسقی بدبخت نے دنیات خوب
تو بدبخت، فاسق ہے، نہ تیری دنیا ہی اچھی ہے
نے رہیدہ از وبال و از ذنوب
نہ وبال اور گناہوں سے بچا ہوا ہے

---

[1] زود۔ اگر دال سے پہلے حرف علت ہو تو بعض جگہ اس کو ذال سے بدل لیتے ہیں۔ قل اعوذ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورت جادو کے توڑ کے لیے نازل ہوئی۔ اسی سورت میں خدا کو رب الفلق یعنی صبح کی سفیدی کا رب فرمایا گیا ہے۔ زاں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو جادوگرنی فرمایا ہے جو انسانوں کو جادو کے کنویں میں بند کر دیتی ہے۔ سحارہ۔ جادوگرنی۔ فسونِ گرم۔ تیز جادو۔ نفاثات۔ منتر پڑھ کر پھونکنے والیاں۔

[2] حلِ سحر۔ دنیا کے جادو کا توڑ ہر شخص کے بس کا نہیں ہے۔ ور کشادے۔ دنیا کے جادو کی گرہیں اگر عقل کھول سکتی تو نبیوں اور رسولوں کے آنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ۔ "خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے" یعنی مقدرات خداوندی۔

[3] ہمچو ماہی۔ شہزادہ تو جادوگرنی کے جال میں ایک سال ہی رہا تو ساٹھ سال یعنی اپنی ساری عمر دنیا کے جال میں پھنسا رہا۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ فاسقی۔ تیری دنیا اور دین دونوں برباد ہیں۔

Marfat.com

نفخِ او[1] ایں عقدہا را سخت کرد — پس طلب کن نفخۂ خلاقِ فرد
اس کے پھونکنے نے ان گرہوں کو مضبوط کر دیا ہے — خالق احد کی پھونک کا طلب گار بن

تا نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ ترا — وارہاند زیں و گوید بر تر آ
تاکہ "نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ" تجھے — اس سے چھڑا دے اور کہہ دے آگے آ جا

جز بنفخِ حق نسوزد نفخِ سحر — نفخ قہرست ایں و آں دم نفخ مہر
جادو کی پھونک، اللہ کی پھونک ہی سے جلتی ہے — یہ ظلم کی پھونک ہے اور وہ محبت کی پھونک ہے

رحمتِ او سابق ست از قہرِ او — سابقی خواہی برو سابق بجو
اس کی رحمت اس کے قہر سے پہلے ہے — تو آگے بڑھنا چاہتا ہے تو جا سابق کی تلاش کر

تا رَسی اندر نفوسِ زُوِّجَت — کاے شہِ مسحور اینک مخرجت
تاکہ تو زُوِّجَت والے نفسوں میں داخل ہو جائے — کیونکہ اے جادو میں مبتلا شہزادے! یہ تیرے نکلنے کی جگہ ہے

باوجودِ[2] زال ناید انحلال — در شبیکہ در بر آں پیر دَلال
بڑھیا کے ہوتے ہوئے (جادوگر کی گرہوں کا) کھلنا حاصل نہ ہوگا — (اور) وہ نازوں بھری چال اور بغل میں (نہ آئے گی)

نے کہ فرمود آں سراجِ امتاں — ایں جہان و آں جہاں را ضرتاں
کیا امتوں کے چراغ نے نہیں فرمایا — اس دنیا اور اس جہان کو دو سوتنیں

پس وصالِ ایں فراقِ آں بود — صحتِ ایں تن سقامِ جاں بود
تو اِس کا وصال اُس کا فراق ہے — اس جسم کی تندرستی جان کی بیماری ہے

سخت می آید فراقِ ایں ممر — پس فراقِ آں مقرداں سخت تر
اس گذرگاہ کی جدائی سخت لگتی ہے — تو اس قیامگاہ کی جدائی زیادہ سخت ہے

چوں فراقِ[3] نقش سخت آید ترا — تاچہ سخت آید ز نقاشش جدا
جب تجھے نقش کی جدائی سخت لگتی ہے — تو اس کے نقاش کی جدائی کس قدر سخت ہوگی؟

اے کہ صبرت نیست از دنیائے دوں — چونت صبرست از خدا ایدوست چوں
اے وہ کہ تجھے اس کمینی دنیا سے صبر میسر نہیں — اے دوست! تجھے خدا کی جدائی پر کس طرح صبر آ گیا ہے؟

چونکہ صبرت نیست زیں آبِ سیاہ — چوں صبوری داری - از چشمہ الٰہ
جبکہ اس کالے پانی سے تجھ میں صبر نہیں ہے — خدائی چشمہ سے تجھ میں کیسے صبر ہے؟

---

1. نفخِ او۔ دنیا نے منتر پڑھ کر جو گرہ لگائی ہے وہ بہت سخت ہے وہ اللہ کے پھونکنے سے ہی کھل سکے گی۔ نفحت فیه من روحی۔ "میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی" یعنی تیرے اندر بھی وہ روح آ جائے۔ جز۔ دنیا کے جادو کی پھونک اللہ کی پھونک سے چلے گی۔ رحمت او۔ حدیث قدسی ہے سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ "میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیے ہوئے ہے۔" زوجت۔ قرآن پاک میں ہے اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ "جبکہ نفسوں کے جوڑ لگائے جائیں گے" یعنی جنت کے ساتھ یا حوروں کے ساتھ۔
2. باوجود۔ جب تک انسان بوڑھی دنیا کے ساتھ رہے گا نہ اس کا جادو ٹوٹے گا نہ شہزادے کی طرح دلہن یعنی آخرت اس کے پہلو میں آئے گی۔ ضرتاں۔ حدیث شریف میں ہے اَلدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ لَضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیْتَ اَحْدٰھُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی "دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔" پس۔ اگر دنیا کا وصال ہے تو آخرت کا فراق ہے۔ ممر۔ گذرگاہ یعنی دنیا۔ مقر۔ قرارگاہ یعنی آخرت۔
3. چوں فراق۔ دنیا کا نقاش خدا ہے جب اس نقش دنیا کی جدائی اس قدر شاق ہے تو خدا نقاش کی جدائی کس قدر شاق ہوگی۔ آب سیاہ۔ یعنی دنیا۔ چشمہ الٰہ۔ یعنی آخرت۔

چونکہ بے ایں شرب کم داری سکون
جبکہ اس کو پیے بغیر تجھے سکون نہیں ہے
گر بہ بینی یک نفس حسنِ وَدُوْد
اگر تو ایک لمحہ کے لیے خدا کا حسن دیکھ لے
جیفہ بینی بعد ازاں ایں شرب را
اس کے بعد تو اِس پینے کو مردار سمجھے گا
ہمچو شہزادہ رسی در یارِ خویش
تو شہزادے کی طرح اپنے دوست تک پہنچ جائے۔
جہد کن[2] در بیخودی خود را بیاب
اپنی فنائیت کی کوشش کر، خود کو پا لے
ہر زمانے ہیں مشو با خویش جفت
ہر وقت خودی میں مبتلا نہ ہو
از قصورِ چشم باشد آں عثور
وہ لغزش آنکھ کے قصور سے ہوتی ہے
بوی پیراہانِ یوسفؑ کن سند
(حضرت) یوسف علیہ السلام کے لباس کی خوشبو کا سہارا پکڑ
صورت[3] پنہان و آں نورِ جبیں
پوشیدہ صورت اور پیشانی کے نور نے
نورِ آں رُخسار برھاند زِنار
اس رخسار کا نور، نار سے نجات دلاتا ہے
چشم را ایں نورِ حالی بیں کند
یہ نورآنکھ کو حال کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے

چوں زابراری[1] جدا وز یَشْرَبُوْن
تو یشربون اور نیکوں سے کیسے جدا ہے
اندر آتش افگنی جان و وجود
جان اور جسم کو آگ میں ڈال دے
چوں بہ بینی کرو فرو قرب را
جب تو (خدا کی) شان وشوکت اور قرب کو دیکھ لے گا
پس بروں آری ز پا تو خارِ خویش
تو اپنے کانٹے کو پاؤں سے نکال دے
زود تر وَاللهُ اَعْلَم بِالصَّوَاب
بہت جلد اور اللہ بہتر کو زیادہ جانتا ہے
ہر زماں چوں خر در آب و گل مَیفت
ہر وقت گدھے کی طرح پانی اور مٹی میں نہ گر
کہ نہ بیند شیب و بالا را ز دور
کیونکہ وہ دور سے نشیب و فراز کو نہیں دیکھتی ہے
زانکہ بویش چشم روشن می کند
کیونکہ اس کی خوشبو آنکھ کو روشن کرتی ہے
کردہ چشم انبیا را دُور بیں
نبیوں کی آنکھ کو دوربین بنا دیا ہے
ہیں مشو قانع بنورِ مستعار
خبردار! عارضی نور پر قانع نہ بن
چشم عقل و روح را گرگیں کند
روح اور عقل کے چشم کو خارشی بنا دیتا ہے

---

[1] زابراری۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا' نیک لوگ ایسے پیالے سے پئیں گے جس کی ملونی کافور ہوگی۔ گر بہ بینی۔ اگر اللہ کا جلوہ تجھے ذرا بھی نظر آ جائے تو اپنی جسم اور روح کو قربان کر ڈالے۔ جیفہ۔ مردار۔ قرب۔ یعنی خداوندی قرب۔ ہمچو۔ جس طرح شہزادہ اپنی حقیقی دلہن سے مل گیا تھا تو بھی اپنے حقیقی محبوب کو پالے اور دنیا کا کانٹا پاؤں سے نکال پھینک۔

[2] جہد کن۔ اس کی ترکیب یہی ہے کہ فنا کا درجہ حاصل کر لے۔ ہر زمانے۔ فنا کا درجہ جب حاصل ہو جائے گا کسی وقت بھی خودی نہ اختیار کرے گا اور دنیا سے کنارہ کش ہو جائے گا۔ از قصور۔ جب نگاہ و بصیرت نہیں ہوتی ہے تو انسان نشیب و فراز کو نہیں دیکھ پاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے۔ بوی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو سے روشن ہو گئی تھی تو قدرت کے مناظر دیکھ، نظر روشن ہو جائے گی اور مشاہدے تک پہنچ سکے گا۔

[3] صورت۔ انبیا کو چشم بصیرت اسی سے حاصل ہوئی ہے۔ نور۔ اس نور کا مشاہدہ نارِ شہوت سے نجات دیتا ہے۔ ایں نور۔ یعنی عارضی دنیاوی نور صرف وقتی چیزوں کو دکھاتا ہے اور بصیرتِ عقلی کو بیمار بناتا ہے۔ گرگیں۔ خارش کے مرض میں مبتلا۔ صورتش۔ عارضی نور بظاہر نور ہے لیکن حقیقتاً نار اور تباہی کا باعث ہے۔

Marfat.com

صورتش نورست و در تحقیق نار
اس کا ظاہر نور ہے، حقیقتاً نار ہے
گر ضیا خواہی ذو دست از وے بدار
اگر (حقیقی) روشنی چاہتا ہے اس سے دست بردار ہو جا

دمیدم[1] در رُو فتد ہر جا رَود
جس جگہ جاتی ہے، لمحہ بہ لمحہ اوندھی گرتی ہے
دیدہ و جانے کہ حالی بیں بود
وہ آنکھ اور جان جو حال کو دیکھنے والی ہوتی ہے

دور بیند دوربینِ بے ہنر
بے ہنر دوربین ایسا ہی دوربین ہے
ہمچناں کہ دور دیدن خواب در
جیسا کہ خواب میں دور دیکھنا

خفتہ باشی بر لبِ جُو خشک لب
تو دریا کے کنارے خشک ہونٹ سویا ہوا ہے
می دَوی سوی سَراب اندر طلب
جستجو میں سراب کی جانب دوڑتا ہے

دور می بینی سَراب و می دَوی
تو سراب کو دور دیکھتا ہے اور دوڑتا ہے
عاشقِ آں بینشِ خود می شوی
اپنے اس دیکھنے کا تو عاشق بنتا ہے

میزنی[2] در خواب بایاراں تو لاف
تو خواب میں دوستوں سے شیخی بگھارتا ہے
کہ منم بینا دل و پَردہ شگاف
کہ میں روشن ضمیر اور پردہ چاک کرنے والا ہوں

نک بداں سو آب دیدم ہیں شتاب
یہ میں نے اُس جانب پانی دیکھا ہے خبردار! جلدی کرو
تا رَویم آنجا و آں باشد سراب
تا کہ ہم وہاں چلیں اور وہ سراب ہوتا ہے

ہر قدم زیں آب تازی دُور تر
تو ہر قدم پر اس پانی سے زیادہ دور بھاگتا ہے
دَو دَواں سوی سرابِ با غرر
دھوکے والے سراب کی جانب دوڑتے ہوئے

عینِ آں عزمت حجابِ آں شدہ
تیرا پختہ ارادہ خود اس کا حجاب بن گیا
کہ بتو پیوستہ است و آمدہ
جو تجھ سے ملا ہوا ہے اور آیا ہوا ہے

بس[3] کسا عزمے بجائے می کند
بہت سے لوگ ہیں جن کوارادہ (دوسری) جگہ لے جاتا ہے
از مقامے کاں غرض در وے بود
اس مقام سے جس میں مقصد ہوتا ہے

دید و لاف خفتہ می ناید بکار
سوئے ہوئے کا دیکھنا اور شیخی بگھارنا کارآمد نہیں ہے
جز خیالے نیست دست از وَے بدار
وہ صرف خیال ہے اس سے دستبردار ہو جا

خوابناکی لیک ہم بَر راہ خسپ
تو نیند کا متوالا ہے، پھر بھی راستہ پر سو
اللہ اللہ بر رہِ اللہ خسپ
خدا کے لیے اللہ کے راستہ پر سو

---

[1] دمیدم۔ عارضی نور والا ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ دور بیند۔ اس نور والے کی آواز کی دور بینی ایسی ہی ہے جیسے کہ سوئے ہوئے انسان کی دور بینی ہوتی ہے۔ خفتہ۔ سوئے ہوئے کی دور بینی یہ ہے کہ دریا کے کنارے پیاسا سو رہا ہے اور بہت دور کے ریت کو دیکھ رہا ہے جو پانی نظر آ رہا ہے۔ عاشق۔ اور سمجھ رہا ہے کہ میں بہت دور بین ہوں دور سے پانی دیکھ لیا ہے۔

[2] میزنی۔ خواب میں دوستوں سے اپنی دور بینی کی شیخی بھی بگھارتا ہے۔ نک۔ دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے دور سے پانی دیکھ لیا وہاں چلو۔ ہر قدم۔ نہر کو چھوڑ کر خواب میں جس قدر سراب کی طرف بھاگ رہا ہے وہ پانی سے اسی قدر دور ہو رہا ہے۔ عین۔ سراب تک پہنچنے کا عزم نہر کے اس پانی کا حجاب بن رہا ہے جو اس کے قریب تھا۔

[3] بس۔ بہت سے ایسے شخص ہوتے ہیں جن کا عزم ان کو مقصود کی اصل جگہ سے دور کر دیتا ہے۔ خفتہ۔ سوئے ہوئے کا کسی چیز کو دیکھنا محض خیال ہوتا ہے جو بیکار ہوتا ہے۔ خوابناکی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ تو نیند میں ہے اگر تجھے سونا ہی ہے تو سر راہ سو اور اللہ کے راستہ پر سو شاید کوئی اللہ کا نیک بندہ وہاں سے گزرے تو تیرے خواب والے خیالات دور کر دے۔

تا بود کہ سالکے بر تو زند
ہو سکتا ہے کوئی راہبر تجھ سے بھڑ جائے
از خیالاتِ نعاست بر کند
نیند کے خیالات سے تجھے جدا کر دے

خفتہ[1] را گر فکر گردد ہمچو موی
سوئے ہوئے کا فکر اگرچہ بال جیسا ہو
او ازاں دقّت نیابد راہِ کوی
وہ اس باریکی سے (بھی) کوچہ کا راستہ نہیں پا سکتا

فکرِ خفتہ گر دو تا و گر سہ تاست
سوئے ہوئے کا فکر خواہ دہرا ہو یا تہرا
ہم خطا اندر خطا اندر خطاست
غلط در غلط در غلط ہی ہے

گرچہ چشمش تیز بین و با ضیاست
اگرچہ اس کی آنکھ تیز بین اور روشن ہو
ہم ہبا اندر ہبا اندر ہباست
خاک، در خاک، در خاک ہی ہے

موج بر وَے می زند بے احتراز
بغیر بچاؤ کے موج اس پر پڑ رہی ہے
خفتہ پویاں در بیابانِ دراز
سویا ہوا، دراز بیابان میں دوڑ رہا ہے

خفتہ[2] می بیند عطشہای شدید
سویا ہوا سخت پیاسیں محسوس کرتا ہے
آب اَقْرَبُ مِنْہُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد
پانی اس کی شہ رگ سے زیادہ اس سے قریب ہے

حکایتِ آں زاہد کہ در سالِ قحط خنداں و شاد بود با مفلسی و بسیاریِ عیال و خلق می مُردند از گرسنگی، باو گفتند کہ ہنگامِ تعزیت ست نہ شادی گفت مرا باکے نیست

اس زاہد کی حکایت جو قحط کے سال میں باوجود مفلسی اور بہت عیال داری کے مسکرانے والا اور خوش تھا اور لوگ بھوک سے مر رہے تھے لوگوں نے اس سے کہا کہ تعزیت کا وقت ہے نہ کہ خوشی کا اس نے کہا مجھے کوئی پروا نہیں ہے

ہمچناں[3] کاں زاہد اندر سالِ قحط
اسی طرح وہ زاہد جو کہ قحط کے سال
بود او خنداں و گریاں جملہ رہط
مسکراتا تھا اور تمام قبیلہ روتا تھا

پس بگفتندش چہ جای خندہ است
تو لوگوں نے اُس سے کہا ہنسنے کا کیا موقع ہے؟
قحط بیخِ مومناں بر کندہ است
قحط نے مسلمانوں کی بیخ کنی کر دی ہے

رحمت از ما چشمِ خود بر دوختہ است
رحمت نے ہم سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں
ز آفتابِ تیز صحرا سوختہ است
تیز سورج سے، جنگل جل گیا ہے

کشت و باغ و رز سیہ افتادہ است
کھیتی اور باغ اور انگور کالے پڑ گئے ہیں
در زمیں نم نیست نے بالا نہ پست
زمین میں نمی نہیں ہے، نہ اوپر نہ نیچے

---

1. خفتہ۔ جبکہ تو سویا ہوا ہے تو اپنی تدبیر سے راہ یاب نہ ہوگا کسی با خدا کا ہاتھ پکڑ لے۔ موج۔ سوئے ہوئے شخص پر موجوں کی تھپیڑیں بھی لگ رہی ہوں تو تب بھی سراب کے لیے دوڑتا ہے۔
2. خفتہ۔ نہر کے کنارے سویا ہوا پیاس محسوس کرتا رہتا ہے اور پانی بالکل اس کے قریب ہوتا ہے۔ یہی حال اہل دنیا کا ہے کہ ذاتِ حق ان سے قریب تر ہے لیکن وہ اس تک نہیں پہنچ پاتے۔
3. ہم چناں۔ جس طرح سوئے ہوئے کی حالت ہوتی ہے ایسی ہی ان لوگوں کی حالت ہے جو اس درویش پر معترض ہوئے۔ رہط۔ قبیلہ۔ رز۔ انگور کی بیل۔

Marfat.com

خلق می میرند زیں قحط و عذاب
دہ[1] دہ و صد صد چو ماہی دور ز آب

اس قحط اور عذاب سے لوگ مر رہے ہیں
دس دس اور سو سو جس طرح مچھلی پانی سے دور

بر مسلماناں نمی آری تو رحم
مومناں خویشند یک تن شحم و لحم

تجھے مسلمانوں پر رحم نہیں آتا
(حالانکہ) مومن باہم چربی اور گوشت کا ایک جسم ہیں

رنج یک جزوے ز تن رنج ہمہ است
گردم صلح ست یا خود ملحمہ است

جسم کے ایک جزو کی تکلیف سب کی تکلیف ہے
خواہ صلح کا وقت ہے یا جنگ ہے

گفت در چشمِ شما قحط ست ایں
پیشِ چشمم چوں بہشت ست ایں زمیں

اس نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے
میری نگاہ میں یہ زمین بہشت جیسی ہے

من ہمی بینم بہر دشت و مکاں
خوشہا انبہ رسیدہ تا میاں

میں ہر جنگل اور جگہ میں دیکھ رہا ہوں
بکثرت (کھیتی کی) بالیں کمر تک

خوشہا[2] در موج از بادِ صبا
پُر بیاباں سبز تر از گندنا

بالیں پروا ہوا سے لہلہا رہی ہیں
جنگل بھرا ہوا ہے، گندنے سے زیادہ سرسبز ہے

ز آزموں من دست بر وے میزنم
دست و چشمِ خویش را چوں بر کنم

آزمانے کے لیے میں ان کو چھوتا ہوں
اپنے ہاتھ اور نگاہ کو کیسے ہٹا لوں؟

یارِ فرعونِ تنید اے قومِ دُوں
زاں نماید مر شما را نیل خوں

اے کمینہ قوم! تم فرعونی جسم کے یار ہو
اس لیے تمہیں (دریائے) نیل خون نظر آتا ہے

یارِ موسیِٰ خرد گردید زُود
تا نماند خون و بینید آبِ رُود

جلد عقلِ موسوی کے یار بن جاؤ
تاکہ خون نہ رہے اور تم دریا کا پانی دیکھ لو

از پدر بر تو جفائے چوں رود
آں پدر در چشمِ تو سگ می شود

جب باپ کی جانب سے تجھ پر ظلم ہو
وہ باپ تیری نگاہ میں کتا ہو جاتا ہے

آں پدر سگ نیست تاثیرِ جفاست
کہ چناں رحمت نظر را سگ نماست

باپ کتا نہیں ہے، ظلم کی تاثیر ہے
کہ ایسی رحمت، نگاہ میں کتا جیسی ہے

گرگ می دیدند یوسفؑ را بچشم
چوں کہ اخواں را حسودی بود و خشم

(حضرت) یوسف علیہ السلام کو آنکھ سے بھیڑیا دیکھا
چونکہ بھائیوں میں حسد اور غصہ تھا

---

1. دہ۔ یعنی کہیں دس دس مر رہے ہیں کہیں سو سو۔ شحم۔ چربی۔ ملحمہ۔ جنگ۔ گفت۔ اس نیک شخص نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے میری نظر میں بہشت ہے۔ خوشہا۔ میں ہر جگہ اپنی اونچی کھیتی دیکھ رہا ہوں جو کمر کمر ہے۔

2. خوشہا۔ کھیتی کی بالیں ہوا سے لہلہا رہی ہیں۔ گندنا۔ لہسن کی قسم کی ایک ترکاری ہے۔ ز آزموں۔ آزمانے کے لیے میں اس کھیتی پر ہاتھ بھی پھیرتا ہوں تو اب میں اپنے ہاتھ اور آنکھ کو کیسے جھٹلا دوں۔ یار۔ تم اپنے فرعونی جسم کے دوست ہو لہٰذا فرعون کی طرح تمہیں بھی دریائے نیل کا پانی خون نظر آ رہا ہے۔

3. خرد۔ عقل جو بمنزلہ موسیٰ کے ہے اس کے یار بنو تو حقیقت حال واضح ہوگی۔ از پدر۔ انسان کی اپنی اندرونی کیفیت حقائق کو تبدیل کر دیتی ہے، اگر انسان باپ سے ناراض ہو جائے تو وہ اس کو کتا نظر آنے لگتا ہے۔ گرگ۔ اپنی باطنی کیفیت کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کو بھیڑیا نظر آتے تھے۔

Marfat.com

با پدر[1] چوں صلح کردی خشم رفت — آن سگی شد گشت بابا یارِ زفت

جب تو نے باپ سے صلح کر لی غصہ ختم ہوا — وہ کتا پن (بھی) ختم ہوا باپ گہرا دوست بن گیا

در بیانِ آنکہ مجموعۂ عالم صورتِ عقلِ کل است چوں با عقلِ کل بکو رَوی جفا کردی صورتِ عالم تُرا غم فزاید اغلبِ احوال چنانکہ با پدر بد کردی صورتِ پدر تُرا غم فزاید و نتوانی اُو را دیدن اگرچہ پیشِ ازاں نورِ دیدہ بودہ باشد و راحتِ جاں

اس کا بیان کہ عالم کا مجموعہ عقل کل کی صورت ہے جب تو عقل کل کے ساتھ ٹیڑھا چلے گا، تو نے ظلم کیا، عالم کی صورت عموماً تیرا غم بڑھائے گی جیسے کہ باپ کے ساتھ تو نے برائی کی باپ کی صورت تیرا غم بڑھائے گی اور اس کو دیکھ نہ سکے گا، اگرچہ اس سے پہلے آنکھوں کا نور اور جان کی راحت رہا ہو

کل عالم صورتِ عقلِ کل[2] ست — کوست بابای ہر آں کاہلِ قل ست

پورا عالم عقل کل کی صورت ہے — وہ ہر اس شخص کا بابا ہے جو قول والا ہے

چوں کسے با عقلِ کل کفراں فزود — صورتِ کل پیشِ او ہم سگ نمود

جب کوئی عقل کل کی نافرمانی کرے — کل کی صورت اس کو کتا نظر آتی ہے

صلح کن با ایں پدر عاقی[3] بہل — تا کہ فرشِ زر نماید آب و گل

اس باپ سے صلح کر لے، نافرمانی کو چھوڑ دے — تاکہ تجھے زمین انگور کا فرش نظر آئے

پس قیامت نقدِ حالِ تو بود — پیشِ تو چرخ و زمیں مبدل شود

پھر قیامت تیری نظر کے سامنے ہو — تیرے سامنے آسمان اور زمین بدل جائیں

منکہ صلحم دائماً با ایں پدر — ایں جہاں چوں جنتستم در نظر

میری ہمیشہ اس باپ سے صلح ہے — یہ دنیا میری نگاہ میں جنت کی طرح ہے

ہر زماں نو صورتے و نو جمال — تا زِ نو دیدن فرومیرد ملال

ہر وقت نئی صورت ہے اور نیا حسن ہے — حتیٰ کہ نئے مشاہدے سے غم زائل ہو جاتا ہے

من ہمی بینم جہاں را پُر نعیم — آبہا از چشمہا جوشاں مقیم

میں دنیا کو نعمتوں سے بھرا دیکھتا ہوں — چشموں سے ہمیشہ پانی جوش مار رہا ہے

---

[1] با پدر۔ اگر باپ سے محبت ہو تو وہ سراسر رحمت نظر آتا ہے۔ جفا۔ تمام عالم حضرتِ حق کا مظہر اور اس کا پیدا کیا ہوا ہے اس اعتبار سے وہ تمام عالم کا باپ ہے اگر تمہارے دل میں اس سے بیزاری ہے تو یہ تمام عالم غیر واقعی صورت میں تمہیں نظر آئے گا۔

[2] عقل کل۔ مولانا عقل کل کا بہت سی چیزوں پر اطلاق کرتے ہیں یہاں خدائے تعالیٰ مراد ہے۔ اہل قل۔ یعنی وہ روحیں جنہوں نے ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُم کے جواب میں بلیٰ کا قول کیا تھا۔ چوں کسے۔ جب انسان کے دل میں خدا کا کفر ہوتا ہے تو اس کو سارا جہاں بھیانک نظر آتا ہے۔ صورتِ کل۔ یعنی جہان۔

[3] عاقی۔ ماں باپ کی نافرمانی۔ تا کہ۔ تمام زمین انگوروں سے بھری ہوئی نظر آئے گی۔ قیامت۔ قیامت میں زمین انگوروں سے بھری ہوئی نظر آئے گی۔ قیامت۔ قیامت میں زمین و آسمان بدل دیے جائیں گے۔ منکہ۔ اس بزرگ نے کہا چونکہ میری خدا سے صلح ہے لہٰذا مجھے تمام عالم جنت نظر آتا ہے۔ ہر زماں۔ لحہ بہ لحہ مجھ پر نئی تجلیات کا انکشاف ہوتا رہتا ہے اور طبیعت ملول نہیں ہوتی ہے۔ مقیم۔ دائم۔

Marfat.com

بانگِ آبش می رسد در گوشِ من
پانی کی آواز میرے کان میں پہنچتی ہے
مست می گردد ضمیر[1] و ہوشِ من
میرا دل اور حواس مست ہو جاتے ہیں

شاخہا رقصاں شدہ چوں تائباں
شاخیں صوفیوں کی طرح رقص کر رہی ہیں
برگہا کف زن مثالِ مطرباں
پتے گویوں کی طرح تالیاں بجا رہے ہیں

برقِ آئینہ است لامع از نمد
آئینہ کی چمک نمدے میں سے چمکتی ہے
گر نماید آئینہ تا چوں بود
اگر آئینہ نظر آ جائے تو کیا ہو گا؟

از ہزاراں من نمی گویم یکے
میں ہزار (باتوں) میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہوں
زانکہ آگندہ است ہر گوش از شکے
کیونکہ ہر کان شک سے پُر ہے

پیشِ وہم ایں گفت مژدہ داد نست
وہم کے لیے یہ بات خوشخبری ہے
عقل گوید مژدہ چہ نقدِ من ست
عقل کہتی ہے کہ خوشخبری کیا ہوتی ہے یہ میری حالت ہے

قصہ[2] فرزندانِ عزیر علیہ السلام کہ از پدر احوالِ پدر می پُرسیدند

(حضرت) عزیر علیہ السلام کی اولاد کا قصہ کہ باپ سے (ہی) باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

پدر گفت آرے دیدمش از عقب می آید بعضے کہ شناختندش
باپ نے کہا ہاں میں نے اس کو دیکھا ہے، پیچھے آ رہا ہے جن بعض نے پہچان لیا وہ بیہوش

بیہوش شدند و آنانکہ نشناختندش می گفتند ایں شخص خوش
ہو گئے اور جنہوں نے نہ پہچانا وہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے اچھی خوشخبری

مژدہ دادہ ایں بیہوشی از چیست و ایں حالت
دی ہے یہ حالت اور یہ بے ہوشی کس وجہ سے ہے؟

ہمچو پورانِ[3] عزیزؑ اندر گذر
(حضرت) عزیر علیہ السلام کی اولاد کی طرح راستہ میں
آمدہ پُرساں ز احوالِ پدر
آ کر باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

گشتہ ایشاں پیر و باباشاں جواں
وہ بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کے والد جوان تھے
پس پدر شاں پیش آمد ناگہاں
تو ان کے والد اچانک سامنے آگئے

---

[1] ضمیر۔ دل۔ شاخہا۔ شاخوں کا ہواؤں سے ہلنا مجھے صوفیوں کا رقص معلوم ہوتا ہے اور پتوں کا بجنا گویوں کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ برق آئینہ۔ یہ تجلیات میرے اوپر ناسوت کے پردوں سے پڑ رہی ہیں جبکہ براہِ راست پڑیں گی تو کیا حال ہوگا۔ از ہزاراں۔ میں ہزاروں حقائق میں سے ایک بات بھی پوری نہیں بتا رہا ہوں کیونکہ سننے والے اہل نہیں ہیں۔ پیشِ وہم۔ جن کی عقول ناقص ہیں وہ ان باتوں کو بمنزلہ خوشخبری کے سنتے ہیں۔ کامل عقل والے ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

[2] قصہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض باتیں محجوبین کے لیے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہیں اور کاملین کے لیے وہ مشاہدہ کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام ایک سو سال کے بعد جب زندہ ہوئے تو ان کی اولاد نے سنا کہ ہمارے باپ زندہ ہو کر آ رہے ہیں وہ ان کی جستجو کے لیے شہر سے باہر نکلے حضرت عزیر علیہ السلام شہر میں آ رہے تھے وہ راستہ میں ملے کچھ اولاد ان کو نہ پہچانی اور اس نے انہی سے ان کی خبریں معلوم کرنا چاہیں انہوں نے فرما دیا کہ وہ ابھی آئیں گے۔ یہ خبر اس اولاد کے لیے خوشخبری بنی بعض لڑکوں نے ان کو پہچان لیا تو ان کے لیے یہ خبر مشاہدہ بنی اور وہ خوشی سے بے ہوش ہو گئے۔

[3] پوراں۔ اولاد۔ پدر۔ یعنی حضرت عزیر علیہ السلام۔ ایشاں۔ اولاد بوڑھی ہو گئی تھی حضرت عزیر علیہ السلام تغیراتِ زمانہ سے محفوظ تھے وہ جوان تھے۔

Marfat.com

پس پرسیدند ازو کاے رہگذر — از عزیرِ ما عجب داری خبر

تو انہوں نے ان سے دریافت کیا اے مسافر! ہمارے عجیب عزیرؑ کا تجھے علم ہے

کہ کسے ماں گفت کا مروز آں سند[1] — بعد نومیدی ز بیروں می رسد

کیونکہ کسی نے ہم سے کہا ہے کہ آج وہ سہارا مایوسی کے بعد باہر سے آ جائے گا

گفت آرے بعدِ من خواہد رسید — آن یکے خوش شد چو ایں مژدہ شنید

ان (عزیر علیہ السلام) نے کہا میرے بعد وہ آئے گا ان میں سے ایک نے جب یہ خوشخبری سنی خوش ہوا

بانگ می زد کاے مبشر باش شاد — واں دگر بشناخت بیہوش اوفتاد

شور مچاتا تھا کہ اے خوشخبری دینے والے خوش رہ دوسرے نے پہچان لیا بیہوش ہو کر گر گیا

کہ چہ جایِ مژدہ است اے خیرہ سَر — کہ در افتادیم در کانِ شکر

کہ اے احمق! خوشخبری کا کیا موقع ہے؟ ہم تو شکر کی کان میں پہنچ گئے ہیں

وَہم[2] را مژدہ است پیشِ عقل نقد — زانکہ چشمِ وہم شد محجوب فقد

وہم کے لیے خوشخبری ہے عقل کے لیے مشاہدہ کیونکہ وہم کی آنکھ گمشدگی سے ڈھکی ہوئی ہے

کافراں را درد و مومن را بشیر — لیک نقدِ حال در چشمِ بصیر

کافروں کے لیے درد اور مومن کے لیے خوشخبری دینے والی ہے لیکن بینا کی آنکھ میں نقد حال ہے

زانکہ عاشق در دمِ نقدست مست — لا جرم از کفر و ایماں بَرتَرست

کیونکہ عاشق مشاہدہ میں مست ہے لا محالہ وہ کفر اور ایمان سے بالا ہے

کفر و ایماں ہر دو خود دربانِ اوست — کوست مغز و کفر و دیں او را دو پوست

کفر اور ایمان دونوں اس کے دربان ہیں کیونکہ وہ مغز ہے اور کفر اور دین اس کے دو چھلکے ہیں

کفر[3] قشرِ خشک رُو بر تافتہ — باز ایماں قشرِ لذت یافتہ

کفر خشک چھلکا منہ پھیرے ہوئے ہے پھر ایمان لذت پایا ہوا چھلکا ہے

قشرہایِ خشک را جا آتش ست — قشر پیوستہ بمغزِ جاں خوش ست

خشک چھلکوں کی جگہ آگ ہے چھلکا جو جان کے مغز سے وابستہ ہے وہ اچھا ہے

مغز خود از مرتبہ خوش بر ترست — برترست از خوش کہ لذت گسترست

مغز ''اچھے'' رتبہ کی وجہ سے بالا ہے (بلکہ) ''اچھے'' سے بڑھ کر ہے کیونکہ لذت بخش ہے

---

1. سند۔ یعنی حضرت عزیر علیہ السلام۔ گفت۔ چونکہ یہ اولاد نہ پہچانی تو انہوں نے ان پر طنز کیا اور فرمادیا کہ ہاں وہ میرے بعد آئیں گے۔ بانگ۔ اس نے انہی کو اس خوشخبری دینے کی دعا دی دوسری اولاد نے ان کو پہچان لیا تو فرطِ مسرت سے بے ہوش ہوگئی۔ کہ چہ جای۔ پہچاننے والوں نے کہا کہ خوشخبری کیا چیز ہوتی ہے وہ کانِ شکر تو ہمارے سامنے ہے۔

2. وہم۔ ایک ہی بات ناقص عقل کے لیے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہے چونکہ وہ مشاہدہ نہیں کرسکتی ہے، عقل کامل کے لیے وہ مشاہدہ ہے۔ کافراں۔ ایک ہی بات منکروں کے لیے درد ہے مومن کے لیے خوشخبری اور عاشق کے لیے مشاہدہ۔ عاشق۔ مشاہدہ اور دیدار سے مست رہتا ہے لہٰذا وہ کفر اور رسمی مومن سے بالاتر ہے۔ کفر و ایماں۔ کفر اور رسمی ایمان اس عاشق کے در کے دربان ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ مغز کے ہے اور کفر و ایمان دونوں اس کے چھلکے ہیں۔

3. کفر۔ ان دونوں چھلکوں میں یہ فرق ہے کہ کفر تو مشاہدہ سے بالکل منہ موڑے ہوئے ہے اور ایمان کچھ نہ کچھ لذت چکھے ہوئے ہے۔ قشرہای خشک۔ کفر سوکھا چھلکا ہے جو آگ میں جلانے کے قابل ہے عام مومنین کا ایمان وہ چھلکا ہے جو مغز سے جڑا ہوا ہے۔ مغز۔ عشقِ الٰہی عام ایمان سے بالاتر ہے۔

Marfat.com

ایں سخن[1] پایاں ندارد باز گرد — تا بر آرد موسیم از بحر گرد

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ — تاکہ میرا موسیٰ سمندر سے گرد اڑائے

در خورِ عقلِ عوام ایں گفتہ شد — از سخن باقیِ آں بنہفتہ شد

عوام کی عقل کے بقدر یہ کہہ دیا گیا — اس کی بقیہ بات پوشیدہ کر دی گئی ہے

زرِّ عقلت ریزہ است اے متہم — بر قراضہ مہر سکہ چوں نہم

اے تہمت زدہ! تیری عقل کا سونا ریزہ ریزہ ہے — برادے پر سکہ کی مہر کیسے لگاؤں؟

عقلِ تو قسمت شدہ بر صد مہم — بر ہزاراں آرزوی و طِمّ و رِم

تیری عقل سیکڑوں معاملوں میں بٹی ہوئی ہے — ہزاروں آرزوئیں اور بہت مال پر

جمع باید کرد اجزا را بعشق — تا شوی خوش چوں سمرقند[2] و دمشق

عشق کے ذریعہ اجزا کو جمع کرنا چاہیے — تاکہ تو سمرقند اور دمشق کی طرح حسین بن جائے

جو جوے چوں جمع کردی از اشتباہ — پس تواں زد سکہ بر تو بادشاہ

وہم کو اگر جو جو کر کے تو جمع کر لے — تو بادشاہ تجھ پر ٹھپہ لگا سکے گا

ور ز مثقالے شوی افزوں تو خام — از تو سازد شہ یکے زرّینہ جام

اے کچے! اگر تو ایک مثقال سے بڑھ جائے گا — تو بادشاہ تیرا زرّیں جام بنا لے گا

پس[3] بَرو ہم نام و ہم القابِ شاہ — باشد و ہم صورتش اے وصل خواہ

تو اس پر بادشاہ کا نام بھی اور القاب بھی — ہو گا، اور اس کی تصویر بھی اے وصل کے خواہش مند

تاکہ معشوقت بود ہم ناں ہم آب — ہم چراغ و شاہد و نقل و شراب

تاکہ روٹی اور پانی بھی تیرا معشوق ہو — چراغ بھی اور شاہد بھی نقل اور شراب بھی

جمع کن خود را جماعت رحمت است — تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست

اپنے آپ کو جمع کر لے، جماعت رحمت ہے — تاکہ میں تجھ سے جو حقیقت ہے وہ کہہ سکوں

زانکہ گفتن از برای باوریست — جانِ شرک از باوریِّ حق بریست

اس لیے کہ کہنا یقین کے لیے ہے — شرک کی جان حق کو پہچاننے سے خالی ہے

---

1. ایں سخن۔ یعنی اس نیک شخص کی باتیں۔ موسیم۔ میرا موسیٰ، موسیٰ سے مراد یہاں ذاتِ حق ہے۔ از بحر۔ یعنی بحر معارف، معارف کا پورا بیان۔ در خور۔ عوام کی سمجھ کی بقدر کچھ باتیں کہہ دی ہیں بقیہ باتیں چھپالی ہیں۔ زرِ عقلت۔ انسانوں نے اپنی عقل کے سونے کو پراگندہ کر رکھا ہے سونے کے برادے پر ٹھپہ نہیں لگایا جا سکتا معارف کا ٹھپہ جب لگ سکے گا کہ عقل مجتمع ہو جائے گی۔ عقل۔ انسان اپنی عقل کو سیکڑوں دھندوں میں بانٹے ہوئے ہے۔ طم ورم۔ عربی کا محاورہ ہے جَآءَ بِالطِّمِّ وَ الرِّمِّ یعنی "وہ خشکی اور سمندر کی چیزیں لے آیا یا بہت مال لے آیا۔" بعشق۔ عشق خداوندی، عقل انسانی کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتا ہے۔
2. سمرقند۔ سمرقند اور دمشق کی رونق مشہور تھی غوطۂ دمشق اور سغد سمرقند دنیا کی جنتوں میں شمار ہوتے تھے۔ جو جوے۔ عقل کو تھوڑا تھوڑا جمع کرے گا تو کچھ نہ کچھ معارف حاصل ہو جائیں گے۔ ورز مثقالے۔ اور اگر اس کو ایک مثقال کے وزن سے زیادہ جمع کر لے گا تو پھر اس کا زریں جام بن جائے گا جو شاہ کی مجلس میں ہوگا اور اس کو شاہ کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔
3. پس۔ شاہی جام پر شاہ کا نام اور القاب اور تصویر کندہ کر دی جاتی تھی۔ تاکہ۔ اب تجھے دنیا کی ہر چیز میں حضرتِ حق کا جلوہ نظر آئے گا۔ آنچہ ہست۔ یعنی حقائق۔ زانکہ۔ بات اس لیے کہی جاتی ہے کہ سننے والوں کو اس کا یقین آ جائے جب تک تجھ میں شرک کی کیفیت ہے تو یقین سے خالی ہے۔

Marfat.com

جانِ[1] قسمت گشتہ در جوِّ فلک ‏ — درمیانِ شصت سودا مشترک

(شرک کی) جان آسمان کی فضا میں تقسیم ہو گئی ہے ‏ — بہت سے معاملوں میں مشترک ہے

پس خموشی بہ دہد اُو را ثبوت ‏ — پس جوابِ احمقاں آمد سکوت

خاموشی اس کے لیے اچھا ثبوت مہیا کرتی ہے ‏ — احمقوں کے لیے جواب خاموشی ہے

ایں ہمی دانم و لے مستیِ تن ‏ — می کشاید بے مُرادِ من دہن

یہ میں جانتا ہوں لیکن جسم کی مستی ‏ — بغیر ارادے کے میرا منہ کھول دیتی ہے

آنچناں کز عطسہ و از خامیاز ‏ — ایں دہاں گردد بنا خواہِ تو باز

جیسا کہ چھینک اور انگڑائی سے ‏ — تیرے ارادے کے بغیر منہ کھل جاتا ہے

در تفسیر حدیث اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ[2] اللّٰهَ رَبِّیْ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً

حدیث کی تفسیر کہ میں، اللہ اپنے رب سے ہر روز ستر مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں

ہمچو پیغمبرؐ ز گفت و از نثار ‏ — توبہ آرم روز من ہفتاد بار

پیغمبر ﷺ کی طرح گفتگو اور (اسرار) نچھاور کرنے سے ‏ — میں دن میں ستر بار توبہ کرتا ہوں

لیک آں مستی بود توبہ شکن ‏ — مُنسی ست ایں مستیِ تن جامہ کن

لیکن وہ مستی توبہ شکن بنتی ہے ‏ — یہ کپڑے چاک کرنے والی جسم کی مستی بھلا دینے والی ہے

حکمتِ[3] اظہارِ تاریخِ دراز ‏ — مستی انداخت بر دانایِ راز

دراز تاریخ کے اظہار کی حکمت ‏ — ایک رازداں پر مستی طاری کر دیتی ہے

رازِ پنہاں با چنیں طبل و علم ‏ — آب جوشاں گشتہ از جفَّ القلم

پوشیدہ راز ایسے نقارے اور جھنڈے کے ساتھ ‏ — جف القلم سے پانی جوش مارتا ہے

رحمتِ بیحد روانہ ہر زماں ‏ — خفتہ اَید از درکِ آں اے مردماں

لا محدود رحمت ہر زمانہ میں جا رہی ہے ‏ — اے انسانو! تم اس کے علم سے سوئے ہوئے ہو

جامۂ خفتہ خورد از جویِ آب ‏ — خفتہ اندر آب جویایِ سراب

سوئے ہوئے کا کپڑا نہر کا پانی پی رہا ہے ‏ — پانی میں سویا ہوا، سراب کا جویاں ہے

---

1. جان۔ شرک کی جان اور روح کا تعلق ایک ذاتِ خداوندی پر مجتمع نہیں ہے وہ کائنات میں بٹی ہوئی اور سیکڑوں معاملوں میں منقسم ہے۔ پس خموشی۔ جاہلوں کے سامنے کسی مدعا کے ثبوت کے لیے خاموشی بہتر ثبوت ہے۔ مستیِ تن۔ یعنی روحانی مستی۔ بعض نسخوں میں مستی من بھی ہے۔ آنچناں۔ چھینک اور انگڑائی میں بے اختیار منہ کھل جاتا ہے اسی طرح اسرار کے بیان کرنے میں میرا منہ بے اختیار کھل جاتا ہے۔

2. اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استغفار بھی اسی بنا پر تھا کہ بے اختیار معارف ظاہر ہو جاتے تھے۔ نثار۔ یعنی اسرارِ معرفت کو سنانا۔ آں مستی۔ یعنی روحانی مستی۔ منسی۔ بھلا دینے والا۔

3. حکمت۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ عالم آخرت کی دراز تاریخ لوگوں کو معلوم ہو اس لیے وہ بعض رازداروں پر مستی طاری کر دیتا ہے تاکہ وہ بے خودی میں اسرار کو ظاہر کر دیں۔ رازِ پنہاں۔ پوشیدہ اسرار اس قدر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدائی تقدیر سے معارف کا چشمہ ابلنے لگا ہے۔ جف القلم۔ یعنی ہونے والی باتیں لکھ کر قلم تقدیر خشک ہو چکا ہے۔ رحمت۔ مولانا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دریا بہہ رہے ہیں لیکن تم غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہو۔ جامہ۔ سوئے ہوئے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ دریا کی لہریں اس پر گرتی ہیں اور اس کے کپڑے پانی پیتے ہیں لیکن وہ پیاسا رہتا ہے وہ محض پانی کی توقع پر خواب میں بھاگا پھرتا ہے اور گویا اپنے آپ کو اس دریا سے اور دور کر دیتا ہے۔

Marfat.com

میرود آنجای بوی آب هست — زین تفکر راہ را بر خویش بست
وہاں جاتا ہے، جہاں پانی کی امید ہے — اس خیال سے اس نے اپنا راستہ مسدود کر دیا

چونکہ[1] آنجا گفت زینجا دور شد — بر خیالے او ز حق مہجور شد
جبکہ اُس نے اس جگہ کی سوچی اس جگہ سے دور ہو گیا — ایک خیال (کی بنیاد) پر وہ صحیح واقعہ سے دور ہو گیا

دور بینانند و بس خفتہ رواں — رحمتے آرید شاں اے رہرواں
سوئی ہوئی روح والے فقط دور بیں ہیں — اے سالکو! ان پر رحم کرو

من ندیدم تشنگی خواب آوَرَد — خواب آرد تشنگیِّ بے خرد
میں نے نہیں دیکھا کہ پیاس سلائے — بے عقل کی پیاس سلاتی ہے

خود خرد آنست کو از حق چرید — نے خرد کاں را عطارد آورید
عقل وہی ہے جو اللہ (تعالیٰ) سے فیضیاب ہو — نہ وہ عقل جو عطارد (ستارے) سے تم لائے ہو

بیان آنکہ عقل جزوی[2] تا بگور پیش نہ بیند و در باقی مقلد انبیا و اولیاست

اس کا بیان کہ ناقص عقل قبر سے آگے نہیں دیکھتی ہے اور باقی معاملات میں انبیا اور اولیا کی مقلد ہے

پیش بینی ایں خرد تا گور بود — وانِ صاحبدل بنفخِ صور بود
اس عقل کی دوربینی قبر تک ہے — صاحبدل کی ملکیت صور پھونکنے تک ہے

ایں خرد از گور و خاکے نگذرد — ویں قدم عرصہ عجائب نسپرد
یہ عقل قبر اور مٹی سے آگے نہیں جاتی ہے — یہ قدم عجائب کے میدان کو طے نہیں کرتا ہے

زیں قدم[3] زیں عقل رو بیزار شو — چشمِ غیبی جوی و بر خوردار شو
اس قدم اور اس عقل سے (ہٹ) جا بیزار ہو جا — غیبی آنکھ تلاش کر اور نفع اٹھا

ہمچو موسیٰؑ نور کے یابد ز جیب — سخرۂ استاد و شاگردِ کتیب
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی طرح گریبان سے نور کب حاصل کرتا ہے؟ — استاد کا تابع اور کتاب کا شاگرد

زیں نظر ویں عقل ناید جز دوار — پس نظر بگذار و بگزیں انتظار
اس غور وفکر اور اس عقل سے سوائے دردِ سر کے کچھ حاصل نہیں ہوا — تو غور و فکر چھوڑ اور انتظار اختیار کر

از سخن گوئی مجوئید ارتفاع — منتظر را بہ ز گفتن استماع
باتیں بنانے سے بلندی نہ چاہو — منتظر کے لیے کہنے سے سننا بہتر ہے

1. چونکہ۔ جب دوسری جگہ کے پانی کے تصور سے ادھر بھاگتا ہے تو واقعی پانی سے اپنے آپ کو مزید محروم کرتا ہے۔ دور بینانند۔ جن کی روحیں سوئی ہوئی ہیں وہ سوئے ہوئے کی طرح کے دور بین ہیں۔ رہرواں۔ یعنی سالکین راہِ معرفت۔ من ندیدم۔ پیاس کی حالت میں نیند نہیں آتی لیکن بے عقل کی پیاس اس کو مزید سلا دیتی ہے۔ خرد۔ عقل وہ ہے جو خدا کی جانب سے عطا ہو عطارد ستارے کی تاثیر سے انسان میں جس عقل کا نشو و نما ہوتا ہے وہ دراصل عقل نہیں ہے لہٰذا اس دنیاوی عقل سے انسان خردمند نہیں بنتا ہے۔

2. عقل جزوی۔ دنیاوی عقل جو عطارد کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے اس کی دوڑ صرف قبر کے گڑھے تک ہے اس کے بعد کے احوال اس کے ادراک میں نہیں آسکتے ہیں وہ صرف انبیا اور اولیا بتا سکتے ہیں جن کو عقل خداوندی حاصل ہے وہ لوگ قیامت تک کے احوال سمجھ لیتے ہیں۔ عرصہ عجائب۔ یعنی حشر کا میدان۔

3. زیں قدم۔ یہ حسی قدم اور عقل ناقص بیکار ہے غیب بیں عقل و بصر مفید ہے۔ زیں نظر۔ اس غور و فکر سے قطع نظر کر اور مجاہدات میں معروف رہ کر انتظار کرنا کہ تجھے نورِ موسوی میسر آجائے۔ منتظر۔ جو مجاہدات کی حالت میں انتظار میں ہے اس کے لیے بولنا مفید نہیں، سننا مفید ہے۔

منصب تعلیم[1] نوعے شہوتست ‌‌ ‌ ہر خیالے شہوتی در رہ بت است
تعلیم کا مقام ایک قسم کی خواہش نفسانی ہے ‌ نفسانی ہر خیال راستہ کا بت ہے

گر بفضلش پے ببردے ہر فضول ‌ کے فرستادے خدا چندیں رسول
اگر ہر بیہودہ اپنی بڑائی کی وجہ سے پتا پا لیتا ‌ تو خدا اتنے رسول کب بھیجتا

عقلِ جزوی ہمچو برق ست و درخش ‌ در درخشی کے تواں شد سوی وخش
ناقص عقل بجلی اور چمک کی طرح ہے ‌ چمک میں وخش تک کہاں جایا جا سکتا ہے

نیست نورِ برق بہرِ رہبری ‌ بلکہ امرست ابر را کہ می گری
بجلی کی چمک راستہ طے کرنے کے لیے نہیں ہے ‌ بلکہ وہ ابر کو حکم ہے کہ تو رو

برقِ عقلِ ما برای گریہ است ‌ تا بگرید نیستی در شوق ہست
ہماری عقل کی چمک رونے کے لیے ہے ‌ تا کہ روئے، فنا عشق میں ہے

عقلِ کودک[2] گفت بر کتابِ تن ‌ لیک نتواند بخود آموختن
بچہ کی عقل نے کہا مکتب میں جا ‌ لیکن اس کو وہ خود سکھا نہیں سکتی

عقلِ رنجور آردش سوی طبیب ‌ لیک نبود در دوا عقلش مُصیب
بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لاتی ہے ‌ لیکن دوا تجویز کرنے میں اس کی عقل صحیح پہنچنے والی نہیں ہے

تک[3] شیاطیں سوی گردوں می شدند ‌ گوش بر اسرارِ بالا می زدند
یہ شیطان آسمان کی جانب گئے ‌ (عالم) بالا کے رازوں پر کان لگایا

می ربودند اندکے زاں رازہا ‌ تا شُہب می راند شاں زود از سما
ان رازوں میں سے کچھ اچک لے گئے ‌ تو شہابوں نے فوراً انہیں آسمان سے بھگا دیا

کہ روید آنجا رسولے آمدہ است ‌ ہر چہ می خواہید ازو آید بدست
کہ جاؤ، وہاں ایک رسول آ گیا ہے ‌ تم جو چاہتے ہو اس سے ہاتھ آئے گا

گر ہمی جوئید دُرِّ بے بہا ‌ اُدْخُلُوا الْاَبْیَاتَ مِنْ اَبْوَابِہَا
اگر تم گراں قدر موتی تلاش کرتے ہو ‌ گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو

---

[1] منصب تعلیم۔ علومِ ظاہری کی خواہش کی بنیاد جاہ اور رتبہ ہے جو خواہش نفس ہے اور خواہش نفس کو پورا کرنا راہ طریقت میں بت پرستی ہے۔ گر بفضلش۔ اگر انسان کی بڑائی کی بنیاد پر اسرار معرفت حاصل ہوا کرتے تو رسولوں کی بعثت بیکار تھی۔ عقل جزوی۔ انسان کی ناقص عقل آسمان کی بجلی کی کوندکی طرح ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ وخش۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ نیست۔ بجلی کی کوند، راستہ طے کرنے کے لیے نہیں ہے وہ تو ابر کو یہ حکم دینے کے لیے ہے کہ رو! یعنی آنسو برسا۔ برقِ عقل۔ عقل انسانی کی کوند بھی اسی لیے ہے کہ انسان عشق الٰہی میں روئے، اسی سے فنا کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

[2] عقل کودک۔ عقل ناقص کی مثال بچہ کی عقل کی سی ہے وہ عقل بچہ کو یہ بتاتی ہے کہ مکتب میں جا لیکن وہ عقل اس کو تعلیم نہیں دے سکتی۔ عقل رنجور۔ بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس جانے پر مجبور کرتی ہے لیکن اس کے لیے دوا تجویز نہیں کر سکتی اسی طرح عوام کی عقل ان کو نبی اور ولی تک پہنچا سکتی ہے اسرار کا سکھانا اسی نبی اور ولی کا کام ہے۔

[3] تک۔ شیاطین براہ راست اسرار معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب مار گراتے ہیں اور ان کو حکم ملتا ہے کہ اسرار کی تعلیم نبی سے حاصل کرو۔ دُرِّ بے بہا۔ یعنی اسرار معرفت۔ ابوابہا۔ اسرار حاصل کرنے کا راستہ نبی اور ولی کی ذات ہے۔

Marfat.com

می زن[1] آں حلقہ درو بر باب ایست
دروازے کی کنڈی بجا اور دروازے پر ٹھہر

کز سوی بامِ فلک تان راہ نیست
اس لیے کہ آسمان کے بالاخانہ کی جانب تمہارے لیے راستہ نہیں ہے

نیست حاجت تا بدیں راہِ دراز
اس دراز راستہ کی ضرورت نہیں ہے

خاکیے را دادہ ایم اسرارِ راز
ہم نے ایک خاکی کو راز کے بھید دے دیے ہیں

پیشِ او آئید اگر خائن نہ اید
اگر تم خائن نہیں ہو تو اس کے سامنے آؤ

عبشکر گردید ازو گرچہ نے اید
اس سے گنا بن جاؤ گے اگرچہ تم نرکل ہو

سبزہ[2] رویاند ز خاکت آں دلیل
وہ رہنما تیری خاک سے سبزہ اُگا دے گا

نیست کم از سُمِ اسپ جبرئیل
وہ جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے سم سے کم نہیں ہے

سبزہ گردی تازہ گردی از نوی
تو ازسر نو سبزہ بن جائے گا تازہ بن جائے گا

گر تو خاکِ اسپ جبریلئے شوی
اگر تو کسی جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کی خاک بن جائے گا

سبزۂ جاں بخش کاں را سامری
جان عطا کرنے والا سبزہ، جس کو سامری نے

کرد در گو سالہ تاشد گوہری
بچھڑے میں رکھ دیا یہاں تک کہ وہ جوہر والا ہو گیا

جاں گرفت و بانگ زد زاں سبزہ او
اس سبزہ سے وہ جاندار ہو گیا اور بولنے لگا

آنچناں بانگے کہ شد فتنہ عدو[3]
اس طرح بولتا کہ وہ دشمن کے لیے فتنہ بن گیا

گر امیں آئید سوی اہلِ راز
اگر تم رازدار کی جانب امانت دار بن کر آؤ گے

وارہید از سُر کلہ مانندِ باز
تو باز کی طرح سر کی ٹوپی سے نجات پا جاؤ گے

سُر کلاہِ چشم بند و گوش بند
وہ سر کی ٹوپی جو آنکھ کی بندش اور کان کی بندش ہے

کہ ازو بازست مسکین و نژند
جس کی وجہ سے باز مسکین اور خستہ ہے

زاں کلہ بر چشم باز اوّل شدست
وہ ٹوپی باز کی آنکھوں پر ابتداءً اس لیے آئی ہے

کہ ہمہ مَیلش سوی جنس خودست
کہ اس کا تمام میلان اپنی جنس کی طرف ہے

چوں بُرید از جنس با شہ گشت یار
جب وہ اپنی ہم جنس سے کٹا شاہ کا دوست ہو گیا

بَر کشاید چشمِ او را باز وار
تو باز کی طرح اس کی آنکھیں کھول دے گا

---

1. می زن۔ دروازہ سے داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دروازہ پر جا کر کنڈی بجا اور کھڑا رہ جب اجازت ہو تو اندر جا۔ نیست۔ ان سے کہہ دیا جاتا ہے کہ آسمانوں کا طویل سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے ایک خاکی یعنی نبی کو اسرار بتا دیے ہیں اس سے جا کر سیکھو تم نرکل ہو اس کی صحبت میں گنا بن جاؤ گے۔

2. سبزہ۔ وہ نبی اور ولی تمہاری خاک سے سبزہ اگا دے گا کیونکہ وہ مرتبہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے سم سے کم نہیں ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام جب اسرائیلیوں کی مدد کے لیے آئے تو ان کے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا تھا وہ سرسبز ہو جاتی تھی سامری نے یہ دیکھ کر اس کے قدم کی مٹی اٹھا کر گؤ سالے میں ڈالی جس سے اس میں زندگی کے اثرات پیدا ہو گئے۔

3. عدو۔ اس وقت تو مومن تھے لیکن سامری کے بہکانے کے بعد وہ مشرک ہو گئے تھے۔ گر امیں۔ اگر تم اولیا کی صحبت دیانتداری سے اختیار کرو گے تو وہ پردہ ہٹ جائے گا جو غیبی چیزیں دیکھنے سے مانع ہے۔ سر کلہ۔ باز جب تک مالک سے مانوس نہیں ہوتا اس کے سر پر ایک ٹوپی اس طرح اڑھائی جاتی ہے جس سے اس کی آنکھیں اور کان چھپے رہتے ہیں۔ زاں۔ یہ ٹوپی اس لیے اڑھائی جاتی ہے کہ اس کا میلان مالک کی طرف نہیں ہوتا اور دوسرے بازوں کی طرف ہوتا ہے۔ چوں برید۔ جب انسان کا دنیاوی چیزوں کی طرف میلان ختم ہو جاتا ہے اس کا پردہ ہٹا دیا جاتا ہے جیسے کہ باز ہم جنس سے کٹ کر مالک کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو اس کے سر کی ٹوپی ہٹا دی جاتی ہے۔

Marfat.com

راندہ[1] دیواں را حق از مرصادِ خویش
اللہ (تعالیٰ) نے شیطانوں کو اپنی گھات سے بھگا دیا

عقلِ جزوی را ز استبدادِ خویش
ناقص عقل کو اپنے مستقل ہونے سے (بھگا دیا)

کہ سَری کم کن نہٖ تو مستبد
کہ خود سری نہ کر، تو مستقل نہیں ہے

بلکہ شاگردِ ولی و مستعد
بلکہ تو ولی کا شاگرد اور صاحب استعداد ہے

زُو بر دل رُو کہ تو جزوِ دِلی
جلد دل کے پاس جا، کیونکہ تو دل کا جز ہے

ہیں کہ بندہ بادشاہِ عادلی
خبردار! تو منصف بادشاہ کا غلام ہے

بندگیِ او بہ از سلطانی است
اس کی غلامی بادشاہت سے بہتر ہے

کہ اَنَا خَیْرٌ دمِ شیطانی است
"میں بہتر ہوں" کا دعویٰ شیطانی ہے

فرقِ بین[2] و برگزیں تو اے خسیس
اے کمینے! تو فرق سمجھ لے، اور اختیار کر

بندگیِ آدمؑ از کبرِ بلیس
آدم علیہ السلام کی بندگی، شیطان کے تکبر کے بجائے

گفت آنکہ ہست خورشیدِ رہ او
جو راہ کا سورج ہے اس نے کہا ہے

حرفِ طوبیٰ ہر کہ ذَلَّتْ نَفْسَہٗ
طوبیٰ کا لفظ ہر اس شخص کے لیے ہے جس کا نفس ذلیل ہوا

سایۂ طوبیٰ[3] ببیں و خوش بخسپ
طوبیٰ کا سایہ دیکھ لے اور آرام سے سو

سر بنہ در سایۂ سرکش مخسپ
سر رکھ دے، سرکش کے سایہ میں نہ سو

ظِلِّ ذَلَّتْ نَفْسَہٗ خوش مضجعے ست
ذَلَّتْ نَفْسَہٗ کا سایہ بہترین خواب گاہ ہے

مستعدانِ صفا را مہجے ست
صفائی کی استعداد رکھنے والوں کے لیے خوابگاہ ہے

گر ازیں سایہ رَوی سوئے منی
اگر تو اس سایہ سے خودی کی طرف جائے گا

زود طاغی گردی و رہ گم کنی
فوراً سرکش بن جائے گا اور راستہ گم کر دے گا

بیانِ آیۂ کریمہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ

آیت کریمہ کا بیان اے مومنو! پیش قدمی نہ کرو اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اور اللہ سے ڈرو

از حکیم سنائی ست
حکیم سنائی نے کہا ہے

---

1. راندہ۔ اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو گھات سے مار کر اس لیے بھگایا ہے کہ ناقص عقل والے کو مستقل نہ بننا چاہیے اور خودسری چھوڑ کر کسی ولی کی شاگردی کرنی چاہیے اور اپنی استعداد کو بروئے کار لانا چاہیے۔ زو۔ زود کا مخفف ہے۔ دل۔ یعنی صاحب دل۔ ہیں۔ ناقص عقل والے کو شیخ کامل کا غلام بننا چاہیے۔ بندگی۔ اس کے لیے غلامی سلطانی سے بہتر ہے۔ انا خیر۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ان سے افضل قرار دیا تھا۔
2. فرق بین۔ آدم نے بندگی اختیار کی اور شیطان نے کبر کیا دونوں کا فرق سمجھ لے، کیا نتیجہ نکلا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔
3. طوبیٰ۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کا سایہ عظیم الشان اور خوشگوار ہے، خوشخبری۔ ظل۔ سایہ۔ مضجع۔ خوابگاہ۔ مہجع۔ خوابگاہ۔ منی۔ خودی۔ از حکیم۔ یہ نیچے کے دونوں شعر حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

Marfat.com

چوں نبی نیستی ز اُمت باش
جب تو نبی نہیں ہے، اُمتی بن
چونکہ سلطاں نہ رعیت باش
جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے، رعیت بن

پس رَوِ[1] خامشا و خامش باش
تو خاموشوں کا پیرو اور خاموش بن
وز خودی رای زحمتی متراش
اور خودی سے تکلیف کی رائے نہ اختیار کر

پس رَوی خاموش باش از اِنقیاد
تو پیرو ہے، فرمانبرداری سے چپ رہ
زیرِ ظلِّ امر شیخ و اوستاد
استادَ اور شیخ کے حکم کے سایہ تلے

پس رَوِ صامت شود خاموش باش
تو پیرو ہے، چپ ہو جا اور خاموش رہ
از وجودِ خویش والی کمتراش
اپنے وجود کو والی (حاکم) نہ بنا

ورنہ[2] گر چہ مستعدی و قابلی
ورنہ، اگرچہ تو صاحب استعداد و قابلیت ہے
مسخ گردی تو زلافِ کاملی
تو کمال کی شیخی بگھارنے سے مسخ ہو جائے گا

ہم ز استعداد و آمانی اگر
استعداد اور تمناؤں سے بھی اگر
سرکشی ز استاد رادِ با خبر
تو عقل مند، با خبر استاد سے سرکشی کرے گا

صبر کن در موزہ دوزی و بسوز
موزہ سینے اور مشقت پر صبر کر
ور شوی بے صبر مانی پارہ دوز
اگر تو بے صبر بنے گا پیوند لگانے والا رہ جائے گا

کہنہ دوزاں گر بدے شاں صبر و حلم
پرانے جوتے گانٹھنے والوں کو اگر صبر اور بردباری (حاصل) ہوتی
جملہ نو دوزاں شدندے ہم بعلم
ہنر کے ذریعہ سب نیا (موزہ) سینے والے بن جاتے

پس بکوشی و بآخر از کلال
پھر تو کوشش کرے گا اور بالآخر تھک کر
خود بخود گوئی کہ اَلعَقلُ عِقالٌ[3]
خود کہے گا کہ عقل بندھن ہے

ہمچو آں مردِ مُفلسِف روزِ مرگ
اس فلسفی کی طرح جس نے موت کے دن
عقل را می دید بس بے بال و برگ
عقل کو بہت بے ساز و سامان دیکھا

بے غرض می کرد آندم اعتراف
اس وقت اس نے اخلاص سے اقرار کر لیا
کز ذکاوت راندیم اسپ از گزاف
کہ ہم نے ذہانت کے گھوڑے بیکار دوڑائے

از غروری سر کشیدم از رجال
میں نے تکبر کی وجہ سے (با خدا) لوگوں سے سرکشی کی
آشنا کردیم در بحرِ خیال
خیال کے سمندر میں تیراکی کی

---

[1] پس روی۔ مرید کو خاموشی سے شیخ کی تابعداری کرنی ضروری ہے، مرید کا کام چپ رہنا اور شیخ کی ہدایت پر عمل کرنا ہے اپنی طرف سے باتیں بنانا اور اپنی بڑائی جتانا تباہی ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر تو شیخ کے سامنے بڑائی بگھارے گا تو اگرچہ صاحب استعداد ہو، تیری وہ استعداد برباد ہو جائے گی۔ صبر کن۔ پورا موچی اس وقت بنتا ہے جب صبر اور محنت سے سیکھتا ہے ورنہ صرف موزہ اور جوتا گانٹھنے والا بن کر رہ جاتا ہے۔ کہنہ دوز۔ جوتے گانٹھنے والے اگر صبر سے کام لے کر استاد سے سیکھتے تو ہنر مند بن کر موچی بن جاتے۔

[3] اَلعَقلُ عِقالٌ۔ عقل رسی ہے یعنی ہماری عقل ہمارے ہنر سیکھنے کے لیے مانع بن گئی۔ مُفلسِف۔ اس سے شیخ بوعلی سینا فلسفی مراد ہے۔ بے غرض۔ شیخ بو علی سینا نے موت کے وقت جب عالم آخرت منکشف ہونے لگا تو اقرار کیا کہ ان معاملات میں عقلی گھوڑے دوڑانا بیکار تھا۔ از غروری۔ علم کے غرور نے اہل اللہ تک پہنچنے نہ دیا اور میں خیالی سمندر میں غوطے لگاتا رہا۔ آشنا۔ مولانا فرماتے ہیں، روح کے سمندر میں خود تیرنا بیکار ہے وہاں نوح علیہ السلام والی کشتی ضروری ہے۔

Marfat.com

آشنا هیچ ست اندر بحرِ روح / نیست آنجا چاره جز کشتیِ نوحؑ

روح کے سمندر میں تیراکی بیکار ہے / وہاں نوح علیہ السلام کی کشتی کے سوا چارہ نہیں ہے

کاشکے[1] کو آشنا ناموختے / تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے

کاش وہ تیراکی نہ سیکھتا / تا کہ تمنا کو نوح علیہ السلام اور کشتی سے وابستہ کر دیتا

اینچنیں فرمود آں شاهِ رُسل / کہ منم کشتی دریں دریایِ کل

رسولوں کے شاہ نے اسی لیے فرمایا ہے / کہ اس عظیم دریا میں کشتی، میں ہوں

یا کسے کو در بصیرتهایِ من / شد خلیفہ راستیں بر جایِ من

یا وہ ہے جو میری بصیرتوں میں / میری جگہ سچا قائم مقام بنا ہے

کشتیِ نوحیم در دریا کہ تا / رو نگردانی ز کشتی اے فتی

میں دریا میں نوح علیہ السلام والی کشتی ہوں، ہرگز / اے نوجوان! تو کشتی سے روگردانی نہ کر

همچو کنعاں سوی هر کوہے مرو / از نبے[2] لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ شنو

کنعان کی طرح ہر پہاڑ کی جانب نہ جا / قرآن سے "آج کوئی بچانے والا نہیں" سن لے

می نماید پست ایں کشتی ز بند / می نماید کوهِ فکرت بس بلند

پردے کی وجہ سے یہ کشتی پست نظر آتی ہے / تجھے عقل کا پہاڑ بلند نظر آتا ہے

پست منگر هاں و هاں ایں پست را / بنگر آں فضلِ خدا پیوست را

خبردار، خبردار! اس نیچی (کشتی) کو نیچا نہ سمجھ / خدا سے جڑے ہوئے اس فضل کو دیکھ

در بلندی کوهِ فکرت کم نگر / کہ یکے موجش کند زیر و زبر

اپنی عقل کے پہاڑ کو بلند نہ سمجھ / کیونکہ اس کو ایک موج تہ و بالا کر دے گی۔

گر تو کنعانی[3] نداری باورم / گر دو صد چندیں نصیحت آورم

اگر تو کنعان (صفت) ہے میرا یقین نہ کرے گا / خواہ میں اس جیسی دو سو نصیحتیں کروں

گوشِ کنعاں کے پذیرد ایں کلام / کہ برو مهرِ خدایست و ختام

اس بات کو کنعان کا کان کب قبول کرتا ہے؟ / کیونکہ اس پر خدا کی مہر (لگی ہوئی) ہے

کے گذارد موعظت بر مهرِ حق / کے بگرداند حدث حکمِ سبق

نصیحت اللہ (تعالیٰ) کی مہر سے آگے کب بڑھ سکتی ہے؟ / نئی بات ازلی حکم کب بدل سکتی ہے؟

---

1. کاشکے۔ اگر شیخ بوعلی سینا عقلی گھوڑے دوڑانا نہ جانتا تو کسی بزرگ کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ اینچنیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے ارشاد فرمایا ہے کہ میں دریائے روح کی کشتی ہوں، اس کو میرے ذریعہ پار کر سکو گے۔ یا کسے۔ یعنی صحابہ کرام جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بصیرتوں سے فیض یاب تھے۔ کشتیِ نوحیم۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور میرے فیض یافتہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس دریائے معرفت کے لیے بمنزلہ نوح کی کشتی کے ہیں۔ کنعان۔ حضرت نوح علیہ السلام کے نافرمان بیٹے نے بجائے کشتی میں بیٹھنے کے یہ کہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر پناہ حاصل کر لوں گا۔
2. از نبے۔ قرآن پاک میں اس کو جواب دیا گیا لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ "آج کوئی بچانے والا نہیں ہے۔" می نماید۔ چونکہ آنکھوں پر بندش ہے اس لیے اولیا کی صحبت حقیر نظر آتی ہے اور اپنی عقل بلند نظر آتی ہے۔ فضلِ خدا۔ جبکہ فضل خداوندی اس کے شامل حال ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھ۔
3. کنعانی۔ اگر تیرا امزاج بھی کنعان کی طرح ہے تو میری نصیحت کو نہ سنے گا ایسے لوگوں کے کانوں پر مہر خداوندی لگی ہوئی ہے۔ ختام۔ مہر۔ کے گذارد۔ کسی کی نصیحت اللہ تعالیٰ کی مہر سے گزر کر کان تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ حدث۔ امر نو پیدا یعنی نصیحت۔ حکمِ سبق۔ ازلی حکم یعنی کانوں پر مہر لگ جانے کا حکم۔

Marfat.com

لیک[1] می گویم حدیثِ خوش پئی — بر امیدِ آنکہ تو کنعاں نہ
لیکن میں خوشگوار بات سناتا ہوں — اس امید پر کہ تو کنعان نہیں ہے

آخر ایں اقرار خواہی کرد ہیں — ہم ز اوّل روزِ آخر را ببیں
خبردار! بالآخر تو یہ اقرار کرے گا — پہلے ہی دن سے انجام بیں بن جا

می توانی دید آخر را مکن — چشمِ آخر بینت را کور و کہن
تو انجام کو دیکھ سکتا ہے، نہ بنا — اپنی انجام بین آنکھ کو اندھا اور پرانا

ہر کہ آخر بیں بود مسعود وار — نبودش ہر دم بَرہ رفتن عثار
جو نیک بخت کی طرح انجام بیں ہوتا ہے — اس کو راستہ چلنے میں ہر وقت ٹھوکر نہیں لگتی ہے

گر نخواہی ہر دمے ایں خفت و خیز — کن ز خاکِ پایِ مَردے چشم تیز
اگر تو ہر وقت گرنا اور سنبھلنا نہیں چاہتا — کسی مردِ (خدا) کے پاؤں کی خاک سے آنکھ کو تیز کر لے

کحلِ دیدہ ساز خاکِ پاش را — تا نیندازی سرِ اُوباش را
اس کے پاؤں کی خاک کو آنکھ کا سرمہ بنا لے — تاکہ بیہودہ سر کو نہ ٹکرائے

کہ ازیں[2] شاگردی و زیں افتقار — سوزنے باشی شوی تو ذوالفقار
کیونکہ اس شاگردی اور اس احتیاج سے — اگر تو سوئی (بھی) ہے ذوالفقار (تلوار) بن جائے گا

سُرمہ کن تو خاکِ ہر بگزیدہ را — ہم بسوزد ہم بسازد دیدہ را
ہر برگزیدہ کی خاک کو سُرمہ بنا لے — وہ لگتی بھی ہے، آنکھ کو بناتی (بھی) ہے

چشم روشن کن ز خاکِ اولیا — تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہا
اولیا کی خاک سے آنکھ روشن کر لے — تاکہ تو آغاز سے انجام تک دیکھ لے

چشمِ اُشتر زاں بود بس نور بار — کو خورد[3] از بہر نورِ چشم خار
اونٹ کی آنکھ اسی لیے زیادہ روشن ہوتی ہے — کہ وہ آنکھ کی روشنی کے لیے کانٹا کھاتا ہے

خار خور تا گل بروید ترا — چشمِ تو روشن شود جاں با صفا
کانٹا چبا تاکہ وہ تجھ میں پھول اگائے — تیری آنکھ روشن (اور) روح صاف ہو جائے گی

خار را از چشمِ دل گر بَر کنی — چشمِ جاں را حق بخشد روشنی
اگر تو دل کی آنکھ سے کانٹا نکال دے گا — اللہ (تعالیٰ) جان کی آنکھ کو روشنی عطا فرما دے گا

---

[1] لیک۔ میں جو کچھ نصیحت کر رہا ہوں وہ اس بنا پر کر رہا ہوں کہ تو کنعان صفت نہ ہوگا۔ آخر۔ مولانا پھر پہلے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں کہ آخر میں عقل کے ناکارہ ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا اور آخر کے معاملہ کو اب ہی سمجھ لے۔ می توانی۔ اگر تو چشم بصیرت سے کام لے گا تو انجام کو دیکھ سکتا ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص انجام بیں ہوتا ہے وہ ٹھوکریں نہیں کھاتا اگر تو بھی یہ چاہتا ہے تو اہل اللہ کے قدم کی خاک کو سرمہ بنا لے پھر سر کے بل گرنے سے بچ جائے گا۔

[2] کہ ازیں۔ اہل اللہ کے اتباع سے تھوڑی سی استعداد والا بھی کامل بن جاتا ہے۔ ذوالفقار۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار کا نام ہے۔ ہم بسوزد۔ یہ ذرا لگتا تو ہے لیکن آنکھ کو درست کرتا ہے یعنی اہل اللہ کی اطاعت ناگوار تو ہوتی ہے لیکن انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔

[3] کو خورد۔ اونٹ نے کانٹے چبائے تو آنکھیں روشن ہو گئیں۔ خار خور۔ شیخ کی تعلیم و صحبت میں ناگواریاں برداشت کر تیرے اندر معرفت کے گل اور بوٹے اگیں گے آنکھوں میں روشنی، دل میں صفائی پیدا ہو جائے گی۔ خار را۔ اگر نفس کے رذائل کا کانٹا آنکھ سے نکال دو گے تو نورِ بصیرت حاصل ہو جائے گا۔

Marfat.com

قصہ[1] شکایتِ اُستر بہ اُشتر کہ من بسیار در رُو می افتم در راہ رفتن

خچر کی اونٹ سے شکایت کا قصہ کہ میں راستہ چلنے میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں

و تو کم می افتی چون است و جواب گفتنِ شتر مر اُستر را

اور تو نہیں گرتا (یہ) کیوں ہے؟ اور اونٹ کا خچر کو جواب دینا

اُشترے را دید روزے اُسترے
ایک خچر نے ایک روز ایک اونٹ کو دیکھا
چونکہ با او جمع شد در آخرے
جبکہ وہ ایک اصطبل میں اس کے ساتھ جمع ہوا

گفت من بسیار می افتم برُو
اس نے کہا میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں
در گریوہ و راہ و دَر بازار و کو
ٹیلے اور راستہ میں اور بازار و کوچہ میں

کز چہ دَر رُو می فتم بسیار من
میں منہ کے بل اکثر کیوں گرتا ہوں؟
در رہِ ہموار و نا ہموارِ من
ہموار اور ناہموار راستہ میں

خاصہ[2] از بالایِ کُہ تا زیرِ کوہ
خصوصاً پہاڑ کے اوپر سے پہاڑ کے نیچے تک
در سر آیم ہر زمانے از شکوہ
ہر وقت خوف سے میں منہ کے بل گر جاتا ہوں

کم ہمی اُفتی تو در رُو بہرِ چیست
کیا سبب ہے؟ تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے
یا مگر خود جانِ پاکت دولتیست
شاید تیری پاک جان (غیب سے) مالا مال ہے

در سر آیم ہر دم و زانو زنم
میں ہر وقت سر کے بل گرتا ہوں اور گھٹنے رگڑ لیتا ہوں
پوز و زانو زاں خطا پُر خوں کنم
اس غلطی سے تھوتھنی اور گھٹنے زخمی کر لیتا ہوں

کژ شود پالاں و رَختم بر سَرم
میرا پالان اور میرا بوجھ میرے سر پر الٹا ہوجاتا ہے
وز مُکاری ہر زماں زخمے خورم
اور گدھے والے سے میں ہر وقت پٹتا ہوں

ہمچو[3] کم عقلے کہ از عقلِ تباہ
اس بیوقوف کی طرح جو برباد شدہ عقل کی وجہ سے
بشکند توبہ بہردم از گناہ
گناہ کر کے، ہر وقت توبہ توڑ دیتا ہے

سخرۂ ابلیس گردد در زمن
زمانے میں شیطان کے تابع بنتی ہے
از ضعیفی رایِ آں توبہ شکن
کمزوری کی وجہ سے اس توبہ شکن کی رائے

در سر آید ہر زماں چوں اسپِ لنگ
وہ لنگڑے گھوڑے کی طرح ہر وقت منہ کے بل گرتا ہے
کہ بود بارش گران و راہ سنگ
جس پر بھاری بوجھ ہو اور سنگلاخ راستہ ہو

می خورد از غیب بر سر زخم او
غیب سے وہ سر پر چوٹ کھاتا ہے
از شکستِ توبہ آں اِدبار خو
وہ منحوس توبہ کے ٹوٹنے سے

---

1. قصہ۔ اس قصہ سے مولانا نے دور بینی کے فوائد اور دور بیں کی اطاعت کے فائدے سمجھائے ہیں۔ استر۔ خچر۔ آخر۔ چوپائے باندھنے کی جگہ۔ گریوہ۔ ٹیلہ۔
2. خاصہ۔ عام طور پر بھی گرتا ہوں لیکن پہاڑی راستہ میں تو ضرور گرتا ہوں۔ پوز۔ تھوتھنی۔ کژ شود۔ منہ کے بل گرتا ہوں تو بوجھ اور پالان کھسک کر سر پر آ جاتا ہے پھر گدھے والا میرے ڈنڈے مارتا ہے۔
3. ہمچو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ توبہ شکن بے عقل کی مثال اس گدھے کی سی ہے۔ سخرہ۔ یہ توبہ شکن اپنی کمزور رائے کی وجہ سے شیطان کے تابع ہوتا ہے اور لنگڑے گھوڑے کی طرح ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرتا رہتا ہے جس پر وزن زیادہ ہو اور راستہ بھی پتھریلا ہو۔

Marfat.com

بار[1] توبہ می کند یارای ست — دیو یک پُف کرد توبہ را شکست

پھر کمزور ارادے سے توبہ کرتا ہے — شیطان نے ایک پھونک ماری، توبہ کو توڑ دیا

ضعف اندر ضعف و کبرش آنچناں — کہ بخواری بنگرد دَر واصلاں

کمزوری در کمزوری اور اس کا تکبر اس قدر — کہ اولیا کو ذلت سے دیکھتا ہے

اے شُتر کہ تو مثالِ مومنی — کم فتی در رُو و کم بینی زنی

اے اونٹ! تو مومن کی طرح ہے — منہ کے بل نہیں گرتا ہے اور مار نہیں کھاتا ہے

تو چہ داری کہ چنیں بے آفتی — بے عثاری و کم اندر رُو فتی

تیرے پاس کیا ہے کہ تو ایسا بے مصیبت ہے — بغیر لغزش کے ہے اور منہ کے بل نہیں گرتا ہے

گفت[2] گرچہ ہر سعادت از خداست — درمیانِ ما و تو بس فرقہاست

اس نے کہا اگرچہ ہر نیک بختی اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ہے — ہم میں اور تجھ میں بہت فرق ہیں

سَر بلندم من دو چشمِ من بلند — بینش عالی امان ست از گزند

میرا سر بلند ہے، میری دونوں آنکھیں بلند ہیں — بلندی سے دیکھنا تکلیف سے امن (کا سبب) ہے

از سَرِ کہ من بہ بینم پای کوہ — ہر گو و ہموارہ را من توہ توہ

میں پہاڑ کی چوٹی سے، پہاڑ کی جڑ تک دیکھ لیتا ہوں — تہ بہ تہ ہر گڑھے اور ہموار کو

ہمچناں کہ دید آں صدرِ اجل — پیش کارِ خویش تا روزِ اجل

جس طرح اس بزرگ نے دیکھ لیا — پہلے سے اپنے معاملہ کو موت کے دن تک

انچہ خواہد بود[3] بعد بست سال — داند اندر حال آں نیکو خصال

جو بات بیس سال بعد ہو گی — وہ نیک خصال اس کو اسی وقت جانتے تھے

حالِ خود تنہا ندید آں متقی — بلکہ حالِ مغربی و مشرقی

اس متقی نے صرف اپنا حال ہی نہیں دیکھا — بلکہ مغربی اور مشرقی کا (بھی دیکھا)

نور در چشم و دلش سازد سکن — بہرِ چہ سازد، پئے حب الوطن

نور، اس کی آنکھ اور دل کو مسکن بناتا ہے — کیوں بناتا ہے؟ وطن کی محبت کی خاطر

ہمچو یوسفؑ کو بدید اوّل بخواب — کہ سجودش کرد ماہ و آفتاب

جس طرح (حضرت) یوسفؑ کہ انہوں نے شروع ہی میں خواب میں دیکھ لیا تھا — کہ ان کو چاند اور سورج نے سجدہ کیا

---

[1] بازؔ۔ توبہ شکن پھر توبہ کرتا ہے اور شیطان ایک پھونک سے پھر اس کی توبہ توڑ دیتا ہے۔ ضعفؔ۔ خود تو اس قدر کمزور ہے لیکن بزرگوں کو ذلیل سمجھتا ہے۔ اے شترؔ۔ پھر خچر کی بات شروع کی ہے، خچر نے اونٹ سے کہا، تیری مثال مومن کی سی ہے جو نہ منہ کے بل گرے اور نہ پٹے۔

[2] گفتؔ۔ اگرچہ ہر سعادت اللہ کی جانب سے ہے لیکن ظاہری وجہ یہ بھی ہے کہ میرا سر بلند اور میری آنکھیں دور بیں ہیں۔ گوؔ۔ گڑھا۔ توہ توہ۔ تہ بہ تہ۔ ہم چناںؔ۔ صدرِ اجل، بڑے صدر سے مراد بایزید بسطامی ہو سکتے ہیں جن کو شیخ ابوالحسن خرقانی کے احوال پیدائش سے قبل معلوم ہو گئے تھے یا مطلق ولی مراد ہے۔

[3] انچہ خواہد بودؔ۔ کسی ولی کا کشف نہ اختیاری ہے اور نہ تمام اشیا سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ انچہؔ۔ بعض مستقبل میں ہونے والے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں۔ نورؔ۔ ولی کے کشف کی وجہ یہ ہے کہ نور اس کی آنکھ اور دل میں اپنا مسکن بنا لیتا ہے کیونکہ ولی عالم غیب کا عاشق ہوتا ہے اور اس عشق سے نور پیدا ہوتا ہے۔ ہمچو یوسفؔ۔ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ چاند اور سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں اور اس واقعہ کا ظہور دس سال بعد ہوا جبکہ ان کے بھائی ان کے سامنے سر بسجود ہو گئے۔

Marfat.com

از پسِ دہ سال بلکہ بیشتر
دس سال کے بعد بلکہ اس سے بھی زیادہ میں
انچہ یوسفؑ دیدہ بد بر کرد سر
جو کچھ یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا، وہ ظاہر ہوا

نیست[1] آں یَنظُرُ بنُورِ اللہ گزاف
''وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'' لغو نہیں ہے
نورِ ربانی بود گردوں شگاف
خدائی نور آسمان کو پھاڑنے والا ہوتا ہے

نیست اندر چشمِ تو آں نور رَو
جا، تیری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے
ہستی اندر حسِّ حیوانی گرو
تو حیوانی حس میں پھنسا ہے

تو ز ضعفِ چشم بنی پیشِ پا
تو آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے (صرف) پاؤں کے آگے دیکھتا ہے
تو ضعیف[2] و ہم ضعیفت پیشوا
تو کمزور ہے اور تیرا پیشوا بھی کمزور ہے

پیشوا چشم ست دست و پایِ را
ہاتھ اور پاؤں کا پیشوا آنکھ ہے
کو بہ بیند جای را نا جایِ را
کیونکہ وہ صحیح اور غلط جگہ کو دیکھتی ہے

دیگر آنکہ چشمِ من روشن ترست
علاوہ ازیں میری آنکھ زیادہ روشن ہے
دیگر آنکہ خلقتِ من اطہرست
علاوہ ازیں میری پیدائش پاک ہے

زانکہ ہستم من ز اولادِ حلال
کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں
نے ز اولادِ زنا و اہلِ ضلال
نہ کہ زنا اور گمراہوں کی اولاد

تو ز اولادِ[3] زنائی بے گماں
تو یقیناً زنا کی اولاد ہے
تیر کژ پرّد چو کژ باشد کماں
تیر ٹیڑھا اڑتا ہے جبکہ کمان ٹیڑھی ہو

تصدیق کردنِ اُستر جوابہایِ اُشتُر را و اقرار آوردن بفضلِ او بر خود و ازو استعانت خواستن و بد و پناہ گرفتن بصدق و نواختن شُتر او را و راہ نمودن و یاری دادن پدرانہ و شاہانہ

خچر کا اونٹ کے جوابوں کی تصدیق کرنا اور اپنے اوپر اس کی بڑائی کا اقرار کرنا اور اس سے مدد مانگنا اور سچائی سے اس کی پناہ پکڑنا اور اونٹ کا اس کو نوازنا اور پدرانہ اور شاہانہ طریقہ پر اس کی رہنمائی اور مدد کرنا

گفت اُستر راست گفتی اے شُتر
خچر نے کہا اے اونٹ! تو نے سچ کہا
ایں بگفت و کرد چشم از اشک پُر
یہ کہا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا

---

1. نیست۔ ولی آنے والی بات کو اس لیے دیکھتا ہے کہ وہ نورِ خداوندی کے ذریعہ دیکھتا ہے اور نورِ خداوندی کے لیے کوئی آڑ نہیں ہو سکتی۔
2. تو ضعیف۔ عام انسان حسی آنکھ سے دیکھتا ہے جو ایک کمزور چیز ہے، انسان خود بھی کمزور ہے اور اس کا پیشوا یعنی حسی آنکھ بھی کمزور ہے لہٰذا اس کو صرف سامنے کا اور تھوڑی دور کا نظر آتا ہے۔ دیگر۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری آنکھ زیادہ روشن ہے تیسری بات یہ ہے کہ میں حلالی اور پاک نسل کا ہوں تو حرامی ہے، خچر، خچر سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ گدھے اور گھوڑی کے میل سے پیدا ہوتا ہے۔
3. تو ز اولاد۔ جب تیری ولادت ہی غلط ہے تو سارے کام غلط ہیں۔ اگر کمان ٹیڑھی ہو تو تیر ٹیڑھا اڑتا ہے۔ گفت استر۔ خچر نے اونٹ کی باتوں کی تصدیق کی اور رونے لگا پھر اونٹ کے پاؤں پر گر پڑا اور بولا کہ میری غلطی معاف کر دیجیے اور اب تک اطاعت نہ کرنے میں میرا عذر قبول کر

Marfat.com

ساعتے بگریست در پالش فتاد
تھوڑی دیر رویا، اس کے پاؤں پڑا

چہ زیاں دارد کہ از فرخندگی
کیا نقصان ہو گا کہ (اگر) برکت کی وجہ سے

فضلِ تو برمن فزونست از شمار
تیری بزرگی بے شمار مجھ سے بڑھی ہوئی ہے

گفت چوں[1] اقرار کردی پیشِ من
اس نے کہا جب تو نے میرے سامنے اقرار کرلیا ہے

دادی انصاف و رہیدی از بلا
تو نے انصاف کیا اور مصیبت سے چھوٹ گیا

خویِ بد در ذاتِ تو اصلی نبود
تیری ذات میں بد عادت اصلی نہ تھی

آں بدعاریتی باشد کہ او
وہ عارضی بد ہوتا ہے کہ جو

ہمچو آدمؑ، زلتش عاریہ بود
جیسے کہ (حضرت) آدم علیہ السلام ان کی لغزش عارضی تھی

چونکہ اصلی بود جرمِ آں بلیس
چونکہ شیطان کی خطا اصلی تھی

رَو کہ رَستی از خودی و از خویِ بد
جا کہ تو خودی اور بد عادت سے نجات پا گیا

رَوکہ اکنوں دست در دولت[2] زدی
جا کہ اب دولت تیرے ہاتھ آ گئی ہے

اُدْخُلِیْ چوں فِیْ عِبَادِیْ یافتی
جب تو نے "میرے بندوں میں داخل ہو جا" کو پا لیا

گفت اے بگزیدۂ ربُّ العباد
کہا اے بندوں کے رب کے برگزیدہ!

در پذیری تو مرا در بندگی
تو مجھے غلامی میں قبول کرے؟

ہم ز فضلِ خود مرا معذور دار
اپنی بڑائی کی وجہ سے میرا عذر قبول کر لے

رَوکہ رَستی تو ز آفاتِ زَمن
جا تو زمانے کے مصائب سے نجات پا گیا

تو عدو بودی شدی زاہلِ وِلا
تو دشمن تھا دوستوں میں سے ہو گیا

کزبدِ اصلی نیاید جز جحود
کیونکہ اصلی بد سے صرف انکار (سرزد) ہوتا ہے

آرد اقرار و شود او توبہ جو
(خطا کا) اقرار کر لے اور توبہ کی جستجو کرے

لا جرم اندر زماں توبہ نمود
لا محالہ (انہوں نے) فوراً توبہ قبول کر لی

رہ نبودش جانبِ توبہ نفیس
(اس لیے) عمدہ توبہ کی طرف اس کا راستہ نہ تھا

وز زبانہ نار وز دندانِ دَد
آگ کے شعلے اور درندوں کے دانت سے

در فگندی خود بہ بختِ سَرمدی
تو نے اپنے آپ کو دائمی خوش نصیبی سے وابستہ کر دیا ہے

اُدْخُلِیْ فِیْ جَنَّتِیْ دریافتی
تو نے "داخل ہو جا میری جنت میں" کو حاصل کرلیا ہے

---

[1] گفت چوں۔ اونٹ نے خچر سے کہا اب جبکہ تو نے اپنے عیبوں کا اقرار کرلیا ہے اور مجھ سے دستگیری چاہی ہے، مصائب سے نجات پا گیا ہے۔ خویِ بد۔ تیرے اقرار کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ عیب تیرے اندر عارضی تھے۔ اگر اصلی ہوتے تو کبھی اقرار نہ کرتا، عارضی بد توبہ کر لیتا ہے۔ ہمچو۔ حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش عارضی تھی انہوں نے توبہ کرلی شیطان کی خطا فطری تھی اس کو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ رَو۔ اونٹ نے کہا اب جبکہ تو نے توبہ کرلی تو خودی اور بدعادت سے نجات پا گیا اور جہنم کے عذاب سے چھوٹ گیا۔

[2] در دولت۔ اب تجھے خوش نصیبی کی دولت مل گئی ہے اور تو نے جنت حاصل کرلی ہے۔ اُدْخُلِیْ۔ قرآن پاک میں ہے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَ اُدْخُلِیْ جَنَّتِیْ یعنی "اے مطمئن نفس تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔" یعنی اللہ کے عباد اور بندوں میں داخل ہو جانا جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

Marfat.com

در عبادش[1] راہ کردی خویش را — رَفتی اندر خلد از راہِ خفا

(جب) تو نے اپنا راستہ اس کے بندوں میں بنا لیا ہے — تو غیر محسوس طریقہ پر جنت میں چلا گیا ہے

اِھْدِنَا گفتی صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْم — دستِ تو بگرفت بُردت تا نعیم

تو نے ''ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے'' کہا — اس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں لے گیا

نار بودی نور گشتی اے عزیز — غورہ بودی گشتی انگور و مویز

اے پیارے! تو آگ تھا نور بن گیا — تو کچا خوشہ تھا، انگور اور منقیٰ بن گیا

اخترے بُدِی شدی تو آفتاب — شاد باش وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

تو تارا تھا سورج بن گیا — خوش رہو، اور بہتر تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

اے ضیاء الحق[2] حسام الدیں بگیر — شہدِ خویش اندر فگن در جوی شیر

اے ضیاء الحق حسام الدین! تو لے — اپنا شہد دودھ کی نہر میں ملا دے

تا رہد آں شیر از تغییرِ طعم — یابد از بحرِ مزہ تکثیر طعم

تاکہ وہ دودھ، مزہ بدلنے سے محفوظ ہو جائے — اور مزے کے سمندر سے مزید ذائقہ حاصل کرے

متصل گردد بداں بحرِ اَلَست — چونکہ شد دریا ز ہر تغییر رَست

وہ الست کے سمندر سے مل جائے گا — جب وہ دریا بن جائے گا، ہر تغیر سے بچ جائے گا

مَنفذے یابد دراں بحرِ عسل — آفتے را نبود اندر وے عمل

اس شہد کے دریا میں راستہ پا لے گا — اس میں کسی آفت کا عمل نہ ہو سکے گا

غرہ کن[3] شیر وار اے شیرِ حق — تا رَوَد آں غرۂ بر ہفتم طبق

اے اللہ کے شیر! شیر کی طرح غرا — تاکہ وہ دڑوک ساتویں آسمان پر جا پہنچے

چہ خبر جانِ ملولِ سیر را — کے شناسد موش غرۂ شیر را

کاہل ست کی جان کو کیا خبر؟ — چوہا شیر کی دڑوک کو کہاں پہچانتا ہے؟

بر نویس احوالِ خود با آبِ زر — بہرِ ہر دریا دلے نیکو گہر

اپنے احوال سونے کے پانی سے لکھ دے — ہر دریا دل نیک فطرت کے لیے

---

1. در عبادش۔ انسان اللہ تعالیٰ کا عبد اس وقت بنتا ہے جبکہ اس کی عبادت کرے اور عبادت کے ذریعہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اھدنا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور کہتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ''ہمیں سیدھے راستہ کی رہنمائی کر دے'' تو اللہ تعالیٰ اس کی دستگیری فرماتا ہے اور جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ نار بودی۔ پہلے تو آگ تھا اب نور بن گیا یعنی پہلے تو ناقص تھا اب کامل بن گیا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔

2. اے ضیاء الحق۔ مولانا فرماتے ہیں اے ضیاء الحق تم علوم و معارف میں اپنا شہد ملا دو تاکہ اس میں تغیر نہ آ سکے اور وہ اور مزیدار ہو جائیں۔ متصل گردد۔ آپ کی تعلیم سے وہ ناقص وجود کامل سے مل جائے گا جب وجود کل میں داخل ہو جائے تو اس کو بقا اور دوام حاصل ہو جائے گا۔ عسل۔ شہد کا خاصہ ہے کہ اس کے اندر کی چیز تغیر پذیر نہیں ہوتی ہے۔

3. غرہ کن۔ اے ضیاء الحق آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں شیروں کی طرح غرایئے اور حقائق کو بیان کیجئے۔ چہ خبر۔ جو حقائق کے پیاسے نہیں ہیں وہ آپ کے معارف سے واقف نہیں ہیں۔ کے شناسد۔ چوہا شیر کی دڑوک کو نہیں سمجھتا ہے بڑھیا جانور اس کو سمجھتے ہیں۔ بر نویس۔ اپنے احوال بشکل مثنوی لکھ ڈالیے۔

Marfat.com

آبِ نیل ست ایں حدیثِ جانفزا[1] — یارَبش در چشمِ قبطی خوں نما

یہ روح کو بڑھانے والی بات (دریائے) نیل کا پانی ہے — اے خدا اسے قبطی کی نظر میں خون بنا دے

لابہ کردنِ قبطی مر سبطی را کہ یک ظرف بہ نیتِ خویش از نیل پُر

ایک قبطی کی سبطی کی خوشامد کرنا کہ ایک برتن اپنی نیت سے دریائے نیل سے بھر لے

کن و بر لبِ من نہ تا بخورم بحقِ دوستی و برادری، سبو کہ شماں

اور دوستی اور بھائی بندی کی بنا پر میرے منہ سے لگا دے تا کہ میں پی لوں وہ

سبطیاں بہرِ خود پُر می کنید از نیل آبِ صاف ست و سبو

ٹھلیا کہ تم سبطی دریائے نیل سے اپنے لیے بھرتے ہو صاف پانی ہے اور وہ ٹھلیا

کہ ما قبطیاں پُر می کنیم خونِ صاف ست

کہ ہم قبطی بھرتے ہیں بالکل خون ہے

من شنیدم کہ در آمد قبطیے — از عطش[2] اندر وُثاقِ سبطیے

میں نے سنا ہے کہ ایک قبطی آیا — پیاس کی وجہ سے ایک سبطی کے گھر

گفت ہستم یار و خویشاوندِ تو — گشتہ ام امروز حاجتمندِ تو

کہنے لگا کہ میں تیرا دوست اور رشتہ دار ہوں — میں آج تیرا محتاج ہوں

زانکہ موسیٰ جادوئی کرد و فسوں — تا کہ آبِ نیل مارا کرد خوں

کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے جادو ٹونا کر دیا ہے — یہاں تک کہ اس نے ہمارے لیے (دریائے) نیل کو خون بنا دیا ہے

سبطیاں زاں آبِ صافی می خورند — پیشِ قبطی خوں شد آب از چشم بند

سبطی اسی سے صاف پانی پیتے ہیں — نظر بندی کی وجہ سے قبطی کے لیے خون بن گیا ہے

قبطیاں تک می مُرند از تشنگی — از پے[3] اِدبارِ خود یا بد رَگی

اب قبطی پیاس سے مر رہے ہیں — اپنی نحوست یا بد فطرتی کی وجہ سے

بہرِ خود یک طاس را پُر آب کن — تا خورد از آبت ایں یارِ کہن

ایک طشلا اپنے لیے پانی سے بھر لے — تا کہ تیرے پانی میں سے یہ پرانا دوست پی لے

چوں برائے خود کنی ایں طاس پُر — خوں نباشد آب باشد پاک و حر

جب تو یہ طشلا اپنے لیے بھرے گا — وہ خون نہ ہو گا، پاک و صاف پانی ہو گا

من طفیلِ تو بنوشم آب ہم — کہ طفیلی در تبع بجہد ز غم

میں بھی تیرے طفیل میں پانی پی لوں گا — کیونکہ طفیلی تابع بن کر غم سے چھوٹ جاتا ہے

---

[1] ایں حدیث۔ یعنی ضیاء الحق کے احوال دریائے نیل کی طرح ہیں جو سبطیوں کی سیرابی کا ذریعہ تھا اور قبطیوں کے لیے خون تھا۔ لابہ کردن۔ مولانا دریائے نیل کے خون بن جانے کا ذکر کرتے ہیں۔ قبطی یعنی فرعون کے ماننے والے۔ سبطی۔ یعنی حضرت موسیٰ کے پیرو۔

[2] عطش۔ پیاس۔ وثاق۔ گھر۔ خویشاوند۔ رشتہ دار۔ زانکہ۔ ضرورت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے جادو کے ذریعہ ہمارے لیے نیل کے پانی کو خون بنا دیا ہے اسی دریا سے سبطی پانی پی رہے ہیں اور ہمارے لیے خون بن گیا ہے۔

[3] از پے۔ یہ خون تھا ہماری بدنصیبی یا بقول حضرت موسیٰ علیہ السلام بدفطرتی ہے۔ بہرِ خود۔ تو یہ کر کہ اپنے لیے پانی بھر لے میں بھی اس میں سے پی لوں گا تو اپنے لیے بھرے گا تو وہ پانی پاک و صاف رہے گا خون نہ بنے گا۔ من طفیل تو۔ میں تیرا طفیلی بن کر پانی پی لوں گا طفیلی ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے۔

Marfat.com

گفت[1] اے جانِ جہاں، خدمت کنم — پاس دارم اے دو چشمِ روشنم

اس نے کہا اے جانِ جہاں! میں خدمت کروں گا — اے میری دونوں آنکھوں کی روشنی میں لحاظ برتوں گا

بر مُرادِ تو روم شادی کنم — بندۂ تو باشم و آزادی کنم

تیری مراد پوری کروں گا، خوش ہوں گا — تیرا غلام بنوں گا اور آزادی سمجھوں گا

طاس را از نیل او پُر آب کرد — بَر دہاں بنہاد و نیمے را بخورد

اس نے طشلے کو نیل میں سے پانی سے بھرا — منہ پر رکھا اور آدھا پیا

طاس را کژ کرد سوئے آب خواہ — کہ بخور تو ہم شد آں خونِ سیاہ

طشلے کو پانی چاہنے والے کی طرف جھکایا — کہ تو بھی پی لے، وہ کالا خون بن گیا

باز ازیں سو کرد کژ خوں آب شد — قبطی اندر خشم و اندر تاب شد

پھر اس طرف جھکایا، خون پانی بن گیا — قبطی غصہ اور (پیچ و) تاب میں پڑ گیا

ساعتے[2] بنشست تا خشمش برفت — بعد ازاں گفتش کہ اے صمصامِ زفت

تھوڑی دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ اس کا غصہ جاتا رہا — اس کے بعد اس سے کہا اے بھاری تلوار!

اے برادر ایں گرہ را چارہ چیست — گفت ایں را آں خورد کو متقی ست

اے بھائی! اس عقدہ کا کیا حل ہے؟ — اس نے کہا اس کو وہ پیتا ہے جو پرہیز گار ہے

متقی آنست کو بیزار شد — از رہِ فرعون و موسیٰ وار شد

پرہیز گار وہ ہے جو بیزار ہوا — فرعون کے راستہ سے اور موسیٰ علیہ السلام جیسا بن گیا

قومِ موسیٰ شو بخور ایں آب را — صلح کن بامہ ببیں مہتاب را

موسیٰ علیہ السلام کی قوم بن جا، یہ پانی پی لے — چاند سے صلح کر لے، چاندنی دیکھ لے

صد ہزاراں[3] ظلمت ست از خشمِ تو — بر عباد اللہ اندر چشمِ تو

لاکھوں اندھیریاں ہیں تیرے غصہ کی وجہ سے — اللہ (تعالیٰ) کے بندوں پر، تیری آنکھ میں

خشم بنشاں چشم بکشا شاد شو — عبرت از یاراں بگیر استاد شو

غصہ فرو کر، آنکھ کھول، خوش ہو جا — دوستوں سے عبرت پکڑ، استاد بن جا

کے طفیلِ من شوی در اغتراف — چوں تُرا کفریست ہمچوں کوہِ قاف

پانی پینے میں تو میرا طفیلی کب ہو سکتا ہے؟ — جبکہ تیرا کفر کوہِ قاف کی طرح ہے

کوہ در سوراخِ سوزن کے رَود — جز مگر آں کوہ برگِ کہ شود

پہاڑ، سوئی کے نکوے میں کہاں گھس سکتا ہے؟ — سوائے اس کے کہ پہاڑ گھاس کا تنکا بن جائے

---

[1] گفت۔ اس سبطی نے کہا میں تیری فرمائش پوری کر کے خوشی محسوس کروں گا۔ طاس۔ اس سبطی نے طشلا نیل کے پانی سے بھرا اور آدھا خود پی گیا۔ طاس۔ خود پانی پی کر سبطی نے طشلا قبطی کی طرف جھکایا تو اس طشلے میں پانی کے بجائے کالا خون تھا پھر اس سبطی نے اپنی طرف کو جھکایا تو وہ خون پانی بن گیا اس واقعہ سے قبطی کو بہت غصہ آیا۔

[2] ساعتے۔ وہ قبطی تھوڑی دیر غصہ میں بیٹھا رہا پھر اس نے سبطی سے کہا یہ گرہ کیسے کھلے۔ گفت۔ سبطی نے کہا یہ پانی متقی پی سکتا ہے۔ متقی۔ متقی وہ ہے جو فرعون سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات مان لے۔ قوم۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی امت میں داخل ہو کر متقی بن جا۔ پانی پی لے گا۔

[3] صد ہزاراں۔ چونکہ خدا کے مقبول بندوں پر تجھے غصہ آتا ہے لہٰذا تیری آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یاراں۔ یعنی سبطی قوم۔ اغتراف۔ چلو سے پانی پینا۔ کوہ قاف۔ یعنی عظیم۔ کوہ۔ تیرے پہاڑ جیسے کفر کے ہوتے ہوئے نیل کا پانی پینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سوئی کے نکوے میں پہاڑ کو داخل کیا جائے۔

Marfat.com

کوہ را کہ کن[1] باستغفار خوش
عمدہ توبہ سے پہاڑ کو تنکا بنا لے
جامِ مغفوراں بگیر و خوش بکش
بخشے ہوؤں کا جام لے اور اچھی طرح پی

تو بدیں تزویر چوں نوشی ازاں
تو اس دھوکے بازی سے اس کو کیسے پی سکتا ہے؟
چوں حرامش کرد حق بر کافراں
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے اس کو کافروں پر حرام کر دیا ہے

خالقِ تزویر تزویرِ تُرا
چالبازی کا خالق تیری چالبازی
کے خرد اے مفتریِ مفتریٰ
میں کب آ سکتا ہے اے جھوٹوں کے جھوٹے!

آلِ موسیٰ شو کہ حیلت سود نیست
موسیٰ علیہ السلام کی امت بن کیونکہ چالبازی سے فائدہ نہیں ہے
حیلہ ات بادِ تہی پیمود نیست
تیری چالبازی خالی ہوا کو ناپنا ہے

زہرہ دارد آب کز امرِ صمد
پانی کا پتہ ہے، کہ خدا کے حکم سے
گردد و با کافراں آبی کند
روگردانی کرے اور کافروں کے لیے پانی کا کام کرے؟

یا تو[2] پنداری کہ تو ناں می خوری
یا تو سمجھتا ہے کہ تو روٹی کھاتا ہے؟
زہر مار و کاہشِ جاں می خوری
سانپ کا زہر اور جان کا گھاؤ کھا رہا ہے

ناں کجا اصلاحِ آں جانے کند
روٹی اس جان کی اصلاح کہاں کرتی ہے؟
کو دل از فرمانِ ناں دِہ بر کند
جو روٹی دینے والے کے حکم سے دل اکھاڑے

یا تو پنداری کہ حرفِ مثنوی
یا تو سمجھتا ہے کہ مثنوی کے حروف
چوں بخوانی رائگانش بشنوی
جب تو بیکار کر کے پڑھے گا، سمجھ سکے گا؟

یا کلامِ حکمت و سِرِّ نہاں
یا دانائی کا کلام اور پوشیدہ راز
اندر آید سہل در گوشِ کہاں
آسانی سے ناقصوں کے کان میں آ جائے گا

اندر[3] آید لیک چوں افسانہا
اندر آتا ہے لیکن افسانوں کی طرح
پوست بنماید نہ مغز و دانہا
چھلکا نظر آتا ہے، نہ مغز اور دانے

در سر و رُو در کشیدہ چادرے
سر اور منہ پر چادر تانے ہوئے
رُو نہاں کردہ ز چشمت دلبرے
دلبر نے تیری آنکھ سے منہ چھپا رکھا ہے

شاہنامہ یا کلیلہ پیشِ تو
شاہنامہ یا کلیلہ تیرے لیے
ہمچناں باشد کہ قرآں از عتو
ایسا ہی ہے جیسے کہ قرآن، سرکشی کی وجہ سے

---

[1] کہ کن۔ اپنے کفر کے پہاڑ کو توبہ کے ذریعہ گھاس کا تنکا بنا دے پھر بخشے ہوؤں کا جام لے کر خوب پانی پی لے۔ تزویر۔ ملمع سازی، چالبازی۔ مفتری۔ اسم فاعل ہے جھوٹ بولنے والا۔ مفتریٰ۔ اسم مفعول ہے، جھوٹ۔ آلِ موسیٰ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی امت۔ حیلت۔ یعنی یہ تدبیر کہ میں اپنے لیے پانی بھروں اور تو اس میں سے پی لے۔ زہرہ۔ اللہ تعالیٰ نے جب پانی کو یہ حکم دے دیا ہے کہ وہ قبطی کے لیے خون بنے تو وہ نافرمانی نہیں کر سکتا۔ - یا تو پنداری۔ کافر کے لیے روٹی بھی جس کا کام روح کی تقویت ہے اپنا کام نہیں کرتی بلکہ الٹا اثر دکھاتی ہے۔

[2] یا تو۔ اگر مثنوی جیسی کتاب کو بھی بیکار سمجھ کر پڑھے گا تو اس سے نصیحت اندوز نہ ہو سکے گا۔ کلامِ حکمت۔ کیسی ہی دانائی کی بات ہو وہ ناقص انسان کے کان میں نہیں پہنچتی ہے۔ کہاں۔ کہ کی جمع، کم رتبہ۔

[3] اندر۔ وہ شخص اس کو افسانہ سمجھے گا اس کے مغز اور گودے تک نہ پہنچ سکے گا۔ در سر۔ اس شخص کے لیے مغز کی حالت یہ ہو گی جیسے کوئی معشوق سر اور منہ پر چادر تانے لیٹا ہو تو ظاہر میں اس کے حسن کو نہ دیکھ سکے گا۔ شاہنامہ۔ یعنی فردوسی کا شاہنامہ۔ کلیلہ۔ یعنی قصے کہانیوں کی مشہور کتاب کلیلہ و دمنہ۔ عتو۔ منکر اپنے تکبر کی وجہ سے ان سب چیزوں کو یکساں سمجھتا ہے۔

Marfat.com

فرق[1] آنکہ باشد از حق و مجاز — کت کند کحلِ عنایت چشم باز

حقیقت اور مجاز میں فرق تب ہوتا ہے — کہ مہربانی کا سرمہ تیری آنکھ کھول دے

ورنہ پشک و مشک پیشِ اخشمے — ہر دو یکسانست چوں نبود شمے

ورنہ بیکار ناک والے کے لیے مینگنی اور مشک — جبکہ سونگھنے کی طاقت نہیں ہے دونوں یکساں ہیں

خویشتن مشغول کردن از ملال — باشدش قصد از کلامِ ذوالجلال

تھکن سے اپنے آپ کو بے نیاز کرنا — اللہ (تعالیٰ) کے کلام سے اس کا مقصد ہوتا ہے

کآتشِ وسواس را و غصہ را — زاں سخن بنشاند و سازد دوا

کہ وسوسوں اور رنج کی آگ کو — اس کلام سے بجھائے اور علاج کرے

بہرِ ایں مقدارِ آتش شاندن — آبِ پاک[2] و بول یکساں شد بفن

آگ کی اس مقدار کو بجھانے کے لیے — پاک پانی اور پیشاب تدبیر سے یکساں ہو گئے

آتشِ وسواس را ایں بول و آب — ہر دو بنشانند ہمچوں خمر و خواب

وسوسوں کی آگ کو یہ پیشاب اور پانی — دونوں بجھاتے ہیں شراب اور نیند کی طرح

لیک اگر واقف شوی زیں آبِ پاک — کہ کلامِ ایزدست و روحناک

لیکن اگر تو اس پاک پانی سے واقف ہو جائے — کہ وہ خدا کا کلام ہے اور روح پرور ہے

نیست گردد وسوسہ کلی ز جاں — دل بیابد رہ بسوئے گلستاں

وسوسہ بالکلیہ جان سے معدوم ہو جائے — (اور) دل گلستاں کا راستہ پا لے

زانکہ[3] در باغے و در جوئے پرد — ہر کہ از سرِّ صحف بوئے برد

کیونکہ باغ اور نہر میں اڑنے لگتا ہے — جو صحیفوں کے راز کا پتا لگا لیتا ہے

یا تو پنداری کہ روئے اولیا — آنچنانکہ ہست می بینیم ما

یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اولیا کا چہرہ — جیسا کہ (واقعی) ہے ہم دیکھتے ہیں

در تعجب ماندہ پیغمبر ازاں — چوں نمی بینند روئیم مومناں

پیغمبر اس سے تعجب میں تھے — کہ ایمان لانے والے میرا چہرہ کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟

---

[1] فرق۔ حقیقت اور مجاز کو انسان جب سمجھتا ہے جب اس کو بصیرت حاصل ہو۔ اخشم۔ وہ انسان جس کی ناک میں سونگھنے کی حس نہ ہو۔ شم۔ سونگھنا۔ خویشتن۔ محض جی بہلانے کے لیے قرآن کی تلاوت کرنا قرآنی حقائق سے محروم رکھتا ہے۔ کآتش۔ انسان اگر محض دل کی پریشانی اور رنج کو دور کرنے کے لیے قرآن پڑھے تو اس کے حقائق سے غافل رہتا ہے۔ بہرایں۔ محض وقت کاٹنے کے لیے تو قرآن اور افسانہ یکساں کام کرتا ہے۔

[2] آبِ پاک۔ یعنی قرآن۔ بول۔ یعنی افسانہ۔ خمر و خواب۔ نیند اور شراب دونوں وسوسوں اور دل کے خیالات کو رفع کرتے ہیں لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیک۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک کو کلام اللہ اور روحانی کلام سمجھ کر پڑھے تو دل کے وسوسے بالکلیہ زائل ہو جائیں اور دل کو باغِ جنت کا راستہ مل جائے۔

[3] زانکہ۔ جو شخص قرآن کے حقائق سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ جنت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتا ہے۔ صحف۔ صحیفہ کی جمع ہے، آسمانی کتاب۔ یا تو۔ جس طرح عوام قرآن کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اسی طرح وہ نبی کے چہرے کی حقیقت سے باخبر نہیں ہوتے ہیں۔ در تعجب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوتا تھا کہ یہ منکر لوگ میرے چہرے کے نور کو جو کہ مشرق کے سورج سے زیادہ منور ہے کیوں نہیں دیکھتے ہیں اور میری تعلیمات پر کیوں حیران ہوتے ہیں۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ آپ کے چہرے کا چاند ان سے پوشیدہ ہے۔

Marfat.com

چوں نمی بینند نورِ رُوم خلق ۔۔۔ کہ سبق بُردست بر خورشید شرق

لوگ میرے چہرے کا نور کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟ ۔۔۔ جبکہ وہ مشرق کے سورج سے بازی لے گیا ہے

ور ہمی بینند ایں حیرت چراست ۔۔۔ تا کہ وحی آمد کہ آں رُو در خفاست

اگر دیکھتے ہیں، تو یہ حیرت کیوں ہے؟ ۔۔۔ یہاں تک کہ وحی آئی کہ وہ چہرہ پوشیدہ ہے

سوی تو[1] ماہ است و سوئ خلق ابر ۔۔۔ تا نہ بیند رائگاں رُوئ تو گبر

آپؐ کی جانب چاند ہے اور مخلوق کی جانب ابر ہے ۔۔۔ تا کہ آپؐ کے چہرے کو کافر بے فائدہ نہ دیکھے

سوی تو دانہ است و سوئ خلق دام ۔۔۔ تا ننوشد زیں شرابِ خاص، عام

آپ کی جانب دانہ ہے، مخلوق کی جانب جال ۔۔۔ تا کہ اس خاص شراب کو عوام نہ پئیں

گفت یزداں کہ تَرَاهُمْ يَنظُرُوْنَ ۔۔۔ نقشِ حمّام اند هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ

خدا نے فرمایا کہ تو ان کے بارے میں خیال کرتا ہے کہ وہ دیکھتے ہیں ۔۔۔ وہ تو حمام کی تصویر ہیں، وہ نہیں دیکھتے ہیں

می نماید صورت اے صورت پرست ۔۔۔ کاں دو چشم مُردہ او ناظرست

اے صورت پرست! صورت ظاہر کرتی ہے ۔۔۔ کہ اس کی دو مردہ آنکھیں دیکھنے والی ہیں

پیشِ چشم[2] نقش می آری ادب ۔۔۔ کہ چرا پاسم نمی دارد عجب

تصویر کی آنکھ کے سامنے تو ادب بجا لاتا ہے ۔۔۔ تعجب ہے وہ میرا لحاظ کیوں نہیں کرتی ہے؟

از چہ بس بے پا سُخنست ایں نقش نیک ۔۔۔ کہ نمی گوید سلام را علیک

یہ بھلی تصویر کیوں خاموش ہے ۔۔۔ کہ میرے سلام پر علیک نہیں کہتی ہے

می نجنباند[3] سَر و سَبلت زجود ۔۔۔ پاس آنکہ کردمش من صد سجود

مہربانی سے وہ سر اور مونچھ کیوں نہیں ہلاتی ہے ۔۔۔ اس لحاظ سے کہ میں نے اس کو سو سجدے کیے ہیں

حق اگرچہ سر نجنباند بروں ۔۔۔ پاس آں ذوقے دہد در اندروں

اللہ تعالیٰ اگرچہ ظاہر میں سر نہیں ہلاتا ہے ۔۔۔ اس کے لحاظ سے باطن میں چاشنی عطا فرما دیتا ہے

کہ دو صد جُنبیدنِ سَر ارزد آں ۔۔۔ سر چنیں جنباند آخر عقل و جاں

کہ دو سر ہلانا اس کی قیمت ہے ۔۔۔ عقل اور جان اس طرح سر ہلاتی ہے

عقل را خدمت کنی در اجتہاد ۔۔۔ پاسِ عقل آنست کافزاید رشاد

تو کوشش سے عقل کی خدمت کرتا ہے ۔۔۔ عقل کا لحاظ یہ ہے کہ وہ ہدایت بڑھا دیتی ہے

---

[1] سوی تو۔ آپ کے چہرۂ انور کی مثال بدلی کے چاند کی طرح ہے آپ کی جانب وہ چاند ہے اور منکرین کی جانب اس پر بدلی چھائی ہوئی ہے اور یہ اس لیے ہے کہ جب وہ اس سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے تو ان کو دیدار سے محروم کر دیا گیا ہے۔ گفت۔ قرآن میں بتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ بظاہر دیکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں رہے ہیں یہی حال منکرین کا ہے۔ می نماید۔ بت پرست، بت کی آنکھوں میں روشنی سمجھتا ہے جو واقعہ کے خلاف ہے۔

[2] پیشِ چشم۔ بت پرست اس کی آنکھ کے سامنے اس کی تعظیم بجالاتا ہے پھر تعجب کرتا ہے کہ اس قدر تعظیم کرنے کے باوجود یہ بت میرا کچھ خیال نہیں کرتا۔ از چہ۔ یہ بت دیکھ رہا ہے لیکن مجھ کو جواب نہیں دیتا میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیتا۔ علیک۔ یعنی وعلیکم السلام نہیں کہتا ہے۔

[3] می نجنباند۔ میرے سجدوں کے جواب میں اگر زبان سے نہیں بولتا تو کم از کم سر کی جنبش سے ہی جواب دے دے۔ حق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ بھی کسی کے سجدوں کا نہ جواب دیتا ہے نہ سر ہلاتا ہے لیکن دل میں تاثیر پیدا کر دیتا ہے، یہ فرق ہے۔

Marfat.com

حق نجنباند بظاہر سر ترا
اللہ (تعالیٰ) بظاہر تیرے لیے سر نہیں ہلاتا ہے
لیک سازد بر سراں سرور ترا
لیکن تجھے سرداروں کا سردار بنا دیتا ہے

مر ترا[1] چیزے دہد یزداں نہاں
خدا تجھے مخفی طور پر ایسی چیز عطا کر دیتا ہے
کہ سجودِ تو کنند اہلِ جہاں
کہ دنیا والے تجھے سجدے کرتے ہیں

آنچناں کہ داد سنگے را ہنر
جیسا کہ اس نے پتھر کو وہ ہنر عطا کر دیا
تا عزیزِ خلق شد یعنی کہ زر
کہ وہ لوگوں کا پیارا ہو گیا یعنی سونا

قطرۂ آبے بیابد لطفِ حق
پانی کا قطرہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایت پا جاتا ہے
گوہرے گردد بَرد از زر سبق
موتی بن جاتا ہے، سونے سے بازی لے جاتا ہے

جسم خاک[2]ست و چو حق تابیش داد
وہ خاکی جسم ہے اور جب خدا نے اس میں چمک دے دی
در جہانگیری چو مہ شد اوستاد
دنیا کو فتح کرنے میں چاند کی طرح استاد ہو گیا

ہیں طلسم ست این و نقشِ مُردہ است
خبردار! یہ طلسم ہے اور مُردہ تصویر ہے
احمقاں را چشمش از رہ بُردہ است
اس کی آنکھوں نے بیوقوفوں کو راستہ سے ہٹا دیا ہے

می نماید او کہ چشمے می زند
وہ نظر آتا ہے، کہ پلک جھپکا رہا ہے
ابلہاں سازیدہ اند آں را سند
بے وقوفوں نے اس کو دلیل بنایا ہے

درخواستنِ قبطی دعای خیر و ہدایت از سبطی و دعا کردنِ سبطی

قبطی کا سبطی سے دعائے خیر اور راہنمائی کی درخواست کرنا اور سبطی کا قبطی کے لیے

قبطی را بخیر و مستجاب شدنِ آں دعا از اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ حق تعالیٰ

دعائے خیر کرنا اور اکرم الاکرمین حق تعالیٰ کی جانب سے اس دعا کا مقبول ہونا

گفت قبطی تو دعای کن کہ من
قبطی نے کہا تو دعا کر دے کیوں کہ میں
از سیاہیِ[3] دل ندارم آں دہن
دل کی سیاہی کی وجہ سے وہ منہ نہیں رکھتا ہوں

تا بود کہ قفلِ ایں دل وا شود
ہو سکتا ہے کہ اس دل کا قفل کھل جائے
زشت را در بزمِ خوباں جا شود
بد صورت کی حسینوں کی محفل میں جگہ ہو جائے

از تو مسخے صاحبِ خوبی شود
تیری (دعا کی وجہ) سے مسخ شدہ خوبی والا بن جائے
یا بلیسے باز کرّوبی شود
یا شیطان پھر فرشتہ بن جائے

---

[1] مرترا۔ اپنے پوجنے والے کو خدا وہ مرتبہ عنایت فرما دیتا ہے کہ دنیا والے اس کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ آنچناں۔ عبادت گذار کو خدا ایسا ہی کندن بنا دیتا ہے جس طرح پتھر کو سونا بنا دیتا ہے، سونا پتھر کی رگوں میں پیدا ہوتا ہے۔ قطرہ۔ اللہ تعالیٰ ماہِ نیساں کے ابر کے ایک قطرہ کو موتی بنا دیتا ہے جو سونے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

[2] جسم خاک۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شعر بھی موتی سے متعلق ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس شعر میں مومن کی کیفیت بیان کی ہو۔ ہیں۔ یہ پھر بت اور بت پرستوں کا بیان ہے۔ می نماید۔ بت تراشی کے یہ کمالات تھے کہ بت کی چشم و ابرو پر مختلف تاثرات نظر آتے تھے جیسا کہ ایلورا اور اجنتا کے بتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ درخواستن۔ قبطی نے سبطی سے کہا کہ میرے لیے ہدایت کی دعا کر دے اس نے دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔

[3] از سیاہی۔ چونکہ میرا دل سیاہ ہے تو میرا منہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تابود۔ ہو سکتا ہے کہ تیری دعا سے میرے دل کی گرہ کھل جائے۔ از تو۔ قبطی نے اپنے آپ کو مسخ شدہ انسان اور شیطان سے تعبیر کیا ہے۔

Marfat.com

یا بظفر[1] دست مریم بوی مشک
یا (حضرت) مریم علیہا السلام کے (جیسے) ہاتھ سے مشک کی خوشبو
یابد و تری و میوہ شاخِ خشک
اور تری اور میوہ خشک شاخ حاصل کر سکتی ہے

سبطی آں دم در سجود افتاد و گفت
سبطی اس وقت سجدے میں گر گیا اور کہا
کاے خدای عالمِ جہر و نہفت
کہ اے غیب اور شہادت کے جاننے والے اے خدا!

سبطی و قبطی ہمہ بندہ تو اند
سبطی اور قبطی سب تیرے بندے ہیں
عاجزِ اَمرِ تو اند و مستمند
تیرے حکم کے سامنے عاجز اور محتاج ہیں

جز تو[2] پیشِ کہ بر آرد بندہ دست
تیرے سوا بندہ کس کے سامنے ہاتھ اٹھائے؟
ہم دُعا و ہم اجابت از تواست
دعا بھی تیری جانب سے ہے اور قبول کرنا بھی (تیری جانب سے ہے)

ہم ز اوّل تو دہی میلِ دُعا
ابتداءً تو ہی دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے
تو دہی آخر دعاہا را جزا
بالآخر تو ہی دعاؤں کا بدلہ عطا کرتا ہے

اوّل و آخر توئی ما درمیاں
اول و آخر تو ہی ہے؟ ہم درمیان میں
ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں
ایسے ناچیز ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا

اینچنیں می گفت تا افتاد طشت
وہ یہ کہہ رہا تھا یہاں تک کہ سورج گر پڑا
از سرِ بام و دلش بیہوش گشت
بالا خانہ پر سے اور اس کا دل بے ہوش ہو گیا

باز آمد او بہوش اندر دعا
پھر وہ ہوش میں آ کر دعا میں مصروف ہو گیا
لَیسَ[3] لِلْاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہی جس کی اس نے کوشش کی

در دعا بود او و ناگہ نعرہ
وہ دعا میں (مصروف) تھا یہاں تک کہ ایک نعرہ
از دلِ قبطی بجست و غرہ
اور شور قبطی کے دل سے نکلا

کہ ہلا بشتاب و ایمان عرضہ کن
کہ آگاہ! جلدی کر اور ایمان پیش کر
تا ببرم زود زُنّارِ کہن
تاکہ پرانا زنار، جلد کاٹ دوں

آتشے در جانِ من انداختند
انہوں نے میری جان میں آگ لگا دی ہے
مر بلیسے را بجاں بنواختند
(مجھ) شیطان کو جان سے نوازا

دوستیِ تو ز حبِ نا شگفت
تیری دوستی نے محبت کے نا شگفتہ (غنچہ) سے
حمد للہ عاقبت دستم گرفت
الحمد للہ انجام کار میری دستگیری کی

---

1 یا بظفر۔ سبطی کے ہاتھ کو حضرت مریم کا ہاتھ قرار دیا جس کی برکت سے خشک کھجور پھل دار ہو گئی تھی اور قبطی نے اپنے آپ کو کھجور کا خشک درخت قرار دیا۔
سبطی۔ سبطی قبطی کی درخواست پر سربسجود ہو گیا اور دعائیں کرنے لگا۔ مستمند۔ محتاج، ضرورت مند۔

2 جز تو۔ خدا کا بندہ خدا کے سامنے دست دعا دراز کر سکتا ہے۔ دعا کی توفیق اور دعا کی قبولیت اللہ ہی دیتا ہے۔ نہ کس می دہاند نہ کس می دہد۔ خدای دہاند خدای دہد۔ افتاد طشت۔ یہ محاورہ راز فاش ہونے کے معنی میں ہے مولانا نے یہاں سورج غروب ہو جانے کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔

3 لیس۔ یعنی انسان کی کوشش کامیاب ہوتی ہے، سبطی کی دعا قبول ہو گئی۔ در دعا۔ سبطی تو دعا میں مصروف تھا اس کی قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ قبطی نعرے مارنے لگا اور سبطی سے بولا کہ جلد ایمان پیش کرتا کہ میں مومن بنوں اور کفر کا زنار کاٹ پھینکوں۔ بلیسے۔ یعنی مجھ شیطان صفت کو کارکنانِ قضا و قدر نے ایمان سے نواز دیا ہے۔ دوستی۔ تیری ابتدائی دوستی نے میری دستگیری کی۔

کیمیایِ[1] بود صحبتہایِ تو
تیری صحبتیں کیمیاء تھیں
کم مباد از خانۂ دل پایِ تو
خدا کرے دل کے گھر سے تیرا قدم نہ نکلے

تو یکے شاخے بدی از نخلِ خلد
تو جنت کی کھجور کی ایک شاخ تھا
چوں گرفتم او مرا تا خلد بُرد
جب میں نے اس کو پکڑ لیا وہ مجھے جنت میں لے گئی

سیل بود آنکہ تنم را در ربود
بہاؤ تھا جو میرے جسم کو بہا لے گیا
بُرد سیلم تالبِ دریایِ جود
مجھے بہاؤ، سخاوت کے دریا کے کنارے لے گیا

من بُبویِ آب رفتم سویِ سیل
میں پانی کی تمنا میں بہاؤ کی جانب گیا
بحر دیدم در گرفتم کیل کیل
میں نے سمندر دیکھ لیا، میں نے پیمانے بھر لیے

طاس[2] آوردش کہ اکنوں آب گیر
وہ (سبطی) اس کے پاس طشلا لایا کہ اب پانی بھلے لے
گفت رَو شد آبہا پیشم حقیر
اس نے کہا جایئے، پانی میرے لیے حقیر ہو گئے ہیں

شربتے خوردم ز اَللّٰہُ اِشتریٰ
میں نے "اللہ نے خرید لیا" کا شربت پی لیا ہے
تا بہ محشر تشنگی ناید مرا
قیامت تک مجھے پیاس نہ لگے گی

آنکہ جوی و چشمہا را آب داد
وہ ذات جس نے نہروں اور چشموں کو پانی عنایت کیا ہے
چشمۂ اندر درونِ من کشاد
اس نے میرے دل کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ایں جگر[3] کہ بود گرم و آب خوار
یہ جگر جو گرم اور پیاسا تھا
گشت پیشِ ہمتِ او آب خوار
اس کی ہمت کے آگے پانی حقیر ہو گیا

کافِ کافی آمدہ بہرِ عباد
بندوں کے لیے کافی کا کاف آیا ہے
صدقِ وعدہ کہٰیٰعص
کہیعص کا سچا وعدہ (آیا ہے)

کافیم بدہم ترا من جملہ خیر
میں کافی ہوں، میں تجھے تمام عمدہ چیزیں دے سکتا ہوں
بے سبب بے واسطہ یاریِ غیر
بغیر کسی سبب کے اور غیر کی مدد کے واسطہ کے بغیر

کافیم بے ناں ترا سیری دہم
میں کافی ہوں، روٹی کے بغیر تیرا پیٹ بھر سکتا ہوں
بے سپاہ و لشکرت میری دہم
بغیر سپاہیوں اور لشکر کے تجھے سرداری دیتا ہوں

---

1. کیمیای۔ قبطی نے سبطی سے کہا تیری صحبتیں میرے لیے کیمیا ثابت ہوئیں خدا کرے تو میرے دل میں بسا رہے۔ تو یکے۔ تو جنت کے درخت کی شاخ تھا جس کو میں نے پکڑا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ دریای جود۔ دریائے حقیقت، اللہ تعالیٰ۔ کیل کیل۔ یعنی بہت زیادہ۔

2. طاس۔ سبطی اس قبطی کے پاس پانی کا طشلا لایا اور کہا اب پانی پی لے۔ اس نے کہا اب مجھے اس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ اشتری۔ قرآن پاک کی آیت ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یعنی خدا نے مومنین کی جانوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ آنکہ۔ اب خدا نے میرے باطن میں چشمے جاری کر دیے ہیں۔

3. ایں جگر۔ پہلے یہ جگر خشک اور پیاسا تھا اب یہ پانی اس کے لیے ناچیز ہے۔ کاف۔ مولانا فرماتے ہیں یہ باتیں کچھ مستبعد نہیں ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کھیعص فرمایا ہے جس کے معنی ہیں کاف ھو لکم یا عباد اللہ یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے اے اللہ کے بندے! یقیناً تو جب اللہ کا وعدہ ہے اور وہ سچا ہے تو وہ بلا سبب بھی ہر بہتری پہنچا سکتا ہے جس میں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کافیم۔ وہ اللہ بغیر روٹی کے پیٹ بھر سکتا ہے بلا لشکر کے فتح دے سکتا ہے بغیر دوا کے صحت عطا کر سکتا ہے۔

Marfat.com

کافیم بے دارو و درماں کنم
میں کافی ہوں بغیر دوا کے تیرا علاج کر دیتا ہوں
کوہ[1] را و چاہ را میداں کنم
پہاڑ کو اور کنویں کو میدان بنا دیتا ہوں

بے بہارت نرگس و نسریں دہم
بغیر (موسم) بہار کے تجھے نرگس اور نسرین دیتا ہوں
بے کتاب و اوستا تلقیں دہم
بغیر کتاب اور استاد کے تعلیم دیتا ہوں

موسیے را دل دہم با یک عصا
میں موسیٰ علیہ السلام کو دل، مع ایک لاٹھی کے دیتا ہوں
تا زند بر عالمے شمشیرہا
تاکہ وہ دنیا میں تلواریں چلا دیں

دست موسیٰ را دہم یک نور و تاب
میں موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کو ایک نور اور چمک دیتا ہوں
کہ طپانچہ میزند بر آفتاب
جو سورج کو طمانچہ لگا دیتا ہے

چوب را مارے کنم من ہفت سر
میں لکڑی کو سات سروں کا سانپ بنا دیتا ہوں
کہ نہ زاید مادہ مار اورا نہ نر
جس کو نہ مادہ سانپ جن سکے نہ نر

خوں[2] نیامیزم در آبِ نیل من
میں (دریائے) نیل کے پانی میں خون نہیں ملاتا ہوں
خود کنم خوں عینِ آبش را بفن
میں حکمت سے بعینہٖ اس کے پانی کو خون بنا دیتا ہوں

شادیت را غم کنم چوں آبِ نیل
نیل کے پانی کی طرح تیری خوشی کو ایسا غم بنا دیتا ہوں
کہ نیابی سویِ شادیہا سبیل
کہ تو خوشیوں کی جانب راستہ نہیں پاتا ہے

باز چوں تجدیدِ ایماں بر تنی
پھر جب تو ایمان از سر نو لے آتا ہے
باز از فرعون بیزاری کنی
پھر فرعون سے بیزار ہو جاتا ہے

موسیے رحمت بہ بینی آمدہ
تو دیکھتا ہے کہ رحمت والا موسیٰ علیہ السلام آ گیا ہے
نیلِ خوں بینی ازو آبے شدہ
خون کا (دریائے) نیل اس کی وجہ سے پانی بن گیا ہے

چوں سرِ رشتہ نگہداری دروں
تو جب (ہمارے تعلق کا) سررشتہ باطن میں محفوظ کر لیتا ہے
نیلِ ذوقِ تو نگردد ہیچ خوں
تیرے ذوق کا (دریائے) نیل کبھی خون نہیں بنتا ہے

من گماں[3] بُردم کہ ایماں آورم
میں نے سوچا کہ ایمان لے آؤں
تا ازیں طوفانِ خوں آبے خورم
تاکہ خون کے اس طوفان میں سے پانی پی لوں

من چہ دانستم کہ تبدیلی کند
مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تبدیلی کر دے گا
در نہادِ من مرا نیلے کند
میرے اندر، مجھے (دریائی) نیل بنا دے گا

---

1. کوہ۔ یعنی سخت مصائب کو آسان کر سکتا ہے بغیر موسم کے نرگس و نسرین عطا کر سکتا ہے بغیر استاد اور کتاب کے علوم عطا کر سکتا ہے۔ موسیے۔ حضرت موسیٰ کو اللہ نے ایک دل اور ایک لاٹھی دی اور اس کے ذریعہ عالم کو فتح کرا دیا۔ دست۔ حضرت موسیٰ کو ید بیضا عنایت کر دیا جس کا نور سورج پر بھی غالب تھا۔ حضرت موسیٰ کے عصا کو سات سروں کا سانپ بنا دیا جس کو کسی نر و مادہ نے نہیں جنا تھا۔
2. خوں۔ دریائے نیل میں خون نہیں ملایا بلکہ پانی ہی کو خون کر دیا۔ شادیت۔ اللہ تعالیٰ خوشی کو ایسا تلخ بنا دیتا ہے کہ اس میں خوشی کا نام بھی نہیں رہتا۔
3. من گماں۔ میرا خیال تو یہ تھا کہ ایمان لانے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ میں نیل کا پانی پی سکوں گا یہ معلوم نہ تھا کہ وہ میرے اندر انقلاب برپا کر دے گا اور خود مجھے دریائے نیل بنا دے گا اب میں اپنی نظر میں رواں نیل ہوں خواہ مجھے دوسرے ویسا ہی سمجھیں جیسا کہ میں پہلے تھا۔

Marfat.com

سوئے چشمِ خود یکے نیلم رواں — برقرارم پیشِ چشمِ دیگراں
(اب) میں اپنی نظر میں ایک رواں نیل ہوں — دوسرے کی نگاہ میں (پہلی حالت پر) برقرار ہوں

ہمچنانکہ[1] ایں جہاں پیشِ نبیؐ — غرقِ تسبیح ست و پیشِ ما ابی
جس طرح کہ یہ دنیا نبی ﷺ کے سامنے — تسبیح میں غرق ہے اور ہمارے سامنے سرکش ہے

پیشِ چشمش ایں جہاں پُر عشق و داد — پیشِ چشمِ دیگراں مُردہ جماد
اس کی نظر میں یہ دنیا عشق و سخاوت سے بھری ہے — دوسرے کی نگاہ کے سامنے مردہ اور جماد ہے

پست و بالا پیشِ چشمش تیز رو — از کلوخ و سنگ او نکتہ شنو
نشیب و فراز اس کی نگاہ کے سامنے تیز رو ہے — وہ ڈھیلے اور پتھر سے نکتہ سننے والا ہے

با عوام ایں جملہ پست و مُردہ — زیں عجب تر من ندیدم پردہ
عوام کے لیے یہ سب پست اور مردہ ہیں — میں نے اس سے زیادہ عجیب پردہ نہیں دیکھا

گورہا یکساں بہ پیشِ چشمِ ما — روضہ و حُفرہ[2] بہ پیشِ اولیا
ہماری نگاہ کے سامنے ساری قبریں یکساں ہیں — اولیا کے سامنے باغ اور گڑھے ہیں

عامہ گفتندے کہ پیغمبر ترش — از چہ گشتہ است و شدست او ذوق کش
عوام نے کہا کہ پیغمبر رنجیدہ — کیوں ہیں اور وہ ذوق کو ختم کردینے والے (بن گئے) ہیں

خاصہ[3] گفتندے کہ پیشِ چشمِ تان — می نماید او ترش اے امتاں
خواص نے کہا کہ تمہاری نظر میں — اے امت والو! وہ رنجیدہ نظر آتے ہیں

یک زماں در چشمِ ما آئید تا — خندہا بینید اندر ھَلْ اَتٰی
تھوڑی دیر کے لیے ہماری آنکھوں میں آ جاتا کہ — ھَلْ اَتٰی کے اندر مسکراہٹیں دیکھو

از سرِ امرود بُن بنماید آں — منعکس صورت بزیر آ اے جواں
امرود کے درخت سے وہ نظر آتا ہے — الٹی صورت اے جوان! نیچے اتر آ

آں درختِ ہستیت امرود بن — تا بر آنجائی نماید نو کہن
تیرے وجود کا درخت امرود کا درخت ہے — جب تک تو وہاں ہے، نیا پرانا نظر آتا ہے

---

[1] ہمچنانکہ۔ ایک چیز کی دو نظروں میں دو حقیقتیں ہونا تعجب انگیز نہیں کائنات کی چیزوں کو ہم خاموش اور سرکش دیکھتے ہیں لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تسبیح پڑھنے والا دیکھتے تھے۔ پیش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تمام کائنات عشق الٰہی سے پُر تھی۔ دوسرے اس کو مردہ سمجھتے تھے۔ پست۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جو ڈھیلا پتھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ رہا تھا وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا تھا۔ زیں عجب۔ یہ عجیب پردہ ہے عوام کچھ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں خواص پتھروں کی تسبیح اور ذکر کو سنتے ہیں۔ روضہ۔ یعنی جنت کا باغیچہ جو نیکیوں کی جگہ ہے۔

[2] حفرہ۔ یعنی جہنم کا گڑھا۔ عامہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال دیکھ کر عوام کہنے لگتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ترش رو ہو گئے ہیں۔ ذوق کش۔ یعنی پہلے خوش طبع تھے اب ذوق خوش طبعی سے بیگانہ ہیں۔

[3] خاصہ۔ خواص کہتے تھے کہ وہ تمہاری نظر میں ایسے ہیں لیکن ہماری نگاہ سے ان کو دیکھو تو ان میں مسکراہٹیں دیکھو گے۔ ھَلْ اَتٰی۔ یعنی وہ ذات جس پر ھَلْ اَتٰی نازل ہوئی یا ھَلْ اَتٰی میں جن نعمتوں کا تذکرہ ہے ان پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹیں۔ از سرِ امرود۔ امرود کے درخت پر سے چیزیں الٹی نظر آتی ہیں، جیسا کہ آئندہ حکایت سے معلوم ہوگا وہ امرود کا درخت تیری ہستی ہے جب تک تو اس کو فنا نہیں کرے گا تجھے نئی چیز پرانی نظر آئے گی۔

Marfat.com

تا بر آنجایی[1] بہ بینی خار زار — پُر ز کژدمہای خشم و پُر زمار

جب تک تو اس جگہ ہے کانٹوں کا جنگل دیکھے گا — غصہ کے بچھوؤں اور سانپ سے بھرا ہوا

چوں فرود آئی بہ بینی رائگاں — یک جہاں پُر گلرخان و دایگاں

جب تو نیچے اتر آئے گا تو دیکھے گا کہ مفت میں — ایک دنیا حسینوں اور پالنے والوں سے بھری ہوئی

چوں فرود آئی فرود آید ترا — در دروں اسرارِ فیضِ کبریا

جب تو نیچے اتر آئے گا، اتر آئیں گے تیرے — اندر اللہ (تعالیٰ) کے فیض کے اسرار

حکایتِ آں زنِ پلید کار کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سَرِ

اس بدکار عورت کی حکایت جس نے شوہر سے کہا کہ یہ خیالات امرود کے درخت

امرود بن می نماید چشم آدمی را، از سَرِ امرود بن فرود آ تا آں خیالات

پر سے انسان کی آنکھ کو نظر آتے ہیں امرود کے درخت پر سے اتر آ تاکہ وہ خیالات

بر ود و اگر کسے گوید[2] کہ آنچہ مردی دید خیال نبود جواب آنست کہ ایں

دور ہو جائیں اور اگر کوئی کہے کہ جو کچھ مرد نے دیکھا تھا وہ خیال نہ تھا تو جواب یہ ہے

مثال است نہ مثل در مثال ہمیں قدر بس بود کہ اگر او بَرسَرِ امرود بن

کہ یہ مثال ہے مثل نہیں ہے اور مثال میں یہی کافی ہے کہ اگر وہ امرود کے درخت

نمی رفت آں را نمی دید خواہ حقیقت بود خواہ خیال

پر نہ چڑھتا تو اس کو نہ دیکھتا خواہ وہ حقیقت تھی خواہ خیال تھا

آں زنے میخواست تا با مولِ[3] خود — بر زند در پیشِ شویِ گول خود

ایک عورت نے چاہا کہ اپنے یار سے — ملے۔ اپنے احمق شوہر کے سامنے

پس بشوہر گفت زن کاے نیک بخت — من بر آیم میوہ چیدن بر درخت

تو بیوی نے شوہر سے کہا کہ اے نیک بخت! — میں پھل توڑنے درخت پر چڑھتی ہوں

چوں بر آمد بر درخت در آں زن گریست — چوں ز بالا سویِ شوہر بنگریست

جب درخت پر چڑھ گئی وہ عورت رونے لگی — جب اس نے اوپر سے شوہر کی جانب دیکھا

گفت شوہر را کہ اے مابونِ رد — کیست آں لوطی کہ بر تو می فتد

شوہر سے بولی کہ اے مفعولِ مردود! — یہ لوطی کون ہے جو تیرے اوپر پڑا ہے؟

---

[1] تا بر آنجا۔ جب تک تجھ میں خودی ہے تجھے حسین اور پرورش کرنے والے، کانٹوں کا جنگل نظر آئیں گے۔ چوں۔ جب تو خودی کو چھوڑ دے گا پھر خدا کے فیض کے اسرار دیکھ سکے گا۔ خارزار سے مراد دنیاوی اشیا ہیں اور گلرخاں اور راگاں سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہیں جو حسینوں اور عالم کے مربی ہیں۔

[2] کسے گوید۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حکایت میں جو قصہ سنایا گیا ہے اس میں اور خودی کی حالت میں جو کیفیت بتائی ہے اس میں بہت فرق ہے۔ ہستی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ واقعۃً الٹی ہیں اور امرود پر سے مرد نے جو واقعہ دیکھا وہ صحیح تھا اس کا مولانا جواب دیتے ہیں کہ یہ مثل نہیں ہے جس میں پوری مطابقت ضروری ہے بلکہ مثال ہے اور دونوں باتوں میں اتنی بات مشترک ہے کہ خودی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ نیچے اترنے کے بعد نظر نہیں آتی ہیں اسی طرح سے مرد نے جو درخت پر سے دیکھا وہ نیچے اتر کر نہ دیکھا۔

[3] مول۔ عورت کا یار۔ گول۔ احمق۔ میوہ چیدن۔ یعنی امرود توڑنے کے لیے۔ مابون۔ وہ شخص جس کو ابنہ کی بیماری ہو یعنی مفعول بنتا ہو۔ لوطی۔ وہ شخص جو قوم لوط والا کام کرے۔

تو بزیرِ اُو چو زن بغنودهٔ
تو اس کے نیچے عورت کی طرح اونگھ رہا ہے
اے بغا[1] تو خود مخنث بودهٔ
اے نامرد! تو ہیجڑا ہے

گفت شوہر نے سرت گوی بگشت
شوہر نے کہا نہیں، گویا تیرا سر چکرا رہا ہے
ورنہ اینجا نیست غیرِ من بدشت
ورنہ یہاں جنگل میں میرے سوا یہاں کوئی نہیں ہے

زن مکرر کرد کاے با بُرطلہ
عورت نے مکرر کہا اے الٹی ٹوپی والے!
کیست بر پشتت فرو خفتہ ہلہ
خبردار! تیری پشت پر کون سویا ہوا ہے؟

گفت اے زن ہیں فرود آ ز درخت
اس نے کہا اے بیوی! درخت سے نیچے آ جا
کہ سرت گشت و خرف گشتی تو سخت
کیونکہ تیرا سر چکرا گیا ہے اور تو بہت بے عقل ہو گئی ہے

چوں فرودآمد بر آمد شوہرش
جب وہ نیچے آ گئی اس کا شوہر چڑھ گیا
زن کشید آں مول را اندر برش
عورت نے اس یار کو بغل میں دبا لیا

گفت شوہر کیست ایں اے رُو سپی
شوہر نے کہا او رنڈی! یہ کون ہے؟
کہ بالائے تو آمد چوں کپی
جو بندر کی طرح تیرے اوپر چڑھ گیا ہے

گفت زن نے نیست اینجا غیرِ من
عورت نے کہا نہیں، یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے
ہیں سرت بر گشتہ شد ہرزہ متن[2]
خبردار! تیرا سر چکرا رہا ہے، بکواس نہ کر

او مکرر کرد۔ بر زن آں سخن
اس نے عورت سے وہ بات مکرر کہی
گفت زن ایں ست از امرود بُن
عورت نے کہا یہ امرود کے درخت (کے اثر) سے ہے۔

از سَرِ امرود بن من ہمچناں
میں نے بھی امرود کے درخت سے ایسا ہی
کژ ہمی دیدم کہ تو اے قلتباں
آج دیکھا جیسا کہ تو نے، اے دیوث!

پس فرود آ تا بہ بینی ہیچ نیست
نیچے اتر آ تا کہ تو دیکھ لے کہ کوئی نہیں ہے
ایں ہمہ تخییل از امرود بُنے ست
یہ سب خیال امرود کے درخت (کی وجہ) سے ہے

ہزل تعلیم ست آں را جد شنو
سکھانے کے لیے مذاق ہے تو اس کو حقیقت سمجھ
تو مشو بر ظاہرِ ہزلش گرو
تو اس کے ظاہری مذاق کا پابند نہ بن

ہر جدے[3] ہزلست پیشِ ہازِلاں
مسخروں کے سامنے ہر واقعہ مذاق ہے
ہزلہا جدست پیشِ عاقلاں
عقل مندوں کے لیے ہر مذاق حقیقت ہے

کاہلاں امرود بن جویند لیک
سست لوگ امرود کا درخت تلاش کرتے ہیں لیکن
تا بداں امرود بن راہیست نیک
اس امرود کے درخت کا فاصلہ بہت ہے

---

1. بغا۔ حیز و مخنث۔ مخنث۔ ہیجڑا۔ بُرطلہ۔ ٹوپی، الٹی ٹوپی۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ خرف۔ بے عقل بوڑھا۔ روسپی۔ زانیہ عورت، رنڈی۔ کپی۔ بندر۔
2. ہرزہ متن۔ بکواس نہ کر۔ گفت۔ عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کا اثر ہے کہ اس پر سے غلط نظر آتا ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ ہزل۔ یہ میں نے فحش اور مذاق کا قصہ تعلیم کے لیے سنا دیا ہے تم اس کے ظاہر کو نہ دیکھو اس سے جو نصیحت مقصود ہے اس پر نظر کرو۔
3. ہر جدے۔ جو لوگ ہزل کے عادی ہیں ان کو تو جد بھی ہزل نظر آتی ہے اور جو عقل مند ہیں وہ مذاق کی بات سے بھی نصیحت حاصل کر لیتے ہیں۔
۴. کاہلاں۔ کاہل لوگ اس امرود کے درخت کی تلاش کرتے ہیں جو ان کو صحیح دکھائے یعنی وہ ہستی جو فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن وہ امرود کا درخت دور ہے۔

نقل کن[1] از امرود بن اکنوں برو
امرود کے درخت سے منتقل ہو جا آپ چلا جا

گشتہ تو خیرہ چشم و خیرہ رُو
تو پریشان نظر اور پریشان ہو گیا ہے

ایں منی و ہستیِ اوّل بود
یہ خودی اور ابتدائی وجود ہوتا ہے

کہ ازو دیدہ کژ و احول بود
جس سے آنکھ ٹیڑھی اور بھینگی بن جاتی ہے

چوں فرود آئی ازیں امرود بن
جب تو اس امرود کے درخت سے نیچے اتر آئے گا

کژ نماند فکرت و چشم و سخن
تیری فکر اور آنکھ اور گفتگو ٹیڑھی نہ رہے گی

یک درختِ سخت بینی گشتہ ایں
تو دیکھے گا کہ یہ ایک سخت درخت بن گیا ہے

شاخِ او بر آسمانِ ہفتمیں
جس کی شاخ ساتویں آسمان پر ہے

چوں فرود آئی ازو گردی جدا
جب تو نیچے اتر آئے گا اس سے علیحدہ ہو جائے گا

مبدلش[2] گرداند از رحمت خدا
خدا رحمت سے اس کو بدل دے گا

زیں تواضع گر فرود آئی خدا
اس تواضع کے ذریعہ اگر تو نیچے اتر آئے گا، خدا

راست بینی بخشد آں چشم ترا
تیری اس نظر کو صحیح دیکھنا عطا فرما دے گا

راست بینی گر بدے آساں چنیں
صحیح دیکھنا اگر ایسا آسان ہوتا

مصطفیٰؐ کے خواستے از ربِّ دیں
تو دین کے رب سے آنحضور ﷺ کب دعا مانگتے؟

گفت[3] بنما جزو جز از فوق و پست
کہا، اوپر اور نیچے سے جزو جزو کو دیکھا

آنچنانکہ پیشِ تو آں جزو ہست
جیسا کہ وہ جز تیرے سامنے ہے

بعد ازاں بر رو براں امرود بن
اس کے بعد اس امرود کے درخت پر چڑھ جا

کہ مُبدّل گشت و سبز از امر کن
کیونکہ کن کے حکم سے تبدیل اور سبز ہو گیا ہے

چوں درختِ موسوی شد آں درخت
جب وہ درخت (حضرت) موسیٰ علیہ السلام والا درخت بن گیا

چوں سوئے موسیٰ کشانیدی تو رخت
جب تو نے موسیٰ علیہ السلام کی جانب سفر اختیار کیا

آتش او را سبز و خرم می کند
آگ، اس کو سبز اور بھلا بنائے گی

شاخِ او اِنّیِ اَنَا اللّٰہ می زند
اس کی شاخ اِنّیِ اَنَا اللّٰہ کا نعرہ لگائے گی

---

1. نقل کن۔ پہلے اس امرود کے درخت کو یعنی اپنی خودی اور ہستی کو چھوڑ دے پھر چل تب تجھے حاصل ہوگا اس ہستی کے ہوتے ہوئے تیری نظر خیرہ ہے وہ نظر نہ آئے گا۔ ایں۔ یہ امرود کا درخت جس سے غلط نظر آتا ہے یہ اس کی خودی اور ابتدائی وجود ہے۔ چوں فرود۔ جب تو خودی کے درخت سے اتر آئے گا تو پھر تیرا خیال، آنکھ، اور گفتگو سیدھی ہو جائے گی اور تو دیکھے گا کہ وہ تیرا سخت درخت تھا اور اس کا پھیلاؤ بہت تھا۔

2. مبدلش۔ خودی چھوڑ دے گا تو پھر اللہ تعالیٰ اس درخت کو تبدیل کر دے گا۔ زیں تواضع۔ جو عاجزی اور دعا قبطی نے کی تھی۔ راست بینی۔ حقائق کو صحیح دیکھنا اگر آسان ہوتا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ "اے خدا ہمیں چیزیں ویسی ہی دکھا جیسی وہ ہیں" دعا نہ مانگتے ہیں۔

3. گفت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ خدا ہمیں آسمان اور زمین کا ہر جز اسی طرح دکھا جیسا کہ وہ تیرے نزدیک ہے۔ بعد ازاں۔ جب خودی اور ہستی فنا ہو جائے تو پھر بقا باللہ کی ہستی میسر آ جائے گی اس کو اختیار کر لے۔ چوں۔ اب یہ درخت وہ درخت ہوگا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجلی رب نظر آئی تھی۔ آتش۔ اب آگ اس پر الٹا اثر دکھائے گی اور اس کی شاخ اِنّیِ اَنَا اللّٰہ کا نعرہ لگاتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درخت سے یہ آواز آئی تھی کہ میں بے شک خدا ہوں۔

Marfat.com

زیرِ ظلش[1] جملہ حاجاتت روا — ایں چنیں باشد الٰہی کیمیا

تیری ساری حاجتیں اس کے سایہ کے نیچے پوری ہوں گی — خدائی کیمیا ایسی ہی ہوتی ہے

آں منی و ہستیت باشد حلال — کہ درو بینی صفاتِ ذوالجلال

تیری وہ خودی اور وجود جائز ہے — جس میں تو اللہ (تعالیٰ) کی صفات دیکھ لے

شد درختِ کج مقوّم حق نما — اَصلُهٗ ثَابِتٌ وَ فَرْعُهٗ فِی السَّمَا

ٹیڑھا درخت، سیدھا حق نما بن گیا — اس کی جڑ (زمین میں) ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے

باقی قصۂ[2] موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باقی قصہ

کامدش پیغام از وحیِ مہم — کہ کژی بگذار اکنوں فاستقم

ان (موسیٰ علیہ السلام) کو مہتم بالشان وحی کے ذریعہ سے پیغام آیا — کہ اب کجی کو چھوڑ دے اور سیدھا ہو جا

ایں درخت تن عصای موسیٰ است — کارش آمد کہ بیندازش ز دست

یہ جسم کا درخت (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ہے — اس کا موقع آ گیا کہ تو اس کو ہاتھ سے زمین پر ڈال دے

تا بہ بینی خیرِ او و شرِّ او — بعد ازاں بر گیر او را از امرِ ہو[3]

تاکہ تو اس کی بھلائی اور اسکی برائی دیکھ لے — پھر اس کو اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے ہاتھ میں پکڑ لے

پیش ز افگندن نبود او غیر چوب — چوں بامرش بر گرفتی شد جذوب

ڈالنے سے پہلے وہ لکڑی کے سوا کچھ نہ تھی — جب تو نے اس کے حکم سے پکڑا وہ نگلنے والی بن گئی

اول او بد برگ افشاں بَرّہ را — گشت معجز آں گروہِ غرہ را

پہلے وہ بکری کے بچہ کے لیے پتے جھاڑنے والی تھی — وہ غافل جماعت کے لیے معجزہ بن گئی

گشت حاکم بر سرِ فرعونیاں — آبِ شاں خوں کرد کف بر سر زناں

وہ فرعونیوں پر حاکم بن گئی — سر پیٹنے والوں پر اس کا پانی خون بنا دیا

از مزارعِ شاں بر آمد قحط و مرگ — از ملخہایِ کہ آں خوردند برگ

ان کے کھیتوں سے قحط اور موت برآمد ہو گئی — ان ٹڈیوں کی وجہ سے جنہوں نے پتے کھا لیے

---

[1] زیرِ ظلش۔ اب اس ہستی کے سایہ میں تیری ساری ضرورتیں پوری ہوں گی یہ خدائی کیمیا تھی کہ تیری فانی ہستی کو باقی ہستی بنا دیا۔ آں منی۔ اب یہ خودی اور ہستی دولت ہے اس میں خدائی صفات نظر آئیں گی۔

[2] باقی قصہ۔ مولانا کجی ترک کرنے کا بیان کر رہے تھے اسی مناسبت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو فاستقم کا حکم ہوا یعنی کج روی ترک کر دے اس کا ذکر شروع کیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ اب دعاؤں کا سہارا نہ لو اور فرعون کا مقابلہ شروع کر دو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈال دیا اب اس کے جلوے نظر آئے اسی طرح۔ تیرا یہ فانی جسم عصاءِ موسیٰ ہے اس کو ترک کر دے پھر جو جسم حاصل ہوگا اس کے جلوے دیکھنا۔

[3] امر ہو۔ امر خداوندی۔ پیش۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا جب تک ہاتھ میں تھا وہ صرف ایک لکڑی تھا جب خدائی حکم سے اس کو پھر اٹھایا تو وہ نگلنے والا اژدہا تھا۔ اول۔ شروع میں وہ صرف بکریوں کے لیے پتے جھاڑنے کے لیے تھی اب وہ کافروں کے لیے معجزہ بن گئی۔ گشت۔ اب جبکہ امر خداوندی سے اس عصا کو ہاتھ میں لیا تو فرعونیوں پر حکمرانی کرتا تھا ان سر پٹخنے والوں کے لیے اس نے دریائے نیل کو خون بنا دیا۔ از مزارع۔ فرعونیوں پر ٹڈیوں کا عذاب بھی آیا۔

Marfat.com

تا برآمد بیخود از موسیٰؑ دعا ۔ چوں نظر افتادش اندر منتہا[1]

یہاں تک کہ بیخودی میں (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے دعا نکلی ۔ جبکہ ان کی نظر انجام پر پڑی

ایں ہمہ۔ اعجاز و کوشیدن چراست ۔ چوں نخواہند ایں جماعت گشت راست

یہ معجزے اور کوششیں کیوں ہیں؟ ۔ جبکہ یہ لوگ سیدھے نہ ہوں گے

امر آمد کاتباعِ نوحؑ کن ۔ ترک پایاں بینی و مشروح کن

حکم ہوا کہ (حضرت) نوح علیہ السلام کی پیروی کر ۔ انجام بینی اور تشریح کو چھوڑ

منگر آخر کہ تو داعی رہی ۔ اَمرِ بَلِّغ ہست نبود آں تہی

تم انجام کو نہ دیکھو اس لیے کہ تم راہِ (حق) کی طرف بلانے والے ہو ۔ بلغ کا حکم ہے (اور) وہ خالی نہیں ہے

کمتریں[2] حکمت کزیں الحاحِ تو ۔ جلوہ گردد آں لجاج و آں عتو

معمولی حکمت یہ ہے کہ تیرے اس اصرار سے ۔ وہ جھگڑا لو پن اور سرکشی ظاہر ہو جائے گی

تا کہ رہ بنمودن و اِضلالِ حق ۔ فاش گردد بر ہمہ اہلِ فرق

یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) کی رہنمائی اور اللہ کا گمراہ کرنا ۔ تمام فرقوں پر واضح ہو جائے گا

چونکہ مقصود از وجود اِظہار بود ۔ بایدش از پند و اِغوا آزمود

چونکہ موجودات سے مقصود اظہار تھا ۔ تو اس کو نصیحت اور بہکانے سے آزمانا چاہیے

دیو[3] الحاحِ غوایت می کند ۔ شیخ الحاحِ ہدایت می کند

شیطان گمراہی پر اصرار کرتا ہے ۔ شیخ ہدایت پر اصرار کرتا ہے

بازگردو قصۂ قبطی بگو ۔ گردِ کفر از باطنِ خود زود شو

واپس لوٹ، اور قبطی کا قصہ کہہ ۔ اپنے باطن سے کفر کے غبار کو جلد دھو دے

چوں پیاپے گشت آں امرِ شجوں ۔ نیل می آمد سراسر جملہ خوں

جب قوی حکم پے در پے ہوا ۔ (دریائے) نیل سراسر سب خون ہو کر بہتا تھا

سخت شدنِ کار بر قبطیاں و شفاعت طلب کردنِ فرعون از موسیٰ علیہ السلام

قبطیوں پر معاملہ کا سخت ہو جانا اور فرعون کا موسیٰ علیہ السلام سے سفارش چاہنا

تا بنفسِ خویش فرعوں آمدش ۔ لابہ می کرد و دو تا گشتہ قدش

یہاں تک کہ فرعون بذاتِ خود ان کے پاس آیا ۔ خوشامد کرتا تھا اور اس کا قد دہرا ہو گیا تھا

---

[1] اندر منتہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ ان کا انجام لامحالہ برا ہے لہٰذا ان کو معجزے دکھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کیوں کی جائے۔ امر آمد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ نوح علیہ السلام کی طرح ان کے انجام سے قطع نظر کر کے تم بھی تبلیغ کیے جاؤ تم فرمانبردار داعی ہو تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے تمہیں اسی کا حکم ہے اور تمہاری تبلیغ میں فائدہ مضمر ہے خواہ وہ ایمان نہ لائیں۔

[2] کمترین۔ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ تمہارے اصرار سے ان کا جھگڑالو پن اور سرکشی واضح ہو جائے گی۔ چونکہ مخلوق کی پیدائش سے اللہ کا مقصد چھپے ہوئے حالات کو واضح کرنا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ انسان کو نصیحت سے اور بہکانے سے جانچا جائے تاکہ اس کے مخفی حالات ظاہر ہو جائیں۔

[3] دیو۔ شیطان گمراہی پر اصرار کرتا ہے اور شیخ طریقت ہدایت پر اصرار کرتا ہے۔ الحاح۔ اصرار۔ شجوں۔ قوی۔ یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پے در پے تبلیغ کا حکم ملا اور فرعونیوں نے نافرمانی کی تو دریائے نیل خون بن کر بہنے لگا۔ تا بنفس۔ یعنی جب قبطیوں کی حالت تباہ ہونے لگی تو فرعون بذاتِ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس خوشامد کرنے لگا اور تعظیم میں دہرا ہو جاتا تھا۔

Marfat.com

آنچہ[1] ما کردیم اے سلطاں مکن
اے شاہ! جو ہم نے کیا وہ آپ نہ کیجئے
نیست مارا روئ ایرادِ سخن
ہمارا منہ بات کرنے کے قابل نہیں ہے

پارہ پارہ کردمت فرماں پذیر
میں نے (بدن کے) ٹکڑے ٹکڑے کو تیرا کہنا ماننے والا بنالیا ہے
من بعزت خو گرم سختم مگیر
میں عزت کا عادی ہوں، میری سخت پکڑ نہ کیجئے

ہیں بجنباں لب بَرحمت اے امیں
آگاہ، اے امین! رحمت (کی دعا) کے لیے ہونٹ ہلایئے
تا بہ بندد ایں دہانِ آتشیں
تاکہ یہ آتشیں دہانہ بند ہو جائے

گفت یا رب می فریبد او مرا
(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) کہا اے خدا وہ مجھے فریب دے رہا ہے
می فریبد او فریبیدہ ترا
(آپ کے) فریفتہ کو فریب دے رہا ہے

بشنوم[2] یا من دہم ہم خدعہ اش
میں مان جاؤں، یا میں بھی اس کو دھوکا دے دوں
تا بداند اصل را آں فرع کش
تاکہ وہ شاخ کو پکڑنے والا، جڑ کو جان جائے

کاصلِ ہر مکرے و حیلت پیشِ ما است
ہر مکر اور حیلہ کی اصل ہمارے سامنے ہے
ہر چہ بر خاکست اصلش بر سماست
جو کچھ زمین پر ہے اس کی اصل آسمان پر ہے

گفت حق آں سگ نیرزد ہم باآں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ کتا اس کے بھی لائق نہیں ہے
پیشِ سگ انداز از دور استخواں
کتے کے سامنے دور سے ہڈی ڈال دے

ہیں بجنباں آں عصا تا خاکہا
ہاں وہ عصا ہلا دے، تاکہ زمینیں
وا دِہد ہر چہ ملخ کردش فنا
وہ واپس کر دیں جس کو ٹڈیوں نے فنا کیا ہے

واں ملخہا[3] در زماں گردد تباہ
وہ ٹڈیاں فوراً تباہ ہو جائیں گی
تا بہ بیند خلق تبدیلِ اِلٰہ
تاکہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے بدل دینے کو دیکھ لیں

کہ سببہا نیست حاجت مرمرا
کہ ہمیں اسباب کی ضرورت نہیں ہے
آں سبب بہرِ حجابست و عطا
یہ سب تو حجاب اور پردے کے لیے ہے

تا طبیبے خویش بر دارو زند
تاکہ طبیب اپنے آپ کو دوا میں مصروف کر دے
تا منجم رو باستارہ کند
تاکہ نجومی ستاروں کی جانب منہ کرے

---

1 انچہ۔ ہم نے جو کیا وہ برا تھا آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیجئے۔ نیست۔ ہمارا منہ تو اس قابل نہیں ہے کہ آپ سے دعا کی التجا کریں۔ پارہ۔ میں نے اپنے جسم کے ہر حصہ کو فرمانبردار بنادیا ہے۔ ایں دہاں۔ یعنی عذاب الٰہی کا دہانہ۔ گفت یارب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے خدا مجھے آپ کی ذات پر فریفتہ کو یہ فرعون دھوکا دے رہا ہے۔

2 بشنوم۔ اب بتا کہ میں اس کا کہنا مان لوں یا میں بھی اس کو کوئی دھوکا دے دوں تاکہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اصل میں ہر سبب کی جڑ خدا ہے یہ شاخ یعنی سبب سے وابستہ رہتا ہے۔ کاصل۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہر مکر و تدبیر کی اصل خدا ہے جو اسباب دنیاوی ہیں ان کی اصل وہی خدا ہے۔ گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فرعون اس قابل بھی نہیں ہے کہ اس کے فریب کا جواب فریب سے دیا جائے۔ آپ اس کتے کو ہڈی ڈال دیجئے اور آپ اپنا عصا ہلا دیجئے زمین وہ تمام پیداوار اگل دے گی جو ٹڈیوں نے کھائی ہے۔

3 واں ملخہا۔ آپ کے عصا کے اثر سے ٹڈیاں بھی مرجائیں گی اور سب لوگ دیکھ لیں گے کہ خدا کو ہر چیز کے بدلنے کی کس قدر قدرت ہے۔ کہ سببہا۔ اللہ تعالیٰ کو اسباب کی ضرورت نہیں ہے اسباب تو ایک پردہ ہیں طبیب دوا کو لپٹا ہوا ہے اور منجم ستاروں کو حالانکہ اصل سبب ذات خداوندی ہے۔

Marfat.com

تا منافق[1] از حریفی بامداد　سوی بازار آید از بیم کساد
تاکہ منافق چالاکی سے، صبح صبح　بازار کی جانب آئے کساد (بازاری) کے ڈر سے

بندگی ناکرد و ناشستہ رُو　لقمۂ دوزخ بگشتہ لقمہ جو
عبادت کیے بغیر اور منہ دھوئے بغیر　لقمہ کا جویاں، دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے

آکل و ماکول آمد جانِ عام　ہمچو آں برہ چرندہ از حُطام
عوام کی جان کھانے والی ہے اور غذا (بھی) ہے　اس بکری کے بچہ کی طرح جو چارہ چرنے والا ہے

می چرد آں برہ و قصاب شاد　کہ برای ما چرد برگِ مراد
وہ بکری کا بچہ چرتا ہے اور قصائی خوش ہے　کہ مقصد کے پتے ہمارے لیے چر رہا ہے

کارِ دوزخ میکنی در خوردنی　بہر او خود را تو فربہ میکنی
تو کھانے میں دوزخ کا کام کر رہا ہے　تو اپنے آپ کو اس کے لیے موٹا کر رہا ہے

کارِ خود[2] کن روزیِ حکمت بچر　تا شود فربہ دل با کر و فر
اپنا کام کر دانائی کی خوراک کھا　تاکہ شان و شوکت سے دل فربہ ہو جائے

خوردنِ تن مانع ایں خوردنست　جاں چو بازرگان و تن چوں رہزنست
جسم کا کھانا اس کھانے سے مانع ہے　جان تاجر کی طرح ہے اور جسم ڈاکو کی طرح ہے

شمعِ تاجر آنکہ ہست افروختہ　کہ بود رہزن چو ہیزم سوختہ
تاجر کی شمع اس وقت روشن ہے　جبکہ ڈاکو جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہے

خویشتن راگم مکن یاوہ مکوش　کہ تو آں ہوشی و باقی ہوش پوش
اپنے آپ کو گم نہ کر، بیہودہ کوشش نہ کر　کیونکہ تو ہوش اور باقی ہوش چھپا دینے والے ہیں

دانکہ[3] ہر شہوت چو خمرست و چو بنگ　پردۂ ہوش ست و عاقل زوست دنگ
سمجھ لے کہ ہر شہوت، شراب اور بھنگ کی طرح ہے　ہوش کے لیے پردہ ہے اور عقل مند اس سے حیران ہے

خمر تنہا نیست سرمستیِ ہوش　ہرچہ شہوانی ست بند و چشم و گوش
شراب تنہا ہوش کی سرمستی نہیں ہے　جو چیز بھی نفسانی ہے وہ آنکھ اور کان کو بند کر دیتی ہے

ترکِ شہوت کن اگر خواہی تو ہوش　دانکہ شہوت، بنددت ہم چشم و گوش
اگر تو ہوش چاہتا ہے، شہوت کو ترک کر دے　سمجھ لے کہ شہوت تیری آنکھ اور کان بھی بند کر دے گی

---

1. منافق یعنی دنیادار اپنی کوشش اور محنت سے فائدہ سمجھ رہا ہے۔ بندگی۔ یہ دنیادار صبح کو نہ عبادت میں لگتا ہے نہ اس کو منہ دھونے کی فرصت ہے نفع کے لیے بازار میں دوڑ جاتا ہے اپنے لقمہ کی تلاش میں دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے۔ آکل۔ یہ دنیادار کھانے والا بھی ہے اور خود دوزخ کی خوراک بھی ہے، اس کی مثال اس بکری کے بچہ کی سی ہے جو چرتا ہے اور قصائی خوش ہوتا ہے کہ یہ میرے لیے چر رہا ہے یہی حال دنیادار کا ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے میں خود کھا رہا ہوں حالانکہ وہ اپنے وجود کو دوزخ کے لیے پال رہا ہے۔

2. کارِ خود۔ انسان کی اپنے لیے خوراک تو معارفِ الٰہی ہیں جس سے دل قوی ہوتا ہے اور اس کی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوردنِ تن۔ جسمانی غذا روحانی غذا کے لیے مانع ہے۔ روح کو تاجر سمجھ اور جسم کو ڈاکو، تاجر کا مال ڈاکو اڑا لیتا ہے۔ شمعِ تاجر۔ تاجر اس وقت پُر رونق بنتا ہے جب ڈاکو تباہ ہو جائے۔ خویشتن۔ انسان کی روح، اس کا ہوش اور جسمانی لذتیں اس کے ہوش گم کرنے والی ہیں۔

3. دانکہ۔ یہ سمجھ لے کہ تمام شہوانی لذتیں شراب اور بھنگ کی سی خاصیتیں رکھتی ہیں۔ خمر۔ دنیا میں صرف شراب اور بھنگ کو بے ہوشی کا سبب نہ سمجھ بلکہ ہر شہوت انسان کے کان اور آنکھیں بند کر دیتی ہے۔

Marfat.com

آں بلیس[1] از خمر خوردن دور بود ۔۔۔ مست بود او از تکبر و ز جحود

وہ شیطان شراب پینے سے دور تھا ۔۔۔ وہ تکبر اور انکار سے مست تھا

مست آں باشد کہ آں بیند کہ نیست ۔۔۔ زر نماید انچہ مس و آہنیست

مست وہ ہے جو وہ دیکھیں جو نہیں ہے ۔۔۔ سونا نظر آئے، جو کہ تانبا اور لوہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا ۔۔۔ لب بجنباں تا بروں آید گیا

اے موسیٰ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ۔۔۔ ہونٹ ہلا، تاکہ گھاس اگ آئے

دعا کردنِ موسیٰ علیہ السلام و سبز شدنِ کشت زارہا و باراں آمدن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا اور کھیتوں کا سرسبز ہو جانا اور بارش کا آجانا

ہمچناں کرد و ہم اندر دم زمیں ۔۔۔ سبز گشت از سنبل و حبِّ ثمین[2]

انہوں نے ایسا ہی کیا اور زمین فوراً ۔۔۔ سنبل اور قیمتی غلہ سے سرسبز ہو گئی

اندر افتادند در لوت آں نفر ۔۔۔ قحط دیدہ مُردہ از جوع البقر

لذیذ غذاؤں میں لگ گئے، وہ لوگ ۔۔۔ جو قحط زدہ جوع البقر سے مرے ہوئے

چند روزے سیر خوردند از عطا ۔۔۔ آں دَمی و آدمی و چارپا

عطاء (خداوندی) کو چند روز پیٹ بھر کر کھایا ۔۔۔ پرندوں نے اور آدمیوں نے اور چوپایوں نے

چوں شکم پُر گشت و بر نعمت زدند ۔۔۔ واں ضرورت رفت پس طاغی شدند

جب پیٹ بھر گیا اور نعمت مل گئی ۔۔۔ وہ ضرورت ختم ہو گئی پھر سرکش ہو گئے

نفس[3] فرعونیست ہاں سیرش مکن ۔۔۔ تا نیارد یاد زاں کفرِ کہن

نفس فرعون ہے، خبردار اس کا پیٹ نہ بھر ۔۔۔ تاکہ وہ پرانے کفر کو یاد نہ کرے

بے تفِ آتش نگردد نفس خوب ۔۔۔ تا نشد آہن چو اخگر ہیں مکوب

آگ کی گرمی کے بغیر نفس بھلا نہیں بنتا ہے ۔۔۔ خبردار! جب تک لوہا انگارے کی طرح نہ ہوجائے اس کو نہ کوٹ

بے مجاعت نیست تن جنبش کناں ۔۔۔ آہنِ سردست میکوبی بداں

بغیر بھوک کے جسم حرکت کرنے والا نہیں ہے ۔۔۔ ٹھنڈا لوہا ہے، سمجھ لے تو کوٹ رہا ہے

گر بگرید ور بنالد زار زار ۔۔۔ او نخواہد شد مسلماں ہوشدار

اگر وہ روئے اور زار زار نالہ کرے ۔۔۔ وہ مسلمان نہ ہو گا، سمجھ لے

---

[1] آں بلیس۔ شیطان شراب نہ پیتا تھا اور تکبر کے نشہ سے مدہوش تھا۔ مست۔ مست تو اسی کو کہتے ہیں جو معدوم کو موجود سمجھ لے اور تانبے اور لوہے کو سونا سمجھ بیٹھے، شیطان نے غیر واقعی بات کو واقعہ خیال کیا تو یقیناً وہ بدمست تھا۔ ایں سخن۔ مستی کی حقیقت کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے اے موسیٰ تم دعا کرو تاکہ گھاس وغیرہ اگ آئے اور قحط کی صورت ختم ہو جائے۔ ہم چناں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہی کیا جس کا ان کو خدا نے حکم دیا تھا یعنی دعا کر دی۔

[2] حب ثمین۔ قیمتی غلہ۔ لوت۔ یعنی فرعونی جو قحط میں مبتلا تھے لذیذ غذائیں کھانے لگ گئے۔ جوع البقر۔ ایک قسم کی بیماری جس میں انسان کھاتا رہتا ہے اور اس کا دل نہیں بھرتا۔ دمی۔ ہوائی یا پرند۔ چوں۔ ان فرعونیوں کا پیٹ بھرا تو پھر سرکش بن گئے۔ طاغی۔ سرکش۔

[3] نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا نفس بھی فرعون ہے اس کا پیٹ بھرا اور وہ سرکش بنا۔ آتش۔ یعنی مجاہدات کی گرمی۔ مجاعت۔ بھوک۔ آہن سرد۔ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا بیکار ہے۔ گر بگرید۔ نفس کی آہ وزاری سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے۔

Marfat.com

اُو چو فرعون ست در قحط آنچناں
وہ قحط میں فرعون کی طرح ہے

پیشِ موسیٰؑ سر نہد لابہ کناں[1]
جو موسیٰ علیہ السلام کے سامنے خوشامد میں سر جھکاتا ہے

چونکہ مستغنی شد اُو طاغی شود
جب وہ بے نیاز ہوا سرکشی کرتا ہے

خرچو بار انداخت اِسکیزہ زند
گدھے نے جب بوجھ اتار دیا، دولتی پھینکتا ہے

پس فراموشش شود چوں رفت پیش
پھر وہ بھول جاتا ہے جب آگے بڑھ جاتا ہے

کارِ او از آہ و زاریہای خویش
اس کا کام، اپنی آہ و زاریوں کو

سالہا مردے کہ در شہرے بود
سالوں تک ایک انسان ایک شہر میں رہتا ہے

یک زماں کش چشم در خوابے شود
تھوڑی دیر جب اس کی آنکھ سو جاتی ہے

شہرِ دیگر[2] بیند او پُر نیک و بد
وہ دوسرا شہر بھلے اور بُرے سے بھرا دیکھے گا

ہیچ در یادش نہ آید شہرِ خود
اس کو اپنا شہر کبھی یاد نہ آئے گا

کہ من آنجا بودہ ام ایں شہرِ نو
کہ میں وہاں رہا ہوں، یہ نیا شہر

نیست آنِ من دریںجا ام گرو
میرا نہیں ہے، میں یہاں پھنس گیا ہوں

بل چناں داند کہ خود پیوستہ او
بلکہ ایسا سمجھے گا کہ وہ اس سے وابستہ ہے

ہمدریں شہرش بود ابداع و خو
اسی شہر میں اس کی پیدائش (اور رہائش) کی عادت تھی

چہ عجب[3] گر روح موطنہای خویش
کیا تعجب ہے، اگر روح اپنے وطنوں کو

کہ بدستش مسکن و میلاد پیش
جو پہلے اس کا مسکن اور جائے پیدائش تھی

می نیارد یاد کایں دنیا چو خواب
یاد نہ کرے، کیونکہ یہ دنیا نیند کی طرح ہے

می فروپوشد چو اختر را سحاب
(اس کو) ڈھانپ لیتی ہے جس طرح کہ ستارے کو ابر

چند نوبت آزمودی خواب را
تو نے نیند کو کئی بار آزما لیا ہے

خواب دنیا را ہماں ہیں ز ابتلا
آزمائش سے، دنیا کی نیند کو ایسا ہی سمجھ

خاصہ چندیں شہرہا را کوفتہ
خصوصاً (جبکہ اُس نے) بہت سے شہروں کو روندا ہے

گردہا از درگہ اُو نا رُوفتہ
اس کے مقام (دل) سے گرد صاف نہیں ہوئی ہے

اجتہادِ گرم ناکردہ کہ تا
سخت کوشش نہ کیے ہوئے ہے

دل شود صافی و بیند ماجرا
دل صاف ہو جائے اور گذشتہ واقعات دیکھ لے

---

[1] لابہ کناں۔ بھوک میں وہ فرعون کی طرح خوشامد کرنے لگتا ہے۔ خر۔ نفس کی مثال گدھے کی سی ہے اگر اس پر بوجھ نہیں ہوتا ہے تو وہ دولتیاں مارتا ہے۔ پس۔ پیٹ بھرنے پر اپنی سب خوشامد بھول جاتا ہے۔ سالہا۔ نفس کے بھولنے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ انسان سوتے ہی اپنی قیام گاہ کو بھلا دیتا ہے۔

[2] شہرِ دیگر۔ خواب میں دوسرے شہروں کو یاد کرتا ہے اور اپنے شہر کو بھول جاتا ہے۔ بل۔ وہ خواب میں یہ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ سے اسی شہر میں تھا۔

[3] چہ عجب۔ اگر روح اپنے اصلی وطن کو بھول جائے تو اس پر تعجب نہ کرو۔ ایں دنیا۔ دنیا کی زندگی ایک خواب ہے اور خواب اصلی وطن کو بھلا دیتی ہے۔ چند نوبت۔ خواب میں یہ تجربہ بارہا ہوا ہے اسی پر دنیا کو قیاس کرلو۔ خاصہ۔ روح نے بہت سے مدارج اور مراتب طے کیے ہیں اور وہ اس کے شہر میں رہے ہیں۔ گردہا۔ پھر تم نے اپنے قلب کو مصفا نہیں رکھا۔ اگر اس کو مجاہدات کے ذریعہ مصفی کر لیتے تو وہ روح کے پرانے واقعات تمہیں دکھا دیتا۔

Marfat.com

سَر برون[1] آرد دلش از بحرِ راز　　اوّل و آخر بہ بیند چشمِ باز

راز کے سمندر سے اس کا دل ابھار لے　　کھلی آنکھ اول اور آخر کو دیکھ لے

بیانِ اطوار و منازلِ خلقتِ آدمی از ابتداءِ خلقت

ابتدائے پیدائش سے آدمی کی پیدائش کے مراتب اور حالات کا بیان

آمدہ اول باقلیم جماد　　وز جمادی در نباتی اوفتاد

پہلے وہ (روح) جماد کی اقلیم میں آئی　　اور جمادی (اقلیم) سے نباتی (اقلیم) میں آئی

سالہا اندر نباتی عمر کرد　　وز جمادی یاد ناورد از نبرد

سالوں نباتی (اقلیم) میں عمر بسر کی　　اور سرکشی کی وجہ سے اپنی جمادی (زندگی) کو بھلا دیا

وز نباتی[2] چوں بحیوانی فتاد　　نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد

اور نباتی (اقلیم) جب حیوانی (اقلیم) میں آئی　　اس کو نباتی (اقلیم) کا حال کبھی یاد نہ آیا

جز ہماں میلے کہ دارد سوئے آں　　خاصہ در وقتِ بہار و ضیمراں

سوائے اس میلان کے جو اس کی جانب ہے　　خصوصاً بہار اور ضیمران کے موسم میں

ہمچو میلِ کودکاں با مادراں　　سرِّ میلِ خود نداند در لباں

جیسا کہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان　　کہ وہ دودھ پینے میں اپنے میلان کا خود راز نہیں جانتے ہیں

ہمچو میلِ مفرطِ ہر نو مرید　　سوئے آں پیرِ جوان بختِ مجید

جیسا کہ ہر نئے مرید کا بڑھا ہوا میلان　　بزرگ جواں نصیبہ کو اپنے پیر کی جانب

جزوِ[3] عقلِ ایں ازاں عقلِ کل ست　　جنبشِ ایں سایہ زاں شاخِ گل ست

اس کی جزوی عقل اس کلی عقل سے ہے　　اس سایہ کی حرکت اسی پھول کی شاخ سے ہے

سایہ اش فانی شود آخر درو　　پس بداند سرِّ میل و جستجو

اس کا سایہ بالآخر اس میں فنا ہو جاتا ہے　　تب میلان اور جستجو کا راز جان لیتا ہے

سایۂ شاخِ درخت اے نیک بخت　　کے بجنبد گر نجنبد ایں درخت

اے نیک بخت! درخت کی شاخ کا سایہ　　کب حرکت کر سکتا ہے اگر یہ درخت نہ ہلے؟

---

[1] سر بروں۔ اگر دل صاف ہوتا ہے تو وہ پوشیدہ راز کے سمندر میں غوطہ لگا لیتا ہے اور آغاز و انجام کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ آمدہ۔ روح نے جو مختلف شہروں میں سکونت کی ہے اب مولانا اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ وز جمادی۔ یہی روح پہلے جمادات کے خطہ میں رہی پھر ترقی کر کے نباتات کے خطہ میں آئی۔ سالہا۔ عرصۂ دراز تک یہ روح نباتی خطہ میں رہی لیکن اس کو اپنی جمادی حالت کبھی یاد نہ آئی۔

[2] وز نباتی۔ پھر روح، نباتات کے خطہ سے حیوانی خطہ میں آئی تو اس کو اپنی نباتی زندگی یاد نہ رہی۔ جز ہماں۔ ہاں صرف اس قدر تو ہے کہ روح موسم بہار میں اور نازبو کے پھولنے کے وقت اس کی طرف میلان کرتی ہے یہ اس کی نباتی زندگی کی یاد ہے۔ ہم چو۔ بچہ اپنی ماں کے دودھ کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں اس کے پیٹ میں رہ چکا ہوں۔ ہمچو میل۔ مفرط سے نئے مرید کو شیخ کی طرف میلان ہوتا ہے لیکن وہ اس میلان کا سبب نہیں سمجھتا ہے۔

[3] جزو۔ اب مرید کے شیخ کی طرف میلان کی وجہ بتاتے ہیں کہ اس کی عقل شیخ کی عقل کا جزو ہے یہ سایہ ہے اور شیخ شاخِ گل ہے۔ سایہ اش۔ ایک وقت وہ آئے گا کہ یہ مرید فنافی الشیخ کا مقام حاصل کرے گا تو اپنے میلان کی وجہ سمجھے گا کہ فرع اصل کی طرف مائل ہوا کرتی ہے۔

Marfat.com

باز از حیواں[1] سوی انسانیش
پھر اس کو جوان (کی اقلیم) سے انسان کی جانب

می کشد آں خالقے کہ دانیش
وہ اللہ (تعالیٰ) اس کو کھینچتا ہے جس سے تو واقف ہے

ہمچنیں اقلیم تا اقلیم رفت
وہ اسی طرح (ایک) اقلیم سے (دوسری) اقلیم تک چلتی رہی

تاشد اکنوں عاقل و دانا و زفت
یہاں تک کہ وہ اب عقل مند اور دانا اور قوی ہو گئی

عقلہای اولینش یاد نیست
اس کو پہلی عقلیں یاد نہیں ہیں

ہم ازیں عقلش تحول کردنیست
اس عقل سے بھی اس کو منتقل ہونا ہے

تا رہد[2] زیں عقل پر حرص و طلب
تاکہ اس حرص اور طلب بھری عقل سے نجات پا جائے

صد ہزاراں عقل بیند بوالعجب
وہ عجب قسم کی لاکھوں عقلیں دیکھے

گرچہ خفتہ گشت و شد ناسی ز پیش
اگرچہ وہ سو گئی ہے اور پہلے کو بھول گئی ہے

کے گذارندش دراں نسیانِ خویش
وہ اس کو اس کی بھول میں کب رہنے دیں گے؟

باز ازاں خوابش بہ بیداری کشند
اس کو پھر اس کی نیند سے بیدار کریں گے

تا کند بر حالت خود ریشخند
تاکہ وہ اپنی حالت پر مذاق اڑائے

گرچہ غم بود آنکہ می خوردم بخواب
اگرچہ وہ غم تھا جو میں نے خواب میں اٹھایا

چوں فراموشم شد احوالِ صواب
مجھ سے صحیح احوال کیوں فراموش ہوئے؟

چوں ندانستم کہ آں غم و اعتلال
میں کیوں نہ سمجھا کہ وہ غم اور بیمار ہونا؟

فعلِ خوابست و فریب ست و خیال
خواب کا کام ہے اور فریب اور خیال ہے

ہمچنیں[3] دنیا کہ حلمِ نائم ست
اسی طرح دنیا جو کہ ایک سونے والے کا خواب ہے

خفتہ پندارد کہ ایں خود دائم ست
سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ خود ہمیشہ رہنے والی ہے

تا بر آید ناگہاں صبحِ اجل
یہاں تک کہ اچانک موت کی صبح آ جاتی ہے

وارہد از ظلمتِ ظن و دغل
اور وہ گمان اور فریب کی تاریکی سے نکل جاتا ہے

خندہ اش گیرد ازیں غمہای خویش
اس کو اپنے غموں پر ہنسی آتی ہے

چوں بہ بیند مستقر و جای خویش
جب وہ اپنے ٹھہرنے کا مقام اور جگہ دیکھتا ہے

ہر چہ اندر خواب بینی نیک و بد
تو جو کچھ بھی خواب میں اچھا اور برا دیکھتا ہے

روزِ محشر یک بیک پیدا شود
قیامت کے دن ایک ایک ظاہر ہو جائے گا

[1] باز از حیواں۔ اللہ تعالیٰ روح کو پھر حیوانیت سے انسانیت کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ ہمچنیں۔ غرضکہ روح اقلیم تا اقلیم سفر کرتی ہوئی اس حالت میں پہنچی کہ وہ صاحب عقل ہو گئی ہے۔ عقلہای۔ روح اپنی گزشتہ عقلوں سے غافل ہے پھر اس کی اس موجودہ عقل سے بھی تبدیلی ہو گی۔

[2] تا رہد۔ روح کو اس دنیاوی حریص عقل کو بھی خیرباد کہنا ہے جب اس کو لاکھوں عجیب عقلیں حاصل ہو جائیں گی۔ گرچہ۔ بیدار ہو کر اس کو تعجب ہوتا ہے کہ میں صحیح واقعات کو کیسے بھول گیا تھا۔ چوں۔ خواب کے واقعات کے غم پر کہتا ہے کہ میں یہ کیوں نہ سمجھا کہ یہ خیالی باتیں ہیں۔

[3] ہمچنیں۔ دنیادار جو دنیا کی زندگی کے خواب میں ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہی دراصل زندگی ہے۔ تا بر آید۔ جب موت آتی ہے تو اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ خندہ اش۔ موت کے وقت جب وہ بیدار ہوتا ہے تو دنیا کے غموں پر ہنستا ہے۔ ہر چہ۔ دنیا کی زندگی میں جو برائی یا اچھائی ہے وہ قیامت میں سامنے آ جائے گی۔

Marfat.com

آنچہ کردی اندریں خواب جہاں
تو نے دنیا کی نیند میں جو کچھ کیا ہے
گرددت ہنگامِ بیداری[1] عیاں
تیرے لیے بیداری کے وقت ظاہر ہو جائے گا

تا نہ پنداری کہ ایں بد کردنیست
تو ہرگز نہ سمجھ کہ یہ بد کرداری
اندریں خواب و ترا تعبیر نیست
خواب میں ہے اور تیرے لیے تعبیر نہیں ہے

بلکہ ایں خندہ بود گریہ و نفیر
بلکہ یہ ہنسی رونا اور فریاد ہو گی
روزِ تعبیر اے ستمگر بر اسیر
تعبیر کے دن، اے قیدی پر ظلم کرنے والے!

گریہ و درد و غم و زاریِ خود
اپنے رونے اور درد اور غم اور عاجزی کرنے کو
شادمانی داں بہ بیداریِ خود
اپنی بیداری (کے وقت) میں خوشی سمجھ

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں
اے یوسفوں کے پوستین کو پھاڑنے والے!
گرگ برخیزی ازیں خوابِ گراں
اس بھاری نیند سے تو بھیڑیا بن کر اٹھے گا

گشتہ[2] گرگاں یک بیک خوہائے تو
تیری ایک ایک عادت بھیڑیا بن کر
می درانند از غضب اعضائے تو
غصہ سے تیرے اعضا کو پھاڑے گی

خوں نخسپد بعد مرگت در قصاص
قصاص (کے معاملہ) میں تیرے مرنے کے بعد خون سو نہ جائے گا
تو مگو کہ میرم و یابم خلاص
تو نہ کہہ کہ مر جاؤں گا اور بچ جاؤں گا

ایں قصاصِ نقد حیلت سازیست
یہ فوری قصاص، ایک تدبیر ہے
پیشِ زخم آں قصاص ایں بازیست
اس قصاص کے عذاب کے آگے یہ کھیل ہے

زیں لعب[3] خواندست دنیا را خدا
خدا نے دنیا کو کھیل کہا ہے
کایں جزا لعب ست پیشِ آں جزا
کیونکہ یہ بدلہ اس بدلہ کے مقابلہ میں کھیل ہے

ایں جزا تسکینِ جنگ و فتنہ است
یہ بدلہ، لڑائی اور فتنہ کو دباتا ہے
آں چو اخصاء ست ویں چوں ختنہ است
وہ خصی کرنے کی طرح اور یہ ختنہ کی طرح ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا
اے موسیٰ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
ہیں رہا کن آں خراں را در گیا
ہاں اور گدھوں کو گھاس میں چھوڑ دے

---

1. ہنگامِ بیداری۔ یعنی قیامت کے وقت۔ تا نہ پنداری۔ انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس دنیاوی خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ اس کی تعبیر قیامت میں سامنے آ جائے گی۔ بلکہ۔ دنیا میں ظالموں کے ہنسنے کی آخرت میں تعبیر رونا اور چیخنا ہوگا۔ گریہ۔ اگر دنیا میں گریہ وزاری ہوگی تو آخرت میں اس کی تعبیر خوشی ہوگی، خواب کی تعبیر عموماً الٹی ہوتی ہے۔ اے دریدہ۔ جو یوسف جیسے نیکوں کو دنیا میں ستائے گا وہ آخرت میں بھیڑیا بن کر اٹھے گا۔

2. گشتہ۔ انسان کی بری عادتیں آخرت میں بھیڑیے بنیں گی اور خود اس کے اعضا کو پھاڑیں گی۔ خوں۔ اگر انسان نے کسی کا ناحق خون بہایا ہے تو وہ خون نہ سوئے گا اور قیامت میں بدلے کا خواہاں ہوگا۔ ایں قصاص۔ اگر دنیا میں بدلہ لے بھی لیا گیا ہوگا تو آخرت کے عذاب سے پھر بھی نجات نہ ملے گی بلکہ دنیا والا بدلہ اس کے مقابلہ میں کھیل سمجھا جائے گا۔

3. زیں لعب۔ قرآن نے دنیا کی زندگی کو کھیل کود سے تعبیر کیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کا انتقام آخرت کے انتقام کے مقابلہ میں کھیل کود ہے۔ ایں جزا۔ دنیا میں جو بدلہ لے لیا گیا وہ تو محض وقتی فتنہ وفساد فرو کرنے کے لیے لے لیا گیا ہے اس دنیا کے بدلے کی مثال ختنہ کرنا اور آخرت کے بدلے کی مثال خصی کرنا سمجھو۔ آں خراں۔ یعنی فرعونوں کو دنیا کے مزے اڑا لینے دو۔

Marfat.com

تا ہمہ[1] زاں خوش علف فربہ شوند — ہیں کہ گرگانند ما را خشم مند

تا کہ سب اس عمدہ گھاس سے موٹے ہو جائیں — خبردار! ہمارے بھیڑیے غصہ میں ہیں

بیانِ آنکہ خلقِ دوزخ گرسنگاں اند و نالاں اند و از حق خواہاں

اس کا بیان کہ دوزخ کی مخلوق بھوکی اور نالاں ہے اور اللہ تعالیٰ سے چاہتی ہے

کہ روزیہای مارا فربہ گرداں و زود بما رساں کہ مارا صبر نماند

کہ ہماری خوراک کو موٹا بنا دے اور جلد ہمارے پاس پہنچا دے کیونکہ ہمارا صبر ختم ہو گیا ہے

نالۂ گرگانِ خود را موقنیم — ایں خراں را طعمۂ ایشاں کنیم

ہمیں اپنے بھیڑیوں کے رونے کا یقین ہے — ہم ان گدھوں کو ان کی خوراک بنائیں گے

ایں خراں[2] را کیمیایِ خوش دمی — از لبِ تو خواست کردن آدمی

ان گدھوں کو خوش کلامی کی کیمیا نے — تیرے ہونٹ سے، ان کو آدمی بنانا چاہا

تو بسے کردی بدعوت لطف و جود — آں خراں را طالع و روزی نبود

تو نے دعوت (دینے) میں بہت مہربانی اور سخاوت کی — ان گدھوں کا نصیبہ اور مقدر نہ تھا

پس فروپوشاں لحافِ نعمتی — تا برد شاں زود خوابِ غفلتی

تو ان کو اپنے انعام کا لحاف اوڑھا دے — تاکہ غفلت کی نیند ان کو جلد سلا دے

تا چو بجہند از چنیں خواب ایں رمہ — شمع مُردہ باشد و ساقی شدہ

تاکہ یہ گروہ جب ایسی نیند سے بیدار ہوں — شمع گل ہو چکی ہو اور ساقی روانہ ہو چکا ہو

داشت[3] طغیاں شاں ترا در حیرتے — پس بنوشند از جزا ہم حسرتے

ان کی سرکشی نے تجھے حیرانی میں جلا کر دیا ہے — تو بدلے میں وہ حسرت چکھیں گے

تا کہ عدلِ ما قدم بیروں نہد — در جزا ہر زشت را در خور دہد

تاکہ ہمارا انصاف ظاہر ہو جائے — ہر بُرے کو مناسب بدلہ دے

کاں شہے کہ می ندیدندش فاش — بود با ایشاں نہاں اندر معاش

کیونکہ وہ شاہ جس کو وہ ظاہر میں نہیں دیکھتے — وہ زندگی میں ان کے ساتھ پوشیدہ تھا

چوں خرد با تست مشرف بر تنت — گرچہ زو قاصر بود ایں دیدنت

جیسا کہ عقل تیرے ساتھ تیرے جسم کی نگراں ہے — اگرچہ تیرا یہ دیکھنا اس سے عاجز ہے

---

[1] تا ہمہ۔ یہ فرعونی جہنم کے بھیڑیوں کی خوراک ہیں وہ بھیڑیے بھوک سے غصہ میں ہیں تو ان کو خوب موٹا ہونے دو تاکہ ان کو اچھی خوراک ملے۔ نالۂ گرگاں۔ میرے علم میں ہے کہ وہ بھیڑیے بھوک سے فریاد کر رہے ہیں مجھے ان کو ان کی خوراک بنانا ہے۔

[2] ایں خراں۔ آپ نے اپنی خوش کلامی کی کیمیا سے ان کو آدمی بنانا چاہا لیکن ان کے مقدر میں آدمی بننا نہ تھا۔ پس فرو۔ ان پر نعمت کا لحاف اڑھا دو تاکہ یہ غفلت کی نیند سو جائیں۔ تا چو۔ جب اس غفلت سے بیدار ہوں گے تو مجلس ختم ہو چکی ہوگی نہ شمع ہوگی نہ ساقی یعنی تم سے اور تمہاری ہدایت سے فائدہ اٹھانے کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔

[3] داشت۔ ان کی سرکشی تمہارے لیے حیران کن تھی اب حسرت کا مزہ چکھیں گے۔ تاکہ۔ ہمارے انصاف کا تقاضا ہوگا کہ ہم ان کو ان کے برے اعمال کی بری سزا دیں۔ کاں شہے۔ جس خدا کو وہ نہیں دیکھ رہے تھے وہ خدا ان کے ساتھ تھا۔ چوں خرد۔ مولانا مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خدا کی طرح اور بھی چیزیں ہیں جن کو انسان نہیں دیکھ پاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ ہوتی ہیں، انسان اپنی عقل کو نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ انسان کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

نیست[1] قاصر دیدنِ اُو اے فلاں | از سکون و جنبشت در امتحاں
اے فلاں! اس (عقل) کا دیکھنا قاصر نہیں ہے | تیرے سکون اور حرکت سے آزمائش میں

چہ عجب گر خالقِ آں عقل نیز | با تو باشد در سکون و نقل نیز
تو تعجب کیا ہے؟ اگر اس عقل کا پیدا کرنے والا بھی | تیرے ساتھ ہو، سکون اور منتقل ہونے میں بھی

از خرد غافل شود بر بد تند | بعد ازاں عقلش ملامت میکند
عقل سے غافل ہوتا ہے اور برائی کرتا ہے | اس کے بعد اس کو عقل ملامت کرتی ہے

تو شدی غافل ز عقلت عقل نے | کز حضورستش[2] ملامت کردنے
تو اپنی عقل سے غافل بنا، عقل نہ بنی | کیونکہ اس کا ملامت کرنا اس کی موجودگی (کی دلیل) ہے

گر نبودے حاضر و غافل بدے | در ملامت کے ترا سیلی زدے
اگر وہ حاضر نہ ہوتی اور غافل ہوتی | ملامت میں کب تیرے طمانچہ مارتی؟

ور ازو غافل نبودے نفسِ تو | کے چناں کردے جنون و نفسِ تو
اگر تیرا نفس اس سے غافل نہ ہوتا | تو تیرا پاگل پن اور گرمی کب ایسا کرتی؟

پس ترا عقلت چو اُصطرلاب بود | زاں بدانی قربِ خورشیدِ وجود
تو تیری عقل اُصطُرلاب کی طرح ہے | تو اس سے وجود کے سورج کی نزدیکی جان لے

قربِ بیچون[3] ست عقلت را بتو | نیست از پیش و پس و سفل و علو
تیری عقل کا تجھ سے قرب بے کیف ہے | جو آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سے نہیں ہے

قربِ بیچوں چوں نباشد شاہ را | کہ نیابد بحثِ عقل آں راہ را
تو شاہ کا قرب، بے کیف کیوں نہ ہو گا؟ | کیونکہ عقل کی بحث اس کا راستہ نہیں پاتی ہے

نیست آں جنبش کہ در اِصبع ترا ست | پیشِ اصبع یا پسش یا چپ و راست
وہ حرکت نہیں ہے جو تیری انگلی میں ہے | انگلی کے آگے یا اس کے پیچھے یا بائیں اور دائیں سے

وقتِ خواب و مرگ از وے میرود | وقتِ بیداری قرینش می شود
موت اور نیند کے وقت وہ اس سے چلی جاتی ہے | بیداری کے وقت اس کے ساتھ ہوتی ہے

---

[1] نیست قاصر۔ تو اپنی عقل کو دیکھنے سے قاصر ہے لیکن تیری عقل تجھے دیکھنے سے قاصر نہیں ہے۔ چہ عجب۔ جب نظر نہ آنے والی عقل تیرے ساتھ ہے تو اگر اسی طرح اس کا خالق خدا تیرے ساتھ ہو، تو کیا تعجب ہے۔ از خرد۔ انسان غلطی کرتے وقت عقل سے غافل ہو جاتا ہے پھر عقل اس کو ملامت کرتی ہے۔

[2] کز حضور۔ عقل کا ملامت کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ تجھ سے اور تیرے کام سے غافل نہ تھی۔ سیلی۔ طمانچہ۔ ور۔ اس غلط کا کرنا اس کی دلیل ہے کہ تو اس وقت عقل سے بیگانہ نہ تھا۔ پس ترا۔ تیری عقل، حضرتِ حق تعالیٰ کے قرب کو سمجھنے کا ذریعہ ہے اس کی مثال سے تو سمجھ لے۔ اصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے نجومی چاند، سورج تاروں کے فاصلے معلوم کرتے ہیں۔ خورشیدِ وجود۔ حق تعالیٰ۔

[3] بیچوں۔ یعنی بے کم و کیف، عقل کا انسان سے قرب جہتوں سے متصف نہیں ہے۔ قرب بیچوں۔ اللہ تعالیٰ جس کی ذات خود کم اور کیف سے بالاتر ہے۔ اس کا قرب بھی ان کیفیتوں سے بالاتر ہے۔ نیست آں۔ مولانا بے کیف و کم کے قرب کی دوسری مثال پیش کر رہے ہیں۔ انگلی کی حرکت کو انگلی سے جو قرب ہے وہ بے کم و کیف ہے۔ وقتِ خواب۔ انسان کے سونے میں اس کی انگلی کو حرکت نہیں ہوتی بیداری کے بعد فوراً حرکت میں آ جاتی ہے۔

از چه رَه[1] می آید اندر اِصبَعت
وہ تیری انگلی میں کس راہ سے آتی ہے؟
کاصبعت بے اُو ندارد منفعت
کیونکہ تیری انگلی اس کے بغیر کوئی نفع نہیں رکھتی ہے

نورِ چشمِ مَردُمک در دیده ات
آنکھ کی پتلی کا نور تیری آنکھ میں
از چه ره آمد بغیرِ شش جهت
بغیر چھ جہت کے کس راستہ سے آیا ہے؟

عالمِ خلق ست با سویِ و جهات
عالم خلق جانب اور جہتوں والا ہے
بے جهت داں عالمِ امر و صفات
عالم امر و صفات کو بے جہت کا سمجھ

بے جهت داں عالم امر اے صنم
اے صنم! عالم امر کو بے جہت سمجھ
بے جهت هم باشد آمر لا جرم
لا محالہ امر کرنے والا بھی بے جہت ہو گا

بے جهت بُد عقل[2] و علامُ البیاں
عقل بے جہت تھی اور بیان کا جان کار
عقل تر از عقل و جاں تر ہم زجاں
عقل سے بھی زیادہ عقل اور جان سے بھی زیادہ جان ہے

بے تعلق نیست مخلوقے بدو
کوئی مخلوق اس سے بے تعلق نہیں ہے
آں تعلق ہست بیچوں اے عمو
اے چچا! وہ تعلق بلا کیف ہے

زانکه فصل و وصل نبود در رواں
کیونکہ روح میں فصل اور وصل نہیں ہے
غیرِ فصل و وصل نندیشد گماں
گمان فصل اور وصل کے علاوہ نہیں سوچتا ہے

غیرِ فصل[3] و وصل پے بَر از دلیل
دلیل سے فصل اور وصل کے علاوہ کا پتا لگا
لیک پے بُردن نہ بِشناسد علیل
لیکن پتا لگانا، بیمار نہیں جانتا

پے بیاپے می بَر از دوری ز اصل
پے در پے اصل سے دوری کا پتا لگا
تارگِ مردیت آرد سویِ وصل
تاکہ مردانگی کی رگ تجھے وصل کی جانب لے آئے

ایں تعلق را خرد چوں پے بَرد
عقل اس تعلق کا کیسے پتا لگائے؟
بستۂ فصل ست و وصل است ایں خرد
یہ عقل تو فصل اور وصل سے وابستہ ہے

---

1. از چہ رہ۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ حرکت انگلی میں کون سی طرف سے آتی ہے۔ نور چشم۔ آنکھوں میں روشنی کی آمد بھی جہات سے منزہ ہے۔ عالم خلق۔ وہ عالم ہے جو مادی اور زمانی ہے وہ جانب اور جہت سے متصف ہے۔ عالم امر۔ وہ عالم ہے جس کی پیدائش لفظ کن سے ہوئی ہے اور وہ مادی اور زمانی نہیں ہے وہ مجردات کا عالم ہے جبکہ عالم امر مادہ اور جہت سے منزہ ہے تو امر یعنی حضرتِ حق تعالیٰ جس نے وہ کلمہ کن فرمایا ہے بدرجہ اولیٰ جہت اور جانب سے پاک ہوگا۔
2. عقل۔ عقل بھی بے جہت چیز ہے تو اللہ تعالیٰ جو عقل کی بھی عقل اور جان کی بھی جان ہے کیوں جہت سے پاک نہ ہوگا۔ بے تعلق۔ مخلوق کا خالق سے جو تعلق ہے وہ بھی کیفیت سے بالاتر ہے۔ زانکہ۔ روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اس میں نہ فصل کی صفت ہے نہ وصل کی لیکن انسان کا خیال و گمان وصل اور فصل کے علاوہ کوئی تعلق نہیں سمجھتا ہے۔
3. غیر فصل۔ ہماری بیان کردہ دلیل سے پتا لگانے کو اِتصال اور انفصال کے علاوہ بھی کوئی تعلق ہے لیکن وہ شخص جو نفسانی بیماریوں میں مبتلا ہے وہ پتا نہیں لگا سکتا بعض نسخوں میں "نہ بشناسد علیل" ہے اس کے معنی یہ ہوں گے محض پتا لگانا پیاس نہیں بجھاتا ہے پیاس جب بجھے گی جبکہ مشاہدہ حاصل ہو جائے گا۔ پے بیاپے۔ اگر انسان مسلسل یہ سوچے گا کہ مجھے ذاتِ خداوندی سے دوری ہے تو مردانگی کی رگ اس کو وصل کی طرف لے جائے گی۔ ایں تعلق۔ جو عقل محض اتصال اور انفصال کے تعلق کو ہی سمجھ سکتی ہے وہ اللہ سے مخلوق کے تعلق کا پتا نہیں بتا سکتی۔

Marfat.com

زیں[1] وصیت کرد مارا مصطفیٰؐ
اسی وجہ سے مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں وصیت کی ہے
بحث کم جوئید در ذاتِ خدا
کہ ذاتِ خدا میں بحث نہ کرو

آنکہ در ذاتش تفکر کردنیست
جو غور و فکر اس کی ذات میں کرتا ہے
در حقیقت آں نظر در ذات نیست
حقیقتاً وہ غور و فکر ذات میں نہیں ہے

ہست آں پندارِ او زیرا براہ
یہ (محض) اس کا خیال ہے، کیونکہ راستہ میں
صد ہزاراں پردہ آمد از اللہ
خدا کی جانب سے لاکھوں پردے ہیں

ہر یکے در پردۂ موصول جوست
ہر ایک، ایک پردے کا وصل چاہنے والا ہے
وہمِ او آن ست کاں عینِ خود اوست
اس کا خیال یہ ہے کہ وہ اس کا عین ہے

پس پیمبر دفع کرد ایں وہم ازو
تو پیغمبر ﷺ نے اس سے اس وہم کو دفع کر دیا
تا نباشد در غلط سودا پزِ او
تاکہ وہ غلطی میں خیالی (دیگ) پکانے والا نہ بنے

وانکہ[2] اندر وہمِ او ترکِ ادب
کیونکہ اس کے وہم میں (پڑنا) ادب کو چھوڑنا ہے
بے ادب را سرنگونی داد رب
(اور) اللہ تعالیٰ نے بے ادب کو اوندھا پن دیا ہے

سرنگونی آں بود کوسوی زیر
اندھا پن یہ ہے کہ نیچے کو
می رود پندارد او کو ہست چیر
جا رہا ہے (اور) وہ سمجھ رہا ہے کہ وہ کامیاب ہے

زانکہ حدِّ مست باشد ایں چنیں
کیونکہ مدہوش کی یہ تعریف ہے
کو نداند آسماں را از زمیں
کہ وہ آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہے

در عجبہایش[3] بفکر اندر روید
اس کے عجائب میں غور کرو
از عظیمی و ز مہابت گم شوید
عظمت اور ہیبت سے گم ہو جاؤ

چوں ز صنعش ریش و سبلت گم کنید
جب تم اس کی صنعت میں حیران ہو جاؤ گے
حدِّ خود دانید آنگہ تن زنید
اپنا رتبہ جان لو گے (اور) اس وقت خاموش ہو جاؤ گے

جز کہ لا احصی نگوید او ز جاں
وہ دل سے سوائے اس کے کچھ نہ کہے گا کہ "میں شمار نہیں کر سکتا"
کز شمار و حد بیروں ست آں
کیونکہ وہ شمار اور حد سے بالا ہے

[1] زیں۔ چونکہ عقل اس کو نہیں سمجھ سکتی اسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَفَكَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِی اللّٰہِ "اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کرو۔" آنکہ۔ کیونکہ ذات کا تصور ناممکن ہے لہٰذا اس میں تفکر بھی ناممکن ہے۔ ہست۔ ذات میں غور کرنا ذات میں غور کرنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے ایک مفروضہ میں غور کرنا ہے کیونکہ ذات اور مخلوق میں کروڑوں پردے ہیں۔ ہر یکے۔ ذات میں غور کرنے والا کسی پردے سے وابستہ ہو گیا ہے اور اسی کو اللہ کی ذات کا عین سمجھ رہا ہے۔

[2] وانکہ۔ ذاتِ خدا میں مشغولیت نہ ہو اور وہم میں مبتلا ہو یہ خدا کے ساتھ بے ادبی ہے جس کی سزا سرنگونی ہے۔ سرنگونی۔ اوندھے پن کا یہی مطلب ہے کہ انسان نیچے گر رہا ہو اور یہ سمجھے میں اوپر چڑھ رہا ہوں۔ حدِ مست۔ مست کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ زمین اور آسمان یعنی نیچے اور اوپر میں فرق نہیں کر سکتا۔

[3] در عجب ہا۔ خدا کی عجیب صناعی میں غور کرنا چاہیے اور اس کی عظمت اور ہیبت میں گم ہو جانا چاہیے۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرو گے تو تم پر اپنی حقیقت کھل جائے گی اور خاموشی اختیار کر لو گے۔ جز کہ۔ اب تم یہ کہو گے لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ یعنی "میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔"

Marfat.com

چوں بیانش[1] بیحدست اے بوالہوس　　بحث کم کن پیش ازیں کم زن نفس
اے ابو الہوس! چونکہ اس کا بیان محدود ہے　　بحث نہ کر اس سے آگے سانس نہ لے

رفتن ذو القرنین بکوہِ قاف و درخواست کردن کہ اے
حضرت ذوالقرنین کا کوہِ قاف کے پاس جانا اور درخواست کرنا کہ اے قاف!
قاف از عظمت صفاتِ حق تعالیٰ رشمہٗ با ما بگو و جواب او
ہمیں کچھ تھوڑی سی اللہ تعالیٰ کی صفات بتا دے اور اس کا جواب
کہ صفت عظمتِ حق تعالیٰ بہ تقریر در نیاید و لا بہ کردنِ ذوالقرنین
دینا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعریف تقریر میں نہیں آ سکتی اور ذوالقرنین کی
کہ ازانچہ تواں گفت و بخاطر داری رشمہٗ بگو
خوشامد کرنا کہ جس قدر بتایا جا سکتا ہے اور جو جانتا ہے کچھ بتا دے

رفت ذوالقرنین سوی کوہِ قاف　　دید کہ را کز زمرد بود صاف
ذوالقرنین کوہ قاف کی جانب گئے　　انہوں نے پہاڑ کو دیکھا کہ وہ زمرد سے (زیادہ) صاف تھا
گردِ عالم حلقہ گشتہ آں محیط[2]　　ماند حیراں اندراں خلقِ بسیط
وہ گھیرنے والا دنیا کے چاروں طرف حلقہ کیے ہوئے ہے　　اس وسیع مخلوق میں حیران رہ گئے
گفت تو کوہی دگرہا چیستند　　کہ بہ پیشِ عظمِ تو باز ایستند
انہوں نے کہا تو پہاڑ ہے دوسرے کیا ہیں؟　　کہ تیری بڑائی کے سامنے جیسی
گفت رگہای من اند آں کوہہا　　مثلِ من نبوند در حسن و بہا
اس نے کہا، وہ پہاڑ میری رگیں ہیں　　وہ خوبصورتی اور قیمت میں میری طرح نہیں ہیں
من بہر شہرے[3] رگے دارم نہاں　　بر عروقم بستہ اطراف جہاں
ہر شہر میں میری رگ چھپی ہوئی ہے　　دنیا کے اطراف میری رگوں سے بندھے ہوئے ہیں
حق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا　　امر فرماید کہ جنباں عرق را
جب اللہ تعالیٰ کسی شہر میں زلزلہ (لانا) چاہتا ہے تو مجھے　　حکم دے دیتا ہے کہ رگ کو ہلا دے
پس بجنبانم من آں رگ را بقہر　　کہ بداں رگ متصل گشت ست شہر
میں غصہ سے اس رگ کو ہلا دیتا ہوں　　جس رگ سے وہ شہر ملا ہوا ہے

---

1. چوں بیانش۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ اس کی تعریف کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے لہٰذا اس میں بحث ختم کر دینی چاہیے اور خاموشی اختیار کر لینی چاہیے۔ رفتن۔ حضرت ذوالقرنین اور کوہِ قاف کے مکالمہ سے یہی سمجھایا ہے کہ اوصاف باری تعالیٰ کا بیان ناممکن ہے۔ ذوالقرنین۔ ایک نیک دل بادشاہ تھا جس کا نام سکندر تھا یہ سکندر رومی سے بہت پہلے گزرا ہے۔ کوہِ قاف۔ ایک پہاڑ ہے لیکن فارسی لٹریچر میں اس کے بارے میں بہت سے فرضی افسانے مذکور ہیں۔
2. محیط۔ گھیرنے والا یعنی وہ پہاڑ جو تمام دنیا کو اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھا۔ گفت۔ ذوالقرنین نے کہا تیری بڑائی کے مقابلہ میں ان پہاڑوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ رگہای۔ کوہ قاف نے کہا وہ پہاڑ میری جڑیں ہیں جڑ اور اصل یکساں نہیں ہوتی اس لیے تم ان کو دیگر پہاڑ سمجھ رہے ہو۔
3. من بہر شہرے۔ دنیا کے ہر شہر کے نیچے میری رگ ہے اس طرح تمام دنیا میری رگوں پر آباد ہے۔ حق۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شہر پر زلزلہ نازل فرمانا چاہتا ہے تو مجھے حکم دے دیتا ہے میں اپنی وہ رگ ہلا دیتا ہوں اور اس شہر میں زلزلہ آ جاتا ہے۔

Marfat.com

چوں بگویدؔ[1] بس شود ساکن رگم ساکنم وز رُوئے فعل اندر تگم
جب وہ بس کہہ دیتا ہے میری رگ ساکن ہو جاتی ہے میں (بظاہر) ساکن ہوں لیکن عمل کے اعتبار سے معروف ہوں

ہمچو مرہم ساکن و بس کارکن چوں خرد ساکن و زُو جنباں سخن
جیسا کہ مرہم ساکن اور بہت کارگزار ہے جیسے کہ عقل ساکن ہے اور بات اس کی وجہ سے حرکت میں ہے

نزدِ آں کس کہ نداند عقلش ایں زلزلہ ہست از بخاراتِ زمیں
جس کی عقل اس کو نہیں سمجھتی ہے اس کے نزدیک زلزلہ، زمین کے بخارات کی وجہ سے ہے

ایں بخاراتِ زمیں نبود بداں ز امرِ حق ست و ازاں کوہِ گراں
سمجھ لے یہ زمین کے بخارات نہیں ہیں اللہ (تعالیٰ) کے حکم اور اس بھاری پہاڑ کی وجہ سے ہے

بیانِ[2] آنکہ مورے بر کاغذ می رفت نوشتنِ قلم دید قلم را ستودن
اس کا بیان کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی کاغذ پر چل رہی تھی اس کے قلم کا لکھنا دیکھا قلم کی تعریف

گرفت مورے دیگر کہ چشمش تیز بین بود گفت ستایشِ انگشتاں
کرنی شروع کر دی دوسری چیونٹی جس کی آنکھ تیز دیکھنے والی تھی اس نے کہا انگلیوں کی

را کن کہ ایں ہنر از ایشاں می بینم مورے دیگر کہ از ہر دو چشم او
تعریف کر کیونکہ میں یہ ہنر ان کا سمجھتی ہوں تیسری چیونٹی جس کی آنکھیں دونوں سے زیادہ

تیز تر بود گفت من ستایشِ بازو کنم کہ انگشتاں فرع وے اند
تیز تھیں بولی میں بازو کی تعریف کرتی ہوں کیونکہ انگلیاں اس کی فرع ہیں

مورکے بر کاغذے دید او قلم گفت با مورِ دگر ایں راز ہم
ایک چھوٹی سی چیونٹی نے کاغذ پر قلم کو دیکھا اس نے دوسری چیونٹی سے بھی یہ راز کہا

کہ عجائب نقشہا آں کلکؔ[3] کرد ہمچو ریحان و چو سوسن زار و وَرد
کہ قلم نے عجیب نقش کھینچے ہیں جیسے نیازبو اور جیسے سوسن کا کھیت اور گلاب

گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور ویں قلم در فعل فرعست و اثر
اس چیونٹی نے کہا، انگلی کارگزار ہے یہ قلم کام کرنے میں فرع اور اثر ہے

گفت آں مورِ سوم کز بازو است کاصبع لاغر نہ زورش نقش بست
تیسری چیونٹی نے کہا کہ وہ بازو کی وجہ سے ہے کیونکہ کمزور انگلی کی طاقت نے یہ نقش نہیں بنائے

ہمچنیں می رفت بالا تا یکے مہتر موراں فطن بود اندکے
(بات) اسی طرح اوپر کو چلتی رہی یہاں تک کہ چیونٹیوں کی سردار تھوڑی سمجھ دار تھی

---

[1] چوں بگوید۔ جب مجھے رکنے کا حکم دیتا ہے تو وہ میری رگ ساکن ہو جاتی ہے بظاہر میں ساکن ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام میں میری تگ و دو جاری ہے۔ ہم چو۔ ساکن رہ کر کام کرنے کی مثال مرہم اور عقل ہے۔ نزدِ آں کس۔ جس کی عقل میں یہ بات نہیں آتی وہ زلزلہ کا اصلی سبب زمین کے بخارات کو سمجھتا ہے لیکن دراصل زلزلہ کا سبب خدائی حکم اور کوہ قاف ہے۔

[2] بیان۔ اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو عقل مند ہیں وہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں کم عقل سبب کو ہی جانتے ہیں۔ مورکے۔ مور، چیونٹی، کاف تصغیر کا اور یا وحدت کی ہے۔ راز۔ یعنی قلمکاری دیکھنا۔

[3] کلک۔ قلم۔ ریحان۔ نیازبو، ہر خوشبودار پودا۔ سوسن۔ ایک نیلگوں پھول ہے۔ وَرد۔ گلاب۔ اصبع۔ اس چیونٹی نے کہا کہ یہ قلم کا ہنر نہیں بلکہ اصل کاریگری کاتب کی انگلیوں کی ہے۔ مورِ سوم۔ تیسری چیونٹی نے کہا کہ دراصل یہ کام بازو کا ہے۔ فطن۔ سمجھدار۔

Marfat.com

گفت کز صورت[1] مبیند ایں ہنر — کہ بخواب و مرگ گردد بے خبر

اس نے کہا اس ہنر کو جسم کا نہ سمجھو — کیونکہ وہ تو نیند اور موت میں بے خبر ہو جاتا ہے

صورت آمد چوں لباس و چوں عصا — جز بعقل و جاں نجنبد نقشہا

جسم بمنزلہ لباس اور لاٹھی کے ہے — عقل اور جان سے ہی نقوش بنتے ہیں

بیخبر بود او کہ آں عقل و فواد — بے ز تقلیبِ خدا باشد جماد

وہ اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور دل — خدا کی حرکت دیے بغیر بے جان ہیں

یک زمان از وے عنایت بر کند — عقلِ زیرک ابلہیہا می کند

تھوڑی دیر کے لیے وہ اس پر مہربانی کرنا بند کر دیتا ہے — ذہین عقل، بے وقوفیاں کرتی ہے

باز التماس کردنِ ذو القرنین از کوہِ قاف و بیانِ عجایب از ثنای حق

ذوالقرنین کا دوبارہ کوہ قاف سے درخواست کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف میں عجائب کا بیان

چونکہ[2] کوہِ قاف دُرِ نطق سفت — چونش گویا یافت ذوالقرنین گفت

جب کوہ قاف نے گویائی کا موتی پرویا — چونکہ ذوالقرنین نے اس کو بولتا پایا تو کہا

کاے سخن گوی خبیرِ رازداں — از صفاتِ حق بکن بامن بیاں

اے بولنے والے، باخبر، رازداں! — اللہ (تعالیٰ) کی صفات مجھ سے بیان کر دے

گفت رو کاں وصف زانہا بر ترست — کہ بیاں بر وَے تواند بُرد دست

اس نے کہا، جا، کیونکہ وہ صفت اس سے بالا تر ہے — کہ بیان اس پر قابو پا سکے

یا قلم را زہرہ باشد کہ بسر — بر نویسد بر صحائف زاں خبر

یا قلم کی یہ مجال ہو کہ نوک سے — وہ صحیفوں میں اس کی بابت لکھ دے

گفت کمتر داستانے باز گو — از عجبہایِ حق اے حبرِ نکو

انہوں نے کہا تھوڑی سی داستان سنا دے — اللہ کے عجائب کی اے اچھے عالم!

گفت[3] اینک دشتِ سہ صد سالہ راہ — کوہہایِ برف پُر کردہ است شاہ

اس نے کہا یہ تین سو سالہ مسافت کا جنگل — شاہ نے اس کو برف کے پہاڑوں سے بھر دیا ہے

کوہ بر کہ بے شمار و بے عدد — میرسد در ہر زماں برفش مدد

پہاڑ بالائے پہاڑ، بے شمار اور ان گنت — ہر وقت ان کو برف کی مدد پہنچتی ہے

---

[1] کز صورت۔ اس کاریگری کا اصل سبب جسم نہیں، روح ہے۔ صورت۔ جسم، روح کا ایک لباس اور آلہ ہے، نقش، عقل اور جان بناتی ہے۔ بے خبر۔ وہ چیونٹی بھی اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور جان خدا کی تحریک پر عمل کرتی ہے۔ یک زماں۔ اگر اللہ تعالیٰ عقل سے تھوڑی دیر کے لیے اپنی مہربانی ہٹا لیتا ہے تو عقل بے عقلی کے کام کرنے لگتی ہے۔

[2] چونکہ۔ جب ذوالقرنین نے کوہ قاف کو بولتا دیکھا تو اس سے درخواست کی۔ کاے۔ اے کوہ قاف تو اللہ کی صفات سے واقف ہے ہمیں اس کی صفات سے آگاہ کر دے۔ گفت۔ کوہ قاف نے کہا اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان سے بالاتر ہیں۔ یا قلم۔ نہ قلم میں یہ طاقت ہے کہ ان کو تحریر کر سکے۔ حبر۔ بڑا عالم۔

[3] گفت۔ کوہ قاف نے قدرت کے عجائب کا بیان شروع کیا اور کہا کہ یہ جنگل اتنا وسیع ہے کہ تین سو سال کی مسافت کا ہے۔ اس کو خدا نے برف سے پُر کیا ہے اور اب اس پر برف کی تہیں جمتی رہتی ہیں۔ کوہ۔ اس جنگل میں اللہ تعالیٰ نے برف کے پہاڑ جمع کر دیے ہیں۔

Marfat.com

کوہ برفے می زند بر دیگرے
برف کا پہاڑ دوسرے (پہاڑ) پر پڑتا ہے
می رساند برف سَردی تا ثَرے
برف ٹھنڈک کو زمین کی تہ تک پہنچاتا ہے

کوہ برفے می زند بر کوہِ برف
برف کا پہاڑ، برف کے دوسرے پہاڑ پر گرتا ہے
دمبدم ز انبارِ بیحد و شگرف
ہر وقت بے حد اور عجیب بوجھ سے

گر نبودے[1] اینچنیں وادی شہا
اے بادشاہ! اگر اس طرح کا جنگل نہ ہوتا
تفِ دوزخ محو کردے مر مرا
دوزخ کی سوزش، مجھے مٹا دیتی

غافلاں را کوہہایِ برف داں
غافلوں کو برف کے پہاڑ سمجھ
تا نسوزد پردہایِ عاقلاں
تاکہ عقلمندوں کے پردے نہ جل جائیں

گر نبودے عکسِ جہلِ برف باف
اگر برف کی سی ساخت کے جہل کا عکس نہ ہوتا
سوختے از نار، شوق آں کوہِ قاف
تو عشق کی آگ سے وہ کوہ قاف جل جاتا

آتش[2] از قہرِ خدا خود ذرّہ ایست
(جہنم کی) آگ اللہ کے قہر کا ایک ذرہ ہے
بہرِ تہدید لئیماں ذرّہ ایست
وہ کمینوں کو ڈرانے کے لیے ذرہ ہے

با چنیں قہرے کہ زفت و فائق ست
ایسے قوی اور بڑھے ہوئے قہر کے باوجود
بردِ لطفش بیں کہ بروے سابق ست
اس کے کرم کی ٹھنڈک کو دیکھ جو اس سے آگے ہے

سبق بیچون و چگونہ معنوی
یہ آگے ہونا بغیر تکلیف اور کیفیت کے، معنوی ہے
سابق و مسبوق دیدی بے دوئی
تو نے بغیر دوئی کے آگے ہونے والا اور پیچھے رہ جانے والا دیکھا

گر ندیدی[3] آں بود از فہمِ پست
اگر تو نے نہیں دیکھا تو یہ ناقص عقل کی وجہ سے ہے
کہ عقولِ خلق زاں کان یک جوست
کیونکہ مخلوق کی عقلیں اس کان (میں) ایک جو (کی برابر) ہیں

عیب بر خود نہ نہ بر آیاتِ دیں
اپنا عیب سمجھ، نہ کہ دین کی آیتوں کا
کے رسد بر چرخِ دیں مرغِ گلیں
دین کے آسمان پر مٹی میں سنا پرند کب پہنچ سکتا ہے؟

مرغ را جولاں گہ عالی ہواست
(تیرے) پرند کی بلند پرواز گاہ فضا ہے
زانکہ نشوِ او ز شہوت وز ہواست
کیونکہ اس کا نشو (ونما) شہوت اور نفسانی خواہش ہے

---

1. گر نبودے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر اس جنگل کے برف کے پہاڑوں کی ٹھنڈک نہ ہوتی تو دوزخ کی آگ کی گرمی مجھے پھونک ڈالتی۔ غافلاں۔ اگر غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر نہ پڑتا تو عارفوں کا شوق ان کو جلا ڈالتا۔ عکس۔ غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر وہی اثر کرتا ہے جو برف کے پہاڑ کوہ قاف کے لیے کر رہے ہیں۔

2. آتش۔ دوزخ کی آتش جس کی تاثیر کا اس قدر بیان ہوا یہ اللہ کے قہر و غضب کا ایک ذرہ ہے۔ با چنیں۔ لیکن قہر و غضب کی اس حالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کرم کی ٹھنڈک اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ سبق۔ رحمت کی غضب پر حسی سبقت نہیں ہے بلکہ معنوی ہے رحمت اور غضب دونوں اللہ کی صفت ارادہ کی صورتیں ہیں اور ارادہ عین ذات باری تعالیٰ ہے لہٰذا یہاں سابق اور مسبوق ہونا ایک چیز کی صفت ہے۔

3. گر ندیدی۔ ایک ہی چیز سابق بھی ہو اور مسبوق بھی۔ اگر یہ تیری سمجھ میں نہیں آیا تو یہ تیری عقل کا نقصان ہے اور انسانوں کو عقل کا تھوڑا سا حصہ ملا ہے جو دنیا کی آلائشوں میں ہے اس کی پرواز اعلیٰ علوم کی طرف نہیں ہوتی۔ مرغ۔ پرند کی پرواز صرف آسمان کی فضا میں ہے اسی طرح ناقص عقل کی پرواز کا حال ہے۔

Marfat.com

پس[1] تو حیراں باش بے لا و بلے ... تا ز رحمت پیشت آید محملے
بس تو حیران رہ، بغیر "نہیں" اور "ہاں" کے ... تاکہ رحمت کا کجاوہ تیرے سامنے آ جائے

چوں ز فہمِ ایں عجائب کودنی ... گر بلے گوئی تکلف می کنی
جبکہ تو ان عجائب کے سمجھنے میں نا اہل ہے ... اگر تو ہاں کہے تکلف برتے گا

ور بگوئی نے زند نے گردنت ... قہر بر بندد بداں نے روزنت
اگر تو "نہیں" کہے گا "نہیں" تیری گردن کاٹ دے گی ... اس "نہیں" سے قہر، تیرا روزن بند کر دے گا

پس ہمیں حیران و والہ باش و بس ... تا در آید نصرِ حق از پیش و پس
تو اسی طرح سے حیران اور سرگشتہ رہ اور بس ... تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی مدد آگے اور پیچھے سے آ جائے

چونکہ حیراں گشتی و گیج و فنا ... با زبانِ حال گفتی اِھْدِنَا
جبکہ تو حیران ہو گا اور ناچیز اور فنا ... زبان حال سے تو "ہمیں ہدایت دے" کہے گا

زَفت[2] زفت ست و چو لرزاں میشوی ... می شود آں زَفت نرم و مستوی
بُرا بُرا ہی ہے اور جب تو لرز گیا ... وہ بُرا نرم اور ہموار ہو جائے گا

زانکہ شکلِ زَفت بہرِ منکرست ... چونکہ عاجز آمدی لطف و بِرست
کیونکہ بُری شکل منکر کے لیے ہے ... جبکہ تو عاجز ہو گیا (تو) مہربانی اور بھلائی ہے

نمودن[3] جبرئیل خود را بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بصورتِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جبرئیل علیہ السلام کا اپنے آپ کو اپنی اصلی صورت پر

و از ہفتصد پر او چوں یک پر ظاہر شد افق را بگرفت و

ظاہر کرنا اور ان کے سات سو پروں میں سے جب ایک پر ظاہر ہوا اس نے

آفتاب محجوب شد

آسمان کے اطراف کو گھیر لیا اور سورج چھپ گیا

مصطفیٰؐ می گفت پیشِ جبرئیل ... کہ چنانکہ صورتِ تست اے خلیل
مصطفیٰ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا ... اے دوست! جیسی تیری (اصلی) صورت ہے

مَرمَرا بنمایِ محسوس آشکار ... تا بہ بینم مر ترا نظارہ وار
مجھے واضح محسوس (کر کے) دکھایئے ... تاکہ میں تمہیں نظارہ کرنے والے کی طرح دیکھ لوں

---

1. پس۔ رحمت اور غضب کے سابق اور مسبوق ہونے کو اگر تو نہیں سمجھ سکا ہے تو اس کا اقرار اور انکار نہ کر بلکہ اپنے عجز کا اظہار کر رحمت خداوندی دستگیری کرے گی۔ گر بلی۔ اگر بے سمجھے، سمجھنے کا اقرار کرے گا تو یہ تکلف ہے جو جائز نہیں۔ ور بگوئی۔ اگر انکار کرے گا تو تجھ پر قہر خداوندی نازل ہوگا۔ پس۔ حیرانی اور عجز اختیار کر اللہ کی مدد آ جائے گی۔ چونکہ۔ حیرانی اور عاجزی کی حالت میں تو ضرور کہے گا اے اللہ مجھے ہدایت فرما دے۔
2. زفت۔ حقائق کا سمجھنا مشکل ہے لیکن انسان جب عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت فرما دیتا ہے اور حقائق سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ زانکہ۔ کسی حقیقت کی بری صورت منکر کے لیے ہوتی ہے۔ چونکہ۔ جب انسان عجز اختیار کرتا ہے تو وہی بری صورت بھلی بن جاتی ہے۔
3. نمودن۔ اس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ عاجزی سے ہیبت، رحمت بن جاتی ہے۔ مرمرا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ اپنی اصلی صورت دکھا دیجیے تاکہ میں اس کا نظارہ کروں۔

Marfat.com

گفت[1] نتوانی و طاقت نبودت
حسّ ضعیف ست و تُنُک سخت آیدت
انہوں نے کہا آپ نہ دیکھ سکیں گے اور آپ کو تاب نہ ہوگی
حس (جسمانی) ضعیف اور کمزور ہے، آپ کو پریشانی ہوگی

گفت بنما تا بہ بیند ایں جسد
تا چہ حد حس نازک ست و بے مدد
آپ نے فرمایا دکھا دیجئے تاکہ یہ جسم دیکھ لے
کہ حس کس قدر نازک اور بے طاقت ہے

آدمی را ہست حسِّ تن سقیم
لیک در باطن یکے خلقِ عظیم
آدمی کی جسمانی حس ناقص ہے
لیکن باطن میں ایک عظیم مخلوق ہے

بر مثالِ سنگ و آہن ایں تنہ
لیک ہست او در صفت آتش زنہ
یہ جسم پتھر اور لوہے کی طرح ہے
لیکن وہ صفت میں چقماق ہے

سنگ و آہن مولد ایجادِ نار
زاد آتش زیں دو والد قہر بار
پتھر اور لوہا آگ نکلنے کی پیدائش گاہ ہے
قہر ڈھانے والی آگ ان دو والدین سے پیدا ہوئی

باز آتش[2] دستکارِ وصفِ تن
ہست قاہر برتنِ او شعلہ زن
پھر آگ جسم کے اوصاف کی دستکاری ہے
وہ شعلہ زنی سے اس کے جسم پر غالب ہے

باز در تن شعلہ ابراہیم وار
کہ ازو مقہور گردد بُرجِ نار
پھر بدن میں (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کی طرح شعلہ ہے
کہ اس سے آگ کا کرہ مغلوب ہو جاتا ہے

گر بر آری از درونت آتشے
آتشت گردد مطیع و دلخوشے
اگر تو اپنے اندر سے آگ ظاہر کرے
آگ، تیری فرمانبردار اور راضی ہو جائے

لا جرم[3] گفت آں رسولِ ذو فنوں
رمزِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ
لا محالہ اس صاحبِ کمالات رسول ﷺ نے فرمایا
اشارہ، ہم پیچھے ہیں، پہلے ہیں، کا

ظاہراً ایں دو بسندانے زبوں
در صفت از کانِ آہنہا فزوں
بظاہر یہ دونوں ہتھوڑے سے عاجز ہیں
صفت میں لوہوں کی کان سے بڑھ کر ہیں

پس بصورت آدمی فرعِ جہاں
در صفت اصلِ جہاں ایں را بداں
پس آدمی صورتاً دنیا کی فرع ہے
صفت میں دنیا کی اصل اس کو سمجھ

---

[1] گفت۔ انہوں نے کہا جسمانی حواس کمزور ہوتے ہیں وہ اس نظارہ کی تاب نہ لا سکیں گے اور آپ کو تکلیف ہوگی۔ ایں جسد۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصلی صورت دکھا دیجئے تاکہ جسم کو اپنے حواس کی کمزوری معلوم ہو جائے۔ آدمی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کے جسمانی حواس یقیناً کمزور ہیں لیکن روحِ انسانی نہایت طاقتور اور بڑی مخلوق ہے۔ بر مثال۔ انسان کے جسم کی مثال لوہے اور پتھر کی سی ہے لیکن اس کی صفت چقماق کی سی ہے جس میں آگ جیسی قوی مخلوق پوشیدہ ہوتی ہے۔ سنگ۔ پتھر اور لوہے سے آگ پیدا ہوتی ہے جو قہر ڈھا دیتی ہے۔

[2] باز آتش۔ قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا مستبعد نہیں ہے۔ انسان کا بدن چقماق کے ذریعہ آگ پیدا کرتا ہے اور وہ انسان کے بدن کو پھونک ڈالتی ہے۔ باز درتن۔ جسم انسانی میں ایک وہ ابراہیمی آگ پوشیدہ ہے جو اس آگ کے کرے پر غالب آ جاتی ہے۔

[3] لا جرم۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اگرچہ پہلے لوگوں کی پیداوار بتایا لیکن چونکہ یہ پیداوار اصل سے بڑھی ہوئی ہے اس لیے اس کو ان سے سابق بتایا۔ ظاہراً۔ پتھر اور لوہا ہتھوڑے سے عاجز ہیں لیکن ان سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ لوہے کی کانوں کو بھی گلا دیتی ہے۔ پس۔ انسان اگرچہ دنیا اور جہان کی پیداوار ہے لیکن اصل سے بڑھا ہوا ہے۔

Marfat.com

ظاہرش[1] را۔ پشہ آرد بچرخ
باطنش باشد محیطِ ہفت چرخ

اس کے ظاہر کو ایک مچھر نچا دیتا ہے
اس کا باطن ساتوں آسمان کو محیط ہوتا ہے

چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے
ہیبتے کہ کُہ شود زاں مندکے

جب انہوں نے اصرار کیا انہوں نے دکھا دی تھوڑی سی
وہ ہیبت کہ پہاڑ اس سے ریزہ ریزہ ہو جائے

شہپرے بگرفتہ۔ شرق و غرب را
از مہابت گشتہ بیہش مصطفیٰؐ

ایک شہپر جس نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا
مصطفیٰ ﷺ خوف سے بے ہوش ہو گئے

چوں ز بیم و ترس بیہوشش بدید
جبرئیلؑ آمد در آغوشش کشید

جب انہوں نے ان کو خوف اور ڈر سے بیہوش دیکھا
جبرئیل علیہ السلام آئے ان کو بغل میں لیا

آں مہابت قسمتِ بیگانگاں
واں تجمش دوستاں را رائگاں

وہ خوف بیگانوں کا حصہ ہے
اور وہ محبت مفت دوستوں کے لیے ہے

ہست شاہاں را زمانے بر نشست[2]
ہولِ سرہنگاں و صارمہا بدست

جلوس کے وقت بادشاہوں کے لیے ہے
سپاہیوں کی ہیبت اور تلواریں ہاتھ میں

دورباش و نیزہ و شمشیرہا
کہ بلرزند از مہابت شیرہا

دو شاخہ اور نیزہ اور تلواریں
کہ خوف سے شیر لرزتے ہیں

بانگِ چاؤ و شاں و آں چوگانہا
کہ شود ست از نہیبش جانہا

نقیبوں کی آواز اور بلے
کہ ان کے ڈر سے جانیں سہمتی ہیں

ایں برائے خاص و عامِ رہگذر
کہ کند شاں از شہنشاہی خبر

یہ راستہ خاص و عام کے لیے ہے
تاکہ ان کو شہنشاہی سے آگاہ کر دے

از برائے عام باشد ایں[3] شکوہ
تا کلاہِ کبر بنہند آں گروہ

یہ دبدبہ عوام کے لیے ہوتا ہے
تاکہ وہ لوگ تکبر کی ٹوپی اتار دیں

تامنی و ماہایِ ایشاں بشکند
نفسِ خود بیں فتنہ و شر کم کند

تاکہ ان کی خودی اور انانیت کو توڑ دے
متکبر نفس فتنہ اور شر نہ پھیلائے

شہر ازاں ایمن شودکاں شہریار
دارد اندر قہر زخم و گیر و دار

شہر اسی سے پر امن ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ
غصہ میں اذیت اور پکڑ دھکڑ رکھتا ہے

1. ظاہرش۔ انسان کا ظاہری جسم مچھر سے عاجز آ جاتا ہے لیکن اس کی روح ساتوں آسمانوں کو گھیر لیتی ہے۔ چونکہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں نمایاں ہو گئے۔ الحاح۔ اصرار۔ مندک۔ پارہ پارہ شدہ۔ شہپرے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بازو کے ایک پر نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔ آں مہابت۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ خوف اور ہیبت منکروں کے لیے ہوتی ہے۔ تجمش۔ اظہار محبت۔ رائگاں۔ یعنی بغیر محنت کے۔ ہست۔ بادشاہ عوام پر ہیبت طاری کرتے ہیں، خواص پر مہربانی کرتے ہیں۔

2. بر نشست۔ یعنی جلوس۔ صارم۔ تیز تلوار۔ دور باش۔ وہ نیزہ جو نقیب کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور نقیب اعلان کرتا جاتا ہے کہ بادشاہ کی سواری آ رہی ہے عوام راستہ سے دور ہو جائیں۔ نہیب۔ خوف۔

3. ایں۔ یہ بادشاہ کا سارا رعب و دبدبہ راستہ کے عوام و خواص کے لیے ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی بڑائی کا خیال دل سے نکال دیں۔ تامن و ما۔ یعنی انانیت اور تکبر۔ خود بیں۔ متکبر۔ دارد۔ یعنی بادشاہ غصہ کے وقت پکڑ دھکڑ پر بھی قادر ہے۔ نحوس۔ یعنی تکبر کی نحوست۔

Marfat.com

پس بمیرد آں ہوسہا در نفوس
تو نفسوں میں ہوسیں مر جاتی ہیں
ہیبتِ شہ مانع آید زاں نحوس
اس نحوست سے بادشاہ کا خوف مانع آتا ہے

بار[1] چوں آید بسوئے بزمِ خاص
پھر جب وہ خاص مجلس میں آتا ہے
کے بود آنجا مہابت یا قصاص
وہاں خوف اور سزا کہاں ہوتی ہے؟

حلم بر حلم ست و رحمہا بجوش
بردباری پر بردباری ہے اور شفقتیں جوش میں ہیں
نشنوی از غیر چنگ و نے خروش
تو سارنگی اور بانسری کی آواز کے سوا نہ سنے گا

طبل و کوس و ہول باشد وقتِ جنگ
طبل اور نقارہ اور خوف جنگ کے وقت ہوتا ہے
وقتِ عشرت با خواص آوازِ چنگ
خواص کے ساتھ عیش کے وقت سارنگی کی آواز ہوتی ہے

ہست دیوانِ محاسب عام را
پوچھ گچھ کی کچہری عوام کے لیے ہوتی ہے
واں پری و یاں گرفتہ جام را
اور حسین جام تھامے ہوئے ہے

آں زرہ واں خود در جنگ و وغا
زرہ اور خود جنگ اور لڑائی میں (ہوتی ہے)
ویں شراب و نُقل در بزمِ صفا
شراب اور چبینا خلوص کی محفل میں (ہوتا ہے)

جوشن و آں خود مر چالیش راست
زرہ اور خود، خاص جنگ کے لیے ہے
ویں حریر و وَرد مر تعریش راست
اور ریشمیں کپڑا اور گلاب خاص تخت نشینی کے لیے ہے

ایں سخن[2] پایاں ندارد اے جواد
اے سخی! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
ختم کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
ختم کر، اور اللہ تعالیٰ راست روی کو زیادہ جانتا ہے

اندر احمد آں حسے کاں غارب ست
احمد ﷺ کے اندر کی وہ حس جو چھپ جانیوالی ہے
خفتہ ایں دم زیرِ خاکِ یثرب ست
اس وقت مدینہ کی مٹی کے نیچے سوئی ہوئی ہے

واں عظیم الخلق آں کو صفدر ست[3]
وہ بڑی مخلوق جو صف شکن ہے
بے تغیر مقعدِ صدق اندرست
بغیر تغیر کے "سچائی کی جگہ" کے اندر ہے

قابلِ تغیر اوصافِ تن ست
تغیر کے قابل جسم کے اوصاف ہیں
روح باقی آفتاب روشن ست
باقی رہنے والی روح روشن سورج کی طرح ہے

بے ز تغیرے کہ لا شرقیۃ
(روح) بغیر تغیر کے ہے کیونکہ وہ نہ شرقی ہے
بے ز تبدیلی کہ لا غربیۃ
(وہ) بغیر تبدیلی کے ہے کیونکہ وہ نہ مغربی ہے

---

[1] بار۔ جب بادشاہ اپنی خاص محفل میں ہوتا ہے تو وہاں نہ خوف ہوتا ہے نہ بدلہ میں قتل کا ڈر ہوتا ہے۔ حلم۔ یعنی خاص مجلس میں بردباری ہی بردباری ہوتی ہے۔ طبل۔ یعنی یہ صرف جنگ کے وقت کے لیے عیش وعشرت کی مجلس میں چنگ ورباب ہوتا ہے۔ ہست۔ محاسبہ کی کچہری عوام کے لیے ہوتی ہے خاص محفل میں حسینوں کے ہاتھ میں جام ہوتا ہے۔ آں۔ سامانِ جنگ، جنگ کے لیے ہوتا ہے عیش وعشرت کی مجلس میں نقل وشراب چلتی ہے۔ جوشن۔ زرہ۔ خود۔ جنگ میں اوڑھنے کی لوہے کی ٹوپی۔ چالیش۔ جنگ۔

[2] ایں سخن۔ یعنی قہر ورحمت کی شان کا ذکر۔ اندر۔ اب پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ہوشی کا ذکر شروع کیا ہے۔ غارب۔ غروب کرنے والا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ۔ عظیم الخلق۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک۔

[3] صفدر۔ صف شکن۔ مقعد صدق۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص مجلس۔ قابل تغیر۔ جسم کے حواس اور اوصاف تغیر کو قبول کرتے ہیں۔ روشن۔ یعنی ناسوتی اوصاف سے پاک ہے۔ لاشرقیہ۔ شرق وغرب عالم خلق میں ہے اور روح کا تعلق عالم امر سے ہے۔

Marfat.com

آفتاب[1] از ذرّہ کے بیہوش شد | شمع از پروانہ کے بیہوش شد

سورج ذرہ سے کب بے ہوش ہوا ہے؟ | شمع پروانہ سے کب بے ہوش ہوئی ہے؟

جسمِ احمدؐ را تعلق بُد بداں | ایں تغیر آنِ تن باشد بداں

اس بے ہوشی سے احمد ﷺ کے جسم کا تعلق تھا | سمجھ لے! تغیر جسم میں ہوتا ہے

ہمچو رنجوری و ہمچوں خواب و درد | جاں ازیں اوصاف باشد پاک و فرد

جیسے بیماری اور جیسے سونا اور درد | روح ان باتوں سے پاک اور جدا ہے

خود نتانم ور بگویم وصفِ جاں | زلزلہ افتد دریں کون و مکاں

میں خود (بیان) نہیں کر سکتا ہوں اور اگر روح کا وصف بیان کر دوں | تو کون و مکان میں زلزلہ آ جائے

رُوبہش گر یک دمے آشفتہ بود | شیرِ جاں مانا کہ آں دم خفتہ بود

ان کی لومڑی اگر تھوڑی دیر کے لیے پریشان ہو گئی تھی | یقیناً روح کا شیر اس وقت سویا ہوا تھا

خفتہ بود[2] آں شیر کز خوابست پاک | اینت شیرِ نرم ساز و سہمناک

وہ شیر سویا ہوا تھا جو سونے سے پاک ہے | عجب نرم کر دینے والا اور خوفناک شیر ہے

خفتہ سازد شیر خود را آنچناں | کہ تمامش مُردہ دانند ایں سگاں

شیر اپنے آپ کو ایسا سویا ہوا بنا لیتا ہے | کہ سب کتے اس کو مردہ سمجھ لیتے ہیں

ورنہ در عالم کرا زَہرہ بدے | کو بودے از ضعیفے تُربُدے

ورنہ دنیا میں کس کی مجال ہوتی | کہ وہ کمزور سے تربد بھی چھین سکتا

نقشِ[3] احمدؐ زاں نظر بیہوش گشت | بحرِ او از مہرِ کف پُرجوش گشت

احمد ﷺ کا جسم اس دیکھنے سے بے ہوش ہو گیا | ان کا سمندر (روح) ید اللہ کی محبت میں پرجوش ہو گیا

مہ ہمہ کف ست معطی نور پاش | ماہ را گر کف نباشد گو مباش

چاند عطا کرنے والا، نور چھڑکنے والا مجسم ہاتھ ہے | اگر چاند کے ہاتھ نہ ہو کہہ دے نہ ہوا کرے

احمدؐ ار بکشاید آں پرِّ جلیل | تا ابد بیہوش ماند جبرئیل

احمد ﷺ اگر وہ عظیم پر کھول دیں | تو جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ کے لیے بیہوش ہو جائیں

---

[1] آفتاب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب اور شمع کے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام مثل ذرہ اور پروانہ کے ہیں۔ جسم۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جسمانی بیہوشی تھی۔ ہمچو۔ بیماری اور درد و رنج کا تعلق بھی جسم سے ہے۔ خود۔ روح کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اگر بیان کیے جائیں تو کوئی سننے کی تاب نہیں لا سکتا۔ روبہش۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک۔ شیر جاں۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک۔

[2] خفتہ بود۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تنامُ عَینَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ "میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا ہے،" تو روحِ مبارک سوئی نہ تھی بلکہ اس پر جسم کی حفاظت سے ایک غیر اختیاری تغافل طاری ہوا تھا۔ نرم ساز۔ یعنی سخت چیز کو نرم بنا دینے والا۔ خفتہ سازد۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کی یہ صفت حضرت حق تعالیٰ میں بھی ہے کہ وہ مجرموں سے تغافل برتتے ہیں ورنہ کوئی ظالم ظلم نہ کر سکے۔ تربد۔ ایک لکڑی ہے جو دوا میں کام آتی ہے، حقیر چیز مراد ہے۔

[3] نقش۔ غرضیکہ بیہوشی کا تعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے تھا اور روح کا تغافل اس وجہ سے تھا کہ وہ ید اللہ کی محبت میں پُرجوش تھی۔ مہ۔ اللہ کا ہاتھ ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ چاند مجسم ہاتھ ہے کیونکہ جو کام ہاتھ کرتا ہے وہ کام اس کی ذات کرتی ہے۔ احمدؐ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پر سے بیہوش ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبرئیل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں اس لیے کہ آنحضورؐ تھوڑی دیر کے لیے بے ہوش ہوئے لیکن اگر وہ اپنے روحانی پروں کو پھیلا دیں تو جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ کے لیے بیہوش ہو جائیں۔

Marfat.com

چوں گذشت[1] احمدؐ ز سدرہ و مَرصدش
از مقامِ جبرئیل و از حدش

جب احمد صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ (المنتہیٰ) اور اس کی جگہ سے گزرے
جبرئیل کے مقام اور ان کی حد سے (گزرے)

گفت او را کز پیم آو مایست
گفت رَوزیں پس مرا دستور نیست

ان (احمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان (جبرئیل علیہ السلام) کو کہا میرے پیچھے آ جاؤ اور نہ ٹھہرو
انہوں نے کہا جایئے اس کے بعد مجھے اجازت نہیں ہے

گفت او را ہیں پر اندر پیم
گفت رَو رَو من حریفِ تو نیم

انہوں نے ان سے کہا ہاں میرے پیچھے اڑ آیئے
انہوں نے کہا جایئے جایئے، میں آپ کا ساتھی نہیں ہوں

باز گفت او را بیا اے پَردہ سوز
من باوجِ خود نرفتستم ہنوز

انہوں نے ان سے پھر کہا، اے پردہ سوز! آ جا
میں تو ابھی اپنی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں

گفت بیروں زیں حد اے خوش فرّ من
گر زنم پرّے بسوزد پَرِ من

انہوں نے کہا اے میرے اقبال مند! اس حد سے باہر
اگر میں پر ہلاؤں میرے پر جل جائیں گے

حیرت اندر حیرت آمد زیں قصص
بیہشی خاصگاں اندر اَخص

ان قصوں سے حیرت ہی حیرت ہے
خواص کی غفلت اخص کے معاملہ میں

بیہشیہا جملہ اینجا بازی است
چند جانداری کہ جاں پردازی است

یہ ساری بے ہوشیاں یہاں کھیل ہیں
آپ کتنی جان رکھتے ہیں؟ کہ جان کی مشغولیت ہے

جبرئیلا[2] گر شریفی گر عزیز
تو نہ پروانہ و نے شمع نیز

اے جبرئیل علیہ السلام! خواہ تم شریف ہو خواہ عزت والے
تم نہ پروانہ ہو اور نہ شمع

شمع چوں دعوت کند وقتِ فروز
جانِ پروانہ نہ پرہیزد ز سوز

شمع جب روشن ہونے کے وقت بلائے
پروانہ کی جان جلنے سے پرہیز نہیں کرتی ہے

ایں حدیثِ[3] منقلب را گور کن
شیر را بر عکس صیدِ گور کن

اس الٹی بات کو دفن کر دیجئے
شیر کو بالعکس گورخر کا شکار بنا دیجئے

بند کن مشک سخن پاشیت را
وا مکن اَنبانِ قلما شیت را

اپنی گفتگو کی مشک پاشی کو بند کر دیجئے
"تو جو چاہے کہو" کے تھیلے کو نہ کھولیے

---

[1] چوں گذشت۔ اب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبرئیل علیہ السلام سے افضلیت کا بیان فرماتے ہیں کہ معراج میں وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دے سکے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ کر کہنے لگے کہ آگے بڑھوں گا تو میرے پر تجلی سے جل جائیں گے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر اس سے آگے تک ہوئی۔ حیرت۔ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر غفلت کیوں برتی اس پر حیرت ہے۔ خاصگاں۔ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام وغیرہ۔ اخص۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

[2] جبرئیلا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو خطاب ہے کہ تم شمع محمدی کے پروانہ نہ تھے ورنہ ان کے بلانے پر پر جل جانے کا عذر نہ کرتے۔ مولانا کی رائے میں سدرۃ المنتہیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی حد پرواز خود ان کی متعین کردہ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین نہیں ہے لہٰذا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر ان کو آگے جانا چاہیے تھا خواہ ان کے پر جل جاتے اور جان چلی جاتی یہ ناسوتی موت تو ایک کھیل ہے۔

[3] ایں حدیث۔ اب مولانا، حسام الدین کو خطاب کرتے ہیں کہ عوام کی عقلیں الٹی ہیں لہٰذا ہماری یہ باتیں ان کو الٹی معلوم ہوں گی اب یہ ختم کر دیجئے اور اپنے آپ کو کہ آپ بمنزلہ شیر ہیں، گورخر جو عوام ہیں ان کا شکار بنا دیجئے اور بات کرنے میں ان کے تابع بن جایئے۔ پاشیت۔ یعنی مشک سخن پاشی تو۔ قلما شیت۔ کہہ تو جو چاہے۔

Marfat.com

آنکہ[1] بر نگذشت اجزاش از زمیں
جس شخص کے اجزا زمین سے نہیں گزرے ہیں
پیشِ او معکوس قلماشیت ایں
"تو جو چاہے کہو" اس کے لیے الٹا ہے

لَا تُخَالِفْهُمْ حَبِيبِىْ دَارِهِمْ
اے میرے پیارے! مخالفت نہ کر ان کی مدارات کر
يَا غَرِيبًا نَازِلًا فِىْ دَارِهِمْ
اے مسافر! جو ان کے گھر مہمان ہے

اِعْطِ مَا شَآءُوْا وَ رَامُوْا وَ اَرْجِهِمْ
اے جو وہ چاہیں اور ارادہ کریں" ان کو راضی رکھ
يَا ظَعِينًا سَاكِنًا فِىْ اَرْضِهِمْ
اے مسافر! ان کے وطن میں ٹھہرے ہوئے

تا رسی اندر شہ و در نازِ خوش
جب تک کہ تو شاہ اور عمدہ ناز پر پہنچے
رازیا با مرغزی می ساز خوش
اے رَے کے رہنے والے! مرغز کے رہنے والے سے اچھی نباہ

موسیا[2] در پیشِ فرعونِ زمن
اے موسیٰ! زمانے کے فرعون کے سامنے
نرم باید گفت قَوْلًا لَّيِّنًا
نرم بات، نرمی سے کہنی چاہیے

آب اگر در روغنِ جوشاں کنی
اگر کھولتے ہوئے تیل میں تو پانی ڈالے گا
دیگدان و دیگ را ویراں کنی
چولھے اور دیگ کو تباہ کر دے گا

نرم گو لیکن مگو غیرِ صواب
نرم بات کہیے لیکن صحیح بات کے سوا نہ کہیے
وسوسہ مفروش در لین الخطاب
خطاب کی نرمی میں وسوسے نہ پھیلائیے

وقتِ عصر آمد سخن کوتاہ کن
عصر کا وقت ہو گیا بات مختصر کر دیجئے
آنکہ عصرت عصر را آگاہ کن
اے وہ کہ تیرا دور زمانہ کو آگاہی بخشنے والا ہے

گو[3] تو مر گل خوارہ را کہ قند بہ
آپ مٹی کھانے والے سے کہیے کہ شکر بہتر ہے
نرمیِ فاسد مکن طینش مدہ
غلط نرمی نہ برتیے، اس کو مٹی نہ دیجئے

نطقِ جاں را روضۂ جانیستی
آپ روحانی گفتگو کے لیے روحانی باغیچہ ہیں
کز حروف و صوت مستغنیستی
کیونکہ آپ حروف اور آواز سے بے نیاز ہیں

ایں سرِ خر درمیانِ قند زار
اس گدھے کے سر نے شکر کے کھیت میں
اے بسا کس را کہ بنہادست خار
بہت سے لوگوں کے لیے کانٹے رکھ دیے ہیں

---

[1] آنکہ۔ آپ کے منشا کی باتیں عوام کو الٹی نظر آتی ہیں وہ لوگ ناسوتی ہیں۔ لَا تُخَالِفْهُمْ۔ آپ ان میں عارضی طور پر ہیں ان کی عقل کے مطابق باتیں کرتے رہیے۔ تارسی۔ آپ کا وطن عالم آخرت ہے۔ رازیا۔ علاقہ رے کا رہنے والا یعنی مولانا ضیاء الحق۔ مرغزی۔ مرغز کا رہنے والا یعنی عوام، ان دونوں ملکوں کے رہنے والوں میں بہت بعد تھا۔

[2] موسیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم تھا کہ وہ فرعونیوں سے نرم باتیں کریں آپ بھی ایسا ہی کریں۔ آب۔ گرم تیل میں پانی ڈالو وہ ابل پڑے گا دیگ اور چولہا بھی خراب ہوگا۔ مخالفوں سے سخت بات کرنے میں بات بگڑتی ہے۔ نرم۔ بات نرمی سے کیجئے لیکن صحیح کیجئے ان کی خاطر غلط بیانی نہ ہونی چاہیے۔ وقتِ عصر۔ عصر کے بعد کا وقت عموماً تفریح کے لیے ہوتا ہے۔

[3] گو۔ نرم اور صحیح بات کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی کھانے والے کو قند کے فائدے بتائے جائیں نرمی میں غلط بات یہ ہے کہ اس کو مٹی کھانے کی ترغیب دی جائے۔ نطقِ جاں۔ آپ روحانی طور پر نصیحت کریں جس میں لفظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ سرِ خر۔ فالیز اور انگورستان میں جانوروں کو ڈرانے کے لیے مردہ گدھے یا کسی وحشت ناک چیز کو کھڑا کر دیا جائے تو جانور ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اور خربوزوں اور انگوروں سے محروم ہو جاتے ہیں عوام کی سمجھ میں نہ آنے والی بات بھی ان کے لیے سرِ خر بن جاتی ہے وہ حقائق پر غور کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

ظن ببرد از دور کایں آنست و بس
دور سے انہوں نے خیال کیا کہ بس یہی تھا
چوں قچ[1] مغلوب وامی رفت پس
مغلوب مینڈھے کی طرح وہ لوٹ گئے

صورتِ حرف آں سرِ خرداں یقیں
حروف کی صورت کو یقیناً گدھے کا سر سمجھے
در رزِ معنی و فردوسِ بریں
معانی کے انگورستان اور جنت میں

اے ضیاء الحق حسام الدیں بر آر
اے ضیاء الحق حسام الدین نکال دیجئے
ایں سرِ خر را ازیں بطیخ زار
اس فالیز سے گدھے کے سر کو

تا سرِ خر چوں بمرُد از مسلخہ
تاکہ جب گدھے کا سر ذبح کی وجہ سے مر جائے گا
نشوِ دیگر بخشدش آں مبطخہ
وہ فالیز اس کو دوسرا نشو (ونما) بخش دے گا

ہیں[2] ز ما صورتگری و جاں ز تو
خبردار! ہماری جانب سے صورت بناتا ہے اور روح تیری جانب سے ہے
نے غلط ہم ایں ز تو ہم آں ز تو
نہیں، غلط ہے یہ بھی آپ کی جانب سے ہے وہ بھی آپ کی جانب سے ہے

مثنوی صورت بود جانش توئی
مثنوی صورت ہے اس کی جان آپ ہیں
ہم جہت ہم نور و ارکانش توئی
اس کی جہت بھی آپ اس کا نور اور اس کے ارکان بھی آپ ہیں

بر فلک محمودی اے خورشیدِ فاش
اے روشن سورج! آپ آسمان پر محمود ہیں
بر زمیں ہم تا ابد محمود باش
(خدا کرے) زمین پر بھی ہمیشہ محمود رہیں

تا زمینی باسمائیِ بلند
تاکہ زمین والے آپ بلند آسمان والے کے ساتھ
یک دل و یک قبلہ و یک خوشوند
ایک دل اور ایک قبلہ اور ایک عادت ہو جائیں

تفرقہ[3] برخیزد و شرک و دوئی
تفرقہ اور شرک اور دوئی ختم ہو جائے
وحدت است اندر وجودِ معنوی
روحانی وجود میں یکتائی ہے

چوں شناسد جانِ من جانِ ترا
جب میری جان آپ کی جان کو پہچان لیتی ہے
یاد دارند اتحاد و ماجرا
تو وہ اتحاد اور گذشتہ واقعات کو یاد رکھتی ہیں

موسیٰ و ہارونؑ شوند اندر زمیں
(تب) وہ زمین میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام بن جاتی ہیں
مختلط خوش ہمچو شیرو انگبیں
عمدہ طریقہ پر گھل مل جاتی ہیں جس طرح دودھ اور شہد

چوں شناسد اندک و منکر شود
جب تھوڑا سا پہچانتی ہے اور منکر بن جاتی ہے
منکری اش پردۂ ساتر شود
اس کا منکر ہونا چھپانے والا پردہ بن جاتا ہے

---

1. قچ۔ مینڈھا۔ اے ضیاء الحق۔ مثنوی کے علوم جو بمنزلہ انگورستان اور فالیز کے ہیں اس میں وہ باتیں نہ کرو جو عوام کے لیے سرِ خر بنیں۔ تا سرِ خر۔ یہاں سرِ خر سے مراد عوام ہیں یعنی جب یہ دنیا کی آلائش سے صاف ہو جائیں گے تب یہ فالیز یعنی مثنوی ان کو مفید ہوگی۔ مبطخہ۔ یعنی فالیز۔
2. ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حسام الدین میں تمہیں اس لیے یہ نصیحتیں کر رہا ہوں کہ مثنوی میں اگرچہ الفاظ میرے ہیں لیکن معانی تمہارے عطا کردہ ہیں۔ نے۔ یہ بھی میری غلطی ہے بلکہ الفاظ و معانی دونوں تمہارے عطا کردہ ہیں غرضیکہ مثنوی کا مدار آپ پر ہے۔ بر فلک۔ آپ عند اللہ محمود ہیں، خدا کرے کہ دنیا میں بھی آپ محمود رہیں اور لوگ آپ کی تعریفوں کے قائل ہو کر آپ سے مستفید ہوں۔ تا زمینی۔ ناسوتی لوگ۔ آپ جیسے ملکوتی سے گھل مل جائیں۔
3. تفرقہ۔ جب تک ان میں ناسوتیت ہے، دوئی ہے، جب وہ روحانی بن جائیں گے، دوئی ختم ہو جائے گی۔ چوں۔ دنیا میں اتحاد اور تفرقہ کا سبب روحوں کا اتحاد اور تنافر ہے۔ موسیٰ۔ جب روحوں میں اتحاد ہوتا ہے تو دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح شیر و شکر بن جاتے ہیں۔ چوں شناسد۔ اگر تھوڑی سی پہچان کے بعد اس میں اجنبیت آجاتی ہے تو وہ اس کی اجنبیت بالکل پردہ اور حجاب بن جاتی ہے۔

Marfat.com

پس[1] شناسائے بگردانید رُو ۔ خشم کرد آں مہ زناشکریِ او
تو پہچاننے والا منہ پھیر لیتا ہے ۔ وہ چاند اس کی ناشکری کی وجہ سے غصہ میں بھر جاتا ہے

زیں سبب جانِ نبیؐ را جانِ بد ۔ ناشناسا گشت و پشتِ پای زد
اسی وجہ سے بُری روح، نبی ﷺ کی روح کو ۔ نہ پہچاننے والی بنی اور ٹھکرایا

ایں ہمہ خواندی فروخواں لَم یَکُن ۔ تا بدانی لَجِّ آں گبرِ کہن
یہ تو نے سب پڑھا (اب) لم یکن پڑھ لے ۔ تاکہ پرانے کافر کا جھگڑا سمجھ جائے

در بیانِ اعتقاد یہود و نصاریٰ پیش از بعثت در شانِ جنابِ حضرت پیغمبر

بعثت سے قبل یہود اور نصاریٰ کا آنحضور صلیٰ اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد کا بیان

علیہ الصلوٰۃ والسلام و نامِ او را حرزِ جاں کردن و ظہورش را خواہاں بودن

اور ان کے نام کو جان کی حفاظت کا سبب سمجھنا اور ان کے ظہور کا خواہاں ہونا

پیش[2] ازانکہ نقشِ احمدؐ فر نمود ۔ نعتِ او ہر گبر را تعویذ بود
اس سے پہلے کہ احمد ﷺ کی صورت شان دکھائے ۔ ان کی تعریف ہر کافر کا تعویذ تھی

کایں چنیں کس ہست تا آید پدید ۔ از خیالِ رُوش دل شاں می طپید
کہ ایسا ایک شخص ہے حتیٰ کہ وہ دنیا میں آئے گا ۔ ان کے چہرے کے خیال سے ان کا دل تڑپتا تھا

سجدہ می کردند کاے ربِّ بشر ۔ در عیاں آریش ہر چہ زُود تر
وہ سجدے کرتے تھے کہ اے انسانوں کے رب! ۔ جس قدر جلد ہو سکے ان کو ظاہر کر دے

تا بنامِ احمدؐ از یَسْتَفْتِحُوْن[3] ۔ باغیاں شاں می شدندے سر نگوں
حضور ﷺ کے نام کے ذریعہ فتح طلب کرنے کی وجہ سے ۔ ان سے باغی سرنگوں ہو جاتے تھے

ہر کجا حربِ مَہُولے آمدے ۔ عونِ شان کرّاریِ احمدؐ بدے
جہاں کہیں خوفناک جنگ ہوتی ۔ آنحضور ﷺ کی حملہ آوری ان کی مددگار ہوتی

ہر کجا بیماریِ مزمن بدے ۔ یادِ او شاں داروئے شافی بدے
جہاں کہیں پرانی بیماری ہوتی ۔ ان کا ان کو یاد کرنا شفا دینے والی دوا ہوتی

نقشِ او می گشت اندر راہِ شاں ۔ در دل و در گوش و در افواہِ شاں
ان کی تصویر ان کے راستوں میں گشت کرتی تھی ۔ دل اور کان اور ان کے مونہوں میں

---

1. پس شناسا۔ یعنی مربی کی روح اس کی ناشکری کی وجہ سے اس سے منہ موڑ لیتی ہے۔ زیں سبب۔ اسی وجہ سے منکروں کی روح نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچانا۔ لم یکن۔ سورہ لم یکن پڑھو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ اول پہچانتے تھے پھر منکر ہو گئے۔ لَج۔ جھگڑا۔

2. پیش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہر یہودی و نصرانی کا تعویذ بنی ہوئی تھی اور یہ کہتے تھے کہ ایک نبی آخر الزماں ضرور آئے گا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور سے ان کے دل تڑپتے تھے۔ سجدہ۔ اللہ تعالیٰ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد بعثت کی دعائیں مانگتے تھے۔

3. یستفتحون۔ قرآن پاک میں ہے وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ" یہود بعثت سے پہلے آپ کی بعثت کی توقع پر کافروں کے مقابلے میں اپنی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔" مہول۔ ہولناک۔ عون۔ مدد۔ کراریِ احمدؐ۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حملہ یعنی آپ کے نام کی بدولت۔ مزمن۔ پرانی، کہنہ۔ نقش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ہر وقت ان کے ساتھ رہتا تھا۔

Marfat.com

نقشِ او را کے بیابد ہر شغال
ہر گیدڑ ان کی صورت کہاں پا سکتا ہے؟
بلکہ فرعِ نقشِ او یعنی خیال[1]
بلکہ ان کی صورت کی فرع یعنی خیال (تھا)

نقشِ او بر رُویِ دیوار ار فتد
ان کا نقش اگر دیوار پر پڑے
از دلِ دیوار خونِ دل چکد
تو دیوار کے دل سے دل کا خون ٹپکنے لگے

آنچناں فرّخ بود نقشش برُو
اس پر ان کا نقش ایسا مبارک ہو گا
کہ رَہد در حال دیوار از دو رو
کہ دیوار فوراً دورخی سے نجات پا لے گی

گشتہ با یک رُوئیِ اہلِ صفا
اہل باطن کی یک رخی والی بن جائے گی
آں دو روئی عیب مَر دیوار را
دورخی دیوار کے لیے (بھی) عیب ہے

ایں ہمہ[2] انکار و کفراں زاد شاں
ان کا یہ سب انکار اور کفر پیدا ہو گیا
چوں در آمد سیّدِ آخر زماں
جب سید آخر الزماں تشریف لے آئے

ایں ہمہ تعظیم و تفخیم و وِداد
یہ سب تعظیم اور اعزاز اور محبت
چوں بدیدندش بصورت بُرد باد
جب انہوں نے ان کی صورت دیکھی برباد ہو گئی

قلب آتش دیدہ در دم شد سیاہ
کھوٹے نے آگ دیکھی فوراً کالا ہو گیا
قُلب را در قلب کے بودست راہ
کھوٹے کے لیے، دل میں کب راستہ ہے؟

قُلب[3] می زد لافِ اشواقِ محک
کھوٹا سکہ کسوٹی کے شوقوں کی شیخی مارتا تھا
تا مُریداں را در اندازد بشک
تاکہ مریدوں کو شک میں ڈال دے

افتد اندر دامِ مکرش نا کسے
نالائق ہی اس کے مکر کے جال میں پھنستا ہے
ایں گماں سر برزند از ہر خسے
یہ خیال ہر کمینہ سے ابھرتا ہے

کایں اگر نہ نقدِ پاکیزہ بُدے
کہ اگر یہ کھرے اور پاکیزہ نہ ہوتے
کے بسنگِ امتحاں راغب شدے
تو کسوٹی کی جانب کب رغبت کرتے

ہیچ از لافِ محک دیدن زدے
کبھی کسوٹی کے دیکھنے کی شیخی بگھارتا
یا بسنگِ امتحاں شوقش بدے
یا اس کو کسوٹی کا شوق ہوتا

او محک می خواہد اما آنچناں
وہ کسوٹی چاہتا ہے لیکن ایسی
کہ نگردد قلبیِ او زاں عیاں
کہ اس کا کھوٹ اس سے ظاہر نہ ہو

---

[1] خیال۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح نقش اور تصویر ان جیسے گیدڑ صفت لوگوں کے دل و دماغ میں نہیں آ سکتی تھی وہ ان کی (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی) ایک خیالی تصویر تھی۔ دیوار۔ دیوار کی دورخی اس کا عیب ہے۔ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تصویر دیوار پر پڑ جائے تو وہ بھی اپنی دورخی چھوڑ دے۔

[2] ایں ہمہ۔ قرآن پاک میں ہے فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ "جب وہ چیز ان کے پاس آئی جس کو وہ جان چکے تھے تو اس کا کفر کرنے لگے"۔ بصورت۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو گئی اور اصلی صورت کے ساتھ ان کے سامنے آ گئے۔ قلب۔ وہ کھوٹا سکہ تھے جب اس پر ایمان کی گرمی پڑی وہ اور کالا ہو گیا۔ در قلب۔ کھوٹوں اور منافقوں کی اہل اللہ کے دل میں محبت نہیں ہوتی ہے۔

[3] قلب می زد۔ کھوٹا کسوٹی کا شوق اس لیے ظاہر کرتا ہے تاکہ دوسروں کو شک میں مبتلا کر دے اور وہ سمجھیں کہ اگر یہ کھرا نہ ہوتا تو کسوٹی کا شوق کیوں ظاہر کرتا لیکن ایسے شکوک میں نااہل مبتلا ہوتے ہیں۔ او محک۔ ان نااہلوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کھوٹا کسوٹی چاہتا ہے لیکن جھوٹی کسوٹی چاہتا ہے جس سے اس کا عیب نہ ظاہر ہو سکے۔

Marfat.com

گر بگویم[1] تا قیامت زیں کلام
اگر میں قیامت تک (بھی) یہ بات کروں گا

صد قیامت بگذرد ایں نا تمام
سو قیامتیں گذر جائیں گی یہ نا مکمل رہے گی

آں محک کہ اونہاں دارد صفت
وہ کسوٹی جو چھپانے کی صفت رکھے

نے محک باشد نہ نورِ معرفت
نہ وہ کسوٹی ہو گی، نہ پہچاننے کی روشنی

آئینہ کو عیبِ رُو دارد نہاں
وہ آئینہ جو چہرے کا عیب چھپائے

از برایِ خاطرِ ہر قُلتباں
ہر دیوث کی خاطر سے

آئینہ نبود منافق باشد او
وہ آئینہ نہ ہو گا، منافق ہو گا

ایں چنیں آئینہ را ہر گز مجو
ایسے آئینہ کی کبھی جستجو نہ کر

آئینہ جو راست گوئے[2] بے نفاق
سچ کہنے والا، بے نفاق آئینہ تلاش کر

ختم کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْوِفَاق
ختم کر دے اور اللہ (حسنِ) اتفاق کو زیادہ جانتا ہے

تا کہ عینِ آئینہ ات سازد خدا
تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ بعینہٖ آئینہ بنا دے

کہ نماید عرش را ہمچوں سما
کہ تجھے عرش کو آسمان کی طرح دکھا دے

عرش چہ و چرخ چہ اے ذُو لباب
اے عقل مند! عرش کیا اور آسمان کیا!

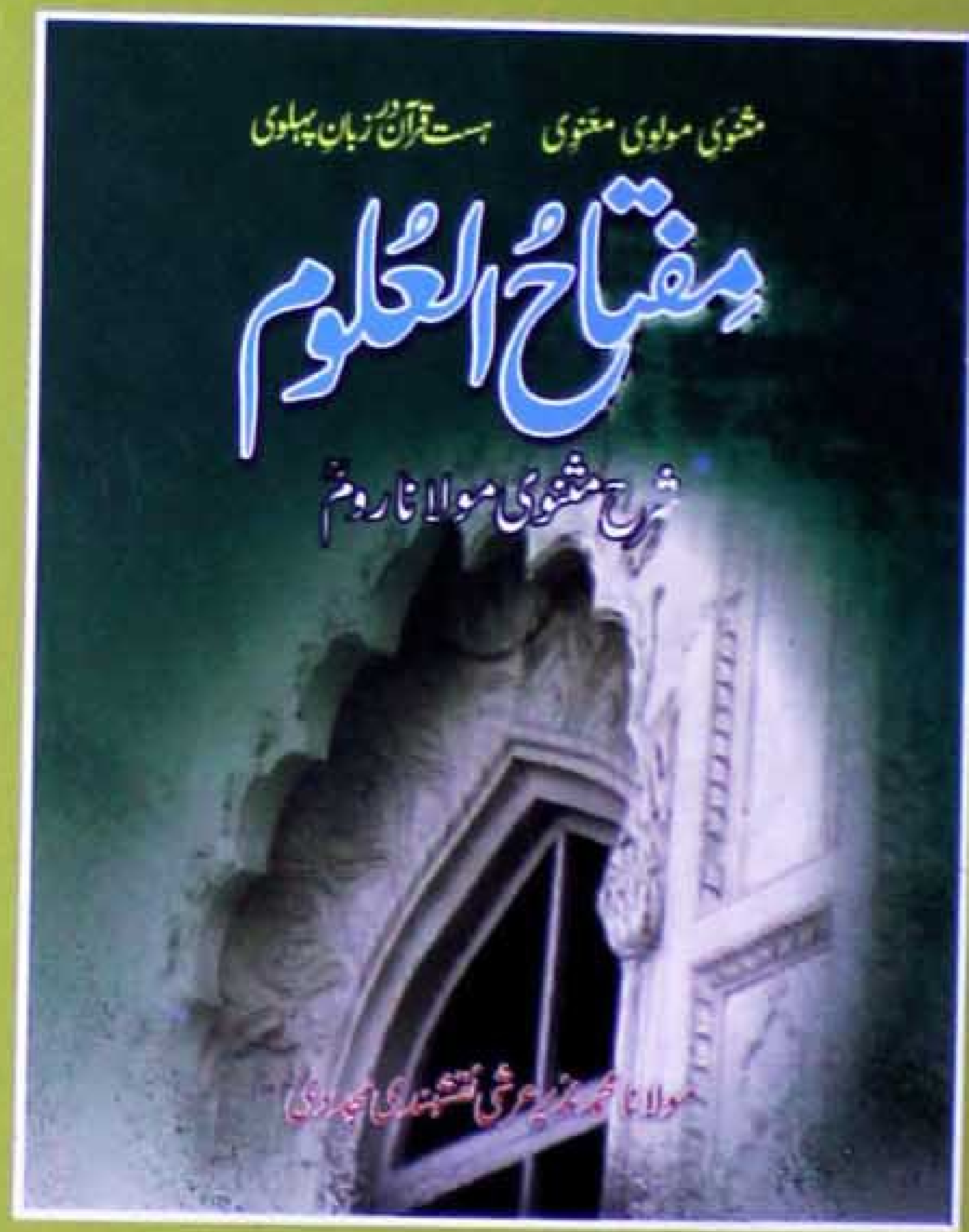
فہم کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
سمجھ لے، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

---

[1] گر بگویم۔ یہ کلام تو اس قدر دراز ہے کہ قیامت تک بھی ختم نہ ہوگا لہٰذا اس کو ختم کر دینا چاہیے۔ آں محک۔ بہرحال اتنی بات اور سن لو کہ جو کسوٹی عیب کو چھپائے وہ نہ کسوٹی ہے اور نہ اس میں پہچاننے کا نور ہے۔ آئینہ۔ جو آئینہ چہرے کا عیب چھپائے وہ آئینہ نہیں ہے وہ منافق ہے ایسے آئینہ کی ہرگز جستجو نہ کرو۔

[2] راست گو۔ وہ آئینہ تلاش کر جو چہرہ صحیح دکھا دے۔ تا کہ۔ ایسے آئینہ یعنی شیخ کے ذریعہ تجھے خدا خود ایسا آئینہ بنا دے گا کہ اس میں عرش آسمان کی طرح نظر آنے لگے گا۔ عرش۔ عرش اور آسمان تو کیا اس آئینہ میں تجھے خدا کی تجلیات نظر آنے لگیں گی، سمجھ لے!

Marfat.com



اسلامی ادبیات کی عظیم الشان اور لازوال مثنوی، جس کے 1,26,660 اشعار میں تصوف و اخلاق کے مسائل کو سبق آموز حکایات اور نصیحت آموز تمثیلوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔

گذشتہ سات صدیوں سے مثنوی مولانا روم مسلمانانِ عالم میں عقیدت و احترام سے پڑھی جا رہی ہے۔ برِاعظم پاک و ہند میں اس کے بے شمار ترجمے ہوئے اور شرحیں لکھی گئیں۔ یہ نیک کام کرنے والوں میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، مولانا محمد رضا، مولانا بحر العلوم، مولانا احمد حسن کان پوری اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسے نامور مشاہیر شامل ہیں۔ لیکن جو شہرت و مقبولیت مولانا محمد نذیر عرشی نقشبندی مجددی کو نصیب ہوئی، وہ کسی اور کے حصے میں نہ آسکی۔

مولانا عرشی کے ترجمے اور شرح کے ساتھ انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب چھ جلدیں۔

ISBN 969 503 163-9

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مولانا جلال الدین رومیؒ

مترجم

قاضی سجّاد حسین

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

دفتر پنجم

مصنف
مولانا جلال الدین رومیؒ
مترجم
قاضی سجاد حسین

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

891.551 Roomi, Maulana Jalal-ud-din
Masnavi Maulvi Ma'nvi / Maulana Jalal-ud-din Roomi; tr by Qazi Sajjad Hussain.- Lahore: Al-Faisal Nashran, 2006.
3v., (816; 872; 1000 p.)

1. Farsi adab-Shairi I. Title card

ISBN 969-503-466-7

جولائی 2006ء

محمد فیصل نے

آر۔ایم۔ایس پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

AL-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street, Urdu Bazar, Lahore. Pakistan
Phone : 042-7230777 Fax : 09242-7231387
http : www.alfaisalpublishers.com
e.mail : alfaisal_pk@hotmail.com
e.mail : alfaisalpublishers@yahoo.com

فہرست مضامین

مقدمہ

عرضِ حال

آج جبکہ میں دفتر پنجم کا یہ پیش لفظ لکھ رہا ہوں، بفضلہٖ تعالیٰ دفتر چہارم کی کتابت وطباعت کے مراحل سے فارغ ہو چکا ہوں اور وہ دفتری کے یہاں جلد بندی میں ہے، انشاء اللہ ہفتہ عشرے میں بازار میں آ جائے گا۔ نیز دفتر پنجم کی کتابت بفضلہٖ تعالیٰ مکمل ہو چکی ہے وہ بھی عنقریب طباعت کے لیے پریس کے سپرد کر دیا جائے گا، دفتر سوم مارچ ۷۶ء میں شائع ہوا تھا۔ انشاء اللہ مارچ ۷۸ء تک دفتر پنجم بھی بازار میں آ جائے گا اور اس طرح میں ایک سال کی مدت میں دفتر چہارم وپنجم ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کرلوں گا۔ دفتر پنجم کے مسودے سے فارغ ہو کر میں نے دفتر ششم پر کام شروع کر دیا تھا اور اس کی رحمتِ بے پایاں کے سہارے میں اس کا بھی تقریباً نصف حصہ لکھ چکا ہوں اور انشاء اللہ ۷۸ء کے اواخر میں وہ بھی شائقین کی خدمت میں پیش کرسکوں گا۔

دفتر پنجم سے متعلق بعض مباحث

نفس: اس کی چار قسمیں ہیں: نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ، نفسِ مطمئنہ، نفسِ ملہمہ۔

نفسِ امارہ: وہ ہے جو شہوتوں اور لذتوں کا طالب ہو۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ میں اسی کا بیان ہے۔

نفسِ لوامہ: وہ ہے جس میں کسی قدر صفائی پیدا ہو چکی ہو اور شہوتوں اور لذتوں سے پرہیز کرنے لگے اور اگر کبھی کسی لذت اور شہوت میں مبتلا ہو جائے تو پچھتائے۔ لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ میں اس کا ذکر ہے۔

نفسِ مطمئنہ: وہ ہے جو کسی حالت میں بھی لذت وشہوت میں مبتلا نہ ہو اور شیطانی اثرات سے بالکل محفوظ ہو چکا ہو۔ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً میں یہی نفس مراد ہے۔

نفسِ ملہمہ: وہ ہے جو صفائی کے اعلیٰ مراتب حاصل کر چکا ہو اور انسانوں کو امورِ خیر کی جانب توجہ دلائے۔

ہر شخص میں ان قسموں میں سے کسی ایک قسم کا نفس ہوتا ہے۔

انسان کی تین طاقتیں

قدرت نے انسان میں تین طاقتیں ودیعت فرمائی ہیں: ملکی، سبعی، بہیمی۔

ملکی طاقت: خداوندی اطاعت اور اعمالِ خیر کی متقاضی ہے۔ یہ طاقت رُوح کے ساتھ خاص ہے۔

سبعی طاقت: انسان کے غصہ وغضب کا سبب ہے اور مخالف چیز کا دفعیہ کرتی ہے۔

بہیمی طاقت: انسان میں شہوت اور ہوس کا سبب ہے اور یہ طاقت مرغوب اور مناسب چیز کے حصول کے درپے رہتی ہے۔ یہ دونوں طاقتیں جسمِ انسانی کے ساتھ خاص ہیں۔

وقوفِ قلبی

نقشبندی سلوک میں ایک ریاضت کا نام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ سالک قلب کی طرف توجہ کر کے بیٹھے اور قلب کی نگرانی کرے۔ قلب پر ماسوی اللہ کسی خطرے اور خیال کو وارد نہ ہونے دے۔ یہ ریاضت انتہائی مشکل ہے۔ بہت سی ریاضت کے بعد سالک اس پر قابو پاتا ہے۔

کرامت کی قسمیں

بزرگوں سے جو کرامتیں صادر ہوتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں: کرامتِ حِسّی، کرامتِ معنوی۔

حسی کرامت: یہ ہے کہ کسی حسی اور ظاہری امر میں بزرگ سے کوئی بات دستور کے خلاف ظاہر ہو، مثلاً بزرگ کو کسی کے دل کی بات کا معلوم ہو جانا، آنے والی بات کا معلوم ہو جانا، توجہ ڈال کر بیتاب بنا دینا، پانی کی سطح پر چلنا۔ ان کرامات سے عوام زیادہ متاثر ہوتے ہیں لیکن یہ کرامتیں حیض الاولیاء کہلاتی ہیں اور یہ ہمیشہ قائم نہیں رہتی ہیں۔

معنوی کرامت: دین پر استقامت، بُری عادتوں سے پاکی، خیر کی طرف سبقت، فرائض و واجبات کی بروقت ادائیگی، یہ معنوی کرامتیں ہیں اور اصلِ فضیلت یہی ہیں۔ یہی اہل اللہ اور فرشتوں کی صفات ہیں۔

فیضِ اقدس، فیضِ مقدس

حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کو جو فیض پہنچتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں

فیض اقدس: وہ فیض ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے اعیانِ ثابتہ کو پہنچتا ہے، یہ فیض تعدد اور کثرت سے

پاک ہے۔

فیضِ مقدس: وہ فیض ہے جو اعیانِ ثابتہ سے ارواح کو روح کی قابلیت اور استعداد کے مطابق پہنچتا ہے، اس میں تنوع اور تکثر ہے۔ ان دونوں کی مثال اس طرح سمجھ لی جائے کہ سورج کا نور مختلف رنگ کے آئینوں پر پڑتا ہے اور پھر ان آئینوں کے ذریعہ مختلف قسم کا نور انسان پر پڑے، سورج کا جو نور آئینوں پر پڑا وہ فیضِ اقدس کی مثال ہے، اور جو آئینوں کے ذریعہ انسانوں پر پڑا وہ فیضِ مقدس کی مثال ہے۔

معیتِ حق

مولانا بحرالعلومؒ نے فرمایا ہے کہ مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت دو طرح کی ہے۔

معیتِ عامہ: حق تعالیٰ کی یہ معیت تمام مخلوق کے ساتھ ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ''وہ خدا تمھارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو''۔ اس معیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق محض وجودِ باری تعالیٰ کی شئون ہیں اور یہ موجودات حق تعالیٰ کے وجود کے ذریعہ موجود ہیں۔

معیتِ خاصہ: یہ معیت صالحین اور عارفین کو حاصل ہوتی ہے اور یہ معیت ایسی ہے جیسے محبوب کی معیت محب کے ساتھ ہوتی ہے اور حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ''انسان اس کے ساتھ ہے جس سے اُس کو محبت ہو'' میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

علمِ باری تعالیٰ

مولانا بحرالعلومؒ نے فرمایا ہے۔ حضرتِ حق تعالیٰ کے علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم تو وہ ہے جو کائنات کے وجود سے قبل حضرتِ حق تعالیٰ کو حاصل ہے۔ یہ علم جزا اور سزا کا مدار نہیں ہے۔ دوسرا علم وہ ہے جو موجودات کے وجود کے بعد اُن سے متعلق ہوتا ہے یہ جزا اور سزا کا مدار ہے۔ اس علم کے اعتبار سے نیک لوگ جزا کے اور بُرے لوگ سزا کے مستحق قرار دیے جاتے ہیں۔ اَلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ''خدا وہ ہے جس نے موت اور زندگی پیدا کی تا کہ تمھیں آزمائے کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے'' انسانی موت و حیات کی پیدائش، اُس کی آزمائش کے لیے ہے اب جیسے اس کے افعال ہوں گے، ان سے جو علمِ خداوندی متعلق ہوگا وہ جزا اور سزا کا مدار ہوگا۔

معجزۂ ردُّ الشمس

روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا اور آپ پر وحی نازل

ہو رہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی اور سورج غروب ہونے لگا۔ وحی کے ختم ہو جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صورتِ حال عرض کی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی کہ ''اے خدا اگر علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو سورج کو واپس لوٹا دے'' اس پر سورج واپس لوٹ آیا اور پہاڑ اور زمین پر دُھوپ چمکنے لگی۔ اس حدیث کو محدثین نے سند کی کمزوری اور عقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابلِ قبول قرار دیا ہے۔

عشرۂ مبشرہ

وہ دس صحابہ جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی، یہ ہیں:
ابوبکر، عمر، عثمان، علی، زبیر، طلحہ، عبدالرحمٰن، ابوعبیدہ، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔
ان کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ بھی ہیں جن کو ان کی زندگی میں جنت کی بشارت ملی ہے لیکن عشرۂ مبشرہ یہی دس کہلاتے ہیں۔

حدیثِ لولاک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ کے لیے فرمایا گیا ہے۔ یَا مُحَمَّدُ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ النَّارَ ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا''۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔ لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا ''اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا''۔ ان روایتوں کا مضمون اگرچہ صحیح ہے لیکن مُلا علی قاریؒ نے ان کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

عباسِ دبس

یہ ایک بھکاری تھا جو بھیک مانگنے کے ستر طریقے جانتا تھا۔ فرضی طور پر ایسے دردناک انداز سے روتا تھا کہ لوگوں کو رُلا دیتا تھا، پھر بھیک مانگتا تھا تو جھولی بھر لیتا تھا اسی عباس کو بعض اہلِ لغت نے عباسِ دوس لکھا ہے اور بتایا ہے کہ چونکہ یہ دوس قبیلہ کا تھا اس لیے اس کو عباسِ دوس کہا جاتا ہے۔

اصحابِ فیل

اَبرھۃُ الاشرم یمن کے علاقے کا ایک عیسائی گورنر تھا۔ خانہ کعبہ ڈھانے کے لیے اس نے ہاتھیوں کا لشکر لے

کر مکہ معظمہ پر چڑھائی کی لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔قدرت نے اس پر پرندوں کے ایک جھلڑ کو مسلط کر دیا۔ان پرندوں کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں جو اُن پرندوں نے ہاتھیوں کے لشکر پر برسا دیں اور پورا لشکر تباہ ہو گیا۔سورہ ''الفیل'' میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

قومِ لوط

اس قوم میں لڑکوں سے بدفعلی کی عادت تھی،اسی لیے اس بدفعلی کرنے والے کو لوطی کہا جاتا ہے۔حضرت لوط علیہ السلام کی فہمائش پر جب یہ نہ مانے تو اُن کی بستیاں اُلٹ دی گئیں اور اُن پر پتھر برسے جن سے وہ سب تباہ ہو گئے۔

اہلِ انطاکیہ

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے دو حواری انطاکیہ کے باشندوں کے پاس بھیجے یہ لوگ بُت پرست تھے۔ان دونوں حواریوں نے بُت پرستی کے خلاف لوگوں کو دعوت دی تو حبیب نجار اُن کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔ انطاکیہ کے بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں حواری بت پرستی کے خلاف لوگوں کو اُبھارتے ہیں تو اس نے ان دونوں کو قید کر دیا۔حضرت مسیح علیہ السلام کو جب اُن کی حالت کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے بڑے حواری شمعون کو روانہ کیا۔شمعون نے مختلف تدبیروں سے بادشاہ کا تقرب حاصل کیا اور اس کو آمادہ کیا کہ وہ دربار میں اس مسئلہ پر گفتگو کرائے۔چنانچہ دربار میں اُن حواریوں اور انطاکیہ والوں کی گفتگو شروع ہوئی۔حبیب نجار کو جب پتا چلا تو وہ دوڑ کر آئے اور اپنے ہم وطنوں سے کہنے لگے کہ تم لوگ ان بزرگوں کے ہاتھ پر ایمان لاؤ۔اس پر مجمع بھڑک اُٹھا اور اُس نے حبیب نجار کو قتل کر دیا۔سورہ یٰسٓ میں اس واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

اصحابِ سبت

یہود کو حکم دیا گیا کہ شنبہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کیا کریں۔اس حکم میں ان کی آزمائش شروع ہوئی اور شنبہ کے روز دریا میں مچھلیاں زیادہ نظر آنے لگیں،تو اُن میں لالچ پیدا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی شروع کر دی۔تب اُن پر مسخ کا عذاب نازل ہوا اور ان کو بندر بنا دیا گیا۔سورۃ الاعراف میں اس کا ذکر ہے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ

۶۱ھ میں اموی خاندان میں پیدا ہوئے۔۹۹ھ میں آپ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔اس قدر نیک اور دین دار پابندِ

شرع تھے کہ ان کو علماء نے خلفائے راشدین میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ سفیان ثوریؒ، خلفاءِ راشدین کی تعداد پانچ مانتے ہیں۔ آغازِ خلافت سے پہلے اُن کی ذاتی آمدنی چالیس ہزار دینار سالانہ تھی۔ لیکن خلافت کے دور میں آپ نے اس کو بہت کم کر دیا تھا اور انتقال کے وقت کل آمدنی چار سو دینار رہ گئی تھی۔ مرض الموت کی حالت میں کسی شخص نے آپ کو میلی قمیص پہنے ہوئے دیکھا تو آپ کے گھر والوں سے کہا کہ آپ کو نئی قمیص پہنا دیں۔ جواب ملا کہ آپ کے پاس صرف یہی ایک قمیص ہے جو پہنے ہوئے ہیں۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ آپ چراغ جلائے ہوئے بیت المال کا حساب کتاب کر رہے تھے اسی اثناء میں آپ کا غلام آیا اور کچھ گھریلو باتیں کرنے لگا۔ آپ نے فوراً بیت المال کا چراغ بجھا دیا اور یہ گوارہ نہ کیا کہ بیت المال کا چراغ ذاتی معاملہ میں کام آئے۔ ۱۰۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

حجاج بن یوسف

یہ ثقفی خاندان کا تھا اور عبدالملک بن مروان کی جانب سے عراق کا گورنر تھا۔ اس نے ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما حاکمِ مکہ پر چڑھائی کی تھی اور مکہ پر منجنیقوں سے اس قدر پتھر برسائے تھے کہ خانہ کعبہ کی دیواروں کو بھی نقصان پہنچا تھا۔ اس نے سینکڑوں صحابہ کو قتل کرایا ہے۔ تابعین اور تبع تابعین جو اس کے ہاتھوں قتل ہوئے ان کی تعداد تو لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ اسی لیے اس کو امتِ محمدیہؐ کا سب سے بڑا ظالم قرار دیا جاتا ہے اور ظلم وستم میں ضرب المثل بن گیا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص صحابی ہیں۔ یہ اُن کی کنیت ہے۔ نام غیر مشہور ہے جس میں کافی اختلاف ہے۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر آ کر مسلمان ہوئے اور پھر شب وروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ صفہ میں مقیم ہو گئے تھے اور قوتِ لایموت پر اکتفا کرتے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واقوال کو یاد کرنا اپنا مقصد بنا لیا تھا۔ اسی لیے صحابہ میں سب سے زیادہ روایتیں انہی سے منقول ہیں۔

محمد خوارزم شاہ

جلال الدین کے لقب سے مشہور ہے۔ خراسان سے عراق تک اس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ یہ مولانا رومؒ کے والد خواجہ بہاؤ الدین کا ماموں تھا۔ اُس نے چنگیز خانی فتنے کا مقابلہ کیا۔ ابتدائی جنگ میں اس نے ایک ہزار

تاتاری سپاہیوں کو تہِ تیغ کرڈالا، تاتاری فوج شکست کھاگئی۔ پھر چنگیز خاں نے تیس ہزار فوج اُس کے مقابلہ کے لیے بھیجی۔ اُس کو بھی اس نے شکست دی۔ تب چنگیز خاں خود ایک بھاری فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ اس وقت اس کی فوج کا ایک بڑا حصہ ہرات کی مہم پر تھا، مجبوراً اُس کو غزنین کی طرف پسپا ہونا پڑا وہاں سے وہ ہندوستان آنا چاہتا تھا کہ ۶۱۸ھ میں دریائے سندھ کے کنارے پر پھر تاتاری فوج سے مقابلہ کرنا پڑا اور اس قدر بہادری اور بے جگری سے اس سے لڑا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں۔ اس جنگ میں اس کے بہت سے ساتھی شہید ہو گئے اور اس نے تنہائی محسوس کی تو ہندوستان پہنچنے کے ارادے سے اس نے اپنا گھوڑا دریائے سندھ میں ڈال دیا اور اس قدر صفائی سے اس کو پار کیا کہ چنگیز خاں انگشت بدنداں ہوگیا اور اس کی بہادری کے اعتراف میں کہا کہ ہیچو اُو جوانمرد در دنیا پیدا نشد ونخواہد شد ''اس جیسا بہادر دنیا میں نہ پیدا ہوا نہ پیدا ہوگا''۔ ہندوستان پہنچ کر اس نے پھر اپنی حالت کو سنبھالا اور آذربائیجان کی طرف چلا گیا وہاں رات کو سوتے ہوئے کسی مغل کے ہاتھ سے شہید ہوگیا۔

رُوح

رُوح کی حقیقت شریعت نے واضح نہیں کی ہے اور اس کی صحیح حقیقت کا علم صرف خدا ہی کو ہے پھر بھی جمہور علما نے اس کی جو حقیقت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ روح ایک نورانی لطیف جسم ہے جو انسان کے جسم میں اسی طرح جاری وساری ہے جیسا کہ پانی گلاب میں اور تیل تلوں میں اور آگ کوئلہ میں۔ جب تک وہ لطیف جسم انسان کے جسم میں جاری وساری ہے انسان کا جسم زندہ ہے اور جس وقت یہ لطیف جسم اس کثیف جسم سے جدا ہو جاتا ہے تو یہ کثیف جسم مردہ ہو جاتا ہے۔ روح کی شکل بالکل وہی ہے جو اس جسمِ کثیف کی شکل ہے جس طرح اس کثیف جسم کے آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں ہیں اسی طرح روح کے بھی یہ اعضا ہیں، اصل انسان روح ہے اور یہ کثیف جسم اس کے لیے بمنزلہ لباس کے ہے جسمانی ہاتھ، روح کے ہاتھ کے لیے بمنزلہ آستین کے ہے اور کثیف جسم کی ٹانگیں، روح کی ٹانگوں کے لیے بمنزلہ پاجامہ کے ہیں اور چہرہ اس کے چہرے کے لیے بمنزلہ نقاب کے ہے۔

اِستدراج

سنت اللہ اور عام طریقہ کے خلاف کسی واقعہ کا ظاہر ہونا مثلاً ہوا میں اڑنا، پانی پر چلنا، یہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور ولی سے بھی اور کافر سے بھی۔ اس طرح کا واقعہ اگر نبی سے صادر ہو تو اس کو معجزہ کہا جاتا ہے جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی طریقہ پر آسمانوں کی سیر کرنا، وغیرہ اور اگر ولی سے صادر ہو تو اس کو کرامت کہا جاتا ہے اور اگر کسی کافر سے ایسی چیز کا صدور ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔

نحسِ اکبر وسعدِ اکبر

نحسِ اکبر زحل ستارے کو اور سعدِ اکبر مشتری ستارے کو کہا جاتا ہے منجمین کے خیال میں یہ دونوں ستارے نحوست اور سعادت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں اور زمین کی خیر وشر میں ان کے اثرات سب سے زیادہ پڑتے ہیں۔ مولانا رومؒ اپنے کلام میں ستاروں کے موثر ہونے کا ذکر کرتے ہیں لیکن اسلامی عقیدے کے اعتبار سے ان ستاروں میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں ہے۔ ہر چیز میں حقیقتاً خدا ہی موثر ہے۔

سجاد حسین۔ دہلی

۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ۔م۔ ۳ جنوری ۱۹۷۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہ[1] حسام الدیں کہ نورِ انجم ست
شاہ حسام الدین جو ستاروں کا نور ہیں
طالبِ آغازِ سِفرِ پنجم است
پانچویں کتاب کے شروع (کرنے کے) طالب ہیں

اے ضیاء الحق حسام الدین راد
اے سخی ضیاء الحق حسام الدین!
اُوستادانِ صفارا اُوستاد
(آپ) اہلِ باطن کے اُستادوں کے اُستاد ہیں

گر نبودے خلق محجوب و کثیف
اگر مخلوق محجوب اور کثیف نہ ہوتی
وَر نبودے حلقہا تنگ و ضعیف
اگر گلے تنگ اور کمزور نہ ہوتے

دَر مَدیحت دادِ معنیٰ داد مے
تو میں آپ کی تعریف کا حق ادا کر دیتا
غیرِ ایں[2] منطق لبے نکشاد مے
اس گفتگو کے علاوہ لب کشائی نہ کرتا

لیک لقمۂ بازآنِ صَعوہ نیست
لیکن باز کا لقمہ ممولے کی ملکیت نہیں ہے
چارہ اکنوں آب[3] و روغن کردنیست
اب تدبیر، پانی اور تیل کرنا ہے

مَدحِ توحیف است بازندانیاں
قیدیوں سے تیری تعریف کرنا ظلم ہے
گویم اندر مجمعِ رُوحانیاں
روحانیوں کے مجمع میں کہوں گا

شرحِ تو غبن است با اہلِ جہاں
دنیاداروں سے آپ کی تشریح کرنا، ٹوٹا ہے
ہمچو رازِ عشق دارم دَر نہاں
عشق کے راز کی طرح، دل میں رکھتا ہوں

[1] شہ۔ یعنی ضیاء الحق حسام الدین کا مطالبہ ہے کہ مثنوی کا پانچواں دفتر شروع کیا جائے۔ سِفر۔ کتاب یعنی مثنوی کا دفتر۔ گر نبودے۔ یہ شرط ہے دوسرا شعر جزاء ہے۔ محجوب۔ یعنی عوام میں تمہاری تعریف سننے کی اہلیت نہیں ہے ورنہ میں تمہاری بہت تعریف کرتا اور اس کے علاوہ کوئی بات نہ کہتا۔

[2] ایں منطق۔ یعنی حسام الدین کی تعریف۔ لیک۔ عوام کے سامنے حسام الدین کی تعریف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ باز کی خوراک ممولے کو کھلائی جائے۔

[3] آب و روغن۔ اگر واؤ عطف نہ ہو تو معنی یہ ہیں کہ پانی کو تیل کہنا پڑ رہا ہے۔ یعنی عوام کے سامنے غیر حقیقی تعریف کرنی پڑ رہی ہے اگر نسخہ آب و روغن ہے تو اب معنی یہ ہوں گے کہ تعریف میں تکلف کرنا پڑ رہا ہے۔ زندانیاں۔ یعنی دنیا کے قیدی۔ غبن۔ ٹوٹا۔ عشق۔ عشق مخفی رکھا جاتا ہے۔

مدح[1] تعریف است وتخریقِ حجاب
تعریف کرنا، پہچنوانا اور (جہالت کے) پردے کو چاک کرنا ہے

مادحِ خورشید مداحِ خود است
سورج کی تعریف کرنے والا، اپنی تعریف کرنے والا ہے

ذَمِّ خورشیدِ جہاں ذَمِّ خودست
دنیا کے سورج کی مذمت کرنا، اپنی مذمت ہے

تو ببخشا بر کسے کاندر جہاں
آپ اُس کو معاف کر دیجیے، جو دُنیا میں

تاندش پوشید ہیچ از دیدہا
اس کو کوئی آنکھوں سے چھپا سکتا ہے؟

یا ز[2] نورِ بیحدش تانند کاست
یا اُس کے لامحدود نور کو وہ گھٹا سکتے ہیں

ہر کسے گو حاسدِ گیہاں بُود
جو شخص عالم کا حاسد ہو

قدرِ تو بگذشت از درکِ عقول
آپ کا مرتبہ عقلوں کے ادراک سے بالا ہے

گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں
اگرچہ عقل بیان سے عاجز ہے

انَّ شَیئاً کُلُّه لَا یُدرَکُ
وہ چیز جو پوری حاصل نہیں کی جا سکتی

گرچہ[3] نتواں خورد طوفانِ سحاب
اگرچہ ابر کا طوفان پیا نہیں جا سکتا

آبِ دریا را اگر نتواں کشید
دریا کا (پورا) پانی اگرچہ نہیں کھینچا جا سکتا

فارغ است از مدح و تعریف آفتاب
سورج، تعریف اور پہچنوانے سے بے نیاز ہے

کہ دو چشمم روشن و نامُرمد ست
کہ میری دونوں آنکھیں روشن اور تندرست ہیں

کہ دو چشمم کورو تاریک و بدست
کہ میری دونوں آنکھیں اندھی اور بے نور اور بُری ہیں

شُد حسُودِ آفتابِ کامراں
کامیاب سورج کا حاسد ہے

وز طراوت دادنِ بوسیدہا
اور بوسیدہ چیزوں کے تازگی بخشنے کو

یا بدفعِ جاہِ اُوتانند خاست
یا اُس کے رُتبہ کو ہٹانے کے لیے وہ کھڑے ہو سکتے ہیں

آں حسد خود مرگِ جاویداں بُود
وہ حسد خود ہمیشہ کی موت ہے

عقل اندر شرحِ توشد بُوالفضول
آپ کی شرح کرنے میں عقل، بکواسی ہے

عاجزانہ جُنبشے باید دراں
اس میں عاجزانہ (ہی) حرکت کرنی چاہیے

اِعلَمُوا اَن کُلُّه لَا یُترَکُ
جان لو، وہ سب نہیں چھوڑی جاتی

کے تواں کردن بترکِ خورد آب
(لیکن)۔ پانی پینا کب چھوڑا جا سکتا ہے؟

ہم بقدرِ تشنگی باید چشید
پیاس کی بقدر ہی چکھ لینا چاہیے

---

[1] مدح۔ جس طرح سورج مدح اور تعریف سننے سے بے نیاز ہے اسی طرح حسام الدینؒ ہیں۔ مُرمد۔ دُکھتی ہوئی آنکھ۔ ذَم۔ اگر کوئی شخص سورج کو تاریک کہے تو لوگ خود اُس کو اندھا کہیں گے۔ تو ببخشا۔ یعنی اے حسام الدینؒ آپ اُس کو معاف کریں جو آپ پر حسد کرتا ہے اس لیے کہ اُس کے حسد سے آپ کا نقصان نہیں ہے خود اُس کا نقصان ہے۔ آپ آفتاب اور آپ کے فیوض آفتاب کی طرح ہیں اگر کوئی چاہے کہ آفتاب کو اور اس کی فیض رسانی کو لوگوں کی آنکھوں سے چھپا دے تو وہ خود حماقت میں مبتلا ہے۔ وز طراوت۔ سورج کی شعاعیں پھلوں کو تازگی عطا کرتی ہیں۔

[2] یا۔ سورج کے حاسد نہ اُس کا نور گھٹا سکتے ہیں نہ اُس کا رتبہ کم کر سکتے ہیں۔ گیہاں۔ جہان، یعنی حسام الدینؒ جو کہ عالمِ اکبر ہیں۔ قدر۔ آپ کا رتبہ عام عقول سے بالاتر ہے اب جو بھی اس کی تعریف کی جائے کم ہے۔ گرچہ۔ حسام الدین کی پوری تعریف اگرچہ ناممکن ہے، لیکن پھر بھی عاجزانہ اس کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اُس کو پورے طور پر ترک نہ کرنا چاہیے۔ کچھ نہ کچھ اُس میں سے حاصل کر لینا چاہیے۔

[3] گرچہ۔ انسان بارش کا تمام پانی نہیں پی سکتا لیکن تھوڑا سا تو ضرور پی لیتا ہے۔ آبِ دریا۔ سارا دریا نہیں پیا جا سکتا تو بقدرِ امکان سیرابی حاصل کر لی جاتی ہے۔

راز[1] را گر می نیاری در میاں | دَر کہا را تازہ کُن از قشرِ آں
اگر تو راز کو درمیان میں نہیں لا سکتا ہے | اُس کے چھلکے سے یادوں کو تازہ کر لے

نُطقہا نسبت بتو قشرست لیک | پیشِ دیگر فہمہا مغزست نیک
آپ کے اعتبار سے (ہماری) باتیں اگرچہ چھلکا ہیں لیکن | دوسروں کی سمجھ کے لیے اچھا گودا ہے

آسماں نسبت بعرش آمد فرود | ورنہ بس عالیست پیشِ خاکِ تود
آسمان، عرش کے اعتبار سے نیچا ہے | ورنہ خاک کے تودے کے اعتبار سے بہت بلند ہے

من بگویم وصفِ تو تا رَہ برند | پیش ازاں کزفوتِ آں حسرت خورند
میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تاکہ وہ رہنمائی حاصل کریں | اُس سے پہلے کہ وہ اُس کے فوت ہونے سے حسرت کریں

نورِ حقی و بحق جذّابِ جاں | خلق دَر ظلماتِ وہم اند و گماں
آپ اللہ کا نور ہیں اور جان کو خدا کیطرف کھینچنے والے ہیں | لوگ وہم اور گمان کی اندھیریوں میں ہیں

شرط[2] تعظیم است تا آں نورِ خوش | گردد ایں بیدیدگاں را سُرمہ کش
تعظیم شرط ہے، تاکہ وہ عمدہ نور | ان اندھوں کے لیے سرمہ لگانے والا بن جائے

نور یابد مستعدِ تیز کوش | کو نباشد عاشقِ ظلمت چومُوش
سخت کوشش کرنے والا، مستعد نور حاصل کرتا ہے | جو چوہے کی طرح اندھیرے کا عاشق نہ ہو

نورِ میکش اے حریفِ تیز کوش | گرنہ ءِ چوں مُوش در ظلمت مکوش
اے سخت کوشش کرنیوالے دوست! نور حاصل کر لے | اگر تو چوہے کی طرح نہیں ہے، اندھیرے کی کوشش نہ کر

سُست چشمانے کہ شب جولاں کنند | کے طوافِ مشعلِ ایماں کُنند
کمزور آنکھوں والے جو رات کو گھومتے ہیں | وہ ایمان کی مشعل کا طواف کب کرتے ہیں؟

نکتہاے[3] مُشکلِ باریک شُد | بندِ طبعے کوزدیں تاریک شُد
مشکل باریک نکتے بن گئے | طبیعت کا بند، کیونکہ وہ دین سے تاریک ہے

تا برآراید ہُنر را تار و پُود | چشم دَر خورشید نتواند کشُود
جب تک کہ وہ ہنر کا تانا بانا نہ سنوار لے | سورج میں آنکھ نہیں کھول سکتا

ہمچو نخلے بَر نیارد شاخہا | کردہ مُوشانہ زمیں سُوراخہا
وہ کھجور کے درخت کی طرح شاخیں نہیں نکال سکتا | جس نے چوہے کی طرح زمین کو سوراخ سوراخ کر رکھا ہے

---

[1] راز۔ یعنی حسام الدینؒ کی پوری تعریف عوام کے سامنے ناممکن ہے تب بھی اس کا کچھ حصہ بیان کر دینا چاہیے۔ نطقہا۔ اگرچہ حسام الدینؒ کی تعریف اُن کی تعریف کا مغز نہیں ہے بلکہ چھلکا ہے لیکن عوام کے لیے اُس میں بھی فوائد ہیں۔ آسمان۔ بلندی اور پستی فائدہ اور نقصان سب اضافی باتیں ہیں ایک چیز ایک کے لیے مفید دوسرے کے لیے غیر مفید ہے۔ آپ کی تعریف عوام کے لیے مفید ہے اگرچہ وہ حقیقی نہیں ہے۔ من بگویم۔ معمولی تعریف اس لیے کر رہا ہوں تاکہ وہ حقیقی تعریف تک رہنمائی حاصل کر لیں۔ نورِ حقی۔ تیری ذات کے ذریعہ مخلوق وہم وگمان سے گذر کر مرتبۂ یقین حاصل کر سکتی ہے۔

[2] شرط۔ مرید اُس وقت فیض حاصل کر سکتا ہے جبکہ اُس کے دل میں شیخ کی عظمت ہو۔ نور یابد۔ فیض حاصل کرنے کے لیے استعداد اور کوشش ضروری ہے۔ گرنہ۔ چوہا اندھیرے کو پسند کرتا ہے۔ سُست چشمانے۔ چوہا اور چمگادڑ کبھی روشنی کا طواف نہیں کرتے ہیں۔

[3] نکتہانے۔ جن کے دلوں میں دین کی جانب سے تاریکی ہے اُن کے لیے علمی موشگافیاں حقیقت تک پہنچنے سے مانع بن گئی ہیں۔ تا برآراید۔ یہ لوگ جب تک حقیقت بینی کے ہُنر سے آراستہ نہ ہوں گے وہ شیخ حسام الدینؒ کی تعریف نہ سمجھیں گے۔ ہمچو۔ جو لوگ چوہے کی طرح زمین دوز سوراخوں میں رہنے کے عادی ہیں وہ کھجور کی طرح بارآور نہ ہوں گے۔

نقسیر[1] فَخُذْ اَربَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرهُنَّ اِلَيْکَ (الآیۃ)

پس ''پکڑلے چار پرندے پھر اُن کو اپنی طرف بلا'' کی آخر آیت تک تفسیر

چار وصف ست ایں بشر را دل فشار
یہ چار وصف انسان کے دل کو نچوڑنے والے ہیں
چار میخ عقل گشتہ ایں چہار
یہ چاروں، عقل کی چار میخ ہیں

تو خلیلِ وقتی اے خورشیدِ ہُش
اے ہوش کے سورج! تو خلیلِ دوراں ہے
ایں چہار اطیار رہزن را بکُش
ان چار ڈاکو پرندوں کو مار ڈال

زانکہ ہر مُرغے ازینہا زاغ وش
اس لیے کہ ان میں سے ہرزاغ صفت پرند
ہست عقلِ عاقلانرا دیدہ کش
عقلمندوں کی عقل کی آنکھ نکال لینے والا ہے

چار وصفِ تن چو مُرغانِ خلیلؑ
جسم کے چاراوصاف (حضرت)خلیلؑ کے پرندوں کی طرح ہیں
بسملِ ایشاں دہد جاں را سبیل
ان کا قربان کرنا جان کو راستہ عطا کرتا ہے

اے[2] خلیل اندر خلاصِ نیک و بد
اے خلیل! اچھے اور برے کو نجات دلانے کے لیے
سر بُبرشاں تا رہد پاہا ز سد
اُن کا سر قلم کردے تاکہ پاؤں بندش سے نجات پا جائیں

کل توئی و جملہ گاں اجزائے تو
تو مجموعہ ہے اور سب تیرے اجزا ہیں
برکشا کہ ہست پاشاں پائے تو
کھول دے، کہ ان کا پاؤں تیرا پاؤں ہے

از تو عالم روح زارے میشود
آپ کی وجہ سے دنیا روح زار بنتی ہے
پُشتِ صد لشکر سوارے میشود
ایک سوار سو لشکروں کی مدد بن جاتا ہے

زانکہ[3] ایں تن شُد مقامِ چار خُو
کیونکہ یہ جسم چار عادتوں کا مقام ہے
نامِ شاں شُد چار مرغِ فتنہ جُو
اُن کا نام فتنہ کے جویاں چار پرند، پڑ گیا ہے

خلق راگر زندگی خواہی ابد
اگر آپ لوگوں کی ابدی زندگی چاہتے ہیں
سر بُبرایں چار مُرغِ شوم وبد
ان بدبخت اور ''بد'' چار پرندوں کا سر قلم کر دیجیے

بازشاں زندہ کُن از نوعِ دگر
پھر اُن کو دوسری طرح سے زندہ کر دیجیے
کہ نباشد بعد ازاں زیشاں ضرر
کیونکہ اس کے بعد اُن سے نقصان نہ پہنچے گا

چار مُرغِ معنوی راہزن
باطنی چار ڈاکو پرندوں نے
کردہ اند اندر دلِ خلقاں وطن
لوگوں کے دل کے اندر وطن بنا لیا ہے

---

[1] تفسیر۔حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا گیا کہ اگر تجھے ہماری صفت زندہ کرنے اور مارنے میں شک ہے تو چار پرندوں کو ذبح کرڈال۔یہ چار پرند بطخ، مور، کوا، مرغ تھے۔مولانا نے فرمایا ہے کہ ان چار پرندوں سے انسان کی چار بُری صفات مُراد ہیں جو کہ انسان کے لیے حقیقت بینی سے مانع ہیں۔ انسان ان صفات کا ازالہ کردے تو حقیقت بیں بن جاتا ہے۔بطخ سے مراد حرص، مور سے مراد حُبِ جاہ، کوے سے مراد تمنا اور مرغ سے مراد شہوت ہے۔چار میخ۔سزا کا ایک طریقہ تھا۔تو خلیل۔اگر انسان ابراہیم خلیل اللہؑ کی طرح حقیقت بین بنا چاہتا ہے تو اُس کو اپنی ان چار صفتوں کو مٹا دینا چاہیے۔زانکہ۔یہ چاروں صفتیں کوے کی خاصیت رکھتی ہیں کوا سب سے پہلے مردے کی آنکھ نکالتا ہے یہ بھی انسان کو اندھا کر دیتی ہیں۔بسمل۔جو شخص ان چاروں صفتوں کو مٹا دے گا اُس کی جان حقیقت تک راہ یاب ہو جائے گی۔

[2] اے خلیل۔یعنی اے حسام الدینؒ لوگوں میں سے صفات ذمیمہ کو دور کر دیجیے تا کہ اُن کو سلوک میں سیر حاصل ہو جائے۔کل توئی۔مرید شیخ کے اجزا کی طرح ہوتے ہیں۔از تو۔تیرے وجود سے یہ عالم، عالمِ ارواح بنا ہوا ہے۔پشت۔ایک سوار کی ہمت اور بہادری بہت سے لشکروں کی پناہ ہوتی ہے۔

[3] زانکہ۔انسان کے جسم میں یہ چار خصلتیں ہیں جن کو چار پرندوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔خلق۔ان خصائل کے ازالہ سے ابدی زندگی نصیب ہوگی۔ بازشاں۔ان چاروں خصلتوں کو اس طرح قابو میں رکھو کہ اُن کی معزت سے بچ سکو۔

چوں[1] امیرِ جملۂ دلہا شوی | اندریں دَوراں خلیفۂ حق توئی
جب آپ تمام دلوں کے حاکم بن جائیں گے | (پھر) اس زمانہ میں اللہ کے خلیفہ آپ ہی ہیں

سر بُبر ایں چار مُرغِ زندہ را | سرمدی کُن خلقِ ناپائندہ را
ان چار زندہ پرندوں کا سر قلم کر دیجیے | فانی لوگوں کو دائمی بنا دیجیے

بطّ[2] و طاؤس ست زاغست و خروس | ایں مثالِ چار مُرغ اندر نفوس
بطخ اور مور ہے، کوّا ہے اور مُرغا ہے | نفسوں میں یہ چار پرندوں کی طرح ہیں

بطّ حرص است و خروس آں شہوتست | جاہ چوں طاؤس وزاغ آں مُنیت ست
حرص بطخ ہے اور شہوت مُرغا ہے | رُتبہ مور کی طرح ہے، آرزو نفس کا کوّا ہے

مُنیتش آنکہ بُوَد اُمید ساز | طامعِ تابید یا عُمرِ دراز
اُس کی آرزو یہ اُمید بندھاتی ہے | ہیشگی کا لالچی یا دراز عمر (کا لالچی)

بطِّ حرص آمد کہ نُولش در زمیں | در تر و در خشک میجوید دفیں
حرص بطخ ہے کہ اُس کی چونچ زمین میں ہے | تر اور خشک میں دفینہ ڈھونڈتی ہے

یک زماں نبُود مُعطّل آں گلو | نشنود از حُکم جُز اَمرِ کُلُوا
اُس کا حلق تھوڑی دیر کے لیے بھی معطل نہیں ہوتا | وہ ''کھاؤ'' کے سوا کوئی حکم نہیں سُنتی ہے

ہمچو یغماچی کہ خانہ میکَند | زُود زُود انبانِ خود پُر میکند
اُس لٹیرے کی طرح جو گھر کو کھودتا ہے | جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے

اندر انباں می فشارد نیک و بد | دانہائے دُرّ و حبّاتِ نخود
اچھا، بُرا تھیلے میں ٹھونستا ہے | موتی کے دانے اور چنے کے دانے

تامبادا[3] یاغیٔ آید دگر | میفشارد در جُوالِ اُوخشک و تر
ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا لٹیرا آ جائے | وہ بورے میں خشک و تر ٹھونستا ہے

وقت تنگ، فرصت اندک، او مخوف | در بغل زد ہرچہ زوتر بیوقوف
وقت تنگ ہے، فرصت تھوڑی ہے وہ ڈرا ہوا ہے | بے تامل جو کچھ ہے اُس نے بغیر سمجھے بوجھے بغل میں دبالیا

اعتمادش نیست بر سلطانِ خویش | کہ مُبادا یاغیٔ آید بہ پیش
اُس کو اپنے شاہ پر بھروسہ نہیں ہے | (اس بارے میں) ایسا نہ ہو کہ کوئی لٹیرا آ جائے

لیک مومن زاعتمادِ آں حیات | میکُند غارت بمہل و باانات
لیکن مومن اُس (آخری) زندگی کے بھروسہ پر | لوٹتا ہے، تامل اور توقف سے

---

[1] چوں۔ جب آپ دلوں پر حکومت کرنے لگیں گے تو خلافتِ الٰہی کے مستحق ہوں گے۔ سربُبر۔ ان رذائل کے ازالہ سے حیاتِ سرمدی حاصل ہو جائے گی۔ بطّ۔ ان چار پرندوں جیسی انسان میں چار خصلتیں ہیں۔

[2] بطّ۔ بطخ سے مراد انسانی حرص ہے اور مرغے سے مراد انسانی شہوت ہے۔ مور سے مراد انسان کی جاہ طلبی ہے اور کوّے سے مراد انسان کی تمنا ہے۔ مُنیتش۔ ایک آرزومند کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ اس کو دنیوی زندگی ہمیشہ کے لیے حاصل ہو جائے یا کم از کم عمر دراز ہو جائے۔ بطّ۔ انسان کی حرص بطخ کی طرح ہے جو ہر جگہ اپنی چونچ، خوراک کی جستجو میں گاڑتی پھرتی ہے۔ کوّا۔ اللہ کے احکام میں سے اُس نے صرف ''تم کھاؤ'' کا حکم سنا ہے۔ یغماچی۔ لٹیرا، جلد جلد ہر چیز کو تھیلے میں بھرتا ہے۔

[3] تامبادا۔ اُس کی جلد بازی اس لیے ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا لٹیرا آ کر شریک نہ بن جائے۔ اعتمادش۔ اس کو اپنے خدا پر بھروسہ نہیں ہوتا ہے۔ لیک مومن۔ مردِ مومن چونکہ اُخروی زندگی کا بھی عقیدہ رکھتا ہے اس لیے اس میں یہ جلد بازی نہیں ہوتی۔

ایمن[1] است از فوت و از باغی کہ او — می شناسد قہرِ شہ را بر عدو

وہ محرومی اور لٹیرے سے مطمئن ہے کیونکہ وہ — دشمن پر شاہ کے قہر کو جانتا ہے

وایمن ست از خواجہ تاشانِ دگر — کہ نیایندش مزاحم صَرفہ بر

اور دوسرے ساتھیوں سے مطمئن ہے — کہ اُس سے مزاحمت کرنے والے فائدہ مند نہ ہوں گے

عدلِ شہ رادید در ضبطِ حَشَم — کہ نیارد کرد کس برکس ستم

خادموں کے معاملہ میں اُس نے بادشاہ کے انصاف کو دیکھا ہے — کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا ہے

لاجرم نشتابد و ساکن بُود — از فواتِ حظِّ خود ایمن بُود

لامحالہ وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے ہوتا ہے — اپنے حصہ کے فوت ہونے سے مطمئن ہوتا ہے

پس تأنّی[2] دارد و صبر و شکیب — چشم سیر و مُوثرست و پاک جیب

پس وہ آہستہ روی اور صبر و شکیب اختیار کرتا ہے — سیر چشم ہے (دوسروں کو) ترجیح دینے والا اچھے پاک دل ہے

کیں تأنّی پرتوِ رحماں بُود — واں شتاب از ہزّۂ شیطان بُود

کیونکہ یہ آہستہ روی اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے — اور وہ جلد بازی شیطانی حرکت ہے

زانکہ شیطانش بترساند ز فقر — بارگیرِ صبر را بکشد بعَقر

کیونکہ شیطان اس کو افلاس سے ڈراتا ہے — صبر کا بوجھ اٹھانے والے کا پاؤں کاٹ ڈالتا ہے

از نُبی بشنو کہ شیطاں در وعید — میکند تہدیدت از فقرِ شدید

قرآن سے سُن کہ شیطان دھمکانے میں — تجھے سخت افلاس سے ڈراتا ہے

تاخوری[3] زشت و بری زشت از شتاب — نے مُروّت نے تأنّی نے ثواب

تاکہ تو جلدی میں بُرا کھائے، بُرا کمائے — نہ انسانیت، نہ آہستہ روی نہ ثواب

لاجرم کافر خورد در ہفت بطن — دین و دل باریک و لاغر زَفت بطن

لامحالہ کافر سات پیٹ کا کھاتا ہے — دین اور دل کمزور اور لاغر ہے، پیٹ بھاری ہے

در سببِ وُرودِ ایں حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب کہ

اَلْکَافِرُ یَاْکُلُ فِیْ سَبْعَۃِ اَمْعَآءٍ وَّالْمُؤْمِنُ یَاْکُلُ فِیْ مِعیً وَّاحِدٍ

کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے

کافراں مہمانِ پیغمبر شُدند — وقتِ شام ایشاں بہ مسجد آمدند

کافر، پیغمبرؐ کے مہمان ہوئے — شام کے وقت وہ مسجد (نبوی) میں آ گئے

---

[1] ایمن۔ اُس کو اطمینان ہوتا ہے کہ اُس کا خدا اُس کے دشمن پر غالب ہے۔ خواجہ۔ اُس کو دوسرے مومنوں کی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ عدلِ شہ۔ وہ خدائی انصاف پر یقین رکھتا ہے۔ لاجرم۔ مومن ان عقائد کی وجہ سے مطمئن رہتا ہے کہ اُس کا مقصد کوئی نہیں چھین سکتا۔

[2] تأنّی۔ بُردباری۔ مُوثر۔ اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دینے والا۔ کیں۔ حدیث شریف ہے۔ اَلتَّاَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالتَّعْجِیْلُ مِنَ الشَّیْطٰنِ۔ ''حلم اور بُردباری اللہ کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے ہے''۔ بارگیر۔ بوجھ اُٹھانے والا۔ عقر۔ ہاتھ پاؤں کاٹ دینا۔ فقر۔ قرآن پاک میں ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔ ''شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے۔''

[3] تاخوری۔ شیطان فقر سے اس لیے ڈراتا ہے کہ انسان کھانے کمانے میں حرام سے پرہیز نہ کرے۔ کافر میں نہ مروت ہوتی ہے نہ بردباری اور نہ وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ ہفت بطن۔ سات انتڑیاں۔ کافراں۔ اس قصہ سے کافروں کی بسیار خوری کو سمجھاتا ہے۔

کآمدیم اے شاہِ ما اینجا نُتق[1] — اے تو مہماں دارِ سُکّانِ اُفُق

کہ اے شاہ! ہم اس جگہ مہمان (بن کر) آئے ہیں — اے وہ کہ آپ جہان کے رہنے والوں کے مہمان ہیں

بینوائیم و رسیدہ ماز دُور — ہیں بیفشاں بر سرِ ما فضل و نور

ہم بے سروسامان ہیں اور دور سے آئے ہیں — ہاں ہمارے سروں پر مہربانی اور نور چھڑک دیجیے

رُو بیاراں کرد آں سلطانِ راد — دستگیرِ جُملہ شاہان و عباد

اُس سخی شاہ نے دوستوں کی طرف رُخ کیا — جو تمام بادشاہوں اور غلاموں کا دستگیر ہے

گفت اے یارانِ من قسمت کنید — کہ شما پُراز من و خوئے مَنید

فرمایا، اے میرے دوستو! تقسیم کر لو — کیونکہ تم میری (محبت) اور عادت سے بھرے ہوئے ہو

پُربُوَد اجسامِ ہر لشکر ز شاہ — زاں زنندے تیغ براعدائے جاہ

ہر لشکر کے جسم بادشاہ سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں — اسی لیے مرتبہ کے دشمنوں پر تلوار چلاتے ہیں

تو بخشمِ[2] شہ زنی آں تیغ را — ورنہ براخواں چہ خشم آید تُرا

تو بادشاہ کے غصہ کی وجہ سے تلوار چلاتا ہے — ورنہ بھائیوں پر تجھے کیا غصہ آئے؟

بر برادر بے گناہے میزنی — عکسِ خشمِ شاہ گرزِ دہ منی

بلا قصور بھائی پر تو مارتا ہے — بادشاہ کے غصہ کے زیرِ اثر دس سیر کا گرز

شہ یکے جانست لشکر پُرازو — روح چوں آبست ویں اجسام جُو

بادشاہ ایک جان ہے، لشکر اس سے بھرا ہوا ہے — روح پانی کی طرح ہے اور یہ جسم نہر (کی طرح) ہیں

آبِ رُوحِ شاہ گر شیریں بُوَد — جملہ جُوہا پُرز آبِ خوش شود

اگر بادشاہ کی رُوح کا پانی میٹھا ہوتا ہے — ساری نہریں میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں

کہ رعیت دینِ شہ دارند و بس — اینچنیں فرمودہ سُلطانِ[3] عبس

کیونکہ رعایا فقط بادشاہ کا دین رکھتی ہے — (سورۂ) عبس کے شاہ نے ایسا ہی فرمایا ہے

ہر یکے یارے یکے مہماں گزید — درمیاں بُد یک شکم زفت و عنید

ہر دوست نے ایک مہمان منتخب کر لیا — اُن میں ایک پیٹو اور سرکش تھا

جسمِ ضخمے داشت کس اُو را نبرد — ماند در مسجد چو اندر جام دُرد

بھاری جسم رکھتا تھا اُس کو کوئی نہ لے گیا — وہ مسجد میں رہ گیا جس طرح جام میں تلچھٹ

مصطفےٰؐ بُردش چو واماند از ہمہ — ہفت بزُبُد شیردہ اندر رمہ

جب وہ سب سے رہ گیا، مصطفےٰؐ اس کو لے گئے — گلّے میں سات بکریاں دودھ والی تھیں

---

[1] نُتق۔ مہمان۔ اُفُق۔ اطرافِ عالم۔ یاراں۔ صحابہ کرام۔ سلطاں۔ آنحضورؐ۔ عباد۔ عبد کی جمع ہے۔ بندہ۔ قسمت۔ یعنی مہمانوں کو آپس میں بانٹ لو۔ پُربُوَد۔ شاہ کی سیرت لشکریوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

[2] بخشم۔ دشمنوں پر بادشاہ کو غصہ ہوتا ہے اسی بنیاد پر لشکری تلوار چلاتے ہیں۔ شہ۔ بادشاہ لشکر کے لیے بمنزلہ روح کے ہے۔ آب۔ مگر بادشاہ خوب سیرت ہے تو لشکر بھی خوب سیرت ہوتا ہے۔

[3] سلطانِ عبس۔ سورۂ عبس آنحضورؐ پر نازل ہوئی ہے آنحضورؐ نے فرمایا ہے: اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِم۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں یعنی جیسا راجہ ویسی پرجا۔ درمیاں۔ اُن مہمانوں میں ایک بہت پیٹو تھا۔ جسمِ ضخمے۔ چونکہ وہ بہت موٹا تھا اس کو کوئی اپنے گھر نہ لے گیا۔ بز۔ یعنی آنحضورؐ کے گلّے میں سات بکریاں دودھ دینے والی تھیں۔

کہ مقیم[1] خانہ بُوَندے بُزاں | بہرِ دوشیدن برائے وقتِ خواں
جو بکریاں گھر پر رُکی ہوئی تھیں | دسترخوان کے وقت دُہنے کے لیے

نانِ و آش و شیرِ آں ہر ہفت بُز | خورد آن بُو قحط عوجِ ابنِ عُز
روٹی اور سالن اور اُن ساتوں بکریوں کا دودھ | وہ قحط زدہ، عوج، عُز کا بیٹا کھا گیا

جُملہ اہلِ بیت خشم آلو شُدند | کہ ہمہ در شیرِ بُز طامع بُدند
تمام گھر والے غصہ میں بھر گئے | کہ سب بکریوں کے دودھ کے اُمیدوار تھے

معدہ طبلے[2] خوار ہمچو طبل کرد | قسمِ ہژدہ آدمی تنہا بخورد
پیٹو نے معدہ ڈھول کی طرح کر لیا | اٹھارہ آدمیوں کا حصہ تنہا کھا گیا

وقتِ خفتن رفت و در حجرہ نشست | پس کنیزک از غضب در رابہ بست
سوتے وقت گیا اور حجرے میں بیٹھ گیا | لونڈی نے غصہ سے دروازہ بند کر دیا

از بُروں زنجیرِ در را درفگند | کہ ازو بُد خشمگین و دردمند
باہر سے دروازے کی زنجیر لگا دی | کیونکہ وہ اُس سے غصہ میں اور رنجیدہ تھی

گبر را از نیم شب تا صُبحدم | بس تقاضا آمد و دردِ شکم
کافر کو آدھی رات سے صبح تک | بہت تقاضا اور پیٹ میں درد ہوا

از فراشِ خویش سُوئے دَر شتافت | دست بردَر چوں نہاد اُوبستہ یافت
اپنے بستر سے دروازے کی جانب دوڑا | جب دروازہ پر ہاتھ رکھا اُس کو بند پایا

درگشادن[3] حیلہ کردآں حیلہ ساز | نوع نوع و خود نشد آں بند باز
اُس مکار نے دروازہ کھولنے کی تدبیر کی | طرح طرح (لیکن) وہ دروازہ نہ کھلا

شد تقاضا برتقاضا خانہ تنگ | ماند اُو حیران و بیدرمان و دنگ
تقاضے پر تقاضے کی وجہ سے گھر تنگ ہو گیا | وہ حیران اور پریشان اور لاچار ہو گیا

حیلۂ کرد و بخواب اندر خزید | خویشتن در خواب دَر ویرانہ دید
اُس نے تدبیر کی اور نیند میں مبتلا ہو گیا | اُس نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ویرانہ میں دیکھا

زانکہ ویرانہ بُد اندرز خاطرش | شُد بخواب اندر ہمانجا منظرش
کیونکہ اُس کے باطن میں ویرانہ تھا | خواب میں بھی اُس کی اُسی جگہ نظر پڑی

خویش دَر ویرانۂ خالی چودید | اُوچناں محتاج اندر دم برید
جب اُس نے اپنے آپ کو خالی ویرانہ میں دیکھا | اُس ایسے ضرورت مند نے فوراً ہگ دیا

---

[1] کہ مقیم۔ یہ دودھ والی بکریاں جنگل نہ جاتی تھیں۔ تاکہ کھانے کے وقت اُن کا دودھ دوہ لیا جائے۔ بُوقحط۔ قحط میں مبتلا انسان۔ بسیار خور ہو جاتا ہے۔ عُز۔ ترکوں میں سے ایک قوم تھی جو ڈاکو تھی عوج کے باپ کا نام عنق تھا مولانا نے اُس کی بری عادتوں کی وجہ سے اُس کو عُز کا بیٹا کہا ہے۔ خشم آلو۔ خشم آلودہ۔ طامع۔ اُمیدوار۔

[2] طبلے خوار۔ بسیار خور۔ ہژدہ۔ اٹھارہ۔ پس۔ چونکہ لونڈی کو اُس پر غصہ آ رہا تھا۔ درفگند۔ یعنی زنجیر کو کنڈے میں ڈال دیا۔ تقاضا۔ یعنی اُس کو بدہضمی کی وجہ سے قضاءِ حاجت کا تقاضا ہوا اور پیٹ میں درد ہوا۔

[3] درگشادن۔ اُس نے دروازہ کھولنے کی بہت تدبیریں کیں لیکن دروازہ نہ کھلا۔ حیلہ کرد۔ اُس نے قضاءِ حاجت کو دبانے کی یہ تدبیر کی کہ سو گیا۔ برید۔ اس نے پاخانہ پھیر دیا۔

گشت بیدار و بدید آں جامہ خواب — پُرحَدَث[1] دیوانہ شد از اضطراب

بیدار ہوا اور اُس نے سونے کا بستر دیکھا — نجاست سے بھرا ہوا، پریشانی سے دیوانہ ہو گیا

زاندرونِ اُو برآمد صد خروش — زیں چنیں رُسوائیِ بے خاک پوش

اُس کے دل سے سینکڑوں آہیں نکلیں — مٹی میں نہ چھپنے والی ایسی رُسوائی ہے

گفت خوابم بدتر از بیداریم — کارِ نیکم بدتر از بدکاریم

بولا، میرا سونا میری بیداری سے بدتر ہے — میری نیکی، میری بدکاری سے (بھی) بُری ہے

بانگ[2] می زد واثبورا واثبور — آنچناں کہ کافراں روزِ نشور

ہائے ہلاکت، ہائے ہلاکت کا شور کرتا تھا — جس طرح کافر حشر کے دن (کریں گے)

منتظرکہ کے شود ایں شب بسر — تابرآید از کُشادن بانگِ در

اس کا منتظر کہ یہ رات کب ختم ہو گی — تاکہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے

تاگریزد اُو چو تیرے از کماں — تانہ بیند ہیچکس اُو را چناں

تاکہ وہ کمان سے تیر کی طرح بھاگ جائے — تاکہ اُس کو کوئی اس حالت میں نہ دیکھے

قصہ بسیار است کوتہ میکنم — بازشُدآں در رہید از درد و غم

قصہ بہت ہے، میں مختصر کرتا ہوں — دروازہ کھلا اُس کو درد و غم سے نجات ملی

دَرِ حجرہ کُشادنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم برمہمانِ خود و خود راپنہاں کردن تا اُوخیالِ در کشانیدہ رانہ بیند و خجل نشود وگستاخ بیروں رَود

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان کے لیے حجرے کا دروازہ کھولنا اور اپنے آپ کو چھپا لینا تاکہ وہ دروازہ کھولنے والے کی پرچھائیں کو نہ دیکھے اور شرمندہ نہ ہواور بے دھڑک باہر چلا جائے

مُصطفیٰ[3] صبح آمد و در را کُشاد — صبح آں گمراہ را اُو راہ داد

صبح کو مصطفیٰ آئے اور دروازہ کھولا — صبح کو اُس گمراہ کو انھوں نے راستہ دے دیا

درکشاد و گشت پنہاں مصطفیٰ — تانگردد شرمسار آں مُبتلا

دروازہ کھولا اور مصطفیٰ، چھپ گئے — تاکہ وہ مصیبت کا مارا شرمندہ نہ ہو

تابُروں آید رَوَد گستاخ اُو — تا نہ بیند دَر کُشارا پشت و رُو

تاکہ وہ باہر آ جائے اور بے دھڑک چلا جائے — تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پشت اور چہرے کو نہ دیکھے

---

[1] پُرحَدَث۔ یعنی پاخانہ میں سنا ہوا۔ زاندروں۔ اُس کے دل میں اُس نازیبا حرکت سے بہت سی پریشانیاں پیدا ہوگئیں۔ گفت۔ جاگنے میں زیادہ کھا لیا سوتے میں بستر پر پاخانہ بھر دیا۔

[2] بانگ۔ کفار حشر کے دن کا ویلا واثبورا، ہائے تباہی ہائے ہلاکت کہیں گے۔ نشور۔ حشر۔ بسر۔ یعنی رات کب ختم ہوگی۔ چناں۔ یعنی پاخانہ میں سنا ہوا۔

[3] مصطفیٰ۔ آنحضور کو مہمان کی یہ حرکت کسی طرح معلوم ہوگئی تھی۔ دروازہ اس لیے نہ کھولا کہ اُس کو خوب شرمندگی ہو جو اُس کے ایمان لانے کا سبب بن جائے۔ تاگریزد۔ آنحضور دروازہ کھول کر خود چھپ گئے تاکہ اُس کو مزید شرمندگی نہ ہو۔

یا نہاں[1] شد در پسِ دیوار یا — از وَیش پوشید دامانِ خدا
یا تو دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا — اُن کو اُس سے خدا کے دامن نے چھپا لیا

صبغۃ اللہ گاہ پوشیدہ کند — پردۂ بیچوں براں ناظر تند
اللہ تعالیٰ کا رنگ کبھی چھپاتا ہے — بے کیفیت کا پردہ دیکھنے والے پر پڑ جاتا ہے

تانہ بیند خصم را پہلوئے خویش — قدرتِ یزداں ازیں بیش ست بیش
تاکہ وہ دشمن کو اپنے پہلو میں نہ دیکھے — اللہ (تعالیٰ) کی قدرت بیش از بیش ہے

مصطفیٰؐ می دید احوالِ شبش — لیک مانع بود فرمانِ ربش
مصطفیٰؐ اس کے رات کے احوال دیکھ رہے تھے — لیکن اُن کے لیے اللہ(تعالیٰ) کا حکم مانع تھا

تاکہ پیش از خیط[2] بکشاید رہے — تا نیفتد زاں فضیحت در چہے
تاکہ (صبح کے) دھاگے سے پہلے وہ راستہ کھول دیں — تاکہ وہ اُس رسوائی سے کنویں میں نہ گرے

لیک حکمت بود و امرِ آسماں — تا بہ بیند خویشتن را اُوچناں
لیکن مصلحت تھی اور آسمان کا حکم — کہ وہ اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھ لے

بس عداوتہا کہ آں یاری بُوَد — بس خرابیہا کہ مِعماری بُوَد
بہت سی عداوتیں ہوتی ہیں کہ وہ دوستی ہوتی ہیں — بہت سی بربادیاں ہوتی ہیں کہ وہ آبادی ہوتی ہیں

چونکہ کافر باب را بکشادہ دید — نرم نرمک ازکمیں بیروں دوید
جب کافر نے دروازہ کھلا دیکھا — گھات سے آہستہ آہستہ باہر بھاگ گیا

جامہ خوابِ پُرحدَث رایک فضول — قاصدا آورد درپیشِ رسولؐ
سنے ہوئے کپڑے کو ایک سادہ لوح — جان بوجھ کر آنحضورؐ کے سامنے لے آیا

کہ چنیں[3] کردست مہمانت ببیں — خندۂ زد رحمۃ لِلعالمیں
کہ دیکھیے آپ کے مہمان نے ایسا کیا ہے — جہانوں کی رحمت مسکرا دیے

کہ بیارآں مِطہرہ اینجا بہ پیش — تا بشوئیم جملہ رابا دستِ خویش
کہ وہ لوٹا سامنے لے آ — تاکہ سب کو اپنے ہاتھ سے دھو دوں

ہرکسے می جست کزبہرِ خدا — جانِ ماوجسمِ ما قرباں تُرا
ہر شخص دوڑا کہ خدا کے لیے — ہماری جان اور ہمارا جسم آپ پر قربان ہو

مابشوئیم ایں حدَث راتو بہل — کارِ دستست ایں نمط نہ کارِ دل •
اس گندگی کو ہم دھو دیں گے آپ رہنے دیں — یہ ہاتھ کا کام ہے، نہ کہ دل کا

---

[1] یانہاں۔حضورؐ یا خود چھپے تھے یا خدا نے آپ کو اُس کی نگاہوں سے چھپا دیا تھا۔صبغۃ اللہ۔اللہ تعالیٰ کبھی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیتا ہے کہ انسان اپنے پہلو کے دشمن کو نہیں دیکھ سکتا۔مصطفیٰؐ۔آنحضورؐ کو اُس کے احوال کا علم ہو گیا تھا لیکن خدائی حکم تھا کہ رات کو دروازہ نہ کھولیں۔

[2] خیط۔دھاگا یعنی صبحِ صادق۔لیک۔شب میں دروازہ نہ کھولنا بظاہر اُس کے ساتھ دشمنی تھی لیکن اُس میں ہی اُس کی بھلائی مضمر تھی۔چونکہ۔جب اُس کافر نے صبح کو دروازہ کھلا دیکھا چپکے سے نکل بھاگا۔فضول۔اُن صاحب کے لیے مناسب تھا کہ وہ اُس پاخانہ کو خود دھو دیتے۔

[3] کہ چنیں۔اُن صاحب نے آنحضورؐ کو بستر دکھا کر کہا۔مطہرہ۔لوٹا۔ہرکسے۔ہر صحابی نے کوشش کی کہ وہ پاخانہ خود دھو دے۔نہ کارِ دل۔آنحضورؐ صحابہ کے لیے دل و جگر تھے۔

اے[1] لَعَمرک مرترا حق عُمر خواند — پس خلیفہ کردو بر کُرسی نشاند

اے تیری جان کی قسم (والے) تجھے اللہ نے عُمر کہا — پھر قائم مقام بنایا اور کُرسی پر بٹھایا

مابرای خدمتِ تو می زییم — چوں تو خدمت می کُنی پس ما کییم

ہم آپ کی خدمت کے لیے زندہ ہیں — جب آپ خدمت کریں تو پھر ہم کیا ہیں؟

گفت آں دانم ولیک ایں ساعت ست — کہ دریں[2] شُستن بخویشم حکمت ست

فرمایا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ وقت ہے — کہ اس میں میرے خود دھونے میں حکمت ہے

منتظر بودند کیں قولِ نبیؐ ست — تا پدید آید کہ ایں اسرار چیست

وہ منتظر ہو گئے کہ یہ نبیؐ کا فرمان ہے — یہاں تک کہ معلوم ہو کہ یہ کیا راز ہے؟

اُو بجِد می شُست آں اَحداث را — خاص زامرِ حق نہ تقلید و ریا

وہ اُن نجاستوں کو کوشش سے دھوتے تھے — خاص (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے نہ کہ تقلید اور ریا سے

کہ دلش میگفت کیں را تو بشو — کاندر اینجا ہست حکمت تو بتو

اُن کا دل کہہ رہا تھا کہ اس کو آپ خود دھوئیں — کہ اس جگہ اس میں تہ بہ تہ حکمتیں ہیں

سبب رجوع کردنِ آں مہمان بخانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دراں ساعت کہ نہالینِ مُلوّثِ اُورا بدستِ مبارک خودمی شُست و خجِل شدنِ اُوو جامہ چاک کردن و نوحہ کردنِ اُو بر خود و برحالِ خود و مسلمان شدن

اُس مہمان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اُس وقت واپس آنے کا سبب جس وقت کہ وہ سنے ہوئے نہالچوں کو اپنے دستِ مبارک سے دھو رہے تھے اور اُس کا اپنے اُوپر اور اپنی حالت پر شرمندہ ہونا اور کپڑے پھاڑنا اور رونا اور مسلمان ہو جانا

کافرک[3] راہیکلے بُد یادگار — یاوہ دید آنرا و گشت او بیقرار

اُس حقیر کافر کے پاس ایک یادگار مورتی تھی — اُس نے اُس کو گم شدہ پایا وہ بے قرار ہو گیا

گفت آں حجرہ کہ شب جاداشتم — ہیکل آنجا بے خبر بگذاشتم

کہا کہ وہ حجرہ جہاں میں نے رات قیام کیا تھا — لاعلمی میں مورتی اُس جگہ چھوڑ آیا ہوں

گرچہ شرمیں بُود شرمش حرص بُرد — حرص اژدرہاست نے چیزیست خرد

اگرچہ وہ شرمندہ تھا (لیکن) لالچ نے اُسکی شرمندگی ختم کردی — حرص اژدہا ہے، چھوٹی چیز نہیں ہے

---

[1] اے۔قرآن پاک میں ہے لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ "تیری عمر کی قسم وہ اپنی مستی میں اندھے ہو رہے ہیں"۔خدا نے آنحضورؐ کی عُمر کی قسم کھائی اور قسم ذات وصفاتِ خداوندی کی کھائی جاتی ہے تو گویا آنحضورؐ کی عُمر کو اپنی صفت قرار دیا ہے۔ما۔ہماری زندگی کا مقصد آپ کی خدمت ہے۔اگر ہم خدمت نہ کریں تو زندگی بیکار ہے۔

[2] کہ دریں۔آنحضورؐ نے فرمایا ان سب باتوں کا مجھے یقین ہے لیکن پاخانہ خود میں اپنے ہاتھوں سے دھوؤں گا اسی میں حکمت پوشیدہ ہے۔ایں اسرار۔یعنی خود دھونے کی حکمت کو دیکھ سکیں۔اُو بجِد۔آنحضورؐ اپنے ہاتھوں نجاست کو خدائی حکم سے دھو رہے تھے اس میں کسی ریا اور تقلید کو دخل نہ تھا۔ملوّث۔سنا ہوا۔

[3] کافرک۔مہمان اپنی مورتی بھول کر چلا گیا تھا۔گرچہ۔اگرچہ وہ شرمندہ تھا لیکن مورتی کی حرص نے اُس کو دوبارہ لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

از پےؑ[1] ہیکل شِتاب اندر دوید — در وُثاقِ مصطفیؐ آں را بدید

موروتی کی خاطر جلدی سے اندر گھس گیا — مصطفیؐ کے حجرے میں اُس کو دیکھا

کاں یدُاللہ آں حدث راہم بخود — خوش ہمی شوید کہ دورش چشمِ بد

کہ وہ اللہ کے ہاتھ اُس نجاست کو خود — بہت اچھی طرح دھو رہے ہیں، خدا انکو نظرِ بد سے بچائے

ہیکلش از یاد رفت و شُد پدید — اندرو شورے گریباں را درید

موروتی اُس کے حافظہ سے نکل گئی اور پیدا ہو گیا — اسکے اندر ایک شور (تھا جس نے) اُسکے گریبان کو پھاڑ ڈالا

میزد اُو دودست رابر رُودسر — کلّہ را میکوفت بردیوار و در

وہ دوہتڑ منہ اور سر پر مارتا تھا — سر کو در و دیوار سے ٹکراتا تھا

آنچناں کہ خوں زبینی و سرش — شُد رواں و رحم کرد آں مہترش

اس طرح کہ اُس کی ناک اور سر سے خون — بہہ پڑا اور اُن بزرگوار نے اُس پر رحم کیا

نعرہاؑ[2] زد خلق جمع آمد برُو — گبرگویاں اَیُّھَا النَّاسُ اِحْذَرُوْا

اُس نے نعرے مارے لوگ اُس کے پاس جمع ہو گئے — کافر کہتا تھا اے لوگو! ڈرو

میزد اُو برسر کہ اے بے عقل سر — میزد اُو برسینہ کاے بے نُور بر

وہ سر پیٹتا تھا کہ اے بے عقل سر! — وہ سینہ کوٹتا تھا کہ اے بے نور جسم!

سجدہ میکرد اُو کہ اے کُلِّ زمیں — شرمسارست از تو ایں جُزوِ مہیں

وہ سجدہ کرتا تھا کہ اے عالم کے مجموعے! — یہ ذلیل جزو آپ سے شرمندہ ہے

تو کہ کُلّی خاضعِ امرِ وَی — مَن کہ جُزوم ظالم و لَدْ وغوی

آپ جو کہ مجموعہ ہیں اُس کے حکم پر جھکے ہوئے ہیں — میں جو کہ جزو ہوں ظالم اور سرکش اور گمراہ ہوں

تو کہ کُلّی خوارو لرزانی زحق — مَن کہ جُزوم در خلاف و در سبق

آپ جو کہ مجموعہ ہیں اللہ تعالیٰ سے خوار اور اللہ سے لرزاں ہیں — میں جو کہ جزو ہوں خلاف اور سرکشی میں ہوں

ہرزماں[3] میکرد رُو بر آسماں — کہ ندارم رُوی ایں قبلہ جہاں

ہر آن آسمان کی طرف منہ کرتا — کہ اس قبلۂ عالم کے سامنے میرا منہ نہیں ہے

چوں زحد بیروں بلرزید و طپید — مصطفیٰؐ اش درکنارِ خود کشید

جب وہ حد سے زیادہ لرزا اور تڑپا — مصطفیٰؐ نے اُس کو اپنی بغل میں لے لیا

ساکنش کردو بسے بنواختش — دیدہ اش بکشاد و داد اشناختش

اُس کو سکون دلایا اور اس کو بہت نوازا — اس کی آنکھیں کھولیں اور اُنھوں نے اُس کو پہچان عطا کی

---

1. از پے۔ وہ موروتی کیلئے واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ آنحضورؐ اپنے دست مبارک سے اس کی نجاست دھو رہے ہیں۔ یداللہ۔ بیعتِ رضوان کے سلسلہ میں قرآن میں فرمایا گیا ہے: یَدُاللّٰہِ فَوقَ اَیدِیہِم۔ "خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے"۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ ہیکلش۔ وہ آنحضورؐ کے ان کریمانہ اخلاق کو دیکھ کر اسقدر متاثر ہوا کہ موروتی کو بھول گیا اور دیوانہ وار اپنا سر دیواروں سے ٹکرانے لگا۔ خون بہا تو آنحضورؐ کو اس پر ترس آنے لگا۔
2. نعرہا۔ وہ نعرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ آنحضورؐ کی مخالفت سے ڈرو۔ بے عقل۔ سر سرِ بے عقل۔ بے نور بر۔ بر بے نور۔ کل زمیں۔ آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی اسماء اور عالم کا مجموعہ ہے۔ مہین۔ ذلیل۔ تو کہ کلّی۔ اس کافر نے کہا کہ آنحضورؐ جو مجموعۂ عالم ہیں وہ خدائی حکم کے تابع ہیں اور میں جزو ہو کر ظالم اور سرکش بنا ہوا ہوں۔
3. ہرزماں۔ وہ کافر ہر لحظہ آسمان کی طرف منہ کر کے کہتا تھا کہ میرا منہ اس قابل نہیں کہ آنحضورؐ کے روبرو ہوں۔ چوں۔ آنحضورؐ نے اس کی بیقراری کو دیکھ کر اُس کو سینہ سے لگا لیا۔ ساکنش۔ آنحضورؐ نے اُس کو اطمینان دلایا اور اُس کو نورِ ایمان عطا فرما دیا۔

تا نگرید[1] ابر کے خندد چمن ‌ ‌ ‌ ‌ تا نگرید طفل کے جوشد لبن

جب تک ابر نہیں روتا ہے چمن کب مسکراتا ہے؟ ‌ ‌ ‌ ‌ جب تک بچہ روتا نہیں ہے دودھ کب جوش مارتا ہے؟

طفلِ یک روزہ همیداند طریق ‌ ‌ ‌ ‌ کہ بگریم تارسد دایہ شفیق

ایک روز کا بچہ بھی یہ راستہ جانتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ کہ میں رو پڑوں، تاکہ مہربان دایہ آ جائے

تو نمی دانی کہ دایہ دایگان ‌ ‌ ‌ ‌ کم دہد بے گریہ شیر اُو رایگاں

تو نہیں جانتا کہ دایوں کی دایہ ‌ ‌ ‌ ‌ خواہ مخواہ بے روئے دودھ نہیں دیتی ہے

گفت وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا گوش دار ‌ ‌ ‌ ‌ تا بریزد شیرِ فضلِ کردگار

''اور چاہیے وہ بہت روئیں'' کے قول کو یاد رکھ ‌ ‌ ‌ ‌ تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت دودھ بہا دے

گریۂ ابرست و سُوزِ آفتاب ‌ ‌ ‌ ‌ اُستنِ دنیا ہمیں دورشتہ تاب

ابر کا رونا ہے اور سورج کی جلن ‌ ‌ ‌ ‌ دنیا کے ستون یہی دو رشتے چمکانے والے ہیں

گرنبودے[2] سوزِ مہر و اشکِ ابر ‌ ‌ ‌ ‌ کے شدے اجسامِ مازفت و سطبر

اگر سورج کی جلن اور ابر کے آنسو نہ ہوتے ‌ ‌ ‌ ‌ ہمارے جسم موٹے اور بھاری کب ہوتے

کے بُدے معمور ایں ہر چار فصل ‌ ‌ ‌ ‌ گرنبودے ایں تَف و ایں گریہ اصل

یہ چاروں فصلیں کب آباد ہوتیں؟ ‌ ‌ ‌ ‌ اگر یہ جلن اور رونا بنیاد نہ بنتا

سوزِ مہر و گریۂ ابرِ جہاں ‌ ‌ ‌ ‌ چوں همیدارد جہاں را خوش دہاں

دنیا کے ابر کا گریہ اور سورج کا سوز ‌ ‌ ‌ ‌ جبکہ دنیا کو خوش عیش بناتا ہے

آفتابِ عقل را در سوز دار ‌ ‌ ‌ ‌ چشم را چوں ابر اشک افروز دار

عقل کے سورج کو سوزش میں رکھ ‌ ‌ ‌ ‌ آنکھوں کو ابر کی طرح آنسو بہانے والی رکھ

چشمِ گریاں بایدت چوں طفلِ خورد ‌ ‌ ‌ ‌ کم خورآں نانرا کہ نانِ آبِ تو برد

تجھے چھوٹے بچہ کی طرح رونے والی آنکھیں درکار ہیں ‌ ‌ ‌ ‌ وہ روٹی نہ کھا جو تیری عزت کو برباد کر دے

تن چو بابرگست روز و شب ازاں ‌ ‌ ‌ ‌ شاخِ جاں در برگ ریزست و خزاں

جسم چونکہ سرسبز ہے اس کی وجہ سے ہمیشہ ‌ ‌ ‌ ‌ جان کی شاخ پت جھڑ اور خزاں میں ہے

برگِ[3] تن بے برگیِ جانست زود ‌ ‌ ‌ ‌ ایں بباید کاستن آں را فزود

جسم کی سبزی، جان کا پت جھڑ ہے، جلد ‌ ‌ ‌ ‌ اس کو گھٹانا، اس کو بڑھانا چاہیے

أَقْرِضُوا اللّٰهَ قرض دہ زیں برگِ تن ‌ ‌ ‌ ‌ تا بروید در عوض دردل چمن

اللہ تعالیٰ کو قرض دو اس جسم کی توانائی میں سے قرض دے ‌ ‌ ‌ ‌ تاکہ بدلے میں دل میں چمن اُگے

---

1. تانگرید۔ مقصد یہ ہے کہ آہ وزاری سے ہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔ طفل۔ بچہ بھی جانتا ہے کہ جب تک نہ روؤں گا دایہ دوڑ کر نہ آئے گی۔ تو نمی دانی۔ لیکن عاقل بالغ انسان یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ رحمتِ خداوندی بغیر آہ وزاری کے متوجہ نہیں ہوتی ہے۔ گفت۔ قرآن میں ہے فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا۔ ''تھوڑا ہنسو زیادہ روؤ''۔ گریہ۔ ابر کے رونے اور سورج کی سوزش ہی سے تروتازگی ہے۔
2. گرنبودے۔ اگر عالم میں سورج کی گرمی اور ابر کا پانی نہ ہو تو اجسام میں نشوونما نہ ہو۔ چار فصل۔ سال کی چاروں فصلوں کا مدار سورج کی گرمی اور ابر کی بارش پر ہے۔ آفتاب۔ انسان کو بھی اپنے کمال کے لیے عقل میں سوزش اور آنکھ میں آنسو درکار ہیں۔ تن۔ جسم کی بہار روح کی خزاں ہے۔
3. برگِ تن۔ جسم کی شادابی روح کی پژمردگی ہے جسم کو گھٹانا اور روح کو بڑھانا چاہیے۔ اِقرِضوا۔ قرآن پاک میں ہے وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ''اور اللہ کو قرضِ حسنہ دو''۔ مولانا نے قرض کے معنی اللہ کے راستہ میں بدن کو گھٹانے کے لیے ہیں۔

قرض دہ[1] کم کن ازیں لقمہ تنت
قرض دے اپنے جسم کے لقمے کو کم کر
تانماید وَجْهَ لَا عَيْنٌ رَأَتْ
تاکہ جس کو آنکھ نے نہیں دیکھا وہ منہ دکھائے

تن ز سرگینِ خویش چوں خالی کند
جب تو جسم کو اپنے پاخانے سے خالی کرے گا
پُر زمشک و دُرِّ اجلالی کند
اجلال کے موتی اور مشک سے بھرلے گا

زیں پلیدی برہد و پاکی برد
اس ناپاکی سے نجات پا جائے گا اور پاکی حاصل کریگا
از یُطَہِّرْکُم تنِ اُو بر خورد
"وہ تمھیں پاک کرتا ہے" سے اُس کا جسم پھل کھائیگا

دیو میترساندت کیں ہیں وہیں
شیطان تجھے ڈراتا ہے کہ ہائیں ہائیں
زیں پشیمان گردی و گردی حزیں
اس سے تو شرمندہ ہو گا اور غمگین ہو گا

گر گدازی زیں ہوسہا تو بدن
اگر تو ان ہوسوں سے بدن کو گھلائے گا
پس پشیمان و غمیں خواہی شدن
تو شرمندہ اور غمگین ہو گا

ایں[2] بخور گرم ست و داروی مزاج
یہ کھالے، گرم ہے اور مزاج کی دوا ہے
واں بیاشام ازپئے نفع و علاج
اور نفع و علاج کے لیے وہ پی لے

ہم بدیں نیت کہ ایں تن مرکبست
نیز اس نیت سے کہ یہ جسم سواری ہے
آنچہ خو کردست آنش اصوبست
جس کی اس کو عادت ہے وہ اس کے لیے بہتر ہے

ہیں مگرداں خُو کہ پیش آید خلل
خبردار! عادت نہ بدل نقصان ہو گا
در دماغ و دل بزاید صد علل
دل اور دماغ میں سینکڑوں بیماریاں پیدا ہوں گی

ایں چنیں تہدیدہا آں دیودوں
اس طرح کی دھمکیاں وہ کمینہ، شیطان
آردو بر خلق خواند صد فسوں
دیتا ہے اور لوگوں پر سینکڑوں منتر پڑھتا ہے

خویش جالینوس سازد در دوا
اپنے آپ کو دوا میں جالینوس بناتا ہے
تا فریبد نفسِ بیمارِ تُرا
تاکہ تیرے بیمار نفس کو فریب دے

کیں[3] تُرا سُودست ازدرد و غمی
کہ یہ درد اور غم تیرے لیے مفید ہے
گفت آدمؑ را ہمی در گندمی
گیہوں کے بارے میں آدمؑ سے یہی کہا

پیش آرد ہی ہے وہیہات را
ہائے ہائے اور افسوس کو پیش کرتا ہے
در لویشہ پیچد اُو لبہات را
تیرے ہونٹوں کو ڈوری سے باندھ دیتا ہے

---

[1] قرض دہ۔ جسمانی خوراک کو کم کر پھر جنت کی سیر حاصل ہوگی۔ تن۔ جسم جب جسمانی فضلوں سے خالی ہوگا تو اسرار و انوار سے پُر ہو جائے گا۔ زیں پلیدی۔ جسمانی ناپاکی دور ہوگی تو پاکیزگی حاصل ہوگی۔ یطہرکم۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔ بے شک خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے پلیدی زائل ہو جائے اور وہ تمھیں بالکل پاک کردے۔ دیو۔ جسمانی لذتیں ترک کرنے سے شیطان ڈراتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتا ہے۔

[2] ایں بخور۔ شیطان مختلف چیزوں کے فوائد سمجھا کر اُن کے کھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ ہم۔ شیطان کہتا ہے کہ جسم روح کی سواری ہے اس کو کمزور نہ کرنا چاہیے۔ ہیں۔ جس چیز کی عادت ہو وہ نہ چھوڑ ورنہ بیماریاں اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ خویش۔ شیطان اپنے آپ کو حکیم جالینوس بنا کر مختلف مشورے دیتا ہے۔

[3] کیں۔ شیطان کہتا ہے کہ اگر فلاں چیز کھائے گا تو درد و غم سے نجات ہو جائے گی۔ حضرت آدمؑ سے شیطان نے اسی طرح کی باتیں کی تھیں۔ لویشہ۔ وہ رسّی جو نعل بندی کے وقت گھوڑے کے اوپر کے ہونٹ میں باندھ دی جاتی ہے تاکہ وہ مجبور ہو جائے۔

ہمچو لبہائے فرس در وقتِ نعل
جیسا کہ نعل (بندی) کے وقت گھوڑے کے ہونٹ
تانماید[1] سنگِ کمتر راچو لعل
تاکہ کمتر پتھر کو لعل (بنا کر) دکھا دے

گوشہایت گیر دوچوں گوشِ اسپ
تیرے کان پکڑتا ہے اور گھوڑے کے کان کی طرح
میکشاند سُوئے حرص و سُوئے کسب
حرص اور کمائی کی جانب کھینچتا ہے

برزند برپات نعلے زاشتباہ
تیرے پاؤں میں شبہ کا نال جڑ دیتا ہے
کہ بمانی تو ز دردِ آں زراہ
کہ تو اُس کی تکلیف سے راستہ سے رُک جاتا ہے

نعلِ اُو ہست آں تردُّد در دو کار
اُس کا نعل، دو کاموں میں تردّد ہے
ایں کنم یا آں کنم ہیں ہوشدار
یہ کروں یا وہ کروں خبردار! ہوشیار رہ

آں بکُن کہ ہست مختارِ نبیؐ
وہ کر جو نبیؐ کا پسندیدہ ہے
آں مکُن کہ کرد مجنون وصبی
وہ نہ کر جو پاگل اور بچہ نے کیا

حُفَّتِ الْجَنَّةُ بچہ محفوف گشت
''جنت کوڈھانپ دیا گیا ہے'' کا ہے سے ڈھانپا گیا ہے؟
بالمکارہ کہ ازو افزود گشت
ناپسندیدہ چیزوں سے، جن کو اُس نے بڑھا رکھا ہے

صد[2] فسوں دارد زحیلت وزدہا
مکر اور حیلے کے سینکڑوں منتر رکھتا ہے
کاں گند در سلہ گرہست اژدہا
کہ ٹوکری میں ڈال دیتا ہے خواہ اژدہا ہو

گر بُوَد آبِ رواں بربندش
اگر بہتا پانی ہو اُس کو روک دیتا ہے
ور بُوَد حبرِ زماں بر خندش
اگر عالمِ زمانہ ہو اُس کا مذاق اُڑاتا ہے

گر بُوَد کوہے چوکہ بُربایدش
اگر پہاڑ ہو اُس کو تنکے کی طرح اُڑا دیتا ہے
دست بُردِ خویشتن بنمایدش
اپنے غلبہ کی اُس پر نمائش کرتا ہے

عقل[3] را با عقل یارے یارکن
عقل کو کسی دوست کی عقل کا دوست بنا
اَمْرُھُم شُوْرٰی بخوان و کارکن
''اُن کا معاملہ باہمی مشورہ ہے'' کو پڑھ اور کام کر

نواختنِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم آں عرب مہمان راو
مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس عرب مہمان کو نوازنا اور اُس کو اضطراب اور

تسکین دادنِ اُورا از اضطراب و گریہ و نوحہ کہ برخود میکرد
رونے اور اُس نوحہ سے تسکین دینا جو وہ شرمندگی اور ندامت اور

ازخجالت وندامت وآتشِ نومیدی
ناامیدی کی آگ کی وجہ سے اپنے اوپر کررہا تھا

[1] تانماید۔ شیطان کی یہ تمام باتیں اس لیے ہیں کہ وہ حقیر چیز کو بڑھیا بنا کر دکھا دے۔ گوشہایت۔ شیطان انسان کے کان پکڑ کر حرص اور مضر کمائی کی جانب لے جاتا ہے۔ برزند۔ شیطان شبہات اور وساوس کے ذریعہ صحیح راستہ سے روک دیتا ہے۔ نعل۔ وہ شیطان جو نعل بندی کرتا ہے وہ تردُّد میں مبتلا کردیتا ہے۔ آں بکن۔ جب تردُّد ہو تو وہ کام کر جو نبی نے کیا ہے۔ طفلانہ اور مجنونانہ کام نہ کر۔ حفت۔ حدیث شریف ہے۔ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِہِ۔ جنت دل کی ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دی گئی ہے۔

[2] صدفسوں۔ شیطان کو ایسے منتر آتے ہیں کہ اژدہے کو بھی ٹوکری میں بند کرلیتا ہے۔ گربود۔ شیطان اپنے منتر کے ذریعہ چلتا دریا روک دیتا ہے اور بڑے بڑے عالموں کا مذاق اُڑا دیتا ہے پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اور اپنی چالاکی کی نمائش کرتا ہے۔

[3] عقل۔ شیطان سے بچنے کیلئے اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کردے اور اُس سے مشورہ کرلے۔ نواختن۔ وہ مہمان عرب جس نے بستر خراب کر دیا تھا اُس کی گریہ وزاری پر آنحضورؐ نے اُس کو بہت نوازا۔

ایں سخن پایاں ندارد آں عرب — ماند از الطافِ آں شہ در عجب

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ عرب — اُن شاہ کی مہربانیوں سے تعجب میں رہ گیا

خواست[1] دیوانہ شدن عقلش رمید — دستِ عقلِ مصطفیٰؐ بازش کشید

اُس نے دیوانہ بننا چاہا، لیکن عقل بھاگ گئی — (حضرت) مصطفیٰؐ کی عقل کے ہاتھ نے اس کو پھر کھینچا

گفت ایں سو آبیامد آں چناں — کہ کسے برخیزد از خوابِ گراں

فرمایا ادھر آ، وہ اس طرح آیا — کہ جیسے کوئی بھاری نیند سے اُٹھے

گفتش ایں سودا مکن ہیں باخود آ — کہ ازیں سُو ہست باتو کارہا

اُس نے فرمایا یہ دیوانگی نہ کر، خبردار! ہوش میں آجا — کیونکہ اس طرف تجھ سے بہت کام ہیں

آب بررُو زد درآمد در سخن — کاے شہیدِ حق شہادت عرضہ کن

اُس کے منہ پر پانی چھڑکا، وہ بولا — کہ اے اللہ تعالیٰ کے گواہ (کلمۂ) شہادت پیش کیجیے

تاگواہی بدہم و بیروں شوم — سیرم از ہستی دراں ہاموں شوم

تاکہ میں کلمہ شہادت پڑھ لوں اور باہر نکل جاؤں — میں ہستی سے سیر ہو گیا ہوں، اس جنگل میں چلا جاؤں

ما دریں[2] دہلیزِ قاضیِ قضا — بہرِ دعویِ الستیم و بلیٰ

ہم قضا کے، قاضی کی چوکھٹ پر — الست اور بلیٰ کے دعوے کی وجہ سے ہیں

کہ بلیٰ گفتیم و آں را ز امتحاں — فعل و قولِ ماشہودست و بیاں

کہ ہم نے بلیٰ کہا ہے اور اس کی آزمائش کے لیے — ہمارا قول و فعل گواہ اور بیان ہیں

از چہ در دہلیزِ قاضی تن زدیم — نے کہ ما بہرِ گواہی آمدیم

ہم قاضی کی چوکھٹ پر خاموش کیوں ہوں؟ — کیا ہم گواہی کے لیے نہیں آئے ہیں

چند[3] در دہلیزِ قاضی اے گواہ — حبس باشی وہ شہادت از پگاہ

اے گواہ! قاضی کی چوکھٹ پر کب تک — قید رہے گا، صبح سے گواہی دے دے

زاں بخوانندت بدینجا تاکہ تُو — آں گواہی بدہی و ناری عتُو

انھوں نے تجھے یہاں اس لیے بلایا ہے کہ تو — وہ گواہی دے دے اور سرکشی نہ کرے

از لجاجِ خویشتن بنشستۂ — اندریں تنگی لب و کف بستۂ

تو اپنے جھگڑالو پن سے بیٹھا ہوا ہے — اس تنگی میں، تو نے ہونٹ اور ہاتھ باندھ لیے ہیں

تانہ بدہی آں گواہی اے شہید — تو ازیں دہلیز کے خواہی رہید

اے گواہ! جب تک تو وہ گواہی نہ ادا کرے گا — تو اُس چوکھٹ سے کب چھٹے گا؟

---

[1] خواست۔ وہ دیوانہ ہوجانے کے قریب تھا۔ آنحضورؐ نے اُس کی عقل کو تھاما۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے اُس سے فرمایا دیوانگی ختم کر دے کیونکہ قدرت کو تجھ سے بہت کام لینا ہے۔ آب بررو۔ آنحضورؐ نے اُس کے منہ پر پانی چھڑکا تو وہ ہوش میں آیا اور کہنے لگا کہ مجھے شہادت کا کلمہ پڑھا دیجیے۔ تاگواہی۔ حقیقی معنی میں کلمۂ شہادت پڑھ لینے پر انسان دنیا سے نجات پاکر آخرت کا آدمی بن جاتا ہے۔ ہاموں۔ جنگل۔

[2] مادریں۔ ازل میں خدا نے دریافت کیا تھا کہ "کیا میں تمھارا خدا نہیں ہوں" تو ہم نے جواب دیا کہ "ہاں" اب ہم دنیا میں اس جواب کے ثبوت کے لیے بھیجے گئے ہیں تاکہ قول و فعل دو گواہوں کے ذریعہ اپنے "ہاں" کے دعوے کو ثابت کریں۔ کہ بلیٰ۔ ازل میں ہم نے "بلیٰ" کہا ہے۔ ہمارا قول و فعل اس پر گواہ ہے۔

[3] چند۔ گواہوں کو قاضی کی عدالت میں خاموش نہ رہنا چاہیے۔ زاں۔ دنیاوی زندگی قولی اور فعلی گواہی کے لیے ہے۔ از لجاج۔ اگر گواہ عدالت میں پہنچ کر خاموشی اختیار کرے تو یہ اُس کا جھگڑالو پن ہے۔ تانہ بدہی۔ جب تک گواہی نہ دے گا قاضی کی عدالت میں مقید رہے گا۔

یک[1] زماں کاریست بگذار و بتاز — کارِ کوتہ را مکن برخود دراز

تھوڑی دیر کا کام ہے، کردے اور بھاگ جا — مختصر کام کو اپنے لیے لمبا نہ کر

خواہ در صد سال و خواہی یک زماں — ایں امانت را گذارو وارہاں

خواہ سو سال میں اور خواہ تھوڑی دیر میں — یہ امانت ادا کر دے اور چھوٹ جا

بیان آنکہ نماز و روزہ وحج و ہمہ چیزہای بیرونی گواہیہاست برنورِ اندرونی

اس کا بیان کہ نماز اور روزہ اور حج اور ظاہری تمام چیزیں باطنی نور کی گواہ ہیں

ایں نماز و روزہ و حج و جہاد — ہم گواہی دادنست از اعتقاد

یہ نماز اور روزہ اور حج اور جہاد — بھی عقیدہ پر گواہی دینا ہے

ایں زکوٰۃ و ہدیۂ و ترکِ حسد — ہم گواہی دادنست از سِرِّ خود

یہ زکوٰۃ اور ہدیہ اور حسد نہ کرنا — (بھی) اپنے باطن پر گواہی دینا ہے

خوان و مہمانی پئے اظہار راست — کاے مُہاں ماباشما ہستیم راست

دسترخوان اور مہمانی اس کے اظہار کے لیے ہے — کہ اے بزرگو! ہم تمھارے مخلص ہیں

ہدیہ[2] ہاو ارمُغان و پیشکش — شد گواہ آنکہ ہستم باتو خوش

ہدیے اور تحفہ اور نذرانہ — اس کے گواہ ہیں کہ ہم آپ سے خوش ہیں

ہرکسے کو شُد بمالے یا فسوں — چیست؟ دارم گوہرے در اندروں

جو شخص مال (دینے) یا دعا کی کوشش کرتا ہے — کیا ہے؟ میں باطن میں جوہر رکھتا ہوں

گوہرے دارم ز تقویٰ یا سخا — ایں زکوٰۃ و روزہ برہر دوگوا

میں جوہر رکھتا ہوں تقویٰ کا یا سخاوت کا — یہ زکوٰۃ اور روزہ دونوں کے گواہ ہیں

روزہ[3] گوید کرد تقویٰ از حلال — باحرامش داں کہ نبود اِتّصال

روزہ کہتا ہے کہ اُس نے حلال سے پرہیز کیا — سمجھ لے کہ حرام سے اُس کا اتصال نہ ہو گا

واں زکوٰتش گفت کو از مالِ خویش — میدہد، پس چوں بدزدد ز اہلِ کیش

اُس کی زکوٰۃ نے کہا کہ وہ اپنے مال میں سے — دیتا ہے پس تو دینداروں کا کیسے چُرائے گا؟

گر بطرّاری کند پس دو گواہ — جرح شُد در محکمۂ عدلِ اِلٰہ

اگر (کوئی گواہ) زبان درازی کرے گا تو دونوں گواہ — خدا کے انصاف کے محکمہ میں مجروح ہو گئے

---

[1] یک زماں۔ گواہی دینا تھوڑی دیر کا کام ہے۔ اس معاملہ کو دراز کرنا بے کار ہے۔ ایں نماز۔ ارکانِ اسلام پر عمل، اعتقاد پر عملی گواہی ہے۔ بِسرِّ خود۔ یعنی اعتقاد۔ خوان۔ اگر میزبان مہمان کی خاطر تواضع کرتا ہے تو یہ اس بات کی گواہی ہے کہ وہ مہمان سے خوش ہے۔

[2] ہدیہ ہا۔ کسی کو تحفہ دینا یہ بھی اس کی گواہی ہے کہ تو اُس سے خوش ہے۔ ہرکسے۔ اگر کوئی شخص مال صرف کرتا ہے یا دعا دیتا ہے تو یہ اس بات پر گواہ ہے کہ اُس شخص میں تقویٰ کا جوہر موجود ہے یا وہ سخی ہے۔

[3] روزہ۔ روزہ اس بات کا گواہ ہے کہ اس نے خدا کے حکم کے مطابق حلال کھانے کو بھی ترک کر دیا ہے تو پھر وہ حرام کب کھا سکتا ہے۔ زکوٰۃ۔ زکوٰۃ اس بات کی گواہ ہے کہ جب وہ اپنا مال صرف کر رہا ہے تو کسی دیندار کا مال کیسے چرا سکتا ہے۔ گر بطراری۔ اگر زکوٰۃ اور روزے میں ریا وغیرہ کا دخل کرے گا تو یہ دونوں گواہ اللہ کے دربار میں عدالت سے گر کر مجروح ہو جائیں گے۔

ہست صیادؔ[1] ارکند دانہ نثار — نے ز رحم و جُود بل بہرِ شکار

شکاری ہے، اگر دانہ بکھیرتا ہے — رحم اور سخاوت کی وجہ سے نہیں بلکہ شکار کرنے کے لیے

ہست گُربہ روزہ دار اندر صیام — خفتہ کردہ خویش بہرِ صیدِ خام

بلّی روزہ دار ہے، روزوں میں — ناتجربہ کار شکار، کے لیے اپنے آپ کو سلائے ہوئے ہے

کردہ بدظن زیں کژی صد قوم را — کردہ بدنام اہلِ جود و صوم را

اس کجی سے اس نے سینکڑوں قوموں کو بدظن کر دیا — اس نے سخیوں اور روزہ داروں کو بدنام کیا

فضلِ حق با ایں کہ اوکژمی تند — عاقبت زیں جملہ پاکش می کند

باوجودیکہ وہ کجی کر رہا ہے اللہ کا کرم — انجام کار اُن سب سے اُس کو پاک کر دیتا ہے

سبقؔ[2] بُردہ رحمتش داں غدر را — دادہ نورے کہ نباشد بدر را

اُس کی رحمت سبقت لے گئی اور اُس غدار کو — وہ نور عطا کیا جو چودھویں کے چاند میں نہیں ہوتا ہے

کوششِ زاشتہ حق زیں اختلاط — غسل دادہ رحمت او را زیں خباط

اس خط ملط سے اللہ (تعالیٰ) نے اُس کی کوشش کو دھو دیا — رحمت نے اُس کو اس خبطی پن سے غسل دے دیا

تا کہ غفاریِ اُو ظاہر شود — سیئاتِ جملہ را غافر شود

تاکہ اُس کی غفاری ظاہر ہو جائے — تمام گناہوں کو بخشنے والی بن جائے

پاک کردنِ آب ہمہ پلیدی ہارا و باز پاک کردنِ خدائے

تعالیٰ آب را از پلیدی، لا جرم حق تعالیٰ قدوس آمد

پانی کا تمام ناپاکیوں کو پاک کرنا اور پھر اللہ تعالیٰ کا پانی کو ناپاکی سے

پاک کرنا لامحالہ اللہ تعالیٰ بہت پاک ثابت ہوا

آب بہرِ ایں بباریدہ از سماکؔ[3] — تا پلیداں را کند از خبثِ پاک

پانی ابر سے اس لیے برسایا — تاکہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کر دے

آب چوں بیکار گردد شُد نجس — تاچناں شدکاب را رو کرد حِس

پانی جب بیکار ہو گیا ناپاک ہو گیا — ایسا ہو گیا کہ پانی کو حس نے رد کر دیا

حق ببردش باز در بحرِ صواب — تا بشستش از کرم آں آب آب

اللہ (تعالیٰ) اُس کو دوبارہ درستگی کے سمندر میں لے گیا — یہاں تک کہ اُس کے کرم نے پانی کو پانی سے دھو دیا

---

[1] صیاد۔ شکاری پرندوں کو دانہ ڈالتا ہے لیکن یہ سخاوت نہیں ہے۔ گربہ۔ بلی بھی روزہ دار معلوم ہوتی ہے لیکن اُس نے یہ صورت محض شکار کو پھانسنے کے لیے بنا رکھی ہے۔ کردہ بدظن۔ ریاکاری کے ساتھ روزہ رکھنے والا اور مال خرچ کرنے والا روزہ دار اور سخی کا بدنام کنندہ ہے۔ فضلِ حق۔ عبادت شروع میں ریا پھر عادت بنتی ہے اُس کے بعد اللہ تعالیٰ اُس کو عبادت بنا دیتا ہے۔

[2] سبق بُردہ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سابق ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ریاکار غدار کو بھی انجام میں نور بخش دیتا ہے۔ کوشش۔ اللہ تعالیٰ اُس عبادت کو جس میں ریا ہوتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے تاکہ اُس کی غفاری کا مظاہرہ ہو سکے۔ پاک۔ اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعہ نجس کو پاک کر دیتا ہے پھر اُس ناپاک پانی کو از سرِ نو برسا کر پاک کر دیتا ہے تاکہ اُس کی صفتِ قدوسیت ظاہر ہو سکے۔

[3] سماک۔ ابر یا آسمان۔ خبث۔ نجاست۔ آب۔ جب پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو انسان اُس کو استعمال نہیں کرتا ہے حضرت حق تعالیٰ اُس کو پھر واپس بلا لیتا ہے اور اُس کو پاک صاف کر کے پھر دنیا میں بھیج دیتا ہے۔

سالِ[1] دیگر آمد اُو دامن کشاں
وہ دوسرے سال نازو انداز سے آیا
ہی کُجا بودی؟ بدریای خوشاں
ہائیں؟ تو کہاں تھا؟ اچھوں کے دریا میں

من نجس زیں جاشدم پاک آمدم
میں اس جگہ سے ناپاک گیا، پاک آیا ہوں
بستدم خلعت سوئے خاک آمدم
میں نے شاہی لباس حاصل کیا، زمین کی جانب آ گیا ہوں

ہیں بیائید اے پلیداں سوئے من
خبردار! اے ناپاکو! میرے پاس آؤ
کہ گرفت از خوئے یزداں خوئے من
کیونکہ میری عادت نے اللہ تعالیٰ کی عادت حاصل کرلی ہے

در پذیرم جملہ زشتیت را
میں تیری جملہ برائیوں کو قبول کر لیتا ہوں
چوں ملک پاکی دہم عفریت را
میں بھوت کو فرشتہ کی سی پاکی عطا کر دیتا ہوں

چوں[2] شوم آلودہ باز آنجا روم
جب گندہ ہو جاتا ہوں پھر اُس جگہ چلا جاتا ہوں
سوئے اصلِ اصلِ پاکیہا روم
اصل پاکیوں کی اصل کی طرف چلا جاتا ہوں

دلق چرکیں برکنم آنجا زسر
وہاں میلی گدڑی سر سے اُتار دیتا ہوں
خلعتِ پاکم دہد بارِ دگر
وہ مجھے دوبارہ پاک لباس عنایت کر دیتا ہے

کارِ اُو این ست و کارِ من ہمیں
اُس کا یہ کام ہے اور میرا یہ کام ہے
عالم آرایست ربُّ العالمین
جہانوں کا پالنے والا، عالم کو سنوارنے والا ہے

گر نبودے ایں پلیدیہائے ما
اگر یہ ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں
کے بُدے ایں بارنامہ آب را
پانی کا یہ کارنامہ کب ہوتا؟

کیسہائے زر بدُزدید از کسے
کسی سے سونے کی تھیلیاں چُرائے ہوئے
میرود ہر سُو کہ ہیں کو مُفلسے
ہر جانب جاتا ہے کہ ہاں مفلس کہاں ہے؟

تا بریزد[3] بر گیاہِ رُستہء
تاکہ اُگی ہوئی گھاس پر بہادے
تا بشوید رُوی ہرنا شستہء
تاکہ ہر نہ دُھلے ہوئے کا منہ دھو دے

تا بگیرد بر سر او حمّال وار
تاکہ بوجھ اُٹھانے والے کی طرح سر پر لے لے
کشتیِ بے دست و پا را در بحار
سمندروں میں بے دست و پا کشتی کو

صد ہزاراں دارُو اندر وے نہاں
اس میں لاکھوں دوائیں پوشیدہ ہیں
زانکہ دارُو زو بروید در جہاں
کیونکہ دوا دنیا میں اسی سے اُگتی ہے

جانِ ہر دردے دلِ ہر دانہء
وہ (پانی) ہر درد کی جان اور ہر دانہ کا دل ہے
میرود در جُو چو دارُو خانہء
وہ اُس نہر میں چلا جاتا ہے جو دواخانہ کی طرح ہے

---

[1] سالِ دیگر۔ برسات کے موسم میں پھر وہ پانی پاک صاف ہو کر برس پڑتا ہے۔ ہی۔ اس پانی سے کوئی دریافت کرتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں جنتیوں کے دریا میں تھا۔ من نجس۔ میں اس دنیا میں ناپاک ہو گیا تھا اس لیے چلا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے پھر پاکی کی خلعت عطا فرما دی تو میں دوبارہ دنیا میں آ گیا ہوں۔ ہیں۔ وہ پانی کہتا ہے کہ اے ناپاکو! میری جانب آ جاؤ میں تمہیں پاک کر دوں گا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی صفت قدوسیت حاصل کرلی ہے۔ در پذیرم۔ میں سب برائیوں کو دھو دیتا ہوں اگر انسان شیطان بھی ہے تو اُس کو فرشتہ کی طرح پاک صاف بنا دیتا ہوں۔

[2] چوں شوم۔ جب ناپاک ہو جاؤں گا پھر اُس دربار میں پہنچ جاؤں گا اور از سرِ نو پاکی حاصل کرلوں گا۔ کارِ او۔ اللہ تعالیٰ کا کام پاک کرنا ہے اور میرا کام دوسروں کو پاک کر کے آلودہ ہو جانا ہے۔ گر نبودے۔ اگر دنیا میں ناپاکی نہ ہوتی تو پانی کی صفت ظاہر نہ ہوتی۔ کیسہائے۔ پانی ہر ضرورت مند کو سیراب کرتا ہے۔

[3] تا بریزد۔ پانی گھاسوں کو سیراب کرتا ہے ہر ناپاک کو پاک بناتا ہے دریا میں اپنے سر پر کشتی کو لیے پھرتا ہے۔ صد ہزاراں۔ بوٹیوں میں شفا کی خاصیت پانی سے پیدا ہوتی ہے۔ جان۔ پانی ہر قسم کی بیماری کی دوا عطا کرتا ہے اور نہروں میں شفا خانہ بن کر بہتا ہے۔

زو[1] یتیمانِ زمیں را پرورش تشنگانِ خشک را از وے روش

زمین کے یتیموں کی اُس سے پرورش ہے خشک پیاسوں کی اُس سے رفتار ہے

استعانت خواستنِ آب از حق تعالیٰ بعد از تیرہ شدن وقبول کردنِ حق تعالیٰ دعائے آبرا

پانی کا گدلا ہونے کے بعد حضرت حق تعالیٰ سے مدد چاہنا اور اللہ تعالیٰ کا پانی کی دعا کو قبول کرنا

چوں نماند مایہ اش تیرہ شود ہمچو ما اندر زمیں خیرہ شود

جب اُس کا سرمایہ نہیں رہتا وہ مکدر ہو جاتا ہے ہماری طرح زمین میں حیران ہو جاتا ہے

نالہ از باطن برآرد کاے خدا آنچہ دادی دادم و ماندم گدا

اندر سے فریاد کرتا ہے کہ اے خدا! جو کچھ تو نے دیا تھا میں نے دے دیا اور میں فقیر ہو گیا

ریختم سرمایہ بر پاک و پلید اے شہِ سرمایہ دِہ هَلْ مِنْ مَّزِيْد

میں نے سرمایہ پاک اور ناپاک پر بہا دیا اے سرمایہ عطا کرنیوالے شاہ! اور زیادہ عطا کر

ابر[2] را گوید ببر جائے خوشش ہم تو خورشید آببالا برکشش

ابر کو حکم فرماتا ہے کہ اُس کو اچھی جگہ لے جا سورج تو بھی آ، اس کو اوپر کھینچ لے

راہہائے مختلف میراندش تارساند سوئے بحرِ بیحدش

وہ اس کو مختلف راستوں پر چلاتا ہے یہاں تک کہ اُس کو لامحدود دریا تک پہنچا دیتا ہے

خود[3] غرض زیں آب جانِ اولیا است کو غسولِ تیرگی ہائے شماست

اس پانی سے مقصود اولیاء کی جان ہے کیونکہ وہ تمھاری تاریکیوں کو دھونے والی ہے

چوں شود تیرہ ز غسلِ اہلِ فرش باز گردد سوئے پاکی بخشِ عرش

جب وہ زمین والوں کو دھونے سے میلی ہو جاتی ہے عرش کو پاکی بخشنے والے کی طرف واپس ہو جاتی ہے

باز آرد زاں طرف دامن کشاں از طہاراتِ محیط اُو دُرفشاں

اُدھر جانب سے پھر لاتی ہے دامن پھیلائے ہوئے وہ موتی برسانے والی محیط کی پاکیزگیوں کو

وز تیمم وارہاند جملہ را وز تحرّی طالبانِ قبلہ را

سب کو تیمم سے نجات دلاتی ہے اور قبلہ کے طلبگاروں کو اٹکل کرنے سے

زاختلاطِ خلق یابد اعتلال آں سفر جوید کَارِحْنَا یَا بِلَالُ

لوگوں میں گھلنے ملنے سے وہ بیماری محسوس کرتی ہے وہ سفر تلاش کرتی ہے جیسا کہ "اے بلال ہمیں آرام پہنچا"

---

[1] زو۔ زمین کے بے سہارا اُس سے سہارا پکڑتے ہیں اور خشک اُس سے تری حاصل کرتے ہیں۔ استعانت۔ پانی نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مکدر ہو جانے کے بعد وہ پھر صاف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی دعا قبول فرمالی۔ خیرہ۔ حیران۔ نالہ۔ پانی فریاد کرتا ہے کہ جو پاکی تو نے مجھے عنایت کی تھی وہ میں نے دوسروں کو دے دی۔ ھَلْ مِن مزید۔ کیا کچھ اور ہے؟

[2] ابر۔ اس فریاد پر اللہ تعالیٰ ابر کو حکم دیتا ہے کہ اس پانی کو تو دوسری جگہ لے جا اور سورج کو حکم دیتا ہے کہ تو پانی کو اوپر کھینچ لے۔ چنانچہ سورج اپنی گرمی سے اس کو بھاپ بنا کر اوپر کھینچ لیتا ہے۔

[3] خود غرض۔ اس پانی کے احوال کے ذریعہ سے مقصد اولیاءِ کرام کے حالات کو سمجھانا تھا اولیا بھی تمھاری نجاستوں کو پاک کرتے ہیں۔ چوں۔ جب عوام کے اختلاط سے ان میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور "تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا" اُس اللہ کی طرف رجوع کر۔ پر عمل کرتے ہیں۔ باز آرد۔ جب شیخ تبتل اختیار کرتا ہے تو پھر اُس میں منجانب اللہ تطہیر کی طاقت آ جاتی ہے۔ وز تیمم۔ اب وہ مریدوں کو طہارتِ کاملہ عطا کرتا ہے۔ اور یقین کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ اعتلال۔ بیمار ہونا۔ اَرِحْنَا۔ آنحضورؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا ہمیں اذان کے کلمات سنا کر راحت پہنچا۔

اے بلالِ خوش نوائے خوش صَہیل   میذنہ بر رو بزن طبلِ[1] رحیل

اے خوش نوا، خوش آواز بلال!   میذنہ پر جا، کوچ کا نقارہ بجا دے

جاں سفر رفت و بدن اندر قیام   وقتِ رجعت زیں سبب گوید سلام

جان سفر میں چلی گئی اور بدن قیام میں ہے   واپسی کے وقت اسی لیے سلام کرتی ہے

ایں مثل چوں واسطہ ست اندر کلام   واسطہ شرط ست بہرِ فہمِ عام

یہ مثال گفتگو میں واسطہ کی طرح ہے   عوام کے سمجھنے کے لیے واسطہ ضروری ہے

اندر آتش کے رود بے واسطہ   جز سمندر کو رہید از رابطہ

بغیر واسطہ کے آگ میں کب جاتا ہے؟   سوائے سمندر (کیڑے) کے جو واسطہ سے آزاد ہو گیا ہے

واسطہ حمام[2] باید مر ترا   تاز آتش خوش کنی تو طبع را

تیرے لیے، حمام کا واسطہ چاہیے   تاکہ تو گرمی سے طبیعت کو خوش کر لے

چوں نتانی شد در آتش چوں خلیلؑ   گشت حمامت رسول، آبت دلیل

جبکہ تو خلیل (اللہ) کی طرح آگ میں نہیں جا سکتا ہے   رسول تیرا حمام (اور) پانی تیرا رہنما بنا

سیری از حق ست لیک اہلِ طبع   کے رسد بے واسطہ ناں در شبع

پیٹ بھرنا اللہ کی جانب سے ہے لیکن طبیعت والا   پیٹ بھرنے کو روٹی کے واسطہ کے بغیر کب پہنچتا ہے؟

لطف از حق ست لیکن اہلِ تن   در نیابد لطف بے پردہ چمن

لطف اللہ کی جانب سے ہے لیکن جسم والا   چمن کے پردے کے بغیر لطف حاصل نہیں کرتا ہے

چوں[3] نماند واسطہ تن بے حجیب   ہمچو موسیٰؑ نورِ مہ تابد زجیب

جب واسطہ نہیں رہتا، جسم بغیر پردے کے   (حضرت) موسیٰؑ کی طرح چاند کا نور گریبان میں سے چمکتا ہے

گواہی دادنِ فعل و قولِ بیرونی بر ضمیر و نورِ اندرونی

بیرونی، قول و فعل کا دل اور اندرونی نور پر گواہی دینا

ایں ہنرہا آب راہم شاہدست   کاندرونش پُرز نورِ ایزدست

ہُنر، پانی کے بھی گواہ ہیں   کہ اُس کا باطن خدائی نور سے پُر ہے

فعل و قول آمد گواہانِ ضمیر   زیں دو برباطن تو استدلال گیر

فعل اور قول دل کے گواہ ہیں   ان دونوں سے تو باطن پر دلیل حاصل کر لے

---

[1] طبلِ رحیل۔ سفر کا نقارہ۔ یعنی رجوع الی اللہ کا اعلان۔ جاں سفر۔ نماز کی حالت میں روح قربِ الٰہی کا سفر اختیار کر لیتی ہے اور جسم رکوع و سجود ادا کرتا ہے نماز کے ختم پر جو سلام ہے وہ گویا روح واپس آ کر سلام کرتی ہے۔ ایں مثل۔ رجوع الی اللہ کے سلسلہ میں آنحضور کی یہ مثال مطلب سمجھانے کے لیے ایک واسطہ اور ذریعہ ہے۔ عوام بغیر مثال اور واسطہ کے مقصد تک نہیں پہنچتے ہیں۔ اندر آتش۔ سمندر کیڑا بغیر کسی واسطہ کے آگ سے مستفید ہوتا ہے دوسرے کسی واسطہ کے ذریعہ آگ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

[2] حمام۔ حمام آگ سے گرم کیا جاتا ہے عوام اس کے واسطہ سے آگ کی گرمی سے مستفید ہوتے ہیں۔ چوں نتانی۔ حضرت ابراہیمؑ کو واسطہ کی ضرورت نہ تھی عوام کے لیے رسول بمنزلہ حمام اور ان کی شریعت بمنزلہ پانی کے ہے۔ سیری۔ پیٹ کا بھرنا منجانب اللہ سے ہے چمن اس کا واسطہ ہے۔

[3] چوں نماند۔ جب وسائل ختم ہو جاتے ہیں تو پھر براہِ راست استفادہ ہونے لگتا ہے۔ ایں ہنر۔ یعنی پانی کا دوسری چیزوں کو پاک کرنا اور پھر خود پاک ہو جانا۔ فعل و قول۔ انسان کے افعال اور اقوال سے اس کے باطن کا حال معلوم ہوتا ہے۔

چوں[1] ندارد سیرِ سِرّت دردروں — بنگر اندر بولِ رنجور از بروں

جب تیرا باطن اندر کی سیر نہیں کر سکتا ہے — تو بیمار کے پیشاب پر باہر سے غور کر لے

فعل و قول آں بولِ رنجوراں بُود — کہ طبیبِ جسم را بُرہاں بُود

بیماروں کا قول و فعل وہ پیشاب ہے — جو جسمانی طبیب کے لیے دلیل ہے

واں طبیبِ رُوح در جانش رود — وز رہِ جاں اندر ایمانش رود

روحانی طبیب اُس کی روح میں گھستا ہے — اور روح کے راستہ سے اس کے ایمان میں چلا جاتا ہے

حاجتش نبوَد بقول و فعلِ خوب — اُحْذُرُوْهُمْ هُمْ جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْب

اُس کو اچھے فعل و قول کی ضرورت نہیں ہے — اُن سے ڈرو وہ دلوں کے جاسوس ہیں

ایں[2] گواہِ فعل و قول ازوے بجوی — کو بدریائیست و اصل ہمچو جُوی

یہ فعل و قول کی گواہی اس میں تلاش کر — جو دریا سے نہر کی طرح ملا ہوا ہے

قول و فعلِ اُو گواہِ اُو بُوَد — کو بدریا مُتصل چوں جُو بُوَد

اس کا قول و فعل اس کا گواہ ہوتا ہے — جو نہر کی طرح دریا سے ملا ہوا ہوتا ہے

بنگر اندر فعلِ اُو و قولِ اُو — تاچہ دارد در ضمیر آں راز جُو

اس کے فعل اور اُس کے قول کو دیکھ — کہ وہ راز کو تلاش کرنے والا دل میں کیا رکھتا ہے

نورش اندر مرتبت چندست و چیست — بہرِ صیدِ اُو دانہ پاشد یا سخیست

اُس کے مرتبہ میں نور کتنا اور کیسا ہے — وہ شکار کے لیے دانہ ڈال رہا ہے یا سخی ہے

گر بُوَد[3] صیاد ازوے دُور شو — واں فسون و فعل و قولش کم شنو

اگر وہ شکاری ہے اُس سے دُور ہو جا — اس کا منتر اور فعل و قول نہ سن

ور بُوَد صدیق دست ازوے مدار — تارساند مرترا سوئے بحار

اگر وہ صدیق ہے تو اُس سے دستبردار نہ ہو — تاکہ وہ تجھے سمندروں تک پہنچا دے

در بیان آنکہ آں نورِ خدا خود را از اندرونِ سِرِّ عارف ظاہر
اس کا بیان کہ وہ خدائی نور جو خود کو عارف کے باطن سے بغیر عارف کے
کند بر خلقان، بے فعلِ عارف و بے قولِ عارف، افزون باشد
فعل کے اور بغیر عارف کے قول کے لوگوں پر ظاہر کرے وہ اُس نور سے
ازاں کہ بفعل و قولِ اُو ظاہر گردد چنانکہ چوں آفتاب بلند
بڑھا ہوا ہے جو اُس کے فعل اور قول سے ظاہر ہو جیسا کہ جب سورج نکلتا ہے تو

---

[1] چوں ندارد۔ طبیب مریض کے اندر کی حالت نہیں دیکھ سکتا تو وہ قارورہ کے ذریعہ حالت معلوم کرتا ہے۔ واں طبیب۔ شیخ جو روحانی طبیب ہے وہ مرید کے باطن کی سیر کر لیتا ہے لہٰذا اُس کو مرید کے قول و فعل سے استدلال کی ضرورت نہیں ہے شیوخ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

[2] ایں گواہ۔ عوام کو شیخ کے انتخاب میں شیخ کے قول و فعل سے اس کے باطن پر استدلال کرنا چاہیے اور پتا لگانا چاہیے کہ اُس کا اتصال بحرِ حقیقت سے ہے یا نہیں۔ تاچہ دارد۔ اُس کا قول و فعل اُس کے ضمیر کو بتائے گا۔

[3] گر بُوَد۔ اگر وہ محض بناوٹی شیخ ہے تو اُس کے قول و فعل کی طرف دھیان نہ کر۔ ور بُوَد۔ اور اگر وہ شیخ صادق ہے تو اس سے وابستہ ہو جا تاکہ وہ حقیقت کے سمندروں تک پہنچا دے۔ در بیان۔ اگر شیخ میں خدائی نور ہوتا ہے تو وہ لامحالہ ظاہر ہو کر رہتا ہے اور اُس کے اظہار کیلئے شیخ کے کسی قول و فعل کی ضرورت نہیں ہے۔

شود بابانگِ خروس و اعلامِ مؤذّن و علاماتِ دیگر حاجت نیاید

اس کو مرغے کی اذان اور مؤذّن کے بتانے اور دوسری علامتوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

لیک[1] نورِ سالکے کز حدِ گذشت
لیکن سالک کا وہ نور جو حد سے بڑھ گیا ہے
نورِ اُو پُرشد بیابانہا و دشت
اُس کے نور سے جنگل اور بیابان پُر ہو جاتے ہیں

شاہدیش فارغ آمد از شہود
اس کی گواہی گواہوں سے بے نیاز ہے
وز تکلفہای وجانبازیِ وجود
اور جسم کے تکلفات اور جانبازی سے

نورِ آں گوہر چوبیروں تافتہ است
جبکہ اُس کے نور کا جوہر باہر چمک گیا ہے
زیں تسلسہا فراغت یافتہ است
اُس کو ان مکاریوں سے نجات مل گئی ہے

پس[2] مجو از وے گواہِ فعل و گفت
تو اُس سے فعل و قول کا گواہ نہ چاہ
کہ از و ہر دو جہاں چوں گل شگفت
کیونکہ دونوں جہان اس کی وجہ سے پھول کی طرح کھلتے ہیں

ایں گواہی چیست؟ اظہارِ نہاں
یہ گواہی کیا ہے؟ پوشیدہ کو ظاہر کرنا ہے
خواہ قول و خواہ فعل و غیرِ آں
خواہ وہ (گواہی) قول ہو اور خواہ فعل اور اس کے علاوہ ہو

کہ عرض اظہارِ سِرِّ جوہرست
کیونکہ جوہر کے راز کا ظاہر کرنا عرض ہے
وصف باقی ویں عرض بر معبرست
صفت باقی ہے اور یہ عرض گذرگاہ پر ہے

ایں نشانِ زر نماند برمحک
کسوٹی پر سونے کا یہ نشان (باقی) نہیں رہتا
زر بماند نیک نام و بے رشک
سونا نیک نام اور بے شک (باقی) رہتا ہے

ایں[3] صلوٰۃ و ایں جہاد و ایں صیام
یہ نماز اور یہ جہاد اور یہ روزے
ہم نماند، جاں بماند نیک نام
بھی نہ رہیں گے جان نیک نام رہے گی

جاں چنیں افعال و اقوالے نمود
جان نے ایسے افعال اور اقوال ظاہر کیے
بر محکِ امر، جوہر را بسُود
جوہر کو امر کی کسوٹی پر گھسا

کاعتقادم راست ست اینک گواہ
کہ میرا عقیدہ درست ہے، یہ گواہ ہے
لیک ہست اندر گواہاں اشتباہ
لیکن گواہوں میں شبہ ہوتا ہے

تزکیہ باید گواہاں را بداں
سمجھ لے، گواہوں میں عدالت ہونی چاہیے
تزکیہ اش اخلاص و موقوفی بداں
اس کی عدالت، اخلاص اور تیرا اُس پر مطلع ہونا ہے

حفظِ لفظ اندر گواہِ قولی ست
قولی گواہ میں لفظوں کی نگہداشت ہے
حفظِ عہد اندر گواہِ فعلی ست
فعلی گواہ میں عہد کی حفاظت ہے

---

[1] لیک۔ عارف باللہ میں وہ نور ہوتا ہے کہ اس سے عالم پُر ہو جاتا ہے۔ شاہدیش۔ اس کے لیے گواہوں کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔ نورِ آں۔ اس کے جوہر کا نور ایسا روشن ہوتا ہے کہ اُس کے اظہار کے لیے کسی تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

[2] پس مجو۔ ایسے شیخ کی صداقت پر اس کے قول و فعل سے گواہی چاہنا مناسب نہیں ہے۔ کہ عرض۔ عرض فنا ہو جاتا ہے جوہر باقی رہتا ہے۔ قول و فعل عرض ہے اور نور باطن جوہر ہے۔ بر معبرست۔ یعنی فانی ہے۔ وصف۔ یعنی نور باطن۔ ایں نشان۔ سونے کو پہچاننے کے لیے کسوٹی پر کسا جاتا ہے وہ کس فنا ہو جاتا ہے اور سونا باقی رہتا ہے۔

[3] ایں صلوٰۃ۔ عبادات کے ذریعہ روح کو نیک نامی حاصل ہوتی ہے۔ یہ عبادات فانی ہیں نیکنامی ہی باقی رہتی ہے۔ جاں۔ روح اپنی نیکنامی کے لیے خدائی حکم کے مطابق افعال و اقوال ظاہر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ میرا اعتقاد درست ہے اور یہ افعال و اقوال جس کے گواہ ہیں لیکن ہر گواہ قابلِ قبول نہیں ہوتا بلکہ عادل گواہ قابلِ اعتبار ہوتا ہے اسلئے گواہ کا تزکیہ یعنی اسکی عدالت ثابت کرنا ضروری ہے۔ افعال و اقوال کا تزکیہ یہ ہے کہ ان میں اخلاص ہو ریا وغیرہ نہ ہو حفظِ لفظ، تیرا ایمان جو گواہِ قولی ہے اُس میں اسکی ضرورت ہے کہ تیری زبان سے کوئی غیر مناسب لفظ نہ نکلے فعلی گواہ میں اس کی ضرورت ہے کہ تو اپنے افعال میں عہدِ الست کی برابر نگہداشت رکھے۔

گر گواہِ[1] قول کژ گوید رَدست ۔ وَر گواہِ فعل کژپوید بدست
اگر قولی گواہ ٹیڑھی بات کہے تو رد ہے ۔ اگر فعلی گواہ ٹیڑھا چلے تو بد ہے

قول و فعلِ بے تناقض بایدت ۔ تاقبول اندر زماں پیش آیدت
بغیر اختلاف کا قول و فعل تیرے لیے ضروری ہے ۔ تاکہ زمانہ میں قبولیت تیرے سامنے آئے

سَعْیُکُمْ شَتّٰی تناقض اندرید ۔ روز میدوزید و شب برمیدرید
تمھاری کوششیں مختلف ہیں تم تناقض میں ہو ۔ دن کو سیتے ہو اور رات کو پھاڑتے ہو

پس گواہی باتناقض کہ شنود ۔ یا مگر حکمے کند از لطفِ خود
تو تناقض کے ساتھ گواہی کون سنتا ہے؟ ۔ ہاں اگر اپنی مہربانی سے فیصلہ کر دے

فعل[2] و قول اظہارِ سِرِّ ست و ضمیر ۔ ہر دو پیدا میکند سِرِّ ستیر
فعل اور قول راز اور دل کا اظہار ہے ۔ دونوں چھپے ہوئے راز کو ظاہر کر دیتے ہیں

چوں گواہت تزکیہ شد شد قبول ۔ ورنہ محبُوس ست اندر مُول مُول
جب تیرے گواہ کی عدالت ثابت ہوگئی وہ مقبول ہوگیا ۔ ورنہ وہ ٹھہرا رہ ٹھہرا رہ میں پھنسا ہوا ہے

تاتو بستیزی ستیزند اے حرون ۔ فَانْتَظِرْ هُمْ اِنَّهُمْ مُنْتَظِرُوْن
اے سرکش! جب تک تو جھگڑا کرے گا وہ جھگڑیں گے ۔ پس تو اُن کا انتظار کر وہ بھی منتظر ہیں

عرضہ[3] کردنِ مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت را بر مہمانِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مہمان پر کلمہء شہادت پیش کرنا

ایں سخن پایاں ندارد، مصطفیٰؐ ۔ عرضہ کرد ایمان و پذرفت آں فتیٰ
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، مصطفیٰؐ نے ۔ ایمان پیش کر دیا اور اُس نوجوان نے قبول کر لیا

آں شہادت را کہ فرخ بودہ ست ۔ بند ہائے بستہ را بکشودہ ست
وہ (کلمہء) شہادت جو بابرکت ہے ۔ جس نے بندھی ہوئی بندشوں کو کھولا ہے

گشت مومن گفت اُورا مصطفیٰؐ ۔ کامشباں ہم باش تو مہمانِ ما
وہ مومن بن گیا، اس کو مصطفیٰؐ نے فرمایا ۔ تو آج کی رات بھی ہمارا مہمان رہ

گفت واللہ تا ابد ضیفِ توام ۔ ہر کجا باشم بہرجا کہ رَوَم
اُس نے کہا خدا کی قسم ہمیشہ کے لیے آپ کا مہمان ہوں ۔ جہاں کہیں بھی رہوں، جہاں بھی جاؤں

[1] گرگواہِ قول۔ قولی گواہ ہے اگر کوئی لفظ غلط نکلے گا تو گواہ مردود ہوجائے گا فعلی گواہ میں اگر کوئی عمل عہدِ الست کے خلاف ہوگا تو وہ مردود ہوجائے گا۔ قول وفعل۔ ان دونوں گواہوں میں موافقت ضروری ہے ورنہ مردود ہوجائیں گے۔ سعیکم شتیٰ۔ تمہاری کوششیں مختلف ہیں قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی۔ روز۔ دن میں کچھ رات میں کچھ اور کرتے ہیں۔ یا مگر۔ یہ گواہی مردود ہے۔ ہاں خدا اپنے فضل سے قبول کرسکتا ہے۔

[2] فعل وقول۔ انسان کا قول وفعل اس کے دل میں چھپی ہوئی کیفیت ظاہر کرتے ہیں۔ چوں۔ اگر گواہوں کی نیکی ثابت ہوجاتی ہے تو گواہی مقبول ہوجاتی ہے ورنہ گواہ خود پھنس جاتا ہے۔ مول مول۔ یعنی اُس کو حکم ہوگا کہ ٹھہرا رہ۔ فانتظرھم۔ قرآن پاک میں آنحضور کو حکم ہے فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُنْتَظِرُوْنَ۔ اے نبی آپ ان سے رُوگردانی کر لیجیے اور انتظار کیجیے وہ بھی انتظار میں ہیں۔

[3] عرضہ کردن۔ پیش کرنا۔ شہادت۔ کلمہء شہادت۔ فرخ۔ مبارک۔ گشت۔ وہ کافر مہمان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ امشباں۔ آج کی رات۔ گفت۔ اس نے کہا اب تو میں جہاں کہیں بھی رہوں آپ کے دسترخوان کا خوشہ چین ہوں۔

زندہ[1] کردہ معتق و دربانِ تو
آپ کا زندہ کیا ہوا اور آزاد کیا ہوا اور دربان ہوں
ایں جہان و آں جہاں برخوانِ تو
اس جہان میں اور اس جہان میں آپ کے دسترخوان پر ہوں

ہر کہ بگزیند جز ایں بگزیدہ خواں
جو اس منتخب دستر خوان کے علاوہ منتخب کرے گا
عاقبت دَرّد گلویش اُستخواں
انجام کار ہڈی اُس کا گلا پھاڑ دے گی

ہر کہ سُوئے غیرِ خوانِ تو رَوَد
جو آپ کے دسترخوان کے غیر کے پاس جائے گا
دیو با اُو داں کہ ہم کاسہ بُوَد
سمجھ لیجیے، شیطان اُس کا ہم پیالہ ہو گا

ہر کہ از ہمسائگیِ تو رَوَد
جو آپ کے پڑوس سے جائے
دیو بے شکّے کہ ہمسایہ اش بُود
بے شک شیطان اُس کا پڑوسی ہو گا

دَر رَوَد بے تو سفر اُو دُور دست
اگر وہ دور و دراز آپ کے بغیر سفر کرے
دیو بد ہمراہ و ہم سفرہ وَیَست
شیطان اُس کا ہمراہی اور شریکِ دسترخوان ہے

ور نشیند بے تو بر اسپِ شریف
اگر آپ کے بغیر وہ عمدہ گھوڑے پر بیٹھے
حاسدِ ما ہست دیو اُورا رَدیف
وہ ہمارا حاسد ہے، شیطان اُس کے پیچھے سوار ہے

ور بچہ[2] گیرد ازو شہنازِ اُو
اگر اُس کی نازنین (بیوی) اُس سے بچہ جنے
دیو در نسلش بُوَد انبازِ اُو
شیطان اُس کی نسل میں اس کا شریک ہو گا

دربُنے شارِکْہُمْ گفت ست حق
اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں ''اُن کا شریک ہو جا'' فرمایا
ہم دَر اموال و دَر اولاد از سبق
مالوں میں بھی اور اولاد میں بھی پہلے سے

گفت پیغمبرؐ زغیب ایں را جلی
پیغمبرؐ نے واضح طور پر یہ غیب سے فرمایا
در مقاماتِ نوادر با علیؓ
نادر مقامات میں (حضرت) علیؓ سے

یارسول[3] اللہ رسالت را تمام
اے اللہ کے رسول! پوری رسالت کو
تو نمودی ہمچو شمسِ بے غمام
آپ نے دکھا دیا بغیر ابر کے سورج کی طرح

ایں کہ تو کردی دو صد مادر نکرد
جو کچھ آپ نے کیا دو سو ماؤں نے نہ کیا
عیسیٰؑ و افسونش با عاذر نکرد
(حضرت) عیسیٰؑ اور ان کی دعا نے عاذر کے ساتھ نہ کیا

از تو جانم از اجل نک جان بُرد
اب میری جان آپ کی وجہ سے موت سے جان بچا لے گی
عاذر ارشد زندہ آندم باز مُرد
عاذر اگر اُس وقت زندہ ہوا پھر مر گیا

گشت مہمانِ رسولؐ آنشب عرب
عرب اُس رات رسولؐ کا مہمان ہو گیا
شیرِ یک بُزنیمہ خورد و بست لب
ایک بکری کا آدھا دودھ پیا اور ہونٹ بند کر لیے

---

[1] زندہ کردہ۔ آپ نے مجھے حیاتِ ابدی عنایت کی ہے۔ معتق۔ غلامی سے آزاد شدہ۔ آں جہاں۔ عالمِ آخرت۔ ہر کہ۔ جو آپ کے دسترخوان سے بھاگے گا وہ ہلاک ہوگا اور شیطان اُس کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ بنے گا۔ ہمسائگی۔ جو آپ کا پڑوس چھوڑے گا شیطان اُس کا پڑوسی بنے گا۔ سفرہ۔ دسترخوان۔

[2] در بچہ۔ اگر اُس کی بیوی کے بچہ پیدا ہوگا اس پر شیطانی اثر ہوگا۔ شہناز۔ شاہ ناز یعنی بیوی۔ انباز۔ شریک۔ در بنے۔ قرآن پاک میں شیطان کو خطاب کیا گیا ہے وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ''اور تو اُن کا مالوں اور اولاد میں شریک بن جا۔

[3] یارسول اللہ۔ اُس نو مسلم مہمان نے کہا۔ تمام۔ ابر۔ دو صد مادر۔ ماں کی محبت مشہور ہے۔ عاذر۔ وہ شخص تھا جس کو حضرت عیسیٰؑ نے مرنے کے چالیس سال بعد زندہ کر دیا تھا لیکن پھر وہ طبعی موت مر گیا تو اس کی حیات عارضی تھی آپ نے مجھے ابدی زندگی عطا کر دی ہے۔ گشت۔ وہی بسیار خور اب مسلمان ہونے کے بعد ایک بکری کے آدھے دودھ سے سیر ہو گیا۔

کرد[1] الحاحش بخور شیر و رقاق — گفت گشتم سیر واللہ بے نفاق
آنحضورؐ نے اُس سے اصرار کیا کہ دودھ اور روٹی کھالے — اُس نے کہا میرا پیٹ بھر گیا خدا کی قسم ایمانداری سے

ایں تکلف نیست نے ناموس و فن — سیر تر گشتم ازاں کہ دوش من
یہ تکلف نہیں ہے، نہ شرم اور مکر — میں اُس سے زیادہ پیٹ بھرا ہوں جتنا کہ کل (تھا)

در عجب ماندند جملہ اہلِ بیت — پُر شد ایں قندیل از یکقطرہ زیت
سب گھر والے تعجب میں پڑ گئے — کہ یہ قندیل زیت کے ایک قطرے سے بھر گیا

آنچہ قوّتِ مُرغ بابیلے بُود — سیریِ معدہ چنیں پیلے بُود
جو ابابیل پرند کی خوراک ہو — ایسے ہاتھی کا اُس سے پیٹ بھر جائے

غلغلہ افتاد اندر مرد و زن — قدرِ پشہ می خورد آں پیلتن
مرد و زن میں کھس پھس ہونے لگی — یہ ہاتھی جیسے جسم والا مچھر کی بقدر کھاتا ہے

حرص و وہمِ کافری سر زیر شد — اژدہا از قوّتِ مورے سیر شد
کفر کی حرص اور وہم اوندھا ہو گیا — اژدہا چیونٹی کی خوراک سے سیر ہو گیا

آن گدا[2] چشمی و کُفر از وے برفت — لُوتِ ایمانیش لمتر کردو زفت
وہ بھکاری پن اور کفر اُس سے رخصت ہوا — اُس کو ایمان کی عمدہ غذا نے موٹا تازہ کر دیا

آنکہ از جوعُ البقر اُو می طپید — ہمچو مریم میوۂ جنت بدید
وہ شخص جو جوعُ البقر سے تڑپتا تھا — اُس نے (حضرت) مریمؑ کی طرح جنت کے پھل دیکھ لیے

میوۂ جنت سوئے چشمش شتافت — معدۂ چوں دوزخش آرام یافت
جنت کے پھل اُس کی آنکھوں کی جانب دوڑ آئے — اُس کے دوزخ جیسے معدہ نے آرام پا لیا

ذاتِ ایماں نعمت ولو تے ست ہول — اے[3] قناعت کردہ از ایماں بقول
ایمان کی حقیقت نعمت اور عظیم لذیذ غذا ہے — اے وہ کہ جس نے ایمان کے بارے میں قول پر اکتفا کر لیا ہے

دَر بیانِ آنکہ نورے کہ غذائے جان ست غذائے جسمِ اولیاء

اس کا بیان کہ وہ نور جو روح کی غذا ہے اولیاء کے جسم کی بھی غذا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ بھی

میشود تا اوہم یارِ شود رُوح را کہ اَسلَمَ شَیطَانِی عَلٰی یَدِیْ

روح کا دوست بن جاتا ہے کیونکہ (آنحضورؐ نے فرمایا ہے) میرا شیطان میرے ہاتھ پر اسلام لے آیا ہے

گرچہ آں مطعومِ جان ست و نظر — جسم راہم زاں نصیب ست اے پسر
اگرچہ وہ جان اور نظر کی خوراک ہے — اے بیٹا! اس میں جسم کا بھی حصہ ہے

---

[1] کرد۔ آنحضورؐ نے مزید کھانے پر اصرار کیا۔ الحاح۔ اصرار۔ رقاق۔ چپاتی روٹی۔ دوش۔ شب گذشتہ۔ پُر شد۔ یعنی آج یہ تھوڑی غذا سے سیر ہو گیا۔ آنچہ۔ ہاتھی کا پیٹ ابابیل کی خوراک سے بھر گیا۔ پیلتن۔ ہاتھی جیسے جسم والا۔ حرص۔ کفر کی حالت کی حرص جاتی رہی۔

[2] گدا چشمی۔ لالچ۔ حرص۔ لوت۔ اب چونکہ وہ مومن ہو گیا ایمانی غذا نے اور موٹا تازہ کر دیا۔ جوعُ البقر۔ بیماری ہے جس میں کبھی پیٹ نہیں بھرتا ہے۔ مریم۔ حضرت مریم حاملہ ہونے کی صورت میں جنتی پھل کھاتی رہیں اور دنیاوی غذا سے بے نیاز رہیں۔ ذاتِ ایمان۔ ایمان کی حقیقت عجب نعمت اور غذا ہے اگر وہ کسی کو حاصل ہو جائے تو پھر جسمانی غذا کی زیادہ ضرورت نہیں رہتی ہے۔

[3] اے قناعت کردہ۔ جو لوگ صرف زبانی مومن ہیں وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ در بیان۔ نورِ ایمان روح کی غذا ہے جب روح اور جسم کا اتحاد ہو جاتا ہے تو وہ نور جسم کی غذا بھی بن جاتا ہے۔ اسلم۔ حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ نفسِ امارہ میرا تابع ہو گیا ہے۔ مولانا نے یہاں شیطان سے مراد جسمِ انسانی لیا ہے یعنی وہ بھی روح کا ساتھی بن گیا ہے۔ گرچہ آں۔ یعنی نورِ ایمانی۔

گر نگشتے[1] دیو جسم آں را اکول
اگر شیطان کا جسم اُس کا کھانے والا نہ بنتا

اسلم الشیطاں نہ فرمودے رسول
(تو) رسول "شیطان اسلام لے آیا" نہ فرماتے

دیوزاں لُوتے کہ مُردہ حی شود
شیطان اُس غذا کو جس سے مُردہ زندہ ہوتا ہے

تا نیاشامد مُسلماں کے شود
جب تک نہ پی لیتا، مسلمان کب ہوتا

دیو بر دنیاست عاشق کور و کر
شیطان دنیا کا اندھا اور بہرا عاشق ہے

عشق را عشقِ دگر بُرّد کمر
عشق کی کمر دوسرا عشق (ہی) توڑتا ہے

از نہانخانہ یقیں چوں مے چشد
یقین کے دفینہ میں سے جب وہ شراب چکھتا ہے

اندک اندک عشق رخت آنجا کشد
آہستہ آہستہ عشق اس جگہ ڈیرہ ڈالتا ہے

یَا حَرِیْصَ الْبَطْنِ عَرِّجْ هٰکَذَا
اے پیٹ کے لالچی! اس طرح مائل ہو

اِنَّمَا الْمِنْهَاجُ تَبْدِیْلُ الْغِذَا
غذا کی تبدیلی ہی راستہ ہے

یَا مَرِیْضَ الْقَلْبِ عَرِّجْ لِلْعِلَاجِ[2]
اے دل کے مریض! علاج کی طرف مائل ہو

جُمْلَةُ التَّدْبِیْرِ تَبْدِیْلُ الْمِزَاجِ
مکمل تدبیر مزاج کا بدلنا ہے

اَیُّهَا الْمَحْبُوْسُ فِیْ رَهْنِ الطَّعَامِ
اے کھانے کی رہن کے قیدی

سَوْفَ تَنْجُوْ اِنْ تَحَمَّلْتَ الْعِظَامَ
عنقریب تو نجات پا جائیگا، اگر تو نے بڑے مصائب برداشت کر لیے

اِنَّ فِی الْجُوْعِ طَعَامًا وَافِرًا
بھوکا رہنے میں بہت غذا ہے

اِفْتَقِدْهُ وَارْتَجِ یَا نَافِرَا
اُس کو تلاش کر لے اور اُمید لگا اے بھاگنے والے

اِغْتَذِ بِالنُّوْرِ کُنْ مِثْلَ الْبَصَرِ
نور کی غذا حاصل کر، آنکھ جیسا بن جا

وَافِقِ الْاَمْلَاکَ یَاخَیْرَ الْبَشَرِ
اے انسانوں میں سے بہتر! فرشتوں کی موافقت کر

چوں[3] ملک تسبیحِ حق را کن غذا
فرشتہ کی طرح اللہ کی تسبیح کو غذا بنا لے

تارہی ہمچوں ملائک از اذا
تاکہ تو فرشتوں کی طرح سے نجات پا جائے

جبرئیل ار سُوئے جیفہ کم تند
اگرچہ جبرئیل مُردار کا رُخ نہیں کرتے ہیں

اُو بقُوّت کے ز کرگس کم زند
وہ قوت میں گدھ سے کم پرواز کب کرتے ہیں؟

پیل اگرچہ در زمیں آہستہ است
ہاتھی زمین میں اگرچہ آہستہ چلتا ہے

اوز پشہ بازگو چوں رستہ است
بتا وہ مچھر سے کب بچا ہے؟

---

[1] گر نگشتے۔ اگر جسم روح کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ نہ بنتا تو حضورؐ "شیطان مسلمان ہوگیا" نہ فرماتے۔ دیو۔ شیطان اگر نور سے غذا حاصل نہ کرتا تو وہ مسلمان کب بن سکتا تھا۔ دیو۔ جسم انسانی دنیا کا عاشق ہے جب تک آخرت کا عشق نہ پیدا ہوگا اس عشق کی کمر نہ ٹوٹے گی۔ از نہانخانہ۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب دل میں یقین کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے تو عشق نمودار ہو جاتا ہے۔ یا حریص۔ غذا کی تبدیلی سے مزاج بدلتا ہے اور اُس سے مرض زائل ہو جاتا ہے، انسان کو غذائے جسمانی چھوڑ کر غذائے روحانی کا عادی بننا چاہیے۔

[2] یا مریض۔ مزاج کے تغیر سے ہی امراض پیدا ہوتے ہیں جب مزاج کی تبدیلی کر کے اُس کو اصل حالت میں لے آیا جائے تو مرض زائل ہو جاتا ہے۔ اعظام۔ صبر کے مصائب برداشت کرنے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ انّ فی الجوع۔ شعر (اندرون از طعام خالی دار۔ تادر آں نور معرفت بینی)

[3] چوں ملک۔ فرشتوں کو تسبیح کے ذریعہ غذائے نور حاصل ہوتی ہے۔ جبرئیل۔ جبرئیل کی طاقت نورانی ہے اُن کی پرواز مُردار خور گدھ سے بہت زیادہ ہے۔ پیل۔ ہاتھی کا جسم بھاری بھرکم ہے لیکن مچھر اس کو ہلاک کر سکتا ہے تو جسم کی طاقت پر مدار نہیں ہے۔

حَبذا[1] خوانے نہادہ در جہاں ۔۔۔ لیک از چشمِ خسیساں بس نہاں

دنیا میں عمدہ خوان رکھا ہوا ہے ۔۔۔ لیکن کمینوں کی نگاہ سے بہت چھپا ہوا ہے

انکار کردنِ اہلِ تن غذائے روح را و لرزیدنِ ایشان برغذائے خسیسِ جسمانی

تن پروردوں کا روحانی غذا سے انکار کرنا اور ان کا جسمانی تھوڑی غذا سے لرزنا

گر جہاں باغے پُراز نعمت شود ۔۔۔ قسمِ موش و مار ہم خاکے بُود

اگر دنیا نعمت سے بھرا ہوا باغ بن جائے ۔۔۔ چوہے اور سانپ کا حصہ پھر بھی مٹی ہے

قسمِ شاں خاکست گردَے گر بہار ۔۔۔ میر کونی خاک چوں نوشی چومار

اُن کا حصہ مٹی ہے خواہ خزاں ہو خواہ بہار ہو ۔۔۔ تو جہان کا سردار ہے سانپ کی طرح مٹی کیوں کھاتا ہے

درمیانِ چوب گوید کرمِ چوب ۔۔۔ مر کرا باشد چنیں حلوائے خوب

لکڑی کا کیڑا لکڑی میں کہتا ہے ۔۔۔ ایسا عمدہ حلوا کس کو نصیب ہے؟

درمیانِ[2] خاک گوید کرمِ خورد ۔۔۔ ایں چنیں حلوا بعالم کس نخورد

چھوٹا سا کیڑا مٹی میں کہتا ہے ۔۔۔ دنیا میں ایسا حلوہ کسی نے نہیں کھایا

کرمِ سرگیں درمیانِ آں حَدَث ۔۔۔ در جہاں نُقلے نداند جُز خَبَث

گوبر کا کیڑا اس نجاست میں ۔۔۔ دنیا میں سوائے نجاست کے کوئی خوراک نہیں جانتا ہے

جُز نجاست ہیچ نشناسد کلاغ ۔۔۔ شد نجاست مر وُرا چشم و چراغ

کوّا نجاست کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا ہے ۔۔۔ نجاست ہی اُس کا چشم و چراغ ہے

مناجات

(دُعا)

اے[3] خدائے بے نظیر ایثار کُن ۔۔۔ گوش را چوں حلقہ دادی زیں سخن

اے بے نظیر خدا! عنایت کر دے ۔۔۔ جبکہ تو نے اس کام کا کان میں حلقہ پہنا دیا ہے

گوشِ ما گیر و بداں مجلس کشاں ۔۔۔ کز رحیقت میخورند ایں سرخوشاں

ہمارا کان پکڑ اور اُس مجلس میں کھینچ ۔۔۔ کیونکہ یہ مست تیری شراب پی رہے ہیں

چوں بما بوئے رسانیدی ازیں ۔۔۔ سر مبند آں مشک را اے ربِّ دیں

جبکہ تو نے ہم تک اُس کی خوشبو پہنچا دی ہے ۔۔۔ اے دین کے رب! اُس مشک کو بند نہ کر

---

[1] حَبذا۔ نورانی خوان دنیا میں موجود ہے لیکن وہ کمینوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہے وہ صرف ظاہری غذا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ انکار کردن۔ دنیادار غذاءِ روح کے منکر ہیں اور جسم کی جسمانی غذا کی طرف مائل ہیں۔ گر جہاں۔ اگر پورا عالم باغ بن جائے تب بھی چوہے اور سانپ کی غذا مٹی ہوتی ہے یہی حال ان دنیاداروں کا ہے۔ درمیاں۔ لکڑی کا کیڑا لکڑی ہی کو بہترین حلوا سمجھتا ہے۔

[2] درمیان۔ زمین کا کیڑا زمین ہی کو اپنا حلوا سمجھتا ہے۔ کرمِ سرگیں۔ گوبر کے کیڑے کو گوبر ہی بہتر غذا معلوم ہوتی ہے۔ کلاغ۔ کوّا نجاست ہی کو بہترین غذا سمجھتا ہے۔ مناجات۔ دعا۔

[3] اے خدا۔ جب تو نے ہمیں توفیق عطا فرمائی ہے کہ ہم اسرار وحکم سُن رہے ہیں تو پھر ہمیں اہلِ حال کی مجلس میں پہنچا دے۔ زیں سخن یعنی اسرار وحکم۔ رحیق۔ شراب۔ سرخوشاں۔ مستاں۔ چوں۔ جب۔ جب تو نے ہمیں اہلِ دل کی باتیں سنا دی ہیں تو ان کو ہم سے مخفی نہ رکھ۔

ازتو[1] نوشند از ذکور و از اناث — بے دریغی در عطا، یا مُستغاث

مذکر اور مونث تجھ ہی سے پی رہے ہیں — اے فریاد رس! تو عطیات میں بے روک ٹوک ہے

اے دُعا ناگفتہ از تو مستجاب — دادہ دل راہردمی صد فتحِ باب

اے وہ کہ نہ مانگی ہوئی دعا بھی تیری جانب سے قبول ہے — تو نے ہر لحہ دل کو سینکڑوں دروازے کی کشادگیاں عطا کی ہیں

چند حرفے نقش کردی از رقوم — سنگہا از عشقِ اُو شد ہمچو موم

تو نے حروف میں سے چند حرف تحریر کیے — اس کے عشق سے بہت سے پتھر موم جیسے ہو گئے

نونِ ابرو و صادِ چشم و جیمِ گوش — بر نوشتی فتنۂ صد عقل و ہوش

ابرو کا نون، آنکھ کا صاد، کان کا جیم — تو نے لکھے ہیں جو سینکڑوں عقل و ہوش کے لیے فتنہ ہیں

زاں حروفت شُد خرد باریک ریس — نسخ میکن اے ادیبِ خوشنویس

تیرے اُن حروف سے عقل دقیق النظر ہو گئی — اے خوشنویس ادیب! خوب لکھ

درخورِ[2] ہر فکر بستہ برعدم — دمبدم نقشِ خیالِ خوش رقم

عدم پر ہر فکر کے مناسب قائم کر دیا ہے — ہر لحہ، حسین خیالی نقش

حرفہائے طرفہ برلوحِ خیال — برنوشتہ چشم وابرو خط و خال

خیال کی تختی پر عجیب حروف — آنکھ اور ابرو اور خط و خال کے لکھ دیے ہیں

برعدم باشم نہ برموجود مست — زانکہ معشوقِ عدم وافی ترست

میں عدم کا عاشق ہوں نہ کہ موجود کا — کیونکہ عدم والا معشوق زیادہ وفادار ہے

عقل را خط خوانِ آں اشکال کرد — تا دہد تدبیرہا را زاں نَورد

عقل کو اُن شکلوں کو پڑھنے والا بنا دیا — تاکہ اُن کے بارے میں تدبیروں کو لپیٹ دے

تشبیہ[3] عقل بجبرئیلؑ ونظرِ اودرغیب مانندِ نظرِ جبرئیلؑ در لوحِ محفوظ

عقل کی (حضرت) جبرئیلؑ سے مشابہت اور اس کی نظر کا غیب پر (حضرت) جبرئیلؑ کی طرح رہنا

چوں ملک از لوحِ محفوظ آں خرد — ہر صباحے درس ہر روزہ برد

عقل، فرشتہ کی طرح لوحِ محفوظ سے — ہر صبح کو ہر دن کا سبق حاصل کر لیتی ہے

برعدم تحریرہا بیں با بیاں — واں سوادش حیرتِ سودائیاں

عدم میں وہ تحریریں لکھ، باوجود بیان کے — اُن کی سیاہی دیوانوں کے لیے باعث حیرت ہے

ہرکسے شد برخیالے ریش گاوٗ — گشتہ در سودائے گنجے گنج گاوٗ

ہر شخص کسی خیال میں احمق بنا ہوا ہے — خزانے کے خیال میں گنج گاوٗ بنا ہوا ہے

---

[1] ازتو۔ تیری عطا عام ہے تو ہمیں بھی محروم نہ کر۔ اے دُعا۔ تیری وہ ذات ہے کہ تو نہ مانگی ہوئی دعائیں بھی قبول فرما لیتا ہے اور دل کو سینکڑوں اسرار سے مانوس کر دیتا ہے۔ چند حرفے۔ معشوقوں کے اعضا چند حرفوں کے مشابہ ہیں، نون ابرو کے، اور صاد آنکھ کے حلقہ کے اور جیم کان کے۔ یہ حضرتِ حق کی کاریگری ہے کہ چند حرف اُس نے تحریر فرما دیے جن کی تاثیر سے سنگدل عاشقوں کے دل موم ہو گئے ہیں۔ زاں۔ ان حروف کے ذریعہ عقل مصنوع سے صانع پر استدلال کرنے کے قابل ہو گئی۔ ریس۔ دقیق فکر۔

[2] درخور۔ انسان جس طرح حسی حروف سے مقاصد اور مطالب اخذ کرتا ہے اسی طرح خیالی حروف بھی ہیں جن سے انسان مطالب اخذ کرتا ہے۔ اس کے لوحِ خیال پر چشم و ابرو کے نقش قائم ہیں۔ بر عدم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ صورتِ خیالی سے عاشق کا اتحاد تام ہوتا ہے اور وہ ناقابلِ فنا ہے اس لیے میں صورتِ حسی پر صورتِ خیالی کو ترجیح دیتا ہوں۔ اشکال۔ یعنی خیالی صورتیں۔

[3] تشبیہ۔ جس طرح حضرت جبرئیلؑ لوحِ محفوظ سے پڑھتے ہیں۔ اسی طرح عقل بھی غیب سے پڑھتی ہے اور روزانہ کا درس حاصل کرتی ہے۔ تحریرہا۔ پردۂ غیب میں جو تحریریں ہیں عشاق اُن سے مطالب اخذ کرتے ہیں اور ان کی سیاہی میں حیران رہتے ہیں۔ ریش گاوٗ۔ احمق۔ گنج گاوٗ۔ ایک خزانہ کا نام ہے جو بہرام شاہ کو زمین میں مدفون ملا تھا۔

از خیالے[1] گشتہ شخصے پُرشکوہ — روئے آوردہ بمعدنہائے کوہ
ایک شخص خیال کی وجہ سے پُرشکوہ ہے — پہاڑ کی کانوں کی جانب رُخ کیے ہوئے ہے

وز خیالے آں دگر با جُہدِ مُر — رُو نہادہ سُوئے دریا بہرِ دُر
دوسرا ایک خیال کی وجہ سے تلخ کوشش کے ساتھ — موتیوں کے لیے دریا کی جانب رُخ کیے ہوئے ہے

واں دگر بہرِ ترہّب در کنشت — واں یکے اندر حریصی سُوئے کِشت
دوسرا رہبانیت کے لیے گرجا گھر میں ہے — دوسرا حرص میں کھیتی (باڑی) کی جانب ہے

از خیال آں رہزنِ رستہ شُدہ — وز خیال ایں مرہمِ خستہ شُدہ
وہ خیال کی وجہ سے بازار کا ڈاکو بنا — اور یہ خیال کی وجہ سے زخمی کا مرہم بنا ہوا ہے

در پری خوانی یکے دل کردہ گم — بر نجوم آں دیگر بنہادہ سم
ایک نے حاضرات میں دل کو گم کر دیا ہے — دوسرے نے ستاروں پر قدم رکھا ہے

آں یکے در کشتی از بہرِ رباح[2] — آں یکے با فسق و دیگر با صلاح
ایک نفع کے لیے کشتی میں ہے — ایک فسق میں ہے اور دوسرا نیکی میں

ایں روشہا مختلف بیند بُروں — زاں خیالاتِ ملوّن زاندروں
باہر یہ مختلف روشیں نظر آتی ہیں — اندر کے رنگارنگ خیالات کی وجہ سے

ایں دراں حیراں شدہ کاں بر چہ ست — ہر چشندہ آں دگر را نافی ست
یہ اس میں حیران ہے کہ یہ (خیالات) کس بنا پر ہیں — ہر چکھنے والا دوسرے کا منکر ہے

آں خیالات ار نبند ناموتلف — چوں زبیروں شد روشہا مختلف
اگر یہ خیالات مختلف نہیں ہیں — تو بیرونی روشیں کیوں مختلف ہیں

قبلہء جاں راچو پنہاں کردہ اند — ہر کسے رُو جانبے آوردہ اند
چونکہ انھوں نے جان کے قبلہ کو چھپا دیا ہے — ہر شخص ایک جانب کو منہ کئے ہوئے ہے

تمثیل[3] روشہائے مختلف وہمہائے گوناگوں باختلاف تحرّی متحرّیاں دروقتِ نماز قبلہ را بوقتِ تاریکی و تحرّیِ غوّاصاں در قعرِ بحر

مختلف روشوں اور مختلف قسم کے وہموں کی اندھیرے میں نماز کے وقت قبلہ کی اٹکل کرنے والوں کی اٹکل کے اختلاف سے اور غوطہ زنوں کی سمندر کی تہ میں اٹکل سے مثال

---

1. ازخیالے۔ مختلف خیالات کی بنا پر جو کوششیں ہیں اُن کا ذکر ہے۔ وزخیالے۔ کوئی شخص موتی کی صورتِ خیالیہ کی بنا پر دریا سے اُس کا جویاں ہے۔ ترہب۔ رہبانیت اختیار کرنا یعنی دنیاوی لذتوں کو ترک کر کے گرجا گھر میں بیٹھ جانا۔ کنشت۔ یعنی نصاریٰ کا عبادت خانہ۔ رَستہ۔ بازار۔ پری خوانی۔ ایسے عمل کرنا جس سے بھوت اور پریاں حاضر ہو جاتی ہیں اس کو حاضرات کہا جاتا ہے۔
2. رباح۔ نفع۔ ملوّن۔ رنگین۔ حیراں۔ یعنی ہر شخص دوسرے کے خیالات پر تعجب کا اظہار کرتا ہے۔ آں۔ چونکہ ہر انسان کا خیال جداگانہ ہے اس لیے ہر شخص کا عمل بھی مختلف ہے۔ ناموتلف۔ مختلف۔ قبلہ جان۔ انسانوں نے عقل سے صحیح کام نہیں لیا اس لیے مقصودِ حقیقی مخفی ہو گیا اور ہر شخص نے اپنی خواہش کے مطابق قبلہ کا ایک رُخ تجویز کر کے اُس کی طرف منہ کر لیا ہے۔
3. تمثیل۔ حقیقی مقصود مخفی ہو جانے کی صورت میں لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ کی حقیقی سمت معلوم ہونے کی صورت میں ہر شخص ایک جانب کو نماز پڑھتا ہے یا مختلف غوطہ خور موتی کے لیے مختلف سمتوں میں غوطہ لگاتے ہیں۔

ہمچو قومے کہ تحرّی میکنند — برخیالِ قبلہ ہر سُو می تنند
جس طرح لوگ اٹکل کرتے ہیں — قبلہ کے خیال سے ہر جانب کو رُخ کرتے ہیں

چونکہ[1] کعبہ رُونماید صبح گاہ — کشف گردد کہ کہ گم کردہ ست راہ
جب صبح کو قبلہ رُونما ہوتا ہے — واضح ہو جاتا ہے کہ کس نے غلطی کی ہے

یا چوغوّاصاں بزیرِ قعرِ آب — ہر کسے چیزے ہمی گیرد شتاب
یا جس طرح غوطہ زن پانی کی گہرائی کے نیچے — ہر شخص جلدی سے ایک چیز پکڑ لیتا ہے

براُمیدِ گوہرو دُرِّ ثمیں — توبرہ پُرمیکنند از آن و ایں
جوہر اور قیمتی موتی کی اُمید پر — اُس اور اس سے تھیلی بھر لیتے ہیں

چوں برآیند از تگ دریائے ژرف — کشف گردد صاحب دُرِ شگرف
جب گہرے دریا کی تہہ سے باہر آتے ہیں — عجیب موتی والا واضح ہو جاتا ہے

واں دگر کہ بُرد مروارید خُرد — واں دگرکہ سنگریز وشبہ بُرد
اور وہ جس نے چھوٹا موتی حاصل کیا ہے — اور وہ جس نے پتھری اور پوتھ حاصل کیا ہے

هٰكَذَا نَبْلُوْهُمْ بِالسَّاهِرَه[2] — فِتْنَةً ذَاتَ افْتِضَاحٍ قَاهِرَه
اسی طرح ہم ان کو میدان میں آزمائیں گے — آزمائش میں جو زبردست رسوائی والی ہوگی

ہمچنیں ہر قوم چوں پروانگاں — گردِ شمعے پَرزناں اندر جہاں
اسی طرح ہر قوم پروانوں کی طرح — دنیا میں ایک شمع کے چاروں طرف پرواز کر رہی ہے

خویشتن برآتشے برمیزنند — گردِ شمعِ خود طوافے می کنند
اپنے آپ کو ایک آگ پر پھینک رہی ہے — اپنی شمع کے گرد طواف کر رہی ہے

براُمیدِ آتشِ موسیٰ بخت — کزلہیبش سبز و تر گردد درخت
نصیب کے موسیٰ کی آگ کی اُمید پر — جس کی لپٹ سے درخت زیادہ سرسبز ہو جاتا ہے

فضلِ آں آتش شنیدہ ہر رمہ[3] — ہرشرر را آں گماں بُردہ ہمہ
ہر جماعت نے اُس آگ کی فضیلت سُن لی ہے — سب نے اس چنگاری کو وہ سمجھا ہے

چوں برآید صبحدم نورِ خلود — وانماید ہریکے چہ شمع بود
جب صبح کو ہیشگی کا نور طلوع کرے گا — ہر شخص دیکھ لے گا کہ کیا شمع تھی

ہرکرا پر سوخت زاں شمعِ ظفر — بدہدش آں شمع خوش ہفتاد پر
جس کے اُس کامیابی کی شمع سے پر جلے ہیں — اُس کو وہ شمع ستر اچھے پر دیدے گی

---

1. چونکہ۔ جب صبح کو قبلہ رونما ہوتا ہے تو ہر شخص کو غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح لوحِ محفوظ کا مکتوب جب واضح ہوگا تو غلط اندیشوں کو غلطی کا احساس ہو گا۔ دُرِّ ثمین۔ قیمتی موتی۔ توبرہ۔ تھیلا۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ عجیب۔
2. ساہرہ۔ روئے زمین، میدان۔ افتضاح۔ رسوا ہو جانا۔ شمعے۔ یعنی مقصود۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کو خدا کی تجلی ایک درخت پر آگ کی صورت میں نظر آئی تھی۔ لہیبش۔ لپٹ۔
3. رمہ۔ جماعت۔ آں۔ یعنی نورِ موسوی۔ نورِ خلود۔ ابدی نور۔ شمعِ ظفر۔ یعنی عشقِ خداوندی۔

جُوقِ[1] پروانہ دو دیدہ دوختہ　ماند زیرِ شمعِ بد پَر سوختہ
دونوں آنکھیں بند کیے ہوئے پروانوں کی جماعت　بُری شمع کے نیچے پَر جلی ہوئی رہ جائے گی

می طپد اندر پشیمانی و سُوز　میکند آہ از ہوائے چشم دوز
وہ سوزش اور شرمندگی میں تڑپے گی　آنکھیں سی دینے والی خواہشِ نفسانی سے آہ کرے گی

شمع اُو گوید کہ چوں من سوختم　کے ترا برہانم از سوز و ستم
اُس کو شمع کہے گی جبکہ میں جل گئی　میں تجھے سوزش اور ستم سے کیسے رہائی دوں

شمعِ اُو گریاں کہ من سَر سوختہ　چوں[2] کنم من غیر را افروختہ
اُس کی شمع روئے گی کہ میں سر جلی　دوسرے کو کیا روشن کروں؟

در تفسیر آیت یَاحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ

"بندوں پر حسرت ہے" آیت کی تفسیر

اُوہمی گوید کہ از اشکالِ تو　غرّہ گشتم دیر دیدم حالِ تو
وہ کہے گا کہ تیری صورت سے　میں دھوکا کھا گیا میں نے تیری حالت دیر میں دیکھی

شمع مُردہ بادہ رفتہ، دلربا　غوطہ خورد ازننگ کژبینیِ ما
شمع مر کر چلی گئی، دل رُبا نے　غوطہ مار لیا، ہماری کج بینی ذِلت سے

ظَلَّتِ الْاَرْبَاحُ خُسْرًا مَّغْرَمًا　تَشْتَكِيْ شَكْوٰى اِلَى اللّٰهِ الْعَمٰى
منافع ڈنڈ والا نقصان بن گئے　اندھے پن کا، اللہ سے شکوہ کرتا ہے

حَبَّذَا[3] اَرواحِ اخوانِ ثقات　مُسْلِمَاتٌ مُّؤْمِنَاتٌ قَانِتَاتٌ
ثقہ بھائیوں کی روحیں قابلِ مبارکباد ہیں　مسلمان ہیں، مومن ہیں، دُعا کرنے والی ہیں

ہرکسے روئے بسُوئے بُردہ اند　واں عزیزاں رُوبہ بے سُوکردہ اند
ہر شخص نے ایک جانب رُخ کیا ہے　وہ باعزت ہیں جنھوں نے بے رُخ کیجانب رُخ کیا ہے

ہر کبوتر می پَرد دَر مذہبے　ویں کبوتر جانبِ بے جانبے
ہر کبوتر ایک راستہ پر پرواز کرتا ہے　یہ کبوتر بے جانب کی جانب پرواز کرتا ہے

ہر عقابے می پرد از جابجا　ویں عقاباں راست بے جائی سرا
ہر باز ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا ہے　ان بازوں کی سرائے لامکانی ہے

مانہ مرغانِ ہوا نے خانگی　دانہء ما دانہء بے دانگی
ہم نہ ہوائی پرند ہیں، نہ پالتو　ہمارا دانہ، بے دانگی کا دانہ ہے

[1] جوق۔ جولوگ عقلِ سلیم سے کام نہ لیں گے اور شیطان کے فریب خوردہ ہوں گے وہ گم گشتہ راہ ہوں گے۔ میکند۔ جو آنکھیں بند کر کے شہوات میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ آہیں بھریں گے۔ شمع اُو گوید۔ یعنی باطل معبودان سے برأت کریں گے۔

[2] چوں کنم۔ باطل معبود خود عذاب میں ہوں گے وہ دوسروں کو کیا بچا سکیں گے۔ او۔ باطل پرست۔ شمع۔ یعنی باطل معبود منہ چھپائیں گے۔ ظلت۔ متوقع نفع ٹوٹا ثابت ہوگا اور یہ لوگ اپنے اندھے پن کا شکوہ کریں گے۔

[3] حبذا۔ مومنین کی روحیں مسلمات ہوں گی۔ واں عزیزاں۔ جو لوگ حق پرست ہیں اور انھوں نے اپنا رُخ ذاتِ منزہ کی طرف کیا ہے وہ باعزت ہوں گے۔ ویں کبوتر۔ یہ وہ روحیں ہیں جو مومنات ہیں۔ بے جانبے۔ یعنی ذاتِ حق جو جہت سے منزہ ہے۔ ہر عقابے۔ ہر انسان کا ایک جانب کو رُخ ہے لیکن اخوانِ صفا کا مکان لامکان ہے۔ مانہ۔ وہ یہ کہتے ہیں۔

زاں[1] فراخ آمد چنیں روزیِ ما — کہ دریدن شُد قبادوزیِ ما
اس لیے ہماری روزی اس قدر فراخ ہے — کہ ہمارا پھاڑنا قبا کو سینا ہے

دربیان آنکہ فرجی راچرا فرجی نام نہادند اوّل

اس کا بیان کہ شروع میں فرجی کو فرجی کیوں کہا گیا

صوفئے بدرید جُبّہ در حَرَج — پیشش آمد بعد بدریدن فَرَج
ایک صوفی نے تنگی میں جُبّہ پھاڑ ڈالا — پھاڑنے کے بعد اُس کو فراخی میسر آ گئی

کردہ نامِ آں دریدہ فرجی[2] — ایں لقب شد فاش ازاں مردِ نجی
اُس نے اُس پھٹے ہوئے (جُبّہ) کا نام کشادگی والا رکھدیا — اُس برگزیدہ کی وجہ سے یہ نام مشہور ہو گیا

ایں لقب شد فاش و صافش شیخ بُرد — ماند اندر طبعِ خلقاں حرف دُرد
لقب مشہور ہوگیا اور اُس کی حقیقت شیخ لے گیا — لوگوں کی طبیعت میں حرف تلچھٹ باقی رہ گئی

ہمچنیں ہرنام صافی داشتہ است — اسم راچوں دُردی بگذاشتہ است
اسی طرح ہر وہ نام جو صفائی رکھتا تھا — اُس نے نام کو تلچھٹ کی طرح چھوڑا

ہر کہ گِلخوار[3] ست دُردی را گرفت — رفت صوفی سُوئے صافی ناشگفت
جو مٹی کھانے والا ہے اُس نے تلچھٹ لے لی ہے — صوفی صاف کی جانب تعجب کے بغیر چلا گیا

گفت لابُد دُرد را صافی بُود — زیں دلالت دل بصفوت میرود
(صوفی نے) کہا، تلچھٹ کے لیے صفائی لازمی ہے — اس رہنمائی سے دل صفائی کی جانب جاتا ہے

دُرد عُسر افتاد صافش یُسرِ اُو — صاف چوں خرماو دُردی بُسرِ اُو
تنگی تلچھٹ ہے اُس کا صاف اُس کی کشادگی ہے — صاف خرما کی طرح ہے اور تلچھٹ اُس کا کچا ہے

عُسر بایُسر ست ہیں آئیس مباش — راہ داری زیں ممات اندر معاش
تنگی کشادگی کے ساتھ ہے خبردار! مایوس مت ہو — اس موت سے تو زندگی میں راستہ پاتا ہے

صاف خواہی جُبّہ بشگاف اے پسر — تا ازاں صفوت برآری زودسَر
اے بیٹا! اگر تو صاف چاہتا ہے جُبّہ کو پھاڑ دے — تاکہ اُس میں سے جلد صفائی ظاہر ہو جائے

---

[1] زاں۔ مشہور مقولہ ہے کہ گھر کھودنے سے ایندھن فراواں ہو جاتا ہے اور قبا چاک کر دینے سے روزی فراواں ہو جاتی ہے اُس کے استر ابرے وغیرہ کو فروخت کر کے گذارا کیا جا سکتا ہے، یعنی اسباب ظاہری کو ختم کر دینے سے اللہ پر توکل ہو جاتا ہے۔ وَمَن یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔ دربیان۔ جُبّہ کو شروع میں فرجی اس لیے کہا گیا کہ ایک فقیر نے اپنا جُبّہ پھاڑ کر فروخت کر دیا اور اُس سے اُس کو فراخدستی حاصل ہو گئی یعنی اُس نے وجودِ ظاہری کو فنا کیا تو اُس کو جاودانی بقا حاصل ہو گئی اس لیے اُس نے پھٹے ہوئے جُبّہ کا نام فرجی یعنی کشادگی والا رکھ دیا۔ حرج۔ تنگی۔ فرج۔ کشادگی۔

[2] فرجی۔ یعنی اس جُبّہ کا نام کشادگی والا پڑ گیا کیوں کہ اُس کے پھٹنے سے اُس فقیر کو کشادگی حاصل ہوئی تھی۔ فاش۔ مشہور۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ ہمچنیں۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ابتداءً کوئی نام کسی حقیقت کی بنیاد پر رکھا جاتا ہے، لیکن پھر اُس نام میں سے حقیقت گم ہو جاتی ہے اور صرف لفظ رہ جاتے ہیں۔

[3] گلخوار۔ یعنی دُنیا پرستوں نے مجاز کو اختیار کر لیا اور حقیقت تک نہ پہنچے، حقیقت پرست صوفی حقیقت تک پہنچ گیا۔ گفت۔ مجاز پرست سمجھتا ہے کہ مجاز میں حقیقت پنہاں ہے۔ صفوت۔ نیز، صاف۔ عُسر۔ مجاز کی مثال تنگی اور کچی کھجور کی سی ہے اور حقیقت کی مثال یُسر اور پکی کھجور کی ہے۔ ہر عسر، تنگی کے بعد یُسر اور سہولت میسر آتی ہے۔ راہ۔ فنا کے بعد ہی بقا حاصل ہوتی ہے۔ صاف۔ اگر تو چاہتا ہے کہ حقیقت تک پہنچے تو ظاہر پرستی اور تن پروری چھوڑ دے بہت جلد حقیقت تک پہنچ جائے گا۔

ہست[1] صوفی آنکہ شد صفوت طلب نہ لباسِ صوف و خیّاطی ودَب
صوفی وہ ہے جو صفائی کا طالب ہو نہ کہ اون کا لباس اور سینا اور نقش
صوفیئ گشتہ بہ پیشِ ایں لِئام اَلْخِیَاطَۃُ وَاللّواطَۃُ وَالسَّلام
ان کمینوں کے لیے صوفی ہونا بن گیا ہے سینا اور اِغلام، والسلام
برخیالِ آں صفا و نامِ نیک رنگ پوشیدن نکو باشد و لیک
صفا کے خیال اور بھلے نام کی وجہ سے رنگین پہننا اچھا ہو گا لیکن
برخیالش گرروی تا اصلِ اُو ہمچناں کہ گربہ سُوئے ناں بُو
اگر اُس کے خیال سے تو حقیقت کی طرف جائے جس طرح کہ بلّی خوشبو کے ذریعہ روٹی کی جانب
بُو[2] قلاوَز است اے جویائے عشق نے زبُو یعقوبؑ شُد بینائے عشق
اے عشق کے تلاش کرنے والے! بُو رہنما ہے کیابُوکی وجہ سے (حضرت) یعقوبؑ عشق کے بینا نہیں بنے؟
دور باشِ غیرتت آمد خیال گرد برگردِ سرا پردہ جلال
(فاسد) خیال تیرے لیے دو شاخہ نیزہ ہے جلال کے پردے کے اردگرد ہے
بستہ ہر جوینده راکہ راہ نیست ہر خیالش پیش می آید کہ بیست
جس نے ہر تلاش کرنیوالے کو باندھ دیا ہے کہ راہ نہیں ہے ہر خیال اُس کے سامنے آ جاتا ہے کہ ٹھہر جا
جُز مگرآں تیز گوش و تیز ہوش کِش بُود از جیشِ نصرتہاش جوش
سوائے اُس تیز کان والے اور تیز ہوش والے کے جس کو مددوں کے لشکر سے جوش حاصل ہے
بجہد[3] از تخییلہا بے شہ شود تیرِ شہ بنماید و بیروں رَوَد
وہ تخیلات سے نکل جاتا ہے بغیر مات کے بن جاتا ہے شاہی تیر دکھاتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے
ہر کہ رادر دست تیرِ شہ بُود راہ یابد تا بمنزل می رَوَد
جس کے ہاتھ میں بادشاہ کا تیر ہو راستہ پا لیتا ہے، منزل تک چلا جاتا ہے

فی المُناجات (دُعا)

اے قدیمِ رازدانِ ذُوالمِنن دَر رہِ تو عاجزیم و مُمتحن
اے احسانوں والے، راز کو جاننے والے قدیم! تیری راہ میں ہم عاجز ہیں اور شفقت میں ہیں
ایں دلِ سرگشتہ را تدبیر بخش ویں کمانہائے دو تورا تیر بخش
اس حیران دل کو تدبیر عنایت کر دے ان خمیدہ کمانوں کو تیر عنایت کر دے

---

[1] ہست۔ تصوف محض کمبل پوشی اور پیوند در پیوند گدڑی اور اُس کو منقش کرنے کا نام نہیں ہے۔ لِئام۔ کمینے۔ لواطت۔ اغلام۔ ہر خیال۔ نیکی تک پہنچنے کے لیے نیکوں کا لباس اختیار کرنا مفید ہے لیکن محض لباس اختیار کر لینا اور بدوں کے سے کام کرنا بُرا ہے۔ ہمچناں۔ نشانات سے منزل مقصود تک پہنچنا چاہیے۔ محض نشان حاصل کرنا کافی نہیں ہے۔

[2] بُو۔ کسی چیز کی خوشبو سے اُس چیز تک پہنچا جا سکتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خوشبو سے عشق کے بینا بنے اور ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ دور باش۔ وہ دوشاخہ نیزہ جو چوبدار بادشاہوں کے آگے لے کر لوگوں کو ہٹاتا ہوا چلتا ہے یعنی مجاز میں پھنسنا اور مجاز کا خیال خدا کی غیرت کا دُور باش ہے جو انسان کو اُس کے دربار سے ہٹا دیتا ہے۔ بستہ۔ یہ خیال حقیقت تک نہیں پہنچنے دیتا ہے۔ جُز۔ توفیقِ خداوندی جن کا ساتھ دیتی ہے وہ مجاز سے حقیقت تک پہنچتے ہیں۔

[3] بجہد۔ توفیق جن کا ساتھ دیتی ہے وہ ان خیالات سے شاہی تیر کی علامت دکھا کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تیرِ شہ۔ شاہی تیر پر علامت ہوتی تھی جس کو دکھا کر کارکن ہر جگہ جا سکتا تھا۔ ذُوالمِنن۔ احسانوں والا۔ اللہ تعالیٰ۔ مُمتحن۔ مصیبت زدہ۔ تیر۔ یعنی شاہی۔

جُرعۂ[1] بر ریختی زاں خفیہ جام — برزمینِ خاک مِن کَاسِ الْکِرَام
تو نے اس پوشیدہ جام سے گھونٹ گرا دیا ہے — خاک کی زمین پر کریموں کے پیالے سے

جُست بَر زُلف و رُخ از جرعہ نشاں — خاک را شاہاں ہمی لیسند ازاں
گھونٹ کا نشان زلف اور رخ پر تلاش کیا ہے — اسی وجہ سے شاہ خاک کو چاٹتے ہیں

جُرعۂ حُسن ست کایں خاکست گش — کہ بصد دل روز و شب می بوسیش
حُسن کا گلا گھونٹ ہے کہ یہ خاک بھلی ہے — کہ تو دل و جان سے دن رات اُس کو چومتا ہے

جُرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کُند — مر ترا تا صافِ اُوخود چوں کُند
مٹی میں ملا ہوا گھونٹ جبکہ مجنون بنا دیتا ہے — تو تجھے اس کا صاف کیا بنا دے گا؟

ہرکسے[2] پیشِ کلوخے جامہ چاک — کاں کلوخ از حُسن آمد جُرعہ ناک
ہر شخص ایک مٹی کے ڈھیلے کے سامنے کپڑے پھاڑے ہوئے ہے — کیونکہ وہ ڈھیلا حسن سے گھونٹ حاصل کیے ہوئے ہے

جُرعۂ بَر ماہ و خورشید و حمل — جرعۂ برعرش و کرسی و زحل
ایک گھونٹ ہے چاند اور سورج اور برج حمل پر — ایک گھونٹ ہے عرش اور کرسی اور زُحل پر

جُرعہ گوئیش اے عجب یا کیمیا — کہ ز آسیبش فنا گردد بقا
تعجب ہے تو اس کو گھونٹ کہہ لے یا کیمیا — کہ اُس کے اثر سے فنا، بقا بن جاتی ہے

جد طلب آسیب اُو اے ذوفنون — لَا یَمَسُّ ذَاكَ اِلَّا الطَّاهِرُوْن
اے ہنرمند! اُس کا اثر کوشش کا خواہاں ہے — اُس کو نہیں چھو سکتے ہیں مگر پاک لوگ

جُرعۂ برلعل و برزرّو دُرَر — جُرعۂ برخمر و برنُقل و ثمر
ایک گھونٹ ہے لعل اور سونے اور موتیوں پر — ایک گھونٹ ہے شراب اور چبینے اور پھلوں پر

جُرعۂ بر رُوئے خوبانِ لطاف — تا چگونہ باشد آں روّاقِ صاف
ایک گھونٹ ہے نازک اندام حسینوں کے رُخ پر — تو اُس چھنے ہوئے اور صاف کا کیا حال ہو گا؟

چوں[3] ہمی مالی زباں را اندریں — چوں شوی چوں بینی آنرا بے زطیں
جبکہ تو اُس پر زبان کو ملتا ہے — تو تیرا کیا حال ہوگا جبکہ اُس کو بغیر مٹی کے دیکھے گا

چونکہ وقتِ مرگ آں جُرعۂ صَفا — زیں کلوخِ تن بمردن شد جُدا
چونکہ موت کے وقت وہ مصفّٰی گھونٹ — جسم کے اس ڈھیلے سے، مرنے پر جدا ہو گیا

آنچہ ماند میکنی زودش دفیں — کیں چنیں زشتے وودں چوں بُد قریں
جو رہ گیا اُس کو تو جلدی سے دفن کر دیتا ہے — کہ یہ ایسا بدنما، اور کم رتبہ کیوں ساتھ تھا؟

---

1. جرعہ۔ وَلِلْاَرْضِ مِنْ كَاسِ الْكِرَامِ نَصِيْبٌ۔ "سخیوں کے پیالے سے زمین کو بھی حصہ ملتا ہے۔ جست۔ بظاہر قدرت میں حسن ازلی کی تجلی نمودار ہوگئی ہے جس کی وجہ سے لوگ ان کے شیدائی ہیں۔ گش۔ خوش، مظاہر پرستی اُس کے حُسنِ ازلی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ خاک آمیز۔ وہ تجلی جو مادیات میں ظہور پذیر ہے جب اُس نے دیوانہ بنا رکھا ہے تو جو تجلی اُس سے منزّہ ہے اُس کا کیا حال ہوگا۔

2. ہر کسے۔ جس قدر مظاہر ہیں وہ تجلیٔ حقیقی سے سیراب ہیں خواہ وہ چاند اور سورج ہیں یا عرش و کرسی وہ گھونٹ جو حقیقی تجلی سے حاصل ہوتا ہے اس سے فانی بھی بقا حاصل کر لیتا ہے۔ جد۔ اس گھونٹ کے حاصل کرنے کے لیے بہت سے مجاہدوں کی ضرورت ہے تا کہ باطنی طہارت حاصل ہو سکے۔ جرعہ۔ دنیا کی ہر مرغوب چیز نے اسی حُسنِ ازلی سے گھونٹ حاصل کر لیا ہے حسین معشوق اسی کے جرعہ نوش ہیں۔

3. چوں۔ جبکہ اس مکدّر جرعہ کو دیکھ کر تیرا یہ حال ہوا ہے اگر صاف جرعہ کو دیکھے گا تو کیا حال ہوگا چونکہ حسین معشوق سے موت کے وقت وہ جرعہ واپس لے لیا جاتا ہے تو تو اس کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا ہے اور بہت جلد اس کو دفن کر دیتا ہے اور اس سے اپنی رفاقت پر تعجب کرتا ہے۔

جاں[1] چوبے ایں جیفہ بنماید جمال ۔۔۔ کے توانم گفت لطفِ آں وصال

جان، جب اس مُردار کے بغیر حُسن دکھائے گی ۔۔۔ اُس وصال کا لطف میں کیا کہہ سکتا ہوں

مہ چوبے ایں ابر بنماید ضیا ۔۔۔ شرح نتواں کرد ازاں کاروکیا

چاند جب اس ابر کے بغیر روشنی دکھائے گا ۔۔۔ اس معاملہ اور پاکیزگی کی شرح نہیں کی جا سکتی

حَبّذا آں مطبخِ پُرنوش وقند ۔۔۔ کیں سلاطیں کاسہ لیسانِ ویند

سبحان اللہ، وہ کیسا شہد و شکر سے پُرمطبخ ہے ۔۔۔ کہ یہ شہنشاہ اُس کا پیالہ چاٹنے والے ہیں

حَبّذا آں خرمنِ صحرائے دیں ۔۔۔ کہ بُود ہرخرمن آں را خوشہ چیں

وہ دین کے صحرا. کا خرمن کیا ہی عمدہ ہے ۔۔۔ کہ ہر خرمن اُس کا خوشہ چین ہوتا ہے

حَبّذا دریائے عُمرِ بے غمے ۔۔۔ کہ بُود زوہفت دریا شبنمے

بے غم عُمر کے دریا کے کیا کہنے ہیں ۔۔۔ کہ اُس کے مقابل ساتوں دریا شبنم ہیں

جرعۂ چوں ریخت ساقیٔ الست ۔۔۔ برسرِ ایں شورہ خاکِ زیر دست

الست کے ساقی نے جب ایک گھونٹ بہایا ۔۔۔ اس نچلی بنجر زمین پر

جوش[2] کرد آں خاک و مازاں جوششیم ۔۔۔ جُرعۂ دیگر کہ بس بے کوششیم

اُس خاک نے جوش مارا اور ہم اُس سے جوش میں ہیں ۔۔۔ (اے خدا) دوسرا گھونٹ کہ ہم بے طاقت ہیں

گر روا بُد نالہ کردم از عدم ۔۔۔ ورنبُود ایں گفتنی نِک تن زدم

اگر جائز ہو تو معدوم (گھونٹ) کا نالہ کروں ۔۔۔ اور اگر یہ ان کہنی ہے تو میں چپ جاؤں

ایں[3] بیانِ بطِّ. حرصِ منثنی ست ۔۔۔ از خلیلؑ آموز کاں بط کشتنی ست

یہ حرص کی اوندھی بط کا بیان ہے ۔۔۔ خلیل اللہ علیہ السلام سے سیکھ لے یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے

ہست دربطِ غیر ایں بس خیر و شر ۔۔۔ ترسم. از فوتِ سخنہائے دگر

بط میں اس کے علاوہ اور بہت سے خیر و شر ہیں ۔۔۔ میں دوسری باتوں کے چھوٹ جانے کے خوف سے ڈرتا ہوں

صفتِ طاؤس وطبعِ اُو وسببِ کشتنِ ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اُورا

مور کی صفت اور اس کا مزاج اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اُس کو مار ڈالنے کا سبب

آمدیم اکنوں بطاؤسِ دورنگ ۔۔۔ کوکند جلوہ برائے نام و ننگ

اب ہم دوغلے مور (کے ذکر) پر آ گئے ۔۔۔ کہ وہ فخر و مباہات کے ذریعہ نمائش کر رہا ہے

---

[1] جاں۔ صاف تجلی سے وصل کی لذت کا بیان ناممکن ہے۔ مہ۔ دیدارِ حق کا لطف اور شرح نا قابلِ بیان ہے۔ حبذا۔ شاہانِ حقیقی اُس کے دربار سے جو لذتیں حاصل کر رہے ہیں وہ عجیب وغریب ہیں۔ کہ بود۔ مظاہر جس خرمن کے خوشہ چین ہیں وہ خرمن قابلِ صد مبارکباد ہے۔ حبذا دریا۔ معنوی لذائذ کا دریا اس قدر وسیع ہے کہ ساتوں سمندر اُس کے سامنے شبنم کا قطرہ ہیں۔ زیر دست۔ عاجز۔

[2] جوش کرد۔ مظاہر قدرت والے جرعہ سے ہم جوش میں ہیں ہم عاجزوں کو دوسرا جرعہ بھی عطا کر دے۔ گر روا۔ اگر دوسرے گھونٹ کے لیے ہماری فریاد جائز ہو تو ہم فریاد کریں ورنہ خاموشی اختیار کریں۔

[3] ایں۔ صوفیا کی اصطلاح میں بطّ سے مراد انسان کی صفت حرص ہے۔ مولانا اس کا بیان کر رہے تھے۔ درمیان میں دوسری باتیں آ گئیں اب اُس کا بیان ختم کر کے دوسری مذموم صفات کا بیان شروع کر دیتے ہیں۔ طاؤس۔ صوفیا کی اصطلاح میں مور سے مُراد حُبِّ جاہ ہے۔ دورنگ۔ حُبِّ جاہ میں انسان نفاق سے کام لیتا ہے۔

ہمت[1] اُو صیدِ خلق از خیر و شر
اُس کا ارادہ اچھے بُرے طریقوں پر مخلوق کا شکار کرنا ہے
وز نتیجہ و فائدہ آں بے خبر
اور وہ نتیجہ اور فائدے سے بے خبر ہے

بیخبر چوں دام میگیرد شکار
ایسا ہی لاعلم ہے جس طرح جال شکار پھانستا ہے
دام راچہ علم از مقصودِ کار؟
جال کو کام کے مقصد کا کیا علم؟

دام راچہ ضرو چہ نفع از گرفت
گرفتار کرنے میں جال کا کیا نفع و نقصان؟
زیں گرفتِ بیہدہ اش دارم شگفت
اُس کی اس بیہودہ گرفت سے مجھے تعجب ہے

اے برادر دوستاں افراشتی
اے بھائی! تو نے دوستوں کو بلند کیا
بادوصد دلداری و بگذاشتی
سینکڑوں دلداریوں سے اور چھوڑ دیا

کارت ایں بودہ ست از وقتِ وِلاد
پیدائش کے وقت سے تیرا یہی کام رہا ہے
صید مردم کردنِ ازدام وداد
جال اور بخشش کے ذریعہ لوگوں کا شکار کرنا

زاں[2] شکار و انبہی باد و بود
اُس شکار اور تگ ودو کی کثرت سے
دست در کُن ہیچ یابی تارو پود
(جال میں) ہاتھ ڈال کچھ تانا بانا تیرے ہاتھ نہ آئے گا

بیشتر رفت ست و بیگاہ است روز
دن بیشتر چلا گیا اور نا وقت ہو گیا
تو بجد در صیدِ خلقانے ہنوز
تو ابھی تک لوگوں کو شکار کرنے کی کوشش میں ہے

آں یکے می گیرد ایں می ہل زدام
اُس ایک کو پکڑ اور اس کو جال میں سے چھوڑ دے
ویں دگر را صید می کن چوں لئام
کمینوں کی طرح دوسرے کا شکار کر

باز ایں را می ہل و می جُو دگر
پھر اُس کو چھوڑ دوسرے کی تلاش کر
اینت لعبِ کودکانِ بے خبر
عجب بے خبر بچوں کا کھیل ہے

شب[3] شود در دامِ تو یک صید نے
رات ہو جائے گی تیرے جال میں کوئی شکار نہیں ہے
دام بر تو جز صداع و قید نے
تیرے لیے جال سوائے دردِ سر اور قید کے کچھ نہیں ہے

پس تو خود را صید میکردی بدام
تو نے جال سے خود اپنا شکار کر لیا
کہ شدی محبوس و محرومی زکام
کیونکہ تو قیدی ہو گیا اور کام سے محروم رہا

در زمانہ صاحبِ دامے بُود؟
کیا دنیا میں کوئی ایسا شکاری ہو گا
ہمچو ما احمق کہ صیدِ خود کند
ہم جیسا احمق! کہ خود اپنا شکار کرے

چوں شکارِ خوک آمد صیدِ عام
عوام کو پھانسنا سُور کے شکار کی طرح ہے
رنجِ بیحد لقمہ خوردن زُوحرام
مشقت بیحد، اور اُس میں سے لقمہ کھانا حرام ہے

---

[1] ہمت اُو۔ حُبِ جاہ میں انسان لوگوں کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لیے جائز و ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔ بیخبر۔ یہ طاؤس اسی طرح لوگوں کو پھنساتا ہے جس طرح انجام سے بےخبر جال پھنساتا ہے۔ اے برادر۔ حُبِ جاہ میں مبتلا کی دوستی ناپائیدار ہوتی ہے وہ حصولِ مقصد کے لیے دوست بناتا ہے اور اپنا فائدہ پورا کر کے دوستوں کو فراموش کر دیتا ہے۔

[2] زاں۔ حُبِ جاہ میں مبتلا کو سوچنا چاہیے کہ ان حرکات سے اس کو کیا حاصل ہوا۔ بیشتر۔ یہ شخص انہیں لغو باتوں میں عُمر کو برباد کرتا ہے۔ آں یکے۔ کبھی کسی کو پھنساتا ہے پھر اس کو چھوڑتا ہے، دوسروں کو پھنساتا ہے اس کی یہی طفلانہ حرکات جاری رہتی ہیں۔

[3] شب شود۔ روزِ عمر ختم ہو جاتا ہے کہ شب کو موت آ جاتی ہے وہ دوسروں کا شکار کرتا ہے لیکن خود محرومی کا شکار بن جاتا ہے۔ درزمانہ۔ وہ شکاری بڑا احمق ہے جو شکار کے بجائے خود شکار بن جائے۔ چوں۔ عوام کو پھانسنا سُور کا شکار کرنا ہے کہ بڑی مصیبت سے جال میں پھنستا ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔

آنکہ[1] ارزد صید را عشق ست و بس
جو شکار کرنے کے قابل ہے وہ صرف عشق ہے

لیک او کے گنجد اندر دامِ کس
لیکن وہ کب کسی کے جال میں پھنستا ہے؟

تو مگر آئی و صید او شوی
ہاں تو آ اور اس کا شکار بن جا

دام بگذاری بدام او روی
(اپنا) جال چھوڑ اُس کے جال میں گرفتار ہو جا

عشق میگوید بگوشم پست پست
میرے کان میں عشق آہستہ آہستہ کہتا ہے

صید بودن خوشتر از صیادیست
شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے

گول میکن خویش را و غرّہ شو
اپنے آپ کو بیوقوف بنا لے اور فریفتہ بن جا

آفتابی را رہا کن ذرّہ شو
سورج بننے کو چھوڑ، ذرّہ بن جا

بردرم ساکن شو و بیخانہ باش
میرے دروازے پر پڑ جا اور بے گھر بن جا

دعویِ شمعی مکن پروانہ باش
شمع بننے کا دعویٰ نہ کر، پروانہ بن جا

تا بہ[2] بینی چاشنیِ زندگی
تاکہ تو زندگی کا لطف دیکھے

سلطنت بینی نہاں در بندگی
بادشاہی کو غلامی میں چھپا ہوا دیکھے

نعل بینی باژگونہ در جہاں
دنیا میں الٹی نعل بندی دیکھ لے

تختہ بندانرا لقب گشتہ شہاں
پھانسی پر چڑھنے والوں کا لقب بادشاہ ہو گیا ہے

بس طناب اندر گلو و تاج دار
گلے میں سُولی کا پھندا اور تاج ہے

بروے انبوہے کہ اینک تاجدار
اُس پر مجمع ہے کہ یہ بادشاہ ہے

ہمچو گورِ کافراں بیروں حُلل
جس طرح کافروں کی قبر کے باہر قیمتی کپڑے ہیں

و اندروں قہرِ خدائے عزوجل
اور اندر خدائے عزوجل کا قہر ہے

چوں قبورِ آں را مجصّص[3] کردہ اند
قبروں کی طرح اس پر گچھی چونا کر دیا ہے

پردۂ پندار پیش آوردہ اند
گھمنڈ کا پردہ سامنے لٹکا دیا ہے

طبعِ مسکینت مجصّص از ہنر
تیری بیچاری طبیعت ہنر سے آراستہ

ہمچو نخلِ موم بے برگ و ثمر
موم کی کھجور کی طرح بے برگ و ثمر ہے

در بیان آنکہ لطفِ حق راہمہ کس دانند و قہر رانیز ہمہ کس
اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کو سب جانتے ہیں اور قہر کو بھی

دانند وہمہ از قہرِ حق گریزانند و بلطفِ او آویزانند اما
سب جانتے ہیں اور سب اُس کے قہر سے گریز کرتے ہیں اور اُس کی مہر سے وابستہ ہیں

---

[1] آنکہ۔ اگر شکار کھیلنا ہے تو عشق کا شکار کر لیکن یہ وہ شکار ہے جو ہر کس وناکس کے جال میں نہیں پھنستا ہے۔ مگر۔ عشق کا شکار جب کر سکو گے کہ تم خود اُس کا شکار بن جاؤ گے۔ عشق۔ عشق کی صدا یہ ہے کہ شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے۔ گول۔ عشق کے معاملے میں اپنے آپ کو بے عقل بنالو، اور سورج بننے کے بجائے ذرہ بن جاؤ۔ بردرم۔ یہ عشق کا مقولہ ہے۔ خانماں برباد بن کر میرے در پر آپڑ شمع ہونے کے دعوے کو چھوڑ کر پروانہ بن جا۔

[2] تا بہ بینی۔ جب یہ کیفیت ہو جائے گی تو حقیقی لذت حاصل ہو گی اور پھر انسان غلامی میں شاہی کرے گا۔ (شعر) (مبیں حقیر گدایانِ عشق را کایں قوم شہانِ بے کمر وخسروان بے کلہند)۔ نعل بینی۔ یعنی دنیا کے کام اُلٹے ہیں جو دنیا کے قیدی ہیں لوگ ان کو شاہ کہتے ہیں اور جو لوگ شاہ ہیں ان کو فقیر اور گدا کہتے ہیں۔ تاج دار۔ سولی دینے کے وقت سر اور آنکھوں پر ایک ٹوپی اڑھادی جاتی ہے۔ تاجدار۔ بادشاہ۔ حُلل۔ حُلّہ کی جمع ہے۔ لباس کا جوڑا۔

[3] مجصّص۔ چونے اور گچھی سے پتا ہوا۔ نخلِ موم۔ کھجور کا موی درخت۔ در بیان۔ حضرت حق تعالیٰ کے مہر و قہر کو ہر شخص جانتا ہے اور ہر شخص مہر کا طالب اور قہر سے گریزاں ہے لیکن اللہ نے اپنے مہر کو قہر سے اور قہر کو مہر سے ڈھانپ دیا ہے تا کہ انسانوں کی آزمائش کرے۔

حق تعالیٰ قہرہا را در لُطف پنہاں کردہ و لُطفہارا در قہر

لیکن اللہ تعالیٰ نے قہر کو مہر میں پوشیدہ کر دیا ہے اور مہر کو قہر میں

پنہاں کردہ نعل باژگونہ و تلبیس و مکراللہ بود تا اہلِ تمیز

پوشیدہ کر دیا ہے اُلٹی چال اور بناوٹ اور اللہ کا داؤ تھا تاکہ اہلِ تمیز

وَيَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ از بے تمیزاں و حالے بیناں و ظاہر بیناں

اور اللہ کے نور سے دیکھنے والے بے تمیزوں اور حال کو دیکھنے والوں اور ظاہر بینوں

جُدا شوند کہ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً

سے جدا ہو جائیں کیونکہ (فرمایا ہے) تاکہ وہ تمھیں آزمائے کہ کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے

گفت درویشے بدرویشے کہ تو — چوں بدیدی حضرتِ حق راگو

ایک درویش نے دوسرے درویش سے کہا کہ تو نے — حضرتِ حق کو کیسا دیکھا ہے بتا

گفت بیچوں دیدم اما بہرِ[1] قال — باز گویم مختصر آں را مثال

اُس نے کہا میں نے بے مثال دیکھا لیکن کہنے کے لیے — اُس کی ایک مختصر مثال بتاتا ہوں

دیدمش سُوئے چپ اُو آذرے[2] — سُوئے دستِ راست حوضِ کوثرے

میں نے اُس کی بائیں جانب آگ دیکھی — (اور) دائیں جانب حوضِ کوثر دیکھی

سُوئے چپش بس جہاں سوز آتشے — سُوئے دستِ راستش جوئے خوشے

اُس کی بائیں سمت جہاں سوز آگ ہے — اُس کے دائیں ہاتھ کی جانب عمدہ نہر ہے

سوئے آں آتش گروہے بردہ دست — بہرِ آں کوثر گروہے شاد و مست

ایک گروہ نے اُس آگ کی جانب ہاتھ بڑھایا ہے — ایک گروہ اُس نہر کے لیے شاد اور مست ہے

لیک نعلِ باژ گونہ بود سخت — پیش پائے ہر شقی و نیک بخت

لیکن اُلٹی چال سخت ہوتی ہے — ہر شقی اور نیک بخت کے لیے

ہر کہ در آتش ہمی رفت و شرر — از میانِ آب بر میکرد سر

جو آگ اور چنگاریوں میں گیا — اُس نے پانی میں سے سر اُبھارا

ہر کہ سُوئے آب میرفت از میاں — اُودر آتش یافت میشد در زماں

جو آگ کی طرف گیا — وہ فوراً آگ میں پایا گیا

ہر کہ سُوئے راست شد و آبِ زلال — سرز آتش برزد از سُوئے شمال

جو داہنی جانب اور نیر پانی کی طرف گیا — اُس نے بائیں جانب آگ میں سے سر اُبھارا

---

[1] بہر قال۔ یعنی ذاتِ حق کی چگونگی ناقابلِ بیان ہے لیکن سمجھانے کے لیے کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

[2] آذرے۔ لذائذِ نفسانی آخرت میں بصورتِ مار و کژدم نمایاں ہوں گے اور مجاہدات و عبادات کی مشقتیں بصورتِ حور و غلمان آخرت میں نمودار ہوں گی۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے ایک تدبیر فرمائی ہے انسان اگر دنیا میں نفسانی لذائذ میں لگے گا جو بظاہر حوضِ کوثر ہیں تو وہ آگ کو حاصل کر رہا ہے، اور اگر عبادت کی مشقتوں میں لگے گا جو بظاہر آگ ہیں، وہ حوضِ کوثر حاصل کر لے گا۔ زلال۔ نیر پانی۔

وانکہ شد سُوئے شمالِ آتشیں
سر بروں میکرد از سُوئے یمیں[1]
جو آگ والی بائیں جانب گیا
وہ دائیں جانب سے سر اُبھارتا ہے

کم کسے بر سِرِّ ایں مضمر زدے
لاجرم کم کس دراں آذر شُدے
اس پوشیدہ راز سے بہت لوگ واقف ہوئے
لامحالہ بہت تھوڑے لوگ اُس آگ میں گئے

جُز کسے کہ برسرش اقبال ریخت
کورہا کرد آب و در آتش گریخت
سوائے اُس شخص کے جس کے سر پر اقبال مندی نازل ہوگئی
کہ اُس نے پانی کو چھوڑ دیا اور آگ میں گھس گیا

کردہ ذوقِ نقد را معبود خلق
لاجرم زیں لعب مغبوں بود خلق
لوگوں نے نقد فائدے کو معبود بنا لیا ہے
لامحالہ اس کھیل سے لوگ ٹوٹے میں ہیں

جُوق جُوق وصف صف از حرص و شتاب
محترز ز آتش گریزاں سُوئے آب
گروہ در گروہ اور صف در صف حرص اور عجلت کی وجہ سے
آگ سے بچنے والے ہیں پانی کی طرف دوڑنیوالے ہیں

لاجرم ز آتش برآوردند سر
اعتبار الاعتبار اے بے خبر
لامحالہ انھوں نے آگ میں سے سر اُبھارا
اے بے خبر! عبرت حاصل کر، عبرت

بانگ میزد آتش اے گیجانِ گول
من نیم آتش منم چشمہ قبول
آگ پکارتی ہے اے بے وقوف احمقو!
میں آگ نہیں ہوں میں پسندیدہ چشمہ ہوں

چشم بندی[2] کردہ اند اے بے نظر
درمن آ و ہیچ مندیش از شرر
اے اندھے! اُنھوں نے نظربندی کر دی ہے
مجھ میں آ جا اور چنگاریوں کی فکر نہ کر

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست
جُز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست
اے خلیل! یہاں چنگاری اور دھواں نہیں ہے
سوائے نمرود کے دھوکے اور جادو کے کچھ نہیں ہے

چوں خلیلِ حقؑ اگر فرزانۂ
آتش آبِ تُست و تو پروانہ
اگر تو اللہ کے خلیل کی طرح عقلمند ہے
آگ تیرا پانی ہے اور تو پروانہ ہے

جانِ پروانہ ہمی دارد ندے
کاے دریغا صد ہزارم پَر بُدے
پروانہ کی جان پکارتی ہے
کہ کاش میرے ہزاروں پر ہوتے

تا ہمی سوزید زآتش بے اماں
کوریِ چشم و دلِ نامحرماں
تاکہ وہ بے اماں آگ سے جل جائے
نامحرموں کی آنکھ اور دل کے اندھے پن کے ہوتے ہوئے

برمن آرد رحم جاہل ازخری
من برو رحم آرم از دانشوری
نادان کو گدھے پن سے مجھ پر ترس آتا ہے
میں عقلمندی کی وجہ سے اُس پر ترس کھاتا ہوں

خاصہ ایں آتش کہ جانِ آبہاست
کارِ[3] پروانہ بعکسِ کارِ ماست
خصوصاً وہ آگ جو پانی کی جان ہے
پروانہ کا معاملہ، ہمارے معاملہ کے برعکس ہے

1 یمیں۔داہنا۔مضمر۔پوشیدہ۔ذوقِ نقد۔یعنی دنیاوی لذتوں کا ذوق۔مغبوں۔ٹوٹے میں مبتلا۔

2 چشم بندی۔نظر بندی۔آتش نمرود۔نمرود کی آگ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے بظاہر آگ اور حقیقتاً گلزار تھی۔ندے۔آواز۔خری۔گدھا پن۔

3 کار پروانہ۔پروانہ نار کو نور سمجھ کر اُس میں گرتا ہے۔مومن نار کو نار سمجھ کر اُس میں داخل ہوتا ہے اور نور حاصل کر لیتا ہے۔

اُو بہ بیند نُور و در نارے رود
وہ نور دیکھتا ہے اور آگ میں گر جاتا ہے

دل بہ بیند نار و در نورے شود
دل آگ دیکھتا ہے اور نور میں پہنچ جاتا ہے

اینچنیں لعب آمد از ربِّ جلیل
ربِ جلیل کی جانب سے یہی کھیل ہے

تا بہ بینی کیست از آلِ خلیل
تاکہ تو دیکھ لے کہ خلیل کی اولاد میں سے کون ہے

آتشے را شکلِ آبی دادہ اند
آگ کو پانی کی شکل دے دی ہے

واندر آتش چشمۂ بکشادہ اند
اور آگ کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ساحرے[1] صحنِ برنجی را بہ فن
جادوگر چاولوں کے طباق کو فن کے ذریعہ

می کند کرمش میانِ انجمن
انجمن میں، اُس کو کیڑے بنا دیتا ہے

خانہ را او پُرز کژدُمہا نمود
گھر کو بچھوؤں سے بھرا ہوا دکھا دیتا ہے

ازدمِ سحر و خود آں کژدم نبُود
جادو کے اثر سے، حالانکہ وہ بچھو نہیں ہیں

چونکہ جادو می نماید صد چنیں
جبکہ جادو اس جیسی سینکڑوں باتیں دکھا دیتا ہے

چوں بود دستانِ جادو آفریں
تو جادو پیدا کرنے والے کی تدبیر کیسی ہو گی؟

لاجرم از سحرِ یزداں قرن قرن
لامحالہ خدا کے جادو سے گروہ در گروہ

اندر افتادند چوں زن زیر پہن[2]
عورتوں کی طرح نیچے چت گرے ہیں

لاجرم از سحرِ یزداں مردوزن
لامحالہ خدا کے جادو سے مردوزن

رفتہ اندر چاہِ جاہِ بے رسن
پہنچ گئے ہیں جاہ کے بے رسی کے کنویں میں

ساحراں شاں بندہ بودند و غلام
جادوگر اُن کے بندے اور غلام تھے

اندر اُفتادند چوں صعوہ بدام
مولے کی طرح جال میں پھنس گئے

ہیں بخواں قرآں ببیں سحرِ حلال
آگاہ! قرآن پڑھ لے حلال جادو کو دیکھ

سرنگونی مکرہائے[3] کالجبال
(اور) پہاڑوں جیسے مکروں کے اوندھا ہونے کو

من نیم فرعون کایم سوئے نیل
میں فرعون نہیں ہوں کہ نیل (دریا) کی جانب آؤں

سوئے آتش میروم ہمچوں خلیلؑ
میں خلیلؑ (اللہ) کی طرح آگ کی طرف جاتا ہوں

نیست آتش ہست آں مائے معیں
آگ نہیں ہے، وہ بہتا پانی ہے

واں دگر از مکر آبِ آتشیں
اور دوسرا مکر کی وجہ سے آتشیں پانی ہے

---

[1] ساحرے۔ کسی چیز کا حقیقت کے خلاف نظر آنا مستبعد نہیں ہے جادوگر چاولوں کو کیڑوں کی شکل میں دکھا دیتا ہے۔ صحن۔ طباق۔ جادو آفریں۔ اللہ تعالیٰ۔ قرن۔ گروہ۔

[2] پہن۔ چت۔ چاہِ جاہ۔ یعنی جاہ پسندی کا کنواں۔ بے رسن۔ یعنی گہرا کنواں۔ ساحراں شاں۔ ان گروہوں کے جادوگر بھی جادو آفریں کے جادو میں مولے کی طرح پھنس کر رہ گئے۔

[3] مکرہائے۔ قرآن پاک میں ہے وان کان مکرھم لتزول الجبال۔ یعنی خدا نے اُن کے مکر کو برباد کر دیا اگرچہ ان کا مکر ایسا تھا کہ اس سے پہاڑ ہل جائیں۔ من نیم۔ یہ فقیر کا مقولہ ہے۔ یا مولانا کا۔ فرعون۔ فرعون نیل کو خشکی سمجھ کر پانی میں ڈوبا حضرت خلیل علیہ السلام اللہ آگ کو آگ سمجھ کر گلزار میں پہنچے۔

پس[1] نکو گفت آں رسولِ خوش جواز ۔۔۔ ذرّۂ عقلت بہ از صوم و نماز
اُس خوش رفتار رسولؐ نے خوب کہا ہے ۔۔۔ تیرے لیے عقل کا ایک ذرہ روزے (اور) نماز سے بہتر ہے

زانکہ عقلت جوہر ست ایں دو عرض ۔۔۔ ایں دو در تکمیلِ آں شُد مُفترض
کیونکہ تیری عقل جوہر ہے یہ دونوں عرض ہیں ۔۔۔ یہ دونوں اُس کی تکمیل کے لیے فرض کیے گئے ہیں

تا جلا باشد مرآں آئینہ را ۔۔۔ کہ صفا آید زطاعت سینہ را
تاکہ اُس آئینہ پر جلا ہو جائے ۔۔۔ کیونکہ عبادت سے سینہ میں صفائی آتی ہے

لیک گر آئینہ ازبُن فاسد ست ۔۔۔ صیقل آں رادیر باز آرد بدست
لیکن اگر آئینہ اصل سے خراب ہے ۔۔۔ اُس پر صیقل دیر سے چڑھتی ہے

واگزیں[2] آئینۂ گو اَکیس است ۔۔۔ اندکے صیقل گری اُورابس است
وہ آئینہ لے جو زیادہ ذہین ہے ۔۔۔ اُس کے لیے تھوڑی صیقل گری کافی ہے

تفاوتِ عقول دراصل فطرت برخلاف معتزلہ کہ می گویند کہ دراصل عقولِ
عقلوں کا فرق اصل فطرت سے ہے معتزلہ کے برخلاف کہ وہ کہتے ہیں کہ دراصل شخصی عقلیں

جزوی برابر اندرایں افزونی و تفاوت از تعلیم ست و ریاضت و تجربہ
برابر ہیں اُن میں بڑھوتری اور فرق تعلیم اور ریاضت اور تجربہ کی وجہ سے ہے

ایں تفاوت عقلہارا نیک داں ۔۔۔ در مراتب از زمیں تا آسماں
عقلوں کے اس فرق کو خوب سمجھ لے ۔۔۔ مرتبوں میں زمین سے آسمان تک

ہست عقلے ہمچو قرصِ[3] آفتاب ۔۔۔ ہست عقلے کمتر از زہرہ و شہاب
ایک عقل سورج کی ٹکیہ کی طرح ہے ۔۔۔ ایک عقل زہرہ اور ٹوٹنے والے ستارے سے کم ہے

ہست عقلے چوں چراغِ سرخوشے ۔۔۔ ہست عقلے چوں ستارہ آتشے
ایک عقل مست چراغ کی طرح ہے ۔۔۔ ایک عقل آگ کے شعلوں کی طرح ہے

زانکہ ابراز پیشِ اُوچوں واجہد ۔۔۔ نورِ یزداں بیں خِردہا بردہد
کیونکہ جب ابر اُس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے ۔۔۔ وہ عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کرتی ہے

عقلہای خلق عکسِ عقلِ اُو ۔۔۔ عقلِ اُومشک ست و عقلِ خلق بُو
مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل کا عکس ہیں ۔۔۔ اُس کی عقل مشک ہے اور مخلوق کی عقل اُس کی خوشبو ہے

---

[1] پس ۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے ۔ جواز ۔ رفتار ۔ زانکہ ۔ عبادات عقلِ شرعی کی تکمیل کے لیے فرض ہوئی ہیں ۔ کہ صفا ۔ شرعی اعتبار سے عقل، دل میں ہے ۔

[2] واگزیں ۔ مولانا، مرشد کے لیے فرماتے ہیں کہ ایسے مریدوں کو چُن لے جن کے دل تھوڑی سی صیقل سے چمک اُٹھیں ۔ ایں تفاوت ۔ عقلوں میں فطری تفاوت ہے اور اُن کے مختلف مراتب ہیں ۔

[3] قرص ۔ ایک عقل کا نور سورج جیسا ہے اور دوسری عقل کا نور زہرہ وغیرہ ستاروں سے بھی کم ہے ۔ زانکہ ۔ عقلِ کُل یعنی ولی اللہ کی عقل کے سامنے سے جب ماسوی اللہ کا ابر ہٹ جاتا ہے تو وہ دوسری عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کر دیتی ہے ۔ عقلہائے ۔ مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل سے فیض یاب ہیں ۔

عقلِ[1] کُل و نفسِ کُل مردِ خداست
مردِ خدا، عقلِ کُل اور نفسِ کُل ہے
عرش و کُرسی را مداں کزوے جُداست
یہ نہ سمجھ کہ عرش اور کرسی اُس سے جدا ہے

مظہرِ حق ست ذاتِ پاکِ اُو
اُس کی پاک ذات خدا کا مظہر ہے
رُو بجو حق را و از دیگر مجُو
اُس سے اللہ کا طالب بن اور دوسرے سے نہ چاہ

عقلِ جُزوی عقل را بدنام کرد
جزوی عقل نے، عقل کو بدنام کر دیا ہے
کامِ دُنیا مرد را بے کام کرد
دنیاوی مقصد نے انسان کو ناکام کر دیا ہے

آں زصیدی حُسنِ صیّادے بدید
اُس نے شکار پن سے شکاری کا حسن سیکھا
ویں زصیادی غمِ صیدی کشید
اس نے شکاری پن سے شکار بن جانے کا غم حاصل کیا

آں زخدمت نازِ مخدومی بیافت
اُس نے خدمت کے ذریعہ مخدوم ہونے کا ناز حاصل کر لیا
ویں زمخدومی زراہِ عِز بتافت
اس نے مخدوم بن کر عزت کے راستہ سے منہ موڑ لیا

آں زفرعونی اسیرِ آب شُد
وہ فرعونیت کی وجہ سے پانی کا قیدی بن گیا
وز اسیری سبط از ارباب شُد
اور سبطی قیدی ہونے کی وجہ سے آقاؤں میں سے ہو گیا

لعبِ[2] معکوس ست وفرزیں بند سخت
اُلٹا کھیل اور سخت فرزین بند(چال) ہے
حیلہ کم کن کارِ اقبال ست و بخت
تدبیر نہ کر اقبال اور نصیبہ کا معاملہ ہے

برخیال و حیلہ کم تن تار را
خیال اور مکر کی بنا پر تانا نہ تن
کہ غنی رہ کم دہد مکّار را
(اللہ) بے نیاز، مکار کو راستہ نہیں دیتا ہے

مکر کُن[3] در راہ نیکو خدمتے
اچھی خدمت کی راہ میں تدبیر کر
تا نبوّت یابی اندر اُمّتے
تاکہ تو اُمت میں (رہ کر) نبوت (کا رتبہ) پالے

مکر کُن تا وارہی از مکرِ خود
تدبیر کر تاکہ تو اپنے مکر سے نجات پالے
مکر کُن تا فرد گردی از حسد
تدبیر کر تاکہ تو حسد سے علیحدہ ہو جائے

مکر کُن تا کمتریں بندہ شوی
تدبیر کر تاکہ تو ناچیز بندہ بنے
در کمی اُفتی خداوندہ شوی
کمی اختیار کرے گا، آقا بن جائے گا

رُوبہی و خدمت اے گرگِ کُہن
اے پُرانے بھیڑیے! مکاری اور خدمت
ہیچ برقصدِ خداوندی مکُن
آقائی کے خیال سے کبھی نہ کر

---

[1] عقلِ کل۔ عقلِ کل، حقیقتِ ملکی روحی ہے جس کا مظہر انسان ہے۔ رو بجو۔ انسان کامل جو مظہرِ عقلِ کل و نفسِ کل ہے اُس سے حق کی جستجو کر۔ عقلِ جزوی۔ عام انسان کی عقل بھی اگرچہ عقلِ کل سے مستفاد ہے لیکن دنیوی مشاغل نے اُس کو بے مقصد بنا دیا ہے۔ آن۔ یعنی عقلِ کامل نے اپنے آپ کو عشقِ حق کے جال کا شکار بنا کر صیاد کا حسن سیکھ لیا۔ یعنی وہ اخلاقِ خداوندی سے متصف ہو گئی اور عقلِ ناقص نے دوسروں کو جال میں پھانسنا چاہا خود جال میں پھنس گئی۔ آن۔ عقلِ کامل خادم بن کر مخدوم بنی، عقلِ ناقص نے مخدوم بننا چاہا تو عزت کے راستہ سے بھٹک گئی۔ زفرعونی۔ فرعون نے مخدومیت پسند کی تو دریا میں غرق ہو گیا۔ سبطی خادم اور قیدی بنا تو آقاؤں میں شمار ہوا۔

[2] لعبِ معکوس یعنی خادمیت سے مخدومیت حاصل ہونا انسانی تدبیر سے ممکن نہیں ہے بلکہ فضلِ خداوندی پر موقوف ہے انسانی مکاری اور تدبیر فضلِ خداوندی کے منافی ہے۔

[3] مکر کن۔ انسان خدمت گذاری کی تدبیر اختیار کرے تو انبیاء کے اخلاق سے متصف ہو جائے گا اور اُمتی ہوتے ہوئے اُس میں انبیا کے اوصاف پیدا ہو جائیں گے۔ مکر کن۔ انسان کو اپنی تدابیر ترک کرنے کی تدبیر کرنی چاہیے اور اپنے آپ کو اوصافِ ذمیمہ سے پاک کرنا چاہیے۔ کمتر بن بندہ بننے کی تدبیر کرے گا تو آقائی میسر آئے گی۔ روبہی۔ چالاکی اور خدمت مخدوم بننے کی نیت سے نہ کی جائے۔

لیک چوں پروانہ در آتش بتاز
لیکن پروانہ کی طرح آگ میں دوڑ جا

کیسۂ زر بردوز و پاک باز
سونے کی تھیلی نہ سی اور پاک بن جا

زور[1] را بگذار وزاری را بگیر
زور کو چھوڑ، زاری اختیار کر

رحم سوئے زاری آید اے فقیر
اے فقیر! رحم (خداوندی) عاجزی کی جانب آتا ہے

گر کُنی زاری بیابی رحمِ اُو
اگر تو عاجزی کرے گا اُس کا رحم حاصل کرے گا

رحمِ اُو در زاریِ خود باز جُو
اُس کا رحم اپنی عاجزی میں تلاش کر

زاریِ مضطر کہ تشنہ معنوی ست
مجبور پیاسے کی عاجزی حقیقی ہے

زاریِ سردِو دروغ آنِ غوی ست
جھوٹی، ٹھنڈی عاجزی، گمراہ کی ہے

گریۂ[2] اِخوانِ یوسفؑ حیلتست
یوسفؑ کے بھائیوں کی عاجزی مکاری ہے

کاندروں شاں پُرز رشک و علتست
اُن کا باطن رشک و بیماری سے پُر ہے

حکایتِ آں اعرابی کہ سگِ اُو از گرسنگی می مرد و انبانِ

اس بدو کا قصہ جس کا کتا بھوک سے مر رہا تھا اور اُس کا تھیلا روٹیوں

اُوپُر نان بود و برسگ نوحہ میکرد و شعر میگفت و میگریست

سے بھرا ہوا تھا اور کتے پر نوحہ کر رہا تھا اور شعر پڑھتا تھا اور روتا

وطپانچہ برسر و رُو میزد و دریغش می آمد کہ لقمۂ نان ازاں انبان

تھا اور سر اور منہ پر طمانچے مارتا تھا اور اُس کو اس میں تامل تھا کہ روٹی کا ٹکڑا

بسگ دہد و سُوال کردنِ شخص ازو و جواب شنیدن ازو

تھیلے میں سے کتے کو دے اور ایک شخص کا اُس سے سوال کرنا اور اُس سے جواب سننا

آں سگے می مُردو گریاں آں عرب
کتا مر رہا تھا اور وہ عرب روتا تھا

اشک می بارید و میگفت اے کرب[3]
آنسو بہاتا تھا اور کہتا تھا، ہائے مصیبت!

ہیں چہ سازم مرمرا تدبیر چیست
ہائیں کیا کروں میرے لیے کیا چارہ ہے؟

زیں سپس من چوں توانم بے تو زیست
اس کے بعد میں تیرے بغیر کیسے زندہ رہوں گا؟

سائلے بگذشت و گفت ایں گریہ چیست
ایک سائل گذرا اور بولا یہ کیسا رونا ہے؟

نوحہء و زاریِ تو از بہرِ کیست
تیرا رونا اور گڑگڑانا کس چیز کے لیے ہے

گفت در مِلکم سگے بُد نیک خُو
اُس نے کہا میری ملکیت میں ایک اچھی عادت کا کتا تھا

نِک ہمی میرد میانِ راہِ اُو
وہ ابھی سڑک پر مر رہا ہے

---

[1] زور۔اپنی تدابیر سے زور آزمائی نہ کر عاجزی اختیار کر اللہ تعالیٰ عاجزوں پر رحم فرماتا ہے۔ زاری۔حقیقی عاجزی :وبناوٹی عاجزی سے مقصد پورا نہ ہوگا۔

[2] گریہ۔برادرانِ یوسف بھی مصنوعی رونا روئے تھے۔ایسی گریہ وزاری بیکار ہے۔حکایت۔اس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ اُس بدو کی طرح رونا بیکار ہے۔

[3] کرب۔مصائب۔بے تو۔یعنی کتے سے کہا تھا۔گفت۔بدو نے رونے کی وجہ بتائی۔

روز[1] صیادم بُدو شب پاسباں
وہ دن میں میرا شکاری اور رات کو محافظ تھا
شیرِ نر بود اُو نہ سگ اے پہلواں
اے نوجوان! وہ کتا نہ تھا نر شیر تھا

تیز چشم و دُزدراں و صید گیر
تیز نگاہ والا، چور کو بھگانے والا، شکار کو پکڑنے والا تھا
می دویدے درپئے صید اُو چو تیر
وہ شکار کے پیچھے تیر کی طرح دوڑتا تھا

صید میکردے و پاسم داشتے
وہ شکار کرتا اور میری حفاظت کرتا تھا
دُزد را نزدیکِ من نگذاشتے
چور کو میرے پاس نہ آنے دیتا تھا

قانع و آزاد تُند و خصم راں
صابر اور آزاد، تیز مزاج اور دشمن کو بھگانے والا تھا
نیک خو و باوفا و مہرباں
نیک طبیعت اور باوفا اور مہربان تھا

گفت[2] رنجش چیست زخمے خوردہ است
اُس نے کہا اُس کو کیا مرض ہوا ہے، زخم لگا ہے؟
گفت جوع الکلب زارش کردہ است
اُس نے کہا، ''جوع الکلب'' نے اُس کو بدحال کر دیا ہے

گفت صبرے کُن بریں رنج و حرض
اُس نے کہا اس رنج و غم پر صبر کر
صابراں را فضلِ حق بخشد عوض
اللہ کی مہربانی صبر کرنے والوں کو عوض عطا کرتی ہے

بعد ازاں گفتش کہ اے سالارِ حُر
اس کے بعد اُس نے کہا اے آزاد سردار!
چیست اندر پشتِ ایں انبانِ پُر
کمر پر یہ بھرا ہوا تھیلا کیسا ہے؟

گفت نان و زاد ولوتِ دوشِ من
اُس نے کہا کل کی روٹی اور توشہ اور عمدہ کھانا ہے
می کشم از بہرِ قُوتِ ایں بدن
اس جسم کی خوراک کے لیے اٹھائے ہوئے ہوں

گفت چوں ندہی بداں سگ نان و زاد
اُس نے کہا اس کتے کو روٹی اور توشہ کیوں نہیں دیتا ہے؟
گفت تا ایں حد ندارم مہر و داد
بولا اس حد تک مجھ میں محبت اور بخشش نہیں ہے

دست[3] ناید بے درم در راہ ناں
راستہ میں روٹی بغیر پیسہ کے نہیں ملتی ہے
لیک ہست آبِ دو دیدہ رائیگاں
لیکن دونوں آنکھوں کے آنسو مفت کے ہیں

گفت خاکت برسر اے پُر باد مشک
اس نے کہا اے ہوا سے بھری ہوئی مشک! تیرے سر پر خاک ہو
کہ لب ناں پیشِ تو بہتر زاشک
کہ روٹی کا ٹکڑا تیرے نزدیک آنسو سے بہتر ہے

اشک خون است و بغم آبے شدہ
آنسو خون ہے، جو غم سے پانی بن گیا ہے
می نیرزد خوں بخاک اے بیہدہ
اے بیہودہ! خون، خاک کی قیمت کا نہیں ہے

کُلِ خود را خوار کرد اُوچوں بلیس
اُس نے اپنے آپ کو شیطان کی طرح ذلیل کر دیا
پارۂ ایں کل نباشد جز خسیس
اس کل کا جزو ذلیل کے علاوہ کیا ہو گا؟

---

[1] روز۔ یعنی دن میں میرے لیے شکار کر کے لاتا تھا رات کو میری حفاظت کرتا تھا۔ پاس۔ حفاظت۔ قانع۔ یعنی تھوڑی خوراک پر گذارا کر لیتا تھا۔ جوع الکلب۔ کتے کی بھوک۔

[2] گفت۔ اُس شخص نے بدو سے کہا کہ کتے کے مرنے پر صبر کر اللہ صابروں کو اچھا بدلہ دے دیتا ہے۔ حُر۔ آزاد۔ انبان۔ تھیلا۔ لوت۔ عمدہ غذا۔

[3] دست ناید۔ یعنی روٹی قیمت سے ملے گی آنسو مفت کے ہیں ان کو کتے کے لیے خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اشک۔ رنج میں خون آنسو بن جاتا ہے۔ بخاک۔ یعنی روٹی جو زمین کی پیداوار سے بنی ہے۔ کُل خود۔ اُس بدو نے اپنے کو ذلیل کیا لہٰذا اُس کے آنسو بھی اسی جیسے ذلیل ہیں۔

مَن غلامِ آنکہ[1] نفروشد وجود — جُز بداں سُلطانِ باافضال و جُود
میں اُس کا غلام ہوں جو وجود کو نہ فروخت کرے — (کسی کو) مہربانیوں اور سخاوت کے شاہ کے سوا

چوں بگرید آسماں گریاں شود — چوں بنالد چرخ یا رب خواں شود
جب وہ رَو پڑے تو آسمان رونے لگے — جب وہ فریاد کرے تو آسمان فریادی بن جائے

مَن غلامِ آں مِسِ ہمت پرست — کہ بغیرِ کیمیا نارد شکست
میں اُس صاحبِ ہمت تانبے کا غلام ہوں — جو علاوہ کیمیا کے (کسی کے سامنے) عاجزی نہ دکھائے

دست اشکستہ برآور در دُعا — سُوئے اشکستہ پرّد فضلِ خدا
دعا میں عاجز ہاتھ اُٹھا — اللہ (تعالیٰ) کا فضل عاجز کی جانب اُڑ کر آتا ہے

گر[2] رہائی بایدت زیں چاہِ تنگ — اے برادر رَو بر آذر بے درنگ
اگر تجھے اس تنگ کنویں سے رہائی درکار ہے — اے بھائی! بلاتاخیر آگ پر چل پڑ

مکرِ حق رابین و مکرِ خود بہل — اے زمکرش مکرِ مکّاراں خجل
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر پر نظر رکھ، اپنی تدبیر چھوڑ دے — اُس کی تدبیر سے مکاروں کا مکر شرمندہ ہے

چونکہ مکرت شد فنائے مکرِ رب — برکشائی یک کمینے بوالعجب
جبکہ تیری تدبیر اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر میں فنا ہو گئی — تو ایک عجیب گھات (کی راہ) کشادہ کر لے گا

کہ کمینہ ایں کمیں باشد بقا — تا ابد اندر عروج و ارتقا
کہ اُس گھات کا ادنیٰ (درجہ) بقا ہوتا ہے — ہمیشہ عروج اور ترقی میں

از برائے ایں کمیں سعیے بکُن — تابری بُوئے ز علمِ مِن لَّدُن
اس گھات کے لیے کوشش کر — تاکہ تجھے علمِ لدنّی کی خوشبو حاصل ہو جائے

گرتو[3] احوالِ عروجِ خویش را — نیک دانی نیک باشد مرترا
اگر تو اپنے عروج کے احوال کو — اچھی طرح سمجھ لے تو تیرے لیے اچھا ہو گا

دربیان آنکہ ہیچ چشمِ بد آدمی راچناں مہلک نیست کہ چشمِ پسندِ خویشتن مگر کہ چشمِ اومبدل شدہ باشد بنورِ حق کہ

اس کا بیان کہ آدمی کے لیے کوئی نظرِ بد ایسی مہلک نہیں ہے جیسے کہ خود پسندی کی نظر۔ ہاں اگر اُس کی آنکھ اللہ کے نور سے تبدیل ہو گئی ہو، کیونکہ (فرمایا گیا ہے)

بیْ یَسْمَعُ وَبیْ یُبْصِرُ واز خویشتنِ اُو بیخویش شُدہ باشد

وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے اور وہ خود سے بیخود ہو گیا ہو۔

---

[1] آنکہ۔ یعنی مرشدِ کامل۔ مَن غلام۔ میں اُس مرشدِ کامل کا غلام ہوں جو ایسا باہمت کیمیا پرست ہے کہ وہ عاجزی کیمیا (یعنی ذاتِ باری تعالیٰ) کے سامنے ہی کرتا ہے۔ دستِ اشکستہ۔ عجز و شکستگی کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو فضلِ خدا دوڑ کر آتا ہے۔

[2] گر رہائی۔ سابق مضمون کی طرف رجوع فرما کر کہتے ہیں کہ مجاہدات کی آتش کی طرف چل پڑ تب دنیا سے نجات ملے گی۔ خجل۔ شرمندہ۔ چونکہ۔ جب انسان اپنی تدبیر کو خدائی تدبیر میں فنا کر دیتا ہے تو عجیب راہیں کھل جاتی ہیں۔ کہ کمینہ۔ اُن راہوں کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کو ابدی عروج اور بقا حاصل ہو جاتا ہے اور اُس عروج کے بعد اُس کو علمِ لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔

[3] گرتو۔ انسان جب اُس مقام کو خوب سمجھ لیتا ہے تو اُس کے حصول کے لیے پوری کوشش کرتا ہے اور مغرور نہیں بنتا ہے۔ دربیان۔ انسان کی خود بینی انسان کے لیے سب سے زیادہ مہلک ہے ہاں اگر وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گیا ہے تو پھر اُس کی خود بینی اپنی خود بینی نہیں رہتی ہے۔

پرِ طاوست[1] مبیں و پائے بیں — تا کہ سوءُ العین نکشاید کمیں
اپنے طاؤسی پر کو نہ دیکھ پاؤں کو دیکھ — تا کہ نظرِ بد گھات نہ کھولے

کہ بلغزد کوہ از چشمِ بداں — یُزلِقُونَکَ از نُبے برخواں عیاں
کیونکہ بد نظروں سے پہاڑ ہل جاتا ہے — "وہ تجھے پھسلا دیں گے" قرآن میں صاف پڑھ لے

احمدِ چوں کوہ لغزید از نظر — درمیانِ راہ بے گِل بے مطر
پہاڑ جیسے احمدؐ نظر سے پھسل گئے — ایسے راستہ میں جو بغیر کیچڑ اور بارش کے تھا

درعجب درماند کایں لغزش زچیست — من نہ پندارم کہ ایں حالت تہیست
وہ تعجب میں رہ گئے کہ یہ پھسلن کس چیز سے تھی — میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ (کسی خاص) حال سے خالی ہے

تابیامد[2] آیت و آگاہ کرد — کاں زچشمِ بد رسیدت وزنبرد
یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی اور خبردار کر دیا — کہ وہ نظرِ بد اور خصومت سے ہوئی

گر بُدے غیرِ تو دردم لاشدے — صیدِ چشم و سُخرہَ افنا شدے
اگر تیرے سوا کوئی ہوتا فوراً ہلاک ہو جاتا — نظر کا شکار اور فنا کے تابع ہو جاتا

معنیِ چشمِ بد آخر بازداں — اِنْ یَّکَادُ از چشمِ بدنیکو بخواں
بالآخر نظرِ بد کے معنی سمجھ لے — نظرِ بد کے سلسلہ میں اِن یکاد پڑھ لے

لیک آمد عصمتے دامن کشاں — ویں کہ لغزیدی بُد از بہرِ نشاں
لیکن دامن کھینچتی ہوئی حفاظت آ پہنچی — یہ جو آپ پھسلے، پہچان کے لیے تھا

عبرتے[3] گیر اندراں کہ کُن نگاہ — برگِ خود عرضہ مکن اے کم زکاہ
عبرت حاصل کر لے اِس پہاڑ کو دیکھ — اے تنکے سے کم! اپنی شان نہ دکھا

تفسیر آیت وَاِن یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا
اور قریب ہیں کافر کہ تمھیں اپنی نظروں سے پھسلا دیں جبکہ انھوں نے
سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۘ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ
ذکر سنا اور کہتے ہیں بے شک وہ مجنون ہے اور نہیں ہے وہ مگر جہانوں کا ذکر۔ آیت کی تفسیر

یا رسول اللہ دراں وادی کساں — میزنند از چشمِ بدبر کرگساں
اے اللہ کے رسولؐ! اس وادی میں ایسے لوگ ہیں — جو گدھوں پر نظرِ بد لگا دیتے ہیں

از نظرِ شاں کلّۂ شیرِ عریں — واشگافد تا کند آں شیر انیں
اُن کی نظر سے جھاڑی کے شیر کی کھوپڑی — پھٹ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ شیر روتا ہے

---

[1] پرِ طاوست۔ انسان کو اپنے عیوب پر نظر رکھنی چاہیے ورنہ اُس کی نیکیوں کو نظرِ بد لگ جائے گی۔ کہ بلغزد۔ نظرِ بد کی بہت بری اور بڑی تاثیر ہے۔ یزلقونک۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَاِنْ یُّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ۔ اور قریب ہے کہ وہ تمھیں اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں۔ بے گِل۔ راستہ میں کیچڑ بھی نہ بارش۔ درعجب۔ اس حالت میں پھسلنے سے آنحضورؐ کو تعجب ہوا۔

[2] تابیا۔ آنحضورؐ کو پھسلنے کی وجہ وحیِ خداوندی سے معلوم ہوئی۔ گر بُدے۔ آنحضورؐ سے کہا گیا کہ یہ نظرِ بد اس قدر سخت تھی کہ تم تو صرف پھسلے اگر کوئی اور ہوتا تو ہلاک ہی ہو جاتا۔ معنیِ چشمِ بد۔ اس آیت کو پڑھ کر نظرِ بد کی حقیقت سمجھ لو۔ آنحضورؐ چونکہ معصوم تھے لہٰذا ان پر اس کا اثر محض اس کی تاثیر دکھانے کے لیے ہوا تھا۔

[3] عبرتے۔ آنحضورؐ کے اس واقعہ سے عبرت حاصل کر لو جبکہ آنحضورؐ جیسے کوہ پر اس کا یہ اثر ہوا تو اپنی گھاس جیسی حیثیت پر اس کی تاثیر کو سمجھ لو۔ یا رسول۔ لوگوں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ اس وادی کے لوگ بلند پرواز گدھ کو بھی اپنی بدنظر سے متاثر کر دیتے ہیں۔ از نظر۔ ان کی نگاہوں میں یہ اثر ہے کہ شیر کی کھوپڑی شق ہو جاتی ہے اور وہ بھی رو پڑتا ہے۔

برشترے[1] چشم افگند ہمچوں حمام — وانگہاں بفرستد اندر پے غلام
اونٹ پر موت جیسی نظر ڈالتا ہے — اور بعد میں غلام کو بھیج دیتا ہے

کہ برو از پیہ ایں اُشتر بخر — بیند اُشتر راسقط اُوراہ دَر
(کہتا ہے) کہ جا اُس اونٹ کی چربی خرید لا — وہ راستہ میں اونٹ کو مُردہ دیکھتا ہے

سربُریدہ از مرض آں اُشترے — کوبتگ با اسپ میکردے مرے
مرض کی وجہ سے اُس اونٹ کی گردن کٹی ہوئی ہے — جو دوڑ میں گھوڑے کا مقابلہ کرتا تھا

کز حسد وزچشمِ بدبے ہیچ شک — سیر و گردش را بگرداند فلک
بے شبہ حسد اور نظرِ بد سے — آسمان رفتار اور گردش کو اُلٹا کر دیتا ہے

آب پنہان ست و دولاب آشکار — لیک در گردش بُود آب اصلِ کار
پانی پوشیدہ ہے اور رہٹ ظاہر ہے — لیکن گردش میں پانی کام کی جڑ ہے

چشمِ[2] نیکو شد دوائے چشمِ بد — چشمِ بد رالا کُند زیرِ لکد
نظرِ بد کی دوا اچھی نظر ہے — جو نظرِ بد کو پاؤں کے نیچے معدوم کر دیتی ہے

سبق رحمت راست وایں از رحمت است — چشمِ بد محصُولِ قہر و لعنت است
رحمت کو سبقت حاصل ہے اور یہ خدا کی رحمت ہے — نظرِ بد، قہر اور لعنت کا نتیجہ ہے

رحمتش برقمتش غالب شود — چیرہ زاں شُد ہر نبی برخصمِ خود
اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب آ جاتی ہے — اسی لیے ہر نبی اپنے مخالف پر غالب ہو گیا

کونتیجہ[3] رحمت ست و ضدِ اُو — از نتیجہ قہر بود آں زشت رُو
کیونکہ وہ رحمت کا نتیجہ ہے اور اُس کی ضد — بد صورت قہر کا نتیجہ ہے

حرصِ بط یکتاست و ایں پنجاہ تاست — حرصِ شہوت مارو منصب اژدہا ست
بطخ کی حرص اکہری اور یہ پچاس گُنا ہے — شہوت کی حرص سانپ ہے، اور جاہ (کی حرص) اژدہا ہے

حرصِ بط از شہوتِ حلق ست و فرج — در ریاست بیست چندانست درج
بطخ کی حرص حلق اور شرم گاہ کی شہوت کی وجہ سے ہے — (حُبّ) جاہ میں اس کا بیس گنا دخل ہے

از الوہیت زند در جاہ لاف — طامعِ شرکت کجا باشد معاف
خدائی کی وجہ سے مرتبہ کی ڈینگیں مارتا ہے — شرک کا لالچی کہاں معاف ہوتا ہے؟

زَلّتِ آدمؑ زاشکم بُود و باہ — وآنِ ابلیس از تکبُّر بُود و جاہ
(حضرت) آدمؑ کی لغزش پیٹ اور باہ کی وجہ سے تھی — اور شیطان کی آن تکبر اور جاہ کی وجہ سے تھی

---

[1] برشترے۔ اگر کسی اونٹ کا گوشت اُن کو پسند آ جاتا ہے تو اُس پر اپنی نگاہ ڈال کر فوراً غلام کو اُس کا گوشت خریدنے کے لیے روانہ کر دیتے ہیں۔ کز حسد۔ حسد اور نظرِ بد کے اثر سے آسمان کی گردش اُلٹی ہو جاتی ہے۔ آب پنہاں۔ چشمِ بد کی تاثیر اگرچہ بظاہر چشمِ بد سے متعلق ہے لیکن اصلی سبب تقدیرِ الٰہی ہے جو مخفی ہے جس طرح دولاب بظاہر متحرک نظر آتا ہے لیکن حرکت کا اصل سبب پانی ہے۔

[2] چشمِ نیکو۔ چشمِ بد کی اُس تاثیر کو عارف کی نظر فنا کر دیتی ہے۔ سبق رحمت۔ نظرِ بد کی تاثیر قہرِ الٰہی ہے اور نیک نظر کی تاثیر رحمتِ الٰہی ہے اور رحمت قہر پر غالب ہے۔

[3] کو نتیجہ۔ نبی رحمت ہے اور کافر قہر کا مظہر ہے۔ حرصِ بط۔ حُبِّ جاہ کی بیماری شہوتِ بطن سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ از الوہیت۔ حُبِّ جاہ میں الوہیت میں شرک کا دعویٰ ہے اور شرک ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ زلّت۔ حضرت آدمؑ کی لغزش شہوتِ بطن و باہ کی وجہ سے تھی شیطان کی معصیت حُبِّ جاہ کی وجہ سے تھی۔

لاجرم[1] اُو زود استغفار کرد
لامحالہ انھوں نے جلد توبہ کر لی
حرصِ حلق و فرج ہم خود بد رگیست
حلق اور شرم گاہ کی حرص بھی بدذاتی ہے
بیخ و شاخِ ایں ریاست را اگر
جاہ کی جڑ اور شاخ کو اگر
اسپ سرکش را عرب شیطانش خواند
عرب نے سرکش گھوڑے کو شیطان کہا ہے
شیطنت[2] گردن کشی بُد در لُغت
شیطنت لغت میں سرکشی ہے
صد خورندہ گنجد اندر گردِ خواں
ایک خوان کے گرد سو کھانے والے سما جاتے ہیں
آں نخواہد کیں بُود بر پشتِ خاک
وہ نہیں چاہتا کہ یہ رُوئے زمین پر رہے
آں[3] شنیدستی کہ المُلکُ عقیم
تو نے یہ سنا ہے کہ سلطنت بانجھ ہے
کہ عقیم است وُ را فرزند نیست
کیونکہ وہ بانجھ ہے اور اس کے اولاد نہیں ہے
ہرچہ یابد اُو بسوزد بر دَرد
وہ جس کو پاتی ہے جلا دیتی ہے، پھاڑ دیتی ہے
ہیچ شو وارہ تواز دندانِ اُو
ناچیز بن جا اُس کے دانتوں سے نجات پا جا
چونکہ گشتی ہیچ، از سنداں مترس
جب تو ناچیز بن گیا اہرن سے نہ ڈر

وآں لعیں از توبہ اِستکبار کرد
اور اس ملعون نے توبہ سے تکبر کیا
لیک منصب نیست آں اشکستگی ست
لیکن وہ جاہ نہیں ہے وہ تواضع ہے
بازگویم دفترے باید دگر
میں بیان کروں (تو) ایک دوسرا دفتر چاہیے
نے ستورے را کہ در مرعیٰ بماند
نہ کہ اُس گھوڑے کو جو چراگاہ میں رہا
مستحقِ لعنت آمد ایں صفت
یہ صفت لعنت کی مستحق ہے
دو ریاست جُو نگنجد در جہاں
دو سلطنت کے طالب دنیا میں نہیں سماتے ہیں
تا مَلِک بکشد پدر را ز اشتراک
شرکت (کے ڈر) سے بادشاہ باپ کو قتل کر دیتا ہے
قطعِ خویشی کرد مُلکت جُو ز بیم
سلطنت کے طلبگار نے، خوف سے اپنائیت کو ختم کر دیا ہے
ہمچو آتش باکسش پیوند نیست
آگ کی طرح، اُس کا کسی سے رشتہ نہیں ہے
چوں نیابد ہیچ خود را میخورد
جب کسی کو نہیں پاتی ہے خود کو کھا لیتی ہے
رحم کم جُو از دلِ سندانِ اُو
اُس کے اہرن (جیسے) دل سے رحم نہ تلاش کر
ہر صباح از فقرِ مطلق گیر درس
ہر صبح کو فقرِ مطلق سے سبق حاصل کر لے

لاجرم۔ حضرت آدمؑ کی غلطی کا اثر زائل ہو گیا۔ شیطان معصیت میں مبتلا رہا۔ حرصِ حلق۔ کھانے اور شرم گاہ کی شہوت میں عموماً انکساری سے کام لینا پڑتا ہے۔ بیخ۔ حبِ جاہ کی مذمت کے لیے دفتر درکار ہے۔ اسپِ سرکش۔ سرکش گھوڑے میں تکبر اور بلندی جاہ ہے اُس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ گدھے خچر میں شہوتِ بطن ہے اُس کو شیطان نہیں کہا جاتا۔

شیطنت۔ لغت میں شیطنت سرکشی اور تکبر کو کہا جاتا ہے اسی لیے یہ صفت لعنت کی مستحق ہے۔ صد۔ کھانے والے ایک دسترخوان پر دس جمع ہو جاتے ہیں لیکن دو بادشاہ دنیا میں بھی جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ آں نخواہد۔ ہر بادشاہ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ تنہا ساری دنیا پر سلطنت کرے۔

آں شنیدستی۔ بادشاہت کو بانجھ کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ شرکت کے ڈر سے سب رشتے کاٹ دیتا ہے۔ ہمچو آتش۔ بادشاہوں کے تکبر اور حبِ جاہ کی مثال آگ کی سی ہے۔ ہرچہ۔ آگ ہر چیز کو جلا کر فنا کر دیتی ہے۔ اور کچھ نہ ملے تو خود اپنے آپ کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔ ہیچ۔ اپنے آپ کو ہیچ بنا کر حبِ جاہ کے مرض سے نجات حاصل کر لو۔ چونکہ گشتی۔ سخت چیز کو اہرن سے کوٹا جاتا ہے نرم چیز محفوظ رہتی ہے۔

ہست[1] الوہیت ردائے ذُوالجلال ہرکہ در پوشید براُو گردد وَبال

الوہیت اللہ (تعالیٰ) کی چادر ہے جو اوڑھتا ہے وہ اُس کے لیے وبال بن جاتی ہے

تاج ازآنِ اُوست وآنِ ماکمر وائے اُوکز حدِ خود دارد گذر

تاج اُس کی ملکیت ہے اور ہماری ملکیت پٹی ہے اُس کے لیے تباہی ہے جو اپنی حد سے بڑھے

فتنۂ تُست ایں پرِ طاؤسیت کاشتراکت باید و قدُّوسیت

تیرا یہ طاؤسی پر تیرے لیے فتنہ ہے کیونکہ تجھے شرکت اور قدوسیت درکار ہے

قصۂ آں حکیمے کہ طاؤس رادید کہ پرِ زیبائے خود را برمی کند

اس دانا کا قصہ جس نے مور کو دیکھا کہ وہ اپنے حسین پروں کو چونچ سے

بمنقارو می انداخت و تنِ خود را کل[2] وزشت میکرد از تعجب

اُکھاڑ رہا ہے اور پھینک رہا ہے اور اپنے بدن کو گنجا اور بدنما بنا رہا ہے۔ اس نے تعجب

طاؤس را پرسید کہ دریغت نمی آید، گفت می آید، اماپیشِ ما

سے مور سے دریافت کیا کہ تجھے افسوس نہیں ہو رہا ہے۔ اُس نے کہا ہو رہا ہے لیکن مجھے

جان از پر عزیز تراست وایں پر عدوِ جانِ من ست ازیں جہت بری کنم

جان پروں سے زیادہ پیاری ہے اور یہ پر میری جان کے دشمن ہیں اس وجہ سے میں اکھاڑ رہا ہوں۔

پرّ خود می کند طاؤسے بدشت یک حکیمے رفتہ بُود آنجا بگشت

ایک مور جنگل میں اپنے پر اُکھاڑ رہا تھا ٹہلتا ہوا ایک عقلمند وہاں پہنچ گیا

گفت طاؤسا چنیں پرِسَنی بیدریغ از بیخ چوں بر میکنی

اُس نے کہا او مورا! ایسے بڑھیا پر تو بلا تامل، جڑ سے کیوں اُکھاڑ رہا ہے؟

خود دلت چوں میدہد تا ایں حُلل برکنی و اندازیش اندر وَحَل

خود تیرا دل کیسے (اجازت) دیتا ہے؟ کہ یہ لباس تو اُکھاڑتا ہے اور اُس کو کیچڑ میں پھینک دیتا ہے

ہر پرت[3] را از عزیزی و پسند حافظاں در طیِّ مصحف می نہند

گرانقدری اور پسند کی وجہ سے تیرے ہر پر کو حفاظ قرآن کے موڑ میں رکھتے ہیں

بہرِ تحریکِ ہوائے سُودمند از پر تو باد بیزن می کنند

مفید ہوا کو چلانے کے لیے تیرے پروں کا پنکھا بناتے ہیں

---

[1] ہست۔ کبریائی اور الوہیت۔ اللہ تعالیٰ کی چادر ہے جو اُس کو اوڑھے گا اُس کے لیے وہ وبال بنے گی۔ تاج۔ تاج خدا کی ملکیت ہے ہمارے لیے خدمت گذاری کی پٹی ہے۔ فتنہ۔ کبر و غرور جو پر طاؤس ہے۔ یہ خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔

[2] کل۔ گنجا۔ دریغ۔ افسوس۔ دشت۔ جنگل۔ گشت۔ سیر و سیاحت۔ سَنی۔ بیش قیمت۔ حُلل۔ لباس کا جوڑا۔ وَحَل۔ کیچڑ۔

[3] ہر پرت۔ اُس نے مور سے کہا تیرے پر تو ایسے پیارے ہیں کہ ہر شخص اُن کو قرآن میں رکھتا ہے۔ بہرِ تحریک۔ ہوا جھلنے کے لیے تیرے پروں سے پنکھے بنائے جاتے ہیں۔

اینچہ[1] ناشکری وچہ بیباکی ست — تو نمی دانی کی نقاشش کیست
یہ کیا ناشکری اور لاپروائی ہے — تو نہیں جانتا کہ اُس کا نقاش کون ہے؟

یا ہمیدانی و نازے میکنی — قاصداً قطعِ طرازی میکنی
یا تو جانتا ہے اور ناز دکھا رہا ہے — جان بوجھ کر نقش و نگار کو قطع کر رہا ہے

اے بسا نازا کہ گردد آں گناہ — افگنذ مربندہ را از چشم شاہ
بہت سے ناز ہیں جو گناہ بن جاتے ہیں — غلام کو بادشاہ کی نظر سے گرا دیتے ہیں

ناز[2] کردن خوشتر آید از شکر — لیک کم خایش کہ دارد صد خطر
ناز کرنا قند سے زیادہ بھلا لگتا ہے — لیکن اُس کو نہ چبا کیونکہ سینکڑوں خطرے رکھتا ہے

ایمن آباد ست آں راہِ نیاز — ترکِ نازش گیرو با آں رہ بساز
عاجزی کا راستہ، اطمینان کی جگہ ہے — ناز کرنا چھوڑ دے اور اُس راہ سے مانوس ہو جا

اے بسانازآوری زد پرّ و بال — آخرالامر آں براں کس شد وبال
بہت سی ناز آوریوں نے پر و بال نکالے — بالآخر وہ اس شخص پر وبال بنیں

خوبیِ ناز ار دمے بفرازدت — بیم و ترسِ مُضمرش بگدازدت
ناز کی خوبی، اگر فوراً تجھے اونچا کر دیتی ہے — اُس کا چھپا ہوا خوف اور ڈر تجھے پگھلاتا ہے

ویں نیاز ارچہ کہ لاغر میکند — صدر راچوں بدرِ انور میکند
یہ نیاز اگرچہ تجھے دُبلا کرتا ہے — سینہ کو روشن چاند کی طرح بنا دیتا ہے

چوں ز مردہ زندہ بیروں میکشد — ہر کہ مُردہ گشت او دارد رشد
چونکہ وہ (اللہ تعالیٰ) مُردے سے زندہ پیدا کرتا ہے — جو مردہ بن گیا وہ ہدایت یافتہ ہے

چوں[3] ز زندہ مُردہ بیروں میکند — نفسِ زندہ سُوئے مرگے می تند
جبکہ وہ زندہ سے مُردہ پیدا کرتا ہے — زندہ نفس موت کی جانب چلا جاتا ہے

مُردہ شوتا مُخرِجُ الحیُّ الصّمدُ — زندۂ زیں مُردہ بیروں آورد
مُردہ بن جا تاکہ (اللہ) زندہ کو پیدا کرنے والا، بے نیاز — زندہ کو، اُس مردے سے پیدا کر دے

دے شوی بینی تو اخراجِ بہار — لیل گردی بینی ایلاجِ نہار
تو خزاں بن جا، تو بہار کا پیدا کرنا دیکھے گا — رات بن جا، تو دن کا داخل کرنا دیکھے گا

---

[1] اینچہ۔ مور سے کہا تیرا پَر اُکھاڑنا تیری بے باکی ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ تیرے پروں پر نقاشی کس ذات نے کی ہے۔ یا ہمی دانی۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ قدرت نے یہ نقاشی کی ہے تو پھر جان بوجھ کر ایسی کاریگری کو برباد کر رہا ہے اور ناز و انداز دکھا رہا ہے۔ اے بسا۔ اس طرح کا ناز بربادی کا سبب ہوتا ہے اور یہ ناز بے جا غلام کو شاہ کی نظروں سے گرا دیتا ہے۔

[2] ناز کردن۔ انسانوں کو ناز کرنا پسند آتا ہے لیکن اُس میں خطرات بہت ہیں۔ بے خطر راستہ نیاز مندی کا ہے لہٰذا انسان کو یہی راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ اے بسا۔ ناز و انداز جب بڑھتا ہے تو وبال جان بن جاتا ہے۔ خوبی۔ ناز و انداز کی خوبی اگر کچھ بڑھاتی ہے تو اُس میں چھپا ہوا خوف انسان کو پگھلاتا ہے۔ ویں نیاز۔ نیاز مندی اگرچہ لاغر کرتی ہے لیکن قلب کو روشن چاند بنا دیتی ہے۔ چوں۔ حضرت حق کی صفت ہے کہ وہ مردے سے زندہ پیدا کر دیتا ہے تو جو مردہ بنے گا اُس کو وہ زندگی عطا کر دے گا۔

[3] چوں ز زندہ۔ چونکہ وہ زندہ سے مردہ بھی پیدا کرتا ہے لہٰذا اگر تو نفس کو نہ مارے گا تو وہ مردہ ہو جائے گا۔ مردہ شو۔ تو فانی بن جا پھر وہ تجھے حیاتِ ابدی عنایت کر دے گا۔ دے شوی۔ تو اپنے اوپر خزاں طاری کرے گا تو بہار کا لطف دیکھے گا، رات بنے گا تو دن کا پیدا ہونا دیکھ لے گا۔

بَرمَکَن[1] آں پَر کہ نہ پذیرد رَفُو — رُوئیِ مخراش از عزا اے خوبرُو
پروں کو نہ اُکھاڑ کیونکہ ان پر رفو نہ ہو سکے گا — اے حسین! ماتم میں چہرے کو نہ چھیل
آنچناں رُوئیِ کہ چوں شمسِ ضحیٰ ست — آنچناں رُخ راخراشیدن خطاست
وہ چہرے جو چاشت کے سورج کی طرح ہے — ایسے چہرے کو چھیلنا غلطی ہے
زخمِ ناخن برچناں رُخ کافریست — کہ رُخِ مہ در فراقِ اُو گریست
ایسے چہرے پر ناخن کا زخم کافری ہے — جس کے فراق میں چاند کا چہرہ رویا ہے
یا نمی بینی توروئیِ خویش را — ترک کُن خوئے لجاج اندیش را
یا تو اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہے — جھگڑا کرنے والی عادت کو چھوڑ دے

در بیان آنکہ صفا و سادگیِ نفسِ مُطمئنہ از فکر تہا مشوّش میشود چنانچہ

اس کا بیان کہ افکار سے نفسِ مطمئنہ کی صفائی اور سادگی پریشان ہو جاتی ہے جیسا کہ تو

برُروئیِ آئینہ چیزے نویسی اگرچہ پاک کُنی داغے و نقصانے بماند

آئینہ پر کوئی چیز لکھے اگرچہ تو دھو ڈالے، داغ اور نقصان باقی رہ جاتا ہے

رُوئیِ[2] نفسِ مطمئنہ دَر جسد — زخمِ ناخنہائے فکرت می کشد
جسم میں نفسِ مطمئنہ کا چہرہ — فکر کے ناخنوں سے زخمی ہو جاتا ہے
فکرتِ بد ناخنِ پُرزہر داں — میخراشد دَر تعمّق رُوئیِ جاں
بُرے خیال کو زہریلا ناخن سمجھ — غور کرنے کی (صورت) میں وہ جان کا چہرہ زخمی کر دیتا ہے
تاکشاید عقدۂ اشکال را — در حدث کردہ ست زرّیں بال را
جب تک کہ وہ کسی اشکال کی گرہ کھولتا ہے — اُس نے سنہرے بالوں کو ناپاک کر لیا ہے
عُقدہ رابکشادہ گیر اے مُنتہی — عُقدۂ سخت ست برکیسہ تہی
اے انتہا کو پہنچنے والے! فرض کر لے گرہ کھل گئی — (یہ تیری) خالی تھیلی پر سخت گرہ ہے
درکشادِ[3] عُقدہا گشتی تو پیر — عُقدۂ چندے دگر بکشادہ گیر
تو گرہوں کو کھولنے میں بوڑھا ہو گیا — فرض کر لے تو نے اور چند گرہیں کھول لیں
عُقدۂ کاں برگلوئے ماست سخت — کہ بدانی کہ خسی یا نیک بخت
وہ پھندا جو ہمارے گلے میں ہے، سخت ہے — کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو بدبخت ہے، یا نیک بخت

---

1. برمکن۔ بظاہر یہ حکیم کا مقصود ہے جو اُس نے طاؤس سے کہا۔ عزا۔ ماتم۔ آنچناں۔ حسین چہرے کو بگاڑنا بہت بڑی غلطی ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ در بیان۔ افکار کی وجہ سے نفسِ مطمئنہ کی صفائی میں خلل پڑتا ہے جیسا کہ آئینہ پر اگر کچھ لکھو پھر خواہ اُس کو صاف بھی کر دو لامحالہ اُس پر نشان باقی رہ جاتا ہے۔
2. روئی نفس۔ نفس مطمئنہ کا چہرہ فکروں کے ناخن سے زخمی ہو جاتا ہے خصوصاً بُرے افکار تو زہریلے ناخن ہیں جو روح تک کے چہرے کو بدنما بنا دیتے ہیں۔ تاکشاید۔ جب انسان افکار کی کسی گرہ کو کھولتا ہے تو روح کے زرّیں پر ناپاک ہو جاتے ہیں جس سے اُس کی پرواز میں کمی آ جاتی ہے۔ عقدہ۔ ان دنیاوی افکار کی عقدہ کشائی ایسی ہے جیسے کسی خالی تھیلی کے منہ کی سخت گرہ کو کوئی شخص کھولے جو لا حاصل ہو۔
3. درکشاد۔ چند گرہوں کے کھولنے میں تو بوڑھا ہو گیا، فرض کر لے کہ چند گرہیں تو نے اور کھول لیں لیکن حاصل کیا ہوا۔ عقدہ کاں۔ تیرے شقی یا سعید ہونے کی گرہ جو تیرے گلے میں لگی ہوئی ہے اگر تو اس کو کھول لے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

گر بدانی کہ شقیٔ یا سعید
اگر تو یہ جان لے کہ تو نیک بخت ہے یا بدبخت
آں بُود بہتر ز فکرِ ہر عنید
ہر سرکش کے فکر سے بہتر ہے

حلِّ[1] ایں اِشکال کُن گر آدمی
اگر تو آدمی ہے اس اشکال کو حل کر لے
خرج کن ایں دم اگر صاحب دمی
اگر تجھ میں دم ہے تو اس دم کو خرچ کر

حدِ اعیان و عرض دانستہ گیر
فرض کر لے ایمان اور عرض کی تعریف معلوم ہو گئی
حدِ خود راداں کہ نبُود زیں گزیر
اپنی حقیقت جان لے کہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے

چوں بدانی حدِ خود زیں حد گریز
جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہو گئی اس تعریف سے گریز کر
تابہ بیحد در رسی اے خاک بیز
اے خاک چھاننے والے! تاکہ تو اس ذات تک پہنچ جائے جسکی حقیقت نامعلوم ہے

عمر[2] در محمول و در موضوع رفت
محمول اور موضوع (کی تعریف) میں عمر گذر گئی
بے بصیرت عمر در مسمُوع رفت
سُنی سنائی باتوں میں بلا بصیرت کے عمر ختم ہو گئی

ہر دلیلے بے نتیجہ و بے اثر
جو دلیل بے نتیجہ اور بے اثر ہو
باطل آمد در نتیجہ خود نگر
باطل ہے، تو خود نتیجہ پر غور کر لے

جز بمصنوعے ندیدی صانعی
تو نے مصنوع کے علاوہ صانع کو نہ دیکھا
برقیاسِ اِقترانی قانعی
تو اِقترانی قیاس پر صابر ہو گیا

میفزاید در وسائط فلسفی
فلسفی واسطوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے
از دلائل باز برعکسش صفی
دلائل سے، پھر برگزیدہ شخص اُس کے برعکس ہے

ایں گریزد از دلیل و از حجیب
یہ دلیل اور پردے سے گریز کرتا ہے
ازپئے مدلول سر بردہ بجیب
مدلول کے لیے، گریبان میں منہ ڈالے ہوئے

گر دُخاں[3] اُورا دلیلِ آتشست
اگر اُس کے لیے دُھواں آگ کی دلیل ہے
بے دُخاں ما را دراں آتش خوش ست
اس معاملہ میں بغیر دھویں کے ہمارے لیے آگ بھلی ہے

خاصہ ایں آتش کہ از قُرب و وِلا
خصوصاً یہ آگ کہ قرب اور دوستی کی وجہ سے
از دُخاں نزدیک تر آمد بما
ہم سے دھویں سے زیادہ قریب آ گئی ہے

پس سیہ کاری بُود رفتن زخواں
دستر خوان سے چل دینا، بدکاری ہے
بہرِ تخئیلات جاں سوی دخاں
دھویں کی جانب، جان کے خیالات کی خاطر

---

[1] حل۔ اگر تو آدمی ہے تو اس اشکال کو حل کر۔ حدِ اعیان۔ فلاسفہ عرض اور جوہر کی تعریف کرنے میں لگے رہتے ہیں اور خود اپنی حقیقت و ماہیت سے بے خبر رہتے ہیں۔ چوں بدانی۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ ''جس نے اپنے آپ کو جان لیا اُس نے خدا کو جان لیا''۔ نفس کی حقیقت کا علم خدا کی معرفت تک پہنچاتا ہے۔

[2] عمر۔ حکماء کی عمر موضوع و محمول کی تعریفوں میں گذر جاتی ہے اور کوئی فائدہ ہاتھ نہیں آتا۔ ہر دلیلے۔ جس دلیل کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو وہ بیکار ہے تو اپنے انجام پر غور کر لے۔ جز۔ تو نے مشاہدہ نہیں کیا ہے محض مخلوق کے ذریعہ خالق کو سمجھا ہے۔ قیاسِ اقترانی۔ مثلاً عالم مصنوع ہے اور ہر مصنوع کا کوئی صانع ہے۔ می فزاید۔ فلسفی، غیبی امور کو سمجھنے کے لیے وسائط میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور برگزیدہ شخص اس کے برعکس مشاہدہ کرتا ہے وہ دلائل سے ہٹ کر مراقبہ میں مشاہدہ کرتا ہے۔

[3] گر دخاں۔ فلسفی اثر سے مؤثر کو سمجھتا ہے یعنی دھویں کے ذریعہ آگ تک پہنچتا ہے۔ خاصہ۔ عارفوں کے لیے قرب اور عشق کی آگ دھویں سے نزدیک تر ہے۔ پس۔ مشاہدہ سے ہٹ کر دلائل سے اُس ذات تک پہنچنا سیاہ کاری اور غلطی ہے۔

در بیان[1] قولِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ لَا رُھْبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کے بیان میں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

برمکن پر را و دل برکن ازو — زانکہ شرطِ ایں جہاد آمد عدو
پروں کو نہ اُکھاڑ، ان سے دل ہٹا لے — کیونکہ اس جہاد کے لیے دشمن ضروری ہے

چوں عدو نبود جہاد آمد محال — شہوت ار نبود نباشد امتثال
جب دشمن نہیں ہے تو جہاد ناممکن ہے — اگر شہوت نہ ہو، تو حکم ماننا نہ ہوا

صبر[2] نبود چوں نباشد میلِ تو — خصم چوں نبود چہ حاجت خیلِ تو
جب تیرا میلان نہیں ہے تو صبر نہ ہو گا — جب دشمن ہی نہیں ہے، تیرے لشکر کی کیا ضرورت ہے؟

ہیں مکُن خود را خصی رہباں مشو — زانکہ عفت ہست شہوت را گرو
خبردار! اپنے آپ کو خصی نہ کر راہب نہ بن — کیونکہ عفت شہوت سے وابستہ ہے

بے ہوا نہی از ہوا ممکن نبود — غازیی برمُردگاں نتواں نمود
بغیر نفسانی خواہش کے اُس سے روکنا ممکن نہیں ہے — اپنا مجاہد ہونا مُردوں پر نہیں دکھایا جا سکتا

اَنْفِقُوْا گفتست پس کسبے بکُن — زانکہ نبود خرج بے دخلِ کُہن
''خرچ کرو'' فرمایا ہے تو تو کمائی کر — کیونکہ پہلی آمدنی کے بغیر خرچ نہیں ہو سکتا ہے

گرچہ آورد اَنْفِقُوْا را مطلق او — تو بخواں کہ اِکْسِبُوْا ثُمَّ اَنْفِقُوْا
اگرچہ اُس نے صرف ''خرچ کرو'' فرمایا ہے — تو پڑھ کماؤ پھر خرچ کرو

ہمچناں[3] چوں شاہ فرمود اِصْبِرُوْا — رغبتے باید کزاں تابی تو رُو
اسی طرح جب شاہ نے حکم دیا کہ ''تم صبر کرو'' — تو رغبت درکار ہے تاکہ تو اُس سے منہ موڑ لے

پس کُلُوْا از بہرِ دامِ شہوتست — بعد ازاں لَا تُسْرِفُوْا آں عفت ست
تو ''تم کھاؤ'' شہوت کے جال کے لیے ہے — اس کے بعد ''تم فضول خرچی نہ کرو'' پاکدامنی کے لیے ہے

چونکہ محمولٌ بہٖ نبود لَدَیہ — نیست ممکن بود محمولٌ علیہ
جبکہ خبر نہیں ہے، اُس کے پاس — مبتدا کا ہونا ناممکن ہے

چونکہ رنجِ صبر نبود مر ترا — شرط نبود پس فرونآید جزا
جبکہ تجھے صبر کی تکلیف حاصل نہیں ہے — تو شرط نہ پائی گئی، لہٰذا جزا موجود نہ ہو گی

---

1. دربیان۔ معصیت کے اسباب اور قدرت کے ہوتے ہوئے اُس سے بچنا کمال ہے نہ کہ معصیت کی طاقت کو ختم کر کے معصیت سے بچنا۔ اسی لیے آنحضورؐ نے فرمایا اسلام میں رہبانیت نہیں ہے، راہب معصیت کے اسباب اور اس کی قدرت کو فنا کر ڈالتے تھے۔ برمکن۔ سور کو نصیحت ہے کہ پر نہ اُکھاڑ یعنی شہوت اور حبّ جاہ کے اسباب اور ذرائع کو ختم نہ کر کیونکہ یہ دشمن ہیں اور دشمن کے نہ ہوتے ہوئے جہاد کی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ شہوت۔ اگر انسان میں شہوت کا مادّہ ہی نہیں ہے تو زنا نہ کرنے کے حکم کی نافرمانبرداری کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

2. صبر نبود۔ اگر انسان میں کسی چیز کی جانب میلان نہیں ہے تو اُس سے صبر کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ دشمن نہ ہو تو لشکر کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مشو۔ راہب اپنے خصیے نکلوا دیتے تھے تاکہ زنا نہ کر سکیں۔ غازیی۔ مرے ہوؤں کے ساتھ جہاد کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ اَنْفِقُوْا۔ خرچ کرو اس حکم کی تعمیل جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ انسان کمائے۔ گرچہ۔ اگرچہ قرآن میں صرف ''خرچ کرو'' آیا ہے لیکن اس کا مطلب یہی ہے کہ کماؤ اور خرچ کرو۔

3. ہمچناں۔ اسی طرح ''صبر کرو'' کے حکم کی تعمیل جب ہی ہے کہ رغبت موجود ہو۔ کُلُوْا۔ تم کھاؤ کا حکم شہوت کا جال ہے اور لَاتُسْرِفُوْا فضول خرچی نہ کرو عفت ہے، اب اگر کُلُوْا ممکن نہ ہو تو لَاتُسْرِفُوْا کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ چونکہ۔ جب خبر کا وجود ہی نہ ہو تو مبتدا کا اس سے اتصال اور تعلق ناممکن ہے۔ رنج۔ صبر کرنے میں اگر کوئی کلفت ہی نہیں ہے تو اس کی جزا حاصل نہیں ہو سکتی ہے اذا فات الشرط فات المشروط جب شرط نہ موجود ہو تو مشروط مفقود ہوتا ہے۔

حبذا[1] آں شرط و شاداں آں جزا ۔۔۔ آں جزائے دلنوازِ جانفزا

وہ شرط اور جزا کیا ہی خوب ہے ۔۔۔ وہ دل نواز، جانفزا جزا

در بیان آنکہ ثوابِ عملِ عاشق از حق ہم حقست و بس جَلَّ جَلالہٗ

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عاشق کے عمل کا ثواب صرف اللہ جل جلالہ ہے

عاشقاں را شادمانی و غم اوست ۔۔۔ دستِ مزدور اُجرتِ خدمت ہم اوست

عاشقوں کی خوشی اور غم وہی ہے ۔۔۔ مزدوری اور خدمت کی اُجرت وہی ہے

غیرِ معشوق ار تماشائی بود ۔۔۔ عشق نبُود ہرزہ سودائی بود

وہ اگر معشوق کے غیر کا تماشائی ہے ۔۔۔ عشق نہیں ہے، وہ بیہودہ اور، دیوانہ ہے

عشق[2] آں شعلہ است کوچوں بر فروخت ۔۔۔ ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق وہ شعلہ ہے جب وہ روشن ہو گیا ۔۔۔ جو کچھ معشوق کے علاوہ ہے، سب جل گیا

تیغِ لا در قتلِ غیرِ حق براند ۔۔۔ در نگر زاں پس کہ بعدِ لا چہ ماند

اُس نے "لا" کی تلوار اللہ کے سوا پر چلا دی ۔۔۔ غور کر لے "لا" کے بعد کیا رہ گیا؟

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت ۔۔۔ شادباش اے عشق شرکت سوز زفت

"الا اللہ" رہ گیا باقی سب فنا ہو گیا ۔۔۔ اے عشق شرکت کو جلانیوالے زبردست! تو خوش رہے

خود ہم اُو بود اوّلین و آخریں ۔۔۔ شرک جُز از دیدۂ اَحول مبیں

صرف وہی اولین اور آخری ہو گا ۔۔۔ تو بھینگی آنکھ کے سوائے شرک کو نہ دیکھ

اے[3] عجب حُسنے بُود جز عکسِ آں ۔۔۔ نیست تن را جُنبشے از غیرِ جاں

تعجب ہے، کوئی حسن اُس کے عکس کے سوا ہو ۔۔۔ جان کے غیر سے، جسم میں حرکت نہیں ہوتی ہے

آں تنے راکہ بُود در جاں خلل ۔۔۔ خوش نباشد گر بگیری در عسل

جس جسم کی رُوح میں نقصان ہو ۔۔۔ وہ اچھا نہ ہو گا، خواہ تو اُس کو شہد میں ڈال دے

ایں کسے داند کہ روزے زندہ بُود ۔۔۔ از کفِ ایں جانِ جاں جامے ربُود

یہ وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو کسی دن زندہ رہا ہو ۔۔۔ اس جانِ جاناں کے ہاتھ سے اُس نے جام حاصل کیا ہو

وانکہ چشمِ اُوندیدست آں رُخاں ۔۔۔ پیشِ اُو جانست ایں تفِ دخاں

جس کی آنکھ نے وہ رخسار نہیں دیکھے ۔۔۔ اُس کے نزدیک یہ دھوئیں کی سوزش، جان ہے

---

[1] حبذا۔ صبر کی تکلیف ہوتو اُس کا بدلہ بھی ہوگا تو دونوں قابلِ مبارکباد ہیں۔ در بیان۔ چونکہ پہلے مضمون میں جزا کا بیان تھا اب بتاتے ہیں کہ خدا کے عاشق کا بدلہ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ عاشق کے عمل کا بدلہ ذاتِ خداوندی ہے۔ عاشقاں۔ عاشقوں کا رنج اور خوشی، مزدوری اور اُس کی اُجرت صرف ذاتِ خدا ہے۔ غیرِ معشوق۔ اگر وہ معشوق کی ذات کے علاوہ کسی چیز کا طالب ہے تو پھر اُس کا عشق عشق نہیں ہے بلکہ وہ دیوانہ ہے۔

[2] عشق۔ جب عشقِ الٰہی نمودار ہوتا ہے تو ماسوی اللہ اُس کی آگ سے جل جاتا ہے۔ تیغِ لا۔ کلمہ میں لا الہ کہنے کے معنی یہی ہیں کہ اُس نے غیر کی نفی کر دی ہے۔ الا اللہ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اُس کے لیے سب کچھ صرف ذاتِ خداوندی ہے، عشق غیر کو بالکل جلا ڈالتا ہے۔ خود۔ صحیح آنکھ ایک دکھاتی ہے بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔

[3] اے عجب۔ جہاں کہیں بھی حسن کی جھلک ہے وہ اُسی خدا کا پرتو ہے، جسم میں روح کی وجہ سے حرکت ہوتی ہے۔ آں تنے۔ جو نظر نا بد ہیں اُن کی اصلاح ناممکن ہے۔ ایں کسے۔ ہر چیز کے حُسن کو عکسِ خداوندی وہی سمجھے گا جس کی روحِ انسانی زندہ ہوگی۔ وانکہ۔ جو روحِ انسانی سے ناواقف ہوگا وہ روحِ حیوانی کو ہی سب کچھ سمجھے گا۔

چوں ندید او عمر[1] عبدالعزیزؒ — پیشِ او عادل بُود حجاج نیز
جس نے (حضرت) عمر (بن) عبدالعزیزؒ کو نہ دیکھا ہو — اُس کے نزدیک حجاج ابن یوسف بھی عادل ہو گا

چوں ندید او مارِ موسیٰؑ را ثبات — در حِبالِ السحر پندارد حیات
جب اُس نے (حضرت) موسیٰؑ کے سانپ کا ٹکاؤ نہیں دیکھا — وہ جادو کی رسیوں میں زندگی سمجھے گا

مُرغ[2] کو نا خوردہ است آبِ زُلال — اندر آبِ شور دارد پرّ و بال
جس پرندے نے نیر پانی نہ پیا ہو — وہ کھاری پانی میں اپنے بال و پر (تر) رکھتا ہے

جز بضد ضد را ہمی نتواں شناخت — چوں نہ بیند زخم نشناسد نواخت
ضد کو ضد کے سوا کسی ذریعہ سے شناخت نہیں کیا جا سکتا — جب ظلم کو نہیں دیکھا ہے نوازش کو نہیں پہچان سکتا

لاجَرم دنیا مقدّم آمدہ است — تابدانی قدرِ اقلیمِ الست
لامحالہ دنیا پہلے آئی ہے — تاکہ تو الست کے جہان کی قدر جان لے

چوں از اینجا وارہی آنجا روی — در شکرخانہ ابد شاکر شوی
جب تو اس جگہ سے نجات پا جائے گا وہاں چلا جائے گا — تو ہمیشگی کے شکر خانہ میں شگر گذار ہو گا

گوئی آنجا خاک را می بیختم — زیں جہانِ پاک می بگریختم
تو کہے گا وہاں میں نے خاک چھانی — میں اس پاک عالم سے بھاگتا تھا

گشتہ بُودم قانع از گنجے بمار — شادماں بودم ز گلزارے بخار
میں نے خزانہ کے بدلے سانپ پر بس کی — میں چمن کے بجائے کانٹوں پر خوش تھا

اے دریغا[3] پیش ازیں بودے اجل — تا غذایم کم بُدے اندر وَحَل
ہائے افسوس! اس سے پہلے موت آ جاتی — تاکہ میری خوراک کیچڑ کی نہ ہوتی

دَربیانِ حدیث مَامَاتَ مَنْ یَّمُوتُ اَلَّا وَ تَمَنّٰی اَنْ یَّمُوْتَ قَبلَ مَامَاتَ
(اس) حدیث کا بیان کہ ہر مرنے والا یہ ضرور تمنا کرے گا کہ وہ پہلے مر جاتا

ان کَانَ بِرًا لِیَکُونَ اِلٰی وُصُولِ البرّاَ عجَل وَان کَانَ فَاجِرًا لِیَقِلَّ فُجُورُہ
اگر وہ نیک ہے تو اس لیے کہ جلد بھلائی تک پہنچ جاتا اور اگر بد ہے تو اس لیے کہ اُس کی بدکاری کم ہوتی

زیں بفرمودست آں آگہ رسولؐ — کہ ہر آنکہ مُرد و کرد از تن نزول
اسی لیے باخبر رسولؐ نے فرمایا ہے — کہ جو شخص مرا اور جسم سے جدا ہوا

---

1. عمرؔ۔ ابن عبدالعزیزؒ اموی خلیفہ تھے جن کا خلفاءِ راشدین میں شمار ہے، یعنی روحِ انسانی۔ حجاجؔ۔ ابن یوسف ثقفی، عبدالملک ابن مروان عراق کا گورنر تھا جس کا ظلم وستم مشہور ہے جس نے بہتر ہزار بے قصور انسانوں کو قتل کرایا۔ یعنی روحِ حیوانی۔ چوںؔ۔ اگر کسی نے اصل کو نہ دیکھا ہوگا تو وہ نقل سے دھوکا کھا جائے گا۔

2. مرغؔ۔ جو شخص حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے وہ مجاز کو حقیقت سمجھ لیتا ہے۔ جوؔ۔ مشہور مقولہ ہے تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا 'چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں'۔ لاجرمؔ۔ دنیا کو بھگت کر آخرت کی قدر معلوم ہوگی۔ اقلیم الستؔ۔ عالمِ آخرت۔ چوںؔ۔ انسان جب دنیا کی زندگی ختم کر کے عالمِ آخرت میں پہنچے گا تو بہت شکر گذار ہوگا۔ گوئیؔ۔ پھر کہے گا کہ دنیا آخرت کا مقابلہ میں خاک اور مٹی تھی دنیا خارستان تھا اور آخرت گلستان ہے۔

3. اے دریغا۔ دنیا میں جس قدر وقت گذارا اُس پر افسوس کرے گا۔ دربیان۔ مرنے کے بعد ہر نیک و بد جلد مر جانے کی خواہش کا اظہار کرے گا اگر نیک ہوگا تو کہے گا کاش میں جلد اس بھلائی تک پہنچ جاتا اگر بد ہے تو کہے گا کہ کاش پہلے مر جاتا تو برائیاں کم کرتا۔

نبُوَد اُو را حسرتِ نقلان و موت — لیک باشد حسرتِ تقصیر و فوت
اُس کو منتقل ہونے اور مرنے پر افسوس نہ ہو گا — لیکن کوتاہی اور فوت ہونے کی حسرت ہو گی

ہر کہ[1] میرد خود تمنا باشدش — کہ بُدے زیں پیش نقلِ مقصدش
جو شخص مرتا ہے خود اُس کو تمنا ہوتی ہے — کہ اُس کا مقصود کی طرف منتقل ہو جانا اس سے پہلے ہو جاتا

گر بُدے بد تا بدی کمتر بُدے — ور تقی تا خانہ زُو تر آمدے
اگر وہ بد تھا تو اس لیے کہ بدی کم ہوتی — اور متقی تھا تو گھر جلدی آ جاتا

گوید آں بد بیخبر می بودہ ام — دمبدم من پردہ می افزودہ ام
وہ بد کہے گا، میں بے خبر تھا — میں نے ہر وقت حجاب بڑھایا

گر ازیں زُوتر مرا معبر بُدے — ایں حجاب و پردہ ام کمتر بُدے
اگر اس سے پہلے ہی میرے لیے راستہ ہوتا — میرا یہ حجاب اور پردہ بہت کم ہوتا

ازحریصی[2] کم دراں رُوئے قنوع — وز تکبّر کم دراں چہرہ خشوع
حرص کی وجہ سے قناعت کے چہرے کو زخمی نہ بنا — اور تکبّر سے عاجزی کے چہرے کو زخمی نہ کر

ہمچنیں از بخل کم در رُوئے جُود — وزبلیسی چہرۂ خوبِ سجود
اسی طرح بخل کے ذریعہ سخاوت کا چہرہ زخمی نہ کر — اور شیطنت سے سجدہ کے حسین چہرے کو

برمکن آں پرّ خُلد آرائے را — برمکن آں پرّ رہ پیمائے را
جنت کو آراستہ کرنے والے پر نہ اُکھاڑ — راستہ طے کرنے والے پر نہ اُکھاڑ

چوں شنید[3] ایں پندو روئے بنگریست — بعدازاں در نوحہ آمد می گریست
جب اُس نے یہ نصیحت سُنی، اور (ناصح کا) چہرہ دیکھا — اُس کے بعد نوحہ شروع کر دیا، رو پڑا

نوحہ و گریہ دراز و دردمند — ہر کہ آنجا بُود در گریہ اش فگند
نوحہ اور گریہ دراز اور دردمند تھا — وہاں جو بھی تھا اُس کو رُلا دیا

وآنکہ میپُرسید پَر کندن ز چیست — بیجوابے شُد پشیماں می گریست
اور جس نے پوچھا تھا کہ پر کیوں نوچتا ہے؟ — بغیر جواب (سُنے) شرمندہ ہو گیا، رونے لگا

کز فضولی من چرا پُرسیدمش — اوزغم پُر بود شورانیدمش
کہ بیہودہ پن سے میں نے اُس سے کیوں پوچھا؟ — وہ غم سے بھرا ہوا تھا میں نے اس کو جوش دلا دیا

می چکید از چشمِ تر برخاکِ آب — اندراں ہر قطرہ مُدرَج صد جواب
تر آنکھوں سے زمین پر آنسو ٹپک رہے ہیں — ہر قطرے میں سینکڑوں جواب درج تھے

---

1. ہرکہ۔ موت کے بعد ہر مُردے کی خواہش ہوگی کہ کاش وہ پہلے مرجاتا اگر نیک ہے تو اس لیے یہ خواہش ہوگی کہ اب سے پہلے ہی جنت میں پہنچ جاتا اگر بد ہے تو اس لیے کہ یہ سوچے گا اگر جلد مرجاتا تو بُرائیاں کم کرتا۔ دمبدم۔ بُرا انسان کہے گا کہ میں جس قدر زندہ رہا اُسی قدر گمراہی کے پردے زیادہ بڑھتے گئے۔ گر۔ اگر اس سے پہلے مرجاتا تو یہ پردے کم ہوتے۔
2. ازحریصی۔ یہ بھی حکیم کا مقولہ ہے جو اُس نے پَر نوچنے پر مور سے کہا۔ قنوع۔ قناعت۔ خشوع۔ عاجزی۔ درا۔ دریدن بمعنی پھاڑنا سے بنا ہے۔ ہمچنیں۔ مور کی تمثیل کے سلسلہ میں مولانا نے انسان کی اُن صفات کا ذکر کیا ہے جو قدرت نے اُس میں ودیعت کر رکھی ہیں اور انسان اپنی بداعمالی سے اُن کو برباد کرتا ہے۔
3. شنید۔ اُس مور نے سنا۔ رُوی۔ یعنی ناصح کا چہرہ۔ نوحہ۔ اس کے رونے نے دوسروں کو رُلا دیا۔ وآنکہ۔ وہ ناصح حکیم بھی رو پڑا۔ کز فضولی۔ اس سوال پر کہ پر کیوں اُکھاڑتا ہے وہ سوال کرنے والا شرمندہ ہو گیا۔ ہر قطرہ۔ آنسو کے ہر قطرے میں اس سوال کا جواب تھا۔ مُدرَج۔ داخل۔

می چکید از چشمِ اُو گریہ بخاک — خاک گِل می شد ز اشکِ سہمناک

اُس کی آنکھ سے مٹی پر آنسو ٹپک رہے تھے — خوفناک آنسوؤں سے مٹی کیچڑ بن گئی

گریۂ[1] با صدق بر جانہا زند — تا کہ چرخ و عرش را گریاں کند

سچائی کے ساتھ رونا، روحوں کو متاثر کرتا ہے — حتیٰ کہ آسمان اور عرش کو رُلا دیتا ہے

گریۂ بے صدق بے سوزش بُود — دیوِ دوں بر گریہ اش خنداں شود

بناوٹی رونا بغیر سوزش کا ہوتا ہے — کمینہ شیطان، اُس کے رونے پر ہنستا ہے

گریۂ بے صدق باشد بیفروغ — آں ندارد چربیِ مانندِ دوغ

بناوٹی رونا بے فروغ ہوتا ہے — اُس میں چھاچھ کی طرح مکھن نہیں ہوتا ہے

عقل و دلہا بے گمانے عرشیند — در حجاب از نورِ عرشی میزیند

عقل اور دل بلاشبہ عرشی ہیں — درپردہ عرشی نور کے ذریعہ جیتے ہیں

در بیان آنکہ عقل و روح در آب و گِلِ جسد محبوس اند ہمچوں ہاروت و ماروت در چاہِ بابل

اس کا بیان کہ عقل اور رُوح جسم کی مٹی، پانی میں اسطرح قیدی ہیں جسطرح کہ ہاروت اور ماروت، بابل کے کنویں میں

ہمچو[2] ہاروت و چو ماروت آں دو پاک — بستہ اند ایں جا بچاہِ سہمناک

وہ دونوں پاک، ہاروت اور ماروت کی طرح — اس جگہ، خوفناک کنویں میں بند ہیں

عالمِ سفلی و شہوانی درند — اندریں چہ گشتہ اند از جرم بند

وہ عالمِ سفلی اور شہوانی میں ہیں — جُرم کی وجہ سے اس کنویں میں بند ہو گئے ہیں

سحر و ضدِ سحر را بے اختیار — زیں دو آموزند نیکان و شرار

جادو اور اس کا توڑ بغیر اختیار کے — نیک اور بد ان دونوں سے سیکھتے ہیں

لیکن اوّل پند بدہندش کہ ہیں — سحر را از ما میاموز و مچیں

لیکن وہ شروع میں نصیحت کر دیتے ہیں کہ خبردار! — جادو ہم سے نہ سیکھ، نہ حاصل کر

ما بیاموزیم[3] ایں سحر اے فلاں — از برائے ابتلا و امتحاں

اے فلاں! ہم یہ جادو سکھاتے ہیں — ابتلا اور آزمائش کے لیے

کامتحاں را شرط باشد اختیار — اختیارے نبوَدت بے اقتدار

آزمائش کے لیے اختیار شرط ہے — بغیر قدرت کے تیرے لیے اختیار نہ ہو گا

میلہا ہمچوں سگانِ خفتہ اند — اندر ایشاں خیر و شر بنہفتہ اند

خواہشات، سوتے ہوئے کتوں کی طرح ہیں — ان کے اندر خیر اور شر پوشیدہ ہیں

---

[1] گریہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو سچائی کا رونا ہے اُس کی تاثیر محض دنیا تک نہیں بلکہ عرش تک پہنچتی ہے۔ گریۂ بے صدق۔ بناوٹی رونے پر شیطان مذاق اُڑاتا ہے۔ عقل و دلہائے۔ القلب عرش الرحمٰن "دل خدا کا عرش ہے" تو چونکہ سچے رونے سے عرش متاثر ہوتا ہے لہٰذا عقل و دل جو عرشی ہیں وہ بھی متاثر ہوتے ہیں۔

[2] ہمچو۔ جس طرح ہاروت و ماروت کا تعلق عالمِ بالا سے تھا لیکن چاہِ بابل میں قیدی ہیں اس طرح عقل اور روح بھی عالمِ بالا کی چیز ہوتے ہوئے انسانی بدن کے کنویں میں قیدی ہیں۔ عالمِ سفلی۔ ان دونوں نے چونکہ عالمِ سفلی اور شہوانی سے تعلق پیدا کیا لہٰذا جسم کے کنویں میں بند کر دیے گئے ہیں۔ سحر و ضدِ سحر۔ اب نیک لوگ اُن سے اچھی تعلیمات حاصل کرتے ہیں اور بُرے لوگ بُری تعلیمات حاصل کرتے ہیں۔ بے اختیار۔ یعنی شوق سے مجبور ہو کر۔

[3] ما بیاموزیم۔ عقل و روح سمجھاتی ہے کہ ہمارے سحر سکھانے میں ایک امتحان اور آزمائش ہے کہ سیکھنے والا اس کو غلط استعمال کرتا ہے یا صحیح۔ امتحان۔ اس جادو کا سیکھنا نہ سیکھنا سیکھنے والا کا اختیاری فعل ہے اس لیے اُس کو دونوں باتوں پر قدرت ہے۔ میلہا۔ انسان کے اندر کی خواہشیں سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہیں اور انسان کے دل میں خیر و شر دونوں موجود ہیں۔

چونکہ[1] قدرت نیست خفتند ایں رده
چونکہ (تجھ میں) قدرت نہیں ہے یہ گروہ سویا ہوا ہے

تا کہ مُردارے در آید درمیاں
یہاں تک کہ کوئی مُردار بیچ میں آ جاتا ہے

چوں دراں کوچہ خرے مُردار شد
جب اُس گلی میں کوئی گدھا مر جاتا ہے

حرصہائے رفتہ اندر کتمِ غیب
غیب کے پردے میں گئی ہوئی حرصیں

مُو بموئے[2] ہر سگے دنداں شُدہ
ہر کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن گیا

نیم زیرش حیلہ و بالا غضب
اُس کا آدھا نچلا حصہ حیلہ اور اُوپر کا غصہ ہے

شعلہ شعلہ میرسد از لامکاں
لا مکان سے شعلے ہی شعلے آ جاتے ہیں

صد چنیں سگ اندریں تن خفتہ اند
ایسے سینکڑوں کتے اس جسم میں سوئے ہوئے ہیں

یا چو بازانند دیدہ دوختہ
یا آنکھیں سلے ہوئے بازوں کی طرح ہیں

تاکُلہ برداری و بیند شکار
یہانتک کہ تو ٹوپ ہٹا دے اور وہ شکار دیکھ لے

شہوتِ[3] رنجور ساکن می بُوَد
بیمار کی خواہش جب تک سکون میں ہوتی ہے

چوں بہ بیند نان و سیب و خربزہ
جب وہ روٹی اور سیب اور خربوزہ دیکھتا ہے

ہمچو ہیزم پارہا و تن زدہ
لکڑی کے ٹکڑوں کی طرح اور چُپ ہے

نفخِ صورِ حرص کوبد بر سگاں
حرص کے صور کی آواز کتوں کو جھنجوڑ دیتی ہے

صد سگِ خفتہ بداں بیدار شد
اُس سے سینکڑوں سوئے ہوئے کتے جاگ جاتے ہیں

تاختن آورد سر برزد ز جیب
حملہ آور ہو گئیں، گریبان سے سر نکالا

وز برائے حیلہ دُم جُنباں شُدہ
اور تدبیر کے لیے دُم ہلانے لگا

چوں ضعیف آتش کہ اُو یابد حطب
جس طرح کمزور آگ جو ایندھن پا لے

میرود دُود و لہب تا آسماں
دھواں اور لپٹ آسمان تک جاتی ہے

چوں شکارے نیست شاں بنہفتہ اند
چونکہ کوئی شکار نہیں ہے، وہ چھپے ہوئے ہیں

در حجاب از عشقِ صیدے سوختہ
شکار کے عشق میں در پردہ جلے ہوئے ہیں

انگہاں سازد طوافِ کوہسار
اُس وقت پہاڑ کے چکر کاٹتا ہے

خاطرِ اُو سُوئے صحت میرود
اُس کا مزاج صحت کی طرف چلتا ہے

در مَصاف آید مزہ و خوفِ بزہ
مزا اور بد پرہیزی کا خوف جنگ میں مبتلا ہو جاتے ہیں

چونکہ۔ انسان کا یہ سمجھنا کہ اس میں برائی کی حالت نہیں ہے بہت بڑی غلطی ہے چونکہ بُرائی کا موقع حاصل نہیں اسلیے وہ قوت سوئی ہوئی ہے جب موقع ہوگا وہ فوراً بیدار ہو جائے گی۔ چوں دراں۔ انسانی خواہشوں کا حال سوئے ہوئے کتوں کیطرح ہے اُنکے سامنے جب کوئی مُردار آجاتا ہے پھر اُن کا حال دیکھو۔ موبموی۔ اب کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن جاتا ہے اور وہ حیلہ اور غصہ سے پُر ہو جاتا ہے۔ چوں ضعیف۔ آگ کو اگر ایندھن ملے تو کس قدر پُرسکون ہوتی ہے اور ایندھن ملتے ہی کس قدر شعلہ زن بن جاتی ہے۔ صد چنیں۔ انسان کے اندر بُری صفتیں ان کتوں کی طرح سوئی ہوئی ہیں جب موقع ملتا ہے تو وہ پھر اپنی تیزی دکھاتی ہیں۔ یا چو۔ ان بُری صفتوں کی مثال کتوں سے دے لو یا اُس باز سے جس کی آنکھیں سلی ہوئی ہیں لیکن شکار کے عشق میں وہ دل سوختہ ہے۔ تاکلہ۔ شکار کے وقت باز کے سر پر سے ٹوپی ہٹادی جاتی ہے تو پھر وہ شکار کو دیکھ کر پہاڑوں کا چکر کاٹتا ہے۔
شہوت رنجور۔ بیماری کے دوران مختلف غذاؤں کی شہوت و رغبت سکون پذیر ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو وہ شہوت بیدار ہو جاتی ہے۔ چوں بہ بیند۔ جب مریض مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو خواہش بیدار ہو جاتی ہے اور اب وہ کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے کھانے کو جی چاہتا ہے پھر ڈرتا ہے کہ اگر کھاؤں گا تو بد پرہیزی ہوگی۔

گر بود[1] صبار دیدن سودِ اوست	آں تہیج طبع سستش را نکوست
اگر وہ صابر ہے تو دیکھنا اُس کے لیے مفید ہے	وہ برانگیختگی اُس کی سست طبیعت کے لیے بہتر ہے
ورنباشد صبر پس نادیدہ بہ	تیر دور اولیٰ زمردِ بے زرہ
اگر صبر نہ ہو تو نہ دیکھنا بہتر ہے	بغیر زرہ کے آدمی سے تیر کا دور ہونا بہتر ہے
باز گردد کُن حکایت را تمام	تاچہ گفت اندر جوابش والسلام
واپس ہو اور حکایت کو پورا کر دے	کہ اُس (مور) نے اُس کے جواب میں کیا کہا، والسلام
بشنو[2] اکنوں توز طاؤس آں جواب	تابدانی ہر نکوئی را خطاب
اب تو مور سے وہ جواب سُن	تاکہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

جواب دادنِ طاؤس آں حکیم سائل را

مور کا اُس سوال کرنے والے دانا کو جواب دینا

چوں زگریہ فارغ آمد گفت رو	کہ تو رنگ و بُوئے را ہستی گرو
جب وہ (مور) رونے سے فارغ ہوگیا اُس نے کہا	کہ تو رنگ و بُو کا غلام ہے
آں نمی بینی کہ ہر سُو صد بلا	سُوئے من آید پئے ایں بالہا
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہر جانب سے سینکڑوں بلائیں	ان پروں کی وجہ سے میری جانب آتی ہیں
اے بسا صیاد بے رحمت مدام	بہرِ ایں پرہا نہد ہر سوم دام
ہمیشہ بہت سے ناترس شکاری	ان پروں کے لیے میری ہر جانب جال بچھاتے ہیں
چند تیر انداز بہرِ بالہا	تیر سُوئے من کشد اندر ہوا
بہت سے تیر انداز پروں کے لیے	ہوا میں میری جانب تیر چلاتے ہیں
چوں[3] ندارم زورو ضبطِ خویشتن	زیں قضاو زیں بلاو زیں فتن
جبکہ میں طاقت اور اپنا بچاؤ نہیں رکھتا ہوں	اس قضا اور اس بلا اور ان فتنوں سے
آں بہ آید کہ شوم زشت وکریہ	تابوم ایمن دریں کہسار و تیہ
یہ مناسب ہے کہ میں بھدا اور ناپسند بن جاؤں	تاکہ میں اس پہاڑ اور جنگل میں محفوظ ہو جاؤں
برکنم پرہائے خود رایک بہ یک	تا نینداز د بدامم ہر کلک
میں ایک ایک کر کے اپنے پر نوچتا ہوں	تاکہ کوئی منحوس مجھے جال میں نہ پھانسے
نزدِ من جاں بہتر از بال و پر ست	جاں بماند باقی و تن ابتر ست
میرے نزدیک جان، بال اور پر سے بہتر ہے	جان باقی رہے گی اور جسم ناقص ہے

---

1. گر بود۔ اب اگر اُس مریض میں صبر کا مادہ ہے تو ان غذاؤں کا دیکھنا اُس کے لیے مفید ہے تاکہ اُس کی خواہشیں بیدار ہو جائیں اور اگر وہ صابر نہیں ہے تو اُس کے لیے مناسب ہے کہ وہ ان غذاؤں کو ہی نہ دیکھ پائے۔

2. بشنو۔ اب ناصح حکیم کو مور نے جو جواب دیا وہ سنو اُس نے کہا اے ناصح تو محض رنگ و روپ کا عاشق ہے یہ نہیں دیکھتا کہ یہ پر میرے لیے کس قدر مصائب کا سبب ہیں۔ اے بسا۔ شکاری میرا شکار محض ان پروں کی خاطر کرتے ہیں کوئی جال سے پکڑتا ہے کوئی مجھے تیر سے مارتا ہے۔

3. چوں۔ جبکہ مجھ میں ان مصائب کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں بدصورت بن جاؤں۔ کہسار۔ پہاڑ۔ تیہ۔ جنگل۔ کلک۔ منحوس۔ نزدمن۔ پروں کے بچانے سے جان کا بچانا بہتر ہے۔ ابتر۔ ناقص۔

ایں[1] سلاحِ عُجبِ مَن شُداے فتیٰ عُجب آرد مُعجباں را صد بلا

اے نوجوان! یہ میری خود پسندی کا ہتھیار ہے خود پسندی خود پسندوں کو سینکڑوں مصیبتوں میں مبتلا کر دیتی ہے

در بیان آنکہ ہُنر ہا و زیرکیہا و مالِ دنیا ہمچو پرِّ طاؤس عدوِ جان اند

اس کا بیان کہ دنیا کا ہنر اور ذہانتیں اور مال مور کے پروں کی طرح جان کے دشمن ہیں

پس ہنر آمد ہلاکت خام را کز پئے دانہ نہ بیند دام را

ہنر، ناقص کے لیے ہلاکت ہے کیونکہ وہ دانہ کی وجہ سے جال کو نہ دیکھے گا

اختیار[2] آں رانکو باشد کہ اُو مالکِ خود باشد اندر اِتَّقُوْا

اختیار، اُس کے لیے بھلا ہوتا ہے جو "تم تقویٰ اختیار کرو" کے معاملہ میں اپنے آپ پر قابو رکھے

چوں نباشد حفظ و تقویٰ زینہار دور کُن آلت بینداز اختیار

جب نگہداشت اور تقویٰ نہ ہو، خبردار! آلہ کو پھینک دے، اختیار کو چھوڑ دے

جلوہ گاہ و اختیارم ایں پرست برکنم پر راکہ در قصدِ سرست

میری خود نمائی اور اختیار یہ پر ہیں میں پر نوچ رہا ہوں کیونکہ وہ سر کے درپے ہیں

نیست انگارد پرِ خود را صبور تا پرش در نفگند در شر و شور

صابر اپنے (بال و پر) کو نیست سمجھتا ہے حتیٰ کہ اُس کے پر شور و شر میں مبتلا نہیں کرتے ہیں

پس زیانش نیست پرگو برمکَن گر رسد تیرے بہ پیش آرد مجن

تو اُس کو کوئی نقصان نہیں ہے کہہ دو وہ پر نہ نوچے اگر کوئی تیر آئے گا، وہ ڈھال سامنے کر دے گا

لیک[3] برمن پرِّ زیبا دشمنے ست چونکہ از جلوہ گری صبریم نیست

لیکن میرے لیے حسین پر دشمن ہیں چونکہ خودنمائی سے مجھ میں صبر نہیں ہے

گر بُدے صبر و حفاظم راہبر برفزودے زاختیارم کرّ و فر

اگر صبر اور حفاظت میرے راہبر ہوتے تو اختیار سے میری کر و فر بڑھا دیتے

ہمچو طفلم یا چو مست اندر فتن نیست لائق تیغ اندر دست من

میں فتنوں کے سلسلہ میں بچے یا مست کی طرح ہوں میرے ہاتھ میں تلوار (ہونا) مناسب نہیں ہے

گرمرا عقلے بُدے مُنزجر تیغ اندر دستِ من بُودے ظفر

اگر میرے پاس رُک جانے والی عقل ہوتی تو میرے ہاتھ میں تلوار، کامیابی ہوتی

عقل باید نوردہ چوں آفتاب تازند تیغے کہ نبُود جز صواب

عقل، سورج کی طرح نور عطا کرنے والی چاہیے تاکہ ایسی تلوار چلائے جو ٹھیک ہی ہو

---

[1] ایں۔ میرے یہ پر میرے غرور و تکبر کا باعث ہیں اور تکبر سینکڑوں بلاؤں کا سبب بنتا ہے۔ در بیان۔ جس طرح مور کے پر اس کے مصائب کا سبب ہیں اسی طرح دنیا کے ہُنر اور دنیا کی عقل بھی انسان کے لیے وبالِ جان ہے۔

[2] اختیار۔ گناہ کے کر سکنے اور نہ کر سکنے کا اختیار اُس شخص کے لیے مناسب ہے جس میں تقویٰ ہو اور اگر تقویٰ نہیں ہے تو پھر اُس کے لیے اختیار باقی رکھنا مناسب نہیں ہے۔ آلت۔ یعنی وہ اسباب و ذرائع جن سے برائی پر قدرت حاصل ہو سکے۔ جلوہ گاہ۔ مور نے کہا کہ میرے تکبر و غرور کے اسباب میرے پر ہیں لہٰذا میں اُن کو ہی ختم کیے دیتا ہوں چونکہ یہ ہلاکت کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ صبور۔ جو صابر اور متقی ہو وہ ان اسباب کو کالعدم سمجھ سکتا ہے۔ پس۔ صابر اپنے صبر کی ڈھال سے اپنا بچاؤ کر لے گا۔

[3] لیک۔ لیکن میں چونکہ ناچنے اور نمائش سے صابر نہیں ہوں لہٰذا میرے پر میرے دشمن ہیں۔ گر بدے۔ اگر انسان صابر ہو تو برائی پر قدرت ہوتے ہوئے برائی نہ کرنا بہت افضل ہے۔ ہمچو۔ میری مثال بچہ کی سی ہے جس کے ہاتھ میں تلوار دینا مناسب نہیں ہے وہ اس کو غلط استعمال کرے گا۔ عقل باید۔ تلوار عقل مند کے ہاتھ میں دینی چاہیے تاکہ وہ تلوار کا صحیح استعمال کرے۔

چوں[1] ندارم عقلِ تابان و صلاح — پس چرا در چاہ نندازم سلاح

جب کہ میرے پاس روشن عقل اور نیکی نہیں ہے — تو میں ہتھیار کنویں میں کیوں نہ پھینک دوں

در چہ اندازم کنوں تیغ و مجن — کایں سلاحِ خصمِ من خواہد شدن

اب میں تلوار اور ڈھال کنویں میں ڈال رہا ہوں — کیونکہ یہ میرے دشمن کے ہتھیار بن جائیں گے

چوں ندارم زور و یاری و سند — تیغ اُو بستاند و برمن زند

جبکہ میں زور اور مدد اور سہارا نہیں رکھتا ہوں — وہ (دشمن) تلوار چھین لے گا اور مجھ پر چلا دے گا

رغمِ ایں نفسِ وقیحہ خویِ را — کو نپوشد رُو خراشم رُویِ را

اس بدخصلت نفس کی ذلت کے لیے — جو منہ نہیں چھپاتا ہے میں اپنا منہ نوچ رہا ہوں

تاشود کم ایں جمال و ایں کمال — چوں نماند زو کم افتم در وبال

تاکہ یہ حسن اور یہ کمال کم ہو جائے — جب وہ نہ رہے گا تو میں اس کی وجہ سے وبال میں نہ پھنسوں گا

چوں بدیں نیت خراشم بزہ نیست — کہ بزخم ایں رویِ را پوشید نیست

جبکہ میں اس نیت سے نوچ رہا ہوں کوئی گناہ نہیں ہے — کیونکہ نوچنے سے اس چہرے کی پردہ پوشی ہے

گر دلم[2] خویِ ستیری داشتے — رویِ خوبم جز صفا نفراشتے

اگر میرا دل پردہ پوشی کی عادت رکھتا — تو میرا حسین چہرہ صفائی کو ہی ظاہر کرتا

چوں ندیدم زور و فرہنگ و صلاح — خصم دیدم زود بشکستم سلاح

جبکہ میں نے (اپنے اندر) زور اور سمجھ اور نیکی نہ دیکھی — میں نے دشمن کو دیکھا فوراً ہی اپنے ہتھیار توڑ ڈالے

تانگردد تیغِ من اورا کمال — تانہ گردد خنجرم برمن وبال

تاکہ میری تلوار اس کا کمال نہ بنے — تاکہ میرا خنجر مجھ پر وبال نہ بنے

میگریزم تا رگم جنباں بُود — کے فرار از خویشتن آساں بُود

جب تک میری نبض حرکت کرتی رہے گی میں بھاگتا رہوں گا — لیکن اپنے آپ سے بھاگنا کب آسان ہے؟

آنکہ[3] از غیرے بُود او را فرار — چوں ازُو ببرید گیرد اُو قرار

جس شخص کو غیر سے بھاگنا ہو — وہ جب اُس سے جدا ہو گیا تو اس کو سکون ہو گیا

منکہ خصمم ہم منم اندر گریز — تا ابد کارِ من آمد خیز خیز

میں کہ اپنا دشمن خود ہوں، بھاگنے میں — ہمیشہ کے لیے میرا کام ہو گا اُٹھ اُٹھ

نے بہندست ایمن و نے درختن — آنکہ خصمم اوست سایہ خویشتن

اس کو نہ ہندوستان میں امن ہے اور نہ ختن میں — جس کا دشمن خود اُس کا سایہ ہو

---

1. چوں۔ جبکہ مجھ میں عقل نہیں ہے تو مجھے اپنا ہتھیار یعنی پر کنویں میں پھینک دینے چاہییں۔ چوں ندارم۔ اگر انسان میں تلوار سنبھالنے کی طاقت نہیں ہے تو دشمن اس کی تلوار چھین کر اس کا خاتمہ کر دے گا۔ رغم۔ میں اپنے نفس کو ذلیل کرنے کے لیے اپنے پر اکھاڑ رہا ہوں۔ تاشود۔ تاکہ اس جمال اور کمال کے اسباب ہی باقی نہ رہیں۔ چوں۔ جبکہ پر اکھاڑنے میں میری یہ مصلحت ہے تو پر نوچنا گناہ نہیں ہے۔
2. گردلم۔ اگر مجھ میں پردہ پوشی کی طاقت ہوتی تو پھر میں پر نہ اکھاڑتا۔ چوں ندیدم۔ جب مجھ میں گناہ کے اسباب اختیار کر کے گناہ سے بچنے کی طاقت نہیں ہے تو ان اسباب ہی کو ختم کر رہا ہوں۔ تانگردد۔ جب مجھ میں طاقت نہیں ہے تو یہ ہتھیار میرے خلاف استعمال ہو جائے گا۔ میگریزم۔ اب جبکہ اپنا دشمن میں خود ہوں تو جب تک بھی جان میں جان ہے میں بھاگتا رہوں گا لیکن اپنے آپ سے گریز بہت مشکل ہے۔
3. آنکہ۔ دوسرے سے بھاگنے میں قرار ممکن ہے جب وہ دُور ہو جائے تو ٹھہر سکتا ہے۔ منکہ۔ لیکن چونکہ میں خود اپنا دشمن ہوں تو میرا کام ہر وقت دشمن سے بھاگتے رہنا ہے۔ نے بہند۔ نہ میرے لیے ہندوستان میں قرار ممکن ہے نہ ختن میں، کیونکہ میرا دشمن سایہ کی طرح میرے ساتھ ہے۔

درصفتِ[1] آں بیخوداں کہ از شرِ خود و ہُنرِ خود ایمن شدہ اند کہ فانی اند در بقائے حق

اُن بیخودوں کا بیان جو اپنے شر اور ہُنر سے محفوظ ہو گئے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بقا میں فانی ہو گئے

سبحانہٗ ہمچوں ستارگاں کہ فانی اندر بروز در نورِ آفتاب و فانی را خوفِ آفت و خطر نباشد

جس طرح کہ ستارے دن میں سورج کی روشنی میں فانی ہیں اور فانی کے لیے آفت کا خوف اور خطرہ نہیں ہوتا

چوں فناش از فقر پیرایہ شود — اُو محمدؐ وار بے سایہ شود
جبکہ اُس کی فنا، فقر سے آراستہ ہو جائے — وہ محمدؐ کی طرح بغیر سایہ کا ہو جاتا ہے

فقرِ[2] فخری را فنا پیرایہ شد — چوں زبانۂ شمع اُو بے سایہ شد
"فقر میرا فخر ہے" کے لیے فنا زینت بنی — شمع کے شعلے کی طرح وہ بے سایہ ہو گیا

شمع چوں گردد زبانہ پا و سر — سایہ را نبود بگردِ اُو گذر
شمع جبکہ سر سے پاؤں تک شعلہ بن گئی — اُس کے گرد سایہ کا گذر نہ ہو گا

موم از خویش وز سایہ در گریخت — در شعاع از بہرِ اُو کہ شمع ریخت
موم ہستی اور سایہ سے چلا گیا — شعاعوں میں اُس کے لیے جس نے شمع بنائی تھی

گفت[3] از بہرِ فنایت ریختم — گفت من ہم در فنا بگریختم
اُس نے کہا، میں نے تجھے فنا کے لیے بنایا ہے — اُس نے کہا میں بھی فنا میں دوڑ گیا

ایں شعاعِ باقی آمد مفترض — نے شعاعِ شمعِ فانیِ عرض
باقی (باللہ) شعاعِ واقعی ہے — نہ کہ فانی ناپائیدار شمع کی شعاع

شمع چوں درنارشد کلّی فنا — نے اثر بینی ز شمع و نے ضیا
شمع جب آگ میں بالکل فنا ہو گئی — تو نہ شمع کا نشان دیکھے گا نہ روشنی

ہست اندر دفعِ ظلمت آشکار — آتشِ صُورت بموے پائدار
تاریکی کو رفع کرنے میں واضح ہے — کہ یہ آگ موم کی صورت سے پائیدار ہے

برخلافِ مومِ شمعِ جسم کاں — تا شود کم گردد افزوں نورِ جاں
جسم کی شمع کے موم کے برخلاف کیونکہ وہ — جس قدر گھٹے گا، جان کا نور بڑھے گا

ایں شعاعِ باقی و آں فانیست — شمعِ جاں را شُعلۂ ربانیست
یہ شعاع باقی رہنے والی ہے اور وہ فانی ہے — جان کی شمع کا شعلہ خدائی ہے

---

[1] درصفت۔ وہ بیخود اپنے ہنر اور شر سے مطمئن ہیں جنھوں نے اپنا وجود وجودِ حق میں اس طرح فنا کر دیا ہے جس طرح ستارے دن کے وقت سورج کے نور میں فنا ہو جاتے ہیں۔ چوں فناش۔ جب فنا فی الحق حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اسی طرح بے سایہ ہو جاتا ہے جس طرح آنحضورؐ تھے۔

[2] فقرِ فخری۔ چونکہ آنحضورؐ اپنی صفات صفاتِ حق میں فنا کر چکے تھے لہٰذا اپنی صفات کے اعتبار سے آنحضور کو فقر حاصل تھا۔ جو حضورؐ کے لیے باعثِ فخر تھا تو پھر آنحضور کی شمعِ وجود، شعلۂ شمع کی طرح بے سایہ تھی۔ شمع۔ جب شمع مجسم شعلہ بن جائے تو اس کا سایہ نہیں رہتا ہے۔ موم۔ شمع کا موم اور سایہ اُس ذات کی شعاعوں میں گم ہو گیا جس نے شمع بنائی تھی۔

[3] گفت۔ شمع ساز نے شمع سے کہا کہ میں نے تجھے فنا کے لیے بنایا تھا اس نے کہا کہ اسی لیے میں فنا ہو گئی ہوں۔ ایں شعاع۔ یہ خدائی شعاع حقیقی شعاع ہے عارضی اور فانی شعاع حقیقی نہیں ہے۔ شمع چوں۔ شمع جب اپنے آپ کو آگ میں فنا کر دیتی ہے تو اُس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا یہی حال شعاع فانی فی اللہ کا ہے۔ ہست۔ نورِ جان اور نورِ شمع میں یہ فرق ہے شمع کا نور شمع کے وجود سے وابستہ ہے اور نورِ جان اسی قدر بڑھے گا جس قدر اس کی شمع یعنی جسم گھٹے گا۔ ایں شعاع۔ نورِ جان کی شعاع باقی اور نورِ شمع فانی ہے نورِ جان ربانی شعلہ سے منور ہے جو قائم و دائم ہے۔

این[1] زبانہ آتشے چوں نور بُود — سایۂ فانی شدن زو دُور بُود
کیونکہ یہ آگ کا شعلہ نور ہے — فانی ہونے کا سایہ اس سے دور ہے

ابر را سایہ بیفتد بر زمیں — ماہ را سایہ نباشد ہمنشیں
زمین پر ابر کا سایہ پڑتا ہے — سایہ چاند کا ہمنشین نہیں ہوتا ہے

بیخودی بے ابریست اے نیک خواہ — باشی اندر بیخودی چوں قرصِ ماہ
اے نیک خواہ! بیخودی بے ابر کے ہو جانا ہے — تو بے خودی میں چاند کی طرح ہو گا

بازچوں ابرے بیاید راندۂ — رفت نور ازمہ خیالے ماندۂ
پھر جب کوئی چلتا پھرتا ابر آ جاتا ہے — چاند کا نور چلا جاتا ہے (اس کا) ایک خیال رہ جاتا ہے

ازحجاب[2] ابر نورش شد ضعیف — چوں ہلالے گشت آں بدرِ شریف
اس (چاند) کا نور ابر کے پردے کی وجہ سے کمزور ہو گیا — وہ چودھویں کا بزرگ چاند پہلی رات کے چاند کی طرح ہو گیا

مہ خیالے می نماید ز ابر و گرد — ابرِ تن مارا خیال اندیش کرد
ابر اور گرد کی وجہ سے چاند ایک خیال معلوم ہونے لگتا ہے — جسم کے ابر نے ہمیں خیال کرنے والا بنا دیا

لُطفِ مہ بنگر کہ ایں ہم لطفِ اوست — کہ بگفت اُو ابرہا مارا عدُوست
چاند کی مہربانی دیکھ، یہ بھی اُس کی مہربانی ہے — کہ اُس نے کہہ دیا کہ ابر ہمارے دشمن ہیں

مہ فراغت دارد از ابر و غبار — بر فرازِ چرخ دارد مہ مدار
چاند ابر اور غبار سے پاک ہے — چاند کا محور آسمان کی بلندی پر ہے

ابر[3] مارا شد عدو و خصمِ جاں — کہ کُند مہ را زچشمِ ما نہاں
ابر، ہماری جان کا دشمن اور مخالف ہے — کیونکہ وہ چاند کو ہماری نظر سے چھپا دیتا ہے

حُور را ایں پردہ زالے میکند — بدر را کم از ہلالے می کُند
یہ پردہ حُور کو بوڑھی عورت بنا دیتا ہے — چودھویں کے چاند کو پہلی رات کے چاند سے کمتر کر دیتا ہے

ماہ مارا درکنارِ عز نشاند — دشمنِ مارا عدوّے خویش خواند
چاند نے ہمیں عزت کے پہلو میں بٹھا دیا — ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہہ دیا

ابر را تابے اگر ہست ازمہ است — ہر کہ مہ خواند ابر را اُو گمرہ است
ابر میں اگر کوئی روشنی ہے تو وہ چاند کی وجہ سے ہے — جو ابر کو چاند کہے، وہ گمراہ ہے

---

1. ایں زبانہ۔ جس طرح نور ہونے کے وقت آگ کے شعلہ سے فنا کا سایہ دُور ہو جاتا ہے اسی طرح جب جان عین نورِ حق ہو جاتی ہے تو فنا کا سایہ اُس سے دُور ہو جاتا ہے۔ ابر۔ ابر میں چونکہ کثافت ہے اُس کا سایہ ہوتا ہے چاند نورِ خالص ہے اُس کے ساتھ سایہ نہیں ہوتا ہے۔ بیخودی۔ جب جان مقامِ فنا حاصل کر لیتی ہے تو اُس کی کثافت دُور ہو جاتی ہے اور وہ چاند کی طرح ہو جاتی ہے۔ باز۔ اگر روح میں کسی وقت خودی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اُس میں ابر جیسی کثافت پیدا ہو جاتی ہے، نور جاتا رہتا ہے اور اُس نور کا محض ایک خیالی وجود رہ جاتا ہے۔

2. ازحجاب ابر۔ جس طرح چاند کا نور ابر کی وجہ سے کمزور پڑ جاتا ہے اور چودھویں کا چاند پہلی رات کا چاند نظر آنے لگتا ہے، یہی خودی کی صورت میں نورِ جان کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ مہ۔ ابر اور گرد کے حجاب کی وجہ سے چاند کی ایک خیالی صورت رہ جاتی ہے یہی حال جسم کے ابر کی وجہ سے نورِ جان کا ہے۔ لطف۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ تن پروروں کو اس نے اپنا دشمن قرار دیا حالانکہ اُن کے خدا کے دشمن ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں کیونکہ ان کی خدا سے دشمنی متصور نہیں ہو سکتی وہ تو مومنین کے دشمن ہیں۔ مہ۔ چاند پر گرد و غبار کا کوئی اثر نہیں ہے وہ تو دیکھنے والوں کی آڑ ہے۔

3. ابر۔ ابر، دیکھنے والے کا دشمن ہے کیونکہ اس کی نگاہ سے چاند کو چھپا دیتا ہے۔ حور را۔ یہ ابر ہماری نظر میں ایک خوبصورت چیز کو بدنما بناتا ہے اس چاند کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ زال۔ بوڑھی۔ ماہ۔ خدا نے ہمارے دشمن کو اپنا دشمن قرار دے کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔ ابر را۔ تعینات میں جو کچھ رونق ہے وہ وجودِ واحد کی وجہ سے ہو جو تعینات کو اصل سمجھے وہ گمراہ ہے۔

نورِ مہ[1] بر ابر چوں منزل شُدست
چاند کا نور چونکہ ابر پر پڑ گیا ہے
رُوئے تاریکش زمہ مُبدل شُدست
اُس کا تاریک چہرہ چاند کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہے

گرچہ ہمرنگ مہ است و دولتی ست
(ابر) اگرچہ چاند کا ہمرنگ ہے اور صاحبِ دولت ہے
اندر ابر آں نورِ مہ عاریتی ست
(لیکن) ابر میں چاند کا نور عارضی ہے

در قیامت مہر و مہ معزول شُد
قیامت میں چاند اور سورج معزول ہو گئے
چشم دراصلِ ضیا مشغول شُد
آنکھ اصل روشنی میں مشغول ہو گئی

تا بداند مِلک را از مُستعار
تاکہ ملکیت کی چیز کو مانگی ہوئی سے ممتاز کر لے
ویں رُباطِ فانی از دارُ القرار
اور اس فانی سرائے کو ہمیشگی کے گھر سے

دایہ[2] عاریت بُود روزے سہ چار
دایہ تین چار روز کے لیے عارضی ہوتی ہے
مادرا ما را توگیر اندر کنار
اے اماں! تو ہمیں گود میں لے لے

پرِّ من ابرست و پردست و کثیف
میرے پر ابر ہیں اور پردہ اور غلیظ ہیں
زانعکاسِ لطفِ حق شُد او لطیف
اللہ کے لطف کے منعکس ہونے سے وہ لطیف بن گئے ہیں

برکنم پر راو لطفش را ز راہ
میں پروں اور اُس کے لطف کو راستہ سے ہٹاتا ہوں
تا بہ بینم حُسنِ مہ را ہم زماہ
تاکہ میں چاند کا حسن چاند سے دیکھوں

من نخواہم دایہ مادر خوشترست
میں دایہ نہیں چاہتا، ماں بہتر ہے
موسیم من دایۂ من مادرست
میں موسیٰ ہوں، میری دایہ ماں ہے

من نخواہم لطفِ مہ از واسطہ
میں چاند کا لطف بالواسطہ نہیں چاہتا ہوں
کہ ہلاکِ خلق شُد ایں رابطہ
کیونکہ یہ واسطہ لوگوں کے لیے ہلاکت کا سبب بنا ہے

یامگر[3] ابرے بگیرد خُوئے ماہ
یا ابر، چاند کی خصلت حاصل کر لے
تانگردد او حجابِ رُوئے ماہ
تاکہ وہ چاند کے چہرے کا پردہ نہ بنے

صورتش بنماید او در وصفِ لا
وہ اپنی صورت "لا" کی صفت میں دکھائے
ہمچو جسمِ انبیاء و اولیا
جس طرح کہ انبیاء اور اولیاء کا جسم ہے

آں چناں ابرے نباشد پردہ بند
ایسا ابر حجاب نہیں بنتا ہے
پردہ در باشد بمعنی سُود مند
حقیقتاً پردے کو چاک کرنیوالا (اور) مفید ہوتا ہے

---

[1] نورِ مہ۔ تعینات کا وجود وجودِ مطلق کا سایہ اور عکس ہے۔ گرچہ۔ ابر کو اگرچہ چاند کی ہمرنگی حاصل ہو گئی ہے لیکن یہ عارضی ہے۔ در قیامت۔ جب صرف ذاتِ حق باقی رہ جائے گی تب سب کو یقین آ جائے گا کہ دوسری چیزوں کا وجود محض عارضی تھا۔ رباط۔ سرائے یعنی دنیا۔ دارالقرار۔ عالمِ آخرت۔

[2] دایہ۔ وہ چیزیں جن سے دنیا میں انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ مادرا۔ یعنی حضرتِ حق تعالیٰ جس کی ہر حالت میں معیت حاصل ہے۔ پرِّ من۔ یہ مور کا مقولہ ہے یعنی دنیاوی ہنر اور صوری صفات میرے لیے بمنزلہ ابر کے بن گئی ہیں اُن کو دور کر کے میں چاند کے حسن کا براہِ راست مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ من نخواہم۔ یہ عارضی صورتیں مجھے درکار نہیں ہیں میں موسیٰ صفت ہوں میں دایہ کا خواستگار نہیں ہوں براہِ راست ماں سے مستفید ہونا چاہتا ہوں براہِ راست اس کا جلوہ چاہتا ہوں، مظاہر میں پھنس کر لوگ تباہ ہوئے ہیں۔

[3] یامگر۔ اگر ذاتِ حق سے بواسطہ استفادہ ہو تو ایسے شیخ کے ذریعہ ہو جو باقی باللہ ہوتا کہ وہ حجاب نہ بن سکے۔ صورتش۔ اُس کا وجود باقی باللہ ہو اور اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہو جیسے انبیا اور اولیا ہوتے ہیں۔ آنچناں۔ ایسی شخصیت پردہ نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ پردے کو چاک کرنے والی ہوتی ہے۔

آں[1] چناں کاندر صباحِ روشنی — قطرہ می بارید و بالا ابرنی
جس طرح کہ روشنی کی صبح میں — بارش ہو اور اوپر ابر نہ ہو

معجزِ پیغمبری بُود آں سِقا — گشتہ ابر از محو ہمرنگِ سما
وہ سیرابی پیغمبرؐ کا معجزہ تھی — فنا کی وجہ سے ابر آسمان کا ہمرنگ ہو گیا تھا

گشتہ ریزاں قطرہ قطرہ از سما — گفتہ آمد شرحِ آں دَر ماجرا
بُوندیں آسمان سے ٹپکیں — اُس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے

بود ابر و رفتہ از وے خوئے ابر — ایں چنیں گردد تنِ عاشق بصبر
ابر تھا لیکن اُس سے ابر کی صفت جاتی رہی — عاشق کا جسم صبر کے ذریعہ ایسا ہی ہو جاتا ہے

تن بُود امّا تنی گم گشتہ ازو — گشتہ مُبدَّل رفتہ ازوے رنگ و بُو
جسم ہوتا ہے لیکن جسمیت اُس سے غائب ہو جاتی ہے — وہ تبدیل ہو گیا اُس کا رنگ و بُو جاتا رہا

پرپے[2] غیرست سَر از بہرِ من — خانۂ سمع و بصر اُستونِ تن
پر غیر کے لیے ہیں، سر میرے لیے ہے — (وہ سر) سمع اور بصر کا خانہ ہے (اور) جسم کا ستون ہے

جاں فدا کردن برائے صیدِ غیر — کُفرِ مُطلق داں و نومیدی زخیر
دوسرے کے شکار کے لیے جان قربان کرنا — پورا کفر سمجھ اور خیر سے ناامیدی

ہیں مشوچوں قند پیشِ طوطیاں — بلکہ زہرے شو شو ایمن از زیاں
خبردار! ایسا نہ بن جیسے کہ طوطیوں کے سامنے شکر — بلکہ زہر بن جا، نقصان سے محفوظ ہو جا

یاپئے اَحسَنْتَ و شاباش و خطاب — خویشتن مُردار کُن پیشِ کلاب
یا اَحسَنْتَ اور شاباش کے خطاب کے لیے — اپنے آپ کو کتوں کے سامنے مُردار بنا دے

پس[3] خضرؑ کشتی برائے آں شکست — تاکہ آں کشتی زغاصب باز رست
خضرؑ نے کشتی اس لیے توڑی — کہ وہ غاصب (بادشاہ) سے بچ گئی

فقر فخری بہرِ آں آمد سنی — تاز طمّاعاں گریزم در غنی
"فقر میرا فخر ہے"۔ اسی لیے بہتر بنا — تاکہ لالچیوں سے (اللہ) غنی کی جانب گریز کروں

گنجہا را در خرابی زاں نہند — تاز حرصِ اہلِ عمراں وارہند
خزانوں کو ویرانے میں اسی لیے رکھتے ہیں — تاکہ آبادی والوں کی حرص سے نجات پا جائیں

---

1. آں چناں۔ شیخ کامل ابر ہے لیکن ایسا ابر ہے جو آسمان کے ہمرنگ ہو چکا تھا، بارش برستی نظر آ رہی تھی اور ابر نظروں سے غائب تھا جیسا کہ آنحضورؐ کے اُس معجزہ میں مذکور ہو چکا ہے جو پہلے ذکر کر دیا گیا ہے۔ بود۔ اُس معجزہ میں ابر تھا لیکن اُس میں ابر کی صفات باقی نہ تھیں۔ جب عاشق صبر کر لیتا ہے تو اُس کے جسم کی بھی یہی حالت ہو جاتی ہے کہ بظاہر جسم ہے لیکن اُس میں جسمانیت نہیں ہے۔

2. پر۔ یہ بھی مور کا مقولہ ہے کہ میرے لیے پر عزیز نہیں ہیں سر عزیز ہے کیونکہ پروں سے غیر لطف اندوز ہوتے ہیں اور سر سے میری بینائی اور سماعت اور وجود کا تعلق ہے۔ جاں فدا کردن۔ دوسروں کے لطف کی خاطر جان قربان کرنا بے وقوفی ہے۔ ہیں۔ دنیا داروں کے لیے شکر نہ بن بلکہ زہر بن۔ یاپئے۔ اگر لوگوں کی تحسین و آفرین چاہتا ہے تو ان دنیا داروں کی خاطر اپنے آپ کو مُردار بنا لے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

3. پس۔ حضرت خضرؑ نے سالم کشتی کو اسی لیے عیب دار بنا دیا تھا کہ وہ دنیادار ظالموں کی دست بُرد سے محفوظ رہ سکے۔ فقر فخری۔ آنحضورؐ نے فقر کو اپنا فخر اس لیے قرار دیا ہے کہ اُس کے ہوتے ہوئے انسان لالچی چوروں سے محفوظ رہتا ہے۔ گنجہا۔ خزانہ ویرانہ میں اسی لیے مدفون کرتے ہیں تاکہ حریص وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔

پر نتانی¹ کند رَو خلوت گزین تا نگردی جملہ خرجِ آن و این
تو پر نہیں اُکھاڑ سکتا ہے، جا خلوت اختیار کر لے تاکہ تو اِس اور اُس کا خرچہ نہ بنے
زانکہ توہم لقمۂ ہم لقمہ خوار آکل وما کولی اے جاں ہوشدار
کیونکہ تو لقمہ بھی ہے اور لقمہ کھانے والا بھی ہے اے پیارے ہوش کر! تو کھانے والا اور غذا ہے

در بیان² آنکہ ماسوائے اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ماکول ست

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کھانے والی اور غذا ہے اس پرند کی
ہمچو آں مرغے کہ قصدِ صید ملخ میکرد و بصید ملخ مشغول بود و غافل بود از
طرح جو ٹڈی کے شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور ٹڈی کے شکار میں مشغول ہوتا ہے اور اُس بھوکے
بازگرسنہ کہ از پسِ قفاي اُو قصدِ صید او داشت۔ اکنوں اے آدمی
باز سے غافل ہوتا ہے جو اُس کے پسِ پشت اُس کے شکار کر لینے کا ارادہ رکھتا ہے، اب اے
صیادِ آکل از صیاد و آکلِ خود ایمن مباش کہ اگرچہ نمی بینی اش
کھانیوالے شکاری انسان اپنے شکاری اور کھانیوالے سے مطمئن نہ بن کیونکہ اگرچہ تو اس کو آنکھ کی
بنظرِ دلیل و عبرتش می بین تاچشمِ تیرہ باز شود انشاء اللہ تعالیٰ
نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے دلیل اور عبرت کی نظر سے دیکھ لے تاکہ تیری بے نور آنکھ کھل جائے اگر غذا چاہے

مُرغکے اندر شکارِ کرم بُود گربہ فرصت یافت اُو را در ربُود
ایک چھوٹا سا پرند کیڑے کے شکار میں (مصروف) تھا بلی کو موقع ملا، وہ اُس کو اُچک لے گئی
آکل³ و ماکول بود اُو بے خبر در شکارِ خود، ز صیادِ دگر
وہ کھانے والا اور لقمہ تھا، اور بے خبر تھا اپنے شکار میں، دوسرے شکاری سے
دُزد گرچہ در شکارِ کالہ است شحنہ باخصمانش در دُنبالہ است
چور اگرچہ سامان کے شکار میں (مصروف) ہے کوتوال مع اُس کے دشمنوں کے (اس کے) درپے ہے
عقلِ اُو مشغولِ رخت و قفلِ در غافل از شحنہ است و از آہِ سحر
اُس کی عقل، سامان اور دروازے کے قفل میں مشغول ہے وہ کوتوال اور صبح کی آہ سے بے خبر ہے
اُوچناں غرق ست در سودائے خود غافل ست از طالب و جویائے خود
وہ اپنی دُھن میں ایسا غرق ہے کہ اپنے طالب اور جویا سے غافل ہے

پر نتانی کند۔ اگر مورا اپنے پر نہ اُکھاڑ سکے تو پھر خلوت اختیار کر لے تاکہ جلوہ نمائی کا موقع ہی نہ رہے اور دوسرے ہضم نہ کر جائیں۔ زانکہ۔ جو انسان دوسروں کو پھنساتا ہے وہ خود بھی پھنس جاتا ہے دنیا کی ہر چیز دوسرے کا لقمہ اور دوسرے کو لقمہ بنانے والی ہے۔
در بیان۔ تمام کائنات میں تنازع للبقا ہے ہر چیز دوسری چیز کو کھاتی ہے اور پھر کھانے والی چیز دوسری چیز کی غذا بن جاتی ہے، ایک چڑیا کیڑے کا شکار کرتی ہے اور اس سے غافل ہے کہ باز اُس کا شکار کرنے کی فکر میں ہے جو انسان شکاری دوسرے کو کھانے والا ہے اُس کو اپنے کھانے والے سے بے فکر نہ ہونا چاہیے خود اُس کو کھانے والا اگر چہ نظر نہیں آتا ہے لیکن اُس کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا چاہیے۔ کرم۔ کیڑا۔
آکل۔ پرند کیڑے کو خوراک بنا رہا تھا لیکن وہ خود بلی کی خوراک تھا جس سے وہ غافل تھا۔ دزد۔ چور سامان کے درپے ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔ آہِ سحر۔ یعنی مظلوم کی صبح کی بددعا۔ اُوچناں۔ چور اپنی دھن میں اس قدر منہمک ہے کہ اپنے دشمن سے بالکل غافل ہے۔

گر حشیش[1] آب زلالے میخورد
اگر گھاس نیر پانی پیتی ہے
معدۂ حیوانش در پے میچرد
بعد میں اُس کو حیوان کا معدہ چر لیتا ہے

آکل و ماکول آمد آں گیاہ
وہ گھاس، کھانے والی اور غذا بن گئی
ہمچنیں ہر ہستیِ غیرِ الٰہ
خدا کے سوا ہر موجود ایسا ہی ہے

وَھُوَ یُطْعِمُکُم وَلَا یُطْعَمْ چو اُوست
چونکہ "وہ تمھیں کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا" ہے
نیست حق ماکول و آکل لحم و پوست
تو اللہ (تعالیٰ) غذا اور گوشت و پوست کا کھانیوالا نہیں ہے

آکل و ماکول کے ایمن بُود
کھانے والا اور غذا بن جانے والا کب مطمئن ہوسکتا ہے؟
زآکلے کاندر کمیں ساکن بُود
اُس کھانے والے سے۔ جو گھات میں بیٹھا ہوا ہے

اَمنِ ماکولاں جذوبِ ماتم ست
کھائے جانیوالوں کا اطمینان، رنج کا سبب ہے
رو بداں درگاہ گو لایُطعَم ست
اُس درگاہ میں جا جو "کھلایا نہیں جاتا" ہے

ہر خیالے را خیالے میخورد
ہر خیال کو ایک خیال کھا جاتا ہے
فکرِ آں فکرِ دگر را می چرد
اُس کا فکر دوسرے فکر کو چر جاتا ہے

تو نتانی[2] کز خیالے وارہی
تو نہیں کر سکتا کہ خیال سے نجات پا جائے
یا بخسپی تا ازاں بیروں جہی
یا سو جائے، تاکہ اُس سے باہر نکل جائے

فکر زنبور ست و آں خوابِ تو آب
تیرا خیال شہد کی مکھی ہے اور نیند، پانی ہے
چوں شوی بیدار باز آید ذباب
جب تو جاگے گا، پھر مکھی آ جائے گی

چند زنبورِ خیالی در پرد
خیال کی بہت سی مکھیاں اُڑتی ہیں
میکشد ایں سو و آنسو می برد
ادھر کھینچتی ہیں اور اُدھر لے جاتی ہیں

کمترینِ[3] آکلانست ایں خیال
یہ خیال کھا جانے والوں میں سے سب سے چھوٹا ہے
واں دگرہا را شناسد ذوالجلال
دوسرے (کھانے والوں) کو خدا جانتا ہے

ہیں گریز از جوقِ اکّالِ غلیظ
خبردار! بھاری، زیادہ کھانیوالوں کی جماعت سے بھاگ
سُوئے اُو کہ گفت ہستیمت حفیظ
اُس کی جانب جس نے فرمادیا ہے ہم تیری حفاظت کرنیوالے ہیں

یا بسُوئے آنکہ اُو ایں حفظ یافت
یا اُس کی جانب جس نے یہ حفاظت حاصل کر لی ہو
گر نتانی سُوئے آں حافظ شتافت
اگر تو اُس حفاظت کرنے والے کی جانب نہیں دوڑ سکتا ہے

---

1. گر حشیش۔ اگر گھاس پانی کو ہضم کرتی ہے تو حیوان کا معدہ اُس کو ہضم کر ڈالتا ہے۔ غیر الٰہ۔ خدا کے علاوہ ہر چیز دوسرے کو فنا کرتی ہے اور اُس کو دوسری چیز فنا کر ڈالتی ہے۔ وَھُوَ یُطعِمُکُم۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ دوسروں کو غذا عطا کرتا ہے خود غذا سے بے نیاز ہے۔ آکل و ماکول۔ دنیا کی کوئی چیز اپنے نگل جانے والے سے مطمئن نہیں ہوسکتی ہے۔ امن۔ ان فانی چیزوں کا اپنی فنا سے مطمئن رہنا بڑی مصیبت ناک چیز ہے اس معاملہ میں اللہ کی جانب رجوع ضروری ہے۔ ہر خیالے۔ یہ بات صرف مادیات میں ہی نہیں ہے بلکہ ایک خیال دوسرے خیال کو کھا جاتا ہے۔
2. تو نتانی۔ انسان وساوس اور خیالات سے کسی طرح نجات نہیں پاتا ہے اگر انسان خیالات کو ختم کرنے کے لیے سو بھی جاتا ہے تو وہ خیالات اُن شہد کی مکھیوں کی طرح باقی رہتے ہیں جو کسی غوطہ خور کی فکر میں باہر اُڑ رہی ہیں تاکہ اُس کے پانی سے باہر نکلنے پر اُس کو چمٹ جائیں۔ چند زنبور۔ انسان خیالات کی خلش میں مبتلا رہتا ہے ایک خیال اُس کو ایک جانب کھینچتا ہے تو دوسرا خیال اُس کو دوسری جانب کھینچتا ہے۔
3. کمترین۔ انسان کو کھانے والی چیزوں میں سے خیالات کمتر درجہ کی چیز ہیں جب اُن کا یہ حال ہے تو بڑی چیزوں کی حالت خدا ہی کو معلوم ہے۔ ہیں۔ انسان کو ان تباہ کن چیزوں سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ یا بسُوئے۔ اگر تم اپنا رابطہ براہِ راست خدا سے قائم نہیں کر سکتے ہو تو کسی برگزیدہ شیخ کو واسطہ بنالو۔

دستِ[1] را مسپار جُز در دستِ پیر
شیخ کے ہاتھ کے سوا کسی کا ہاتھ نہ پکڑ

حق شُدست آں دستِ اُو را دستگیر
اُس کے ہاتھ کا اللہ تعالیٰ ہاتھ پکڑنے والا بن گیا ہے

پیرِ عقلت کودکے خوکردہ است
تیری عقل کے پیر نے بچگانہ عادت ڈال لی ہے

از جوارِ نفس کاندر پردہ است
اُس نفس کے پڑوس کی وجہ سے جو پردے میں ہے

عقلِ کامل را قریں کُن باخرد
عقلِ کامل کو عقل کا ساتھی بنا لے

تاکہ باز آید خرد زاں خُوئے بد
تاکہ عقل، اُس بری عادت سے باز آ جائے

چونکہ دستِ خود بدستِ اونہی
جبکہ تو اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھ دے گا

پست زدستِ آکلاں بیروں جہی
تو کھانے والوں کے ہاتھ سے باہر نکل جائے گا

دستِ تواز اہلِ آں بیعت شود
تیرا ہاتھ اُن بیعت کرنے والوں میں سے ہو جائے گا

کہ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ بُوَد
کہ جن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے

چوں[2] بدادی دست خود در دستِ پیر
جب تو نے اپنا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دیا

پیرِ حکمت کُو علیم ست و خبیر
وہ پیرِ حکمت ہے، کیونکہ وہ دانا اور باخبر ہے

کو نبیِ وقتِ خویش ست اے مُرید
اے مُرید! وہ اپنے وقت کا نبی ہے

زانکہ زو نورِ نبی آید پدید
کیونکہ اُس سے نبی کا نور جھلکتا ہے

دَر حدیبیہ شُدی حاضر بدیں
تو اس وجہ سے، حدیبیہ میں پہنچ گیا

واں صحابہ بیعتی راہم قریں
اور اُن بیعت کرنے والے صحابہ کا ساتھی بھی بن گیا

پس زدہ[3] یارِ مُبشّر آمدی
تو تو ''عشرۂ مبشرہ'' صحابہ میں سے ہو گیا

ہمچو زرِ دہ دہی خالص شدی
خالص سونے کی طرح تو خالص بن گیا

تامعیت راست آید زانکہ مرد
تاکہ (خدا کی) معیت حاصل ہو جائے کیونکہ انسان

باکسے جُفت ست کورا دوست کرد
اُس کا ساتھی ہے جس کو اُس نے دوست بنایا ہے

ایں جہان و آں جہاں با اُو بود
یہ جہان اور وہ جہان اُس کے ساتھ ہو گا

ویں حدیثِ احمدِؐ خوش خُو بود
یہ خوش خلق، احمدؐ کی حدیث ہے

گفت اَلْمَرْءُ مَعَ مَحْبُوْبِهٖ
فرمایا، ''انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہے''

لَا یُفَکُّ الْقَلْبُ مِنْ مَّطْلُوْبِهٖ
قلب اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا ہے

---

[1] دست را مسپار۔ لیکن اپنا ہاتھ حقیقی شیخ کے ہاتھ میں پکڑاؤ کیونکہ اُس کے ہاتھ کو اللہ کی دستگیری حاصل ہے۔ پیرِ عقلت۔ تیری عقل بچگانہ عادت رکھتی ہے کیونکہ وہ پوشیدہ نفس کے پڑوس میں ہے۔ عقلِ کامل۔ تو اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کر دے وہ بچگانہ عادت چھڑا دے گا چونکہ جب تو شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دے گا وہ تجھے برباد کرنے والی چیزوں سے بچا دے گا۔

[2] چوں بدادی۔ جب تو شیخ کی ہدایت کا پابند رہے گا تب تجھے تجربہ ہوگا، وہ تجربہ کار ہے۔ کو۔ شیخ وقت کو نبی کا پرتو حاصل ہوتا ہے۔ در حدیبیہ۔ حدیبیہ کے مقام پر آنحضورؐ نے بیعت الرضوان لی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ شیخ سے بیعت کرنے کے بعد تجھے بھی ویسی ہی فضیلت حاصل ہو جائے گی جیسی بیعت الرضوان کرنے والوں کو حاصل ہوئی تھی۔

[3] زدہ یار مبشر۔ عشرۂ مبشرہ وہ دس صحابہ جن کو آنحضورؐ نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ چاروں خلیفہ۔ حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت ابوعبیدہ، حضرت سعد بن وقاص، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔ دہ دہی۔ وہ خالص سونا ہوتا ہے جو تپانے سے اسی وزن کا رہے جس وزن کا وہ تھا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّهٗ ''انسان اُس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے''۔ یہ حکم دنیا اور آخرت دونوں کے لیے ہے۔

ہر کجا دام ست و دانہ کم نشیں
جہاں کہیں دانہ اور جال ہے، نہ بیٹھ
رو زبوں[1] گیر از زبوں گیراں بہ بیں
جا، عاجزوں کو پھنسانیوالوں میں کسی عاجز کو پھنسانیوالے کو دیکھ لے

اے زبوں گیرِ زبوناں ایں بداں
اے عاجزوں پر ظلم کرنے والے، یہ سمجھ لے
دست ہم بالایِ دست ست اے جواں
کہ تیرے ہاتھ کے اُوپر بھی ہاتھ ہے اے جوان!

بگسل آں حبلے کہ حرص ست و حسد
اُس رسّی کو توڑ دے جو حرص اور حسد ہے
یاد کن فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مَّسَدْ
"اُس کے گلے میں مونج کی رسی ہے" کو یاد کر لے

دل فراز از دامِ واجب دیدہ است
دل نے جال سے علیحدگی ضروری سمجھی ہے
دامِ تو خود بر پرت چفسیدہ است
تیرا جال خود تیرے پروں پر چسپاں ہے

تو زبونی[2] یا زبون گیرا عجب
تعجب ہے تو عاجز ہے یا عاجز پر ظلم کرنے والا
باش تو ترساں و لرزاں در طلب
تو طلب میں ترساں اور لرزاں رہا کر

آکِل و ماکولی اے مُرغِ عجب
اے عجیب پرند! تو کھانے والا اور کھایا ہوا ہے
ہم تو صید و صید گیر اندر طلب
تو طلب میں شکار بھی ہے اور شکاری بھی

حرصِ صیّادی ز صیدے مُغفِل ست
شکاری پن کی حرص شکار بن جانے سے غافل کرنیوالی ہے
دلبریِ میکند کُو بیدل ست
وہ دلبری کر رہا ہے جو خود بیدل ہے

بَيْنَ اَيْدِيْ خَلْفَهُمْ سَدًا مباش
تو اُن میں سے نہ بن جن کے آگے اور پیچھے دیوار ہے
کہ نہ بینی خصم راواں خصم فاش
کیونکہ تو دشمن کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ دشمن ظاہر ہے

تو کم[3] از مرغے مباش اندر نشید
تو سیٹی سننے میں پرندے سے کم نہ بن
بین ایدی خلف عصفورے بدید
چڑیا آگے اور پیچھے دیکھتی ہے

کم زعصفورے نۂ بنگر کہ آں
تو چڑیا سے کم نہیں ہے، دیکھ وہ
بین ایدی خلف چوں بیند عیاں
آگے اور پیچھے کھلا دیکھ لیتی ہے

چوں بنزدِ دانہ آید پیش و پس
جب دانہ کے پاس آتی ہے آگے اور پیچھے
چند گرداند سر و رُو آں نفس
اُس وقت سر اور چہرے کو کس قدر گھماتی ہے

کاے عجب پیش و پسم صیاد ہست
کہ کہیں میرے آگے اور پیچھے شکاری تو نہیں ہے؟
تاکشم از بیمِ اُوزیں لقمہ دست
تاکہ اُس کے ڈر سے اس لقمہ سے ہاتھ کھینچ لوں

تو بہ بیں پس قصۂ فجار را
تو بدکاروں کے قصہ کو پیچھے دیکھ لے
پیش بنگر مرگِ یار و جار زا
آگے یار اور پڑوسی کے مرنے کو دیکھ لے

---

[1] رد۔ دنیا میں کمزوروں پر ظلم کرنے والوں کا حال دیکھ لے۔ اے زبوں۔ کمزوروں پر ظلم کرنے والوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ کوئی نہ کوئی اُس سے بھی زیادہ طاقتور ہوگا۔ بگسل۔ مولانا نے ابولہب کی بیوی کے گلے کی رسّی کو حرص اور حسد کی رسّی قرار دیا ہے۔ دل فراز۔ جبکہ عقلاً جال سے جدائی ضروری ہے تو تیرا جال خود تیرے پروں سے چپکا ہوا ہے۔

[2] تو زبونی۔ ہر انسان کو احتیاط کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ وہ مظلوم ہے یا ظالم۔ آکل و ماکول۔ ہر انسان کھانے والا اور دوسرے کی خوراک ہے لہٰذا وہ خود شکار بھی ہے اور شکاری بھی۔ حرص۔ انسان کی شکاری پن کی عادت اُس کو خود شکار بن جانے سے غافل بنائے ہوئے ہے وہ دوسروں کا دل چراتا ہے اور خود اُس کا دل چوری ہو چکا ہے۔ بین ایدی۔ انسان کو ایسا غافل نہ ہونا چاہیے کہ اُس کے سامنے غفلت کی ایسی دیوار ہو جو کُھلے ہوئے دشمن کو بھی نہ دیکھنے دے۔

[3] تو کم۔ چڑیا اپنے پھنسنے کے خوف سے اِدھر اُدھر دیکھ لیتی ہے۔ کم زعصفورے۔ چڑیا آگا پیچھا دیکھ لیتی ہے تو چڑیا سے کم نہ بن۔ کاے عجب۔ وہ چڑیا اس لیے اِدھر اُدھر دیکھتی ہے کہ کوئی شکاری تو نہیں تاکہ دانہ سے قطع نظر کر لوں۔ تو بہ بین۔ انسان کو پچھلے بدکاروں کے انجام اور سامنے سے دوستوں کی موت کو دیکھ لینا چاہیے۔

کہ ہلاکت[1] داد شاں بے آلتے
کہ ان کو (اللہ تعالیٰ) نے بلا آلہ کے ہلاک کر دیا

اُو قرینِ تُست در ہر حالتے
وہ ہر حالت میں تیرے ساتھ ہے

حق شکنجہ کردو گُرز و دست نیست
اللہ (تعالیٰ) نے شکنجہ میں کس دیا اور گرز اور ہاتھ نہیں ہے

پس بداں بے دست حق داور کُنیست
تو سمجھ لے اللہ (تعالیٰ) بغیر ہاتھ کے سزا دینے والا ہے

آنکہ میگفتے اگر حق ہست کو
وہ جو کہتا تھا کہ اگر اللہ ہے تو کہاں ہے؟

در شکنجہ اُو مُقر می شُد کہ ہُو
شکنجہ میں وہ مُقر ہو گیا کہ وہ ہے

وآنکہ میگفت ایں بعیدست و عجیب
وہ جو کہتا تھا کہ یہ بعید اور عجیب ہے

اشک میراند وہمیگفت اے قریب
وہ آنسو بہاتا ہے اور کہتا ہے اے نزدیک!

آنکہ جُز انکارِ حق کارش نبود
وہ جس کا کام سوائے اللہ (تعالیٰ) کے انکار کے کچھ نہ تھا

بُرد حسرت عاقبت بے ہیچ سُود
انجام کار بلا فائدہ اُس نے حسرت کی

درنگر[2] احوالِ فرعون و ثمود
فرعون اور ثمود کے احوال دیکھ لے

قومِ لُوطؑ و قومِ صالحؑ قومِ ہُودؑ
قومِ لوطؑ اور قومِ صالحؑ اور قومِ ہودؑ کے

حالِ نمرودِ ستمگر در نگر
ظالم نمرود کی حالت دیکھ لے

در مآلِ قومِ نوحؑ افگن نظر
قومِ نوحؑ کے انجام پر نگاہ ڈال لے

تابدانی حق سمیع ست و علیم
تاکہ تو جان لے کہ اللہ (تعالیٰ) سمیع اور علیم ہے

فارغ ست از ترس و پاک از باک و بیم
وہ خوف سے بے نیاز ہے اور ڈر اور پروا سے پاک ہے

برکنم من میخ ایں منحوس دام
میں اس منحوس جال کی کھونٹی اُکھاڑ رہا ہوں

از پئے کامے نباشم تلخ کام
مقصد کے لیے (تاکہ) میں ناکام نہ بنوں

درخورِ[3] عقلِ تو گفتم ایں جواب
تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دے دیا

فہم کُن وز جستجو رُو بر متاب
سمجھ لے اور جستجو سے منہ نہ موڑ

سببِ کُشتنِ ابراہیم علیہ السلام زاغ را کہ آں اشارۂ قمعِ کدام صفت بُود از صفاتِ مذمومۂ مُہلکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوّے کو مارنے کا سبب کہ وہ مہلک صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے کی طرف اشارہ تھا

ایں سخن را نیست پایان و فراغ
اس بات کا خاتمہ اور فراغ نہیں ہے

اے خلیلِ حق چرا کُشتی تو زاغ
اے اللہ کے خلیل! آپ نے کوّے کو کیوں مارا؟

---

[1] کہ ہلاکت۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بدکاروں کو بغیر کسی ظاہری آلہ کے ہلاک کر دیا۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو بغیر گرز اور ہاتھ کے سزا دی تجھے یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بغیر ظاہری ہاتھ کے سزا دے دیتا ہے۔ آنکہ۔ منکرِ خدا بھی سزا کے وقت خدا کا اقرار کر لیتا ہے۔ وانکہ۔ جو منکرِ خدا کا وجود، عقل سے دور سمجھتا تھا عذاب کے وقت اُس کو "یا قریب" کہہ کر پکارتا ہے۔ کارش نبود۔ خدا کے منکروں کو انجام کار حسرت اُٹھانا پڑے گی۔

[2] درنگر۔ جن منکروں کو انجام کار حسرت اُٹھانی پڑی اُن کو شمار کیا گیا ہے۔ تابدانی۔ اُن لوگوں اور قوموں کے انجام سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق تعالیٰ مظلوموں کی فریاد سنتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے اور ظالموں کو تباہ کرنے میں اُس کو کوئی باک نہیں ہے۔ برکنم۔ یہ بھی مور کا مقولہ ہے کہ یہ پر بمنزلہ جال کے ہیں لہٰذا میں اُن کو مقصد برآری کے لیے اکھاڑ رہا ہوں۔

[3] درخور۔ مور نے ناصح حکیم سے کہا کہ تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دے دیا ہے۔ اب تو اس کو خوب سمجھ لے۔ سبب کشتن۔ حضرت ابراہیمؑ نے جو کوّے کو ہلاک کیا تو وہ کونسی انسانی بری صفت کے ازالہ کی طرف اشارہ تھا۔ اے خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ آپ فرمائیں کہ کوّے کے ہلاک کرنے میں کیا حکمت پنہاں ہے۔

بہرِ فرماں، حکمتِ فرماں چہ بود؟
حکم کی وجہ سے، حکم کی حکمت کیا تھی؟
اندکے ز اسرارِ آں باید نمود
اُس کے رازوں میں سے تھوڑا سا ظاہر کر دیجیے

کاغ[1] کاغ و نعرۂ زاغِ سیاہ
کالے کوے کی کائیں کائیں اور شور
دائما باشد بدن را عُمر خواہ
ہمیشہ، جسم کی عمر کا خواہاں ہے

ہمچو ابلیس از خدای پاک و فرد
جس طرح شیطان نے خدائے قدوس واحد سے
تا قیامت عُمرِ تن درخواست کرد
قیامت تک کے لیے جسم کی عمر کی درخواست کی

گفت اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الْجَزَا
اُس نے کہا مجھے قیامت تک کی مہلت دے دے
کاشکے گفتے کہ تُبْنَا رَبَّنَا
کاش وہ کہتا کہ اے ہمارے رب! ہماری توبہ قبول کر لے

زندگی بے دوست جاں فرسودنست
بغیر دوست کے زندگی، جان کی تباہی ہے
مرگِ حاضر غائب از حق بودنست
اللہ (تعالیٰ) سے غائب ہونا، فوری موت ہے

عُمر و مرگ[2] ایں ہر دو باحق خوش بود
زندگی اور موت یہ دونوں خدا کے ساتھ اچھی ہیں
بے خدا آبِ حیات آتش بود
بغیر خدا کے آبِ حیات، آگ ہے

آں ہم از تاثیرِ لعنت بود کو
یہ بھی لعنت کی تاثیر تھی کہ وہ
درچناں حضرت ہمی شد عُمر جُو
ایسے دربار میں عُمر کا خواہاں بنا

از خدا غیرِ خدا را خواستن
خدا سے غیر خدا کو مانگنا
ظنِّ افزونی ست کلّی کاستن
بڑھوتری کا گمان اور بالکلیہ گھٹاؤ ہے

خاصہ عُمرے غرق در بیگانگی
خصوصاً وہ عمر جو غیریت میں غرق ہو
در حضورِ شیر روبہ شانگی
شیر کے سامنے، لومڑی پن ہے

عُمر بیشم[3] دہ کہ تا پس تر روم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ زیادہ پیچھے کو جاؤں
مہلم افزوں دہ کہ تا کمتر شوم
مجھے زیادہ مہلت دے، تاکہ کمتر ہو جاؤں

تا کہ لعنت را نشانہ اُو بُود
تاکہ وہ لعنت کا نشانہ بنے
بدکسے باشد کہ لعنت جُو بُود
بدکار وہ ہے جو کہ لعنت کا جویاں ہو

عُمرِ خوش در قربِ جاں پروردنست
اچھی عمر قرب (خداوندی) میں جان کی پرورش ہے
عُمرِ زاغ از بہرِ سرگیں خوردنست
کوے کی عُمر گوبر کھانے کے لیے ہے

عُمر بیشم دہ کہ تا گُہ می خورم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ گو کھاؤں
دائم اینم دہ کہ بس بد گوہرم
مجھے ہمیشہ یہ دے، کیونکہ میں بہت بداصل ہوں

---

[1] کاغ۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ کوے کی کائیں کائیں کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی عمر کی درازی کا خواہاں ہے۔ ہمچو ابلیس۔ قرآن پاک میں مذکور ہے اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ یعنی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی مجھے قیامت تک کی عمر دیدے۔ تُبْنا۔ حضرت آدمؑ نے توبہ کی دعا کی تھی۔ زندگی۔ شیطان نے زندگی کی دعا مانگی لیکن وہ زندگی جو بغیر دوست کے ہو محض جان کو گھسنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے غفلت، فوری موت ہے۔

[2] عُمر و مرگ۔ موت ہو یا زندگی جو اللہ کے ساتھ ہے وہی بہتر ہے خدا کو چھوڑ کر آبحیات بھی آگ کا کام کرتا ہے۔ آں ہم۔ شیطان کی درازیٔ عمر کی دُعا بھی اُس کے ملعون ہونے کا اثر تھی۔ از خدا۔ خدا سے غیر خدا کو مانگنا تباہی ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً وہ عمر جس میں خدا کی رضا حاصل نہ ہو محض مکاری ہے۔

[3] عمر بیشم دہ۔ شیطان کی دعا تو یہ تھی کہ خدا اس کو زیادہ عمر اس لیے دے دے کہ وہ اور قعرِ ذلّت میں گرے اور خدا کی لعنت کا نشانہ بنے تو ایسے شخص سے زیادہ بُرا اور کون ہوگا جو لعنت خداوندی کا جویاں ہو۔ عمرِ خوش۔ اچھی زندگی تو وہ ہے جس میں قربِ الٰہی میں جان کی پرورش ہو سکے۔ کوے کی دراز عمر کو گوبر کھانے کے لیے ہے۔ عمر بیشم۔ کوے کی عمر کی زیادتی تمنا کو گوبر کھانے کے لیے ہے۔

گر نہ[1] گہ خوارست آں گندہ دہاں | گویدے کز زاغیم تو وارہاں
اگر وہ گندہ دہن گہ کھانے والا نہ ہوتا | تو کہتا، مجھے کوے پن سے نجات دے دے

مناجات (دُعا)

اے مُبدّل کردہ خاکے رابزر | خاکِ دیگر رابکردہ بُوالبشر
اے وہ جس نے مٹی کو سونا بنایا | دوسری مٹی کو ابوالبشر بنایا

کارِ تو تبدیلِ اعیان و عطا | کارِ من سہوست و نسیان و خطا
تیرا کام موجودات کو تبدیل کرنا اور عطا ہے | میرا کام سہو اور بھول اور خطا ہے

سہو و نسیاں را مُبدّل کُن بعلم | من ہمہ خشمم مرا کُن صبر و حلم
میرے سہو اور بھول کو علم سے تبدیل کر دے | میں مجسم غصہ ہوں، مجھے صبر اور حلم بنا دے

اے کہ خاکِ شورہ راتو ناں کُنی | وے کہ نانِ مُردہ را تو جاں کُنی
اے وہ کہ تو شوریلی زمین کو روٹی بنا دیتا ہے | اے وہ کہ تو مردہ روٹی کو جان بنا دیتا ہے

اے کہ[2] جانِ خیرہ را رہبر کُنی | وے کہ بے رہ را تو پیغمبر کُنی
اے وہ کہ تو پراگندہ کو رہبر بنا دیتا ہے | اے وہ کہ تو راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے

اے کہ خاکِ تیرہ را تو جاں دہی | عقل و حِس و روزی و ایماں دہی
اے وہ کہ تو تاریک مٹی کو جان عطا کر دیتا ہے | عقل اور حس اور روزی اور ایمان دے دیتا ہے

شکرے از نے میوہ از چوب آوری | ازمنی مُردہ بتِ خوب آوری
نے سے شکر اور لکڑی سے پھل پیدا کر دیتا ہے | مُردہ منی سے حسین معشوق پیدا کر دیتا ہے

گل[3] ز گِل صفوت ز دل پیدا کُنی | پیہ راتجشی ضیاؤ روشنی
مٹی سے پھول، دل میں اخلاص پیدا کر دیتا ہے | چربی کو نور اور روشنی بخش دیتا ہے

میکُنی جزوِ زمیں را آسماں | میفزائی دَر زمیں از اختراں
تو زمین کے جزو کو آسمان بنا دیتا ہے | ستاروں سے زمین میں افزائش کر دیتا ہے

ہر کہ سازد زیں جہاں آبِ حیات | زُو ترش از دیگراں آید ممات
جو اس دنیا کو آبِ حیات بناتا ہے | اُس کو دوسروں سے پہلے موت آ جاتی ہے

---

[1] گر نہ۔ اگر وہ گوبر کھانے والا نہ ہوتا تو یہ دعا کرتا کہ مجھے کوے پنا سے نجات دے دے۔ اے۔ حضرت حق تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اُس نے مٹی سے سونا بنا دیا اور مٹی سے حضرت آدمؑ ابوالبشر کو پیدا کر دیا۔ کارِ تو۔ اللہ تعالیٰ کا کام تبدیل کرنا اور انسان کا کام بھول اور غلطی ہے۔ سہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ میں قدرت ہے کہ وہ ہماری بھول کو علم سے تبدیل کر دے اور ہمارے غصہ کو بُردباری سے بدل دے۔ اے خاکِ شورہ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ شور زمین سے بھی وہ غلہ اُگا دیتا ہے جس سے روٹی تیار ہوتی ہے اور مردہ روٹی کو انسان کی جان میں تبدیل کر دیتا ہے۔

[2] اے کہ۔ خدا کو وہ قدرت ہے کہ گمراہ کو راہبر بنا دیتا ہے اور راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے۔ خاکِ تیرہ۔ انسان مٹی سے بنا ہے اور قدرت نے پھر اُس کو دولتِ ایمان سے بہرہ ور بنا دیا ہے۔ از نے۔ نے میں سے شکر پیدا کر دینا اور شاخ میں سے پھل پیدا کر دینا، نطفہ سے حسین معشوق پیدا کر دینا قدرتِ خداوندی ہی کا کام ہے۔

[3] گل زگل۔ خدا کی قدرت ہے کہ وہ مٹی سے حسین پھول اور دل سے خلوص پیدا کر دیتا ہے اور آنکھ کی چربی میں روشنی اور چمک پیدا کر دیتا ہے۔ جزوِ زمیں۔ اس سے مراد یا وہ انبیاء ہیں جو زمین سے پیدا ہوئے اور پھر ان کو آسمان پر اُٹھا لیا گیا یا انکو معراج کرا دی گئی یا یہ مقصد ہے کہ وہ بخارات جو زمین سے اُٹھے اُنسے آسمان پیدا فرمایا۔ میفزائی۔ ستاروں کی تاثیر سے زمین میں پیداوار اُگتی ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص دنیاوی زندگی کو منتہائے کمال سمجھتا ہے اُس کی موت سب سے پہلے آ جاتی ہے۔

دیدۂ[1] دل کو بگردوں بنگریست ۔ دیدہ کانجا ہر دمے مینا گریست
جس دل کی آنکھ نے آسمانوں کو دیکھا ۔ اُس نے دیکھا ہے کہ وہاں ہر وقت صناعی ہے

قلبِ اَعیان ست و اکسیرِ مُحیط ۔ ایتلافِ خرقۂ تن بے مَخِیط
موجودات کی تبدیلی ہے اور عالمگیر اکسیر ہے ۔ جسم کے چیتھڑوں کو بغیر دھاگے کے سینا ہے

توازاں روزے کہ در ہست آمدی ۔ آتشے یا خاک یا بادے بُدی
تو جس دن سے وجود میں آیا ہے ۔ آگ یا خاک یا ہوا تھا

گر بداں حالت ترابُودے بقا ۔ کہ رسیدے مرترا ایں ارتقا
اگر اُسی حالت پر تیرا بقا ہوتا ۔ تجھے یہ ترقی کب حاصل ہوتی؟

از مُبدِّل ہستیِ اوّل نماند ۔ ہستیِ دیگر بجائے اُو نشاند
تبدیل کرنے والے کی وجہ سے پہلا وجود نہ رہا ۔ اس نے دوسرا وجود اس کے بجائے قائم کر دیا

ہمچنیں[2] تاصد ہزاراں ہستہا ۔ بعدِ یک دیگر دوم بہ زابتدا
اسی طرح لاکھوں وجود تک ۔ ایک دوسرے کے بعد، دوسرا پہلے سے بہتر

آن مُبدِّل بیں وسائط رابماں ۔ کز وسائط دور گردی ز اصلِ آں
اُس تبدیل کرنے والے کو دیکھ، واسطوں کو چھوڑ ۔ کیونکہ واسطوں سے تو اصل سے دُور ہو جائے گا

واسطہ ہر جافزوں شد وصل جست ۔ واسطہ کم، ذوقِ وصل افزوں ترست
جہاں واسطے زیادہ ہوئے، وصل جاتا رہا ۔ واسطے کم ہوں تو وصل کا ذوق زیادہ ہوتا ہے

از سبب دانی شود کم حیرتت ۔ حیرتے کہ رہ دہد در حضرتت
اسباب کے جاننے سے تیری حیرت کم ہو جائے گی ۔ وہ حیرت جو دربار تک تیری رہنما ہے

ایں[3] بقاہا از فناہا یافتی ۔ از فنایش رُو چرا برتافتی
تو نے یہ بقائیں فناؤں سے حاصل کی ہیں ۔ اُس کی فنا سے تو نے کیوں منہ موڑا ہے

زاں فناہا چہ زیاں بُودت کہ تا ۔ بر بقا چفسیدۂ اے بینوا
اُن فناؤں سے تجھے کیا نقصان پہنچا کہ ۔ تو اے بینوا! بقا سے چمٹا ہوا ہے

چوں دوم از اوّلینت بہترست ۔ پس فنا جُوی و مُبدِّل را پرست
جبکہ دوسرا (وجود) تیرے لیے پہلے سے بہتر ہے ۔ تو فنا کی جستجو کر اور تبدیل کرنے والے کی عبادت کر

---

1. دیدۂ دل۔ جو شخص قلبی بصیرت سے آسمان کو دیکھے گا اُس کو نظر آئے گا کہ وہاں ہر وقت قدرت کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ قلبِ اعیان۔ عالمِ بالا کے تصرفات میں اجسام کی تبدیلی ہے اور ایک عالمگیر کیمیاگری ہے۔ توازاں۔ اس تبدیلی کی دلیل یہ ہے کہ انسان ابتدا میں عناصر اربعہ میں سے کوئی عنصر تھا اگر وہ اسی حالت میں رہتا تو اس کو احسن تقویم کا ارتقائی رتبہ کیسے ملتا۔ از مُبدِّل۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے پہلے وجود کو بدل کر دوسرا وجود عنایت کر دیا۔

2. ہمچنیں۔ وجود کی تبدیلی کے لاکھوں مرتبے ہیں۔ آں مُبدِّل۔ انسان کی توحید کا تقاضا ہے کہ وہ تبدیل کرنے والی ذات پر نظر رکھے تبدیلی کے درمیانی واسطوں پر نظر رکھنا انسان کو اُس ذات سے دُور کر دیتا ہے۔ واسطہ۔ محبوب سے ملاقات میں جس قدر وسائل کا اضافہ ہوتا ہے ذوقِ وصل میں کمی آ جاتی ہے۔ از سبب۔ اسباب اور علل معلوم کرنے سے وہ حیرت کم ہو جاتی ہے جو انسان کو بارگاہِ خداوندی میں پہنچاتی ہے۔

3. ایں بقاہا۔ جبکہ ان مراتب میں فنا کے بعد ارتقائی وجود حاصل ہوا ہے تو انسان کو فنا سے نہ گھبرانا چاہیے۔ زاں۔ پہلے مراتب کے فنا سے اور ارتقا حاصل ہوا لہٰذا بقا سے چمٹا رہنا عقلمندی نہیں ہے۔ چوں دوم۔ جبکہ تبدیلی کے بعد دوسرا وجود پہلے وجود سے بہتر ملا ہے تو انسان کو فنا کی جستجو کرنی چاہیے اور تبدیل کرنے والے کا شکرگزار بننا چاہیے۔

صد[1] ہزاراں حشر دیدی اے عنود — تاکنوں ہر لحظہ از بدوِ وجود
اے سرکش! تو نے لاکھوں حشر دیکھے ہیں — ہر لحہ وجود کی ابتدا سے اب تک

از جمادی بے خبر سوئے نُما — وزنُما سُوئے حیات و اِبتلا
بے خبری میں جمادیت سے (نشوونما) کی جانب — اور نما سے زندگی اور آزمائش کی جانب

باز سُوئے عقل و تمیزاتِ خوش — باز سوئے خارجِ ایں پنج و شش
پھر اچھی عقل اور تمیز کی جانب — پھران (حواسِ خمسہ) اور شش (جہات) سے باہر کی جانب

تالب[2] بحر ایں نشانِ پایہاست — پس نشانِ پادرونِ بحر لاست
یہ پاؤں کے نشان سمندر کے کنارے تک ہیں — پھر سمندر کے اندر پاؤں کے نشان معدوم ہیں

زانکہ منزلہائے خشکی ز احتیاط — ہست دہ ہاؤ وطنہاؤ رباط
کیونکہ خشکی کے مقامات احاطہ بندی کی وجہ سے — دیہات اور وطن اور سرائے ہیں

باز منزلہائے دریا در وُقُوف — وقتِ موجش نے جدارونے سقُوف
پھر دریائی مکانات، ٹکاؤ میں — اُس کے تموّج کے وقت نہ دیوار ہے نہ چھتیں

نیست پیدا اندراں راہ پاؤ گام — نے نشانست آں منازل رانہ نام
اس راستہ میں نہ پاؤں اور نہ قدم نظر آتے ہیں — ان گھروں کا نہ نشان ہے، نہ نام ہے

ہست[3] صد چنداں میانِ منزلین — آں طرف کزایِن تا بالائے این
دونوں منزلوں کے درمیان سو گنا فاصلہ ہے — اُس جانب مکان سے (لا) مکان کے اوپر تک

در فناہا ایں بقاہا دیدۂ — بر بقائے جسم چوں چفسیدۂ
فناؤں میں تو نے بقائیں دیکھی ہیں — جسم کے بقا پر تو کیوں چپک گیا ہے؟

ہیں بدہ اے زاغ ایں جاں بازباش — پیشِ تبدیلِ خدا جانباز باش
ہاں! او کوے یہ جان دے دے، باز بن جا — خدائی تبدیلی کے سامنے جانباز بن جا

تازہ میگرو کُہن را می سپار — کہ ہر اِمسالت فزونست از سہ پار
تازہ بن جا، پرانے کو دے دے — کیونکہ تیرا یہ سال گزشتہ تین سالوں سے بڑھا ہوا ہے

گرنباشی نخل وار ایثار کن — کہنہ بر کہنہ نہ وانبار کن
اگر تو کھجور کی طرح ایثار کرنے والا نہیں ہے — پُرانے پر پُرانا رکھتا رہ اور جمع کر لے

---

[1] صد ہزاراں۔ انسان کے لاکھوں مراتب ایسے ہیں جو فنا ہو چکے ہیں۔ از جمادی۔ انسان اپنے جمادی وجود سے نباتی وجود کی طرف منتقل ہو گیا اور اُس سے وہ لاعلم ہے پھر نباتی وجود اور پھر عقل کی بنیاد پر اُس کو وہ وجود مل گیا جس میں وہ احکام کا مکلف بنا۔ خارج۔ یعنی پھر اُس کا ارتقا عالم ارواح کی جانب ہوا جو حواسِ خمسہ اور جہات ستہ سے بالاتر ہے۔

[2] تلب بحر۔ ان مراتب وجود کے نشانات اُس وقت تک ہیں جب تک کہ اُس کا وجود، وجود مطلق سے وابستہ نہیں ہوا اور جب اس سمندر میں پہنچ گیا تو پھر ان وجودات کے نشانات غائب ہو جاتے ہیں۔ زانکہ۔ اس مسئلہ کو اس طرح سمجھو کہ خشکی کے منازل کے نشانات ہوتے ہیں۔ انھیں نشانات کے ذریعہ گاؤں اور سرائے اور وطن بنتا ہے لیکن دریا کے منازل کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے دریا کی منزل کی نہ چھت ہوتی ہے نہ دیوار وہاں چلنے کے نشانات پیدا ہوتے ہیں۔

[3] ہست۔ عالم مکان اور عالم لامکان دونوں منزلوں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ این۔ مکان۔ بالائے این۔ لامکاں۔ درفناہا۔ جبکہ پہلے مراتب کے فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے تو اس جسم کی بقا سے انسان کو نہ چمٹنا چاہیے۔ ہیں۔ جو شخص عمر کی درازی کا متمنی ہے اُس کو اس تبدیلی میں جان کی بازی لگانی چاہیے۔ تازہ۔ تو انسان کو تازہ وجود حاصل کرنا چاہیے کیونکہ اُس کو ہر مرتبہ پہلے مرتبہ سے افضل حاصل ہوا ہے۔ گرنباشی۔ کھجور اپنا پھل دوسروں کو دے دیتی ہے تو اُس کو قدرت نیا پھل عطا کرتی ہے۔

کُہنہ[1] و گندیدہ وَ بوسیدہ را — تحفہ میبر بہرِ ہر نادیدہ را
پُرانے اور گندہ اور سڑے ہوئے کا — ہر ندیدے کے لیے تحفہ لے جا

آنکہ نودید اُو خریدارِ تونیست — صید حق ست اُو گرفتارِ تونیست
جس نے نیا دیکھا ہے وہ تیرا خریدار نہیں ہے — وہ اللہ (تعالیٰ) کا شکار ہے وہ تجھ میں پھنسا ہوا نہیں ہے

ہرکجا باشند جوقِ مُرغِ کُور — برتوجمع آید اے سیلابِ شُور
جہاں کہیں اندھے پرندوں کا جھرمٹ ہو — اے کھاری پانی! تجھ پر جمع ہو جائے گا

تافزاید کوری از شور آبہا — زانکہ آبِ شور افزاید عمیٰ
تاکہ کھاری پانیوں سے اندھا پن بڑھے — کیونکہ کھارا پانی اندھا پن بڑھاتا ہے

اہلِ[2] دنیا زاں سبب اعمیٰ دل اند — شاربِ شورابۂ آب و گِل اند
دنیادار اسی وجہ سے اندھے دل والے ہیں — (کیونکہ) وہ آب وگل کا کھاری پانی پینے والے ہیں

شور میخور کور می چر دَر جہاں — چوں نداری آبِ حیواں دَر نہاں
دنیا میں کھاری پانی پیتا رہ، اندھے پن سے چرتا رہ — جبکہ تو اندر آبِ حیات نہیں رکھتا ہے

باچنیں حالت بقا خواہی و زیاد — ہمچو زنگی درسیہ رُوئی توشاد
اس حالت میں تو بقا اور یادگار چاہتا ہے — تو حبشی کی طرح کالا منہ ہونے پر خوش ہے

دَر سیاہی رنگ ازاں آسودہ است — کوز زادو اصل زنگی بودہ است
وہ رنگ کے کالے پن پر اس لیے مطمئن ہے — کیونکہ وہ پیدائش اور اصل سے حبشی ہے

آنکہ زاوّل شاہد و خوشرُو بُوَد — گرسیہ گردد تدارک جُو بُود
وہ جو شروع سے معشوق اور خوبصورت ہو — اگر وہ کالا بن جائے تو تدارک کا طالب ہو گا

مُرغِ[3] پرّندہ چو ماند بَر زمیں — باشد اندر غصہ و درد و حنین
اُڑنے والا پرند، جب زمین پر رہ جائے — وہ رنج اور درد اور فغاں میں ہو گا

مُرغِ خانہ بر زمیں خوش میرود — دانہ چیناں و شاد و شاطر میدود
پالتو پرند زمین پر خوشی سے چلتا ہے — دانہ چگتا ہوا، اور خوش اور چالاکی سے دوڑتا ہے

زانکہ اوواز اصل بے پرواز بود — واں دگر پرّندہ و پرباز بود
کیونکہ وہ اصل سے بغیر اُڑان کے تھا — وہ دوسرا اُڑنے والا اور کھلے پروں کا تھا

---

[1] کُہنہ۔ اگر پُرانا پھل نہ جھڑے تو وہ بوسیدہ اور گندہ ہو جائے گا۔ آنکہ۔ جس نے نیا وجود حاصل کر لیا ہے وہ پُرانے وجود کا خریدار نہ بنے گا۔ صیدِ حق۔ وہ ذاتِ حق میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہے۔ ہرکجا۔ تیرے خریدار اندھے ہیں اندھے پرند کھارے پانی پر جمع ہوتے ہیں جو اُن کو اور اندھا بنا دیتا ہے۔

[2] اہلِ دنیا۔ اہلِ دنیا چونکہ پُرانے وجود سے چمٹے ہوئے ہیں تو وہ بھی شور کھاری پانی کے پرندوں کی طرح اندھے دلوں والے ہیں۔ شور۔ اگر انسان کے دل میں آبِ حیات جاری نہیں ہے تو وہ کھاری پانی پینے والا اور اندھا دھند کھانے والا ہے۔ باچنیں۔ اگر اس بُری حالت میں تو عمر کی زیادتی کا خواہاں ہے تو تیری مثال اُس حبشی کی سی ہے جو اپنی سیاہ رُوئی پر مطمئن اور خوش ہو۔ آنکہ۔ اگر کوئی شروع میں خوش رنگ ہو اور پھر سیاہ رُو بن جائے تو وہ اس حالت میں مطمئن نہیں ہو سکتا ہے۔

[3] مُرغ۔ اگر اُڑنے والا پرند پنجرے میں پھنس جائے تو وہ غم و غصہ میں رہتا ہے۔ مرغِ خانہ۔ پالتو پرند پنجرے میں بھی خوش رہتا ہے کیونکہ اُس کو کبھی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی اور اُڑنے والا پرند آزاد تھا۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ارْحَمُوْا ثَلَاثًا عَزِیْزَ قَوْمٍ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تین شخصوں پر رحم کرو کسی قوم کا باعزت

ذُلَّ، وَغَنِیَّ قَوْمٍ افْتَقَرَ، وَعَالِمًا یَلْعَبُ بِهِ الْجُهَّالُ

جو ذلیل ہو گیا ہو، کسی قوم کا مالدار جو محتاج ہو گیا ہو، وہ عالم جس کا جاہل مذاق اڑائیں

گفت پیغمبرؐ کہ رحم آرید بر ۔۔۔ حالِ مَنْ کَانَ غَنِیًّا فَافْتَقَر

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ رحم کرو اوپر ۔۔۔ اُس شخص کے جو مالدار تھا پھر فقیر ہو گیا

وَالَّذِیْ کَانَ عَزِیْزًا فَاحْتُقِر ۔۔۔ اَوْصَفِیًّا عَالِمًا بَیْنَ الْمُضَر

اور اُس پر جو باعزت تھا پھر حقیر ہو گیا ہو ۔۔۔ یا منتخب عالم تر شرّوئی کے درمیان

گفت پیغمبرؐ کہ بر ایں سہ گروہ ۔۔۔ رحم آرید ار ز سنگید و ز کوہ

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ان تین قسموں پر ۔۔۔ رحم کرو خواہ تم پتھر کے ہو یا پہاڑ کے

آنکہ[2] اُو بعد از عزیزی خوار شد ۔۔۔ واں توانگر ہم کہ بے دینار شد

وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہو گیا ہو ۔۔۔ وہ مالدار بھی جو بے زر ہو گیا ہو

واں سوم آں عالمے کاندر جہاں ۔۔۔ مبتلا گردد میانِ ابلہاں

تیسرے وہ عالم جو دنیا میں ۔۔۔ بے وقوفوں میں مبتلا ہو جائے

زانکہ از عزت بخواری آمدن ۔۔۔ ہمچو قطعِ عضو باشد از بدن

کیونکہ عزت سے ذلت میں آ جانا ۔۔۔ جسم سے عضو کٹ جانے کی طرح ہے

عضو گردد مُردہ کزتن وابرید ۔۔۔ نو بُریدہ جُنبد امّا نے مدید

جو عضو بدن سے کٹ گیا وہ مُردہ ہو جاتا ہے ۔۔۔ نیا کٹا ہوا تڑپتا ہے لیکن زیادہ دیر نہیں

ہرکہ[3] از جامِ الست اُو خورد پار ۔۔۔ ہستش اِمسال آفتِ رنج و خمار

جس نے گذشتہ سال جامِ الست سے پیا ہو ۔۔۔ اس کو اس سال رنج اور اعضا شکنی کی مصیبت ہو گی

وانکہ چوں سگ ز اصل گہدانی بُود ۔۔۔ کے مر اُورا حرصِ سلطانی بُود

وہ جو کتے کی طرح اصل سنداس کا ہو ۔۔۔ اُس کو بادشاہت کا لالچ کب ہوتا ہے؟

توبہ اُو جوید کہ کردہ ست اُو گناہ ۔۔۔ آہ اُو گوید کہ گم کردہ است راہ

توبہ وہ کرتا ہے جس نے گناہ کیا ہو ۔۔۔ آہ وہ کرتا ہے جس نے راستہ گم کر دیا ہو

---

1. قال النبیؐ۔ مولانا کا مقصد یہ ہے کہ اچھی حالت کے بعد جب بُری حالت ہوتی ہے تو وہ انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ من کان۔ جو شروع سے مفلس ہو وہ اس قدر قابلِ رحم نہیں ہے جیسا کہ وہ شخص جو مالداری کے بعد مفلس ہو گیا ہو۔ عزیزا۔ جو شخص پہلے باعزت تھا پھر ذلیل ہو گیا ہو وہ بہت زیادہ قابلِ رحم ہے۔ عالما۔ وہ عالم جو جاہلوں میں پھنس گیا ہو بہت زیادہ قابلِ رحم ہے۔ ارز سنگید۔ خواہ تم پتھر کے بنے ہوئے ہو۔

2. آنکہ۔ یہ تینوں شخص بہت زیادہ قابلِ رحم ہیں، کیونکہ عزت کے بعد ذلت میں مبتلا ہو جانے سے وہی تکلیف پہنچتی ہے جو بدن کا کوئی عضو کٹنے سے۔ عضو۔ بدن سے کوئی عضو کٹنے کے بعد مُردہ ہو جاتا ہے تھوڑی دیر تڑپتا ہے اور پھر اُس پر مردنی چھا جاتی ہے۔

3. ہرکہ۔ جو شخص ایک بار کسی چیز کی لذت حاصل کر چکتا ہے اس کی یاد اُس کو ستاتی ہے۔ وانکہ۔ جس شخص نے کبھی سلطنت کا مزانہ چکھا ہو وہ سلطانی کی حرص سے محروم ہوتا ہے۔ توبہ۔ وہ شخص توبہ کرتا ہے جس کو اپنے گناہ کا احساس ہوتا ہے اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہی آہ کرتا ہے۔

قصۂ[1] محبوس شدنِ آں آہو بچہ در آخُرِ خراں و طعنۂ آں خراں بران غریب گاہ بجنگ، گاہ بہ تسخر و مبتلا شدنِ اُو بکاہِ خشک کہ غذائے اُو نیست و ایں صفت بندۂ خاصِ خدای ست عَزَّ وجَلَّ میانِ اہلِ دنیا و اہلِ شہوت کہ اَلْاِسْلَامُ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا کَمَابَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہرن کے بچہ کا گدھوں کے اصطبل میں قیدی ہونے کا قصہ اور اُس پردیسی پر اُن گدھوں کی طعنہ زنی کبھی لڑائی سے کبھی مذاق سے، اور اُس کا خشک گھاس میں مبتلا ہونا کیونکہ وہ اُس کی غذا نہیں ہے اور یہی حالت خدائے عزوجل کے خاص بندے کی دنیاداروں اور شہوت پرستوں میں ہے کیونکہ اسلام اجنبی بن کر شروع ہوا اور عنقریب اجنبی بن جائے گا جیسا کہ شروع ہوا تو اجنبیوں کے لیے خوشخبری ہے اللہ کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے

آہوئے راکرد صیادے شکار — اندر آخُر کردش آں بے زینہار

ایک ہرن کا ایک شکاری نے شکار کر لیا — اس بے امان کو اصطبل میں کر دیا

آخُررا پُرز گاوان و خراں — حبسِ آہو کرد چوں اِستمگراں

اُس اصطبل کو جو بیلوں اور گدھوں سے بھرا ہوا تھا — ظالموں کی طرح ہرن کا قید خانہ بنا دیا

آہو از وحشت بہر سُو میگریخت — اُو[2] بہ پیشِ آں خراں شب کاہ ریخت

ہرن، دہشت سے ہر جانب کو بھاگتا تھا — اُس (شکاری) نے رات کو گدھوں کے سامنے گھاس ڈال دی

از مجاعت و اشتہا ہرگاوَ وخر — کاہ رامیخورد خوشتر از شکر

بھوک اور خواہش سے ہر بیل اور گدھا — گھاس کو شکر سے بھی زیادہ خوشی سے کھاتا تھا

گاہ آہو می دمید از سُو بسُو — گہ دُور و گرد کہ میتافت رُو

ہرن، کبھی ادھر اُدھر دوڑتا تھا — کبھی دھویں اور گھاس کی گرد سے منہ موڑتا تھا

ہر کرا با ضدِ خودْ بگذاشتند — آں عقوبت را چو مرگ انگاشتند

جس کو اُس کی ضد کے ساتھ چھوڑ دیا ہے — اس سزا کو اُس نے موت خیال کیا ہے

تاسلیماںؑ[3] گفت کاں ہُدہُد اگر — ہجر را عذرے نگوید معتبر

یہاں تک کہ (حضرت) سلیمانؑ نے کہا کہ اگر وہ ہُدہُد — جدائی کا معتبر عذر نہ بیان کرے

بکشمش یا خود دہم اُو را عذاب — یک عذابِ سخت بیروں از حساب

میں اُس کو مار ڈالوں گا یا خود اُس کو سزا دوں گا — ایک سخت سزا جو اَن گنت ہے

[1] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ ہرن کا بچہ چونکہ آزادی کے لطف اُٹھائے ہوئے تھا اس لیے اُس کے نہ ہونے کا اُس کو افسوس تھا۔ گدھے اُس سے محروم تھے۔ وایں صفت۔ جس طرح یہ ہرن کا بچہ گدھوں میں آ کر پریشان ہوا یہی حال عالم کا جاہلوں میں ہوتا ہے۔ الاسلام۔ جس وقت اسلام کی ابتدا ہوئی تب بھی وہ لوگوں کے لیے اجنبی تھا اور عنقریب پھر اجنبی بن جائے گا اُن لوگوں کے لیے خوشخبری ہے جو مسلمان ہونے کی وجہ سے اجنبی ہیں۔ آخر۔ اصطبل۔ زینہار۔ پناہ۔ اِستگراں۔ ستمگراں۔

[2] اُو۔ یعنی شکاری۔ مجاعت۔ بھوک۔ ہرکرا۔ سزا میں اگر کسی چیز کو اُس کے مخالف سے وابستہ کر دیا جائے تو یہ سزا موت ہے۔

[3] تاسلیماںؑ۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کو جو سخت عذاب دینے کو کہا تھا وہ یہی تھا کہ اُس کو ناجنس کے ساتھ پنجرے میں بند کر دیتے۔

ہاں کدام ست آں عذاب اے معتمد
اے معتمد! ہاں وہ سزا کون سی ہے؟
در قفس بودن بغیرِ جنسِ خود
پنجرے میں غیر جنس کے ساتھ ہونا

زیں[1] بدن اندر عذابی اے پسر
اے بیٹا! اس جسم سے تو بھی عذاب میں ہے
مُرغ رُوحت بستہ باجنسِ دگر
تیری روح کا پرند، دوسری جنس سے وابستہ ہے

روح بازست و طبائع زاغہا
روح باز ہے اور مزاج کوے ہیں
دارد از زاغانِ تن بس داغہا
وہ جسم کے کوؤں کی وجہ سے بہت زخمی ہے

اُو بماندہ درمیان شاں زار زار
وہ اُن کے درمیان تباہ حال ہے
ہمچو بُوبکرے بشہرِ سبزوار
جس طرح کوئی ابوبکر سبزوار شہر میں

حکایت سلطان محمد خوارزم شاہ کہ شہر سبز وار راکہ ہمہ اہلِ اُو
سلطان محمد خوارزم شاہ کی حکایت جس نے سبزوار شہر کو جس کے تمام باشندے
رافضی باشند بجنگ بگرفت ایشاں از کشتن امان
رافضی تھے جنگ کر کے لے لیا اُن لوگوں نے قتل سے امان چاہی اُس
خواستند گفت آنگہ اماں دہم کہ پیشِ من ازیں شہر یک
نے کہا میں امان جب دوں گا جبکہ اس شہر میں سے ایک
ابوبکر نامی بیاورید
ابوبکر نامی شخص لے آؤ

شد محمد اَلپ[2] اُلُغ خوارزم شاہ
بہادر محمد خوارزم شاہ لگا
در قتالِ سبزوارِ پُر تباہ
تباہی بھرے سبزوار (شہر) کے قتال میں

تنگ شاں آورد لشکرہائے اُو
اُس کے لشکروں نے اُن کا محاصرہ کر لیا۔
اسپہش افتاد در قتلِ عدُو
اُس کے سپاہی دشمن کے قتل میں لگ گئے

سجدہ[3] آوردند پیشش کالاماں
انھوں نے اُس کے سامنے سجدہ کیا کہ امن دے
حلقہ ماں در گوش کن وابخش جاں
ہمیں حلقہ بگوش بنا لے، جان بخش دے

ہر خراج و ہر صلہ کہ بایدت
جو خراج اور جو بدلہ تجھے چاہیے
آں زماہر موسمے افزایدت
وہ ہر موسم میں ہماری جانب سے تیرے لیے بڑھ کر ہوگا

جانِ ماآنِ تو است اے شیرخُو
اے شیر دل! ہماری جان تیری ملکیت ہے
پیشِ ما چندے امانت باش گو
کہہ دے، ہمارے پاس کچھ دن امانت میں رہے

---

[1] زیں بدن۔ انسان کے لیے یہی عذاب ہے کہ اُس کی روح کو غیر جنس یعنی جسم کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہے۔ روح۔ روح باز ہے اور بدن کی طبیعت کوا ہے۔ بوبکرے۔ یعنی ابوبکر نامی شخص۔ سبزوار۔ ایران کا مشہور شہر ہے جس کے باشندے سخت رافضی تھے۔

[2] اَلپ۔ بہادر۔ اُلُغ۔ بزرگ۔ خوارزم شاہ۔ یہ ایران کا بادشاہ تھا خراسان سے عراق تک اُس کی خلافت تھی یہ مولانائے روم کے والد خواجہ بہاؤالدین کا ماموں تھا۔

[3] سجدہ آوردند۔ سبزوار کے باشندے مطیع ہو گئے اور انھوں نے جان و مال کی امان چاہی۔ ہر خراج۔ سبزواریوں نے کہا کہ جو ٹیکس ہم پر لگایا جائے گا ہم ہر فصل میں بڑھا کر ادا کریں گے۔

گفت نرہانید از من جانِ خویش — تانیارید م ابوبکرے بہ پیش

اُس نے کہا تم اپنی جان مجھ سے نہیں چھڑا سکتے ہو — جب تک کہ ایک ابوبکر میرے سامنے حاضر نہ کر دو

تا مر ابوبکر[1] نام از شہرِ تاں — ہدیہ نارید اے رمیدہ اُمتاں

جب تک کہ ابوبکر نام کا اپنے شہر سے میرے پاس — ہدیہ نہ لاؤ گے، اے بگڑی ہوئی قوم!

بدرودم تاں ہمچو کِشت اے قومِ دوں — نے خراج استانم و نے ہم فسوں

اے کمینہ قوم! میں کھیتی کی طرح تمھیں کاٹوں گا — نہ خراج لوں گا، اور نہ ہی چکنی چپڑی باتیں (سنوں گا)

پس جوالِ زر کشیدندش براہ — کز چنیں شہرے ابوبکرے مخواہ

تو انھوں نے اشرفیوں کا بورا اُس کے سامنے لا ڈالا — کہ ایسے شہر سے ابوبکر نہ مانگ

کے[2] بود بوبکر اندر سبزوار — یا کلوخِ خشک اندر جوئبار

ابوبکر، سبزوار میں کہاں ہو سکتا ہے؟ — یا خشک ڈھیلا نہر میں

رُو بتابید از زر و گفت اے مُغاں — تا نیارید م ابوبکر ارمُغاں

اشرفیوں سے منہ پھیر لیا اور کہا اے کافرو! — جب تک کہ تم ابوبکر کا تحفہ میرے پاس نہ لاؤ گے

ہیچ سودے نیست کودک نیستم — تا بزرّ و سیم حیراں بیستم

کوئی فائدہ نہیں ہے، میں بچہ نہیں ہوں — کہ سونے اور چاندی سے حیران ہو جاؤں

تانیاری سجدہ نہ رہی اے زبوں — گر بہ پیمائی تو مسجد را بکوں

اے حقیر! جب تک تو سجدہ نہ کرے گا (فرض سے) نہ چھٹے گا — خواہ تو مقصد سے (ساری) مسجد کو ناپ ڈالے

مُنہیاں[3] انگیختند از چپ و راست — کاندریں ویرانہ بوبکرے کجاست

اُنھوں نے دائیں بائیں جانب جاسوس دوڑائے — کہ اس ویرانہ میں کوئی ابوبکر کہاں ہے

بعد سہ روز و سہ شب کاشتافتند — یک ابوبکرے نزارے یافتند

تین دن اور تین رات کے بعد جبکہ وہ دوڑے پھرے — انھوں نے ایک لاغر ابوبکر پا لیا

رہگذر بُود و بماندہ از مرض — در یکے گوشہ خرابے پُر حرض

مسافر تھا اور مرض کی وجہ سے پڑا رہ گیا تھا — مریض ہو کر، و بازدہ ویرانے، کے ایک گوشہ میں

گوہرے اندر خرابہ بے عرض — خونِ دل بر رُخ فشاندہ از مرض

ویرانہ میں موتی، بے سروسامان — مرض کی وجہ سے دل کا خون چہرے پر چھڑکے ہوئے

خفتہ بود اُودر یکے کنجے خراب — چوں بدیدندش بگفتندش شتاب

وہ ایک اُجڑے ہوئے گوشہ میں سو رہا تھا — جب اُنھوں نے اُس کو دیکھا، فوراً اُس نے کہا

---

[1] ابوبکر۔ خوارزم شاہ نے کہا امان کی شرط یہ ہے کہ اپنی آبادی میں سے ابوبکر نام کا کوئی شخص لا کر پیش کرو۔ بدردم۔ اگر یہ شرط پوری نہ کرو گے تو میں سب کو قتل کرا دوں گا۔ پس جوال۔ ان لوگوں نے اشرفیوں کا بورا سامنے لا کر ڈال دیا کہ یہ قبول کر لیجیے اور ابوبکر نامی شخص کے لانے کی شرط ختم کر دیجیے۔

[2] کے بود۔ سبزوار میں کسی ابوبکر کی تلاش ایسی ہی ہے جیسے کوئی دریا میں خشک ڈھیلا تلاش کرے۔ مغاں۔ ان لوگوں کو رفض کی وجہ سے کفار سے تعبیر کیا ہے۔ تانیاری۔ ان لوگوں کا اشرفیاں دے کر نجات حاصل کرنے کی تمنا ایسی ہی تھی جیسا کہ کوئی شخص نماز سے اس طور پر چھٹکارا حاصل کرنا چاہے کہ پوری مسجد کو سرینوں سے ناپ ڈالے اور سجدہ نہ کرے۔

[3] منہیاں۔ ابوبکر نامی شخص کی تلاش میں سبزوار والوں نے جاسوس چھوڑ دیے۔ نزار۔ لاغر۔ رہگذر۔ راہگذار، مسافر۔ حرض۔ بیماری۔ گوہر۔ وہ شخص ایک قیمتی جوہر تھا لیکن ان بے قدروں میں پڑا ہوا تھا۔ خفتہ بود۔ وہ ابوبکر نامی مسافر ایک ویرانہ میں پڑا سو رہا تھا۔

خیز کہ سلطاں تُرا طالب شدہ است — کز تو[1] خواہد شہرِ ما از قتل رَست
اُٹھ کہ بادشاہ تیرا طالب ہوا ہے — کیونکہ تیری وجہ سے ہمارا شہر قتل سے بچ جائے گا

گفت اگر پایم بُدے یا مقدمے — خود براہے خود بمقصد رفتمے
اُس نے کہا، اگر میرے پاؤں، یا چلنا ہوتا — اپنے راستہ پر، اپنی منزل کو چل دیتا

اندریں دشمن کدہ کے ماندمے — سُوئے شہرِ دوستاں میراندمے
میں اس دشمنستان میں کب ٹھہرتا؟ — دوستوں کے شہر کی جانب سواری ہانک دیتا

تختۂ مُردہ کشاں بفراشتند — بر کتِف بوبکر را برداشتند
انھوں نے ایک تابوت اُٹھایا — کاندھے پر ابوبکر کو سوار کر لیا

جانبِ خوارزم شہ جملہ دواں — می کشیدندش کہ تا بیند نشاں
سب خوارزم شاہ کی جانب دوڑے — وہ اُس کو لے جا رہے تھے تاکہ وہ نشانی دیکھ لے

سبزوار ست ایں جہان و مردِ حق — اندریں جا ضائع ست و ممتحق
یہ دنیا سبزوار ہے اور مردِ خدا — اُس میں رائیگاں اور نیست ہے

ہست آں خوارزم شہ یزداں جلیل — دل ہمی خواہد ازیں قوم ذلیل
وہ خدائے بزرگ (بمنزلہ) خوارزم شاہ کے ہے — اس ذلیل قوم سے دل کا طالب ہے

گفت[2] لَا يَنْظُرُ اِلٰى تَصْوِيْرِكُمْ — فَابْتَغُوْا ذَا الْقَلْبِ فِيْ تَدْبِيْرِكُمْ
(رسولؐ نے) فرمایا ہے وہ (خدا) تمھاری صورت کو نہیں دیکھتا ہے — پس اپنی تدبیر میں صاحبِ دل کو تلاش کرو

من ز صاحبدل کنم در تو نظر — نے بنقش و سجدہ و ایثارِ زر
میں صاحب دل کے ذریعہ تجھ میں نظر کرتا ہوں — نہ کہ صورت اور سجدہ اور عطائے زر کے ذریعہ

تو دلِ خود را چو دل پنداشتی — جستجوئے اہلِ دل بگذاشتی؟
چونکہ تو نے اپنے دل کو، دل سمجھ لیا ہے — (اس لیے) تو نے صاحب دل کی جستجو ترک کر دی ہے

دل کہ گر ہفصد چو ایں ہفت آسماں — اندر اُو آید شود یاوہ ونہاں
(وہ) دل کہ اگر سات آسمان جیسے سات سو — اُس میں آئیں تو وہ گم اور پوشیدہ ہو جائیں

ایں[3] چنیں دل ریزہا را دل مگو — سبزوار اندر ابوبکرے مجو
دل کے اس طرح کے ریزوں کو دل نہ کہہ — سبزوار کے اندر ابوبکر تلاش نہ کر

صاحبِ دل آئنہ شش رُو بُود — حق درو از شش جہت ناظر شود
صاحب دل چھ رُخا آئینہ ہوتا ہے — اللہ (تعالیٰ) چھ جانب سے اُس میں دیکھتا ہے

---

1. کز تو۔ بادشاہ شرط کے مطابق ہمیں معاف کر دے گا۔ بمقصد۔ یعنی اگر چلنے کی طاقت ہوتی تو میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا تم لوگوں میں نہ ٹھہرتا۔ اندریں۔ رافضی حضرت ابوبکر کے نام کے بھی دشمن ہوتے ہیں۔ تختۂ مردہ کشاں۔ مردے کے لے جانے کا تختہ۔ سبزوار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دنیا بھی سبزوار ہے اور یہاں بھی مردِ حق اسی طرح بے یار و مددگار رہتا ہے جس طرح ابوبکر نامی شخص سبزوار میں تھا۔ یزداں۔ اللہ تعالیٰ کی مثال خوارزم شاہ جیسی ہے اللہ تعالیٰ بھی دنیاداروں سے دل کا مطالبہ کرتا ہے۔
2. گفت۔ حدیث شریف ہے اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے۔ وہ تمھارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے۔ من۔ اللہ تعالیٰ خلق اللہ کی طرف کسی صاحب دل کی وجہ سے توجہ فرماتا ہے۔ تو دل۔ ہر شخص ایسا صاحب دل نہیں ہے جس کی وجہ سے مخلوقِ خدا کا منظورِ نظر بنے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ اس دل کو پسند کرتا ہے جس دل میں اس قدر وسعت ہو کہ سات آسمانوں جیسے سات سو اس میں سما جائیں۔
3. ایں چنیں۔ دلوں میں اس دل کی تلاش ایسی ہی ہے جیسا کہ سبزوار میں ابوبکر نامی کی تلاش۔ صاحب۔ صاحب دل شش جہت سے مصفّٰی ہوتا ہے اس کی مثال شش رو آئینہ کی سی ہے اور خدا ہر طرف سے اس کو دیکھتا ہے۔

ہر کہ[1] اندر شش جہت دارد مقر
جو شش جہت میں ٹھکانا رکھتا ہو
کے کند در غیرِ حق یک دم نظر
وہ تھوڑی دیر کے لیے (بھی) ماسوی اللہ کو کب دیکھتا ہے؟

گر کند اُو از برائے اُو کند
اگر وہ (صاحبِ دل) نظر کرتا ہے اُس (اللہ) کیلئے کرتا ہے
ور قبول آرد ہمو باشد سند
اگر قبول کرتا ہے، تو وہی سہارا ہوتا ہے

چونکہ اُو حق رابوَد در کلِّ حال
کیونکہ وہ ہر حالت میں اللہ (تعالیٰ) کے لیے ہوتا ہے
برگزیدہ باشد اُو را ذُوالجلال
اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا ہے

ہیچ بے اُو حق بکس ندہد نوال
اللہ (تعالیٰ) اُس کے بغیر کبھی کسی کو عطا نہیں کرتا ہے
شمۂ گفتم من از صاحب وصال
میں نے واصل (بحق) کے بارے میں تھوڑا سا بتا دیا

موہبت[2] را برکفِ دستش نہد
وہ (اللہ تعالیٰ) عطیہ اُس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ دیتا ہے
وز کفش آں را بمرحوماں دہد
اُس کی ہتھیلی کے ذریعہ اُسکو قابل رحم لوگوں کو دیتا ہے

با کفش دریائے کُل را اتصال
اُس کی ہتھیلی کا دریائے کُل سے اتصال ہے
ہست بے چون و چگونہ پُرکمال
وہ ناقابلِ بیان کمالات سے پُر ہے

اِتصالے کہ نہ گنجد در کلام
وہ اتصال جو بیان نہیں ہو سکتا ہے
گفتنش تکلیف باشد والسلام
اُس کا بیان کرنا تکلف ہے، والسلام

صد جُوالِ زربیاری اے غنی
اے مالدار! اگر تو سونے کے سو بورے لائے گا
حق بگوید دل بیار اے منحنی
اللہ (تعالیٰ) فرما دے گا اے کُبڑے! دل لا

گرز[3] تو راضی ست دل، من راضیم
اگر وہ دل تجھ سے راضی ہے میں بھی راضی ہوں
ورز تو معرض بُود اعراضیم
اگر وہ تجھ سے منہ پھیرنے والا ہے میں بھی منہ پھیرنیوالا ہوں

ننگرم در تو دراں دل بنگرم
میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں اُس کو دیکھتا ہوں
تحفہ اُورا آر اے جاں بردرم
اے جان! میرے در پر اُس کا تحفہ لا

با تو او چونست ہستم من چناں
تیرے ساتھ وہ جیسا ہے میں ویسا ہی ہوں
زیرِ پائے مادراں باشد جناں
جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے

مادر و بابا واصلِ خلق اوست
مخلوق کی ماں اور باپ اور اصل وہ ہے
اے خنک آنکس کہ دل داند ز پوست
وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے دل اور چھلکے میں امتیاز کرلیا ہے

تو بگوئی نِک دل آوردم بتُو
تو کہے گا میں تیرے پاس یہ دل لایا ہوں
گویدت ایں دل نیرزد یک طسُو
وہ تجھ سے کہدیگا کہ یہ دل ایک دمڑی کا (بھی) نہیں ہے

---

[1] ہر کہ۔ جو شخص لامکانی بن چکا ہو وہ غیر اللہ کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ گر کند۔ اگر صاحبِ دل کسی کی طرف نظر کرتا ہے تو خدا کے لیے کرتا ہے اور اُس کا رد و قبول سب خدا کے لیے ہوتا ہے۔ چونکہ۔ چونکہ اس صاحبِ دل کے جملہ احوال خدا کے لیے ہوتے ہیں لہٰذا وہ خدا کا برگزیدہ ہوتا ہے۔ ہیچ۔ یہ صاحبِ دل خلیفۃ اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی جملہ عطا اُس کے واسطے ہی ہوتی ہے۔

[2] موہبت۔ اللہ تعالیٰ اپنے جملہ عطیات اُس کے ہاتھوں مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ دریائے کُل۔ حضرت حق تعالیٰ۔ اتصال۔ اُس کے ہاتھ کا خدا سے جو اتصال ہے اُس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ صد جوال۔ اللہ تعالیٰ سونے چاندی سے بے نیاز ہے وہ صرف دل کا اخلاص قبول کرتا ہے۔

[3] گرز تو۔ جس سے وہ صاحبِ دل راضی ہوتا ہے، اُس سے خدا راضی ہوتا ہے جس سے وہ ناراض ہوتا ہے خدا اس سے ناراض ہوتا ہے۔ مادراں۔ وہ صاحبِ دل ایسا ہی مُربی ہے جس طرح ماں مربی ہوتی ہے۔ مادر۔ وہ صاحبِ دل مخلوق کے لیے بمنزلہ ماں باپ کے ہوتا ہے۔ تو بگوئی۔ تو خدا کے سامنے اپنا وہ دل پیش کرتا ہے جو ایک دمڑی کا بھی نہیں ہے۔

آں دلے[1] آور کہ قطبِ عالم ست
وہ دل لا جو عالم کا قطب ہے
جانِ جانِ جانِ جانِ آدمؑ ست
(وہ دل) آدم کی جان کی جان کا محبوب ہے

از برائے آں دلِ پُرنور و پر
اُس نیکی اور نور سے بھرے ہوئے دل کا
ہست آں سلطانِ دلہا منتظر
دلوں کا بادشاہ منتظر ہے

تو بگردی روزہا در سبزوار
تو ایک عرصہ تک سبزوار میں گھومے گا
آنچناں دل را نیابی ز اعتبار
ازروئے اعتبار تو ایسے دل کو نہ پائے گا

پس دلِ پژمردۂ بوسیدہ جاں
تو ایک مُرجھایا ہوا اور بوسیدہ روح والا دل
برسرِ تختہ نہی آنسو کشاں
تابوت میں رکھ کر، وہاں لے جا

کہ دل آوردم ترا اے شہریار
کہ اے شاہ! میں تیرے لیے دل لایا ہوں
بہ ازیں دل نبُود اندر سبزوار
سبزوار میں اس سے بہتر دل نہیں ہے

گویدت[2] ایں گورخانہ است اے جری
وہ تجھ سے کہہ دے گا اے بیباک! یہ قبرستان ہے
کہ دلِ مردہ بدیں جا آوری
کہ تو ایک مردہ دل یہاں لایا ہے

رو بیاور آں دلے کو شاہ خوست
جا، وہ دل لا جو شاہانہ مزاج رکھے
کہ امانِ سبزوارِ کون ازوست
کیونکہ دنیا کے سبزوار کو اسی کی وجہ سے امن حاصل ہے

گوئی آں دل زیں جہاں پنہاں بُود
تو کہے گا کہ وہ دل اس دنیا میں مفقود ہے
زانکہ ظلمت باضیاء ضِدّاں بُود
کیونکہ تاریکی اور نور دو ضد ہیں

دشمنیِ آں دل از روزِ اَلَست
ازل سے اس دل کے ساتھ دشمنی
سبزوارِ طبع را میراثی است
(دنیاوی) طبیعت کی موروثی ہے

زانکہ[3] اُو بازست دنیا شہرِ زاغ
کیونکہ وہ باز ہے، دنیا کوؤں کا شہر ہے
دیدنِ ناجنس برناجنس داغ
غیر جنس کو غیر جنس کا دیکھنا داغ ہے

ورکند نرمی نِفاقے می کند
اگر وہ نرمی کرتا ہے، تو نفاق برت رہا ہے
زاستمالت اِرتفاقے می کند
مائل کر کے، فائدہ حاصل کر رہا ہے

می کند آرے نہ ازبہرِ نیاز
ہاں ہاں کہتا ہے نہ کہ نیازمندی سے
تا کہ ناصح کم کُند نصحِ دراز
(بلکہ) اس لیے کہ ناصح دراز نصیحت نہ کرے

زانکہ ایں زاغِ خسِ مُردار جُو
کیونکہ یہ کمینہ کوا، مردار کا جویاں
صد ہزاراں مکر دارد توبتو
تہ بہ تہ لاکھوں مکر رکھتا ہے

---

[1] قطب عالم ست۔ صاحب دل پر عالم کی بقا کا مدار ہوتا ہے اور یہی دل آدمؑ کے جان کی جان کا محبوب ہے۔ از برائے۔ اللہ تعالیٰ ایسے دل کا منتظر ہے جو نور اور نیکی سے بھرا ہوا ہے۔ تو بگردی۔ دنیا میں ایسے دل کا ملنا ایسا ہی دشوار ہے جس طرح سبزوار میں ابوبکر نامی شخص کا ملنا۔ پس۔ اگر وہ دل تیرے پاس نہیں ہے تو اپنا مردہ دل ہی بارگاہ میں پیش کر دے جس طرح سبزوار والوں نے بیمار اور لاغر ابوبکر نامی شخص کو پیش کر دیا تھا۔

[2] گویدت۔ وہ شاہ تجھ سے کہے گا کہ یہاں کوئی قبرستان ہے کہ تو مردہ دل کو یہاں لایا ہے۔ رو۔ جا اور وہ دل لا جس کی وجہ سے عالم کا بقا ہے۔ گوئی۔ تو اس کے جواب میں کہنا کہ دنیا تاریکی ہے اور وہ دل نور ہے تاریکی میں نور کہاں ہے۔ دشمنی۔ ایسے دل سے دنیا کو روزِ ازل سے دشمنی ہے۔

[3] زانکہ۔ وہ دل باز ہے اور دنیا جہاں زاغ ہے کوئی اپنے ناجنس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا ہے۔ ورکند۔ اگر کوئی دنیادار ایسے صاحب دل کے ساتھ نرمی برتتا ہے تو وہ منافقت پر مبنی ہوتی ہے یا اُس سے کسی فائدہ کا اُمیدوار ہوتا ہے۔ می کند۔ اگر دنیادار ایسے دل کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے تو محض اس لیے کہ وہ اس کو زیادہ نصیحت نہ کرے۔ زانکہ۔ اس لیے کہ ایک دنیادار میں لاکھوں مکاریاں ہوتی ہیں۔

گر پذیرند[1] آں نفاقش وارہید — شد نفاقش عینِ صدقِ مُستفید
اگر وہ اسکے نفاق کو قبول کرلیں تو اُس نے نجات حاصل کرلی — اُس کا فائدہ مند نفاق عین سچائی بن گیا

زانکہ آں صاحبدلِ باکرّ و فر — ہست در بازارِ ما معیُوب خر
کیونکہ وہ شان و شوکت والا صاحب دل — ہمارے بازار میں عیب دار کو بھی خرید لینے والا ہے

صاحبِ دل جو اگر بیجاں نۂ — جنسِ دل شوگر ضدِ سلطاں نۂ
صاحب دل کی تلاش کر اگر تو مردہ نہیں ہے — دل کا (ہم) جنس بنجا اگر تو شاہ کا مخالف نہیں ہے

آنکہ زرقِ اُو خوش آید مرتُرا — اُو ولیِ تُست نہ خاصۂ خدا
جس کا مکرا تجھے اچھا لگتا ہے — وہ تیرا ولی ہے، نہ کہ مردِ خدا

ہرکہ[2] اُوبر خویؔ و برطبعِ تو زیست — پیشِ طبعِ تو وَلی ست و نبی ست
ہر وہ جو تیری عادت اور مزاج کے مطابق زندگی گذارتا ہے — تیرے نزدیک وہ ولی ہے اور نبی ہے

رَو ہوا بگذار تا بُویِ خدا — در مشامت میرسد اے کد خدا
جانفسانیت کو چھوڑ، تاکہ خدائی خوشبو — تیری ناک میں پہنچے، اے صاحبِ خانہ!

رو ہوا بگذار تا خوبت شود — واں مشامِ عنبریں بُویت شود
جا، نفسانیت کو چھوڑ، تاکہ تیری بھلائی ہو — اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھنے والا بن جائے

از ہوا رانی دماغت فاسد ست — مشک و عنبر پیشِ مغزت کاسِدست
نفسانیت سے تیرا دماغ خراب ہے — تیرے دماغ کے لیے مشک اور عنبر بے قدر ہے

عاشقی[3] تو برنجاست ہمچو زاغ — بُوئے مُشکت می نگیرد در دماغ
تو کوے کی طرح نجاست پر عاشق ہے — تیرے دماغ میں مشک کی خوشبو نہیں آتی ہے

حد ندارد ایں سخن و آہوئِ ما — میگریزد اندر آخُر جابجا
اس بات کی حد نہیں ہے اور ہمارا ہرن — اصطبل میں، جابجا بھاگ رہا ہے

بقیہ قصۂ آہو در آخُورِ خراں

گدھوں کے اصطبل میں ہرن کا بقیہ قصہ

روز ہا آں آہوئِ خوش ناف نر — در شکنجہ بُود در اصطبلِ خر
وہ نر، عمدہ نافہ والا، ہرن بہت دن تک — گدھوں کے اصطبل میں قید میں تھا

مضطرب در نزع چوں ماہی بخشک — در یکے حُقہ مُعذّب پشک و مشک
جاں کنی میں بے چین تھا جس طرح مچھلی خشکی پر — ایک ڈبیہ میں مینگنی اور مشک عذاب میں ہوتے ہیں

---

[1] گر پذیرند۔ بہت سے لوگ منافقانہ حاضر ہوئے ہیں اور مومن کامل بن گئے ہیں۔ معیوب خر۔ صاحب دل اپنی شان و شوکت کی وجہ سے عیب دار کا بھی خریدار بن جاتا ہے۔ صاحب دل۔ جب تجھے یہ معلوم ہوگیا کہ صاحبِ دل معیوب کو بھی خرید لیتا ہے تو اب کسی صاحب دل کی تلاش کرلے اگر تو خدا کا دشمن نہیں ہے۔ مرترا۔ جس کی مکاری تجھے پسند آئے وہ تیرا دوست ہے خدا کا دوست نہیں ہے۔

[2] ہرکہ۔ تو اُس اپنے جیسے نبی کی ولایت اور نبوت کا قائل ہوتا ہے۔ رو۔ خواہش نفسانی کو ترک کر، جب تو خدائی خوشبو سونگھ سکے گا اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھ سکے گا۔ از ہوارانی۔ اگر تو نفس کی خواہشات کو پورا کرتا رہے گا تو مشک و عنبر کو تو نہ پہچان سکے گا۔

[3] عاشقی۔ چونکہ تو نفسانی خواہش میں مبتلا ہے تو تیرا دماغ خدائی خوشبو سے ناآشنا ہے۔ خوش ناف۔ ہرن کی ناف میں سے مشک نکلتا ہے۔ شکنجہ۔ سزا، قید۔ حُقہ۔ ڈبیہ۔ پشک۔ مینگنی۔

یکؔ خرش گفتے کہ ہاں اے بوالوحوش
ایک گدھا اُس سے کہتا، ہاں وحشیوں کے ابا
طبعِ شاہاں داری و میراں خموش
تو شاہوں اور سرداروں کا مزاج رکھتا ہے (اور) خاموش ہے

آں دگر تسخر زدے کز جزرومد
دوسرا مذاق اُڑاتا کہ (دریا کے) اُتار چڑھاؤ سے
گوہر آوردست کے ارزاں دہد
موتی لے آیا ہے، سستا کب دے سکتا ہے؟

واں خرے گفتے کہ باآں نازکی
ایک گدھا کہتا کہ اس نزاکت کے ہوتے ہوئے
برسریرِ شاہ شو تو متّکی
تو شاہی تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ

واں خرے شد تخمہ وز خوردن بماند
ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی اور نہ کھا سکا
پس برسمِ دعوت آہو را بخواند
تو دعوت کے طریقہ پر ہرن کو بلایا

سرچنیںؔ کرد اُو کہ نے رَو اے فلاں
اُس نے سر ہلایا کہ "نہیں" جا، اے فلاں!
اِشتہایم نیست ہستم ناتواں
مجھے بھوک نہیں ہے، میں کمزور ہو گیا ہوں

گفت میدانم کہ نازے می کنی
اس نے کہا (ہاں) میں جانتا ہوں تو نخرے کر رہا ہے
یاز ناموس احترازے می کنی
یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے

گفت با اُو خور کہ ایں طعمۂ توہست
اُس نے اُس سے کہا کہ تو کھا، یہ تیری خوراک ہے
کہ ازاں اجزائے تو زندہ نوست
کیونکہ اس سے تیرے اعضا زندہ اور تازہ ہیں

من الیفِ مرغزارے بُودہ ام
میں جنگل سے مانوس تھا
در ظلال و روضہا آسودہ ام
میں نے سایوں اور باغوں میں آرام کیا ہے

گر قضا افگند مارا در عذاب
اگر تقدیر نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے
کے رود آں خود طبعِ مُستطاب
وہ عمدہ عادت اور مزاج کہاں جاتا ہے؟

گرگداؔ گشتم گدا رُو کے شوم
اگر میں فقیر ہو گیا ہوں بے آبرو کب بن سکتا ہوں؟
ور لباسم کہنہ گردد من نوم
اگر میرا لباس پُرانا ہو جائے، میں نیا ہوں

سُنبل ولالہ و سپرغم نیز ہم
سُنبل اور لالہ اور نازبو بھی
باہزاراں ناز و نخوت خوردہ ام
میں نے ہزاروں نازو نخوت سے کھائے ہیں

گفت آرے لاف میزن لاف لاف
اُس نے کہا ہاں گپیں مار، گپیں گپیں
در غریبی بس تواں گفتن گزاف
پردیس میں بہت سی بکواس بکی جا سکتی ہے

گفت نافم خود گواہی میدہد
اس نے کہا میرا نافہ خود گواہی دے رہا ہے
مِنّتے برعُود و عنبر می نہد
جو عُود اور عنبر پر احسان جتاتا ہے

یک خرش۔ ایک گدھے نے ہرن کے بچے سے کہا کہ تیرا مزاج تو شاہانہ اور امیرانہ ہے اور تو بالکل خاموش ہے۔ آں دگر۔ دوسرا گدھا بولا اس کی بات تو موتی ہے یہ اس کو سستا کب فروخت کر سکتا ہے۔ واں خرے۔ ایک گدھا بولا اگر اس قدر نازک مزاجی ہے تو شاہانہ تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ جا۔ واں خرے۔ ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی تھی اور اس کی گھاس بچ گئی تھی اس نے ہرن کے بچہ کو گھاس کھانے کی دعوت دی۔

سرچنیں۔ اس نے سر سے انکار کا اشارہ کیا۔ گفت۔ اس گدھے نے کہا کہ تو نخرے کر رہا ہے یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے۔ طعمہ۔ خوراک۔ الیف۔ مانوس۔ مرغزار۔ جنگل۔ ظلال۔ ظل کی جمع۔ سایہ۔ گر قضا۔ اگرچہ میں تقدیرِ خداوندی سے اس عذاب میں پھنس گیا ہوں لیکن وہ مزاج کہاں بدلتا ہے۔ گرگدا۔ اگر میں اس وقت فقیر ہوں تو آبرو نہیں بیچ سکتا ہوں شریف انسان پرانے لباس میں بھی نیا رہتا ہے۔ سپرغم۔ ضیمران۔ نخوت۔ تکبر۔ گفت۔ پردیس میں چونکہ ناواقف لوگ ہوتے ہیں لہٰذا شیخی بگھارنے کا بہت موقع ہوتا ہے۔ گفت۔ ہرن بچے نے کہا کہ میرا نافہ میری بڑائی پر گواہ ہے جو عود و عنبر سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

لیک[1] آں را کہ شنود؟ صاحبِ مشام — برخرِ سرگیں پرست آں شُد حرام
لیکن اُس کو کون سونگھتا ہے؟ صاحب دماغ — گوبر کے پجاری، گدھے کے لیے وہ حرام ہے

خر گمیزِ خر بوید در طریق — مُشک چوں عُرضہ کنم با ایں فریق
گدھا، راستہ میں گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے — اس جماعت پر میں مُشک کیسے پیش کر دوں؟

بہرِ ایں گفت آں نبیِؐ مستجیب — رمزِ اَلْاِسْلَامُ فِی الدُّنْیَا غَرِیْب
اسی لیے اُس (حق کو) قبول کرنے والے نبیؐ نے فرمایا ہے — اشارہ اسلام دنیا میں پردیسی ہے

زانکہ[2] خویشانش ہم ازوے میرمند — گرچہ باذاتش ملائک ہمدم اند
کیونکہ اُس کے اپنے بھی اُس سے بھاگتے ہیں — اگرچہ ملائک اُس کی ذات کے ساتھی ہیں

صورتش را جنس می بیند انام — لیک ازوے می نیابند آں مشام
لوگ اُس کی صورت کو (ہم) جنس سمجھتے ہیں — لیکن اُس سے وہ خوشبو حاصل نہیں کرتے ہیں

ہمچو شیرے درمیانِ نقشِ گاوَ — دور می بینش ولے اُو را مکاوَ
شیر جیسا ہے بیل صورت لوگوں میں — اُس کو دور سے دیکھ لے اُس کی کھود کرید نہ کر

وربکاوی[3] ترکِ گاوِ تن بگو — کہ بدرد گاو را آں شیر خُو
اگر تو کریدتا ہے تو جسم کے بیل سے ہاتھ دھولے — کیونکہ وہ شیر طبیعت بیل کو پھاڑ ڈالے گا

طبعِ گاوی از سرت بیروں کند — خوئیِ حیوانی زحیواں برکند
وہ تیرے سر میں سے بیل پن نکال دے گا — حیوان سے حیوانی خصلت دُور کر دے گا

گاوَ باشی شیر گردی نزدِ اُو — گر تو باگاوے خوشی شیری مجُو
تو بیل تھا اُس کی صحبت میں شیر بن جائے گا — اگر تو بیل پن پر خوش ہے تو شیر پن نہ چاہ

تفسیر اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ آں

"بے شک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جن کو سات لاغر کھا رہی ہیں" کی تفسیر ان لاغر

گاوانِ لاغر را خدا بصفتِ شیرانِ گرسنہ آفریدہ بُود تا آں ہفت گاوِ فربہ را باشتہامی

گایوں کو خدا نے بھوکے شیروں کی صفت پر پیدا فرمایا تھا یہاں تک کہ اُنھوں نے سات موٹی گایوں کو بھوک

خوردند اگرچہ آں خیالاتِ صورتِ گاواں در آئینۂ خواب بنمودند تو معنی شیر بنگر

سے کھالیا اگرچہ خواب کے آئینہ میں وہ خیالات گایوں کی صورت میں نمودار ہوئے تو حقیقتاً شیر سمجھ

---

1 لیک۔ لیکن اس نافہ کی خوشبو کون سونگھتا ہے؟ وہی سونگھتا ہے جو صاحب دماغ ہو، گوبر سونگھنے والا گدھا اُس کو نہیں سونگھ سکتا ہے۔ خر۔ گدھا، گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے، گدھوں کو مشک کیسے سونگھایا جاسکتا ہے۔ بہرِ ایں۔ چونکہ صحیح خوشبو صاحبِ دماغ ہی سونگھ سکتا ہے اسی لیے آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ اسلام نااہلوں کے لیے اجنبی ہے۔

2 زانکہ۔ مسلمان سے اُس کے رشتہ دار بھی بھاگتے ہیں اگرچہ ملائکہ اُس سے مانوس ہیں۔ صورتش۔ عوام خواص کو اپنا جیسا ہی سمجھتے ہیں لیکن ان کی خوشبو سے ناواقف ہیں۔ ہمچو شیرے۔ مردِ خدا عوام میں ایسا ہی ہے جیسا کہ بیلوں میں شیر ہے۔ اس کو دور سے دیکھ لے زیادہ چھیڑ چھاڑ نہ کر۔

3 وربکاوی۔ اگر تو اُس کے احوال کی زیادہ جستجو کرتا ہے تو اپنے جسم سے ہاتھ دھولے۔ طبعِ گاوی۔ وہ تیرا بیل پن اور حیوانی خصلت کو مٹا دے گا۔ گاوَ۔ تو پہلے بیل تھا اب شیر بن جائے گا اگر تجھے اپنا بیل پن پسند ہے تو اُس شیر کی جستجو نہ کر۔ سبع بقرات۔ یہ اُس خواب کا قصہ ہے جس کی حضرت یوسفؑ نے تعبیر دی تھی اور فرمایا تھا کہ سات موٹی گایوں سے سات سال اچھی پیداوار کے اور سات دبلی گایوں سے سات سال قحط کے مراد ہیں۔ مولانا نے اپنے سابق بیان کے مطابق سات دبلی گایوں سے وہ اہل اللہ مراد لیے ہیں جو شیر صفت ہوتے ہیں۔

آں عزیزے[1] مصر میدیدے بخواب
اُس شاہِ مصر نے خواب میں دیکھا

چونکہ چشمِ غیب را شُد فتح یاب
چونکہ غیب کی نظر کا دروازہ کُھل گیا

ہفت گاوِ فربہء بس پرورے
سات، موٹی بہت پروردہ گائیں

خورد شاں آں ہفت گاوِ لاغرے
اُن کو سات، کمزور گایوں نے کھا لیا

دردروں شیراں بُدند آں لاغراں
وہ کمزور، حقیقتاً شیر تھیں

ورنہ گاواں را نبُودندے خوراں
ورنہ گایوں کو کھانے والی نہ ہوتیں

بس بشر آمد بصُورت مردِ کار
بہت سے بشر ہیں جو کام کرنیوالے انسان کی صورت میں ہیں

لیک درروے شیر پنہاں مرد خوار
لیکن ان میں انسان کو فنا کرنے والا شیر پوشیدہ ہے

مرد را خوش وا خورد فردش کند
انسان کو کھا جاتا ہے، اس کو یکتا بنا دیتا ہے

صاف گردد دُردش ازدردش کند
اُس کی تلچھٹ مصفّٰی ہوجاتی ہے خواہ اس کو تکلیف پہنچائے

زاں[2] یکے دُرد اُوز جملہ دردہا
اُس ایک درد سے وہ تمام دردوں سے

وارہد پابر نہد اُو برسما
نجات پا جاتا ہے، وہ آسمان پر قدم رکھ دیتا ہے

شاہ گردد واگذارد بندگی
بادشاہ بن جاتا ہے، غلامی چھوڑ دیتا ہے

یابد اُو در مُردگی دل زندگی
وہ فنا میں، دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے

گاوِتن قربانیِ شیرِ خداست
جسم کی گائے شیرِ خدا کی قربانی ہے

گر تُرا با اُو سَرِ صدق و صفاست
اگر تجھے اس سے صدق و خلوص ہے

ورکُشی[3] مہماں ہُماں کونِ خری
اگر تو مہمان کشی کرے تو تو گدھے کی مقعد ہے

گاوِتن را خواجہ تا کے پروری
اے خواجہ! تو جسم کی گائے کی کب تک پرورش کرے گا؟

گاوِتن مُردار گردد عاقبت
انجام کار جسم کی گائے مُردار ہو جائے گی

پس پشیمانی بری اے بدنیت
اے بدنیت! تو پھر شرمندہ ہو گا

دربیان آنکہ کُشتنِ خلیل علیہ السلام خروس را اشارت بقمع و قہر کدام صفت بود از صفاتِ مذمومات مُہلکات در باطن مُرید

اس کا بیان کہ (حضرت ابراہیم) خلیل اللہ علیہ السلام کا مُرغے کو مارنا مرید کے باطن کی مہلک اور بُری صفات میں سے کون سی صفت کو زائل کرنے اور مغلوب کرنے کا اشارہ تھا

---

[1] عزیز۔ مصر کے بادشاہ کا لقب ہے ہفت گاؤ۔ اس نے خواب دیکھا کہ سات دُبلی گائیں سات موٹی گایوں کو کھا گئیں۔ آں لاغراں۔ وہ سات دُبلی گائیں دراصل سات شیر تھے۔ بس بشر۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہی دُبلے نظر آتے ہیں لیکن وہ مُرید کی حیوانی صفات کو پھاڑ ڈالتے ہیں۔ صاف گردد۔ وہ حیوانی صفات اُس میں دُور ہوجاتی ہیں خواہ اُن کے ازالہ سے اُس کو تکلیف پہنچے۔

[2] زاں یکے درد۔ وہ ایک درد ہے لیکن بہت سے دردوں سے نجات دلا دیتا ہے اور سفلی انسان کو علوی بنا دیتا ہے۔ شاہ گردد۔ اب یہ معمولی انسان اُس شیخ کے تصرف سے شاہ بن جاتا ہے اور بدن کی مردگی سے دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ گاوتن۔ اگر تجھے شیخ سے عقیدت ہے تو مجاہدے کر کے جسم کی قربانی اُس کی خدمت میں پیش کر دے۔

[3] ورکُشی۔ اگر تو جسم کی قربانی پیش نہیں کرتا ہے تو گویا تو شیخ کی مہمانی ادا نہیں کرتا ہے۔ گاوتن۔ لامحالہ جسم فنا ہوگا تو پھر تو شرمندہ ہوگا۔ دربیان۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مرغ کو ذبح کرنا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ انسان کو شہوت پرست نہ ہونا چاہیے۔

چند گوئی ہمچو زاغِ پُرفسوس[1]
مکر بھرے کوّے کی طرح کب تک بولے گا؟
اے خلیلؑ از بہرِ چہ کشتی خروس
اے خلیل (اللہ)! آپ نے مرغے کو کیوں مارا؟

حکمتِ کشتن چہ بود آخر بگو
آخر بتایئے مارنے کی کیا حکمت تھی؟
تا مسبّح گردم آں را مُو بمو
تاکہ میں رونگٹے رونگٹے سے سبحان اللہ کہوں

گفت فرماں، حکمتِ فرماں بخواں
انھوں نے فرمایا اللہ کا حکم، حکم کی حکمت بتا دیجیے
تا مہلّل گردم آں را من بجاں
تاکہ میں اس پر دل و جان سے لا الہ الا اللہ پڑھوں

شہوتی ہست اُوو بس شہوت پرست
وہ شہوت والا اور شہوت پرست ہے
زاں شرابِ زہرناکِ ژاژ مست
اُس زہریلی، بیہودہ شراب سے مست ہے

گرنہ بہرِ نسل بُودے اے وصی
اے وصی! اگر وہ نسل کے لیے ضروری نہ ہوتی
آدمؑ از ننگش بکردے خود خصی
(حضرت) آدمؑ اُس کے عیب کی وجہ سے اپنے آپ کو خصی کر لیتے

گفت ابلیسِ لعیں دادار را
ملعون شیطان نے اللہ (تعالیٰ) سے کہا
دام زفتے خواہم ایں اشکار را
میں اس شکار کے لیے مضبوط جال چاہتا ہوں

زرّ و سیم[2] و گلۂ اسپش نمود
سونا اور چاندی اور گھوڑوں کا گلہ دکھایا
کہ بدیں تانی خلائق را ربود
کہ تو ایسے لوگوں کو اچک سکے گا

گفت شاباش و تُرش آویخت لنج
بولا، آفریں ہے اور تُرشروئی سے تھوتڑی لٹکائی
شُد ترنجیدہ و تُرش ہمچوں ترنج
رنجیدہ اور لیموں کی طرح ترش ہو گیا

پس زر و گوہر ز معدنہائے خوش
تو سونا اور جواہر عمدہ کانوں سے
کرد آں پس ماندہ را حق پیشکش
اللہ (تعالیٰ) نے اُس مردود کے آگے کر دیے

گیر ایں دامِ دگر را اے لعیں
اے ملعون! یہ دوسرا جال لے لے
گفت ازیں افزوں دہ اے نِعم المُعیں
بولا، اے عمدہ مددگار! اس سے بڑھ کر دے

چرب[3] و شیریں و شراباتِ ثمیں
چکنے میٹھے (کھانے)۔ اور قیمتی مشروبات
دادش و بس جامۂ ابریشمیں
اور بہت سے ریشمین کپڑے، اُس کو دیے

گفت یا رب بیش ازیں خواہم مدد
بولا، اے خدا! میں اس سے زیادہ مدد چاہتا ہوں
تا ببندم شاں بحَبْلٍ مِن مَّسَدْ
تاکہ میں ان کو مونج کی رسّی میں باندھ لوں

تاکہ مستانت کہ نرّ و پُردلند
تاکہ تیرے وہ مست جو نر اور بہادر ہیں
مردوار آں بندہا را بگسلند
اُن بندشوں کو مردانہ وار توڑ دیں

---

1. فسوس۔ مکر۔ مسبّح۔ سبحان اللہ کہنے والا۔ گفت۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں نے خدائی حکم سے مرغ کو ذبح کیا۔ حکمت۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ اس خداوندی حکم کی کیا حکمت تھی۔ مہلّل۔ لا الہ الا اللہ پڑھنے والا۔ شہوتی۔ مرغ ایک شہوت پرست پرند ہے۔ گرنہ۔ چونکہ نسلِ انسانی کی بقا کے لیے شہوت ضروری ہے ورنہ حضرت آدمؑ اپنے آپ کو خصی بنا لیتے۔ دادار۔ منصف، اللہ تعالیٰ۔ دام۔ انسان کو پھانسنے کے لیے مضبوط جال عنایت کر دے۔
2. زر و سیم۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو چاندی سونا دکھایا کہ یہ جال موجود ہے اس سے انسان کو تو پھانس سکتا ہے۔ گفت۔ شیطان اس جال کو ناکافی سمجھ کر رنجیدہ ہو گیا۔ پس۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُس کو عمدہ قسم کا سونا اور جواہر دکھائے کہ یہ جال کافی ہے۔ ازیں افزوں۔ شیطان نے کہا میں اس سے بڑھیا جال چاہتا ہوں۔
3. چرب۔ حضرت حق تعالیٰ نے اُس کو عمدہ غذائیں اور فاخرہ لباس دیے کہ ان سے انسانوں کو پھانس لے۔ گفت یا رب۔ اُس شیطان نے پھر یہی کہا کہ اس سے زیادہ مضبوط جال چاہتا ہوں تاکہ ہر کس و ناکس اُس کو نہ توڑ سکے اور مردانِ خدا غیروں سے ممتاز ہو جائیں۔

تابدیں دام و رسنہائے ہوا
تاکہ نفسانیت کے اس جال اور رسیوں کی وجہ سے
دامِ دیگر خواہم اے سلطانِ بخت
اے شاہِ تقدیر! میں دوسرا جال چاہتا ہوں
خمرو چنگ آورد درپیش و نہاد
(اللہ تعالیٰ) شراب اور ستار سامنے لایا اور رکھ دیا
سُوئے اضلالِ ازل پیغام کرد
اُس نے ازلی (صفت) اِضلال کو پیغام دیا
نے یکے از بندگانت موسیٰؑ ست
کیا تیرے بندوں میں موسیٰ نہیں ہیں؟
آب ازہر سُو عناں را وا کشید
پانی نے ہر جانب سے اپنی باگ کھینچ لی
چونکہ[2] خوبیِ زناں با اُو نمود
جب عورتوں کا حسن اس کو دکھایا
پس زد انگشتک برقص اندر فتاد
تو اُس نے چٹکی بجائی اور ناچنے لگا
چوں بدید آں چشمہائے پرخمار
جب اُس نے وہ نشیلی آنکھیں دیکھیں
واں صفائے عارضِ آں دلبراں
اُن معشوقوں کے رُخسار کی وہ صفائی
روئے وخال و ابرو و لب چوں عقیق
چہرہ اور تل اور ابرو اور عقیق جیسے ہونٹ
قد چوں سروِ خراماں در چمن
ایسا قد جیسا کہ چمن میں سرو خراماں
دید اُو آں غنج برجست اُو سَبک
اُس نے وہ نازو ادا دیکھی تو فوراً اُچھلا

مردِ تو گردد ز نامرداں جُدا
تیرے مرد نامردوں سے جدا ہو جائیں
دام[1] مرداند از حیلت ساز سخت
جو جال، انسان کو پچھاڑنے والا سخت حیلہ ساز ہو
نیم خندہ زوبداں شُد نیم شاد
وہ تھوڑا سا ہنسا اور اُن پر آدھا راضی ہو گیا
کہ برآر از قعرِ بحرِ فتنہ گرد
کہ فتنہ کے سمندر کی گہرائی سے گرد نکال لا
پردہا در بحرِ اُو از گرد بست
انھوں نے سمندر میں گرد کے پردے باندھ دیے
ازتگِ دریا غبارے برجہید
دریا کی گہرائی سے غبار اُٹھا
کہ قرار و صبرِ مرداں می ربود
جو مردوں کا صبر و قرار لے اُڑتا ہے
کہ بدہ زُوتر رسیدم برمراد
کہ بہت جلد دیدے دیجیے، میں مقصد کو پہنچ گیا
کہ کُند عقل و خرد را بیقرار
جو عقل اور سمجھ کو بے قرار بنا دیتی ہیں
کہ بسوزد چوں سپند ایں دل براں
کہ جس پر یہ دل کالے دانے کی طرح جلتا ہے
گوئیا[3] خور تافت از پردہ رقیق
گویا باریک پردے سے سورج چمک رہا ہے
خد ہمچوں یاسمین و نسترن
رخسارہ چنبیلی اور گُلِ سیوتی جیسا
چوں تجلّیِ حق از پردہ تنُک
جو باریک پردے میں سے اللہ تعالیٰ کی تجلّی کی طرح تھی

[1] دامِ مرداناز۔ شیطان نے کہا ایسا سخت جال دے، جس میں بڑے سے بڑا بہادر پھنس جائے۔ خمرو چنگ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پھنسانے کے لیے شراب اور ستار شیطان کے سامنے رکھا تو اس پر نیم راضی ہو کر مسکرایا۔ سوئے اضلال۔ اُس شیطان نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ مضل کو پکارا کہ فتنہ کے سمندر سے گرد اڑا دے۔ نے یکے۔ جبکہ موسیٰ اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی کے مظہر اتم تھے اور انھوں نے کمال دکھایا کہ دریائے نیل میں گرد کے پردے آویزاں کر دیے تو مجھے بھی صفتِ "مضل" کا مظہر اتم ہونا چاہیے۔
[2] چونکہ۔ اب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حسن کا فتنہ شیطان کو دکھایا تو وہ چٹکیاں بجانے لگا اور خوشی سے ناچنے لگا کہ اب میرا منشا پورا ہو گیا ہے۔ چوں بدید۔ اس شعر سے چوتھے شعر تک شرط ہے پانچویں شعر میں برجست اُس کی جزا ہے یعنی ان عورتوں کی ان چیزوں کو دیکھ کر وہ خوشی سے اُچھل پڑا۔ چشمہائے۔ حسین عورتوں کی مست آنکھیں۔ خرد۔ عقل۔ عارض۔ رخسار۔ سپند۔ کالا دانہ جو نظر بد کے دفع کرنے کے لیے آگ پر ڈالا جاتا ہے اور وہ چٹختا ہے۔ عقیق۔ عقیق سرخ پتھر جس سے ہونٹوں کو تشبیہ دی جاتی ہے۔
[3] گوئیا۔ چہرے کا منظر یہ تھا جیسا کہ باریک پردے سے سورج نظر آئے۔ سروِ خراماں۔ سرو کی ایک قسم ہے۔ خد۔ رخسار۔ یاسمین۔ چنبیلی۔ نسترن۔ جوئی۔ غنج۔ ناز و ادا۔ برجست۔ یہ شرط کی جزا ہے یعنی شیطان ان چیزوں کو دیکھ کر اُچھل پڑا۔ چوں تجلّی۔ یہ غنج کی تشبیہ ہے۔

عالمے[1] شُد والہ و حیران و دنگ　　زاں کرشم و زاں دلال نیک شنگ

ایک جہان سرگشتہ اور حیران اور دنگ ہو گیا　　اُس کرشمہ اور اُس شوخ اچھے ناز سے

تفسیر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ

''بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم نے اُس کو کمتروں سے کمتر کی طرف لوٹا

سَافِلِیْنَ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ

دیا اور جس کو ہم (زیادہ) عمر دیتے ہیں اُس کو بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں کیا وہ نہیں سمجھتے'' کی تفسیر

آدم و جنّ و ملک ساجد شدہ　　ہمچو آدم باز معزول آمدہ

(حسینوں کے سامنے) آدمی، جن اور فرشتے سجدہ کرنیوالے بنے　　پھر وہ (حسین) آدمؑ کی طرح معزول ہو گیا

گفت آوخ بعدِ ہستی نیستی　　گفت جُرمت اینکہ افزوں زیستی

اُس (حسین) نے کہا آہ وجود کے بعد فنا　　اُس نے کہا، تیرا قصور یہ ہے کہ تو زیادہ زندہ رہا

جبرئیلش می کشاند مُو کشاں　　کہ برو زیں خُلد وز جوقِ خوشاں

جبرئیلؑ اُس (حسین) کو بال پکڑ کر کھینچ رہے ہیں　　کہ اس جنت اور حسینوں کے جھرمٹ سے نکل جا

گفت بعدازعز[2] ایں اِذلال چیست　　گفت آں دادست و اینت داوریست

اُس نے کہا عزت کے بعد یہ ذلیل کرنا کیوں ہے؟　　(جبرئیل نے) کہا وہ عطا تھی اور یہ تیرے لیے انصاف ہے

جبرئیلا سجدہ میکردی بجاں　　چوں کنوں میرانیم تو از جناں

اے جبرئیلؑ تو (دل و جان) سے سجدہ کرتا تھا　　تو اب مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے

حُلّہ[3] می پرّد ز من در امتحاں　　ہمچو برگ ازنخل در فصلِ خزاں

(اس) آزمائش میں میری پوشاک ختم ہوتی جا رہی ہے　　جیسا کہ خزاں کے موسم میں کھجور سے پتے

آں رُخے کہ تابِ اُوبُد ماہ وار　　شُد بہ پیری ہمچو پُشتِ سُوسمار

وہ رُخ کہ جو چمک میں چاند جیسا تھا　　بڑھاپے میں وہ گوہ کی پُشت کی طرح ہو گیا

واں سرِ آں فرقِ گش شعشع شُدہ　　وقتِ پیری ناخوش و اصلع شُدہ

وہ سر اور وہ حسین مانگ، چمکتی ہوئی　　بڑھاپے کے وقت، بدصورت اور گنجی ہو گئی

واں قدِ رقصانِ و نازاں چوں سناں　　گشت در پیری دوتا ہمچو کماں

وہ نیزے جیسا رقص اور ناز کرتا ہوا قد　　بڑھاپے میں کمان کی طرح دُہرا ہو گیا

برف گشتہ مُویِ ہمچوں پرِ زاغ　　وز تشنج رُویِ گشتہ داغ داغ

کوّے کے پروں کی طرح کے بال برف بن گئے　　اور جھریوں سے چہرہ داغ داغ ہو گیا

---

1. عالمے۔ اب حسینوں کی تمام چیزوں نے دنیا کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔ دلال۔ ناز و انداز۔ شنگ۔ شوخ۔ آدم۔ حسینوں کے زوال پذیر حسن کی یہ کیفیت ہے کہ اس کے شباب کے وقت تمام مخلوق اُس کو سجدہ کرتی ہے اور حسن ڈھل جانے کے بعد اُس کی حالت حضرت آدمؑ کی سی ہوتی ہے جو جنت سے محروم کر دیے گئے تھے۔ گفت۔ وہ حسین آہیں بھرتا ہے کہ ہائے ''کمال کے بعد زوال''۔ جرمت۔ اُس کو جواب ملتا ہے کہ زیادہ جینے کی سزا ہے۔ جبرئیلش۔ جس طرح حضرت آدمؑ جنت سے نکلے تھے اسی طرح اس حسین کو جبرئیلؑ حسینوں کے زمرے اور حسن کی دولت سے باہر نکال دیتے ہیں۔

2. بعدازعز۔ وہ حسین جبرئیلؑ سے کہتا ہے کہ اس عزت کے بعد یہ ذلت کیوں ہوئی۔ آں دادست۔ جبرئیلؑ جواب دیتے ہیں وہ حسن محض عطا تھی اب یہ ذلت انصاف کا تقاضا ہے۔ جبرئیلا۔ وہ حسین کہتا ہے کہ اے جبرئیلؑ پہلے تو مجھے سجدے کرتا تھا اب تو حسن کی جنت سے مجھے کیوں نکالتا ہے۔

حُلّہ۔ میں حسن کے لباس سے ایسا ہی محروم ہوا جا رہا ہوں جیسا کہ درخت خزاں میں پتوں سے۔ نخل۔ عام درخت مراد ہے۔ سُوسمار۔ گوہ جس کی کھال کھردری ہوتی ہے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ گش۔ خوش۔ شعشع شدہ۔ چمکیلی۔ اصلع۔ گنجا۔ سناں۔ بھالا۔ معشوق کے قد کو بھالے کی لکڑی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

رنگِ لالہ[1] گشتہ رنگِ زعفراں — زورِ شیرش گشتہ چوں زہرہ زناں

لالہ کا رنگ زعفران بن گیا — اُس کی شیر جیسی طاقت عورتوں کے پتّے کی طرح ہو گئی

چشم چوں نرگس شُدہ پژمردہَ — گرمیِ اعضا شُدہ افسردہَ

نرگس جیسی آنکھ مرجھا گئی — اعضا کی گرمی ٹھٹھر گئی

آنکہ مردے در بغل کردے بفن — می بگیرندش بغل وقتِ شدن

جو فن کے ذریعہ بہادر کو بغل میں دبا لیتا تھا — چلنے کے وقت لوگ اُس کی بغلیں تھامتے ہیں

ایں خود آثارِ غم و پژمردگیست — ہر یکے زینہا رسولِ مُردگیست

یہ خود غم اور پژمردگی کے آثار ہیں — ان میں سے ہر ایک موت کا پیغامبر ہے

تفسیر اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ

''مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے اُن کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے'' کی تفسیر

لیک[2] اگر باشد قرینش نورِ حق — نیست از پیری وُرا نقصان ودق

لیکن اگر اللہ (تعالیٰ) کا نور اُس کا ساتھی ہو — بڑھاپے سے اُس کو کوئی نقصان اور پریشانی نہیں ہے

سستیِ اُو ہست چوں سستیِ مست — کاندراں سستیش رشکِ رُستم ست

اُس کی سُستی مست کی سی سُستی ہے — کیونکہ اُس کی سُستی پر رُستم کو رشک ہے

گر بمیرد استخوانش غرقِ ذوق — ذرّہ ذرّہ اش در شعاعِ نورِ شوق

اگر وہ مر جائے تو اُس کی ہڈیاں ذوق میں غرق ہیں — اُس کا ذرّہ ذرّہ شوق کے نور کی شعاعوں میں ہے

وانکہ[3] نورش نیست باغِ بے ثمر — کہ خزانش می کُند زیر و زبر

جس کو نور (حاصل) نہیں ہے، وہ بے پھل کا باغ ہے — اُس کو (موسمِ) خزاں تہ و بالا کر دیتا ہے

گُل نماند خارہا ماند سیاہ — زرد و بے مغز آمدہ چوں تلِّ کاہ

پھول ختم ہو جاتے ہیں، کانٹے کالے پڑ جاتے ہیں — پیلا اور بغیر پھل کے ہو جاتا ہے جس طرح گھاس کا ڈھیر

تاچہ زلّت کرد ایں باغ اے خدا — کہ ازو ایں حُلّھا گردد جُدا

اے اللہ! اس باغ سے کیا غلطی ہوئی — کہ اُس کا یہ لباس جُدا ہو گیا؟

خویشتن را دید و دیدِ خویشتن — زہرِ قتّال است ہیں اے ممتحن

اُس نے اپنے آپ کو دیکھا، اور خود بینی — اے مصیبت کے مارے! قاتل زہر ہے

شاہدے کز عشقِ اُو عالم گریست — عالَمش می راند از خود جُرم چیست؟

وہ معشوق جس کے عشق میں دنیا روتی تھی — اُس کو دنیا اپنے پاس سے بھگاتی ہے، کیا خطا ہے؟

---

1. لالہ۔ سُرخ پھول ہے۔ زعفران۔ زعفران کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ زہرہ زناں۔ عورت نازک ہوتی ہے۔ گرمی۔ بوڑھاپے میں حرارتِ غریزی گھٹ جاتی ہے۔ آنکہ۔ جو شخص بڑے بڑے پہلوانوں کو بغل میں دبا لیتا تھا اب اُس کی یہ حالت ہے کہ لوگ اُس کی بغل میں ہاتھ دے کر سہارا نہ دیں تو وہ چل بھی نہیں سکتا ہے۔ ایں۔ بڑھاپے کے آثار موت کا پیغام دیتے ہیں۔

2. لیک۔ جس شخص کو نورِ حق حاصل ہو گیا ہو بڑھاپا اُس کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔ سُستی۔ ایسے انسان کے اعضا کی سستی مست کی سستی کی طرح ہے جو رستم جیسے پہلوان کے لیے بھی باعثِ رشک ہے۔ گر بمیرد۔ ایسا انسان مرتا ہے تو اس کی رگ رگ میں خدا سے ملنے کا شوق بھرا ہوا ہوتا ہے۔

3. وانکہ۔ جو شخص اس نورِ خداوندی سے محروم ہے اُس کی مثال بے پھل کے باغ کی سی ہے جس کو خزاں تہ و بالا کر دیتی ہے۔ گل۔ ایسے باغ کا خزاں میں یہ حال ہوتا ہے کہ پھولوں کی جگہ سیاہ کانٹے لے لیتے ہیں اور '' ٹیلے کی گھاس کی طرح'' بے جان ہو جاتا ہے۔ تاچہ۔ اس باغ کا کیا جرم ہے؟ خویشتن۔ اس باغ میں خود بینی تھی جو بہت بڑا جرم ہے۔ شاہدے۔ جس معشوق کے عشق میں عالم روتا تھا اب وہی عالم اس کو اپنے پاس سے بھگاتا ہے اس کا کیا جرم ہے؟

جرم[1] آنکہ زیورِ عاریہ بست — کرد دعویٰ کایں حُلل مِلکِ من ست

غلطی یہ ہے کہ اُس نے مانگا ہوا زیور پہنا — دعویٰ یہ کیا کہ یہ میرا لباس ہے

واستانیم آنکہ تاداند یقیں — خرمن آنِ ماست خوباں خوشہ چیں

میں واپس لے لیتا ہوں، تاکہ یقین آ جائے — کھلیان ہماری ملکیت ہے حسین اُس کے خوشہ چین ہیں

تابداند کآں حُلل عاریہ بُود — پرتوے بُود آں زخورشیدِ وجود

تاکہ وہ جان جائے کہ وہ لباس مانگا ہُوا تھا — وہ وجود کے سورج کا عکس تھا

آں جمال و قدرت و فضل و ہُنر — زآفتابِ حُسن کرد ایں سو سفر

اُس حُسن اور طاقت اور فضل و ہنر نے — اس جانب حُسن کے سورج سے سفر کیا تھا

باز می گردند چوں اِستارہا — نورِ آں خورشید ازیں دیوارہا

ستاروں کی طرح واپس ہو جاتے ہیں — اُن دیواروں سے سورج کے نور

پرتوِ خورشید شُد تا جایگاہ — ماند ہر دیوار تاریک و سیاہ

سورج کا عکس (اپنی) جگہ چلا گیا — ہر دیوار کالی اور سیاہ رہ گئی

آنکہ کرد اُو در رُخِ خوبانت دنگ — نورِ خورشید ست از شیشہ سہ رنگ

وہ حُسن جس نے معشوقوں کے چہرے پر تجھے حیران کردیا ہے — وہ سہ رنگے شیشہ سے، سورج کا نور ہے

شیشہائے[2] رنگ رنگ آں نُور را — می نماید ایں چنیں رنگیں بما

رنگ برنگ کے شیشے اُس نور کو — ہمیں ایسا رنگین دکھاتے ہیں

چوں نماند شیشہائے رنگ رنگ — نورِ بیرنگت کُند آں گاہ دنگ

جب رنگ برنگ کے شیشے نہ رہیں گے — اُس وقت وہ بے رنگ نور تجھے حیران کر دے گا

خُویِ کُن بے شیشہ دیدن نُور را — تاچو شیشہ بشکند نبُود عمیٰ

نور کو بغیر شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈال — تاکہ جب شیشہ ٹوٹ جائے تو اندھا پن نہ ہو

قانعی بادانشِ آموختہ — وز چراغِ غیر چشم افروختہ

تو نے سیکھی ہوئی سمجھ پر اکتفا کر لیا ہے — اور دوسرے کے چراغ سے تو نے آنکھیں روشن کی ہیں

اُو چراغ[3] خویش بُرباید کہ تا — تو بدانی مُستعیری نے فتیٰ

وہ اپنا چراغ لے جائے گا، تاکہ — تو جان لے کہ تو مانگا ہوا لینے والا ہے نہ کہ جوانمرد

گر تو کردی شکر و سعیِ مجتہد — غم مخور کہ صد چناں بازت دہد

اگر تو نے شکر کیا اور پوری کوشش — تو غم نہ کرو اُس جیسے سینکڑوں (حُسن) پھر دے دے گا

---

[1] جرم۔ اُس کا جرم یہ ہے کہ یہ اُس حُسن کو اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ واستانیم۔ ہم اُس حسن کو اس لیے واپس لے لیتے ہیں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حسن دراصل ہماری ملکیت ہے اور دنیا کے حسین ہمارے خوشہ چین ہیں۔ تابداند۔ تاکہ وہ حسین یہ سمجھ جائے کہ یہ حسن کا لباس مانگا ہوا اور باری تعالیٰ کی ایک تجلّی تھی۔ آں جمال۔ تمام خوبیاں اللہ کی ہیں کائنات اُس کا مظہر ہے۔ بازی گردند۔ یہ تمام خوبیاں کائنات میں عارضی ہیں۔ یہ پھر اپنے مرکز کی طرف واپس ہو جاتی ہیں۔ آنکہ کرد۔ کائنات میں اُن کا ظہور ایسا ہی ہے جیسے سہ رنگے آئینہ میں سے سورج کی روشنی نظر آئے۔

[2] شیشہائے۔ جس طرح وہ نور ایک رنگ کا ہے اور مختلف شیشوں میں سے مختلف نظر آتا ہے اسی طرح اس کی صفات ہیں۔ چوں نماند۔ جب وہ مظاہر باقی نہیں رہتے، تو صرف یکرنگا نور باقی رہ جاتا ہے۔ خوئے کن۔ انسان کو صفات خداوندی کا بغیر مظاہر کے مشاہدہ کرنا چاہیے تاکہ کائنات کی فنا ہو جانے کے بعد بھی وہ اُس نور کا مشاہدہ کر سکے۔ قانعی۔ تو نے مظاہر کے ذریعہ اُس کی صفات کے مشاہدہ کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[3] اُو چراغ۔ حضرت حق تعالیٰ اپنی صفتِ حسن کو واپس لے لیتے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ حسن تیرے پاس عارضی ہے۔ گرتو کردی۔ اگر تو اس نعمت کے زوال پر بھی اللہ کا شکریہ ادا کرے گا تو وہ تجھے اس سے سینکڑوں گنا زیادہ حسن عطا کردے گا۔

ورنکردی[1] شکر اکنوں خوں گری
اگر تو نے شکر ادا نہ کیا تو اب خون (کے آنسو) روئے گا
که شدست آں حُسن از کافر بری
کیونکہ وہ حسن ایک ناشکرے سے چلا گیا ہے

اُمّۃُ الْکُفْرَانِ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ
(اللہ تعالیٰ نے) کافروں کے اعمال کو رایگاں کر دیا ہے
اُمّۃُ الْاِیْمَانِ اَصْلَحَ بَالَھُمْ
(اور) مومنوں کی جماعت کے اعمال کی اصلاح کر دی ہے

گم شُد از بے شکر خوبی و ہُنر
ناشکرے سے اچھائی اور ہنر اس طرح گم ہوا
که دگر ہرگز نہ بیند زاں اثر
کہ وہ دوبارہ کبھی اُس کا نشان نہ دیکھے گا

خویشی و بے خویشی و شکرو وِداد
اپنایت اور غیریت اور شکر اور عطا
رفت زانساں کہ نیارد شاں بیاد
اِس طرح سے گئیں کہ وہ اُن کو یاد (بھی) نہ کرے گا

کہ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ اے کافراں
اے کافرو! اُن کے اعمال کو رایگاں کر دیا ہے
جُستنِ کام ست ازہر کامراں
جستجو کرنا ہر (دنیادار) بامراد کا مقصد ہے

جز ز[2] اہلِ شکر و اصحابِ وفا
سوائے شکر گزاروں اور باوفا لوگوں کے
کہ مرایشاں راست دولت در قفا
کیونکہ دولت اُن کے پیچھے ہے

دولتِ رفتہ کجا قوت دہد
گذری ہوئی دولت کب طاقت دیتی ہے؟
دولتِ آیندہ خاصیت دہد
آنے والی دولت خاصیت دکھاتی ہے

قرض دہ زیں دولت اندر اَقْرِضُوْا
"تم قرض دو" کے سلسلہ میں تو اس دولت سے قرض دے
تاکہ صد دولت بہ بنی پیش رُو
تاکہ تو (اپنے) سامنے سینکڑوں دولتیں دیکھے

اندکے زیں شُرب کم کُن بہرِ خویش
اپنے لیے اس پینے میں سے کچھ کم کر دے
تاکہ حوضِ کوثرے یابی بہ پیش
تاکہ تو آیندہ حوضِ کوثر پا لے

جُرعہ برخاکِ وفا آنکس کہ ریخت
جس شخص نے وفا کی زمین پر ایک گھونٹ بہایا
کے تواند صیدِ دولت زو گریخت
دولت کا شکار اُس سے کہاں بھاگ سکتا ہے؟

خوش کند دل شاں کہ اَصْلَحَ بَالَھُمْ
(اللہ تعالیٰ) اُنکا دل خوش کردیگا کیونکہ اُنکے دل کی اصلاح کر دی ہے
رَدَّ مِنْ بَعْدِ التَّوٰی اَنْزَالَھُمْ
ان کی مہمانی کے کھانے کو ختم ہو جانیکے بعد لوٹا دیا ہے

اے[3] اجل وے تُرکِ غارت سازدہ
اے موت اے دیہات کو لوٹنے والے تُرک!
ہرچہ بُردی زیں شکوراں بازدہ
ان شکر گذاروں کا جو کچھ تو نے چھینا ہے واپس دے دے

وادہد ایشاں نہ بپذیرند ہاں
وہ ان کو واپس دے گی وہ اُس کو ہرگز قبول نہ کریں گے
زانکہ منعم گشتہ انداز رختِ جاں
کیونکہ روح کے سامان سے وہ مالدار بن گئے ہیں

---

[1] ورنکردی۔ اگر حُسن کے ازالہ پر تو کفر شروع کردے گا تو پھر خون کے آنسو بہاتا رہ۔ عوض شکر گذار کو ملتا ہے کافر کو نہیں ملتا۔ اُمۃ الکفران۔ کافروں کے اعمال رایگاں ہیں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دل کی اصلاح کر دی ہے۔ گم شد۔ ناشکرے سے ہنر اور خوبی اس طرح زائل ہوتی ہے کہ پھر اُس کا نشان نہیں ملتا ہے۔ خویشی۔ کافر میں سے اوصافِ حسنہ اس طرح ندارد ہو جاتے ہیں کہ اُس کو یاد بھی نہیں آتے ہیں۔

[2] جز ز اہل شکر۔ دولتِ ماضیہ اور دولتِ آیندہ صرف شکر گذاروں اور وفاداروں کا حصہ ہے۔ قرض دہ۔ قرآن پاک میں ہے اَقْرِضُوا اللہ قَرْضًا حَسَنًا "اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو" کے حکم پر عمل کر اللہ تجھے بڑا بدلہ دے گا۔ اندکے۔ انسان اپنی ضروریات کو کم کر کے دوسروں پر خرچ کرتا ہے تب آخرت میں اُس کو بدلہ ملتا ہے۔ جرعہ۔ جو شخص دوسروں پر خرچ کرے گا دولتِ آخرت اُس کے ہاتھ آئے گی۔ خوش کند۔ اللہ تعالیٰ بدلہ دے کر اُنکو خوش کر دے گا اور جو کچھ اُنھوں نے خرچ کیا ہے اس کو بڑھا کر واپس کر دے گا۔

[3] اے اجل۔ اللہ تعالیٰ موت کو حکم کر دے گا کہ ان شکر گذاروں سے تو نے جو چھینا ہے ان کو واپس دے دے۔ وادہد۔ موت ان کو دنیاوی مال و زندگی دینا چاہے گی وہ اُس کو قبول نہ کریں گے کیونکہ اب ان کو اخروی روحانی مالداری میسر آ گئی ہے۔

صوفیم[1] و خرقہا انداختیم — بازنستانیم چوں در باختیم
ہم صوفی ہیں اور ہم نے چیتھڑے اُتار دیے ہیں — جبکہ ہم نے اُن کو ہار دیا ہے ہم دوبارہ نہ لیں گے

ماعِوض دیدیم وانگہ ۔ چوں عوض — رفتیں ازما حاجت و حرص و غرض
ہم نے بدلہ پا لیا ہے اور پھر بدلہ بھی کیسا؟ — ہم سے ضرورت اور حرص اور غرض روانہ ہو گئی

زآبِ شورِ مُہلکے بیروں شدیم — بر رحیق و چشمۂ کوثر زدیم
ہم مہلک کھاری پانی سے باہر آ گئے ہیں — شراب اور دہنِ کوثر پر مقیم ہو گئے ہیں

آنچہ کردی اے جہان بادیگراں — بیوفائی و فن و نازِ گراں
اے دنیا! تو نے جو کچھ دوسروں کے ساتھ برتی — بے وفائی اور چالاکی اور بھاری ناز

برسرت بریزیم ما بہرِ خدا — کہ شہیدیم آمدہ اندر غزا
ہم خدا کے لیے، تیرے سر پر مارتے ہیں — کیونکہ ہم تو جہاد کے شہید ہیں

تابدانی کہ خدائے پاک را — بندگاں ہستند پُر حملہ و مرا
تاکہ تو جان لے، کہ خدائے پاک کے — حملہ اور جنگ سے پُر (بھی) بندے ہیں

سبلتِ[2] تزویرِ دنیا برکنند — خیمہ را بر بارویِ نصرت زنند
دنیا کی مکاری کی مونچھیں اکھاڑ دیتے ہیں — مدد (خداوندی) کے قلعہ پر جھنڈا گاڑ دیتے ہیں

ایں شہیداں باز نو غازی شدند — ویں اسیراں باز بر نصرت زوند
یہ شہید از سرِ نو غازی بن گئے ہیں — یہ قیدی پھر مدد پر آمادہ ہیں

قفلِ مشکلہاز لُطفش حل شُدہ — نفسِ کافر ناگہاں بِسمل شُدہ
اس کی مہربانی سے مشکلوں کا قفل کھل گیا ہے — کافر کا نفس اچانک تڑپنے لگا

نااُمیدی[3] رفتہ اُمید آمدہ — گشت مسجد ناگہاں ایں بتکدہ
مایوسی ختم ہوئی، اُمید پیدا ہو گئی — یہ بُت خانہ، اچانک مسجد بن گیا

سربر آوردند باز از نیستی — کہ بہ بیں مارا کہ اکمہ نیستی
وہ عدم سے پھر موجود ہو گئے — ہمیں دیکھ لے تو اندھا (تو) نہیں ہے

تابدانی در عدم خورشیدہا ست — وانچہ اینجا آفتاب آنجا سُہاست
تاکہ تو سمجھ لے کہ عدم میں بہت سے سورج ہیں — جو یہاں سورج ہے وہاں (کا) ستارہ ہے

---

1. صوفیم۔ وہ کہدیں گے ہم صوفی ہیں ہم گدڑی لٹا چکے ہیں اب اس کو واپس نہ لیں گے۔ تا عوض۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ بدلہ عنایت کر دیا ہے جس کے بعد ہمیں دنیا کی حرص و حاجت نہیں رہی ہے۔ زآب شور۔ دنیاوی چیزیں بمنزلہ شور پانی کے ہیں اور آخرت کی نعمتیں چشمۂ کوثر ہیں۔ آنچہ کردی۔ یہ انسان دنیا کو کہہ دیتا ہے کہ ہم شہیدانِ راہِ خدا میں سے ہیں تیری جملہ عنایتوں کو تیرے منہ پر مارتے ہیں۔ تابدانی۔ تاکہ یہ دنیا یہ سمجھ لے کہ خدا کے وہ بندے بھی ہیں جو دنیا کو پرِکاہ سمجھتے ہیں۔
2. سبلت۔ یہ مردانِ خدا دنیا کی مونچھیں اُکھاڑ پھینکتے ہیں اور اللہ کی مدد کے قلعہ پر جھنڈا لہرا دیتے ہیں۔ ایں شہیداں۔ جو لوگ فنا کے بعد بقا کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں وہ از سرِ نو زندہ ہو جاتے ہیں۔ قفل مشکلہا۔ اُن کی جملہ مشکلات فضلِ خداوندی سے کھل جاتی ہیں اور اُن کا کافر نفس بسمل ہو جاتا ہے۔
3. نا امیدی۔ فنا سے جو نا امیدی پیدا ہوئی تھی وہ سب امید سے بدل گئی ان کے لیے یہ دنیا پاک جگہ ہو گئی۔ سر برآوردند۔ فنا کے بعد پھر اُن کو ابدی زندگی نصیب ہو گی۔ آنکہ۔ مادر زاد اندھا۔ تابدآنی۔ عالمِ غیب میں ایسے سورج ہیں کہ دنیا کا سورج اُن کے مقابلہ میں سُہا ستارہ ہے۔

در عدم[1] ہستی برادر چوں بُود — ضد اندر ضد چوں مکنوں بُود

اے بھائی! عدم میں وجود کس طرح ہوتا ہے؟ — ضد، ضد میں کیسے پوشیدہ ہوتی ہے؟

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتْ بداں — کہ عدم آمد اُمیدِ عابداں

سمجھ لے، وہ مُردے سے زندہ پیدا کر دیتا ہے — عدم میں عبادت گذاروں کی امید ہے

مردِ کارندہ کہ انبارش تہی ست — شاد و خوش نے بر اُمیدِ نیستی ست؟

وہ کاشتکار جس کا کھلیان خالی ہے — کیا وہ عدم کی اُمید پر خوش و خرم نہیں ہے؟

کہ بروید آں زسُوئے نیستی — فہم کُن گر واقفِ معنیستی

کہ وہ عدم میں سے اُگ آئے گی — سمجھ لے، اگر تو حقیقت کا جان کار ہے

دمبدم[2] از نیستی تو منتظر — کہ بیابی فہم و ذوقِ آرام و بر

تو ہر وقت عدم کا منتظر رہ — تاکہ تو آرام اور نیکی کا ذوق اور فہم حاصل کر لے

نیست دستوری گشاد ایں راز را — ورنہ بغدادے کنم انجاز را

اس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں — ورنہ میں انجاز کو بغداد بنا دیتا

پس خزانۂ صنعِ حق باشد عدم — کہ برآرد زُو عطاہا دمبدم

اللہ تعالیٰ کی کاریگری کا خزانہ عدم ہے — کیونکہ وہ اُس سے پے در پے عطا برآمد کرتا ہے

مُبدِع[3] آمد حق و مُبدع آن بُود — کہ برآرد فرع بے اصل و سند

اللہ (تعالیٰ) ایجاد کرنیوالا ہے اور ایجاد کرنیوالا وہ ہوتا ہے — جو بغیر جڑ اور اصل کے شاخ پیدا کر دے

مثالِ عالَمِ ہست نیست نما و عالَمِ نیست ہست نمائے

موجود عالم جو بظاہر معدوم ہے اور معدوم عالم جو بظاہر موجود ہے کی مثال

نیست را بنمود ہست آں محتشم — ہست را بنمود بر شکلِ عدم

اُس عزت و جلال والے نے معدوم کو موجود دکھایا ہے — موجود کو معدوم کی شکل میں پیدا کیا ہے

بحر را پوشید و کف کرد آشکار — باد را پوشید و بنمودت غُبار

سمندر کو پوشیدہ کر دیا ہے، جھاگ کو رونما کر دیا ہے — ہوا کو چھپا دیا ہے، غبار کو ظاہر کر دیا ہے

---

[1] در عدم۔ نیستی میں ہستی مضمر کیسے ہو سکتی ہے؟ ضد۔ نیستی اور ہستی دو متضاد چیزیں ہیں ایک دوسرے میں چھپی ہوئی کیسے ہو سکتی ہیں؟ مکنون۔ پوشیدہ۔ مخرج۔ سوال کا جواب ہے یہ ایسے ہی ممکن ہے جیسا کہ نطفہ سے زندہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ عدم۔ تمام عابدوں کی امیدیں غیب اور عدم سے وابستہ ہیں۔ مرد کارندہ۔ کاشتکار جس نے بیج خرچ کر کے اپنی کوٹھی خالی کر لی وہ اسی پیداوار پر خوش ہے جو فی الحال معدوم ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ عدم سے وجود میں آ جائے گی۔

[2] دمبدم۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ جو کچھ اس کے لیے پردۂ غیب میں ہے وہ اُس کا منتظر رہے تاکہ وہ سمجھ لے کہ نیکی سے لامحالہ آرام میسر آئے گا۔ نیست۔ پردۂ غیب کی چیزوں کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ورنہ میں موجود پرستوں کو غیب یعنی آخرت پرست بنا دیتا۔ بغداد۔ یعنی پردۂ غیب کی نعمتوں کو ماننے والوں کا شہر۔ نجاز۔ ترکستان کا ایک شہر تھا جس کا بادشاہ اور لوگ آتش پرست تھے۔ پس خزانہ۔ حضرت حق تعالیٰ کی کارگاہ عدم ہے جس سے وہ عطایا عنایت کرتا رہتا ہے۔

[3] مُبدع۔ مبدع، ایجاد کرنیوالا یعنی معدوم کو موجود بنانیوالا۔ مثال۔ دنیا درحقیقت غیر موجود ہے اور موجود نظر آتی ہے اور آخرت حقیقتاً موجود ہے لیکن معدوم نظر آتی ہے مولانا نے اس بات کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ محتشم۔ معزز۔ نیست۔ یعنی عالم شہود۔ ہست۔ یعنی عالم غیب۔ بحر۔ اس شعر میں دو مثالیں ہیں سمندر اور ہوا جو حقیقتاً موجود ہیں اُن کو جھاگ اور غبار سے پوشیدہ کر دیا جو غیر واقعی چیزیں ہیں تو جو معدوم ہے وہ نظر آ رہا ہے اور جو موجود ہے وہ مخفی ہے۔

چوں[1] منارہ خاک پیچاں در ہوا
ہوا میں چکراتی ہوئی خاک منارہ کی طرح ہے
خاک از خود چوں برآید برعُلا
خاک بلندی پر خود کیسے چڑھ جاتی ہے؟

خاک را بینی ببالا اے علیل
اے بیمار! تو خاک کو اُوپر دیکھتا ہے
بادرانہ جُز بتعریف و دلیل
ہوا کو بتانے اور دلیل کے سوا نہیں دیکھتا ہے

کف ہمی بینی روانہ ہر طرف
تو جھاگ کو ہر طرف جاری دیکھتا ہے
کف بے دریا ندارد منصرف
بغیر دریا کے جھاگ نہیں چل سکتا ہے

کف بحس بینی و دریا از دلیل
تو جھاگ کو حواس سے دیکھ لیتا ہے اور دریا کو دلیل سے (سمجھتا ہے)
فکرِ پنہاں آشکارا قال و قیل
خیال پوشیدہ ہے اور گفتگو واضح ہے

نفی[2] را اثبات می پنداشتیم
ہم نے معدوم کو موجود سمجھ لیا
دیدۂ معدوم بینی داشتیم
ہم معدوم کو دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہیں

دیدہ کاندر وے نعاسے شُد پدید
وہ آنکھ جس کو نیند آ رہی ہو
کے تواند جُز خیال و نیست دید؟
وہ خیال اور معدوم کے سوا کیا دیکھ سکتی ہے؟

لاجرم سرگشتہ گشتیم از ضلال
لامحالہ ہم گمراہی سے حیران ہو گئے ہیں
چوں حقیقت شد نہاں پیدا خیال
چونکہ حقیقت چھپ گئی ہے اور خیال واضح ہے

ایں عدم را چوں نشاند اندر نظر
اس معدوم کو نظر میں کیسے جما دیا!
چوں نہاں کرد آں حقیقت از بصر
اس حقیقت کو نظر سے کیسے چھپا دیا؟

آفریں[3] اے اُوستادِ سحر باف
اے جادو کرنے والے اُستاد! آفریں ہے
کہ نمودی مُعرضاں را دُرد صاف
تو نے منہ موڑنے والوں کو تلچھٹ، نیر دکھائی

ساحراں مہتاب پیمایند زود
جادوگر فوراً چاندنی ناپ دیتے ہیں
پیشِ بازرگاں و زر گیرند و سُود
سوداگر کے سامنے اور سونا اور نفع حاصل کر لیتے ہیں

سیم بُربایند زیں گول پیچ پیچ
اس پیچ در پیچ معاملہ سے چاندی اُڑا لیتے ہیں
سیم از کف رفتہ و کرپاس ہیچ
چاندی ہاتھ سے گئی اور کپڑا کچھ نہیں

ایں جہاں جادوست ماآں تاجریم
یہ دنیا جادو ہے ہم وہ سوداگر ہیں
کہ ازو مہتاب پیمودہ خریم
کہ اس کی نپی ہوئی چاندی خریدتے ہیں

[1] چوں منارہ۔ گرد کا بگولہ اُٹھتا ہے خاک نظر آتی ہے اور ہوا نظر نہیں آتی۔ بادِ ہوا۔ نظر نہیں آتی اُس کا وجود اس لیے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ خاک میں از خود اُڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ کف۔ سطحِ آب پر جھاگ بہہ رہے ہیں جھاگ نظر آتے ہیں پانی کا وجود اس لیے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ جھاگ از خود نہیں بہہ سکتے۔ فکر پنہاں۔ انسان کے افکار پوشیدہ ہیں اور اُس کی گفتگو جس کا وجود افکار کے وجود کا پرتو ہے وہ ظاہر ہے یہی حال شئونات اور وجودِ مطلق کا ہے اور وجودِ مطلق جو کہ حقیقت ہے وہ بظاہر غیر موجود ہے اور شئونات جو کہ حقیقتاً غیر موجود ہیں وہ موجود نظر آتی ہیں۔

[2] نفی را۔ ہم نے معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم سمجھ رکھا ہے یہ ہماری آنکھ کا قصور ہے کہ وہ غیر موجود کو موجود دکھا رہی ہے۔ دیدہ۔ جس آنکھ میں نیند ہو وہ محض خیالی اور غیر واقعی چیزوں کو موجود دکھا دیتی ہے۔ پیدا خیال۔ یعنی غیر واقعی چیز نظر آ رہی ہے۔ ایں عدم۔ عالم شہود جو کہ معدوم ہے وہ نظر آتا ہے۔ آں حقیقت۔ عالم غیب نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔

[3] آفریں۔ یہ حضرت حق تعالیٰ کی سحر آفرینی ہے کہ منکر غیر حقیقی چیز کو حقیقی سمجھنے لگتے ہیں۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ ساحراں۔ دنیا میں بھی ایسے جادوگر ہیں جو چاند کی چاندنی کو کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ کرپاس۔ سوتی کپڑا۔ ایں جہاں۔ دنیا کے بارے میں ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہم چاندنی کو کپڑا سمجھ رہے ہیں۔

گز کند کرپاس پانصد گز شتاب ساحرانہ او ز نورِ ماہتاب
وہ جلدی سے پانچ سو گز کپڑا ناپ دے جادوگری کے ذریعہ چاند کی چاندنی سے

چوں[1] ستد اُو سیم عمرت اے رہی سیم شُد، کرپاس نے، کیسہ تہی
اے غلام! جب اُس نے تیری عمر کی چاندی لے لی چاندی گئی، کپڑا ندارد، تھیلی خالی ہو گئی

قل اعوذت خواند باید کاے احد ہیں زنفاثات افغاں وزعُقد
تجھے قل اعوذ پڑھنی چاہیے کہ اے خدا! جادوگرنیوں اور گرہوں سے فریاد ہے

میدمند اندر گرہ آں ساحرات الغیاث اے مستغاث ازبرد و مات
وہ جادوگرنیاں گرہ میں پھونک مارتی ہیں اے فریاد رس! اس شطرنجی چال سے فریاد ہے

لیک برخواں از زبانِ فعل نیز کہ زبانِ قول سُست ست اے عزیز
لیکن عمل کی زبان سے بھی پڑھ اے پیارے! کیونکہ قول کی زبان کمزور ہے

در[2] زمانہ مر ترا ہمرہ سہ اند آں یکے وافی وآں دو غدرمند
دنیا میں تیرے تین ساتھی ہیں ایک وفادار اور دو حیلہ جو ہیں

آں یکے یاران و دیگر رخت و مال واں سُوم وافی ست آں حُسن الفعال
ایک دوست ہیں اور دوسرا مال و اسباب ہیں تیسرا وفادار نیک عمل ہے

مال ناید باتو بیروں از قصور یار آید لیک تا بالینِ گور
مال تو محلوں سے باہر (ہی) نہ نکلے گا دوست آئے گا لیکن قبر کے سرہانے تک

چوں[3] تُرا روزِ اجل آید بہ پیش یار گوید از زبانِ حالِ خویش
جب تجھے موت کا دن درپیش ہو گا دوست اپنی زبانِ حال سے کہے گا

تابدیں جا بیش ہمرہ نیستم بر سرِ گورت زمانے بیستم
اس جگہ سے آگے کا ساتھی نہیں ہوں تھوڑی دیر تیری قبر پر ٹھہرتا ہوں

فعلِ تو وافی ست زاں کن ملتحد کاندر آید باتو در قعرِ لحد
تیرا عمل وفادار ہے، اُس میں اپنی پناہ گاہ بنا لے کیونکہ تیرے ساتھ قبر کی گہرائی میں آئے گا

در تفسیر قولہ علیہ السلام لَا بُدَّ مِنْ قَرِیْنٍ یُدْفَنُ مَعَکَ وَھُوَ حَیٌّ وَ تُدْفَنُ مَعَہٗ وَاَنْتَ مَیِّتٌ وَاِنْ کَانَ کَرِیْمًا اَکْرَمَکَ وَاِنْ کَانَ لَئِیْمًا اَسْلَمَکَ وَذٰلِکَ الْقَرِیْنُ عَمَلُکَ فَاَصْلِحْہُ مَا اسْتَطَعْتَ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر کہ ایک ساتھی ضروری ہے جو میرے ساتھ زندہ دفن ہوگا اور تو مردہ اُس کے ساتھ دفن ہوگا تو اگر وہ شریف ہے تو تیری عزت کریگا اور اگر کمینہ ہے تو تجھے چھوڑ بھاگے گا اور یہ ساتھی تیرا عمل ہے، پس جس قدر ممکن ہو تو اس کی اصلاح کر لے

---

[1] چوں ستد۔ دنیادار کی عمر اسی دھوکے میں برباد ہو جاتی ہے، عمر ختم ہو جاتی ہے اور وہ کچھ حاصل نہیں کر پاتا ہے۔ قل اعوذ۔ آنحضورؐ پر یہ سورت جادو کے ازالہ کے لیے نازل ہوئی تھی۔ نفاثات۔ وہ جادوگرنیاں جو گرہیں باندھ کر اُن پر جادو پڑھ کر دم کرتی ہیں۔ لیک۔ یہ اعوذ صرف زبانی نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو۔

[2] در زمانہ۔ دنیا میں انسان کے تین ساتھی ہیں دوست، مال۔ نیک عمل، اُن میں سے دو مرتے وقت ساتھ چھوڑ دیں گے نیک عمل وفاداری کرے گا اور ساتھ دے گا۔ قصور۔ قصر کی جمع ہے، محل، قلعہ۔ بالیں۔ سرہانا۔

[3] چوں ترا۔ موت کے وقت دوست محض قبر تک ساتھ دیتے ہیں اور واپس ہو جاتے ہیں فعل۔ انسان کے اعمال اس کا قبر میں بھی ساتھ دیتے ہیں ملتحد۔ جائے پناہ۔

پس پیمبرؐ گفت بہرِ ایں طریق — باوفاتر[1] از عمل نبود رفیق

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے، اس راستہ کے لیے — کوئی ساتھی عمل سے زیادہ باوفا نہیں ہے

گر بُوَد نیکو ابد یارت شود — ور بُوَد بد در لحد مارت شود

اگر وہ نیک ہو گا، ابد تک تیرا دوست ہو گا — اگر بد ہو گا، تیرے لیے قبر میں سانپ ہو گا

ایں عمل ویں کسب در راہِ سداد — کے تواں کرد اے پدر بے اوستاد

یہ عمل اور یہ کمائی، سچائی کے راستہ میں — اے بابا! بغیر استاد کے کب کی جا سکتی ہے؟

دُوں تریں کسبے کہ در عالم رَوَد — ہیچ بے ارشادِ استادے بُوَد؟

کم درجہ کا پیشہ جو دنیا میں چالو ہے — کبھی اُستاد کی راہنمائی کے بغیر ہوا ہے؟

اولش[2] علم ست وانگاہے عمل — تا دہد بر بعدِ مُہلت تا اجل

اُس پیشہ کہ ابتدا جاننا پھر عمل کرنا ہے — تاکہ تھوڑی دیر بعد موت تک پھل دے

اِسْتَعِيْنُوْا فِي الْحِرَفِ يَاذَا النُّهٰى — مِنْ كَرِيْمٍ صَالِحٍ مِّنْ اَهْلِهَا

اے عقلمندو! پیشوں میں مدد حاصل کرو — کسی شریف نیک سے جو اُن کا اہل ہو

اُطْلُبُ الدُّرَاخِيْ وَسْطَ الصَّدَفْ — وَاطْلُبِ الْفَنَّ مِنْ اَرْبَابِ الْحِرَفْ

اے بھائی! موتی سیپ کے اندر تلاش کر — اور فن کو پیشہ وروں سے طلب کر

اِنْ رَأَيْتُمْ نَاصِحِيْنَ اَنْصِتُوْا — بَادِرُوْا التَّعْلِيْمَ لَا تَسْتَنْكِفُوْا

اگر تم نصیحت کرنے والوں کو دیکھو، خاموشی سے سُنو — تعلیم کی طرف بڑھو، تکبر نہ کرو

در دباغی گر خلق پوشید مرد — خواجگی خواجہ را آں کم نہ کرد

اگر دباغی میں انسان نے پھٹا پُرانا پہنا — اُس نے شریف کی شرافت کو نہ گھٹایا

وقتِ[3] دم آہنگر ار پوشید دلق — احتشامِ اُونشد کم پیشِ خلق

اگر (بھٹی) دھونکنے کے وقت لوہار نے گُدڑی پہن لی — تو لوگوں کے سامنے اُس کی عزت نہیں گھٹی

پس لباسِ کبر بیروں کن زتن — ملبسِ ذُل پوش در آموختن

تو تکبر کا لباس جسم سے اُتار دے — سیکھنے میں ذلت کا لباس پہن لے

علم آموزی طریقش قولی ست — حرف آموزی طریقش فعلی ست

تو علم سیکھتا ہے، تو اُس کا طریقہ زبانی ہے — دستکاری سیکھتا ہے، تو اُس کا طریقہ عملی ہے

---

[1] باوفا۔ انسان کے نیک اعمال سے زیادہ بہتر کوئی سفر کا ساتھی نہیں ہے۔ گر بود۔ نیک عمل انسان کا یار بنے گا اور بد عمل اس کے لیے سانپ اور بچھو بنے گا۔ ایں عمل۔ یہ عمل اور ہنر بغیر اُستاد کے حاصل نہیں ہوتا ہے لہٰذا کسی کو شیخ بنالے۔ ارشاد۔ راہنمائی۔

[2] اولش۔ ہر چیز کا پہلے علم حاصل کیا جاتا ہے پھر اُس پر عمل کیا جاتا ہے۔ حرف۔ حرفہ کی جمع ہے، پیشہ۔ ذالنہٰی۔ عقلمند۔ صدف۔ سیپی۔ در دباغی۔ انسان کی ظاہری حیثیت، اُس کے باطنی جوہر کو کم نہیں کرتی ہے۔ خلق۔ پرانا کپڑا۔

[3] وقتِ دم۔ دھونکنے کے وقت۔ آہنگر۔ لوہار۔ دلق۔ گدڑی۔ پس۔ جبکہ لباس پر بڑائی کا مدار نہیں ہے تو تعلیم حاصل کرنے میں ذلت اور مسکنت کا لباس اختیار کرنا چاہیے۔ علم۔ علم کتابی زبانی سکھایا جاتا ہے ہنر عملی طور پر سکھایا جاتا ہے۔

فقر[1] خواہی آں بصحبت قائم ست — نے زبانت کار می آید نہ دست

فقر چاہتا ہے، وہ صحبت سے متعلق ہے — نہ تیری زبان کام آتی ہے، نہ ہاتھ

دانش انوار[2] ست در جانِ رجال — نے زراہِ دفترو نے قیل و قال

انوار کا علم (سلوک اولیاء) لوگوں کے دل میں ہے — (وہ حاصل نہیں ہوتا ہے) نہ کتاب کے راستہ سے نہ گفتگو سے

دانشِ آنرا سِتاند جاں زجاں — نے زراہِ دفترو نے از زباں

اُس کا علم روح، روح سے حاصل کرتی ہے — نہ کتاب کے راستہ سے اور نہ زبان سے

دردِلِ سالک اگر ہست آں رموز — رمز دانی نیست سالک را ہنوز

اگر سالک کے دل میں وہ رموز (بھی) ہیں — (لیکن) سالک کو ابھی ان کی سمجھ نہیں ہے

تادلش[3] را شرح آں سازد ضیا — پس اَلَمْ نَشْرَحْ بفرماید خدا

جب تک کہ اس کے دل کے لیے نور اس کی تشریح نہ کر دے — پھر خدا فرماتا ہے، کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟

کہ درونِ سینہ شرحت دادہ ایم — شرح اندر سینہ ات بنہادہ ایم

یعنی ہم نے تیرے سینہ میں اکی شرح عنایت کر دی ہے — ہم نے تیرے سینہ میں شرح رکھ دی ہے

توہنوز[4] از خارج آں را طالبی — مَحْلَبی از دیگراں چوں حالبی

تو ابھی تک باہر سے اُس کا طالب ہے — تو (خود) دودھ کی جگہ ہے تو دوسروں سے دودھ کیوں دوہتا ہے؟

چشمۂ شیرست در تو بے کنار — تو چرا می شیر جوئی از تغار

تیرے اندر دودھ کا لامحدود چشمہ ہے — تو گڑھے سے دودھ کا جویاں کیوں ہے؟

منفذے داری بہ بحر اے آبگیر — ننگ دار از آب جستن از غدیر

اے پانی حاصل کرنیوالے! تیرا سمندر تک راستہ ہے — حوض سے پانی لینے میں شرم کر

کہ اَلَمْ نَشْرَحْ نہ شرحت ہست باز — چوں شُدی تو شرح جُوئی و گدیہ ساز

کہ "ہم نے نہیں کھولا" تیری شرح نہیں ہے پھر — تو شرح کا طالب اور بھکاری کیوں بنا ہے؟

درنگر[5] در شرحِ دل در اندرون — تانیاید طعنۂ لَا یُبْصِرُوْن

دل کی شرح کو باطن میں دیکھ لے — تاکہ "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ نہ دیا جائے

تفسیر قولہ عزوجل وَھُوَ مَعَکُم اَیْنَمَا کُنْتُم

اللہ تعالیٰ کے قول "اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" کی تفسیر

فقر۔ فقر محض شیخ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے نہ زبان سے نہ عمل سے۔ دانش انوار۔ انوار الٰہی کا علم وہ اولیا کے دلوں میں ہے وہ دل، دل سے حاصل کرسکتا ہے نہ زبان اور کتاب سے حاصل نہیں کرسکتا۔ دردل۔ سالک کے دل میں اگر کچھ اشارے بھی ہیں تو وہ ان اشاروں کے سمجھنے سے ابھی محروم ہے۔

تادلش۔ جب سالک کے لیے نور خداوندی اُن اشاروں کی تشریح کر دیتا ہے تو اللہ کی جانب سے الم نشرح والی بشارت ملتی ہے۔ الم نشرح۔ قرآن میں آنحضورؐ کے لیے فرمایا گیا ہے "کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کر دیا"۔ یعنی ہم نے وہ نور عنایت کر دیا ہے جس سے تم رموز اور اشاروں کو سمجھ سکتے ہو۔ کہ۔ الم نشرح میں آنحضورؐ سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تمہارے سینہ میں وہ استعداد کر دی ہے۔

توہنوز۔ ایک عام انسان یہ سمجھتا ہے کہ علوم و اسرار کہیں باہر سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ یہ غلط ہے وہ علوم خود انسان کے دل اور روح میں موجود ہیں۔ محلب۔ دودھ کی جگہ۔ حالب۔ دودھ دوہنے والا۔ تغار۔ گڑھا۔ غدیر۔ حوض۔ کہ الم نشرح۔ خطاب اگرچہ آنحضورؐ کو ہے لیکن ہر طالب حق اس میں داخل ہے۔ درنگر۔ انسان کا دل ایک جامع حقیقت ہے اُس میں ذات و صفات باری تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اگر اُس میں مشاہدہ نہیں کرتا ہے تو ایسے شخص پر لایبصرون "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ لگے گا جو کفار کے بارے میں ہے۔

یک[1] سبد پُرناں ترا بر فرقِ سر — تو همی خواهی لبِ ناں در بدر

روٹیوں کی ایک بھری ٹوکری تیرے سر کی مانگ پر ہے — تو روٹی کا ٹکڑا در بدر مانگتا ہے

در سرِ خود پیچ و ہل خیرہ سری — رَو دَرِ دل زن چرا بر ہر دری

اپنے سر میں لگ اور بیہودہ پن چھوڑ — جا دل کا دروازہ کھٹکھٹا، ہر دروازہ پر کیوں جاتا ہے

تا بزانوئی میانِ آبِ جُو — غافل از خود، زین و آں تو آبجُو

تو ران تک نہر کے پانی میں ہے — تو خود سے غافل ہے اس اور اُس سے پانی کا جویاں ہے

بر سرت نانست پایت اندر آب — وز عطش وز جوع گشتستی خراب

تیرے سر پر روٹی ہے (اور) تیرا پاؤں پانی میں ہے — اور تو پیاس اور بھوک سے تباہ ہے

پیش آب و پس ہم آبِ بامدد — چشمہا را پیش سدّ و خلف سد

آگے بھی جاری پانی ہے اور پیچھے بھی — چشموں کے آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی، دیوار ہے

اسپ[2] زیرِ راں و فارس اسپ جُو — چیست ایں، گفت اسپ ولیکن اسپ کو

گھوڑا ران کے نیچے ہے اور سوار گھوڑے کا جویاں ہے — یہ کیا ہے؟ گھوڑا ہے، لیکن گھوڑا کہاں ہے؟

ہیں نہ اسپ ست ایں بزیر تو پدید — گفت آرے لیک اسپ خود کہ دید

ہائیں، تیرے نیچے کھلا ہوا یہ گھوڑا ہے — وہ کہتا ہے ہاں لیکن اپنا گھوڑا کس نے دیکھا ہے؟

مستِ آن و پیش رُوئے اُوست آں — اندر آب و بیخبرز آبِ رواں

وہ اس پر عاشق ہے اور وہ اس کے منہ کے سامنے ہے — وہ پانی میں ہے اور جاری پانی سے بے خبر ہے

مستِ چیز و پیش رُوئے اُوست چیز — بیخبر زاں چیز و شرحِ خویش نیز

وہ ایک چیز پر عاشق ہے اور چیز اُس کے منہ کے سامنے ہے — وہ اُس چیز اور اپنی تفصیل سے بھی بے خبر ہے

چوں[3] گوہر در بحر گوید بحر کو — واں خیالِ چوں صدف دیوار اُو

جیسا کہ موتی سمندر میں کہے، سمندر کہاں ہے؟ — وہ خیال، سیپ کی طرح اُس کی دیوار ہے

گفتنِ آں کو حجابش میشود — ابرِ تابِ آفتابش میشود

اُس کا کہنا، وہ کہاں ہے؟ اُس کا پردہ بنتا ہے — (اور) سورج کی چمک اُس کے لیے ابر بن جاتی ہے

بندِ چشمِ اُوست ہم چشمِ بدش — عینِ رفعِ سدِ اُوگشتہ سدش

اُس کی بری آنکھ بھی اس کی آنکھ کا پردہ ہے — بعینہ دیوار کا ہٹانا، اُس کے لیے دیوار بن گیا

---

[1] یک سبد۔ ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ذاتِ حق ہر انسان کے ساتھ ہے لیکن آڑ حایل ہے تو اب بس اس کے مشاہدہ کی طلب ہونی چاہیے۔ سبد۔ ٹوکری۔ دردل۔ دل میں مشاہدہ کی کوشش کر در بدر اُس کو ڈھونڈتا نہ پھر۔ تا بزانو۔ حضرتِ حق کو باہر تلاش کرنے والے کی ایک مثال تو یہ تھی کہ روٹیوں کا طبق سر پر ہو اور وہ در بدر روٹی مانگتا پھرے دوسری مثال یہ ہے کہ انسان خود پانی میں کھڑا ہوا اور دوسروں سے پانی مانگے۔

[2] اسپ۔ تیسری مثال یہ ہے کہ انسان گھوڑے پر سوار ہو اور اُسی گھوڑے کو تلاش کرے لوگ اُس سے پوچھیں کہ تو کس چیز پر سوار ہے تو اُس کو کہنا پڑے کہ گھوڑے پر لیکن پھر بھی گھوڑے کو تلاش کرے۔ ہیں۔ اُس گھوڑ سوار سے لوگ کہتے ہیں کہ گھوڑا تو تیرے نیچے موجود ہے وہ کہتا ہے ہاں لیکن مجھے گھوڑا نظر نہیں آ رہا ہے۔ مست۔ وہ گھوڑے کی تلاش میں مدہوش بنا ہوا ہے، اور گھوڑا اُس کے سامنے موجود ہے اس کی مثال تو یہی ہے کہ انسان جاری پانی میں کھڑا ہوا ہے اور اُس سے بے خبر بھی ہو۔

[3] چوں گوہر۔ چوتھی مثال یہ ہے کہ موتی سمندر میں ہو اور پھر سمندر کو تلاش کرے جس طرح موتی کے لیے سیپ، سمندر کو دیکھنے سے مانع ہے اسی طرح انسان کے اوہام اور خیالات مانع بنتے ہیں۔ گفتن آں۔ مطلوب کے قریب ہوتے ہوئے اُس کا مطلوب کو پوچھنا اُس مطلوب کا پردہ اور اُس مطلوب کے آفتاب کی چمک اُس کے لیے ابر بن جاتی ہے۔ بند چشم۔ اُس کی غلط نظر خود اس کی آنکھ کا پردہ ہی آنکھ جو کہ آڑ کو ہٹانے والی چیز تھی وہ فوراً آڑ بن گئی۔

بندِ[1] گوشِ اُو شدہ ہم گوشِ اُو
اُس کا کان بھی اُس کے کان کی رکاوٹ ہو گیا
ہوش با حق دار اے مدہوشِ اُو
اللہ کا ہوش کر، اے اُس کے دیوانے!

ہوش را توزیع کردی برجہات
تو نے ہوش کو (مختلف) جانبوں سے تقسیم کر دیا ہے
می نیرزد ترّہ آں ترّہات
وہ فضول (خیالات) ساگ کی قیمت کے نہیں ہیں

در تفسیر قول نبی علیہ السلام مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ[2] هَمًّا وَّاحِدًا كَفَاهُ اللّٰهُ سَائِرَ
آنحضورؐ کے اس قول کی تفسیر کہ جس نے غموں کو ایک غم بنا لیا اللہ تعالیٰ اُس کے سارے غموں کے لیے

هُمُوْمِهٖ وَمَنْ تَفَرَّقَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ لَا يُبَالِي اللّٰهُ فِيْ اَيِّ وَادٍ مِّنْهَا هَلَكَ
کافی ہو گیا اور جس کے متفرق غم ہیں تو اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ وہ کونسی وادی میں تباہ ہوا

آبِ ہُش را می کشد ہر بیخ و خار
ہر جڑ اور کانٹا ہوش کے پانی کو چوس رہا ہے
آبِ ہوشت چوں رسد سُوئے ثمار
پھلوں تک تیرے ہوش کا پانی کیسے پہنچے؟

آبہارا میکشد آں خس گیاہ
پانی کو معمولی گھاس پی رہی ہے
آبِ ہوشت چوں رسد سُوئے اِلٰہ
تیرے ہوش کا پانی خدا تک کیسے پہنچے؟

ہیں بزن آں شاخِ بد راخو کُنش
خبردار! اس بُری شاخ کو کاٹ دے (اور) اس کو دور کر دے
آب دہ ایں شاخِ خوش رانو کُنش
اس اچھی شاخ کو پانی دے، اُس کو تازہ کر

ہر[3] دو سبز اند ایں زماں آخر نگر
اب دونوں سبز ہیں، انجام کو دیکھ
کیں شود باطل ازاں رُوید ثمر
یہ خراب ہو جائے گی، اُس سے پھل پیدا ہوں گے

آبِ باغ ایں را حلال آں را حرام
باغ کا پانی اس کے لیے حلال، اُس کے لیے حرام ہے
فرق را آخر بہ بینی والسلام
تو آخر میں فرق کو سمجھے گا، والسلام

عدل چہ بُود؟ آب دہ اشجار را
عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے
ظلم چہ بُود؟ آب دادن خار را
ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا

عدل وضعِ نعمتے در موضعش
عدل، جگہ پر نعمت صرف کرنا ہے
نے بہر بیخے کہ باشد آب کش
نہ کہ ہر جڑ کو (پانی دینا) جو پانی چوستی ہے

ظلم چہ بُود؟ وضع درنا موضعے
ظلم کیا ہے؟ بے محل صرف کرنا
کہ نباشد جز بلا را منبعے
جو صرف مصیبت کا چشمہ ہے

نعمتِ حق رابجان و عقل دہ
اللہ (تعالیٰ) کی نعمت، جان اور عقل کو دے
نے بہ طبعِ پُرزحیرو پُرگرہ
نہ کہ پیچش اور گرہوں والی طبیعت کو

---

[1] بندِ گوش۔ ایسے طلبگار کا کان جو خود اس کو بہرا بنا دیتا ہے۔ مدہوش۔ بوزن مبہوت۔ دہشت زدہ۔ ہوش۔ انسان کی پراگندہ خیالی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ در تفسیر۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو پراگندہ خیال نہ رہنا چاہیے۔

[2] ہموم۔ ہم کی جمع ہے، آنے والے کام کا غم و فکر۔ آبِ ہش۔ اگر انسان دنیاوی معاملوں کے سوچ بچار میں لگا رہے گا تو آخرت سے غافل ہو جائے گا۔ ہیں۔ انسان دنیاوی فکروں سے بچے گا تو آخرت کی فکر میں لگے گا۔

[3] ہر دو۔ دنیا اور آخرت کی فکر میں سے آخرت کی فکر اچھے پھل لائے گی۔ آب۔ دنیا کے باغ کو فکر کا پانی دینا درست نہیں ہے۔ عدل۔ انصاف تو یہ ہے کہ انسان پھل دار درختوں کو پانی دے کانٹوں کی جھاڑی کو پانی نہ دے۔ در موضعش۔ بھلائی کی جگہ بھلائی کرنا عدل ہے۔ ظلم۔ کوئی کام بے موقع کرنا ظلم ہے۔ نعمتِ حق۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے، روحِ انسانی کی تربیت کرنی چاہیے نہ کہ روحِ حیوانی کی۔

بارکُن[1] بیگارِ غم را برتنت ــــ بردل و جاں کم نہ آنجاں کندنت
غم کی بیگار کو اپنے جسم پر سوار کر ــــ دل اور جاں پر نہیں، کیونکہ وہ جان کی تباہی ہے

برسرِ عیسیٰؑ نہادہ تنگِ بار ــــ خرسکیزہ میزند در مرغزار
بوجھ کا گٹھر عیسیٰؑ کے سر پر رکھے ہوئے ہے ــــ گدھا، چراگاہ میں دولتیاں مار رہا ہے

سُرمہ را در گوش کردن شرط نیست ــــ کارِ دل راجستن از تن شرط نیست
سُرمہ کو کان میں لگانا مناسب نہیں ہے ــــ دل کا کام، جسم سے لینا مناسب نہیں ہے

گردلی[2] رونا ناز کن خواری مکش ــــ ورتنی شکر منوش وزہر چش
اگر تو (مجسم) دل ہے جا فخر کر ذلت نہ اٹھا ــــ اگر تو (مجسم) جسم ہے، شکر نہ کھا اور زہر چکھ

زہر تن را نافع ست و قند بد ــــ تن ہماں بہتر کہ باشد بے مدد
جسم کے لیے زہر مفید اور شکر مضر ہے ــــ جسم وہی بہتر ہے، جو بے سہارا ہو

ہیزمِ دوزخ تنست و کم کُنش ــــ ور بروید ہیں تو از بُن برکنش
جسم، دوزخ کا ایندھن ہے اُس کو گھٹا ــــ اگر وہ اُگے خبردار! تو اُس کو جڑ سے اُکھاڑ دے

ورنہ حمالِ حطب باشی حطب ــــ در دو عالم ہمچو جفتِ بُو لہب
ورنہ تو ایندھن ہی ایندھن کا بار بردار ہو گا ــــ دونوں جہان میں، ابولہب کی بیوی کی طرح

ازحطب[3] بشناس شاخِ سدرہ را ــــ گرچہ ہر دوسبز باشد اے فتیٰ
سدرۃ (المنتہیٰ) کی شاخ کو ایندھن کی لکڑی سے پہچان لے ــــ اے نوجوان! اگرچہ دونوں سبز ہوں

اصلِ ایں شاخ ست از نارُ و دخاں ــــ اصلِ آں شاخ ست ہفتم آسماں
اس شاخ کی جڑ آگ اور دھواں ہے ــــ اُس شاخ کی جڑ، ساتویں آسمان (پر) ہے

ہست مانند ایں بصورت پیشِ حِس ــــ کہ غلط بین ست چشم و کیشِ حِس
یہ حس کے سامنے (آپس میں) مشابہ ہیں ــــ کیونکہ حس کی آنکھ اور طریقہ غلط بیں ہے

ہست پیدا آں بہ پیشِ چشمِ دل ــــ جہد کُن پیشِ دل آجہد المقل
دل کی آنکھ کے لیے، وہ واضح ہے ــــ کوشش کر، نادار کی سی کوشش، دل کے سامنے

ورنداری پا بجنباں خویش را ــــ تابہ بینی ہرکم و ہر بیش را
تو اگر پاؤں نہیں رکھتا ہے خود کو حرکت دے ــــ تاکہ تو ہر کم و بیش کو دیکھ لے

---

[1] بارکُن۔ دنیاوی مخصوں کو قالب تک محدود رکھو قلب تک نہ پہنچنے دو۔ برسرِ عیسیٰؑ۔ روح حضرت عیسیٰؑ جیسی چیز ہے اور جسم خرِ عیسیٰؑ ہے، بوجھ گدھے پر لادنا چاہیے نہ کہ عیسیٰؑ پر، یہ حماقت ہے کہ عیسیٰؑ پر بوجھ لدھا ہوا اور گدھا چمن میں مزے اڑائے۔ سرمہ۔ ہر عمل کا ایک محل ہے۔ سرمہ کان میں لگانا حماقت ہے۔

[2] گردلی۔ اگر تو مجسم روح و قلب بن گیا ہے تو اب مجاہدوں کی تکلیف اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو مجسم جسم ہے تو راحت طلبی چھوڑ کر مجاہدوں کا زہر کھا۔ زہر۔ یہ محنت اور مشقت جسم کے لیے مفید ہے اور راحت طلبی مضر ہے۔ ہیزم۔ انسان کا جسم دوزخ کا ایندھن ہے اُس کو ختم کرنا چاہیے ورنہ تیرا لقب بھی وہی ہے جو ابولہب کی بیوی کا ہے قرآن نے اُس کو حمالۃ الحطب کہا ہے یعنی دوزخ کا ایندھن اٹھانے والی۔

[3] ازحطب۔ جسم دوزخ کا ایندھن اور روح سدرۃ المنتہیٰ کی شاخ ہے دونوں میں فرق کرلے۔ اصل ایں۔ جسم کی شاخ دھوئیں اور آگ کی جڑ ہے اور روح کی شاخ عالمِ بالا کی چیز ہے۔ ہست مانند۔ یہ دونوں شاخیں یکساں نظر آتی ہیں جس کی وجہ آنکھوں کی غلط بینی ہے۔ چشمِ دل۔ دل کی آنکھ سے دیکھ دونوں میں فرق نظر آئے گا۔ ورنداری۔ انسان کو غلط بینی سے نکلنے کی بہرصورت کوشش کرنی چاہیے اگر پاؤں نہیں ہیں تو جسم کو ہی سرکانا چاہیے۔

کایں تحرک شد تبرّک را کلید — وز تحرّک[1] گردی اے دل مستفید

کیونکہ یہ حرکت کرنا برکت حاصل کرنے کی کنجی ہے — اے دل! تو حرکت کرنے سے فائدہ مند ہو گا

در معنیٰ ایں رباعی

اس رباعی کے معنیٰ (کے بیان) میں

گر راہروی راہ برت بکشایند	ورنیست شوی بہستیت بگرایند
اگر تو راہِ (طریقت) پر چلے گا تیرے لیے راستہ کھول دیں گے	اگر تو فنا ہو جائے گا تجھے بقا کی طرف مائل کر دیں گے
درپست شوی نگنجی اندر عالم	وانگاہ ترا بے تو بتو بنمایند
اگر تو پست ہو جائے تو تو عالم میں نہ سمائے گا	اُس وقت تجھے بغیر تیرے (وجود کے) دکھائیں گے

گرزلیخا[2] بست درہا ہر طرف — یافت یوسفؑ ہم زجنبش منصرف

اگرچہ زلیخا نے ہر طرف دروازے بند کر دیے — یوسفؑ نے بھی حرکت سے واپسی کی جگہ پا لی

چوں توکل کرد یوسفؑ برجہید — بازشد قفلِ دَر وره شد پدید

جب یوسفؑ نے توکل کیا (اور) کودے — دروازے کا تالا کھل گیا اور راستہ ظاہر ہو گیا

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید — خیرہ یوسفؑ وارمی باید دوید

اگرچہ دنیا کا کوئی شگاف نظر نہیں آتا ہے — یوسفؑ کی طرح اندھا دُھند بھاگنا چاہیے

تاکشاید قفل و رہ پیدا شود — سُوی بیجائی شما را جا شود

تاکہ تالا کھلے اور راستہ ظاہر ہو جائے — لامکان کی جانب تمھارے لیے جگہ ہو جائے

آمدی[3] اندر جہاں اے ممتحن — ہیچ می بینی طریقِ آمدن

اے آزمائش میں پڑے ہوئے! تو دنیا میں آیا — کچھ تجھے آنے کا راستہ نظر آیا؟

توز جائے آمدی وز موطنے — آمدن را راہ دانی ہیچ نے

تو ایک جگہ اور ایک وطن سے آیا — تو آنے کا راستہ جانتا ہے، کچھ بھی نہیں

گرندانی تانگوئی راہ نیست — زیں رہِ بے راہ مارا رفتنی ست

اگر تو نہیں جانتا ہے، ہرگز نہ کہہ کہ راہ نہیں ہے — ہمیں اسی بغیر راستہ کے راستہ سے جانا ہے

میروی در خواب شاداں چپ و راست — ہیچ دانی راہِ آں میداں کجاست

تو خواب میں خوشی خوشی دائیں بائیں جاتا ہے — تو کچھ جانتا ہے کہ اس میدان کا راستہ کدھر ہے؟

توبہ بند آں چشم و خود تسلیم کن — خویش را بینی دراں شہرِ کہن

تو اُس آنکھ کو بند کر لے اور خود کو سپرد کر دے — تو اپنے آپ کو اس قدیم شہر میں دیکھے گا

---

[1] وزتحرک۔ نیز اس سے حتی المقدور بچنا مفید ہے۔ گرراہ۔ جب انسان راہِ طریقت میں کوشاں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ راستہ دکھاتے ہیں اگر فنا اختیار کرتا ہے تو اُس کو بقا نصیب ہوتی ہے۔ درپست۔ انسان جس قدر کسرِ نفسی اختیار کرتا ہے اسی قدر اُس کو بلندی نصیب ہوتی ہے۔

[2] گرزلیخا۔ حضرت یوسفؑ نے زنا سے بچنے کی کوشش کی تو زلیخا کے بند کیے ہوئے دروازے کھل گئے اور حضرت یوسفؑ زلیخا کے پھندے سے بچ نکلے۔ گرچہ رخنہ۔ دنیا سے بھاگ نکلنے کے لیے اگرچہ دروازہ نظر نہیں آ رہا ہے لیکن جب انسان کوشش کرتا ہے تو راہ پیدا ہو جاتی ہے اور لامکان کا پتا پا لیتا ہے۔

[3] آمدی۔ انسان عالمِ بالا سے جس راستہ سے آیا ہے وہ بھی اس کی نظروں سے غائب ہے اسی طرح وہ غائب راستہ سے عالمِ بالا تک جا بھی سکتا ہے۔ توزجائے۔ انسان عالمِ بالا سے آیا ہے اور اُس کو آنے کا راستہ معلوم نہیں ہے۔ گرندانی۔ راستہ نظر نہ آنے کی وجہ سے اُس راستہ کا انکار نہ کر اسی راستہ سے واپس جانا ہے۔ میروی۔ انسان خواب میں راستہ کو بغیر جانے ہوئے چلتا ہے۔ توبہ بند۔ انسان کو حسی آنکھ کو بند کر کے خود کو خدا کے حوالہ کر دینا چاہیے تب وہ عالمِ آخرت کا مشاہدہ کر سکے گا۔

چشم[1] چوں بندی کہ صد چشم و خمار — بندِ چشمِ تُست ایں سُو از غرار
تو آنکھ کیسے بند کرے گا؟ کیونکہ سینکڑوں آنکھیں اور نشہ — غفلت کی وجہ سے اس جانب کیلئے تیری آنکھ کا پردہ ہیں

چار چشمی توز عشقِ مُشتری — بر امیدِ مہتری و سروری
تو (اپنے) خریدار کے عشق میں چار آنکھوں والا ہے — بڑائی اور سرداری کی اُمید پر

گر بخسپی مُشتری بینی بخواب — چغدِ بد کے خواب بیند جُز خراب
اگر تو سوتا (بھی) ہے تو خواب میں خریدار کو دیکھتا ہے — منحوس چغد ویرانہ کے سوا، کب دیکھتا ہے؟

مُشتری[2] خواہی بہر دم پیچ پیچ — تو چہ داری کہ فروشی؟ ہیچ ہیچ
تو ہر وقت پیچ و تاب میں خریدار کا خواہشمند ہے — تو رکھتا کیا ہے؟ کہ بیچے گا؟ کچھ بھی نہیں

گر تُرا نالے بُدے یا چاشتے — از خریداراں فراغت داشتے
اگر تجھے روٹی یا ناشتہ (حاصل) ہوتا — تو خریداروں سے بے نیاز ہوتا

گر در انباں مرترا نانے بُدے — از خریداراں دلت فارغ شُدے
اگر تھیلے میں تیری روٹی ہوتی — تو تیرا دل خریداروں سے بے نیاز ہوتا

قصۂ آں شخصے کہ دعویٰ پیغمبریؑ میکرد گفتندش کہ چہ خوردۂ کہ گیج شدۂ و یاوہ میگوئی گفت اگر چیزے یافتمے کہ خوردمے نہ گیج شُدمے و نہ یاوہ گفتمے کہ ہر سخنِ نیک کہ باغیرِ اہلش گویند یاوہ گفتہ باشند اگر چہ دراں گفتن مامور باشند

اُس آدمی کا قصہ جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا، لوگوں نے اُس سے کہا تو نے کیا کھالیا ہے کہ احمق بنا اور بکواس کرتا ہے۔ اُس نے کہا کہ اگر میں کوئی چیز پالیتا جو کہ میں کھالیتا نہ احمق ہوتا اور نہ بکواس کرتا کیونکہ ہر بھلی بات جو نا اہلوں سے کہتے ہیں، بکواس بکتے ہیں اگر چہ وہ اُس کہنے میں (خدا کی جانب سے) مقرر ہوں

آں[3] یکے می گفت من پیغمبرم — وز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم
ایک شخص کہتا تھا، کہ میں پیغمبر ہوں — اور میں تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں

گردنش بستند و بُردندش بشاہ — کایں ہمی گوید رسولم از اِلٰہ
لوگوں نے اُسکی گردن باندھی اور اسکو بادشاہ کے سامنے لےگئے — کہ یہ کہتا ہے کہ میں خدا کی جانب سے رسول ہوں

---

[1] چشم چوں بندی۔ دنیا سے تو آنکھیں بند نہ کر سکے گا کیونکہ تیری سینکڑوں لالچ سے مست نظروں نے تیری نظر بندی کر دی ہے اور تو دنیا کی مزخرف چیزوں کو دیکھ رہا ہے۔ چار چشمی۔ تو ہر وقت اپنی سرداری اور بڑائی کے خیال سے اپنے معتقدوں کا منتظر بنا ہوا ہے۔ گر بخسپی۔ تجھے سونے میں بھی یہی خواب اسی طرح نظر آتے ہیں جیسے اُلو کو خواب میں ویرانہ نظر آتا ہے۔

[2] مشتری۔ تو اپنے خریداروں کا تو منتظر رہتا ہے لیکن تیرے پاس اُن کے ہاتھ فروخت کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ گر ترا۔ اگر تیرے پلے میں کچھ ہوتا تو پھر تو خریداروں کا منتظر ہی نہ ہوتا، عوام میں مقبولیت اور عوام کو گرویدہ کرنے کی وہی شخص کوشش کرتا ہے جو تہی دست ہوتا ہے۔ آنے والے قصہ سے یہی بتانا مقصود ہے۔

[3] آں یکے۔ یہ ایک مسخرا تھا جس نے افلاس سے مجبور ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا تا کہ اُس کے ذریعہ ہی کچھ کمائے وہ اپنی گفتگو میں ایسے جملے استعمال کرتا تھا جن کے دو معنی ہو سکتے تھے ایک معنی نبوت کے دعوے پر محمول ہو سکتے تھے دوسرے معنی کا نبوت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پیغمبراں۔ دنیا کی ہر چیز کوئی پیغام دیتی ہے۔ یہ انسان تھا لہٰذا تمام کائنات سے افضل تھا نیز یہ معنی بھی ہیں کہ میں پیغمبر ہوں اور دنیا کے سب پیغمبروں سے افضل ہوں۔

خلق بروے جمع چوں مور و ملخ — کہ چہ مکرست و چہ تزویر و چہ فخ[1]

لوگ اُس پر چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح جمع تھے — کہ کیا مکر ہے اور کیا مکاری اور کیا جال ہے؟

گر رسول آنست کاید از عدم — ماہمہ پیغمبریم و محتشم

اور اگر رسول وہ ہوتا ہے جو عدم سے آئے — تو ہم سب پیغمبر اور معزز ہیں

ما از آنجا آمدیم اینجا غریب — تو چرا مخصوص باشی اے ادیب

ہم اُس جگہ سے آئے ہیں، یہاں مسافر ہیں — اے اُستاد! تو کیوں مخصوص ہو گا؟

داد ایشاں را جواب آں خوش رسول — کاے گروہِ کور و نادان و فضول

اُس بھلے رسول نے اُن کو جواب دیا — کہ اے اندھو اور بیہودہ اور نادانوں کے گروہ!

این ندانستید اے قوم از قضا — بیخبر اینجا رسیدید از عمیٰ

اے قوم! تم یہ نہیں سمجھے کہ تقدیر سے — تم اندھے پن سے بے خبری میں یہاں آ گئے ہو

ہمچو[2] طفلِ خفتہ ایں جا آمدید — بیخبر ازراہ و از منزل بُدید

تم سوئے ہوئے بچہ کی طرح یہاں آ گئے ہو — تم راہ و منزل سے بے خبر تھے

از منازل خفتہ بگذشتید و مست — بیخبر ازراہ و از بالا و پست

تم سوئے ہوئے اور بیہوشی میں منازل سے گزر گئے — راستہ اور نشیب و فراز سے بے خبر

مابہ بیداری رواں گشتیم و خوش — ازورائے پنج و شش تا پنج و شش

ہم بیداری میں اور خوشی سے چلے — بغیر پانچ اور چھ کی (جگہ) سے پانچ اور چھ (والی جگہ) تک

دیدہ منزل ہا ز اصل و از اساس — چوں قلاووزاں خبیر و رہ شناس

جڑ اور بنیاد سے منزل کو دیکھا — راہبروں کی طرح باخبر اور رہ شناس بن کر

شاہ[3] را گفتند اشکنجش بکن — تانگوید جنسِ اُو ہیچ ایں سخن

لوگوں نے بادشاہ سے کہا اس کو شکنجہ میں ڈال دیجئے — تاکہ اُس جیسا کبھی کوئی ایسی بات نہ کہے

شاہ دیدش بس نزار و بس ضعیف — کہ بیک سیلی بمیرد آں نحیف

شاہ نے اُس کو بہت لاغر و کمزور دیکھا — کہ وہ کمزور ایک طمانچہ سے مر جائے گا

کے تواں اُو را فشردن یا زدن — کہ چو شیشہ گشتہ است اُو را بدن

اُس کو کب بھینچا یا مارا جا سکتا ہے — کیونکہ اُس کا بدن شیشہ کی طرح ہو گیا ہے

لیک با اُو گویم ازراہِ خوشی — کہ چرا داری تولافِ سرکشی

لیکن میں اُس کو خوشی سے کہوں گا — کہ تو بکواس کی سرکشی کیوں کرتا ہے؟

---

1. بانگ زنجاں۔ گر رسول۔ اس مسخرے نے اپنے رسول ہونے کا مطلب یہ بتایا تھا کہ وہ اللہ کے پاس سے دنیا میں آیا ہے اور اُس کو اللہ تعالیٰ نے ملک عدم سے دنیا میں بھیجا ہے۔ ما از انجا۔ لوگوں نے کہا اگر رسول کا مطلب یہ ہے تو ہم سب بھی ملکِ عدم سے دنیا میں آئے ہیں لہٰذا ہم سب رسول ہیں تیری کیا خصوصیت ہوئی۔ ایں ندانستید۔ اُس مسخرے نے اُن کو جواب دیا بے شک تم بھی ملک عدم سے آئے ہو، لیکن ایسے اندھے پن سے آئے ہو کہ نہ تمھیں راستہ کا پتا چلا نہ منزل کا۔

2. ہمچو۔ مسخرے نے کہا تم لوگ سوتے ہوئے بچے کی طرح ملک عدم سے راستہ طے کر کے دنیا میں آئے ہو۔ مابہ بیداری۔ میں ملک عدم سے بیداری کی حالت میں دنیا میں آیا ہوں۔ پنج۔ یعنی پانچوں حواس۔ شش۔ یعنی چھ جانبیں۔ قلاووز۔ راہبر۔

3. شاہ را۔ لوگوں نے شاہ سے اس کو سزا دینے کا مطالبہ کیا، شاہ نے اُس کو بہت کمزور دیکھا۔ سیلی۔ طمانچہ۔ نحیف۔ لاغر۔ کے تواں۔ چونکہ وہ بہت کمزور ہے سزا کو برداشت نہ کر سکے گا۔ لیک۔ شاہ نے سوچا کہ بجائے سزا کے اُس کو سمجھا دے۔

کہ درشتی ناید اینجا ہیچ کار — کہ بنرمی[1] سر کند از غار مار

کیونکہ اس جگہ سختی کارآمد نہ ہو گی — کیونکہ سانپ نرمی سے غار سے باہر آتا ہے

مرد ماں را دُور کرد از گردِ وے — شہ لطیفے بُود و نرمی وردِ وے

لوگوں کو اُس کے چاروں طرف سے ہٹا دیا — وہ بادشاہ خوش مزاج تھا اور نرمی اس کی عادت تھی

پس نشاندش باز پرسیدش زجا — کہ کجا داری معاش و ملتجا

تو اُس کو بٹھایا، پھر اُس سے وطن پوچھا — کہ تو روزگار اور ٹھکانا کہاں رکھتا ہے؟

گفت اے شہ ہستم از دارالسلام — آمدہ زانجا بدیں دارالملام

اُس نے کہا، اے بادشاہ! میں دارالسلام کا ہوں — اُس جگہ سے اس ملامت کے گھر میں آ گیا ہوں

نے مرا خانہ ست و نے یک ہمنشیں — خانہ کے کرد ست ماہے در زمیں

نہ میرا گھر ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے — چاند نے زمین پر کب گھر بنایا ہے؟

پادشاہ[2] ازرُوئے لاغش گفت باز — کہ چہ خوردی و چہ داری چاشت ساز

بادشاہ نے مذاق میں پھر اُس سے کہا — کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ اور تیرے پاس ناشتہ کیلئے کیا ہے؟

اشتہا داری چہ خوردی بامداد — کہ چنیں سرمستی و پرلاف و باد

تجھے بھوک ہے؟ تو نے صبح کیا کھایا ہے؟ — کہ تو اس قدر نشہ میں اور شیخی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے

گفت گر نانم بُدے خشک و تری — کے کنم من دعویِ پیغمبری

اُس نے کہا اگر میرے پاس باسی یا تازہ روٹی ہوتی — میں پیغمبری کا دعویٰ کب کرتا؟

دعویِ پیغمبری با ایں گروہ — ہمچناں باشد کہ دل جُستن زکوہ

اس جماعت کے سامنے پیغمبری کا دعویٰ کرنا — ایسا ہے جیسا کہ پہاڑ میں سے دل تلاش کرنا

کس[3] زکوہ و سنگ، عقل و دل نجست — فہم و ضبطِ نکتۂ مشکل .. نجست

پہاڑ اور پتھر سے کسی شخص نے عقل اور دل کی جستجو نہیں کی — مشکل نکتہ کی سمجھ بوجھ کو نہیں تلاش کیا ہے

ہرچہ گوئی باز گوید کہ ہماں — میکند افسوس چوں مستہزیاں

تو جو کچھ کہتا ہے وہ اُس کو دُہرا دیتا ہے، کہ وہی — مذاق کرتا ہے، جس طرح مذاق اُڑانے والے

ازکجا ایں قوم و پیغام از کجا — از جمادے جاں کرا باشد رجا

کہاں یہ قوم، کہاں پیغام (خداوندی) — پتھر سے کس کو جان کی اُمید ہوتی ہے؟

گر تو پیغام زنے آری وزر — پیشِ تو بنہند جملہ سیم و سَر

اگر تو عورت کا پیغام لائے اور سونا — تیرے سامنے سب چاندی اور سر رکھ دیں گے

---

1. کہ بنرمی۔ بین بجانے سے سانپ سوراخ سے باہر نکل آتا ہے۔ مرد ماں۔ شاہ نے تنہائی میں اُس سے پوچھا کہ کہاں کا رہنے والا ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ گفت۔ اُس نے کہا دارالسلام سے دارالملام میں آیا ہوں۔ دارالسلام۔ سلامتی کا گھر، عالمِ بالا۔ دارالملام۔ ملامت کا گھر، دنیا۔ ماہے۔ میں چاند کی طرح ہوں لہٰذا نہ میرا کوئی گھر معین ہے نہ کوئی ہمنشین ہے۔

2. بادشاہ۔ بادشاہ نے تفریحاً اُس سے کہا کہ تو نے کیا کھایا تھا اور ناشتہ کے لیے تیرے پاس کیا ہے۔ گفت۔ اُس نے کہا اگر کچھ ہوتا تو میں پیغمبری کا دعویٰ کیوں کرتا۔ دعویٰ۔ ان لوگوں میں پیغمبری کا دعویٰ ایسا ہی مشکل کام ہے جیسا کہ کوئی پہاڑ میں دل کی تلاش کرے۔

3. کس۔ پہاڑ اور پتھر کا دل کوئی تلاش نہیں کرتا ہے نہ اُن سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ باریک اور مشکل نکتے سمجھیں گے۔ ہرچہ۔ پہاڑ سے تم جو کچھ کہو گے وہ بازگشتِ آواز سے تمھارا مذاق ہی اُڑائے گا۔ ازکجا۔ یہی حال اس قوم کا ہے کہ خدا کے پیغام سے ان کو کوئی مناسبت نہیں ہے۔ گرتو۔ ہاں اگر اُن کے پاس کسی حسین عورت کا پیغام لاؤ تو سب کچھ قربان کر دیں گے۔

کہ[1] فلاں جا شاہدے می خواندت ۔ عاشق آمد برتو و میداندت

کہ فلاں جگہ ایک معشوق تجھے بلاتا ہے ۔ وہ تجھ پر عاشق ہو گیا ہے اور تجھے جانتا ہے

ور تو پیغامِ خدا آری چو شہد ۔ کہ بیا سُوئے خدا اے نیک عہد

اور اگر تو شہد جیسا خدا کا پیغام لائے ۔ کہ اے قول و قرار کے سچے! اللہ کی جانب آ جا

از جہانِ مرگ سُوئے برگ رو ۔ چوں بقا ممکن بُوَد فانی مشو

موت کی دنیا سے سازوسامان (کے عالم) کی جانب چل ۔ جب بقا ممکن ہو تو ہلاک نہ ہو

قصدِ خونِ توکنند و جان و سر ۔ زن[2] برائے حمیتِ دین و ہنر

تیرے خون اور جان اور سر کا قصد کریں گے ۔ ہنرمندی اور دین کی حمایت کی وجہ سے نہیں

بلکہ از چفسیدگی بر خانماں ۔ تلخ شاں آید شنیدن ایں بیاں

بلکہ گھر بار کی وابستگی کی وجہ سے ۔ اُن کو یہ بات سُننا کڑوا معلوم ہوتا ہے

سبب عداوتِ عام و بیگانہ زیستنِ ایشان باولیائے خدا کہ بحق

عوام کی عداوت اور اُن کے خدا کے اولیاء سے بیگانہ ہو کر زندگی کا یہ سبب ہوئے کہ وہ

شان میخوانند و بآبِ حیاتِ ابدی ارشاد می نمایند

اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور ہمیشگی کے آبِ حیات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں

خرقہ بر ریشِ خر چفسیدہ سخت ۔ چونکہ خواہی برکنی زولخت لخت

پٹی گدھے کے زخم پر سخت چپکی ہوئی ہے ۔ جب تو اُس سے ٹکڑے ٹکڑے اُکھاڑے گا

جفتہ اندازد یقیں آں خر ز درد ۔ حبذا آں کس کزو پرہیز کرد

وہ گدھا یقیناً تکلیف کی وجہ سے دولتی مارے گا ۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جو اُس سے بچ گیا

خاصہ[3] پنجہ ریش و ہرجا خرقۂ ۔ بر سرش چفسیدہ درنم غرقۂ

خصوصاً جبکہ پچاس زخم ہوں اور ہر جگہ پٹی ۔ (پیپ کی) نمی میں اُس پر چپکی ہوئی ہو

خانماں چوں خرقۂ و ایں حرص ریش ۔ حرص ہرکہ بیش باشد ریش بیش

گھر پٹی ہے اور یہ حرص زخم ہے ۔ جس کو زیادہ حرص ہو گی اُس کے زخم زیادہ ہوں گے

خانمانِ چغد ویران ست و بس ۔ نشنود اوصافِ بغداد و طبس

چغد کا گھربار صرف ویرانہ ہے ۔ وہ بغداد اور طبس کی خوبیاں نہیں سنتا ہے

گر بیاید باز سلطانی زراہ ۔ صد خبر آرد بدیں چغداں زشاہ

اگر شاہی باز راستہ طے کر کے آئے ۔ ان چغدوں کو بادشاہ کی سینکڑوں خبریں سنائے

---

1. کہ فلاں۔ اگر ان کو یہ پیغام دو کہ فلاں جگہ ایک معشوق ہے وہ تم پر عاشق ہے اور تمھیں خوب جانتا ہے۔ ور تو۔ یعنی اگر انھیں خدا کی طرف بلاؤ تو ناگوار ہوتا ہے۔ ساز جہاں۔ یہ پیغام دو کہ فانی دنیا سے آخرت کی طرف رجوع کرو۔ قصد۔ تو یہ لوگ اس پیغام پر پیغامبر کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔
2. زن۔ یہ لوگ اللہ کے پیغام کو جو رد کرتے ہیں تو کسی دین کی حمایت میں نہیں کرتے ہیں بلکہ چونکہ ان کو اس فانی دنیا سے دلچسپی ہے اس لیے رد کرتے ہیں اور اُن کو میٹھا پیغام تلخ لگتا ہے اور اُن کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ خرقہ۔ زخمی گدھے کے زخم دھونے کے لیے اگر کوئی شخص اُس کے پھائے اُکھاڑتا ہے تو وہ گدھا لاتیں مارتا ہے۔
3. خاصہ۔ خصوصاً جب زیادہ اور خراب زخم ہوں اور پھائے اُن پر چپک گئے ہوں تو گدھا زیادہ لاتیں مارتا ہے۔ خانماں۔ ان دنیاداروں کی حرص ان کے زخم ہیں اور گھربار اُن زخموں کے پھائے ہیں۔ چغد۔ اُلو کا مسکن ویرانہ ہے اگر اس کو کوئی بغداد اور طبس شہروں کی خوبی سنائے گا تو وہ کبھی سننے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ گر بیاید۔ اگر کوئی اللہ کا پیغمبر ان کو اللہ کی باتیں سناتا ہے تو یہ دنیادار چغد اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

شرح دارُالملک و باغستان و جُو — پس بر و افسوس دارد ہر عدو
دارالسلطنت اور باغ اور نہر کی تفصیل — تو ہر دشمن اُس کا مذاق اُڑائے گا

کہ[1] چہ باز آورد افسانہ کہن — کز گزاف ولاف میبافد سخن
کہ باز پرانا قصہ کیوں لایا — کہ بیہودہ اور شیخی کی باتیں کر رہا ہے

کہنہ ایشانند و بوسیدہ ابد — ورنہ آں دم کہنہ را نَو میکند
پرانے اور ہمیشہ کے لیے سڑے ہوئے وہ ہیں — ورنہ وہ بات پرانے کو نیا کر دیتی ہے

مُردگانِ کہنہ را جاں میدہد — تاجِ عقل و نُورِ ایماں میدہد
پرانے مردوں کو جان عطا کر دیتی ہے — عقل کا تاج اور ایمان کا نور دے دیتی ہے

دل مدُزد از دلربائے روح بخش — کہ سوارت میکند برپشتِ رخش
روح بخشنے والے معشوق سے دل نہ چرا — کیونکہ وہ تجھے عمدہ گھوڑے پر سوار کر دے گا

سرمدُزد[2] از سرفرازِ تاج دہ — گوز پائے دل کشاید صد گرہ
سربلند کرنے والے تاج بخشنے والے سے سر نہ چھپا — کیونکہ وہ دل کے پاؤں سے سینکڑوں گرہ کھول دے گا

باکہ گویم در ہمہ دہ زندہ کو — سُوئے آبِ زندگی پوینده کو
کس سے کہوں، پورے گاؤں میں زندہ کون ہے؟ — آبِ حیات کی جانب دوڑنے والا کون ہے؟

تو بیک خواری گریزانی زعشق — تو بجز نامے چہ میدانی زعشق
تو ایک ذلت کی وجہ سے عشق سے بھاگ جانے والا ہے — تو عشق کے نام کے سوا کیا جانتا ہے؟

عشق را صد ناز و اِستکبار ہست — عشق با صد ناز می آید بدست
عشق کے سینکڑوں ناز اور غرور ہیں — عشق سینکڑوں نازوں سے ہاتھ لگتا ہے

عشق[3] چوں وافی ست وافی میخرد — در حریفِ بیوفا می ننگرد
عشق چونکہ وفادار ہے، وفادار کا خریدار ہے — بیوفا دوست کی طرف نظر نہیں کرتا ہے

چوں درخت ست آدمی و بیخ عہد — بیخ را تیمار می باید بجہد
انسان درخت کی طرح ہے اور (وفائے) عہد جڑ ہے — جڑ کی کوشش سے حفاظت کرنی چاہیے

عہدِ فاسد بیخِ بوسیدہ بُود — وز ثمارِ لُطف ببریدہ بُود
خراب عہد، سڑی ہوئی جڑ ہوتا ہے — اور مہربانی کے پھلوں سے کٹا ہوا ہوتا ہے

---

1. کہ چہ۔ دنیادار پیغمبر کی باتوں پر کہتے ہیں کہ یہ پرانی کہانیاں ہیں کہنہ۔ یہ خود پرانے اور بوسیدہ ہیں ورنہ یہ باتیں تو پرانے کو بھی نیا بنا دیتی ہیں۔ مردگاں۔ جن لوگوں کے دل مردہ ہو چکے ہیں یہ باتیں ان کو نئی زندگی بخش دیتی ہیں عقل کا تاج اور ایمان کا نور عطا کر دیتی ہیں۔ دل مدزد۔ اس دلربا کی ان باتوں سے دل نہ چرا وہ تیرے سرکش نفس پر تجھے قابو دے دے گا۔

2. سرمدُزد۔ یہ پیغمبر وقت تجھے تاج پہنا دے گا تیرے دل کی گرہیں کھول دے گا۔ باکہ گویم۔ لیکن ان باتوں کے سننے والے کہاں ہیں آبِ حیات کے طالب مفقود ہیں۔ تو بیک خواری۔ عشق میں اگر ایک ذلت اٹھانی پڑ جائے تو تو عشق کو چھوڑ بھاگتا ہے تو نے صرف عشق کا نام سنا ہے اُس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے عشق بہت متکبر اور نازوں بھرا ہے بہت مصیبتوں سے ہاتھ لگتا ہے۔

3. عشق۔ عشق وفادار ہے وہ وفادار ہی کو حاصل ہوتا ہے وہ بے وفا کی طرف نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ بیخ عہد۔ انسانیت کی اصل اور جڑ وفاداری ہے اور درخت کی جڑ کی حفاظت ضروری ہے۔ عہدِ فاسد۔ جس شخص میں وفاداری نہ ہو وہ اُس درخت کی طرح ہے جو جڑ گل جانے سے پھلوں سے محروم ہو گیا ہو۔

شاخ[1] و برگِ نخل اگرچہ سبز بُود　بافسادِ بیخ سبزی نیست سُود
کھجور کی شاخ اور پتے اگرچہ سبز ہوں　جڑ کی خرابی کے ہوتے ہوئے سبزی مفید نہیں ہے
ورندارد برگِ سبز و بیخ ہست　عاقبت بیروں کند صد برگ دست
اور اگر سبز پتے نہ ہوں اور جڑ (صحیح) ہے　انجام کار سینکڑوں پتے ہاتھ نکالیں گے
تو مشو غرّہ بعلمش عہد جُو　علم چوں قشرست عہدش مغزِ اُو
تو اُس کے علم سے دھوکا نہ کھا، عہد کی جستجو کر　علم چھلکا جیسا ہے اُس کا عہد اُس کا مغز ہے

دربیان[2] آنکہ مردِ بدکار چوں متمکن شود در بدکاری و اثرِ دولتِ نیکوکاراں

اس کا بیان کہ بدکار انسان جب بدکاری میں لگ جاتا ہے اور نیکوں کی دولت کا اثر دیکھتا ہے شیطان جیسا

بہ بیند شیطان صفت شود و مانعِ خیر گردد از حسد ہمچوں شیطاں کہ خرمن سوختہ

بن جاتا ہے اور حسد سے شیطان کی طرح بھلائی کے لیے مانع بن جاتا ہے کیونکہ جس کا کھلیان جل گیا ہو

ہمہ را خرمن سوختہ خواہد اَرَأَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى

سب کو جلے ہوئے کھلیان والا چاہتا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا اُس کو جو بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھے

وافیاں را چوں بہ بینی کردہ سُود　تو چو شیطانے شوی آنجا حسُود
جب تو وفاداروں کو سود مند دیکھتا ہے　تو تو شیطان کی طرح اُس وقت حاسد بن جاتا ہے
ہرکہ را باشد مزاج و طبع سُست　او نخواہد ہیچکس را تندرست
جس شخص کا مزاج اور طبیعت مریض ہو　وہ کسی کو تندرست دیکھنا پسند نہیں کرتا
گرنخواہی رشکِ ابلیسی بیا　از درِ دعوے بدرگاہِ وفا
اگر تو شیطان کا سا حسد نہیں کرنا چاہتا ہے، آ جا　دعوے کے دروازے سے ہٹ کر وفا کی درگاہ میں
چوں[3] وفایت نیست بارے دم مزن　کایں سخن دعویست اغلب ما و من
جبکہ تجھ میں وفا نہیں ہے اُس کا نام نہ لے　کیونکہ یہ بات اکثر تکبر کا دعویٰ ہے
ایں سخن در سینہ دخلِ مغزہاست　در خموشی مغزِ جاں را صد نماست
یہ بات سینے میں مغزوں کی آمدنی ہے　چپ رہنے میں جان کے مغز کا بہت اضافہ ہے
چوں بیامد در زباں شد خرج مغز　خرج کم کن تابماند مغز نغز
جب وہ بات زبان پر آئی، مغز خرچ ہو گیا　خرچ نہ کر تاکہ عمدہ مغز باقی رہے

---

[1] شاخ۔ جس درخت کی جڑ گل گئی ہو اس کے پتوں کی سبزی کچھ مفید نہیں ہے۔ ورندارد۔ اگر جڑ درست ہے، پتوں کے جھڑ جانے سے کوئی نقصان نہیں ہے پتے پھر آ جائیں گے۔ تو مشو۔ کسی انسان کے علم سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس میں وفاداری کا مادہ ہے یا نہیں وفاداری انسان کا جوہر ہے۔

[2] دربیان۔ انسان جب خود بھلائیوں سے محروم ہوتا ہے تو دوسروں کی بھلائیوں سے شیطان کی طرح جلنے لگتا ہے اور چاہتا ہے وہ بھی بھلائی سے محروم ہو جائیں۔ یہی حال ابوجہل کا تھا آنحضورؐ کو نماز پڑھتے بند دیکھ سکتا تھا۔ وافیاں۔ ناکام انسان بامراد انسانوں پر شیطان کی طرح حسد کرتا ہے۔ ہرکہ۔ نک کتا سب کو نک کتا دیکھنا چاہتا ہے۔ گرنخواہی۔ اگر انسان اس ابلیسی صفت سے بچنا چاہے تو خود کو کامیاب بنائے۔

[3] چوں۔ جب انسان وفاداری سے خالی ہے تو اس کو خاموش رہنا چاہیے اس لیے کہ اس صورت میں اس کے دعوے میں دو برائیاں ہوں گی ایک بے وفائی دوسرے دروغ گوئی۔ کایں سخن۔ انسان کی زیادہ باتیں عموماً تکبر پر مبنی ہوتی ہیں۔ دخل۔ آمدنی۔ جب تک بات سینے میں ہے وہ روح کا جوہر ہے اس کو خرچ نہ کرنا چاہیے۔ چوں بیامد۔ بات کرنے سے روح کا جوہر صرف ہوتا ہے تو اس کو خرچ نہ کرنا چاہیے۔

مرد[1] کم گوینده را فکریست زفت
کم گو انسان کا خیال وزنی ہوتا ہے

قشرِ گفتن چوں فزوں شد مغز رفت
باتیں کرنے کا چھلکا جب بڑھا، عمدہ مغز ختم ہو گیا

پوست افزوں گشت و کمتر گشت مغز
چھلکا بڑھا، اور مغز گھٹا

پوست کمتر شد فزوں شد مغز نغز
چھلکا گھٹا، تو عمدہ مغز بڑھا

بنگر ایں ہرسہ زخامی رستہ را
ان تین پکے ہوؤں کو دیکھ لے

جوز راوٗ لوز راوٗ پستہ را
اخروٹ کو اور بادام کو اور پستہ کو

ہر کہ اُو عصیاں کند شیطاں شود
جو نافرمانی کرتا ہے، شیطان بن جاتا ہے

کہ حسودِ دولتِ نیکاں شود
کیونکہ وہ نیکوں کی دولت کا حاسد ہو جاتا ہے

چونکہ در عہدِ خدا کردی وفا
جب تو نے خدا کے عہد کی وفا کی

از کرم عہدت نگہدارد خدا
عنایت کر کے، خدا تیرے عہد کی حفاظت کرتا ہے

از وفائے حق تو بستہ دیدہٗ
اللہ (تعالیٰ) کی وفاداری سے تو نے آنکھ بند کر لی ہے

اُذْكُرُوا[2] اَذْكُرْكُمْ نشنیدہٗ
"تم یاد کرو میں تمھیں یاد کرونگا" تو نے نہیں سنا ہے

گوش نہ اُوْفُوْا بِعَهْدِيْ گوش دار
کان لگا، "تم میرے عہد کی وفاداری کرو" کو سن

تا کہ اُوْفِ عَهْدَكُمْ آید زیار
تا کہ دوست کیجانب سے "میں تمھارا عہد پورا کرونگا" کی بشارت آجائے

عہد و قرضِ ماچہ باشد اے حزیں
اے غمگین! ہمارا عہد اور قرض کیا ہوتا ہے؟

ہمچو دانہ خشک کشتن در زمیں
(ایسا ہی ہے) جیسا کہ زمین میں خشک دانہ بونا

نے زمیں رازاں فروغ و لمتری[3]
اُس سے زمین کو کوئی اضافہ یا بڑھوتری نہیں ہے

نے خداوندِ زمیں را تانگری
نہ زمین کے مالک کے لیے مالداری ہے

جز اشارت کہ ازیں می بایدم
سوائے اس اشارے کے کہ مجھے اس میں سے درکار ہے

کہ تو دادی اصلِ ایں را از عدم
کیونکہ تو نے ہی اس کی اصل کو عدم سے عنایت کیا تھا

خوردم و دانہ بیاوردم نشاں
میں نے کھا لیا اور ایک دانہ نشانی کے لیے لے آیا ہوں

کہ ازیں نعمت بسُوئے ماکشاں
کہ اس نعمت کو ہمارے لیے بھیج دے

پس دعائے خشک ہل اے نیک بخت
اے نیک بخت! خشک دعا کو چھوڑ دے

کہ فشاند دانہ می خواہد درخت
جو کہ دانہ بکھیرتا ہے، درخت چاہتا ہے

گرنہ داری دانہ ایزد زاں دُعا
اگر تیرے پاس دانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس دعا سے

بخشدت نخلے کہ نِعْمَ مَا سَعیٰ
تجھے کھجور عنایت کردیگا کیونکہ اُسنے جو کوشش کی ہے وہ اچھی ہے

---

1. مرد۔ اصل خیال مغز ہے اور اُس کی تعبیر کے الفاظ چھلکا ہیں جس قدر چھلکا کم ہوگا گودا بڑھے گا۔ بنگر۔ اخروٹ اور بادام اور پستہ کو دیکھ لے اُن کا اگر چھلکا موٹا ہے گری کم نکلے گی۔ ہر کہ۔ گنہگار شیطان صفت حاسد بن جاتا ہے۔ چونکہ۔ جب انسان عہدِ الست یا فرائض کے عہد میں وفاداری دکھاتا ہے تو پھر خدا اس کے عہد کی نگہبانی فرماتا ہے اور عہد شکنی سے بچا رہتا ہے۔

2. اُذکُروا۔ قرآن پاک میں ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ "تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا شکریہ ادا کرو اور کفر نہ کرو"۔ اُوفوا۔ قرآن پاک میں ہے اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ۔ "تم میرے عہد کی وفا کرو میں تمھارے عہد کی وفا کروں گا۔ عہد و قرض۔ ہم جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں یا اُس کو قرض دیتے ہیں اُس میں ہمارا ہی فائدہ ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ہم زمین میں ایک دانہ بوتے ہیں اس سے زمین کو فائدہ نہیں ہمارا فائدہ ہے۔

3. لمتری۔ مٹاپا۔ تانگری۔ تونگری، مالداری۔ جز۔ دانہ بونے میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تو نے اس دانہ کو عدم سے موجود فرمایا مجھے اسی قسم کا غلہ عطا فرما دے۔ خوردم۔ دانہ بونے والا یہ کہتا ہے کہ میں نے جو تیری نعمت کھائی وہ اسی قسم کی تھی یہ نعمت مجھے اور دے دے۔ دعائے خشک۔ یعنی عمل سے خالی دُعا، خراب بیج ہے اُس سے درخت نہ اگے گا۔ گرنداری۔ یعنی عمل کے ساتھ دعا کرنا تجھے میسر نہیں تو ورد سے دعا کر اس دعا سے مقصود حاصل ہو جائے گا۔

ہمچو[1] مریمؑ درد بودش دانہ نے
جس طرح کہ (حضرت) مریمؑ ان کے پاس درد تھا دانہ نہ تھا
سبز کرد آں نخل را صاحب فنے
صاحبِ تدبیر نے اُس کھجور کو سرسبز کر دیا

زانکہ وافی بود آں خاتون راد
کیونکہ وہ دانا خاتون وفادار تھیں
بے مرادش داد یزداں صد مراد
اللہ نے اُن کے مانگے بغیر سیکڑوں مرادیں دے دیں

آں جماعت راکہ وافی بُودہ اند
جو لوگ وفادار ہوتے ہیں
بر ہمہ اصناف شاں افزودہ اند
تمام طبقوں پر اُن کو فضیلت دے دی گئی ہے

گشت دریاہا شکم پردازِ شاں
دریا اُن کی پرورش کرنے والے بنے ہیں
صحن میدانہا نتاند رازِ شاں
میدانوں کی وسعت اُن کے راز نہ (سما) سکی

گشت دریا ہا مسخر شان و کوہ
دریا اور پہاڑ اُن کے تابع فرمان بنے
چار عنصر نیز بندہ آں گروہ
اُس جماعت کے چاروں عناصر بھی غلام بنے

ایں[2] خود اکرامیست از بہرِ نشاں
یہ دکھانے کے لیے اکرام ہے
تا بہ بینند اہلِ انکاراں عیاں
تاکہ منکرین واضح طور پر دیکھ لیں

آں کرامتہائے پنہاں شاں کہ آں
اُن کی وہ پوشیدہ کرامتیں ہیں کہ وہ
درنیاید در حواس و در بیاں
حواس اور بیان میں نہیں آ سکتیں

کار آں دارد خود آں باشد ابد
وہ ایسے کام رکھتی ہیں کہ وہ ابدی ہوتے ہیں
دائماً نے منقطع نے مسترد
مسلسل، نہ منقطع ہوتے ہیں، نہ مسترد

بلکہ باشد در ترقی دمبدم
بلکہ وہ ہر لحظہ ترقی میں ہوتے ہیں
ہست آں بخشندۂ صاحب کرم
وہ عطا کرنے والا کریم ہے

درمناجات (دُعا)

اے[3] دہندہ قُوّت و تمکین و ثبات
اے روزی اور استقلال اور پائیداری عنایت کرنے والے
خلق رازیں بے ثباتی دہ نجات
مخلوق کو اس ناپائیداری سے نجادت دے دے

اندراں کاریکہ ثابت بودنی ست
اُس کام میں جو پائیداری کے قابل ہے
قائمی دہ نفس راکہ منثنی ست
نفس کو ٹکاؤ عنایت کر دے وہ پلٹ جانے والا ہے

اندراں کاریکہ دارد آں ثبات
وہ کام جو پائیدار ہو
قائمی دہ نفس را بخشش حیات
نفس کو ٹکاؤ دے، اُس کو زندگی بخش

---

1. ہمچو مریمؑ۔ حضرت مریمؑ نے کھجور کی گٹھلی نہیں بوئی تھی البتہ ان کو درد تھا اس سے درخت اُگ آیا۔ آں جماعت۔ اللہ کے عہد کو پورا کرنے والے سب سے افضل ہیں۔ گشت۔ حضرت موسیٰؑ نے تابوت میں دریا میں رہتے ہوئے اور حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں دریا میں رہتے ہوئے پرورش پائی۔ چار عنصر۔ مختلف جگہ بتا دیا گیا ہے کہ آگ، پانی، ہوا، مٹی نے انبیاءؑ کی مدد کی۔
2. ایں خود۔ معجزے محض لوگوں کو دکھانے کے لیے دیے جاتے ہیں۔ آں کرامتہائے۔ لیکن باطنی کرامتیں جو عوام کی نگاہوں سے مخفی ہوتی ہیں وہ اصل ہیں اور وہ دمبدم بڑھتی رہتی ہیں جیسی کہ استقامت فی الدین اور اتباعِ سنت وغیرہ۔
3. اے دہندہ۔ چونکہ پہلے وفاداری اور عہد کی پابندی کا ذکر آیا تھا تو مولانا نے اس کے لیے دعا شروع کر دی ہے۔ بے ثباتی۔ یعنی عہد پر قائم نہ رہنا۔ اندر۔ جن کاموں میں استقلال اور پائیداری ضروری ہے ان میں اس منحرف ہو جانے والے نفس کو پائیداری عطا کر دے۔

صبر شاں بخش و کفہ[1] میزاں گراں — وارہاں شاں ازدم صورت گراں
اُن کو صبر عطا کر اور ترازو کا بھاری پلڑا — بہروپیوں سے اُن کو نجات دے

وزحسودی بازشاں خرائے کریم — تانباشد از حسد دیوِ رجیم
اے کریم! اُن کو حسد سے بچا لے — تاکہ وہ حسد کی وجہ سے مردود شیطان نہ بنیں

در نعیم فانی و مال و جسد — چوں ہمی سوزند عامہ از حسد
فانی نعمتوں اور مال اور جسم میں — عوام حسد سے کیسے جلتے ہیں؟

بادشاہاں بیں کہ لشکر می کشند — از حسد خویشانِ خود را میکشند
بادشاہوں کو دیکھ کہ لشکر کشی کرتے ہیں — حسد کی وجہ سے اپنوں کو مار ڈالتے ہیں

عاشقانِ لُعبتانِ پرقذر — کردہ قصدِ خون و جانِ یک دگر
گندی گڑیوں کے عاشق — ایک دوسرے کا خون اور جان لیتے ہیں

ویس ورامیں خسرو شیریں بخواں — تاچہ کردند از حسد آں ابلہاں
ویس اور رامیں، خسرو اور شیریں (کا قصہ) پڑھ لے — ان احمقوں نے حسد سے کیا کیا ہے

تافنا[2] شُد عاشق و معشوق نیز — کہ نہ چیزند و ہواشاں ہم نچیز
یہاں تک کہ عاشق اور معشوق بھی فنا ہو گیا — کیونکہ وہ ناچیز تھے اور اُن کی محبت بھی ناچیز تھی

پاک الٰہی کہ عدم برہم زند — مرعدم رابر عدم عاشق کند
خدا (فنا سے) پاک ہے کیونکہ وہ عدم کو بھڑا دیتا ہے — عدم کو عدم پر عاشق بنا دیتا ہے

در دلِ نہ دل حسدہا سر کند — نیست را وہست را مضطر کند
بے دل کے دل میں حسد پیدا ہو جاتے ہیں — معدوم اور موجود کو بے چین کر دیتا ہے

ایں زنانے کز ہمہ مشفق تر اند — از حسد دو ضرّہ خود را می خورند
یہ عورتیں جو سب سے زیادہ شفقت کرنے والی ہیں — حسد کی وجہ سے دو سوکنیں، اپنے آپ کو کھا جاتی ہیں

تاکہ[3] مردانے کہ خود سنگیں دل اند — از حسد اندر کدامیں منزل اند
یہاں تک کہ مرد جو خود سنگدل ہیں — حسد کی وجہ سے کونسی منزل میں ہیں؟

گرنکردے شرع افسونِ لطیف — بر دریدے ہر کسے جسمِ حریف
اگر شریعت پاکیزہ منتر (تدبیر) مقرر نہ کرتی — ہر شخص مخالف کا جسم پھاڑ ڈالتا

شرع بہرِ دفعِ شرزاي زند — دیو را در شیشہ حجت کند
شریعت شر کو رفع کرنے کے لیے ایک تدبیر کرتی ہے — بھوت کو دلیل کی بوتل میں بند کر دیتی ہے

---

1. کفہ۔ ترازو کا پلڑا، یعنی اس ترازو کا پلڑا، جو قیامت میں اعمال کو تولنے کے لیے قائم کی جائے گی۔ صورتگراں۔ بہروپیے یعنی جھوٹے پیر۔ وزحسودی۔ حسد کی وجہ سے انسان شیطانی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ درنعیم۔ حسد عموماً ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جو خود فانی ہیں۔ بادشاہاں۔ بادشاہ رشتہ داروں کو محض حسد کی وجہ سے قتل کرا دیتے ہیں۔ عاشقاں۔ فانی اور بشریت کے لوازم سے پُر معشوقوں کے عشق میں، عاشق ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ ویس۔ ویس معشوقہ کے عاشق رامیں نے رقیبوں کو قتل کیا۔ خسرو، شیریں کے عاشق نے فرہاد کو مروا دیا۔

2. تافناشد۔ اس حسد کے نتیجہ میں عاشق بھی فنا ہوا اور معشوق بھی ہمیشہ زندہ نہ رہا۔ پاک۔ عشق ہو تو ذاتِ الٰہی سے ہو جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ کہ عدم۔ فانی معشوقوں کو فنا کر دیتا ہے، فانی کو فانی پر عاشق بنا دیتا ہے۔ دردل۔ وہ عاشق جو اپنے آپ کو بے دل کہتا ہے اس کے دل میں حسد سر اُبھارتا ہے۔ ایں زنانے۔ عورتوں میں شفقت کا مادہ زیادہ ہے لیکن وہ بھی حسد میں مبتلا ہیں ایک سوکن دوسری سوکن کو کھائے جاتی ہے۔

3. تاکہ مردانے۔ جب عورت کا یہ حال ہے تو سنگدل مردوں کے احوال کا اندازہ لگا لو۔ افسوں۔ منتر یعنی قصاص اور بدلے کا حکم۔ شرع۔ مشہور ہے کہ جن کو منتر کے ذریعہ بوتل میں قید کر دیا جاتا ہے شریعت بھی قاتل پر گواہوں وغیرہ کی حجت قائم کر کے اس کو قابو میں کر لیتی ہے۔

از گواہ[1] و از یمین و از نکول
گواہ اور قسم اور قسم کے انکار کے ذریعہ
تا بہ شیشہ در رود دیوِ فضول
تا کہ بیہودہ بھوت، بوتل میں آ جائے

مِثل میزانے کہ خوش دروے دو ضِد
ترازو کی طرح، کہ اس میں دونوں مخالف خوش ہو جاتے ہیں
جمع می آید یقیں در ہزل و جِد
یقیناً متفق ہو جاتے ہیں مذاق میں اور سنجیدگی میں

شرع چوں کیل و ترازو داں یقیں
شریعت کو یقیناً پیمانہ اور ترازو کی طرح سمجھ
کہ بدو خصماں رہند از جنگ و کیں
کیونکہ دو جھگڑنے والے اسکے ذریعہ سے لڑائی اور کینہ سے نجات پا جاتے ہیں

گر ترازو نبُود آں خصم از جدال
اگر ترازو نہ ہو تو مخالف جھگڑے کی وجہ سے
کے رہد از وہمِ حیف و احتیال
ظلم اور حیلہ گری کے وہم سے کب چھوٹ سکتا ہے؟

پس دریں مُردارِ زشتِ بے وفا
تو اُس مُردار، بُری بے وفا (دنیا) میں
ایں ہمہ رشک ست خصمی و جفا
پورا شک اور جھگڑا اور ظلم ہے

پس دراں[2] اقبال و دولت چوں بود
تو اُس (آخرت کے) اقبال اور دولت میں کیسا ہوگا
چوں شود جنّی و انسی در حسد
جن اور انسان کیسے حسد میں ہوں گے؟

آں شیاطیں خود حسُودِ کہنہ اند
وہ شیطان خود پُرانے حاسد ہیں
یک زماں از رہزنی خالی نیند
تھوڑی دیر کے لیے بھی رہزنی سے خالی نہیں ہیں

واں بنی آدمؑ کہ عصیاں کِشتہ اند
وہ بنی آدمؑ جنھوں نے گناہ بوئے ہیں
از حسُودی نیز شیطاں گشتہ اند
وہ بھی حسد کی وجہ سے شیطان بن گئے ہیں

از نُبے برخواں کہ شیطانانِ انس
قرآن میں پڑھ لے کہ انسانی شیطان
گشتہ اند از مسخِ حق با دیو جنس
اللہ (تعالیٰ) کے مسخ کرنے سے شیطان کے ہم جنس بنگئے ہیں

دیو چوں عاجز شود از افتتاں
شیطان جب انسان کے فتنہ میں پڑنے سے عاجز آ جاتا ہے
استعانت جُوید او از انسیاں
وہ انسانوں سے مدد مانگتا ہے

کہ[3] شما یارید ما را، یاریے
کہ تم ہمارے دوست ہو، مدد کرو
جانبِ ما نید، جانب داریے
ہمارے جانب دار بنو، جانبداری کرو

گر کسے را رہ زنند اندر جہاں
اگر وہ دنیا میں کسی کی رہزنی کرتے ہیں
ہر دو گوں شیطاں برآید شادماں
تو دونوں قسم کے شیطان خوش ہوتے ہیں

ور کسے جاں بُرد و شد در دیں بلند
اگر کسی نے جان بچا لی اور دین میں بلند ہو گیا
نوحہ میدارند آں دو رشک مند
دونوں۔ رشک کرنے والے روتے ہیں

---

[1] از گواہ۔ اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں تو ثبوت کے لیے اُس سے گواہ طلب کیے جاتے ہیں ورنہ مدعی علیہ سے قسم لی جاتی ہے اور اس کی قسم اور قسم سے انکار پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ نکول۔ قسم سے انکار کرنا۔ مثل میزانے۔ فریقین کو مطمئن کرنے کا یہ طریقہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ترازو فریقین کو مطمئن کر دیتی ہے۔ شرع۔ یہ شرعی فیصلہ فریقین کے لیے اسی طرح باعثِ اطمینان ہوتا ہے جس طرح چیز کو ناپ کر یا تول کر فیصلہ کرنا باعث اطمینان ہوتا ہے۔ حیف۔ ظلم۔ احتیال۔ حیلہ گری۔

[2] پس۔ جب دنیا کی ناپائیدار چیزوں میں حسد اور رشک کا یہ حال ہے تو اُخروی نعمتوں میں حسد اور رشک کا اندازہ خود لگا لو۔ آں شیاطیں۔ شیطان تو حاسد ہوتا ہی ہے انسان بھی حسد کر کے شیطان بن جاتا ہے۔ از نبے۔ قرآن میں شیطانوں کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں ایک جنی ایک انسی۔ دیو۔ جنی شیطان جب کسی معاملہ میں خود عاجز آ جاتا ہے تو پھر انسانوں میں سے شیاطین کو اپنی مدد کے لیے بلاتا ہے۔ افتتاں۔ فتنہ میں مبتلا ہونا۔

[3] کہ شما۔ شیطان مایوس ہو کر انسانی شیطانوں کو پکارتا ہے۔ یاریے۔ یعنی تم تھوڑی سی مدد کرو۔ گر کسے۔ اگر کوئی کسی کو گمراہ کرتا ہے تو جنی اور انسانی شیطان اُس پر خوشی مناتے ہیں۔ ور کسے۔ اگر کسی سے نیکی صادر ہوتی ہے تو دونوں رنجیدہ ہوتے ہیں۔

ہر دو[1] می خایند دندانِ حسد بر کسے کہ داد ادیب اُو را خِرد

دونوں حسد سے دانت پیستے ہیں اُس شخص پر جس کو اُستاد نے عقل سکھا دی ہو

پرسیدنِ شاہ ازاں مُدّعیِ نبوت کہ آنکہ رسولِ راستیں باشد

بادشاہ کا نبوت کے مدعی سے دریافت کرنا کہ جو سچا رسول ہو اور ثابت

و ثابت شود با اوچہ باشد کہ کسے رابخشد و یا بصحبت و خدمت

ہو جائے تو اُس کے پاس کیا ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بخشے اور اُس کی صحبت و خدمت

اُوچہ بخشش یابند غیرِ نصیحت کہ بزبان میگوید

سے وہ کیا بخشش پائیں گے سوائے اُس نصیحت کے جو وہ زبانی کرتا ہے

شاہ پرسیدش کہ بارے وحی چیست

بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ اب (تیری، وحی سے فائدہ) کیا ہے

یاچہ حاصل دارد آنکس کو نبی ست

یا جو نبی ہے اُس کو کیا ملتا ہے؟

یاچہ بخشد ہر کسے را در سخن

یا وہ بات کرنے میں کسی کو کیا دیتا ہے؟

غیر ایں نُصحِ زباں کُن یا مکُن

سوائے اس زبانی نصیحت کے کہ کر یا نہ کر

چیست نفع ازخدمتش در صحبتش

اُس کی صحبت میں اُس کی خدمت سے کیا نفع ہے؟

وانکہ تابع گشت چہ بود رفعتش

اور جو اُس کے تابع ہو جائے اُس کو کیا بلندی حاصل ہو؟

گفت خود آں چیست کش حاصل نشُد

اُس نے کہا وہ کیا چیز ہے جو اُس کو حاصل نہ ہوئی؟

یاچہ دولت ماند کو واصل نشُد

یا وہ کونسی دولت رہ گئی جو اُس کو نہ ملی؟

گیرم[2] ایں وحیِ نبی گنجور نیست

میں نے مانا کہ یہ خزانہ کے مالک کی وحی نہیں ہے

ہم کم از وحیِ دلِ زنبور نیست

پھر بھی شہد کی مکھی کے دل کی وحی سے کم نہیں ہے

چونکہ اَوحَی الرَّبُ اِلَی النَّحلِ آمداست

چونکہ "اللہ نے شہد کی مکھی کو وحی کی" نازل ہوا ہے

خانۂ وحیش پُر از حلوا شد است

اُس کی وحی کا گھر شہد سے بھر گیا ہے

اُو[3] بنورِ وحیِ حق عزوجل

اُس نے اللہ عزوجل کی وحی کے نور سے

کرد عالم را پُر از شمع و عسل

دنیا کو موم اور شہد سے بھر دیا

ایں کہ کَرَّمنَا ست بالا می رَوَد

یہ جو کہ "ہم نے عزت بخشی" ہے اونچا جاتا ہے

وحیش از زنبور کے کمتر بود

اُس کی وحی، شہد کی مکھی سے کب کم ہو گی؟

---

[1] ہر دو۔ دونوں قسم کے شیطان نیکی کرنے والے پر غضبناک ہوتے ہیں۔ پرسیدن۔ بادشاہ نے اُس مسخرے سے پوچھا کہ وحی سے صاحب وحی اور دوسروں کو کیا فائدہ ہے؟ بارے۔ بمعنی اب یا بار بمعنی پھل اور یا اضافت کے کسرے کے عوض میں ہے۔ حاصل۔ پیداوار، آمدنی۔ کُن یا مکُن۔ یعنی امر اور نہی۔ وانکہ۔ ماننے والوں کو کیا بلندی حاصل ہوتی ہے۔ گفت۔ مسخرہ نے کہا آپ یہ بتائیے کہ وہ کونسا فائدہ ہے جو صاحب وحی کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔

[2] گیرم۔ اُس مسخرے نے کہا میں نے مانا کہ میری وحی وہ وحی نہیں ہے جو کسی بڑے نبی کے پاس آئی ہو لیکن شہد کی مکھی کو جو وحی آئی تھی اُس سے تو کم درجہ کی نہیں ہے۔ وحی کے دو معنی ہیں، ایک تو وہ کلامِ خداوندی جو کسی فرشتہ کے ذریعہ کسی نبی پر نازل ہو، دوسرے معنی اشارے اور دل میں کسی بات کے آنے کے ہیں۔ مسخرے نے دوسرے معنی مُراد لیے ہیں۔ اوحی۔ قرآن پاک میں ہے وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ۔ "اور تیرے رب نے شہد کی مکھیوں کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں سے اور درختوں سے اور ان سب چیزوں سے جن سے وہ چھپریاں بناتے ہیں؟ گھر بنائیں۔

[3] اُو۔ شہد کی مکھیوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ ہی دنیا کو شہد اور موم عطا کیا ہے۔ کرمنا۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ۔ "بے شک ہم نے بنی آدم کو بڑائی بخشی ہے۔

نے تو اَعطَینَاکَ کوثر[1] خواندہ … پس چرا خشکے و تشنہ ماندہ
کیا تو نے "ہم نے تجھے کوثر دیدی ہے" نہیں پڑھا ہے؟ … پس تو کیوں خشک اور پیاسا ہے

یا مگر فرعونی و کوثر چو نیل … بر تو خون گشت ست ناخوش اے علیل
یا شاید تو فرعون اور کوثر نیل کی طرح ہے؟ … اے بیمار! جو تجھ پر خون اور ناگوار بن گئی ہے

توبہ کن بیزار شو از ہر عدُو … کو ندارد آبِ کوثر در کدو
توبہ کر لے، خدا کے ہر دشمن سے بیزار بن جا … جس کے کدو میں آبِ کوثر نہیں ہے

ہرکہ را دیدی ز کوثر سُرخرو … اُو محمدؐ خُوست با اُو گیر خُو
تو جس کو کوثر سے سرخرو دیکھے … وہ محمدؐ کے مزاج والا ہے، اُس کی عادت اختیار کر

تا اَحَبَّ اللّٰہُ آئی در حسیب … کز درختِ احمدی با اُوست سیب
تاکہ تو "اس نے خدا سے محبت کی" کی شمار میں آ جائے … کیونکہ اس کے پاس احمدیؐ درخت کے سیب ہیں

ہرکرا دیدی ز کوثر خشک لب … دشمنش میدار ہمچوں مرگ و تب
تو جس کو کوثر سے خشک لب دیکھے … اُس کو "موت اور بخار" کی طرح دشمن سمجھ

زانکہ[2] اُو بوجہل شُد یا بُو لہب … دور شو زُو تا نیفتی در کُرَب
کیونکہ وہ ابوجہل یا ابولہب ہے … تو اس سے بھاگ جا، تاکہ مصیبت میں نہ پھنسے

گرچہ بابائے تو ہست و مامِ تُو … کو حقیقت ہست خوں آشامِ تو
خواہ وہ تیرا باپ یا ماں ہو … کیونکہ وہ دراصل تیرا خون پینے والا ہے

از خلیلِ حق بیاموز اے پسر … کہ شُد اُو بیزار اوّل از پدر
اے بیٹا (حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے … کہ وہ پہلے باپ ہی سے بیزار ہوئے

تاکہ اَبْغَض لِلّٰہِ آئی پیشِ حق … تانگیرد بر تو رشکِ عشق دَق
تاکہ تو اللہ کے سامنے "اُس نے خدا کے لیے بغض کیا" بنے … تاکہ تیرے اوپر عشق کا رشک مصیبت نہ ڈالے

تانخوانی[3] لَا وَ اِلَّا اللّٰہ را … در نیابی منہجِ ایں راہ را
جب تک تو "لا" اور "الا اللہ" نہ پڑھ لے گا … اس طریقہ کا راستہ نہ پائے گا

داستانِ آں عاشق کہ با معشوقِ خود برمی شمرد خدمتہائے

اُس عاشق کی داستان جو اپنے معشوق کے سامنے اپنی خدمتیں اور

---

[1] کوثر۔ قرآنِ پاک میں آنحضورؐ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر "بے شک ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے"۔ کوثر حقیقتاً جنت میں ایک حوض ہے یہاں اُس سے آنحضورؐ کے ظاہری اور باطنی فیوض مراد ہیں۔ یا مگر۔ شاید تو فرعون صفت ہے کہ تیرے لیے کوثر، کوثر نہیں رہی جیسا کہ فرعون کے لیے دریائے نیل کا پانی، پانی نہ رہا تھا بلکہ خون بن گیا تھا۔ توبہ کن۔ جو انسان آنحضورؐ کی اُس کوثر سے سیراب نہیں ہوا ہے اُس سے ہر شخص کو بیزار رہنا چاہیے۔ ہرکہ۔ جس شخص نے حضورؐ کی کوثر سے سیرابی حاصل کی ہے تم اُس کی عادت اختیار کرو۔ اَحَبَّ۔ حدیث شریف میں ہے مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَان "جس شخص نے اللہ کے لیے محبت کی اُس نے ایمان مکمل کر لیا"۔

[2] زانکہ۔ جو شخص کوثرِ نبویؐ سے مستفید نہیں ہے وہ ابوجہل اور ابولہب صفت ہے اُس سے دور رہنا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو۔ از خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ کافر، باپ آزر سے بیزار ہو گئے تھے۔ تاکہ۔ جب تو اللہ کے لیے کسی سے ناراض ہو گا تب عشق میں سچا ثابت ہو گا۔ توحید یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے: یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے۔

[3] تانخوانی۔ "لا" سے غیر اللہ کی نفی اور "الا اللہ" سے اللہ کا اقرار مراد ہے۔ مومن میں جب دونوں باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جب ہی وہ سیدھے راستہ پر سمجھا جاتا ہے۔ داستان۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عاشق کو معشوق کے سوا ہر چیز سے دست کش ہو جانا چاہیے۔

وفاہائے خودرا وشبہائے دراز تَتَجَا فی جُنُوبُہُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
اپنی وفاداریاں اور اپنی دراز راتیں شمار کر رہا تھا کہ اُن کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں
را و بینوائیِ خود را و جگر تشنگیِ روزہائے دراز و می گفت کہ
کہ اور اپنی بے سروسامانی اور عرصہ دراز کی جگر کی پیاس کو اور کہتا تھا کہ مجھے
من جز ایں خدمت ندانم اگر خدمتے دیگر ست مرا ارشاد کن
اس خدمت کے سوا کچھ نہیں آتا ہے اگر کوئی اور خدمت ہے تو مجھے بتا دیجئے
کہ ہرچہ فرمائی مُنقادم، اگر در آتش رفتن ست چوں خلیل[1] علیہ
کیونکہ جو آپ کہیں میں تابعدار ہوں خواہ حضرت ابراہیم کی طرح آگ میں گھسنا ہو
السلام و اگر در دہانِ نہنگِ دریا اُفتاد نست چوں یونس علیہ
خواہ حضرت یونسؑ کی طرح ناکے کے منہ میں جانا ہو خواہ
السلام و اگر ہفتاد بار کُشتہ شُدن ست چوں جرجیس علیہ السلام و اگر از
حضرت جرجیس کی طرح ستر بار قتل ہونا ہو خواہ حضرت
گریہ نابینا شدن ست چوں شعیب علیہ السلام و وفا و جانبازیِ
شعیبؑ کی طرح اندھا بننا ہو اور انبیاء کی جاں بازی اور وفا کی تو
انبیا را شمار نیست و جواب گفتنِ معشوق اُو را
گنتی ہی نہیں ہے اور معشوق کا اُس کو جواب دینا

آں یکے عاشق بہ پیشِ یارِ خود — می شمُرد از خدمت و از کارِ خود
ایک عاشق، اپنے معشوق کے سامنے — اپنا کام، اور خدمت گنا رہا تھا
کز برائے تو چنیں کردم چناں — تیرہا خوردم دریں رزم[2] و سِناں
کہ میں نے تیری خاطر ایسا ایسا کیا — اس جنگ میں تیر اور بھالا کھایا
مال رفت و زور رفت و نام رفت — برمن از عشقت بسے ناکام رفت
مال گیا اور طاقت گئی اور نام گیا — مجھے تیرے عشق میں بہت سی محرومیاں ہوئیں
ہیچ صبحم خفتہ یاخنداں نیافت — ہیچ شامم با سر و ساماں نیافت
کسی صبح نے مجھے سوتے یا ہنستے نہ پایا — کسی شام نے مجھے با سروسامان نہ پایا
آنچہ اُو نوشیدہ بُود از تلخ و دُرد — اُو بتفصیلش یکایک می شمرد
اُس نے جو بھی کڑواہٹ اور تلچھٹ پی تھی — وہ اُس کو ایک ایک کر کے گن رہا تھا

[1] خلیل اللہ۔ حضرت ابراہیم عشق خداوندی کی وجہ سے نمرود کی آگ میں گھسے۔ یونس۔ حضرت یونس عشق کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ جرجیس۔ جرجیس کو بار بار قوم نے شہید کیا۔ شعیب۔ حضرت شعیب عشقِ خداوندی میں روتے روتے اندھے ہوگئے تھے۔

[2] رزم۔ جنگ۔ سنان۔ بھالا۔ ہیچ۔ میں کسی صبح کو نہ سو سکا نہ ہنس سکا اور ہر شام کو بے سروسامان رہا۔

بزﷺ ¹ برائے منتے بل می نمود
احسان جتانے کے لیے نہیں، بلکہ ظاہر کر رہا تھا
عاقلاں رایک اشارت بس بود
عقلمندوں کے لیے ایک اشارہ کافی ہے
میکند تکرارِ گفتن بے ملال
وہ بلا تکلف بات کو دُہرا رہا تھا
صد سخن ² میگفت زاں دردِ کہن
پُرانے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا
آتشے بودش نمیدانست چیست
اُس کے اندر ایک آگ تھی وہ نہ جانتا تھا کہ کیا ہے؟
بعدِ گریہ گفت اینہا رفت لیک
رونے کے بعد اُس نے کہا، یہ سب کچھ ہوا، لیکن
ہرچہ فرمائی بجاں اِستادہ ام
تو جو کچھ کہے، میں جان سے حاضر ہوں
گر در ³ آتش رفت باید چوں خلیلؑ
اگر (حضرت) ابراہیمؑ کی آگ میں کودنا ہو
ورز گریہ چوں شعیبؑ اعمیٰ شوم
اگر میں روتے روتے (حضرت) شعیبؑ کیطرح اندھا ہو جاؤں
ورچو یوسفؑ چاہ و زند انم کنی
اگر (حضرت) یوسفؑ کیطرح تو مجھے کنویں اور قید خانہ میں ڈالے
رُخ نگردانم نگردم از تو من
میں منہ نہ موڑوں گا، میں تجھ سے رُوگردانی نہ کروں گا
گفت معشوق ایں ہمہ کردی و لیک
معشوق نے کہا، یہ سب کچھ تو نے کیا، لیکن
کانچہ اصلِ عشق ست و وِلاست
کہ جو دوستی اور عشق کی جڑ کی جڑ ہے

بر درستیِ محبت صد شہود
محبت کی سچائی پر سینکڑوں گواہ
عاشقاں را تشنگی زاں کے ردد
اس سے عاشقوں کی پیاس کب بجھتی ہے؟
کے زاشارت بس کند حُوت از زُلال
مچھلی نیر پانی کے بدلے اشلوہ پر کب بس کرتی ہے؟
در شکایت کہ نگفتم یک سخن
شکایت میں، میں نے (اُنمیں سے پوری) ایک بھی نہیں کہی ہے
لیک چوں شمع ازتفِ آں میگریست
لیکن شمع کی طرح اُس کی سوزش سے رو رہا تھا
ایں زماں ارشاد کن تو یارِ نیک
اب بتا تو اچھا دوست ہے
برخطِ تو پاؤ سر بنہادہ ام
تیرے حکم پر میں نے سر اور پاؤں رکھ دیا ہے
ورچو یحییٰ میکنی خونم سبیل
اگر (حضرت) یحییٰ کی طرح میرا خون بہانا ہو
ورچو یونسؑ درفم ماہی روم
اگر (حضرت) یونسؑ کی طرح مچھلی کے منہ میں چلا جاؤں
ورز فقرم عیسیِٰ مریمؑ کنی
اگر تو (حضرت) مریمؑ کے عیسیٰؑ کی طرح مجھے فقیر بنائے
بہرِ فرمانِ تو دارم جان و تن
میری جان اور جسم تیرے حکم کے لیے ہے
گوش بکشا پہن و اندر یاب نیک
کان کھول لے اور خوب سمجھ لے
آں نکردی آنچہ کردی فرعہاست
تو نے وہ نہیں کیا، جو کچھ کیا وہ شاخیں ہیں

---

¹ بزبرائے۔ اپنی تکالیف احسان جتانے کے لیے نہیں گنار ہا تھا بلکہ اپنی محبت کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ عاقلاں۔ عقلمندوں کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے لیکن عاشق کا مزاج تفصیل کو چاہتا ہے۔ میکند۔ عاشق اپنے شکوے مکرر بیان کرتا ہے، مچھلی پانی میں غوطہ لگا کر مطمئن ہوتی ہے۔

² صد سخن۔ اس عاشق نے اپنے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں عاشق کو سنائیں جن میں سے میں نے ایک بھی پوری نہیں بیان کی ہے۔ آتشے۔ اس عاشق میں ایک آگ لگی ہوئی تھی جس کی حقیقت کو وہ نہ سمجھ سکتا تھا ہاں اس کی گرمی سے شمع کی طرح آنسو بہا رہا تھا۔ ہرچہ۔ عاشق نے کہا میں یہ مصائب تو برداشت کر ہی رہا ہوں اب جو حکم ہو اس کے لیے میں آمادہ ہوں۔

³ گر در آتش۔ اگر حکم ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں کود جاؤں تو چاہے تو حضرت یحییٰؑ کی طرح مجھے قتل کر دے۔ ورز فقرم۔ حضرت عیسیٰؑ کا فقر مشہور ہے۔ رُخ۔ میں تیرے کسی حکم سے منہ نہ موڑوں گا۔ گفت۔ معشوق نے عاشق کی تمام تکالیف سن کر کہا کہ تو نے یہ سب کچھ کیا لیکن جو عشق کا اصل تقاضا ہے وہ نہ کیا۔ عاشق نے کہا وہ کیا ہے۔ معشوق نے جواب دیا کہ وہ اپنے آپ کو فنا کر دینا ہے۔ ولا۔ دوستی۔

گفتش آں عاشق بگو کاں اصل چیست — گفت اصلش مُردن است و نیستی ست

اُس سے عاشق نے کہا، فرمایئے وہ جڑ کیا ہے؟ — اُس نے کہا، اُس کی جڑ مرنا اور فنا ہونا ہے

تو ہمہ کردی نمُردی زندۂ — ہیں بمیر اے یارِ جاں بازندۂ

تو نے سب کچھ کیا، تو مرا نہیں، زندہ ہے — ہاں مر جا اگر تو جان کو فنا کرنے والا دوست ہے

گر بمیری زندگی یابی تمام — نامِ نیکوئے تو ماند تا قیام[1]

اگر تو مر جائے گا مکمل زندگی حاصل کر لے گا — حشر تک تیرا نیک نام زندہ رہے گا

چوں شنوداں عاشقِ بیخویشتن — آہ سردے برکشید از جان و تن

جب مدہوش عاشق نے یہ سنا — جان اور جسم سے ایک ٹھنڈی آہ بھری

ہمدراں دم شُد دراز و جاں بداد — ہمچو گُل درباخت سرخنداں و شاد

اُسی وقت لیٹ گیا اور جان دے دی — ہنسی، خوشی پھول کی طرح سر دے دیا

ماند آں خندہ برو وقفِ ابد — ہمچو جان و عقلِ عارف بے کبد

وہ مسکراہٹ ہمیشہ کے لیے اُسی پر وقف رہے گی — جس طرح بلا تکلف عارف کی عقل اور جان

نورِمہ آلودہ کے گردد ابد — گرزند آں نور بر ہر نیک و بد

چاند کی چاندنی آخر کب آلودہ ہوتی ہے؟ — خواہ وہ چاندنی ہر نیک اور بد پر پڑے

اُوز[2] جملہ پاک واگردد بماہ — ہمچو نورِ عقل و جاں سُوئے اِلٰہ

وہ سب سے پاک رہ کر چاند کیطرف لوٹ جاتی ہے — جس طرح اللہ (تعالیٰ) کی جانب عقل اور جان کا نور

وصفِ پاکی وقف بر نورِ مہ است — تابشش گر برنجاساتِ رہ است

پاکی کی صفت چاند کی روشنی پر وقف ہے — اگرچہ اُس کی چمک راستہ کی نجاستوں سے ہے

زاں نجاساتِ رہ و آلودگی — نور را حاصل نگردد بدرگی

اُن راستہ کی نجاستوں اور گندگی سے — نور کو برائی حاصل نہیں ہوتی ہے

اِرجعی بشنید نورِ آفتاب — سُوئے اصلِ خویش باز آمد شتاب

''تو لوٹ چل'' سورج کی روشنی نے سُنا — وہ فوراً اپنی اصل کی طرف لوٹ آئی

نے[3] زِگلخنہا برو ننگے بماند — نے زِگلشنہا برو رنگے بماند

نہ اُس پر بھٹیوں کا عیب رہا — نہ اُس پر باغوں کا رنگ رہا

نورِ دیدہ سُوئے دیدہ بازگشت — ماند در سودائے اُو صحرا و دشت

آنکھ کی روشنی، آنکھ کی طرف لوٹ آئی — جنگل اور میدان اُس کے تصور میں رہ گئے

---

1. تاقیام۔ یعنی قیامت قائم ہونے تک۔ شعر (ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما)۔ چوں شنود۔ عاشق نے معشوق کی جب یہ باتیں سنیں ایک ٹھنڈی آہ کی اور جان دے دی۔ ماند۔ اُس عاشق کی موت کے وقت کی مسکراہٹ ابدی ہے۔ نورمہ۔ عارف کی روح کی مثال چاند کی، چاندنی کی طرح ہے۔ جس طرح چاندنی خواہ وہ گندگیوں پر گذرے وہ پاک صاف رہتی ہے۔ یہی حال عارف کی روح کا ہے۔

2. اوز جملہ۔ چاندنی بہرصورت پاک رہ کر چاند کی طرف لوٹ جاتی ہے اسی طرح عارف کی روح پاک وصاف رہ کر خدا کی طرف واپس ہو جاتی ہے۔ زاں۔ جن نجاستوں پر سے چاندنی گذری ہے اُن کا وہ کوئی اثر قبول نہیں کرتی ہے۔ ارجعی۔ عارف کی روح نفسِ مطمئنہ ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں آیا ہے یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ''اے نفس مطمئنہ تو راضی اور پسندیدہ ہو کر اپنے رب کی طرف لوٹ جا''۔

3. نے۔ اُس روحِ عارف پر دنیا کے اچھے بُرے کا کوئی اثر نہیں رہتا ہے۔ نور دیدہ۔ عارف کی روح کی واپسی کی دوسری تعبیر ہے کہ آنکھ کی روشنی آنکھ میں واپس آ جاتی ہے تو اب دیکھنے والی نگاہ میں وہ جنگل نہیں رہتا بلکہ محض دماغ میں اُس کا تصور رہ جاتا ہے۔ ماند۔ اب آنکھوں میں اُس چیز کا صرف انتظار رہ جاتا ہے اور وہ ویرانہ نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔

چونکہ زیں ویرانہ نورش بازگشت[1] ماند در صحرائے دیدہ بازگشت
جبکہ اُس ویرانے سے اُس کا نور واپس ہو گیا آنکھ کے جنگل میں انتظار رہ گیا

یکے پرسید از عالمے عارفے کہ اگر در نماز کسے بگرید بآواز و آہ و نوحہ
کسی شخص نے ایک عارف عالم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں آواز اور آہ سے روئے
کُند نمازش باطل شود یا نہ جواب داد کہ نامِ آں آب[2] دیدہ است تا کہ آں
اور نوحہ کرے اُس کی نماز باطل ہو گی یا نہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ اس کا نام دیکھے ہوئے
گرنیدہ چہ دیدہ است اگر شوقِ خدا دیدہ است اُو میگرید یا از
کا پانی ہے تو یہ کہ رونے والے نے کیا دیکھا ہے؟ اگر اُس نے اللہ تعالیٰ کا شوق دیکھا ہے، وہ
پشیمانیِ گناہ نمازش تباہ نشود بلکہ کمال گیرد کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ
روتا ہے یا گناہ کی پشیمانی سے، نماز تباہ نہ ہو گی بلکہ کمال حاصل کرے گی کیونکہ نماز نہیں ہوتی مگر
الْقَلْبِ و اگر رنجوریِ تن یا فراقِ فرزند دیدہ است نمازش تباہ شود
حضورِ قلب سے اور اگر اُس نے جسمانی تکلیف یا اولاد کی جدائی دیکھی ہے اُس کی نماز خراب ہو جائیگی
کہ اصلِ نماز ترکِ تن است و ترکِ فرزند ابراہیم علیہ السلام وار
کیونکہ اصل نماز حضرت ابراہیمؑ کی طرح جسم اور اولاد کا ترک کرنا ہے کیونکہ وہ نماز کی
کہ فرزند را قربان میکرد از بہرِ تکمیلِ نماز و تن را بآتشِ نمرودی
تکمیل کے لیے لڑکے کو قربان کر رہے تھے اور جسم کو نمرود کی آگ کے سپرد کر رہے
سپرد و امر آمد پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رابدیں خصال کہ
تھے وہ آنحضورؐ کو انہی خصلتوں کا حکم ہے کیونکہ تم اتباع کرو اور اتباع
فَاتَّبِعُوْا وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ
کر ابراہیمؑ کی ملت کا جو کہ یکسو ہے بیشک تمھارے لیے
حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
ابراہیمؑ میں اچھا نمونہ ہے

آں یکے پرسید از مفتی براز[3] گر کسے گرید بنوحہ در نماز
ایک شخص نے چپکے سے مفتی سے دریافت کیا اگر کوئی نماز میں آواز سے روئے
آں نمازِ اُو عجب باطل شود یا نمازش جائز و کامل بُود
وہ اُس کی عمدہ نماز، باطل ہو جائے گی یا اس کی نماز جائز اور مکمل ہو گی

[1] بازگشت۔ پہلے مصرع میں واپس شدہ کے معنی میں ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنی انتظار ہے۔ یکے۔ چونکہ مولانا نے پہلے شعر میں آنکھ کی روشنی کا بیان کیا تھا اب آنکھ سے متعلق ایک اور نکتہ سمجھاتے ہیں۔

[2] آب دیدہ۔ یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی نماز میں روئے اور آہ و نوحہ کرنے تو نماز فاسد ہو گی یا نہیں۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ گریہ کو آب دیدہ کہتے ہیں یعنی دیکھے ہوئے کا پانی۔ تو اب یہ تحقیق کی جائے کہ اس نے کیا دیکھا ہے جس کی وجہ سے یہ آنکھ کا پانی بہا ہے اگر اس نے خدا کا خوف اور شوق دیکھا ہے اور گریہ اور نوحہ ہے تو یہ تو نماز کا کمال ہے اور اگر اُس نے مرض یا بیٹے کی جدائی دیکھی ہے اور اُس سے یہ پانی آنکھ سے بہا ہے تو نماز خراب ہو جائے گی۔

[3] براز۔ یعنی آہستگی سے۔ نوحہ۔ آواز سے رونا۔

گفت آبِ دیدہ نامش بہرِ چیست
فرمایا اُس کا نام ''دیکھے ہوئے کا پانی'' کیوں ہے؟
بنگری[1] تا کہ چہ دیدست و گریست
غور کر اُس نے کیا دیکھا ہے؟ اور رویا ہے

آبِ دیدہ تاچہ دیدہ است از نہاں
آنکھ کے پانی نے پوشیدہ طور پر کیا دیکھا ہے؟
تابداں شُد اُوز چشمہ خود رواں
جس سے وہ اپنے چشمے سے رواں ہوا ہے

گرز شوقِ حق کند گریہ دراز
اگر دراز گریہ اللہ (تعالیٰ) کے شوق سے کرتا ہے
یا ندامت از گناہے در نیاز
یا عاجزی میں کسی گناہ کی شرمندگی سے

خوفِ حق گر باشد آں گریہ خوشست
اگر اللہ کا خوف ہے، تو رونا بہتر ہے
زانکہ آں آبِ تو دفعِ آتش ست
کیونکہ وہ تیرا پانی آگ کو بجھانا ہے

بیشکے گیرد نمازِ او کمال
اُس کی نماز یقیناً کمال حاصل کر لے گی
قُرب یابد در رہِ حق لا محال
وہ لامحالہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب حاصل کر لے گا

آں جہاں گر دیدہ است آں پُر نیاز
اگر اُس نیازمند نے اُس عالم کو دیکھا ہے
رونقے یابد ز نوحہ آں نماز
تو رونے سے اُس کی نماز رونق حاصل کر لے گی

ورز رنجِ تن بُود و ز درد و سوگ
اور اگر جسم کی بیماری اور درد اور رنج سے ہو
ریسماں[2] بگست وہم بشکست دوک
تو دھاگا ٹوٹا اور تکلا بھی

وَر فغاں از ماتمِ فرزند کرد
اگر اُس نے اولاد کے رنج میں فریاد کی ہے
کہ دل و جانش زماتم کرد درد
کہ رنج سے اس کا دل اور جان دردمند ہوئے تھے

می نیرزد آں نمازِ او دوجو
تو اُس کی نماز دو جو کی قیمت کی نہیں ہے
زانکہ با اغیار دارد دل گرو
کیونکہ اُس کا دل غیروں میں پھنسا ہے

پس نمازش بیشکے باطل بود
تو اُس کی نماز بلاشبہ فاسد ہو جائے گی
گریۂ اُو نیز بے حاصل بود
اُس کا رونا بھی بے نتیجہ ہو گا

زانکہ ترکِ تن بُوَد اصلِ نماز
کیونکہ نماز کی اصل، جسم کو ترک کرنا ہے
ترکِ خویش و ترکِ فرزند از نیاز
نیازمندی کی وجہ سے اپنے آپ کو اور اولاد کو ترک کرنا ہے

از[3] خلیل آموز قرباں کن ولد
(حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے اولاد کو قربان کر دے
تن بنہ بر آتشِ نمرود رد
مردود نمرود کی آگ پر جسم کو رکھ دے

حاصل آنکہ تابدانی اے کیا
خلاصہ یہ ہے کہ اے بزرگ! تو سمجھ لے
کز بُکا فرق ست بیحد تا بُکا
کہ رونے اور رونے میں بیحد فرق ہے

---

1. بنگری۔ یہ غور کرد کہ وہ کیوں رویا ہے۔ ندامت۔ شرمندگی۔ نیاز۔ عاجزی۔ آں جہاں۔ یعنی شوق وخوفِ خداوندی کا عالم۔ ورز رنج۔ اگر رونے کا سبب کوئی بدنی تکلیف یا رنج ہے تو سب کچھ ضائع ہوگیا۔
2. ریسماں۔ دھاگا بھی ٹوٹا اور تکلا بھی ٹوٹا یعنی سب کچھ تباہ ہوگیا۔ ماتم۔ سوگ کی مجلس۔ زانکہ۔ کیونکہ اُس حالت میں اُس کا دل اللہ کے غیر سے وابستہ ہے۔ پس۔ اُس کی دہکا سے نماز بھی ٹوٹی اور اُس سے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ زانکہ۔ اس لیے کہ اصل نماز تو یہ ہے کہ انسان اُس میں غیر اللہ سے بالکل غافل ہو جائے۔
3. از خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے معاملہ میں اپنی اولاد اور جان کی پروانہ کی۔ حاصل۔ خلاصہ یہ سمجھ لو کہ رونے اور رونے میں بہت فرق ہے۔ ایک رونا نماز کی روح ہے دوسرا رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

مُریدے[1] در آمد بخدمتِ شیخ و ازیں شیخ پیر مُسن نمیخواہم بلکہ پیرِ
ایک مرید ایک شیخ کی خدمت میں پہنچا اور اس شیخ سے میری مراد دراز عمر بوڑھا نہیں ہے
عقل و معرفت اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام است در گہوارہ و یحییٰ
بلکہ عقل و معرفت کا بوڑھا اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں اور یحییٰ علیہ السلام
علیہ السلام ست در مکتبِ کودکان، مرید شیخ را گریاں دید اُو نیز
بچوں کے مکتب میں ہوں۔ مرید نے شیخ کو روتے دیکھا اس نے بھی
موافقت کرد و بگریست چوں فارغ شُد و بدر آمد مُریدِ دیگر کہ
موافقت کی اور رو پڑا جب وہ فارغ ہوا اور باہر آیا دوسرا مرید جو
از حالِ شیخ واقف تر بود از سُرِ غیرت در عقبِ اُو نیز بیروں
شیخ کے حال سے زیادہ واقف تھا غیرت کی وجہ سے وہ بھی پیچھے پیچھے باہر آیا
آمد گفتش کہ اے[2] برادرِ من تُرا گفتہ باشم اللہ اللہ تا نیندیشی
اس نے کہا اے میرے بھائی! میں تجھ سے کہتا ہوں خدا کے لیے نہ سوچنا
ونگوئی کہ شیخ میگریست من نیز میگریستم کہ سی سال ریاضتِ
اور نہ کہنا کہ شیخ روئے میں بھی رویا کیونکہ تیس سال بغیر ریا کے محنت کرنی
بے ریا باید کرد واز عقبات و دریا ہائے پُر نہنگ و کوہہائے
چاہیے اور گھاٹیوں اور ناکوں سے بھرے دریاؤں سے اور شیر اور
بلند پُر شیر و پلنگ می باید گزشت تابداں گریۂ شیخ برسی
چیتوں سے بھرے پہاڑوں سے گذرنا چاہیے پھر شیخ کے اُس رونے کو تو پہنچ سکے
یا نہ رسی اگر برسی شکر زُوِیَت[3] لِیَ الْاَرْضُ بسیار گوئی کہ
یا نہ پہنچ سکے۔ اگر پہنچ جائے ”تو میرے لیے زمین سمیٹ دی گئی ہے“ کا بہت شکر ادا کر
آنجائے شکرست کہ آں گریہ حضورِ قلب باشد
کیونکہ وہ شکریہ کا موقع ہے کیونکہ وہ رونا حضورِ قلب سے ہو گا

یک مُریدے اندر آمد پیشِ پیر — پیر اندر گریہ بود و در نفیر
ایک مرید پیر کے پاس اندر آیا — پیر رونے میں اور فغاں میں تھا

شیخ را چوں دید گریاں آں مرید — گشت گریاں آب از چشمش دوید
جب اُس مرید نے شیخ کو روتے دیکھا — رونے لگا، آنسو اس کی آنکھوں سے نکل پڑے

---

[1] مُریدے۔ اس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ شیخ کا رونا اور اس مرید کا رونا یکساں نہ تھا۔ شیخ۔ شیخ سے مراد بوڑھا نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جس کی عقل اور معرفت بڑھی ہوئی ہو خواہ وہ عمر کے اعتبار سے بچہ ہو، جیسے کہ حضرت عیسیٰ گہوارہ میں یا حضرت یحییٰ بچوں کے مکتب میں تھے۔

[2] اے برادر۔ اس باکمال مرید نے اُس کو سمجھایا کہ تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے جیسا نہ سمجھنا تیرا رونا تو محض تقلیدی تھا اور شیخ کا رونا ایسا رونا ہے کہ تیس سال مجاہدوں کے بعد بھی یہ میسر آ جائے تو غنیمت سمجھنا۔

[3] زویت۔ آنحضورؐ نے فرمایا زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَہَا وَمَغَارِبَہَا۔ ”میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی تو میں نے اُس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا“۔ یعنی برسوں کا کام منٹوں میں ہو گیا۔ شیخ را۔ پیر مرید۔ شیخ کی تقلید میں شیخ کو روتے ہوئے دیکھ کر رونے لگا۔

گوشور[1] یکبار خندد کرُ دو بار — چونکہ لاغ املا کند یارے بیار

سننے والا ایک بار اور بہرا دو بار ہنستا ہے — جب کوئی یار، یار سے مذاق کرتا ہے

بارِ اوّل ازرہِ تقلید و سُوم — کہ ہمی بیند کہ می خندند قوم

پہلی بار دیکھا دیکھی اور تکلف سے — کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں

کربخندد ہمچو ایشاں آں زماں — بیخبر از حالتِ خندیدگاں

اُس وقت بہرا اُن کی طرح ہنستا ہے — (اور) ہنسنے والوں کی حالت سے بے خبر ہے

باز اُو پرسد کہ خندہ برچہ بُود — پس دوم کرّت بخندد چوں شنُود

پھر وہ پوچھتا ہے، کہ ہنسی کس بات پر تھی؟ — پھر جب سنتا ہے، دوبارہ ہنستا ہے

پس[2] مقلِد نیز مانند کرست — اندراں شادی کہ اُورا در سرست

تو مقلد بھی بہرے کی طرح ہے — اُس خوشی میں جو اُس کے ذہن میں ہے

پرتوِ شیخ آمد و مَنہل زشیخ — فیض و شادی نز مُریداں بل زشیخ

شیخ کا عکس اور شیخ کا چشمہ ہے — فیض اور خوشی، نہ کہ مریدوں کا بلکہ شیخ کا ہے

پرتوِ شیخ ست آں تقلیدِ شیخ — چوں بہ بیند شادی و تائیدِ شیخ

شیخ کی تقلید، شیخ کا عکس ہے — جبکہ وہ شیخ کی خوشی اور تائید دیکھ رہا ہے

چوں سَبَد در آب و نورے بر زجاج — گرز خود دانند آں باشد خداج

جیسا کہ ٹوکری پانی میں اور چمک شیشہ پر ہے — اگر وہ اُس (خوشی) کو اپنی جانب سے سمجھیں تو ناقص پن ہے

چوں جدا گردد ز جُود اند عنود — کاندر و آں آبِ خوش از جُویِ بُود

جب وہ نہر سے علیحدہ ہو جائے گی تو جھگڑالو جان لے گی — کہ اس کے اندر وہ اچھا پانی، نہر کا تھا

آبگینہ[3] ہم بداند از غروب — کاں لُمَع بُود از مہِ تابانِ خوب

چاند کے غروب سے شیشہ بھی جان لے گا — کہ وہ چمک عمدہ روشن چاند کی تھی

چونکہ چشمش راکشاید امرِ قم — پس بخندد چوں سحر بارِ دُوُم

جب "اُٹھ کھڑا ہو" کا حکم اس کی آنکھ کھول دے گا — تو وہ صبح کی دوسری بار مسکرانے کی طرح مسکرائے گا

خندہ آید ہم براں خندہ خودش — کہ دراں تقلید بر می آمدش

اُس کو اپنی اُس ہنسی پر بھی ہنسی آئے گی — جو اُس کو تقلید میں آئی تھی

---

[1] گوشور۔ سننے والا۔ کر۔ بہرا۔ بہرا ایک بار تو دوسروں کو ہنستا دیکھ کر ہنستا ہے پھر لوگوں کے ہنسنے کا سبب معلوم کر کے دوبارہ ہنستا ہے۔ سُوم۔ تکلف۔ بیخبر۔ پہلی بار ہنسنے میں بہرے کو ہنسی کے سبب کا علم نہیں ہوتا ہے۔ باز۔ پھر جب وہ لوگوں سے ہنسی کا سبب معلوم کر لیتا ہے تو دوبارہ ہنستا ہے۔

[2] پس مقلد۔ جو شخص کسی کی دیکھا دیکھی کام کرتا ہے۔ پرتو۔ اُس پر شیخ کے باطن کا اثر پڑتا ہے اور اُس سے اس کو خوشی یا رنج حاصل ہوتا ہے تو مرید کا تقلیدی نعل بھی شیخ کا اثر ہوتا ہے۔ چوں سبد۔ اگر ٹوکری نہر میں پڑی ہوئی ہو اور اُس میں پانی بھرا ہوا ہو یا آئینہ میں سورج کی چمک پڑ رہی ہو تو اُس پانی یا چمک کو ٹوکری یا آئینہ کا اپنا سمجھنا غلطی ہے۔ خداج۔ ناقص۔ عنود۔ سرکش۔

[3] آبگینہ۔ جب ٹوکری نہر سے باہر نکل جائے گی اور چاند ڈوب جائے گا تو ٹوکری اور آئینہ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ پانی اور چمک اُن کی نہ تھی۔ قم۔ آنحضورؐ کو حکم ہوا تھا قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا "تھوڑی رات چھوڑ کر رات میں عبادت کیا کرو"۔ سحر بار دوم۔ پہلے صبح کاذب آتی ہے پھر دوبارہ صبح صادق نمودار ہوتی ہے۔ خندہ آمد۔ اب جب حقائق منکشف ہو جاتے ہیں تو مرید کو اپنی پہلی ہنسی پر ہنسی آتی ہے۔

گوید[1] از چندیں رہِ دور و دراز　کایں حقیقت بُود و ایں اسرار و راز
وہ کہے گا، اتنی دور و دراز مسافت ہے　جبکہ یہ حقیقت اور یہ اسرار اور راز تھے

من دراں وادی چگونہ خود ز دُور　شادئے میکردم از عمیا و سُور
میں اُس میدان میں خود فاصلہ سے کس طرح　اندھے پن سے شادمانی اور خوشی کر رہا تھا؟

من چہ می بستم خیال و آں چہ بُود　درکِ سستم سُست نقشے می نمود
میں نے کیا خیال کیا اور وہ کیا تھا　میرے ست احساس نے وہمی نقش دکھا دیا

طفلِ راہ را فکرتِ مرداں کجاست　کُو خیالِ اُو وکو تحقیق راست
راہِ (سلوک) کے بچہ میں مردوں کی سمجھ کہاں ہے؟　کہاں اس کا خیال، اور کہاں صحیح تحقیق

طفل راچہ فکر آید در ضمیر　یاچہ اندیشہ کند ہمچوں کہ پیر
بچے کے دل میں کیا خیال آ سکتا ہے؟　یا وہ بوڑھے کی طرح کیا سوچ سکتا ہے؟

فکرِ[2] طفلاں دایہ باشد یا کہ شِیر　یا مویز وجوز یا گریہ و نفیر
بچوں کا فکر دایہ یا دودھ ہوتا ہے　یا منقّی اور اخروٹ یا رونا اور چلانا

آں مقلِد ہست چوں طفلِ علیل　گرچہ دارد بحثِ باریک و دلیل
مقلد، بیمار بچہ کی طرح ہے　اگرچہ نازک بحث اور دلیل رکھتا ہو

آں تعمّق در دلیل و در شکال　از بصیرت می کند اُو راگسال
اشکال اور دلیل میں غور　اُس کو بصیرت سے رخصت دے دیتا ہے

مایۂ کاں سُرمۂ سِرّ ویست　بُرد و در اشکال گفتن کار بست
وہ سرمایہ جو اس کے باطن کا سرمہ ہے　سلب کر لیا، اور اشکال بیان کرنے میں لگا دیا

اے[3] مقلِد از بخارا باز گرد　رو بخواری تاشوی تو شیر مرد
اے مقلد! بخارا سے واپس آ جا　ذلت کی جانب جا، تاکہ تو شیر مرد بنے

تابخارائے دگر بنی دروں　صفدراں در محفلش لَا یَفْقَهُوْن
تاکہ تو باطن میں دوسرا بخارا دیکھ لے　اُس کی محفل میں بہادر ''وہ نہیں سمجھتے ہیں'' ہیں

پیک اگرچہ در زمیں چابک تکست　چوں بدریا رفت بگسستہ رگست
قاصد اگرچہ خشکی میں تیز رفتار ہے　جب دریا میں پہنچا، رگ ٹوٹا ہے

[1] گوید۔ اب مرید اپنے سابق احوال کے بارے میں سمجھا ہے کہ وہ جو کچھ حاصل تھا وہ تو محض شیخ کا عکس تھا اب وہ اور میں اصل سے کس قدر دور تھے۔ من دراں۔ میں حقیقت تک نہ پہنچا تھا اور خوشی منا رہا تھا۔ من چہ بستم۔ میرے ناقص علم و ادراک میں ایک خیالی چیز تھی۔ طفلِ رہ۔ جو سالک ابھی راہِ سلوک کا بچہ ہے وہ حقیقت تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

[2] فکرِ طفلاں۔ طفلانہ فکر تو صرف دایا اور دودھ اور کھانے پینے کی معمولی چیزوں تک ہوتا ہے۔ آں مقلد۔ مقلد کی مثال بچہ کی سی ہے۔ آں تعمق۔ یہ مقلد اگر خود ان اسرار تک پہنچنے کی کوشش کریگا یا دلائل ڈھونڈے گا تو یہ اسکو بصیرت سے اور دور کر دینگے۔ مایہ۔ جو غور و فکر کا اس کے پاس سرمایہ تھا وہ بھی اس نے بیجا صرف کر ڈالا۔

[3] اے مقلد۔ یہ اسرار اور راز عقلی دلائل سے واضح نہ ہوں گے بخارا ظاہری علوم کا مرکز ہے اس کو چھوڑ کر خواری اور مجاہدوں کی ذلت اختیار کر جب تو مردِ میدان بنے گا۔ تا بخارا۔ جب انسان مجاہدے کرے گا تو پھر اس کو ایک بخارا اپنے دل میں نظر آئے گا اور اس بخارا میں علومِ ظاہری سے بحث کرنے والے بالکل ناسمجھ ثابت ہوں گے۔ صفدراں۔ یعنی بخارا میں ظاہری علما ہیں جو اسرار کو نہیں سمجھتے ہیں۔ پیک۔ مشہور ہے ہر مردے و ہر کارے جو خشکی کا چلنے والا ہے وہ دریا میں نہیں چل سکتا ہے وہاں تیراک کی ضرورت ہے۔

اُولٰ[1] حَمَلنَا هُم بُود فِی البَر و بس
وہ صرف ''اُن کو ہم نے خشکی میں چلایا'' ہے
آنکہ محمول ست در بحر اُوست کس
جو سمندر میں چلایا ہوا ہے وہ بہادر ہے

بخشِشِ بسیار دارد شہ بدُو
شاہ، اُس پر بہت بخشش کرتا ہے
اے شُدہ. در وہم و تصویرے دو تو
اے وہ! جو وہم اور تصویر میں دُہرا بنا ہوا ہے

بقیہ حالِ مُریدِ مُقلِّد
(مریدِ مقلد کے حال کا بقیہ)

آں مُریدِ سادہ از تقلید نیز
وہ بھولا مرید بھی، تقلید میں
گریۂ میکرد وفقِ آں عزیز
اس معزز کی طرح رونے لگا

او مقلّدِ وار ہمچو مردِ کر
اُس نے تقلید میں بہرے شخص کی طرح
گریہ می دید و زمُوجب بے خبر
رونا دیکھا اور سبب سے بے خبر تھا

چوں بسے بگریست خدمت کرد و رفت .
جب بہت رو چکا اُس نے سلام کیا اور روانہ ہو گیا
از پئش آمد مریدِ خاص تفت
اُس کے پیچھے ایک خاص مُرید تیزی سے چلا

گفت[2] اے گریاں چو ابرِ بیخبر
اُس نے کہا، اے بے خبر ابر کی طرح رونے والے!
بر وفاقِ گریۂ شیخ از نظر
دیکھا دیکھی شیخ کے رونے پر

اللہ اللہ اے وافی مرید
اے وفادار مرید! خدا کے لیے
گرچہ در تقلید ہستی مستفید
اگرچہ تو تقلید میں فائدہ اٹھانے والا ہے

تانگوئی دیدم آں شہ می گریست
یہ نہ کہنا میں نے دیکھا کہ وہ شاہ رو رہا تھا
من چو اُو بگریستم کایں منکریست
میں اُسکی طرح رویا، کیونکہ یہ شیخ کی فضیلت کاانکار کرنا ہے

گریۂ کز جہل و تقلید ست و ظن
وہ رونا لاعلمی اور تقلید اور گمان کی وجہ سے ہے
نیست ہمچوں گریۂ آں مؤتمن
وہ اس امانتدار کے رونے کی طرح نہیں ہے

تو[3] قیاسِ گریہ برگریہ مساز
تو رونے کو رونے پر قیاس نہ کر
ہست زیں گریۂ بداں راہِ دراز
اس رونے سے اس رونے تک بہت فاصلہ ہے

ہست آں از بعد سی سالہ جہاد
وہ (رونا) تیس سالہ مجاہدہ کے بعد ہے
عقل آنجا ہیچ نتواند فتاد
عقل اس جگہ کبھی نہیں پہنچ سکتی

ہست زاں سُوئے خرد صد مرحلہ
وہاں عقل سے آگے سو مرحلے ہیں
عقل را واقف مداں زاں قافلہ
اُس قافلہ سے عقل کو واقف نہ سمجھ

---

[1] حملنا ھُم۔قرآن پاک میں ہے ولقد کرّمنا بنی آدمَ وحملنا ھُم فی البرّ والبحرِ ''ہم نے بنی آدم کوعزت دی اوراُن کوخشکی اور سمندر میں سوارکیا۔ حملنا ھُم فی البرِّ سےعلوم ظاہری کے علماءاور حملناھُم فی البحرِ سےعلوم باطنی کےعلمامراد ہیں۔ بخشش۔یعنی دریا کے جوانمرد پراللہ تعالیٰ زیادہ بخشش کرتا ہے۔اے شُدہ۔اے وہ انسان جووہم اورخیالی تصویر پر جھکاہوا ہے۔آں عزیز۔یعنی شیخ۔زموجب۔یعنی شیخ کے رونے کے سبب سے ناواقف تھا۔

[2] گفت۔اُس خاص مُرید نے رونے والے مرید سے کہاتو بےخبری میں دیکھادیکھی رویا ہے۔اللہ۔خدا کے لیےتواپنے رونے کوشیخ کے رونے کی طرح نہ سمجھنا۔گریہ۔تیرارونا تومحض تقلید میں تھااورتوشیخ کے رونے سے بےخبرتھا۔ایں منکریست۔تیرایہ کہناشیخ کی فضیلت کاانکارہوگا۔مؤتمن۔امانتدار۔

[3] تو قیاس۔اپنے رونے کوشیخ کے رونے پر قیاس نہ کرلینادونوں میں زمین وآسمان کافرق ہے۔ہست۔شیخ کارونا مشاہدہ کی بنیاد پر ہے جوتیس سالہ مجاہدہ کے بعدحاصل ہوا ہے، محض عقلی بنیاد پر یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا۔

گریۂ[1] اُو نز غم ست و نز فرح — رُوح داند گریۂ عینُ الملح

اُس (شیخ) کا رونا نہ غم سے ہے نہ خوشی سے — بے نور آنکھ کا رونا، روح جانتی ہے

گریۂ اُو خندۂ اُو زاں سَریست — زانچہ وہم و عقل باشد آں بریست

اُس کا رونا، اُس کا ہنسنا اُس جانب کا ہے — جو وہم اور عقل کی وجہ سے ہو، وہ اس سے بری ہے

آبِ دیدہ اُو چو دیدہ اُو بُود — دیدۂ نادیدہ دیدہ کے شود

اُس کا آنسو اُس کی آنکھ کی طرح ہوتا ہے — اندھے کی آنکھ، آنکھ کب ہو سکتی ہے؟

آنچہ اُو بیند نتاں کردن مساس — نز قیاسِ عقل و نز راہِ حواس

جو وہ دیکھتا ہے، اُس کو چھوا نہیں جا سکتا ہے — نہ عقل کے قیاس سے، نہ حواس کی راہ سے

شب[2] گریزد چونکہ نُور آید ز دُور — پس چہ داند ظلمت از احوالِ نور

جب روشنی آتی ہے، رات دور سے بھاگ جاتی ہے — تو تاریکی روشنی کے احوال کیا جانے؟

پشہ بگریزد زبادِ بادِھا — پس چہ داند پشہ ذوقِ بادہا

پُرفریب ہوا سے مچھر بھاگ جاتا ہے — تو ہواؤں کا ذوق مچھر کیا جانے؟

چوں قدیم آید حدث گردد عبث — پس کجا داند قدیمے را حدث

جب قدیم آتا ہے حادث بیکار ہو جاتا ہے — تو حادث قدیم کو کیا جانے؟

بر حَدَث چوں زد قدم[3] دنگش کند — چونکہ کردش نیست ہمرنگش کند

جب قدیم حادث پر چھا جاتا ہے اُس کو حیران کر دیتا ہے — جب اُس کو معدوم کر دیا اُس کو ہم رنگ کر لیتا ہے

گر بخواہی تو بیابی صد نظیر — لیک من پروانددارم اے فقیر

اگر تو چاہے تو سو مثالیں حاصل کر لے — لیکن اے فقیر! مجھے فرصت نہیں ہے

ایں الٓمٓ و حٰمٓ ایں حروف — چوں عصائے موسیٰ آمد در وقوف

یہ الٓم اور حٰم یہ حروف — جاننے میں حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہیں

حرفہا ماند بدیں حرف از بروں — لیک باشد در صفاتِ ایں زبوں

بظاہر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں — لیکن ان کی صفات سے عاجز ہیں

ہر کہ گیرد اُو عصائے زامتحاں — کے بُود چوں آں عصا وقتِ بیاں

وہ شخص جو آزمائش کے لیے لاٹھی ہاتھ میں لے لے — بیان کیوقت وہ اُس (موسیٰ کی) لاٹھی کیطرح کب ہے؟

گریۂ اُو۔ شیخ کا رونا نہ غمِ دوزخ سے ہے نہ فرحتِ جنت سے بلکہ اُس کا رونا محض شوقِ خداوندی سے ہے۔ گریۂ اُو۔ شیخ کا رونا اور ہنسنا منجانب اللہ ہے عقلی اور وہمی بنیاد پر رونے سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آبِ دیدہ۔ شیخ کی جیسی آنکھیں ہیں کہ وہ عالمِ غیب کا مشاہدہ کرتی ہیں ایسا ہی اس کا رونا ہے اندھے کی آنکھیں، آنکھیں نہیں ہیں۔ آنچہ۔ شیخ جن چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ عقلی نہیں ہیں۔

شب۔ جس طرح رات، دن کے احوال نہیں جان سکتی ہے اسی طرح عقل اور وہم شیخ کے مشاہدات کو نہیں جان سکتے ہیں۔ پشہ۔ مچھر جبکہ ہوا کے پہلے جھونکے سے بھاگ جاتا ہے تو وہ ہوا خوری کے ذوق سے کیسے واقف ہو سکتا ہے یہی حال شیخ کے مشاہدات و عقل کا ہے۔ چوں قدیم۔ قدیم کے سامنے حادث کا وجود معدوم ہو جاتا ہے تو حادث قدیم کی حقیقت کیسے سمجھ سکتا ہے۔

دنگش۔ حیران۔ چونکہ۔ قدیم حادث کو مٹا کر اپنا ہم رنگ بنا لیتا ہے انسان صفاتِ خداوندی سے متصف ہو کر بشریت کو گم کر دیتا ہے۔ صد نظیر۔ اس کی بہت مثالیں ہیں کہ حادث اور قدیم میں فرق ہے۔ ایں۔ حروفِ مقطعات یا قرآن کے عام حروف قدیم ہیں اور اسی طرح کے حروف انسانی کلام میں بھی ہیں لیکن دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اور عام لاٹھی میں۔ حرفہا۔ قدیم اور حادث حروف، بظاہر یکساں ہیں لیکن ان کے اوصاف میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر کہ۔ عام لاٹھی اور موسیٰ کے عصا میں بہت فرق ہے۔

عیسویست ایں[1] دم نہ ہر بادو دمے
یہ سانس عیسوی ہے، ہر ہوا اور سانس نہیں ہے
کہ برآید فرح یا از غمے
جو کہ خوشی یا رنج سے آئے

ایں الم و حم اے پدر
اے باوا! یہ الم و حم
آمدست از حضرتِ مولی البشر
انسانوں کے مولیٰ کے دربار سے آئے ہیں

ہر الف لامے چہ می ماند بدیں
ہر الف لام ان کے کیا مشابہ ہو سکتا ہے؟
گر تو جاں داری بدیں چشمش مبیں
اگر تو روح رکھتا ہے، ان آنکھوں سے نہ دیکھ

گرچہ ترکیبش حروف ست اے ہمام
اے سردار! اگرچہ اُس کی بناوٹ حروف سے ہے
می نماند ہم بترکیبِ عوام
(لیکن) وہ عوام کی ترکیب کی طرح نہیں ہے

ہست ترکیبِ محمدؐ لحم و پوست
محمدؐ کی بناوٹ گوشت اور پوست ہے
گرچہ در ترکیب ہرتن جنسِ اوست
اگرچہ بناوٹ میں ہر جسم اس جیسا ہے

گوشت[2] دارد پوست دارد استخواں
(ہرجسم) گوشت رکھتا ہے، کھال رکھتا ہے، ہڈی رکھتا ہے
ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں
کبھی اس بناوٹ میں وہ (آثار) ہوں گے

کاندریں ترکیب آمد معجزات
اس بناوٹ میں ایسے معجزے آئے
کہ ہمہ ترکیبہا گشتند مات
کہ تمام بناوٹیں مات ہو گئیں

ہمچناں ترکیب حم از کتیب
اسی طرح قرآن کے حم کی بناوٹ
ہست بس بالا و دیگرہا نشیب
بہت بلند ہے اور دوسری نیچی ہے

زانکہ زیں ترکیب آید زندگی
کیوں کہ اس بناوٹ سے زندگی آتی ہے
ہمچو نفخِ صور در درماندگی
جیسا کہ عاجزی (قیامت) میں صور کا پھکنا

اژدہا[3] گردد شگافد بحر را
اژدہا بن جاتے ہیں سمندر کو پھاڑ دیتے ہیں
چوں عصا حم از دادِ خدا
حم عصا کی طرح خدا کی عنایت سے

ظاہرش ماند بظاہرہا ولیک
انکا ظاہر (دوسرے الفاظ میں) ظاہری احوال سے مشابہ ہے لیکن
قرصِ ناں از قرصِ مہ دورست نیک
روٹی کی ٹکیا، چاند کی ٹکیا سے بہت دور ہے

گریۂ او خندۂ او نطقِ او
اُس کا رونا، اُس کا ہنسنا، اُس کا بولنا
فہمِ اُو و خَلقِ او و خُلقِ اُو
اُس کی فہم، اُس کی ساخت، اور اس کے اخلاق

عقلِ اُو و وہمِ اُو و حسِّ اُو
اُس کی عقل، اور اُس کا وہم اور اس کا احساس
نیست ازوے ہست محضِ صُنعِ ہُو
اس کا اپنا نہیں ہے وہ محض اللہ کی کاریگری ہے

[1] ایں دم۔ حضرت عیسیٰؑ کے مریض پر پھونک مارنے اور عام پھونک میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر الف۔ قرآن پاک کے حروف خدائی دربار سے نازل ہوئے ہیں ان کو عام حروف کی طرح نہ سمجھنا چاہیے۔ ان سے جو کلمات مرکب ہوں گے وہ عام کلمات کی طرح نہ ہوں گے۔ ہست۔ ظاہری بناوٹ تو آنحضورؐ کی بھی ایسی ہی تھی جیسی عام انسانوں کی ہوتی ہے۔

[2] گوشت۔ ہر جسم انہی اجزا سے بنا ہے جس سے آنحضورؐ کا جسم بنا ہے لیکن ہر جسم کی بناوٹ میں وہ آثار کہاں ہیں جو آنحضورؐ کی بناوٹ میں ہیں۔ کاندریں۔ آنحضورؐ کے جسم کی بناوٹ سے وہ معجزے ظاہر ہوئے کہ تمام بناوٹیں ہار مان گئیں۔ ہمچناں۔ اسی طرح انہی حروف سے جب قرآنی کلمات مرکب ہوئے تو وہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔ زانکہ۔ اب ان کلمات سے دلوں میں ایسی ہی زندگی پیدا ہوتی ہے جس طرح نفخ صور سے قیامت میں جسموں کی زندگی ہوگی۔

[3] اژدہا۔ خدا نے اس کلام میں ایسی ہی تاثیر رکھی ہے جیسی حضرت عیسیٰؑ کے عصا میں تھی۔ قرص۔ سورج اور روٹی کی ٹکیا بظاہر یکساں ہیں لیکن معنوی بہت فرق ہے۔ گریۂ او۔ یعنی شیخ کے افعال کی طرح نہ سمجھنا چاہیے اب اُس کے افعال اپنے نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے اخلاق سے متخلق ہو چکا ہے۔

چونکہ[1] ظاہرہا گرفتند احمقاں ... واں دقائق شُد از ایشاں بس نہاں

احمقوں نے چوں کہ ظاہری احوال کو پسند کیا ... وہ باریکیاں اُن سے بہت پوشیدہ ہو گئیں

لاجرم محجوب گشتند از غرض ... کہ دقیقہ فوت شد در معترض

وہ یقیناً مقصد سے محجوب ہو گئے ... عارض ہیں نکتہ فوت ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد ... کاں کنیزک باخرِ خاتوں چہ کرد؟

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل ... اُس باندی نے بی بی کے گدھے سے کیا کیا؟

داستانِ آں کنیزک کہ باخرِ خاتونِ خود شہوت میراند و اُو را شہوت راندن چوں آدمیاں آموختہ بُود و کدُوئے در قضیبِ خر میکردتا از اندازہ نگذرد و خاتون براں وقوف یافت لیکن دقیقۂ کدُو راندید کنیزک را بہ بہانہ براہ کرد جائے دور دور وباآں خرجمع شُد بے کدُو و ہلاک شد بفضیحت، کنیزک بیگاہ باز آمد و نوحہ کرد کہ اے جانم واے چشمِ روشنم کیر دیدی و کدُو ندیدی ذکر دیدی وآں دگرندیدی کُلُّ نَاقِصٍ[2] مَلْعُوْنٌ یعنی کُلُّ نَظَرٍ وَفَہمٍ نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ وگرنہ ناقصانِ ظاہرِ جسم، مرحوم اند نہ ملعون قولہ تعالیٰ لَیْسَ[3] عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ نفیِ حرج کردونہ نفیِ لعنت ونفیِ عتاب وغضب

اُس باندی کی داستان جو بی بی کے گدھے سے شہوت رانی کرتی تھی اور اُس نے اُس کو انسانوں کی طرح شہوت پورا کرنا سکھا دیا تھا اور گدھے کی قضیب میں کدو پہنا دیتی تھی تاکہ اندازہ سے آگے نہ جائے اور بی بی کو اُس کا پتا لگ گیا لیکن کدو کا نکتہ نہ سمجھی، باندی کو ایک بہانہ سے بہت دور روانہ کر دیا اور وہ بغیر کدو کے اُس گدھے سے لگ گئی اور رسوائی کے ساتھ ہلاک ہوگئی باندی اچانک واپس آئی اور رونے لگی کہ اے میری جان اور اے میری روشن آنکھ تو نے کیر دیکھا اور کدو نہ دیکھا ذکر دیکھا وہ دوسرا نہ دیکھا ہر ناقص ملعون ہے یعنی ہر کوتاہ نظر اور کوتاہ سمجھ ملعون ہے ورنہ ظاہری جسم کے ناقص قابل رحم ہیں نہ کہ ملعون، اللہ تعالیٰ کے قول نے "نہیں ہے اندھے پر گناہ اور نہ لنگڑے پر گناہ اور نہ مریض پر گناہ" گناہ کی نفی کر دی نہ کہ لعنت اور عتاب اور غضب کی

---

1. چونکہ۔ظاہر بینوں سے حقائق پوشیدہ رہتے ہیں۔لاجرم۔اصلی مقصد اُن کی نگاہوں سے چھپ گیا اور اصل نکتہ اس عارض میں مخفی ہو گیا جو ان کو پیش آیا۔
2. کُلُّ نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ۔ہر ناقص ملعون ہے ناقص سے مراد وہ شخص ہے جس کی عقل اور فہم ناقص ہو کیوں کہ جن کا جسم ناقص ہوتا ہے وہ تو قابل رحم ہیں۔
3. لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ۔لنگڑے پر کوئی گناہ نہیں ہے ناقص جسم والے کے لیے گناہ کی نفی کر دی لیکن اگر وہ ناقص عقل والا ہے تو لعنت اور غضب اور عتاب کی اُس سے نفی نہیں ہے۔

یک کنیزک[1] زخرے برخود فگند — از وفورِ شہوت و فرطِ گزند

ایک باندی نے ایک گدھا اپنے اوپر ڈال لیا — شہوت کی کثرت اور شہوت کی زیادتی کی تکلیف سے

آں خرِ نر رابگاں خوکردہ بود — خر جماعِ آدمی پے بُردہ بود

اس نر گدھے کو جماع کی عادت ڈال دی تھی — گدھے نے آدمی کا جماع سیکھ لیا تھا

یک کدوی بُود حیلت سازہ را — در نرش کردہ پئے اندازہ را

(اُس حیلہ ساز باندی) کے پاس ایک کدو تھا — جس کو اُس نے اندازہ کے مطابق اس کے ذکر میں پہنایا تھا

در قضیبش آں کدو کردے عجوز — تارود نیمِ ذکر وقتِ سپوز

بڑھیا اس کے ذکر میں کدو پہنا دیتی — تاکہ گھسانے کے وقت آدھا ذکر جائے

گرہمہ کیرِ خر اندروے رود — آں رحم و آں رودہا ویراں شود

اگر گدھے کا پورا ذکر اُس میں جائے — تو رحم اور انتڑیاں تباہ ہو جائیں

خرہمی شُد لاغر و خاتونِ اُو — ماندہ عاجز کہ چہ شُد ایں خرچو مُو

گدھا دُبلا ہو رہا تھا اور اُس کی مالکہ — حیران تھی کہ یہ گدھا بال جیسا کس وجہ سے ہو گیا

نعلبنداں را نمود آں خرکہ چیست — علتِ اُو کہ نتیجہ اش لاغریست

اُس نے اس گدھے کو نعلبندوں کو دکھایا کہ کیا ہے؟ — اُس کی بیماری جس کا نتیجہ دُبلا پن ہے

ہیچ علت اندرو ظاہر نشُد — ہیچ کس از سِرِّ آں مخبر نشُد

اُس میں کوئی بیماری ظاہر نہ ہوئی — اس بھید راز سے کوئی شخص باخبر نہ ہوا

در تفحص[2] اندر افتاد اُو بجِد — شد تفحص را دمادم مستعد

وہ کوشش سے جستجو میں لگ گئی — اور جستجو کے لیے پے در پے مستعد ہو گئی

جِد را باید کہ جاں بندہ بُود — زانکہ جد جوئندہ یا بندہ بُود

جان کو کوشش کا غلام ہونا چاہیے — کیونکہ جستجو کرنیوالے کی کوشش پانے والی بن جاتی ہے

چوں تفحص کرد از حالِ اِشک — دید خُفتہ زیرِ آں خر نرگسک

جب اُس نے گدھے کے حال کی جستجو کی — اُس کے نیچے نرگس کو پڑا ہوا دیکھا

چوں تفحص کرد از احوالِ خر — آں کنیزک بُود زیر و خر زبر

جب اُس نے گدھے کے احوال کی جستجو کی — تو وہ باندی نیچے تھی اور گدھا اُوپر

از شکافِ در بدید آں حال را — پس عجب آمد ازاں آں زال را

اُس نے دروازے کی درز سے وہ حال دیکھا — تو وہ اُس بوڑھی کو پسند آ گیا

---

1. زخر۔ خرنر۔ فرطِ گزند۔ شہوت کی تکلیف کی زیادتی۔ گاں۔ جماع کرنا۔ نرہ۔ ذکر۔ قضیب۔ شاخ، ذکر۔ کیر۔ ذکر۔
2. تفحص۔ جستجو۔ اشک۔ خر کی لفظ ہے، گدھا۔ نرگسک۔ کاف تصغیر کا ہے نرگس اس لونڈی کا نام ہے۔ شکافِ در۔ کواڑوں کی درز۔

خرہمی گایدؔ[1] کنیزک را چناں
گدھا باندی سے اس طرح جماع کر رہا ہے

کہ بعقل و رسمِ مرداں بازناں
جو مردوں کی عورتوں کے ساتھ رسم اور عقل کے مطابق ہے

درحسد شُد گفت چوں ایں ممکن ست
وہ حسد میں مبتلا ہو گئی، بولی جب یہ ممکن ہے

پس من اولیٰ ترکہ خر ملکِ من ست
تو میں زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ گدھا میرا ہے

خر مہذب گشتہٖ و آموختہ
گدھا مہذب اور سدھا ہوا

خواں نہاد است و چراغ افروختہ
دسترخوان بچھا ہے اور چراغ روشن ہے

کرد نادیدہ درِ خانہ بکوفت
اُس نے انجان بن کر دروازہ کھٹکھٹایا

کاے کنیزک چند خواہی خانہ روفت
کہ اے باندی، گھر میں کتنی جھاڑو دے گی

ازپے رُو پوش میگفت ایں سخن
انجان پن کے لیے یہ بات کہہ رہی تھی

کاے کنیزک آمدم در باز کن
اے باندی! دروازہ کھول میں آ رہی ہوں

کرد خاموش و کنیزک را نگفت
چُپ رہی اور باندی سے نہ کہا

راز را از بہرِ طمعِ خود نہفت
راز، اپنی چھپی ہوئی خواہش کی وجہ سے

پس کنیزک جملہ آلاتِ فساد
باندی نے خرابی کے سب سامان

کرد پنہاں پیش شُد در را کُشاد
چھپا دیے، آگے بڑھی، دروازہ کھول دیا

رُو ترش کرد و دو دیدہ پُر زنم
اُس نے منہ بنایا اور دو آنکھیں آنسوؤں سے پُر

لب فروافگندہ یعنی صائم
ہونٹ لٹکائے ہوئے یعنی میں روزہ دار ہوں

در کفِ اُو نرمہ جاروبے کہ من
اُس کے ہاتھ میں نرم جھاڑو کہ میں

خانہ را می روفتم بہرِ عطن
اصطبل کی کوٹھڑی میں جھاڑو دے رہی تھی

چونکہ با جاروب در را اُو کُشاد
جب اُس نے جھاڑو لیے ہوئے دروازہ کھولا

گفت خاتوں زیرِ لبؔ[2] کاے اُوستاد
بی بی نے منہ ہی منہ میں کہا، اے اُستاد!

رُو ترش کردی و جار و بے بکف
تو نے منہ بنایا اور جھاڑو ہاتھ میں

چیست ایں خربر گسستہ از علف
یہ گدھا چارے سے ہٹا ہوا کیوں ہے؟

نیم کارہ و خشمگیں جُنباں ذکر
آدھا کام کئے ہوئے اور غصہ میں، ذکر کو ہلانے والا

ز انتظارِ تو دو چشمش سُوئے در
تیرے انتظار میں اسکی دونوں آنکھیں دروازہ کیجانب ہیں

زیرِ لب گفت ایں نہاں کرد از کنیز
منہ ہی منہ میں کہا، اُس کو باندی سے چھپایا

داشتش آں دم چو بے حرماں عزیز
اُس وقت اُس کو بے قصور کی طرح پیارا رکھا

[1] گائیدن۔ جماع کرنا۔ کَہ۔ چنانکہ۔ خرمہذب۔ یعنی عیش و عشرت کے سب اسباب مہیا ہیں۔ روفتن۔ جھاڑو دینا۔ روترش۔ باندی نے اپنے آپ کو روزہ دار ظاہر کیا۔ عطن۔ اونٹوں کا باڑا یہاں گدھے کا اصطبل مراد ہے۔

[2] زیرلب۔ یعنی بڑبڑا کر بات کہی۔ چیست۔ اگر تو صرف جھاڑو دے رہی ہے تو یہ گدھا اس حالت میں کیوں ہے۔ داشتش۔ اُس بی بی نے اُس باندی سے ایسا برتاؤ کیا جیسا کہ اُس کا کوئی قصور نہیں ہے۔

بعدازاں گفتش کہ چادر نہ بسر — رَو فلاں خانہ زمن پیغام بر
اُس کے بعد اُس سے کہا، سر پر چادر ڈال — فلانے گھر جا، میرا پیغام لے جا

اینچنیں[1] گوو آں چنیں گوو آں چناں — مختصر کردم من افسانہ زناں
ایسا کہہ اور ویسا کہہ — میں نے عورتوں کا افسانہ مختصر کر دیا

آں چہ مقصود ست مغزِ آں بگیر — چوں براہش کرد آں زالے ستیر
جو مقصد ہے اس کا خلاصہ لے لے — جب اُس پردہ نشین بوڑھی نے اس کو روانہ کر دیا

چوں بدر کردش زحیلت زاں مکاں — در فروبست و بخلوت شادماں
جب اُس کو تدبیر سے اُس مکان سے باہر نکال دیا — دروازہ بند کر لیا اور تنہائی میں خوش تھی

بُود از مستیِ شہوت شادماں — در فروبست وہمی گفت آں زماں
وہ شہوت کی مستی سے خوش تھی — دروازہ بند کر دیا اور اس وقت کہہ رہی تھی

یافتم خلوت زنم از شکر بانگ — رستہ ام از چار دانگ و از دو دانگ
میں نے تنہائی پا لی شکر کا نعرہ لگاتی ہوں — چار دمڑی اور دو دمڑی سے مجھے نجات مل گئی ہے

ازطرب گشتہ بُزانِ زن ہزار — در شرارِ شہوتِ خر بیقرار
مستی سے عورت کی شہوت ہزار (گنا) ہو گئی — وہ گدھے کی شہوت کی چنگاری سے بیقرار تھی

چہ بُزاں کاں شہوت اُو را بز گرفت[2] — بُز گرفتن گیج را نبُود شگفت
کیسی شہوت، اُس شہوت نے اس کو اُلو بنا دیا — احمق کو اُلو بنا دینا تعجب خیز نہیں ہے

میل و شہوت کر کُند دل را و کور — تانماید گرگ یوسفؑ نار نور
خواہش اور شہوت، دل کو بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے — یہاں تک کہ بھیڑیا، یوسف اور آگ، نور نظر آتے ہیں

اے بسا سرمَست نار و نار جُو — خویشتن را نورِ مُطلق داند اُو
بہت سے آگ کے سرمست اور آگ کے جویاں — وہ اپنے آپ کو نور مطلق سمجھ لیتے ہیں

جز[3] مگر بندہ خدا کز جذب حق — وارہش آرد بگرداند ورق
سوائے اُس مردِ خدا کے کہ جذبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ — اُس کو راستہ پر لے آئے، ورق پلٹ دے

تا بداند کاں خیالِ ناریہ — در طریقت نیست الا عاریہ
تاکہ وہ سمجھ لے کہ وہ آتشیں خیال — طریقت میں عارضی ہی ہیں

زِشتہا را خوب بنماید شرہ — نیست از شہوت بترز آفاتِ رہ
حرص، برائیوں کو بھلا دکھا دیتی ہے — راہِ (طریقت) کی آفتوں میں شہوت سے زیادہ بدتر کوئی نہیں

---

1 اینچنیں۔ بی بی نے پیغام میں، بہت سی باتیں کہلوائیں جن کی تفصیل میں نے چھوڑ دی ہے۔ ستیر۔ پردہ نشین۔ چار دانگ یعنی تھوڑا بہت۔ بُزاں۔ عورت کی شہوت۔

2 بُز گرفت۔ مذاق کیا۔ گرگ۔ یعنی بُری چیز کو بھلا کر کے دکھا دیتی ہے۔ اے بسا۔ جس طرح اس بی بی نے باندی سے پوری بات نہ سیکھی اسی طرح بہت سے ناقص لوگ ہیں جو اپنے آپ کو مکمل شیخ سمجھ بیٹھتے ہیں۔

3 تجز۔ اس غلطی سے وہ بچتا ہے جس کی جذب رہنمائی کردے، وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ اُس کو نورِ مطلق حاصل نہیں ہوا بلکہ یہ ناری خیال تھا جو ایک عارضی چیز ہے۔ زشتہا۔ انسان کی حرص بُرائی کو بھلا کر کے دکھا دیتی ہے شہوت انسان کے لیے سب سے بڑی آفت ہے۔

صد ہزاراں نامِ خوش را کردہ ننگ
لاکھوں نیک ناموں کو اُس نے بدنام کر دیا

صد ہزاراں زیرکاں را کردہ دنگ
لاکھوں عقلمندوں کو بے عقل کر دیا

چوں خرے را یوسفِ مصری نمود
جبکہ اُس نے گدھے کو مصری یوسف کر کے دکھا دیا

یوسفے را چوں نماید آں جہود
وہ یہودی، یوسف کو کیسا دکھائے گا؟

برتو سرگیں را فسونش شہد کرد
اُس کے منتر نے تیرے لیے گوبر کو شہد کر دیا

شہد را خود چوں کند وقتِ نبرد
معرکہ میں، وہ شہد کو خود کیسا دکھائے گا؟

شہوت از خوردن بُود کم کُن زخور
شہوت کھانے سے (پیدا) ہوتی ہے کھانے کو کم کر دے

یا نکاحے کُن گریزاں شو ز شر
یا نکاح کر لے، شر سے بچ جا

چوں بخوردی میکشد سُوئے حرم
جب تو نے کھایا وہ تجھے زنانخانہ کی جانب کھینچے گا

دخل را خرجے . بباید لاجرم
لامحالہ آمد کے لیے خرچ ضروری ہے

پس نکاح آمد چو لا حَول وَلاَ
تو نکاحِ لاحول ولا قوۃ کی طرح ہے

تا کہ دیوت نفکند اندر بلا
تاکہ شیطان تجھے مصیبت میں نہ پھنسائے

چوں حریصِ خوردنی زن خواہ زود
جبکہ تو کھانے کا حریص ہے، جلد نکاح کر لے

ورنہ آمد گربۂ و دُنبہ ربُود
ورنہ بلی آئی اور چکدی لے گئی

بارِ سنگیں برخرے کاں میجہد
جو گدھا کود رہا ہے، بھاری بوجھ

زود بر نہ پیش ازاں کو برنہد
جلد رکھ دے، اس سے پہلے کہ وہ پھینکے

فعلِ آتش را نمی دانی تو سرد
آگ کے کام کو تو ٹھنڈا نہ سمجھ

گردِ آتش با چنیں دانش مگرد
ایسی عقل کے ہوتے ہوئے آگ کے گرد چکر نہ کاٹ

علمِ دیگ و آتش ار نبُود ترا
اگر تجھے دیگ اور آگ کا ہنر حاصل نہیں ہے

از شرر نے دیگ ماند نے ابا
چنگاریوں سے نہ دیگ رہے گی نہ شوربا

آب حاضر باید و فرہنگ نیز
پانی موجود رہے اور عقل بھی

تا پزد آں دیگ سالم در ازیز
تاکہ اُبال میں، دیگ سالم پک جائے

چوں ندانی دانشِ آہنگری
جبکہ تو لوہار پن کا ہنر نہیں جانتا ہے

ریش و مُو سوزد چو آنجا بگذری
جب تو وہاں سے گذرے گا، ڈاڑھی اور بال جل جائینگے

در فروبست آں زن و خر راکشید
اُس نے دروازہ بند کیا اور گدھے کو کھینچا

شادمانہ لا جرم کیفر چشید
خوشی سے، لامحالہ بد انجام چکھا

نمود۔ یعنی شہوت۔ برتو۔ انسان کی شہوت بُری چیز کو جب بھلا دکھا دیتی ہے تو بھلی چیز کو کیا کچھ کر کے نہ دکھائے گی یہ شہوت۔ انسان کی شہوت کھانے پینے سے بڑھتی ہے تو شہوت کو دبانے کے لیے یا کم خوری چاہیے یا نکاح کر لینا چاہیے۔ چوں۔ جب انسان قیمتی چیزیں کھائے گا تو اُس کو عورتوں کی طرف زیادہ شہوت ہو گی اس لیے کہ جب پیٹ میں اچھی غذا داخل کر رہا ہے تو اُس کا نکلنا بھی لازمی ہے۔

پس نکاح۔ شیطان کے پھندے سے بچنے کے لیے نکاح لاحول کا کام کرتا ہے۔ ورنہ۔ یعنی تیری ساری نیکی اور تقویٰ تباہ ہو جائے گا۔ بارِ سنگیں۔ جس گدھے میں اُچھل کود کی عادت ہے اُس کو بوجھ سے دبائے رکھنا چاہیے یہی نفس کی حالت ہے۔ علمِ دیگ۔ نفس کو قابو میں رکھنے کا ہنر نہیں ہے تو اُس سے بچنا ہی چاہیے۔ آب حاضر۔ اگر دیگ پکانی ہے تو ہنر ہونا چاہیے اور اس کے اُبال کے لیے پانی موجود رہنا چاہیے کہ پانی چھڑک کر اُبال کو روکا جا سکے۔

چوں ندانی۔ جب انسان لوہار کا پیشہ نہ جانتا ہو تو بھٹی کے قریب بھی نہ جائے ورنہ ڈاڑھی مونچھ جلا لے گا۔ در فروبست۔ اُس بی بی نے دروازہ بند کر لیا۔ کیفر۔ انجام بد۔

درمیانِ خانہ آوردش کشاں
اُس کو کھینچتی، ہوئی گھر کے بیچ میں لائی
خفت[1] اندر زیرِ آں نر خر ستاں
اُس گدھے کے نیچے چت لیٹ گئی

ہم برآں کرسی کہ دید اُو از کنیز
اُسی چوکی پر جو اُس نے باندی کی دیکھی تھی
تارسد در کامِ خود آں قحبہ نیز
تاکہ وہ رنڈی بھی اپنا مقصد حاصل کر لے

پابر آورد و خر اندر وے سپوخت
گدھے نے ذکر نکالا اور اُس کے اندر گھسا دیا
آتشے از کیرِ خردر وے فروخت
اُس میں گدھے کے ذکر سے، آگ لگ گئی

خرمؤدب گشتہ در خاتوں فشرد
سکھائے ہوئے گدھے نے بی بی کے اندر دبا دیا
تابخایہ در زماں خاتوں بمُرد
خصیے تک، بی بی فوراً مر گئی

بردرید از زخمِ کیرِ خر جگر
گدھے کے ذکر کے زخمی کرنے سے جگر پھٹ گیا
رودہا[2] بگسستہ شُد از ہمدگر
انتڑیاں ایک دوسرے سے جُدا ہو گئیں

کرسی از یکسُوزن از یکسُو فتاد
تخت ایک طرف، عورت ایک طرف گر گئی
دم نزد در حال و آں زن جاں بداد
اُس حالت میں سانس نہ لیا اور اُس عورت نے جان دیدی

صحنِ خانہ پُرزخوں شُد زن نگوں
گھر کا صحن خون سے بھر گیا، عورت اوندھی ہو گئی
مُرد اُو و بُرد جاں ریبُ المنوں
وہ مر گئی، حوادثِ زمانہ اُس کی جان لے گئے

مرگِ بد باصد فضیحت اے پدر
اے باوا! سو رُسوائیوں کے ساتھ بُری موت
تو شہیدے دیدہٗ از کیرِ خر
تو نے گدھے کے ذکر کا کوئی شہید دیکھا ہے؟

تو عذابُ الخِزیِ بشنو از نُبے
تو قرآن سے رُسوائی کا عذاب سُن لے
در چُنیں ننگے مکُن جاں را فِدے
ایسی رسوائی میں جان قربان نہ کر

دانکہ ایں نفسِ بہیمی نر خرست
جان لے یہ حیوانی نفس گدھا ہے
زیرِ اُو بودن ازاں ننگیں ترست
اُس کے نیچے ہونا، اس سے (بھی) زیادہ عیبدار ہے

دررہِ[3] نفس از بمردی در منی
اگر تو خودی میں نفس کی راہ میں مر گیا
تو حقیقت داں کہ مثلِ آں زنی
تو سمجھ لے کہ تو اُس عورت کی طرح ہے

نفسِ مارا صورتِ خر بدہد اُو
وہ (اللہ تعالیٰ) ہمارے نفس کو گدھے کی صورت عطا کر دیگا
زانکہ صورتہا کُند بر وفقِ خُو
کیونکہ وہ خصلت کے مطابق صورتیں بنا دے گا

ایں بُود اظہار سِرّ در رستخیز
قیامت میں راز کا یہ اظہار ہو گا
اللہ اللہ از تنِ چوں خر گریز
خدا کے لیے، گدھے جیسے جسم سے بھاگ

---

1. خفت۔ یعنی لیٹ گئی۔ ستاں۔ چت۔ قحبہ۔ یعنی زانیہ بی بی۔ پابرآورد۔ پاذکر سے کنایہ ہے۔ مؤدب۔ سکھایا ہوا۔ خایہ۔ خصیہ۔
2. رودہا۔ انتڑیاں۔ ریبُ المنون۔ حوادثِ زمانہ۔ فضیحت۔ رسوائی۔ عذاب۔ قرآن پاک میں ہے لَنُذِیقَنَّھُم عَذَابَ الخِزیِ "تاکہ ہم اُن کو ذلت کے عذاب کا مزہ چکھائیں"۔ نُبے۔ قرآن پاک۔ دانکہ۔ نفس کے نیچے ہونا گدھے کے نیچے ہونے سے بھی زیادہ بُرا اور ذلیل کام ہے۔
3. دررہ۔ انسان اگر نفس پروری کی حالت میں مر گیا تو اُس کی موت اس بی بی کی موت سے بھی زیادہ رُسوا کن ہے۔ نفس۔ جیسا انسان کا باطن ہوگا قیامت میں اللہ تعالیٰ اُسی صورت پر حشر کرے گا۔

کافراں را بیم کرد ایزد ز نار　کافراں گفتند نار اولیٰ ز عار[1]
اللہ (تعالیٰ) نے کافروں کو آگ سے ڈرایا　کافروں نے کہا، ذلت سے آگ بہتر ہے

گفت نے آں نار اصلِ عار ہاست　ہمچو آں نارے کہ آں زن را بکاست
(اس نے) کہا نہیں آگ ذلتوں کی جڑ ہے　اُس آگ کی طرح جس نے اُس عورت کو جلا دیا

لقمہؔ اندازہ بخورد از حرصِ خود　در گلو بگرفت لقمہ مرگِ بد
اُس نے اپنی حرص کی وجہ سے اندازہ سے لقمہ نہ کھایا　بُری موت کا لقمہ گلے میں پھنس گیا

لقمہؔ اندازہ خور اے مردِ حریص　گرچہ باشد لقمۂ حلوا و خبیص
اے لالچی انسان! لقمہ اندازے سے کھا　اگرچہ حلوا اور کھجور کے حلوے کا لقمہ ہو

حق تعالیٰ داد میزاں را زباں　ہیں ز قرآں سُورۂ رحمٰن بخواں
اللہ تعالیٰ نے ترازو کو زبان عطا کی ہے　آگاہ، قرآن میں سے سورۂ رحمٰن پڑھ لے

ہیں ز حرصِ خویش میزاں را مہل　آز و حرص آمد تُرا خصم و مضِل
خبردار! اپنے لالچ میں ترازو کو نہ چھوڑ　تمنا اور حرص تیرے دشمن اور گمراہ کرنے والے ہیں

حرص جوید کُل برآید او ز کُل[2]　حرص میرست اے قُجُل ابن القُجُل
حرص کل چاہتی ہے، کُل سے محروم رہتی ہے　حرص حاکم ہے، اے نامرد، نامرد کے بیٹے

آں کنیزک میشد و میگفت آہ　کردی اے خاتوں تو اُستا را براہ
وہ باندی روانہ ہوئی اور کہتی تھی، ہائے　اے بی بی! تو نے اُستاد کو روانہ کر دیا

کار بے اُستاد خواہی ساختن　جاہلانہ جاں بخواہی باختن
تو نے بغیر استاد کے کام بنانا چاہا　جاہلوں کی طرح جان دینا چاہا

اے زمن دُزدیدہ علمِ ناتمام　ننگت آمد کہ پُرسی حالِ دام
اے! تو نے میرا ناقص علم چُرالیا　تجھے اس سے شرم آئی کہ جال کا حال معلوم کرے

تانچیدے دانہ مرغ از خرمنش　ہم نیفتادے رسن در گردنش
جبکہ اُسے کھلیان سے پرند دانہ نہ چگتا　اُس کی گردن میں رسّی بھی نہ پڑتی

دانہ کمتر خور مکن چندیں رفو　چو کُلُوْا خواندی بخواں لَا تُسْرِفُوْا[3]
دانہ بہت کم کھا، اس قدر رفو نہ کر　جبکہ تو نے "کھاؤ" پڑھ لیا "زیادتی نہ کرو" پڑھ لے

تاخوری دانہ نیفتی تو بدام　ایں کند علم و قناعت والسلام
تاکہ تو دانہ چگ لے (اور) جال میں نہ پھنسے　یہ علم اور قناعت کرتا ہے، والسلام

---

1 عار۔ یعنی مسلمان ہونے کی ذلت۔ ہمچو۔ جس طرح نفس کی آگ نے اس بی بی کو ذلتوں میں جلا کیا تمہارے نفس کی آگ جو اسلام کو عار کا سبب بنا رہی ہے سینکڑوں ذلتوں میں جلا کردے گی۔ لقمہ۔ اس بی بی نے اپنے اندازہ کے مطابق کام نہ کیا حرص کی اور وہ ماری گئی۔ خبیص۔ چھوارے کا حلوہ۔ زباں۔ ترازو کا کانٹا جو کمی و بیشی کو بتا دیتا ہے۔ سورۂ۔ سورۂ رحمٰن میں ہے وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ "اس اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی تاکہ تم تجاوز نہ کرو"

2 زکل۔ مشہور مقولہ طَلَبُ الْكُلِّ فَوْتُ الْكُلِّ "کل کا طلب کرنا کل کو ہاتھ سے دینا ہے"۔ قجل۔ ڈھیلا سست۔ کردی۔ وہ باندی کہہ رہی تھی کہ میں اس فن کی اُستاد تھی تو نے مجھے تو روانہ کر دیا اور بغیر اُستاد کے کام چلانا چاہا۔ اے ذمن۔ تو نے مجھ سے آدھی بات سیکھی۔ تانچیدے۔ اگر پرند جال کا دانہ نہ چگے تو جال میں نہ پھنسے۔

3 کلوا۔ قرآن پاک میں ہے کُلُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا "کھاؤ اور اسراف نہ کرو"۔ تاخوری۔ علم اور قناعت حاصل کرلو تو دنیا سے فائدہ بھی اٹھاؤ گے اور مصائب میں بھی گرفتار نہ ہو گے۔

نعمت[1] از دنیا خورد عاقل نہ غم
عقلمند، دنیا میں نعمت کھاتا ہے، نہ کہ غم
جاہلاں محروم ماندہ در ندم
جاہل، ندامت سے محروم رہتے ہیں

چوں در افتد در گلو شاں حبلِ دام
جب اُن کے گلے میں جال کی رسّی پھنستی ہے
دانہ خوردن گشت برجملہ حرام
سب پر دانہ چگنا حرام ہو جاتا ہے

مُرغ اندر دام دانہ کے خورد
پرند، جال میں سے دانہ کب چگتا ہے؟
دانہ چوں زہر ست در دام ارچرد
جال میں سے اگر دانہ چگے وہ زہر جیسا ہے

مُرغِ[2] غافل میخورد دانہ زدام
غافل پرند، جال میں سے دانہ چگتا ہے
ہمچو اندر دامِ دنیا ایں عوام
جس طرح عوام دنیا کے جال میں سے

باز مُرغانِ خبیرِ ہوش مند
پھر باخبر، ہوشمند پرندوں نے
کردہ اند از دانہ خود را خشک بند
اپنے آپ کو دانہ سے روک دیا ہے

کاندرونِ دام و دانہ زہرہاست
کیوں کہ جال اور دانے میں زہر ہیں
کوز آں مرغے کہ در فخ دانہ خواست
وہ پرند اندھا ہے جس نے جال میں سے دانہ چاہا

صاحبِ دام ابلہاں را سر برید
جال والے نے، بیوقوفوں کا سر قلم کر دیا
واں ظریفاں را بہ مجلسہا کشید
اور خوش گلو پرندوں کو مجلسوں میں لے گیا

کہ ازانہا گوشت می آید بکار
کیوں کہ ان کا گوشت کارآمد ہے
وز ظریفاں بانگ و نالہ زیر و زار
اور خوش گلو پرندوں کی آواز اور رونا، ترنم اور گریہ

پس[3] کنیزک آمد از اِشگافِ در
تو باندی نے دروازے کی درز سے
دید خاتوں را بُمردہ زیرِ خر
بی بی کو گدھے کے نیچے مُردہ دیکھا

گفت اے خاتونِ احمق اینچہ بُود
اُس نے کہا اے بیوقوف بی بی! یہ کیا تھا؟
گر ترا اُستاد خود نقشے نمود
اگر اُستاد نے تجھے خود ایک نقش دکھا دیا

ظاہرش دیدی سِرّش از تو نہاں
تو نے اس کا ظاہر دیکھ لیا اس کا راز تجھ سے پوشیدہ رہا
اُوستا ناگشتہ بکشادی دُکاں
اُستاد بنے بغیر تو نے دکان کھول دی

کیر دیدی ہمچو شہد وچوں خبیص
تو نے ذکر کو شہد اور حلوہ جیسا دیکھا
آں کدُو را چوں ندیدی اے حریص
اے حریص! تو نے وہ کدو کیوں نہ دیکھا؟

یا چو مستغرق شُدی در عشقِ خر
یا جب تو گدھے کے عشق میں مدہوش ہو گئی
آں کدُو پنہاں بماندت از نظر
وہ کدو تیری نظروں سے چھپا رہا

---

[1] نعمت۔ عقلمند آدمی دنیا کو آخرت کے لیے استعمال کر کے فائدہ اُٹھالیتا ہے اور نادان ندامت اور محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔ چون در افتد۔ جب دنیادار دنیا کے غم میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اُس پر خواب و خور حرام ہو جاتا ہے۔ مرغ۔ جو ہوشیار پرند ہوگا وہ جال کا دانہ کبھی نہ چگے گا۔

[2] مرغ غافل۔ بیوقوف انسان دنیا میں مبتلا ہو جاتا ہے جو کہ جال کے دانہ کی طرح ہے۔ باز مرغاں۔ جو ہوشیار پرند ہوتے ہیں وہ جال کے دانے سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھتے ہیں۔ فخ۔ جال۔ صاحب۔ شکاری، بیوقوف پرندوں کو ذبح کر ڈالتا ہے اور خوش گلو پرندوں کو فروخت کر دیتا ہے جو لوگوں کی محفلوں میں پہنچ جاتے ہیں یہی صورت دنیا کے جال میں پھنسنے کے بعد دنیاداروں اور اہل اللہ ذاکر و شاغل لوگوں کی ہوتی ہے۔

[3] پس کنیزک۔ بی بی کے مرنے کے بعد باندی نے کہا بی بی کس قدر احمق تھی مجھ سے تھوڑی سی بات سیکھ کر اپنے آپ کو اُستاد سمجھ بیٹھی اور ہلاک ہوئی۔ ظاہرش۔ فن کا ظاہر دیکھا اور اس کے رازوں سے واقف ہوتے ہوئے دکان کھول بیٹھی۔ خبیص۔ چھوارے کا حلوہ۔

ظاہرِ صنعت بدیدی ز اوستاد — اُوستادی بر گرفتی شاد شاد

تو نے اُستاد کی ظاہری کاریگری دیکھی — تو نے خوشی خوشی، استادی اختیار کر لی

اے[1] بسا زرّاق گولِ بیوقوف — از رہِ مرداں ندیدہ غیرِ صوف

بہت سے احمق بیوقوف مکاروں نے — سوائے اُون کے مردوں کے راستہ میں کچھ نہ دیکھا

اے[2] بسا شوخاں زاندک احتراف — از شہاں ناموختہ جُز گفت ولاف

بہت سے بے حیا ہیں تھوڑے سے ہنر سے — انھوں نے شاہوں سے سوائے باتوں اور شیخی کے کچھ حاصل نہ کیا

ہر یکے در کف عصا کہ موسیم — می دمد بر ابلہاں کہ عیسیم

ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی ہے کہ میں موسیٰ ہوں — بیوقوفوں پر دم کرتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں

آہ ازاں روزے کہ صدقِ صادقاں — باز خواہد از تو سنگِ امتحاں

ہائے وہ دن! کہ سچوں کی سچائی — امتحان کا پتھر، تجھ سے طلب کرے گی

آخر از اُستاد باقی را بپرس — کہ حریصاں جملہ کورانند و خرس

آخر باقی (ہنر) اُستاد سے پوچھ لے — کیوں کہ لالچی سب اندھے اور گونگے ہیں

جملہ جستی باز ماندی از ہمہ — صیدِ گرگاں اند ایں ابلہ رمہ

تو نے سب کو ٹٹولا سب سے محروم رہا — یہ بیوقوف گلہ، بھیڑیوں کا شکار ہے

صورتے بشنیدی گشتی ترجماں — بیخبر از گفت خود چوں طوطیاں

تو نے تھوڑی سی بات سُنی، ترجمان بن گیا — طوطیوں کی طرح اپنی گفتگو سے بے خبر ہے

تمثیلِ[3] تلقینِ شیخ مُریداں را و پیغمبر اُمت را کہ ایشاں طاقتِ

شیخ کی مریدوں کو اور پیغمبر کی امت کو تلقین کرنے کی مثال کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے

تلقینِ حق تعالیٰ ندارند و باحق اُلفت ندارند چنانکہ طوطی

تلقین کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے انھیں مناسبت نہیں ہے جیسا کہ طوطی

با صورتِ آدمی اُلفت ندارد کہ ازو تلقین تواند گرفت۔ حق

آدمی کی صورت سے مناسبت نہیں رکھتی ہے کہ اُس سے تلقین حاصل کر سکے اللہ

تعالیٰ شیخ را چوں آئینہ پیشِ مُرید ہمچو طوطی دارد و ازپسِ

تعالیٰ شیخ کو آئینہ کی طرح طوطی جیسے مُرید کے سامنے رکھ دیتا ہے اور آئینہ کے پیچھے سے

---

[1] اے بسا۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو کسی شیخ کامل سے تھوڑی سی بات سیکھ کر دکان جما لیتے ہیں۔ زرّاق۔ مکار شیوخ۔ صوف۔ یعنی اُون کی کملی۔

[2] اے بسا۔ یہ مزور شیخ سوائے شیخی بگھارنے کے شیوخ سے کچھ حاصل نہ کر سکے اور اپنے آپ کو موسیٰ وعیسیٰ ظاہر کرتے ہیں۔ جملہ جستی۔ یہ یا تو حریص مریدوں کو خطاب ہے یا مزور شیخ کو جو مریدوں کو پھانسنے کے حریص ہیں۔ طوطیاں۔ طوطی انسان کی بولی بولتی ہے لیکن اُس کو سمجھتی نہیں ہے۔

[3] تمثیل۔ طوطی کو جب سکھایا جاتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ طوطی کو آئینہ کے بالمقابل کر دیا جاتا ہے اور استاد آئینہ کے پیچھے چھپ کر بولنا شروع کرتا ہے، آئینہ کے سامنے کی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ یہ وہ طوطی بول رہی ہے جو آئینہ میں اسکا عکس ہی ہے لہٰذا وہ اس کو اپنی ہم جنس سمجھ کر اُس سے بولنا سیکھ لیتی ہے یہی حال اللہ تعالیٰ اور نبی اور نبی کے مخاطبوں کا ہے نبی بمنزلہ آئینہ والے عکس کے ہے اور حضرت حق تعالیٰ بمنزلہ استاد کے ہے، اس طرح وحی جو کلام الٰہی ہے بندوں تک پہنچ جاتا ہے لیکن اس مثال اور وحی کے معاملہ میں فرق اس قدر ہے کہ آئینہ والی طوطی کی چونچ کی جنبش تو باہر والی طوطی کے جنبش کے تابع ہے اور نبی کی زبان کی حرکت اللہ تعالیٰ کے تابع ہے اس لیے اس تشبیہ کو مثل نہ کہا جائے گا مثال کہا جائے گا۔

آئینہ تلقین میکند قولہ عَزَّوَجَلَّ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ
تلقین کرتا ہے۔ اللہ عزوجل کا قول ہے آپ اپنی زبان نہ ہلائیے تاکہ اُس (وحی) پر جلدی کریں
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی این ست ابتدائے مسئلہ
نہیں ہے وہ مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے، یہ اُس مسئلہ کی ابتدا ہے
بے منتہا چو چنانکہ منقار جنبانیدنِ طوطی اندرونِ[1] آئینہ کہ خیالش
جس کی کوئی انتہا نہیں ہے چنانچہ آئینہ کے اندر کی طوطی کا چونچ ہلانا جس کو تو عکس
میخوانی بے اختیار و تصرف اُو ست عکسِ خواندنِ طوطیِ
کہتا ہے اُس کے اختیار اور تصرف کے بغیر ہے وہ باہر والی طوطی کے پڑھنے کا
بیرونی کہ متعلّم است نہ عکسِ آں معلّم کہ پسِ آئینہ ست ولیکن
عکس ہے جو سیکھنے والی ہے نہ کہ اُس سکھانے والے کا عکس ہے جو آئینہ کے پیچھے ہے
خواندنِ طوطیِ بیرونی تصرّفِ آں معلّم ست پس ایں مثال آمد نہ مثل
لیکن باہر والی طوطی کا پڑھنا سکھانے والے کا تصرف ہے تو یہ ایک مثال ہے نہ کہ مثل

طوطیِ در آئینہ می بیند اُو عکسِ خود را پیشِ اُو آوردہ رُو
ایک طوطی آئینہ میں دیکھتی ہے اپنے عکس کو کہ وہ اس کے سامنے منہ کئے ہوئے ہے

در پسِ آئینہ آں اُستا نہاں حرف میگوید ادیبِ خوش زباں
آئینہ کے پیچھے وہ اُستاد چھپا ہوا ہے وہ خوش بیان، ادیب بات کر رہا ہے

طوطیک پنداشتہ کیں گفتِ پست گفتِ آں طوطیست کاندر آئینہ است
طوطی سمجھتی ہے کہ یہ دھیمی آواز اُس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ کے اندر ہے

پس زجنسِ خویش آموزد سخن بیخبر از مکرِ آں گرگِ[2] کہن
تو وہ اپنی ہم جنس سے بات کرنا سیکھتی ہے اس پرانے بھیڑیے کی تدبیر سے بے خبر ہے

از پسِ آئینہ می آموزدش ورنہ ناموزد جز از جنسِ خودش
وہ آئینہ کے پیچھے سے اُس کو سکھا دیتا ہے ورنہ وہ اپنی ہم جنس کے سوائے نہ سیکھے

گفت را آموخت زاں مردِ ہُنر لیک از معنی و سِرّش بے خبر
اُس ہنر مند انسان سے اُس نے بات سیکھ لی لیکن اُس کے معنی اور راز سے بے خبر ہے

از بشر بگرفت منطق یک بیک از بشر جز ایں چہ داند طوطیک
اُس نے ایک ایک بات انسان سے سیکھ لی انسان سے، اس کے سوا طوطی کیا جانے

---

1. طوطی۔اس طوطی کے بالمقابل اُس کا عکس ہوتا ہے۔ اُستا۔استاد۔طوطیک۔آئینہ کے باہر والی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ آئینہ کے اندر کی طوطی بول رہی ہے لہٰذا وہ اس کی نقل شروع کر دیتی ہے۔

2. گرگِ کہن۔تجربہ کار استاد۔گفت را۔یہ طوطی اُس اُستاد کے الفاظ نقل کر دیتی ہے اُن کے معانی سے بے خبر ہوتی ہے۔

همچناں[1] در آئینہ جسمِ ولی — خویش رابیند مُرید مُمتلی
اسی طرح ولی کے جسم کے آئینہ میں — (خامی سے) پُر مرید اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔

ازپسِ آئینہ عقلِ کل را — کے بہ بیند وقت گفت و ماجرا
آئینہ کے پیچھے سے عقلِ کل کو — کب دیکھ سکتا ہے؟ گفتگو اور قصہ کے وقت

او[2] گماں دارد کہ میگوید بشر — واں دگر سِرست و اُوزاں بیخبر
وہ خیال کرتا ہے، کہ انسان کہہ رہا ہے — وہ دوسرا پوشیدہ ہے اور وہ اُس سے بے خبر ہے

حرف آموزد ولے سِرّ قدیم — می نداند طوطیست اُو یا ندیم
وہ حرف سیکھ جاتا ہے لیکن قدیم راز — نہیں جانتا ہے، کہ وہ (سکھانیوالا) طوطی ہے یا ساتھی ہے

ہم[3] صفیرِ مُرغ آموزند خلق — کایں سخن اندر دہاں اُفتاد و حَلق
لوگ پرندوں کی بولی سیکھ لیتے ہیں — کیونکہ یہ بولی (اُن کے) منہ اور حلق میں آ جاتی ہے

لیک از معنیِ مُرغاں بیخبر — جُز سلیمانِؑ نبیِ خوش نظر
لیکن پرندوں کے معانی سے بے خبر ہوتے ہیں — سوائے (حضرت) سلیمانؑ نبی کے جن کی سمجھ خوب تھی

حرفِ درویشاں بسے آموختند — منبر و محفل بداں افروختند
بہت سے لوگوں نے درویشوں کے الفاظ سیکھ لیے ہیں — اُن سے منبر اور مجلس کی رونق بڑھا لی ہے

یا بجز آں حرف شاں روزی نبُود — یا در آخر رحمت آمد رہ نمُود
یا تو اُن کا مقدر حروف کے سوا کچھ نہیں ہے — یا انجام کار (اللہ کی) رحمت آ کر رہنمائی کر دیتی ہے

صاحبدلے[4] در چلّہ بخواب دید کہ سگے حاملہ وزشکمِ آں بچگاں
ایک صاحب دل نے چلّہ میں خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اُس کے پیٹ
بانگ میکروند در تعجب ماند کہ حکمتِ بانگِ سگ پاسبانی
میں بچے بھونک رہے ہیں وہ تعجب میں رہ گیا کہ کتے کے بھونکنے کا فائدہ نگہبانی ہے
ست و بانگ در اندرونِ شکمِ مادر بے پاسبانی ست و نیز
اور ماں کے پیٹ میں بھونکنا نگہبانی کے لیے نہیں ہے اور آواز، مدد چاہنے اور

---

[1] همچناں۔ اسی طرح مُریداور اُمتی سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی اُس کی ہم جنس ہے اور اُس سے سیکھتا ہے اور اُستاد، عقلِ کل اللہ تعالیٰ کونہیں دیکھ پاتا ہے جو اصل میں معلم ہے۔

[2] او۔ مرید اور اُمتی سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی کہہ رہا ہے، اس راز سے وہ بے خبر ہوتا ہے کہ دراصل اُس سے اللہ تعالیٰ کہلوا رہا ہے۔ حرف۔ نبی کی بات سن لیتا ہے لیکن اُس کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اصل بولنے والا نبی ہے جو بمنزلہ طوطی کے عکس کے ہے یا اللہ تعالیٰ ہے جو بمنزلہ اُس ساتھی کے ہے جو آئینہ کے پیچھے سے بولتا ہے۔

[3] ہم صفیر۔ انسان پرندوں کی بولی بولنا سیکھ جاتا ہے لیکن اُس بولی کے معنی جو پرندہ مُراد لیتے ہیں اُن سے وہ لاعلم ہوتا ہے۔ حرفِ درویشاں۔ اسی طرح بہت سے انسان کاملین کی نقل اُتارنے لگتے ہیں۔ یا بجز۔ یہ نقالی کبھی نقالی ہی رہتی ہے اور کبھی حقیقت تک رہنمائی بھی کر دیتی ہے۔

[4] صاحبدلے۔ ایک بزرگ تنہائی میں چلّہ کشی کر رہے تھے اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اور اُس کے پیٹ میں بچے بھونک رہے ہیں جس سے اُن کو تعجب ہوا اور سوچنے لگے کہ پیٹ میں بچوں کے بھونکنے میں کیا حکمتِ خداوندی ہے کتے حفاظت اور پاسبانی کے لیے بھونکتے ہیں ان کے پیٹ میں بھونکنے سے یہ فائدہ نہیں ہے نیز بچہ کے رونے میں مدد کے لیے یا دودھ کے لیے فریاد ہوتی ہے وہ بھی یہاں نہیں ہے انھوں نے دُعا کی کیونکہ اس حکمت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا ہے کہ اے خدا تو اس کی حکمت کو واضح فرما دے خدا نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور بتایا کہ پیٹ کے اندر ان کتے کے بچوں کا بھونکنا بناوٹی پیروں کی لاف زنی کی مثال ہے۔ جس سے نہ خود اُن کو فائدہ حاصل ہوتا ہے نہ دوسروں کو۔

بانگ جہت یاری خواستن و شیر خواستن باشد وغیرہ و در شکمِ
دودھ مانگنے کے لیے بھی ہوتی ہے اور ماں کے پیٹ میں ان میں سے کوئی
مادر ہیچکدام ازینہا نیست چوں بخویش آمد بحضرتِ حق مناجات
بھی (مقصود) نہیں ہے وہ جب بیدار ہوا اللہ تعالیٰ سے دعا کی
کرد وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ جواب آمد کہ آں صورتِ
''اور بجز اللہ کے اُس کی تاویل کوئی نہیں جانتا ہے'' جواب آیا کہ یہی صورتِ حال
حال قوی ست کہ از حجاب بیروں نیامدہ و چشمِ دل باز نشدہ
اُس قوم کی ہے جو پردے سے نہیں نکلی ہے اور دل کی آنکھ نہیں کھلی ہے
و دعوایِ بصیرت کنند و مقالات گویند ازاں نہ ایشاں را
اور وہ بصیرت کا دعویٰ کرتی ہے اور تقریریں کرتی ہے جن سے نہ اُس کو
قوت و یاری و نہ مستمعاں راہدایتے ورشدے میرسد
کوئی قوت اور مدد حاصل ہوتی ہے اور نہ سننے والوں کو کوئی ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے۔

آں یکے می دید خواب اندر چلہ[1] ۔۔۔ در رہے مادہ سگے بد حاملہ
ایک شخص نے چلہ میں خواب میں دیکھا ۔۔۔ راستہ میں ایک حاملہ کتیا تھی
ناگہاں آوازِ سگِ بچگاں شنید ۔۔۔ سگ بچہ اندر شکم بد ناپدید
اُس نے اچانک کتے کے پلوں کا بھونکنا سنا ۔۔۔ کتے کے پلے پیٹ میں چھپے ہوئے تھے
پس عجب آمد ورا زاں بانگہا ۔۔۔ سگ بچہ اندر شکم چوں زد ندا
اُس کو اُن آوازوں سے تعجب ہوا ۔۔۔ کتے کے پلے پیٹ میں کیوں کر بھانکے؟
سگ بچہ اندر شکم نالہ[2] کناں ۔۔۔ ہیچ کس دیدست ایں اندر جہاں
کتے کے پلوں کو (ماں کے) پیٹ کے اندر روتے ہوئے ۔۔۔ کسی نے دنیا میں یہ دیکھا ہے؟
چوں بجست از واقعہ آمد بخویش ۔۔۔ حیرتِ اُو دمبدم میگشت بیش
جب وہ خواب سے بیدار ہوا، ہوش میں آیا ۔۔۔ اُس کی حیرت لحہ بہ لحہ بڑھ رہی تھی
در چلہ کس نے کہ گردد عقدہ حل ۔۔۔ جز کہ درگاہِ خدایِ عزّوجل
چلہ میں کوئی نہیں تھا، کہ عقدہ حل ہو ۔۔۔ سوائے خدائے عزوجل کی درگاہ کے
گفت یارب زیں شِکال و گفتگو ۔۔۔ در چلہ واماندہ‌ام از ذکرِ تو
اُس نے کہا اے اللہ! اس اشکال اور گفتگو کی وجہ سے ۔۔۔ چلے میں تیرے ذکر سے قاصر ہو رہا ہوں
پرِ من بکشای تا پرّاں شوم ۔۔۔ در حدیقہ ذکر و سیبستاں شوم
میرے پر کھول دے، تاکہ پرواز کروں ۔۔۔ ذکر کے باغیچہ میں اور سیب کے باغ میں پہنچوں

---

[1] چلہ۔ چلہ کشی جو تنہائی میں ہوتی ہے۔ بانگہا۔ یعنی کتے کے پلوں کی ماں کے پیٹ میں سے بھونکنے کی آواز۔

[2] نالہ کناں۔ روتے ہوئے۔ واقعہ۔ یعنی خواب۔ عقدہ حل۔ یعنی گرہ کھل جائے معاملہ حل ہوجائے۔ گفت۔ اُس صاحب دل نے خدا سے عرض کیا میں اس فکر میں تیری یاد سے غافل ہو رہا ہوں۔

آمدش آوازِ ہاتف[1] در زماں
کاں مثالے داں زلافِ جاہلاں
اُس کو فوراً غیبی فرشتہ کی آواز آئی
کہ اُس کو جاہلوں کے شیخی بگھارنے کی مثال سمجھ

کز حجاب و پردہ بیروں نامدہ
چشم بستہ بیہُدہ گویا شدہ
جو حجاب اور پردے سے باہر نہیں نکلے ہیں
آنکھیں بند کیے ہوئے بکواس کرتے ہیں

بانگِ سگ اندر شکم باشد زیاں
نے شکار انگیز و نے شب پاسباں
کتے کا پیٹ میں بھونکنا بیکار ہے
نہ شکار نکالنے والا ہے اور نہ رات کا محافظ ہے

گرگ نادیدہ کی دفعِ اُو بُود
دُزد نادیدہ کہ منعِ اُو شوَد
اُس نے بھیڑیے کو نہیں دیکھا کہ اُس کا دفعیہ ہو
اُس نے چور کو نہیں دیکھا کہ اُس کی روک ہو

از حریصی[2] وز ہوائے سروری
در نظر کند و بلافیدن جری
حرص اور سرداری کی خواہش کی وجہ سے
نظر میں کند ہے اور بکواس کرنے میں جری ہے

از ہوائے مشتری و گرم دار
بے بصیرت پا نہادہ در فُشار
خریدار اور دوست کی خواہش کی وجہ سے
بغیر بصیرت کے بکواس میں قدم رکھے ہوئے ہے

ماہ نادیدہ نشانہا میدہد
روشنائی رابداں کژمی نہد
چاند کو دیکھے بغیر، نشانیاں بتاتا ہے
اُس کے لیے روشنائی کو ٹیڑھا رکھتا ہے

از برائے مشتری در وصفِ ماہ
صد نشاں نادیدہ گوید بہرِ جاہ
چاند کی صفت بیان کرنے میں، خریدار کے لیے
مرتبہ کی خاطر بغیر دیکھے ہوئے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے

مُشتری نادیدہ گوید صد نشاں
ژاژ خاید دوغ نوشد کف زناں
خریدار کو بغیر دیکھے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے
بکواس کرتا ہے، تالیاں بجاتے ہوئے چھاچھ پیتا ہے

مشتری[3] کو سود دارد خود یکنیست
لیک ایشانرا دراں ریب و شکیست
جس خریدار میں فائدہ ہے وہ صرف ایک ہے
لیکن اُن کو اُس میں شک و شبہ ہے

از ہوائے مشتریِّ بے شکوہ
مشتری را باد دادند ایں گروہ
بے حقیقت خریدار کی خواہش میں
اُس جماعت نے خریدار کو کھو دیا ہے

مُشتریِ ماست اَللّٰہُ اشْتَرٰی
ازغمِ ہر مُشتری ہیں برتر آ
ہمارا خریدار اللہ ہے جس نے خرید لیا ہے
ہر خریدار کے غم سے آگے بڑھ

مُشتری جُو کہ جُویانِ تو اَست
عالمِ آغاز و پایانِ تو است
اُس خریدار کو تلاش کر جو تیرا جویاں ہے
تیرے آغاز اور انجام کا جانکار ہے

[1] ہاتف۔غیبی آواز۔کاں۔کتے کے پلوں کا پیٹ میں بھونکنا جاہلوں کی لاف زنی کی مثال ہے۔بانگ۔کتے کے پلوں کا پیٹ میں بھونکنا بیکار بات ہے نہ تو اُس سے یہی فائدہ ہے کہ کوئی شکار جھاڑی میں سے نکل کر بھاگے اور شکاری اُس کو شکار کرے نہ چور کو بھگانے کے لیے ہے۔

[2] ازحریصی۔جاہل شیخ کی لالچ اور سرداری کی خواہش میں یہ حالت ہوتی ہے کہ اُس کی نظر تو کند ہو جاتی ہے اور وہ شیخی بگھارنے میں جری ہو جاتا ہے۔گرم دار۔دوست۔فشار۔بکواس۔ماہ۔یعنی ذات حق کے مشاہدہ کے بغیر اُس کی سیکڑوں نشانیاں بیان کرتا ہے اور اپنے خریدار کی غلط رہنمائی کرتا ہے۔مشتری۔وہ مُرید بھی بغیر مشاہدہ کے بکواس شروع کر دیتا ہے اور فرضی مستی ظاہر کرنے لگتا ہے۔دوغ نوشد۔یعنی چھاچھ پی کر فرضی مستی ظاہر کرتا ہے۔

[3] مشتری کو۔ایک مومن کا خریدار دراصل اللہ تعالیٰ ہے قرآن پاک میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے اُن کی جانیں خرید لی ہیں"۔ازغم۔لہٰذا ایک مومن کو کسی اور خریدار کی فکر میں نہ پڑنا چاہیے۔جویاں۔اللہ تعالیٰ تیرا جویاں ہے اور وہ تیرے انجام و آغاز کو جانتا ہے۔

ہیں مکش ہر مشتری را تو بدست[1] — عشقبازی با دو معشوقہ بدست
خبردار! ہر خریدار کو تو ہاتھ سے نہ کھینچ — دو معشوقوں سے عشقبازی بُری ہے

زونیابی سُود مایہ گر خرد — نبُودش خود قیمتِ عقل و خرد
اگر وہ پونجی کو خرید لے گا تو اُس سے فائدہ حاصل نہ کرسکیگا — اُس کے پاس (تیری) عقل اور سمجھ کی قیمت ہی نہ ہوگی

نیست اُو را خود بہائے نیم نعل — تو برو عرضہ کنی یاقوت و لعل
خود اس کی قیمت آدھے نعل کی نہیں ہے — تو اُس کو یاقوت اور لعل دکھا رہا ہے

حرص[2] کورت کرد و محرومت کند — دیو ہمچوں خویش مرجومت کند
لالچ نے تجھے اندھا کر دیا اور محروم کرے گا — شیطان تجھے اپنی طرح سنگسار بنا دے گا

ہمچناں کاصحابِ فیل و قومِ لوط — کرد شاں مرجوم چوں خود آں سخوط
جس طرح اصحابِ فیل اور لوطؑ کی قوم کو — اُس مغضوب نے اپنی طرح سنگسار بنا دیا

مشتری را صابراں دریافتند — چوں سُوئے ہر مشتری نشتافتند
صابر لوگوں نے خریدار پا لیا ہے — کیونکہ وہ ہر خریدار کی طرف نہیں دوڑے ہیں

واں کہ گردانید رُو زاں مشتری — بخت و اقبال و بقا زو شد بری
جس شخص نے اس خریدار سے منہ موڑا — نصیبہ اور اقبال اور بقا اس سے کنارہ کش ہو گئے

ماند حسرت بر حریصاں تا ابد — ہمچو حالِ اہلِ ضرواں[3] در حسد
لالچیوں کو ہمیشہ حسرت رہی — جس طرح حسد میں ضروان والوں کا حال

قصہ اہلِ ضرواں و حسدِ ایشاں بر درویشاں کہ پدرِ ما از سلیمی

ضروان کے باشندوں کا قصہ اور اُن کا فقیروں پر حسد کرنا کہ ہمارا باپ سادہ پن

اغلب دخلِ باغ را بمسکیناں میداد، چوں انگور بُودے عُشر
سے باغ کی زیادہ پیداوار مسکینوں کو دے دیتا تھا جب انگور ہوتے دسواں حصہ

دادے وچوں مویز و دوشاب شُدے عُشر دادے وچوں حلوا
دے دیتا اور جب کشمش اور انگور کا شیرہ ہوتا دسواں دے دیتا، اور جب حلوا یا

ویالودہ کردے عُشر دادے و از فصیل عُشر دادے وچوں
فالودہ بناتا دسواں دے دیتا کچی کھیتی میں سے دسواں دے دیتا اور جب

خرمن میکوفتے از کفہ آمیختہ عُشر دادے وچوں گندم از
کھلیان گاہتا آدھے گاہئے ہوئے میں سے دسواں دے دیتا اور جب گیہوں

---

[1] بدست۔ (شعر) "ہم خدا خواہی وہم دنیائی دوں۔ ایں خیالست ومحالست وجنوں"۔ زو۔ اگر خدا کے علاوہ کوئی خریدار بنے گا تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا اُس خریدار کے پاس تجھے خریدنے کی قیمت کہاں ہے۔ نیست۔ وہ خود دو کوڑی کا ہے اس پر اپنی عقل وخرد کے لعل ویاقوت کو پیش کرنا نادانی ہے۔

[2] حرص۔ لالچ انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ مرجوم۔ سنگسار۔ اصحابِ فیل۔ ابرہہ کا لشکر جس نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لیے چڑھائی کی تھی۔ سخوط۔ مغضوب یعنی شیطان۔ وانکہ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرتا ہے وہ بڑا بدنصیب ہے اور تباہ ہو جاتا ہے۔

[3] ضرواں۔ یمن میں ایک گاؤں تھا۔ سلیمی۔ بیوقوفی، بھولا پن۔ فصیل۔ کچی کھیتی۔ کفہ۔ کاف کے زبر اور فا کی خفت کے ساتھ نیمکوفتہ۔

کہ جُدا شُدے عُشر دادے و چوں آرد کردے عُشر دادے و چوں
بھوسے سے جدا ہوتے دسواں دے دیتا اور جب آٹا کرتا دسواں دے دیتا اور
خمیر کردے عُشر دادے و چوں نان پختے عُشر دادے لاجرم
جب گوندھتا دسواں دے دیتا اور جب روٹی پکاتا دسواں دے دیتا لامحالہ
حق تعالیٰ در باغ و کشت برکتے نہادہ بُود کہ ہمہ اصحابِ
اللہ تعالیٰ نے باغ اور کھیتی میں برکت عطا کی تھی کہ سب باغ والے
باغہا محتاجِ اُو بُودندے ہم بمیوہ وہم بسیم و اُو محتاجِ
اُس کے محتاج ہوتے پھل میں بھی اور چاندی میں بھی اور وہ اُن میں سے
ہیچ کس نے از ایشاں؛ و فرزندانِ اُو خرجِ عشر میدیدند مکرّر
کسی کا محتاج نہ ہوتا اُس کی اولاد نے بار بار دسویں کا خرچ دیکھا
وآں برکت نمی دیدند ہمچوں آں زنِ بدِبخت کہ کیرِ خر دیدو
اور وہ برکت نہ دیکھی اُس بدبخت عورت کی طرح جس نے گدھے کا ذکر دیکھا

کدُو راندید
اور کدو نہ دیکھا

بُود مردے صالحے ربّانیے[1] عقلِ کامل داشت و پایاں دانیے
ایک نیک خدا پرست شخص تھا کامل عقل رکھتا تھا اور انجام سے باخبر تھا
در دِہِ ضرواں بنزدیکِ یمن شُہرہ اندر صدقہ و خُلقِ حَسَن
یمن کے نزدیک ضروان گاؤں میں خیرات کرنے اور اچھے اخلاق میں مشہور تھا
کعبۂ درویش بُودے کوئے اُو آمدندے مُستمنداں[2] سُوئے اُو
اس کی گلی فقیر کا کعبہ ہوتی ضرورت مند اس کی جانب آتے
ہم زخوشہ عُشر دادے بے ریا ہم زگندم چوں شُدے از کہ جُدا
بغیر ریاکاری کے بالوں میں سے دسواں دیتا گیہوں میں سے بھی جب وہ بھوسے سے جدا ہو جاتے
آرد گشتے عُشر دادے ہم ازاں ناں شُدے عُشرِ دگر دادے زِناں
آٹا بنتا تو اس میں سے بھی دسواں دے دیتا روٹی بنتی، روٹی میں سے دوسرا دسواں دیتا
عُشر ہر دَخلے فرونگذاشتے چار بارہ دادے زانچہ کاشتے
کسی آمدنی کے دسویں میں فروگذاشت نہ کرتا جو بوتا اُس میں سے چار بار ادا کرتا

[1] ربّانی۔ اللہ والا۔ کعبہ۔ یعنی فقرا اُس کے گھر کا چکر کاٹتے رہتے تھے۔
[2] مستمنداں۔ حاجتمنداں۔ عُشر۔ شرعی اعتبار سے زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ خیرات کرنا ہوتا ہے۔

از عِنَب عُشرے بدادے وز مویز — عُشر ہم دادے وے از دو شاب[1] نیز
انگور میں سے دسواں دیتا اور کشمش میں سے — وہ انگور کے شیرے میں سے بھی دسواں دیتا

ہم ز حلوا عُشر و از پالودہ ہم — می فرونگذاشتے از بیش و کم
حلوے میں سے بھی دسواں اور فالودے میں سے بھی — اور کم اور زیادہ میں سے نہ چھوڑتا

بس وصیتہا بگفتے ہر زماں — جمعِ فرزندانِ خود را آنجواں
ہر وقت بہت سی وصیتیں کرتا — وہ جوان اپنی سب اولاد کو

اللہ اللہ قِسمِ مسکیں بعدِ من — وامگیریدش ز حرصِ خویشتن
خدا کے لیے میرے بعد مسکین کے حصہ کو — اپنی حرص سے بند نہ کرنا

تابماند برشما کِشت و ثمار — در پناہِ طاعتِ حق پائدار
تاکہ تم پر کھیتی اور پھل رہیں — مستقل خدا کی اطاعت کی حفاظت میں

دخلہا و میوہا جملہ زغیب — حق فرستادست بے تخمین و ریب
آمدنیاں اور میوے سب غیب سے — بے اندازہ اور بے شک اللہ (تعالیٰ) نے بھیجے ہیں

دَرمحلِ[2] دَخل اگر خرجے کُنی — دَر گہِ سُود ست بر سُودے زنی
آمدنی کے وقت اگر تو خرچ کرے گا — وہ فائدے کا دربار ہے تو فائدہ اٹھائے گا

تُرک اغلب دَخل را در کِشتِ زار — باز کارَد کہ ویست اصلِ ثمار
کاشتکار، پیداوار کا اکثر حصہ کھیت میں — پھر بو دیتا ہے کیونکہ وہ فائدوں کی جڑ ہے

بیشتر کارد خورد زاں اندکے — کہ ندارد در برویدن شکے
زیادہ بو دیتا ہے، اُس میں سے تھوڑا سا کھاتا ہے — کیونکہ اُس کے اُگنے میں کوئی شبہ نہیں ہے

زاں بیفشاند بکِشتن تُرک دست — کاں غلہ ہم زاں زمیں حاصل شُدست
کاشتکار بونے میں ہاتھ اسی لیے جھاڑ لیتا ہے — کیونکہ وہ غلّہ اسی زمین سے حاصل ہوا ہے

کفشگر[3] ہم آنچہ افزاید زناں — میخرد چرم و اَدیم و سختیاں
روٹی سے جو زائد ہوتا ہے، موچی بھی — چمڑا اور نری اور میشہ خرید لیتا ہے

کہ اصولِ دَخلم ایںہا بُودہ اند — ہم ازیںہا می کشاید رزقِ بند
کہ میری آمدنی کی بنیادیں یہ بنی ہیں — انہی سے بند رزق کھلتا ہے

دَخل از آنجا آمدستش لا جرم — ہم در آنجا میکُند داد و کرم
لا محالہ اُس کی آمدنی اُس جگہ سے ہی ہوئی ہے — اُس ہی جگہ وہ عطا اور کرم کرتا ہے

---

[1] دوشاب ۔ انگور کا شیرہ ۔ اللہ اللہ ۔ وہ خدا رسیدہ مرد اپنی اولاد کو وصیتیں کرتا کہ دسواں حصہ ضرور خیرات کرتے رہنا ۔ دخلہا ۔ جملہ پیداوار حقیقتاً اللہ کی جانب سے ہے۔

[2] درمحل ۔ پیداوار کے وقت اگر خرچ کرو گے فائدے میں رہو گے ۔ تُرک ۔ یعنی کاشتکار پیداوار کا زیادہ حصہ پھر زمین میں بو دیتا ہے ۔ در برویدن ۔ اس میں ! زیادہ ہے ۔ دست افشاندن ۔ یعنی بونا۔

[3] کفشگر ۔ موچی، جفت ساز ۔ ادیم ۔ نری یعنی وہ کھال جو سرخ رنگی جاتی ہے ۔ سختیان ۔ بھیڑ کی دباغت شدہ کھال، میشہ ۔ کہ اصول ۔ ان چیزوں میں وہ آمدنی کو صرف کرتا ہے کیونکہ آمدنی کی اصل و بنیاد یہی چیزیں ہیں۔

ایں[1] زمین و سُختیاں پردہ است و بس
یہ زمین اور کھال بس پردہ ہے
اصلِ روزی از خداداں ہر نفس
اصل روزی ہر وقت خدا کی جانب سے ہے

چوں بکاری در زمینِ اصل کار
تو جب بوئے اصلی زمیں میں بو
تا بُروید ہر یکے را صد ہزار
تاکہ ہر ایک کے لاکھ اُگیں

گیرم اکنوں تخم را گر کاشتی
میں نے مانا، اب اگر تو نے بیج بویا ہے
در زمینے کِش سبب پنداشتی
اُس زمین میں جس کو تو نے سبب سمجھا ہے

چوں[2] دوسہ سال آں نروید چوں کُنی
اگر وہ دو تین سال نہ اُگے تو کیا کرے گا؟
جُز کہ در لابہ و دُعا کف بر زنی
بجز اس کے کہ خوشامد اور دُعا میں ہاتھ اُٹھائے گا

دست برسر میزنی پیشِ اِلٰہ
خدا کے آگے سر پر ہاتھ مارے گا
دست و سربر دادنِ رزقش گواہ
ہاتھ اور سر اُس کے رزق دینے پر گواہ ہیں

تابدانی اصلِ اصلِ رزقِ اُوست
تاکہ تو سمجھ لے کہ رزق کی اصل جڑ وہی ہے
تاہم اُو را جُوید آں کو رزق جُوست
جو رزق تلاش کرتا ہے، اُس ہی سے ڈھونڈتا ہے

رزق ازوے جُو مجُو از زید و عَمرو
رزق اُس سے مانگ، زید اور عمرو سے نہ مانگ
مستی از وے جُو مجُو از بنگ و خمر
مستی اُس سے چاہ، بھنگ اور شراب سے نہ چاہ

منعمی زو خواہ نے از گنج و مال
خوشحالی اُس سے چاہ نہ کہ خزانے اور مال سے
نصرت ازوے خواہ نے ازعم و خال
مدد اس سے چاہ نہ کہ چچا اور ماموں سے

عاقبت[3] زینہا بخواہی ماندن
انجام کار تو اُن سے (الگ) رہ جائے گا
ہیں بِرا خواہی دراں دم خواندن
ہاں، اُس وقت تو کسے پکارے گا؟

ایں دم اُو را خوان و باقی رابماں
اس وقت اُس کو پکار اور باقی کو چھوڑ
تاتو باشی وارثِ مُلکِ جہاں
تاکہ تو دنیا کی سلطنت کا مالک بن جائے

چوں يَفِرُّ الْمَرْءُ آید مِنْ اَخِيْه
جب وہ دن آ جائے گا کہ انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا
يَهْرَبُ الْمَوْلُوْدِ يَوْمًا مِّنْ اَبِيْه
وہ دن کہ اولاد اپنے باپ سے بھاگے گی

---

[1] ایں زمین۔ پیداوار کے ظاہری اسباب محض ایک پردہ ہیں ورنہ اصل روزی رساں خدا ہے۔ صد ہزار۔ قرآن پاک میں ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ ، اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ "اُن لوگوں کی مثال جو اللہ کے راستہ میں صرف کرتے ہیں ایک دانہ کی سی ہے جس نے سات بالیں اگائیں ہر بال میں سو دانے" اور خدا جس کے لیے چاہتا ہے دوگنا کر دیتا ہے"۔

[2] چوں۔ جب انسان اسباب سے مایوس ہو جاتا ہے تو پھر خدا ہی سے مانگتا ہے۔ دست۔ کھیتی کی تباہی کے وقت سر پیٹ کر خدا سے دعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اصل رزق دینے والا خدا ہی کو سمجھتا ہے۔ رزق۔ جب حقیقی رازق خدا ہے تو اُس سے رزق مانگنا چاہیے۔ مستی۔ اصل مستی بھی خدا کے عشق سے ہی حاصل ہوتی ہے انسان کو اُس کی جستجو چاہیے۔ بھنگ اور شراب کی مستی وقتی ہوتی ہے۔ منعمی۔ انسان کی اصل دلداری نفس کی مالداری ہے جو عطاءِ خداوندی ہے۔

[3] عاقبت۔ انسان اپنے خزانے اور مال کو دنیا میں ہی چھوڑ جاتا ہے۔ تعلق اس چیز سے پیدا کرنا چاہیے جو ساتھ دے سکے۔ چوں۔ قرآن پاک میں ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَ اُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ "یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ اپنی بیوی، اپنی اولاد سے بھاگے گا ہر شخص کی اُس دن وہ حالت ہو گی جو دوسروں سے اُس کو لاپروا کر دے گی"۔

زاں[1] شود ہر دوست آں ساعت عدُو — گہ بُتِ تو بُود و ازرہ مانع اُو

اس لیے ہر دوست اُس وقت دشمن بن جائے گا — کیونکہ وہ تیرا بُت تھا، راستہ سے مانع تھا

روئے از نقاش بر می تافتی — چوں زنقشش اُنسِ دل می یافتی

تو نے نقاش سے منہ پھیر لیا — جبکہ اُس کے (بنائے ہوئے) نقش سے دل کا اُنس محسوس کیا

ایں دم ار یارانت با تو ضد شوند — وز تو برگردند و در خصمی روند

اگر تیرے دوست اس وقت تیرے مخالف ہو جائیں — تجھ سے برگشتہ ہو جائیں اور مخالفت میں چلے جائیں

ہیں بگو نک روزِ من پیروز شُد — آنچہ فردا خواست شُد امروز شُد

ہاں، کہہ دے کہ اب میرا دن نصیبہ ور ہے — جو کچھ کل کو ہوتا، وہ آج ہو گیا

ضدِ من گشتندٗ اہلِ ایں سرا — تا قیامت عین شد پیشیں مَرا

اس جہان والے میرے مخالف ہو گئے — یہاں تک کہ قیامت میرے لیے پیشگی نقد بن گئی

پیش[2] ازاں کہ روزگارِ خود برم — عُمر با ایشاں بپایاں آورم

اس سے قبل کہ میں اپنی عُمر پوری کروں — اُن کے ساتھ زندگی بسر کروں

کالۂ معیوب بخریدہ بُدم — شکر کہ عیبش پگہ واقف شدم

میں نے ایک عیب دار سامان خرید لیا تھا — شکر ہے کہ اس کے عیب سے صبح سویرے واقف ہو گیا

پیش ازاں کز دست سرمایہ شدے — عاقبت معیُوب بیروں آمدے

اس سے پہلے ہی کہ ہاتھ سے سرمایہ چلا جاتا — آخر میں معیوب ظاہر ہوتا

مال رفتہ عُمر رفتہ اے نسیب — مال و جاں دادہ پئے کالہ معیب

اے شریف! مال گیا! عمر گئی — عیب دار سرمایہ کے لیے مال اور جان دے دی

نقدِ[3] دادم زرِ قلبے بستدم — شاد شاداں سُوئے خانہ میشدم

میں نے نقد دے دیا اور کھوٹا سونا لے لیا — خوشی خوشی گھر کی جانب چل دیا

شکر کایں زرِ قلب پیدا شد کنُوں — پیش ازاں کہ عمر بگذشتے فزوں

شکر ہے، کہ یہ کھوٹا سونا ابھی واضح ہو گیا — اس سے پہلے کہ زیادہ عمر گذر جاتی

قلب ماندے تا ابد در گردنم — حیف بُودے عُمر ضائع کردنم

کھوٹا (سونا) ہمیشہ کے لیے میری گردن میں رہ جاتا — مجھے عمر ضائع کرنے پر افسوس ہوتا

چوں پگہ تر قلبیِ اُو رُو نمُود — پائے خود را واکشم من زُود زُود

چونکہ صبح سویرے اُس کا کھوٹ پن ظاہر ہو گیا — میں بہت جلد واپس ہو جاؤں گا

1. زاں۔ اس حالت کی وجہ سے انسان کے لیے اُس کا ہر دوست اُس کا دشمن ثابت ہوگا کیونکہ وہ دوست بھی اُس کو ایک بُت کی طرح خدا سے غافل بنا رہا تھا۔ رُوئی۔ مصنوع سے دل لگانا صانع سے دل ہٹانا ہے۔ ایں دم۔ اگر دنیاوی دوست اس دنیا ہی میں تیرے مخالف ہو جائیں تو یہ تیری خوش قسمتی ہوگی۔ ضدِ من۔ آخرت میں جو تیرے لیے مصیبت تھی وہ تو نے دنیا میں بھگت لی۔

2. پیش ازاں۔ ان دوستوں کا نقصان دنیا میں برداشت کر لینا آسان ہے۔ پیش ازاں۔ اس کی یہ مثال ہے کہ خراب سودا خریدنے پر فوراً اس کے عیب سے واقفیت ہو جائے تو کچھ تدارک ممکن ہے ورنہ پھر افسوس ہی افسوس کرنا پڑتا ہے۔

3. نقد دادم۔ انسان یہی کہتا ہے کہ ہائے افسوس میں کھوٹا سونا خرید کر کیسا خوش خوش گھر آیا تھا۔ شکر۔ اگر فوراً کھوٹ ظاہر ہو جائے اور انسان اُس کا تدارک کر لے تو شکر ادا کرتا ہے۔

یارِ تو[1] چوں دشمنی پیدا کند — کرّ و حقد و رشک اُو بیروں زند

تیرا دوست جب دشمنی ظاہر کرے — وہ حملہ اور کینہ اور رشک ظاہر کرے

تو ازاں اِعراضِ اُو افغاں مکُن — خویشتن را ابلہ و ناداں مکُن

تو اُس کے منہ موڑنے سے فریاد نہ کر — اپنے آپ کو بے وقوف اور نادان نہ بنا

بلکہ شکرِ حق کُن و ناں بخش کُن — کہ نگشتی در جوالِ اُو کُہن

بلکہ اللہ کا شکر کر اور روٹی خیرات کر — کہ تو اُس کے بورے میں پرانا نہ بنا

از جوالش زود بیروں آمدی — تابجوئی یار صدق و سرمدی

تو اُس کے بورے سے جلد باہر آ گیا — تاکہ سچے اور دائمی یار کو تلاش کرے

نازنیں یارے کہ بعد از رگِ تُو — رشتہء یاریِ اُو گردد سہ تو

وہ نازوں بھرا یار کہ تیرے مرنے کے بعد — اُس کی یاری کا رشتہ تگنا ہو جائے

آں[2] مگر سُلطاں بُوَد شاہِ رفیع — یا بُوَد مقبولِ سُلطان و شفیع

وہ یا تو شہنشاہ فرمانروائے برتر ہے — یا شہنشاہ کا محبوب اور شفیع ہے

رَستی از قلّاب سالوس و دغل — غِرِّ اُو دیدی عیاں پیش از اَجل

تو مکر اور فریب کے آنکڑے سے بچ گیا — تو نے موت سے پہلے اُس کی غفلت دیکھ لی

ایں جفائے خلق با تو در جہاں — گر بدانی گنجِ زر آمد نہاں

دنیا میں تیرے ساتھ لوگوں کا ظلم — اگر تو سمجھے، سونے کا چھپا ہوا خزانہ بنا

خلق را با تو چنیں بد خُو کُنند — تا تُرا نا چار رُو آنسو کُنند

لوگوں کو تیرے ساتھ اس طرح بدعادت کر دیتے ہیں — تاکہ تجھے مجبور اور اُس جانب کو کر دیں

ایں یقیں داں کاندر آخر جملہ شاں — خصم گردند و عدوُّ و سرکشاں

تو اس کو یقینی سمجھ کہ اخیر میں سب — مخالف اور دشمن اور سرکش بن جائیں گے

تو بمانی[3] با فغاں اندر لحد — لَا تَذَرْنِیْ فَرْد خواناں از اَحَد

تو لحد میں فریاد کرتا ہوا رہ جائے گا — خدا سے "مجھے اکیلا نہ چھوڑ" کہتے ہوئے

ایں جفایت بہ ز عہدِ وافیاں — ہم ز دادِ تُست عہدِ باقیاں

تیرے اوپر یہ ظلم وفا داروں کے عہد سے اچھا ہے — باقی لوگوں کا عہد بھی تیری عطا ہے

بشنو از عقلِ خود اے انبار دار — گندمِ خُود را بارضِ اللہ سپار

اے کھلیان والے! اپنی عقل سے سُن لے — اپنے گیہوں کو اللہ (تعالیٰ) کی زمین کے سپرد کر دے

---

[1] یارِ تو۔ اسی طرح اگر دنیا ہی میں تیرا دوست تجھ سے بگڑے تو اس پر شکوہ نہ کر بلکہ شکر ادا کر۔ بلکہ۔ دنیاوی علائق دنیا میں ہی ٹوٹ جانے پر شکریہ ادا کرنا چاہیے اور صدقہ و خیرات کرنا چاہیے۔ از جوالش۔ تجھے اس بات پر شکر ادا کرنا چاہیے کہ تو اس کے پھندے سے نکل آیا اور اب سچے دوست کی تلاش میں لگ جائے گا۔ نازنیں۔ وہ نازوں بھرا دوست تجھے مل جائے گا تو آخرت میں تیرا ساتھ دے گا۔

[2] آں۔ وہ دوست جو آخرت میں کام آئے وہ خدا یا خدا کا مقبول بندہ ہے۔ ایں جفا۔ دنیاوی دوستوں کی جفا کاری تیرے لیے رحمتِ خداوندی ہے۔ خلق را۔ جب اللہ تعالیٰ کا کسی پر کرم ہوتا ہے تو وہ ایسا اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ انسان دنیوی علائق توڑ دیتا ہے۔

[3] تو بمانی۔ اگر یہی دنیاوی دوستیاں باقی رہیں تو قبر میں تو تنہا ہوگا اور پھر پکارے گا کہ اے خدا مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ ایں جفایت۔ دنیاوی تعلقات کے ٹوٹنے کو تو کہے گا کہ یہ جفا اُن کی دوستی سے بھلی تھی۔ بشنو۔ مولانا پہلے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی خوبیاں بیان کر رہے تھے پھر اُسی مضمون کو شروع کیا ہے۔

تا شود[1] ایمن ز دُزد و از سپُش — دیو را با دیوچہ زُو ترکُش
تاکہ وہ چور اور سُرسُلی سے محفوظ ہو جائے — شیطان کو دیمک کے ذریعہ مار ڈال

کو ہمی ترساندت ہر دم زفقر — ہمچو کبکش صَید کُن اے نرہ صَقر
جو تجھے فقر سے ہر وقت ڈراتا ہے — اے نرشکرے! چکور کی طرح اُس کا شکار کر لے

بازِ سلطانی عزیز و کامیار — ننگ باشد کہ کُند کبکش شکار
تو بادشاہ کا پیارا اور کامیاب باز ہے — ذلّت ہے، کہ تجھے چکور شکار کرے

بس وصیت کرد و تخمِ وعظ کاشت — چوں زمیں شاہ شورہ بُد سودے نداشت
اُس نے بہت وصیت کی اور وعظ کا بیج بویا — چونکہ اُن کی زمین شوریلی تھی کوئی فائدہ نہ ہوا

گرچہ ناصح را بُود صد داعیہ — پند را اُذنے بباید واعیہ
اگرچہ نصیحت کرنے والے کے سو داعیے ہوں — نصیحت کے لیے، حفاظت کرنے والا کان چاہیے

تو بصد[2] تلطیف پندش میدہی — او ز پندت میکند پہلو تہی
تو سیکڑوں زمیوں کے ساتھ اس کو نصیحت کرتا ہے — وہ تیری نصیحت سے پہلو تہی کرتا ہے

یک کسِ نا مستمع ز اِستیز و رَد — صد کسِ گوینده را عاجز کند
ایک نہ سننے والا شخص، جھگڑے اور انکار سے — سو کہنے والوں کو عاجز کر دیتا ہے

زانبیا ناصح تر و خوش لہجہ تر — کے بُود کہ رفت دم شاں در حَجَر
انبیا سے زیادہ ناصح اور شیریں زبان — کب ہوا ہے؟ کیونکہ اُن کی بات پتھر میں گھس گئی ہے

زانچہ کوہ و سنگ در کار آمدند — می نشُد بدبخت را بکشادہ بند
جن باتوں سے پہاڑ اور پتھر کارآمد بن گئے — بدبخت کی گرہ نہ کھلی

آنچناں دلہا کہ بُدشاں ما و من — نعتِ شاں شد بَلْ اَشَدُّ قَسْوَةً
وہ دل جو متکبر تھے — اُن کی صفت "بلکہ (پتھروں سے بھی) زیادہ سخت" بنی

در بیان[3] آنکہ عطائے حق سُبحانہ و تعالیٰ و قدرتِ اُو موقوفِ قابلیت

اس بات کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور قدرت بندوں کی عطا کی طرح قابلیت پر

نیست ہمچوں دادِ خلقاں کہ آنرا قابلیت باید زیرا کہ عطائے حق تعالیٰ

موقوف نہیں ہے اُس (مخلوق کی عطا) کے لیے قابلیت چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ

قدیم است و قابلیت حادث، عطا صفتِ حقست جل جلالہٗ و

قدیم ہے اور قابلیت حادث ہے عطا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی صفت ہے اور

---

[1] توشود۔ اس دانہ کو اللہ کی سرزمین میں بودے تاکہ نہ اُس کو چور چرا سکے نہ اس کو گھن لگے۔ دیورا۔ شیطان جو فقر کے وسوسے سے پیدا کرے اُس کو لاحول کی دیمک لگا دے۔ ہمچو۔ شیطان کو اس طرح شکار کرلے جس طرح شکرا چکور کا شکار کر لیتا ہے۔ باز سلطانی۔ اگر شاہی باز کو چکور مار ڈالے تو بڑے شرم کی بات ہے۔ بس وصیت۔ باپ نے بہت سمجھایا تھا لیکن اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پند را۔ نصیحت اُسی پر اثر کرتی ہے جس کے کان اُس کو قبول کریں۔

[2] توبصد۔ جس شخص کا ارادہ سننے کا نہ ہو اس کو کیسی ہی نرمی سے سمجھاؤ وہ اعراض ہی کرے گا۔ انبیاء اس قدر محبت اور پیار سے سمجھاتے تھے کہ اُن کی نصیحت پتھر تک قبول کر لیتے تھے لیکن کفار قبول نہ کرتے تھے۔ اَشَدُّ قَسْوَةً۔ قرآن نے کافروں کے دلوں کو پتھر سے زیادہ سخت اور متاثر نہ ہونے والا قرار دیا ہے۔

[3] دربیان۔ حضرتِ حق کی عطا کے لیے قابلیت ضروری نہیں ہے جب عطا ہوتی ہے تو قابلیت خود پیدا ہو جاتی ہے عطا اللہ کی صفت ہے جو قدیم ہے قابلیت بندہ کی صفت ہے جو حادث ہے تو قدیم کے لیے حادث کیسے شرط بن سکتا ہے جبکہ شرط پہلے ہوتی ہے۔

قابلیت صفتِ مخلوق و قدیم موقوفِ حادث نباشد

قابلیت مخلوق کی صفت ہے اور قدیم حادث پر موقوف نہیں ہوتا ہے

چارۂ[1] آں دل عطائے مُبدلیست ۔۔۔ دادِ اُو را قابلیت شرط نیست

اُس دل کا علاج، بدل دینے والے کی مہربانی ہے ۔۔۔ اس کی عطا کے لیے قابلیت شرط نہیں ہے

بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اُوست ۔۔۔ داد لُبّ و قابلیت ہست پوست

بلکہ قابلیت کی شرط، اُس کی عطا ہے ۔۔۔ عطا مغز ہے، اور قابلیت چھلکا ہے

اینکہ موسیٰ را عصا ثعباں شود ۔۔۔ ہمچو خورشیدے کفش رخشاں شود

یہ کہ (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی اژدہا بنے ۔۔۔ اُن کی ہتھیلی سورج کی طرح چمک دار بنے

صد ہزاراں معجزاتِ انبیا ۔۔۔ کاں نگنجد در ضمیرِ عقلِ ما

انبیاء کے لاکھوں معجزے ۔۔۔ جو ہماری عقل میں نہیں سماتے ہیں

نیست[2] از اسباب، تصریفِ خداست ۔۔۔ نیستہا را قابلیت از کجاست

وہ اسباب کے ذریعہ نہیں ہیں، خدا کا تصرّف ہے ۔۔۔ فنا ہونے والوں کے لیے قابلیت کہاں ہے؟

قابلی گر شرطِ فعلِ حق بُدے ۔۔۔ ہیچ معدومے بہ ہستی نامدے

اللہ (تعالیٰ) کے کام کے لیے اگر قابل ہونا شرط ہوتا ۔۔۔ تو کوئی معدوم موجود نہ ہوتا

سُنّتے بنہادہ و اسباب و طُرُق ۔۔۔ طالباں را زیرِ ایں ازرق تتق

(اللہ نے) دستور اور اسباب اور راستے رکھ دیے ہیں ۔۔۔ اس نیلے سراپردہ کے نیچے طلبگاروں کے لیے

بیشتر احوال بر سُنّت رَوَد ۔۔۔ گاہ قدرت خارقِ سُنّت شود

زیادہ باتیں دستور کے مطابق ہوتی ہیں ۔۔۔ کبھی قدرت (الٰہی) دستور کو توڑنے والی بن جاتی ہے

سُنّت و عادت نہادہ بامزہ ۔۔۔ باز کردہ خرقِ عادت معجزہ[3]

پُر لطف دستور اور عادت مقرر کی ہے ۔۔۔ پھر دستور کے توڑنے کو معجزہ بنا دیا

بے سبب گر عزّ بما موصول نیست ۔۔۔ قدرت از عزلِ سبب معزول نیست

اگر بغیر سبب کے عزت ہمیں نہیں ملتی ۔۔۔ قدرت (الٰہی) سبب کو معزول کر دینے سے معزول نہیں ہے

اے گرفتارِ سبب بیروں مپر ۔۔۔ لیک عزلِ آں مُسبّب ظن مبر

اے سبب کے پابند (سبب سے) باہر پرواز نہ کر ۔۔۔ لیکن اُس سبب پیدا کرنیوالے کی معزولی کا گمان نہ کر

---

[1] چارہ۔ یہ دل جو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے اس کی اصلاح کی تدبیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس میں تبدیلی کردے۔ داد اُو را۔ اللہ جب چاہتا ہے تو ایسے دل میں تبدیلی پیدا کر کے اُس میں قبول کرنے کی صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ قابلیت۔ حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے جو فیض اور عطا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں۔ فیضِ اقدس اور فیضِ مقدس۔ فیضِ اقدس وہ ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ سے اعیانِ ثابتہ میں پہنچتا ہے اس کے لیے استعداد شرط نہیں ہے اور فیضِ مقدس وہ ہے جو اعیانِ ثابتہ سے ارواح کی طرف آتا ہے یہ بقدرِ استعداد اور قابلیت پہنچتا ہے۔ اینکہ۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اور حضرت موسیٰ کا ید بیضا فیضِ اقدس کی مثالیں ہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء کے معجزے اُن چیزوں میں سے ہیں جن میں قابلیت شرط نہیں ہے۔

[2] نیست۔ ان معجزات کا اسباب سے مہیا شدہ قابلیت سے تعلق نہیں ہے بلکہ یہ داد بطور فیضِ اقدس کے ہے۔ قابلی۔ اگر ہر چیز میں قابلیت شرط ہو تو پھر کوئی معدوم وجود میں نہ آسکے اس لیے کہ معدوم میں اسباب سے مہیا شدہ قابلیت کہاں ہے وہ خود ہی معدوم ہے۔ سنّتے۔ عام حالات میں سنتِ الٰہی یہی ہے کہ اسباب مہیا ہوں اور قابلیت ہو تو عطا ہوتی ہے۔ خارق۔ جب فیضِ اقدس کا معاملہ ہوتا ہے تو سنتِ الٰہی کے خلاف ہوتا ہے۔

[3] معجزہ۔ یہ مشیت الٰہی کے خلاف ظہور پذیر ہوتا ہے۔ بے سبب۔ عزت اسباب سے حاصل ہوتی ہے لیکن اللہ کی قدرت میں ہے کہ بلا سبب عزت عطا فرما دے۔ اے گرفتار۔ عوام کو اسباب اختیار کرنے چاہئیں لیکن مسبب الاسباب سے غفلت نہ برتی جانی چاہیے۔

ہرچہ خواہد آں مُسبّب آورد
وہ سبب پیدا کرنے والا جو چاہتا ہے کرتا ہے
قدرتِ[1] مطلق سببہا بر دَرَد
مطلق قدرت اسباب کو پھاڑ ڈالتی ہے

لیک اغلب بر سبب راند نفاذ
لیکن وہ عموماً سبب پر مدار رکھتا ہے
تابداند طالبے جُستن مُراد
تاکہ طلبگار مراد کو تلاش کرنا جان جائے

چوں سبب نبود چہ رہ جُوید مُرید
جب سبب نہ ہوتو ارادہ کرنے والا کونسا راستہ ڈھونڈھے
پس سبب در راہ می آید پدید
تو سبب راستہ کے بارے میں نمودار ہوتا ہے

ایں سببہا بر نظرہا پردہاست
یہ اسباب نظروں پر پردے ہیں
کہ نہ ہر دیدار صُنعش را سزاست
کیونکہ ہر شخص اُس کی کاریگری کے دیکھنے کے لائق نہیں ہے

دیدۂ باید سبب سُوراخ کن
سبب میں سوراخ کر دینے والی نگاہ چاہیے
تا حُجب را بر کند از بیخ و بُن
تاکہ وہ جڑ اور بنیاد سے پردوں کو اُکھاڑ پھینکے

تا مُسبّب بیند اندر لامکاں
تاکہ لامکان میں سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے
ہرزہ بیند جہد و اسباب و دکاں
کوشش اور اسباب اور دکان کو بیکار سمجھے

از مُسبّب[2] میرسد ہر خیر و شر
ہر بھلائی اور برائی سبب پیدا کرنیوالے کیطرف سے آتی ہے
نیست اسباب و وسائط اے پدر
اے باوا! اسباب اور واسطے نہیں ہیں

جُز خیالِ مُنعقد بر شاہراہ
سوائے خیال کے جو راستہ پر جما ہوا ہے
تابماند دَورِ غفلت چند گاہ
تاکہ تھوڑی دیر غفلت کا زمانہ رہے

در ابتدائے[3] خلقتِ جسمِ آدم علیہ السلام کہ جبرئیل علیہ السلام را اشارت کرد

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی ابتدا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اشارہ کیا کہ جا،

کہ برو از زمین مُشتِ خاک برگیر و بروایتے از ہر نواحی مُشتِ خاک برگیر

زمین کی مٹی سے ایک مٹھی لے لے اور ایک روایت کے مطابق ہے کہ ہر جانب سے مٹی کی مٹھی اٹھالے

چونکہ صانع خواست ایجادِ بشر
جب بنانے والے نے انسان کی پیدائش چاہی
از برائے ابتلائے خیر و شر
خیر اور شر میں آزمانے کے لیے

جبرئیلِ صدق را فرمود رَو
جبرئیل امین نے فرمایا، جا
مُشتِ خاکے از زمیں بستاں گرو
ایک مٹھی مٹی زمین سے قبضہ میں لے لے

[1] قدرتِ مطلق۔ اللہ تعالیٰ کی علی الاطلاق قدرت اسباب کی محتاج نہیں ہے۔ تابداند۔ عوام کی مقصد کی تلاش میں اسباب رہنمائی کرتے ہیں۔ ایں سببہا۔ مقاصد کے اسباب اللہ کی قدرت کیلیے حجاب بنادیے گئے ہیں اس لیے کہ ہر شخص بلاواسطہ قدرت کے مشاہدہ کا اہل نہیں ہے۔ دیدۂ۔ لیکن انسان کو وہ نظر رکھنی چاہیے جو اسباب کو چاک کر کے اصل قدرت کو دیکھ سکے۔ تامسبب۔ جب مسبب الاسباب کو دیکھ لیگا تو اُسکی نگاہ میں اسباب بے حقیقت بن جائیں گے۔

[2] از مسبب۔ ہر خیر وشر مسبب الاسباب اور وسائل محض خیالی چیزیں ہیں اُن کا مقصد یہ ہے کہ انسان اور غیب پر ایمان کے فضائل حاصل ہوسکیں۔

[3] در ابتداء۔ جس وقت حضرت آدمؑ کا پتلا بنایا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ زمین سے ایک مٹھی مٹی لے آؤ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ زمین کے ہر گوشہ سے ایک ایک مٹھی مٹی لانے کا حکم دیا تھا۔ از برائے۔ انسان کی تخلیق میں آزمائش کی حکمت مضمر ہے اور یہ اُسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ انسان پر کچھ زمانہ غفلت طاری رہے۔ جبرئیلِ صدق۔ یعنی صادق جبرئیل۔

اُو میاں بست و بیامد بر زمیں — تا گذارد اَمرِ ربُّ العالمیں

وہ کمربستہ ہوئے اور زمین پر آئے — تاکہ رب العالمین کے حکم کو انجام دیں

دست سُوئے خاک بُرد آں مُوتمِر[1] — خاکِ خود را در کشید و شُد حَذِر

اُس فرمانبردار نے زمین کی جانب ہاتھ بڑھایا — زمین نے اپنے آپ کو ہٹایا اور ڈری

پس زباں بکشاد خاک و لابہ کرد — کز برائے حُرمتِ خلّاقِ فرد

پھر زمین نے زبان کھولی اور خوشامد کی — کہ یکتا خلاق کی عزت کے طفیل

تَرکِ من گو و برو جانم بہ بخش — رُو بتاب از من عناں خنگ و رخش

مجھے چھوڑ دو اور چلے جاؤ میری جاں بخشی کر دو — گھوڑے اور سواری کی باگ میری جانب سے موڑ دو

در کشاکشہائے[2] تکلیف و خطر — بہرِ اللہ ہِل مرا اندر مبر

خطروں اور تکلیف کی کشمکش میں — خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو، اندر نہ لے جاؤ

بہرِ آں لُطفے کہ حقت برگزید — کرد بر تو علمِ لوحِ کُل پدید

اُس کرم کے طفیل کہ اللہ (تعالیٰ) نے آپ کو برگزیدہ بنایا — لوحِ محفوظ کا علم آپ پر ظاہر کر دیا

تا ملائک را مُعلِم آمدی — دائما باحق مُکلِم آمدی

یہاں تک کہ آپ فرشتوں کے اُستاد بنے — ہمیشہ اللہ (تعالیٰ) سے گفتگو کرنے والے بنے

ہم سفیرِ[3] انبیاء خواہی بُدن — تو حیاتِ جانِ وحی نے بدن

آپ انبیاء کے سفیر بھی بنیں گے — آپ وحی کی جان کی زندگی ہیں، نہ کہ بدن کی

بر سرافیلٹ فضیلت بُود ازاں — کُو حیاتِ تن بُود تُو آنِ جاں

(حضرت) اسرافیل پر آپ کو اسی لیے فضیلت ہے — کہ وہ بدن کی زندگی ہیں، آپ جان کی ملکیت ہیں

بانگِ صُورش نشاۃِ تنہا بُوَد — نفخِ تو نشوِ دلِ یکتا بُوَد

اُن کے صور کی آواز جسموں کا زندہ ہونا ہے — آپ کا دم کرنا یکتا دل کا نشوونما ہو گا

مغزِ جانِ تن حیاتِ دل بُوَد — پس زدادش دادِ تو فاضل بُوَد

جسم کی جان کا مغز دل کی زندگی ہے — اُن کی عطا سے آپ کی عطا بڑھی ہوئی ہے

باز میکائیلؑ رزقِ تن دہد — سعیِ تو رزقِ دلِ روشن دہد

پھر (حضرت) میکائیلؑ جسم کا رزق دیتے ہیں — آپ کی کوشش، روشن دل کو رزق دیتی ہے

اُو بدادِ کیل پُر کردست ذیل — دادِ رزقِ تو نمی گنجد بہ کیل

اُنھوں نے پیمانہ کی عطا سے دامن بھر دیا ہے — آپ کے رزق کی عطا پیمانہ میں نہیں سماتی ہے

---

[1] مُوتمر۔ فرمانبردار۔ خنگ۔ اگر گھوڑے کا سفید رنگ مائل بہ سیاہی یا سبزی ہو تو اُس کو سبزہ خنگ کہا جاتا ہے اگر وہ خالص سفید ہے تو نقرہ خنگ کہتے ہیں۔ رخش۔ رستم کے گھوڑے کا نام ہے، ہر وہ گھوڑا جس کا رنگ سفید اور سُرخ ہو۔

[2] در کشاکشہائے۔ چونکہ زمین کو معلوم تھا کہ اس سے حضرت آدمؑ کا پتلا بنے گا اور امتحان اور آزمائش کی کشمکش میں مبتلا ہو گا لہٰذا وہ گھبرا رہی تھی۔ لوحِ کُل۔ لوحِ محفوظ۔ مکلّم۔ حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر آتے ہیں تو ان کا خدا سے کلام ہوتا ہے۔

[3] ہم سفیر۔ حضرت جبرئیلؑ اللہ کا پیغام اور وحی انبیاء کے پاس لے کر آتے ہیں اور وحی روح کی حیات ہے۔ بر سرافیلت۔ حضرت اسرافیلؑ حشر میں صُور پھونکیں گے تو سب مُردہ جسم زندہ ہو جائیں گے۔ نشاۃ۔ پیدائش۔ تنہا۔ اجسام۔ پس۔ حضرت اسرافیلؑ کی عطا سے بڑھی ہوئی ہے۔ میکائیلؑ۔ حضرت میکائیلؑ کا کام رزق کی تقسیم ہے۔

ہم ز عزرائیل[1] با قہر و عطَب
(حضرت) عزرائیل قہر اور ہلاکت والے سے بھی

حاملِ عرش ایں چہاراند و توشاہ
یہ چاروں عرش کے حامل ہیں اور آپ شاہ ہیں

روزِ محشر ہشت بینی حاملانش
حشر کے دن آپ اس کے اٹھانیوالے آٹھ دیکھیں گے

ہمچنیں بر می شمرد و می گریست
وہ اس طرح گناتی تھی اور روتی تھی

معدنِ[2] شرم و حیا بُد جبرئیل
(حضرت) جبرئیل شرم اور حیا کی کان تھے

بسکہ لابہ کردش و سوگند داد
(زمین نے) اُن کی بہت خوشامدیں کیں اور قسم دی

کہ نبُودم من بکارت سَرسَری
میں تیرے کام میں ست نہ تھا

گفت[3] نامے کہ ز ہولش اے بصیر
اے بصیر! اُس نے آپ کا وہ نام لیا جس کے رعب سے

چوں بنامِ تو مرا سوگند داد
جب اس نے مجھے تیرے نام کی قسم دی

شرم آمد گشتم از نامت خَجِل
مجھے شرم آ گئی، میں تیرے نام کی وجہ سے شرمندہ ہوگیا

کہ تو زورے دادہٗ املاک را
کیونکہ تو نے فرشتوں کو وہ طاقت عطا کی ہے

مُشتِ خاکے راچہ قدر و قوت ست
ایک مٹھی مٹی کا کیا رتبہ اور طاقت ہے

تو بہی چوں سبقِ رحمت بر غضب
آپ بہتر ہیں، جیسے کہ رحمت کو غضب پر سبقت ہے

بہترینِ ہر چہارے زانتباہ
ازروئے آگاہی چاروں سے بہتر ہیں

ہم تو باشی افضلِ ہشت آزمانش
اُس وقت آپ آٹھوں سے افضل ہوں گے

بوئے میبُرد اُو کزاں مقصود چیست
اُس نے بھانپ لیا تھا کہ اُس سے مقصد کیا ہے

بست آں سوگندہا بروے سبیل
اُن قسموں نے اُن کا راستہ روک دیا

بازگشت و گفت یاربَّ العِباد
وہ واپس ہو گئے اور عرض کیا، یارب العباد

لیک ازانچہ رفت تو دانا تری
لیکن جو ہوا تو اُس کو خوب جانتا ہے

ہفت گردوں بازماند از مَسیر
ساتوں آسمان گردش سے رُک جائیں

رحمت عام ست و احسان و وداد
تیری رحمت اور احسان اور محبت عام ہے

ورنہ آسان ست نقلِ مُشتِ گِل
ورنہ ایک مٹھی مٹی کا نقل کرنا آسان ہے

کہ بدرّانند ایں افلاک را
کہ وہ آسمانوں کو چاک کر دیں

برگرفتن لیک غالب رحمت ست
اُٹھا لینے میں، لیکن رحمت غالب ہے

---

1. عزرائیل۔ اُن کا کام رُوح قبض کرنا ہے لہٰذا صفتِ قہر کے مظہر ہیں۔ ایں چہار۔ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام۔ روزِ محشر۔ قرآن پاک میں ہے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ "اور اس وقت تیرے رب کے عرش کو آٹھ اٹھائیں گے"۔ بوئے۔ وہ مٹی سمجھ گئی تھی کہ اُس کو لے جانے کا مقصد کیا ہے۔
2. معدن۔ چونکہ حضرت جبرئیل شرم وحیا کی کان ہیں وہ قسموں کی وجہ سے مٹی اٹھانے سے رُک گئے۔ بسکہ۔ جب زمین نے بہت خوشامد کی وہ دربارِ حق میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے تعمیلِ حکم میں سستی نہیں برتی لیکن جو کچھ واقعہ ہے وہ تیرے علم میں ہے۔
3. گفت۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ اُس زمین نے آپ کے اُس نام کا واسطہ دے دیا جس کی ہول سے آسمان کی گردش رُک جائے تو مجھے شرم آ گئی اور زمین سے مٹی نہ لے سکا ورنہ تو نے مجھے وہ قوت عطا کی ہے کہ زمین تو کیا چیز ہے میں آسمانوں کو چاک کر ڈالوں۔

فرستادنِ میکائیل علیہ السلام را بقبضِ قُبضۂ خاک از زمین جہتِ ترکیب و ترتیب جسم مبارکِ ابُوالبشرؑ خلیفۃ الحق مسجود الملائکۃ و معلّمہم حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت میکائیلؑ کو بھیجنا زمین کی مٹی کی ایک مٹھی لینے کے لیے انسانوں کے باپ کے مبارک جسم کی ترتیب اور ترکیب کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور فرشتوں کے مسجود اور ان کے اُستاد حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں

گفت[1] میکائیلؑ را رَو تو بزیر — مُشتِ خاکے در رُبا از وے دلیر

(حضرت) میکائیلؑ سے فرمایا تو نیچے جا — اے بہادر! اُس سے ایک مٹھی مٹی اُڑا لا

چونکہ میکائیلؑ شُد تا خاکداں — دست کرد اُو تاکہ بر بایدِ ازاں

جب (حضرت) میکائیلؑ زمین پر پہنچے — ہاتھ بڑھایا، تاکہ اُس میں سے لے لیں

خاک لرزید و در آمد در گُریز — گشت اُو لابہ کُنان و اشک ریز

زمین کانپی اور اُس نے گریز کیا — وہ خوشامد کرنے لگی اور اُس نے آنسو بہائے

سینہ سُوزاں لابہ کرد و اجتہاد — با سرشکِ خونیش سوگند داد

جلے دل سے اُس نے خوشامد اور کوشش کی — خون کے آنسوؤں کے ساتھ اُن کو قسم دی

کہ بہ[2] یزدانِ لطیفِ بے ندید — کہ بکردت حاملِ عرشِ مجید

کہ بے مثال، مہربان خدا کے واسطے — جس نے آپ کو عرشِ مجید کا اُٹھانے والا بنایا ہے

کیلِ ارزاقِ جہاں را مُشرفی — تشنگانِ فضل را تو مُغرفی

آپ جہان کے رزقوں کے پیمانہ کے نگراں ہیں — (اللہ کے) فضل کے پیاسوں کو آپ چلو بھر کر دینے والے ہیں

زانکہ میکائیلؑ از کیل اشتقاق — دارد و کیّال شُد در ارتزاق

کیونکہ میکائیلؑ کیل سے مشتق — ہے اور وہ رزق حاصل کرنے میں پیمانہ سے ناپ کر دینے والا ہے

کہ اَمانم دہ مرا آزاد کُن — بیں کہ خوں آلودہ میگویم سخن

مجھے امن دے دیجئے، مجھے آزاد کر دیجئے — دیکھ لیجئے، کہ خون سے آلودہ ہو کر میں بات کر رہی ہوں

معدنِ[3] رحمِ اِلٰہ آمد ملک — گفت چوں ریزم براں ریش ایں نمک

فرشتہ اللہ (تعالیٰ) کی رحمت کی کان ہوتا ہے — (حضرت میکائیلؑ نے) کہا کہ میں اس زخم پر یہ نمک کیسے چھڑکوں؟

---

[1] گفت۔ حضرت جبرئیلؑ کے بعد حضرت میکائیلؑ کو حکم ہوا کہ تم جا کر زمین کی مٹی لے آؤ جب میکائیلؑ زمین کے پاس پہنچے تو وہ لرزنے لگی اور اس کی خوشامد کرنے لگی اور رو رو کر قسمیں دینے لگی۔

[2] کہ بہ یزداں۔ حضرت میکائیلؑ رزقوں کی تقسیم کرتے ہیں۔ مشرف۔ نگراں۔ مغرف۔ چلو بھرنے والا۔ زانکہ۔ مولانا نے میکائیل کو کیل سے مشتق قرار دیا ہے حقیقتاً یہ عربی لفظ نہیں ہے بلکہ عبرانی لفظ ہے کیل عربی لفظ ہے اس سے یہ نہیں بنا ہے۔

[3] معدن۔ فرشتوں کی فطرت رحم کرنا اور شیطان کی فطرت ظلم کرنا ہے۔ خدا کی صفتِ رحمت صفتِ غضب پر غالب ہے۔

ہم چناں کہ معدنِ قہر ست دیو
جس طرح شیطان قہر کی کان ہے
کہ بر آورد از بنی آدمؑ غریو
جس نے بنی آدم میں شور برپا کر دیا ہے

سبقِ رحمت برغضب ہست اے فتا
اے نوجوان! رحمت غضب سے آگے ہے
لُطف غالب بُود در وصفِ خدا
خدا کی صفات میں مہربانی غالب ہے

بندگاں[1] دارند لا بد خُوی اُو
بندے لامحالہ اُس کی عادت رکھتے ہیں
مَشکہا شاں پُرز آبِ جُوی اُو
اُن کی مشکیں اُس کی نہر سے پُر ہیں

آں رسولِ حق قلاوزِ سلوک
اللہ کے رسولؐ سلوک کے رہنما
گفت اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ الْمُلُوْك
نے فرمایا، لوگ بادشاہوں کے دین پر ہیں

رفت[2] میکائیلؑ سُوی ربِّ دیں
(حضرت) میکائیلؑ دین کے رب کے جانب چلے گئے
خالی از مقصود دست و آستیں
ہاتھ اور آستین، مقصود سے خالی تھا

گفت اے دانای سِرّ و شاہِ دیں
عرض کیا اے راز کے جاننے والے اور دین کے شاہ!
کرد خاکِ لابہ گر نوحہ و اَنیں
خوشامدی زمین نے آہ و بکا شروع کر دی

خاکم از زاری و نوحہ پست کرد
زمین نے عاجزی اور رونے کے ذریعہ مجھے زیر کر دیا
گریۂ بسیار کرد آں رُوی زرد
وہ زرد رُو بہت روئی

آبِ دیدہ پیشِ تو باقدر بُوز
تیرے سامنے آنسو باعزت تھے
من نتانستم کہ آرم ناشُنُود
میں ان سُنی نہ بنا سکا

آہ و[3] زاری پیشِ تو بس قدر داشت
آہ و زاری تیرے سامنے بڑی قدر رکھتی ہے
من نتانستم حقوقِ آں گذاشت
میں اُس کے حقوق کو نظر انداز نہ کر سکا

پیشِ تو بس قدر دارد چشمِ تر
پُرنم آنکھ تیرے سامنے بہت رتبہ رکھتی ہے
من چگونہ گشتمے اِستیزہ گر
میں کیسے جھگڑالو بنتا؟

دعوتِ زاریست روزے پنج بار
ایک دن میں پانچ مرتبہ رونے کی دعوت ہے
بندہ را کہ در نماز آو بزار
بندے کو، کہ نماز میں آ اور رو

نعرۂ موذّنِ کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح
موذن کا نعرہ کہ "فلاح کی جانب آ"
آں فلاح ایں زاریست و اقتراح
وہ فلاح عاجزی اور گڑگڑانا ہے

آنکہ خواہی کز غمش خستہ کنی
جس کو تو غم سے نڈھال کرنا چاہتا ہے
راہِ زاری بردلش بستہ کنی
اُس کے دل پر (آہ و) زاری کا راستہ بند کر دیتا ہے

---

1. بندگاں۔ جو اللہ کے خاص بندے ہیں اُن میں اپنے مولیٰ کے صفات ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے لوگ بادشاہوں کا دین اختیار کرتے ہیں لہٰذا خدا کے بندے خدائی اخلاق اختیار کرتے ہیں۔

2. رفت۔ زمین کے رونے دھونے پر میکائیلؑ بھی خالی ہاتھ واپس ہوگئے اور عرض کیا کہ اے اللہ! تیرے دربار میں آنسوؤں کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ میں اس رونے کو ان سنا نہ بنا سکا۔

3. آہ و زاری۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کا ایک آنسو شہید کے خون کے قطرہ کی برابر سمجھا گیا ہے۔ دعوت۔ پنجوقتہ اذان گویا اللہ کے دربار میں گریہ و زاری میں مبتلا کرتا ہے، اُس سے آہ و زاری کی کیفیت سلب کر لیتا ہے، آہ و زاری انسان کی سفارشی ہے جب سفارشی نہ ہوگا تو گرفتارِ بلا ہو جائے گا۔

تا فرود آید بلا بے دافعے — چوں نباشد از تضرّع شافعے

تاکہ بغیر روک، بلا نازل ہو جائے — جبکہ (آہ و) زاری کا سفارشی نہ ہو گا

وانکہ خواہی کز بلایش واخری — جانِ اُو را در تضرّع آوری

اور جس کو تو بلا سے نجات دلانا چاہتا ہے — اُس کی جان کو (آہ و) زاری میں مبتلا کر دیتا ہے

گفتۂ[1] اندر نُبے کاں اُمتاں — کہ بر ایشاں آمد آں قہرِ گراں

تو نے قرآن میں کہا ہے کہ وہ اُمتیں — جن پر بھاری قہر آیا

چوں تضرّع می نہ کردند آں نفس — تا بلا ز ایشاں گشتے باز پس

انھوں نے اسی وقت (آہ و) زاری کیوں نہ کی؟ — تاکہ اُن سے بلا واپس ہو جاتی

لیک دلہا شاں چوقاسی گشتہ بُود — آں گنہ ہاشاں عبادت می نمُود

لیکن چونکہ اُن کے دل سخت ہو گئے تھے — وہ گناہ اُن کو عبادت معلوم ہوتے تھے

تانداند خویش را مُجرِم عنید — آب از چشمش کجا داند دوید

جب تک سرکش اپنے آپ کو مجرم نہ سمجھے — آنسو اُس کی آنکھ سے کہاں بہنا جانتا ہے؟

قصۂ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام در بیان آنکہ تضرّع وزاری

(حضرت) یونس علیہ السلام کا قصہ اس بارے میں کہ عاجزی اور زاری آسمانی بلا کے

دافعِ بلائے آسمانی ست و حق تعالیٰ فاعلِ مختار ست پس

لیے دافع ہے اور اللہ تعالیٰ فاعلِ مختار ہے تو عاجزی اور

تضرّع و زاری[2] و تعظیم پیشِ اُو مفید باشد و فلاسفہ گویند فاعل

زاری اور تعظیم اُس کے سامنے مفید ہو گی اور فلاسفہ کہتے ہیں

بطبع ست و بعلت نہ مختار پس تضرّع طبع را نگرداند

کہ وہ طبعًا اور علت کے طور پر فاعل ہے نہ کہ مختار، تو عاجزی طبیعت کو نہیں بدل سکتی

قومِ[3] یونسؑ راچہ پیدا شُد بلا — ابر پُر آتش جُدا شد از سما

جب (حضرت) یونسؑ کی قوم کے لیے بلا ظاہر ہوئی — آگ بھرا ابر آسمان سے جُدا ہوا

برق می انداخت میسوزید سنگ — ابر می غرید رُخ میریخت رنگ

بجلی گراتا تھا، پتھر کو جلاتا تھا — بادل گرج رہا تھا چہرے کا رنگ اُڑ رہا تھا

جُملہ گاں بر بامہا بُودند شب — کہ پدید آمد زبالا آں کُرَب

رات کو سب بالاخانوں پر تھے — کہ اُوپر سے وہ مصیبتیں رُونما ہو گئیں

---

[1] گفتۂ۔ قرآن پاک میں ہے فَلَوْ لَا اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ" جبکہ ہمارا عذاب اُن کو پہنچا تھا انھوں نے گریہ زاری کیوں نہ کی اور لیکن اُن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ آں گنہ۔ دل سخت ہو جانے کی وجہ سے وہ گناہ کو گناہ نہیں بلکہ عبادت سمجھتے تھے۔

[2] زاری۔ اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں بااختیار ہے لہٰذا آہ وزاری سے مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اُس کے افعال طبعی طور پر بغیر اختیار کے صادر ہوتے ہیں جس طرح کہ آگ سے جلانے کا فعل طبعی طور پر صادر ہوتا ہے لہٰذا آہ وزاری سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

[3] قومِ یونس۔ حضرت یونسؑ کی قوم رات کو بالا خانوں پر سو رہی تھی اُن پر ایسا ابر آیا جو آگ برسا رہا تھا جس سے اُن کا رنگ فق ہو گیا۔ بامہا۔ بالا خانے۔ کُرَب۔ مصائب، یعنی آگ برسانے والا بادل۔

جُملگاں از بامہا زیر آمدند سر برہنہ جانبِ صحرا شُدند
بالا خانوں سے سب نیچے اُتر آئے ننگے سر جنگل کی طرف بھاگے

مادران بچگاں بُروں[1] انداختند تاہمہ نالہ و نفیر افراختند
ماؤں نے بچوں کو باہر نکال ڈالا حتیٰ کہ سب نے گریہ و زاری بلند کی

از نمازِ شام تا وقتِ سحر خاک می کردند برسر آں نفر
شام کی نماز سے صبح کے وقت تک وہ لوگ سر پر خاک ڈالتے رہے

جُملگی آوازہا بگرفتہ شُد رحم آمد برسرِ آں قومِ لُد
سب کی آوازیں بیٹھ گئیں اس جھگڑالو قوم پر رحم آ گیا

بعدِ نومیدی و آہِ ناشگفت اندک اندک ابر واگشتن گرفت
ناامیدی اور بے صبری کی آہوں کے بعد ابر تھوڑا تھوڑا ہٹنے لگا

قصۂ یونسؑ دراز ست و عریض وقتِ خاکست و حدیثِ مستفیض
(حضرت) یونسؑ کا قصہ لمبا اور چوڑا ہے مٹی اور مشہور قصہ کا وقت ہے

چوں تضرُّع را بر حق قدرہاست آں[2] بہا کانجاست زاریرا کجاست
چونکہ آہ و زاری کی خدا کے یہاں بہت قدر ہے آہ و زاری کی جو قیمت وہاں ہے اور کہاں ہے؟

ہیں اُمید اکنوں میانرا چُست بند خیز اے گریندہ و دائم بخند
خبردار! امید رکھ، اب کمر خوب کس لے اے رونے والے! اُٹھ اور ہمیشہ کے لیے مسکرا

باتضرُّع باش تاشاداں شوی گریہ کُن تا بیدہاں خنداں شوی
آہ و زاری کرو تاکہ تو خوش رہے رو تاکہ بغیر منہ کے ہنسے

کہ[3] برابر می نہد شاہِ مجید اشک را در فضل باخونِ شہید
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برابر رکھا ہے فضیلت میں آنسو کو شہید کے خون کے ساتھ

لابہ کرد و اشکِ چشمِ خویش راند رحمت آمد واں غضب را وانشاند
اُس (قوم) نے خوشامد کی اور اپنی آنکھ کے آنسو بہائے رحمت آ گئی اور غضب کو فرو کر دیا

فرستادنِ اسرافیل علیہ السلام را بخاک کہ بروو قبضۂ برگیر از خاک بہرِ ترکیبِ جسمِ آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زمین کی جانب بھیجنا، کہ جاؤ اور حضرت آدمؑ "ہمارے نبی اور اُن پر درود و سلام ہو" کے جسم کے بنانے کے لیے ایک مٹھی مٹی لے آؤ

---

[1] بُروں۔یعنی گھروں سے باہر۔ازنمازِ شام۔یعنی مغرب کے وقت سے۔لُد۔اَلدّ کی جمع ہے سرکش۔بعدِ نومیدی۔وہ اپنی نجات سے مایوس ہو چکے تھے لیکن اُنکی آہ وزاری سے وہ آتش فشاں ابر ہٹ گیا۔وقتِ خاک یعنی زمین کی مٹی لینے کے قصہ کے بیان کا وقت ہے۔حدیثِ مستفیض۔مشہور بات،طویل بات۔

[2] آں بہا۔آہ وزاری کی جو قیمت خدا کے دربار میں لگتی ہے وہ کہیں نہیں لگتی ہے۔دائم بخند۔جو خدا کے دربار میں آہ وزاری کرے اُس کو دائمی مسرت میسر آجاتی ہے۔باتضرُّع۔خدا کے دربار میں رونے سے قلب کو ایک دائمی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

[3] کہ برابر۔حدیث شریف ہے۔ لَیْسَ شَیْءٌ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ قَطْرَۃٍ وَ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَقَطْرَۃِ دَمٍ یُھْرَاقُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ "دو قطروں سے زیادہ اللہ کو کوئی چیز محبوب نہیں ہے ایک تو آنسوؤں کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے بہا ہو اور ایک خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں بہایا جائے۔

گفت[1] اسرافیل را یزدانِ ما　　که بروزاں خاک پُرکن کف بیا
ہمارے خدا نے (حضرت) اسرافیل سے فرمایا　　کہ جاؤ، اس مٹی سے مٹھی بھرو، آ جاؤ
آمد اسرافیل ہم سُوئے زمیں　　باز آغازید خاکستاں حنیں
(حضرت) اسرافیل بھی زمین کی جانب آئے　　زمین نے پھر رونا شروع کر دیا
کاے فرشتۂ صُور و اے بحرِ حیات　　کہ ز دمہائے تو جاں یابد موات
کہ اے صُور کے فرشتے! اور اے زندگی کے سمندر!　　کہ آپ کے سانسوں سے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں
دُر دمی در صُوریک بانگ عظیم　　پُرشود محشر خلائق از رمیم
آپ صُور میں ایک بڑی آواز پھونکیں گے　　محشر بوسیدہ ہڈیوں کی زندہ مخلوق سے پُر ہو جائے گا
دردمی[2] دَر صُور و گوئی الصَّلا　　برجہید اے کُشتگانِ کربلا
آپ صُور میں پھونکیں گے اور کہیں گے، بلاوا ہے　　اے کربلا کے شہیدو! اُٹھ کھڑے ہو
اے ہلاکت دیدگاں از تیغِ مرگ　　برزنید از خاک سرچوں شاخ و برگ
اے موت کی تلوار سے ہلاک ہونے والو!　　شاخ اور پتوں کی طرح زمین سے سر اُبھارو
رحمتِ تو واں دمِ گیرایِ تو　　پُرشود ایں عالم از اِحیایِ تو
آپ کی رحمت اور آپ کا وہ ہمہ گیر دم کرنا　　یہ عالم آپ کے زندہ کرنے سے بھر جائے گا
تو فرشتہ رحمتی رحمت نما　　حاملِ عرشی و قبلہ دادہا
آپ فرشتۂ رحمت ہیں، رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں　　آپ عرش کے حامل اور انصاف کے قبلہ ہیں
عرش[3] معدنگاہِ داد و معدلت　　چار جُو در زیرِ اُو پُر مغفرت
عرش، انصاف اور عدل کی کان ہے　　مغفرت سے پُر، چار نہریں اُس کے نیچے ہیں
جُویِ شیر و جُویِ شہدِ جاوداں　　جُویِ خمر و دجلۂ آبِ رواں
دودھ کی نہر اور نہ ختم ہونے والے شہد کی نہر　　شراب کی نہر اور بہتے پانی کا دجلہ
پس زعرش اندر بہشتستاں رَوَد　　در جہاں ہم چیز کے ظاہر شود
پھر وہ عرش سے، جنت کے اندر پہنچتی ہیں　　دنیا میں بھی کچھ ظاہر ہو جاتی ہیں
گرچہ آلودست اینجا آں چہار　　ازچہ از زہرِ فنائے ناگوار
اگرچہ وہ چاروں یہاں گدلی ہیں　　کس چیز سے؟ ناگوار فنا کے زہر سے
جرعۂ برخاکِ تیرہ ریختند　　زاں چہار و فتنۂ انگیختند
انھوں نے تاریک مٹی پر ایک گھونٹ بہایا　　اُن چاروں سے، اور فتنہ برپا کر دیا

1. گفت۔ جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسرافیلؑ سے کہا تم زمین کی ایک مٹھی مٹی لے آؤ۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ فرشتۂ صور۔ حضرت اسرافیلؑ محشر میں صُور پھونکیں گے جس سے سب مردے زندہ ہو جائیں گے۔ بحرِ حیات۔ حضرت اسرافیلؑ کا صُور سب کو زندگی بخش دے گا۔ رمیم۔ بوسیدہ ہڈی۔
2. دردمی۔ حضرت اسرافیلؑ کا صُور پھونکنا مُردوں کو زندگی کی دعوت ہے۔ کربلا۔ موضع کربلا مراد ہے جو عراق میں ہے یا دنیا جو مصائب کی جگہ ہے۔ رحمت۔ اے اسرافیلؑ تمھارے کرم سے پورا عالم زندہ ہو جائے گا۔ حاملِ عرشی۔ حضرت اسرافیلؑ بھی عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔
3. عرش۔ عرش کے نیچے سے دودھ، شہد، شراب، پانی کی چار نہریں بہتی ہیں۔ پُر مغفرت۔ ان نہروں سے وہ سیراب ہونگے جن کی مغفرت ہو جائیگی۔ در جہاں۔ ان نہروں کے آثار دنیا میں بھی ہیں۔ فنا۔ دنیا میں ان نہروں کے آثار فانی ہیں۔ جرعہ۔ ان چاروں کے ایک ایک چلو سے آدمؑ کی مٹی کا خمیر بنایا۔

تابجویند[1] اصلِ آنرا ایں خساں
تاکہ یہ کمینے، اُن کی اصل کو تلاش کریں
خود بدیں قانع شُدند ایں ناکساں
نالائق خود اس پر قناعت کر بیٹھے

شِیر دادہ پرورشِ اطفال را
بچوں کی پرورش کے لیے دودھ دیا
چشمہ کردہ سینۂ ہرزال را
ہر عورت کے سینہ کو چشمہ بنا دیا

خمر دفعِ غُصّہ و اندیشہ را
شراب، غصہ اور فکر کو دور کرنے کے لیے
چشمہ کردہ از عِنب درباغہا
باغوں میں انگور سے، (اس کا) چشمہ جاری کر دیا

انگبیں دارو تنِ رنجور را
شہد، مریض کے جسم کے لیے دوا ہے
چشمہ کردہ باطنِ زنبور را
شہد کی مکھی کے باطن کو (اُس کا) چشمہ بنا دیا

آب[2] بہرِ عام اصل و فرع را
پانی عوام کی جڑ اور شاخ کے لیے
از برایِ طُہر و بہرِ کرع را
پاکی اور پینے کے لیے

تا ازینہا پے بری سُویِ اصول
تاکہ تو ان سے اصل کا پتا لگائے
توبدیں قانع شُدی اے بُوالفضول
اے لغو! تو نے اس پر قناعت کر لی

بشنو اکنوں ماجرایِ خاک را
اب مٹی کا قصہ سن
کہ چہ میگوید فسوں محراک را
کہ حرکت دینے والے (اسرافیل) کو کیا منتر سنا رہی ہے؟

پیشِ اسرافیل گشتہ اُو عبوس
وہ (حضرت) اسرافیل کے سامنے تُرشرو بنی
میکند صد گونہ شکلِ چاپلوس
خوشامد کی سیکڑوں قسم کی صورتیں بناتی تھی

کہ[3] بحقِ ذاتِ پاکِ ذُوالجلال
کہ اللہ (تعالیٰ) کی پاک ذات کا واسطہ
کہ مدار ایں قہر رابر من حلال
یہ ظلم مجھ پر جائز نہ رکھیے

من ازیں تقلید بُوی میبرم
میں اس گلے میں پھندا ڈالنے سے تاڑ رہی ہوں
بدگمانی میرود اندر سرم
میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہو رہی ہے

تو فرشتہ رحمتی رحمت نُما
آپ رحمت کے فرشتے، رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں
زانکہ مُرغے رانیازارد ہُما
کیونکہ ہُما، پرند کو نہیں ستاتا ہے

اے شفاءِ رحمتِ اصحابِ درد
اے درد مندوں کی شفا اور رحمت!
تو ہماں کن کاں دو نیکوکار کرد
آپ وہی کیجیے جو اُن دو پہلوں نے کیا

زود اسرافیل باز آمد بشاہ
(حضرت) اسرافیل فوراً شاہ کے پاس واپس آ گئے
گفت عُذر و ماجرا نزدِ اِلٰہ
اللہ (تعالیٰ) سے عذر اور قصہ بیان کیا

---

[1] تابجویند۔ یہ اس لیے کیا گیا تاکہ بنی آدم اُن اصل نہروں کی تلاش میں لگیں۔ شِیر۔ دودھ کی نہر کا اثر ماں کے پستان میں ظاہر ہوا ہے۔ از عنب۔ انگور میں خمر کی نہر کا اثر آیا۔ زنبور۔ شہد کی مکھی شہد کی نہر کا اثر ہے۔

[2] آب۔ دنیاوی پانی میں پانی کی نہر کی اصل ہے۔ محراک۔ حرکت کا آلہ یعنی اسرافیل۔ عبوس۔ تُرش رو۔

[3] کہ اے بحق۔ زمین نے چاپلوسی کی یہ صورت اختیار کی کہ حضرت اسرافیل کو اللہ کی قسمیں دینے لگی۔ تقلید۔ گلے میں قلادہ ڈالنا۔ ہما۔ شریف پرند ہے کسی جاندار پرند کا شکار نہیں کرتا بلکہ سوکھی ہڈیوں پر گذارہ کرتا ہے۔ ماجرا۔ یعنی زمین سے اُن کی جو بات چیت ہوئی۔

کز بُروں[1] فرماں بدادی کہ بگیر — عکسِ آں اِلہام دادی در ضمیر
کہ بظاہر آپ نے حکم فرمایا کہ لے لے — دل میں اُس کے برعکس الہام کر دیا

اَمر کردی در گرفتن سُوئے گوش — نہی کردی از قساوت سُوئے ہوش
تو نے کان کو، لے لینے کا حکم دیا — عقل کو سختی کرنے سے منع کر دیا

رحمتِ اُو بیحدست و بیکراں — اُو حکیم ست و کریم۔ و مہرباں
اُس کی رحمت لا انتہا اور لامحدود ہے — وہ دانا اور سخی اور مہربان ہے

سبقِ رحمت گشت غالب بر غضب — اے بدیع افعال نیکوکار رب
رحمت کی سبقت غضب پر غالب ہے — اے عجیب افعال اور اچھے کام والے خدا!

فرستادنِ[2] عزرائیل علیہ السلام مَلِکُ العزم والحزم را بگرفتن قُبضہء خاک تا ساختہ شود جسمِ آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام چالاک و راست کار، والتفات ناکردنِ عزرائیل علیہ السلام بر تضرّعِ خاک

ارادہ کی پختگی اور پختہ کاری کے فرشتے (حضرت) عزرائیل علیہ السلام کو مٹھی بھر مٹی لینے کے لیے بھیجنا تاکہ حضرت آدم (اُن پر اور ہمارے نبی پر درود اور سلام ہو) کا چالاک اور درست کام کرنے والا جسم بنایا جائے اور حضرت عزرائیل کا زمین کی آہ وزاری کی طرف دھیان نہ دینا۔

گفت[3] یزداں زود عزرائیل را — کہ ببیں آں خاکِ پُر تخییل را
اللہ (تعالیٰ) نے فوراً عزرائیل سے فرمایا — کہ اُس خیالات سے بھری، زمین کو دیکھ

آں ضعیفِ زال و ظالم را بیاب — مُشت خاکے زو بیاور ہیں شتاب
کمزور، ظالم بڑھیا کے پاس پہنچ — خبردار! جلد اُس میں سے ایک مٹھی مٹی لے آ

رفت عزرائیل سرہنگِ قضا — سُوئے کُرّہ خاک بہرِ اِقتضا
موت کے سپاہی (حضرت) عزرائیل روانہ ہو گئے — تقاضا کرنے کے لیے زمین کے کُرہ کی جانب

خاک بر قانوں نفیر آغاز کرد — داد سوگندش بسے سوگند خورد
خاک نے دستور کے مطابق چلانا شروع کر دیا — اُن کو قسم دی، بہت سی قسمیں کھائیں

کاے غلامِ خاص وے حمّالِ عرش — اے مُطاعُ الامر اندر عرش و فرش
کہ اے خاص بندے اور اے عرش کے اُٹھانے والے! — اے فرش اور عرش کے اندر مخدوم و سردار!

---

[1] کز بروں۔ حضرت اسرافیل نے خدا سے عرض کیا بظاہر آپ کا یہ حکم ہوا کہ میں مٹی لے آؤں اور میرے دل میں آپ نے ہی یہ بات پیدا کر دی کہ میں اُس کی خوشامد پر رحم کروں۔ قساوت۔ سخت دلی۔ رحمتِ اُو۔ مولانا فرماتے ہیں باطنی الہام رحمت کا وظیفہ ہے۔

[2] فرستادن۔ حضرت اسرافیل کے ناکام ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کو مٹی لینے کے لیے بھیجا۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ حزم۔ پختہ کاری۔ چالاک و راست کار۔ یہ جسم کی صفت ہے۔

[3] گفت۔ اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کو حکم دیا کہ زمین کی مٹی لاؤ۔ پُر تخییل۔ چونکہ زمین طرح طرح کے عذر کر رہی تھی۔ سرہنگ۔ سپاہی۔ اقتضاء۔ وصول کرنا۔ بر قانون۔ یعنی جس طرح اُس نے جبرئیل وغیرہ کی خوشامد کی تھی۔ مطاع الامر۔ وہ شخص جس کا حکم مانا جائے۔

رو[1] بحقِ رحمتِ رحمٰنِ فرد ‌ ‌ رو بحقِ آنکہ باتو لطف کرد
یکتا رحمان کی رحمت کے طفیل چلے جایئے ‌ ‌ اُس ذات کے طفیل چلے جایئے جس نے آپ پر مہربانی کی

حقِ شاہے کہ جز اُو معبود نیست ‌ ‌ پیشِ اُو زاریِ کس مردود نیست
اُس شاہ کے طفیل جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ‌ ‌ اُس کے دربار میں کسی کی (آہ و) زاری مردود نہیں ہے

حقِ حقِّ حق کہ دست از من بدار ‌ ‌ اے تُرا از حق فضیلت بے شمار
اللہ (تعالیٰ) کے حق کے طفیل مجھ سے دستبردار ہو جایئے ‌ ‌ اے وہ کہ آپ کے لیے اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے بیشمار فضیلتیں ہیں

گفت[2] نتوانم بدیں افسوں کہ مَن ‌ ‌ رُو بتابم زامرِ اُو سِرّ و علن
اُن (عزرائیل) نے کہا میں اس منتر سے نہیں کرسکتا ہوں کہ میں ‌ ‌ اُس کے حکم سے ظاہر و باطن میں منہ موڑوں

گفت آخر امر فرمود اُو بحلم ‌ ‌ ہر دو امر اند ایں بگیر ازراہِ علم
اُس نے کہا آخر اُس (اللہ تعالیٰ) نے نرمی کا بھی حکم دیا ہے ‌ ‌ دونوں حکم ہیں ازروئے علم، اس حکم کو اختیار کر لیجئے

گفت آں تاویل باشد یا قیاس ‌ ‌ در صریحِ امر کم جُو التباس
اُنھوں نے کہا، وہ تاویل یا قیاس ہو گا ‌ ‌ صاف حکم میں شبہ نہ نکال

فکرِ خود را گر کُنی تاویل بہ ‌ ‌ کہ کُنی تاویل آں نا مُشتبہ
اگر تو اپنے خیال کی تاویل کر لے، بہتر ہے ‌ ‌ بہ نسبت اُس کے کہ تو غیر مشتبہ میں تاویل کرے

دل ہمی سوزد مرا بر لابہ ات ‌ ‌ سینہ ام پُر خُون شُد از شورابہ ات
تیری خوشامد سے میرا دل جل رہا ہے ‌ ‌ تیرے آنسوؤں سے میرا سینہ پُرخون ہو رہا ہے

نیستم[3] بے رحم بل زاں ہر سہ پاک ‌ ‌ رحم بیشستم بتو اے درد ناک
میں بے رحم نہیں ہوں بلکہ اُن تین پاکوں سے ‌ ‌ اے دردمند تجھ پر مجھے زیادہ رحم آ رہا ہے

گر طپانچہ میزنم من بر یتیم ‌ ‌ ور دہد حلوا بدستش آں حلیم
اگر میں، یتیم کے طمانچہ ماروں ‌ ‌ اور اگر وہ حلیم، اُس کے ہاتھ میں حلوا دے

ایں طپانچہ خوشتر از حلوائے اُو ‌ ‌ ور شود غرّہ بحلوا وائے اُو
اُس کے حلوے سے یہ طمانچہ بہتر ہے ‌ ‌ اگر وہ حلوے سے دھوکا کھا جائے اُس پر افسوس ہے

برنفیرِ تو جگر میسوزدم ‌ ‌ لیک حق، قہرے ہمی آموزدم
تیری فریاد پر میرا جگر جل رہا ہے ‌ ‌ لیکن اللہ تعالیٰ مجھے جبر کی تعلیم دے رہا ہے

لُطفِ مخفی درمیانِ قہرہا ‌ ‌ در خذف پنہاں عقیقِ بے بہا
قہروں کے درمیان مہربانی چھپی ہوئی ہے ‌ ‌ کنکریوں میں بے بہا عقیق چھپا ہوا ہے

---

1. رو بحق۔ زمین نے اُن کو خدا اور اُس کی صفات کی قسمیں دینی شروع کر دیں۔ پیشِ اُو۔ اللہ تعالیٰ آہ وزاری پر ضرور رحم فرماتا ہے۔ حق۔ پہلا حق قسم کے معنیٰ میں ہے یعنی بقسمِ حق تعالیٰ۔ افسوں۔ یعنی زمین کی باتیں۔
2. گفت۔ زمین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں میری مٹی لے جانے کا بھی حکم دیا ہے اور بُردباری برتنے کا بھی حکم ہے۔ لہٰذا اُن میں سے بردباری کو اختیار کر لیجیے اور مجھے معاف کر دیجیے۔ گفت۔ حضرت عزرائیل نے کہا کہ ماموربہ حکم کے مقابلہ میں حلم اختیار کرنا بالکل غلط تاویل اور غلط قیاس ہے۔ نامشتبہ۔ یعنی صریح حکم۔ شورابہ۔ یعنی آنسو۔
3. نیستم۔ عزرائیل نے کہا میں پہلے تینوں فرشتوں سے بھی زیادہ رحم کرنیوالا ہوں۔ گر طپانچہ۔ اللہ کی جانب سے وہ مصیبت اور ابتلا جو آخرت کی بہبودی کا سبب بنے اُس نعمت سے بدرجہا بہتر ہے جو گمراہی کا سبب بن جائے۔ لطف۔ اللہ تعالیٰ مصائب کو اُخروی عروج کا سبب بناتا ہے تو اس قہر میں مہر مخفی ہوتی ہے۔

قہرِ[1] حق بہتر ز صد لُطفِ من ست
اللہ تعالیٰ کا قہر میری سیکڑوں مہربانیوں سے بہتر ہے
بدتریں قہرش بہ از لُطفِ دوکون
اُس کا بدترین قہر دونوں جہان کی مہربانی سے بہتر ہے
لُطفہائے مضمر اندر قہرِ اُو
اُس کے قہر میں مہربانیاں پوشیدہ ہیں
ہیں رہا کُن بدگمانی و ضلال
خبردار! بدگمانی اور گمراہی چھوڑ دے
آں[2] تعالَ اُو تعالیہا دہد
اُس کا آ جا، کہنا تجھے بلندیاں عطا کرے گا
بارے آں امرِ سنی را ہیچ ہیچ
اب اُس بلند حکم کو تھوڑا سا بھی
ایں ہمہ نشنید آں خاکِ نژند
اس پست زمین نے یہ کچھ نہ سنا
بازاز نوعِ دگر آں خاکِ پست
پھر وہ پست زمین دوسری طرح سے
گفت[3] نے برخیز نبوَد زیں زیاں
اُنھوں نے کہا اُٹھ کھڑی ہو کوئی نقصان نہ ہو گا
کژ میندیش و مکن لابہ دگر
اُلٹا نہ سوچ اور پھر خوشامد نہ کر
بندہ فرمانم نیارم ترک کرد
میں حکم کا بندہ ہوں، میں ترک نہیں کر سکتا ہوں
جُز ازاں خلّاقِ گوش و چشم و سَر
اُس کان اور آنکھ اور سر کے پیدا کرنے والے کے علاوہ
گوشِ من از گفت غیرِ اُو کرست
اُس کے غیر کی گفتگو سے میرا کان بہرا ہے

منع کردن جاں ز حق جاں کندن ست
اللہ تعالیٰ سے جان، بچانا جاں کنی ہے
نِعمَ رَبُّ العالمین و نِعمَ عون
پروردگارِ دو عالم بہتر ہے اور مدد بہتر ہے
جاں سپُردن جاں فزاید بہرِ اُو
اُس کے لیے جان دینا، جان کو بڑھاتا ہے
سر قدم کُن چونکہ فرمودت تعال
سر کو پاؤں بنا لے جبکہ اُس نے تجھے حکم دیا ہے، کہ آ جا
مستی و جُفت و نہالیہا دہد
مستی اور جوڑا اور توشکیں عطا کرے گا
من نیارم کرد وہن و پیچ پیچ
میں سُست ڈھیلا اور مشکل نہیں بنا سکتا ہوں
زاں گمانِ بد بُدش در گوش بند
اُس بدگمانی کی وجہ سے اس کے کان میں رکاوٹ تھی
لابہ و سجدہ ہمی کرد اُو چو مست
مدہوش کی طرح خوشامد اور سجدہ کرتی تھی
من سر و جاں می نہم رہن و ضماں
میں سر اور جان گروی اور ضمانت میں دیتا ہوں
جُز بداں شاہِ رحیم دادگر
سوائے اُس منصف، رحیم شاہ کے
امرِ اُو کز بحر انگیزید گرد
اُس کا حکم، جس نے سمندر سے گرد اُڑا دی
نشنوم از جانِ خود ہم خیر و شر
میں اپنی جان سے بھی بھلی اور بُری بات نہ سنوں گا
امرِ اُو از جانِ شیریں خوشترست
اُس کا حکم میٹھی جان سے زیادہ بہتر ہے

[1] قہرِ حق۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم قہر بھی ہے تو میرے اُس رحم سے بدرجہا افضل ہے جو میں تجھ پر کروں اور تجھ میں سے مٹی نہ لوں، اللہ کے حکم پر اگر جان سے بھی دریغ کی جائے تو وہ ہلاکت ہے۔ جاں سپردن۔ اللہ کے حکم کے مطابق جان سونپ دینا جان کی افزائش کا سبب ہے۔ سر قدم کن۔ یعنی سر کے بل چل پڑ۔

[2] آں تعالَ۔ اللہ کا یہ حکم کہ "آ جا" جنت کی نعمتوں سے مالا مال کر دیگا۔ بارے۔ عزرائیل نے کہا میں اللہ کے حکم کے جاری کرنے میں کوئی تامل نہ کروں گا۔ ایں ہمہ۔ حضرت عزرائیل کی ساری نصیحتیں بیکار ہوئیں اسکی بدگمانی نے اُس کو بہرا بنا دیا تھا۔ باز۔ اس زمین نے حضرت عزرائیل کی خوشامدیں پھر شروع کر دیں۔

[3] گفت۔ حضرت عزرائیل نے زمین سے کہا کہ حکم خداوندی کی تعمیل تیرے لیے مفید ہے میری ذمہ داری ہے تجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ بندہ۔ میں اللہ کے حکم کا غلام ہوں۔ اس کا حکم ہر ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ جُز۔ میں اللہ کی بات کے سوا اپنی جان کی بھی کوئی بات نہیں سنتا ہوں۔ امرِ اُو۔ اُس کا حکم مجھے اپنی جان سے زیادہ پیارا ہے۔

جان[1] از وے آمد نیامد او ز جان | صد ہزاراں جاں دہد او رائگان
جان اُس سے آئی ہے وہ جان سے نہیں آیا ہے | وہ لاکھوں جانیں مفت دے دیتا ہے

جان چہ باشد کش گزینم بر کریم | کیک چہ بود کہ بسوزم زو گلیم
جان کیا ہوتی ہے کہ میں اُس کو کریم پر ترجیح دوں | کھٹمل کیا ہوتا ہے کہ اُس کی وجہ سے میں کملی جلاؤں؟

من ندانم خیر اِلّا خیرِ او | صُم و بکم و عمی من از غیرِ او
میں اُس کی خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں جانتا ہوں | میں اُس کے غیر سے بہرا اور گونگا اور اندھا ہوں

گوشِ من کرست از زاری کناں | کہ منم در کفِ او ہمچو سِناں
رونے والوں سے میرا کان بہرا ہے | کیونکہ میں اُس کے ہاتھ میں بھالے کی طرح ہوں

دربیان[2] آنکہ مخلوقیکہ تُرا از وے ظلمے رسد بحقیقت او ہمچوں آلتے
اس کا بیان کہ جس مخلوق سے تجھے تکلیف پہنچے وہ درحقیقت ایک آلہ کی طرح
است، عارف آں بود کہ بحق رجوع کند نہ بآلت و اگر بآلت
ہے عارف وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے نہ کہ آلہ کی جانب
رجوع کند ظاہراً نہ از جہل کند بلکہ برائے مصلحتے چنانکہ بایزید
وہ اگر بظاہر آلہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو نادانی کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحت کی
قُدس سرُّہ گفت کہ چندیں سال ست کہ من[3] با مخلوق سخن
ہے چنانچہ حضرت بایزید قدس سرہ نے فرمایا کہ بہت سے سال ہو گئے ہیں کہ میں نے
نگفتہ ام ۔ از مخلوق سخن نشنیدہ ام و لیکن خلق چنیں پندارند
مخلوق سے بات نہیں کی ہے اور نہ میں نے مخلوق سے بات سنی ہے لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں
کہ با ایشان میگویم و از ایشاں می شنوم زیراکہ ایشان مخاطبِ اکبر
اُن سے کہتا ہوں اور اُن سے سنتا ہوں کیونکہ وہ بڑے مخاطب کو نہیں دیکھتے ہیں
را نمی بینند کہ ایشاں چوں صدا اند نسبت بحالِ من و التفاتِ
کیونکہ میرے اعتبار سے صدائے بازگشت کی طرح ہیں اور عقلمند سننے والے کی توجہ
مستمعِ عاقل بصدا نباشد چنانکہ مثل ست معروف قَالَ الْجِدَارُ
صدائے بازگشت کی طرف نہیں ہوتی ہے چنانچہ مشہور مثل ہے کہ دیوار نے کیل سے کہا
لِلْوَتَدِ لِمَ تَشُقُّنِیْ قَالَ الْوَتَدُ اُنْظُرْ اِلٰی مَنْ یَدُقُّنِیْ
کہ تو مجھے کیوں پھاڑ رہی ہے کیل نے کہا اُسے دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے

---

1. جاں۔ جان تو اللہ کی دی ہوئی ہے اگر اُس کے حکم پر جان جائے تو وہ سیکڑوں جانیں عطا کر سکتا ہے۔ جاں چہ باشد۔ اللہ کے مقابلہ میں جان حقیر ہے۔ کیک۔ میں تھوڑے سے فائدہ کی خاطر بڑا نقصان نہیں برداشت کر سکتا۔ گوش۔ اُس کے حکم کو کسی کی آہ وزاری سے نہیں ٹالا جا سکتا میں اُسکے حکم کے سامنے مجبور محض ہوں۔
2. دربیان۔ جو اہل اللہ ہیں وہ ہر معاملہ میں مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اسباب کو کاریگر کا آلہ سمجھتے ہیں، حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے عرصہ دراز سے نہ کسی انسان کی بات سنی اور نہ کسی انسان سے گفتگو کی تو اسکا مطلب یہی تھا کہ وہ ہر معاملہ کا متصرف خدا ہی کو سمجھتے تھے۔
3. کہ من۔ شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے: (گر گزندت رسد ز خلق مرنج۔ کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج۔ از خدا داں خلاف دشمن و دوست کہ دل ہر دو در تصرف اُوست)۔ قال الجدار۔ دیوار نے کیل سے شکایت کی تو کیل نے جواب دیا کہ اصل سبب کو دھیان میں رکھ۔

احمقانہ از سِناں رحمت مجُو
بیوقوفی سے بھالے سے رحم کا خواہاں نہ بن
دردہانِ[1] اژدہا رَو بہرِ اُو
اُس (اللہ تعالیٰ) کی خاطر اژدہے کے منہ میں چلی جا

ازدمِ شمشیر تو رحمت مجُو
تو تلوار کی دھار سے رحم نہ تلاش کر
زاں شہے جُو کاں بُود در دَستِ اُو
اُس شاہ سے مانگ وہ جس کے ہاتھ میں ہو

بازِسنان و تیغ لابہ چوں کُنی
تو بھالے اور تلوار کی خوشامد کیوں کرتی ہے؟
کو اسیر آمد بدستِ آں سنی
وہ اُس بلند (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ کے پابند ہیں

اُو بصنعت آذر ست و من صنم
وہ کاریگری میں آذر ہے اور میں بُت ہوں
آلتے کو سازدم مَن آں شوم
وہ آلہ جو بھی بناتا ہے میں بن جاتا ہوں

گر مرا ساغر کند ساغر شوم
اگر وہ مجھے ساغر بنائے میں ساغر بن جاؤں
وَر مرا خنجر کند خنجر شوم
وہ اگر مجھے خنجر بنائے، خنجر بن جاؤں

گر مرا چشمہ کند آبے دہم
اگر وہ مجھے چشمہ بنا دے، میں پانی دوں
ور مرا آتش کند تابے دہم
اگر وہ مجھے آگ بنا دے، گرمی پہنچاؤں

گر[2] مرا باراں کند خرمن دہم
اگر وہ مجھے بارش بنا دے میں کھلیان دوں
ور مرا ناوک کند در تن جہم
اگر وہ مجھے تیر بنا دے میں جسم میں گھس جاؤں

گر مرا مارے کند زہر افگنم
اگر وہ مجھے سانپ بنا دے، تو زہر اُگلوں
ور مرا یارے کند مہر آگنم
اور اگر وہ مجھے دوست بنا دے، تو محبت بھر دوں

گر مرا شکر کند شیریں شوم
اگر وہ مجھے شکر بنا دے میں شیرینی بن جاؤں
ور مرا حنظل کند پُر کیں شوم
اور اگر وہ مجھے ایلوا بنا دے تو میں کینہ ور بن جاؤں

گر مرا شیطاں کند سرکش شوم
اگر وہ مجھے شیطان بنا دے میں سرکش ہو جاؤں
ور مرا سوزاں کند آتش شوم
اور اگر وہ مجھے جلانے والا بنا دے تو میں آگ بن جاؤں

من چو کِلکم درمیانِ اصبعین[3]
میں دو انگلیوں کے درمیان قلم کی طرح ہوں
نیستم در وصفِ طاعت بین بین
میں صفتِ طاعت میں مذبذب نہیں ہوں

خاک را مشغول کرد اُو در سخن
انھوں نے مٹی کو باتوں میں لگایا
یک کفے بر بود زاں خاکِ کہن
(اور) اُس پرانی مٹی سے ایک مٹھی بھر لی

ساحرانہ در ربود از خاکداں
وہ زمین سے شعبدہ بازوں کی طرح لے اُڑے
خاک مشغولِ سخن چوں بیخوداں
زمین مدہوشوں کی طرح بات میں مشغول تھی

---

[1] دردہاں۔ اللہ کے کسی حکم میں بھی چون وچرا نہ ہونی چاہیے۔ اگر وہ سانپ کے منہ میں جانے کا حکم دے تو اُس کو ہی بہتر سمجھنا چاہیے۔ او بصنعت۔ حضرت عزرائیل نے فرمایا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے میں بمنزلہ اس کے آلے کے ہوں۔ ساغر۔ کسی پر رحمت کا حکم ہوگا تو میں رحم کروں گا۔ مرا خنجر۔ کسی پر قہر کا حکم ہوگا تو میں قہر کروں گا۔

[2] گر مرا باراں۔ جس طرح کا وہ حکم دے گا میں وہی کروں گا خواہ اُس میں کسی کا فائدہ ہو یا بظاہر نقصان ہو۔ گر مرا مارے۔ حضرت عزرائیل نے فرمایا اللہ تعالیٰ جو کام بھی مجھ سے لے گا میں وہی کروں گا۔

[3] اصبعین۔ حدیث شریف ہے۔ انّ قُلُوْبَ بنِیْٓ آدَمَ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُہَا کَیْفَ یَشَآءُ۔ بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اُن کو پلٹتا رہتا ہے جیسا چاہتا ہے۔

بُرد تا حق تُربتِ[1] بے رائے را
بے وقوف مٹی کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے گئے

تابمکتب آں گریزاں پائے را
(جیسا کہ) مکتب میں بھگوڑے (بچہ) کو

گفت یزداں کہ بعلمِ روشنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اپنے روشن علم کی قسم

کہ تُرا جلاّدِ ایں خلقاں کُنم
کہ تجھے مخلوق کا جلاّد بناؤں گا

گفت یارب دشمنم گیرند خلق
انھوں نے عرض کیا اے خدا! مخلوق مجھے دشمن سمجھے گی

چوں فشارم خلق را در مرگ، حلق
جبکہ موت کے لیے میں مخلوق کا گلا دباؤں گا

تو[2] رواداری خُداوندِ سَنی
اے بزرگ خدا! تو مناسب سمجھتا ہے

کہ مرا مبغوض وُدشمن رُو کُنی
کہ مجھے مبغوض اور دشمن کے چہرے والا بنائے

گفت اسبابے پدید آرم عیاں
اُس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں اسباب ظاہر کروں گا

از تپ و قولنج و سرسام و سناں
(یعنی) بخار اور (درد) قولنج اور سرسام اور بھالا

از صُداع و ماشرا و از خُناق
دردِ سر اور خون کے جوش سے اور گلے کے ورم سے

وز زکام و از جُذام و از فواق
اور زکام سے اور کوڑھ اور ہچکی سے

سُدّہ واِسہال و اِستقا و سِل
سُدہ اور دست اور استقاء اور سل

کسر و ذاتُ الصدر و لدغ و دردِ دل
ہڈی ٹوٹنے اور نمونیہ اور سانپ کے ڈسنے اور دردِ دل سے

تا بگردانم نظرِ شاں را ز تو
تاکہ اُن کی نگاہ تجھ سے پھیر دوں

در مرضہا و سببہائے سہ تو
مرضوں اور تہرے سببوں میں

گفت[3] یا رب بندگاں ہستند نیز
اُن (عزرائیل) نے عرض کیا اے خدا! ایسے بندے بھی ہیں

کہ سببہا را بدّرند اے عزیز
کہ اسباب کو چاک کر دیتے ہیں اے عزیز!

چشمِ شاں باشد گذارہ از سبب
اُن کی نظر سب سے گذری ہوئی ہوتی ہے

در گذشتہ از حُجب از فضلِ رب
وہ اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے پردوں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں

سُرمۂ توحید از کحّالِ حال
حالت کے سرمہ کش کی جانب سے، توحید کا سرمہ

یافتہ، رستہ ز عِلّت و اِعتلال
پائے ہوئے ہیں، سبب اور سبب بتانے سے نجات پائے ہوئے ہیں

ننگرند اندر تپ و قولنج و سِل
وہ بخار اور قولنج اور سل کو نہیں دیکھتے ہیں

راہ ندہند ایں سببہا را بدل
دل میں اِن اسباب کو راستہ نہیں دیتے ہیں

زانکہ ہریک زیں مرضہا را دواست
کیونکہ اِن مریضوں میں سے ہر ایک کی دوا ہے

چوں دوا نپذیرد آں فعلِ قضاست
جب وہ دوا کو نہ قبول کرے وہ قضا (خداوند) کا کام ہے۔

---

1. تُربت بے رائے۔ زمین کی رائے بے ڈھنگی تھی۔ تابمکتب۔ زمین کی مٹی کو اسی طرح حضرت عزرائیل لے گئے جس طرح بھگوڑے بچے کو مکتب میں لے جایا جاتا ہے۔ گفت۔ حضرت عزرائیل چونکہ زمین کی خوشامد سے متاثر نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے جلاّدی کا عہدہ پسند فرمایا۔

2. تو رواداری۔ حضرت عزرائیل کو ملک الموت بنایا تو انھوں نے عرض کیا کہ جن جانداروں کی روح قبض کروں گا وہ مجھ سے بغض کریں گے اور مجھے اپنا دشمن سمجھیں گے تو یہ بات آپ میرے لیے کیوں پسند کرتے ہیں۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کے جواب میں فرمایا کہ میں موت کے اسباب پیدا کر دوں گا تو لوگ اُن کو دیکھیں گے تیری طرف سے لوگوں کی نگاہیں ہٹ جائیں گی۔

3. گفت۔ حضرت عزرائیل نے عرض کیا یہ تو درست ہے کہ عوام کی نگاہ اسباب پر ہوتی ہے لیکن خاصانِ خدا بھی تو ہیں جو اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اور اصل کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ اعتلال۔ علت میں پڑنا۔ زانکہ۔ وہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ دوا میں تاثیر ہے لیکن جب وہ اثر نہ کرے تو پھر یہ فعلِ خداوندی ہی ہے۔

ہر[1] مرض دارد دوا میداں یقیں — چوں دوائے رنجِ سرما پوستیں
یقین کے ساتھ جان لے کہ ہر مرض کی دوا ہے — جس طرح جاڑے کی تکلیف کی دوا پوستین ہے

چوں خدا خواہد کہ مردے بفسرد — سردی از صد پوستن ہم بگذرد
جب خدا چاہتا ہے کہ انسان ٹھٹھرے — (تو) سردی سیکڑوں پوستینوں میں سے گذر جاتی ہے

در وجودش لرزۂ بنہد کہ آں — نے ز آتش کم شود نے از دُخاں
اُس کے جسم میں وہ ایسی کپکپی پیدا کر دیتی ہے — جو نہ آگ سے کم ہوتی ہے نہ دھویں سے

برتنِ اُو سردیٔ بنہد چناں — کاں بجامہ ہم نگردد و آتش آں
اُس کے جسم میں ایسی سردی پیدا کر دیتی ہے — کہ وہ کپڑوں سے بھی نہیں ٹلتی اور آگ سے (بھی)

چوں[2] قضا آید طبیب ابلہ شود — واں دوا در نفع ہم گمرہ شود
جب قضا آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے — وہ دوا نفع پہنچانے میں بے راہ ہو جاتی ہے

کے شود محجوب ادراکِ بصیر — زیں سببہائے حجابِ گول گیر
بینا کا احساس کب چھپ سکتا ہے — احمق کو مبتلا کرنے والے ان اسباب سے

اصل بیند دیدہ چوں اکمل بُود — فرع بیند چونکہ مرد احول بُود
جب آنکھ مکمل ہوتی ہے وہ اصل کو دیکھتی ہے — جب انسان بھینگا ہو تو وہ فرع کو دیکھتی ہے

جواب[3] آمدن از حضرت عزرائیلؑ راکہ آں کہ نظر اُو بر
اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت عزرائیلؑ کو جواب آنا کہ جو نظر اسباب اور

اسباب و مرض و زخمِ تیغ نیاید برکارِ تو عزرائیلؑ ہم نیاید کہ تو
مرض اور تلوار کی ایذاء رسانی پر نہیں پڑتی ہے اے عزرائیل وہ تیرے کام پر بھی نہ پڑے گی

ہم سببی اگرچہ مخفی تری ازاں سببہا و بُود کہ براں رنجور مخفی
کیونکہ تو بھی ایک سبب ہے اگرچہ اُن سببوں سے زیادہ مخفی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اُس بیمار

نباشد و نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُم وَلٰكِن لَّا تُبْصِرُوْنَ
سے یہ مخفی نہ ہو کہ ہم اُس (مردے) سے تم سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے ہو

گفت یزداں ہرکہ باشد اصل داں — پس تُراکے بیند اُو اندر میاں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جو شخص اصل کو جاننے والا ہو گا — وہ تجھے درمیان میں کب دیکھے گا؟

گرچہ خویش از عامہ پنہاں کردۂ — پیشِ روشن دیدگاں ہم پردۂ
اگرچہ تو نے عوام سے اپنے آپ کو چھپا لیا ہے — روشن آنکھ والوں کے سامنے تو بھی ایک پردہ ہے

---

[1] ہر مرض۔ حدیث شریف ہے لِكُلِّ داءٍ دَواءٌ "ہر بیماری کی دوا ہے" پوستین۔ سردی سے پوستین کے ذریعہ بچاؤ ہوتا ہے لیکن اگر خدا چاہے تو سردی پوستینوں سے گذر کر بدن کو ستا دیتی ہے۔ در وجودش۔ جسم میں ایسی سردی گھستی ہے کہ نہ کپڑوں سے چین پڑتا ہے نہ آگ اور دھویں سے۔

[2] چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے خلاف ہر دوا بیکار ثابت ہو جاتی ہے اور طبیب اپنی حماقت سے الٹی دوا تجویز کرتا ہے۔ بصیر۔ جن لوگوں کو بصیرت حاصل ہے وہ اسباب سے دھوکے میں نہیں پڑتے ہیں اور نگاہ صحیح کام کرتی ہے جو بھینگا ہوتا ہے وہ اسباب کو دیکھتا ہے۔

[3] جواب۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کو جواب دیا کہ تم بھی بمنزلہ ایک سبب کے ہو اگرچہ عوام کی نگاہ سے مخفی ہو لیکن اصحابِ بصیرت تم کو بھی سبب سمجھیں گے اور حقیقی متصرف مجھے ہی خیال کریں گے۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا کہ تم بھی محض ایک پردہ ہو اصحابِ بصیرت کی نگاہ پردہ چاک کر کے اصل تک پہنچ جاتی ہے۔

وانکه[1] ایشاں را شکر باشد اجل — چوں نظر شاں مست باشد در دُوَل
اور یہ کہ موت اُن کے لیے شکر ہوتی ہے — کیونکہ ان کی نگاہ (آخرت کی) دولتوں میں مست ہوتی ہے

تلخ نبُوَد پیشِ ایشاں مرگِ تن — چوں روند از چاہ و زنداں در چمن
جسم کی موت اُن کے لیے کڑوی نہیں ہوتی ہے — کیونکہ وہ کنویں اور قید خانہ سے چمن میں جاتے ہیں

آنکہ وارست از جہانِ پیچ پیچ — می نگرید بر فواتِ ہیچ ہیچ
جو شخص پیچ در پیچ دنیا سے چھوٹ گیا — وہ ناچیز کے فوت ہو جانے پر نہیں روتا ہے

بُرجِ[2] زنداں را شکست ارکانیے — ہیچ ازو رنجد دلِ زندانیے
کسی اہلکار نے قید خانہ کی عمارت توڑی — کیا اس سے کوئی قیدی رنجیدہ ہو گا

کاے دریغ ایں سنگِ مرمر را شکست — تاروان و جانِ ما از حبس رست
کہ ہائے افسوس اس نے سنگِ مرمر توڑ دیا — حتیٰ کہ ہماری رُوح اور جان قید سے چھوٹ گئی

آں رُخامِ خوب و آں سنگِ لطیف — بُرجِ زنداں را بہی بُود و الیف
وہ عمدہ پتھر اور وہ نازک پتھر — قید خانہ کی عمارت کے لیے اچھا اور مناسب تھا

چوں شکستش تاکہ زندانی برست — دستِ اُو در جرمِ ایں باید شکست
جب اُس کو اس لیے توڑا کہ قیدی چھوٹ گیا — اس کے جرم میں اُس کا ہاتھ توڑنا چاہیے

ہیچ زندانی نگوید ایں فشار — جُز کسے کز حبس آرندش بدار
لغو بات کوئی قیدی نہ کہے گا — سوائے اُس کے جس کو قید خانے سے سولی پر لے جائیں

تلخ[3] کے باشد کسے را کش برند — از میانِ زہرِ ماراں سُوئے قند
اُس شخص کو ناگوار کب ہو گا جس کو لے جائیں — سانپوں کے زہر میں سے شکر کی جانب؟

جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن — می پرد با پرِ دل بے پائے تن
جسم کے شور و غل سے جان چھوٹ کر — دل کے پر سے پرواز کرتی ہے نہ کہ جسم کے پاؤں سے

ہمچو زندانیِ چہ کاندر شباں — خُسپد و بیند بخواب اُو گلستاں
کنویں کے اُس قیدی کی طرح جو راتوں کو — سوئے اور وہ خواب میں باغ کو دیکھے

گوید اے یزداں مرا در تن مبَر — تادریں گلشن کنم من کرّ و فر
وہ کہے گا اے خدا! مجھے جسم کے اندر نہ کر — تاکہ میں اس باغ میں مزے اڑاؤں

گویدش یزداں دُعا شد مستجاب — وَامرو واللّٰہُ اعلم بِالصَّواب
اُس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دعا قبول ہو گئی — واپس نہ جا، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

---

[1] وانکہ۔ جو اصحابِ بصیرت ہیں چونکہ اُن کی نگاہیں اُخروی دولتوں پر ہیں لہٰذا وہ موت اور مارنے والے کو بُرا نہیں سمجھ سکتے اور اپنی موت کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ کوئی کنویں کی قید سے نکل کر چمن میں پہنچ جائے۔ ہیچ ہیچ۔ دنیاوی دولت۔

[2] بُرج۔ مومن کی موت ایسی ہے جیسی کسی قیدی کا قید خانہ ٹوٹنا، اگر کوئی کارکن اُس کو توڑے گا تو کسی قیدی کو تکلیف نہ ہو گی۔ کاے۔ یہ بات کوئی قیدی نہ کہے گا۔ رُخام۔ سنگ مرمر۔ برج۔ یعنی عمارت۔ جُز کسے۔ ہاں وہ قیدی یہ باتیں کہے گا جو جیل خانہ سے پھانسی پر جائے۔

[3] تلخ۔ مومن کی موت تو ایسی ہے کہ کسی کو سانپوں کے زہر سے بچا کر قند میں پہنچا دیا جائے۔ جان۔ جب روح جسم کی قید سے آزاد ہو جاتی ہے تو اس کی پرواز بڑھ جاتی ہے۔ ہمچو۔ مومن کی دنیاوی زندگی کی یہ مثال ہے۔ گوید۔ اُس قیدی کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ بیدار نہ ہو اور روح جسم میں لوٹ کر نہ آئے۔ گویدش۔ اگر اللہ تعالیٰ اُس قیدی کی دعا قبول کرلے وہ کس قدر خوش نصیب ہو گا۔

ایں چنیں[1] خوابے بہ بیں چوں خوش بُود　　مرگ نادیدہ بجنّت دَر رَوَد
دیکھ، ایسا خواب کیسا اچھا ہوتا ہے　　موت کو دیکھے بغیر جنت میں چلا جاتا ہے

ہیچ اُو حسرت خورد بر انتباہ　　بر تنِ با سلسلہ در قعرِ چاہ
کیا اُس کو بیداری پر کوئی حسرت ہوتی ہے　　کنویں میں بندھے ہوئے جسم پر

مومنی آخر در آدر صفِ رزم　　کہ تُرا بر آسماں بُودست بزم
تو مومن ہے، بالآخر معرکہ کی صف میں آ جا　　کیونکہ آسمان پر تیری محفل موجود ہے

براُمیدِ راہِ بالا کُن قیام　　ہمچو شمعے پیشِ محراب اے غُلام
(عالم) بالا کی راہ کی اُمید پر کھڑا رہ　　محراب کے سامنے اے نوجوان! شمع کی طرح

اشک[2] می بار وہمی سوز از طلب　　ہمچو شمعِ سر بُریدہ جملہ شب
طلب میں آنسو بہا اور جلتا رہ　　تمام رات سرکٹی شمع کی طرح

لب فروبند از طعام و از شراب　　سُوئے خوانِ آسمانی کُن شتاب
کھانے اور پینے سے ہونٹ بند کر لے　　آسمانی خوان کی جانب جلدی قدم بڑھا

دمبدم بر آسماں میدار اُمید　　در ہوائے آسماں رقصاں چو بید
ہر وقت آسمان سے اُمیدوار بن　　بید کی طرح آسمانی ہوا میں رقص کرتے ہوئے

دمبدم از آسماں می آیدت　　آب و آتش رزق می افزایدت
آسمان سے ہر وقت تجھے پہنچتا ہے　　پانی اور گرمی، جو زیادہ رزق بڑھاتا ہے

گر[3] ترا آنجا برد نبُود عجب　　منگر اندر عجز و بنگر در طلب
اگر وہ تجھے اس طرف کھینچ لے، عجب نہ ہو گا　　کمزوری پر نظر نہ کر، طلب کو دیکھ

کایں طلب در تو گروگانِ خداست　　زانکہ ہر طالب بمطلوبے سزاست
تیرے اندر یہ طلب، خدا کی مرہون ہے　　کیونکہ ہر طالب ایک مطلوب کے لائق ہے

جہد کُن تا ایں طلب افزوں شوَد　　تادلت زیں چاہِ تن بیروں شود
کوشش کر، تاکہ یہ طلب بڑھے،　　تاکہ تیرا دل جسم کے اس کنویں سے باہر آئے

خلق گوید مُرد مسکیں آں فلاں　　تو بگوئی زندہ ام اُے غافلاں
مخلوق کہے گی، وہ فلاں بے چارا مر گیا　　تو کہے گا، اے غافلو! میں زندہ ہوں

---

[1] ایں چنیں۔ اس قیدی کی یہ نیند کیسی پیاری ہے۔ ہیچ۔ بیداری اور روح کے جسم میں آ جانے پر اُس کو کوئی خوشی نہیں ہوتی ہے۔ مومنی۔ جبکہ مومن کے لیے دنیا قید خانہ ہے تو اُس کو اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اُس کے لیے آخرت میں محفلیں آراستہ ہیں۔ براُمید۔ آخرت کی طرف راہیاب ہونے کے لیے رات کو محراب میں کھڑا رہنا چاہیے اور سر بریدہ شمع کی طرح آنسو بہانے چاہییں۔

[2] اشک۔ ایک مومن کو شب بیداری میں عبادت کے اندر شمع کی طرح پُر سوز اور پُر اشک رہنا چاہیے۔ لب۔ دنیاوی لذتوں کو ترک کر کے اُخروی نعمتوں کا منتظر رہنا چاہیے۔ بید۔ بید کے درخت کی نازک شاخیں ہر وقت لرزتی رہتی ہیں۔ دمبدم۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس طرح دنیوی نعمتوں کا اہتمام ہے اُخروی نعمتوں کا بھی اہتمام ہو رہا ہے۔

[3] گر ترا۔ اُخروی نعمتوں تک پہنچنے کا ذریعہ انسان کی طلب و جستجو ہے نہ کہ انسان کی جسمانی طاقت۔ کایں طلب۔ یہ طلب اور جستجو بھی خدا ہی عنایت فرماتا ہے کیونکہ ہر طالب کے لیے ایک مناسب مطلوب ہونا چاہیے۔ جہد کن۔ فطری طلب میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ خلق۔ جب تو مرے تو اس حالت میں مر کہ لوگ تجھے مردہ سمجھیں اور تو اپنے آپ کو ابدی زندگی کے ساتھ زندہ سمجھے۔

گرتنِ[1] من ہمچو تنہا خفتہ است ہشت جنت دردلم بشگفتہ است
اگرچہ میرا جسم جسموں کی طرح سویا پڑا ہے آٹھ جنتیں میرے دل میں کھلی ہوئی ہیں

جاں چو خفتہ در گل و نسریں بُوَد چہ غم ست ارتن دراں سرگیں بُوَد
جب رُوح گُل اور نسرین میں سوئی ہوئی ہو اگر جسم اس گوبر میں ہو تو کیا غم ہے؟

جان خفتہ چہ خبر دارد زتن کو بگلشن خفتہ یا در گولخن
سوئی ہوئی روح کو جسم کی کیا خبر؟ کہ وہ چمن میں سویا ہوا ہے یا بھٹی میں

میزند جاں در جہانِ آبگوں نعرۂ یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ
روح پانی جیسے عالم میں لگا رہی ہے ''کاش میری قوم جان لیتی'' کا نعرہ

گر نخواہد[2] زیست جاں بے ایں بدن پس فلک ایوانِ کہ خواہد بُدن
اگر روح اس جسم کے بغیر نہیں جی سکتی تو پھر آسمان کس کا محل ہو گا؟

گر نخواہد بے بدن جانِ تو زیست فِی السَّمَآءِ رِزْقُکُم روزیِ کیست
اگر تیری جان جسم کے بغیر زندہ نہ رہے گی ''آسمانوں میں ہے تمہارا رزق'' کس کی روزی ہے؟

در بیانِ و خامتِ چرب و شیرینِ دنیا و مانع شُدنِ اُو از طعام اللہ چنانچہ فرمود ''اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُحْیِیْ بِہٖ اَبْدَانَ الصِّدِّیْقِیْنَ اَیْ فِی الْجُوْعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ وَقَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ

اس بیان میں کہ دنیا کی چکنی اور میٹھی چیز ناسازگار ہے اور وہ اللہ کے طعام سے مانع ہے چنانچہ فرمایا ہے ''بھوک اللہ کا کھانا ہے جس سے وہ صدیقین کے جسموں کو زندہ رکھتا ہے یعنی بھوک میں اللہ عزوجل کا کھانا پہنچتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے اُن کو رزق دیا جاتا ہے وہ خوش ہیں''

وارہی[3] زیں روزیِ ریزہ کثیف درفتی در لوت و در قوتِ شریف
اس گندی اور معمولی روزی سے چھٹکارا حاصل کر لے تو لذیذ غذا اور شریف روزی میں پہنچ جائے گا

گر ہزاراں رطلِ لُوتش می خوری میروی پاک و سُبک ہمچوں پری
اگر تو اس لذیذ غذا کے ہزاروں رطل کھائے گا (تب بھی) پاک اور ہلکارہ کر پری کی طرح پرواز کرے گا۔

1. گرتنِ من۔ مردہ سمجھنے والوں سے توبہ کہے کہ اگرچہ میرا جسم عام جسموں کی طرح مُردہ نظر آرہا ہے لیکن دل میں آٹھوں جنتیں بہار دکھا رہی ہیں۔ جان خفتہ۔ اگر روح گُل ونسرین کی سیر کر رہی ہے تو جسم کے کسی خراب جگہ پڑے ہونے پر کوئی صدمہ نہیں ہوتا ہے۔ جانِ خفتہ۔ جو روح عالم برزخ میں آرام سے سو رہی ہے اُس کو جسم کی کوئی پروا نہیں ہوتی ہے۔ یا لیت۔ جنتی جنت میں داخل ہوتے وقت تمنا کرے گا کہ کاش میری قوم میرے اس عیش وعشرت سے آگاہ ہوتی۔

2. گرنخواہد۔ جنت میں یہ مادی بدن نہ ہوگا اور روح زندہ رہے گی اور اس کو زندہ رکھنے کے لیے خدا اُس کو روزی عنایت کرے گا یہ معنوی روزی اور رزق ہوگا۔ در بیان۔ اب مولانا نے معنوی روزی کا بیان شروع کیا ہے۔ الجوع۔ یہ حدیث ان الفاظ سے کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ وابیت۔ یہ روایت صومِ وصال کے سلسلہ میں کتابوں میں مذکور ہے۔

3. وارہی۔ انسان جس قدر رزق ظاہری سے دور رہیگا اسی قدر اُسکو رزق باطنی حاصل ہوگا۔ گرہزاراں۔ معنوی رزق اُن تمام عیوب سے پاک ہے جو رزق ظاہری میں ہیں۔

کہ[1] نہ حبسِ باد قولنجت کند — چار میخِ معدہ آہنجت کند
کیونکہ نہ ریح کا رُکنا تیرے قولنج کرے گا — (نہ) معدہ کی تکلیف تجھے ستائے گی

گر خوری کم گرسنہ مانی چو زاغ — ور خوری پُر گیرد آروغت دماغ
اگر تو کم کھائے گا، کوّے کی طرح بھوکا رہے گا — اگر پیٹ بھر کر کھائے گا تیری ڈکار دماغ پر اثر کرے گی

کم خوری خوئے بد و خشکی و دِق — پُر خوری، شُد تخمہ را تن مستحق
تو کم کھائے، بدمزاجی اور خشکی اور دق (ہوگی) — پیٹ بھر کر کھائے، تو جسم ہیضہ کا مستحق ہو گیا

از طعامُ اللہ وقوتِ خوشگوار — بر چناں دریا چو کشتی شو سوار
اللہ کے کھانے اور خوشگوار خوراک کے ذریعہ — ایسے دریا پر کشتی کی طرح سوار ہو جا

باش در روزہ شکیبا و مُصِر — دمبدم قُوتِ خدا را منتظر
روزے میں صابر اور مُصِر بن کر — ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کی روزی کا منتظر رہ

کاں خدائے خوب کارو بُرد بار — ہدیہا را میدہد در انتظار
کیونکہ وہ خدا جو اچھے کام کرنے والا اور بردبار ہے — انتظار میں تحفے دیتا ہے

انتظارِ ناں ندارد مردِ سیر — کہ سُبک آید وظیفہ یا کہ دیر
پیٹ بھر انسان روٹی کا انتظار نہیں کرتا ہے — کہ خوراک جلدی آئے گی، یا دیر میں

بینوا[2] ہر دم ہمی گوید کہ کو — وز مجاعت منتظر در ماند اُو
بے سروسامان کہتا رہتا ہے کہ کہاں ہے؟ — بھوک کی وجہ سے وہ منتظر رہتا ہے

چوں نباشی منتظر ناید بجُو — آں نوالہ دولتِ ہفتاد تُو
جب تو منتظر نہ ہو گا تیرے پاس نہیں آئے گا — ستر گنا دولت کا لقمہ

اے پدر الانتظار الانتظار — از برائے خوانِ بالا مردوار
اے باوا! انتظار کر، انتظار کر — مردوں کی طرح آسمانی خوان کا

ہر[3] گرسنہ عاقبت قُوتے بیافت — آفتابِ دولتے بروے بتافت
انجام کار ہر بھوکے نے روزی حاصل کر لی — دولت کا آفتاب اُس پر چمکا

ضیفِ باہمت چو آشے کم خورد — صاحب خواں آشِ بہتر آورد
باہمت مہمان جب کھانا کم کھاتا ہے — میزبان عمدہ کھانا لاتا ہے

جُز کہ صاحب خوانِ درویشِ لئیم — ظنِّ بدکم بر بہ رزّاقِ کریم
بجز مفلس کمینہ میزبان کے — سخی رزق دینے والے کے بارے میں بدگمانی نہ کر

---

[1] کہ نہ۔ رزقِ ظاہری در قولنج اور معدہ کی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ گرخوری۔ اس رزقِ ظاہری کی کمی اور زیادتی دونوں مُضر ہیں۔ دماغ۔ ڈکار سستی کی علامت ہے جس سے دماغ ڈل ہو جاتا ہے۔ باش۔ انسان ظاہری روزی کو چھوڑتا ہے اور معنوی روزی کا منتظر رہتا ہے تب اُس کو معنوی روزی حاصل ہوتی ہے۔ انتظار۔ پیٹ بھر روزی کا منتظر نہیں رہتا ہے۔

[2] بینوا۔ جب ظاہری روزی نہ ہوگی اور بھوک لگے گی تو انسان معنوی روزی کا منتظر رہے گا اور حضرت حق تعالیٰ ستر گنا معنوی روزی عطا فرمادیں گے۔ الانتظار۔ حدیث شریف ہے اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ "کشادگی کا منتظر رہنا بہترین عبادت ہے"۔

[3] ہر گرسنہ۔ ظاہری روزی سے احتراز کر کے جب بھوک پیدا کرلو گے تو معنوی زندگی کا آفتاب طلوع کریگا۔ ضیف۔ اگر مہمان کھانا کم کھاتا ہے تو سخی مہربان اُس کے لیے اور اچھا کھانا تیار کر کے لاتا ہے۔ جُز کہ۔ کمینے میزبان کا یہ طریقہ ہے کہ وہ میزبان کی پروا نہیں کرتا ہے اور اسکے کم کھانے سے اعلیٰ کھانا نہیں کھلاتا تو خدا کے ساتھ اسطرح کی بدگمانی نہ کر وہ سخی مہربان ہے۔

سَر برآ ور[1] ہمچو کوہے اے سَنَد تانخستیں نورِ خور بر تو زند
اے معتمد! پہاڑ کی طرح سر اُبھار تاکہ پہلے ہی سورج کی روشنی تجھ پر پڑے

کاں سرِ کوہِ بُلندِ مستقر ہست خورشیدِ سحر را منتظر
مستقل، پہاڑ بلند کی چوٹی صبح کے سورج کی منتظر ہے

دَر جوابِ آں مغفل کہ گفتہ است کہ خوش بُودے ایں جہاں اگر
اُس بیوقوف کا جواب جس نے کہا ہے کہ یہ جہان کیا ہی اچھا ہوتا اگر

مرگ نبُودے و خوش بُودے مُلکِ دنیا اگر زوالش نبُودے
موت نہ ہوتی اور دنیا کی سلطنت اچھی ہوتی اگر اُس کا زوال نہ ہوتا

وَعَلٰی هٰذِهِ الْوَتِيْرَةِ مِنَ الْفُشَارَاتِ
اور اسی طرح کی بکواسیں

آں[2] یکے میگفت خوش بودے جہاں گر نبُودے پائے مرگ اندر میاں
ایک شخص کہتا تھا دنیا اچھی ہوتی اگر موت کا پاؤں درمیان میں نہ ہوتا

آں دگر گفت ار نبُودے مرگ ہیچ کہ نیرزیدے جہانِ پیچ پیچ
دوسرے شخص نے کہا اگر موت بالکل نہ ہوتی تو پُرپیچ دنیا ایک تنکے کی نہ ہوتی

خِرمنے بُودے بدشت افراشتہ مہمل و ناکوفتہ بگذاشتہ
جنگل میں اُبھرا ہوا ایک کھلیان ہوتا بیکار بغیر گہائے ہوئے چھوڑا ہوا

مرگ[3] را تو زندگی پنداشتی تخم را در شورہ خاکے کاشتی
تو نے موت کو زندگی سمجھا بیج کو شور زمین میں بو دیا

عقلِ کاذِب ہست خوذ معکوس بیں زندگی را مرگ بیند آں غبیں
جھوٹی عقل خود اُلٹا دیکھنے والی ہے وہ پاگل، زندگی کو موت سمجھتی ہے

اے خدا بنمای تو ہر چیز را آنچنانکہ ہست در خدعہ سَرا
اے خدا! تو ہر چیز کو دکھا دے جس طرح کہ وہ دھوکے کے گھر میں ہے

ہیچ مُردہ نیست پُر حسرت ز مرگ حسرتش آنست کش کم بُود برگ
کوئی مرنے والا موت پر حسرت سے پُر نہیں ہے اُس کی یہ حسرت ہے کہ اُس کا توشہ کم ہے

---

[1] سربرآور۔ ظاہری گھٹیا روزی پر اکتفانہ کرو بلند ہمت رکھو بلند سر پر اللہ کا نور جلد پہنچتا ہے، آفتاب کی روشنی سب سے پہلے پہاڑ پر پڑتی ہے۔ در جواب۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ معنوی روزی عالمِ بالا سے متعلق ہے اور اس دنیا کی روزی بہت گھٹیا چیز ہے عالمِ بالا اور معنوی روزی کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی اور یہاں کی روزی کو پسند کرنا حماقت کی بات ہے۔ فشار۔ بکواس۔

[2] آں یکے۔ یہ بیوقوف دنیا کی ابدی زندگی کا متمنی تھا۔ آں دگر۔ دوسرا شخص جو عقلمند تھا اُس نے کہا کہ دنیا کی زندگی تو محض اس لیے ہے کہ یہاں آدمی کچھ اچھے کام کرے تو آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں کام آئیں اگر موت نہ ہو اور آخرت تک نہ پہنچا جائے تو پھر دنیا کے اعمال کی مثال تو اُس کھلیان کی سی ہے جو بغیر قابلِ نفع بنائے جنگل میں چھوڑ دیا جائے۔

[3] مرگ۔ اخروی زندگی کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی بمنزلہ موت ہے اس کو زندگی سمجھنا بے وقوفی ہے۔ غبین۔ وہ شخص جس کے حواس سالم نہ ہوں۔ اے خدا۔ انسانی عقل ناقص دنیا کی چیزوں کو بالعکس دکھا دیتی ہے۔ اے خدا تو ان کو صحیح حالت میں ہمیں دکھا دے۔ ہیچ۔ جب مردے پر دنیا اور عقبیٰ کی حقیقت کھل جاتی ہے تو وہ مرنے پر افسوس نہیں کرتا بلکہ اپنے اعمالِ حسنہ کی کمی پر افسوس کرتا ہے۔

ورنہ از چاہے بصحرا اُوفتاد　درمیانِ دولت و عیش و گشاد
ورنہ وہ کنویں سے جنگل میں آ گیا　دولت اور عیش اور خوشی میں

زیں مقامِ ماتم[1] و تنگیں مناخ　نقل اُفتادش بصحرائے فراخ
اس غم کی جگہ اور تنگ باڑے سے　وہ وسیع جنگل میں منتقل ہو گیا

مقعدِ صدقے نہ ایوانِ دروغ　بادۂ خاصی نہ مستیِ زدوغ
سچائی کا ٹھکانا، نہ جھوٹ کا قلعہ　خصوصی شراب، نہ کہ چھاچھ کی مستی

مقعدِ صدق و جلیسِ حق شدہ　رُستہ زیں آب و گِل آتش کدہ
سچائی کی مجلس اور اللہ (تعالیٰ) کا ہم نشین بن گیا　آتش کدہ کے اس آب و گل سے چھوٹا ہوا

ورنہ کردی زندگانیِ منیر　یکدو دم ماندست مردانہ بمیر
اگر تو نے منور زندگی بسر نہیں کی ہے　ایک دو سانس باقی رہے ہیں مردانہ موت اختیار کر

فِيْمَا يُرْجٰي مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى مُعْطِي النِّعَمِ قَبْلَ اِسْتِحْقَاقِهَا
اُس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید کے بیان میں جو استحقاق سے پہلے ہی نعمتیں عطا کرتا ہے

وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَرُبَّ[2] بُعْدٍ
وہ وہی ہے جو بارش برساتا ہے لوگوں کی مایوسی کے بعد، اور بہت سی دوریاں ہیں جو قرب پیدا

يُّوْرِثُ قُرْبًا وَّرُبَّ مَعْصِيَةٍ مَّيْمُوْنَةٍ وَّ رُبَّ سَعَادَةٍ تَاْتِيْ
کر دیتی ہیں اور بہت سے گناہ ہیں جو مبارک ہیں اور بہت سی سعادتیں ہیں جو اُس جگہ سے حاصل ہو جاتی ہے

مِنْ حَيْثُ يُرْجَى النِّقَمُ لِيَعْلَمَ اَنَّ اللّٰهَ يُبَدِّلُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ
جہاں سے عتاب کی توقع ہوتی ہے تاکہ وہ جان لے بیشک اللہ تعالیٰ اُنکی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیتا ہے

دَر حدیث آمد کہ روزِ رستخیز　امر آید ہر یکے تن را کہ خیز
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ قیامت کے دن　ہر جسم کو حکم ہو گا کہ اُٹھو

نفخِ صُور امر ست از یزدانِ پاک　کہ بر آرید اے ذرائر سرز خاک
صُور کا پھکنا خدائے پاک کا حکم ہے　کہ اے چیونٹیو! مٹی سے سر اُبھارو

باز آید جانِ ہریک در بدن　ہمچو[3] وقتِ صبح ہوش آید بتن
ہر ایک جان بدن میں واپس آ جائے گی　جس طرح صبح کے وقت جسم کو ہوش آ جاتا ہے

جانِ تن خود راشناسد وقتِ روز　در لباسِ خود در آید با فروز
دن کے وقت روح اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے　رونق کے ساتھ اپنے لباس میں آ جائے گی

---

[1] ماتم۔دنیا ماتم کدہ ہے۔نقل۔مرنے کے بعد انسان آخرت کے وسیع مقام پر منتقل ہو جاتا ہے۔مقعد صدق۔قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ "جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں سچی جگہ میں قادر بادشاہ کے مقرب ہوں گے"۔ورنہ کردی۔اگر ثواب تک آخرت کی تیاری نہیں کر سکا اب کر لے اور موت سے پہلے مردانہ موت اختیار کر لے۔فیما یرجی۔اب یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت حق کے قرب میں کیا کیا نعمتیں حاصل ہوں گی۔

[2] وربّ بُعدٍ۔یعنی بسا اوقات فراق وصال کا سبب بن جاتا ہے۔رُبّ معصیۃ۔بہت سے گناہ بابرکت ثابت ہوتے ہیں۔ان اللہ۔اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دے گا۔رستخیز۔یعنی رستن و برخاستن۔نفخ صور۔نفخ صور سے مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ذرائر۔ذرہ کی جمع ہے چھوٹی چیونٹی۔

[3] ہمچو۔جس طرح نیند سے انسان بیدار ہوتا ہے سب زندہ ہو جائیں گے۔جان۔صبح ہوتے ہی روح جسم میں آ جاتی ہے اور جسم کا لباس پہن لیتی اور اپنے جسم کو خوب پہچان لیتی ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کی روح کسی دوسرے کے جسم میں آ جائے۔

جسم خود بشناسد و در وے رود
اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اُس میں چلی جاتی ہے
جانِ زرگر سُوئے درزی کے رود
سونار کی روح، درزی کی جانب کب جاتی ہے؟

جانِ[1] عالم سُوئے عالم میرود
عالم کی روح عالم کی جانب جاتی ہے
روحِ ظالم سُوئے ظالم میرود
ظالم کی روح ظالم کی جانب جاتی ہے

کہ شناسا کرد شاں علمِ اِلٰہ
کیونکہ اُن کو علمِ خداوندی نے شناسا بنا دیا ہے
چونکہ برہ و میش وقتِ صبحگاہ
جس طرح کہ بھیڑ کا بچہ اور بھیڑ صبح کے وقت

پائے کفشِ خود شناسد در ظلم
اندھیروں میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے
چوں نداند جانِ تن خود اے صنم
اے صنم! روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی؟

صبحِ حشرِ کوچک است اے مستجیر
اے پناہ کے طالب! صبح چھوٹی قیامت ہے
حشرِ اکبر را قیاس ازوے بگیر
بڑی قیامت کو اُس پر قیاس کر لے۔

آنچناں[2] کہ جاں پرّد سوئے طیں
جس طرح روح (جسم کی) مٹی کی طرف پرواز کرتی ہے
نامہ پرّد از یسار و از یمیں
اعمالنامہ بائیں اور دائیں جانب سے پرواز کرے گا

در کفش بنہند نامۂ بخل و جُود
اُس کے ہاتھ میں دیدیں گے بخل اور سخاوت کا اعمال نامہ
فِسق و تقویٰ آنچہ وے خُو کردہ بُود
بدکاری اور تقویٰ جس کی اُس کو عادت تھی

چوں شود بیدار از خواب اُو سحر
جب وہ صبح کے وقت بیدار ہو گا
باز آید سُوئے اُو آں خیر و شر
وہ بھلا اور بُرا۔ اُس کی جانب واپس آ جائے گا

گر[3] ریاضت دادہ باشد خوئے خویش
اگر اُس نے اپنی عادت کی اصلاح کر لی ہو گی
وقتِ بیداری ہماں آید بہ پیش
بیداری کے وقت وہی سامنے آئے گی

وربُد اُو دی خام وزشت و در ضلال
اگر وہ کل کچا اور بھدا اور گمراہی میں تھا
چوں عزا نامہ سیہ یابد شمال
تو اُس کا بایاں ہاتھ تعزیت نامہ جیسا (سیاہ) اعمالنامہ پائے گا

وربُد اُو دی پاک و با تقویٰ و دیں
اور اگر وہ کل پاک اور متقی اور دین دار تھا
چوں شود بیدار یابد در یمیں
جب بیدار ہو گا، دائیں ہاتھ میں پائے گا

ہست مارا خواب و بیداریِ ما
ہمارا سونا اور جاگنا ہمارے لیے
بر نشانِ مرگ و محشر دو گوا
دو گواہ ہیں موت اور محشر کی علامت پر

[1] جانِ عالم۔ عالم کی روح عالم میں ظالم کی روح ظالم میں پہنچ جاتی ہے۔ کہ شناسا۔ ہر روح اپنے جسم کو اُس علم کے ذریعہ پہچان لے گی جو خدا نے اُس کو عطا کیا ہے جس طرح کہ بھیڑ اور اُس کا بچہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ پائی۔ پاؤں اندھیرے میں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے۔ صبح۔ انسان کا نیند سے صبح کو بیدار ہو کر اُٹھنا چھوٹا حشر ہے اسی سے بڑے حشر کو سمجھ لو۔

[2] آنچناں۔ قیامت میں جس طرح روح جسم کی جانب پرواز کر کے آئے گی اسی طرح اعمالنامے دائیں اور بائیں جانب سے پرواز کر کے انسانوں کے پاس آ جائیں گے۔ در کفش۔ فرشتے ہر انسان کے ہاتھ میں اُس کی نیکیوں اور گناہوں کے اعمالنامے پکڑا دیں گے۔ چوں شود۔ جب صبح محشر کو انسان موت کی نیند سے بیدار ہو گا اُس کی ہر خیر و شر اُس کے پاس پہنچ جائے گی۔

[3] گر ریاضت۔ اگر اُس نے مجاہدہ کر کے نیک عادت بنالی ہو گی تو صبح محشر میں وہ اُس کے سامنے آئے گی اور اگر وہ کل یعنی دنیا میں خام اور زشت اور گمراہ تھا تو اُس کا سیاہ اعمالنامہ اُس کے بائیں ہاتھ میں آ جائے گا۔ وربُد۔ اگر انسان نیک تھا تو اُس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ ہست۔ ہمارا سونا اور پھر بیدار ہونا ہمارے مرنے اور پھر قیامت میں زندہ ہو جانے کے گواہ ہیں۔

حشر[1] اصغر حشرِ اکبر را نمود
چھوٹی قیامت نے بڑی قیامت دکھا دی
مرگِ اصغر مرگِ اکبر را ز دود
چھوٹی موت نے بڑی موت کو مانجھ دیا

لیک ایں نامہ خیالست و نہاں
لیکن یہ اعمالنامہ خیالی اور پوشیدہ ہے
واں شود در حشرِ اکبر بس عیاں
اور وہ بڑی قیامت میں واضح ہو گا

ایں خیال اینجا نہاں پیدا اثر
یہ خیال یہاں چھپا ہوا ہے، اثر پیدا ہو گا
زیں خیال آنجا برویاند صُور
اس خیال سے اس جگہ صورتیں اُگیں گی

در مُہندس بیں خیالِ خانۂ
انجینئر میں کسی گھر کا تصور دیکھ
در دلش چوں در زمینے دانۂ
اُس کے دل میں اس طرح ہے جیسے زمین میں دانہ

آں[2] خیال ازاندروں آید بروں
وہ خیال اندر سے باہر آ جائے گا
چوں زمیں کہ زاید از تخمِ دُروں
جس طرح زمین اندر کے بیج اُگا دیتی ہے

ہر خیالے کو کُند دردل وطن
جو خیال دل میں وطن بناتا ہے
روزِ محشر صُورتے خواہد شُدن
قیامت کے دن ایک صورت بنے گا

چوں خیالے آں مُہندس در ضمیر
جیسا کہ اُس انجینئر کے دل کا خیال
چوں نبات اندر زمینِ دانہ گیر
جس طرح کہ دانہ قبول کرنے والی زمین میں پودا

مخلصم زیں ہر دو محشر قصہ ایست
ان دونوں محشروں (کے بیان) میں میرا مقصد قصہ (گوئی) ہے
مُومناں را در بیانش حصہ ایست
مومنوں کے لیے اُس کے بیان میں ایک حصہ ہے

چوں برآید آفتابِ رستخیز
جب قیامت کے دن سورج طلوع کرے گا
بر جہند از خاک، خوب و زشت نیز
اچھے اور بُرے بھی مٹی سے اُٹھ کھڑے ہوں گے

سُوئے[3] دیوانِ قضا پویاں شوند
فیصلہ کی کچہری کی طرف دوڑیں گے
نقدِ نیک و بد بکورہ در روند
نیک اور بد کی نقدی بھٹی میں چلی جائے گی

نقدِ نیکو شادمان و ناز ناز
نیک کی نقدی خوش اور پُر ناز ہو گی
نقدِ قُلب اندر زحیر و درگداز
کھوٹی نقدی، پیچ و تاب اور پگھلنے میں ہو گی

لحظہ لحظہ امتحانہا میرسد
دم بدم امتحانات ہوں گے
سرِّ دلہا می نماید در جسَد
دلوں کا راز جسم میں نمایاں ہو جائے گا

چوں ز قندیل آب و روغن گشتہ فاش
جس طرح لالٹین کا تیل اور پانی واضح ہو جاتا ہے
یا چو خاکے کہ بُروید سبز ہاش
یا وہ زمین جو سبزے اُگا دیتی ہے

---

1. حشرِ اصغر۔ یعنی سو کر بیدار ہونا۔ حشرِ اکبر۔ یعنی قیامت میں زندہ ہونا۔ مرگِ اصغر۔ یعنی سونا۔ مرگِ اکبر۔ یعنی مرنا۔ لیک۔ دنیا میں جو اعمالنامہ فرشتے تیار کر رہے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ ہے قیامت میں وہ ظاہر ہو جائے گا۔ ایں خیال۔ یہ اعمال نامہ یہاں پوشیدہ ہے لیکن اُس کا اثر ظاہر ہو کر رہے گا۔ در مہندس۔ اُس کی یہ مثال ہے کہ انجینئر کے دل کے خیالات آخر میں صورتیں اختیار کر لیتے ہیں۔
2. آں خیال۔ انسان کے اندرونی خیالات ظاہری صورت اختیار کر لیں گے جس طرح زمین کے اندر کا بیج درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ہر خیالے۔ انسان کے خیالات اور اعراض قیامت میں صورتیں اختیار کر لیں گے۔ مخلصم۔ یہ دونوں محشروں کا محض قصہ بیان نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ مومنوں کے لیے بطور عبرت اُن کا ذکر کیا گیا ہے۔
3. سُوئے۔ ہر نیک و بد زندہ ہو کر عدالت میں بھاگ کر پہنچ جائے گا۔ کورہ۔ بھٹی۔ زحیر۔ پیچش۔ لحظہ۔ عدالت میں پہنچنے کے بعد امتحانات شروع ہو جائیں گے اور چھپے ہوئے راز ظاہر ہو جائیں گے۔ چوں۔ دل کے راز اسی طرح ظاہر ہو جائیں گے جس طرح لالٹین کے اندر تیل یا پانی کا پتا چل جاتا ہے۔

از پیاز و زعفران و کوکنار — سبزیِ پیدا کند دشتِ بہار
پیاز اور زعفران اور خشخاش — (موسم) بہار کا جنگل سبزی اُگا دیتا ہے

آں[1] یکے سرسبز نَحْنُ الْمُتَّقُوْن — واں دگرہم چوں بنفشہ سرنگون
ایک سرسبز ہوگا (کیونکہ وہ) ہم پرہیزگار ہیں (میں ہے) — دوسرا بھی بنفشہ کی طرح سر جھکائے ہو گا

چشمہا پیروں جہیدہ از خطر — گشتہ دَہ چشمہ زبیمِ مستقر
خطرے سے آنکھیں باہر نکلی ہوئی ہوں گی — ٹھکانے کے ڈر سے آنکھ دس آنکھیں بنی ہوئی ہو گی

بازماندہ دیدہا در انتظار — تاکہ نامہ ناید از سُوئے یسار
انتظار میں آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی — تاکہ اعمالنامہ بائیں جانب سے نہ آ جائے

چشم گرداں سُوئے چپ وسُوئے راست — زانکہ نبُود بخت نامہ راست کاست
آنکھیں بائیں جانب اور دائیں جانب گھومتی ہوں گی — اس لیے کہ دائیں اعمالنامہ کا نصیب گھٹا ہوا نہ ہو

چشم گرداں سُوئے راست وسُوئے چپ — زانکہ نبُود بخت نامہ راست زَپ
آنکھیں دائیں جانب اور بائیں جانب گھومتی ہوں گی — تاکہ دائیں اعمالنامہ کا نصیب رایگاں نہ ہو

نامۂ آید بدستِ بندۂ — سرسیہ از جُرم و فسق آگندۂ
ایک بندہ کے ہاتھ میں اعمالنامہ آئے گا — جو جُرموں سے کالا اور فسق سے پُر ہو گا

اندرو یک خیر ویک توفیق نے — جُز کہ آزارِ دلِ صدّیق نے
اس میں ایک بھلائی اور ایک توفیق نہ ہو گی — سوائے سچے بندے کی دل آزاری کے کچھ نہ ہو گا

پُرز سرتا پائے زشتی و گناہ — تسخُر و خُنبک زدن بر اہلِ راہ
شروع سے آخر تک بُرائی اور گناہ سے بھرا ہوا — راہ (طریقت) کے اہل کا مذاق اُڑانے اور تالیاں پیٹنے سے

آں[2] دغل کاری و دُزدیہائے اُو — واں چو فرعوناں انا و انائے اُو
اس کی مکاری اور چوریوں سے — اُس کی فرعونوں کی سی انانیت اور تکبر سے

چوں بخواند نامہ خود آں ثقیل — داند اُو کہ سُوئے زنداں شُد رحیل
جب وہ بوجھل اپنے اعمالنامہ کو پڑھے گا — وہ جان جائے گا کہ قید خانہ کی جانب کوچ ہوا

پس رواں گردد چو دزداں سُوئے دار — جُرم پیدا بستہ راہِ اعتذار
تو وہ ڈاکوؤں کی طرح سولی کی جانب روانہ ہو جائے گا — قصور کھلا ہوا اور معذرت کی راہ بند ہو گی

آں[3] ہزاراں حُجت و گفتارِ بد — بَر دہانش گشتہ چوں مسمارِ بد
وہ ہزاروں دلیلیں اور بُرے بول — بڑی کیل کی طرح اُس کے منہ پر بن گئے

---

1. آں یکے۔ اگر انسان میں تقویٰ ہے تو اُس پر سبزی نمودار ہو جائے گی اور اگر بدکار ہے تو بنفشہ کی طرح سرنگوں ہو جائے گا۔ چشمہا۔ خوف سے آنکھیں دس چشمے بن جائیں گی۔ سوئے یسار۔ بُرا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ چشم گرداں۔ ہر شخص دائیں بائیں نظریں گھمائے گا کہ کہیں اُس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ والا نہ ہو جو مجرموں کا ہو گا۔ نامہ۔ کسی شخص کے ہاتھ ایسا اعمالنامہ آئے گا تو پورا سیاہ ہو گا جس میں برائی کے علاوہ کوئی بھلائی نہ ہو گی۔ خنبک زدن۔ تالی بجانا۔
2. آں دغل۔ اُس گنہگار نے جو چوریاں اور مکاریاں کی ہیں وہ سب اس اعمالنامے میں درج ہوں گی اور اُس کا تکبر و غرور بھی لکھا ہوا ہو گا۔ ثقیل۔ یعنی گناہوں سے بھاری۔ رحیل۔ کوچ۔ جرم۔ اس کے تمام گناہ کھلے ہوئے ہوں گے اور معذرت کا راستہ بند ہو گا۔
3. آں ہزاراں۔ گنہگاروں کے بارے میں قرآن میں ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ "آج ہم اُن کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے اُن کے ہاتھ گفتگو کریں گے اور اُن کے کارناموں پر اُن کے پاؤں گواہی دیں گے"۔

زحمتِ[1] دزدی در تن و در خانہ اش — گشتہ پیدا گم شدہ افسانہ اش
چوری کا سامان، بدن پر اور اُس کے گھر میں — کھل گیا، اُس کا قصہ ختم ہو گیا

پس رواں گردد بزندانِ سعیر — کہ نباشد خار را ز آتش گریز
تو وہ دوزخ کے قید خانہ کی جانب روانہ ہو گا — کیونکہ کانٹے کے لیے آگ کے سوا چارہ نہیں

چوں مؤکل آں ملائک پیش و پس — بُودہ پنہاں گشتہ پیدا چوں عسس
فرشتے، سپاہی کی طرح آگے اور پیچھے — چھپے ہوئے تھے، کوتوال کی طرح ظاہر ہو گئے

میبرندش[2] میسپارندش بہ نیش — کہ بروائے سگ بگہدانہائے خویش
اُس کو لے جائیں گے اُس کو عذاب کے سپرد کر دیں گے — کہ اے کُتے! اپنے پاخانوں میں جا

میکشد پا برسرِ ہر راہ او — تابُود کہ برجہد زاں چاہِ او
وہ ہر راستہ پر پاؤں کھینچتا ہے — شاید کہ وہ اس کنویں سے کود بھاگے

منتظر می ایستد تن میزند — بر اُمیدے رُوئے واپس می کُند
انتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے، چپ سادھ لیتا ہے — کسی اُمید پر مُڑ کر دیکھتا ہے

اشک میبارد چو بارانِ خزاں — خشک اُمیدے چہ دارد اُو جز آں
(موسم) خزاں کی بارش جیسے آنسو بہاتا ہے — وہ سوائے اُس کے اور کیا خشک اُمید رکھتا ہے؟

ہر زمانے رُوئے واپس میکند — رُو بدرگاہِ مُقدس میکُند
وہ ہر وقت مڑ کر دیکھتا ہے — درگاہِ مقدس کی طرف رجوع کرتا ہے

پس[3] زحق امر آید از اقلیمِ نُور — کہ بگوئیدش کہ اے بطّالِ عُور
نور کے عالم سے اللہ کی جانب سے حکم آئے گا — اُس سے کہہ دو کہ اے جھوٹے، ننگے!

انتظارِ چیستی اے کانِ شر — رُوچہ واپس میکنی اے خیرہ سر
اے شر کی کان! کاہے کا انتظار ہے؟ — اے بیہودہ! مُڑ کر کیوں دیکھتا ہے؟

نامہ ات آنست کت آمد بدست — اے خدا آزار وائے شیطاں پرست
تیرا وہی اعمالنامہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آ گیا — اے خدا دشمن! اور اے شیطان کے پجاری!

چوں بدیدی نامۂ کردارِ خویش — چہ نگری پس، بیں جزایِ کارِ خویش
جبکہ تو نے اپنے عمل کا اعمالنامہ دیکھ لیا — پیچھے کیا دیکھتا ہے؟ اپنے کام کی جزا دیکھ

بیہُدہ چہ مول مولے میزنی — در چنیں چہ کو اُمیدِ روشنی
کیوں بیہودہ ٹال مٹول کرتا ہے — ایسے کنویں میں روشنی کی کیا اُمید ہے؟

---

1. زحمتِ دزدی۔ جب چور کے گھر میں سے چوری کا سامان برآمد ہو جائے تو ثبوت مکمل ہو جاتا ہے۔ سعیر۔ جہنم۔ کہ نباشد۔ خاردار جھاڑی جلانے ہی کے کام آتی ہے۔ چوں موکل۔ جو فرشتے پہلے اُس سے پوشیدہ تھے اب کوتوال کی طرح اُس پر مسلط ہوں گے۔

2. می برندش۔ وہ فرشتے اس کو جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ نیش۔ یعنی عذاب۔ گہدانہای۔ یعنی جہنم میں جو اُس کا مقام ہے۔ می کشد۔ وہ جہنم کی طرف جانے سے رکے گا اور کسی اُمید پر مُڑ مُڑ کر دیکھے گا۔ بارانِ خزاں۔ موسمِ خزاں کی بارش بے کار ہوتی ہے۔ رو بدرگاہ۔ وہ مڑ مڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار کو دیکھے گا۔

3. پس۔ اس گنہگار کے لیے عالمِ قدس سے خطاب ہوگا کہ اے جھوٹے، اعمالِ صالحہ سے ننگے مڑ مڑ کر کیوں دیکھتا ہے کس جزا کا انتظار ہے تیرا اعمالنامہ تیرے ہاتھ میں آ چکا ہے اب بیکار ٹال مٹول ہے کوئی فائدہ نہیں ہے اب تجھے عذاب کے گڑھے میں جانا ہے وہاں روشنی کی کوئی اُمید نہیں ہے۔

نے[1] تُرا از رُوئے ظاہر طاعتے نے تُرا در سرّ و باطن نیّتے

نہ تیرے پاس ظاہر کے اعتبار سے کوئی عبادت ہے نہ تیرے پاس پوشیدہ اور چھپی ہوئی کوئی نیت ہے

نے تُرا در شب مُناجات و قیام نے تُرا در روز پرہیز و صیام

نہ تیرے پاس رات کی سرگوشی اور کھڑا رہنا ہے نہ تیرے پاس دن کی پرہیزگاری اور روزہ رکھنا ہے

نے تُرا حفظِ زباں ز آزارِ کس نے نظر کردن بعبرت پیش و پس

نہ تیرے پاس کسی کو ستانے سے زبان کو محفوظ رکھنا ہے نہ عبرت کے لیے آگے اور پیچھے دیکھنا ہے

پیش چہ بُود یادِ مرگ و نزعِ خویش پس چہ باشد مُردنِ یاراں ز پیش

"آگے" کیا ہوتا ہے؟ موت اور اپنی جان کنی "پیچھے" کیا ہوتا ہے؟ پہلے سے دوستوں کا مرنا

نے تُرا بر ظُلم توبہ[2] پُر خروش اے دغا گندم نمائے و جو فروش

نہ تیرے پاس ظلم سے آہ بھری توبہ ہے اے دغا باز گیہوں دکھانے والے اور جو بیچنے والے

چوں ترازوئے تو کژ بُود و دغا راست چوں جوئی ترازوئے جزا

جبکہ تیری ترازو، کج اور (پُر) دغا تھی تو جزا کی صحیح ترازو کو تو کیوں تلاش کرتا ہے؟

چونکہ پائے چپ بُدی در غدر و کاست نامہ چوں آید تُرا در دستِ راست

جبکہ تو غداری اور گھٹانے میں بایاں پاؤں بنا ہوا ہے تو اعمالنامہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیسے آئے گا؟

چوں جزا سایہ است اے قدِّ تو خم سایۂ تو کج فتد در پیش ہم

اے ٹیڑھے قد والے! جبکہ جزا تیرا سایہ ہے سامنے تیرا سایہ بھی ٹیڑھا پڑے گا

زیں[3] قبل آید خطاباتِ دُرشت کہ شود کُہ را ازاں ہم کوز پُشت

اس طرح کے سخت خطابات آئیں گے کہ اُس سے پہاڑ بھی کُبڑا ہو جائے گا

بندہ گوید آنچہ فرمودی بیاں صد چنانم صد چنانم صد چناں

بندہ کہے گا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا میں اُس سے سو گنا ہوں سو گنا ہوں سو گنا ہوں

خود تو پوشیدی بترہا را بحلم ورنہ میدانی فضیحتہا بعلم

تو نے خود بُردباری سے، اس سے بدتر کو پوشیدہ رکھا ورنہ تو رسوائیوں کو علم کے ذریعہ جانتا ہے

لیک بیروں از جہاد و فعلِ خویش از وَرائے خیر و شر و کفر و کیش

لیکن کوشش اور اپنے فعل کے علاوہ بھلائی اور برائی اور کفر و مذہب کے علاوہ

وز نیازِ عاجزانہ خویشتن وز خیال و وہمِ من یا صد چومن

اپنی عاجزانہ نیازمندی کے علاوہ اپنے یا اپنے جیسے سیکڑوں کے خیال اور وہم کے (علاوہ)

---

[1] نے تُرا۔ اللہ تعالیٰ گنہگار سے فرمائے گا کہ تیرے پاس کوئی عملِ خیر ہے نہ نیتِ خیر، نہ رات کی نماز ہے نہ دن کا روزہ تو نے لوگوں کو زبان سے بھی ستایا اور ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی۔ پیش۔ آگے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے مرنے اور نزع کی کیفیت کا تصور کر کے عبرت حاصل کرتا اور پیچھے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ جو تجھ سے پہلے مرے ہیں اُن سے عبرت حاصل کرتا۔

[2] توبہ۔ اگر گناہوں کا صدور بھی ہوا تھا تو اُن سے توبہ کر لیتا۔ چوں۔ جب تیرے عمل کی ترازو غلط تھی تو اب بدلے کی ترازو کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ چونکہ۔ برائی بائیں جانب منسوب ہوتی ہے۔ چوں جزا۔ جزا کی مثال سایہ کی سی ہے جب قد ٹیڑھا ہے تو سایہ ضرور ٹیڑھا ہوگا۔

[3] زیں قبل۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُس گنہگار کو ایسے سخت جواب ملیں گے کہ اُن سے پہاڑ بھی جھک جائے۔ بندہ گوید۔ اب یہ گنہگار جنابِ باری میں عرض کرے گا کہ جو میری خطائیں گنائی گئی ہیں میں اُن سے بھی سو گنا خطاوار ہوں، لیکن تیری رحمت اُن گناہوں سے بھی بدتر گناہوں کی پردہ پوشی کر دیتی ہے مجھے نہ اپنے اعمال پر بھروسہ ہے نہ اپنی عاجزی پر بلکہ محض تیرے کرم پر بھروسہ ہے۔

بُودم¹ اُمیدے بمحضِ لُطفِ تُو — از وَرائے راست باشی یا عتُو
مجھے تیری مہربانی سے اُمید تھی — صحیح زندگی یا سرکشی کے علاوہ

بخششِ محضے ز لُطفِ بے عوض — بُودم اُمید اے کریمِ بے غرض
بغیر بدلے کی مہربانی سے خالص بخشش — اے بے غرض سخی! مجھے امید تھی

رُو سپس کردم بداں محضِ کرم — سُوئے فعلِ خویشتن می ننگرم
میں اُس خالص کرم کی طرف مڑا — میں اپنے عمل کو نہیں دیکھ رہا ہوں

سُوئے آں اُمید کردم رُوئے خویش — کہ وجودم دادۂ از پیش بیش
اُس کرم کی جانب میں نے اپنا چہرہ کیا ہے — کہ تو نے مجھے پہلے وجود سے زیادہ وجود عنایت کیا

خلعتِ ہستی بدادی رائگاں — من ہمیشہ معتمد بُودم براں
تو نے مفت وجود کا لباس عطا کیا — میں ہمیشہ اُس پر بھروسہ رکھتا تھا

چوں² شمارد جُرمِ خود را وَ خطا — محض بخشایش در آید در عطا
جب وہ اپنے جرم اور خطا گنائے گا — خالص بخشش، عطا میں لگ جائے گی

کاے ملائک باز آریدش بما — کہ بُدستش چشم و دل سُوئے رجا
کہ اے فرشتو! اُس کو ہمارے پاس واپس لے آؤ — کیونکہ اُس کی آنکھ اور دل امید وار (عطا) ہیں

لا اُبالی وار آزادش کنیم — واں خطاہا را ہمہ خط برزنیم
بے پروائی سے ہم اُس کو آزاد کر دیں گے — اور اُن سب خطاؤں پر قلم پھیر دیں گے

لا اُبالی مرکسے باشد مُباح — کِش زیاں نبُود ز جُرم و از صلاح
بے پروائی اُس کے لیے مناسب ہے — جس کو نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچے

آتشِ³ خوش بر فروزیم از کرم — تانماند جرم و زلت بیش و کم
ہم کرم سے ایک اچھی آگ روشن کریں گے — تاکہ جرم اور لغزش نہ تھوڑی رہے نہ زیادہ

آتشے کز شعلہ اش کمتر شرار — می بسوزد جُرم و جبر و اختیار
وہ آگ جس کے شعلے کی چھوٹی سی چنگاری — خطا اور جبر اور اختیار کو جلا ڈالے

شُعلہ در بُنگاہِ انسانی زنیم — خار را گلزارِ رُوحانی کنیم
ہم انسانی خیمہ گاہ میں آگ لگا دیں گے — کانٹے کو، روحانی چمن بنا دیں گے

ما فرستادیم از چرخِ نہم — کیمیا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُم
ہم نے نویں آسمان سے بھیجی ہے — "وہ تمھارے لیے تمھارے اعمال کی اصلاح کردیتا ہے" کی کیمیا

---

¹ بُودم۔ میری اُمید تیرے اُس کرم سے وابستہ ہے جو کسی بھی بدلے اور عوض سے بے نیاز ہے میں مڑ مڑ کر تیرے اس کرم کو دیکھتا ہوں اپنے اعمال اور افعال کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ خلعتے۔ تو نے ہمیں وجود عنایت کیا تھا وہ تیرا محض کرم تھا ورنہ اس سے پہلے نیک اعمال کہاں تھے۔

² چوں شمارد۔ جب یہ گنہگار اپنی خطائیں گنائے گا تو خالص بخشش عطا شروع کر دے گی۔ کاے۔ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم فرمائے گا کہ چونکہ اُس گنہگار نے ہماری بخشش سے امید وابستہ کی ہے لہٰذا اس کو جہنم کی جانب سے واپس لے آؤ۔ لا اُبالی۔ ہم اس کی تمام خطائیں معاف کرتے ہیں اور ہمیں کوئی پروا نہیں ہے کیونکہ ہم بے پروا ہیں، بے پرواہ وہ ہوتا ہے جس کو کسی کی نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔

³ آتش خوش۔ ہم اپنے کرم کی وہ آگ جلا دیں گے جو تمام جُرموں اور خطاؤں کو جلا کر خاکستر بنا دے گی۔ بنگاہ۔ خیمہ گاہ۔ یصلح۔ قرآن پاک میں ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُولُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ "اے مومنو اللہ سے پرہیزگاری حاصل کرو اور ٹھیک بات کہو وہ تمھارے اعمال کو سدھار دے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہوں کو بخش دے گا۔

خود چہ[1] باشد پیشِ نورِ مُستَقَر کَرّ و فَرِّ اختیارِ بُوالبشر

مستقل نور کے سامنے خود کیا ہے؟ ابو البشر کے اختیار کی شان و شوکت

گوشت پارہ آلتِ گویائے اُو پِیَہ پارہ مَنظرِ بینائے اُو

گوشت کا ایک ٹکڑا اُس کے بولنے کا آلہ ہے چربی کا ٹکڑا اُس کے دیکھنے کا آلہ ہے

مَسمَعِ اُو آں دو پارہ استخواں مُدرِکش دو قطرۂ خوں یعنی جاں

ہڈی کے دو ٹکڑے اُس کے سننے کا آلہ ہیں خوں کے دو قطرے یعنی دل اُس کے علم کا آلہ ہیں

کِرمکی[2] و از قذر آگندہٖ طمطراقے در جہاں افگندہ

تو گندگی سے بھرا ہوا ایک کیڑا ہے تو نے دنیا میں دھوم مچا رکھی ہے

از منی بُودی منی را واگذار اے ایاز آں پوستیں را یاد دار

تو منی سے پیدا ہوا تھا، خودی کو چھوڑ اے ایاز! اُس پوستین کو یاد رکھ

قصۂ ایاز و حجرہ داشتنِ اُو جہتِ چارق و پوستین و گماں بُردنِ خواجہ تاشاں کہ اُو را دراں حجرہ دفینہ است بسببِ محکمیِ و روگرانیِ قفل و رفتنِ اُو بداں جا

ایاز اور اُس کے چپل اور پوستین کے لیے حجرہ رکھنے کا قصہ اور اُس کے ساتھیوں کا گمان کرنا کہ اُس حجرے میں اُس کا خزانہ ہے دروازہ کی مضبوطی اور تالے کے بھاری پن اور اُس کے وہاں جانے کی وجہ سے

آں ایاز از زیرکی انگیختہ پُوستین و چارقش آویختہ

ایاز ذہانت سے بھڑکا ہوا تھا اُس نے اپنی پوستین اور چپل لٹکا رکھی تھی

میرود[3] ہر روز در حجرہ خلا چارقت اینست منگر دَر علا

علیحدہ حجرے میں وہ روزانہ جاتا تھا تیری یہ چپل ہے، بلندی پر نظر نہ کر

شاہ را گفتند اُو را حجرہ ایست اندر آنجا زرّ وسیم و خُمرہ ایست

انھوں نے بادشاہ سے کہا اُس کا ایک حجرہ ہے وہاں سونا چاندی اور مٹکا ہے

---

[1] خود چہ باشد۔ جس قدر افعالِ انسانی ہیں وہ مظہرِ صفات واسماءِ باری تعالیٰ ہیں اور اس اعتبار سے اُن میں ایک نور ہے لیکن چونکہ اُن کا صدور بندہ کے اختیار سے ہوا ہے اس عارض کی وجہ سے اُن میں جرم وخطا کی صفت پیدا ہوگئی ہے، جب حضرتِ حق تعالیٰ اپنے کرم سے اُس اختیار کی نسبت کو محو فرمادے گا تو اُس کا نور واضح ہو جائے گا اور اُن افعال میں جُرم وخطا کی صفت باقی نہ رہے گی۔ گوشت۔ مولانا بندہ کے اس اختیار کی حقارت اور صفت کو ظاہر فرماتے ہیں اقوال میں بندہ کا اختیار محض ایک زبان کی وجہ سے ہے۔ پیہ۔ نظر کے گناہوں میں اختیار کا تعلق آنکھوں کی معمولی چربی سے ہے۔ مسمع۔ مسموعات میں اختیار محض کان کی دو ہڈیوں کی وجہ سے ہے۔ مدرکش۔ معلومات میں اختیار کا تعلق دل کے خون کے دو قطروں سے ہے، یہ ہے بندہ کے اختیار کی حقیقت۔

[2] کرمکی۔ انسان منی جیسی نجس چیز سے بنا ہے جس نے دنیا میں اپنی غلط شان وشوکت بنا رکھی ہے۔ از منی۔ جبکہ انسان اس قدر ناچیز ہے تو غرور وتکبر اُس کے مناسب نہیں اُس کو ایاز کی طرح اپنی اس پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ قصہ ایاز۔ ایک انسان کو اپنی اصل حقیقت کو اسی طرح پیش نظر رکھنا چاہیے جس طرح ایاز اپنے عروج کے زمانہ میں اپنی اصل حقیقت کو فراموش نہ کرتا تھا۔ آں ایاز۔ ایاز جو سلطان محمود کا ایک ادنیٰ غلام تھا اور پھر ترقی کر کے اُس کا محبوب ترین وزیر بن گیا تھا چونکہ عقل کا پتلا تھا اُس نے اپنی غلامی کی حالت کی پوستین اور چپلیں ایک حجرے میں لٹکا رکھی تھیں۔ چارق۔ ایک قسم کی چپل تھی جو جنگلی لوگ پہنتے ہیں۔

[3] میرود۔ ایاز کا معمول تھا کہ روزانہ اُس حجرہ میں جا کر اپنے آپ کو بتاتا کہ موجودہ عروج سے غرور نہ کر تیری اصل یہ ہے۔ شاہ را۔ دوسرے وزراء نے سلطان محمود سے کہا کہ ایاز کا ایک خاص حجرہ ہے جس میں وہ کسی کو نہیں جانے دیتا اور اس کو مضبوطی سے بند کر رکھا ہے اس میں اس نے زر وجواہر جمع کر رکھے ہیں۔ خُمرہ۔ مٹکی۔

راہ می ندہد کسے را اندرو — بستہ میدارد ہمیشہ آں در او
وہ اُس کے اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں دیتا ہے — وہ ہمیشہ اُس دروازے کو بند رکھتا ہے۔

شاہ[1] فرمود اے عجب آں بندہ را — چہ بُود پنہان و پوشیدہ زما
شاہ نے کہا تعجب ہے اُس غلام کا — ہم سے چھپا اور ڈھکا کیا ہو گا؟

پس اشارت کرد میرے را کہ رَو — نیم شب بکشائے دَر دَر حُجرہ شو
پھر اُس نے ایک سردار کو اشارہ کیا کہ جا — آدھی رات کو دروازہ کھول، حجرے میں چلا جا

ہرچہ یابی مرتُرا یغماش کن — سِرِّ او را بر ندیماں فاش کن
تو جو کچھ پائے تیرا ہے اُس کو لُوٹ لے — اُس کے راز کو ساتھیوں پر فاش کر دے

با چنیں اِکرام و لُطفِ بے عدو — از لئیمی سیم وزر پنہاں کند
ایسے اعزاز اور بے شمار مہربانیوں کے باوجود — کمینہ پن سے چاندی اور سونا چھپاتا ہے

مینماید اُو وفا و عشق و جوش — وانگہ اُو گندم نمائے و جَو فروش
وہ وفا اور عشق اور جوش دکھاتا ہے — پھر وہ گیہوں دکھانے والا اور جو بیچنے والا ہے

ہرکہ[2] اندر عشق یابد زندگی — کفر باشد پیشِ اُو جز بندگی
جو شخص عشق میں زندگی حاصل کر لے — اُس کے نزدیک غلامی کے علاوہ کفر ہے

نیم شب آں میر با سی معتمد — در گشادِ حُجرہَ او رائے زد
اُس امیر نے آدھی رات کو تیس معتمد آدمیوں کے ساتھ — اُس کے حجرے کو کھولنا طے کیا

مشعلہ برکردہ چندیں پہلواں — جانبِ حجرہ روانہ شادماں
چند بہادر، مشعلیں لئے ہوئے — خوشی خوشی، حجرے کی جانب روانہ ہو گئے

کامرِ سلطانست بر حُجرہ زنیم — ہریکے ہمیانِ زر دَرکش کنیم
کہ بادشاہ کا حکم ہے، کہ ہم حجرہ لوٹ لیں — ہم میں سے ہر ایک سونے کی تھیلی بغل میں دبا لے

آں یکے میگفت ہے چہ جائے زر — از عقیق و لعل گوی و از گہر
ایک کہتا تھا، سونا کیا ہوتا ہے — عقیق اور لعل اور موتی کی بات کر

خاصِ[3] خاصِ مخزنِ سلطان ویست — بلکہ اکنوں شاہ را خود جان ویست
وہ شاہی خزانہ کا خاص الخاص ہے — بلکہ اب تو وہ خود شاہ کی جان ہے

چہ محل دارد بہ پیشِ آں عشیق — لعل و یاقوت و زمرّد یا عقیق
اُس معشوق کے آگے کیا وقعت رکھتا ہے؟ — لعل اور یاقوت اور زمرد یا عقیق

---

1. شاہ۔ بادشاہ نے کہا تعجب ہے اُس نے ہم سے چھپا کر یہ دولت کیوں جمع کی ہے۔ پس۔ بادشاہ نے ایک وزیر کو اشارہ کیا کہ رات میں جا کر اُس حجرے کا دروازہ توڑ کر اندر گھس جاؤ۔ مرترا۔ اُس حجرہ میں جو کچھ ملے وہ تیرا ہے۔ یغما۔ لوٹ۔ سرّ او۔ ایاز کے اس راز کو لوگوں سے کہہ دینا۔ با چنیں۔ ہمارے اس کرم کے ہوتے ہوئے اُس نے ہم سے چھپا کر مال کیوں جمع کیا ہے۔ می نماید۔ ہم سے وفاداری اور عشق کا دم بھرتا ہے اور پھر گیہوں دکھا کر جو فروخت کرتا ہے یعنی دھوکا بازی کرتا ہے۔
2. ہرکہ۔ جو عشق کا دعویٰ کرے پھر محبوب کی غلامی کے علاوہ اس کیلیے ہر چیز کفر ہوتی ہے۔ نیم شب۔ اُس وزیر نے طے کیا کہ آدھی رات کو تیس بھروسا کے آدمی لیکر اُس حجرہ پر دھاوا بول دیگا۔ پہلوان۔ یعنی وہی تیس معتمد۔ کش۔ گوشۂ بغل۔ چہ جائے زر۔ یعنی اس لوٹ میں سونا در کنار عقیق اور لعل اور موتی ملیں گے۔
3. خاص۔ چونکہ ایاز شاہ کا خاص خزانچی ہے اور شاہ کی جان بنا ہوا ہے اور شاہ کا معشوق ہے تو اسکے خزانہ میں تو عقیق اور جواہر کی بھی کیا قدر ہے۔ عشیق۔ معشوق۔

شاہ[1] را بروے نبودے بدگماں　تسخرے میکرد بہرِ امتحاں

بادشاہ کو اُس پر بدگمانی نہ تھی　وہ آزمائش کے لیے مذاق کر رہا تھا

پاک میدانستش از ہر غشّ و غِل　باز از وہمش ہمی لرزید دل

وہ اُس کو ہر کھوٹ اور فریب سے پاک سمجھتا تھا　پھر وہم سے اُس کا دل لرزتا تھا

کہ مبادا کایں بُوَد خستہ شود　من نخواہم کہ بروٗ خجلت رَوَد

کہ وہ خدانخواستہ رنجیدہ ہو　میں خواہاں نہیں ہوں کہ اُس کو شرمندگی ہو

ایں[2] نہ کرد است اُو وگر کرد اُو رَواست　ہرچہ خواہد گو بکُن محبوبِ ماست

اُس نے یہ نہ کیا ہوگا اور اگر کیا ہے تو جائز ہے　کہہ دے وہ جو چاہے کرے، ہمارا پیارا ہے

ہرچہ محبوبم کند من کردہ ام　اُو منم من اُوچہ گر در پردہ ام

میرا پیارا جو کرے، وہ میں نے کیا ہے　وہ میں ہوں، میں وہ، اگرچہ میں پردے میں ہوں

باز گفتے دور ازاں خوئے و خصال　ایں چنیں تخلیط ژاژ ست و خیال

پھر کہتا اس خصلت اور عادت سے بعید ہے　اس طرح کی گڑ بڑ بکواس اور وہم ہے

از ایاز ایں خود محال ست و بعید　کو یکے دریاست قعرش ناپدید

ایاز سے یہ خود ناممکن اور بعید ہے　کیونکہ وہ ایک ایسا دریا ہے جس کی اتھاہ نہیں ہے

ہفت[3] دریا اندر و یک قطرۂ　جملہ ہستیہا ز مہرش ذرّۂ

ساتوں سمندر اُس کے اندر ایک قطرہ ہیں　تمام ہستیاں اُس کی محبت کا ایک ذرہ ہیں

جملہ پاکیہا ازاں دریا برند　قطرہایش یک بیک مینا گرند

سب اُس دریا سے پاکی حاصل کرتے ہیں　اُس کا ایک ایک قطرہ مینا بنانے والا ہے

شاہِ شاہانست و بلکہ شاہ ساز　وز برائے چشمِ بد نامش ایاز

وہ شاہنشاہ بلکہ شاہ گر ہے　نظرِ بد کی وجہ سے، اُس کا نام ایاز ہے

چشمہائے نیک ہم بروے بدست　از رہِ غیرت، کہ حُسنش بیحدست

بھلی نگاہیں بھی، اُس پر بُری ہیں　غیرت کی وجہ سے، کیونکہ اُس کا حسن بیحد ہے

یک دہاں خواہم بپہنائے فلک　تا بگویم وصفِ آں رشکِ ملک

آسمان کی چوڑائی والا ایک منہ چاہتا ہوں　تاکہ اُس رشکِ ملائکہ کی تعریف کر سکوں

---

[1] شاہ۔ شاہ نے ایاز کا حجرہ توڑنے کے بارے میں جو حکم دیا تھا وہ اس بنا پر نہ دیا کہ اُن لوگوں کی باتوں کی وجہ سے شاہ ایاز سے بدگمان ہوگیا تھا بلکہ اُس نے اس حکم کے ذریعہ اُن لوگوں کو آزمانے کے لیے مذاق کیا تھا۔ پاک۔ بادشاہ ایاز کو اس تہمت سے پاک سمجھتا تھا لیکن پھر بھی شاہ کا دل لرز رہا تھا کہ اگر خدانخواستہ ان لوگوں کی یہ تہمت صحیح نکلی تو ایاز کو بہت رنج ہوگا۔

[2] ایں نہ کرد است۔ شاہ یہی سمجھتا تھا کہ ایاز نے حجرہ میں خزانہ جمع نہیں کیا ہے اور اگر کیا بھی ہے تو چونکہ وہ میرا محبوب ہے اُس کا جو جی چاہے کرے۔ ہرچہ۔ اگر اُس نے خزانہ بھی جمع کیا ہے تو گویا میں نے ہی جمع کیا ہے جبکہ اُس میں اور مجھ میں دوئی نہیں ہے۔ تخلیط۔ گڑبڑ جو لوگ کہہ رہے ہیں۔ از ایاز۔ ایاز اخلاص و محبت کا دریائے ناپیدا کنار ہے۔

[3] ہفت دریا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اشعار آخر تک شاہ کی زبانی ایاز کی تعریف ہوں یا مولانا نے ایاز کی محبوبیت سے آنحضورؐ کی محبوبیت کی طرف منتقل ہو کر آنحضورؐ کی مدح شروع کردی ہو۔ جملہ ہستیہا۔ یعنی تمام موجودات۔ ایاز۔ اگر شاہ کا مقولہ ہے تو ایاز غلام مراد ہے اگر آنحضورؐ کی تعریف ہے تو ایاز سے آنحضورؐ کی عبدیت مراد ہے۔ از رہِ غیرت۔ شعر۔ (غیرت از چشمم برم روئے تو دیدن ندہم۔ گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن ندہم) یک دہاں۔ میرا یہ چھوٹا سا منہ تعریف سے قاصر ہے۔

دردہاں[1] یا ہم چنیں و صد چنیں ‌‌ تنگ آید در بیانِ آں امیں

اور اگر میں ایسا اور اُس جیسے سیکڑوں منہ پا لوں ‌‌ اُس امانت دار کے بیان میں تنگ ہو جائیں

ایں قدر ہم گرنگویم اے سند ‌‌ شیشۂ دل از ضعیفی بشکند

اے معتمد! اگر میں اتنا بھی نہ کہوں ‌‌ کمزوری سے، دل کا شیشہ ٹوٹ جائے

شیشۂ دل را چو نازک دیدہ ام ‌‌ بہرِ تسکیں بس قبا بدریدہ ام

چونکہ میں نے دل کے شیشہ کو نازک سمجھا ‌‌ تسکین کے لیے میں نے بہت سی قبائیں چاک کی ہیں

من[2] سَرِ ہر ماہ سہ روز اے صنم ‌‌ بے گماں باید کہ دیوانہ شوم

اے محبوب! میں ہر مہینہ کے شروع میں تین دن ‌‌ یقیناً، دیوانہ بن جاتا ہوں

ہیں کہ امروز اوّلِ سہ روزہ است ‌‌ روزِ پیر و زیست نے پیروزہ است

خبردار! آج تین دن کا پہلا دن ہے ‌‌ کامیابی کا دن ہے، نہیں فیروزہ ہے

ہردلے کاندرغمِ شاہے بُود ‌‌ دمبدم اُو را سَرِ ایں مہ بُود

جو دل شاہ کے عشق میں (مبتلا) ہو ‌‌ اُس کا ہر وقت اس مہینہ کا شروع ہوتا ہے

در[3] بیانِ آنکہ آنچہ بیان کردہ میشود صورتِ قصہ است و آنکہ آں صورتیست

اس بیان میں کہ جو کچھ بیان کیا جائے گا وہ قصہ کا ظاہر ہے اور یہ کہ وہ ظاہر،

درخوردِ ایں صورت گراں است و درخورِ آئینہ تصویرِ ایشانست و از قدّوسی

ظاہر پرستوں کے لائق اور اُن کی تصویر کے آئینہ کے لائق ہے اور وہ لطافت جو اس قصہ

کہ حقیقتِ ایں قصہ راست نُطقِ مرا ازیں تنزیل شرم می آید و از خجالت

کی حقیقت ہے میری گویائی کو اُس کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے اور شرمندگی

سرو ریش و قلم گم میکند وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ

سے سر اور ڈاڑھی اور قلم کو گم کیے دیتی ہے اور عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے

قصۂ محمود و اوصافِ ایاز ‌‌ چوں شدم دیوانہ رفت اکنوں زساز

محمود کا قصہ اور ایاز کے اوصاف ‌‌ اب ترتیب سے باہر ہوگئے، چونکہ میں دیوانہ بن گیا ہوں

درد ہاں۔ اس طرح کی سیکڑوں تعریفیں بھی اُس امین کی خوبیوں کا پورا بیان نہیں کرسکتی ہیں۔ امین۔ اگر شاہ کا مقولہ ہے تو ایاز مراد ہے اگر مولانا کا مقولہ ہے تو آنحضورؐ مراد ہیں۔ ایں قدر۔ معشوق کی تعریف کرنے سے عاشق کو تسلی ہوتی ہے۔ شیشۂ دل۔ قبا چاک کرنے سے جنون کو تسلی ہو جاتی ہے۔

من۔ مجنوں کا جنون مہینہ کے ابتدائی تین دن میں جوش پر ہوتا ہے، یہ بھی مشہور ہے کہ حجاج ظالم نے اجنبی حالت میں ایک چرواہے سے دریافت کیا کہ حجاج کے بارے میں تیری کیا رائے ہے تو اُس نے حجاج کو بددعائیں دیں اور ظالم بتایا اس پر حجاج نے کہا تو نہیں جانتا کہ میں خود حجاج ہوں تو اس چرواہے نے گھبرا کر کہا تو نہیں جانتا کہ میں ایک دیوانہ ہوں اور مجھے ہر مہینہ میں تین دن جنون کا دورہ پڑتا ہے اور آج اُن دنوں کا پہلا دن ہے اس پر حجاج ہنس پڑا اور اُس کو انعام دیا ممکن ہے کہ اس لطیفہ کے تین دن کی طرف اشارہ ہو۔

ہیں کہ۔ مولانا فرماتے ہیں محبت میں دیوانگی کا میرا ابھی پہلا روز ہے۔ ہردلے۔ جس کے دل میں معشوقِ حقیقی کا عشق ہو اُس کے لیے تو ہر لحظہ مہینے کے اوّل کے تین دن ہیں۔

زانکہ[1] پیلم دید ہندوستاں بخواب
کیونکہ میرے ہاتھی نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا

از خراج اُمید بُر، دِہ شد خراب
آمدنی سے اُمید منقطع کر لے، گاؤں تباہ ہو گیا ہے

كَيْفَ يَأْتِي النَّظْمُ لِيْ وَالْقَافِيَةْ
مجھے نظم اور قافیہ کیسے دستیاب ہو؟

بَعْدَ مَا ضَاعَتْ اُصُوْلُ الْعَافِيَةْ
جبکہ عافیت کی جڑیں برباد ہو گئی ہیں

مَا جُنُوْنٌ وَّاحِدٌ لِّيْ فِي الشُّجُوْن
غموں کی وجہ سے مجھے ایک ہی جنون نہیں ہے

بَلْ جُنُوْنٌ فِيْ جُنُوْنٍ فِيْ جُنُوْن
بلکہ جنون در جنون در جنون ہے

ذَابَ جِسْمِيْ مِنْ اِشَارَاتِ الْكُنَا
کنیتوں کے اشاروں سے میرا بدن گھل گیا

مُنْذُ عَانَيْتُ الْبَقَآءَ فِي الْفَنَا
جب سے میں نے فنا میں بقا کی تکلیف اٹھائی ہے

اے[2] ایاز از عشقِ تو گشتم چو مُوۓ
اے ایاز! میں تیرے عشق میں بال جیسا ہو گیا ہوں

ماندم از قصہء تو قصہء من بگوۓ
میں تیرے قصہ سے تھک گیا تو تو میرا قصہ بیان کر

بس فسانہء عشقِ تو خواندم بجاں
میں نے تیرے عشق کا افسانہ (دل) و جان سے پڑھا

تو مرا کافسانہ گشتستم بخواں
میں جو افسانہ بن گیا ہوں تو مجھے پڑھ

خود تو میخوانی یقیں اے مقتدا
اے مقتدا! یقیناً تو خود پڑھ رہا ہے

من کہ طورم تو موسیٰ ویں صدا
میں (کوہ) طور ہوں تو موسیٰ ہے اور یہ صدا (بازگشت) ہے

کوہ بیچارہ چہ داند گفت چیست
بیچارہ پہاڑ کیا جانے گفتگو کیا ہوتی ہے؟

زانکہ بیچارہ زگفتہا تہی ست
کیونکہ وہ بیچارہ گفتگوؤں سے خالی ہے

لیک موسیٰ فہمِ گفتہا کند
لیکن موسیٰ گفتگوئیں سمجھتے ہیں

کوہِ عاجز خود چہ داند اے سَنَد
اے معتمد! عاجز پہاڑ کیا جانے

کوہ[3] میداند بقدرِ خویشتن
اپنی بقدر پہاڑ بھی جانتا ہے

اندکے دارد ز لُطفِ روح تن
جسم، روح کا تھوڑا سا لطف رکھتا ہے

تن چو اُصطرلاب باشد ز احتساب
جسم، حساب لینے میں اُصطرلاب کی طرح ہے

آیتے از رُوح ہمچوں آفتاب
رُوح کی نشانی سورج کی طرح ہے

---

1. زانکہ۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جا کر جب کبھی وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو اُس پر مستی طاری ہو جاتی ہے۔ کیف۔ ایک مجنون نظم اور قافیہ پر قادر نہیں رہتا۔ ماجنون۔ میرا صرف ایک جنون نہیں ہے جنون در جنون در جنون ہے۔ زاب جسمی۔ چونکہ عشق کی داستان بیان نہیں کر رہا ہوں، لہٰذا اُس کا اثر میرے جسم کو گھلا رہا ہے۔ منذ۔ جب سے میں اپنے آپ فنا کر کے مقامِ مشاہدہ میں پہنچ گیا ہوں۔

2. اے ایاز۔ اے محبوب اب مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تیرے عشق کا قصہ بیان کر سکوں اب میرا وجود خود قصہ بن کر رہ گیا ہے تو اس قصہ کو بیان کر۔ بس فسانہ۔ میں تیرے عشق میں فنا ہو کر خود افسانہ بن گیا ہوں۔ خود۔ طور میں کی صدا خود طور کی نہ تھی وہ تو حضرت موسیٰ کی صدائے بازگشت تھی اب میں طور ہوں تو موسیٰ ہے لہٰذا میری آواز دراصل تیری آواز ہے۔ کوہ۔ پہاڑ خود اُس آواز کو کچھ نہیں سمجھتا موسیٰ نے سمجھا۔

3. کوہ میداند۔ پہلے شعر سے یہ نہ سمجھنا کہ پہاڑ بالکل بے شعور ہے پہاڑ میں بھی شعور ہے لیکن حضرت موسیٰ جیسا شعور نہیں ہے۔ اندکے۔ اصل لذت روح کو حاصل ہوتی ہے جسم بھی اُس سے بہرہ اندوز ہو جاتا ہے یہی حال حضرت موسیٰ اور پہاڑ کا ہے۔ تن۔ اب مولانا نے جسم اور رُوح کا مستقل بیان شروع کر دیا ہے فرماتے ہیں جسم سے روح کے منازل اور مراتب کا اسی طرح پتا لگتا ہے جس طرح اُصطرلاب سے سورج کے احوال کا پتا چلتا ہے۔ اصطرلاب۔ ایک آلہ ہے جس سے سورج چاند وغیرہ کے فاصلوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

آں منجم چوں نباشد چشمِ تیز — شرط باشد مردِ اُصطرلاب ریز
جب وہ نجومی تیز نگاہ نہ ہو — اُصطرلاب بنانے والے انسان کی ضرورت ہوتی ہے

تا صُطرلابے کند از بہرِ اُو — تا بَرد از حالتِ خورشید بُو
تاکہ وہ اُس کے لیے اصطرلاب بنا دے — تاکہ وہ سورج کی حالت معلوم کر سکے

جاں کز اُصطرلاب جُوید اُو صواب — چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
جو جان اُصطرلاب کے ذریعہ ٹھیک بات معلوم کرے — وہ آسمانوں اور سورج کی کیا قدر جان سکتی ہے؟

تو کز اُصطرلابِ دیدہ بنگری — در جہاں دیدن یقیں بس قاصری
تو جو کہ آنکھ کے اُصطرلاب سے دیکھتا ہے — عالم (باطن) کو دیکھنے سے یقیناً بہت عاجز ہے

تو جہاں را قدرِ دِیدہ دیدۂ — کو جہاں، سُبلت چرا مالیدۂ
تو نے جہان کو آنکھ کی بقدر دیکھا ہے — جہاں کہاں ہے؟ مونچھوں کو تاؤ کیوں دیا ہے؟

عارفاں را سُرمہ ہست آں بجوئے — تا کہ دریا گردد ایں چشمِ چو جوئے
عارفوں کے پاس سُرمہ ہے وہ طلب کر — تاکہ یہ نہر جیسی آنکھ سمندر بن جائے

ذرّۂ از عقل و ہوش ار با من ست — ایں چہ سَودا و پریشاں گفتن ست
اگر عقل اور ہوش کا ایک ذرہ بھی، میرے پاس ہے — تو یہ دیوانگی اور بے ترتیب باتیں کیوں کرتا ہے؟

چونکہ مغزِ من ز عقل و ہُش تہی ست — پس گناہِ من دریں تخلیط چیست
چونکہ میرا دماغ عقل اور ہوش سے خالی ہے — تو اس خلط ملط میں میرا کیا قصور ہے؟

نے گناہ اُو راست کو عقلم بُرد — عقلِ جُملہ عاقلاں پیشش بمُرد
نہ اُس کا گناہ ہے جو میری عقل لے گیا — تمام عقلمندوں کی عقلیں اُس کے آگے مُردہ ہیں

يَا مُحِيْرَ الْعَقْلِ فَتَّانَ الْحِجٰى — مَا سِوَاكَ لِلْعُقُوْلِ مُرْتَجٰى
اے عقل کو حیران کرنیوالے سمجھ کو فتنہ میں مبتلا کرنیوالے! — تیرے سوا عقلوں کی اُمید گاہ نہیں ہے

مَا اشْتَهَيْتُ الْعَقْلَ مُذْ جَنَّنْتَنِيْ — مَا حَسَدتُّ الْحُسْنَ مُذْ زَيَّنْتَنِيْ
تو نے جب سے مجھے جنون عطا کیا میں نے عقل کی خواہش نہیں کی — جب سے تو نے مجھے زینت بخشی میں نے حسن پر حسد نہیں کیا ہے

بَلْ جُنُوْنِيْ فِيْ هَوَاكَ مُسْتَطَاب — قُلْ بَلٰى وَاللّٰهُ يُجْزِيْكَ الصَّوَاب
بلکہ تیرے عشق میں میرا جنون بھلا ہے — کہہ دے "ہاں" اللہ تجھے ٹھیک بدلہ دے

گر بتازی گوید او در پارسی — گوش و ہوشت کو کہ در فہمش رسی
اگر وہ عربی میں بولے یا فارسی میں — تیرا کان اور ہوش کہاں ہے کہ تو اس کو سمجھے

آں منجم۔ جو نجومی براہِ راست ستاروں کے احوال نہیں دیکھ سکتا اُسکے لیے اُصطرلاب ذریعہ بنتا ہے۔ جاں۔ جو منجم براہِ راست چاند اور سورج کے فاصلوں کو نہ سمجھ سکے محض اُصطرلاب کے ذریعہ حقیقت تک نہ پہنچ سکے گا۔ تو کز۔ اگر انسان محض آنکھ کے اُصطرلاب کے ذریعہ عالم کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرے گا تو وہ حقیقت تک نہ پہنچ پائے گا۔ تو جہاں۔ آنکھ کے ذریعہ سمجھنے والا اپنی آنکھ کے بقدر سمجھ سکے گا۔ عارفاں۔ عارفوں سے سرمہ حاصل کرنا چاہیے پھر حقائق واضح ہوں گے۔
ذرہ۔ اگر مجھ میں تھوڑی بھی عقل ہوتو میں ژولیدہ بیانی نہ کروں لیکن چونکہ میری عقل اور حواس گم ہو گئے ہیں لہٰذا یہ بے ترتیب بیان کر رہا ہوں۔ نے گناہ۔ وہ معشوق جس کی وجہ سے ہوش و حواس گم ہوئے ہیں اُس کا کوئی قصور نہیں ہے اُس کی شان یہی ہے کہ اُس کے سامنے عاقلوں کی عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ محیر۔ حیران کرنے والا۔ فتان۔ فتنہ میں مبتلا کرنے والا۔ حجی۔ عقل۔ مرتجی۔ اُمید گاہ۔
ما اشتہیت۔ یعنی تیرے عشق کے جنون کے بعد مجھے عقل کی تمنا نہیں۔ جننتنی۔ تو نے مجھے جنون میں مبتلا کیا ہے۔ زینتنی۔ تو نے مجھے زینت دی ہے۔ مستطاب۔ پسندیدہ۔ قل بلی۔ یعنی تو میری ان باتوں کی تصدیق کر دے۔ گر بتازی۔ معشوق کا بولنا در اصل عاشق کا بولنا ہے اور اُس کے سمجھنے کے لیے حواس نہیں ہیں۔

بادۂ[1] اُو در خورِ ہر ہوش نیست — حلقۂ اُو سخرۂ ہر گوش نیست

اُس کی شراب، ہر ہوش کے مناسب نہیں ہے — اُس کا حلقہ ہر کان کے لائق نہیں ہے

بارِ دیگر آمدم دیوانہ وار — رَو رَو اے جاں زود زنجیرے بیار

میں دیوانہ وار دو بارہ آ گیا — اے جان! جا جا، جلد زنجیر لا

غیرِ آں زنجیرِ زُلفِ دلبرم — گر دو صد زنجیر آری بر درم

میرے معشوق کی زنجیر کے علاوہ — اگر دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

ہست بر پائے دلم از عشق بند — سُود کے دارد مرا ایں وعظ و پند

میرے دل کے پاؤں میں عشق کی بیڑی ہے — مجھے یہ وعظ اور نصیحت کہاں مفید ہو سکتی ہے؟

قصۂ[2] عشق ندارد مطلعہ — ہم ندارد ہمچو مطلع مقطعہ

اُس کے عشق کا قصہ کوئی مطلع نہیں رکھتا — مطلع کی طرح مقطع بھی نہیں رکھتا

حکمتِ نظر کردن در چارق و پوستین کہ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّا خُلِقَ

چپل اور پوستین کو دیکھنے کی حکمت کیونکہ پس انسان دیکھے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے

باز گرداں قصۂ عشقِ ایاز — کاں یکے گنجے ست مالا مالِ راز

ایاز کے عشق کا قصہ لوٹا — کیونکہ وہ راز سے بھرا ہوا ایک خزانہ ہے

میرود ہر روزہ در حُجرہ بدیں — تا بہ بیند چارقے با پوستیں

وہ ہر روز حجرہ میں اس لیے جاتا تھا — تاکہ چپل مع پوستین کے دیکھے

زانکہ ہستی سخت مستی آورد — عقل از سر، شرم از دل میبرد

کیونکہ وسعت بہت مستی لاتی ہے — سر سے عقل کو (اور) دل سے شرم کو نکال دیتی ہے

صد[3] ہزاراں قرن پیشیں را ہمیں — مستیِ ہستی بزد رہ زیں کمیں

اس لیے کہ لاکھوں سال پہلے اسی — وسعت کی مستی نے اسی گھات سے ڈاکا زنی کی ہے

شُد عزازیلے ازیں مستی بلیس — کہ چرا آدمؑ شود برمن رئیس

اسی مستی کی وجہ سے عزازیل ابلیس بنا — کہ آدمؑ میرے سردار کیوں ہوں؟

خواجہ ام من نیز و خواجہ زادہ ام — صد ہنر را قابل و آمادہ ام

میں سردار ہوں اور سردار زادہ بھی ہوں — لاکھوں ہنروں کے قابل اور آمادہ ہوں

---

[1] بادہ۔اس کی شراب کو صاحب ہمت ہی برداشت کرسکتا ہے۔اس کی غلامی کے حلقہ کا ہر کان اہل نہیں ہے۔بار دیگر۔اب مجھے جنون کا پھر دورہ پڑنے لگا جلد زنجیر لا لیکن وہ زنجیر اپنی زلف کی لا، لوہے کی زنجیر میری دیوانگی کی تاب نہ لا سکے گی۔ہست۔جس شخص کے پاؤں میں عشق کی بیڑی پڑی ہوئی ہو اُس پر نصیحت اثر نہیں کرتی۔

[2] قصہ۔عشق کے قصہ کی نہ ابتدا ہوتی ہے نہ انتہا۔مطلع۔غزل کا پہلا شعر۔مقطع۔غزل کا آخری شعر۔باز گرداں۔ایاز کا قصہ پھر شروع کر کیونکہ اُس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ہستی۔یعنی عیش و عشرت کے سامان کے ہوتے ہوئے انسان میں نہ عقل رہتی ہے نہ شرم۔

[3] صد ہزاراں۔قدیم زمانہ سے یہ فراوانی قوموں اور لوگوں کی تباہی کا سبب بنی ہے۔شد عزازیل۔شیطان کو ہر طرح کا عیش و عشرت اور مرتبہ کی بڑائی حاصل تھی وہی اس کی گمراہی کا سبب ہوئی۔خواجہ۔شیطان۔ملائکہ کا معلم تھا اور آگ سے پیدا ہوا تھا جو کہ مٹی سے اعلیٰ ہے اسلیے اُس نے آپ کو سردار اور سردار زادہ کہا۔

در ہُنر من از کسے کم نیستم — تا بخدمت پیشِ دشمن[1] بیستم

میں ہُنر میں کسی سے کم نہیں ہوں — پھر کیوں دشمن کے سامنے دربار میں کھڑا ہوں؟

من ز آتش زادہ ام اُو از وَحل — پیشِ آتش مَر وَحل را چہ محل

میں آگ سے پیدا ہوں وہ کیچڑ سے — آگ کے سامنے کیچڑ کا کیا رُتبہ؟

اُو کجا بود اندراں دورے کہ مَن — صدرِ عالَم بُودم و فخرِ زمن

اُس زمانے میں وہ کہاں تھا؟ جبکہ میں — عالَم کا صدر اور زمانہ کا فخر تھا

دربیانِ آیہ کریمہ خَلَقَ الْجَآنَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى فِى

آیۃ کریمہ کے بیان میں جنوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کا

حَقِّ ابلِيسَ عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ

ابلیس (اُس پرلعنت ہو) کے بارے میں بیشک وہ جنوں میں سے تھا پھر بھاگ نکلا اپنے رب کے حکم سے

شُعلہ میزد آتشِ جانِ سَفیہ — کآتشی بُود الوَلد سِرُّ اَبِیہ

نالائق کی جان شعلہ مارتی تھی — کیونکہ وہ آگ کا (بنا ہوا) تھا لڑکا باپ کا راز ہے

نے[2] غلط گفتم بُد قہرِ خدا — علّتے را پیش آوردن چرا

نہیں میں نے غلط کہا بلکہ وہ خدا کا قہر تھا — کوئی علت پیش کرنا کیسا؟

کارِ بے علّت مبرّا از عِلَل — مستمرّ و مستقرّ ست از ازل

(خداکا) کام بے علت، علتوں سے پاک ہے — ازل سے، دائم اور قائم ہے

در کمالِ صُنعِ پاکِ مُستحَث — علتِ حادث چہ گنجد با حَدَث

قابلِ توجہ، پاک کام کے کمال میں — حدوث کے ہوتے ہوئے حادث کی علت کی کیا گنجائش؟

سِرِ[3] اَب چہ بُود اَبِ ما صُنعِ اوست — صُنع مغز ست و اَب صورت چو پوست

باپ کا راز کیا ہوتا ہے؟ ہمارا باپ اُس کی صنعت ہے — صنعت مغز ہے اور باپ چھلکے کی طرح صورت ہے

عشق داں اے فُندقِ تن دوستت — جانت جوید مغز و کوبد پوستت

اے فندق جیسے جسم (والے) عشق کو اپنا دوست سمجھ — جو تیری جان کو مغز بنانا چاہتا ہے، تیرے چھلکے کو کوٹتا ہے

---

1. دشمن۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ وحل۔ کیچڑ۔ پیش۔ مٹی رتبہ میں آگ سے گھٹی ہوئی ہے۔ اُو کجا۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے شیطان کی بہت عزت تھی۔ خلق۔ دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ شیطان جنوں میں سے تھا اور جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ شعلہ۔ چونکہ شیطان آتشی ہے تو اُس کا مزاج بھی آتشی ثابت ہوا۔ الولد۔ جیسا باپ ویسا بیٹا۔

2. نے۔ میں نے اُس کی نافرمانی کی علت آگ کو قرار دیا اصل علت قہرِ خدا ہے۔ کار۔ اللہ تعالیٰ کا کام علت پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔ در کمال۔ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات ازلی ہیں کوئی امر حادث اس کی علت کیسے بن سکتا ہے تو شیطان کی نافرمانی کی علت اس کے آتشی ہونے کو قرار دینا صحیح نہیں ہے جبکہ قدرِ ازلی میں اُس کو نافرمان قرار دیا گیا تھا اُس وقت نہ آگ تھی نہ شیطان کا آتشی ہونا تھا۔

3. سِرّ اَب چہ بُود۔ کہا تھا الوَلدُ سِرٌ لِابِیہ یعنی بیٹے کے اوصاف کے لیے باپ کے اوصاف علت ہیں۔ اب فرماتے ہیں کہ باپ خود اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ کیا علت بن سکے گا۔ اصل اللہ کی صفت ہے باپ اُس کا ظاہری چھلکا ہے تو اصل علت اور سبب خدا کی کاریگری ہے۔ عشق داں۔ عشق روح میں بالیدگی پیدا کرتا ہے اور جسم کو گھٹاتا ہے۔ فندق۔ عناب کی طرح کا ایک پھل ہے۔

دوزخی[1] کہ پوست باشد دوستش   داد بَدَّلْنَا جُلُوْدًا پوستش

وہ دوزخی، کھال جس کی دوست ہو   ''ہم نے کھالوں کو بدل دیا'' کی کھال ان کو دے دی ہے

معنی و مغزت بر آتش حاکم ست   لیک آتش را قشورت ہیزم ست

تیرا جوہر اور مغز آگ پر حکمراں ہے   لیکن تیرے چھلکے، آگ کا ایندھن ہیں

کوزۂ چوبیں کہ دروے آبِ جُوست   قدرتِ آتش ہمہ برظرفِ اُوست

لکڑی کا پیالہ جس میں نہر کا پانی ہے   آگ کا پورا قابو اُس کے برتن پر ہے

معنیِ[2] انساں بر آتش مالک ست   مالکِ دوزخ دروے کے ہالکست

انسان کا جوہر، آگ کا مالک ہے   دوزخ کا مالک اُس میں کب ہلاک ہونے والا ہے

معنیِ ہیزم بر آتش حاکم ست   لیک آتش راتنِ اُو ہیزم ست

ایندھن کا جوہر، آگ پر حاکم ہے   لیکن اُس کا جسم آگ کا ایندھن ہے

پس میفزا تو بدن معنیٰ فزا   تاچو مالک باشی آتش را کیا

پس تو جسم کو نہ بڑھا، روح کو بڑھا   تاکہ تو مالک کی طرح آگ کا حاکم بنے

پوستہا بر پوست می افزودۂ   لاجرم چوں پوست اندر دُودۂ

تو نے چھلکے پر چھلکا بڑھایا ہے   لا محالہ تو چھلکے کی طرح دھویں میں ہے

زانکہ آتش را علف جز پوست نیست   قہرِ حق آں کبر را گردن زنیست

آگ کی خوراک چھلکے کے علاوہ نہیں ہے   اللہ (تعالیٰ) کا قہر اُس تکبر کی گردن کاٹنے والا ہے

ایں[3] تکبّر از نتیجۂ پوست ست   جاہ و مال آں کبر رازاں دوست ست

یہ تکبر، پوست کا نتیجہ ہے   اِس لیے تکبر کو رُتبہ اور مال محبوب ہے

ایں تکبر چیست غفلت از لُباب   منجمِد چوں غفلتِ یخ ز آفتاب

یہ تکبر کیا ہے؟ جوہر سے غفلت   جمی ہوئی، جیسا کہ برف کی سورج سے غفلت

چوں خبر شُد ز آفتابش یخ نماند   نرم گشت و گرم گشت و تیز راند

جب اُس کو سورج کا پتا چلا، برف نہ رہا   نرم ہو گیا اور گرم ہو گیا اور تیزی سے بہہ گیا

شُد زدیدِ لُب جُملہ تن طمع   خوار و عاشق شد کہ ذَلَّ مَنْ طَمَعْ

جوہر کے دیکھ لینے سے پورا جسم لالچ بن گیا   ذلیل اور عاشق بن گیا کیونکہ جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا

---

1. دوزخی۔ جو جسم و پوست کی بالیدگی کرتا ہے وہ دوزخی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو دوزخ میں نئی نئی کھالیں دے گا۔ قرآن پاک میں ہے کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ''اُن دوزخیوں کی جب جب کھالیں پک جائیں گی ہم اُن کی کھالیں تبدیل کردیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ معنی و مغفرت۔ انسان کی روح، روحِ کامل کا پرتو ہے لہٰذا وہ آگ پر حاکم ہے آگ کا ایندھن انسان کا جسم ہے۔ کوزہ۔ جس لکڑی کے پیالے میں پانی ہو اگر اُس کو آگ پر رکھو تو پیالہ پر آگ کا اثر آئے گا۔
2. معنیِ انسان۔ روحِ انسانی آگ کی مالک ہے تو مالک فرشتہ جہنم کا داروغہ اور حاکم ہے وہ آگ سے کیسے تباہ ہو سکتا ہے۔ مالک۔ اس فرشتہ کا نام ہے جو آگ کا حاکم اور داروغہ ہے۔ پوستہا۔ جبکہ تو جسم پوست بن گیا ہے اور پوست جہنمی چیز ہے تو تو بھی جہنم کے دھویں میں ہے۔ زانکہ۔ جسم پروری سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور اللہ کا قہر اُس کا قاتل ہے۔
3. ایں تکبر۔ جسم پروری کا نتیجہ تکبر و غرور ہوتا ہے اسی لیے تکبر مال اور رُتبہ کو بہت پسند کرتا ہے چونکہ یہ چیزیں تن پروری کا سبب ہیں۔ ایں تکبر۔ انسان کا تکبر اُس کی ذات و صفاتِ باری سے غفلت کا نتیجہ ہے اور اُس کا جماؤ ایسا ہی ہے جیسا کہ برف کا جماؤ سورج سے غفلت کی بنا پر ہے۔ لباب۔ خلاصہ، جوہر یعنی ذاتِ باری اور اس کی صفات۔ شد ز دید لب۔ جب اس کو ذات و صفات کا مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو انسان میں اس کے حصول کا لالچ پیدا ہوتا ہے اور لالچی ہمیشہ ذلت اختیار کرتا ہے۔ ذَلَّ مَنْ طَمَعْ۔ مولانا نے اس محاورہ کے عام معنی سے ہٹ کر دوسرے معنی مراد لیے ہیں عام معنی تو یہ ہیں کہ دنیا کا لالچ انسان کو ذلیل کرتا ہے۔

چوں[1] نہ بیند مغز قانع شُد بپوست
جب جوہر کو نہیں دیکھتا ہے، چھلکے پر قانع ہو جاتا ہے
بندِ عزّ مَنْ قَنَعْ زندانِ اُوست
"جس نے قناعت کی اُس نے تکبر کیا" کی بیڑی اسکا قید خانہ ہے

عِزّت اینجا گبریست وذُل دیں
اس جگہ عزت کافری ہے اور ذلت دین
سنگ تا فانی نشُد کے شد نگیں
پتھر جب تک فانی نہ ہوا، نگینہ کب بنا؟

در مقامِ سنگی وانگاہ انا
تو پتھر کی جگہ ہے اور پتھر تکبر
وقتِ مسکیں گشتنِ تُست و فنا
(حالانکہ) تیرے مسکین بننے اور فنا کا وقت (قریب) ہے

کبر زاں جُوید ہمیشہ جاہ و مال
تکبر ہمیشہ رُتبہ اور مال کا جویاں اس لیے ہے
کہ ز سَرگین ست گُلخن را کمال
کہ بھٹی کو گوبر سے کمال (حاصل) ہے

کایں دودایہ پوست را افزوں کنند
کیونکہ یہ دونوں دودھ پلانے والی، کھال کو بڑھاتی ہیں
شحم و لحم و کبر و نخوت آگنند
چربی اور گوشت اور تکبر اور غرور بھرتی ہیں

دیدہ[2] رابر لُبِّ لُبّ نفراشتند
لوگوں نے مغز کے مغز پر نظر نہ اُٹھائی
پوست رازاں روئے لُب پنداشتند
اس سبب سے چھلکے کو مغز سمجھ گئے

پیشوا ابلیس بُود ایں راہ را
اس راستے کا پیشوا، ابلیس تھا
کوشکار آمد شبکہ جاہ را
جو رُتبہ کے جال کا شکار بنا

مال چوں مارست و آں جاہ اژدہا
مال سانپ جیسا ہے اور رُتبہ اژدہا ہے
سایۂ مرداں زمُرّد ایں دو را
ان دونوں کا زمرد، مردوں کا سایہ ہے

زاں زمُرّد مار را دیدہ جہد
اس زمرد سے سانپ کی آنکھیں نکل جاتی ہیں
کور گردد مار و رہرو وارہد
سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور سالک نجات پا جاتا ہے

چوں[3] بدیں رہ خار بنہاد آں رئیس
جبکہ اُس پیشوا نے اس راستہ پر کانٹے بچھائے
ہر کہ خست اُو گفت لعنت بر بلیس
جو بھی زخمی ہوا اُس نے کہا شیطان پر لعنت

یعنی ایں غم برمن از غدرِ وَیست
یعنی مجھے یہ تکلیف اُس کی غداری سے پہنچی
غدر را آں مُقتدا سابق پے ست
غداری کا وہ مقتدا اور پیشوا ہے

بعد ازاں خود قرن بر قرن آمدند
اُس کے بعد صدیوں پر صدیاں آئیں
جُملگاں بر سُنّتِ اُو پازدند
سب اُس کے طریقہ پر چل پڑے

[1] چوں نہ بیند۔ جب تک انسان کو ایک حقیقت کا مشاہدہ نہیں ہوتا وہ ظاہر پر قناعت کرتا ہے اور قناعت کی بیڑی اُس کو تکبر اور غرور میں مبتلا کر دیتی ہے۔ عزّ مَن قنع۔ اس محاورے کے عام معنی تو یہ ہیں کہ جو شخص دنیاوی معاملات میں قناعت اختیار کرتا ہے وہ باعزت رہتا ہے۔ مولانا نے اس محاورے کے بھی یہ معنی مراد نہیں لیے ہیں۔ عزت۔ مولانا فرماتے ہیں تن پروری کفر ہے اور دین ذلت کا اختیار کرنا ہے۔ سنگ۔ جسم کے پتھر کو جب تک مجاہدوں کے ذریعہ فنا نہ کیا جائے گا آ گ نہ بن سکے گا۔

[2] دیدہ را۔ چونکہ ان لوگوں نے اصل جوہر کو نہ دیکھا اس لیے وہ چھلکے کو مغز سمجھ بیٹھے۔ پیشوا۔ ان گمراہوں کا پیشوا شیطان ہے جو خود جاہ اور مرتبہ کے جال کا شکار بن گیا۔ مال۔ مال اور رتبہ کی محبت انسان کے لیے سانپ اور اژدہا ہے بزرگوں کی محبت ان دونوں کے لیے زمرد ہے۔ زاں زمرد۔ مشہور ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور وہ انسان پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

[3] چوں۔ راہِ ہدایت پر چونکہ شیطان نے کانٹے بچھائے ہیں اب جس کسی کو بھی اس راہ میں اُن سے تکلیف پہنچتی ہے وہ شیطان پر لعنت کرتا ہے۔ آں مقتدا۔ یعنی شیطان۔ بعد ازاں۔ اب جس قدر گمراہ ہیں اُسی شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔

ہر کہ[1] بنہد سُنّتِ بَد اے فتیٰ — تادر اُفتد بعد ازو خلق از عمیٰ

اے نوجوان! جس نے بُرا راستہ قائم کیا — اسکے بعد جب تک بھی مخلوق اندھے پن سے اس پر چلتی ہے

جمع گردد بروے آں جُملہ بزہ — کو سرے بُود ست و ایشاں دُم غزہ

وہ سب گناہ اُس پر جمع ہو جاتا ہے — کیونکہ وہ سر تھا اور وہ دُم کی جڑ تھے

لیک آدمؑ چارق و آں پوستیں — پیش می آرد کہ ہستم من زطیں

لیکن آدمؑ چپل اور وہ پوستیں — سامنے لاتا ہے، کہ میں مٹی کا ہوں

چوں ایاز آں چارقش مورود بُود — لاجرم اُو عاقبت محمود بُود

جیسا کہ ایاز، چپل اُس کا وِرد تھی — لا محالہ اُس کا انجام قابلِ ستائش تھا

ہستِ[2] مُطلق کارسازِ نیستی ست — کارگاہِ ہست کُن جُز نیست چیست

مطلق وجود، نیستی کا کارنامہ ہے — موجود ہونے کا کارخانہ نیستی کے سوا کیا ہے؟

بر نوشتہ ہیچ بنویسد کسے — یا نہالے کارد اندر مغرسے

کبھی کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے؟ — یا ایک پودے کے تھانولے میں کوئی دوسرا پودا لگاتا ہے

کاغذے جوید کہ آں بنوشتہ نیست — تخم کارد موضعے کہ کِشتہ نیست

وہ کاغذ تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہیں ہے — اُس جگہ بیج بوتا ہے، جو بوئی ہوئی نہیں ہے

تو برادر موضعِ ناکِشتہ باش — کاغذ اسپید نابنوشتہ باش

اے بھائی تو نہ بوئی ہوئی جگہ بن جا — تو نہ لکھا ہوا، سفید کاغذ بن جا

تامُشرَّف[3] گردی از نون و القلم — تابکارد در تو تخم آں ذُوالکرم

تاکہ تو نون اور قلم سے مشرف ہو جائے — تاکہ وہ صاحب کرم تجھ میں بیج بوئے

خود ازیں پالودہ نالیسیدہ گیر — مطبخے کہ دیدۂ نادیدہ گیر

خود اس فالودے کو نہ چکھا ہوا بنا لے — جو مطبخ تو نے دیکھا ہے، اُس کو بن دیکھا بنا لے

زانکہ زیں پالودہ مستیہا بُود — پوستیں و چارق از یادت رود

کیونکہ اس فالودے سے مستیاں (پیدا) ہوتی ہیں — پوستیں اور چپل تیری یاد سے نکل جاتے ہیں

چوں در آید نزع و مرگ آہے کنی — ذکرِ دلق و چارق آنگاہے کُنی

جب نزع اور موت آتی ہے، تو آہ کرتا ہے — تب پُرانی گدڑی اور چپل کو یاد کرتا ہے

---

1. ہرکہ۔ حدیث شریف ہے مَنْ سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ جس شخص نے کوئی بُری راہ قائم کی اُس پر اُس کا اور اُن لوگوں کا گناہ ہے جو قیامت تک اُس پر عمل کریں گے۔ بزہ۔ گناہ۔ دم غزہ۔ دُم کی جڑ۔ لیک آدمؑ۔ آدمؑ نے اپنی اصل کو دیکھا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کہہ دیا۔ چوں۔ ایاز۔ ایاز کا بھی اسی طرح سے اپنی غربت کی پوستین اور چپل کو دیکھنے کا معمول تھا اسی لیے اُس کی عاقبت بھی پسندیدہ ہوئی۔

2. ہست مطلق۔ انسان اپنے آپ کو نیست کرے گا تب ہی اُس میں صنعت خداوندی کارساز بنے گی۔ بر نوشتہ۔ لکھے ہوئے کاغذ پر کوئی نہیں لکھتا ہے، جس تھانولے میں درخت پہلے سے لگا ہوا اُس میں نیا پودا نہیں بویا جاتا ہے لہٰذا اپنے آپ کو فنا کر تب بقا حاصل ہوگا۔ کاغذے۔ خوشنویس سادہ کاغذ تلاش کرتا ہے، باغ بنجر زمین میں لگایا جاتا ہے۔ تو برادر۔ انسان کو اپنے آپ کو نہ لکھے ہوئے کاغذ اور بنجر زمین کی طرح بنا لینا چاہیے۔

3. تامشرف۔ پھر قدرت قلم قدرت سے اُس پر نقش و نگار کرے گی اور اُس میں معرفت نئے پودے لگا دے گی۔ خود۔ اپنے آپ کو دنیاوی لذتوں سے خالی کرلے پھر غیب کی لذتیں حاصل ہوں گی۔ زانکہ۔ انسان دنیاوی لذتوں میں پھنس کر متکبر بن جاتا ہے اور اپنی اصل حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے۔ چوں درآید۔ پھر ایسے وقت میں ندامت کا اظہار کرتا ہے کہ اُس کو اُس کا اظہار مفید نہیں ہوتا۔

تانگردی[1] غرقِ موجِ زشتیے | کہ نباشد از پناہت کشتیے
جب تک تو کسی بُرائی کی موج میں غرق نہ ہو گا | جس میں تیری پناہ کے لیے کوئی کشتی نہ ہو گی

یاد ناری از سفینہ راستیں | ننگری در چارق و در پوستیں
تو سچائی کی کشتی کو یاد نہ کرے گا | چپل اور پوستین کو نہ دیکھے گا

چونکہ درمانی بغرقابِ بلا | پس ظلمنا وِرد سازی بروِلا
جب تو مصیبت کے بھنور میں پھنس جائے گا | پھر پے در پے ”میں نے ظلم کیا“ کو ورد بنائے گا

دیو گوید بنگرید ایں خام را | سر بُرید ایں مُرغِ بے ہنگام را
شیطان کہتا ہے اس بے وقوف کو دیکھو | اس بے وقت کے (اذان دینے والے) مرغ کو ذبح کر دو

دور ایں خصلت ز فرہنگِ ایاز | کہ پدید آید نمازش بے نیاز
یہ خصلت، ایاز کی ذہانت سے بعید ہے | کہ اُس کی نماز بغیر عاجزی کے ہو

اُوخروسِ آسماں بُودہ زپیش | نعرہائے اُو ہمہ در وقتِ خویش
وہ پہلے سے آسمانی مُرغ تھا | اُس کے سب نعرے اپنے وقت پر تھے

در معنی آنکہ اَرِنَا[2] الْاَشْیَآءَ کَمَا ھِیَ و معنی آنکہ لَوْ کُشِفَ
اس معنی کے بیان میں کہ ہمیں چیزوں کو ایسا دکھا جیسی وہ ہیں اور اُس کے معنی کہ اگر

الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا و معنی ایں بیت
پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو اور اس بیت کے معنی

در ہرکہ تو از دیدۂ بد می‌نگری از چنبرۂ وجودِ خود می‌نگری
جس شخص کو تو بُری نظر سے دیکھتا ہے اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے

و در بیان ایں مصرع پایہ[3] کژ کژ فگند سایہ‌ء
اور اس مصرع کے بیان میں ٹیڑھا قد ٹیڑھا سایہ ڈالتا ہے

اے خروساں ازوے آموزید بانگ | بانگ بہرِ حق کند نے بہرِ دانگ
اے مرغو! اُس سے اذان دینا سیکھو | وہ اللہ کے لیے اذان دیتا ہے، نہ کہ پیسے کے لیے

صبحِ کاذب آید و نفریبدش | صبحِ کاذب عالمِ نیک و بدش
صبح کاذب آتی ہے اور اس کو فریب نہیں دیتی | صبح کاذب اپنے نیک و بد کے جاننے والے کو

1. تانگردی۔ تیری یہ حالت ہے کہ جب تک تو بالکل تباہ نہ ہو جائے گا اپنی اصل حقیقت کو نہ دیکھے گا۔ چونکہ۔ جب مصیبت کے بھنور میں پھنسے گا تب توبہ کرے گا۔ دیو۔ پھر شیطان تجھ پر ہنسے گا اور کہے گا کہ اب بے وقت کی توبہ اور ندامت سے کیا فائدہ ہے اُس کو ذبح کر ڈالو۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہے اُس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ دور۔ ایاز کی یہ عادت نہ تھی کہ اُس کو وقت گذر جانے پر تنبیہ ہو اس کی ہر نماز عجز و انکساری سے تھی اور وہ آسمانی مرغ تھا اُس کی تمام عاجزی بروقت تھی۔
2. ارنا۔ یہ دعا امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہے مولانا نے اس مناسبت سے اس کو یہاں ذکر کیا ہے کہ ایاز کے مخالفوں کو اس کے حجرہ میں جانے کی حقیقت معلوم نہ تھی اسی لیے انھوں نے اُس کو متہم کیا۔ لوکشف الغطاء۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا مقولہ ہے کہ میرا ایمان بالغیب اس درجہ کا ہے کہ اگر غیب سے پردے بھی ہٹ جائیں تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہو گا پردوں کے ہوتے ہوئے میں ایمان اور یقین کے آخری مرتبہ پر ہوں۔ در ہرکہ۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسروں کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسرے کو سمجھتا ہے۔
3. پایہ کژ۔ اگر انسان کا خود ٹیڑھا قد ہے تو اس کا سایہ یقیناً ٹیڑھا پڑے گا۔ اے خروساں۔ جو لوگ اپنی اصلاح کرنا چاہیں ان کو اسی طرح بروقت اصلاح کرنی چاہیے جس طرح ایاز نے بروقت اپنی اصلاح کر لی تھی اس میں اخلاص تھا اور کوئی ریاکاری نہ تھی۔ کاذب۔ وہ وقت کو صحیح پہچانتا تھا وقت اُس کو دھوکا نہ دے سکتا تھا۔

اہلِ[1] دُنیا عقلِ ناقص داشتند تا کہ صبحِ صادقش پنداشتند
دنیا والے ناقص عقل رکھتے ہیں حتیٰ کہ اُس کو صبحِ صادق سمجھ بیٹھے

صبحِ کاذب کاروانہا را زدست کہ بُبوئے روز بیروں آمدست
صبحِ کاذب نے (اُن) قافلوں کو تباہ کیا ہے جو دن کی اُمید پر باہر آ گئے ہیں

صبحِ کاذب خلق را رہبر مباد کو دہد بس کاروانہا را بباد
خدا کرے صبحِ کاذب مخلوق کی رہنما نہ بنے جو قافلوں کو برباد کر دیتی ہے

اے[2] شُدہ تو صبحِ کاذب را رہیں صبحِ صادق را تو کاذِب ہم مبیں
اے وہ شخص! کہ تو صبحِ کاذب کا پابند ہے صبحِ صادق کو بھی تو کاذب نہ سمجھ

گر نداری از نفاقِ بد اماں از چہ داری بر برادر ظن ہماں
اگر تجھے بڑے نفاق سے امن نہیں ہے تو تو بھائی پر اُس کا گمان کیوں کرتا ہے؟

بدگماں باشد ہمیشہ زشت کار نامہء خود خواند اندر حقِ یار
بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے دوست کے بارے میں اپنا خط پڑھتا ہے

آں خساں کاندر کژیہا ماندہ اند انبیا را ساحر و کژ خواندہ اند
وہ کمینے جو کجی میں پھنسے ہوئے ہیں انھوں نے انبیا کو جادوگر اور ٹیڑھا کہا ہے

واں[3] امیرانِ خسیسِ قلب ساز ایں گماں بُردند بر حجرۂ ایاز
اُن کمینے دھوکے باز سرداروں نے ایاز کے حجرے پر یہی گمان کیا

کو دفینہ دارد و گنج اندراں زائنہ خود منگر اندر دیگراں
کہ وہ دفینہ رکھتا ہے اور اُس میں خزانہ ہے اپنے آئینہ میں دوسروں کو نہ دیکھ

شاہ میدانست خود پاکیِ او بہرِ ایشاں کرد اُو آں جُست و جُو
شاہ خود اُس کی پاکی کو جانتا ہے اُس نے وہ جستجو ان کے لیے کی تھی

کاے امیراں حجرہ بکشائید در نیم شب کہ باشد اُو زاں بیخبر
کہ اے سردارو! حجرے کا دروازہ کھول دو آدھی رات کو کیونکہ وہ اُس سے لاعلم ہو گا

تاپدید آید سگالشہائے اُو بعد ازاں برماست مالشہائے اُو
تاکہ اُس کی تدبیریں ظاہر ہو جائیں پھر اُس کی سزا ہمارے ذمہ ہے

اہلِ دنیا۔ دنیا دار توبہ کا صحیح وقت نہیں پہچانتے ہیں ایسے وقت توبہ کرتے ہیں جبکہ توبہ مفید نہیں رہتی۔ صبح کاذب۔ صحیح وقت کو نہ پہچاننے سے بہت سی قومیں تباہ ہوئی ہیں، قافلہ اگر کاذب صبح میں نکل پڑتا ہے تو لوٹ لیا جاتا ہے۔ صبح کاذب۔ خدا کرے کاذب صبح کسی کی رہبر نہ بنے ورنہ وہ تباہ ہو جائے گا۔

[2] اے شدہ۔ جو شخص خود غلطی میں مبتلا ہے وہ دوسرے کو غلطی پر نہ سمجھے۔ گر نداری۔ اگر انسان خود منافق ہے تو اُس کو دوسروں کو منافق نہ سمجھنا چاہیے۔ بدگماں۔ بدگمان بہت بدکار ہے، وہ اپنے اعمال نامہ کو دوسروں کا اعمالنامہ سمجھ کر پڑھتا ہے۔ آں خساں۔ کفار میں چونکہ خود کجی تھی وہ انبیا کو جادوگر وغیرہ سمجھتے تھے۔

[3] واں امیراں۔ سلطان محمود کے دربار کے دوسرے امراء جنھوں نے ایاز کی شکایت کی تھی خود مکار تھے انھوں نے حجرے کے بارے میں ایاز پر بھی مکاری کا خیال کیا۔ شاہ۔ سلطان محمود کو ایاز کی پاکی کا یقین تھا اور حجرے کی تلاشی کا حکم اُن امیروں کو اُس کی پاکی کا یقین دلانے کے لیے دیا تھا۔ کاے امیراں۔ سلطان محمود نے ان امیروں سے کہا کہ تم شب میں ایاز کی لاعلمی میں حجرے کا دروازہ کھول لو تاکہ اس کے پوشیدہ حالات ظاہر ہو جائیں پھر میں اس کو اس کی سزا دوں گا۔ سگالشہا۔ یعنی ایاز کے خیالات اور مال جمع کرنے کی تدبیریں۔

مرشمار[1] دادم آں زرّ و گہر
میں نے وہ زرو جواہر تمھیں دیا
من ازاں زرہا نخواہم جز خبر
میں اُس زر کے بارے میں سوائے خبر کے کچھ نہیں چاہتا ہوں

ایں ہمی گفت و دلِ اُو می طپید
وہ یہ کہہ رہا تھا اور اُس کا دل تڑپ رہا تھا
از برائے آں ایازِ بے ندید
اُس بے نظیر ایاز کی وجہ سے

کہ منم کایں بر زبانم میروَد
کہ میں ہوں کہ میری زبان سے جاری ہو رہا ہے
ایں جفاگر بشنود اُو چوں شود
یہ ظلم اگر وہ سنے گا، اُس کا کیا حال ہو گا؟

باز میگوید بحقِ دینِ اُو
پھر کہتا ہے اُس کے دین کی قسم
کہ ازیں افزوں بُود تمکینِ او
اُس کا رتبہ اس سے بڑھ کر ہے

کہ بقذفِ زشتِ من طیرہ شود
کہ وہ میرے بُری تہمت لگانے سے ناراض ہو
وز غرض وز سِرِّ من غافل بُود
اور میری غرض اور راز سے غافل ہو

مبتلا[2] چوں دید تاویلاتِ رنج
مبتلا (انسان) جب رنج کی توجیہ سمجھ لیتا ہے
بُرد بیند کے شود اُو ماتِ رنج
کامیابی دیکھتا ہے، وہ رنج سے ہار نہیں دیکھتا ہے

صاحبِ تاویلِ ایازِ صابر ست
توجیہ کرنے والا، صابر، ایاز ہے
کہ بحرِ عاقبتہا ناظرست
کیونکہ وہ نتائج کے سمندر کو دیکھنے والا ہے

ہمچو یوسفؑ خوابِ ایں زندانیاں
(حضرت) یوسفؑ کی طرح ان قیدیوں کا خواب
ہست تعبیرش بہ پیشِ اُو عیاں
اُس کی تعبیر اُن کے سامنے ظاہر ہے

خواب خود را چوں نداند مردِ خیر
جب بھلا آدمی اپنے خواب کو نہیں جانتا
کے بُود واقف ز سِرِّ خوابِ غیر
وہ دوسرے کے خواب کے راز سے کب واقف ہو گا؟

گرزنم[3] صد تیغ اُو را ز امتحاں
میں اگر آزمائش کی سو تلواریں اس کے ماروں
کم نگردد وصلتِ آں مہرباں
اُس مہربان کا تعلق کم نہ ہو گا

داند اُو کاں تیغ برخود می زنم
وہ جانتا ہے کہ وہ تلواریں میں اپنے مار رہا ہوں
من ویم اندر حقیقت اُو منم
حقیقت میں میں وہ ہوں، وہ میں ہے

در بیانِ اتحادِ عاشق و معشوق ازروئے حقیقت اگرچہ

حقیقت کے اعتبار سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کے بیان میں اگرچہ

---

1. مرشما۔ بادشاہ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو جواہر وہاں ملیں وہ تمھارے ہیں مجھے آ کر صرف بتا دینا۔ ایں ہمی گفت۔ بادشاہ نے یہ حکم تو دیدیا تھا لیکن وہ اس سے بے چین تھا کہ اگر اس کے مخلص ایاز کو اس کا علم ہو گا کہ میں نے بدگمانی کی بنیاد پر اُس کے حجرہ کی تلاشی کا حکم دیا ہے تو اُس کو کس قدر رنج ہو گا۔ باز میگوید۔ پھر بادشاہ دل میں کہتا تھا کہ ایاز کے خلوص پر یقین ہے کہ وہ اس حکم کے بارے میں مجھ سے بدگمان نہ ہو گا بلکہ یہی سمجھے گا کہ دشمنوں پر حقیقت حال واضح کرنے کیلئے میں نے یہ حکم دیا ہے۔
2. مبتلا۔ مصیبت زدہ جب اپنی مصیبت کی کوئی بہتر توجیہ کر لیتا ہے تو وہ رنج اور غم میں شکست خوردہ نہیں ہوتا ہے۔ صاحب تاویل۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ ایاز اس کام کی کوئی بہتر توجیہ کر لے گا۔ ہمچو۔ حضرت یوسف نے اپنے ساتھی قیدیوں کے خواب کی صحیح تعبیر دیدی تھی۔ جس نے یہ دیکھا تھا کہ وہ انگور نچوڑ رہا ہے اُس کو کہہ دیا تھا کہ تعبیر یہ ہے کہ تو پھر بادشاہ کا ساقی بنے گا اور جس نے دیکھا تھا کہ پرندے سر پر کی روٹیاں کھا رہے ہیں اُن سے کہا تھا کہ تو سولی پر چڑھایا جائیگا۔ ایں زندانیاں۔ فقط خو مادر اس کے ساتھی۔
3. گرزنم۔ سلطان محمود نے سوچا کہ اگر میں ایاز کے تلوار بھی ماروں تو اُس کا تعلق کمزور نہ پڑے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا اُس کے تلوار مارنا اپنے تلوار مارنا ہے۔

در بیان۔ اب مولانا نے اسی مناسبت سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کو سمجھایا ہے۔

او متضاد[1] اند از رُوئے آنکہ نیاز ضدِّ بے نیازی ست چنانکہ آئینہ بے صورت و

وہ اس اعتبار سے متضاد ہیں کہ نیاز، بے نیازی کی ضد ہے جیسا کہ آئینہ بغیر صورت

سادہ است و بیصُورتی ضدِّ صورت ست لیکن میانِ ایشان اتحادے ست

کا اور سادہ ہے اور صورت کا ہونا صورت کی ضد ہے لیکن درحقیقت

درحقیقت کہ شرح آں دراز ست وَالْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ

ان میں ایسا اتحاد ہے جس کی شرح دراز ہے اور عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے

جسمِ مجنوں راز رنجِ دورِیے ‖ اندر آمد ناگہاں رنجورِیے

فراق کی تکلیف سے مجنون کے جسم ‖ میں اچانک بیماری پیدا ہو گئی

خوں بجوش آمد ز شعلۂ اشتیاق ‖ تا پدید آمد بداں مجنوں خُناق

شوق کی چنگاری سے خون جوش میں آ گیا ‖ حتیٰ کہ اُس سے مجنون کے (گلے میں) خناق پیدا ہو گیا

پس[2] طبیب آمد بدار و کردنش ‖ گفت چارہ نیست ہیچ از رگ زنش

اُس کا علاج کرنے کے لیے طبیب آیا ‖ اُس نے کہا فصد کرنے کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے

رگ زدن باید برائے دفعِ خوں ‖ رگ زنے آمد بدانجا ذو فنوں

خون کے دفع کرنے کے لیے فصد کرنی چاہیے ‖ (چنانچہ) وہاں ایک ہنرمند فصّاد آیا

بازوش بست و گرفت آں پیشِ اُو ‖ بانگ برزد در زماں آں عشق خُو

اُس نے اُس کا بازو باندھا اور اُس کو اس کے سامنے پکڑا ‖ فوراً وہ عشق مزاج چیخا

مُزدِ خود بستان و ترکِ فصد کن ‖ گر بمیرم گو بِرَو جسمِ کہن

اپنی فیس لے لے، اور فصد نہ کر ‖ اگر میں مر جاؤں، کہہ دے پرانا جسم چلا جائے

گفت[3] آخر از چہ می ترسی ازیں ‖ چوں نمی ترسی تو از شیرِ عریں

اُس نے کہا آخر تو اس سے کیوں ڈرتا ہے؟ ‖ جبکہ تو کچھار کے شیر سے نہیں ڈرتا ہے

شیر و گرگ و خرس و ہر یوز و ددہ ‖ گرد برگردِ توشب گرد آمدہ

شیر اور بھیڑیا اور ریچھ اور ہر چیتا اور درندہ ‖ تیرے چاروں طرف رات کو چکر لگاتا ہے

می نیاید شاں زتُو بُوئے بشر ‖ زانبہیِ عشق و وجد اندر جگر

تجھ میں سے انھیں انسان کی بُو نہیں آتی ہے ‖ (تیرے) جگر کے اندر عشق اور غم کی کثرت ہے

---

[1] متضاد۔ بظاہر عاشق و معشوق میں تضاد ہے ایک طرف نیاز ہے دوسری طرف بے نیازی ہے جیسا کہ آئینہ بے صورت ہے اور جو صورت اُس کے اندر آتی ہے بظاہر ان دونوں میں تضاد ہے لیکن حقیقتاً دونوں میں اتحاد ہے اُس کی مجنوں کے قصہ سے تشریح کرتے ہیں۔ مجنوں ایک بار بیمار ہو گیا عشق کی شدت نے اُس کے خون میں جوش پیدا کر دیا جس سے اُس کے گلے میں خناق (گلے کا ورم) پیدا ہو گیا۔

[2] پس طبیب۔ طبیب نے کہا خون کو کم کرنے کے لیے فصد کرنا ضروری ہے لہٰذا فصد کرنے والے کو بلایا جائے۔ بازوش۔ فصد کرنے کے لیے جب اُس کا بازو باندھا تو مجنوں شور مچانے لگا اور کہا کہ خواہ میں مر جاؤں فصد نہ کرو۔

[3] گفت۔ فصاد نے کہا تو جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہے اور درندوں سے بھی نہیں ڈرتا ایک نشتر سے کیوں ڈر رہا ہے۔ عریں۔ شیر کی کچھار۔ یوز۔ چیتا۔ ددہ۔ درندہ۔ می نیاید۔ چونکہ عشق اور غم نے تیرا جگر جلا دیا ہے ان درندوں کو تجھ میں سے انسان کی بُو نہیں آتی ہے اور وہ تجھے اپنا دشمن سمجھ کر تجھ پر حملہ نہیں کرتے ہیں۔

گرگ[1] و خرس و شیر داند عشق چیست
بھیڑیا اور ریچھ اور شیر جانتا ہے کہ عشق کیا ہے
کم ز سگ باشد کہ از عشق او تہی ست
جو شخص عشق سے خالی ہے وہ کتے سے کم ہے

گر رگِ عشقے نبودے کلب را
اگر کتے میں عشق کی رگ نہ ہوتی
کے بجستے کلب کہفِ قلب را
تو کتا اہل دل کے غار کو کب ڈھونڈتا

ہم ز جنسِ اُو بصورت چوں سگاں
اُس کے ہم جنس بھی کتوں کی صورت میں
گر نشد مشہور ہست اندر جہاں
دنیا میں ہیں اگرچہ مشہور نہیں ہوئے ہیں

تو نبُردی بُوی دل در جنسِ خویش
تو نے اپنی (ہم) جنس کے دل کی خوشبو نہ پائی
کے بری تو بُوئے دل از گرگ و میش
تو بھیڑیے اور بھیڑ کے دل کی خوشبو کب حاصل کرسکتا ہے؟

گر[2] نبودے عشق ہستی کے بُدے
اگر عشق نہ ہوتا، تو وجود کب ہوتا؟
کے زدے ناں بر تُو و تُو کے شُدے
روٹی تجھ سے کب ملتی اور تو کب ہوتا؟

نانِ تو شُد از چہ ز عشق و اشتہے
تیری روٹی کس چیز سے بنی؟ عشق اور خواہش سے
ورنہ ناں را کے بُدے تا جاں رہے
ورنہ روٹی کا راستہ جان تک کب ہوتا؟

عشق نانِ مُردہ را جاں می کند
عشق ہی مردہ روٹی کو جان (دار) بناتا ہے
جاں کہ فانی بُود جاویداں کند
جو جان فانی تھی، اُس کو جاودانی بنا دیتا ہے

گفت مجنوں من نمیترسم زنیش
مجنوں نے کہا میں نشتر سے نہیں ڈرتا ہوں
صبرِ من از کوہِ سنگیں ہست بیش
میرا صبر پتھریلے پہاڑ سے بڑھا ہوا ہے

منبلم بے زخم ناساید تنم
میں مصیبت کا مارا ہوں بغیر زخم کے میرے جسم کو آرام نہیں ملتا
عاشقم بر زخمہا بر می تنم
میں عاشق ہوں زخموں کا چکر لگاتا ہوں

لیک[3] از لیلیٰ وجودِ مَن پُرست
لیکن میرا وجود لیلیٰ سے بھرا ہوا ہے
ایں صدف پُر از صفاتِ آں دُرست
یہ سیپ، اُس موتی کی صفات سے پُر ہے

ترسم اے فصّاد اگر فصدم کنی
اے فصاد! اگر تو میرے فصد لگائے گا، میں ڈرتا ہوں
نیش را ناگاہ بر لیلیٰ زنی
اچانک تو لیلیٰ کے نشتر مارے گا

داند آں عقلے کہ اُو دل روشنے ست
وہ عقل جس کا دل روشن ہے، سمجھتی ہے
درمیانِ لیلیٰ و من فرق نیست
(کہ) مجھ میں اور لیلیٰ میں فرق نہیں ہے

من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من
میں کون ہوں؟ لیلیٰ، اور لیلیٰ کون ہے؟ میں
ما دو روحیم آمدہ دریک بدن
ہم دو روحیں ہیں جو ایک جسم میں آ گئی ہیں

---

[1] گرگ۔ مولانا فرماتے ہیں جبکہ حیوانات بھی عشق سے آشنا ہیں تو اگر انسان میں یہ جذبہ نہ ہو تو وہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ گر رگے۔ اصحاب کہف کے کتے قطمیر کو عشق ہی غار میں لے گیا تھا۔ قلب۔ یعنی اہل دل اصحاب کہف۔ ہم زجنس۔ اور کتے بھی قطمیر کی طرح ہیں مشہور نہیں ہوئے ہیں۔ تو نبُردی۔ تو نے انسان کے دل کے عشق کو نہ پہچانا تو درندوں کے دل کی حالت کیا جان سکتا ہے۔

[2] گر نبودے۔ مولانا کے نزدیک عالم کے وجود کی بنیاد عشق ہے اور پوری کائنات میں باہمی عشق اور جذب و انجذاب ہے۔ ناں۔ اگر روٹی اور انسان میں باہمی تعلق نہ ہوتا تو روٹی زندہ انسان کا جزو کیسے بنتی۔ عشق۔ عشق ہی نے اُس مردہ روٹی کو زندہ انسان کا جزو بنادیا۔ گفت مجنوں۔ مجنوں نے فصاد سے کہا میں نشتر لگنے سے نہیں ڈر رہا ہوں میرا صبر پہاڑ سے بھی زیادہ ہے اور زخم کھانا میری عادت ہے اسی سے میرے جسم کو آرام ملتا ہے۔

[3] لیک۔ چونکہ اب میں اپنے آپ کو فنا کرچکا ہوں اور میرے سارے جسم میں صرف لیلیٰ ہے تو یہ نشتر میرے بدلے لیلیٰ کے لگے گا۔ داند۔ عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اب لیلیٰ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے میں لیلیٰ ہوں اور لیلیٰ میں ہوں دو روحیں ایک بدن میں ہیں۔

معشوقے[1] از عاشق پُرسید کہ خود را دوست تر میداری یا مرا
ایک معشوق نے عاشق سے دریافت کیا تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے یا مجھے
گفت من از خود مُردہ ام و بتو زندہ ام از خود و از صفاتِ خود
اُس نے کہا میں اپنے اعتبار سے مُردہ ہوں اور تیرے ذریعہ سے زندہ ہوں اپنے آپ سے اور اپنی
نیست شدہ ام و بتو ہست شدہ ام علمِ خود را فراموش کردہ ام و
صفات کے اعتبار سے معدوم ہوگیا ہوں اور تیرے ذریعہ سے موجود ہوا ہوں میں نے اپنا علم بھلادیا ہے اور
از علمِ تو عالِم شُدہ ام قدرتِ خود را برباد دادہ ام واز قدرتِ
تیرے علم کے ذریعہ عالم بن گیا ہوں میں نے اپنی قدرت کو برباد کر دیا ہے اور تیری قدرت
تو قادر شُدہ ام اگر خود را دوست دارم تُرا دوست داشتہ
کے ذریعہ صاحب قدرت ہو گیا ہوں اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست
باشم و اگر تُرا دوست داشتہ باشم خود را دوست داشتہ باشم
رکھتا ہوں اور اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں
ہر کہ[2] را آئینۂ یقیں باشد گرچہ خود بیں خدائے بیں باشد
جس کو یقین کا آئینہ حاصل ہو اگرچہ وہ خود بین ہے، وہ خدا بین ہو گا
اُخرُج بِصِفَاتِي اِلٰى خَلقِي مَن رَّاٰكَ فَقَد رَاٰنِي وَمَن
میری مخلوق کی طرف میری صفات میں نکل، جس نے تجھے دیکھا تو بیشک اس نے مجھے دیکھا اور جس نے
قَصَدَكَ فَقَصَدَنِي وَمَن اَحَبَّكَ اَحَبَّنِي وَقِس عَلٰى هٰذَا
تیرا قصد کیا اُسنے میرا قصد کیا اور جسنے تجھ سے محبت کی اسنے مجھ سے محبت کی اور اسی پر قیاس کر لے

گفت معشوقے بعاشق ز امتحاں
امتحاناً، ایک معشوق نے عاشق سے کہا
در صبُوحی[3] کاے فلاں ابنِ فلاں
صبح کی شراب کے وقت کہ اے فلاں فلاں کے بیٹے
مر مرا تو دوست تر داری عجب
تو مجھے عجیب زیادہ دوست رکھتا ہے
یا کہ خود را راست گویا ذا الکُرَب
یا اپنے آپ کو، سچ بتا، اے غمزدہ!
گفت من در تُو چناں فانی شُدم
اُس نے کہا میں تجھ میں ایسا فنا ہو گیا ہوں
کہ پُرم من از تو از سر تا قدم
کہ سر سے پاؤں تک تجھ سے پُر ہوں

[1] معشوقے۔ اب مولانا عاشق و معشوق کے اتحاد کی مزید وضاحت کرتے ہیں، کسی معشوق نے عاشق سے دریافت کیا کہ تو مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے یا اپنے آپ سے، اُس نے کہا میں اپنی تمام صفات گم کر چکا ہوں اب تیرے علم سے عالم، تیری قدرت سے قادر ہوں۔ لہٰذا اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں اور اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست رکھتا ہوں اب دوئی ختم ہوگئی ہے لہٰذا یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

[2] ہر کہ۔ جس کو ذات وصفاتِ باری تعالیٰ پر یقینِ کامل حاصل ہوگیا چونکہ وہ خودی کو ختم کر چکا ہے لہٰذا اس کی خود بینی بھی خدا بینی ہے۔ اُخرج۔ جب ایک انسان فرائض ونوافل کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل کرتا ہے اور خدائی اخلاق سے متخلق ہو جاتا ہے تو اُس انسان کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔

[3] صبوحی۔ صبح کے وقت کی شراب۔ گفت۔ عاشق نے کہا کہ میں تجھ میں اپنے آپ کو فنا کر چکا اب تو اور میں دو شخص نہیں ہیں کہ اُن کے بارے میں محبت کی کمی اور زیادتی کا سوال ہو سکے۔

بر منی[1] از ہستی من جز نام نیست
مجھ میں میرے وجود کا سوائے نام کے (کچھ) نہیں ہے
در وجودم جز تو اے خوش کام نیست
اے خوش نصیب! میرے وجود میں تیرے سوا (کچھ) نہیں ہے

زاں سبب فانی شدم من ایں چنیں
اس لیے میں ایسا فانی ہو گیا ہوں
ہمچو سرکہ در تو بحرِ انگبیں
جیسا کہ سرکہ اے شہد کے سمندر! تجھ میں

ہمچو سنگے کوشود کل لعل ناب
اُس پتھر کی طرح جو مجسم خالص لعل بن گیا ہو
پُر شود اُو از صفاتِ آفتاب
وہ سورج کی صفات سے پُر ہو جاتا ہے

وصفِ آں سنگی نماند اندرو
اُس میں پتھر پن کی صفت نہیں رہتی ہے
پُر شود از وصفِ خُور اُو پشت و رُو
وہ آگے اور پیچھے سے سورج کے وصف سے پُر ہو جاتا ہے

بعد[2] ازاں گر دوست دارد خویش را
اُس کے بعد اگر وہ اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے
دوستیِ خُور بُود آں اے فتیٰ
اے نوجوان! وہ سورج سے دوستی ہوتی ہے

ورکہ خور را دوست دارد اُو بجاں
اگر وہ (دل) و جان سے سورج کو دوست رکھتا ہے
دوستیِ خویش باشد بے گماں
بے شک اپنے سے دوستی ہوتی ہے

خواہ خود را دوست دارد لعلِ ناب
خالص لعل، خواہ اپنے آپ کو دوست رکھے
خواہ یا اُو دوست دارد آفتاب
یا خواہ وہ سورج کو دوست رکھے

اندریں دو دوستی خود فرق نیست
ان دونوں دوستیوں میں فرق نہیں ہے
ہر دو جانب جز ضیائے شرق نیست
دونوں جانب سورج کی روشنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

تانشد[3] اُو لعل خور را دشمن ست
جب تک وہ لعل نہیں بنا، سورج کا دشمن ہے
زانکہ یک من نیست اینجا دومن ست
کیونکہ ایک وجود نہیں ہے یہاں دو وجود ہیں

زانکہ ظلمانی ست سنگ اے باحضور
اس لیے کہ اے باشعور! پتھر تاریک ہے
ہست ظلمانی حقیقت ضدِ نُور
تاریکی حقیقتاً نور کی ضد ہے

خویش را گر دوست دارد کافرست
اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے تو کافر ہے
زانکہ اُو مناعِ شمسِ اکبر ست
کیوں کہ وہ شمسِ اکبر کا منکر ہے

پس نشاید کہ بگوید سنگ انا
پس مناسب نہیں ہے کہ پتھر "انا" کہے
اُو ہمہ تاریکی ست و در فنا
وہ مجسم تاریکی اور فنا میں ہے

---

[1] بر منی۔ میرے وجود کا نام ہی نام ہے ورنہ اس وجود میں دراصل تو ہے۔ سرکہ۔ سرکہ کو اگر شہد کے سمندر میں ڈال دیا جائے تو سرکہ کا محض نام ہی نام رہ جائے گا ورنہ وہ سب شہد میں مل کر شہد بن گیا ہے۔ ہمچو۔ جس جسم میں کسی دوسرے جسم کی پوری صفات آ جائیں تو اب اُس پہلے جسم کا نام ہی نام رہ جائے گا۔ پتھر نے جب سورج کی صفات کو اس درجہ قبول کر لیا کہ اُس میں پتھر پن نہ رہا اور وہ سورج کی صفات کو قبول کر کے لعل بن گیا تو اب وہ صرف نام کا پتھر ہے اُس میں پتھر کی صفت باقی نہیں ہے۔

[2] بعد ازاں۔ لعل اگر اپنے آپ سے محبت کرے تو وہ سورج ہی سے محبت کہلائے گی۔ ور۔ اگر وہ لعل سورج سے محبت کرے گا تو اُس کی وہ محبت خود اُس کی اپنی ذات سے محبت کہلائے گی۔ اب اُس کی اپنی ذات سے دوستی اور سورج سے دوستی میں کوئی فرق نہیں ہے اسلیے کہ اُس میں اور سورج میں صفات کی یکسانیت ہے۔

[3] تانشد۔ ہاں اگر وہ پتھر ابھی لعل نہیں بنا ہے تو اس میں اور سورج میں تضاد ہے پتھر میں تاریکی ہے اور سورج میں صفائی اور روشنی ہے۔ خویش را۔ اگر اس حالت میں وہ پتھر اپنے آپ سے محبت کرے گا تو وہ سورج کا کافر ہے۔ اُس کا اپنے وجود کا اقرار سورج کے غیر کے وجود کا اقرار ہے۔

گفت[1] فرعونے انا الحق گشت پست ——— گفت منصورے انا الحق و برست
کسی فرعون نے انا الحق کہا وہ پست ہوا ——— کسی منصور نے انا الحق کہا وہ بالا ہے

آں انا را لعنۃُ اللہ در عقب ——— ویں انا را رحمۃ اللہ اے محب
اس انا کے لیے اللہ (تعالیٰ) کی لعنت درپے ہے ——— اور یہ انا اے دوست! اللہ (تعالیٰ) کی رحمت ہے

زانکہ اُو سنگِ سیہ بُد ایں عقیق ——— آں عدوّئے نور بُود و ایں عشیق
کیونکہ وہ سیاہ پتھر تھا، یہ عقیق ہے ——— وہ نور کا دشمن تھا اور یہ عاشق ہے

ایں انا ہُو بُود در سِرّ اے فضول ——— ز اتحادِ نُور نز راہِ حُلول
اے بیہودہ! یہ ''انا'' درحقیقت ''ہو'' تھی ——— نور کے اتحاد کی وجہ سے نہ کہ حلول کے طور پر

جَہد[2] کُن تا سنگیت کمتر شود ——— تا بلعلی سنگ تو انور شود
تو کوشش کر تاکہ تیرا پتھر پن کم ہو جائے ——— تاکہ تیرا پتھر لعل پن سے روشن ہو جائے

صبر کُن اندر جہاد و در عَنا ——— دمبدم می بیں بقا اندر فنا
مجاہدہ اور مشقت میں صبر کر ——— لحہ بہ لحہ فنا میں بقا دیکھ

وصفِ سنگی ہر زماں کم میشود ——— وصفِ لعلی در تو محکم میشود
پتھر پن کی صفت ہر لحہ کم ہو گی ——— تجھ میں لعل پن کی صفت مضبوط ہو جائے گی

وصفِ ہستی میرود از پیکرت ——— وصفِ مستی میفزاید در سِرت
تیرے جسم میں سے وجود کی صفت نکل جائے گی ——— تیرے باطن میں مستی کی صفت مضبوط ہو جائے گی

سمع شو یکبارگی تو گوشوار ——— تا ز حلقہ لعل یابی گوشوار
تو کان کی طرح فوراً سماعت بن جا ——— تاکہ تجھے لعل کے حلقہ کا گوشوارہ مل جائے

ہمچو[3] چہ کُن خاک می کُن گر کسی ——— زیں تنِ خاکی کہ در آبے رَسی
اگر تو مرد ہے تو کنواں کھودنے والے کی طرح مٹی کھود ——— اس مٹی کے جسم کی، تاکہ تو پانی تک پہنچ جائے

گر رَسَد جذبِ خدا آبِ مَعیں ——— چاہ ناکندہ بجوشد از زمیں
اگر خدا کا جذب آ گیا، تو جاری پانی ——— کنواں کھودے بغیر زمین سے جوش مارے گا

کار کے میکن تو و کاہل مباش ——— اندک اندک خاکِ چہ رامیتراش
کچھ کام کر، اور کاہل نہ بن ——— تھوڑی تھوڑی کنویں کی مٹی کھود

---

1. گفت۔ کسی فرعونی کا ''انا الحق'' کہنا اسی وجہ سے کفر ہے اور منصوری کا یہ کلمہ کہنا عین ایمان ہے۔ آں انا۔ اگر کوئی فرعونی صفت والا شخص انا الحق کہے تو وہ ملعون ہے اور کوئی منصور حلاجؒ کی صفات والا انسان یہی کلمہ کہے تو اُس پر خدا کی رحمت ہے۔ زانکہ۔ جبکہ انسان اللہ کی صفات سے متصف نہیں ہے تو اُس میں اور اللہ تعالیٰ میں تضاد ہے۔ ایں انا۔ متصف بصفاتِ خداوندی کا انا الحق کہنا دراصل ہوالحق کہنا ہے اس ''انا'' اور ''ہو'' میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ نور اور صفات کے اعتبار سے دونوں میں اتحاد ہے۔ حلول۔ ذاتِ باری کو کسی انسانی شکل میں ماننا حلول ہے جو کفر ہے۔
2. جہد کن۔ مجاہدوں کے ذریعہ اپنے پتھر پن کو دور کر کے لعل بننے کی کوشش کر پھر تجھے رفتہ رفتہ اپنی صفات کو فنا کر کے اللہ کی صفات کے ذریعہ بقا حاصل ہوگا۔ وصف۔ تیرے وجود کے اوصاف رفتہ رفتہ فنا ہو جائیں گے صفاتِ خداوندی کا تیرے اندر جماؤ ہو جائے گا۔ سمع۔ تو کان کی طرح مجسم سماعت بن جا اور ان نصیحتوں کو قبول کر کے صفاتِ خداوندی کو حلقہ بگوش بنا لے۔
3. ہمچو۔ اگر انسان میں انسانیت ہے تو اُس کو کنواں کے ذریعہ اپنے جسم کی کھدائی کرنی چاہیے تاکہ وہ آبِ حیات تک پہنچ سکے۔ گر رسد۔ مجاہدے کے ساتھ اگر حضرتِ حق کی جانب سے جذب شروع ہو جاتا ہے تو پھر مقصد تک پہنچنے کے لیے زیادہ مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی۔

کارے[1] میکن گوش ماں از بہرِ آب — اندک اندک دور کُن خاک و تُراب
پانی کے لیے کام کر کان بن جا — تھوڑی تھوڑی خاک اور مٹی ہٹا

ہر کہ رنجے دید گنجے شُد پدید — ہر کہ جدّے کرد در جدّے رسید
جس نے تکلیف اُٹھائی، خزانہ ظاہر ہوا — جس نے کوشش کی، نصیبہ کو پہنچ گیا

گفت پیغمبرؐ رکوع ست و سجود — بردرِ حق کوفتن حلقۂ وجود
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے، رکوع اور سجدہ — اللہ (تعالیٰ) کے در پر مراد کی کنڈی کھٹکھٹانا ہے

حلقہ[2] آں در ہر آنکو میزند — بہرِ اُو دولت سَرے بیروں کند
جو شخص اُس دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹاتا ہے — اُس کے لیے دولت باہر آتی ہے

آمدنِ آں امیرانِ نمّام بابسرہنگاں نیم شب و کُشادنِ حجرۂ ایاز و دیدنِ چارق و پوستیں را آویختہ و گمان بُردن کہ آں مکر ست و رُو پوش و خانہ را حُفرہ کردن بہر گوشہ کہ گمان آمد و چاہ کَناں آوردن و دیوارہا سُوراخ کردن و چیزے نایافتن و خجل و نومید شُدن چنانکہ[3] بد گمانان و خیال اندیشاں در کارِ انبیا و اولیا کہ میگفتند کہ ساحراند و خویشتن ساختہ اند و تصدُّر مجُویند بعد از خجل شُدنِ ایشان سُود ندارد

اُن چغلخور امیروں مع سپاہیوں کے آدھی رات کو آنا اور ایاز کا حجرہ کھولنا اور چپل اور پوستین کو لٹکا ہوا دیکھنا اور خیال کرنا کہ یہ مکاری اور آڑ ہے اور گھر کے ہر اُس گوشہ کو کھودنا جس کا انھیں خیال آیا اور کنواں کھودنے والوں کو لانا اور دیواروں میں سُوراخ کرنا اور کسی چیز کو نہ پانا اور شرمندہ اور ناامید ہونا جیسا کہ انبیاء اور اولیا کے معاملہ میں بدگمانوں اور سوچنے والوں کا جو کہتے تھے کہ جادوگر ہیں اور اپنے آپ کو بنائے ہوئے ہیں اور بڑائی چاہتے ہیں جستجو کے بعد اُن کا شرمندہ ہونا مفید نہیں ہے

آں امیراں بر درِ حجرہ شدند — طالبِ گنج و زر و خُمرہ شدند
وہ امیر حجرے کے دروازہ پر آئے — خزانہ اور سونے اور مٹکی کے طلبگار بنے

---

1. کارے کن۔ انسان کو مجاہدہ شروع کرنا چاہیے اور مقصد کے حصول کا منتظر رہنا چاہیے۔ ہر کہ۔ خدا محنت کو رائیگاں نہیں کرتا ہے جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے۔ گفت۔ عبادتیں اس لیے کی جاتی ہیں تا کہ درِ حق کھلے اور انسان کو تقرب حاصل ہو۔ زنجیر بجا کر دروازہ کھلوایا جاتا ہے۔ عبادت بھی زنجیر بجانا ہے۔
2. حلقہ۔ مشہور مقولہ ہے مَن دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ انْفَتَحَ جو شخص سخی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو دروازہ کھل جاتا ہے۔ رُوپوش۔ یعنی ایاز نے چپل اور پوستین اس لیے لٹکا رکھی ہے کہ مخفی خزانہ کی جانب لوگوں کا دھیان نہ جائے۔
3. چنانکہ۔ یہ لوگ ایاز کے معاملہ میں ایسے ہی شرمندہ ہوئے جس طرح انبیا اور اولیا کے منکر آخر میں ایسے وقت شرمندہ ہوئے ہیں جبکہ اُن کی شرمندگی اُن کے لیے مفید نہیں ہوتی ہے۔ تصدُّر۔ صدر کا مقام حاصل کرنا۔ خُمرہ۔ مٹکی۔

قفل را برمیکشادند از ہوس
ہوس سے انھوں نے تالا کھولا
با دو صد فرہنگ و دانش چند کس
چند اشخاص کی سینکڑوں عقلوں اور سمجھ کے ساتھ

زانکہ[1] قفل صعب بر پیچیدہ بُود
کیونکہ اُس نے مضبوط تالا لگا رکھا تھا
از میانِ قفلہا بگزیدہ بُود
تالوں میں سے منتخب کیا تھا

نے ز بخلِ سیم و مال و زرِ خام
چاندی اور مال اور خالص سونے کے بخل کی وجہ سے نہیں
از برائے کتمِ آں سِرّ از عوام
(بلکہ) اس راز کو عوام سے چھپانے کے لیے

کہ گروہے بر خیالِ بد تنند
کہ ایک جماعت بُرے خیال پر قائم ہو جائے گی
قومِ دیگر نام سالوسم کنند
دوسری قوم میرا نام مکار رکھے گی

پیشِ باہمت بُود اسرارِ جاں
جان کے راز، باہمت کے سامنے
از خساں محفوظ تر از لعلِ کاں
کمینوں سے، کان کے لعل سے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں

زر بہ از جان ست پیشِ ابلہاں
بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے
زر نثارِ جاں بُود پیشِ شہاں
شاہوں کے نزدیک سونا جان کی خیرات ہے

می شتابیدند[2] تف از حرصِ زر
وہ سونے کے لالچ میں تیز دوڑتے تھے
عقلِ شاں میگفت نے آہستہ تر
اُن کی عقل کہتی تھی ''نہیں'' بہت آہستہ

حرص تازد بیہدہ سُوئے سراب
سراب کی جانب، لالچ بیکار دوڑتا ہے
عقل گوید نیک بیں کاں نیست آب
عقل کہتی ہے اچھی طرح دیکھ وہ پانی نہیں ہے

حرص غالب بُود و زر چوں جاں شُدہ
لالچ غالب تھا اور سونا جان کی طرح بن گیا تھا
نعرۂ عقل آں زماں پنہاں شدہ
اُس وقت عقل کی آواز دب گئی تھی

حرص غالب بُود برزر ہمچو جاں
جان جیسے سونے پر حرص غالب تھی
گفت این ست ایں متاعِ رایگاں
اُس نے کہا یہی ہے یہ بیہودہ چیز

گشتہ صد تو حرص و غوغاہائے اُو
حرص اور اُس کا شور سو گنا بن گیا
گشتہ پنہاں حکمت و ایمائے اُو
دانائی اور اس کا اشارہ چھپ گیا

تاکہ[3] در چاہِ غرور اندر فتد
تاکہ دھوکے کے کنویں کے اندر گرے
آنکہ از حکمت ملامت نشنود
وہ جو دانائی کی ملامت نہیں سُنتا

چوں زبندِ دامِ بادِ اُو شکست
جب جال کے پھندے کی وجہ سے اُس کا غرور ٹوٹا
نفسِ لوّامہ برو یابید دست
لوامہ نفس نے اُس پر قابو پا لیا

---

[1] زانکہ۔ ایاز نے حجرہ پر ایسا سخت قفل لگایا تھا جس کا کھلنا آسان نہ تھا۔ نے زبخل۔ مضبوط قفل کسی بخل کی وجہ سے نہ لگایا تھا بلکہ اپنا یہ راز چھپانے کے لیے لگایا تھا۔ قوم دیگر۔ اگر لوگوں کو چپل اور پوستین کا حال معلوم ہوگا تو اس کو مکاری پر محمول کریں گے۔ پیش۔ باہمت لوگ اپنے باطنی احوال کی لعل و جواہر سے بھی زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔ زر۔ بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے عقلمند روپے پیسے کو جان کی خیرات سمجھتے ہیں۔

[2] می شتابید۔ لالچ اُن کو دوڑا رہا تھا اور عقل آہستہ روی کی تعلیم دے رہی تھی۔ حرص تازد۔ حرص انسان کو غیر واقعی نفع کی طرف دوڑاتی ہے عقل اس کو سمجھاتی ہے۔ سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آئے۔ حرص۔ اس پر حرص کا غلبہ تھا اور عقل کی آواز دب گئی تھی۔ غالب بُود۔ سونا جو اُن کے لیے جان کی طرح تھا اس پر حرص غالب تھی اُس نے عقل کی آواز کو بیکار بتایا۔ حکمت۔ عقل کی دانائی اور اس کے اشارے ان لوگوں سے مخفی ہو گئے تھے۔

[3] تاکہ۔ حکمت کے اشارے اس لیے پوشیدہ ہو جاتے ہیں کہ یہ شخص دھوکے میں مبتلا ہو۔ چوں۔ یہ لالچی شخص جب پھنس جاتا ہے تو اُس کا غرور ٹوٹتا ہے اور پھر اس کا نفس اس کو ملامت کرتا ہے۔ نفس لوّامہ۔ نورِ دل کی روشنی میں گناہوں کا دکھانے والا نفس۔

تابدیوار[1] بلا ناید سرش — نشنود پندِ دلِ آں گوشِ کرش

جب تک اُس کا سر مصیبت کی دیوار تک نہیں آتا ہے — اس کا بہرا کان، دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے

کودکاں را حرصِ لوزینہ و شکر — از نصیحتہا کند دو گوش کر

بادام کے حلوے اور شکر کا لالچ بچوں کے — دونوں کان کو نصیحتوں سے بہرا بنا دیتا ہے

چونکہ دردِ دُنبلش آغاز شُد — در نصیحت ہر دو گوشش باز شُد

جب اُس کے پھوڑے کا درد شروع ہوا — اس کے دونوں کان نصیحت کے لیے کھلے

حجرہ را با حرص و صد گونہ ہوس — باز کردند آں زماں آں چند کس

حجرہ کو سیکڑوں ہوس اور حرص سے — اُن چند شخصوں نے اُس وقت کھولا

اندر افتادند برہم ز ازدحام — ہمچو[2] اندر دوغ گندیدہ ہوام

ازدحام سے اکٹھے اندر گھسے — جس طرح بھنگے سڑی ہوئی چھاچھ میں

عاشقانہ در فتد با کرّ و فر — خوردنِ اِمکاں نے وبستہ ہر دو پر

شان و شوکت سے، عاشقانہ گرتا ہے — کھانے کا امکان نہیں، اور دونوں پر بندھے ہوئے ہیں

بنگریدند از یسار و از یمیں — چارقے بدریدہ بُود و پوستیں

انھوں نے بائیں اور دائیں جانب دیکھا — پھٹی ہوئی چپل اور پوستیں تھی

باز[3] گفتند ایں مکاں بینوش نیست — چارق اینجا جز پے رُوپوش نیست

انھوں نے پھر کہا یہ جگہ بغیر شہد کے نہیں ہے — اس جگہ چپل آڑ کے سوا نہیں ہے

ہیں بیاور سیخہائے تیز را — امتحاں کُن حُفرہ و کاریز را

خبردار! تیز سلاخیں لا — گڑھے اور نالی کا امتحان لے

ہر طرف کندند و جُستند آں فریق — حُفرہا کردند و گوہائے عمیق

اُن لوگوں نے ہر طرف کھودا اور تلاش کی — گڑھے اور گہرے غار ڈال دیے

حُفرہا شاں بانگ میداد آزماں — کندہائے خالییم اے گندگاں

اُن کو اُس وقت گڑھوں نے پکارا — اے گندو! ہم خالی خندقیں ہیں

زاں سگالش شرم ہم میداشتند — کندہا را باز می انباشتند

اس بدگمانی سے اُن کو شرم بھی آ رہی تھی — انھوں نے خندقوں کو دوبارہ بھر دیا

باز در دیوارہا سُوراخہا — ہم چنیں کردند از جہل و عمیٰ

پھر دیواروں میں سوراخ — نادانی اور اندھے پن سے اسی طرح کیے

---

1. تابدیوار۔ جب تک مصائب کی دیوار سے اُس کا سر نہیں ٹکراتا ہے اُس وقت تک یہ دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے۔ کودکاں۔ اُس شخص کی مثال بچوں کی سی ہے جو مٹھائی کے لالچ میں کوئی نصیحت نہیں سنتے ہیں۔ چونکہ۔ جب مٹھائی کھانے سے پھوڑے اور پھنسیاں نکلتی ہیں تب بچے کے کان کھلتے ہیں۔ حجرہ۔ اب پھر ایاز کے حجرے کے کھولنے کا ذکر شروع کیا ہے۔
2. ہمچو۔ وہ لوگ اژدحام کر کے ایاز کے حجرہ میں اس طرح گھسے جس طرح بھنگے کھٹی چھاچھ میں گرتے ہیں کہ وہ نہ اُس میں سے کچھ کھا سکتے ہیں اور نہ صحیح سالم باہر نکل سکتے ہیں۔ یہی حال اُن لوگوں کا تھا کہ ان کو وہاں مال بھی ہاتھ نہ آیا اور رُسوا ہو گئے۔
3. باز گفتند۔ حجرے میں مال نہ پانے کے باوجود انھوں نے کہا کہ یہ جگہ مال سے خالی نہیں ہو سکتی چپل اور پوستین تو مال کو چھپانے کے لیے ایک آڑ ہے۔ سیخہا ی۔ یعنی کھودنے کے لیے کدالیں۔ کاریز۔ نالی۔ گوہا ی۔ گڑھے۔ حفرہا۔ گڑھے ان سے کہہ رہے تھے کہ اے ناپاک خیالات والو ہم خالی گڑھے ہیں۔ زاں۔ اب وہ اپنے خیالات پر شرمندہ تھے انھوں نے گڑھوں کا پاٹنا شروع کر دیا۔

بے عدد لاحول[1] در ہر سینہء ماند مُرغِ حرصِ شاں بے چینہء

ہر سینہ میں بے شمار ''لاحول'' تھی اُن کی حرص کا پرند بغیر کنگنی کے رہ گیا

زاں ضلالتہائے یاوہ تازِ شاں حُفرہ و دیوار و در غمازِ شاں

اُن کی بیہودہ دوڑ کی گمراہیاں گڑھا اور دیوار اور دروازہ اُن کے چغلخور تھے

ممکن اندائے آں دیوار نے با ایاز امکانِ ہیچ انکار نے

اُس دیوار کی لپائی ممکن نہ تھی ایاز کے سامنے انکار کا کوئی امکان نہ تھا

گر خداعِ بیگناہی میدہند حائط و عرصہ گواہی میدہند

اگر وہ اپنی بے گناہی کا دھوکا دیں دیوار اور صحن گواہی دے رہے ہیں

جُملہ در حیرت کہ چہ عذر آورند تا ازیں گرداب جاں بیروں برند

سب حیرت میں تھے کہ کیا عذر کریں تاکہ اس بھنور سے جان کو باہر نکالیں

عاقبت[2] نومید دست و لب گزاں چوں زناں دودست برسَر ہا زناں

انجام کار نااُمید اور ہاتھ اور ہونٹ کاٹتے ہوئے عورتوں کی طرح دوہتڑ سر پر مارتے ہوئے

باز گردیدند سُوئے شہریار پُرز گرد و رُوئے زرد و شرمسار

شاہ کی طرف واپس ہو گئے گرد کے بھرے ہوئے چہرے زرد اور شرمندہ

بازگشتنِ نمّا ماں از حُجرۂ ایاز بسُوئے شاہ توبرہ تہی و خجل ہمچو

چغلخوروں کا ایاز کے حجرے سے بادشاہ کی طرف خالی توبرہ اور شرمندہ ہو کر واپس جانا جیسا

بدگماناں درحقِ انبیا علیہم السلام در وقفِ ظہور برأت و پاکیِ ایشاں کہ

کہ انبیاء علیہم السلام سے بدگمانی کرنے والے اُن کی برأت اور پاکی کے ظاہر ہو جانے کے وقت

یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ وَّ قَوْلُہٗ تَعَالٰی یَوم

کہ اس دن جبکہ کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے کالے ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا قول

الْقِیٰمَۃِ تَرَی الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلَی اللّٰہِ وُجُوْھُھُمْ مُّسْوَدَّۃٌ

قیامت کے روز تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنھوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا ان کے چہرے کالے ہوں گے

شاہ[3] قاصد گفت ہیں احوال چیست کہ بغلتاں از زر و ہمیاں تہیست

بادشاہ نے قصداً کہا ہاں کیا احوال ہیں؟ کہ تمھاری بغلیں ہمیانی اور سونے سے خالی ہیں

ور نہاں کردید دینار و تسو فرّ و شادی در رُخ و رُخسار کو

اگر تم نے اشرفیاں اور دمڑیاں چھپا رکھی ہیں تو منہ اور رخسار پر شان اور خوشی کہاں ہے؟

---

1. لاحول۔ وہ اپنے کام پر لاحول پڑھ رہے تھے۔ غماز۔ اُن کو اپنے کاموں کو چھپانا ممکن نہ تھا دیواروں کے سوراخ اور زمین کے گڑھے اُن کی چغلی کھا رہے تھے۔ ممکن۔ ان گڑھوں اور سوراخوں کو اس طرح اب بند بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ایاز کے سامنے ان حرکتوں کا انکار ممکن ہو لہٰذا وہ سب حیران تھے اور در و دیوار کی گواہی سے ڈر رہے تھے۔
2. عاقبت۔ انجام کار وہ محروم واپس ہوئے اور عورتوں کی طرح سروں پر دوہتڑ مار رہے تھے۔ بازگشتن۔ وہ لوگ خالی ہاتھ اور شرمندہ اسی طرح تھے جس طرح کفار ہوں گے جبکہ انبیا اور رسولوں کی برأت ظاہر ہوگی اور بداعمالوں کے چہرے سیاہ اور نیکوکاروں کے سفید ہو جائیں گے۔
3. شاہ۔ شاہ نے قصداً ان سے دریافت کیا کہ تمھاری بغلیں، ہمیانی زر و جواہر سے کیوں خالی ہیں اگر تم یہ بھی کہو کہ وہ ہم نے چھپا لیے ہیں تو بھی اُن کے آثار چہروں پر ضرور ہونے چاہییں تھے۔

گرچہ[1] پنہاں بیخ ہر بیخ آورست | برگ سِیْمَا هُمْ وُجُوْهُهُمْ اخضرست
اگرچہ ہر جڑ دار درخت کی جڑ پوشیدہ ہے | "سبز پتے اُن کے چہروں پر نشان ہے" (کا مصداق) ہیں
آنچہ خورد آں بیخ از زہر و زقند | نک منادی میکند شاخِ بلند
جو کچھ زہر اور شکر اس جڑ نے کھایا ہے | اب بلند شاخ پکار رہی ہے
بیخ[2] اگر بے برگ و از مایہ تہیست | برگہائے سبز بر اشجار چیست
جڑ اگر بغیر پتے کے اور سرمائے سے خالی ہے | درختوں پر سبز پتے کیسے ہیں؟
برزبانِ بیخ گِل مُہرے نہد | شاخ دست و پا گواہی میدہد
جڑ کی زبان پر مٹی مہر لگا دیتی ہے | شاخ، ہاتھ پاؤں ہیں جو گواہی دیتے ہیں
آں امیراں جُملہ در عُذر آمدند | ہمچو سایہ پیشِ مہ ساجد شدند
اُن سب سرداروں نے معذرت کی | سایہ کی طرح چاند کے سامنے سجدہ کرنے والے بن گئے
عذرِ آں گرمی ولاف و ما و من | پیشِ شہ رفتند با تیغ و کفن
اُس جوش اور شیخی اور انانیت سے عذر کے لیے | تلوار اور کفن لے کر شاہ کے سامنے گئے
از[3] خجالت جملہ انگشتاں گزاں | ہر یکے میگفت . کے شاہِ جہاں!
شرمندگی سے انگلیاں کاٹتے ہوئے | ہر ایک کہہ رہا تھا، کہ اے شاہجہاں!
گر بریزی خوں حلالستت حلال | ور بہ بخشی ہست انعام و نوال
اگر تو خون بہائے تیرے لیے حلال ہی حلال ہے | اگر تو معاف کر دے انعام اور عطا ہے
کردہ ایم آنہا کہ از ما می سَزید | تاچہ فرمائی تو اے شاہِ مجید
ہم نے وہ کیا جو ہمارے لائق تھا | اے بزرگ بادشاہ! اب آپ کیا فرماتے ہیں؟
گر بہ بخشی جُرمِ ما اے دلفروز | شب شبیہا کردہ باشد روز روز
اے دل کو روشن کرنے والے! اگر تو ہمارا جرم بخش دے | (تو ایسا ہوگا) کہ رات نے رات پن کیا، دن نے دن پن
گر بہ بخشی یافت نومیدی کُشاد | ورنہ صد چوں مافدائے شاہ باد
اگر تو بخش دے گا تو مایوسی نے کشادگی حاصل کی | ورنہ ہم جیسے سیکڑوں بادشاہ پر قربان ہیں
گفت شہ نے ایں نواز و ایں گداز | من نخواہم کرد ہست آنِ ایاز
بادشاہ نے کہا نہیں یہ نوازش اور یہ سزا | میں نہ کروں گا یہ ایاز کی ملکیت ہے

[1] گرچہ۔ جڑ زمین میں چھپی ہوئی ہوتی ہے لیکن اس کے آثار پتوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ برگ۔ چھپے ہوئے اعمال کے اثرات نیکوں کے چہروں پر ظاہر ہوں گے قرآن پاک میں ہے۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ یعنی سجدوں کے آثار ان کے چہروں سے نمایاں ہیں۔ آنچہ۔ پتوں سے جڑ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

[2] بیخ۔ جڑ میں اگر زندگی نہ ہو تو درخت پر سبز پتے نہیں آ سکتے ہیں۔ برزبان۔ مٹی نے جڑ کے منہ پر مہر لگا دی ہے لیکن اس کی شاخیں جو اس کے ہاتھ پاؤں ہیں گواہی دے رہے ہیں۔ عذر۔ مجرم کے لیے قاعدہ تھا کہ تیغ و کفن لے کر بادشاہ کے سامنے جاتا تھا اور اس طور پر سزا پر اپنی آمادگی ظاہر کرتا تھا۔

[3] از خجالت۔ ہر شخص شرمندگی سے انگلیاں کاٹ رہا تھا اور بادشاہ سے کہہ رہا تھا کہ اگر ہمیں قتل کر دیا جائے تو ہم اسی کے قابل ہیں اگر آپ معاف کر دیں تو آپ کا کرم ہوگا۔ شب شبیہا۔ رات اپنا کام کرتی ہے اور دن اپنا۔ ہمارے تاریک کارنامے ہیں اور آپ کی معافی پُر نور ہے۔ گر بہ بخشی۔ اگر آپ معاف کر دیں گے تو ہماری مایوسی اُمید سے بدل جائے گی ورنہ ہماری جان آپ پر قربان ہے۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا اس معاملہ میں سزا و عطا میرا کام نہیں ہے ایاز کا کام ہے۔

حوالہ[1] کردنِ بادشاہ قبولِ توبہ نماماں و حجرہ کشایاں وسزا دادن و ادب کردنِ

بادشاہ کا چغل خوروں اور حجرہ کھولنے والوں کی توبہ کو قبول کرنا اور سزا دینا اور ان

ایشاں با ایاز کہ یعنی ایں جنایت بر عرضِ اُو رفتہ است عُذرِ او پذیرد

کو تنبیہ کرنا، ایاز کے سپرد کرنا کیوں کہ یہ زیادتی اُس کی آبرو پر ہوئی تو اس کا عذر وہ قبول کرلے

این جنایت برتن و عرضِ ویست　　زخم بر رگہائے آں نیکو پے ست

یہ ظلم اُس پر اور اس کی آبرو پر ہوا ہے　　زخم اُس نیک خصلت کی رگوں پر لگا ہے

گرچہ نفسِ واحدیم از رُوئے جاں　　ظاہراً دوریم ازیں سُود و زیاں

اگرچہ جان کے اعتبار سے ہم ایک ذات ہیں　　اس نفع اور نقصان کے اعتبار سے بظاہر ہم دُور ہیں

تہمتے بر بندہ شہ را عار نیست　　جز[2] مزیدِ حلم و استظہار نیست

غلام پر تہمت، شاہ کی ذلت نہیں ہے　　مزید حلم اور بھروسہ کے سوا کچھ نہیں ہے

متہم را شاہ چوں قاروں کُند　　بیگنہ را تو نظر کُن چوں کُند

جبکہ شاہ تہمت کردہ کو قارون بنا دیتا ہے　　تو غور کر، بے قصور کو وہ کیا بنائے گا؟

شاہ را غافل مداں از کارِ کس　　مانعِ اظہار آں حِلم ست و بس

شاہ کو کسی کے کام سے غافل نہ سمجھ　　اُس کے ظاہر کرنے کے لیے فقط حلم مانع ہے

مَنْ ھُنَا یَشْفَعُ بہ پیشِ علمِ اُو　　لا اُبالی وار اِلّا حِلمِ اُو

اُس کے علم کے آگے وہاں کون ہے جو سفارش کر سکے؟　　لاپروائی کے ساتھ سوائے اُس کے حلم کے

آں گنہ اوّل زِ حلمش میجہد　　ورنہ ہیبت آں مجالش کے دہد

خطا، پہلے پہل اُس کے حلم کی بنیاد پر صادر ہوئی ہے　　ورنہ خوف اُس کو کب گنجائش دیتا؟

خونبہائے[3] جُرمِ نفسِ قاتلہ　　ہست بر حلمش دیت بر عاقلہ

قاتل نفس کے جرم کا خونبہا　　اُس کی بردباری پر ہے (جیسا کہ) عاقلہ پر دیت

مست و بیخود نفسِ ما زاں حِلم بُود　　دیو ور مستی کلاہ از وے ربُود

ہمارا نفس اس حِلم سے مست اور بیخود تھا　　مستی میں، شیطان اُس کی ٹوپی لے بھاگا

گر نہ ساقی حِلم بُودے بادہ ریز　　دیو با آدمؑ کجا کردے ستیز

اگر حلم کا ساقی شراب چھلکانے والا نہ ہوتا　　شیطان آدمؑ سے کب جھگڑا کرتا؟

---

1. حوالہ۔ بادشاہ نے ایاز کو بلا کر اُن امیروں کو اس کے حوالہ کر دیا۔ این جنایت۔ بادشاہ نے کہا تمھارا ظلم و زیادتی ایاز کے جسم اور آبرو پر ہوئی ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ ایاز اور میں دونہیں ہیں لیکن اس معاملہ میں یگانگت نہیں ہے۔ تہمتے۔ اگر بادشاہ کے غلام پر کوئی تہمت لگائے تو بادشاہ ذلیل نہیں ہوتا ہے، غلام ذلیل ہوتا ہے لہٰذا اس معاملہ کا تعلق باوجود یگانگت کے ایاز ہی سے ہے۔

2. تجز۔ اگر کوئی شاہ کا جرم بھی کرتا ہے تو وہ اُس کے حلم کے بھروسہ پر کرتا ہے۔ شاہ۔ شاہ کو جرم کا علم بھی ہوتا ہے تو اپنے حلم کی وجہ سے اس کا اظہار نہیں کرتا ہے۔ منَ ھُنا۔ چونکہ بادشاہ کو مجرم کا پورا علم ہوتا ہے تو سفارش صرف اُس کے حلم کی چلتی ہے۔ آں گنہ۔ شاہ کے حلم کی وجہ سے خطا کار کو ہمت ہو جاتی ہے ورنہ ہیبت اُس کو خطا کرنے کا موقع نہ دے۔

3. خونبہائے۔ اگر کوئی قتل میں خطا کرتا ہے تو اُس کے رشتہ داروں کو دیت دینی پڑتی ہے چونکہ قاتل انہی رشتہ داروں کے سہارے کی امید پر قتل کرتا ہے تو اُس کی خطا کی ذمہ داری بھی شاہ کے حلم کے سہارے خطا کرتا ہے تو اس کی خطا کی ذمہ داری بھی شاہ کے حلم پر آتی ہے۔ مست۔ شاہ کے حلم کی مستی خطا کار پر طاری ہو جاتی ہے اس حالت میں شیطان اُس کو بے آبرو کر دیتا ہے۔ گرنہ۔ اگر حضرت آدمؑ کو حلمِ خداوندی پر بھروسہ نہ ہوتا تو شیطان اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔

گاہ[1] عِلمِ آدمؑ ملائک را کہ بُود
ملائک کے اعتبار سے آدمؑ کا جو مرتبہ تھا
اُوستادِ عِلم و نقّادِ نقُود
علم کے اُستاد، اور نقدوں کو پرکھنے والے تھے

چونکہ در جنت شرابِ حِلم خورد
چونکہ اُنھوں نے جنت میں حلم کی شراب پی
شُد زیک بازیِ شیطاں رُویِ زرد
شیطان کے ایک داؤں سے شرمندہ ہو گئے

آں بلاذُرہائے تعلیمِ وَدُود
اللہ (تعالیٰ) کی تعلیم کے بھلانووں نے
زیرک و دانا و چستش کردہ بُود
اُن کو ذہین اور عقلمند اور چُست کر دیا تھا

باز آں افیونِ حِلمِ سختِ اُو
پھر اُس کے انتہائی حلم کی افیون نے
دُزد را آورد سُوئے رَختِ اُو
اُن کے سامان کی جانب چور کو روانہ کر دیا

عقل آمد سُوئے حِلمش مستجیر
عقل، اُس کے حلم کی جانب پناہ پکڑتی ہوئی آئی
ساقیم تو بُودہَ دستم بگیر
میرا ساقی تو تھا میری دستگیری کر

فرمودنِ[2] شاہ، ایاز را کہ اختیار کُن از عفو و مکافات کہ از عدل و لُطف
بادشاہ کا ایاز سے فرمانا کہ بدلے اور معاف کرنے میں سے جو بھی پسند کرے اختیار کر کیونکہ انصاف
ہرچہ کنی اینجا صوابست و در ہر یکے را مصلحتہا ست کہ در ہر عدل
اور مہربانی میں سے جو بھی تو کرے گا اس مقام پر درست ہے اور ہر ایک میں مصلحتیں ہیں
ہزار لُطف درجست وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ آنکس کہ کراہت
اس لیے کہ ہر انصاف میں ہزاروں مہربانیاں درج ہیں اور تمھارے لیے بدلہ لینے میں
میدارد قصاص را دریں یک حیاتِ قاتل نظر میکند و درصد ہزار حیات کہ
زندگی ہے جو شخص بدلہ لینے کو ناپسند کرتا ہے اُس میں قاتل کی ایک زندگی پر نظر آتا ہے اور ان لاکھوں
معصوم و محفوف خواہد شُدن در حصنِ بیم سیاست نمی نگرد
زندگیوں کو جو سزا کے خوف کے قلعے میں محفوظ اور مامون ہو گی، نہیں دیکھتا ہے

کُن میانِ مُجرماں حکم اے ایاز
اے ایاز! مجرموں کا فیصلہ کر
اے ایازِ پاک با صد احتراز
سیکڑوں پرہیزگاروں کے ذریعہ پاک، اے ایاز!

گر[3] دو صد بارت بجوشم در عمل
اگر میں تجھے دو سو بار (بھی) کام میں جوش دلاؤں
در کفِ جوشت نیابم یک دَغَل
تیرے جوش کے جھاگ میں ایک خرابی (بھی) نہ پاؤں

---

[1] گاہ۔ آدمؑ کو ملائکہ سے زیادہ علم حاصل تھا لہٰذا شیطان اُن کو دھوکا نہ دے سکتا تھا لیکن چوں کہ آدمؑ نے جنت میں اللہ تعالیٰ کے حلم کا جام پی لیا تھا تو اُن سے خطا سرزد ہوگئی۔ بلاذر۔ بھلانواں اُس کو مدبر کر کے کھانا ذہن کے لیے بہت مفید ہے۔ باز آں۔ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حلم کی افیون کھائی جس سے اُن پر غفلت طاری ہوگئی۔ عقل۔ پھر اس غلطی سے اُن کی عقل نے اللہ کی بُردباری سے پناہ پکڑی۔

[2] فرمودن۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا اب تو جو چاہے کر۔ معاف کر دے یا بدلہ لے لے عدل کر یعنی بدلہ لے لے یا مہربانی کر اور یہ بھی سمجھ لے کہ عدل یعنی بدلہ لینے میں سیکڑوں مہربانیاں پوشیدہ ہیں اس لیے کہ قصاص کے ڈر سے جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں اسی لیے قرآن نے قصاص کو حیات قرار دیا ہے جو شخص معاف کرتا ہے وہ قاتل کی ایک جان کی طرف تو دھیان دیتا ہے لیکن اُن جانوں کی طرف نظر نہیں کرتا ہے جو قصاص کے ڈر سے محفوظ رہتی ہیں۔

[3] گر دو صد۔ انسان جوش میں راہِ اعتدال چھوڑ بیٹھتا ہے لیکن ایاز سے یہ ممکن نہیں ہے۔

زامتحان[1] شرمندہ خلقے بے شمار — زامتحانہا جملہ از تو شرمسار
آزمائش سے بے شمار مخلوق شرمندہ ہوئی ہے — آزمائشوں کی وجہ سے سب تجھ سے شرمندہ ہیں

بحرِ بے قعرست تنہا عِلم نیست — کوہ و صد کوہ است ایں خود حِلم نیست
صرف علم ہی نہیں ہے بلکہ اتھاہ سمندر ہے — یہ علم ہی نہیں ہے، پہاڑ اور سیکڑوں پہاڑ ہے

گفت من دانم عطائے تُست ایں — ورنہ من آں چارقم واں پوستیں
اُس نے کہا، میں جانتا ہوں یہ آپ کی دین ہے — ورنہ میں تو وہی چپل اور پوستین ہوں

بہرِ[2] ایں پیغمبرؐ ایں را شرح ساخت — ہر کہ خود بشناخت یزداں را شناخت
اسی لیے پیغمبرؐ نے اس کی شرح کی ہے — جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے خدا کو پہچان لیا

چارقت نُطفہ است او خونت پوستیں — باقی اے خواجہ عطائے اُوست ایں
تیرا چپل نُطفہ ہے اور تیرا خون پوستین ہے — اے جناب! باقی یہ اس کی دین ہے

بہرِ آں دادست تاجوئی دگر — تو مگو کہ نیستش جز ایں قدر
مجھے اس لیے دیا ہے تاکہ تو اور طلب کرے — تو نہ کہہ کہ اُس کے پاس اس کے سوا نہیں ہے

زاں نماید چند سیب آں باغباں — تابدانی دخل و نخلِ بوستاں
باغباں چند سیب اس لیے دکھاتا ہے — تاکہ تو باغ کی آمدنی اور درختوں کو سمجھ سکے

کفِ[3] گندم زاں دہد خریار را — تابداند گندمِ انبار را
ایک مٹھی گیہوں خریدار کو اس لیے دیتا ہے — تاکہ وہ ڈھیر کے گیہوں کو سمجھ جائے

نکتہ زاں شرح گوید اُوستاد — تاشناسی علمِ اُو را مُستزاد
اُستاد اُس شرح میں سے ایک نکتہ بیان کر دیتا ہے — تاکہ تو اُس کے علم کو مزید سمجھ جائے

ور بگوئی خود ہمیِنش بُود و بس — دُورت اندازد چناں کز ریش خس
اگر تو کہے، کہ اُس کے پاس بس یہی تھا — تجھے اس طرح دور پھینک دے گا جس طرح ڈاڑھی سے تنکا

اے ایاز اکنوں بیاو داد دہ — دادِ نادر، در جہاں بنیاد نہ
اے ایاز! اب آ اور انصاف کر — دنیا میں عجیب انصاف کی بنیاد رکھ دے

مجرمانت مستحقِ کُشتنند — وز طمع بر عفو و حِلمت می تنند
تیرے مجرم گردن زدنی ہیں — اور تیری معافی اور حلم کے لالچ پر قائم ہیں

---

1. زامتحاں۔ غلط بات کا امتحان کر کے بہت سے لوگ شرمندہ ہوئے ہیں اب یہ لوگ بھی اسی طور پر شرمندہ ہیں۔ بحر۔ ایاز صرف دریائے علم ہی نہیں ہے بلکہ وہ علم کا بے تھاہ دریا ہے وہ صرف بردبار ہی نہیں ہے بلکہ بردباری کا پہاڑ در پہاڑ ہے۔ گفت۔ ایاز نے شاہ کی باتوں پر کہا کہ میرا ہر رتبہ آپ کی عطا اور دین ہے ورنہ میری حقیقت تو وہی چپل اور پوستین ہے۔

2. بہرایں۔ حدیث شریف ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔ چارقت۔ جس طرح ایاز کی چپل اور پوستین اسکی ابتدا تھی اور بقیہ عروج شاہی عطیہ تھا اسی طرح انسان کی اصل مرد کا نطفہ اور عورت کے رحم کا خون ہے۔ بہر آں۔ یہ دنیاوی عطا اسلئے کی ہے تاکہ تو انکو دیکھ کر اخروی عطا کا طلبگار رہے۔ زاں۔ دنیاوی عطا آخرت کا نمونہ ہے۔ جسطرح چند سیب باغ کے نمونے کے طور پر دکھائے جاتے ہیں۔

3. کف۔ گیہوں کے ڈھیر کی بانگی دکھادی جاتی ہے۔ نکتہ۔ استاد ایک معمولی نکتہ بیان کرتا ہے تاکہ شاگرد اُس کے علوم کو جان کر اُن کا طالب بنے۔ ور اگر شاگرد اُستاد کے نکتہ کو سن کر یہ کہہ دے کہ بس استاد کے پاس اس نکتہ کے علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے تو اُستاد اس کو درس سے نکال دیتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا۔ مجرمانت۔ یہ چغلخور قتل کے مستحق ہیں لیکن تیری بردباری اور عفو کے طالب ہیں۔

تاکہ[1] رحمت غالب آید یا غضب — آبِ کوثر غالب آید یا لہب
تاکہ (دیکھیں) کہ رحمت غالب آتی ہے یا غصہ — آبِ کوثر غالب آتا ہے یا لپٹ

از پے مردم رُبائی ہر دو ہست — شاخِ حلم و خشم از عہدِ الست
انسانوں کی کشش کے لیے دونوں ہیں — حلم اور غصہ کی شاخ عہدِ الست (کے وقت) سے

بہرِ ایں لفظِ الست مستبیں — نفی و اِثباتست در لفظے قریں
اسی لیے واضح لفظ الست میں — نفی اور اثبات کے ایک لفظ میں ملا ہوا ہے

زانکہ اِستفہام اِثباتست ایں — لیک دروے لفظِ لیس شُد دفیں
کیونکہ استفہام یہ اثبات ہے — لیکن اُس میں لیس کا لفظ چھپا ہوا ہے

ترک کُن تا ماند ایں تقریر خام — کاسۂ[2] خاصاں منہ برخوانِ عام
رہنے دے، تاکہ یہ تقریر ناقص رہے — خواص کا پیالہ عوام کے دسترخوان پر نہ رکھ

قہر و لطفے چوں صباؤ چوں وَبا — آں یکے آہن رُباویں کُہربا[3]
قہر اور مہر صبا اور وبا کی طرح ہے — ایک مقناطیس اور یہ کہربا ہے

میکشد حق راستاں راتا رشد — قِسمِ باطل باطلاں را میکشد
اللہ (تعالیٰ) سچوں کو ہدایت کی جانب کھینچتا ہے — باطل فریق بُرے لوگوں کو کھینچتا ہے

معدۂ حلوائی بُود حلوا کشد — معدہ صفرائی بُود سِرکا کشد
حلوے والا معدہ ہو تو حلوے کو کھینچتا ہے — صفرے والا معدہ ہو تو سرکہ کو کھینچتا ہے

فرشِ سُوزاں سردی از جالش بَرد — فرشِ افسردہ حرارت را خورد
گرم فرش بیٹھنے والے کی ٹھنڈک دور کر دیتا ہے — ٹھنڈا فرش، گرمی کو کھا جاتا ہے

دوست بینی از تو رحمت می جَہد — خصم بینی از تو سطوت می جَہد
تو دوست کو دیکھتا ہے تو تجھ سے رحمت ٹپکتی ہے — تو دشمن کو دیکھتا ہے تو تجھ میں سے دبدبہ ٹپکتا ہے

نور بینی روشنی بیروں جہد — نار بینی یا دُخاں ظلمت دہد
تو نور دیکھتا ہے، تو روشنی باہر آتی ہے — تو آگ یا دھواں دیکھتا ہے، تو تاریکی پیدا ہوتی ہے

---

[1] تاکہ۔اب یہ دیکھنا ہے تو ان پر رحم کرتا ہے یا عتاب نازل کرتا ہے، رحم آبِ کوثر اور عتاب لپٹ ہے۔از پے۔روزِ ازل سے حلم وغصہ دونوں صفتیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ کرتی ہیں۔بہرِ ایں۔حلم اور خشم کی صفت کیطرف اشارے کیلئے الست ربکم میں نفی بھی ہے اور اثبات بھی ہے۔زانکہ۔الست میں ہمزۂ استفہام انکار کیلئے جو الست بربکم میں داخل ہے جو خود انکار کے معنی میں ہے اور انکار کا اثبات ہوتا ہے لہٰذا اس سے اللہ کی ربوبیت ثابت ہوگئی جس کا مقتضی حلم ہے اور لست بربکم کے معنی ہیں "میں تمہارا رب نہیں ہوں" تو ربوبیت کے انکار کا مقتضی غصہ ہے لہٰذا یہ الست ربکم کا جملہ دونوں صفتوں کی طرف اشارہ ہے۔

[2] کاسۂ خاصاں۔اب یہ بات کہ ربوبیت کا نہ ہونا وجہ احدیث محضہ کی بات ہے تو یہ خواص کو سمجھانے کی ہے عوام کے سامنے اس کی تقریر مناسب نہیں ہے۔قہر و لطفے۔اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں صبا اور وبا کی طرح ہیں صبا پرورش کرتی ہے، وبا فنا کرتی ہے ان میں سے ایک مقناطیس ہے جو لوہے کو کھینچتا ہے۔یعنی صفتِ قہر سنگ دلوں کے لیے ہے اور دوسری صفت حلم اور لطف یہ کہربا کی طرح ہے جو نرم قلوب کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔آہن رُبا۔مقناطیس پتھر کو کھینچتا ہے۔

[3] کہربا۔وہ پتھر جو تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔میکشد۔دنیا میں حضرت حق کی دونوں صفتوں کا ظہور ہے اس کا ہادی ہونا راست بازوں کی کشش کرتا ہے اور اس کا مُضِل ہونا غلط کاروں کی کشش کرتا ہے، غرض کہ اعیانِ ثابتہ میں جیسی جس کی استعداد ہے اُس کے مطابق اس کا میلان ہے۔معدہ۔دنیا میں ہر چیز کی کشش اپنی ہم جنس کی طرف ہے۔معدہ کا یہی حال ہے۔فرش کا یہی حال ہے، دوست اور دشمن کا یہی حال ہے نور و نار کا یہی حال ہے۔

خصم[1] و یار و نور و نار و فخر و عار ‏ تخت و دار و برد و حار و وَرد و خار

دشمن اور دوست، نور اور نار، فخر اور دولت ‏ تخت اور سولی، ٹھنڈا اور گرم، پھول اور کانٹا

مور و مار و پود و تار و زیر و زار ‏ ہر یکے با جنسِ خود برمیشمار

چیونٹی اور سانپ، تانا اور بانا، گانا اور رونا ‏ ہر ایک کو اپنی جنس کے ساتھ گن لے

تعجیل فرمودنِ بادشاہ ایاز را کہ زُود ایں حکم را بہ فیصل رساں و منتظر مدار وَ اَلْاَیَّامُ

بادشاہ کا ایاز کو جلدی کرنے کا حکم دینا کہ جلد اس حکم کا فیصلہ کردے اور منتظر نہ رکھ اور ''ہمارے پاس

بَیْنَنَا مگو کہ اَلْاِنْتِظَارُ مَوْتٌ اَحْمَرُ و جواب گفتنِ ایاز بادشاہ را و عجز آوردنِ اُو

بہت وقت ہے'' نہ کہہ کیونکہ انتظار سُرخ موت ہے اور ایاز کا بادشاہ کو جواب دینا اور اُسکا معذوری ظاہر کرنا

اے ایاز ایں کار را زُو تر گذار ‏ زانکہ نوعے انتقام ست انتظار

اے ایاز یہ کام جلد کر لے ‏ کیونکہ انتظار (بھی) ایک قسم کا بدلہ ہے

گفت[2] اے شہ جملگی فرماں تُراست ‏ باوجودِ آفتاب اختر فناست

اُس نے کہا اے بادشاہ! سب حکم آپ کا ہی ہے ‏ سورج کے ہوتے ہوئے، ستارہ معدوم ہے

زُہرہ کہ بُود یا عُطارد یا شہاب ‏ کہ بروں آید بہ پیشِ آفتاب

زُہرہ یا عطارد یا شہاب کون ہوتا ہے؟ ‏ کہ سورج کے سامنے باہر آئے

گر ز دلق و پوستیں بگذشتمے ‏ کے چنیں تخمِ ملامت کِشتمے

اگر میں گدڑی اور پوستین سے (آگے) بڑھتا ‏ تو ملامت کا ایسا بیج کب بوتا؟

قُفل کردن بر درِ حجرہ چہ بُود ‏ درمیانِ صد خیالاتِ حُسُود

حجرہ کے دروازے پر قفل لگانا کیا تھا؟ ‏ حاسد کے سیکڑوں خیالات کے درمیان

دست[3] در کردہ درونِ آبجو ‏ ہر یکے زیشاں کلوخِ خشک جُو

نہر کے پانی میں ہاتھ ڈبوئے ہوئے ‏ اُن میں سے ہر ایک خشک ڈھیلا تلاش کرنے والا ہے

پس کلوخِ خشک در جُو کے بُود ‏ ماہیِ باآب عاصی کے شود

تو نہر میں خشک ڈھیلا کہاں ہوتا ہے؟ ‏ مچھلی، پانی کی نافرمان کب ہوتی ہے؟

برمنِ مسکیں جفا دارند ظن ‏ کہ وفا را شرم می آید زمن

مجھ ایسے عاجز پر ناحق بدگمانی کرتے ہیں ‏ کہ وفا کو مجھ سے شرم آتی ہے

---

[1] خصم۔ غرض کہ کائنات میں سے ہر ایک چیز اپنی جنس کی کشش کر رہی ہے۔ تعجیل فرمودن۔ شاہ نے ایاز سے کہا کہ مجرموں کا جلد فیصلہ کر، انتظار کی تکلیف موت سے زیادہ ہے مشہور مقولہ ہے اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ وَ اَلْاَیَّام۔ معاملہ کو ٹالنے کا داعیہ یہی ہوتا ہے کہ انسان سوچتا ہے کہ اس کام کے کرنے کا بہت وقت ہے۔ زانکہ۔ مجرم کو انتظار میں رکھنا بھی ایک قسم کی سزا ہے۔

[2] گفت۔ ایاز نے عذر کیا کہ مجرموں کا فیصلہ کرنا شاہ کا کام ہے، شاہ کے سامنے میری مثال ایسی ہی ہے جیسی زہرہ اور عطارد، اور شہاب ثاقب کی سورج کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ گر ز دلق۔ اگر میں اپنی حقیقت چپل اور گدڑی سے زیادہ سمجھتا تو اس چپل اور گدڑی کی حفاظت کرکے اس حالت میں کیوں مبتلا ہوتا کہ دشمن مجھے ملامت کریں اور حاسد طرح طرح کے خیالات قائم کریں۔

[3] دست در کردہ۔ ان حاسدوں کی حالت تو اُس شخص کی سی ہے جو نہر میں ہاتھ ڈالے کہ اس میں سے خشک ڈھیلا نکال لے۔ پس۔ نہر میں خشک ڈھیلا تلاش کرنا اور مچھلی کو خشک زمین میں تلاش کرنا یکساں ہے۔ برمن۔ ان حاسدوں نے مجھے صاحبِ جفا سمجھا اور ایسا بے وفا سمجھا جس سے وفا کو شرم آئے۔

گر[1] نبودے زحمتِ نا محرمے ۔۔۔ چند حرفے از وفا وا گفتمے
اگر نامحرم کی پریشانی نہ ہوتی ۔۔۔ تو میں وفا کے بارے میں چند باتیں کہتا

چوں جہانے شبہت و اشکال جوست ۔۔۔ حرف میرانیم ما بیروں ز پوست
چوں کہ دنیا شبہ اور اشکال کی طلبگار ہے ۔۔۔ ہم چھلکے سے باہر کی گفتگو کرتے ہیں

گر تو خود را بشکنی مغزے شوی ۔۔۔ داستانِ مغزِ نغزے بشنوی
اگر تو اپنے آپ کو شکستہ کرے گا، مغز بن جائے گا ۔۔۔ تو عمدہ مغز کی باتیں سنے گا

جوز[2] را در پوستہا آوازہاست ۔۔۔ مغز و روغن را خود آوازے کجاست
اخروٹوں کے چھلکوں میں (رہتے ہوئے) آوازیں ہیں ۔۔۔ مغز اور روغن کی خود آواز کہاں ہے

دارد آوازے نہ اندر خوردِ گوش ۔۔۔ ہست آوازش نہاں در گوشِ ہوش
وہ آواز رکھتا ہے لیکن کان کے لائق نہیں ہے ۔۔۔ اس کی آواز ہوش کے کان میں پوشیدہ ہے

گر نہ خوش آوازیِ مغزے بود ۔۔۔ ژغوغِ آوازِ قشری کہ شنود
اگر مغز کی خوش آوازی نہ ہوتی ۔۔۔ چھلکے کا کھڑکا کون سنتا؟

ژغوغ آں زاں تحمل میکنی ۔۔۔ تا کہ خاموشانہ بر مغزے زنی
اُس کی کھٹ کھٹ کو تو اس لیے برداشت کرتا ہے ۔۔۔ تا کہ چپکے سے مغز تک پہنچ جائے

چند[3] گاہے بے لب و بے گوش شو ۔۔۔ وانگہاں چوں لب حریفِ نوش شو
کچھ مدت تک بغیر ہونٹ اور کان کے بن جا ۔۔۔ پھر ہونٹ کی طرح شہد کا ساتھی بن

چند گفتی نظم و نثر و راز فاش ۔۔۔ خواجہ یک روز امتحاں کن گنگ باش
تو نے نظم اور نثر اور راز کھل کر بہت کہے ۔۔۔ صاحب! ایک روز آزما لے، گونگا بن، جا

چند پختی تلخ و تیز و شور و کز ۔۔۔ ہم یکے بار امتحاں شیریں بپز
تو نے کڑوی اور تیز اور کھاری اور کسیلی بہت پکائی ۔۔۔ ایک دن امتحان کے لیے میٹھی (بھی) پکا لے

چند خوردی چرب و شیریں از طعام ۔۔۔ امتحاں کن چند روزے در صیام
تو نے میٹھا اور روغنی بہت کھانا کھایا ۔۔۔ چند دن روزے میں آزما لے

چند شبہا خواب را گشتی اسیر ۔۔۔ یک شبے بیدار شو دولت بگیر
تو بہت سی راتوں میں نیند کا قیدی بنا ۔۔۔ ایک رات بیدار ہو، دولت حاصل کر لے

---

1. گرنبودے۔ مولانا فرماتے ہیں سننے والے اہل نہیں ہیں ورنہ میں وفا کے مضمون کو واضح کر کے بیان کرتا۔ چوں جہانے۔ چونکہ عوام حقائق کے بیان میں شبہے اوراشکالات پیش کرنے لگے ہیں اس لیے ان کو وہ سمجھانا مشکل ہے لہٰذا ہم معمولی باتیں اُن کو سنا دیتے ہیں۔ گرتو۔ اگر تم مجاہدوں کے ذریعہ اپنے جسم کے چھلکے کو توڑ دو گے تو مغز بن جاؤ گے پھر مغز کی بات سمجھ لو گے۔

2. جوز۔ جب تک اخروٹ کی گری چھلکے میں ہے تو وہ بجتا ہے جب چھلکا ٹوٹ جائے تو پھر وہ کھڑکھڑاہٹ ختم ہو جاتی ہے۔ دارد۔ مغز میں بھی آواز ہے لیکن جسم کے کان سے سننے کی نہیں ہے وہ عقل کے کان نے سننے کی ہے۔ گرنہ۔ اگر مغز میں آواز نہ ہو تو چھلکے کی آواز کو سننا کون پسند کرے۔ ژغوغ۔ چھلکے کی آواز اس لیے برداشت کی جاتی ہے کہ مغز تک رسائی ہو جائے۔

3. چندگاہے۔ انسان مجاہدوں سے لب وگوش بن جائے تب اس کا لب اسرار کا شہد چکھتا ہے۔ چند گفتی۔ انسان ہر وقت بولتا ہے کبھی نظم کہتا ہے کبھی نثر، کسی دن آزمائشی طور پر وہ خاموش بھی ہو کر دیکھے تو خاموشی کے فوائد سامنے آئیں گے۔ چند پختی۔ روزمرہ کی عادت کے خلاف کچھ مجاہدہ کر، لذیذ کھانے بہت کھائے ہیں کچھ دن روزے رکھ کر دیکھ، راتوں کو خوب سویا ہے، کبھی بیداری کی دولت بھی حاصل کر۔

روزہا[1] بُردی بسر در ہزل و جِد — روز کے دوجہد را شو مستعِد
تو نے بہت سے دن سنجیدہ بات اور مذاق میں بسر کیے — دو روز کوشش کے لیے مستعد بن جا

حکایت درتقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگو را آزمودیم مدتے صبرِ خاموشی نیز بیازمائیم

اس بات کو واضح کرنے کیلئے ایک حکایت کہ اتنے وقت ہم نے گفتگو کو آزمایا، کچھ مدت تک خاموشی کے صبر کو بھی ہم آزماتے ہیں

آں یکے را در قیامت ز اِنتباہ — در کف آمد نامۂ عصیاں سیاہ
تنبیہ حاصل کرنے کے لیے قیامت میں ایک شخص کے — ہاتھ میں گناہوں کا سیاہ اعمالنامہ آ گیا

سرسیہ چوں نامہائے تعزیہ — پُر معاصی متنِ نامہ و حاشیہ
تعزیت کے خطوں کی طرح اس کی پیشانی کالی تھی — اعمالنامہ کا متن اور حاشیہ گناہوں سے پُر تھا

جُملہ فِسق و معصیت آں یکسری — ہمچو دارُالحرب پُر از کافری
وہ پورا کا پورا فسق اور گناہ تھا — دارالحرب کی طرح کفر سے پُر تھا

آنچناں نامہ پلید و پُر وبال — در یمیں ناید در آید در شمال
ایسا اعمالنامہ ناپاک اور وبال سے بھرا ہوا — دائیں ہاتھ میں نہیں آتا، بائیں ہاتھ میں آتا ہے

خود[2] ہم اینجا نامۂ خُود را بہ بیں — دستِ چپ را شاید آں یا در یمیں
اس جگہ خود اپنے اعمال نامہ کو دیکھ لے — وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے، یا دائیں کے

موزۂ چپ کفشِ چپ ہم در دکاں — آں چپ دانیش پیش از امتحاں
بائیں موزے، بائیں جوتے کو بھی دکان میں — تو آزمانے سے پہلے ہی اس کو بایاں سمجھ لیتا ہے

چوں نباشی راست میداں کہ چپی — ہست پیدا نعرۂ شیر و کپی
جب تو دایاں نہیں ہے، سمجھ لے بایاں ہے — شیر اور بندر کا نعرہ واضح ہے

آنکہ گُل را شاہد و خوشبُو کُند — ہرچپے را راست فضلِ اُو کُند
وہ جو پھول کو محبوب اور خوشبو دار بنا دیتا ہے — اُس کی مہربانی بائیں کو دایاں کر دیتی ہے

ہرشمالے[3] را یمینی اُو دہد — بحر راماءِ معینے اُو دہد
وہ ہر بائیں کو دایاں پن دے دیتا ہے — سمندر کو بہتا پانی وہ عنایت کرتا ہے

گر چپی با حضرتِ اُو راست باش — تابہ بینی دست بُردِ لُطفہاش
اگر تو بایاں ہے اُس کے دربار میں دایاں بن جا — تاکہ تو اُس کی مہربانیوں کا غلبہ دیکھے

---

1. روزہا۔ عمر کا زیادہ حصہ جدو ہزل میں گذارا ہے اب کچھ مجاہدہ کر کے دیکھ۔ حکایت۔ پہلے اشعار میں خاموشی اور صبر اختیار کرنے کی تلقین تھی۔ اس حکایت میں بھی خاموشی اور صبر کے ساتھ اعمالنامہ پر غور کرنے کی ہدایت ہے۔ تعزیت۔ کسی کے مرنے پر تعزیت کا جو خط لکھا جاتا تھا اس کے اطراف کو سیاہ کر دیا جاتا تھا، اب بھی اخبارات میں موت کی خبر کو سیاہ بوڈر کے اندر شائع کیا جاتا ہے۔ دارُالحرب۔ وہ ملک جہاں کفر کے احکام جاری ہوں۔ در یمیں۔ دایاں ہاتھ بابرکت ہے اچھا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں آئے گا۔
2. خود ہم۔ انسان کو صبر و خاموشی سے اپنے اعمالنامہ پر اس دنیا میں غور کر لینا چاہیے۔ موزۂ چپ۔ دکان میں موزہ اور جوتا دیکھ کر پہننے سے پہلے ہی پہچان لیتے ہو اسی طرح اعمالنامہ کو قبل از وقت پہچان لو۔ ہست۔ جس طرح بندر اور شیر کی آواز جداگانہ ہیں۔ گُل۔ اللہ کی قدرت میں ماہیت کو بدل دینا ہے وہ برے کو بھلا سکتا ہے۔
3. ہرشمالے۔ وہ ہر برائی کو بھلائی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ گرچپی۔ اگر انسان اس کے لائق ہے کہ اس کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں پکڑا یا جائے اگر وہ اللہ کے دربار سے وابستہ ہو جاتا ہے تو اللہ کی مہربانیاں اس کو اس قابل بنا دیتی ہیں کہ اس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں آئے۔

تو روا داری کہ ایں نامہ مہیں[1] | بگذرد از چپ در آید در یمین

کیا تو مناسب سمجھتا ہے کہ یہ ذلیل اعمالنامہ | بائیں ہاتھ سے گزر کر دائیں میں آئے؟

ایں چنیں نامہ کہ پُر ظلم و جفاست | کے بُود خود در خوراند دستِ راست

ایسا اعمالنامہ جو ظلم اور زیادتی سے پُر ہے | دائیں ہاتھ کے مناسب کب ہو گا؟

قصۂ زاہد و زنِ غیور و جُفت شُدنِ زاہد با کنیزک باکسے ماند

زاہد اور غیرت مند بیوی اور زاہد کا لونڈی سے ہمبستری کرنا ایسا ہی ہے

کہ سخن[2] گوید کہ حالِ اُو مناسبِ آں سخن و آں سخن مناسبِ

کہ کوئی شخص ایسی بات کہے کہ اس کی حالت اُس بات کے مناسب اور وہ بات اُس کے

دعویٰ اُو نباشد چنانکہ کفرہ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

دعوے کے مناسب نہ ہو جیسا کہ کفار، اور اگر تو اُن سے دریافت کرے کہ آسمانوں

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ خدمتِ بُتِ سنگیں کردن و جان و

اور زمین کو کس نے پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے اللہ نے، پتھر کے بت کی خدمت کرنا اور جان

زر فدائے اُو نمودن چہ مناسب باشد با جانیکہ داند کہ خالقِ

و مال کو اس پر قربان کرنا کیا مناسب ہو گا اُس جان کے لیے جو جانتی ہے کہ

سمٰوات وارضین آلہیست سمیعے و بصیرے حاضرے

آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا سمیع اور بصیر، حاضر

ومُراقبے مستولئے وغیورے الخ

اور نگہبان غالب اور غیرت مند خدا ہے

زاہدے[3] را بُد یکے زن ہمچو حُور | رشکناک اندر حقِ اُو بس غیُور

ایک زاہد کی بیوی حور جیسی تھی | اُس کے بارے میں رشک کرنے والی اور بہت غیرتمند تھی

زانکہ بُد زن را کنیزے مہوشے | دردلِ زاہد بُد از وے آتشے

کیونکہ بیوی کی ایک چاند جیسی لونڈی تھی | زاہد کے دل میں اُس (کے عشق) کی آگ تھی

زن ز غیرت پاسِ شوہر داشتے | با کنیزک خلوتش نگذاشتے

بیوی غیرت کی وجہ سے شوہر کی نگرانی کرتی | اس کو تنہائی میں لونڈی کے پاس نہ چھوڑتی

مُدّتے زن شد مُراقب ہر دورا | تاکہ شاں فرصت نیفتد در خلا

ایک مدت تک بیوی دونوں کی نگران رہی | تاکہ انھیں تنہائی میں موقع نہ ملے

---

[1] مہیں۔ذلیل۔قصہ۔ پہلے بتایا تھا کہ ظلم و جفا سے پُر اعمالنامہ دائیں ہاتھ کے قابل نہیں اب بتایا ہے کہ نجاست سے ملوث اعضا نماز کے لائق نہیں ہیں۔

[2] سخن۔انسان وہ بات کہے جس کی تائیداُس کا عمل کر سکے کفار زبان سے خدا کے وجود کا اقرار کرتے ہیں عمل یہ ہے کہ بتوں کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔

[3] زاہد۔زاہد سے مراد وہ مُدعی ہے جس میں زُہد نہ ہو۔زانکہ۔یہ پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی علت ہے۔آتشے۔یعنی وہ زاہد اُس لونڈی پر عاشق تھا۔مُراقب۔نگراں۔خلا۔خلوت،تنہائی۔

تا[1] در آمد حکم و تقدیرِ اِلٰہ
یہاں تک کہ اللہ کا حکم اور تقدیر آ پہنچی
عقلِ حارس خیرہ سرگشت و تباہ
نگہبان (بیوی) کی عقل ناکارہ اور تباہ ہو گئی

حکم و تقدیرش چو آید بیوقوف
اطلاع کے بغیر جب اُس کا حکم اور تقدیر آتی ہے
عقل کہ بُوَد در قمر افتد خسوف
عقل کیا چیز ہے؟ چاند میں گرہن آ جاتا ہے

بُود در حمام آں زن ناگہاں
وہ بیوی حمام میں تھی، اچانک
یادش آمد طشت و در خانہ بُدآں
اُس کو طشت یاد آیا اور وہ گھر میں تھا

با کنیزک گفت روہیں مُرغ وار
لونڈی سے کہا، خبردار! پرند کی طرح جا
طشتِ سیمیں را ز خانہ ما بیار
ہمارے گھر سے چاندی کا طشت لے آ

آں[2] کنیزک زندہ شُد چوں ایں شنید
جب اُس لونڈی نے یہ سنا اس میں جان پڑ گئی
کُو بخواجہ ایں زماں خواہد رسید
کہ وہ اس وقت آقا کے پاس پہنچ جائے گی

خواجہ در خانہ ست و خلوت ایں زماں
آقا گھر میں ہے اور اس وقت تنہائی ہے
پس دواں شد سُوئے خانہ شادماں
تو خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑی

عشقِ شش سالہ کنیزک را بُد ایں
لونڈی کی چھ سال سے یہ خواہش تھی
کہ بیابد خواجہ را خلوت چنیں
کہ وہ آقا کو ایسی تنہائی میں پا لے

گشت[3] پرّاں جانبِ خانہ شتافت
گھر کی جانب جلد دوڑ پڑی
خواجہ را در خانہ خوش خلوت بیافت
آقا کو گھر میں اچھی تنہائی میں پایا

ہر دو عاشق را چناں شہوت ربُود
دونوں عاشقوں کو شہوت نے ایسا غافل کیا
کاحتیاط و یادِ در بستن نبُود
کہ دروازہ کی کنڈی لگانا اور احتیاط یاد نہ رہی

ہر دو باہم در خزیدند از نشاط
خوشی سے دونوں ایک دوسرے میں گھس گئے
جاں بجاں پیوست آندم ز اختلاط
اُس وقت وصل سے جان، جان سے پیوستہ ہو گئی

یاد آمد در زماں زن را کہ من
اس وقت بیوی کو یاد آیا کہ میں نے
چوں فرستادم ورا سوئے وطن
اس کو وطن کی جانب کیوں بھیجا؟

پنبہ در آتش نہادم من بخویش
میں نے خود روئی کو آگ میں رکھ دیا
اندر افگندم قچ نر رابہ میش
میں نے نر مینڈھے کو بھیڑ پر ڈال دیا

گِل فرو شُست از سر و بیجاں دوید
سر سے مٹی دھوئی اور بدحال ہو کر دوڑی
درپے اُو رفت و چادر می کشید
اس کے پیچھے روانہ ہوئی اور چادر گھسیٹتی تھی

---

1. تا در آمد۔ تقدیر اور حکم خداوندی کے بالمقابل عقل ناکارہ ہو جاتی ہے۔ حارس۔ نگراں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔ بیوقوف۔ بغیر اطلاع۔ مرغ وار۔ پرند کی طرح۔
2. آں کنیزک۔ اُس لونڈی کو بھی اپنے آقا سے چھ سال سے عشق تھا اور تنہائی کی جویاں تھی اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس میں جان پڑ گئی اور اس خیال سے کہ آقا سے تنہائی میں مل لے گی گھر کی جانب دوڑ پڑی۔
3. گشت۔ وہ لونڈی گھر پہنچی تو آقا کو خلوت میں پایا۔ در بستن۔ یعنی دروازے کی کنڈی لگانا۔ نشاط۔ خوشی۔ اختلاط۔ میل جول۔ وطن۔ یعنی گھر۔ پنبہ۔ لونڈی اور آقا کا تنہائی میں ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ روئی میں چنگاری ڈال دینا۔ قچ۔ مینڈھا۔ میش۔ بھیڑ۔ گل۔ یعنی وہ ملتانی مٹی جو بالوں کو صاف کرنے کیلئے اُسنے سر پر لگا رکھی تھی۔

آں[1] ز عشقِ جاں دوید و ایں زبیم
وہ دل کے عشق سے دوڑی اور یہ خوف سے

عشق کو و بیم کو فرقِ عظیم
کہاں عشق اور کہاں خوف، بڑا فرق ہے

سیرِ عارف ہر دمے تختِ شاہ
عارف کی سیر، ہر منٹ شاہ کے تخت تک ہے

سیرِ زاہد ہر مہے یکروزہ راہ
زاہد کی سیر ہر مہینہ ایک دن کے راستہ پر ہے

گرچہ زاہد را بُود روزے شگرف
اگرچہ زاہد کا ایک دن بھی غنیمت ہے

کے بُود یک روز اُو خمسین الف
اس کا ایک روز پچاس ہزار سال کا کہاں ہو سکتا ہے

قدر[2] ہر روزے ز عمرِ مردِ کار
کام کے انسان (عارف) کے ہر دن کی مقدار

باشد از سالِ جہاں پنجہ ہزار
زمانہ کے سال سے پچاس ہزار (سال) کی ہے

عقلہا زیں سَر بُود بیرونِ در
عقلیں اس جانب سے دروازہ کے باہر ہیں

زہرۂ وہم ار بدرّد گو بدَر
وہم کا پِتّہ اگر پھٹے تو کہہ دے، پھٹ جا

ترس مُوئے نیست اندر پیشِ عشق
عشق میں بال برابر (بھی) ڈر نہیں ہے

جُملہ قربانند اندر کیشِ عشق
عشق کے مذہب میں سب قرباں ہیں

عشق وصفِ ایزدست امّا کہ خوف
عشق، اللہ کی صفت ہے لیکن خوف

وصفِ بندہ مُبتلائے فرج و جوف
شرمگاہ اور پیٹ میں مبتلا بندے کی صفت ہے

چوں یُحِبُّونَہٗ بخواندی از نُبے
جب تو نے قرآن میں یحبونہ پڑھا

با یُحِبُّہُمْ شو قریں در مطلبے
مطلب کے بارے میں یحبہم کا ساتھی بن

پس[3] محبت وصفِ حق داں عشق نیز
پس محبت کو اللہ (تعالیٰ) کی صفت سمجھ، عشق کو بھی

خوف نبود وصفِ یزداں اے عزیز
اے پیارے! خوف اللہ (تعالیٰ) کی صفت نہیں ہوتی ہے

وصفِ حق کو وصفِ مُشتِ خاک کو
کجا اللہ (تعالیٰ) کی صفت کجا خاک کی مٹھی کی صفت

وصفِ حادث کو و وصفِ پاک کو
کہاں حادث کا وصف، کہاں پاک کا وصف

شرحِ عشق ارمن بگویم بردوام
میں اگر مسلسل عشق کی شرح کروں

صد قیامت بگذرد و آں ناتمام
سو قیامتیں گذر جائیں اور ناتمام رہے

---

[1] آں۔ بی بی اور لونڈی کی روش میں بہت فرق تھا، بی بی ڈر سے بھاگ رہی تھی اور لونڈی عشق کی وجہ سے۔ سیرِ عارف۔ یہی حال عارف اور زاہد کی سیر الی اللہ کا ہے عارف کی سیر جہنم کے ڈر سے۔ گرچہ۔ زمان و مکان کا قبض اور بسط اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے عارف کے لیے تھوڑا سا وقت پھیل کر اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑا کام اس تھوڑے وقت میں کر گذرتا ہے، عارف کا ایک روز پچاس ہزار سال کے برابر بن جاتا ہے اور وہ قُرب کے اُن مقامات کو جو زاہد پچاس ہزار سال میں طے کرے ایک دن میں طے کر لیتا ہے۔

[2] قدر۔ عارف اپنے ہر دن میں وہ کام کرتا ہے جو زاہد پچاس ہزار سال میں کر پاتا ہے۔ عقلہا۔ یہ زمانہ کے بسط اور قبض کا معاملہ عقل اور وہم نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ ترس۔ عشق اور خوف کا فرق پھر بیان کیا ہے۔ مبتلای۔ انسان شہوت اور بھوک کا غلام ہے لہٰذا اس کی صفت عشق ہے۔ چوں یحبونہ۔ قرآن پاک میں ہے یُحِبُّہُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ "وہ اللہ تعالیٰ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں" ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ محبت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

[3] پس محبت۔ جب محبت، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کمال سے متصف ہے اور محبت کے کمال کو ہی عشق کہا جاتا ہے لہٰذا عشق اللہ تعالیٰ کی صفت ہوا، انسان میں اگر عشق ہے تو وہ اسی صفتِ خداوندی کا پرتو ہے اصل نہیں ہے۔ وصفِ حق۔ عشق اور خوف میں بہت فرق ہے۔ شرحِ عشق۔ اللہ کی صفتِ عشق غیر محدود ہے اور قیامت تک کا زمانہ محدود ہے۔ غیر محدود، محدود میں نہیں سما سکتا لہٰذا عشقِ خداوندی کا بیان قیامت تک بھی ممکن نہیں ہے۔

زانکہ تاریخِ قیامت راحدست
کیوں کہ قیامت کی تاریخ محدود ہے
حد کجا آنجا کہ وصفِ ایزدست
اس کی انتہا کہاں، جو خدا کی صفت ہے

عشقِ[1] را پا نصد پرست و ہر پرے
عشق کے پانچ سو پر ہیں اور ہر پر
از فرازِ عرش تا تحت الثرے
عرش کی بلندی سے زمین کے نیچے تک ہے

زاہدِ با ترس میتازد بپا
خوف زدہ زاہد پاؤں سے دوڑتا ہے
عاشقاں پرّاں تر از برق و ہوا
عاشق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز اُڑنے والے ہیں

چہ مجالِ باد یا برق اے پسر
اے بیٹا! ہوا یا بجلی کی کیا مجال
چونکہ اُو در راہِ حق بگشاد پر
جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پر کھولے

کے رسند ایں خائفاں در گردِ عشق
ڈرنے والے عشق کی گرد تک کہاں پہنچ سکتے ہیں
کاسمانرا فرش سازد دردِ عشق
کیونکہ عشق کا درد، آسمان کو فرش بنا دیتا ہے

جز[2] مگر آید عنایتہائے ضو
اس کے سوا کہ نور کی عنایتیں آ جائیں
کز جہان و زیں روش آزاد شو
کہ دنیا اور اس روش سے آزاد ہو جا

از قشِ خود وز دشِ خود باز رہ
اپنے مٹاپے اور اپنی آرائش سے باز رہ
کہ سُوئے شہ یافت آں شہباز رہ
کیونکہ اسی شہباز نے شاہ کی جانب راستہ پایا ہے

ایں قش و دش ہست جبر و اختیار
یہ مٹاپا اور خود آرائی جبر اور اختیار ہے
از ورائے ایں دو آمد جذبِ یار
دوست کی کشش، ان دونوں سے بالا ہے

رسیدنِ زن بخانہ و جدا شدنِ زاہد از کنیزک و رُسوا شُدن

بیوہ کا گھر میں پہنچ جانا اور زاہد کا لونڈی سے علیحدہ ہو جانا اور رُسوا ہونا

چوں[3] رسید آں زن بخانہ دَر گشاد
جب بیوی پہنچی اُس نے گھر کا دروازہ کھولا
بانگِ دَر دَر گوشِ ایشاں در فتاد
دروازے کی آواز ان کے کان میں پڑی

آن کنیزک جست آشفتہ ز ساز
وہ لونڈی پریشان حال ساز (وسامان) سے بھاگی
مرد برجست و در آمد در نماز
مرد کودا اور نماز میں لگ گیا

زن کنیزک را پژولیدہ بدید
بیوی نے، لونڈی کو پریشان حال دیکھا
درہم و آشفتہ و دنگ و مرید
گڑ بڑ اور برہم اور حیران اور سرکش

شوئے خود را دید قائم در نماز
اُس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا
در گماں افتاد زن زاں اہتزاز
اس حرکت سے بیوی شبہ میں پڑ گئی

---

1. عشق را۔ جس قدر زیادہ پر ہوں گے اسی قدر پرواز زیادہ ہوں گی۔ زاہد۔ زاہد کے خوف کی سیر پاؤں کے ذریعہ ہے، عارف کی پرواز پانچسو پروں والے عشق کے ذریعہ ہے۔ چہ مجال۔ ہوا اور بجلی کی پرواز راہِ خدا میں ممکن نہیں ہے۔ کے رسند۔ زاہد جو خائف ہے عشق کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔
2. جز مگر۔ اگر اللہ کا نور زاہد کی دستگیری کرے تو پھر اُس کو بھی عاشقانہ سیر حاصل ہو سکتی ہے۔ قش۔ لاغری کے بعد کا مٹاپا۔ دش۔ آرائش قش ودش سے جبر و اختیار مذموم مراد ہے۔ عشق سے جذب پیدا ہوتا ہے اور جذب، جبر و اختیار سے بالا ہے۔
3. چوں رسید۔ بی بی نے گھر پہنچ کر دروازہ کھولا جس کی آواز آقا اور لونڈی تک پہنچی۔ مرد۔ آقا اپنی حالت چھپانے کے لیے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شوی۔ بی بی نے لونڈی کو پریشان حال دیکھا اور ادھر آقا کو نماز میں دیکھا تو بی بی کشمکش میں پڑ گئی اور صحیح صورت حال نہ جان سکی۔

شُوي را برداشت دامن[1] بے خطر
اُس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن ہٹایا
از ذکر باقیِ نُطفہ می چکید
شرمگاہ سے باقی نطفہ ٹپک رہا تھا
بر سرش زد سیلی و گفت اے مہیں
اس نے اُس کے سر پر دُہتڑ مارا اور بولی اے ذلیل!
لائقِ ذِکر و نماز ست ایں ذَکَر
یہ شرمگاہ ذکر (خداوندی) اور نماز کے لائق ہے
نامۂ پُر ظلم و فسق و کفر و کیں
ظلم اور فسق اور کفر اور کینہ سے بھرا ہوا اعمالنامہ
گر[2] پُرسی گبر را کایں آسماں
اگر تو کافر سے دریافت کرے، کہ یہ آسماں
گوید اُو کیں آفریدہ آں خداست
وہ کہے گا کہ یہ اُس خدا کا پیدا کیا ہوا ہے
کفر و فِسق واِستمِ بسیارِ اُو
اُس کا کفر اور فسق اور بھاری ظلم
ہست لائق با چنیں اقرارِ راست
ایسے سچے اقرار کے ساتھ کیا مناسب ہے؟
فِعلِ[3] اُو کردہ دروغ آں قول را
اس کے عمل نے اس کی بات کو جھٹلا دیا
پس دروغ آمد ز سر تاپایِ اُو
وہ سر سے پاؤں تک ایسا جھوٹا ثابت ہوا
روزِ محشر ہر نہاں پیدا شود
محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائے گی
دست و پا بدہد گواہی بابیاں
اس کے ہاتھ اور پاؤں وضاحت کے ساتھ گواہی دیں گے

دیدہ آلودہ منی خُصیہ و ذَکَر
خصیہ اور شرمگاہ کو منی سے سنا ہوا دیکھا
ران و زانو گشتہ آلودہ و پلید
ران اور زانو آلودہ اور ناپاک ہو گئے تھے
خُصیۂ مردِ نمازی باشد ایں
نمازی انسان کے خصیے ایسے ہوتے ہیں
و ایں چنیں ران و زہارِ پر قذَر
اور ایسی گندی، ران اور شرمگاہ
لائق است انصاف دہ اندر یمیں
انصاف کر، دائیں ہاتھ کے لائق ہے؟
آفریدہ کیست ویں خلقِ جہاں
اور یہ جہان کی مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے؟
کآفرینش بر خدائیش گواست
جس کی خدائی پر اُس کی خلاقی گواہ ہے
ہست لائق با چنیں اِقرارِ اُو
اُس کے ایسے اقرار کے مناسب ہے؟
آں فضیحتہا و آں کردارِ کاست
وہ رُسوائیاں اور گھٹیا کام
تاشُد اُو لائق عذاب و ہول را
یہاں تک کہ وہ عذاب اور ڈر کا مستحق ہو گیا
کہ اگر شرحش دہم اے وایِ اُو
کہ میں اُس کی شرح کروں تو اُس پر افسوس ہے
ہم زخود ہر مُجرمے رُسوا شود
ہر خطاکار، خود رُسوا ہو جائے گا
برفسادِ اُو بہ پیشِ مُستعان
خدا کے سامنے اُس کی خرابی پر

[1] دامن۔ یعنی لنگی کا دامن۔ برسرش۔ بی بی نے آقا کے سر پر دوہتڑ مارا۔ مہیں۔ ذلیل۔ نامہ پُر ظلم۔ جس طرح انسان کا نجاستوں سے آلودہ بدن نماز کے لائق نہیں ہے اسی طرح بُرا اعمال نامہ دائیں ہاتھ کے لائق نہیں ہے۔

[2] گر بپرسی۔ کافر سے اگر دریافت کیا جائے کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو زبان سے یہی کہے گا کہ اللہ نے لیکن کام شرکیہ کرے گا تو یہ اس کے کام، اُس کے اقرار سے مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔

[3] فعلِ اُو۔ وہ کافر جس کا عمل اس کے قول کو جھٹلا رہا ہے وہ یقیناً عذاب کے لائق ہے۔ روزِ محشر۔ محشر کے دن ہر ڈھکی چھپی بات ظاہر ہو جائے گی خود مجرم کے ہاتھ پاؤں اُس کے خلاف تمام باتیں ظاہر کر دیں گے۔

دست گوید من چنیں دزدیده ام
ہاتھ کہے گا، میں نے اس طرح چوری کی ہے
لب بگوید من چنیں بوسیده ام
ہونٹ کہے گا، میں نے اس طرح بوسہ لیا ہے

پائ گوید من شدستم تا مُنٰی[1]
پاؤں کہے گا، میں مقاصد کی جانب گیا ہوں
فرج گوید من بکردستم زِنا
شرمگاہ کہے گی، میں نے زنا کیا ہے

چشم گوید کرده ام غمزه حرام
آنکھ کہے گی، میں نے حرام اشارہ کیا ہے
گوش گوید چیده ام سُوءُالکلام
کان کہے گا، میں نے بُری بات چُنی ہے

پس دروغ آمدز سر تا پائ خویش
تو وہ سر سے پاؤں تک جھوٹا نکلے گا
کہ دروغش کردہم اعضائے خویش
کیونکہ اُن کے اعضا نے اُس کو جھٹلا دیا

آنچناں کہ در نمازِ بافروغ
جس طرح پُرنور نماز میں
از گواہی خُصیہ شد زرقش دروغ
خصیہ کی گواہی سے اُس کا مکر جھوٹ ثابت ہو گیا

پس چناں کُن فعل کاں خود بیزباں
تو ایسا عمل کر کہ خود بغیر زبان کے
باشد اَشہدَ گفتن و عینِ بیاں
اشہد کہنا اور بعینہٖ بیان بنے

تاہمہ تن عضو عضوت اے پسر
اے بیٹا! تاکہ تیرا عضو عضو
گفتہ باشد اشہد اندر نفع و ضر
نفع اور نقصان میں اَشْہَدُ کہہ دے

رفتنِ[2] بندہ پئے خواجہ گواست
غلام کا آقا کے پیچھے چلنا، گواہ ہے
کہ منم محکوم و ایں مُولائے ماست
کہ میں محکوم ہوں اور یہ میرا آقا ہے

گر سیہ کردی تو نامہ عُمرِ خویش
اگر تو نے اپنی زندگی کا اعمالنامہ کالا کر دیا ہے
توبہ کُن زآنہا کہ کردستی تُو پیش
جو تو نے پہلے کیا ہے، اس سے توبہ کر لے

عُمر[3] گر بگذشت بیخش ایندم است
اگر عُمر گزر گئی ہے، اُس کی جڑ ابھی ہے
آبِ توبہ اش دِہ اگر اُو بے نم ست
اگر وہ خشک ہے، اس کو توبہ کا پانی دے دے

بیخِ عُمرت رابدہ آبِ حیات
اپنی عُمر کی جڑ میں آبِ حیات ڈال دے
تا درختِ عُمر گردد باثُبات
تاکہ تیری عمر کا درخت جم جائے

جُملہ ماضیہا ازیں نیکو شوند
سب گذشتہ اس سے بھلا ہو جائے گا
زہرِ پارینہ ازیں گردد چوقند
گذشتہ زہر اس سے شکر بن جائے گا

سیآتت را مُبدّل کرد حق
اللہ (تعالیٰ) نے تیرے گناہوں کو تبدیل کر دیا
تاہمہ طاعت شود آں ما سبق
تاکہ وہ پہلا سب، عبادت بن جائے

---

[1] مُنٰی۔آرزوئیں۔غمزہ۔اشارہ۔سوءالکلام۔بُری بات۔آنچناں۔جس طرح زاہدآقا کے اعضا نے اس کے نماز پڑھنے کو جھٹلا دیا اسی طرح قیامت میں ہر گنہگار کے اعضا اُس کو جھٹلا دیں گے۔پس۔ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اُس کا فعل خود اُس کا اقرار بن جائے۔

[2] رفتن۔غلام کا آقا کے پیچھے چلنا غلامی کا اقرار ہے۔گر سیہ۔اگر انسان گنہگار ہے تو اس کو پیشگی توبہ کر لینی چاہیے۔

[3] عُمر۔انسان کو یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ آخری عمر میں توبہ بیکار ہے، درخت کے پتے اگر جھڑ جائیں اور اُس درخت کی جڑ کو پانی دیا جائے تو مفید ہوتا ہے۔ جملہ ماضیہا۔اگر نیکوکار بن جاتا ہے تو اُس کی پہلی خطائیں صرف معاف نہیں بلکہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

خواجہ[1] بر توبۂ نصُوحی خوش بتن — کوششے کُن ہم بجان و ہم بتن
اے خواجہ! نصُوح والی توبہ پر عمل کر — جان اور جسم سے بھی کوشش کر
شرحِ ایں توبۂ نصُوح از من شنُو — بگرویدستی ولے از نو گرو
اس نصوح کی توبہ کی شرح مجھ سے سُن لے — تو (اُس کا) گرویدہ ہے لیکن از سرِ نو گرویدہ بن جا

حکایت در بیانِ توبۂ نصُوح کہ چنانکہ شیر از پستان بیرون آید
نصوح کی توبہ کے بیان میں حکایت کہ جس طرح دودھ پستان سے باہر آ جاتا ہے تو پھر
باز در پستان نرود آنکہ توبۂ نصُوحی کرد ہرگز ازاں گناہ یاد
پستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی توبہ کر لی وہ ہرگز گناہ کو رغبت
نکُند بطریقِ رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و آں
کے طور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لمحہ اُس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت
نفرت دلیلِ آں باشد کہ لذتِ قبول یافت آں شہوات
اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اُس نے (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل کر لی ہے
اوّل بے لذت وایں بجائے آں نشست
وہ شہوت اوّل بے لذت بنی اور یہ اُس کی جگہ بیٹھ گئی

نبُرد[2] عشق را جز عشقِ دیگر — چرا یارے نگیری زو نکوتر
عشق کو دوسرے عشق کے سوا کوئی چیز نہیں کاٹتی ہے — تو اس سے بہتر معشوق کیوں نہیں بنا لیتا

وآنکہ دلش باز بداں گناہ رغبت میکُند، علامت آنست
اور جس کا دل پھر اُس گناہ کی طرف رغبت کرتا ہے یہ اس کی علامت ہے کہ اُس کو
کہ لذتِ قبول نیافتہ است و قبول بجائے آں لذتِ گناہ
(توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل نہیں ہوئی ہے اور قبولیت اس گناہ کی لذت کی جگہ
نہ نشستہ است فَسَنُيَسِّرُهٗ[3] لِلْيُسْرٰى نشدہ است لذت
نہیں بیٹھی ہے اور وہ اس کو "ہم عنقریب سہولت کیلئے آسانی دے دیں گے" (کا مصداق) نہیں بنا
فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى باقیست بروے پس مہیا گردانیم مر اُو
"پس ہم اُس کو تنگی کی سہولت دیدینگے کی لذت اُس کے لیے باقی تو ہم اُس کے لیے وہ صفتیں
را برائے صفتے کہ اُو را بدوزخ برد
مہیا کر دیں گے جو اس کو دوزخ میں لے جائیں گی

[1] خواجہ۔ قرآن پاک میں ہے تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا یعنی اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ توبہ کرو۔ مولانا نے نصوح کو ایک شخص قرار دیا ہے اُس نے جو توبہ کی اُس کو توبہ نصوح فرماتے ہیں۔ توبہ نصوح۔ جو شخص نصوح والی توبہ کر لیتا ہے اُس سے اُس گناہ کا دوبارہ صادر ہونا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ دودھ کا پستان سے باہر آ جانے کے بعد پستان میں لوٹنا۔
[2] نبُرد۔ یعنی عشق کو عشق ہی کاٹ سکتا ہے اگر کوئی کسی معشوق کا عشق فنا کرنا چاہے تو دوسرے معشوق سے عشق پیدا کر لے۔ آں نفرت۔ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد اگر اس گناہ سے نفرت ہو گئی ہے تو یہ توبہ کے قبول ہو جانے کی علامت ہے۔
[3] فسنیسرہ۔ انسان جب نیکی کرتا ہے تو اس کے لیے نیکی کی راہیں کھول دی جاتی ہیں اور جب بدی کرتا ہے تو اس کے لیے بدی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

بُود مَردے پیش ازیں نامش نصُوح
اب سے پہلے ایک مرد تھا جس کا نام نصوح تھا
بُد ز دَلّاکی[1] زناں اُو را فتُوح
عورتوں کو (حمام میں) ملنے سے اُس کی آمدنی تھی

بود رُوئِ اُو چو رخسارِ زناں
اُس کا چہرہ عورتوں کے چہرے کی طرح تھا
مردیِ خود را ہمیکرد اُو نہاں
اُس نے اپنا مردانہ پن چھپا رکھا تھا

اُو بحمّامِ زناں دَلّاک بُود
وہ عورتوں کے حمام میں مالش کرنے والا تھا
در دغا و حیلہ بس چالاک بُود
دغا بازی اور مکاری میں چالاک تھا

سالہا میکرد دَلّاکی و کس
اُس نے سالوں ملنے کا پیشہ کیا اور کوئی
بُو نبُرد از حالتِ آں بُوالہوس
اُس بُو الہوس کی حالت سے باخبر نہ ہوا

زانکہ آواز و رُخش زن وار بُود
کیونکہ اُس کی آواز اور چہرہ زنانہ تھا
لیک شہوت کامِل و بیدار بُود
لیکن شہوت پوری اور بیدار تھی

چادر و سربند پوشید و نِقاب
اُس نے چادر اور دوپٹہ اور نقاب پہن لیا تھا
مردِ شہوانی و در غرّہ شباب
شہوت والا مرد اور جوانی کے غرور میں تھا

دختران[2] خسرواں رازیں طریق
اس طریقہ پر بادشاہوں کی لڑکیوں کو
خوش ہمی مالید و می شُست آں عشیق
وہ عاشق عمدہ طریقہ سے ملتا اور نہلاتا

توبہا می کرد و پادر میکشید
وہ بہت توبہ کرتا اور پیچھے ہٹتا
نفسِ کافر توبہ اش را می درید
کافر نفس اُس کی توبہ کو توڑ دیتا

رفت پیشِ عارفے آں زشت کار
وہ بدکار ایک عارف کے پاس گیا
گفت مارا در دُعائے یاد دار
کہا ہمیں دُعا میں یاد رکھیے

سِرِّ اُو دانست آں آزاد مرد
وہ آزاد مرد اُس کا راز جان گیا
لیک چوں حِلمِ خدا پیدا نکرد
لیکن اُس نے خدائی حلم کی طرح ظاہر نہ کیا

برلبش[3] قُفل ست و دردل رازہا
اُس کے ہونٹ پر تالا ہے اور دل میں راز ہیں
لب خموش و دل پُر از آوازہا
ہونٹ خاموش اور دل آوازوں سے پُر ہے

عارفاں کہ جامِ حق نوشیدہ اند
وہ عارف جنھوں نے اللہ (تعالیٰ) کا جام پی لیا ہے
رازہا دانستہ و پوشیدہ اند
اُنھوں نے رازوں کو جانا اور چھپایا ہے

ہرکرا اسرارِ حق آموختند
جن کو اللہ تعالیٰ کے راز بتائے گئے ہیں
مُہر کردند و دہانش دوختند
اُن کے منہ پر مہر لگا دی ہے اور لب سی دیے ہیں

[1] دلّاکی۔یعنی وہ نصوح شخص عورتوں کو نہلا کر روزی کماتا ہے۔بود۔اُس نصوح کا چہرہ زنانہ تھا اور اُس نے اپنی مردانہ قوت کو چھپا رکھا تھا۔اُو۔اس نصوح نے اپنے آپ کو عورت ظاہر کر کے زنانہ حمام میں نوکری کر لی تھی۔بوالہوس۔وہ عورتوں کے بدن مل کر مردانہ لذت حاصل کرتا تھا۔چادر۔لباس زنانہ پہنتا تھا لیکن اُس کی مردانہ شہوت مکمل تھی۔

[2] دختران۔اس حمام میں شہزادیاں نہانے آتی تھیں۔توبہا۔نصوح نے اس کام سے کئی بار توبہ کی لیکن وہ توبہ پر قائم نہ رہا۔رفت۔نصوح نے اُس عارف سے دُعا کی فرمائش کی وہ عارف اُس کے گناہ سے واقف تھا لیکن اُس نے ظاہر نہ کیا۔

[3] برلبش۔اولیا لوگوں کی قلبی کیفیات سے واقف ہوجاتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ہرکرا۔جو شخص اسرار سے واقف ہوجاتا ہے اس کے منہ پر قفل لگ جاتا ہے۔

سُست خندید و بگفت اے بدنہاد زانکہ[1] دانی ایزدت توبہ دہاد

وہ تھوڑا مسکرایا اور کہا اے بد اصل جو کچھ تجھے معلوم ہے خدا اُس سے تجھے توبہ (کی توفیق) دے

در بیان آنکہ دُعائے عارف واصل و درخواستِ اُو از حق

اس کا بیان کہ عارف واصل (بحق) کی اللہ تعالیٰ سے دعا اور درخواست ایسی ہی ہے

ہمچو درخواستِ حقست از خویشتن کہ کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّ

جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی خود اپنے آپ سے درخواست، کیونکہ "میں اس کے لیے کان اور

وَبَصَرًا وَّلِسَانًا وَّيَدًا و قولہ تعالیٰ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ

آنکھ اور زبان اور ہاتھ ہو جاتا ہوں" (فرمایا ہے) اور اللہ تعالیٰ کا قول "تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ و آیات و اخبار و آثار دریں بسیار ست و شرحِ

نے پھینکا، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا" اور آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اس بارے میں

سبب سازیِ حق تا نصُوح راگوش گرفتہ بتوبہ آورد

بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سبب سازی کی شرح یہاں تک کہ نصوح کے اُس نے کان پکڑ کر توبہ کرا دی

آں[2] دعا از ہفت گردوں در گذشت کارِ آں مسکیں بآخر خُوب گشت

وہ دعا ساتوں آسمانوں کو پار کر گئی بالآخر اُس مسکین کا کام بھلا ہو گیا

کاں دعایِ شیخ نے چوں ہر دعا ست فانی ست و گفتِ اُو گفتِ خداست

کیونکہ وہ شیخ کی دُعا، ہر دُعا کی طرح نہیں ہے وہ فانی ہے اور اُس کی بات خدا کی بات ہے

چوں خدا از خود سوال و کد کند پس دُعایِ خویش را چوں رد کند

جب خدا اپنے آپ سے سوال کرے اور مانگے تو وہ اپنی دُعا کو کیسے رد کرے گا؟

یک سبب انگیخت صُنعِ ذُوالجلال کہ رہانیدش زنفرین و وبال

اللہ تعالیٰ کی کاریگری نے ایک سبب پیدا کر دیا جس نے اُس کو نفرت اور وبال سے رُہائی دے دی

اندراں[3] حمام پُر میکرد طشت گوہرے از دُخترِ شہ یاوہ گشت

وہ اُس حمام میں طشت بھر رہا تھا بادشاہ کی لڑکی کا ایک موتی گم ہو گیا

گوہرے از حلقہائے گوشِ اُو یاوہ گشت و ہر زنے در جستجو

اس کے کان کے بالے کا موتی گم ہو گیا اور ہر عورت تلاش کرنے لگی

پس درِ حمام را بستند سخت تا بجویند اولش در بیخ رخت

پھر انھوں نے مضبوطی سے حمام کا دروازہ بند کیا تاکہ پہلے اُس کو سامان رکھنے کی جگہ میں تلاش کریں

---

[1] زانکہ۔ اس عارف نے کہا نصوح جس گناہ سے تو خود واقف ہے خدا تجھے اس سے توبہ کرنے کی توفیق دے۔ در بیان۔ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ سے پورا قرب حاصل ہوتا ہے تو اُنکا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے خود خدا اپنے آپ سے دُعا کرے تو اُسکے قبول نہ ہونیکے کوئی معنی نہیں ہیں۔ کنت۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ایک انسان نوافل کے ذریعہ مجھ سے قربت حاصل کر لیتا ہے تو میں اُس انسان کے اعضا بن جاتا ہوں۔ وما رمیت۔ حضورؐ کے مٹی پھینکنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پھینکنا قرار دیا۔

[2] آں دعا۔ نصوح کے لیے اُس عارف کی دعا نے اپنا کام کر دیا۔ فانی ست۔ شیخ اگرچہ فانی ہے لیکن اُس کی بات خدا کی بات ہے۔ کد کردن۔ سوال کرنا۔ یک سبب۔ یعنی موتی کا گم ہونا، اُس کی توبہ کا سبب بنا۔

[3] اندراں۔ نصوح حمام میں کام کر رہا تھا اس دوران میں شہزادی کا ایک موتی گم ہو گیا۔ گوہرے۔ وہ موتی کان کے بالے کا تھا۔ بیخ رخت یعنی حمام میں جس جگہ کپڑے اُتار کر رکھتے ہیں۔

رختہا جُستند و آں پیدا نشُد
ساماںوں میں ڈھونڈا وہ نظر نہ آیا
دُزدِ گوہر نیز ہم رُسوا نشُد
موتی کا چور بھی رُسوا نہ ہوا

پس بجِد جُستن گرفتند از گزاف
انھوں نے حد سے زیادہ کوشش سے ڈھونڈنا شروع کیا
در دہان و گوش و اندر ہر شِگاف[1]
منہ میں اور کان میں اور ہر شگاف میں

در شگافِ تحت و فوق و ہر طرف
نیچے اور اُوپر کے شگاف میں اور ہر جانب
جستجو کردند دُر از ہر صدف
ہر صدف سے موتی کی انھوں نے جستجو کی

مرد و زن جویاں شُدند از ہر طرف
مرد اور عورت ہر جانب جویاں ہوئے
جُملگاں از بہرِ دُرِّ خُوش صدف
سب، اچھے سیپ کے موتی کے لیے

بانگ آمد کہ ہمہ عُریاں شوید
اعلان ہوا کہ سب ننگے ہو جائیں
ہر کہ ہستید از عجوز و از نوید
جو بھی بوڑھی اور جوان ہیں

یک بیک را حاجبہ جستن گرفت
ایک ایک کرکے دربان عورت نے تلاش کرنا شروع کیا
تا بدید آید گُہر دانہ شگفت
تاکہ عجیب موتی کا دانہ نظر آ جائے

آں[2] نصوح از ترس شُد در خلوتے
وہ نصوح خوف سے تنہائی میں چلا گیا
رُوی زرد و لب کبُود از خشیتے
خوف سے چہرہ زرد اور ہونٹ پیلے تھے

پیشِ چشمِ خویشتن میدید مرگ
وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہا تھا
سخت می لرزید اُو مانندِ برگ
وہ پتے کی طرح بہت لرز رہا تھا

گفت یا رب بارہا برگشتہ ام
اُس نے کہا! اے خدا! میں نے بہت انحراف کیا ہے
توبہا وَ عہدہا بشکستہ ام
توبہ اور عہد توڑے ہیں

کردہ ام آنہا کہ از من می سزید
میں نے وہ کیا جو میرے لائق تھا
تا چُنیں سیلِ سیاہی در رسید
یہاں تک کہ سیاہی کا ایسا بہاؤ آ گیا

نوبتِ[3] جُستن اگر در من رَسَد
تلاشی کی نوبت اگر مجھ تک پہنچی
وہ کہ جانِ من چہ سختیہا کشد
ہائے میری جان کیسی سختیاں برداشت کرے گی

در جگر اُفتاد استم صد شرر
میرے جگر میں سیکڑوں چنگاریاں لگی ہیں
در مُناجاتم ببیں بُوی جگر
میری دعا میں میرے جگر کی بُو سونگھ لے

ایں چنیں اندوہ کافر را مباد
اس طرح کا غم کافر کو بھی نہ ہو
دامنِ رحمت گرفتم داد داد
میں نے رحمت کا دامن تھاما ہے فریاد ہے فریاد ہے

---

[1] ہر شگاف۔ یعنی بدن کے ہر سوراخ میں تلاشی شروع کردی۔ ہر صدف۔ یعنی بدن کے ہر سوراخ میں موتی ڈھونڈنا شروع کردیا۔ صدف۔ سیپ۔ حاجبہ۔ وہ عورت جو حمام کی دربان تھی۔

[2] آں نصوح۔ نصوح کو یہ ڈر تھا کہ اگر اُس کو ننگا کیا گیا تو اُس کا راز کھل جائے گا جس کے نتیجہ میں اُس کی موت آ جائے گی۔ گفت۔ اب اُس نے خدا سے گریہ وزاری شروع کردی۔

[3] نوبت۔ نصوح کہہ رہا تھا کہ اگر میری جامہ تلاشی لی گئی تو سخت مصیبت آ جائے گی۔ در جگر۔ اس غم کی آگ جگر میں لگی ہے اُس کے جلنے کی خوشبو آ رہی ہے۔ دامن۔ وہ خدا سے کہہ رہا تھا کہ میں نے تیری رحمت کا دامن تھاما ہے۔

کاشکے[1] مادر نزادے مرمرا — یا مرا شیرے بخوردے در چرا

کاش مجھے ماں نہ جنتی — یا جنگل میں مجھے شیر کھا جاتا

اے خدا آں کن کہ از توی سزد — کہ ز ہر سوراخ مارم میگزد

اے خدا! وہ کر جو تیرے لائق ہے — کیونکہ ہر سوراخ سے مجھے سانپ ڈس رہا ہے

جانِ[2] سنگیں دارم و دل آہنیں — ورنہ خوں گشتے دریں رنج و حنیں

میں پتھر کی جان اور لوہے کا دل رکھتا ہوں — ورنہ اس رنج اور گریہ میں خون بن جاتے

وقت تنگ آمد مرا و یک نفس — بادشاہی کن مرا فریاد رس

میرا وقت تنگ ہو گیا، تھوڑی دیر کے لیے — شاہی برت، میری فریاد رسی کر

گر مرا ایں بار ستاری کنی — توبہ کردم من ز ہر ناکردنی

اگر اب کی دفعہ تو میری پردہ پوشی کر لے — میں نے ہر نہ کرنے کے کام سے توبہ کی

توبہ ام بپذیر ایں بارِ دگر — تابہ بندم بہرِ توبہ صد کمر

اس بار پھر میری توبہ قبول کر لے — تاکہ میں توبہ کے لیے سو کمر کس لوں

من اگر ایں بار تقصیرے کنم — پس دگر مشنو دُعا و گفتنم

میں اگر اس دفعہ کوتاہی کروں — پھر کبھی میری دعا اور بات نہ سننا

ایں ہمی زارید صد قطرہ رواں — کاندرز افتادم بجلّاد و عواں

وہ یہ زاری کر رہا تھا اور سیکڑوں آنسو جاری تھے — کہ میں جلّاد اور سپاہی کے (ہاتھوں) پھنسا ہوں

تا نمیرد ہیچ افرنگی چنیں — ہیچ مُلحِد[3] را مبادا ایں چنیں

کوئی فرنگی بھی اس طرح نہ مرے — کسی بد دین کا بھی ایسا نہ ہو

نوحہا میکرد اُو بر جانِ خویش — رُوئِ عزرائیل دیدہ پیش پیش

وہ اپنی جان پر نوحے کرتا تھا — سامنے ملک الموت کا چہرہ دیکھ کر

اے خدا و اے خدا چنداں بگفت — کاں در و دیوار با اُو گشت جُفت

اے خدا، اے خدا! اتنا کہا — کہ در و دیوار اُس کے ساتھی ہو گئے

نوبتِ جُستنِ رسیدن بنصُوح و آواز آمدن کہ ہمہ را جستیم

نصوح کی تلاشی کی نوبت آنا اور آواز آنا کہ ہم نے سب کی تلاشی لے لی

نصوح را بجوئید و بیہوش شُدنِ نصُوح ازاں ہیبت

نصوح کی تلاشی لو اور اس خوف سے نصوح کا بیہوش ہو جانا اور انتہائی

---

[1] کاشکے۔ وہ نصوح تلاشی کے دوران کہہ رہا تھا کاش میں پیدا نہ ہوتا اور اگر پیدا ہو گیا تھا تو جنگل میں کوئی شیر کھا جاتا۔ چَرا۔ چراگاہ۔ کہ۔ یعنی میں چاروں طرف سے مصیبت میں ہوں۔

[2] جانِ سنگیں۔ میں پتھر کا ہوں ورنہ اس پریشانی سے مجھے مرجانا چاہیے تھا۔ ستاری۔ پردہ پوشی۔ ناکردنی۔ یعنی گناہ۔ تقصیر۔ کوتاہی، قصور۔ جلاد۔ کوڑے مارنے والا، سزا دینے والا۔ فرنگی۔ نصرانی۔

[3] ملحد۔ بے دین۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔ اے خدا۔ اس نے خدا کو اس قدر پکارا کہ درو دیوار گونج اٹھے۔

وکشادہ شدنِ کار بعد از نہایتِ بستگی کَمَا[1] کَانَ یَقُوْلُ

بندش کے بعد معاملہ کا حل ہو جانا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَہٗ مَرَضٌ

فرمایا کرتے تھے جب، اُن کو کوئی مرض یا غم ہوتا تھا "مصیبت تو سخت

اَوْھَمٌّ اَشْتَدِّیْ اَزِمَّتَہ تَنْفَرِجِیْ

ہو جا کھل جائے گی"

درمیانِ یارب و یارب بُد او — بانگ آمد از میانِ جستجو

وہ یارب، یارب میں لگا تھا — تلاشی کے درمیان آواز آئی

جُملہ را جستیم پیش آ اے نصوح — گشت بیہوش آنزماں پَرّید[2] رُوح

ہم نے سب کی تلاشی لے لی، اے نصوح! آگے آ — اُس وقت وہ بیہوش ہو گیا، روح پرواز کر گئی

ہمچو دیوارِ شکستہ در فتاد — ہوش و عقلش رفت و شد او چوں جماد

وہ شکستہ دیوار کی طرح ڈھے گیا — اُسکے ہوش وحواس چلے گئے اور وہ پتھر کی طرح ہو گیا

چونکہ ہوشش رفت از تن آنزماں — سِرّ او باحق بہ پیوست از نہاں

جب جسم سے اُس کا ہوش روانہ ہو گیا، اس وقت — آہستگی سے اُس کا باطن حق (تعالیٰ) سے وابستہ ہو گیا

چوں تہی گشت و وجودِ او نماند — باز جانش را خدا در پیش خواند

جب وہ خالی ہو گیا اور اُس کا وجود نہ رہا — اُس کی جان کے باز کو خدا نے سامنے بلا لیا

چوں شکست آں کشتیِ او بیمراد — در کنارِ رحمتِ دریا، فتاد

جب بے مرادی میں اس کی کشتی ٹوٹ گئی — دریائے رحمت کے ساحل سے جا لگی

جاں[3] بحق پیوست چوں بیہوش شد — بحرِ رحمت آں زماں در جوش شد

جب وہ بیہوش ہوا، جان اللہ سے وابستہ ہو گئی — رحمت کا سمندر اس وقت جوش میں آ گیا

چونکہ جانش وارہید از ننگِ تن — رفت شاداں پیشِ اصلِ خویشتن

جب اُس کی رُوح جسم کے عیب سے نجات پا گئی — اپنی اصل کی جانب خوش خوش روانہ ہو گئی

جاں چوں بازو تن مر اُورا کندہَ — پایِ بستہ پَر شکستہ بندہَ

روح باز کی طرح ہے، جسم اُس کے لیے کاٹھ ہے — پاؤں بندھا ہوا، پر ٹوٹے ہوئے ایک غلام ہے

چونکہ ہوشش رفت پایش بَر گشاد — می پرد آں باز سُویِ کیقباد

جب اُس کے ہوش چلے گئے، پاؤں کھل گیا — وہ باز شاہ کی جانب اُڑ رہا ہے

---

[1] کَمَا کَانَ یَقُوْلُ۔ یعنی آنحضورؐ نے فرمایا جب مصیبت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمتِ خداوندی متوجہ ہو جاتی ہے، یہ حدیث سنداً کمزور ہے۔ ازِمّۃ۔ شدت، گرہ، قحط۔

[2] پرید روح۔ روح جسم سے پرواز کر گئی۔ چونکہ۔ اس بیہوشی میں اُس کو قربتِ حق میسر آ گئی۔ چوں شکست۔ اُس کی انتہائی مایوسی نے اُس کو دریائے رحمت کے ساحل پر پہنچا دیا۔ چونکہ۔ روح جسم سے پاک ہو کر دربارِ خداوندی میں پہنچ گئی۔

[3] جان۔ روح جسم میں اس طرح مقید ہے جس طرح انسان کاٹھ میں مقید کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ۔ جب جسم بے ہوش ہو جاتا ہے روح پرواز کر کے شاہ کے پاس پہنچ جاتی ہے۔

چونکہ[1] دریاہای رحمت جوش کرد — سنگہا ہم آبِ حیواں نوش کرد
جب رحمت کے سمندروں نے جوش مارا — پتھروں نے بھی آبِ حیات پی لیا
ذرّۂ لاغر شگرف و زفت شد — فرشِ خاکی اطلس و زربفت شد
کمزور ذرہ عجیب اور موٹا ہو گیا — خاکی فرش، اطلس اور زربفت بن گیا
مُردۂ صد سالہ بیروں شد ز گور — دیوِ ملعوں شد بخوبی رشکِ حُور
سو سال کا مُردہ قبر سے باہر آ گیا — ملعون شیطان، حُسن میں حُور بن گیا
ایں[2] ہمہ رُوئے زمیں سرسبز شد — شاخِ خشک اشگوفہ کرد و نغز شد
یہ سب روئے زمین سرسبز ہو گئی — خشک شاخ نے کلی کھلائی، عمدہ ہو گئی
گرگ با برّہ حریفِ مے شدہ — نا اُمید آں خوش رگ و خوش پے شدہ
بھیڑیا بکری کے بچہ کے ساتھ شراب نوش بنا — مایوس، اچھے رگ پٹھوں کے بن گئے

یافت شُدنِ گوہر و حلالی خواستنِ حاجباں کنیزکانِ شاہزادہ

موتی کا مل جانا اور شہزادی کے دربانوں اور لونڈیوں کا نصوح سے معافی چاہنا

از نصُوح و برسر و دستِ اُو بوسہ دادن و عذر خواستن

اور اُس کے سر اور ہاتھ کو چومنا اور عذر خواہی کرنا

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم — شُد پدید آں گم شُدہ دُرِّ یتیم
اچانک آواز آئی، خوف ختم ہو گیا — وہ نایاب گم شُدہ موتی مل گیا
بعد[3] آں خوف و ہلاکِ جاں بُدہ — مُژدہا آمد کہ اینک گُم شُدہ
اس کے بعد کہ جان کا ڈر اور ہلاکت تھی — خوشخبری آئی کہ یہ گم شدہ (موتی) ہے
حُزن شُد و اندر فرج در تافتیم — مُژدگانی دہ کہ گوہر یافتیم
غم ختم ہوا اور ہم خوشی میں چمک اُٹھے — انعام دے، کیونکہ ہم نے موتی پا لیا ہے
از غریو و نعرہ و دستک زدن — پُر شُدہ حمام قد زال الحُزن
شور اور نعرے اور ہتھیلیاں بجانے سے — حمام گونج گیا، رنج زائل ہو گیا
آں نصُوحِ رفتہ باز آمد بخویش — دیدہ چشمش تابشِ صد روزہ بیش
بیہوش نصوح پھر ہوش میں آ گیا — اسکی آنکھ نے سو روزوں (کے نور) سے زیادہ نور محسوس کیا
می حلالی خواست ازوے ہر کسے — بوسہ میدادند بردستش بسے
ہر شخص اُس سے معافی چاہ رہا تھا — اُس کے ہاتھ بہت چُومتے تھے

[1] چونکہ۔ جب دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تو جس پر بھی چھینٹا پڑ جاتا ہے اس میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذرّہ۔ ابرِ رحمت سے ذرہ موتی بن جاتا ہے، وہ بےرونق مٹی سے پھول اور پتیاں اُگا دیتا ہے، پُرانے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں، بُرا بھلا بن جاتا ہے۔

[2] ایں ہمہ۔ خشک زمین سرسبز بن جاتی ہے۔ گرگ۔ بغض و کینہ ختم ہو جاتا ہے بھیڑ اور بھیڑیا مل کر پانی پینے لگتے ہیں۔ حلالی۔ معافی۔ بانگ آمد۔ اب یہ اعلان ہو گیا کہ ڈر اور خوف کا وقت ختم ہو گیا موتی مل گیا ہے۔

[3] بعد آں۔ جب موتی مل گیا تو اسکے مل جانے کی خوشخبری دے دی گئی۔ مژدگانی۔ تمام متعلقین نے شہزادی سے انعام کی درخواست کی۔ از غریو۔ حمام میں خوشی کے نعرے بتا رہے تھے کہ غم دور ہو چکا ہے۔ آں نصوح۔ اب وہ نصوح بیہوشی سے ہوش میں آیا تو اس پر نور کی وہ کیفیت تھی جو سو روزوں کے چلہ کے بعد ہوتی ہے۔

بدگمان[1] بودیم مارا کن حلال — لحمِ تو خوردیم اندر قیل و قال

ہم بدظن ہو گئے تھے، ہمیں معاف کر دیجئے — بات چیت میں ہم نے آپ کا گوشت کھایا

زانکہ ظنِ جملہ بروے بیش بُود — زانکہ در قُربت ز جُملہ پیش بُود

کیونکہ سب کا اُس پر زیادہ گمان تھا — کیونکہ وہ قرب میں سب سے آگے تھا

خاص ولّا کش بُد و محرم نصُوح — بلکہ ہمچوں دو تن و یک گشتہ رُوح

نصوح اُس کا خاص حامی اور محرم تھا — بلکہ دو جسم ایک روح بنا ہوا تھا

گوہر ار بُردست اُو بُردست و بس — زُو ملازم تر بخاتوں نیست کس

اگر موتی چُرایا ہے، تو بس اُس نے چرایا ہے — بیگم سے، اُس سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے

اوّل اُو را خواست جُستن در نبرد — بہر حُرمت داشتش تاخیر کرد

معرکہ میں پہلے اُس کی تلاشی لینی چاہی — (لیکن) اُس کی عزت رکھنے کے لیے تاخیر کی

تابُوَد کاں را بیندازد بجا — اندریں مہلت رہاند خویش را

تاکہ ہو سکے کہ وہ اُس کو کہیں ڈال دے — اس فرصت میں وہ اپنے آپ کو بچا لے

بس[2] حلالیہا از و میخواستند — وز برای عُذر بر میخاستند

وہ اُس سے بہت معافیاں چاہ رہے تھے — عذر خواہی کے لیے کھڑے ہو ہو جاتے تھے

گفت بُد فضلِ خدائے دادگر — ورنہ زانچہ گفتہ شُد ہستم بتر

اُس نے کہا منصف خدا کا کرم تھا — ورنہ جو کچھ کہا گیا میں اُس سے (بھی) بُرا ہوں

چہ حلالی خواست میباید زمن — کہ منم مجرم تر از اہلِ زمن

مجھ سے کیا معافی چاہی جائے؟ — میں زمانہ کے لوگوں سے زیادہ مجرم ہوں

آنچہ گفتندم زبد از صد یکیست — برمن ایں کشف ست اگر کس راشکیست

جو کچھ انھوں نے میری بُرائی میں کہا ہے ایک فیصد ہے — اگر کسی کو شک ہے، تو مجھ پر واضح ہے

کس چہ میداند زمن جُز اندکے — وز ہزاراں جُرم و بدفعلی یکے

تھوڑے سے کے علاوہ کوئی میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟ — ہزاروں جرم اور بدکاریوں میں سے ایک

من[3] ہمی آں دانم و ستارِ من — جُرمہا وزشتیِ کردارِ من

وہ میں جانتا ہوں اور میرا ستار — اپنی خطاؤں اور بدکاری کو

اوّل ابلیسے مَرا اُستاد بُود — بعد ازاں ابلیس پیشم باد بُود

شروع میں شیطان میرا اُستاد تھا — اُس کے بعد شیطان میرے آگے ہوا تھا

---

[1] بدگماں۔ سب نے نصوح سے کہا ہم نے آپ پر بدگمانی کی تھی ہمیں معاف کر دیجئے۔ لحم۔ غیبت کو گوشت خوری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زانکہ۔ نصوح پر زیادہ بدگمانی اسلیے تھی کہ اُسی کو شہزادی سے زیادہ قرب رہتا تھا۔ خاص۔ شہزادی کا جسم ملنے ولنے کیلیے نصوح مخصوص تھا دونوں ایک روح دو جسم بنے ہوئے تھے۔ اوّل۔ اس بدگمانی کا تقاضا یہ تھا کہ سب سے پہلے نصوح کی جامہ تلاشی لیں لیکن اسکی عزت بچانے کیلیے اُس کو موقع دے رہے تھے کہ اگر موتی اسکے پاس ہے تو اسکو کسی جگہ رکھ دے اور الزام سے بچ جائے۔

[2] بس حلالیہا۔ حمام کے متعلقین کھڑے ہوئے نصوح سے معافیاں مانگ رہے تھے اور نصوح کہہ رہا تھا کہ یہ اللہ کا کرم تھا ورنہ جو کچھ تم لوگوں نے کہا میں اُس سے بدتر ہوں میں دنیا میں سب سے زیادہ گنہگار ہوں تم نے جو کچھ کہا وہ تو ایک فیصد ہے اس بارے میں خواہ کسی کو شک ہو لیکن مجھے اپنی بُرائی کا یقین ہے میری بداعمالیوں کو میرے سوا اور کون جان سکتا ہے۔

[3] من ہمی۔ نصوح نے کہا اپنی برائیوں کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے ابتدا شیطان میرا اُستاد تھا لیکن پھر میں بُرائی کرنے میں شیطان کا بھی استاد بن گیا یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ میری پردہ پوشی کر دیتا ہے، اور میرے پھٹے ہوئے کو سی دیتا ہے۔

حق بدید آں جملہ و نادیدہ کرد
اللہ (تعالیٰ) نے وہ سب کچھ دیکھا اور بن دیکھا بنا دیا
تانگردم در فضیحت رُوئے زرد
تاکہ میں رُسوائی میں زرد رُو نہ بنوں

تاز رحمت پوستیں دوزیم کرد
یہاں تک کہ اُس نے رحمت سے میری پردہ پوشی کی
توبۂ شیریں چو جاں روزیم کرد
جان جیسی شیریں توبہ، مجھے عطا کر دی

ہرچہ[1] کردم جملہ ناکردہ گرفت
میں نے جو کچھ کیا اُس کو نہ کیا ہوا ٹھہرایا
طاعتِ ناکردہ را کردہ گرفت
نہ کی ہوئی عبادت کو، کیا ہوا ٹھہرایا

ہمچو سرو و سوسنم آزاد کرد
اُس نے مجھے سرو اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا
ہمچو بخت و دولتم دل شاد کرد
مجھے نصیبہ اور دولت کی طرح خوش دل کر دیا

نامِ من در نامۂ پاکاں نوشت
میرا نام، پاک لوگوں کی فہرست میں لکھ دیا
دوزخی بُودم بخشیدم بہشت
میں دوزخی تھا، مجھے.. بہشت بخش دی

عفو کرد آں جملگی جُرم و گُناہ
اُس نے وہ سارے جُرم اور گناہ معاف کر دیے
شُد سپید آں نامۂ و رُوئے سیاہ
وہ کالا اعمالنامہ اور چہرہ سفید ہو گیا

آہ[2] کردم چوں رسَن شد آہِ من
میں نے آہ کی، میری آہ رسی کی طرح ہو گئی
گشت آویزاں رسَن در چاہِ من
رسی میرے کنویں میں لٹک گئی

آں رسَن بگرفتم و بیروں شدم
میں نے وہ رسّی پکڑ لی اور باہر نکل آیا
شاد و زفت و فربہ و گُلگوں شدم
خوش اور موٹا تازہ اور سُرخ ہو گیا

در بُنِ چاہے ہمی بُودم اسیر
میں کنویں کی تلی میں قیدی تھا
روز و شب اندر فُغاں و در نفیر
دن رات فریاد اور رونے میں تھا

از ہوس در تنگنا بودم زُبوں
ہوس کی وجہ سے میں تنگ کوچہ میں عاجز تھا
در ہمہ عالم نمی گنجم کنوں
اب میں پورے عالم میں نہیں سماتا ہوں

آفرینہا بر تو بادا اے خُدا
اے خدا! تجھے آفریں بر آفریں ہے
ناگہاں کردی مرا از غم جُدا
تو نے مجھے اچانک غم سے جدا کر دیا

گر[3] سرِ ہر مُوئے من گردد زباں
اگر میرے ہر بال کا سرا زبان بن جائے
شکرہائے تو نیاید در بیاں
تیرے شکریے بیان نہیں ہو سکتے ہیں

میزنم نعرہ دریں روضہ و عیون
اس باغیچہ اور چشموں میں میں صدائیں دے رہا ہوں
خلق را یا لَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ
لوگوں کو، کاش میری قوم جان لے

---

[1] ہرچہ۔یعنی نہیں کیا اس نے میرے گناہوں سے قطع نظر کی بلکہ میری بُرائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا، اب میں تمام دنیاوی علائق سے سرو اور سوسن کی طرح آزاد ہوں۔نامِ من۔اب اس نے میرا نام نیکوں میں لکھ لیا ہے اور مجھ دوزخی کو جنتی بنا دیا ہے۔

[2] آہ کردم۔میں نے اپنی خطا کاری پر آہ کی اُس آہ نے رسی کا کام دیا اور گناہوں کے کنویں سے باہر نکل آیا۔از ہوس۔دنیا کی حرص و ہوس کی تنگی میں تھا اب میں پورے عالم میں نہیں سما رہا ہوں۔

[3] گر۔اگر میرا ذرّہ ذرّہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہے تو ممکن نہیں ہے۔یالیت۔مغفرت کے بعد جنتی کہے گا یٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ۔یعنی "کاش میری قوم اس بات کو جان لے کہ میرے خدا نے میری بخشش کر دی ہے اور مجھے باعزت لوگوں میں سے بنا دیا ہے"۔

باز[1] خواندنِ شاہزادی نصوح را از بہرِ دلاّکی بعد از استحکام
شہزادی کا نصوح کو توبہ کے مستحکم ہو جانے کے بعد مالش کے لیے دوبارہ بُلانا

توبہ و بہانہ کردنِ اُو و دفع گفتنِ اُو و عُذر آوردنِ اُو
اور اُس کا بہانہ کرنا اور دفع کرنا اور عذر کرنا

بعد ازاں آمد کسے کز مرحمت — دخترِ سلطانِ ما میخواندت
اُس کے بعد کوئی آیا، کہ مہربانی سے — ہمارے بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے

دخترِ شاہت ہمی خواند بیا — تاسرش شوئی کنوں اے پارسا
بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے، آ جا — تاکہ اے نیک! تو اس کا سر دھو دے

جز تو دلاّکے نمی خواہد دلش — کہ بمالد یا بشوید با گلش
اُسکی دلی خواہش تیرے علاوہ کسی مالش کرنیوالے کے بارے میں نہیں ہے — کہ جو مالش کرے یا مٹی سے اُس کو نہلائے

گفت رَو رَو دستِ من بیکار شد — ویں نصوحِ تو کنوں بیمار شُد
اس نے کہا، جا جا میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے — تیری یہ نصوح، اب بیمار ہو گئی ہے

رَو کسے دیگر بجُو اِشتاب و تفت — کہ مرا واللہ دست ازکار رفت
جلد جلد تیزی سے، دوسری کو ڈھونڈ لے — کیونکہ خدا کی قسم ہاتھ بیکار ہے

بادلِ[2] خود گفت کز حد رفت جُرم — از دلِ من کے رود آں ترس و گرم
وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ جُرم حد سے گذر گیا — میرے دل سے وہ ڈر اور گرمی کہاں جا سکتی ہے؟

من بمُردم یکرہ و باز آمدم — من چشیدم تلخیِ مرگ و عدم
میں ایک بار مر چکا ہوں اور پھر واپس آیا ہوں — میں نے موت اور عدم کی تلخی چکھ لی ہے

توبہ کردم حقیقت با خُدا — نشکنم تاجاں شود از تن جُدا
میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے — جب تک جان جسم سے جدا ہو، میں نہ توڑوں گا

بعد ازیں محنت کرا بارِ دگر — پا رود سُوئے خطر اِلاّ کہ خر
اس مصیبت کے بعد کس کا دوبارہ — گدھے کے علاوہ خطرے کی جانب پاؤں چلے گا؟

حکایت[3] دربیان آں کسے کہ توبہ کُند و پشیمان شود و باز
اس بیان میں حکایت کہ کوئی شخص توبہ کرے اور شرمندہ ہو اور پھر اُن

آں پشیمانیہا را فراموش کُند و آزمُودہ را باز آزماید در
شرمندگیوں کو بھلا دے اور آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمائے، اور مستقل

---

[1] بازخواندن۔ اُس توبہ کے بعد شہزادی نے پھر نصوح کو بلایا لیکن اس نے معذرت کر دی۔ بعدازاں۔ ان تمام واقعات کے بعد نصوح کے گھر پیغام آیا کہ شہزادی بلاتی ہے اُس کا دل تجھی سے بدن ملوانے کو چاہتا ہے۔ گلش۔ یعنی تو ہی ملتانی مٹی سے سر دُھلائے۔ گفت۔ نصوح نے کہا اب میرے ہاتھ بیکار ہیں اور میں بیمار ہوں۔

[2] بادلِ خود۔ نصوح دل دل میں کہہ رہا تھا کہ تلاشی کا ڈر میرے دل سے کب نکل سکتا ہے۔ توبہ۔ اب میں نے اس کام سے ایسی توبہ کر لی ہے جو مرتے دم تک نہ ٹوٹے گی۔ بعد۔ ایک دفعہ کسی مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد احمق ہی اس مصیبت میں پھنسنے کو تیار ہوتا ہے۔

[3] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک بار مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد دوبارہ مصیبت میں پھنسنے کا بہت بُرا انجام ہوتا ہے۔

خسارتِ ابد درافتند کہ مَن جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَةُ

ٹوٹے میں مبتلا ہو جائے کیونکہ جس شخص نے آزمائے ہوئے کو آزمایا اُس کو ندامت ہوئی

وچوں[1] توبہ اُو را ثُباتے و قوّتے و حلاوتے و قبولے و

اور جب اُس کی توبہ کا ٹکاؤ اور قوت اور شیرینی اور قبولیت اور مدد اُس کو

مددے بدو نرسد چوں درخت بے بیخ ہر روز زرد تر

حاصل نہ ہو تو وہ بغیر جڑ کے درخت کی طرح ہے جو روزانہ زیادہ زرد اور خشک ہو رہا ہے

وخشک تر نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ

ہم اس بات سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں

گازرے[2] بُود و مر اُو رایک خرے　پشت ریش اشکم تہی تن لاغرے

ایک دھوبی تھا، جس کا ایک گدھا تھا　زخمی کمر، خالی پیٹ، کمزور جسم

درمیانِ سنگلاخِ بے گیاہ　روز تا شب بینواء و بے پناہ

بغیر گھاس کی پتھریلی زمین میں　شب و روز بے سروسامان اور بے پناہ

بہرِ خوردن غیرِ آب آنجا نبُود　روز و شب بُد خرِدراں کور و کبود

وہاں کھانے کے لیے پانی کے سوا نہ تھا　گدھا وہاں دن رات اندھا اور تاریک (چشم) تھا

آں حوالی نیستان و بیشہ بُود　شیرے بُود آنجا کہ صیدش پیشہ بُود

اطراف میں بنسلی اور جنگل تھا　وہاں ایک شیر تھا جس کا پیشہ شکار کرنا تھا

شیر رابا پیلِ نرجنگ اُوفتاد　خستہ شد آں شیر و ماند از اصطیاد

شیر کی نر ہاتھی سے لڑائی ہوئی　وہ شیر زخمی ہو گیا اور شکار کرنے سے عاجز ہو گیا

مُدتے[3] وا ماند زاں ضعف از شکار　بینوا ماندند دد از چاشت خوار

ایک عرصہ تک کمزوری کی وجہ سے شکار سے عاجز رہا　درندے، ناشتہ سے محروم ہو گئے

زانکہ باقی خوارِ شیر ایشاں بُدند　شیر چوں رنجور شُد تنگ آمدند

کیونکہ وہ شیر کا بچا ہوا کھانے والے تھے　جب شیر بیمار ہو گیا، وہ پریشان ہو گئے

شیریک روباہ را فرمود رَو　مرخرے را بہرِ من صیاد شو

شیر نے ایک لومڑی سے کہا، جا　میرے لیے گدھے کی شکاری بن

گر خرے یابی بگردِ مرغزار　رَو فسونش خواں فریبانش بیار

اگر تو جنگل کے اطراف میں گدھا پائے　جا اُس پر منتر پڑھ اُس کو فریب سے لے آ

---

1. چوں۔ اگر توبہ میں ٹکاؤ نہ ہو اور اُس کی خوبی اُس پر واضح نہ ہو تو توبہ کرنے والے شخص کی مثال بے جڑ کے درخت کی سی ہے جو روز بروز خشک ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کے پتے جھڑتے رہتے ہیں۔

2. گازرے۔ ایک دھوبی کا ایک گدھا تھا جسکی کمر زخمی تھی اور پیٹ خالی رہتا تھا جس کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا تھا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔ کور و کبود۔ یعنی تباہ اور بدحال۔ حوالی۔ اطراف۔ نیستاں۔ بنسلی کا جنگل۔ بیشہ۔ جھاڑی۔ قیر۔ وہ شیر کسی ہاتھی سے لڑ کر زخمی اور لاغر ہو گیا اور جنگل جانوروں کا شکار کرنے کے قابل نہ رہا۔

3. مدتے۔ ایک عرصہ سے وہ شکار کرنے کے قابل نہ تھا اور دوسرے درندے جو اس کا بچا کھچا کھاتے تھے وہ بھی بھوکے تھے۔ چاشتخوار۔ ناشتہ کسی گدھے کو پھسلا کر میرے پاس لے آنا۔ مرغزار۔ سبزہ زار۔ فسون۔ منتر۔

یا خرے یا گاوٗ بہرِ من بجُو
یا گدھا یا بیل میرے لیے تلاش کر

زاں فسونہائے[1] کہ میدانی بگو
جو منتر تو جانتی ہے، وہ پڑھ

چوں بیابم قوتے از لحمِ خر
جب میں گدھے کے گوشت سے طاقت پکڑ لوں گا

پس بگیرم بعد ازاں صیدِ دگر
اُس کے بعد میں دوسرا شکار کروں گا

اندکے من میخورم باقی شُما
میں تھوڑا سا کھا لوں گا، باقی تم

من سبب باشم شُمارا در نوا
میں توشہ میں تمھارے لیے سبب بن جاؤں گا

از فسون و از سخنہائے خوشش
اس کو منتر اور اچھی باتوں سے

نرم گرداں زُود تر اینجا کشش
نرم کر، جلد یہاں لے آ

تشبیہ کردنِ قُطب کہ عارفِ واصل ست در اجرائے دادنِ خلق از قُوتِ رحمت و مغفرت بر مراتبے کہ حقش الہام داد و تمثیل بشیر کہ اجرے خوار و باقی خوارِ وے اند برمراتبِ قربِ ایشاں بشیر نہ قُربِ مکانی بلکہ از قربِ صفتی و تفاصیل ایں بسیار ست واللہ الہادیٰ

قطب، عارف واصل (بحق) کی مخلوق کو رحمت اور مغفرت کی اُن مراتب کے اعتبار سے روزی دینے کی تشبیہ بیان کرنا جو اللہ نے اُس کو الہام کیا ہے اور شیر سے مثال دینا کیونکہ وہ اس کے روزی خوار اور بچا کھچا کھانے والے ہیں شیر سے نزدیکی کے اعتبار سے مکانی قرب کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفاتی قرب کے اعتبار سے اور اس کی بہت تفاصیل ہیں اور خدا ہدایت کرنے والا ہے

قُطب[2] شیر و صید کردن کارِ اُو
قطب شیر ہے اور شکار کرنا اُس کا کام ہے

باقیاں ایں خلق باقی خوارِ اُو
باقی یہ مخلوق اُس کا بچا ہوا کھانے والی ہے

تاتوانی در رضائے قطب کوش
تجھ سے جب تک ہو سکے قطب کو راضی رکھنے کی کوشش کر

تاقوی گردد کند صید و وُحُوش
تاکہ وہ قوی ہو جائے اور وحشی جانوروں کا شکار کر سکے

چوں[3] برنجد بینوا مانند خلق
جب وہ رنجیدہ ہو جائے گا مخلوق بے سروسامان رہ جائے گی

کز کفِ عقلست جملہ رزقِ خلق
کیونکہ تمام لوگوں کی روزی عقل کے ہاتھوں سے ہے

زانکہ وجدِ خلق باقی خوردِ اوست
کیونکہ مخلوق کی روزی اُس کا پس خوردہ ہے

ایں نگہدار اردلِ تو صید جُوست
اگر تیرا دل شکاری ہے، تو اُس کا خیال رکھ

---

[1] فسونہا۔ لومڑی کی چالاکیاں مشہور ہیں۔ لحم۔ گوشت۔ نوا۔ روزی۔ از فسون۔ یعنی گدھے کو بہکا کر میرے پاس لے آنا۔ تشبیہ۔ جس طرح شیر شکار کرتا ہے اور باقی درندے اُسکا بچا ہوا کھا کر پیٹ بھرتے ہیں اسی طرح قطب زمانہ اسرار و معارف الٰہی کا شکار کرتا ہے اور بقیہ اولیا اُسکے ذریعہ اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔

[2] قطب۔ جو شخص اپنے دور کا قطب ہوتا ہے وہ اسرار و معارف کا براہ راست استفادہ کرتا ہے اور دوسرے اولیا، اوتاد نجبا اور نقبا اُس کے واسطے سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ تاتوانی۔ ہر ولی کا فرض ہے کہ وہ قطب زمانہ کی خوشنودی حاصل کرے اور اُس کو خوش رکھے۔

[3] چوں برنجد۔ اگر قطب رنجیدہ ہو جاتا ہے تو بقیہ لوگ بے سروسامان رہ جاتے ہیں۔ وجدِ خلق۔ بقیہ لوگوں کی روزی اُس کا پس خوردہ ہے۔

اُوچو[1] عقل و خلق چوں اعضائے تن — بستۂ عقل ست تدبیرِ بدن

وہ عقل کی طرح اور مخلوق جسم کے اعضا کی طرح ہے — جسم کی تدبیر، عقل سے وابستہ ہے

ضُعفِ قطب از تن بُود از روح نے — ضُعف در کشتی بُود در نوحؑ نے

قطب کی کمزوری جسم کی ہوتی ہے، نہ کہ روح کی — کمزوری کشتی میں ہوتی ہے نہ کہ نوحؑ میں

قُطب آں باشد کہ گردِ خود تند — گردشِ افلاک. گردِ اُو بُود

قطب وہ ہوتا ہے جو اپنے گرد گھومتا ہے — آسمانوں کی گردش اُس کے گرد ہوتی ہے

یاریے دہ در مرمت کشتیش — گر غلامِ خاص و بندہ گشتیش

اس کی کشتی کی مرمت میں مدد کر — اگر تو اُس کا خاص غلام اور بندہ ہو گیا ہے

یاریت[2] در تو فزاید نے دروُ — گفت حق اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرُ

تیری مدد، تجھ میں اضافہ کرے گی نہ کہ اس میں — اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کی مدد کرو گے وہ مدد کریگا

ہمچو رُوبہ صید گیر و کن فدیش — تا عوض گیری ہزاراں صَید بیش

لومڑی کی طرح شکار کر اور اس پر قربان ہو جا — تاکہ تو ہزاروں سے زیادہ شکار بدلے میں حاصل کرلے

رَو بہانہ باشد آں صیدِ مُرید — مُردہ گیرد صید کفتارِ مَرید

مرید کا شکار لومڑی کی طرح کا ہوتا ہے — سرکش بجو مُردے کا شکار کرتا ہے

مُردہ پیشِ اُو کشی زندہ شود — چرک در پالیز رویندہ شود

تو اس کے سامنے مُردہ لے جائے گا وہ زندہ ہو جائے گا — کھاد، فالیز میں اُگانے والا بن جاتا ہے

جواب گفتن رُوباہ شیر را

لومڑی کا شیر کو جواب دینا

گفت[3] رُوبہ شیر را خدمت کُنم — حیلہا سازم ز عقلش برکنم

لومڑی نے شیر سے کہا میں خدمت بجا لاؤں گی — تدبیریں کروں گی اس کو عقل سے بیگانہ کر دوں گی

حیلہ و افسوں گری کارِ من ست — کارِ من دستاں و از رہ بُردنست

حیلہ اور منتر پڑھنا میرا پیشہ ہے — میرا پیشہ، مکر اور دھوکا دینا ہے

از سَرِکُہ جانب جُو میشتافت — یک خرِ مسکینِ لاغر را بیافت

پہاڑ پر سے، نہر کی جانب دوڑ رہی تھی — ایک کمزور مسکین گدھے کو پا لیا

---

[1] اُوچو عقل۔ قطب اور بقیہ مخلوق کی وہی نسبت ہے جو عقل اور بقیہ اعضا کی، اعضا عقل کے ذریعہ خوراک حاصل کرتے ہیں۔ ضعف۔ قطب پر روحانی ضعف طاری نہیں ہوسکتا۔ گذشتہ اشعار میں اُس کے جس ضعف کا ذکر ہے وہ محض جسمانی ضعف ہے اُس کی روح اور جسم کی وہی نسبت ہے جو حضرت نوحؑ اور کشتی کی تھی۔ یاریے۔ قطب کو جس مدد کی ضرورت ہے وہ اُس کی جسمانی مدد ہے۔

[2] یاریت۔ تو جو کچھ قطب کی بدنی خدمت کریگا وہ تیرے لیے ہی مفید ہے۔ گفت۔ آنحضورؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اس مدد کا فائدہ تمہیں بصورت مدد خداوندی حاصل ہوگا۔ ہمچو گرب۔ جس طرح لومڑی شیر کیلیے شکار کرتی ہے اور اس سے خود فائدہ اُٹھاتی ہے اسیطرح تم جو بھی قطب کی بدنی خدمت کروگے خود فائدہ اٹھاؤگے۔ مُرید۔ قطب کا ارادتمند جو کچھ قطب کردیگا وہ لومڑی کے شکار کی طرح ہوگا کہ خود اسکو مفید پڑیگا۔ مرید۔ قطب کا منکر بجو ہے جس کی کمائی مردہ ہوتی ہے لیکن قطب کے پاس پہنچ کر اس کا مردار پن زائل ہو جاتا ہے جس طرح گوبر کا کھاد فالیز میں جا پڑتا ہے تو اُس کی خاصیت بدل جاتی ہے۔

[3] گفت روبہ۔ لومڑی نے شیر سے کہا میں حکم کی تعمیل کروں گی اور اپنی تدبیر سے شکار کو بے وقوف بنادوں گی۔ دستاں۔ مکر۔ خرِ مسکیں۔ یعنی وہی دھوبی کا گدھا لومڑی اُس کے پاس پہنچی اور اُس کو گرم جوشی سے سلام کیا۔

پس سلامے گرم کرد و پیش رفت / پیشِ آں سادہ دِلے درویش رفت

گرم جوشی سے سلام کیا اور سامنے آ گئی / اُس سیدھے اور غریب کے سامنے آ گئی

گفت[1] چونی اندریں صحرائے خشک / درمیانِ سنگلاخ و جائے خشک

بولی، اس خشک میدان میں آپ کیسے ہیں؟ / پتھریلی زمین اور خشک جگہ میں

گفت خرگر در غم ور در اِرم / قسمتم حق کردو من زاں شاکرم

گدھے نے کہا، میں خواہ غم میں ہوں یا جنت میں / اللہ نے میرا حصہ بنایا ہے میں اس پر شکر گزار ہوں

شکر گویم دوست رادر خیر و شر / زانکہ ہست اندر قضا از بد بتر

اچھائی اور برائی میں دوست کا شکر ادا کرتا ہوں / کیونکہ حکمِ خداوندی میں بُرے سے بھی زیادہ بُرا ہے

چونکہ قسّام اوست کُفر آمد گِلہ / صبر باید صبر مفتاحُ الصلہ

جبکہ وہ تقسیم کرنے والا ہے، تو شکوہ کفر ہے / صبر کرنا چاہیے، صبر عطیہ کی کنجی ہے

بازگفت الصبر مفتاحُ الفرج / صابراں راکے رسد جور و حرج

پھر اُس نے کہا صبر کشادگی کی کنجی ہے / صبر کرنے والوں کو سختی اور تنگی کب آتی ہے؟

راضیم[2] من قسمت قسّام را / کہ خداوند ست خاص و عام را

میں تقسیم کرنے والے کی تقسیم پر راضی ہوں / کیونکہ وہ خاص و عام کا آقا ہے

بہرہ ور از نعمتِ اُو خاص و عام / میرساند روزیِ وَحش و ہوام

اُس کی نعمت سے خاص و عام فائدہ اٹھاتے ہیں / وہ وحشی جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کو روزی پہنچاتا ہے

مُرغ و ماہی قسمتِ خود میخورند / مور و مار از نعمتِ اُو می چرند

پرند اور مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں / چیونٹیاں اور سانپ اُس کی نعمت کھاتے ہیں

خوانِ اُو سر تا سَرِ عالم گرفت / برسرِ خوانش خلائق در شگفت

اس کے دسترخوان نے پورے عالم کو گھیر لیا ہے / مخلوق اس کے دسترخوان پر تعجب میں ہے

می[3] خورند و ہیچ کم ناید ازاں / کیست بے روزی بگو اندر جہاں

وہ کھا رہے ہیں اور اُس میں کوئی کمی نہیں آتی ہے / بتا، دنیا میں بے روزی کون ہے؟

باش راضی گر توئی دل زندۂ / گو رساند روزیِ ہر بندۂ

اگر تو زندہ دل ہے، راضی رہ / وہ ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے

غیرِ حق جملہ عدُوّند اُوست دوست / باعدو از دوست شکوہ کے نکوست

اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ سب دشمن ہیں وہ دوست ہے / دشمن سے دوست کا شکوہ، کب بھلا ہے؟

---

1. گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا آپ اس خشک پتھریلے جنگل میں کیوں پڑے ہوئے ہو۔ گفت خر۔ گدھے نے کہا یہ خدائی تقسیم ہے جو میرا حصہ ہے میں اُس پر راضی ہوں۔ زانکہ۔ انسان کو ہر حالت میں شکر ادا کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو اس سے بدتر حالت میں نہیں کیا۔ چونکہ۔ اللہ کی تقسیم پر شکوہ کفر ہے۔ الصلہ۔ صبر کرنے سے کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔

2. راضیم۔ رزق، خدا کا تقسیم کردہ ہے جبکہ وہ سب کا مالک ہے تو اس کی تقسیم پر راضی رہنا ضروری ہے۔ ہوام۔ کیڑے مکوڑے۔ مرغ۔ جس قدر جاندار ہیں سب اُس کی ہی نعمتوں سے رزق حاصل کر رہے ہیں۔ دنیا کی ساری مخلوق اُس کے ہی خوانِ نعمت سے روزی حاصل کر رہی ہے۔

3. می خورند۔ ساری مخلوق کو وہ روزی پہنچا رہا ہے کوئی جاندار روزی سے محروم نہیں۔ غیرِ حق۔ اللہ کے علاوہ سب دشمن ہیں اللہ سب کا دوست ہے تو دوست کا شکوہ دشمن سے کرنا بیوقوفی ہے۔

شکر کُن[1] تا نایدت از بد بتر　　ورنہ مانی ناگہاں در گِل چو خر
شکر ادا کرتا رہ، تاکہ تجھے بد سے بدتر نہ ملے　　ورنہ تو کیچڑ کے گدھے کی طرح رہ جائے گا

تا دہد دوغم نخواہم انگبیں　　زانکہ ہر نعمت غمے دارد قریں
جب تک وہ مجھے چھاچھ پلائے گا میں شہد نہ مانگوں گا　　کیونکہ ہر نعمت اپنے ساتھ کوئی غم رکھتی ہے

گنج بے مار و گلِ بے خار نیست　　شادیِ بے غم دریں بازار نیست
خزانہ بغیر سانپ کے اور پھول بغیر کانٹے کے نہیں ہے　　بغیر غم کی خوشی اس بازار میں نہیں ہے

یک حکایت یاد دارم از پدر　　در نصیحت گفت روزے کاے پسر
مجھے باوا کی ایک کہانی یاد ہے　　اُس نے ایک روز نصیحت میں کہا اے بیٹا!

حکایت[2] دیدنِ خرِ سقائے بانوائے اسپانِ تازی را در
سقے کے گدھے کا، خاص اصطبل میں سازوسامان کے ساتھ عربی گھوڑوں کو دیکھنے کی

آخُرِ خاص و تمنا بُردن آں دولت را، موعظۂ آنکہ تمنا
حکایت اور اُس دولت کی تمنا کرنا اس نصیحت کے بارے میں کہ

نباید بُردن اِلّا بمغفرت و عنایت کہ اگرچہ صد گوں رنجے
سوائے مغفرت اور مہربانی کے تمنا نہ کرنی چاہیے خواہ سیکڑوں تکالیف ہوں

بُود چوں لذتِ مغفرت بُود ہمہ شیریں شود، باقی ہر دولتے
جب مغفرت کی لذت حاصل ہو جائے گی وہ (تکالیف) سب شیریں ہو جائیں گی بقیہ ہر

کہ آں را ناآزمودہ تمنا میبری باآں رنجے قرین ست
دولت کی بغیر آزمائے تو تمنا کرے تو اُس کے ساتھ کوئی تکلیف ہو گی جس کو تو

کہ آں را نمی بینی چنانکہ[3] از ہر دامے دانہ پیدا شود و
نہیں دیکھ رہا ہے، جیسا کہ ہر جال کا دانہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور جال پنہاں ہوتا ہے

فخ پنہاں تو دریں یک دام ماندہ و تمنا میبری
تو اس جال میں رہتے ہوئے تمنا کرتا ہے کاش کہ اُس دانے تک پہنچ

کہ کاشکے باآں دانہا رفتے پنداری کہ آں دانہا بیدام است
جاتا تو خیال کرتا ہے کہ وہ دانے بغیر جال کے ہیں

---

1. شکر کن۔ جس حالت میں بھی جو ہے اُس کو شکر گذار ہونا چاہیے کہ اس سے بدتر حالت میں نہیں ہے۔ تادہد۔ جب تک مجھے معمولی روزی حاصل ہے میں بڑھیا روزی کی خواہش نہ کروں گا کیونکہ ہر بڑھیا نعمت کیساتھ کوئی نہ کوئی تکلیف وہ بات ضرور لگی ہوئی ہے، خزانہ کیساتھ سانپ ہے پھول کے ساتھ کانٹا ہے۔
2. حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھانا ہے کہ شاہی اصطبل کے گھوڑوں کو اچھی خوراک ملتی تھی تو اُس کے ساتھ انہیں جنگ میں تیر بھی کھانے پڑے۔ در موعظہ۔ انسان کو چاہیے کہ وہ مغفرت اور اللہ کی عنایت کا طالب بنے اگر اُس کو یہ چیز حاصل ہو جائے گی تو مصائب کی تلخی، شیرینی سے بدل جائے گی، اگر انسان نہ آزمائی ہوئی نعمت کی تمنا کرے گا تو اُس کے ساتھ کی معیبت سے پریشان ہو جائے گا۔
3. چنانکہ۔ دنیا کی ہر لذت کے ساتھ کوئی مصیبت وابستہ ہے دانہ ہے تو اس کے ساتھ جال بھی ہے انسان دانہ کی تمنا کرتا ہے لیکن وہ جال سے غافل ہوتا ہے۔

بُود سقّائے مر اُورا یک خرے — گشتہ از محنت دوتا چوں چنبرے
ایک سقّہ کا ایک گدھا تھا — مشقت کی وجہ سے حلقہ کی طرح دُھرا ہو گیا تھا

پُشتش از بارِ گران دہ جائے ریش — عاشق[1] و جویائے روزِ مرگ خویش
بھاری بوجھ کی وجہ سے اس کی کمر دس جگہ سے زخمی تھی — وہ اپنی موت کے دن کا جویاں اور عاشق تھا

جَو کُجا از کاہِ خشک اُو سیر نے — در عقب زخمے و سیخ آہنے
جو کہاں؟ وہ خشک گھاس سے بھی پیٹ بھرا نہ تھا — پیچھے زخم اور لوہے کی سیخ

میر آخُر دید اُو را رحم کرد — کاشنائے صاحبِ خر بُود مرد
اصطبل کے داروغہ نے اس کو دیکھا، رحم کیا — کیونکہ وہ گدھے کے مالک کا شناسا تھا

پس سلامش کرد و پُرسیدش زحال — کزچہ ایں خرگشت دو تا ہیچو دال
اُس کو سلام کیا اور اُس سے حال پوچھا — کہ یہ گدھا دال کی طرح کیوں دہرا ہو گیا؟

گفت از درویشی و تقصیرِ من — کہ نمی یابد جو ایں بستہ دہن
اس نے کہا میری مفلسی اور کوتاہی سے — کیونکہ اس بے زبان کو جو نہیں ملتے ہیں

گفت بسپارش بمن تو روزِ چند — تاشود در آخُرِ شہ زور مند
اُس نے کہا اُس کو چند دن کے لیے میرے سپُرد کر دے — تاکہ شاہی اصطبل میں طاقتور بن جائے

خر بدو بسپرد و از زحمت برست — درمیانِ آخُرِ سُلطانش بَست
اُس نے گدھا اُس کے سپُرد کر دیا اور زحمت سے چھوٹ گیا — اُس نے اُس کو شاہی اصطبل میں باندھ دیا

خرز[2] ہر سُو مرکبِ تازی بدید — با نوا و فربہ و خوب و جدید
گدھے نے ہر جانب عربی گھوڑے دیکھے — با سروسامان اور موٹے اور عمدہ اور نئے

زیرِ پاشاں رُوفتہ و آبے زدہ — کہ بوقت و جو بہنگام آمدہ
انکے پاؤں کی زمین جھاڑو دی ہوئی اور پانی چھڑکی ہوئی — گھاس اور جو بروقت حاضر

خارش و مالش مرأسپاں را بدید — پوز بالا کرد کاے ربِ مجید
گھوڑوں کی مالش اور کھریرا دیکھا — اُس نے منہ اُوپر اُٹھایا کہ اے بزرگ پروردگار!

نہ کہ مخلوقِ تو ام گیرم خرم — ازچہ زار و پُشت ریش و لاغرم
کیا میں تیری مخلوق نہیں ہوں، مانا کہ میں گدھا ہوں — میں کس وجہ سے عاجز اور زخمی کمر اور لاغر ہوں

شب[3] ز دردِ پُشت و از جوعِ شکم — آرزومندم بمُردن دمبدم
رات کو کمر کے درد اور پیٹ کی بھوک سے — لمحہ بہ لمحہ مرنے کا آرزو مند ہوں

---

۱ عاشق۔ اُس گدھے کو مصیبتوں کی وجہ سے موت کی تمنا تھی۔ جو کجا۔ اُس گدھے کو جو تو درکنار خشک گھاس بھی پیٹ بھر نہ ملتی تھی اور ہر وقت لوہے کی سیخ سے پٹتا تھا جس سے اُس کی پشت زخمی تھی۔ میر آخر۔ داروغۂ اصطبل۔ دال۔ حرف دال مُڑی ہوئی شکل کا ہوتا ہے۔ بستہ دہن۔ بے زبان۔ آخرِ شہ۔ شاہی اصطبل۔

۲ خر۔ دھوبی کے گدھے نے شاہی اصطبل میں عربی گھوڑے دیکھے جو بہت عمدہ حالت میں تھے۔ زیر پا۔ اصطبل کی زمین پر چھڑکاؤ ہوتا اور گھاس اور دانہ بروقت سب گھوڑوں کو ملتا۔ خارش۔ ان کے بدن پر کھریرا پھرتا اور مالش ہوتی۔ پوز۔ اُس گدھے نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا شروع کر دی کہ اللہ میاں میں بھی تیری مخلوق ہوں میں اس قدر مصیبت میں کیوں ہوں۔

۳ شب۔ دن کی پٹائی سے رات بھر درد میں اور بھوک میں گذارتا ہوں اور ہر وقت موت کی تمنا کرتا ہوں یہ عربی گھوڑے کس قدر عیش و عشرت میں ہیں تو نے مجھے مصائب کے لیے کیوں مخصوص کر دیا ہے۔

حالِ ایں اسپاں چنیں خوش بانوا　من چہ مخصوصم بتعذیب و بلا
ان گھوڑوں کی ایسے سازوسامان کے ساتھ عمدہ حالت　میں عذاب اور مصیبت کے ساتھ مخصوص کیوں ہوں؟

ناگہاں[1] آوازۂ پیکار شُد　تازیاں را وقتِ زین و کار شُد
اچانک جنگ کا اعلان ہو گیا　عربی گھوڑوں کی زین اور کام کا وقت آ گیا

زخمہائے تیر خوردند از عدُو　رفت پیکا نہا در ایشاں سُو بسُو
انھوں نے دشمنوں کے تیروں کے زخم کھائے　جگہ جگہ ان میں تیر گھس گئے

از غزا باز آمدند آں تازیاں　اندر آخر جملہ اُفتادہ ستاں
وہ عربی گھوڑے جنگ سے لوٹے　اصطبل میں، سب چت پڑے ہوئے تھے

پایہا شان بستہ محکم بانوار　نعلبنداں ایستادہ در قطار
نوار سے ان کے پاؤں مضبوط بندھے ہوئے تھے　نعلبند لائن میں کھڑے تھے

می شگافیدند تنہا شاں بہ نیش　تابروں آرند پیکانہا ز ریش
انھوں نے نشتر سے اُن کے بدنوں میں چیرا دیا　تاکہ زخم سے تیر باہر نکالیں

چوں[2] خرآں را دید میگفت اے خدا　من بفقر و عافیت دادم رضا
جب گدھے نے انھیں دیکھا کہہ رہا تھا اے خدا!　میں نے مفلسی اور آرام پر رضامندی دی

زاں نوا بیزارم و زیں زخم زشت　ہر کہ خواہد عافیت دنیا بہشت
میں اُس سروسامان سے اور اس بُرے زخم سے بیزار ہوں　جس نے عافیت چاہی اُس نے دنیا چھوڑ دی

جواب گفتنِ رُوباہ خررا

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت رُو بہ جُستنِ رزقِ حلال　فرض باشد از برائے اِمتثال
لومڑی نے کہا، حلال رزق کا تلاش کرنا　حکم بجا لانے کے لیے فرض ہوتا ہے

عالمِ[3] اسباب و رزقے بے سبب　می نیاید پس مہم باشد طلب
یہ عالمِ اسباب ہے اور بغیر سبب کے رزق　حاصل نہیں ہوتا ہے، تو طلب کرنا ضروری ہے

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ است امر　تانیاید غصب کردن ہمچو نمر
"اور اللہ کا فضل طلب کرو" حکم ہے　تاکہ چیتے کی طرح چھیننا نہ پڑے

گفت پیغمبرؐ کہ بر رزق اے فتیٰ　در فروبست ست و بر در قفلہا
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اے نوجوان! رزق کا　دروازہ بند ہے اور دروازے پر تالے ہیں

---

[1] ناگہاں۔ کچھ ہی دن بعد جنگ کا اعلان ہو گیا اور ان عربی گھوڑوں پر زین کے جانے کا موقع آ گیا۔ زخمہا۔ یہ گھوڑے فوج کے ساتھ میدان جنگ میں گئے اور تیروں سے زخمی ہوئے۔ از غزا۔ جنگ سے واپس آ کر یہ گھوڑے اصطبل میں چت گر گئے۔ پایہا۔ نعلبندوں نے اُن کے پاؤں نوار سے کسے اور تیر نکالنے کے لیے اُن کے بدنوں میں شگاف کرنے شروع کر دیے۔

[2] چوں خر۔ دھوبی کے گدھے نے جب عربی گھوڑوں کی یہ حالت دیکھی تو دعا کرنے لگا کہ میں فقر اور عافیت پر راضی ہوں ساز و سامان کے ساتھ یہ زخم خوری مجھے منظور نہیں ہے۔ گفت۔ گدھے کی تقریر سن کر لومڑی نے کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رزق تلاش کرو لہٰذا حلال رزق کی طلب فرض ہے۔

[3] عالم اسباب۔ دنیا عالم اسباب ہے یہاں بلا تدبیر اور سبب اختیار کیے کوئی مقصد پورا نہیں ہوتا۔ وابتغوا۔ قرآن میں حکم ہے کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر اللہ کا فضل یعنی رزق طلب کرو۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے بند کر دیے ہیں اور دروازوں کو مقفل کر دیا ہے انسان کی کوشش اور کمانا اُن تالوں کی کنجی ہے۔

جُنبش و آمد شدِ ما و اکتساب — ہست مفتاحے براں قُفل و حجاب

ہماری حرکت اور آنا جانا اور کمانا — اُس تالے اور پردے کی کنجی ہے

بے[1] کلید ایں در کشادن راہ نیست — بے طلب ناں سُنّتِ اللہ نیست

بغیر کنجی کے اس دروازے کے کھلنے کی راہ نہیں ہے — بغیر جستجو کے روٹی اللہ کی سنت نہیں ہے

گر تو بنشینی بچاہے اندروں — رزق کے آید برت اے ذُو فنوں

اگر تو کنویں میں جا بیٹھے — تیرے پاس رزق کب آئے گا؟ اے صاحب تدابیر!

جواب گفتنِ آں خرروباہ را

اس گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت از ضعفِ توکل باشد آں — ورنہ بدہد ناں کسے کُو داد جاں

اُس نے کہا توکل کی کمزوری سے یہ ہوتا ہے — ورنہ وہ روٹی (بھی) دیتا ہے جس نے جان دی ہے

ہر کہ جُوید بادشاہی و ظفر — کم نیاید لُقمۂ ناں اے پسر

جو شخص شاہی اور کامیابی چاہتا ہے — اے بیٹا! (پہلے بھی) اسکے لیے روٹی کا لقمہ کم نہیں ہوتا ہے

دام[2] و دد جملہ شُدہ اکّالِ رزق — نے پئے کسب اندونے حمّالِ رزق

چرندے اور درندے سب رزق کھانے والے ہیں — نہ وہ کمائی کے درپے ہیں، نہ رزق کو لادنے والے ہیں

جُملہ را رزّاق روزی می دہد — قسمتِ ہریک بہ پیشش مینہد

سب کو رزق دینے والا، روزی دیتا ہے — ہر ایک کا حصہ اُس کے سامنے رکھ دیتا ہے

رزق آید پیش ہرکہ صبر جُست — رنج و کوششہاز بے صبریِ تست

جس نے صبر اختیار کیا رزق اسکے سامنے آجاتا ہے — محنت اور کوششیں، تیری بے صبری کی وجہ سے ہیں

جواب گفتنِ روباہ خر راکہ من راضیم بہ قسمتِ خود

لومڑی کا گدھے کی اس بات کا جواب دینا کہ میں اپنے حصہ پر راضی ہوں

گفت[3] رُوبہ آں توکل نادرست — کم کسے اندر توکل ماہرست

لومڑی نے کہا، یہ توکل نایاب ہے — بہت کم ہیں، جو توکل میں ماہر ہیں

گردِ نادر گشتن از نادانی ست — ہر کسے راکے رہِ سلطانی ست

نایاب کا چکر لگانا نادانی ہے — ہر شخص کو شاہی کرنے کا راستہ کب میسر ہے؟

چوں قناعت را پیمبرؐ گنج گفت — ہر کسے را کے رسد گنجِ نُہفت

جب کہ قناعت کو پیغمبرؐ نے خزانہ کہا ہے — ہر شخص کو چھپا ہوا خزانہ کب ملتا ہے؟

---

1. بےکلید۔ چابی کے بغیر کوئی تالا نہیں کھلتا ہے لہٰذا رزق حاصل کرنے کیلئے کمانا ضروری ہے۔ گرتو۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اگر تو کنویں کے اندر جا کر بیٹھ جائے تو تیرے پاس رزق خود چل کر نہ آئے گا۔ گفت۔ گدھے نے کہا کہ جب کے بغیر رزق کا نہ آنا توکل نہ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اگر خدا پر پورا توکل کیا جائے تو رزق خود آتا ہے۔ ہرکہ۔ دنیا طلبی کے لیے جستجو کرنی پڑتی ہے ورنہ رزق تو خود پہنچتا ہے۔
2. دام۔ چرنے والے جانور۔ اکّال۔ زیادہ کھانے والا۔ رنج۔ چونکہ انسان بے صبر ہے، اس لیے رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔
3. گفت روبہ۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اس قدر توکل کہ رزق خود آئے بہت کمیاب ہے۔ ہرکسے۔ توکل کا یہ مرتبہ صرف شاہوں کو حاصل ہے۔ قناعت۔ آنحضورؐ نے قناعت اور صبر کو خزانہ سے تعبیر کیا ہے خزانہ ہر شخص کے ہاتھ نہیں آتا۔

حذر[1] خود بشناس و بر بالا مپر تا نیفتی در نشیبِ شور و شر
اپنا رتبہ پہچان اور اونچا نہ اُڑ تا کہ تو شور و شر کے گڑھے میں نہ گرے
جہد کُن واندر طلب سعیے نُما چوں نداری در توکل صبرہا
محنت کر اور طلب میں کوشش کر جبکہ تو توکل میں صبر نہیں کر سکتا ہے

باز جواب گفتنِ خر روباہ را

گدھے کا دوبارہ لومڑی کو جواب دینا

گفت خر معکوس میگوئی بداں شور و شر از طمع آید سُوئے جاں
گدھے نے کہا، سمجھ لے تو نے اُلٹی بات کہہ دی ہے جان کی جانب شور و شر لالچ سے آتا ہے
ازقناعت[2] ہیچ کس بے جاں نشُد از حریصی ہیچکس سُلطاں نشُد
قناعت سے کوئی شخص نہیں مرا ہے لالچ کرنے سے کوئی شخص بادشاہ نہیں بنا ہے
ناں ز خوکان و سگاں نبُود دریغ کسبِ مردم نیست ایں باران و میغ
رزق سوروں اور کتوں سے (بھی) رُکا ہوا نہیں ہے بارش اور ابر انسانوں کی کمائی نہیں ہے
آنچنانکہ عاشقی بر رزق زار ہست عاشق رزق ہم بر رزق خوار
جس طرح تو رزق کا عاشق زار ہے رزق بھی، رزق کھانے والے کا عاشق ہے
گر تو نشتابی بیاید بر درت ور تو بشتابی دہد دردِ سرت
اگر تو نہ دوڑے گا وہ تیرے در پر آئے گا اگر تو دوڑے گا وہ تیرے سر میں درد کر دے گا

در[3] تقریرِ معنیِ توکل و حکایتِ آں زاہد کہ توکل را امتحان میکرد و از اسباب منقطع شُد و از شہر بیرون آمد و از شوارع و رہگذرِ خلق دُور شد و پس بُنِ کوہے مہجور در غایتِ گرسنگی سر بر سنگے نہاد و باخود گفت توکل کردم بر سبب سازی و رزّاقیِ تو و از اسباب منقطع شدم تا بہ بینم سببیّتِ توکل را

توکل کے معنی کی تقریر اور اس زاہد کا قصہ جو توکل کا امتحان کرتا تھا اور اسباب سے جدا ہو گیا تھا اور شہر سے باہر آ گیا تھا اور راستوں اور حالت لوگوں کی رہگذر سے دُور ہو گیا تھا اور بے آباد پہاڑ کی جڑ کے نیچے انتہائی بھوک کی حالت میں ایک پتھر پر سر رکھے ہوئے تھا اور اپنے آپ سے کہتا تھا کہ (اے خدا) میں نے تیری سبب سازی اور رزّاقی پر توکل کیا ہے اور اسباب سے علیحدہ ہو گیا ہوں تا کہ میں توکل کے سبب بنجانے کو دیکھوں

---

[1] حذر خود۔ انسانوں کو اپنے رتبہ پر رہنا چاہیے ورنہ مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا جبکہ توکل کا مرتبہ حاصل نہیں ہے تو انسان کو رزق کی تلاش کرنی چاہیے۔ گفت خر۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو اُلٹی بات کرتی ہے توکل سے نہیں بلکہ لالچ سے روح شور و شر میں مبتلا ہوتی ہے۔

[2] ازقناعت۔ قناعت مضر نہیں ہے اور حرص مفید نہیں ہے۔ ناں۔ رزق سوروں اور کتوں کو بغیر کمائے ملتا ہے بارش اور ابر انسانوں کی محنت کے بغیر ہوتی ہے۔ آنچناں۔ جس طرح انسان رزق پر عاشق ہے رزق بھی انسان پر عاشق ہے، انسان صبر کرے تو وہ خود دروازے پر آ جاتا ہے۔

[3] در تقریر۔ ایک زاہد نے توکل کے سبب رزق ہونے کو آزمایا وہ شہر سے بہت دور ایک پہاڑ کے پیچھے جا بیٹھا۔ شوارع۔ شارع کی جمع ہے، راستہ۔ مہجور۔ یکتا و تنہا۔

آں یکے زاہد شُنید از مُصطفٰیؐ
ایک زاہد نے مصطفٰیؐ (کی جانب) سے سُنا
کہ[1] یقیں آید بجاں رزق از خدا
کہ جان کو رزق یقیناً پہنچتا ہے
گر بخواہی ور نخواہی رزقِ تُو
خواہ تو چاہے، یا نہ چاہے، تیرا رزق
پیشِ تو آید دواں از عشقِ تُو
تیرے عشق میں دوڑتا ہوا تیرے سامنے آ جاتا ہے
از برائے امتحاں آں مرد رفت
امتحان کے لیے وہ شخص روانہ ہوا
در بیاباں نزد کوہے خفت تفت
جنگل میں پہاڑ کے پاس، جلد، جا سویا
کہ بہ بینم رزق مے آید بمن
کہ میں دیکھتا ہوں رزق میرے پاس آتا ہے؟
تا قوی گردد مرا در رزق ظن
تاکہ رزق کے بارے میں میرا خیال مضبوط ہو جائے
کاروانے راہ گم کرد و کشید
ایک قافلہ نے راستہ گم کر دیا اور آ گیا
سُوئے کوہ آں ممتحن[2] را خفتہ دید
پہاڑ کی جانب، اُس آزمائش کرنے والے کو سوتا دیکھا
گفت ایں مرد ایں طرف چونست عُور
بولا یہ شخص اس طرف اکیلا کیوں ہے؟
در بیاباں از رہ و از شہر دُور
جنگل میں، راستہ اور شہر سے دُور
اے عجب مُردہ است یا زندہ کہ اُو
تعجب ہے، یہ مُردہ ہے یا زندہ کہ وہ
می نترسد ہیچ از گرگ و عدُو
بھیڑیے اور دشمن سے بالکل نہیں ڈرتا ہے
آمدند[3] و دست بروے میزدند
وہ آئے اور ہاتھ اُس پر دھرا
قاصداً چیزے نگفت آں ارجمند
اُس نیک بخت نے جان کر کچھ نہ کہا
ہم نجنبید و نجنبانید سر
ہلا بھی نہیں اور نہ سر ہلایا
وانکرد از امتحاں ہیچ اُو بصَر
آزمانے کے لیے اُس نے بالکل آنکھ نہ کھولی
پس بگفتند ایں ضعیفِ بے مُراد
پھر انھوں نے کہا، یہ بے مراد کمزور
از مجاعت سکتہ اندر اُو فتاد
بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے
ناں بیاورند و در دیگے طعام
وہ روٹی اور دیگچی میں کھانا لائے
تا بریزندش بحلقوم و بکام
تاکہ اُس کے حلق اور تالوے میں ڈال دیں
پس بقاصد مردونداں سخت کرد
تو (اُس) شخص نے جان بوجھ کر دانت بند کر لیے
تابہ بیند صدقِ آں میعاد مرد
تاکہ وہ شخص وعدہ کی سچائی دیکھ لے
رحم شاں آمد کہ ایں بس بینواست
اُن کو رحم آیا کہ بہت بے سروسامان ہے
وز مجاعت ہالکِ مرگ و فناست
اور بھوک سے موت اور فنا میں تباہ ہے

[1] کہ۔ اُس نے آنحضور کی یہ بات سُنی تھی کہ رزق لامحالہ پہنچتا ہے رزق بھی انسان کا عاشق ہے۔ آز برائے۔ آزمائش کے لیے یہ زاہد جنگل میں ایک پہاڑ کے پاس جالیٹا۔

[2] ممتحن۔ یعنی وہ زاہد جو توکل کی آزمائش کر رہا تھا۔ عُور۔ ننگا، اکیلا۔

[3] آمدند۔ وہ قافلہ والے اُس کے پاس آئے اور اُس کو ہلایا لیکن اُس نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کر لی۔ از مجاعت۔ یعنی فاقہ کشی کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے۔ قاصد۔ قصداً۔

کارد[1] آوردند و قوم اِشتافتند — بستہ دندانہاش را بشگافتند
وہ چھری لائے اور لوگ دوڑ پڑے — اُنھوں نے اُس کے بند دانتوں کو کھولا

ریختند اندر دہانش شوربا — می فشردند اندرو نان پارہا
اُنھوں نے شوربا اُس کے منہ میں ڈالا — اُس کے اندر اُنھوں نے روٹی کے ٹکڑے ملے تھے

گفت اے دل گرچہ خود تن میزنی — راز میدانی و نازے می کُنی
اُس نے کہا اے دل! اگرچہ تو خاموش ہے — تو راز جان گیا ہے اور ناز کر رہا ہے

گفت دل دانم بقاصد می کُنم — رازق اللہ ست برجان و تنم
دل نے کہا میں جانتا ہوں اور قصداً کر رہا ہوں — میری جان اور جسم کا رزق دینے والا اللہ ہے

امتحاں زیں بیشتر خود چوں بُوَد — رزق سوئے صابراں خوش میرود
اس سے زیادہ کیا آزمائش ہو گی؟ — صابروں کی جانب رزق اچھی طرح آتا ہے

تابدانی وز توکّل نگذری — حرص آوردن چہ باشد از خری
تاکہ تو سمجھ لے اور توکل سے درگزر نہ کرے — حرص کرنا کیا ہوتا ہے؟ گدھے پن سے ہے

بعدازاں[2] بکشاد آں مسکیں دہن — گفت کردم امتحانِ رزقِ من
اُس کے بعد اُس مسکین نے منہ کھول دیا — کہا میں نے رزق کا امتحان کر لیا

ہرچہ گفتست آں رسولِؐ پاک جیب — ہست حق و نیست دروے ہیچ ریب
جو کچھ اس پاک دل رسولؐ نے فرمایا — برحق ہے اور اُس میں کوئی شبہ نہیں ہے

باز جواب گفتنِ روباہ خر را و تحریض کردنِ اُو خر را بکسب

لومڑی کا پھر گدھے کو جواب دینا اور اُس کو کمائی کی رغبت دلانا

گفت روبہ ایں حکایت را بہل — دستہا در کسب زن جُہدِ المقل
لومڑی نے کہا اس قصہ کو چھوڑ — غریبانہ کوشش سے کمائی کے لیے ہاتھ چلا

دست دا دستت خدا کارے بکُن — مکسبے کُن یاریِ یارے بکُن
خدا نے ہاتھ دیے ہیں، کچھ کام کر — کما، کسی دوست کی مدد کر

ہرکسے[3] در مکسبے پامی نہد — یاریِ یارانِ دیگر میکند
جو شخص کمائی میں قدم دھرتا ہے — دوسرے دوستوں کی مدد کرتا ہے

زانکہ جُملہ کسب ناید از یکے — ہم درودگر ہم سقاہم حائکے
اس لیے کہ سارے پیشے ایک شخص سے نہیں ہوتے ہیں — بڑھئی بھی ہو، سقّا بھی، بننے والا بھی

---

[1] کارد۔ چونکہ زاہد نے دانت بھینچ لیے تھے انھوں نے چھری کے ذریعہ اُس کا منہ کھولا اور شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر اُس کو کھلائے۔ گفت۔ اُس زاہد نے اپنے دل سے کہا کہ تو راز کو جانتا ہے اور یہ آزمائش بطور ناز کے کر رہا ہے۔ گفت دل۔ دل نے جواب دیا کہ ہاں مجھے اس کا علم ہے کہ جان و جسم کا رازق اللہ ہی ہے۔ امتحاں۔ مولانا فرماتے ہیں اس سے بہتر امتحان اور کیا ہوگا اس سے معلوم ہو گیا کہ صابروں کے پاس رزق خود چل کر آتا ہے۔ تابدانی۔ یقیناً توکل اختیار کرنا چاہیے حرص کرنا گدھا پن ہے۔

[2] بعدازاں۔ جب قافلہ والے جبراً اُس زاہد کو کھانا کھلا چکے تو اُس زاہد نے منہ کھولا اور کہا میں نے رزق کے معاملہ میں آنحضورؐ کے فرمان کو آزمایا وہ بالکل سچ ہے۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ جہد المقل۔ نادار کی کوشش۔ دست۔ خدا نے تجھے ہاتھ اسی لیے دیے ہیں کہ ہاتھوں سے کام کر اپنا بھی بھلا کر اور کما کر دوسروں کی بھی مدد کر۔

[3] ہرکسے۔ معاشرے میں ہر شخص دوسرے کی کمائی کا محتاج ہے، ہر پیشہ ہر شخص نہیں کر سکتا ہر پیشہ ور کما کر دوسرے کی مدد کرتا ہے۔ درود۔ بڑھئی اپنے پیشہ سے اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جن سے یہ کام نہیں آتا ہے۔ حائکے۔ کپڑا بننے والا۔

چوں[1] بانبازیست عالم برقرار ہر کسے کارے گزیند ز افتقار

دنیا شرکت سے قائم ہے ضرورت کی وجہ سے ہر شخص ایک پیشہ کرتا ہے

طبل خواری درمیانہ شرط نیست راہِ سنت کار و مکسب کردنیست

لوگوں میں پیٹو پن مناسب نہیں ہے سنت کا راستہ، کام اور کمائی کرنا ہے

جواب گفتنِ خر روباہ را کہ توکل بہترین کسبہاست کہ ہر کسے محتاج ست بتوکل کہ اے خدا ایں کار مرا راست دار و دُعا متضمن توکل ست و توکل کسبے ست کہ ہیچ کسبے دیگر محتاج نیست

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا کہ توکل بہترین کمائی ہے کیوں کہ ہر شخص توکل کا محتاج ہے کہ اے خدا میرے اس کام کو سیدھا رکھ اور دعا توکل پر مشتمل ہے اور توکل وہ کمائی ہے جو کسی دوسری کمائی کی محتاج نہیں ہے

گفت من بہ از توکل بر ربے میندانم در دوعالم مکسبے[2]

اُس نے کہا میں۔ خدا پر توکل سے بہتر دونوں جہان میں کوئی کمائی بہتر نہیں جانتا ہوں

کسبِ شکرش را نمیدانم ندید تا کشد شکرِ خدا رزقِ مزید

اسکا شکریہ ادا کرنیکی کمائی کی میں کوئی نظیر نہیں جانتا ہوں حتیٰ کہ اللہ کا شکر مزید رزق کو کھینچ لاتا ہے

خود توکل بہترینِ کسبہاست زانکہ در ہر کسب دستت بر خدا ست

خود توکل بہترین کمائیوں میں سے ہے کیونکہ ہر کمائی میں تو خدا کی جانب ہاتھ اُٹھائے ہوئے ہے

کاے خدا کارِ مرا تو راست آر ویں دُعا ہست از توکل در سِرار

کہ اے خدا! تو میرے کام کو درست کر دے دراصل یہ دُعا توکل ہی ہے، سمجھ لے

در توکل ہیچ نبود اِحتیاج فارغی از نقصِ ریع[3] و از خراج

توکل میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے تو پیداوار اور آمدنی کے گھٹاؤ سے فارغ ہے

بحثِ شاں بسیار شد اندر خطاب ماندہ گشتند از سوال و از جواب

بات چیت میں ان کی بہت بحث ہوئی وہ سوال اور جواب سے تھک گئے

جواب گفتنِ روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

بعدازاں گفتش کہ اندر مہلکہ نَهي لَا تُلْقُوا بِأَيْدِيْ تَهْلُكَهْ

اُسکے بعد اُسنے اُس سے کہا کہ ہلاکت میں ڈالنے کے بارے میں "اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، کی نہی (وارد ہوئی) ہے

---

1. چوں۔ دنیا کا معاشرہ باہمی امداد سے قائم ہے۔ طبلخواری۔ پیٹو پن، شکم پروری۔ راہ۔ سنت طریقہ یہی ہے کہ انسانوں کو کسب کرنا چاہیے۔ جواب گفتن۔ گدھے نے کہا توکل بھی ایک پیشہ ہے اور ایسا پیشہ ہے کہ دوسرے پیشے اس کے محتاج ہیں اس لیے کہ ہر پیشہ ور اپنے اسباب اختیار کرکے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے اور یہ دعا توکل پر مبنی ہے اور توکل خود ایسی چیز ہے کہ اس میں کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہے۔
2. مکسب۔ پیشہ۔ ندید۔ نظیر، مثال۔ تا کشد۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے "اگر تم شکر کرو گے تو ہم اور زیادہ دیں گے"۔ خود توکل۔ توکل بھی کمائی کا ایک طریقہ ہے، اور ایسا طریقہ ہے کہ دوسرے طریقوں میں اُسکی ضرورت پڑتی ہے اور اس میں کسی دوسرے پیشہ کی ضرورت نہیں ہے اس میں دعا کرتا ہے اور خدا پر بھروسہ کا اظہار کرتا ہے۔
3. ریع۔ پیداوار۔ خراج۔ آمدنی۔ بعدازاں۔ لومڑی نے کہا ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت ہے۔

صبر در صحرائے خشک و سنگلاخ — احمقی باشد جہانِ حق فراخ

خشک اور پتھریلے جنگل میں صبر کرنا — حماقت ہے، اللہ کی دنیا وسیع ہے

نقل کن زیں جا بسُوئے مرغزار — می چَرِ آنجا سبزہ گِردِ جوئبار[1]

اس جگہ سے سبزہ زار میں منتقل ہو جا — وہاں چشمے کے کنارے پر سبزہ چَر

مرغزارِ سبز مانندِ جناں — سبزہ رُستہ اندر آنجا تا میاں

جنتیوں کی طرح کا سبزہ زار — وہاں کمر تک سبزہ اُگا ہُوا ہے

خُرّم آں حیواں کہ اُو آنجا رَوَد — اُشتر اندر سبزہ ناپیدا شود

وہ جانور خوش نصیب ہے، جو وہاں چلا جائے — (اُس) سبزہ میں اُونٹ چھپ جاتا ہے

ہر طرف دروے یکے چشمہ رواں — اندر و حیوان مُرَفَّہ دَر اَماں

اس میں ہر جانب ایک چشمہ جاری ہے — وہاں حیوان امن میں خوش عیش ہے

از خری اُو را نمیگفت اے لعیں — چوں از آنجائی چُر زاری چنیں

گدھے پن سے اس کو نہیں کہتا تھا کہ اے ملعون! — جبکہ تو اُس جگہ کی ہے، ایسی کمزور کیوں ہے؟

کو[2] نشاطِ فربہی و فرِّ تو — چیست ایں لاغر تنِ مُضطرِ تو

تیری شان و شوکت اور مٹاپے کی خوشی کہاں ہے؟ — تیرا پریشان اور کمزور جسم کیوں ہے؟

شرحِ روضہ گر دروغ و زُور نیست — پس چرا چشمت ازاں مخمور نیست

اگر باغیچہ کی تفصیل جھوٹ اور فریب نہیں ہے — تو تیری آنکھیں اُس سے مست کیوں نہیں ہیں؟

ایں گدا چشمی و ایں نادیدگی — از گدائی تُست نز بگلربگی

یہ بھکاری پن اور ندیدہ پن — بھکاری ہونے کی وجہ سے ہے، نہ کہ سرداری سے

چوں ز چشمہ آمدی چونی تو خشک — گر تو نافِ آہوئی کو بُوئے مُشک

جبکہ تو چشمہ پر سے آئی ہے، تو خشک کیوں ہے؟ — اگر تو ہرن کا نافہ ہے، تو مشک کی خوشبو کہاں ہے؟

گر تو[3] می آئی ز گلزارِ جناں — دستۂ گُل کو برائے ارمغاں

اگر تو جنتیوں کے باغیچہ سے آ رہی ہے — تحفہ کے لیے گلدستہ کہاں ہے؟

زانچہ میگوئی و شرحش میکُنی — چوں نشانے در تو نامدا اے سنی

تو جو کچھ کہہ رہی ہے اور اس کی تفصیل کر رہی ہے — اے بھلی! تجھ میں اُس کی کوئی نشانی کیوں نہیں؟

مثل آوردنِ اُشتر در بیانِ آنکہ درمخبرِ دولتے فرّ و اثرِ آں چوں

اونٹ کی مثال لانا، اس بارے میں کہ اقبال مندی کی بات کرنے والے میں اس کی شان و شوکت

---

[1] جوئبار۔ چشمہ۔ مرغزار۔ سبزہ زار ہے۔ وہاں ایسا سبزہ زار ہے جیسا جنت میں ہوگا، کمر کمر تک سبزہ اُگا ہوا ہے۔ اُشتر۔ اتنا اونچا سبزہ ہے، جس میں اونٹ غائب ہو جاتا ہے۔ مرفہ۔ خوش عیش۔ از خری۔ گدھا بہر حال گدھا تھا، مولانا فرماتے ہیں اس سے یہ نہ ہوا کہ لومڑی سے کہتا کہ اگر تیرا بیان صحیح ہے تو تو کیوں بدحال ہے۔

[2] کو۔ گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر وہ جنگل ان خوبیوں کا ہے جو تو بیان کر رہی ہے تو اس جنگل کے اچھے آثار تجھ پر کیوں نہیں ہیں اور تو کیوں لاغر اور کمزور ہے۔ پس چرا۔ اُس جنگل کی نعمتوں سے تیری نگاہیں مست ہونی چاہئیں۔ ایں۔ تیرا ندیدہ پن تو گداگری کی وجہ سے ہے سرداری کی وجہ سے نہیں ہے۔ بگلربگی۔ امیر الامرائی۔

[3] گر تو۔ گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر تو جنت کے باغیچہ سے آ رہی ہے تو تیرے ہاتھ میں تحفہ کے لیے گلدستہ ہونا چاہیے تھا۔ زانچہ۔ تو نے جو باتیں بتائیں اُن سے تیرے اندر نشاط کیوں نہیں ہے۔ مثل۔ اس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کی حالت اُس کے قول کی تردید کر دیتی ہے۔

نہ بنی جائے متہم داشتن باشد کہ اُو مقلد ست دراں

اور اثر اگر تو نہ دیکھے تو تہمت لگانے کا موقع ہو گا کہ وہ اس بارے میں مقلد ہے

آں یکے میگفت اُشتر را کہ ہے ... از کجا می آئی اے اقبال پے

ایک نے اونٹ سے کہا کہ ہاں ... اے مبارک قدم! تو کہاں سے آ رہا ہے؟

گفت[1] از حمام گرم کوئے تو ... گفت خود پیداست از زانوئے تو

اُس نے کہا، تیری گلی کے گرم حمام میں سے ... اُس نے کہا، کہ تیری ران سے خود ظاہر ہے

مارِ موسیٰؑ دید فرعونِ عنود ... مہلتے میخواست نرمی می نمود

سرکش فرعون نے (حضرت) موسیٰؑ کا سانپ دیکھا ... مہلت چاہنے لگا اور نرمی برتتا تھا

زیرکاں گفتند بائیستے کہ ایں ... تند تر گشتی چو ہست اُو ربِّ دیں

عقلمندوں نے کہا، چاہیے تھا کہ یہ ... زیادہ برہم ہو جاتا اگر مذہب کا خدا ہے

معجزہ گر اژدہا گر مار بُد ... نخوت و خشمِ خدائیش چہ شُد

معجزہ خواہ اژدھا یا سانپ تھا ... اُس کا خدائی غصہ اور تکبر کہاں گیا؟

ربِ اعلیٰ گر ویست اندر جلوس ... بہریک کرمے چہ ست ایں چاپلوس

اگر وہ تخت پر بلند خدا ہے ... تو ایک کیڑے کی وجہ سے یہ خوشامد کیسی ہے؟

نفس[2] تو تا مستِ نُقلست و نبید ... دانکہ رُوحت خوشۂ غیبی ندید

تیرا نفس جب تک چبینے اور شراب کا مست ہے ... سمجھ لے کہ تیری روح نے غیبی خوشہ نہیں دیکھا ہے

کہ علامات ست زاں دیدارِ نور ... اَلتَّجَافِیْ مِنْکَ عَنْ دَارُالْغُرُوْر

کیونکہ اُس نور کے دیدار کی علامتیں ہیں ... دھوکے کے جہان سے تیرا بچاؤ

مُرغ چوں بر آبِ شورے می تند ... آبِ شیریں را ندید ست اُو مدد

پرند جب کھاری پانی کا چکر لگائے ... اُس نے میٹھے پانی کی مدد نہیں دیکھی ہے

بلکہ[3] تقلید ست آں ایمانِ اُو ... رُوئے ایماں راندیدہ جانِ اُو

بلکہ اُس کا وہ ایمان نقلی ہے ... اُس کی جان نے ایمان کا چہرہ نہیں دیکھا ہے

پس خطر باشد مقلِد را عظیم ... ازرہ و رہزن ز شیطانِ رجیم

لہٰذا مقلد کے لیے بڑا خطرہ ہے ... راستہ اور ڈاکو کا، ملعون شیطان کی جانب سے

چوں بہ بیند نُورِ حق ایمن شود ... زاضطراباتِ شک اُو ساکن شود

جب وہ اللہ (تعالیٰ) کا نُور دیکھ لیتا ہے مطمئن ہو جاتا ہے ... وہ شک کی پریشانیوں سے سکون پا لیتا ہے

---

[1] گفت۔ ایک شخص نے اونٹ سے دریافت کیا آپ کہاں سے آ رہے ہیں اُس نے کہا تیرے محلّہ کے حمام میں سے غسل کر کے آ رہا ہوں اُس اونٹ کی رانیں سنی ہوئی تھیں وہ طنزاً بولا ہاں تمہاری رانیں تمہاری بات کی تصدیق کر رہی ہیں۔ مارِ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کا اژدہے کو دیکھ کر فرعون کی جو حالت ہوئی اُس نے خود اِس کے خدائی کے دعوے کی تردید کر دی۔ جلوس۔ یعنی تختِ شاہی پر جلوس کے وقت۔

[2] نفسِ تو۔ جب تک انسان دنیاوی لذتوں کی طرف مائل ہے تو اُس نے اخروی نعمتوں کی لذت نہیں چکھی ہے اب اگر وہ اس حالت میں کمال کا مدعی ہو تو خود اس کا عمل اُس کی تکذیب کر دے گا اور اُس کا دعویٰ فرعونی دعویٰ ہوگا۔ کہ۔ آخرت کے نور کے دیدار کی علامت یہی ہے کہ انسان دنیا سے بیزار ہو جاتا ہے۔ مرغ۔ جو پرند کھاری پانی کا چکر کاٹتا ہے یقیناً اُس نے میٹھا پانی نہیں دیکھا ہے۔

[3] بلکہ۔ دنیادار کا ایمان محض تقلیدی ہے، مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے۔ پس خطر۔ تقلیدی ایمان والا بہت جلد شیطان کے بہکاوے میں آ جاتا ہے۔ چوں بہ بیند۔ تحقیقی ایمان کے بعد شکوک و شبہات زائل ہو جاتے ہیں۔

تا کفِ[1] دریا نیاید سُوئے خاک
جب تک دریا کا جھاگ زمین پر نہیں آ جاتا
کاصلِ اُو آمد، بُود در اصطکاک
جو اُس کی اصل ہے، وہ اضطراب میں رہتا ہے

خاکی ست آں کف غریب ست اندر آب
وہ جھاگ خاکی ہے، پانی میں بے وطن ہے
در غریبی چارہ نبود ز اضطراب
بے وطنی میں، اضطراب سے چھٹکارا نہیں ہے

چونکہ چشمش باز شُد آں نقش خواند
جب اُس کی آنکھ کھلی، اُس نے وہ نقش پڑھ لیا
دیو را بروے دگر دستے نماند
شیطان کا پھر اُس پر قابو نہ رہا

گرچہ با روباہ خر اسرار گفت
اگرچہ گدھے نے لومڑی کو اسرار سنائے
سرسری گفت و مقلّد وار گفت
سرسری (طور پر) کہے اور مقلدانہ کہے

آب[2] را بستود اُو تائق نبُود
اُس نے پانی کی تعریف کی، مشتاق نہ تھا
رُخ درید و جامہ، اُو عاشق نبُود
منہ نوچا اور کپڑے پھاڑے، عاشق نہ تھا

از منافق عُذر رد آمدنہ خُوب
منافق کا عذر مردود ہے بھلا نہیں ہے
زانکہ در لب بُود آں نے در قلوب
کیونکہ وہ لبوں پر ہے، دلوں میں نہیں ہے

بُوئِ سیبش ہست و جُزوے سیب نے
اس میں سیب کی خوشبو ہے، اور سیب کا جزو نہیں ہے
بُو در اُو جُز ازپئے آسیب نے
اس میں خوشبو، ستانے کے سوا نہیں ہے

حملۂ زن[3] درمیانِ کارزار
میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ
نشکند صف بلکہ گردد کارزار
صف شکن نہیں ہے، بلکہ کام بگڑ جاتا ہے

گرچہ می بینی چوشیر اندر صفش
اگر تو اُس کو صف میں شیر کی طرح دیکھے
تیغ بگرفتہ ہمی لرزد کفش
اُس نے تلوار پکڑ لی ہے (لیکن) اُس کا ہاتھ لرز رہا ہے

وائے آنکہ عقلِ اُو مادہ بُود
اُس پر افسوس ہے جس کی عقل، مادہ ہو
نفس زِشتش نر و آمادہ بُود
اُس کا بُرا نفس نر اور آمادہ ہو

لاجرم مغلُوب باشد عقلِ اُو
لامحالہ اُس کی عقل مغلوب ہو گی
جُز سُوئے خُسراں نباشد نقلِ اُو
ٹوٹے کے سوا اُس کی منتقلی نہ ہو گی

حملۂ مادہ بصُورت ہم جریست
مادہ کا حملہ دیکھنے میں ہی بہادرانہ ہے
آفتِ اُو ہم چو آں خر از خریست
اُسکی مصیبت بھی اُس گدھے کی طرح گدھے پن سے ہے

---

[1] کفِ دریا۔ دریا کی سطح پر۔ خشکی کی چیزیں ہوتی ہیں جب تک وہ دریا میں رہتی ہیں اُن پر اضطراب جاری رہتا ہے جب وہ ساحل سے لگ جاتی ہیں جو اُن کی اصل ہے تو ساکن ہو جاتی ہیں۔ چونکہ۔ جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے تو پھر اُس پر شیطان قابو نہیں پاتا ہے۔ گرچہ۔ گدھے نے لومڑی سے حقائق پر مبنی تقریریں کیں لیکن اس کی ساری باتیں تقلیدی تھیں لہٰذا لومڑی کے جھانسے میں آ گیا۔

[2] آب۔ گدھے کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کوئی شخص پانی کی تعریفیں کرے لیکن خود پیاسا نہ ہو، عاشق کا حلیہ بنا لے اور حقیقتاً عاشق نہ ہو۔ از منافق۔ منافقین عذر پیش کرتے تھے لیکن وہ عذر حقیقت پر مبنی نہ ہوتے تھے لہٰذا مردود تھے۔ بوی۔ منافقین مومنین کی خُو بُو پیدا کر لیتے تھے لیکن اُن میں ایمان نہ ہوتا تھا اور خُو بُو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اختیار کر لیتے تھے۔

[3] حملۂ زن۔ لومڑی اور گدھے کے معرکے میں گدھے کے حملے ایسے ہی تھے جس طرح میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ۔ تیغ بگرفتہ۔ عورت ہاتھ میں تلوار تو لے لیتی ہے لیکن اُس کا دل لرزتا ہے۔ وای۔ جس شخص کی عقل مادہ ہو اور نفس نر ہو اس کی تباہی لازمی ہے۔ لاجرم۔ زنانہ عقل لامحالہ مردانہ نفس سے مغلوب ہو جائے گی۔ حملۂ مادہ۔ عورت کے حملہ کا انجام وہی ہوتا ہے جو گدھے کے حملوں کا تھا کہ آخر میں لومڑی نے اُس کو پھنسا لیا۔

وصفِ[1] حیوانی بُود برزن فزوں — زانکہ سُوئے رنگ و بُو دارد رکُوں

عورت پر حیوانی وصف غالب ہوتا ہے — کیونکہ اس کا میلان رنگ اور بُو کی طرف ہوتا ہے

اے خنک آنکس کہ عقلش نر بُود — نفسِ زشتش مادہ و مضطر بُود

وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کی عقل نر ہو — اُس کا بُرا نفس مادہ اور بے چین ہو

عقلِ جزویش نر و غالب بُود — نفسِ اُنثیٰ را خِرد سالِب بُود

اُس کی جزوی عقل نر اور غالب — مادہ نفس کو عقل سلب کرنے والی ہوتی ہے

رنگ[2] و بُوئے سبزہ زار آں خر شنید — جملہ حجتہا ز طبعِ اُو رمید

اُس گدھے نے سبزہ زار کے رنگ و بو کو سُونگھا — اُس کی طبیعت میں سے ساری دلیلیں بھاگ گئیں

تشنہ محتاجِ مطر شُد و ابر نے — نفس را جوع البقر بُد صبر نے

پیاسا بارش کا محتاج ہو گیا اور ابر نہیں ہے — نفس کو انتہائی بھوک تھی، صبر نہ تھا

اِسپرِ آہن بُود صبر اے پدر — حق نوشتہ بر سپر جاءَ الظفر

اے باوا! صبر لوہے کی ڈھال ہوتی ہے — اللہ (تعالیٰ) نے ڈھال پر لکھ دیا ہے، "فتح ہوئی"

صد دلیل آرد مقلّد در بیاں — از قیاسے گوید آں رانز عیاں

مقلد سو دلیلیں بیان کرتا ہے — وہ قیاس سے بتاتا ہے، نہ کہ مشاہدہ سے

مشک آلود ست امّا مشک نیست — بوئے مشکستش ولے جز پشک نیست

مُشک آلودہ ہے، لیکن مشک نہیں ہے — اُس میں مشک کی بُو ہے لیکن مینگنی کے سوا کچھ نہیں ہے

تاکہ[3] پُشکے مشک گردد اے مُرید — سالہا باید دراں روضہ چرید

اے مرید! تاکہ مینگنی مشک بنے — سالوں اس باغیچہ میں چرنا چاہیے

کہ نباید خورد جو ہمچو خراں — آہوانہ درختن چر ارغواں

گدھوں کی طرح جو نہ کھانے چاہییں — ہرنوں کی طرح ختن میں گلِ بابونہ چر

جز قرنفل یاسمن یا گُل مچر — رو بصحرائے ختن باآں نفر

لونگ یا چنبیلی یا گلاب کے سوا نہ چر — اُن لوگوں کے ساتھ ختن کے جنگل میں چلا جا

معدہ را خوکن بداں ریحان و گُل — تابیابی حکمت و قُوتِ رُسُل

اُس ریحان اور گلاب کا معدہ کو عادی بنا لے — تاکہ تو رسولوں کی روزی اور حکمت حاصل کر لے

خوئے معدہ زیں کہ وجو بازکن — خوردنِ ریحان و گُل آغاز کن

اس گھاس اور جو سے معدے کی عادت چھڑوا — ریحان اور گلاب، کھانا شروع کر دے

---

[1] وصفِ حیوانی۔ عام حیوانات رنگ و بو کا تو احساس کر لیتے ہیں لیکن اُن میں عقل کا مادہ نہیں ہے کہ حقیقت تک پہنچ سکیں۔ عورت بھی ظاہر پر ریجھ جاتی ہے عقل سے کام لے کر حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ عقل۔ اگر انسان میں نر عقل ہوتی ہے تو وہ نفس پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔

[2] رنگ و بُوی۔ اُس گدھے نے رنگ و بو کو دیکھا عقل سے کام نہ لیا۔ تشنہ۔ وہ گدھا اُس راحت و آرام کا محتاج تھا جس کے اسباب وہاں مہیا نہ تھے یہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ کوئی پیاسا بارش کا منتظر بن بیٹھے اور ابر موجود نہ ہو۔ جوع البقر۔ ایک بیماری ہے جس میں انسان کھاتا رہتا ہے لیکن اُس کا پیٹ نہیں بھرتا اسپر مشہور ہے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ "صبر کشادگی کی کنجی ہے" مقلد۔ مقلد کے وہ دلائل سب سنے سنائے ہوتے ہیں۔ مشک۔ مقلد کے دلائل کا یہی حال ہوتا ہے جیسا کہ مینگنی پر مشک مل دیا جائے۔

[3] تاکہ۔ مشاہدہ کے لیے سالوں مجاہدے کی ضرورت ہے۔ کہ نباید۔ اُس کے حاصل کرنے کیلئے روحانی خوراک کی ضرورت ہے۔ جز قرنفل۔ عمدہ قسم کی روحانی غذائیں کھانے کے بعد مشاہدہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ معدہ۔ رسولوں کی روزی اور حکمت جب حاصل ہوتی ہے جبکہ انسان مجاہدوں کے ریحان و گل کا عادی بنے۔ خوی معدہ۔ دنیاوی آلائشوں سے پاکی حاصل کی جائے اور روحانی غذائیں حاصل کی جائیں۔

معدہ[1] تن سُوئے کہداں میکشد — معدۂ دل سُوئے ریحاں میکشد

جسم کا معدہ چَر کی طرف لے جاتا ہے — دل کا معدہ ریحان کی طرف کھینچتا ہے

ہر کہ کاہ وجَو خورد قُرباں شُود — ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود

جو گھاس اور جو کھاتا ہے ذبح ہو جاتا ہے — جو اللہ کا نور کھاتا ہے، قرآن بن جاتا ہے

نیم تو مشک ست نیمی پشک ہیں — ہیں میفزا پشک افزا مشکِ چیں

خبردار! تیرا آدھا مشک (اور) آدھا مینگنی ہے — خبردار! مینگنی نہ بڑھا چین کا مشک بڑھا

آں مقلد صد دلیل و صد بیاں — در زباں آرد ندارد ہیچ جاں

وہ مقلد سو دلیلیں اور سو بیان — زبان پر لاتا ہے، کوئی جان نہیں رکھتا ہے

جانِ اُو خالی ازاں گفتارِ اُو — کلّہ اش بے مغز زاں اَسرارِ اُو

اُس کی جان اُس کی گفتگو سے خالی ہے — اُس کے اسرار سے اُس کا دماغ بے مغز ہے

چونکہ[2] گوینده ندارد جان و فر — گفت اُو را کے بُود برگ و ثمر

چونکہ کہنے والا جان اور شان و شوکت نہیں رکھتا ہے — اس کی گفتگو میں پھل اور پتے کب ہوں گے؟

میکند گستاخ مردم را براہ — اُو بجاں لرزاں ترست از برگِ کاہ

وہ انسانوں کو راستہ (چلنے) میں دلیر بناتا ہے — وہ گھاس کے پتے سے زیادہ جان سے لرزنے والا ہے

پس حدیثش گرچہ بس بافر بُوَد — در حدیثش لرزہ ہم مضمر بُود

اُس کی بات اگرچہ بہت شان و شوکت والی ہو — (لیکن) اُس کی بات میں کپکپاہٹ پوشیدہ ہو گی

فرق میانِ دعوتِ شیخِ کامل واصل و میانِ سخن

کامل شیخ واصل (بحق) کی دعوت اور اُن ناقصوں کی بات کے درمیان فرق جو فضل

ناقصانِ فاضل کہ فضلِ تحصیلی برخود بستہ اند

کے مدعی ہیں اور جنھوں نے دوسروں سے فضل لے کر اپنے آپ سے وابستہ کر لیا ہے

شیخ نورانی زرہ آگہ کُند — باسخن ہم نور را ہمرہ کُند

نورانی شیخ راہ (حق) سے آگاہ کرتا ہے — بات کے ساتھ نور ہمراہ کرتا ہے

جہد[3] کن تامست و نورانی شوی — تا حدیثت را شود نورش روی

تو کوشش کرتا کہ مست اور صاحب نور بن جائے — تاکہ اس کا نور تیری بات کے ساتھ ہو

ہرچہ در دوشاب جوشیدہ شوَد — در عقیدہ طعم دوشابش شود

جو چیز انگور کے شیرے میں جوش دے دی جائے — عقیدہ میں اُس کا مزہ، انگور کے شیرے کا ہو جاتا ہے

---

1. معدہ۔ جسمانی معدہ حیوانی غذاؤں کی طرف رغبت کرتا ہے، روحانی معدہ اسرار کی غذا چاہتا ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص حیوانی غذاؤں کا عادی ہوتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور نورانی غذا سے انسان قرآن کی طرح متبرک بن جاتا ہے۔ نیم تو۔ انسان میں دونوں قوتیں ہیں حیوانی بھی اور ملکوتی بھی۔ آں مقلد۔ وہ شخص جو سنی سنائی باتیں بیان کرتا ہے اُس کی صرف زبانی تقریر ہوتی ہے اس میں کوئی جان نہیں ہوتی ہے نہ اس کے دماغ میں اُس کے اسرار ہوتے ہیں۔

2. چونکہ۔ جب کہنے والے میں کوئی جان نہ ہو تو اُس کی بات بے نتیجہ ہوتی ہے۔ می کند۔ دوسروں کو تو وہ بہادر بناتا ہے لیکن خود ڈرتا ہے۔ پس۔ اس مقلد کی تقریر اگرچہ پرشوکت ہوتی ہے، لیکن اُس میں خوف بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ فرق۔ شیخ کامل اور ناقص انسان کی رہنمائی میں بڑا فرق ہے۔ شیخ نورانی۔ صاحب نور شیخ صحیح رہنمائی کرتا ہے۔

3. جہد کن۔ انسان کو خود صاحب نور بننا چاہیے تاکہ بات میں تاثیر ہو اور نور اس کی بات کیلئے بمنزلہ حروف روی کے ہو جو شعر کے آخر میں لازمی ہے اور اُسی حرف پر قافیہ کا مدار ہوتا ہے۔ ہر چہ۔ بات میں نور کی طرح پیوست ہو جاتا ہے جس طرح انگور کے شیرے میں جس چیز کو ڈال کر جوش دیدیا جائے تو اُس میں انگور کا ذائقہ پیدا ہو جاتا ہے۔

از جزرو ز سیب و بہ وز گردگاں　لذّتِ دوشاب یابی تو ازاں
گاجر اور سیب اور بہی اور اخروٹ　تو اُن میں انگور کے شیرے کا مزہ پائے گا
علم[1] اندر نور چوں فرغودہ شُد　پس ز علمت نُور یابد قوم لُد
علم، جب نور سے گھل مل گیا　تو تیرے علم سے سرکش قوم نور حاصل کرتی ہے
ہرچہ گوئی باشد آں ہم نورِ ناک　کاسماں ہرگز نبارد غیرِ پاک
تو جو کچھ کہے وہ بھی نورانی ہو گا　کیونکہ آسمان پاک کے علاوہ نہیں برساتا ہے
آسماں شُو ابر شُو باراں ببار　ناوْداں بارش کُند نبُوَد بکار
آسمان بن جا، ابر بن جا، بارش برسا　پرنالہ بارش برساتا ہے، وہ کارآمد نہیں
آب اندر ناوْداں عاریت ست　آب اندر ابر و دریا فطرت ست
پرنالہ میں پانی مانگا ہوا ہے　ابر اور دریا میں اصلی پانی ہے
فکر[2] و اندیش ست مثلِ ناوْداں　وحی مکشوف ست ابر و آسماں
فکر اور خیال، پرنالہ جیسا ہے　کھلی ہوئی وحی ابر اور آسمان ہے
آبِ باراں باغ صد رنگ آورد　ناوْداں ہمسایہ در جنگ آورد
بارش کا پانی، باغ کو سو رنگ کا بنا دیتا ہے　پرنالہ، پڑوسی کو جنگ پر آمادہ کر دیتا ہے
باز[3] گردم سُوئے آں روباہ و خر　تاچساں ازراہ بُرد آں خر نگر
میں لومڑی اور گدھے کی طرف لوٹتا ہوں　دیکھ اُس گدھے کو کس طرح راستہ سے بھٹکا دیا

زبوں شدنِ خر در دستِ روباہ از حرصِ علف

گھاس کی حرص کی وجہ سے گدھے کا لومڑی کے ہاتھوں مغلوب ہو جانا

خردوسہ حملہ بروبہ سخت کرد　چوں مقلد بُد فریب اُو بخورد
گدھے نے لومڑی پر دو تین سخت حملے کیے　چونکہ مقلد تھا اُس کا فریب کھا گیا
طنطنہ ادراک و بینائی نداشت　دمدمہ روبہ برُو سکتہ گماشت
وہ علم اور بصیرت کا کر و فر نہ رکھتا تھا　لومڑی کے مکر نے اُس پر سکتہ طاری کر دیا
حرصِ خوردن آنچناں کردش ذلیل　کہ زبونش کرد با پانصد دلیل
کھانے کی حرص نے اُس کو ایسا ذلیل کیا　کہ پانچ سو دلیلیں ہوتے ہوئے اس کو مغلوب کر دیا

---

1. علم اندرنور۔ جب علم کا نور میں مربّی بن جاتا ہے تو پھر اس علم کی تاثیر سرکش قوم پر ہوتی ہے۔ فرغودہ۔ آمیختہ و پیچیدہ۔ ہرچہ۔ اب نورانی شخص جو بات بھی کہے گا اس میں نور اور پاکیزگی ہوگی۔ آسماں۔ آسمان اور ابر کا اپنا ذاتی پانی ہے، پرنالہ کا پانی اپنا نہیں ہے آسمان کا ہے۔
2. فکرواندیش۔ فکر اور خیال کی مثال پرنالہ کے پانی کی سی ہے اور وحی کی مثال ابر کی سی ہے۔ آبِ باراں۔ بارش کا پانی سینکڑوں فائدوں کا سبب ہے، پرنالہ کا پانی عموماً پڑوسی سے جھگڑے کا سبب بنتا ہے۔
3. بازگردم۔ اب گدھے کا قصہ سُن لومڑی نے اُس کو کس طرح گمراہ کر دیا۔ خر۔ گدھے نے لومڑی پر جوابی حملے کیے لیکن چونکہ مقلد تھا آخر میں خود پسپا ہو گیا۔ طنطنہ۔ چونکہ گدھے کو نورِ باطنی حاصل نہ تھا لومڑی کا مکر اُس پر غالب آ گیا اور گدھے کی حرص نے دلیلوں کے ہوتے ہوئے اُس کو ذلیل کر دیا۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ مقلد کی دلیل ایسی ہی ہے جیسے ہیجڑے کی تلوار۔

حکایت آں مخنث و پرسیدنِ لُوطی از وَ در حالتِ لواطت کہ ایں خنجر از
• ہیجڑے کا قصہ اور لوطی کا لواطت کی حالت میں اُس سے دریافت کرنا کہ یہ خنجر کس کام کے لیے
بہرِ چیست گفت از بہرِ آنکہ ہر کہ بامن بد اندیشد اِشکمش بشگافم لوطی بر سرِ
ہے اُس نے کہا اس لیے کہ جو میرے ساتھ بُری بات سوچے گا میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں گا
اُو آمد و شُد میکرد و میگفت الحمد للہ[1] کہ من با تو بدی اندیشم
لوطی اُس پر چڑھتا اور اُترتا تھا اور کہہ رہا تھا خدا کا شکر ہے کہ میں تجھ سے برے کام کی نیت نہیں رکھتا ہوں

بیتِ من بیت نیست اقلیم ست　　ہزلِ من ہزل نیست تعلیم ست
میرا شعر، کوٹھری نہیں ہے ایک خطّہ ہے　　میرا مذاق، مذاق نہیں ہے، تعلیم ہے

قولہ تعالیٰ اِنَّ[2] اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِىٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا
اللہ تعالیٰ کا قول ہے بیشک اللہ حیا نہیں کرتا اس بارے میں کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے پس اس سے بھی زیادہ
اے فَمَا فَوْقَهَا فِىْ تَغْيِيْرِ النُّفُوْسِ بِالْاِنْكَارَاتِ مَا ذَا اَرَادَ اللّٰهُ
(چھوٹی چیز کی) جو انکار کی وجہ سے نفوس میں تغیر پیدا کرنے کے لیے اس سے بھی بڑھی ہوئی ہوں (انھوں نے کہا)
بِهٰذَا مَثَلًا و آنکہ جواب میفر ماید کہ ایں خواستم يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ
اس مثال سے اللہ کا کیا ارادہ ہے اور یہ کہ جواب فرماتا ہے کہ میں نے یہ چاہا اس سے بہت گمراہ ہوں
بِهٖ كَثِيْرًا کہ ہر فتنہ ہمچو میزانست کہ بسیار از وُسرخ رُوشوند و بسیاراں بے مُراد شوند
اور بہت سے ہدایت پائیں کیونکہ ہر آزمائش ایک ترازو ہے کہ بہت سے اُس سے سرخرو ہو جاتے ہیں اور بہت
وَلَوْ تَاَمَّلْتَ فِيْهِ قَلِيْلًا لَوْ جَدْتَّ فِىْ نَتَائِجِهِ الشَّرِيْفَةِ كَثِيْرًا
سے بے مُراد ہو جاتے ہیں اور اگر تو اس میں تھوڑا سا بھی غور کر لے تو اُس میں بہت سے عمدہ فوائد پائے گا

کوں[3] دہے را لُوطیے در خانہ بُرد　　سرنگوں افگندش و دروے فشرد
ایک اغلام کرانے والے کو ایک اغلام کرنے والا گھر لے گیا　　اُس کو اوندھا گرایا اور اس میں گھسیڑ دیا
برمیانش خنجرے دید آں لعیں　　پس بگفتش درمیانت چیست ایں
اُس ملعون نے اُس کی کمر پر خنجر دیکھا　　تو اُس سے کہا تیری کمر میں یہ کیا ہے؟
گفت آنکہ بامن ار یک بدمنش　　بد بیندیشد بدّرم اِشکمش
اُس نے کہا یہ کہ اگر کوئی بدطینت میرے ساتھ　　بُرے کام کا ارادہ کرے تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں

[1] الحمد للہ۔ اُس لوطی نے طنزاً کہا۔ بیت۔ پہلا بیت شعر کے معنی میں اور دوسرا بیت کوٹھری کے معنی میں ہے یعنی میرے اشعار میں بہت سے معانی ہیں۔ ہزلِ من۔ چونکہ مولانا نے یہاں بہت فحش قصہ نقل کیا ہے اس کی توجیہ کرتے ہیں۔
[2] ان اللہ۔ قرآن میں سمجھانے کے لیے جب مچھر اور اس کے پر کی مثالیں دیں تو کفار نے اعتراض کیا کہ قرآن میں ایسی چھوٹی چھوٹی مثالیں کیوں دی جاتی ہیں تو قرآن نے اُن کو جواب میں کہا کہ فہمائش کے لیے اس طرح کی مثالیں دینا کوئی بُری بات نہیں ہے اور ایک آزمائش بھی ہے کہ اس قسم کی مثالوں پر کچھ اعتراض کر کے گمراہ ہوں اور کچھ صحیح مقصد سمجھ کر ہدایت یاب ہوں۔
[3] کوں دہے۔ اغلام کرانے والا اسی سے کندہ اور گندہ بنا ہے۔ میان۔ کمر۔ بدمنش۔ بدنیت۔

گفت لُوطی حمدُ لِلّٰہ را کہ مَن — بد نیندیشیدہ ام باتو بفن

اغلام کرنے والے نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے — کسی فریب سے تیرے ساتھ بُرا ارادہ نہیں کیا

چونکہ[1] مردی نیست خنجر ہا چہ سُود — چوں نباشد دل ندارد سُود خود

جبکہ بہادری نہیں ہے، خنجروں سے کیا فائدہ؟ — جب دل نہ ہو، خُود فائدہ نہیں دیتی

از علیؓ میراث داری ذُوالفقار — بازوِی شیرِ خدا ہستت بیار

(حضرت) علیؓ سے تجھے ذُوالفقار میراث میں مل گئی — تیرے پاس شیر خدا کا بازو ہے تو لا

گر[2] فسونے یاد داری از مسیحؑ — کو لب و دندانِ عیسیٰؑ اے وقیح

اگر تو (حضرت) عیسیٰؑ کی دُعا یاد رکھتا ہے — اے بے شرم! (حضرت) عیسیٰؑ کا ہونٹ اور دانت کہاں ہیں؟

کشتیِ سازی ز توزیع و فتوح — کو یکے ملاحِ کشتی ہمچو نُوحؑ

تو چندے اور نذرانوں سے کشتی بناتا ہے — (حضرت) نوحؑ جیسا کوئی ایک ملاح کہاں ہے؟

بُت شکستی گیرم ابراہیمؑ وار — کو بُتِ تن رافدا کردن بنار

میں نے مانا تو نے (حضرت) ابراہیمؑ کیطرح بُت توڑ ڈالا — جسم کے بُت کو آگ میں فنا کرنا کہاں ہے؟

گر دلیلت ہست اندر فعل آر — تیغ چوبیں را بداں کُن ذُوالفقار

اگر کام میں تیرے پاس دلیل ہے، لا — اس کے ذریعہ لکڑی کی تلوار کو ذوالفقار بنا دے

آں دلیلے کو تُرا مانع شوَد — از عمل آں نقمتِ صانع شود

وہ دلیل جو تیرے لیے مانع ہے — عمل سے، وہ خدا کا عذاب ہے

خائفانِ[3] راہ را کردی دلیر — از ہمہ لرزاں تری تُو زیر زیر

تو نے راستہ میں ڈرنے والوں کو، بہادر بنا دیا — چپکے چپکے تو سب سے زیادہ لرزنے والا ہے

برہمہ درسِ توکل می کنی — در ہوا تو پشہ را رگ میزنی

تو سب کو توکل کا درس دیتا ہے — تو ہوا میں مچھر کی رگ پر (نشتر) مارتا ہے

اے مخنّث پیش رفتہ از سپاہ — بر دروغ و ریشِ تو کیرت گواہ

اے ہیجڑے! تو لشکر سے آگے ہوا — تیرے جھوٹ اور ڈاڑھی پر تیرا خایہ گواہ ہے

چوں ز نامردی دل آگندہ بُود — ریش و سُبلت موجبِ خندہ بُود

جب نامردی سے دل پُر ہو — ڈاڑھی اور مونچھیں، ہنسی کا سبب ہوتی ہیں

توبہ کُن اشکباراں چوں مطر — ریش و سُبلت را ز خندہ باز خر

توبہ کر، بارش کی طرح آنسو بہا — ڈاڑھی اور مونچھ کو مذاق سے بچا

---

[1] چونکہ۔ جب انسان میں بہادری نہ ہوتو اُس کے لیے خنجر اور سر کی لوہے کی جنگی ٹوپی بیکار ہے۔ ذوالفقار۔ آنحضور کی مشہور تلوار، جو حضرت علیؓ کے پاس تھی۔ شیرِ خدا۔ حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔

[2] گر فسونے۔ اگر کوئی حضرت مسیحؑ کی طرح دم کرنا سیکھ لے جس سے مُردے زندہ ہو جاتے تھے، تو وہ حضرت مسیحؑ کے ہونٹ اور دانت کہاں سے لائے گا۔ توزیع۔ چندہ۔ فتوح۔ نذرانہ۔ کو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے جسم کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ گر دلیل۔ دلیل دراصل عمل ہے۔ مانع۔ جو دلیل عمل سے مانع بنے وہ عذابِ الٰہی ہے۔

[3] خائفاں۔ بے عمل انسان دوسروں کو وعظ کہہ کر بہادر بناتا ہے، خود بزدلی دکھاتا ہے۔ در ہوا۔ ایسا لالچی ہے کہ ہوا میں مچھر کے نشتر مار کر اُس کا خون پینا چاہتا ہے۔ کیر۔ آلہ تناسل جس سے ہیجڑا محروم ہوتا ہے۔ ریش۔ ہیجڑے کی ڈاڑھی ایک مذاق ہے۔ توبہ کن۔ راہ سلوک کے ہیجڑے کا یہ علاج ہے کہ وہ اللہ کے دربار میں گریہ وزاری کرے۔

داروی مردی بخور اندر عمل ۔۔۔ تاشوی خورشیدِ گرم اندر حمل¹
عمل میں مردانگی کی دوا کھا ۔۔۔ تاکہ تو (برج) حمل میں گرم سورج بن جائے

داروی مردی کُن و عِنّیں مشوی ۔۔۔ تابروں آید صد گوں خُوبروی
مردانگی کی دوا کر اور نامرد نہ بن ۔۔۔ تاکہ سیکڑوں قسم کے خوبصورت پیدا ہوں

معدہ را بگذار و بسُوی دل خرام ۔۔۔ تاکہ بے پردہ زحق آید سلام
معدہ کو چھوڑ اور دل کی جانب چل ۔۔۔ تاکہ (اللہ تعالیٰ) کی جانب سے بغیر حجاب کے سلام آئے

رُستمی² گر بایدت خنجر بگیر ۔۔۔ وز بحیزی مائلی چادر بگیر
اگر تجھے رستم پن چاہیے، خنجر پکڑ ۔۔۔ اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے، چادر اوڑھ لے

رُستمی گر بایدت جوشن بپوش ۔۔۔ ورنحیزی مائلی رَو کوں فروش
اگر تجھے رستم پن چاہیے، زرہ پہن لے ۔۔۔ اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے، جا مقعد بیچ

یکدُو گامے رَو تکلّف ساز خوش ۔۔۔ تاتُرا عشقش کشد اندر برش
ایک دو قدم چل، خوب تکلف کر ۔۔۔ تاکہ تجھے عشق، اپنی آغوش میں کھینچ لے

برسرِ میداں چو مرداں پائیدار ۔۔۔ تانگردی مُبتلا در پایۂ دار
میدان میں مردوں کی طرح جم ۔۔۔ تاکہ تو سُولی کے نیچے مُبتلا نہ ہو

تاکے از جامہ زناں ہمچو زناں ۔۔۔ در صفِ مرداں در آہمچوں سِناں
عورتوں کی طرح زنانہ لباس کب تک (تعلق رکھے گا) ۔۔۔ نیزے کی طرح مردوں کی صف میں آ جا

غالب شُدن حیلۂ روباہ بر اِستعصام و تعفُّف

گدھے کے بچاؤ اور حفاظت پر لومڑی کے حیلہ کا

خر و کشیدنِ روباہ خر را بسُوئے بیشۂ شیر

غالب آ جانا اور لومڑی کا گدھے کو شیر کی کچھار کی جانب کھینچ لے جانا

روبہ اندر حیلہ پائے³ خود فشرد ۔۔۔ ریشِ خر بگرفت و آں خر را بہ بُرد
لومڑی نے مکاری میں، قدم رکھا ۔۔۔ گدھے کی ڈاڑھی پکڑی اور اس گدھے کو لے گئی

مُطربِ آں خانقہ کوتاکہ تفت ۔۔۔ دف زندکہ خر برفت و خر برفت
اُس خانقاہ کا قوال کہاں ہے؟ کہ جلد ۔۔۔ دف بجائے، کہ گدھا گیا، گدھا گیا

چونکہ خرگوشے برد شیرے بچاہ ۔۔۔ چوں نیارد روبہے خر تا گیاہ
جب خرگوش شیر کو کنویں میں پہنچا دے ۔۔۔ تو لومڑی گدھے کو گھاس کے پاس کیوں نہ لے آئے گی؟

حمل۔ سورج جب برج حمل میں ہوتا ہے اُس کی شعاعیں زمین پر بہت تیز گرم پڑتی ہیں۔ عِنّین۔ نامرد۔ تابروں۔ مرد کے حسین اولاد پیدا ہوتی ہے۔
معدہ۔ مجاہدے کرے، روزے رکھے تو قربِ خداوندی میسر آ جائے گا۔
رستمی۔ اگر تو راہِ سلوک کا رستم بننا چاہتا ہے تو مجاہدے کے خنجر سے نفس کشی کر ورنہ عورتوں کی طرح چادر اوڑھ کر خانہ نشین بن جا۔ یکدو۔ راہِ سلوک میں تکلف سے ہی آگے قدم کو پھر جذبہ شروع ہوگا۔ دار۔ سولی۔ سنان۔ بھالا۔ استعصام۔ حفاظت چاہنا۔ تعفف۔ پاک دامنی۔ بیشہ۔ جھاڑی۔
پائے خود فشرد۔ یعنی کھڑی ہوگئی۔ ریشِ خر گرفت۔ یعنی غالب آگئی۔ مطرب۔ پہلے قصہ گذر چکا ہے۔ کہ "خر برفت" کی دھن میں دوسرے صوفیوں نے ایک صوفی کا گدھا بیچ کھایا تھا۔ چونکہ۔ پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ خرگوش نے دھوکے سے شیر کو کنویں میں گرا دیا تھا۔

گوش[1] را بر بند و افسونہا مخر — جز فسونِ آں ولیِ دادگر
کان بند کر لے اور منتر نہ سن — اُس فریاد رس ولی کے منتر کے سوا

آں فسونہا خوشتر از حلوائے اُو — آنکہ صد حلوا ست خاکِ پائے اُو
اُس (غیر ولی) کے حلوے سے یہ منتر بہتر ہیں — کیونکہ سیکڑوں حلوے اُس کے پاؤں کی خاک ہیں

خُمہائے خُسروانی پُر زِ مے — مایہ بُردہ از مے لبہائے وے
شراب سے پُر شاہی مٹکوں نے — اُس کے ہونٹوں سے سرمایہ حاصل کیا ہے

عاشقِ مے باشد آں جانِ بعید — کو مئے لبہائے لعلش را ندید
وہ (اُس سے) دور جان، شراب کی عاشق ہو گئی — جس نے اُس کے لعل جیسے ہونٹوں کی شراب نہ دیکھی

آبِ[2] شیریں چوں نہ بیند مُرغِ کور — چوں نگردد گردِ چشمہ آبِ شور
اندھا پرند جب میٹھا پانی نہیں دیکھے گا — وہ کھاری پانی کا چکر کیوں نہ کاٹے گا؟

موسیِ جاں سینہ را سینا کند — طوطیانِ کور را بینا کند
روحانی موسیٰ سینہ کو سینا بنا دیتا ہے — اندھی طوطیوں کو بینا بنا دیتا ہے

خسروِ شیرینِ جاں نوبت زدست — لاجرم در شہر قند ارزاں شدست
روح کے شیریں شاہ نے، ڈنکا پیٹ دیا ہے — لامحالہ شہر میں شکر سستی ہو گئی ہے

یُوسفانِ غیب لشکر میکشند — تنگہائے قند مصری میرسند
غیبی یوسف لشکر کشی کر رہے ہیں — مصری شکر کے بورے پہنچ رہے ہیں

اُشترانِ[3] مصر را رُو سُوئے ما — بشنوید اے طوطیاں بانگِ درا
مصری اونٹوں کا رُخ ہماری جانب ہے — اے طوطیو! گھنٹے کی آواز سنو

شہرِ مافردا پُر از شکّر شود — شکّر ارزان ست ارزاں تر شُوَد
کل کو ہمارا شہر، شکر سے بھر جائے گا — شکر سستی ہے (اور) زیادہ سستی ہو جائے گی

در شکر غلطید اے حلوائیاں — ہمچو طوطی کوریِ صفرائیاں
اے حلوائیو! شکر میں لوٹو — طوطی کی طرح، صفرائی لوگوں کے اندھے پن (کے ساتھ)

نیشکر کوبید کار اینست و بس — جاں بر افشانید یار اینست و بس
کھانڈ کھوندو بس کام یہی ہے — جان چھڑک دو، بس دوست یہی ہے

یک تُرش در شہرِ ما اکنوں نماند — چونکہ شیریں خسرواں را بر نشاند
ہمارے شہر میں اب کوئی کھٹا نہیں رہا — چونکہ شیریں نے بہت سے خسرو بٹھا دیے ہیں

---

[1] گوش۔ مولانا سالک کو نصیحت کرتے ہیں کہ صرف شیخ کے قول پر عمل کر۔ آں فسونہای۔ دوسرے لوگوں کی چکنی چپڑی باتوں سے شیخ کی بات بدرجہا بہتر ہے۔ خمہای۔ شاہی شراب میں مستی شیخ کی باتوں کی مستی سے آتی ہے۔ عاشق۔ جو شخص شیخ سے دور ہوگا اور اُس نے شیخ کی باتوں کی مستی نہ حاصل کی ہوگی وہ شراب کی مستی سے محبت کر سکے گا۔

[2] آبِ شیریں۔ چونکہ یہ شیخ کی باتوں کی مستی سے محروم ہے اس لیے دوسروں کی باتوں پر دھیان دیتا ہے۔ موسیٰ جاں۔ شیخ کا فیض سینہ کو کوہ طور بنا دیتا ہے۔ خسرو۔ شیخ نے صلاءِ عام دے دی ہے اسی لیے اس وقت شہر میں قند ارزاں ہے۔ یوسفانِ غیب۔ اس سے مراد روحانی شیوخ ہیں، حضرت یوسف کی مناسبت سے قند مصری کا ذکر کیا ہے جس سے روحانی اسرار مراد ہیں۔

[3] اُشترانِ مصر۔ یعنی روحانی شیوخ۔ درا۔ جرس، گھنٹہ۔ حلوائیاں۔ وہ سالک جو اسرار کے طالب ہیں۔ صفرائیاں۔ جس شخص میں خلط صفراء کا غلبہ ہوتا ہے اُس کو شکر اچھی نہیں لگتی ہے۔ نیشکر۔ اس سے مراد روحانی اسرار ہیں۔ یار۔ یعنی شیخِ کامل۔ یک ترش۔ اس سے مراد منکر ہیں۔ شیریں۔ یعنی شیخ۔ خسرواں۔ یعنی شیخ کے خلفاء۔

نُقل بر نُقل ست و مے بَرمے ہلا — برمنارہ[1] رو بزن بانگِ صلا

آگاہ نُقل پر نُقل، شراب پر شراب ہے — منارہ پر چڑھ جا، بلاوے کا اعلان کر دے

سرکۂ نُہ سالہ شیریں میشود — سنگِ مرمر لعل و زرّیں میشود

نو سال کا سرکہ میٹھا ہو جائے گا — سنگِ مر مر لعل اور سنہرا ہو جائے گا

آفتاب اندر فلک دستک زناں — ذرّہا چوں عاشقاں بازی کُناں

سورج، آسمانوں میں دستک دے رہا ہے — ذرے، عاشقوں کی طرح رقص کر رہے ہیں

چشمہا مخمور شُد از سبزہ زار — گُل شگوفہ میکُند بر شاخسار

سبزہ زار سے آنکھیں نشیلی ہو گئی ہیں — شاخوں پر، پھول کھل رہے ہیں

چشمِ دولت سحرِ مُطلق میکُند — رُوح شُد منصور انا الحق میزند

دولت کی آنکھ، پورا جادو کر رہی ہے — روح منصور بن گئی ہے، اناالحق کا نعرہ لگا رہی ہے

شُد ز یوسف آں زلیخا نوجواں[2] — عشرت از سَرگیر خوش خوش شادماں

یوسف کی وجہ سے زلیخا جوان ہو گئی — خوشی خوشی مسرت سے از سرِ نو عیش منا

آتشے اندر دلِ خود بر فروز — دفعِ چشمِ بد سپند اے نے بسوز

اپنے دل میں آگ روشن کر لے — نظر بند کے دفع کرنے کے لئے کالا دانہ جلا

تو بحالِ خویشتن میباش شاد — تابیابی در جہانِ جاں مُراد

تو اپنے حال پر خوش رہ — تاکہ تو جان کے جہان میں مراد حاصل کر لے

گر خرے را می بُرد رُوبہ زسَر — گو بُبر تو خرمباش و غم مخور

اگر لومڑی گدھے کا سر کاٹ دیتی ہے — کہہ دے کاٹ دے، تو گدھا نہ بن اور غم نہ کھا

حکایت[3] آں شخص کہ از ترس، خویشتن را در خانہ انداخت

اُس شخص کی حکایت جس نے خوف سے اپنے آپ کو گھر میں جا ڈالا، رُخساروں

رخہا زرد کردہ چوں زعفران و لبہا کبُود چوں نیل و دست

کو زعفران کی طرح زرد کئے ہوئے، اور ہونٹوں کو نیل کی طرح نیلا کئے ہوئے، ہاتھ درخت

لرزاں چوں برگِ درخت، خداوندِ خانہ پُرسید کہ خیرست

کے پتوں کی طرح کپکپاتے ہوئے، گھر کے مالک نے دریافت کیا خیر ہے

وچہ واقعہ است گفت از بیروں خر می گیرند بسُخرہ، گفت

اور کیا واقعہ ہے، اُس نے کہا، باہر بیگار میں گدھے پکڑ رہے ہیں اُس نے کہا

برمنارہ۔ بلند جگہ پر چڑھ کر اعلان کیا جاتا ہے۔ سرکہ۔ یعنی پُرانے بدکار۔ آفتاب۔ یعنی شیخ کامل۔ درہا۔ یعنی معتقدین۔ چشمہا۔ اب سالکوں کی نگاہیں مخمور ہیں۔ منصور۔ حلاجؒ نے فنا کے بعد بقاباللہ حاصل کر کے اناالحق کا نعرہ لگا دیا تھا۔

نوجوان۔ مشہور ہے کہ زلیخا حضرت یوسف کی دُعا سے نوجوان بن گئی تھی، مُراد یہ ہے کہ روح کی کمزوری کے بعد اُس کو نوجوانی حاصل ہو گئی۔ سپند۔ مشہور ہے کہ کالا دانہ کی دھونی سے نظر بند زائل ہو جاتی ہے۔ تو بحال۔ یہ احوال، جو ذکر کیے گئے ہیں خود تیرے ہیں تو اُن سے خوش رہ تاکہ دنیا اصل مُراد حاصل کر لے۔ گر خرے۔ اگر لومڑی گدھے کو ہلاک کر رہی ہے کرنے دے تو گدھا نہ بن اور پھر بے فکر زندہ رہ۔

حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتانا ہے کہ اگر انسان انسان بنا نہ تو پھر گدھا پکڑ نیوالے لے لے اسے کوئی خطرہ نہیں جب تک انسان گدھا ہے وہ فریب کھاتا جاتا ہے۔

تو خر نیستی چہ میترسی گفت بجدّ می گیرند و تمیز برخاستہ است

تو تو گدھا نہیں ہے کیوں ڈرتا ہے؟ اُس نے کہا کوشش کر کے پکڑ رہے ہیں اور تمیز اُٹھ گئی ہے

امروز ترسم کہ مرا خر گیرند

اب میں ڈرتا ہوں کہ مجھے گدھا سمجھ لیں

آں[1] یکے از ترس درخانہ گریخت — زرد رُو و لب کبُود و رنگ ریخت
ایک شخص خوف سے گھر میں بھاگ آیا — چہرہ زرد، ہونٹ نیلے، رنگ فق

صاحبِ خانہ بگفتش خیر ہست — کہ ہمی لرزد تُرا چوں بید دست
گھر کے مالک نے اُس سے کہا خیر ہے؟ — کہ تیرا ہاتھ بید کی طرح لرز رہا ہے

واقعہ چونست چوں بگریختی — رنگِ رُخسارہ چنیں چوں ریختی
کیا واقعہ ہے، تو کیوں بھاگا؟ — رُخسار کا رنگ کیوں فق ہو گیا!

گفت بہرِ سُخرۂ شاہِ حُروں — خر ہمی گیرند امروز از برُوں
اُس نے کہا ظالم بادشاہ کی بیگار کے لیے — آج باہر سے گدھے پکڑ رہے ہیں

گفت[2] میگیرند خر اے جانِ عم — چوں نۂ خر رَو تُرا زیں چیست غم
اُس نے کہا اے چچا کی جان! وہ گدھے پکڑ رہے ہیں — جبکہ تو گدھا نہیں ہے، جا تجھے اس سے کیا غم ہے؟

گفت بس جدِّ ند و گرم اندر گرفت — گر خرم گیرند ہم نبُود شگفت
اُس نے کہا وہ پکڑنے میں بہت سخت اور سرگرم ہیں — اگر مجھے بھی گدھا سمجھ لیں تو تعجب نہیں ہے

بہرِ خرؔ گیری بر آوردند دَست — جدِ جد تمیز ہم برخاستہ است
گدھے پکڑنے ؛ میں اُنھوں نے ہاتھ نکالے ہیں — بہت کوشش میں تمیز بھی اُٹھ گئی ہے

چونکہ بے تمیزیاں ماں سرورند — صاحبِ خر را بجائے خر برند
چونکہ بے تمیز لوگ ہمارے سردار ہیں — گدھے کے بجائے، گدھے والے کو پکڑ لے جائیں گے

نیست[3] شاہِ شہرِ ما بیہودہ گیر — ہست تمیزش سمیع ست و بصیر
ہمارے شہر کا بادشاہ، خواہ مخواہ پکڑنے والا نہیں ہے — اس کو تمیز ہے، (وہ) سننے والا اور دیکھنے والا ہے

آدمی باش وز خر گیراں مترس — خر نہ اے عیسیِٰ دوراں مترس
تو آدمی بن جا، اور گدھا پکڑنے والوں سے نہ ڈر — تو گدھا نہیں ہے، اے (اپنے) دور کے عیسیٰ تو نہ ڈر

چرخِ چارم ہم زنورِ تو پُرست — حاشَ لِلّٰہ کہ مقامت آخُر ست
چوتھا آسمان بھی تیرے نور سے پُر ہے — خدا بچائے کہ تیرا مقام اصطبل ہو

---

[1] آں یکے۔شہر میں گدھے بیگار میں پکڑے جا رہے تھے ایک شخص ڈر کر ایک گھر میں گھس گیا۔بید۔بید کے درخت کی نرم شاخوں کی لچک مشہور ہے۔سخرہ۔بیگار۔حروں۔سرکش، ظالم۔

[2] گفت۔صاحب خانہ نے کہا تو گدھا نہیں ہے تو کیوں ڈرتا ہے۔جد جد۔کوشش کی انتہا نے اُن کے لیے گدھے اور غیر گدھے کی تمیز ختم کر دی ہے۔چونکہ۔جب بے تمیز سردار بن جائیں تو گدھے کے بجائے یہ لوگ گدھے والے کو بھی پکڑ سکتے ہیں۔

[3] نیست۔اس شعر کا تعلق اس حکایت کی سرخی کے پہلے شعر یعنی چوں نہ خر سے ہے۔آدمی۔انسان بن جا۔عیسیٰ۔انسان کو عیسیٰ صفت ہونا چاہیے خر عیسیٰ نہ ہونا چاہیے۔چرخِ چارم۔جبکہ انسان کو عیسیٰ صفت ہونا چاہیے۔تو جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان پر ہیں اسطرح انسانِ کامل کا مقام بھی چوتھا آسمان ہے۔

تو ز چرخ و اختراں ہم برتری	گرچہ[1] بہرِ مصلحت در آخری
تو آسمان اور ستاروں سے بھی بالاتر ہے	اگرچہ مصلحتاً تو اصطبل میں ہے
میرِ آخُر گرچہ در آخُر بُود	ہر کہ اُو را خر بگوید خر بُود
اصطبل کا داروغہ اگرچہ اصطبل میں ہوتا ہے	جو اُس کو گدھا کہے، وہ گدھا ہے
میرِ آخُر دیگر و خَر دیگر ست	نے ہر آنکو اندر آخُر شد خَرست
داروغہ اصطبل دوسری چیز ہے اور گدھا دوسری چیز ہے	یہ نہیں ہے کہ جو اصطبل میں ہے وہ گدھا ہے
چہ در اُفتادیم در دُنبالِ خر	از[2] گلستاں گوی وز گلہائے تر
ہم گدھے کے پیچھے کیا پڑ گئے	چمن اور تر پھولوں کی بات کر
از انار و از ترنج و شاخِ سیب	وز شراب و شاہدانِ بے حسیب
انار کی اور لیموں کی اور سیب کی ٹہنی کی	اور شراب کی اور بے حساب معشوقوں کی
یا ازاں دریا کہ موجش گوہر ست	گوہرش گویندہَ و بینا ورست
یا اُس دریا کی، جس کی موج موتی ہے	اُس کا موتی گویا اور بینا ہے
یا ازاں مُرغاں کہ گلچیں میکنند	بیضہا زرّیں و سیمیں می کُنند
یا اُن پرندوں کی، جو پھول چنتے ہیں	سونے اور چاندی کے انڈے دیتے ہیں
یا ازاں بازاں کہ کبکاں پَرورند	ہم نگوں اِشکم ہم اِستاں میپرند
یا اُن بازوں کی، جو چکوریں پالتے ہیں	پیٹ کے بل بھی اور چت بھی اُڑتے ہیں
نَردبانہائیست پنہاں در جہاں	پایہ پایہ تا عنانِ آسماں
دُنیا میں مخفی سیڑھیاں ہیں	درجہ بدرجہ، آسمان کی بلندی تک
ہر گرہ را نردبانے دیگر ست	ہر روشِ را آسمانے دیگر ست
ہر گروہ کی ایک دوسری سیڑھی ہے	ہر رفتار کے لیے ایک دوسرا آسمان ہے
ہر یکے[3] از حالِ دیگر بے خبر	ملک با پہنا و بے پایان و سر
ہر ایک دوسرے کی حالت سے بے خبر ہے	ملک وسیع ہے اور بے ابتدا اور بے انتہا ہے
ایں دراں حیراں کہ اُو از چیست خوش	واں دریں خیرہ کہ حیرت چیستش
یہ اس کے بارے میں حیران کہ وہ کس چیز سے خوش ہے	وہ اسکے بارے میں حیران ہے کہ اسکی حیرت کس وجہ سے ہے
صحنِ ارضِ اللہ واسع آمدہ	ہر درختے از زمینے سَر زدہ
اللہ کی زمین کا صحن وسیع ہے	ہر درخت ایک زمین سے اُگا ہے

[1] گرچہ۔ ہدایت دینے اور پانے کے لیے انسان کو دنیا میں بھیج دیا گیا ہے۔ میر آخر۔ اصطبل میں ہونے سے گدھا ہونا ضروری نہیں ہے داروغہ اصطبل، اصطبل میں ہے لیکن گدھا نہیں ہے۔ اسی طرح اہل اللہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا دار نہیں ہیں۔ چہ۔ مولانا کا اپنے آپ کو خطاب ہے کہ گدھے کے قصہ کو چھوڑ کر عالم آخرت کی بات کر۔

[2] از گلستاں۔ یہ سب جنت کی چیزیں ہیں۔ دریا۔ اس سے مراد ذات حق ہے۔ مرغاں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ بازاں۔ یعنی ملائکہ۔ کبکاں۔ یعنی عروج کے مختلف راستے ہیں مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب جانے والے راستے انسانوں کے سانسوں کی تعداد کی بقدر ہیں۔ روش۔ یعنی سلوک۔

[3] ہر یکے۔ ہر سالک پر جو تجلی ہے دوسرا اُس سے بیخبر ہے حتیٰ کہ بسا اوقات مرید پر جو تجلی ہوتی ہے شیخ اُس سے بے خبر ہوتا ہے۔ ایں۔ ہر سالک چونکہ دوسرے سالک کی تجلی سے بے خبر ہے اس لیے وہ دوسرے پر حیران ہوتا ہے۔ صحن۔ قرب الٰہی اس قدر وسیع ہے کہ اس میں طرح طرح کے معارف اُگے ہوئے ہیں۔

بر درختاں[1] شکر گویاں برگ و شاخ — کہ زہے ملک و زہے عرصہ فراخ

درختوں پر پتے اور شاخیں شکر ادا کرتی ہیں — کہ عجب ملک ہے اور عجب وسیع میدان ہے

بُلبلاں گردِ شگوفہ پُر گرہ — کہ ازاں چہ میخوری مارا بدہ

بلبلیں تہ بہ تہ شگوفے کے چاروں طرف (کہتی ہیں) — کہ اُس میں سے کیا کھا رہا ہے؟ ہمیں دے

ایں سخن پایاں ندارد کُن رجوع — سُوی آں رُوباہ و شیر و سقم و جُوع

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، واپسی کر — اُس لومڑی اور شیر اور بیماری اور بھوک کی جانب

بُردنِ[2] روباہ آں خر را پیشِ شیر و جستنِ خر از شیر و عتاب کردن روباہ با شیر کہ ہنوز خر دور بُود کہ تعجیل کردی و عذر گفتنِ شیرو لابہ کردنِ شیر روباہ را کہ برو بارِ دیگرش بفریب

لومڑی کا اُس گدھے کو شیر کے سامنے لے جانا اور گدھے کا شیر سے کود بھاگنا اور لومڑی کا شیر پر غصہ کرنا کہ گدھا ابھی دور تھا، کہ تو نے جلدی کر دی اور شیر کا معذرت کرنا اور شیر کا لومڑی کی خوشامد کرنا کہ جا دوبارہ اُس کو فریب دے

چونکہ روباہش بسُوئے مَرج بُرد — تاکُند شیرش بحملہ خُرد مُرد

لومڑی جب اُس کو چراگاہ کی جانب لے گئی — تاکہ شیر، حملے سے اُس کو خرد بُرد کر دے

دور بُود از شیرو آں شیر از نبرد — تابہ نزدیک آمدن صبرے نکرد

وہ شیر سے دور تھا اور شیر نے جنگ کی وجہ سے — اُس کے نزدیک آ جانے تک صبر نہ کیا

گنبدی[3] کرد از بلندی شیرِ ہول — خود نبودش قُوّت و امکانِ حول

ہولناک شیر نے اونچائی سے چھلانگ لگائی — اُس میں خود قوت اور طاقت کا امکان نہ تھا

خر ز دورش دید و برگشت و گریخت — تابزیرِ کوہ تازاں لعل ریخت

گدھے نے اُس کو دور سے دیکھا اور پلٹ گیا اور بھاگ گیا — پہاڑ کے نیچے تک بھاگا چلا گیا

گفت روبہ شیر را اے شاہِ ما — چوں نکردی صبر در وقتِ وغا

لومڑی نے شیر سے کہا، اے ہمارے بادشاہ! — تو نے معرکہ کے وقت صبر کیوں نہ کیا؟

تابہ نزدیکِ تو آید آں غوی — تابہ اندک حملۂ غالب شوی

تاکہ وہ گمراہ تیرے قریب آ جاتا — تاکہ تو تھوڑے سے حملہ سے غالب ہو جاتا

مکرِ شیطان ست تعجیل و شتاب — لطفِ رحمانست صبر و احتساب

عجلت اور جلد بازی شیطان کا مکر ہے — صبر اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا خدا کی مہربانی ہے

---

[1] بردرختاں۔ ہر درخت کی شاخ و برگ خدا کی تسبیح میں مصروف ہے۔ بلبلاں۔ یعنی سچے عاشق۔ ایں سخن۔ یہ عالم غیب کا بیان نہ ختم ہونے والا ہے۔

[2] بُردن۔ لومڑی گدھے کو بہکا کر شیر کے پاس لے گئی، گدھا قریب نہ پہنچا تھا کہ شیر نے ناکام حملہ کر دیا اور گدھا بھاگ گیا، شیر نے لومڑی کی خوشامد کی کہ دوبارہ گدھے کو لا۔ مرج۔ چراگاہ۔ دور۔ گدھا ابھی شیر سے دور تھا شیر نے حملہ کر دیا۔

[3] گنبدی کردن۔ چوکڑی بھرنا۔ حول۔ طاقت۔ لعل ریختن۔ تیز دوڑنا۔ وغا۔ جنگ۔ غوی۔ گمراہ یعنی گدھا۔ مکر۔ شیطان۔ حدیث شریف ہے جلد بازی شیطانی ہے اور آہستگی خدا کی جانب سے ہے۔

دُور بُود و حملہ را دید و گریخت
وہ دُور تھا اور حملہ دیکھا اور بھاگ گیا
ضعفِ تو ظاہر شد و آبِ تو[1] ریخت
تیری کمزوری ظاہر ہو گئی اور تیری آبرو ریزی ہو گئی

گفت من پنداشتم بر جاست زور
اُس نے کہا، میں سمجھا طاقت بحال ہے
خود بُدم زیں ضعف خود نادان و کور
اپنی اس کمزوری سے میں خود نادان اور اندھا تھا

لیک گفتم زورِ من بر جا بُود
لیکن میں نے کہا، میری طاقت بحال ہو گی
نے کہ در من ضُعفِ دست و پا بُود
نہ کہ مجھ میں ہاتھ اور پاؤں کی کمزوری ہو گئی

نیز جوع و حاجتم از حد گذشت
لیکن میری بھوک اور ضرورت حد سے گذر گئی
صبر و عقلم از تجوّع یاوہ گشت
بھوک کی وجہ سے میرا صبر اور عقل بیکار ہو گئی

گر توانی بارِ دیگر از خرد
اگر تو عقلمندی سے دوبارہ
باز آوردن مر او را می سزد
اس کو پھر لا سکے تو مناسب ہے

منتِ بسیار دارم از تو من
مجھ پر تیرا بہت احسان ہے
جَہد کُن باشد بیاریش بفَن
کوشش کر، شاید مکر سے تو اُس کو دوبارہ لے آئے

گر[2] خدا روزی کُند آں خر مرا
اگر اللہ تعالیٰ اُس گدھے کو میری روزی بنا دے گا
بعد ازاں بس صید ہا بخشم تُرا
اُس کے بعد تجھے بہت شکار بخشوں گا

گفت آرے گر خدا یاری دہد
اُس نے کہا، ہاں اگر خدا مدد کرے گا
بر دلِ اُو از عمٰی مُہرے نہد
اُس کے دل پر اندھے پن کی مہر لگا دے گا

پس[3] فراموشش شوَد ہولے کہ دید
تو وہ اُس خوف کو بھول جائے گا جو اُس نے دیکھا
از خری اُو نباشد ایں بعید
اُس کے گدھے پن سے یہ بعید نہیں ہے

لیک چوں آرم من اُو را بر متاز
لیکن جب میں اُس کو لے آؤں دوڑ نہ پڑنا
تابادش ند ہی از تعجیل باز
تاکہ تو پھر جلدی کی وجہ سے اس کو برباد نہ کر دے

گفت آرے تجربہ کردم کہ مَن
اُس نے کہا، ہاں میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ میں
سخت رنجورم مخلخل گشتہ تن
سخت بیمار ہوں، جسم ڈھیلا ہو گیا ہے

تابہ نزدیکم نیاید خر تمام
جب تک گدھا، بالکل میرے پاس نہ آ جائے گا
من نہ جنبم خفتہ باشم بر قوام
میں حرکت نہ کروں گا، سوتا رہوں گا طریقہ کے مطابق

رفت رُوبہ گفت اے شہ ہمتے
لومڑی روانہ ہوئی، بولی اے بادشاہ!
تا بپوشد عقلِ اُو را غفلتے
تاکہ غفلت اُس کی عقل کو چھپا دے

---

1. آب ریختن۔ بے آبرو ہونا۔ گفت۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ میری قوت بحال ہے اور میں اپنی کمزوری سے ناواقف تھا۔ لیک۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ مجھ میں طاقت ہے اور میرے ہاتھ پاؤں کمزور نہیں ہیں۔ تیز۔ دوسری وجہ جلد حملہ کی یہ بھی ہوئی کہ بھوک بہت لگ رہی تھی اور بھوک میں عقل گم ہو گئی تھی۔ گر توانی۔ تیری عقلمندی کا تقاضا ہے کہ تو اُس کو دوبارہ لے آ۔ منت۔ تیرا مجھ پر احسان ہے، مزید کرم ہو گا کہ دوبارہ لے آئے۔
2. گر خدا۔ اگر خدا نے مجھے گدھے کی روزی دے دی تو میں کھا کر قوی ہو جاؤں گا پھر بہت شکار کر کے تجھے کھلایا کروں گا۔ گفت۔ لومڑی نے کہا اگر خدا کی مدد شامل حال رہی تو پھر گدھے کے دل پر اندھے پن کی مہر لگ جائے گی۔
3. پس۔ پہلے حملہ کا خوف وہ بھول جائے گا۔ لیک۔ لیکن اگر اس بار میں اُس کو لے آؤں، تو جلدی کر کے اس کو برباد نہ کر دینا۔ مخلخل۔ ڈھیلا۔ تابہ نزدیکم۔ شیر نے کہا اس بار جب وہ قریب آ جائے گا تو حملہ کروں گا ورنہ قاعدہ کے مطابق سوتا رہوں گا۔ ہمت۔ باطنی توجہ۔

توبہا کر دست خر با کردگار ۔ کہ نگردم غرّۂ ہر نابکار[1]

گدھے نے خدا سے بہت توبہ کر لی ہو گی ۔ کہ میں ہر نالائق کے دھوکے میں نہ آؤں

عقلِ خر بازیچۂ دستانِ ماست ۔ فکرتش کبادۂ طفلانِ ماست

گدھے کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے ۔ اُس کی سمجھ ہمارے بچوں کی نرم کمان ہے

توبہایش را بفن برہم زنیم ۔ ماعدوّے عقل و عہدِ روشنیم

ہم مکر سے اُس کی توبہ کو توڑ دیں گے ۔ ہم عقل اور روشن عہد کے دشمن ہیں

کلّۂ خر گوئے فرزندانِ ماست ۔ فکرتش بازیچۂ دستانِ ماست

گدھوں کا گلہ ہماری اولاد کی گیند ہے ۔ اُس کی سمجھ ہمارے مکر کا کھلونا ہے

عقل کاں باشد زدورانِ زُحل ۔ پیشِ عقلِ کُل ندارد آں محل

وہ عقل جو زحل کی رفتار سے (پیدا) ہو ۔ عقلِ کُل کے سامنے وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

از عطارُد و از زُحل دانا شُد اُو ۔ ماز دادِ کردگارِ لُطفِ خُو

وہ عطارد اور زُحل سے عقلمند بنا ہے ۔ ہم مہربان خدا کی عنایت سے

عَلَّمَ الْاِنْسَاں[2] خَم طغرائے ماست ۔ علم عنداللہ مقصدہائے ماست

علم الانسان ہمارے طغرا کا دائرہ ہے ۔ اللہ کا علم، ہمارے مقاصد ہیں

تربیہ آں آفتابِ روشنیم ۔ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ازاں رو میزنیم

ہم اُس روشن سورج کی تربیت ہیں ۔ اسی لیے ہم ربی الاعلیٰ کا نعرہ لگاتے ہیں

تجربہ گر دارد اُو با ایں ہمہ ۔ بشکند صد تجربہ زیں دمدمہ

اگر وہ تجربہ رکھتا ہے تو اُس سب کے ہوتے ہوئے ۔ سیکڑوں تجربے اس مکر سے ٹوٹ جائیں گے

بُو کہ توبہ بشکند آں سُست خُو ۔ در رسد شومیِ اشکستن دروُ

ہو سکتا ہے کہ وہ کاہل توبہ توڑ دے ۔ (توبہ) توڑنے کی بدبختی اُس میں اثر کرے

درِ بیانِ[3] آنکہ نقضِ عہد و توبہ مُوجب بلا بُود بلکہ مُوجب مسخ

اس کا بیان کہ توبہ اور عہد کو توڑنا مصیبت کا سبب ہوتا ہے بلکہ مسخ کا

ست چنانکہ در حقِ اصحابِ سبت و اصحابِ مائدہ عیسیٰ

سبب ہے، چنانچہ سبت والوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستر خوان والوں کے

---

1. نابکار ــ نالائق ـ بازیچہ ـ کھلونا ـ دستاں ـ مکر ـ کبادہ ـ بچوں کے کھیلنے کی نرم کمان ـ توبہایش ـ لومڑی نے کہا ہم اُسکی توبہ کو توڑ دیں گے ـ کلۂ خر ـ گدھے ہمارے بچوں کا کھلونا ہیں اور اُن کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے یہی حال شیطان اور عوام کا ہے ـ زُحل ـ زُحل ستارے کی تاثیر سے بچہ کی عقل میں ذہانت پیدا ہوتی ہے لیکن زُحل کی عطا کردہ عقل، عقلِ کُل کے مقابلہ میں ہیچ ہے ـ از عطارد ـ عوام کی عقول عطارد اور زُحل ستاروں کی تاثیر سے ہیں شیطان کی عقل خداداد ہے ـ
2. علّم الانسان ـ ان اشعار میں مولانا نے لومڑی کی زبان سے عقل کامل کے صفات بیان فرمائے ہیں قرآن پاک میں ہے علّم الانسان مالم یعلم انسان کو وہ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا ـ دوسری جگہ قرآن پاک میں مذکور ہے قل انما العلم عند اللہ آپ کہہ دیجیے علم اللہ ہی کے پاس ہے ـ تربیہ ـ عقل کامل کو اللہ کی تربیت حاصل ہوتی ہے اسلیے وہ خداوند قدوس کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے ـ تجربہ ـ لومڑی نے کہا ـ بُو کہ ـ ہو سکتا ہے کہ وہ گدھا اپنی توبہ توڑ ڈالے اور توبہ شکنی کی بدبختی میں مبتلا ہو جائے ـ
3. در بیان ـ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اللہ کے عہد اور توبہ کو توڑنے سے بدبختی آتی ہے پہلی قوموں تو عہد شکنی کی وجہ سے سور اور بندر بنائی گئیں آنحضورؐ کی اُمت میں یہ صوری مسخ تو نہیں ہے لیکن باطنی مسخ ہوتا ہے یعنی دل سُور اور بندر بن جاتا ہے اور قیامت میں یہ انسان اُس دل کی صورت اختیار کرلے گا ـ

علیہ السلام کہ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ و اندریں
بارے میں ہے اور کر دیا اُن میں سے بندر اور سُور اور اس اُمت میں
اُمت مسخِ دل باشد نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ و روزِ قیامت
دل مسخ ہو گا ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور قیامت کے
تن راصورتِ دل دہند
دن بدن کو دل کی صورت دے دیں گے

نقضِ[1] میثاق و شکستِ توبہا — مُوجبِ لعنت شود در انتہا
عہد کا توڑنا اور توبہ کا توڑنا — انجام کار، لعنت کا سبب ہوتا ہے

نقضِ عہد و توبۂ اصحابِ سبت — مُوجبِ مسخ آمد و اہلاک و مقت
سبت والوں کا توبہ اور عہد کو توڑنا — مسخ اور ہلاکت اور عتاب کا سبب بنا

پس خدا آں قوم را بوزینہ کرد — چونکہ عہدِ حق شکستند از نبرد
تو خدا نے اُس قوم کو بندر بنا دیا — چونکہ اُنھوں نے ضد سے اللہ کا عہد توڑا

اندریں[2] اُمت نہ بُد مسخِ بدن — لیک مسخِ دل بُود اے ذُوالفِطن
اس اُمت میں جسمانی مسخ نہ تھا — لیکن اے سمجھدار! دل کا مسخ ہوتا ہے

چوں دل بوزینہ گردد آں دلش — ازدلِ بوزینہ شد خواراں گلش
جب اُس کا دل، بندر کا دل ہو گیا — اُس کی مٹی بندر کے دل سے زیادہ ذلیل ہو گئی

گر ہُنر بودے دلش را ز اختیار — خوار کے بُودے بصورت آں حمار
اگر اُس کے دل میں کوئی اختیاری ہُنر ہوتا — تو صورت کے اعتبار سے وہ گدھا ذلیل کیوں ہوتا؟

آں سگِ اصحاب خوش بُد سیرتش — ہیچ بودش منقصت زاں صُورتش
اصحاب (کہف) کے کتے کی سیرت اچھی تھی — اُس صورت سے اس کو کوئی نقصان تھا؟

مسخِ[3] ظاہر بُود اہلِ سبت را — تا بہ بیند خلق ظاہر کبت را
سبت والوں کا مسخ ظاہر تھا — تا کہ کھلے ہوئے اوندھے منہ ہونے کو مخلوق دیکھ لے

ازرہِ سِرّ صد ہزارانِ دگر — گشتہ از توبہ شکستن خُوک و خر
باطنی طور پر دوسرے لاکھوں — توبہ توڑنے کی وجہ سے سور اور گدھے بنے ہیں

دوم بار آمدنِ روباہ براں خرِ گریختہ تا باز بفریبدش
بھاگے ہوئے گدھے کے پاس لومڑی کا دوبارہ آنا تاکہ اُس کو پھر فریب دے

---

1. نقض۔ یہود نے عہد کیا تھا کہ وہ ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کھیلا کریں گے لیکن انھوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا اور اس کے نتیجہ میں اُن کو مسخ کر کے بندر اور سور بنایا گیا۔ سبت۔ ہفتہ کا دن۔ مقت۔ غصہ، عتاب۔ بوزینہ۔ بندر۔ شکستند۔ عہد کے باوجود ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار کھیلنے لگے۔
2. اندریں۔ اُمت محمدیہ میں صوری مسخ نہ ہوگا باطنی مسخ ہوگا۔ چوں دل بوزینہ۔ جب انسان کا دل بندر کا دل بن جائے تو اُس کا جسم بندر کے دل سے بھی بدتر ہے۔ گر ہنر۔ حسن وخوبی میں صورت سے زیادہ دل معتبر ہے۔ اصحاب۔ اصحاب کہف کے کتے کا دل بھلا تھا صورت کی برائی سے اُس پر کوئی عیب نہ آیا۔
3. مسخ ظاہر۔ جسمانی مسخ میں یہ حکمت ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ ازرہ سر۔ باطنی طور پر لاکھوں مسوخ ہیں جو عہد شکنی کی وجہ سے گدھے اور سور بنے ہوئے ہیں۔

پس[1] بیامد زود روبہ سُویِ خر
گفت خر از چوں تو یارے الحذر
پھر بہت جلد لومڑی گدھے کی جانب آئی
گدھے نے کہا، تجھ جیسے دوست سے پناہ ہے
ناجواں مردا چہ کردم باتو من
کہ مرابا شیر کردی پنجہ زن
اے بزدل! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟
کہ تو نے مجھے شیر سے بھڑا دیا
ناجواں مرد اچہ کردم من تُرا
کہ بہ پیشِ اژدھا بُردی مرا
اے نامرد! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟
کہ تو مجھے اژدھے کے سامنے لے گئی
مُوجبِ[2] کینِ تو با جانم چہ بُود
غیر خبثِ جوہرِ تواے عنُود
میری جان سے تیرے کینہ کی کیا وجہ تھی؟
اے سرکش! سوائے تیری طبیعت کی خباثت کے
ہمچو کژدم کُو گزد پائے فتے
نارسیدہ ازوے اُو را آفتے
بچھو کی طرح جو جوان کے پاؤں میں کاٹتا ہے
بغیر اس کے کہ کوئی تکلیف اس کو اُس سے پہنچے
یا چودیوے کُو عدوّیِ جانِ ماست
نارسیدہ زحمتش از ما و کاست
یا شیطان کی طرح جو ہماری جان کا دشمن ہے
ہماری جانب سے اس کو زحمت اور نقصان پہنچے بغیر
بلکہ طبعاً خصمِ جانِ آدمی ست
از ہلاکِ آدمی در خُرّمی ست
بلکہ وہ فطرت سے آدمی کی جان کا دشمن ہے
آدمی کی تباہی سے خوشی میں ہے
ازپئے ہر آدمی اُو نگسلد
خُو و طبعِ زشتِ خود را کے ہلد
وہ ہر آدمی کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آتا ہے
وہ اپنی بُری عادت کب چھوڑتا ہے؟
زانکہ[3] خُبثِ ذاتِ اُو بے مُوجبے
ہست سُویِ ظلم و عُدواں جاذبے
کیونکہ اُس کی ذاتی خباثت، بغیر کسی سبب کے
ظلم اور زیادتی کی جانب کھینچنے والی ہے
ہر زماں خواند تُرا تا خر گہے
کہ دراندازد تُرا اندر چَہے
وہ تجھے ہر وقت خوشی کی جگہ بلاتا ہے
کہ تجھے کسی کنویں میں ڈال دے
کہ فلاں جا حوضِ آبست و عیوں
تا در اندازت بحوضت سَر نگوں
کہ فلاں جگہ پانی کی حوض اور چشمے ہیں
تاکہ تجھے حوض میں اوندھا گرا دے
آدمی را با ہزاراں کرّوفر
اندر افگند آں لعیں در شور و شر
آدمی کو باوجود ہزاروں شان و شوکت کے
اُس ملعون نے شور و شر میں ڈال دیا ہے
آدمی را باہمہ وحی و نذیر
اندر افگند آں لعیں بردش بہ بیر
باوجود ہر طرح کی وحی اور ڈراوے کے آدمی کو
وہ ملعون کنویں پر لے گیا (اور) اندر گرا دیا

---

[1] پس بیامد۔ جب لومڑی دوبارہ گدھے کے پاس آئی تو اُس نے اُس سے پناہ مانگی۔ ناجواں۔ گدھے نے لومڑی سے کہا اے بزدل میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا کہ تو نے مجھے شیر کے بالمقابل جا کھڑا کیا۔ اژدہا۔ یعنی شیر۔

[2] موجب۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو میری جان کی دشمن محض باطنی خباثت کی وجہ سے بنی۔ کژدم۔ بچھو بغیر کسی وجہ کے محض بد طینتی کی وجہ سے ڈنک مارتا ہے۔ یا چو دیوے۔ شیطان بھی انسان کو بغیر کسی وجہ کے ہلاک کرتا ہے۔ بلکہ۔ شیطان کو انسان سے طبعی خصومت ہے اسی لیے وہ ہر آدمی کے درپے ہے۔

[3] زانکہ۔ شیطان کی ذاتی عداوت بغیر کسی وجہ کے اُس کو انسان پر ظلم کرنے کو آمادہ کرتی ہے۔ ہر زماں۔ انسان کو خوش کن جگہ کی طرف بلا کر کنویں میں دھکا دے دیتا ہے۔ کہ فلاں۔ لالچ دلا کر تباہ کر دیتا ہے۔ آدمی۔ شاندار آدمی کو بھی شور و شر میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بیگناہے[1] بیگزندِ سابقے ۔۔۔ کے رسید او را ز آدم ناحقے
بغیر کسی پہلی خطا اور تکلیف کے ۔۔۔ کب اُس پر آدم سے ظلم ہوا ہے؟

کے رسید او را زمردم زشیتے ۔۔۔ گو دمادم آرد از غم پشتیے
انسان سے اُس کو بُرائی کب پہنچتی ہے؟ ۔۔۔ کہ وہ ہر وقت غم کے پشتے لگا رہا ہے

گفت روبہ آں طلسمِ سحر بود ۔۔۔ کہ تُرا در چشم چوں شیرے نمود
لومڑی نے کہا، وہ جادو کا طلسم تھا ۔۔۔ جو تجھے شیر جیسا دکھائی دیا

ورنہ[2] من از تو بتن مسکیں ترم ۔۔۔ کہ شب و روز اندر آنجا میچرم
ورنہ میں تو جسم میں تجھ سے زیادہ کمزور ہوں ۔۔۔ لیکن دن رات اُس جگہ چرتی ہوں

گرنہ زاں گو نہ طلسمے ساختے ۔۔۔ ہر شکم خوارے بدانجا تاختے
اگر اُس جگہ ایسا طلسم نہ بناتا ۔۔۔ ہر پیٹو، وہاں دوڑ جاتا

یک جہانِ بینوا چوں پیل وارج ۔۔۔ بے طلسمے کے بماند سبز مرج
ہاتھی اور گینڈے جیسے بھوکوں کا ایک عالم ہے ۔۔۔ بغیر طلسم کے چراگاہ سبز کہاں رہ سکتی ہے؟

من تُرا خود خواستم گفتن بدرس ۔۔۔ کہ چناں ہولے اگر بینی مترس
میں تجھے سکھانے میں خود کہنا چاہتی تھی ۔۔۔ کہ اگر تو اس طرح ڈر دیکھے تو نہ ڈرنا

لیکن رفت از یاد علم آموزیت ۔۔۔ کہ بُدم مستغرقِ دل سوزیت
لیکن تجھے علم سکھانا بھول گئی ۔۔۔ کیونکہ میں تیرے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی

دید مت در جُوعِ[3] کلب و بینوا ۔۔۔ می شتابیدم کہ آئی تا دوا
میں نے تجھے جوع الکلب میں اور بے سروسامان دیکھا ۔۔۔ میں دوڑ پڑی کہ تو دوا تک آ جائے

ورنہ با تو گفتمے شرحِ طلسم ۔۔۔ کاں خیالے می نماید نیست جسم
ورنہ میں تجھ سے طلسم کی شرح کر دیتی ۔۔۔ کہ وہ ایک خیال نظر آتا ہے، جسم نہیں ہے

شد فراموش آنکہ گویم مرتُرا ۔۔۔ حلِ آں مشکل مہیب دلرُبا
میں بھول گئی کہ تجھ سے کہوں ۔۔۔ اُس خوفناک دل کو اُڑانے والی مشکل کا حل

جواب گفتنِ خرّ روباہ را

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت رو روہیں ز پیشم اے عدو ۔۔۔ تا نہ بینم روئے تو اے زشت رو
اُس نے کہا اے دشمن! میرے سامنے سے دُور ہو ۔۔۔ اے بدصورت! تاکہ میں تیرا منہ نہ دیکھوں

---

[1] بیگناہے۔ انسان کی کوئی خطا نہیں نہ انسان نے شیطان کا کچھ بگاڑا ہے۔ گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا تجھے جو شیر نظر آیا وہ کوئی حقیقتاً شیر نہ تھا بلکہ ایک طلسم تھا۔ طلسم۔ وہ موہوم خیال جو عجب شکل میں نظر آنے لگے کہ وہ بھیانک تصویر جو کسی دفینہ وغیرہ پر بنا دی جاتی ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر حقیقی شیر ہوتا تو میں جو تجھ سے بھی کمزور جسم کی ہوں وہاں کیسے بچ سکتی تھی۔ گرنہ۔ طلسم بنانے کی وجہ یہ ہے کہ ہر پیٹو وہاں نہیں پہنچ سکتے۔ یک جہاں۔ بیل اور گینڈے بھوکے پھرتے ہیں اگر طلسم نہ ہوتا تو وہ چراگاہ کو کھا جاتے۔ ارج۔ گینڈا۔ من ترا۔ میں تجھے پہلے ہی اس طلسم کی حقیقت بتانا چاہتی تھی لیکن میں بھول گئی۔ کہ بدم۔ چونکہ میں تیرے غم میں تھی اس لیے طلسم کی حقیقت بتانا بھول گئی۔

[3] جوع کلب۔ جوع البقر وہ بیماری جس میں ہر وقت بھوک لگی رہتی ہے۔ دوا۔ یعنی غذا۔ کاں۔ میں بتا دیتی کہ وہ طلسم خیالی چیز ہے کوئی حقیقی شیر نہیں ہے۔ مشکل۔ یعنی وہی شیر۔ گفت۔ گدھے نے لومڑی سے کہا میں تیری بُری صورت دیکھنا نہیں چاہتا میرے سامنے سے چلی جا تجھے خدا نے بدبخت بنایا ہے اور تیرے چہرے کو بھی بے شرم اور سخت بنایا ہے۔

آں خدائے کہ ترا بدبخت کرد — رویِ زشتت را وقیح و سخت کرد
جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے — تیری بھدی صورت کو بے شرم اور سخت بنایا ہے

با کدامیں روی می آئی بمن — ایں چنیں سغری[1] ندارد کرگدن
تو کس منہ سے میرے سامنے آ رہی ہے — ایسی بے حیائی گینڈا (بھی) نہیں رکھتا ہے

رفتۂ در خون و جانم آشکار — کہ ترا من رہبرم تا مرغزار
تو کھلم کھلا میرے خون اور جان کے درپے ہوئی — کہ میں تیری جنگل کے لیے رہبر ہوں

تا بدیدم رویِ عزرائیل را — باز آوردی فن و تسویل را
یہاں تک کہ میں نے ملک الموت کا منہ دیکھ لیا — تو پھر مکاری اور حیلہ لائی ہے

گرچہ من ننگِ خرانم یا خرم — جانورم جاندارم ایں را کے خرم
اگرچہ میں گدھوں کے لیے موجبِ شرم یا گدھا ہوں — میں جانور ہوں، میں جاندار ہوں، اسکو میں کب پسند کرتا ہوں؟

آنچہ من دیدم زہولے بے اماں — طفل دیدے پیر گشتے در زماں
جو میں نے بے پناہ ڈر دیکھا ہے — اگر بچہ دیکھ لے تو فوراً بوڑھا ہو جائے

بیدل[2] و جاں از نہیبِ آں شکوہ — سر نگوں خود را در افگندم زکوہ
اُس خوف کے ڈر سے بے دل اور بے جان ہو کر — میں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے اوندھا گرا لیا

بستہ شد پایم در اندم از نہیب — چوں بدیدم آں عذابِ بے حجیب
اس وقت ڈر سے میرے پاؤں بندھ گئے — جب میں نے کھلم کھلا وہ عذاب دیکھا

عہد کردم با خدا کاے ذوالمنن — بر گشا زیں بستگی تو پایِ من
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے عہد کیا کہ اے احسانوں والے! — اس قید سے میرے پاؤں کھول دے

تا ننوشم وسوسہ کس بعد ازیں — عہد کردم نذر کردم اے مُعیں
اس کے بعد میں کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا — اے مددگار! میں نے عہد کر لیا میں نے منت مان لی

حق[3] گشادہ کرد آندم پایِ من — زاں دعا وزاری و ہیہائے من
اللہ (تعالیٰ) نے اُس وقت میرے پاؤں کھول دیے — میری دعا اور عاجزی اور ہائے ہائے سے

ورنہ اندر من رسیدے شیرِ نر — چوں بُدے در زیرِ پنجہ شیرِ خر
ورنہ وہ نر شیر مجھ پر آ پڑا تھا — گدھے کا شیر کے پنجہ میں کیا حال ہوتا؟

باز بفرستادت آں شیرِ عریں — سُویِ من از مکر اے بئس القریں
اُس کچھار کے شیر نے پھر تجھے بھیجا ہے — مکر سے میری جانب اے بُری ساتھی!

---

1. سغری۔ سخت روئی، بے حیائی۔ کرگدن۔ گینڈا۔ رفتۂ۔ تو میرے خون اور جان کے درپے تھی۔ تابدیدم۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو نے ملک الموت کے سامنے لیجا کر کھڑا کیا۔ تسویل۔ حیلہ سازی۔ کے خرم۔ اگرچہ میں جانور اور گدھا ہوں لیکن ہلاک ہونا کیسے پسند کر سکتا ہوں۔ طفل۔ مصائب سے بچہ بوڑھا بن جاتا ہے۔
2. بیدل۔ اُس شیر کے خوف سے میں نے اپنے آپ کو پہاڑ پر سے اوندھا گرا لیا۔ بستہ۔ اس خوف سے میرے پاؤں کام نہ دیتے تھے۔ عہد کردم۔ اس وقت میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر میرے پاؤں کھول دے تو میں پھر کسی کے بہکا دے میں نہ آؤں گا۔
3. حق کشادہ۔ اُس عہد اور دعا کی برکت سے میرے پاؤں کھل گئے اور میں بچ بھاگا ورنہ شیر دبوچ لیتا اور پھر ظاہر ہے شیر کے پنجہ میں میرا کیا حال ہوتا۔ باز۔ اب مکر کرنے کے لیے شیر نے تجھے دوبارہ بھیجا ہے۔ عریں۔ شیر کی جھاڑی۔ بئس القریں۔ بُرا ساتھی۔

حق ذاتِ پاک اللہُ الصّمد ۔۔۔ کہ[1] بُوَد بہ مارِ بد از یارِ بد

اللہ پاک بے نیاز کی قسم ۔۔۔ کہ بُرے ساتھی سے بُرا سانپ بہتر ہوتا ہے

مارِ بد جانے ستاند اے سلیم ۔۔۔ یارِ بد آرد سُوی نارِ جحیم

اے بیوقوف! بُرا سانپ جان لے لیتا ہے ۔۔۔ بُرا ساتھی دوزخ کی جانب لاتا ہے

از قرینِ بیقول و گفت و گوئے اُو ۔۔۔ خُو بدزدد دل نہاں از خُوئے اُو

ساتھی سے اُس کی گفتگو اور بات کے بغیر ۔۔۔ دل خفیہ طور پر عادت اُس کی عادت سے چُرا لیتا ہے

چونکہ اُو افگند برتو سایہ را ۔۔۔ دُزدد آں بے مایہ از تو مایہ را

جب وہ تجھ پر سایہ ڈالتا ہے ۔۔۔ وہ بے مایہ، تیرا سرمایہ چُرا لیتا ہے

عقلِ تو گر اژدہائے گشت مست ۔۔۔ یارِ بد اُو را زمرّد داں کہ ہست

تیری عقل اگر مست اژدہا ہے ۔۔۔ بُرے دوست کو اُس کا زمرد سمجھ

دیدۂ عقلت بدُو بیروں جہد ۔۔۔ طعنِ اُو اندر کفِ طاعوں نہد

اُس سے تیری عقل کی آنکھیں باہر نکل پڑیں گی ۔۔۔ اُس کا نیزہ مارنا، تجھے طاعون کے ہاتھ میں دھر دے گا

در[2] جہاں نبُوَد بتر از یارِ بد ۔۔۔ ویں مرا عینُ الیقیں گشتست خَود

دنیا میں بُرے دوست سے بدتر کوئی نہیں ہے ۔۔۔ یہ میرے لیے خود آنکھوں دیکھی یقینی بات ہو گئی ہے

جواب گفتنِ روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ صاف مارا دُرد نیست ۔۔۔ لیک تخیلاتِ وہمی خُرد نیست

لومڑی نے کہا ہمارے نیر میں کوئی تلچھٹ نہیں ہے ۔۔۔ لیکن وہمی تخیلات (بھی) چھوٹی چیز نہیں ہیں

ایں ہمہ وہمِ تو است اے سادہ دل ۔۔۔ ورنہ بر تو نے غشّی دارم نہ غِل

اے بھولے! یہ سب تیرا وہم ہے ۔۔۔ ورنہ میں تجھ سے نہ کھوٹ رکھتی ہوں نہ کینہ

از[3] خیالِ زشتِ خود منگر بمن ۔۔۔ بر مُحبّاں از چہ داری سُوئے ظن

اپنے بُرے خیال سے مجھے نہ دیکھ ۔۔۔ دوستوں پر تو کیوں بدظنی کرتا ہے؟

ظنِ نیکو بربر اخوانِ صفا ۔۔۔ گرچہ آید ظاہراً ازیشاں جفا

مخلصوں پر نیک گمان کر ۔۔۔ اگرچہ بظاہر اُن سے ظلم سرزد ہو

ایں خیال و وہمِ بد چوں شُد پدید ۔۔۔ صد ہزاراں یار را ازہم بُرید

جب یہ بُرے خیال اور وہم ظاہر ہوئے ہیں ۔۔۔ لاکھوں دوستوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیا ہے

---

1. کہ بُوَد۔ شریر ساتھی سے شریر سانپ بھلا، سانپ تو محض مار ڈالتا ہے لیکن بُرا ساتھی تو جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ از قریں۔ ساتھی کی خو بو انسان میں مخفی طور پر اثر کر جاتی ہے چونکہ او۔ جب بُرے ساتھی کا سایہ پڑتا ہے تو وہ تیرا سارا سرمایہ چرا لیتا ہے۔ عقل۔ خواہ انسان کتنا ہی عقلمند ہو لیکن بُرے دوست کی صحبت اُس کو اندھا کر دیتی ہے۔

2. در جہاں۔ دنیا میں بُرے یار سے بُری کوئی چیز نہیں ہے اب تو تیرے مقابلہ کی وجہ سے اس بارے میں مجھے عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ گفت۔ لومڑی نے کہا میری شراب میں کوئی تلچھٹ نہیں یعنی میں صاف اور خطا سے بری ہوں لیکن وہم بھی کوئی معمولی چیز نہیں صحیح بات کو غلط دکھا دیتا ہے ورنہ مجھ میں کوئی کھوٹ نہیں۔

3. از خیال۔ وہم کی بنیاد پر دوستوں سے بدظنی مناسب نہیں ہے مخلصوں کے بارے میں بہتر خیال رکھنا چاہیے خواہ اُن سے بظاہر کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے۔ ایں خیال۔ بدگمانی سے بہت سی دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

مُشفقے[1] کو کرد جور و امتحاں
جس مہربان نے زیادتی اور امتحان کیا ہو
عقل باید کہ نباشد بدگماں
عقل کو چاہیے کہ بدگمان نہ ہو

خاصہء مَن بَدرگ نبُودم زِشت قسم
خصوصاً میں بُری قسم کی بد فطرت نہیں ہوں
آنکہ دیدی بد نہ بُد بُود آں طِلسم
جو تو نے دیکھا، وہ بُرا نہ تھا وہ طلسم تھا

ور بُدے بَد آں سگالش قدرا
اگر (بالفرض) والتقدیر، وہ خیال بُرا تھا
عفو فرمایند از یاراں خطا
(تو) دوستوں کی غلطی معاف کر دیتے ہیں

عالمِ[2] وہم و خیال و طمع و بیم
وہم اور خیال اور مزاج اور خوف کی دنیا
ہست رہرو را یکے سدِّ عظیم
سالک کے لیے ایک بڑی رکاوٹ ہے

نقشہائے ایں خیالِ نقشبند
اس نقش بنانے والے خیال کے نقوش
چوں خلیلے را کہ کُہ بُد شُد گزند
(حضرت ابراہیم) خلیل اللہ جیسے کیلئے جو پہاڑ تھے نقصان بنے

گفت ہٰذا ربی ابراہیم راد
عقلمند (حضرت) ابراہیم نے کہا یہ میرا رب ہے
چونکہ اندر عالمِ وہم اُوفتاد
چونکہ وہ وہم کے عالم میں مبتلا ہو گئے

ذکرِ کوکب را چنیں تاویل گفت
ستارے کے بارے میں ایسی تاویل کی
آنکسے کو گوہرِ تاویل سُفت
اُسی ذات نے جس نے تفسیر کے موتی پروئے

عالمِ وہم و خیالِ چشم بند
وہم کی دنیا اور آنکھوں کو بند کر دینے والے خیال نے
آنچناں کُہ را ز جائے خویش کند
ایسے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دیا

تا کہ[3] ھٰذا رَبّی آمد قالِ اُو
یہاں تک "یہ میرا خدا ہے" اُن کا قول ہوا
خربط و خر راچہ باشد حالِ اُو
احمق اور گدھے کا کیا حال ہو گا؟

غرق گشتہ عقلہایِ چوں جبال
پہاڑوں جیسی عقلیں ڈوب گئیں
در بحارِ وہم و گردابِ خیال
وہم کے سمندروں اور خیال کے بھنور میں

عقلِ ثابت تَرز کُہ را وہم بیں
دیکھ وہم نے بہت جمی ہوئی عقل کو
کہ چہ فرمودست گفتن اے امیں
کیا کہہ دینے کو کہا، اے امین!

کوہہارا ہست زیں طوفاں فضوح
اس طوفان سے پہاڑوں کی رسوائیاں ہیں
گو امانے جُز کہ در کشتیِ نوحؑ
نوحؑ کی کشتی کے سوا امن کہاں ہے؟

---

[1] مشفقے۔ دوست آزمائش کے لیے کچھ زیادتی بھی کرتا ہے تو عقلمندی یہی ہے کہ اُس سے بدگمانی نہ کی جائے۔ قدرا۔ ہم نے اس کا تعلق پہلے مصرع سے قرار دے کر بالفرض والتقدیر کے معنیٰ کیے ہیں بعض نسخوں میں "قدررا" ہے تو اُس کا تعلق دوسرے مصرے سے کیا جائے اور یہ معنیٰ کیے جائیں کہ میرے مقدر کی اس غلطی کو معاف کر دیا جائے۔

[2] عالَم۔ وہم اور خیال راہرو کے لیے مانع بنتے ہیں ان وہمی خیالات سے حضرت ابراہیمؑ کو بھی تکلیف پہنچی اور انھوں نے وہم کی بنیاد پر ستارے کو کہہ دیا کہ یہ میرا خدا ہے اور پھر اس غلطی کا احساس کر کے اُس سے رجوع کیا۔ ہٰذا ربی۔ "یہ میرا خدا ہے" مولانا نے حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کی بنیاد اُن کا وہم قرار دیا دوسرے مفسرین کے نزدیک اُنکا یہ قول قوم کو ان کی غلطی کا احساس دلانے کے لیے تھا۔ وہم کی بنیاد پر عقیدہ کا اظہار نہ تھا۔ تاویل۔ دوسرے مصرع میں تاویل سے صحیفوں کی تفسیر مُراد ہے۔

[3] تا کہ۔ حضرت ابراہیمؑ حالانکہ نبی تھے وہم میں مبتلا ہو گئے اور چاند کو اپنا خدا کہہ دیا تو بیوقوف اور گدھا وہم کی بنیاد پر کیا کچھ نہ کہہ دے گا۔ خربط۔ احمق۔ عقلِ ثابت۔ حضرت ابراہیمؑ کی عقل اپنی جگہ قائم تھی لیکن وہم نے غلطی میں مبتلا کر دیا۔ کشتیِ نوح۔ یعنی مرشد کامل۔ حدیث شریف میں حضورؐ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو ان سے وابستہ ہوا وہ نجات پا جائے گا۔ اور ایک حدیث میں اہلِ بیت کے بجائے لفظ سنت ہے۔

زیں خیالِ رہزنِ راہِ یقیں
یقین کے راستہ کو ڈاکو کے اس خیال کی وجہ سے
گشت ہفتاد[1] و دو ملت اہلِ دیں
دیندار بہتر فرقے بن گئے

مردِ ایقاں[2] رست از وہم و خیال
صاحب یقین وہم اور خیال سے نجات پاتا ہے
مُوی ابرو را نمی گوید ہلال
وہ ابرو کے بال کو چاند نہیں کہتا ہے

واں کہ را نُورِ عمر نبود سند
جس کا سہارا عمر کا نُور نہ ہو
مُوے ابروے کجے راہش زند
ابرو کا ٹیڑھا بال اُس کو بھٹکا دیتا ہے

صد ہزاراں کشتی باہول و سہم
لاکھوں کشتیاں خوف اور ڈر سے
تختہ تختہ گشتہ در دریائے وہم
وہم کے دریا میں تختہ تختہ ہو گئی ہیں

کمتریں فرعون چستِ فیلسوف
کم از کم فرعون چالاک اور فلسفی
ماہِ اُو در برجِ وہمی در خسوف
اُس کا چاند وہم کے بُرج میں گرہن میں ہے

کس نداند رُوسپی[3] زن کیست آں
کوئی نہیں جانتا وہ رنڈی عورت، کون ہے؟
وانکہ داند نیستش برخود گماں
اور جو جانتا ہے اُس کو اپنے آپ بارے میں گمان نہیں ہوتا

چوں تُرا وہم تو دارد خیرہ سر
جبکہ تیرا وہم، تجھے حیران بنا دیتا ہے
از چہ گردی گردِ وہم آں دِگر
تو دوسرے کے وہم کے کیوں چکر کاٹتا ہے؟

عاجزم من از منیِ خویشتن
میں اپنی خودی سے عاجز ہوں
چہ نشینی پُر منی تو پیشِ من
تو خودی سے بھرا ہوا میرے سامنے کیوں بیٹھا ہے؟

ازمن[4] و ماہر کہ ایں در میزند
جو خودی اور انانیت کے ساتھ اس دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے
عاشقِ خویش ست بر لا می تند
وہ اپنا عاشق ہے، فنا کا چکر کاٹتا ہے

بے من و مائی ہمی جویم بجاں
میں (دل و) جان سے بےخود اور بے انانیت والے کو ڈھونڈتا ہوں
تاشوم من گویِ آں خوش صولجاں
تاکہ میں اُس اچھے بلّے کی گیند بن جاؤں

ہر کہ بے من شد ہمہ مَنہا خود اوست
جو بے خود ہو گیا، تمام خودیاں وہ خود ہے
یارِ جملہ شُد چو خود را نیست دوست
وہ سب کا دوست بن گیا جبکہ اپنا دوست نہیں ہے

آئینہ بے نقش شُد یابد بہا
وہ بے نقش کا آئینہ بن گیا، قیمت پائے گا
زانکہ شُد حاکیِ جملہ نقشہا
کیونکہ وہ تمام نقشوں کا مظہر بن گیا

ہفتادو دو۔ امت کے بہتر فرقے اسی وہم کی بنیاد پر بنائیں گے حدیث شریف ہے کہ میری امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے ایک نجات پائیگا اور وہ وہ فرقہ ہوگا جو میری اور اصحاب کی سنت پر عمل کریگا۔ بقیا کہتر فرقے جہنمی ہوں گے۔ مرد ایقاں۔ پہلے ایک قصہ گزرا ہے جسمیں بیان کیا گیا تھا کہ ایک صاحب کی ابرو کا بال مڑا ہوا تھا اور وہ انکی آنکھ کے سامنے آ گیا تھا وہ چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے تو انھوں نے اُس ابرو کے بال کو چاند سمجھ لیا اور کہنے لگے کہ چاند نظر آ رہا ہے جسکی تصیح حضرت عمرؓ نے کی اور جب وہ مڑا ہوا بال ہٹا دیا گیا تو وہ چاند غائب ہو گیا۔ کمتریں۔ دنیا کے اور واقعات سے قطع نظر فرعون ہی کو دیکھو اُسنے وہم کی بنیاد پر کیا دعویٰ کر دیا۔ روسپی زن۔ یعنی وہ دیوث جسکی بیوی زانیہ ہے وہ بیوی کو زانیہ نہیں سمجھتا ہے اور اگر سمجھتا بھی ہے تو اپنے آپ کو دیوث نہیں سمجھتا یہ بھی سب وہم کی کارفرمائی ہے۔ چوں۔ انسان کیلیے اپنے وہم کا علاج بھی مشکل ہے تو دوسرے کے وہم کا کیا علاج کر سکتا ہے۔ عاجزم۔ جبکہ انسان خود خودی میں مبتلا ہو تو دوسرے کی خودی کا علاج نہیں کر سکتا۔ ازمن۔ جو انسان خودی میں مبتلا ہے وہ تو خود اپنا عاشق ہے اُس کو مقام فنا حاصل نہیں ہو سکتا۔ بے من۔ ایسے شیخ کی تلاش کرنی ضروری ہے جو انانیت اور خودی کو فنا کر چکا ہو پھر اُس کی اطاعت ضروری ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص خودی فنا کر دے اب اُس میں اپنی خودی نہیں ہے اُس میں مخلوق خدا کی خودی ہے اور وہ جملہ خلق اللہ کا دوست ہے۔ آئینہ۔ جب انسان کے دل میں خود اپنا نقش نہیں ہے تو اُس دل کی قدر و قیمت ہے اُس میں دوسروں کی تصویریں نمایاں ہو سکتی ہیں۔

حکایت[1] شیخ محمد سررزی غزنوی قدّس اللّٰہُ رُوحَہُ العزیزُ

شیخ محمد سر رزی غزنوی کی حکایت خدا اُن کی معزز روح کو پاک کرے

زاہدے در غزنی از دانش مزی — بُد محمد نام و کنیت سررزی

غزنی میں ایک زاہد عقل سے پروردہ — نام محمد اور کنیت سررزی تھی

بُود افطارش سرِ رز ہر شبے — ہفت سال اُو دائم اندر مطلبے

ہر شام کو اُن کا افطار انگور کی کونپل تھی — سات سال وہ ہمیشہ (حصول) مقصد میں تھے

بس عجائب دید از شاہِ وجود — لیک مقصودش جمالِ شاہ بُود

موجودات کے شاہ کے اُنھوں نے بہت سے عجائب دیکھے — لیکن اُن کا مقصد شاہ کا جمال تھا

برسرِ کہ رفت آں از خویش[2] سیر — گفت بنمایا فتادم من بزیر

وہ اپنے آپ سے بیزار ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر گئے — عرض کیا دکھا دے ورنہ میں نیچے کودوں گا

گفت نامد نوبت آں مکرُمت — ور فرو اُفتی نمیری نکشمت

فرمایا اُس اعزاز کا موقع نہیں آیا ہے — اگر تم نیچے گرو گے، نہ مرو گے میں تمھیں نہ ماروں گا

اُو فروافگند خود را از وِداد — درمیانِ عُمقِ آبے اُوفتاد

انھوں نے عشق میں اپنے آپ کو نیچے پھینک دیا — ایک پانی کی گہرائی میں جا پڑے

چوں نُمرد از نکس آنجاں سیر مرد — از فراقِ مرگ برخود نوحہ کرد

جب اوندھا گرنے سے نہ مرے وہ جان سے بیزار آدمی — اپنی موت کے فراق پر رونے لگے

کایں[3] حیات اُو را چو مرگے مینمُود — کار پیشش بازگونہ گشتہ بُود

کیونکہ یہ زندگی اُن کو موت کی طرح نظر آتی تھی — معاملہ اُن کے لیے اُلٹا ہو گیا تھا

موت را از غیب میکرد اُو گدے — اِنَّ فِیْ مَوتِیْ حَیَاتِیْ میزدے

موت کی وہ غیب سے بھیک مانگتے تھے — "بیشک میری موت میں میری زندگی ہے" کا نعرہ لگاتے تھے

موت را چوں زندگی قابل شدہ — باہلاکِ جانِ خود یک دل شُدہ

موت کو زندگی کی طرح قبول کرنے والے بن گئے تھے — اپنی جان کی ہلاکت پر مطمئن ہو گئے تھے

سیف و خنجر چوں علیؓ ریحانِ اُو — نرگس و نسریں عدوِ جانِ اُو

(حضرت) علیؓ کی طرح تلوار اور خنجر ان کا ریحان تھا — نرگس اور نسرین اُن کے جان کے دشمن تھے

---

1. حکایت۔ چونکہ پہلے ایسے شیخ کی ضرورت کا اظہار کیا تھا جس میں خودی اور انانیت نہ ہو اس کے مناسب محمد سررزی غزنویؒ کا ذکر کیا ہے جو اس صفت کے ساتھ موصوف تھے۔ سررزی۔ سرِ رز انگور کی بیل کی کونپل چونکہ یہ روزہ اُسی سے افطار کرتے تھے اس لیے ان کا لقب سررزی پڑ گیا تھا۔ غزنوی۔ غزنی کا رہنے والا غزنی اور غزنین وہی شہر ہے جس میں سلطان محمود غزنوی پیدا ہوئے تھے۔ مطلبے۔ یعنی وصول الی اللہ۔ شاہِ وجود۔ اللہ تعالیٰ۔ جمال۔ یعنی اُن کا مقصد عجائب دیکھنا نہ تھا بلکہ دیدارِ خداوندی تھا۔

2. خویش سیر۔ یعنی اُن کا بغیر دیدارِ خداوندی کے زندگی سے دل بھر گیا تھا اور زندہ رہنا نہ چاہتے تھے۔ گفت۔ دیدارِ جمال کی درخواست پر اُن کو جواب ملا ابھی تمھیں وہ مقام حاصل نہیں ہے جس میں دیدار ہو سکے۔ ور۔ اگر تم پہاڑ سے گرا کر بھی اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کرو گے تو تمھیں مرنے نہ دیا جائے گا اور گرنے سے تمھارا بدن شکستہ نہ ہوگا۔ درمیان۔ وہ پہاڑ سے کودے تو پانی میں جا گرے۔ نکس۔ اوندھا۔ از فراق۔ چونکہ اُنکا زندگی سے دل بھر چکا تھا اور اوندھا گرنے سے بھی نہ مرے تو رونے لگے۔

3. کایں۔ لوگوں کو زندگی عزیز ہے اُن کے لیے اُلٹی بات ہو گئی اُنکو اپنی موت پیاری تھی۔ موت۔ وہ موت کی تمنا کرتے تھے اس لیے کہ اُنکو یقین تھا کہ موت کے بعد دیدارِ جمال ہو جائیگا۔ یک دل شدہ۔ یعنی وہ مطمئن تھے۔ چوں علیؓ۔ پہلے مولانا بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ کیلیے اسباب موت دنیا کی لذتوں سے زیادہ پیارے تھے۔

بانگ[1] آمد رَو ز صحرا سُوئے شہر — بانگِ طُرفہ از ورائے سِرّ و جَہر
آواز آئی، جنگل سے شہر کی جانب جاؤ — عجیب آواز، آہستہ اور زور کی آواز کے علاوہ

گفت اے دانائے رازم مُو بمُو — چہ کُنم در شہر از خدمت بگو
عرض کیا، اے میرے تمام رازوں کے جاننے والے! — شہر میں کیا خدمت کروں؟ فرمایئے

گفت خدمت آنکہ بہر ذُلِّ نفس — خویشتن سازی تو چون عبّاسِ دبس
فرمایا خدمت یہ ہے کہ نفس کو ذلیل کرنے کے لیے — تو اپنے آپ کو عباسِ دبس کی طرح بنا لے

مُدتے از اغنیا زر می سِتاں — پس بدرویشانِ مسکیں می رساں
ایک مدت تک، مالداروں سے روپے لے — پھر مسکین درویشوں کو پہنچا

خدمت اینست تا یک چندگاہ — گفت[2] سمعاً طاعۃً اے جاں پناہ
ایک وقت تک تیری یہی خدمت ہے — عرض کیا، اے جاں پناہ میں نے سُنا، قبول کیا

بس سوال و بس جواب و ماجرا — بُد میانِ زاہد و ربُّ الوریٰ
بہت سے سوال، بہت سے جواب اور قصہ — زاہد اور مخلوق کے رب کے درمیان ہوا

کہ زمین و آسماں پُرنور شُد — در مقالات آں ہمہ مذکور شُد
کہ زمین اور آسمان نور سے بھر گئے — ''مقالات'' میں وہ سب مذکور ہیں

لیک کوتہ کردم آں گفتار را — تا ننوشد ہر خسے اَسرار را
لیکن میں نے وہ گفتگو مختصر کر دی — تاکہ ہر کمینہ اسرار کو نہ سنے

آمدن شیخ بعد از چندیں سال از بیاباں بشہر غزنین وزنبیل[3] گردانیدن باشارتِ غیبی و تفرقہ کردن آنچہ جمع آمدہ بر فقراء

شیخ کا بہت سے سالوں کے بعد جنگل سے غزنی میں آنا اور غیبی اشارے سے جھولی گھمانا اور جو کچھ جمع ہونا اُس کو فقراء میں تقسیم کر دینا

ہر کرا جاں ز عزّ لبیک ست — نامہ برنامہ پیک بر پیک ست
جس شخص کی جان لبیک کی عزت سے (وابستہ) ہے — (اس کے لیے) خط پر خط اور قاصد پر قاصد ہے

---

[1] بانگ۔ چونکہ خدا نے اُن کو اُس مرتبہ پر پہنچانا تھا جس میں دیدارِ جمال ہو تو غیبی آواز نے اُن کو ہدایت کی کہ وہ شہر میں جائیں زنبیل گردانی کریں اور بھیک مانگیں۔ گفت۔ ان بزرگ نے سوال کیا کہ شہر میں جا کر کیا کروں تو جواب ملا اپنے آپ کو عباس دبس بنالو۔ عباس دبس۔ یہ ایک بھکاری تھا جو طرح طرح کے حیلوں سے گداگری کرتا تھا کبھی مجمع کو رلا دیتا تھا کبھی ہنسا دیتا تھا اور مختلف طریقوں سے بھیک مانگتا تھا'' جامع الحکایات'' میں اس کے قصے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس گداگر کا نام عباس دوس لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ دوس قبیلہ کا تھا۔

[2] گفت۔ اُن بزرگ نے عرض کیا کہ اس حکم کو بجالاؤں گا۔ کہ زمین۔ اُن بزرگ اور اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں ہوئیں جن سے آسمان اور زمین منور ہو گئے۔ مقالات۔ یہ کتاب کا نام ہے جس میں شیخ محمد سررزی کے قصے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس کو مولانا روم کی تصنیف قرار دیا ہے۔

[3] زنبیل گردانیدن۔ مجھے قونیہ میں معلوم ہوا تھا کہ مولویہ فرقہ میں یہ ریاضت اب بھی باقی ہے ان کا شیخ کسی کو اپنے حلقہ میں جب داخل کرتا ہے تو مختلف ریاضتیں کرالیتا ہے اور اُس میں یہ ریاضت بھی داخل ہے کہ اُس مرید کو چالیس روز گداگری کرنی پڑتی ہے۔ تفرقہ۔ تقسیم۔ ہر کرا۔ یہ شعر الٰہی نامہ کا ہے۔

رو[1] بشہر آورد آں فرماں پذیر
اُس حکم ماننے والے نے شہر کا رُخ کیا
شہرِ غزنیں گشت از رُویش مُنیر
غزنی شہر اُن کے چہرے سے منور ہو گیا

از فرح خلقے باستقبال رفت
مخلوق خوشی سے استقبال کے لیے روانہ ہوئی
اُو در آمد از رہِ دُزدیدہ تفت
وہ جلد، چور راستہ سے اندر آ گئے

جُملہ اعیان و مہاں برخاستند
سب بڑے اور سردار کھڑے ہو گئے
قصرہا از بہرِ اُو آراستند
اُن کی وجہ سے مکانات کو آراستہ کیا

گفت[2] من از خود نمائی نامدم
اُنھوں نے کہا میں خود نمائی کے لیے نہیں آیا ہوں
جُز بخواری و گدائی نامدم
ذلت اور بھکاری پن کے سوا کے لیے نہیں آیا ہوں

نیستم در عزمِ قال و قیل من
میں بات چیت کے ارادہ میں نہیں ہوں
در بدر گردم بکف زنبیل من
میں ہاتھ میں جھولی لے کر دربدر گھوموں گا

بندہ فرمانم کہ امر ست از خدا
میں حکم کا غلام ہوں، کیونکہ خدا کا حکم ہے
کہ گدا باشم گدا باشم گدا
میں بھکاری بنوں، میں بھکاری بنوں، بھکاری

در گدائی لفظ نادر ناورم
میں بھکاری پن میں نیا لفظ نہ لاؤں گا
جُز طریقِ خَس گدایاں نسپرم
کمینہ فقیروں کے سوا طریقہ نہ اختیار کروں گا

تاشوم غرقِ مَذلّت من تمام
تاکہ میں پوری طرح ذلت میں ڈوب جاؤں
تاسقطہا بشنوم از خاص و عام
تاکہ خاص و عام سے بُرا بھلا سُنوں

امرِ[3] حق جانست من آں را تبع
خدا کا حکم جان ہے، میں اُس کے تابع ہوں
اُو طمع فرمود و ذَلَّ من قنع
اُس نے لالچ کا حکم دیا اور جس نے قناعت کی وہ ذلیل ہوا

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں
جبکہ دین کا شاہ مجھ سے طمع چاہتا ہے
خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں
اس کے بعد قناعت کے سر پر دھول

اُو مذلت خواست کے عزت تنم
اُس نے ذلت چاہی، میں کب عزت کے درپے ہوں گا؟
اُو گدائی خواست کے میری کُنم
اُس نے بھکاری پن چاہا، میں کب امیری کروں گا؟

بعد ازیں گدیہ و مَذلت جانِ من
اس کے بعد بھیک اور ذلت میری جان ہے
بیست عباس اند در انبانِ من
میری جھولی میں بیس عباس ہیں

شیخ برمیگشت و زنبیلے بدست
شیخ گھومتے تھے اور جھولی ہاتھ میں
شیٔ للہ خواجہ توفیقیت ہست
اے خواجہ! اگر تجھے کچھ توفیق ہے تو کوئی چیز خدا کے لیے دے

---

1. روبشہر۔ اس غیبی اشارے کے بعد محمد سررزی غزنی میں پہنچے لوگوں نے ان کے استقبال کے لیے شہر کو سجایا لیکن وہ بغیر اطلاع خفیہ راستہ سے شہر میں داخل ہو گئے اور اپنے لیے اس اعزاز کو پسند نہ کیا۔

2. گفت۔ خفیہ طور پر غزنی میں پہنچنے کے بعد انھوں نے لوگوں سے کہا میں غزنی میں خود نمائی کے لیے نہیں آیا ہوں میں تو اپنے آپ کو ذلیل کرنے اور بھیک مانگنے کے لیے آیا ہوں۔ زنبیل۔ کاسۂ گدائی، کشکول، درگدائی۔ بھیک بھی عام فقیروں کی طرح مانگوں گا تاکہ اچھی طرح ذلیل ہوں اور لوگوں سے بُرا بھلا سنوں۔

3. امرِ حق۔ خدا جب لالچ اور طمع کا حکم دے تو پھر قناعت ذلت ہے اور ذلت میں عزت ہے۔ اومذلت۔ جب خدا کسی سے ذلت کا طالب ہو تو طالب خدا عزت کو پسند نہیں کرتا ہے۔ بیست۔ یعنی میں عباس دبس سے بھی بیس گنا بھکاری بنوں گا۔ شیٔ للہ۔ فقیروں کی صدا ہوتی ہے اگر توفیق ہے تو کچھ خدا کے لیے دو۔

برتر¹ از کُرسی و عرش اسرارِ اُو
ان کے باطنی احوال کُرسی و عرش سے برتر تھے
شَیئًا لِلّٰہِ شَیئًا لِلّٰہِ کارِ اُو
"کچھ خدا کے لیے" کچھ خدا کے لیے اُن کا کام تھا

انبیا ہریک ہمیں فن میزنند
ہر ایک نبی اس طرح نعرہ لگاتا ہے
خلق مفلِس گدیہ ایشاں میکنند
مخلوق مفلس ہے، اُن سے بھیک مانگتے ہیں

اَقْرِضُوا اللّٰہَ اَقْرِضُوا اللّٰہَ میزنند
اللہ کو قرض دو، اللہ کو قرض دو، کہتے ہیں
باژگوں بر اُنْصُرُوا اللّٰہَ می تنند
اُلٹا "اللہ کی مدد کرو" پر عمل کرتے ہیں

در بدر ایں شیخ می آرد نیاز
یہ شیخ در بدر عاجزی کرتے ہیں
بر فلک صد در برائے شیخ باز
شیخ کے لیے آسمان، پر سیکڑوں دروازے کھلے ہوئے ہیں

آں² گدائی کہ بجدّ میکرد اُو
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے
بہرِ یزداں بُود نے بہرِ گلو
خدا کے لیے تھا نہ کہ حلق کے لیے

ور بکردے نیز از بہرِ گلو
اگر وہ حلق کے لیے بھی کرتے
آں گلو از نورِ حق دارد غلو
وہ حلق خدا کے لیے نور سے پُر تھا

در حقِ اُو خورد نان و شہد و شیر
اُن کے لیے روٹی اور شہد اور دودھ کی خوراک
بہ ز چلہ و ز سہ روزہ صد فقیر
سیکڑوں فقیروں کے چلہ اور سہ روزہ سے بہتر تھی

نُور مینوشد مگو ناں می خورد
نُور پی رہے ہیں، حلق روٹی کھا رہا ہے
لالہ میکارد بصُورت می چرد
لالہ بو رہے ہیں، بظاہر چر رہے ہیں

چوں³ شرارے کو خورد روغن ز شمع
جیسا کہ وہ آگ جو شمع کا روغن کھا رہی ہے
نُور افزاید ز خوردش بہرِ جمع
اُس کے کھانے سے لوگوں کے لیے نور بڑھتا ہے

نان خورے را گفت حق لَا تُسْرِفُوْا
اللہ (تعالیٰ) نے روٹی کھانے والے کے لیے فرمایا اسراف نہ کر
نُور خوردن را نگفت ست اِکْتَفُوْا
نور کھانے کے لیے "بس کرو" نہیں فرمایا

ایں گلوئے ابتلا بُدویں گلو
یہ حلق آزمائش تھا اور یہ حلق
فارغ از اسراف و ایمن از غلو
اسراف سے بے نیاز ہے اور غلو سے محفوظ ہے

امرو فرماں بُود نے حرص و طمع
حکم اور فرمان تھا نہ کہ لالچ اور طمع
آنچناں جان حرص را ~~نبود~~ تبع
ایسی جان حرص کے تابع نہیں ہوتی ہے

---

¹ برتر۔ شیخ کا مقام عرش و کرسی سے بلند تھا لیکن اُنھوں نے بھکاری پن اختیار کرلیا۔ انبیا۔ انبیا کا بھی طریق کار یہی ہے کہ باوجود ہر قسم کے غنی کے مفلس مخلوق سے بھیک مانگتے ہیں۔ اقرضوا۔ انبیاء کہتے ہیں کہ خدا کو قرض دو اور اللہ کی مدد کرو حالانکہ مخلوق خود قرض اور مدد کی محتاج ہے۔ در بدر۔ شیخ در بدر مارے پھرتے تھے حالانکہ آسمان کے سیکڑوں دروازے اُن کے لیے کھلے ہوئے تھے۔

² آں گدائی۔ شیخ کا یہ بھکاری پن اپنے لیے نہ تھا خدا کے حکم کے مطابق تھا اور اگر وہ اپنے لیے بھی کرتے تو وہ اُس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ اُن کا کھانا پینا اُن کے لیے دنیا کی لذتیں دوسرے سالکوں کے مجاہدوں سے بہتر تھیں۔ سہ روزہ۔ تین دن کا صوم وصال۔ نور۔ ایسے بزرگ کھانا کھاتے ہیں تو وہ نور بن جاتا ہے۔

³ چوں۔ بزرگ کے لیے دنیا کی لذتیں بھی دوسروں کے لیے باعث افادہ بنتی ہیں جس طرح آگ موم بتی کو کھاتی ہے تو دوسروں کو نور حاصل ہوتا ہے۔ نان خورے۔ جن کی غذائیں محض بدنی ہیں ان کے لیے قرآن کا حکم ہے۔ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا "کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو" لیکن جن کی غذا نور بنتی ہے ان کو اِکْتَفُوْا یعنی کفایت کرو کا حکم نہیں ہے وہ جو چاہیں اور جس قدر چاہیں کھائیں۔ ایں گلو۔ عام انسان کا حلق اُس کے لیے ابتلا کا سبب ہے۔ امر۔ شیخ کا کھانا پینا امرِ خداوندی ہے، حرص اور لالچ پر مبنی نہیں ہے۔

گر بگوید[1] کیمیا مِس را بِدِہ / تو بمن خود را طمع نبُود فِرہ

اگر کیمیا تانبے سے کہے کہ دے / تو اپنے آپ کو مجھے (توبہ) زیادتی اور لالچ نہ ہو گا

آں گدائی کہ بجَدّ میکرد اُو / بُود از آثارِ حکمتہائے ہُو

وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے / وہ اللہ کی حکمتوں کا نتیجہ تھا

گنجہائے خاک تا ہفتم طبق / عَرضہ کردہ بُود پیشِ شیخ حق

زمین کے خزانے ساتویں طبقہ تک / اللہ (تعالیٰ) نے شیخ کے سامنے پیش کر دیے تھے

شیخ گفتا خالقا من عاشقم / ور بجویم غیرِ تو من فاسقم

شیخ نے کہا، اے خالق! میں تو عاشق ہوں / اگر میں تیرے غیر کی جستجو کروں تو میں فاسق ہوں

ہشت جنت گر در آرم در نظر / ور کنم خدمت مَن از خوفِ سقر

اگر میں آٹھوں جنتوں کو نظر میں لاؤں / اگر میں دوزخ کے ڈر سے عبادت کروں

مُومنے باشم سلامت جوئے من / زانکہ ایں ہر دو بُود حظِّ بدن

میں سلامتی کا طالب ہوں، ایک مومن بنوں گا / کیونکہ یہ دونوں چیزیں بدن کا حصہ ہیں

عاشقے[2] کز عشقِ یزداں خورد قُوت / صد بدن پیشش نیرزد ترہ توت

وہ عاشق جس نے خدا کے عشق کی روزی کھا لی / اسکے آگے سیکڑوں بدن شہتوت کے پتے کی قیمت نہیں رکھتے ہیں

ویں بدن کہ دارد آں شیخ فطن / چیز دیگر گشت کم خوانش بدن

وہ سمجھ دار شیخ جو یہ بدن رکھتے ہیں / وہ دوسری چیز بن گیا اُس کو بدن نہ کہہ

عاشقِ عشقِ خدا وانگاہ مُزد / جبرئیلِ مؤتمن آنگاہ دُزد

عشقِ خدا کا عاشق اور پھر مزدوری / امانتدار جبرئیل اور پھر چور

عاشقِ[3] آں لیلیِ کور و کبُود / مُلکِ عالم پیشِ اُو یک ترہ بُود

اندھی، نیلی، لیلیٰ کا عاشق / دنیا کی سلطنت اس کے سامنے ایک پتہ تھی

پیشِ اُو یکساں شُدہ بُد خاک و زر / زرچہ باشد کہ نہ بُد جاں را خطر

اُس کے لیے مٹی اور سونا یکساں ہو گیا تھا / سونا کیا ہوتا ہے، اُس کو جان کا خطرہ نہ تھا

شیر و گرگ و دد ازو واقف شُدہ / ہمچو خویشاں گردِ اُو گرد آمدہ

شیر اور بھیڑیا اور درندہ اُس سے واقف ہو گیا تھا / اپنوں کی طرح اس کے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے

---

[1] گر بگوید۔ اگر کیمیا تانبے کو کھائے تو اُس میں تانبے ہی کا فائدہ ہے۔ آں گدائی۔ شیخ جو بھیک مانگ رہے تھے اُس میں خدائی حکمتیں پنہاں تھیں۔ گنجہائے۔ خدا نے شیخ کے سامنے زمین کے سارے خزانے پیش کر دیے تھے، لیکن شیخ نے عرض کر دیا تھا کہ اگر میں زر کا طالب بنوں تو عاشق نہیں بلکہ فاسق ہوں۔ ہشت۔ اگر کوئی جنت کے شوق یا دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے تو وہ مومن تو ہے عاشق نہیں ہے کیونکہ دوزخ اور جنت کا تعلق بدن سے ہے۔

[2] عاشقے۔ جس عاشق نے خدا کے عشق کی روزی کھالی اُس کے لیے بدن ہیچ ہو جاتا ہے اور جنت دوزخ کا تعلق بدن سے ہے لہٰذا وہ نہ جنت کی تمنا کرتا ہے اور اُس سے دوزخ کا خوف عبادت کراتا ہے۔ ویں بدن۔ شیخ کا بدن، بدن تو تھا لیکن اُس میں جسمانی صفات نہ تھے۔ عاشق۔ عشق مزدوری نہیں چاہتا ہے جنت اور دوزخ عبادت کی مزدوری ہے جس طرح جبرئیل امین سے چوری کا تصور نہیں ہو سکتا اسی طرح عاشق سے مزدوری کی خواہش کا تصور غلط ہے۔

[3] عاشق۔ عاشقِ خدا تو بڑی چیز ہے لیلیٰ کے عاشق کے لیے بھی دنیا کی سلطنت ہیچ تھی مجنوں کے نزدیک سونے اور مٹی میں فرق نہ تھا نہ اُس کو جان کا خطرہ تھا۔ شیر۔ مجنوں جنگلوں میں پھرتا تھا اور اُس کے چاروں طرف ہر قسم کے درندے ہوتے تھے۔

کایں[1] شُد ست از خوی حیواں پاک پاک
کہ یہ حیوان کی خصلت سے بہت پاک ہو گیا ہے
پُر ز عشق و لحم و شحمش زہرناک
عشق اور زہریلے گوشت اور چربی سے پُر ہے

زہرِ دَد باشد شکر ریزِ خِرد
عقل کا شکر کا نچھاور، درندہ کا زہر ہوتا ہے
زانکہ نیکِ نیک باشد ضدِ بد
کیونکہ اچھا نیک، بد کی ضد ہوتا ہے

لحمِ عاشق را نیارد خورد دَد
درندہ، عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتا
عشق معروفست پیشِ نیک و بد
ہر نیک و بد کے لیے عشق پہچانی ہوئی چیز ہے

ور خورد فی المثل دام و دَدش
بالفرض اگر اُس کو جانور اور درندہ کھا لے
لحمِ عاشق زہر گردد بکشدش
عاشق کا گوشت زہر بن جائے، اس کو ہلاک کر دے

ہرچہ جُز عشق ست شُد ما کولِ عشق
جو عشق کے سوا ہے، وہ عشق کی غذا ہے
دو جہاں یکدانہ پیشِ نولِ عشق
عشق کی چونچ کے لیے دونوں جہان ایک دانہ ہیں

دانہ مر مُرغ را ہر گز خورد
دانہ مُرغ کو کبھی کھاتا ہے؟
کاہداں[2] مر اسپ را ہرگز چرد
آخور کبھی گھوڑے کو کھاتا ہے؟

بندگی کُن تا شوی عاشق لعَل
عبادت کر تا کہ تو شاید عاشق بن جائے
بندگی کسب ست آید در عَمَل
عبادت کسب ہے، عمل میں آ جاتی ہے

بندہ آزادی طمع دارد ز جَد
بندہ قسمت سے آزادی کا لالچ رکھتا ہے
عاشق آزادی نخواہد تا ابَد
عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا

بندہ دائم خلعت و اِدرار جُوست
بندہ ہمیشہ خلعت اور انعام کا جویاں ہے
خلعتِ عاشق ہمہ دیدارِ اُوست
عاشق کی سب خلعت اُس کا دیدار ہے

در[3] نگنجد عشق در گفت و شنید
عشق کہنے اور سننے میں نہیں سماتا
عشق دریائیست قعرش ناپدید
عشق وہ دریا ہے، جس کی گہرائی معلوم نہیں ہے

قطرہ ہائے بحر را نتواں شُمرد
سمندر کے قطروں کو شمار نہیں کیا جا سکتا
ہفت دریا پیشِ آں بحر ست خُرد
اُس سمندر کے سامنے ساتوں دریا چھوٹے ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے فلاں
اے فلاں! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
باز رَو در قصہءِ شیخِ زماں
شیخِ زمانہ کے قصہ کی طرف واپس چل

در معنیِ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ
اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا کے معنی

[1] کایں۔ مجنوں میں حیوانی صفات ختم ہو گئی تھیں اور ملکوتیت پیدا ہو گئی تھی اُس کا گوشت و پوست عشق سے زہرناک ہو گیا تھا۔ زہر۔ عشق عقل کے لیے شکر کا نچھاور ہے اور درندوں کے لیے زہر۔ شکر ریز۔ وہ شکر جو دلہن پر نچھاور کی جاتی تھی۔ لحم عاشق۔ عاشق کا گوشت عشق سے زہریلا ہو جاتا ہے اگر درندہ اس کو کھا لے تو مر جاتا ہے۔ ہرچہ۔ ہر چیز عشق کی خوراک ہے وہ جہان اُس کے لیے ایک دانہ ہے۔ دانہ پرند کو نہیں کھاتا پرند دانہ کو کھاتا ہے۔

[2] کاہداں۔ گھوڑا آخور کی گھاس کھاتا ہے آخور گھوڑے کو نہیں کھاتا۔ بندگی۔ عبادت کیسی چیز ہے عمل میں آ سکتی ہے عشق محض عطاءِ خداوندی ہے۔ بندہ۔ عبادت گزار انعام کا خواہاں ہے عاشق صرف دیدار کا طالب ہے۔

[3] در نگنجد۔ عشق کی حقیقت ناقابلِ بیان ہے وہ دریائے ناپیدا کنار ہے۔ قطرہ۔ سمندر کے قطرے شمار کرنا ناممکن ہے دریائے عشق تو وہ دریا ہے کہ اس کے بالمقابل دنیا کے ساتوں سمندر ایک چھوٹا سمندر ہیں تو اُس کی باتیں کس طرح بیان ہو سکتی ہیں۔ شیخ زماں۔ شیخ محمد سررزی۔

شُدا[1] چنیں شیخے گدائے کُو بکُو — عشق آمد لا اُبالی اِتَّقُوا

ایسے شیخ گلی گلی کے بھکاری بن گئے — عشق، لا پروا ہے، بچو

عشق جوشد بحر را مانندِ دیگ — عشق ساید کوہ را مانندِ ریگ

عشق سمندر کو دیگ کی طرح کھولا دیتا ہے — عشق، پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے

عشق بشگافد فلک را صد شگاف — عشق لرزاند زمیں را از گزاف

عشق آسمان میں سو شگاف ڈال دیتا ہے — عشق، زمین کو آسانی سے لرزا دیتا ہے

با محمد[2] بُود عشقِ پاک جُفت — بہرِ عشق اُو را خدا لولاک گفت

پاک عشق محمدؐ کا ساتھی تھا — عشق کی وجہ سے خدا نے آپ کے بارے میں لولاک فرمایا

منتہی در عشق چوں اُو بُود فرد — پس مر اُو را ز انبیا تخصیص کرد

عشق میں چونکہ وہ منتہی اور یکتا تھے — تو انبیاء میں سے اُن کو مخصوص کر لیا

گر نبودے بہرِ عشقِ پاک را — کے وجودے دادمے افلاک را

اگر آپ پاک عشق کے لیے نہ ہوتے — تو میں آسمانوں کو وجود کب عطا کرتا؟

من بداں افراشتم چرخِ سَنی — تا علُوِّ عِشق را فہمی کُنی

میں نے اُونچے آسمان کو اسی لیے بلند کیا — تاکہ آپ عشق کی بلندیوں کو سمجھ لیں

منفعتہای دگر آید ز چرخ — آں چوں بیضہ تابع آید ایں چو فرخ

آسمان کے دوسرے فوائد (بھی) ہیں — وہ انڈے کی طرح تابع ہیں، یہ مرغی کے بچہ کی طرح ہے

خاک[3] را من خار کردم یکسری — تاز ذُلِّ عاشقاں بوی بری

میں نے مٹی کو بالکل مٹی بنایا — تاکہ آپ عاشقوں کی ذلت کا پتا لگا لیں

خاک را دادیم سبزی و نوی — تاز تبدیلِ فقیر آگہ شوی

مٹی کو ہم نے تازگی اور سبزی بخشی — تاکہ آپ فقیر کی تبدیلی سے آگاہ ہو جائیں

باتو گویند ایں جبالِ راسیات — وصفِ حالِ عاشقاں اندر ثبات

یہ جمے ہوئے پہاڑ آپ کو بتاتے ہیں — عاشقوں کی حالت جماؤ میں

گرچہ آں معنیست ویں نقش اے پسر — تا بفہم تو کند نزدیک تر

اے بیٹا! اگرچہ وہ معنی ہیں اور یہ صورت ہے — تاکہ (یہ تشبیہ) تیری سمجھ کے زیادہ قریب کر دے

---

[1] شُد چنیں۔ اس قدر بزرگ شیخ اور عشق اُس سے گداگری کرا رہا ہے عشق لا اُبالی جو چاہے کراتا ہے اُس سے ڈرتے رہو۔ عشق۔ عشق کے کارنامے یہ ہیں کہ وہ سمندر کو دیگ کی طرح اُبال دیتا ہے پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے عشق آسمان میں شگاف کر دیتا ہے زمین کو لرزا دیتا ہے۔

[2] با محمد۔ عشق کی عظمت یہ بھی ہے کہ وہ آنحضورؐ کو لگا تو خدا نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ منتہی۔ اور انبیاء میں بھی عشق تھا لیکن آنحضورؐ میں بدرجہ اتم تھا۔ من بداں۔ آسمان کی بلندی عشق کی بلندی سمجھانے کے لیے ہے۔ منفعتہای۔ آسمان کی بلندی میں اصل منفعت یہی ہے منفعتوں کی مثال انڈے کی اور اس منفعت کی مثال چوزے کی سی ہے، چوزہ اصل ہے۔

[3] خاک۔ زمین اور مٹی پیدا کرنے کی منفعت یہ ہے کہ عاشقوں کی ذلت کو اس سے سمجھ لو۔ خاک۔ زمین خشک ہوتی ہے پھر اُس میں سبزہ زار اُگ جاتا ہے اس سے عاشقوں کی تبدیلی کو سمجھ لو۔ باتو۔ پہاڑوں کا جماؤ عاشقوں کا جماؤ سمجھانے کے لیے ہے۔ گرچہ۔ عشق ایک معنوی چیز ہے اور اُس کی صفات کی ان چیزوں سے تشبیہ محض سمجھانے کے لیے ہے۔

غصہ[1] را با خار تشبیہے کنند   آں نباشد لیک تنبیہے کنند
غصہ کو کانٹے سے تشبیہ دیتے ہیں   وہ وہ نہیں ہوتا لیکن تنبیہ کرتے ہیں

آں دلِ قاسی کہ سنگیں خوانند   نامناسب بُد مثالے راندند
وہ سخت دل جس کو پتھر کا کہتے ہیں   مناسب نہیں ہے، ایک مثال دیتے ہیں

در تصوُّر در نیاید عینِ آں   عیب بر تصویر نہ تفتیش مداں
گر وہ بعینہ تصور میں نہ آئے   (تو) مثال پر عیب لگا، اُس کا انکار نہ کر

رفتنِ[2] شیخ درخانۂ امیرے بہرِ گدیہ روزے چہار بار با زنبیل باشارتِ غیب

شیخ کا ایک امیر کے گھر پر غیبی اشارے سے چار مرتبہ مع زنبیل کے بھیک مانگنے جانا اور

و عتاب کردنِ امیر اُو را بداں وقاحت و عذر گفتنِ اُو امیر را

امیر کا اُن پر اس بے شرمی کے لیے ناراض ہونا اور اُن کا امیر سے معذرت کرنا

شیخ روزے چار کرّت چوں فقیر   بہرِ گدیہ رفت در قصرِ امیر
شیخ ایک دن میں فقیر کی طرح چار مرتبہ   بھیک کے لیے امیر کے محل میں گئے

در کفش زنبیل و شیءٌ للہ زناں   خالقِ جاں می بجوید تائے ناں
لئے ہاتھ میں زنبیل اور "کچھ اللہ کے لیے" کا نعرہ لگاتے ہوئے   جان کا پیدا کرنے والا، ایک روٹی مانگتا ہے

نعلہائے[3] باژگونہ است اے پسر   عقلِ کُلّی را کُند ہم خیرہ سر
اے بیٹا! اُلٹی نعل بندیاں ہیں   جو مکمل عقل کو بھی حیران کر دیتی ہیں

چوں امیرش دید گفتش اے وقیح   گویمت چیزے مَنِہ نامم شحیح
جب امیر نے ان کو دیکھا، اُس نے کہا، اے بے شرم   میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں، میرا نام بخیل نہ رکھ

اے خسِ بے شرم چندیں جُست و جوئے   تاکے و تاچند بارزقِ دو توئے
اے کمینہ بے شرم! اتنی بھاگ دوڑ   کب تک اور کتنی دوگنے رزق کے لیے؟

ایں چہ سُغری و چہ رُویست و چہ کار   کہ بروزے اندر آئی چار بار
یہ کیا ڈھٹائی اور کیا منہ اور کیا کام ہے؟   کہ تو ایک دن میں چار بار آتا ہے

کیست اینجا شیخ اندر بندِ تُو   من ندیدم نر گدا مانندِ تُو
بڈھے! یہاں تیری قید میں کون ہے؟   میں نے تجھ جیسا بُرا فقیر نہیں دیکھا

---

[1] غصہ۔ انسان کا غصہ ایک معنوی چیز ہے لیکن اُس کو کانٹے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ دلِ قاسی۔ سخت دل کو پتھر سے تشبیہ دی جاتی ہے، اگر مشبّہ سے مشبّہ پورا سمجھ میں نہ آئے تو یہ تشبیہ کا نقصان ہے اس سے مشبّہ کا انکار نہ کرنا چاہیے۔

[2] رفتن۔ شیخ اشارۂ غیبی سے ایک امیر کے گھر پر ایک دن میں چار مرتبہ بھیک مانگنے گئے جس پر اس امیر نے اُن کو بُرا بھلا کہا۔ کرّت۔ مرتبہ۔ قصر۔ محل۔ در کفش۔ اُن کے ہاتھ میں زنبیل تھی اور وہ شیءٌ للہ کی صدا لگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک عدد روٹی مانگتا ہے۔

[3] نعلہای۔ یہ عجب اُلٹے معاملے ہیں خدا خود غنی اور شیخ مستغنی اور مخلوق محتاج لیکن اللہ کا حکم ہوا کہ شیخ ان محتاجوں سے روٹی مانگیں۔ وقیح۔ بے شرم۔ منہ۔ امیر نے کہا کہ مجھے بخیل نہ کہنا مجبوراً مجھے یہ باتیں کہنی پڑ رہی ہیں۔ اے خس۔ اُس امیر نے شیخ کو کہا کمینے روٹی کے لیے بار بار اس قدر تگ و دو کیوں ہے۔ سغری۔ سخت رُوئی، بے حیائی۔ بندِ تو۔ یہاں کوئی یہ قیدی اور غلام ہے جو بار بار تیری خدمت کرے۔ نر گدا۔ بڑا بھکاری۔

حُرمت و آبِ گدایاں بُردہٗ — ایں چہ عباسیؔ[1] زشت آوردہٗ
تُو نے فقیروں کی عزت اور آبرو برباد کر دی — یہ کیا بُری عباسیت تو نے اختیار کی

غاشیہ بردوشِ تو عباسِ دبس — ہیچ مُلحد را مبادِ ایں نفسِ نحس
عباس دبس تو تیرا غلام ہے — یہ منحوس نفس کسی بے دین کا نہ ہو

گفت امیرا بندہ فرمانم خموش — ز آتشم آگہ نہ چندیں مجوش
اُنھوں نے کہا اے امیر! میں حکم کا غلام ہوں، چپ رہ — تو میری آگ سے آگاہ نہیں ہے اس قدر جوش میں نہ آ

بہرِ ناں در خویش حرص ار دیدمے — اِشکمِ نانخوارہ را بدریدمے
اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا — روٹی کھانے والے پیٹ کو پھاڑ ڈالتا

ہفت سال از سوزِ عشقِ جسم پز — در بیاباں خوردہ ام من برگِ رز
جسم کو پکا دینے والی عشق کی گرمی سے سات سال — میں نے جنگل میں انگور کے پتے کھائے ہیں

تازہ[2] برگِ خشک و تازہ خوردنم — سبز گشتہ بُود ایں رنگِ تنم
یہاں تک کہ خشک اور تر پتے کھانے سے — میرے جسم کا یہ رنگ سبز ہو گیا

تا تو باشی در حجابِ بُو البشر — سرسری در عاشقاں کمتر نگر
جب تک تو آدمیت کے پردے میں ہے — عاشقوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھ

زیرکاں کہ مویہا بشگافتند — علمِ ہیئت را بجاں دریافتند
ذہین لوگ جنھوں نے موشگافیاں کی ہیں — اُنھوں نے علمِ ہیئت کو (دل و) جان سے دریافت کر لیا

علمِ نیرنجات[3] و سحر و فلسفہ — گرچہ نشناسند حق المعرفہ
شعبدوں اور جادو اور فلسفہ کا علم — اگرچہ پورے طور پر وہ نہ جان سکے

لیک کوشیدند تا اِمکانِ خود — بر گزشتند از ہمہ اَقرانِ خود
لیکن اپنے مقدور بھر اُنھوں نے کوشش کی — اپنے تمام ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے

عشق غیرت کرد و ز ایشاں در کشید — شُد چُنیں خورشید ز ایشاں ناپدید
عشق نے غیرت کی اور اُن سے جُدا رہا — ایسا سورج اُن سے پوشیدہ ہو گیا

نورِ چشمے کہ بروز اِستارہ دید — آفتابے چوں اَزُو رُو در کشید
آنکھ کی وہ روشنی جس نے دن میں ستارہ دیکھ لیا — ایسا سورج اُس سے کیوں چھپ گیا؟

زیں گذر کُن پندِ من بپذیر ہیں — عاشقاں را تو بچشمِ عشق بیں
اس کو چھوڑ، ہاں میری نصیحت مان لے — تو عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ

---

1. عباسی۔ عباس دبس مشہور بھکاری تھے اس لیے عباسی کے معنی بھکاری پن ہو گئے۔ غاشیہ۔ گھوڑے کی زین کا نمدہ غاشیہ بردوش بمعنی خادم۔ ملحد۔ بددین۔ گفت۔ شیخ نے فرمایا میں یہ بھیک اللہ کے حکم سے مانگتا ہوں میرے دل میں عشق کی آگ لگی ہے۔ بہرِ ناں۔ اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھوں تو اپنا پیٹ پھاڑ دوں۔ ہفت۔ میں نے سات سال تک جنگل میں انگور کے پتوں پر گذارہ کیا ہے۔

2. تازہ برگ۔ یعنی سبز پتے کھانے سے بدن کا رنگ سبز ہو گیا یا بدن میں خوشحالی ہو گئی۔ ابوالبشر۔ حضرت آدم یہاں مطلقاً انسان مراد ہے۔ زیرکاں۔ ذہین لوگ۔ جو بال کی کھال نکالتے ہیں انھوں نے بہت سے دنیوی علم حاصل کیے لیکن ان کو عشق کا علم حاصل نہ ہو سکا۔

3. نیرنجات۔ شعبدے۔ اقران۔ ساتھی۔ عشق۔ عشق کی غیرت کا تقاضا ہوا اور ان کی آنکھوں سے پوشیدہ رہا۔ نورِ چشمے۔ حیرت یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے باریک بین تھے لیکن ان کو عشق نظر نہ آیا۔ زیں۔ یعنی ملامت۔

وقتِ[1] نازک گشتۂ و جاں در رصد		باتو نتواں گفت ایں دم عذرِ خود
وقت نازک ہو گیا اور جان انتظار میں ہے		اس وقت تجھ سے اپنا عذر نہیں بیان کیا جا سکتا

فہم کُن موقوف آں گفتن مباش		سینہائے عاشقاں را کم خراش
سمجھ لے، کہنے پر موقوف نہ رہ		عاشقوں کے سینے کو زخمی نہ کر

نے گمانے بُردۂ توزیں نشاط		حزم را مگذار و میکُن احتیاط
نہیں، تو نے عیش و عشرت میں بدگمانی کی ہے		پختہ کاری کو نہ چھوڑ اور احتیاط کر

واجب[2] ست و جائز ست و مستحیل		ایں وَسط را گیر در حزم اے دخیل
فرض ہے اور جائز ہے اور حرام ہے		اے دوست! احتیاط میں تو اس درمیانہ کو اختیار کر لے

گریاں شدنِ امیر از نصیحتِ شیخ وعکسِ صدقِ اُو و ایثار کردنِ مخزن

شیخ کی نصیحت اور اُن کی سچائی کے پرتو سے امیر کا رو پڑنا اور جرأت اور گستاخی کے بعد

بعد ازاں جرأت وگستاخی واستعصام شیخ وقبول ناکردنِ شیخ وگفتن کہ من

خزانہ پیش کر دینا اور شیخ کا بچنا اور شیخ کا قبول نہ کرنا اور فرمانا کہ میں بغیر اشارے

بے اشارت نیارم تصرف کردن کہ بے امرِ غیب نستانم

خرچ نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ میں بغیر غیبی حکم کے نہیں لے سکتا ہوں

ایں[3] بگفت و گریہ در شُد ہائے ہائے		اشک غلطاں بر رُخِ اُو جائے جائے
یہ فرمایا، اور ہائے ہائے کر کے رونے لگے		جگہ بجگہ اُن کے چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے

صدقِ اُو ہم بر ضمیرِ میرزد		عشق ہر دم طرفہ دیگے میپزد
اُن کی سچائی نے امیر کے دل پر بھی اثر کیا		عشق ہر وقت ایک عجیب دیگ پکاتا ہے

صدقِ عاشق بر جمادے می تند		چہ عجب گر بردلِ دانا زند
عاشق کی سچائی، پتھر پر اثر کرتی ہے		کیا تعجب ہے اگر عقلمند کے دل پر اثر کرے

صدقِ موسیٰؑ بر عصا و کوہ زد		بلکہ بردریائے پُر اشکوہ زد
(حضرت) موسیٰؑ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا		بلکہ ہیبت ناک دریا پر اثر کیا

صدقِ احمدؐ بر جمالِ ماہ زد		بلکہ بر خورشید رخشاں راہ زد
(حضرت) احمدؐ کی سچائی نے چاند کے حسن کو متاثر کیا		بلکہ روشن سورج کا راستہ روک دیا

---

[1] وقتِ نازک۔ شیخ نے امیر سے کہا میں اپنے عشق کی پوری کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ فہم کن۔ سمجھ لے یہ بھکاری پن مجھ سے عشق کرا رہا ہے۔ نے گمانے۔ تو نے اپنی عیش وعشرت کی زندگی کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی کی ہے تجھے اس میں احتیاط برتنی چاہیے۔

[2] واجب۔ حزم واحتیاط کے مختلف مرتبے ہیں ایک فرض ہے مثلاً اگر کوئی فاسق اور کاذب خبر دے تو احتیاط فرض ہے، اگر کوئی نیک آدمی خبر دے تو احتیاط جائز ہے، اگر خدا اور رسول کوئی خبر دے تو اس میں احتیاط برتنا حرام ہے۔ مستحیل۔ ناممکن یعنی حرام۔ دخیل۔ یعنی دوست۔ مخزن۔ خزانہ۔ تصرف۔ خرچ کرنا۔

[3] ایں بگفت۔ شیخ نے امیر کو نصیحت کی اور پھر زار زار رونے لگے۔ صدق تو۔ اُن کی سچائی نے امیر پر اثر کیا۔ صدق عاشق۔ عاشق کی سچائی غیر جاندار کو بھی متاثر کر دیتی ہے امیر تو پھر جاندار تھا۔ صدق موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ کو متاثر کر دیا لاٹھی اژدہا بنی کوہِ طور میں زلزلہ آ گیا۔ بلکہ بر۔ دریا نیل نے راستہ دے دیا۔ صدق احمد۔ حضور کی سچائی سے شق القمر ہوا اور سورج واپس ہو گیا۔

رُو[1] بِرُو آوردہ ہر دو در نفیر گشتہ گریاں ہم امیر و ہم فقیر
آمنے سامنے دونوں رونے (اور) فریاد کرنے لگے امیر اور فقیر بھی رو پڑا

ساعتے بسیار چوں بگریستند گفت میر اُو را کہ خیز اے ارجمند
جب بہت دیر تک روئے امیر نے اُن سے کہا، اقبالمند! اٹھو

ہرچہ خواہی از خزانہ بر گزیں گرچہ استحقاق داری صد چنیں
جو چاہو خزانے سے لے لو اگرچہ ایسے سو گنے کے مستحق ہو

خانہ آنِ تست ہر چت میل ہست ہر گزیں خود ہر دو عالم اندکست
آپ کا گھر ہے، جو آپ کی خواہش ہے خود پسند کر لیجیے، دونوں جہان تھوڑے ہیں

گفت دستوری نداداندم چنیں کہ بدستِ خویش چیزے برگزیں
فرمایا، اُنھوں نے ایسی اجازت نہیں دی ہے کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لے لینا

من زخود نتوانم ایں کردن فضول کہ کنم من ایں دخیلانہ دخول
میں یہ بیہودہ بات اپنی جانب سے نہیں کر سکتا کہ میں دوستانہ دخل دوں

ایں[2] بہانہ کرد و مُہرہ در ربود مانع آں بُدکاں عطا صادق نبُود
یہ بہانہ کیا اور وہ بازی جیت گئے مانع یہ تھا کہ وہ بخشش پُر خلوص نہ تھی

گرچہ صادق بُود بے غل بُود و خشم شیخ را ہر صدق می ناید بچشم
اگرچہ وہ سچا، بے کھوٹ اور بغیر غصہ کے تھا (لیکن) ہر سچ، شیخ کی نظر میں نہیں آتا

گفت فرمانم چنیں دادست اِلٰہ کہ گدایانہ برو نانے بخواہ
فرمایا، مجھے خدا نے یہی حکم دیا ہے کہ فقیرانہ جا، روٹی مانگ

ما گدایانہ ازاں درخواستیم ورنہ از اموال بے پرواستیم
ہم نے اسی وجہ سے فقیروں کی طرح درخواست کی ورنہ ہم مالوں سے بے پروا ہیں

اشارتِ آمدن از غیب بشیخ کہ ایں دو سال بفرمانِ ما بستدی وبدادی[3] بعد ازیں

شیخ کو غیب سے اشارہ ہونا کہ ہمارے حکم کے مطابق ان دو سال میں تم نے لیا اور دیا اس کے بعد دو اور

بدہ ومستاں دست در زیرِ حصیر میکن کہ آنرا چوں انبانِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

لو نہیں بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالو کیونکہ ہم نے اُسکو تمھارے لیے (حضرت) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے

---

1 رُو بِرُو۔ اب شیخ بھی رو رہے تھے اور امیر بھی رو رہا تھا۔ ساعتے۔ جب بہت دیر تک دونوں رو چکے تو امیر نے شیخ سے کہا کہ اگرچہ آپ میرے خزانہ سے بھی سو گنے کے مستحق ہیں لیکن بہر حال میرا خزانہ حاضر ہے اس میں سے جو چاہیں لے لیں۔ خانہ۔ امیر نے کہا میرے گھر کو اپنا گھر سمجھیں جو چاہے لیں آپ کے لیے تو دونوں جہان حقیر ہیں۔ گفت۔ شیخ نے فرمایا مجھے خدا کا یہ حکم نہیں ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے خود لوں۔ دخیلانہ۔ دوستانہ۔

2 ایں بہانہ۔ شیخ نے یہ بہانہ کیا شیخ کو دراصل لینا ہی منظور نہ تھا اس لیے کہ اب امیر کی عطا اللہ کے لیے نہ تھی بلکہ شیخ کی عظمت کی وجہ سے شیخ کے لیے تھی۔ مہرہ در بود۔ یعنی وہ شطرنجی چال چلے جس سے مخالف مات کھا جائے۔ گرچہ۔ امیر اگرچہ اپنے قول میں سچا تھا لیکن شیخ نے اُس سچائی کو پسند نہ کیا اس لیے کہ اس میں غیر اللہ کی بو تھی۔ ما گدایانہ۔ شیخ نے کہا ہم تو خدائی حکم سے صرف بھیک مانگتے ہیں ورنہ ہم مالوں سے بے نیاز ہیں۔

3 وبدادی۔ دو سال بھیک منگوانے کے بعد شیخ کو حکم ہوا کہ اب تک تو تم نے مانگا اور فقیروں کو دیا اب بغیر مانگے فقیروں کو دو۔ بوریے کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو، اور بانٹ دیا کرو۔ انبان۔ تھیلا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت ابوہریرہؓ کو کھجوروں کا ایک تھیلا عنایت فرما دیا تھا وہ اس میں سے بے حساب کھاتے اور خرچ کرتے رہتے تھے وہ تھیلا اُن سے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے حادثہ میں گم ہو گیا تھا۔

کردیم در حقِ تو ہرچہ خواہی بیابی تا یقین شود عالمیاں را کہ
تھیلے کی طرح کر دیا ہے، تم جو چاہو گے لے لو گے تا کہ دنیاداروں کو یقین آ جائے کہ اس
ورائے ایں عالم عالمے[1] ست کہ خاک بکف گیری زر شود و
عالم کے علاوہ کوئی عالم ہے جس میں تم مٹی ہاتھ میں لو تو سونا ہو جائے اور
مُردہ درو آید زندہ شود و نحسِ اکبر دُرو آید سعدِ اکبر شود و کفر
مُردہ اُس میں آ جائے تو زندہ ہو جائے نحس اکبر اُس میں آئے تو سعدِ اکبر بن جائے کفر
دُرو آید ایمان شود و زہر دُرو آید تریاق شود نہ داخلِ ایں
اُس میں آئے تو ایمان بن جائے زہر اُس میں آئے تو تریاق بن جائے وہ نہ اس عالم میں
عالم است نہ خارجِ ایں عالم نہ فوق نہ تحت نہ متصل
داخل ہے نہ اس عالم سے خارج نہ اُوپر نہ نیچے نہ ملا ہوا نہ جُدا
نہ منفصل بیچوں و بچگونہ ہر دم ازُو ہزار اثر و نمونہ
بے مثال اور بے کیف ہے ہر وقت اُس سے ہزاروں اثر اور نمونے
ظاہر میشود چنانکہ صنعتِ دست باصورتِ دست و غمزہَ
ظاہر ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ ہاتھ کہ دستکاری، ہاتھ کی صورت کے ساتھ اور آنکھ
چشم با صورتِ چشم و فصاحتِ زبان باصورتِ زبان. نہ
کی ادا، آنکھ کی صورت کے ساتھ اور زبان کی فصاحت، زبان کی صورت کے ساتھ نہ
داخل ست نہ خارج نہ متصل و نہ منفصل وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ
داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ جدا ہے اور عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے

تا[2] دو سال ایں کار کرد آں مردِ کار
اُن کار گذار نے دو سال تک یہ کام کیا
بعد ازاں امر آمدش از کردگار
اُس کے بعد اُن کو خدا کا حکم پہنچا

بعد ازیں می دہ ولے از کس مخواہ
اس کے بعد دے، لیکن کسی سے نہ مانگ
ما بدادیمت ز غیب ایں دستگاہ
ہم نے تجھے غیب سے یہ قدرت دے دی ہے

ہرکہ[3] خواہد از تُو ازیک تاہزار
جو تجھ سے ایک سے ہزار تک مانگے
دست در زیرِ حصیرے کن برآر
بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈال، نکال لے

ہیں ز کنجِ رحمتِ بے مر بدہ
رحمت کے بے حساب خزانہ سے دے
در کفِ تو خاک گردد زر بدہ
تیرے ہاتھ میں مٹی سونا بن جائے گی، دے

---

1. عالمے ست۔ عالم اسباب کے علاوہ ایک دوسرا عالم ہے جہاں اشیاء کا وجود بغیر کسی سبب عادی کے ہو جاتا ہے اور اُس کا ظہور اس عالم میں ہو جاتا ہے معجزوں کا تعلق اُسی عالم سے ہے اور اس عالم میں بھی اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ نحسِ اکبر۔ زُحل ستارہ، اس کے اثرات منحوس مانے گئے ہیں۔ سعدِ اکبر۔ مشتری ستارہ، اس کے اثرات اچھے مانے گئے ہیں۔
2. تا دو سال۔ دو سال تک شیخ محمد سرزی کا یہ طریقہ کار رہا کہ وہ بھیک مانگتے تھے اور اُس کو غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ بعد ازیں۔ دو سال بعد ان کو حکم ہوا کہ اب تم لوگوں سے نہ مانگو ہم تمہیں خود دیں گے تم ضرورتمندوں میں وہ تقسیم کر دیا کرو۔
3. ہرکہ۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ سے فرمایا کہ تم اپنے بوریئے کے نیچے سے جو چاہو اور جس قدر چاہو نکال کر تقسیم کر دیا کرو۔ در کفِ تو۔ تم مٹی ہاتھ میں لو گے تو سونا بن جائیگی۔

ہر چہ خواہندت بدہ مندیش ازاں　　دادِ یزداں را تو بیش از بیش داں
جو تجھ سے مانگیں دے، اُس کی فکر نہ کر　　تو خدا کی عطا کو بیش از بیش سمجھ

در عطائے ما نہ تخسیر[1] و نہ کم　　نے پشیمانی نہ حسرت زیں کرم
ہماری عطا میں نہ ٹوٹا ہے اور نہ کمی　　اس عطا میں نہ شرمندگی ہے نہ حسرت

دست زیرِ بوریا کُن اے سند　　از برای رُوئے پوشِ چشمِ بد
اے معتمد! بوریے کے نیچے ہاتھ کر　　بُری نظر سے پردے کے لیے

پس ز زیرِ بوریا پُر کُن تو مُشت　　دہ بدستِ سائلِ بشکستہ پُشت
پھر تو بوریئے کے نیچے سے مٹھی بھر لے　　کمر ٹوٹے ہوئے مانگنے والے کے ہاتھ میں دے دے

بعد ازیں از اجرِ ناممنون بدہ　　ہر کہ خواہد گوہرِ مکنوں بدہ
اس کے بعد ختم نہ ہونے والا اجر دے　　جو چاہے اُس کو اچھوتا موتی دے

رو یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ تو باش　　ہمچو دستِ حق گزافہ رزق پاش
جا، تو ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ بن　　اللہ کے ہاتھ کی طرح مفت رزق بانٹ

وام[2] داراں را ز عہدہ وارہاں　　ہمچو باراں سبز کُن فرشِ جہاں
قرض داروں کو ذمہ داری سے چھڑوا　　دنیا کی زمین کو بارش کی طرح سبز کر دے

بُود یک سالِ دگر کارش ہمیں　　کہ بدادے زر ز کیسۂ ربِّ دیں
ایک سال اور اُن کا یہی کام رہا　　دین کے رب کی تھیلی میں سے سونا بانٹتے

زر شدے خاکِ سیہ اندر کفش　　حاتمِ طائی گدائے در صفش
کالی مٹی ان کے ہاتھ میں سونا بن جاتی　　حاتم طائی اُن سے (بھیک مانگنے والوں کی) صف میں تھا

دانستنِ[3] شیخ ضمیرِ سائل را بے گفتن و دانستن قدرِ وامِ وا مداراں
بے گفتنِ ایشاں و گفتن کہ نشان ایں باشد کہ اُخرُج
بِصِفَاتِیْ اِلٰی خَلْقِیْ فَمَنْ رَاٰكَ فَقَدْ رَاٰنِیْ

بغیر کہے شیخ کا سائل کے دل کی بات جان لینا اور ان کے کہے بغیر قرض خواہوں اور قرض کی مقدار کو جان لینا اور کہنا کہ علامت یہ ہوتی ہے کہ میری مخلوق کی جانب میری صفات کے ساتھ نکل جس نے تجھے دیکھا اُس نے مجھے دیکھا

حاجتِ خود گر نگفتے آں فقیر　　اُو بدادے و بدانستے ضمیر
اگر فقیر اپنی ضرورت نہ بتاتا　　وہ دے دیتے اور دل جان جاتا

---

[1] تخسیر۔ ٹوٹا۔ دست۔ بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالنے کا حکم محض نظرِ بد سے بچانے کے لیے ہے۔ ناممنون۔ جو منقطع نہ ہو۔ مکنوں۔ چھپا ہوا۔ رو۔ اب تیرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے جو مفت عطا کیا کرتا ہے۔

[2] وام داراں۔ مقروضوں کا قرض ادا کر۔ بود۔ ایک سال تک شیخ کا یہی کام تھا کہ بوریئے کے نیچے سے نکال کر ضرورت مندوں کو دیتے رہتے تھے۔ حاتم۔ حاتم طائی جیسا سخی بھی اُن کے بھکاریوں کی صف میں ہوتا تھا۔

[3] دانستن۔ شیخ فقیر کی ضرورت خود بخود جان جاتے تھے اور حسب ضرورت اسکو دیدیتے تھے اور اُسکی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو چکے تھے۔ حاجتِ خود۔ سائل اپنی حاجت نہ بیان کرتا وہ اُس کے دل کی بات جان جاتے تھے جس قدر قرض ہوتا وہ ادا کر دیتے جتنی رقم میں کوئی قید ہوتا اسکو دیدیتے۔

پیشِ اُو روشن ضمیرِ ہر کسے
اُن کے لیے ہر شخص کے دل کی بات روشن تھی

از فقیر و وام دار و محبسے[1]
فقیر اور قرض خواہ اور قیدی کی

آنچہ دردل داشتے آں پشت خم
وہ دُہری کمر والا جو دل میں رکھتا

قدرِ آں دادے بدونے بیش و کم
اُس کی بقدر اُس کو دے دیتے نہ زیادہ نہ کم

پس بگفتندے چہ دانستی کہ اُو
تو لوگوں نے اُن سے کہا آپ کیسے جان لیتے ہیں

ایں قدر اندیشہ دارد اے عمو
اے چچا! کہ وہ اس قدر سوچتا ہے؟

اُو بگفتے خانۂ دل خلوت ست
وہ فرماتے، کہ دل کا گھر خالی ہے

خالی از گدیہ مثالِ جنت ست
جو سوال سے خالی ہو وہ جنت کی طرح ہے

اندرو جز عشقِ یزداں کار نیست
اُس میں خدا کے عشق کے سوا معاملہ نہیں ہے

جز خیالِ وصلِ اُو دیّار نیست
وصل کے خیال کے سوا اُس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

خانہ را منِ روفتم از نیک و بد
میں نے اچھے بُرے سے دل کو صاف کر لیا ہے

خانہ ام پُرست از عشقِ احد
میرا گھر خدا کے عشق سے پُر ہے

ہرچہ[2] بینم اندر و غیرِ خدا
میں اس میں خدا کے علاوہ جو کچھ دیکھتا ہوں

آنِ من نبُود بُوَد عکسِ گدا
وہ میرا نہیں ہوتا، فقیر کا عکس ہوتا ہے

گر در آبے نخل یا عُرجوں نمود
اگر پانی میں کھجور کا درخت یا شاخ نظر آئی

جز ز عکسِ نخلۂ بیروں نبُود
باہر کے کھجور کے درخت کے عکس کے سوا نہ تھا

در تگِ آب ار بہ بینی صورتے
پانی کی تہ میں اگر تو کوئی صورت دیکھے

عکسِ بیروں باشد آں نقش اے فتے
اے نوجوان! وہ نقش باہر کا عکس ہو گا

لیک تا آب از قذی خالی شدن
لیکن پانی کے کوڑے کرکٹ سے خالی ہونے تک

تنقیہ شرط ست در جُوئے بدن
بدن کی نہر کی صفائی ضروری ہے

تا نماند[3] تیرگی و خس درُو
تاکہ اس میں کدورت اور گھاس (پھونس) نہ رہے

تا امیں گردد نماید عکسِ رُو
حتیٰ کہ وہ امین بن جائے (اور) چہرے کا عکس دکھا دے

جز گِلابہ در تنت کُو اے مُقِل
اے مفلس! کیچڑ کے سوا تیرے بدن میں کیا ہے؟

آبِ صافی کُن ز گِل اے خصمِ دل
اے دل کے دشمن! پانی کو مٹی سے صاف کر لے

تو برآئی ہر دمی کز خواب و خور
تیرا یہ حال ہے کہ سونے اور کھانے سے

خاک ریزی اندریں جو بیشتر
اس نہر میں اور زیادہ مٹی ڈالتا ہے

محبس۔ مصدر بمعنی مفعول قرار دے کر ہم نے قیدی ترجمہ کیا ہے۔ پشت خم۔ یعنی بوجھ سے دبا ہوا۔ پس بگفتند۔ لوگوں نے اُن سے معلوم کیا کہ آپ دل کی بات کیسے جان لیتے ہیں۔ او بگفتے۔ وہ شیخ جواب میں کہتے کہ ہم لوگوں کا دل، جنت کی طرح احتیاج سے خالی ہے اُس میں سوائے عشق خداوندی کے کوئی چیز نہیں ہے ہم نے اپنے دل کو عشق خداوندی کے سواسے بالکل خالی کر لیا ہے۔

ہرچہ اب ہمارے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ فقیر کا عکس ہوتا ہے اسی وجہ سے ہم اسکی سب ضرورت جان جاتے ہیں۔ گر در آب۔ پانی صاف چیز ہے اُس میں اگر کھجور کا درخت نظر آئے گا تو وہ باہر کا عکس ہوگا اور پانی میں جو تصویر بھی دیکھو گے وہ باہر کا عکس ہوگی لیکن دل کو صاف کرنے کے لیے مجاہدات کے ذریعہ اس کا تنقیہ ضروری ہے۔

تا نماند۔ جب اُس میں خود گدلا پن نہ رہے گا تب اُس میں بیرونی عکس نظر آسکے گا۔ جز گلابہ۔ انسان کا بدن کیچڑ سے بنا ہے اُس کی صفائی کے لیے بہت محنت درکار ہے۔ تو برآئی۔ تو ہر وقت خواب و خور میں لگا ہوا ہے جس سے اُس کی کدورت میں اضافہ ہوتا ہے۔

سبب دانستنِ ضمیر ہائے خلق

لوگوں کے دل کی بات جاننے کا سبب

چوں[1] دلِ آں آب ازینہا خالیست — عکسِ رُوہا از بُروں در آب جست

جب اس پانی کا دل ان سے خالی ہے — تو باہر سے چہروں کا عکس پانی میں جا پڑا

پس مصفا کُن درونِ خویش را — تابدانی سرِّ ہر درویش را

تو اپنے باطن کو صاف کر لے — تاکہ تو ہر فقیر کے دل کی بات جان لے

پس تُرا باطن مُصفّا ناشُدہ — خانہ پُر از دیو و نسناس و دَدَہ

تیرا باطن مصفّٰی نہیں ہوا — بھوت اور بن مانس اور درندوں سے بھرا گھر ہے

اے[2] خرے ز اِستیزہ ماندہ در خری — کے ز ارواحِ مسیحاؑ بُو بَری

اُو گدھے! تو جھگڑے کی وجہ سے گدھے پن میں رہا — (حضرت) مسیحؑ کی روحوں سے تو کب واقف ہو گا؟

کے شناسی گر خیالے سر کُند — کز کدامیں مکمنے سر بر کُند

اگر کوئی خیال نمودار ہوا، تو کب پہچانے گا — کہ کس نہاں خانہ سے وہ اُبھرا؟

چوں خیالے میشود در زُہد تن — تا خیالات از درونہ روفتن

زہد میں جسم خیال کی طرح ہو جاتا ہے — باطن سے خیالات کو صاف کرنے میں

ایں خیالِ کژ برُوب از اندروں — تا نگرداند تُرا زاہلِ بُروں

باطن میں سے یہ ٹیڑھا خیال نکال دے — تاکہ وہ تجھے باہر والوں میں سے نہ بنا دے

غالب شُدن مکرِ روباہ بر استعصامِ خر

لومڑی کے مکر کا گدھے کے بچاؤ پر غالب آ جانا

خر بسے کوشید و اُو را دفع گفت — لیک جوعُ الکلب باخر بُود جُفت

گدھے نے بہت کوشش کی اور اس کی مدافعت کی — لیکن گدھے میں جوع الکلب تھی

غالب[3] آمد حرص و صبرش شد ضعیف — پس گلو با کہ بُرد عشقِ رغیف

حرص غالب آ گئی اور صبر کمزور ہو گیا — روٹی کے عشق نے بہت سے گلے کاٹے ہیں

زاں رسُولے کش حقائق داد دست — کَادَ فَقْرًا اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا آمدست

اُس رسول سے جن کو حقائق حاصل تھے — "فقر قریب ہے کہ کفر بن جائے" منقول ہے

گشتہ بُود آں خر مجاعت را اسیر — گفت اگر مکرست یکرہ مُردہ گیر

وہ گدھا، بھوک کا قیدی بن گیا تھا — سوچا اگر مکر ہے، ایک دم سے مُردہ سمجھ لے

---

[1] چوں۔ جب آب دل میں صفائی پیدا ہو جائے گی ہر خارجی چیز کا عکس اُس میں نظر آنے لگے گا۔ تابدانی۔ جب تو اس کو مصفّٰی کرے گا پھر ہر سائل کا عکس تیرے دل میں نمودار ہو جائے گا۔

[2] اے خرے۔ جب انسان گدھے پن میں مبتلا رہے گا تو وہ خرعیسٰی ہو گا عیسٰی نہ ہو گا۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ چوں۔ جب انسان زہد اختیار کرتا ہے اور خیالات سے دل کو پاک کرتا ہے تو اُس کا جسم خیال کی طرح لطیف ہو جاتا ہے۔ زاہلِ بُروں۔ یعنی از اہلِ بروں۔ استعصام۔ بچاؤ۔ جوع الکلب۔ یعنی جوع البقر۔

[3] غالب۔ گدھے کی حرص صبر پر غالب آ گئی روٹی کے عشق نے بہت سوں کو ہلاک کیا ہے۔ کاد۔ حدیث شریف ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا "فقر قریب ہے کہ کفر بنجائے" یعنی انسان کا فقر اُس کو کافر بنا دیتا ہے۔ مجاعت۔ بھوک۔ گفت۔ گدھے نے سوچا اگر یہ لومڑی کا مکر ہی ہے اور میرے مارنے کی ترکیب ہے تو بھوک کے ذریعہ بار بار کی موت سے ایک بار موت اچھی ہے۔

زیں عذابِ جُوع بارے وارہم
بھوک کے عذاب سے تو نجات پا جاؤں گا
گر حیات این ست من مُردہ بہم
اگر زندگی یہ ہے تو میں مُردہ بہتر ہوں

گر خر اوّل توبہ و سوگند خورد
گدھے نے اگرچہ پہلے توبہ کی اور قسم کھائی
عاقبت ہم از خری خبطے[1] بکرد
انجام کار گدھے پن سے، گڑ بڑ بھی کر دی

حرص کور و احمق و ناداں کند
لالچ اندھا اور احمق اور بیوقوف بنا دیتا ہے
مرگ را بر احمقاں آساں کند
احمقوں پر موت کو آسان کر دیتا ہے

ہست آساں مرگ برجانِ خراں
گدھوں کی جان پر مرنا آسان ہے
کہ ندارند آبِ جانِ جاوداں
کیونکہ وہ ابدی جان کی رونق نہیں رکھتے ہیں

چوں ندارد جانِ جاوید آں شقیست
چونکہ وہ ابدی جان نہیں رکھتا، بدبخت ہے
جراَتِ اُو بر اجل از احمقی ست
موت پر اُس کی جراَت حماقت سے ہے

جہد کُن تا جاں مخلد گردوت
کوشش کر تاکہ تیری جان ابدی بن جائے
تا بروزِ مرگ برگے باشدت
تاکہ موت کے دن تیرا توشہ ہو

اعتمادش[2] نیز بر رازق نبود
اُس کو رزق دینے والے پر بھروسہ نہ تھا
کہ بر افشاند برُو از غیب جود
جو اُس پر غیب سے سخاوت کرتا تھا

تاکنونش فضل بیروزی نداشت
اُس کو (اللہ کے) فضل نے ابتک بے رزق کے نہیں رکھا
گرچہ گہہ گہہ برتنش جُوعے گماشت
اگرچہ کبھی کبھی اُس پر بھوک کو مسلط کر دیا

دَر بیانِ فضیلت جُوع واحتماء

پرہیز اور بھوک کی فضیلت کے بیان میں

گرنباشد[3] جُوع صد رنجِ دگر
اگر بھوک نہ ہو، دوسری سیکڑوں بیماریاں
از پئے ہیضہ بر آرد از تو سَر
ہیضہ کے بعد تجھ میں پیدا ہو جائیں گی

رنجِ جُوع اولیٰ بُوَد خود زاں علل
ان بیماریوں سے بھوک کی تکلیف زیادہ بہتر ہے
ہم بلُطف و ہم بخفت، ہم عمل
پاکیزگی کے اعتبار سے بھی ہلکے پن اور عمل کے اعتبار سے بھی

رنجِ جُوع از رنجہا پاکیزہ تر
بھوک کی تکلیف بیماریوں سے زیادہ پاکیزہ ہے
خاصہ در جُوع ست صد نفع و ہُنر
خصوصاً بھوک میں سیکڑوں فائدے اور ہُنر ہیں

جوع خود سلطانِ داروہاست ہیں
آگاہ! بھوک خود داؤں کی بادشاہ ہے
جُوع در جاں نہ چنیں خوارش مبیں
بھوک کو جان میں جگہ دے، اس کو ذلیل نہ سمجھ

---

[1] خبط۔ گڑ بڑ۔ حرص۔ لالچ انسان کو اندھا بہرا بنا دیتی ہے اور موت کو آسان کر دیتی ہے جسطرح گدھے نے اپنی موت کو پسند کر لیا۔ کہ ندارند۔ احمقوں اور گدھوں کی زندگی ابدی نہیں ہے اور انسان شقاوت اور حماقت کی وجہ سے مرنا پسند کر لیتا ہے۔ جہد کن۔ انسان کو ابدی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

[2] اعتمادش۔ اس گدھے کو اللہ کی رزاقی کا یقین نہ تھا۔ تاکنونش۔ جتنے دن زندہ رہا بغیر رزق کے زندہ نہیں رہا لیکن پھر بھی اُس کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ نہ تھا۔ جوع۔ بھوک۔ در بیان۔ خدا بھوک میں مبتلا کرتا ہے تو اُس میں بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

[3] گرنباشد۔ بغیر بھوک کے اگر آدمی کھانا کھاتا ہے تو ہیضہ ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ رنج۔ بھوک کی تکلیف اور بیماریوں کی تکلیف سے بہت بہتر ہے اس میں جسم میں پاکیزگی اور ہلکا پن اور کارکردگی رہتی ہے اور بہت منافع ہیں۔ جوع۔ فاقہ سے بہت سی بیماریاں خود دور ہو جاتی ہیں۔

جملہ[1] ناخوش از مجاعت خوش شدست — جملہ خوشہا بے مجاعتہا ردست
سب بے مزا بھوک کی وجہ سے خوش ذائقہ ہو گئے ہیں — تمام خوش مزہ، بغیر بھوک کے مردود ہیں

آں یکے میخورد نانِ فخفرہ — گفت سائل چوں بدین ستت شرہ
ایک شخص جو کی روٹی کھا رہا تھا — سوال کرنیوالے نے پوچھا تجھے اس کا شوق کیوں ہے؟

گفت جوع از صبر چوں دو تا شود — نانِ جو در پیشِ من حلوا شود
اُس نے کہا جب بھوک صبر سے دہری ہو جاتی ہے — میرے لیے جو کی روٹی حلوا بن جاتی ہے

پس توانم کہ ہمہ حلوا خورم — چوں کنم صبرِ ضروری لاجرم
تو میں کر سکتا ہوں کہ سب حلوا کھاؤں — جب لامحالہ ضروری صبر کر لوں

خود نباشد جوع ہر کس را زبوں — کایں علف زاریست ز اندازہ برُوں
بھوک ہر شخص کے قابو میں نہیں آتی ہے — کیونکہ گھاس کی چراگاہ اندازے سے زیادہ ہے

جُوع مرخاصانِ حق را دادہ اند — تا شوند از جُوع شیرِ زورمند
بھوک خاصانِ خدا کو دی ہے — تاکہ وہ بھوک سے شیر اور طاقتور بنیں

جُوع ہر جلفِ[2] گدارا کے دہند — چوں علف کم نیست پیشِ اُو نہند
بھوک ہر کمینہ بھکاری کو کب دیتے ہیں؟ — چونکہ چارہ کم نہیں ہے، اُس کے سامنے رکھ دیتے ہیں

کہ بخُور توہم بدیں ارزانیے — تو نہ مُرغِ آب مُرغِ نانیے
کہ تو کھا تو اسی کے لائق ہے — تو پانی کا پرند نہیں ہے تو روٹی کا پرند ہے

نبُود اندر دل تُرا جُز فکرِ ناں — ناید اندر خاطرت جُز ذکرِ ناں
تیرے دل میں روٹی کے فکر کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا — تیرے دل میں روٹی کے ذکر کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

بعد چندیں سال حاصل چیستت — جُوعِ مُردن بہ بُود زیں زیستت
اتنے سال کے بعد تجھے کیا ملا؟ — مرنے کی بھوک تیرے اس جینے سے بہتر ہے

حکایت[3] مُریدے کہ شیخ از حرصِ ضمیرِ اُو واقف شُد و اُورا نصیحت کرد

اُس مرید کی حکایت جس کے دل کی حرص سے شیخ واقف ہو گیا اور اُس کو زبان سے نصیحت

بزبان و در ضمنِ نصیحت قوتِ توکل بخشیدش بامرِ حق عزّ وجلّ

کی اور نصیحت کے دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس کو توکل کی قوت بخش دی

---

1. جُملہ۔ بھوک میں جو کی روٹی بھی پلاؤ قورمے کا مزہ دیتی ہے بغیر بھوک کے لذیذ کھانے بھی بدمزہ معلوم ہوتے ہیں۔ نخفرہ۔ بوزن مسخرہ، جو۔ شرہ۔ حرص۔ گفت۔ اس نے جواب دیا جب انسان کو بھوک لگتی ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو جو کی روٹی بھی حلوے کا مزہ دیتی ہے۔ پس۔ میں بھوک لگا کر اور صبر سے کام لے کر جو کی روٹی کا حلوا بنا لیتا ہوں۔ خود نباشد۔ یہ بھوک وہ نعمت ہے جو ہر شخص کو میسر نہیں آتی کیونکہ یہ دنیا وسیع چراگاہ ہے اُس میں انسان کچھ نہ کچھ کھا لیتا ہے۔ جوع۔ بھوک صرف خاصانِ خدا کا حصہ ہے جس سے وہ روحانی شیر بن جاتے ہیں۔
2. ہر جلف۔ ہر کمینہ گدا کو بھوک کی نعمت عطا نہیں ہوتی، اس کے لیے عام خوراک مہیا کر دی جاتی ہے اور اُس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تو دریائے معرفت کا پرند نہیں ہے روٹی کھانے والا پرند ہے۔ بعد چندیں۔ حریص پیٹو کھا پی کر مرجاتا ہے اور اُس کی لاحاصل زندگی ختم ہو جاتی ہے اس زندگی سے بھوک کی موت بدرجہا بہتر ہے۔
3. حکایت۔ ایک شیخ ایک مرید کے ساتھ اُس شہر کی طرف جا رہے تھے جہاں قحط تھا۔ مرید روٹی کی حرص کی وجہ سے پریشان تھا شیخ پر اس کی دلی کیفیت منکشف ہوئی تو شیخ نے اُس کو نصیحت کی اور اس میں اپنے تصرف سے توکل کی طاقت پیدا کر دی۔

شیخ میشُد بامُریدے بیدرنگ　سُوئے شہرے ناں در انجا بود تنگ[1]

شیخ ایک مرید کے ساتھ بغیر توقف کے روانہ ہوئے　شہر کی جانب وہاں روٹی کمیاب تھی

ترسِ جُوع و قحط در فکرِ مُرید　ہر دمے میگشت از غفلت مزید

مرید کے فکر میں قحط اور بھوک کا خوف تھا　جو غفلت کی وجہ سے ہر لحہ بڑھ رہا تھا

شیخ آگہ بُود و واقف از ضمیر　گفت اُو را چند باشی در زَحیر

شیخ باخبر تھے اور دل سے واقف تھے　انھوں نے اس سے کہا کب تک پریشانی میں رہے گا؟

از برائے غُصّہء ناں سُوختی　دیدۂ صبر و توکل دوختی

تو روٹی کی فکر میں جلا جاتا ہے　تو نے صبر اور توکل کی آنکھ بند کر لی ہے

تو نۂ زاں نازنینانِ عزیز　کہ تُرا وارند بے جوز و مویز

تو اُن پیارے ناز پروردوں میں سے نہیں ہے　کہ تجھے بغیر اخروٹ اور منقّٰی کے رکھیں

جُوع رزقِ جانِ خاصانِ خداست　کے زبونِ ہمچو تو گیجِ گداست

بھوک، خاصانِ خدا کا رزق ہے　وہ تجھ جیسے احمق فقیر کے قابو میں کہاں ہے؟

باش فارغ تو ازانہا نیستی　کاندر ایں مطبخ تو بے ناں باستی

تو مطمئن رہ، تو اُن میں سے نہیں ہے　کہ تو اس مطبخ میں بغیر روٹی کے ٹھہرے

کاسہ[2] برکاسہ ست ناں برناں مُدام　از برائے ایں شکم خوارانِ عام

ہمیشہ پیالہ پر پیالہ روٹی پر روٹی ہے　ان عام پیٹوؤں کے لیے

چوں بمیرد میرود ناں پیش پیش　کہ زبیمِ بے نوائی کشتہ خویش

جب مرتا ہے، روٹی آگے آگے جاتی ہے　کہ بے سروسامانی کے ڈر سے اپنے آپ کو مارا ہے

تو برفتی ماند ناں برخیز و گیر　اے بکشتہ خویش را اندر زحیر

تو چلا، روٹی رہ گئی کھڑا ہو، لے لے　اے وہ کہ جس نے اپنے آپ کو پریشانی میں مار ڈالا

ہیں[3] توکل کن ملرزاں پاو دست　رزقِ تُو بر تُوز تو عاشق ترست

خبردار! توکل کر ہاتھ پاؤں نہ لرزا　تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے

عاشق ست و میزند اُو موُل موُل　کہ زبے صبریت داند اے فضول

وہ عاشق ہے اور آواز دے رہا ہے، ٹھہر ٹھہر　کیونکہ اے بیہودہ! وہ تیری بے صبری کو جانتا ہے

گر ترا صبرے بُدے رزق آمدے　خویشتن چوں عاشقاں بر تو زدے

اگر تجھے صبر ہوتا تو رزق آ جاتا　عاشقوں کی طرح اپنے آپ کو تجھ پر لا ڈالتا

---

[1] تنگ۔ یعنی وہ شہر قحط زدہ تھا روٹی گراں اور کمیاب تھی۔ از غفلت۔ یعنی خدا کی رزاقی کی غفلت سے۔ زحیر۔ پیچش۔ پیچ وتاب۔ از برائے۔ تو روٹی کی فکر میں جل رہا ہے تجھے خدا پر بھروسہ نہیں ہے۔ تو نہ۔ تو ان خاصانِ خدا میں سے نہیں ہے جن کو جوع کا تحفہ دیا جاتا ہے تجھے لامحالہ دنیاوی غذا میسر آ جائے گی۔ گیج۔ احمق۔

[2] کاسہ۔ دنیاداروں کے لیے بکثرت کھانا پینا موجود ہے۔ چوں بمیرد۔ جب مر جاتا ہے تو بھی روٹی آگے آگے جاتی ہے جو قبرستان میں غریبوں کو تقسیم کر دی جاتی ہے اور وہ روٹی مردے سے کہتی ہے کہ تو روٹی کی فکر میں مرا ہے اٹھ اب روٹی لے لے۔

[3] ہیں۔ شیخ نے مُرید سے کہا انسان رزق کا اتنا عاشق نہیں ہے جتنا رزق انسان کا عاشق ہے اللہ کا وعدہ ہے لہٰذا لامحالہ رزق انسان کو تلاش کر کے اُس کے پاس پہنچتا ہے۔ عاشق ست۔ رزق انسان پر عاشق ہے اور وہ اس کو کہتا ہے ٹھہر جا میں تیرے پاس پہنچتا ہوں کیونکہ وہ انسان کی بے صبری کو جانتا ہے۔

ایں تپ و لرزہ ز خوفِ جُوع چیست — در توکل سیر می تانید زیست

بھوک کے ڈر سے یہ جاڑا اور بخار کیوں ہے؟ — توکل میں پیٹ بھرا ہو کر زندہ رہ سکتے ہو

حکایتِ[1] آں گاوَ کہ تنہا در جزیرہ ایست بزرگ، حق تعالیٰ

اُس بیل کی حکایت جو ایک بڑے جزیرہ میں اکیلا ہے اللہ تعالیٰ اُس بڑے جزیرے

آں جزیرہَ بزرگ را ہر روز پُر کند از نبات و ریاحین[2] کہ

کو روز گھاس اور خوشبودار پودوں سے بھر دیتا ہے تاکہ رات تک

تا علفِ آں گاوَ باشد تا بشب آں گاوَ ہمہ را بچرد و فربہ

اُس بیل کے لیے چارہ رہے وہ بیل سب کو چر لیتا ہے اور پہاڑ کی

شود چوں کوہ پارہ، چوں شب شود خوابش نبرد از غُصّہ و

طرح موٹا ہو جاتا ہے جب رات ہو جاتی ہے اُس کو رنج اور ڈر سے نیند

خوف کہ ہمہ صحرا را چریدم فردا چہ خورم تا ازیں غُصّہ لاغر

نہیں آتی ہے کہ میں نے تمام جنگل چر لیا کل کو کیا چروں گا یہاں تک کہ وہ اس

شود ہمچوں خلال روز برخیزد ہمہ صحرا را سبزہ تر و انبوہ تر بیند

رنج سے تنکے کی طرح لاغر ہو جاتا ہے ہر روز اُٹھتا ہے تمام جنگل کو زیادہ سبز اور

ازوے باز بخورد و فربہ شود باز شبش ہماں غم بگیرد سالہا ست

زیادہ گھنا دیکھتا ہے اُس میں سے پھر کھاتا ہے اور موٹا ہو جاتا ہے پھر رات کو اسے وہی غم

کہ اُو ہمچنیں مے بیند و اعتماد نمی کند

آ پکڑتا ہے سالوں گذر گئے ہیں کہ وہ یہی دیکھ رہا ہے اور بھروسہ نہیں کرتا ہے

یک جزیرہ سبز ہست اندر جہاں — اندرو گاویست تنہا خوش دہاں

دنیا میں ایک سبز جزیرہ ہے — اُس میں ایک اکیلا بیل عمدہ گھاس چرنے والا ہے

جملہ[3] صحرا را چرد اُو تا بشب — تا شود زفت و عظیم و منتجب

وہ رات تک تمام جنگل کو چر لیتا ہے — حتیٰ کہ موٹا اور بڑا اور بزرگ بن جاتا ہے

شب ز اندیشہ کہ فردا چہ خورم — گردد اُو چوں تارِ مو لاغر ز غم

رات میں اس ڈر سے کہ کل کو کیا کھاؤں گا؟ — وہ غم سے بال کی طرح کمزور ہو جاتا ہے

چوں بر آید صبح گردد سبز دشت — تامیاں رُستہ فصیلِ سبز و کِشت

جب صبح ہوتی ہے جنگل سبز ہو جاتا ہے — سبز چارا اور کھیتی کمر تک ہوتی ہے

[1] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح اس بیل کی بے صبری تھی اور رزق کے فکر میں گھلا جاتا تھا یہی حال انسان کا ہے۔

[2] ریاحین۔ خوشبودار نباتات۔ خلال۔ دانت کریدنے کا تنکا۔ خوش دہاں۔ عمدہ خوراک کھانے والا۔

[3] جملہ صحرا۔ نرا سبزہ زار ہے بیل اکیلا ہے، دن بھر خوب کھاتا اور موٹا تازہ بن جاتا۔ منتجب۔ نجیب، بزرگ۔ شب۔ رات بھر اس غم میں رہتا کہ میں نے سب چراگاہ کھالی اب کل کو کیا کھاؤں گا۔ فصیل۔ سبز جو، خوید۔

اندر افتد گاو با جوع البقر[1] تا بشب آں را چرد او سر بسر

بیل جوع البقر کے ساتھ اُس میں گُھس جاتا ہے رات تک وہ اُس کو چر جاتا ہے

باز زفت و فربہ و لمتر شود آں تنش از پیہ و قوّت پُر شود

پھر موٹا اور تازہ اور بھاری بن جاتا ہے اُس کا بدن چربی اور طاقت سے بھر جاتا ہے

باز شب اندر تپ افتد از فزع تاشود لاغر ز خوفِ منتجع

وہ پھر رات کو گھبراہٹ کے بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے چراگاہ کے ڈر سے لاغر ہو جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد فردا وقتِ خور سالہا این ست کارِ آں بقر

کہ کھانے کے وقت میں کل کو کیا کھاؤں گا؟ اُس بیل کی سالوں یہی حالت رہی

ہیچ نیندیشد کہ چندیں سال من میخورم زیں سبزہ زار وزیں چمن

وہ کبھی نہ سوچتا کہ اتنے سال سے میں اس سبزہ زار اور اس چمن کو چر رہا ہوں

ہیچ[2] روزے کم نیاید روزیم چیست ایں ترس و غم و دلسوزیم

کسی دن بھی میرا رزق کم نہیں ہوتا ہے (پھر) میرا یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے؟

باز چوں شب میشود آں گاوِ زفت میشود لاغر کہ آوہ رزق رفت

پھر جب رات ہوتی ہے وہ موٹا بیل لاغر ہو جاتا ہے کہ ہائے رزق ختم ہو گیا

نفس آں گاوست و آں دشت ایں جہاں کو ہمی لاغر شود از خوفِ ناں

نفس وہ بیل ہے اور یہ دنیا وہ جنگل ہے جو روٹی کے ڈر سے لاغر ہوا جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب لوتِ فردا از کجا سازم طلب

کہ حیرت ہے میں آیندہ کیا کھاؤں گا؟ کل کی خوراک کہاں سے طلب کروں گا؟

سالہا خوردی و کم نامد زخور ترکِ مستقبل کُن و ماضی نگر

تو نے سالوں کھایا اور وہ کھانے سے کم نہ ہوا آیندہ کو چھوڑ اور ماضی پر غور کر

لوت[3] پُوتِ خوردہ راہم یاد آر منگر اندر غابر و کم باش زار

کھائے ہوئے مرغن کھانوں کو یاد کر مستقبل کو نہ دیکھ اور بدحال نہ بن

قصۂ آں گاوَ را یکسوئے نہ زاں خرو زاں شیرِ نر پیغام دہ

اُس بیل کا قصہ ایک طرف رکھ اُس گدھے اور نر شیر کا پیغام دے

صید کردنِ شیر آں خر را و تشنہ شدنِ شیر از کوشش و رفتن

شیر کا اُس گدھے کو شکار کر لینا اور محنت کی وجہ سے شیر کا پیاسا ہو جانا اور چشمہ پر جانا

[1] جوع البقر۔ وہ مرض ہے جسمیں انسان کا کسی حالت میں پیٹ نہیں بھرتا۔ لمتر۔ موٹا۔ فزع۔ گھبراہٹ۔ منتجع۔ چراگاہ۔ سالہا۔ ایک عرصۂ دراز تک اُس بیل کی یہی حالت رہی کہ دن کو کھا کر موٹا ہو جاتا اور رات کو کل کی فکر میں دبلا ہو جاتا اور کبھی یہ نہ سوچا یہ خوف بیجا ہے اتنے سال گزر گئے اور مجھے بہر حال روز خوراک حاصل ہو رہی ہے۔

[2] ہیچ۔ وہ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ کسی روز بھی روزی کم نہیں مل رہی ہے تو میں غم کیوں کروں۔ نفس۔ انسان کے نفس کو یہ بیل سمجھو اور دنیا کو یہ جنگل۔ کہ چہ۔ انسان اسی فکر میں گھلتا ہے کہ کل کو کیا کھاؤں گا۔ ترک۔ انسان کو چاہیے کہ ماضی پر نظر رکھ کر مستقبل کی فکر چھوڑ دے۔

[3] لوت۔ یہ یاد رکھ کہ کس قدر لذیذ غذائیں کھاتا رہا ہے خدا اسی طرح دے گا آیندہ کی فکر میں نہ پڑ۔ صید کردن۔ شیر نے گدھے کو شکار کر لیا اس محنت میں شیر کو پیاس لگی تو وہ پانی پینے چلا گیا لومڑی نے اس وقفہ میں گدھے کا دل جگر گردہ کھا لیا شیر نے آ کر دریافت کیا کہ دل گردہ کہاں ہے تو لومڑی نے جواب دیا اگر گدھے کے دل گردہ ہوتا تو وہ تیرے پہلے حملے کے بعد دوبارہ بہکانے سے تیرے پاس کیسے آ جاتا۔

بہ چشمہ تا آب خورد تا باز آمدنِ شیر روباہ جگر بندو دل و گردہ
تاکہ پانی پیے، شیر کے واپس آنے تک لومڑی گدھے کا جگر اور دل اور گردہ کھا چکی
خر را خوردہ بُود کہ لطیف ترست، شیر طلب کرد دل و
تھی کیونکہ عمدہ تھا شیر نے تلاش کیا تو دل و جگر نہ پایا
جگر نیافت، از روبہ پرسید کہ دل و جگر و گردہ کجا ست
لومڑی سے دریافت کیا کہ دل اور جگر اور گردہ کہاں ہے؟
روبہ گفت اگر اُو را دل و جگر بُودے آنچناں سیاستے کہ
لومڑی نے کہا، اگر اُس کے دل و جگر ہوتا تو وہ سختی جو اُس نے اُس دن دیکھی تھی
دیدہ بُود آں روز بہزار حیلہ جان بُردہ بُود کے بر تو باز آمدے
جس سے ہزار حیلہ سے جان بچائی تھی تو تیرے پاس کب آتا؟

[1] لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ
”اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے“

بُرد خر را روبہک تاپیشِ شیر — پارہ پارہ کردش آں شیرِ دلیر
لومڑی گدھے کو شیر کے سامنے لے گئی — اُس بہادر شیر نے اس کے ٹکڑے کر دیے

تشنہ شد از کوشش آں سلطانِ دد — رفت سُوئے چشمہ تا آبے خورد
محنت کی وجہ سے وہ درندوں کا بادشاہ پیاسا ہو گیا — چشمہ کی جانب گیا تاکہ پانی پی لے

روبہک[2] خورد آں جگر بند و دلش — آں زماں چوں فرصتے شُد حاصلش
لومڑی اس کا جگر اور دل کھا گئی — اُس وقت چونکہ اس کو موقع ملا

شیر چوں وا گشت از چشمہ بخور — جُست در خر دل نہ دل بُد نے جگر
شیر جب چشمہ سے خوراک کی جانب واپس آیا — گدھے میں دل ڈھونڈا، نہ دل تھا نہ جگر

گفت[3] روبہ را جگر کو دل چہ شُد — کہ نباشد جانور را زیں دوبُد
لومڑی سے کہا جگر کہاں ہے، دل کیا ہوا — جانور میں یہ دونوں لازمی ہوتے ہیں

گفت اگر بودے ورا دل یا جگر — کے بدیں جا آمدے بارِ دگر
اُس نے کہا اگر اس کے دل یا جگر ہوتا — وہ دوبارہ اس جگہ کب آتا؟

آں قیامت دیدہ بود و رستخیز — واں زکوہ افتادن و ہول و گریز
اُس نے قیامت اور حشر دیکھا تھا — وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگ دوڑ

---

[1] لو کُنّا۔ دوزخی دوزخ میں کہیں گے اگر ہم صحیح بات سُن لیتے اور سمجھ جاتے تو آج دوزخ میں نہ ہوتے۔ روبہک۔ ذلیل لومڑی۔ سلطانِ دد۔ درندوں کا بادشاہ، شیر۔

[2] روبہک۔ جب شیر پانی پینے چلا گیا تو لومڑی کو موقع مل گیا وہ گدھے کا دل اور جگر کھا گئی۔ شیر۔ شیر نے واپس آ کر دیکھا تو گدھے کا دل وجگر موجود نہ تھا۔

[3] گفت۔ شیر نے لومڑی سے کہا دل وجگر تو ہر جانور میں ضرور ہوتے ہیں وہ اس گدھے کے کہاں ہیں۔ اگر بودے۔ لومڑی نے کہا اگر اس گدھے کے دل وجگر ہوتا تو یہ دوبارہ تیرے پاس کیسے آتا۔ آں قیامت۔ اُس گدھے نے تیرا قیامت خیز حملہ دیکھا تھا اور پہاڑ پر سے سر کے بل گرا تھا۔

گر[1] جگر بودے ورا یا دل بُدے
اگر اُس کے جگر ہوتا، یا دل ہوتا
بارِ دیگر کے بَرِ تو آمدے
دوبارہ تیرے پاس کب آتا؟

چوں نباشد نورِ دل، دل نیست آں
جب دل میں نور نہ ہو تو وہ دل نہیں ہے
چوں نباشد روح جُز گِل نیست آں
جب روح نہ ہو تو مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

آں زجاجے کو ندارد نورِ جاں
وہ شیشہ، جو جان کا نور نہیں رکھتا
بولِ قارورہ است قندیلش مخواں
اُس کو قندیل نہ کہہ وہ پیشاب کی شیشی ہے

نورِ مصباح ست دادِ ذُوالجلال
چراغ کا نور خدا کی عطا ہے
صنعتِ خَلقت آں شیشہ و سِفال
شیشہ اور دیولا مخلوق کی کاریگری ہے

لاجرم[2] در ظرف باشد اِعتداد
لا محالہ ظرف میں تعدد ہے
در لہب ہا نبُود الا اتحاد
روشنیوں میں اتحاد کے سوا کچھ نہیں ہے

نورِ شش قندیل چوں آمیختند
جب چھ قندیلوں کا نور ملا دیا
نیست اندر نورِ شاں اعداد و چند
اُن کے نور میں تعدد اور شمار نہیں ہے

آں جہود از ظرفہا مشرک شُد ست
یہودی ظرفوں کی وجہ سے مشرک بن گیا
نور دید آں مومن و مُدرِک شدست
مومن نے نور دیکھا وہ شناسا بن گیا

چوں نظر بر رُوح اُفتد مرد را
چونکہ اُس کی نگاہ روح پر پڑتی ہے
پس یکے بیند خلیلؑ و مصطفےؐ
اس لیے خلیلؑ اور مصطفےؐ کو ایک دیکھتا ہے

چوں نظر بر ظرف اُفتد روح را
جب روح کی نظر ظرف پر پڑتی ہے
پس دو بیند شیثؑ را و نوحؑ را
وہ شیثؑ اور نوحؑ کو دو دیکھتا ہے

جُو[3] کہ آبش ہست جُو خود آں بُوَد
جس نہر میں پانی ہے، نہر وہی ہے
آدمی آنست کو را جاں بُوَد
آدمی وہی ہے، جس میں جان ہو

ایں نہ مرداند ایں‌ہا صُورت اند
یہ مرد نہیں ہیں، یہ مورتی ہیں
مُردۂ نانند و کُشتہ شہوتند
روٹی پر جان دینے والے ہیں اور شہوت پر قربان ہیں

حکایتِ آں راہب کہ روز با چراغ میگشت درمیان بازار از سر حالتے کہ اُو را بُود

اس درویش کی حکایت جو دن میں چراغ لیے ہوئے بازار میں چکر لگاتا تھا اُس باطنی حالت کی وجہ سے جو اُسکو حاصل تھی

---

[1] گر جگر بودے۔ اگر دل و جگر ہوتا تو یہ دوبارہ نہ آتا۔ چوں نباشد۔ جس عضو کا جو کام ہے اگر وہ عضو اپنا کام نہیں کرتا تو گویا وہ عضو ہی نہیں ہے دل میں جب نور نہ ہو تو وہ دل نہیں۔ انسان میں روح نہ ہو تو وہ محض مٹی کا پتلا ہے۔ آں زجاج۔ جس شیشہ میں روشنی نہیں وہ قندیل نہیں بلکہ پیشاب کی شیشی ہے۔ شیشہ۔ یعنی قندیل کا شیشہ۔ سفال۔ یعنی مٹی کا چراغ۔

[2] لاجرم۔ چراغوں اور قندیلوں میں تعدد اور دوئی ہے ان کی روشنی جو پھیلتی ہے اُس میں وحدت ہے۔ آں جہود۔ یہود نے انبیا کے اجسام پر نظر کی تو ان میں تعدد سمجھا بعض پر ایمان لائے اور بعض کا کفر کر دیا مومن نے اجسام اور ظروف پر نظر نہ کی بلکہ روح اور نور کو دیکھا جس میں وحدت ہے تو اُس کا عقیدہ ہوا کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ "ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں"۔

[3] جو۔ نہر تو وہی ہے جس میں پانی ہو آدمی وہی ہے جس میں روح ہو۔ ایں۔ عوام انسان نہیں ہیں، مورتیں ہیں ان کو زندہ بھی نہ سمجھو۔ یہ شہوت اور روٹی کے مقتول ہیں۔ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ بظاہر انسان بہت ہیں لیکن وہ انسان جن میں انسانیت ہو کمیاب ہیں۔

آں[1] یکے با شمع بر میگشت روز
ایک شخص دن میں چراغ لیے ہوئے گھومتا تھا

گردِ بازار و دلش پُر عشق و سُوز
بازار میں، اور اُس کا دل عشق و سوزش سے پُر تھا

بُوالفضولے گفت اُو را کاے فلاں
ایک بیہودہ نے اُس سے کہا کہ اے فلاں!

ہیں چہ میجوئی بسُوئے ہر دُکاں
ہر دُکان کے پاس تو کیا ڈھونڈتا ہے؟

ہیں چہ میگردی تو جُویاں با چراغ
ہائیں، تو چراغ لیے ہوئے کیوں گھومتا ہے؟

درمیانِ روزِ روشن چیست لاغ
روشن دن میں (یہ) کیا مذاق ہے؟

گفت میجُویم بہر سُو آدمے
اُس نے کہا میں ہر جانب انسان تلاش کرتا ہوں

کہ بُود حے از حیاتِ آں دمے
جو اُس سانس کی زندگی سے زندہ ہو

گفت من جُویائے انساں گشتہ ام
اُس نے کہا میں انسان کا جویاں بنا ہوں

می نیابم ہیچ و حیراں گشتہ ام
میں کسی کو نہیں پاتا ہوں اور حیران ہو گیا ہوں

گفت مردے ہست ایں بازار پُر
(فضولی) مرد نے کہا، یہ بازار بھرا ہوا ہے

مرد مانند آخر اے دانائے حُر
اے عقلمند آزاد! بالآخر انسان ہی ہیں

گفت خواہم[2] مرد بر جادہ دورہ
اُس نے کہا میں دوراہے راستہ پر انسان چاہتا ہوں

در رہِ خشم و بہنگامِ شرہ
غصہ کے راستہ میں اور حرص کے وقت

وقتِ خشم و وقتِ شہوت مرد کو
غصہ کے وقت اور شہوت کے وقت انسان کہاں ہے؟

طالبِ مردے دوانم کو بکو
میں ایسے انسان کی طلب میں کوچہ بکوچہ دوڑتا ہوں

کو دریں دو حال مردے در جہاں
دنیا میں ان دو حالتوں میں انسان کہاں ہے؟

تافدائے اُو کنم امروز جاں
تاکہ آج میں اُس پر جان قربان کر دوں

گفت[3] نادر چیز میجوئی و لیک
اُس نے کہا تو کمیاب چیز تلاش کرتا ہے لیکن

غافل از حکم قضائی نیک نیک
تو (اللہ کی) قضا کے حکم سے بالکل غافل ہے

ناظرِ فرعی ز اصلے بے خبر
تو شاخ کو دیکھنے والا ہے اصل سے بے خبر ہے

فرع مائیم اصل احکامِ قدر
ہم شاخ ہیں، تقدیر کے احکام اصل ہیں

چرخ گرداں را قضا گُمرہ کُند
قضا، گھومنے والے آسمان کو گمراہ کر دیتی ہے

صد عطارد را قضا ابلہ کُند
قضا سیکڑوں عطارد کو بے وقوف بنا دیتی ہے

---

[1] آں یکے۔ ایک خدا کا عاشق دن میں چراغ جلائے ہوئے کچھ ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ ہیں۔ دن میں چراغ کی روشنی سے تلاش کرنا مذاق اور دل لگی کی بات ہے تو چراغ لیے کیا تلاش کر رہا ہے۔ گفت۔ اُس عاشق خدا نے کہا میں ہر جانب ایسے آدمی کی تلاش میں ہوں جو اللہ کی عطا کردہ روح سے زندہ ہو اور مجھے کوئی انسان نہیں ملتا ہے۔ مرد مانند۔ اُس بیہودہ شخص نے کہا کہ یہ سارا بازار انسانوں سے پٹا پڑا ہے اور تجھے کوئی انسان نظر نہیں آتا۔

[2] خداہم مرد۔ اُس عاشق خدا نے کہا میں ایسے انسان کی تلاش میں ہوں جو دو حالتوں یعنی غصہ اور حرص کے وقت سیدھے راستہ پر چلتا ہوا۔ وقت خشم۔ شعر: (ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا۔ ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا۔ جسے عشق میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا)۔ کو۔ اگر ایسا آدمی مجھے مل جائے تو میں اس پر جان قربان کردوں۔

[3] گفت۔ اُس شخص نے کہا ایسا انسان نادر اور کمیاب ہے اس کا ملنا دشوار ہے تو قضاء خداوندی کے حکم سے غافل ہے اور انسان کے افعال کو اس کا اختیاری فعل سمجھتا ہے۔ ناظر۔ انسان کا اپنا اختیار کہاں ہے اصل تو تقدیرِ خداوندی ہے۔ چرخ۔ تقدیرِ خداوندی آسمان کو بھی راستہ سے بھٹکا دیتی ہے عطارد ستارہ جو آسمان کا منشی ہے اس کو تقدیر احمق بنا دیتی ہے۔

تنگ[1] گرداند جہانِ چارہ را — آب گرداند حدید و خارہ را
وہ تدبیر کی دنیا کو تنگ کر دیتی ہے — وہ لوہے اور (سنگِ) خارہ کو پانی بنا دیتی ہے

اے قرارے دادہ رہ را گام گام — خام خامی خام خامی خام خام
اے (وہ کہ تو نے) قدم بقدم راستہ طے کرنا قرار دیا ہے — تو کچا ہی کچا ہے، کچا ہی کچا ہے، کچا، کچا

چوں بدیدی گردشِ سنگِ آسیا — آبِ جُورا ہم ببیں آخر بیا
جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کے چکر کو دیکھا ہے — آ، بالآخر نہر کے پانی کو بھی دیکھ لے

خاک را دیدی بر آمد بر ہوا — درمیانِ خاک بنگر باد را
تو نے ہوا پر گرد کو دیکھا ہے — گرد کے درمیان ہوا کو دیکھ لے

دیگہاے[2] فکر می بینی بجوش — اندر آتش ہم نظر می کُن بہوش
تو نے فکر کی دیگوں کو جوش میں دیکھا ہے — ہوش سے آگ کو بھی دیکھ لے

گفت حق ایوبؑ را در مکرمت — من بہر موئیت صبرے دادمت
اعزاز میں اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) ایوب سے فرمایا — میں نے تجھے ہر ہر بال کی برابر صبر دیدیا ہے

ہیں بصبرِ خود مکُن چندیں نظر — صبر دیدی صبر دادن را نگر
خبردار! اپنے صبر پر زیادہ نظر نہ کر — تو نے صبر دیکھا ہے، صبر دینے والے کو بھی دیکھ لے

چند بینی گردشِ دولاب را — سر بروں کُن ہم ببیں میراب را
رہٹ کی گردش کو کب تک دیکھے گا؟ — سر باہر کو نکال، پانی والے کو بھی دیکھ لے

تو ہمی گوئی کہ می بینم ولیک — دیدِ آنرا بس علامتہاست نیک
تو کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں، لیکن — اُس کے دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں

گردشِ[3] کف را چو دیدی مختصر — حیرتت باید بدریا در نگر
جب تو نے دریا کے مختصر جھاگ دیکھے — تجھے حیرت درکار ہے، دریا کو دیکھ

آنکہ کف را دید سر گویاں بُود — و آنکہ دریا دید او حیراں بُود
جس نے جھاگ کو دیکھا اُس نے سر پیٹا — جس نے دریا دیکھا وہ حیران ہے

آنکہ کف را دید نیتہا کُند — وآنکہ دریا دید دل دریا کُند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ نیتیں کرتا ہے — اور جس نے دریا دیکھا وہ دل کو دریا بنا لیتا ہے

تنگ۔ تقدیر کے سامنے تدبیر ہیچ ہے لوہا اور سنگ خارہ کو تقدیر پانی کر دیتی ہے۔ اے۔ تو نے یہ سمجھ رکھا ہے راستہ تیرے قدم طے کر آئے ہیں یہ تیری خام کاری ہے سب کچھ تقدیر کرتی ہے۔ چون بدیدی۔ تو ظاہری اسباب پر نگاہ رکھتا ہے اور حقیقی سبب سے غافل ہے۔ خاک۔ تو ظاہر پر نظر رکھتا ہے حقیقت اور باطن تجھ سے پوشیدہ ہیں۔ دیگہای۔ جس طرح دیگ بغیر آگ کے جوش نہیں کھاتی اسی طرح اسباب ظاہری بغیر مؤثر حقیقی کے کچھ اثرات نہیں رکھتے ہیں۔ گفت۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے خدا نے ان کو بھی یہ حکم دیا تھا کہ اپنے صبر کو نہ دیکھ صبر دینے والے کو دیکھ۔ چند بینی۔ رہٹ کو نہ دیکھ رہٹ چلانے والے کو دیکھ۔ تو ہمی۔ تیرا دعویٰ تو یہ ہے کہ تو حقیقی سبب کو دیکھنے والوں کی ایک علامت بھی تیرے اندر نہیں ہے۔

گردش۔ یعنی ان تعینات کی جو بہت تھوڑے ہیں تو نے یہ چہل پہل دیکھی ہے اگر مقام حیرت میں پہنچتا تو دریائے حقیقت ذات باری تعالیٰ پر نظر کرتا۔ آنکہ۔ جو صرف تعینات پر نظر رکھتا ہے اور ان کو دریا سے جدا چیز سمجھتا ہے وہ لا حاصل سجدے کرتا ہے جو شخص دریائے وحدت پر نظر کرتا ہے اُس کو محو حیرانی حاصل ہوتی ہے۔ آنکہ۔ جو شخص تعینات کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل دریائے حقیقت سے جدا سمجھتا ہے اپنے عمل کو اپنی طرف منسوب سمجھ کر مختلف نیتیں اچھی بُری کرتا ہے۔ وانکہ دریا۔ جس نے بحر حقیقت کو دیکھ لیا ہے اُس کا دل اس قدر وسیع ہے کہ وہ سب کچھ منجانب اللہ سمجھتا ہے۔

آنکہ[1] کفہا دیدہ باشد در شمار — وآنکہ دریا دیدہ، شُد بے اختیار

جس نے جھاگوں کو دیکھا، وہ گنتی میں ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے اختیار ہو گیا

آنکہ کف را دید در گردش بُود — وآنکہ دریا دید اُو بیغش بُود

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ چکر میں ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے کھوٹ ہے

آنکہ کف را دید بیگارش کند — وآنکہ دریا دید بردارش کند

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اُس سے بیگار لیتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ اس کو سولی پر چڑھا دیتا ہے

آنکہ کف را دید گردد مست[2] او — وآنکہ دریا دید باشد غرقِ ہُو

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اُس کا مست بن جاتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا، وہ خدا میں غرق ہو جاتا ہے

آنکہ کف را دید آید در سخن — وآنکہ دریا دید شُد بے ما و من

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ باتیں بناتا ہے — اور جسنے دریا کو دیکھا وہ بیخود اور بے انانیت کے ہو جاتا ہے

آنکہ کف را دید پالودہ شود — وآنکہ دریا دید آسودہ شود

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ صاف کیا جاتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ آرام سے ہو جاتا ہے

دعوت کردنِ مسلمان مرمُغے را باسلام و جوابِ او

مسلمان کا ایک آتش پرست کو اسلام کی دعوت دینا اور اُس کا جواب

مرمُغے را گفت مردے کاے فلاں — ہیں مسلماں شو بباش از مُومناں

ایک شخص نے ایک آتش پرست سے کہا اے فلاں! — خبردار! مسلمان ہو جا، مومنوں میں سے بن جا

گفت[3] اگر خواہد خدا مومن شوم — ور فزاید فضل ہم موقِن شوم

اُس نے کہا اگر خدا چاہے گا، میں مومن بن جاؤں گا — اگر زیادہ مہربانی کرے گا صاحبِ یقین بن جاؤں گا

گفت میخواہد خدا ایمانِ تو — تا رہد از دستِ دوزخ جانِ تو

اُس نے کہا خدا تیرے ایمان کا خواہش مند ہے — تاکہ تیری جان دوزخ کے ہاتھ سے نجات پا جائے

لیک نفسِ نحس و آں شیطانِ زشت — می کشندت سُوئے کفران و کُنشت

لیکن منحوس نفس اور بد شیطان — تجھے کفر اور بُت خانہ کی طرف کھینچتے ہیں

گفت اے منصِف چو ایشاں غالبند — یارِ اُو باشم کہ باشد زور مند

اُس نے کہا اے منصف! جب وہ غالب ہیں — میں اُس کا دوست بنوں گا جو طاقت ور ہو

---

[1] آنکہ کفہا۔ جو شخص دریائے حقیقت سے غافل ہے اور محض بلبلوں اور جھاگوں کو دیکھ رہا ہے، وہ اپنے افعال کو شمار کرتا ہے کہ کچھ اختیاری اور کچھ اضطراری ہیں اور وہ شخص جس کی دریا پر نظر ہے اپنے اختیاری افعال کو یہی سمجھتا ہے کہ یہ اختیار بھی خدا کا عطا کردہ ہے۔ گردش بود۔ یعنی ایسے شخص کو سکون حاصل نہیں ہوتا۔ بے غش بود۔ یعنی اُس کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ بیگارش۔ یعنی دنیا کے دھندوں سے لگتا ہے اور اُخروی اجر سے محروم رہتا ہے۔ بردارش کند۔ وہ مخلوق کو فنا کر کے خالق کی خدمت میں لگ جاتا ہے۔

[2] مست او۔ مخلوق میں مست ہو کر خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ غرق ہو۔ یعنی فنا فی اللہ۔ در سخن۔ مصرع (آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد) پالودہ۔ یعنی مجاہدوں کے ذریعہ صاف کیا جاتا ہے۔ مغ۔ آتش پرست۔

[3] گفت۔ اُس آتش پرست نے کہا اگر خدا چاہے گا تو میں مومن بنجاؤں گا اور اگر مزید مہربانی ہوئی تو پھر موقن یعنی وہ مومن جسکو عین الیقین کا درجہ حاصل ہو، بن جاؤں گا۔ میخواہد۔ مسلمان نے کہا خدا تجھے مومن بنانا چاہتا ہے تاکہ تجھے دوزخ سے نجات مل جائے لیکن تیرا نفس اور شیطان تجھے کفر اور بت خانے کیجانب کھینچ لیتے ہیں۔

یارِ[1] آں تانم بُدن کو غالب ست — آں طرف اُفتم کہ غالب جاذب ست
میں اُس کا یار بنوں گا جو غالب ہے — میں اُس طرف جھکوں گا جو زیادہ کھینچنے والا ہے

چوں خدا میخواست از من صدقِ زفت — خواستش چہ سُود چوں پیشش نرفت
جب خدا مجھ سے پختہ سچائی چاہتا ہے — اس کے چاہنے کا کیا فائدہ جبکہ اُس کی نہیں چلتی ہے؟

نفس و شیطاں خواہشِ خود پیش بُرد — واں عنایت قہر گشت و خرد و مُرد
نفس اور شیطان کی اپنی خواہش چلی — وہ مہربانی مغلوب اور ریزہ ریزہ ہو گئی

تو یکے قصر و سرائے ساختی — اندر و صد نقشِ خوش افراختی
تو نے ایک محل اور سرائے بنائی — اُس میں تو نے اچھے نقش بنائے

خواستی مسجد شود آں جائے خیر — دیگرے آمد مر آنرا ساخت دیر
تو نے چاہا وہ اچھی جگہ مسجد بنے — دوسرا آیا اُس نے اُس کو بت خانہ بنا لیا

یاتو[2] با فیدی یکے کرباس تا — خوش بسازی بہرِ پوشیدن قبا
یا تو نے سُوت بنا تاکہ — پہننے کے لیے اچھی قبا بنائے

تو قبا میخواستی خصم از نبرد — رغم تو کرباس را شلوار کرد
تو نے قبا (بنانی) چاہی دشمن نے مخالفت سے — تیرے بر خلاف کپڑا کو شلوار کر دیا

چارۂ کرباس چہ بُود جانِ من — جز زبونِ رائے آں غالب شدن
اے میری جان! کپڑے کے لیے کیا چارہ ہوگا؟ — غالب آنے والے کے تابع بن جانے کے سوا

اُو زبوں شُد جُرم ایں کرباس چیست — آنکہ اُو مغلوبِ غالب نیست کیست
وہ مغلوب ہو گیا اُس کپڑے کی کیا خطا ہے؟ — جو غالب سے مغلوب نہیں ہے وہ کون ہے؟

چوں کسے ناخواہِ اُو بروے براند — خار بُن در مِلک و خانہ اُو نشاند
جب کسی نے اُس کے خلاف اُس پر حملہ کیا — اُس کی ملکیت اور گھر میں کانٹوں کی جھاڑی لگا دی

صاحبِ[3] خانہ بدیں خواری بُود — کایں چنیں بروے خلافت میرود
گھر والا اس ذلت میں ہو — کہ اس طرح کی اُس پر حکومت ہو

ہم خلق گردم من ارتازہ و نَوم — چونکہ یارے ایں چنیں خوارے شوم
میں بھی بوسیدہ بن جاؤں گا خواہ تازہ اور نیا ہوں — جبکہ، میں ایسے کمزور کا دوست بن جاؤں

چونکہ خواہِ نفس آمد مستعاں — تسخر آمد ایش شاء اللہ کاں
جبکہ نفس کی خواہش مددگار ہے — تو جو اللہ نے چاہا ہو مذاق ہے

1. یار۔ آتش پرست نے کہا جبکہ نفس اور شیطان کا چاہا ہو رہا ہے تو وہ تگڑے ہیں اور مجھے قوی کا ساتھ دینا چاہیے۔ چوں خدا۔ اگر خدا مجھ سے سچائی چاہتا ہے اور نفس و شیطان کے مقابلہ میں اس کی کچھ نہیں چلتی ہے تو اس کے چاہنے کا کیا فائدہ ہے۔ خرد و مرد۔ ریزہ ریزہ۔ تو یکے۔ اگر کوئی ایک اچھا مکان بنا کر اُس کو مسجد بنانا چاہے اور کوئی دوسرا اُس پر غالب آ کر اُس کو بت خانہ بنا دے تو مسجد بنانے والے کی خواہش کا کیا فائدہ ہوا۔

2. یا تو۔ اگر تو نے کپڑا اس لیے بنا کہ تو اُس کی قبا بنائے اور تیرا مخالف آ کر اس کو شلوار بنا دے تو کپڑے کے لیے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے۔ چارہ۔ کپڑے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے اور وہ جو کچھ اُس کا بنانا چاہے بن جائے۔ چوں کسے۔ جب کوئی شخص کسی پر غالب ہو جاتا ہے تو اُس کا سب کچھ بگاڑ دیتا ہے۔

3. صاحب خانہ۔ غاصب کے مقابلہ میں گھر کا مالک عاجز ہو جاتا ہے اور اُس پر دوسرا حکمرانی کرتا ہے۔ ہم خلق۔ کمزور کا ساتھی بھی ذلیل ہوتا ہے۔ چونکہ۔ جب نفس اور شیطان غالب ہو تو یہ کہنا کہ جو انسان چاہتا ہے وہ ہوتا ہے ایک مذاق کی بات ہے۔

من[1] اگر ننگِ مُغاں یا کافرم
میں اگر آتش پرستوں (کے لیے) ننگ یا کافر ہوں

آں نیم کہ بر خدا ایں ظن برم
میں وہ نہیں ہوں کہ خدا پر اس طرح کا گمان کروں

گر کسے ناخواہِ اُو و رغمِ اُو
اگر کوئی اس کی خواہش کے بغیر اور اس کی ذلت کے ساتھ

گردد اندر مُلکتِ اُو حکم جُو
اُس کی ملک میں حاکم ہو

مُلکتِ اُو را فروگیرد چنیں
اُس کی مملکت پر اس طرح قبضہ جما لے

کہ نیارد دم زدن دم آفریں
کہ دم کو پیدا کرنے والا، دم نہ مار سکے

دفعِ اُو میخواہد و می بایدش
وہ اُس کو دفع کرنا چاہے اور اس کو کرنا چاہیے

دیو ہر دم غُصہ می افزایدش
شیطان ہر وقت اُس کا غصہ بڑھائے

بندۂ ایں دیو میباید شدن
اس شیطان کا بندہ ہونا چاہیے

چونکہ غالب اُوست در ہر انجمن
جبکہ ہر مجلس میں وہ غالب ہے

تامبادا[2] کیں کشد شیطان زمن
تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان مجھ سے کینہ وری کرے

پس چہ دستم گیرد آنجا ذُوالمنن
تو اُس جگہ خدا میری دستگیری کرے گا؟

آنکہ اُو خواہد مُرادِ اُو شود
جو وہ (شیطان) چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے

از کہ کارِ من دگر نیکو شود
پھر کس دوسرے سے میرا کام اچھا ہو گا

مثلِ شیطان بردرِ رحمٰن

رحمٰن کے در پر شیطان کی مثال

حاش للہ ایش شاء اللہ کاں
اللہ پاک ہے، جو اس نے چاہا ہوا

حاکم آمد در مکان و لامکاں
وہ مکان اور لامکان میں حاکم ہے

ہیچکس در ملکِ او بے امرِ اُو
کوئی شخص اُس کے حکم کے بغیر اس کی ملک میں

در نیفزاید سرِ یک تارِ مُو
ایک بال برابر زیادتی نہیں کر سکتا ہے

مُلک[3] مُلکِ اوست فرماں آنِ اُو
سلطنت اُسی کی سلطنت ہے، حکم اُس کا ہے

کمتریں سگ بر در آں شیطانِ اُو
اُس کا شیطان اُس کے دروازہ پر ادنیٰ کتا ہے

تُرکماں را گر سگے باشد بدر
اگر ترکمان کے دروازے پر کتا ہو

بردرش بنہادہ باشد رُوئے و سر
اُس کے دروازے پر منہ اور سر رکھے ہوتا ہے

---

1. من اگر۔ میں خواہ کافر یا آتش پرست ہوں تو میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ اللہ کا چاہا ہوا نہ ہو اور شیطان اور نفس کی خواہش پوری ہو۔ گر کسے۔ آتش پرست کہتا ہے کہ میں عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ کوئی شخص خدا کی ملکیت میں اُس کے برخلاف حکمرانی کر سکے اور خدا اُس کے سامنے دم بھی نہ مار سکے اور خدا دشمن کو دفع کرنا چاہے اور دشمن دفع نہ ہو اور خدا کا غصہ اور شیطان کی یہی حالت ہے تو پھر خدا کے بجائے شیطان کا بندہ بن جانا چاہیے کیونکہ خدا مغلوب اور شیطان غالب ہے۔

2. تامبادا۔ اس حالت میں اگر شیطان کے بجائے خدا کی بندگی کی جائے تو شیطان دشمن بن جائے گا اور خدا کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ آنکہ۔ جب شیطان کا منشا پورا ہے تو پھر شیطان کے علاوہ میرا بھلا اور کون کر سکتا ہے۔ حاش للہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اُس کا ارادہ پورا نہ ہو۔ ہیچکس۔ اُس کی خدائی میں ایک ذرہ اُس کے حکم کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

3. مُلک۔ دنیا اور آخرت اس کا ملک ہے شیطان اس کے در کا معمولی کتا ہے۔ ترکمان۔ یہ خانہ بدوش قوم تھی غارت گری اُس کا پیشہ تھا حفاظت کے لیے یہ عموماً کتے بھی پالتے تھے گھر کے بچے اُن کتوں کی دُمیں کھینچتے تھے لیکن اجنبی انسان پر وہی کتے نر شیر کی طرح حملہ کر دیتے ہیں۔

کودکانِ خانہ دُمش میکشند — باشد اندر دستِ طفلاں خوارمند
گھر کے بچے اُس کی دم کھینچتے ہیں — وہ بچوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے

باز اگر بیگانہ معبَر کُند — حملہ بروے ہمچو شیرِ نر کُند
پھر اگر کوئی اجنبی گذرتا ہے — نر شیر کی طرح اُس پر حملہ کرتا ہے

کہ[1] اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ شُد — باولی گل با عدُو چوں خار شُد
کیونکہ "وہ کفار پر سخت ہیں" بن گیا — دوست کے ساتھ پھول اور دشمن کے ساتھ کانٹا جیسا بن گیا

ز آب تتما جے کہ دادش ترکماں — آنچناں وافی شد ست و پاسباں
پتلے حریرے کی وجہ سے جو ترکمان نے اُسے دیا — ایسا وفادار اور محافظ بن گیا

پس سگِ شیطاں کہ حق ہستش کُند — اندرو صد فکرت و حیلت تند
تو شیطان کتا جس کو اللہ (تعالیٰ) پیدا کرتا ہے — اُس میں سیکڑوں خیال اور حیلے ڈالتا ہے

آبرُوہا را غذائے اُو کُند — تا بُرد اُو آبرُوئے نیک و بد
آبروؤں کو اُس کی غذا بناتا ہے — تاکہ وہ بھلے اور بُرے کی آبرو اُڑا لے جائے

آبِ تتماج ست آبِ رُوئِ عام — کہ سگِ شیطاں ازاں یابد طعام
عوام کی آبرو پتلا حریرہ ہے — کہ شیطان کتا اُس سے غذا حاصل کرتا ہے

بردرِ[2] خرگاہِ قدرت جانِ اُو — چوں نباشد حکم را قُرباں بگو
اُس کی جان قدرت کے خیمہ کے دروازے پر — حکم پر قربان کیسے نہ ہو گی؟ بتا

گلہ گلہ از مُرید و از مَرید — چوں سگِ باسط ذراعَے بِالوَصِید
مُرید اور سرکش جماعت در جماعت — کتے کی طرح چوکھٹ پر بازو پھیلائے ہوئے ہے

بر درِ کہفِ الوہیت چو سگ — ذرّہ ذرّہ امر جُو برجستہ رگ
الوہیت کے غار کے دروازے پر کتے کی طرح — ذرّہ ذرّہ بھڑکتی ہوئی رگ کے ساتھ حکم کا طالب ہے

اے[3] سگِ دیو امتحاں میکُن کہ تا — چوں دریں رہ می نہند ایں خلق پا
اے شیطان کتے! امتحان کر کہ کب تک — اس راستہ میں کس طرح یہ مخلوق پاؤں رکھتی ہے

حملہ میکُن منع میکُن، می نگر — تا کہ باشد مادہ اندر صدق و نر
حملہ کر، روک، دیکھ — کہ سچائی میں کون مادہ اور کون نر ہے؟

---

[1] کہ۔ان کے کتوں کی یہ حالت تھی کہ مخالفوں اور اجنبیوں کے لیے سخت تھے دوستوں کے لیے پھول اور دشمنوں کے لیے کانٹا تھے۔ زآب۔ ترکمان اُس کتے کو پتلا دلیا پلاتا تھا تو وہ اُس کا اس قدر وفادار اور محافظ بن گیا۔ پس۔ جب معمولی غذا پانے پر کتا ترکمان کا ایسا فرمانبردار ہے تو شیطان جس کو خدا نے پیدا کیا اور طرح طرح کی غذائیں اُس کو عطا کرتا ہے وہ شیطان لوگوں کی آبرو سے غذا حاصل کرتا ہے۔

[2] بردرِ خرگاہ۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں شیطان اُس کے حکم پر کیوں قربان نہ ہو گا۔ گلہ گلہ۔ خدا کے دربار میں ہر ارادت مند اور ہر سرکش کتے کی طرح اگلے ہاتھ بچھائے ہوئے بیٹھا ہے۔ وصید۔ چوکھٹ، صحن۔ مَرید۔ سرکش۔ بردرِ کہف۔ اللہ کے دربار کے غار کے سامنے شیطان کتے کی طرح بیٹھا ہے جس کا ذرہ ذرہ اللہ کے حکم کا منتظر ہے۔

[3] اے سگ۔ اللہ نے شیطان کو اس لیے بٹھا رکھا ہے تاکہ وہ دربار میں پہنچنے والوں کا امتحان کرے اور سچائی کے نر و مادہ کو پہچان لے اور جو سچائی میں مکمل نہیں ہیں اُن کو دربار تک نہ پہنچنے دے۔ لہٰذا شیطان کا وجود انسان کے اختیار کے منافی نہ ہوا۔

پس[1] اعوذ از بہرِ چہ باشد چو سگ ۔۔۔ گشتہ باشد از ترفّع تیز تگ

تو اعوذ کس لیے ہوتی ہے؟ جب کتا ۔۔۔ بڑائی کی وجہ سے تیز دوڑتا ہے

ایں اعوذ آنست اے تُرکِ خطا ۔۔۔ بانگ برزن برسگ و رہ برگشا

یہ اعوذ اس لیے ہے کہ اے خُطا کے تُرک! ۔۔۔ کتے کو دھکا اور راستہ کھول دے

تا بیایم بر درِ خرگاہِ تو ۔۔۔ حاجتے خواہم ز جُود و جاہِ تو

تاکہ میں تیرے خیمہ کے در پر آ جاؤں ۔۔۔ تیری سخاوت اور رُتبہ سے حاجت کا سوال کروں

چونکہ تُرک از سطوتِ سگ عاجز ست ۔۔۔ ایں اعوذ و ایں فغاں نا جائز ست

جبکہ تُرک (ابھی) کتے کے حملہ سے عاجز ہے ۔۔۔ یہ اعوذ اور یہ فریاد بیکار ہے

تُرک ہم گوید اعوذ از سگ کہ من ۔۔۔ ہم ز سگ درماندہ ام اندر وطن

ترک بھی کہے کہ میں کتے سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں ۔۔۔ بھی گھر میں کتے سے عاجز ہوں

تو نمی یاری[2] بدیں در آمدن ۔۔۔ من نمی یارم ز در بیروں شُدن

تو اس دروازے تک نہیں آ سکتا ۔۔۔ میں دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا

خاک اکنوں برسرِ تُرک و قنق ۔۔۔ کہ یکے سگ ہر دو را بندد عُنُق

اب تُرک اور مہمان کے سر پر خاک ۔۔۔ کہ ایک کتا دونوں کی گردنیں جکڑ دے

حاش للہ ترک بانگے بر زند ۔۔۔ سگ چہ باشد شیرِ نر خوں قے کند

خدا پاک ہے، ترک ایسی ڈانٹ پلائے گا ۔۔۔ کتا کیا ہوتا ہے؟ نر شیر خون کی قے کر دے

ایکہ خود را شیرِ یزداں خواندہٗ ۔۔۔ سالہا شُد با سگے در ماندہٗ

اے وہ، کہ تو اپنے آپ کو خدا کا شیر کہتا ہے ۔۔۔ سالوں گذر گئے تو کتے سے عاجز ہے

چوں[3] کند ایں سگ برائے تو شکار ۔۔۔ چوں شکارِ سگ شُدستی آشکار

یہ کتا تیرے لیے شکار کب کرے گا؟ ۔۔۔ جبکہ تو کھلے بندوں کتے کا شکار بن گیا

جواب گفتنِ مومنِ سُنّی مر کافرِ جبری را در اثباتِ اختیارِ بندہ

بندہ کا اختیار کے ثابت کرنے میں سنی مومن کا جبری کافر کو جواب دینا

---

[1] پس اعوذ۔ تو اعوذ باللہ کی تعلیم اسی لیے دی گئی ہے کہ دربار میں پہنچنے والوں پر اگر شیطان کتا بھونکے تو وہ اعوذ کے مالک کو پکار کر کہیں کہ وہ اپنے کتے کو راستہ سے ہٹادے تاکہ وہ دربار تک پہنچ سکیں۔ چونکہ۔ جب ترک خود کتے سے عاجز ہو تو پھر اعوذ پڑھنا بالکل بیکار ہے۔ ترک۔ وہ ترک خود کتے سے پناہ مانگتا ہے۔

[2] تو نمی۔ ترک یہ کہے کہ کتے کے ڈر سے تو اندر نہیں آ سکتا اور میں باہر نہیں نکل سکتا۔ خاک۔ ایسے ترک اور مہمان کے سر پر خاک ہو۔ حاش للہ۔ ترک سے یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ کتے سے ڈرے کتا تو در کنار اُس کی ڈانٹ سے شیر خون کی قے کر دے۔ ایکہ۔ انسان جو خلیفۃ اللہ ہے وہ شیطان کے ڈر سے اور مغلوب ہو جائے یہ بُری بات ہے۔

[3] چوں کند۔ جب مالک خود کتے سے ڈرے تو کتا اُس کے لیے کیا شکار کریگا۔ سنت۔ جبر و قدر کے معاملہ میں جو صحیح مسلک ہے وہ بین بین ہے اسکی ایک جانب جبر ہے اس عقیدہ کی رُو سے انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے جب انسان کو اختیار نہ ہو تو پھر اسکو اللہ کا حکم دینا اور منع کرنا درست نہ ہوگا لہٰذا اُس عقیدہ کے مطابق انھیں تاویل کرنی ہوگی اور پھر اُن تاویلات کے نتیجہ میں جنت اور دوزخ کا انکار لازم آئیگا اسلیے جنت تو اختیاری طور پر حکم بجالانے کا انعام ہے اور دوزخ نہ ماننے والوں کی سزا ہے اور اس مسلک کی بائیں جانب قدر کا عقیدہ جس کی بنیاد پر انسان کو اپنے افعال کا خالق مانا جاتا ہے اور اللہ کی قدرت کو انسان کی قدرت سے مغلوب ماننا پڑتا ہے اور اسکے نتائج جبر کے عقیدے کے نتائج سے بھی بُرے ہیں۔

و دلیل گفتن کہ سُنت راہے باشد کہ کوفتۂ اقدام انبیا علیھم السلام
اور دلیل بیان کرنا کہ سنت وہی راستہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے پاؤں کا روندا
و بریمینِ آں راہ، بیابانِ جبر ست کہ خود را اختیار نہ بیند و
ہوا ہے اُس کے دائیں جانب جبر کے جنگل کا راستہ ہے جو کہ اپنا اختیار نہیں
امر و نہی را منکِر شود و تاویل کند و از منکر شُدنِ امر و نہی
سمجھتا ہے اور امر و نہی کا منکر ہو جاتا ہے اور تاویل کرتا ہے اور امرونہی کے منکر ہونے سے بہشت
لازم آید انکارِ بہشت و دوزخ کہ بہشت جزائے مطیعانِ
اور دوزخ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ بہشت فرمانبرداروں کی جزا ہے
امر ست و دوزخ جزائے مخالفانِ امر و دیگر نگویم کہ بچہ انجامد
اور دوزخ حکم کے مخالفوں کی جزا ہے میں اور مزید نہیں کہتا کہ کیا نتیجہ
کہ اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْهِ الْاِشَارَةُ و بَر یَسارِ آں راہ، بیابانِ قدر ست
نکلا ہے، عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے اور اس کے بائیں جانب قدر کا جنگل ہے
کہ قدرتِ خالق را مغلوبِ قدرتِ خلق داند و ازاں فساد ہا
جو اللہ کی قدرت کو مخلوق کی قدرت سے مغلوب سمجھتے ہیں اور اس سے وہ
زاید کہ آں مُغِ جبری بر شمرد
خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کو وہ جبری آتش پرست گناتا ہے

گفت[1] مُومن بشنو اے جبری خطاب
مومن نے کہا اے جبری! بات سُن
آنِ خود گفتی نِک آوردم جواب
تو نے اپنی بات کہہ لی، اب میں جواب دیتا ہوں

بازیِ خود دیدی اے شطرنج باز
اے شطرنجی! تو نے اپنی چال دیکھ لی
بازیِ خصمت بہ بیں پہن و دراز
مخالف کی لمبی چوڑی چال بھی دیکھ لے

نامۂ عذرِ خودت برخواندی
تو نے اپنے عذر کی کتاب پڑھ دی
نامۂ سُنّی بخواں چہ ماندی
سُنی کی کتاب بھی (پڑھ) کہ تیرا کیا حال ہے؟

نکتہ گفتی جبر یا نہ در قضا
قضا کے بارے میں تو نے جبریوں کا نکتہ بیان کر دیا
سِرِّ آں بشنو ز من در ماجرا
معاملہ میں مجھ سے اس کا راز سُن لے

اختیارے[2] ہست مارا بے گماں
یقیناً ہمارے لیے (بھی) اختیار ہے
حِس را منکر نتانی شُد عیاں
تو آنکھوں دیکھی حس کا انکار نہیں کر سکتا

اختیارِ خود بہ بیں جبری مشو
اپنے اختیار کو دیکھ، جبری نہ بن
رہ رہا کردی براہ آ کج مرو
تو نے راستہ چھوڑ دیا، راستہ پر آ جا، ٹیڑھا نہ چل

---

1 گفت۔ سُنی مسلمان نے جبر کے عقیدے والے کو جواب دیا۔ جبری۔ وہ شخص جو جبر کا عقیدہ رکھتا ہو۔
2 اختیارے۔ جبر کے عقیدے میں انسان کے اختیار کا بالکل انکار ہے مولانا انسان کے اختیار کو ثابت کرتے ہیں۔

سنگ[1] را ہرگز نگوید کس بیا ۔۔۔ از کلوخے کس کجا جوید وفا
پتھر سے کوئی نہیں کہتا تو آ جا ۔۔۔ ڈھیلے سے وفاداری کون چاہتا ہے؟

آدمی را کس نگوید ہیں پر ۔۔۔ یا بیا اے کور خوش در من نگر
انسان سے کوئی نہیں کہتا، ہاں اُڑ ۔۔۔ یا اے اندھے! آ مجھے غور سے دیکھ

گفت یزداں مَا عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجْ ۔۔۔ کے نہد برکس حرج ربُّ الفرج
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اندھے پر تنگی نہیں ہے ۔۔۔ کشادگی کا پروردگار، کسی پر تنگی نہیں ڈالتا ہے

کس نگوید سنگ رادیر آمدی ۔۔۔ یا کہ چو با تو چرا برمن زدی
پتھر سے کوئی نہیں کہتا کہ تو تاخیر سے آیا ۔۔۔ یا اے لکڑی! تو نے مجھے کیوں مارا؟

ایں[2] چنیں وا جستہا مجبور را ۔۔۔ کس نگوید یا زند معذور را
مجبور سے ایسی جواب طلبیاں ۔۔۔ کوئی نہیں کرتا ہے، یا مجبور کو مارے

امر و نہی و خشم و تشریف و عتیب ۔۔۔ نیست جز مختار را اے پاک جیب
حکم دینا اور روکنا اور غصہ اور اعزاز اور عتاب ۔۔۔ اے پاک دل! مختار کے سوا کے لیے نہیں ہے

اختیارے ہست در ظلم و ستم ۔۔۔ من ازیں شیطان و نفس ایں خواستم
ظلم اور ستم میں اختیار ہے ۔۔۔ میری مُراد نفس اور شیطان سے یہی تھی

اختیار اندر درونت ساکن ست ۔۔۔ تا ندید اُو یوسفے کف را نخست
تیرے اندر اختیار باقی ہے ۔۔۔ جب تک اُس نے یوسف کو نہیں دیکھا ہاتھ کو زخمی نہیں کیا

اختیار و داعیہ در نفس بُود ۔۔۔ روئش دیدانگہ پرو بالے کشُود
اختیار اور داعیہ نفس میں تھا ۔۔۔ اُن کا چہرہ دیکھا پھر بال اور پر کھولے

سگ[3] بخفتہ اختیارش گشتہ گُم ۔۔۔ چوں شکنبہ دید جنبانید دُم
سوئے ہوئے کتے کا اختیار گم ہو گیا ہے ۔۔۔ جب معدہ دیکھا اُس نے دم ہلائی

اسپ ہم جو جو کند چوں دید جو ۔۔۔ چوں بجُنبد گوشت گُربہ گفت مو
گھوڑا بھی جو جو کرنے لگتا ہے جب جو دیکھتا ہے ۔۔۔ جب گوشت ملتا ہے، بلی میاؤں کہتی ہے

دیدن آمد جنبشِ آں اختیار ۔۔۔ ہمچو نفخے ز آتش انگیزد شرار
دیکھنا اُس اختیار کی حرکت بنا ۔۔۔ اُس پھونکنے کی طرح جو آگ سے چنگاریاں اُڑاتا ہے

---

1. سنگ۔ انسان کو حکم دیا جاتا ہے پتھر کو کوئی حکم نہیں دیتا ہے معلوم ہوا کہ انسان میں قدرت اور اختیار ہے۔ آدمی را۔ جس چیز کی انسان میں قدرت اور اختیار نہیں ہے اسکے بارہ میں کوئی اسکا حکم نہیں دیتا ہے انسان سے کوئی نہیں کہتا کہ تو اُڑ۔ کس نگوید۔ پتھر سے کوئی مطالبہ نہیں کرتا ہے اسلیے کہ جانتا ہے اسمیں کوئی قدرت اور اختیار نہیں ہے۔
2. ایں چنیں۔ جس قدر مطالبات ہیں وہ صاحب اختیار و قدرت سے ہیں۔ غصہ و غضب۔ حکم اور ممانعت وغیرہ صاحب اختیار سے متعلق ہے۔ اختیار۔ انسان ظلم اور ستم کرنے اور نہ کرنے میں بااختیار ہے جب ظلم کرتا ہے تو خود اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے نفس اور شیطان خود انسان کا اپنا ارادہ ہے۔ ساکن۔ جب تک کسی طرح کا داعیہ پیدا نہیں ہوتا ہے تو انسان کا اختیار خوابیدہ رہتا ہے۔ تا ندید۔ اس سے حضرت یوسف اور مصری عورتوں کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔
3. سگ بخفتہ۔ جب تک کتا ہڈی نہیں دیکھتا تو سوتا رہتا ہے ہڈی دیکھ کر دُم ہلانا شروع کر دیتا ہے یہی حال انسان کے اختیار اور قدرت کا ہے جب تک کوئی داعیہ نہیں ہے وہ خوابیدہ ہے جب کوئی داعیہ ہوگا تو بیدار ہو جائے گا۔ جو جو کند۔ یعنی گھوڑا ہنہناتا ہے۔ مو۔ یعنی بلی ماؤں ماؤں کرتی ہے۔ دیدن۔ اس داعیہ کو دیکھنا اختیار کو بیدار اور متحرک بنا دیتا ہے۔

پس[1] بجُنبد اختیارت چوں بلیس — شُد دلالہ آردت پیغامِ ولیس
تو تیرا اختیار حرکت میں آ جاتا ہے، جب شیطان — دلالہ بنتا ہے، تیرے پاس ولیس کا پیغام لاتا ہے

چونکہ مطلوبے بریں کس عرضہ کرد — اختیارِ خُفتہ بگشاید نبرد
جب اس شخص پر مطلوب پیش کیا — سویا ہوا اختیار جنگ شروع کر دیتا ہے

واں فرشتہ خیرہا بر رغمِ دیو — عرضہ دارد میکُند در دل غریو
فرشتہ، شیطان کے برخلاف بھلائیاں — پیش کرتا ہے، دل میں شور برپا کر دیتا ہے

تا بجُنبد اختیارِ خیرِ تُو — زانکہ پیش از عرضہ خُفتہ است ایں دو خُو
تاکہ تیرا بھلائی کا اختیار حرکت میں آئے — کیونکہ پیش کرنے سے پہلے یہ دونوں خصلتیں سوئی ہوئی ہیں

پس فرشتہ و دیو گشتہ عرضہ دار — بہرِ تحریکِ عُروقِ اختیار
تو فرشتہ اور شیطان پیش کرنے والے بنے — اختیار کی رگوں کو حرکت میں لانے کے لیے

میشود[2] ز الہام ہا وَ وسوسہ — اختیارِ خیر و شرت دہ کسہ
وسوسہ اور الہاموں کی وجہ سے بن جاتا ہے — تیرا خیر و شر کا اختیار دس مردوں والا

وقتِ تحلیلِ نماز اے بانمک — زاں سلام آورد باید بر ملک
اے ملیح! نماز ختم کرنے کے وقت — اسی لیے فرشتوں کو سلام کرنا چاہیے

کہ ز الہام و دُعائے خوبِ تاں — اختیارِ ایں نمازم شُد رواں
کہ تمھاری اچھی دُعا اور الہام سے — اس نماز کا (بُرا) اختیار ختم ہو گیا

باز[3] از بعدِ گنہ لعنت کُنی — بر بلیس ایرا کہ ازوے منحنی
پھر گناہ کے بعد تو لعنت کرتا ہے — شیطان پر، کیونکہ تو اسی وجہ سے کبڑا بنا

ایں دو ضد عرضہ کنندہ در سِرار — در حجابِ غیب آمد عرضہ دار
درپردہ یہ دو متضاد پیش کرنے والے — غیب کے پردے میں پیش کرنے والے ہیں

چونکہ پردۂ غیب برخیزد ز پیش — تو بہ بینی رُوئے دلّالانِ خویش
جب رغیب کا پردہ سامنے سے اُٹھ جائے گا — تو اپنے دلالوں کا چہرہ دیکھ لے گا

وز سخن شاں واشناسی بے گزند — کاں سخن گو در حجاب ایںہا بُدند
اور تو بلا تکلف اُن کی گفتگو کو پہچان لے گا — کہ پردے میں گفتگو کرنے والے یہی تھے

---

[1] پس بجُنبد۔ شیطان تیرے معشوق کا پیغام لاتا ہے تو دلالہ کا کام کرتا ہے اور تیرا خوابیدہ اختیار حرکت میں آ جاتا ہے اور جنگ شروع کر دیتا ہے۔ واں فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ شیطان کے برخلاف خبریں پیش کر کے دل میں غلجان پیدا کرتا ہے تاکہ شر کے بجائے خیر والا اختیار بیدار ہو جائے۔ پس۔ غرضیکہ فرشتہ اور شیطان تو تیرے اندرونی اختیار کو متحرک کرتے ہیں اختیار تیرے اندر موجود ہوتا ہے۔

[2] می شود۔ جو اختیار خود انسان میں موجود ہوتا ہے وہ فرشتوں کے الہام اور شیطانوں کے وسوسوں کے ذریعہ قوی ہو جاتا ہے۔ وقتِ تحلیل۔ جس وقت نمازی سلام پھیرتا ہے تو فرشتوں کی بھی نیت کرتا ہے اس لیے کہ انہی کی ترغیب اور الہام سے اس نے نماز ادا کی ہے۔

[3] باز۔ گناہ کے بعد انسان شیطان پر اسی وجہ سے لعنت بھیجتا ہے کہ اس کے وسوسہ کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا ہوا اور اُس نے کجروی اختیار کی۔ ایں دو۔ یعنی فرشتہ اور شیطان۔ چونکہ۔ حشر میں جبکہ دنیوی زندگی کا یہ حجاب ختم ہو جائے گا تو فرشتہ اور شیطان کو خود دیکھ لے گا اور جو پسِ پردہ اُن کی باتیں تھیں اُن کے ذریعہ تو ان کی شخصیتوں کو پہچان لے گا۔

دیو[1] گوید اے اسیرِ طبع و تن
شیطان کہے گا اے طبیعت اور جسم کے قیدی!
عرضہ میکردم نہ کردم زور من
میں نے پیش کیا تھا، میں نے مجبور نہ کیا تھا

واں فرشتہ گویدت من گفتمت
اور وہ فرشتہ تجھ سے کہے گا میں نے تجھ سے کہہ دیا
کہ ازیں شادی فزوں گردد غمت
کہ اس خوشی سے تیرے رنج میں اضافہ ہو گا

آں فلاں روزت نگفتم من چناں
کیا میں نے فلاں روز تجھ سے ایسا نہ کہا تھا؟
کہ ازاں سُویست رَہ سُوئے جِناں
کہ جنتوں کا راستہ اُس جانب ہے

ما مُحبِ جان و روح افزایِ تو
ہم جان کو پیار کرنے والے اور تیری روح کو بڑھانے والے ہیں
ساجدان و مُخلِصِ بابایِ تو
تیرے باوا کے مخلص اور سجدہ کرنے والے ہیں

ایں زمانت خدمتے ہم میکنم
میں اس وقت بھی تیری خدمت کر رہا ہوں
سُویِ مخدومی صلایت میزنم
مخدوم بننے کی جانب تجھے بُلاتا ہوں

آں گرُہ بابات را بُودہ عِدیٰ
وہ گروہ تیرے باوا کا دشمن تھا
وز خطابِ اُسجُدُوا کردہ ابا
اور "سجدہ کرو" کے حکم سے اُس نے انکار کیا تھا

آں[2] گرفتی وانِ ما انداختی
تو نے وہ لے لیا اور ہماری بات کو نظر انداز کر دیا
حقِ خدمت ہایِ ما نشناختی
تو ہماری خدمتوں کے حق کو نہ پہچانا

این زماں مارا و ایشاں را عیاں
اب ہمیں اور اُن کو آنکھ سے
در نگر بشناس از لحن و بیاں
دیکھ لے، لہجے اور گفتگو سے پہچان لے

نیم شب چوں بشنوی زاریِ دوست
جب تو آدھی رات کو دوست کی آہ و زاری سنتا ہے
چوں سخن گوید سحر دانی کہ اوست
جب وہ صبح کو بات کرتا ہے تو جان لیتا ہے کہ وہ یہی ہے

ور[3] دوکس در شب خبر آرد تُرا
اگر رات میں وہ شخص تیرے پاس خبر لائیں
روز از گفتن شناسی ہر دورا
دن میں بات کرنے سے تو دونوں کو پہچان لیتا ہے

بانگِ شیر و بانگِ سگ شب در رسید
رات کو شیر کی آواز اور کتے کی آواز آئی
صورتِ ہر دو ز تاریکی ندید
تو نے اندھیرے کی وجہ سے دونوں کی صورت نہ دیکھی

روز شُد چوں باز در بانگ آمدند
دن نکلا، پھر جب وہ بولے
پس شناسد شاں ز بانگ آں ہوشمند
تو وہ ہوش مند آواز سے اُن کو پہچان لیتا ہے

---

[1] دیو۔وہاں شیطان تجھ سے کہہ دے گا کہ میں نے دل میں وسوسہ ہی تو ڈالا تھا تجھے مجبور تو نہ کیا تھا۔فرشتہ۔فرشتہ تجھ سے کہہ دے گا کہ میں نے تیرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس گناہ کی لذت اور خوشی بہت سے غموں کا سبب بنے گی۔آں فلاں۔فرشتہ یہ بھی کہے گا کہ فلاں روز میں نے تجھے جنت کا راستہ بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ہم تمھارے خیر خواہ ہیں اور تمھارے باپ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے والے ہیں۔ایں زمانت۔فرشتہ یہ بھی کہتا ہے کہ جس طرح ہم نے تمھارے باپ کی خدمت کی تمھاری خدمت کرتے ہیں اور نیک راستہ بتا کر تجھے مخدوم بنانا چاہتے ہیں۔آں گرہ۔فرشتہ نے یہ بھی کہا کہ یہ شیاطین کی جماعت تمھارے باپ کی بھی دشمن تھی اور ان کو سجدہ کرنے سے اس نے انکار کیا تھا۔

[2] آں۔فرشتہ کہہ دے گا کہ تو نے ہمارا کہنا نہ مانا اور شیطان کا کہنا مانا۔ایں زماں۔پہلے تو نے ہمیں دیکھا نہ تھا آواز سُنی تھی۔اب آواز سے آواز ملا کر ہمیں پہچان لے ہم وہی ہیں یا نہیں ہیں۔نیم شب۔اندھیرے میں اگر کوئی تم سے بات کرتا ہے تو دن میں اس کی آواز سے پہچان جاتے ہو کہ رات میں بات کرنے والا شخص یہی ہے۔

[3] ور دوکس۔رات میں جو شخص باتیں کرتے ہیں دن میں انکی آواز پہچان کر تم متعین کر لیتے ہو کہ ان دونوں میں سے فلاں بات فلاں شخص نے کہی اور فلاں بات فلاں شخص نے کہی تھی رات میں اگر کتے اور شیر کی آوازیں سنی تھی تو دن میں جب دونوں کی آوازوں کو سنتا ہے تو جان جاتا ہے کہ رات کی فلاں آواز شیر کی تھی اور فلاں کتے کی۔

مخلص¹ اینکہ دیو و روحِ عرضہ دار
خلاصہ یہ ہے کہ شیطان اور فرشتہ پیش کرنے والے
ہر دو ہستند از تتمہ اختیار
دونوں اختیار کا تکملہ ہیں

اختیارے ہست در ما ناپدید
ہم میں چھپا ہوا اختیار ہے
چوں دو مطلب دید آید در مزید
جب دو مطلب دیکھتا ہے جوش میں آتا ہے

اُوستاداں کودکاں را میزنند
استاد بچوں کو پیٹتے ہیں
آں ادب سنگِ سیہ را کے کنند
یہ سزا کالے پتھر کو کب دیتے ہیں؟

ہیچ گوئی سنگ را فردا بیا
تو کبھی پتھر کو کہتا ہے، کل آنا
ورنیائی من دہم بد را سزا
اگر تو نہ آئے گا، تو میں بُرے کو سزا دوں گا

ہیچ عاقل مر کلوخے را زند
عقلمند انسان کبھی ڈھیلے کو مارتا ہے
ہیچ باسنگے عتابے کس کند
کوئی کبھی پتھر پر غصہ کرتا ہے

در خرد جبر از قدر رُسوا ترست
عقلاً، جبر قدر سے زیادہ بُرا ہے
زانکہ جبری حسِ خود را منکر ست
کیونکہ جبری اپنے حس کا منکر ہے

منکرِ حس نیست آں مردِ² قدر
قدری انسان، حس کا منکر نہیں ہے
فعلِ حق حسی نباشد اے پسر
اے بیٹا! اللہ (تعالیٰ) کا کام حس میں نہیں آتا

منکرِ فعلِ خداوندِ جلیل
خداوند جلیل کے فعل کا منکر
ہست در انکار مدلولِ دلیل
دلیل کے نتیجہ کے انکار میں (مبتلا) ہے

آں بگوید دُود ہست و نارنے
وہ کہتا ہے، دھواں ہے اور آگ نہیں ہے
نُورِ شمعے بے ز شمع روشنے
شمع کی روشنی، بغیر شمع کے روشن ہے

ویں³ ہمیں بیند مُعیّن نار را
اور یہ (جبری) آگ کو موجود دیکھتا ہے
نیست میگوید پئے انکار را
انکار کے لیے "نہیں ہے" کہتا ہے

جامہ اش سوزد بگوید نار نیست
اُس کا کپڑا جلتا ہے، کہتا ہے آگ نہیں ہے
جامہ اش دوزد بگوید تار نیست
اُس کا کپڑا سیتا ہے، کہتا ہے دھاگا نہیں ہے

پس تسفسُط آمد ایں دعویِ جبر
یہ جبر کا دعویٰ سوفسطائیت ہے
لاجرم بدتر بود زیں رُوز گبر
اس اعتبار سے وہ لامحالہ دہریہ سے بدتر ہے

مخلص۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نیکی اور بدی کرنے میں بااختیار ہے، مجبور نہیں ہے وہ اختیار پوشیدہ ہوتا ہے مقصد کے سامنے آجانے پر اس اختیار میں مزید طاقت آجاتی ہے۔ اوستاداں۔ استاد بچہ کو مختار سمجھ کر غلطی پر مارتا ہے پتھر چونکہ مجبور محض ہے اس کو کوئی نہیں مارتا ہے۔ ہیچ۔ پتھر کو مجبور مان کر نہ کوئی شخص اس کو حکم دیتا ہے نہ اس کو سزا کا مستحق سمجھتا ہے۔ در خرد۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جبر کا عقیدہ تو قدر کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیونکہ جبر کے عقیدہ کی بنیاد پر انسانی فعل کا انکار لازم آتا ہے جو محسوس چیز ہی ہے تو گویا جبری اپنے ایک محسوس کا منکر ہے۔

مرد قدر۔ قدری شخص جو اپنے آپ کو خود مختار مانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ اللہ کے ایک فعل کا منکر ہے جو حسی چیز نہیں ہے۔ منکر۔ قدری شخص جو اللہ تعالیٰ کے بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ صرف ایک نظری دلیل کے نتیجہ کا منکر ہے۔ آں بگوید۔ جبری عقیدے کا نتیجہ تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے دھواں موجود ہے مگر آگ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے اور موم بتی کا نور ہے لیکن موم بتی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود موجود ہو گیا ہے۔

ویں۔ جبری محسوس کا انکار کرتا ہے تو گویا آگ کو دیکھتے ہوئے آگ کے وجود کا انکار کرتا ہے۔ کپڑا آگ سے جل رہا ہے اور آگ کا انکار کرتا ہے دھاگے سے کپڑا سل رہا ہے اور دھاگے کا انکار کرتا ہے۔ پس تسفسط۔ جبر کا عقیدہ تو سوفسطائی عقیدہ پر مبنی ہے جو اشیا کو موجود نہیں مانتا بلکہ اشیا کے وجود کو وہم اور خیال کہتا ہے اور یہ سوفسطائی عقیدہ دہریہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے۔

گبر[1] گوید ہست عالم نیست رب | یا ربے گوید کہ نبود مستجب

دہریہ کہتا ہے عالم موجود ہے، خدا نہیں ہے | یارب کہتا ہے، جو قبول نہیں ہوتا ہے

ایں ہمی گوید جہاں خود نیست ہیچ | ہست سوفسطائی اندر پیچ پیچ

یہ کہتا ہے کہ دنیا خود کچھ نہیں ہے | سوفسطائی، پیچ و تاب میں ہے

جُملہ عالم مُقر در اختیار | امر و نہی ایں بیار و آں میار

اختیار کا سارا جہاں مقر ہے | حکم دینا اور منع کرنا یہ لا اور، وہ نہ لا

اُو ہمی گوید[2] کہ امر و نہی لاست | اختیارے نیست ایں جُملہ خطاست

وہ کہتا ہے، کہ حکم دینا اور منع کچھ نہیں ہے | کوئی اختیار نہیں ہے، یہ سب غلط ہے

حس را حیواں مُقر ست اے رفیق | لیک[3] اِدراکِ دلیل آمد دقیق

اے دوست! حس کا حیوان مقر ہے | لیکن دلیل کا ادراک دقت طلب ہے

زانکہ محسوس ست مارا اختیار | خوب می آید برو تکلیفِ کار

کیونکہ ہمارا اختیار محسوس ہے | اس کی بنیاد پر کام کا مکلف بنانا مناسب ہے

درکِ وجدانی چوں اختیار و اضطرار و خشم و اصطبار و

باطنی احساس جیسے کہ اختیار اور اضطرار اور غصہ اور صبر کرنا اور

سیری و ناہار بجائے حس ست کہ زرد از سرخ بداں فرق

پیٹ بھرنا اور بھوک، حس کے قائم مقام ہے جو کہ زرد کو سُرخ سے

کنند وخُرد از بزرگ و تلخ از شیریں و مُشک از سرگیں و درشت

اور چھوٹے کو بڑے سے اور کڑوے کو میٹھے سے اور مُشک کو گوبر سے اور سخت

از نرم و سرد از گرم و سوزاں از شیرِ گرم و تر از خشک و لمسِ

کو نرم سے سرد کو گرم سے اور جلانے والے کو کنکنے سے اور تر کو خشک سے اور دیوار

دیوار از لمسِ درخت پس منکرِ وجدانی منکرِ حس باشد و زیادہ

کے چھونے کو درخت کے چھونے سے فرق کرتی ہے تو باطنی احساس کا منکر حق کا منکر ہوگا اور اس سے

کہ وجدان از حس ظاہر تر ست زیرا کہ حس را تواں بستن و منع کردن

بھی بڑھ کر کیونکہ باطنی احساس حس سے بڑھ کر ہے کیونکہ حس کو احساس کر کے باندھا اور روکا جاسکتا

از احساسِ وبستنِ راہ و مدخلِ وجدانیات را ممکن نیست وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ

ہے اور باطنی احساسات کے راستہ اور مدخل کو بند کرنا ممکن نہیں ہے اور عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے

---

1. گبر گوید۔ دہریہ اختیاری حالت میں عالم کو موجود مانتا ہے خدا کا منکر ہے لیکن اضطراری حالت میں خدا کو بھی پکارنے لگتا ہے اور سوفسطائی عالم کے وجود ہی کا منکر ہے۔ جملہ عالم۔ دنیا کے سب انسان انسان کے اختیار کے قائل ہیں اسی لیے ایک دوسرے کو حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے اگر مخاطب کو مختار نہ سمجھتے تو نہ حکم دیتے نہ منع کرتے۔

2. او۔ جبری یہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور روکنا سب غلط ہے انسان کو کرنے نہ کرنے میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے حس۔ حیوانات تک حس کے قائل ہیں لیکن جبری اس کا انکار کرتا ہے۔

3. لیک۔ قدری جو بندہ کو مختار مطلق قرار دیتا ہے وہ دلیل جیسی دقیق چیز کا منکر ہے لہٰذا جبری، قدری سے بے عقلی میں بڑھا ہوا ہے۔ زانکہ۔ انسان کا مختار ہونا بالکل حسی چیز ہے اسی بنا پر وہ مکلف قرار دیا گیا ہے۔

درکِ[1] وجدانی بجائے حِسّ بُوَد — ہر دو دریک جدول اے عم میرود
باطنی احساس حس کی جگہ ہے — اے چچا! دونوں ایک گول میں جاتے ہیں

نغز می آید برو کُن یا مکُن — امر و نہی و ماجراہا در سخن
اسی پر بھلا بنتا ہے کر یا نہ کر — حکم دینا اور منع کرنا اور بات میں واقعات

ایں کہ فردا ایں کُنم یا آں کُنم — ایں دلیلِ اختیارست اے صنم
یہ کہ کل یہ کروں گا، یا وہ کروں گا — اے پیارے! یہ اختیار کی دلیل ہے

واں پشیمانی کہ خوردی زاں بدی — ز اختیارِ خویش گشتی مُہتدی
اور وہ شرمندگی جو تو نے بدی سے اُٹھائی — اپنے اختیار سے تو ہدایت یاب بنا

جُملہ[2] قرآں امر و نہی ست و وعید — امر کردن سنگِ مر مر را کہ دید
سارا قرآن امر اور نہی اور ڈراوا ہے — سنگِ مر مر کو حکم کرنا، کس نے دیکھا ہے؟

ہیچ دانا ہیچ عاقل ایں کند — باکلوخ و سنگ خشم و کیں کند
کوئی سمجھدار کوئی عقلمند یہ کرتا ہے — ڈھیلے اور پتھر سے غصہ اور کینہ کرتا ہے؟

کہ بگفتم کہ چنیں کُن یا چناں — چوں نکردید اے موات و عاجزاں
کہ میں نے کہا تھا ایسا کر یا ویسا — اے مُردو اور عاجزو! تم نے کیوں نہ کیا؟

عقل[3] کے حکمے کُند بر چوب و سنگ — مرد چنگی کے زند بر نقشِ چنگ
لکڑی اور پتھر کو عقل کب حکم دیتی ہے؟ — چنگ بجانے والا چنگ کی تصویر کو کب بجاتا ہے؟

کاے غلامِ بستہ دست اِشکستہ پا — نیزہ برگیر و بیا سُوئے وغا
کہ اے ہاتھ بندھے، پاؤں ٹوٹے ہوئے غلام! — نیزہ تھام اور جنگ کی جانب آ

خالقے کو اختر و گردوں کُند — امر و نہیِ جاہلانہ چوں کُند
وہ خالق جس نے ستارے اور آسمان بنایا — جاہلوں کا سا حکم دینا اور منع کرنا کب کرتا ہے؟

---

[1] درک۔علم۔وجدانی۔وہ علم جو وجدان کے ذریعہ حاصل ہو وجدان نفس اور اُس کی باطنی قوتوں کو کہا جاتا ہے۔مولانا کے فرمانے کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ معلومات تو وہ ہیں جو بذریعہ وجدان انسان کو حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ مجبور ہونا،مضطر ہونا یا غصہ اور صبر کرنا اور کچھ معلومات وہ ہیں جو بذریعہ حواس حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ کسی چیز کا چھوٹا بڑا ہونا یا کڑوا میٹھا ہونا وغیرہ تو وجدانی معلومات ایسی ہیں جیسا کہ وہ معلومات جو حواس کے ذریعہ ہوتی ہیں بلکہ وجدانیات، محسوسات سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں کیونکہ محسوسات کا ذریعہ حواس ہیں اور حواس انسان معطل کر سکتا ہے لیکن وجدان کو معطل کرنا ممکن نہیں ہے تو جو شخص کسی وجدانی معلوم کا انکار کرے تو وہ محسوس کے منکر کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ احمق ہے تو اس لحاظ سے جبریہ فرقہ جو انسان کے اختیار کا منکر ہے جو کہ ایک وجدانی چیز ہے قدریہ فرقہ سے زیادہ احمق ہے۔جدول۔گول۔ایں کہ۔انسان کا یہ کہنا کہ کل یہ کروں گا اختیار کی دلیل ہے۔

[2] جملہ قرآں۔قرآن میں جس قدر اوامر اور نواہی ہیں وہ سب انسان کے اختیار کی بنیاد پر ہیں پتھر، ڈھیلا جن میں کوئی اختیار نہیں ہے اُن کو نہ کوئی حکم دیتا ہے نہ اُن کو کسی کام سے منع کرتا ہے۔

[3] عقل۔جن چیزوں میں اختیار نہیں ہے اُن کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا ہے چنگ کی تصویر میں جبکہ بجنے کا اختیار نہیں ہے اس کو کوئی نہیں بجاتا ہے۔کاے۔جس غلام کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اس کو جنگ میں جا کر نیزہ بازی کا کوئی حکم نہیں دیتا ہے۔خالقے۔اللہ تعالیٰ جس کی حکمت سے ستارے اور آسمان بنا اُس سے یہ جاہلانہ فعل کیسے صادر ہو سکتا ہے کہ وہ غیر مختار کو حکم دے یا منع کرے۔

اِحتمالِ[1] عجز از حق راندی — جاہل و گیج و سفیہش خواندی

تو نے اللہ (تعالیٰ) سے عاجزی کا احتمال رفع کیا — (اور) اُس کو جاہل اور احمق اور بیوقوف کہہ دیا

عجز نبود در قدر ور خود شود — جاہلی از عاجزی بدتر بُود

قدر (کے عقیدہ) میں عجز (لازم) نہیں آتا اور اگر آئے — جہالت، عجز سے بدتر ہے

ترک[2] میگوید قنق را از کرم — بے سگ و بے دلق آسُوی درم

مہربانی سے، ترک مہمان سے کہتا ہے — میرے دروازے کی جانب بغیر کتے اور گدڑی کے آجا

وز فلاں سُو اندر آ ہیں با ادب — تا سگم بندد ز تو دندان و لب

خبردار! فلانے دروازے سے ادب کے ساتھ اندر آجا — تاکہ میرا کتا تجھ سے ہونٹ اور دانت بند رکھے

تو بعکسِ آں کنی بر در روی — لاجرم از زخمِ سگ خستہ شوی

تو اُس کا اُلٹا کرتا ہے، دروازے پر جاتا ہے — لامحالہ کتے کے زخم سے خستہ ہو جاتا ہے

آنچناں[3] رو کہ غلاماں رفتہ اند — تا سگش گردد حلیم و مہر مند

وہ روش اختیار کر جو غلام اختیار کرتے ہیں — تاکہ اُس کا کتا بردبار اور مہربان بن جائے

تو سگے با خود بری یا روبہے — سگ بشورد از بُنِ ہر خرگہے

تو اپنے ساتھ کتا یا لومڑی لے جاتا ہے — ہر خیمہ میں سے کتا بھڑک جاتا ہے

غیرِ حق گر نباشد اختیار — خشم چوں می آیدت بر جُرم دار

(اگر) خدا کے علاوہ (کسی کو) اختیار نہ ہو — تو تجھے مجرم پر غصہ کیوں آتا ہے؟

چوں ہمی خائی تو دنداں بر عدُو — چوں ہمی بینی گناہ و جُرم ازُو

تو دشمن پر دانت کیوں پیستا ہے؟ — تو اُس کی خطا کیوں سمجھتا ہے؟

گر ز سقفِ خانہ چوبے بشکند — بر تو افتد سخت مجروحت کند

اگر گھر کی چھت کی کوئی کڑی ٹوٹ جائے — تجھ پر گرے، تجھے بہت زخمی کر دے

ہیچ خشمے آیدت بر چوبِ سقف — ہیچ اندر کیں اُو باشی تو وقف

تجھے چھت کی کڑی پر کوئی غصہ آتا ہے — تو کبھی اس سے کینہ کرنے میں مبتلا ہو گا؟

---

[1] احتمال۔ جبری کا یہ خیال ہے کہ اگر نفس و شیطان کو مشیت خداوندی کے تابع نہ مانا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کا عجز اور مغلوبیت تسلیم کرنی پڑے گی لیکن انسان کو مجبور قرار دے کر اُس نے اللہ تعالیٰ کو جاہل اور احمق ٹھہرایا کہ اختیار کے نہ ہوتے ہوئے وہ امر و نہی کرتا ہے۔ عجز نبود۔ اگر انسان کو مختار مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آتا اس لیے کہ بندہ کا اختیار مشیت کے تابع ہے اگر بالفرض لازم بھی آئے تو بندہ کے غیر مختار ہونے کی صورت میں خدائی امر و نہی سے جو خدا کا جہل اور سفاہت لازم آتی ہے وہ اس سے بھی بدتر ہے۔

[2] ترک۔ مولانا نے ترک اور کتے اور آنے والے مہمان کی تشبیہ دے کر سمجھایا ہے کہ حضرت حق تعالیٰ نے بندہ کو ایسے راستے بتا دیے ہیں کہ شیطان کا اُن میں کوئی عمل دخل نہیں ہے بندہ اُن راستوں کو اپنے اختیار سے چھوڑتا ہے تو شیطان کی مداخلت شروع ہو جاتی ہے اس صورت میں انسان پر نہ اللہ کی جانب سے جبر ہے نہ شیطان کی جانب سے اور نہ شیطان پر جبر ہے شیطان اللہ کا ایک کتا ہے اور وہ ان کو ستاتا ہے جو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتے ہیں۔

[3] آنچناں۔ انسان اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا تو شیطان اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا مہمان، غلاموں کی طرح تُرک کے خیمہ میں آئے گا تو کتا اُس کو نہ کاٹے گا۔ تو سگے۔ انسان غلط روی اختیار کر کے شیطان سے تکلیف اُٹھاتا ہے۔ غیر حق۔ جبریہ کے عقیدہ کے مطابق اگر انسان مجبور محض ہے تو پھر خطاوار پر غصہ کیوں کرتا ہے۔ گر ز سقف۔ اگر چھت کی کڑی سے تکلیف پہنچتی ہے تو انسان اُس کو غیر مختار سمجھ کر کبھی اُس پر غصہ نہیں کرتا ہے۔ ہیچ۔ جس چیز میں اختیار نہیں ہے اگر اُس سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو انسان کو کبھی غصہ نہیں آتا ہے۔

کہ چرا بر من زد و دستم شکست ... یا چرا بر من فتاد و کرد پست
کہ وہ میرے کیوں لگی اور میرا ہاتھ توڑ دیا؟ ... یا وہ مجھ پر کیوں گری اور گرا دیا؟

اُو عدُو و خصمِ جانِ من بُدست ... قاصداً در بندِ خونِ من شُدست
وہ میری جان کی دشمن اور مخالف تھی ... قصداً میرے خون کی درپے ہوئی ہے

کودکانِ[1] خُرد را چوں میزنی ... چوں بزرگاں را مُنزّہ میکنی
تو چھوٹے بچوں کو کیوں پیٹتا ہے؟ ... جبکہ تو بڑوں کو (اختیار سے) مبرا سمجھتا ہے

آنکہ دُزد د مالِ تو گوئی بگیر ... دست و پایش را ببر سازش اسیر
جو شخص تیرا مال چُراتا ہے، تو کہتا ہے پکڑ لے ... اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈال، اس کو قید کر لے

وانکہ قصدِ عورتِ تو میکُند ... صد ہزاراں خشم از تو میدمد
جو تیری بیوی کا قصد کرتا ہے ... (اس پر) تیرے لاکھوں غصے پھوٹ پڑتے ہیں

گر بیاید[2] سیل و رختِ تو بُرد ... ہیچ با سیل آورد کینے خرد
اگر سیلاب آئے اور تیرا سامان (بہا) لے جائے ... کوئی عقل، سیلاب سے کینہ وری کرتی ہے

ور بیاید باد و دستارت ربود ... کے تُرا با باد دل خشمے نمود
اگر ہوا آئے اور تیری پگڑی (اُڑا) لے جائے ... تیرا دل، ہوا پر کب غصہ کرتا ہے

خشم در تو شُد بیانِ اختیار ... تا نگوئی جبریانہ اعتذار
تیرا غصہ کرنا اختیار کا بیان بنا ... تاکہ تو جبریوں کی طرح بہانہ نہ کر سکے

گر[3] شتربان اشترے را میزند ... آن شتر قصدِ زنندہ میکند
اگر اونٹ والا اونٹ کو مارتا ہے ... تو وہ اونٹ مارنے والے کا قصد کرتا ہے

خشمِ اُشتر نیست باآں چوبِ اُو ... پس ز مختاری شتر بُردست لو
اونٹ کا غصہ اُس کی لاٹھی پر نہیں ہے ... تو اونٹ نے بھی مختار ہونے کا پتا لگا لیا ہے

ہمچنیں سگ گر بروسنگے زنی ... بر تو آرد حملہ گردد منثنی
اسی طرح کتا اگر تو اس کے پتھر مارے ... تیرے اوپر حملہ کرتا ہے، پلٹتا ہے

سنگ راگر گیرد از خشمِ تو است ... کہ تو دوری وندارد بر تو دست
وہ اگر پتھر کو پکڑتا ہے، تو تیرے اوپر غصہ کی وجہ سے ہے ... کیونکہ تو دُور ہے اور وہ تجھ پر قابو نہیں پاتا ہے

عقلِ حیوانی چو دانست اختیار ... ایں مگو اے عقلِ انساں شرمدار
حیوانی عقل نے جب اختیار کو سمجھ لیا ... اے انسانی عقل! شرم کر تو اس (جبر) کی قائل نہ ہو

[1] کودکاں۔ جبری انسان بچوں کی تعلیم و تربیت کیلیے پیٹتا ہے۔ بزرگاں۔ وہی جبری انسان بڑوں کو اختیار سے منزہ سمجھتا ہے۔ آنکہ۔ جبری انسان کا جب مال چوری ہوتا ہے تو وہ چور کو پکڑواتا ہے۔ وانکہ۔ جبری انسان کی بیوی پر اگر کوئی بدنظر ڈالتا ہے تو اس کو غصہ آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ چور کو اور اس بدنظر کو مختار سمجھتا ہے۔

[2] گر بیاید۔ پانی کے سیلاب اور ہوا پر اس جبری کو غصہ نہیں آتا ہے چونکہ سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں اختیار سے خالی ہیں۔ خشم۔ جبری کا دوسروں پر غصہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ اس کو مختار سمجھتا ہے۔

[3] گر شتربان۔ اونٹ تک یہ سمجھتا ہے کہ لاٹھی میں اختیار اور ارادہ نہیں ہے مارنے والے میں ہے لہٰذا اس پر حملہ کرتا ہے۔ سگ۔ کتا بھی ڈھیلے پر غصہ نہیں کرتا ڈھیلا مارنے والے پر غصہ کرتا ہے اگر ڈھیلے پر اُس کا غصہ ہے تو دراصل وہ مارنے والے پر غصہ ہے جو اُس کی دوری کی وجہ سے ڈھیلے پر اُتارتا ہے۔ عقلِ حیوانی۔ جبکہ اونٹ اور کتا بھی انسان کو مختار سمجھتا ہے تو جبری کو اس عقیدے سے شرم کرنی چاہیے۔

روشن[1] ست ایں لیک از طمعِ سحور ۔۔۔ آں خورندہ چشم می بندد ز نور

یہ (بات) واضح ہے، لیکن سحری کے لالچ میں ۔۔۔ وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے

چونکہ کلّی میلِ اُو ناں خورد نیست ۔۔۔ رُو بتاریکی کند کہ روز نیست

چونکہ اُس کی پوری خواہش روٹی کھانے کی ہے ۔۔۔ اندھیرے کی طرف منہ کر لیتا ہے، کہ دن نہیں ہے

حرص چوں خورشید را پنہاں کند ۔۔۔ چہ عجب گر پشت بر بُرہاں کند

لالچ، جب سورج کو چھپا دیتا ہے ۔۔۔ کیا تعجب ہے اگر دلیل کی طرف پشت کر لے

ایں مثل بشنو مشو منکر بداں ۔۔۔ اختیارِ خویش را در امتحاں

یہ مثل سُن لے اُس کے باوجود منکر نہ بن ۔۔۔ امتحان کے وقت، اپنے اختیار کا

حکایت[2] دزد کہ باشحنہ گفت کہ آنچہ کردم تقدیرِ خدا بُود و جوابِ شحنہ وہم در بیانِ تقریرِ اختیارِ خلق وہم بیانِ آنکہ تقدیر و قضا سبب کنندہ اختیار ست و سلب کنندہ اختیار نیست

حکایت اُس چور کی جس نے کوتوال سے کہا کہ جو کچھ میں نے کیا خدائی تقدیر تھی اور کوتوال کا جواب نیز مخلوق کے اختیار کو ثابت کرنے کے بیان میں نیز اُس کا بیان کہ تقدیر اور قضا اختیار کو سبب بنانے والے ہیں اور اختیار کو سلب کرنے والے نہیں ہیں

گفت دُزدے شحنہ را کاے پادشاہ ۔۔۔ آنچہ کردم بُود آں حکمِ اِلٰہ

ایک چور نے کوتوال سے کہا، اے حاکم! ۔۔۔ جو کچھ میں نے کیا، وہ خدا کا حکم تھا

گفت شحنہ آنچہ من ہم میکنم ۔۔۔ حکمِ حق ست اے دو چشم روشنم

کوتوال نے کہا میں بھی جو کر رہا ہوں ۔۔۔ اے میرے پیارے! خدا کا حکم ہے

از دُکانے گر کسے تُربے برد ۔۔۔ کایں ز حکمِ ایزد ست اے باخرد

کسی دُکان سے اگر کوئی شخص مولی لے جائے ۔۔۔ کہ اے عقلمند! یہ خدا کے حکم سے ہے

برسرش[3] کوبی دوسہ مُشت اے کرہ ۔۔۔ حکمِ حق ست ایں کہ اینجا باز نہ

دو تین گھونسے اُس کے سر پر مار کہ اے نالائق! ۔۔۔ خدا کا حکم ہے کہ اس جگہ واپس رکھ

در یکے ترہ چوں ایں عذر اے فضول ۔۔۔ می نیاید پیشِ بقالے قبول

اے بیوقوف! ایک ترکاری کے بارے میں جبکہ یہ عذر ۔۔۔ سبزی فروش کے لیے قابلِ قبول نہیں

تو بدیں عذر اعتمادے می کنی ۔۔۔ گردِ مار و اژدہائے میتنی

تو اس عذر پر بھروسہ کرتا ہے ۔۔۔ سانپ اور اژدھے کے گرد چکر لگاتا ہے

---

[1] روشن۔ جبری کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو سحری کھانے کے لالچ میں صبح صادق اور سورج سے منہ موڑ لے۔ حرص۔ انسان کی حرص سورج کو مخفی کر دیتی ہے تو دلیل کو مخفی کر دینا تو سہل ہے۔

[2] حکایت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کو اپنے افعال کا اختیار حاصل ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔ تقدیر۔ تقدیرِ خداوندی انسانی اختیار کو فعل کا سبب بناتی ہے، اختیار کو سلب نہیں کرتی ہے۔ پادشاہ۔ یعنی کوتوال۔ حکمِ اِلٰہ۔ یعنی تقدیرِ خداوندی۔ میکنم۔ یعنی میں تجھے جو سزا دے رہا ہوں۔ ترب۔ مولی۔

[3] برسرش۔ اُس چور کو مار اور کہہ دے کہ یہ بھی خدا کی تقدیر ہے مولی اسی جگہ لا کر رکھ دے۔ کرہ۔ مکروہ۔ در یکے۔ جب سبزی فروش کے یہاں بھی عذر قبول نہیں ہے تو اس بھروسہ پر گناہوں کا ارتکاب کس قدر حماقت ہے۔ بقال۔ سبزی فروش۔ مار۔ یعنی گناہ جس کے نتیجہ میں سانپ اور بچھو ڈسیں گے۔

از چنیں عذر اے سلیمِ[1] نانبیل
اے بیوقوف، کمینے! ایسے عذر سے

خون و مال و زن ہمیکردی سبیل
تو نے جان اور مال اور بیوی کو قربان کر دیا

ہر کسے پس سبلتِ تو برکند
پھر تو ہر شخص تیری مونچھیں نوچے گا

عذر آرد خویش را مضطر کند
عذر کرے گا اپنے آپ کو مجبور ٹھہرائے گا

حکمِ حق گر عذر می شاید ترا
اگر اللہ (تعالیٰ) کے حکم کا عذر تیرے لیے مناسب ہے

پس بیاموز و بدہ فتویٰ مرا
تو مجھے سکھا دے اور فتویٰ دے دے

کہ مرا صد آرزو و شہوت ست
کیونکہ میری بھی سیکڑوں آرزوئیں اور خواہشیں ہیں

دستِ من بستہ زبیم و ہیبت ست
خوف اور ہیبت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں

پس[2] کرم کُن عذر را تعلیم دہ
تو مہربانی سے مجھے عذر کرنا سکھا دے

بر گشا از دست و پائے من گرہ
مجھ مجبور کے ہاتھ اور پاؤں کھول دے

اختیارے کردۂ تو پیشۂ
تو نے ایک پیشہ اختیار کیا ہے

کاختیارے دارم و اندیشۂ
(اور تو سمجھتا ہے) کہ میں اختیار اور سمجھ رکھتا ہوں

ورنہ چوں بگزیدۂ آں پیشہ را
ورنہ تو نے وہ پیشہ کیوں اختیار کیا؟

از میانِ پیشہا اے کد خدا
اے صاحب! سب پیشوں میں سے

چونکہ آید نوبتِ نفس و ہوا
جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے

بیست مردہ اختیار آید ترا
تجھ میں بیس مردوں کا اختیار آ جاتا ہے

چوں برد یک حبہ از تو یار سُود
جب دوست تجھ سے ایک رتی کا فائدہ اٹھا لیجاتا ہے

اختیارِ جنگ در جانت کشود
تو تیری جان میں لڑائی کا اختیار کشادہ ہو جاتا ہے

چوں[3] بیاید نوبتِ شکر و نعم
جب شکر اور نعمتوں کی باری آتی ہے

اختیارت نیست از سنگے تو کم
تجھے اختیار نہیں ہے، تو پتھر سے کم ہے

دوزخت را عذر ایں باشد یقیں
تیرے لیے دوزخ کا بھی یہ عذر یقینی ہے

کاندریں سوزش مرا معذور بیں
کہ اس جلانے میں مجھے معذور سمجھ

کس بدیں حجت چو معذورت نداشت
اس دلیل سے تجھے کسی نے معذور نہ رکھا

وز کفِ جلّاد ایں دُورت نداشت
اور جلاد کے ہاتھ سے تجھے اس نے دور نہ رکھا

---

1. سلیم۔احمق۔نانبیل۔کمینہ۔خون۔یعنی جبر کے عقیدہ کے مطابق تیرا سب کچھ لے کر عذر کیا جا سکتا ہے اور لینے والا اپنے آپ کو مجبور ظاہر کر کے بری ہو سکتا ہے۔حکمِ حق۔یعنی گناہ کے سلسلہ میں اگر حکم حق کہہ کر عذر کیا جا سکتا ہے تو مجھے بھی یہ عذر سکھا دے میرے دل میں بھی بہت سے گناہوں کی تمنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے میں نہیں کر سکا ہوں۔
2. پس۔تیری بڑی مہربانی ہوگی اور مجھ مجبور کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔اختیار۔انسان اپنے لیے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے یہ اُس کے اختیار کی دلیل ہے۔چونکہ۔جبری انسان خواہشِ نفسانی کا ارادہ کرتا ہے تو بیس انسانوں کا اختیار اُس میں آ جاتا ہے اگر اس کا ایک دوست کوئی نقصان کر دیتا ہے تو لڑائی کا اختیار پورے بدن میں پھیل جاتا ہے۔
3. چوں بیاید۔جس وقت خدا کی اطاعت وعبادت کا معاملہ آتا ہے پھر جبری کہتا ہے کہ میں مجبور ہوں اور اپنے آپ کو پتھر سے بھی زیادہ غیر مختار ظاہر کرتا ہے۔دوزخت۔جب جہنم کی آگ میں جلے گا تو وہ بھی کہے گا کہ میں جلانے میں مجبور ہوں۔کس۔جبری کے اس عذر کو دنیا میں کسی نے تسلیم نہیں کیا اور وہ سزا کے وقت جلاد کے ہاتھ سے اُس عذر کی بنا پر نہ چھوٹ سکا اور دنیا کا نظم اسی انصاف سے قائم ہے کہ جبری کا عذر قبول نہ کیا جائے تو آخرت کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔

پس بدیں داور جہاں منظوم شد ۔ حالِ آں عالَم ہمت معلوم شد
تو اس مصنف (حاکم) سے دنیا کا کام منظم ہو گیا ۔ اُس عالم کا حال بھی تجھے معلوم ہو گیا

حکایت ہم در جوابِ جبری و اثباتِ اختیار و صحتِ امر و نہی و در بیانِ آنکہ عُذرِ جبری در ہیچ ملتے و دینے مقبول نیست و مُوجبِ خلاص نیست از سزائے آں کار کہ کردہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیس[1] بداں کہ گفت

نیز حکایت جبری کے جواب میں اور اختیار ثابت کرنے اور حکم دینے اور روکنے کی صحت کے بارے میں اور اس بیان میں کہ جبری کا عذر کسی ملت اور دین میں مقبول نہیں ہے اور اُس کام کی سزا سے جو اُس نے کیا ہے، چھٹکارے کا سبب نہیں ہے چنانچہ شیطان اس قول کی وجہ سے کہ۔

رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ وَالْقَلِيْلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيْرِ
''خدا تو نے مجھے گمراہ کیا'' چھٹکارا نہ پا سکا اور تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

آں یکے میرفت بالائے درخت ۔ می فشاند اُو میوہ را دُزدانہ سخت
ایک شخص درخت پر چڑھا ۔ چوروں کی طرح بہت پھل جھاڑنے لگا

صاحبِ باغ آمد و گفت اے دَنی ۔ از خدا شرمیت کو چہ میکنی
باغ والا آیا اور اُس نے کہا اے کمینے! ۔ خدا سے تیری شرم کہاں گئی، تو کیا کر رہا ہے؟

گفت[2] از باغِ خدا بندہٗ خدا ۔ گر خورد خُرما کہ حق کردش عطا
اُس نے کہا اللہ تعالیٰ کے باغ سے خدا کا بندہ ۔ اگر کھجوریں کھا رہا ہے جو کہ اس کو خدا نے دی ہیں

عامیانہ چہ ملامت میکنی ۔ بخل بر خوانِ خداوندِ غنی
جاہلوں کی طرح تو کیا ملامت کر رہا ہے ۔ بے نیاز خدا کے دسترخوان پر بخل (کر رہا ہے)

گفت[3] اے ایبک بیاور آں رسن ۔ تا بگویم من جوابِ بوالحسن
اُس نے کہا اے غلام! رسی لے آ ۔ تاکہ میں (اس) بھلے کا جواب دوں

پس ببستش سخت آں دم بر درخت ۔ میزد اُو بر پشت و ساقش چوب سخت
پھر اس وقت اُس نے اس کو درخت سے کس کر باندھ دیا ۔ اُس کی کمر اور پنڈلی پر سخت لاٹھی مارنے لگا

گفت آخر از خدا شرمے بدار ۔ می کشی ایں بیگنہ را زار زار
اُس نے کہا، آخر خدا سے شرم کر ۔ تو اس بے قصور کو بُری طرح سے مار رہا ہے

---

1. ابلیس۔شیطان نے بھی اپنی گمراہی پر اپنے جبر کا عذر پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ میری گمراہی میری اختیاری نہیں ہے لیکن اُس کا عذر مقبول نہ ہوا۔ دُزدانہ۔ چوروں کی طرح۔ دَنی۔ کمینہ۔
2. گفت۔ پھل جھاڑنے والے نے کہا کہ باغ خدا کا ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے چھوارے عطا کیے ہیں تو جاہلوں کی طرح مجھے کیوں ملامت کرتا ہے تو خدائی دسترخوان پر بخل کرتا ہے۔
3. گفت۔ باغ والے نے اپنے نوکر کو بلایا کہ رسی لے آ، میں اس کا جواب اس کو دے دوں گا اور رسی سے اس نے اُس کو درخت سے باندھ کر مارنا شروع کر دیا۔ گفت۔ پھل چرانے والے نے کہا کہ تو خدا سے شرم کر مجھ بے گناہ کو کیوں مارے ڈالتا ہے۔

گفت[1] کز چوبِ خدا ایں بندہ اش — میزند بر پشتِ دیگر بندہ خوش
اُس نے کہا خدا کی لاٹھی سے یہ اُس کا بندہ — دوسرے بندے کی کمر پر خوب مار رہا ہے

چوبِ حق و پشت و پہلو آنِ اُو — من غلامِ آلت و فرمانِ اُو
لاٹھی اللہ (تعالیٰ) کی کمر اور پہلو اللہ (تعالیٰ) کا — میں اُس کے آلے اور حکم کا غلام ہوں

گفت توبہ کردم از جبر اے عیار — اختیارست اختیارست اختیار
اُس نے کہا اے خالص! میں نے جبر سے توبہ کی — اختیار ہے، اختیار ہے، اختیار

اختیارت اختیارش ہست کرد — اختیارش چوں سوارے زیرِ گرد
تیرے اختیار کو اُس کے اختیار نے پیدا کیا — اُس کا اختیار گرد کے نیچے کے سوار کی طرح ہے

اختیارش اختیارِ ما کند — امر[2] شُد بر اختیارے مُستند
اُس کا اختیار ہمارے اختیار کو پیدا کرتا ہے — حکم کا مدار اختیار پر ہے

حاکمی بر صورتِ بے اختیار — ہست ہَر مخلوق را در اِقتدار
بے اختیار صورت پر حکومت کرنا — قادر ہونے میں ہر مخلوق کو (حاصل) ہے

تا کشد بے اختیارے صید را — تا بَرد بگرفتہ گوشِ اُو زید را
حتیٰ کہ وہ بے اختیار شکار کو کھینچ لے جاتا ہے — حتیٰ کہ زید کا کان پکڑ کر لے جاتا ہے

لیک بے ہیچ آلتے صُنعِ صمد — اختیارش را کمندِ او کند
لیکن اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری بغیر کسی آلہ کے — اس کے اختیار کو اُس کا پھانسہ بنا دیتی ہے

اختیارش[3] زید را قیدش کُند — بے سگ و بے دام چوں صیدش بُود
زید کا اختیار اُس کو قید کر دیتا ہے — وہ بغیر کتے اور جال کے شکار جیسا بن جاتا ہے

آں درودگر حاکمِ چوبے بُود — واں مُصورِ حاکمِ خوبے بُود
بڑھئی، لکڑی پر حاکم بن جاتا ہے — مصور، حسین کا حاکم بن جاتا ہے

ہست آہنگر بر آہن قیمے — ہست بنا ہم بر آلت حاکمے
لوہار، لوہے پر حاکم ہے — معمار بھی اوزار پر حاکم ہے

نادرا باشد کہ چندیں اختیار — ساجد آید ز اختیارش بندہ وار
عجب بات ہے کہ اس قدر اختیار — اُس (اللہ تعالیٰ) کے اختیار سے غلام کیطرح سجدہ کرنیوالے ہیں

---

[1] گفت۔ باغ والے نے کہا کہ لاٹھی بھی خدا کی ہے میں بھی خدا کا بندہ ہوں تیری کمر اور پہلو بھی خدا کا ہے میں تجھے اللہ کے حکم سے مار رہا ہوں تو اس میں کیا بُرائی ہے۔ گفت۔ اس پر وہ جبری چور توبہ کرنے لگا اور بندے کے اختیار کا قائل ہو گیا۔ اختیارت۔ قدریہ کے عقیدہ کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ بندہ کا اختیار بھی اختیارِ خداوندی کا عطا کردہ ہے۔ بندہ کا اختیار ظاہر ہے اور حضرت حق تعالیٰ کا اختیار پوشیدہ ہے۔

[2] امر شد۔ جبریہ کے عقیدے کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ تمام احکام اور نواہی کا مدار اختیار پر ہے جو بندہ کو حاصل ہے اس لیے امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: لَا جَبْرَ وَلَا قَدْرَ وَلٰکِنْ اَمْرُھَا بَیْنَ اَمْرَیْنِ "یعنی نہ تو انسان مجبور ہے نہ مختار محض، بلکہ معاملہ بین بین ہے۔ حاکمی۔ بے اختیار پر تو ہر مخلوق حکمرانی کرتی ہے لہٰذا اللہ کی صفتِ خاصہ نہیں ہے۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے کہ وہ مختار بغیر کسی آلہ کی کمند بنا دیتا ہے اور اُس کو پھانس دیتا ہے۔

[3] اختیارش۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاصہ ہے کہ وہ انسان کو خود اس کے اختیار سے بغیر کسی آلہ کے شکار کر لیتا ہے۔ درودگر۔ بڑھئی۔ خوبے۔ یعنی کسی حسین کی تصویر۔ بنّاء۔ معمار۔ نادرا۔ اگر غیر مختار بندوں پر اللہ کی حکومت ہو تو اس میں کوئی ندرت نہیں ہے ندرت تو یہی ہے کہ بندہ مختار ہوتے ہوئے اُس کے اختیار کا غلام ہے۔

قدرتِ[1] تو بر جمادات از نَبرد — کے جمادی را از آنہا نفی کرد

خصومت کی وجہ سے بے جان چیزوں پر تیری قدرت — اُن کے بے جان ہونے کی کب نفی کرتی ہے؟

قُدرتش بر اختیارات آنچناں — نفی نکُند اختیارے را ازاں

اُس (اللہ تعالیٰ) کی قدرت اختیارات پر اسی طرح — اُس سے اختیار کی نفی نہیں کرتی ہے

خواستش میگوئی بروجہِ کمال — کہ نباشد نسبتِ جبر و ضلال

اُس (اللہ تعالیٰ) کے ارادہ کا اہلِ کمال کے طریقہ پر قائل بن — تاکہ (اللہ تعالیٰ کی جانب) جبر اور گمراہی کی نسبت نہ ہو

چونکہ گفتی کفرِ من خواہِ ویست — خواہِ خود را نیز ہم میدانکہ ہست

جب تو نے یہ کہا کہ میرا کفر اُس کی منشا ہے — تو اپنی منشا کو بھی سمجھ لے کہ وہ ہے

زانکہ[2] بیخواہِ تو خود کفرِ تو نیست — کفر بیخواہش تناقض گفتنی ست

کیونکہ تیری منشا کے بغیر خود تیرا کفر ہی نہیں ہے — "بغیر منشا کے کفر کرنا" متضاد بات کہنا ہے

امر عاجز را قبیح ست و ذمیم — خشم بد تر خاصہ از ربِ رحیم

عاجز کو حکم دینا بُرا اور ناپسند ہے — غصہ کرنا زیادہ بُرا ہے خصوصاً رحیم پروردگار کی جانب سے

گاو گر یوغے نگیرد میزنند — ہیچ گاوے کو نپرّد شُد زنند

بیل اگر جُوا نہیں لیتا ہے مارتے ہیں — بیل نہ اُڑے تو وہ عاجز ہے

گاوٗ چوں معذور نبود در فضُول — صاحبِ گاو از چہ معذورست و دُول

بیکار (معاملہ) میں جب بیل معذور نہ ہوا — (تو) بیل والا کس وجہ سے معذور اور احمق ہے؟

چوں[3] نہ رنجور سر را بر مبند — اختیارت ہست بر سبلت مخند

جبکہ تو بیمار نہیں ہے سر کو نہ کس — تجھے اختیار ہے مذاق نہ اُڑا

جہد کُن جامِ حق یابی نوی — بیخود و بے اختیار آنگہ شوی

کوشش کر تاکہ خدائی جام سے تو تازگی حاصل کر لے — پھر تو بے خود اور بے اختیار ہو جائے گا

آنگہ آں مے رابوُد کُل اختیار — تو شوی معذورِ مطلق مست وار

تب اُس شراب کو پورا اختیار ہو گا — تو مدہوش کی طرح بالکل معذور ہو جائے گا

---

1. قدرت۔ جو چیز ماہیت کے لوازم میں سے ہے وہ ماہیت سے جدا نہیں ہوتی ہے۔ جماد کا بے اختیار ہونا اس کی ماہیت کے لیے لازم ہے اسی طرح انسان کا با اختیار ہونا اس کی ماہیت کے لیے لازم ہے انسان کی جمادات پر قدرت جمادات کے بے اختیار ہونے کو سلب نہیں کرتی ہے اسی طرح اللہ کا اختیار اور قدرت انسان کے اختیار کو فنا نہیں کرتا ہے۔ خواستش۔ انسانی افعال میں انسان کی مشیت اور ارادہ کو بھی دخل ہے جو مشیتِ خداوندی کے تابع ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ "اور تم نہیں چاہتے مگر وہ جو اللہ چاہے" اگر تم ایسا نہ ہو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جبر اور گمراہ کرنے کی نسبت ہو جائے گی۔ چونکہ۔ جب جبری انسان یہ کہتا ہے کہ میرا کفر کرنا اللہ کی مشیت سے ہے تو کفر کرنے کا اس نے اقرار کیا اور کفر وہ ہے جو انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے کرے تو گویا اس جبری نے اپنے اختیار کا اقرار کرلیا۔
2. زانکہ۔ اپنے ارادہ سے اللہ کا انکار کرنا کفر ہے بلا اختیار کے انکار کرنا کفر نہیں ہے تو انسان اپنے کفر کا اقرار کرے اور پھر اپنا اختیار نہ مانے یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ امر۔ عاجز کو حکم دینا بری بات ہے خدا اس سے منزہ ہے۔ گاوٗ۔ بیل کو جوا کھینچنے کا اختیار حاصل ہے جُوا نہ کھینچنے پر پٹتا ہے، نہ اُڑنے پر اُس کو کوئی نہیں مارتا ہے۔ گاوٗ۔ لغو کام میں جب بیل کو معذور نہیں سمجھا جاتا ہے تو اُس کے مالک کو کیسے معذور سمجھا جا سکتا ہے۔
3. چوں نہ۔ جبری معذور ہے وہ غلط طریقہ پر عذر کرتا ہے۔ جہد کن۔ ہاں انسان جب مجاہدوں کے ذریعہ فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے تو پھر بے شک وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔ مے۔ جب وہ وحدت کی شراب پی کر مست ہو جاتا ہے تو معذور سمجھا جاتا ہے۔

ہر چہ گوئی گفتۂ مے باشد آں ہر چہ روبی رُفتۂ وے باشد آں

تو جو کچھ کہے گا وہ شراب کا کہا ہوا ہو گا تو جو کچھ جھاڑے گا اُس کا جھاڑا ہوا ہو گا

کے[1] کند آں مست جُز عدل و صواب کہ ز جامِ حق کشید ست اُو شراب

وہ مست، انصاف اور صواب کے علاوہ کب کچھ کرتا ہے؟ کیونکہ اُس نے خدائی جام سے شراب پی لی ہے

جادواں فرعون را گفتند بیست مست را پروائے دست و پائے نیست

جادوگروں نے فرعون سے کہہ دیا، ٹھہر جا مست کو، ہاتھ اور پاؤں کی پروا نہیں ہے

دست وپائے مائے آں واجدست دستِ ظاہر سایہ است و کاسِد ست

ہمارے ہاتھ اور پاؤں اُس خدا کی شراب (محبت) ہے ظاہری ہاتھ سایہ ہے اور کھوٹا ہے

چوں بسر پُرشد ز جامِ اُو مُدام خانۂ دل را فرو گیرد تمام

جب اُس کے جام کی شراب سر میں بھر جاتی ہے دل کے گھر کو پوری طرح گھیر لیتی ہے

معنیٔ[2] ماشاء اللہ کان یعنی خواست، خواستِ اُو ست و رضا

جو اللہ (تعالیٰ) نے چاہا ہوا کے معنی یعنی مشیت، اُس ہی کی مشیت ہے اور رضامندی،

رضائے اُو و از خشم وردِ دیگراں دل تنگ نباشید کان

اُسی کی رضامندی ہے تم دوسروں کے غصہ اور رد سے رنجیدہ نہ ہو (لفظ) کان

اگرچہ لفظِ ماضی ست لیکن در فعلِ خدا ماضی و مستقبل

اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن اللہ کے فعل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا ہے

نباشد کہ لَيْسَ عِنْدَ رَبِّنَا صَبَاحٌ وَّلَا مَسَاءٌ

کیونکہ ہمارے پروردگار کے یہاں صبح اور شام نہیں ہوتی ہے

قولِ[3] بندہ ایش شاء اللہ کاں بہرِ آں نبُود کہ منبل شو دراں

بندہ کا یہ کہنا، جو خدا نے چاہا وہ ہوا اس لیے نہیں ہے کہ تو اُس میں کاہل بنے

بلکہ تحریض ست بر اخلاص و جِدّ کاندراں خدمت فزوں شو مستعِدّ

بلکہ اخلاص اور کوشش پر برانگیختہ کرتا ہے کہ تو اُس دربار میں زیادہ مستعد بنے

گر بگویند آنچہ میخواہی توراد کار کارِ تُست بر حسب مُراد

اگر وہ کہہ دیں، اے جوانمرد! تو جو چاہے کام، تیرا ہی کام ہے منشا کے مطابق

---

[1] کے کند۔ لیکن شرابِ معرفت کا مست غلط کام نہیں کرتا ہے۔ جادواں۔ فرعون کے جادوگر شرابِ معرفت کے مست ہو گئے تھے اور کہنے لگے تھے کہ ہمیں ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ دست۔ جادوگروں نے کہہ دیا تھا کہ ہمارے اصل ہاتھ پاؤں شرابِ معرفت ہے یہ جسمانی ہاتھ پاؤں بے حقیقت ہیں۔ چوں۔ جب شرابِ معرفت دماغ کو چڑھتی ہے تو دل میں اُتر جاتی ہے۔

[2] معنی۔ "جو اللہ نے چاہا ہوا" کے معنی یہ ہیں کہ اصل، مشیتِ خداوندی اور رضا دراصل رضائے خداوندی ہے دوسروں کی ناراضی سے انسان کو رنجیدہ نہ ہونا چاہیے۔ کان۔ ہوا یہ ماضی کا صیغہ ہے جس میں گذرا ہوا زمانہ پایا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے یہ لفظ بولا جائے تو اس میں پھر ماضی مضارع کی بحث نہیں ہے اس لیے کہ اللہ کی نسبت سے نہ کوئی زمانہ گذرا ہوا ہے نہ آنے والا ہے۔

[3] قولِ بندہ۔ پہلے یہ بتایا تھا کہ بندہ کے فعل میں اُس کی مشیت کا دخل ہے بظاہر ماشاء اللہ کان "جو اللہ نے چاہا ہوا" اس کے مخالف ہوتا ہے لہٰذا مولانا اس کے معنی سمجھاتے ہیں۔ ایش۔ ای شی جو چیز۔ منبل۔ کاہل۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ خدمت۔ یعنی بارگاہِ خداوندی۔ گر بگویند۔ اگر انسان سے یہ کہہ دیا جاتا کہ ہر کام تیری منشا کے مطابق ہو جائے گا تو اُس وقت انسان خدا کی اطاعت اور بندگی میں سستی کرتا ہے۔

آنگہاں تنبل کُنی جائز بُوَد
اُس وقت تو کاہلی برتے، جائز ہو گا
چوں بگویند ایش شاء اللہ کان
جب وہ کہیں، جو اللہ نے چاہا ہوا
پس[1] چرا صد مردہ اندر وردِ او
تو پھر کیوں سو انسانوں کی برابر اُس کے گھاٹ میں
گر بگویند آنچہ می خواہد وزیر
اگر کہہ دیں کہ وزیر جو چاہے
گردِ او گرداں شوی صد مردہ زُود
تو سو انسانوں کی طاقت سے اس کے گرد چکر کاٹے گا
یا گریزی از وزیر و قصرِ او
یا تو وزیر اور اُس کے محل سے بھاگے گا
باژگونہ[2] زیں سخن کاہل شُدی۔
تو اس بات سے، اُلٹا کاہل بنا
امر امرِ آں فلاں خواجہ است ہیں
خبردار! حکم فلاں خواجہ کا ہے
گردِ خواجہ گرد چوں امر آنِ اُوست
خواجہ کے گرد چکر کاٹ جبکہ حکم اُس کی ملکیت ہے
ہرچہ او خواہد ہُماں یابی - یقیں
جو وہ چاہے گا وہ یقیناً تو حاصل کر لے گا
نے[3] چو حاکم اُوست گردِ او مگرد
نہ کہ چونکہ وہ حاکم ہے اُس کے گرد چکر نہ کاٹ
چونکہ حاکم اُوست را گیر و بس
چونکہ حاکم وہی ہے اُس کو پکڑ اور بس
حق بُود تاویل کاں گرمت کُند
وہ تاویل صحیح ہے، جو تجھے سرگرم کر دے

کانچہ خواہی وانچہ گوئی آں شود
کیونکہ جو تو چاہے گا اور جو تو کہے گا، وہ ہو گا
حکم حکمِ اُوست مطلق جاوداں
ہمیشہ اور مطلقاً اُسی کا حکم، حکم ہے
بر نگردی بندگانہ گردِ او
غلاموں کی طرح اُس کے گرد چکر نہ کاٹے گا
خواست آنِ اُوست اندر دار و گیر
پکڑ دھکڑ میں وہ منشا کا مالک ہے
تابریزد بر سرت احسان و جُود
تاکہ وہ تیرے سر پر احسان اور سخاوت بہا دے
ایں نباشد جُستجوی و نصرِ او
یہ اُس کی مدد اور جستجو نہ ہو گی
منعکس ادراک و خاطر آمدی
تو اُلٹی سمجھ اور رائے والا ثابت ہوا
چیست یعنی با جز او کمتر نشیں
کیا ہے؟ یعنی اُس کے سوا کے ساتھ نہ بیٹھ
کو کُشد دشمن، رہاند جانِ دُوست
کیونکہ وہ دشمن کو مارے گا، دوست کی جان چھڑا دے گا
یاوہ کم رو خدمتِ او برگزیں
بیہودہ روی نہ کر، اُس کا دربار منتخب کر لے
تاشوی نامہ سیاہ وروی زرد
تاکہ تو سیاہ اعمالنامہ والا، زرد چہرے والا بنے
غیرِ او را نیست حکم و دسترس
اُس کے غیر کے لیے حکم اور قدرت نہیں ہے
پُر اُمید و چُست و باشرمت کُند
تجھے پُر امید اور چست اور باحیا بنا دے

[1] پس۔ جب یہ کہا گیا کہ جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے تو انسان اُس کے دربار کے چکر کاٹتا ہے۔ وِرد۔ گھاٹ۔ گر بگویند۔ اگر شاہی یہ اعلان ہو جائے کہ ہر معاملہ میں وزیر خود مختار ہے تو تمام انسان اُس کے گھر کا چکر کاٹیں گے اُس کے محل سے گریز کرنا اُس کی مدد کی طلب نہ ہو گی۔

[2] باژگونہ۔ جبری نے اُس کا اُلٹا مطلب سمجھا اور عبادت میں سست پڑ گیا۔ امر امرِ آں۔ اگر یہ اعلان ہو کہ فلاں سردار کا حکم چلے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اُس کی صحبت اختیار کر، اس کا چکر کاٹ کہ وہ تجھے دشمن سے بچا لے گا جو وہ چاہے گا تجھے ملے گا۔

[3] نے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چونکہ وہ حاکم ہے لہٰذا اس کے قریب نہ جا۔ حق بُود۔ قرآن و حدیث کے وہ معنی معتبر ہیں جو بندہ کو سرگرمِ عمل بنائیں اگر وہ معنی سست اور کاہل بناتے ہیں تو وہ تحریف ہے۔

ور کُند سُستت حقیقت ایں بداں ہست تبدیل و نہ تاویلست آں
اور اگر تجھے سست بنائے، یہ حقیقت سمجھ لے وہ تحریف ہے تاویل نہیں ہے

ایں[1] برائے گرم کردن آمدست تا بگیرد نا امیداں را دست
یہ سرگرم کرنے کے لیے آیا ہے تاکہ وہ مایوسوں کی دستگیری کرے

معنیِ قرآں ز قرآں پُرس و بس وز کسے کآتش زدست اندر ہوس
قرآن کے معانی قرآن سے دریافت کر اور بس اور اُس شخص سے جس نے ہوس کو پھونک دیا ہے

پیشِ قرآں گشت قربانے و پست تا کہ عینِ روحِ اُو قرآں شدہ است
جو قرآن کے سامنے قربان اور فرمانبردار بن گیا ہو حتیٰ کہ اُس کی روح بعینہٖ قرآن بن گئی ہو

روغنے کو شد فدائے گُل بکُل خواہ روغن بُوئے کُن خواہی تو گُل
جو تیل، پھول پر بالکل فدا ہو گیا ہے (اب) تو خواہ تیل کو سُونگھ لے یا پھول کو

گر نمیدانی بجو تاویلِ آں تا بتابد بردلت آں را عیاں
اگر تو نہیں سمجھتا ہے تو اس کا مصداق تلاش کر لے تاکہ تیرے دل پر اُس کا ظاہر چمک اُٹھے

وہمچنیں[2] قَدْ جَفَّ الْقَلَمُ وَ کَتَبَ اَن لَا یَسْتَوِی الطَّاعَۃُ وَالْمَعْصِیَۃُ
اور اسی طرح اس کی تاویل ہے، کہ قلمِ (تقدیر) خشک ہو چکا ہے اور اُس نے لکھ دیا ہے کہ
وَلَا یَسْتَوِی الْاَمَانَۃُ وَالسَّرِقَۃُ جَفَّ الْقَلَمُ اَنْ لَّا یَسْتَوِی الشُّکْرُ
اطاعت اور فرمانبرداری برابر نہیں ہے اور نہ امانت اور چوری یکساں ہے، قلم خشک ہو گیا ہے کہ شکر
وَالْکُفْرَانُ جَفَّ الْقَلَمُ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ
اور کفر برابر نہیں ہے، قلم خشک ہو گیا ہے، بے شک اللہ نیکیوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے

ہمچنیں تاویلِ قد جفّ القلم بہرِ تحریض ست بر شغلِ اہم
اسی طرح بے شک قلم خشک ہو گیا ہے کی تاویل اہم کام کی مشغولیت پر برانگیختہ کرنے کے لیے ہے

پس[3] قلم بنوشت کہ ہر کار را لائقِ آں ہست تاثیر و جزا
قلم نے لکھ دیا، کہ ہر کام کی تاثیر اور جزا اُس کے مناسب ہے

کژ روی جفّ القلم کژ آیدت راستی آری سعادت زایدت
تو ٹیڑھا چلے گا تجھ میں کجی آئیگی (لکھ کر) قلم خشک ہو گیا تو سیدھا پن اختیار کریگا تیرے لیے نیک بختی پیدا ہو گی

---

[1] ایں۔ یعنی ماشاءاللہ کان ہر گرم عمل کرنے کے لیے ہے۔ معنیِ قرآن۔ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے تو آیت کی تفسیر دوسری آیت کی روشنی میں ہونی چاہیے یا اُس عالم سے کرالے جائے جس نے ہوا و ہوس کو جلا ڈالا ہو۔ پیشِ قرآں۔ وہ عالم قرآن پر قربان ہو گیا ہو اور اُس کی روح مجسم قرآن بن گئی ہو۔ روغنے۔ اب اُس عالم اور قرآن میں وہی نسبت ہو گی جو پھول کے روغن اور پھول میں ہے کہ دونوں کو سونگھنا یکساں ہے۔ گر نمیدانی۔ اگر سرگرم عمل کرنے والے معنی تجھ پر ظاہر نہیں ہوئے ہیں تو ان کی تلاش کر۔

[2] وہمچنیں۔ یہ حدیث شریف ہے اور حدیث میں ہے جفّ القلمُ بما ھُوَ کائنٌ "قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے ہر اُس چیز کو جو ہونے والی ہے" اس پر صحابہؓ نے سوال کیا پھر عمل کس بات کے لیے آنحضورؐ نے فرمایا ہر انسان کو اس چیز کی سہولت دے دی گئی ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے اگر وہ سعادت اور جنت کیلیے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے سعادت اور جنت کے اعمال سرزد ہوں گے اور اگر وہ شقاوت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو اس سے شقاوت اور جہنم کے اعمال سرزد ہوں گے۔
خلاصہ یہ ہے کہ قلم نے سعید کی سعادت اور شقی کی شقاوت لکھ دی ہے اس طریقہ پر کہ یہ اعمال سعادت کے اعمال ہیں اور یہ اعمال شقاوت کے اعمال ہیں۔

[3] پس۔ قلم کے لکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر کام کی تاثیر اس کی مناسبت سے تحریر کر دی ہے۔ کژ روی۔ قلم نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر تو کجی اختیار کرے گا تو نتیجہ کجی ہو گا اور سچائی اختیار کرے گا تو اس سے سعادت پیدا ہو گی۔ قلم نے لکھ دیا ہے ظلم کا نتیجہ بدبختی ہے، عدل کا نتیجہ راحت ہے، چوری کا نتیجہ ہاتھ کٹنا ہے، شراب پینے کا اثر مستی ہے۔

ظلم آری، مدبری جفّ القلم
تو ظلم کرے گا تو بدبخت ہے، (لکھ کر) قلم خشک ہو گیا ہے

عدل آری، برخوری جفّ القلم
تو انصاف کرے گا پھل کھائیگا، قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے

چوں بد زدد دست شد جفّ القلم
جب چوری کرے گا ہاتھ کٹا، قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے

خوردہ بادہ مست شُد جفّ القلم
شراب پی کر مست ہو گیا، قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے

تو[1] روا داری روا باشد کہ حق
تو جائز سمجھتا ہے مناسب ہو گا کہ (اللہ تعالیٰ)

ہمچو معزول آید از حکمِ سبق
ازلی حکم کی وجہ سے معزول کی طرح ہو جائے

کہ زدستِ من بروں رفت ست کار
کہ معاملہ میرے قابو سے باہر ہو گیا

پیشِ من چندیں میا چندیں مزار
میرے سامنے اتنا نہ آ، اتنی عاجزی نہ کر

بلکہ[2] معنی آں بُود جفّ القلم
بلکہ معنی یہ ہیں کہ قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے

نیست یکساں پیشِ من عدل و ستم
میرے سامنے انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں

فرق بنہادم میانِ خیر و شر
میں نے خیر و شر میں فرق رکھا ہے

فرق بنہادم ز بد ہم از بتر
میں نے بُرے اور بدتر میں فرق رکھا ہے

ذرّہ گر در تو افزاید ادب
اگر تجھ میں ادب کی ایک ذرہ بڑھوتری

باشد از یارت بداند فضلِ رب
ہو، دوست سے خدا کا فضل جانتا ہے

قدرِ آں ذرّہ تُرا افزوں دہد
اُس ذرّے کی بقدر تجھے زیادہ دے گا

ذرّہ چوں کوہے قدم بیروں نہد
(وہ) ذرّہ پہاڑ کی طرح رُونما ہو گا

پادشاہے[3] کہ بہ پیشِ تختِ اُو
وہ بادشاہ کہ اُس کے تخت کے رُو بہ رُو

فرق نبُود از امین و ظلم جُو
امانت دار اور ظالم میں فرق نہ ہو

آنکہ می لرزد زبیمِ ردِّ اُو
وہ شخص جو اُس کے جواب سے لرز رہا ہو

وانکہ طعنہ می زند برجدِّ اُو
اور وہ شخص جو اُس کی بڑائی پر طعنہ زن ہو

فرق نبُود ہر دو یک باشد برش
وہ دونوں میں فرق نہ کرے اسکے نزدیک دونوں یکساں ہیں

شاہ نبود خاکِ تیرہ برسرش
وہ بادشاہ نہ ہو گا اُس کے سر پر کالی مٹی ہو

ذرّہ گر جہدِ تو افزوں شود
اگر تیری کوشش میں ایک ذرہ بڑھے

در ترازوئے خدا موزوں شود
وہ خدا کی ترازو میں تولا جائے گا

پیشِ ایں شاہاں ہما رہ جانکنی
ان بادشاہوں کے سامنے تو ہمیشہ مصیبت بھرتا ہے

بیخبر ایشاں زغدر و روشنی
وہ غداری اور نورِ (قلب) سے غافل ہیں

1. تو روا داری۔ اگر جف القلم کے یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ ازل میں لکھ دیا ہے اور اب اس کی قدرت کے تحت کچھ نہیں ہے تو گویا اب خدا، خدائی سے معزول ہو گیا ہے۔ کہ ز دست۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اے بندے اب تو میرے پاس نہ آ اب کام میرے قابو سے باہر ہے۔

2. بلکہ۔ جف القلم کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہے۔ فرق۔ اور یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے خیر اور شر میں بد اور بدتر میں فرق کر دیا ہے۔ ذرہ۔ اگر تجھ میں تیرے دوست کے اعتبار سے ایک ذرہ بھی نیکی زیادہ ہے تو اس کو خدا جانتا ہے اور وہ اس ذرے کا بدلہ دے گا جو پہاڑ جیسا ہو گا۔

3. بادشاہے۔ جس بادشاہ کے دربار میں امین اور ظالم میں فرق نہ ہو یا وہ شخص جو اس کے خوف سے لرزتا ہے اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زنی کرتا ہے اس کے دربار میں یکساں ہوں تو ایسے بادشاہ کے سر پر خاک۔ ذرہ۔ حقیقی خدا تو وہی ہے جس کی ترازو میں ایک ایک ذرہ تولا جائے۔ پیش۔ یہ تو دنیاوی بادشاہوں کا طور طریقہ ہے کہ تو تمام عمر اطاعت کرتا ہے اور ایک چغلخور تیری ساری بھلائی برباد کر دیتا ہے۔

گفتِ غمازے کہ بَد گوید تُرا　ضائع آرد خدمت را سالہا

اس چغلخور کی بات جو تجھے بُرا کہتا ہے　وہ تیری سالوں کی خدمت کو ضائع کرا دیتا ہے

پیشِ[1] شاہے کو سمیع ست و بصیر　گفتِ غمازاں نباشد جائے گیر

اُس بادشاہ کے سامنے جو کہ سمیع و بصیر ہے　چغلخوروں کی بات نہیں ٹھہرتی ہے

جُملہ غمازاں از و آئیس شوند　سُوئے ما آیند و افزایند بند

سب چغلخور اُس سے مایوس ہو جاتے ہیں　ہمارے پاس آتے ہیں اور رکاوٹ میں اضافہ کرتے ہیں

بس جفا گویند شہ را پیشِ ما　کہ برو جفّ القلم کم کُن وفا

اللہ (تعالیٰ) کا ہم سے بہت ظلم بیان کرتے ہیں　کہ جا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے وفاداری نہ کر

معنیِ[2] جفّ القلم کے آں بُود　کہ جفاہا باوفا یکساں بُود

قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کہ یہ معنی کب ہو سکتے ہیں؟　کہ ظلم وفاداری کے برابر ہوتا ہے

بل جفا را ہم جفا جفّ القلم　واں وفا را ہم وفا جفّ القلم

بلکہ ظلم کے لیے (بدلہ) ظلم ہی قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا　اور وفا کے لیے (بدلہ) وفا ہے قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا

عفو باشد لیک کُو فرِ اُمید　کہ بُود بندہ ز تقویٰ رُو سپید

معافی ہو گی، لیکن اُمید کی وہ شان و شوکت کہاں؟　کہ بندہ پرہیز گاری کی وجہ سے سُرخرو ہو

دُزد را گر عفو باشد جاں بَرَد　کے وزیر و خازنِ مخزن شَوَد

چور کو اگر معاف کیا جاتا ہے تو جان بچا لیتا ہے　وزیر اور خزانہ کا خزانچی کب بنتا ہے؟

اے[3] امین الدین ربانی بیا　کز امانت رُست ہر تاج و لِوا

اے امین الدین، اللہ والے! آ جا　کیونکہ امانت کی وجہ سے تاج اور جھنڈا رونما ہوا ہے

پُورِ سُلطاں گر برو خائن شود　آں سرش از تن بداں بائن شود

شہزادہ، اگر بادشاہ کا خائن بن جائے　اُس کی وجہ سے اُس کا سر، تن سے جدا ہو جائے

ور غُلامے ہندوے آرد وفا　دولت اُو را میزند طالَ بقا

اگر ہندوستانی غلام وفا برتے　نصیبہ اس کے لیے زندہ باد کا اعلان کر دے

چہ غلام ار بَردرے سگ باوفا ست　دردلِ سالار اُو را صد رضاست

غلام کیا، اگر دروازے پر کتا وفادار ہے　آقا کے دل میں اُسکی جانب سے سیکڑوں رضامندیاں ہیں

---

[1] پیشِ شاہے۔ دانا و بینا خدا کے دربار میں یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی چغلخور چغلخوری کر سکے، وہاں سے چغلخور شیطان وغیرہ مایوس ہو کر ہمارے پاس آ کر ہمیں بہکاتے اور شاہ کا ظلم بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے سب کچھ پہلے ہی لکھ دیا ہے اب اُس کے ساتھ وفاداری کیوں کرتے ہو۔

[2] معنی۔ یہ چغلخور شیطان کا جواب ہے کہ جف القلم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جفا اور وفا یکساں ہے وفاداری سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جفا کا بدلہ جفا ہے اور وفا کا بدلہ وفا ہے۔ عفو باشد۔ شبہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو بھی معاف کر دے گا تو پھر اطاعت اور نافرمانی یکساں ہو گئی مولانا نے جواب دیا ہے کہ معافی تو ہو جائے گی لیکن وہ انعامات حاصل نہ ہوں گے جو نیکوکاروں کو ملیں گے۔ دزد۔ چور کی معافی کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کی جان بچ گئی لیکن اس کو وزیر اور خزانچی کا رتبہ تو حاصل نہیں ہوتا۔

[3] اے امین الدین۔ یعنی شیخ حسام الدین یا ہر وہ مجتہد جو شریعت کا امین ہے یا مولانا کے دور کا ایک وزیر۔ پور۔ اگر بادشاہ کا بیٹا بادشاہ کا خائن ہو تو وہ گردن زدنی ہے اور اگر معمولی غلام وفاداری کرتا ہے تو اسکا نصیبہ اسکو مبارکباد دیتا ہے غلام تو درکنار کتا بھی وفاداری کرتا ہے تو آقا کے دل میں اس کیلئے سیکڑوں خوشنودیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

زیں[1] چو سگ را بوسہ بر پوزش دہد
اس (وفا) کی وجہ سے جب کتے کی تھوڑی چومتا ہے

گر بُوَد شیرے چہ پیروزش کُند
اگر وہ شیر ہو تو اُس کو کس قدر کامیابی عنایت کرے گا؟

چہ مگر دُزدے کہ خدمتہا کُند
سوائے اُس چور کے جو خدمتیں کرے

صدقِ اُو بیخ جفا را بر کَند
اُس کی سچائی ظلم کی جڑ اُکھاڑ دے

چوں فضیلؒ رہزنے کو راست باخت
جیسا کہ ڈاکو (حضرت) فضیلؒ جنھوں نے سچائی کی بازی لگائی

زاں کہ دَہ مردہ بسُوئے تو بتاخت
کیونکہ دس انسانوں کی طاقت سے تیری جانب دوڑے

وانچناں[2] کہ ساحراں فرعون را
اور جس طرح کہ جادوگروں نے فرعون کا

رُوسیہ کردند از صبر و وفا
منہ کالا کر دیا صبر اور وفاداری سے

دست و پا دادند در جرم و قَوَد
قصور اور بدلے میں ہاتھ پاؤں دے دیے

آں بصد سالہ عبادت کے شَوَد
وہ سو سال کی عبادت سے کب ہوتا ہے؟

تو کہ پنجہ سال خدمت کردہَ
تو جس نے پچاس سال عبادت کی ہے

کے چنیں صدقے بدست آوردہَ
ایسی سچائی کب حاصل کی ہے؟

حکایتِ[3] آں درویش کہ در ہرات غلامانِ عَمیدِ خراسانی را آراستہ
اُس فقیر کی حکایت جس نے عمید خراسانی کے غلاموں کو ہرات میں دیکھا بنا ٹھنا، عربی گھوڑوں

دید براسپانِ تازی با قباہائے زَربفت و کلاہ ہائے مغرّق وغیرہ آں پُرسید
پر زربفت کی قبائیں پہنے ہوئے اور (کڑھائی) سے ڈھپی ہوئی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے

کہ اینہا کدام امیرانند وچہ شاہانند گفتند اُو را کہ اینہا امیراں نیستند
اس نے پوچھا یہ کونسے سردار ہیں؟ اور کیسے بادشاہ ہیں؟ لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ سردار نہیں ہیں،

اینہا غلامانِ عمیدِ خراسان اندرُو بآسمان کرد کہ اے خداوند! غلام
یہ عمید خراسانی کے غلام ہیں اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے اللہ تعالیٰ غلاموں

پروردن از عمید بیاموز آنجا مستوفی را عمید گویند
کو پرورش کرنا عمید سے سیکھ لے، وہاں وزیرِاعظم کو عمید کہتے ہیں۔

آں یکے گستاخ رُو اندر ہَرے
ایک منہ پھٹ نے ہرات میں

چوں بدیدے اُو غلامِ مہترے
جب اُس نے ایک سردار کے غلام کو دیکھا

---

1. زیں۔ وفاداری اگر کتا بھی کرتا ہے تو آقا اس کا منہ چومتا ہے اور اگر شیر وفاداری کرے تو پھر اس کی کامیابی کا کیا ٹھکانا ہے۔ چہ مگر۔ پہلے فرمایا تھا کہ چور کو معاف تو کر دیا جائے گا لیکن اس کو اونچے مقامات حاصل نہ ہوں گے اب اُس سے استثنا کرتے ہیں اس لیے کہ بعض ڈاکو لوگوں کو بڑے مقامات حاصل ہو گئے ہیں۔ چوں فضیل۔ حضرت فضیلؒ بن عیاض ڈاکو تھے پھر تائب ہوئے اور اولیاء اللہ میں اُن کا شمار ہوا۔

2. وانچناں۔ اسی طرح فرعون کے جادوگر توبہ کے بعد کامل بنے۔ رُدسیہ کردند۔ یعنی فرعون کو روسیاہ کیا۔ دست و پا۔ اللہ کی محبت میں ہاتھ پاؤں کٹوا دیے یہ مقام سو سالہ عبادت سے بھی بمشکل حاصل ہوتا ہے۔ تو کہ۔ عام انسان پچاس سال عبادت کرتا ہے لیکن اُن ساحروں کی سی سچائی اُس کو حاصل نہیں ہوتی ہے۔

3. حکایت۔ اس سے یہ بتایا ہے کہ جس طرح بادشاہوں کے سب غلام یکساں نہیں ہیں اسی طرح اللہ کے سب غلام یکساں نہیں۔ اخلاص کے اعتبار سے بہت فرق ہے۔ عمید کے غلام پورے مخلص تھے۔ عمید مستوفی۔ خراسان ایک ملک ہے جسکا پایہ تخت ایک زمانہ میں ہرات تھا۔ گستاخ۔ بے ادب، منہ پھٹ۔ ہرے۔ شہر ہرات۔

جامۂ اطلس کمر زریں[1] رواں — رُوئے کردے سُوئے قبلہ آسماں
اطلس کا لباس سونے کی پیٹی (پہنے ہوئے) جا رہا ہے — اس نے آسمان کی جانب منہ کیا

کاے خدا! زیں خواجۂ صاحب مِنَن — چوں نیاموزی تو بندہ داشتن
کہ اے خدا! اس احسانوں والے آقا سے — تو غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھ لیتا

بندہ پروردن بیاموز اے خدا — زیں رئیس و اختیار شہرِ ما
اے خدا! بندہ پروری سیکھ لے — ہمارے شہر کے اس رئیس اور برگزیدہ سے

بُود محتاج و برہنہ بینوا — در زمستاں لرز لرزاں از ہوا
وہ محتاج اور ننگا بے سروسامان تھا — جاڑے میں ہوا سے کانپ رہا تھا

اِنبساطے کرد آں از خود بَری — جُراَتے بنمود اُو از لمترے
اُس بے خود نے بے تکلفی برتی — اور پھکڑ پن سے اُس نے جرأت کی

اعتمادش[2] بر ہزاراں موہبت — کہ ندیمِ حق شُد اہلِ معرفت
ہزاروں بخششوں پر اُس کو بھروسہ (تھا) — کیونکہ معرفت والا اللہ (تعالیٰ) کا مصاحب ہوتا ہے

گر ندیمے شاہ گستاخی کند — تو مکُن چوں تو نداری آں سند
اگر بادشاہ کا مصاحب گستاخی کرے — تو نہ کرنا، کیونکہ تو وہ سہارا نہیں رکھتا ہے

حق میاں داد و میاں بہ از کمر — گر کسے تاجے دہد اُو داد سر
اللہ (تعالیٰ) نے کمر عطا کی اور کمر پیٹی سے بہتر ہے — اگر کوئی تاج دیتا ہے، تو اس نے سر دیا ہے

تا یکے[3] روزے کہ شاہ آں خواجہ را — متہم کردو بہ بستش دست و پا
یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے اُس سردار پر — تہمت لگا دی اور اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے

آں غلاماں را شکنجہ می نمود — کہ دفینۂ خواجہ بنمائید زُود
اُن غلاموں کو سزا دی — کہ آقا کا خزانہ جلد دکھاؤ

سِرِّ اُو با من بگوئید اے خساں — ورنہ بَرّم از شما حلق و لساں
اے کمینو! اُس کا راز مجھے بتا دو — ورنہ میں تمہارا حلق اور زبان کاٹ ڈالوں گا

مدتِ یک ماہ شاں تعذیب کرد — روز و شب اِشکنجۂ و اِفشار و درد
ایک مہینہ تک اُن کو ستایا — دن، رات شکنجہ اور دباؤ اور تکلیف تھی

پارہ پارہ کردشان و یک غلام — رازِ خواجہ وا نگفت از اہتمام
انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور ایک غلام نے (بھی) — ہمت کر کے، آقا کا راز نہ کھولا

1. کمرزریں۔ سونے کا پٹکا۔ خواجہ۔ یعنی عمید خراسانی۔ مِنن۔ احسانات۔ اختیار۔ یعنی مختار، برگزیدہ۔ بُود۔ یعنی وہ درویش اگرچہ اہل اللہ میں سے تھا لیکن اُس کی حالت نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ اللہ کے تقرب کے بھروسہ پر یہ کہہ گزرا۔ لمتر۔ قوی، مراد اُس درویش کی حالت ہے۔
2. اعتمادش۔ بعض مقربین بارگاہ خصوصی رحم وکرم کی بنیاد پر ایسی گستاخی کر بیٹھتے ہیں، عوام کے لیے اس طرح کی بات مناسب نہیں ہے۔ ندیم۔ مصاحب۔ حق۔ مولانا عمید کی عطا سے اللہ تعالیٰ کی عطا کی افضلیت بتاتے ہیں۔
3. تا یکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس درویش کو اس وقت جواب نہ دیا جب وہ عمید بادشاہ کا معتوب ہوا تو اتنے غیبی نے جواب دیا۔ آں غلاماں۔ عمید کے غلام عمید کے اس قدر وفادار ثابت ہوئے کہ سزائیں برداشت کیں لیکن عمید کا راز نہ کھولا۔

گفتش[1] اندر خواب ہاتف کہ کیا
غیبی آواز نے اُس سے خواب میں کہا کہ اے سردار!
بندہ بُودن ہم بیاموز و بیا
غلام بننا سیکھ لے اور آ جا

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں
اے یوسفوں کی پوستین پھاڑنے والے!
گر بدرد گُرگت آں از خویش داں
اگر تجھے بھیڑیا پھاڑے، تو وہ اپنے سبب سے سمجھ

زانکہ می بافی ہمہ سالہ بپوش
کیونکہ جو تو سارے سال بُنتا ہے، وہ پہن
زانکہ میکاری ہمہ سالہ بنوش
تو جو سارے سال بوتا ہے، وہ کھا

فعلِ تُست ایں غُصّہائے دمبدم
وہ ہر وقت کے رنج، تیرا کارنامہ ہے
ایں بُوَد معنیٔ قَدْ جَفَّ الْقَلَم
قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کے یہ معنی ہیں

کہ نگردد سُنّتِ ما از رَشَد
کیونکہ ہماری سنت بھلائی سے منحرف نہیں ہوتی ہے
نیک را نیکی بُوَد بد راست بد
نیک کے لیے نیکی ہوتی ہے، برے کے لیے برائی ہے

کارکُن[2] ہیں کہ سلیماں زندہ است
کام میں لگا رہ، کیوں کہ سلیمان زندہ ہے
تا تُو دیوی تیغِ اُو بُرندہ است
جب تک تو دیو ہے اس کی تلوار کاٹ کرنے والی ہے

چوں فرشتہ گشت از تیغ ایمن ست
جب فرشتہ بن گیا، تلوار سے محفوظ ہے
از سلیماں فارغ و از خوف رست
سلیمان سے فارغ اور ڈر سے نجات پا گیا ہے

از سُلیماں ہیچ اُو را خوف نیست
سلیمان سے اُسے کوئی ڈر نہیں ہے
دشمنے دیوست و از وے ایمنے ست
کیونکہ وہ دیو کا دشمن ہے اور اس سے (فرشتہ کو) امن حاصل ہے

حکمِ اُو بر دیو باشد نے مَلَک
(سزا کا) حکم دیو پر لگتا ہے، نہ کہ فرشتہ پر
رنج در خاکست نے فوقِ فلک
تکلیف زمین پر ہے، نہ کہ آسمان پر

ترک[3] کُن ایں جبر را کہ بس تہیست
اس جبر (کے عقیدے) کو چھوڑ کیونکہ خالی (ڈھول) ہے
تابدانی سِرّ سِرّ جبر چیست
تاکہ تُو سمجھ جائے کہ جبر کے راز کا راز کیا ہے؟

ترک کُن ایں جبر جمعِ منبلاں
کاہلوں کی جماعت کے جبر کو چھوڑ دے
تا خبر یابی ازاں جبرِ چو جاں
تاکہ تجھے اس جبر کا پتا لگ جائے جو جان جیسا ہے

ترکِ معشوقی کُن و کُن عاشقی
معشوقی چھوڑ اور عاشقی کر
اے گماں بُردہ کہ خوب و فائقی
اے وہ شخص جس نے گمان کرلیا کہ تو حسین اور بڑھا ہوا ہے

[1] گفتش۔اب اللہ کی جانب سے اس درویش کو جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ تو عمید سے غلام پروری کیا سیکھے گا تو عمید کے غلاموں سے بندگی سیکھ لے۔اے دریدہ۔انسان جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔زانکہ۔انسان کے جیسے اعمال ہوتے ہیں ویسے ہی نتائج سامنے آتے ہیں۔فعل تست۔قرآن پاک میں ہے۔ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ "یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہاری لائی ہوئی ہے"۔کہ نگردد۔سنتِ الٰہی میں تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا۔نیک۔قرآن پاک میں ہے۔ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔

[2] کارکن۔سلیمان سے مراد شاہ حقیقی ہے اور دیو سے مراد نفس لوامہ ہے۔چوں۔فرشتہ۔قرآن پاک میں ہے إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ جو اللہ کے دوست ہیں اُن پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔از سلیماں۔نیکوں کو عذاب سے امن حاصل ہے۔حکمِ او۔سزا کا حکم شیطان صفت کے لیے ہے۔رنج۔جب انسان ملکوتی بن جائے تو پھر راحت ہی راحت ہے۔

[3] ترک کن۔یہ جبر مذموم کا عقیدہ جو ترکِ اطاعت پیدا کرتا ہے اسکو چھوڑ کر فنا کا درجہ اختیار کر جب تجھے جبر محمود کا پتا چلیگا اور معلوم ہوگا تجھے اختیار خداوندی حاصل ہے اور تیرا ہر عمل اختیار خداوندی سے صادر ہوتا ہے۔منبلاں۔کاہل لوگ۔چو جان۔جبر محمود بڑی قیمتی چیز ہے۔ترک کن۔معشوقوں کا سا ناز چھوڑ کر عاشقوں کا سا نیاز پیدا کر۔

اے[1] کہ در معنی زشب خامُش تری — گفت خود را چند جُوئی مشتری
اے وہ کہ معانی میں رات سے بھی زیادہ خاموش ہے — اپنی گفتگو کا خریدار کب تک تلاش کرے گا؟

سر بجُنبانند پیشت بہرِ تُو — رفت در سودائے ایشاں دہرِ تُو
تیرے سامنے تیری خاطر سے وہ جھومتے ہیں — اُن کے شوق میں تیری عمر برباد ہو گئی

تو مرا گوئی حسد اندر مپیچ — چہ حسد آرد کسے برفوتِ ہیچ
تو مجھ سے یہ کہتا ہے، کہ حسد کرنے میں نہ لگ — ناچیز کے فوت ہو جانے پر کوئی کیا حسد کرے؟

ہست تعلیمِ خساں اے بارسوخ — ہمچو نقشِ خُوب کردن بر کلوخ
اے بارسوخ! کمینوں کو تعلیم دینا — ڈھیلے پر اچھے نقش بنانا ہے

خویش را تعلیم کُن عشق و نظر — کاں بُود کالنقش فی جرم الحجر
اپنے آپ کو عشق اور نظر کی تعلیم دے — کیونکہ وہ پتھر کی لکیر کی طرح ہے

نفسِ تو باتُست شاکر در وفا — غیر، فانی شُد کجا جوئی کجا
تیرا نفس وفاداری میں تیرا شکر گذار ہے — غیر، فنا ہو گیا کہاں ڈھونڈتا ہے کہاں؟

تاکُنی[2] مر غیر را حبر و سنی — خویش را بد خُو و خالی میکُنی
جب تک تو دوسرے کو بڑا عالم اور اونچا بناتا رہے گا — اپنے آپ کو بدعادت اور خالی کرتا رہے گا

متصل چوں شُد دلت باآں عدن — ہیں بگو مہراس از خالی شدن
جب تیرا دل عدن سے وابستہ ہو گیا — ہاں کہتا رہ، خالی ہونے سے ہراساں نہ ہو

امرِ قُل زیں آمدش کاے راستیں — کم نخواہد شد بگو دریاست ایں
قُل کا حکم اُن کو اسی لیے آیا کہ اے راست رو! — کہیے، کم نہ ہوگا، یہ دریا ہے

اَنْصِتُوْا[3] یعنی کہ آبت را بلاغ — ہیں تلف کم کُن کہ لب خشک ست باغ
"تم خاموشی سے سنو" یعنی کہ اپنے پانی کو لغو باتوں سے — خبردار! تباہ نہ کر، کیونکہ باغ پیاسا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے پدر — ایں سخن را ترک کُن پایاں نگر
اے باوا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اس بات کو، چھوڑ، انجام پر نظر کر

[1] اے کہ۔ تو اپنی لچھے دار تقریروں پر نازاں ہے جو معانی سے بالکل خالی ہیں اور تو اپنی ان تقریروں سے خریدار ڈھونڈتا ہے۔ سر بجنبانند۔ یہ تیری تقریریں سننے والے محض تیرے لحاظ میں جھوم رہے ہیں اور تو اُن کے عشق میں عمر برباد کر رہا ہے۔ تو مرا۔ جب میں تجھے ان لچھے دار تقریروں سے روکتا ہوں تو تو مجھ پر حسد کا الزام لگاتا ہے حالانکہ ان لچھے دار تقریروں کے حاصل نہ ہونے پر کوئی کیا حسد کرے گا۔ یہ خود بیکار ہیں۔ ہست۔ عوام میں تقریریں کر کے واہ واہ کرانا مٹی کے ڈھیلے پر باریک نقش و نگار کرنا ہے جو قائم نہیں رہ سکتا۔ خویش۔ اپنی اصلاح کر اور اپنے آپ کو عشق کی تعلیم دے یہ باقی رہنے والی چیز ہے۔

[2] تاکُنی۔ دوسروں کو وعظ و تلقین سے اپنی اصلاح بہتر ہے۔ حبر۔ بڑا عالم۔ سنی۔ بلند۔ متصل۔ یہ شبہ ہوا کہ بہت سے حقیقی بزرگ مریدوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں تو اس سے کیوں روکا جا رہا ہے مولانا نے فرمایا کہ جو بزرگ ایسے ہیں کہ ان کا اتصال دریائے وحدت سے ہو گیا ہے وہ تعلیم دیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ عدن۔ دال کے سکون سے اقامت اسی سے جنات عدن ہے یعنی اقامت کی جنتیں اور دال کے زبر سے شہر کا نام ہے جہاں سے عقیق آتا ہے یہاں مراد دریائے وحدت ہے۔ امر قُل۔ قرآن پاک میں ہے قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي "آپ کہہ دیجیے کہ خدا کے کلمات کے لیے اگر سمندر روشنائی بنیں تو وہ اس سے پہلے ختم ہو جائے گی کہ خدا کے کلمات ختم ہوں"۔

[3] انصتوا۔ قرآن پاک میں ہے وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا "اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان دھرو اور خاموش رہو"۔ لاغ۔ بیہودہ گفتگو۔ ایں سخن۔ یعنی لچھے دار تقریروں کی برائی۔ پایاں۔ یعنی اپنے انجام کی فکر کر۔

غیرتم[1] آید کہ پیشت بیستند　برتو می خندند و عاشق نیستند
مجھے شرم آتی ہے کہ تیرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں　تیری ہنسی اُڑاتے ہیں اور وہ عاشق نہیں ہیں

عاشقانت در پسِ پردہ کرم　بہرِ تو نعرہ زناں بیں دمبدم
تیرے عاشق کرم کے پسِ پردہ　(ان کو) تو لحہ بہ لحہ اپنے لیے نعرے لگاتے ہوئے دیکھ لے

عاشقِ آں عاشقانِ غیب باش　عاشقانِ پنج روزہ کم تراش
تو اُن غیب کے عاشقوں کا عاشق بن　چند روزہ عاشق، نہ بنا

کہ بخوردندت[2] ز خُدعہ و جذبۂ　سالہا زیشاں ندیدی حبۂ
دھوکے اور کشش سے انھوں نے تجھے کھایا　سالوں، تو نے ان کی جانب سے ایک رتّی نہ دیکھی

چند ہنگامہ نہی بر راہِ عام　کام جُستی بر نیامد ہیچ کام
عام راستہ پر تو کب تک مجمع لگائے گا؟　تو نے مقصد کی تلاش کی، کوئی مقصد پورا نہ ہوا

وقتِ صحت جملہ یارند و حریف　وقتِ درد و غم بجز حق کو الیف
تندرستی میں سب دوست اور ساتھی ہیں　درد و غم کے وقت سوائے خدا کے کون دوست ہے؟

وقتِ دردِ چشم و دنداں ہیچکس　دستِ تو گیرد بجز فریادرس[3]
دانتوں اور آنکھ کے درد کے وقت، کوئی شخص　تیری دستگیری کرتا ہے؟ سوائے خدا کے

پس ہماں درد و مرض را یاد دار　چوں ایاز از پوستیں گیر اعتبار
تو اُسی درد اور مرض کو یاد رکھ　ایاز کی طرح پوستیں سے عبرت حاصل کر

پوستیں آں حالتِ دردِ تواست　کہ گرفتہ است آں ایاز آنرا بدست
پوستین، تیرے درد کی حالت ہے　جو اس ایاز نے ہاتھ سے پکڑی ہے

باز جواب گفتنِ آں کافرِ جبری آں مومنِ سُنّی را کہ باسلام وترکِ اعتقادِ جبرش دعوت

اُس جبری کافر کا دوبارہ اُس سنی مومن کو جواب دینا جو اسکو اسلام اور جبر ترک کرنیکی دعوت دے رہا تھا

میکرد و دراز شُدنِ مناظرہ از طرفین کہ مادۂ اشکال و جواب رانبرد اِلاّ عشقِ حقیقی

اور دونوں طرف سے مناظرے کا دراز ہونا کیونکہ اعتراض اور جواب کے مادے کو سوائے حقیقی عشق کے

کہ اُورا پرورائے آں نماند و ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

کوئی چیز ختم نہیں کرتی ہے کیونکہ اسکو اسکی پروا نہیں رہتی اور "یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسکو چاہے عطا کردیتا ہے"

---

[1] غیرتم۔ اے لچھے دار تقریریں کرنے والے یہ سامعین تیرے حقیقی عاشق نہیں ہیں یہ تو تیرا مذاق اُڑاتے ہیں۔ عاشقانت۔ تیرے عاشق تو وہ ہیں جو تیری اصلاح کی دعائیں کرتے ہیں تو اُن عاشقوں کا عاشق بن اور چند دنوں کی واہ واہ کرنے والوں سے گریز کر۔

[2] کہ بخوردندت۔ ان چندروزہ عاشقوں نے تجھے ضائع کر رکھا ہے اُن سے تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ چند ہنگامہ۔ عوام کا مجمع لگانے سے تیرا کوئی صحیح مقصد پورا نہ ہوا۔ وقتِ صحت۔ یہ تیرے عاشق مداحت کے ساتھی ہیں مصیبت کے وقت کا ساتھی صرف خدا ہے۔ الیف۔ دوست۔

[3] فریادرس۔ اللہ تعالیٰ۔ درد۔ یعنی درد کے وقت کو اسی طرح پیش نظر رکھ جس طرح ایاز اپنی پُرانی پوستین کو پیش نظر رکھتا اور اُس سے عبرت حاصل کرتا رہتا تھا۔ پوستین۔ ایاز پوستین سے عبرت حاصل کرتا تھا تو مصیبت کے وقت سے عبرت حاصل کرلے۔ کر۔ جب تک عشق خداوندی حاصل نہیں ہوتا انسان کی زبان بہت چلتی ہے اور اشکال و جواب میں زبان درازی کرتا رہتا ہے۔

کافرِ جبری جواب آغاز کرد — کہ ازاں حیراں شُد آں منطیق[1] مرد

جبری کافر نے جواب دینا شروع کیا — جس سے وہ زیادہ بولنے والا شخص حیران ہو گیا

لیک گر من آں جوابات و سوال — جملہ وا گویم بمانم زیں مقال

لیکن اگر میں وہ جوابات اور سوال — سب بیان کروں، اس بات سے رہ جاؤں گا

زاں مہم تر گفتنیہا ہست ماں — کہ بداں فہمِ تو، بہ یابد نشاں

ہمیں اس سے زیادہ اہم باتیں کہنی ہیں — جن سے تیری سمجھ، بہتر نشانی حاصل کر لے گی

اندکے گفتیم زاں بحث اے عُتُل — ز اندکے پیدا بُود قانونِ کُل

اے سنگدل! اس بحث میں سے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا — تھوڑے سے سب قاعدہ کھل جاتا ہے

درمیانِ جبری و اہلِ قدر — ہمچنیں بحث ست تا حشر و نشر

جبری اور قدریوں کے درمیان — حشر و نشر تک ایسی ہی بحثیں ہیں

گر فروماندے ز دفعِ خصمِ خویش — مذہبِ ایشاں بر افتادے ز پیش

اگر اپنے مخالف کی مدافعت سے عاجز آ جاتے — تو اُن کا مذہب باطل ہو جاتا

چوں بروں شوشاں نبودے در جواب — پس رمیدندے ازاں راہِ تباب

اگر جواب میں اُن کا مخلص نہ ہوتا — تو اُس ہلاکت کے راستہ سے بھاگ جاتے

چونکہ مُقضی بُد دوامِ آں رَوِش — میدہد شاں از دلائل پرورش

چونکہ اُس روش کی ہمیشگی کا فیصلہ ہو چکا تھا — تو اُن کی دلائل سے (خدا) پرورش کرتا ہے

تانگردد[2] ملزم از اشکالِ خصم — تابُوَد محجوب از اقبالِ خصم

تاکہ مخالف کے اعتراض سے ملزم نہ بنے — تاکہ مخالف کے اِقبال سے محفوظ رہے

تاکہ ایں ہفتاد و دو ملت مُدام — در جہاں ماندے الیٰ یومِ القیام

تاکہ یہ بہتر ملتیں، ہمیشہ — قیامت کے دن تک دنیا میں باقی رہیں

چوں جہانِ ظلمت ست و غیب ایں — از برائے سایہ میباید زمیں

چونکہ یہ تاریکی اور غیب کی دنیا ہے — سایہ کے لیے زمین درکار ہے

تاقیامت ماند ایں ہفتاد و دو — کم نیاید مبتدع[3] را گفتگو

تاکہ یہ بہتر فرقے قیامت تک رہیں — بدعتی کی گفتگو کم نہ پڑے

عزتِ مخزن بُوَد اندر بہا — کہ برُو بسیار باشد قفلہا

قیمت کے اعتبار سے اس خزانہ کی عزت ہوتی ہے — جس پر بہت سے قفل ہوں

---

[1] منطیق۔ بہت بولنے والا۔ زیں مقال۔ یعنی نصیحت کی باتیں۔ کہ بداں۔ ان نصیحت کی باتوں سے فہم میں روشنی پیدا ہو گی۔ عتل۔ سنگدل۔ ز اندکے۔ مشتے نمونہ از خروارے کافی ہوتا ہے۔ درمیاں۔ مختلف فرقوں کی یہ بحثیں قیامت تک ختم نہ ہوں گی کیونکہ دنیا میں بہتر فرقے باقی رہنے ہیں۔ بروں شو۔ نکلنے کا راستہ، مخرج۔ تباب۔ ہلاکت، تباہی۔ مقضی۔ یعنی قضا و قدر کا فیصلہ۔

[2] تانگردد۔ ہر فرقہ والے کو ایسے دلائل عطا کر دیے گئے ہیں کہ مخالف سے عاجز نہ آ جائے۔ ملزم۔ یعنی لاجواب۔ از اقبال۔ یعنی مخالف اس پر غلبہ حاصل نہ کر سکے۔ زمین۔ جب سورج غروب کر جاتا ہے تو زمین کے جس رُخ سے اس نے غروب کیا ہے اس کا سایہ فضائے آسمانی تک پھیل جاتا ہے، دنیا میں ظلمت اور تاریکی ہے یہاں حق اس قدر واضح نہیں ہے، باطل دلائل سے حق پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

[3] مبتدع۔ باطل فرقہ۔ عزتِ مخزن۔ جس قدر قیمتی خزانہ ہوتا ہے اتنے ہی اُس پر قفل زیادہ ہوتے ہیں اسی لیے حق مذہب جو قیمتی چیز ہے اس پر باطل ملتوں کے قفل لگے ہوئے ہیں۔

عزتِ[1] مقصد بُوَد اے ممتحن
اے مصیبت زدہ! مقصد کی عزت ہے
پیچ پیچِ راہ و عقبہ و راہزن
گھاٹی کا خمدار راستہ اور ڈاکو

عزتِ کعبہ بُوَد آں ناحیہ
وہ گوشہ، کعبہ کی عزت ہے
دزدیِ اعراب و طولِ بادیہ
(اور) بدوؤں کی چوری اور صحرا کا طول

ہر روِش ہر رہ کہ آں محمود نیست
ہر روش (اور) راہ قابلِ ستائش نہیں ہے
عقبہء و مانعے و رہزنے ست
وہ گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے

ایں[2] روش خصم و حقودِ آں شدہ
یہ روش اُس کی مخالف اور کینہ ور بنی
تا مُقلّد در دو رہ حیراں شدہ
یہاں تک کہ مقلد دونوں راستوں میں حیران ہو گیا

صدقِ ہر دو ضد بہ بیند در روِش
روش میں ہر دو ضدوں کی سچائی خیال کرتا ہے
ہر فریقے در رہِ خود خوش منش
ہر فریق اپنی راہ پر خوش طبع ہے

گر جوابش نیست میبندد ستیز
اگر اُس کے پاس جواب نہ ہو تو جھگڑا ختم ہو جائے
بر ہماندم تا بروزِ رستخیز
اُسی وقت سے قیامت کے دن تک کے لیے

کہ مِہانِ ما بدانند ایں جواب
کہ ہمارے بڑے اس جواب کو جانتے ہیں
گرچہ از ما شُد نہاں وجہِ صواب
اگرچہ درست بات ہم سے مخفی ہو گئی ہے

پوز بندِ وسوسہ عشق ست و بس
وسوسہ کے لیے مُچکا عشق ہی ہے اور بس
ورنہ کے وسواس را بست ست کس
ورنہ وسوسہ کو کس نے بند کیا ہے؟

عاشقے[3] شَو شاہدِ خوبے بجُو
عاشق بن حسین معشوق تلاش کر
صیدِ مُرغابی ہمی کُن جُو بجُو
نہر در نہر مُرغابی کا شکار کرتا رہ

کے بری زاں آب کاں آبت برد
تو اُس پانی سے کیا فائدہ اُٹھائیگا جو تیری آبرو برباد کرے؟
کے کنی زاں فہم کہ فہمت خورد
تو اُس سے کیا سمجھ سکتا ہے جو تیری سمجھ کو کھا لے؟

غیر ایں معقولہا معقولہا
ان عقلی باتوں کے علاوہ معقول باتیں
یابی اندر عشق بافرّ و بہا
تو عشق میں شوکت والی اور قیمتی پائے گا

غیر ایں عقلِ تو حق را عقلہاست
اس تیری عقل کے سوا اللہ کے پاس عقلیں ہیں
کہ بداں تدبیر اسبابِ سماست
جن سے آسمان کے اسباب کی تدبیر ہوتی ہے

تا بدیں عقل آوری ارزاق را
تو اس عقل کے ذریعہ رزقوں کو حاصل کرے گا
زاں دگر مفرش کُنی اطباق را
تو اُس دوسری سے (آسمانی) طبقوں کو بستر بنا لے گا

---

[1] عزتِ مقصد۔ مقصد جس قدر عزیز ہوگا اسی قدر اس تک پہنچنے کا راستہ پیچ در پیچ ہوگا اور راہزن کا خوف ہوگا۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ عزتِ کعبہ۔ کعبہ کا دور دراز گوشہ میں ہونا اور پھر وہاں بدوؤں کی ڈاکازنی اور صحرا کا طول کعبہ کے باعزت ہونے کی دلیل ہے۔ ناحیہ۔ گوشہ۔ اعراب۔ بدو۔ بادیہ۔ صحرا۔ ہر روش۔ باطل فرقوں نے جو روش اور راہ اختیار کر رکھی ہے وہ سیدھے راستہ کے لیے گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے۔

[2] ایں روش۔ باطل فرقوں کی روش صحیح راستہ کی روش کے مخالف ہے اس کی وجہ سے تقلید کرنے والا حیران ہو جاتا ہے کہ کس راستہ کو اختیار کرے۔ صدق۔ وہ سمجھتا ہے کہ دونوں راستے درست ہیں۔ گر جوابش۔ اگر باطل فرقہ والا لاجواب ہو جائے تو جھگڑا ختم ہو جائے۔ کہ۔ وہ یہ کہہ دے کہ اس سوال کا جواب مجھے نہیں آتا میرے بڑے جانتے ہوں گے۔ پوز بند۔ اس طرح کے وساوس صرف عشقِ خداوندی سے مٹ سکتے ہیں۔

[3] عاشقے۔ وساوس اسی طریقہ پر مٹیں گے کہ راہِ عشق اختیار کر اور اس کا راہبر تلاش کر لے۔ کے بری۔ جن دلائلِ عقلیہ سے تو وساوس کو دور کرنا چاہتا ہے وہ بیکار ہیں۔ معقولہا۔ دلائلِ عقلیہ سے جو باتیں سمجھ میں آتی ہیں ان سے وہ معقولات بہتر ہیں جو علومِ کشفیہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایں عقل۔ یعنی عقلِ معاش۔ عقلہا۔ یعنی معاد کی عقلیں۔ تابدیں۔ عقلِ معاش سے صرف دنیوی روزی حاصل ہوتی ہے عقلِ معاد آسمانوں کو اپنا فرش بنا لیتی ہے۔

عُشرِ امثالت دہد تا ہفت صد ۔۔۔ چوں بیازی عقل در عشقِ صمد
تجھے دس گنے سے سات سو گنے تک عطا کر دے ۔۔۔ جب تو اللہ (تعالیٰ) کے عشق میں عقل کی بازی لگا دے

آں زناں چوں عقلہا در باختند ۔۔۔ بر رُواقِ عشقِ یوسفؑ تاختند
اُن عورتوں نے جب عقلیں ہار دیں ۔۔۔ وہ یوسفؑ کے عشق کے چھجے پر چڑھ گئیں

عقلِ شاں یکدم ستد ساقیِ عُمر ۔۔۔ سیر گشتند از خرد باقیِ عُمر
عمر کے ساقی نے ایک دم اُن کی عقل لے لی ۔۔۔ باقی عمر کے لیے اُن کا عقل سے پیٹ بھر گیا

اصلِ صد یوسف جمالِ ذوالجلال ۔۔۔ اے کم از زن شو فدایِ آں جمال
سیکڑوں یوسفوں کی اصل اللہ (تعالیٰ) کا حسن ہے ۔۔۔ اے عورت سے کم! اُس حسن پر قربان ہو جا

عشق بُرد بحث را اے جان و بس ۔۔۔ کوز گفت و گو شود فریاد رس
اے جان! عشق بحث کو کاٹ دیتا ہے اور بس ۔۔۔ کیونکہ وہ گفتگو کے معاملہ میں فریاد رس بن جاتا ہے

حیرتے آید ز عشق آں نطق را ۔۔۔ زہرہ نبُود کہ کُند اُو ماجرا
عشق سے گویائی پر حیرت طاری ہو جاتی ہے ۔۔۔ اُس کا پتہ نہیں رہتا کہ وہ گفتگو کرے

کہ[2] بترسد گر جوابے وادہد ۔۔۔ گوہرے از لُنجِ اُو بیروں جَہد
کیونکہ وہ ڈرتی ہے کہ اگر جواب دے ۔۔۔ موتی اُس کے ہونٹ سے باہر نکل پڑے گا

لب بہ بندد سخت اُو از خیر و شر ۔۔۔ تا نباید کز دہاں اُفتد گُہر
بھلے اور بُرے سے ہونٹ خوب بالکل بند کر لیتی ہے ۔۔۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ منہ میں سے موتی گر جائے

ہمچناں کہ گفت آں یارِ رسولؐ ۔۔۔ چوں نبیؐ بر خواندے بر ما فضول[3]
جیسا کہ اُن صحابی نے فرمایا ہے ۔۔۔ جب نبی ہم ناکاروں کو سناتے

آں رسولِ مجتبیٰ وقتِ نثار ۔۔۔ خواست از ما حضور و صد وقار
نچھاور کرنے کے وقت وہ برگزیدہ رسولؐ ۔۔۔ ہم سے سیکڑوں وقار اور حضور (قلب) چاہتے

آنچنانکہ برسرت مُرغے بُود ۔۔۔ کز فواتش جانِ تو لرزاں شود
جس طرح کہ تیرے سر پر پرندہ ہو ۔۔۔ جس کے اڑ جانے سے تیری جان لرزتی ہو

پس نیاری ہیچ جُنبیدن ز جا ۔۔۔ تا نگیرد مُرغِ خوبِ تو ہوا
تو جگہ سے مل نہ سکے گا ۔۔۔ تاکہ تیرا حسین پرند، ہوا نہ پکڑ لے

دم نیاری زد بہ بندی سُرفہ را ۔۔۔ تا نباید کہ بپرّد آں ہُما
تو سانس نہ لے سکے گا، کھانسی کو روک لے گا ۔۔۔ تاکہ وہ ہما نہ اُڑ سکے

---

[1] عُشر۔ مثل معاد نیکی کراتی ہے جس کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک ملتا ہے۔ صمد۔ اللہ تعالیٰ۔ آں زناں۔ یعنی مصری عورتیں۔ رواق۔ محل، چھجہ۔ ساقی عمر۔ یعنی عشق۔ اصل۔ حضرت یوسفؑ کا جمال اللہ تعالیٰ کے جمال کا پرتو تھا۔ عشق بُرد۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ کَلَّ لِسَانُہٗ جس شخص نے اپنے خدا کو پہچان لیا اُس کی زبان کند ہو گئی۔ حیرتے۔ عشق ایسی حیرت پیدا کر دیتا ہے جس سے گویائی عاجز آ جاتی ہے۔

[2] کہ بترسد۔ عاشق ڈرتا ہے کہ اگر وہ زبان کھولے گا عشق کا راز ظاہر ہو جائے گا۔ لُنج۔ لام کے ساتھ گوشت کا ٹکڑا جس میں ہڈی نہ ہو، ہونٹ بعض نسخوں میں لُنج لام کے پیش کے ساتھ ہے اس کے معنی بھی ہونٹ ہیں بعض نسخوں میں "کام" ہے جس کے معنی تالو کے ہیں۔ ہمچناں۔ آنحضورؐ جس وقت کچھ بیان فرماتے تھے صحابہ کو ہدایت تھی کہ وہ خاموشی سے سنیں اور صحابہ خاموشی سے سنتے رہتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر کوئی پرندہ ہے اور ان کو ڈر ہے کہ اگر وہ بولے یا ہلے تو وہ پرندہ اُڑ جائے گا۔

[3] فضول۔ بعض لوگوں نے "اسکوتا" کا بیان قرار دیا ہے اس اعتبار سے ہم نے "ناکارہ" کا ترجمہ کیا ہے بعض لوگوں نے اس کے معنی فضائل کے کیے ہیں یعنی فضائل قرآنی بعض نسخوں میں بغیر نقطے کے فصول ہے اس صورت میں قرآن کی صورتیں مراد ہوں گی۔ حضور۔ یعنی قلبی توجہ۔ سرفہ۔ کھانسی۔ ہما۔ وہ پرند جو سر پر بیٹھا ہوا ہے۔

ورکست شیریں بگوید یا تُرش ۔۔۔ برلب[1] انگشتے نہی یعنی خمش
اگر تجھے کوئی میٹھی بات کہے یا کڑوی ۔۔۔ تو ہونٹ پر انگلی رکھے گا یعنی چپ رہ

حیرت آں مُرغست خاموشت کند ۔۔۔ برنہد سر دیگ و پُر جوشت کند
حیرت وہ پرندہ ہے، جو تجھے خاموش کر دیتا ہے ۔۔۔ دیگ کا ڈھکنا دیتا ہے اور تجھے جوشیلا بنا دیتا ہے

پرسیدنِ بادشاہ قاصداً ایاز را کہ چندیں غم وشادی با چارق و پوستین کہ

بادشاہ کا ایاز سے قصداً دریافت کرنا کہ رنج اور خوشی کی اس قدر باتیں تو چپل اور پوستین سے

جمادست بچہ میگوئی تا ایاز را درسخن در آرد و سوالِ سلطان ازو

جو کہ بے روح ہیں کیوں کرتا ہے؟ تا کہ ایاز سے بات کہلائے اور بادشاہ کا اُس سے دریافت کرنا

اے[2] ایاز ایں مہرہا بر چارقے ۔۔۔ چیست آخر ہمچو بر بُت عاشقے
اے ایاز! چپل سے اس قدر محبتیں ۔۔۔ آخر کیوں ہیں؟ جیسا کہ بت پر عاشق

ہمچو مجنوں از رُخِ لیلیٰ خویش ۔۔۔ کردۂ تو چارقے را دین و کیش
مجنوں کی طرح اپنی لیلیٰ کے رُخ کو ۔۔۔ تو نے چپل کو دین اور مذہب بنا لیا ہے

با دو کہنہ مہرِ جاں آمیختہ ۔۔۔ ہر دو را در حجرۂ آویختہ
دو پُرانی چیزوں سے جان کی محبت وابستہ کر دی ہے ۔۔۔ دونوں کو حجرے میں لٹکا لیا ہے

چند گوئی بادو کہنہ تو سخن ۔۔۔ در جمادے می دمی سِرِّ کُہن
تو دو پُرانی چیزوں سے کتنی باتیں کرے گا؟ ۔۔۔ تو پُرانا راز، پتھر میں پھونکتا ہے

چوں[3] عرب با ربع و اَطلال اے ایاز ۔۔۔ میکنی از عشق گفتِ خود دراز
اے ایاز! عربوں کی طرح، منزل اور ٹیلوں سے ۔۔۔ عشق کی وجہ سے تو بات کو لمبا کرتا ہے

چارقت رَبعِ کدامیں آصف ست ۔۔۔ پوستیں گوئی قمیصِ یوسفؑ ست
تیری چپل کون سے آصف کی منزل ہے؟ ۔۔۔ گویا پوستین یوسفؑ کی قمیص ہے

ہمچو ترسا گو شمارد باکشش ۔۔۔ جُرم یک سالہ زنا و غلّ و غِش
عیسائیؑ کی طرح، جو پادری کے سامنے گنتا ہے ۔۔۔ ایک سال کے زنا اور کھوٹ اور دھوکے کے جرم

---

1. برلب۔ اپنے ہونٹ پر انگلی رکھنا دوسرے کو چپ رہنے کا اشارہ ہے۔ حیرت۔ جس طرح سر پر کا پرندہ بات کرنے سے روکتا ہے مقامِ حیرت بھی روکتا ہے سالک جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کی زبان بند ہو جاتی ہے اور دل میں جوش وخروش ہوتا ہے۔ پُرسید۔ یہاں سے مولانا نے محمود وایاز کا نا تمام قصہ دوبارہ شروع کیا ہے۔ ایاز۔ ایاز کوٹھری میں جا کر اپنے پُرانے چپلوں اور پوستین سے باتیں کرتا تھا۔

2. اے ایاز۔ محمود نے ایاز سے کہا کہ تو اپنی چپل کا عاشق کیوں ہے؟ ہمچو۔ جس طرح مجنوں نے لیلیٰ کو اپنا دین ومذہب بنا لیا تھا تو نے چپل کو بنا لیا ہے۔ دو کہنہ۔ یعنی پُرانی چپل اور پوستین۔ چند گوئی۔ ایاز اپنی چپل اور پوستین سے اپنی عزت اور بے کسی کے سابق واقعات دہراتا ہے۔

3. چوں عرب۔ عربی شعرا اپنے اشعار میں محبوبہ کی منزل اور اُس کے پڑاؤ کے ٹیلوں کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ ربع۔ موسم ربیع گذارنے کا مکان، مطلقاً مکان۔ اَطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ آصف۔ ابن برخیا حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے یہاں مطلقاً سردار مراد ہے۔ قمیص۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص سے حضرت یعقوبؑ بینا ہو گئے تھے۔ ہمچو ترسا۔ نصاریٰ اپنے پیشواؤں کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اُن کے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کر دینا سمجھتے ہیں۔ کشش۔ کشیش۔

تا بیاں مرزد کشیشش[1] آں گناہ
تا کہ پادری اس کا وہ گناہ بخش دے

عفوِ اُو را عفو داند از الٰہ
اس کے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کرنا سمجھتا ہے

نیست آگہ آں کشیش از جرم و داد
وہ پادری جرم اور انصاف سے واقف نہیں

لیک بس جادو ست عشق و اعتقاد
لیکن عشق اور اعتقاد بہت بڑا جادو ہے

دوستی در وہم، صد یوسفؑ تند
عشق، وہم میں سینکڑوں یوسف بنا لیتا ہے

اسحر از ہاروت ماروتست خود
وہ خود ہاروت اور ماروت سے زیادہ جادوگر ہے

صورتے پیدا کند بریادِ اُو
وہ (عشق) اس کی یاد پر ایک صورت پیدا کر دیتا ہے

جذبِ صورت آردت در گفتگو
صورت کی کشش تجھے گفتگو پر آمادہ کر دیتی ہے

راز[2] گوئی پیشِ صورت صد ہزار
تو صورت کے سامنے ہزاروں راز بیان کرتا ہے

آنچناں کہ یار گوید پیشِ یار
جس طرح دوست، دوست کے سامنے بیان کرتا ہے

نے بدانجا صورتے نے ہیکلے
نہ وہاں کوئی تصویر ہے، نہ بُت

زادہ ازوے صدا الست و صد بلے
اُس (عشق) سے سینکڑوں سوال و جواب پیدا ہو جاتے ہیں

آں چناں کہ مادرِ دل بُردہ
جیسا کہ غمگین ماں

پیشِ گورِ بچۂ نو مُردہ
نئے مرے ہوئے بچہ کی قبر کے سامنے

رازہا گوید بجد و اجتہاد
کوشش اور محنت سے راز کہتی ہے

می نماید زندہ اُو را آں جماد
وہ بے روح، اس کو زندہ نظر آتا ہے

حی و قائم داند اُو آں خاک را
وہ اس مٹی کو زندہ اور قائم سمجھتی ہے

خوش نگر ایں عشق ساحر ناک را
اس جادوگر عشق پر غور کر لے

پیش[3] اُو ہر ذرّۂ آں خاکِ گور
اُس کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ

گوش دارد ہوش دارد وقتِ شور
شور کے وقت کان رکھتا ہے، جوش رکھتا ہے

مستمع داند بجد آں خاک را
وہ واقعی طور پر اُس مٹی کو سننے والا سمجھتی ہے

چشم و گوشے داند اُو خاشاک را
وہ مٹی کے کان اور آنکھ سمجھتی ہے

آں چناں بر خاکِ گورِ تازہ اُو
وہ نئی قبر کی مٹی پر اس طرح

دمبدم خوش می نہد با اشک رُو
لحہ بہ لحہ اشک آلود چہرہ مستعدی سے رکھتی ہے

کہ بوقتِ زندگی ہرگز چناں
کہ زندگی کے وقت اس طرح کبھی بھی

رُوی ننہادہ است برپورِ چوجاں
جان جیسے بیٹے پر چہرہ نہیں رکھا

---

1. کشش۔ کسیہ۔ قسیس یا نصرانی عالم۔ نیست۔ نصرانی عالم سے نہ گناہ کا تعلق نہ معاف کرنے کا، لیکن نصرانی کا عشق اور اعتقاد یہ سب کچھ اُس سے کراتا ہے۔ دوستی۔ عشق قوت واہمہ کے ذریعہ معشوق میں حضرت یوسفؑ سے سو گنا حسن دکھا دیتا ہے۔ اسحر۔ زیادہ جادوگر۔ صورتے۔ عشق معشوق کی فرضی تصویر سامنے کر دیتا ہے اور اس سے باتیں کرتا ہے۔
2. راز۔ عاشق اپنے درد کے سینکڑوں راز اُس فرضی تصویر سے اس طرح بیان کرتا ہے جیسے کہ کوئی دوست، دوست سے بیان کرے۔ نے۔ نفس الامر میں کچھ بھی نہیں ہے اور یہ عاشق اس فرضی تصویر سے سینکڑوں سوال و جواب کرتا ہے۔ الست۔ یعنی عہد۔ بلیٰ۔ یعنی اقرار۔ آنچناں۔ اگر کسی عورت کا بچہ مر جائے تو وہ اس کی قبر سے باتیں کرتی ہے۔ حی۔ ماں کا عشق اُس بچہ کو زندہ اور تندرست دکھاتا ہے یہ بھی عشق کی جادوگری ہے۔
3. پیش اُو۔ ماں جب بچہ کی قبر پر جا کر نالہ و شیون کرتی ہے تو وہ سمجھتی ہے کہ قبر کا ذرہ ذرہ سن رہا ہے۔ مستمع۔ یہ بھی سمجھتی ہے کہ قبر کی مٹی کے آنکھ اور کان بھی ہیں اور قبر سے اس طرح چمٹی ہے کہ بچہ سے زندگی میں بھی کبھی نہ چمٹی ہوگی۔

از عزا[1] چوں چند روزے بگذرد
جب سوگ کے چند روز گذر جائیں
آتشِ آں عشقِ اُو ساکن شود
اُس کی محبت کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے

عشق بر مُردہ نباشد پائدار
مُردے سے عشق پائدار نہیں ہوتا ہے
عشق را بر حیِّ جاں افزای دار
زندہ، جان بڑھانے والے سے عشق کر

بعد ازاں زاں گور خود خواب آیدش
اس کے بعد خود اُس کو اس قبر سے نیند آنے لگتی ہے
از جمادے ہم جمادی زایدش
اُس میں بے روح سے بے حسی پیدا ہو جاتی ہے

زانکہ عشق افسونِ خود بَربود و رفت
کیونکہ عشق اپنا منتر لے گیا اور چل دیا
ماند خاکستر چو آتش رفت تفت
جب آگ تیزی سے چلی گئی، راکھ رہ گئی

آنچہ بیند آں جواں در آئینہ
جوان، جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے
پیر اندر خشت بیند آں ہمہ
پیر، اینٹ میں وہ سب کچھ دیکھتا ہے

پیر[2] عشقِ تُست نے ریشِ سُپید
عشق، تیرا پیر ہے، نہ سفید ڈاڑھی
دستگیرِ صد ہزاراں نا اُمید
جو لاکھوں مایوسوں کا دستگیر ہے

عشق صُورتہا بسازد در فراق
عشق، جُدائی میں تصویریں بناتا ہے
تا مُصوَّر سر کُند وقتِ تلاق
یہاں تک کہ ملاقات کے وقت تصویر رونما ہو جاتی ہے

کہ منم آں اصلِ اصلِ ہوش و مست
کہ ہوش اور مست کا اصلِ اصول میں ہوں
بر صُورہا عکسِ حُسنِ ما بُدست
صورتوں پر ہمارے ہی حسن کا عکس تھا

پردہا را ایں زماں برداشتم
اب میں نے پردے اُٹھا دیے ہیں
حُسن را بے واسطہ بفراشتم
میں نے حسن کو بے واسطہ جلوہ گر کر دیا ہے

زانکہ[3] بس با عکسِ من دریافتی
کیونکہ تو نے مجھے عکس کے ساتھ بہت پایا ہے
قوّتِ تجرید ذاتم یافتی
(اب) تو نے میری ذات کو مجرد کرنیکی قوت حاصل کر لی ہے

چون ازیں سُو جذبۂ من شُد رواں
جب اس جانب سے میرا جذبہ روانہ ہوا
اُو کشش را می نہ بیند درمیاں
وہ کشش کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہے

---

[1] از عزا۔ سوگ، مصیبت، صبر۔ یعنی چند دن کے اندر وہ جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں یہ اُس عشق کی کیفیت ہے جو مُردے سے ہو، خدا کے عشق کی آگ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ کچھ دن بعد یہ حالت ہوتی ہے وہ ماں اس کی قبر کے پاس آ کر آرام سے سو جاتی ہے۔ زانکہ۔ وہ اس کی حالت، عشق کی جادوگری تھی، عشق ختم ہوا تو آگ ختم ہو کر راکھ رہ گئی۔ آنچہ۔ جوان سے مراد وہ شخص ہے جو حقائق تک پہنچا ہو اور پیر سے مراد وہ شخص ہے جس کو حقائق کا کشف حاصل ہو گیا ہو پہلے فرمایا تھا کہ عشق حی و قیوم سے کر و اب فرماتے ہیں کہ جس کو یہ عشق حاصل ہو جاتا ہے اس کو کشفی علوم ہو جاتے ہیں اس کے کشف کی حالت یہ ہوتی ہے کہ لوہے سے آئینہ بننے کے بعد عوام کو جو کچھ اس میں نظر آتا ہے اس کو لوہے کی اینٹ میں ہی نظر آ جاتا ہے۔

[2] پیر۔ پہلے شعر میں پیر کا لفظ آیا تھا اُسکی تشریح کرتے ہیں کہ پیر سے مراد عشق ہے سفید ڈاڑھی والا مُراد نہیں ہے۔ عشق۔ یہ عشق کی کارفرمائیاں ہیں کہ وہ فراق کی حالت میں معشوق کی صورتیں دکھاتا ہے پھر ملاقات کے وقت صاحب تصویر سامنے آتا ہے ابتداءً سالک صورتوں سے دوچار ہوتا ہے پھر ذات کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ منم۔ جب ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ میں سب کی اصل ہوں، صورتوں پر میرا عکس پڑ گیا تھا اب میں نے پردے اُٹھا دیے ہیں اور بغیر کسی واسطے کے حسن کا مشاہدہ کرا دیا ہے۔

[3] زانکہ۔ عکوس میں مشاہدہ کے بعد پھر درجہ فنا میں یہ طاقت ہو جاتی ہے کہ وہ مجرد ذات کا مشاہدہ کر سکے حدیث شریف میں ہے اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ صوفیا کے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں "کہ احسان یہ ہے کہ تو عبادت اس طریقہ پر کر کہ گویا تو ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے اگر تو باقی نہ رہا بلکہ فانی بن گیا تو ذات کو دیکھے گا وہ بے شک تجھے دیکھتی ہے" پردہ اگر ہے تو تیری ذات کا ہے۔ چوں ازیں سو۔ عبادت کے ابتدائی مراتب میں جذب و کششِ خداوندی سے ہیں لیکن یہ جذب و کشش اس عابد کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

مغفرت[1] میخواہد از جرم و خطا | از پسِ آں پردہ از لُطفِ خدا
وہ جرم اور خطا کی معافی چاہتا ہے | خدا کی مہربانی سے اُس پردے کے بعد

چوں ز سنگے چشمۂ جاری شود | سنگ اندر چشمہ مُتواری شود
جب کسی پتھر سے چشمہ بہہ پڑتا ہے | پتھر چشمہ میں چھپ جاتا ہے

کس نخواند بعد ازاں آں را حجر | زانکہ جاری شُد ازاں سنگ آں گہر
اُس کے بعد اس کو کوئی پتھر نہیں کہتا | کیونکہ اس پتھر سے وہ موتی بہہ پڑا ہے

کاسہا[2] داں ایں صُوَر راو اندرُو | آنچہ حق ریزد بداں گیرد عُلو
ان عکسوں کو پیالے سمجھ اور اُن میں | حق (تعالیٰ) جوڈالتا ہے اُس سے وہ سربلندی حاصل کرلیتے ہیں

گفتنِ خویشاونداں مجنوں را کہ حُسنِ لیلیٰ باندازہ ایست، چنداں

رشتہ داروں کا مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ کا معمولی حسن ہے زیادہ نہیں ہے ہمارے شہر میں

نیست ازو نغز تر در شہرِ ما بسیار ست یکے و دو دہ برتو عرضہ کنیم اختیار

اُس سے بہتر بہت ہیں ہم ایک اور دو اور دس تیرے سامنے پیش کر دیتے ہیں تو ان

کُن و مارا و خود را وارہاں و جواب گفتنِ مجنوں ایشاں را

میں سے پسند کر لے اور ہمیں اور اپنے آپ کو نجات دے اور ان کا مجنوں کو جواب دینا

ابلہاں گفتند مجنوں را ز جہل | حُسنِ لیلیٰ نیست چنداں، ہست سَہل
بیوقوفوں نے نادانی سے مجنوں سے کہا | لیلیٰ کا حسن زیادہ نہیں ہے، معمولی ہے

بہتر ازوے صد ہزاراں دلرُبا | ہست ہمچوں ماہ اندر شہرِ ما
اُس سے زیادہ حسین لاکھوں معشوق | ہمارے شہر میں چاند جیسے ہیں

نازنیں[3] ترزو ہزاراں حُوروش | ہست بگزیں زاں ہمہ یکبار خوش
ہزاروں حوروں جیسے اُس سے زیادہ ناز و انداز والے | موجود ہیں، اُن سب میں سے ایک حسین یار منتخب کرلے

وارہاں خود را و ما را نیز ہم | از چنیں سودای زشتِ متہم
اپنے آپ کو اور ہمیں بھی نجات دے | ایسے بُرے متہم عشق سے

گفت صورت کوزہ ست او حُسن مے | مے خدایم میدہد از ظرف وے
اس نے کہا صورت پیالہ ہے اور حسن شراب ہے | مجھے اس کے پیالے سے خدا شراب پلاتا ہے

---

1. مغفرت۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ "نیک لوگوں کے حسنات مقربین بارگاہ کے اعتبار سے سیئات ہیں" پہلے چونکہ عبادت میں احسان کا اعلیٰ درجہ نہ تھا اسلئے مشاہدہ کے بعد اُس عبادت پر معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ چوں زسنگے۔ جذب و کشش کے مخفی ہونے کی یہ مثال ہے کہ جس پتھر سے چشمہ جاری ہوتا ہے اور وہ پتھر پانی میں ڈوب جاتا ہے تو نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور اب لوگ اُس کو پتھر نہیں کہتے بلکہ پانی کا چشمہ کہتے ہیں۔

2. کاسہا۔ عبادت میں ابتدائی صور کے مشاہدہ کو بمنزلہ پیالوں کو سمجھو ان میں حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے جذب کی ریزش ہے۔ گفتن۔ مجنوں کی اس گفتگو سے بھی یہی سمجھایا ہے کہ مظاہر، ظاہر کے حسن کے اعتبار سے نام اور رنگ اختیار کرتے ہیں۔ ابلہاں۔ کچھ بیوقوفوں نے مجنوں کو ملامت کرنی شروع کر دی اور کہا کہ لیلیٰ کا معمولی حسن ہے تو اُس پر اس قدر فریفتہ کیوں ہے۔ سہل۔ معمولی۔

3. نازنیں۔ دوسرے معشوق ناز و انداز اور حسن میں لیلیٰ سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ وارہاں۔ تو دوسرے شہر اور قبیلہ کی لڑکی پر عاشق ہے جس کی وجہ سے تو اور سارا خاندان بدنام ہو رہا ہے۔ گفت۔ مجنوں نے کہا کہ لیلیٰ کی صورت تو ایک پیالہ ہے اور اس سے خدا اپنی شراب مجھے پلاتا ہے۔

مرشما[1] را سرکہ داد از کوزہ اش ۔۔۔ تانباشد عشقِ اُو تاں گوش کش

اُس کے پیالے سے تمھیں سرکہ دیا ہے ۔۔۔ تاکہ اُن کا عشق تمھارے کان نہ کھینچے

از یکے کوزہ دہد زہر و عسل ۔۔۔ ہر یکے را دستِ حق عزّ وجل

ایک ہی پیالے سے زہر اور شہد ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہر ایک کو عطا کرتا ہے

کوزہ می بینی و لیکن آں شراب ۔۔۔ رُوی ننماید بچشمِ ناصواب

تو پیالہ دیکھتا ہے، لیکن وہ شراب ۔۔۔ غلط آنکھ کو چہرہ نہیں دکھاتی ہے

قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ باشد ذوقِ جاں ۔۔۔ جُز بخصمِ خویش ننماید نشاں

طبیعت کا ذوق نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے ۔۔۔ اپنے اہل کے سوا چہرہ نہیں دکھاتا ہے

قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ باشد آں مُدام[2] ۔۔۔ ویں حجابِ ظرفہا ہمچوں خیام

وہ شراب، نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے ۔۔۔ اور یہ پیالوں کا پردہ خیموں کی طرح ہے

ہست دریا خیمۂ در وے حیات ۔۔۔ بط را، لیکن کلاغاں را ممات

دریا ایک خیمہ ہے، اس میں زندگی ہے ۔۔۔ بطخ کی، لیکن کوؤں کی موت ہے

زہر باشد مار راہم قُوت و برگ ۔۔۔ غیرِ اُو را زہرِ اُو دردست و مرگ

زہر، سانپ کی روزی بھی ہے اور سازوسامان بھی ۔۔۔ اُس کے غیر کے لیے اس کا زہر درد اور موت ہے

صورتِ ہر نعمتے و محنتے ۔۔۔ ہست ایں را دوزخ آنرا جنتے

ہر نعمت اور محنت کی صورت ۔۔۔ اس کے لیے دوزخ ہے، اس کے لیے جنت ہے

پس[3] ہمہ اجسام اشیا تُبْصِرُوْن ۔۔۔ اندر و قُوت ست وسم لَا تُبْصِرُوْن

پس تم تمام چیزوں کے جسم دیکھتے ہو ۔۔۔ ان کے اندر روزی ہے اور زہر، تم نہیں دیکھتے ہو

ہست ہر جسمے چو کاسۂ و کوزۂ ۔۔۔ اندرو ہم قُوت و ہم دل سوزۂ

ہر جسم، پیالے اور کٹورے کی طرح ہے ۔۔۔ اس میں روزی بھی ہے اور دل کا جلاوا بھی

کاسہ پیدا اندرو پنہاں رغد ۔۔۔ طاعمش داند کزاں چہ می خُورد

پیالہ، ظاہر ہے اس میں خوش عیشی پوشیدہ ہے ۔۔۔ اس کا کھانے والا جانتا ہے کہ اس میں سے کیا کھا رہا ہے

صورتِ یوسفؑ چو جامے بُود خوب ۔۔۔ زاں پدر میخورد صد بادہ طروب

(حضرت) یوسفؑ کی صورت ایک عمدہ جام تھی ۔۔۔ باپ اس سے سیکڑوں مست کرنے والی شرابیں پیتے تھے

---

1. مرشما۔ اسی پیالہ سے تمھیں سرکہ میسر آ رہا ہے تاکہ تمھیں اس کے عشق کی فضیلت حاصل نہ ہو۔ از یکے۔ یہ عجائب قدرت میں سے ہے کہ قدرت ایک ہی پیالہ سے کسی کو زہر اور کسی کو شہد پلاتی ہے۔ کوزہ۔ تم لوگوں کو صرف صورت اور کوزہ نظر آ رہا ہے چونکہ تمھاری نظریں صحیح نہیں ہیں تمھیں وہ شراب نظر نہیں آ رہی ہے۔ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ۔ جنتی حوروں کے بارے میں مذکور ہے، فِيْهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ اور مذکور ہے حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِي الْخِيَامِ یعنی وہ حوریں بجز شوہروں کے کسی دوسرے کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتی ہیں یہی حال عشق کا ہے وہ اہل کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ خصم۔ صاحب، اہل۔

2. مُدام۔ شرابِ عشق، حوریں خیموں کے اندر رہتی ہیں باہر نہیں نکلتی ہیں اس شراب، عشق کے لیے برتن بمنزلہ حوروں کے خیموں کے ہیں۔ ہست دریا۔ ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہی چیز کسی شخص کے اعتبار سے مفید ہے کسی کے اعتبار سے مضر ہے، دریا بطخ کے لیے ذریعہ حیات ہے اور کوے کی موت کا سبب ہے۔ زہر۔ سانپ کا زہر سانپ کے لیے زندگی کا اور دوسروں کی موت کا سبب ہے۔ صورتِ ہر نعمتے۔ ہر نعمت اور محنت کا صحیح استعمال جنت کا سبب اور غلط استعمال دوزخ کا سبب ہے۔

3. پس۔ دنیا کا ہر جسم جس کو تم دیکھتے ہو اس میں روزی اور زہر چھپا ہوا ہے جس کو تم نہیں دیکھ پاتے ہو۔ ہر جسمے۔ ہر جسم کو اسی طرح سمجھ لو۔ کاسہ۔ ظاہر کھلا ہوا ہے اس کے باطن میں نعمت ہے جس کا نتیجہ استعمال کرنے والا سمجھے گا۔ رغد۔ وسعتِ عیش۔ صورت۔ حضرت یوسفؑ کی صورت ایک جام تھی اس میں سے حضرت یعقوبؑ مست کرنے والی شراب پیتے تھے اور بھائی زہر کا گھونٹ پیتے تھے۔

باز اخواں را ازاں زہراب بُود | کاندر ایشاں زہرِ کینہ میفزود
پھر بھائیوں کے لیے اُس میں زہریلا پانی تھا | جو اُن کے اندر کینے کا زہر بڑھا رہا تھا

باز[1] ازوے مر زلیخا راشکر | می کشید از عشق افیونِ دگر
پھر اس میں سے زلیخا کے لیے شکر | عشق کے ذریعہ دوسری افیون نکالتی تھی

غیر آں چہ بُود مر یعقوبؑ را | بُود از یوسفؑ غذا آں خوب را
اُس کے سوا جو (حضرت) یعقوبؑ کے لیے تھی | اُس حسینہ کے لیے یوسفؑ میں سے غذا تھی

گونہ گونہ شربت و کوزہ یکے | تانماند در مئے غیبت شکے
طرح طرح کی شرابیں ہیں اور پیالہ ایک ہے | تاکہ تجھے غیب کی شراب میں شک نہ رہے۔

بادہ از غیب ست و کوزہ زیں جہاں | کوزہ پیدا بادہ دروے بس نہاں
شراب غیب کی ہے اور پیالہ اس جہان کا ہے | پیالہ ظاہر ہے، اُس میں شراب بہت مخفی ہے

بس[2] نہاں از دیدۂ نامحرماں | لیک بر محرم ہویدا و عیاں
نامحرموں کی آنکھ سے بہت پوشیدہ ہے | لیکن محرم پر، ظاہر اور کھلی ہوئی ہے

يَآ اِلٰهِي سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا | فَاعْفُ عَنَّا اَثْقَلَتْ اَوْزَارُنَا
اے میرے خدا ہماری بینائیاں مدہوش کر دی گئی ہیں | ہمیں معاف کر، ہمارے (گناہوں کے) بوجھ بھاری ہوگئے ہیں

يَا خَفِيًّا قَد مَلَاتَ الخَافِقَيْن | قَدْ عَلَوْتَ فَوْقَ نُوْرِ الْمَشْرِقَيْن
اے پوشیدہ! تو نے مشرق و مغرب کو پُر کر دیا ہے | تو دونوں مشرقوں کے نور سے بڑھ گیا ہے

اَنْتَ[3] سِرٌّ کَاشِفٌ اَسْرَارَنَا | اَنْتَ فَجْرٌ مُّفْجِرٌ اَنْهَارَنَا
تو راز ہے، ہمارے بھیدوں کو کھولنے والا ہے | تو صبح کا سفیدہ ہے، ہماری نہروں کو جاری کرنے والا ہے

يَا خَفِيُّ الذَّاتِ مَحْسُوسَ الْعَطَا | اَنْتَ كَالْمَاءِ وَنَحْنُ كَالرَّحَا
اے مخفی ذات والے، محسوس عطا والے | تو پانی کی طرح اور ہم پن چکی کی طرح ہیں

اَنت كَالرِّيْح و نَحنُ كَالْغُبَار | يَخْتَفِي الرِّيْحُ وَغَبْرَاهُ جِهَار
تو ہوا کی طرح، اور ہم غبار کی طرح ہیں | ہوا پوشیدہ رہتی ہے اور اس کا غبار ظاہر ہے

تو بہاری ما چو باغ سبز و خوش | اُو نہان و آشکارا بخششش
تو (موسم) بہار ہے ہم سبز اور خوش باغ کیطرح ہیں | وہ پوشیدہ اور اُس کی عطا کھلی ہوئی ہے

تو چو جانے ما مثالِ دست و پا | قبض و بسطِ دست از جاں شُد روا
تو جان کی طرح ہے ہم ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہیں | ہاتھ کا بند ہونا اور کھلنا، جان سے ممکن ہوا

---

[1] باز۔ پھر زلیخا کو جو یوسف سے شراب ملی وہ اس شراب کے علاوہ تھی جو حضرت یعقوبؑ نے پی۔ خوب۔ یعنی زلیخا۔ گونہ۔ ایک پیالے سے مختلف قسم کی شرابیں حاصل ہوتی ہیں تاکہ غیبی شراب کے بارے میں کوئی شبہ نہ ہے۔

[2] بس نہاں۔ پیالہ کی شراب نامحرموں سے پوشیدہ ہے۔ سُکِّرَت۔ مست کردی گئی ہیں یعنی ہماری نگاہیں صحیح کام نہیں کر رہی ہیں۔ ابصار۔ بصر کی جمع ہے، بینائی۔ اوزار۔ وزر کی جمع ہے، بوجھ، گناہ۔ یاخفیا۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات مخفی ہے لیکن کائنات کو محیط ہے۔ الخافقین۔ مشرق و مغرب۔ المشرقین۔ یعنی جاڑوں کے زمانے کی مشرق اور گرمیوں کے زمانے کی مشرق۔

[3] انت۔ اے خدا تو مخفی اور راز ہے لیکن ہمارے راز تجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ انت فجر۔ فجر، صبح کا سفیدہ، پانی کو جاری کرنا۔ رحا۔ پن چکی۔ غبرٰی۔ غبار۔ تو بہاری۔ باغ کی بہار دراصل موسم بہار کی وجہ سے ہے۔ اُونہاں۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے تَفَكَّرُوْا فِي الْآيَةِ وَلَا تَتَفَكَّرُوا فِيْ ذَاتِهٖ "اللہ کی نعمتوں میں غور کیا کرو اُسکی ذات میں غور نہ کیا کرو"۔ تو چو جانے۔ جس طرح جان اور روح مخفی ہے لیکن ہاتھ پاؤں کیلیے وہ محرک ہے یہی صورت حضرت حق تعالیٰ اور کائنات کی ہے۔

توچو[1] عقلی ما مثالِ ایں زباں — ایں زباں از عقل دارد ایں بیاں

تو عقل کی طرح ہے، ہم اس زبان جیسے ہیں — اس زبان کو عقل سے بیان حاصل ہوا ہے

تو مثالِ شادی و ما خندہ ایم — کہ نتیجہ شادیِ فرخندہ ایم

تو خوشی کی طرح ہے اور ہم ہنسی ہیں — کیونکہ ہم مبارک خوشی کا نتیجہ ہیں

جنبشِ ما ہر دمے خود اشہدست — کو گواہِ ذوالجلالِ سرمد ست

ہماری حرکت ہر وقت خود بڑا گواہ ہے — کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والے ذوالجلال کی گواہ ہے

گردشِ سنگ آسیا در اضطراب — اشہد آمد بر وجودِ جوئ آب

پن چکی کے پتھر کی گردش، بے قراری میں — نہر کے پانی پر بڑا گواہ بنی

اے[2] بروں از وہم و قال و قیلِ من — خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

اے وہ! جو کہ میرے وہم اور بات چیت سے باہر ہے — میری سر کی مانگ اور مثال دینے پر خاک

بندہ نشکیبد ز تصویرِ خوشت — ہر دمے گوید کہ جانم مفرشت

تیرے حسین تصور پر بندہ صبر نہیں کر سکتا ہے — ہر لحہ کہتا ہے، کہ میری جان تیرا فرش ہو

ہمچو آں چوپاں کہ میگفت اے خدا — پیشِ چوپانِ محبِ خود بیا

اُس گڈریے کی طرح جو کہہ رہا تھا، اے خدا! — اپنے عاشق گڈریے کے سامنے آ جا

تاشپش جویم من از پیراہنت — چارقت دوزم بوسم دا منت

تاکہ میں تیرے کپڑوں میں سے جوئیں پاؤں — تیرا چپل سی دوں، تیرا دامن چوموں

کس[3] نبودش در ہوا و عشق جفت — لیک قاصر بود از تسبیح و گفت

محبت اور عشق میں کوئی اُس جیسا نہ تھا — لیکن تسبیح اور گفتگو میں کوتاہ تھا

عشقِ اُو خرگاہ بر گردوں زدہ — جاں سگِ خرگاہِ آں چوپاں شدہ

اُس کے عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑ دیا تھا — جان، اُس گڈریے کے خیمہ کا کتا بن گئی تھی

چونکہ بحرِ عشقِ یزداں جوش زد — بر دلِ اُو زد تُرا بر گوش زد

جب اللہ (تعالیٰ) کے عشق کے سمندر نے جوش مارا — اُس کے دل سے ٹکرایا، تیرے کان سے ٹکرایا

حکایت جوحی کہ چادر پوشیدہ در وعظ میانِ زناں نشست و حرکتے کرد زنے اُو را بشناخت کہ مرد ست و نعرہ بزد

جوحی کا قصہ جو کہ چادر اوڑھ کر وعظ میں عورتوں کے درمیان بیٹھ گیا اور اُس نے ایسی حرکت کی کہ ایک عورت نے اُس کو پہچان لیا کہ مرد ہے اور اس نے نعرہ مارا

---

1. تو چو عقلی۔ زبان کو عقل، گویا بناتی ہے۔ تو مثال۔ جس طرح مسکراہٹ خوشی کا نتیجہ ہے اسی طرح ہم سب حضرت حق تعالیٰ کی شئون کے مظاہر ہیں۔ جنبش۔ ہماری حرکات حضرت حق تعالیٰ کے وجود کی گواہ ہیں۔ گردش۔ پن چکی کے پاٹ کی حرکت نہر کے پانی کے وجود کی گواہ ہے۔ اشہد۔ زیادہ گواہ۔

2. اے بروں۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات وہم وقیاس سے بالاتر ہے لہٰذا اسکی کوئی مثال اسکے مطابق نہیں ہے۔ بندہ۔ مثالیں دینے کی مجبوری یہ ہے کہ بندہ محض تصور پر صبر نہیں کرتا، مزید وضاحت چاہتا ہے۔ ہمچو۔ حق تعالیٰ کیلئے مثالوں کی یہی حقیقت ہے جسطرح گڈریے نے اسکی ذاتکی تعبیر کی تھی۔ شپش۔ جوں۔ چارق۔ چپل۔

3. کس نبودش۔ اس گڈریے کی تعبیرات اگرچہ غلط تھیں لیکن اللہ تعالیٰ سے اس کا عشق بے مثال تھا۔ عشق۔ اس کے عشق کا مقام عالم بالا تھا اور جان جیسی معزز چیز اس کے خیمہ کا کتا بنی ہوئی تھی۔ چونکہ۔ عشق کا اثر اس کے دل پر تھا تیرے صرف کان پر ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ دل پر، اور کسی دوسرے عضو پر اثر میں بہت بڑا فرق ہے۔ جوحی۔ ایک شخصیت ہے جس کی طرف بہت سے پرمذاق قصے منسوب ہیں جیسی کہ اردو ادب میں ملا دو پیازہ یا شیخ چلی۔

واعظے بُد بس گزیدہ[1] در بیاں — زیرِ منبر جمع مردان و زناں

ایک واعظ تقریر میں بہت منتخب تھا — (اس کے) منبر کے پاس مرد اور عورتیں جمع تھیں

رفت جوحی چادر و رُوبند ساخت — درمیانِ آں زناں شد نا شناخت

جوحی چلا، چادر اور نقاب پہنا — اُن عورتوں میں اَن جان ہو گیا

سائلے پُرسید واعظ را بر از — مُوی عانہ ہست نقصانِ نماز

ایک سوال کرنیوالے نے آہستہ سے واعظ سے دریافت کیا — زیرِ ناف کے بال نماز کے نقصان (کا باعث) ہیں؟

گفت[2] واعظ چوں شود عانہ دراز — پس کراہت باشد ازوے در نماز

واعظ نے کہا جب زیرناف کے بال بڑھ جائیں — تو اس سے نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے

یا بنورہ یا بسُترہ بسترش — تا نمازت کامل آید خوب و خوش

چونے سے یا اُسترے سے اُن کو مونڈ دے — تاکہ تیری نماز بھلی اچھی مکمل ہو

گفت سائل آں درازی تاچہ حد — شرط باشد تا نماز اکمل بُود

سوال کرنے والے نے کہا، لمبائی کس حد تک — مناسب ہے، تاکہ نماز مکمل ہو جائے؟

گفت چوں قدرِ جوے گردد بطول — پس سُتردن فرض باشد اے سئول

اس نے کہا، اگر جو کی بقدر لمبے ہو جائیں — اے بھکو! مونڈنا فرض ہو جائے گا

پیشِ جُوحی یک زنے بنشستہ بُود — ہوش را بر وعظِ واعظ بستہ بُود

جوحی کے آگے ایک عورت بیٹھی تھی — جس نے ہوش کو واعظ کے وعظ سے وابستہ کر دیا تھا

گفت جُوحی زود اے خواہر ببیں — عانۂ من گشتہ باشد ایں چنیں

جوحی نے کہا، اے بہن! جلد دیکھ لے — میرے زیرِ ناف بال ایسے ہو گئے ہوں گے

بہرِ خوشنودیِ حق پیش آر دست — کاں بمقدارِ کراہت آمد ست

اللہ تعالٰی کی خوشنودی کے لیے ہاتھ بڑھا — کہ وہ کراہت کی بقدر ہو گئے ہیں؟

دست زن در کرد در شلوارِ مرد — کیرِ اُو بر دستِ زن آسیب[3] کرد

عورت نے، مرد کے شلوار کے اندر ہاتھ ڈال دیا — اُس کے خایہ نے عورت کے ہاتھ پر اثر کیا

نعرۂ زد سخت اندر حال زن — گفت واعظ بردلش زد گفتِ من

عورت نے فوراً ایک نعرہ مارا — واعظ نے کہا میری بات نے اس کے دل پر اثر کیا ہے

صدق رازیں زن بیاموزید ہیں — چونکہ بردل زوہ را گفتِ چنیں

ہاں، تم سچائی اس عورت سے سیکھ لو — جبکہ ایسی گفتگو نے اسکے دل پر اثر کیا ہے

---

[1] گزیدہ۔ منتخب۔ روبند۔ نقاب۔ موی عانہ۔ زیرناف کے بال۔ جب زیرناف بال بڑھ جائیں تو نماز میں کراہت آجاتی ہے۔ نورہ۔ چونا۔ ستُرہ۔ اُسترہ۔ تاچہ حد۔ درازی کو متعین کر دیجئے کہ بال کس قدر بڑھ جانے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

[2] گفت۔ واعظ نے کہا۔ سئول۔ بہت زیادہ سوال کرنے والا۔ ہوش۔ یعنی واعظ کے وعظ کی جانب پوری متوجہ تھی۔ مرد۔ یا شلوار کا مضاف الیہ، یا کرد کا فاعل ہے دونوں صورتوں میں ترجمہ جداگانہ ہے۔

[3] آسیب۔ اثر۔ گفت۔ واعظ نے کہا کہ میرے وعظ کا اس کے دل پر اثر ہوا ہے اسی لیے اس نے نعرہ مارا ہے۔ سخت۔ واعظ نے مردوں سے کہا تم لوگ اُس عورت سے نصیحت حاصل کر لو۔

گفت[1] نے بردل نزد بردست زد
اُس (جوحی نے) کہا دل پر نہیں، ہاتھ پر اثر کیا ہے
وائے گر بردل زدے اے پُرخِرد
اے عقلمند! کیا کہنا تھا اگر دل پر اثر کرتا

بردلِ آں ساحراں زد اندکے
اُن جادوگروں کے دل پر تھوڑا سا اثر کیا
شُد عصا و دست ایشانرا یکے
اُن کے لیے لکڑی اور ہاتھ یکساں بن گیا

گرز پیرے در رُبائی تو عصا
اگر تو کسی بڈھے کی لاٹھی اُڑا لے
بیش رنجد کاں گروہ از دست و پا
وہ اس سے زیادہ رنجیدہ ہوگا جتنا وہ گروہ ہاتھ پاؤں سے

نعرہ[2] لَا ضَیْرَ بر گردوں رسید
"کوئی حرج نہیں" کا نعرہ آسمان پر پہنچا
ہیں بُبر کہ جاں زجاں کندن رہید
ہاں کاٹ لے، جان، جاں کنی سے نجات پا گئی

چوں بدانستیم ماگیں تن نہ ایم
چونکہ ہم جان گئے، کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں
از ورای تن بیزداں میزئیم
جسم کے سوا ہم خدا کے ذریعہ جی رہے ہیں

اے خنک آں را کہ ذاتِ خود شناخت
قابل مبارکباد ہے، وہ جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا
اندر امنِ سرمدی قصرے بساخت
ہمیشگی کے امن میں اُس نے محل بنا لیا

کودکے گرید پئے جوز و مویز
بچہ، جس اخروٹ اور منقّی کے لیے روتا ہے
پیشِ عاقل باشد آں بس سہل چیز
عقلمند کے لیے وہ آسان چیز ہے

پیشِ دل جوز و مویز آمد جسد
دل کے لیے، جسم، اخروٹ اور منقّی ہے
طفل کے در دانشِ مرداں رسد
بچہ، مردوں کی عقل کو کب پہنچتا ہے؟

ہرکہ[3] محجوبست او خود کودکیست
جو پردے میں ہے، وہ بچہ ہے
مرد آں باشد کہ بیروں از شکیست
مرد، وہ ہے، جو شک سے باہر ہے

گر بریش و خایہ مردستے کسے
اگر کوئی ڈاڑھی اور خایہ کی وجہ سے مرد ہے
ہر بُزیرا ریش و خصیہ استے بسے
تو ہر بکرے کے ڈاڑھی اور خصیہ ہے

پیشوایِ بد بُود آں بُز، شتاب
وہ بکرا بُرا پیشرو ہے، جلد
میبرد اغنام را پیشِ قصاب
بکریوں کو قصاب کے آگے لے جاتا ہے

ریش شانہ کردہ کہ من سابقم
ڈاڑھی کو کنگھی کیے ہوئے، کہ میں راہنما ہوں
سابقی لیکن بسوئے درد و غم
تو راہنما ہے، لیکن درد اور غم کی جانب

ہیں رَوِش بگزیں و ترک ریش کُن
خبردار! روش اختیار کر اور ڈاڑھی کو چھوڑ
ترکِ ایں ماؤ من و تشویش کُن
اس تکبر و غرور اور پریشانی کو ترک کر

---

1. گفت۔ جوحی نے کہا دل پر نہیں محض ہاتھ پر اثر ہوا ہے اس لیے کہ اسکا ہاتھ جوحی کی شرمگاہ پر لگا تھا۔ بردل۔ فرعون کے جادوگروں کے دل پر اثر ہوا تھا تو عشق الٰہی میں اُن کیلئے ہاتھ پاؤں کٹنا ایسا ہی تھا جیسا کہ کسی لکڑی کا کٹنا۔ گر۔ اگر تو بوڑھے کی لاٹھی چھین لے تو اسکو اس سے زیادہ رنج ہوگا جیسا کہ اُن کو ہاتھ پاؤں کٹنے پر ہوا تھا۔

2. نعرہ۔ جس وقت فرعون نے جادوگروں سے کہا تھا کہ تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا تو انھوں نے جواب میں کہا تھا "لَا ضَیْرَ" کوئی نقصان نہیں۔ چوں۔ جادوگروں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اصل زندگی جسم کی نہیں ہے بلکہ روح کی ہے۔ اے خنک۔ حدیث شریف ہے جس نے اپنی حقیقت سمجھ لی اُس نے خدا کو پہچان لیا۔ کودکے۔ بچے کے لیے اخروٹ اور منقّی عزیز ہیں عقلمند کے لیے وہ حقیر ہیں۔ پیش دل۔ اہل دل کے لیے ہاتھ پاؤں اخروٹ اور منقّی کی جگہ ہیں۔

3. ہرکہ۔ جو شخص اپنی حقیقت نہیں سمجھا وہ بچہ ہے۔ گر بریش۔ اگر مرد ہونا ڈاڑھی اور خصیہ کی وجہ سے ہو تو یہ چیزیں بکرے کے بھی ہوتی ہیں۔ پیشوا۔ بکرے میں عقل خام ہے اسی لیے مذبح جاتے وقت وہ بکریوں کا پیشوا بن جاتا ہے۔ ریش۔ بناوٹی پیر بھی ڈاڑھی میں کنگھا کر کے کہتا ہے کہ میں پیشوا ہوں ہاں تو پیشوا ہے لیکن بکرے کی طرح کا پیشوا ہے۔ ہیں۔ انسان کو سیدھے راستہ کی روش اختیار کرنی چاہیے ڈاڑھی پر گھمنڈ نہ کرنا چاہیے۔

ریشِ[1] خود را خندہ زارے کردہٗ ناز کم کُن چونکہ ریش آوردہٗ
تو نے اپنی ڈاڑھی کو مضحکہ بنا لیا ہے جبکہ تیرے ڈاڑھی نکل آئی ہے، نخرے نہ دکھا

تاشوی چوں بوئ گُل بر عاشقاں پیشوا وَ رہنمائِ گلستاں
تاکہ پھول کی خوشبو کی طرح، عاشقوں کے لیے بجائے باغ، کا رہنما اور پیشوا

چیست بُوئِ گُل دمِ عقل و خرد خوش قلاوزِ رہِ باغِ ابد
پھول کی خوشبو کیا ہے؟ عقل اور سمجھ کی بات جو ابدی باغ کے لیے بہترین راہنما ہے

فرمودنِ شاہ با ایاز بارِ دیگر کہ شرحِ چارق و پوستیں را آشکارا بگو تا

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ حکم دینا کہ چپل اور پوستین کی تشریح کو واضح طور پر بتا تاکہ تیرے آقا

خواجہ تاشانت ازاں اشارت پند گیرند کہ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ

شریک اُس اشارے سے نصیحت حاصل کر لیں چونکہ "دین نصیحت ہے"

سرِ چارق را بیاں کُن اے ایاز پیشِ چارق چیستت چندیں نیاز
اے ایاز! چپل کا راز بتا چپل کے سامنے تیری اس قدر نیازمندی کیوں ہے؟

تا نیوشد سُنقرؔ[2] و بگیا رُقت سرّ سرّ پوستین و چارقت
تاکہ سنقر اور تیرے ساتھی سُن لیں تیرے پوستین اور چپل کے راز کا راز

اے ایاز از تو غلامی نُور یافت نورت از پستی سُوئِ گردوں شتافت
اے ایاز! تجھ سے غلامی نے نور حاصل کیا تیرا نور پستی سے آسمان کی جانب دوڑ گیا

حسرتِ آزادگاں شُد بندگی بندگی را چوں تو دادی زندگی
غلامی، آزادوں کے لیے (باعث) حسرت بن گئی جبکہ تو نے غلامی کو زندگی بخشی

مومن[3] آں باشد کہ اندر جزر و مد کافر از ایمانِ اُو حسرت خورد
مومن وہ ہوتا ہے، کہ جوار بھاٹے میں کافر اُس کے ایمان پر حسرت کرے

حکایت گبرے کہ در عہدِ شیخ بایزید قُدِّس سرّہٗ گفتندش

اُس کافر کا قصہ کہ بایزید قدس سرہ کے زمانے میں لوگوں نے اُس سے کہا

کہ مسلمان شود جوابِ اُو ایشاں را

کہ مسلمان ہو جا اور اُس کا ان کو جواب دینا

---

[1] ریش۔ تو نے اپنی ڈاڑھی کا بھی مذاق اُڑوادیا ہے، تیرے ڈاڑھی نکل آئی ہے اب نازو انداز مناسب نہیں ہے، راہِ سلوک اختیار کرورنہ ڈاڑھی کی مذاق اُڑے گی۔ تاشوی۔ پھر تو خوشبو کی طرح عاشقوں کے لیے باغ کا رہنما بن جائے گا۔ چیست۔ خوشبو سے مراد عقلمندی کی باتیں کرنا ہے۔ قلاوز۔ رہنما۔ الدین النصیحۃ۔ دین اخلاص ہی ہے۔ سرِ چارق۔ محمود نے ایاز سے کہا جوتی کا راز بیان کر اس کے ساتھ تیری نیازمندی کیوں ہے۔

[2] سنقر۔ غلام کا نام ہے۔ بگیارق۔ خواجہ تاش۔ اے ایاز۔ تیرے غلام ہونے نے، غلامی کو منور کر دیا ہے۔ حسرت۔ تیرے وجود سے آزاد لوگ غلامی کی حسرت کرنے لگے ہیں چونکہ غلامی کو تو نے ایک زندگی عنایت کردی ہے۔

[3] مومن۔ جس طرح ایاز کی غلامی آزادوں کے لیے باعثِ حسرت تھی اسی طرح مومن وہ ہے جس کے ایمان کو دیکھ کر کافر حسرت کرے جیسا کہ حضرت بایزید کا ایمان تھا کہ اُس کا ایسا ایمان ہو جو لوگوں کو ایمان لانے سے روکے جیسا کہ مؤذن تھا۔

بُود گبرے[1] در زمانِ بایزیدؒ
حضرت بایزیدؒ کے زمانے میں ایک کافر تھا
گفت او را یک مسلمانِ سعید
اُس سے ایک نیک بخت مسلمان نے کہا

کہ چہ باشد گر تو اسلام آوری
اگر تو اسلام لے آئے تو کیا اچھا ہو
تا بیابی صد نجات و سروری
تا کہ تو سیکڑوں نجاتیں اور سرداریاں حاصل کر لے

گفت ایں ایماں اگر ہست اے مُرید
اُس نے کہا اے مرید! اگر ایمان وہ ہے
آنکہ دارد شیخِ عالم بایزیدؒ
جو کہ دنیا بھر کے شیخ بایزیدؒ رکھتے ہیں

من ندارم طاقتِ آں تابِ آں
میں اس کی طاقت، اس کی قوت نہیں رکھتا ہوں
کاں فزوں آمد ز کوششہائے جاں
کیونکہ وہ جان کی کوشش سے بالاتر ہے

گرچہ در ایمان و دیں ناموقنم
اگرچہ میں (مسلمانوں کے) ایمان اور دین میں اعتقاد نہیں رکھتا ہوں
لیک در ایمانِ او بس مؤمنم
لیکن اُن کے ایمان کے بارے میں میرا ایمان ہے

دارم[2] ایماں کاں ز جملہ برترست
میرا ایمان ہے، کہ وہ سب سے بڑھ کر ہیں
بس لطیف و با فروغ و بافرست
بہت پاکیزہ اور با رونق اور شان و شوکت والے ہیں

مؤمنِ ایمانِ اُویم در نہاں
میں پوشیدہ طور پر، ان کے ایمان کا مومن ہوں
گرچہ مُہرم ہست محکم بر دہاں
اگرچہ میرے منہ پر سخت مہر ہے

باز ایماں خود گر ایمانِ شماست
پھر اگر ایمان تمھارا ایمان ہے
نے بداں میلستم و نے اشتہاست
نہ اس کی طرف میرا جھکاؤ ہے، نہ خواہش ہے

آنکہ صد میلش سُوئے ایماں بُود
جس کو ایمان کی جانب سیکڑوں میلان ہوں
چوں شمارا دید آں فاتر شود
جب اُس نے تمھیں دیکھا وہ ست پڑ گیا

زانکہ[3] نامے بیند و معنیش نے
کیونکہ وہ (صرف) نام دیکھیگا اور اُسکی حقیقت کچھ نہیں ہے
چوں بیاباں را مفازہ گفتنے
جس طرح بیابان کو مفازہ کہہ دینا ہے

چوں بایمانِ شما او بنگرد
جب وہ تمھارے ایمان کو دیکھے گا
عشقِ او ز آوردِ ایماں بفسرد
اُس کا عشق ایمان لانے میں ٹھٹھر جائے گا

ایں حکایت یاد گیر اے تیز ہوش
اے تیز ہوش! اس حکایت کو یاد کر لے
صورتش بگذار و معنی را نیوش
اُس کی صورت کو چھوڑ اور معنی کو سن لے

---

1. گبر۔ کافر۔ کہ چہ باشد۔ مسلمان نے اُس کافر سے کہا اگر تو مسلمان ہو جائے تو تجھے نجات حاصل ہو جائے گی۔ گفت۔ اس کافر نے کہا کہ اگر ایمان وہ ہوتا ہے جو بایزیدؒ رکھتے ہیں تو مجھ میں اس کی طاقت نہیں ہے کیوں کہ وہ انسان کی طاقت سے بالاتر ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ میں اسلام کے ایمان اور دین کا قائل نہیں ہوں لیکن اُن کے ایمان پر میرا ایمان ہے۔

2. دارم۔ اُس کافر نے مسلمان سے کہا کہ میرا یقین ہے کہ وہ بایزیدؒ سب سے بڑھ کر ہیں اور میرا اُن کے ایمان پر ایمان ہے لیکن زبان سے ظاہر نہیں کرسکتا ہوں۔ باز۔ اور اگر ایمان سے مراد تمھارا والا ایمان ہے تو مجھے ایسے ایمان کی نہ خواہش ہے نہ اس کی طرف میرا میلان ہے۔ آنکہ۔ تم تو ایسے مومن ہو کہ اگر کسی کو ایمان کی خواہش بھی ہو تو تمھیں دیکھ کر وہ ست پڑ جائے گا۔

3. زانکہ۔ اسلئے کہ تمھارا ایمان تو برائے نام ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں ہے اور تم برعکس نام نہاد زنگی کافور کا مصداق ہو۔ بیاباں۔ جنگل دراصل ہلاکت کی جگہ ہے لیکن اسکو لوگ مفازہ یعنی کامیابی کی جگہ کہتے ہیں۔ حکایت۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بہت سے مومن ایسے ہیں کہ کافران کو دیکھکر ایمان لانے کا ارادہ چھوڑ دیتا ہے۔

حکایتِ آں موذن زشت آواز کہ در کافرستان بانگ زد برای نماز و مرد کافر اُو را ہدیہ ہا داد

اس بھدی آواز والے موذن کی حکایت جس نے نماز کیلیے کفرستان میں اذان دی اور ایک کافر شخص نے اسکو بہت سے تحفے دیے

یک مُوذّن داشت بس آوازِ بد — شب ہمہ شب میدریدے حلقِ[1] خود
ایک مُوذّن کی بُری آواز تھی — وہ پوری پوری رات اپنا حلق پھاڑتا تھا

خوابِ خوش بر مرداں کردہ حرام — در صُداع افتادہ ازوے خاص و عام
اُس نے انسانوں پر میٹھی نیند حرام کر دی تھی — اُس کی وجہ سے عوام و خواص دردِ سر میں مبتلا تھے

کودکاں ترساں ازو در جامہ خواب — مرد و زن ز آوازِ اُو اندرِ عذاب
بچے بستروں میں اُس سے ڈرتے تھے — مرد و عورت اُس کی آواز سے عذاب میں تھے

مجتمع گشتند مر توزیع را — بہرِ دفعِ زحمت و تصدیع را
وہ لوگ چندہ جمع کرنے کے لیے اکٹھے ہو گئے — دردِ سر اور تکلیف کو رفع کرنے کے لیے

پس طلب کردند اُو را در زماں — اُقچہا دادند و گفتند اے فلاں
انھوں نے اُس کو فوراً طلب کیا — نقدیاں دیں، اور اُنھوں نے کہا اے فلاں!

از اذانت جُملہ آسودیم[2] ما — بس کرم کردی شب و روز اے کیا
ہم سب نے تیری اذان سے راحت پائی — اے جناب! آپ نے دن اور رات بڑا کرم کیا

چوں رسید از تو بہر یک دولتے — خواب رفت از ما کنوں ہم مُدّتے
چونکہ آپ کی وجہ سے ہر ایک کو دولت میسر آ گئی ہے — اب کچھ مدت کے لیے ہماری نیند اُڑ گئی ہے

بہرِ آسائش زباں کوتاہ کُن — در عوض ما ہمتے ہمراہ کُن
آرام کی خاطر، آپ زبان بند کر لیجیے — اس کے بدلے میں باطنی توجہ فرمایئے

قافلہ می شُد بکعبہ از وَلَہ[3] — اُقچہ بستد شُد رواں با قافلہ
شدتِ شوق کی وجہ سے ایک قافلہ کعبہ کو روانہ ہوا — اس نے نقدی لے لی، قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گیا

شبگہے کردند اہلِ کارواں — منزل اندر موضعِ کافرستاں
قافلہ والوں نے رات کے وقت کیا — کفرستان کے مقام پر پڑاؤ

واں مُوذّن عاشقِ آوازِ خود — درمیانِ کافرستان بانگ زد
اس اپنی آواز کے عاشق مُوذّن نے — کفرستان میں اذان دی

چند گفتندش مگو بانگِ نماز — کہ شود جنگ و عداوتہا دراز
بہت سے لوگوں نے اس سے کہا نماز کی اذان نہ دے — ورنہ جنگ اور لمبی دشمنیاں ہو جائیں گی

---

[1] حلق خود۔ چونکہ اس کا اپنی خوش الحانی پر عقیدہ تھا رات میں مناجات اور ذکر با آواز بلند کرتا ہوگا۔ صداع۔ دردِ سر۔ جامہ خواب۔ سونے کا بستر۔ توزیع۔ چندہ۔ تصدیع۔ دردِ سر میں مبتلا کرنا۔ اُقچہا۔ سکے۔

[2] آسودیم۔ ان لوگوں نے طنزاً کہا۔ دولت۔ یعنی شب بیداری کی دولت۔ خواب۔ اب اس دولت کی خوشی میں ہم رات بھر نہیں سو سکتے ہیں۔ در عوض۔ جو نقدی ہم تجھے دے رہے ہیں اس کے بدلے میں ہمارے لیے دل سے دُعائیں کر دینا۔

[3] ولہ۔ شدتِ عشق۔ قافلہ۔ یعنی حاجیوں کا قافلہ۔ کافرستان۔ وہاں کے باشندے سب کافر تھے۔ بانگ زد۔ اذان دی۔ چند گفتندش۔ ساتھیوں نے اس کو کافرستان میں اذان دینے سے روکا اور کہا کہ یہ کافر لڑائی دنگا کریں گے ایسا نہ کر لیکن وہ نہ مانا اور اس نے اذان دے دی۔

اُو ستیزہ کرد و بس بے احتراز — گفت در کافرستاں بانگِ نماز
اس نے جھگڑا کیا اور بہت لا پروائی سے — کفرستان میں اذان دے دی

خلق[1] خائف شُد ز فتنہ عامۂ — خود بیامد کافرے با جامۂ
عام فتنے سے لوگ ڈر گئے — ایک کافر کپڑے لیے ہوئے خود آیا

شمع و حلواؤ یکے جامہ لطیف — ہدیہ آورد و بیامد چوں الیف
شمع اور حلوا اور ایک عمدہ لباس — تحفہ لایا اور دوست کی طرح آیا

پُرس و پُرساں کایں مؤذِن کو کجاست — کہ صلای و بانگِ اُو راحت فزاست
پوچھتے ہوئے، کہ یہ مؤذِن کہاں ہے؟ — جس کی اذان کی آواز راحت بڑھانے والی ہے

ہیں چہ راحت بُود زاں آوازِ زشت — گو فتاد ازوے بناگہ در کنشت
ہائیں، اُس بھدی آواز سے کیا راحت ملی؟ — جو اچانک اُس سے مندر میں پہنچی

دخترے دارم لطیف و بس سَنی — آرزو می بُود اُو را مُومنی
میرے ایک لڑکی ہے، پاکیزہ اور بہت خوبصورت — اُس کو مومن بننے کی آرزو تھی

ہیچ[2] ایں سودا نمیرفت از سرش — پندہا میداد چندیں کافرش
یہ جنون اُس کے سر سے کبھی زائل نہیں ہوتا تھا — بہت سے کافر اُس کو نصیحتیں کرتے تھے

دردلِ اُو مہرِ ایماں رُستہ بُود — ہمچو مجمر بُود ایں غم من چو عُود
اس کے دل میں ایمان کی محبت پیدا ہو گئی تھی — یہ فکر انگیٹھی کی طرح اور میں اگر کی لکڑی کی طرح تھا

در عذاب و درد و اِشکنجہ بُدم — کہ بجُنبد سلسلہ اُو دمبدم
میں مصیبت اور شکنجہ اور درد میں تھا — کیونکہ اس کا (یہ) سلسلہ ہر وقت حرکت میں تھا

ہیچ[3] چارہ مینداستم دراں — تافروخواند ایں مؤذِن آں اذاں
میں اس کا کوئی علاج نہ سمجھ پا رہا تھا — یہاں تک کہ اس موذن نے وہ اذان دی

گفت دُختر چیست ایں مکروہ بانگ — کہ بگوشم آمد ایں دو چار دانگ
لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ ڈراونی آواز کیسی ہے؟ — جس کے دو چار ٹکڑے میرے کان میں آئے ہیں

من ہمہ عمر ایں چنیں آوازِ زشت — ہیچ نشنیُدم دریں دیر و کُنشت
میں نے تمام عمر اس طرح کی بھدی آواز — اس مندر اور بت خانہ میں کبھی نہیں سُنی

خواہرش گفتہ کہ ایں بانگِ اذاں — ہست اِعلام و شعارِ مُومناں
اُس کی بہن نے کہا، کہ یہ اذان کی آواز — مومنوں کا اعلان اور علامت ہے

---

1. خلق۔ یہ لوگ تو کافروں کے حملہ سے خائف تھے لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کافر تحفہ میں کپڑے اور حلوہ وغیرہ لیے آ رہا ہے۔ کیف۔ دوست۔ پُرس۔ اس موذن کو پوچھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ موذن کی اذان نے بہت راحت پہنچائی ہے۔ ہیں چہ۔ اس کافر سے کسی نے کہا کہ اس بھدی آواز سے جو مندر میں پہنچی کیا راحت ملی ہے۔ دخترے۔ اس کافر نے کہا کہ میرے ایک بہت خوبصورت لڑکی ہے وہ اسلام لانے پر آمادہ ہو رہی تھی۔
2. ہیچ۔ ہم لوگوں نے اس کو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آ رہی تھی۔ مجمر۔ انگیٹھی۔ عود۔ اگر کی لکڑی جس کی دھونی دی جاتی ہے۔ درعذاب۔ اس لڑکی کے ارادہ سے میں مصیبت میں تھا اور وہ اس ارادہ میں پختہ ہوتی جا رہی تھی۔
3. ہیچ۔ اس کو اس ارادہ سے روکنے کی کوئی تدبیر نہ تھی حتیٰ کہ اس موذن نے اذان دی تو لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ بھیانک آواز کیسی ہے۔ میں نے ایسی بھدی اور خوفناک آواز کبھی نہیں سنی۔ خواہرش۔ اس لڑکی کی بہن نے اس کو بتایا کہ یہ مسلمانوں کی اذان کی آواز تھی۔ اعلام۔ اعلان۔ شعار۔ وہ علامت جس سے کوئی چیز پہچانی جائے اس کو بہن کی بات کا اعتبار نہ ہوا تو اس نے کسی دوسرے سے پوچھا اس نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔

باورش نامد بپرسید از دِگر — آں دِگرہم گفت آرے اے قمر
اُس کو یقین نہیں آیا، اُس نے دوسرے سے پوچھا — دوسرے نے بھی کہا، ہاں اے چاندا!

چوں[1] یقیں گشتش رخِ او زرد شد — از مُسلمانی دلِ اُو سرد شد
جب اُس کو یقین ہو گیا، تو اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا — مسلمانی سے اُس کا دل افسردہ ہو گیا

باز رَستم من ز تشویش و عذاب — دوش خوش خفتم دراں بیخوف خواب
میں پریشانی اور عذاب سے چھوٹ گیا — گزشتہ رات بغیر ڈر کی نیند خوب سویا

راحتم ایں بُود از آوازِ اُو — ہدیہ آوردم بشکرِ آں مرد کو
مجھے اُس کی آواز سے یہ راحت پہنچی — میں شکرانہ میں تحفہ لایا ہوں وہ شخص کہاں ہے؟

چوں[2] بدیدش گفت ایں ہدیہ پذیر — کہ مرا گشتہ مجیر و دستگیر
جب اُس نے اس کو دیکھا کہا یہ ہدیہ قبول کر لیجئے — کیونکہ آپ میرے پناہ دینے والے اور دستگیر ہیں

آنچہ کردی بامن از احسان و بِر — بندۂ تو گشتہ ام من مستمر
آپ نے جو احسان اور بھلائی مجھ سے کی — میں ہمیشہ کے لیے آپ کا غلام ہو گیا ہوں

گر بمال و ملک و ثروت فرد مے — من دہانت را پُر از زر کردمے
اگر میں مال اور سلطنت اور مالداری میں منفرد ہوتا — میں سونے سے آپ کا منہ بھر دیتا

ہست ایمانِ شما زرق و مجاز — راہزن ہمچوں کہ آں بانگِ نماز
تمہارا ایمان مکر اور مجاز ہے — اسی طرح کا ڈاکو ہے، جس طرح کہ وہ اذان

رجوع بحکایتِ گبر با مسلمان در ایمان

ایمان کے بارے میں کافر کی مسلمان سے شکایت کی جانب رجوع

لیک[3] از ایمان و صدقِ بایزیدؒ — چند حسرت دردل و جانم رسید
لیکن بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی سے — میرے دل اور جان میں بہت سی حسرتیں آتی ہیں

ہمچو آں زن کو جماعِ خر بدید — گفت آوہ چیست ایں فحلِ فرید
اُس عورت کی طرح جس نے گدھے کی جُفتی دیکھی — بولی، وہ کیسا یکتا نر ہے

گر جماع این ست کاید از خراں — بر کُسِ ما میرِیند ایں شوہراں
اگر جُفتی یہ ہے، جو گدھے کرتے ہیں — تو یہ شوہر ہماری شرمگاہ پر ہگتے ہیں

داد جُملہ دادِ ایماں بایزیدؒ — آفرینہا بر چنیں شیرِ فرید
بایزیدؒ نے ایمان کا پورا حق ادا کر دیا — ایسے یکتا شیر کو آفرین ہے

---

1. چوں یقین۔ جب اس کو یقین آ گیا تو مایوسی سے اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور اسلام لانے کا ارادہ ٹھنڈا ہو گیا۔ باز رستم۔ جب اُس کا دل اسلام سے برگشتہ ہو گیا تو میری مصیبت ختم ہوئی اور رات کو آرام سے سویا۔ موذن کی آواز سے مجھے اس طرح راحت ملی لہٰذا میں اُس کے لیے تحفے لایا ہوں۔
2. چوں بدیدش۔ جب اُس کافر نے اُس موذن کو دیکھا تو کہا کہ یہ تحفے لے لے تو میرا پناہ دہندہ اور دستگیر ہے۔ بر۔ نیکی۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ گر بمال۔ میں زیادہ مالدار نہیں ہوں ورنہ تیرا منہ سونے سے بھر دیتا۔ ہست۔ اُس کافر نے اسلام کی دعوت دینے والے مسلمان سے کہا تمہارا ایمان بھی موذن کی طرح انسانوں کو ایمان سے روکنے والا ہے۔
3. لیک۔ اُس کافر نے یہ بھی کہا کہ بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی کو دیکھ کر مجھے بھی حسرت ہوتی ہے کہ ایسا ایمان مجھے کیوں میسر نہ آیا۔ ہمچو۔ اُس کافر کو بایزیدؒ کے ایمان پر ایسی ہی حسرت تھی جیسی کہ ایک عورت نے گدھے کو جفتی کرتے دیکھ کر حسرت کی تھی اور کہنے لگی تھی کہ اگر جفتی یہ ہے تو مرد ہمارے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں وہ ہیچ ہے۔ داد۔ حضرت بایزیدؒ نے ایمان کا حق ادا کر دیا۔ فرید۔ بے مثال۔

قطرهٔ[1] زایمانش در بحر ار رود
اُن کے ایمان کا ایک قطرہ اگر سمندر میں چلا جائے

بحر اندر قطرہ اش غرقہ شود
اُس کے قطرے میں سمندر ڈوب جائے

ہمچو آتش ذرّهٔ در بیشہا
جیسا کہ آگ کا ایک ذرہ جنگلوں میں

کاندراں ذرّه شود بیشہ فنا
کہ اُس ذرّہ میں جنگل فنا ہو جائیں

چوں خیالے دردلِ شہ با سپاہ
جیسا کہ ایک خیال لشکر والے بادشاہ کے دل میں

میکند در جنگ خصماں را تباہ
جنگ میں دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے

یک[2] ستارہ در محمدؐ رو نمود
ایک ستارہ محمدؐ میں رونما ہوا

تا فنا شُد کفرِ ہر گبرو جحود
یہاں تک کہ ہر کافر اور منکر کا کفر فنا ہو گیا

یک ستارہ در محمدؐ شد سطرب
ایک ستارہ محمدؐ میں پھیلا

تافنا شُد کفرِ جملہ شرق و غرب
یہاں تک کہ مشرق و مغرب کا سارا کفر فنا ہو گیا

آنکہ ایماں یافت رفت اندر اماں
جس نے ایمان حاصل کر لیا وہ امن میں آ گیا

کفرہائے باقیاں شُد در گماں
بقیہ کا کفر مشکوک ہو گیا

کفرِ صرفِ اولیں بارے نماند
اب پہلوں کا سا خالص کفر نہ رہا

یا مُسلمانی و یا بیمے نشاند
یا مسلمانی اور یا خوف بٹھا دیا

ایں بحیلہ آب و روغن کرد نیست
یہ تدبیر سے پانی اور تیل ملاتا ہے

ایں مثالہا کُفوِ ذرّہ نور نیست
یہ مثالیں نور کے ذرّے کی ہمسر نہیں ہیں

ذرّہ[3] نبود جُز ز چیز منجسم
ذرہ، جسم بن جانے والی چیز کے علاوہ کچھ نہیں ہے

ذرّہ نبود شارق لا ینقسم
ذرہ، روشن، تقسیم نہ ہونے والا نہیں ہوتا ہے

گفتنِ ذرّہ مُرادے داں خفی
ذرہ کہنے کا مقصد، پوشیدہ سمجھو

محرمِ دریا نہٗ ایں دم کفی
تو اس وقت دربار کا رازداں نہیں ہے تو جھاگ ہے

آفتابِ نیّرِ ایمانِ شیخ
شیخ کے ایمان کا روشن، سورج

گر نماید رُخ ز شرقِ جانِ شیخ
اگر شیخ کی جان کی مشرق سے رونما ہو جائے

جُملہ پستی گنج گیرد تاثرے
تمام پست حصہ، تاثیر میں تحت الثریٰ خزانہ بن جائے

جُملہ بالا خُلد گردد اخضرے
تمام بالائی حصہ، سرسبز جنت بن جائے

اُو یکے جاں دارد از نورِ منیر
وہ روشن کرنیوالے نور کی ایک جان رکھتا ہے

اُو یکے تن دارد از خاکِ حقیر
وہ حقیر مٹی کا ایک جسم رکھتا ہے

---

1 قطرہ۔ ان کے ایمان کی یہ وسعت تھی کہ اگر اس کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کو ڈبو دے۔ ہمچو۔ اُن کے ایمان کا قطرہ سمندر پر اسی طور پر حاوی ہو جائے جس طرح آگ کا ایک ذرہ جنگلوں پر حاوی ہو جاتا ہے اور اس کو جلا کر راکھ بنا دیتا ہے۔ چوں۔ یا جس طرح بادشاہ کا معمولی خیال دشمنوں میں تباہی مچا دیتا ہے۔

2 یک ستارہ۔ آنحضور کی تائید کے لیے خدائی تائید کا ایک ستارہ نمودار ہوا جس سے سب کافروں کا کفر اس طور پر فنا ہوا کہ کچھ تو مسلمان ہی ہو گئے باقی کفر کے معاملہ میں مشکوک ہو گئے اور خالص کفر بالکل مٹ گیا اگر مسلمان بھی نہ ہوئے تو ذمی بن کر مسلمان نما کافر رہ گئے۔ ایں بحیلہ۔ ہم نے بایزیدؒ کے ایمان کے ذرے کی مثالیں دی ہیں یہ محض تکلف ہے اور یہ اس ذرے کی صحیح مثالیں نہیں ہیں۔ آب و روغن کردن۔ بیکار کوشش کرنا۔

3 ذرہ۔ شیخ کے نور کو ذرہ سے تشبیہ دی تھی اب فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ مناسب نہیں ہے۔ منجسم۔ جسم اختیار کرنے والا۔ شارق۔ روشن۔ لاینقسم۔ وہ چیز جو تقسیم نہ ہو سکے۔ کفی۔ تو جھاگ ہے۔ نیّر۔ روشن۔ پستی۔ زمین کا پست حصہ خزانہ بنجائے اور بالائی حصہ جنت بن جائے۔ اُو۔ شیخ میں دو چیزیں ہیں جانِ نورانی اور جسم مٹی کا ہے۔

اے[1] عجب اینست اُو یا آں بگو — کہ بماندم در شکال و جستجو

تعجب ہے! وہ یہ ہے یا وہ وہ ہے، بتا — کیونکہ میں اشکال اور جستجو میں پڑ گیا ہوں

گروے اینست اے برادر چیست آں — پُر شدہ از نُورِ اُو ہفت آسماں

اگر وہ یہ ہے، اے بھائی! وہ کیا ہے؟ — کہ جس کے نور سے ساتوں آسمان لبریز ہیں

وروے آنست ایں بدن اے دوست چیست — اے عجب زیں دو کُدامیں ست وکیست

اور اگر وہ ہے، تو اے دوست! یہ بدن کیا ہے؟ — ہائے تعجب ان دونوں میں سے وہ کون ہے اور کیا ہے؟

حکایتِ[2] آں زن کہ گفت شوہر را کہ گوشت را گربہ خورد،

اُس بیوی کا قصہ جس نے شوہر سے کہا کہ گوشت بلی کھا گئی شوہر

شوہر گُربہ را بترازو بر کشید، گربہ نیم من برآمد گفت اے

نے بلی کو ترازو میں رکھا، بلی آدھا من نکلی، شوہر نے اس سے

زن گوشت نیم من بُود و افزوں، اگر ایں گوشت ست

کہا اے بیوی! گوشت آدھا من تھا اور کچھ زیادہ اگر یہ گوشت ہے تو

گُربہ کو و اگر ایں گُربہ ست گوشت کو

بلی کہاں ہے اور اگر یہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے؟

بُود مردے کدخدا[3] اُو را زنے — سخت طناز و پلید و رہزنے

ایک گھر والے مرد کی ایک بیوی تھی — سخت نخرے باز اور ناپاک اور لٹیری

ہرچہ آوردے تلف کردیش زن — مرد مُضطر بُود اندریں تن زدن

وہ جو کچھ لاتا بیوی اس کو برباد کر دیتی — شوہر چُپ رہنے سے عاجز آ گیا تھا

بہرِ مہماں گوشت آورد آں مُعیل — سُویِ خانہ باد و صد جہدِ طویل

وہ بال بچوں والا، مہمان کے لیے گوشت لایا — گھر، دو سو طویل مشقتوں کے ساتھ

زن بخوردش با شراب و با کباب — مرد آمد گفت دفعِ نا صواب

بیوی نے اُس کو شراب و کباب کے ساتھ کھا لیا — شوہر آیا، اس نے اس کو غلط جواب دیا

مرد گفتش گوشت کو مہماں رسید — پیشِ مہماں لُوت میباید کشید

شوہر نے اُس سے کہا گوشت کہاں ہے؟ مہمان آ گیا — مہمان کے سامنے لذیذ کھانا رکھنا چاہیے

گفت زن کیں گُربہ خورد آں گوشت را — گوشتِ دیگر خر گرت باید تُرا

بیوی نے کہا، یہ بلی وہ گوشت کھا گئی — اگر تجھے چاہیے اور گوشت خرید لا

---

1. اے عجب۔ اب ہم حیران ہیں کہ شیخ جسم کو کہیں یا روح کو۔ اینست۔ یعنی شیخ اگر جسم ہے۔ چیست آں۔ تو روح کیا ہے۔ آنست۔ یعنی شیخ روح ہے۔
2. حکایت۔ جس طرح شیخ کے بارے میں حیرانی ہے کہ اگر وہ جسم ہے تو روح کو کیا کہیں اگر روح ہے تو جسم کو کیا کہیں اسی طرح اس شوہر کو حیرانی تھی کہ ترازو میں جو تولا ہے اگر وہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے اور اگر گوشت ہے تو بلی کہاں گئی۔
3. کدخدا۔ صاحب خانہ۔ مرد۔ یعنی شوہر چپ رہتے رہتے عاجز آ گیا تھا۔ معیل۔ بال بچوں دار۔ دفع ناصواب۔ غلط جواب۔ لُوت۔ عمدہ کھانا۔ گفت زن۔ بیوی نے شوہر کو جواب دیا۔

گفت اے ایبک[1] ترازو را بیار
اُس نے کہا، او نوکر! ترازو لا

گربہ را من برکشم اندر عیار
میں بلی کا وزن کروں گا

برکشیدش بُود گربہ نیم من
اُس نے اس کو تولا، بلی آدھا من تھی

پس بگفت آں مرد کاے محتال زن
تو اُس شوہر نے کہا اے حیلہ گر عورت!

گوشت بُدشش اُوقیہ افزوں ازاں
گوشت چھ اوقیہ سے بڑھا ہوا تھا

گربہ ہم شش اُوقیہ ست اے حیلہ داں
اے حیلہ باز! بلی بھی چھ اوقیہ ہے

گوشت نیمن بُود افزوں یک ستیر
گوشت نصف من سے ایک اِستار بڑھا ہوا تھا

ہست گربہ نیم من ہم اے ستیر
اے پردہ نشین! بلی بھی نصف من ہے

ایں[2] اگر گربہ است پس آں گوشت کو
اگر یہ بلی ہے تو پھر گوشت کہاں ہے؟

وربُود ایں گوشت بنما گربہ تُو
اور اگر گوشت ہے، تو تو بلی دکھا

بایزیدؒ ار ایں بُود آں روح چیست
بایزیدؒ اگر یہ ہے، وہ روح کیا ہے؟

ور وے آں روحست ایں تصویر کیست
اگر وہ، وہ روح ہیں، یہ صورت کس کی ہے؟

حیرت اندر حیرتست اے یارِ من
اے میرے دوست! حیرت در حیرت ہے

ایں نہ کارِ تُست نے ہم کارِ من
یہ نہ تیرا کام ہے، نہ میرا کام ہے

ہر دو اُو باشد و لیک از ریع وزرع
وہ دونوں ہیں، لیکن پیداوار اور کھیتی میں

دانہ باشد اصل واں کہ ہست فرع
دانہ اصل ہے، اور بھوسا فرع ہے

حکمتِ[3] ایں اضداد را باہم بہ بست
حکمت خداوندی نے ان دوضدوں کو باہمی باندھ دیا ہے

اے قصاب ایں رگرداں با گردنست
اے قصائی! یہ ران کا گردہ گردن سے وابستہ ہے

روح بے قالب نتاند کارکرد
روح بغیر جسم کے کوئی کام نہیں کر سکتی ہے

قالبِ بیجاں فُسردہ بُود و سرد
بے روح جسم، ٹھٹھرا ہوا اور ٹھنڈا ہوتا ہے

قالبِ بے جاں کم از خاکست دوست
اے دوست! بے روح جسم مٹی سے بھی کم ہے

روح چوں مغزست و قالب ہمچو پوست
روح گری کی طرح ہے اور جسم چھلکے کی طرح ہے

قالبِ بے جاں نمی آید بکار
بے روح جسم، کسی کام نہیں آتا ہے

سعی کن جانے بدست آر اے عیار
اے کھرے! کوشش سے جان حاصل کر لے

قالبت پیدا و آنجاں بس نہاں
تیرا جسم ظاہر ہے اور وہ روح بہت پوشیدہ ہے

راست شُد زیں ہر دو اسبابِ جہاں
دنیا کے کام، ان دونوں سے درست ہوئے ہیں

---

1. ایبک۔ غلام۔ مَن۔ دو رطل کا ہوتا ہے رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے تو من ایک سیر ہوا اور نیم من آدھ سیر ہوا محتال۔ حیلہ گر۔ اوقیہ۔ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ وقیہ۔ اوقیہ۔ نیمن۔ آدھا من۔ ستیر۔ پہلے مصرع کے قافیہ میں استار کے معنی میں ہے استار ایک درہم وزن کو کہتے ہیں دوسرے مصرع میں پردہ نشین کے معنی میں ہے۔

2. ایں۔ یہ جو کچھ تولا ہے اگر بلی ہے تو گوشت کہاں گیا اور اگر گوشت ہے تو بلی کہاں گئی اس لیے کہ یہ تو ایک چیز کا وزن ہے۔ بایزیدؒ۔ اگر ہم بایزید جسم کو قرار دیں تو روح کو کیا کہیں اور اگر روح کو بایزید کہیں تو جسم کو کیا کہیں۔ ہر دو۔ جسم اور روح کے مجموعہ کو بایزید کہیں گے۔ ریع۔ پیداوار۔ دانہ۔ روح بمنزلہ دانہ کے اور جسم بمنزلہ بھوسے کے ہے۔

3. حکمت۔ اللہ تعالیٰ نے روح اور جسم کو باہمی حکمت کے لیے ملا دیا ہے۔ روح۔ روح جسم کے بغیر بیکار ہے، جسم روح کے بغیر مردہ ہے۔ قالب۔ جسم روح کا قالب ہے روح مغز ہے اور جسم اس کا چھلکا ہے۔ سعی کن۔ انسان کو روح حاصل کرنی چاہیے۔ قالبت۔ جسم ظاہر ہے روح مخفی ہے دونوں ہی سے دنیا کا نظام چل رہا ہے۔

خاک[1] را برسر زنی سر نشکند
خاک کو سر پر مارے گا وہ سر کو نہ توڑے گی
آب را بر بَر زنی بر نشکند
تو پانی کو جسم پر مارے گا وہ جسم کو نہ توڑے گا

گر تو میخواہی کہ سر را بشکنی
اگر تو چاہتا ہے سر کو پھوڑ دے
آب را و خاک را برہم زنی
پانی اور مٹی کو آپس میں ملا لے

چوں شکستی سر رود آبش باصل
جب تو نے سر پھوڑ دیا اُسکا پانی اصل کی طرف چلا جاتا ہے
خاک سُوئے خاک آید روزِ فصل
جُدائی کے دن مٹی، مٹی کی جانب آ جاتی ہے

حکمتے کہ بُود حق را ز ازدواج
باہمی ملنے میں اللہ تعالیٰ کی جو حکمت تھی
گشت حاصل از نیاز و از لجاج
وہ عاجزی اور سرکشی سے حاصل ہو گئی

باشد[2] آنگہ ازدواجاتِ دگر
وہاں دوسرے ملاؤ ہوں گے
لَا سَمِعَ اُذُنٌ وَلَا عَيْنٌ بَصَر
جن کو نہ کان نے سُنا نہ آنکھ نے دیکھا

گر شُنیدے اُذن کے ماندے اُذن
اگر کان سنتا، کان کب رہتا؟
یا کُجا کردے دگر ضبطِ سخن
یا پھر دوسری بات کہاں محفوظ رکھتا؟

گر بدیدے برف ویخ خورشید را
اگر برف اور یخ، سورج کو دیکھ لیتا
از یخی برداشتے اُمید را
یخ پن سے اُمید ہٹا لیتا

آب گشتے بے عروق و بیگرہ
بغیر رگوں اور بغیر گرہ کا پانی بن جاتا
کہ ز لُطف از باد میکشتے زرہ
جو ہوا کی لطافت سے زرہ (کی طرح) بن جاتا ہے

پس[3] شُدے درمانِ جانِ ہر درخت
پھر وہ ہر درخت کی جان کا علاج بن جاتا
ہر درختے از قُدومش نیک بخت
اُس کی آمد سے ہر درخت نیک بخت ہو جاتا

واں یخے بفسُردہ در خود ماندہَ
ٹھٹھرے ہوئے عاجز یخ نے
لا مَساسے با درختاں خواندہَ
"نہ چھو" درختوں پر پڑھ دیا ہے

لَيْسَ يَأْلَفُ لَيْسَ يُؤْلَفُ جِسْمُهُ
اُس کا جسم نہ محبت کرتا ہے، نہ محبت کیا جاتا ہے
لَيْسَ اِلَّا شُحَّ نَفْسٍ قِسْمُهُ
اُس کا حصہ سوائے نفس کے بخل کے کچھ نہیں ہے

نیست ضائع .زُو شود تازہ جگر
وہ بیکار نہیں ہے، اُس سے جگر تازہ ہوتا ہے
لیک نبُود پیکِ سلطانِ خضر
لیکن وہ سبزی کے شہنشاہ کا قاصد نہیں ہے

---

[1] خاک۔ آمیزش سے مقصد ہماری ہوتی ہے صرف خاک سر نہ پھوڑے گی اُس میں پانی کی آمیزش کر کے ڈھیلا بنالو تو سر پھوڑ دے گی۔ بر۔ پہلو، سینہ، بغل۔ روزِ فصل۔ یعنی جب روح جسم سے جدا ہوگی قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا "بے شک جدائی کا دن مقرر ہے" ازدواج۔ روح اور جسم کا باہمی جوڑ جو دنیا میں لگا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ نیازمندوں اور سرکشوں کا امتیاز ہو جائے۔

[2] باشد آنگہ۔ عالم آخرت میں روح کا جو جوڑ لگے گا وہ نہ کان نے سُنا ہے نہ آنکھ نے دیکھا ہے۔ گر شنیدے۔ اگر کان اُس کی حقیقت سن لے تو فنا ہو جائے یا اس کی قوتِ سماعت جاتی رہے۔ گر بدیدے۔ کان اسی طرح فنا ہو جائے جس طرح برف اور یخ سورج سے فنا ہو جاتا ہے۔ برف۔ برفانی ممالک میں جاڑے میں دو چیزیں آسمان سے گرتی ہیں ایک روئی کے گالوں کی طرح کی چیز ہے اُس کو برف کہتے ہیں اور ایک گاڑھی چیز رالہ کی طرح کی ہے اس کو یخ کہتے ہیں۔ بے عروق۔ یخ کی لڑیاں جمتی ہیں۔ ز لطف باد۔ ہوا کی لہریں پانی کی سطح کو موجوں کے ذریعہ زرہ کی طرح بناتی ہیں۔

[3] پس شدے۔ برف اور یخ سے درخت جل جاتے ہیں پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ یخ۔ یخ سامری کی طرح درخت کو کہتا ہے مجھے نہ چھونا۔ لیس۔ نہ وہ نباتات کا جزو بنتا ہے نہ نباتات کو وہ خوشگوار لگتا ہے۔ شح۔ بخل یعنی برف اور یخ درختوں کو فائدہ نہیں پہنچاتا ہے۔ نیست ضائع۔ لیکن کوئی شخص برف اور یخ کو بیکار نہ سمجھے اس سے ٹھنڈا کر کے پانی پیا جائے تو جگر میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ خضر۔ سبزی۔

اے[1] ایاز استارہَ تو بس بلند نیست ہر بُرجِ عبورش را پسند
اے ایاز! تیرا ستارہ بہت بلند ہے ہر بُرج اُس کے عبور کا پسندیدہ نہیں ہے
ہر وفا را کے پسندد ہمتت ہر صفا را کے گزیند صفوتت
تیری ہمت ہر وفا کو کب پسند کرتی ہے؟ تیری صفائی ہر صفائی کو کب منتخب کرتی ہے؟

حکایتِ آں امیر کہ غلام را گفت مے بیار غلام رفت و سبوئے
اُس امیر کی حکایت جس نے غلام سے کہا شراب لے آ غلام گیا اور شراب
مے آورد، در راہ زاہدے بُود امرِ معروف کرد، سنگے بزد و سبو
کی ٹھلیا لا رہا تھا راستہ میں ایک زاہد تھا جس نے بھلائی کا حکم کیا، پتھر مارا
را بشکست، امیر بشنید قصدِ ہلاک و گوشمالِ زاہد کرد، زاہد
اور ٹھلیا کو توڑ دیا، امیر نے سُنا زاہد کو ہلاک کرنے اور سزا دینے کا ارادہ کیا
گریخت ایں قضیہ در عہدِ عیسیٰ علیہ السلام بُود کہ ہنوز
زاہد بھاگ گیا، یہ معاملہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا تھا کہ اس وقت تک
مے حرام نشدہ بُود لیکن زاہد تقذرے[2] میکرد و از لذت
شراب حرام نہ ہوئی تھی، لیکن زاہد گھن کرتا تھا اور مزے اُڑانے اور
وتنعم منع می کرد
عیش پرستی سے روکتا تھا

بُود امیرے خوشدلے مے بارہَ کہفِ ہر مخمور و ہر بیچارہَ
ایک امیر خوش دل، شراب دوست تھا ہر شرابی اور ہر بے کس کا سہارا تھا
مُشفقے مسکیں نوازے عادلے مُکرمے زر بخشے و دریا دلے
مہربان، غریب پرور، مصنف تھا سخی، سونا عطا کرنے والا اور دریا دل تھا
شاہِ مردان و امیر المومنیں راہ[3] بان و راز دان و دُور بیں
بہادروں کا شاہ مومنوں کا امیر تھا راستہ کا محافظ اور راز سے واقف اور دور بیں
دورِ عیسیٰ بود و ایامِ مسیحؑ خلق دلدار و کم آزار و ملیح
(حضرت) عیسیٰ کا دور تھا اور حضرت مسیحؑ کا زمانہ تھا لوگ دلدار اور نہ ستانے والے اور خوش مزاج تھے
آمدش مہماں بناگاہاں شبے ہم امیرِ جنسِ اُو خوش مذہبے
ایک رات اچانک اُس کے پاس مہمان آیا جو اُس ہی جیسا حاکم، اور دیندار تھا

[1] اے ایاز۔ یہاں سے پھر ایاز کے قصہ کی جانب رجوع کیا ہے۔ برج۔ ستارے کا محور۔ ہر وفا۔ ایاز میں خاص وفاداری اور خاص قسم کا خلوص تھا۔ حکایت۔ جس طرح ایاز کا خلوص اور وفا عام خلوص اور وفا سے برتر تھا اس حکایت سے یہ بتاتا ہے کہ مختلف پرہیزگاروں کی پرہیزگاری میں بھی بڑا فرق ہے۔
[2] تقذر۔ گھناؤنا سمجھنا۔ تنعم۔ عیش پرستی۔ مے بارہ۔ شراب کو محبوب رکھنے والا۔ کہف۔ غار، ملجاوماوا۔ مکرم۔ سخی۔ شاہِ مردان۔ بہادر۔
[3] راہ بان۔ راستہ کا محافظ۔ دورِ عیسیٰ۔ حضرتِ عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا زمانہ پیار و محبت کا زمانہ تھا۔ ہم۔ یعنی وہ بھی اسی طرح کا امیر اور مذہبی تھا جیسا کہ میزبان تھا۔

بادہ[1] میبایست شاں در نظمِ حال
اُن کو حالت کی باقاعدگی کے لیے شراب درکار تھی
بادہ بُود آنوقت ماذون و حلال
اُس وقت شراب جائز اور حلال تھی

بادہ شاں کم بُود و گفتا اے غلام
اُن کی شراب کم تھی اور اُس نے کہا اے غلام!
رَو سبُو پُر کن بما آور مُدام
جا ٹھلیا بھر، ہمارے پاس شراب لے آ

از فلاں راہب کہ دارد خمرِ خاص
فلاں راہب کے پاس سے، کیونکہ وہ مخصوص شراب رکھتا ہے
تاز خاص و عام یابد جاں خلاص
تاکہ عوام و خواص سے جان کو چھٹکارا حاصل ہو

جُرعہ زاں جامِ راہب آں کُند
اُس راہب کے جام کا ایک گھونٹ وہ کرتا ہے
کہ ہزاراں جُرّہٗ و خُماں کُند
جو ہزاروں ٹھلیاں اور مٹکے کرتے ہیں

اندراں مے مایۂ پنہانی ست
اُس شراب میں ایک سرمایہ پوشیدہ ہے
آنچناں کاندر عَبا سلطانی ست
جس طرح چوغہ میں شہنشاہی ہے

تو بدلقِ[2] پارہ پارہ کم نگر
تو پھٹی پرانی گدڑی کو نہ دیکھ
کہ سیہ کردند از بیرونِ زر
کیونکہ اُوپر سے سونے کو کالا کر دیا ہے

از برایِ چشمِ بد مردود شُد
بدنظری کی وجہ سے وہ ناپسند بنا ہے
وز بروں آں لعل دُود آلود شد
اور باہر سے وہ لعل دھوئیں سے آلودہ ہے

گنج و گوہر کے میانِ خانہا ست
خزانہ اور گوہر گھروں میں کہاں ہے؟
گنجہا پیوستہ در ویرانہا ست
خزانے، ویرانوں سے وابستہ ہیں

گنجِ آدمؑ چوں بویراں بُد دفیں
(حضرت) آدمؑ کا خزانہ چونکہ ویرانہ میں دفن تھا
گشت طینش چشم بندِ آں لعیں
اس کی مٹی اِس لعین کی آنکھ کا پردہ بن گئی

اُو[3] نظرِ میکرد در طین سُست سُست
وہ مٹی کو حقارت سے دیکھتا تھا
جاں ہمی گفتش کہ طینم سَدِّ تُست
روح اس سے کہتی تھی کہ میری مٹی تیری روک ہے

دوسبو بستد غلام و خوش دوید
غلام نے دو ٹھلیاں لیں اور تیز دوڑا
در زماں در دیرِ رُہباناں رسید
فوراً راہبوں کے گرجا گھر میں پہنچ گیا

زر بداد و بادۂ چوں زر خرید
سونا دیا اور سونے جیسی شراب خرید لی
سنگ داد و در عوض گوہر خرید
پتھر دیا اور بدلے میں گوہر خرید لیا

بادۂ کاں برسرِ شاہاں جَہد
وہ شراب جو بادشاہوں کے سر میں اثر کرتی ہے
تاجِ زر بر تارکِ ساقی نہد
ساقی کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیتی ہے

---

[1] بادہ۔ وہ لوگ دیندار تھے اور شراب استعمال کر لیتے تھے چونکہ حضرت عیسیٰ کے دور میں شراب حلال تھی۔ ماذون۔ جس کو اجازت حاصل ہو۔ مدام۔ شراب۔ راہب۔ نصرانی عبادت گذار جس نے دنیا ترک کر کے گرجا گھر میں اقامت کر لی ہو۔ رہبان اُس کی جمع ہے۔ خلاص۔ اوروں سے خریدنے کی ضرورت نہ پڑے۔ جرعہ۔ ایک گھونٹ۔ جرہ۔ ٹھلیا۔ اندراں۔ اُس زاہد کی شراب میں ایک مخفی سرمایہ ہے، جس طرح عبائیں سلطانی مخفی ہوتی ہے۔

[2] تو بدلق۔ فقراء کی گدڑی کو حقارت سے نہ دیکھنا چاہیے فقرا کی گدڑی میں وہ سلطانی ہوتی ہے جو شاہوں کو بھی نصیب نہیں ہے۔ کہ سیہ۔ سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے تا کہ اس کو کوئی نہ چرائے۔ مردود۔ نظر بد سے بچانے کے لیے سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے۔ لعل۔ لعل کو بھی دھوئیں سے آلودہ کر دیا جاتا ہے۔ گنج۔ حضرت آدمؑ کی روح چونکہ جسم کی مٹی میں تھی وہ مٹی شیطان کی آنکھ کا پردہ بن گئی۔

[3] اُو نظر۔ شیطان کی نظر صرف مٹی پر تھی۔ سد۔ روک۔ دیر۔ گرجا گھر۔ زر بداد۔ اشرفیوں سے عمدہ قسم کی شراب خرید لی۔ سنگ داد۔ سونا پتھر میں سے نکلتا ہے۔ بادہ۔ شاہ جب اس قسم کی شراب سے مست ہو جاتے ہیں تو ساقی کو بہت انعام ملتا ہے۔

فتنہا[1] و شورہا انگیختہ ۔ بندگان و خسرواں آمیختہ
فتنے اور شور بر انگیختہ کر دیتی ہے ۔ غلاموں اور شاہوں کو ملا دیتی ہے

استخوانہا رفتہ جملہ جاں شُدہ ۔ تخت و تختہ آں زماں یکساں شُدہ
ہڈیاں ختم ہو جاتی ہیں سب کچھ جان بن جاتا ہے ۔ اس وقت تخت اور تختہ یکساں ہو جاتا ہے

وقتِ ہُشیاری چو آب و روغن اند ۔ وقتِ مستی ہمچو جاں اندر تن اند
انسان ہوش کے وقت پانی اور تیل کی طرح ہیں ۔ مستی کے وقت جسم میں جان کی طرح ہیں

چوں ہریسہ لحم و گندم غرق ہم ۔ ہیچ سبقے نے در ایشاں فرق ہم
جیسا کہ ہریسہ، گوشت اور گیہوں باہمی غرق ہیں ۔ ان میں کوئی دوڑ نہیں، نہ ان میں باہمی فرق ہے

چوں ہریسہ گشت آنجا فرق نیست ۔ نیست فرقے کاندر آنجا غرق نیست
جب ہریسہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے ۔ کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں غرق نہ ہو گیا ہو

ایں[2] چنیں بادہ ہمی بُرد آں غلام ۔ سُوئے قصرِ آں امیرِ نیک نام
وہ غلام اس طرح کی شراب لے جا رہا تھا ۔ نیک نام امیر کے محل کی جانب

پیش آمد زاہدے غم دیدۂ ۔ خشک مغزے در بلا پیچیدۂ
ایک غموں کا مارا زاہد، سامنے آ گیا ۔ جس کا دماغ خشک ہو گیا تھا مصیبت میں پھنسا ہوا تھا

تن ز آتشہایِ دل بگداختہ ۔ خانہ از غیرِ خدا پرداختہ
جسم دل کی آگوں سے پگھل گیا تھا ۔ اُس نے دل کو خدا کے سوا سے خالی کر لیا تھا

گوشمالِ[3] محنتِ بے زینہار ۔ داغہا برداغہا چندیں ہزار
بے پناہ مشقت کی گوشمالی کی وجہ سے ۔ داغوں پر داغ کئی ہزار تھے

دیدہ ہر ساعت خلش در اجتہاد ۔ روز و شب چفسید اُو بر اجتہاد
وہ ہر وقت مجاہدے میں تکلیف اُٹھاتا تھا ۔ وہ دن رات مجاہدے سے چمٹا ہوا تھا

سال و مہ در خاک و خوں آمیختہ ۔ صبر و حلمش نیم شب بگریختہ
سالوں اور مہینوں خاک اور خون میں لتھڑا تھا ۔ اُس کا صبر اور بُردباری آدھی رات کو بھاگ چکی تھی

دید در شب یک غلامِ نیک پے ۔ در شتابش اُو زمیں میکرد طے
اُس نے ایک نیک خصلت غلام کو رات میں دیکھا ۔ وہ اپنی جلدی میں زمین طے کر رہا تھا

گفت زاہد در سبوہا چیست آں ۔ گفت بادہ گفت آنِ کیست آں
زاہد نے کہا ٹھلیوں میں کیا ہے؟ ۔ اس نے کہا شراب، اُس نے کہا کس کی ہے؟

---

[1] فتنہا۔ شراب شور وشر پیدا کرتی ہے اور آقا اور غلام کا امتیاز مٹا دیتی ہے۔ استخوانہا۔ شراب پی کر انسان مجسم جان بن جاتا ہے۔ تخت۔ یعنی شاہی تخت۔ تختہ۔ پھانسی کا تختہ۔ وقتِ ہشیاری۔ ہوش کے وقت آدمیوں میں ایسا بیر ہوتا ہے جیسا کہ تیل اور پانی میں اور مستی کے وقت سب ایک جان ہو جاتے ہیں۔ ہریسہ۔ حلیم کی طرح کا کھانا ہے جس میں گوشت اور گیہوں کا دلیہ ہوتا ہے جب ہریسہ تیار ہو جاتا ہے تو گوشت اور دلیہ میں امتیاز نہیں رہتا۔ فرق۔ اب دونوں کا فرق غائب ہو جاتا ہے۔

[2] ایں چنیں۔ وہ غلام ان اوصاف کی شراب امیر کے محل کی طرف لے کر چلا۔ غم دیدہ۔ جس پر قبض کی کیفیت طاری تھی۔ خشک مغز۔ مجاہدوں کی کثرت سے اس کا دماغ خشک ہو گیا تھا۔ تن۔ اُس زاہد کا جسم عشق کی آگ سے پگھل گیا تھا اور اس کے دل میں صرف حق تعالیٰ کا خیال تھا۔

[3] گوشمال۔ مجاہدوں کی بے پناہ مشقت نے اُس کے دل پر ہزاروں داغ لگا دیے تھے۔ کردیدہ۔ اُس کا شغل شب و روز مجاہدہ تھا۔ نیم شب۔ اُس کو پتا نہ چلا اور اس میں صبر اور حلم کی طاقت نہ رہی تھی۔ دید۔ اس نے دیکھا غلام بھاگا جا رہا ہے۔ گفت زاہد۔ زاہد نے غلام سے پوچھا ٹھلیا میں کیا ہے اس نے کہا شراب ہے۔

گفت[1] ایں آنِ فلاں میرِ اَجَل ۔۔۔ گفت طالب را چنیں باشد عمل

اس نے کہا یہ فلاں بڑے سردار کی ملکیت ہے ۔۔۔ اس نے کہا طلبگار کا یہ کام ہوتا ہے؟

طالبِ یزداں و آنگہ عیش و نوش ۔۔۔ بادۂ شیطان و آنگہ تیز ہوش

خدا کا طلبگار، اور پھر عیش اور پینا ۔۔۔ شیطانی شراب اور پھر ہوش کی تیزی؟

ہوشِ تو بے مے چنیں پژمردہ است ۔۔۔ ہوشہا باید بران ہوشِ تو بست

تیرا ہوش بغیر شراب کے ایسا مُرجھایا ہوا ہے ۔۔۔ تیرے ہوش سے بہت سے ہوش وابستہ کرنے چاہییں

تاچہ باشد ہوشِ تو ہنگامِ سُکر ۔۔۔ اے چو مُرغے گشتہ صیدِ دامِ سُکر

پھر نشہ کے وقت تجھے ہوش کہاں ہو گا؟ ۔۔۔ اے وہ! جو پرندہ کی طرح نشہ کے جال میں ہے

حکایتِ[2] ضیائے بلخ کہ دراز بالا بُود، و برادرش شیخ الاسلام

ضیاء بلخ کا قصہ جو دراز قد تھے اور اُن کے بھائی شیخ الاسلام

تاجِ بلخ بغایت کوتاہ بالا بُود، و ایں شیخ الاسلام از

تاج بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے اور یہ شیخ الاسلام اپنے

برادرش ننگ داشت، روزے ضیا در آمد بدرسِ اُو، وہمہ

بھائی سے ذلت محسوس کرتے تھے ایک روز ضیا اُن کے درس میں پہنچ گئے

صدورِ بلخ حاضر بُودند بدرسِ اُو ضیا خدمتے کرد و بگذشت

اور بلخ کے تمام صدر اُن کے درس میں حاضر تھے، ضیا نے حاضری دی اور چل دیے

شیخ الاسلام نیم قیام کرد سرسری، ضیا گفت آرے

شیخ الاسلام معمولی طور پر آدھے کھڑے ہو گئے، ضیا نے کہا بے شک آپ

سخت درازی پارۂ دردُزد از خود

بہت لمبے ہیں کہ اپنے میں سے ایک حصہ چرالیا

آں ضیایِ بلخ خوش[3] اِلہام بُود ۔۔۔ دادرِ آں تاجِ شیخ اسلام بُود

ضیا بلخی خوش طبع تھے ۔۔۔ تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے

از برایِ علم خلقے پیشِ اُو ۔۔۔ گشتہ دائم در ملازم، درس جُو

علم کی وجہ سے لوگ اُن کے سامنے ۔۔۔ ہمیشہ رہتے تھے، صحبت میں درس کے طالب

تاجِ شیخ اسلام دارالملک بلخ ۔۔۔ بُود کوتہ قد و کوچک ہمچو فرخ

دارالخلافہ بلخ کے شیخ الاسلام تاج ۔۔۔ پست قد اور چوزے کی طرح چھوٹے تھے

---

[1] گفت ایں۔غلام نے زاہد کے جواب میں کہا کہ یہ شراب امیر اعظم کی ہے،زاہد نے کہا کہ طالب حق کے یہ کام ہوتے ہیں اُس کوتو ناؤنوش سے بچنا چاہیے شیطانی شراب پی کر ہوش کہاں رہتا ہے۔ہوش۔انسان بغیر شراب کے بھی غافل ہے جس کے لیے سیکڑوں ہوش درکار ہیں تو پھر نشہ میں کیا ہوش رہ سکتا ہے نشہ میں تو ایسا ہی پھنستا ہے جس طرح پرند جال میں۔

[2] حکایت۔یہ بتایا تھا کہ انسان خود ہی مدہوش ہے شراب پی کرتو اور بدحال ہوگا اس حکایت سے بھی یہی بتایا ہے کہ شیخ الاسلام کا خود قد چھوٹا تھا نیم قد کھڑے ہونے پر اور چھوٹا ہو گیا۔

[3] خوش الہام۔ظرافت مزاج۔دادر۔برادر۔ملازم۔ملازمت۔دارالملک۔دارالخلافہ۔فرخ۔پرند کا بچہ۔

فتنہا[1] و شورہا انگیختہ ❊ بندگان و خسرواں آمیختہ

فتنے اور شور بر انگیختہ کر دیتی ہے ❊ غلاموں اور شاہوں کو ملا دیتی ہے

استخوانہا رفتہ جملہ جاں شدہ ❊ تخت و تختہ آں زماں یکساں شدہ

ہڈیاں ختم ہو جاتی ہیں سب کچھ جان بن جاتا ہے ❊ اس وقت تخت اور تختہ یکساں ہو جاتا ہے

وقتِ ہُشیاری چو آب و روغن اند ❊ وقتِ مستی ہمچو جاں اندر تن اند

انسان ہوش کے وقت پانی اور تیل کی طرح ہیں ❊ مستی کے وقت جسم میں جان کی طرح ہیں

چوں ہریسہ لحم و گندم غرق ہم ❊ ہیچ سبقے نے در ایشاں فرق ہم

جیسا کہ ہریسہ، گوشت اور گیہوں باہمی غرق ہیں ❊ ان میں کوئی دوڑ نہیں، نہ ان میں باہمی فرق ہے

چوں ہریسہ گشت آنجا فرق نیست ❊ نیست فرقے کاندر آنجا غرق نیست

جب ہریسہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے ❊ کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں غرق نہ ہو گیا ہو

ایں[2] چنیں بادہ ہمی بُرد آں غلام ❊ سُوئے قصرِ آں امیرِ نیک نام

وہ غلام اس طرح کی شراب لے جا رہا تھا ❊ نیک نام امیر کے محل کی جانب

پیش آمد زاہدے غم دیدہٗ ❊ خشک مغزے در بلا پیچیدہٗ

ایک غموں کا مارا زاہد، سامنے آ گیا ❊ جس کا دماغ خشک ہو گیا تھا مصیبت میں پھنسا ہوا تھا

تن ز آتشہائِ دل بگداختہ ❊ خانہ از غیرِ خدا پرداختہ

جسم دل کی آگوں سے پگھل گیا تھا ❊ اُس نے دل کو خدا کے سوا سے خالی کر لیا تھا

گوشمالِ[3] محنتِ بے زینہار ❊ داغہا برداغہا چندیں ہزار

بے پناہ مشقت کی گوشمالی کی وجہ سے ❊ داغوں پر داغ کئی ہزار تھے

دیدہ ہر ساعت خلش در اجتہاد ❊ روز و شب چفسید اُو بر اجتہاد

وہ ہر وقت مجاہدے میں تکلیف اُٹھاتا تھا ❊ وہ دن رات مجاہدے سے چمٹا ہوا تھا

سال و مہ در خاک و خوں آمیختہ ❊ صبر و حلمش نیم شب بگریختہ

سالوں اور مہینوں خاک اور خون میں لتھڑا تھا ❊ اُس کا صبر اور بُردباری آدھی رات کو بھاگ چکی تھی

دید در شب یک غلامِ نیک پے ❊ در شتابش اُو زمیں میکرد طے

اُس نے ایک نیک خصلت غلام کو رات میں دیکھا ❊ وہ اپنی جلدی میں زمین طے کر رہا تھا

گفت زاہد در سبوہا چیست آں ❊ گفت بادہ گفت آنِ کیست آں

زاہد نے کہا ٹھلیوں میں کیا ہے؟ ❊ اس نے کہا شراب، اُس نے کہا کس کی ہے؟

---

1. فتنہا۔ شراب شور وشر پیدا کرتی ہے اور آقا اور غلام کا امتیاز مٹا دیتی ہے۔ استخوانہا۔ شراب پی کر انسان مجسم جان بن جاتا ہے۔ تخت۔ یعنی شاہی تخت۔ تختہ۔ پھانسی کا تختہ۔ وقتِ ہشیاری۔ ہوش کے وقت آدمیوں میں ایسا بیر ہوتا ہے جیسا کہ تیل اور پانی میں اور مستی کے وقت سب ایک جان ہو جاتے ہیں۔ ہریسہ۔ حلیم کی طرح کا کھانا ہے جس میں گوشت اور گیہوں کا دلیہ ہوتا ہے جب ہریسہ تیار ہو جاتا ہے تو گوشت اور دلیہ میں امتیاز نہیں رہتا۔ فرق۔ اب دونوں کا فرق غائب ہو جاتا ہے۔
2. ایں چنیں۔ وہ غلام ان اوصاف کی شراب امیر کے محل کی طرف لے کر چلا۔ غمدیدہ۔ جس پر قبض کی کیفیت طاری تھی۔ خشک مغز۔ مجاہدوں کی کثرت سے اُس کا دماغ خشک ہو گیا تھا۔ تن۔ اُس زاہد کا جسم عشق کی آگ سے پگھل گیا تھا اور اس کے دل میں صرف حق تعالیٰ کا خیال تھا۔
3. گوشمال۔ مجاہدوں کی بے پناہ مشقت نے اُس کے دل پر ہزاروں داغ لگا دیے تھے۔ کہ دیدہ۔ اُس کا شغل شب و روز مجاہدہ تھا۔ نیم شب۔ اُس کو پتا نہ چلا اور اس میں صبر اور حلم کی طاقت نہ رہی تھی۔ دید۔ اس نے دیکھا غلام بھاگا جا رہا ہے۔ گفت زاہد۔ زاہد نے غلام سے پوچھا ٹھلیا میں کیا ہے اس نے کہا شراب ہے۔

گفت[1] ایں آنِ فلاں میرِ اَجَل — گفت طالب را چنیں باشد عمل
اس نے کہا یہ فلاں بڑے سردار کی ملکیت ہے — اس نے کہا طلبگار کا یہ کام ہوتا ہے؟
طالبِ یزداں و آنگہ عیش و نوش — بادۂ شیطان و آنگہ تیز ہوش
خدا کا طلبگار، اور پھر عیش اور پینا — شیطانی شراب اور پھر ہوش کی تیزی؟
ہوشِ تو بے مے چنیں پژمردہ است — ہوشہا باید بران ہوشِ تو بست
تیرا ہوش بغیر شراب کے ایسا مُرجھایا ہوا ہے — تیرے ہوش سے بہت سے ہوش وابستہ کرنے چاہئیں
تاچہ باشد ہوشِ تو ہنگامِ سُکر — اے چو مُرغے گشتہ صیدِ دامِ سُکر
پھر نشہ کے وقت تجھے ہوش کہاں ہو گا؟ — اے وہ! جو پرندہ کی طرح نشہ کے جال میں ہے

حکایت[2] ضیائے بلخ کہ دراز بالا بُود، و برادرش شیخ الاسلام
ضیاء بلخ کا قصہ جو دراز قد تھے اور اُن کے بھائی شیخ الاسلام
تاجِ بلخ بغایت کوتاہ بالا بُود، و ایں شیخ الاسلام از
تاج بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے اور یہ شیخ الاسلام اپنے
برادرش ننگ داشت، روزے ضیا در آمد بدرسِ اُو، وہمہ
بھائی سے ذلت محسوس کرتے تھے ایک روز ضیا اُن کے درس میں پہنچ گئے
صدورِ بلخ حاضر بُودند بدرسِ اُو ضیا خدمتے کرد و بگذشت
اور بلخ کے تمام صدر اُن کے درس میں حاضر تھے، ضیا نے حاضری دی اور چل دیے
شیخ الاسلام نیم قیام کرد سرسری، ضیا گفت آرے
شیخ الاسلام معمولی طور پر آدھے کھڑے ہو گئے، ضیا نے کہا بے شک آپ
سخت درازی پارۂ دزدُ زداز خود
بہت لمبے ہیں کہ اپنے میں سے ایک حصہ چرالیا

آں ضیایِ بلخ خوش[3] الہام بُود — دادرِ آں تاجِ شیخ اسلام بُود
ضیا بلخی خوش طبع تھے — تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے
از برایِ علم خلقے پیشِ اُو — گشتہ دائم در ملازم . درس جُو
علم کی وجہ سے لوگ اُن کے سامنے — ہمیشہ رہتے تھے، صحبت میں درس کے طالب
تاجِ شیخ اسلام دارالملک بلخ — بُود کوتہ قد و کوچک ہمچو فرخ
دارالخلافہ بلخ کے شیخ الاسلام تاج — پست قد اور چوزے کی طرح چھوٹے تھے

---

[1] گفت ایں۔ غلام نے زاہد کے جواب میں کہا کہ یہ شراب امیر اعظم کی ہے، زاہد نے کہا کہ طالب حق کے یہ کام ہوتے ہیں اس کو تو نا و نوش سے بچنا چاہیے شیطانی شراب پی کر ہوش کہاں رہتا ہے۔ ہوش۔ انسان بغیر شراب کے بھی غافل ہے جس کے لیے سیکڑوں ہوش درکار ہیں تو پھر نشہ میں کیا ہوش رہ سکتا ہے نشہ میں تو ایسا ہی پھنستا ہے جس طرح پرند جال میں۔

[2] حکایت۔ یہ بتایا تھا کہ انسان خود ہی مدہوش ہے، شراب پی کر تو اور بدحال ہوگا اس حکایت سے بھی یہی بتایا ہے کہ شیخ الاسلام کا خود قد چھوٹا تھا نیم قد کھڑے ہونے پر اور چھوٹا ہو گیا۔

[3] خوش الہام۔ ظرافت مزاج۔ دادر۔ برادر۔ ملازم۔ ملازمت۔ دارالملک۔ دارالخلافہ۔ فرخ۔ پرند کا بچہ۔

گرچہ[1] فاضل بُود و فحل و ذُو فنُوں ... ایں ضیا اندر ظرافت بُد فزوں
اگرچہ فاضل تھے اور یکتا اور فنون والے ... یہ ضیاء مذاق میں بڑھے ہوئے تھے

اُو بسے کوتہ ضیا بے حد دراز ... بُود شیخ اسلام را صد کبر و ناز
وہ بہت ٹھنگنے، ضیاء بہت لمبے ... شیخ الاسلام میں سینکڑوں تکبر اور ناز تھے

زیں برادر عار و ننگش آمدے ... آں ضیا ہم واعظے بُد با ہُدے
ان بھائی سے، اُن کو عار اور ذلت آتی ... وہ ضیاء بھی با ہدایت واعظ تھے

روزِ محفل اندر آمد آں ضیا ... بارگہ پُر قاضیان و اصفیا
مجلس کے دن، ضیاء اندر آئے ... دربار قاضیوں اور منتخب لوگوں سے بھرا ہوا تھا

کرد شیخ اسلام از کبرِ تمام ... ایں برادر را چنیں نصف[2] القیام
شیخ الاسلام نے پورے غرور سے کیا ... اس بھائی کے لیے، ایسے ہی آدھا قیام

پس ضیا چوں دید کبر اندر سرش ... انفعالے داد حالے در خورش
جب ضیا نے ان کے سر میں غرور دیکھا ... ان کے مناسب فوراً ان کو شرمندہ کیا

گفت آرے بس درازی بہرِ مُزد ... اندکے زاں قدِ سروت ہم بدزد
انھوں نے کہا، جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں مزدوری کے لیے ... اپنے سرو جیسے قد سے بھی تھوڑا سا چرا لیا

رجوع بحکایتِ زاہد با غلامِ امیر

امیر کے غلام کے ساتھ زاہد کی حکایت کی طرف واپسی

پس[3] تُرا خود ہوش کو و عقل کو ... تاخوری مے اے تُو دانش را عدو
پھر تجھے خود ہوش کہاں اور عقل کہاں ہے؟ ... تاکہ تو شراب پیے، اے عقل کے دشمن!

رُوت بس زیبا ست نیلی ہم بکش ... ضحکہ باشد نیل بر رُوئے حَبَش
تیرا چہرہ بہت حسین ہے، نیل بھی لگا لے ... حبشی کے چہرے پر نیل مذاق ہوتا ہے

در تو نورے کے در آمد اے غوی ... تا تو مے نوشی و ظلمت جُو شوی
اے گمراہ! تیرے اندر نور ہی کب آیا ہے؟ ... کہ تو شراب پیے اور ظلمت کا طالب بن جائے

سایہ در روز ست جستن قاعدہ ... در شبِ ابرے تو سایہ جُو شُدہ
سایہ تلاش کرنے کا قاعدہ، دن میں ہے ... تو ابر والی رات میں سایہ کا طالب بنا ہے

گر حلال آمد پئے قُوتِ عوام ... طالبانِ دوست را آمد حرام
اگر وہ (شراب) عوام کی خوراک کے لیے حلال ہے ... دوست کے طلبگاروں کے لیے حرام ہے

---

1. گرچہ۔ تاج شیخ الاسلام اگرچہ بڑے صاحب علم تھے لیکن ضیا جوشِ طبعی میں اُن سے بڑھے ہوئے تھے۔ آن ضیا۔ ضیا ہدایت یافتہ واعظ تھے، شیخ الاسلام کا ان کی بھائی بندی سے ذلت محسوس کرنا غیر مناسب تھا۔ اصفیاء۔ برگزیدہ۔

2. نصف القیام۔ یعنی تعظیم کے لیے آدھے کھڑے ہوئے۔ پس ضیا۔ چونکہ ضیا کو محسوس ہوا کہ دماغ میں تکبر ہے اس لیے فوراً اُن کو شرمندہ کرنا چاہا۔ بہر مزد۔ یعنی لوگوں کو معتقد بنا کر نذرانہ وصول کرنے کے لیے۔ قدِ سروت۔ طنزاً کہا۔

3. پس ترا۔ زاہد کے قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ روت۔ حسین چہرے پر نظر بد سے بچانے کیلئے ماتھے پر نیل لگا دیا جاتا ہے، اب اگر کوئی بدصورت نیل لگائے تو اُس کا مزید مذاق بنے گا۔ ضحکہ۔ ہنسی کی چیز۔ گر حلال۔ شراب اگرچہ عوام کی تقویت کیلئے حلال ہے لیکن نفس کی لذت کیلئے حلال چیز بھی پرہیزگاروں کیلئے ممنوع ہوتی ہے۔

عاشقاں[1] را بادہ خونِ دل بُود — چشمِ شاں بر راہ و بر منزل بُود
عاشقوں کی شراب، خونِ دل ہوتا ہے — اُن کی نگاہ، راہ اور منزل پر رہتی ہے

در چنیں راہ و بیابانِ مخوف — اے قلاووزِ خرد باصد کسوف
ایسے راستے اور خوفناک جنگل میں — (اور) اے عقل کے رہنما سیکڑوں گہن میں

خاک در چشمِ قلاووزاں زنی — کارواں را ہالک و گمرہ کنی
تو رہنماؤں کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے — قافلہ کو تباہ اور گمراہ کرتا ہے

نانِ جَو حقا حرام ست و فسوس — نفس را در پیش نہ نانِ سبوس
جَو کی روٹی (بھی) حرام اور (باعثِ) افسوس ہے — نفس کے سامنے بھوسی کی روٹی رکھ

دشمنِ[2] راہِ خدارا خوار دار — دُزد را منبر مَنِہ بردار دار
اللہ (تعالیٰ) کے راستہ کے دشمن کو ذلیل کر — چور کے لیے منبر نہ بچھا، سولی پر چڑھا

دُزد را تو دست بریدن پسند — از بُریدن عاجزی دستش بہ بند
تو چور کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کو پسند کر — اگر تو کاٹنے سے عاجز ہے، اس کے ہاتھ باندھ دے

گر نہ بندی دستِ اُو دستِ تو بست — گر تُو پایش نشکنی پایت شکست
اگرتو اس کے ہاتھ نہ باندھے گا وہ تیرے ہاتھ باندھ دے گا — اگر تو اُس کا پاؤں نہ توڑے گا وہ تیرا پاؤں توڑ دے گا

تو عدُو را مے دہی و نیشکر — بہرِ چہ گو زہر نوش و خاک خور
تو دشمن کو شراب اور گنا دیتا ہے — کس لیے؟ کہہ دے زہر پیے اور خاک پھانکے

زد[3] ز غیرت بر سبو سنگ و شکست — اُو سبو انداخت از زاہد بجست
اس نے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا اور توڑ دیا — اس (غلام) نے (دوسری) ٹھلیا پھینک دی (اور) زاہد سے بھاگ گیا

رفتنِ امیر خشم آلودہ برائے گو شمالِ زاہد

امیر کا غصہ میں بھر کر، زاہد کو سزا دینے کے لیے جانا

رفت پیشِ میر و گفتش بادہ کو — ماجرا را گفت یک یک پیشِ اُو
وہ غلام امیر کے سامنے پہنچا امیر نے اس سے کہا شراب کہاں ہے؟ — اُس نے ایک ایک کر کے، اس کے سامنے قصہ کہہ دیا

میر چوں آتش شُد و برجست راست — گفت بنُما خانۂ زاہد کُجا ست
امیر آگ جیسا ہو گیا اور سیدھا اُٹھا — بولا دکھا، زاہد کا گھر کہاں ہے؟

تابدیں گرزِ گراں کوبم سرش — آں سرِ بے دانشِ مادر غرش
تاکہ میں اس بھاری گرز سے اُس کا سر توڑ دوں — وہ سر جو بے عقل، مادر بخطا کا ہے

---

[1] عاشقاں۔ عاشق شراب کے بجائے خونِ دل پیتے ہیں اور وہ راہ و منزل کی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کو عیش پرستی کی فرصت کہاں ہے۔ در چنیں۔ راہِ طریقت، خوفناک راستہ ہے اس میں تو بہت سے حواس کی ضرورت ہے عقل جب شراب کے گہن میں ہو تو کیا راہنمائی کر سکتی ہے۔ خاک۔ مدہوش کی عقل کیا رہنمائی کرے گی وہ تو قافلہ کو گمراہ کر دے گی۔ نانِ جو۔ اگر جو کی روٹی سے بھی حظِ نفس حاصل ہو تو بھوسی کی روٹی کھانی چاہیے۔

[2] دشمن۔ نفس راہِ خدا کا دشمن ہے اس کو ہر وقت ذلیل رکھ، اس کی عزت نہ کر، پھانسی پر چڑھا دے۔ دزد۔ چور کا ہاتھ کاٹنا چاہیے یہ ممکن نہ ہو تو ہاتھ باندھ دیے جائیں۔ گرنہ بندی۔ اگر تو نے چور کو آزاد چھوڑا تو وہ تجھے تباہ کر دے گا۔ بہرِ چہ۔ اس کو راحت سے کیوں رکھتا ہے؟

[3] زد۔ زاہد کو غیرت آئی اور اس نے شراب کی ٹھلیا پر پتھر مارا۔ رفت۔ غلام بھاگا بھاگا امیر کے پاس پہنچا اور اس نے اس کو سارا قصہ سنا دیا۔ مادر غرش۔ زانیہ ماں۔

اُوچہ[1] داند امر معروف از سگی — طالبِ معروفی ست و شُہرگی
وہ بھلائی کا حکم کرنا کیا جانے؟ کتے پن سے — نام آوری اور شہرت کا طالب ہے

تابدیں سالوس خود را جا کُند — تا بچیزے خویشتن پیدا کُند
تاکہ اس مکر سے اپنی جگہ بنائے — تاکہ کسی ڈھب سے اپنے آپ کو نمایاں کرے

کُو ندارد خود ہنر اِلّا ہُماں — کہ تسلّس میکُند با این و آں
وہ خود ہنر نہیں رکھتا ہے، بجز اس کے — کہ ہما شما سے مکاری کرتا ہے

اُو اگر دیوانہ است و فتنہ کاوٗ — دارُوئ دیوانہ باشد کیرِ گاوٗ
وہ اگر دیوانہ ہے اور فتنہ انگیز — دیوانہ کی دوا، بیل کا آلۂ تناسل ہے

تاکہ شیطاں از سرش بیروں رود — بے لتِ خر بندگاں خر چوں رود
تاکہ اُس کے سر سے شیطان باہر نکل جائے — گدھا کمہاروں کی مار کے بغیر کب چلتا ہے؟

میر[2] بیروں جست و دبوسے بدست — نیم شب آمد بزاہد نیم مست
امیر باہر نکلا، اور گرز ہاتھ میں تھا — زاہد کے پاس آدھی رات کو ادھوری مستی میں پہنچا

خواست کُشتن مردِ زاہد را ز خشم — مردِ زاہد گشتہ پنہاں زیرِ پشم
غصہ سے زاہد کو مار ڈالنا چاہا — زاہد انسان، اُون کے نیچے چھپ گیا

مردِ زاہد میشنود از میرِ آں — زیرِ پشم آں رسن تاباں نہاں
زاہد انسان، امیر سے وہ سن رہا تھا — رسی بٹنے والوں کی اُون کے نیچے چھپا ہوا

گفت در رُو گفتنِ زشتی مرد — آئینہ تاند کہ رُو را سخت کرد
بولا، انسان کی بُرائی منہ در منہ — آئینہ کر سکتا ہے، جس نے منہ کو سخت کر لیا ہے

رُوئ باید آئینہ وار آہنیں — تات گوید رُوئ زشتِ خود ببیں
آئینہ جیسا لوہے کا منہ چاہیے — تاکہ تجھ سے کہے، کہ اپنا بھدا چہرہ دیکھ

حکایت[3] مات کردنِ دلقک سید شاہِ ترمذ را

ایک مسخرے کی سید شاہ ترمذ کو مات دینے کی حکایت

شاہ بادلقک ہمی شطرنج باخت — مات کردش زُود خشمِ شہ بتاخت
بادشاہ نے مسخرے کیساتھ شطرنج کی بازی لگائی — اس نے اُس کو مات دے دی بادشاہ کا غصہ جلد دوڑ پڑا

گفت شہ شہ واں شِہ کبر آورش — یک یک آں شطرنج مےزد برسرش
اس نے شہ شہ کہا اور وہ متکبر بادشاہ — شطرنج کا ایک ایک مہرہ اُس کے سر پر مارتا تھا

1. اُوچہ۔ امیر نے غصے سے کہا وہ زاہد خود کتا ہے اس کو امر بالمعروف سے کیا واسطہ وہ محض شراب کا طالب ہے۔ جا کُند۔ مرتبہ بنائے۔ کُو۔ اس کا ہنر صرف لوگوں سے مکر کرنا ہے۔ فتنہ کاوٗ۔ فتنہ برپا کرنے والا۔ کیرِ گاوٗ۔ بیل کا قضیب سکھا کر اس کا درّہ بنا لیا جاتا تھا۔ بے لت۔ گدھا لاتوں کے بغیر کب چلتا ہے۔
2. میر۔ امیر غصہ میں پاگل ہو رہا تھا۔ دبوس۔ تازیانہ۔ زیرِ پشم۔ زاہد بھاگ کر اُون کی رسی بانٹنے والوں کی اُون میں چھپ گیا اور وہاں امیر کی بُری بھلی باتیں سنتا رہا۔ گفت۔ زاہد نے اپنے دل میں کہا کہ کسی کے منہ پر برائی کرنے کے لیے آئینہ کا سا لوہے کا چہرہ ہونا چاہیے تاکہ مار کھا سکے۔ آئینہ لوہے سے بنتا تھا۔
3. حکایت۔ اس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ مسخرے نے نمدوں میں لیٹ کر بادشاہ کو شہ کہا تاکہ چوٹ سے بچ سکے۔ دلقک۔ مسخرہ۔ مات کردش۔ مسخرے نے بادشاہ کو ہرا دیا۔ گفت شہ شہ۔ ہارنے والے کی تحقیر کے لیے لفظ شہ شہ کہہ دیا جاتا ہے۔ آں۔ شطرنج یعنی شطرنج کے مہرے۔

کہ[1] بگیر اینک شہت اے قلتباں — صبر کرد آں دلقک و گفت الاماں
کہ اے دیوث! لے یہ تیری شہ ہے — اس مسخرے نے صبر کیا اور پناہ چاہی

دستِ دیگر باختن فرمود میر — اُو چناں لرزاں کہ عُور از زمہریر
امیر نے دوسری بازی لگانے کو کہا — وہ اس طرح کانپا جیسے کہ ننگا جاڑے سے

باخت دستِ دیگر و شہ مات شُد — وقتِ شہ شہ گفتن و میقات شُد
اس نے دوسری بازی کھیلی اور بادشاہ کو مات ہو گئی — شہ شہ کہنے کا وقت اور جگہ آ گئی

برجہید آں دلقک و در کُنج رفت — شش نمد برخود فگند از بیم تفت
وہ مسخرا کودا اور گوشہ میں چلا گیا — فوراً خوف سے چھ نمدے اپنے اوپر ڈال لیے

زیرِ بالشہا و زیرِ شش نمد — خُفت پنہاں تاز زخمِ شہ رہد
تکیوں کے نیچے اور چھ نمدوں کے نیچے — چھپ کر لیٹ گیا تاکہ بادشاہ کی مار سے نجات پائے

گفت[2] شہ ہے ہے چہ کردی چیست ایں — گفت شہ شہ شہ اے شاہِ گزیں
بادشاہ نے کہا، ہائیں ہائیں تو نے کیا کیا، یہ کیا ہے؟ — بولا اے منتخب شاہ، شہ شہ شہ شہ

کے تواں حق گفت جز زیرِ لحاف — باچو تو خشم آورِ آتش سجاف
حق (بات) لحاف کے نیچے کے علاوہ کب کہی جا سکتی ہے؟ — آپ جیسے غصیلے آگ کے استر والے کے سامنے

اے تو مات و مَن ز زخمِ شاہ مات — میزنم شہ شہ ز زیرِ رختہات
آپ ہارے اور میں شاہ کی مار سے ہارا — میں کپڑوں کے نیچے سے آپ کو شہ شہ کہتا ہوں

آمدنِ امیر بدر خانۂ زاہد و بہ لکد کوفتنِ در

امیر کا زاہد کے دروازے پر آنا اور لاتوں سے دروازے کو پیٹنا

چوں[3] محلہ پُر شُد از ہیہایِ میر — وز لکد بر در زدن وز دار و گیر
جب امیر کی ہا ہو سے محلہ بھر گیا — دروازے پر لاتیں مارنے سے اور پکڑ دھکڑ سے

خلق بیروں جست زود از چپ و راست — کاے مقدّم وقتِ عفو ست و رضا ست
دائیں اور بائیں سے لوگ باہر نکل آئے — کہ اے پیشرو! معافی اور راضی ہو جانے کا وقت ہے

مغزِ اُو خشک ست و عقلش ایں زماں — کمتر ست از عقل و فہمِ کودکاں
اس کا دماغ خشک ہو گیا ہے اور اب اس کی عقل — بچوں کی عقل اور سمجھ سے کم تر ہے

زُہد و پیری ضُعف بر ضُعف آمدہ — واندراں زُہدش کشادے ناشُدہ
زہد اور بڑھاپا، کمزوری پر کمزوری آ گئی — اور اُس زہد میں اُس کو بسط حاصل نہ ہوا

---

[1] کہ بگیر۔ بادشاہ مسخرے کے سر پر شطرنج کے مہرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ لے یہ تیری شہ ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ دست دیگر۔ دوسری بازی۔ عور۔ ننگا۔ وقت شہ۔ اب مسخرے کے لیے شہ کہنے کا وقت آ گیا۔ برجہید۔ مسخرہ بھاگ کر ایک گوشہ میں چھ نمدے اپنے اوپر ڈال کر لیٹ گیا۔

[2] گفت شہ۔ بادشاہ نے دریافت کیا یہ کیا حرکت ہے۔ گفت۔ مسخرے نے کہا شہ کہنے کے لیے نمدوں میں چھپ گیا ہوں۔ کے تواں۔ غصہ ور آدمی سے حق بات لحافوں میں گھس کر ہی کہی جا سکتی ہے ورنہ زخم برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

[3] چوں محلہ۔ امیر کے شور و غوغا اور زاہد کے کواڑوں پر لاتیں مارنے سے محلے کے آدمی جمع ہو گئے۔ مقدم۔ پیشرو۔ مغز او۔ زاہد کا دماغ خشک ہو گیا ہے ایک تو بڑھاپا پھر زہد جس نے اس کو مزید کمزور کر دیا اور پھر اس پر کشادگی یعنی بسط کی کیفیت طاری نہیں ہوئی ہے۔

رنج[1] دیدہ گنج نادیدہ زیار — کارہا کردہ ندیدہ مُزدِ کار
اس نے تکلیف برداشت کی، یار کا خزانہ نہ دیکھا — کام کیے، کام کی مزدوری نہ دیکھی

یا نبُودِ آں کارِ اُو را خود گہر — یا نیامد وقتِ پاداش از قدر
یا تو اُس کے کام میں خود جوہر نہ تھا — یا تقدیر (خداوندی) سے بدلے کا وقت نہیں آیا ہے

یا کہ بُود آں سعی چوں سعیِ جہود — یا جزا وابستۂ میقات بُود
یا اُس کی کوشش، یہود کی کوشش کی طرح تھی — یا بدلہ، وقتِ مقرر سے وابستہ تھا

مر وُرا درد و مصیبت ایں بس ست — کاندریں وادیِ پُرخوں بیکس ست
اس کے لیے یہ درد اور مصیبت کافی ہے — کہ وہ اس خوفناک وادی میں بیکس ہے

چشم[2] پُر درد و نشستہ اُو بہ کُنج — رُو ترش کردہ فروافگندہ لُنج
آنکھ درد سے پُر ہے اور وہ گوشہ نشین ہے — منہ بنائے ہوئے ہے، ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے

نے یکے کحّال کُو را غم خورد — نیش عقلے کُو بکحلے پے برد
نہ کوئی آنکھوں کا معالج ہے کہ اُس کی فکر کرے — نہ اُس کو عقل ہے، کہ وہ سُرمہ کی تلاش کرے

اجتہادے میکُند با وہم و ظن — کار در بُوک ست تانیکو شُدن
وہم اور گمان کے ساتھ کوشش کر رہا ہے — معاملہ ٹھیک ہونے تک، وہ وہم میں ہے

زاں رہش دور ست تا دیدارِ دوست — کہ نماندش مغز سر از عشقِ پوست
اسی لیے دوست کے دیدار تک کا راستہ اس کے لیے دور ہے — کیونکہ چھلکے کے عشق سے اس کے سر میں گودا نہیں رہا

ساعتے[3] اُو با خدا اندر عتاب — کہ نصیبم رنج آمد زیں جناب
کسی وقت وہ خدا سے غصہ میں ہے — کہ اس درگاہ سے مجھے غم کا حصہ ملا ہے

ساعتے بابختِ خود اندر جدال — کہ ہمہ پرّاں و ما بریدہ بال
کسی وقت اپنے مقدر سے لڑائی میں ہے — کہ سب پرواز میں ہیں اور ہم بال کٹے ہیں

ہر کہ محبوس ست اندر بُو و رنگ — گرچہ در زُہد ست باشد خوش بہ تنگ
جو شخص بُو اور رنگ میں مُقید ہے — اگرچہ وہ زُہد میں ہے، بہت تنگ ہو گا

تابروں ناید ازیں تنگیں مناخ — کے شود خُویش خوش و صدرش فراخ
جب تک وہ اس تنگ پڑاؤ سے باہر نہ نکلے — اُس کی عادت بھلی اور اس کا سینہ فراخ کب ہو گا؟

زاہداں را در خلا پیش از گشاد — تیغ و اُسترہ نشاید ہیچ داد
(اسی لیے) زاہدوں کو بسط سے پہلے تنہائی میں — تلوار اور اُسترہ کبھی نہ دینا چاہیے

---

1. رنج۔ زاہد نے تکلیفیں اُٹھائیں اور ابھی تک کچھ فیض نہ پایا ہے، محنت کی ہے اور ابھی تک کوئی مزدوری نہیں ملی ہے۔ خود گہر۔ یعنی اس کی عبادت میں خلاص نہ تھا۔ یانیامد۔ عبادت تو مقبول ہوئی ہے اور اجر کا وقت نہیں آیا ہے۔ سعی جہود۔ یہود کی عبادت بیکار ہے۔ مر ورا۔ اُس زاہد کو تو اپنی ہی مصیبتیں کافی ہیں آپ اور کیوں مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ وادی پُرخون۔ راہِ عشق۔
2. چشم۔ وہ مایوسی کی حالت میں گوشہ نشین ہے۔ لُنج۔ ہونٹ۔ کحال۔ معالج چشم۔ بوک۔ بود کہ، ہوسکتا ہے کہ یہ کسی معاملہ میں شک کی صورت میں کہا جاتا ہے۔ زاں۔ چونکہ ابھی اس کا اپنی ہستی سے تعلق ہے اسی لیے مشاہدہ کی منزل اُس سے دور ہے۔ ساعتے۔ وہ کسی وقت تو خدا سے بھی لڑنے لگتا ہے۔
3. ساعتے۔ کسی وقت خود اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگتا ہے۔ ہر کہ۔ جس میں خودی باقی ہے خواہ وہ زاہد ہی کیوں نہ ہو وہ تنگی میں رہتا ہے۔ تابروں۔ جب تک خودی کے تنگ راستہ کو فنا نہ کرے گا اس کو بسط کی کیفیت حاصل نہ ہوگی۔ زاہداں۔ بسط کی کیفیت طاری ہونے سے پہلے قبض کی حالت میں بسا اوقات سالک خود کو ہلاک کر ڈالتا ہے لہٰذا اس کو تنہائی میں کبھی تلوار اور اُسترہ نہ دینا چاہیے۔

کز ضجر[1] خود را بدرّاند شکم — غصۂ آں بے مرادیہا و غم

کیونکہ تنگدلی کی وجہ سے وہ اپنا پیٹ پھاڑ لے گا — اُن ناکامیوں کے غصہ اور غم (سے)

بے مُرادی ہای ایں دنیا خوش ست — بامُرادی تُند خُوی و سرکش ست

اس دنیا کی نامرادیاں بھلی ہیں — مراد مندی، بدمزاج اور سرکش ہے

انداختنِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود را از کوہِ حرا از وحشت و دیرِ نمودنِ دیدار، و نمودنِ جبرئیل علیہ السلام خود را بوے کہ میند از کہ تُرا دولتہا وسعادتہا در پیش ست

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار میں تاخیر ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو حرا پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کرنا اور جبرئیل علیہ السلام کا اپنے آپ کو ان پر ظاہر کرنا کہ نہ گرایئے کیونکہ آپ کو دولتیں اور سعادتیں درپیش ہیں

مصطفیٰ را ہجر[2] چوں بفراختے — خویش را از کوہ می انداختے

(حضرت) مصطفیٰ پر جب فراق غلبہ پاتا — اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا ارادہ کرتے

تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکُن — کہ تُرا بس دولت ست از امرِ کُن

حتیٰ کہ اُن کو جبرئیل کہتے خبردار! یہ نہ کیجئے — کیونکہ امر کن کی وجہ سے آپ کے لیے بہت دولتیں ہیں

مصطفیٰ ساکن شُدے ز انداختن — باز ہجراں آوریدے تاختن

(حضرت) مصطفیٰ گرانے سے رُک جاتے — پھر، فراق حملہ کرتا

باز خود را سر نگوں از کوہ اُو — میفگندے از غم و اندوہ اُو

پھر خود کو وہ پہاڑ سے اوندھا — غم اور رنج کی وجہ سے گرانے کا ارادہ کرتے

باز خود پیدا شُدے آں جبرئیل — کہ مکُن ایں اے تو شاہے بے بدیل

پھر وہ جبرئیل خود رونما ہوتے — کہ اے بے مثال شاہ! یہ نہ کیجئے

ہم چنیں[3] می بُود تا کشفِ جیب — تا بیابید آں گہر را او زجیب

پردہ کھلنے تک یہی ہوتا رہتا — یہاں تک کہ انھوں نے جیب میں سے وہ موتی پا لیا

بہرِ ہر محنت چو خود را می کُشند — اصلِ محنتہا ست ایں چونش کشند

جبکہ ہر مصیبت کی وجہ سے اپنے آپ کو مار ڈالتے ہیں — یہ مصیبتوں کی جڑ ہے اس کو کیسے برداشت کریں؟

از فدائی مرداں را حیرتیست — ہر یکے از ما فدائے سیرتیست

قربان ہونے پر لوگوں کو حیرت ہے — (حالانکہ) ہم میں سے ہر ایک ایک خصلت پر قربان ہے

---

[1] کز ضجر۔ قبض کی حالت میں اس قدر دل تنگ ہوتا ہے کہ اپنی نامرادی کے رنج میں سالک اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ مرادی۔ دنیا کی ناکامی انسان کے لیے بہتر ہے۔ بامراد، بدمزاج اور سرکش ہو جاتا ہے۔ انداختن۔ آنحضورؐ سے جب وحی کا انقطاع ہوا تو قبض کی ایک کیفیت ہوئی، آنحضورؐ نے کئی بار اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا حضرت جبرئیل آ کر تسلی دیتے تھے تب آپ کو سکون ہوتا تھا۔

[2] ہجر۔ یعنی قبض کی کیفیت جو مزید مشاہدہ نہ ہونے سے پیدا ہوئی تھی ورنہ ذات اقدس کو ایک گونہ مشاہدہ ہر وقت حاصل تھا۔ امر کن یعنی اللہ کے حکم سے۔ بے بدیل۔ بے نظیر۔

[3] ہم چنیں۔ آنحضورؐ پر جب تک مزید مشاہدہ کا پردہ نہ ہٹ جاتا اور گوہر مقصود جیب میں سے نہ پا لیتے یہی کیفیت رہتی۔ بہر ہر محنت۔ انسان دنیا کی مصیبت کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا ہے قبض کی یہ کیفیت تو تمام مصائب کی جڑ ہے۔ از فدائی۔ انبیا اور بزرگ جو راہ حق میں فدا ہوتے ہیں اس پر لوگوں کو تعجب آتا ہے حالانکہ ہر انسان اُس سیرت پر جان دیتا ہے جو اس کی ہے۔

اے[1] خنک آنکو فدا کردست تن	بہرِ آں کار زد فدای آں شُدن
وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے جسم کو قربان کر دیا	اُس کام پر جو قربان ہو جانے کے لائق ہے
مردِ حق بارے فدای ایں فن ست	کاندر و صد زندگی در کشتن ست
بہرحال مردِ خدا اس فن پر قربان ہے	جس میں فنا ہو جانے میں سیکڑوں زندگیاں ہیں
عاشق و معشوق و عشقش بردوام	در دو عالم بہرہ مند و نیک نام
عاشق اور معشوق اور اس کا عشق ہمیشہ	دونوں جہان میں نصیبہ ور اور نیک نام ہیں
در جہاں ہر کس فدای آں فنے ست	کاندراں رہ صرفِ عمر و کشتنے ست
دنیا میں ہر شخص اُس فن پر قربان ہے	کہ اُس راہ میں عمر کا خرچ ہونا اور مر جانا ہے
کشتنی اندر غروبی یا شروق	کہ نہ شائق ماند آنجانے مشوق
غروبی یا شروق میں مر جانا (بجا ہے)	کیونکہ وہاں نہ عاشق رہتا ہے، نہ معشوق
یَا کِرَامِیْ اِرْحَمُوْا[2] اَهْلَ الْهَوٰی	شَاْنُهُم وِرْدُ التَّوٰی بَعْدَ التَّوٰی
اے میرے مہربانو! اہلِ عشق پر رحم کرو	ان کی حالت ہلاکت کے بعد، ہلاکت کے گھاٹ پر اترنا ہے
عفو کُن اے میر بر سختیِ اُو	در نگر در درد و بد بختیِ اُو
اے امیر! اُس کی سختی کو معاف کر دے	اُس کے درد اور بدبختی پر نظر کر
تاز جُرمت ہم خدا عفوے کُند	زلّت را مغفرت در آگند
تاکہ خدا تیری خطا بھی معاف کر دے	تیری لغزش کو معافی سے بھر دے
توز[3] غفلت بس سبُو بشکستۂ	بر امیدِ عفو دل در بستۂ
تو نے غفلت سے بہت سی ٹھلیں توڑی ہیں	معافی کی اُمید سے دل وابستہ کیا ہے
عفو کُن تا عفو یابی در جزا	می شگافد مُوقدر اندر سزا
معاف کرتا کہ بدلے میں تو معافی حاصل کر لے	تقدیر (خداوندی) سزا میں موشگافی کرتی ہے
مُوشگافانِ قدر را ہوش دار	قصۂ ما را تو نیکو گوش دار
قدرِ (خداوندی) کے نکتہ چینیوں کے لیے ہوش کر	تو ہمارے قصہ کو اچھی طرح سُن لے
باز بشنو قصۂ میراں دِگر	تابیابی زیں حکایت صد خبر
پھر دوسرے امیروں کا قصہ سن لے	تاکہ تجھے اس قصہ سے سیکڑوں خبریں حاصل ہوں

[1] اے خنک۔ راہِ حق میں فدا ہو جانا قابلِ مبارکباد ہے یہ راہِ حق اس کے سزاوار ہے کہ اس پر قربان ہو جانا چاہیے۔ مردِ حق۔ اس راستہ پر قربان ہونے سے سیکڑوں زندگیاں حاصل ہوتی ہیں۔ معشوق۔ یعنی حق تعالیٰ۔ در جہاں۔ دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی مشغلہ پر ایسا فریفتہ ہوتا ہے جس میں عمر صرف کر دیتا ہے سب سے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو غروبی یعنی ہجرِ حق میں فنا کر دے یا وصل میں فنا کر دے۔ وصل میں فنا کر دے گا تو نہ پھر عاشق باقی ہے نہ معشوق کی حیثیت سے باقی نہ رہے گی مجرد ذاتِ حق باقی رہے گی۔ غروبی۔ یعنی ہجر۔ شروق۔ یعنی حالتِ مشاہدہ۔

[2] اہل الہویٰ۔ محبت کرنے والے عاشق۔ شانہم۔ عاشق پر محویت طاری رہتی ہے اور وہ ہر آن فنا ہوتا رہتا ہے۔ عفو کن۔ محلہ والوں نے زاہد پر غضبناک امیر سے کہا۔ در نگر۔ وہ خود بدبختی میں مبتلا ہے تو اس کو اور کیا سزا دیتا ہے۔ از جرمت۔ حدیث شریف ہے اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ "تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا"۔

[3] توز غفلت۔ یعنی تو نے بھی غفلت سے بہت سے قصور کیے ہیں۔ می شگافد۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ، یعنی جو ایک ذرہ خیر کریگا اُس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ شر کریگا اُس کو دیکھے گا۔ باز بشنو۔ دوسرے ظالم امیروں کے انجام کے قصے سن کر عبرت حاصل کر لے۔

جواب گفتنِ امیر مرآں شفیعانِ زاہد را کہ گستاخی چرا کرد و

امیر کا اُن زاہد کے سفارشیوں کو جواب دینا کہ اُس نے گستاخی کیوں کی؟

سُبوی ما را چرا بشکست، من دریں باب شفاعت قبول

اور ہماری ٹھلیا کیوں توڑی؟ میں اس سلسلے میں سفارش قبول

نخواہم کرد کہ سوگند خوردہ ام کہ سزای اُو بدہم

نہ کروں گا کیوں کہ میں نے قسم کھائی ہے، کہ اُس کو سزا دوں گا

میر[1] گفت آں کیست تا سنگے زند　　بر سبُوی ما سبُو را بشکند

امیر نے کہا وہ کون ہوتا ہے، کہ پتھر مارے　　ہماری ٹھلیا پر، ٹھلیا کو پھوڑ دے؟

چوں گذر سازد زکویم شیرِ نر　　ترس ترساں بگذرد با صد حذر

جب تیرے کوچہ سے نر شیر گذرتا ہے　　سیکڑوں بچاؤ کے ساتھ ڈرتا ڈرتا گذرتا ہے

بلکہ بگذارد ز ہیبت پنجہ را　　مور گردد پیشِ قہرم اژدہا

بلکہ خوف سے پنجہ کو چھوڑ بھاگتا ہے　　اژدہا میرے غصہ کے سامنے چیونٹی بن جاتا ہے

بندہَ ما را چرا آزرد دِل　　کرد مارا پیشِ مہماناں خجل

اُس نے ہمارے غلام کا دل کیوں دُکھایا؟　　اس نے ہمیں مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا

شربتِ[2] کاں بہ زخونِ اُوست ریخت　　ایں زماں ہمچوں زناں از ما گریخت

وہ شراب جو اُس کے خون سے بہتر تھی اس نے بہا دی　　اب عورتوں کی طرح ہم سے بھاگ گیا

لیک جاں از دستِ من اُو کے برَد　　گرچہ ہمچوں مُرغ بر بالا پرَد

لیکن وہ میرے ہاتھ سے جان کہاں بچا سکے گا؟　　اگرچہ پرندے کی طرح اوپر کو اُڑ جائے

تیرِ قہرِ خویش بر پرّش زنم　　پرّ و بالِ مُردہ ریگش بر کَنم

میں اپنے قہر کا تیر اُس کے پروں پر ماروں گا　　اس کے ورثہ کے بال اور پر نوچ دوں گا

ور شود چوں ماہی اندر آب در　　از نہیبِ من شود زیر و زبر

اگر وہ مچھلی کی طرح پانی میں گھس جائے　　میرے خوف سے تہ و بالا ہو جائے گا

جاں[3] نخواہد بُرد از شمشیرِ من　　ورکند صد حیلہ و تدبیر و فن

وہ میری تلوار سے جان نہ بچا سکے گا　　خواہ سیکڑوں حیلے اور تدبیر اور فن کر لے

گر رود در سنگِ سخت از کوششم　　از دلِ سنگش کنوں بیروں کشم

اگر وہ میری کوشش سے بچ کر سخت پتھر میں گھس جائے گا　　اُس کو پتھر کے اندر سے باہر نکال لوں گا

---

[1] میر گفت۔ سفارشیوں کے جواب میں امیر نے کہا کہ اس زاہد کی کیسے ہمت ہوئی کہ میری مٹکی پھوڑی، میری گلی سے نر شیر بھی گذرتا ہے تو ڈرتا ہوا گذرتا ہے بلکہ خوف سے اپنے پنجے چھوڑ بھاگتا ہے، میرے سامنے اژدہا بھی چیونٹی بنجاتا ہے۔ بندہ۔ اس نے میرے غلام کو ستایا مجھے مہمان کے سامنے شرمندہ کیا۔

[2] شربت۔ ایسی قیمتی شراب بہادی جو اس کے خون سے بھی زیادہ قیمت کی تھی اور اب ڈر کر عورتوں کی طرح گھر میں گھس گیا۔ لیک۔ لیکن یہ میرے ہاتھ سے بچ نہ سکے گا اگر یہ پرند بن کر اُڑے گا تو بھی تیر چلا کر ہلاک کر دوں گا۔ ورشود۔ اگر مچھلی بن کر پانی میں گھسے گا میرا قہر وہاں بھی اس کو تہ و بالا کر دے گا۔

[3] جاں نخواہد۔ وہ خواہ کوئی تدبیر کرے مجھ سے جان نہ بچا سکے گا۔ گر رود۔ اگر وہ پتھر کے دل میں گھسے گا میں اس کو وہاں سے بھی نکال لاؤں گا۔

من برانم بر تنِ اُو ضربتے[1] — کہ بُود مر دیگراں را عبرتے
میں اس کے جسم پر ایسی ضرب لگاؤں گا — جو دوسروں کے لیے (باعث) عبرت ہو گی

کارِ اُو سالوس و زرق و حیلت ست — لیک مقصودش بیانِ شُہرت ست
اس کا کام مکر اور فریب اور حیلہ ہے — لیکن اُس کا مقصد شہرت ظاہر کرنا ہے

باہمہ سالوس و باما نیز ہم — دادِ اُو و صد چو اُو ایں دم دہم
سب کے ساتھ مکر اور ہمارے ساتھ بھی — میں اُس کا اور اس جیسے سیکڑوں کا بھی انصاف کروں گا

بر سرش چنداں زنم گُرزِ گراں — کز تنش بیروں رود جان و رواں
بھاری گرز اس کے سر پر اتنے ماروں گا — کہ اس کے جسم سے روح اور جان باہر نکل پڑے

خشمِ خونخوارش شُدہ بُد سرکشے — از دہانش می برآمد آتشے
اس (امیر) کا خونخوار غصہ بے قابو ہو گیا تھا — اس کے منہ سے آگ نکل رہی تھی

دوم بار دست و پائے امیر را بوسہ دادن و لابہ کردنِ شفیعان و ہمسایگانِ زاہد

اس زاہد کے پڑوسیوں اور سفارشیوں کا امیر کے ہاتھ پاؤں کو دوبارہ بوسہ دینا اور خوشامد کرنا

آں[2] شفیعاں از دم و ہیہایِ اُو — چند بُوسیدند دست و پایِ اُو
اُن سفارشیوں نے اس کے شور وغوغا اور دعوے کی وجہ سے — اُس کے ہاتھ پاؤں بہت چومے

کاے امیر از تو نشاید کیں کشی — گر بشد بادہ تو بے بادہ خوشی
کہ اے امیر بدلہ لینا آپ کے مناسب نہیں ہے — اگر شراب جاتی رہی تو آپ بغیر شراب کے اچھے ہیں

بادہ سرمایہ ز لُطفِ تو بَرد — لُطفِ آب از لُطفِ تو حسرت خورد
شراب، آپ کے سرور سے سرمایہ حاصل کرتی ہے — پانی کا لطف، آپ کے لطف پر حسرت کرتا ہے

بادشاہی کن بہ بخشش اے رحیم — اے کریم ابنُ الکریم ابنُ الکریم
اے رحم کرنے والے! بادشاہی کر، اس کو بخش دے — اے داتا! داتا کے بیٹے، داتا کے پوتے

ہر شرابے[3] بندۂ ایں قد و خد — جُملہ مستاں را بُود بر تو حسد
ہر شراب اس قد اور رُخسار کی غلام ہے — تمام مستوں کو آپ پر حسد ہے

ہیچ محتاجِ مئے گلگوں نہٕ — ترک کن گلگونہ تو گلگونہٕ
تو کسی گلابی شراب کا محتاج نہیں ہے — تو گلال کو چھوڑ، تو خود گلال ہے

---

1. ضربت۔ مار۔ کہ بود۔ اس کا پٹنا دیکھ کر دوسرے عبرت حاصل کریں گے اوران کو ایسی گستاخی کی جرأت نہ ہوگی۔ کارِ اُو۔ اس زاہد کا کام مکاری اور حیلہ بازی ہے اور یہ طریقہ اُس نے اپنی شہرت کا تلاش کیا ہے، سب سے تو مکر کرتا تھا مجھ سے بھی اُس نے مکاری برتی اب اس کو اور اس جیسے سیکڑوں کو سزا دوں گا۔ خشم۔ اس امیر کو اس قدر غصہ آ رہا تھا کہ اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔
2. آں شفیعاں۔ سفارشیوں نے دوبارہ اُس امیر کے ہاتھ پاؤں خوب چومے۔ کیں کشی۔ بدلہ لینا۔ گر بشد۔ میرے کہا اگر آپ کی شراب ضائع ہوگئی ہے تو کیا مضائقہ ہے، آپ بغیر شراب کے بھی خوب بھلے ہیں۔ بادہ۔ شراب تو آپ کے سرور سے فیضیاب ہے، اور پانی کی پاکیزگی آپ کی پاکیزگی کے سامنے ہیچ ہے۔
3. ہر شرابے۔ آپ کا قد اور رُخسار بغیر شراب کے حسین اور خوبصورت ہے اور آپ میں بغیر شراب کے وہ مستی ہے کہ مست اس پر حسد کرتے ہیں۔ ہیچ۔ آپکا رنگ خود گلگون ہے آپکو گلگوں شراب کی اور گلال کی کیا ضرورت ہے۔

اے[1] رُخ چوں زُہرہ ات شمس الضحیٰ
تیرا زہرہ جیسا رُخ دن چڑھے کا سورج ہے
اے گدائے رنگِ تو گلگونہا
گلال تیرے رنگ کے بھکاری ہیں

بادہ کاندر خُم ہمی جوشد نہاں
چھپی ہوئی شراب جو مٹکے میں جوش مار رہی ہے
ز اشتیاقِ رُوی تو جوشد چُناں
تیرے چہرے کے شوق میں اس طرح جوش مار رہی ہے

اے ہمہ دریا، چہ خواہی کرد، نم
اے مجسم دریا! تو شبنم کا کیا کرے گا؟
وے ہمہ ہستی چہ می جوئی عدم
اے مجسم ہستی! تو عدم کا جویاں کیوں ہے؟

اے مہِ تاباں چہ خواہی گرد کرد
اے چمکدار چاند! تو گرد کا کیا کرے گا؟
اے کہ خور در پیشِ رُویت رُویِ زرد
اے وہ کہ تیرے چہرے کے سامنے سورج کا چہرہ زرد ہے

تو خوشی و خوب و کانِ ہر خوشی
تو بھلا ہے اور خوبصورت اور تو ہر بھلائی کی کان ہے
تو چرا خود منتِ بادہ کشی
تو کیوں شراب کا احسان لیتا ہے؟

تاجِ[2] کرّمناست بر فرقِ سرت
تیرے سر پر "ہم نے مکرم بنایا" کا تاج ہے
طوق اعطیناک آویزِ برت
"ہم نے آپ کو دیا" کا ہار تیرے سینے کا آویزہ ہے

جوہر ست انساں و چرخ اُو را عرض
انسان جوہر ہے اور آسمان اُس کا عرض ہے
جُملہ فرع و سایہ اند و اُو غرض
سب سایہ اور فرع ہیں اور وہ مقصود ہے

اے غلامت عقل و تدبیرات و ہوش
اے وہ کہ عقل اور تدبیریں اور ہوش تیرے غلام ہیں
چوں چنینی خویش را ارزاں فروش
تو اپنے آپ کو اتنا سستا بیچنے والا کیوں ہے؟

خدمتت[3] بر جُملہ ہستی مفترض
تمام موجودات پر تیری خدمت فرض ہے
جوہرے چوں مُزد خواہد از عرض
جوہر، عرض سے کیسے مزدوری چاہے گا؟

علم جوئی از کتبہا اے فسوس
ہائے افسوس، تو کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے
ذوق جُوئی توز حلوایِ سبوس
تو بھوسی کے حلوے سے لطف حاصل کرتا ہے

بحرِ علمی در نمے پنہاں شُدہ
تو قطرے میں چھپا ہوا علم کا سمندر ہے
در سہ گز تن عالمے حیراں شُدہ
تین گز کے جسم میں، عالم حیران ہو گیا ہے

مے چہ باشد یا جماع و یا سماع
شراب، یا جماع، یا سماع کیا ہوتا ہے؟
تا بجوئی زُو نشاط و انتفاع
کہ تو اس سے نشاط اور نفع اندوزی چاہتا ہے

[1] اے۔ جبکہ آپ کا رُخ خود منور ہے اور گلال آپ کے رنگ کا محتاج ہے تو آپ کو شراب درکار ہے نہ گلال۔ بادہ۔ شراب میں جو جوش ہے وہ آپ کے چہرے کے شوق کی وجہ سے ہے۔ اے ہمہ۔ سمندر کو قطرے کی کیا ضرورت ہے۔ وے۔ آپ مجسم وجود ہیں زاہد کو معدوم کر کے کیا کریں گے۔ تو خوشی۔ آپ خود مجسم خوشی ہیں شراب سے خوشی حاصل کر کے کیا کریں گے!۔

[2] تاج کرّمنا۔ کائنات پر انسانی نضیلت کے بیان میں قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ آدَمَ "اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے"۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر "بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے"۔ اگرچہ یہ آنحضور کی خصوصیت ہے لیکن یہ نضیلت آنحضور کو انسان کامل ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بر۔ سینہ بغل۔ جوہر ست۔ انسان بمنزلہ جوہر کے ہے اور تمام کائنات بمنزلہ عرض کے ہے۔ قرآن پاک میں ہے خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا "جو کچھ زمین میں ہے وہ تمہارے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ چوں چنینی۔ جبکہ انسان کے یہ فضائل ہیں تو اسکو اپنے آپکو رائیگاں نہ کرنا چاہیے۔

[3] خدمت۔ کائنات انسان کی خدمتگار ہے۔ علم۔ انسان کو علم لدنی حاصل کرنا چاہیے۔ حلوای سبوس۔ یعنی گھٹیا چیز۔ بحر علمی۔ انسان علم کا سمندر ہے اُس کو معمولی علوم میں منہمک نہ ہونا چاہیے۔ نم۔ قطرہ۔ در سہ۔ صوفیا کے نزدیک انسان عالم اکبر ہے۔ مے چہ باشد۔ دنیاوی لذتیں فانی ہیں۔ انتفاع۔ نفع حاصل کرنا۔

آفتاب[1] از ذرّہ کے شُد وام خواہ — زُہرہ از جمرہ کے شُد کام خواہ
سورج ذرّے سے قرض مانگنے والا کب بنا ہے؟ — زہرہ، انگارے سے کب مقصد کا خواہاں ہوا ہے؟
جانِ بے کیفے شُدہ محبوسِ کیف — آفتابے حبسِ عُقدہ اینت حیف
بے کیف جان، کیف میں مقید ہو گئی — سورج عقدہ میں پھنس گیا یہ افسوس ہے

باز جواب گفتنِ امیر مر شفیعاں را
امیر کا سفارشیوں کو پھر جواب دینا

گفت نے نے من حریفِ آں میم — من بذوقِ ایں خوشی قانع نیم
اُس نے کہا نہیں نہیں، میں اُس شراب کا دوست ہوں — میں اس خوشی کے ذوق پر قانع نہیں ہوں
وارہیدہ از ہمہ خوف و اُمید — کژ ہمی گردم بہر سُو ہمچو بید
میں سب خوفوں اور امیدوں سے نجات پائے ہوئے ہوں — بید کی طرح ہر جانب کو جھومتا ہوں
من[2] چناں خواہم کہ ہمچوں یاسمیں — کژ شوم گاہے چُناں گاہے چنیں
میں ایسا چاہتا ہوں، کہ یاسمین کی طرح — جھوموں، کبھی یوں کبھی یوں
ہمچو شاخِ بید گرداں چپ و راست — کہ زبادش گونہ گونہ رقصہاست
بائیں اور دائیں جانب کو بید کی شاخ کی طرح جھومتا ہوں — جس کے ہوا کی وجہ سے طرح طرح کے رقص ہیں
آنکہ خُو کردست با شادیِ مے — ایں خوشی را کے پسندد خواجہ کے
جس نے شراب (معرفت) کی خوشی کی عادت ڈال لی ہو — اس خوشی کو کب پسند کرتا ہے، اے صاحب کب؟
انبیا زاں زیں خوشی بیروں شُدند — کہ سرشتہ در خوشیِ حق بُدند
انبیاء اس خوشی سے اسی لیے علیحدہ ہو گئے — کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشی میں گندھے ہوئے ہیں
زانکہ جانِ شاں آں[3] خوشی را دیدہ بُود — ایں خوشیہا پیشِ شاں بازی نمُود
کیونکہ اُن کی جان نے اُس خوشی کو دیکھا ہے — یہ خوشیاں اُن کے لیے کھیل نظر آتی ہیں
ہر کہ را نورِ حقیقی رُو نمُود — کے شود قانع بتاریکی و دُود
جس کے لیے حقیقی نور نمودار ہو گیا ہو — وہ اندھیرے اور دھوئیں پر کب قناعت کرتا ہے؟
وانکہ در جوع اُو طعام اللہ خورَد — کے زنان و شور با حسرت برد
اور جو شخص بھوک میں خدا کا کھانا کھائے — وہ روٹی اور شوربے کی تمنا کب کرتا ہے؟
وانکہ! شد خفتہ اندر گلستاں — میلِ گلخن کے کند چوں ابلہاں
اور جو شخص گلستاں میں سویا ہوا ہو — وہ بیوقوفوں کی طرح بھٹی کی خواہش کب کرتا ہے؟

---

[1] آفتاب۔ انسان آفتاب ہے اور کائنات ذرات ہے۔ زُہرہ۔ یہ ستارہ خود چمک دار ہے۔ جاں۔ روح مجردہ کم اور کیف سے منزہ ہے۔ عقدہ۔ وہ برج جس میں پہنچ کر سورج گہن میں آجاتا ہے۔ گفت۔ امیر نے کہا میں اس شراب کا دوست نہیں ہوں بلکہ میں شراب معرفت کا دوست ہوں۔ بید۔ بید کا درخت پابند نہیں ہے ہر طرف کو جھومتا ہے۔

[2] من چناں۔ میں ہر طرح سے آزاد ہوں۔ آنکہ۔ جس کو معنوی شراب حاصل ہوگئی وہ اس شراب سے مستی کیوں حاصل کرے گا۔ انبیا۔ انبیا کو معنوی شراب حاصل ہے اُن کی فطرت میں اللہ سے محبت کرنا ہے۔

[3] آں خوشی۔ اللہ کی خوشی۔ ایں خوشیہا۔ ظاہری خوشیاں۔ ہر کہ۔ حقیقی نور کے بالمقابل ہر چیز تاریک ہے۔ وانکہ۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُرْزَقُ بِہِ الصَّادِقِیْنَ "بھوک اللہ کا کھانا ہے جس کے ذریعہ سچوں کو رزق دیا جاتا ہے"۔ گلستان۔ اللہ کی خوشی۔ گلخن۔ بھٹی یعنی ظاہری خوشی۔

چوں[1] کُند مستسقی از آب اِجتناب — چوں کُند مخمور دُوری از شراب
استسقا کا مرض، پانی سے کیسے پرہیز کرے؟ — شرابی، شراب سے کیسے دُور ہو؟

سیر نبُود ہیچ عاشق از حبیب — صبر نکُند ہیچ رنجور از طبیب
عاشق، معشوق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے — کوئی بیمار، طبیب سے صبر نہیں کرتا ہے

بابتِ[2] زندہ کسے چوں گشت یار — مُردہ را چوں در کشد اندر کنار
جو شخص زندہ معشوق کا دوست ہو گیا ہو — وہ مردے سے بغل گیر کب ہو گا؟

مُردہ را کس در کنار آرد مگر — گو ندارد در جہاں از دل خبر
ہاں، مُردے کو وہ بغل میں لے گا — جس کو دنیا میں دل کا پتا نہ چلے

تفسیرِ ایں آیہ کہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا
اس آیت کی تفسیر کہ "اور بے شک آخرت کا گھر وہی زندہ ہے کاش وہ جان لیتے،
يَعْلَمُوْنَ کہ در و دیوار و عرصۂ آں عالم و آب و کوزہ و میوہ و درخت
کیونکہ اُس عالم کے در اور دیوار اور صحن اور پانی اور پیالہ اور پھل اور درخت
ہمہ زندہ اند و سخن گو، و سخن شنو، جہتِ آں فرمودہ مصطفیٰ
سب زندہ ہیں اور بات کرنے والے اور بات سننے والے، اسی لیے حضرت مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کہ اَلدُّنْيَا جِيْفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مُردار ہے اور اس کے طلبگار کتے ہیں
اگر آخرت را حیات نبُودے، آخرت ہم جیفہ بُودے، جیفہ
اگر آخرت کے لیے زندگی نہ ہوتی آخرت بھی مردار ہوتی، مُردار کو
را از برائے مُردگیش جیفہ[3] گویند نہ برائے بُوئے زشت
اس کے مُردہ ہونے کی وجہ سے مُردار کہتے ہیں، نہ کہ بدبو کی وجہ سے

آں جہاں چوں ذرّہ ذرّہ زندہ اند — نکتہ دانند و سخن گویندہ اند
جبکہ اُس جہان کا ذرّہ ذرّہ زندہ ہے — وہ نکتہ کو سمجھنے والے اور بات کرنے والے ہیں

در جہانِ مُردہ شاں آرام نیست — کایں علف جُز لائقِ انعام نیست
مُردہ جہاں میں، اُن کو راحت نہیں ہے — کیونکہ یہ چارہ، چوپاؤں ہی کے لائق ہے

ہر کرا گلشن بُود بزم و وطن — کے خورد اُو بادہ اندر گولخن
جس شخص کی مجلس اور وطن چمن ہو — وہ بھٹی میں شراب کب پیے گا؟

---

1. چوں کند۔ جس طرح استسقاء کا مریض پانی سے سیر نہیں ہوتا اور شرابی شراب سے کنارہ کش نہیں ہوتا یہی حال نورِ حقیقی کے عاشق کا ہے۔
2. بابتِ زندہ۔ یعنی عالمِ آخرت کا عاشق۔ مردہ۔ یعنی یہ دنیا۔ کنار۔ بغل۔ تفسیر۔ اس آیت میں عالمِ آخرت کی زندگی اور دنیا کی مُردگی بتائی ہے۔
3. جیفہ۔ مُردار۔ شاں۔ یعنی اہلِ آخرت۔ علف۔ حیوانات، چارہ۔ انعام۔ چوپائے۔ گولخن۔ بھٹی۔

جایِ رُوحِ پاک عِلّیّیں[1] بُود
پاک روح کا مقام علیین ہے
جایِ رُوحِ ہر نجس سجّیں بُود
ہر ناپاک روح کا مقام سجین ہے

جایِ بُلبل گُلبن و نسریں بُود
بلبل کا مقام، بوٹا اور نسرین ہے
کِرم باشد کِش وطن سرگیں بُود
کیڑا ہوتا ہے، جس کا وطن گوبر ہوتا ہے

بہرِ مخمورِ خدا جامِ طَہُور
خدا کے مست کے لیے (شرابِ) طہور کا جام ہے
بہرِ ایں مُرغانِ کور ایں آبِ شور
ان اندھے پرندوں کے لیے کھاری پانی ہے

ہر کرا عدلِ عمرؓ نمود دست
جس کے لیے عمرؓ کا انصاف نمودار نہ ہوا
پیشِ اُو حجاج خونی عادل ست
اس کے لیے خونی حجاج منصف ہے

دُختراں را لُعبتِ مُردہ دہند
لڑکیوں کو مردہ گڑیاں دیتے ہیں
کہ ز لَعبِ زندگاں بے آگہند
کیونکہ وہ زندوں کے کھیل سے واقف نہیں ہیں

چوں ندارند از فتوّت زور دست
جبکہ جوانی کی قوتِ بازو نہیں رکھتے ہیں
کودکاں را تیغ چوبیں بہتر ست
بچوں کے لیے لکڑی کی تلوار بہتر ہے

کافراں قانع بہ نقشِ انبیا
کافر، انبیا کی تصویروں پر قانع ہیں
کہ نگاریدہ ست اندر دیرہا
جو کہ انھوں نے گرجا گھروں میں بنا رکھی ہیں

واں[2] جہاں ما را چو روزِ روشنے ست
وہ جہان ہمارے لیے روشن دن کی طرح ہے
ہیچ ماں پروایِ نقش و سایہ نیست
ہمیں تصویر اور سایہ کی کچھ پروا نہیں ہے

واں یکے نقشش نشستہ دَر جہاں
اُن کا ایک نقش دنیا میں بیٹھا ہوا ہے
واں دگر نقشش چو مہ بر آسماں
اور اُن کا دوسرا نقش چاند کی طرح آسمان پر ہے

ایں دہانش نکتہ گویاں با جلیس
اُن کا یہ منہ، ہم نشین سے نکتے کہتا ہے
واں دِگر باحق بگفتار و انیس
اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کا ہمکلام اور دوست ہے

گوشِ[3] ظاہر ضبطِ ایں افسانہ کُن
ظاہری کان اس افسانے کو سننے والا ہے
گوشِ جانش جاذبِ اسرار کُن
اس کی جان کا کان ''کن'' کے رازوں کو جذب کرنیوالا ہے

چشمِ ظاہر ضابطِ حُلیہ بشر
ظاہری آنکھ انسان کے حلیے کو محفوظ رکھنے والی ہے
چشمِ سِرّ حیران مَا زاغَ البَصر
باطنی آنکھ ''مازاغ البصر'' میں حیران ہے

دستِ ظاہر میکُند داد و ستد
ظاہری ہاتھ لین دین کرتا رہتا ہے
دستِ باطن بر درِ فردِ صمد
باطنی ہاتھ، یکتا بے نیاز کے در پر ہے

---

[1] علییّن۔ جنت کا اعلیٰ مقام ہے۔ سجین۔ جہنم کا بُرا مقام ہے۔ کرم۔ کیڑا۔ سرگیں۔ گوبر۔ بہر۔ جو خاصانِ خدا ہیں وہ شراب طہور پیتے ہیں۔ مرغانِ کور۔ دنیادار۔ حجاج۔ یعنی یوسف ثقفی کا بیٹا۔ لعبت۔ کھلونا، گڑیا۔ لعب زندگاں۔ یعنی شادی بیاہ۔ فتوت۔ جوانی۔ نقش۔ یعنی بُت، تصویر۔

[2] واں جہاں۔ چوں کہ ہمارے لیے عالم آخرت روزِ روشن کی طرح ہے لہٰذا ہمیں تصاویر کی کوئی پروا نہیں ہے۔ نقش و سایہ۔ تصویر، نقوش سے اور عکس سے بنتی ہے۔ یکے نقشش۔ انبیا کا ایک نقش دنیا میں ہوتا ہے اور ایک نقش عالم بالا پر ہوتا ہے۔ ایں دہاں۔ ظاہری نقش کے اعضا دنیا کے کاموں میں ہوتے ہیں اور دوسرے اعضا حضرتِ حق کے ساتھ مصروف رہتے ہیں۔

[3] گوش ظاہر۔ ظاہری کان انسانوں کی باتیں سنتا ہے باطنی کان اللہ تعالیٰ کے اسرار سنتا ہے۔ چشم ظاہر۔ وہ ظاہری آنکھوں سے انسانوں کے حلیے دیکھتے ہیں۔ مازاغ البصر۔ آنحضورؐ کے بارے میں ہے کہ ان کی آنکھ نے نہ کجی برتی اور نہ سرکشی کی بلکہ صحیح دیکھا یعنی اولیاء مشاہدۂ حق میں حیران رہتے ہیں۔

پایِ ظاہر در صفِ مسجد صواف[1] — پایِ معنی فوقِ گردوں در طواف

ظاہری پاؤں مسجد کی صف میں صف باندھنے والوں میں ہے — باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے

جُزو جُزوش را تو بشمر ہم چنیں — ایں درونِ وقت و آں بیرونِ حیں

تو اس کے جُزو جُزو کو اسی طرح گن لے — یہ زمانہ کے اندر ہے اور وہ وقت سے باہر ہے

اینکہ در وقتست باشد تا اجل — واں دگر یارِ ابد قرنِ ازل

یہ جو وقت میں ہے، موت تک ہے — اور وہ دوسرا ابد کا یار، ازل کا ساتھی ہے

ہست[2] یک نامش ولیُّ الدّولتین — واں دِگر نامش امام القبلتین

اُس کا ایک نام "دونوں دولتوں کا والی" ہے — اور اُس کا دوسرا نام "دونوں قبلوں کا امام" ہے

خلوت و چلّہ برو لازم نماند — ہیچ غیمے مر وُرا غائم نماند

تنہائی اور چلہ کشی اس کے لیے ضروری نہ رہی — کوئی ابر اُس پر چھانے والا نہ رہا

قُرصِ خورشید ست خلوت خانہ اش — کے حجاب آرد شبِ بیگانہ اش

اُس کا تنہائی کا گھر، سورج کی ٹکیا ہے — اجنبی رات اس کے لیے کب پردہ ڈال سکتی ہے؟

عِلّت[3] و پرہیز شُد بحراں نماند — کفرِ اُو ایماں شُد و کفراں نماند

بیماری اور پرہیز ختم ہو گیا، بحران نہ رہا — اُس کا کفر، ایمان بن گیا ناشکری نہ رہی

چوں اَلِف از استقامت شُد بہ پیش — اُو ندارد ہیچ از اوصافِ خویش

الف کی طرح راستی سے وہ پیشی میں پہنچ گیا — اُس کا اب کوئی اپنا وصف نہ رہا

گشت فرد از کسوتِ خُوہائے خویش — شُد برہنہ جاں بجاں افزایِ خویش

وہ اپنی عادتوں کے لباس سے برہنہ ہو گیا — ننگی جان کیساتھ اپنی جان بڑھانیوالے کیجانب روانہ ہو گیا

چوں برہنہ رفت پیشِ شاہ فرد — شاہش از اوصافِ قُدسی جامہ کرد

جب یکتا شاہ کے پاس، وہ ننگا پہنچا — شاہ نے اُس کو قدسی اوصاف کا لباس پہنا دیا

خلعتے پوشید از اوصافِ شاہ — بر پرید از چاہ تا ایوانِ جاہ

اس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا — کنویں سے رُتبہ کے محل پر اُڑ کر چلا گیا

ایں چنیں باشد چو دُردے صاف گشت — از بُنِ طشت آمد اُو بالائے طشت

یہی ہوتا ہے، جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے — طشت کی تلی سے طشت کے اُوپر آ جاتی ہے

---

1. صواف۔ صف بندی کرنے والے۔ ایں۔ جسمِ ظاہری زمان و مکان کا پابند ہے۔ واں۔ یعنی جسم علوی وقت اور مکان سے پاک ہے۔ اینکہ۔ یعنی جسم عنصری۔ اجل۔ موت۔ قرن۔ قرین ساتھی یعنی جسمِ علوی ابدی اور ازلی ہے۔

2. ہست۔ جس طرح اُس کے دو جسم ہیں اسی طرح نام بھی دو ہیں۔ ولی الدولتین۔ دنیا اور آخرت کے سلطنت کا والی۔ امام القبلتین۔ یعنی بیت اللہ اور بیت المقدس کا امام۔ خلوت۔ اب اُس کو نہ تنہائی کی ضرورت ہے نہ چلہ کشی کی وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے دنیا اُس کے لیے حجاب نہیں بن سکتی۔ شب بیگانہ۔ یعنی اُس کے لیے ہر وقت دن ہے رات کی تاریکی اس کے لیے حجاب نہیں ہے۔

3. علت۔ یعنی نہ اُس میں مرض ہے نہ پرہیز کی ضرورت ہے۔ بحراں۔ مرض کی شدت۔ پیش۔ درگاہِ الوہیت۔ گشت۔ وہ اپنے اوصاف بشری سے برہنہ ہو کر بارگاہِ خداوندی میں پہنچا تو حضرت حق تعالیٰ نے اپنے اوصاف کا جامہ اُس کو پہنا دیا۔ اب وہ خدائی اخلاق والا ہے۔ خلعتے۔ اب چونکہ وہ اوصافِ خداوندی سے متصف ہے لہٰذا اس کے مراتب بہت بلند ہو گئے۔ ایں چنیں۔ جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے طشت کے بالائی حصہ میں آ جاتی ہے۔

دربُنِ[1] طشت ارچہ بُود او دردناک — شومیِ آمیزشِ اجزایِ خاک
طشت کی تلی میں وہ دردمند کیوں تھی؟ — خاک کے اجزا کی آمیزش کی بدبختی کی وجہ سے

یارِ ناخوش پرّ و بالش بستہ بُود — ورنہ اُو دراصل بس برجستہ بُود
بُرے دوست نے اس کے پر و بال باندھ دیے تھے — ورنہ وہ اصل میں بہت تیز تھی

چوں عتابِ اِھبِطُوْا انگیختند — ہمچو ہاروتش نگوں آویختند
جب انھوں نے "نیچے اُترو" کا عتاب برپا کیا — اُس کو ہاروت کی طرح اُلٹا لٹکا دیا

بُود[2] ہاروت از ملائک بیگماں — از عتابے شُد معلّق ہمچناں
ہاروت، یقینا فرشتوں میں سے تھا — وہ عتاب کی وجہ سے اس طرح لٹکا دیا گیا

سرنگوں زاں شُد کہ از سر دور ماند — خویش را سر ساخت تنہا پیش راند
وہ اندھا اس لیے ہوا کیونکہ وہ اصل سے دور ہو گیا — اس نے اپنے آپ کو سر بنایا، تنہا آگے چل دیا

آں سبد خود را چو پُر از آب دید — کرد استغنا و از دریا بُرید
ٹوکری نے جب اپنے آپ کو پانی سے بھرا دیکھا — اُس نے بے نیازی برتی اور دریا سے جُدا ہو گئی

در جگر چوں قطرۂ آبش نماند — بحرِ رحمت کرد اُو را باز خواند
جب اُس کے جگر میں پانی کا ایک قطرہ نہ رہا — سمندر نے رحم کیا، اُس کو واپس بلا لیا

رحمتِ بے علتے بے خدمتے — آید از دریا مبارک ساعتے
بغیر سبب، بغیر تکلیف کے رحمت — دریا سے مبارک وقت میں آتی ہے

اللہ[3] اللہ گرد دریا باز گرد — گرچہ باشند اہلِ دریا بار زرد
خدا کے لیے، دریا کی جانب واپس ہو — اگرچہ دریا والے زرد ہوں

تاکہ آید لطفِ بخشایش گری — سُرخ گردد رُویِ زرد از گوہری
حتیٰ کہ بخشش کی مہربانی آ پہنچے — جوہر پن سے زرد چہرہ سُرخ ہو جائے

زردیِ رُو بہترینِ رنگہا ست — زانکہ اندر انتظارِ آں لقاست
چہرے کی زردی رنگوں میں سب سے بہتر ہے — کیونکہ وہ اُس ملاقات کے انتظار میں ہے

لیک سُرخی بر رُخے کاں لامعست — بہرِ آں آمد کہ جانش قانع ست
لیکن اُس چہرے پر سرخی جو چمکدار ہے — اس لیے آئی ہے کہ اُس کی جان قانع ہے

---

[1] دربن۔ طشت کی تلی میں اس وقت تک ہے جب تک کہ اس میں خاک کی آمیزش ہے۔ روح جب جسمانی عوارض سے پاک ہو جاتی ہے عالمِ بالا میں پہنچ جاتی ہے۔ یارِ ناخوش۔ جسمانی علائق نے اس روح کو روک رکھا تھا ورنہ وہ پرواز میں چالاک ہے۔ چوں عتاب۔ حضرت آدمؑ کو نیچے اُترنے کا حکم گندم کھا لینے کی وجہ سے ملا اسی لیے روح کو جسم کے کنویں میں آویزاں کر دیا گیا۔

[2] بود ہاروت۔ ہاروت ملائکہ میں سے تھا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی وجہ سے وہ کنویں میں لٹکا دیا گیا۔ سرنگوں۔ وہ اس لیے سرنگوں ہوا کہ اُس نے سرکشی کی اور اصل سے دور ہوا۔ آن سبد۔ ٹوکری جو دریا میں ہے اپنے پانی پر گھمنڈ کر کے دریا سے دور ہوئی تو پانی سے خالی ہو گئی اس پر سمندر نے رحم کیا اور اس کو دوبارہ بلا لیا۔ روح کو جب ذلتِ افتقار بدرجۂ اتم محسوس ہوئی اور شائبۂ کبر ختم ہوا تو بغیر سبب اور بغیر محنت کے دریائے وحدت کی رحمت آ پہنچی اور اس کو واپس بلا لیا۔

[3] اللہ اللہ۔ انسان کو قربِ الٰہی کی جستجو کرنی چاہیے۔ اہلِ دریا۔ یعنی اہل اللہ۔ بار۔ کثرت کے لیے ہے۔ سرخ۔ وہ چہرہ جو غم واندوہ سے زرد ہے اس میں جوہر پیدا ہو جائے گا اور وہ سرخرو ہو جائے گا۔ زردی۔ اہل اللہ کا چہرہ زرد، اللہ کی ملاقات کے انتظار کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن سرخی۔ جو ایک مقام پر جا کر ٹھہر جاتا ہے اس کا چہرہ سرخ رہتا ہے۔

کہ[1] طمع لاغر کند زرد و ذلیل — نے ز درد و علت آید آں علیل
کیونکہ لالچ کمزور، زرد اور ذلیل کرتا ہے — وہ درد اور بیماری کا مریض نہیں ہوتا ہے

چوں بہ بیند رُوئِ زردِ بے سقم — خیرہ گردد عقلِ جالینوس ہم
جب بغیر بیماری کا، زرد چہرہ دیکھتی ہے — جالینوس کی عقل بھی حیران ہو جاتی ہے

چوں طمع بستی تو در انوارِ ہُو — مصطفیٰؐ گوید کہ ذَلَّتْ نَفْسُهٗ
جب تو نے اللہ تعالیٰ کے انوار سے طمع وابستہ کر دی — مصطفیٰؐ فرماتے ہیں کہ اس کا نفس ذلیل ہو گیا

نُورِ بے سایہ لطیف و عالیست — آں مُشبّک سایہ غربالیست
بے سایہ نور، پاکیزہ اور بلند ہے — جالیدار سایہ، چھلنی والا ہے

عاشقاں[2] عُریاں ہمی خواہند تن — پیشِ عِنّیناں چہ جامہ چہ بدن
عاشق ننگے بدن کے خواہاں ہیں — نامردوں کے لیے کیا کپڑا کیا بدن؟

روزہ داراں را بُود آں نان و خواں — خرمگس را چہ اباچہ دیگ داں
وہ روٹی اور خوان، روزہ دار کے لیے ہے — بڑی مکھی کے لیے کیا شوربا، کیا چولہا؟

دیگر بار استدعائِ شاہ از ایاز کہ تاویلِ کارِ خود بگو و مشکلِ منکراں
شاہ کا ایاز سے دوبارہ کہنا کہ اپنے کام کا مطلب بتا اور منکروں اور
وطاعناں را حل کُن کہ ایشاں را در التباس رہا کردن مروّت نیست
معترضوں کی مشکل کو حل کر دے، کیونکہ ان کو شبہ میں مبتلا چھوڑ دینا مروّت نہیں ہے

ایں سخن از حد و انداز ست بیش — اے ایاز اکنوں بگو احوالِ خویش
یہ بات حد اور اندازہ سے زیادہ ہے — اے ایاز! اب تو اپنے احوال بتا

ہیں بگو احوالِ[3] خود را اے ایاز — گرچہ تصویرِ حکایت شُد دراز
ہاں اے ایاز! اپنے احوال بتا — اگرچہ حکایت کا نقشہ دراز ہو گیا ہے

ہست احوالِ تو از کانِ نوی — تو بدیں احوال کے راضی شوی
تیرے احوال، نئی کان کے ہیں — تو ان احوال پر کب راضی ہوتا ہے؟

ہیں حکایت کُن ازاں احوالِ خوش — خاک بر احوالِ درسِ پنج و شش
ہاں اپنے اچھے احوال بیان کر — پانچ چھ کے سبق کے احوال پر خاک پڑے

---

1. کہ طمع۔ جو مزید درجات کے لالچ میں رہتے ہیں وہ لاغر اور زرد رو رہتے ہیں۔ نے ز درد۔ اہل اللہ کے چہرے کی زردی، درد اور بیماری کی وجہ سے نہیں ہوتی ہے۔ چوں بہ بیند۔ اہل اللہ کے چہروں کی زردی جبکہ کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہے تو اطبا ظاہری اُس سے حیران ہوتے ہیں۔ چوں طمع۔ جب سالک اللہ تعالیٰ کے انوار سے اپنی طمع وابستہ کر دیتا ہے تو اس کے نفس کو ذلت حاصل ہوتی ہے۔ نورِ بے سایہ۔ جب بشری صفات بالکل فنا ہو جاتی ہیں تو سالک کو نورِ بے سایہ حاصل ہو جاتا ہے اور اگر صفاتِ بشری کچھ باقی رہتی ہیں تو نورِ بے سایہ حاصل نہیں ہوتا ہے، بلکہ ایسا نور حاصل ہوتا ہے جیسے کہ چھلنی میں سے گذر کر نور آئے اس میں کچھ نور ہوگا کچھ سایہ ہوگا۔
2. عاشقاں۔ جو عاشق ہیں وہ بالکل بشری صفات سے عاری ہونا چاہتے ہیں، نامرد کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ روزہ دار۔ جو مجاہدے کرتے ہیں وہ بشری صفات سے خالی ہو جاتے ہیں تو یہ خوانِ نعمت اُن روزہ داروں کیلئے ہے، دنیا دار جو بڑی مکھی جیسے ہیں ان کے لیے شوربا اور چولہا یکساں ہے وہ انہی کو چاٹتے ہیں۔ تاویل۔ مصداق۔ ایں سخن۔ یعنی محبوب کی باتیں۔
3. احوال۔ وہ کیفیات جو سالک پر طاری ہوتی ہیں۔ کانِ نوی۔ تیرے اوپر نئے نئے احوال طاری ہوتے ہیں۔ بدیں احوال۔ یعنی جو کیفیات سے حاصل ہو چکی ہیں۔ ہیں۔ اپنی اچھی کیفیات کی بات سنا، شش جہات اور پنج حواس کی باتوں پر خاک ڈال۔

حالِ[1] باطن گر نمی آید بگفت | حالِ ظاہر گویمت در طاق و جفت

باطن کا حال اگر کہنے میں نہیں آ سکتا | میں تجھ سے طاق اور جفت میں ظاہر کا حال بیان کرتا ہوں

کہ ز لُطفِ یار تلخی ہایِ مات | گشت برجاں خوشتر از قند و نبات

کیونکہ شکست کی تلخیاں یار کی مہربانی سے | جان کے لیے قند و شکر سے زیادہ اچھی ہو گئی ہیں

زاں نبات ار گرد در دریا رود | تلخیِ دریا ہمہ شیریں شود

اگر اس شکر کی گرد بھی سمندر میں پہنچ جائے | سمندر کا کھارا پن سب میٹھا ہو جائے

صد ہزار احوالِ عالم ایں چنیں | باز سُویِ غیب رفتند اے امیں

اسی طرح، عالم کے لاکھوں احوال | اے امانت دار! پھر غیب کی جانب چلے گئے

حالِ[2] ہر روزے بہ دی مانند نے | ہمچو جُو اندر روشِ کش بند نے

ہر روز کا حال کل کی مانند نہیں ہے | جیسے کہ جاری ہونے میں وہ نہر جس پر کوئی بند نہیں ہے

شادیِ ہر روز از نوعِ دگر | فکرتِ ہر روز را دیگر اثر

ہر روز کی خوشی ایک دوسری قسم کی ہے | ہر روز کے فکر کا اثر دوسرا ہے

تمثیلِ تنِ آدمی بمہمان خانہ و اندیشہائے مختلف ہمچوں مہماناں، و عارف

آدمی کے جسم کی مثال مہمان خانہ سے ہے اور مختلف فکریں مہمانوں کی طرح ہیں اور عارف

صابر دراں اندیشہا چوں مردِ مہمان دوست، غریب نواز خلیل وار

صابر اُن فکروں کے معاملہ میں مہمان دوست، غریب نواز ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح ہے

ہست مہمان خانہ ایں تن ایجواں | ہر صباحے[3] ضیفِ نو آید دواں

اے جوان! جسم مہمان خانہ ہے | ہر صبح کو نیا مہمان دوڑتا آتا ہے

نے غلط گفتم کہ آید دمبدم | ضیفِ تازہ فکرتِ شادی و غم

نہیں، میں نے غلط کہا، لمحہ بہ لمحہ آتا ہے | خوشی اور رنج کے فکر کا نیا مہمان

میزبانِ تازہ رُو شو اے خلیل | دَرمبند و منتظر شو در سبیل

اے خلیل! خندہ پیشانی والا میزبان بن | دروازہ بند نہ کر اور راستہ میں منتظر رہ

ہرچہ آید از جہانِ غیب وش | دردلت ضیفست اُو را دار خوش

غیب جیسے جہان سے جو آئے | وہ تیرے دل میں مہمان ہے اس کو خوش رکھ

---

[1] حالِ باطن۔ ایاز نے کہا اگر باطنی احوال ناقابل بیان ہیں تو ظاہری احوال خالص اور تشبیہات کے ساتھ سنائے دیتا ہوں۔ طاق۔ یعنی خالص حال۔ جفت۔ یعنی تشبیہات کے ساتھ حال سنانا۔ کہ زلطف۔ اگر یار کی مہربانی ہو تو امتحان کی تلخیاں خوشگوار ہو جاتی ہیں۔ زاں۔ اُن تلخیوں میں اس قدر شیرینی ہوتی ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کا کھارا پن ختم ہو جائے۔ صد ہزاراں۔ احوال کا بقا نہیں ہے وہ طاری ہوتے ہیں اور پھر عالم غیب کی طرف چلے جاتے ہیں۔

[2] حال۔ ہر روز کا حال کل کو معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا حال آ جاتا ہے جس طرح نہر کا پانی گذرتا رہتا ہے اور اس کی جگہ نیا پانی لیتا رہتا ہے۔ شادی۔ ہر روز ایک نئی خوشی حاصل ہوتی ہے اور ہر روز کے فکر کا نیا اثر ہوتا ہے۔ تمثیل۔ جو عارف صابر ہیں وہ اپنے احوال کو اسی طرح نوازتے ہیں جس طرح کوئی معزز مہمان کو نوازتا ہے۔

[3] ہر صباحے۔ جب انسان صبح کو سو کر اٹھتا ہے تو اس کے ذہن میں ایک نیا خیال آتا ہے۔ نے غلط۔ میں نے یہ غلط کہا کہ صبح کو خیال مہمان بن کر آتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ صبح ہی کو نہیں بلکہ ہر وقت خوشی اور غم کا خیال انسان کے ذہن میں آتا رہتا ہے۔ اے خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی مہمان نوازی مشہور ہے۔ ہرچہ۔ جو خیال بھی دل میں آئے اس کو مہمان تصور کر کے اس کی خاطر تواضع کرنی چاہیے۔

ہیں[1] مگو کیں ماند اندر گردنم ۔۔۔ کو ہم اکنوں باز پرّد در عدم
خبردار! نہ کہہ کہ یہ میرے گلے کا ہار بن گیا ۔۔۔ کیونکہ وہ بھی اب عدم کی جانب پرواز کر جائے گا

حکایتِ آں مہمان وزنِ خداوندِ خانہ کہ آہ باراں گرفت و مہمان در گردنِ ما ماند

مہمان اور گھر کے مالک کی بیوی کی حکایت، کہ ہائے بارش جم گئی اور مہمان ہماری گردن میں پڑ گیا

آں یکے را بیگہاں آمد قُنُق ۔۔۔ ساخت اُو را ہمچوں طوق اندر عُنُق
ایک (میزبان) کے یہاں بے وقت مہمان آ گیا ۔۔۔ اس نے اس کو گلے کے طوق کی طرح بنا لیا

خواں کشید اُو را کرامتہا نمود ۔۔۔ آں شب اندر کویِ ایشاں سُور بُود
اس کے لیے دسترخوان بچھایا، تواضع کی ۔۔۔ اُس رات میں ان کی گلی میں شادی تھی

مردزن[2] را گفت پنہانی سخن ۔۔۔ کامشب اے خاتون دو جامہ خواب کُن
شوہر نے بیوی سے آہستہ سے کہا ۔۔۔ اے خاتون! آج رات کو دو بسترے بچھانا

بسترِ مارا بگستر سُویِ در ۔۔۔ بہرِ مہماں گستراں سُویِ دگر
ہمارا بستر، دروازے کی جانب بچھا ۔۔۔ مہمان کے لیے دوسری جانب بچھا

گفت زن خدمت کنم شادی کنم ۔۔۔ سمع و طاعت اے دو چشمِ روشنم
بیوی نے کہا خدمت بجا لاؤں گی، خوش ہوں گی ۔۔۔ اے میری دو روشن آنکھیں! سنا اور مانا

ہر دو بستر گسترید و رفت زن ۔۔۔ سُویِ خانہ[3] سور کرد آنجا وطن
بیوی نے دونوں بستر بچھائے اور چلی گئی ۔۔۔ شادی کے گھر کی جانب، وہاں ٹھہر گئی

ماند مہمانِ عزیز و شوہرش ۔۔۔ نُقل بنہادند از خشک و تُرش
مہمان عزیز اور اس کا شوہر رہ گئے ۔۔۔ خشک اور کھٹا چبینا اُنھوں نے (سامنے) رکھا

در سمر گفتند ہر دو منتخب ۔۔۔ سرگذشتِ نیک و بد تا نیم شب
دونوں شریفوں نے کہانی میں ذکر کیا ۔۔۔ آدھی رات تک، نیک اور بد کا قصہ

بعد ازاں مہماں ز خواب و از سمر ۔۔۔ شد دراں بستر کہ بُد آنسوی در
اس کے بعد نیند اور کہانی کی وجہ سے مہمان ۔۔۔ اس بستر میں چلا گیا جو دروازے کی جانب تھا

شوہر از خجلت بدو چیزے نگفت ۔۔۔ کہ تُرا ایں سُو ست اے جان جایِ خفت
شوہر نے شرمندگی کی وجہ سے اُس سے کچھ نہ کہا ۔۔۔ کہ اے جان! تیرے سونے کی جگہ اس جانب ہے

---

[1] ہیں۔ کسی مہمان خیال کو یہ نہ کہہ کہ یہ میری گردن کا ہار بن گیا۔ حکایت۔ بیوی نے مہمان کو گلے کا ہار سمجھا۔ خداوندِ خانہ۔ گھر والا۔ بیگہاں۔ بے وقت۔ قنق۔ مہمان۔ عنق۔ گردن۔ سور۔ شادی بیاہ۔

[2] مرد۔ شوہر نے بیوی سے کہا کہ آج چونکہ مہمان بھی ہے دو بستر بچھانا۔ جامۂ خواب۔ سونے کا بستر۔ بسترِ مارا۔ میرا بستر دروازہ کے قریب بچھانا اور مہمان کا بستر اندر کو بچھانا۔ سمع وطاعت۔ سننا اور کرنا۔

[3] خانہ سور۔ شادی والا گھر۔ نقل۔ چبینا۔ سمر۔ رات کی کہانی۔ منتخب۔ میزبان اور مہمان دونوں برگزیدہ شخص تھے۔ بعد ازاں۔ کھانے اور کہانیوں کے بعد مہمان میزبان کے بستر پر لیٹ گیا۔ شوہر۔ شوہر نے مہمان سے یہ نہ کہا کہ آپ کے سونے کے لیے دوسرا بستر ہے۔

کہ برائِ خوابِ تو اے بُوالکرم[1] — بستر آں سُوئے دگر افگندہ ام

کہ اے بزرگ! تیرے سونے کے لیے — میں نے بستر دوسری طرف بچھوایا ہے

آں قرارے کہ بزن اُو دادہ بُود — گشت مُبدل واں طرف مہماں غنود

وہ بات جو اُس نے بیوی سے طے کی تھی — بدل گئی، اور اُس جانب مہمان سو گیا

آنشب آنجا سخت باراں در گرفت — کز شکوہِ ابر شاں آمد شگفت

اس رات کو وہاں سخت بارش ہونے لگی — کہ ابر کی ہیبت سے وہ حیران ہو گئے

زن بیامد بر گمانِ آنکہ شو — سُوئے در خفتہ است و آنسو آں عمو

بیوی آئی، اس گمان سے کہ شوہر — دروازے کی جانب سویا ہوا ہے اور اُس جانب وہ چچا

رفت عُریاں در لحاف آندم عروس — داد مہماں را برغبت چند بوس

دلہن، ننگی ہو کر فوراً لحاف میں گھس گئی — اور رغبت سے مہمان کے چند بوسے لیے

گفت می ترسیدم اے مردِ کلاں — خود ہُماں آمد ہُماں آمد ہُماں

اس نے کہا اے بزرگ میاں! میں ڈرتی ہوں — وہی ہوا، وہی ہوا، وہی

مردِ[2] مہماں را بگِل و باراں نشاند — بر تو چوں صابونِ سلطانی بماند

مہمان شخص کو کیچڑ اور بارش نے بٹھا دیا — تم پر شاہی ٹیکس کی طرح ہو گیا۔

اندریں باران و گِل اُو کے رود — برسر و جانِ تو اُو تاواں شود

اس بارش اور کیچڑ میں وہ کب جائے گا — آپ کے سر اور جاں پر وہ تاواں بنے گا

زود مہماں جست و گفت اے زن بہل — موزہ دارم من ندارم غم ز گِل

جلدی سے مہمان اٹھا اور بولا اے عورت! جانے دے — میرے پاس موزہ ہے مجھے کیچڑ کا فکر نہیں ہے

من[3] رواں گشتم شمارا خیر باد — در سفر یکدم مبادا رُوح شاد

میں چل دیا، تم سلامت رہو — خدا کرے سفر میں تھوڑی دیر کے لیے بھی روح خوش نہ ہو

تاکہ زُو تر جانبِ معدن رود — کایں خوشی اندر سفر رہزن شود

تاکہ بہت جلد کان کی جانب چلی جائے — کیونکہ یہ خوشی سفر میں رہزن بن جاتی ہے

زن پشیماں شُد ازاں گفتارِ سرد — چوں رمید و رفت آں مہمان فرد

عورت اُس سرد (مہری کی) بات سے شرمندہ ہو گئی — جبکہ وہ یکتا مہمان بھڑک گیا اور چلا گیا

زن بسے گفتش کہ آخر اے امیر — کہ مزاحے کردم از طیبت مگیر

عورت نے اس سے بہت کہا کہ اے سردار! آخر — میں نے مذاق کیا ہے، مذاق سے رنجیدہ نہ ہو

---

[1] بُوالکرم۔ مہربان۔ آں قرارے۔ جو بات بیوی سے طے ہوئی تھی وہ الٹی ہوگئی۔ آنشب۔ اس رات ایسی بارش ہوئی کہ اس کے ابر کو دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ عریاں۔ ننگا۔ مہماں۔ مہمان کو شوہر سمجھ کر اس کے بوسے لینے لگی۔ گفت۔ پھر مہمان کو شوہر سمجھ کر کہنے لگی کہ جس چیز کا مجھے ڈر تھا وہی ہوئی۔

[2] مردِ مہماں۔ اب کیچڑ اور بارش کی وجہ سے مہمان روانہ نہ ہوگا۔ صابونِ سلطانی۔ کسی شخص کے لیے ایک مجمع پر کوئی چیز بادشاہ کی جانب سے مقرر ہونا۔ گِل۔ کیچڑ۔ موزہ دارم۔ میرے پاس چمڑے کے موزے ہیں مجھے کیچڑ کی فکر نہیں ہے۔

[3] من رواں گشتم۔ چلتے وقت مہمان نے میزبانوں کو دعا دی۔ در سفر۔ دنیا کی زندگی سفر کی حالت ہے اور منزل آخرت ہے سفر میں خوشی اور آرام رہزن بنتا ہے۔ گفتارِ سرد۔ یعنی مہمان کا شکوہ۔ فرد۔ بے مثال بزرگ تھا۔ مزاح۔ مذاق۔ طیبت۔ خوش طبعی کی بات۔

سجدہ و زاریِ زن سُودے نداشت — رفت و ایشاں را دراں حسرت گذاشت
عورت کے سجدے اور عاجزی نے فائدہ نہ دیا — وہ چلا گیا اور ان کو اُس حسرت میں چھوڑ گیا

جامہ[1] ازرق کرد زاں پس مردوزن — صورتش دیدند شمع بے لگن
میاں اور بیوی نے اس کے بعد کپڑے نیلے کر لیے — انھوں نے اس کی صورت، بے شمعدان کی شمع دیکھی

میشُد و صحرا ز نورِ شمعِ مرد — چوں بہشت از ظلمتِ شب گشت فرد
وہ جا رہا تھا اور جنگل، مرد کی شمع کے نور سے — بہشت کی طرح، رات کی تاریکی سے جدا ہوگیا

کرد مہمانخانہ خانہ خویش را — از غم و از خجلتِ ایں ماجرا
اس نے اپنے گھر کو، مہمان خانہ بنا دیا — اس قصہ کے رنج اور شرمندگی کی وجہ سے

در درونِ ہر دو، ازراہِ نہاں — ہر زماں گفتے خیالِ میہماں
مخفی راہ سے، دونوں کے باطن میں — ہر وقت مہمان کا خیال کہتا

کہ بُدم[2] یارِ خضر صد گنجِ جُود — می فشاندم لیک روزی تاں نبُود
کہ میں خضر یار تھا، بخشش کے سیکڑوں خزانے — میں نے بکھیرے، لیکن تمھارا حصہ نہ تھے

تمثیلِ فکرِ ہر روزینہ کہ اندر دل آید بمہمانِ نو کہ از اوّلِ روز در خانہ

ہر روز جو خیال دل میں آتا ہے اس کی مثال دینا اس نئے مہمان کے ساتھ جو پہلے ہی دن گھر میں آیا

فرود آید و تحکم و بدخوی کند وفضیلتِ مہمانداری و نازِ مہمان کشیدن

ہے اور حکم چلاتا ہے اور بد مزاجی کرتا ہے اور مہمانداری کی فضیلت اور مہمان کی ناز برادری کرنا

ہر دمے فکرے چو مہمانِ عزیز — آید اندر سینہ ہر روز نیز
ہر وقت، عزیز مہمان کی طرح ایک فکر — ہر روز، سینہ میں بھی آتا ہے

فکر را اے جاں بجایِ شخص داں — زانکہ[3] شخص از فکر دارد قدرِ جاں
اے جان! فکر کو انسان کی طرح سمجھ — کیونکہ انسان فکر ہی سے جان کی قدر کرتا ہے

فکرِ غم گر راہِ شادی میزند — کارسازیہائے شادی میکُند
غم کا فکر، اگر خوشی کی رہزنی کرتا ہے — وہ خوشی کے سامان مہیا کرتا ہے

خانہ میروبد بہ تُندی اُوز غیر — تادر آید شادیِ نوز اصلِ خیر
وہ سختی سے، غیر سے گھر کو صاف کر دیتا ہے — تاکہ اصل خیر سے، نئی خوشی آئے

جامہ ازرق۔ رنج میں نیلے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ صورت۔ اس مہمان سے جنگل روشن ہو رہا تھا اور جنت کا نمونہ بن گیا۔ کرد۔ اُس میزبان نے اس شرمندگی میں اپنے گھر کو مہمان خانہ بنا دیا۔

کہ بُدم۔ دونوں میاں بیوی کے دل میں مہمان کا تصور یہ کہتا تھا کہ میں تمھیں فائدہ پہنچانے آیا تھا لیکن تمھارے مقدر میں نہ تھا۔ یار خضر۔ ہم نے ترجمہ خضر یار کیا ہے یعنی وہ خیال کہتا تھا کہ میں تمہارا دوست خضر تھا یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ میں خضر کا ایک دوست تھا اور اگر خضر خاء کے زیر اور ضاد کے زبر سے پڑھا جائے تو سبزی و شادابی کے معنی میں ہے۔ تمثیل۔ فکر خواہ ناخوشگوار ہو اس کو بد مزاج مہمان سمجھو جس کی لامحالہ خدمت کرنی ہے۔ تحکم۔ حکم چلانا۔

زانکہ۔ جان کی قدر اسی لیے ہے کہ اس میں قوت فکریہ ہے۔ فکر غم۔ غم کا فکر سیکڑوں خوشیوں کا پیش خیمہ ہے۔ خانہ۔ غمگین فکر میں انسان دوسرے افکار بھول جاتا ہے۔ اصل خیر۔ اللہ تعالیٰ۔

میفشاند[1] برگِ زرد از شاخِ دل تا بروید برگِ سبزِ متصل
دل کی شاخ سے زرد پتے جھاڑ دیتا ہے تا کہ مسلسل سبز پتے اُگیں

می کَند اُو بیخ سروِ کہنہ را تا خرامد سروِ نو از ما وَرا
وہ پرانے سرو کی جڑ اُکھاڑ دیتا ہے تا کہ عالمِ غیب سے نیا سرو جھومے

غم کند بیخِ کژِ بوسیدہ را تا نماید بیخ رُو پوشیدہ را
غم، ٹیڑھی سڑی ہوئی جڑ کو اُکھاڑتا ہے تا کہ جڑ چھپے رُخ کو رونما کر دے

غم ز دل ہرچہ بریزد یا بَرَد در عوض حقّا کہ بہتر آورد
غم، دل سے نکالتا یا ڈالتا ہے یقیناً بدلے میں بہتر لاتا ہے

خاصہ آں را کہ یقینش باشد ایں کہ بُوَد غم بندۂ اہلِ یقیں
خصوصاً اس کے لیے جس کو یہ یقین ہو کہ غم اہلِ یقین کا غلام ہوتا ہے

گر تُرش[2] رُوئی نیارد ابر و برق رَز بسوزد از تبسّم ہای شرق
اگر ابر اور بجلی بدمزاجی نہ کرے مشرق کی مسکراہٹوں سے انگور کی بیل جل جائے

سعد و نحس اندر دلت مہماں شود چوں ستارہ خانہ خانہ میرود
تیرے دل میں اچھا اور برا مہمان ہوتا ہے ستارے کی طرح خانہ بخانہ چلتا ہے

آں زماں کہ اُو مقیمِ بُرجِ تست باش ہمچوں طالعش شیریں و چُست
جس زمانے میں وہ تیرے برج میں مقیم ہے تو اُس کے عروج کی طرح شیریں اور چست بن

تا کہ بامہ چوں شود اُو متصل شکر گوید از تو با سُلطانِ دل
تا کہ جب وہ سورج سے ملے دل کے شاہ (خدا) سے تیرا شکریہ ادا کرے

ہفت سال ایوبؑ[3] با صبر و رضا در بلا خوش بُود باضیفِ خدا
(حضرت) ایوبؑ صبر اور خوشی کے ساتھ سات سال خدا کے مہمان کے ساتھ مصیبت میں خوش تھے

تا چو وا گردد بلایِ سخت رُو پیشِ حق گوید بصد گوں شکرِ اُو
تا کہ جب سخت مصیبت واپس ہو اللہ (تعالیٰ) کے سامنے سیکڑوں طرح اس کا شکریہ ادا کرے

کز محبت بامنِ محبوب کُش رُو نکرد ایوبؑ یک لحظہ تُرش
کہ مجھ دوست کُش کے ساتھ محبت سے (حضرت) ایوبؑ نے ایک لحظہ کے لیے بھی منہ نہ بنایا

از وفا و خجلتِ حکمِ خُدا بُود چوں شیر و عسل اُو با بلا
وفاداری اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے لحاظ سے وہ مصیبت میں دودھ اور شہد کی طرح تھے

---

1. می فشاند۔ غم انگیز فکر تمام افکار کو ختم کر دیتا ہے تا کہ دل میں خوشی اُگے۔ ماورا۔ عالمِ غیب۔ تم۔ غم پرانے افکار کی بوسیدہ جڑیں اُکھاڑ پھینکتا ہے تا کہ چھپی ہوئی نئی جڑ برگ و بار لائے۔ بہتر آورد۔ یعنی روح کی صفائی، عقبیٰ کا خیال۔ اہلِ یقیں۔ غم ان کی رضامندی سے ان کے پاس آتا ہے۔
2. گر ترش روئی۔ بجلی اور ابر کی ترشروئی انگور کی بیل کی حیات ہے محض سورج کی مسکراہٹیں اس کو جلا ڈالتی ہیں۔ شرق۔ مشرق۔ سعد و نحس۔ رنج و خوشی اسی طرح دل کے خانوں کو طے کرتے ہیں جس طرح سعد و نحس ستارے آسمان میں اپنے منازل کو طے کرتے ہیں۔ او۔ یعنی خیال۔ برج۔ یعنی دل۔ تا کہ۔ وہ فکر بارگاہِ خداوندی میں تمھاری شکرگزاری کا ذکر کرے۔
3. ایوبؑ۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے۔ ضیف خدا۔ خدائی مہمان یعنی مصیبت۔ محبوب کش۔ فکر و غم جس سے تعلق پیدا کرتے ہیں اس کو مار ڈالتے ہیں۔ خجلت۔ حضرت ایوبؑ اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ یہ مصیبت اللہ کے حکم سے آئی ہے۔

فکر[1] در سینه در آید نَو بنَو　خند خنداں پیشِ اُو تو باز رو
فکر سینہ میں تازہ بتازہ آتا ہے　تو ہنستا ہنساتا پھر اُس کے سامنے جا

که اَعِذْنِیْ خَالِقِیْ مِنْ شَرِّہٖ　لَا تُحَرِّمْنِیْ اَنِلْ مِنْ بِرِّہٖ
کہ اے میرے پیدا کرنیوالے مجھے اسکے شر سے پناہ دے　مجھے محروم نہ کر، مجھے اسکی بھلائی عطا کر

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنِ اشْکُرْ مَآ اَرٰی　لَا تُعَقِّبْ حَسْرَۃً لِّیْ اِنْ مَّضٰی
اے رب! میرے دل میں ڈال کہ میں جو دیکھتا ہوں اسکا شکر ادا کروں　اگر وہ چلا جائے، اس کے بعد تو حسرت پیدا نہ فرما

آں ضمیرِ رُو تُرُش را پاسدار　آں تُرُش را چوں شکر شیریں شمار
تُرشرو خیال کا تو لحاظ کر　تو اُس تُرش کو شکر شمار کر

ابر را گر هست ظاهر رُو تُرُش　گلشن آرنده ست ابرو شوره کُش
ابر اگرچہ بظاہر ترش رو ہے　وہ چمن پیدا کرنے والا ہے اور شور کو مٹانے والا ہے

فکرتِ[2] غم را مثالِ ابر داں　با تُرُش تو رو تُرُش کم کُن چناں
تو غم کے فکر کو ابر کی طرح سمجھ　اس طرح تو تُرشرو کے ساتھ تُرشروئی نہ کر

بُو که آں گوهر بدستِ اُو بُوَد　جَهد کُن تا از تو اُو راضی رَوَد
ہو سکتا ہے کہ کوئی گوہر اس کے ہاتھ میں ہو　کوشش کر تاکہ وہ تجھ سے خوش جائے

ورنباشد گوهر و نبُوَد غنی　عادتِ شیرینِ خود افزوں کُنی
اگر گوہر بھی نہ ہو اور وہ مال دار بھی نہ ہو　تو تُو اپنی شیریں عادت بڑھا لے گا

جایِ دیگر سُود دارد عادتت　ناگہاں روزے بر آید حاجتت
تیری عادت، دوسری جگہ مفید ہو گی　اچانک، کسی روز تیری مُراد بر آئے گی

فکرتے[3] کز شادیت مانع شود　آں بامرِ و حکمتِ صانع شود
وہ فکر جو تیرے لیے خوشی سے مانع ہو　وہ خدا کے حکم اور حکمت کی بنا پر ہوتا ہے

تو مخواں دو چار دانگش اے جواں　بُو که نجمے باشد و صاحبقراں
اے جوان! تو اُس کو حقیر نہ سمجھ　ہو سکتا ہے کہ وہ ستارہ اور سعادت مند ہو

تو مگو فرعے ست اُو را اصل گیر　تاشوی پیوسته بر مقصود چیر
تو (اس کو) شاخ نہ کہہ اس کو جڑ سمجھ　تاکہ ہمیشہ مقصود پر غالب رہے

ورتو آں را فرع گیری و مُضِر　چشمِ تو دراصل باشد منتظر
اگر تو، اُس کو شاخ اور مضر سمجھے گا　تیری آنکھ جڑ کے لیے منتظر رہے گی

---

[1] فکر۔ جو نئے نئے افکار دل میں آئیں ان کو اسی خوشی قبول کر۔ کہ۔ خوشی سے قبول کرنا یہ ہے کہ تو یہ دعا کر کہ اللہ تعالیٰ اس فکر کے شر سے مجھے محفوظ رکھ اور مجھے اس کی بھلائی سے محروم نہ کر، جو میں تیری جانب سے دیکھوں اُس پر شکر کروں اور اس کے چلے جانے کے بعد مجھے یہ حسرت نہ ہو کہ میں نے اس پر صبر کیوں نہ کیا۔ ابر۔ زمین کے لیے ابر ترشرو ہے لیکن وہی چمن پیدا کر دیتا ہے اور اُس کے شور پن کو زائل کر دیتا ہے۔

[2] فکرت۔ اپنے غم کو ابر کی طرح سمجھ اور اس کے فوائد پر غور کر۔ بو۔ ہو سکتا ہے کہ اس فکر میں تیری خیر مضمر ہو۔ ورنباشد۔ اگر خیر بھی مضمر نہیں ہے تو تیرے صبر میں لامحالہ اضافہ کا سبب ہے۔ جای دیگر۔ یہ صبر کی عادت دوسری جگہ بھی مفید ہوگی۔

[3] فکرتے۔ جو غم شادی سے مانع ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اور اس میں حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ دو چار دانگ۔ دو چار رتی یعنی حقیر۔ صاحبقراں۔ وہ خوش نصیب ہے جس کی ولادت یا نطفہ کے استقرار کے وقت زحل اور مشتری ایک برج میں ہوں۔ تو مگو۔ اس فکر کو اصل سمجھ اور اسی کو مقصود بنا تاکہ مقصد رسا ہو ورنہ تو مقصود سے محروم اور اس کا منتظر رہے گا۔

زہر[1] آمد انتظار اندر چشش دائما در مرگ باشی زاں رَوِش

انتظار ذائقہ میں زہر ہے اس روش سے تو ہمیشہ موت میں رہے گا

اصل داں آنرا بگیرش در کنار باز رہ دائم ز مرگِ انتظار

اُس کو جڑ سمجھ، اُس کو بغل میں لے لے موت کے انتظار سے، ہمیشہ نجات حاصل کر

نواختن سُلطان محمود ایاز را

سلطان محمود کا ایاز کو نوازنا

اے ایازِ پُر نیازِ صدق کیش صدقِ تو از بحر و زکوہ ست بیش

اے نیازمند، سچائی کے طریقہ والے ایاز! تیری سچائی سمندر اور پہاڑ سے زیادہ ہے

نے بوقتِ شہوتت باشد عِثار کہ رود عقل چو کوہست کاہ وار

نہ شہوت کے وقت تیرے لیے لغزش ہے کہ تیری پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے

نے[2] بوقتِ خشم و کینہ صبرہات سُست گردد در قرار و در ثبات

نہ غصے اور کینے کے وقت، تیرے صبر ٹکاؤ اور جماؤ میں ست ہوتے ہیں

ہست مَردی ایں نہ آں ریش و ذَکر ورنہ بُودے میرِ میراں کیرِ خر

مردانگی یہی ہے، نہ وہ ڈاڑھی اور شرمگاہ ورنہ گدھے کی شرمگاہ سرداروں کی سردار ہوتی

حق کرا خواندست در قرآں رجال کے بُود ایں جسم را آں جا مجال

جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مرد کہا ہے وہاں اس جسم کی کہاں گنجائش ہے؟

رُوحِ حیواں را چہ قدرست اے پسر آخر از بازارِ قصاباں گذر

اے بیٹا! حیوانی روح کی کیا قدر ہے؟ آخر قصائیوں کے بازار سے گذر

صد[3] ہزاراں سر نہادہ بر شکم ارزِ شاں از دُنبہ و از دُم کم

لاکھوں سریاں، پیٹ پر رکھی ہوئی ہیں جن کی قیمت چکدی اور دمچی سے سستی ہے

تا توانی بندۂ شہوت مشو درپئے شہوت مکُن دل را گرو

جب تک تجھ سے ہو سکے شہوت کا غلام نہ بن شہوت کے پیچھے دل کو گروی نہ کر

ورنہ شہوت خان و مانت برکند زندہ ات در گورِ تاریک افگند

ورنہ شہوت تیرا گھر بار اُکھاڑ دے گی تجھے زندہ، اندھیری قبر میں پھینک دے گی

روسپی باشد کہ از جولانِ کیر عقلِ اُو موشے شود شہوت چو شیر

رنڈی ہو گی کہ (مرد کی) شرمگاہ کی حرکت سے اس کی عقل چوہے جیسی اور شہوت شیر جیسی ہو جاتی ہے

---

[1] زہر آمد۔ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے جو کچھ وقت سے آتا ہے اس کو خدا کے اسماء میں سے کسی اسم کا مظہر سمجھتا ہے۔ یہی اسماء و صفات کے عشق کا اثر ہے۔ صدق کیش۔ وہ جس نے سچائی کو مذہب بنالیا ہو۔ عِثار۔ لغزش۔ کہ رود۔ یعنی پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے۔

[2] نے۔ عام طور پر انسان غصہ میں صبر و ثبات کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہست۔ اصل مردانگی یہی ہے کہ غصہ کے وقت انسان اپنے آپ پر قابو پا لے۔ ڈاڑھی اور آلۂ تناسل پر مردانگی کا اطلاق نہیں ہے ورنہ گدھا سب سے بڑا مرد ہوتا۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے رجال ان لوگوں کو کہا ہے جن کی روح مصفی ہو چکی ہے اور روح سے مراد روح حیوان نہیں۔

[3] صد ہزاراں۔ روح حیوانی کو ذلت کا منظر دیکھنا ہو تو قصائیوں کے بازار میں جا کر دیکھ لے۔ ارز۔ قیمت۔ شہوت۔ شہوت پرستی انسان کی بربادی کا باعث ہے اور انسان کو زندہ در گور کر دیتی ہے۔ روسپی۔ فاحشہ عورت شہوت میں اندھی ہو جاتی ہے۔

وصیت[1] پدر دختر را کہ خود را نگاہ دار تا حاملہ نشوی ازیں شوہر

باپ کی بیٹی کو نصیحت کہ اپنی حفاظت کر، تاکہ تو اس شوہر سے حاملہ نہ ہو جائے

خواجۂ بُود ست او را دخترے | زُہرہ خدّے مہ رُخے سیمیں برے
ایک صاحب کے ایک لڑکی تھی | زُہرہ جیسے رخسار، چاند جیسے چہرے، چاندی کے جسم والی

گشت بالغ داد دختر را بشو | شو نبُود اندر کفایت کُفوِ اُو
وہ بالغ ہو گئی اُس نے وہ شوہر کو دے دی | شوہر حیثیت میں اُس کا ہمسر نہ تھا

خُربزہ چوں در رسد شُد آبناک | گر نہ بشگافی تبہ گشت و ہلاک
خربوزہ جب پک جاتا ہے رسیلا ہو جاتا ہے | اگر تو اس کو نہ چیرے گا، تباہ اور برباد ہو جائے گا

چوں ضرورت بُود دختر را بداد | اُوبنا کفُوے ز تخویفِ فساد
چونکہ مجبوری تھی، لڑکی دے دی | اُس نے فساد کے ڈر سے غیر ہمسر کو

گفت[2] دختر را کزیں دامادِ تو | خویشتن پرہیز کُن حامل مشو
اس نے لڑکی سے کہا، کہ تو اس داماد سے | اپنے آپ کو بچا، حاملہ نہ ہو

کز ضرورت بُود عقدِ ایں گدا | ایں غریب خوار را نبُود وفا
اس لیے کہ اس فقیر سے شادی مجبوری سے تھی | اس ذلیل، فقیر میں وفاداری نہ ہو گی

ناگہاں بجہد کُند ترکِ ہمہ | برتو طفلِ اُو بماند مظلمہ
اچانک بھاگ جائے گا، سب کو چھوڑ دے گا | اس کا بچہ تیرے ذمہ پاداش بن جائے گا

گفت دُختر اے پدر خدمت کُنم | ہست پندت دلپذیر و مغتنم
لڑکی نے کہا اے ابا! تعمیل کروں گی | آپ کی نصیحت دل کو لگنے والی اور غنیمت ہے

ہر دو روزے ہرسہ روزے آں پدر | دُخترِ خود را بفرمُودے حذر
ہر دوسرے اور تیسرے دن، وہ باپ | لڑکی کو بچنے کا حکم دیتا

ایں[3] چنیں قومے بعالم ہم بُدند | کز چنیں نوعے نصیحت گر شُدند
دنیا میں ایسے لوگ بھی تھے | کہ اسطرح کی نصیحت کرنے والے ہوئے ہیں

حاملہ شُد ناگہاں دُختر ازو | چونکہ بُد ہر دو جواں خاتون و شو
اچانک لڑکی اس سے حاملہ ہو گئی | چونکہ شوہر اور بیوی دونوں جوان تھے

از پدر آں را نہاں میداشتش | پنج ماہہ گشت کودک یا کہ شش
اس نے اس کو باپ سے چھپائے رکھا | بچہ پانچ یا چھ مہینے کا ہو گیا

گشت پیدا گفت بابا چیست ایں | من نہ گفتم کہ اُزو دوری گزیں
وہ ظاہر ہو گیا، بادا نے کہا یہ کیا ہے؟ | میں نے تجھے نہیں کہا تھا اس سے دوری اختیار کر

---

[1] وصیت پدر۔اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی شہوت سے مغلوب ہو گئی تھی۔سیمیں بر۔چاندی جیسے جسم والی۔کفو۔ہمسر۔آبناک۔پانی والا۔تخویف فساد۔یعنی جوان لڑکی ہے کوئی خرابی نہ کر بیٹھے۔

[2] گفت۔باپ نے اس لڑکی کو حاملہ نہ بننے کی ہدایت کی۔عقد۔نکاح۔بجہد۔یعنی چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔مظلمہ۔ظلم کی پاداشت۔حذر۔بچاؤ۔

[3] ایں چنیں۔مولانا کہتے ہیں کہ ایسے بیوقوف بھی دنیا میں ہیں جو اس طرح کی لغو نصیحتیں کرتے ہیں۔کودک۔یعنی پیٹ کا بچہ۔

آں وصیتہایِ من خود باد[1] بُود
وہ میری نصیحتیں خود بادِ ہوائی ہوئیں
کہ نکردت پند و وعظم ہیچ سُود
کیونکہ میرے وعظ اور نصیحت نے کوئی فائدہ نہ دیا

گفت بابا چوں کنم پرہیز من
اس نے کہا ابا! میں کیسے بچتی؟
آتش و پنبہ است بیشک مرد و زن
مرد و عورت آگ اور روئی ہیں

پنبہ را پرہیز از آتش کجا ست
روئی کا آگ سے کہاں بچاؤ ہے؟
یا در آتش کے حفاظ ست و تقاست
یا آگ میں۔ نگہداشت اور بچاؤ کہاں ہے؟

گفت کے گفتم کہ سُوی اُو مرو
اس نے کہا میں نے کب کہا تھا کہ تو اس کے پاس نہ جا؟
تو پذیرای منیِ اُو مشو
(یہ کہا تھا) تو اس کی منی کو قبول کرنے والی نہ بن

در زمانِ حال و انزال و خوشی
کیفیت اور انزال اور لذت کے وقت
خویشتن باید کہ ازوے در کشی
چاہیے (تھا) کہ اس سے اپنے آپ کو کھینچتی

گفت[2] کے دانم کہ انزالش کیست
اس نے کہا مجھے کب معلوم تھا، کہ اس کو انزال کب ہوگا؟
ایں نہان ست و بغایت دُور دست
یہ پوشیدہ اور انتہائی بعید ہے

گفت چوں چشمش کلا پیسہ شود
اس نے کہا، جب اس کی آنکھیں چڑھیں
فہم کُن کاں وقتِ انزالش بُود
سمجھ لیتی کہ اُس کے انزال کا وقت ہے

گفت تا چشمش کلا پیسہ شُدن
اس نے کہا، اس کی آنکھیں چڑھنے تک
کور میگردد ز شہوت چشمِ من
شہوت سے میری آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں

نیست ہر عقلِ حقیرے پائدار
ہر حقیر عقل، مضبوط نہیں ہے
وقتِ حرص و وقتِ جنگ و کارزار
حرص کے وقت اور جنگ و کارزار کے وقت

وصفِ[3] ضعفِ دلی و سستیِ صوفی سایہ پروردہ، مجاہدہ
اس صوفی کے دل کی کمزوری اور سستی کا بیان جو سائے میں پلا تھا، مجاہدہ نہ کئے
ناکردہ، درد و داغِ عشق ناچشیدہ، بسجدہ و دست بُوسِ
ہوئے تھا، عشق کا درد اور داغ نہ چکھے ہوئے تھا، سجدے اور عوام کی دست بوسی
عام و بحرمتِ نظر کردن و بانگشت نمودنِ ایشاں کہ
اور احترام سے دیکھنے، اور ان کی انگلی اٹھانے سے

---

1. بادؔ۔ یعنی میری نصیحت ہوا تھی جو اڑ گئی۔ گفتؔ۔ لڑکی نے باپ سے کہا۔ پنبہؔ۔ اگر آگ اور روئی ایک جگہ ہو تو روئی کب بچاؤ کر سکتی ہے۔ حفاظؔ۔ نگہداشت۔ تقاؔ۔ بچاؤ۔ گفتؔ۔ باوا نے کہا کہ میں نے شوہر کے پاس جانے کو منع نہیں کیا تھا۔ منیؔ۔ یعنی انزال کے وقت اپنے آپ کو محفوظ کر لینے کو کہا تھا۔
2. گفتؔ۔ لڑکی نے کہا مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کو انزال کس وقت ہو رہا ہے۔ دور دستؔ۔ وہ مقام جہاں پہنچنا مشکل ہے۔ کلا پیسہؔ۔ آنکھوں کا چڑھ جانا کہ پتلی نظر نہ آئے۔ گفتؔ۔ لڑکی نے کہا اس وقت تو میں خود شہوت سے اندھی ہوئی تھی۔ وقتِ حرصؔ۔ لالچ اور جنگ میں بہت کم عقلیں قائم رہتی ہیں۔
3. وصفؔ۔ ان صوفی صاحب کے قصہ سے یہ بتایا ہے کہ جنگ کے وقت اُن کی عقل بیکار ہو گئی تھی، یہ صوفی صاحب، خانقاہ کے سایہ میں پلے تھے مجاہدے کی مشقتیں نہ اٹھائی تھیں عوام کی دست بوسی سے اپنے آپ کو کامل انسان سمجھ بیٹھے تھے۔ انگشتؔ۔ مشہور آدمی کی طرف لوگ انگلیوں سے اشارے کرتے ہیں۔

امروز در زمانہ صوفی اُوست، غرّہ شُدہ و بَوَہم بیمار شدہ چوں[1]
کہ آجکل دنیا میں وہی صوفی ہے، وہ دھوکے میں آ گیا تھا اور وہم کی بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا
آں معلّم کہ کودکاں گفتند کہ رنجوری، وباین وہم کہ من مجاہدم
اس استاد کی طرح جس کو بچوں نے کہا تھا کہ آپ بیمار ہیں اور اس وہم سے کہ میں مجاہد ہوں
مرا دریں راہ پہلوان میدانند با غازیاں بغزا رفتہ کہ بظاہر
لوگ مجھے اس راہ کا پہلوان سمجھتے ہیں، غازیوں کے ساتھ جہاد میں چلا گیا، کہ میں ظاہری
نیز بنمایم جہاد، کہ در جہادِ اکبر مستثنیٰ ام، جہادِ اصغر خود پیشِ
جہاد بھی کروں گا، کیونکہ میں بڑے جہاد میں ممتاز ہوں، چھوٹا جہاد میرے سامنے کیا
من چہ محل دارد، و خیالِ شیر دردیدہ و دلیریہا کردہ و مست
وقعت رکھتا ہے؟ اور شیر ہونے اور بہادریوں کا نقشہ آنکھ میں جما کر اور ان
ایں دلیریہا شُدہ و رُوی بہ بیشہ نہادہ بقصدِ شیرو
بہادریوں میں مست ہو کر اور شیر کے ارادے سے جنگل کا رُخ کیا اور
شیر بزبانِ حال گفتہ کہ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ
شیر نے زبانِ حال سے کہا کہ ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لو گے پھر

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لو گے

رفت یک صوفی بہ لشکر در غزا
ایک صوفی جہاد میں لشکر کے ساتھ چلا گیا
ناگہاں آمد قطاریق و وغا
اچانک جنگ کا شور و غوغا اٹھا اور جنگ شروع ہو گئی

ماند صوفی بابُنہ و خیمہ و ضِعاف
صوفی سامان اور خیمہ اور کمزوروں کے ساتھ رہ گیا
فارساں راندند تاصفِ مصاف
شہسواروں نے میدان جنگ کی طرف گھوڑے دوڑا دیے

مُثقلانِ خاک برجا ماندند
مٹی کے بوجھل، (اپنی) جگہ پر رہ گئے
سَابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ در راندند
سبقت کرنے والے پیش قدم، آگے دوڑ گئے

جنگہا کردہ مظفر آمدند
جنگ کر کے کامیاب واپس آ گئے
باز گشتہ باغنائم سُود مند
مالدار ہو کر غنیمتوں کے ساتھ لوٹ آئے

ارمغاں دادند کاے صوفی تو نیز
انھوں نے تحفہ دیا کہ اے صوفی! تو بھی (لے)
اُو بروں انداخت نستد ہیچ چیز
اس نے باہر پھینک دیا، کوئی چیز نہ لی

چوں معلّم۔ پہلے مولانا نے قصہ سنایا تھا کہ مکتب کے بچوں نے استاد کو بلاوجہ بیمار بنا دیا تھا۔ جہادِ اکبر۔ نفس کے ساتھ جہاد۔ مستثنیٰ۔ ممتاز۔ جہادِ اصغر۔ کافروں سے جہاد کرنا۔

کَلَّا سَوْفَ۔ قرآن نے کافروں کے غلط خیالات کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ عنقریب حقیقت حال سامنے آ جائے گی۔ غزا۔ جہاد۔ قطاریق۔ جنگ کا شور وغل۔ وغا۔ جنگ۔ بُنہ۔ سامان۔ مصاف۔ صفوں کی جگہ میدان جنگ۔ مُثقلاں۔ سست، بوجھل۔

جنگہا۔ مجاہد، جہاد میں کامیاب ہو کر مال غنیمت کے ساتھ واپس آ گئے۔ ارمغاں۔ یعنی مال غنیمت میں سے تحفہ۔

پس بگفتندش کہ خشمینی[1] چرا
پھر انھوں نے کہا کہ تو غصہ میں کیوں ہے؟
گفت من محروم ماندم از غزا
اُس نے کہا، میں جہاد سے محروم رہ گیا

زاں تلطُّف ہیچ صوفی خوش نشُد
اس مہربانی سے صوفی کچھ بھی خوش نہ ہوا
کُو میانِ غز و خنجر گش نشُد
کیونکہ وہ جہاد میں خنجر چلانے والا نہ بنا

پس بگفتندش کہ آوردیم اسیر
تو انھوں نے اس سے کہا، ہم قیدی لائے ہیں
آں یکے را بہر کُشتن تُو بگیر
اس ایک کو تو قتل کرنے کے لیے لے لے

سربرّش تا توہم غازی شوی
اس کا سر قلم کر دے، تاکہ تو بھی غازی بن جائے
اندکے خوش گشت صُوفی دل قوی
صوفی تھوڑا خوش ہوا اور مضبوط دل بن گیا

کاب را گر در وضو صد روشنی ست
کہ اگرچہ وضو میں پانی کے سیکڑوں نور ہیں
چونکہ آں نبُود تیمّم کردنیست
جب وہ نہ ہو، تو تیمم کرنا ہی ہے

بُرد صوفی آں اسیرِ بستہ را
اُس بندھے ہوئے قیدی کو صوفی لے گیا
در پسِ خرگہ کہ آرد اُو غزا
خیمہ کے پیچھے، کہ وہ جہاد کرے

دیر[2] ماند آں صوفی آنجا با اسیر
صوفی، قیدی کے ساتھ وہاں بہت دیر رہا
قوم گفتند اے عجب چوں شُد فقیر
لوگوں نے کہا تعجب ہے، صوفی کو کیا ہوا؟

کافر بستہ دو دست اُو کشتنی ست
دونوں ہاتھ بندھا کافر، قتل ہو جانے والا ہے
بسملش را مُوجبِ تاخیر چیست
اُس کے ذبح کرنے میں تاخیر کا کیا سبب ہے؟

رفت آں یک در تفحّص در پیش
جستجو میں، ایک اُس کے پیچھے چلا
دید کافر را بالایِ ویش
اُس نے کافر کو اس کے اوپر دیکھا

ہمچو نر بالایِ مادہ آں اسیر
وہ قیدی، مادہ پر نر کی طرح تھا
ہمچو شیرے خفتہ بالایِ فقیر
وہ فقیر، پر، شیر کی طرح پڑا تھا

دستہا[3] بستہ ہمی خائید اُو
ہاتھ بندھے ہوئے، وہ چبا رہا تھا
از سرِ اِستیزہ صُوفی را گلو
صوفی کا گلا، کینہ وری کی وجہ سے

گبر میخائید باد نداں گلوش
کافر دانتوں سے اُس کا گلا چبا رہا تھا
صوفی اُفتادہ بزیر و رفتہ ہوش
صوفی نیچے پڑا تھا اور ہوش اُڑ گئے تھے

دست بستہ گبر ہمچوں گربہء
ہاتھ بندھے ہوئے کافر نے، بلی کی طرح
خستہ کردہ حلقِ اُو بے حربہء
بغیر نیزے کے اُس کے گلے کو زخمی کر دیا

---

[1] خشمینی۔ تو غصہ میں کیوں ہے۔ تلطف۔ مہربانی۔ اسیر۔ قیدی۔ غازی۔ یعنی اُس قیدی کا سر قلم کر کے غازی بن جا۔ کاب۔ صوفی نے کہا وضو ممکن نہ ہو تو تیمم سے کام چل جاتا ہے۔ اصل جہاد تو میدانِ جنگ میں تھا یہ بھی مجبوری کا جہاد ہے۔ خرگہ۔ خیمہ۔

[2] دیر ماند۔ صوفی کی واپسی میں دیر ہوئی تو لوگ حیران ہوئے۔ کافر۔ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کو قتل کرنے میں اس قدر دیر کا کام ہے۔ تفحص۔ جستجو۔

[3] دستہا بستہ۔ وہ دونوں ہاتھ بندھا ہوا کافر صوفی کے گلے کو دانتوں سے چبا رہا ہے۔ گبر۔ اس کافر نے اس صوفی کا گلا اس قدر چبایا کہ صوفی بیہوش ہو گیا۔ حربہ۔ نیزہ۔

نیم[1] کشتش کرد با دنداں اسیر — ریشِ اُو پُرخوں ز حلقِ آں فقیر
قیدی نے دانتوں سے اُس کو ادھ موا کر دیا — اُس فقیر کے حلق کے خون سے اُسکی ڈاڑھی بھری ہوئی تھی

ہمچو تُو کز دستِ نفسِ بستہ دست — ہمچو آں صُوفی فتادستی بہ پست
تیری طرح، کہ ہاتھ بندھے نفس سے — اُس صوفی کی طرح نیچے گرا پڑا ہے

اے شدہ عاجز ز تلِ کیشِ تُو — صد ہزاراں کوہہا درپیشِ تُو
اے وہ کہ تو اپنے مذہب کے ٹیلے سے عاجز ہے — تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ ہیں

زینقدر خر پُشتہ مُردی از شکوہ — چوں روی بر عقبہائے ہمچو کوہ
تو ڈر سے، اس قدر ڈھلوان ٹیلے سے مر گیا — تو پہاڑ جیسی گھاٹیوں پر کیسے گذرے گا؟

غازیاں کشتند کافر را بہ تیغ — ہمدراں ساعت زحمیّت بیدریغ
غازیوں نے کافر کو تلوار سے مار ڈالا — بے دریغ اُسی وقت غصہ سے

بر رُخِ صُوفی زدند آب و گلاب — تا بہوش آید ز بیہوشی و خواب
صوفی کے چہرے پر پانی اور گلاب چھڑکا — تاکہ وہ بیہوشی اور غفلت سے ہوش میں آ جائے

چوں[2] بخویش آمد بدید آں قوم را — پس بپرسیدند چوں بُد ماجرا
وہ جب ہوش میں آیا، اس نے قوم کو دیکھا — تو انھوں نے پوچھا کیا قصہ ہوا؟

اللہ اللہ اینچہ حال ست اے عزیز — ایں چنیں بیہوش گشتی از چہ چیز
اللہ اللہ اے پیارے! یہ کیا حال ہے؟ — تو کس چیز سے ایسا بے ہوش ہو گیا؟

از اسیرِ نیم کشتہ بستہ دست — ایں چنیں بیہوش اُفتادی و پست
ادھ موئے، ہاتھ بندھے، قیدی سے — اس طرح بے ہوش اور پست ہو کر گر پڑا

گفت چوں قصدِ سرش کردم بخشم — طُرفہ در من بنگرید آں شوخ چشم
اس نے کہا، جب میں نے غصہ سے اس کے سر کا ارادہ کیا — اس بے حیا نے مجھے عجیب طرح پر گھورا

چشم را وا کرد پہنِ اُو سوی من — چشم گردانید و شُد ہوشم ز تن
اس نے میری جانب آنکھیں پھاڑیں — آنکھوں کو گھمایا اور میرے ہوش بدن سے اُڑ گئے

گردشِ[3] چشمش مرا لشکر نمُود — می ندانم گفت چوں پر ہول بُود
اس کی آنکھوں کا گھومنا، مجھے لشکر نظر آیا — میں بتا نہیں سکتا کہ کس قدر خوفناک تھیں

قصہ کوتہ کن کزاں چشم ایں چنیں — رفتم از خود اُو فتادم بر زمیں
قصہ مختصر کر، کہ اُن آنکھوں سے میں ایسا — بے ہوش ہوا، زمین پر گر پڑا

---

1. نیم کشتش۔ اس کافر نے صوفی کو نیم مردہ بنادیا اور اُس کی ڈاڑھی اُس صوفی کے خون میں لتھڑ گئی۔ ہمچو تو۔ اس صوفی کا ہاتھ بندھے کافر سے جو حال ہوا وہی نفس کے ہاتھوں تیرا حال ہے۔ تل۔ ٹیلہ۔ خر پشتہ۔ وہ ٹیلہ جس کے کنارے ڈھلواں ہوں۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ حمیت۔ عار کی وجہ سے غصہ کرنا۔
2. چوں۔ جب صوفی کو ہوش آیا تو اس سے بیہوش ہونے کا قصہ پوچھا کہ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کے نیچے پڑے ہوئے بے ہوش کیوں ہوئے۔ طرفہ۔ اس کافر نے عجب طرح پر گھور کر دیکھا بڑی بڑی آنکھیں نکالیں اور ان کو گھمایا تو میں بے ہوش ہو گیا۔
3. گردش۔ اس کے آنکھیں چمکانے سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی لشکر آ گیا ہے میں اس کی خوفناکی کا بیان بھی نہیں کر سکتا ہوں۔

فِتنہ کوتہ کُن کزاں غمزہ[1] گراں رفتم از خود اوفتادم من دراں
فتنہ کو مختصر کر، کہ اس کی تیکھی نظروں سے میں بے ہوش ہو گیا، میں اس میں گر پڑا

نصیحت کردنِ مبارزاں اُو را کہ بایں دل و زہرہ کہ تو داری
اس کو جنگ جویوں کا نصیحت کرنا کہ اس دل اور پتے کے ساتھ جو کہ تو رکھتا ہے

از کلا پیسہ شُدنِ چشمِ کافرِ اسیر دست بستہ بیہوش و دشنہ
ہاتھ بندھے ہوئے قیدی، کافر کی پتلیاں چڑھنے سے بے ہوش ہو گیا اور تیشہ

از دست بیفکندی زینہار ہزار زینہار کہ ملازمِ مطبخِ خانقاہ
ہاتھ سے گرا دیا، خبر دار، خبر دار کہ خانقاہ کے مطبخ میں بیٹھا رہ

باش وسُوئے پیکارِ مرو تا رُسوا نشوی
اور جنگ کی طرف نہ جا تا کہ رُسوا نہ ہو

قوم گفتندش بہ پیکار و نبرد با چنیں زہرہ کہ تو داری مگرد
لوگوں نے اس سے کہا لڑائی اور جنگ میں اس پتے سے جو تو رکھتا ہے، نہ جا

گردِ مطبخ گردد اندر خانقاہ تا دِگر رُسوا نگردی در سپاہ
مطبخ اور خانقاہ کے اندر چکر کاٹ تاکہ لشکر میں دوبارہ رُسوا نہ ہو

چوں ز چشمِ آں اسیرِ بستہ دست غرقہ گشتہ کشتیِ تو در شکست
جب اُس ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کی آنکھوں سے تو ڈوب گیا، تیری کشتی ٹوٹ گئی

پس میانِ حملۂ شیرانِ نر کہ بُود با تیغِ شاں چوں گوی سر
تو نر شیر کے حملہ کے دوران جن کی تلواروں کے سامنے سر گیند کی طرح ہیں

کہ ز طاقا طاق[2] طاقِ گرد نہا زدن طاق طاقِ جامہ کوباں ممتہن
کہ ان کے گردن کاٹنے کی تڑاخ پڑاخ سے دھوبیوں کی چھوا چھو کمتر ہے

کہ ز فشا فاش تیرِ جانستاں ابرِ آذاری خجل در امتحاں
کہ مار ڈالنے والے تیروں کے زناٹے سے موسمِ بہار کا ابر آزمائش میں شرمندہ ہے

کے توانی کرد در خوں آشنا چوں نۂ با جنگِ مرداں آشنا[3]
تو خون میں کیسے تیراکی کر سکے گا؟ جبکہ تو بہادروں کی جنگ سے آشنا نہیں ہے

بس تنِ بے سر کہ دارد اضطراب بس سرِ بے تن بخوں برچوں حُباب
بہت سے بے سر کے دھڑ تڑپتے ہیں بہت سے بے دھڑ کے سر، خون پر بلبلوں کی طرح ہیں

---

1. غمزہ۔ آنکھ کا اشارہ۔ زہرہ۔ پتہ۔ کلا پیسہ شدنِ چشم۔ آنکھوں کی پتلیاں چڑھنا۔ گردِ مطبخ۔ خانقاہ کے مطبخ کے چکر لگایا کرتا کہ پھر شرمندہ نہ ہو۔ کہ بُود۔ جو ایسے بہادر ہیں کہ اُن کی تلوار کے سامنے بہادروں کے سر بلے کی گیند کی طرح ہیں۔
2. طاقا طاق۔ تلواروں کی آواز۔ طاق طاق۔ دھوبی کے کپڑوں کے پٹڑے پر پٹخنے کی آواز۔ فشا فاش۔ تیروں کے چلنے کی آواز۔ خجل۔ شرمندہ۔
3. آشنا۔ پہلے مصرع کے آخر میں بہ معنی واقف ہے۔ بس۔ کچھ دھڑ بغیر جسم کے ہیں اور کچھ سر بغیر دھڑ کے ہیں۔ حباب۔ بلبلہ۔

زیرِ دست و پایِ اسپاں در غزا[1] صد فناگن، غرقہ گشتہ در فنا

جہاد میں گھوڑوں کے ہاتھ پاؤں کے نیچے سیکڑوں قاتل، فنا میں غرق ہیں

ایں چنیں ہوشے کہ از موشے پرید اندراں صف تیغ چوں خواہد کشید

ایسا ہوش، جو چوہے سے اُڑا اُس صف میں تو تلوار کیسے سونت سکے گا؟

چالش ست ایں، خمر خوردن نیست ایں تا تو برمالی بخوردن آستیں

یہ جنگی تگ و دو ہے، یہ شراب نوشی نہیں ہے تاکہ تو پینے کے لیے، آستین چڑھائے

نیست حمزہ خوردن اینجا تیغ بیں حمزۂ باید دریں صف آہنیں

یہ جگہ ترہ و تیزک کھانا نہیں ہے، تلوار دیکھ اس صف میں لوہے جیسا (حضرت) حمزہؓ درکار ہے

نیست لُوتِ چرب، تیغ و خنجر ست جاں بباید باخت چہ جایِ سرست

لذیذ کھانا نہیں ہے، تلوار اور خنجر ہے سر کا کیا ہے؟ جان کی بازی لگانی چاہیے

کار[2] ہر نازک دلے نبُود قتال کہ گریزد از خیالے چوں خیال

ہر نازک دل کا کام، جنگ کرنا نہیں ہے جو ایک وہم سے خیال کی طرح بھاگ جائے

کارِ ترُکان ست نے ترکاں برو جایِ ترکاں ہست خانہ خانہ شو

بہادروں کا کام ہے، بُو بُو کا نہیں ہے، جا بُو بُو کی جگہ گھر ہے، گھر میں جا بیٹھ

قصہ کوتہ کُن کزاں چشم ایں چنیں رفتی از دست و فتادی برزمیں

قصہ مختصر کہ ان آنکھوں سے اس طرح تو بے قابو ہو گیا، اور زمین پر گر پڑا

حکایت عیاضی[3] رحمۃ اللہ علیہ کہ نوَد بار بغزوہ رفتہ بُود سینہ برہنہ و غزاہا کردہ، بامید شہید شُدن، وچوں نومید شُد از جہادِ اصغر رُوی بجہادِ اکبر آورد و خلوت گزید ناگہاں آوازِ طبلِ غازیاں شُنید نفس از اندروں کہ رنجہ می داشت سُوي غزا و متہم داشتن اُو نفسِ خود را دریں رغبت کہ کرد

حضرت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کہ وہ نوے بار جہاد میں گئے تھے کھلے سینے، اور شہید ہو جانے کی امید پر، جہاد میں گئے اور جب جہادِ اصغر سے مایوس ہو گئے، تو جہادِ اکبر کا رُخ کیا اور خلوت اختیار کر لی، انھوں نے اچانک غازیوں کے نقارے کی آواز سنی نفس اندر سے جہاد کی جانب مجبور کرنے لگا اور ان کا نفس کو اس رغبت کے بارے میں متہم بنانا جو اس نے کی

---

[1] غزا۔ جہاد۔ فناکن۔ فنا کر دینیوالا۔ چالش۔ رفتار یعنی جنگی رفتار۔ برمالی آستیں۔ تو آستین چڑھائے۔ حمزہ۔ مصرع اوّل بہ معنی ترا میرا کا پتہ دوسرے مصرع میں آنحضورؐ کے چچا کا نام ہے جن کی بہادری مشہور ہے۔

[2] کار۔ جنگجوئی، نازک دل کا کام نہیں ہے جو محض دشمن کے وہم پر خیال کی طرح بھاگ جائے۔ ترکان۔ ترک کی جمع ہے، بہادر۔ ترکان۔ عورت۔

[3] عیاضی۔ مشہور بزرگ صوفی ہیں اُن کا نام ابوبکر محمد بن احمد ہے اپنے کسی دادا عیاض کی طرف منسوب ہیں۔ مولانا نے ان کا قصہ سنا کر سمجھایا ہے کہ ہر صوفی کو ان صوفی صاحب کی طرح نہ سمجھنا جو ہاتھ بندھے قیدی کی آنکھیں دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ جہادِ اصغر۔ کافروں سے جہاد۔ جہادِ اکبر۔ نفس سے جہاد۔

گفت عیاضی نَوَد بار آمدم
(حضرت) عیاضی نے فرمایا کہ میں نوے بار پہنچا
تن برہنہ بُو کہ زخمے آیدم
ننگے بدن، شاید میرے جسم پر کوئی زخم لگے

تن برہنہ می شُدم در پیشِ تیر
میں تیر کے سامنے ننگے بدن گیا
تا یکے تیرے خورم من جایِ گیر[1]
تا کہ کوئی گھس جانے والا تیر کھاؤں

تیر خوردن بر گلو یا مقتلے
گلے یا مقتل پر تیر کھانا
در نیابد جز شہیدے مُقبلے
سوائے نصیبہ ور شہید کے کوئی نہیں پاتا ہے

برتنم یک جائے کہ بے زخم نیست
میرے جسم پر کوئی جگہ بغیر زخم کے نہیں ہے
ایں تنم از تیر چوں پرویز نیست
میرا یہ جسم تیروں کی وجہ سے چھلنی کی طرح ہے

لیک بر مقتل نیامد تیرہا
لیکن تیر، مقتل پر نہ پہنچے
کارِ بختست ایں نہ جلدی و دَہا
یہ مقدر کی بات ہے نہ کہ بہادری اور ہوشیاری کی

چوں[2] شہیدی روزیِ جانم نبُود
چونکہ شہادت میری جان کی روزی نہ تھی
رفتم اندر خلوت و در چلہ زُود
میں جلد خلوت اور چلّہ میں چلا گیا

در جہادِ اکبر افگندم بدن
میں نے جہادِ اکبر میں جسم ڈال دیا
در ریاضت کردن و لاغر شُدن
محنت کرنے اور لاغر ہونے میں

بانگِ طبلِ غازیاں آمد بگوش
غازیوں کے نقارے کی آواز کان میں آئی
کہ خرامیدند جیشِ غزو کوش
کہ جہاد کا کوشاں لشکر روانہ ہو گیا

نفسم از باطن مرا آواز داد
میرے نفس نے مجھے اندر سے آواز دی
کہ بگوشِ حِس شنیدم بامداد
جو میں نے حس کے کان سے صبح کو سُنی

خیز ہنگامِ غزا آمد بُرَو
اُٹھ جہاد کا وقت آ گیا، جا
خویش را در غزو کردن کُن گرو
اپنے آپ کو جہاد میں مصروف کر دے

گفتم[3] اے نفسِ خبیثِ بے وفا
میں نے کہا، اے بے وفا خبیث نفس!
از کُجا میلِ غزا تو از کُجا
تجھے جہاد کی خواہش کہاں ہے، کہاں سے

راست گو اے نفس کایں حیلت گریست
اے نفس! سچ بتا یہ تیری حیلہ بازی ہے
ورنہ نفسِ شہوت از طاعت بریست
ورنہ شہوانی نفس عبادت سے بیگانہ ہے

گر نگوئی راست حملہ آرمت
اگر تو سچ نہ کہے گا، میں تجھ پر حملہ کر دوں گا
در ریاضت سخت تر افشارمت
میں تجھے ریاضت میں سخت دباؤں گا

---

[1] جایِ گیر۔ گھس جانے والا۔ مقتل۔ بدن کا وہ عضو جس پر چوٹ لگنے سے انسان مرجائے۔ مقبلے۔ بانصیب۔ پرویزن۔ چھلنی۔ جلدی۔ بہادری۔ دہا۔ تدبیر۔

[2] چوں شہیدی۔ حضرت عیاضی فرماتے ہیں جب مجھے یقین ہوگیا کہ شہادت میرے مقدر میں نہیں ہے تو میں نے خلوت میں چلّہ کشی شروع کر دی۔ جیش۔ لشکر۔ گرو۔ گروی۔

[3] گفتم۔ میں نے نفس سے کہا، خبیث تجھے جہاد کی رغبت کیوں پیدا ہوتی ہے، سچ بتادے ورنہ تجھے بہت کچلوں گا۔

نفس[1] بانگ آورد آندم از دروں
نفس نے اندر سے آواز دی
با فصاحت بے دہاں اندر فسوں
بغیر منہ کے، فصاحت کے ساتھ جادو (گری) میں

کہ مرا ہر روز ایں جا، می کشی
کہ تو مجھے ہر روز اس جگہ کھینچ لاتا ہے
جانِ من چوں جانِ گبراں میکشی
میری جان کو، کافروں کی جان کی طرح قتل کرتا ہے

ہیچ کس را نیست از حالم خبر
کسی کو میری حالت کی خبر نہیں
کہ مرا تو میکشی بے خواب و خور
کہ تو مجھے بغیر سوئے اور کھائے قتل کر رہا ہے

در غزا بجہم بیک زخم از بدن
میں جہاد میں ایک زخم سے، بدن سے بھاگ نکلوں گا
خلق بیند مردی و ایثارِ من
لوگ میری بہادری اور قربانی دیکھ لیں گے

گفتم[2] اے نفسک منافق زیستی
میں نے کہا اے ذلیل نفس! تو منافق جیا
ہم منافق میمری تو چیستی
منافق ہی مر رہا ہے تو کیا ہے؟

خوار و خود رای و مرای بودہٗ
تو ذلیل، خود سر، اور ریاکار ہے
در دو عالم تو چنیں بیہودہٗ
دونوں جہاں میں تو اس قدر بیہودہ ہے

نذر کروم کہ ز خلوت ہیچ من
میں نے منت مان لی ہے، کہ میں خلوت سے کبھی
سر بروں نارم چو زندہ ست ایں بدن
باہر نہیں نکلوں گا، جب تک یہ بدن زندہ ہے

زانکہ در خلوت ہر آنچہ تن کند
اس لیے کہ خلوت میں بدن جو کچھ کرتا ہے
نز برای رُوی مرد و زن کند
وہ مرد و عورت کے دکھاوے کے لیے نہیں کرتا ہے

جنبش[3] و آرامش اندر خلوتش
خلوت میں اُس کی حرکت اور سکون
جز برای حق نباشد نیتش
اللہ (تعالیٰ) کے سوا کے لیے اس کی نیت نہیں ہوتی ہے

ایں جہادِ اکبر ست آں اصغر ست
یہ بڑا جہاد ہے، وہ چھوٹا جہاد ہے
ہر دو کارِ رستم ست و حیدر ست
دونوں کام، رستم اور حیدرؓ کے ہیں

کارِ آنکس نیست کو را عقل و ہوش
اس شخص کا کام نہیں ہے کہ جس کی عقل اور ہوش
پرّد از تن چوں بجنبد دُمِ موش
بدن سے پرواز کر جائے جب چوہے کی دُم ہلے

کارِ آنکس نیست ایں سودا و جوش
یہ جنون اور جوش اُس کا کام نہیں ہے
کوز مُوش و جنبشش گم کرد ہوش
جو چوہے اور اس کے ہلنے سے، ہوش گنوا دے

آنچناں کس را بباید چوں زناں
ایسے شخص کو عورتوں کی طرح چاہیے
دُور بودن از مصاف و از سناں
میدانِ جنگ اور نیزے سے دور رہنا

---

[1] نفس۔ نفس نے جواب دیا تو مجھے یہاں چلہ کشی میں روز کافروں کی طرح قتل کرتا ہے۔ ہیچ کس۔ یہاں تنہائی میں میرے قتل سے کوئی واقف نہیں ہوتا ہے۔ در غزا۔ جہاد میں مروں گا تو یکبارگی مر جاؤں گا اور لوگ بھی میری جان نثاری کو دیکھ لیں گے۔

[2] گفتم۔ میں نے نفس سے کہا تو نفاق کے ساتھ جیا اور اب لوگوں کے دکھاوے کے لیے جہاد کر کے منافق کی موت مرنا چاہتا ہے۔ خوار۔ تو دونوں جہانوں میں ذلیل ہو گا۔ مرائی۔ ریاکار۔ خلوت۔ تنہائی کی عبادت ریاکاری سے خالی ہوتی ہے۔ ایں جہاد اکبر۔ خلوت میں چلہ کشی جہاد اکبر ہے جو حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کام ہے۔ جہاد اصغر۔ دشمن سے لڑنا، یہ بہادر اور رستم کا کام ہے۔ کار آنکس۔ جہاد اکبر اور جہاد اصغر اُس بزدل کا کام نہیں ہے جو چوہے کی دُم سے ڈرے۔ آنچناں۔ اس شخص کو عورتوں کی طرح خانہ نشیں ہو جانا چاہیے۔

صوفیے آں[1] صوفیِ ایں اینت حیف — آں ز سوزن گشتہ ایں را طُعمہ سیف
ایک صوفی وہ ہے ایک صوفی یہ ہے، عجب افسوس ہے — وہ سوئی کا مقتول، اس کی خوراک تلوار ہے

نقشِ صوفی باشد اُو را نیست جاں — صُوفیاں بدنام ہم زیں صُوفیاں
وہ صوفی کی تصویر ہے، اس میں جان نہیں ہے — ان صوفیوں سے، صوفی بھی بدنام ہیں

بر در و دیوار جسمِ گِل سرشت — حق ز غیرت نقشِ صد صُوفی نوشت
مٹی کے بنے ہوئے جسم کے در و دیوار پر — اللہ (تعالیٰ) نے غیرت سے سیکڑوں صوفیوں کی تصویریں بنادیں

تازِ[2] سحرِ آں نقشہا جُنباں شوَد — تا عصایِ موسوی پنہاں شود
تاکہ وہ تصویریں جادو سے متحرک رہیں — جب تک موسوی عصا مخفی رہے

نقشہا را می خورد صدقِ عصا — چشمِ فرعونی ست پُر گرد و حصا
ان تصویروں کو لاٹھی کی سچائی نگل جاتی ہے — فرعونی آنکھ ہے جو گرد اور کنکریوں سے پُر ہے

حکایتِ مجاہدِ دیگر و جانبازیِ اُو در غزا

دوسرے مجاہد، اور جہاد میں اُس کی جان بازی کی حکایت

صُوفیِ دیگر میانِ صفِ حرب — اندر آمد بست بار از بہرِ ضرب
جنگ کی صف میں ایک دوسرا صوفی — تلوار بازی کے لیے بیس بار آیا

با مسلماناں بکافر وقتِ کرّ — وانگشت اُو با مسلماناں بفرّ
مسلمانوں کے ساتھ (ہوتا تھا) کافر پر حملہ کے وقت — فرار کے وقت وہ مسلمانوں کے ساتھ نہ پلٹتا تھا

زخم[3] خورد و بست زخمے را کہ خورد — بارِ دیگر حملہ آورد و نبرد
زخم کھاتا اور جو زخم کھاتا اُس کی بندش کرتا — دوسری بار حملہ اور جنگ شروع کرتا

تا نمیرد تن بیک زخم از گزاف — تا خورد اُو بیست زخم اندر مصاف
تاکہ جسم ایک زخم سے خواہ مخواہ نہ مر جائے — یہاں تک کہ اس نے جنگ میں بیس زخم کھائے

حیفش آمد کہ بزخمے جاں دہد — جاں زدستِ صدق اُو آساں رہد
اس کو افسوس ہوتا کہ وہ ایک زخم سے جان دے دے — جان اس کی سچائی کے ہاتھ سے آسانی سے چھوٹ جائے

حکایتِ آں مجاہد کہ از ہمیانِ سیم، ہر روز یک درم در خندق انداختے بتفاریق از بہرِ ستیزۂ حرص و آزادیِ نفس

اس مجاہد کی حکایت جو چاندی کی تھیلی سے، ہر روز ایک درہم خرچ بنا کر خندق میں پھینک دیتا نفس کی آرزو اور لالچ سے جنگ کے لیے

---

[1] آں۔ یعنی وہ صوفی جو دست بستہ کافر سے مغلوب ہوگیا۔ ایں۔ یعنی حضرت عیاضی۔ نقش۔ وہ بزدل صوفی صوفیوں کو بدنام کرنے والا ہے۔ بر در۔ انسانی جسم کی دیوار پر اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے بہت سے صوفیوں کی تصویریں بنادی ہیں تاکہ اس کے محبوب صوفی ان تصویروں میں مخفی رہیں۔

[2] تاز سحر۔ یہ تصویریں محض جادوگری سے متحرک ہیں اور صوفیانہ حرکات کررہی ہیں یہ اسی وقت تک ہے جب تک حقیقی صوفی جلوہ گر نہیں ہوتا ہے، اس کی جلوہ گری ان سب کو ہضم کرجائے گی۔ حکایت۔ اس میں بھی ایک صوفی کی بہادری کے کارنامے ذکر کیے ہیں۔ ضرب۔ تلوار بازی۔ کر۔ اقدامی حملہ۔ فر۔ پسپائی۔

[3] زخم۔ اس کے ایک زخم لگتا تو فوراً مرہم پٹی کرکے حملہ آور ہوجاتا تاکہ ایک ہی زخم سے موت نہ آجائے۔ حکایت۔ جس طرح پہلے مجاہد یکبارگی مرنا نہ چاہتے تھے اسی طرح یہ مجاہد یکبارگی سرمایہ تلف نہ کرتے تھے بلکہ نفس کو بار بار تکلیف پہنچانے کے لیے روزمرہ ایک درہم تلف کرتے تھے۔

وسوسۂ نفس کہ چوں می اندازی بخندق بارے یک بار بینداز تا خلاص یابم

اور نفس کی تمنا یہ کہ تو جب کہ خندق میں پھینکتا ہے، اب ایک اور پھینک دے تا کہ میں چھٹکارا پا جاؤں

کہ[1] اَلْیَأْسُ اِحْدَی الرَّاحَتَیْن واو میگفت مر نفس را کہ ترا ایں راحت ہم ندہم

کیونکہ مایوسی بھی دو راحتوں میں سے ایک ہے اور وہ نفس سے کہتا تھا کہ میں تجھے یہ راحت بھی نہ دوں گا

آں یکے بُودش بکف در چل درم　　ہر شب افگندے یکے در آبِ یم
ایک (صوفی) کے ہاتھ میں چالیس درہم تھے　　وہ ہر رات کو ایک دریا کے پانی میں پھینک دیتا

تا کہ گردد سخت بر نفسِ مجاز　　در تأنّیٔ دردِ جاں کندن دراز
تا کہ جھوٹے نفس پر سخت بن جائے　　جان کنی کا دراز درد، ست روی ہیں

نفسِ اُو فریاد کردے ہر شبے　　در فتادے زار در تاب و تبے
اس کا نفس ہر رات کو فریاد کرتا　　تکلیف اور مصیبت میں لاغر ہوتا

کیں[2] چرا می نفگنی یک بارگی　　کشتیم در غصہء و بے چارگی
کہ تو ایک بار کیوں نہیں پھینک دیتا ہے؟　　تو نے مجھے رنج اور مجبوری میں مار ڈالا

بہرِ حق یک بارگی بگذار دین　　نفس را کاَلْیَأْسُ اِحْدَی الرَّاحَتَیْن
خدا کے لیے ایک مرتبہ میں قرض اتار دے　　نفس کا، کیونکہ مایوسی دو راحتوں میں سے ایک ہے

اُو نگشتے مُلتفِت مر نفس را　　ہم چنیں کُشتے مر اُو را در عنا
وہ نفس کی جانب متوجہ نہ ہوتا　　اس کو اسی طرح مصیبت میں مارتا

ہم چنیں آں صوفی اندر صفِ جنگ　　بہرِ حق بگرفتہ بُد بر نفس تنگ
اسی طرح اُس صوفی نے جنگ کی صف میں　　اللہ (تعالیٰ) کے لیے نفس پر سخت گرفت کر رکھی تھی

با مُسلماناں[3] بکرّ اُو پیش رفت　　وقتِ فرّ اُو وانگشت از خصمِ تفت
حملہ کے وقت، مسلمانوں کے ساتھ وہ آگے بڑھتا　　پسپائی کے وقت، دشمن سے جلد پیچھے نہ ہٹتا

زخمِ دیگر خورد آں راہم بہ بست　　بیست کرّت رُمح و تیر از وے شکست
دوسرا زخم کھایا اس کو بھی باندھا　　بیس مرتبہ نیزے اور تیر اُس پر ٹوٹے

بعد ازاں قوت نماند افتاد پیش　　مقعدِ صدقِ اُو ز صدقِ عشقِ خویش
اس کے بعد طاقت نہ رہی، سامنے گر گیا　　اپنی سچائی کہ جگہ میں، اپنے عشق کی سچائی کیوجہ سے

---

[1] الیأس۔ مقصد پورا ہونے سے بھی راحت ملتی ہے اور مقصد سے بالکل مایوس ہونے سے بھی نفس کو راحت ملتی ہے۔ یم۔ دریا۔ مجاز۔ یعنی حقیقت سے غافل۔ تأنی۔ آہستہ روی۔ نفس۔ اس صوفی کا نفس درہم کو دریا میں پھینکنے کی وجہ سے ہر شب فریاد کرتا۔

[2] کیں۔ اور یہ کہتا کہ درہموں کو پھینکنا ہے تو ایک دفعہ پھینک دے۔ کشتیم۔ تو مرا کشتی۔ کالیأس۔ اگر یکبارگی مایوسی ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ ملتفت۔ متوجہ۔ عنا۔ مشقت۔ ہم چنیں۔ اسی طرح اس صوفی نے نفس کی گرفت کر رکھی تھی۔ ایک زخم کھا کر شہید نہ ہونا چاہتا تھا۔

[3] با مسلماناں۔ مسلمانوں کے حملے کے وقت آگے بڑھتا لیکن پسپائی کے وقت جلد پسپا نہ ہوتا دشمن کے مقابلے میں جما رہتا۔ کرّت۔ مرتبہ۔ رمح۔ نیزہ۔ مقعدِ صدق۔ قرآن پاک میں، نیکوں کی روحوں کے بارے میں ہے وہ سچائی کی جگہ ہوں گی صاحب قدرت خدا کے پاس۔

صدق[1] جاں دادن بود ہیں سَابِقُوْا
سچائی، جان دے دینا ہوتی ہے، خبردار! آگے بڑھو
از نُبی بر خواں رِجَالٌ صَدَقُوْا
قرآن میں سے رجال صدقوا پڑھ لے

ایں ہمہ مُردن نہ مرگِ صورتست
یہ کامل موت نہ صرف جسم کی موت ہے
ایں بدن مر روح را چوں آلتست
یہ بدن، روح کے لیے آلہ کی طرح ہے

اے بسا خامے کہ ظاہر خویش ریخت
بہت سے ناقص ہیں کہ انھوں نے اپنا ظاہر (جسم) بہا دیا
لیک نفسِ زندہ آں جانب گریخت
لیکن زندہ نفس اس جانب بھاگ گیا

آلتش[2] بشکست و رہزن زندہ ماند
اس کا آلہ ٹوٹا اور ڈاکو زندہ رہا
نفس زندہ است ارچہ مرکب خوں فشاند
نفس زندہ ہے اگرچہ سواری نے خون چھڑک دیا

اسپ کُشت ورہ نرفت آں خیرہ سر
گھوڑا مار ڈالا اور اس بیوقوف نے راستہ طے نہ کیا
ماند خام و زشت از حق بے خبر
اللہ (تعالیٰ) سے بے خبر کچا اور بھدا رہ گیا

گر بہر خونریزی گشتے شہید
اگر ہر خون بہانے سے شہید بن جایا کرتا
کافرِ کُشتہ بُدے ہم بو سعید
مقتول کافر بھی بوسعید ہوتا

اے[3] بسا نفسِ شہیدِ معتمَد
بہت سے بھروسے کے شہید نفس ہیں
مُردہ، در دنیا چو زندہ میرود
مرے ہوئے، دنیا میں زندہ کی طرح چلتے پھرتے ہیں

رُوحِ رہزن مُرد و تن کہ تیغِ اوست
ڈاکو نفس مر گیا اور جسم جو کہ اس کی تلوار ہے
ہست باقی در کفِ آں غزوِ دوست
جہاد کے شائق کے ہاتھ میں باقی ہے

تیغ آں تیغست مرد آں مرد نیست
تلوار وہی تلوار ہے، مرد وہ مرد نہیں ہے
لیک ایں صورت تُرا حیراں کنیست
لیکن یہ صورت تجھے حیران کرنے والی ہے

نفس چوں مبدل شود ایں تیغِ تن
نفس جب بدل جاتا ہے، یہ جسم کی تلوار
باشد اندر دستِ صُنعِ ذُوالمِنَن
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کے ہاتھ میں ہوتی ہے

آں یکے مردیست قوتش جملہ درد
ایک وہ مرد ہے جس کی ساری خوراک درد ہے
ویں دگر مردے میاں تی ہمچو گرد
اور یہ دوسرا مرد ہے جس کی کمر گرد کی طرح خالی ہے

---

[1] صدق۔ پہلی آیت میں جو صدق آیا ہے اس کا مطلب اللہ کے راستہ میں جان دے دینا ہے۔ صدقوا۔ قرآن پاک میں ہے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ یعنی بعض مومن وہ ہیں جنھوں نے اس معاہدہ کو سچ کر دکھایا جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا یعنی راہِ خدا میں شہید ہو گئے۔ ایں ہمہ۔ راہِ خدا میں مرنا، جسم کا مرنا نہیں ہے کیونکہ یہ تو روح کا ایک آلہ ہے بلکہ اوصافِ رزیلہ کا ازالہ اور نفس کو مارنا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو جہاد میں مرتے ہیں لیکن ان کا نفس زندہ رہتا ہے تو وہ راہِ خدا میں نہیں مرتے۔

[2] آلتش۔ نفس کا زندہ رہنا اور جسم کا مر جانا تو ایسا ہی ہے جیسے ڈاکو زندہ رہے اور اس کا ہتھیار یا گھوڑا فنا ہو جائے۔ اسپ۔ اس شخص کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو منزل پر پہنچنے سے پہلے گھوڑے کو مار ڈالے۔ گر بہر خونریزی۔ اگر محض خون بہا دینا شہادت ہو تو ہر کافر جو جنگ میں مرے اس کو شہید کہو۔ بوسعید۔ نیک بخت یا حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ۔

[3] اے بسا۔ جن لوگوں نے نفس کشی کر لی ہے ان کا نفس مردہ ہو چکا ہے لیکن وہ دنیا میں زندہ چلتے پھرتے ہیں آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا جو کسی مردہ کو چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ ابوبکرؓ کو دیکھ لے۔ روح۔ جو نفس راہزن تھا وہ مر گیا ہے اس کی جو تلوار تھی یعنی جسم وہ اس مجاہد کے ہاتھ میں باقی ہے۔ تیغ۔ جسم تو وہی ہے لیکن اب وہ شخص نہیں ہے وہ اپنے آپ کو فنا کر کے بقا باللہ حاصل کر چکا ہے۔ نفس۔ اگرچہ وہ شخص نہیں رہا لیکن اب یہ تلوار اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت سے کام کرتی ہے۔

صفت کردنِ مردِ غماز و نمودن صورتِ کنیزک مصور
ایک چغلخور کا خوبی بیان کرنا اور کاغذ پر بنی ہوئی ایک لونڈی کی تصویر دکھانا
در کاغذ و عاشق شُدنِ خلیفۂ مصر بر نقشِ آں کاغذ و فرستادنِ خلیفہ
اور اس کاغذ کی تصویر پر مصر کے خلیفہ کا عاشق ہو جانا اور خلیفہ کا ایک سردار کو
امیرے با سپاہِ گراں بدرِ موصل و قتل و ویرانی بسیار کردن بہرِ ایں غرض
بھاری لشکر کے ساتھ موصل کے دروازے پر بھیج دینا اور اس مقصد کے لیے بہت قتل اور تباہی کرنا

مر خلیفہ مصر را غماز[1] گفت — کہ شہِ موصل بحورے گشت جُفت
چغلخور نے مصر کے خلیفہ سے کہا — کہ موصل کے بادشاہ کو ایک حور مل گئی ہے

یک کنیزک دارد اُو اندر کنار — کہ بعالَم نیست مانندش نگار
وہ آغوش میں ایک کنیز رکھتا ہے — اس جیسی حسینہ دنیا میں نہیں ہے

در بیاں ناید کہ حُسنش بیحدست — نقشِ اُو اینست کاندر کاغذ ست
بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا حسن بیحد ہے — اس کی تصویر یہ ہے جو کاغذ پر ہے

نقش در کاغذ چو دید آں کیقباد — خیرہ گشت و جام از دستش فتاد
اُس بادشاہ نے کاغذ پر اس کی تصویر دیکھی — حیران ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے جام گر گیا

پہلوانے[2] را فرستاد آں زماں — سُوئے موصل با سپاہِ بس گراں
فوراً ایک بہادر کو بھیج دیا — بہت بھاری لشکر کے ساتھ موصل کی جانب

گفت اگر ندہد بتو آں ماہ را — بر کَن از بُن آں در و درگاہ را
کہا اگر وہ اُس چاند کو تیرے حوالے نہ کرے — اُس در اور درگاہ کو جڑ سے اُکھاڑ ڈال

ور دہد ترکش کُن و مہ را بیار — تاکشم[3] من بر زمیں مہ در کنار
اور اگر دے دے اُس کو چھوڑ اور چاند کو لے آ — تاکہ میں چاند کو زمین پر بغل میں لوں

پہلواں شُد سُوئے موصل با حشم — باہزاراں رستم و طَبل و علم
بہادر خادموں کے ساتھ موصل کی جانب روانہ ہوا — ہزاروں بہادروں اور نقارے اور جھنڈے کے ساتھ

چوں ملخہا بے عدد برگردِ کِشت — قاصِد اہلاکِ اہلِ شہر گشت
کھیتی کے چاروں طرف کی ان گنت ٹڈیوں کی طرح — شہریوں کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرنے والا بن گیا

ہر نواحے منجنیقے از نبرد — ہمچو کوہِ قاف اُو بر کار کرد
جنگ کے لیے ہر جانب ایک گوپھن — کوہ قاف جیسی اُس نے کام پر لگا دی

---

1. غماز۔ چغلخور۔ بحورے۔ یعنی موصل کے بادشاہ کے پاس ایک حور صفت لونڈی ہے۔ کنار۔ پہلو۔ نگار۔ حسین۔ کیقباد کے معنی عادل "قباد" بمعنی برحق، شاہ ایران کا نام ہے جو بڑا عیاش تھا اور سو سال اس نے حکومت کی اب مطلقاً منصف بادشاہ کے معنی میں بولا جاتا ہے۔
2. پہلوانے۔ شاہ مصر نے بہادر سردار کو بھاری لشکر دیکر موصل روانہ کر دیا موصل۔ صاد کے زیر کے ساتھ عراق اور جزیرہ کے درمیان ایک شہر ہے۔ آں ماہ۔ حسین لونڈی۔
3. تاکشم۔ وہ آسمان کا چاند ہے لیکن میں اس سے زمین پر بغلگیر ہوں گا۔ رستم۔ مطلقاً پہلوان۔ ہر نواحے۔ اس سردار نے موصل کے چاروں طرف گوپھنیں قائم کر دیں جو کوہ قاف کی طرح بلند تھیں۔

زخمِ تیر و سنگہائے منجنیق — تیغہا در گرد چوں برق از بریق[1]
تیروں کے زخم اور گوپھن کے پتھر — غبار میں تلواریں چمک کی وجہ سے بجلی کی طرح

ہفتہء کرد ایں چنیں خونریز گرم — بُرج سنگیں سُست شُد چوں مومِ نرم
ایک ہفتہ اُس نے اسی طرح خونریزی گرم رکھی — پتھر بلا برج، نرم موم کی طرح کمزور پڑ گیا

شاہِ موصل دید پیکارِ مہول — پس فرستاد از دروں پیشش رسول
موصل کے بادشاہ نے خوفناک جنگ دیکھی — تو اندر سے اُس کے پاس قاصد بھیجا

کہ[2] چہ میخواہی ز خونِ مومناں — کشتہ میگردند زیں حربِ گراں
کہ مومنوں کی خونریزی سے تو کیا چاہتا ہے؟ — جو اس بھاری جنگ سے مر رہے ہیں

گر مُرادت مُلک و شہرِ موصل ست — بے چنیں خونریز اینت حاصل ست
اگر تیرا مقصود، ملک اور موصل شہر ہے — بغیر خونریزی کے یہ تجھے حاصل ہے

من روم بیرونِ شہر اینک در آ — تانگیرد خونِ مظلوماں تُرا
میں شہر سے باہر چلا جاتا ہوں، لے تو اندر آ جا — تاکہ مظلوموں کا خون تجھے نہ پکڑ لے

ور مُرادت مال و زرّ و گوہرست — ایں ز ملک و شہر خود آساں ترست
اگر تیرا مقصد مال اور سونا اور جواہر ہیں — یہ سلطنت اور شہر سے خود آسان ہیں

ہرچہ می باید تُرا از سیم و زر — میفرستم چیست ایں آشوب[3] و شر
تجھے جو چاندی اور سونا چاہیے — میں بھیجتا ہوں یہ فتنہ اور شر کیا ہے؟

ایثار کردنِ صاحبِ موصل آں کنیزکِ خود را بخلیفہء مصر تاخوں ریزیِ مسلماناں زیادہ نہ شود

موصل کے حاکم کا اپنی لونڈی کو خلیفہ مصر کو دے دینا تاکہ مسلمانوں کی خونریزی زیادہ نہ ہو

چوں رسول آمد بہ پیشِ پہلواں — گفت پیغامِ مَلِک اندر زماں
جب قاصد، پہلوان کے سامنے آیا — اس نے فوراً بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا

گفت من نے ملک میخواہم نہ مال — لیک میجویم یکے صاحب جمال
اس نے کہا نہ میں ملک چاہتا ہوں، نہ مال — لیکن ایک حسین کا جویاں ہوں

داد کاغذ اندرو نقش و نشاں — گفت پیشش بر بگو اُو را عیاں
اس نے کاغذ دیا جس میں تصویر اور علامت تھی — کہا اس کے سامنے اس کو صاف بتا دے

1 بریق۔ چمک۔ برج سنگیں۔ یعنی اس موصل کے بادشاہ کا قلعہ موم کی طرح بن گیا۔ مہول۔ خوفناک۔ رسول۔ قاصد۔
2 کہ چہ۔ موصل کے بادشاہ نے قاصد کے ذریعہ پہلوان سے کہلایا کہ حملہ سے تیرا کیا مقصد ہے۔ اینت۔ ایں تُرا۔ ایں ز ملک۔ جب میں سلطنت چھوڑنے کو تیار ہوں تو روپیہ پیسہ تو بہت آسان ہے۔
3 آشوب۔ فتنہ۔ مَلِک۔ یعنی موصل کا بادشاہ۔ گفت۔ پہلوان نے کہا۔ صاحب جمال۔ یعنی لونڈی۔

کاندریں[1] کاغذ نگر چہ صورتست　زود بفرستش کہ ملک و جانت رست
کہ اس کاغذ میں دیکھ کیا تصویر ہے　اس کو جلد بھیج دے تاکہ تیری سلطنت اور جان نجات پائے

بنگر اندر کاغذ ایں را طالبم　ہیں بدہ ورنہ کنوں من غالبم
کاغذ میں دیکھ لے، میں اس کا طلبگار ہوں　خبردار! دے دے ورنہ اب میں غالب ہوں

چوں رسولش بازگشت و گفت حال　داد کاغذ را و بنمود آں مثال
جب اس کا قاصد واپس ہوا اور حالت بتائی　اس نے کاغذ دیا اور وہ تصویر دکھائی

گشت معلومش چہ گفت آں شاہِ نر　صورتے کم گیر و زود ایں را ببر
اس کو معلوم ہو گیا تو اس بہادر شاہ نے کیا کہا؟　مان لے ایک (حسین) صورت نہ رہی اور جلد اس کو لے جا

من نیم[2] در عہدِ ایماں بت پرست　بُت برِ آں بُت پرست اولیٰ ترست
میں ایمان کے عہد میں، بت پرست نہیں ہوں　بُت، اُس بُت پرست کی بغل میں زیادہ بہتر ہے

باتبرک داد دختر را و برد　سوئے لشکر گاہ و در ساعت سپرد
اس نے لونڈی مع تحفہ کے دی، اور وہ لے گیا　لشکر گاہ کی جانب، اور فوراً سپرد کر دی

چونکہ آوردش رسول آں پہلواں　گشت عاشق بر جمالش آں زماں
جب قاصد اُس کو لایا، وہ سردار　فوراً اس کے حسن پر عاشق ہو گیا؟

عشق بحرے آسماں بروے کفے　چوں زلیخا در ہوائے یوسفے
عشق ایک سمندر ہے، آسمان اس پر ایک جھاگ ہے　جیسے کہ زلیخا، یوسف کے عشق میں تھی

دورِ گردونہا ز موجِ عشق داں　گر نبودے عشق بفسردے جہاں
آسمانوں کی گردش عشق کی موج سے سمجھ　اگر عشق نہ ہوتا تو جہان ٹھٹھر جاتا

کے جمادے[3] محو گشتے در نبات　کے فدائے رُوح گشتے نامیات
جماد، نبات میں کب فنا ہوتا؟　نمو پانے والیاں، رُوح پر کب فدا ہوتیں؟

رُوح کے گشتے فدائے آں دمے　کز نسیمش حاملہ شد مریمے
رُوح اس دم پر کب فدا ہوتی؟　جس کی نسیم سے مریم حاملہ ہوئیں

ہر یکے بر جا ترنجیدے چو یخ　کے بُدے پرّاں و جویاں چوں ملخ
ہر ایک اپنی جگہ برف کی طرح سکڑ جاتا　ٹڈی کی طرح کب پرواز اور جستجو میں ہوتا؟

ذرہ ذرہ عاشقانِ آں جمال　می شتابد در علو ہمچوں نہال
ذرہ ذرہ اس حسن کا عاشق ہے　پودے کی طرح بلندی کی جانب دوڑتا ہے

---

[1] کاندریں۔ اپنے بادشاہ سے کہہ دے کہ اس کاغذ پر جس کی تصویر ہے اس کو ہمیں دے دے تب تیری نجات ہو گی۔ آں مثال۔ یعنی لونڈی کی تصویر۔ گشت معلومش۔ جب شاہ موصل کو بہادر کی خواہش کا علم ہو گیا تو اس نے کہا۔ شاہ نر۔ یعنی شاہ موصل۔ صورت۔ یعنی اگر ایک لونڈی نہ رہی تو کیا ہوا۔

[2] من نیم۔ شاہ موصل نے کہا میں بُت پرست نہیں ہوں لہٰذا یہ بت لونڈی شاہ مصر بُت پرست کے لیے مناسب ہے۔ چونکہ۔ جب قاصد لونڈی کو لے کر آیا تو یہ پہلوان اس پر عاشق ہو گیا۔ عشق۔ عشق الٰہی۔ صوفیاء ذات الٰہی مراد لیتے ہیں۔ زلیخا۔ آسمان کی تشبیہ ہے۔ دور گردوں۔ تمام کائنات کی حرکت کا سبب عشق ہے جو اس میں پنہاں ہے ورنہ کائنات درجہ کمال کو نہ پہنچتی۔

[3] جمادے۔ جماد اپنے آپ کو نبات میں فنا کرتا ہے۔ مٹی پانی سے نباتات غذا حاصل کر کے بڑھتی ہیں۔ روح۔ اس نفحہ پر قربان ہوتی ہے جس سے حضرت مسیحؑ کی پیدائش ہوئی۔ ہر یکے۔ اگر عشق کی تحریک نہ ہو تو ہر چیز ٹھٹھر کے رہ جائے۔ ذرہ۔ کائنات کا ہر ذرہ کمال کا خواہاں ہے۔

سبحٰنؔ[1] اللہ ہست آں اشتاب شاں
اُن (ذروں) کی تیز روی اللہ کی تسبیح ہے
تنقیہ تن می کنند از بہرِ جاں
جو جان کے لیے جسم کو صاف کرتے ہیں

پہلواں چہ را چُورہ پنداشتہ
سردار نے جب کنویں کو راستہ سمجھ لیا
شورہ اش خوش آمد و حب کاشتہ
شوریلی زمین اُس کو بھلی معلوم ہوئی اور دانہ بو دیا

چوں[2] خیالے دید آں خفتہ بخواب
جیسا کہ سونے والے نے نیند میں ایک خیال دیکھا
جمع شُد با آں و ازوے رفت آب
اس کے ساتھ جماع کیا اور اس کی منی بہہ نکلی

چوں بجست از خواب و شُد بیدار زود
وہ جب نیند سے اُٹھا اور جلد بیدار ہو گیا
دید کاں لُعبت بہ بیداری نبُود
دیکھا کہ وہ گڑیا بیداری میں (موجود) نہ تھی

گفت بر ہیچ آبِ خود بُردم دریغ
اس نے کہا افسوس ہے، میں نے معدوم پر اپنی منی بہائی
عشوہٴ آں عشوہ دہ خوردم دریغ
افسوس ہے، اس فریب دینے والے کا میں نے فریب کھایا

پہلوانِ تن بُدآں مَردی نداشت
جسم کا پہلوان تھا انسانیت نہ رکھتا تھا
تخمِ مردی در چناں ریگے بکاشت
اس نے انسانیت کا بیج ایسے ریت میں بو دیا

مرکبِ عشقش دریدہ صد لگام
اس کے عشق کی سواری نے سو لگام توڑ دیے
نعرہ می زد لا اُبالے کالحمام
وہ نعرہ مارتا تھا، میں موت کی پروا نہیں کرتا ہوں

اَیْشٍ[3] اُبَالِیْ بِالْخَلِیْفَةِ فِی الْهَوٰی
میں محبت کے معاملہ میں خلیفہ کی کیا پروا کرتا ہوں
اِسْتَوٰی عِنْدِیْ وَجُوْدِیْ وَالتَّوٰی
میرے نزدیک میرا وجود اور ہلاکت یکساں ہیں

ایں چنیں سوزاں و گرم آخر مکار
ایسی سوزش اور گرمی سے بیج نہ بو
مشورت کُن باکیے دانستہ کار
کسی جانکار سے مشورہ کر لے

مشورت کو، عقل کو، سیلابِ آز
مشورہ کہاں، عقل کہاں، حرص کے سیلاب نے
در خرابی کرد ناخنہا دراز
تباہی کے لیے ناخون دراز کر لیے ہیں

بَیْنَ اَیْدِیْ سَدّ و سوئے خلف سَدّ
سامنے دیوار ہے اور پیچھے کی جانب دیوار ہے
پیش و پس کے بیند آں مفتونِ خد
وہ رخسار کا عاشق آگے پیچھے کب دیکھتا ہے؟

آمدہ در قصدِ جاں سیلِ سیاہ
کالا سیلاب، جان کے ارادے سے آ چکا ہے
تا کہ روبہ افگند شیرے بچاہ
تاکہ لومڑی شیر کو کنویں میں گرا دے

از چَہے بنمود معدومے خیال
ایک معدوم خیال کنویں سے نمودار ہوا
تا در اندازد اَسْوَدًا کَالْجِبَال
تاکہ پہاڑ جیسے شیروں کو اندر گرا دے

---

[1] سبح اللہ۔ قرآن پاک میں ہے یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض۔ یعنی آسمان اور زمین کا ذرہ ذرہ اللہ کا تسبیح خواں ہے یہ اس کی تسبیح اُن کے عشق کی دلیل ہے اور اس کے ذریعہ وہ جان کے لیے جسم کو فنا کرتے ہیں۔ پہلوان۔ پہلوان حقیقی عشق کو نہ سمجھا اور لونڈی پر عاشق ہو گیا اُس نے کنویں کو صاف راستہ سمجھ لیا۔

[2] چوں خیالے۔ وہ پہلوان غیر حقیقت کو حقیقت سمجھ بیٹھا جس طرح انسان خواب میں بے حقیقت حسین سے جماع کر ڈالتا ہے اور اپنا مادہ ضائع کرتا ہے اور بیدار ہو کر پھر افسوس کرتا ہے۔ تخم مردی۔ عشق۔ ریگے۔ لونڈی۔ نعرہ۔ اگرچہ لونڈی سے عشق کرنے میں اندیشہ ہے کہ شاہ مصر قتل کرا دے گا لیکن مجھے موت کی پروا نہیں ہے۔

[3] ایش۔ ای شی، کیا چیز۔ الہوی۔ عشق۔ التوی۔ ہلاکت۔ مکار۔ کشت کاری نہ کر۔ مشورت کو۔ پہلوان پر تو لالچ سوار تھا وہ کہاں مشورہ کر سکتا تھا۔ مفتون خد۔ رخسار کے عاشق کو آگا پیچھا نظر نہیں آتا۔ آمدہ۔ جب تباہی آتی ہے تو لومڑی شیر کو کنویں میں گرا دیتی ہے جیسا کہ پہلے دفتر میں بیان ہو چکا ہے۔ از چہے۔ پہلے دفتر میں لومڑی اور شیر کو اپنا عکس کنویں میں، شیر نظر آیا اور وہ اس سے لڑنے کے لیے کنویں میں کود گیا۔ اسودا۔ اسد کی جمع ہے شیر۔ کالجبال۔ جبل کی جمع ہے پہاڑ کی طرح۔

ہیچ[1] کس را بازناں محرم مدار — کہ مثال ایں دو، پنبہ است و شرار
کسی کو عورتوں کا محرم نہ بنا — کہ ان دونوں کی مثال روئی اور چنگاری کی ہے

آتشے باید نشستہ زابِ حق — ہمچو یوسفؑ معتصم اندر رہق
خدا کے پانی سے آگ بجھی ہوئی چاہیے — جیسے کہ معصوم یوسفؑ جوانی میں

کز زلیخائے لطیفِ سرو قد — ہمچو شیراں خویشتن را وا کشد
کہ حسین سرو قد زلیخا سے — شیروں کی طرح، اپنے آپ کو کھینچ لیا

نفسِ[2] خود را کے تواں کردن زبوں — جُز بامدادِ عقولِ ذو فنوں
اپنے نفس کو مغلوب کب کیا جا سکتا ہے — اہلِ کمال کی عقلوں کی امداد کے بغیر

جانبِ اِتمامِ قصہ باز راں — کایں سخن پایاں ندارد پہلواں
قصہ کو پورا کرنے کی جانب چل — اے پہلوان اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

مُراجعت کردنِ پہلوان از موصل بجانبِ مصر و صحبتِ اُو در راہ با کنیزک

پہلوان کا موصل سے، مصر کی جانب واپس ہونا اور راستہ میں اس کا لونڈی سے ہمبستر ہونا

بازگشت از مُوصل و میشد براہ — تا فرود آمد بہ بیشہ مرجگاہ
وہ موصل سے لوٹا اور راستہ پر روانہ ہوا — یہاں تک کہ اس نے جنگل اور چراگاہ میں پڑاؤ کیا

آتشِ عشقش فروزاں آں چناں — کہ ندانست اُو زمیں از آسماں
اس کے عشق کی آگ اس طرح بھڑک رہی تھی — کہ وہ زمین اور آسمان میں فرق نہ کر سکا

قصدِ آں مَہ کرد اندر خیمہ اُو — عقل کو و از خلیفہ خوف کو
اس نے خیمہ میں چاند کا قصد کیا — عقل کہاں تھی (اور) خلیفہ کا ڈر کہاں؟

چوں[3] زند شہوت دریں وادی شرار — عقل را سوزد دراں شعلہ چُو خار
جب شہوت اس میدان میں آگ لگا دیتی ہے — عقل کو کانٹے کی طرح اس شعلے میں جلا دیتی ہے

چوں زند شہوت دریں وادی دہل — چیست عقلِ تو فجل ابن الفجل
جب شہوت اس میدان میں ڈھول بجا دیتی ہے — تو اے ذلیل، ذلیل کے بیٹے! تیری عقل کیا ہے؟

صد خلیفہ گشتہ کمتر از مگس — پیشِ چشمِ آتشینش آں نفس
سیکڑوں خلیفہ، مکھی سے کم بن گئے — اس وقت اُس کی شعلہ بار آنکھوں کے سامنے

---

[1] ہیچ کس۔ یہ خرابی اس لیے آئی کہ شاہ مصر نے پہلوان کو لونڈی کا محرم بنایا۔ آتشے۔ یہ آگ صرف اللہ تعالیٰ کا آبِ رحمت بجھا سکتا ہے۔ یوسف۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو بچا لیا۔ معتصم۔ معصوم۔ رہق۔ بلوغ کا زمانہ۔ شیراں۔ حضرت یوسف شیر مردوں کی طرح زلیخا سے بچ نکلے۔

[2] نفس۔ نفس کو کسی شیخ کے مشورے سے مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ بازگشت۔ پہلوان لونڈی کو لے کر موصل سے چلا تو ایک جنگل اور چراگاہ میں اُس کا پڑاؤ ہوا۔ آتش۔ اُس کے عشق کی آگ اس قدر بھڑکی ہوئی تھی کہ وہ اندھا ہو رہا تھا۔ قصد آں۔ وہ عشق سے مجبور ہو کر لونڈی کے خیمہ میں گھس گیا۔ اب نہ اس میں عقل تھی نہ خلیفہ کا ڈر۔

[3] چوں زند۔ جب شہوت آگ لگاتی ہے تو عقل خس و خاشاک کی طرح جل جاتی ہے۔ فجل۔ ذلیل۔ صد خلیفہ۔ شاہ مصر کیا سیکڑوں شاہ اس کی نظر میں مکھی سے کم تھے۔

چوں بروں انداخت شلوار و نشست
جب پاجامہ اُتار دیا اور بیٹھ گیا

چوں ذکر سوئے مقر میرفت راست
جب ذکر سیدھا ٹکاؤ کی طرف گیا

برجہید اُو کون برہنہ سوئے صف
وہ ننگا صف کی جانب دوڑا

دید شیرِ نر سیہ از نیستاں
اس نے دیکھا، کالے نر شیر نے جنگل سے

تازیاں چوں دیو در جوش آمدہ
عربی گھوڑے، دیو کی طرح جوش میں آ گئے ہیں

شیرِ نر گنبد ہمیکرد از لغز
نر شیر گھسنے کے لیے جست لگا رہا تھا

پہلواں مردانہ بُود و بے حذر
پہلوان بہادر تھا اور بغیر خوف

زد[2] بشمشیر و سرش را بر شگافت
تلوار ماری، اور اس کا سر پھاڑ دیا

چونکہ خود را اُو بداں حورا نمُود
جب اُس نے اپنے آپ کو اس حور کو دکھایا

باچناں شیرے بچالش[3] گشتہ جُفت
ایسے شیر کے ساتھ مقابلہ میں شریک ہوا

آں بُتِ شیریں لقائے ماہرو
وہ بت شیریں دیدار چاند سے مکھڑے والی

جفت شُد با اُو بشہوت آں زماں
وہ فوراً شہوت سے اُس سے جُڑ گیا

ز اتصالِ ایں دو جانِ باہمدگر
ان دونوں جانوں کے باہمی پیوست ہونے سے

درمیانِ پائے زن، آں زن[1] پرست
وہ عورت پرست، عورت کی ٹانگوں کے درمیان

رُست خیز و غلغل از لشکر بخاست
قیامت اور شوروغل لشکر سے اُٹھا

ذوالفقارِ ہمچو آتش اُو بکف
آگ جیسی تلوار ہاتھ میں لیے

برزدہ بر قلبِ لشکر ناگہاں
اچانک وسطِ لشکر پر حملہ کر دیا ہے

صد طویلہ و خیمہ اندر ہمزدہ
سیکڑوں پچھاڑیاں اور خیمے درہم برہم کر دیے

در ہوا چوں موجِ دریا بیست گز
فضا میں بیس گز دریا کی موج کی طرح

پیشِ شیر آمد چو شیرِ مست نر
مست نر شیر کی طرح شیر کے سامنے آ گیا

زود سُوے خیمۂ مہر و شتافت
حسینہ کے خیمہ کی طرف جلد دوڑ گیا

مردیِ اُو ہمچناں بر پائے بُود
اس کی مردی اُسی طرح قائم تھی

مردیِ اُو ماند بر پای و نخفت
اُس کی مردی قائم رہی اور نہ سوئی

در، عجب درماند از مردیِ اُو
اس کی مردی سے تعجب میں پڑ گئی

متحد گشتند حالی آں دوجاں
فوراً وہ دو جانیں ایک ہو گئیں

میرسد از غیب شاں جانِ دگر
غیب سے ایک دوسری جان پہنچ جاتی ہے

---

1. زن پرست۔ یعنی پہلوان۔ مقر۔ لونڈی کی شرمگاہ۔ کون برہنہ۔ اسی حالت میں جس میں وہ لونڈی سے مصروف تھا۔ ذوالفقار۔ عمدہ تلوار۔ دید۔ اس پہلوان نے دیکھا کہ ایک کالا نر شیر لشکر کے درمیانی حصہ پر حملہ آور ہے۔ تازیاں۔ عربی گھوڑے۔ طویلہ۔ پچھاڑی، اصطبل۔ گنبد ہمی کرد۔ چھلانگ لگا رہا تھا۔ لغزیدن۔ خزیدن۔

2. زد۔ پہلوان نے شیر پر تلوار کا وار کیا اور اس کا سر پھاڑ دیا اور بہت جلد اُس لونڈی کے خیمہ میں چلا گیا۔ چونکہ۔ جب اُس لونڈی کے پاس پہنچا تو اس کی شہوت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

3. چالش۔ جنگی رفتار۔ مردی۔ اس کی شہوت سرد نہ پڑی تھی وہ لونڈی اس کی مردانگی کی اس طاقت سے حیرت میں پڑ گئی۔ جفت شد۔ ہم نے اس کا فاعل پہلوان کو قرار دے کر ترجمہ کیا ہے اگر فاعل لونڈی کو قرار دیا جائے تو ترجمہ دوسرا ہوگا۔ جانِ دگر۔ یعنی ہونے والا بچہ۔

رُو نماید از طریقِ زادنے　　گر نباشد[1] از علوقش رہزنے
جننے کے طریق پر رونما ہوتی ہے　　اگر حمل کے لیے کوئی رہزن نہ ہو

ہر کجا دو کس بمہرے یا بکیں　　جمع آید ثالثے زاید یقیں
جب دو انسانِ محبت یا کینہ سے　　جماع کرتے ہیں، یقیناً تیسرا پیدا ہوتا ہے

لیک اندر غیب زاید آں صُور　　چوں روی آں سُو بہ بینی در نظر
لیکن (عالم) غیب میں وہ صورتیں جنتی ہیں　　جب تو اس جانب جائے گا، آنکھ سے دیکھ لے گا

آں نتائج کز قِراناتِ تو زاد　　ہیں بگرد از ہر قرینے زود شاد
ان نتیجوں کو جو تیرے ملاپ سے پیدا ہوئے ہیں　　خبردار! ہر ساتھی سے جلد خوش نہ ہو

منتظر میباش آں میقات[2] را　　صدق داں الحاقِ ذُرّیات را
تو اُس وعدہ گاہ کا منتظر رہ　　ذرّیات کے ملا دینے کو سچا سمجھ

کز عمل زائیدہ اند و از عِلَل　　ہر یکے را صورتِ نطق و کلل
کہ وہ عمل اور علتوں سے پیدا ہوئے ہیں　　ہر ایک کو گویائی اور گونگے پن کی (صورت) حاصل ہے

بانگِ شاں در میرسد زاں خوش جمال　　کاے زما غافل ہلا زُوتر تعال
ان حسینوں سے انھیں آواز آ رہی ہے　　کہ اے ہم سے غافل! خبردار، جلد آ جا

منتظر[3] در غیب جانِ مرد و زن　　مُول مُولت چیست زوتر گام زن
مرد عورت کی جان (عالم) غیب میں منتظر ہے　　تیرا آہستہ آہستہ چلنا کیوں ہے، جلد قدم اُٹھا

راہ گم کرد اُو ازاں صبحِ دروغ　　چوں مگس افتاد اندر دیگِ دوغ
اس نے صبح کاذب کی وجہ سے راستہ گم کر دیا　　مکھی کی طرح چھاچھ کی دیگ میں گر گیا

پشیماں شُدنِ آں سرِ لشکر از خیانتے کہ کردہ بُود و سوگند دادنِ اُو آں کنیزک را کہ بخلیفہ باز نگوید آنچہ رفت

اس لشکر کے سردار کا اُس خیانت سے شرمندہ ہونا جو اُس نے کی تھی اور اس کا اس لونڈی کو قسم دینا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ خلیفہ سے نہ کہے

چند روزے ہم براں بُد بعد ازاں　　شُد پشیماں اُو ازاں جُرمِ گراں
وہ چند روز اُسی (حالت) پر رہا اس کے بعد　　وہ اس بھاری جرم سے شرمندہ ہوا

[1] گر نباشد۔ اگر نطفہ کے استقرار سے کوئی مرض وغیرہ مانع نہ ہو۔ ہر کجا۔ جب مرد و عورت جفتی کرتے ہیں خواہ محبت سے خواہ کینہ سے تو حمل ٹھہر جاتا ہے، اسی طرح دو شخص کوئی اور معاملہ کرتے ہیں یا کوئی شخص کسی عمل کے ساتھ جفت بنتا ہے تو اس کے نتائج صورِ معنویہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ لیک۔ موالید صوری تو نظر آ جاتے ہیں لیکن یہ موالید معنوی عالم آخرت میں نظر آئیں گے۔ ہیں۔ تو اب انسان کا فرض ہے کہ اپنے اس قرین کو خوب دیکھ لے جس کے ملاپ سے نتیجہ برآمد ہوگا کہ وہ کس قسم کا ہے۔

[2] میقات۔ عالم آخرت۔ الحاق ذریات۔ قرآن پاک میں ہے ہم قیامت میں مومنین کی مومن ذریت یعنی اولاد کو اس کے ساتھ کر دیں گے۔ مولانا نے یہاں ذرّیت سے اعمال کے نتائج مراد لیے ہیں۔ عمل۔ یعنی نیک عمل۔ علل۔ یعنی برے کاموں کے اسباب۔ ہر یکے۔ آخرت میں ہر عمل گویا بنے گا۔ شاں۔ یعنی عمل کرنے والے۔ خوش جمال۔ اعمال کے نتائج۔

[3] منتظر۔ عالم غیب میں ہر شخص کے اعمال اس کے منتظر ہیں۔ جان۔ یعنی نتیجۂ عمل۔ راہ گم کرد۔ یہ شعر پہلوان سے متعلق ہے کہ اس نے غلطی کی اور نقصان اٹھایا۔ صبحِ دروغ۔ صبح کاذب جس سے دھوکا کھا کر مسافر چل پڑتا ہے اور لٹ جاتا ہے۔ خیانتے۔ لونڈی کے ساتھ ہمبستری۔ جرم۔ جو اس نے لونڈی کے ساتھ کیا۔

داد[1] سوگندش کہ اے بدرِ منیر
اس نے اس کو قسم دی کہ اے روشن چودھویں کے چاند
کُن حذر تاشہ نگردد زیں خبیر
احتیاط برت، تاکہ بادشاہ اس سے خبردار نہ ہو

داد سوگندش کہ اے خورشید رُو
اس نے اس کو قسم دی کہ اے سورج جیسے چہرے والی
با خلیفہ زانچہ شُد رمزے مگو
جو کچھ ہوا خلیفہ سے اس کا اشارہ نہ کرنا

مختصر گویم بُبرد آں پہلواں
میں مختصراً بتاتا ہوں، وہ پہلوان لے گیا
مر کنیزک را سُوئے شاہِ جہاں
شاہِ جہاں کی جانب لونڈی کو

چوں بدید اُو را خلیفہ مست گشت
جب خلیفہ نے اس کو دیکھا مست ہو گیا
پس زبام افتاد اُو را نیز طشت
تو اس کا طشت بھی بالا خانے سے گر گیا

دید صد چندانکہ وصف اِشنیدہ بُود
جو تعریف اس نے سنی تھی اس کو سو گنا دیکھا
کے بُود خود دیدہ مانندِ شُنُود
دیکھا ہوا، سنے ہوئے کی برابر کب ہوتا ہے

وصفِ تصویرست بہرِ چشمِ ہوش
تعریف، ہوش کی آنکھ کے لیے تصویر کھینچنا ہے
صورت آنِ چشم داں نے آنِ گوش
صورت آنکھ کی ملکیت سمجھ، نہ کہ کان کی

یک[2] مثالے گویم اکنوں گوش دار
میں ایک مثال کہتا ہوں، اب سُن
فہم کُن امثالِ معنی ہوش دار
مثالوں کا مطلب سمجھ، ہوش کر

حکایت

کرد مردے از سخندانے سوال
ایک شخص نے ایک سخندان سے دریافت کیا
حق و باطل چیست اے نیکو مقال
اے خوش بیان! حق اور باطل کیا ہے؟

گوش را بگرفت و گفت ایں باطل ست
اس نے (اپنا) کان پکڑا اور کہا یہ باطل ہے
چشم حقست و یقینش حاصل ست
آنکھ حق ہے، اور اس کو یقین حاصل ہے

آں[3] بہ نسبت باطل آمد پیشِ ایں
وہ کان اس آنکھ کے مقابلہ میں نسبت کے اعتبار سے باطل ہے
نسبت ست اغلب سخنہا اے امیں
اے امین! اکثر باتوں میں نسبت ہے

ز آفتاب ار کرد خفّاش احتجاب
اگر چمگادڑ نے سورج سے پردہ کر لیا ہے
نیست محجوب از خیالے آفتاب
سورج، خیال سے پردے میں نہیں ہے

خوفِ اُو را خود خیالش میدہد
روشنی کا ڈر اس کو خود اس سورج کا خیال دے رہا ہے
آں خیالش سُوئے ظلمت میکشد
وہ خیال اُس کو تاریکی کی جانب کھینچ رہا ہے

آں خیالِ نُور می ترساندش
روشنی کا خیال اس کو ڈرا رہا ہے
بر شبِ ظلمات می چفساندش
تاریکیوں کی رات سے اُس کو چمٹا رہا ہے

---

1. داد۔ پہلوان نے لونڈی کو قسم دی کہ تو راستہ کا واقعہ شاہ مصر سے نہ کہنا۔ حذر۔ بچاؤ۔ خبیر۔ باخبر۔ رمزے۔ کوئی اشارہ۔ پس زبام۔ یعنی لڑکی کے عشق میں بدنام ہو گیا۔ کے بُود۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ وصف۔ کسی چیز کے اوصاف سننے سے اس کی تصویر ذہن میں پیدا ہوتی ہے اور اس کی صورت آنکھ سے نظر آتی ہے۔
2. یک مثالے۔ اس مثال اور حکایت سے یہی سمجھایا ہے کہ اہلِ شنید کا رتبہ اہلِ دید سے کمتر ہے۔ کرد۔ ایک صاحب نے ایک صاحب سے حق اور باطل کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ گوش۔ اس نے اپنا کان پکڑ کر بتایا کہ اس کے ذریعہ جو علم حاصل ہو وہ باطل ہے آنکھ کے ذریعہ جو ہو وہ صحیح اور یقینی ہے۔
3. آں بہ نسبت۔ ہم نے سنی ہوئی بات کو دیکھی ہوئی کے مقابلہ میں جو باطل کہا ہے وہ کثرت کے اعتبار سے ہے یعنی اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ ز آفتاب۔ ورنہ چمگادڑ کو سورج کا علم مشاہدہ سے اگرچہ حاصل نہیں ہے لیکن وہ پھر بھی درست ہے۔ خوف۔ روشنی کا خوف اسکو سورج کا خیال دلاتا ہے اور وہ خیال اسکو تاریکی میں لیجاتا ہے۔

از[1] خیالِ دشمن و تصویرِ اُوست ۔۔۔ کہ تو بر چفسیدہٗ بر یار و دوست

دشمن کے خیال اور اس کی تصویر کی وجہ سے ہے ۔۔۔ کہ تو یار اور دوست سے چمٹا ہوا ہے

موسیا کشف لمع برکہ فراشت ۔۔۔ آں مخیل تابِ تحقیقت نداشت

اے موسیٰ! تجلی کا کشف پہاڑ پر پڑا ۔۔۔ وہ خیال کرنے والا آپ کی تحقیق کی طاقت نہیں رکھتا ہے

ہیں مشو غرہ بداں کہ قابلی ۔۔۔ مر خیالش را وزیں رہ واصلی

خبردار! تو اس میں دھوکا نہ کھا کہ تو قبول کرنے والا ہے ۔۔۔ اس کے خیال کو، اور تو اس راہ سے واصل بحق ہے

از[2] خیالِ حرب نہراسید کس ۔۔۔ لَا شُجَاعَةَ قَبْلَ حَرْبٍ ایں داں و بس

جنگ کے خیال سے کوئی خوفزدہ نہیں ہوتا ۔۔۔ "جنگ سے پہلے شجاعت نہیں ہے" اس کو سمجھ لے اور بس

بر خیالِ حرب، حیز اندر فکر ۔۔۔ میکند چوں رستماں صد کرّ و فر

نامرد، لڑائی کے خیال سے فکر میں ۔۔۔ رستموں کی طرح سیکڑوں کر و فر کرتا ہے

نقشِ رُستم کاں بحمامے بُود ۔۔۔ قرنِ حملہ فکرِ ہر خامے بُود

رستم کی تصویر جو کسی حمام میں ہوتی ہے ۔۔۔ ہر ناقص کے فکر کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ایں خیالِ سمع چوں مُبصَر شود ۔۔۔ حیز چہ بُود رُستمے مُضطر شود

جب کان کا یہ خیال دیکھے ہوئے کی طرح ہو جائے ۔۔۔ نامرد کیا ہوتا ہے، ایک رستم بھی مجبور ہو جاتا ہے

جَہد[3] کُن کز گوش در چشمت رَوَد ۔۔۔ آنچہ آں باطل بُدست آں حق شود

تو کوشش کر کہ وہ کان تیری آنکھ میں آ جائے ۔۔۔ جو باطل (نظر آتا) تھا وہ حق ہو جائے

زاں سپس گوشت شود ہم طبعِ چشم ۔۔۔ گوہرے گردد دوگوشت ہمچویشم

اس کے بعد تیرا کان بھی آنکھ کا ہم مزاج بن جائے گا ۔۔۔ تیرے یشم جیسے دونوں کان گوہر بن جائیں گے

بلکہ جُملہ تن چو آئینہ شود ۔۔۔ جُملہ چشم و گوہرِ سینہ شود

بلکہ پورا جسم آئینہ کی طرح ہو جائے گا ۔۔۔ سب آنکھ اور سینہ کا جوہر ہو جائے گا

گوش انگیزد خیال و آں خیال ۔۔۔ ہست دلّالہ وصالِ آں جمال

کان ایک خیال پیدا کرتا ہے اور وہ خیال ۔۔۔ اس حسن کے وصال کی مشاطہ بن جاتا ہے

جَہد کُن تا ایں خیال افزوں شوَد ۔۔۔ تا دلّالہ رہبرِ مجنوں شود

کوشش کر تاکہ یہ خیال بڑھے ۔۔۔ تاکہ مجنوں کے لیے مشاطہ، رہبر بن جائے

---

[1] از خیال۔ دشمن کا خیال اور تصور انسان کو دوست پیدا کرنے اور ان سے ملنے پر مجبور کرتا ہے۔ موسیا۔ حضرت موسیٰ کو مشاہدہ کے درجہ کا علم تھا کوہ طور کو اس درجہ کا علم نہ تھا لیکن پھر بھی وہ پہاڑ پر مؤثر ہوا۔ لمع۔ چمک۔ تجلی کہ کوہ۔ مخیل۔ یعنی پہاڑ جس کو مشاہدہ حاصل نہ تھا صرف خیال حاصل تھا۔ ہیں۔ لیکن انسان کو حق تعالیٰ کے خیال پر اکتفا نہ کرنا چاہیے وہ محض خیال سے واصل بحق نہ ہوگا۔

[2] از خیال۔ لڑائی کا محض خیال اور تصور کوئی چیز نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اصل ہے۔ حیز۔ مخنث اور بزدل بھی خیالی لڑائی میں بہت کر و فر دکھاتا ہے۔ نقش۔ رستم کی خیالی تصویر سے تو ہیجڑا حریف بنتا ہے۔ ایں خیال۔ خیال بیکار ہے لیکن اگر خیال، مشاہدہ کے درجے میں آ جائے تو پھر مفید ہو جاتا ہے۔

[3] جہد کن۔ انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا مسموع مشہور بن جائے اور اس میں کسی باطل کا احتمال نہ رہے۔ زاں سپس۔ اس کے بعد کان آنکھ کا رتبہ حاصل کر لے گا۔ یشم۔ معمولی پتھر ہے یعنی کان جو کم قیمت چیز ہے اب وہ گوہر بیش قیمت بن جائے گا۔ بلکہ۔ کوشش سے صرف کان ہی نہیں تمام جسم آنکھ کا رتبہ حاصل کر لے گا۔ گوہر سینہ۔ دل۔ گوش۔ حسن کی بات سن کر انسان وصال محبوب تک پہنچ جاتا ہے۔ ایں خیال۔ سننے سے جو خیال پیدا ہوتا ہے اس کو وصال کا رہبر بنا لے۔

آں[1] خلیفہ گول ہم یک چند نیز — ریش گاوی کرد خوش باآں کنیز
اس احمق خلیفہ نے بھی کچھ دن — اُس لڑکی کے ساتھ حماقت برتی

مُلک را تو مُلکِ غرب و شرق گیر — چوں نمی ماند تو آں را برق گیر
تو سلطنت کو مغرب اور مشرق کی سلطنت فرض کر لے — جبکہ وہ باقی نہیں رہتی تو اس کو بجلی (کی کوند) سمجھ

مملکت کاں می نماند جاوداں — اے دلت خُفتہ تو آں را خواب داں
وہ سلطنت جو ہمیشہ نہ رہے — اے کہ تیرا دل سویا ہوا ہے تو اس کو خواب سمجھ

تاچہ خواہی کرد آں بادِ بروت — کہ بگیرد ہم چو جلّادے گلوت
تو اس غرور کا کیا کرے گا؟ — جو جلّاد کی طرح تیرا گلا پکڑ لے

ہم[2] دریں عالم بداں کہ مامنے ست — از منافق کم شنو کہ گفت نیست
اسی دنیا میں جان لے کہ امن کی جگہ ہے — منافق سے نہ سن جس نے کہا کہ نہیں ہے

حجتِ منکرانِ آخرت و بیانِ ضعفِ آں حجت

آخرت کے منکروں کی دلیل اور اس دلیل کی کمزوری کا بیان

حجتش این ست و گوید ہردمے — گر بُدے چیزے دگر من دیدمے
اس کی یہ دلیل ہے اور ہر وقت کہتا ہے — اگر کوئی اور چیز ہوتی تو مجھے نظر آ آتی

گرنہ بیند کودکے احوالِ عقل — عاقلے ہرگز کُند از عقل نقل
اگر کوئی بچہ عقل کے احوال نہیں دیکھتا ہے — (تو) عقلمند کبھی عقل کو ترک کرے گا

ورنہ[3] بیند عاقلے احوالِ عشق — کم نگردد ماہِ نیکو فالِ عشق
اگر کوئی عقلمند عشق کے احوال نہیں دیکھتا ہے — (تو) عشق کا نیک فال چاند نہیں گھٹتا ہے

حسنِ یوسفؑ دیدۂ اِخواں ندید — از دلِ یعقوبؑ کے شُد ناپدید
یوسفؑ کے حسن کو بھائیوں کی آنکھ نے نہ دیکھا — (حضرت) یعقوبؑ کے دل سے کب مٹا؟

مر عصا را چشمِ موسیٰؑ چوب دید — چشمِ قبطی افعی و آشوب دید
(حضرت) موسیٰؑ کی آنکھ نے عصا کو لکڑی دیکھا — قبطی کی آنکھ نے (اس کو) اژدہا اور مصیبت دیکھا

چشمِ سِرّ با چشمِ سَر در جنگ بُود — غالب آمد چشمِ سِرّ حُجت نُمود
باطن کی آنکھ سر کی آنکھ سے جنگ میں تھی — باطن کی آنکھ غالب ہو گئی، ثبوت پیش کر دیا

1. آں خلیفہ۔ شاہ مصر بھی اس لڑکی سے احمقانہ عشق کرنے لگا۔ ملک۔ یہ اس کی خرمستی سلطنت کی وجہ سے تھی سلطنت خواہ مشرق و مغرب کی ہو وہ بجلی کی کوند سے زیادہ نہیں ہے۔ مملکت۔ انسان جس کو سلطنت سمجھتا ہے اس کی حقیقت خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ تاچہ۔ یہ سلطنت کا گھمنڈ انسان کے لیے جلاد کا کام کرتا ہے۔

2. ہم دریں عالم۔ اس دنیا کو اور اس کی سلطنت کو امن کی جگہ نہ سمجھ، امن کی جگہ عالم آخرت ہے۔ حجتش۔ عالم آخرت کے منکر کی دلیل یہ ہے کہ اگر عالم آخرت ہوتا تو میں اس کو دیکھ سکتا۔ گرنہ بیند۔ لیکن کسی کے نہ دیکھ سکنے سے اس چیز کا انکار کیسے ہو سکتا ہے، بچہ عقل کے احوال کو نہیں دیکھ سکتا لیکن عقلمند تو اس کا انکار نہ کرے گا۔

3. ورنہ بیند۔ اگر کوئی صاحبِ عقل عشق کے احوال نہیں دیکھ سکتا ہے تو اس کے نہ دیکھنے سے عشق میں کوئی زوال نہیں آتا ہے۔ حسن یوسف کا حسن بھائیوں کو نظر نہ آیا تو اس سے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مر عصا۔ حضرت موسیٰ ابتداءً عصا کی حقیقت نہ دیکھ سکے لیکن اس کا وجود تھا تب ہی قبطی نے اُس کو دیکھ لیا۔ چشمِ سر۔ باطنی آنکھ اور ظاہری آنکھ میں اختلاف تھا باطنی آنکھ نے دلیل پیش کر دی اور حقیقت واضح ہو گئی۔

چشمِ[1] موسیٰ دستِ خود را دست دید　　پیشِ چشمِ غیب نُورے بُد پدید
(حضرت) موسیٰ کی آنکھ نے اپنے ہاتھ کو ہاتھ دیکھا　　غیب کی آنکھ کے سامنے ایک نور ظاہر تھا

ایں سخن پایاں ندارد ہر کمال　　پیشِ ہر محروم باشد چوں خیال
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، ہر کمال　　ہر محروم کے سامنے خیال کی طرح ہوتا ہے

چوں حقیقت پیشِ اُو فرج و گلوست　　کم بیاں کُن پیشِ اُو اسرارِ دوست
جبکہ اس کے سامنے حقیقت، شرمگاہ اور حلق ہے　　دوست کے راز اُس کے سامنے بیان نہ کر

پیشِ ما فرج و گلو باشد خیال　　لاجرم ہر دم نماید جاں جمال
ہمارے سامنے شرمگاہ اور حلق خیال ہے　　لامحالہ جان ہر وقت جمال دکھاتی ہے

ہر کرا فرج و گلو آئین و خُوست　　آں لَکُم[2] دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ بہرِ اوست
جس شخص کا طریقہ اور عادت شرمگاہ اور حلق ہے　　تمھارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین اسکے لیے ہے

باچُناں انکار کوتہ کُن سخن　　احمدا کم گوے باگبرِ کہن
ایسے انکار کے ہوتے ہوئے بات مختصر کر　　اے احمدا پُرانے کافر سے بات نہ کر

آمدنِ آں خلیفہ نزد آں خوبرو از برائے جماع
ہمبستری کے لیے خلیفہ کا اُس حسینہ کے پاس آنا

آں خلیفہ کرد رایِ اجتماع　　سُویِ آں زن رفت از بہرِ جماع
خلیفہ نے اکٹھا ہونے کی سوچی　　ہمبستری کے لیے اس لونڈی کے پاس گیا

ذِکرِ اُو کرد و ذکر برپایِ کرد　　قصدِ خُفت و خیز مہر افزایِ کرد
اس کی یاد کی اور عضو تناسل کو کھڑا کیا　　اس محبت بڑھانیوالی کیساتھ سونے اور جاگنے کا ارادہ کیا

چوں[3] میانِ پایِ آں خاتوں نشست　　پس قضا آمد رہِ عیشش بہ بست
جب اُس خاتون کے پیروں کے بیچ میں بیٹھا　　تو تقدیر آ پہنچی، اس کے عیش کا دروازہ بند کر دیا

خِشت خِشتِ مُوش در گوشش رسید　　خُفت کیرش شہوتش کُلّی رمید
اس کے کان میں چوہے کی کھٹ کھٹ آئی　　اس کا آلہ تناسل سو گیا، اس کی شہوت بالکل بھاگ گئی

وہم آں کز مار باشد ایں صریر　　کہ ہمی جُنبد بہ تُندی از حصیر
وہ وہم ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہو گی　　جو تیزی سے چٹائی میں سے حرکت کر رہا ہے

خندہ گرفتنِ آں کنیزک را از ضعفِ شہوتِ خلیفہ و قوتِ
اُس سردار کی شہوت کی طاقت اور خلیفہ کی شہوت کی کمزوری پر لونڈی کا ہنس پڑنا

---

[1] چشم موسیٰ۔ ایک ہی چیز ایک کیلیئے خالی ہے دوسرے کے لیے یقینی۔ ایں سخن۔ ایک ہی چیز کی مختلف نگاہوں میں مختلف حیثیت کا بیان۔ فرج وگلو۔ جو شخص پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کو ہی حقیقت سمجھے اس کو اسرار کی باتیں سنانا بیکار ہے۔ پیشِ ما۔ جو لوگ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت سے بری ہیں ان کو نور باطنی حاصل ہوتا ہے۔

[2] لکم دینکم۔ سورۃ الکافرون میں آنحضورؐ کو خطاب ہے کہ ان کافروں سے کہدیجئے تمھارے لیے تمھارا دین ہے میرے لیے میرا دین ہے۔ باچناں۔ آنحضورؐ سے کہدیا گیا کہ ان سے بات نہ کیجئے۔

[3] چوں۔ جب بالکل تیار ہو گیا تو قضا نے راہ روک دی اور ایک چوہے کی کھٹ کھٹ کی آواز آئی جس سے وہ خوفزدہ ہو گیا اور اسکی شہوت ختم ہو گئی۔ وہم۔ اس چوہے کی کھٹ کھٹ کے بارے میں اسکو یہ خیال آیا کہ یہ سانپ کے چلنے کی آواز ہے جو بستر کے نیچے ہے۔ خندہ۔ شاہ مصر کی نامردی اور پہلوان کی مردانگی کو یاد کر کے لونڈی ہنسنے لگی۔

شہوتِ آں امیر و فہم کردنِ آں خلیفہ خندۂ کنیزک را

اور لونڈی کے ہنسنے کو خلیفہ کا سمجھ جانا

زن بدید آں سستیِ اُو از شگفت
عورت نے حیرانی سے اُس کی سستی کو دیکھا
آمد اندر قہقہہ خندش گرفت
وہ قہقہہ مارنے لگی، اُس پر ہنسی طاری ہو گئی

یادش آمد مردیِ آں پہلواں
اس کو اس پہلوان کی مردانگی یاد آ گئی
کہ بکُشت اُو شیر و اندامش چُناں
کہ اس نے شیر کو مار ڈالا اور اس کا عضو اسی طرح رہا

غالب آمد خندۂ زن شُد دراز
عورت کی ہنسی غالب آ گئی، لمبی ہو گئی
جَہد میکرد و نمی شُد لب فراز
وہ کوشش کرتی تھی اور ہونٹ بند نہ ہوتا تھا

سخت[1] می خندید ہمچوں بنگیاں
وہ بھنگڑوں کی طرح. بہت ہنسی
غالب آمد خندۂ برسُود و زیاں
نفع اور نقصان پر ہنسی غالب آ گئی

ہر چہ اندیشید خندہ می فزود
جتنا بھی سوچتی، ہنسی بڑھتی تھی
ہمچو بندِ سیلِ ناگاہاں کشود
بہاؤ کے بند کی طرح جو اچانک کھل گیا ہو

گریہ و خندہ غم و شادیِ دل
رونا اور ہنسنا، دل کی خوشی اور غم
ہریکے را معدنے داں مستقل
ہر ایک کو مستقل کان سمجھ

ہریکے را مخزن و مفتاحِ آں
ہر ایک کا خزانہ ہے اور اس کی کنجی
اے برادر در کفِ فتّاح داں
اے بھائی! کھولنے والے (خدا) کے ہاتھ میں سمجھ

ہیچ ساکن می نشُد آں خندہ زُو
اس کی ہنسی کسی طرح نہ تھمتی تھی
پس خلیفہ تیرہ گشت و تُند خو
تو خلیفہ ناراض اور غضبناک ہو گیا

زود[2] شمشیر از غلافش بر کشید
اس نے فوراً غلاف میں سے تلوار سونت لی
گفت سِرِّ خندہ وا گو اے پلید
کہنے لگا اے ناپاک! ہنسی کا راز بتا

دردلم زیں خندہ ظنّی اوفتاد
اس ہنسی سے میرے دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی ہے
راستی گو عشوہ نتوانیم داد
سچ بتا دے، تو مجھے فریب نہیں دے سکتی

ور خلافِ راستہ بفریبیم
اگر تو سچائی کے خلاف مجھے فریب دے گی
یا بہانہ چرب آری تو برم
یا میرے سامنے چکنا چپڑا بہانہ لائے گی

من بدانم دردِل من روشنی ست
میں سمجھ جاؤں گا میرے دل میں روشنی ہے
بایدت گفتن ہرانچہ گفتنی ست
تجھے کہنے کے لائق، بات کہہ دینی چاہیے

---

[1] سخت۔ اُس کو ایسی ہنسی چھوٹی جیسی بھنگڑوں کو چھوٹتی ہے اور اس ہنسی میں اس کو یہ خیال بھی نہ رہا کہ بادشاہ کی ناگواری اُس کو نقصان پہنچائے گی۔ گریہ و خندہ۔ ہنسی اور رونے کے خزانے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ ھُوَ اَضحَکَ وَاَبکیٰ وہی ہنساتا ہے وہی رُلاتا ہے۔

[2] زود۔ لونڈی کے بے تحاشا ہنسی پر شاہ کو غصہ آ گیا اور تلوار سونت لی اور کہنے لگا ہنسی کا راز صحیح بتا دے غلط بات سے تو مجھے مطمئن نہ کر سکے گی میرے دل میں عقل

دردلِ شاہاں تو ماہے داں سَطبر
تو بادشاہوں کے دل میں ایک بڑا چاند سمجھ

گرچہ گہہ گہہ شُد ز غفلت زیرِ ابر
اگرچہ وہ کبھی کبھی غفلت کی وجہ سے ابر کے نیچے آجاتا ہے

یک چراغے ہست دردل وقتِ گشت
چلنے پھرنے کے وقت دل میں ایک چراغ ہے

وقتِ خشم و حرص آید زیرِ طشت
جو غصہ اور حرص کے وقت طشت کے نیچے ہو جاتا ہے

آں[1] فراست ایں زماں یارِ من ست
اس وقت وہ شناخت میری دوست ہے

گر نگوئی آنچہ حقِ گفتن ست
اگر تو وہ نہ کہے گی جو بتانے کا حق ہے

من بدیں شمشیر بُرّم گردنت
میں اس تلوار سے تیری گردن اُڑا دوں گا

سُود نبُوَد خود بہانہ کردنت
تیرا بہانہ کرنا کچھ مفید نہ ہو گا

ایں زماں بکشم ترابے ہیچ شک
اب میں تجھے یقیناً قتل کر دوں گا

تیغ را کرد اُو حوالہ گفت ہِک
اس نے تلوار اس کے سامنے کی کہا یہ ہے

ور بگوئی راست آزادت کُنم
اگر تو سچ کہہ دے گی میں تجھے آزاد کر دوں گا

حقِ یزداں نشکنم شادت کُنم
خدا کی قسم نہ توڑوں گا، تجھے خوش کر دوں گا

ہفت مُصحف آں زماں برہم نہاد
اس نے سات قرآن اوپر نیچے رکھے

خورد سوگند و چنیں تقریر داد
قسم کھائی، پھر یوں عہد کیا

فاش کردنِ آں کنیزک آں راز را با خلیفہ از بیمِ زخمِ شمشیرو
تلوار کے زخم سے ڈر کر اس لونڈی کا خلیفہ سے راز فاش کر دینا

اکراہِ خلیفہ کہ راست بگو سببِ ایں خندہ را وگرنہ بکشتمت
اور خلیفہ کا مجبور کرنا کہ اس ہنسی کا سبب سچ بتا ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا

زن[2] چو عاجز بگفت احوال را
عورت جب عاجز آ گئی اس نے حالات بتا دیے

مردیِ آں رستمِ صد زال را
سیکڑوں زال والے رستم کی مردانگی کے

شرحِ آں گردک کہ اندر راہ بُود
اس خیمہ کی تفصیل جو راستہ میں تھا

یک بیک باآں خلیفہ وانمود
وہ اس نے ایک ایک کر کے خلیفہ پر کھول دی

شیر کشتن، سُوئے خیمہ آمدن
شیر کا قتل کرنا خیمہ میں آنا

واں ذکر قائم چو شاخِ کرگدن
اور اس کے ذکر کا گینڈے کے سینگ کی طرح کھڑا رہنا

اُو بداں قوت کہ از شیرِ شکار
وہ اُسی طاقت کے ساتھ کہ شکاری شیر سے

ہیچ تغییرش نشُد بُد برقرار
اس میں کوئی تغیر نہ ہوا برقرار تھا

---

1. آں فراست۔ وہ نور اور روشنی اس وقت میرے ساتھ ہے اگر تو صحیح بات نہ کہے گی میں فوراً سمجھ جاؤں گا اور تجھے مار ڈالوں گا اور یہ کہہ کر تلوار اس کے سامنے کر دی اور سات قرآن اوپر نیچے رکھ کر قسم کھائی کہ اگر تو سچ بتا دے گی تو تجھے آزاد کر دوں گا۔

2. زن۔ لونڈی جب عاجز آ گئی تو اس نے پہلوان کا سارا قصہ سنا دیا اور کہا کہ اس نے شیر کو بھی قتل کیا اور پھر خیمہ میں واپس آیا اور اُس کی شہوت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

تو بدیں[1] سُستی کہ چوں کردی بگوش | خشت خشتِ مُوشکے رفتی ز ہوش
تو اس سُستی میں کہ جب تو نے سُنی | چُوہیا کی کھٹ کھٹ بے ہوش ہو گیا

من چو دیدم از تو ایں و از وے آں | زاں سبب خندیدم اے شاہِ جہاں
میں نے جب تجھ سے یہ دیکھا اور اس سے وہ | اے شاہجہاں! میں اس سبب سے ہنسی

رازہا را میکُند حق آشکار | چوں بخواہد رُست، تخمِ بد مکار
اللہ (تعالیٰ) بھیدوں کو ظاہر کر دیتا ہے | جبکہ اُگ کر رہے گا، بُرا بیج نہ بو

آب و ابر و آتش و ایں آفتاب | رازہا را می برارند از تُراب
پانی اور ابر اور گرمی اور یہ سورج | مٹی سے بھیدوں کو برآمد کر دیتے ہیں

ایں بہارِ نو ز بعدِ برگ ریز | ہست بُرہانِ وجودِ رُستخیز
یہ نئی بہار، پت جھڑ کے بعد | قیامت کے وجود پر دلیل ہے

در[2] بہاراں سِرّہا پیدا شود | ہر چہ خوردست ایں زمیں رُسوا شود
بہاروں میں راز ظاہر ہو جاتے ہیں | اس زمین نے جو کھایا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے

بَرد مد آں از دہان و از لبش | تا پدید آید ضمیر و مذہبش
اس کے ہونٹ اور منہ سے وہ اُگ پڑتا ہے | یہاں تک کہ اس کا مذہب اور ضمیر کھل جاتا ہے

سِرِّ بیخِ ہر درختے و خورش | جملگی پیدا شود آں برسرش
ہر درخت کی جڑ کا راز اور اُس کی خوراک | سب اُس کے سر پر پیدا ہو جاتا ہے

ہر غمے کزوے تو دل آزردۂ | از خمارِ مے بُود کاں خوردۂ
ہر وہ غم جس سے تو دل آزردہ ہے | اس شراب کا خمار ہوتا ہے جو تو نے پی ہے

لیک[3] کے دانی کہ آں رنجِ خُمار | از کدامیں مے برآمد آشکار
لیکن تو کب جان سکتا ہے کہ خمار کی تکلیف | کونسی شراب سے ظاہر ہوئی ہے؟

ایں خمار اِشگوفۂ آں دانہ است | آں شناسد کآگہ و فرزانہ است
یہ خمار اس دانہ کا شگوفہ ہے | وہ جانتا ہے جو آگاہ اور ذہین ہے

شاخ و اشگوفہ نماند دانہ را | نُطفہ کے ماند تنِ مردانہ را
شاخ اور شگوفہ دانہ کے مشابہ نہیں ہوتے | نطفہ انسانی جسم کے مشابہ کب ہے؟

نیست مانندِ ہیولا با اثر | دانہ کے مانند آید با شجر
مادہ، نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے | دانہ، درخت کے مشابہ کب ہوا ہے؟

---

[1] تو بدیں سُستی۔ لونڈی نے کہا لیکن تیری یہ حالت ہے کہ چوہے کی کھٹ کھٹ سے شہوت کافور ہوگئی، میرے ہنسنے کا یہ سبب ہے۔ رازہا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہر راز ظاہر ہو کر رہتا ہے لہٰذا بدی کا بیج نہ بونا چاہیے اس لیے کہ وہ اُگے گا۔ آب۔ پانی، گرمی اور سورج زمین میں چھپے راز ظاہر کر دیتے ہیں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز اُگ آتی ہے۔ ایں بہار۔ موسم بہار میں اُجڑے ہوئے چمن پھر زندگی حاصل کر لیتے ہیں جو حشر و نشر کے لیے ایک دلیل ہے۔

[2] در بہاراں۔ موسم بہار میں زمین سے ہر وہ بیج اُگ پڑتا ہے جو زمین میں چھپا ہوا تھا اور اس سے اس بیج کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ برسرش۔ یعنی پھلوں کی صورت میں۔ ہر غمے۔ انسان پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کے کسی عمل کا ثمر ہوتی ہے۔

[3] لیک۔ لیکن انسان یہ نہیں سمجھ سکتا ہے کہ یہ تکلیف اور رنج کس گناہ کا نتیجہ ہے۔ ایں خمار۔ اہل باطن یہ سمجھ لیتے ہیں۔ شاخ۔ گناہ اور اسکے ثمرہ میں کوئی ظاہری مشابہت نہیں ہوتی ہے جسطرح بیج اور پھل میں۔ نطفہ۔ منی سے بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن بچے اور منی میں مشابہت نہیں ہے۔ ہیولا۔ مادہ۔ اثر۔ جو چیز مادہ سے بنی ہے۔

نُطفہ[1] از نانست کہ ماند بناں
نطفہ، روٹی سے (بنا) ہے، روٹی کے مشابہ کب ہے؟
مردم از نطفہ است کے باشد چناں
انسان نطفہ سے ہے ویسا کب ہوتا ہے؟

جِنّی از نارست کے ماند بنار
جن آگ سے ہے، آگ سے مشابہ کب ہے
از بخارست ابر و نُبوَد چوں بخار
ابر، بخار سے ہے اور بخار جیسا نہیں ہوتا ہے

ازدمِ جبریل عیسیٰؑ شُد پدید
(حضرت) عیسیٰؑ جبرئیلؑ کی پھونک سے پیدا ہوئے
کے بصورت ہمچو اُو بُد ناپدید
صورت کے اعتبار سے ان کی طرح مخفی کب ہوئے؟

آدمؑ[2] از خاکست کے ماند بخاک
(حضرت) آدمؑ مٹی سے ہیں، مٹی کے مشابہ کب ہیں؟
ہیچ انگورے نمی ماند بتاک
کوئی انگور، انگور کے درخت کے مشابہ نہیں ہے

کے بُود طاعت چو خُلدِ پائیدار
عبادت، مستقل جنت کی طرح کب ہے؟
کے بُود دُزدی بشکلِ پائیدار
چوری، سولی کے ستون کی شکل کی کب ہے؟

ہیچ اصلے نیست مانندِ اثر
کوئی اصل، نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے
پس ندانی اصلِ رنج و دردِ سر
تو تو رنج اور درد سر کی اصل نہیں جان سکتا

لیک بے اصلے نباشد ایں جزا
لیکن یہ جزا بغیر اصل کے نہیں ہوتی ہے
بیگناہے کے برنجاند خدا
خدا بے گناہ کو کب رنج دیتا ہے؟

آنچہ اصلست و کشندہ آں شی ست
وہ جو اصل ہے اور اس چیز کا سبب ہے
گر نمی ماند بوے ہم ازوے ست
اگرچہ وہ اسکے مشابہ نہیں ہے تاہم وہ اسی کے سبب سے ہے

پس بداں رنجت نتیجہ زلّتے ست
پس سمجھ لے کہ تیری تکلیف کسی لغزش کا نتیجہ ہے
آفتِ ایں ضربتت از شہوتیست
تیری اس چوٹ کی آفت، کسی شہوت کی وجہ سے ہے

گر[3] ندانی آں گنہ را ز اعتبار
اگر عبرت کے لیے تو اس گناہ کو نہ پہچان سکے
زود زاری کُن طلب کُن اِغتفار
بہت جلد عاجزی کر اور معافی چاہ

سجدہ کُن صد بار میگو اے خدا
سو بار سجدہ کر اور کہہ اے خدا!
نیست ایں غم غیر در خوردِ سزا
یہ غم سزا کی پاداش کے سوا نہیں ہے

اے تو سبحاں پاک از ظلم و ستم
اے سبحان تو ظلم و ستم سے پاک ہے
کے دہی بے جرم جانرا درد و غم
تو جان کو درد و غم بغیر جرم کے کب دیتا ہے؟

من معیّن می ندانم جُرم را
میں جُرم کو متعین کر کے نہیں جانتا ہوں
لیک ہم جُرمے بباید کرم را
لیکن بخشش کے لیے جرم بھی چاہیے

---

1. نطفہ۔منی روٹی سے بنی لیکن آپس میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔جنی۔جن آگ سے پیدا ہوا لیکن آپس میں مشابہت نہیں ہے۔دم جبرئیل۔حضرت مسیح حضرت جبرئیلؑ کے دم سے پیدا ہوئے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔
2. آدمؑ۔آدم مٹی سے پیدا ہوئے، انگور بیل سے پیدا ہوا، ان میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے۔کے بود۔جنت، عبادت کا ثمرہ ہے، چوری کا نتیجہ سولی ہے لیکن باہمی مشابہت نہیں ہے۔آنچہ۔اصل اور نتیجہ میں اگرچہ کوئی مشابہت نہیں ہوتی لیکن نتیجہ کو اصل سے ہی سمجھو۔پس بداں۔لہٰذا مصیبت کو گناہ کا ثمرہ سمجھنا چاہیے۔
3. گرندانی۔خواہ انسان عبرت حاصل کرنے کے لیے اس گناہ کو نہ سمجھ سکے جس کے نتیجہ میں مصیبت میں گرفتار ہوا ہے لیکن اس کو گناہ کی معافی کی درخواست کرنی چاہیے۔سجدہ کن۔سجدہ کر کے کہنا چاہیے کہ یہ میرے گناہ کی سزا ہے۔اے سبحان۔اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا چاہیے کہ تیری ذات ظلم و ستم سے پاک ہے بغیر خطا کے تو سزا نہیں دیتا ہے۔کرم۔بخشش، گناہ کی متقاضی ہے۔

چوں[1] پُوشیدی سبب را ز اعتبار — دائما آں جُرم را پوشیدہ دار
جبکہ تو نے سبب کو عبرت حاصل کرنے سے چھپا دیا ہے — اُس خطا کو بھی ہمیشہ پوشیدہ رکھ

کہ جزا اظہارِ جرمِ من بُوَد — کز سیاست دُزدیم ظاہر شود
کیونکہ بدلہ میری خطا کا اظہار بن جائے گا — کیونکہ سزا سے میری چوری کھل جائے گی

باز گردم سُوئے توبہ شاہ باز — تاشود معلوم اسرارِ نیاز
میں بادشاہ کی توبہ کی طرف پھر لوٹتا ہوں — تاکہ عاجزی کے اسرار معلوم ہو جائیں

عزم[2] کردنِ شاہ چوں واقف شُد براں خیانت کہ
جب بادشاہ اُس خیانت سے واقف ہوا تو اس کا ارادہ کرنا کہ وہ چشم پوشی کر لے
بپُوشاند و عفو کُند و اُو را با اُو دہد و دانست کہ آں فتنہ
اور معاف کر دے اور اس کو اس ہی کو دے دے اور سمجھ گیا کہ یہ فتنہ
جزائے قصدِ اُو بُود و ظلمِ اُو بر صاحب موصل کہ مَن
موصل کے بادشاہ پر اس کے ظلم اور ارادہ کی سزا ہے کیونکہ جس شخص نے
اَسَاءَ فَعَلَیْھَا و اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ وترسید کہ اگر ایں انتقام
برائی کی تو وہ اس پر ہے اور بے شک تیرا رب گھات کی جگہ میں ہے اور وہ ڈرا کہ اگر یہ بدلہ لے
کشد آں انتقام باز ہم برسرِ اُو آید چنانکہ ایں ظلم و طمع برسرش آمد
گا تو یہ بدلہ بھی اسی کے سر پر آئے گا جیسا کہ یہ ظلم اور حرص اس کے سر پر آیا

شاہ باخود آمد استغفار کرد — یادِ جُرم و زلّت و اصرار کرد
شاہ ہوش میں آیا، اس نے توبہ کی — جرم اور لغزش اور اصرار کی یاد کی

گفت[3] با خود آنچہ کردم باکساں — شُد جزائے آں بجائے من رساں
اپنے آپ سے بولا، میں نے جو کچھ لوگوں کے ساتھ کیا — اُس کی سزا مجھ پر پہنچنے والی بن گئی

قصدِ جُفتِ دیگراں کردم ز جاہ — برمن آمد آں و اُفتادم بچاہ
میں نے رُتبہ کی وجہ سے دوسروں کی بیویوں کا قصد کیا — وہی مجھے پیش آیا اور میں کنویں میں گر گیا

من درِ خانہ کسِ دیگر زدم — اُو درِ خانہ مرا زد لا جرم
میں نے کسی دوسرے کے گھر کا دروازہ پیٹا — اس نے لامحالہ میرا دروازہ پیٹا

---

[1] چوں۔ اے خدا جب تو نے میری خطا کو اس بارے میں پوشیدہ کر دیا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مصیبت کس خطا کی وجہ سے آئی ہے تو اب ہمیشہ کے لیے میری اس خطا کو چھپا دے۔ کہ جزا۔ سزا جرم کے اظہار کا سبب بن جاتی ہے جب چور کی پٹائی ہوتی ہے تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے چوری کی ہے۔ تاشود۔ عاجزی اور نیازمندی بہت سے اسرار پر مشتمل ہے۔

[2] عزم کردن۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ پہلوان کی خیانت میرے ظلم کی سزا ہے لہٰذا اس نے طے کیا کہ اب پہلوان پر ظلم نہ کرے ورنہ اور سزا ملے گی بلکہ یہ لونڈی اس کو دے دے۔ زلّت۔ لغزش۔ اصرار۔ یعنی گناہ پر جماؤ۔

[3] گفت۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ سب کچھ میرے ظلم کی سزا ہے۔ قصد۔ جفت میں نے شاہِ موصل کی لونڈی پر نظرِ بد ڈالی تو اس کے بدلے میں میری لونڈی پر نظرِ بد پڑی۔ من در خانہ۔ میں نے دوسرے کی پردہ دری کی تو میری پردہ دری ہوئی۔

ہر کہ[1] با اہلِ کساں شد فسق جُو
اہلِ خود را داں کہ قوّا دست اُو
جو شخص لوگوں کے اہل کے ساتھ فسق کا طلبگار بنا
سمجھ لے کہ وہ اپنے اہل کا دیوث ہے

زانکہ مثل آں جزای آں شود
چوں جزای سیئہ مثلش بُود
کیونکہ اس کی جزا اس کی مثل ہوتی ہے
چونکہ برائی کا بدلہ اس جیسا ہوتا ہے

چوں سبب گردی کشیدی سُوی خویش
مثلِ آں را پس تو دیوثی ز پیش
جب تو سبب بنا، تو نے اپنی جانب کھینچا
اُس جیسا پس تو پہلے سے دیوث ہے

غصب کردم از شہِ موصل کنیز
غصب کردند از من اُو را زود نیز
میں نے شاہِ موصل کی لونڈی غصب کی
انھوں نے اس کو میرے پاس سے بھی فوراً غصب کر لیا

اُو امینِ من بُد و لالائے من
خائنش کرد آں خیانتہائے من
وہ میرا امین تھا اور میرا غلام
اس کو میری خیانتوں نے خیانت کرنے والا بنا دیا

نیست[2] وقتِ کیں گذاری و انتقام
من بدستِ خویش کردم کارِ خام
کینہ وری اور بدلہ کا وقت نہیں ہے
میں نے بُرا کام اپنے ہاتھ سے کیا

گر کشم کینہ ازاں میر و حَرم
آں تعدّی ہم بیاید برسرم
اگر میں اس لونڈی اور سردار سے بدلہ لوں
وہ ظلم بھی میرے سر پر آئے گا

ہم چناں کیں یک بیامد در جزا
آزمودم باز نزمائم وُرا
جیسا کہ یہ ایک، بدلے میں آیا
میں نے آزما لیا پھر میں اس کو نہ آزماؤں گا

دردِ صاحبِ موصلم گردن شکست
من نیارم ایں دگر را نیز خست
موصل کے بادشاہ کے درد نے میری گردن توڑی
میں اس کو دوبارہ نہیں توڑ سکتا ہوں

داد حق ماں از مکافات آگہی
گفت اِنْ عُدْتُّم بہ عُدْنَا بہ
بدلے سے خدا نے ہمیں خبردار کر دیا
فرمایا اگر تم دوبارہ (یہ عمل) کرو گے ہم دوبارہ (یہ سزا) دینگے

چوں[3] فزونی کردن اینجا سُود نیست
غیرِ صبر و مرحمت محمود نیست
چونکہ اس جگہ زیادتی کرنا مفید نہیں ہے
سوائے صبر اور رحم کے کچھ اچھا نہیں ہے

رَبَّنَآ اِنَّا ظَلَمْنَا سہو رفت
رحمتے کن اے رحیمیہات زفت
اے ہمارے رب بے شک ہم نے ظلم کیا، بھول ہوئی
رحمت کر اے وہ کہ تیری رحمتیں بڑی ہیں

عفو کردم تو ہم از من عفو کن
از گناہانِ نو و جرمِ کہن
میں نے معاف کیا تو بھی مجھے معاف کر دے
نئے گناہوں اور پُرانی خطاؤں کو

[1] ہر کہ۔ جو شخص دوسروں کی بیویوں سے فسق کرتا ہے وہ دیوث ہے درحقیقت وہ اپنی بیوی کے بارے میں چاہتا ہے کہ لوگ اس سے فسق و فجور کریں۔ زانکہ۔ اس لیے کہ بُرائی کا بدلہ اسی جیسی بُرائی ہوتی ہے۔ چوں سبب۔ جب تیرا فسق و فجور اپنی بیوی کے فسق و فجور کا سبب بنا تو معلوم ہوا کہ تو دیوث تھا۔ غصب۔ میں نے شاہ موصل کی لونڈی غصب کی میرے سردار نے میری لونڈی غصب کر لی۔ لالای۔ غلام۔

[2] نیست۔ تو میں دوسرے سے کیا بدلہ لوں یہ تو میرا خود کردہ ہے۔ گر کشم۔ اب اگر میں پہلوان کو سزا دوں گا تو اس کا خمیازہ بھی مجھے بھگتنا پڑے گا۔ ہمچناں۔ ایک دفعہ میں آزما چکا کہ برائی کا بدلہ برائی سے ملا ہے اب میں ایسا نہ کروں گا۔ ان عُدتّم۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم پھر وہی (شرارتیں) کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔

[3] چوں۔ اب اس پہلوان پر کوئی ظلم و زیادتی مناسب نہیں ہے صبر اور رحم سے کام لینا ہی مناسب ہے۔ ربنا۔ اب تو بارگاہِ خداوندی میں یہی دعا کرنی چاہیے کہ ہم سے ظلم ہوا غلطی ہوئی تو معاف کر دے۔ عفو کردم۔ شاہ مصر نے دعا میں کہا اے خدا میں نے معاف کر دیا ہے تو بھی مجھے معاف کر دے۔

گفت[1] اکنوں اے کنیزک وامگو ۔ ایں سخن را کہ شنیدم من ز تو
کہا اے لونڈی! اب نہ کہنا ۔ یہ بات جو میں نے تجھ سے سنی

پاس دارد باکسے عرضہ مکن ۔ آنچہ گفتی اے کنیزک زیں سخن
محفوظ رکھ اور کسی سے نہ کہہ ۔ اے لونڈی! تو نے جو یہ بات کہی

با امیرت جُفت خواہم کرد من ۔ اللہ اللہ زیں حکایت دم مزن
میں امیر سے تیرا نکاح کر دوں گا ۔ خدا کے لیے اس قصہ کو نہ کہو

تانگردد اُو ز رویم شرمسار ۔ کو یکے بَد کرد و نیکی صد ہزار
تاکہ وہ میرے سامنے شرمندہ نہ ہو ۔ کیونکہ اس نے ایک برائی اور لاکھوں بھلائیاں کی ہیں

بارہا من امتحانش کردہ ام ۔ خُوب[2] تراز تو بدو بسپردہ ام
میں نے اس کو بارہا آزمایا ہے ۔ تجھ سے زیادہ حسین اُس کے سپرد کیے ہیں

در امانت یافتم اُو را تمام ۔ ایں قضائے بُود ہم از کرد ہام
میں نے اس کو امانت میں مکمل پایا ہے ۔ یہ بھی میرے کاموں کی سزا تھی

کنیزک بخشیدن شاہ بحیلت بہ پہلوان

بادشاہ کا پہلوان کو ایک تدبیر سے لونڈی بخش دینا

پس بخود خواند آں امیرِ خویش را ۔ گشت در خود خشمِ قہر اندیش را
پھر اس نے اس اپنے امیر کو بلایا ۔ قہر ڈھانے والے غصہ کو اپنے اندر دبا دیا

کرد با اُو یک بہانہ دلپذیر ۔ کہ شُدستم زیں کنیزک بس نفیر
اس نے دل کو لگنے والا ایک بہانہ کیا ۔ کہ میں اس لونڈی سے بہت متنفر ہو گیا ہوں

زاں[3] سبب کز غیرت و رشکِ کنیز ۔ مادرِ فرزند دارد صد ازیز
اس لیے کہ لونڈی کی غیرت اور رشک سے ۔ لڑکے کی ماں بہت فریاد کر رہی ہے

زاں سبب کز غیرتِ اُو دائما ۔ مادرِ فرزند ہست اندر عنا
اس لیے کہ اُس کی غیرت سے مستقلاً ۔ لڑکے کی ماں مصیبت میں ہے

مادرِ فرزند را بس حقہا ست ۔ اُو نہ در خوردِ چنیں جور و جفاست
لڑکے کی ماں کے بہت حقوق ہیں ۔ وہ اس طرح کی ظلم و زیادتی کے لائق نہیں ہے

رشک و غیرت میبرد خوں میخورد ۔ زیں کنیزک سخت تلخی می برد
رشک اور غیرت کرتی ہے خون پیتی ہے ۔ اس لونڈی سے سخت کڑواہٹ محسوس کرتی ہے

---

[1] گفت۔ شاہ مصر نے لونڈی کو ہدایت دی کہ پہلوان کا قصہ اب کسی سے نہ کہنا۔ باامیرت۔ میں نے طے کرلیا ہے کہ پہلوان سے تیری شادی کردوں گا تو اب پہلوان کا راستہ کا قصہ کسی سے نہ کہنا۔ تانگردد۔ اس نے اگرایک برائی کی ہے تو سینکڑوں بھلائیاں بھی کی ہیں میں اس کو شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔

[2] خوب تر۔ میں نے تجھ سے بھی زیادہ حسین لونڈیاں اس کے سپرد کی ہیں لیکن اس نے خیانت نہیں کی۔ ایں قضائے۔ یہ میری برائیوں کی سزا مجھے ملی ہے۔ پس۔ اس کے بعد شاہ نے اس امیر پہلوان کو بلایا اور اس سے یہ بہانہ کیا کہ میں اس لونڈی سے متنفر ہوں۔

[3] زاں۔ اور میری نفرت کا سبب یہ ہے کہ میری بیوی بہت نالاں ہے۔ ازیر۔ ہانڈی کے پکنے کی آواز۔ زاں سبب۔ میرا لونڈی سے متنفر ہونے کا سبب یہ ہے کہ میرے بچہ کی ماں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ عنا۔ مشقت۔ درخورد۔ لائق۔

چوں[1] کسے را داد خواہم ایں کنیز　　پس تُرا اَولیٰ ترست ایں اے عزیز
چونکہ یہ لونڈی میں کسی کو دوں گا　　اے پیارے! تجھے دینا زیادہ بہتر ہے

کہ تو جانبازی نمودی بہرِ اُو　　خوش نباشد دادنِ آں جز بتُو
کیونکہ تو نے اس کے لیے جانبازی دکھائی ہے　　تیرے سوا کسی کو اس کا دینا اچھا نہ ہو گا

عقد کردش با امیر اُو را و داد　　خشم را و حرص را یکسُو نہاد
اس کا نکاح امیر سے کر دیا اور اس کو دے دی　　غصہ اور لالچ کو ایک طرف رکھ دیا

عقد کردش با امیر اُو را سپُرد　　کرد خشم و حرص را او خورد مُرد
اس کا نکاح امیر سے کر دیا، اس کو سپرد کر دی　　اس نے غصہ اور لالچ کو ریزہ ریزہ کر دیا

بیان آنکہ نَحنُ قَسَمنا کہ یکے را قوّتِ و شہوتِ خراں دہد
اس کا بیان کہ ہم نے تقسیم کیا ہے کہ وہ کسی کو گدھوں کی سی قوت اور شہوت

و یکے را کیاست و قوّتِ انبیا و فرشتگاں دہد
دے دیتا ہے اور کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی سی قوت اور ذہانت دے دیتا ہے

سرزِ[2] ہوا تافتن از سروریست　　ترکِ ہوا قوتِ پیغمبری ست
خواہش نفسانی سے سرتابی کرنا سرداری سے ہے　　خواہش نفسانی کو چھوڑ دینا پیغمبری طاقت ہے

تخم ہائے کہ شہوتی نبُود　　برِ اُو جز قیامتی نبُود
وہ بیج جو شہوت والے نہ ہوں　　اُن کا پھل قیامت کے سوا (ظاہر) نہ ہو گا

گر بُدش سستی زنَرِی خراں　　بُود اُو را مردیِ پیغمبراں
اگر اس میں گدھوں کی سی شہوت سے سستی تھی　　تو اس میں پیغمبروں کی سی مردانگی تھی

ترکِ[3] خشم و شہوت و حرص آوری　　ہست مردی و رگِ پیغمبری
غصہ اور شہوت اور لالچ کرنے کو چھوڑنا　　مردانگی اور پیغمبری رگ ہے

نریِ خر گو مباش اندر رگش　　حق ہمی خواند اُلغ بگلر بکش
گو اس کی رگ میں گدھے کا سا نر پنا نہ ہو　　اللہ (تعالیٰ) اسکی امیرالامرائی کو چاہتا ہے

مردہَ باشم بمن حق بنگرد　　بہ ازاں زندہ کہ باشم دور ورد
(اگر) میں مردہ ہوں (اور) حق (تعالیٰ) کی نظر ہو　　اس سے بہتر ہے کہ میں زندہ ہوں (اور) دور اور مردود ہوں

مغزِ مَردی ایں شناس و پوست آں　　آں بَرَد در دوزخ و ایں در جناں
اس کو مردانگی کا مغز سمجھ۔ اور وہ چھلکا ہے　　وہ دوزخ میں لے جائے گی اور یہ جنتوں میں

---

[1] چوں کسے۔ اب جبکہ یہ لونڈی مجھے کسی کو دینی ہے تو تو زیادہ مستحق ہے۔ کہ تو۔ کیونکہ تو نے اس کے لانے میں جانبازی کی ہے۔ عقد۔ شاہ مصر نے اس لونڈی کا اس پہلوان سے نکاح کر دیا اور اپنے غصہ کو ختم کر دیا۔ بیان۔ حضرت حق تعالیٰ نے حیوانی طاقتوں کی تقسیم ہر ایک کے مناسب حال کی ہے کسی کو تو گدھوں کی سی قوت شہوانی دی ہے کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی ذہانت اور ذکاوت عطا کی ہے۔

[2] سرز ہوا۔ خواہشات پر قابو پالینا سرداری کی دلیل ہے اور یہ پیغمبری صفت ہے یہ شعر مولانا کا نہیں ہے بلکہ سنائی کا ہے۔ تخم ہائے۔ جو شخص شہوت کی تخم ریزی کرے گا وہ قیامت میں اپنی تخم ریزی کا پھل پائے گا یہ شعر بھی مولانا کا نہیں ہے حکیم سنائی کا ہے۔ گر بدش۔ شاہ مصر میں گدھوں کی سی شہوت نہ تھی اس میں معنوی مردی تھی۔

[3] ترکِ خشم۔ نفسانی رذائل کو ترک کرنا پیغمبری مردی ہے۔ اُلغ۔ بزرگ۔ بگلر بک۔ امیر الامراء۔ مردہ باشم۔ وہ مردگی جو خدا کی منظور نظر ہو اس زندگی سے بہتر ہے جو مردود بارگاہ ہو۔ مغز۔ اصل وہ ہے جو پیغمبروں میں ہے وہی جنت میں لے جائے گی۔ شہوت پرست کی مردی چھلکا اور دوزخ کی رہنما ہے۔

حُفَّتِ الْجَنَّۃُ مَکَارِہ را رسید[1] — حُفَّتِ النَّار از ہوا آمد پدید

''جنت گھیر دی گئی ہے'' ناپسندیدہ چیزوں کو ملا — ''دوزخ گھیر دی گئی ہے'' خواہشِ نفسانی سے ظاہر ہوا

دیگر بار خطابِ پادشاہ با ایاز و امتحان کردنِ ارکانِ دولت را و نمودنِ فرمانبرداریِ ایاز بایشاں

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ خطاب کرنا اور ارکانِ دولت کا امتحان لینا اور ایاز کی فرمانبرداری اُن کو دکھانا

اے ایازِ شیر نرّ دیو کُش — مردیِ خرکم فزوں مَردیِ ہُش

اے ایاز! نر شیر دیو کو مار ڈالنے والے — گدھے کی مردانگی کم ہے، ہوش کی مردانگی بڑھی ہوئی ہے

آنچہ چندیں صدر ادراکش نکرد — لعبِ کودک بُود پیشت اینت مرد

جس چیز کو اتنے صدروں نے نہ سمجھا — تیرے سامنے بچوں کا کھیل تھا، زہے مردانگی

اے[2] بدیدہ لذتِ امرِ مرا — جاں سپردہ بہرِ امرم در وفا

اے وہ! جس نے میرے حکم کا مزا چکھا ہے — وفاداری میں میرے حکم پر جان فدا کر دی

اے کہ از تعظیم امرش آگہی — ایں حکایت گوش کُن تا وارہی

اے وہ! کہ تو اُس (شاہ) کے حکم کی تعظیم سے واقف ہے — یہ حکایت سُن لے، تاکہ تو نجات پا جائے

داستانِ ذوق امر و چاشنیش — بشنُو اکنوں در بیانِ معنویش

حکم کے ذوق اور اس کی چاشنی کی داستان — اب اس (حکایت) معنوی بیان کو سن لے

دادنِ شاہ گوہر را درمیانِ دیوان[3] و مجمع بدستِ وزیر ایں بچند ارزد و مبالغہ کردنِ وزیر در قیمت و فرمودنِ شاہ کہ اکنوں ایں را بشکن و گفتنِ وزیر کہ ایں گوہر نفیس را چگونہ بشکنم

کچہری اور مجمع میں بادشاہ کا ایک وزیر کو موتی دینا کہ یہ کس قیمت کا ہے؟ اور قیمت میں وزیر کا مبالغہ کرنا اور بادشاہ کا حکم دینا کہ اب اس کو توڑ دے اور وزیر کا کہنا کہ اس عمدہ موتی کو کیسے توڑوں؟

گفت، روزے شاہ محمودِ غنی — آں شہِ غزنی و سُلطانِ سنی

کہا ہے کہ بے نیاز شاہِ محمود نے ایک دن — جو غزنی کا بادشاہ و بزرگ شاہ تھا

---

1. رسید۔ اس کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ ''یہ بات پہنچی ہے کہ جنت مکروہات سے گھیر دی گئی ہے اور دوسرے مصرع کا ترجمہ بھی یہ کیا ہے کہ آگ خواہشِ نفس سے گھیر دی گئی ہے ظاہر ہوا ہے، یعنی یہ بات حدیث کی ہمیں پہنچی ہے اور یہ بات حدیث سے ظاہر ہوئی ہے۔ دیگر بار۔ سلطان محمود نے ایاز کو دوبارہ خطاب کیا اور ان کو ایاز کی فرمانبرداری دکھائی۔ مردی ہُش۔ یعنی پیغمبروں کی مردی۔ آنچہ۔ یہ دوسرے سردار وہ نہ سمجھے جو تو آسانی سمجھ گیا۔

2. اے بدیدہ۔ اے ایاز تو میرے حکم کی لذت سے واقف ہے اسی لیے تو میرے حکم پر جان چھڑکتا ہے۔ اے۔ یہ مولانا کا کلام ہے امرش میں شین کی ضمیر شاہ کی جانب ہے چاشنیش کی ضمیر امر کی جانب اور معنویش کی ضمیر حکایت کی جانب لوٹتی ہے۔

3. دیوان۔ دفتر، دربار۔ چند ارزد۔ کس قیمت کا ہے۔ گفت۔ یعنی بیان کرنے والے نے کہا ہے۔ سنی۔ بلند۔

شاہ روزے جانبِ دیواں شتافت — جُملہ ارکاں را دراں دیواں بیافت
ایک دن، بادشاہ کچہری کی جانب گیا — اس کچہری میں سب ارکان کو (موجود) پایا

گوہرے بیروں کشید اُو مستنیر[1] — پس نہادش زود در کفِ وزیر
اس نے ایک روشن موتی باہر نکالا — پھر اس کو جلد وزیر کی ہتھیلی پر رکھا

گفت چون ست و چہ ارزد ایں گہر — گفت بیش ارزد ز صد خروارِ زر
کہا کیسا ہے؟ اور یہ موتی کس قیمت کا ہے — اس نے کہا سونے کے سیکڑوں بوروں سے زیادہ قیمت کا ہے

گفت بشکن گفت چونش بشکنم — نیک خواہِ مخزن و مالت منم
کہا، توڑ دے اس نے کہا اس کو کیسے توڑوں؟ — میں آپ کے مال اور خزانہ کا خیرخواہ ہوں

چوں روا دارم کہ مثلِ ایں گہر — کہ نیاید در بہا گردد ہدر
میں کیسے روا رکھوں کہ اس جیسا موتی — جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا، رائگاں ہو جائے

گفت شاباش و بدادش خلعتے — گوہر ازوے بستد آں شاہِ فتے
کہا شاباش ہے اور خلعت عطا کی — اس جوانمرد شاہ نے موتی اس سے لے لیا

کرد ایثارِ وزیر آں شاہِ جُود — ہر لباس و حُلہ[2] کو پوشیدہ بُود
اس شاہِ سخی نے وزیر کو عطا کر دیا — جو لباس اور جوڑا وہ پہنے ہوئے تھا

ساعتے شاں کرد مشغولِ سخن — از قضیہ تازہ و رازِ کہن
ان کو تھوڑی دیر باتوں میں لگایا — نئے معاملہ اور پرانے راز میں

بعد ازاں دادش بدستِ حاجبے — کہ چہ ارزد ایں بہ پیشِ طالبے
اس کے بعد اس کو حاجب کے ہاتھ میں دیا — کہ خریدار کے لیے یہ کس قیمت کا ہے؟

گفت[3] ارزد ایں بہ نیمہ مملکت — کش نگہدارد خدا از مہلکت
اس نے کہا، یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے — خدا اُس کو بربادی سے بچائے

گفت بشکن گفت اے خورشید تیغ — بس دریغ ست ایں شکستن بس دریغ
کہا تو اسکو توڑ دے اس نے کہا اے سورج کی تلوار والے! — اس کا توڑنا بہت قابل افسوس ہے، بہت قابلِ افسوس!

قیمتش بگذار بیں تاب و لمع — کہ شدست ایں نورِ روز اُو را تبع
اس کی قیمت کو رہنے دیجیے چمک اور روشنی کو دیکھیے — کہ دن کی روشنی اس کے تابع بن گئی ہے

دست کے جنبد مرا در کسرِ اُو — کہ خزینہ شاہ را باشم عدُو
اس کے توڑنے میں میرا ہاتھ کب ہلے گا؟ — میں بادشاہ کے خزانہ کا دشمن کب ہوں؟

---

[1] مستنیر۔ روشن۔ خروار۔ گدھے پر لادنے کا بورا۔ مخزن۔ خزانہ۔ نیاید در بہا۔ جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ہدر۔ رائگاں۔ خلعتے۔ شاہی لباس۔ فتے۔ فتی کا امالہ ہے، نوجوان۔

[2] حلہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔ مشغولِ سخن۔ چونکہ بادشاہ کو سب کا امتحان لینا تھا تو بات کاٹ دی تاکہ از سر نو دوسروں سے سوال و جواب کرے۔ حاجب۔ چوبدار جو چپڑی کا وزیر ہوتا تھا۔

[3] گفت۔ حاجب نے کہا یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے۔ خورشید تیغ۔ یعنی وہ جس کی تلوار سورج جیسی چمکدار ہے۔ لمع۔ چمک۔ کہ شدست۔ دن کی روشنی اس کے سامنے ماند ہے۔

شاہ خلعت داد و اِدرارش[1] فزود
شاہ نے اس کو خلعت دی اس کی تنخواہ بڑھا دی

پس دہاں در مدحِ عقلِ اُو کشود
پھر اس کی عقل کی تعریف میں منہ کھولا

بعد یک ساعت بدستِ میر داد
تھوڑی دیر کے بعد ایک امیر کے ہاتھ میں دیا

دُرّ را آں امتحاں کُن بازداد
اس امتحان کرنے والے نے موتی پھر دیا

اُو ہمی گفت و ہمہ میراں ہمیں
اس نے وہی کہا اور سب امیروں نے وہی

ہر یکے را خلعتے داد اُو ثمیں
اس نے ہر ایک کو قیمتی خلعت عطا کی

جامگیہا شاں ہمی افزود شاہ
بادشاہ ان کے (کپڑوں کے) جوڑے بڑھا رہا تھا

آں خسیساں را بُرد از رہ بچاہ
اُن کمینوں کو راستہ سے کنویں میں لے گیا

ایں[2] چنیں گفتند پنجہ شصت امیر
پچاس ساٹھ امیروں نے یہی کہا

جُملہ یک یک ہم بتقلیدِ وزیر
وزیر کی تقلید میں ایک ایک کر کے سب نے

گرچہ تقلید ست استونِ جہاں
اگرچہ تقلید دنیا کا ستون ہے

ہست رُسوا ہر مقلِد ز امتحاں
آزمائش سے ہر مقلد رسوا ہوتا ہے

شاہ چوں کرد امتحانِ جملگاں
شاہ نے جب سب کا امتحان لیا

مال و خلعت بُرد ہریک بیکراں
ہر ایک نے لاتعداد مال اور خلعت حاصل کیا

ہم چنیں در دور گرداں شد گہر
موتی اسی طرح گردش کے چکر میں رہا

تا بدستِ آں ایازِ دیدہ وَر
یہاں تک دیدہ ور ایاز کے ہاتھ میں (آیا)

آخریں بنہاد در کفِ ایاز
بالآخر اس کو ایاز کی ہتھیلی پر رکھا

گفت اُو را کاے حریفِ دیدہ باز
اس سے کہا، اے صاحب نظر، دوست!

یک[3] بیک دیدند ایں گوہر تو ہم
انھوں نے ایک ایک کر کے اس موتی کو دیکھا تو بھی

در شعاعش در نگر اے محترم
اے محترم! اس کی چمک کو دیکھ لے

رسیدنِ گوہر از دست بدست آخرِ دور با یاز و کیاستِ
موتی کا دست بدست آخری دور میں ایاز کے ہاتھ میں پہنچا اور ایاز کی

ایاز و مقلدِ نا شدنِ اُو ایشاں را و مغرور ناشدنِ اُو
ذہانت اور اس کا ان کا مقلد نہ ہونا اور اسکا دھوکے میں نہ پڑنا

بمال دادنِ شاہ و خلعتہا و جامگیہا افزوں کردن و
بادشاہ کے مال اور خلعت دینے سے اور کپڑے بڑھانے سے اور

---

[1] ادرار۔ ماہواری تنخواہ۔ کشود۔ اس کی تعریف اس لیے کی تا کہ دوسروں کا امتحان کر سکے۔ بعد۔ تھوڑی دیر کے بعد شاہ نے وہ موتی ایک دوسرے امیر کے ہاتھ میں دیا۔ ثمیں۔ قیمتی۔ جامگیہا۔ وہ لباس جو ملازمین کو سالانہ ملتے ہیں۔ آں خسیساں۔ یہ داد و دہش اُن سب کے لیے گمراہی کا سبب بنی چونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ شاہ کو جواب پسند آ رہا ہے اس لیے وہ انعام دے رہا ہے۔

[2] ایں چنیں۔ جو جواب پہلے امیر نے دیا اس کی تقلید میں سب امیروں نے وہی جواب دیا۔ گرچہ۔ دنیا کا کام تقلید سے ہی چل رہا ہے۔ در دور۔ وہ موتی یکے بعد دیگرے اسی طرح امیروں کے ہاتھ میں جاتا رہا آخر میں شاہ نے ایاز کے ہاتھ میں دے دیا۔

[3] یک بیک۔ شاہ نے ایاز سے کہا اس موتی کو سب سردار دیکھ چکے اب تو بھی دیکھ لے۔ رسیدن۔ موتی ایاز کے ہاتھ میں جب پہنچا تو اس نے پہلے سرداروں کی تقلید میں جواب نہ دیا اور بادشاہ کے ان کو خلعت وغیرہ دینے سے دھوکے میں نہ آیا۔

مدحِ عقلِ ایشاں کردن یمکن[1] کہ نشاید مقلِد را مسلمان دانستن

ان کی عقل کی تعریف کرنے سے، بقدر امکان مقلد کو مسلمان نہ سمجھنا چاہیے

مسلمان باشد اما نادر باشد کہ مقلد ثبات کند براں اعتقاد و

مسلمان ہوتا ہے لیکن بہت کم ہوتا ہے کہ اس اعتقاد پر وہ جماؤ کرے اور

مقلد ازیں امتحانہا بسلامت بیروں آید کہ ثباتِ بینا یاں ندارد

مقلد ان امتحانات سے سلامتی کیساتھ عہدہ برآ ہو، کیونکہ وہ دوراندیشوں کی سی ثابت قدمی نہیں رکھتا ہے

اے ایاز اکنوں بگوئی کایں گہر
چند می ارزد بدیں تاب و ہُنر

اے ایاز! اب تو بتا کہ یہ موتی
اس چمک اور خوبی کے ساتھ کس قیمت کا ہے؟

گفت افزوں زانچہ تانم گفت من
گفت اکنوں زود خردش در شکن

اس نے کہا جتنا میں کہہ سکتا ہوں اس سے بڑھا ہوا ہے
اس نے کہا اب اس کو فوراً ریزہ ریزہ کر دے

سنگہا در آستیں بُودش شتاب
خُرد کردش پیشِ اُو آں بُد صواب

پتھر اُس کی آستین میں تھے، جلد
اس کو توڑ دیا اس کے نزدیک یہ درست تھا

ز اتفاقِ طالعِ بادولتش
دست داد آں لحظہ نادر حکمتش

اس کے با اقبال نصیبہ کے اتفاق سے
اس وقت نادر حکمت اس کے ہاتھ آ گئی

یا بخواب ایں دیدہ بُود آں پُر صفا
کردہ بُود اندر بغل دو سنگ را

یا اُس روشن دل نے خواب میں دیکھا تھا
اس نے دو پتھر بغل میں دبا لیے تھے

ہمچو[2] یوسفؑ کاندرونِ قعرِ چاہ
کشف شُد پایانِ کارش از اِلٰہ

یوسفؑ کی طرح کہ کنویں کی گہرائی میں
ان کے لیے انجام کار اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے کھل گیا تھا

ہر کرا فتح و ظفر پیغام داد
پیشِ اُو یک شُد مراد و بے مُراد

جس کو فتح اور کامیابی نے پیغام دیا
اس کے لیے مراد اور نامراد یکساں ہے

ہر کہ پابندانِ[3] وے شُد وصلِ یار
اُو چہ ترسد از شکستِ کارزار

یار کا وصل جس کا ضامن ہو گیا
وہ جنگ کی شکست سے کیا ڈرے گا؟

چوں یقیں گشتش کہ خواہد کرد مات
فوتِ اسپ و فیل پیشش تُرہات

جب اس کو یقین ہو گیا کہ وہ مات دے گا
اسپ اور فیل کا مارا جانا اس کے لیے بکواس ہے

گر بُرد اسپش ہر آنکہ اسپ جُوست
اسپ اُو گوئی کہ پیشِ آہنگِ اوست

جو شخص اسپ کا طالب ہے اگر اس کا اسپ مار لے جائے
تو گویا اسپ اس کا پیشرو ہے

[1] یمکن۔ تقلیدی ایمان معتبر نہیں ہے ایمان کا تعلق یقین سے ہے اور مقلد کو عموماً یقین حاصل نہیں ہوتا ہے معمولی شکوک سے اس کا علم زائل ہو جاتا ہے۔ بینایاں۔ وہ لوگ جن کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے موتی کی قیمت، ایاز سے لگوائی اس نے جواب دیا کہ یہ اس قدر بیش قیمت ہے کہ اس کی قیمت کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے، بادشاہ نے کہا اس کو توڑ ڈال اس کی آستین میں پتھر تھا اس نے اس کے ذریعہ فوراً اس کو توڑ ڈالا اس کا نصیبہ تھا کہ دانائی نے اس کا ساتھ دیا۔ ممکن ہے کہ اس نے خواب میں یہ قصہ دیکھا ہو اور اسی لیے وہ آستین میں پتھر لے کر مجلس میں آیا ہو۔

[2] ہمچو۔ حضرت یوسفؑ نے قید ہی میں خواب میں آنے والے واقعات دیکھ لیے تھے۔ ہر کرا۔ جس شخص کو فتح اور کامیابی کی خوشخبری مل چکی ہو اس کے لیے فتح و شکست کے اسباب یکساں ہو جاتے ہیں۔

[3] پابنداں۔ ضامن۔ چوں۔ جب بازی کی کامیابی پر یقین ہو جاتا ہے تو اس کو اپنے اسپ اور فیل کے پٹ جانے کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ گر بُرد۔ اس کا حریف اگر اس کے اسپ کو مارے تو اسپ کا پٹنا اس کی کامیابی کا پیش خیمہ ہوگا۔

مردِ[1] رابا اسپ کے خویشی بُود
انسان کی گھوڑے سے رشتہ داری کب ہوتی ہے؟
عشقِ اسپش از پئے پیشی بُود
گھوڑے سے اس کا عشق آگے بڑھنے کے لیے ہوتا ہے

بہرِ صُورتہا مکش چندیں زحیر
صورتوں کے لیے اس قدر پیچ و تاب نہ اٹھا
بے صُداعِ صُورتے معنی بگیر
صورت کا دردِ سر اٹھائے بغیر معنی حاصل کر

ہست زاہد را غمِ پایانِ کار
زاہد کو انجام کا غم ہے.
تاچہ باشد حالِ اُو روزِ شمار
کہ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہو گا؟

عارفاں ز آغاز گشتہ ہوشمند
عارف شروع ہی سے ہوشمند ہیں
از غم و احوالِ آخر فارغ اند
آخرت کے احوال اور غم سے بے نیاز ہیں

بُود عارف را ہمیں خوف و رجا
عارف کو یہی خوف اور امید تھی
سابقہ دانیش خورد آں ہر دورا
اس کی پیشگی دانش نے ان دونوں کو ختم کر دیا ہے

دید[2] کو سابق زراعت کرد ماش
وہ جانتا ہے جس نے پہلے سے اڑد کی کاشت کی ہے
اُو ہمی داند چہ خواہد بُود چاش
وہ جانتا ہے کہ اس کی پیداوار کیا ہو گی

عارف ست اُو باز رَست از خوف و بیم
وہ عارف ہے وہ خوف اور ڈر سے چھوٹ گیا ہے
ہائے و ہُو را کرد تیغِ حق دو نیم
اللہ (تعالیٰ) کی تلوار نے شور و فغاں کے دو ٹکڑے کر دیے ہیں

بُود اُو را بیم و اُمید از خدا
اس کو خدا سے خوف اور امید تھی
خوف فانی شد عیاں گشت آں رجا
خوف فنا ہو گیا وہ امید ظاہر ہو گئی

خوف[3] طے شد جملگی اُمید شُد
خوف لپٹ گیا، وہ مجسم امید ہو گیا
نور گشت و تابعِ خورشید شُد
نور بن گیا اور سورج کے تابع ہو گیا

ز امتحانِ شاہ بُود آگہ ایاز
ایاز، بادشاہ کے امتحان سے آگاہ تھا
وز فریبِ شہ نشُد گمرہ ایاز
شاہ کے فریب سے ایاز گمراہ نہ ہوا

خلعت و ادرار از راہش نُبرد
خلعت اور وظیفہ نے اس کو گمراہ نہ کیا
کرد اُو گوہر زامرِ شاہ خُرد
اس نے بادشاہ کے حکم سے موتی توڑ ڈالا

چوں شکست اُو گوہرِ خاص آنزماں
جب اس نے خاص موتی توڑا، اس وقت
زاں امیراں خاست صد بانگ و فغاں
امیروں سے بہت شور اور فریاد بلند ہوئی

کانیچہ بیباکیست واللہ کافر ست
کہ یہ کیا بے باکی ہے، خدا کی قسم کافر ہے
ہر کہ ایں پُر نور گوہر را شکست
جس نے اس منور موتی کو توڑا

---

[1] مرد را۔ شطرنجی کو اسپ سے کوئی محبت نہیں ہوتی وہ تو جیتنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ زحیر۔ پیچش، پیچ و تاب۔ صداع۔ دردِ سر۔ صورت۔ یعنی اسپ۔ معنی۔ یعنی کامیابی۔ ہست۔ معنی کے ادراک کے بھی مراتب مختلف ہیں زاہد کو انجام کا غم رہتا ہے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ عارفاں۔ جو لوگ مکمل ہیں ان کو ابتدا سے ہی انجام کا علم ہو جاتا ہے اور ان کا علم خوف اور امید کو ختم کر دیتا ہے۔

[2] دید۔ عارف جان لیتا ہے جو بویا ہے اس کی پیداوار کیا ہو گی چونکہ اس کو پیشگی ہی علم حاصل ہو گیا ہے لہٰذا انجام کے فکر کا شور و غل ختم ہو گیا ہے۔ بود۔ اس کو بھی انجام کے بارے میں خوف اور امید کی کشمکش تھی لیکن اس پر حقیقت واضح ہو جانے کی وجہ سے اب خوف ختم ہو گیا ہے اور امید باقی رہ گئی ہے۔

[3] خوف۔ اس کے لیے اب خوف ختم ہو گیا اور وہ نور بن کر نورِ مطلق کے تابع ہو گیا۔ ز امتحان۔ ایاز بھی انہی میں سے تھا جن کو انجام کی خبر ہو جاتی ہے لہٰذا وہ بادشاہ کے احکام وغیرہ سے دھوکے میں نہ پڑا۔ گوہر۔ اس نے موتی کو شاہ کے حکم کے مطابق فوراً توڑ ڈالا۔ کانیچہ۔ امیروں نے شور کیا اور ایاز سے کہا کہ یہ کیا بے باکی ہے کہ ایسے عمدہ موتی کو تو نے توڑ ڈالا۔

وان[1] جماعت جملہ از جہل و عمیٰ — در شکستہ دُرِّ امرِ شاہ را
اور اس جماعت نے نادانی اور اندھے پن سے — بادشاہ کے حکم کے موتی کو توڑا تھا
قیمتِ گوہر نتیجہ مہر وُد — برچناں خاطر چرا پوشیدہ شُد
دوستی اور محبت کے نتیجہ کے موتی کی قیمت — ایسی طبیعت پر کیوں پوشیدہ ہوئی؟

تشنیع زدنِ اُمرا بر ایاز کہ چرا شکستی و جواب دادنِ ایاز ایشاں را

امیروں کا ایاز کو ملامت کرنا کہ تو نے کیوں توڑا اور ان کو ایاز کا جواب دینا

گفت ایاز اے مہترانِ نامور — امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر
ایاز نے کہا اے نامور سردارو! — قیمت میں بادشاہ کا حکم بہتر ہے یا موتی
امرِ سُلطاں بہ بُوَد پیشِ شُما — یا کہ ایں نیکو گُہر بہرِ خدا
تمھارے نزدیک بادشاہ کا حکم بہتر ہے — یا یہ اچھا موتی! خدا کے لیے بتاؤ
اے[2] نظر تاں بر گُہر، بر شاہ نے — قبلہ تاں غولست جادہ راہ نے
اے تمھاری نظر موتی پر ہے، شاہ پر نہیں ہے — تمھارا قبلہ چھلاوا ہے سیدھا راستہ نہیں ہے
من ز شہ بر می نگردانم بصر — من چو مشرک روئے نارم در حجر
میں شاہ سے نظر نہیں پھیرتا ہوں — میں مشرک کی طرح پتھر کی جانب رُخ نہیں کرتا ہوں
بے گہر جانے کہ رنگیں سنگِ راہ — برگزیند پس نہد اُو امرِ شاہ
وہ بے گوہر جان جو راستہ کے رنگین پتھر — پسند کرے، وہ شاہ کا حکم پیچھے ڈال دے گی
پُشت[3] سُوئے لُعبتِ گلرنگ کُن — عقل در رنگ آورندہ دنگ کُن
پھول جیسے رنگ کی گڑیا کی جانب پشت کر لے — عقل، رنگ دینے والے میں حیران کر دے
اندر آدر جُو سبو برسنگ زن — آتش اندر بُو و اندر رنگ زن
نہر میں آ جا، ٹھلیا کو پتھر پر مار دے — بُو اور رنگ میں آگ لگا دے
گرنۂ در راہِ دیں از رہزناں — رنگ و بُو مپرست مانند زناں
اگر تو دین کی راہ میں راہزنوں میں سے نہیں ہے — عورتوں کی طرح رنگ و بُو کی پرستش نہ کر
گوہر امرِ شہ بُوَد اے ناکساں — جُملہ بشکستید گوہر را عیاں
اے نالائقو! موتی بادشاہ کا حکم ہوتا ہے — تم سب نے علانیہ موتی کو توڑا
چوں ایاز ایں راز بر صحرا فگند — جُملہ ارکاں خوار گشتند و نژند
جب ایاز نے اس راز کو میدان میں ڈال دیا — سب ارکان خوار اور ذلیل ہو گئے

---

[1] واں جماعت۔ سرداروں کی جماعت اپنے جہل سے یہ نہ سمجھی کہ ایاز نے تو موتی توڑا اور ان لوگوں نے بادشاہ کا حکم توڑا۔ قیمت۔ محبت اور دوستی کے موتی کو انھوں نے اس موتی سے زیادہ قیمتی نہ سمجھا۔ امرِ شہ۔ ایاز نے ان امیروں سے کہا یہ بتاؤ کہ موتی زیادہ قیمتی تھا یا بادشاہ کا حکم!

[2] اے نظر۔ تم لوگوں کا منظور نظر موتی تھا بادشاہ کا حکم نہ تھا۔ تم نے اپنا قبلہ سیدھا راستہ چھوڑ کر چھلاوے کو بنا لیا۔ من زشہ۔ بادشاہ کو چھوڑ کر موتی کی طرف توجہ کرنا محبت کا شرک ہے۔ بے گہر۔ جو شخص راستہ کے رنگین پتھر کو بہتر سمجھے اور شاہ کے حکم کو پس پشت ڈال دے وہ خود بے جوہر ہے۔

[3] پشت۔ مصنوعات سے روگردانی کر کے صانع کی جانب توجہ کرنی چاہیے۔ اندر۔ ظاہر کی طرف رخ کر مظاہر پر اکتفا نہ کر۔ رنگ و بو۔ دنیا کی خوشنمائی راہ کی رکاوٹ ہے۔ گوہر۔ اصل موتی شاہ کا حکم تھا نافرمانی کر کے تم نے اس کو توڑ ڈالا۔ چوں۔ ایاز کی یہ تقریر سن کر سب امیر شرمندہ اور حیران ہو گئے۔

سرفرو انداختند آں سروراں ❊ عذر[1] گویاں گشتہ زاں نسیاں بجاں

اُن سرداروں نے سر نیچے جھکا لیے ❊ (دل و) جان سے اس بھول پر عذر خواہ بن گئے

ازدلِ ہریک دو صد آہ آں زماں ❊ ہمچو دُودے میشُدے تا آسماں

اس وقت سیکڑوں آہیں ہر ایک کے دل سے ❊ دھوئیں کی طرح آسمان تک جاتی تھیں

قصد کردنِ شاہ بقتلِ اُمرا و شفاعت کردنِ ایاز پیشِ

بادشاہ کا امیروں کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا اور تخت کے سامنے ایاز کا سفارش

تخت کہ اَلْعَفْوُ اَوْلٰی

کرنا کہ معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے

کرد[2] اشارت شہ بجلّادِ کہن ❊ کہ ز صدرم ایں خساں را پاک کُن

شاہ نے پرانے جلاد کو اشارہ کیا ❊ کہ ان کمینوں کو میرے دربار سے صاف کر دے

ایں خساں چہ لائقِ صدرِ منند ❊ کز پئے سنگ امرِ مارا بشکنند

یہ کمینے کیا میرے دربار کے لائق ہیں؟ ❊ جو پتھر کی خاطر ہمارے حکم کو توڑتے ہیں

امرِ ما پیشِ چنیں اہلِ فساد ❊ بہرِ رنگیں سنگ شُد خوار و کساد

ایسے مفسدوں کے نزدیک ہمارا حکم ❊ رنگین پتھر کی وجہ سے ذلیل اور کھوٹا ہو گیا

پس ایازِ مہرافزا بر جہید ❊ پیشِ تختِ آں اُلغ سُلطاں دَوِید

پھر محبت بڑھانے والا، ایاز اُٹھا ❊ سلطانِ اعظم کے تخت کے سامنے دوڑ کر گیا

سجدۂ کردو گلوئ خود گرفت ❊ کاے قبادے کز تو چرخ آرد شگفت

سجدہ کیا اور اپنا گلا پکڑا ❊ کہ اے شاہ! کہ تجھ سے آسمان تعجب میں ہے

اے[3] ہُمائی کہ ہمایاں، فرّخی ❊ از تو دارند و سخاوت ہر سخی

اے ہُما! کہ سب ہما برکت ❊ اور تمام سخی سخاوت، تجھ سے حاصل کرتے ہیں

اے کریمے کہ کرمہائے جہاں ❊ محو گردد پیشِ ایثارت نہاں

اے وہ کریم! کہ جہان نے کرم ❊ تیرے مخفی ایثار کے آگے محو ہو جاتے ہیں

اے لطیفے کہ گُلِ سُرخت چو دید ❊ از خجالت پیرہن را بر درید

اے وہ صاحب لطف کہ جب گلِ سُرخ نے تجھے دیکھا ❊ شرمندگی سے لباس چاک کر ڈالا

از غفوریِ تو غفراں چشم سیر ❊ رُوبہاں برشیر از عفوِ توچیر

تیری مغفرت سے، مغفرت سیر چشم ہے ❊ تیری معافی سے، لومڑیاں شیر پر غالب ہیں

---

[1] عذر۔ معذرت کرنے لگے کہ ہم سے بھول ہوگئی اور ہر ایک آہیں بھرنے لگا۔

[2] کرد۔ شاہ نے ان سرداروں کی نافرمانی پر انکو قتل کا حکم دے دیا اور کہا کہ یہ کمینے میری مجلس کے لائق نہیں ہیں ان سے مجلس کو پاک کر دینا چاہیے انھوں نے ایک پتھر کی خاطر حکم عدولی کی اسپر ایاز شاہی تخت کیطرف دوڑا اور اسکے سامنے سجدہ کر کے سفارش کرنے لگا۔ قباد۔ نوشیرواں کے باپ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہہ دیا جاتا ہے۔

[3] اے ہمای۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا آپ ہُما ہیں دنیا کے جس قدر ہما ہیں اُن میں آپ کی وجہ سے برکت آئی ہے۔ آپ ایسے کریم ہیں کہ دنیا کے کریموں نے آپ سے کرم حاصل کیا ہے آپ اس قدر حسین ہیں کہ گلاب نے شرمندگی سے اپنا لباس چاک کر لیا ہے آپ کا عفو اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ مغفرت آپ سے سیر چشم ہو رہی ہے اور لومڑیاں آپ کے عفو کی بنیاد پر شیروں پر غالب ہیں۔

جز کہ¹ عفوِ تو کرا دارد سند
تیری معافی کے سوا کس پر سہارا رکھتا ہے؟
ہر کہ با امرِ تو بیباکی کند
جو شخص تیرے حکم پر بیباکی کرے

غفلت و گستاخیِ ایں مجرماں
ان خطاداروں کی غفلت اور گستاخی
از وفورِ عفوِ تست اے عفوراں
اے معافی دینوالے! تیری معافی کی کثرت کی وجہ سے ہے

دائماً غفلت ز گستاخی دمد
غفلت، ہمیشہ گستاخی سے پیدا ہوتی ہے
کہ برد تعظیم از دیدہ رمد
کیونکہ آنکھیں دکھنا آنکھوں سے تعظیم کو ختم کر دیتا ہے

غفلت و نسیانِ بد آموختہ
سیکھی ہوئی بری غفلت اور بھول
ز آتشِ تعظیم گردد سوختہ
تعظیم کی آگ سے جل جاتی ہے

ہیبتش بیداری و فطنت دہد
اس کی ہیبت بیداری اور سمجھ عطا کرتی ہے
سہو و نسیاں از دلش بیروں جہد
بھول اور نسیان اس کے دل سے نکل جاتا ہے

وقتِ² غارت خواب ناید خلق را
لوٹ کے وقت لوگوں کو نیند نہیں آتی ہے
تا نبر باید کسے زو دلق را
تا کہ کوئی اس کی گدڑی نہ لے اڑے

خواب چوں در میرمد از بیمِ دلق
جب گدڑی کے ڈر سے نیند بھاگ جاتی ہے
خواب و نسیاں کے بود با بیمِ حلق
گلے کے ڈر سے نیند اور بھول کب ہوتی ہے؟

لَا تُوَاخِذْ اِنْ نَّسِيْنَا شد گواہ
"اگر ہم بھول گئے تو تو پکڑ نہ کر" گواہ ہے
کہ بود نسیاں بوجہے ہم گناہ
کہ بھول بھی ایک طرح سے گناہ ہے

زانکہ استکمالِ تعظیم او نہ کرد
کیونکہ اس نے تعظیم کی تکمیل نہ کی
ورنہ نسیاں درنیاوردے نبرد
ورنہ بھول، مصیبت نہ لاتی

گرچہ نسیاں لابدو ناچار بود
اگرچہ بھول ضروری اور لاعلاج ہے
در سبب ورزیدن او مختار بود
(لیکن) سبب اختیار کرنے میں وہ صاحب اختیار ہے

چوں³ تہاون کرد در تعظیمہا
جب اس نے عظمتوں میں سستی برتی
تا کہ نسیاں زاد یا سہو و خطا
یہاں تک کہ سہو اور غلطی سے نسیان پیدا ہوا

ہمچو مستے کو جنایتہا کند
اس مست کی طرح جو ظلم کرے
گوید او معذور بودم من زخود
اور کہے، میں اپنے بارے میں معذور تھا

¹ ہجو۔ جو شخص آپکی حکم عدولی کرتا ہے وہ آپکے عفو کا سہارا لیکر آتا ہے۔ غفلت۔ آقا کی رحمدلی اور عفو کی صفت غلاموں کو گستاخ اور غافل بنا دیتی ہے، جب انسان کی آنکھیں دکھ رہی ہوں تو وہ تعظیم سے غافل ہو جاتا ہے۔ ہیبتش۔ آقا کی ہیبت اور خوف غلاموں میں بیداری پیدا کر دیتا ہے اور بھول ختم کر دیتا ہے۔

² وقتِ غارت۔ جب غنیم لوٹ رہا ہو تو کوئی نہیں سو سکتا اس لیے ہر شخص اپنی گدڑی بچانے کی فکر کرنے لگتا ہے یہ تو گدڑی کا ڈر تھا اب اگر جان کا ڈر ہو تو پھر نیند کیسے آ سکتی ہے۔ لاتواخذ۔ قرآن پاک میں ہے "اللہ ہماری بھول پر ہماری گرفت نہ کر" اس سے معلوم ہوا کہ بھول بھی گناہ ہے ورنہ گرفت نہ کرنے کی دعا کیوں سکھائی جاتی۔ زانکہ۔ وہ بھول جو بے پروائی سے ہو مؤاخذہ کے قابل ہے البتہ اگر یاد کرنے کی ساری تدبیریں کر لی ہوں اور پھر بھول ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہے اس لیے کہ پہلی صورت میں اس نے وہ اسباب نہ اختیار کیے جو وہ کر سکتا تھا۔

³ چوں تہاون۔ جب یاد رکھنے کے ذرائع اور اسباب کو ترک کرتا ہے اور اس سے بھول سرزد ہوتی ہے تو مؤاخذہ ہوتا ہے۔ ہمچو۔ جو شخص بھول کے اسباب اختیار کرے اور پھر بھول کو عذر بنائے اس کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو شراب میں مست ہو کر جرم کرے اور پھر کہے کہ میں بیخود تھا لہٰذا معذور ہوں حاکم اس سے یہی کہے گا بدبخت بیخودی کا سبب تو نے اختیار کیا تھا تو نے خود اپنا اختیار ختم کیا تھا لہٰذا تو معذور نہیں ہے۔

گویدش لیکن سبب اے زشت کار — از تو بُد در رفتنِ آں اختیار

اس کو (حاکم) کہے گا، اے بدکار! لیکن سبب — تیری جانب سے تھا اس اختیار کے چلے جانے میں

بیخودی نامد بخودتش خواندی — اختیارت خود نشدتش راندی

بے خودی خود نہیں آئی تو نے خود اس کو بلایا — تیرا اختیار خود ختم نہ ہوا تو نے اس کو بھگایا

گر[1] رسیدے مستیِ بے جہدِ تو — حفظ کردے ساقیِ جاں عہدِ تو

اگر تیری کوشش کے بغیر مستی پیدا ہو جاتی — تو روح کا ساقی تیرے عہد کی حفاظت کرتا

پُشت دارت اُو بُدے، عُذر خواہ — من غلامِ زلّتِ مستِ اِلٰہ

وہ تیرا عذر خواہ ہوتا (اور) مددگار ہوتا — میں خدائی مست کی لغزش کا غلام ہوں

عفوہائے جملہ عالم ذرّہٴ — عکسِ عفوت اے ز تو ہر بہرہٴ

تمام جہان کی معافیاں ایک ذرہ ہیں — اے وہ ذات! کہ ہر حصہ تیری معافی کا عکس ہے

عفوہا گفتہ ثنایِ عفوِ تو — نیست کفوش اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا

تمام معافیوں نے تیری معافی کی تعریف کی ہے — اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اے لوگو! ڈرو

جانِ شاں بخش وز خود شاں ہم مراں — کامِ شیرینِ تُو انداے کامراں

اس کی جان بخش دے اور اپنے آپ سے ان کو علیحدہ نہ کر — اے مُراد مند! وہ تیرے شیریں مقاصد ہیں

رحم[2] کُن بروئے کہ رُوئے تو بدید — فرقتِ تلخِ تو چوں خواہد چشید

اس پر رحم کر جس نے تیرا دیدار کر لیا ہے — وہ تیری جدائی کی تلخی کیسے چکھے گا؟

از فراق و ہجر میگوئی سخن — ہرچہ خواہی کُن و لیکن ایں مکن

تو فراق اور جدائی کی بات کرتا ہے — جو چاہے کر، لیکن یہ نہ کر

در جہاں نبُود بتر از ہجرِ یار — ایں سخن از عاشقِ خود گوشدار

دنیا میں دوست کی جدائی سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے — اپنے عاشق کی یہ بات یاد رکھ

صد ہزاراں مرگِ تلخِ شصت[3] تو — نیست مانندِ فراقِ شستِ تُو

بیاٹھ درجے کی لاکھوں کڑوی موتیں — تیرے حلقہ (زلف) سے فراق کے مانند نہیں ہیں

تلخیِ ہجر از ذکور و از اناث — دور دار اے مجرماں را مستغاث

مردوں اور عورتوں سے جدائی کی تلخی کو — دور رکھ اے خطا کاروں کے فریاد رس!

بر اُمیدِ وصلِ تو مُردن خوش ست — تلخیِ ہجرِ تو فوقِ آتش ست

تیرے وصل کی اُمید پر مرنا بھلا ہے — تیری جدائی کی تلخی آگ سے زیادہ ہے

---

1. گر رسیدے۔ اگر تو اپنے طور پر مست نہ ہوا ہوتا تو اللہ تعالیٰ تیری پشت پناہی کرتا اور تیرا عذر خواہ ہوتا ایسے خدائی مست کی لغزش کے تو ہم غلام ہیں۔ عفوہائی۔ ایاز نے کہا اے شاہ آپ کے عفو کے مقابلہ میں تمام جہاں کی معافیاں ذرہ ہیں اور دنیا کی سب معافیاں تیرے عفو کی ثنا گو ہیں، اے انسانو! اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اس کا ہمسر قرار دینے سے بچتے رہو۔ جانِ شاں۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا ان کی جان بخشی کر دیجئے اور ان کو اپنے سے جدا نہ کیجئے آپ کے مقاصد بڑے شیریں ہیں۔

2. رحم کن۔ جس نے ایک بار بھی تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے وہ جدائی کی تلخی کیسے برداشت کرے گا اس پر رحم کر دیجئے آپ ہجر و فراق کی بات کر رہے ہیں ان کے ساتھ یہ نہ کیجئے اور جو چاہے کر دیجئے عاشق کے لیے یار کی جدائی سے بدتر کوئی سزا نہیں ہے۔

3. شصت۔ ہم نے عذر کے معنی میں لیا ہے اس صورت میں اس کا املا شصت ہونا چاہیے مصرع اول میں تو بمعنی درجہ ہے دوسرے مصرع میں شست سے مراد زلف کا حلقہ لیا جائے۔ تلخی۔ آپ خطا کاروں کے فریاد رس ہیں کسی شخص کو بھی فراق کی سزا نہ دیں یہ ایاز کا شاہ کے لیے مقولہ ہے۔ بر امید۔ وصل کی امید میں جان دے دینا فراق کی زندگی سے بہتر ہے۔

گبر[1] میگوید میانِ آں سَقَر چہ غمم بُودے گرم کردے نظر

دوزخ کے درمیان کافر کہہ رہا ہے اگر وہ مجھ پر نظر کر لیتا، مجھے کیا غم ہوتا

کاں نظر شیریں کُنندہ رنجہا ست ساحراں را خونبہائے دست و پاست

کیونکہ وہ نظر غموں کو شیریں بنا دینے والی ہے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کا خونبہا ہے

تفسیر گفتنِ ساحراں فرعون را در وقتِ سیاست کہ لَا ضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ

سزا کے وقت فرعون سے ساحروں کے "کوئی نقصان نہیں بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں" کہنے کی تفسیر

نعرۂ لَا ضَيْرَ بشنید آسماں چرخ گوئے شد پئے آں صولجاں

آسمان نے "کوئی ضرر نہیں" کا نعرہ سنا اس بلّے کے لیے آسمان گیند بن گیا

ضربتِ[2] فرعون مارا نیست ضیر لُطفِ حق غالب بُود بر قہرِ غیر

فرعون کی سزا ہمارے لیے نقصان نہیں ہے دوسرے کے قہر پر اللہ (تعالیٰ) کا کرم غالب ہے

گر بدانی سرِّ مارا اے مُضِل میرہانی ماں زرنج اے کوردل

اے گمراہ کرنے والے! اگر تو ہمارا راز جان لے اے دل کے اندھے! ہمیں تکلیف سے نجات دے دیتا

ہیں بیا ایں سُو ببیں کایں ارغنون میزند یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْن

خبردار! ادھر آ دیکھ یہ باجا "کاش میری قوم جان لیتی" بجا رہا ہے

داد مارا فضلِ حق فرعونیے[3] نے چنیں فرعونیے بے عونیے

اللہ (تعالیٰ) کے فضل نے ہمیں فرعونی عطا کر دی ہے وہ فرعونی نہیں، جو بغیر مدد (خداوندی) کے ہو

سر بر آور مُلک بیں زندہ و جلیل اے شُدہ غرّہ بمصر و رودِ نیل

سر اُٹھا، زندہ اور عالیشان سلطنت کو دیکھ اے، مصر اور دریائے نیل پر مغرور

گر تو ترکِ ایں نجس خرقہ کُنی نیل را در نیلِ جاں غرقہ کُنی

اگر تو اس ناپاک چیتھڑے کو چھوڑ دے تو نیل کو، جان کے نیل میں ڈبو دے

ہیں بدار از مصر اے فرعون دست درمیانِ مصر جاں صد مصر ہست

خبردار! اے فرعون! مصر سے ہاتھ اٹھا لے جان کے مصر میں سیکڑوں مصر ہیں

---

[1] گبر۔ کافر بھی جہنم میں یہ کہے گا کہ آپ کی نظر کرم ہو تو جہنم بھی گوارا ہے۔ ساحراں۔ آپ کی نظر کرم نے فرعون کے جادوگروں کے لیے ہاتھ پاؤں کٹوا دینا آسان کر دیا اور انھوں نے آپ کی شیریں نظر کو اپنے ہاتھ پاؤں کے خون کا بدلہ سمجھا۔ تفسیر۔ جب فرعون نے ساحروں کو قتل کرنے کی دھمکی دی تو انھوں نے کہا ہاتھ پاؤں کٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ چرخ۔ اس نعرہ سے آسمان بھی رقص کرنے لگا۔

[2] ضربت۔ مار۔ گر بدانی۔ اگر تو ہمارے اس جذبہ کو سمجھ جاتا تو ہمیں تکلیف نہ دیتا۔ ہیں۔ انطاکیہ والوں نے، جب حبیب نجار حضرت عیسیٰ کے حواری کو شہید کیا تو انھوں نے فرمایا کاش میری قوم یہ بات جان لیتی کہ میرے رب نے میری مغفرت فرما دی اور مجھے معزز بنا دیا۔ ارغنون۔ مشہور باجا ہے جسکو افلاطون نے ایجاد کیا تھا۔

[3] فرعونیے۔ یعنی شہنشاہی۔ نے چنیں۔ وہ شہنشاہی فرعون کی سی شاہی نہیں ہے۔ سر بر آور۔ ان جادوگروں نے کہا تھا کہ خواب غفلت سے سر ابھار اور ہماری پائندہ اور عظیم سلطنت کو دیکھ لے مصر اور نیل کی سلطنت پر غرور نہ کر۔ گر تو۔ اگر تو اس حقیر سلطنت کو ٹھکرا دے گا تو تیری روح میں اس قدر وسعت پیدا ہو جائے گی کہ یہ دریائے نیل اس میں غرق ہو جائے گا۔ ہیں بدار۔ ساحروں نے فرعون سے کہا کہ اس مصر کی حکومت سے دست کش ہو جا پھر روحانی دنیا کے سیکڑوں مصر ہاتھ آ جائیں گے۔

توؔ[1] اَنَارَبّ را ہمی گوئی بعام   غافل از ماہیتِ ایں ہر دو نام
تو عوام سے ''میں خدا ہوں'' کہتا ہے   (حالانکہ) تو ان دونوں ناموں کی ماہیت سے غافل ہے

رب بر مربوب کے لرزاں بود   کے اَنَا داں بندِ جسم و جاں بُود
پروردگار زیرِ پرورش سے کب لرزتا ہے؟   ''انا'' کو جاننے والا جسم اور جان کا پابند کب ہوتا ہے؟

ہِنک انا ما ئیم رَستہ از انا   از اَنائے پُر بلائے پُر عنا
دیکھ! ''انا'' ہم ہیں ''انا'' سے چھوٹے ہوئے   اس ''انا'' سے جو مصیبت (اور) مشقت سے پُر ہے

آںؔ[2] انائے بر تُو اے سگ شُوم بُود   در حقِ مادولتِ محتوم بُود
اے کتے! وہ ''انا'' تیرے لیے منحوس تھی   ہمارے حق میں یقینی دولت تھی

گر نبودَت ایں انائے کینہ کش   کے زدے برما چنیں اقبال خوش
اگر یہ کینہ نکالنے والا ''انا'' تیرے اندر نہ ہوتا   تو ایسا اچھا نصیبہ ہمیں کب حاصل ہوتا؟

شکر آں کزدارِ فانی میرہیم   برسرِ ایں دار پندت میدہیم
اس کا شکر ہے کہ ہم دارِ فانی سے چھوٹ رہے ہیں   اس سولی پر ہم تجھے نصیحت کر رہے ہیں

دارِ قتلِ ما براقِ رحلت ست   دارِ ملک تو غرور و غفلت ست
ہمارے قتل کی سولی، سفر کا براق ہے   تیرا دارالسلطنت، غرور اور غفلت ہے

ایںؔ[3] حیاتِ خفیہ در نقشِ ممات   واں مماتِ خفیہ در قشرِ حیات
یہ خفیہ زندگی ہے، جو موت کی صورت میں ہے   وہ خفیہ موت ہے جو زندگی کے چھلکے میں ہے

می نماید نور نار و نار نُور   ورنہ دنیا کے بُدے دارُالغرُور
نور، آگ اور آگ نور، نظر آتی ہے   ورنہ دنیا دارالغرور کب ہوتی؟

ہیں مکُن تعجیل اوّل نیست شَو   چوں غروب آری برار از شرق ضو
خبردار! جلدی نہ کر پہلے نیست بن   جب تو غروب کر گیا مشرق سے روشنی لا

آں اَنائے در ازل دل تنگ شُد   زیں اِنَا جاں بیخود و دل دنگ شُد
وہ ''انا'' ازل میں دل تنگ ہے   اس ''انا'' سے جان بیخود اور دل حیران ہو گیا

آں انائے سرد گشت و تنگ شد   ایں انا خم دادہ ہمچو چنگ شد
وہ ''انا'' سرد اور تنگ ہے   یہ مست ''انا'' چنگ کی طرح ہے

---

[1] توانا۔ فرعون قوم سے کہتا تھا کہ میں تمھارا رب ہوں ساحروں نے کہا تو انا اور رب دونوں کی حقیقت سے بے بہرہ ہے انا وہ ہے جو فنا کے بعد حاصل ہوتا اس سے ناواقف ہے۔ رب۔ تو رب کی حقیقت سے بھی ناواقف ہے جو اپنی رعایا کے بگڑ جانے سے خوفزدہ ہو وہ رب کیسے ہوسکتا ہے۔ انا ما ئیم۔ اصل انانیت تو جب حاصل ہوتی ہے جب انسان اپنی انانیت اور خودی کو چھوڑ چکے جو مصیبت اور مشقت سے پُر ہے۔

[2] آں انا۔ تیری انانیت خودی لیے ہوئے ہے تو منحوس ہے، ہم فنا کا درجہ حاصل کر چکے ہیں لہٰذا ہماری انانیت ایک دولت ہے۔ گر نبودت۔ تیری انانیت ہماری خوش بختی کا سبب بن گئی ہے۔ شکر۔ تیری انانیت نے ہمیں اس فانی دنیا سے نجات دے دی ہے اب ہم سولی پر چڑھ کر تجھے نصیحت کر رہے ہیں۔ دار۔ یہ سولی ہمارے لیے قربِ خداوندی کا براق بن گئی ہے۔

[3] ایں۔ یعنی براقِ رحلت، حیات بصورت ممات ہے۔ واں۔ تیرا دارالملک موت بصورت حیات ہے۔ دارالغرور۔ دھوکے کا گھر دنیا کو اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حقائق بالعکس نظر آتے ہیں۔ ہیں۔ پہلے فنا حاصل کر پھر غروب کے بعد منور طلوع ہوگا۔ آں انائے۔ اوصافِ بشری فنا کرنے سے پہلے انا کہنا ازل سے مردود ہے۔ زیں انا۔ فنا کے بعد انا کہنا محمود ہے۔ چنگ۔ ایک باجا ہے جس کی آواز خوش کن ہے۔

زاں[1] اَنائے بے اَنا خوش گشت جاں — شد جہانِ اُو از انائے ایں جہاں
اس بے ''انا'' کے ''انا'' کہنے سے جان خوش ہو گئی — وہ اس جہاں سے کود جانے والی ہو گئی

از انا چوں رَست اکنوں شد اَنا — آفرینہا بر انائے بے عنا
جب ''انا'' سے چھوٹ گئی اب ''انا'' ہو گئی — بے مشقت کی ''انا'' کو شاباش ہے

اُو گریزان و انائے درپیش — می دود چوں دید وے را بے ویش
وہ بھاگ رہا ہے اور ''انا'' اس کے درپے ہے — وہ ''انا'' دوڑتی ہے جب وہ اس کو اپنے بغیر دیکھتی ہے

طالبِ اُوئی نگردد طالبت — چوں بمُردی طالبت شُد مطلبت
تو اس کا طلبگار ہے، وہ تیری طلبگار نہ بنے گی — جب تو مر گیا تیرا مطلوب تیرا طالب بن گیا

زندۂ[2] کے مُردہ شو شوید تُرا — طالبی کے مطلبت جوید تُرا
تو زندہ ہے، مردے کو نہلانے والا تجھے کب نہلائے گا؟ — تو طلبگار ہے، مطلوب تجھے کب ڈھونڈے گا؟

اندریں بحث ار خِرد رہ بیں بُدے — فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے
اس بحث میں اگر عقل راستہ دیکھنے والی ہوتی — (تو) فخر (الدین) رازی دین کے راز دار ہوتے

لیک چوں مَن لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدرِ بود — عقل و تخیلاتِ اُو حیرت فزود
لیکن چونکہ ''جس نے نہ چکھا اس نے نہ جانا'' ہے — ان کی عقل اور تخیلات نے حیرت میں اضافہ کر دیا

کے شود کشف از تفکّر ایں انا — ایں انا مکشوف شُد بعد الفنا
غور کرنے سے یہ ''انا'' کب کھلتی ہے — یہ ''انا'' فنا کے بعد کھلی ہے

می فتد ایں عقلہا در[3] اِفتقاد — در مغاکِ و حلول و اتحاد
جستجو میں یہ عقلیں جا گرتی ہیں — گڑھے اور حلول و اتحاد میں

اے ایاز گشتہ فانی ز اقتراب — ہمچو اختر در شعاعِ آفتاب
اے ایاز! تو قُرب میں فانی بن گیا ہے — جیسا کہ ستارہ سورج کی شعاع میں

بلکہ چوں نُطفہ مبدّل تو بتَن — نز حلول و اتحادِ مفتتن
بلکہ جیسا کہ تیرا نطفہ جسم میں تبدیل ہوا — نہ کہ حلول اور پُر فتنہ اتحاد سے

[1] زاں۔ جس انا میں بشری انانیت نہ ہو اس سے روح خوش ہوتی ہے اور انسان اس انا کے ذریعہ اس دنیا کی انا سے نجات پا جاتا ہے، پہلے مصرع کے شروع میں جہاں جہندہ کے معنی میں ہے دوسرا جہاں دنیا کے معنی میں ہے۔ از انا۔ جب انسان بشری انانیت سے چھوٹ جاتا ہے تو حقیقی انا اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔ او گریزاں۔ فانی حقیقت کے لیے گریزاں ہے اور بقا اس کے درپے ہے اور اس مظہر میں صفات الٰہی اپنا ظہور چاہتے ہیں اور جب تک انسان اپنی انا کا طالب ہے فنائے حقیقی اس کو حاصل نہ ہو گی جب اپنی صفات بشری سے مردہ ہو جائے گا تو فنا خود اس کی طالب بن جائے گی۔

[2] زندۂ۔ جب تک انسان اپنی انا سے زندہ ہے تو اس مردے کو نہلانے والا یعنی فنا اس کے ساتھ مصروف عمل نہ ہو گی۔ اندریں۔ اس بحث میں کہ فنا اپنی انا ختم کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے عقل رہنمائی نہیں کرتی ہے ورنہ امام فخر الدین رازی جو دلائل عقلی پر ہر چیز کا مدار رکھتے ہیں دین کے اسرار کے سب سے بڑے عالم ہوتے۔ لیک۔ یہ مسائل ذوقی ہیں جس نے ان کا مزانہ چکھا وہ ان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ان مسائل میں دلائل عقلیہ حیرت میں اور اضافہ کر دیتے ہیں۔ ایں انا۔ حقیقی انا کا علم فنا کے بعد واضح ہوتا ہے۔

[3] در افتقاد۔ اگر محض عقل کے ذریعہ ان مسائل کو حل کیا جائے گا تو انسان حلول اور اتحاد جیسے عقیدوں میں مبتلا ہو جائے گا یعنی یہ سمجھ جائیگا کہ بقا بعد فنا جس میں ایک انسان وجود عبد کے بغیر صفات رب کے ساتھ متصف ہوتا ہے حلول کی صورت میں ہے یعنی حضرت حق تعالیٰ وجود عبد کو اپنا محل بنا لیتے ہیں یا عبد اور رب میں اتحاد ہو جانے کی صورت سے ہے۔ اے ایاز۔ بقا اور فنا کی صحیح مثال اگر ہے تو یہ ہے کہ جس طرح ستارہ شعاع شمس میں گم ہو جاتا ہے اسی طرح عبد حادث، اپنے آپ کو رب قدیم میں گم کر دیتا ہے یہ تو صفات کی تبدیلی کی مثال ہے یا یہ سمجھو۔ نطفہ منی جسم انسانی میں تبدیل ہو جاتا ہے، یہ تبدیلی ذاتی کی مثال ہے۔

عفو کُن اے عفو در صندوقِ تو سابقِ لُطفی ہمہ مسبُوقِ تُو

معاف کر دے، اے وہ کہ معافی تیرے صندوق میں ہے! تو مہربانی میں سابق ہے سب تیرے پیچھے ہیں

مجرم داشتنِ ایاز خود را دریں شفاعت گری و عُذرِ ایں جُرم

اس سفارش کرنے میں ایاز کا اپنے آپ کو مجرم سمجھنا اور اس خطا کی معافی

خواستن[1] و دراں عذر گوئی ہم خود را مجرم داشتن و ایں شکستگی

چاہنا اور اس عذر گوئی میں بھی اپنے آپ کو مجرم قرار دینا اور یہ کسر نفسی

از شناخت و عظمت شاہ خیزد و اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَخْشَاكُمْ

شاہ کی عظمت اور پہچان سے پیدا ہوتی ہے ''اور میں تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور تم سے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کو جاننے والے ڈرتے ہیں

مَن کہ باشم کہ بگویم عفو کُن اے تو سلطان و خلاصۂ امرِ کُن

میں کون ہوتا ہوں جو کہوں کہ معاف کر دیجئے؟ اے وہ کہ آپ بادشاہ اور ''کُن'' کے امر کے خلاصہ ہیں

مَن کہ باشم کہ بُوَم مَن بامنت اے گرفتہ جملہ مَنہا دامنت

میں کون ہوتا ہوں کہ میں تیری ہستی کے سامنے موجود رہوں؟ اے وہ کہ تمام ہستیوں نے تیرا دامن تھاما ہے

مَن کے[2] آرم رحم خِلم آلود را رہ نمایم عِلم خِلم اندود را

میں غضب آلود رحم کب کر سکتا ہوں؟ میں تو حلم سے بھرے ہوئے علم کی رہنمائی کرتا ہوں

صد ہزاراں صفع را ارزانیم گر زبونِ صفعہا گردانیم

میں لاکھوں طمانچوں کے لائق ہوں اگر آپ مجھے طمانچوں کا مغلوب بنا لیں

مَن کِیَم تا پیشت اعلامے کنم یا کہ وا یادت دہم شرطِ کرم

میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟ یا کہ آپ کو کرم کی شرط یاد دلاؤں

آنچہ معلوم تُو نبُود چیست آں وآنچہ یادت نیست کو اندر جہاں

جو تجھے معلوم نہیں وہ کیا ہے؟ جو تجھے یاد نہیں وہ جہاں میں کہاں ہے؟

اے[3] تو پاک از جہل و عِلمت پاک ازاں کہ فراموشی کُند ویرانہاں

اے وہ کہ تو نادانی سے پاک ہے اور تیرا علم اس سے پاک ہے کہ بھول اس کو چھپا دے

ہیچکس را تو کسے انگاشتی ہمچو خورشیدش بنُور افراشتی

تو نے ناچیز کو چیز ٹھہرایا تو نے اس کو سورج کی طرح نور سے بلند کر دیا

---

[1] خواستین۔ ایاز نے اس سفارش کے بارے میں بھی اپنے آپ کو قصوروار سمجھا اور عذر خواہی کرنے لگا اور یہ صورت جب پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان شاہ کی عظمت کو سمجھ چکا ہو چنانچہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں خدا کو تم سے زیادہ جانتا ہوں اور خدا سے تم سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ کے جاننے والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ من کہ باشم۔ میرا تیرے سامنے سفارش کرنا اپنی ہستی کا اقرار کرنا ہے جو غیر مناسب ہے۔

[2] من۔ میرے رحم میں تو خلوص نہیں ہے میں تو صرف آپ کے علم کی رہنمائی کر رہا ہوں۔ صد ہزاراں۔ اگر تو مجھے سزا دینا پسند کرے تو میں لاکھوں طمانچوں کا مستحق ہوں، سفارش کرنا میری گستاخی ہے۔ من کیم ہیں۔ کون ہوتا ہوں کہ آپ کو بتاؤں اور کرم کی شرط یاد دلاؤں جب کہ آپ کو ہر چیز معلوم ہے اور ہر بات یاد ہے۔

[3] اے تو پاک۔ آپ خود جہل سے پاک ہیں اور کوئی بھول کسی چیز کو آپ سے پوشیدہ نہیں کر سکتی ہے۔ ہیچکس۔ آپ نے معافی کا اختیار مجھے دے کر مجھے کسی قابل بنا دیا اب جبکہ آپ نے مجھے کسی قابل بنا دیا ہے تو کرم کر کے میری خوشامد کو بھی سن لیجئے۔

چوں گسم کردی اگر لابہ کنم | مستمع شو لابہ ام را از کرم
جب تو نے مجھے کچھ بنا دیا، اگر میں عاجزی کروں | تو کرم کر کے میری خوشامد کو سن لے

زانکہ[1] از نقشم چو بیروں بُردۀ | آں شفاعت ہم تو خود را کردۀ
اس لیے کہ جب تو نے مجھے ہستی سے باہر نکال دیا ہے | تو وہ سفارش بھی تو نے خود ہی سے کی ہے

چوں زرختِ من تہی گشت ایں وطن | تَرّ و خشکِ خانہ نبُود آنِ من
جب یہ وطن میرے سامان سے خالی ہو گیا | تو گھر کا تر اور خشک میرا نہیں ہے

ہم دُعا از من رواں کردی چو آب | ہم ثُباتش بخش و گرداں مستجاب
تو نے ہی دعا مجھ میں سے پانی کی طرح جاری کر دی | تو ہی اس کو جماؤ عطا کر اور قبول فرما

ہم تو بُودی اوّل آرندہ دُعا | ہم تو باش آخر اجابت را رجا
تو ہی ابتداءً مجھ سے دعا کرانے والا ہے | تو ہی اخیر میں قبولیت کی امید بن

تازنم من لاف کاں شاہِ جہاں | بہرِ بندہ عفو کرد از مجرماں
تاکہ میں شیخی بگھار سکوں کہ اس شاہجہاں نے | ان خطا کاروں کو غلام کی خاطر معاف کر دیا

درد[2] بُودم سَر بسَر من خود پسند | کرد شاہم داروِی ہر دردمند
میں متکبر سراسر درد تھا | شاہ نے مجھے ہر دردمند کی دوا بنا دیا

دوزخے بُودم پُر از شور و شرے | کرد دستِ فضلِ اُویم کوثرے
میں شور و شر سے پُر، ایک دوزخ تھا | اسکی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے کوثر بنا دیا

ہر کہ را سوزید دوزخ در قوَد | من برُویانم دگر بار از جسَد
جس شخص کو دوزخ نے سزا میں جلا دیا ہے | میں اس کے جسم کو دوبارہ اُگا دیتا ہوں

کارِ کوثر چیست کہ ہر سوختہ | گردد از وے نابِت و اندوختہ
کوثر کا کام کیا ہے؟ یعنی ہر جلا ہوا | اس سے اُگ جانے والا اور مجتمع ہو جائے

قطرہ[3] قطرہ اُو منادیِ کرم | کانچہ دوزخ سوخت من باز آورم
اس کا قطرہ قطرہ کرم کا منادی ہے | کہ جو دوزخ نے جلایا ہے میں لوٹا دوں گا

ہمچو مرہم برسرِ زخمِ عفن | یُنْبِتُ لَحْمًا جَدِیْدًا خَالِصًا
جس طرح سڑے ہوئے زخم پر مرہم | خالص نیا گوشت اُگا دیتا ہے

ہست دوزخ ہمچو سرمائے خزاں | ہست کوثر چوں بہار و گلستاں
دوزخ جاڑوں کی خزاں کی طرح ہے | کوثر بہار اور چمن کی طرح ہے

[1] زانکہ۔اب میں، میں نہیں ہوں لہٰذا میری یہ سفارش میری نہیں ہے آپ کی ہے۔ چوں۔ جبکہ میرے پاس اپنا کچھ نہیں ہے تو گھر میں جو کچھ ہے میری ملکیت نہیں ہے تو نے ہی مجھے سفارش کی توفیق دی ہے اب تو ہی اس کو قبول فرمالے۔ ہم تو۔ دعا کرنے والا تو ہی ہے تو تجھی سے قبول کر لینے کی امید وابستہ ہے۔ تازنم۔ جبکہ میرا کوئی حصہ نہیں تو مجھے تو خواہ مخواہ کا فخر ہوگا کہ بادشاہ نے میری سفارش پر خطا کاروں کو معاف کیا ہے۔

[2] درد۔ میں تو خود مرض تھا شاہ نے مجھے دوا بنا دیا۔ میں دوزخ تھا جو دوسروں کو جلاتی ہے اس شاہ کے فضل نے مجھے کوثر بنا دیا جو جلے ہوؤں کو زندگی بخش دیتی ہے۔ ہر کہ۔ اب چونکہ میں کوثر ہوں دوزخ نے سزا میں جن کا جسم جلا کر خاکستر کر دیا ہے اُن کو دوبارہ جسم دے دیتا ہوں۔ نابت۔ اگنے والا۔ اندوختہ۔ جمع شدہ۔

[3] قطرہ۔ کوثر کا ایک ایک قطرہ پکار کر کہتا ہے کہ میرے قریب آ جاؤ میں جلے ہوئے کو دوبارہ جسم عطا کروں گا میری مثال مرہم کی سی ہے جو سڑے ہوئے زخم پر دوبارہ عمدہ گوشت پیدا کر دیتا ہے۔ دوزخ۔ دوزخ موسم خزاں کیطرح اور کوثر موسم بہار کیطرح ہے دوزخ موت ہے کوثر نفخ صور ہے جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔

ہست دوزخ ہمچو مرگ و چوں فنا
دوزخ، موت اور فنا کی طرح ہے
ہست دوزخ ہمچو مرگ و خاکِ گور
دوزخ، موت اور قبر کی مٹی کی طرح ہے
اے[1] ز دوزخ سوختہ اجسام تاں
اے وہ کہ تمھارے جسم دوزخ سے جل چکے ہیں
چوں خَلَقْتُ الْخَلْقَ کے یَربَح عَلَی
جبکہ میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ مجھ سے نفع اٹھائے
لَا لِاَنْ اَرْبَحْ عَلَیْھِمْ جُودِ تُست
"نہ یہ کہ میں اُن سے نفع کماؤں" تیری عطا ہے
عفو کُن زیں ناقصانِ تن پرست
ان ناقص تن پرستوں کو معاف فرما دے
عفوِ[2] خلقاں ہمچو جُوی و ہمچو سیل
مخلوق کی معافی نہر کی طرح اور بہاؤ کی طرح
عفوہا ہر شب ازیں دل پارہا
معافیاں، ہر شب کو ان دل کے ٹکڑوں سے
بازشاں وقتِ سحر پرّاں کُنی
تو اُن کو پھر صبح کے وقت اُڑا دیتا ہے
پر زناں بارِ دگر در وقتِ شام
دوبارہ، شام کے وقت پر پھڑپھڑاتے ہوئے
تاکہ[3] از تن تارِ وصلت بگسلند
یہاں تک کہ وہ جسم سے جوڑ کا تار توڑ دیتی ہیں
پر زناں ایمن زرجع سرنگوں
سرنگوں (جماعت کی) واپسی سے مطمئن ہو کر اڑتی ہیں
بانگ می آید تَعَالَوْا زاں کرم
اس کرم کی جانب سے "آ جاؤ" کی آواز آتی ہے

ہست کوثر نفخِ صُور از کبریا
کوثر، اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے صور کا پھونکنا ہے
ہست کوثر بر مثالِ نفخِ صُور
کوثر، صور پھونکنے کی طرح ہے
سُوئے کوثر میکشد اکرام تاں
(اللہ کا) کرم تمھیں کوثر کی جانب کھینچتا ہے
لُطف تو فرمود اے قَیُّومُ حَیّ
اے حیّ قیوم تو نے مہربانی فرمائی ہے
کہ شود زو جُملہ ناقصہا دُرست
تاکہ اس سے سب ناقص مکمل بن جائیں
عفو از دریائے عفو اولیٰ ترست
معافی کے سمندر کی جانب سے معاف کرنا ہی بہتر ہے
ہم بداں دریائے خود تازند خیل
وہ ہی اپنے دریا کی جانب گھوڑا دوڑاتی ہے
چوں کبوتر سُوئے تو آید شہا
اے شاہ! آپ کی جانب کبوتر کی طرح آتی ہیں
تا بشب محبوسِ ایں ابداں کُنی
رات تک کے لیے ان جسموں میں قید کر دیتا ہے
می پرند از عشق آں ایوان و بام
عشق کی وجہ سے اس محل اور بالا خانے سے پرواز کرتی ہیں
پیشِ تو آیند کز تو مُقبلند
آپ کے پاس آ جاتی ہیں کیونکہ وہ آپکے پاس آنیوالی ہیں
در ہوا کَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
ہوا میں کہ ہم اُسی کی طرف لوٹنے والی ہیں
بعد ازاں رجعت نماند درد و غم
اُس واپسی کے بعد رنج اور غم باقی نہیں رہے گا

[1] اے۔ جو لوگ دوزخ کی آگ سے جل گئے ہیں انکو اللہ کا کرم کوثر کی جانب بلاتا ہے۔ چوں۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے مخلوق اسلیے پیدا کی ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائے نہ کہ اسلیے کہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں۔ کہ شود۔ یہ فرمانِ خداوندی اس لیے ہے کہ اسکی ذات سے ناقص درست ہو جائیں۔

[2] عفو خلقاں۔ مخلوق کا معاف کرنا بھی اُسی دریائے عفو کا ایک حصہ ہے۔ عفوہا۔ مخلوق کی معافیاں اپنی اصل کیطرف پرواز کرتی ہیں۔ کُلُّ شَیْءٍ یَرجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ بازشاں۔ پھر اللہ تعالیٰ انکو دن بھر کیلیے انسانی بدنوں میں محبوس کر دیتا ہے اور پھر شام کیوقت اسی محل کیطرف پرواز کر جاتی ہیں۔

[3] تاکہ۔ یہ ان کی آمد و رفت اس وقت تک ہے جب تک کہ زندگی مقدر ہے۔ پر زناں۔ ان کی پرواز فسّاق اور کفار کی پرواز کی طرح اوندھے منہ نہیں ہے۔ بانگ۔ ان کی واپسی پر اللہ کا کرم آواز دیتا ہے کہ آ جاؤ اب اس واپسی کے بعد دنیا کا درد اور رنج ختم ہو جائے گا۔

بس[1] غریبیہا کشیدید از جہاں — قدرِ من دانستہ باشید اے مِہاں

تم نے دنیا میں بہت سے پردیسی پن برداشت کیے — اے شریفو! تم نے میری قدر جان لی ہے

زیرِ سایہ ایں درختم مستِ ناز — ہیں بینداز ید پاہا را دراز

میرے اس درخت کے سایہ میں ناز سے مست ہو کر — آگاہ! پاؤں کو لمبا پھیلا دو

پایہائے پُر عناں از راہِ دیں — بر کنار و دستِ حوراں خالدیں

وہ پاؤں جو دین کے راستہ میں تھکے ہوئے ہیں — ہمیشہ رہنے والی حوروں کی گود اور ہاتھوں میں

حُوریاں گشتہ مغمّز مہرباں — کز سفر باز آمدند ایں صوفیاں

غمزہ کرنے والی حوریں، مہربان ہو گئیں — کہ یہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں

صوفیانِ صافیاں چوں نورِ خُور — مُدتے اُفتادہ بر خاک و قذَر

ایسے صاف صوفی جیسا کہ سورج کا نور — جو ایک مُدت تک مٹی اور پلیدی میں پڑے رہے

بے اثر پاک از قذَر باز آمدند — ہمچو نورِ خُور سُوئے قُرصِ بلند

بغیر کسی نشان کے پلیدی سے پاک واپس آئے ہیں — جس طرح کہ سورج کا نور بلند ٹکیہ کی جانب

ایں[2] گروہِ مجرماں ہم اے مجید — جملہ سَرہا شاں بدیوارے رسید

اے بزرگ! خطا کاروں کا یہ گروہ بھی — ان سب کا منہ دیوار کی جانب میں پہنچ گیا

بر خطا و جُرمِ خود واقف شدند — گرچہ ماتِ کعبتینِ شہ بُدند

اپنے جرم اور خطا سے واقف ہو گئے ہیں — اگرچہ وہ شاہ کی کعبتین سے مات کھائے ہوئے تھے

رُو بتُو کردند اکنوں اہ کناں — اے کہ لُطفت مجرماں را رہ کناں

اب آہیں بھرتے ہوئے اُنھوں نے تیری جانب رُخ کیا ہے — اے وہ کہ تیری مہربانی خطا کاروں کو راستہ دکھانیوالی ہے

راہ دِہ آلودگاں را العجل — در فراتِ عفو و عینِ[3] مغتسل

آلودہ ہو جانے والوں کو بہت جلد راستہ عطا کر — معافی کی نہر اور نہانے کے چشمہ کا

تاکہ غُسل آرند زاں جُرمِ دراز — در صفِ پاکاں روند اندر نماز

تاکہ اس لمبی خطا سے غسل کر لیں — نماز میں پاکوں کی صف میں شامل ہو جائیں

اندراں صفہا ز اندازہ بروں — غرقہ گانِ نورِ نَحْنُ الصَّآفُّوْن

اُن صفوں میں اندازے سے زیادہ — "ہم صف باندھنے والے ہیں" کے نور میں غرق ہیں

---

[1] بس غریبہا۔ اُن سے کرم خداوندی کہتا ہے تم نے مسافرت کی تکلیفیں اٹھائی ہیں اب کرم کے سایہ میں پاؤں پھیلا کر سو جاؤ۔ پایہا ئی۔ اب اُن پاؤں کو جنھوں نے اللہ کی عبادتوں میں بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں حوروں کے ہاتھوں اور پہلوؤں میں پھیلا دو۔ مغمّز۔ غمزہ کرنیوالا۔ صوفیاں۔ ان لوگوں کی حالت سورج کی روشنی کی سی ہے جو مٹی اور نجاستوں پر سے بھی گذرتی ہے لیکن پاک و صاف سورج کیطرف لوٹ آتی ہے یہ صوفی بھی دنیا کی نجاستوں پر سے پاک و صاف گذر کر واپس آتے ہیں۔

[2] ایں گروہ۔ خطا وار بھی اب شرمندہ ہیں۔ سر بدیوار شدن۔ شرمندہ ہونا۔ بر خطا۔ اگر وہ قدرت سے مغلوب تھے لیکن اپنے جرم و خطا سے واقف ہیں۔ شعر (گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ۔ تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من ست) کعبتین۔ دو نردیں ہوتی ہیں جن میں سے ہر ایک کی چھ سطحیں ہوتی ہیں اور ہر سطح پر عدد کندہ ہوتا ہے اُن سے بازی کھیلی جاتی ہے۔

[3] عین مغتسل۔ وہ چشمہ جس میں حضرت ایوبؑ کو غسل کرایا گیا تھا۔ تاکہ۔ پاک ہو کر نماز میں شریک ہو سکیں۔ اندراں۔ ان صفوں میں اندازے سے زیادہ نمازی ہیں۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْن۔ فرشتوں کا مقولہ ہے اور بے شک ہم صفیں باندھنے والے ہیں۔

چوں[1] سخن در وصفِ ایں حالت رسید
جب بات اس حالت کے بیان میں پہنچی
ہم قلم بشکست وہم کاغذ دَرید
قلم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا

بحر را پیمودہ ہیچ اُسکرہَ
کسی سکورے نے سمندر کو ناپا ہے؟
شیر را برداشت ہرگز برہَ
کسی بکری کے بچہ نے شیر کو اُٹھایا ہے؟

گر حجابستت بروں رَو ز احتجاب
اگر تیرے لیے پردہ ہے، پردہ پوشی سے باہر نکل
تا بہ بینی بادشاہیِ عُجاب
تاکہ تو عجب بادشاہی دیکھے

گرچہ بشکستند جامت قومِ مست
اگرچہ مست قوم نے تیرے جام کو توڑا ہے
آنکہ مست از تو بُوَد عذریش ہَست
جو تیرا مست ہو، اس کے لیے ایک عذر ہے

مستیِ[2] ایشاں باقبال و بمال
ان کی اقبال اور مال کی مستی
نے زبادہ تُست اے شیریں فعال
(کیا) اے شیریں کارناموں والے تیری شراب سے نہیں ہے؟

اے شہنشہ مستِ تخصیصِ تو اند
اے شہنشاہ! وہ تیرے خاص کردینے کی وجہ سے مست ہیں
عفو کُن از مستِ خود اے عفو مند
اے معافی دینے والے! اپنے مست کو معاف کردے

لذتِ تخصیصِ تو وقتِ خطاب
خطاب کے وقت، تیرے خاص کرنے کی لذت
آں کُند کہ ناید از صد خُمِ شراب
وہ کرتی ہے، جو شراب کے سیکڑوں مٹکوں سے نہیں ہوتا

چونکہ مستم کردہَ حدّم مزن
جب تو نے مجھے مست کر دیا، مجھ پر حد جاری نہ کر
شرع مستاں را نیارد حد زدن
شریعت مستوں پر حد جاری نہیں کرتی ہے

چوں شوم ہُشیار آنگاہم بزن
جب میں ہوشیار ہو جاؤں اس وقت مارنا
کہ[3] نخواہم گشت خود ہشیار من
کیونکہ میں ہوشیار ہی نہ ہوں گا

ہر کہ از جامِ تو خورد اے ذُوالمِنَن
اے احسانوں والے! جس نے تیرے جام سے پی لی
تا ابد رست از ہُش و از حد زدن
وہ ہمیشہ کے لیے ہوش سے اور حد جاری کرنے سے نجات پاگیا

خَالِدِيْنَ فِيْ فَنَآءِ سُكْرِهِمْ
وہ اپنے نشہ کی فنا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں
مَنْ يُّفَانِيْ فِيْ هَوَاكُمْ لَمْ يَقُمْ
جو تمھاری محبت میں فنا ہوا وہ کھڑا نہیں ہوا

فضلِ تو گوید دلِ ما را کہ رَو
تیری مہربانی، ہمارے دل سے کہتی ہے، کہ جا
اے شُدہ در دوغِ عشقِ ما گرو
اے وہ کہ ہمارے عشق کی چھاچھ میں گروی ہو گیا ہے

---

[1] سخن۔ یعنی اسرار شفاعت کا بیان۔ بحر۔ اسرار کا ایک بے پایاں سمندر ہے اور ہماری مثال اُس پر تیرنے والے سکورے کی سی ہے سکورہ سمندر کو نہیں ناپ سکتا، بکری کا بچہ شیر کو اٹھا سکتا ہے۔ گر حجابستت۔ اگر اسرار تجھے نظر نہیں آتے تو حجاب سے باہر نکلنے کی کوشش کر پھر عجیب بادشاہی دیکھے گا۔ گرچہ۔ ایاز کا مقولہ ہے کہ اگرچہ اس مست قوم نے آپ کے حکم کا جام توڑا ہے لیکن چونکہ یہ آپ کے مست ہیں لہٰذا معذور ہیں۔

[2] مستی۔ ان کی مستی اس رتبہ اور مال کی وجہ سے ہے جو آپ نے ان کو دیا ہے۔ تخصیص۔ یعنی چونکہ تو ان سے خصوصیت برتتا ہے اس لیے یہ مست ہو گئے ہیں۔ وقتِ خطاب۔ جب تو ان سے خاص طور پر خطاب کرتا ہے تو ان پر شراب کے سیکڑوں خموں کی مستی طاری ہو جاتی ہے۔ چونکہ۔ شرعی حکم ہے کہ مست پر نشہ کی حالت میں شراب پینے کی حد یعنی کوڑے نہیں لگائے جاتے ہیں۔ چوں۔ جب مست کا نشہ دور ہو جاتا ہے تب اُس کے کوڑے مارے جاتے ہیں۔

[3] کہ نخواہم۔ لیکن میں ایسا مست ہوں کہ اکی مستی تیرے جام کی مستی ہے جو قیامت تک زائل نہیں ہو سکتی۔ خالدین۔ جو تیرے عشق میں فنا ہو گیا وہ پھر کبھی نہیں سنبھلا۔ فضلِ تو۔ تیری مہربانی ہماری مستی کے عذر پر کہتی ہے کہ تو اگرچہ ہمارے جام کا مست نہیں ہے بلکہ چھاچھ پی کر مستی کا اظہار کر رہا ہے لیکن پھر بھی تیرا عذر قبول ہے۔

چوں مگس در دوغِ ما افتادهٔ — تو نۂ مست اے مگس تو[1] بادهٔ
تو مکھی کی طرح ہماری چھاچھ میں پڑا ہے — اے مکھی! تو مست نہیں ہے تو ایسی شراب ہے

کرگساں مست از تو گردند اے مگس — چونکہ بر بحرِ عسل رانی فرس
اے مکھی! گدھ تجھ سے مست ہو جائیں گے — جب تو شہد کے سمندر پر گھوڑا دوڑائے گی

کوہہا چوں ذرّہا سرمستِ تو — نقطہ و پرکار و خط در دستِ تو
ذروں کی طرح پہاڑ، تیرے مست ہیں — نقطہ اور پرکار اور خط تیرے ہاتھ میں ہیں

فتنہ کہ لرزند زو لرزانِ تُست — ہر گراں قیمت گہر ارزانِ تُست
وہ فتنہ جس سے لرزتے ہیں تجھ سے لرزتا ہے — ہر گراں قیمت موتی، تیرے لیے سستا ہے

گر[2] خداداے مرا پانصد دہاں — گفتمے شرحِ تو اے جانِ جہاں
اگر خدا مجھے پانچ سو منہ دیتا — تو اے جانِ جہاں! میں تیری شرح کرتا

یک زباں دارم من آنہم منکسر — در خجالت از تو اے دانائے سِرّ
میں ایک زبان رکھتا ہوں وہ بھی ٹوٹی ہوئی — اے راز کو جاننے والے! تجھ سے شرمندگی میں

منکسر تر خود نباشم از عدم — کز دہانش آمدستند ایں اُمم
میں خود عدم سے زیادہ ٹوٹا ہوا نہیں ہوں — جس کے منہ سے یہ امتیں آئی ہیں

صد ہزار آثارِ غیبی منتظر — کز عدم بیروں جہند بالُطف و بر
لاکھوں غیبی آثار منتظر ہیں — کہ پاکیزگی اور بھلائی کے ساتھ عدم سے باہر نکل آئیں

از[3] تقاضائے تو میگردد سَرم — اے بمُردہ من بہ پیشِ آں کرم
تیرے ہی تقاضے سے میرا سر گردش کرتا ہے — اے وہ کہ میں اُس کرم کے سامنے جان دے چکا ہوں

رغبتِ ما از تقاضائے تواست — جذبۂ حق ست ہر جا رہروست
ہمارا راغب ہونا تیرے تقاضے سے ہے — جہاں کہیں رہرو ہے اللہ (تعالیٰ) کا جذبہ ہے

خاک بے بادے ببالا کے جہد — کشتیِ بے بحر پا در رہ نہد
غبار، بغیر ہوا کے اوپر کب جاتا ہے؟ — بغیر دریا کی کشتی راہ میں پاؤں رکھتی ہے؟

پیشِ آبِ زندگانی کس نمُرد — پیشِ آبت آبِ حیوانست دُرد
آبِ حیات کے سامنے کوئی نہیں مرا — تیرے پانی کے سامنے آبِ حیات تلچھٹ ہے

---

[1] تو بادهٔ۔ اس کا تعلق آیندہ شعر سے ہے یعنی با ایں ہمہ تو ایسی شراب ہے کہ کرگس یعنی اہلِ دل تجھ سے مستی حاصل کرتے ہیں۔ بحرِ عسل۔ یعنی اسرارِ حقیقت۔ کوہہا۔ اب تیری مستی کا یہ حال ہے کہ جملہ کائنات تیرے تصرف میں ہے۔ فتنہ۔ دنیا کے مصائب تجھ سے لرزہ براندام ہیں اور دنیا کی ہر قیمتی چیز تیرے لیے بے قیمت ہے۔

[2] گر خدا۔ یہ بھی ایاز کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے مراد سلطان ہے یا یہ مولانا کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے سلطانِ حقیقی مراد ہے۔ یک۔ ایک زبان ہے اور وہ بھی شرمندگی سے شکستہ ہے تو میں کیسے تیری تعریف کا حق ادا کر سکتا ہوں۔ از عدم۔ لیکن با ایں ہمہ کچھ نہ کچھ مجھے تعریف کرنی ہے اس لیے کہ میں عدم سے تو گیا گذرا نہیں ہوں اس سے بھی غیبی آثار ظاہر ہو رہے ہیں جو تجھ سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

[3] از تقاضائے۔ تیری ہی ذات کا تقاضا ہے کہ میں اس کے اوصاف بیان کروں، اس کرم پر میں قربان ہوں۔ رغبت۔ تعریف کی طرف ہماری رغبت تیرے تقاضے اور جذبے کی وجہ سے ہے۔ خاک۔ غبار ہوا کے سہارے اُڑتا ہے، کشتی دریا کے سہارے چلتی ہے، اسی طرح ہمارا ہر کام جذبہ سے ہے۔ پیش۔ آبِ حیات ہر چیز کی زندگی کا سبب ہے لیکن تیرے آبِ رحمت کے مقابلہ میں وہ مکدر پانی ہے۔

آبِ[1] حیواں قبلۂ جاں دوستاں
آبِ حیات جان سے دوستی رکھنے والوں کا قبلہ ہے
زآب باشد سبز و خنداں بُوستاں
پانی سے باغ سبز و خنداں ہوتا ہے

مرگ آشاماں ز عشقش زندہ اند
موت کو پی جانے والے، اُس کے عشق سے زندہ ہوتے ہیں
دل ز جان و آبِ جاں برکندہ اَند
جان اور آبِ حیات سے دل برداشتہ ہیں

آبِ عشقِ تو چو ما را دست داد
جب تیرے عشق کا پانی ہمارے ہاتھ آ گیا
آبِ حیواں شد بہ پیشِ ما کساد
ہمارے سامنے آبِ حیات بیکار ہو گیا

زابِ حیواں ہست ہر جاں رانوی
آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی ہے
لیک آبِ آبِ حیوانی توئی
لیکن آبِ حیات کی زندگی تو ہے

ہر دمے مرگے و حشرے دادیم
تو نے مجھے ہر لمحہ موت اور زندہ ہو جانا عطا کیا ہے
تا بدیدم دستبردِ آن کرَم
یہاں تک کہ میں نے اس کرَم کا غلبہ دیکھ لیا ہے

ہمچو[2] خفتن گشت ایں مُردن مرا
یہ مرنا، میرے لیے سونے کی طرح بن گیا ہے
ز اعتمادِ بَعث کردن اے خدا
اے خدا! حشر کے بھروسہ پر

ہفت دریا ہر دم ار گردد سَراب
ساتوں سمندر، اگر ہر وقت ریت بنیں
گوش گیری آوریش اے آبِ آب
تو ان کا کان پکڑ کر لے آئے گا اے پانی کی جان!

عقل لرزاں از اجل واں عشق شوخ
عقل، موت سے لرزتی ہے اور وہ عشق بیباک ہے
سنگ کے ترسد ز باراں چوں کلوخ
پتھر، ڈھیلے کی طرح بارش سے کب ڈرتا ہے؟

از[3] صحافِ مثنوی ایں پنجم ست
مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں ہے
در بروجِ چرخِ جاں چوں انجم ست
جان کے آسمان کے برجوں میں ستاروں کی طرح ہے

رہ نیابد از ستارہ ہر حواس
ہر حواس ستارے سے راستہ نہیں پا سکتا ہے
جُز کہ کشتیبانِ اَستارہ شناس
ملاح ستارے کو پہچاننے والے کے سوا

جُز نظارہ نیست قِسمِ دیگراں
دوسروں کا حصہ سوائے نظارہ کے نہیں ہے
از سعودش غافل اند و از قِراں
وہ اس کی نیک بختی، اور میل سے غافل ہیں

آشنائی گیر شبہا تا بروز
راتوں اور دنوں سے دوستی رکھ
با چنیں استارہائے دیو سُوز
اس طرح کے شیطان کو جلانے والے ستاروں سے

---

[1] آبِ حیوان۔ آبِ حیات کا تلچھٹ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اس کو وہ پسند کرتے ہیں، جو اپنی جان کو بچانا چاہتے ہیں۔ مرگ۔ لیکن جو لوگ فنا کو پسند کرتے ہیں وہ تیرے آبِ عشق سے زندہ ہیں ان کے لیے آبِ حیات ہیچ ہے۔ زآبِ حیواں۔ آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی حاصل ہوتی ہے لیکن اس آبِ حیات کی زندگی تو ہے۔ ہر دمے۔ شعر۔ (کشتگانِ خنجرِ تسلیم را۔ ہر زماں از غیب جانے دیگر ست)

[2] ہمچو خفتن۔ چونکہ مجھے موت کے بعد کی زندگی کا یقین ہے لہٰذا میرے لیے موت کی حقیقت نیند سے زیادہ نہیں ہے۔ ہفت۔ تیرے دوبارہ زندگی عطا کرنے کا یہ حال ہے کہ اگر ساتوں سمندر خشک ہو کر ریت بن جائیں تو ان کا کان پکڑ کر کہہ دے گا پانی بن جاؤ تو وہ پانی بن جائیں گے۔ عقل۔ عقل موت سے ڈرتی ہے اور عشق اس کے معاملہ میں لاپرواہ ہے کچا ڈھیلا بارش سے ڈرتا ہے پتھر کبھی نہیں ڈرتا۔

[3] صحاف۔ صحفہ کی جمع ہے بمعنی پیالہ بعض نسخوں میں صحائف ہے جو صحیفہ بمعنی کتاب کی جمع ہے مراد مثنوی کے دفاتر ہیں۔ رہ نیابد۔ جس طرح ستاروں سے ہر شخص رہنمائی حاصل نہیں کر سکتا اسی طرح مثنوی سے ہر شخص مستفید نہیں ہو سکتا۔ سعودش۔ یعنی ستاروں کے نیک اثرات۔ اقتراں۔ دو ستاروں کا باہم ملنا۔ آشنائی۔ مثنوی سے شغل رکھو، شیطان سے نجات حاصل کر لو گے۔

هر یکے[1] در دفعِ دیوِ بدگماں — ہست نفط اندازِ قلعهٔ آسماں

بدگمان، شیطان کے دفع کرنے میں ہر ایک — آسمان کے قلعہ سے، نفط پھینکنے والا ہے

اختر ار با دیو ہچوں عقرب ست — مشتری را او ولیُّ الْاَقْرَبْ ست

ستارہ اگرچہ شیطان کے لیے بچھو کی طرح ہے — خریدار کے لیے وہ قریبی دوست ہے

قوس اگر از تیر دوزد دیو را — دلو پُر آب ست زرع و میوہ را

کمان اگر شیطان کے تیر چھید دینے والی ہے — ڈول، کھیتی اور میوے کے لیے پانی سے لبریز ہے

حوت اگرچہ کشتیِ غی بشکند — دوست را چوں ثور کشتے میکند

مچھلی اگرچہ گمراہی کی کشتی کو شکستہ کرتی ہے — دوست کے لیے بیل کی طرح کھیتی بوتا ہے

شمس اگر شب را بدرّد چوں اَسَد — لعل را زو خلعتِ اَطلس رَسَد

سورج اگر رات کو شیر کی طرح پھاڑ دیتا ہے — لعل کو اس سے اطلسی خلعت ملتی ہے

صورتِ خرچنگ اگرچہ کجروست — ہیئتِ میزاں ازو بیروں شوست

کیکڑے کی صورت اگرچہ ٹیڑھی چال کی ہے — ترازو کی ہیئت اس سے الگ ہے

پیشهٔ مریخ[2] اگر خونریزی ست — اُو زبونِ شمسِ تبریزی ست

مریخ کا پیشہ اگر خونریزی ہے — وہ تبریزی سورج سے مغلوب ہے

گرچہ در تاثیر نحس آمد زُحل — دقتِ فکر آید ازوے در عمل

زحل اگرچہ تاثیر میں منحوس ثابت ہوا ہے — عمل میں اُس سے فکر کی باریکی پیدا ہوتی ہے

ماہم از مہر ار دو کف برہم زند — زُہرہ نبود زُہرہ را تا دم زَنَد

میرا چاند سورج کی وجہ سے اگر دونوں ہتھیلیاں بجا رہا ہے — زہرہ کا پتہ نہیں ہے کہ دم مارے

بل عطارد[3] خانهٔ خود گم کند — وز جنوں اُو جوزِ جوزا بشکند

بلکہ عطارد اپنا گھر گم کر دیتا ہے — اور دیوانہ پن سے جوزا کا اخروٹ توڑ دیتا ہے

مُشتری را دست لرزد دل طپد — برسرِ آب اُوفتد مہ چوں سبد

مشتری کا ہاتھ لرزتا ہے، دل تڑپتا ہے — چاند ٹوکری کی طرح پانی پر پڑا ہے

---

[1] ہر یکے۔ ستارے شیطان کو جلادیتے ہیں۔ نفط۔ ایک آتشگیر مادہ ہے۔ اختر۔ مولانا نے مثنوی کے دفاتر کو بمنزلہ ستاروں کے قرار دیا ہے اور جان کے لیے وہ برج ثابت کیے ہیں جو آسمان میں برج ہیں لہٰذا ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن کے لفظی معنی بھی مراد لے جاسکیں اور وہ ستاروں اور برجوں کے نام بھی ہیں جو شیطان کے لیے بچھو کا کام کرتے ہیں اور ستارہ شناس اُن سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہی حال مثنوی کا ہے۔ عقرب۔ بچھو، ایک برج کا نام بھی ہے۔ مشتری۔ خریدار، ایک ستارہ کا نام بھی ہے۔ قوس۔ کمان، ایک برج کا نام بھی ہے۔ دلو۔ ڈول، ایک برج کا نام بھی ہے۔ حوت۔ مچھلی، ایک برج کا نام بھی ہے۔ ثور۔ بیل، ایک برج کا نام بھی ہے۔ اسد۔ شیر، ایک برج کا نام بھی ہے۔ اطلس۔ غیر منقش ریشمیں کپڑا، نویں آسمان پر بھی اطلاق کرتے ہیں۔ خرچنگ۔ کیکڑا، برج سرطان کو بھی کہتے ہیں۔ میزان۔ ترازو، ایک برج کا نام بھی ہے۔

[2] مریخ۔ مشہور ستارہ ہے اس کو آسمان کا جلاد بھی کہا جاتا ہے، مولانا نے منکرِ اسرار مراد لیا ہے۔ شمس تبریزی۔ سورج کو تبریزی اس لیے کہا ہے کہ تبریز آذربائیجان کا ایک شہر ہے جو جانب مشرق واقع ہے اور اس سے شمس تبریزی بھی مراد ہیں جو مولانا کے پیر ہیں۔ زحل۔ مشہور ستارہ ہے۔ جس شخص کا ستارہ زحل ہوتا ہے اس میں قوت فکریہ بہت ہوتی ہے۔ ماہم۔ یعنی اگر میری مثنوی سرور بخشی کرے تو زہرہ جو رقاصہ فلک ہے وہ دم بخود رہ جائے۔

[3] عطارد۔ ستارہ جس کو دبیر فلک بھی کہا جاتا ہے۔ جوزا۔ ایک برج کا نام ہے۔ مشتری۔ ستارے کا نام ہے۔

نسرِ[1] طائر را بریزد پرز شرم — وز طمع تنّیں شود چوں موم نرم
نسرِ طائر کے شرم سے پر جھڑتے ہیں — اژدہا، لالچ سے موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے

دخترانِ[2] نعش آبستن شوند — مجتمع گردند و دستک زن شوند
بنات النعش حاملہ ہو جاتی ہے — اکٹھی ہو جاتی ہیں اور تالیاں بجاتی ہیں

در گذر زیں رمزہا بے گاہ شُد — کہکشاں از سُنبلہ پُرکاہ شُد
ان اشاروں سے درگذر کر، بے وقت ہو گیا — کہکشاں سنبلہ کی وجہ سے تنکوں بھری ہو گئی

آفتاب[3] از کوہ سرزد اِتَّقُوْا! — لیک تلخ آمد تُرا ایں گفتگو
سورج پہاڑ سے طلوع ہو گیا، بچو — لیکن تجھے یہ گفتگو کڑوی لگی

تو عدوی وز عدو شہد و لَبَن — بے تکلّف زہر گردد دَر بَدَن
تو دشمن ہے اور مخالف سے شہد اور دودھ — بے تکلف بدن میں زہر بن جاتا ہے

ہر وجودے کز عدم بنمود سَر — بر یکے زہر ست و بر دیگر شکر
جس وجود نے عدم سے سر اُبھارا — ایک پر وہ زہر ہے اور دوسرے پر شکر ہے

دوست شو وز خوی ناخوش شو بری — تاز خُمرہ زہر ہم شَکّر خوری
دوست بن جا، اور بری عادت سے خالی ہو جا — تاکہ زہر کے مٹکے سے بھی تو شکر کھائے

زاں نشُد فاروق را زہرے گزند — کہ بُد آں تریاقِ فاروقیش قند
اسی لیے (عمر) فاروقؓ کے لیے زہر مضر نہ ہوا — کیونکہ ان کا فاروقی تریاق شکر تھا

ہیں بجو تریاقِ فاروق اے غلام — تاشوی فاروقِ دوراں والسلام
اے لڑکے! فاروقی تریاق تلاش کر لے — تاکہ تو فاروقِ دوراں بن جائے، والسلام

---

1. نسرِ طائر۔ اڑنے والا گدھ ستاروں کا ایک مجموعہ ہے جو اڑنے والے گدھ کی طرح نظر آتا ہے۔ تنّیں۔ اژدہا، عقدۃ الراس اور عقدۃ الذنب کا درمیانی حصہ، کہکشاں۔

2. دخترانِ نعش۔ بنات تین ستارے ہیں اور نعش چار ستاروں کا مجموعہ ہے بنات النعش ان سات ستاروں کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جو چارپائی کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ کہکشاں۔ ایک لمبی سفیدی ہے جو راستہ کی صورت میں نظر آتی ہے موسم برسات میں سرِ شام نظر آنے لگتی ہے اس کا ایک سرا جنوب کی جانب اور دوسرا شمال کی جانب ہوتا ہے۔ سنبلہ۔ گیہوں کی بال، ایک برج کا نام بھی ہے۔ پُرکاہ شُد۔ اب اس مثنوی کے رموز کے بیان کو ختم کر دو بیان کے طول کی وجہ سے اس کے صاف مضامین بھی سمجھنا مشکل ہو رہے ہیں۔

3. آفتاب۔ مثنوی کا سورج طلوع کر آیا ہے جس کی روشنی پھیل گئی ہے لیکن منکر کو یہ بھی ناگوار ہے دشمن، شہد اور دودھ کو بھی زہر سمجھتا ہے۔ ہر وجودے۔ یہ شہد اور زہر ہونا مثنوی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہر چیز کا یہی حال ہے۔ خُمرہ۔ مٹکی۔ زاں نشُد۔ حضرت عمرؓ کے لیے اُن کے فاروقی تریاق کی وجہ سے مخالفین کا زہر قند بن گیا تھا اس لیے ان کے لیے وہ زہر مضر نہ رہا۔ ہیں بجو۔ وہی تریاقِ فاروقی اگر تو حاصل کر لے گا تو بھی اپنے زمانہ کا فاروق بن جائے گا۔

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

دفترِ ششم

مُصنّف

مولانا جلال الدین رومیؒ

مترجم

قاضی سجّاد حسین

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

فہرست مضامین

مقدمہ

آج جبکہ میں مثنوی شریف دفترِ ششم کے لیے یہ چند سطور قلم بند کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دفترِ ششم، کتابت کے آخری مراحل طے کر رہا ہے اور اب انشاء اللہ طباعت کے بعد وہ عنقریب منظرِ عام پر آ جائے گا۔ جس وقت میں نے اس کام کا آغاز کیا تھا وسائل اور ذرائع کی کمی کے باعث انجام بالکل نظروں سے اوجھل تھا، میری زبان و قلم اُس مُسبّب الاسباب، خدائے وہاب کا شکریہ ادا کرنے سے یکسر عاجز اور قاصر ہے جس نے اپنے عالمِ غیب سے ہر ہر قدم پہ میری بے پایاں مدد فرمائی اور میں چند ہی سال میں اس کو پایۂ تکمیل کو پہنچا سکا۔ پہلا دفتر 9 ستمبر 1974ء میں شائع ہوا تھا اور آج جبکہ جون 1978ء ہے دفترِ ششم پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے، غیب سے میرے اندر توانائی آئی اور تکمیل کے شوق نے مجھ سے دیگر مصروفیتوں کے علاوہ یومیہ پانچ چھ گھنٹے کام لے لیا، صحت نے بھی اس قدر ساتھ دیا کہ کوئی دن مجھے ایسا یاد نہیں کہ صحت کی خرابی کام میں خلل انداز ہوئی ہو اور میں سفر و حضر میں مسلسل اپنے کام کو جاری رکھ سکا، غیر متوقع مالی امداد اور دیگر ذرائع کے علاوہ میری نورِ چشم عارفہ رضیہ سلمہا (بی اے پرشین) بھی میرے اس کام میں میری قوتِ بازو ثابت ہوئی۔ مُسودے، پروف اور کاپی کی تصحیح میں اُس نے میری ہر طرح مدد کی ہے۔ دعا ہے کہ خدا اُس کو دونوں جہان میں خوش و خرم رکھے اور وہ دنیوی و اُخروی نعمتوں سے مالا مال ہو۔ آخر میں اگر میں اپنے کاتب منشی منظور الدین صاحب خوشنویس کا شکریہ ادا نہ کروں تو میری ناسپاسی ہوگی، انھوں نے عام کاتبوں کی روش کے خلاف نہایت پابندی اور جانفشانی سے میری تمناؤں کو پورا کیا، میں اُن کے لیے بھی دست بدعا ہوں اور اب میں اُن صاحبان سے جو میری محنت سے فائدہ اُٹھائیں ملتجی ہوں کہ وہ بارگاہِ ربّ العزت میں میرے لیے صمیمِ قلب سے دعا کریں کہ حضرتِ حق تعالیٰ جلّ مجدہٗ میری اس کاوش کو قبولِ عام کا شرف عطا فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت کر دے اور اس کتاب میں جن روحانی مراتب کا ذکر ہے، مجھے بھی اُس کا اہل بنا دے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیز۔

خاتمہ

مولانائے رومؒ نے چھٹا دفتر ایسی حالت میں ختم کر دیا کہ قلعہ ذات الصُّور میں جو تین شہزادے داخل ہوئے تھے اُن میں سے دو کا ذکر مکمل ہوا اور تیسرے کا ذکر ناقص رہ گیا۔ نیز مولانا نے کاہلوں کا قصہ شروع فرمایا تھا وہ قصہ بھی نا تمام رہ گیا۔ مولاناؒ کے صاحبزادے حضرت سلطان بہاؤ الدین ولدؒ نے مثنوی کا خاتمہ تحریر فرمایا ہے، اُس میں یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والدِ مکرم سے ان دونوں قصوں کو ناقص چھوڑ دینے کی وجہ معلوم کی تو فرمایا:

ہست باقی شرحِ ایں لیکن دروں　بستہ شد دیگر نمی آید بروں
اس کی شرح باقی ہے، لیکن باطن　بستہ ہو گیا، اب باہر نہیں آتا ہے

اور فرمایا:

باقی ایں گفتہ آید بے زباں　دردِلِ آنکس کہ دارد نورِ جاں
اسکا باقی بغیر زبان کے کیسے کہے ہوئے آجائے گا　اُس شخص کے دل میں جو جان کا نور رکھتا ہو گا

مولانا کے اس فرمان کی بنیاد پر کچھ اہلِ دل نے اِن مضامین کی تکمیل کی ہے۔ اس سلسلہ میں دو بزرگوں کا کلام ہمارے پیشِ نظر ہے ایک مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ کا جنھوں نے چھٹے دفتر کی تکمیل کے لیے خاتمہ تحریر فرمایا اور دوسرا مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جنھوں نے تکمیل کے لیے ساتواں دفتر تحریر فرمایا۔ حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ اپنے دور کے علماءِ فحول میں اُن کا شمار ہے اور حضرتِ حق تعالیٰ نے اُن کو شریعت و طریقت میں بہت بلند مقام عنایت فرمایا تھا۔ سنِ پیدائش 1230ھ اور سنِ وفات 1296ھ ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نُزہۃ الخواطر میں اُن کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے۔ كَانَ مُفْرِطَ الذَّكَاءِ سَرِيعَ الْاِدْرَاكِ قَوِيَّ الْحِفْظِ حُسْوُّ الْكَلَام۔ بہت ذہین، جلد سمجھ جانے والے، قوی الحافظہ اور شیریں کلام تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''غذاءِ روح'' میں اپنے شیخ کے خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

ہیں خلیفہ ان کے گرچہ بیشمار　لیک ان میں سے ہیں دو اعلیٰ وقار
ان میں سے دو شخص ہیں اہلِ ہدیٰ　ماہِ بُرجِ معرفت شمس الضحیٰ
یعنی ہیں حافظ محمد ضامن اب　فیض کے طالب ہیں جن کے لوگ سب
دوسرے شیخ محمد مولوی　علم و زہد اُن کا ہے عالم پر جلی

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرثیہ لکھا تو فرمایا:

اے کجا رفت آں تقی و آں نقی　　مولوی شیخ محمد تھانوی
بُود دریائے بعلمِ ظاہری　　بحرِ مواجے بعلمِ باطنی
در کلامش آنچناں تاثیر بُود　　مرداں را ہوش و صبرے می ربود
قطبِ کامل بُود مقبولِ خدا　　یا الٰہی پوش در رحمت وُرا

مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی کا پورا ایک دفترِ ہفتم تحریر فرمایا ہے۔ جی چاہتا تھا کہ اُس کو بھی ہم شریکِ اشاعت کریں لیکن بعض مجبوریوں کی بنا پر سرِ دست ایسا نہیں ہوسکتا، خدا کی توفیق شاملِ حال ہوئی تو انشاء اللہ اُس کو کسی اور موقع پر مستقل شائع کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ سرِ دست تبرّکاً اُس کے کچھ ابتدائی اور آخری اشعار ذکر کیے جاتے ہیں، ابتدا اس طور پر فرمائی ہے:

اے محمد دیر شُد جذبِ حُسام　　ہمچو صمصامِ تو ہست اندر نیام
خوش بیا و از میانش کش چو نور　　تا شود تاریکیِ احوال دُور
یا الٰہی بخش الٰہی بخش را　　کز جلالش بود ذکرے در وَرا
دفترِ سادس مکمل کرد و رفت　　عُقدۂ کاں بُود ہم حل کرد و رفت

آخری چند اشعار حسبِ ذیل ہیں:

محوِ گرداں در جمالِ باکمال　　چشم بے چشمک نما اے ذوالجلال
دلدہی فرما و تسکینم بہ بخش　　دیں پناہم حاصلِ دینم بہ بخش
آخرش تا چند ایں ہجران و فصل　　بادۂ بحرِ محمدؐ دہ ز وصل

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ انھوں نے مثنوی کا ایک دفترِ ہفتم مکہ معظمہ میں بھی دیکھا اور ہندوستان میں بھی، جس کو مولانا رومؒ کی طرف منسوب کیا۔ مولانا نے اس دفتر کے آغاز کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

اے ضیاء الحق حسام الدیں سعید　　دولتت پاینده نفرت بر مزید
چونکہ از چرخِ ششم کردی گذر　　برفرازِ چرخِ ہفتم کن مقر

اور آخری شعر یہ نقل کیا ہے:

حسبی اللہ ما عنانِ اختیار　　با تو دادیم اے قدیم کردگار

اور پھر مثنوی کے انداز میں ہی اپنی رائے تحریر فرمائی ہے۔

مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ پیدائش 1162ھ، تاریخ وفات 1245ھ، آپ ضلع مظفر نگر کے مردم خیز قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے، والد صاحب کا اسم گرامی الشیخ الطیب شیخ الاسلام ہے اور سلسلۂ نسب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ بزرگوار سے حاصل کی اور چودہ سال کی عمر میں تمام علومِ نقلیہ اور عقلیہ سے فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کو سعادتِ ازلی نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دیا اُن کی صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا اور ان کے فیض سے آپ باطنی علوم میں بھی، اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے اور شاہ صاحبؒ کی نگرانی میں آپ نے درس دینا شروع کر دیا۔ شاہ صاحب اپنے شاگردوں میں سے آپ پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ اس حقیقت کا اُس سند سے اظہار ہوتا ہے جو شاہ صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر آپ کو عطا فرمائی تھی، نواب ضابطہ خاں نے آپ کے علم و فضل کی بدولت آپ کو حضرت شاہ صاحب سے اپنے لیے مانگ لیا اور مفتی صاحب کچھ عرصہ ان سے متعلق رہے۔ لیکن نواب صاحب کے وصال کے بعد آپ نے دہلی کو خیر باد کہہ دیا اور آپ بھوپال تشریف لے گئے وہاں عہدۂ افتاء پر فائز رہے۔ پھر بھوپال کا قیام ترک کر کے اپنے وطن کاندھلہ تشریف لے آئے اور تادمِ واپسیں کاندھلہ ہی میں رونق افروز رہے۔ حواشی اور تعلیقات کے علاوہ آپ کی تصانیف 34 گنائی جاتی ہیں لیکن ہمارے ہاتھوں میں اُن میں سے چند ہی ہیں۔ منجملہ ان کے خاتمہ مثنوی کو قبولِ عام کا درجہ حاصل ہے۔ مثنوی شریف کے چند اڈیشن ایسے ہیں جن میں آپ کے تحریر فرمودہ خاتمہ کو جُز بنایا گیا ہے ہم نے بھی ضروری سمجھا کہ اس اڈیشن میں اس کو شامل کریں۔

دفترِ ششم سے متعلق اصطلاحات

ہمت

مولانا بحر العلومؒ نے فرمایا ہے کہ ہمت صوفیا کی اصطلاح میں مکمل توجہ یا جمعیت کو کہتے ہیں اور ایسی جمعیت کہ اُس چیز کے سوا کسی اور چیز کی طرف بالکل توجہ نہ رہے عارف اسی ہمت سے تصرُّفات کرتا ہے اور اسی سے خرقِ عادت کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن یہ ہمت کاملین کے شایانِ شان نہیں ہے، بلکہ اُن کی ہمت میں تصرُّف کی یہ تاثیر ہی نہیں ہوتی۔ اُن کی ہمت صرف علوم و معارف کی طلب میں کام کرتی ہے۔

توحید فی الذات

یہ ہے کہ سالک کی نظر میں ذاتِ خدا کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے۔ اس کو اصطلاح میں معائنہ بھی کہتے ہیں۔

توحید فی الصفات

یہ ہے کہ سالک کی نظر میں صرف صفاتِ خداوندی رہ جائیں اور غیر اللہ کی صفات نہ رہیں، اس کو اصطلاح میں مشاہدہ بھی کہا جاتا ہے۔

توحید فی الافعال

یہ ہے کہ سالک کے اپنے افعال والتفات سے غائب ہو جائیں اور صرف افعالِ حق پر نظر رہ جائے۔

مراقبۂ موت

یہ ہے کہ سالک کسی وقت قلب کی طرف متوجہ ہو کر یہ خیال جمائے کہ اس وقت سب انسان عالمِ نزع میں ہیں اور ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اور جو باتیں کوئی ایک دوسرے سے کر رہا ہے وہ گویا مرنے کے وقت کی وصیتیں ہیں۔ مولانا نے اس مراقبہ کا ذکر حسبِ ذیل اشعار میں کیا ہے:

در ہمہ عالم اگر مردو زنند دمبدم در نزع و اندر مُردن اند
ایں سخن شاں را وصیتہا شمر کہ پدر گوید دراں دم باپسر

اس مراقبہ سے سالک کے دل میں عبرت اور رحمت پیدا ہوتی ہے اور بغض اور شک اور کینہ زائل ہوتا ہے۔

عروج ونزول

عروج سالک کی وہ حالت ہے جس میں اس کی توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ مخلوق کی طرف بالکل التفات نہیں ہوتا۔ اس کے مقابل نزول ہے۔ اس حالت میں مخلوق کی طرف بھی توجہ ہوتی ہے اور یہ توجہ مخلوق کا خالق سے تعلق استوار کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

عملِ خطائین

یہ مجہول عدد کو معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ مثلاً اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ وہ کونسا عدد ہے جس کا دو تہائی

اور ایک اگر اُس پر بڑھا دیں تو مجموعہ دس عدد ہو جائے۔ ہم اس عدد کو معلوم کرنے کے لیے کوئی ایک عدد فرض کریں گے۔ مثلاً ہم نے نو کا عدد فرض کیا۔ ہم اس کو مفروضِ اوّل کہیں گے۔ ہم نے اس پر اس کا دوثلث یعنی چھ اور ایک کا اضافہ کیا تو مجموعہ سولہ ہو گیا۔ یہ مقصود عدد کے مطابق نہ نکلا تو ہم مقصود عدد یعنی دس اور اس عدد میں جو فرق ہے اس کو نکالیں گے وہ چھ کا عدد ہے ہم اس کو خطاءِ اوّل کہیں گے پھر صحیح جواب معلوم کرنے کے لیے ایک اور عدد فرض کریں گے یعنی اس کا دوثلث چار اور ایک کا اضافہ کریں گے تو مجموعہ گیارہ ہو جائے گا۔ اب بھی عددِ مقصود حاصل نہ ہوا، عددِ مقصود اور اس مجموعہ میں ایک کا فرق ہوا۔ یہ ایک کا عدد خطاءِ ثانی کہلائے گا۔ پھر مفروضِ اوّل یعنی نو کو خطاءِ ثانی یعنی ایک میں ضرب دیں گے تو حاصل ضرب نو ہو گا اس کو محفوظِ اوّل کہیں گے اور مفروضِ ثانی یعنی چھ کو خطاءِ اول یعنی چھ میں ضرب دیں گے تو حاصل ضرب چھتیس ہو گا اس کو محفوظِ ثانی کہیں گے پھر یہ دیکھیں گے کہ خطاءِ اوّل یعنی چھ اور خطاءِ ثانی یعنی ایک، عددِ مقصود یعنی دس سے زائد ہیں یا کم یا ایک زائد ہے اور ایک کم۔ اگر دونوں زاید ہوں یا دونوں ناقص ہوں جیسا کہ یہاں ہے تب دیکھو خطاءِ اوّل اور خطاءِ ثانی میں کیا فرق ہے۔ مثلاً یہاں چھ اور ایک میں پانچ کا فرق ہے اور یہ دیکھو کہ محفوظِ اوّل اور محفوظِ ثانی میں کیا فرق ہے تو یہاں نو اور چھتیس میں ستائیس کا فرق ہے تو اس فرق کو جو دونوں محفوظوں میں ہے یعنی ستائیس کو اُس فرق پر جو دونوں خطاؤں میں تھا یعنی پانچ پر تقسیم کر دو تو حاصل تقسیم عددِ مطلوب ہو گا۔ یعنی ہم نے ستائیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو حاصل تقسیم پانچ صحیح اور دو خمس بنا۔ یہی عددِ مطلوب ہے۔ چنانچہ ہم اگر اس پر دوثلث اور ایک بڑھا دیں گے تو دس بن جائے گا۔ بڑھانے اور جمع کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عددِ صحیح کو کسر کی جنس بنا لو تو پانچ کے پچیس خمس ہوئے اس کو تجنیس کہیں گے اور دو خمس پہلے تھے اب یہ ستائیس خمس ہو گئے۔ اب اس پر اس کا دوتہائی یعنی اٹھارہ خمس بڑھا دو مجموعہ پینتالیس خمس ہو گئے، اب اس کو عدد صحیح بنائیں گے یعنی اس پینتالیس کو پانچ پر تقسیم کر دیں گے تو عدد صحیح نو بن جائے گا اس کو رفع کہیں گے۔ اس پر ایک کا اضافہ کر دیں گے تو مجموعہ دس بن جائے گا۔ یہ طریقہ تو جب اختیار کیا جاتا ہے جبکہ دونوں خطائیں مطلوب سے زائد یا ناقص ہوں لیکن اگر ایک زائد اور ایک ناقص ہو تو پھر مجموعہ محفوظین کو مجموعہ خطائین پر تقسیم کیا جائے گا اور حاصلِ تقسیم عدد مطلوب ہو گا۔

جبر و قدر

جُز کہ تسلیم و رضا کو چارۂ در کفِ شیرِ نرِ خونخوارۂ

کے ماتحت مفتاح العلوم شرح مثنوی میں مولانا محمد نذیر صاحب عرشی نے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر مسئلہ جبر و قدر پر نقل کی ہے جو بے حد مفید ہے، اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

مولانا نانوتویؒ نے فرمایا:

انسان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک اختیار مستعار ملا ہے اور بندہ کے اس اختیار کو خدا کے اختیار سے وہی نسبت ہے جو قلم کو کاتب کے ساتھ ہے اگر یہ نسبت نہ مانی جائے تو بندہ کے اختیار کو منجانب اللہ کہنا غلط ہوگا اور ارادہَ انسانی خدا کا مخلوق نہ ہوگا۔ انسان کا ارادہ خدا کے ارادہ کا پرتو اور عکس ہے اور انسانی ارادہ کی حرکت، خداوندی ارادہ کی حرکت کا نتیجہ ہے۔ قرآن نے فرمایا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ۔

عبادتِ تسخیری وتشریعی

جملہ کائنات اور مخلوقات خدا کی عبادت گذار ہے، کچھ مخلوق کی عبادت تسخیری ہے اور وہ اپنی عبادت میں نہ مختار ہے، نہ اس کو اپنی عبادت گذاری کا احساس وشعور ہے۔ بَلْ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلٌّ لَّہٗ قَانِتُوْنَ ۔ ''بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اسی کے لیے ہے ہر چیز اس کی عبادت گذار ہے''۔ اس آیت میں اسی تسخیری عبادت کا ذکر ہے، عبادتِ تشریعی بالاختیار ہوتی ہے اور اس عبادت میں عبادت گذاروں کے مختلف مراتب ہیں، بعض وہ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے واسطے سے ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کی توجہ صفات کے واسطہ سے ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کی توجہ ذاتِ باری تعالیٰ کی جانب بغیر کسی واسطہ کے ہے۔ پہلا درجہ عوام عبادت گذاروں کا ہے دوسرا درجہ خواص کا ہے اور تیسرا درجہ اخصّ الخواص کا ہے۔ افعال وصفات توجہءِ ذات اور ادراک کا ذریعہ ہیں لیکن اخصّ الخواص کا ان کی طرف التفات نہیں ہوتا ہے۔ مولانا رومؒ نے عبادت کے ان مراتب کا مختلف اشعار میں ذکر فرمایا ہے۔

عالمِ خلق وامر

صوفیاء کے نزدیک آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی مخلوق عالمِ خلق ہے اور اس سے اوپر کا عالم جس میں عالمِ ارواح بھی ہے عالمِ امر ہے۔

قُلَّہ

پانی کا مٹکا جس میں تین سو سیر پانی آ جائے۔ اگر اس طرح کے دو مٹکوں کی بقدر پانی ہو تو امام شافعیؒ کے نزدیک اُس میں نجاست گر جانے سے وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔

بیت المعمور

یہ ساتویں آسمان پر کعبہ کے بالمقابل کعبہ جیسی ایک چیز ہے، جس طرح انسان کعبہ کا طواف کرتے ہیں

فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں بیت المعمور کو ساتویں آسمان پر دیکھا اور فرمایا کہ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جنھیں پھر دوبارہ داخل ہونے کا موقع نہیں ملتا ہے۔

قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی وہ مٹی جس سے آنحضورؐ کا جسمِ اطہر متصل ہے، عرش سے بھی افضل ہے۔

ابو القاسم عبدالکریم بنی ہوازن القشیری

376ھ میں پیدا ہوئے اور نیشاپور میں 465ھ میں وفات پائی۔ اُن کی کتاب ''رسالہ قشیریہ'' تصوف کی مشہور کتاب اور تصوُّف کی کتابوں کا اہم ماخذ ہے۔

ابو طالب مکی

مشہور بزرگ ہیں ان کی کتاب قوت القلوب تصوُّف کی بلند مرتبہ کتاب ہے۔ امام غزالیؒ نے اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم میں اس کے اقتباسات درج کیے ہیں۔

اصحابِ ایکہ

قرآن پاک میں ہے۔ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ ''انھوں نے اُس کی تکذیب کی تو اُن کے سائبان کے دن کے عذاب نے آ پکڑا۔ بے شک وہ بڑے دن کا عذاب ہے''۔ ''ایکہ'' والوں نے حضرت شعیبؑ کی تکذیب کی تو ایک روز سخت گرمی پڑنے لگی جس سے وہ گھبرا کر اپنے تہہ خانوں میں گھس گئے، تہہ خانے خود تنور کا کام دے رہے تھے، وہ وہاں سے نکلے تو اُن پر ایک بادل آ گیا جس کو وہ سمجھے کہ اُس کے سائے میں آرام حاصل کر سکیں گے لیکن اس بادل سے آگ برسنے لگی جس سے وہ جل کر راکھ ہو گئے۔

زرتُشت

یہ لقب ہے، اصلی نام ابراہیم ہے۔ یہ منوچہر کی نسل سے تھے اور فیثا غورث حکیم کے شاگرد تھے۔ گشتاشپ

شاہِ ایران کے دور میں اُنھوں نے نبوت کا اعلان کیا اور آتش پرستی کا مذہب ایجاد کیا۔ مجوس ان کو پیغمبر جانتے ہیں اور اُن کی کتاب ژند کو الہامی کتاب قرار دیتے ہیں۔ بعض علمائے اسلام نے بھی اُن کو نبی اور حکیم قرار دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی مجوس کو اہلِ کتاب قرار دیا ہے۔

امرؤ القیس

یہ عرب کا مشہور شاعر ہے اور مشہور معلقہ

قِفَانَبْکِ مِن ذِکرٰی حَبِیبِ وَّمنزِلِ   بِسقطِ اللِّوٰی بَینَ الدُّخُولِ فَحَومَلِ

اسی امرؤ القیس کا ہے۔ یہ جاہلیت کے دور کا شاعر ہے اور یہ جس طرح اپنی فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل ہے اسی طرح اپنے فسق و فجور میں بھی ضرب المثل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا ہے۔ یُقَدِّمُ الشُّعَرَآءَ اِلَی النَّارِ۔ لیکن مولانا رومؒ امرؤ القیس کو ایک تارک الدنیا اور باخدا انسان ظاہر کررہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ مشہور امرؤ القیس کے علاوہ کوئی اور شخصیت ہو اور ان میں قِفَا نَبْکِ الخ الحاقی عبارت ہو۔

کیخسرو

ایران کا عظیم شہنشاہ گذرا ہے۔ اس کا باپ سیاوش اپنے باپ کیکاؤس سے ناراض ہوکر کیکاؤس کے حریف افراسیاب، شاہِ توران کے یہاں چلا گیا تھا۔ افراسیاب نے ابتداءً اُس کی بہت خاطر تواضع کی اور اپنی بیٹی کا نکاح بھی اُس سے کردیا لیکن کچھ دن بعد سیاوش سازشوں کا شکار ہوگیا اور افراسیاب نے اُس کو نہایت بے رحمی سے قتل کردیا۔ سیاوش کی بیوی حاملہ ہوچکی تھی۔ کچھ دن بعد اُس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو افراسیاب کے خوف سے چھپا دیا گیا اور اس کی پرورش دیہات میں ہوئی۔ یہی لڑکا کیخسرو ہے۔ کیخسرو جب بڑا ہوگیا اور اُس کو اپنے احوال کا علم ہوا تو وہ اپنے دادا کیکاؤس کے پاس ایران چلا گیا اور کیکاؤس کے مرجانے کے بعد ایران کا بادشاہ قرار دیا گیا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اُس نے اپنے باپ کے انتقام میں افراسیاب پر حملہ کیا اور باپ کے دشمنوں سے پورا انتقام لیا اور پھر اپنی آخری عمر میں یہ تارک الدنیا ہوگیا اور اپنے بیٹے لہراسپ کے حق میں سلطنت سے دستبردار ہوکر ایسا غائب ہوا کہ کسی کو پتا نہ چلا کہ کہاں گیا۔ الوداع کے وقت اس نے دنیا کی ناپائیداری پر اس قدر عبرت انگیز تقریر کی کہ آج بھی سننے والوں کے لیے موجبِ عبرت ہے۔ فردوسی نے شاہنامہ میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

صفورا

یہ حضرت شعیبؑ کی بیٹی ہیں جن کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔

حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعمِیْ وَیُصِمُّ

''تیری کسی چیز سے محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے''۔ اس حدیث کو ابوداؤدؒ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ بعض ائمہ حدیث نے اس کو موضوع قرار دیا ہے لیکن دوسرے بعض ائمہ اس کو حَسَن کے درجہ میں رکھتے ہیں اور حضرت ابوداؤدؒ کے سکوت سے اس کے حَسَن ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

مُوتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

''مرجاؤ اس سے پہلے کہ تم مرو'' اکثر صوفیاء اس مقولہ کو حدیث کے طور پر بیان کرتے ہیں اور اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ انسان کو زندگی میں فنا کا مرتبہ حاصل کر لینا چاہیے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کو حدیث قرار نہیں دیا۔

نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ

''عالم کا سونا عبادت ہے''۔ ملا علی قاریؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت مرفوعاً ثابت نہیں ہے، ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ علم کی تھوڑی دیر کی مشغولیت ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

اِنَّ السَّیْفَ مَحَّآءٌ لِلْخَطَایَا

''تلوار خطاؤں کو مٹا دینے والی ہے'' یہ روایت مجاہد کی فضیلتوں کے سلسلہ کی ہے۔ مولانا نے ''خطایا'' کی بجائے قافیہ کی رعایت سے ''الذنوب'' ذکر کیا ہے۔

مَا وَسِعَنِیْ اَرضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ وَلٰکِنَّ وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنُ

''مجھے اپنے اندر نہ میری زمین نے سمایا نہ میرے آسمان نے، ہاں میرے بندے مومن کے دل نے مجھے سمایا''۔ یہ قدسی حدیث احیاء العلوم میں بھی ہے اور مولانائے رومؒ نے مثنوی میں کئی جگہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس

میں حسبِ ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ''بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا انھوں نے اس سے انکار کیا کہ وہ اس کو اُٹھائیں اور اس سے ڈرے اور اُس کو انسان نے اُٹھالیا''۔ صوفیاء کے نزدیک مردِ کامل حضرتِ حق تعالیٰ کا ''مظہرِ اتم'' ہے۔ اس لیے صوفیاء انسان کو عالمِ اکبر قرار دیتے ہیں۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود اور عینیت

ایک مقام پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

حقیقۃً تمام کمالات حضرتِ حق تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور مخلوق کے کمالات عارضی اور اللہ تعالیٰ کی عطا و حفاظت کے سبب اُس میں موجود ہیں۔ ایسے وجود کو اصطلاح میں ظلّی وجود کہا جاتا ہے۔ ظِلّ کے معنی اگرچہ سایہ کے ہیں، لیکن یہاں سایہ سے مراد حفاظت اور پناہ ہے۔ جس طرح بولا جاتا ہے کہ ہم آپ کے زیرِ سایہ ہیں۔ یعنی ہم آپ کی حمایت اور حفاظت میں ہیں۔ اور ہمارا امن و عافیت آپ کی توجہ کی بدولت ہے۔ اسی طرح چونکہ ہمارا وجود عنایتِ خداوندی کی بدولت ہے اس لیے ہمارا وجود ظلّی ہے۔ یہ بات یقیناً ثابت ہے کہ ممکنات کا وجود اصلی اور حقیقی نہیں ہے۔ عارضی اور ظلّی ہے۔ اب اگر وجودِ ظلّی کا اعتبار نہ کیا جائے تو صرف وجودِ حقیقی کا ثبوت ہوگا اور وجود کو واحد سمجھا جائے گا یہ ''وحدۃ الوجود'' ہے اور اگر ظلّی وجود کا بھی اعتبار کریں کہ آخر کچھ تو ہے بالکل معدوم تو نہیں ہے تو یہ ''وحدۃ الشہود'' ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ چاند کا نور، سورج کے نور سے حاصل شدہ ہے۔ اب اگر اس کے نور کا اعتبار نہ کریں تو صرف سورج کو منور اور چاند کو تاریک کہا جائے گا۔ یہ مثال ''وحدۃ الوجود'' کی ہے۔ اور اگر چاند کے نور کا بھی اعتبار کریں، خواہ وہ سورج کے نمودار ہونے کے وقت نمودار نہ رہے تو یہ مثال ''وحدۃ الشہود'' کی ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں محض لفظی اختلاف ہے اور چونکہ اصل اور ظلّ میں تعلق نہایت قوی ہوتا ہے۔ اس کو صوفیاء کی اصطلاح میں عینیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ اصل وجود اور ظلّی وجود دونوں ایک ہو گئے۔ یہ تو صریح کفر ہے۔ چنانچہ محققین صوفیاء اس عینیت کے ساتھ غیریت کے بھی قائل ہیں تو یہ عینیت اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی۔ اس کے علاوہ جو کچھ صوفیاء نے کہا ہے وہ سُکر کی حالت میں کہا ہے وہ نا قابلِ ملامت ہے، نہ لائقِ تقلید۔

سجاد حسین

۱۶ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۷۸ء

دورۂ تہران و ترکی، مصر و بغداد و عرب
ہو مُبارک صاحبِ عزّ و شرف یہ فضلِ رَب
مثنوی کے شارح و فاضل مُترجِم مَرحَبا
مولوی سجّاد بحرِ علم صَد رشکِ عَرب

پیش کنندہ احقر خلیق ٹونکی
1976ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے حیاتِ دل حُسام الدین بسے ۔۔۔ میل می جوشد بقسمِ سادسے

اے دل کی زندگی حُسام الدین! بہت ۔۔۔ چھٹے دفتر کی جانب خواہش جوش مار رہی ہے

گشت از جذبِ چو تو علامۂ ۔۔۔ در جہاں گرداں حُسامی نامۂ

آپ جیسے علامہ کی کشش کی وجہ سے ۔۔۔ حسامی نامہ، دنیا میں رائج ہو گیا

پیش کش بہرِ رضایت می کشم ۔۔۔ در تمامِ مثنوی قِسمِ ششم

آپ کی رضامندی کے لیے میں پیش کش کرتا ہوں ۔۔۔ چھٹا دفتر، مثنوی کی تکمیل کے لیے

پیش کش می آرمت اے معنوی ۔۔۔ قِسمِ سادس در تمامِ مثنوی

اے معنوی! میں پیش کش کرتا ہوں ۔۔۔ چھٹا دفتر، مثنوی کی تکمیل کے لیے

شش جہت را نوردہ زیں شش صُحُف ۔۔۔ کے یَطُوفُ حَوْلَهُ مَن لَّمْ یَطُف

ان چھ دفتروں کے ذریعہ چھ جہت کو نور عطا کر دے ۔۔۔ تاکہ اس کا چکر وہ کاٹے جس نے چکر نہیں کاٹا

عشق را با پنج و باشش کار نیست ۔۔۔ مقصدِ اُو جُز کہ جذبِ یار نیست

عشق کو پانچ اور چھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے ۔۔۔ یار کی توجہ کے سوا اُس کا اور کوئی مقصد نہیں ہے

بُو کہ فیما بعد دستوری رسد ۔۔۔ رازہائے گفتنی گفتہ شود

ہو سکتا ہے کہ بعد میں اجازت ہو جائے ۔۔۔ کہنے کے قابل راز کہہ دیے جائیں

---

۱ اے۔ مولانا کا اپنے مُرید ضیاء الحق حُسام الدین کو خطاب ہے۔ قسمِ سادس۔ یعنی مثنوی کا چھٹا دفتر۔ جذب۔ یعنی یہ تمھاری باطنی کشش ہے۔ حسامی نامہ۔ یعنی مثنوی۔ معنوی۔ جو ظاہر سے بے نیاز ہے اور حقیقت کا طالب ہے۔

۲ در تمام۔ چونکہ چھٹے دفتر سے مضامین مکمل ہو جائیں گے لہٰذا اسکے بعد اور کوئی دفتر لکھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ شُرّاح کا یہی خیال ہے کہ اس دفتر میں مولانا نے تصوف کے آخری اور بیش بہا مضامین ذکر فرما دیے ہیں شش جہات بھی چھ ہیں دفتر بھی چھ لکھ دیے گئے ہیں تاکہ ہر جہت میں اسکا نور پھیل جائے۔

۳ عشق۔ مثنوی کا اصل مقصد قربِ حق اور عشقِ حق ہے اور عشق کو پانچ دفتروں اور چھ دفتروں سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے مقصد پورا ہونا چاہیے۔ بو کہ۔ چھٹا دفتر اس امید پر شروع کیا جا رہا ہے کہ شاید کچھ عُمل الاسرار بیان کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے اور اس چھٹے دفتر میں بیان کر دیے جائیں۔

با بیانے کاں بُوَد نزدیک تر — زیں[1] کنایاتِ دقیقِ مستتر

ایسے بیان کے ساتھ جو زیادہ نزدیک ہو — ان دقیق پوشیدہ کنایوں کے اعتبار سے

راز جز با رازداں انباز نیست — راز اندر گوشِ منکر راز نیست

راز، رازوں کے مناسب ہے — منکر کے کان میں راز، راز نہیں ہے

لیک دعوت وارد است از کردگار — با قبول و ناقبول اُو راچہ کار

لیکن خدا کی جانب سے دعوت دینے کا حکم آیا ہے — اُسے ماننے نہ ماننے سے کیا واسطہ؟

نوحؑ نہ صد سال دعوت می نمود — دمبدم انکارِ قومش میفزود

(حضرت) نوحؑ نو سو سال دعوت دیتے رہے — لحظہ بہ لحظہ اُن کی قوم کا انکار بڑھتا رہا

ہیچ از گفتن عِناں واپس کشید — ہیچ اندر غارِ خاموشی خزید

انھوں نے کہنے سے کبھی باگ موڑی؟ — وہ کبھی خاموشی کے غار میں گھسے؟

زانکہ[2] از بانگ و عُلالائے سگاں — ہیچ وا گردد ز راہے کارواں

کیونکہ کتوں کے بھونکنے اور شور سے — قافلہ کبھی راستے سے لوٹا ہے؟

یا شبِ مہتاب از غوغائے سگ — سُست گردد بدر را در سیر تگ

یا چاندنی رات میں کتے کے بھونکنے سے — چودھویں کے چاند کی دوڑنے میں رفتار سست پڑی ہو

مہ فشاند نور و سگ عوعو کند — ہر کسے بر خِلقتِ خود می تند

چاند نور چھڑکتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے — ہر ایک اپنی فطرت پر کام کرتا ہے

ہر کسے را خدمتے دادہ قضا — درخورِ آں گوہرش در ابتلا

قضاءِ خداوندی نے ہر ایک کو ایک خدمت عطا کی ہے — اس کی استعداد کے مناسب آزمائش کے لیے

چونکہ نگذارد سگ آں بانگِ سقم — من مہم سیرانِ خود را چوں ہلم

جبکہ کتا اس مرض کی آواز کو نہیں چھوڑتا ہے — میں چاند ہوں، میں اپنی رفتار کیسے چھوڑوں؟

چونکہ[3] سرکہ سرکگی افزوں کند — پس شکر را واجب افزونی بُود

جب سرکہ، سرکہ پن بڑھائے — تو شکر کی زیادتی ضروری ہے

قہر سرکہ لُطف ہم چوں انگبیں — کایں دو باشد رکنِ ہر اسکنجبیں

قہر سرکہ ہے، مہربانی بھی شہد کی طرح ہے — کہ سکنجبیں کے یہی دو جز ہوتے ہیں

---

۱ پہلے دفتروں میں جو کچھ رمز و اشارے میں بیان ہوا ہے اب اس کا کھل کر بیان کر دیا جائے۔ از۔ ہوسکتا ہے کہ اسرار کا بیان بعض لوگوں کے انکار کا سبب بنے۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لوگوں کو حق کی دعوت دی جائے لہٰذا دعوت دینے والے کو اس سے بحث نہیں ہے کہ کوئی اس دعوت کو قبول کرے گا یا انکار کرے گا۔ نوح۔ حضرت نوحؑ نو سو سال تک دعوت دیتے رہے لیکن ان کی قوم کا انکار بھی بڑھتا ہی رہا۔ حضرت نوحؑ کی دعوت کا زمانہ ساڑھے نو سو سال ہے مولانا نے کسر کو حذف کر دیا ہے۔ ہیچ۔ حضرت نوحؑ منکروں کے انکار سے دعوت سے نہ رُکے۔

۲ زانکہ۔ منکروں کی مثال کتوں کی سی اور دعوت دینے والوں کی مثال قافلہ کی سی ہے۔ قافلہ کتوں کے بھونکنے سے راستے سے واپس نہیں ہوتا ہے، بلکہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ علالا۔ شور و غل، سخت آواز۔ یا شب۔ چودھویں کا چاند کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار کم نہیں کرتا ہے۔ عوعو۔ کتے کے بھونکنے کی آواز۔ ہر کسے۔ قدرت نے ہر شخص کی استعداد کے مطابق ایک کام پر اس کو مامور کر دیا ہے اور اس سے مقصد خداوندی اُس کی آزمائش ہے۔ سیراں۔ سیر۔

۳ چونکہ۔ منکرین کے انکار کے دعوت کو ترک نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں اور شدت پیدا کر دی جاتی ہے۔ سرکہ۔ منکروں کا انکار۔ شکر۔ دعوت۔ سکنجبین۔ سکنجبین جو امراض میں مفید ہے وہ سرکہ اور شہد سے بنتی ہے اگر سرکہ تیز ہوتا ہے تو اس میں شکر کا اضافہ ضروری ہو جاتا ہے ورنہ وہ سکنجبین ناقص ہوگی۔ قہر۔ منکروں کا انکار سرکہ ہے اور لطف یعنی دعوت شہد ہے۔

انگبیں گر پائے وا دارد زخل — آید آں سکنجبیں اندر خلل
اگر شہد سرکہ سے کم ہو — اس سکنجبین میں خلل پڑ جائے گا

قوم[1] بروے سرکہا می ریختند — نوحؑ را دریا فزوں ریخت قند
قوم اُن پر سرکے بہاتی تھی — دریا، نوحؑ پر شکر زیادہ بہاتا تھا

قندِ اُو را بُد مَدد از بحرِ جُود — پس ز سرکہ اہلِ عالم می فزود
اُن کی شکر کی مدد، سخاوت کے سمندر سے تھی — تو دنیا والوں کے سرکہ کے سبب وہ بڑھتی تھی

واحد کالالفِ کہ بُود؟ آں ولی — بلکہ صد قرن ست آں عبدالعلی
ایک، ہزار کی طرح کون ہوتا ہے؟ وہ ولی ہے — بلکہ وہ (خدا) عالیشان کا بندہ سو قرن ہوتا ہے

خُم کہ از دریا درو راہے شود — پیشِ اُو جیحونہا زانو زند
وہ مٹکا جس میں دریا کی جانب سے راستہ ہو جائے — اُس کے سامنے بہت سے جیحوں، ادب کرنے لگیں

خاصہ[2] ایں دریا کہ دریاہا ہمہ — چوں شُنیدند ایں مثال و دمدمہ
خصوصاً یہ دریا بلکہ تمام دریا — جب اُنھوں نے یہ مثال اور شہرت سُنی

شُد دہاں شاں تلخ زیں شرم و خجل — کہ قریں شد نامِ اعظم با اقل
اس شرم اور خجالت سے اُن کا منہ کڑوا ہو گیا — کہ (دریائے) اعظم کا نام (دریائے) احقر کا ساتھی ہوگیا

در قرانِ ایں جہاں با آنجہاں — ایں جہاں از شرم میگردد جہاں
اس جہان کے اس جہان کے ساتھ ملنے میں — یہ جہان شرم سے کود بھاگتا ہے

ایں عبارت تنگ و قاصر رُتبت ست — ورنہ خس رابا اخص چہ نسبت ست
یہ عبارت تنگ اور کم رتبہ ہے — ورنہ تنکے کو اخص سے کیا نسبت ہے؟

زاغ[3] در رز نعرۂ زاغاں زند — بلبل از آوازِ خوش کے کم کند
انگورستان میں کوا کوّوں کے نعرے لگاتا ہے — بلبل حسین آواز کو کب کم کرتی ہے؟

پس خریدارست ہریک را خدا — در مزاد یَفعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَا
پھر ہر ایک کا خریدار خدا ہوتا ہے — "اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے" کے بازار میں

نقلِ خارستاں غذای آتش ست — بُویِ گُل قُوتِ دماغِ سرخوش ست
کانٹوں کی جھاڑی کا چبینا آگ کی غذا ہے — نشیلے دماغ کی روزی، پھول کی خوشبو ہے

---

1. قوم۔ حضرت نوحؑ کی قوم کا انکار جس قدر بڑھا قدرت نے حضرت نوحؑ پر اسی قدر زیادہ شکر بہادی۔ بحر جود۔ دریائے سخاوت یعنی حضرت حق تعالیٰ۔ واحد۔ شکر کے اضافہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس قدر منکرین سخت ہوتے ہیں اتنا ہی اولوالعزم پیغمبر اُن کی طرف بھیجا جاتا ہے وہ ایک پیغمبر لاکھوں داعیوں کے وزن کا ہوتا ہے بلکہ سو قرن کے انسانوں کے برابر ہوتا ہے۔ خم۔ چونکہ اس نبی اور رسول کا بحر حقیقی سے رابطہ ہوتا ہے تو وہ ایک کروڑوں پر غالب آ جاتا ہے۔
2. خاصہ ایں دریا۔ اللہ تعالیٰ کے فیض کی عموماً سمندر اور دریا سے مثال دی جاتی ہے اس تمثیل سے یہ دریا شرمندہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ در قران۔ جب دونوں عالموں کا ساتھ ذکر ہوتا ہے تو عالم حسی کو اپنی حقارت محسوس ہوتی ہے۔ ایں جہان۔ عالم حسی۔ آں جہاں۔ عالم غیبی۔ جہاں۔ کودنے والا۔ ایں عبارت۔ یعنی یہ تعبیر کہ حضرت حق تعالیٰ کو دریا قرار دیا ایک ناقص تعبیر ہے ورنہ خس یعنی دریا کو اخص یعنی حضرت حق تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں ہے۔
3. زاغ۔ مولانا نے پھر سابق مضمون کی طرف رجوع کیا ہے کہ منکرین کے انکار کی وجہ سے اسرار کا بیان نہیں چھوڑا جا سکتا ہے۔ پس۔ بعض منکروں کا اتباع کرتے ہیں بعض داعیوں کا یہ خدا کی مشیت ہے۔ مزاد۔ نیلام کا بازار۔ نقل۔ کانٹا دوسروں کے لیے ناپسندیدہ ہے لیکن آگ کو بہت بھاتا ہے کیونکہ اس کی غذا ہے اسی طرح منکرین کو انکار بھاتا ہے۔ سرخوش۔ معتدل مست۔ اس کو خوشبو پسند ہے اسی طرح دعوت کو قبول کرنے والوں کو دعوت پسند آتی ہے۔

گر[1] پلیدی پیشِ ما رسوا بُوَد — خوک و سگ را شکّر و حلوا بُوَد

اگر گندگی ہمارے سامنے رُسوا ہے — سور اور کتے کے لیے شکر اور حلوا ہے

گر پلیداں ایں پلیدیہا کُنند — آبہا بر پاک کردن می تنند

اگر پلید لوگ، پلیدیاں کرتے ہیں — پانی، پاک کرنے پر مستعد ہیں

ورجہانے پُر شود از خار و خس — آتشے محوش کُند دریک نفس

اگر دنیا کانٹے اور تنکے سے پُر ہو جائے — آگ اُس کو ایک سانس میں مٹا دیتی ہے

گرچہ ماراں زہر افشاں میکُنند — ورچہ تلخاں ماں پریشاں می کُنند

اگرچہ سانپ، زہر افشانی کرتے ہیں — اگرچہ، بدمزاج ہمیں پریشان کرتے ہیں

نحلہا برکوہ و کُندُو و شجر — می نہند از شہد انبارِ شکر

شہد کی مکھیاں پہاڑ اور کوٹھی اور درختوں پر — شہد سے شکر کے انبار لگاتی ہیں

زہرہا[2] ہر چند زہری می کُنند — زُود تریاقات، شاں بر می کُنند

زہر، ہر چند زہریلا پن پھیلاتے ہیں — تریاق، اُن کو فوراً زائل کر دیتے ہیں

ایں جہاں جنگ ست کُل چوں بنگری — ذرہ با ذرّہ چوں دیں با کافری

یہ دنیا پوری جنگ ہے، جب تو غور کرے — ذرّہ، ذرّے کیساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ دین کافری کیساتھ

آں یکے ذرّہ ہمی پرّد بچپ — واں دگر سُوئے یمیں اندر طلب

ایک ذرّہ بائیں کو اُڑتا ہے — تو دوسرا طلب میں دائیں جانب کو

ذرّہ[3] بالا و آں دیگر نگوں — جنگِ فعلی شاں ببیں اندر رُکوں

ایک ذرہ اوپر کو اور دوسرا نیچے کو — رجحان میں اُن کو عملی جنگ کو دیکھ

جنگِ فعلی ہست از جنگِ نہاں — زیں تخالف آں تخالف را بداں

عملی جنگ، مخفی جنگ کی وجہ سے ہے — اس اختلاف کو اس اختلاف سے سمجھ لے

ذرّہ کاں محو شُد در آفتاب — جنگِ اُو بیروں شُد از وصفِ حساب

وہ ذرّہ جو سورج میں فنا ہو گیا — اس کی جنگ حساب سے خارج ہو گئی

چوں ز ذرّہ محو شُد نفس و نَفَس — جنگش اکنوں جنگِ خورشید ست و بس

جب ذرّے کا نفس اور سانس فنا ہو گیا — اس کی جنگ اب محض سورج کی جنگ ہے

---

[1] گر پلیدی۔ نجاست انسان کے سامنے رسوا ہے کتے اور سور کی خوراک ہے۔ گر۔ ہر چیز بمقتضائے فطرت اپنا کام انجام دے رہی ہے۔ نجاست نجس بناتی ہے تو پانی پاک کر دیتا ہے، یعنی منکرین انکار کرتے ہیں اور داعی اُنکو بھلائی کیطرف بلاتے ہیں۔ در جہانے۔ خار وخس اپنا کام کرتے ہیں تو آگ اپنا کام کرتی ہے منکرین کی شرارتوں کو داعیوں کی دعوت فنا کر دیتی ہے۔ گرچہ۔ سانپ اپنا کام کرتے ہیں تو شہد کی مکھیاں اپنا، لہٰذا ہمیں مفسدوں کی وجہ سے تبلیغ کو ترک نہ کرنا چاہیے۔

[2] زہرہا۔ منکروں کے انکار سے جب زہر پھیلتا ہے تو مصلحین اپنے تریاق سے اس کا اثر زائل کر دیتے ہیں۔ ایں جہاں۔ اس عالم کا بقا ہی اختلاف سے ہے لہٰذا منکرین کے اختلاف سے مصلح کو اپنا کام نہ روکنا چاہیے۔ ایں جہاں۔ عالم امکان مختلف اجزا کا مجموعہ ہے اس کے ہر ذرے کو دوسرے ذرے سے وہی نسبت ہے جو دین کو کفر سے۔ آں یکے۔ ایک ذرے کا رُخ بائیں جانب ہے تو دوسرے کا دائیں جانب۔

[3] ذرہ۔ ایک ذرّے کا رُخ اوپر کو ہے، دوسرے کا نیچے کو غرضکہ ان ذروں کی باہمی کشش اور باہمی اختلاف ہے۔ جنگ فعلی۔ یعنی ذرات عالم کا افعال وخواص میں مختلف ہونا۔ رکوں۔ میلان۔ جنگِ نہاں۔ یعنی ذرات کا اختلاف اللہ تعالیٰ کے مختلف اسماء وصفات کا مظہر ہونے کی وجہ سے ذرہ کو جب مقامِ فنا حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اختلاف طبعی اس ذرہ کی طرف منسوب نہیں رہتا ہے۔ چوں۔ ذرہ کے محو ہو جانے کے بعد اس کے افعال سورج کی طرف منسوب ہوں گے۔ جنگش۔ چونکہ اب اس کی جنگ طبعی نہیں ہے بلکہ من اللہ ہے تو اس کی جنگ خدا کی جنگ ہے۔

رفت[1] از وے جنبشِ طبع و سکون
اُس میں سے طبیعت کی حرکت اور سکون جاتا رہا

از چہ از اِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْن
کیوں؟ ''ہم اُس ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں'' کی وجہ سے

مابہ بحرِ نورِ خود راجع شُدیم
ہم اپنے نور کے سمندر کی جانب لوٹ آئے

وز رضاعِ اصلِ مُسترضع شُدیم
اور ہم اصل کی رضاعت سے دودھ پینے والے بن گئے

در فروعِ راہ اے ماندہ زغول
اے چھلاوے کیوجہ سے راستہ کی پگڈنڈیوں میں بھٹکنے ہوئے

لاف کم زن از اصول اے بے اصول
اے بے اصول! اصول کی شیخی نہ بگھار

جنگِ ما و صلحِ ما دَر نُورِ عین
نورِ عین میں ہماری جنگ اور صلح

نیست از ما، ہست بین الاصبعین
ہماری جانب سے نہیں ہے دوانگلیوں کے درمیان کیوجہ سے ہے

جنگِ[2] طبعی جنگِ فعلی جنگِ قول
طبعی جنگ، عملی جنگ، قولی جنگ

درمیانِ جزوہا حربیست ہول
اجزا کے درمیان خوفناک جنگ ہے

ایں جہاں زیں جنگ قائم می بُوَد
یہ دنیا اسی جنگ سے قائم رہتی ہے

در عناصر در نگر تاحل شَوَد
عناصر میں غور کر لے، تاکہ حل ہو جائے

چار عنصر چار استونِ قوی ست
چاروں عنصر، چار مضبوط ستون ہیں

کہ بر ایشاں سقف دنیا مستوی ست
جن پر دنیا کی چھت قائم ہے

ہر ستونے اشکنندہ آں دگر
ہر ستون دوسرے کو توڑنے والا ہے

اُستنِ آب اشکنندہ آں شرر
پانی کا ستون، آگ کے ستون کو توڑنے والا ہے

پس بنائے خلق بر اضداد بُود
تو دنیا کی بنا اضداد پر ہے

لاجرم جنگی شدند از ضرّ و سُود
لامحالہ نقصان اور نفع کے اعتبار سے لڑنے والے ہو گئے

ہست[3] احوالت خلافِ ہمدگر
تیرے احوال ایک دوسرے کے خلاف ہیں

ہر یکے باہم مخالف در اثر
ہر ایک اثر میں ایک دوسرے کا مخالف ہے

چونکہ ہر دم راہِ خود را می زنی
جبکہ تو ہر وقت اپنی رہزنی کرتا ہے

باد گر کس سازگاری چوں کُنی
دوسرے سے کیسے موافقت برتے گا؟

فوجِ لشکرہائے احوالت ببیں
اپنے احوال کے لشکر کی فوج کو دیکھ لے

ہر یکے با دیگرے در جنگ و کیں
ہر ایک دوسرے کے ساتھ جنگ اور کینہ میں ہے

---

[1] رفت۔ فنا کے بعد ذرے کا ہر سکون و حرکت اس کا اپنا نہیں ہے بلکہ منجانب اللہ ہے۔ ما۔ عارفین فانی فی اللہ۔ بحرنور۔ ذات حق۔ مسترضع۔ دودھ پینے والا۔ در فروع۔ جو فنا کے مقام پر نہیں پہنچا اس کے افعال خود اس کی طرف منسوب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرنے چاہئیں لاف زنی نہ کرنی چاہیے۔ جنگِ ما۔ فانی کا ہر کام خدا کی طرف منسوب ہے۔ نورِ عین۔ یعنی چشم بصیرت کا ادراک۔ بین الاصبعین۔ حدیث شریف ہے انسان کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اس کو پلٹ دیتا ہے لہٰذا ہمارے افعال خدا کی طرف منسوب ہیں۔

[2] جنگ۔ عالم کے اجزا میں جنگِ طبعی یعنی اجزا میں آثار اور طبائع کا اختلاف، جنگِ فعلی یعنی افعال و خواص کا اختلاف، جنگِ قولی یعنی اقوال کا باہمی اختلاف، بہت خوفناک ہے۔ ایں جہاں۔ اس کیوجہ یہ ہے کہ اس فانی دنیا کا قیام ہی اس جنگ پر ہے۔ عناصر کی باہمی جنگ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ چار عنصر۔ دنیا کی چھت چار متضاد عنصروں پر قائم ہے۔ استنِ آب۔ پانی، آگ کو فنا کر دیتا ہے۔ پس۔ جبکہ مخلوق کی بنیاد ہی مختلف عناصر پر ہے تو مخلوق باہمی مختلف ہے۔

[3] ہست۔ مختلف چیزوں میں ہی اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک چیز کے احوال میں بھی اختلاف ہے۔ چونکہ۔ جبکہ خود ایک انسان کے احوال باہمی مختلف ہیں تو وہ دوسرے سے کیسے متفق ہو سکتا ہے۔ فوج۔ انسان کے احوال ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں۔

می نگر[1] درخود چنیں جنگِ گراں ۔ پس چہ مشغولی بجنگِ دیگراں
ایسی سخت لڑائی کو تو اپنے اندر دیکھ لے ۔ تو دوسروں کی جنگ میں کیوں مبتلا ہے؟

تا مگر زیں جنگ حقت واخرد ۔ در جہانِ صلحِ یک رنگت برد
تاکہ شاید اللہ (تعالیٰ) تجھے اس جنگ سے نجات دے دے ۔ تجھے صلح کے یک رنگ جہان میں پہنچا دے

آں جہاں جز باقی و آباد نیست ۔ زانکہ آں ترکیب از اضداد نیست
وہ جہاں، باقی اور آباد کے سوا کچھ نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ ترکیب اضداد کی نہیں ہے

ایں تفانی از ضد آید ضد را ۔ چوں نباشد ضد نبود جز بقا
یہ باہمی فنا کرنا، ضد سے ضد کو پہنچتا ہے ۔ جب ضد نہ ہو تو بقا کے سوا کچھ نہ ہو گا

نفیِ ضد کرد از بہشت آں بے نظیر ۔ کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر
اس بے نظیر نے بہشت سے ضد کی نفی کر دی ۔ کہ نہ سورج ہو گا اور نہ اس کی ضد زمہریر

ہست بے رنگی اصولِ رنگہا ۔ صلحہا[2] باشد اصولِ جنگہا
بے رنگی، رنگوں کی اصل ہے ۔ صلحیں، جنگوں کی اصل ہیں

آں جہانست اصلِ ایں پُر غم وثاق ۔ وصل باشد اصلِ ہر ہجر و فراق
وہ جہاں اس پُر غم گھر کی اصل ہے ۔ ہر ہجر اور فراق کی اصل، وصل ہے

ایں تخالف از چہ آید وز کجا ۔ وزچہ زاید وحدت ایں اضداد را
یہ باہمی مخالفت کس چیز سے اور کہاں سے آتی ہے؟ ۔ اور یہ وحدت ان مخالف چیزوں میں کس چیز سے پیدا ہوتی ہے

زانکہ ما فرعیم و چار اضداد اصل ۔ خویِ خود در فرع کرد ایجاد اصل
اس لیے کہ ہم فرع ہیں اور چار اضداد اصل ہیں ۔ اصل نے فرع میں اپنی خصلت پیدا کر دی ہے

گوہرِ[3] جاں چوں ورایِ فصلہاست ۔ خویِ اُو ایں نیست خویِ کبریاست
روح کا گوہر چونکہ ان اضداد سے جداگانہ چیز ہے ۔ اس کی خصلت یہ نہیں ہے، خدائی خصلت ہے

جنگہا بیں کاں اصولِ صلحہاست ۔ چوں نبیؐ کہ جنگِ اُو بہرِ خدا ست
ان جنگوں کو دیکھ، جو صلحوں کی اصول ہیں ۔ جیسا کہ نبیؐ کہ اس کی جنگ خدا کے لیے ہے

طُرفہ آں جنگے کہ رُکنِ صلحہاست ۔ شاد اُو کایں جنگِ اُو بہرِ خدا ست
وہ جنگ عجیب ہے جو صلحوں کی رکن ہے ۔ وہ خوش نصیب ہے، جس کی یہ جنگ خدا کے لیے ہے

---

[1] می نگر۔ اگر انسان اپنے احوال پر نظر رکھے تو دوسروں سے جنگ کرنے میں مشغول نہ ہو۔ تامگر۔ اگر خدا کسی کو صلح کے یک رنگ جہاں میں پہنچا دے تو بے شک وہ اختلاف سے بچ سکتا ہے۔ آں جہاں۔ عالمِ آخرت کی ترکیب اضداد سے نہیں ہے لہٰذا اس میں بقا ہے۔ ایں تفانی۔ عالمِ دنیا کی فنا اضداد کی ترکیب کی وجہ سے ہے۔ کہ نباشد۔ عالمِ آخرت میں نہ سورج کی گرمی ہوگی نہ جاڑے کی سردی۔ بے رنگی۔ یعنی عالمِ آخرت اصل اور مقصود ہے۔

[2] صلحہا۔ عالمِ شہود میں عالمِ آخرت ہی متصرف ہے وہی بے رنگ یہاں آ کر رنگ حاصل کر لیتا ہے اور وہی اشیاء جن میں وہاں صلح تھی یہاں آ کر جنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ وصل۔ عالمِ آخرت میں وصل ہے اور عالمِ دنیا میں ہجر و فراق ہے اور ہجر و فراق کی اصل وصل ہوتا ہے۔ ایں تخالف۔ عالمِ دنیا میں جو باہمی اختلاف اور اتحاد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عالم کی بنیاد اضداد پر ہے اور چونکہ ان اشیاء میں روح بھی ہے جو اس عالمِ اضداد سے نہیں ہے اس کی وجہ سے باہمی اتحاد پیدا ہوتا ہے۔

[3] گوہرِ جاں۔ روح کا تقاضا اختلاف نہیں ہے اس میں کبریائی اخلاق ہیں جو اتحاد پیدا کر دیتے ہیں۔ جنگہا۔ رسولوں کے جہاد، شر کو ختم کرنے کے لیے ہیں لہٰذا وہ جنگیں صلح کی اصول ہیں۔ طرفہ۔ یہ جنگ دراصل فتنہ کو ختم کرنے کے لیے ہے اور یہ جنگ اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ خدا کے لیے ہوتی ہے۔

غالب[1] چست و چیر در ہر دو جہاں
وہ دونوں جہان میں غالب اور فاتح ہے

آبِ جیحوں را اگر نتواں کشید
جیحوں کے پانی کو اگر کوئی نہ کھینچ سکے

گر شُدی عطشانِ بحرِ معنوی
اگر تو معنوی سمندر کا پیاسا ہے

فرجہ[2] کُن چندانکہ اندر ہر نفس
تو اس قدر سیر کر کہ ہر سانس میں

باد کہ را ز آبِ جُو چو واکند
ہوا، جب گھاس کو نہر کے پانی سے جُدا کر دیتی ہے

شاخہائ تازۂ مرجاں ببیں
مونگے کی نئی شاخیں دیکھ لے

چوں ز حرف و صوف و دم یکتا شود
جب حرف اور آواز اور سانس سے جدا ہو جائے

حرف گوی و حرف نوش و حرفہا
بات کہنے والا اور بات سننے والا اور باتیں

ناں[3] دہند و ناں ستان و نانِ پاک
روٹی دینے والا اور روٹی لینے والا اور پاک روٹی

لیک معنی شاں بُوَد در سہ مقام
لیکن اُن کی روح تین مقام پر ہو گی

خاک شُد صورت و لے معنیٰ نشُد
صورت مٹی ہو گئی لیکن معنی نہ ہوئے

در جہانِ رُوح ہرسہ منتظر
عالمِ روح میں تینوں منتظر ہیں

شرح ایں غالب نگنجد در دہاں
اس غالب کی شرح منہ میں نہیں سماتی

ہم ز قدرِ تشنگی نتواں برید
پیاس کی بقدر سے بھی تعلق منقطع نہ کرے

فرجہء کُن در جزیرہ مثنویؔ
تو مثنوی کے جزیرے کی سیر کر

مثنوی را معنوی بینی و بس
مثنوی کو صرف معنوی دیکھنے لگے

آب یک رنگیِ خود پیدا کُند
پانی اپنی یک رنگی دکھاتا ہے

میوہائے رُستہ زابِ جاں ببیں
جان کے پانی سے اُگے ہوئے میوے دیکھ لے

آں ہمہ بگذارد و دریا شود
اُن سب کو چھوڑ کر دریا ہو جائے

ہرسہ جاں گردند اندر انتہا
آخر میں تینوں رُوح بن جائیں گی

سادہ گردند از صُوَر گردند خاک
صورتوں سے سادہ بن جائیں گی، مٹی بن جائیں گی

در مراتب ہم ممیّز ہم مدام
مرتبوں میں بھی جداگانہ اور دوام میں بھی

ہرکہ گوید شُد تو گویش نے نشُد
جو کہے کہ ہو گئے تو اس سے کہہ دے نہیں، نہیں ہوئے

گہ ز صُورت ہارب و گہ مستقر
کبھی صورت سے متنفر اور کبھی قرار پانیوالے

[1] غالب۔اس طرح کی جنگ کرنے والا دونوں جہان میں غالب رہتا ہے۔آبِ جیحوں۔ان جنگوں کے فضائل جو معیت حق کے ساتھ ہوتی ہیں دریائے ناپیدا کنار ہیں اگر ان کی پوری فضیلت نہیں بیان کی جاسکتی ہے تو بقدر ضرورت بیان ضروری ہے۔ما لا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لا يُترَكُ كُلُّهٗ" جس چیز کا کل حاصل نہ کیا جاسکے اُس کو پورا چھوڑا نہیں جاتا۔

[2] فرجہ کُن۔اگر یہ مقصد حاصل کرنا ہے تو مثنوی کی سیر کر اور اسکے معانی پر غور کر۔باد کہ۔دریا جو گھاس میں چھپا ہوا ہے جب ہوا اُس کی گھاس ہٹاتی ہے تو دریا کی یکرنگی نظر آنے لگتی ہے یہی حال مثنوی کا ہے الفاظ کو ہٹا کر معانی پر غور کیا جائے تو حقیقت واضح ہوگی۔شاخہائ۔گھاس ہٹ جانیکے بعد دریا میں مونگے کی شاخیں نظر آئیں گی۔چوں۔کسی مضمون کیلئے حروف بمنزلہ گھاس کے ہیں۔حرف۔غور کرنیکے بعد کہنے والا اور سننے والا اور حروف سب حقیقت بنجاتے ہیں۔

[3] ناں دہند۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے روٹی دینے والا اور روٹی کھانیوالا اور روٹی اپنی صورتیں ختم کر دینے کے بعد سب خاک بن جاتے ہیں۔لیک۔یہ تینوں چیزیں روح بن جائیں گی لیکن ہر روح کا مقام جداگانہ ہے۔خاک شد۔جسم فانی ہے اور روح باقی ہے اس کے بقاء کا انکار نہ کرنا چاہیے۔در جہاں۔صورت کے فنا ہونے کے بعد روح ہمیشہ کیلئے صورت سے علیحدہ نہیں ہوتی۔حضرت حق تعالیٰ اسکو مختلف صورتیں عنایت کرتے رہتے ہیں۔ہارب۔بھاگنے والا۔

امر[1] آید در صور رو در رود
حکم ہوتا ہے، جسموں میں جا، چلی جاتی ہے
باز ہم ز امرش مجرّد میشود
پھر اسی کے حکم سے علیحدہ ہو جاتی ہے

پس لَهُ الْخَلْقُ لَهُ الْاَمْرُ بداں
''اسی کے لیے خلق ہے اور اسی کے لیے امر ہے'' تو سمجھ لے
خلق صورت، امر جاں راکِب براں
خلق صورت ہے، امر اُس پر سوار، رُوح ہے

راکب و مرکوب در فرمانِ شاہ
سوار اور سواری، شاہ کے حکم میں ہیں
جسم بر درگاہ و جاں در بارگاہ
جسم درگاہ پر اور رُوح دربار کے اندر ہے

چونکہ خواہد کاب آید در سبُو
جب وہ چاہتا ہے کہ پانی ٹھلیا میں آ جائے
شاہ گوید جیشِ جاں را کارکُوا
شاہ، رُوح کے لشکر کو کہہ دیتا ہے کہ ''سوار ہو جاؤ''

باز[2] جانہا را چو خواند بر علو
پھر جب روحوں کو اوپر بلاتا ہے
بانگ آید از نقیباں کانزلُوا
نقیبوں کی جانب سے آواز آتی ہے کہ ''اُترو''

بعد ازیں باریک خواہد شُد سخن
اس کے بعد بات باریک ہو جائے گی
کم کن آتش ہیزمش افزوں مکُن
آگ کو کم کر اُس کے ایندھن کو نہ بڑھا

تانجوشد دیگہائے خُرد زُود
تاکہ چھوٹی دیگیں جلد نہ اُبل پڑیں
دیگِ ادراکات خُردست و فرود
ادراکات کی دیگ چھوٹی اور کم درجہ کی ہے

پاک سبحانے کہ سیبستاں کُند
وہ سبحان پاک ہے، جو سیبوں کا باغ لگاتا ہے
در غمامِ حرف شاں پنہاں کُند
اُن کو حروف کے ابر میں پوشیدہ کر دیتا ہے

زیں غمامِ بانگ و حرف و گفتگو
اس آواز اور حروف اور گفتگو کے ابر کی وجہ سے
پردۂ کز سیب ناید غیر بُو
ایسا پردہ ہے کہ سیب کی خوشبو کے سوا کچھ نہیں آتا

بارے[3] افزوں کش تو ایں بُو را بہُوش
تو اس خوشبو کو ضرور، ہوش کے ساتھ خوب کھینچ
تاسُوی اصلت برد بگرفتہ گوش
تاکہ تجھے کان پکڑ کر اصل کی جانب لے جائے

بُو نگہدار و پرہیز از زُکام
خوشبو کی حفاظت کر اور زکام سے بچ
تن بپوش از باد و بُودِ سردِ عام
جسم کو عوام کی سرد ہوا اور ہستی سے چھپا

تانیندآید مَشامت از اثر
تاکہ تیرے نتھنے اثر سے، بند نہ ہو جائیں
اے ہوا شاں از زمستاں سرد تر
اے (مخاطب)! اُن کی ہوا جاڑوں سے زیادہ سرد ہے

چوں جماداند و فسُردہ تن شگرف
وہ جماد (جیسے) اور ٹھٹھرے ہوئے عجیب جسم ہیں
می جہد انفاسِ شاں از تلِّ برف
اُن کے سانس برف کے تودے سے نکل رہے ہیں

[1] امر آید۔ کبھی رُوح کے مصور ہونے کا حکم ہوتا ہے۔ کبھی مجرد ہونے کا۔ لہ الخلق۔ اس آیت میں خلق سے صورت اور امر سے رُوح مراد ہے۔ جسم۔ جسم چونکہ مادی ہے اس لیے بارگاہ سے باہر ہے اور رُوح چونکہ مجرد ہے اس لیے اسکا رُتبہ بارگاہ کے اندر ہے۔ چونکہ۔ جب خدا رُوح کو مصور کرنا چاہتا ہے اسکو حکم دے دیتا ہے کہ جسم کی سواری پر سوار ہو جا۔

[2] باز جانہا۔ جب پھر ان کو جسم سے مجرد کرتا ہے تو ان کو حکم دیتا ہے کہ اپنی سواریوں سے اتر آؤ۔ بعد ازیں۔ اب یہ بات عوام کے ذہن سے دور ہو رہی ہے۔ لہٰذا اس کو ختم کر دیا جائے، آتش سے کلام اور ہیزم سے اس کی طوالت مراد ہے۔ تانجوشد۔ رُوح کے جسم میں آنے جانے کی پوری کیفیت عوام کی عقول سے بالاتر ہے۔ پاک۔ اللہ تعالیٰ معانی کے سیبستان پیدا فرماتا ہے اور ان کو حروف کے ابر میں پوشیدہ کر دیتا ہے اور لوگوں کو صرف خوشبو پہنچتی ہے۔

[3] بارے۔ جب اسرار کی خوشبو پہنچے تو اس کے ذریعہ اصل تک پہنچنے کی کوشش کر۔ نگہدار۔ خوشبو کی حفاظت کر اور اپنے آپ کو زکام سے بچا جو عوام کے خلط ملط سے پیدا ہوتا ہے۔ تانیندآید۔ عوام کی صحبت روحانی امراض پیدا کرنے میں بہت سخت ہے۔ چوں۔ عوام کی صحبت سے جسم ٹھٹھر جاتا ہے جب ایسا ہو تو کسی کامل کی صحبت اختیار کریں۔ زیں۔ جسم۔ برف۔ عوام کی صحبت۔

چوں زمیں زیں برف در پوشید کفن
جب زمین اس برف کا کفن پہن لے

تیغِ خورشید حُسامُ[1] الدیں بزن
حسام الدین کے سورج کی تلوار چلا دے

ہیں برآر از شرق سیف اللہ را
خبردار! مشرق سے اللہ کی تلوار کو نکال لے

گرم کُن زاں شرق ایں درگاہ را
اس سورج سے اُس درگاہ کو گرم کر دے

برف را خنجر زند آں آفتاب
وہ سورج برف کے خنجر مار دے گا

سیلہا ریزد زکُہہا بر تُراب
پہاڑوں سے زمین پر بہت سے بہاؤ بہا دے گا

زانکہ لا شرقی و لا غربی ست اُو
کیونکہ وہ نہ شرقی ہے، نہ غربی ہے

با منجم روز و شب حربی ست اُو
وہ شب و روز منجم سے لڑائی میں ہے

کہ چرا جُز من، نجومِ بے ہُدیٰ
کہ تو نے کیوں میرے علاوہ بے ہدایت ستاروں کو

قبلہ کردی از لئیمی و عمیٰ
کمینہ پن اور اندھے پن سے قبلہ بنایا ہے؟

تا خوشت ناید مقالِ آں[2] امین
یہاں تک کہ تجھے اس امین کی بات بھلی نہ لگی

دربے کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ
قرآن میں، کہ میں غروب کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا

از قزح در پیشِ مہ بستی کمر
تو نے سورج کے سامنے دھنک کمان کو پٹکا باندھا

زاں ہمی رنجی ز وَانْشَقَّ الْقَمَرْ
اسی وجہ سے تو "اور سورج شق ہوگیا" سے رنجیدہ ہے

منکری ایں را کہ شَمْسُ کُوِّرَتْ
تو اس کا منکر ہے کہ "سورج لپیٹ دیا جائے گا"

شمس پیش تُست اعلیٰ مرتبت
تیرے نزدیک سورج بلند مرتبہ ہے

از ستارہ دیدہ تصریفِ ہوا
تو ہوا میں تصرّف، ستارے سے سمجھا ہے

تا خوشت آید اِذَا النَّجْمُ هَوٰى
اسی لیے تجھے "جبکہ ستارہ گر جائے گا" ناپسند ہے

خود[3] مؤثر تر نباشد مہ زناں
چاند، یقیناً روٹی سے زیادہ مؤثر نہیں ہے

اے بسا نانے کہ بُرید عرقِ جاں
اے (مخاطب) بہت سی روٹیاں ہیں جنھوں نے روح کی رگ کاٹ دی ہے

خود مؤثر تر نباشد زہرہ زآب
یقیناً زہرہ، پانی سے زیادہ مؤثر نہیں ہے

اے بسا آبا کہ کرد اُو تن خراب
اے (مخاطب) بہت سے پانی ہیں جنھوں نے جسم کو تباہ کیا ہے

مہرِ آں در جانِ تست و پندِ دوست
اس (ستارے) کی محبت تیری جان میں ہے اور دوست کی نصیحت

میزند برگوشِ، تو بیرونِ پُوست
کھال سے باہر، کان سے ٹکراتی ہے

پندِ ما، در تو نگیرد اے فلاں
اے فلاں! ہماری نصیحت تجھ میں اثر نہیں کرتی ہے

پندِ تو در مانگیرد ہم بداں
سمجھ لے، تیری نصیحت بھی ہم میں اثر نہیں کرتی

[1] حُسام الدین۔ یعنی کامل ولی۔ شرق۔ مشرق۔ شرق۔ سورج۔ درگاہ۔ جسم۔ برف۔ سورج کی حرارت سے برف گھل جائے گا۔ زانکہ۔ اولیا کی صحبت ایسا سورج ہے جس کا شرق اور غرب سے تعلق نہیں ہے۔ کہ چرا۔ یہ سورج منجم سے کہتا ہے کہ تو نے ستاروں کو اپنا قبلہ کیوں بنا رکھا ہے۔

[2] آں امین۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ میں ان غروب کر جانے والے ستاروں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ انشق القمر۔ نجومی قمر کے شق ہونے کی بات سے ناخوش ہوتا ہے۔ منکری۔ نجومی اس بات کا بھی منکر ہے کہ قیامت میں سورج کو بے نور کر دیا جائے گا اور ستارے ٹوٹ جائیں گے۔

[3] خود۔ بے شک علم نجوم سے فوائد ہیں لیکن ستاروں کو مؤثر حقیقی سمجھنا غلطی ہے جیسے روٹی میں فوائد ہیں لیکن اُس کا غلط استعمال ہلاک کر دیتا ہے۔ نیز زہرہ ستارے میں پانی سے زیادہ تاثیر نہیں ہے لیکن پانی کا غلط استعمال بھی بربادی کا سبب ہے۔ مہر آں۔ ستارے کی محبت نجومی کے دل سے پیوستہ ہوگی ہے اور نصیحت صرف کان کے اوپر لگتی ہے۔ پند ما۔ منکر پر ہماری نصیحت اثر نہیں کرتی ہے ہاں اگر خدا اس کے کان کھول دے تو نصیحت اثر کرنے لگے۔

جُز مگر مفتاحِ خاص آید ز دوست
اس کے سوا کہ دوست کی جانب سے خاص کُنجی آ جائے

کہ مَقَالِیدُ السَّمٰوٰت آنِ اُوست
کیونکہ آسمانوں کی کُنجیاں اُس کی ملکیت ہیں

ایں[1] سخن ہمچوں ستارہ است و قمر
یہ بات بھی ستارے اور چاند کی طرح ہے

لیک بے فرمانِ حق ندہد اثر
لیکن خدا کے حکم کے بغیر اثر نہیں کرتی ہے

ایں ستارہ بیجہت، تاثیرِ اُو
یہ ستارہ بے جہت ہے، اس کی تاثیر

میزند بر گوشہائے وحی جُو
وحی کے جویاں کانوں میں پہنچتی ہے

کہ بیائید از جہت تا بیجہات
کہ جہت سے بے جہات کی جانب آ جاؤ

تا نَد راند شمارا گرگِ مات
تاکہ تمھیں موت کا بھیڑیا پھاڑ نہ ڈالے

آنچناں کہ لمعۂ دُرپاشِ اُوست
اس طرح پر کہ اُس کی موتی برسانے والی روشنی

شمسِ دُنیا در صفت خفاشِ اُوست
دنیا کا سورج، صفت میں اُس کی چمگادڑ ہے

ہفت[2] چرخِ ازرقی در رقِّ اُوست
سات نیلے آسمان، اُس کی غلامی میں ہیں

پیکِ ماہ اندر تپ و در دقِ اُو ست
چاند کا قاصد، اُس سے تپ اور دق میں ہے

زُہرہ چنگِ مسئلہ دروے زدہ
زہرہ نے سوال کا ہاتھ اُس سے وابستہ کر دیا ہے

مشتری بانقدِ جاں پیش آمدہ
مشتری نقدِ جاں لے کر اُس کے سامنے آ گیا ہے

در ہوایِ دست بوسِ اُو زُحل
زحل، اس کی وسعت بوسی کی خواہش میں ہے

لیک خود را می نہ بیند آں محل
لیکن اپنے لیے یہ رتبہ نہیں دیکھتا ہے

دست[3] و پا مرّیخ چندیں خست ازو
مرّیخ کے ہاتھ پاؤں اس سے زخمی ہیں

واں عطارد صد قلم بشکست ازو
عطارد نے اُس کے سبب سینکڑوں قلم توڑ دیے ہیں

با منجّم ایں ہمہ انجم بجنگ
یہ ستارے نجومی سے جنگ میں ہیں

کاے رہا کردہ تو جاں بگزیدہ رنگ
کہ اے وہ! جس نے جان کو چھوڑ کر رنگ کو پسند کر لیا ہے

جاں ویست و ماہمہ رنگ و رقوم
جان وہی ہے اور ہم سب رنگ اور نقوش ہیں

کوکبِ ہر فکرِ اُو جانِ نجوم
اس کی فکر کا ہر ستارہ، ستاروں کی جان ہے

فکر کو آنجا ہمہ نور ست پاک
فکر کہاں؟ وہاں تو سب پاک نور ہے

بہرِ تُست ایں لفظ فکر اے فکر ناک
اے متفکر! فکر کا لفظ تیرے لیے ہے

ہر ستارہ خانہ دارد در عُلا
بلندی میں ہر ستارے کا ایک خانہ ہے

ہیچ خانہ در نگنجد نجمِ ما
ہمارا ستارہ کسی خانہ میں نہیں سماتا ہے

---

[1] ایں سخن۔ یعنی خدائی نصیحت ستارے کی طرح ہے جو خدا کے حکم سے ہی مؤثر بنتی ہے۔ ایں ستارہ۔ یعنی دوست کی نصیحت اُسی پر اثر کرتی ہے جو وحی کا مشتاق ہے۔ کہ بیائید۔ انسانوں کو با جہت ستارے کو چھوڑ کر بے جہت ستارے یعنی دوست کی نصیحت کی طرف رجوع کرنا چاہیے تاکہ ہلاکت سے بچ سکیں۔ آنچناں۔ یہ بے جہت ستارہ اس قدر منور ہے کہ سورج اُس کی شعاع سے چمگادڑ کی طرح منہ چھپاتا ہے۔

[2] ہفت۔ اس ستارے کے ساتوں آسمان غلام ہیں۔ چاند اس کے سامنے تپ اور دق میں مبتلا نظر آتا ہے۔ زہرہ۔ زُہرہ ستارہ اُس کا بھکاری ہے، مشتری اُس پر جان نثار کرتا ہے زحل ستارہ اُس کی دست بوسی کرنا چاہتا ہے لیکن اپنے آپ کو اس فضیلت کا مستحق نہیں سمجھتا ہے۔

[3] دست۔ مرّیخ جو جلاد الفلک ہے اُسنے اُسکی خدمت میں اپنے ہاتھ پاؤں زخمی کر لیے ہیں عطارد جو دبیر الفلک ہے اُسنے اُسکی تعریف میں سینکڑوں قلم توڑ ڈالے ہیں۔ با منجّم۔ ستارے نجومی کو ملامت کرتے ہیں کہ تو نے روح یعنی بے جہت ستارے کو چھوڑ کر ہم سے کیوں تعلق پیدا کیا ہے۔ ہر ستارہ۔ یہ ستارہ محدود ہے وہ ستارہ لا محدود ہے۔

جانِ[1] بے سُو در مکاں کے در رود
بے جہت جان، مکاں میں کب جاتی ہے؟
نورِ نا محدود را حد کے بُود
لامحدود نور کی حد کہاں ہوتی ہے؟

لیک تمثیلے و تصویرے کنند
لیکن ایک مثال اور تصویر بنا دیتے ہیں
تا کہ دریا سُبد ضعیفِ دزد مند
تا کہ کمزور دردمند سمجھ لے

مثل نبُود لیک باشد آں مثیل
وہ مثل نہیں ہوتی، لیکن وہ مثال ہوتی ہے
تا کُند عقل مجمد را گسیل
تا کہ منجمد عقل کو کشادہ کر دے

عقلِ سر تیزست لیکن پایِ سُست
سر کی عقل تیز ہے، لیکن سُست قدم ہے
زانکہ دل ویراں شُد ست وتن دُرست
کیونکہ دل ویران ہے اور جسم درست ہے

عقلِ[2] شاں در نقلِ دُنیا پیچ پیچ
ان کی عقل دُنیا کو منتقل کرنے میں پیچ در پیچ ہے
فکرِ شاں در ترکِ شہوت ہیچ ہیچ
شہوت کو ترک کرنے میں ان کی فکر، ہیچ در ہیچ ہے

صدرِ شاں در وقتِ دعویٰ ہمچو شرق
ان کا سینہ دعوے کے وقت، سورج کی طرح ہے
صبرِ شاں در وقتِ تقویٰ ہمچو برق
ان کا صبرِ تقوے کے وقت، برق کی طرح ہے

عالمے اندر ہُنر ہا خود نما
وہ خودنما ہنروں میں ایک عالم ہے
ہمچو عالم بے وفا وقتِ وفا
وفا کے وقت دنیا کی طرح بے وفا ہے

وقتِ خود بینی نگنجد در جہاں
خود بینی کے وقت دنیا میں نہیں سماتا ہے
در گلو و معدہ گم گشتہ چوناں
حلق اور معدے میں روٹی کی طرح گم ہے

ایں[3] ہمہ اوصافِ شاں نیکو شود
اس کے یہ سب اوصاف بھلے ہو جاتے ہیں
بد نماند چونکہ نیکو خو شود
جب نیک خصلت ہو جاتا ہے وہ برے نہیں رہتے ہیں

گر منی گندہ بُود ہمچو منی
اگرچہ خودی، منی کی طرح گندی ہے
چوں بجاں پیوست یابد روشنی
جب جان سے وابستہ ہوتی ہے روشنی حاصل کر لیتی ہے

ہر جمادے کو کُند رُو در نبات
جو جماد، نبات کی طرف رُخ کر لیتا ہے
از درختِ بختِ اُو رُوید حیات
اس کے نصیبہ کے درخت سے زندگی اگ آتی ہے

ہر نباتے کو بجاں رُوسوی آورد
ہر نبات جو جاں کی جانب رُخ کر لیتی ہے
خضرؑ وار از چشمۂ حیواں خورد
وہ (حضرت) خضرؑ کیطرح آبِ حیات سے سیراب ہوجاتی ہے

باز چوں جاں رُو سُوی جاناں نہد
جب جان، جاناں کی طرف رُخ کرتی ہے
رخت را در عمرِ بے پایاں نہد
ختم نہ ہونے والی زندگی میں سامان جا رکھتی ہے

---

[1] جان۔ روح لامکانی چیز ہے وہ کسی مکاں میں محدود نہیں ہو سکتی ہے۔ لیک۔ روح کی مثالیں محض کمزور عقل والوں کو سمجھانے کیلئے بیان کر دیجاتی ہیں لیکن وہ چیز اس روح کی مثل نہیں ہوتی جو تمام اوصاف میں شریک ہو بلکہ مثال اور مثیل ہوتی ہے۔ مجمد۔ جامد گسیل۔ کشادہ کرنا، آزاد کرنا۔ عقل سر۔ تن پرور روح کی تعمیر نہیں کرتا ہے۔

[2] عقلِ شاں۔ ان کو صرف عقلِ معاش حاصل ہے عقلِ معاد سے وہ بالکل محروم ہیں۔ صدرِ شاں۔ غلط دعووں میں بڑی حیثیت کے مالک ہیں لیکن تقوے کے اعتبار سے اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عالمے۔ خودنمائی میں وہ ایک دنیا معلوم ہوتا ہے اور وفا کے وقت دنیا کی طرح بے وفا معلوم ہوتا ہے۔ وقت۔ خود بینی کے وقت دنیا میں نہیں سماتا ہے اور گلے اور معدے کی لذت کے وقت روٹی کی طرح گم ہو جاتا ہے۔

[3] ایں ہمہ۔ انسان جب نیک خصلت بن جاتا ہے تو اسکی برائیاں بھلائیوں میں بدل جاتی ہیں۔ گر منی۔ خودی بری چیز ہے لیکن جب اس کا تعلق روح سے ہو جائے تو بھلی بن جاتی ہے۔ ہر جمادے۔ جب جماد نبات کا جزو بن جاتا ہے تو فضیلت حاصل کر لیتا ہے۔ ہر نباتے۔ جو نبات روح سے تعلق پیدا کر لیتی ہے اس میں مزید فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ باز۔ جب روح اپنا تعلق روح الارواح سے کر لیتی ہے تو اس کو نہ مٹنے والی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔

سوال[1] سائل از واعظ کہ مُرغے برسرِ ربض نشستہ بُود سَر
ایک سائل کا ایک واعظ سے سوال کرنا کہ جو پرند احاطہ پر بیٹھا ہو اُس کا
اُو فاضل ترست و شریف تر و عزیز تر و مکرم تر
سر فاضل اور زیادہ شریف اور زیادہ عزیز اور زیادہ معزز ہے
یا دُمِ اُو و جواب دادنِ واعظ، سائل را بقدرِ فہم
یا اُس کی دُم اور واعظ کا سائل کو اس کے فہم اور ادراک کے مطابق
وادراکِ اُو
جواب دینا

واعظے را گفت روزے سائلے
ایک روز ایک سوال کرنے والے نے ایک واعظ سے کہا

کاے تو منبر راسنی[2] تر قابلے
کہ اے جناب! آپ منبر کے اعلیٰ درجہ کے قابل ہیں

یک سوالستم بگواے ذُولباب
میرا ایک سوال ہے، اے عقلمند! فرمایئے

اندریں مجلس سوالم را جواب
اس مجلس میں میرے سوال کا جواب

برسرِ بارُو یکے مُرغے نشست
قلعہ کی دیوار پر ایک پرند بیٹھا ہے

از سر و از دُم کدامینش بہ است
اُس کے سر اور دُم میں سے کون افضل ہے؟

گفت اگر رُویش بشہر و دُم بدہ
اسنے کہا کہ اگر اسکا منہ شہر کیطرف اور دُم گاؤں کیجانب ہو

رُوئ اُو از دُمِ اُو میداں کہ بہ
سمجھ لے، کہ اس کا منہ اس کی دم سے بہتر ہے

ور سُوی شہر ست دُم رویش بدہ
اگر دُم شہر کی جانب اور منہ گاؤں کی جانب ہو

خاکِ آں دُم باش و از رُویش بجہ
اُس دم کی خاک بن جا، اور اُس کے چہرے سے بچ

مُرغ با پَر می پرد تا آشیاں
پرند، پروں سے آشیانہ کی طرف پرواز کرتا ہے

پَرّ مردم ہمت ست اے مردماں
اے لوگو! انسان کا پَر، ہمت ہے

عاشقے کالودہ شُد در خیر و شر
وہ عاشق جو خیر اور شر میں ملوث ہے

خیر و شر منگر تو در ہمت نگر
خیر اور شر کو نہ دیکھ تو ہمت کو دیکھ

باز[3] اگر باشد سپید و بے نظیر
باز اگر سفید اور بے مثال ہو

چونکہ صیدش موش باشد شد حقیر
جبکہ اس کا شکار چوہا ہو، وہ حقیر ہے

ور بُود چغدے و میلِ اُو بشاہ
اور اگر وہ چغد ہو اور اس کا میلان شاہ کی جانب ہو

اُو سَرِ بازست منگر در کلاہ
وہ باز کا سر ہے، چوٹی کو نہ دیکھ

---

[1] سوالؔ۔اس سوال و جواب سے یہی بتایا ہے کہ ہر چیز اپنے افضل کی معیت سے مزید فضیلت حاصل کر لیتی ہے۔ربضؔ۔ماحول،احاطہ۔

[2] سَنیؔ۔بلند۔باروؔ۔قلعہ۔در ہمتؔ۔یعنی عاشق کے افعال پر نظر نہ کر بلکہ اس کی ہمت کو دیکھ جو بہرحال قابلِ تعریف ہے۔

[3] بازؔ۔باز اگر چوہے کا شکار کرنے لگے تو ذلیل ہے۔ور بُودؔ۔اگر چغد شاہ کی طرف نظر رکھے شریف ہے۔

ورہمی[1] شیرے خورد از مُردہ خر — سگ بُود اُو شکلِ شیرے کم نگر
اگر شیر مردہ گدھا کھا رہا ہے — وہ کتا ہے، شیر کی شکل کو نہ دیکھ

ور پلنگ و گرگ را افگند سگ — شیر میداں مرد را بے ریب و شک
اگر کتے نے، چیتے اور بھیڑیے کو پچھاڑ دیا — بے شک و شبہ اُس کو شیر سمجھ

آدمی بسرشتہ از یک مُشتِ گل — برگذشت از چرخ و از کوکب بدل
آدمی، ایک مٹھی، مٹی سے گندھا ہوا — قلب کے ذریعہ آسمان اور ستارے سے بڑھ گیا

آدمی بر قدرِ یک طشتِ خمیر — برفزود از آسمان و از اثیر
آدمی جو خمیر کے ایک طشت کی بقدر ہے — آسمان اور کرۂ ناری سے بڑھ گیا

ہیچ کَرَّمْنَا شنید ایں آسماں — کہ شنید ایں آدمیِ پُر غماں
اس آسمان نے کبھی ''ہم نے مکرم بنایا'' سنا ہے — جو اس غموں کے بھرے ہوئے آدمی نے سنا ہے

بر زمین و چرخ عَرضہ کرد کس — خوبیِ و عقل و عبارات و ہوس
کسی نے زمین اور آسمان پر پیش کیا ہے — حسن اور عقل اور عبارتیں اور تمنا؟

جلوہ کردی ہیچ تو بر آسماں — خوبیِ روی و اصابت در گماں
کبھی تو نے آسمان پر رونمائی کی ہے — چہرے کی خوبصورتی اور گمان میں رائے کی درستگی کی

پیشِ[2] صورتہایِ حمام اے ولد — عَرضہ کردی ہیچ سیم اندامِ خود
اے صاحبزادے! حمام کی تصویروں کے سامنے — اپنا چاندی جیسا جسم کبھی تو نے پیش کیا ہے؟

بگذری زاں نقشہائے ہمچو حور — جلوہ آری باعجوزے نیم کور
تو اُن حور جیسی تصویروں سے گذر جاتا ہے — ایک چندھی بڑھیا کو جلوہ دکھاتا ہے

در عجوزہ چیست کایشاں را نبُود — کو ترا زاں نقشہا باخود رُبُود
بڑھیا میں کیا ہے، جو ان میں نہیں تھا — جو تجھے اُن تصویروں سے اپنی جانب اُچک لے گئی

تو نگوئی من بگویم در بیاں — عقل و حس و درک و تدبیرست و جاں
تو نہ بتا، میں بیان میں بتاتا ہوں — عقل اور حس اور ادراک اور تدبیر اور جان ہے

در[3] عجوزہ جانِ آمیزش کُنے ست — صورتِ گرمابہا را روح نیست
بڑھیا میں جان ہے جو آمیزش کرنے والی ہے — حمام کی تصویروں میں روح نہیں ہے

صورتِ گرمابہ گر جنبش کند — در زماں از صد عجوزت بر کند
حمام کی تصویر اگر حرکت کرنے لگے — فوراً تجھے سیکڑوں بوڑھیوں سے جدا کر دے

ورہمی۔ جو شیر مردہ گدھے کا شکار کرے وہ کتا ہے اور اگر کتا چیتے یا شیر کا شکار کرے تو وہ شیر ہے۔ آدمی۔ انسان جس کی سرشت مٹی اور پانی سے ہے ہمت کی وجہ سے آسمان اور ستاروں سے بلند ہے۔ کرمنا۔ ''ہم نے فضیلت دی''۔ یہ انسان کی فضیلت اس کی بلند ہمت کی وجہ سے ہے، انسانی خصوصیات جو آسمان اور زمین کو حاصل نہیں ہیں وہ محض اس کی بلند ہمت کی وجہ سے ہیں۔

پیش صورتہا۔ حمام کی تصویریں ہمت سے خالی ہیں اور بے قدر ہیں۔ بگذری۔ حمام کی تصویروں سے انسان کوئی تعلق نہیں رکھتا اور ایک بدصورت بڑھیا سے تعلق پیدا کرتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تصویریں بے روح اور بے ہمت ہیں۔

درعجوزہ۔ بڑھیا کی طرف میلان کی وجہ اس کا حس و ادراک اور عقل ہی ہے۔ درعجوزہ۔ بڑھیا میں روح اور جان ہے جو حمام کی تصویروں میں نہیں ہے۔ صورت۔ اگر حمام کی تصویریں باروح ہو جائیں تو بڑھیا کی طرف کبھی میلان نہ ہو۔

جاں[1] چہ باشد باخبر از خیر و شر
جان کیا ہوتی ہے؟ جو خیر اور شر سے باخبر ہے

چوں سرّ و ماہیتِ جاں مخبر ست
جبکہ جان کا راز اور ماہیت اس کا باخبر ہونا ہے

اقتضایِ جاں چو اے دل آگہیست
اے دل! جب جان کا اقتضاء باخبری ہے

خود جہانِ جاں سراسر آگہیست
عالمِ ارواح خود سراسر باخبری ہے

رُوح را تاثیر آگاہی بُود
روح کی تاثیر باخبری ہے

چوں[2] خبرہا ہست بیروں از نہاد
چونکہ بہت سی خبریں وجود سے باہر کی ہیں

جانِ اوّل مظہرِ درگاہ شُد
جان اوّل درگاہ کا مظہر ہے

آں ملائک جملہ عقل و جاں بُدند
ملائک، مجسم عقل اور روح تھے

از سعادت چوں براں جاں برزدند
سعادت کی وجہ سے جب اُس روح سے جا ملے

آں[3] بلیس از جان ازاں سر بُردہ بُود
اُس شیطان نے اُس جان سے سرتابی کی

چوں نبُودش آں فدایِ آں نشُد
چونکہ اسکو وہ (سعادت) حاصل نہ تھی وہ اُس روح پر قربان نہ ہوا

جاں نشد ناقص گر آں عضوش شکست
اگر اس کا وہ عضو ٹوٹ گیا جاں ناقص نہ ہوئی

سرّ دیگر ہست کو گوشِ دِگر
ایک دوسرا راز ہے، دوسرا کان کہاں ہے؟

شاد با احسان گریاں از ضرر
احسان سے خوش اور نقصان سے رونے والی ہے

ہر کہ اُو آگاہ تر وبا جاں ترست
جو زیادہ آگاہ ہے، جان کے اعتبار سے زیادہ ہے

ہر کہ آگہ تر بُود جانش قویست
جو زیادہ باخبر ہو گا اس کی جان زیادہ قوی ہو گی

ہر کہ بیجان ست از دانش تہی ست
جو بے جان ہے، وہ دانش سے خالی ہے

ہر کرا ایں بیش اللّٰہی بُود
جس کو یہ زیادہ حاصل ہے وہ اللہ والا ہے

باشد ایں جانہا دراں میداں جماد
تو جانیں اُس میدان میں جماد ہوں گی

جانِ جاں خود مظہرِ اللہ شُد
جان جاں خود اللہ (تعالیٰ) کا مظہر ہے

جانِ نو آمد کہ جسمِ آں شُدند
نئی روح آئی جس کے لیے وہ جسم بن گئے

ہمچو تن آں رُوح را خادم شُدند
جسم کی طرح، اس روح کے خادم ہو گئے

یک نشُد باجاں کہ عضوِ مُردہ بُود
جان کے ساتھ ایک نہ بنا کیونکہ مردہ عضو تھا

دست بشکستہ مطیعِ جاں نشُد
ٹوٹا ہوا ہاتھ تھا، جان کا فرماں بردار نہ بنا

کاں بدستِ اُوست تاند کرد ہست
کیونکہ وہ اس کے قبضہ میں ہے اس کو موجود کرسکتی ہے

طوطیِ کو مُستعدِّ آں شکر
وہ طوطی کہاں ہے جو اس شکر کی استعداد رکھے؟

1 جاں۔ جان کے خواص یہ ہیں کہ وہ بھلے برے کو پہچانتی ہے۔ چوں۔ جبکہ جان کے یہ خواص ہیں تو جو زیادہ باخبر ہوگی وہ مکمل جان ہوگی اور جو شخص زیادہ باخبر ہوگا اس کی جان زیادہ قوی ہوگی۔ بے جان، دانش اور عقل سے خالی ہوتا ہے۔ روح۔ روح کی تاثیر آگاہی ہے جو روح اس صفت میں بڑھی ہوئی ہوگی وہ خدائی روح ہوگی۔

2 چوں۔ اگر طبیعت میں علم واحساس کا مادہ نہیں ہے تو وہ ذی روح بمنزلہ جماد کے سمجھا جائے گا۔ جانِ اوّل۔ وہ روح جو مدبر بدن ہے وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہے اور جان کی جان جو علوم و معارف سے متصف ہو جاتی ہے وہ مظہر ذات حق ہو جاتی ہے۔ آں ملائک۔ ملائک مجسم عقل و جان تھے لیکن وہ حضرت آدمؑ کی روح کے اس طرح تابع ہو گئے جس طرح جسم روح کے تابع ہے۔

3 آں بلیس۔ شیطان نے اس روح سے رابطہ منقطع کر لیا وہ مردہ عضو بن کر رہ گیا۔ دست بشکستہ۔ جو عضو ٹوٹ جاتا ہے وہ روح سے خالی ہو جاتا ہے۔ جاں نشد۔ لیکن شیطان کی نافرمانی سے آدمؑ کے کمال میں نقصان نہیں آیا۔ سرِ دیگر۔ شیطان کی نافرمانی کا ایک اور راز بھی ہے جو عوام کے سامنے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ سرِ دیگر۔ دوسری جگہ مولانا نے یہ راز بھی ظاہر کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کی صفت مضل کا مظہر ضروری تھا اس لیے بھی شیطان کو پیدا فرمایا ہے۔

طوطیانِ[1] خاص را قندیست ژرف
خاص طوطیوں کے لیے شکر بہت ہے

طوطیانِ عام ازیں خور بستہ طرف
عام طوطیوں نے اس خوراک سے آنکھ بند کر رکھی ہے

کے چشد درویشِ صورت زاں نکات
صورت کا بھکاری ان نکتوں کو کیا چکھ سکتا ہے؟

معنی ست آں نے فعولن فاعلات
وہ معنی ہیں فعولن فاعلات نہیں ہے

از خرِ عیسیٰ دریغش نیست قند
(حضرت) عیسیٰ کو اپنے گدھے سے شکر کے بارے میں رکاوٹ نہیں

لیک خر آمد بخلقت کہ پسند
لیکن گدھا طبعاً گھاس کو پسند کرتا ہے

قند خر را گر طرب انگیختے
اگر گدھے کو شکر خوش کر سکتی

پیشِ خر قنطارِ شکر ریختے
تو وہ گدھے کے سامنے ہی شکر کا بورا ڈال دیتے

معنیِ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ
"ہم ان کے مونہوں پر مہر لگائیں گے" کے معنی

ایں شناس، اینست رہرو را مہم
یہ سمجھ لے، یہ سالک کے لیے ضروری ہے

تا ز[2] راہِ خاتمِ پیغمبراں
پیغمبروں کے خاتم کے راستے کے ذریعہ

بو کہ برخیزد ز لب ختمِ گراں
ہو سکتا ہے کہ ہونٹ سے بھاری مہر ہٹ جائے

ختمہائے کانبیا بگذاشتند
وہ مہریں جو انبیاء باقی چھوڑ گئے تھے

آں بدینِ احمدیؐ برداشتند
اُن کو احمدیؐ دین کے ذریعہ ہٹا دیا ہے

قفلہایِ ناکشادہ ماندہ بُود
وہ بغیر کھلے ہوئے تالے رہ گئے ہیں

از کفِ اِنَّا فَتَحْنَا بر کشود
"بیشک ہم نے کھولا" کے ہاتھ سے کھلے

اُو[3] شفیع ست ایں جہان و آنجہاں
وہ اس جہاں اور اس جہان کے سفارشی ہیں

ایں جہاں دردین و آنجا در جناں
اس جہان میں دین کے اور اس جہان میں جنتوں کے

ایں جہاں گوید کہ تورہ شاں نما
یہ جہان کہتا ہے کہ آپ اُن کو راستہ دکھائیں

واں جہاں گوید کہ تومہ شاں نما
وہ جہان کہتا ہے کہ آپ اُن کو چاند دکھائیں

پیشہ اش اندر ظہور و در کمون
ظاہر اور باطن میں اُن کی عادت

اِهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ
"میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ بے خبر ہیں" ہے

---

[1] طوطیاں۔ خاصانِ خدا کے لیے اسرار کی شکر بکثرت موجود ہے وہ اس سے غذا حاصل کر رہے ہیں عوام اس طرف توجہ نہیں کرتے ہیں۔ کے چشد۔ جو شخص محض لفظوں کا بھکاری ہے اس کو معانی کا لطف حاصل نہیں ہوتا یہ مثنوی محض شاعری نہیں ہے بلکہ اسرار کا بیان ہے۔ از خرِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ اپنے گدھے کو بھی اسرار کی تعلیم دے سکتے تھے لیکن اس میں استعداد ہی نہ تھی۔ قند۔ اگر ان کا گدھا اسرار سننے کی اہلیت رکھتا تو وہ اس کو اسرار کی تعلیم دیتے۔ علی افواھہم۔ "آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگائیں گے"۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان میں اسرار کو ہضم کرنے کی استعداد نہیں ہے۔

[2] تا ز راہ۔ اگر یہ بے استعداد لوگ آنحضورؐ کا طریقہ اختیار کر لیں تو ہو سکتا ہے ان میں استعداد پیدا ہو جائے اور وہ مہر جو اُن لوگوں کے منہ پر لگی ہے آنحضورؐ کی برکت سے اُکھاڑ دی جائے۔ قفلہای۔ اُن لوگوں کے منہ پر جو قفل لگے ہوئے ہیں وہ آنحضورؐ کی برکت سے کھل جائیں گے اِنَّا فَتَحْنَا قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ "بے شک ہم نے اُن کے لیے فتح کر دیا" اس میں صرف مکہ کی فتح مراد نہیں ہے بلکہ قفلوں کا کھلنا بھی مراد ہے۔

[3] اُو شفیع۔ آنحضورؐ دونوں جہانوں کے شفیع ہیں دنیا میں ان کی سفارش سے اسرارِ دین تک رسائی ہوئی ہے اور آخرت میں جنت تک رسائی ہوگی۔ اہلِ جہان۔ دنیا بزبانِ حال آپ سے کہتی ہے کہ ان کو راہ ہدایت دکھایئے اور آخرت کہے گی کہ اُن کو دیدارِ خداوندی کرایئے۔ اھد۔ آنحضورؐ کی دعا تھی کہ "خدا میری قوم کو ہدایت دے وہ جانتے نہیں ہیں"۔

بازگشته[1] از دمِ اُو ہر دو باب
ان کی دُعا سے دونوں دروازے کھلے
در دو عالم دعوتِ اُو مُستجاب
دو جہاں میں اُن کی دعا قبول ہے

بہرِ ایں خاتم شدست اُو کہ بجود
اسی لیے وہ خاتم بنے، کیونکہ سخاوت میں
مثلِ اُو نے بود و نے خواہند بود
اُن جیسا کوئی نہ تھا اور نہ کوئی ہوں گے

چونکہ در صنعت برد اُستاد دست
جب کوئی اُستاد کاریگری میں بازی لے جاتا ہے
نے تو گوئی ختمِ صنعت بر تو است
کیا تو نہیں کہتا کہ کاریگری اُس پر ختم ہے؟

در[2] کشادِ ختمہا تو خاتمی
آپ مہروں کے کھولنے میں خاتم ہیں
در جہانِ رُوح بخشاں حاتمی
رُوح بخشنے والوں کے جہان میں آپ حاتم ہیں

ہست اشاراتِ محمدؐ المراد
خلاصہ یہ ہے کہ محمدؐ کے ارشادات
کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد
سب فتوح در فتوح در فتوح ہیں

صد ہزاراں آفریں برجانِ اُو
آپ کی جان پر لاکھوں آفرین ہیں
بر قدوم و دورِ فرزندانِ اُو
اُنکی تشریف آوری اور آپکے فرزندوں کے دور پر (بھی)

آں خلیفہ زادگانِ مقبلش
اُن کے دو بااقبال شہزادے
زادہ اند از عنصرِ جان و دِلش
جو اُن کے دل اور جان کے جوہر سے پیدا ہوئے

گرز بغداد و ہری یا از رے اند
خواہ وہ بغداد اور ہرات یا رے کے ہیں
بیمزاجِ آب و گِل نسلِ وے اند
بغیر پانی اور مٹی کے ملاؤ کے آپ کی نسل سے ہیں

شاخِ گُل ہرجا کہ رُوید ہم گل ست
پھول کی شاخ جہاں بھی اُگے پھول ہے
خُمِ مُل ہرجا کہ جوشد ہم مُل ست
شراب کا مٹکا جہاں بھی جوش مارے شراب ہے

گر ز[3] مغرب برزند خورشید سر
اگر سورج مغرب سے رونما ہو
عینِ خورشید ست نے چیزے دگر
بعینہٖ سورج ہے نہ کہ دوسری چیز

عیب چیناں را ازیں دم کور دار
عیب نکالنے والوں کو اس کلام سے اندھا رکھ
ہم بستاریِ خود اے کرد گار
اے خدا! اپنی ستاری سے

گفت حق چشمِ خفاشِ بدسگال
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ بدخواہ چمگاڈر کی آنکھ کو
بستہ ام من ز آفتابِ بے مثال
میں نے بے مثال سورج سے بند کر دیا ہے

از نظرہائے خفاشِ کم و کاست
چمگاڈروں کی ناقص نظروں سے
انجم و آں شمس نیز اندر خفاست
ستارے اور وہ سورج بھی پوشیدگی میں ہے

---

[1] بازگشتہ۔ آنحضورؐ کی دونوں دعائیں مقبول ہیں۔ بہرایں۔ آنحضورؐ کو خاتم النبیین محض اس لیے نہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا بلکہ اس لیے بھی کہ فیض رسانی میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا اور نہ ہوگا یعنی جس طرح آپ خاتمِ زمانی ہیں اسی طرح آپ کمالات کے بھی خاتم ہیں۔ چونکہ۔ جب کوئی استاد کسی دستکاری میں انتہائی کمال پیدا کرلیتا ہے تو کہا جاتا ہے یہ دستکاری اس پر ختم ہے۔

[2] درکشاد۔ آنحضورؐ کو مہروں کے کھولنے میں اسی درجہ کمال تھا کہ آپ کو خاتم کہا گیا۔ اشارات۔ آنحضورؐ کے کلام میں وہ اشارے ہیں جن سے مہروں کی کشادگی ہی کشادگی ہے۔ فرزنداں۔ یعنی روحانی اولاد۔ آں خلیفہ زادگاں آپ کے جانشین جو آپ کے عنصر سے بنے ہیں۔ گر۔ یہ جانشین خواہ کسی ملک کے ہوں وہ آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ شاخ۔ کسی درخت کی قلم جہاں بھی لگا دو وہ اسی درخت کا فرد ہے۔ شراب کسی بھی برتن میں ہو وہ شراب ہی ہے لہٰذا اولاد میں باپ ہی کا اثر ہے۔

[3] گرز مغرب۔ سورج جہاں سے بھی طلوع کرے سورج ہی ہے۔ عیب چیناں۔ ان بزرگوں کے جو عیب چین ہیں تکوینی اعتبار سے ان کو میرے اس کلام سے محروم رکھ۔ گفت حق۔ جن کے قلوب پر مہر لگ گئی ہے اُن کی آنکھیں بے مثال سورج سے بند ہیں۔

نکوہیدنِ[1] ناموسہائے پُوسیدہ را کہ مانعِ ذوقِ ایمان و
پُرانی عزتوں کی برائی جو ایمان کے ذوق سے مانع ہیں اور سچائی کے ضعف
دلیلِ ضعفِ صدق اندو راہزنِ صد ہزار ابلہ چنانکہ
کی دلیل ہیں اور لاکھوں بیوقوفوں کے لیے راہزن ہیں جیسا کہ
راہزنِ آں مخنث شدہ بُودند گوسفنداں و نمی یارست گذشتن و
اس ہیجڑے کے لیے بکریاں ہو گئی تھیں اور وہ گذر نہ سکا اور ہیجڑے
پُرسیدنِ مخنث از چوپاں کہ ایں گوسفندانِ تو عجب
نے گڈریے سے پوچھا کہ تعجب ہے یہ تیری بکریاں مجھے کاٹتی
مرا می گزند گفت اگر مردی و در تو رگِ مردی ہست
ہیں، اس نے کہا کہ اگر تو مرد ہے اور تجھ میں مردانگی کی رگ ہے تو
ہمہ فدایِ تو اندو اگر مخنثی ہر یکے تُرا اژدرہاست مخنثے
یہ سب تجھ پر قربان ہیں اور اگر تو ہیجڑا ہے تو ہر ایک تیرے لیے
دیگر ہست کہ در حالے کہ گوسفنداں دید بازگشت و از
اژدہا ہے، ایک دوسرا ہیجڑا ہے کہ جیسے ہی اس نے بکریاں دیکھیں تو واپس ہو گیا اور
پُرسیدن ترسید کہ اگر من پرسم گوسفنداں اندر من
دریافت کرنے سے ڈرا کہ اگر میں دریافت کروں گا تو بکریاں مجھ پر حملہ کر دیں گی
افتند و مرا بگزند
اور مجھے کاٹ لیں گی

اے ضیاء الحق حُسام الدین بیا — اے صقالِ روح و سلطانِ ہُدیٰ
اے ضیاء الحق حسام الدین! آ جائیے — اے روح کی صیقل اور ہدایت کے شہنشاہ!
مثنوی را مسرحِ[2] مشروح دہ — صورتِ امثالِ اُو را رُوح دہ
مثنوی کو کشادہ میدان دے دیجئے — اس کی مثالوں کی صورت کو روح دے دیجئے
تا حروفش جملہ عقل و جاں شوند — سُوئے خلدستانِ جاں پرّاں شوند
تاکہ اس کے حروف مجسم عقل اور جان بن جائیں — جان کی جنت کی طرف اڑنے لگیں
ہم بسعیِ تو ز ارواح آمدند — سُوئے دامِ حرفِ مستحقن شُدند
آپ ہی کی کوشش سے (عالم) ارواح سے آئے ہیں — حروف کے جال میں قیدی ہو گئے ہیں

---

[1] نکوہیدن۔ جس طرح یہ ہیجڑے بلاوجہ بکریوں سے ڈر گئے اسی طرح کم ہمت لوگ اپنے جاہ و ناموس کے خیال سے حق کے قبول کرنے سے ڈرتے ہیں۔
[2] مسرح۔ چراگاہ۔ مشروح۔ کشادہ۔ مثال۔ حکایات۔ سوی۔ یعنی مثنوی کے الفاظ عالمِ غیب کی جانب متوجہ ہو جائیں۔

باد عمرت در جہاں ہمچوں خضرؑ[1] — جاں فزا و دستگیر و مستمر
دنیا میں آپ کی عمر خضرؑ کی طرح ہو — جان کو بڑھانے والی اور دستگیر اور زندۂ جاوید

چوں خضرؑ و الیاسؑ مانی در جہاں — تا زمیں گردد ز لطفت آسماں
آپ حضرت خضرؑ اور الیاسؑ کی طرح دنیا میں رہیں — تاکہ آپ کی عنایت سے زمین آسمان بن جائے

گفتمے از لطف تو جزوے ز صد — گر نبودے طمطراقِ چشمِ بد
میں تیری مہربانی میں سے ایک فی سیکڑہ بیان کرتا — اگر نظرِ بد کا زور و شور نہ ہوتا

لیک از چشمِ بدِ زہر آب دم — زخم ہائے رُوح فرسا خوردہ ام
لیکن بری نظر کے زہریلے پانی کے اثر سے — روح کو گھٹانے والے میں نے بہت سے زخم کھائے ہیں

جُز[2] برمزِ ذکرِ حالِ دیگراں — شرحِ حالت می نیارم در بیاں
سوائے دوسروں کے ذکر کے اشارے کے — میں آپ کی حالت کا بیان نہیں کر رہا ہوں

ایں بہانہ ہم زدستانِ دلے ست — کہ از و پاہای دل اندر گلے ست
یہ بہانہ بھی اس دل کے مکر کی وجہ سے ہے — جس کی وجہ سے دل کے پاؤں مٹی میں (پھنسے ہوئے) ہیں

صد دل و جاں عاشقِ صانع شدہ — چشمِ بد یا گوشِ بد مانع شدہ
سیکڑوں جان اور دل صانع کے عاشق ہوئے — بُری نظر یا بُرا کان مانع بنا

خود یکے بُو طالب آں عمِ رسولؐ — می نمودش شُنعتِ عرباں مہول
ایک ابوطالب ہی رسولؐ کے چچا — اُن کو عربوں کا (طعن و) تشنیع خوفناک نظر آیا

کہ چہ گویندم عرب کز طفلِ خود — اُو بگردانید دینِ معتمد
کہ عرب مجھے کیا کہیں گے کہ اپنے بچے کی وجہ سے — اس نے اپنا معتمد دین بدل دیا

منصبِ[3] اجداد و آبا را بماند — در پے احمدؐ چنیں بیرہ براند
آباء و اجداد کا منصب چھوڑ دیا — احمدؐ کے پیچھے بے راہ روانہ ہو گیا

آں رسولِ پاکباز و مجتبیٰ — از پئے آں تا رہاند مر وُ را
اس منتخب اور پاکباز رسولؐ نے — اس لیے کہ اُن کو نجات دے

گفتش اے عم یک شہادت تو بگو — تا کنم باحق شفاعت بہرِ تُو
اُن سے کہا اے چچا! ایک گواہی دے دیجئے — تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سفارش کروں

گفت لیکن فاش گردد از سماع — کُلُّ سِرٍّ جَاوَزَ الْاِثْنَیْنِ شَاع
انھوں نے کہا لیکن سننے سے مشہور ہو جائے گا — جو راز دو سے بڑھا مشہور ہوا

---

[1] خضرؑ۔ حضرت خضرؑ پریشانوں کی حوصلہ افزائی اور بیکسوں کی دستگیری کرتے ہیں اور جب سے پیدا ہوئے ہیں برابر زندہ ہیں یہ تینوں باتیں حضرت حسام الدین کو حاصل ہو جائیں۔ الیاسؑ حضرت الیاسؑ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے ہیں۔ گفتمے۔ لوگوں کی نظرِ بد کے ڈر سے میں آپ کے معمولی احوال بھی ذکر نہیں کر رہا ہوں۔

[2] جز۔ دوسرے بزرگوں کے پیرایہ میں آپ کا ذکر کرتا ہوں۔ ایں بہانہ۔ یعنی صراحۃً ذکر نہ کرنا۔ دلے۔ یعنی حاسد کا دل۔ پاہای دل۔ یعنی میرے دل کے پاؤں۔ صد۔ لوگوں کی نظرِ بد اللہ کے عشق سے بھی مانع بنی ہے۔ بوطالب۔ ابوطالب لوگوں کے طعن و تشنیع کی وجہ سے ایمان نہ لائے۔ شنعت۔ بدگوئی۔ عرباں۔ اہل عرب۔ مہول۔ خوفناک۔ دینِ معتمد۔ یعنی قریش کا دین۔

[3] منصب۔ یعنی یہ طعنہ دیں گے کہ سرداری خاک میں ملادی۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے فرمایا چچا چپکے سے کلمۂ شہادت پڑھ لیجئے مجھے آپ کی سفارش کا حق ہو جائے گا۔ گفت۔ ابوطالب نے کہا، راز راز نہ رہے گا مشہور ہو جائے گا۔

من[1] بمانم در زبانِ ایں عرب — پیشِ ایشاں خوار گردم زیں سبب
میں ان عربوں کی زبانوں پر رہوں گا — اس سبب سے ان کے سامنے ذلیل ہو جاؤں گا

لیک اگر بودیش لطفِ ما سبق — کے بُدے ایں بد دلی با جذبِ حق
لیکن اگر اُن پر ازلی مہربانی ہوتی — حق کے جذبہ کے سامنے یہ بددلی کب رہتی؟

الغیاث اے تو غیاث المستغیث — زیں دو شاخہ اختیاراتِ خبیث
المدد، اے فریاد رسوں کی مدد! — دوراہے کے ان خبیث اختیارات سے

من زدستان و ز مکرِ دل چناں — مات گشتم کہ بماندم از فُغاں
میں دل کے مکر اور فریب سے ایسا — عاجز آ گیا ہوں کہ فریاد سے (بھی) عاجز ہوں

من[2] کہ باشم چرخ باصد کاروبار — زیں کمیں فریاد کرد از اختیار
میں کون ہوں؟ آسمان نے بھی سیکڑوں کاروبار کے ہوتے ہوئے — اختیار کی وجہ سے اس گھات کی جگہ سے فریاد کی ہے

کاے خداوندِ کریمِ بُردبار — دہ امانم زیں دوشاخہ اختیار
کہ اے حلیم، کریم خدا! — اس اختیار کے دوراہے سے مجھے امن عطا کر

جذب یک راہِ صراط المستقیم — بہ زدو راہہ تردد اے کریم
سیدھے راستہ کی ایک راہ کی کشش — اے کریم! دوراہے کے تردد سے بہتر ہے

زیں دورہ گرچہ ہمہ مقصد توئی — لیک خود جاں کندن آمد ایں دوئی
اس دوراہے سے اگرچہ تو ہی مقصود ہے — لیکن یہ دوئی خود جان کنی ہے

زیں دورہ گرچہ بجز تو عزم نیست — لیک ہرگز رزم ہمچوں بزم نیست
اس دوراہے سے اگرچہ تیرے سوا کا ارادہ نہیں ہے — لیکن رزم، بزم کی طرح ہرگز نہیں ہے

در نُبی[3] بشنو بیانش از خدا — آیت اَشْفَقْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا
قرآن میں اس کا بیان خدا سے سُن — آیت "وہ اس سے ڈرے کہ اُس کو اٹھائیں"

ایں تردُّد ہست دردل چوں وغا — کایں بُود بہ یا کہ آں حالے مرا
یہ تردُّد دل میں جنگ کی طرح ہے — کہ میرے لیے یہ بہتر ہو گا، یا وہ حال

در تردُّد میزند بر ہمدگر — خوف و امیدِ بہی در کرّ و فر
تردُّد میں ایک دوسرے پر حملہ کرتی ہے — خوف اور بھلائی کی اُمید کشمکش میں

زیں تردُّد عاقبت ماں خیر باد — اے خدا مرجانِ مارا کُن توشاد
انجام کار اس تردُّد سے ہمارے لیے خیریت ہو — اے خدا! ہماری جان کو تو خوش رکھ

---

[1] من بمانم۔ ابوطالب نے کہا میں ہمیشہ عربوں کی زبان سے بدنام رہوں گا اور ذلیل ہو جاؤں گا۔ لیک۔ ابوطالب پر اللہ کی مہربانی نہ تھی ورنہ وہ کلمہ پڑھ لیتے۔ بددلی۔ یعنی کلمہ شہادت پڑھنے سے۔ دوشاخہ۔ یعنی رائے کا تذبذب۔ مات گشتم۔ انسان تذبذب کی حالت میں عاجز آ جاتا ہے۔

[2] من کہ باشم۔ اختیار کے دوراہے سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ آسمان بھی پریشان ہوا۔ کمین۔ عالم شہادت یعنی دوشاخہ اختیار جس میں مکلف ہونا پڑتا ہے۔ جذب۔ دوراہے سے یہ بہتر ہے کہ خدا ایک صراط مستقیم کی ہدایت فرما دے۔ زیں دورہ۔ اگرچہ عاصی اور مطیع دونوں اسماء الٰہی کا مظہر ہیں لیکن تشریعاً مطلوب اطاعت ہے۔ رزم۔ معصیت مظہر قہر ہے اور بزم یعنی اطاعت مظہر مہر ہے لہٰذا دونوں یکساں نہیں ہیں۔

[3] در نبی۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ "امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی گئی وہ اس کے برداشت کرنے سے ڈر گئے" مولانا نے امانت سے مراد یہی اختیار کا دوراہہ لیا ہے۔ وغا۔ انسان کا تردُّد۔ تردُّد۔ اس حالت میں خوف اور بھلائی کی باہمی کشمکش رہتی ہے۔ زیں۔ تردُّد کی حالت میں خدا عاقبت بخیر کرے۔

مُناجات[1] و پناہ جُستن بحق سبحانہ تعالیٰ از فتنۂ اختیار و از
دُعا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ ڈھونڈنا اختیار کے فتنہ سے اور اختیار کے
فتنۂ اسبابِ اختیار کہ سمٰوات و ارضین از اختیار و اسبابِ
اسباب کے فتنہ سے، کیونکہ آسمان اور زمین اختیار اور اختیار کے اسباب سے
اختیار شکوہیدند و ترسیدند و خِلقتِ[2] آدمی مُولع افتاد
خوف کھا گئے اور ڈر گئے اور آدمی کی جبلت اپنے اختیار کے اور
بر طلبِ اختیار و اسبابِ اختیارِ خویش چنانکہ بیمار
اختیار کے اسباب کے طلب کرنے میں لالچی ہو گئی جیسا کہ بیمار
باشد خود را اختیار کم بیند صحت خواہد کہ سببِ اختیار
ہوتا ہے، اپنا اختیار کم دیکھتا ہے تو وہ صحت چاہتا ہے کیونکہ وہ اختیار کا
ست تا اختیارش بیفزاید و منصب خواہد تا اختیارش
سبب ہے، تاکہ اُس کا اختیار بڑھ جائے اور عہدہ چاہتا ہے تاکہ اس کے اختیار میں اضافہ
بیفزاید و مہبط[3] قہرِ حق اُو عزوجل درامم ماضیہ فرطِ
ہو جائے اور پہلی امتوں میں اللہ عزوجل کے قہر کے نزول کی جگہ اختیار اور اختیار
اختیار و اسبابِ اختیارات بُودہ است، ہرگز فرعون
کے اسباب کی زیادتی ہوئی ہے، کسی شخص نے کبھی کوئی بھوکا اور
بےنوا و گرسنہ کس ندیدہ است
بے سروسامان فرعون نہیں دیکھا ہے

اے کریم ذُوالجلالِ مہرباں دائم المعروف، دارایِ جہاں
اے مہربان، عظمت والے کریم! سدا احسان والے، جہان تھامنے والے

یَا کَرِیْمَ الْعَفْوِ حَیٍّ لَمْ یَزَلْ یَا کَثِیْرَ الْخَیْرِ شاہِ بے بدل
اے ہمیشہ رہنے والے، زندہ بھلی معافی والے! اے گھنی خیر والے، بے بدل شہنشاہ!

اوّلم ایں جزر و مد از تو رسید ورنہ ساکن بُود ایں بحر اے مجید
یہ جزر و مد ابتدا مجھے تجھی سے ملا ورنہ اے بزرگ! یہ سمندر ساکن تھا

ہم ازانجا کایں ترَدُّد دادیم بے ترَدُّد کُن مرا ہم از کرم
جس جگہ سے تو نے مجھے یہ تردد دیا ہے مجھے کرم سے بے ترَدُّد بھی کر دے

---

[1] مناجات۔ تردد کی حالت میں مولانا نے عاقبت بخیر ہونے کی دعا شروع کی ہے۔
[2] خلقت۔ انسان ہمیشہ اختیار کا طالب بنتا ہے، بیماری سے صحت اسی لیے چاہتا ہے کہ اختیار میں اضافہ ہو اور یہ اختیار کی زیادتی ہی انسان کی تباہی کا سبب بنتی ہے جیسا کہ فرعون اور پہلی اُمتوں کے واقعات سے ظاہر ہے۔
[3] مہبط۔ جائے نزول۔ دارایِ جہاں۔ قیوم۔ جزر و مد۔ یعنی ترَدُّد میں گھٹنا بڑھنا۔

ابتلا[1] ام می کُنی آہ الغیاث
آہ، تو میری آزمائش کرتا ہے، فریاد ہے
اے ذکور از ابتلائت چوں اناث
اے وہ کہ تیری آزمائش کے سامنے مذکر مونث کیطرح ہیں

تابکے ایں ابتلا یارب مکن
یہ آزمائش کب تک؟ اے خدا! نہ کر
مذہبے ام بخش و دہ مذہب مکن
مجھے ایک راستہ عنایت کر دے، دس راستے نہ بنا

اُشترے ام لاغرے و پُشت ریش
میں کمزور اُونٹ ہوں اور زخمی ہوکر
ز اختیارِ ہمچو پالاں شکلِ خویش
اپنے پالان جیسی شکل کے اختیار سے

ایں کژاوہ گہ شود ایں سُو گراں
یہ کنارہ کبھی اس جانب بھاری ہو جاتا ہے
آں کژاوہ گہ شود آں سُوکشاں
وہ کنارہ کبھی اُس طرف کھنچ جاتا ہے

بفگن از من حملِ ناہموار را
مجھ سے ناہموار بوجھ کو گرا دے
تابہ بینم روضۂ ابرار را
تاکہ میں نیکوں کے باغیچے کو دیکھ لوں

ہمچو[2] آں اصحابِ کہف از باغِ جُود
اصحابِ کہف کی طرح، سخاوت کے باغیچے سے
می چرم ز ایقاظ نے بَلْ ھُمْ رُقُوْد
میں غذا حاصل کروں جاگتے ہوئے نہیں بلکہ وہ سوتے ہیں

خُفتہ باشم بریمین یابر یسار
میں دائیں پر سویا ہوا ہوں یا بائیں پر
بر نگردم جُز چو گُو بے اختیار
میں صرف بے اختیار گیند کی طرح کروٹ بدلوں

ہم بتقلیب تو تا ذات الیمین
تیرے ہی پلٹنے سے، دائیں جانب
یا سُوی ذاتُ الشمال اے ربِ دیں
یا بائیں جانب اے دین کے رب!

صد ہزاراں سال بُودم در مَطار
میں، اُڑنے کی جگہ میں لاکھوں سال رہا
ہمچو ذرّاتِ ہوا بے اختیار
ہوا کے ذرّوں کی طرح، بے اختیار

گر فراموشم شُد ست آں وقت و حال
اگرچہ وہ حال اور وقت میں بھول گیا ہوں
یادگارم ہست در خواب ارتحال
نیند میں منتقل ہو جانا میرے لیے یادگار ہے

می[3] رہم زیں چارمیخ ، چار شاخ
میں اس چار میخ، چار شاخ سے نجات پا جاتا ہوں
می جہم در مَسرحِ جاں زیں مناخ
اس باڑے سے جان کی سیرگاہ میں کود جاتا ہوں

شیرِ آں ایّامِ ماضیہائے خود
اپنے اُن گزرے ہوئے دنوں کا دودھ
می چشم از دایۂ خواب اے صمد
اے بے نیاز! میں اپنی نیند کی دایہ سے چکھتا ہوں

جُملہ عالم ز اختیار و ہستِ خود
تمام جہاں اپنی ہستی اور اختیار سے
می گریزد در سَرِ سَرمستِ خود
اپنے سرمست سر کی جانب بھاگتا ہے

---

1. ابتلا۔ تردد جس میں ہر راہ پہ چلنے کا اختیار ہو، اللہ کی جانب سے ایک آزمائش ہے۔ ذکور۔ اس مقام پر بڑے بڑے بہادر ناکام ہوگئے ہیں۔ اختیار۔ انسان پر اختیار ایسا ہی لدا ہوا ہے جیسا کہ اونٹ پر پالان۔ ایں کژاوہ۔ انسان کا اختیار کبھی برائی کی طرف جھکتا ہے کبھی بھلائی کی جانب۔ روضہ۔ باغ جنت جو ہر بھلائی کا نتیجہ ہے۔

2. ہمچو۔ اصحابِ کہف کا سونا خدا کے حکم سے تھا لہٰذا وہ اس غیر اختیاری حالت میں بھی اطاعت میں معروف تھے۔ خفتہ۔ ہم بھی غیر اختیاری حالت میں اطاعت میں مصروف ہیں۔ ہم بتقلیب۔ خدا ہی اُن اصحابِ کہف کی کروٹیں بدلواتا تھا۔ مطار۔ یعنی عالمِ ارواح، اس میں انسان غیر اختیاری حالت میں تھا۔ گر فراموشم۔ انسان عالمِ ارواح کی زندگی بھولے ہوئے ہے نیند میں اس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

3. می رہم۔ اس وقت انسان عالمِ شہود کی تکلیفات سے غیر مکلف ہو جاتا ہے۔ چار میخ۔ مجرموں کو سزا دینے کا ایک طریقہ تھا۔ چار شاخ۔ ایک قسم کی قید اور طوق تھا جو مجرموں کی گردن میں ڈالا جاتا تھا۔ مسرح۔ چراگاہ۔ مناخ۔ اونٹوں کو بٹھانے کی جگہ۔ شیر۔ نیند کی حالت میں عالمِ ارواح کا مزہ چکھ لیتا ہوں۔ جملہ عالم۔ بیخودی اور بے اختیاری کے لیے انسان شراب پیتا ہے اور سرود و نغمہ سنتا ہے۔

تا دمے از ہوشیاری وارہند
تا کہ تھوڑی دیر کے لیے ہوشیاری سے نجات پائیں
ننگِ خمر و زمر بر خود می نہند
شراب اور باجے کی ذلت اختیار کرتے ہیں

جملہ[1] دانستہ کہ ایں ہستی فخ ست
سب نے جان لیا ہے کہ یہ ہستی جال ہے
فکر و ذکرِ اختیاری دوزخ ست
اختیاری فکر اور ذکر جہنم ہے

میگریزند از خودی در بیخودی
خودی سے بیخودی کی جانب بھاگتے ہیں
یا بمستی یا بشُغل اے مُہتدی
یا مستی کے ذریعہ یا کسی شغل کے ذریعہ اے ہدایت یافتہ!

نفس را زاں نیستی وامی کشی
آپ نفس کو اس نیستی سے اس لیے جدا کر دیتے ہیں
زانکہ بے فرماں شُد اندر بیہشی
کیونکہ وہ بغیر حکم کے بے ہوش ہوا ہے

نیستی باید کہ آں از حق بُود
وہ نیستی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو
تا کہ بیند اندراں حُسنِ احد
تاکہ اُس میں احد کا حسن دیکھے

لَيْسَ[2] لِلْجِنِّ وَلَا لِلْاِنْسِ اَنْ
نہ جن کے لیے اور نہ انسان کے لیے یہ (ممکن) ہے
تَنْفُذُوْا مِنْ حَبْسِ اَقْطَارِ الزَّمَنْ
کہ تم زمانے کے اطراف سے نکل بھاگو

لَا نَفُوْذَ اِلَّا بِسُلْطَانِ الْهُدٰى
بجز ہدایت کے بادشاہ کے نکلنا نہیں ہے
مِنْ تَجَاوِيفِ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى
بلند آسمانوں کے جوفوں سے

لَا هُدٰى اِلَّا بِسُلْطَانٍ يَّقِيْ
ہدایت نہیں ہے مگر اُس شاہ سے جو بچاتا ہے
مِنْ حُرَاسِ الشُّهُبِ رُوْحَ الْمُتَّقِيْ
متقی کی روح کو ٹوٹنے والے ستاروں کے نگہبانوں سے

ہیچ کس را تا نگردد اُو فنا
کسی شخص کے لیے جب تک وہ فنا نہ ہو جائے
نیست رہ در بارگاہِ کبریا
کبریا کی بارگاہ میں راستہ نہیں ہے

چیست معراجِ فلک، ایں نیستی
آسمانوں کی معراج کیا ہے؟ یہ نیستی ہے
عاشقاں را مذہب و دیں نیستی
عاشقوں کا مذہب اور دین نیستی ہے

پوستین[3] و چارق آمد از نیاز
عاجزی کی وجہ سے پوستین اور چپل
در طریقِ عشق محرابِ ایاز
ایاز کے لیے راہِ عشق میں محراب ہے

گرچہ اُو خود شاہ را محبوب بُود
اگرچہ وہ خود شاہ کا محبوب تھا
ظاہر و باطن لطیف و خوب بُود
ظاہر اور باطن پاکیزہ اور اچھا تھا

گشتہ بے کبر و ریاؤ کینۂ
وہ بغیر تکبر اور ریا اور کینہ کے بن گیا
حُسنِ سلطاں را رخش آئینۂ
اُس کا رُخ شاہ کے حسن کا آئینہ تھا

---

1. جملہ۔ سب انسان محسوس کرتے ہیں کہ خودی ایک جال ہے اسی لیے کوئی مستی کے ذریعہ کوئی کسی اور شغل کے ذریعہ بیخودی اختیار کرتا ہے (مے سے غرض نشاط ہے کس رُوسیاہ کو۔ اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے) نفس۔ جو مستی اور استغراق، عبادت سے پیدا ہوتا ہے اس میں دوام ہوتا ہے کسی معصیت سے پیدا شدہ بیخودی عارضی ہوتی ہے۔ نیستی۔ جو بیخودی عبادت اور اطاعت سے پیدا ہوتی ہے اس سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔
2. لیس۔ کسی ولی کو معراجِ روحانی اور عالمِ ملکوت کی سیر اُسی وقت میسر آتی ہے جب جذبِ الٰہی ہو اور خدا اُس کو اُن ستاروں سے بچائے جو عالمِ ملکوت سے باتیں چُرانے والے شیاطین کو جلا ڈالتے ہیں۔ ہیچ کس۔ فنا کے بعد ہی بقاء کا درجہ ممکن ہے اور نیستی کے بعد روحانی معراج حاصل ہوتی ہے۔
3. پوستین۔ ایاز کا مقصد پوستین اور چپل محفوظ رکھنے سے نیاز مندی تھا جو فنا اور نیستی کا سبب ہے۔ گرچہ۔ ایاز کا پوستین اور چپل کو محفوظ رکھنا اور روزانہ اُن کو دیکھنا اس بنا پر نہ تھا کہ اس کی نیستی اور فنا ناقص تھی اور اس کو ڈر تھا کہ ہستی اور خودی کے مصاحب کبر وغیرہ نہ پیدا ہو جائیں بلکہ اسکو نیستی کے اسباب کو دیکھنا فی نفسہٖ پسند تھا۔

چونکہ از ہستیِ خود مفقود شُد
جبکہ وہ اپنی ہستی سے گم ہو گیا
مُنتہایِ کارِ اُو محمود شُد
اُس کا انجام کار قابلِ تعریف بنا

زاں[1] قوی تر بُود تمکینِ ایاز
ایاز کا جماؤ اس سے قوی تھا
کو زخوفِ کبر کردے احتراز
کہ وہ تکبر کے خوف سے بچاؤ کرتا

اُو مہذب گشتہ بُود و آمدہ
وہ مہذب بن گیا تھا اور اُس نے
کبر را و نفس را گردن زدہ
تکبر اور نفس کی گردن کاٹ دی تھی

یا پئے تعلیم میکرد آں حِیَل
یا وہ حیلے، سکھانے کے لیے کرتا تھا
یا برایِ حکمتے دور از وجل
یا کسی اور حکمت کے لیے، جو خوف سے علیحدہ تھی

یا کہ دید چارقش زاں شُد پسند
یا اُس کو چپل دیکھنا اس لیے پسند آیا
کز نسیمِ نیستی ہستی ست بند
کہ ہستی، نیستی کی ہوا کا بند ہے

تاکشاید[2] دخمہ کاں برنیستی ست
تاکہ وہ دخمہ کھل جائے جو نیستی پر ہے
تابیابد آں نسیم و عیش و زیست
تاکہ وہ عیش اور زندگی کی ہوا پا لے

تابہ بندد دخمہ بر ایں مُردگاں
تاکہ ان مردوں کا دخمہ بند ہو جائے
تابیابد بُویِ عیشِ زندگاں
تاکہ زندوں کے عیش کی خوشبو پا لے

ملک[3] و مال و اطلسِ ایں مرحلہ
اس منزل کا ملک اور مال اور اطلس
ہست برجانِ سبک رو سلسلہ
تیز رفتار جاں کی زنجیر ہے

سلسلہ زریں بدید و غرہ گشت
اس نے زریں زنجیر دیکھی اور دھوکے میں آ گئی
ماندہ در سُوراخِ چاہے جاں زدشت
جان، وسیع میدان سے ایک کنوئیں کے سوراخ میں رہ گئی

صورتش جنت بمعنی دوزخے
اس کی صورت جنت ہے حقیقتاً دوزخ ہے
افعی پُر زہر و نقشش گلرخے
زہر سے بھرا ہوا اژدہا ہے اور اس کی صورت گل جیسی ہے

گرچہ مومن را سقر ندہد ضرر
اگرچہ مؤمن کو دوزخ نقصان نہیں پہنچاتی ہے
لیک ہم بہتر بُود زانجا گذر
لیکن وہاں سے گذر جانا ہی بہتر ہے

گرچہ دوزخ دور دارد زو نکال
اگرچہ دوزخ اس سے عذاب کو دور رکھتی ہے
لیک جنت بہ وُرا در کلِّ حال
لیکن ہر حالت میں اس کے لیے جنت بہتر ہے

---

[1] زاں۔ ہستی پر ایاز کا جماؤ اس قدر قوی تھا کہ اس کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ کبر کے خوف سے اس سے اپنا بچاؤ کرے وہ ہستی کے تمام عیبوں سے پاک ہو چکا تھا اور کبر اور نفس کو فنا کر چکا تھا۔ یا پئے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ پوستین اور چپل کی زیارت دوسروں کی تعلیم کے لیے کرتا ہو۔ یا کہ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہستی کے لوٹنے کا تو احتمال نہ تھا لیکن فنا کے مراتب میں کمی آ گئی تھی اس کی تکمیل کے لیے یہ کرتا ہو۔

[2] تاکشاید۔ اس کی ہستی گویا پارسیوں کے دخمہ میں بند ہے اور وہ چاہتا تھا کہ نیستی کی خوشبو اس دخمہ میں سونگھے تاکہ روح کی زیست کی نسیم اور عیش اس کو حاصل ہو جائے۔ دخمہ۔ مجوس کا گورستان جو تہ خانہ یا ایک مکان کی صورت میں ہوتا ہے جس میں مُردوں کو لیجا کر بٹھا دیتے ہیں۔ تابہ بندد۔ یعنی وہ دخمہ جو اُن مُردوں کا ہے جو ہستی میں مبتلا ہیں بند ہے اور زندوں یعنی ان لوگوں کے دخمہ کی خوشبو اسکو حاصل ہوتی رہے جو اپنے آپ کو فنا کر کے زندگی حاصل کر چکے ہیں۔

[3] ملک و مال۔ دنیا کی دولت اور مال، فانی کی جان کی سبکروی کے لیے مانع بنتا ہے ایاز اسی کیفیت کو دور کرتا تھا۔ سلسلہ۔ یہ دنیا کی دولتیں سونے کی زنجیریں ہیں جن کے ظاہر کو دیکھ کر انسان ان میں اپنے آپ کو مقید کر دیتا ہے لیکن اس کے انجام سے کہ وہ کنوئیں کے سوراخ میں مقید ہو رہا ہے غافل رہتا ہے۔ صورتش۔ دنیا کا ظاہر بڑا خوشنما ہے لیکن اس میں زہر بھرا ہوا ہے۔ گرچہ۔ مؤمن کو یہ دنیا کا جہنم اگرچہ نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے بہرحال جنت اُس سے بہتر ہے۔

الحذر اے ناقصاں[1] زیں گُل رخے | کہ بگاہِ صُحبت آمد دوزخے
اے ناقصو! اس گل رخ سے بچو | جو صحبت کے وقت دوزخ ثابت ہوتی ہے
الفرار اے غافلاں زیں گلشنے | کہ حقیقت بدتر ست از گلخنے
اے غافلو! اس گلشن سے بھاگو | کیونکہ وہ حقیقتاً بھٹی سے بدتر ہے
زینہار اے جاہلاں زیں گلشکر[2] | کہ بسوزاند دہاں را چوں شرر
اے جاہلو! اس گلقند سے بچو! | کیونکہ وہ چنگاری کی طرح مُنہ کو جلا دیتا ہے
چند گویم مر تُرا کیں انگبیں | زہرِ قتّالست زُو دوری گزیں
میں تجھے کتنا کہوں کہ یہ شہد | قاتل زہر ہے؟ اُس سے دُوری اختیار کر
لیک تلخ آید تُرا گفتارِ من | خواب می گیرد تُرا ز انذارِ من
لیکن تجھے میری بات کڑوی لگتی ہے | میرے ڈرانے سے، تجھے نیند گھیرتی ہے
خواجہ آخر یک زماں بیدار شو | وز حیاتِ خویش برخوردار شو
صاحب! آخر تھوڑی دیر کے لیے جاگ جا | اپنی زندگی سے فائدہ اٹھا

حکایت[3] آں غلامِ ہندو کہ بخداوند زادۂ خود پنہاں ہوا
اُس ہندی غلام کی حکایت جو اپنی آقا زادی سے مخفی طور پر محبت
آوردہ بُود چوں دختر را با مہتر زادہ عقد کردند غلام خبر یافت
رکھتا تھا جب لڑکی کا امیرزادہ سے نکاح کیا تو غلام کو معلوم ہو گیا
و رنجور شُد و می گداخت، ہیچ کس علّتِ اُو را نمی یافت
وہ بیمار پڑ گیا اور پگھلتا تھا کوئی شخص اُس کی بیماری نہیں سمجھتا تھا
و اُو را زہرۂ گفتن نے، و اطبا از معالجۂ اُو فروماندند و
اور اُس کو کہنے کی ہمت نہ تھی اور طبیب اُس کے علاج سے عاجز آ گئے اور
چوں خواجہ دریافت بحکمت معالجہ کرد
جب آقا کو معلوم ہوا تو اُس نے تدبیر سے علاج کر دیا

خواجہ را بُود ہندو بندۂ | پروریدہ کردہ اُو را زندۂ
ایک آقا کا ایک ہندوستانی غلام تھا | جس کو اُس نے پرورش کر کے زندہ کر دیا
عِلم و آدابش تمام آموختہ | دردِلش شمعِ ہُنر افروختہ
اُس کو سب علم اور آداب سکھائے | اُس کے دل میں ہنر کی شمع روشن کر دی

[1] ناقصاں۔ جبکہ کاملوں کے لیے بھی دنیا سے احتراز بہتر ہے تو ناقصوں کے لیے تو وہ بالکل تباہی کا سبب ہے۔ گلخنے۔ یعنی ہستی کے اسباب، دنیاوی کی رونق۔
[2] گلشکر۔ گلقند یعنی دنیا کی لذتیں۔ ز انذار۔ انداز کا ہمزہ گرا کر زاء کو نون سے ملا کر پڑھا جائے۔
[3] حکایت۔ پہلے یہ سمجھایا تھا کہ غافل انسان دنیا کی ظاہری رونق پر فریفتہ ہوتا ہے لیکن انجام کار وہ بہت بُری ثابت ہوتی ہے اب اسی مضمون کو اس قصہ سے سمجھایا ہے۔ ہندو۔ یعنی ہندوستان کا رہنے والا۔ زندہ۔ یعنی طاقتور۔

پروریدش از طفولیت[1] بناز — در کنارِ لُطفِ آں اِکرام ساز
اُس کو بچپن سے ناز سے پالا — اُس کرم کرنے والے نے، مہربانی کے پہلو میں
بُود ہم ایں خواجہ راایک دُخترے — سیم اندامے گشے خوش گوہرے
اس آقا کے ایک لڑکی بھی تھی — چاندی کے بدن والی، حسین، خوش مزاج
چوں مُراہق گشت دختر طالباں — بذل میکردند کابینِ گراں
جب لڑکی بلوغ کے قریب ہوئی، طلبگار — بھاری مہر خرچ کرنے لگے
می رسیدش از سُوئے ہر مہترے — بہرِ دختر دمبدم خواہش گرے
اس کے پاس ہر سردار کی جانب سے پہنچتا — ہر لحہ لڑکی کے لیے درخواست کرنے والا
گفت خواجہ مال را نبُود ثُبات — روز آید شب رود اندر جہات
آقا نے کہا، مال کے لیے ٹکاؤ نہیں ہے — دن میں آتا ہے رات کو ادھر ادھر چلا جاتا ہے
حُسنِ صورت ہم ندارد اعتبار — کہ شود رُخ زرد از یک زخمِ خار
صورت کا حُسن بھی اعتبار نہیں رکھتا — کیونکہ چہرہ ایک کانٹے کے زخم سے زرد ہو جاتا ہے
سہل[2] باشد نیز مہتر زادگی — کہ بُود غرّہ بمال و بارگی
سردار کا بیٹا ہونا بھی معمولی ہوتا ہے — کیونکہ وہ مال اور گھوڑے پر مغرور ہوتا ہے
اے بسا مہتر بچہ کز شور و شر — شُد ز فعلِ زشت خود ننگِ پدر
بہت سے رئیس زادے ہیں کہ شور و شر کی وجہ سے — اپنے بُرے کام کی وجہ سے باپ کے لیے عار ہیں
پرہُنر را نیز اگر باشد نفیس — کم پرست و عبرتے گیر از بلیس
ہُنر مند بھی اگر وہ حاسد ہے — اچھا نہ سمجھ، شیطان سے عبرت حاصل کر لے
علم بودش چوں نبودش عشقِ دیں — اُو ندید از آدم اِلا نقشِ طیں
اس کو علم حاصل تھا، اس کو چونکہ دین کا عشق نہ تھا — اس نے آدمؑ میں مٹی کی صورت کے علاوہ کچھ نہ دیکھا
گرچہ[3] دانی دقّتِ علم اے امیں — زانت نکشاید دو دیدہ غیب بیں
اے امانتدار! اگرچہ تو علم کی باریکیاں جانتا ہے — اس سے تیری غیب کو دیکھنے والی دونوں آنکھیں نہیں کھلتی ہیں
چوں نہ بیند غیرِ دستارے و ریش — از مُعرّف پُرسد از بیش و کمیش
چونکہ وہ پگڑی اور ڈاڑھی کے سوا نہیں دیکھتا ہے — جاننے والے سے اس کی کمی و بیشی پوچھتا ہے
عارفا تو از معرّف فارغی — خود ہمی بینی کہ نورِ بازغی
اے عارف! تو بتانے والے سے بے نیاز ہے — تو خود دیکھ لیتا ہے، کیونکہ تو چمکتا نور ہے

---

[1] طفولیت۔ بچپن۔ اکرام ساز یعنی آقا۔ گش۔ حسین، خوش رفتار۔ مراہق۔ وہ جو بالغ ہونے کے قریب ہو۔ کابین۔ مہر۔ خواہشگر۔ درخواست کرنے والا۔ ثبات۔ ٹکاؤ۔

[2] سہل۔ معمولی۔ بالفتح قرہ۔ مغرور۔ بارگی۔ گھوڑا۔ نفیس۔ حاسد۔ بلیس۔ شیطان ہنرمند تھا لیکن حاسد تھا۔ نقشِ طین۔ یعنی آدمؑ کا مٹی کا پتلا۔

[3] گرچہ۔ علم کی باریکیوں سے غیب بیں آنکھیں نہیں کھلتی ہیں۔ چوں نہ بیند۔ ظاہر بیں کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے وہ باطن کی حالت کسی دوسرے سے پوچھتا ہے۔ نورِ بازغی۔ تو چمکدار نور ہے۔

کار[1] تقویٰ دارد و دین و صلاح
تقویٰ اور دین اور نیکی کام آتی ہے
کہ ازو باشد بدو عالم فلاح
کیونکہ اُسی سے دونوں جہان میں نجات ہے

کرد یک دامادِ صالح اختیار
اس نے ایک نیک داماد پسند کر لیا
کہ بُد اُو فخرِ ہمہ خیل و تبار
جو تمام خاندان اور قبیلہ کے لیے فخر تھا

پس زناں گفتند اُو را مال نیست
تو عورتوں نے کہا اُس کے پاس مال نہیں ہے
مہتری و حُسن و استقلال نیست
سرداری اور مستقل ہونے کی خوبی نہیں ہے

گفت آنہا تابع زہد اندو دیں
اس نے کہا وہ چیزیں زہد اور دین کے تابع ہیں
بے زر اُو[2] گنجے ست بر رُوئے زمیں
وہ روئے زمین پر بغیر سونے کا خزانہ ہے

چوں بجد تزویجِ دختر گشت فاش
جب واقعۃً لڑکی کا رشتہ مشہور ہو گیا
دست پیمان و نشانی و قماش
چڑھاوا اور نشانی اور جوڑا (بھی)

پس غلامِ خواجہ کاندر خانہ بُود
آقا کا غلام جو گھر میں تھا
گشت بیمار و ضعیف و زار زُود
بہت جلد بیمار اور ضعیف اور کمزور ہو گیا

ہمچو بیمارِ[3] دقے اُو می گداخت
وہ دق کے بیمار کی طرح پگھلتا تھا
علتِ اُو را طبیبے کم شناخت
اُس کی بیماری کوئی طبیب نہ پہچانتا تھا

عقل می گفتے کہ رنجش از دل ست
عقل کہتی تھی کہ اُس کی بیماری دل کی ہے
داروئِ تن در غمِ دل باطل ست
جسم کی دوا، دل کے غم میں بیکار ہے

آں غلامک دم نزد از حالِ خویش
اُس بیچارے غلام نے اپنے حال کے بارے میں دم نہ مارا
گرچہ می آمد وُرا در سینہ ریش
اگرچہ اُس کے سینہ میں زخم لگ رہا تھا

گفت خاتوں را شبے شوہر کہ تُو
ایک رات شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو
باز پُرسش در خلا از حالِ اُو
تنہائی میں اُس سے اُس کا حال دریافت کر

تو بجائِ مادرے اُو را بُود
تو اُس کی ماں کے بجائے ہے
کو غمِ خود پیشِ تو پیدا کُند
(ہو سکتا ہے) کہ وہ اپنا غم تجھے ظاہر کر دے

چونکہ خاتوں کرد در گوش ایں کلام
بیوی نے جب یہ بات کان میں ڈال لی
روزِ دیگر رفت نزدیکِ غلام
وہ دوسرے دن غلام کے پاس گئی

پس سرش را شانہ می کرد آں ستی
وہ بیوی اسکے سر میں کنگھی کر رہی تھی
با دو صد مہر و دلال و دوستی
دو سو محبتوں اور ناز اور دوستی کے ساتھ

---

1. کار۔ دین ودنیا کی فلاح تقوے اور نیکی سے حاصل ہوتی ہے۔ کرد۔ چونکہ انسان کی فلاح دارین کا مدار تقوے پر ہے لہٰذا اُس سردار نے دامادی کے لیے ایک متقی شخص کو پسند کر لیا۔ خیل۔ قبیلہ۔ تبار۔ خاندان۔ استقلال۔ یعنی گذارے کی پائیداری۔
2. اُو۔ یعنی وہ لڑکا جو پسند کیا ہے۔ دست پیماں۔ وہ چیزیں جو منگنی کے وقت دلہن کو دی جاتی ہیں۔ نشانی۔ وہ انگوٹھی رومال وغیرہ جو منگنی کے وقت دولہا کو دیا جاتا ہے۔ قماش۔ جوڑے، پارچہ جات۔
3. بیمار دقے۔ مرضِ دق کا بیمار۔ داروئی۔ عشق کی بیماری میں جسم کی دوا بیکار ہے۔ ریش۔ زخم۔ خلا۔ تنہائی۔ پیدا۔ ظاہر۔ شانہ۔ کنگھی۔ ستی۔ بیگم۔ دلال۔ ناز۔

آں چناں کہ مادرانِ مہرباں
جیسا کہ مہربان مائیں
نرم کردش تا در آمد در بیاں
اُس نے اس کو نرم کر دیا یہاں تک کہ وہ کہنے پر آ گیا

کہ مرا اُمید از تو ایں نبُود
کہ مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی
کہ دہی دختر بہ بیگانہ عنُود
کہ آپ لڑکی کو اجنبی، سرکش کو دیں گی

خواجہ زادہ ما و ما خستہ جگر
وہ میری آقازادی ہے اور میں زخمی جگر ہوں
حیف نبُود کو رود جائے دگر
(کیا) افسوس نہ ہو گا کہ وہ دوسری جگہ جائے؟

خواست آں خاتون زخشمے کامدش
اُس غصہ کی وجہ سے جو اس کو آیا، بیوی نے چاہا
کش زند و ز بام زیر اندازدش
کہ اس کو پیٹے اور بالاخانہ سے نیچے گرا دے

کو کہ باشد ہندوی مادر غرے
کہ وہ ہندی مادر بخطا کون ہوتا ہے؟
کہ طمع دارد بخواجہ دخترے
کہ آقا کی لڑکی کا لالچ کرے

گفت صبر اولیٰ بُود خود را گرفت
بولی صبر بہتر ہے، اپنے آپ کو قابو میں کر لیا
گفت با خواجہ کہ بشنو ایں شگفت
خواجہ سے کہا، کہ یہ عجیب بات سُن

ایں چنیں گرا ایکے خائن بُود
ایسا کمینہ غلام خائن ہو گا
ماگماں بُردہ کہ ہست اُو معتمد
ہم نے گمان کیا کہ وہ بھروسہ کا ہے

حالِ خود را ایں چنیں گفت اُو مرا
اُس نے اپنا حال مجھے اس طرح بتایا
خواستم کز خشم بکشم مرو را
میں نے چاہا غصہ سے اس کو مار ڈالوں

صبر فرمودنِ خواجہ مادرِ دختر را کہ غلام را زجر مکُن من
آقا کا لڑکی کی ماں کو صبر کا حکم دینا کہ غلام کو نہ جھڑک میں
بے زجر اُو را ازیں طمع باز آرم بتدبیر کہ نہ سیخ سوزد و
بغیر جھڑکے اُس کو اس لالچ سے ایک تدبیر سے روک دوں گا کہ نہ سیخ جلے اور
نہ کباب خام ماند
نہ کباب کچا رہے

گفت خواجہ صبر کُن با اُو بگو
آقا نے کہا صبر کر، اُس سے کہہ دے
کہ ازو ببریم و بدہیمش بُو
کہ ہم اُس سے چھڑالیں گے اور اس کو تجھے دے دیں گے

تا مگر ایں از دلش بیروں کُنم
تاکہ شاید اس کو اُس کے دل سے نکال دوں
پس تماشا کُن کہ دفعش چوں کُنم
پھر تماشا دیکھنا کہ میں اس کو کس طرح دفع کرتا ہوں

عنُود۔سرکش۔حیف۔افسوس،ظلم۔رود۔یعنی شادی کر دینے پر۔بام۔بالاخانہ۔مادر غرے۔جس کی ماں زانیہ ہو۔
گرایکے۔گرا،غلام،حجام،اس میں یا زیادہ اور کاف تصغیر کا ہے۔زجر۔سرزنش۔بدہیمش۔اُو را بدہیم۔

تو دلش خوش کن بگو میداں دُرست
تو اُس کا دل خوش کر دے کہہ دے صحیح سمجھ

کہ حقیقت دُخترِ ما جُفتِ[1] تُست
کہ حقیقتاً ہماری لڑکی تیرا جوڑا ہے

مانداستیم اے خوش مُشتری
اے بہترین خریدار! ہم نہ سمجھے تھے

چونکہ دانستیم تو اولیٰ تری
جب ہم سمجھ گئے، تو زیادہ مناسب ہے

آتشِ ماہم دریں کانونِ ما
ہماری آگ بھی ہماری بھٹی میں

لیلیٰ آنِ ما و تو مجنونِ ما
لیلیٰ (بھی) ہماری اور تو مجنون (بھی) ہمارا

تاخیال و فکرِ خوش بروے زند
تاکہ اچھا خیال اور فکر اُس پر چھا جائے

فکرِ شیریں مردِ را فربہ کند
شیریں خیال اُس کو موٹا کر دے

جانور فربہ شود لیک از علف
جانور موٹا ہوتا ہے لیکن چارے سے

آدمی فربہ ز عزت و شرف
آدمی عزت اور بڑائی سے پھولتا ہے

آدمی فربہ شود ازراہِ گوش
آدمی کان کے راستہ سے موٹا ہوتا ہے

جانور فربہ شود از حلق و نوش
جانور، حلق اور کھانے سے موٹا ہوتا ہے

گفت آں خاتوں کزیں ننگِ مہیں
اُس بیوی نے کہا، کہ اس ذلت اور رسوائی سے

خود زبانم کے بجنبد اندریں
اس معاملہ میں میری زبان کیسے ہلے گی؟

ایں چنیں ژاژے[2] چہ خایم بہرِ اُو
میں اس کی خاطر ایسی بکواس کیا بکوں؟

گو بمیر آں خائنِ ابلیس خُو
گو وہ شیطان صفت، خائن، مر جائے

گفت خواجہ نے مترس و دم دہش
خواجہ نے کہا، نہیں نہ ڈر اور تسلی دے دے

تارود علت ازو زیں لطفِ خوش
تاکہ اس اچھی مہربانی سے اس کی بیماری جاتی رہے

دفعِ اُو را دلبرا بر من نویس
اے دلربا! اس کا دفعیہ میرے ذمہ لکھ دے

ہِل کہ صحت یابد ایں باریک ریس
مہلت دے تاکہ یہ باریک کاتنے والا صحت یاب ہو جائے

چوں بگفت آں خستہ را خاتوں چنیں
جب خاتون نے اس خستہ حال سے یہ کہہ دیا

می نگنجید از تبختر بر زمیں
وہ ناز سے زمین پر نہ سماتا تھا

زفت گشت و فربہ و سُرخ و شگفت
موٹا اور فربہ اور سرخ ہو گیا اور کھل گیا

چوں گلِ سُرخ اُو ہزاراں شکر گفت
گلِ سرخ کی طرح، اس نے ہزاروں شکریے ادا کیے

گہہ گہے می گفت اے خاتونِ من
کبھی کبھی کہتا، اے میری بیگم!

کہ مبادا باشد ایں دستان و فن
کہیں ایسا نہ ہو، کہ یہ مکر و فریب ہو

---

1. جُفت۔ یعنی بیوی۔ اولیٰ۔ مستحق، قریب تر۔ کانون۔ بھٹی۔ جانور۔ جانور چارے سے پھولتا ہے انسان رتبہ اور بڑائی سے پھولتا ہے۔ آدمی۔ انسان اپنی بڑائی کی باتیں سن کر پھولتا ہے۔
2. ژاژ۔ بکواس۔ باریک ریس۔ باریک سوت کاتنے والا یعنی خیالی پلاؤ پکانے والا۔ تبختر۔ تفاخر۔ دستاں۔ مکر

لیک خاتوں جزم میگفتش کہ ما — درپئے اینیم فارغ باش ہا

لیکن بیگم اس کو یقینی طور پر کہتی کہ ہم — اس کے درپے ہیں، تو اب مطمئن رہ

خواجہ چوں دیدش کہ سُرخ و زفت گشت — رفت ازوے علّت و آمد بگشت

خواجہ نے جب اسکو دیکھا کہ سرخ اور فربہ ہو گیا — اس سے بیماری جاتی رہی اور چلنے پھرنے لگا

خواجہ جمعیت بکرد و دعوتے — کہ ہمی سازم فرج[1] را وصلتے

خواجہ نے مجمع کیا اور دعوت کی — کہ میں "فرج" کی شادی کر رہا ہوں

تا جماعت عشوہ می دادند و گال — کاے فرج بادت مُبارک اتّصال

یہاں تک کہ مجمع فریب اور دھوکا دیتا تھا — کہ اے فرج! تجھے جوڑ مبارک ہو

تا یقیں ترشد فرج را آں سخن — علّت ازوے رفت کُل از بیخ و بُن

یہاںتک کہ فرج کو اُس بات پر بہت یقین ہو گیا — جڑ اور بنیاد سے اُس میں سے بیماری چلی گئی

بعد ازاں اندر شب گردک بفن — امردے را بست حِنا ہمچو زن

اس کے بعد شب عروسی میں، مکر سے — ایک لڑکے کو عورت کی طرح مہندی لگائی

پُر نگارش کرد ساعد چوں عروس — پس نمودش ما کیاں دادش خروس

دلہن کی طرح اس کی کلائیاں آراستہ کیں — پھر اُس کو مرغی دکھائی، مرغا دے دیا

مِقنعہ[2] و حُلہ عروسانہ نکو — کُنگ امرد را بپوشانید رُو

اوڑھنی اور دلہنوں والے عمدہ جوڑے سے — ہٹے کٹے لونڈے کا منہ چھپا دیا

شمع را ہنگامِ خلوت زود کُشت — ماند ہندو باچناں کُنگ و درشت

تنہائی کے وقت شمع کو فوراً بجھا دیا — غلام ایسے سخت ہٹے کٹے کے ساتھ رہ گیا

ہندوک فریاد میکرد و فُغاں — از بروں نشنید کس ازدفِ زناں

بیچارہ غلام فریاد اور آہ و زاری کرتا تھا — دف بجانے والوں کی وجہ سے باہر کسی نے نہ سنا

ضربِ دف و کف و نعرۂ مردوزن — کرد پنہاں نعرۂ آں نعرہ زن

ہتھیلیوں اور دف کے بجانے اور مرد عورت کے نعروں نے — اس نعرے مارنے والے کے نعروں کو دبا دیا

تابروز آں ہندوک را می فشارد — چوں[3] بُود در پیشِ سگ انبانِ آرد

دن نکلنے تک وہ اس بیچارے غلام کو جھنجوڑتا رہا — جس طرح کہ کتے کے آگے آٹے کی بوری ہو

روز آوردند طاس و بوغ زفت — رسم داماد آں فرج حمام رفت

وہ دن میں طشلا اور بھاری بقچہ لائے — داماد کی رسم کے مطابق وہ فرج حمام میں گیا

---

1. فرج۔غلام کا نام ہے۔وصلت۔یعنی شادی۔گال۔فریب، ٹھگی۔گردک۔وہ خیمہ جو شب عروسی کے لیے قائم کیا جاتا ہے۔امرد۔بے ڈاڑھی والا۔ساعد۔ہاتھ کا پہنچا۔پس۔یعنی غلام کو دکھایا تو یہ کہ اُس کی شادی عورت سے کر رہے ہیں اور شادی لونڈے سے کردی۔
2. مقنعہ۔دوپٹہ۔حُلّہ۔جوڑا۔کُنگ۔قوی ہیکل۔ہندو۔جب وہ نوجوان اُس غلام کو چمٹا وہ شور کرنے لگا لیکن ڈھول اور دف کے شور وغل میں اُس کی آواز کوئی نہ سُن پاتا تھا۔
3. چوں بُود۔جب کتے کو آٹے کی بوری میں سے اپنی غذا نہ ملے گی اُس کو جگہ جگہ سے پھاڑ ڈالے گا۔بوغ۔زفت، بھاری بقچہ۔

رفت در حمّام او رنجور جاں　کوں[1] دریدہ ہمچوں دلقِ تونیاں
وہ نیم مردہ حمام میں گیا　بھٹی والوں کی گدڑی کی طرح مقعد دریدہ

آمد از حمّام در گردک فسوس　پیشِ او بنشست دختر چوں عروس
وہ رنجیدہ حمام سے خیمہ میں آیا　لڑکی دلہن کی طرح اس کے سامنے بیٹھ گئی

مادرش آنجا نشستہ پاسباں　کہ نباید گو کُند روز امتحاں
اس کی ماں محافظ بن کر وہاں بیٹھ گئی　تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ دن میں آزمائے

ساعتے دروے نظر کرد از عناد　آنگہاں باہر دو دستش دہ بداد
اس نے تھوڑی دیر، دشمنی سے اس کو دیکھا　پھر دونوں ہاتھوں سے اس کو دھکا دیا

گفت کس را خود مبادا اِتصال　باچو تو ناخوش عروسِ بد فعال
بولا، خدا کرے کسی کا جوڑ نہ لگے　تجھ جیسی بدکار بُری دلہن سے

روز رویت ہمچوں خاتونِ ختن[2]　شب عمودت ہمچو شاخِ کر گدن
دن میں تیرا چہرہ ختن کی خاتون جیسا ہے　رات کو تیری شاخ گینڈے کے سینگ کی طرح ہے

روزِ رویت ہمچو خاتوں تتر　کیر زشتت شب بتراز کیرِ خر
دن میں تیرا چہرہ تتار کی خاتون کی طرح ہے　رات کو تیرا خایہ گدھے کے خایہ سے بدتر ہے

ہمچناں[3] جملہ نعیم ایں جہاں　بس خوش ست از دور پیش از امتحاں
اس دنیا کی تمام نعمتیں اسی طرح　امتحان سے پہلے، دور سے بہت اچھی ہیں

می نماید در نظر از دور آب　چوں روی نزدیک آں باشد سراب
دور سے نگاہ میں پانی نظر آتی ہیں　جب تو زیادہ نزدیک جائے گا، وہ سراب ہوں گی

گُند پیر ست او و از بس چاپلوس　خویش را جلوہ کُند چوں نو عروس
وہ کھوسٹ بڑھیا ہے اور بہت چاپلوسی سے　اپنے آپ کو نئی دلہن دکھاتی ہے

ہیں مشو مغرور آں گلگونہ اش　نوشِ نیش آلودہَ او را مچش
خبردار اُس کے اُبٹن سے دھوکا نہ کھا　اس کے زہریلے شہد کو نہ چکھ

تا نیفتی چوں فرج در صد حرج　صبر کُن کالصبر مُفتاحُ الفرج
تاکہ تو فرج کی طرح سیکڑوں مصیبتوں میں نہ پڑ جائے　صبر کر، کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

آشکارا دانہ پنہاں دامِ او　خوش نماید ز اوّلت انعامِ اُو
اس کا دانہ ظاہر ہے، جال چھپا ہوا ہے　شروع میں اس کا انعام تجھے اچھا نظر آتا ہے

---

1. کوں۔ مقعد۔ دلق۔ گدڑی۔ تونیاں۔ بھٹی جھونکنے والے۔ مادرش۔ لڑکی کی ماں پاس بیٹھ گئی تاکہ وہ غلام یہ نہ دیکھ لے کہ یہ اور ہے اور رات اور تھا۔ عناد۔ دشمنی۔ دہ بداد۔ دھتکارا، دھکا دیا۔
2. ختن۔ چین میں ایک شہر ہے جس کا حسن مشہور تھا۔ شاخِ کرگدن۔ گینڈے کا سینگ جو بہت سخت ہوتا ہے تتر۔ تتار، تتاری حسن بھی مشہور تھا۔ کیر۔ شرمگاہ، خایہ۔
3. ہمچناں۔ جس طرح اُس غلام کے لیے یہ دلہن مصیبت ثابت ہوئی، دنیا کی نعمتوں کا بھی یہی حال ہے۔ سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔ کند پیر۔ بوڑھی عورت اسی کا معرب قندفیر ہے۔ گلگونہ۔ گلال۔ فرج۔ اُس ہندی غلام کا نام ہے، کشادگی۔

در[1] بیان آنکہ ایں غرور تنہا آں ہندو را نبُود بلکہ ہر آدمی
اس بیان میں کہ یہ دھوکا تنہا اُس ہندی کو نہ تھا بلکہ ہر آدمی
بچنیں غرورِ مبتلا ست در ہر مرحلہ إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ
ایسے دھوکے میں ہر مرحلہ میں مبتلا ہے بجز اس کے جس کو اللہ تعالیٰ بچائے

چوں بہ پیوتی بدام اے ہوشیار ۔۔۔ چند نالی در ندامت زار زار
اے ہوشیار! جب تو جال میں پھنس جائے گا ۔۔۔ ندامت سے زار زار کتنا روئے گا

نام میری و وزیری و شہی ۔۔۔ در نہانش مرگ و درد و جاں دہی
نام سرداری اور وزارت اور شاہی کا ہے ۔۔۔ اس میں موت اور درد اور جان دینا پوشیدہ ہے

بندہ باش و بر زمیں رَو چوں سمند ۔۔۔ چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند
غلام بن اور زمین پر گھوڑے کی طرح چل ۔۔۔ نہ کہ جنازے کی طرح جس کو کاندھے پر لے جائیں

جملہ را حمّالِ خود خواہد کفور ۔۔۔ بارِ مردم گشتہ چوں اہلِ قبور
ناشکرا! سب کو اپنا بار بردار (بنانا) چاہتا ہے ۔۔۔ مُردوں کی طرح لوگوں کے لیے بوجھ بن گیا

بر جنازہ ہر کرا بینی بخواب ۔۔۔ فارسِ منصب شود عالی رکاب
تو جس کو خواب میں جنازے پر دیکھے ۔۔۔ وہ بلند مرتبہ کسی عہدہ پر سوار ہو گا

زانکہ[2] آں تابوت بر خلقست بار ۔۔۔ بار بر خلقاں فگندند ایں کبار
کیونکہ وہ تابوت لوگوں پر بوجھ ہے ۔۔۔ ان بڑوں نے لوگوں پر بوجھ ڈالا ہے

برتنِ خود بارِ خود نہ اے پسر ۔۔۔ برکسِ دیگر منہ زیں الحذر
اے بیٹا! اپنا بوجھ اپنے بدن پر رکھ ۔۔۔ اس سے بچ، کسی دوسرے پر نہ رکھ

بارِ خود برکس منہ برخویش نہ ۔۔۔ سروری را کم طلب درویش بہ
اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈال اپنے اوپر رکھ ۔۔۔ سرداری نہ طلب کر، درویش بہتر ہے

مرکب[3] اعناق مردم را مپای ۔۔۔ تانیاید نقرست اندر دوپای
لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ ہو ۔۔۔ تاکہ تیرے دونوں پاؤں میں نقرس نہ ہو جائے

مرکبے را کاخرش تودہ دہی ۔۔۔ کہ بشہرے مانی و ویراں دہی
جس سواری کو تو آخر میں دھکے دے گا ۔۔۔ کہ تو شہر کے مشابہ معلوم ہوتا ہے اور ویران گاؤں ہے

وہ دہش اکنوں کہ چوں شہرت نمود ۔۔۔ تانباید رخت در ویراں کشود
اس کو اب دھکے دیدے جبکہ وہ تجھے شہر نظر آ رہا ہے ۔۔۔ تاکہ تو ویرانے میں پڑاؤ نہ ڈالے

---

1. دربیاں۔اس طرح کے دھوکے میں صرف وہ غلام ہی مبتلا نہ تھا بلکہ ہر شخص کسی نہ کسی مرحلہ میں اس طرح کے دھوکے میں مبتلا ہے۔سمند۔گھوڑا۔کفور۔خدا کی عطا کردہ طاقتوں کو بروئے کار نہ لانا کفر ہے۔بر جنازہ۔اگر کوئی کسی شخص کو خواب میں جنازہ پر مُردہ دیکھتا ہے تو اُس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ اُس شخص کو کوئی بڑا رتبہ حاصل ہونے والا ہے۔
2. زانکہ۔اس خواب کی یہ تعبیر اسلئے ہے کہ تابوت بھی لوگوں کے کاندھے کا بوجھ ہوتا ہے اور بڑے لوگ بھی دوسروں پر اپنا بوجھ لادتے ہیں۔درویش۔فقیر کسی کا بار دوش نہیں بنتا ہے۔اعناق۔عنق کی جمع ہے، گردن۔نقرس۔ایک درد ہے جو عموماً پاؤں کے انگوٹھے سے شروع ہوتا ہے اس کو راج روگ بھی کہا جاتا ہے۔
3. مرکب۔یعنی وہ عہدہ جس پر تو سوار ہے۔چوں۔شہرت یعنی تو اس سے کہیگا کہ اسوقت تو پُر رونق شہر کیطرح نظر آرہا ہے حالانکہ انجام کار ویران گاؤں ثابت ہوگا۔

دہ دہش اکنوں کہ صد بُستانت ہست
تانگردی عاجز و ویراں پرست
تو اس کو اب دھکے دے دے جبکہ تیرے پاس سو باغ ہیں
تاکہ تو عاجز اور ویران پرست نہ بنے

گفت[1] پیغمبرؐ کہ جنت ازالٰہ
گر ہمی خواہی ز کس چیزے مخواہ
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ خدا سے جنت
اگر چاہتا ہے، تو کسیؐ سے کچھ نہ مانگ

چوں نخواہی من کفیلم مرتُرا
جنّتُ الماوٰیٰ و دیدارِ خُدا
جب تو نہ مانگے گا، میں تیرا کفیل ہوں
جنت الماویٰ اور خدا کے دیدار کا

آں صحابی زیں کفالت شد عیار
تایکے روزے کہ گشتہ بُد سوار
وہ صحابی اس کفالت سے، کھرے بنے
یہاں تک کہ وہ ایک روز سوار تھے

تازیانہ از کفش افتاد راست
خود فرود آمد ز کس آں را نخواست
ان کے دائیں ہاتھ سے، کوڑا گر گیا
خود نیچے اُترے اس کو کسی سے نہ مانگا

آنکہ از دادش نیاید ہیچ بد
داند اُو بیخواہشے خود می دہد
جس کے دینے سے کوئی برائی نہیں آتی ہے
وہ جانتا ہے، بغیر مانگے خود دیتا ہے

وَر بامرِ حق بخواہی آں رواست
آنچناں خواہش طریقِ انبیاست
اگر تو خدا کے حکم سے مانگے وہ جائز ہے
ایسا مانگنا، نبیوں کا طریقہ ہے

بَد[2] نماند چوں اشارت کرد دوست
کفر ایماں شُد چو کفر از بہرِ اُوست
جب دوست نے اشارہ کر دیا، وہ بُرا نہ رہا
کفر ایمان بن گیا جبکہ کفر اس کے لیے ہو

ہر بدے کہ امرِ اُو پیش آورد
آں زنیکی ہائے عالم بگذرد
ہر بُرائی جو اُس کا حکم بجا لائے
وہ جہاں کی نیکیوں سے بڑھ جاتی ہے

زاں صدف گر خستہ گردد نیز پوست
دہ مدہ کہ صد ہزاراں دُر در دست
اگر اُس سیپ کی کھال بھی زخمی ہو جائے
دھکا نہ دے، کیونکہ اِس میں ہزاروں موتی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
سُوئے شاہ و ہم مزاجِ باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے بواپس چل
بادشاہ کی جانب، اور باز کا ہم مزاج بن جا

باز[3] رو در کاں چوں زرِّ دہ دہی
تا رہد دستانِ تُو از دہ دہی
کان میں خالص سونے کیطرح واپس ہو جا
تاکہ تیرے ہاتھ دھکے دینے سے نجات پائیں

صورتِ بَد را چو در دل رہ دہند
از ندامت آخرش دہ می دہند
جب بُری صورت کو دل میں جگہ دیتے ہیں
آخر میں شرمندگی سے اس کو دھکے دیتے ہیں

[1] گفت۔ یہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث کا مضمون ہے آنحضورؐ نے حضرت حکیم ابن حزامؓ کو بھی اسی طرح کی نصیحت فرمائی تھی۔ آں صحابی۔ حضرت حکیم ابن حزامؓ کے بارے میں یہی مذکور ہے۔ آنکہ۔ اپنی تمام ضروریات کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیے۔ ور۔ ہاں اگر خدا کا حکم ہو تو دوسروں سے مانگا جا سکتا ہے جیسا کہ آنحضورؐ کو تھا کہ آپ اُن سے صدقہ وصول کیجیے۔

[2] بدنماند۔ امرِ خداوندی کے بعد سوال برا نہیں ہے اگر انسان کلماتِ کفر اللہ کے لیے اختیار کرے تو وہ عین ایمان ہے جیسا کہ بعض صحابہ نے اسلام کی مدد کے لیے اختیار کیے یا جبر کی صورت میں کوئی مومن بامرِ خداوندی کلمات کفر کہہ دے۔ ہر بدے۔ اضطرار کے وقت مُردار کا کھانا نیکی ہے۔ زاں صدف۔ نیکی کی خاطر کوئی برائی نہیں ہے۔ دہ مدہ۔ اس کو دھکا نہ دے۔ مزاجِ باز۔ باز شکار کر کے بادشاہ کے ہاتھ پر آ بیٹھتا ہے۔

[3] بازرو۔ انابت الی اللہ اختیار کرتا کہ تجھے دنیا میں پھنس کر آخر میں افسوس نہ کرنا پڑے۔ کان۔ یعنی ذاتِ حق تعالیٰ۔ زرِ دہ دہی۔ وہ خالص سونا جو تپانے سے کم نہ ہو۔ دستان۔ ہاتھ۔ دہ دہی۔ دھکے دینا۔

دُزدِ[1] را چوں قطعِ تلخی می دہد — ذوقِ دُزدی را چو زن دہ می دہد
چور کو جب ہاتھ کٹنا تلخی دیتا ہے — تو وہ چوری کے ذوق کو عورت کی طرح دھکے دیتا ہے

دیدۂ دہ دادن از دستِ حزیں — دہ بدادن زیں بُریدہ دست بیں
تو نے غمگین کے ہاتھ کے دھکے دینے کو دیکھا ہے — اس ہاتھ کٹنے کے دھکے دینا دیکھ

ہم چنیں قلّاب و خونی و لَوَند — وقتِ تلخی عیش را دہ میدہند
اسی طرح ملمع ساز اور خونی اور غنڈا — تلخی کے وقت، عیش کو دھکے دیتے ہیں

توبہ می آرند ہم پروانہ وار — باز نسیاں می کشد شاں سُوئے کار
پروانہ کی طرح توبہ بھی کرتے ہیں — بھول، پھر ان کو کام کی طرف کھینچ لیتی ہے

ہمچو پروانہ ز دور آں نار را — نور دید و بستہ آں سُو بار را
پروانہ کی طرح کہ اُس نے دور سے اُس آگ کو — نور دیکھا اور اُس جانب رختِ سفر باندھ لیا

چوں بیامد سوخت پرش وا گریخت — باز چوں طفلاں فتاد و ملح ریخت
جب آیا اُس کے پر جلے، واپس بھاگا — پھر بچوں کی طرح گر پڑا اور نمک گرا دیا

بارِ دیگر بر گمانِ طمعِ سُود — خویش زد بر آتشِ آں شمع زُود
نفع کے لالچ کے گمان پر دو بارہ — اُس شمع کی آگ پر بہت جلد اپنے آپ کو لیجا ڈالا

بارِ[2] دیگر سوخت ہم واپس بجست — باز کردش حرصِ دل ناسی و مست
دوبارہ جلا واپس کودا — دل کے لالچ نے پھر اس کو بھولنے والا اور مست بنا دیا

آں زماں کز سوختن وامی جہد — ہمچو ہندو شمع را دیدہ میدہد
جس وقت جلنے سے واپس کودتا ہے — ہندوستانی غلام کی طرح شمع کو دھکے دیتا ہے

کاے رُختِ تاباں چو ماہِ شب و روز — وے بصحبت کاذب و مغرور سُوز
کہ اے شمع تیرا رُخ رات کو منور کرنیوالے چاند کیطرح روشن ہے — اور اے شمع تو دوستی میں جھوٹی اور دھوکے میں مبتلا کو جلانیوالی ہے

باز از یادش رود توبہ وانیں — کَاَوْهَنَ الرَّحْمٰنُ کَیْدَ الْکَافِرِیْن
پھر توبہ اور رونا اُس کی یاد سے جاتا رہتا ہے — کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں کے مکر کو کمزور کر دیا ہے

درعموم تاویل ایں آیہ کُلَّمَآ[3] اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَ هَا اللّٰهُ

اس آیت کی تاویل کی وسعت کے بیان میں "جب وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اس کو بجھا دیتا ہے"

کُلَّمَا هُم اَوْقَدُوْا نَارَالْوَغٰی — اَطْفَأَ اللّٰهُ نَارَهُمْ حَتّٰی انْطَفَا
جب بھی انھوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی — اللہ نے ان کی آگ کو بجھا دیا یہاں تک کہ وہ بجھ گئی

---

[1] دُزد۔ چور کو جب سزا ملتی ہے تب وہ چوری کی لذت کو دھکے دیتا ہے۔ دیدہ۔ غمگین کو جس چیز سے غم پہنچا وہ اُس کو دھکے دیتا ہے چنانچہ چور ہاتھ کٹنے پر چوری کو دھکے دیتا ہے۔ قلاب۔ جعلساز۔ لوند۔ غنڈا۔ توبہ۔ ہر خطا وار اپنی خطا کو اسی طرح دھکے دیتا ہے جس طرح پروانہ شمع سے جلنے پر اس کو دھکے دیتا ہے لیکن پھر اُس خطا کا دوبارہ ارتکاب کرنے لگتا ہے۔ بار۔ ساماں۔ طفلاں۔ جب بچہ گرتا ہے تو اس کو بہلانے کے لیے کہتے ہیں اوہو نمک گرا دیا۔

[2] بار دیگر۔ لیکن پروانہ پھر نور کے لالچ میں شمع کی نار پر گرتا ہے۔ بار دیگر۔ پروانہ کا بار بار یہی حال ہوتا ہے۔ ناسی۔ بھولنے والا۔ ہمچو۔ پروانہ شمع سے وہی کہتا ہے جو اُس غلام نے آقا کی لڑکی کو کہا تھا۔ انیں۔ رونے کی آواز۔

[3] کلما۔ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کفار اللہ کے منشا کے خلاف مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر بھول طاری کر دیتا ہے اور اُس لڑائی کی آگ کو بجھا دیتا ہے، یہی حال ہر انسان کا ہے جب وہ قدرت کے منشا کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو اس پر بھول طاری کر دی جاتی ہے۔

عزم کردہ کہ دِلا ایں جا مایست — گشتہ ناسی زانکہ اہلِ عزم نیست
اُس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اے دل! یہاں نہ ٹھہر — وہ پھر بھولنے والا بن گیا کیونکہ پختہ ارادہ والا نہ تھا

چوں نبُودش تخمِ صِدقے[1] کاشتہ — حق بُرو نسیانِ آں بگماشتہ
کیونکہ اس کے پاس سچائی کا بویا ہوا بیج نہ تھا — اللہ نے اُس پر اُس کی بھول کو مسلط کر دیا

گرچہ بر آتش زنہ دل می زند — آں ستارش را کفِ حق می کُشد
اگرچہ وہ چقماق پر دل کو رگڑتا ہے — اُس کی چنگاری کو اللہ کا ہاتھ بجھا دیتا ہے

قصہ ہم در تفسیر ایں معنی
انہی معنی کی تفسیر میں قصہ

رفت دُزدے شب بخانہ یک بزُرگ — آمد و پنہاں در آمد ہمچو گُرگ
ایک چور رات میں ایک بزرگ کے گھر میں گیا — گیا اور چپکے سے بھیڑیے کی طرح گھسا

شرفہٗ بشنُید در شب معتمد — بر گرفت آتش زنہ کاتش زند
(بزرگ) معتمد نے رات میں آہٹ سنی — چقماق اٹھایا تاکہ آگ روشن کرے

صاحبِ[2] خانہ شب آوازے شنید — بر گرفت آتش زنہ زد آں وحید
صاحب خانہ نے رات کو آواز سُنی — اُس یکتا نے چقماق اُٹھا کر رگڑا

میزد آتش بہرِ شمع افروختن — تا سِرِ آواز را بیند علن
وہ آگ روشن کرتا تھا تاکہ شمع روشن کرے — تاکہ آواز کا راز علانیہ دیکھ لے

دُزد آمد آں زماں پیشش نشست — چوں گرفتے سوختہ میکرد پست
اُس وقت چور آیا، اُس کے سامنے بیٹھ گیا — جب چیتھڑا آگ پکڑتا وہ اس کو دبا دیتا

می نہاد آنجا سَرِ انگشت را — تاشود استارہ[3] آتش فنا
وہ اُس جگہ اُنگلی کا سرا رکھ دیتا — تاکہ آگ کی چنگاری فنا ہو جائے

تر ہمیکرد اُو سَرِ انگشت را — ز اصبع آں استارہ را کردے فنا
وہ اُنگلی کے سرے کو تر کر لیتا — اُس چنگاری کو اُنگلی سے بُجھا دیتا

خواجہ می پنداشت کز خود می مُرد — ایں نمیدید اُو کہ دُزدش می کُشد
خواجہ سمجھتا کہ وہ خود بُجھ جاتی ہے — وہ یہ نہیں دیکھتا تھا کہ چور اس کو بجھاتا ہے

خواجہ گفت ایں سوختہ نمناک بُود — می مُرد استارہ از تریش زُود
خواجہ نے کہا، یہ چیتھڑا گیلا تھا — اُس کی تری سے چنگاری فوراً بجھ جاتی ہے

---

1. صدقے۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمانِ صادق۔ نسیان۔ بھول۔ آتش زنہ۔ ہر وہ چیز جس سے آگ سلگائی جائے۔ گرگ۔ بھیڑیا بھی چپکے سے حملہ کرتا ہے۔ شرفہ۔ شین کے ساتھ، آہٹ سین کے ساتھ، کھانسی۔
2. صاحبِ خانہ۔ چور کے گھسنے پر جب آہٹ ہوئی تو مکان کے مالک نے کپڑے کا چیتھڑا اٹھایا تاکہ اُس میں آگ لگا کر روشنی کرے اور دیکھے کہ گھر میں کون ہے۔ چون۔ جب کپڑے میں چنگاری پیدا ہوتی وہ چور چپکے سے اُس پر اُنگلی رکھ کر بجھا دیتا۔
3. استارہ۔ جو شعلہ کپڑے سے نکلتا چور اس کو اپنی تر انگلی سے بجھا دیتا۔ خواجہ۔ مکان کا مالک یہی سمجھتا رہا کہ وہ چنگاری خود بجھ جاتی ہے۔ کپڑا گیلا ہوگا اس کو یہ محسوس نہ ہوا کہ چور اُس کو بجھا دیتا ہے۔

بسکہ ظلمت بود و تاریکی ز پیش　می ندید آتش کُشے را پیشِ خویش
چونکہ سامنے کی تاریکی اور بہت اندھیرا تھا　وہ آگ بجھانے والے کو اپنے سامنے نہ دیکھتا تھا

ایں[1] چنیں آتش کُشے اندر دلش　دیدۂ کافر نہ بیند از عَمَش
اسی طرح اپنے دل کے اندر آگ بجھانے والے کو　کافر کی آنکھ اندھے پن سے نہیں دیکھتی ہے

چوں نمی داند دلِ دانندۂ　ہست با گردندہ گردانندۂ
جاننے والے کا دل کیوں نہ جانے گا　کہ گھومنے والے کے ساتھ کوئی گھمانے والا ہے؟

چوں نمی گوئی کہ روز و شب بخود　بے خداوندے کے آید کے رود
تو کیوں نہیں کہتا کہ دن اور رات خود　بغیر خدا کے کیسے آ جا سکتے ہیں؟

گردِ معقولات میگردی ببیں　ایں چنیں بے عقلیِ خود اے مہیں
تو معقولات کے چکر لگاتا ہے، غور کر　اے ذلیل! اس طرح کی اپنی بے عقلی کو

خانہ با بنّا بُود معقول تر　یا کہ بے بنّا بگو اے کم ہُنر
گھر، بنانے والے کے ساتھ، زیادہ سمجھ کے قابل ہے　یا بغیر بنانے والے کے اے بے ہُنرے! بتا

خانۂ با ایں بزرگی و وقار　کے بُود بے اُوستادے خوبکار
گھر، اس وسعت اور خوبی کے ساتھ　بغیر اچھے کاریگر کے کب بنتا ہے؟

خط[2] با کاتب بُوَد معقول تر　یا کہ بے کاتب بیندیش اے پسر
خط، کاتب کے ہوتے ہوئے زیادہ معقول ہے　اے بیٹا! سوچ لے، یا بغیر کاتب کے

جیم گوش و عینِ چشم و میمِ فم　چوں بُود بے کاتبے اے متّہم
کان کا جیم، آنکھ کی عین، منہ کا میم　اے تہمت زدہ! کاتب کے بغیر کیسے ہو گا؟

شمع روشن بے ز گیرانندۂ　یا بگیرانندۂ دانندۂ
شمع، بغیر کسی روشن کرنے والے کے روشن ہے　یا روشن کرنے والے، جانکار کی وجہ سے؟

صنعتِ خوب از کفِ شلِ ضریر　باشد اولیٰ یاز گیرائیِ بصیر
عمدہ دستکاری اندھے لنجے کے ہاتھ سے　بہتر ہو گی، یا بینا گرفت کرنے والے سے

پس[3] چو دانستی کہ قہرت میکند　بر سرت دبّوسِ محنت میزند
جیسا تو جان گیا کہ تجھے مجبور کرتے ہیں　تیرے سر پر آزمائش کا گرز مارتے ہیں

پس بکُن دفعش چو نمرودے بجنگ　سُوئے او کش در ہوا تیرِ خدنگ
تو اُس کو نمرود کی طرح جنگ سے دفع کر　اُس کی جانب ہوا میں خدنگ کا تیر چلا

[1] ایں چنیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے منشا کے خلاف ارادہ کو گنہگار کے دل سے مٹا دیتا ہے۔ چوں نمی داند۔ یہ گنہگار یہ نہیں سمجھتا کہ ہر کام خداوندی تصرف سے ہو رہا ہے۔ معقولات۔ محض عقلی دلائل سے خدا کا انکار کرتا ہے اور اپنی بے عقلی کو نہیں سمجھتا ہے۔ خانہ۔ کوئی گھر بغیر معمار کے تعمیر نہیں ہوتا۔ خانہ۔ یہ اس قدر عظیم گھر دنیا کسی کے بنائے کیسے بن سکتی ہے۔

[2] خط۔ بغیر کسی لکھنے والے کے خط کا لکھا جانا غیر معقول ہے۔ جیم گوش۔ کان کے دائرے کو جیم سے اور آنکھ کے دائرے کو عین سے اور منہ کی گولائی کو میم کے سرے سے تعبیر کیا ہے۔ شمع۔ شمع کے بارے میں یہ سمجھنا مناسب ہے کہ وہ بغیر جلانے والے کے روشن ہو گئی یا یہ سمجھنا کہ اس کو روشن کرنے والے نے روشن کیا ہے۔ ضریر اندھا۔ اچھی دستکاری کو اندھے کی جانب منسوب کرنا بہتر ہے یا بینا کاریگر کے۔ شل۔ لنجا۔

[3] پس چو۔ جب انسان کو معلوم ہو گیا کہ اس پر کوئی دوسری طاقت مسلط ہے تو پھر اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ دبوس۔ گرز۔ نمرود۔ وہی بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تھا اس نے خدا سے جنگ کرنے کے لیے آسمان کی طرف تیر چلائے تھے۔ خدنگ۔ ایک درخت تھا جس کی لکڑی کے تیر بناتے تھے۔

ہمچو اسپاہِ[1] مغل بر آسماں — تیر می انداز دفعِ نزعِ جاں
مغلوں کے لشکر کی طرح، آسمان پر — تیر چلا، جان کے نکلنے کے دفعیہ کے لیے

یا گریز ازوے اگر تانی برو — چوں روی چوں در کفِ اُوئی گرو
یا بھاگ جا، اگر جا سکتا ہے — تو کیسے بھاگے گا؟ جبکہ تو اس کے ہاتھ میں گروی ہے

در عدم بُودی نرستی از کفش — از کفِ اُو چوں رہی اے دستِ خوش
تو عدم میں تھا اس کے ہاتھ سے نہ بچا — اے عاجز! تو اس کے ہاتھ سے کیسے بچے گا؟

آرزو جُستن بُود بگریختن — پیشِ عدلش خونِ تقویٰ ریختن
آرزو کرنا، بھاگنا ہے — اس کے انصاف کے سامنے، تقوے کی خونریزی کرنا ہے

ایں جہاں دام ست و دانہ اش آرزُو — در گریز از دامہایِ آز، زُو
یہ دنیا جال ہے، اور آرزو اس کا دانہ ہے — حرص کے جالوں سے جلد بھاگ

چوں چنیں رفتی بدیدی صد کشاد — چوں شُدی در ضدِ آں دیدی فساد
جب تو ایسے چلا تو سو کشادگیاں دیکھے گا — جب تو اُس کی ضد میں لگا فساد دیکھے گا

چوں[2] شُدی در ضد بدانی ضدِ آں — ضدّ را از ضدّ شناسی اے جواں
جب تو ضد میں مبتلا ہو گا اس کی ضد کو سمجھے گا — اے جوان! تو ضد کو ضد سے پہچان لے گا

پس پیمبرؐ گفت اِسْتَفْتُوا الْقُلُوْب — گرچہ مفتی تاں بروں گوید خطوب
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے دلوں سے فتویٰ لو — اگرچہ ظاہر میں مفتی تجھ سے بڑی باتیں کہے

گوش کن اَسْتَفْتِ نَفْسَکَ از رسولؐ — گرچہ مفتی ات بروں گوید فضول
رسولؐ کی جانب سے "اپنے قلب سے فتویٰ لے" سن لے — اگرچہ مفتی ظاہر میں تجھ سے زیادہ باتیں کہے

آرزو[3] بگذار تا رحم آیدش — آزمودم کایں چنیں می بایدش
آرزو کو چھوڑ دے، تاکہ اُس کو رحم آئے — میں نے آزمایا ہے کہ اسکو یہی چاہیے ہے

چوں نتانی جست پس خدمت کنش — تاروی از حبسِ اُو در گلشنش
جب تو بھاگ نہیں سکتا، تو اس کی خدمت کر — تاکہ اُس کی قید سے اس کے گلشن میں پہنچ جائے

دمبدم چوں تو مراقب میشوی — داد می بینی ز داور اے غوی
لحہ بہ لحہ جب تو غور کرے گا — اے گمراہ! تو خدا کی جانب سے انصاف دیکھے گا

وَربہ بندی چشمِ خود را ز احتجاب — کارِ خود را کے گذارد آفتاب
اگر پردے میں (رہ کر) تو آنکھ بند کر لے گا — سورج اپنا کام کب چھوڑتا ہے؟

---

1 سپاہِ مغل۔ یعنی مغل تیر اندازوں کی طرح تو آسمانوں کی طرف تیر چلا یا کسی مغل بادشاہ نے ایسا کیا ہے یا اس سے مراد یاجوج ماجوج ہیں جو مغلوں کے ہم جد ہیں۔

2 دستِ خوش۔ عاجز، تابع فرماں۔ آرزو۔ اللہ کے حکم کے خلاف آرزو کرنا بھی اس سے بھاگنے کے مرادف ہے۔ آز۔ حرص۔ زو۔ زود کا مخفف ہے، جلد۔

3 چوں شدی۔ اگر تم ہوا و حرص میں مبتلا ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں ترکِ حرص کی حقیقت معلوم ہو گی۔ تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا "چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں"۔ پس پیمبر۔ تقویٰ اختیار کرنے کے بعد انسان کا دل خود بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے لگتا ہے۔ اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ وَ اِنْ اَفْتَاکَ الْمُفْتُوْنَ "تو اپنے دل سے فتویٰ حاصل کر خواہ تجھے مفتی کچھ فتویٰ دیں۔

4 آرزو۔ اللہ کو یہ پسند ہے کہ انسان اپنی حرص اور آرزو کو ختم کر دے۔ چوں۔ جبکہ خدا سے گریز ممکن نہیں ہے تو اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ دمبدم۔ جب تو اس فلسفہ پر غور کرے گا تو تجھے شرحِ صدر ہو جائے گا۔ کارِ خود۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنا عدل ترک نہیں کرے گا۔

باز راں سُوئے ایاز و رُتبتش واں فضیلت در کمالِ رفعتش

ایاز اور اُس کے رتبے کی جانب پھر چل بلندی کے کمال میں اُس کی فضیلت کی جانب

وانمودن[1] پادشاہ با اُمرا و متعصّبان سببِ فضیلت و مرتبت و قربت و جامگی بُردن ایاز بروجہے کہ ایشان را حجت و اعتراض نماند

بادشاہ کا امراء اور متعصبوں پر فضیلت اور رتبے اور قرب کا سبب ظاہر کرنا اور ایاز کا پوشاک کا خرچہ حاصل کرنا ایسے طریقہ پر کہ اُن کی دلیل اور اعتراض باقی نہ رہا

چوں امیراں از حسد جوشاں شُدند عاقبت برشاہِ خود طعنہ زدند

جب امیر حسد سے جوش میں بھر گئے آخر کار انھوں نے اپنے بادشاہ پر طعنہ زنی کی

کایں ایازِ تو ندارد سی خرد جامگیِ سی امیر اُو چوں خورد

کہ یہ آپ کا ایاز تیس عقلیں نہیں رکھتا ہے وہ تیس امیروں کی تنخواہ کیوں کھاتا ہے؟

شاہ[2] بیروں رفت باآں سی امیر سُوئے صحراوُ کہستاں صید گیر

بادشاہ اُن تیس امیروں کے ساتھ گیا جنگل اور پہاڑ کی جانب شکار کھیلتے ہوئے

کاروانے دید از دور آں ملک گفت امیرے را کہ رو اے موتفِک

اُس بادشاہ نے دور سے ایک قافلہ دیکھا ایک امیر سے کہا اے واپس آنے والے! جا

رو بپُرس آں کارواں را بر رصد کز کدامیں شہر اندر می رسد

جا، اس قافلہ سے تحقیق کے طور پر دریافت کر کہ وہ کون سے شہر سے اندر آ رہا ہے؟

رفت و پرسید و بیامد کہ ز رے گفت عزمش تا کجا درماند وے

وہ گیا اور پوچھا اور آیا، کہ رے سے کہا اُس کا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ عاجز ہو گیا

دیگرے را گفت رو اے بُوالعلا باز پُرس از کارواں کہ تا کجا

دوسرے سے کہا، جا اے بزرگ! قافلہ سے پوچھ کہ کہاں کا قصد ہے؟

رفت[3] و آمد گفت تا سُوئے یمن گفت رختش چیست ہاں اے موتمَن

وہ گیا اور آیا، کہا یمن کی جانب اُس نے کہا، اے امین اس کا سامان کیا ہے

ماند حیراں گفت بامیرے دگر کہ برو وابرس رختِ آں نفر

وہ حیران رہ گیا، اُس نے دوسرے امیر سے کہا کہ جا، اُن لوگوں کا سامان واضح طور پر دریافت کر

باز آمد گفت از ہر جنس ہست اغلب آں کاسہائے رازی ست

وہ واپس آیا کہا ہر قسم کی چیز ہے زیادہ تر رے کے پیالے ہیں

---

[1] وانمودن۔ شاہ محمود نے ایک طریقہ اختیار کیا جس سے ایاز کی فضیلت ظاہر ہوگئی اور دیگر امرا طعنہ زنی سے باز آ گئے۔ چوں۔ امیروں نے شاہ محمود پر اعتراض کیا کہ ایاز کو تیس امیروں کی تنخواہ کیوں دی جاتی ہے ایاز کے بھی ایک عقل ہے۔ جامگی۔ وہ تنخواہ جو کپڑوں کے لیے دی جائے۔

[2] شاہ۔ شاہ محمود اُن تیسوں امیروں کو شکار کے بہانے سے شہر کے باہر لے گیا۔ موتفک۔ واپس آنے والا۔ ز رے۔ یعنی شہر رے سے آ رہا ہے۔ درماند۔ اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ تا کجا۔ کہاں جا رہا ہے۔

[3] رفت۔ اس دوسرے نے دریافت کیا تو قافلہ والوں نے بتایا کہ یمن شہر کو جا رہے ہیں۔ موتمن۔ امانت دار۔ رخت۔ یعنی قافلہ کیا سامان لے جا رہا ہے۔ کاسہائے رازی۔ رے کے بنے ہوئے پیالے۔

گفت[1] کے بیروں شُدند از شہرِ رے　　ماند حیران آں امیرِ سُست پے
اُس نے کہا وہ رے شہر سے کب نکلے؟　　وہ سُست قدم امیر حیران رہ گیا

آں دگر را گفت رو واپُرس ہاں　　تا کہ کے بُودست نقلِ کارواں
دوسرے سے کہا، جا صاف پوچھ خبردار!　　کہ قافلہ کا سفر کب سے شروع ہوا؟

بازگشت و گفت ہشتم از رجب　　گفت در رے چیست تسعیر اے عجب
وہ واپس آیا اور کہا، رجب کی آٹھویں سے　　کہا، اے عجیب! رے میں کیا بھاؤ ہے؟

چوں نمیدانست دیگر دم نزد　　شہ فرستاد آں دگر را زاں عدد
چونکہ وہ نہ جانتا تھا اُس نے سانس نہ لیا　　بادشاہ نے اُن میں سے دوسرے کو بھیجا

ہم چنیں تا سی امیر و بیشتر　　سُست رای و ناقص اندر کرّ و فر
اسی طرح تیس امیر تک اور زیادہ تک　　آنے جانے میں ست رای اور ناقص (نکلے)

ہر یکے رفتند بہرِ یک سوال　　ناقص و عاجز ز ادراکِ کمال
ہر ایک، ایک سوال کے پیچھے پڑا　　کمال کے حاصل کرنے سے ناقص اور عاجز (رہا)

گفت امیراں را کہ من روزے جدا　　امتحاں کردم ایازِ خویش را
اس نے امیروں سے کہا کہ میں نے ایک روز، تنہا　　اپنے ایاز کا امتحان لیا

کہ بپُرس از کارواں تا از کجا ست　　او برفت ایں جملہ را پُرسید راست
کہ دریافت کر کہ قافلہ کہاں کا ہے؟　　وہ گیا اور یہ سب باتیں صحیح دریافت کر لیں

بے وصیت بے اشارت یک بیک　　حالِ شاں دریافت بے ریبے و شک
بغیر کہے، اشارے کے ایک ایک　　بغیر شک و شبہ کے اُن کا حال دریافت کر لیا

ہر چہ زیں سی میر اندر سی مقام　　کشف شُدزو آں بیکدم شد تمام
جو کچھ اُن تیس امیروں سے تیس دفعہ میں　　معلوم ہوا اُس سے ایک دم مکمل ہو گیا

مرافعہ[2] آں امرا آں حجت بشبہِ جبریانہ و جواب دادن شاہِ محمود ایشان را

اُن امرا کا جبریوں کی طرح ان کے شبہ کے ساتھ اپیل کرنا اور شاہ محمود کا اُن کو جواب دینا

پس[3] بگفتند آں امیراں کایں فنے ست　　از عنایتہاست کارِ جہد نیست
تو اُن امیروں نے کہا کہ یہ ہنر ہے　　جو اللہ تعالیٰ کی عنایتوں سے ہے، کوشش کا معاملہ نہیں ہے

---

[1] گفت۔ شاہ نے کہا وہ رے سے کب چلے تھے۔ تسعیر۔ یعنی اُن پیالوں کا رے میں کیا بھاؤ تھا۔ زاں عدد۔ یعنی اُن تیس سرداروں میں سے۔ ہر یکے۔ اُن تیسوں سرداروں میں سے کوئی پوری بات معلوم کر کے نہ آیا۔ گفت۔ سلطان محمود نے اُن امیروں سے کہا کہ ایک روز میں نے ایاز کو ایسی ہی معلومات کے لیے اکیلا بھیجا تھا تم تیس آدمیوں نے جو جوابات لا کر دیے اُس نے تنہا سب جواب دے دیے تھے۔

[2] مرافعہ۔ اب ان امیروں نے دوبارہ اس معاملہ کو اٹھایا اور اس طرح کی باتیں شروع کر دیں جو جبری کرتے ہیں اور اپنا قصور قضاء قدر پر رکھنے لگے۔

[3] پس۔ ان امیروں نے کہا کہ ایاز کی یہ ہنرمندی تو خدا کی عطا کردہ ہے اس میں ہماری یا اُن کی کسی کوشش کو کیا دخل ہے۔

قسمتِ[1] حق ست مہ را روئ نغز — دادۂ بخت ست گل را بوئ نغز
چاند کا حسین چہرہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے — پھول کی عمدہ خوشبو، نصیب کا عطیہ ہے

بلکہ سلطاں چوں عنایت میکند — از تفاخر خیمہ بر مہ میزند
بلکہ شاہ جب مہربانی کرتا ہے — تو وہ فخر سے، چاند پر خیمہ لگا لیتا ہے

گفت سلطاں بلکہ آنچہ از نفس زاد — ریعِ تقصیرست و دخلِ اجتہاد
سلطان محمود نے کہا بلکہ جو نفس سے پیدا ہوتا ہے — کوتاہی کی پیداوار اور کوشش کی آمدنی ہے

ورنہ آدمؑ کے بگفتے باخدا — رَبَّنَا إِنَّا ظَلَمْنَا نَفْسَنَا
ورنہ (حضرت) آدمؑ خدا سے کب کہتے؟ — اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا

خود بگفتے کایں گناہ از بخت بود — چوں قضا ایں بود حزمِ ما چہ سود
خود کہہ دیتے کہ یہ گناہ تقدیر سے تھا — جب قضاءِ خداوندی یہ تھی ہماری احتیاط سے کیا فائدہ

ہمچو[2] ابلیسے کہ گفت اَغْوَيْتَنِيْ — تو شکستی جام و ما را می زنی
شیطان کی طرح کہ اُس نے کہا تو نے مجھے گمراہ کیا — تو نے جام توڑا اور مجھے مارتا ہے

بل قضا حق ست و جہدِ بندہ حق — ہیں مباش اعور چو ابلیسِ خلق
بلکہ قضا (خداوندی) حق ہے اور بندہ کی کوشش بھی، حق ہے — پرانے شیطان کی طرح کانا نہ بن

در تردُّد ماندہ ایم اندر دوکار — ایں تردُّد کے بُود بے اختیار
دو کاموں کے درمیان تردُّد میں ہیں — بغیر اختیار کے یہ تردُّد کب ہوتا ہے؟

ایں کنم یا آں کنم کے گوید او — کہ دودست و پاش بستست اے عمو
میں یہ کروں یا وہ کروں وہ کب کہتا ہے؟ — اے چچا! جس کے دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں

ہیچ[3] باشد ایں تردُّد در سرم — کہ روم در بحر و یا بالا پرم
کبھی میرے سر میں یہ تردُّد ہوتا ہے؟ — کہ میں سمندر پر چلوں یا اوپر کو اڑوں

ایں تردُّد ہست کہ موصل روم — یا برائِ سحر تا بابل روم
یہ تردُّد ہوتا ہے، کہ موصل جاؤں — یا جادو کے لیے، بابل تک جاؤں

پس تردُّد را بباید قدرتے — ورنہ آں خندہ بُود بر سبلتے
تو تردُّد کے لیے قدرت چاہیے — ورنہ وہ محض مذاق ہو گا

برقضا کم نہ بہانہ اے جواں — جُرمِ خود را چوں نہی بر دیگراں
اے جوان! قضاء (خداوندی) پر بہانہ نہ رکھ — اپنا قصور دوسروں پر کیوں ڈالتا ہے؟

1. قسمت۔ یہ خدائی تقسیم ہے کہ اُس نے چاند کو خوبصورت چہرہ عطا کر دیا اور پھول کو خوشبو عطا کر دی۔ گفت۔ شاہ محمود نے کہا کہ یہ بات درست نہیں ہے خدا نے بندے کو بھی اختیار دیا ہے انسان جو کام کرتا ہے اس میں اس کی کوتاہی اور کوشش کا دخل ہے۔ ورنہ۔ حضرت آدمؑ نے یہی سمجھا ورنہ اپنی کوتاہی کو اپنی طرف منسوب نہ کرتے بلکہ خدا کی طرف منسوب کر دیتے۔

2. ہمچو۔ اس طرح کے کاموں کی خدا کی طرف نسبت کر دینا شیطان کا کام ہے اس نے اپنی غلطی کو خدا کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے۔ میرا کیا قصور ہے۔ بل۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر بھی حق ہے اور انسان کی کوشش بھی اپنی جگہ صحیح ہے صرف ایک جانب دیکھنا شیطان کی بھینگی آنکھ کا کام ہے۔ در تردُّد۔ انسان اکثر کاموں میں متردد ہوتا ہے اگر اس کو اختیار نہ ہوتا تو وہ تردُّد کیوں کرتا جبر کی حالت میں اس کو کبھی تردُّد نہ ہوتا۔

3. ہیچ۔ جبکہ انسان کو اوپر اڑنے پر قدرت ہی نہیں ہے تو وہ کبھی متردد نہیں ہوتا کہ مجھے اوپر اڑنا چاہیے، یا سمندر میں کودنا چاہیے۔ ایں تردد۔ اس کو موصل اور بابل جانے کا اختیار ہے اس میں اس کو تردد ہوتا ہے۔ برقضا۔ انسان کو اپنی غلطیوں کا ذمہ دار قضاءِ خداوندی کو نہ بنانا چاہیے۔

خوں[1] کُند زید و قصاصِ اُو بعَمرو
زید خون کرے اور اُس کا بدلہ عمر پر
مے خورد بکر و بر احمد حدِّ خمر
بکر شراب پیے اور شراب کی سزا احمد پر

گِردِ خود برگرد و جُرمِ خود ببیں
اپنا چکر کاٹ، اپنا قصور دیکھ
جنبش از خود بین و از سایہ مبیں
حرکت اپنی سمجھ اور سایہ کی نہ سمجھ

کہ نخواہد شُد غلط پاداشِ میر
حاکم کی سزا غلط نہ ہو گی
خصم را میداند آں میرِ بصیر
وہ بینا حاکم، مجرم کو جانتا ہے

تو عسل خوردی نیاید تب بغیر
تو نے شہد پیا، غیر کو بخار نہ آئے گا
مُزدِ روزِ تو نیابد شب بغیر
تیری دن کی مزدوری، رات کو غیر نہ حاصل کرے گا

درچہ کردی جہد کاں با تو نگشت
تو نے کس چیز میں کوشش کی کہ وہ تجھے نہ ملی؟
توچہ کاریدی کہ نامد ریع کشت
تو نے کیا بویا کہ کھیتی کی پیداوار نہ آئی؟

فعلِ[2] تو کاں زاید از جان و تنت
وہ تیرا کام جو تیری جان اور جسم سے پیدا ہوتا ہے
ہمچو فرزندت بگیرد دامنت
وہ تیری اولاد کی طرح تیرا دامن پکڑے گا

فعل را در غیب صورت می کُنند
(عالمِ) غیب میں کام کی ایک صورت بنا دیتے ہیں
فعلِ دُزدی را نہ دارے میزنند
چوری کے کام کے لیے کیا پھانسی نہیں لگاتے ہیں؟

دار کے ماند بدُزدی لیک آں
پھانسی، چوری سے کب مشابہ ہے؟ لیکن وہ
ہست تصویرِ خدائے غیب داں
غیب داں خدا کی جانب سے ایک صورت بنائی ہوئی ہے

دردِلِ شحنہ چو حق اِلہام داد
جب اللہ تعالیٰ نے کوتوال کے دل میں الہام کر دیا
کایں چنیں صورت بساز از بہرِ داد
کہ انصاف کے لیے ایسی صورت بنا لے

تاتو[3] عالِم باشی و عادل، قضا
تاکہ تو عالم اور منصف بنے، قضاءِ (خداوندی)
نامناسب چوں دہد داد و سزا
جزا اور سزا نامناسب کیسے دے گی؟

چونکہ حاکم ایں کُند اندر گزیں
جب کہ انتخاب میں حاکم یہ کرتا ہے
چوں کُند حکم اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن
تو حاکموں کا حاکم کیا کرے گا؟

چوں بکاری جو نروید غیرِ جو
جب تو جو بوئے گا جو کے سوا نہ اُگے گا
قرض تو کردی ز کہ خواہم گرد
قرض تو نے لیا ہے میں گروی کس سے مانگوں؟

جُرمِ خود را بر کسے دیگر منہ
اپنا قصور کسی دوسرے پر نہ رکھ
ہوش و گوشِ خود بدیں پاداش دہ
اپنا ہوش اور کان اس بدلہ پر لگائے رکھ

[1] خوں۔ اپنے جرم کی ذمہ داری قضا پر ڈالنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ قتل زید کرے اور بدلہ عمرؓ سے لیا جائے، شراب بکر پئے اور احمد کے کوڑے مارے جائیں۔ کہ نخواہد۔ اللہ تعالیٰ کبھی غیر مجرم کو سزا نہیں دیتا۔ تو عسل۔ شہد کوئی کھائے اور اس کے اثر سے بخار دوسرے کو آئے، دن میں مزدوری کوئی کرے اور اُس کی اُجرت رات کو دوسرے کو دے دی جائے یہ نہیں ہوسکتا ہے۔ درچہ۔ ظاہری اعمال کے نتیجے خود کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں۔

[2] فعل۔ انسان کے اعمال ہی اس کے دامن گیر ہوں گے، جس طرح اس کی ظاہری اولاد اس کی دامن گیر ہوتی ہے، آخرت میں اعمال مصور کردیے جائیں گے ہاں عمل اور جزاء میں ظاہری مشابہت نہ ہوگی۔ دار۔ چوری اور ڈاکا زنی اور اس کی سزا پھانسی میں کوئی ظاہری مناسبت نہیں ہے لیکن خدا نے دنیا میں انصاف قائم کرنے کے لیے اس کی وہ سزا تجویز کردی ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔

[3] تاتو۔ جبکہ انصاف قائم کرنے کیلئے خدا نے یہ الہام کردیا ہے تو پھر قضاءِ خداوندی غیر مناسب جزا اور سزا کہاں دے سکتی ہے۔ چونکہ۔ جب دنیا کا حاکم مناسب جزا اور سزا دیتا ہے تو احکم الحاکمین لامحالہ مناسب جزا اور سزا دیگا۔ قرض۔ جب تو نے قرض لیا ہے تو ہی گروی رکھے گا۔ جرم۔ اپنا جرم کسی دوسرے پر نہ رکھ اور اسکے بدلے کا منتظر رہ۔

جُرم برخود نہ کہ تو خود کاشتی ‌ ‌ ‌ باجزا و عدلِ حق کُن آشتی

اپنے آپ کو قصور وار ٹھہرا کیونکہ تو نے خود بویا ہے ‌ ‌ ‌ اللہ تعالیٰ کی جزا اور سزا سے صلح رکھ

رنجؒ را باشد سبب بد کردنی ‌ ‌ ‌ بد ز فعلِ خود شناس از بخت نی

بُرا کرنا، تکلیف کا سبب ہے ‌ ‌ ‌ بُرائی اپنے کام کی وجہ سے سمجھ، نہ تقدیر سے

آں نظر در بخت چشم اَحول کُند ‌ ‌ ‌ کلب را گہدانی و کاہل کُند

تقدیر پر نظر رکھنا آنکھ کو بھینگا بنا دیتا ہے ‌ ‌ ‌ کتے کو پاخانہ والا اور کاہل بنا دیتا ہے

متہم کُن نفسِ خود را اے فتیٰ ‌ ‌ ‌ متہم کم کُن جزائے عدل را

اے نوجوان! اپنے نفس کو متہم سمجھ ‌ ‌ ‌ انصاف کے بدلے کو متہم نہ کر

توبہ کُن مردانہ سر آور برہ ‌ ‌ ‌ کہ فَمَنْ يَّعْمَلْ بِمِثْقَالٍ يَّرَهٗ

مردوں کی طرح توبہ کر راستہ پر چل پڑ ‌ ‌ ‌ کیونکہ جو مثقال برابر عمل کرے گا وہ اس کو دیکھے گا

درؔ فسونِ نفس کم شو غرّہَ ‌ ‌ ‌ کافتابِ حق نپوشد ذرّہَ

نفس کے مکر سے دھوکے میں نہ پڑ ‌ ‌ ‌ کیونکہ حق کا سورج ذرے کو نہیں چھپاتا ہے

ہست ایں ذرّاتِ جسمی اے مُفید ‌ ‌ ‌ پیشِ ایں خورشیدِ جسمانی پدید

اے فائدہ مند! یہ جسمانی ذرے ‌ ‌ ‌ اس جسمانی سورج کے سامنے ظاہر ہیں

ہست ذرّاتِ خواطر و افتکار ‌ ‌ ‌ پیشِ خورشیدِ حقائق آشکار

خیالات اور فکر کے ذرے ‌ ‌ ‌ حقیقتوں کے سورج کے سامنے ظاہر ہیں

پیشِ حق پیدا و پیشِ تو نہاں ‌ ‌ ‌ سِرِّؔ غیب ست ایں مکُن فکرے دراں

خدا کے سامنے ظاہر ہیں، تیرے سامنے پوشیدہ ہیں ‌ ‌ ‌ یہ غیبی راز ہے تو اس میں غور نہ کر

حکایتِ آں صیّادے کہ خود را در گیاہ پیچیدہ بُود، و
اُس شکاری کا قصہ جس نے اپنے آپ کو گھاس میں لپیٹ لیا تھا اور
دستۂ گُل و لالہ کُلہ وار برسر فروکشیدہ، تا مُرغان اُو را گیاہ
گُل و لالہ کا گلدستہ ٹوپی کی طرح سر پر رکھ لیا تھا تاکہ پرندے اُس کو گھاس
پندارند و آں مُرغ زیرک اند کے بُوی بُرد کہ ایں آدمی ست
سمجھیں اور ایک ہوشیار پرند نے کچھ تاڑ لیا کہ یہ آدمی ہے
کہ برشکلِ گیاہ می نماید، اماہم تمام بُوی نبُرد بافسونِ اُو
جو گھاس کی شکل پر نظر آ رہا ہے، لیکن وہ بھی پورا نہ سمجھا مکر سے وہ بھی دھوکے

رنج۔انسان کی بدعملی اس کی تکلیف کا سبب ہے اور بدعملی کا وہ خود ذمہ دار ہے مقدر اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔آں نظر۔محض تقدیر پر نظر رکھنا انسان کو کج بیں بنا دیتا ہے اور انسانی نفس کو برائی کا عادی اور کاہل بنا دیتا ہے۔متہم۔برائی کی تہمت اپنے اوپر رکھنی چاہیے اللہ کے انصاف کو متہم نہ بنانا چاہیے، خدا نے فرمایا ہے جو ایک ذرہ عمل کرے گا اُس کا نتیجہ اُس کے سامنے آئے گا۔

درفسون۔انسان کو نفس سے دھوکا نہ کھانا چاہیے اس کے عمل کا ذرہ ذرہ علمِ الٰہی میں ہے۔ہست۔جس طرح سے جسمانی ذرات ظاہری سورج میں چمک اٹھتے ہیں اسی طرح سے خیالات کے ذرات علمِ الٰہی میں چمک اٹھتے ہیں۔

سرِ غیب۔علمِ الٰہی، عالمِ غیب کے اسرار میں سے ہے اس میں عالمِ شہود میں غور و فکر نہ کرنا چاہیے، تیرے اختیار سے جو خیالات مخفی ہیں وہ سب علمِ الٰہی میں ظاہر ہیں۔
حکایت۔جبر و اختیار کی یہ حکایت ذکر کی گئی ہے کہ اپنے جرم کو کسی دوسرے کے ذمہ نہ لگانا چاہیے۔

مغرور شُد زیرا کہ درِ ادراکِ اوّل قاطعے نداشت و در
میں پڑ گیا کیوں کہ وہ پہلے ادراک میں یقین نہ رکھتا تھا اور
ادراکِ دوم قاطعے داشت وَهُوَ الْحِرْصُ وَالطَّمْعُ لَاسِيَّمَا
دوسرا احساس قطعی تھا اور وہ حرص اور لالچ ہے خصوصاً حاجت
عِنْدَ فَرطِ الحَاجَةِ وَالْفَقْرِ قال النبی علیہ الصلوٰۃ
اور ضرورت کی زیادتی کے وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
والسلام [1]كَادَ الفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا صَدَقَ
نے فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے اللہ کے رسول نے
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ
سچ فرمایا ہے اُن پر اور اُن کی اولاد اور صحابہ پر درود و سلام ہو

رفت مرغے درمیانِ مرغزار ۔ بُود آنجا دام از بہرِ شکار
ایک پرند، چمن میں گیا ۔ وہاں شکار کے لیے جال تھا

دانۂ چندے نہادہ بر زمیں ۔ واں صیّاد آنجا نشستہ در کمیں
چند دانے زمین پر رکھے تھے ۔ اور شکاری وہاں گھات میں بیٹھا تھا

خویشتن پیچیدہ در برگ و گیاہ ۔ وز[2] گُل و لالہ وُرا بر سر کلاہ
اپنے آپ کو پتوں اور گھاس میں لپیٹ لیا تھا ۔ اور اُس کے سر پر گل و لالہ کی ٹوپی تھی

در کمیں بنشستہ و کردہ نگاہ ۔ تا در اُفتد صید بیچارہ زراہ
گھات میں بیٹھا تھا اور نگاہ لگائے ہوئے تھا ۔ تاکہ بیچارہ شکار، راستہ سے بھٹک جائے

مُرغک آمد سُوئے اُو از ناشناخت ۔ پس طوافے کرد و پیشِ مرد تاخت
انجان پن سے ایک بیچارہ پرند اس کی جانب آیا ۔ چکر کاٹا اور اُس شخص کی طرف دوڑا

گفت[3] اُو را کیستی اے سبز پوش ۔ در بیاباں درمیانِ ایں وُحوش
اس نے کہا، اے سبز پوش! تو کون ہے؟ ۔ جنگل میں ان وحشیوں کے درمیان

گفت مردے زاہدم من منقطع ۔ باگیاہ و با حشیشے مقتنع
انسان نے کہا، اے سبز پوش، تو کون ہے؟ ۔ گھاس اور پھونس پر قناعت کرنے والا

زہد و تقویٰ را گزیدم دین و کیش ۔ زانکہ می دیدم اجل را پیشِ خویش
میں نے زہد اور تقویٰ کو دین اور مذہب بنا لیا ہے ۔ کیونکہ میں موت کو اپنے سامنے رکھ رہا ہوں

---

[1] کاد۔ فقر اور احساسِ کامل مومنوں کے لیے باعث فضیلت ہے آنحضور کا ارشاد ہے الفقر فخری "فقر میرا فخر ہے" لیکن کمزور ایمان والوں کے لیے فقر خطرناک ہے بسا اوقات وہ کفر اختیار کر لیتے ہیں۔ مرغزار۔ چمن۔ کمین۔ گھات۔

[2] وزگل۔ اس شکاری نے اپنے آپ کو چھپانے کے لیے بدن پر گھاس اور سر پر پھولوں کی ٹوپی اوڑھ لی تھی۔ ناشناخت۔ وہ پرند یہ نہ سمجھا کہ وہ شکاری ہے اور اس نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے۔

[3] گفت۔ اس شکاری نے کہا میں ایک متقی اور زاہد ہوں اور صرف گھاس پھوس پر گزارہ کرتا ہوں۔ چونکہ موت ہر وقت میرے پیش نظر ہے میں نے دنیا سے زُہد اختیار کر لیا ہے۔

مرگ[1] ہمسایہ مرا واعِظ شُدہ — کسب و دُکانِ مرا برہم زَدہ
پڑوسی کی موت میرے لیے واعظ بن گئی ہے — میری کمائی اور دُکان کو تہ و بالا کر دیا ہے

چوں بآخر فرد خواہم ماندن — خُو نباید کرد با ہر مردوزن
چونکہ میں آخر میں اکیلا رہ جاؤں گا — مجھے ہر مرد و عورت کی عادت نہ ڈالنی چاہیے

رُوی خواہم کرد آخر در لحد — آں بہ آید کہ کُنم خُو با اَحد
آخر میں قبر کی طرف رُخ کروں گا — یہ اچھا لگتا ہے کہ خدا کی عادت ڈالوں

چوں زنَخ را بست خواہم اے صنم — آں بہ آید کہ زنَخ کمتر زنم
اے پیارے! چونکہ میں ٹھوڑی کو باندھوں گا — یہ بہتر ہے کہ میں بکواس نہ کروں

اے بزربفت و کمر آموختہ — آخرستت جامۂ نادوختہ
اے زربفت اور پٹکے کے عادی! — تیرا انجام بلا سلا کپڑا ہے

رُو[2] بخاک آریم کزوے رُستہ ایم — دل چرا در بیوفایاں بستہ ایم
ہم مٹی کا رُخ کریں گے کیوں کہ اُسی سے پیدا ہوئے ہیں — ہم نے بے وفاؤں سے دل کیوں وابستہ کیا ہے؟

جدّ و خویشانِ ماں قدیمی چار طبع — مابخویشِ عاریت بستیم طمع
ہمارے قدیم دادا اور رشتہ دار چار عنصر ہیں — ہم نے عارضی رشتہ داروں سے لالچ وابستہ کیا ہے

سالہا ہم صحبتے و ہمدمی — باعناصر داشت جسمے آدمی
سالوں ہم صحبت اور ساتھی — انسان کا جسم عناصر سے رہا

رُوحِ اُو خود از نفوس و از عقول — روح، اصلِ خویش را کردہ نکول
اُس کی رُوح نفوس اور عقل سے ہے — روح، اپنی اصل سے اعراض کیے ہوئے ہے

از[3] عقول و از نفوسِ پُر صفا — نامہ می آید بجاں کاے بیوفا
مصفّٰی عقول اور نفوس سے — روح کو پیام آتا ہے کہ اے بے وفا!

یارگانِ پنج روزہ یافتی — رُو ز یارانِ کہن برتافتی
تو نے کچھ دن کے دوست پا لئے ہیں — پُرانے دوستوں سے منہ موڑ لیا ہے

کودکاں ہر چند در بازی خوش اند — شب کشاں شاں سُوی خانہ می کشند
بچے یقیناً کھیل میں خوش ہیں — رات کو اُن کو گھر کی جانب کھینچ لے جاتے ہیں

---

[1] مرگ۔ایک پڑوسی سے مجھے عبرت حاصل ہوگئی اور میں نے اپنی دکان وغیرہ خیرات کر ڈالی ہے۔چوں۔مرنے کے بعد مجھے قبر میں تنہا رہنا ہے اسی لیے میں نے دنیاوالوں سے تعلقات منقطع کر لیے ہیں اور خدا سے لو لگالی ہے۔چوں۔موت کے وقت منہ پر ڈھاٹا باندھ دیا جاتا ہے۔زنخ زدن۔بکواس کرنا۔
اے۔جو لوگ زندگی میں زربفت کا لباس اور زریں پٹیاں باندھتے ہیں وہ بھی موت کے بعد بلا سلا کفن پہنتے ہیں۔

[2] رُو۔انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور اس کو مر کر مٹی میں جانا ہے لہٰذا اُسی سے تعلق رکھنا چاہیے۔جد۔انسان کا اصلی رشتہ چاروں عنصروں سے ہے لیکن انسان عارضی رشتہ داروں سے دل وابستہ کر لیتا ہے۔سالہا۔انسان کے جسم کی تخلیق سے قبل اُس کا جسم عناصرِ اربعہ کا ساتھی تھا۔روحِ اُو۔انسان کی رُوح عالمِ نفوس اور عالمِ عقول کی چیز ہے لیکن وہ اپنی اصل کو فراموش کر دیتی ہے۔

[3] از عقول۔جب رُوح اپنی اصل کو فراموش کرتی ہے تو وہ عقول اور نفوس اس سے کہتے ہیں کہ تو نے ہمیں بھلا دیا ہے اور عارضی یاروں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔
کودکاں۔انسانوں کی مثال اُن بچوں کی سی ہے جو دن بھر کھیل میں لگے رہتے ہیں اور رات کو اُن کے والدین اُن کو پکڑ کر جبراً گھر لے جاتے ہیں۔یہی حال انسان کا ہے کہ اُس کی رُوح کو لامحالہ اصل وطن کی طرف جانا ہے۔

شُد[1] برہنہ وقتِ بازی طفلِ خُرد — دُزد از ناگہہ قبا و کفش بُرد
کھیل کے وقت چھوٹا بچہ ننگا ہوا — چور، اچانک چوغہ اور جوتے لے بھاگا

آنچناں گرم اُو ببازی در فتاد — کاں کلاہ و پیرہن رفتش زیاد
وہ کھیل میں اس قدر لگا — کہ وہ ٹوپی اور لباس اُس کی یاد سے نکل گیا

شب شُد و بازیِ اُو شُد بے مدد — رُو ندارد کہ سُوئِ خانہ رود
رات ہو گئی اور اُس کا کھیل بغیر مدد کے رہ گیا — اُس کا منہ نہیں ہے کہ گھر کو جائے

نے[2] شنیدی اِنَّمَا الدُّنْیَا لَعِبٌ — باد دادی رخت و گشتی مُرتعِب
کیا تو نے نہیں سُنا، کہ دنیا کھیل ہے؟ — تو نے سامان برباد کر دیا اور تو خوفزدہ ہو گیا

پیش ازانکہ شب شود جامہ بجُو — روز را ضائع مکن در گفتگو
اس سے پہلے کہ رات ہو، کپڑے تلاش کر لے — باتوں میں دن ضائع نہ کر

من بصحرا خلوتے بگزیدہ ام — خلق را من دُزدِ جامہ دیدہ ام
میں نے جنگل میں تنہائی اختیار کر لی ہے — میں نے لوگوں کو کپڑوں کا چور سمجھا ہے

نیم[3] عُمر از آرزویِ دلستاں — نیم عُمر از غُصّہائے دُشمناں
آدھی عمر معشوق کی تمنا میں — آدھی عمر دشمنوں کے غصہ میں

جُبّہ را بُرد آں کُلہ را ایں بُبرد — غرقِ بازی گشتہ ما چوں طفلِ خُرد
جبہ وہ لے گیا، ٹوپی یہ لے گیا — ہم چھوٹے بچے کی طرح کھیل میں غرق ہیں

نک شبانگاہِ اجل نزدیک شُد — خَلِّ هٰذَا اللَّعْبَ بَسَّکَ لَا تَعُدْ
اب موت کی رات قریب آ گئی ہے — اس کھیل کو چھوڑ، بس کر، واپس نہ ہو

ہیں سوارِ توبہ شو در دُزد رس — جامہا از دُزد بستاں بازپس
خبردار! توبہ پر سوار ہو جا چور تک پہنچ جا — چور سے کپڑے واپس لے لے

مرکب توبہ عجائب مرکب ست — برفلک تازد بیک لحظہ ز پست
توبہ کی سواری عجب سواری ہے — ایک لحظہ میں نیچے سے آسمان تک دوڑ جاتی ہے

لیک مرکب را نگہ میدار ازاں — کو بدُزدید آں قبایت را نہاں
لیکن سواری کی اُس سے حفاظت کر — جس نے چپکے سے تیرا چوغہ چرا لیا ہے

---

[1] شُد۔ بچہ کھیل میں اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیتا ہے اور کھیل میں اس قدر منہمک ہو جاتا ہے کہ چور اس کے کپڑے لے بھاگتا ہے۔ شب شُد۔ جب رات کو وہ گھر لوٹنا چاہتا ہے تو کپڑوں کی چوری کی شرمندگی سے گھر لوٹنے کی ہمت نہیں کرتا ہے، یہی حال انسان کا ہے کہ دنیا کے شغل میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اور پھر آخرت کی طرف رُخ کرنے سے شرماتا ہے۔

[2] نے شنیدی۔ قرآن پاک میں ہے: اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ "جان لو دنیا کھیل کود ہے" لہٰذا تمھارا حال اُس بچہ کا سا نہ ہو جو کھیل کود میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔ مرتعب۔ خوفزدہ۔ شب شود۔ واپسی کے وقت سے پہلے اپنا جائزہ لے لو۔ من بصحرا۔ اُس شکاری نے پرندے سے کہا۔

[3] نیم عمر۔ انسان غفلت میں اسی طرح دن گذار دیتا ہے کہ آدھی عمر تو مرغوبات کی تمنا میں گذری اور آدھی عمر دشمنوں کے غصہ میں۔ جبہ۔ غرضکہ سفرِ آخرت کے لیے جو سامان تیار کرنا تھا وہ سب برباد ہو جاتا ہے۔ نک۔ واپسی کا وقت قریب ہے، کھیل کو چھوڑ کر چلنے کی تیاری کرنی چاہیے۔ ہیں۔ یعنی غلطیوں کی تلافی کی تدبیر توبہ اور استغفار ہے۔ مرکب توبہ۔ شعر (ہر چہ از عمرِ گرامی صرف در غفلت شود۔ می تواں یک صحدم در ملکِ استغفار یافت) لیک۔ توبہ کی حفاظت ضروری ہے کہیں شیطان اُس کو نہ تڑوا ڈالے۔

تا ندُزدد[1] مرکبت را نیز ہم　پاس دار ایں مرکبت را دمبدم

تاکہ تیری سواری کو بھی نہ چرا لے　ہر وقت اپنی اس سواری کی حفاظت کر

حکایتِ آں شخص کہ دُزداں قچ اُو بدزدیدند و براں قناعت نکردند بحیلہ جامہاش راہم دُزدیدند

اُس شخص کا قصہ جس کا دُنبہ چوروں نے چرالیا اور اُس پر بس نہ کی تدبیر سے اُس کے کپڑے بھی چرا لیے

آں یکے قچ داشت از پس میکشید　دُزد قچ را بُرد و حبلش را بُرید

ایک شخص کے پاس دُنبہ تھا وہ اس کو پیچھے سے کھینچ رہا تھا　دُنبہ کو چور لے گیا اور اس کی رسی کاٹ دی

چونکہ شُد آگہ دواں شُد چپ و راست　تا بیابد کاں قچ بُردہ کجاست

جب وہ واقف ہوا، دائیں اور بائیں جانب بھاگا　تاکہ معلوم کرے کہ وہ چرایا ہوا دُنبہ کہاں ہے؟

برسرِ چاہے بدید آں دُزد را　کو فغاں میکرد کاے واویلتا

اُس چور کو ایک کنویں پر دیکھا　کہ وہ فریاد کر رہا ہے، کہ ہائے تباہی

گفت نالاں از چہ اے اوستاد　گفت ہمیانِ زرم در چہ فتاد

اُس نے کہا اے اُستاد! تو کیوں رو رہا ہے؟　اس نے کہا میری نقدی کی ہمیانی کنویں میں گرگئی ہے

گر[2] توانی در روی بیروں کشی　خمس بدہم مر تُرا بادل خوشی

اگر تو جا سکے، باہر نکال لائے　میں دل کی خوشی کے ساتھ تجھے پانچواں حصہ دے دوں گا

ہست در ہمیانِ من پانصد درم　گر کنی با من چنیں لُطف و کرم

میری ہمیانی میں پانچسو درہم ہیں　اگر تو میرے ساتھ اس طرح کی مہربانی اور کرم کرے

خمس، صد دینار بستانی بدست　گفت با خود ایں بہایِ دہ قچ ست

پانچواں حصہ سو درہم، تو ہاتھ سے لے لے　اُس نے سوچا، یہ دس دنبوں کی قیمت ہے

گر درے[3] بر بستہ شُد صد در کشاد　گر قچے شد حق عوض اُشتر بداد

اگر ایک دروازہ بند ہوا ہے سو دروازے کھل گئے　اگر دُنبہ گیا، اللہ نے بدلے میں اونٹ دے دیا

جامہا برکند و اندر چاہ رفت　جامہا را بُرد ہم آں دُزد تفت

کپڑے اُتارے اور کنویں میں اُتر گیا　وہ چور فورا کپڑوں کو بھی لے گیا

حازمے باید کہ رہ تا دِہ برد　حزم نبُود طمع طاعوں آورد

پختہ کار چاہیے، تاکہ گاؤں تک کا راستہ طے کرلے　پختہ کاری نہ ہو تو لالچ طاعون پیدا کر دیتا ہے

---

[1] تاندُزدد۔ اُس شیطان چور نے تمہارا سامان تو چرا ہی لیا اب اُس تو بہ کی سواری نہ چرا لے۔ حکایت۔ اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ انسان لالچ میں پڑ کر پے در پے چور کو چوری کا موقع دے دیتا ہے۔ قچ۔ دُنبہ۔ آں یکے۔ یہ شخص اپنا دُنبہ رسی میں باندھے لے جا رہا تھا چور نے پیچھے سے آکر رسی کاٹ کر دُنبہ چُرالیا اب یہ شخص اُس کی تلاش میں بھاگا تو چور ایک کنویں پر کھڑے ہوکر رونے لگا اور چور نے اُس دُنبہ والے سے کہا کہ میری پانچ سو اشرفیوں کی ہمیانی کنویں میں گرگئی ہے اگر کوئی اس کو کنویں میں سے نکال دے تو میں اس کو اس میں سے سو اشرفیاں دے دوں گا یہ شخص لالچ میں آگیا اور کپڑے اُتار کر کنویں میں اتر گیا چور اس کے کپڑے بھی لے بھاگا۔

[2] گرتوانی۔ چور نے دُنبہ والے سے کہا اگر تو میری ہمیانی نکال دے گا تو اُس کا پانچواں حصہ تجھے دے دوں گا۔ خُمس۔ پانچوں حصہ۔ گفت۔ دُنبہ والے نے دل میں سوچا کہ مجھے تو دس دنبوں کی قیمت کی برابر اشرفیاں مل رہی ہیں۔

[3] گر درے۔ اگر دُنبہ گیا تو کیا پروا ہے مجھے اس کے بدلے میں اونٹ مل رہا ہے۔ جامہا۔ اس دُنبہ والے نے اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیے اور کنویں میں اتر گیا وہ چور اس کے کپڑے لے بھاگا۔ حازمے۔ منزل طے کرنے کے لیے بڑی پختہ کاری کی ضرورت ہے۔

اُو¹ یکے دُزدیست فتنہ سیرتے چوں خیالِ اُو را بہر دم صُورتے

وہ (شیطان) ایک فتنہ سیرت چور ہے خیال کی طرح اُس کی ہر لحہ ایک (نئی) صورت ہے

کس نداند مکرِ اُو اِلّا خدا در خدا بگریز و وارہ زاں دغا

اُس کا مکر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا خدا (کی پناہ) میں بھاگ اُس دغا (باز) سے نجات حاصل کر

مناظرۂ مُرغ با صیّاد در ترہُّب و در معنیِ ترہُّبی کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نہی کرد ازاں اُمتِ خود را کہ لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ

پرند کا شکاری کے ساتھ رہبانیت اختیار کرنے کے بارے میں مناظرہ جس سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو روکا ہے کہ سلام میں رہبانیت نہیں ہے

مُرغ گفتش خواجہ در خلوت مایست دینِ احمدؐ را ترہُّب نیک نیست

پرندے نے اُس سے کہا اے خواجہ! خلوت میں نہ ٹھہر احمدؐ کے دین میں رہبانیت اچھی نہیں ہے

از ترہُّب نہی کرد آخر رسولؐ بدعتے چوں در گرفتی اے فضول

آخر رسولؐ نے رہبانیت سے منع کیا ہے اے فضول! تو نے بدعت کیوں اختیار کر لی؟

جمعہ² شرطست و جماعت در نماز امرِ معروف و ز منکر احتراز

جمعہ اور نماز میں جماعت ضروری ہے بھلی بات کا حکم دینا اور بری بات سے بچنا

رنجِ بد خُویاں کشیدن زیرِ صبر منفعت دادن بخلقاں ہمچو ابر

صبر کے ماتحت بدمزاجوں کی تکلیف برداشت کرنا ابر کی طرح لوگوں کو نفع پہنچانا

خَيْرُ النَّاسِ اَنْ يَّنْفَعَ النَّاسَ اے پدر گر نہ سنگی چہ حریفی با مدر

اے بابا! بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے اگر تو پتھر نہیں ہے تو ڈھیلوں سے دوستی کیسی؟

درمیانِ اُمتِ مرحوم باش سنتِ احمدؐ مہل محکوم باش

مرحوم اُمت کے درمیان رہ احمدؐ کی سنت نہ چھوڑ، محکوم بنا رہ

چوں³ جماعت رحمت آمد اے پسر جہد کُن رحمت آری تاجِ سر

اے بیٹا! جب کہ جماعت رحمت ہے تو کوشش کرتا کہ تو رحمت سے سر کا تاج حاصل کر لے

در جوابش گفت صیادِ عیار نیست مُطلق اینکہ گفتی ہوشدار

اُس کے جواب میں چالاک شکاری نے کہا سمجھ لے یہ مطلقاً نہیں ہے جو تو نے کہا

---

¹ اُو۔ شیطان ہر لحہ بھیس بدل کر دھوکا دیتا ہے۔ کس نداند۔ اس کی چالوں کو خدا ہی پہچان سکتا ہے بس اس کی پناہ مانگتے رہو۔ ترہب۔ رہبانیت اختیار کرنا۔ رہبانیت یہ ہے کہ انسان تمام دنیوی علاقے منقطع کر کے جنگلوں میں عبادت گذاری کرے آنحضورؐ نے اس رہبانیت سے منع فرمایا ہے۔ بدعتے۔ رہبانیت اسلامی طریقہ نہیں ہے لہٰذا وہ بدعت ہے۔

² جمعہ۔ اسلام، جمعہ اور جماعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتا ہے، رہبانیت اس کے منافی ہے۔ رنج۔ شریعت کا حکم ہے کہ لوگوں کی بدخلقی پر صبر کرو اور ابر کی طرح لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔ خیر الناس۔ حدیث شریف ہے ''بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے'' گر نہ سنگی۔ ڈھیلوں سے دوستی کرنا پتھر کا کام ہے، انسان کا کام نہیں ہے۔ درمیان۔ عوام سے مل کر زندگی گذارنا سنت ہے۔

³ چوں جماعت۔ حدیث شریف ہے الجماعةُ رحمة والفرقة عذاب ''جماعت رحمت ہے الگ رہنا عذاب ہے''۔ در جوابش۔ اس چالاک شکاری نے کہا کہ جماعت کو تنہائی پر مطلقاً فضیلت نہیں ہے، بسا اوقات گوشۂ تنہائی جماعت سے افضل ہوتا ہے اگر بُرے ساتھی ہوں تو تنہائی افضل ہوگی۔

ہست تنہائی بہ از یارانِ بد
بُرے دوستوں سے تنہائی بہتر ہے
نیک بابد چوں نشیند بد شود
نیک، بد کے ساتھ جب بیٹھتا ہے، بد ہو جاتا ہے

زانکہ[1] عقلِ ہر کرا نبوُد رسوخ
کیونکہ جس کی عقل میں پختگی نہ ہو
پیشِ عاقل اُو چو سنگ ست و کلوخ
وہ عقل مند کے نزدیک پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے

چوں حمار ست آنکہ بے اہلیت ست
جو نااہل ہے، وہ گدھے کی طرح ہے
صحبتِ اُو عینِ رہبانیت ست
اُس کی صحبت بالکل رہبانیت ہے

ہوشِ اُو سوئے علف باشد چو خر
اُس کا ہوش گدھے کی طرح چارے کی طرف ہوتا ہے
بگذر ازوے تانمانی بے ہُنر
اس سے بھاگ تاکہ تو بے ہنر نہ رہ جائے

زانکہ غیرِ حق ہمہ گردد رُفات
کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب ریزہ ریزہ ہو جائے گا
کُلُّ اٰتٍ بَعْدَ حِیْنٍ فَھُوَاٰتٍ
تھوڑی دیر کے بعد ہر آنے والے، پہنچنے والا ہے

ہرچہ جز آں وجہ باشد ہالک ست
جو کچھ اُس وجہ کے سوا ہے، وہ ہلاک ہونے والا ہے
مُلک و مالک عکسِ آں یک مالک ست
ملک اور مالک، اُس ایک مالک کا عکس ہے

گرچہ[2] سایہ عکسِ شخص ست اے پسر
اے بیٹا! اگرچہ سایہ شخص کا عکس ہے
ہیچ از سایہ نتانی خورد بر
تو سایہ سے کبھی پھل نہ کھائے گا

ہیں ز سایہ شخص را می کُن طلب
آگاہ، سایہ کے ذریعہ شخص کو ڈھونڈ لے
در مسبّب رَو گذر کُن از سبب
مسبب کی طرف جا، سبب سے گذر جا

یارِ جسمانی بُود رُویش بمرگ
جسمانی دوست کا رُخ موت کی طرف ہے
صحبتش شوم ست باید کرد ترک
اُس کی صحبت منحوس ہے، چھوڑنی چاہیے

حکمِ اُو ہم حکمِ قبلہ اُو بُود
اُس کا حکم بھی اُس کے قبلہ کا حکم ہو گا
مُردہ اش خواں چونکہ مُردہ جو بُود
جبکہ وہ مُردے کا جویاں ہے اُس کو مردہ سمجھ

ہر کہ با ایں قوم باشد راہب ست
جو اس قوم کے ساتھ ہو وہ راہب ہے
کہ کلوخ و سنگ اُو را صاحب ست
کیونکہ ڈھیلا اور پتھر اُس کا ساتھی ہے

بگذر[3] از سنگ وکلوخِ بے وجود
بے وجود پتھر اور ڈھیلے سے گذر جا
سُوئے کانِ لعل رَو از بہرِ جُود
بخشش کے لیے لعل کی کان میں جا

خود کلوخ و سنگ کس را رہ زند
ڈھیلا اور پتھر خود کسی کی رہزنی کرتے ہیں؟
زیں کلوخاں صد ہزار آفت رسد
ان ڈھیلوں سے لاکھوں آفتیں پہنچتی ہیں

---

[1] زانکہ۔ بے عقل انسان، عقل مند کے نزدیک ڈھیلا اور پتھر ہے۔ چوں حمار۔ بے عقل انسان پتھر تو کیا بلکہ گدھا ہے اسکے ساتھ رہنا ایسا ہی بُرا ہے جیسا کہ تو رہبانیت کی برائی کر رہا ہے۔ ہوشِ اُو۔ اس بے عقل انسان کو چرنے اور کھانے کی فکر ہے اس کی صحبت بے ہنر بنا دے گی۔ زانکہ۔ اس بے عقل کا مقصود جبکہ غیر حق ہے وہ بالکل فنا ہو جائے گا بلکہ وہ فنا شدہ ہے۔ کل آت۔ جو چیز ہونے والی ہے سمجھو کہ ہو چکی۔ ہرچہ۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَهٗ "خدا کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے"۔

[2] گرچہ۔ ممکنات بمنزلہ سایہ کے ہیں اور سایہ مفید نہیں ہے۔ ہیں ز سایہ۔ ممکنات اور کائنات سے گذر کر ذاتِ باری سے علاقہ قائم کرنا چاہیے۔ یار۔ غیر اللہ جو فانی ہے اس کی صحبت بُری ہے۔ مرگ۔ مولانا نے اس شعر میں مرگ کو ترک کا ہم قافیہ بنایا ہے۔ حکم۔ چونکہ اس فانی یار نے اپنا مقصود فانی کو بنا رکھا ہے لہٰذا خود فانی ہے۔ ہر کہ۔ جو دنیاداروں کی صحبت اختیار کرے وہ بھی راہب ہے کیونکہ یہ دنیادار ڈھیلے اور پتھر ہیں۔

[3] بگذر۔ بُرے ساتھیوں سے انقطاع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کانِ لعل۔ اللہ تعالیٰ۔ خود۔ جنگل کے ڈھیلے اور پتھر کسی راہب کی رہزنی نہیں کرتے اور یہ بُرے ساتھی سیکڑوں مصائب کا سبب ہیں۔

گفت[1] مرغش پس جہاد آنگہ بُود — کایں چنیں رہزن میانِ رہ بُود

پرند نے اُس سے کہا، جہاد جب ہوتا ہے — جب راستہ میں ایسا رہزن ہو

از برائِ حفظ و یاری و نبرد — بر رہِ نا ایمن آید شیر مرد

حفاظت اور مدد اور جنگ کے لیے — شیر مرد، خوفناک راستہ پر آتا ہے

عِرقِ مردی آنگہے پیدا شود — کہ مُسافر ہمرہِ اعدا شود

مردانگی کی رگ اُس وقت پیدا ہوتی ہے — جب کہ مسافر دشمنوں کے ہمراہ ہو

چوں نبی السَّیف بودست آں رسول — اُمّتِ اُو صفدرانند و فحول

چونکہ وہ رسولؐ نبی السیف ہیں — اُن کی اُمت صف شکن اور جوانمرد ہے

مصلحت[2] در دینِ ما جنگ و شکوہ — مصلحت در دینِ عیسیٰؑ غار و کوہ

ہمارے مذہب میں جنگ اور دبدبہ مصلحت ہے — عیسیٰؑ کے دین میں، غار اور پہاڑ مصلحت ہے

مصلحت دادست ہریک را جدا — مصلحت جُو گر توئی مردِ خدا

ہر ایک کو جداگانہ مصلحت دی ہے — اگر تو مردِ خدا ہے، مصلحت تلاش کر

گفت آرے گر بُود یاری و زور — تا بقُوّت برزند بر شرّ و شور

اس نے کہا، ہاں اگر مدد اور طاقت ہو — تاکہ قوتؐ سے شور و شر پر حملہ کرے

قوّتے[3] باید دریں رہ مرد وار — یار می باید دریںجا فرد وار

اس راستہ میں مردانہ قوت چاہیے — اس جگہ یکتا یار چاہیے

چوں نباشد قوّتے پرہیز بہ — در فرارِ لایطاق آساں بجہ

جب طاقت نہ ہو، بچنا بہتر ہے — بے بسی کی بات سے بھاگنے میں آسانی سے کود جا

صنعت این ست اے عزیزِ نامدار — فکرتے کُن در نگر انجامِ کار

اے نامدار عزیز! کاریگری یہی ہے — غور کر لے، انجام کار دیکھ لے

یار می جُو تا بیابی راہ را — ورنہ کے دانی تو راہ و چاہ را

دوست کی تلاش کر، تاکہ تو راستہ پا لے — ورنہ تو راستہ اور کنویں کو کیا سمجھے گا؟

گفت صدقِ دل بباید کار را — ورنہ یاراں کم نیایند یار را

اس نے کہا کام میں دل کی سچائی چاہیے — ورنہ یار کے لیے، یار کم نہیں ہیں

---

[1] گفت۔ پرند نے کہا کہ انہی بُرے ساتھیوں کے ساتھ رہنے سے ہی نفس کے ساتھ جہاد کرنا ممکن ہو سکے گا اگر دشمن نہ ہو تو جہاد کی فضیلت کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ از برائی۔ بہادر وہی راہ اختیار کرتا ہے جس پر اس کو دوستوں کی مدد کا موقع اور راہزنوں سے جنگ کا موقع مل سکے اور دشمنوں کی موجودگی میں اس کی بہادری کی رگ اُبھرتی ہے۔ چوں۔ آنحضورؐ کو نبی السیف "تلوار والے نبی" بھی کہا جاتا ہے تو "ان کی امت" بھی بہادر اور مجاہد ہے۔

[2] مصلحت۔ اسلام میں کافروں سے جہاد نیکی اور مصلحت ہے اور رہبانیت اختیار کرنا اور غاروں میں بیٹھ کر عبادت کرنا حضرت عیسیٰؑ کا دین تھا۔ جدا۔ ہر مذہب میں وقت کی مناسبت سے احکام دیے گئے ہیں۔ گفت۔ شکاری نے کہا کہ بیشک گوشہ نشینی پر جہاد کو فضیلت ہے لیکن اُسی شخص کے لیے جسمیں جہاد کی طاقت ہو۔

[3] قوتے۔ شکاری نے کہا جہاد کے لیے قوت اور مخلص ساتھی ضروری ہیں۔ صنعت۔ کاریگری یہی ہے کہ انسان انجام پر نظر رکھ کر کام شروع کرے۔ یار۔ راہِ جہاد کے لیے یار کی ضرورت ہے اور اس زمانے میں مخلص دوست کہاں ہیں۔ گفت۔ پرندنے کہا کہ اگر اپنے دل میں صداقت ہو تو دنیا میں یاروں کی کمی نہیں ہے تو خود دوسرے کا دوست بن پھر دیکھ کس قدر دوست ملتے ہیں اور زندگی کی راہ میں یار کی بے حد ضرورت ہے۔

یارشو یا یار بینی بے عدد
زانکہ بے یاراں بمانی بے مدد
یار بن جا، تاکہ تو بے شمار یار دیکھے
کیونکہ تو یاروں کے بغیر بے مدد رہ جائے گا

دیو[1] گرگست و تو ہمچوں یوسفی
دامنِ یعقوبؑ مگذار اے صفی
شیطان بھیڑیا ہے اور تو یوسفؑ کی طرح ہے
اے برگزیدہ! یعقوبؑ کا دامن نہ چھوڑ

گرگ اغلب آنگہے گیرا بُود
کز رمہ شیشک بخود تنہا رود
عموماً بھیڑیا اُس وقت پکڑنے والا بنتا ہے
جبکہ ایک سالہ بکری کا بچہ گلے سے اکیلا چلتا ہے

آنکہ سُنّت باجماعت ترک کرد
در چنیں مسبع نہ خونِ خویش خورد
جس نے سنت مع جماعت کے ترک کر دی
کیا ایسے درندوں کے مقام میں اس نے اپنا خون نہیں پیا؟

ہست[2] سُنّت رہ جماعت چوں رفیق
بے رہ و بے یار افتی در مضیق
سنت راستہ، اور جماعت سفر کے ساتھی کی طرح ہے
تو بغیر راستہ اور بغیر یار کے تنگی میں پھنس جائے گا

راہِ سُنّت باجماعت بہ بُود
اسپ با اسپاں یقیں خوشتر رود
سنت کا راستہ، اور جماعت کے ساتھ بہتر ہوتا ہے
گھوڑا، گھوڑوں کے ساتھ یقیناً اچھا چلتا ہے

لیک ہر گمراہ را ہمرہ مداں
غافلانِ خفتہ را آگہ مداں
لیکن ہر گمراہ کو ہمراہ نہ سمجھ
سوئے ہوئے غافلوں کو، باخبر نہ سمجھ

ہمرہے را جُو کز و یابی مدد
ہمدل و ہمدرد و جویانِ احد
ایسا ہمراہ تلاش کر جس سے تجھے مدد حاصل ہو
جو ہمدل اور ہمدرد ہو اور خدا کا جویاں ہو

ہمرہے نے کو بُود خصمِ خِرد
فرصتے جُوید کہ جامہ تو برد
وہ ہمراہی نہیں جو عقل کا دشمن ہو
موقع کی تلاش کرے کہ تیرے کپڑے لے اُڑے

میرود با تو کہ یابد عقبۂ[3]
کہ تواند کردت آنجانہبۂ
تیرے ساتھ چلتا ہے، تاکہ کوئی گھاٹی ملے
تاکہ وہاں تجھے لوٹ سکے

میرود با تو برائے سُودِ خویش
ہیں منوش از نوشِ اُو کاں ہست نیش
وہ تیرے ساتھ اپنے نفع کے لیے چلتا ہے
خبردار! اُس کا شہد نہ پی، کیونکہ وہ ڈنک ہے

یا بُود اشتر دلے چوں دید ترس
گوید اُو بہرِ رجوع از راہ درس
یا وہ بزدل ہو کہ جب اُس نے خوف محسوس کیا
وہ راستہؔ سے لوٹنے کا سبق پڑھائے

یار را ترساں کنند ز اُشتر دلی
ایں چنیں ہمرہ عدو داں نے، ولی
بزدلی سے دوست کو ڈرا دیتا ہے
ایسے ساتھی کو دشمن سمجھ، نہ کہ دوست

[1] دیو۔ شیطان کو بھیڑیا سمجھا اور بھیڑیا ہمیشہ اس بکری پر حملہ کرتا ہے جو ریوڑ سے جدا ہے۔ گیرا۔ گیرندہ۔ شیشک۔ بکری کا ایک سالہ بچہ۔ آنکہ۔ جو شخص سنت اور جماعت کو چھوڑ کر تنہائی اختیار کرتا ہے وہ اس بکری کی طرح ہے جو خوفناک درندوں کے جنگل میں ریوڑ سے جدا رہے۔

[2] ہست۔ سنت راستہ، اور جماعت اس کا ساتھی ہے اس کے بغیر انسان مصیبت میں پھنس جاتا ہے لیکن سفر کا ساتھی جانچ کر بنانا چاہیے اور وہ ایسا شخص ہونا چاہیے جو خدا کا طلب گار ہو اور ہمدرد ہو۔ ہمرہے۔ وہ ساتھی عقل کا دشمن نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ موقع پا کر تیرا سامان ہی لے بھاگے۔ می رود۔ وہ تیرے ساتھ اس لیے لگ گیا ہو کہ کوئی پہاڑ کی گھاٹی آئے تو تجھے وہاں لوٹ لے۔

[3] عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ نہبہ۔ لوٹ۔ نوش۔ اس ساتھی کی چپڑی باتوں سے دھوکا نہ کھانا۔ یا بود۔ وہ ساتھی ایسا بزدل بھی نہ ہونا چاہیے کہ اگر دین کی کچھ مشکلات پیش آئیں تو دینداری چھوڑنے کا مشورہ دینے لگے۔ یار ترسا۔ بزدل، دوسرے کو بھی بزدل بنا دیتا ہے۔

یارِ بد[1] مارست ہیں بگریز ازو
بُرا دوست سانپ ہے، خبردار! اس سے بھاگ

یار را از راہ بُرد آں راہزن
وہ راہزن یار کو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے

راہ جانبازیست در ہر عیشۂ
زندگی کی ہر حالت میں جانبازی، راستہ ہے

راہِ دیں ہر گمرہی خود چوں رود
ہر گمراہ دین کے راستہ پر خود کیسے چلے؟

راہِ دیں زاں رُو پر از شور و شرست
دین کا راستہ اسی وجہ سے شور و شر سے بھرا ہوا ہے

در رہِ ایں ترس امتحانہائے نفوس
اس راستہ میں خوف نفسوں کے امتحانات ہیں

راہ چہ بُود پُر نشانِ پایہا
راستہ کیا ہوتا ہے؟ پاؤں کے نشانوں سے پُر

گیرم آں گرگت نیابد ز احتیاط
میں نے مانا، احتیاط کی وجہ سے وہ بھیڑیا تجھے نہ پکڑے گا

آنکہ[3] اندر راہ تنہا خوش رود
وہ شخص جو راستہ میں، اکیلا اچھا چلتا ہے

با غلیظی خر ز یاراں اے فقیر
اے فقیر! باوجود کثافت کے، گدھا دوستوں کی وجہ سے

ہر خرے کز کارواں تنہا رود
جو گدھا قافلہ سے جدا چلتا ہے

چند سیخ و چند چوب افزوں خورد
چند سیخ اور چند لاٹھیاں زیادہ کھاتا ہے

تا نریزد در تو زہر آں زشت خُو
تاکہ وہ بد عادت تجھ میں زہر نہ ڈال دے

مرد نبُود آنکہ افتد زیرِ زَن
مرد نہ ہو گا، جو عورت سے مغلوب ہو جائے

آفتے در دفعِ ہر جاں شیشۂ
ہر نازک دل کو بہکانے کے لیے (وہ) آفت ہے

حازمے باید کہ مردِ رہ بُود
کوئی پختہ کار چاہیے جو مردِ راہ ہو

کہ[2] نہ راہِ ہر مخنث گوہر ست
کیونکہ وہ ہر ہیز طبیعت کا راستہ نہیں ہے

ہمچو پرویزن بہ تمیز سبُوس
جس طرح کہ چھلنی بھوسی جدا کرنے کے لیے

یار چہ بُود نردبانِ رایہا
دوست کیا ہوتا ہے؟ تدبیروں کی سیڑھی

بے ز جمعیت نیابی آں نشاط
جماعت کے بغیر تو وہ خوشی نہ محسوس کرے گا

با رفیقاں سیرِ اُو صد تو شود
دوستوں کے ساتھ اُس کی رفتار سو گنا ہو جائے گی

در نشاط آید شود قوت پذیر
خوش ہو جاتا ہے، قوت پکڑتا ہے

بروے آں راہ از تعب صد تو شود
مشقت کی وجہ سے وہ راستہ اس پر سو گنا ہو جاتا ہے

تاکہ تنہا آں بیاباں را بُرد
جبکہ اکیلا اُس جنگل کو طے کرتا ہے

---

[1] یارِ بد۔ بُرا ساتھی بمنزلہ سانپ کے ہے۔ یار را۔ بزدل، رہزن ہے جو ساتھی کو بے راہ کر دیتا ہے جو شخص ایسے ساتھی سے مغلوب ہو وہ مرد نہیں ہے۔ زن۔ یعنی مردانگی سے خالی بزدل۔ راہ۔ شعر (شیوۂ نازک دلاں نبود سلوکِ راہِ خطر۔ سخت دشوارست بارِ شیشہ در رہ سنگلاخ) راہِ دیں۔ شعر (خطر بسیار دارد راہِ حق ہوشیار شو صائب۔ کہ موسیٰ بے عصا در وادیٔ ایمن نمی آید)

[2] کہ نہ راہ۔ دین کے راستہ کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پُر خطر بنایا ہے تاکہ چلنے والوں کی آزمائش ہو سکے۔ ترس۔ اس راستہ کا ڈر اچھے بُرے کو اسی طرح جدا کر دیتا ہے، جس طرح چھلنی آٹے اور بھوسی کو جدا کر دیتی ہے۔ راہ۔ صحیح راستہ وہی ہے جس پر دوسرے سالکوں کے نشانات قدم ہوں، دوست وہی ہے جس کی عقل تیرا سہارا ہو۔ گیرم۔ تنہا سفر کرنے میں ہو سکتا ہے کہ احتیاط کی وجہ سے نقصان نہ پہنچے لیکن نشاط جماعت کے ساتھ رہنے میں ہے۔

[3] آنکہ۔ تنہائی میں بھی اگر بہتر کام کرتا ہے تو جماعت میں رہ کر اس سے زیادہ بہتر کر سکے گا۔ با غلیظی۔ گدھا جیسا کثیف مزاج بھی دوسرے گدھوں کے ساتھ ہونے سے تیز رفتار بن جاتا ہے۔ اگر تنہا چلتا ہے تو سست رفتاری کی وجہ سے اُس کی زیادہ پٹائی ہوتی ہے۔

مرترا[1] می گوید آں خر، خوش شنو
وہ گدھا تجھ سے کہتا ہے اچھی طرح سُن لے
گر نہ ءِ خر ہم چنیں تنہا مرو
اگر تو گدھا نہیں ہے اس طرح تنہا نہ چل

آنکہ تنہا خوش رود اندر رصد
جو کمین گاہ میں اکیلا ٹھیک چلتا ہے
با رفیقاں بے گماں خوشتر رود
بلاشک دوستوں کے ساتھ زیادہ بہتر چلے گا

ہر نبیے اندریں راہِ دُرست
اس سچے راستہ میں ہر نبی نے
معجزہ بنمود و ہمراہاں بجُست
معجزہ دکھایا اور ساتھی تلاش کیے

گر نباشد یاریِ دیوارہا
اگر دیواروں کی دوستی نہ ہو
کے برآید خانہ و انبارہا
گھر اور ڈھیر کب حاصل ہوں؟

ہر یکے دیوار اگر باشد جُدا
اگر ہر دیوار جُدا ہو
سقف چوں باشد معلّق برہوا
ہوا میں چھت کیسے معلق ہو گی؟

گرنباشد[2] یاریِ حبر و قلم
اگر روشنائی اور قلم کی دوستی نہ ہو
کے فتد بر رُوی کاغذہا رقم
تو کاغذ پر تحریر کب آئے؟

ویں حصیرے کہ کسے می گسترد
وہ بوریا جو کوئی بچھاتا ہے
گر نہ پیوندد بہم بادش برد
اگر آپس میں نہ جُڑے، اس کو ہوا لے جائے

حق ز ہر جنسے چو زوجین آفرید
جب اللہ (تعالیٰ) نے ہر جنس کے جوڑے پیدا کیے
پس نتائج شُد ز جمعیت پدید
تو اجتماع سے نتائج ظاہر ہوئے

درمیانِ مرغ و صیاد اے عجب
تعجب ہے، پرند اور شکاری میں
بس شکال افتاد و شُد نزدیک شب
بہت سے اشکال پیدا ہوئے اور رات قریب آ گئی

اُو[3] بگفت و ایں بگفت از اہتزاز
اُس نے کہا اور اس نے کہا، جوش کی وجہ سے
بحثِ شاں شُد اندریں معنی دراز
اس مسئلہ میں اُن کی بحث لمبی ہو گئی

مثنوی را چابک و دلخواہ کن
مثنوی کو چالو اور دل پسند بنا
ماجرا را مُوجز و کوتاہ کن
قصہ کو مختصر اور کوتاہ کر دے

مُرغ را چوں دیدہ بر گندم فتاد
پرند کی آنکھ جب گیہوں پر پڑی
نفسِ اُو بے طاقت آمد در گشاد
اس کا نفس خوشی میں بے قابو ہو گیا

1. مرترا۔ انسان کو گدھے ہی سے عبرت حاصل کر لینی چاہیے اور جماعت کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ آنکہ۔ تنہا مسافر غیر مطمئن رہتا ہے ساتھیوں کا ہمراہی آرام سے سفر کرتا ہے۔ ہرنبی۔ انبیاء نے بھی جماعت بنانے کی خاطر معجزے دکھائے اور تنہاروی اختیار نہ کی۔ گرنباشد۔ اگر دیواروں کی باہمی یاری نہ ہو اور صرف ایک دیوار ہو تو اس سے نہ گھر بنے گا اور نہ اُس میں غلے کے انبار لگیں گے۔

2. گرنباشد۔ روشنائی اور قلم کی اجتماع سے کتابت ہوئی ورنہ تنہا روشنائی اور قلم بیکار ہے۔ ایں حصیرے۔ بوریا کھجور کے پتوں کے اجتماع سے بنتا ہے ورنہ ہر پتے کو ہوا اُڑا لے جائے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جنس کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور اُن کے اجتماع سے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ درمیان۔ پرند اور شکاری میں رہبانیت اور اجتماعی زندگی کی افضلیت کی بحث رات تک ہوتی رہی۔

3. اُوبگفت۔ پرند اور شکاری میں اس مسئلہ میں بہت سے سوال و جواب ہوئے لیکن چونکہ ہمیں مثنوی کے اور مضامین بیان کرنے ہیں لہٰذا اس بحث کو مختصر کرتے ہیں۔ مُرغ۔ جال میں دانہ کو دیکھ کر پرند بے قابو ہو گیا اور شکاری سے دریافت کرنے لگا کہ یہ گیہوں کس کے ہیں، شکاری نے کہا لاوارث، یتیم بچوں کے ہیں چونکہ لوگ مجھے امانت دار سمجھتے ہیں میرے پاس امانت رکھ دیتے ہیں۔

بعد ازاں گفتش کہ گندم آنِ کیست
اُس کے بعد اُس نے اُس سے کہا، گیہوں کس کے ہیں؟
گفت امانت از یتیمِ بے وصی ست
اس نے کہا، بغیر وصی کے بچہ کی امانت ہیں

مالِ ایتام ست[1] امانت پیشِ من
چند یتیموں کا مال میرے پاس امانت ہے
زانکہ پندارند مارا موتمن
کیونکہ مجھے امانت دار سمجھتے ہیں

گفت من مضطرم و مجروحِ حال
اس نے کہا میں مضطر اور پھٹے حال ہوں
ہست مُردار ایں زماں برمن حلال
اس وقت مجھ پر مُردار حلال ہے

ہیں بدستورے ازیں گندم خورم
ہاں اجازت ہے، کہ میں اس گیہوں میں سے کھا لوں
اے امین و پارسا و محترم
اے امین اور پارسا اور محترم!

گفت مفتیِ ضرورت ہم توئی
اس نے کہا ضرورت کے بارے میں تو ہی فتویٰ دینوالا ہے
بے ضرورت گر خوری مجرم شوی
بغیر ضرورت کے اگر کھائے گا، گنہگار ہو جائے گا

ور ضرورت ہست ہم پرہیز بہ
اگر ضرورت بھی ہے، تو بھی بچنا بہتر ہے
ور خوری بارے ضمانِ آں بدہ
اگر کھائے گا پھر اُس کا تاوان دیدیا

مُرغ بس در خور فرو رفت آں زماں
پرند اُس وقت اپنے اندر ڈوب گیا
توسنش سر بستد از جذبِ عناں
اس کا گھوڑا، باگ کھینچنے سے قابو میں آ گیا

چوں[2] بخورد آں گندم اندر فخ بماند
اس نے جیسے ہی گیہوں کھایا جال میں رہ گیا
چند اُو یٰسین والانعام خواند
اس نے (سورۂ) یٰسین اور انعام بہت پڑھی

بعد درماندن چہ افسوس و چہ آہ
پھنس جانے کے بعد کیا افسوس اور کیا آہ
پیش ازاں بایست ایں دُودِ سیاہ
یہ کالا دھواں اس سے پہلے چاہیے

پیش ازاں کایں دانہ بر تو فخ شود
اس سے پہلے کہ یہ دانہ تیرے لیے جال بنے
گرمیِ حرصِ تو ہمچوں یخ شود
تیرے لالچ کی گرمی برف کی طرح ہو جائے

آہ[3] و دود و نالہ آں دم کاربند
آہ اور دھویں اور نالہ پر اُس وقت عمل کر
حرص را آوارہ کن اے ہوشمند
اے ہوشمند! حرص کو دفع کر دے

آں زماں کہ حرص جنبید و ہوس
جب حرص اور ہوا حرکت میں آ گئے
آں زماں می گو کہ اے فریاد رس
اس وقت کہہ، کہ اے فریاد رس

کاں زماں پیش از خرابیِ بصرہ است
کیونکہ وہ وقت بصرہ کی خرابی سے پہلے ہے
بُو کہ بصرہ وا رہدہم زاں شکست
ہو سکتا ہے کہ بصرہ شکست سے نجات پا جائے

---

1. ایتام۔ یتیم کی جمع ہے۔ موتمن۔ امانتدار۔ گفت۔ پرندنے کہا میں بھوک سے مجبور ہو رہا ہوں ایسی حالت میں تو مردار کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس گیہوں کو کھا لوں۔ مفتی۔ شکاری نے کہا کہ تو خود اپنے بارے میں فتویٰ دے کہ تو مجبور ہے یا نہیں! ور ضرورت۔ اگر مجبوری بھی ہے تو حرام سے بچنا بہتر ہے اور اگر تو بہ مجبوری کھائے گا تو پھر ضمان بھی دینا پڑے گا۔ مرغ۔ پرند دانہ کھانے پر مجبور ہو گیا۔
2. چوں بخورد۔ دانہ چکھتے ہی پرند جال میں پھنس گیا اُس نے سورہ یٰسین اور سورہ انعام پڑھی جن کا پڑھنا مصیبت میں مفید ہوتا ہے لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ بعد درماندن۔ جب عذاب الٰہی آ پکڑتا ہے پھر توبہ مفید نہیں ہوتی ہے۔ یخ۔ یعنی خوف کی وجہ سے لالچ ٹھنڈا پڑ جائے۔
3. آہ و دود۔ توبہ اور آہ وزاری عذاب اور موت کے زغے سے پہلے مفید ہے۔ آں زماں۔ انسان کا نفس جب گناہ پر مجبور کرے تب خدا کی طرف رجوع مفید ہے۔ خرابی بصرہ۔ بصرہ شہر کی تباہی یعنی تباہی سے قبل اس کی روک تمام مفید ہے تباہی کے بعد تدبیر بیکار ہے۔

اِبْکِ لِیْ یَا بَاکِیَیْ یَا ثَاکِلِیْ[1]　قَبْلَ هَدْمِ الْبَصْرَةِ وَالْمُوْصَلِیْ
اے میرے رونے والے اے مجھے گم کرنیوالے! مجھ پر رو　موصل اور بصرہ کی تباہی سے پہلے

نُحْ عَلَیَّ قَبْلَ مَوْتِیْ وَاغْتَفِرْ　لَا تَنُحْ لِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ وَاصْطَبِرْ
میرے مرنے سے پہلے مجھ پر رو اور مغفرت چاہ　میرے مرنے کے بعد نہ رو اور صبر کر

اِبْکِ لِیْ قَبْلَ ثُبُوْرِیْ فِی التَّوٰی　بَعْدَ طُوْفَانِ التَّوٰی خَلِّ الْبُکَا
میری ہلاکت میں تباہی سے پہلے مجھ پر رو لے　ہلاکت کے طوفان کے بعد رونا چھوڑ دے

آں زماں کہ دیو می شُد راہزن　آں زماں بایست یٰسیں خواندن
جس وقت شیطان رہزن بنا　اس وقت یٰسین پڑھنی چاہیے

پیش ازاں کاشکستہ گردد کارواں　آں زماں چوبک بزن اے پاسباں
اس سے پہلے کہ قافلہ تباہ ہو　اے چوکیدار! اس وقت ڈنکا پیٹ دے

حکایت[2] پاسبانے کہ خاموش کرد تا دُزداں رختِ تاجراں

اس چوکیدار کا قصہ جس نے خاموشی اختیار کی حتیٰ کہ چور تاجروں کا سب

بُردند بکلی بعد ازاں ہیہای و پاسبانی بنیاد می کرد

سامان لے گئے، اُس کے بعد ہائے ہائے اور حفاظت شروع کی

پاسبانے بُود دریک کارواں　حارسِ مال و قماشِ آں مہاں
ایک قافلہ میں ایک چوکیدار تھا　اُن بڑے تاجروں کے سامان اور مال کا محافظ

پاسباں شب خفت و دُزد اسباب بُرد　رختہا را زیرِ ہر خاکے فشرد
چوکیدار رات کو سو گیا اور چور سامان لے گیا　سامان زمین کے اندر دبا دیا

روز شُد بیدار شُد آں کارواں　دید رفتہ رخت وسیم و اُشتراں
دن ہوا، وہ قافلہ جاگا　اُس نے دیکھا کہ سامان اور چاندی اور اونٹ جا چکے ہیں

پاسباں[3] دربَے ہَے و چوبک زدن　گرم گشتہ خود ہمو بُد راہزن
چوکیدار ہائے ہائے اور ڈنکا پیٹنے میں　مصروف ہو گیا، خود وہی چور تھا

پس بدُو گفتند اے حارِس بگو　کہ چہ شُد ایں رخت و ایں سباب کو
تو لوگوں نے اس سے کہا اے چوکیدار! بتا　کہ یہ سامان کیا ہوا! اور یہ اسباب کہاں ہے؟

گفت دُزداں آمدند اندر نقاب　رختہا بُردند از پیشم شتاب
اس نے کہا چور نقاب ڈالے ہوئے آئے　میرے سامنے سے فوراً سامان لے گئے

---

[1] ثاکلی۔ وہ شخص جس کا کوئی مرگیا ہو۔ هدم البصرة۔ بصرہ اور موصل کی تباہی سے خود انسان کی تباہی مراد ہے۔ نُح۔ یہ خود اپنے نفس کو خطاب ہے تو نوحہ کر۔ ثبور۔ ہلاکت۔ التوی۔ ہلاکت۔ آں زماں۔ جب شیطان گناہ پر مجبور کرے گناہ سے بچنے کی تدبیر مفید ہے۔ پیش ازاں۔ قافلہ کی تباہی سے قبل بچاؤ کی تدبیر مناسب ہے۔

[2] حکایت۔ اس قصہ سے یہ بتاتا ہے کہ چوکیدار نے قافلہ کے لٹنے کے بعد اپنا فریضہ ادا کیا جو مفید نہ تھا۔ حارس۔ نگہباں۔ مہاں۔ مہ کی جمع ہے۔ بڑا، بزرگ۔ رختہا۔ چوری کا سامان، چور نے زمین میں دفن کر دیا۔ روز شد۔ جب دن نکلا تو قافلہ والوں کا سب سامان لٹ چکا تھا۔

[3] پاسباں۔ قافلہ لٹنے کے بعد چوکیدار نے ہائے ہائے شروع کی۔ ہمو بد۔ چونکہ اس چوکیدار نے چور کو بھگانے کی تدبیر نہ کی اس لیے گویا وہ خود چور ہوا۔ گفت۔ چوکیدار نے کہا چور نقاب پہن کر آئے اور میری موجودگی میں جلدی سے سامان لے گئے۔

قوم گفتندش کہ اے چوں تلِ ریگ[1] پس چہ میکردی چہ تو مُردہ ریگ
قوم نے اُس سے کہا، اے ریت کے ٹیلے جیسے! پھر تو کیا کر رہا تھا، تو کیسا ذلیل ہے

گفت من یک کس بُدم ایشاں گروہ باسلاح و باشجاعت با شکوہ
اس نے کہا، میں اکیلا تھا وہ گروہ تھا ہتھیار اور بہادری اور دبدبہ کے ساتھ

گفت اگر در جنگ کم بُودت اُمید نعرہ بایستی زدن کہ برجہید
کہا اگر تجھے لڑائی میں اُمید نہ تھی تجھے نعرہ مارنا چاہیے تھا کہ اُٹھو

گفت آں دم کارد بنمودند و تیغ کہ خمش ورنہ کشیمت بیدریغ
اس نے کہا، اس وقت انھوں نے چھری اور تلوار دکھائی کہ خاموش ورنہ ہم تجھے بیدریغ قتل کر دیں گے

آں زماں از ترس بستم من دہاں ایں زماں فریاد و ہیہائے و فغاں
اس وقت میں نے ڈر سے منہ بند کر لیا اب فریاد اور ہائے ہائے اور فغاں ہے

آں[2] زماں بست ایں دمم کہ دم زنم ایں زماں چندانکہ خواہی میکنم
اس وقت میرا یہ سانس رُک گیا، کہ دم ماروں اب جس قدر تو چاہے میں کروں گا

چونکہ عمرت بُرد دیوِ فاضحہ بے نمک باشد اعوذُ و فاتحہ
جب کہ رُسوا شیطان تیری عمر لے گیا تو اعوذ اور فاتحہ بے مزہ ہے

گرچہ باشد بے نمک اکنوں حنیں ہست غفلت بے نمک ترزاں یقیں
اگرچہ اب رونا بے مزہ ہے یقیناً غفلت اُس سے زیادہ بے مزہ ہے

ہم چناں[3] ہم بے نمک می نال نیز کہ ذلیلاں را نظر کُن اے عزیز
ایسے ہی بے مزہ رونا بھی رہ کہ اے عزیز! آپ ذلیلوں کی طرف نظر فرمائیں

قادری بیگاہ چہ بُود یا بگاہ از تو چیزے فوت کے شد اے اِلٰہ
تو قادر ہے، بے وقت اور باوقت کیا ہوتا ہے؟ اے خدا! تجھ سے کوئی چیز کب فوت ہوئی ہے؟

گفت لَا تَأْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ کے شود از قدرتش مطلوب گُم
اس نے فرمایا ہے "جوتم سے فوت ہو جائے اس پر غم نہ کرو" اُس کی قدرت سے مطلوب کب غائب ہوتا ہے

حوالہ کردنِ مرغ، گرفتاریِ خود را در دام، بفعل ومکروزرقِ زاہد وجواب گفتنِ زاہد مُرغ را

پرندکا جال میں اپنی گرفتاری کوزاہد کے فعل اور مکراور دھوکے سے وابستہ کرنا اور زاہد کا پرندکوجواب دینا

---

1. تلِ ریگ۔ ریت کا ٹیلہ یعنی بے حس۔ مردہ ریگ۔ مُردے کی میراث، ناچیز۔ گفت۔ چوکیدار نے جواب دیا کہ وہ بہت اور ہتھیار بند تھے میں اکیلا، نہتا تھا۔ نعرہ۔ قافلہ والوں نے کہا اگر اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا تو شور مچا دیتا۔ آں دم۔ چوکیدار نے کہا کہ انھوں نے تلوار دکھا کر مجھے چپ کر دیا تھا۔ آں زماں۔ اس وقت تو میں دم نہ مار سکتا تھا اب میں فریاد کر رہا ہوں۔

2. آں زماں۔ اس وقت میں دم نہیں مار سکتا تھا، اب تم جس قدر چاہو میں شور وغل مچا دوں۔ چونکہ۔ جس طرح قافلہ کے لٹ جانے کے بعد اس چوکیدار کا شور وغل بیکار تھا اسی طرح پوری عمر برباد کرنے کے بعد اعوذ اور فاتحہ پڑھنا بے فائدہ ہے۔ گرچہ۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ آخری عمر میں بھی توبہ غفلت سے بہتر ہے۔

3. ہم چناں۔ آخر عمر میں ہی آہ وزاری کرلے اور دربار خداوندی میں عرض کر کہ اے خدا تو قادر مطلق ہے میرے لیے وقت اور بے وقت کوئی چیز نہیں ہے۔ گفت۔ انسان کے اعتبار سے کسی کام کا وقت گذرتا ہے اور فوت ہو جاتا ہے خدا سے کوئی چیز فوت نہیں ہوتی اسی لیے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ جو تم سے فوت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو مجھ سے فوت ہو جائے۔

گفت[1] آں مُرغ ایں سزایِ آں بُوَد — کہ فسونِ زاہداں را بشنَوَد
پرند نے کہا، یہ اُس کی سزا ہے — جو زاہدوں کی مکاری کو سنے

گفت زاہد نے سزایِ آں نشاف — کہ خورد مالِ یتیماں از گزاف
زاہد نے کہا، نہیں (یہ) اُس دیوانگی کی سزا ہے — کہ بیہودگی سے یتیموں کا مال کھائے

بعد ازاں نوحہ گری آغاز کرد — کہ فخ و صیاد لرزاں شُد ز درد
اس کے بعد اُس نے ایسا رونا شروع کیا — کہ درد سے جال اور شکاری لرز گئے

کز تناقضہایِ دل پشتم شکست — برسرم جانا بیای مال دست
کہ دل کے متضاد خیالوں سے میری کمر ٹوٹ گئی — اے محبوب! آ میرے سر پر ہاتھ پھیر دے

زیر[2] دستِ تو سرم را راحتے ست — دست تو در شکر بخشی آیتے ست
آپ کے ہاتھ کے نیچے میرے سر کو راحت ہے — آپ کا ہاتھ شکر عطا کرنے میں دلیل ہے

سایۂ خود از سرِ من برمدار — بیقرارم بیقرارم بیقرار
میرے سر سے اپنا سایہ نہ ہٹایئے — میں بے قرار ہوں، میں بے قرار ہوں، بیقرار

خوابہا بیزار شُد از چشمِ من — درغمت اے رشکِ سرو و یاسمن
میری آنکھ سے نیندیں غائب ہو گئیں — آپ کے غم میں اے سرو اور یاسمین کے لیے (باعثِ) رشک

گر نیَم لائق چہ باشد گر دمے — ناسزائے را بپُرسی در غمے
اگر چہ میں نالائق ہوں، کیا ہو جائے گا اگر تھوڑی دیر کے لیے — کسی غم میں آپ کسی نالائق کی پرسش کر لیں گے

مر[3] عدم را خود چہ استحقاق بُود — کہ برُو لُطفت چنیں درہا کشُود
خود عدم کا کیا استحقاق تھا؟ — کہ آپ کی مہربانی نے اُس پر ایسے دروازے کھول دیے

خاکِ گرگیں را کرم آسیب کرد — دَہ گہر از نُورِ حسِ در جیب کرد
خارشی خاک کو کرم والا کر دیا — حس کے نود کے دس موتی جیب میں ڈال دیے

پنج حسِ ظاہر و پنج نہاں — کہ بشر شُد نُطفۂ مُردہ ازاں
پانچ ظاہری حس اور پانچ پوشیدہ — کہ مُردہ نطفہ اُن سے انسان بن گیا

توبہ بے توفیقت اے نورِ بلند — چیست جُز بر ریشِ توبہ ریشخند
اے بلند نور! آپ کی توفیق کے بغیر، توبہ — سوائے توبہ کا مذاق اُڑانے کے، کیا ہے؟

[1] گفت۔ پھنسنے کے بعد پرندنے کہا کہ جوزاہدوں کے مکر میں پھنس جائے اُسکی یہی سزا ہے جو مجھے ملی ہے۔ زاہد۔ زاہد نے کہا کہ اپنی سزا کو اپنے فعل سے وابستہ کر، تو نے یتیموں کا مال کھایا یہ اُسکی سزا ہے۔ نشاف۔ دیوانگی۔ بعدازاں۔ پھراس پرندنے اس سزا کو اپنے فعل کی سزا سمجھ کر اس دردناک طریقہ پر رونا شروع کردیا، جس سے شکاری اور جال لرز گیا۔ تناقضہای۔ انسان کے ذہن میں متضاد خیالات آتے رہتے ہیں کبھی گناہ کیطرف میلان ہوتا ہے کبھی اس سے نفرت ہو جاتی ہے۔

[2] زیردست۔ اب اُس پرندیعنی گناہوں میں مبتلا شخص نے یہ دُعا شروع کردی کہ اے خدا میرے سر پر دست کرم رکھ دے تیرے دست کرم کے نیچے میرے سر کو راحت ہے تیرا دستِ کرم مجھے نعمت بخشتا ہے اور شکر کی توفیق دیتا ہے۔ شکر بخشی۔ نعمت بخشی۔ سایہ۔ اے میرے خدا میرے سر پر اپنا سایہ نہ ہٹا میں بیقرار ہوں اور تیرے غم میں میری نیند اُڑ گئی ہے، میں اگر چہ نالائق ہوں لیکن ایک نالائق پر کرم کرنے سے تیرا کچھ نہیں بگڑتا ہے۔

[3] مرعدم۔ تو نے مجھے بغیر کسی استحقاق کے اپنے کرم سے پیدا کردیا۔ خاک گرگیں۔ خارشی مٹی، یعنی ذلیل مٹی۔ کرم آسیب۔ یعنی کرم کے اثر والا یعنی اُس نے مٹی کو حواس عطا کر دیے۔ دہ گہر۔ یعنی باطنی پانچ حواس اور ظاہری پانچ حواس۔ پنج۔ نطفہ ایک بے جان چیز ہے پھر اس میں دسوں حواس پیدا ہو جاتے ہیں۔ توبہ اگر توبہ میں توفیقِ الٰہی شامل نہ ہو تو اس توبہ کا بقا مشکل ہے اور پھر اُس توبہ کا مذاق اُڑتا ہے۔

سُلطانِ[1] توبہ بیک یک بر کنی — توبہ سایہ است و تو ماہِ روشنی

آپ توبہ کی ایک ایک مونچھ اُکھاڑ دیتے ہیں — توبہ سایہ ہے آپ روشنی کا چاند ہیں

اے ز تو ویراں دکان و منزلم — چوں ننالم چوں بیفشاری دلم

اے (محبوب)! آپ کیوجہ سے میری دکان اور منزل ویران ہے — میں کیوں نہ روؤں جبکہ آپ میرا دل بھینچ رہے ہیں؟

چونکہ بے تو نیست کارم را نظام — بے تو ہرگز کار کے گردد تمام

کیونکہ آپ کے بغیر میرا کام منظم نہیں ہے — آپ کے بغیر کام کب مکمل ہو گا؟

چوں گریزم زانکہ بے تو زندہ نیست — بے خداوندیت بُودِ بندہ نیست

میں کیسے بھاگوں، کیونکہ تیرے بغیر کوئی زندہ نہیں ہے — تیری آقائی کے بغیر، بندہ کا وجود نہیں ہے

جانِ من بستاں تو اے جاں را اصول — زانکہ بے تو گشتہ ام از جاں ملول

اے جانوں کی جڑ! تو میری جان لے لے — کیونکہ میں تیرے بغیر جان سے رنجیدہ ہوں

عاشقم[2] من بر فنِ دیوانگی — سیرم از فرہنگی و فرزانگی

میں دیوانگی کے ہنر پر عاشق ہوں — میرا عقلمندی اور فرزانگی سے پیٹ بھر چکا ہے

چوں بدرّد شرم گویم راز فاش — چند ازیں صبر و زحیر و ارتعاش

جب شرم چاک ہو گئی میں راز کو کھول کر کہوں گا — یہ صبر اور پیچ و تاب اور کپکپانا کب تک؟

درحیا پنہاں شُدم ہمچوں سجاف — ناگہاں بجہم ازیں زیرِ لحاف

میں حیا میں گوٹ کی طرح پوشیدہ رہا — اچانک اس لحاف کے نیچے سے کودوں گا

اے[3] رفیقاں راہہا را بست یار — آہوئے لنگیم و اُو شیرِ شکار

اے دوستو! دوست نے راستے بند کر دیے ہیں — ہم لنگڑے ہرن ہیں، وہ شکاری شیر ہے

جُز کہ تسلیم و رضا کو چارۂ — در کفِ شیرِ نرے خونخوارۂ

تسلیم اور رضا کے سوا کیا چارہ ہے؟ — خونخوار نر شیر کے پنجے میں

اُو ندارد خواب و خور چوں آفتاب — رُوحہا را می کند بیخورد و خواب

وہ سورج کی طرح سونا اور کھانا نہیں رکھتا — وہ روحوں کو بغیر کھانے اور نیند کے بناتا ہے

کہ بیا من باش یاہم خُوئے من — تابہ بینی در تجلّی رُوئے من

کہ آجا، میں بن جا، یا میرا ہم خصلت (بن جا) — تاکہ تو تجلی میں میرا رُخ دیکھ سکے

---

1. سُلطاں۔ تو توبہ کی مونچھیں اُکھاڑ دیتا ہے، توبہ ایک سایہ ہے اور تو چاند ہے، چاند کے سامنے سایہ کہاں باقی رہتا ہے۔ اے زتو۔ اے خدا تیری ہی قضا اور قدر کی وجہ سے میرے حواس اور دل تباہ ہیں۔ چونکہ۔ جب تک تو میرے اعمال کو منظم نہ کرے گا میرا کام ناقص رہے گا۔ چوں گریزم۔ بغیر خدا کی توفیق کے کام کا نظام درست ہونا تو درکنار، زندگی ہی ممکن نہیں ہے، خدا کی خدائی کے بغیر بندہ کا وجود ممکن نہیں ہے۔

2. عاشقم۔ شعر (در طاعتِ دیوانگاں زما مطلب۔ کہ شیخ مذہب ما عاقلی گنہ دانست) دیوانگی۔ یعنی حالت سُکر۔ فرزانگی۔ یعنی عقلِ معاشی۔ راز۔ یعنی تقدیر کا راز حالت صحو میں بیان نہیں کیا جا سکتا، عوام کے لیے مضر ہے حالتِ سُکر میں کہا جا سکتا ہے۔ زحیر۔ پیچش، ارتعاش، اضطراب، یہ کیفیتیں راز کے ضبط کرنے کی صورت میں پیدا ہوتی ہیں۔ درحیا۔ صحو کی حالت، راز بیان کرنے سے مانع ہے۔ لحاف۔ گوٹ جو لحاف کے استر اور ابرے کے درمیان دبی ہوئی ہوتی ہے۔

3. اے رفیقاں۔ وہ راز یہ ہے کہ قضا و قدر کی اور ہماری مثال یہ کہ لنگڑا ہرن ہو اور شیر شکاری ہو تو وہ کہاں بچ سکتا ہے۔ یہی حال ہمارا ہے کہ معاصی کی وجہ سے قضاد قدر نے ہمارا راستہ بند کر دیا ہے۔ جز۔ لنگڑے ہرن کے لیے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو شیر کے سپرد کر دے۔ اُو ندارد۔ وہ خود چونکہ کھانے پینے اور سونے سے بے نیاز ہے اسنے ہمیں بھی ایسا ہی بنا دیا ہے۔ کہ بیا۔ حضرت حق تعالیٰ انسان کو اپنے اخلاق والا بنانا چاہتا ہے تا کہ اس کو مشاہدہ حاصل ہو سکے۔

در ندیدی چوں چنیں شیدا شُدی — خاک بُودی طالبِ احیا شُدی

اگر تو نے نہیں دیکھا ہے تو ایسا عاشق کیوں بنا؟ — تو مٹی تھا، زندگی کا طالب بنا

گرزنا[1] بے سویت ندادست اُو علف — چشمِ جانت چوں بماندست آنطرف

اگر اُس نے لامکان سے تجھے خوراک نہیں دی ہے — تیری جان کی آنکھ اُس طرف کیوں لگی ہے؟

گُربہ بر سُوراخ زاں شُد مُعتکِف — کہ ازاں سُوراخ اُو شد مُعتلِف

بلی، سوراخ پر اس لیے بیٹھی ہے — کہ اُس سوراخ سے وہ غذا پانے والی بنی ہے

گُربۂ دیگر ہمی گردد بنام — کز شکارِ مُرغ یابید اُو طعام

دُوسری بلی کوٹھے پر چکر لگا رہی ہے — کیونکہ اُس نے پرند کے شکار سے غذا پائی ہے

آں یکے را قبلہ شُد جولاہگی — واں یکے حارس برائے جامگی

ایک کا قبلہ جولاہہ پن بنا — اور ایک تنخواہ کے لیے چوکیدار ہے

واں[2] یکے بیکار و رُو در لا مکاں — کہ ازاں سُو دادیش تو قُوتِ جاں

اور ایک بیکار ہے اور منہ لامکان کی طرف ہے — کیونکہ اُسی جانب سے آپ نے اسکو جانی روزی عطا کی ہے

کار آں دارد کہ حق را شُد مُرید — بہرِ کارے اُو ز ہر کارے بُرید

کام وہی رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرنے والا بنا — اُس نے ایک کام کے لیے ہر کام سے علیحدگی کر لی

دیگراں چوں کودکاں ایں روز چند — تا شبِ ترحال بازی می کُنند

دوسرے ان بچوں کی طرح یہ چند روز — سفر کی رات تک، کھیلتے رہے ہیں

خوابناکے کو ز یقظہ می جہد — دایۂ وسواسِ عشوش می دہد

وہ سویا ہوا جو بیداری کے ذریعہ اُٹھتا ہے — وسوسے کی دایہ اُس کو فریب دیتی ہے

روبخسپ[3] اے جاں کہ بگذاریم ما — کہ کسے از خواب بجہاند ترا

اے جان! جا، سو جا، ہم کسی کو موقع نہ دیں گے — کہ کوئی تجھے نیند سے اُٹھائے

ہم تو خود را برکنی از بیخ خواب — ہمچو تشنہ کہ شنود اُو بانگِ آب

تو خود ہی اپنے آپ کو نیند کی جڑ سے علیحدہ کر لے — اُس پیاسے کی طرح جو پانی کی آواز سُن لے

بانگِ آبم من بگوشِ تشنگاں — ہمچو باراں می رسم از آسماں

میں پیاسوں کے کان میں پانی کی آواز ہوں — بارش کی طرح آسمان سے پہنچ رہا ہوں

---

[1] گر۔ چونکہ روح لامکان سے غذا حاصل کرچکی ہے لہٰذا اُس کی نظریں اُدھر لگی ہوئی ہیں۔ گربہ۔ بلی کو جب کسی سوراخ سے غذا حاصل ہو جاتی ہے تو وہ وہاں ہی انتظار میں بیٹھی رہتی ہے۔ دیگر۔ کسی بلی نے اگر بالا خانہ پر شکار پکڑا ہے تو وہ وہاں کے چکر کاٹتی ہے۔ آں یکے۔ جس شخص کو جس پیشے سے فائدہ ہو چکا ہے وہ اس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جامگی۔ تنخواہ۔

[2] واں یکے۔ جن کو عالم بالا سے روحانی غذا حاصل ہوتی ہے انکی توجہ عالم بالا کی طرف رہتی ہے۔ کار۔ پہلے شعر میں چونکہ عالم بالا کی طرف متوجہ رہنے والوں کو بیکار کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ اصل کام انہی لوگوں کا ہے۔ دیگراں۔ دنیاداروں کی مثال اُن بچوں کی سی ہے جو کھیل کود میں وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ ترحال۔ سفر۔ خوابناکے۔ ان دنیاداروں میں سے جسکو ہوش بھی آتا ہے شیطان اسکو اسطرح تھپک کر دوبارہ غافل بنا دیتا ہے جسطرح دایہ بچہ کو تھپک کر سُلا دیتی ہے۔

[3] روبخسپ۔ وسوسہ کی دائی، شیطان اُس کو سلاتے ہوئے کہتا کہ آرام سے سورہ میں کسی کو موقع نہ دوں گا کہ تیرے آرام میں خلل انداز ہو۔ ہم تو خود۔ انسان کو چاہیے کہ غفلت کی نیند کے اسباب خود ختم کردے اور اس طرح بیدار رہے جس طرح کہ پیاسا پانی کی آواز سُن کر بیدار رہتا ہے۔ بانگ۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح پانی کی آواز جو آسمان سے نازل ہوتا ہے پیاسوں کی غفلت کو دور کرتی ہے میں بھی غافلوں کو اسی طرح بیدار کر رہا ہوں۔

برجہ[1] اے عاشق برآدر اضطراب ۔۔ بانگِ آب و تشنہ و آنگاہ خواب
اے عاشق! اُٹھ اور بے چین ہو جا ۔۔ پانی کی آواز ہو اور پیاسا اور پھر نیند

حکایتِ آں عاشقے کہ شب بیامد بر اُمیدِ وعدۂ معشوق بداں وثاقے کہ اشارت کردہ بُود و بعضے از شب منتظر بُود کہ خوابش بربود معشوق آمد اُو را خُفتہ یافت جیبش پُر جوز کرد و اُورا خُفتہ گذاشت و بازگشت و در بیانِ تحقیق ماہیتِ آں

اُس عاشق کی حکایت جو معشوق کے وعدے کی اُمید پر اُس حجرے میں پہنچا جس کا اُس نے اشارہ کیا تھا اور رات کے کچھ حصہ میں منتظر رہا پھر اُس کو نیند آ گئی معشوق آیا اُس کو سویا ہوا پایا اس کی جیب اخروٹوں سے بھر دی اور اس کو سوتا چھوڑ دیا اور واپس ہو گیا اور اس کی حقیقت کی تحقیق کے بیان میں

عاشقے بُودست در ایامِ پیش ۔۔ پاسبانِ عہد اندر عہدِ خویش
اگلے زمانہ میں ایک عاشق تھا ۔۔ اپنے زمانے میں عہد کا پابند

سالہا در بندِ وصلِ ماہ[2] خود ۔۔ شاہ مات و ماتِ شاہنشاہِ خود
سالوں اپنے چاند کے وصل کی فکر میں (تھا) ۔۔ عاشقوں کا شاہ اور اپنے شہنشاہ کا مقتول (تھا)

عاقبت جوئندہ یابندہ بُود ۔۔ کہ فرج از صبر زائندہ بُود
انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہے ۔۔ کیونکہ کشادگی صبر سے پیدا ہونے والی ہوتی ہے

گفت روزے یارِ اُو کامشب بیا ۔۔ کہ بہ پختم از پئے تو لوبیا
ایک دن اس کے معشوق نے اس سے کہا کہ آج رات آ جا ۔۔ کیونکہ میں نے تیرے لیے لوبیا پکایا ہے

در فلاں حجرہ نشیں تا نیم شب ۔۔ تا بیایم نیم شب من بے طلب
آدھی رات تک فلاں حجرے میں بیٹھ ۔۔ تاکہ میں بغیر بلائے آدھی رات کو آ جاؤں

مرد قرباں کرد و ناںہا بخش کرد ۔۔ چوں پدید آمد مہش از زیرِ گرد
مرد نے قربانی دی اور روٹیاں خیرات کیں ۔۔ جبکہ اُس کا چاند غبار میں سے رونما ہوا

شب دراں حجرہ نشست آں گرم وار ۔۔ بر اُمیدِ وعدۂ آں یارِ[3] غار
وہ گرم جوشی سے رات کو اُس حجرے میں بیٹھ گیا ۔۔ اُس مخلص دوست کے وعدے کی اُمید پر

منتظر بنشستہ خوابش در ربود ۔۔ اُو فتاد و گشت بیخود آں عنود
منتظر بیٹھا تھا اُس کو نیند آ گئی ۔۔ وہ سرکش گر پڑا اور غافل ہو گیا

---

[1] برجہ۔ سالک کو غفلت ترک کر کے مشاہدہ کے لیے مضطرب ہو جانا چاہیے ورنہ یہ طلب حقیقی نہ ہوگی اور یہ عاشق عشق کے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔ حکایت۔ اس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ اس عاشق کا حقیقی عشق نہ تھا اسی لیے وہ سو گیا، ورنہ عشق اور نیند میں ضد ہے۔ وثاق۔ حجرہ۔ جوز۔ اخروٹ۔ پاسبان۔ یعنی یہ عاشق اپنے زمانہ میں عشق کے عہد کا پابند سمجھا جاتا تھا۔

[2] ماہ۔ معشوق۔ شاہ مات۔ مات سے مقتول عاشق مراد ہے یعنی وہ عاشقوں کا بادشاہ تھا۔ کہ فرج۔ حدیث شریف ہے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ۔ لوبیا۔ ترکاری کا دانہ ہے جو پکا کر کھایا جاتا ہے۔ مرد۔ وصل کے مژدہ اور اُمید پر عاشق نے قربانی کی اور روٹیاں تقسیم کیں۔

[3] یارِ غار۔ حضرت ابوبکرؓ جو کہ ہجرت کیوقت آنحضورؐ کے ساتھ غارِ ثور میں رہے، مطلقاً پکا دوست۔ منتظر۔ اس عاشق نے ابتدائے شب میں معشوق کا انتظار کیا اور پھر سو گیا۔

ساعتے بیدار بُد خوابش گرفت عاشقِ دلدادہ را خواب اے شگفت

وہ دیر تک بیدار رہا، اُس کو نیند نے پکڑ لیا تعجب ہے، دلدادہ عاشق کو نیند؟

بعدِ نصف اللیل آمد یارِ اُو صادق الوعدانہ آں دلدارِ اُو

اس کا دوست آدھی رات کے بعد آیا وہ اُس کا معشوق، سچے وعدے والوں کی طرح

عاشقِ خود را فتادہ خُفتہ دید اندکے از آستینش اُو درید[1]

اپنے عاشق کو پڑا ہوا، سویا ہوا دیکھا تھوڑی سی اُس کی آستین پھاڑی

گردگانِ چندش اندر جیب کرد کہ تو طفلی گیر ایں می باز نرد

چند اخروٹ اس کی جیب میں ڈال دیے کہ تو بچہ ہے، یہ لے لے، کھیل

چوں سحر از خواب عاشق بر جہید آستین و گردگانہا را بدید

جب صبح کو عاشق نیند سے جاگا آستین اور اخروٹ دیکھے

گفت شاہِ ماہمہ صدق و وفاست آنچہ بر ما میرسد آں ہم زماست

بولا، ہمارا شاہ، مجسم سچائی اور وفا ہے جو کچھ ہم پر نازل ہوتا ہے، وہ ہماری جانب سے ہے

اے[2] دِل بے خواب مازیں ایمنیم چوں حَرَس برباِم چوبک میزنیم

اے بے خواب دل! ہم اس سے مطمئن ہیں ہم بالا خانے پر نگہبان کی طرح ڈنکا بجاتے ہیں

گردِگان مادریں مطحن شکست ہرچہ گویم از غمِ خود اندکست

ہمارے اخروٹ اس چکی میں پس گئے اپنے غم کے بارے میں جو کچھ کہوں، کم ہے

عاذلا چندیں صُداع و ماجرا پند کم دہ بعد ازیں دیوانہ را

اے ملامت گر! دردِ سر اور قصہ کب تک؟ اس کے بعد دیوانے کو نصیحت نہ کر

من[3] نخواہم عشوۂ ہجراں شُنُود آزمودم چند خواہم آزمُود

میں فراق کا فریب نہ سنوں گا میں نے آزما لیا، کتنا آزماؤں گا؟

ہرچہ غیرِ شورش و دیوانگی ست اندریں رہ دوری و بیگانگی ست

شورش اور دیوانگی کے علاوہ جو کچھ ہے اس راستہ میں دُوری اور بیگانگی ہے

ہیں بنہ برپایم آں زنجیر را کہ دریدم سلسلۂ تدبیر را

ہاں میرے پاؤں میں یہ زنجیر ڈال دے کیونکہ میں نے تدبیر کا سلسلہ توڑ دیا ہے

---

[1] درید۔ نشانی کے طور پر معشوق نے عاشق کی آستین پھاڑ دی۔ گردگان۔ بچوں کو اخروٹ دے کر بہلا دیا جاتا ہے معشوق نے اس عاشق کو طفلِ مکتب قرار دے کر اس کی جیب میں اخروٹ ڈال دیے۔ چوں سحر۔ جب صبح کو عاشق بیدار ہوا اور اُس نے اپنی آستین پھٹی ہوئی اور جیب میں اخروٹ دیکھے تو بولا کہ معشوق تو سچا ہے اور محرومی خود میری وجہ سے ہوئی۔

[2] اے۔ اب مولانا اپنے آپ کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ ہم اس خواب غفلت سے محفوظ ہیں اور چوکیدار کی طرح بالا خانہ پر بیٹھ کر نقارہ بجاتے ہیں اور ہم نے غفلت کے اسباب کو فنا کر دیا ہے۔ عاذلا۔ مولانا نے اپنے عشق کی کیفیت کا اظہار فرمایا ہے فرماتے ہیں ملامتگر ہم دیوانوں کو ملامت نہ کر اس سے دردِ سر پیدا ہوتا ہے۔

[3] من نخواہم۔ ملامت گر عموماً فراق سے ڈر کر عشق ترک کرنے کو کہتا ہے۔ آزمودم۔ میں ہجر کو آزما چکا ہوں وہ ہجر ہی نہیں ہے نیز اُس میں بھی میرے لیے لذت ہے۔ ہرچہ۔ راہِ عشق میں دیوانگی اور شورش کے سوا ہر چیز معشوق سے بیگانگی ہے۔ شعر (فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب۔ کہ حیف باشد ازو غیرِ اُو تمنائے) ہیں۔ اب میں دیوانگی اختیار کر چکا ہوں لہٰذا میں زنجیر کا مستحق ہوں۔

غیر[1] جعدِ آں نگارِ مُقبلم — گر دو صد زنجیر آری بگسلم
میرے اقبال مند معشوق کے گھنگرالے بالوں کے علاوہ — اگر تو دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

عشق و ناموس اے برادر راست نیست — بردرِ ناموس اے عاشق مایست
عشق اور آبرو، اے بھائی! مناسب نہیں ہے — اے عاشق! آبرو کے دروازے پر نہ ٹھہر

وقت آں آمد کہ من عُریاں شوم — نقش بگذارم سراسر جاں شوم
وہ وقت آ گیا کہ میں ننگا ہو جاؤں — نقش کو چھوڑ دوں، سراسر جان بن جاؤں

اے عدوِ شرم و اندیشہ بیا — کہ دریدم پردۂ شرم و حیا
اے فکر اور شرم کے دشمن! آ جا — کیونکہ میں نے شرم اور حیا کا پردہ چاک کر دیا ہے

اے[2] بہ بستہ خوابِ جاں از جادوئی — سخت دل یارا کہ در عالم توئی
اے وہ کہ تو نے جان کی نیند کو جادوگری سے روک دیا ہے — اے سخت دل دوست! کہ جہان میں تو ہی ہے

ہیں گلوئ صبر گیر و می فشار — تا خُنک گردد دلِ عشق اے سوار
ہاں صبر کا گلا پکڑ اور دبا دے — اے سوار! تاکہ عشق کا دل ٹھنڈا ہو جائے

تانسوزم کے خنک گردد دِلش — اے دل ما خاندان و منزلش
جب تک میں جل نہ جاؤں گا اس کا دل کب ٹھنڈا ہوگا؟ — اے وہ کہ جس کا خاندان اور مکان ہمارا دل ہے

خانۂ خود را ہمی سوزی بسُوز — کیست آنکس کہ بگوید لا یجُوز
تو اپنا گھر جلاتا ہے، جلا دے — وہ کون ہے جو کہے کہ جائز نہیں ہے؟

خوش بسُوز ایں خانہ را اے شیر مست — خانۂ عاشق چنیں اولیٰ ترست
اے مست شیر! اس گھر کو خوب جلا دے — عاشق کا گھر ایسا ہی بہتر ہے

بعد ازیں من سوز را قبلہ کنم — زانکہ شمعم من بسوزش روشنم
اس کے بعد میں سوزش کو قبلہ بناؤں گا — کیونکہ میں شمع ہوں، اس کے سُوز سے روشن ہوں

خواب[3] را بگذار امشب اے پدر — یک شبے در کوئ بے خواباں گذر
اے باوا! آج کی رات نیند کو ترک کر — ایک رات جاگنے والوں کے کوچہ میں گزر

بنگر آنہا را کہ مجنوں گشتہ اند — ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند
اُن کو دیکھ کہ وہ مجنون ہو گئے ہیں — پروانہ کی طرح اُس کے وصل سے مقتول ہوئے ہیں

بنگر ایں کشتیِ خلقاں غرقِ عشق — اژدہائے گشتہ گوئی حلقِ عشق
دیکھ مخلوق کی کشتی عشق میں غرق ہے — گویا کہ عشق کا حلق اژدہا بن گیا ہے

---

[1] غیر جعد۔ میں صرف محبوب کی زلف کی زنجیر کا قیدی بن سکتا ہوں اسکے علاوہ سب زنجیروں کو توڑ ڈالوں گا۔ عشق۔ عشق کے ساتھ رسوائی اور ذلت ہی جمع ہو سکتی ہے، عاشق آبرو سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ وقت۔ اب مجھے جسمانی صفات سے عریاں ہو کر سراسر جان بن جانا چاہیے۔ عدو شرم۔ یعنی محبوب، عشق میں شرم و حیا وصل سے مانع ہے۔

[2] اے بہ بستہ۔ عشق کا عجب جادو ہے کہ اُس نے نیند کو آنکھوں سے روک دیا ہے۔ سخت دل۔ مولانا نے غلبہ حال میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ ہیں۔ عشق جب خوش ہوتا ہے جبکہ عاشق کا صبرو قرار فنا ہو جائے۔ تانسوزم۔ جب تک میں عشق کی آگ سے جل کر خاک نہ ہو جاؤں گا وہ محبوب خاموش نہ ہوگا، میرا دل ہی اُس کا خاندان اور مکان ہے وہ اسی کو اگر پھونکنا چاہتا ہے پھونک دے اس کو برا کہنے والا کون ہے؟ خوش بسُوز۔ عاشق کے دل کو پھونک ڈال وہ اسی قابل ہے، دل کے جلنے سے جو اس میں سوزش ہوگی وہی میرا مقصود ہے شمع سوزش ہی سے روشن رہتی ہے۔

[3] خواب۔ اگر انسان عشق سے خالی ہے تو اسکو عاشقوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ بنگر۔ عاشقوں کو دیکھ لے کہ وہ مجنون بنے ہوئے ہیں اور وصل کی خاطر پروانہ کی طرح قربان ہو رہے ہیں۔ کشتی۔ ان عاشقوں کی کشتی کو دیکھ، دریائے عشق میں کس طرح ڈوب رہی ہے گویا عشق ایک اژدہا ہے، جس کا حلق سب کو نگل گیا ہے۔

اژدہائے[1] ناپدید دلرُبا — عقلِ ہمچو کوہ را اُو کہربا
غیر محسوس اژدہا، دل کو چھیننے والا — وہ پہاڑ جیسی عقل کے لیے کہربا ہے

عقلِ ہر عطار کاگہ شُد ازُو — طبلہا را ریخت اندر آبِ جُو
جس عطار کی عقل اُس سے واقف ہو گئی — اُس نے ڈبّے، نہر کے پانی میں بہا دیے

رو کزیں جُو بر نیائی تا ابد — لَمْ یَکُنْ حَقًّا لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ
جا تو اُس نہر سے قیامت تک باہر نہ آئے گا — یقیناً اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے

اے مُزَوِّر چشم بکشاوَ ببیں — چند گوئی می ندانم آن و ایں
اے مکار! آنکھ کھول اور دیکھ — تو کہاں تک کہے گا، میں اس کو اور اس کو نہیں جانتا

از وبایِ زرق و محرومی برآ — در جہانِ حَیّ و قیّومی درآ
مکر اور محرومی کے مرض سے باہر آ جا — حیّ و قیوم والے جہاں میں آ جا

تا نمی بینم ہمی بینم شود — ویں ندانمہات میدانم شود
تاکہ "میں نہیں دیکھتا ہوں" دیکھتا ہوں بن جائے — اور یہ "سب میں نہیں جانتا ہوں" جانتا ہوں بن جائیں

بگذر[2] از مستی و مستی بخش باش — زیں تلوُّن نقل کُن در استواش
مستی سے گذر جا اور مستی بخشنے والا بن جا — اس تلوُّن سے اُس کی استقامت میں منتقل ہو جا

چند نازی تو بدیں مستیِ پست — برسرِ ہر کویِ چنداں مست ہست
تو اس پست مستی پر کتنا ناز کرے گا — ہر کوچہ کے سرے پر ایسے مست بہت ہیں

گر دو عالم پُر شود سرمستِ یار — جُملہ یک باشند و آں یک نیست خوار
اگر یار کے سرمستوں سے دنیا بھر جائے — سب ایک ہوں گے اور وہ ایک ذلیل نہیں ہے

ایں[3] زبسیاری نیابد خواریے — خوار کہ بُوَد تن پرستے ناریے
یہ کثرت سے ذلیل نہیں ہوتا ہے — ذلیل کون ہوتا ہے؟ تن پرست، دوزخی

گر جہاں پُرشُد ز تابِ نورِ مہ — کے کساد آید بر صاحب دُوکہ
اگر چاند کے نُور کی چمک سے تمام جہان بھر جائے — عاشق کے لیے اُس میں کب کھوٹ آتا ہے؟

گر جہاں پُر شد ز نورِ آفتاب — کے بُود خوار آں تفِ خوش التہاب
اگر تمام جہان سورج کے نور سے بھر جائے — وہ بخوبی بھڑکنے والی روشنی کب ذلیل ہو گی؟

[1] اژدہای۔ عشق ایک ایسا اژدہا ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا ہے لیکن دل کو نگل جاتا ہے اور پہاڑ جیسی عقل کو بھی مغلوب کر دیتا ہے۔ عقل۔ عقل جب عشق سے باخبر ہو جاتی ہے اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہے۔ رو۔ سب کچھ قربان کرتے ہوئے عقل کہتی ہے کہ اب یہ چیزیں اُس محبوب پر قربان ہیں جو بے نظیر ہے لہٰذا ان چیزوں کی واپسی کی کبھی خواہش نہ ہوگی۔ اے مزوِّر۔ مکار، عاشق کے احوال سے قصداً آنکھیں بند کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ان احوال کو نہیں دیکھتا ہوں وہ محروم ہے اگر وہ عشق کے میدان میں آ جائے تو اس کو سب احوال نظر آنے لگیں جن احوال کے بارے میں وہ کہتا تھا "میں نہیں دیکھتا ہوں" اُن کے بارے میں کہنے لگے گا کہ "میں دیکھتا ہوں"۔

[2] بگذر۔ عقل کی مستی سے گذر کر عشق کی مستی تقسیم کرنے والا بن جا۔ تلوّن۔ مختلف رنگ بدلنا۔ چند نازی۔ عقل کے مست تو بہت ہیں جو مارے مارے پھرتے ہیں۔ گر دو عالم۔ اللہ کے مستوں سے اگر دونوں عالم بھی بھر جائیں تو یہ ان کی ذلت کا سبب نہ ہوگا کیونکہ وہ سب مل کر ایک ہیں۔

[3] ایں زبسیاری۔ علاوہ ازیں محض کثرت ذلت کا سبب نہیں ہے ذلیل تو تن پرست اور جہنمی ہوتا ہے۔ گر جہاں۔ چاند کی چاندنی سے سارا عالم بھی پُر ہو جائے تو اُس میں کوئی کھوٹ نہیں آتا ہے، اسی طرح سورج کی روشنی سے سارا عالم پر ہو تو سورج کی روشنی بے قدر نہیں ہوتی۔

لیک[1] بااین جُملہ بالا تر خرام | چونکہ ارض اللہ واسع بُود و رام
لیکن اس سب کے ہوتے ہوئے، اوپر چل | جبکہ اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع اور تابع ہے

گرچہ ایں مستی چوبازِ اشہب ست | برتر از وے در زمینِ قُدس ہست
اگرچہ یہ مستی بھونسلے باز کی طرح ہے | قدس کی سرزمین میں اس سے بھی بہتر مقام ہے

مست ز ابرار، و مُقرّب زوبہ است | بر مُقرّب شیرِ اُو چوں روبہ است
مست ابرار میں سے ہے، اور مقرب اس سے بہتر ہے | مقرب کے نزدیک اُس کا شیر، لومڑی کی طرح ہے

رو، سرافیلے شو اندر امتیاز | در دمندہ رُوح و مست و مست ساز
جا، امتیاز کرنے میں اسرافیلؑ بن جا | رُوح کا پھونکنے والا اور مست اور مست بنانے والا

مست[2] را چوں دل مزاح اندیشہ شُد | ایں ندانم واں ندانم پیشہ شُد
مست کا دل چونکہ مذاق سوچنے والا بن گیا | میں یہ نہیں جانتا اور وہ نہیں جانتا اس کا پیشہ بن گیا

ایں ندانم واں ندانم بہرِ چیست | تا بگوئی آنکہ میدانم کیست
میں اسکونہیں جانتا اور میں اسکونہیں جانتا کس لیے ہے؟ | تاکہ تو کہے کہ جس کو میں جانتا ہوں وہ کون ہے؟

نفی[3] بہرِ ثبت باشد در سخن | نفی بگذار و ز ثبت آغاز کن
بات میں نفی، اثبات کے لیے ہوتی ہے | نفی کو چھوڑ دے اور اثبات سے ابتدا کر

نیست این و نیست آں ہیں واگذار | آنکہ آں ہست ست آں را پیش آر
خبردار! یہ نہیں ہے اور وہ نہیں ہے کو چھوڑ دے | جو کہ موجود ہے اُس کو سامنے لا

نفی بگذار و ہماں مستی طلب | تُرک و مطرب را بگو احوالِ شب
نفی کو چھوڑ دے اور وہی مستی طلب کر | تُرک اور مطرب کے رات کے احوال سُنا

نفی بگذار و ہماں ہستی پرست | ایں بیاموز اے پدر زاں تُرک مست
نفی کو چھوڑ اور اُس ہستی کو پوج | اے باوا! یہ اُس ترک مست سے سیکھ لے

استدعایِ امیرِ تُرکِ مخمور مُطرب را بوقت صبُوح و تفسیر ایں حدیث کہ

ایک مخمور ترک امیر کا گویّے سے صبح کی شراب کے وقت فرمائش کرنا اور اس حدیث کی تفسیر

اِنَّ لِلّٰہِ شَرَابًا اُعِدَّ لِاَوْلِیَآئِہٖ اِذَا شَرِبُوْا

کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شراب ہے جو اُس کے دوستوں کے لیے تیار کی گئی ہے

سَکَرُوْا وَاِذَا سَکَرُوْا طَابُوْا اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ

وہ جب اُس کو پیتے ہیں مست ہو جاتے ہیں اور جب مست ہو جاتے ہیں پاکیزہ بن جاتے ہیں

---

1. لیک بااین۔ مستی اور سُکر کی ان فضیلتوں کے باوجود سالک کو اُس سے اعلیٰ مقام صحو حاصل کرنا چاہیے۔ گرچہ۔ مستی اور سُکر بھی اگرچہ قیمتی چیز ہے لیکن میدانِ سلوک میں اُس سے بھی بہتر مقام ہے اور وہ "صحو" ہے۔ مست۔ سُکر کا مقام ابرار کا ہے اور صحو کا مقام مقربین کا ہے ادنیٰ رتبہ کا مقرب اعلیٰ درجہ کے ابرار سے افضل ہے۔ رو۔ حضرت اسرافیلؑ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے صُور پھونکیں گے تو مُردے زندہ ہو جائیں گے جو سالک مقامِ صحو میں ہوتا وہ بھی حضرت حق تعالیٰ سے فیض حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو فیض پہنچاتا ہے۔
2. مست۔ سُکر کی حالت حیرت کی حالت ہوتی ہے اُس میں وہ بے اصل باتیں کرتا ہے اور ہر معاملہ میں لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔ ایں ندانم۔ سُکر کی حالت میں جو لاعلمی کا اظہار ہے اُس سے مقصود اُس ذات کی طرف اشارہ ہے جس کو جانتا ہے۔
3. نفی۔ انکار کسی چیز کے اقرار کی تمہید ہوتی ہے لہٰذا تمہید کو چھوڑ کر مقصود پر آ جاؤ "لا الٰہ" میں نفی "الا اللہ" کے اثبات کے لیے ہے تو الا اللہ پر پہنچ جانا چاہیے، "نیست" کو چھوڑ کر "ہست" کی جستجو کرنی چاہیے جس طرح مست ترک اور مطرب کے قصہ میں مذکور ہے۔ مطرب۔ گویا۔ صبوح۔ صبح کی شراب۔

مے در خُمِ اسرار ازاں میجوشد — تاہر کہ مجرّد ست ازاں می نوشد

اسرار کے خم میں شراب اس لیے جوش مارتی ہے — تاکہ جو مجرّد ہے وہ اسے پیئے

قال اللّٰہ تعالیٰ انَّ الا برارَ یشربُونَ (الآیہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ابرار پئیں گے

ایں مے کہ تو میخوری حرام ست ما مے نخوریم جز حلالے

یہ شراب جو تو پیتا ہے حرام ہے ہم جائز شراب کے سوا نہیں پیتے ہیں

جہد کن تاز نیست ہست شوی وز شرابِ خدای مست شوی

کوشش کر تاکہ تو نیست سے ہست بن جائے اور خدا کی شراب سے مست بن جائے

اعجمی[1] ترکے سحر آگاہ شُد — وز خُمارِ خمر، مُطرب خواہ شُد

ایک عجمی ترک صبح کو بیدار ہوا — اور شراب کے خمار کی وجہ سے گویئے کا خواہش مند ہوا

مُطربِ جاں مُونسِ مستاں بُود — نُقل و قُوت و قُوتِ مست آں بُود

روحانی گویا مستوں کا دوست ہوتا ہے — چبینا اور روزی اور مست کی طاقت، وہ ہوتا ہے

مُطربِ ایشاں را سُوئے مستی کشد — باز مستی ازدمِ مطرب چشد

گویا اُن کو مستی کی جانب کھینچتا ہے — پھر مستی گویئے کے کلام سے غذا حاصل کر لیتی ہے

آں[2] شرابِ حق بداں مُطرب برد — ویں شرابِ تن ازیں مُطرِب چرد

خدائی شراب اس مطرب کی طرف لے جاتی ہے — اور یہ جسمانی شراب اس گویے سے غذا حاصل کرتی ہے

ہر دو گریک نام دارد در سخن — لیکن فرقست زیں حَسن تا آں حَسن

اگرچہ لفظوں میں دونوں ایک ہی نام رکھتے ہیں — لیکن اس حسن سے اُس حسن تک فرق ہے

اشتباہے ہست لفظی در بیاں — لیک خود کو، آسماں گوریسماں

بیان کرنے میں لفظی مشابہت ہے — لیکن خود آسمان کہاں ریسمان کہاں؟

اِشتراکِ لفظ دائم رہزن ست — اشتراکِ گبر و مومن در تن ست

لفظی شرکت، ہمیشہ رہزن ہے — مومن اور کافر کا، اشتراک جسم میں ہے

جسمہا[3] چوں کوزہائے بستہ سَر — تاکہ در ہر کوز چہ بُود آں نگر

جسم منہ بندھے ہوئے پیالوں کی طرح ہیں — ہر کوزے میں کیا ہے، اُس کو دیکھ

کوزۂ آں تن پُر از آبِ حیات — کوزۂ ایں تن پُر از زہرِ ممات

اس جسم کا پیالہ آبِ حیات سے بھرا ہوا ہے — اس جسم کا پیالہ موت کے زہر سے بھرا ہوا ہے

---

1. اعجمی۔ ایک تُرک سردار جب صبح کو بیدار ہوا تو اس پر خُمار کی کیفیت طاری تھی اس نے گویئے کو طلب کیا۔ مطرب۔ گویا، یہاں شیخ مراد ہے۔ مستاں۔ یعنی سُکر کی کیفیت میں مبتلا۔ سوئے مستی۔ شیخ کی توجہ ان کے لیے مزید سُکر کا سبب بنتی ہے۔

2. آں شراب۔ یعنی سُکر کی کیفیت شیخ کی طرف متوجہ کرتی ہے اور شراب قوال کی جانب کھینچتی ہے۔ ہردو۔ یہاں ہم نے مُطرب شیخ اور گویئے دونوں کے لیے کہا ہے۔ زیں حسن۔ پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ ایک بادشاہ کے دو وزیر حسن نامی تھے لیکن ان دونوں میں بہت فرق تھا۔ اشتباہے۔ ان دونوں میں محض لفظی مشابہت ہے لیکن آسمان اور ریسمان کی طرح دونوں میں بہت فرق ہے۔ رہزن۔ لفظی اشتراک لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے۔ گبر و مومن۔ مومن اور کافر میں بھی جسم یکساں ہے۔

3. جسمہا۔ محض جسم کو نہ دیکھنا چاہیے اس کی اندرونی حالت پیشِ نظر رہنی چاہیے۔ کوزۂ آں تن۔ یعنی مومن کا جسم ایمان سے لبریز ہے جو آبِ حیات ہے اور کافر کا جسم کفر سے بھرا ہوا ہے جو زہر ہے اب اگر دونوں کے باطن پر نظر رکھو گے تو تم شاہ ہو ورنہ گمراہ ہو۔

گر بمظروفش نظر داری شہی — ور بظرفش بنگری تُو گمرہی

اگر تو برتن کی چیز کی طرف نظر رکھے تو شاہ ہے — اور اگر تو برتن پر نظر کرے تو گمراہ ہے

لفظ[1] را مانندۂ ایں جسم داں — معنیش را در دروں مانندِ جاں

لفظوں کو اس جسم کی طرح سمجھ — اُن کے معانی اُن میں جان کی طرح ہیں

دیدۂ تن دائماً تن بیں بُود — دیدۂ جاں جانِ پُر فن بیں بُود

جسم کی آنکھ، ہمیشہ جسم کو دیکھنے والی ہوتی ہے — رُوح کی آنکھ، ہنرمند روح کو دیکھنے والی ہوتی ہے

پس زنقشِ لفظہائے مثنوی — صورتش ضال ست و ہادی معنوی

مثنوی کے الفاظ کے نقوش — انکی صورت گمراہ کرنیوالی اور معنی کے اعتبار سے ہدایت کرنیوالی ہے

در نُبے فرمُود کایں قرآں زدل — ہادیِ بعضے و بعضے را مُضل

قرآن میں فرمایا ہے، کہ یہ قرآن دل کے اعتبار سے — بعض کو ہدایت دینے والا اور بعض کو گمراہ کرنے والا ہے

اللہ اللہ، چونکہ عارف گفت مے — پیشِ عارف کے بُود معدُوم شے

توبہ توبہ، جب عارف شراب کہے — عارف کی نظر میں معدوم، شئے کب ہوتا ہے؟

فہمِ[2] تو چوں بادۂ شیطاں بُود — کے تُرا وہمِ مئے رحماں بُود

تیری عقل میں جبکہ شیطانی شراب ہو — تجھے رحمانی شراب کا خیال کب آتا ہے؟

ایں دو انبازند مُطرِب باشراب — ایں بداں و آں بدیں آرد شتاب

قوال اور شراب یہ دونوں ساتھی ہیں — یہ اُس تک وہ اس تک جلد پہنچا دیتا ہے

پُر خماراں از دمِ مُطرب چرند — مُطرباں شاں سُوئے میخانہ برند

پُرخمار، قوال کے گانے سے غذا حاصل کرتے ہیں — قوال اُن کو میخانہ کی جانب لے جاتے ہیں

آں سرِ میدان و ایں پایانِ اُوست — دل شُدہ چوں گوئے در چوگانِ اوست

وہ میدان کی ابتدا ہے اور یہ اُس کی انتہا — برباد دل، اُس کے بلے میں گیند کی طرح ہے

درسر[3] آنچہ ہست گوش آنجا رود — در سَرار صفراست آں سودا شود

دماغ میں جو ہے کان اُس کی طرف جاتا ہے — اگر دماغ میں صفرا ہے، وہ سودا بن جاتا ہے

بعد ازاں ایں دوبہ بیہوشی روند — والد و مولود آنجا یک شوند

اس کے بعد یہ دونوں بیہوشی کی طرف جاتے ہیں — سبب اور نتیجہ، اس جگہ ایک ہو جاتے ہیں

---

1. لفظ۔ الفاظ کو بمنزلہ جسم اور معانی کو بمنزلہ روح کے سمجھو۔ دیدۂ۔ جسمانی آنکھ جسم کو دیکھتی ہے رُوحانی آنکھ رُوح کو دیکھتی ہے۔ پس۔ مثنوی کا بھی یہی حال ہے کہ جو شخص اس کی حکایتوں کے محض لفظوں کو دیکھے گا وہ اس سے بدعقیدہ ہو جائے گا اور جو حکایتوں کے معانی اور مقاصد پر غور کرے گا وہ اس سے مستفید ہوگا۔ در نُبے۔ قرآن میں خود قرآن کے بارے میں یہی فرمایا گیا ہے۔ مے۔ جب کوئی عارف لفظ شراب بولتا ہے تو اس سے یہ حقیر اور ظاہری شراب مراد نہیں ہوتی بلکہ شرابِ معرفت مراد ہوتی ہے۔

2. فہمِ تو۔ جو شخص محض دنیاوی شراب کو جانتا ہے وہ شراب کے لفظ سے شرابِ محبت کب سمجھ سکتا ہے۔ ایں دو۔ شراب اور گانا دونوں اس بارے میں یکساں ہیں کہ ان میں ہر ایک دوسرے تک پہنچا دیتا ہے۔ پُرخمار۔ مخمور، گویے سے غذا حاصل کرتا ہے گویا اُس کو شراب خانہ تک لے جاتا ہے۔ آں سرِ میداں۔ میدانِ عشق کی ابتدا گانا ہے اور اس کی انتہا شراب ہے، دل گویے کے قابو میں ہوتا ہے۔

3. درسر۔ انسان کے دماغ میں جو خیال ہوتا ہے وہ لفظوں کو اُسی طرف لے جاتا ہے اگر دماغ میں تھوڑی سی صحیح بات ہوتی ہے تو وہ ان الفاظ کے غلطی سے بدل جاتی ہے۔ بعد ازاں۔ اگر سر میں صفرا ہے اور سودا کے غلبہ سے سودا بن گیا ہے تو سودا اور صفرا دونوں بیہوشی کا سبب بن جائیں گے اور پھر سبب اور مُسبب ایک سی تاثیر کریں گے۔

چونکہ[1] کردند آشتی شادی و دَرد — مُطرباں را تُرکِ ما بیدار کرد
جب خوشی اور درد باہم مل گئے — ہمارے ترک نے قوالوں کو بیدار کیا

مُطرب آغازید بیتے خوابناک — کہ اَئتِنی الْکَأسَ یَامَن لّا اَرَاك
قوال نے ایک مست شعر شروع کیا — کہ اے وہ! کہ میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں مجھے پیالہ عطا کر

اَنتَ وَجْہِیْ لَا عَجَبْ اَن لّا اَرَاہ — غَایَۃُ الْقُرْبِ حِجَابٌ وَاشْتِبَاہ
تو میرا چہرہ ہے، کوئی تعجب نہیں اگر میں اس کو نہیں دیکھتا — انتہائی قُرب، پردہ اور اشتباہ ہے

اَنْتَ[2] عَقْلِی لَا عَجَبْ اِنْ لَّم اَرَاكَ — مِن وُّفُوْرِ الْاِلْتِبَاسِ الْمُشْتَبَکْ
تو میری عقل ہے کوئی تعجب نہیں اگر میں تجھے نہیں دیکھتا — یہ پیچ در پیچ التباس کی زیادتی کی وجہ سے ہے

حَیْثُ اَقْرَبْ اَنْتَ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد — لَم اَقُلْ یَا یَانِدَآءٌ لِّلْبَعِیْد
چونکہ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے — میں نے لفظ یا نہیں کہا یا دور کے پکارنے کے لیے ہے

بَلْ اُغَالِطُھُمْ اُنَادِیْ فِی الْقِفَار — کَی لَاکْتُم مَن مَّعِیْ مِمَّنْ اَغَار
بلکہ میں ان کو مغالطہ دے رہا ہوں ویرانوں میں پکارتا ہوں — تاکہ اپنے ساتھی کو اُن لوگوں سے چھپاؤں جس سے مجھے غیرت آتی ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز — بشنو اکنوں نکتۂ صاحب تمیز
اے عزیز! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اب ایک صاحب تمیز کا نکتہ سن لے

آمدنِ ضریر[3] در خانۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم و گریختنِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از پیشِ ضریر و گفتنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کہ چہ می گریزی کہ اُو تُرا نمی بیند و جواب دادنِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم را

نابینا کا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنا اور نابینا کے سامنے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھاگنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ کیوں بھاگتی ہے؟ وہ تجھے نہیں دیکھتا ہے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دینا

اندر آمد پیشِ پیغمبرؐ ضریر — کاے نوا بخشِ تنورِ ہر خمیر
نابینا پیغمبرؐ کے سامنے اندر آیا — کہ اے تنور کے ہر قسم کے خمیر سے توشہ بخشنے والے

---

[1] چونکہ۔ جب اُس تُرک نے گانے کی خوشی اور خُمار کی تکلیف محسوس کی تو اُس نے گویوں کو بیدار کر دیا اور گویوں نے یہ اشعار گانے شروع کر دیے۔ کاس۔ پیالہ۔ انت۔ انسان باوجود قرب کے اپنے چہرے کو خود نہیں دیکھتا ہے انتہائی قرب اشتباہ کا سبب ہو جاتا ہے۔

[2] انت عقلی۔ انسان کی عقل انسان سے کس قدر قریب ہے لیکن وہ اُس کو بھی نہیں دیکھتا ہے۔ یا۔ یا حرفِ ندا، دور سے اُس شخص کو پکارا جاتا ہے جو دور ہوتا ہے۔ میں تجھے اس لفظ سے اس لیے پکارتا ہوں تاکہ رقیب یہ نہ سمجھ سکیں کہ تو مجھ سے قریب ہے۔

[3] ضریر۔ نابینا۔ کاے۔ آنحضورؐ ہر شخص کو اس کے مناسب غذا عنایت فرماتے ہیں۔

اے تو میرِ آب، من مستسقیم[1] — مستغاث المستغاث اے ساقیم

اے آپ پانی کے مالک ہیں اور میں پانی مانگنے والا ہوں — اے میرے ساقی! فریاد ہے، فریاد

چوں در آمد آں ضریر از در شتاب — عائشہؓ بگریخت بہرِ احتجاب

جب وہ نابینا دروازے سے آیا، جلد — پردہ کرنے کے لیے عائشہؓ بھاگیں

زانکہ واقف بُود آں خاتونِ پاک — از غیوری رسولِؐ رشک ناک

کیونکہ وہ پاک بی بی واقف تھیں — غیور رسولؐ کی غیوری سے

ہر کہ زیبا تر بُود رشکش فزوں — زانکہ رشک از ناز خیزد یا بنوں

جو زیادہ حسین ہوتا ہے، اس میں غیرت زیادہ ہوتی ہے — کیونکہ اے فرزند! غیرت ناز سے پیدا ہوتی ہے

گندہ پیراں شُوی را قُما دہند — چونکہ از زشتی و پیری آگہ اند

بوڑھیاں، شوہر کو لونڈی دے دیتی ہیں — کیونکہ بھدے پن اور بڑھاپے سے باخبر ہیں

چوں جمالِ احمدیؐ در ہر دو کون — کے بُدست اے فرِ یزدانیش عون

احمدیؐ حسن کی طرح دونوں جہانوں میں — کب ہوا ہے؟ اے مخاطب اللہ کا نور اُن کا مددگار

ناز ہایِ ہر دو کون اُو را رسد — غیرت آں خورشید صد تو را رسد

دونوں جہانوں کے نازوں کا اُن کو حق ہے — غیرت کرنا اُس سو درجہ کے سورج کا حق ہے

کاندر[2] افگندم بکیواں گویِ را — در کشید اے اختراں ہی رویِ را

کہ میں نے زُحل پر گیند پھینکی ہے — خبردار! اے ستارو اپنا منہ چھپا لو

در شعاعِ بے نظیرم لا شوید — ورنہ پیشِ نورِ من رُسوا شوید

میری بے مثال شعاع میں معدوم ہو جاؤ — ورنہ میرے نور کے سامنے رُسوا ہو جاؤ گے

از[3] کرمِ من ہر شبے غایب شوم — کے رَوَم اِلاّ نمایم کہ روم

کرم کی وجہ سے میں ہر رات کو غائب ہو جاتا ہوں — میں کب جاتا ہوں، ہاں دکھاتا ہوں کہ میں جا رہا ہوں

تا شمابے من شبے خُفاش وار — پر زناں گردید گردِ ایں مَطار

تا کہ تم میرے بغیر چمگادڑ کی طرح رات میں — اس فضا کے گرد چکر لگا لو

ہمچو طاؤساں پَرے عرضہ کنید — باز مست و سر خوش و مُعجب شوید

موروں کی طرح پر دکھاؤ — پھر مست اور سر خوش اور خود پسند ہو لو

بنگرید آں پایِ زشت از امتیاز — ہمچو چارق کو بود شمعِ ایاز

امتیاز کے لیے، بھدے پاؤں کو دیکھ لو — چپل کی طرح جو ایاز کی شمع تھی

---

1. مستسقیم۔ میں پانی مانگنے والا ہوں۔ احتجاب۔ پردہ کرنا۔ ہرکہ۔ جو شخص زیادہ حسین ہوتا ہے اس میں رشک کا مادہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ رشک، ناز کی پیداوار ہے اور ناز زیادہ حسین میں زیادہ ہوتا ہے۔ گندہ پیر۔ جب بیوی خود بوڑھی ہو جائے تو اُس میں نہ ناز رہتا ہے نہ رشک وہ خود شوہر کو باندی مہیا کر دیتی ہے تا کہ اس سے ہم صحبت ہو سکے۔ چوں۔ جبکہ آنحضورؐ حسن میں بڑھ چڑھ کر تھے اور نور خداوندی اُن کا مددگار تھا تو آپ میں ناز بھی بڑھا ہوا تھا اور رشک بھی۔ قما۔ ترکی لفظ ہے، لونڈی۔
2. کاندر۔ آنحضورؐ کو اپنے حسن و جمال کی بنیاد پر یہ کہنے کا حق ہے کہ میں نے اپنے حسن کے دعوے کی گیند زُحل پر پھینک دی ہے لہٰذا اب کسی حسین کو حسن کی نمائش کا حق نہیں ہے۔ در شعاع۔ اب جس قدر حسین ہیں وہ اپنے حسن کو میرے حسن میں گم کر دیں ورنہ رسوا ہو جائیں گے۔
3. ازکرم۔ میں کبھی بظاہر روپوش ہو جاتا ہوں تا کہ دوسرے حسین اپنے حسن کا مظاہرہ کر سکیں، سورج اگرچہ دنیا سے غائب نہیں ہوتا کچھ سمتوں سے اُس کی روپوشی ہو جاتی ہے تا کہ چمگادڑیں کچھ اُڑ لیں۔ مطار۔ اُڑنے کی جگہ۔ مست۔ نشہ کے چار مرتبے ہیں سرخوش، تر دماغ، شیر مست، خراب۔ بنگرید۔ مشہور ہے کہ مور پروں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور ناچتا ہے اور پاؤں چونکہ بھدے ہیں ان کو دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہے انسان کو بھی چاہیے کہ جب اس میں تکبر کی کیفیت پیدا ہو اپنی برائیوں پر نظر کرے جس طرح ایاز نے اپنے تکبر کے علاج کے لیے اپنی چپل کو محفوظ کر رکھا تھا۔

رُونمایم صبحِ بہرِ گوشمال | تا نگردید از منی ز اہلِ شمال
تنبیہ کے لیے میں صبح کو رُونمائی کرتا ہوں | تاکہ تم خودی کی وجہ سے بائیں ہاتھ میں سے نہ بن جاؤ

ترکِ آں کُن کہ در از ست ایں سخن | نہی کردست از درازی امر کُن
اُس کو چھوڑ، کیونکہ یہ بات دراز ہے | حکم کرنے والے نے درازی سے منع کیا ہے

امتحان کردنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا را
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کا امتحان کرنا

کہ چہ پنہاں می شوی پنہاں مشو چوں اعمیٰ ترا نمی بیند تا
کہ کیوں چھپتی ہے؟ نہ چھپ، کیونکہ نابینا تجھے نہیں دیکھتا ہے
پدید آید کہ عائشہ رضی اللہ عنہا از ضمیرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
تاکہ واضح ہو جائے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم واقف ست یا خود مقلدِ گفتِ ظاہر ست
کے دل کی بات سے واقف ہیں یا ظاہری بات کی مقلد ہیں

گفت پیغمبرؐ برائے امتحاں | اُو نمی بیند ترا کم شو نہاں
امتحان کے لیے پیغمبرؐ نے فرمایا | وہ تجھے نہیں دیکھتا ہے، مت چھپ

کرد اشارت عائشہؓ بادستہا | اُو نمی بیند من ہمی بینم وُرا
عائشہؓ نے ہاتھوں سے اشارہ کیا | وہ نہیں دیکھتا ہے، میں اُس کو دیکھتی ہوں

غیرتِ عقل ست بر خوبیِ رُوح | پُرز تشبیہات و تمثیل اے نصُوح
روح کے حُسن پر عقل کو غیرت آتی ہے | جو کہ تشبیہات اور تمثیل سے پُر ہے، اے مخلص!

باچنیں پنہانیِ کیں روح راست | عقل بروے ایں چنیں رشکیں چراست
ایسی پوشیدگی کے باوجود جو روح کو ہے | عقل اُس پر اس قدر غیرت کرنے والی کیوں ہے؟

از کہ پنہاں می کُنی اے رشک خُو | آنکہ پوشیدست نورش رُویِ اُو
اے غیرت مند! تو کس سے پوشیدہ کرتی ہے | اس کو جس کے نور نے اُس کے منہ کو چھپا دیا ہے؟

میرود بے رُوی پوش ایں آفتاب | فرطِ نورِ اُوست رُویش را نقاب
یہ سورج بغیر نقاب کے چلتا ہے | اُس کے نور کی زیادتی، اُس کے چہرے کا نقاب ہے

از کہ پنہاں می کُنی اے رشک ور | کافتاب ازوے نمی بیند اثر
اے غیرت مند! تو کس سے چھپاتی ہے؟ | کیونکہ آفتاب بھی اُس کا پتا نہیں پاتا ہے

رُونمایم۔ سورج پھر صبح کو نمودار ہو جاتا ہے، تاکہ ستارے متکبر بن کر روزخی نہ بنیں۔ امر کن۔ امر کنندہ، کلام کا بے ضرورت طول شرعاً ممنوع ہے۔ کہ چہ۔ آنحضورؐ نے حضرت عائشہؓ کی آزمائش کے لیے اُن سے سوال کیا کہ تمھیں اندھے سے چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟

کرد۔ حضرت عائشہؓ نے ہاتھوں سے اشارہ کے لیے کیا تاکہ آپ کی آواز غیر مرد نہ سن سکے۔ اُو۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ تو نہیں دیکھتا لیکن میں تو اس کو دیکھتی ہوں اور غیر مرد پر میری نگاہ پڑنا آپ کی غیرت کے منافی ہے۔ غیرت۔ عقل کو روح کے حسن پر غیرت ہے اسی لیے وہ روح کی حقیقت کو ظاہر نہیں کرتی ہے محض تشبیہات سے اس کو سمجھا دیتی ہے، ان اشعار میں روح سے مراد حق سبحانہ ہے۔

از کہ۔ عقل کو خطاب ہے کہ تو ایسی چیز کو کیوں چھپاتی ہے جس کا نور خود اس کے لیے حجاب ہے۔ میرود۔ سورج بغیر نقاب کے پھرتا ہے، نور کی زیادتی کی وجہ سے کوئی اُس کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتا ہے۔ از کہ۔ جس چیز کو وہ سورج بھی نہیں دیکھ سکتا ہے جس کی جہاں گردی مشہور ہے تو اس کو کیوں چھپاتی ہے۔

رشک[1] ازاں افزوں ترست اندر تنم
میرے اندر غیرت اس سے بھی بڑھی ہوئی ہے
کز خودش خواہم کہ ہم پنہاں کنم
کیونکہ میں اُس کو خود اپنے سے چھپانا چاہتی ہوں

ز آتشِ رشکِ گراں آہنگِ من
سخت رشک کی آگ کی وجہ سے میرا لشکر
باد و چشم و گوشِ خود در جنگِ من
اپنی دونوں آنکھوں اور کان سے جنگ میں ہے

چوں چنیں رشکے ستت ایجان و دل
اے جان اور دل! ایسے رشک کے ہوتے ہوئے جو تجھ میں ہے
پس دہاں بربند و گفتن را بہل
تو منہ بند کر لے اور گفتگو کو چھوڑ

ترسم[2] ارخامش کنم آں آفتاب
میں ڈرتی ہوں، اگر میں خاموشی اختیار کروں تو وہ سورج
از سُوِی دیگر بدرّاند حجاب
دوسری جانب سے پردے کو چاک کر دے

در خموشی گفتِ ما اَظہر شود
خاموشی میں ہماری بات زیادہ کھل جاتی ہے
کہ ز منعِ آں میل افزوں تر شود
کیونکہ اس کے روکنے سے خواہش بڑھ جاتی ہے

گر بغرّد بحرغرّش کف شود
اگر سمندر جوش مارتا ہے، اُس کا جوش جھاگ بن جاتا ہے
جوشِ اُحِبَّتُ بِاَنْ اُعْرَفْ شود
وہ جھاگ میں چاہتا ہوں کہ میں پہچانا جاؤں گا جوش بنجاتا ہے

حرف گفتن بستنِ آں روزن ست
بات کرنا، اُس سوراخ کو بند کرنا ہے
عینِ اظہارِ سخن، پوشیدن ست ١
بات ظاہر کرنا بعینہٖ چھپانا ہے

بُلبلانہ[3] نعرہ زن بر رُوِیِ گل
پھول پر، بلبل کی طرح نعرہ مار
تا کُنی مشغول شاں از بُوئے گُل ١
تاکہ تو اُن کو پھول کی خوشبو سے مشغول کر دے

تا بقُل مشغول گردد گوشِ شاں
تاکہ اُن کا کان بات میں مشغول ہو جائے
سُوِی رُوِیِ گل نپرّد ہوشِ شاں
اُن کا ہوش پھول کے چہرے کی جانب پرواز نہ کرے

پیشِ ایں خورشید کُو بس روشن ست
اس سورج کے پیش نظر جو کہ بہت روشن ہے
در حقیقت ہر دلیلے رہزن ست
درحقیقت، ہر دلیل، رہزن ہے

حکایتِ آں مُطربے کہ در بزمِ امیرِ تُرک ایں غزل آغاز کرد

اُس قوال کا قصہ جس نے ترک سردار کی مجلس میں یہ غزل شروع کی

[1] رشک۔ کوئی دیکھ سکے یا نہ دیکھ سکے رشک کا تقاضا تو یہ ہوتا ہے کہ عاشق محبوب کو خود اپنے آپ سے بھی چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ زآتش۔ چونکہ مجھ میں رشک کی آگ بھڑکی ہوئی ہے تو میری خود اپنی آنکھ اور اپنے کان سے جنگ ہے کہ وہ کیوں محبوب کی بات سنتا ہے۔ چوں چنیں۔ اے عقل اگر تجھ میں ایسا ہی رشک ہے تو پھر اُس کی بات بھی نہ کر۔ شعر (غیرت از چشم برم رُوے تو دیدن ندہم۔ گوش را نیز حدیثے تو شنیدم ندہم)

[2] ترسم۔ عقل کا جواب ہے کہ اگر میں بالکل خاموشی اختیار کروں تو وہ خموشی پردہ چاک کر دے گی، کسی معاملہ میں اگر بالکل خاموشی اختیار کی جائے تو لوگ اُس کے معلوم کرنے کے اور زیادہ درپے ہو جاتے ہیں، مشہور مقولہ اَلْمَرْءُ حَرِيْصٌ فِيْمَا مُنِعَ جس بات سے انسان کو روکا جائے اُس کے متعلق وہ اور زیادہ حریص بن جاتا ہے۔ گر بغرد۔ سمندر میں جب جوش آتا ہے تو جھاگ نمودار ہو جاتے ہیں اور اُس کا یہ جوش اُس کے پہچاننے کا ذریعہ بن جاتا ہے لیکن وہ جھاگ ہی اُس کو پوشیدہ کر دیتے ہیں۔ گفتن۔ محبوب کی تھوڑی سی تعریف کر دینا گویا اُس کو چھپا دینا ہے اگر باتوں میں نہ لگایا جاتا تو اس کو دیکھنے کے درپے ہو جاتے۔

[3] بلبلانہ۔ بلبل گُل پر جو نعرے لگاتی ہے اُس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ تماشائی اس کے نعرے سننے میں مصروف ہو جائیں اور پھول کو نہ دیکھ پائیں۔ پیش ایں۔ سورج کی جس قدر وضاحت کی جائے وہ اسی قدر مخفی ہوتا چلا جائے گا۔ شعر (چگونہ قطرہ تواند محیط دریا شد۔ زراہ فکر رسیدن بذات ممکن نیست) حکایت۔ اس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ جس چیز کی حقیقت بیان نہ کی جائے اُس کی سلبی صفات سے اُس کا ذکر کیا جاتا ہے اسی لیے حضرت حق تعالیٰ کی سلبی صفات ذکر کی جاتی ہیں۔

گُلی یا سوسنی یا سرو یا ماہی نمیدانم وزیں آشفتہ بیدل چہ میخواہی نمیدانم

"تو پھول ہی یا سوسن یا سرو یا چاند ہے میں نہیں جانتا اس پریشان، بیدل سے تو کیا چاہتا ہے میں نہیں جانتا"

وبانگ برزدن امیر تُرک اُو را کہ بگو کہ می دانی و جواب

اُس پر امیر ترک کا چیخ پڑنا کہ وہ کہہ جو تو جانتا ہے اور قوال

مُطرب، امیر تُرک را

کا امیر ترک کو جواب

مُطرِب آغازید پیشِ تُرکِ مست ‖ در حجابِ نغمہ اَسرارِ الست

مست ترک کے سامنے قوال نے شروع کیے ‖ نغمہ کے پردے میں الست کے اسرار

میندانم کہ تو ماہی یا وثن ‖ می ندانم کہ چہ میخواہی زمن

میں نہیں جانتا کہ تو چاند ہے یا بُت ‖ میں نہیں جانتا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

من[1] ندانم تا چہ خدمت آرمت ‖ تن زنم یا در عبارت آرمت

میں نہیں جانتا، کہ تیری کیا خدمت کروں، ‖ میں خاموش ہو جاؤں یا تیرا بیان کروں

ایں عجب کہ نیستی از من جُدا ‖ من ندانم من کجایم تو کجا

یہ تعجب ہے کہ تو مجھ سے جدا نہیں ہے ‖ میں نہیں جانتا کہ میں کہاں ہوں تو کہاں ہے؟

میندانم کہ مرا چوں می کشی ‖ گاہ در برگاہ در خوں میکشی

میں نہیں جانتا کہ تو مجھے کیوں کھینچتا ہے ‖ کبھی بغل میں، کبھی خون میں قتل کرتا ہے؟

ہم[2] چنیں لب در ندانم باز کرد ‖ می ندانم می ندانم ساز کرد

اسی طرح پر اُس نے "میں نہیں جانتا" میں لب کشائی کی ‖ میں نہیں جانتا، میں نہیں جانتا، اُس نے گایا

چوں زحد شُد می ندانم از شگفت ‖ تُرکِ ما را زیں حرارہ دل گرفت

جب "میں نہیں جانتا" حد سے بڑھا تعجب سے ‖ اُن آوازوں سے ہمارا تُرک رنجیدہ ہو گیا

برجہید آں تُرک و دبُوسے کشید ‖ تاعلیہا برسرِ مُطرب رسید

وہ ترک کودا اور گرز اُٹھایا ‖ یہاں تک کہ فی الجملہ قوال کے سر پر پہنچ گیا

گُرز[3] را بگرفت سرہنگے بدست ‖ گفت نے مطرِب کشی ایندم بَداست

محافظ نے گرز کو ہاتھ سے پکڑ لیا ‖ بولا نہیں، قوال کو اس وقت مارنا بُرا ہے

گفت ایں تکرار بیحد و مرش ‖ کوفت طبعم را بکوبم من سرش

اُس نے کہا اس بیحد اور بے شمار تکرار نے ‖ مجھے کوفت پہنچائی میں اُس کا سر کچل دوں گا

[1] من ندانم۔ قوال نے اپنی پوری غزل میں معشوق کی سلبی صفات کا اظہار کیا۔ ایں عجب۔ تو ہر وقت میرے ساتھ ہے پھر بھی مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں اور تو کہاں ہے۔ می ندانم۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ تو کبھی مجھے کیوں پیار کرتا ہے اور کبھی کیوں قتل کرتا ہے۔

[2] ہم چنیں۔ وہ گویا "میں نہیں جانتا"، "میں نہیں جانتا" گاتا رہا جب اُس کا یہ گانا حد سے بڑھا تو تُرک کو غصہ آ گیا۔ برجہید۔ وہ ترک غصہ سے ہاتھ میں گرز لے کر قوال کی طرف دوڑا۔ علیہا۔ محاورے میں فی الجملہ کے معنی میں ہے۔

[3] گرز۔ ایک سپاہی نے دوڑ کر ترک کا گرز پکڑ لیا اور کہا کہ گویے کو مارڈالنا مناسب نہیں ہے۔ گفت۔ ترک نے غصہ میں جواب دیا کہ اس "میں نہیں جانتا" نے مجھے کوفت پہنچائی میں بھی اس قوال کا سر پھوڑ دوں گا اور غصہ میں قوال سے کہنے لگا کہ اے دیوث اگر تو نہیں جانتا ہے تو گوہ مت کھا اور جو کچھ جانتا ہے وہ گا کر اپنا انعام لے جا۔

قلتبانا، میندانی گُہہ مخور — زانچہ میدانی بزن مقصود بَر
اے دیوث! تو نہیں جانتا، تو گوہ نہ کھا — جو جانتا ہے وہ بجا، مقصد حاصل کر لے

آن[1] بگو اے گیج کہ میدانیش — میندانم میندانم در مکش
اے احمق! وہ کہہ جو تو جانتا ہے — میں نہیں جانتا میں نہیں جانتا کو نہ کھینچ

من بپُرسم کز کجائی بے مرے — تو بگوئی نے زبلخ و نز ہرے
میں بغیر کسی جھگڑے کے پوچھتا ہوں کہ تو کہاں کا ہے؟ — تو کہتا ہے نہ بلخ کا نہ ہرات کا

نے زرُوم و نے زہند و نے زچین — نے ز شام و نے عراق و بار دیں
نہ روم کا، نہ ہندوستان کا، نہ چین کا — نہ شام کا اور نہ عراق کا اور نہ بار دین کا

نے ز بغداد و نہ موصل نے طراز — دَر کشی دَر نے و نے راہِ دراز
نہ بغداد کا اور نہ موصل کا، نہ طراز کا — ''نہیں نہیں'' میں لمبی مسافت کھینچتا چلا جاتا ہے

خود[2] بگو تا از کجائی باز رہ — ہست تنقیحِ مناط ایں جاگہ
بتا دے تو کہاں کا ہے، چھوٹ جا — اصلی مقصد اسی جگہ ہے

یا بپُرسم کہ چہ خوردی تاشتاب — تو بگوئی نے شراب و نے کباب
یا میں پوچھتا ہوں، کہ تو نے کیا کھایا، خبردار! تو جلدی سے — کہنے لگے، نہ شراب اور نہ کباب

نے بُقُول و نے پنیر و نے بصل — نے ز شیرو نے ز شکرِ نے عسل
نہ سبزیاں اور نہ پنیر اور نہ پیاز — نہ دودھ اور نہ شکر، نہ شہد

نے قدید و نے ثرید و نے عدس — آنچہ خوردی آن بگو تنہا و بس
نہ گوشت کے پارچے اور نہ ثرید اور نہ مسور — جو تو نے کھایا ہے، وہ بتا دے اور بس

ایں سخن خائی دراز از بہرِ چیست — گفت[3] مُطرِب زانکہ مقصودم خفی ست
یہ لمبی بکواس کس لیے ہے؟ — قوال نے کہا اس لیے کہ میرا مقصود پوشیدہ ہے

میرمد اِثبات پیش از نفی تو — نفی کردم تابَری ز اثبات بُو
نفی سے پہلے اثبات تیرے سامنے سے بھاگ جاتا ہے — میں نے نفی کی تاکہ تو اثبات کا پتا لگا لے

در نوا آرم بہ نفی ایں ساز را — چوں بمیری مرگ گوید راز را
میں اس باجے کو نفی میں بجاتا ہوں — جب تو مر جائے گا، موت راز بتا دے گی

تفسیر قولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مر جاؤ قبل اس کے کہ مرو کی تفسیر

---

[1] آں بگو۔ جو تو جانتا ہے وہ گا اور ''میں نہیں جانتا'' کی رٹ نہ لگا۔ من بپرسم۔ تیری حالت تو یہ ہے کہ میں تجھ سے یہ پوچھوں کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اور تو کہنا شروع کردے کہ میں نہ بلخ کا ہوں نہ ہرات کا نہ روم کا اور نہ نہ کرتا چلا جائے۔

[2] خود بگو۔ تیرا کام ہے کہ تو سیدھے طریقہ پر یہ بتا دے کہ میں فلاں جگہ کا رہنے والا ہوں۔ یا بپرسم۔ یا اگر میں یہ دریافت کروں کہ تو نے کیا کھایا ہے اور تو کہنا شروع کر دے کہ یہ بھی نہیں کھایا وہ بھی نہیں کھایا۔ بصل۔ پیاز۔ قدید۔ گوشت کے سوکھے پارچے۔ عدس۔ مسور۔

[3] گفت مطرب۔ قوال نے جواب دیا، جب مقصود تصور سے بالاتر ہو تو اس کے اثبات کا پہلو پیش نہیں کیا جا سکتا ہے لامحالہ اس کے غیر کی نفی کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے جو دراز ہوتا ہے اور اسی طور پر وہ مقصود سمجھ میں آتا ہے۔ درنوا۔ میں نے اس باجے کو نفی پر بجانا شروع کیا تاکہ جب سب کی نفی ہو جائے تو مقصود سمجھ میں آ جائے، اسی لیے سکر کا مرتبہ صحو کے مرتبہ کے لیے سیڑھی سمجھا جاتا ہے، اسی مضمون کو حدیث اور حکیم سنائی کے شعر سے سمجھایا ہے۔ موتوا۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

وبیت حکیم سنائی قُدِّسَ سِرُّہ

اور حکیم سنائی قدس سرہ کے شعر کی تفسیر

بمیراے دوست پیش از مرگ اگر می[1] زندگی خواہی کہ ادریسؑ از چنیں مُردن بہشتی گشت پیش از ما

اے دوست! مرنے سے پہلے مرجا، اگر تو زندگی چاہتا ہے کیونکہ ادریسؑ ہم سے پہلے مرنے سے بہشتی بن گئے ہیں

جاں بسے کَندی و اندر پردہٗ — زانکہ مُردن اصل بُد ناوردہٗ

تو نے بہت جان کھپائی اور تو پردے میں ہے — کیونکہ مرنا اصل تھا، وہ تو نے حاصل نہ کیا

تا نمیری نیست جاں کندن تمام — بے کمالِ نردباں نائی بہ بام

جب تک تو مر نہ جائے جان کھپانا مکمل نہیں ہے — سیڑھی کے مکمل ہوئے بغیر تو کوٹھے پر نہیں جا سکتا

چوں ز صد پایہ دو پایہ کم بُوَد — بام را کوشندہ نامحرم بُوَد

جب سو پایوں میں سے دو کم ہوں — کوٹھے کی کوشش کرنے والا، نامحرم ہو گا

چوں[2] رسن یک گز ز صد گز کم بُوَد — آب اندر دلو از چہ کے رود

جب رسی سو گز میں سے ایک گز کم ہو — کنویں سے ڈول میں پانی کب پہنچے گا؟

غرقِ ایں کشتی نیابی اے امیر — تا بہ نِہِی اندر و مَنّ الاخیر

اے امیر! اس کشتی کا ڈوبنا تجھے حاصل نہ ہو گا — جب تک کہ تو اُس میں آخری من نہ رکھے گا

مَنِ آخر اصل داں کُو طارِق ست — کشتیِ وسواس و غی را غارق ست

آخری من کو اصل سمجھ کیونکہ وہ رات کا ستارہ ہے — وسوسہ اور گمراہی کی کشتی کو ڈبونے والا ہے

آفتابِ گنبدِ ازرق شود — کشتیِ ہُش چونکہ مستغرق شود

نیلے گنبد کا سورج بن جاتا ہے — جبکہ ہوش کی کشتی ڈوب جاتی ہے

چوں[3] نمردی گشت جاں کندن دراز — مات شو در صبح اے شمعِ طراز

جب تو نہ مرا تو جان۔کھپانا دراز ہو گیا — صبح کے وقت جان دے دے اے طراز کی شمع!

تا نگشتند اخترانِ ما نہاں — دانکہ پنہان ست خورشیدِ جہاں

جب تک ہمارے ستارے نہ چھپیں گے — سمجھ لے کہ جہاں کا سورج پوشیدہ ہے

گرز بر خود زن منی را در شکن — زانکہ پنبہ گوشِ آمد چشمِ تن

اپنے گرز مار! خودی کو توڑ — اس لیے کہ جسم کی آنکھ، کان کی روئی ہے

---

1. اگر۔ اگر زندگی می خواہی۔ ادریسؑ۔ حضرت ادریسؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ جاں بسے۔ مجاہدات کے بعد جب تک فنا کا درجہ حاصل نہ ہو گا مشاہدہ نہ ہو سکے گا۔ بے کمال۔ مشاہدہ کی سیڑھی فنا ہے اگر اس میں کمی ہے تو مشاہدہ تک نہ پہنچایا جا سکے گا۔ چوں۔ اگر سیڑھی سو درجوں کی ہے اور دو درجے بھی باقی ہیں تو چھت پر پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ نامحرم۔ یعنی اس کو معلوم نہ ہو گا کہ چھت پر کیا ہے۔
2. چوں رسن۔ اگر کنویں میں سو گز کی رسی جاتی ہے اور رسی میں ایک گز کی بھی کمی ہو گی پانی ڈول میں نہ آئے گا۔ غرق۔ کشتی اُس وقت تک نہ ڈوبے گی جب تک اُس میں وہ آخری وزن نہ رکھ دیا جائے جو ڈبونے کے لیے ضروری ہے یہ آخری وزن بمنزلہ اُس ستارے کے ہے جو رات میں چمک کر رہنمائی کرتا ہے اور یہی اس گمراہی کی کشتی کو غرق کرے گا، ہستی فنا کے بعد آسمان کا سورج بن جاتی ہے۔ گنبدِ ازرق۔ آسمان۔
3. چوں نمردی۔ اگر تو نے فنا کا درجہ حاصل نہیں کیا تو مجاہدوں کا زمانہ طویل ہو جائے گا۔ صبح کے وقت شمع کو جان دے دینی چاہیے۔ طراز۔ ایک شہر ہے جس کے حسین مشہور تھے شمع سے حسین مراد ہے۔ تا نگشتند۔ سورج جب نکلتا ہے جب ستارے غروب کر جائیں، مشاہدہ جب ہی حاصل ہو گا، جب غیر اللہ سے بالکلیہ تعلق منقطع ہو جائے۔ گرز۔ مجاہدے کے گرز سے اپنی خودی کو فنا کر دے جب تک تجھ میں جسمانی اوصاف ہیں، اسرار نہ سن سکے گا یہ قوال کی جانب سے ترک کو خطاب ہے۔

گرز[1] برخود میزنی خود اے دنی
اے کمینہ! تو خود اپنے گرز مار رہا ہے

عکسِ تُست اندر فعالم ایں منی
میرے کام میں یہ خودی تیرا عکس ہے

عکسِ خود در صورتِ من دیدۂ
تو نے میری صورت میں اپنا عکس دیکھا ہے

در قتالِ خویش بر جوشیدۂ
تو اپنے آپ سے لڑنے کے لیے جوش میں آ رہا ہے

ہمچو[2] آں شیرے کہ درچہ شد فرو
اُس شیر کی طرح جو کنویں میں اُترا

عکسِ خود را خصمِ خود پنداشت اُو
اُس نے اپنے عکس کو اپنا دشمن سمجھا

نفی، ضدِّ ہست باشد بیشکے
بیشک نفی ہست کی ضد ہے

تاز ضد ضد را بدانی اندکے
تاکہ تو تھوڑا سا ضد کے ذریعہ ضد کو جان لے

ایں زماں جُز نفیِ ضد اعلام نیست
اس وقت ضد کی نفی کے سوا بتانا (ممکن) نہیں ہے

اندریں نشاۃ دمے بیدام نیست
اس زندگی میں کوئی سانس بغیر جال کے نہیں ہے

بے حجابت باید آں اے ذُولباب
اے عقلمند! وہ تجھے بے پردہ چاہیے

مرگ را بگزیں و بردر آں حجاب
(تو) موت کو اختیار کر، اُس پردے کو چاک کردے

نے[3] چناں مرگے کہ در گورے روی
ایسی موت نہیں کہ تو قبر میں چلا جائے

مرگ تبدیلی کہ در نورے شوی
تبدیلی کی موت تاکہ تو نُور میں پہنچ جائے

مرد بالغ گشت آں طفلی بمُرد
مرد بالغ ہوا، تو بچپن مر گیا

رومیی شُد، صبغتِ زنگی سُتُرد
رومی پن پیدا ہوا، حبشی رنگ صاف ہو گیا

خاک زر شُد ہیأتِ خاکی نماند
مٹی سونا بنی، مٹی کی ہیئت نہ رہی

غم فرح شُد خارِ غمناکی نماند
غم خوشی بن گیا، غم کا کانٹا نہ رہا

مصطفیٰؐ زیں گفت کے اسرارجُو
اسی وجہ سے مصطفیٰؐ نے فرمایا ہے کہ اے اسرار کے جویاں

مُردہ را خواہی کہ بینی زندہ تُو
تو مُردے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے؟

می رود چوں زندگاں بر خاکداں
جو زمین پر زندوں کی طرح چل رہا ہے

مُردہ و جانش شُدہ بر آسماں
وہ مُردہ ہے، اُس کی جان آسمان پر پہنچ گئی ہے

جانش را ایندم ببالا مسکنے ست
اس وقت اس کی جان کی منزل اُوپر ہے

گر بمیرد رُوحِ اُو را نقل نیست
اگر وہ مرے تو اُس کی روح کو منتقل ہونا نہیں ہے

---

[1] گرز۔ جس عیب کی بنا پر تو میرے گرز مار رہا ہے وہ خود تیرے اندر ہے تو گویا تو گرز میرے نہیں، اپنے مار رہا ہے اور میری یہ خودی کہ میں نے یہ سمجھا کہ تو میرے گرز مار رہا ہے تیری خودی کا عکس ہے۔ عکسِ خود۔ تو نے میرے اندر اپنی صورت دیکھی ہے اور مجھے قتل کرنا دراصل تیرا اپنے آپ کو قتل کرنا ہے۔

[2] ہمچو۔ تیری اور میری مثال اُس شیر کی سی ہے جس نے خود اپنا عکس پانی میں دیکھا اور اُس پر حملہ کر دیا جیسا کہ پہلے ایک قصہ میں گذر چکا ہے۔ نفی۔ کسی چیز کی ضد کی نفی سے اُس چیز کا اثبات ہوتا ہے اور سلبی صفات سے ذات کا کچھ تعارف ہو جاتا ہے۔ ایں زماں۔ دنیا کے دور میں ذاتِ حق کی معرفت غیر اللہ کی نفی سے ہی ہو سکتی ہے اس لیے کہ انسان علائق دنیوی کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بے حجابت۔ اگر انسان بے حجاب مشاہدہ چاہتا ہے تو فنا اختیار کرے اور پردے چاک کر دے۔

[3] نے چناں۔ اس موت سے وہ موت مراد نہیں ہے جس کے بعد انسان قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے بلکہ اوصاف جسمانی کی تبدیلی مراد ہے۔ مرد۔ جب انسان بالغ ہو جاتا ہے تو اُس کا بچپن فنا ہو جاتا ہے اگر کسی سیاہ چیز کو سرخ کر دو تو اس کی سیاہی مر جاتی ہے۔ رومی۔ یعنی سُرخ رنگت۔ زنگی۔ یعنی سیاہی۔ خاک۔ مٹی جب سونا بن جاتی ہے اُس کا مٹی پن مُردہ ہو جاتا ہے غم جب خوشی میں بدل جاتا ہے، غم مر جاتا ہے۔ مصطفیٰؐ۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کسی مردے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے شرط کی جزا ساتواں شعر مرابو بکر ہے۔ می رود۔ اگر کوئی ایسے مردے کو دیکھنا چاہے جو زندوں کی طرح زمین پر چلتا پھرتا ہے وہ مردہ ہو اور اس کی روح کو عالم بالا منتقل ہونے کی ضرورت نہ رہی ہو۔

زانکہ[1] پیش از مرگ اُو کردست نقل
کیونکہ وہ مرنے سے قبل منتقل ہو گئی ہے
ایں بمُردن فہم آید نے بعقل
یہ مرنے سے سمجھ میں آئے گا، نہ کہ عقل سے

نقل باشد نے چو نقلِ جانِ عام
منتقل ہونا ہوتا ہے، عوام کے منتقل ہونے کی طرح نہیں
ہمچو نقلے از مقام تا مقام
ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل ہونے کی طرح

ہر کہ خواہد کُو بہ بیند بر زمیں
جو چاہے کہ زمین پر دیکھے
مُردہَ را می رود ظاہر چنیں
مردے کو جو بظاہر چل رہا ہے

مر ابوبکرِؓ تقی را گو بہ بیں
کہہ دو، کہ وہ متقی ابوبکرؓ کو دیکھ لے
شُد ز صدّیقی امیر المحشریں
جو صدیقیت کی وجہ سے محشر والوں کے سردار بن گئے ہیں

اندریں نشاۃ نگر صدیقؓ را
تو اس زندگی میں صدیقؓ کو دیکھ لے
تا بحشر[2] افزوں کُنی تصدیق را
تاکہ حشر کی تصدیق میں اضافہ کر لے

پس محمدؐ صد قیامت بُود نقد
تو محمدؐ فی الحال سو قیامت تھے
زانکہ حل شُد در فنایش حلّ و عقد
کیونکہ آپ کے دربار میں معاملہ حل ہو گیا

زادہَ ثانی ست احمدؐ در جہاں
دنیا میں احمدؐ کی دوسری ولادت ہے
صد قیامت بُود اُو اندر عیاں
آپ، کھلم کھلا سو قیامتیں تھے

زو[3] قیامت را ہمی پرسیدہ اند
اُن سے لوگ قیامت کے بارے میں دریافت کرتے
کاے قیامت تا قیامت راہ چند
کہ اے قیامت! قیامت تک کس قدر راستہ ہے؟

با زبانِ حال می گفتے بسے
آپ اکثر زبان حال سے فرما دیتے
کہ ز محشر حشر را پُرسد کسے
کہ محشر کو کسی نے پوچھا ہے؟

بہرِ ایں گفت آں رسولِ خوش پیام
اسی لیے خوش خبر رسولؐ نے فرمایا ہے
رمزِ مُوتُوا قَبلَ مُوتُوا یا کرام
اشارہ، اے کرام! مرنے سے پہلے مر جاؤ

ہمچنانکہ مُردہ ام من قبلِ موت
جیسا کہ میں مرنے سے پہلے مُردہ ہوں
زاں طرف آوردہ ام ایں صیت و صوت
اُسی سے شہرت اور آواز لایا ہوں

زانکہ۔ ظاہری موت کے بعد روح کے منتقل ہونے کو عقلاً نہیں سمجھا جا سکتا ہے، اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے مقام فنا حاصل کر لیا ہو۔ نقل۔ یہ روح کا عالم بالا کی طرف منتقل ہو جانا اسطرح کا ہے جیسے زندہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مر ابوبکرؓ۔ یہ شعر اُس شرط کی جزا ہے یعنی جو چلتے پھرتے مُردے کو دیکھنا چاہے وہ حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ لے یہ قول حدیث کے نام سے مشہور ہے لیکن اُس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہے وہ یہ ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ" جو شخص ایسے مُردے کو دیکھنا چاہے جو زمین پر چلتا پھرتا ہو وہ ابوقحافہ کے بیٹے کو دیکھ لے۔

تا بحشر۔ حشر مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے، ابوبکرؓ کو دیکھ کر اُس کو اس کا یقین آ جائے گا اُن کو فنا کے بعد بقا حاصل ہو گئی ہے۔ پس محمدؐ۔ قیامت میں فنا کے بعد بقا حاصل ہو گی اسی طرح آنحضورؐ کی صحبت اور دربار میں فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ زادہَ۔ آنحضورؐ کو خود فنا کے بعد بقا حاصل تھی اس لیے آنحضورؐ گویا قیامت کا نمونہ تھے۔

زو۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ وہ کب آئیگی۔ با زبانِ حال۔ آپ اُن کو زبان حال سے جواب دیتے تھے کہ قیامت کو قیامت سے کون دریافت کرتا ہے۔ بہرِ ایں۔ مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا یہ حدیث ثابت نہیں ہے ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ صوفیا کا قول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے فنا کا درجہ حاصل کر لو۔ ہمچنانکہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں موت طبعی سے پہلے مر چکا ہوں اسی لیے اس عالم سے یہ باتیں لا کر سناتا ہوں۔ صیت۔ شہرہ، آواز۔ صوت۔ آواز۔

پس[1] قیامت شو قیامت را ببیں
تو قیامت بن جا، قیامت دیکھ لے
دیدنِ ہر چیز را شرط ست ایں
ہر چیز کے دیکھنے کی یہ شرط ہے

تانگردی اُو ندانیش تمام
جب تک تو وہ نہ بنے گا اس کو پورا نہ سمجھے گا
خواہ آں انوار باشد یا ظلام
خواہ وہ نور ہوں یا تاریکی

تانگردی اُو ندانی ایں تمام
اگر تو وہ نہ بنے گا، اس کو نہ سمجھے گا
خواہ اُو آزاد باشد یا غلام
خواہ وہ آزاد ہو، یا غلام ہو

عقل گردی عقل را دانی کمال
عقل بن جا، عقل کو مکمل جان لے گا
عشق گردی عشق را بینی جمال
عشق بن جا، عشق کا حسن دیکھ لے گا

گفتمے[2] برہانِ ایں دعویٰ مبیں
میں اس دعویٰ کی واضح دلیل پیش کر دیتا
گر بُدے ادراک اندر خوردِ ایں
اگر سمجھ اس کے لائق ہوتی

ہست انجیر ایں طرف بسیار خوار
ادھر انجیر بہت سستا ہے
گر رسد مُرغے قنق انجیر خوار
اگر انجیر کھانے والا پرند مہمان آئے

در ہمہ عالم اگر مرد و زنند
تمام دنیا میں اگر مرد اور عورتیں ہیں
دمبدم در نزع و اندر مُردن اند
ہر وقت نزع اور مرنے میں ہیں

ایں سخن شاں را وصیتہا شمر
اُن کی ان باتوں کو وصیت شمار کر
کہ پدر گوید دراں دم باپسر
جو بات اُس وقت باپ بیٹے سے کہتا ہے

تا بروید غیرت و رحمت بدیں
تاکہ اُس سے غیرت اور رحمت پیدا ہو
تا بِبُرّد شیخ بغض و رشک و کیں
تاکہ بغض اور رشک اور کینہ کی جڑ کٹ جائے

تو[3] بداں نیّت نگر در اقرُبا
تو رشتہ داروں کو اسی نیت سے دیکھ
تا ز نزعِ اُو بسوزد دل تُرا
تاکہ اُس کے نزع سے تیری دلسوزی ہو

کُلُّ آتٍ آتٍ آں را نقد داں
''جو آنے والا ہے آ گیا'' اس کو اس وقت سمجھ لے
دوست را در نزع و اندر فقد داں
دوست کو نزع اور گم ہونے میں سمجھ لے

در غرضہا زیں نظر گردد حجیب
اگر اغراض اس نظر کا پردہ بنیں
ایں غرضہا را بروں افگن زجیب
ان غرضوں کو جیب سے نکال پھینک

---

[1] پس قیامت۔ آنحضورؐ نے سوال کرنے والے سے فرمایا تو خود قیامت بن جا تب تجھے قیامت کا مشاہدہ ہو جائے گا ہر چیز کے مشاہدے کی یہی شرط ہے کہ اس چیز میں اس قدر انہماک ہو جائے کہ وہ مشاہد خود وہ چیز بن جائے۔ تانگردی۔ جب تک انسان روشنی کے آثار اپنے اُوپر طاری نہ کرے گا روشنی کو نہ دیکھ سکے گا اسی طرح عقل اور عشق کے آثار طاری کر لینے سے عقل اور عشق کو جان سکے گا۔

[2] گفتمے۔ یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ اس قاعدے کے مطابق تو جب تک انسان خدا نہ بن جائے ذاتِ حق کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا اور یہ ممکن نہیں، مولانا اس کو شاید اس طرح سمجھاتے کہ بے شک مشاہدے کے لیے خدا کے ساتھ اتحادِ فی الصفات ضروری ہے اور جب تک انسان تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا مصداق نہ بن جائے مشاہدہ نہیں ہو سکتا لیکن اس اتحاد کا سمجھنا عام عقلوں سے بالاتر ہے۔ ہست۔ ہمارے پاس اس قسم کے دلائل بہت ہیں، لیکن اُن کے سمجھنے والے کم ہیں۔ در ہمہ۔ یہ تصور قائم کرو کہ دنیا کے تمام انسان موت کے نزع میں مبتلا ہیں اور ان کی باتیں گویا مرنے کے وقت کی باتیں ہیں یہ صوفیا کی اصطلاح میں مراقبۂ موت کہلاتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں ایک غیرت اور حمیت پیدا ہوتی ہے اور بغض و کینہ کا مادہ ختم ہو جاتا ہے۔

[3] تو بداں نیت۔ رشتہ داروں کے بارے میں نزع کی کیفیت کا تصور کرو گے تو تمہارے دل میں سوز و گداز پیدا ہو گا۔ کل آت۔ جو موت آنیوالی ہے سمجھو کہ وہ آ گئی۔ در غرضہا۔ اگر نفسانی اغراض اس مراقبہ سے مانع ہوں تو اُن کو دل سے نکال دو۔ جیب۔ یعنی دل۔

ورنیاری[1] خشک بر عجزے مایست
اگر تو نہ کر سکے محض عجز پر قائم نہ رہ
زانکہ با عاجز گزیدہ معجزیست
کیونکہ ہر عاجز کے ساتھ ایک برگزیدہ عاجز کرنے والا ہے

عجز زنجیریست زنجیرت نہاد
عجز ایک زنجیر ہے، اُس نے تجھے زنجیر میں باندھ دیا
چشم در زنجیر نہ باید گشاد
زنجیر دھرنے والے میں آنکھ کھولنی چاہیے

پس تضرّع کن کہ اے ہادیِ زیست
پھر عاجزی کر کہ اے زندگی کے ہادی!
باز بُودم پشّہ گشتم ایں ز چیست
میں باز تھا، مچھر بن گیا ہوں، اس کی کیا وجہ ہے؟

سخت تر افشردہ ام در شر قدم
میں نے شر میں سختی سے قدم جمایا ہے
کہ لُفِی خسرم ز قہرت دمبدم
کیونکہ تیرے قہر کی وجہ سے میں مسلسل ٹوٹے میں ہوں

از[2] نصیحتہایِ تو کر بُودہ ام
میں تیری نصیحتوں سے بہرا ہو گیا ہوں
بُت شکن دعوٰی و بتگر بُودہ ام
دعویٰ بُت شکنی کا ہے اور میں بُت گر ہو گیا ہوں

یادِ صنعت فرض، تریا یادِ مرگ
دستکاری کی یاد زیادہ ضروری ہے یا موت کی
مرگ مانندِ خزاں تو اصل و برگ
موت خزاں کی طرح ہے تو پتے اور جڑ ہے

سالہا ایں مرگ طبلک می زند
موت سالوں سے ڈھپڑی بجا رہی ہے
گوشِ تو بیگاہ جنبش میکُند
تیرا کان بے وقت حرکت کرے گا

گوید اندر نزع از جاں آہ مرگ
جن نکلنے کے وقت ہائے موت کہے گا
ایں زماں کردت ز خود آگاہ مرگ
موت نے اب تجھے اپنے آپ سے باخبر کیا

ایں[3] گلویِ مرگ از نعرہ گرفت
نعرے میں موت کا یہ گلا بیٹھ گیا
طبلِ اُو بشگافت از ضرب اے شگفت
ہائے تعجب، پیٹنے سے اُس کا ڈھول پھٹ گیا

در دقائق خویش را در بافتی
تو نے اپنے آپ کو باریکیوں میں جلا رکھا
رمزِ مُردن ایں زماں دریافتی
مرنے کی حقیقت اب پہچانا

تشبیہ مغفلے کہ عمر ضائع کند و وقتِ مرگ دراں تنگا تنگ
اُس غافل کی تشبیہ جو عمر ضائع کر دیتا ہے اور موت کے وقت اس تنگی میں
توبہ و استغفار کردن گیرد و بہ تعزیت داشتن شیعہ اہلِ
توبہ اور استغفار شروع کرتا ہے اور حلب کے شیعوں کے
حلب ماند ہر سالے در ایامِ عاشورا بدروازۂ انطاکیہ و
مشابہ ہے جو ہر سال عاشورا کے ایام میں انطاکیہ کے دروازے میں عزاداری کرتے ہیں اور

[1] ورنیاری۔ اگر تم ان اغراض کو دل سے نہ نکال سکو تو اپنے اس عجز پر قائم نہ رہو۔ عجز۔ یہ تمہارا عاجز ہونا ایک زنجیر ہے جو زنجیر باندھنے والے نے باندھی ہے اُس کی طرف رجوع کرو۔ پس۔ اس زنجیر باندھنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے کہو کہ اے حقیقی زندگی کی طرف ہدایت کرنے والے میں فطرت کے اعتبار سے باز تھا اب عاجز مچھر کیوں بن گیا ہوں، اب میں نے بُرائی میں قدم جما رکھا ہے اور تیرے قہر کی وجہ سے میں ٹوٹے میں مبتلا ہوں۔

[2] از نصیحتہای۔ میں نصیحتوں سے بہرا بن گیا تھا بت شکنی کا مدعی تھا لیکن دراصل میں بتگر تھا۔ یاد صنعت۔ اے موت سے غافل تو یہ بتا کہ تیرے لیے اپنی دستکاری کی یاد ضروری ہے یا موت کی یاد موت بمنزلہ خزاں کے ہے اور تو پتہ ہے جو خزاں میں لامحالہ جھڑ جاتا ہے۔ سالہا۔ موت اپنا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے لیکن تو نہیں سُنتا ہے جب سُننے کا وقت نہ رہے گا تب تو سُنے گا نزع کے وقت تو ہائے موت کہے گا اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

[3] ایں گلو۔ اعلان کرتے کرتے موت کا گلا بیٹھ گیا اور اس کا نقارہ پھٹ گیا لیکن تو دنیاداری کی باریکیوں میں لگا رہا نزع کے وقت اس کے اشارے کو سمجھا۔ تشبیہ۔ انسان کی موت کے وقت کی آہ وزاری ایسی ہی ہے جیسا کہ شیعہ صاحبان کا شہدائے کربلا پر ہر عاشورا کو نوحہ کرنا۔

رسیدنِ غریب شاعر از سفر و پُرسیدن کہ ایں غریو[1] و نعرہ

ایک مسافر شاعر کا سفر سے پہنچنا اور دریافت کرنا کہ یہ شور اور نعرہ

چہ تعزیت ست تا فرا خورِ آں مرثیہ گوید

کس کی تعزیت میں ہے تاکہ اُس کے مناسب مرثیہ پڑھے

روزِ عاشورا ہمہ اہلِ حلب ۔۔۔ بابِ انطاکیہ اندر تا بشب

عاشورے کے دن سب حلب کے باشندے ۔۔۔ انطاکیہ کے دروازے میں رات تک

گرد آید مرد و زن جمعے عظیم ۔۔۔ ماتمِ آں خانداں دارد مقیم

مردوں اور عورتوں کا بڑا مجمع جمع ہوتا ہے ۔۔۔ اس خاندان کا ماتم قائم رکھتا ہے

نالہ و نوحہ کنند اندر بُکا ۔۔۔ شیعہ عاشورا برائے کربلا

رونے میں نالہ اور نوحہ کرتے ہیں ۔۔۔ شیعہ، عاشورے میں کربلا کے لیے

بشمرند آں ظلمہا و امتحاں ۔۔۔ کز یزید و شمر دید آں خانداں

وہ ظلم اور آزمائش شمار کرتے ہیں ۔۔۔ جو اُس خاندان نے یزید اور شمر سے دیکھی ہیں

از غریو نعرہا در سرگذشت ۔۔۔ پُر ہمی گردد ہمہ صحرا و دشت

گذرے ہوئے معاملہ میں نعروں کے شور سے ۔۔۔ صحرا اور دشت پُر ہو جاتا ہے

یک غریبے شاعرے ازرہ رسید ۔۔۔ روزِ عاشورا و آں افغاں[2] شنید

راستہ سے ایک مسافر شاعر آ پہنچا ۔۔۔ عاشورا کے دن اور اُس نے وہ شور سُنا

شہر را بگذاشت واں سُو رای کرد ۔۔۔ قصد جُست و جوئے آں ہیہائے کرد

شہر کو چھوڑا اور اُس جانب کی رائے کر لی ۔۔۔ اُس ہائے ہائے کی جستجو کا ارادہ کیا

پُرس پُرساں می شد اندر افتقاد ۔۔۔ چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد

وہ جستجو میں پوچھتا پوچھتا چلا ۔۔۔ یہ غم کیا ہے اور یہ ماتم کس کا ہے؟

ایں[3] رئیسے زفت باشد کو بمرد ۔۔۔ ایں چنیں مجمع نباشد کار خُرد

یہ کوئی بڑا رئیس ہو گا جو مر گیا ہے ۔۔۔ اس طرح کا مجمع چھوٹی بات نہ ہو گی

نامِ اُو القابِ اُو شرحم دہید ۔۔۔ کہ غریبم من شما اہلِ دہید

اس کا نام اور اُس کے القاب مجھے بتاؤ ۔۔۔ کیونکہ میں پردیسی ہوں، تم گاؤں والے ہو

چیست نام و پیشہ و اوصافِ اُو ۔۔۔ تا بگویم مرثیہ ز الطافِ اُو

اُس کا نام اور پیشہ اور اوصاف کیا ہیں؟ ۔۔۔ تاکہ میں اُس کی مہربانیوں کا مرثیہ کہوں

---

1. غریو۔ شور۔ فرا خور۔ مناسب حال۔ عاشورا۔ محرم کی دسویں تاریخ۔ آں خانداں۔ یعنی اہلِ بیت اطہار۔ کربلا۔ اس علاقہ میں امام حسینؓ اور اُن کے ساتھی شہید کیے گئے ہیں۔ یزید۔ اس کے دورِ حکومت میں یہ واقعہ پیش آیا۔ شمر۔ یہ حضرت حسینؓ کا قاتل ہے۔
2. افغاں۔ شور، فریاد۔ آں سو۔ یعنی حلب کا انطاکیہ کی جانب کا دروازہ۔ افتقاد۔ گم شدہ کی تلاش۔
3. ایں۔ اُس شاعر نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ یہ ماتم یقیناً کسی بڑے انسان کا ہوگا مجھے نام اور اُس کے اوصاف بتادو میں اُس کا مرثیہ کہوں گا تاکہ کچھ سامان اور لنگر مجھے بھی مل جائے۔

مرثیہ سازم کہ مردِ شاعرم　　تا ازیں جا برگ ولالنگے برم
میں مرثیہ تیار کروں گا کیونکہ میں شاعر انسان ہوں　　تاکہ یہاں سے سامان اور لنگر حاصل کروں

آں[1] یکے گفتش کہ ہے دیوانۂ　　تو نۂ شیعہ عدوِ خانۂ
ایک شخص نے اُس سے کہا، ہائیں! تو دیوانہ ہے　　تو شیعہ نہیں ہے، اہلِ بیت کا دشمن ہے

روزِ عاشورا نمیدانی کہ ہست　　ماتمِ جانے کہ از قرنے بہ است
تجھے معلوم نہیں کہ عاشورے کا دن ہے　　اُس جان کا سوگ ہے جو ایک قرن سے بہتر ہے

پیشِ مومن کے بُود ایں غصہ خوار　　قدرِ عشقِ گوشِ عشقِ گوشوار
مومن کے لیے یہ رنج بے وقعت کب ہو گا؟　　کان کے عشق کے بقدر گوشوارہ کا عشق ہوتا ہے

پیشِ مومن ماتمِ آں پاک روح　　شُہرہ تر باشد ز صد طوفانِ نوحؑ
مومن کے لیے اُس پاک روح کا ماتم　　نوحؑ کے سیکڑوں طوفانوں سے زیادہ مشہور ہو گا

نکتہ گفتنِ آں شاعر جہتِ طعنِ شیعۂ حلب

شاعر کا حلب کے شیعوں کے طعنہ کے لیے ایک نکتہ کہنا

گفت[2] آرے لیک کو دورِ یزید　　کے بُدست ایں غم چہ دیر اینجا رسید
اُس نے کہا ہاں، لیکن یزید کا زمانہ کہاں؟　　یہ رنج کب پہنچا تھا؟ یہاں کس قدر دیر میں پہنچا

چشمِ کوراں آں خسارت را بدید　　گوشِ کراں آں حکایت را شُنید
اندھوں کی آنکھ نے اُس نقصان کو دیکھا　　بہروں کے کان نے وہ قصہ سُنا

خفتہ بُودستید تا اکنوں شما　　کہ کنوں جامہ دریدید از عزا
کیا تم اب تک سو رہے تھے؟　　کہ تم نے اب تعزیت میں کپڑے پھاڑے

پس عزا بر خود کنید اے خفتگاں　　زانکہ بد مرگیست ایں خوابِ گراں
اے غافلو! اپنا ماتم کرو　　کیونکہ یہ گہری نیند بُری موت ہے

رُوحِ[3] سلطانے ز زندانے بجست　　جامہ چہ درّیم و چہ خائیم دست
ایک شاہ کی رُوح قید خانہ سے چھوٹ گئی　　ہم کپڑے کیا پھاڑیں ہاتھ کیا چبائیں؟

چونکہ ایشاں خسروِ دیں بُودہ اند　　وقتِ شادی شُد چو بشکستند بند
چونکہ وہ دین کے شاہ ہوئے ہیں　　جب انھوں نے بیڑی توڑ دی، خوشی کا وقت ہے

سُوئے شاذُروانِ دولت تاختند　　کُندہ و زنجیر را انداختند
وہ سلطنت کے خیمہ کے طرف دوڑ گئے　　اُنھوں نے کاٹھ اور بیڑی کو پھینک دیا

---

1. آں یکے۔ ایک صاحب نے اُس شاعر کو جواب دیا کہ تو کوئی دیوانہ معلوم ہوتا ہے تو شیعہ نہیں ہے اہلِ بیت کا دشمن ہے تجھے معلوم نہیں کہ دسویں محرم ہے اور اُس جان کا ماتم ہو رہا ہے جو ایک پیڑی سے افضل تھی، ایک مسلمان کے لیے یہ قصہ معمولی نہیں ہے جتنی آنحضورؐ سے محبت ہوگی اُسی قدر اُن کے اہلِ بیت سے محبت ہوگی۔ پیشِ مومن۔ ایک مسلمان کے لیے اس نیک روح کا ماتم حضرت نوحؑ کے سو طوفانوں سے زیادہ مشہور ہے۔
2. گفت۔ شاعر نے کہا جو تو کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہے لیکن یزید کا دور گذرے ہوئے تو عرصہ دراز گذر گیا اور یہ واقعہ اُسوقت ہوا تھا یہاں اتنے عرصہ بعد خبر پہنچی یہ واقعہ تو ایسا دردناک تھا کہ اندھوں اور بہروں تک نے دیکھ لیا اور سُن لیا، کیا تم اُسوقت سو رہے تھے جواب ماتم میں کپڑے پھاڑ رہے ہو اگر تم اسقدر غافل ہو تو اپنے اوپر ماتم کرو۔
3. رُوحِ سلطانے۔ حضرت حسینؓ ایک شاہ تھے اُن کی روح قید خانہ سے چھوٹ گئی تو اس پر ماتم کا کیا موقع ہے اَلدُّنیا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ "دنیا مومن کا قید خانہ ہے" شاذرواں۔ خیمہ۔ کُندہ و زنجیر۔ کاٹھ اور زنجیر جو قیدی کے ہاتھ پاؤں میں ڈالے جاتے ہیں۔

روزِ[1] مُلک ست و گہے شاہنشہی گر تو یک ذرّہ از ایشاں آگہی

سلطنت کا دن ہے اور شہنشاہی کا وقت ہے اگر تو ایک ذرّہ بھی اُن سے واقف ہے

ور نہٖ آگہ برو برخود گری زانکہ در انکارِ نقل و محشری

اور اگر تو واقف نہیں ہے، جا اپنے اُوپر رو کیونکہ تو انتقال اور محشر کا منکر ہے

بردل و دینِ خرابت نوحہ کُن کہ نمی بیند جز ایں خاکِ کہن

اپنے برباد دل اور دین پر نوحہ کر کیونکہ وہ اس پرانی مٹی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

ور ہمی بیند چرا نبُود دلیر پُشت دار و جاں سپار و چشم سیر

اور اگر دیکھتا ہے کیوں دلیر نہ ہو گا؟ بھروسہ کرنے والا اور جان دینے والا اور سیر چشم

در رُخت کُو ازمیِ دیں فرّخی گر بدیدی بحر کُو کفِ سخی

تیرے چہرے پر دین کی شراب کی رونق کہاں ہے؟ اگر تو نے سمندر دیکھا ہے تو سخی ہاتھ کہاں ہے؟

آنکہ[2] جُو دید آب را نکُند دریغ خاصہ آں کُو دید آں دریا و میغ

جس نے نہر دیکھ لی، وہ پانی کی ممانعت نہیں کرتا خصوصاً جس نے وہ سمندر اور ابر دیکھ لیا ہو

تمثیلِ مردِ حریص نا بینندہٴ رزّاقیِ حق را و خزائنِ رحمت

اُس لالچی کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رزّاقی اور رحمت کے خزانوں کو دیکھنے والا

اُو را بمورے کہ در خرمن گاہِ بزرگ بادانہٴ گندم می کوشد

نہیں ہے، اُس چیونٹی کے ساتھ جو بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ کی کوشاں ہے

و می جوشد و می لرزد و بتعجیل می کشد وُسعتِ آں

اور جوش میں ہے اور لرز رہی ہے اور جلدی جلدی کھینچ رہی ہے، اُس ڈھیر

خرمن را می بیند

کی وسعت کو نہیں دیکھتی ہے

مور[3] بردانہ ازاں لرزاں شوُد کُو ز خرمنہایِ خوش عمیاں بُود

چیونٹی دانہ پر اس لیے لرزتی ہے کیونکہ وہ اچھے ڈھیروں سے اندھی ہوتی ہے

می کشد آں دانہ را با حرص و بیم کو نمی بیند چناں چاشِ عظیم

حرص اور ڈر سے، دانہ کو کھینچتی ہے کیونکہ وہ ایسے ڈھیر کو نہیں دیکھتی ہے

صاحبِ خرمن ہمی گوید کہ ہے اے زکوری پیشِ تو معدوم، شے

ڈھیر والا کہتا ہے، کہ افسوس ہے او! اندھے پن کی وجہ سے تیرے لیے معدوم، کوئی چیز ہے؟

---

1. روزِ ملک۔ یہ اُن کے شہنشاہ بننے کا وقت ہے اگر تو اس سے واقف نہیں ہے تو اپنے اوپر ماتم کر۔ بردل۔ تجھے اپنے دل اور دین پر ماتم کرنا چاہیے کیونکہ تجھے اس دنیا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ ورہمی۔ اگر وہ دوسرے عالم کو دیکھتا ہے تو اُس کے حصول کے لیے بہادر اور جانباز اور دنیا سے چشم سیر کیوں نہ ہو گا۔ دررُخت۔ جو عالم آخرت کو دیکھتا ہے اُس کے چہرے پر ایک خاص نُور رہتا ہے۔ بحر۔ جو سمندر کے خزائن کو دیکھ لیتا ہے پھر وہ سخاوت میں دریغ نہیں کرتا ہے۔

2. آنکہ۔ جس نے نہر دیکھ لی ہو وہ کبھی پانی پر بخل نہ کرے گا۔ تمثیل۔ جس نے حضرتِ حق کے خزانے نہیں دیکھے ہیں اُس کی مثال اُس چیونٹی کی سی ہے جو غلہ کے بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ ہی کو سب کچھ سمجھ رہی ہے۔

3. مور۔ چیونٹی جو ایک دانہ کی حفاظت میں لگی ہوئی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے ڈھیروں سے اندھی ہے۔ چاش۔ خرمن والے۔ تو اندھے پن سے ناچیز کو چیز سمجھ رہی ہے۔

تو ز[1] خرمنہای ما آں دیدۂ
تو نے ہمارے ڈھیروں میں سے وہی دیکھا ہے
کہ دراں دانہ بجاں پیچیدۂ
کہ اُس دانے میں (دل و) جان سے چپٹی ہوئی ہے

اے بصورت ذرّہ کیواں را ببیں
اے وہ جو بظاہر ذرہ ہے! زحل کو دیکھ
مورِ لنگی رَو سلیماں را ببیں
تو لنگڑی چیونٹی ہے، جا سلیمان کو دیکھ

تو نۂ ایں جسم بل آں دیدۂ
تو یہ جسم نہیں ہے، بلکہ وہ آنکھ ہے
وارہی از جسم گر جاں دیدۂ
اگر تو جان کو دیکھ لے، جسم سے نجات پا جائے

آدمی دیدست و باقی لحم و پوست
آدمی دید ہے، اور باقی گوشت و پوست ہے
ہرچہ چشمش دیدہ است آں چیز اُوست
جو اُس کی آنکھ نے دیکھا ہے، چیز وہی ہے

کوہ را غرقہ کند یک خُم زنم
ایک مٹکا پہاڑ کو ڈبو دیتا ہے
چشمِ خُم چوں باز باشد سُوئ یم
جبکہ مٹکے کی آنکھ سمندر کی جانب کھلی ہوئی ہو

چوں بدریا راہ شد از جانِ خم
جب مٹکے کی جان سے دریا کی جانب راستہ ہو جاتا ہے
خُم با جیحوں بر آرد اُشتلم
مٹکا، جیحوں سے زور آزمائی کرتا ہے

زاں[2] سبب قل گفتۂ دریا بُود
اسی وجہ سے ''کہہ دے'' دریا کا کہا ہوا ہو گا
گرچہ نُطقِ احمدِ گویا بُود
اگرچہ بولنے والے احمدؐ کا بول ہو گا

گفتۂ[3] اُو جملہ درِّ بحر بوُد
اُن کا کہا ہوا سب سمندر کا موتی تھا
کہ دِلش را بُود در دریا نفوذ
کیونکہ اُن کے دل کا دریا میں نفوذ تھا

دادِ دریا چوں ز خُمِ ما بُود
جب ہمارے مٹکے سے دریا کی عطا ہو
چہ عجب ور ماہیے دریا بُود
کیا تعجب ہے! اگر کوئی مچھلی دریا بن جائے

چشمِ حِس افسُردہ بر نقشِ مُمَر
حس کی آنکھ راستہ کے نقش پر ٹھٹھری ہوئی ہے
تُش ممر می بینی و اُو مُستقر
تو اُس کو گذرگاہ دیکھ رہا ہے اور وہ قرارگاہ ہے

ایں دوئی اوصافِ دیدِ اَحول ست
یہ دوئی، بھینگا دیکھنے کے اوصاف میں سے ہے
ورنہ اوّل آخر، آخر اوّل ست
ورنہ اوّل آخر، آخر اوّل ہے

---

1. تو۔ اُس چیونٹی نے اُس ڈھیر میں سے صرف یہی دانہ دیکھا۔ اے بصورت۔ انسان جسم کے اعتبار سے ایک حقیر ذرہ ہے لیکن روح کے اعتبار سے سب سے اُونچا زُحل ستارہ ہے۔ مورِ لنگی۔ انسان جسم کے اعتبار سے لنگڑی چیونٹی ہے روح کے اعتبار سے سلیمان ہے۔ تو نۂ۔ انسان جسم کا نام نہیں ہے بلکہ انسان دیدۂ حق بیں ہے۔ آدمی۔ انسان کی حقیقت دیدِ حق کا آلہ یعنی رُوح ہے اور بقیہ محض گوشت پوست ہے۔ جو کچھ اُس کی حق بیں آنکھ دیکھتی ہے، چیز وہی ہے ورنہ سب ناچیز ہے۔ کوہ۔ وہ مٹکی جس کا تعلق سمندر سے ہو وہ اپنے پانی میں پہاڑ کو غرق کر دیتی ہے۔ اُشتلم۔ زور غلبہ۔
2. زاں سبب۔ چونکہ آنحضورؐ کے صفات، حضرت حق کے صفات میں فنا ہو چکے تھے لہٰذا آنحضورؐ کا مقولہ حضرت حق تعالیٰ کا مقولہ ہے۔ قرآن میں مختلف جگہ پر لفظ ''قل'' آیا ہے وہ بظاہر آنحضورؐ کا مقولہ ہے لیکن حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے۔ شعر (گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بُود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بُود)
3. گفتۂ اُو۔ آنحضورؐ کے دل کی وابستگی جبکہ بحرِ حقیقت سے تھی تو آپ کا مقولہ اُسی سمندر کا موتی ہے۔ دادِ دریا۔ جبکہ پوری اطاعت کے بعد انسانوں کے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے کہ کسی عارف کو فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔ ماہی۔ یعنی عارف۔ دریا۔ یعنی بحرِ حقیقت۔ چشمِ حس۔ جس مٹکی میں سے سمندر کا پانی گذر رہا ہے تیری ظاہر بیں نظر محض پانی کی گذرگاہ کو دیکھ رہی ہے حالانکہ وہ خود سمندر ہے۔ ممر۔ یعنی نَلی۔ تُش۔ تو اُش۔ مستقر۔ یعنی دریا۔ ایں دوئی۔ مٹکی اور بحر کو دو سمجھنا بھینگا پن ہے ورنہ دونوں میں اتحاد ہے۔

ہیں[1] گذر از نقشِ خُم در خُم نگر
خبردار! مٹکے کی صورت سے بڑھ، مٹکے میں دیکھ

پاک از آغاز و آخر آں عذاب
وہ شیریں پانی ابتدا اور انتہا سے پاک ہے

تاچنیں سِر در جہاں ظاہر شوَد
تاکہ ایسا راز دنیا میں ظاہر ہو جائے

تافزاید[2] در جہاد و کوشش اُو
تاکہ وہ مجاہدے اور کوشش میں ترقی کرے

اہلِ دل ہمچوں کہ جُو درُوے رواں
اہلِ دل ایسے ہیں کہ نہر اُن میں جاری ہے

ایں چنیں خُم را تو در یم داں یقیں
ایسے مٹکے کو تو یقیناً دریا میں سمجھ

بلکہ وحدت گشت اُو را در وصال
بلکہ وصال میں اُس کو وحدت حاصل ہو گئی ہے

بعد ازاں گوید ھم منصور وار
اُس کے بعد وہ منصور کی طرح اناالحق کہتا ہے

ہے[3] زچہ معلوم گردد ایں زبعث
ہاں یہ کس طرح سے معلوم ہوگا؟ دوبارہ زندہ ہونے سے

شرطِ روزِ بعث اوّل مُردن ست
دوبارہ زندہ ہونے کے دن کی شرط، پہلے مر جانا ہے

جُملہ عالم زیں غلط کردند راہ
تمام جہاں نے اسی لیے راستہ غلط کر لیا

از کُجا جوئیم علم، از ترکِ علِم
ہم علم کہاں سے تلاش کریں، علم کو ترک کریئے

کاندرو بحرست بے پایان و سر
اُس میں سمندر ہے، جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا

ماندہ محروماں ز قہرش در عذاب
محروم اُس کے قہر سے عذاب میں ہیں

مُقبِل اندر جستجو ماہر شود
نصیبہ ور جستجو میں ماہر ہو جائے

تامیسّر گردِدش دیدارِ ہُو
تاکہ اُس کو اللہ (تعالیٰ) کا دیدار میسر آ جائے

بے دوئی یک گشتہ با دریائے جاں
جان کے دریا کے ساتھ بغیر دوئی کے ایک ہو گئے ہیں

زندہ ازوے آسمان و ہم زمیں
اُس سے آسماں بھی زندہ ہے اور زمین بھی

شُد خطابِ اُو خطابِ ذُوالجلال
اُس کا کلام (اللہ) ذُوالجلال کا کلام بن گیا ہے

تاشود بردارِ شہرت اُو سوار
تاکہ وہ بدنامی کی سولی پر سوار ہو جائے

بعث راجُو، کم کُن اندر بعث بحث
دوبارہ زندگی کو تلاش کر، دوبارہ زندہ ہونے میں بحث نہ کر

زانکہ بعث از مُردہ زندہ کردن ست
کیونکہ دوبارہ زندہ ہونا، مُردے سے زندہ کرنا ہے

کز عدم ترسند و آں آمد پناہ
کہ وہ عدم سے ڈرتے ہیں اور وہی پناہ ہے

از کُجا جوئیم سِلم، از ترکِ سِلم
صلح کہاں سے تلاش کریں، صلح کو ترک کریئے

---

[1] ہیں۔ مٹکے کو نہ دیکھ جو کچھ مٹکے میں ہے اس کو دیکھ اُس میں ایک لامحدود سمندر ہے انسان کامل کے اندر فیوضِ الٰہی ہیں جو لامحدود ہیں جو پاک اور شیریں ہیں جو شخص اُن فیوض سے محروم ہے وہ خدائی قہر کی وجہ سے عذاب میں ہے۔ تاچنیں۔ کامل، انسان کو اُن فیوض کا مظہر بنانے میں یہ حکمت ہے کہ اُس سے رازِ وحدت ظاہر ہو اور کوئی بلند اقبال اُس کی جستجو میں لگے۔

[2] تافزاید۔ اس مظہر کو دیکھ کر با نصیب، مزید مجاہدے اور کوشش میں لگے گا اور اُس کو مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے گا۔ اہلِ دل۔ اہلِ دل کی مثال یہ سمجھو کہ اُن میں ایک نہر جاری ہے اور ان کو ذاتِ حق سے اتحاد حاصل ہے۔ ایں چنیں۔ یہی اہلِ دل وہ ہیں جن سے زمین آسمان قائم ہے۔ بلکہ۔ اتحاد تو دو چیزوں میں ہوتا ہے اُن کا ذاتِ حق سے ایسا ہی وصال ہے کہ دوئی ختم ہو چکی ہے اب ان کی بات خدا کی بات ہے۔ بعد ازاں۔ جب یہ وحدت حاصل ہو جاتی ہے وہ منصور حلاج کی طرح اناالحق کا نعرہ لگا دیتا ہے اور موت کی سولی نہ سہی بدنامی کی سولی پر چڑھ جاتا ہے۔

[3] ہے۔ یہ تعلق مع اللہ بقا بعد الفنا سے معلوم ہوگا اور اس مقام میں بحث نہ کرو اس کو حاصل کرو۔ بعث۔ یعنی بقا بعد الفنا۔ شرط۔ حشر اور بعث بعد الموت جب ہی ہوگا جبکہ پہلے موت آ جائے گی کیونکہ بعث تو مرنے کے بعد زندہ کرنے کو کہتے ہیں تو اس بعث کے لیے موت ضروری ہے جو موت سے ڈرتے ہیں ان کی راہ غلط ہے۔ از کجا۔ تعلق مع اللہ کا علم جب ہی حاصل ہوگا جب تعلق غیر اللہ کا علم چھوڑ دو گے اللہ سے صلح اور محبت جب ہی پیدا ہوگی جب غیر اللہ سے تعلق منقطع کرو گے۔

از کُجا جوئیم حال[1] از ترکِ حال — از کُجا جوئیم قال، از ترکِ قال
حال کہاں سے تلاش کریں، حال کو چھوڑنے سے — قال کہاں سے تلاش کریں، قال کو ترک کرنے سے

از کُجا جوئیم ہست، از ترکِ ہست — از کُجا جوئیم دست، از ترکِ دست
وجود کو کہاں سے تلاش کریں؟ وجود کو چھوڑنے سے — قدرت کو کہاں سے تلاش کریں، قدرت کو ترک کرنے سے

ہم تو تانیکرد یا نِعم المُعیں — دیدۂ معدوم بیں را ہست بیں
اے بہترین مددگار! تو ہی کر سکتا ہے — معدوم کو دیکھنے والی آنکھ کو، موجود کو دیکھنے والی

دیدۂ کو از عدم آمد پدید — ذاتِ ہستی راہمہ معدُوم دید
وہ آنکھ جو عدم سے آئی — اس نے موجود ذات کو بالکل معدوم دیکھا

ایں[2] جہانِ منتظم محشر شوَد — گر دو دیدہ مُبدل و انور شود
یہ منظم دنیا محشر بن جائے — اگر دونوں آنکھیں تبدیل اور منور ہو جائیں

زاں نماید ایں حقائق ناتمام — کہ بریں خاماں بُود فہمش حرام
یہ حقیقتیں غیر مکمل اس لیے نظر آتی ہیں — کہ ان ناقصوں کے لیے اُن کا سمجھنا حرام ہے

نعمتِ جَنّات خوش بر دوزخی — شُد محرّم گرچہ حق آمد سخی
عمدہ جنتوں کی نعمت دوزخی پر — حرام ہو گئی، اگرچہ اللہ (تعالیٰ) سخی ہے

در دہانش تلخ آمد شہدِ خُلد — چوں نبُود از وافیاں در عہدِ خُلد
جنت کا شہد، اُس کے منہ میں کڑوا ہے — چونکہ وہ عہدِ الست کے وفاداروں میں سے نہ تھا

مرشما[3] را نیز در سوداگری — دست کے جنبد چو نبُوَد مشتری
تمہارا بھی تجارت میں — ہاتھ کب ہلتا ہے جبکہ خریدار نہ ہو؟

کے نظارہ ز اہلِ بخریدن بُوَد — آں نظارہ گول گردیدن بُود
تماشائی خریدنے کے اہل کب ہوتے ہیں؟ — وہ تماشا، بیہودہ گردی ہوتی ہے

پُرس پُرساں کایں بچند و آں بچند — از پۓ تغییر وقت و ریشخند
پوچھتے پھرنا، کہ یہ کتنے کی اور وہ کتنے کی؟ — وقت کاٹنے کے لیے اور تفریح کے لیے ہے

از ملولی کالہ میخواہد ز تُو — نیست آنکس مُشتری و کالہ جُو
تھکن (اُتارنے) کے لیے تجھ سے سودا مانگتا ہے — وہ شخص خریدار اور سامان کا جویاں نہیں ہے

---

[1] حالؔ۔ اخلاق اور اس کے مبادی اور آثار مثلاً شہوت ایک مذموم خُلق ہے اور میلان اُس کا مبداء ہے اور شہوت کا جماؤ اُس کا اثر ہے تو اُن کے چھوڑنے سے عفت پیدا ہوگی۔ قالؔ۔ یعنی قول بُرا قول چھوڑ دو گے تو اچھا قول حاصل کر سکو گے۔ ہستؔ۔ بقا فنا کے بعد حاصل ہوگی اور فنائے افعال سے بقائے افعال حاصل ہوگی۔ تانیؔ۔ توانی۔ دیدہؔ۔ یعنی فانی اشیا کو دیکھنے والی آنکھ کو تو باقی کو دیکھنے والی آنکھ بنا سکتا ہے۔ از عدمؔ۔ ہماری جسمانی آنکھ عدم سے وجود میں آئی اُس کو معدوم سے ہی مناسبت ہے وہ وجودِ مطلق کو بھی معدوم دیکھتی ہے۔

[2] ایں جہاںؔ۔ اگر یہ آنکھ حقیقت بین بن جائے تو وہ منظم دنیا کو محشر بنا ہوا دیکھے۔ زاںؔ۔ ناقص مکمل کو بھی ناقص دیکھتا ہے۔ نعمتؔ۔ جنت کی جس قدر نعمتیں ہیں وہ دوزخیوں پر حرام ہیں۔ در دہانشؔ۔ دوزخی کے لیے جنت کا شہد بھی کڑوا ہو جائے گا۔ خُلدؔ۔ جنت۔

[3] مرشماؔ۔ جب تک خریدار نہ ہو سودا دینے میں سوداگر کا ہاتھ حرکت نہیں کرتا ہے اسی طرح جب کوئی اللہ کی جنت کا طالب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو جنت عطا نہیں کرتا ہے۔ نظارہؔ۔ تماشائی، بضرورتِ شعری میں نظارہ بغیر تشدید کے پڑھا جائے گا دوسرے مصرع میں بغیر تشدید کے لفظ نظارہ دیکھنے کے معنی میں ہے۔ پُرسؔ۔ تماشائی کا یہ پوچھنا کہ یہ چیز کتنے کی ہے اور وہ کتنے کی ہے محض وقت گذاری اور تفریح کے لیے ہوتا ہے۔ از ملولیؔ۔ وہ تھکن اُتارنے کے لیے سودا کرتا پھرتا ہے۔

کالہ[1] را صد بار دید و باز داد — جامہ کے پیمود اُو پیمود باد
اُس نے سودے کو سو بار دیکھا اور واپس کر دیا — اُس نے کپڑا کب ناپا؟ ہوا ناپی

گو قدوم و کرّ وفرِّ مُشتری — گو مزاح و گنگلی و سرسری
کہاں خریدار کی کروفر اور آنا؟ — کہاں مذاق اور دل لگی اور بیہودگی؟

چونکہ در مِلکش نباشد حبّۂ — جُز پئے گنگل چہ جوید جُبّۂ
جبکہ اُس کے پاس ایک دمڑی نہیں ہے — سوائے دل لگی کے وہ جُبہ کیا تلاش کرتا ہے؟

در تجارت نیستش سرمایۂ — پس چہ شخصِ زشت اُو چہ سایۂ
تجارت کے لیے اُس کے پاس سرمایہ نہیں ہے — تو کیا اُس کا منحوس وجود، کیا سایہ

مایہ در بازارِ ایں دنیا زرست — مایہ آنجا عشق و دو چشمِ ترست
اس دنیا کے بازار میں سرمایہ، سونا ہے — وہاں سرمایہ، عشق اور دو تر آنکھیں ہیں

ہرکہ[2] اُو بے مایہ در بازار رفت — عُمر رفت و بازگشت اُو خام تفت
جو شخص بغیر سرمایہ کے بازار میں گیا — عُمر برباد ہو گئی اور وہ ناقص واپس آیا

ہے کُجا بُودی برادر، ہیچ جا — ہے چہ پختی بہرِ خوردن، ہیچ با
ہاں بھائی تو کہاں تھا؟ کہیں نہیں — ہاں! کھانے کے لیے تو نے کیا پکایا؟ کوئی سالن نہیں

مُشتری شو تا بجُنبد دستِ من — لعل زاید معدنِ آبستِ من
خریدار بن، تاکہ میرا ہاتھ ہلے — میری حاملہ کان، لعل جنے

مُشتری گرچہ کہ سُست و بارِ دست — دعوتِ دیں کُن کہ دعوت واردست
خریدار اگرچہ سُست اور افسردہ ہے — تو دین کی دعوت دے کیونکہ دعوت کا حکم ہے

باز[3] پرّاں کُن حمامِ رُوح گیر — در رہِ دعوت طریقِ نوحؑ گیر
باز کو اُڑا رُوح کا کبوتر پکڑ لے — دعوت کی راہ میں (حضرت) نوحؑ کا طریقہ اختیار کر

خدمتے می کُن برائے کردگار — باقبول وردِّ خلقانت چہ کار
اللہ (تعالیٰ) کے لیے کام میں لگا رہ — لوگوں کے ماننے اور انکار سے تجھے کیا واسطہ؟

داستانِ آں شخص کہ بردرِ سرائے نیم شب سحوری میزد ہمسایہ

ایک شخص کا قصہ جو آدھی رات کو ایک مکان میں سحری کا نقارہ بجا رہا تھا پڑوسی

---

[1] کالہ۔ایسا خریدار کپڑا کب حاصل کرتا ہے، وقت ضائع کرتا ہے۔گو۔خریدار کی آمدورفت اور حالت میں اور نہ خریدنے والے کی مذاق اور دل لگی میں بہت فرق ہے۔چونکہ۔اُس کے پاس دمڑی بھی نہیں ہے وہ محض مذاق اور تفریح کیلئے جبہ کو چھو رہا ہے۔در تجارت۔جب کاروبار کے لیے اس کے پاس سرمایہ نہیں ہے تو وہ خود اور اُس کا سایہ یکساں ہے۔مایہ۔دنیاوی کاروبار کے لیے روپیہ پیسہ ضروری ہے اور آخرت کے کاروبار کے لیے عشق اور آہ وزاری ضروری ہے۔

[2] ہرکہ۔جو شخص بغیر سرمایہ کے بازار میں آجاتا ہے وہ اپنی عمر برباد کرتا ہے۔ہے۔اُس شخص سے اگر کوئی پوچھے کہ تو کہاں گیا تھا تو وہ جواب میں یہی کہیگا کہ کہیں بھی نہیں اُس سے کوئی دریافت کرے کہ تو نے کیا پکایا ہے اُسکو کہنا پڑیگا کچھ بھی نہیں۔با۔سالن۔مشتری۔اے مخاطب تو خریدار بن پھر دینے کیلئے حضرت حق تعالیٰ کا ہاتھ حرکت میں آئیگا اور اُسکی بھر پور کان تجھے لعل و جواہر عطا کرے گی۔بارِ۔مصلحین کو خطاب ہے جنت کے طالب خواہ سست ہوں لیکن تمہیں حکم ہے کہ اپنا فریضہ پورا کرو۔

[3] باز۔مبلغ کا فرض ہے کہ وہ اپنے باز کے ذریعہ قوم کی روح کا شکار کرے اور حضرت نوحؑ کے طریقہ پر عمل کرے۔خدمتے۔یہ اللہ تعالیٰ کے فرض کی ادائیگی ہے لوگوں کے ماننے نہ ماننے سے اُس کو کوئی تعلق نہیں ہے۔داستان۔اس داستان سے یہ بتایا ہے کہ سحری میں بیدار کرنے والا بہرحال اپنا فرض پورا کرتا تھا۔سحوری۔رمضان میں سحری کے وقت بیدار کرنے کا نقارہ۔

اُو را گفت کہ آخر نیم شب است سحر نیست و دیگر آنکہ دریں
نے اُس سے کہا کہ آدھی رات ہے، سحری کا وقت نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس
سرائے کسے نیست بہرِ کہ میزنی و جواب گفتنِ مُطرِب اُو را
گھر میں کوئی نہیں ہے تو کس کے لیے بجا رہا ہے اور بجانے والے کا اس کو جواب دینا

آں[1] یکے میزد سحوری بردرے — دَر گہے بُود و رُواقِ مہترے
ایک شخص ایک دروازے پر، سحری کا نقارہ بجا رہا تھا — جو دربار اور ایک سردار کا محل تھا

نیم شب میزد سحوری بَرا بِجدّ — گفت اُو را قائلے کاے مُستمدّ
وہ محنت سے آدھی رات میں نقارہ بجا رہا تھا — اُس کو ایک کہنے والے نے کہا اے بھکاری!

اوّلاً وقتِ سحر زن ایں سحور — نیم شب افغاں مکن اے ناصبور
ایک تو سحری کے وقت یہ نقارہ بجا — اے بے صبرے! آدھی رات میں شور نہ کر

دیگر آنکہ فہم کُن اے بُوالہوس — کاندریں خانہ دروں خود ہست کس
دوسرے یہ کہ اے بوالہوس! سمجھ لے — کہ اس گھر میں خود کوئی ہے بھی؟

کس[2] دریںجا نیست جُز دیو و پری — روزگارِ خود چہ یاوہ می بری
اس جگہ دیو اور پری کے سوا کوئی نہیں ہے — تو اپنا وقت کیوں برباد کرتا ہے؟

بہرِ گوشے میزنی دف گوش کُو — ہوش باید تابداند، ہوش کُو
تو کان کے لیے نقارہ بجا رہا ہے، کان کہاں ہے؟ — ہوش چاہیے، تاکہ سمجھے، ہوش کہاں ہے؟

گفت گفتی، بشنو از چاکر جواب — تانمانی در تحیُّر و اضطراب
اُس نے کہا، تو نے کہہ لیا، خادم سے جواب سُن لے — تاکہ تو حیرانی اور پریشانی میں نہ رہے

گرچہ ہست ایندم برتو نیم شب — نزدِ من نزدیک شُد صبحِ طرب
اگرچہ اس وقت تیرے لیے آدھی رات ہے — میرے نزدیک خوشی کی صبح قریب آ گئی ہے

ہر[3] شکستے پیشِ من فیروز شد — جملہ شبہا پیشِ چشمم روز شد
ہر شکست میرے لیے کامیابی ہو گئی ہے — تمام راتیں میری نگاہ میں دن بن گئی ہیں

پیشِ تو خون ست آبِ رودِ نیل — پیشِ من آبست نے خوں اے نبیل
نیل، نہر کا پانی تیرے سامنے خون ہے — اے شریف! میرے سامنے پانی ہے نہ کہ خون

در حقِ تو آہن ست و آں رخام — پیشِ داوٗدِ نبیؑ موم ست و رام
تیرے حق میں لوہا ہے اور وہ پتھر — داوٗدؑ نبی کے لیے موم اور فرماں بردار ہے

---

[1] آں یکے۔ ایک شخص نے ایک دروازے پر آدھی رات کو سحری کا نقارہ بجا دیا۔ رواق۔ محل۔ قائل۔ کہنے والا۔ مستمد۔ امداد طلب کرنے والا۔ افغاں۔ شور۔ ناصبور۔ بے صبرا۔ دیگر۔ پھر یہ سمجھ لے کہ اس گھر پر کوئی ہے بھی؟

[2] کس۔ یہ گھر خالی ہے اُس میں بھوت اور پریوں کے علاوہ کوئی انسان نہیں ہے۔ یاوہ۔ بیہودہ، بیکار۔ بہر۔ نقارہ ہوش و گوش کے لیے بجایا جاتا ہے جو یہاں مفقود ہے۔ گفت۔ اس نقارہ بجانے والے نے کہا تو اپنی بات کہہ چکا اب میرا جواب سن لے تاکہ تیری پریشانی دُور ہو۔ نیم شب۔ تیرے لیے یہ آدھی رات ہے لیکن میرے لیے مستی کی صبح ہے، تہجد پڑھ کر مستی پیدا کی جا سکتی ہے۔

[3] ہر شکست۔ جو تیری نظر میں شکست ہے، میری نظر میں فتح ہے، اور جس کو تو سیاہ سمجھتا ہے وہ میری نظر میں نور ہے۔ پیش تو۔ یہ رات اور دن کی تبدیلی ایسی ہے جیسا کہ دریائے نیل سبطیوں کے لیے پانی تھا اور قبطیوں کے لیے خون بن گیا۔ در حق۔ سخت پتھر حضرت داوٗدؑ کے لیے موم تھا منکروں کے لیے سخت پتھر تھا۔

پیشِ[1] تو کہ بس گران ست و جماد
تیرے سامنے پہاڑ بہت بھاری اور پتھر ہے
مطرب ست اُو پیشِ داؤدؑ اوستاد
اُستاد داؤدؑ کے سامنے وہ قوّال ہے

پیشِ تو آں سنگریزہ ساکتِ ست
تیرے لیے پتھر کا ریزہ خاموش ہے
پیشِ احمدؐ اُو فصیح و قانت ست
احمدؐ کے سامنے وہ بولنے والا اور دعا کرنے والا ہے

پیشِ تو اُستونِ مسجد مُردہ ایست
تیرے نزدیک مسجد کا ستون مُردہ ہے
پیشِ احمدؐ عاشقِ دل بُردہ ایست
احمدؐ کے سامنے دلدادہ عاشق ہے

جُملہ اجزائے جہاں پیشِ عوام
عوام کے سامنے دنیا کے سب اجزاء
مُردہ و پیشِ خدا داناوٴ رام
مُردہ ہیں اور خدا کے سامنے عقلمند اور فرمانبردار ہیں

آنچہ[2] گفتی کاندریں قصر و سَرا
تو نے جو کہا کہ اس محل اور سرائے میں
نیست کس، چوں میزنی ایں طبل را
کوئی نہیں ہے، تو کیوں نقارہ بجا رہا ہے؟

بہرِ حق ایں خلق زرہا میدہند
یہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے لیے مال دیتے ہیں
صد اساسِ خیر و مسجد می نہند
مسجد اور خیر کی سیکڑوں بنیادیں رکھتے ہیں

مال و تن در راہِ حج دور دست
حج کے دراز راستہ میں، مال اور جسم
خوش ہمی بازند چوں عُشاقِ مست
مست عاشقوں کی طرح خرچ کرتے ہیں

ہیچ می گویند کاں خانہ تہی ست
کبھی کہتے ہیں کہ گھر خالی ہے
ایں سخن کے گوید آں کش آگہی ست
یہ بات وہ شخص کب کہے گا جو باخبر ہے؟

پُر ہمی بیند سرایِ دوست را
دوست کے گھر کو بھرا ہوا دیکھتا ہے
آنکہ از نورِ الٰہستش ضیا
وہ جس کو خدا کے نور سے روشنی حاصل ہے

بس[3] سرایِ پُرز جمع و انبہی
بہت سے گھر جو مجمع اور کثرت سے بھرے ہوئے ہیں
پیشِ چشمِ عاقبت بیناں تہی
انجام پر نظر رکھنے والوں کی آنکھ کے لیے خالی ہیں

ہر کرا خواہی تو در کعبہ بجُو
جس کو تو چاہتا ہے، کعبہ (دل) میں تلاش کر
تابروید در زماں پیشِ تو اُو
تاکہ وہ فوراً تیرے سامنے نمایاں ہو جائے

صُورتے کُو فاخر و عالی بُود
جو صورت صاحب فخر اور بلند ہوتی ہے
اُوز بیت اللہ کے خالی بُود
وہ بیت اللہ سے کب خالی ہوتی ہے؟

[1] پیشِ تو۔ حضرت داؤدؑ جس وقت خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے پہاڑ بھی پڑھنے لگتے تھے۔ پیشِ احمدؐ۔ آنحضورؐ کے ہاتھ کے سنگریزوں نے آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی اور تسبیح پڑھی تھی۔ پیشِ تو۔ اُسطوانہ حنانہ عام انسانوں کی نظر میں بے جان کھجور کا تنہ تھا لیکن آنحضورؐ کی جدائی میں رویا۔ جملہ۔ جمادات ونباتات عوام کے اعتبار سے مُردہ ہیں لیکن حضرت حق تعالیٰ کے اعتبار سے سمجھدار اور زندہ ہیں۔

[2] آنچہ گفتی۔ دوسری بات کا جواب شروع کیا ہے۔ بہرِ حق۔ خدا کے لیے جو کام کیا جائے اُس کی جستجو نہیں ہوتی کہ وہاں کوئی انسان ہے یا نہیں۔ مال وتن۔ خدا کے عاشق حج کرنے جاتے ہیں اور خدا کے گھر کا طواف کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں، کوئی یہ کہتا ہے کہ گھر تو خالی ہے۔ پُر۔ جس کے دل میں نورِ ایمان کی روشنی ہے وہ بیت اللہ کو بھرا ہوا ہی سمجھتا ہے۔

[3] بس سرای۔ بہت سے ایسے مکانات ہیں جو انسانوں سے بھرے ہوئے ہیں لیکن وہ انسان چونکہ حقیقتاً انسان نہیں ہیں اہلِ دل اُن مکانات کو خالی سمجھتے ہیں۔ ہر کرا۔ انسان جس محبوب حقیقی کا طالب ہے اُس کو کعبہ یعنی قلب مومن میں تلاش کرے۔ صورتے۔ جن انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے فخر اور بلندی عطا فرمائی ہے وہ اللہ کے گھر سے خالی نہیں ہیں اُن کا دل اللہ کا گھر ہے۔

اُو[1] بُوَد حاضر منزّہ از رِتاج — باقیِ مردم برائے احتیاج
وہ حاضر ہے، دروازے کی بندش سے پاک ہے — باقی انسان احتیاج کے لیے ہیں

ہیچ میگویند کایں لبیکہا — بے ندایِ میکنم آخر چرا
کبھی کہتے ہیں کہ یہ "حاضر ہوں، حاضر ہوں" — بغیر پکار کے آخر، میں کیوں کرتا ہوں؟

گو ندا، تاخود تو لبیکے دہی — از ندا لبیک تو چوں شُد تہی
پکارنا کہاں ہے؟ کہ تو خود "میں حاضر ہوں" کہتا ہے — تیرا "میں حاضر ہوں" پکارنے سے کیوں خالی ہے؟

بلکہ توفیقے کہ لبیک آورد — ہست ہر لحظہ ندائے از اَحد
بلکہ وہ توفیق جو "میں حاضر ہوں" کہلا رہی ہے — وہ ہر لمحہ خدا کی جانب سے پکار ہے

من بُو، دانم کہ ایں قصر و سرا — بزمِ جاں افتاد و خاکش کیمیا
میں خوشبو سے جانتا ہوں کہ یہ محل اور سرائے — جان کی محفل واقع ہوئی ہے اور اس کی خاک کیمیا ہے

مس[2] خود را بر طریقِ زیر و بم — تا ابد بر کیمیا اش میزنم
زیر و بم کے طریقہ پر میں اپنے تانبے کو — ہمیشہ اُس کی کیمیا پر مل رہا ہوں

تابجوشد ز ایں چنیں ضربِ سحور — در دُر افشانی ز بخشایش بحور
تاکہ اس طرح نقارے کی چوٹ سے جوش میں آجائیں — دریا بخشش سے، موتی برسانے میں

خلق در صفِ قتال و کارزار — جاں ہمی بازند بہرِ کردگار
لوگ قتال اور جنگ کی صف میں — خدا کے لیے جاں بازی کرتے ہیں

آں یکے اندر بلا ایوبؑ وار — واں دگر در صابری یعقوبؑ وار
ایک مصیبت میں ایوبؑ کی طرح ہے — اور دوسرا صبر کرنے میں یعقوبؑ کی طرح ہے

آں یکے چوں نوحؑ در اندوہ و کرب — واں دگر چوں احمدؐ اندر صفِ حرب
ایک نوحؑ کی طرح رنج اور مصیبت میں ہے — اور دوسرا احمدؐ کی طرح جنگ کی صف میں ہے

ایں[3] ز دنیا چوں ابوذرؓ پُر حذر — واں دگر در استقامت چوں عمرؓ
یہ ابوذرؓ کی طرح دنیا سے محتاط ہے — اور دوسرا جہاد میں (حضرت) عمرؓ کی طرح ہے

صد ہزاراں خلق تشنہ و مستمند — بہرِ حق از طمع جہدے میکنند
لاکھوں انسان پیاسے اور حاجت مند — اللہ تعالیٰ کے لیے لالچ سے کوشش کرتے ہیں

من ہم از بہرِ خداوندِ غفور — میزنم بردر بامیدش سحور
میں بھی، بخشنے والے خدا کے لیے — اُس سے اُمید پر، دروازے پر نقارہ بجا رہا ہوں

[1] اُو۔ عارف کامل کا دل ہر وقت فیض رسانی کرتا ہے اس گھر کا دروازہ کسی وقت بند نہیں ہوتا ہے اور سب انسان اس کے محتاج ہیں۔ لبیکہا۔ حاجی لبیک لبیک کہتا ہے جس کے معنی "میں حاضر ہوں" ہیں یہ لفظ پکارنے والے کے ہیں جواب میں کہا جاتا ہے لیکن حاجی سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تجھے کون پکار رہا ہے جس کے جواب میں تو لبیک کہہ رہا ہے۔ بلکہ توفیقے۔ سب یہ سمجھتے ہیں کہ حاجی کو یہ توفیق جو خدا نے دی ہے وہ خدا کی جانب سے پکار ہے جس کے جواب میں حاجی لبیک کہہ رہا ہے۔

[2] مس خود۔ میں اپنے بدن کے تانبے کو اُونچے نیچے سُر کے طریقہ پر اُس مکان کی کیمیا پر مل رہا ہوں۔ تابجوشد۔ میں یہ نقارہ اس لیے بجا رہا ہوں تاکہ رحمت کا سمندر جوش میں آکر مجھ پر موتی برسانے لگے۔ خلق۔ میرا یہ کام تو معمولی ہے لوگ تو خدا کے لیے جہاد میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ آں یکے۔ خدا کی رضا کے لیے انبیاء نے بڑے بڑے مصائب جھیلے ہیں حضرت ایوبؑ کے بدن کا گلنا اور اس پر ان کا صبر، حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ کی گمشدگی پر صبر ضرب المثل ہے، حضرت نوحؑ نے خدا کی خاطر قوم کے مصائب جھیلے آنحضورؐ نے اللہ کی خاطر دشمنوں سے جہاد کیے۔

[3] ایں۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ابوذرؓ کا زہد اختیار کرتے ہیں، بعض حضرت عمرؓ کا سا دین پر جماؤ اختیار کرتے ہیں۔ مستمند۔ محتاج۔ من ہم۔ جس طرح ان لوگوں نے خدا کے لیے کام کیے میں بھی خدا کے لیے سحری کا نقارہ بجاتا ہوں اگر انسان اپنا کوئی خریدار چاہتا ہے تو خدا سے بہتر خریدار کون ہوگا۔

مُشتری خواہی کہ ازوے زر بَری — بہ ز حق کے باشد اے دل مشتری

تو خریدار چاہتا ہے، جس سے تو مال کمائے — اے دل! اللہ (تعالیٰ) سے بہتر کب کوئی خریدار ہو گا؟

می[1] خرد از مالت ابنانِ نجِس — می دہد نورِ ضمیرِ مقتبِس

وہ تیرے مال میں سے، ناقص تھیلا خریدتا ہے — وہ روشنی حاصل کرنے والے قلب کا نور عطا کر دیتا ہے

می ستاند ایں نجس جسمِ فنا — می دہد مُلکے بروں از وہمِ ما

وہ اس ناپاک فانی جسم کو لے لیتا ہے — ہمارے خیال سے بالا سلطنت دے دیتا ہے

می ستاند قطرۂ چندے ز اشک — می دہد کوثر کہ آرد قند رشک

آنسو کے چند قطرے لے لیتا ہے — وہ کوثر عنایت کر دیتا ہے جس پر شکر رشک کرتی ہے

می ستاند آہ پُر سودا و دُود — می دہد ہر آہ را صد جاہ و سُود

عشق اور دھویں سے پُر آہ لے لیتا ہے — ہر آہ کو سیکڑوں رُتبے اور منافع عطا کر دیتا ہے

بادِ آہے کابرِ اشکِ چشم راند — مر خلیلے را بداں اوّاہ خواند

اُس آہ کی ہوا نے جس نے آنسوؤں کے ابر کو چلایا — (حضرت) خلیلؑ کو اُس کی وجہ سے اوّاہ کہا

ہیں[2] دریں بازارِ گرمِ بے نظیر — کُہنہا بفروش و مُلکِ نو بگیر

آگاہ، اس چالو بے مثال بازار میں — پُرانی چیزیں فروخت کر دے اور نئی سلطنت حاصل کر لے

ور تُرا شکّے و ریبے رہ زند — تاجرانِ انبیا را کُن سند

اگر شک و شبہ تجھے روکے — انبیا کے تاجروں سے دلیل حاصل کر لے

بسکہ افزود آں شہنشہ بختِ شاں — می نتاند کہ کشیدن رختِ شاں

اُس شہنشاہ نے اُن کا نصیبہ بہت بلند کر دیا — پہاڑ بھی اُن کا سامان نہیں اُٹھا سکتا

قصہ[3] اَحَد اَحَد گفتنِ بلال رضی اللہ عنہ در حرِ حجاز از محبت

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ، حجاز کی گرمی میں محمد مصطفیٰ

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم در چاشت گاہ کہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دن چڑھے احد احد کہنا جبکہ

خواجہ اش از تعصب جھودی بشاخِ خارش می زد پیشِ

اُن کا آقا، انکار کے تعصب سے اُن کو کانٹوں دار لکڑی سے حجاز کی گرمی

آفتاب حرِ حجاز و از زخمِ خار خوں از تنِ بلالؓ برمی

کی دھوپ میں مارتا تھا اور کانٹوں کی چوٹ سے حضرت بلالؓ کے جسم سے خون

---

1. می خرد۔ اللہ تیرے ناقص اعمال خریدتا ہے اور اُس کے عوض میں نور عطا کر دیتا ہے۔ می ستاند۔ انسان کا فانی جسم خرید کر اُس کے بدلے میں ابدی سلطنت عطا کر دیتا ہے۔ می ستاند۔ انسان جب اس کے دربار میں روتا ہے تو آنسوؤں کے چند قطروں کا عوض وہ حوضِ کوثر عطا کر دیتا ہے۔ اوّاہ۔ آہ آہ کرنے والا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی یہ صفت قرآن میں مذکور ہے۔

2. ہیں۔ اللہ کے بازار میں پہنچ کر اپنا پُرانا مال فروخت کر دے اور اُس کے بدلے میں نئی سلطنت حاصل کر لے اگر تجھے اس کاروبار میں شک ہے تو انبیا کو دیکھ لے انھوں نے اس قدر نفع کمایا ہے کہ پہاڑ بھی اُن کی دولت کو نہیں اٹھا سکتا ہے۔

3. قصہ۔ اس نفع کی مثال کے لیے حضرت بلالؓ اور حضرت ابوبکرؓ کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ احد۔ باری تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔ حر۔ گرمی۔ خواجہ اش۔ اُس کا نام اُمیہ بن خلف تھا۔

جوشید وا زُو اَحَد اَحَد می جَست بے قصدِ اُو چنانکہ از درد مندان
اُبلتا تھا اور اُن کے ارادے کے بغیر اُن سے احد احد نکلتا تھا جیسا کہ دوسرے
دیگر نالہ جَہد بے قصد، زیرا کہ از دردِ عشق ممتلی بُود و اہتمامِ دفعِ
مصیبت زدوں سے بلا ارادہ رونا پھوٹتا ہے کیونکہ وہ عشق کے درد سے پُر تھے اور کانٹوں
زخمِ خار را مَدخَل نبُود ہمچوں سَحَرَہَ فرعون و جرجیس علیہ السلام
کے زخم کے دفعیہ کے اہتمام کا کوئی دخل نہ تھا، جیسا کہ فرعون کے جادوگر اور جرجیس علیہ السلام
وغیرہم لَا یُعَدُّ وَلَا یُحْصٰی و برگذشتنِ صدیق رضی اللہ عنہ در آں
وغیرہ، جو نہ گنے جا سکیں نہ شمار کیے جا سکیں اور وہاں سے صدیق رضی اللہ عنہ کا گذرنا
طرف و احوالِ اُو را مشاہدہ کردن و نصیحت کردنِ بلال رضی اللہ عنہ را
اور اُن کے حالات کو دیکھنا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرنا

تنِ[1] فدائے خار میکرد آں بلالؓ — خواجہ اش میزد برائے گوشمال
بلالؓ جسم کو کانٹوں پر قربان کر رہے تھے — اُن کا آقا سزا کے لیے اُن کو مارتا تھا

کہ چرا تو یادِ احمدؐ میکنی — بندۂ بد منکرِ دینِ منی
کہ تو احمدؐ کو کیوں یاد کرتا ہے؟ — تو بُرا غلام اور میرے دین کا منکر ہے

میزد اندر آفتابش اُو بخار — اُو اَحَد میگفت بہرِ افتخار
وہ اُن کو کانٹوں سے دھوپ میں مارتا تھا — وہ سرفرازی کے لیے احد کہتے تھے

تا کہ[2] صدیقؓ آں طرف بگذشت تفت — آں اَحَد گفتن بگوشِ اُو برفت
حتیٰ کہ صدیقؓ وہاں سے تیزی سے گذرے — وہ احد کہنا اُن کے کان میں پڑا

چشمِ اُو پُر آب شُد دل پُر عنا — زاں احد می یافت بُوئے آشنا
اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، دل تکلیف سے بھر گیا — اُس احد سے وہ اپنائیت کی بُو محسوس کرتے تھے:

بعد ازاں خلوت بدیدش پند داد — کز جہوداں خفیہ میدار اعتقاد
اُس کے بعد اُن کو تنہائی میں دیکھا، نصیحت کی — کہ کافروں سے اعتقاد کو چھپائے رکھ

عالِمُ السِّر ست[3] پنہاں دار کام — گفت کردم توبہ پیشت اے ہمام
وہ راز کا جاننے والا ہے، مقصد پوشیدہ رکھو — اُنھوں نے کہا، اے بزرگ! میں نے آپ کے سامنے توبہ کر لی

روزِ دیگر از پگہ صدیقؓ تفت — آں طرف از بہرِ کارے می برفت
دوسرے دن صبح کو صدیقؓ تیزی سے — اُس طرف کسی کام کو جا رہے تھے

---

1. تن فدا۔ چونکہ وہ بچاؤ کی صورت نہ اختیار کرتے تھے تو گویا خود اپنا جسم قربان کر رہے تھے۔ گوشمال۔ سزا۔ بندہ۔ تو میرا غلام ہو کر میرے مذہب کا انکار کرتا ہے۔ بخار۔ یعنی کانٹوں دار لکڑی۔ افتخار۔ یعنی بلالؓ کا احد احد کہنا آہ وزاری کے طور پر نہ تھا بلکہ اپنے دین پر فخر کے لیے تھا۔
2. تا کہ۔ جہاں بلالؓ کا آقا اُن کو مار رہا تھا وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا تو انھوں نے حضرت بلالؓ کی احد احد کی آواز سنی۔ چشمِ او۔ ان کو محسوس ہوا کہ بلالؓ مسلمان ہیں اور ان کو اس قدر پیٹا جا رہا ہے تو انتہائی رنجیدہ ہوئے۔ بعد ازاں۔ حضرت بلالؓ سے تنہائی میں کہا کہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھ۔
3. عالم السر۔ اللہ تعالیٰ تیرے پوشیدہ ایمان کو جانتا ہے۔ گفت۔ حضرت بلالؓ نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کر لیا۔ ہمام۔ سردار۔ پگہ۔ پگاہ، صبح۔

باز اَحَد بشنید و ضربِ زخمِ خار
پھر احد اور کانٹوں کی مار سُنی
برفروزید از دلش شور و شرار
اُن کے دل سے شور اور چنگاریاں بھڑک اُٹھیں

باز پندش داد باز اُو توبہ کرد
اُنھوں نے پھر ان کو نصیحت کی، انھوں نے توبہ کر لی
عشق[1] آمد توبۂ اُو را بخورد
عشق آیا اور اُن کی توبہ کو نگل گیا

توبہ کردن زیں نمط بسیار شُد
اسی طرح توبہ کرنا بہت سی مرتبہ، ہوا
عاقبت از توبہ اُو بیزار شُد
آخر کار وہ توبہ سے بیزار ہو گئے

فاش کرد اِسپرد تن را در بلا
ظاہر کر دیا، جسم کو مصیبت کے سپرد کر دیا
کاے محمدؐ اے عدُوّے توبہا
کہ اے محمدؐ! اے توبہ کے دشمن!

اے تنِ من، وے رگِ من پُر ز تُو
اے وہ! کہ میرا جسم اور رگیں تجھ سے پُر ہیں
توبہ را گنجہ کجا باشد درُو
اُن میں توبہ کی گنجائش کہاں ہے؟

توبہ را زیں پس ز دل بیروں کنم
اس کے بعد توبہ کو دل سے نکال دوں گا
از حیاتِ خلد توبہ چوں کنم
جنت کی زندگی سے کیسے توبہ کر لوں؟

عشق[2] قہارست و من مقہورِ عشق
عشق غالب ہے اور میں عشق میں مغلوب ہوں
چوں شکر شیریں شُدم از شورِ عشق
میں عشق کے نمک سے شکر کی طرح میٹھا ہو گیا ہوں

برگِ کاہم پیشِ تُو اے تُند باد
اے تیز ہوا! میں تیرے سامنے گھاس کا تنکا ہوں
من چہ دانم تا کُجا خواہم فتاد
میں کیا جانوں کہ میں کہاں گروں گا؟

گر ہلالم گر بلالم می دوَم
خواہ میں چاند ہوں خواہ بلال، میں دوڑ رہا ہوں
مقتدی بر آفتابت می شوم
میں تیرے سورج کا پیرو ہوں

ماہ[3] را بازفتی و زاری چہ کار
چاند کو موٹاپے اور لاغری سے کیا غرض؟
در پئے خورشید پُوید سایہ وار
وہ سایہ کی طرح سورج کے پیچھے دوڑتا ہے

باقضا ہر کُو قرارے میدہد
تقدیر کے مقابلے میں جو کوئی بات طے کرتا ہے
ریشخندِ سُبلتِ خود میکند
وہ اپنی مونچھوں کی مذاق اُڑاتا ہے

کاہ برگے پیشِ باد، آنگہ قرار
گھاس کا تنکا ہوا کے سامنے؟ پھر ٹکاؤ
رُستخیزے، وانگہانے عزمِ کار
قیامت، اور اُس وقت کام کا قصد؟

گربہ در انبانم اندر دستِ عشق
میں عشق کے ہاتھ میں، تھیلے میں بلی ہوں
یکدمے بالا و یکدم پستِ عشق
کبھی اُوپر اور کبھی عشق کے نیچے

---

1. عشق۔ ایمان کے عشق نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی توبہ پھڑوادی۔ توبہ کردن۔ حضرت بلالؓ ایمان کے اظہار سے توبہ کرتے تھے اور وہ بار بار ٹوٹ جاتی تھی تو وہ توبہ سے بیزار ہو گئے اور اپنے ایمان کا اظہار کر کے جسم کو مصیبتوں کے سپرد کر دیا۔ کاے۔ اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ اے محمدؐ تم میری توبہ کے دشمن ہو اور چونکہ تمھاری محبت میری رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے وہاں توبہ کی گنجائش کہاں ہے۔ توبہ۔ اب میں توبہ سے توبہ کرتا ہوں اور جس ایمان کی بدولت جنت کی زندگی حاصل ہوتی ہے اُس کے اظہار سے کیسے توبہ کروں؟
2. عشق۔ حضرت بلالؓ نے کہا اب میں عشق سے مجبور ہو چکا ہوں میں عشق کی تیز ہوا کے مقابلہ میں ایک تنکا ہوں معلوم نہیں وہ مجھے کس جگہ لے جا کر پھینکے گی میں خواہ چاند ہوں یا بلال، اب میں عشق کے سورج کا پیرو ہوں۔
3. ماورا۔ چاند کو تو سورج کے پیچھے رہنا ہے خواہ اُس میں اُس کا گھٹاؤ ہو یا بڑھاؤ ہو لفظ ماہ سے حضرت بلالؓ کی طرف بھی اشارہ ہے جن کا ذکر آگے آئے گا رضی اللہ عنہ۔ باقضا۔ تقدیر کے بالمقابل کوئی بات طے کرنا اپنی مونچھوں کا مذاق اُڑانا ہے۔ کاہ۔ قضائے خداوندی اور انسان کی مثال تیز آندھی اور گھاس کے تنکے کی ہے۔ رستخیز۔ قیامت۔ گربہ۔ بلی تھیلے میں رہ کر بے چین ہوتی ہے اور اُچھل کود کرتی رہتی ہے۔

اُو ہمی[1] گردانَدم بر گردِ سَر — نے بزیر آرام دارم نے زبر
وہ مجھے سر کے گرد گھماتا ہے — نہ مجھے نیچے آرام ہے نہ اُوپر

عاشقاں در سیلِ تُند افتادہ اند — بر قضائے عشق دل بنہادہ اند
عاشق، سخت بہاؤ میں پھنسے ہیں — وہ عشق کے فیصلے پر راضی ہو گئے ہیں

ہمچو سنگِ آسیا اندر مدار — روز و شب نالاں و گرداں بیقرار
وہ چکی کی طرح چکر میں ہیں — دن رات رونے میں اور بیقرار ہو کر چکر میں ہیں

گردشش برجُوی جویاں شاہد ست — تانگوید کس کہ آں جُو را کُدست
اُس کی گردش متحرک نہر کی گواہ ہے — تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ وہ نہر ٹھہری ہوئی ہے

گر نمی بینی تو جُورا در کمیں — گردشِ دولابِ گردونی ببیں
اگر تو اُس نہر کو نہیں دیکھتا جو پوشیدگی میں ہے — آسمانی رہٹ کی گردش کو دیکھ لے

چوں قرارے نیست گردوں را ازُو — اے دلِ اختر وار آرامے مجُو
جبکہ اُس (قضا) کی وجہ سے آسمان کو قرار نہیں ہے — اے ستارے جیسے دل! آرام نہ چاہ

گرزنی[2] در شاخ دستے کے ہلد — ہر کجا پیوند سازی بگسلد
اگر تو شاخ کو پکڑے گا وہ کب چھوڑے گی؟ — جہاں کہیں تو جوڑ لگائے گا، وہ توڑ دے گی

گر نمی بینی تو تدویرِ قدر — در عناصر جوشش و گردش نگر
اگر تو قضا کے گھمانے کو نہیں دیکھتا ہے — عناصر میں جوش اور گردش کو دیکھ لے

زانکہ گردشہایِ آں خاشاک و کف — باشد از غلیانِ بحرِ باشرف
اس لیے کہ کوڑے اور جھاگ کی گردشیں — بڑے دریا کے جوش سے ہوتی ہیں

بادِ سرگرداں ببیں اندر خروش — پیشِ امرش موجِ دریا بیں بجوش
گھومنے والی ہوا کو شور میں دیکھ لے — اس کے حکم کے سامنے دریا کی موج کو جوش میں دیکھ لے

آفتاب[3] و ماہ دوگاوِ خراس — گرد می گردند و میدارند پاس
سورج اور چاند، چکی کے دو بیل ہیں — چکر لگاتے ہیں اور لحاظ رکھتے ہیں

اختراں ہم خانہ خانہ می دوند — مرکبِ ہر سعد و نحسے می شوند
ستارے بھی گھر گھر دوڑتے ہیں — سعادت اور نحوست کی سواری بنتے ہیں

اخترانِ چرخ گر دورند — ویں حواست کاہل اندو سُست پے
آسمان کے ستارے اگر دور ہیں، ہاں — اور تیرے یہ حواس کاہل اور ست قدم ہیں

---

1. اُو ہمی گردانَدم۔ عشق عاشق کو مسلسل چکر میں رکھتا ہے۔ سیل۔ عشق کی مثال سخت بہاؤ کی سی ہے۔ ہمچو سنگ۔ پن چکی کا پاٹ ہمیشہ گھومتا رہتا ہے۔ گردشش۔ جس طرح چکی کا پاٹ نہر کے وجود کی علامت ہے اسی طرح انسان کا تذبذب اور بیقراری قضاءِ خداوندی کی دلیل ہے۔ گر نمی بینی۔ اگر تجھے خداوندی قضا نظر نہیں آتی ہے تو اُس کے آثار دیکھ لے اے دل۔ جب قضا کی وجہ سے اتنی عظیم الشان چیزیں بیقرار ہیں تو دل ایک چھوٹی سی چیز بیقرار کیوں نہ ہوگی۔
2. گرزنی۔ قضا کے بالمقابل تو جو سہارا ڈھونڈے گا قضا اُس کو فنا کر دے گی۔ گر نمی بینی۔ اگر انسان اللہ کے اس فعل کو نہیں دیکھ سکتا ہے جو وہ عالم کے اجزا میں کر رہا ہے تو اس کے فعل کے اس اثر کو دیکھ لے جو اجزاءِ عالم میں ہے۔ زانکہ۔ سمندر کے اُوپر کے جھاگ اور تنکوں میں جو حرکت ہے سب سمجھتے ہیں کہ وہ سمندر کے جوش کی وجہ سے ہے۔ باد۔ ہوا کا شور، دریا کی موج کا جوش خدائی تصرّف ہے۔
3. آفتاب۔ چاند اور سورج جو آسمان کی چکی کے دو بیلوں کی طرح ہیں اُسکے فرمانبردار ہیں اور حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔ اختراں۔ ساتوں ستاروں کی مختلف برجوں میں مختلف تاثیرات اُسی کے تصرّف کا نتیجہ ہیں۔ اختراں۔ اگر تمہاری نگاہ آفاق کی علامتوں کو نہیں دیکھ سکتی ہے تو اپنے ان تصرفات کو دیکھ جو تمہارے نفس میں ہیں۔

اخترانِ چشم و گوش و ہوشِ ما　　شب[1] کجایند و بہ بیداری کجا

ہمارے ہوش و گوش اور آنکھ کے ستارے　　رات کو کہاں ہیں اور بیداری میں کہاں ہیں؟

گاہ در سعد و وصال و دلخوشی　　گاہ در نحس و فراق و بیہشی

کبھی سعادت اور وصال اور خوشدلی میں ہیں　　کبھی نحوست اور جدائی اور بے ہوشی میں ہیں

ماہِ گردوں چوں دریں گردیدن ست　　گاہ تاریک و زمانے روشن ست

آسمان کا چاند چونکہ اس گردش میں ہے　　کبھی تاریک اور کسی وقت روشن ہے

گہ بہار و صیف ہمچوں شہد و شیر　　گہ سیاستہائے برف و زمہریر

کبھی (موسم) بہار اور گرمی شہد اور دودھ جیسا ہے　　کبھی برف اور ٹھٹھر کی سزائیں ہیں

چونکہ کلیات پیشِ اُو چو گوست　　سخرہ و سجدہ کُنِ چوگانِ اُو ست

جبکہ مجموعے اُس کے سامنے گیند کی طرح ہیں　　اُس کے بلے کے بیگاری اور تابع ہیں

تو کہ[2] یک جزوے دلا زیں صد ہزار　　چوں نباشی پیشِ حکمش بیقرار

اے دل! تو کہ ان لاکھوں میں سے ایک جزو ہے　　تو اُس کے حکم کے سامنے بے قرار کیوں نہ ہو گا؟

چوں ستُورے باش در حکمِ امیر　　گہ در آخُر حبس و گاہے در مَسیر

تو حاکم کے حکم میں گھوڑے کی طرح رہ　　کبھی اصطبل میں بند اور کبھی چلنے میں

چونکہ برمیخت بہ بندد بستہ باش　　چونکہ بکشاید برو برجستہ باش

جب وہ تجھے کھونٹے سے باندھے، بندھ جا　　جب وہ کھول دے چل پڑ، اور چالاک بن

آفتاب ار بَر فلک کژ می جہد　　درسیہ روئی کسوفش می دہد

سورج اگر آسمان پر ٹیڑھا چلتا ہے　　سیاہ روئی میں اُس کو گرہن لگا دیتا ہے

کز ذَنب[3] پرہیز کُن ہیں ہوشدار　　تانگردی تو سیہ رُو دیگ وار

کہ ذنب سے بچ، ہوش رکھ　　تاکہ تو دیگ کی طرح سیاہ رُو نہ بنے

ابر را ہم تازیانہ آتشیں　　میزنندش کاں چناں رَو نے چنیں

ابر کے لیے بھی آگ کا کوڑا　　مارتے ہیں، کہ اس طرح چل، اُس طرح نہیں

بر فلاں وادی ببار ایں سُو مبار　　گوشمالش میدہد کہ گوشدار

فلاں وادی پر برس، اس جانب نہ برس　　اُس کو سزا دیتا ہے، کہ سُن

عقلِ تو از آفتابے بیش نیست　　اندراں فکرے کہ نہی آمد مایست

تیری عقل سورج سے بڑھ کر نہیں ہے　　جس خیال کے بارے میں ممانعت آئی ہے، نہ ٹھہر

---

1. شب۔ یہ تمھارے حواس رات کو کہاں ہوتے ہیں اور ان پر کیا کیا کیفیات طاری ہوتی ہیں ان سب پر غور کرو۔ گہ بہار۔ زمانہ کے تغیرات کو دیکھو۔ چونکہ۔ یہ غور کرو کہ دنیا کی اس قدر بڑی بڑی چیزیں قدرت کے ہاتھوں کس قدر تغیّر پذیر ہیں۔

2. تو کہ۔ انسان کا دل اس کائنات کے مقابلہ میں بہت ہی چھوٹی سی چیز ہے، تو پھر وہ قدرت کے احکام سے بیقرار کیوں نہ ہو گا۔ ستور۔ اس کا اطلاق اونٹ، گھوڑے بیل پر کیا جاتا ہے۔ چونکہ۔ جانور اپنے مالک کا ہر طرح سے مطیع ہوتا ہے اسی طرح انسان کو اپنے مولیٰ کا فرمانبردار ہونا چاہیے۔

3. ذنب۔ نون کے زبر کے ساتھ بمعنی دم ہے، ایک ستارے کا نام ہے جس کو ذنب الفرس بھی کہتے ہیں سورج اُس کے قریب پہنچ کر گرہن میں آ جاتا ہے اور ذنب نون کے سکون کے ساتھ گناہ کے معنی میں ہے، اشارہ ہے کہ جس طرح ذنب کا قرب سورج کے گرہن اور روسیاہی کا سبب ہے اسی طرح ذنب، گناہ کا قرب انسان کی رُو سیاہی کا سبب ہے۔ ابر۔ فرشتے ابر کو مختلف مقامات پر لے جا کر برساتے ہیں۔ عقل۔ انسانی عقل آفتاب سے بڑی چیز نہیں ہے جب غلط روی سے وہ روسیاہ ہو جاتا ہے انسان کی عقل اگر غلط روی اختیار کرے گی وہ بھی رُوسیاہ ہو جائے گی۔

کژ مَنہ اے عقل تو ہم گامِ خویش — تا نیاید آں کسوفت زُو بہ پیش

اے عقل! تو بھی اپنا قدم ٹیڑھا نہ رکھ — تاکہ اُس کی وجہ سے تجھے گرہن درپیش نہ ہو

چوں[1] گنہ کمتر بُوَد نیمِ آفتاب — منکسِف بینی و نیمے نور و تاب

جب گناہ تھوڑا ہوتا ہے، آدھا سورج — تو گرہن میں دیکھتا ہے اور آدھا نور اور چمک میں

کہ بقدرِ جُرم میگیرم تُرا — ایں بُوَد تقدیر در داد و جزا

کہ میں تجھے جرم کی بقدر پکڑتا ہوں — عطا اور سزا میں یہی اندازہ ہوتا ہے

خواہ[2] نیک و خواہ بد فاش و ستیر — برہمہ اشیا سمیعم و بصیر

خواہ نیک ہو اور خواہ بُرا، کھلا اور چھپا — ہم تمام چیزوں پر، سمیع اور بصیر ہیں

زیں گذر کن اے پدر نو روز شُد — خلق از اخلاقِ خوش فیروز شُد

اے بابا! اس سے آگے بڑھ عید آ گئی — مخلوق اچھے اخلاق سے بہرہ مند ہو گئی

باز آمد آبِ جاں در جُوئے ما — باز آمد شاہِ ما در کوئے ما

ہماری نہر میں آبِ حیات پھر آ گیا — ہمارا شاہ، ہمارے کوچہ میں پھر آ گیا

می[3] خرامد بخت و دامن میکشد — نوبتِ توبہ شکستن میرسد

نصیبہ، ناز سے چلتا ہے اور دامن کھینچتا ہے — توبہ شکنی کا موقع آ رہا ہے

توبہ را بارِ دگر سیلاب بُرد — فرصت آمد پاسباں را خواب بُرد

توبہ کو دوبارہ سیلاب بہا لے گیا — موقع آ گیا، چوکیدار کو نیند آ گئی

ہر خُماری مست گشت و بادہ خورد — رخت را اِمشب گرو خواہیم کرد

ہر شرابی مست ہو گیا اور شراب پی لی — ہم آج کی رات سامان کو گروی کر دیں گے

زاں شرابِ لعل و لعلِ جانفزا — لعل اندر لعل اندر لعلِ ما

اُس سُرخ شراب اور جانفزا (لب) لعل سے — ہمارا لعل، لعل در لعل ہے

باز خُرم گشت و مجلس دلفروز — خیز دفعِ چشمِ بد اسپند سوز

مجلس پھر پُر لطف اور دلفروز ہو گئی — اُٹھ نظرِ بد کو دُور کرنے کے لیے کالا دانہ جلا

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم — تا ابد جاناں چنیں میبایدم

مجھے مستانہ نعرہ بھلا لگتا ہے — اے محبوب! ہمیشہ مجھے یہی چاہیے

نک ہلالےؓ با بلالےؓ یار شُد — زخمِ خار اُو را گل و گلزار شُد

اب ہلالؓ، بلالؓ کے یار ہو گئے — اُن کے لیے کانٹے کا زخم گل و گلزار ہو گیا

---

[1] چوں گنہ۔ اگر انسان کے مکمل گناہ ہوں گے تو اس کی روسیاہی مکمل ہوگی اگر گناہ ادھورے ہیں تو روسیاہی بھی ادھوری ہوگی۔ کہ بقدر۔ قرآن پاک میں ہے وقضی بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ "اور اُن کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا"۔

[2] خواہ۔ اللہ تعالیٰ ہر ڈھکی چھپی نیکی اور بدی کو دیکھنے اور سننے والا ہے۔ زیں۔ اب قدرت کی بحث ختم کر دو کیونکہ عاشقوں میں عشق کے غلبہ سے عید کی سی خوشی طاری ہو گئی ہے اور معشوق اپنے عاشقوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ رہا ہے۔ آبِ جاں۔ یعنی عشق۔ شاہ۔ یعنی محبوب۔

[3] می خرامد۔ عاشقوں کا نصیبہ اب ناز کر رہا ہے اور عشق کے غلبہ سے توبہ شکنی کا وقت آ گیا ہے۔ توبہ۔ حضرت بلالؓ دوبارہ اظہارِ ایمان سے توبہ کو توڑنے پر مجبور ہو گئے۔ خماری۔ وہ شرابی جس پر نشہ کا اثر ہو۔ شرابِ لعل۔ یعنی عشق کی سُرخ شراب۔ لعلِ جانفزا۔ یعنی معشوق کا ہونٹ۔ لعل اندر۔ یعنی ہمیں عشق کی دولتیں حاصل ہو گئی ہیں۔ اسپند۔ کالا دانہ جس کی نظرِ بد کے دفعیہ کے لیے دھونی دی جاتی ہے۔ نک ہلالے۔ حضرت ہلالؓ کا قصہ آگے مذکور ہے۔ مصرع: خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔

گرز[1] زخمِ خار، تن غربال شُد — جان و جسم گلشنِ اقبال شُد
اگر کانٹے کے زخم سے جسم چھلنی ہو گیا ہے — میری جان اور جسم نصیبہ وری کا چمن بن گیا ہے

تن بہ پیشِ زخمِ خارِ آں جہُود — جانِ من مست و خرابِ آں ودوُد
میرا جسم اُس منکر کے کانٹے کے زخم کے سامنے ہے — میری جان اُس محبوب سے مست و خراب ہے

بُویِ جانے سُویِ جانم میرسد — بُویِ یارِ مہربانم میرسد
ایک جان کی خوشبو میری جان کو پہنچ رہی ہے — مجھے مہربان دوست کی خوشبو آ رہی ہے

از سُویِ معراج آمد مصطفٰےؐ — بر بلالشؓ حبّذا آں حبّذا
مصطفٰےؐ عروج سے آئے — اُن کے بلالؓ کو مبارک ہو، وہ مبارکباد

باز گردانیدنِ صدیق رضی اللہ عنہ واقعۂ بلال رضی اللہ عنہ را و ظلمِ[2] جہوداں بروے و احد احد گفتنِ اُو و فزوں شدنِ کینۂ جہوداں و قصۂ اُو پیشِ حضرت مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ و علٰی آلہ و سلم گفتن و مشورت کردن در خریدنِ اُو از جہوداں

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت بلالؓ کے واقعہ اور اُن پر کافروں کے ظلم اور اُن کے احد احد کہنے کا اور منکروں کے کینہ کے بڑھنے، اور اُن کے قصہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرانا اور منکروں سے خریدنے میں مشورہ کرنا

چونکہ صدیقؓ از بلالِؓ دم دُرست — ایں شنید از توبۂ اُو دست شُست
جب صدیقؓ نے سچے بلالؓ سے — یہ سُنا، اُن کی توبہ سے ہاتھ دھو لیا

بعد ازاں صدیقؓ پیشِ مصطفٰےؐ — گفت حالِ آں بلالِؓ با وفا
اُس کے بعد صدیقؓ نے آنحضورؐ کے سامنے — اُن وفادار بلالؓ کا حال کہا

کاں فلک پیمائے میموں خال چُست — ایں زماں در عشق و اندر دامِ تُست
کہ وہ آسمان کو طے کرنے والا، مبارک فال، مستعد — اب وہ آپ کے عشق اور جال میں ہے

بازِ سلطان ست زاں چُغداں[3] برنج — در حدث مدفون شُد آں زفت گنج
شاہی باز، اُن چغدوں سے تکلیف میں ہے — وہ بھاری خزانہ گندگی میں دفن ہو گیا

چُغدہا بر باز اِستم می کنند — پرّ و بالش بیگناہے می کنند
چغد، باز پر ظلم کر رہے ہیں — بغیر خطا کے اُس کے پر و بال اُکھاڑ رہے ہیں

---

1. گرز زخم۔ یعنی حضرت بلالؓ نے کہا۔ غربال۔ چھلنی۔ تن۔ جسم کو اگرچہ یہ کافر زخمی کر رہا ہے لیکن اللہ کے عشق سے مست ہے۔ ودود۔ اللہ تعالیٰ۔ بُوی جانے۔ یعنی آنحضور کی خوشبو۔ معراج۔ یعنی آنحضورؐ نے عروجِ روحانی سے نزول فرمایا اور حضرت بلالؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔
2. ظلم جہوداں۔ حضرت بلالؓ پر کفار جو ظلم کر رہے تھے اُس کا سارا قصہ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا۔ دم دُرست۔ سچا۔ دست شست۔ یعنی حضرت بلالؓ کی توبہ سے مایوس ہوگئے۔ کاں فلک۔ حضرت بلالؓ کو شاہی باز قرار دے کر ان صفات کا ذکر کیا ہے۔ سلطان۔ یعنی آنحضورؐ۔
3. چنداں۔ یعنی کفارِ قریش۔ حدث۔ یعنی کفارِ قریش۔ گنج۔ یعنی حضرت بلالؓ۔ چغدہا۔ پہلے قصہ بیان کر چکے ہیں کہ ایک شاہی باز چغدوں میں جا پھنسا تھا۔

جُرمِ اُو اینست کو باز ست و بس — غیرِ[1] خُوبی جُرمِ یوسف چیست پس
اُس کی خطا صرف یہی ہے کہ وہ باز ہے — یوسف کا سوائے حُسن کے کیا جُرم ہے؟

چُغد را ویرانہ باشد زاد و بُود — ہست شاں بر باز زاں خشم و جُحُود
چغدوں کا مولد اور مسکن ویرانہ ہوتا ہے — باز پر اُن کا انکار اور غصہ اس لیے ہے

کہ چرا تو یاد می آری ازاں — لالہ زار و جُویبار و گلستاں
کہ تو کیوں یاد کرتا ہے، اُس — لالہ زار اور نہر اور چمن کو

کہ چرا می یادآری زاں دِیار — یا ز قصر و ساعدِ آں شہر یار
کہ تو اُس وطن کو کیوں یاد کرتا ہے؟ — یا اُس شاہ کے قلعہ اور کلائی کو

در دہِ چغداں فضولی می کُنی — فتنہ و تشویش در می افگنی
تو چغدوں کی بستی میں بیوقوفی کرتا ہے — تو فتنہ اور تشویش پیدا کرتا ہے

مسکنِ مارا کہ شُد رشکِ اثیر — تو خرابہ خوانی و نامِ حقیر
ہماری قیام گاہ، جو رشکِ فلک ہے — تو (اُس کو) ویرانہ کہتا ہے اور حقیر نام (دھرتا ہے)

شید آوردی کہ تا چُغدانِ ما — مر تُرا سازند شاہ و پیشوا
تو مکاری کرتا ہے، تاکہ ہمارے چُغد — تجھے شاہ اور پیشوا بنا لیں

وہمِ[2] و سودائی در ایشاں می تنی — نامِ ایں فردوس ویراں می کنی
تو اُن میں وہم اور دیوانگی پیدا کر رہا ہے — تو اس جنت کا نام، ویرانہ دھرتا ہے

بر سَرت چنداں زنیم اے بد صفات — کہ بگوئی ترکِ شِید و تُرہات
اے بد صفات! ہم تیرے سر پر اتنا ماریں گے — کہ تو مکر اور بکواس کو چھوڑ دے

پیشِ مشرق چار میخش می کُنند — تن برہنہ شاخِ خارش میزنند
مشرق کے رُخ اُس کو چار میخ کرتے ہیں — ننگے بدن، اُس پر کانٹے دار لکڑی مارتے ہیں

از[3] تنش صد جایِ خون برمی جہد — اُو احد میگوید و سر می نہد
اُس کے جسم سے سیکڑوں جگہ سے خُون اُبل پڑتا ہے — وہ احد کہتا ہے، اور سر ڈال دیتا ہے

پندہا دادم کہ پنہاں دار دیں — سِرّ بپوشاں از جہودانِ لعیں
میں نے نصیحتیں کیں کہ دین کو پوشیدہ رکھ — ملعون کافروں سے، راز چھپا

عاشق ست اُو را قیامت آمد ست — تا درِ توبہ بُرو بستہ شُدہ ست
وہ عاشق ہے، اُس کے لیے قیامت آگئی ہے — حتیٰ کہ توبہ کا دروازہ اُس پر بند ہو گیا ہے

---

1 غیرِ خوبی۔ حضرت یوسف سے اُن کے بھائیوں کی دشمنی اُن کے حسن کی وجہ سے تھی۔ جُحود۔ انکار۔ کہ چرا۔ جب باز لالہ زار اور چمن کو یاد کرتا ہے تو چغدوں کو غصہ آتا ہے اور کہتے ہیں کہ تو شاہی کلائی اور محلات کا ذکر کر کے ہمیں کیوں پریشان کرتا ہے۔ مسکن۔ چغد یہ بھی کہتے ہیں کہ تو ہمارے مسکن کو جو آسمانوں سے بھی افضل ہے ویرانہ کہتا ہے۔ شید۔ یہ تیری سب مکاری سردار بننے کے لیے ہے۔

2 وہم۔ تو ہم کو دیوانہ بنانا چاہتا ہے اور ہماری جنت کو ویرانہ کہتا ہے۔ ترہات۔ بکواس۔ پیش۔ حضرت بلالؓ کو اس طرح سزا دیتے تھے کہ ننگا کر کے چاروں ہاتھ پاؤں کو چار کیلوں سے باندھ دیتے تھے اور خاردار لکڑی سے مارتے تھے یہ باتیں حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیں۔

3 از تنش۔ مار کھانے سے اُن کے بدن پر سیکڑوں زخموں سے خون بہتا ہے اور وہ برابر احد احد کہتے رہتے ہیں اور اس سزا سے نہیں گھبراتے ہیں۔ پندہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں نے ان کو دین و ایمان پوشیدہ رکھنے کی نصیحتیں بھی کیں، لیکن وہ خدا اور رسول کا ایسا عاشق ہے کہ گویا قیامت آگئی ہے اور اُس کے لیے اس عشق کو ظاہر کرنے کی توبہ کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔

عاشقی[1] و توبہ یا امکانِ صبر — ایں محالے باشد اے جاں بس سطبر
عاشقی، اور توبہ، یا صبر کا امکان — اے جان! یہ بہت عظیم محال ہوتا ہے

توبہ کِرم و عشق ہمچوں اژدہا — توبہ وصفِ خلق و آں وصفِ خدا
توبہ کیڑا ہے اور عشق اژدہے کی طرح ہے — توبہ مخلوق کی صفت ہے اور وہ خدا کا وصف ہے

عشق ز اوصافِ خدایِ بے نیاز — عاشقی بر غیرِ اُو باشد مجاز
عشق، بے نیاز خدا کے اوصاف میں سے ہے — اُس کے غیر سے عاشقی مجاز ہے

زانکہ آں مس زر اندود آمد ست — ظاہرش نور، اندروں دود آمدست
کیونکہ وہ ملمع شدہ تانبا ہے — اُس کا ظاہر روشن، اندر دھواں ہے

چوں رود نور و شود پیدا دُخاں — بفسرد عشقِ مجازی آں زماں
جب چمک چلی جاتی ہے اور دھواں نمودار ہو جاتا ہے — اُس وقت، مجازی عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

چوں شود پیدا دُخانِ غم فزا — بفسرد نے عشق ماند نے ہوا
جب غم کو بڑھانے والا دھواں ظاہر ہو جاتا ہے — وہ ٹھٹھر جاتا ہے، نہ عشق رہتا ہے نہ ہوس

وارود[2] آں حُسن سُویِ اصلِ خود — جسم ماند گندہ و رُسوا و بد
وہ حسن اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے — جسم گندہ اور ذلیل اور بدحال رہ جاتا ہے

نورِ مہ راجع شود ہم سُویِ ماہ — وارود عکسش ز دیوارِ سیاہ
چاند کی چاندنی، چاند کی طرف لوٹ جاتی ہے — اُس کا عکس کالی دیوار سے واپس ہو جاتا ہے

نے[3] درُو نورے بُود نے زندگی — نے جمالش ماند و نے فرخندگی
نہ اُس میں نور رہتا ہے، نہ زندگی — نہ اُس کا حسن رہتا ہے، اور نہ خوبی

پس بماند آب و گلِ بے آں نگار — گردد آں دیوار بے مہ دیو وار
اُس حسین کے بغیر پانی اور مٹی رہ جاتی ہے — وہ دیوار چاندنی کے بغیر بھوت کی طرح رہ جاتی ہے

قُلب را کہ زر ز رُویِ اُو بجست — باز گشت آں زر بکانِ خود نشست
کھوٹا، جس کے اُوپر سے سونا اُڑ گیا — وہ سونا واپس ہو گیا، اپنی کان میں جا بیٹھا

پس مِسِ رُسوا بماند دود وش — زُو سیہ تر رُو بماند عاشقش
رسوا تانبا دھوئیں کی طرح رہ جاتا ہے — اُس کا عاشق، اُس سے زیادہ روسیاہ ہو جاتا ہے

عشقِ بینایاں بُود برکانِ زر — لاجرم ہر روز باشد بیشتر
عقل مندوں کا عشق سونے کی کان سے ہوتا ہے — وہ لامحالہ ہر روز بڑھتا ہے

---

1. عاشقی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ عاشق ہو اور پھر وہ محبوب کے ذکر سے توبہ کرے یہ ناممکن بات ہے۔ توبہ۔ عشق کے سامنے توبہ ایک کمزور چیز ہے توبہ بندے کی صفت ہے اور عشق خدا کی صفت ہے، اللہ کی صفت اور بندے کی صفت کا کیا مقابلہ۔ عشق۔ حقیقی عشق خدا کی صفت ہے دوسری چیز سے عشق، عشق مجازی ہے۔ زانکہ۔ غیر خدا سے عشق ایسا ہی ہے جیسے ملمع شدہ سونے کا عشق۔ چوں۔ جب مجازی معشوق سے خدائی عکس جدا ہو جاتا ہے اُس معشوق سے عشق بھی نہیں رہتا۔
2. وارود۔ مجازی معشوق کا حسن جب اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو معشوق کا جسم گندہ اور بُرا معلوم ہونے لگتا ہے۔ نورِ مہ۔ اس کی یہ مثال ہے کہ کالی دیوار سے جب چاند کی چاندنی غائب ہو جاتی ہے تو پھر دیوار کالی نظر آنے لگتی ہے۔
3. نے درو۔ مجازی معشوق پر سے اللہ تعالیٰ کے حسن کا عکس ہٹ جانے سے نہ اُس میں زندگی رہتی ہے نہ حسن اور وہ محض ایک مٹی اور پانی رہ جاتا ہے۔ قُلب۔ ملمع شدہ چیز پر سے جب سونا اُڑ کر اپنی کان میں پہنچ جاتا ہے تو تانبا رُوسیاہ رہ جاتا ہے اور اُس کا عاشق اس سے بھی زیادہ رُسوا ہو جاتا ہے۔ عشق۔ جو عقلمند ہیں وہ اصل پر عاشق ہوتے ہیں چونکہ وہ باقی رہنے والی چیز ہے لہٰذا عشق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

مرحبا[1] اے کانِ زر لاَ شَکَّ فِیْکَ — زانکہ کاں را در زری نبُوَد شریک

اے سونے کی کان تجھے شاباش، تیرے بارے میں شک نہیں ہے — کیونکہ سونے پن میں کان کا کوئی شریک نہیں ہے

ہر کہ قلبے را کند انبازِ کان — وا رود زر تا بکانِ لا مکان

جو کھوٹے کو کان کا شریک بنائے — سونا لامکانی کان میں چلا جائے گا

عاشق و معشوق مُردہ ز اضطراب — ماندہ ماہی رفتہ زاں گردابِ آب

عاشق اور معشوق اضطراب سے مر گئے — مچھلی رہ گئی اس بھنور سے پانی چلا گیا

عشقِ ربانی ست خورشیدِ کمال — امرِ نورِ اُوست خلقاں چوں ظِلال

خدائی عشق کمال کا سورج ہے — (عالم) امر اُس کا نور ہے (عالم) خلق سایوں کی طرح ہے

مصطفیٰؐ[2] زیں قصہ چوں گُل بو شگفت — رغبت افزوں گشت اُو را ہم بگفت

(حضرت) مصطفیٰؐ اس قصہ سے پھول کی طرح کھل گئے — کہنے سے، اُن کی رغبت بھی بڑھ گئی

مستمع چوں یافت ہمچوں مصطفیٰؐ — ہر سرِ مویش زبانے شد جُدا

جبکہ سننے والا (حضرت) مصطفیٰؐ جیسا پایا — اُن کا ہر سر مُو مستقل زبان بن گیا

مصطفیٰؐ گفتش کہ اکنوں چارہ چیست — گفت ایں بندہ مر اُورا مشتری ست

(حضرت) مصطفیٰؐ نے فرمایا اب کیا تدبیر ہے؟ — عرض کیا، یہ غلام اُس کا خریدار ہے

ہر بہا کہ گوید اُو را می خرم — در زیان و حیفِ ظاہر ننگرم

وہ جو قیمت بھی کہے گا، میں اُس کو خرید لوں گا — ظاہری نقصان اور بے انصافی کو نہ دیکھوں گا

کُو اسیر اللہ فی الارض آمد ست — سخرۂ خشمِ عدُوّ اللہ شُدست

کیونکہ وہ سرزمین میں اللہ (تعالیٰ) کا قیدی ہے — اللہ (تعالیٰ) کے دشمن کے غصہ کا پابند ہو گیا ہے

وصیت[3] کردنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و سلم صدیق رضی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ جب

اللہ تعالیٰ عنہ را کہ چوں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را مُشتری میشوی

تو بلال رضی اللہ عنہ کا خریدار بنے گا وہ لوگ لامحالہ مخالفت

ہر آئینہ ایشاں از ستیزہ بسیار بہایِ اُو را خواہند افزود و مرا دریں

کی وجہ سے اُس کی بہت قیمت بڑھا دیں گے اور مجھے اس

فضیلت شریکِ خود کن و وکیلِ من باش و نیم بہا از من بستاں

فضیلت میں اپنا شریک کر لے اور میرا وکیل بن جا اور آدھی قیمت مجھ سے لے لے

---

1. مرحبا۔ اب مولانا جوش میں معشوقِ حقیقی کو خطاب کرتے ہیں تیری صفات کے حقیقی ہونے میں کوئی شک نہیں اور تیری اس صفت میں تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہر کہ۔ جو مجازی موصوف کو حقیقی موصوف کا شریک کریگا۔ عاشق۔ وہ عاشق جو کھوٹے کو کان شریک بنائے گا، جب کھوٹے کا ملمع اُڑ جائے گا تو عاشق اور معشوق دونوں پریشانی سے ایسے مُردہ ہو جائیں گے، جیسا کہ وہ مچھلی جو گرداب کا پانی خشک ہو جانے کے بعد پڑی رہ جائے۔ عالم امر۔ قرآن میں ہے اَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ "خلق خدا اُسی کے لیے ہے" عالم امر وہ عالم ہے جو مادے سے خالی ہے اور عالم خلق جسمانی عالم ہے اصل عالم امر ہے اور عالم خلق اس کا سایہ ہے۔
2. مصطفیٰ۔ حضرت بلالؓ کا قصہ سن کر آنحضورؐ خوش ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے اُس کی خوب تشریح کی۔ مصطفیٰ۔ آنحضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے حضرت بلالؓ کا پورا قصہ سن کر فرمایا، اب کیا تدبیر ہے؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں اس کو خرید لوں گا وہ جو بھی قیمت طلب کریں گے، ان کو دے دوں گا اور کسی ظاہری نقصان کی پرواہ نہ کروں گا کیونکہ وہ خدا کا قیدی دشمنوں کے ہاتھ میں پھنسا ہوا ہے۔
3. وصیت۔ آنحضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ وہ لوگ عداوت کی وجہ سے، بہت قیمت طلب کریں گے اس کو خرید لے اور مجھے بھی اس خریداری میں شریک کر لے۔

مصطفیؐ گفتش کاے اقبال جو
(حضرت) مصطفیؐ نے اُنسے فرمایا کہ اے نیک بختی کی جستجو کرنیوالے
در خریدن می شوم انبازِ تو
خریداری میں، میں تیرا شریک بنتا ہوں

تو[1] وکیلم باش و نیمے بہرِ من
تو میرا وکیل بن جا، اور آدھے کا میرے لیے
مشتری شو قبض کن از من ثمن
خریدار بن جا، مجھ سے قیمت لے لے

گفت صد خدمت کنم رفت آں زماں
عرض کیا سو بار خدمت کرتا ہوں فوراً روانہ ہو گئے
سوئے خانہ آں جہودِ بے اماں
اُس بے پناہ کافر کے گھر کی جانب

گفت با خود کز کفِ طفلاں گہر
اپنے آپ سے کہنے لگے کہ بچوں کے ہاتھ سے موتی
می تواں آساں خریدن اے پدر
اے بابا! آسانی سے خریدا جا سکتا ہے

عقل و ایماں را ازیں قومِ جہول
اس نادان قوم سے، عقل اور ایمان کو
می خرد با ملکِ دنیا دیوِ غول
شیطان، دنیا کے ملک کے بدلے میں خرید لیتا ہے

آنچناں[2] زینت دہد مُردار را
وہ مُردار کو اس قدر مزیّن کر دیتا ہے
کہ خرد ز ایشاں دو صد گلزار را
کہ اُن سے دو سو چمن خرید لیتا ہے

آنچناں مہتاب بنماید بسحر
چاندنی کو جادو کے ذریعہ اس طرح دکھا دیتا ہے
کز خساں صد کیسہ بُرباید بسحر
کہ شعبدے کے ذریعہ کمینوں سے سو تھیلیاں اچک لیجاتا ہے

انبیا شاں تاجری آموختند
اُن کو نبیوں نے تجارت سکھائی
پیشِ ایشاں شمعِ دیں افروختند
اُن کے سامنے دین کی شمع روشن کی

دیو و غولِ ساحر از سحر و نبرد
جادوگر بھوت اور چھلاوے نے جادوگری اور مخالفت سے
انبیا را در نظرِ شاں زشت کرد
اُن کی نظر میں نبیوں کو بے وقعت کر دیا

زشت گرداند بجادوئی عدو
دشمن جادو سے بُرا بنا دیتا ہے
تا طلاق اُفتد میانِ جُفت و شو
حتیٰ کہ بیوی اور شوہر میں طلاق واقع ہو جاتی ہے

دیدہا[3] شاں را بسحرے دوختند
جادو سے، اُنھوں نے اُن کی آنکھیں سی دیں
تا چنیں گوہر بہ خس بفروختند
یہاں تک کہ انھوں نے ایسا موتی تنکے کے بدلے بیچ ڈالا

ایں گہر از ہر دو عالم برترست
یہ موتی، دونوں جہان سے بالاتر ہے
ہیں بخر زیں طفلِ جاہل کو خرست
ہاں اس نادان بچے سے خرید لے کیونکہ وہ گدھا ہے

پیشِ خر خرمہرہ و گوہر یکیست
گدھے کے سامنے کوڑی اور موتی یکساں ہے
آں اشک را در دُرو دریا شکیست
اُس گدھے کو موتی اور سمندر میں شک ہے

---

1. تو وکیلم۔ بلالؓ کی خریداری میں تم میرے وکیل بن جاؤ۔ آں جہود۔ اُمیہ بن خلف۔ گفت۔ ابوبکرؓ نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کافر بلالؓ کی قدر و قیمت سے بے خبر ہیں میں اُنسے بلالؓ کو آسانی سے اسی طرح خرید لوں گا جس طرح بچے سے موتی خرید لیا جاتا ہے۔ عقل۔ ان کفار سے شیطان دنیا کے بدلے عقل و ایمان خرید لیتا ہے۔
2. آنچناں۔ شیطان ان کافروں کے لیے مُردار دُنیا کو اس قدر پُر رونق کر کے دکھا دیتا ہے کہ اُن سے آخرت کے چمن خرید لیتا ہے۔ مہتاب۔ چاندنی کو کپڑا بنا کر دکھا دیتا ہے اور اُن کی ہمیانیاں اُڑا لے جاتا ہے۔ انبیاء نے اُن کو تجارت کرنا سکھایا لیکن شیطان اُن کی نظروں میں انبیاء اور اُن کی تعلیمات کو بُرا کر کے دکھا دیتا ہے۔ زشت۔ شیطان ایسے اثرات پیدا کر دیتا ہے کہ میاں بیوی میں نفرت ہو جاتی ہے اور طلاق تک نوبت آ جاتی ہے۔
3. دیدہا۔ جس طرح شیطان میاں اور بیوی میں جادوگری کرتا ہے اسی طرح جادو سے ان کو اندھا کر دیا اور اُن کفار نے حضرت بلالؓ کو چند ٹکوں میں بیچ ڈالا۔ ایں گہر۔ یعنی حضرت بلالؓ۔ زیں طفل۔ یعنی اُمیہ۔ خرمہرہ۔ کوڑی۔ اشک۔ ترکی لفظ ہے، گدھا۔

منکرِ بحر[1] ست و گوہرہایِ او
وہ سمندر اور اُس کے موتیوں کا منکر ہے
کے بُوَد حیواں درو پیرایہ جو
جانور، اُس سے آرائش کا کب طالب ہوتا ہے؟

در سرِ حیواں خدا ننہادہ است
خدا نے جانور کے سر میں نہیں رکھا ہے
کو بُوَد در بندِ لعل و دُر پرست
کہ وہ لعل کی فکر میں اور موتی کا پرستار ہو

مرخراں را ہیچ دیدی گوشوار
تو نے گدھوں کے کان کا آویزہ کبھی دیکھا ہے
گوش و ہوشِ خربُوَد در سبزہ زار
گدھے کا گوش و ہوش سبزہ زار ہوتا ہے

اَحۡسَنُ التَّقۡوِیۡم در وَالتِّین بخواں
"احسن التقویم" کو (سورہ) والتین میں پڑھ لے
کہ گرامی گوہر ست اے دوست، جاں
کہ اے پیارے! جان قیمتی موتی ہے

اَحۡسَنُ التَّقۡوِیۡم از عرشش فزوں
احسن التقویم اُس کے عرش سے بڑھ کر ہے
اَحۡسَنُ التَّقۡوِیۡم از فکرت بروں
احسن التقویم تیری سمجھ سے باہر ہے

گر بگویم قیمت، این[2] ممتنع
اگر میں اس کی قیمت بتاؤں، ناممکن ہے
ہم بسوزم ہم بسوزد مستمع
میں بھی جل جاؤں، سننے والا بھی جل جائے

لب بہ بند اینجا و خرآں سُو مراں
اس جگہ ہونٹ بند کر لے، اُس جانب گدھا نہ ہنکا
رفت آں صدیقؓ سُوئے آں خراں
صدیقؓ، اُن گدھوں کی جانب روانہ ہو گئے

حلقہ در زد چو در را برکشود
کنڈی بجائی، جب اُس نے دروازہ کھولا
رفت بیخود در سرایِ آں جہود
بیخودی میں اُس کافر کے گھر میں پہنچ گئے

بیخود و سرمست در آتش نشست
بیخود اور مدہوش (غصہ کی) آگ میں، جا بیٹھے
از دہانش بس کلامِ تلخ جست
اُن کے منہ سے بہت کڑوی باتیں نکلیں

کیں[3] ولی اللہ را چوں میزنی
کہ تو اللہ تعالیٰ کے اس دوست کو کیوں مارتا ہے؟
ایں چہ حِقدست اے عدوِ روشنی
اے نور کے دشمن! یہ کیسا کینہ ہے؟

گر تُرا صدقیست اندر دینِ خود
اگر تجھ میں اپنے دین کے بارے میں سچائی ہے
ظلم بر صادق دلت چوں میدہد
تیرا دل، ایک سچے پر ظلم کیسے گوارا کرتا ہے؟

اے تو در دینِ جہودی مادہ
ارے تو کفر کے دین میں نامرد ہے
کیں گماں داری تو بر شہزادہ
کہ تو ایک شہزادے پر یہ گمان کرتا ہے

---

1. بحر۔ یعنی ایمان کا سمندر۔ گوہرہای۔ یعنی مومنین۔ پیرایہ۔ آرائش۔ در سر۔ حیوان میں اللہ تعالیٰ نے اتنی سمجھ نہیں دی کہ وہ لعل اور موتی کی قیمت کو سمجھ سکے۔ مرخراں۔ چونکہ وہ موتی کی قیمت نہیں سمجھتے اس لیے وہ کانوں میں موتی کے آویزے نہیں ڈالتے ہیں۔ سبزہ زار۔ یعنی خورد ونوش۔ والتین۔ سورۃ التین میں مذکور ہے لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ "بیشک ہم نے انسان کو بہترین خلقت میں پیدا کیا ہے"۔ فزوں۔ روح کامل، عرش سے افضل ہے اور انسان اس دنیا میں اُس کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔
2. ایں ممتنع۔ روح کامل جس کی حقیقت کا بیان ناممکن ہے اگر میں اُس کی قدر و قیمت بیان کروں تو میں بھی اور تم بھی جل جاؤ گے اور کچھ وصول نہ ہوگا۔ لب بہ بند۔ لہٰذا اس سلسلہ میں خاموشی بہتر ہے حضرت ابوبکرؓ کے ان کفار کے پاس جانے کا ذکر شروع کر۔ حلقہ در۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُمیہ کے گھر کے کواڑ کھلوائے اور گھر میں چلے گئے اور چونکہ حضرت بلالؓ کے پٹنے کا رنج تھا اُس کو سخت باتیں کیں۔
3. کیں۔ یہ کہا کہ تو اس اللہ کے ولی کو کیوں مارتا ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان اپنے مذہب میں سچا ہے تو دوسرے مذہب کے سچے دل والے کی حقیقت کو وہ سمجھ سکتا ہے اور اُس پر ظلم کرنا پسند نہ کریگا۔ اُسکے اعتقاد پر اُسکو مجبور سمجھے گا۔ اے تو۔ جب تو کسی سچے دیندار پر ظلم کو روا رکھتا ہے تو معلوم ہوا کہ تو اپنے دین کا پکا نہیں ہے۔ شہزادہ۔ یعنی حضرت بلالؓ۔

در همه[1] ز آئینۂ کژ ساز خود
اپنے بنائے ہوئے ٹیڑھے آئینہ سے سب کو
منگر اے مردودِ نفرینِ ابد
اے ابدی لعنت کے مردود! نہ دیکھ

آنچہ آں دم از لبِ صدّیقؓ جست
اُس وقت (حضرت) صدّیقؓ کے ہونٹوں سے جو کچھ نکلا
گر بگویم گم کُنی تو پاو دست
اگر میں کہوں، تو ہاتھ پاؤں گم کر دے

آں ینابیع الحِکم ہمچوں فرات
حکمتوں کے فرات جیسے چشمے
از دہانِ اُو رواں از بے جہات
لامکاں کی جانب سے اُن کے منہ سے جاری تھے

ہمچو[2] از سنگے کہ آبے شد رواں
جس طرح ایک پتھر سے پانی جاری ہوا تھا
نے ز پہلو مایہ دارد نز میاں
جو نہ پہلو میں سرمایہ رکھتا ہے نہ اندر

اِسپرِ خود کردہ حق آں سنگ را
اللہ تعالیٰ نے اُس پتھر کو اپنی ڈھال بنایا تھا
بر کشادہ آبِ مینا، رنگ را
جس سے آبگینہ جیسا پانی بہا دیا

ہمچناں کز چشمۂ چشمِ تو نُور
جس طرح تیری آنکھ کے چشمہ سے نور
اُو رواں کردست بے بخل و فتور
اُس نے بغیر بخل اور کمی کے جاری کر دیا ہے

نے زپیہ آں مایہ دارد نے زپوست
وہ نہ چربی سے سرمایہ رکھتی ہے، نہ کھال سے
رویِ پوشی کردہ در ایجاد دوست
دوست نے ایجاد کرنے میں آڑ بنائی ہے

در[3] خلایِ گوش بادِ جاذبش
اُس کی جذب کرنے والی ہوا، کان کے سُوراخ میں
مُدرکِ صدقِ کلام و کاذبش
اُس کے جھوٹے اور سچے کلام کا ادراک کرنے والی ہے

آں چہ بادست اندراں خرد استخواں
اُن چھوٹی ہڈیوں میں یہ کیسی ہوا ہے؟
کہ پذیرد حرف و صوتِ قصہ خواں
کہ بات کرنے والے کے حرف اور آواز کو قبول کرے

استخوان و باد رُوپوش ست و بس
ہڈی اور ہوا، محض پردہ ہے
در دو عالم غیرِ یزداں نیست کس
دونوں جہان میں خدا کے علاوہ کوئی نہیں ہے

مستمع اُو قائل اُو بے احتجاب
بلاشک سننے والا وہی ہے، بولنے والا وہی ہے
زانکہ الاذنان من راس اے مثاب
کیونکہ اے ثواب پانے والے دونوں کان سر کا حصہ ہیں

گفت رحمت گر ہمی آید برُو
اُس نے کہا اگر (تجھے) اُس پر رحم آتا ہے
زر بدہ بستانش اے اِکرام خُو
اے کرم کی عادت والے! روپیہ دے اس کو لے لے

---

[1] در ہمہ۔ چونکہ تیری فطرت کج ہے تو دوسروں کو بھی کج فطرت سمجھتا ہے۔ آنچہ۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس وقت حیران کن باتیں کہیں جو بڑی پُرحکمت تھیں۔ آن ینابیع۔
• اُن باتوں کے پُرحکمت ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ باتیں اگرچہ حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے جاری تھیں لیکن ان کا اصل سرچشمہ حضرتِ حق تعالیٰ تھا۔ ینابیع۔ ینبوع کی جمع ہے، چشمہ۔ حِکم۔ حکمت کی جمع ہے۔

[2] ہمچو۔ حضرت ابوبکرؓ کے منہ سے ان چشموں کے جاری ہونے پر کیا تعجب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ پتھر سے چشمے جاری کر دیتا ہے۔ اسپر۔ حضرتِ حق نے اس پتھر کو اپنے لیے پردہ بنا لیا تھا۔ اسپر۔ سپر، ڈھال، یعنی پردہ۔ مینا۔ آبگینہ۔ ہمچناں۔ تیری آنکھ کو بھی حق تعالیٰ نے اپنا نور عطا کرنے کا ایک حجاب بنا رکھا ہے ورنہ آنکھ کے اجزا میں نور کہاں ہے۔ دوست۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

[3] درخلای۔ انسان کا کان بھی قدرت کا ایک پردہ ہے ورنہ اس کے اجزاء میں سننے کی طاقت کہاں ہے۔ خرد استخواں۔ کان کی چھوٹی چھوٹی ہڈیاں۔ غیر یزداں۔ ہر معاملہ میں اصل متصرف خدا ہی ہے۔ زانکہ۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کان سر کا حصہ ہیں اور ظاہر ہے کہ سر ایک حادث چیز ہے اُس میں خود یہ صفات کہاں ہو سکتی ہیں۔ گفت۔ اُمیہ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اگر تجھے بلالؓ پر رحم آتا ہے تو اس کو خرید لے۔

از منش واخر چو می سوزد دلت ۔۔۔ بے مؤنت[1] حل نگردد مُشکلت
اگر تیرا دل جلتا ہے، مجھ سے اس کو خرید لے ۔۔۔ بغیر خرچہ کے تیری مشکل حل نہ ہو گی

گفت صد خدمت کنم پانصد سجُود ۔۔۔ بندۂ دارم نکو لیکن جہُود
(حضرت ابو بکرؓ نے) کہا سو عبادتیں، پانچسو سجدے کروں گا ۔۔۔ میرے پاس ایک اچھا غلام ہے، لیکن یہودی ہے

تن سپید و دل سیاہستش بگیر ۔۔۔ در عوض دہ تن سیاہ و دل مُنیر
اُس کا جسم سفید اور دل کالا ہے، لے لے ۔۔۔ بدلے میں کالے جسم اور روشن دل کو دے دے

پس فرستاد و بیاورد آں ہُمام ۔۔۔ بُود الحق سخت زیبا آں غلام
پھر اُن سردار نے بھیجا اور بلوایا ۔۔۔ سچ مچ وہ غلام نہایت حسین تھا

آں[2] چنانکہ ماند حیراں آں جہُود ۔۔۔ آں دِل چوں سنگش از جا رفت زُود
ایسا کہ وہ کافر حیران رہ گیا ۔۔۔ اُس کا پتھر جیسا دل فوراً بے قابو ہو گیا

حالتِ صورت پرستاں ایں بُود ۔۔۔ سنگِ شاں از صورتے مومیں بُود
ظاہر پرستوں کی یہی حالت ہوتی ہے ۔۔۔ اُن کا پتھر، صورت (دیکھنے) سے موم ہو جاتا ہے

باز کرد استیزہ و راضی نشُد ۔۔۔ کہ بریں افزوں بدہ بے ہیچ بُد
اُس نے جھگڑنا شروع کر دیا، اور راضی نہ ہوا ۔۔۔ کہ لامحالہ اس پر اضافہ کرد

یک نصابِ نقرہ ہم بروے فزُود ۔۔۔ تاکہ راضی گشت حرصِ آں جہُود
اُنھوں نے چاندی کی ایک مقدار بھی اُس پر بڑھا دی ۔۔۔ حتیٰ کہ اُس کافر کی حرص راضی ہو گئی

بیع[3] کرد و داد و بستد بے غرض ۔۔۔ داد گوہر سنگ بستد در عوض
اُس نے فروخت کر دیا اور بلا مقصد لین دین کر لیا ۔۔۔ موتی دے دیا اور بدلے میں پتھر لے لیا

برخیالِ آنکہ سودے کردہ ام ۔۔۔ دادم اسود ابیضے آوردہ ام
اس خیال سے کہ میں نے نفع کمایا ہے ۔۔۔ کالا دے دیا ہے، سفید حاصل کر لیا ہے

منعقِد چوں گشت بیع اندر میاں ۔۔۔ یافت ایجاب و قبول ہر دوآں
جب باہمی معاملہ طے ہو گیا ۔۔۔ دونوں کا ایجاب اور قبول ہو گیا

خندیدنِ جہود و پنداشتن کہ صدیقؓ مغبون ست دریں عقد

کافر کا ہنسنا اور خیال کرنا کہ صدیق رضی اللہ عنہ اس معاملے میں ٹوٹے میں ہیں

قہقہہ زد آں جہودِ سنگ دل ۔۔۔ از سرِ افسوس و طنز و غش و غل
اُس سنگ دل کافر نے قہقہہ لگایا ۔۔۔ مذاق اور طنز اور مکر و فریب کے طور پر

[1] بے مؤنت۔ یہ مشکل بغیر خرچ کے آسان نہ ہو گی۔ گفت۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یہ معاملہ ہو جائے تو خدا کا شکر ادا کروں گا اور فرمایا میرے پاس ایک سفید رنگ کا حسین غلام ہے لیکن اس کا دل کفر کی وجہ سے کالا ہے اس کے بدلے میں کالے بلالؓ کو دے دے جن کا دل منور ہے۔ ہمام۔ سردار۔

[2] آں چنانکہ۔ حضرت ابو بکرؓ کا غلام اس قدر خوبصورت تھا کہ اُس کو دیکھ کر اُمیہ کا دل بے قابو ہو گیا۔ حالت۔ ظاہر پرستوں کی یہی حالت ہے کہ وہ ظاہر اور صورت پر قربان ہوتے ہیں۔ باز کرد۔ اُس نے اصرار شروع کیا کہ بلالؓ کے عوض اسی غلام کے ساتھ کچھ چاندی بھی دو حضرت ابو بکرؓ نے چاندی کا اضافہ کر دیا۔

[3] بیع کرد۔ چاندی کے اضافہ پر وہ راضی ہو گیا اور لین دین ہو گیا اس نے موتی دے کر پتھر لے لیا اس کو یہ خیال تھا کہ میں نے بہت نفع کما لیا، کالا دے کر گورا غلام لے لیا۔ منعقد۔ جب بیع مکمل ہو گئی تو وہ بہت ہنسا اور اس کو یقین تھا کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس معاملہ میں ٹوٹا اُٹھایا ہے۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ قہقہہ۔ معاملہ مکمل ہونے پر اس نے قہقہہ لگایا جس میں مذاق اور طنز کا پہلو تھا حضرت ابو بکرؓ نے وجہ دریافت کی تو وہ اور زیادہ ہنسا اور کہنے لگا کہ اگر اس غلام کی خریداری میں آپ کو اصرار نہ ہوتا تو میں اس کے دام نہ بڑھاتا اور اب جو قیمت لی ہے اس کے دسویں حصہ میں فروخت کر ڈالتا۔

گفت صدیقش کہ ایں خندہ چہ بُود
(حضرت) صدیق نے اُس سے کہا کہ یہ قہقہہ کیسا ہے؟
در جواب و پرسشِ اُو خندہ فزُود
جواب میں اور-ان کے دریافت کرنے پر اور زیادہ ہنسا

گفت اگر جدت نبُودے و اہتمام
اُس نے کہا اگر تیرا اصرار اور اہتمام نہ ہوتا
در خریدارئِ ایں اسود غلام
اس کالے غلام کی خریداری میں

من ز استیزہ نمی افروختم
میں جھگڑ کر اُس کو نہ بیچتا
خود بعُشرِ اینش می بفروختم
خود اُس کو دسویں حصہ میں بیچ ڈالتا

کہ[1] بنزدِ من نیرزد نیم دانگ
کیونکہ وہ میرے نزدیک آدھی دمڑی کے لائق نہیں ہے
تو گراں کردی بہایش را ببانگ
تو نے شور کر کے اُس کی قیمت بڑھا دی

پس جوابش داد صدیقؓ اے غبی
تب (حضرت) صدیقؓ نے اس کو جواب دیا، اے بیوقوف!
گوہرے دادی بجوزے چوں صبی
تو نے بچہ کی طرح اخروٹ کے بدلے میں موتی دے دیا

کُو بہ نزدِ من ہمی ارزد دو کون
کیونکہ وہ میرے نزدیک دونوں جہان کی قیمت کا ہے
من بجانش ناظرستم تو بلون
میں اُس کی روح کو دیکھتا ہوں، تو رنگ کو

زرِ سُرخست و سیہ تاب آمدہ
وہ سُرخ سونا ہے اور کالے رنگ کا ہو گیا ہے
از برائِ رشکِ ایں احمق کدہ
اس احمقستان کے رشک کی وجہ سے

دیدہ[2] ایں ہفت رنگِ جسمہا
ست رنگے جسموں کی آنکھ
در نیابد زیں نقابِ آں روح را
اس پردے کی وجہ سے اُس روح کا ادراک نہیں کرتی

گر میکسی کردہَ در بیع بیش
اگر تو سودے میں زیادہ کھینچ تان کرتا
دادمے من جملہ مال و ملکِ خویش
میں اپنا تمام مال اور ملکیت دے دیتا

ور مکیس افزودئی من ز اہتمام
اگر تو کھینچ تان بڑھاتا میں اہتمام کی وجہ سے
دامنے زر کردمے از غیر وام
دامن بھر سونا کسی دوسرے سے قرض لے لیتا

سہل[3] دادی زانکہ ارزاں یافتی
تو نے آسانی سے دے دیا، چونکہ تو نے سستا خریدا
دُر ندیدی حُقہ را نشگافتی
تو نے موتی نہ دیکھا، ڈبیہ نہ کھولی

حُقہَ سر بستہ جہلِ تو بداد
تیری نادانی نے، بند ڈبیہ دے دی
زُود بینی کہ چہ غبنت اُوفتاد
تو جلد دیکھے گا کہ تجھے کس قدر ٹوٹا ہوا

حُقہٴ پُر لعل را دادی بباد
تو نے لعل بھری ڈبیہ برباد کر دی
ہمچو زنگی در سیہ رُوئی تو شاد
تو حبشی کی طرح سیاہ رُوئی پر خوش ہے

---

1. کہ بنزد۔ کیونکہ یہ کالا غلام میرے نزدیک دمڑی کا بھی نہیں ہے تو نے شور و شر کر کے اُس کے دام بڑھوا لیے۔ پس۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُس کو جواب دیا کہ تو پیر نابالغ ہے تو نے اخروٹ کے بدلے میں موتی دے ڈالا میرے نزدیک اس کی قیمت ہر دو عالم ہے، کیونکہ میری نظر اُس کے باطن پر ہے۔ زر۔ یہ غلام تو کالا سونا ہے اُس پر سیاہی رشک کی وجہ سے ہے تاکہ احمق اُس کو نہ پہچان سکیں۔
2. دیدہ۔ جو آنکھیں محض رنگوں کا ادراک کرتی ہیں وہ روح کا ادراک نہیں کر سکتیں میکسی اور مکیس، معاملہ میں کھینچ تان کرنا۔ دامنے۔ کسی اور سے قرض لے کر ادائیگی کر دیتا۔
3. سہل۔ چونکہ تجھے سستا ہاتھ آیا تھا سستا بیچ ڈالا، یہ نہ دیکھا کہ ڈبیہ میں موتی ہے۔ غبن۔ ٹوٹا۔ حُقہ۔ حضرت بلالؓ موتی بھری ڈبیہ تھے جو آبنوسی تھی۔ ہمچو۔ تو بھی اس معاملہ میں سیاہ رُو بنا اور اُس پر خوش ہو رہا ہے۔

عاقبت[1] واحسرتا گوئی بسے | بخت و دولت را فروشد خود کسے
انجام کار تو بہت واحسرتا کہے گا | کوئی نصیبے اور دولت کو فروخت کرتا ہے؟

بخت با جامہ غلامانہ رسید | چشمِ بدبخشت بجز ظاہر ندید
نصیبہ، غلامی کے لباس میں تیرے پاس آیا | تیری بدبخت نگاہ نے ظاہر کے سوا کچھ نہ دیکھا

اُو نمودت بندگیِ خویشتن | خویِ زشتت کرد با اُو مکر و فن
اُس نے تجھ پر اپنی غلامی ظاہر کی | تیری بدخصلت نے اس کے ساتھ مکر اور چالاکی کی

ایں سیاہ اَسرار تن اسپید را | بُت پرستانہ بگیر اے ژاژخا
اس سیاہ باطن، سفید جسم کو | اے بیہودے! بُت پرستوں کی طرح لے لے

ایں تُرا و آں مرا بُردیم سُود | ہیں لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْن اے جہود
یہ تیرا اور وہ میرا، ہم نے نفع کمایا | ہاں اے کافر! تمہارا دین تمہارے لیے میرا دین میرے لیے

خود[2] سزایِ بُت پرستاں ایں بُوَد | جُلّش اطلس، اسپ اُو چوبیں بُوَد
بُت پرستوں کی سزا خود یہی ہوتی ہے | اُس کی جھول اطلس کی، اُس کا گھوڑا لکڑی کا ہوتا ہے

ہمچو گورِ کافراں پُر دود و نار | وز بروں بربستہ صد نقش و نگار
کافروں کی قبر کی طرح، دھویں اور آگ سے بھری ہوئی | اور باہر سے سیکڑوں نقش و نگار کیے ہوئے

ہمچو مالِ ظالماں بیروں جمال | وز درونش خونِ مظلوم و وبال
ظالموں کے مال کی طرح، ظاہر حسین | اور اُس کے اندر مظلوم کا خون اور وبال

چوں[3] مُنافق از بروں صوم و صلوٰۃ | وز دروں خاکِ سیاہِ بے ثبات
منافق کی طرح، بظاہر روزہ اور نماز | اور اندر سے کالی خاک، بے بُنیاد

ہمچو ابر خالی پُر قرّ و قرّ | نے دُرو نفعِ زمیں نے قُوتِ بَر
خالی ابر کی طرح، گڑگڑاہٹ سے پُر | نہ اُس میں زمین کا فائدہ، نہ پھل کی غذا

ہمچو وعدۂ مکر و گفتارِ دروغ | آخرش رُسوا و اوّل با فروغ
مکر کے وعدے اور جھوٹی بات کی طرح | اُس کا آخر رسوا اور اوّل پُر رونق

بعد ازاں بگرفت اُو دستِ بلالؓ | آں ز زخمِ ضرسِ محنت چوں خلال
اُس کے بعد انھوں نے بلال کا ہاتھ پکڑا | وہ مشقت کی کچلی کے زخم سے خلال جیسے (تھے)

شُد خلالے در دہانے راہ یافت | جانبِ شیریں زبانے می شتافت
وہ خلال بن گئے، منہ میں راستہ پا لیا | ایک شیریں زبان کی جانب دوڑ رہے تھے

---

[1] عاقبت۔ جب حقیقت کھلے گی تو بہت افسوس کرے گا۔ بخت۔ تیرا نصیبہ بشکل غلامی تیرے پاس آیا اور تو اس کو نہ پہچانا۔ اُو۔ اس نے غلامی کا اظہار کیا تو نے مکاری اور چالاکی برتی۔ ایں سیاہ۔ تو اس غلام کو لے لے جس کا جسم سفید ہے لیکن باطن سیاہ ہے یہی بت پرستوں کا طریقہ ہے۔

[2] خود۔ بت پرستوں کی یہی سزا ہے کہ اُن کو کاٹھ کا گھوڑا جس پر اطلس کی جھول ہو، حاصل ہوتا ہے۔ ہمچو۔ اُن کا ماحصل کافر کی قبر جیسا ہوتا ہے کہ اُس کے اوپر نقش و نگار ہوتے ہیں لیکن اندر آگ اور دھواں ہوتا ہے۔ مالِ ظالماں۔ کافر کے ماحصل کی مثال ظالموں کا مال ہے جس کا ظاہر بڑا پیارا اور اُسکے باطن میں مظلوموں کا خون مخفی ہے۔

[3] چوں منافق۔ کافر کے ماحصل کی مثال منافق بھی ہے کہ بظاہر وہ اسلامی فرائض ادا کرتا ہے لیکن اسکا باطن ایمان و یقین سے خالی ہوتا ہے نیز اسکو اُس بادل سے بھی تشبیہ دی جا سکتی ہے جو صرف گرجے اور نہ برسے یا جھوٹے وعدہ سے تشبیہ دے لو جس کی ابتدا خوش کن اور انتہا مایوس کن ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ خریداری کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کا ہاتھ پکڑا اور انکو آنحضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ ضرس۔ دانت کی کچلی۔ خلال۔ دانت کریدنے کا تنکا۔ شیریں زباں۔ آنحضورؐ۔

آوریدش تا بنزدِ آں رسولؐ
وہ اُن کو رسولؐ کے پاس لائے
کہ بجاں اُو کردہ بُد دینش قبول
کیونکہ اُنھوں نے دل سے اُن کا دین قبول کر لیا تھا

چوں[1] بدید آں خستہ، رُوئے مصطفٰےؐ
جب اُن بدحال نے مصطفٰیؐ کا چہرہ دیکھا
خَرَّ مَغْشِیًّا فتاد اُو برقفا
وہ غش کھا کر گر گئے، پشت کے بل جا پڑے

تا بدیرے بیخود و بیخویش ماند
وہ دیر تک بے خود اور بے ہوش رہے
چوں بخویش آمد ز شادی اشک راند
جب ہوش میں آئے، خوشی سے آنسو بہانے لگے

مصطفٰیؐ اش در کنارِ خود کشید
اُن کو مصطفٰیؐ نے بغل میں لے لیا
کس چہ داند بخششے کُو را رسید
اُس عنایت کو کوئی کیا جانے جو اُن کو حاصل ہوئی؟

چوں بُوَد مسّے کہ بر اکسیر زد
اُس تانبے کا کیا حال ہو گا جو اکسیر سے جا لگا؟
مفلسے بر گنجِ پُر توفیر زد
ایک مُفلس بھرپور خزانہ پر پہنچ گیا

ماہیِ پژمردہ در بحر اُوفتاد
ادھ موئی مچھلی، دریا میں جا پڑی
کاروانِ گم شُدہ زد بر رشاد
بھٹکا ہوا قافلہ، راستہ پر پڑ گیا

آں[2] خطاباتے کہ گفت آں دم نبیؐ
وہ ارشادات، جو نبیؐ نے اُس وقت فرمائے
گر زند بر شب بر آید از شبی
اگر رات پر پڑیں، وہ رات پن سے خارج ہو جائے

روزِ روشن گردد آں شب چوں صباح
وہ رات صبح کی طرح روشن دن بن جائے
کے توانم گفت من آں اصطلاح
میں اُس اصطلاح کو کہاں بیان کر سکتا ہوں؟

خود تو دانی کافتاب اندر حمل
تو خود جانتا ہے کہ سورج (برج) حمل میں
تاچہ گوید با نبات و با دَقَل
نباتات اور دَقَل (کھجور) سے کیا کہتا ہے

خود تو دانی ہم کہ آں آبِ زُلال
تو خود بھی جانتا ہے، کہ وہ صاف پانی
می چہ گوید با ریاحین و نہال
بوٹوں اور پودوں سے کیا کہتا ہے؟

صُنعِ[3] حق با جُملہ اجزائے جہاں
جہاں کے سب اجزا کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری
چوں دم و حرفست از افسو نگراں
ایسی ہی ہے جیسا کہ جادوگروں کی پھونک اور حرف

جذبِ یزداں با اثرہا و سبب
آثار اور سبب کے ذریعہ خدا کی کشش
صد سخن گوید نہاں بیحرف و لب
بغیر حرف اور ہونٹ کے چپکے سے سیکڑوں باتیں کہہ دیتی ہے

---

1. چوں بدید۔ جب حضرت بلالؓ کی نظر آنحضورؐ کے روئے انور پر پڑی تو خوشی کی زیادتی کی وجہ سے بیہوش ہو کر چت گر پڑے، تھوڑی دیر بیہوش رہے جب ہوش آیا خوشی سے رونے لگے۔ مصطفٰیؐ۔ آنحضورؐ نے ان کو سینہ سے لگا لیا سینہ سے لگانے سے اُن کو کیا فیض حاصل ہوئے اس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے، البتہ اس کی وضاحت چند مثالوں سے کی جاتی ہے یہ سمجھو کہ ایک تانبا تھا جو اکسیر کو چٹ گیا یا کوئی مفلس تھا کہ اچانک اُس کا پاؤں بھرپور خزانہ پر پڑ گیا یا ادھ موئی مچھلی تھی جو سمندر میں پہنچ گئی یا گم کردہ راہ کوئی قافلہ تھا جس کو راستہ مل گیا۔
2. آں خطاباتے۔ پھر آنحضورؐ نے اُن سے ایسی مؤثر باتیں فرمائیں جو رات سے کہہ دی جائیں تو وہ منور ہو جائے۔ اصطلاح۔ انبیاء اور اولیاء کی صحبت سے بغیر کچھ کہے ہوئے جو قلوب پر اثر طاری ہوتا ہے وہ محض ذوقی ہے الفاظ میں اُس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ خود۔ بغیر کلام کے جو تاثیر ہے اُس کو چند مثالوں سے واضح کیا ہے سورج جب برج حمل میں پہنچتا ہے تو اس کی تاثیر سے پھلوں میں شیرینی پیدا ہو جاتی ہے۔ دقل۔ پھلدار کھجور، کھجور کی ایک معمولی قسم ہے۔ زُلال۔ صاف پانی پھولوں اور پودوں میں تازگی پیدا کر دیتا ہے۔
3. صنع حق۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تصرفات بغیر کسی آلہ کے ہیں اور سرعت تاثیر میں جادوگروں کے افسوں کی طرح ہیں۔ جذب۔ اسباب کا وجود اور اُن سے اثرات کا تعلق بھی خداوندی حکم کے تابع ہے جو بغیر لب و حرف کے صادر ہوتا ہے۔

نے[1] کہ تاثیر از قدر معمول نیست — لیک تاثیرش ازو معقول نیست

یہ نہیں ہے، کہ تاثیر (اللہ کی) قدرت کا عمل نہیں ہے — لیکن اُس (قدرت) کی تاثیر (عوام کی) سمجھ میں نہیں آتی

چوں مُقلِد بُود عقل اندر اصول — داں مُقلِد در فروعش اے فضول

جب اصول کے بارے میں عقل مقلِد ہے — اے فضول (بحث کرنیوالے) اسکو فروع میں بھی مقلد سمجھ

گر بپُرسد عقل چوں باشد مرام — گو چُنانکہ تو ندانی والسلام

اگر عقل دریافت کرے کہ یہ مقصد کیسے پورا ہو گا؟ — تو کہہ دے کہ اُس طریقہ پر جس کو تو نہیں سمجھتی ہے والسلام

معاتبہ کردن حضرتِ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم با صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ تُرا وصیت کردم کہ بشرکتِ من بخر بلال را رضی اللہ عنہ تو چرا بہرِ خود تنہا خریدی و عُذر گفتنِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ناراضگی کا اظہار کرنا، کہ میں نے تجھ سے کہا تھا، کہ بلال رضی اللہ عنہ کو میری شرکت میں خریدنا تو نے صرف اپنے لیے کیوں خریدا؟ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معذرت کرنا

سیّد[2] کونین و سلطانِ جہاں — در عتاب آمد زمانے بعد ازاں

دونوں جہانوں کے سردار اور شہنشاہِ عالم — اُس کے بعد تھوڑی دیر کے لیے غصہ ہوئے

گفت اے صدّیق آخر گفتمت — کہ مرا انباز کُن در مکرمت

فرمایا، اے صدیقؓ! آخر میں نے تجھ سے کہا تھا — کہ اعزاز میں مجھے شریک کر لے

تو چرا تنہا خریدی بہرِ خویش — باز گو احوال اے پاکیزہ کیش

تو نے تنہا، اپنے لیے کیوں خریدا؟ — اے پاکیزہ فطرت! احوال بتا

گفت ما دوبندگانِ کویِ تو — کردمش آزاد من بر رُوئے تو

انھوں نے عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کے کوچہ کے غلام ہیں — میں نے آپ کے سامنے اُن کو آزاد کر دیا

تو مرا میدار بندہ و یارِ غار — ہیچ آزادی نخواہم زینہار

آپ مجھے غلام اور یارِ غار بنا لیں — میں ہرگز، کسی وقت آزادی نہ چاہوں گا

---

[1] نے کہ۔ اسباب کی تاثیر بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لیکن عوام اُس کو سمجھنے سے قاصر ہیں جبکہ عوام کی عقل اللہ کی ذات کے معاملے میں انبیا کی مقلد ہے تو ان جزوی مسائل میں بھی اُس کو تقلید سے کام لینا چاہیے۔ حوادثِ یومیہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں یا نہیں حکما انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارادۂ باری تعالیٰ کا تعلق اگر اس حادث سے قدیم مانا جائے تو اس حادث کو بھی قدیم ماننا پڑے گا اور اگر حادث مانا جائے تو پھر اس حادث میں بھی وہی سوال پیدا ہو گا جس کا نتیجہ یا تو حادث کو قدیم ماننا ہے ورنہ تسلسل لازم آجائے گا اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں، لہٰذا قدیم کا حادث سے تعلق بالارادہ نہیں ہو سکتا اس لیے حوادث کو حوادث کا فعل ماننا چاہیے نہ کہ قدیم کا۔ متکلمین محققین نے اس کا جواب دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ارادہ کا حادث سے تعلق حادث ہے لیکن اس حادث کے لیے مستقل ایجاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایجاد تو اس حادث کی ہے اور اس کے ضمن میں اس تعلق کا حدوث وجود میں آجاتا ہے۔ مولانا نے اس مقام پر اپنے منصب کے مطابق اجمالی تقریر کر کے مسئلہ کا جواب دے دیا ہے۔

[2] سید کونین۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو صرف اپنے روپے سے خریدا تو حضور کو ناگواری ہوئی۔ انباز۔ شریک۔ مکرمت۔ بلالؓ کی خریداری کی عزت۔ گفت۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میں نے بلالؓ کو آزاد کرنے کے لیے خریدا تھا لہٰذا آپ کے سامنے ان کو آزاد کرتا ہوں اور آپ اپنی غلامی میں مجھے قبول کر لیں۔

که مرا از بندگیت آزادی ست ❊ بے تو بر من محنت و بیدادی ست
کیونکہ میرے لیے آپ کی غلامی ہی آزادی ہے ❊ آپ کے بغیر، میرے اوپر مشقت اور ظلم ہے

اے[1] جہاں را زندہ کردہ ز اصطفا ❊ خاص کردہ عام را، خاصہ مرا
اے وہ کہ جس نے برگزیدگی سے جہان کو زندہ کر دیا ❊ عوام کو خواص بنا دیا، خصوصاً مجھے

خوابہا میدید جانم در شباب ❊ کہ سلامم کرد قُرصِ آفتاب
جوانی میں میری روح خوابیں دیکھتی تھی ❊ کہ مجھے سورج کی ٹکیا نے سلام کیا ہے

از زمینم برکشید اُو برسما ❊ ہمرہِ اُو گشتہ بُودم ز اِرتقا
اُس نے، مجھے زمین پر سے آسمان پر کھینچ لیا ❊ چڑھنے کی وجہ سے میں اس کا ساتھی بن گیا ہوں

گفتم ایں ماخولیا بُودو محال ❊ ہیچ گردد مستحیلے وصفِ حال
میں نے سمجھا یہ دیوانگی اور محال تھا ❊ کبھی محال فی الحال وصف بن سکتا ہے

چوں[2] تُرا دیدم بدیدم خویش را ❊ آفریں آں آئینۂ خوش کیش را
جب میں نے آپ کو دیکھا، میں نے اپنے آپ کو دیکھ لیا ❊ اُس بہتر وصف کے آئینہ پر آفرین ہے

چوں تُرا دیدم محالم حال شُد ❊ جانِ من مُستغرقِ اِجلال شُد
جب میں نے آپ کو دیکھا میرا محال، حال بن گیا ❊ میری روح، عظمت میں غرق ہو گئی

چوں تُرا دیدم خود اے رُوحُ البلاد ❊ مہرِ ایں خورشید از چشمم فتاد
اے شہروں کی جان! جب میں نے آپ کو دیکھا خود ❊ اس سورج کی وقعت میری نظر سے گر گئی

گشت عالی ہمت از تو چشمِ من ❊ جُز بخواری ننگرد اندر زمن
آپ کی وجہ سے میری نظر عالی ہمت بن گئی ❊ زمانے کو سوائے بے قدری کے نہیں دیکھتی ہے

نور[3] جستم خود بدیدم نورِ نور ❊ حُور جستم خود بدیدم رشکِ حور
میں نے نور کی تلاش کی اپنے آپ کو نور ہی نور دیکھا ❊ میں نے حور کی تلاش کی میں نے خود رشکِ حور کو دیکھ لیا

یُوسفے جستم لطیف و سیمتن ❊ یُوسفستانے بدیدم در تو من
میں نے پاکیزہ اور چاندی کے سے جسم والا یوسف تلاش کیا ❊ میں نے آپؐ کے اندر یوسفستان دیکھ لیا

درپئے جنت بُدم در جستجو ❊ جنّتے بنمود از ہر جُزوِ تو
میں تلاش میں جنت کے درپے تھا ❊ آپ کے ہر جُزو سے جنت نمودار ہوئی

ہست ایں نسبت بمن مدح و ثنا ❊ ہست ایں نسبت بتو قدح و ہجا
میرے اعتبار سے یہ تعریف اور ثنا ہے ❊ آپ کے اعتبار سے یہ، برائی اور ہجو ہے

[1] اے۔ آنحضور کی ذات گرامی کے فیضان سے ایک جہان برگزیدہ بن گیا، عوام خواص بن گئے۔ خاصہ مرا۔ حضرت ابوبکرؓ کے لیے خاص فیضان تھا۔ خوابہا۔ اس خصوصی فیضان کی تفصیل یہ ہے کہ میں جوانی میں خواب میں دیکھا کرتا تھا کہ سورج مجھے سلام کرتا ہے اور اُس نے مجھے زمین سے آسمان پر کھینچ لیا ہے اور میں بلندی پر پہنچ جانے کی وجہ سے اس کے ساتھ ہوں، اُس وقت میں سمجھتا تھا کہ یہ میری خلل دماغی ہے کہیں محال کا بھی وقوع ہوتا ہے۔

[2] چوں تُرا۔ لیکن جب آپکا شرف صحبت حاصل ہوا تو مجھ پر اپنی حقیقت کھلی اور آپکی ذات نے میرے لیے آئینہ کا کام دیا اور وہ بات جسے میں محال سمجھتا تھا اب اس سے دوچار ہو گیا آپکے دیدار کے بعد معاملہ کھلا وہ سورج تو آپکی ذاتِ گرامی ہے اور یہ دنیا کا سورج آپکے سامنے ہیچ ہے اور یہ سورج ہی بے حقیقت نہ بنا بلکہ دنیا کی ہر چیز۔

[3] نور جستم۔ مجھے تمنا تھی کہ نور دیکھوں جب میں نے آپ کا دیدار کیا تو نورالنور کو دیکھا اور حور ہی کو نہیں دیکھا بلکہ رشکِ حور کو دیکھ لیا حضرت یوسفؑ کے حسن کی شہرت پر ان کے دیکھنے کی تمنا تھی آپ کے دیدار سے مجھے یوسفستان کا دیدار حاصل ہو گیا آپ کے دیدار سے ایک جنت نہیں بلکہ بہت سی جنتوں کا دیدار حاصل ہو گیا۔ ہست۔ میں ان الفاظ میں آپ کی تعریف کر رہا ہوں لیکن چونکہ کماحقہ تعریف نہیں ہے لہٰذا یہ تعریف آپ کے فضائل کے اعتبار سے ناقص باتوں کا ذکر ہے اور میری یہ تعریف ایسی ہے جیسی چرواہے نے حضرت موسیٰؑ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی کی تھی۔

ہمچو مدحِ مردِ چوپانِ سلیم — مر خدا را پیشِ موسیٰ کلیم
جیسی بھولے، چرواہے انسان کی تعریف — خدا کی، موسیٰ کلیم (اللہ) کے سامنے

کہ[1] بجویم اشپشت شیرت دہم — چارقت دوزم من و پیشت نہم
کہ میں تیری جوئیں پکڑوں گا، تجھے دودھ پلاؤں گا — میں تیرے چپل سی دوں گا اور تیرے سامنے رکھ دوں گا

قدحِ او را حق بمدحے بر گرفت — گر تو ہم رحمت کنی نبود شگفت
اللہ (تعالیٰ) نے اُسکی برائی کو تعریف کے بدلے میں لے لیا — اگر آپ بھی رحمت فرمائیں تو تعجب نہ ہو گا

رحم فرما بر قصورِ فہمہا — اے ورایِ عقلہا و وہمہا
عقلوں کی کوتاہی پر رحم فرما دیجئے — اے وہ کہ عقلوں اور وہموں سے برتر ہے

اَیُّہَا العُشَّاقُ اِقبالِ جدید — از جہانِ کُہنہ، نو در رسید
اے عاشقو! نیا نصیبہ — پُرانے جہان سے، تازہ بتازہ آ پہنچا ہے

زاں[2] جہاں کو چارۂ بیچارہ جُوست — صد ہزاراں نادرہ عالم دروست
اُس جہان سے جو ہر لاچار کا چارہ جُو ہے — اُس میں (اس) جہان کے لاکھوں عجائب ہیں

اَبْشِرُوا یَاقَوْمُ اِذْ جَآءَ الْفَرَجْ — اِفْرَحُوْا یَاقَوْمُ قَدْ زَالَ الْحَرَجْ
اے قوم! بشارت حاصل کرو کیونکہ کشادگی آ گئی ہے — اے قوم! خوش ہو بیشک تنگی زائل ہو گئی ہے

آفتابے[3] رفت درکازۂ ہلال — در تقاضا کہ اَرِحْنَا یا بلال
ہلالؓ کی جھونپڑی میں سورج گیا ہے — تقاضے میں ہے کہ اے بلالؓ! ہمیں راحت پہنچا

زیرِ لب میگفتی از بیمِ عدو — بر منارہ رو بگو کوریِ او
دشمن کے خوف سے تم آہستہ کہتے تھے — منارہ پر چڑھ، اُس کے اندھے پن کو بیان کر

میدمد در گوشِ ہر غمگیں بشیر — خیز اے مُدبِر رہِ اقبال گیر
بشیر (آنحضورؐ) ہر غمگین کے کان میں پھونکتے ہیں — اے بدبخت! اُٹھ اقبال (مندی) کا راستہ اختیار کر

اے دریں حبس و دریں گندہ و شپش — ہیں کہ تا کس نشنود زشتی خمش
اے! اِس قید اور اس گندگی اور جوؤں میں — خبردار! کہ کوئی نہ سُن لے، تو بُرا ہے، چپ ہو جا

چوں کُنی خامش کنوں اے یارِ من — کز بُنِ ہر مُو برآمد طبل زن
اے میرے محبوب! آپ کیسے خاموش ہوں گے — کیونکہ ہر بال کی جڑ سے اعلان کرنے والا پیدا ہو گیا ہے

[1] کہ بجویم۔ اُس چرواہے نے اللہ کے عشق میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ میں تیرے جوئیں بلاؤنگا تجھے دودھ پلاؤں گا تیرے چپل سی کردوں گا۔ قدح۔ چرواہے کی یہ تعریف اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو قبول فرمایا اسطرح اگر آپ بھی میری ناقص تعریف کو قبول فرمائیں تو آپکے کرم سے بعید نہیں ہے کیونکہ ہماری ناقص عقلیں آپکے کمالات اور اوصاف تک نہیں پہنچ سکتی ہیں۔ ایہا العشاق۔ آنحضورؐ کے فیوض کی بشارت ہے۔ جہانِ کہنہ۔ یعنی عالم ملکوت۔

[2] زاں۔ وہ عالم ملکوت ہر گمراہ کے لیے رہنمائی کرتا ہے اور اُس عالم میں بہت سے عجائبات ہیں، وحی جیسی چیز جس سے بیچاروں کی رہنمائی ہوتی ہے اُس عالم سے آتی ہے۔ جنت اور پل صراط جیسی عجیب چیزیں اُس میں موجود ہیں اب جبکہ آپ کی ذاتِ گرامی اُس جیسے عالم سے آ گئی ہے تو قوم کیلیے بشارت ہے اس لیے کہ آپ کی آمد تمام گمراہیوں کو ختم کر دے گی۔

[3] آفتابے۔ حضور کی آمد سب کے لیے باعث بشارت ہے خصوصاً حضرت ہلالؓ اور حضرت بلالؓ کے لیے۔ کازہ۔ جھونپڑی۔ ارحنا۔ حضرت بلالؓ سے آنحضورؐ نے اذان دینے کی فرمائش کی تھی۔ ہر غمگین۔ یہ حضورؐ کے عام فیض کا ذکر ہے۔ اے۔ وہ بشیر مدبر کو کہتا ہے کہ تو اس دنیا کے قید خانہ اور گندگی میں کب تک رہے گا۔ شپش۔ جوں، مراد شیاطین ہیں۔ وہ مدبر کہتا کہ یہ باتیں زور سے نہ کہہ کوئی سن نہ لے۔ چوں کنی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آپ خاموشی کیسے اختیار کر سکتے ہیں آپ کے جسم کا ہر رونگٹا دعوت کا اعلان کر رہا ہے۔

آنچناں[1] کرشد عدوِ رشک خو — گوید ایں چندیں دُہل را بانگ گو

حاسد دشمن، ایسا بہرا ہو گیا ہے — اتنے ڈھولوں کی آواز کو کہتا ہے، آواز کہاں ہے؟

میزند بر رُوش ریحاں کہ طریست — اُو زکوری گوید ایں آسیب چیست

(کوئی) اُس کے منہ پر تازہ پھول مارتا ہے — وہ اندھے پن سے کہتا ہے، یہ تکلیف کیسی ہے؟

می شکنجد حور و دستش میکشد — کور حیراں کز چہ دردم میکُند

حور چٹکی لیتی ہے اور اُس کا ہاتھ کھینچتی ہے — اندھا حیران ہے کہ مجھے کیوں ستاتی ہے؟

ایں کشاکش چیست بر دست و تنم — خُفتہ ام بگذار تا خوابے کنم

میرے ہاتھ اور جسم پر یہ کشمکش کیوں ہے؟ — میں سو رہا ہوں، چھوڑ تاکہ میں سو لوں

آنکہ[2] در خوابش ہمی جوئی ویست — چشم بکشا کاں مہ نیکو پے ست

تو جس کو خواب میں تلاش کرتا ہے، وہی ہے — آنکھ کھول، وہی مبارک قدم چاند ہے

زاں بلاہا بر عزیزاں بیش بُود — کاں تجمش یار باخوباں نمُود

اسی لیے پیاروں پر مصیبتیں زیادہ آتی ہیں — کیونکہ محبوب نے وہ چھیڑ چھاڑ حسینوں سے کی ہے

لاغ با خُوباں کُند در ہرر ہے — نیز کوراں را بشوراند گہے

وہ حسینوں سے ہر راہ ملیں چھیڑ چھاڑ کرتا ہے — کبھی اندھوں کو بھی پریشان کر دیتا ہے

خویش را یکدم بدیں کوراں دہد — تا غریو از کُوئ کوراں بر جہد

کبھی اپنے آپ کو اندھوں کے سپرد کر دیتا ہے — تاکہ اندھوں کے کوچہ سے شور برپا ہو

قصۂ ہلالؓ[3] کہ بندۂ مخلص بُود خدایِ را صاحبِ بصیرت

ہلالؓ کے قصہ جو صاحبِ بصیرت بغیر تقلید کے خدا کے مخلص بندے

بے تقلید، پنہاں شدہ در بندگیِ مخلوق بجہتِ مصلحت، نہ از عجز

تھے مصلحت کی وجہ سے نہ کہ عجز کی وجہ سے، مخلوق کی غلامی میں پوشیدہ تھے

چنانکہ لقمان و یوسف علیہما السلام ازرُویِ ظاہر، وغیرِ ایشاں و ایں

جیسا کہ بظاہر لقمان اور یوسف علیہما السلام وغیرہ اور یہ بلالؓ ایک

ہلال بندۂ سائس بُود مر امیرے را وآں امیر مسلمان بُود اما چشم کور بُود

سردار کے سائیس تھے اور وہ سردار مسلمان تھا، لیکن اندھا تھا

---

[1] آنچناں۔ باوجود ہر رو تنگنے کے اعلانچی بن جانے کے دشمن اس قدر بہرا بنا ہوا ہے کہ اس قدر ڈھول پٹ رہے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ آواز کہاں ہے۔ می زند۔ وہ دشمن اس قدر اندھا ہو گیا ہے کہ نبی اُسکے چہرے پر تر پھول مار رہا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ مجھے کسی چیز سے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ می شکنجد۔ اُس منکر کی مثال اُس اندھے کی ہے حُور جسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچے اور اندھا حیران ہو کہ وہ کیوں ستاتی ہے، اور یہ کہے کہ یہ میرے ہاتھ اور جسم کی کھینچ تان کیوں ہو رہی ہے میں سونا چاہتا ہوں مجھے سونے دو۔

[2] آنکہ۔ اُس اندھے کو یہ معلوم نہیں کہ جس حور کے وہ خواب دیکھتا ہے وہ یہی حور ہے۔ زاں بلاہا۔ جبکہ معلوم ہوا کہ احکام کا مکلف بنانا نفس کو اگرچہ ناگوار ہے لیکن نفس الامر میں ایسا پر لطف ہے جیسا کہ حور ہاتھ پکڑ کر کھینچے تو بلاؤں کا آنا بھی محبوبیت اور مقبولیت کی دلیل ہوئی تو فرماتے ہیں کہ ابتلا اور آزمائش محبوبوں کی ہوتی ہے۔ لاغ۔ مصائب میں مبتلا ہونا عموماً محبوبیت کی دلیل ہے لیکن کبھی اجنبیوں سے بھی چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے تاکہ اُن میں بھی شعور برپا ہو جائے۔

[3] ہلالؓ۔ ہلالؓ یہ شاید ہلالؓ بن حارث ہیں جن کی کنیت ابو الحمرا ہے جو آنحضورؐ کے آزاد کردہ غلام تھے شاید آنحضورؐ کے آزاد کرنے سے پہلے کسی سردار کے غلام ہوں۔ ایک سردار کے اصطبل میں ملازم تھے اور چونکہ اس سردار کو بصیرت حاصل نہ تھی وہ اُن کا رتبہ نہ پہچانتا تھا اور وہ حضرت لقمانؑ اور حضرت یوسفؑ کی طرح اپنے آپ کو غلامی میں چھپائے ہوئے تھے۔

داند[1] اعمیٰ کہ مادرے دارد لیک چونے بوہم در نارد

اندھا جانتا ہے کہ ماں رکھتا ہے لیکن وہ کیسی ہے؟ خیال میں نہیں لا سکتا ہے

اگر بایں دانش تعظیم مادر کند ممکن بُود کہ خلاص یا بد کہ اِذَا

اگراس جاننے پر ماں کی تعظیم کرے تو ممکن ہے، کہ نجات حاصل کرے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے

اَرَادَاللّٰہُ بِعَبۡدٍ خَیۡرًا فَتَحَ عَیۡنَیۡ قَلۡبِہٖ لِیُبۡصِرَ بِہِمَا الۡغَیۡبَ

کیساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسکے دل کی دونوں آنکھیں کھولدیتا ہے تاکہ وہ اُن کے ذریعہ غیب کو دیکھ لے

ایں راہ ز زندگیِ دل حاصل کن کیں زندگیِ تن صفتِ حیوانیست

دل کی زندگی سے یہ راستہ حاصل کر کیونکہ یہ جسم کی زندگی حیوان کی صفت ہے

چوں شنیدی بعضِ اوصافِ بلالؓ بشنو اکنوں قصۂ ضُعفِ ہلالؓ

جبکہ تو نے بلالؓ کے بعض اوصاف سُن لیے اب ہلالؓ کے ضعف کا قصہ سُن لے

از[2] بلالؓ اُو بیش بُود اندر روِش خویِ بد را بیش کردہ بُد، کنش

وہ بلالؓ سے سلوک میں بڑھے ہوئے تھے اُنھوں نے بد عادت سے کینہ وری زیادہ کی تھی

نے چو تو پس رو کہ ہردم پستری سُویِ سنگی میروی از گوہری

تیری طرح پیچھے چلنے والے تھے کہ تو ہردم زیادہ پیچھے ہے موتی پن سے پتھر پن کی طرف جا رہا ہے

در تقریرِ ہمیں معنی

اس معنی کے بیان میں

ہمچناں[3] کاں خواجہ را مہماں رسید خواجہ از ایّام سالش پُرسید

جیسا کہ ایک صاحب کے یہاں مہمان پہنچا (اُن) صاحب نے اُس کی عمر دریافت کی

گفت عُمرت چند سال ست اے پسر باز گو و در مدزد و بر شمر

کہا اے بیٹا! تیری عمر کے سال کی ہے؟ بتا، اور نہ چرا، اور شمار کر

گفت ہژدہ ہفدہ یا خود شانزدہ یا کہ پانزدہ اے برادر خواہ دہ

اُس نے کہا اٹھارہ سترہ یا خود سولہ یا پندرہ اے بھائی! خواہ دس

گفت واپس واپس اے خیرہ سرت باز میرو تابفرجِ مادرت

اُس نے کہا پیچھے لوٹ جا اے کہ تیرا دماغ پریشان ہے اپنی ماں کی شرمگاہ تک واپس چلا جا

حکایت در تقریرِ ہمیں سخن

اس معنی کے اثبات میں حکایت

---

[1] داند۔ اندھا اتنا تو جانتا ہے کہ اُس کے ماں ہے لیکن یہ تصور نہیں کر سکتا ہے کہ وہ کیسی ہے اب اگر وہ صرف اسی قدر جاننے پر اس کی تعظیم کرلے تو اُس کو نجات حاصل ہو جائے۔ ایں راہ۔ دل کی بصیرت دل کی زندگی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

[2] از بلالؓ۔ حضرت بلالؓ سے مجاہدوں اور سلوک میں بڑھے ہوئے تھے۔ نے۔ اے مخاطب۔ اُن کی حالت تیری طرح نہ تھی کہ تو ہردم اور پستی کی طرف جا رہا ہے اپنے موتی پن کو پتھر بنا رہا ہے۔

[3] ہمچناں۔ انسان کا اپنے رتبہ سے پیچھے ہٹتے چلے جانے پر قصہ سنایا ہے، مہمان نے اپنی عمر اٹھارہ سال تک پہنچادی تھی۔ باز میرو۔ یعنی یہ کہہ دے کہ میں ابھی پیدا ہی نہیں ہوا ہوں۔ ہمیں سخن۔ اس میں بھی گھوڑے کے پیچھے ہٹنے کا قصہ ہے۔

آں یکے اسپے طلب کرد از امیر
ایک شخص نے سردار سے ایک گھوڑا مانگا
گفت رو آں اسپ اشہب[1] را بگیر
اُس نے کہا، جا وہ سفید گھوڑا پکڑ لے

گفت آں را من نخواہم گفت چوں
اُس نے کہا وہ میں نہیں چاہتا، اُس نے کہا کیوں؟
گفت اُو واپس روست و بس حروں
اُس نے کہا وہ ہٹی ہے اور بہت سرکش ہے

سخت پس پس میرود اُو سوی بُن
وہ دُم کی جانب بہت ہی پیچھے کو ہٹتا ہے
گفت دمش را بسوئے خانہ کن
اُس نے کہا، اُس کی دُم گھر کی جانب کر لے

دُمِ ایں استورِ نفست شہوتست
تیرے اس جانور نفس کی دُم شہوت ہے
زاں سبب پس پس رود آں خود پرست
اسی لیے وہ خود پرست ہٹتا چلا جاتا ہے

شہوتِ اُو را کہ دُم آمد ز بُن
اُس کی شہوت کو جو اصل میں دُم ہے
اے مُبدّل شہوتِ عقبیش کن
اے مخاطب اس کو آخرت کی شہوت میں تبدیل کر دے

چوں[2] بہ بندی شہوتش را از رغیف
جب تو روٹی کی جانب سے اُس کی شہوت کو بند کر دے گا
سر کند آں شہوت از عقلِ شریف
وہ شہوت، شریف عقل میں سر اُبھارے گی

ہمچو شاخے کش بُبری از درخت
اُس شاخ کی طرح جسے تو درخت سے کاٹ دے
سرکند قوّت ز شاخ اے نیکبخت
اے نیکبخت! دوسری شاخ سے قوت اُبھرتی ہے

چونکہ کردی دُمِ اُو را آں طرف
جب تو نے اُس کی دم اُس جانب کر دی
گر رود پس پس رود تا مکتنف
اگر وہ پیچھے ہٹتا چلا جائے گا محفوظ جگہ پہنچ جائے گا

حبّذا[3] اسپانِ رامِ پیش رو
قابلِ مبارکباد ہیں، آگے بڑھنے والے، مطیع گھوڑے
نے سپس رونے حرونی را گرو
نہ پیچھے ہٹنے والے ہیں، نہ سرکشی کے عادی ہیں

گرم رو چوں جسمِ موسیٰؑ کلیم
حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کے جسم کی طرح تیز رفتار بن
تا بجرینیش چو پہنائے گلیم
مجمع البحرین تک جو اُن کے لیے کملی کی چوڑائی کی طرح تھا

ہست ہفصد سالہ راہِ آں حُقُب
وہ حُقُب سات سو سالہ راستہ ہے
کہ بکرد اُو عزم در سیرانِ حُب
سفرِ عشق میں جس کا انھوں نے عزم کیا

ہمت سیرِ تنش چوں ایں بُوَد
جب اُن کے جسم کی سیر کی یہ ہمت تھی
سیرِ جانش تابہ عِلّیین بُوَد
اُن کی روح کی سیر علیین تک ہو گی

---

[1] اشہب۔ کالے رنگ کا گھوڑا جس پر سفیدی غالب ہو۔ واپس رو۔ یعنی وہ گھوڑا آگے کو چلنے کے بجائے پیچھے کو ہٹتا ہے۔ حروں۔ سرکش۔ بن۔ یعنی دُم۔ گفت۔ اُس سردار نے کہا تو اس کی دُم گھر کی جانب کر دیا کر، وہ پیچھے ہٹے گا تو تو اپنی منزل پر پہنچ جائے گا۔ دم۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ تیرا نفس تو بمنزلہ گھوڑے کے ہے اور یہ بھی ہٹی گھوڑا ہے اور اُس کی دُم شہوت ہے تو اُس کی شہوت کا رُخ دنیا سے موڑ کر عقبیٰ کی طرف کر دے، منزل پر پہنچ جائے گا۔ بن۔ یعنی اصل۔

[2] چوں۔ جب تو شہوت کا رُخ دنیاوی لذتوں کیطرف سے موڑ دیگا تو پھر وہ شہوت عقل کے راستہ سے اُبھرے گی اُسکی مثال یہ ہے کہ درخت کی جب ایک شاخ کاٹ دی جاتی ہے تو اُسکی قوت دوسری شاخ میں نمودار ہو جاتی ہے۔ چونکہ۔ جب تو نفس کی دُم یعنی شہوت کو آخرت کیجانب کر دیگا تو وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے محفوظ مقام پر پہنچ جائیگا۔

[3] حبذا۔ وہ لوگ قابل مبارکباد ہیں جن کے نفوس قدسیہ اعلیٰ مراتب طے کرتے چلے جا رہے ہیں۔ گرم رو۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضر کی ملاقات کے سلسلہ میں فرمایا تھا لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا۔ یعنی جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کے مقام پر نہ پہنچ جاؤں اپنے ارادے سے باز نہ آؤں گا اسی طرح سالہا سال چلتا رہوں گا۔ حُقُب۔ اسی سال، زمانہ دراز۔ ہمت۔ جبکہ اُن کی جسمانی ہمت کی سیر یہ تھی کہ سات سو سال کی مسافت طے کر ڈالی تو روح کی سیر لامحالہ جنت کے اعلیٰ مقام تک ہو گی۔

شہسواراں در سباقت[1] تاختند   خربطاں در پاگہ انداختند
شہسوار گھوڑ دوڑ میں دوڑ پڑے   احمقوں نے معمولی جگہ (ڈیرے) ڈال دیے

حکایت ہم در تقریر ایں معنی

اسی معنی کے اثبات میں حکایت

آنچناں کہ کاروانے می رسید   در دہے آمد درے را باز دید
جیسا کہ ایک قافلہ آ رہا تھا   ایک گاؤں میں آیا ایک دروازہ کھلا دیکھا
آں یکے گفت اندریں برد العجوز   بار بندازیم اینجا چند روز
ایک شخص نے کہا اس سخت سردی میں   چند روز اسی جگہ سامان ڈال دیں
بانگ آمد نے بینداز از بروں   وانگہانے اندر آ تو اندروں
آواز آئی نہیں، باہر ڈال دے   تب تو اندر آ
ہم[2] بروں افگن ہرانچہ افگندنی ست   درمیا باآں کہ ایں مجلس سنی ست
تو بھی ہر اُس چیز کو پھینک دے جو پھینکنے کی ہے   اُس کو لے کر اندر نہ آ، کیونکہ یہ مجلس بلند ہے

رجوع بقصۂ ہلال رضی اللہ عنہ

ہلال رضی اللہ عنہ کے قصہ کیجانب رجوع

بُد ہلالؓ اُستاد دل جاں روشنے   سائس و بندہ امیرِ مؤمنے
ہلالؓ کا دل استاد تھا اور روح نورانی تھی   ایک مسلمان سردار کے سائیس اور غلام (تھے)
سائسی کردے در آخر آں غلام   لیک سلطانِ سلاطیں، بندہ نام
وہ غلام اصطبل میں سائیسی کرتے تھے   لیکن شاہوں کے شاہ تھے، اور نام کے غلام تھے
سائسِ اسپان و نفسِ خویش ہم   از فراواں کس شدہ در پیش ہم
وہ گھوڑوں کے سائیس تھے اور اپنے نفس کے بھی   بہت سے لوگوں سے آگے بھی بڑھے ہوئے تھے
آں امیر از حالِ بندہ بے خبر   کہ نبودش جز بلیسانہ[3] نظر
وہ امیر غلام کی حالت سے لاعلم تھا   کیونکہ اُس کی نظر محض شیطانی تھی
آب و گِل مید ید و دروے گنج نے   پنج و شش میدید و اصلِ پنج نے
وہ پانی اور مٹی دیکھتا تھا اور ان میں خزانہ نہ دیکھتا تھا   پانچ اور چھ کو دیکھتا تھا اور پانچ کی اصل کو نہیں
رنگِ طیں پیدا و نورِ دیں نہاں   ہر پیمبر ایں چنیں بُد در جہاں
مٹی کا رنگ ظاہر ہے اور دین کا نور چھپا ہوا ہے   دنیا میں ہر پیغمبر اسی طرح ہوا ہے

[1] سباقت۔ گھوڑ دوڑ۔ خربطاں۔ احمق لوگ۔ در۔ یعنی اُس گاؤں کی چہار دیواری کا دروازہ۔ برد العجوز۔ سردی کے چلہ میں سات دن سخت جاڑے کے ہوتے ہیں اُن کو برد العجوز کہا جاتا ہے۔ بانگ۔ گاؤں کے اندر سے آواز آئی کہ سامان گاؤں کے باہر ڈال کر اندر آ سکتے ہو۔ ظاہر ہے جن لوگوں کو مال کی محبت ہوگی وہ سامان چھوڑ کر گاؤں کے اندر آرام کی جگہ نہ جا سکے ہوں گے۔

[2] ہم بروں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ مقام قرب بھی ایک بلند مجلس ہے اسمیں بھی سامان باہر پھینک کر پہنچا جا سکتا ہے۔ بُد ہلال۔ اب پھر حضرت ہلالؓ کا قصہ شروع کیا ہے وہ دل کے اُستاد تھے یعنی اُنکا دل طریق سلوک کا اُستاد تھا اور روح روشن تھی۔ سائسی۔ وہ ہلالؓ اُس سردار کی غلامی کرتے تھے اور اُس کے اصطبل میں سائیس تھے نام کے غلام تھے لیکن حقیقتاً شاہ تھے۔ نفس۔ وہ جس طرح گھوڑے کے سائیس تھے اپنے نفس کے بھی مصلح تھے اسی لیے اُنکا رتبہ بہت سے انسانوں سے بڑھا ہوا ہے۔

[3] بلیسانہ۔ جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ کے صرف ظاہر کو دیکھا اسی طرح اُس سردار کی نظر بھی صرف حضرت ہلالؓ کے ظاہر پر تھی۔ پنج و شش۔ یعنی پانچ حواس اور چھ جہتیں یعنی جسمانی احوال کو دیکھتا تھا اور جو ان پانچ حواسوں کی اصل یعنی روح ہے اس کو نہ دیکھتا تھا۔ رنگ۔ جسمانی احوال تو ظاہر ہوتے ہیں لیکن دین کا نور پوشیدہ ہوتا ہے اسی لیے ظاہر بینوں نے ہر نبی کے ساتھ یہی معاملہ کیا کہ ظاہر کو دیکھا اس کے باطن پر نظر نہ کی۔

آں[1] منارہ دید و بروے مُرغ نے — بر منارہ شاہبازِ پُر فنے
اُس نے منارہ دیکھا اور اُس پر کا پرند نہیں — منارے پر ہنرمند شاہباز ہے

واں دوم میدید مُرغِ پر زنے — لیک مُوئ اندر دہانِ مُرغ نے
دوسرا پھڑپھڑانے والے پرند کو دیکھتا تھا — لیکن پرند کے منہ کے اندر کے بال کو نہیں

وانکہ اُو یَنظُر بِنُورِ اللّٰہ بُوَد — ہم ز مُرغ و ہم زمُو آگہ بُود
وہ شخص جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ہو — وہ پرند سے بھی اور بال سے بھی آگاہ ہوتا ہے

گفت[2] آخر چشم سُوئ مُوئ نہ — تانہ بینی مُو نہ بکشاید گرہ
اُس نے کہا، آخر بال کی طرف نظر کر — جب تک تو بال کو نہ دیکھے گا گرہ نہ کھلے گی

آں یکے گِل دید نقشیں در وَحَل — واں دگر دل دید پُر علم و عمل
ایک شخص نے کیچڑ میں منقش مٹی دیکھی — دوسرے نے علم اور عمل سے بھرپور دل دیکھا

تن منارہ علم و طاعت ہمچو مُرغ — خواہ سی صد مُرغ گیر و یا دو مرغ
جسم منارہ ہے، علم اور عمل پرند کی طرح ہیں — خواہ تین سو پرند فرض کر لے یا دو پرند

مردِ اوسط مُرغ بین ست اُو و بس — غیرِ مُرغے می نہ بیند پیش و پس
اوسط (درجہ) کا انسان وہ فقط پرند دیکھنے والا ہے — پرند کے سوا آگے اور پیچھے نہیں دیکھتا ہے

مُوی آں نوریست پنہاں آنِ مُرغ — کہ بداں پایندہ باشد جانِ مُرغ
بال پرند کی چھپی صفت، نور ہے — جس سے پرند کی روح پائیدار رہتی ہے

مُرغ[3] کاں مُوئیست در منقارِ اُو — ہیچ عاریت نباشد کارِ اُو
وہ پرند جس کی چونچ میں بال ہے — اُس کا عمل کبھی عارضی نہیں ہوتا ہے

علمِ اُو از جانِ اُو جوشد مُدام — پیشِ اُونے مستعار آمد نہ وام
اُس کا علم ہمیشہ اُس کی رُوح سے جوش مارتا ہے — وہ اُس کے پاس نہ مانگا ہوا ہے، نہ قرض

رنجُور شدنِ ہلال رضی اللہ عنہ و بے خبریِ خواجہءِ اُو از رنجوریِ
ہلال رضی اللہ عنہ کا بیمار ہو جانا اور اُن کے آقا کی حقارت اور پہچان نہ
اُو از تحقیر و ناشناخت، و واقف شُدنِ دلِ مصطفیٰ صلی اللہ
ہونے سے اُن کی بیماری سے لاعلمی اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وعلیٰ آلہ وسلم از رنجوری و حالِ اُو و افتقاد و عیادتِ رسول
کے دل کا اُن کی بیماری اور حالت سے واقف ہو جانا اور رسول صلی اللہ

---

[1] آں منارہ۔ حقیقت تک پہنچنے میں انسانوں کی تین قسمیں ہیں اس کو اس طرح سمجھایا ہے کہ ایک منارہ ہے اُس پر ایک پرند ہے اُس پرند کے منہ میں ایک بال ہے جو اُس پرند کے لیے مدارِ حیات ہے کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ اُن کی نگاہ صرف منارے پر پڑتی ہے کچھ ایسے ہیں جو منارے کے ساتھ پرند کو بھی دیکھتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو منارے اور پرند اور اس کے منہ کے اندر کے بال کو بھی دیکھتے ہیں۔

[2] گفت۔ انسان کے جسم کی مثال تو منارہ کی سی ہے اور علم و عبادت پرند کی طرح ہے اور انسان کے نورِ باطن کی مثال اُس بال کی سی ہے جو پرند کے منہ میں ہے۔ وحل۔ کیچڑ۔ سی صد۔ علم و عمل کی جزئیات۔ دو مرغ۔ علم و عمل۔ مردِ اوسط۔ اوسط درجہ کا وہ شخص ہے کہ جو جسم کے ساتھ انسان کے علم و عمل کو بھی دیکھتا ہے۔

[3] مرغ۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کی نظر انسان کے نورِ باطنی پر بھی پڑتی ہے۔ کارِ او۔ یعنی اُس کا علم و عمل عارضی نہیں ہے کہ کسی سے مانگا ہوا یا قرض لیا ہوا ہو۔ رنجور۔ ایک بار حضرت ہلالؓ بیمار ہو گئے اُن کے آقا کو علم نہ ہوا آنحضورؐ اُن کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ افتقاد۔ دلجوئی۔

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہلال را رضی اللہ تعالیٰ عنہ را

علیہ وسلم کی ہلال رضی اللہ عنہ کی دل جوئی اور مزاج پُرسی

از قضا[1] رنجور و ناخوش شُد ہلالؓ — مصطفیؐ را وحی شد غمازِ حال

تقدیر سے ہلالؓ بیمار اور علیل ہو گئے — مصطفیؐ کے لیے وحی، حال کی مخبر بن گئی

بُد ز رنجوریش خواجہ بے خبر — کہ برِ اُو بُد کساد و بے خطر

آقا اُن کی بیماری سے لاعلم ر تھا — کیونکہ وہ اُس کے نزدیک کھوٹے اور معمولی تھے

خُفتہ نُہ روز اندر آخر مُحسنے — ہیچ کس از حالِ اُو آگاہ نے

ایک نکوکار نو دن سے اصطبل میں پڑا تھا — اُس کی حالت سے کوئی شخص واقف نہ تھا

آنکہ[2] کس بُود و شہنشاہِ کساں — عقل چوں صد قُلزمش ہرجا رساں

وہ جو کہ انسان اور انسانوں کا شہنشاہ تھا — اس کی سو سمندروں جیسی عقل ہر جگہ پہنچنے والی تھی

وحیش آمد رحمِ حق غمخوار شُد — کہ فلاں مُشتاقِ تو بیمار شُد

اُن کو وحی آئی، اللہ تعالیٰ کی رحمت غمخوار بنی — کہ آپ کا فلاں عاشق بیمار ہو گیا ہے

مصطفیؐ بہرِ ہلالؓ باشرف — رفت از بہرِ عیادت آں طرف

مصطفیؐ صاحب شرف ہلالؓ کے لیے — اُس جانب مزاج پُرسی کے لیے گئے

در پئے[3] خورشیدِ وحی آں مہ دواں — واں صحابہؓ در پیش چوں اختراں

وحی کے سورج کے پیچھے وہ چاند چلا رہا تھا — اور صحابہؓ اُس سے پیچھے ستاروں کی طرح تھے

ماہ می گوید کہ اصحابی نجوم — لِلسُّرٰی قُدْوَہ وَ لِلطَّاغِیْ رُجُوْم

چاند فرماتا ہے، کہ میرے صحابہؓ ستارے ہیں — رات کے چلنے کے لیے پیشرو اور سرکش کیلئے رجوم ہیں

میر را گفتند کاں سُلطاں رسید — اُو ز شادی بیدل و جاں برجہید

لوگوں نے سردار سے کہا، شاہ تشریف لے آئے — وہ خوشی سے بے اختیار اُچھل پڑا

برگمانِ آں ز شادی زد دو دست — کاں شہنشہ بہرِ آں میر آمد ست

اس خیال سے وہ دونوں ہاتھ بجانے لگا — کہ وہ شہنشاہ اُس سردار کی وجہ سے آئے ہیں

چوں فرود آمد زغُرفہ آں امیر — جاں ہمی افشاند پامُژدِ بشیر

جب وہ سردار بالاخانے سے نیچے اُترا — خوشخبری دینے والے کے انعام میں جان چھڑکتا تھا

پس زمیں بُوس و سلام آورد اُو — کرد رُخ را از طرب چوں وَرد اُو

پھر وہ زمین بوسی اور سلام بجا لایا — اُس نے خوشی سے چہرہ گلاب کی طرح کر لیا

---

[1] از قضا۔ تقدیر سے حضرت ہلالؓ بیمار ہوئے آنحضور کو وحی کے ذریعہ ان کی بیماری کا پتا چلا۔ غماز۔ اشارہ کرنے والا۔ کہ۔ چونکہ آقا کے نزدیک ان کی کوئی قدر و منزلت نہ تھی وہ ان کی بیماری سے لاعلم رہا اور نو روز تک وہ تنہا اصطبل میں پڑے رہے۔

[2] آنکہ۔ حضرت ہلالؓ کی بیماری کا حال باوجود آنحضور کی عقل کے کمال کے وحی کے ذریعہ سے معلوم ہو سکا اس لیے کہ اُن کی بیماری عقلی نہ تھی، منقولات کا علم وحی کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے، جب آنحضور کو اُن کی بیماری کا علم ہوا تو عیادت کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے۔

[3] در پئے۔ آنحضور خورشید وحی کی روشنی میں چلے جا رہے تھے اور صحابہ ستاروں کیطرح آپکے ساتھ تھے آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ "میرے صحابہ ستاروں کیطرح ہیں تم جسکی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ السرٰی۔ رات کو چلنا۔ قدوہ۔ پیشرو۔ طاغی۔ سرکش۔ رجوم۔ رجم کی جمع ہے وہ چیز جو پھینک کر ماری جائے۔ میر۔ آنحضور کی آمد کی سردار کو اطلاع دی تو وہ خوشی سے بے قابو ہو گیا۔ چوں۔ جب خوشخبری دینے والے نے اُس سردار کو آنحضور کی آمد کی اطلاع دی تو بالا خانہ سے نیچے اتر کر آیا اور خوشخبری دینے والے پر قربان ہونے لگا۔ پس۔ اسنے نیچے اتر کر آنحضور کی قدم بوسی کی اور سلام کیا۔ طرب۔ مستی۔

گفت بسم اللہ مُشرف کُن وطن[1] — تاکہ فردوسے شود ایں انجمن
اس نے عرض کیا بسم اللہ سے گھر کو مشرف کر دیجئے — تاکہ یہ مجلس جنت بن جائے

تافزاید قصرِ من بر آسماں — کہ بدیدم قُطبِ دورانِ زماں
تاکہ میرا محل، آسمان سے بڑھ جائے — کہ میں نے زمانے کا قطب دیکھا ہے

گفتش از بہرِ عتاب آں محترم — من برائے دیدنِ تو نامدم
اُن محترم نے ناراضی سے فرمایا — میں تیرے دیکھنے کے لیے نہیں آیا ہوں

گفت روحم آنِ تو خود روح چیست — ہیں بفرما کیں تجشم بہر کیست
اُسنے عرض کیا میری جان آپکی ملکیت ہے، جان ہے کیا؟ — ہاں فرمایئے، کہ یہ تکلیف فرمائی کس کے لیے ہے؟

تاشوم من خاکپائے آں کسے — کہ بباغِ لُطفِ تستش مُغرسے
تاکہ میں اُس شخص کے پیروں کی خاک بن جاؤں — کیونکہ آپ کی مہربانی کے باغ میں اُس کی جگہ ہے

چوں چنیں گفت اُو و نخوت را براند — مصطفےٰؐ ترکِ عتابِ اُو بخواند
جب اُس نے یہ کہا اور تکبر کو دور کر دیا — مصطفیٰؐ نے اُس پر ناراضی ترک فرما دی

پس[2] بگفتش کاں ہلالِ عرش کُو — ہمچو مہتاب از تواضع فرش کُو
پھر اُس سے کہا کہ وہ عرش کا چاند کہاں ہے؟ — تواضع کی وجہ سے چاندنی جیسا وہ فرش کہاں ہے؟

آں شہے در بندگی پنہاں شُدہ — بہرِ جاسوسی بدُنیا آمدہ
وہ بادشاہ ہے، غلامی میں چھپا ہوا ہے — جاسوسی کے لیے دُنیا میں آیا ہوا ہے

تو مگو کاں بندہ و آخُرجیِ ماست — ایں بدانکہ گنج در ویرانہاست
تو نہ کہہ وہ ہمارا غلام اور سائیس ہے — یہ سمجھ لے ویرانوں میں خزانہ ہے

اے[3] عجب چون ست از سقم آں ہلالؓ — کہ ہزاراں بدر ہستش پائمال
تعجب ہے، بیماری کی وجہ سے وہ چاند کیسا ہے؟ — کہ جس سے ہزاروں چودھویں کے چاند پائمال ہیں

گفت از رنجش مرا آگاہ نیست — لیک روزے چند بر درگاہ نیست
اُس نے عرض کیا اس کی بیماری کا مجھے علم نہیں ہے — لیکن چند روز سے ڈیوڑھی پر نہیں ہے

صحبتِ اُو باستور و اُشترست — سائس ست و منزلش آں آخُرست
اُس کی صحبت جانوروں اور اونٹ کے ساتھ ہے — وہ سائیس ہے اور اُس کی قیامگاہ اصطبل ہے

در آمدنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم از بہرِ عیادت

ہلال رضی اللہ عنہ کی مزاج پرسی کے لیے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس سردار

[1] وطن۔ یعنی مکان۔ تافزاید۔ وہ میرا محل، اپنی آسمان پر فوقیت کی وجہ زبان حال سے بتائے گا کہ میں نے آج اُس ذات کو دیکھا ہے جو کائنات کے وجود کا مدار ہے۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے عتاب اس وجہ سے فرمایا کہ وہ آمد کی اصل وجہ معلوم کرے تو اس کو حضرت ہلالؓ کی بیماری کا علم ہو جائے۔ تجشم۔ تکلیف اٹھانا۔ مغرس۔ پودے کا تھاؤ۔ نخوت۔ تکبر۔

[2] پس۔ حضرت ہلال رتبہ کی بلندی کی وجہ سے عرش کے چاند ہیں اور فروتنی کی وجہ سے فرش ہیں۔ آں شہے۔ شعر (بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ۔ تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں) آخُرجی۔ اصطبل کا نگراں، سائیس۔

[3] اے عجب۔ عرفی چاند بیمار ہو کر ہلال بن جاتا ہے لیکن اُس ہلال کی بیماری قابل تعجب ہے جس پر چودھویں کے چاند قربان ہیں۔ گفت۔ اُس سردار نے کہا کہ حضرت ہلالؓ کی بیماری کا تو مجھے علم نہیں ہے لیکن چند روز سے وہ مجھے نظر نہیں آئے۔ در آمدن۔ یہ سن کر کہ حضرت ہلالؓ اصطبل میں ہیں آنحضورؐ وہاں تشریف لے گئے اور اُن کی دلجوئی کی۔

هلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ درستورگاہِ[1] آں امیر و نواختنِ مصطفیٰ

کے اصطبل میں جانا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را

ہلال رضی اللہ عنہ کو نوازنا

رفت پیغمبرؐ برغبت بہرِ اُو
پیغمبرؐ خوشی سے اُن کے لیے روانہ ہوئے

اندر آخُر آمد و اندر جستجو
تلاش میں اصطبل کے اندر آئے

بُود آخُر مُظلم و زشت و پلید
اصطبل، تاریک اور خراب اور ناپاک تھا

و ایں ہمہ برخاست چوں اُلفت رسید
جب محبت پہنچی، یہ سب رفع ہو گئے

بُویِ پیغمبرؐ بُبرد آں شیرِ نر
اُس نر شیر نے پیغمبرؐ کی خوشبو محسوس کی

ہم چنانکہ بُویِ یوسفؑ را پدر
جیسے کہ (حضرت) یوسف کی خوشبو باپ نے

مُوجبِ[2] ایماں نباشد معجزات
معجزے، ایمان کا سبب نہیں ہوتے ہیں

بُویِ جنسیت کُند جذبِ صفات
جنسیت کی خوشبو صفات کو جذب کرتی ہے

معجزات از بہرِ قہرِ دشمن ست
معجزے دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہیں

بُویِ جنسیت پئے دل بُردن ست
جنسیت کی خوشبو دل اُچکنے کے لیے ہے

قہر گردد دشمن امّا دوست نے
دشمن مغلوب ہو جاتا ہے، لیکن دوست نہیں بنتا ہے

دوست کے گردد بہ بستہ گردنے
گردن بندھا ہوا دوست کب ہو سکتا ہے؟

اندر آمد اُو ز خواب از بُویِ اُو
اُن کی خوشبو سے وہ نیند سے بیدار ہو گئے

گفت سرگیں داں، درو زینگونہ بُو
سوچا، گوبر خانہ اور پھر اُس میں اس طرح کی خوشبو؟

از[3] میانِ پایِ استوراں بدید
جانوروں کے پاؤں کے درمیان سے دیکھا

دامنِ پاکِ رسولِؐ بے ندید
بے نظیر رسولؐ پاک کا دامن

پس ز کُنجِ آخُر آمد غژ غژاں
وہ کھسکتے ہوئے اصطبل کے گوشہ سے آئے

رُویِ با پایش نہاد آں پہلواں
اُس پہلوان نے آپ کے پاؤں پر چہرہ رکھ دیا

پس پیمبر رُویِ بر رُویش نہاد
پھر پیغمبرؐ نے اُن کے چہرے پر چہرہ رکھ دیا

بر سر و بر چشم و رُویش بوسہ داد
اُن کے سر اور آنکھوں اور چہرے کو چُوما

گفت یارا تاچہ پنہاں گوہری
فرمایا اے دوست! تو کس قدر چھپا ہوا موتی ہے؟

اے غریبِ عرش چونی، خوشتری
اے عرش کے مسافر! تو کیسا ہے؟ اچھا ہے؟

---

[1] ستورگاہ۔ اصطبل۔ بہر اُو۔ یعنی حضرت ہلالؓ سے ملاقات کے لیے۔ بود۔ اصطبل میں اندھیرا اور گندگی تھی لیکن آنحضورؐ کے انوار سب پر غالب آ گئے۔ بوی۔ حضرت ہلالؓ نے آنحضورؐ کی خوشبو کو اسی طرح محسوس کر لیا جس طرح حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی خوشبو محسوس کی تھی۔

[2] موجب۔ ایمان لانے کے لیے معجزے مؤثر قریب نہیں ہیں بلکہ ایمان لانے والا اگر نبی کا ہم جنس ہے تو وہ نبی کی صفات کو جذب کرتا ہے تو ایمان کا قریبی سبب جنسیت کی بُو ہے۔ معجزات۔ نبی کے معجزوں سے صرف دشمن عاجز ہو جاتا ہے لیکن اُس کا ایمان لانا لازمی نہیں ہے۔ قہر۔ جو عاجز اور مغلوب ہو اُس کے دل میں دوستی پیدا نہیں ہوتی ہے۔ اندر۔ آنحضورؐ کی خوشبو پا کر حضرت ہلالؓ جاگ گئے۔

[3] از میاں۔ حضرت ہلالؓ کو جو پاؤں کے پاؤں میں سے آنحضورؐ کے دامن کی جھلک نظر آئی تو کھسکتے ہوئے آنحضورؐ کی طرف بڑھے اور قدم بوسی کے لیے پاؤں پر منہ رکھ دیا۔ پس پیمبر۔ آنحضورؐ نے اُن کے منہ کے پاس سے پاؤں ہٹا کر محبت میں اپنا منہ اُن کے منہ پر رکھ دیا اور سر و چشم کا بوسہ لیا۔ اے غریب۔ آنحضورؐ نے حضرت ہلالؓ سے فرمایا تو عرشی ہے اور دنیا میں مسافر ہے تیری کیسی طبیعت ہے۔

گفت[1] چوں باشد خود آں شوریدہ خواب — کہ در آید در دہانش آفتاب
عرض کیا، اُس پریشان خواب والے کا کیا حال ہو گا؟ — جس کے منہ میں دُھوپ آ جائے
چوں بُود آں تشنۂ کو گِل خورد — آب بر سر بنہدش خوش می برد
اُس پیاسے کا کیا حال ہو گا؟ کہ مٹی چوسے — پانی اُس کو سر پر رکھ لے، اچھی طرح لے جائے

دربیان[2] آنکہ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وسلم شُنید کہ عیسٰی علٰی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بر رُوی آب رفت

اس کا بیان کہ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا کہ عیسٰیؑ ہمارے نبی پر اور اُن پر درود و سلام ہو پانی پر چلتے تھے

فرمود کہ لَوْ اِزْدَادَ یَقِیْنُہٗ لَمَشٰی عَلَی الْھَوَآءِ

فرمایا کہ اگر اُن کا یقین بڑھ جاتا تو یقیناً ہوا پر چلتے

ہمچو[3] عیسٰیؑ بر سرش گیرد فرات — کایمنی از غرقہ در آبِ حیات
(حضرت) عیسٰیؑ کی طرح فرات ان کو سر پر اُٹھا لیتی ہے — کہ تو آبِ حیات میں (ہونے کیوجہ سے) ڈوبنے سے محفوظ ہے
گوید احمدؐ گر یقینش افزوں بُدے — خود ہوایش مرکب و ہاموں شُدے
احمدؐ فرماتے ہیں، اگر اُن کا یقین بڑھا ہُوا ہوتا — خود ہوا اُن کے لیے سواری اور جنگل ہوتی
ہمچو من کہ بر ہوا راکب شُدم — در شبِ معراج مستصحِب شُدم
میری طرح کہ میں ہوا پر سوار ہوا — معراج کی رات میں اور صحبت حاصل کرنے والا بنا
گفت چوں باشد سگے کورِ پلید — جست اُو از خواب و خود را شیر دید
(ہلالؓ نے) عرض کیا اُس اندھے ناپاک کُتّے کا کیا حال ہوگا؟ — جو نیند سے اُٹھا اور اُس نے اپنے آپ کو شیر دیکھا
نے چناں شیرے کہ کس تیرش زند — بل زبیمش تیغ و پیکاں بشکند
ایسا شیر نہیں کہ کوئی اُس پر تیر چلائے — بلکہ اُس کے خوف سے تلوار اور تیر ٹوٹ جائے
کور بر اشکم رَوندہ ہمچو مار — چشمہا بکشادہ در باغ و بہار
اندھا جو سانپ کی طرح پیٹ کے بل چلنے والا ہو — باغ اور بہار میں آنکھیں کھول دے

---

1. گفت۔ حضرت ہلالؓ نے عرض کیا میں تو اس وقت ایسا خوش ہوں جیسا کہ وہ شخص جس کی نیند رات میں اُچٹ ہوا اور وہ سورج کے طلوع کرنے کا منتظر ہو اور اچانک اُس کے منہ پر دُھوپ پھیل جائے یا وہ پیاسا کہ پیاس کی شدت سے کیچڑ چوس رہا ہو اور اچانک پانی کا اس قدر سیلاب آ جائے کہ وہ اس میں تیرنے لگے۔

2. دربیان۔ آنحضورؐ نے یہ سُنا کہ حضرت عیسٰیؑ پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا اگر اُن کا یقین بڑھ جاتا تو ہوا پر چلتے یہ حدیث احیا العلوم کی شرح زبیدی میں منقول ہے، محدث عراقی نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اس کے راوی غیر ثقہ ہیں صحیح حدیث یہ ہے کہ حواریین نے حضرت عیسٰیؑ سے عرض کیا کہ آپ پانی پر کس طرح چلتے ہیں اُنھوں نے فرمایا ایمان اور یقین کے ذریعہ تو حواریین نے کہا کہ ایمان اور یقین تو ہمیں بھی حاصل ہے حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا تو تم بھی پانی پر چلو جب وہ چلے تو ڈوبنے لگے حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا یہ کیا ہوا تو اُنھوں نے کہا کہ جب موج آئی تو ہم ڈرے حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا کہ تم موج سے ڈرے اور پھر اُن کو پانی میں سے نکالا۔ یقین سے یہاں توکل علی اللہ کا مرتبہ مراد ہے ایمانی کیفیت مراد نہیں ہے حوادثِ یومیہ میں اگر انسان ایک پہلو پر ایسا یقین جما لیتا ہے کہ دوسرے پہلو کا احتمال بھی اس کے ذہن میں نہ ہو تو عادت اللہ یہ ہے کہ اس کے یقین کے مطابق وقوعِ عمل میں آ جاتا ہے لیکن یہ چیز نہ کمالِ نبوت سے متعلق ہے نہ کمالِ ولایت سے۔ فرات۔ مطلقاً دریا۔ ہاموں۔ جنگل۔

3. ہمچو۔ آنحضورؐ شبِ معراج میں براق پر سوار تھے اور بُراق ہوا پر چل رہا تھا۔ مستصحب۔ صحبت رکھنے والا آنحضورؐ کو ملائکہ اور حضرتِ حق تعالیٰ کی صحبت میسر آئی۔ گفت۔ حضرت ہلالؓ نے اپنے لیے تیسری مثال بیان کی یعنی میں پہلے بمنزلہ کتے کے تھا آنحضورؐ کی زیارت سے شیر ہو گیا۔ کور۔ یہ حضرت ہلالؓ نے اپنی چوتھی مثال بیان کی کہ میں پہلے اندھا اور سانپ کی طرح پیٹ کے بل زمین پر رینگنے والا تھا اب آنکھ کھلی تو باغ و بہار میں ہوں۔

چوں[1] بُود آں چوں کہ از چونی رہید
وہ چوں کیسا ہو گا جو پانی سے نجات پا گیا؟
در حیاتستانِ بیچونی رسید
(اور) بے چونی کی حیات گاہ میں پہنچ گیا ہو

گشت چونی بخش اندر لامکاں
وہ لامکان میں چونی بخشنے والا بن گیا
گردِ خوانش جملہ شیراں چوں سگاں
اسکے دسترخوان کے چاروں طرف تمام شیر کتوں کیطرح ہوں

اُوز بیچونی دہد شاں استخواں
وہ بے چونی سے اُن کو ہڈی دیتا ہے
در جنابت تن زن ایں سورہ مخواں
تو جنابت کی حالت میں خاموش رہ، سورت نہ پڑھ

تاز چونی غسل ناری تُو تمام
تو جب تک چونی سے مکمل غسل نہ کر لے
تو بریں مصحف مَنِہ کف اے غلام
اے لڑکے! تو اِس قرآن پر ہاتھ نہ رکھ

گر پلیدم[2] ور نظیفم اے شہاں
اے شاہو! خواہ میں ناپاک ہوں یا پاک ہوں
ایں نخوانم پس چہ خوانم در جہاں
دنیا میں یہ نہ پڑھوں تو پھر کیا پڑھوں؟

تو مرا گوئی کہ از بہرِ ثواب
آپ مجھ سے کہیں کہ ثواب کے لیے
غسل ناکردہ مرو در حوضِ آب
تو غسل کیے بغیر پانی کی حوض میں نہ جا

از بروںِ حوض غیرِ خاک نیست
حوض کے باہر خاک کے سوا نہیں ہے
ہر کہ اُو در حوض ناید پاک نیست
جو حوض میں نہ جائے وہ پاک نہیں ہے

گر[3] نباشد آب ہا را ایں کرم
اگر پانیوں میں یہ کرم نہ ہو
کہ پذیرد مر خَبث را دمبدم
کہ وہ ناپاک کو ہر وقت قبول کر لیا کریں

وایٔ بر مُشتاق و بر اُمیدِ اُو
تو مشتاق اور اس کی امید پر افسوس ہوتا
حسرتا بر حسرتِ جاویدِ اُو
اُس کی دائمی حسرت پر حسرت ہوتی

آب دارد صد کرم صد احتشام
پانی سیکڑوں کرم (اور) سیکڑوں حشمتیں رکھتا ہے
کو پلیداں را پذیرد والسلام
کہ وہ ناپاکوں کو قبول کر لیتا ہے والسلام

---

[1] چوں بُود۔ چوں کے لغوی معنی کیفیت کے ہیں یہاں اس سے کیفیت اور عوارض بشریہ مراد ہیں اسی لیے بیچونی کو فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے اس شعر میں چوں بُود کے اندر چوں بمعنی کیسا ہے اور آں چوں میں چوں سے مراد وہ شخص ہے جو اوصاف بشریہ سے خالی ہو گیا ہو اور چونی سے مراد اوصاف بشری ہیں۔ در حیاتستان۔ فنا کے بعد مقام بقا آتا ہے جس کو حیاتستان سے تعبیر کیا ہے اس شعر میں مرشد کے اوصاف کا ذکر ہے۔ گشت۔ اس شعر میں مرشد کے افادہ کا ذکر ہے۔ چونی بخش۔ یعنی سالک پر جو کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ لامکاں۔ یعنی وہ مرشد اب مادی اوصاف سے پاک ہو چکا ہے۔ چوں سگاں۔ یعنی وہ سالکین اپنے آپ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ اُوز بیچونی۔ جب تک سالک ابتدائی کیفیات میں ہوتا ہے تو اُس کی مقصودِ حقیقی کی طلب مناسب نہیں ہوتی ہے اُس کو مرشد کہہ دیتا ہے کہ ابھی تو اس حالت میں نہیں ہے کہ مقصود تک پہنچ سکے اور تیری حالت اُس ناپاک کی سی ہے جس کو قرآن پڑھنا منع ہے۔

[2] گر پلیدم۔ سالک عرض کرتا ہے کہ کیفیات کی نفی ہو یا نہ ہو اگر میں مقصود حاصل نہ کروں تو اور کیا کروں۔ تو مرا۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ غسل کے بغیر قرآن نہ پڑھوں یعنی جب تک اوصاف بشری کا ازالہ نہ ہو مقصود تک پہنچنے کی کوشش نہ کروں حالانکہ مقصود تک پہنچنے پر ہی بشری صفات کی نفی ہو گی تو یہ تو ایسا ہے کہ کوئی ناپاک کو کہے کہ بغیر پاکی کے حوض سے پانی لینے کے لیے نہ جا اگر وہ نہ جائے تو پاک کیسے ہو گا؟ اس لیے کہ حوض کے باہر تو خاک ہے پانی نہیں ہے اور پاکی پانی سے حاصل ہو گی۔

[3] گر نباشد۔ مرشد کی طرف سے جواب ہے کہ میرا یہ مقصد نہ تھا جو تو سمجھا ہے بلکہ مقصد یہ تھا کہ اوصاف بشری کو مقصود بالذات نہ بنا نجاست تو اُن کو مقصود بنانا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ پانی ہی کے ذریعہ ناپاکی دور ہو سکے گی۔ آب دارد۔ مقصد پر پہنچ کر ہی صفات بشری کی نفی ہو گی، پانی کا یہ کام ہے کہ وہ ناپاکوں کو قبول کرتا ہے اور پاک بنا دیتا ہے۔

اے[1] ضیاء الحق حسام الدین کہ نور
پاسبانِ تست از شرِّ الطیور

اے ضیاء الحق حسام الدین! کہ نور
بدترین پرندے سے آپ کا محافظ ہے

پاسبانِ تست نور و ارتقاش
اے تو خورشیدِ مستّر از خفاش

نور اور اُس کی بلندی تمہاری محافظ ہے
اے وہ کہ تیرا سورج چمگادڑ سے چھپا ہوا ہے

چیست پردہ پیش نورِ آفتاب
جز فزونی شعشعہ و تیزی و تاب

سورج کی روشنی کے آگے پردہ کیا ہے؟
شعاع کی زیادتی اور تیزی اور چمک کے سوا

پردہ[2] خورشید ہم نورے ربست
بے نصیب از وے خفاش ست و شب ست

سورج کا پردہ بھی خدا کا نور ہے
چمگادڑ اور رات اُس سے محروم ہے

ہر دو چوں در بُعد و پردہ ماندہ اند
باسیہ رُویاں فسُردہ ماندہ اند

جبکہ دونوں دوری اور پردے میں رہ گئے ہیں
سیاہ رُو لوگوں کے ساتھ ٹھٹھر کر رہ گئے ہیں

چوں نوشتی بعضے از قصہ ہلالؒ
داستانِ بدر آر اندر مقال

جبکہ تو نے ہلالؒ کا تھوڑا سا قصہ بیان کیا ہے
چودھویں کے چاند کا قصہ گفتگو کے دائرہ میں لا

آں ہلال و بدر دارند اتحاد
ازدوئی دوراند و از نقص و فساد

وہ ہلال اور بدر اتحاد رکھتے ہیں
دوئی اور گھٹاؤ اور فساد سے دور ہیں

آں ہلال از نقص، در باطن بریست
آں بظاہر نقص تدریج آوریست

وہ ہلال باطنی نقص سے پاک ہے
وہ ظاہری نقص، درجہ بدرجہ بلندی پر لاتا ہے

درس[3] گوید شبِ بشب تدریج را
در تانّیِ بردہد تفریج را

وہ ہر رات میں ترقی کا درس دیتا ہے
آہستہ روی میں کشادگی کا پھل دیتا ہے

درتانّیِ گوید اے عجولِ خام
پایہ پایہ برتواں رفتن بہام

آہستہ روی کے بارے میں کہتا ہے اے جلد باز کچے!
درجہ بدرجہ، بالا خانے پر جایا جا سکتا ہے

دیگ را تدریج و استادانہ جوش
کار ناید قلیۂ دیوانہ جوش

دیگ کو رفتہ رفتہ اور اُستادوں کی طرح جوش دے
دیوانے کا جوش دیا ہوا قلیہ کام نہیں آتا ہے

---

[1] اے ضیاء الحق۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ تربیت درجہ بدرجہ ہونی چاہیے سالک کی تعجیل اور تقاضا مضر ہے وہ قبل از وقت شیخ بن بیٹھتا ہے، اے ضیاء الحق ندا کا جواب چھٹا شعر چوں نوشتی جس سے اصل مضمون شروع ہوگا درمیان میں مولانا ضیاء الحق کا ذکر کیا ہے۔ پاسبان۔ یعنی تمہارا نور چمگادڑوں سے تمہارا محافظ ہے وہ نور اُن کو چندھیا دیتا ہے۔ شر الطیور۔ یعنی مخالف جو بمنزلہ چمگادڑ کے ہیں۔

[2] پردہ۔ سورج کے لیے اُس کا نور پردہ ہے جس کی وجہ سے رات اور چمگادڑ نور سے محروم ہیں۔ ضیاء الحق کے نور سے کچھ تو وہ محروم ہیں کہ جن میں صلاحیت ہے لیکن وہ توجہ نہیں کرتے ہیں جیسا کہ چمگادڑ اور کچھ وہ ہیں جن میں صلاحیت ہی نہیں ہے جیسا کہ رات۔ ہردو۔ چمگادڑ صلاحیت کے ہوتے ہوئے اور رات اس لیے کہ اُس میں صلاحیت مفقود ہے دونوں محروم ہیں۔ چوں۔ اب جبکہ ہلالؒ یعنی طالب سالک۔ بدر۔ یعنی شیخ جو افاضہ کرتا ہے۔ آں ہلالؒ۔ مُرید اور شیخ میں اتحاد ہے وہ دوئی اور گھٹاؤ اور فساد سے دُور ہیں، اس تشبیہ سے مغالطہ میں نہ پڑنا چاہیے۔ از نقص۔ ہلال یعنی مرید میں ظاہری کمی ہے اُس کا باطن رفتہ رفتہ مکمل ہو رہا ہے۔

[3] درس۔ وہ بدر یعنی شیخ ہلال کو یعنی مرید کو ہر شب میں تعلیم و تربیت کے ذریعہ آہستہ آہستہ مکمل کر رہا ہے۔ درتانّی۔ اس تدریجی ترقی کے بارے میں سمجھا رہا ہے کہ سلوک میں جلد بازی مناسب نہیں ہے۔ بالا خانے پر سیڑھی کے درجات طے کر کے ہی پہنچا جا سکتا ہے۔ دیگ۔ صحیح طور پر دیگ دھیمی آنچ پر تیار ہوتی ہے۔

حقؔ نہ قادر بُود بر خلقِ فلک
کیا اللہ تعالیٰ آسمان کے پیدا کرنے پر قادر نہ تھا؟
در یکے لحظہ بکُن بے ہیچ شک
کُن کے ذریعہ بغیر کسی شک کے ایک لحظہ میں

پس چراشش روز آنرا در کشید
پھر چھ روز اُس کو کیوں کھینچا
کُلُّ یَوْمٍ اَلْفُ عَامٍ اے مستفید
اے طالب! ہر دن ایک ہزار سال کا

خلقتِ طفل ازچہ اندر نہ مہ است
بچے کی پیدائش نو مہینے میں کیوں ہے؟
زانکہ تدریج از شعارِ آں شہ است
کیونکہ درجہ بدرجہ کرنا اُس شاہ کی عادت ہے

خلقتِ آدمؑ چراچِل صبح بُود
حضرت آدمؑ کی پیدائش چالیس روز میں کیوں ہوئی؟
اندراں گِل اندک اندک میفزود
اُس مٹی میں تھوڑا تھوڑا اضافہ ہوتا تھا

زیں سحرتا آں سحر سالے ہزار
اس صبح سے اُس صبح تک ایک ہزار سال
تا با آخر یافت آں صورت قرار
یہاں تک کہ بالآخر اُس صورت نے قرار پایا

نےؔ چو تو اے خام کاکنوں تاختی
نہ کہ تیری طرح اے کچے! کہ تو ابھی سے دوڑ پڑا
طفلی و خود را تو شیخے ساختی
تو بچہ ہے، اور تو نے اپنے آپ کو شیخ بنا لیا

بردویدی چوں کدُو فوقِ ہمہ
تو کدو کی طرح سب سے بڑھ کر دوڑ پڑا
کو ترا پاي جہاد و ملحمہ
تجھ میں جہاد اور جنگ کا دم قدم کہاں ہے؟

تکیہ کردی بر درختان و جدار
تو نے درختوں اور دیوار کا سہارا لیا
برشُدی اے اقرعک ہم قرعؔ وار
اے حقیر گنجے! تو کدو کی طرح بڑھ گیا

اوّل ار شُد مرکبت سروِ سہی
ابتدا اگرچہ تیری سواری سیدھا سرو بن گیا
لیک آخر خشک بے مغز و تہی
لیکن آخر میں تو خشک، بے مغز اور خالی ہے

رنگِ سبزت زرد شُد اے قرعِ زُود
اے کدو! بہت جلد تیرا سبز رنگ زرد ہو گیا
زانکہ از گلگونہ بُود اصلی نبُود
کیونکہ وہ پوڈر کا تھا اصلی نہ تھا

داستانؔ آں عجوزہ کہ رُوي زشتِ خودرا گلگونہ می ساخت وساختہ نمی شُد وپذیرا نمی آمد

اُس بوڑھی کا قصہ جو اپنے بھدے چہرے پر پوڈر ملتی تھی وہ نہ لگتا تھا اور بھلا معلوم نہیں ہوتا تھا

بُود کمپیرے نود سالہ کلاں
ایک نوے سال کی بڑی بوڑھی تھی
پُر تشنج رُوی ورنگش زعفراں
چہرہ جھریوں بھرا اور اُس کا رنگ زرد تھا

---

۱ حقؔ۔آہستہ روی خدا کی صفت ہے اسی لیے باوجود قدرت کے اُس نے آسمانوں کو چھ روز میں پیدا فرمایا ہے۔پسؔ۔قرآن پاک میں ہے خلق السّمٰوٰتِ والْاَرْضَ فی سِتَّۃِ اَیّام "آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا" دوسری جگہ قرآن میں ہے واِنَّ یوما عِنْدَ رَبِّکَ کاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْن یعنی اللہ کے یہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہے۔خلقتؔ۔اللہ تعالیٰ بچہ کو بھی ایک منٹ میں پیدا کر سکتا ہے لیکن سنتِ الٰہی یہ ہے کہ نو مہینے میں اُس کی پیدائش ہوتی ہے۔آدمؔ۔حضرت آدمؑ کی پیدائش کی تکمیل بھی چالیس روز میں ہوئی اور ہر روز ایک ہزار سال کا تھا۔

۲ نےؔ چوتو۔سالک کو یہ نہ چاہیے کہ جلد بازی کرے اور قبل از وقت شیخ بن بیٹھے۔بردویدیؔ۔کدو کی بیل بہت جلد پھیل جاتی ہے اس صورت میں سالک کو مجاہدوں کی نوبت نہیں آتی ہے۔تکیہؔ۔کدو کی بیل دوسرے کے سہارے پھیلتی ہے۔اقرعکؔ۔ناچیز۔گنجا۔قرعؔ۔کدو۔اوّلؔ۔بے شک دوسرے کے سہارے ترقی ہو جاتی ہے لیکن وہ پائیدار نہیں ہوتی ہے اور وہ رنگ جلد اتر جاتا ہے۔

۳ داستاںؔ۔اس قصہ سے بھی یہ بتایا ہے کہ اصل اور بناوٹ میں بہت فرق ہے۔کمپیرؔ۔بڑھیا۔پرتشنجؔ رُو۔یعنی اس کے منہ کی کھال میں بڑھاپے کی وجہ سے سلوٹیں پڑ گئی تھیں۔

چوں سرِ سُفرہ[1] رُخِ اُو تو بتوی
مقعد کے سرے کی طرح اُس کا چہرہ تہ بہ تہ تھا

لیک دروَے بُود ماندہ عشقِ شوی
لیکن اُس میں شوہر کی ہوس تھی

ریخت دندانہاش و مُوچوں شیر شُد
اسکے دانت گر گئے تھے اور بال دودھ کیطرح سفید ہو گئے تھے

قد کمان و ہر حسش تغیر شُد
قد، کمان کی طرح اور اُس کا ہر حس بدل گیا تھا

عشقِ شوی و شہوت و حرصش تمام
شوہر کا شوق اور اُس کی شہوت اور حرص مکمل تھی

عشقِ صید و پارہ پارہ گشتہ دام
شکار کا شوق تھا اور جال ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا

مُرغِ بے ہنگام و راہی بیرہے
بے وقت کا مُرغ اور بغیر راستہ کا مسافر

آتشِ پُر در بُنِ دیگِ تہی
خالی دیگ کے نیچے، بھری ہوئی آگ ہے

عاشقِ[2] میدان و اسپ و پائے نے
میدان کا عشق، اور گھوڑا اور پاؤں ندارد

عاشقِ زمر و لب و سَرنائے نے
بجانے کا شوق اور ہونٹ اور بانسری ندارد

حرص در پیری جہوداں را مباد
خدا کرے بڑھاپے میں حرص کافروں کو بھی نہ ہو

اے شقیے کہ خداش ایں حرص داد
ہائے وہ بدبخت جس کو خدا نے یہ حرص دی ہو

ریخت دنداں ہایِ سگ چوں پیر شُد
کتا جب بوڑھا ہو گیا، دانت گر گئے

تَرکِ مردم کرد و سرگیں گیر شُد
اُس نے انسانوں کو چھوڑا اور گوبر حاصل کرنے والا بن گیا

ایں سگانِ شصت سالہ را نگر
ان ساٹھ سالہ کتوں کو دیکھ

ہردمے دنداں سگ شاں تیز تر
کتے کا سا اُن کا دانت لحہ بہ لحہ زیادہ تیز ہے

پیرِ[3] سگ را ریخت پشم از پوستیں
بوڑھے کتے کی کھال سے بال جھڑ گئے

ایں سگانِ پیر اطلس پُوش بیں
اطلس پہننے والے ان بوڑھے کتوں کو دیکھ

عشقِ شاں و حرصِ شاں در فرج و زر
شرمگاہ اور سونے پر اُن کا عشق اور ان کی حرص

دمبدم چوں نسلِ سگ بیں بیشتر
کتے کی نسل کی طرح لحہ بہ لحہ زیادتی پر دیکھتا رہ

ایں چنیں عمرے کہ مایہ دوزخ ست
ایسی عمر جو دوزخ کا سرمایہ ہے

مرقصابانِ غضب را مسلخ ست
قہر خداوندی کے قصائیوں کا کمیلا ہے

چوں بگویندش کہ عمرے تو دراز
جب لوگ اُس سے کہتے ہیں تیری عمر دراز ہو

میشود دلخوش دہانش از خندہ باز
خوش دل ہوتا ہے، اُس کا منہ ہنسی سے کھل جاتا ہے

---

[1] سفرہ۔ مقعد۔ عشق شوی۔ یعنی اُس کی خواہش تھی کہ کوئی شوہر کرے۔ ریخت۔ بڑھاپے سے اُس کے دانت ٹوٹ گئے تھے، بال دودھ کی طرح سفید ہو گئے تھے اور قد کبڑا ہو گیا تھا، حواس میں تغیر آ گیا تھا۔ عشقِ صید۔ یعنی شوہر تو چاہتی تھی اور اُس کی حالت ایسی نہ تھی کہ اُس سے کوئی نکاح کرنے پر راضی ہو سکے۔ مرغ۔ یعنی اُس بڑھیا کی خواہش بالکل بے معنی تھی۔

[2] عاشق۔ اُس بڑھیا کی مثال اُس شخص کی ہے جس کو میدانِ جنگ میں جانے کا شوق ہو لیکن اُس کے پاس نہ گھوڑا ہو نہ اُس کے پاؤں ہوں، یا کسی کو منہ سے باجا بجانے کا شوق ہو لیکن نہ اُس کے ہونٹ ہوں نہ اُس کے پاس بانسری ہو۔ حرص۔ ایسی بے موقع حرص خدا دشمن کو بھی نہ دے۔ ریخت۔ کتا بھی دانت ٹوٹ جانے کے بعد انسانوں کو کاٹنا چھوڑ دیتا ہے اور اپنی غذا گوبر کو بنا لیتا ہے۔ ایں سگاں۔ لیکن انسان کا یہ حال ہے کہ مصرع: (مرد چوں پیر شود حرص جواں می گردد)

[3] پیر سگ۔ بڑھاپے میں کتے کے بال جھڑ جاتے ہیں لیکن انسان کی حرص کا یہ حال ہے کہ بڑھاپے میں بھی اطلس کو زیب تن کرتا ہے۔ نسل سگ۔ کتیا کئی کئی بچے دیتی ہے۔ ایں چنیں۔ جو عمر گناہوں میں بسر ہو وہ دوزخ کا سرمایہ ہے اور عذاب کے فرشتوں کا کمیلا ہے۔ چوں۔ اس سیاہ کار کو جب عمر کی درازی کی دعا ملتی ہے تو خوش ہوتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ یہ مزید عذاب کی دعا ہے۔

ایں چنیں نفریں[1] دُعا پندارد اُو   چشم نکشاید سرے برنارد اُو
ایسی لعنت کو وہ دُعا سمجھتا ہے   وہ آنکھ نہیں کھولتا ہے، سر نہیں اُٹھاتا ہے

گر بدیدے یک سرِ مُو از معاد   اُوش گفتے ایں چنیں عمرِ تو باد
اگر وہ آخرت کو ایک بال برابر دیکھ لیتا   وہ اُس سے کہہ دیتا کہ ایسی عمر تیری ہو

داستانِ آں درویش کہ آں گیلانی را دعا کرد کہ خدائے تعالیٰ

اُس فقیر کا قصہ جس نے ایک گیلانی کو دُعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے

تُرا بسلامت بخان و مانِ تو باز رساند

سلامتی کے ساتھ گھر بار کو واپس پہنچا دے

گفت[2] یک روزے بخواجہ گیلئے   ناں پرستے نرگدا زنبیلئے
ایک روز، گیلانی سردار سے کہا   نکر گدا، پیٹ کٹے، بھکاری جھولی والے نے

ناں ہمی باید مراناں دہ مرا   تا بگویم مر ترا من یک دُعا
مجھے روٹی چاہیے، مجھے روٹی دے   تاکہ میں تجھے، ایک دُعا دوں

چوں ستد ز ُوناں بگفت اے مستعاں   خوش بخان و مانِ خود بازش رساں
جب اُس نے اُس سے روٹی لے لی، کہا اے خدا!   اُس کو بہتر طریقہ پر اپنے گھر بار کو لوٹا دے

گفت اگر آنست خاں کہ دیدہ ام   حق ترا آنجا رساند اے دژم
اُس نے کہا کہ اگر گھر وہی ہے، جو میں نے دیکھا ہے   اے پراگندہ! خدا تجھے وہاں پہنچا دے

ہر[3] محدّث راخساں بدل کنند   حرفش ار عالی بُود نازِل کنند
کمینے، بیان کرنے والے کو بد دل کر دیتے ہیں   اُس کی تقریر اگر بلند ہو تو پست کر دیتے ہیں

زاں کہ قدرِ مستمع آید نبا   برقدِ خواجہ بُرد درزی قبا
کیونکہ سننے والے کی بقدر کلام ہوتا ہے   درزی قبا خواجہ کے قد کے مطابق تراشتا ہے

چونکہ مجلس بے چنیں بیغارہ نیست   از حدیثِ پست و نازل چارہ نیست
چونکہ مجلس ایسے طعنہ سے خالی نہیں ہوتی ہے   پست اور کم درجہ کی تقریر کے سوا چارہ نہیں ہے

داستاں ہیں ایں سخن را از گرو   سُوئے افسانہ عجوزہ باز رو
ہاں، اس بات کو گرفت سے چھوڑ دے   بوڑھی کے قصہ کی جانب واپس چل

نفریں۔ گنہگار کی عمر کی درازی کی دُعا، دعا نہیں ہے بلکہ اُس کے لیے بددعا ہے۔ گر بدیدے۔ اگر اس کو آخرت کا کچھ بھی خیال ہوتا تو اُس کو بددعا سمجھتا اور دعا دینے والے سے کہہ دیتا کہ ایسی دراز عمر تجھے نصیب ہو۔ داستان۔ اس قصہ کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ فقیر نے وطن کی واپسی کی دعا کو دعا سمجھا اور وہ سردار چوں کہ وطن والوں سے تنگ ہو کر نکلا تھا تو اس نے اس دعا کو بددعا سمجھا۔ گیلی۔ گیلانی، گیلان ایک شہر ہے۔

گفت۔ فقیر نے کہا مجھے روٹی دے دے تو میں تجھے دُعا دوں۔ چوں ستد۔ جب فقیر نے روٹی لے لی اور فقراء کے عام دستور کے مطابق خیریت کے ساتھ وطن کی واپسی کی دعا دے دی۔ گفت۔ وہ گیلانی سردار چونکہ وطن سے ناخوش تھا اس نے فقیر کو غصہ سے کہا کہ خدا تجھے اُس وطن میں پہنچا دے۔

ہر محدث۔ جس طرح اس فقیر کی دعا کو اُس سردار نے اچھا نہ سمجھا اسی طرح بزرگوں کی بات کو پست فطرت لوگ پست معنٰی پر محمول کر لیتے ہیں نتیجہ میں وہ بزرگ ان سامعین کے لیے پست کلام بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ زانکہ۔ مقرر کو سامعین کی قابلیت کے مطابق کلام کرنا پڑتا ہے۔ نبا۔ خبر، بات۔ برقد خواجہ۔ درزی کپڑے سِلوانے والے کے قد کے مطابق قبا تراشتا ہے۔ چونکہ۔ مجالس میں عموماً ایسے عوام ہوتے ہیں کہ اُن کے رُوبرو لامحالہ پست کلام کرنا پڑتا ہے۔

صفتِ آں عجوز و رجوع بحکایتِ آں

اُس بڑھیا کا بیان اور اُس کے قصہ کی جانب واپسی

چوں[1] مُسن گشت و دریں رہ نیست مرد — تو بنہ نامش عجوزِ سالخورد

جب کوئی معمر ہو جائے اور وہ اس راہ کا مرد نہیں ہے — تو اُس کا نام پُرانی بڑھیا رکھ دے

نے مر اُورا راس مال و مایۂ — نے پذیرائی قبول و پایۂ

اُس کے پاس نہ پونجی اور سرمایہ ہے — نہ وہ مقبولیت اور رُتبے کو قبول کرنے والا ہے

نے دہندہ نے پذیرندہ خوشی — نے در و معنی و نے معنی کشی

نہ وہ خوشی عطا کرنے والا ہے، نہ قبول کرنے والا — نہ اُس میں کمال ہے اور نہ اُس میں کمال کی طلب ہے

نے[2] زباں نے گوش نے عقل و بصر — نے ہُش و نے بیہشی و نے فکر

نہ زبان ہے، نہ کان، نہ عقل اور بصیرت — نہ ہوش، اور نہ بے ہوشی اور نہ فکر

نے نیاز و نے جمالے بہرِ ناز — تو بتو لیش گندہ مانندِ پیاز

نہ نیاز ہے اور نہ ناز کرنے کے لیے حُسن — وہ تہ بہ تہ، پیاز کی طرح گندہ ہے

نے رہے بُبریدہ و نے پائی راہ — نے تپش آں قحبہ رانے سوز و آہ

نہ راہ سلوک طے کیے ہوئے ہے اور نہ راہ کا قدم ہے — نہ اُس قحبہ کے لیے گرمی ہے نہ سوز اور آہ

قصۂ[3] درویشے کہ از خانہ ہرچہ میخواست می گفتند کہ نیست

اُس فقیر کا قصہ کہ ایک گھرانے سے جو کچھ بھی وہ مانگتا تھا وہ کہہ دیتے تھے کہ نہیں ہے

سائلے آمد بسُوئے خانۂ — خشک نانے خواست یا تر نانۂ

ایک سائل ایک گھر کی جانب آیا — ایک سوکھی یا تازہ روٹی مانگی

گفت صاحب خانہ ناں اینجا کجاست — خیرہَ کے ایں دُکانِ نانباست

گھر والے نے کہا، روٹی یہاں کہاں ہے؟ — تو پاگل ہے، یہاں نانبائی کی دُکان کہاں ہے؟

گفت بارے اندکے پیہم بیاب — گفت آخر نیست دُکانِ قصاب

اُس نے کہا تو چربی کا ایک ٹکڑا دے دے — اُس نے کہا' قصائی کی دُکان تو نہیں ہے

گفت مُشتِ آرد دہ اے کد خدا — گفت پنداری کہ ہست ایں آسیا

اُس نے کہا اے گھر کے مالک! آٹے کی مٹھی دے دے — اُس نے کہا تو یہ سمجھتا ہے، کہ یہ چکی ہے

گفت بارے آب دہ از مِکرعہ — گفت آخر نیست جُویا مِشرعہ

اُس نے کہا، آخر پانی پینے کے برتن سے پانی دے دے — اُس نے کہا، نہر یا گھاٹ تو نہیں ہے

---

1. چوں مسن۔ پھر حریص بوڑھوں کا ذکر شروع کر دیا ہے کہ جس بڑھیا کا ذکر ہم نے کیا ہے اُن حریص بوڑھوں کو وہی بڑھیا سمجھو۔ نے مراُورا۔ اس بوڑھے کا یہ حال ہے کہ اُس کا سرمایہ حیات ختم ہو گیا اور کوئی نیک کام نہ کیا جس سے اُس کو مقبولیت ہوتی اور مرتبہ بلند ہوتا۔ نے دہندہ۔ یعنی نہ اُس میں افادہ کی صلاحیت ہے نہ استفادہ کی۔ نہ اُس میں کوئی خوبی ہے اور نہ وہ خوبی کا طالب ہے۔
2. نے زباں۔ نہ اُس میں حق گوئی کی زبان ہے، نہ حق سننے کا کان، نہ حق فہم عقل ہے نہ حق بیں بصر ہے، نہ اُس میں صحو ہے نہ سُکر، نہ اللہ کی آیات میں فکر کرنا۔ نے نیاز۔ نہ اُس میں طالب کا نیاز ہے نہ صاحب کمال کا ناز ہے۔ رہے۔ نہ اُس نے راہ سلوک طے کی نہ اُس کے قدم چلے، نہ اُس میں راہ سلوک کا عزم ہے، نہ محبت کی گرمی ہے نہ محبت کا سوز و گداز ہے۔
3. قصہ۔ پہلے یہ بتایا تھا کہ اُس بوڑھے حریص میں کوئی چیز بھی نہیں ہے اب اُسی مناسبت سے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ سائل نے بہت سی چیزوں کا سوال کیا اور مالک مکان ہر چیز کی نفی کر دیتا تھا۔ خیرہ۔ بیہودہ۔ نانبا۔ نانبائی۔ پیہ۔ چربی۔ آسیا۔ چکی۔ مکرعہ۔ پانی نکالنے یا پینے کا برتن۔ مشرعہ۔ پنگھٹ۔

هر چہ اُو درخواست از نان و سبوس[1] — چربکے میگفت و میکردش فسوس
اُس نے جو کچھ بھی روٹی اور بھوسی مانگی — وہ پھبتی کستا تھا اور مذاق اُڑاتا تھا

آں گدا در رفت و دامن در کشید — و اندراں خانہ بجست و خواست رید
وہ فقیر اندر پہنچ گیا اور دامن سمیٹا — وہ اُس گھر میں کودا اور ہگنا چاہا

گفت ہے ہے گفت تن زن اے دژم — تا دریں ویرانہ خود فارغ کنم
اُس نے کہا، ہائیں ہائیں، اُس نے کہا اے پاگل چپ رہ — تاکہ میں اسی ویرانے میں فراغت حاصل کر لوں

چوں دریں جانیست وجہ زیستن — در چنیں خانہ بباید ریستن
جبکہ اس جگہ جینے کا کوئی سامان نہیں ہے — ایسے گھر میں ہگنا چاہیے

چوں نۂ بازے کہ گیری تو شکار — دست آموزِ شکارِ شہر یار
جبکہ تو باز نہیں ہے کہ شکار پکڑے — بادشاہ کے ہاتھ سے شکار پکڑنا سیکھے ہوئے

نیستی[2] طاؤس باصد نقش و بند — کہ بنقشت چشمہا روشن کنند
تو سیکڑوں نقش و نگار والا مور نہیں ہے — کہ تیرے نقش و نگار سے آنکھیں روشن کریں

ہم نہ طوطی کہ چوں قندت دہند — گوش سُوئے گفتِ شیرینت نہند
تو طوطی بھی نہیں ہے کہ جب تجھے قند کھلائیں — تیری میٹھی گفتگو پر کان دھریں

ہم نہ بلبل کہ عاشق وار زار — خوش بنالی در چمن بالالہ زار
تو بلبل بھی نہیں ہے کہ عاشق کی طرح زار وزار — لالہ زار والے چمن میں خوب نوحہ کرے

ہم نہ ہُد ہُد کہ پیکیہا کنی — نے چولکلک کہ وطن بالا کنی
تو ہدہد بھی نہیں ہے کہ پیغامبری کرے — نہ لقلق کی طرح ہے کہ وطن کو بڑھیا بنائے

در زمستاں سُوئے ہندوستاں روی — در بہاراں سُوئے تُرکستاں شوی
جاڑوں میں ہندوستان چلا جائے — (موسم) بہار میں تُرکستان کی جانب پہنچ جائے

درچہ کاری تو و بہرِ چت خرند — توچہ مرغی و تُرا با چہ خورند
تو کس کام کا ہے اور تجھے کس لیے خریدیں؟ — تو کیسا پرند ہے اور تجھے کس چیز سے کھائیں؟

زیں[3] دکانِ با مکیساں برتر آ — تادکان فضلِ اللہ اشتریٰ
کھینچ تان کرنے والوں کی اس دکان کے آگے بڑھ — ''اللہ نے خریدا''، کی مہربانی کی دُکان کی طرف

کالۂ کہ ہیچ خلقش ننگرید — از خلاقت آں کریم آں را خرید
وہ سامان کہ کسی انسان نے اس کی طرف نظر نہ کی — کہنگی کے سبب، اُس داتا نے اُس کو خرید لیا

---

[1] سبوس۔ بھوسی۔ چربک۔ مذاق کی بات۔ رید۔ ریدن ہگنا۔ دژم۔ پراگندہ دماغ۔ فارغ کنم۔ یعنی پاخانہ سے اپنے آپ کو فارغ کرلوں۔ چوں دریں۔ فقیر نے کہا جبکہ اس گھر میں زندگی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو پھر ایسا ویرانہ اسی قابل ہے اس میں پاخانہ پھر لیا جائے۔ چوں نہ۔ اب پھر کمالات سے خالی ہونے کا بیان شروع کیا ہے یعنی تو ایسا باز بھی نہیں ہے جس نے بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھ کر شکار پکڑنا سیکھا ہو۔

[2] نیستی۔ تجھ میں کوئی حسن ظاہری بھی نہیں ہے۔ طوطی۔ طوطی کو جب شکر کھلاتے ہیں وہ خوب بولتی ہے۔ بلبل۔ بلبل آہ وزاری میں چمن کے اندر لالے کی ہمنوائی کرتی ہے۔ ہدہد۔ ہدہد نے حضرت سلیمانؑ کی پیغامبری کی تھی۔ بالا کنی۔ لقلق ہر موسم میں اپنے لیے بہترین وطن بناتا ہے جاڑوں میں ہندوستان آجاتا ہے اور موسم بہار میں ترکستان چلا جاتا ہے۔ درچہ۔ جب تو تمام کمالات سے خالی ہے تو لوگ تیرے گاہک کیوں بنیں۔

[3] زیں دکاں۔ جب تجھ میں کوئی کمال نہیں ہے تو اپنی بناوٹی باتوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کر، وہاں مقبولیت کے لیے کمال کی ضرورت نہیں ہے وہاں تو صرف تیرا اُدھر کو رجوع کرنا مقبولیت کے لیے کافی ہے۔ کالہ۔ سامان۔ خلاقت۔ پرانا ہونا۔ کریم۔ اللہ تعالیٰ۔

ہیچ قلبے[1] پیشِ اُو مردود نیست ۔۔۔ زانکہ قصدش از خریدن سُود نیست
کوئی کھوٹا، اُس کے دربار سے مردود نہیں ہے ۔۔۔ کیونکہ خریدنے سے اُس کا مقصد نفع کمانا نہیں ہے

سُودِ اُو و ہیچ آں یارِ نکُو ۔۔۔ کوست نیکو خُلق وہم نیکوش خُو
اُس بھلے دوست کا نفع اور خریداری یہی ہے ۔۔۔ کہ وہ اچھے اخلاق والا ہے اور اُس کی عادت بھی بھلی ہے

بیحدست افضالِ اُو آیس مشو ۔۔۔ سُویِ دستانِ عجوزہ باز رو
اُس کی مہربانیاں بے حد ہیں، تو مایوس نہ ہو ۔۔۔ بوڑھی کے قصہ کی جانب واپس چل

باز میگردم سُویِ قصۂ عجُوز ۔۔۔ زانکہ پایانے ندارد ایں رمُوز
میں پھر بڑھیا کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں ۔۔۔ کیونکہ ان نکتوں کی انتہا نہیں ہے

رجوع بداستانِ آں کمپیر

اُس بوڑھی کی داستان کی جانب رجوع

بُود[2] در ہمسایہ اش سُورِ عجب ۔۔۔ کردہ بُودند از قضا اُو را طلب
اُس کے پڑوس میں بڑھیا، شادی تھی ۔۔۔ تقدیر سے اُنھوں نے اس کو بھی بلایا تھا

چوں عروسی خواست رفت آں گندہ پیر ۔۔۔ کرد ابر و را سیاہ اُو ہمچو قیر
جب اُس بڑھیا نے شادی میں جانا چاہا ۔۔۔ اُس نے ابرو کو تارکول کی طرح کالا کیا

چوں عروسی خواست رفتن آں حریف ۔۔۔ مُویِ ابر و پاک کرد آں مستحیف
جب اُس حرفتی نے شادی میں جانا چاہا ۔۔۔ اُس ظالم نے ابرو کے بال صاف کیے

پیشِ رُو آئینہ بگرفت آں عجُوز ۔۔۔ تابیا راید رُخ و رُخسار و پُوز
اُس بڑھیا نے منہ کے سامنے آئینہ رکھا ۔۔۔ تاکہ منہ اور رخسار اور ٹھوڑی کو سجائے

چند گلگونہ[3] بمالید از بطر ۔۔۔ سُفرۂ رُویش نشُد پوشیدہ تر
اُس نے اکڑ سے بہت سا پوڈر ملا ۔۔۔ اُس کے منہ کی مقعد زیادہ نہ چھپی

عُشر ہائے مصحف از جا می برید ۔۔۔ می بچسپانید بر رُو آں پلید
وہ قرآن کے عُشر جگہ سے کاٹتی تھی ۔۔۔ وہ ناپاک، چہرے پر چپکاتی تھی

تاکہ سُفرہ رُویِ اُو پنہاں شود ۔۔۔ تانگینِ حلقۂ خوباں شود
تاکہ اُس کے منہ کی مقعد چھپ جائے ۔۔۔ تاکہ حسینوں کے حلقہ کا رنگ بن جائے

عُشر ہا بر رُوی ہر جا می نہاد ۔۔۔ چونکہ بر می بست چادر می فتاد
چہرے پر ہر جگہ عشر رکھتی تھی ۔۔۔ وہ جب چادر اوڑھتی تھی وہ گر جاتے تھے

---

[1] قلب۔ وہ اللہ تعالیٰ کھوٹے کو بھی خرید لیتا ہے کیونکہ اُس کا منشا نفع کمانا نہیں ہے۔ سُودِ او۔ وہاں نفع اور معاملہ صرف اس بنا پر ہے کہ وہ کریم ہے۔ آیس۔ مایوس۔ رموز۔ اللہ کی مہربانیاں۔

[2] بود۔ اُس بڑھیا کے پڑوس میں ایک شادی تھی پڑوسیوں نے اتفاقاً اُس کو بھی دعوت دے دی۔ قیر۔ تارکول کی قسم کا ایک مادہ ہے یعنی اُس نے اپنی سفید ابروؤں کو خوب کالا کر لیا۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ پاک کرد۔ یعنی اُس نے ابروؤں کو تراش کر صحیح کر لیا۔ مستحیف۔ ظالم۔ پوز۔ ٹھوڑی۔

[3] گلگونہ۔ اُبٹن۔ پوڈر۔ بطر۔ اکڑ۔ سفرہ۔ مقعد۔ عُشر ہای۔ قرآن پاک کی ہر دس آیتوں پر نشان بنایا جاتا تھا اس کو عُشر کہتے تھے وہ شاید سنہرے ہوں۔ تاکہ۔ منہ پر عشر اس لیے چسپاں کر رہی تھی کہ منہ کی سلوٹیں چھپ جائیں۔ چونکہ۔ عشر چپکانے کے بعد جب چادر اوڑھتی تھی وہ چادر کی رگڑ سے گر جاتے تھے۔

باز اُو آں عُشرہا را با خَدُو[1] — می بچفسانید بر اطرافِ رُو
وہ پھر اُن عشروں کو تھوک سے — منہ کے اطراف پر چپکاتی
باز چادر راست کردے آن تگیں — عُشرہا افتادے از رُو بر زمیں
وہ بہادر پھر چادر کو ٹھیک کرتی — عشر چہرے پر زمین پر گر پڑتے
چوں بسے میکرد فن و آں می فتاد — گفت صد لعنت براں ابلیس باد
جب اُس نے بہت سی تدبیریں کیں اور وہ گرے — بولی، اُس شیطان پر سو لعنتیں ہوں
شُد مصوَّر آں زماں ابلیس زُود — گفت اے قحبہ قدید بے وُرود
اُس وقت فوراً شیطان مجسم ہو گیا — اُس نے کہا اے بدکار سوکھے گوشت جسکے پاس کوئی نہ آئے
من[2] ہمہ عُمر ایں نیندیشیدہ ام — نے ز جُز تو قحبۂ ایں دیدہ ام
میں نے تمام عمر یہ نہیں سوچا ہے — نہ میں نے تجھ بدکار کے سوا کسی سے یہ دیکھا ہے
تخمِ نادر در فضیحت کاشتی — در جہاں تو مصحفے نگذاشتی
تو نے رُسوائی میں عجیب بیج بویا ہے — تُو نے دنیا میں قرآن کو بھی نہ چھوڑا
صد بلیسی تو خمیس اندر خمیس — ترکِ من گو اے عجوزِ درد بیں
تو لشکر در لشکر سیکڑوں شیطان ہے — اے گندی بڑھیا! مجھے چھوڑ دے
چند دُزدی عُشر از ام الکتیب — تاشود رُویت مُلوَّن ہمچو سیب
تو قرآن کے عُشر کب تک چُرائے گی؟ — تاکہ تیرا چہرہ سیب کی طرح رنگین ہو جائے
چند دُزدی حرفِ مردانِ خدا — تا فروشی و ستانی مرحبا
تو مردانِ خدا کے حرف کتنے چرائے گا؟ — تاکہ تو بیچے اور مرحبا وصول کرے
رنگ بربستہ ترا گلگوں نکرد — شاخِ بربستہ فنِ عرجوں نکرد
جمائے ہوئے رنگ نے تجھے گلابی رنگ کا نہ بنایا — بندھی ہوئی شاخ نے اصلی شاخ کا کام نہ کیا
عاقبت[3] چوں چادرِ مرگت رسد — از رُخت ایں عُشرہا اندر فتد
انجام کار جب تیرے پاس موت کی چادر آئے گی — تیرے رُخ سے یہ عشر جھڑ جائیں گے
چونکہ آید خیز خیز آں رحیل — گم شود زاں پس فسونِ قال و قیل
جبکہ اُس کوچ کا چل چلاؤ آ جائے گا — اُس کے بعد قال و قیل کا جادو گم ہو جائے گا
عالمِ خاموشی آید پیش بیست — وائے آنکو در دروں اُنسیش نیست
خاموشی کا عالم آ جائے گا کہ سامنے کھڑا ہو — اُس شخص پر افسوس ہے جس کے اندر محبت نہیں ہے

---

1. خدو۔ تھوک۔ باز چادر۔ وہ ہمت کر کے دوبارہ چادر اوڑھتی تو وہ عشر پھر گر جاتے۔ چوں۔ جب بہت تدبیریں کر چکی اور وہ عشر چہرے پر نہ جمے تو شیطان پر لعنت بھیجنے لگی۔ شد مصوّر۔ شیطان مجسم بن کر اس کے سامنے آ گیا۔ قحبہ۔ رنڈی۔ قدید۔ گوشت کا سوکھا ٹکڑا۔ بے درود۔ یعنی جسے کوئی لینے نہ آئے۔
2. من ہمہ عمر۔ شیطان نے کہا کہ میں نے تمام عمر ایسی خباثت نہیں سوچی نہ تیرے سوا کسی کو ایسی حرکت کرتے دیکھا۔ مصحف۔ قرآن پاک۔ خمیس۔ لشکر۔ درد بیں۔ بہت بوڑھی عورت مریل، گندی۔ ام الکتیب۔ قرآن پاک۔ ملوّن۔ رنگین۔ چند دُزدی۔ اب مولانا حکایت کے مقصود کیطرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بناوٹی شیخ تو کب تک بزرگوں کے اقوال چُرا کر لوگوں کی واہ واہ حاصل کریگا یہ فرضی رنگ حقیقی رنگ نہ ہوگا کسی درخت پر بندھی ہوئی شاخ اصلی شاخ کا سا کام نہ کریگی۔
3. عاقبت۔ جب تو موت کی چادر اوڑھے گا یہ چپکائے ہوئے عشر بڑھیا کی طرح جھڑ جائیں گے۔ چونکہ۔ جب چل چلاؤ کا وقت آئے گا یہ فرضی قصے سب ختم ہو جائیں گے۔ عالمِ خاموشی۔ عالمِ آخرت۔ پیش۔ یعنی یہ حکم ہوگا کہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہو۔ اُنسیش۔ اُس کو خدا سے اُنس اور محبت تھی۔

صیقلے[1] کُن یک دو روزے سینہ را — دفترِ خود ساز آں آئینہ را

دو ایک دن سینہ کی صیقل کر لے — اُس آئینہ کو اپنا دفتر بنا لے

کہ ز سایہ یوسفؑ صاحبقراں — شُد زلیخایِ عجوز از سَر جواں

کہ صاحبقراں یوسفؑ کے سایہ سے — بوڑھی زلیخا، از سرِنو جوان ہو گئی

میشود مُبدَل بخورشیدِ تموز — آں مزاجِ باردِ بردالعجوز

ساون کے سورج سے بدل جاتا ہے — چلے کا جارے کا ٹھنڈا مزاج

می شود مُبدَل بسوزِ مریمی — شاخِ لب خشکے بہ نخلِ خُرمی

مریمی سوز سے بدل جاتی ہے — خشک لب شاخ خوشی کی کھجور سے

اے[2] عجوزہ چند کوشی باقضا — نقد جُو اکنوں رہا کن ما مضٰی

اے بڑھیا! تو حکم خداوندی کے مقابلہ میں کب تک کوشش کریگی — اب نقد کی جستجو کر لے، گذشتہ کو چھوڑ

چوں رُخت را نیست در خوبی امید — خواہ گلگونہ نہ و خواہی مدید

جبکہ تیرے چہرے کو حسن کی اُمید نہیں ہے — خواہ پوڈر لگا اور خواہ سیاہی

حکایتِ آں رنجور کہ طبیب درو اُمیدِ صحت ندید

اُس بیمار کی حکایت جس میں طبیب نے صحت کی اُمید نہ دیکھی

آں یکے رنجور شُد سُوئے طبیب — گفت نبضم را فروبیں اے لبیب

ایک بیمار طبیب کے پاس پہنچا — بولا، اے عقلمند! میری نبض غور سے دیکھ لے

تا ز نبض آگہ شوی بر حالِ دل — کہ رگِ دست ست بادل متصل

تاکہ تو نبض سے دل کی حالت پر آگاہ ہو جائے — کیونکہ ہاتھ کی رگ دل سے جڑی ہوئی ہے

چونکہ[3] دل غیبست خواہی زومثال — زُو بجوکہ بادلستش اتّصال

چونکہ دل پوشیدہ ہے، تو اُس کی مثال چاہتا ہے — اُس سے تلاش کر لے کیونکہ اُس کا دل سے اتصال ہے

باد پنہانست از چشم اے امیں — در غُبار و جنبشِ برگش ببیں

اے امین! ہوا آنکھ سے پوشیدہ ہے — غبار اور پتوں کے ہلنے میں اُس کو دیکھ لے

کز یمین ست اُو وزاں یا از شمال — جنبشِ برگت بگوید وصفِ حال

کہ وہ دائیں جانب سے چل رہی ہے یا بائیں سے — پتوں کی حرکت حال بتا دے گی

---

1. صیقلے۔ اللہ تعالیٰ نے محبت پیدا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مجاہدوں کے ذریعہ دل کو مانجھ پھر اُس میں اسرار ظاہر ہوں گے اور تیرا دل تیرے لیے دفتر اور کتاب کا کام دے گا۔ کہ ز سایہ۔ جب حضرت یوسفؑ کے سایہ سے زلیخا جوان ہو سکتی ہے تو جب تیرے سینہ میں انوار الٰہی پیدا ہوں گے تو جواب مثل بڑھیا کے ہے جوان بن جائے گا۔ صاحبقراں۔ وہ خوش نصیب جس کی ولادت کے وقت زہرہ اور مشتری دونوں ستارے ایک برج میں جمع ہو جائیں۔ می شود۔ جس طرح سردی سورج کے اثر سے گرمی میں تبدیل ہو جاتی ہے اسی طرح تیرے اندر تبدیلی ہو جائے گی۔ تموز۔ ساون کا مہینہ۔ مریمی۔ حضرت مریمؑ کی تاثیر سے خشک کھجور پھل دینے لگی تھی اسی طرح تیرے اندر تبدیلی آ جائے گی۔
2. اے عجوز۔ انسان کو گذشتہ معصیتوں سے مایوس ہو کر آئندہ احوال کی اصلاح کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ گذشتہ سے قطع نظر کر کے اصلاح حال میں لگ جانا چاہیے۔ چوں رخت۔ پہلے تو نے جو کچھ فرضی باتیں کیں وہ کسی طرح مفید نہ ہوں گی۔ اب صحیح حالات پیدا کر لے۔ حکایت۔ فرضی باتوں کا حقیقت بننا اسی طرح ناممکن ہے، جس طرح اس مریض کی صحت ناممکن تھی۔ رنجور۔ بیمار۔ لبیب۔ ذہین۔ تازنبض۔ دل کی حالت نبض سے معلوم کر لے نبض والی رگ سے جڑی ہوئی ہے۔
3. چونکہ۔ دل نظروں سے غائب ہے اگر اس کی حالت سمجھنے کے لیے کسی مثال کی ضرورت ہے تو نبض سے سمجھ لو اُس کا اس سے اتصال ہے وہ نبض اس کی حالت بتا دے گی۔ باد۔ جو چیز مخفی ہو اس سے مکمل چیز سے اُس کی حالت معلوم کی جاتی ہے، ہوا مخفی چیز ہے غبار اور پتے اُس سے متصل ہیں اُن سے اسکی حالت کا پتہ چل جاتا ہے۔

مستیِ[1] دل را نمی دانی کہ کو — وصفِ اُو از نرگسِ مخمور جُو
اگر تو دل کی مستی کو نہیں سمجھتا، ہے کہ وہ کہاں ہے — تو خمار آلود آنکھوں میں اس کی حالت تلاش کر لے

چوں ز ذاتِ حق بعیدی وصفِ ذات — باز دانی از رسول و معجزات
جبکہ تو خدا کی ذات سے دور ہے، ذات کی صفت — تو رسول اور معجزوں سے معلوم کر لے گا

معجزاتے و کراماتے خفی — برزند بردل ز پیرانِ صفی
معجزے اور مخفی کرامات — برگزیدہ پیروں کی جانب سے دل پر اثر کرتی ہیں

کہ دروں شاں صد قیامت نقد ہست — کمتریں آنکہ شود ہمسایہ مست
کیونکہ اُن کے باطن میں سیکڑوں قیامتیں موجود ہیں — اُن میں سے کمتر یہ ہے کہ پڑوسی مست ہو جاتا ہے

پس[2] جلیس اللہ گشت آں نیک بخت — کو بہ پہلوئے سعیدے بُرد رخت
وہ نیک بخت خدا کا ہم نشین بنا — جس نے کسی نیک بخت کے پہلو میں سامان لے جا ڈالا

معجزہ کاں بر جمادے زد اثر — یا عصا یا بحر یا شق القمر
وہ معجزہ جس نے بے جان پر اثر کیا — لاٹھی ہو، یا دریا، یا چاند کا پھٹنا

گر اثر برجاں کند بے واسطہ — متّصل گردد بہ پنہاں رابطہ
اگر بغیر واسطہ کے جان پر اثر کرے — تو مخفی طور پر رابطہ جڑ جائے گا

برجمادات[3] آں اثرہا عاریہ است — آں پے روحِ خوشِ متواریہ است
بے جانوں پر وہ اثرات عارضی ہیں — وہ مخفی پاکیزہ روح کے لیے ہیں

تا ازاں جامد اثر گیرد ضمیر — حبّذا ناں بے ہیولایِ خمیر
تاکہ اُس بے جان سے دل اثر قبول کرے — خمیر کے مادے کے بغیر روٹی کیا ہی اچھی ہے

حبّذا خوانِ مسیحیؑ بے کمی — حبّذا بے باغ میوہ مریمؑ
بغیر کمی کے مسیحی دسترخوان خوب ہے — (حضرت) مریمؑ کا بغیر باغ کا میوہ خوب ہے

برزند از جانِ کامل معجزات — برخمیرِ جانِ طالب چوں حیات
معجزے مکمل روح سے اثر کرتے ہیں — زندگی کی طرح، طلبگار کی روح کے خمیر پر

---

1 مستی۔ دل کے عشق کا آنکھیں حال بتا دیتی ہیں۔ چوں۔ ذات باری بھی مخفی ہے اُس کے صفات کا حال رسول اور اُس کے معجزوں سے معلوم ہو جاتا ہے۔ پیرانِ صفی۔ یعنی رسول اور اولیاء کی برکت سے معجزے اور کرامات دل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ کہ دروں۔ چونکہ اُن کے باطن میں قیامت چھپی ہوئی ہے اور قیامت مُردوں کو زندہ کر دیتی ہے، اس لیے اُنکا باطن مردہ قلوب کو زندگی بخش دیتا ہے اُس کا اثر یہ ہے کہ اُن کا ہمسایہ مست ہو جاتا ہے۔

2 پس۔ اُن کا ہم نشین اللہ تعالیٰ کا ہم نشین بن جاتا ہے یعنی اُس میں اللہ کی ہم نشینی کا اثر جو تعلق مع اللہ ہے پیدا ہو جاتا ہے۔ معجزہ۔ معجزے کی تاثیر دل پر خاص مواد کی تاثیر کے واسطے سے پڑتی ہے معجزے کا اثر عصا پر پڑا اور وہ اژدہا بن گئی یا سمندر پر پڑا اور وہ حضرت موسیٰ کے لیے گذرنے کی بقدر خشک ہو گیا یا شق القمر پر پڑا اور ان کے ذریعہ سے اُس کی تاثیر ان پر پڑی تو اگر معجزہ بغیر موادِ خاصہ کے واسطہ کے دل پر اثر کرے گا تو اُس سے معجزے کا مقصد بدرجہ اتم پورا ہو جائے گا یعنی دل میں اور حضرت حق میں ربط پیدا ہو جائے گا۔

3 برجمادات۔ معجزوں کا اصل مقصد ان مواد کو متاثر کرنا نہیں ہے بلکہ روح کو متاثر کرنا ہے۔ تا ازاں۔ بے جان معجزے سے اس لیے متاثر ہوتی ہے کہ اس سے انسان کا دل متاثر ہوتا ہے تو اگر جان کے واسطے کے بغیر یہ بات حاصل ہو جائے تو کیا اچھا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ روٹی پکانے اور آٹا گوندھنے کی زحمت کے بغیر پیٹ بھر جائے۔ حبذا۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کو بغیر مادی وسائط کے نعمتیں حاصل ہوئیں۔ برزند۔ لیکن اُس تاثیر کے لیے طلب ضروری ہے۔

معجزہ[1] بحر ست و ناقص مرغِ خاک — مُرغِ آبی در وَے ایمن از ہلاک
معجزہ سمندر ہے اور ناقص، خشکی کا پرندہ ہے — پانی کا پرندہ اُس میں ہلاک ہونے سے پُر امن ہے

عجز بخشِ جانِ ہر نامحرمے — لیک قدرت بخش جانِ ہمدمے
وہ معجزہ ہر نامحرم کی جان کو عاجزی بخشتا ہے — لیکن ہمدم کی جان کے لیے قدرت بخشنے والا ہے

چوں[2] بیابی ایں سعادت در ضمیر — پس ز ظاہر ہر دم استدلال گیر
اگر یہ سعادت تو باطن میں نہیں پاتا ہے — تو ہر وقت ظاہر سے دلیل پکڑنا سیکھ لے

کہ اثرہا بر مشاعر ظاہرست — ویں اثرہا از مؤثر مخبر ست
کیونکہ اثرات، حواس پر ظاہر ہیں — اور یہ اثرات، اثر کرنے والے کی خبر دینے والے ہیں

ہست پنہاں معنیِ ہر داروئے — ہمچو سحر و صنعتِ ہر جادوئے
ہر دوا کی صفت پوشیدہ ہے — جیسا کہ ہر جادو کی سحر کاری اور کاریگری

چوں نظر در فعل و آثارش کنی — گرچہ پنہانست اظہارش کنی
تو جب اُس کے اثرات اور کام پر نظر کرے گا — اگرچہ وہ مخفی ہے، تو اُس کا اظہار کر دے گا

قوتے کاں اندرونش مضمر ست — چوں بفعل آید عیانِ مُظہر ست
وہ قوت جو اُس میں پوشیدہ ہے — جب کام میں آتی ہے ظاہر کر دینے والا مشاہدہ ہے

چوں[3] بآثار ایں ہمہ پیدا شُدت — چوں نشُد ظاہر بآثار ایزدت
جب یہ سب چیزیں تجھ پر آثار سے ظاہر ہو گئیں — تو تجھے خدا آثار سے کیوں نہ ظاہر ہوا؟

نے سببہا و اثرہا مغز و پُوست — چوں بجوئی جملگی آثارِ اُوست
کیا اسباب اور اثرات گودا اور چھلکا نہیں ہیں — جب تو جستجو کرے گا سب اسی کے آثار ہیں

دوست گیری چیزہا را از اثر — پس چرا از آثار بخشے بے خبر
اثر کی وجہ سے تو بہت سی چیزوں کو دوست بنا لیتا ہے — تو پھر تو آثار بخشنے والے سے بے خبر کیوں ہے؟

از خیالے دوست گیری خلق را — چوں نگیری شاہِ غرب و شرق را
تو ایک خیال سے مخلوق کو دوست بنا لیتا ہے — مغرب اور مشرق کے شاہ کو کیوں نہیں بنا لیتا؟

ایں سخن پایاں ندارد اے قباد — حرصِ ما را اندریں پایاں مباد
اے شاہ! یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے — اس میں ہماری حرص ختم نہ ہو

رجوع بقصہ آں رنجُور

اُس بیمار کے قصہ کی طرف واپسی

[1] معجزہ۔ معجزے کو دریا سمجھو اور ناقص کو خشکی کا پرندہ جو دریا میں نہیں جی سکتا ہے اور روحِ کامل، بمنزلہ آبی پرندے کے ہے، جو دریا میں ہر طرح سے محفوظ رہتا ہے۔ عجز بخش۔ معجزے کا اثر ناقص پر اُس کے عجز کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے وہ اس کے مقابلہ میں عاجز آ جاتا ہے اور کامل کو قوت اور عمل کی قدرت عطا کر دیتا ہے۔

[2] چوں نیابی۔ نامحرم اور ہمدم کے علاوہ انسانوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو بین بین ہے اُس کے لیے مناسب ہے کہ وہ ظاہری امور سے استدلال کرے اللہ تعالیٰ کے اثرات حواس پر ظاہر ہو جاتے ہیں جو مؤثر کی خبر دیتے ہیں۔ ہست۔ دوا کا اثر اور سحر دونوں نظروں سے مخفی ہیں لیکن اُن کے اثرات دیکھ کر تو اُن کا اظہار کر دیتا ہے۔ دوا کی قوت اور جادو کا اثر جب وجود میں آتا ہے محسوس ہو جاتا ہے۔

[3] چوں۔ جبکہ ہر مخفی چیز اپنے آثار سے پہچان لی جاتی ہے تو خدا کے آثار سے اُس کو کیوں نہیں پہچانا جا سکتا۔ نے۔ دنیا میں جس قدر اسباب اور اُن کے آثار ہیں سب اللہ تعالیٰ کے آثار ہیں۔ دوست۔ دنیا کی اشیاء سے ان کے آثار کی بنا پر محبت ہوتی ہے تو پھر ان آثار کے پیدا کرنے والے سے محبت کیوں نہیں ہے۔ از خیالے۔ اگر کسی کے بارے میں اچھا خیال قائم ہو جاتا ہے تو خواہ وہ غیر واقعی ہو اس سے محبت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ جو شاہِ شرق و غرب ہے اس سے دوستی کیوں نہیں ہے۔

باز گرد و قصۂ رنجور گو — باطبیب آگہ و ستّارِ[1] خو

واپس لوٹ اور بیمار کا قصہ کہہ — واقف کار اور پردہ پوشی کرنے والے طبیب کے ساتھ

نبضِ او بگرفت و واقف شد زحال — کہ اُمید صحتِ او بُد محال

اُس نے اُس کی نبض پکڑی اور حال سے واقف ہو گیا — کہ اُس کی تندرستی کی اُمید ناممکن تھی

گفت ہر چت دل بخواہد آں بکُن — تارود از جسمت ایں رنجِ کہن

اس نے کہا، جو تیرا دل چاہے وہ کر — تاکہ تیرے جسم سے یہ پرانی بیماری جاتی رہے

ہر چہ خواہد خاطرِ تو وامگیر — تانگردد صبر و پرہیزت زحیر

جس چیز کو تیرا دل چاہے، نہ روک — تاکہ تیرا صبر اور پرہیز مصیبت نہ بن جائے

صبر و پرہیز ایں مرض را داں زیاں — ہر چہ خواہد دل در آرش درمیاں

صبر اور پرہیز کو اس مرض کے لیے مضر سمجھ — جو، دل چاہے وہ کر

ایں چنیں رنجور را گفت اے عمو — حق تعالیٰ اِعمَلُو مَا شِئتُم

اے چچا! ایسے ہی بیمار کے لیے۔ فرمایا ہے — اللہ تعالیٰ نے تم جو چاہو کرو

گفت[2] رو ہیں خیر بادت جانِ عم — من تماشائے لبِ جُو میروم

اُس نے کہا اے چچا جان! جاؤ تمہارا بھلا ہو — میں دریا کے کنارے سیر کو جاتا ہوں

بر مُرادِ دل ہمی گشت اُو بر آب — تا کہ صحت را بیابد فتحِ باب

وہ دل کی خواہش کے مطابق پانی پر گشت لگا رہا تھا — تاکہ صحت کے دروازے کی کشادگی ہو جائے

برلبِ جُو صوفیِ بنشستہ بُود — دست و رُومی شُست و پاکی میفزود

دریا کے کنارے، ایک صوفی بیٹھا تھا — ہاتھ اور منہ دھو رہا تھا اور پاکی بڑھا رہا تھا

اُو قفائیش دید چوں تخئیلیے — کرد اُو را آرزوئے سیلیے

اُس نے اس کی گدی دیکھی، تو سودائی آدمی کی طرح — اُس نے طمانچہ لگانے کی تمنا کی

برقفائے[3] صوفیِ آں حیرت پرست — راست میکرد از برائے صفع دست

وہ حیرت پرست، صوفی کی گدی پر — طمانچہ مارنے کے لیے ہاتھ تان رہا تھا

کآرزو را گر نرانم تا رَوَد — آں طبیبم گفت کاں علت شود

کہ اگر میں آرزو پوری نہ کروں حتیٰ کہ وہ جاتی رہے — تو اُس طبیب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ بیماری بن جائے گی

[1] ستار خو۔ مریضوں کی پریشانی کی وجہ سے وہ طبیب مریضوں کی پوری کیفیت سے اُن کو مطلع نہ کرتا تھا۔ بُد محال۔ وہ دق کے آخری درجہ میں پہنچ چکا تھا۔ ہرچت دل۔ دل تو ہرچہ۔ رنجِ کہن۔ یعنی پرہیز کی پرانی تکلیف یا مریض کی تسلی کے لیے کہہ دیا ورنہ مرض لاعلاج ہو چکا تھا۔ صبر۔ اب صبر اور پرہیز نہ کر ورنہ طبیعت اور کمزور ہو گی مرض کا غلبہ ہو جائے گا۔ ایں چنیں۔ اب مولانا کا ذہن مایوس العلاج روحانی مریضوں کی طرف منتقل ہو گیا فرماتے ہیں قرآن نے ایسے ہی روحانی مایوس العلاج مریضوں کے لیے فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو اگرچہ قرآن کا یہ قول زجر و توبیخ پر مبنی ہے اور طبیب کا قول مریض کو اجازت کے لیے تھا۔

[2] گفت۔ مریض نے طبیب کا قول سُن کر اُس کو رخصت کیا اور خود دریا کی سیر کو چل دیا جو اُس کی دلی خواہش تھی اور طبیب کی نصیحت کے مطابق صحت کی خاطر اس نے دل کی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میفزود۔ یعنی باطنی طہارت (وضو) کر رہا تھا تاکہ ایک کے بجائے دو طہارتیں حاصل ہو جائیں۔ او۔ مریض نے صوفی کی گدی دیکھی تو اس پر طمانچہ مارنے کی تمنا پیدا ہو گئی۔ تخئیلیے۔ یعنی وہ آدمی جو سودائی ہو۔

[3] برقفا۔ اس مریض نے صوفی کو گدی پر طمانچہ مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا۔ حیرت پرست۔ یعنی حیران عقل والا۔ صفع۔ طمانچہ۔ کارزو۔ دل میں سوچا کہ اگر یہ تمنا پوری نہ کروں گا تو طبیب کے کہنے کے مطابق بیماری میں اضافہ ہو گا اور یہ ہلاکت ہے اور قرآن نے اپنے آپ کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے۔

سیلیش اندر برم در معرکہ
میں لڑائی میں اُس کے طمانچہ مارنے کو لایا ہوں

تہلکہ ست ایں صبر و پرہیز اے فلاں
اے فلاں! یہ صبر اور پرہیز ہلاکت ہے

چُو زدش سیلی برآمد یک طراق
جب اُس نے اس کے طمانچہ مارا طراق (کی آواز) نکلی

خواست صوفی تا دوسہ مشتش زند
صوفی نے چاہا کہ اُس کے دو تین مکے مارے

لیک اُو را خستہ و رنجور دید
لیکن اُس کو تھکا ہوا اور بیمار دیکھا

باز اندیشید اُو ضعف وُرا
پھر اُس کی کمزوری کو اُس نے سوچا

رنجِ دِق ازوے برآوردہ دِمار
دق کی بیماری نے اُس کی تباہی مچا دی ہے

خلق[2] رنجورِ دِق و بیچارہ اند
مخلوق دِق کی مریض اور لاعلاج ہے

جُملہ در ایذائے بجرماں حریص
سب، بے خطاؤں کو ستانے کے شوقین ہیں

اے زنندہ بے گناہاں را قفا
او بے گناہوں کی گدی پر مارنے والے!

اے ہوا را طبِّ خود پنداشتہ
اے وہ کہ نفس کی خواہش کو علاج سمجھے ہوئے ہے

برتو[3] خندید آنکہ گفتت ایں دواست
تجھ پر وہ ہنسا جس نے تجھ سے کہا کہ یہ دوا ہے

کہ خورید ہر دو ایں دانہ اے دو مستعیں
کہ اے دونوں مدد چاہنے والو! اس دانہ کو کھا لو

زانکہ لَا تَلقُوا بِاَیدِی تَہلُکَۃ
کیونکہ حکم ہے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو

خوش[1] بکوبش تن مزن چوں کاہلاں
اُس کو خوب کوٹ، کاہلوں کی طرح خاموش نہ ہو

گفت صُوفی ہے ہے اے قوادِ عاق
صوفی نے کہا ہائیں، ہائیں اے دیوث، نافرمان

سبلت و ریشش یکایک برکند
یکبارگی اُس کی مونچھ اور ڈاڑھی اُکھاڑ دے

بس ضعیف و خوار و زار و عُوردید
بہت کمزور اور خوار اور لاغر اور برہنہ دیکھا

گفت اگر مُشتش زنم گردد فنا
کہا اگر اُس کے گھونسا ماروں گا، مر جائے گا

دید شخصے سخت مدقوق و نزار
اُس نے ایسا شخص دیکھا جو دق میں مبتلا اور کمزور تھا

وز خداعِ دیو سیلی بارہ اند
اور شیطان کے ورغلانے سے طمانچہ مارنے کی شوقین ہے

در قفایِ ہمدگر جویاں نقیص
ایک دوسرے کے پیٹھ پیچھے عیب کے جویاں ہیں

در قفایِ خود نمی بینی چرا
تو اپنی گدی کو کیوں نہیں دیکھتا ہے؟

بر ضعیفاں صفع را بگماشتہ
کمزوروں پر طمانچہ تانے ہوئے ہے

اُوست کادمؑ را بگندم رہنما ست
وہ وہی ہے جو آدمؑ کا گیہوں کی جانب رہنما ہے

بہرِ دارو تا تَکُونَا خَالِدِین
دوا کیلئے تاکہ تم دونوں جنت میں ہمیشہ رہنے والے بن جاؤ

---

[1] خوش۔ یعنی مریض نے اپنے آپ کو کہا۔ طراق۔ طمانچہ کی آواز۔ قواد۔ دیوث۔ خواست۔ صوفی نے اُس کی لاغری کی وجہ سے یہ سوچا کہ اگر میں اُس کو ماروں گا تو وہ مر جائے گا۔ عور۔ ننگا۔ دمار۔ ہلاکت، تباہی۔ مدقوق۔ وہ شخص جو دق کا بیمار ہو۔

[2] خلق۔ اب مولانا ارشادی مضمون بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح طبیب کی بات سے غلط فہمی میں اُس بدنی مریض نے صوفی کے طمانچے مارے اسی طرح عوام روحانی مریض شیطان کے ورغلانے سے مخلوق خدا کو ستانے پر آمادہ رہتے ہیں۔ سیلی بارہ۔ طمانچہ بازی کا شائق۔ نقیص۔ عیب۔ سعدی۔ شعر (در برابر چو گوسفندِ سلیم۔ در قفا ہمچو گرگِ مردم خوار)

[3] برتو۔ وہی شیطان جو تیرا اغوا کرتا ہے تیری مذاق اُڑاتا ہے، اُسی نے تیرے باوا آدمؑ کا اغوا کیا تھا۔ مستعین۔ مدد کا طالب۔ دارو۔ دوا۔

اُوش لغزانید و زد اُو را قفا آں قفا[1] واگشت و گشت ایں را جزا
اُس نے اُن کو پھسلایا اور گدی پر مارا وہ (گدی پر) مارنا، پلٹ اور اُس کی سزا بن گئی

اُوش لغزانید سخت اندر زلق لیک پُشت و دستگیرش بُود حق
اُس نے اُن کو پھسلن میں پھسلایا لیکن اللہ تعالیٰ اُن کا سہارا اور مددگار تھا

کوہ بُود آدمؑ اگر پُرمار شُد کانِ تریاقست و بے اضرار شُد
حضرت آدمؑ پہاڑ تھے خواہ سانپوں بھرے ہو گئے وہ تریاق کی کان ہیں اور بے ضرر ہو گئے

تو کہ تریاقے نداری ذرّہ از خلاصِ خود چرائی غرّہ
تو جو کہ تریاق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا اپنی نجاست سے تو کیوں غافل ہے؟

آں توکل کو خلیلانہ ترا واں کرامت چوں[2] کلیمت از کجا
حضرت خلیلؑ کا سا توکل تجھے کہاں حاصل ہے؟ کلیم اللہؑ کی عزت تجھے کہاں سے حاصل ہے؟

تا نبُرد تیغت اسمٰعیلؑ را تا کُنی شہ راہ قعرِ نیل را
تا کہ تیری تلوار (حضرت) اسماعیلؑ کو نہ کاٹے تا کہ تو نیل (دریا) کی گہرائی کو شاہراہ بنا لے

گر سعیدے از منارہ اُوفتید بادش اندر جامہ اُوفتاد و رہید
اگر کوئی سعید منارے سے گر پڑے ہوا اُن کے کپڑوں میں بھر گئی اور وہ بچ گئے

چوں یقینت نیست آں بختِ حسن تو چرا برباد دادی خویشتن
جب وہ اچھا نصیبہ یقیناً تیرے لیے نہیں ہے تو نے اپنے آپ کو کیوں برباد کیا؟

زیں[3] منارہ صد ہزاراں ہمچو عاد در فتادند و سراسر باد داد
اس منارے سے لاکھوں آدمی عاد کی طرح گرے اور سراسر برباد ہوئے

سرنگوں افتادگاں زیرِ منار می نِگر تو صد ہزار اندر ہزار
منارے کے نیچے اوندھے گرے ہوئے تو لاکھوں لاکھ دیکھ لے

تو رَسَن بازی نمی دانی یقیں شکر پاہا گو و میرو بر زمیں
تو یقیناً نٹ پنا نہیں جانتا ہے پاؤں کا شکر ادا کر اور زمین پر چل

پَر مساز از کاغذ و از کہ مپر کہ دراں سودا بسے رفتست سر
کاغذ کے پَر نہ بنا اور پہاڑ پر سے نہ اُڑ کیونکہ اُس جنون میں بہت سے سر ختم ہوئے ہیں

---

[1] آں قفا۔ اُس شیطان کے لیے وہی طمانچہ سزا بنا اس لیے کہ اُس نے توبہ نہ کی۔ زلق۔ پھسلن۔ لیک۔ حضرت آدمؑ کی خطا سے اپنے لیے خطا کا جواز نہ پیدا کر تجھ میں اُن کی جیسی خوبیاں کہاں ہیں حضرتِ حق اُن کا دستگیر تھا۔ کوہ۔ حضرت آدمؑ کی مثال تو اس پہاڑ کی سی ہے جس میں سانپ ہوں تو تریاق بھی ہو۔ تو زتریاقے۔ عوام میں وہ صلاحیتیں کہاں ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کو جو توکل کا مرتبہ حاصل تھا وہ تجھ میں کہاں ہے، اسی توکل کی بنا پر اُن کی تلوار حضرت اسماعیلؑ کا گلا نہ کاٹ سکی۔

[2] چوں کلیمت۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کا سا توکل تجھ میں کہاں ہے۔ اسی توکل کی وجہ سے دریائے نیل اُن کو نہ ڈبو سکا۔ سعیدے۔ حضرت شیخ شجاع سید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو ایک منارے پر سے گرا دیا لیکن نہ گرے۔ چوں۔ جبکہ تیرا وہ نصیبہ نہیں ہے جو شیخ شجاع سعید کا تھا تو اپنے آپ کو منارے پر سے گرا کر برباد نہ کر۔

[3] زیں منارہ۔ یہی ہوا جو اُن کے کپڑوں میں بھری جس کی وجہ سے وہ بچ گئے۔ قوم عاد کی طرح لاکھوں کی تباہی کا سبب بنی ہے، تو لاکھوں کی تباہی تاریخ میں پڑھ لے۔ رسن بازی۔ نٹ یہ کھیل دکھاتے ہیں کہ وہ رسی تان کر اُس پر سے چل کر گذر جاتے ہیں۔ پر مساز۔ کاغذ کے بناوٹی پر لگا کر پہاڑ پر سے اُڑنے کی کوشش نہ کرو ورنہ گر کر ہلاک ہو جاؤ گے۔

گرچہ[1] آں صُوفی پُر آتش شد ز خشم
اگرچہ وہ صوفی غصہ کی آگ سے بھر گیا

لیک اُو بر عاقبت انداخت چشم
لیکن اُس نے انجام پر نظر ڈالی

اوّلِ صف برکسے ماند بکام
پہلی صف میں وہی شخص بامُراد رہتا ہے

کو نگیرد دانہ بیند بندِ دام
جو دانہ نہ چُگے، جال کا پھندا دیکھ لے

حبّذا دو چشمِ پایاں بینِ راد
عقلمند کی وہ دو انجام بیں آنکھیں بڑی مبارک ہیں

کہ نگہدارند تن را از فساد
جو جسم کو خرابی سے بچا لیں

آں ز پایاں دید احمدؐ بُود کو
جس نے انجام کو دیکھ لیا وہ احمدؐ تھے کہ انھوں نے

دید دوزخ راہم ایں جا مُو بمُو
اسی جگہ دوزخ کو ذرہ ذرہ دیکھ لیا

دید عرش و کرسی و جنّات را
اُنھوں نے عرش اور کرسی اور جنتوں کو دیکھ لیا

تا درید اُو پردۂ غفلات را
یہاں تک کہ انھوں نے غفلتوں کے پردے کو چاک کردیا

گرہمی خواہی سلامت از ضرر
اگر تو نقصان سے بچاؤ چاہتا ہے

چشم ز اوّل بند و پایاں را نگر
آغاز سے آنکھ بند کرلے اور انجام کو دیکھ لے

تاعدمہا را بہ بینی جملہ ہست
تاکہ تو سب عدموں کو موجود دیکھ لے

ہستہا[2] را بنگری محبوس و پست
تو موجودات کو مقید اور پست دیکھ لے

ایں بہ بیں بارے کہ ہرکش عقل ہست
ذرا اس کو دیکھ لے کہ جس کو عقل ہے

روز و شب در جستجوئے نیست ہست
وہ دن رات عدم کی جستجو میں ہے

در گدائی طالبِ جُودے کہ نیست
فقیری میں اُس سخاوت کا طالب ہے، جو کہ عدم ہے

بر دُکانہا طالبِ سُودے کہ نیست
دکانوں پر اُس نفع کا طالب ہے، جو عدم ہے

در[3] مزارع طالبِ غلّے کہ نیست
کھیتوں میں اُس پیداوار کا طالب ہے، جو عدم ہے

در مغارس طالبِ نخلے کہ نیست
تھانولوں میں اُس پودے کا طالب ہے، جو عدم ہے

در مدارس طالبِ علمے کہ نیست
مدرسوں میں اُس علم کا طالب ہے، جو عدم ہے

در صوامع طالبِ حلمے کہ نیست
عبادتخانوں میں اُس حلم کا طالب ہے، جو عدم ہے

ہستہا را سُوئے پس افگندہ اند
انھوں نے وجودوں کو پیچھے کو پھینک دیا ہے

نیستہا را طالبِ اندو بندہ اند
عدموں کے طالب ہیں اور غلام ہیں

زانکہ کان و مخزنِ صُنعِ خدا
کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری کی کان اور خزانہ

نیست غیرِ نیستی در انجلا
ظہور میں، عدم کے علاوہ کچھ نہیں ہے

---

[1] گرچہ۔ صوفی کو غصہ ضرور آیا لیکن وہ عاقبت بین تھا۔ اوّل۔ بامراد وہی شخص ہوتا ہے جو انجام پر نظر کرے۔ آنکہ۔ آنحضورؐ سب سے زیادہ انجام بین تھے آنحضورؐ پر آخرت کی تمام چیزیں منکشف ہوگئی تھیں۔ گرہمی خواہی۔ انسان اگر نجات چاہتا ہے تو آغاز سے آنکھ بند کرلے اور انجام پر نظر رکھے۔ عدمہا۔ آخرت کی چیزیں جو اس وقت نظروں سے معدوم ہیں۔

[2] ہستہا۔ دنیاوی چیزیں جو اس وقت پیشِ نظر ہیں۔ ایں بہ بیں۔ غور کر دنیا میں ہر شخص معدوم کی جستجو میں لگا ہوا ہے۔ در گدائی۔ فقیر روپے پیسے کا طالب ہے جو اُس کے اعتبار سے معدوم ہے کاروباری نفع کا طالب ہے جو فی الحال مفقود ہے۔

[3] در مزارع۔ کاشتکار پیداوار کا طالب ہے، جو معدوم ہے، باغبان پودوں کا طالب ہے، جو معدوم ہیں۔ در مدارس۔ طالب علم اُس علم کا طالب ہے، جو معدوم ہے، عبادت گذار اُس بُردباری کا طالب ہے، جو معدوم ہے۔ ہستہا۔ ان سب نے اپنے موجود کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور معدوم کی طلب میں کوشاں ہیں۔ زانکہ۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ایجاد کرنا ہے اور وہ معدوم کو موجود کرتا ہے تو اس کی صفت کا تعلق معدوم سے ہے لہٰذا اُس کے بندوں میں بھی یہی صفت ہے۔

پیش[1] ازیں رمزے بگفتستم ازیں — این و آں را تو یکے بیں، دو مبیں

اس سے پہلے اس سے متعلق میں اشارہ کر چکا ہوں — تو اس کو اور اس کو ایک دیکھ دو نہ دیکھ

گفتہ شُد کہ ہر صناعت گر کہ رُست — در صناعت جائگاہِ نیست جُست

کہا گیا ہے کہ جو کاریگر بھی پیدا ہوا ہے — اُس نے عدم میں جگہ تلاش کی ہے

جُست بنّا موضعے نا ساختہ — گشت ویراں سقفہا انداختہ

معمار نے بغیر بنی جگہ تلاش کی — جو ویران ہو گیا ہو، چھتیں گری ہوئی ہوں

جُست سقا کوزۂ کِش آب نیست — واں درو گر خانۂ کِش باب نیست

سقے نے وہ پیالہ تلاش کیا جس میں پانی نہیں ہے — اور بڑھئی نے وہ گھر جس کا دروازہ نہیں ہے

وقتِ[2] صید اندر عدم ہیں حملہ شاں — وز عدم آنگہ گریزاں جملہ شاں

شکار کے وقت عدم میں اُن کا حملہ دیکھ لے — پھر بھی سب عدم سے گریزاں ہیں

چوں اُمیدت لاشَت زو پرہیز چیست — با انیسِ طبعِ خود استیز چیست

جبکہ تیری امید عدم ہے اُس سے پرہیز کیا ہے؟ — اپنی طبیعت کے مرغوب سے جھگڑا کیا ہے؟

چوں انیسِ طبعِ تو آں نیستی ست — از فنا و نیست ایں پرہیز چیست

جبکہ تیری طبیعت کا مرغوب وہ عدم ہے — تو فنا اور عدم سے یہ پرہیز کیوں ہے؟

گر انیس لانۂ اے جاں بسر — در کمینِ لا چرائی منتظر

اے جان! اگر تو مخفی طور پر عدم سے اُنس کرنیوالا نہیں ہے — عدم کی گھات میں تو منتظر کیوں ہے؟

زانکہ[3] داری جُملہ دل برکندہٗ — شستِ دل در بحرِ لا افگندہٗ

تیرے پاس جو کچھ ہے تو اُس سے دل برداشتہ ہو گیا ہے — تو نے دل کی شست کو عدم کے دریا میں ڈال دیا ہے

پس گریز از چیست زیں بحرِ مراد — کو بشستت صد ہزاراں صید داد

تو اس بحرِ مراد سے گریز کیوں ہے؟ — جس نے شست کے ذریعہ تجھے لاکھوں شکار دیے ہیں

از چہ نامِ برگ را کردی تو مرگ — جادوئے بیں کہ نمودت مرگ برگ

تو نے سازوسامان کا نام موت کیوں رکھا ہے؟ — اُس جادو کو دیکھ جو تجھے برگ کو مرگ دکھا رہا ہے

ہر دو چشمت بست سحرِ صنعتش — تا کہ جاں رادر چہ آمد رغبتش

اسکی کاریگری کے جادو نے تیری دونوں آنکھیں بند کردی ہیں — حتیٰ کہ جان کنویں کی طرف راغب ہے

در خیالِ اُو ز مکرِ کردگار — جُملہ صحرا فوقِ چہ زہرست و مار

اُس کے خیال میں خدا کی مخفی تدبیر سے — کنویں کے اُوپر کا تمام جنگل زہر اور سانپ ہے

---

[1] پیش ازیں۔ دفتر پنجم میں اس موضوع پر مولانا نے بہت کچھ فرمایا ہے۔ صناعت گر۔ ہر کاریگر معدوم کو موجود کرتا ہے۔ بنا۔ معمار غیر تعمیر شدہ کی تعمیر کرتا ہے، سقا اُس برتن میں پانی ڈالتا ہے جس میں پانی نہ ہو، بڑھئی وہاں دروازہ بنا کر لگاتا ہے جہاں دروازہ نہ ہو۔

[2] وقتِ صید۔ جب مقصد کا شکار کرتے ہیں عدم پر حملہ کرتے ہیں پھر بھی عدم یعنی موت سے بھاگتے ہیں۔ چوں امیدت۔ جبکہ ہر شخص نے معدوم سے امید وابستہ کر رکھی ہے تو پھر اپنی مرغوب چیز عدم سے مخالفت کیوں ہے، انسان کو ان حالات میں تو فنا اور نیستی سے رغبت ہونی چاہیے۔ گر انیس۔ اگر عدم سے محبت نہیں ہے تو ہر وقت عدم کی گھات میں کیوں لگا ہے۔

[3] زانکہ۔ انسان کا دل موجود پر مطمئن نہیں ہوتا۔ مزید جو کہ معدوم ہے اُس کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ بحرِ لا۔ فنا کا سمندر۔ بحرِ مراد۔ معدوم انسان کی مراد ہے۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ برگ۔ سازوسامان۔ چہ۔ دنیاداری کا کنواں جو درحقیقت موت ہے۔ در خیال۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا کا کنواں ہے اور اُس کے اوپر کا جنگل عالمِ غیب زہر اور سانپ ہے۔

لاجرم چہ راپنا ہے ساخت ست ۔۔۔ تا کہ[1] مرگ اُو را بچاہ انداخت ست
لامحالہ اُس نے کنویں کو پناہ گاہ بنا لیا ہے ۔۔۔ یہاں تک کہ موت نے اُس کو کنویں میں ڈال دیا ہے
آنچہ گفتم از غلطہاش اے عزیز ۔۔۔ ہم بریں بشنیدم از عطار نیز
اے پیارے! میں نے جو کچھ اُس کی غلطیاں بتائیں ۔۔۔ ایسی ہی میں نے عطار سے بھی سُنی ہیں

قصہ سلطان محمود و غلامِ ہندو

ہندو غلام اور سلطان محمود کا قصہ

رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است ۔۔۔ ذکرِ شہ محمود غازی سُفتہ است
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ۔۔۔ (سلطان) محمود غازی کا ذکر (نظم کی لڑی میں) پرویا ہے
کز غزایِ ہند پیشِ آں ہمام ۔۔۔ در غنیمت اُو فتادش یک غلام
کہ ہندوستان کے غزوے سے اُس سردار کی پیشی میں ۔۔۔ غنیمت میں ایک غلام آ گیا
پس خلیفہ اش کرد و بر تختش نشاند ۔۔۔ بر سپہ[2] بگزیدش و فرزند خواند
پھر اُس کو قائم مقام بنایا اور اس کو تخت پر بٹھایا ۔۔۔ اُس کو لشکر کا سردار بنایا اور فرزند کہا
طول و عرض و وصفِ قصہ تو بتو ۔۔۔ در کلامِ آں بزرگِ دیں بجُو
قصہ کی لمبائی اور چوڑائی اور تہ بہ تہ باتیں ۔۔۔ دین کے اُس بزرگ کے کلام میں تلاش کر لے
حاصل آں کودک براں تختِ نضار ۔۔۔ شستہ پہلوئے قُبادِ شہریار
خلاصہ یہ کہ وہ لڑکا اس زریں تخت پر ۔۔۔ سلطان فرمانروا کے پہلو میں بیٹھ کر
گریہ کردے اشک میراندے بسُوز ۔۔۔ گفت شاہ اُو را کہ اے پیروز رُوز
رونے لگا (اور) سوز کے ساتھ آنسو بہانے لگا ۔۔۔ بادشاہ نے اُس سے کہا اے نیک بخت!
از چہ گریٔ دولتت شُد ناگوار ۔۔۔ فوقِ[3] افلاکی قرینِ شہر یار
تو کیوں روتا ہے، تجھے سلطنت ناگوار ہوئی ۔۔۔ تو آسمانوں پر فوقیت رکھتا ہے، شاہ کا ہمنشین ہے
تو بریں تخت و وزیران و سپاہ ۔۔۔ پیشِ تخت صف زدہ چوں نجم و ماہ
تو اس تخت پر ہے اور وزیر اور لشکر ۔۔۔ چاند اور ستاروں کیطرح تیرے تخت کے سامنے صف بصف ہیں
گفت کودک گریہ ام ز انست زار ۔۔۔ کہ مرا مادر دراں شہر و دیار
بچہ نے کہا میرا پھوٹ پھوٹ کر رونا اس لیے ہے ۔۔۔ کہ میری ماں اُس شہر اور وطن میں
از توام تہدید کردے ہر زماں ۔۔۔ بینمت در دستِ محمود ارسلاں
ہر وقت مجھے تجھ سے ڈراتی تھی ۔۔۔ میں تجھے محمود شیر کے ہاتھوں میں دیکھوں

---

1. تا کہ۔ موت نے اُس پر واضح کر دیا کہ جس کو وہ جائے پناہ سمجھتا تھا وہ کنواں یعنی ہلاکت کا سبب تھا۔ غلطہا۔ یعنی اسباب ہلاکت کو اسبابِ نجات اور اسباب نجات کو اسباب ہلاکت سمجھنا۔ قصہ۔ اس قصہ میں یہی مذکور ہے کہ ہندو غلام غلط بات سمجھے ہوئے تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ یعنی شیخ فرید الدین عطار۔ آں ہمام۔ سلطان محمود۔
2. بر سپہ۔ یعنی اُس کو لشکر کا سردار بنا دیا اور فرزند کا لقب عطا کر دیا۔ نضار۔ نون کے ضمّہ کے ساتھ زر و طلا، ہر خالص چیز۔ شست۔ نشست۔ قُباد۔ قاف کے ضمّہ کے ساتھ بعض بادشاہوں کا نام ہے، ہر بڑا بادشاہ۔ گریہ کردے۔ وہ ہندو غلام تخت پر بیٹھ کر زار زار رونے لگا۔ دولت۔ تجھے یہ ناگوار ہوا ہے کہ میں تجھے سلطنت کا مالک بنا رہا ہوں۔
3. فوقِ افلاکی۔ تیرا رتبہ آسمان سے بھی اُونچا ہو گیا۔ پیش۔ تیرے سامنے وزراء اور سپاہی چاند ستاروں کی طرح صف باندھے کھڑے ہیں۔ دیار۔ ہندوستان۔ از توام۔ میری ماں ناراض ہو کر جب مجھے ڈراتی تھی تو یہ کہتی تھی کہ میں تجھے محمود شیر کے ہاتھ میں دیکھوں۔ ارسلاں۔ شیر۔

پس[1] پدر مر مادرم را در جواب　　جنگ کردے کاینچہ خشم ست و عتاب
پھر میرا باپ ماں کے جواب میں　　لڑتا کہ یہ کیا غصہ اور ناراضی ہے

می نیابی ہیچ نفرینِ دگر　　زیں چنیں نفرینِ مُہلک سہل تر
تجھے کوئی دوسری بددعا نہیں ملتی　　جو اس مہلک، بددعا سے آسان ہو

سخت بے رحمی و بس سنگیں دلی　　کہ بصد شمشیر اُو را قاتلی
تو بہت بے رحم اور بہت سنگین دل ہے　　کہ سیکڑوں تلواروں سے تو اس کی قاتل ہے

من ز گفتِ ہر دو حیراں گشتمے　　دردل اُفتادے مرا بیم و غمے
میں دونوں کی گفتگو سے حیران ہوتا　　میرے دل میں خوف اور رنج پیدا ہوتا

تاچہ دوزخ خُوست محمود اے عجب　　کہ مثل گشت ست درویل و کرب
ہائے تعجب! محمود کیسا دوزخ خصلت ہے؟　　کہ ہلاکت اور مصائب میں ضرب المثل بن گیا ہے

من[2] ہمی لرزید مے از بیمِ تُو　　غافل از اکرام و از تعظیمِ تُو
میں تیرے ڈر سے لرزتا رہتا　　تیرے اکرام اور تعظیم سے غافل تھا

مادرم کو تا بہ بیند ایں زماں　　مرمرا بر تخت اے شاہِ جہاں
میری ماں کہاں ہے؟ کہ اب دیکھیے　　اے شاہِ جہاں! مجھے تخت پر

یا پدر کو تامرا بیند چنیں　　خوش نشستہ پہلوئے سُلطانِ دیں
یا باپ کہاں ہے؟ کہ وہ مجھے ایسا دیکھے　　دین کے بادشاہ کے پہلو میں آرام سے بیٹھا ہوا

فقر آں محمودِ تُست اے بے سعت　　طبع ازو دائم ہمی ترساندت
اے بے ہمت! فقر، تیرا محمود ہے　　طبیعت تجھے اُس سے ہمیشہ ڈراتی ہے

گر بدانی رحمِ ایں محمودِ راد　　خوش بگوئی عاقبت محمود باد
اگر تو اس سخی محمود کا رحم سمجھ لے　　تو خوشی سے کہے گا، بہتر انجام ہو

فقر آں محمودِ تُست اے بیم دل　　کم شنو زیں مادرِ[3] طبعِ مُضِل
اے تھڑدلے! فقر تیرا محمود ہے　　اے گمراہ کرنے والی ماں، طبیعت کی بات نہ سُن

چوں شکارِ فقر گردی تو یقیں　　ہمچوں کودک اشک باری یوم دیں
جب تو فقر کا شکار ہو جائے گا تو یقیناً　　قیامت کے دن بچے کی طرح آنسو بہائے گا

گرچہ اندر پرورش تن مادر ست　　لیک از صد دشمنت دشمن ترست
اگرچہ جسم، پرورش کرنے میں ماں کی طرح ہے　　لیکن تیرے سو دشمنوں سے زیادہ دشمن ہے

---

[1] پس پدر۔ میرا باپ میری ماں سے کہتا تھا کہ اس قدر سخت بددعا کیوں دیتی ہے اس سے نرم کوئی بددعا دے دیا کر۔ کہ بصد۔ سلطان محمود کے ہاتھ میں کسی کا پڑ جانا سیکڑوں تلواروں سے قتل ہونا ہے۔ من زگفت۔ میں دونوں کی باتوں سے حیران ہوتا تھا اور غمگین ہوتا تھا۔ تاچہ۔ ان بددعاؤں سے میں سوچا کرتا تھا سلطان محمود کس قدر ظالم ہے جو تباہی اور بربادی کے لیے ضرب المثل بن گیا ہے۔

[2] من ہمی لرزیدے۔ میں آپ کے نام سے کانپتا تھا اور آپ کے اکرام اور عظمت عطا کرنے سے غافل تھا۔ آج میرے ماں باپ ہوں تو دیکھیں کہ اُن کے خیالات کس قدر غلط تھے۔ فقر۔ فقر اور عدم سے انسان کا ڈرنا ایسا ہی غیر واقعی ہے جیسا کہ ہندو غلام کا سلطان محمود سے ڈرنا تھا۔ خوش بگوئی۔ تو یہ دعا کرے گا کہ خدا کرے میری عاقبت محمود ہو اس کے دونوں معنی ہیں کہ قابل تعریف ہو یا انجام کار ہمیں بھی سلطان محمود میسر آ جائے۔

[3] مادر۔ جس طرح اس لڑکے کی ماں غلط طور پر ڈراتی تھی اسی طرح انسان کی طبیعت انسان کو فقر سے غلط طور پر ڈراتی ہے۔ شکار فقر۔ جب تجھے فقر حاصل ہو جائے گا تو پھر اسی طرح روئے گا جس طرح اپنی پہلی معلومات پر وہ ہندو غلام رویا تھا۔ گرچہ۔ انسان کا جسم، انسان کو اسی طرح پرورش کرتا ہے جس طرح ماں بچے کی پرورش کرتی ہے لیکن وہ انسان کا سو دشمنوں سے زیادہ دشمن ہے۔

تن [1] چو شد بیمار دارو جوت کرد — ور قوی شد مر تُرا طاغوت کرد
جسم جب بیمار ہوا اُس نے تجھے دوا کا جستجو کرنے والا بنایا — اگر قوی ہوا، تجھے شیطان بنا دیا

چوں زرہ داں این تنِ پُر حیف را — نے شتا را شاید و نے صیف را
اس ظالم جسم کو زرہ کی طرح سمجھ — نہ جاڑوں کے لائق ہے اور نہ گرمیوں کے

یارِ بد نیکو ست بہرِ صبر را — کہ کشاید صبر کردن صدر را
صبر کے لیے بُرا دوست اچھا ہے — کہ صبر کرنے کے لیے سینہ کو کھول دیتا ہے

صبرِ مہ باشب مُنوّر داردش — صبرِ گل باخار "اذفر" داردش
چاند کا رات کے ساتھ صبر، اُس کو منور بنا دیتا ہے — پھول کا صبر کانٹے کے ساتھ، اُس کو مہکتا ہوا بنا دیتا ہے

صبرِ [2] شیر اندر میانِ فرث و خوں — کرد اُو را ناعشِ ابنُ اللّبُون
لید اور خون میں دودھ کے صبر نے — اس کو دودھ پیتے بچے کے لیے زندگی بخشنے والا بنا دیا

صبرِ جُملہ انبیا با مُنکراں — کردشاں خاصِ حق و صاحبقراں
منکروں کے ساتھ انبیاء کے صبر نے — ان کو اللہ تعالیٰ کا خاص اور با اقبال بنا دیا

ہر کہ را بینی یکے جامہ دُرست — دانکہ اُو آں را بصبر و کسب جُست
تو جس کسی کا لباس اچھا دیکھے — سمجھ لے کہ اُس نے وہ صبر اور کمائی سے حاصل کیا ہے

ہر کرا بینی برہنہ و بینوا — ہست بر بے صبریِ اُو آں گوا
تو جس کو ننگا اور محتاج دیکھے — وہ اُس کی بے صبری پر گواہ ہے

ہرکہ [3] مُستوحش بُود پُر غصہ جاں — کردہ باشد بادغائی اقتراں
جو وحشت زدہ ہو، جان غصہ سے بھری ہوئی ہو — اُس نے دھوکے باز کے ساتھ جوڑ لگایا ہے

صبر اگر کردے ز اُلف آں بیوفا — از فراقِ اُو نخوردے ایں قفا
اگر وہ بے وفا دوستی سے صبر کر لیتا — اُس کی جدائی کا یہ طمانچہ نہ کھاتا

خُویِ باحق ساختے چوں انگبیں — بالبن کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
اللہ کے ساتھ موافقت کرتا جس طرح شہد — دودھ کیساتھ کہ میں غروب کرجانے والوں کو محبوب نہیں رکھتا

لاجرم تنہا نماندے ہمچناں — کاتشے ماندہ براہ از کارواں
لامحالہ اُس طرح اکیلا نہ رہتا — جس طرح قافلے سے آگ پیچھے رہ گئی

[1] تن چوشد۔ اگر جسم بیمار ہوتا ہے تو انسان دوا کی تلاش میں پریشان ہوتا ہے اور اگر وہ تندرست ہو تو پھر انسان میں شیطنیت پیدا کر دیتا ہے۔ چون زرہ۔ جس طرح لوہے کی زرہ بدن کو کسی حالت میں بھی راحت نہیں پہنچاتی ہے اسی طرح جسم، انسان کو کسی حالت میں بھی راحت نہیں پہنچاتا ہے۔ یارِ بد۔ جسم اگرچہ بُرا ساتھی ہے لیکن اُس کے مصائب پر صبر کرو تو پھر اُس سے یہ فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ صبر مہ۔ کالی رات میں چاند کا صبر اس کو منور کرتا ہے پھول کا کانٹے کے ساتھ صبر اس میں مہک پیدا کرتا ہے۔

[2] صبر۔ دودھ لید اور خون کے درمیان صبر کرتا ہے تو بچہ کو زندگی بخشنے والا بن جاتا ہے۔ ابن اللبون۔ دودھ پیتا بچہ۔ جملہ انبیاء۔ تمام انبیا کے اخروی مراتب صبر کرنے سے بلند ہوئے ہیں۔ ہر کرا۔ دنیاوی منافع بھی صبر سے حاصل ہوتے ہیں انسان کے لباس کی درستگی صبر کے ساتھ کمائی پر لگنے کا نتیجہ ہے اور برہنہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ وہ محنت پر صبر نہیں کر سکا ہے۔

[3] ہرکہ۔ جو شخص غمگین ہو اس کے بارے میں سمجھ لو کہ اُس نے تعلق مع اللہ پر صبر نہیں کیا بلکہ اللہ سے بیوفائی کی اور دغا دینے والی چیز سے تعلق پیدا کیا تھا۔ اقتراں۔ باہمی جڑنا۔ آن بے وفا۔ اگر یہ فانی اس بے وفا سے تعلق نہ پیدا کرتا تو آج غمگین نہ ہوتا۔ خوی۔ وہ خدا سے تعلق پیدا کرتا اور حضرت ابراہیم کی طرح کہہ دیتا کہ مجھے غائب ہو جانے والی چیزوں سے محبت نہیں ہے۔ کاتشے۔ قافلہ روانہ ہو جاتا ہے اور آگ تنہا پڑی رہ جاتی ہے۔

چوں[1] ز بے صبری قرینِ غیر شُد　　در فراقش پُر غم و بے خیر شُد
جب بے صبری کی وجہ سے غیر کا ساتھی بنا　　اُس کی جدائی کے وقت غمگین اور بے خبر بن گیا

صحبتت چوں ہست زرِ دہ دہی　　پیشِ خائن چوں امانت می نہی
جبکہ تیری دوستی خالص سونا ہے　　خیانت کرنے والے کے پاس امانت کیوں رکھتا ہے؟

خوی با اُو کُن کاماناتہائے تُو　　ایمن آید از افول و از عتُو
اُس سے عادت ڈال کہ تیری امانتیں　　مفقود ہونے اور تعدّی سے محفوظ ہوں

خوی با اُو کُن کہ خُورا آفرید　　خوی ہای انبیا را پرورید
عادت اُس سے ڈال جس نے عادت پیدا کی　　انبیاء کی عادتوں کو پرورش کیا

برہَ بدہی رَمہ بازت دہد　　پروریندۂ ہر صفت خود ربّ بُود
تو بکری کا بچہ دیتا ہے وہ گلا لوٹاتا ہے　　ہر صفت کا پرورش کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے

برہ[2] پیشِ گرگ امانت می نہی　　گرگ و یوسفؑ را مَفر ما ہمرہی
تو بکری کا بچہ بھیڑیے کے پاس امانت رکھتا ہے　　بھیڑیے اور یوسفؑ کے ساتھ رہنے کا حکم نہ دے

گرگ اگر با تو نماید رُوبہی　　ہیں مکُن باور کہ ناید زُوبہی
بھیڑیا اگر تجھ سے چالاکی برتے　　خبردار! یقین نہ کر کیونکہ اُس سے بھلائی نہیں آتی ہے

جاہل ار با تو نماید ہمدلی　　عاقبت زخمت زند از جاہلی
اگر جاہل تجھ سے دوستی دکھائے　　انجام کار جہالت سے تکلیف دے گا

اُو[3] دو آلت دارد و خنثی بُود　　فعل ہر دو بے گماں پیدا شود
وہ دو آلے رکھتا ہے اور ہجڑا ہے　　یقیناً دونوں کا کام ظاہر ہو گا

اُو ذکر را از زناں پنہاں کُند　　تاکہ خود را خواہرِ ایشاں کُند
وہ عورتوں سے ذکر چھپاتا ہے　　تاکہ اپنے آپ کو اُن کی بہن بنائے

شُلّہ از مرداں بکف پنہاں کُند　　تاکہ خود را جنسِ آں مرداں کُند
ہاتھ سے فرج کو مردوں سے چھپاتا ہے　　تاکہ اپنے آپ کو مردوں کی جنس بنائے

گفت یزداں زاں کسِ مکتومِ اُو　　شُلّۂ سازیم بر خرطومِ اُو
خدا تعالیٰ نے فرمایا اس کی چھپی ہوئی فرج کو　　ہم اُس کی ناک پر فرج بنا دیں گے

---

[1] چون ز بے صبری۔ جب انسان اپنی بے صبری سے خدا کے غیر کا ساتھی بنتا ہے تو جب اُس سے جدائی ہوتی ہے غمگین ہوتا ہے۔ صحبتت۔ اللہ نے تجھ میں یہ صلاحیت عطا کی تھی کہ تو تعلق مع اللہ پیدا کر سکتا تھا وہ بہت یقینی چیز ہے کسی خیانت کرنیوالے کے پاس اسکو امانت نہ رکھ یعنی اس صلاحیت کو غیر اللہ کے لئے صرف کریگا تو فائدہ نہ ہوگا اور گویا وہ امانت ضائع ہو جائے گی۔ افول۔ امانت کا ضائع ہونا غائب ہو جانے سے اور عتو یعنی انکار سے ہوتا ہے۔ خوی۔ جو عادتیں پیدا کرنے والا ہے اور جس نے انبیاء کو بہترین عادتیں اور اخلاق عطا فرمائے، انسان کو اس سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔

[2] برہ۔ اللہ تعالیٰ کے پاس امانت کریگا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تو اسکو بکری کا ایک بچہ دیگا تو وہ بکریوں کا ریوڑ تجھے عطا کر دیگا۔ گرگ۔ اگر اپنی صفات اور صحبت کو تونے غیر اللہ میں صرف کیا تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی بکری کا بچہ بھیڑیے کے پاس امانت میں رکھدے۔ جاہل۔ نادان کی صحبت کبھی نہ اختیار کر۔ اُو دو آلت۔ اللہ اور دین سے جاہل منافق ہوتا ہے اور اسکے دو چہرے اسطرح ہوتے ہیں جیسے خنثیٰ۔ اسمیں مرد اور عورت دونوں کے اعضائے تناسل ہوتے ہیں۔

[3] اُو۔ وہ خنثیٰ عورتوں میں جاتا ہے تو مرد والے آلہ تناسل کو چھپاتا اور مردوں میں بیٹھتا ہے تو عورتوں والے آلہ تناسل کو چھپاتا ہے۔ شلہ۔ عورت کی شرمگاہ۔ گفت۔ اہل بصیرت اس کے دو غلے پن کو سمجھ جائیں گے خدا ان کو اس کی ایسی علامتیں دکھا دیگا جن سے وہ اسکے نفاق کو سمجھ لیں گے۔ خرطوم۔ قرآن پاک میں ولید بن مغیرہ کافر کے بارے میں فرمایا گیا ہے ہم اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے۔ کس۔ عورت کی شرمگاہ۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔

تا کہ بینایانِ ما زاں دو دلال — درنیایند از فنِ اُو در جوال[1]
تا کہ ہمارے بینا ان دو ناز (و انداز) سے — اُس کے فریب سے دھوکے میں نہ آئیں

حاصل آں کز ہر ذَکر ناید نَری — ہیں ز جاہل ترس گر دانشوری
خلاصہ یہ ہے کہ ہر مرد میں مردانگی نہیں ہوتی ہے — خبردار! اگر تو عقلمند ہے تو جاہل سے ڈر

دوستیِ جاہلِ شیریں سخن — کم شنو کاں ہست چوں سمِ کہن
میٹھی بات والے جاہل کی دوستی (کی باتیں) — نہ سُن کیونکہ وہ پُرانے زہر کی طرح ہیں

جانِ مادر، چشمِ رُوشن گویدت — جُز غم و حسرت ازاں نفزویدت
وہ تجھے جانِ مادر، روشن آنکھ کہے — اُس سے سوائے غم اور حسرت کے کچھ نہ بڑھے گا

مر پدر را گوید آں مادر جہار — کہ ز مکتب بچہ ام شد و بس نزار
ماں، علی الاعلان باپ سے کہتی ہے — کہ مکتب سے میرا بچہ بالکل لاغر ہو گیا

از زنِ دیگر گرش آوردۂ — بروے ایں جور و جفا کم کردۂ
اگر وہ تیری دوسری بیوی سے ہوتا — تو اُس پر یہ ظلم و ستم نہ کرتا

ارجُز[2] از تو گربُدے ایں بچہ ام — ایں فشار آں زن بگفتے نیز ہم
اگر وہ میرا بچہ تیرے سوا کسی عورت سے ہوتا — وہ عورت بھی یہی بکواس کرتی

ہیں بجہ زیں مادر و تیبایِ اُو — سیلیِ بابا بہ از حلوائے اُو
خبردار! اُس ماں اور اس کے افسون سے کود (بھاگ) — باپ کا طمانچہ اُس کے حلوے سے بہتر ہے

ہست مادر نفس و بابا عقلِ راد — اوّلش تنگی و آخر صد گشاد
ماں، نفس اور دانا عقل، باپ ہے — اس کی ابتدا تنگی اور آخر سیکڑوں کشادگیاں ہیں

اے دہندہ عقلہا فریاد رس — تانخواہی تو نخواہد ہیچ کس
اے عقل عطا کرنے والے، مدد کر — جب تک تو نہ چاہے کوئی شخص نہیں چاہ سکتا

ہم[3] طلب از تُست و ہم آں نیکوئی — ماکئیم اوّل توئی آخر توئی
طلب بھی تیری جانب سے ہے اور نیکی بھی — ہم کیا ہیں؟ اوّل تو ہے آخر تو ہے

ہم بگو تو ہم تو بشنو ہم تو باش — ماہمہ لاشیئم با چندیں تراش
تو ہی کہہ، تو ہی سن، تو ہی رہ — باوجود اس قدر تراش (خراش) کے ہم کچھ نہیں ہیں

زیں حوالت رغبت افزا در سجود — کاہلیِ جبر مفرست و خمود
اس حوالہ سے سجدہ کرنے میں رغبت بڑھا دے — جبر کی کاہلی اور افسردگی نہ بھیج

---

1. جوال۔ بڑا تھیلا، فریب۔ حاصل۔ جس طرح خنثیٰ، مردانگی نہیں رکھ سکتا اسی طرح جاہل کی میٹھی باتیں بھی کام کی نہیں ہیں۔ دوستی۔ جاہل کی دوستی کی مثال ماں کی محبت ہے جو بچہ کے لیے مضر ہے وہ جاہل محبت سے تجھے اپنی جان اور اپنی روشن آنکھ کہتا ہے۔ مر پدر۔ باپ بچہ کو تعلیم کیلئے مکتب بھیجتا ہے تو بچہ کی محبت میں ماں بچہ کے باپ سے لڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر بچہ تیری کسی دوسری بیوی کا ہوتا تو اُس پر تو اس قدر ظلم نہ کرتا۔

2. ارجز۔ باپ جواب دیتا ہے کہ عورتوں کی یہی بے عقلی کی باتیں ہیں اگر یہ بچہ میری کسی دوسری بیوی سے ہوتا تو وہ بھی یہی کہتی جو تو کہہ رہی ہے۔ ہست۔ انسان کے نفس کو ماں اور عقل کو باپ سمجھ۔ اے دہندہ۔ چونکہ نفس کے فریب سے نجات مشکل ہے اس لیے مولانا نے اس کے بیان کے بعد دعا شروع کر دی۔

3. ہم طلب۔ ہماری طلب تیری توفیق سے ہے اور نیکی بھی تیری توفیق کی وجہ سے ہے۔ ہم بگو۔ قرآن پاک میں ہے: وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ "اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے" انسانی افعال سب اللہ کی ایجاد پر موقوف ہیں۔ زیں حوالت۔ اے اللہ ہم نے باتیں تیرے حوالہ کر دیں اور اس سے مقصد یہ ہے کہ تو ہمارے اندر اطاعت و عبادت کی طاقت بڑھا دے اور یہ حوالہ کرنا جبریوں کے عقیدہ کے اعتبار سے نہیں ہے جو انسان کو کاہل اور سست بناتا ہے۔

جبر[1] باشد پرّ و بالِ کاملاں | جبر ہم زندان و بندِ کاہلاں
جبر کاملوں کا پروبال ہے | جبر ہی کاہلوں کا قید خانہ اور بیڑی ہے

ہمچو آبِ نیل داں ایں جبر را | آبِ مؤمن را و خوں مر گبر را
اس جبر کو نیل کے پانی کی طرح سمجھ | جو مومن کے لیے پانی اور کافر کے لیے خون ہے

بال، بازاں را سُوئے سلطاں برد | بال زاغاں را بگورستاں برد
شہبازوں کو بازو شاہ کی جانب لے جاتا ہے | کوّوں کو بازو قبرستان کی طرف لے جاتا ہے

باز گرد اکنوں تو در شرحِ عدم | کو چو پا زہر ست و پنداریش سم
اب تو پھر عدم کی شرح کی طرف لوٹ | کیونکہ وہ تریاق ہے اور تو اس کو زہر سمجھتا ہے

ہمچو[2] ہندو بچہ ہیں اے خواجہ تاش | رَو ز محمودِ عدم ترساں مباش
اے آقا بھائی! خبردار تو ہندو بچہ کی طرح | چل، عدم کے محمود سے خوفزدہ نہ ہو

از وجودے ترس کاکنوں دروئی | آں خیالت لاشئ و تو لاشئ
اس وجود سے ڈر جس میں تو اب ہے | تیرا وہ خیال معدوم ہے اور تو (بھی) معدوم ہے

لاشئ بر لاشئ عاشق شُد ست | ہیچ نے مرہیچ نے راہ زدست
ایک معدوم، دوسرے معدوم پر عاشق ہو گیا ہے | معدوم نے، معدوم کی رہزنی کی ہے

چوں برُوں شُد ایں خیالات از میاں | گشت نامعقولِ تو بر تو عیاں
جب درمیان سے یہ خیالات خارج ہو گئے | تیرا نامعقول، تجھ پر واضح ہو گیا

قَالَ[3] النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَیْسَ

نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا جانے والوں کو موت کا غم نہیں ہے

لِلْمَاضِیْنَ ھَمُّ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا لَھُمْ حَسْرَۃُ الْفَوْتِ

اُن کو فوت کی حسرت ہے

راست فرمود آں سپہدارِ بشرؐ | کہ ہر آنکہ کرد از دنیا گذر
انسانوں کے سردار نے سچ فرمایا | کہ جو دنیا سے گذر گیا

نیستش درد و دریغ و غبنِ موت | بلکہ ہستش صد دریغ از بہرِ فوت
اس کو موت کا درد اور افسوس اور نقصان نہیں ہے | بلکہ اُس کو فوت پر سیکڑوں افسوس ہیں

---

1. جبر۔ مولانا کئی بار سمجھا چکے ہیں کہ ایک جبر تو اہل سنت کا عقیدہ ہے وہ باعث نجات ہے اور ایک جبر، جبریوں کا عقیدہ بھی ہے اور مذموم بھی اسکی مثال دریائے نیل ہے جو سبطیوں کیلیے پانی اور قبطیوں کیلیے خون ثابت ہوا۔ بال۔ شہباز کے بازو اسکو شاہ کیطرف لے جاتے ہیں کوّوں کے بازو اُن کو مردار کھانے کیلیے قبرستانوں میں لیجاتے ہیں۔ شرح عدم۔ سلطان محمود نے اوپر عدم اور معدوم کے مطلوب ہونیکا ذکر کیا تھا اب پھر اسکی طرف رجوع کیا ہے کہ تو اسکو زہر سمجھتا ہے حالانکہ وہ تریاق ہے۔

2. ہمچو۔ اس عدم کے معاملہ میں تیری مثال اُس ہندو بچے کی سی ہے جو سلطان محمود کے نام سے لرزتا تھا اور وہی اُس کے لیے انتہائی شفیق ثابت ہوا۔ از وجودے۔ جو اس وقت تیرا وجود ہے دراصل وہ عدم اور معدوم ہے اور یہ خیالات بھی فانی ہیں اور تو بھی فانی ہے تیرا اس وجود پر عاشق ہونا گویا معدوم کا معدوم پر عاشق ہونا ہے۔ چوں بروں شد۔ جب تیرا یہ وجود فنا ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تو کن نامعقول باتوں میں پھنسا ہوا تھا۔

3. قال النبی۔ اس مضمون کی حدیث تو ثابت نہیں البتہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ کفار مرنے کے بعد مرنے پر افسوس کریں گے کیونکہ ان کو معلوم ہو جائے گا وجود فانی کا فوت ہو جانا رنج کی بات نہیں ہے بلکہ اعمال صالحہ جن کو وہ معدوم سمجھتے تھے اُن کے نہ کرنے پر افسوس کریں گے۔ نیستش۔ دنیا سے جو مر کر جائے گا اس کو مرنے کا افسوس نہ ہوگا بلکہ یہ افسوس ہوگا کہ معدوم کے لیے کوشش کیوں کی اور نیک عمل کیوں نہ کیا۔

لَيْسَ لِلْمَاضِيْنَ هَمُّ الْمَوْتِ گفت
فرمایا جانے والوں کو موت کا رنج نہیں ہے
لیک شاں با حسرتِ فوت اند جُفت
لیکن وہ فوت کی حسرت سے وابستہ ہیں

کہ چرا قبلہ نکردم مرگ را
کہ ہم نے موت کو قبلہ کیوں نہ بنایا؟
مخزنِ[1] ہر دولت و ہر برگ را
ہر دولت اور ہر سامان کے خزانے کو

قبلہ کردم من ہمہ عمر از حَوَل
ہم نے بھینگے پن سے تمام عمر قبلہ بنایا
آں خیالاتے کہ گم شُد در اجل
اُن خیالات کو جو موت میں گم ہو گئے

حسرتِ آں مُردگاں از مرگ نیست
اُن مُردوں کی حسرت موت پر نہیں ہے
زانست کاندر نقشہا کردیم ایست
اس سے ہے کہ ہم نے نقوش (خیالی) میں بسر کی

ماندیدیم اینکہ ایں نقش ست و کف
ہم نے یہ دیکھا کہ یہ نقش اور جھاگ ہے
کف ز دریا جُنبد و یابد علف
جھاگ دریا سے ہلتے ہیں اور غذا پاتے ہیں

چونکہ بحر افگند کفہا را ببر
جب سمندر نے جھاگوں کو خشکی پر پھینک دیا
رو بگورستاں رواں کفہا نگر
جا، بہتے جھاگوں کو قبرستان میں دیکھ

پس بگو گو جنبش و جولانِ تاں
پھر کہہ کہ تمہاری جنبش اور جولانی کہاں ہے؟
بحرِ افگندست در بحران تاں
سمندر نے تمھیں تغیر میں مبتلا کر دیا ہے

تا بگویندت[2] بلب نے بل بحال
تاکہ وہ تجھ سے کہیں ہونٹ سے نہیں، بلکہ حال سے
کہ ز دریا کُن نہ از ما ایں سوال
کہ یہ سوال ہم سے نہیں، دریا سے کر

نقش چوں کف کے بجنبد بے زموج
نقش، جھاگ کی طرح بغیر موج کے کب حرکت کرتا ہے
خاک بے بادے کجا آید باوج
خاک بغیر کسی ہوا کے بلندی پر کب پہنچتی ہے

چوں[3] غبارِ نقش دیدی باد بیں
جبکہ تو نے نقش کا غبار دیکھا ہے، ہوا کو دیکھ
کف چودیدی قلزم ایجاد بیں
جب تو نے جھاگ کو دیکھا ایجاد کے سمندر کو دیکھ

ہیں بہ بیں کز تو نظر آید بکار
خبردار! نظر کر، تیرا نظر کرنا کام آئے گا
باقیت شحمے و لحمے پُود و تار
تیرا باقی (جسم) چربی اور گوشت اور تانا بانا ہے

شحمِ تو در شمعہا نفزود تاب
تیری چربی نے شمعوں میں روشنی نہیں بڑھائی
لحمِ تو مخمور را نامد کباب
تیرا گوشت، مخمور کے لیے کباب نہ بنا

در گداز ایں جُملہ تن را در بصر
نظر میں اس تمام جسم کو پگھلا دے
در نظر رو، در نظر رو، در نظر
نظر میں جا، نظر میں جا، نظر میں

---

1. مخزن۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچا دیتا ہے۔ خیالاتے۔ موت کے بعد معلوم ہوگا کہ دنیاوی تمام خیالات لاحاصل تھے۔ نقشہا۔ زندگی عالم آخرت میں ہے دنیاوی چیزیں بے روح تصاویر ہیں۔ ماندیدم۔ افسوس یہ ہوگا کہ ہم دنیاوی چیزوں کو تصویر بے روح اور فانی جھاگ کیوں نہ سمجھتے تھے۔ کف۔ جھاگ خود بے حقیقت چیز ہے اُس کی حرکت اور بقا محض دریا کی وجہ سے ہے جب وہ خشکی میں جا پڑے تو بالکل بے حس و حرکت ہیں۔
2. تا بگویندت۔ وہ حباب اور کف دریا جواب دیں گے چونکہ وہ بالکل مردہ ہیں ان کی زبان قال نہیں ہے اس لیے زبان حال سے جواب دیں گے کہ ہماری اصل تو دریا ہے اس سے سوال و جواب کر۔ نقش۔ عالم امکان بغیر بحرِ وحدت کی موج کے کب حرکت کرسکتا ہے عالم امکان خاک ہے وہ بغیر ارادۂ خداوندی کی ہوا کے وجود اور بلندی کب حاصل کرسکتا ہے۔
3. چوں غبار۔ عالم امکان کو دیکھنے کے بعد نظر توحیدی پیدا کر یہ نظر توحیدی تیرے کام آئے گی باقی تیرا تانا بانا گوشت و پوست سب بیکار ہے نہ دنیا میں کارآمد نہ آخرت میں، نہ تیری چربی سے شمع بنتی ہے نہ تیرے گوشت کے کباب بنتے ہیں۔ در گداز۔ جبکہ تیرے اندر اصل نظر توحیدی اور روح کا فعل ہے اور معلوم ہو گیا کہ جسم مقابلۃً بیکار چیز ہے تو مجاہدوں کے ذریعہ جسم کو نظر کے حاصل کرنے میں پگھلا دے۔

یک[1] نظر دو گز ہمی بیند ز راہ — یک نظر دو کون دید و رویِ شاہ
ایک نظر ہے جو راستے کے دوگز دیکھتی ہے — ایک نظر ہے جس نے دونوں جہانوں اور شاہ کا چہرہ دیکھا

درمیانِ ایں دو فرقِ بیشمار — سُرمہ جُو واللہ اعلم بالسرار
ان دونوں میں لاتعداد فرق ہے — سُرمہ کی تلاش کر، اور اللہ غیب کا جاننے والا ہے

چوں شُنیدی شرحِ بحرِ نیستی — کوش دائم تا دریں بحر ایستی
جب تو نے عدم کے سمندر کی شرح سُن لی — ہمیشہ کوشش کر تاکہ تو اُس سمندر میں ٹھہر جائے

چونکہ[2] اصلِ کارگاہ ایں نیستی ست — کہ خلا و بے نشانست و تہی ست
چونکہ اصل کارخانہ یہ عدم ہے — جو کہ خلا اور بے نشان اور خالی ہے

جملہ اُوستاداں پئے اظہارِ کار — نیستی جُویند و جایِ انکسار
تمام اُستاد کاریگری کے اظہار کے لیے — عدم اور شکست کی جگہ کے جویاں ہیں

لاجرم اُستادِ اُستاداں صمد — کار گاہش نیستی ولا بُود
لامحالہ اُستادوں کا اُستاد، خدا — اُس کا کارخانہ نیستی اور عدم ہو گا

ہر کُجا ایں نیستی افزوں ترست — کارِ حق و کار گاہش آں سرست
جہاں کہیں یہ عدم بہت زیادہ ہے — اللہ کی کاریگری اور کارخانہ اُس جانب ہے

نیستی چوں ہست بالائیں طَبَق — برہمہ بُردند درویشاں سبق
فنا، چونکہ بالائی طبقہ ہے — درویش سب پر سبقت لے گئے

خاصہ درویشے کہ شُد بے جسم و مال — کارِ فقرِ جسم دارد نے سُوال
خصوصاً وہ درویش جو بے جسم اور بے مال بن گیا — اعتبار جسمی فقر رکھتا ہے، نہ کہ سوال

سائل[3] آں باشد کہ مالِ اُو گداخت — قانعٔ آں باشد کہ جسمِ خویش باخت
سوالی وہ ہو گا جس کا مال ضائع ہو گیا ہو — قانع وہ ہو گا جس نے اپنے جسم کو ہلا دیا

پس ز درد اکنوں شکایت بر مدار — کوست سُویِ نیست اسپے راہوار
تو اب درد کی شکایت کا اظہار نہ کر — کیونکہ وہ فنا کی جانب تیز رفتار گھوڑا ہے

ایں قدر گفتیم و باقی فکر کُن — فکر اگر جامد بُود رَو ذکر کُن
ہم نے اس قدر کہہ دیا اور باقی تو سوچ — فکر اگر افسردہ ہو، جا ذکر کر

---

[1] یک نظر۔ تاثر سے مؤثر کی طرف نظر کرنے کے دو درجے ہیں ایک بدن سے روح پر نظر کرنا دوسرا روح سے موثرِ حقیقی کی طرف نظر کرنا ہے ہمارا مقصود دوسرا درجہ ہے، پہلا درجہ نہیں ہے ان دونوں نظروں میں بہت فرق ہے۔ چوں شنیدی۔ اب پھر عدم اور نیستی کی خوبیوں کا بیان شروع فرمایا ہے۔ بحرِ نیستی۔ یعنی عالمِ ارواح چونکہ وہ نظروں میں معدوم ہے۔

[2] چونکہ۔ ہر کاریگر معدوم کو اپنی کاریگری سے وجود میں لاتا ہے، قدرت کی کاریگری بھی معدوم ہی کو موجود کرتی ہے جو بالکل خلا اور بے نشان اور خالی ہے۔ صمد۔ یعنی اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ لا۔ معدوم۔ ہر کجا۔ جہاں نیستی زیادہ ہو گی وہاں اللہ تعالیٰ کی کاریگری زیادہ ظہور پذیر ہو گی۔ بالائیں طبقا۔ نیستی چونکہ ایک اعلیٰ مقام ہے اور عموماً درویشوں کو حاصل ہے لہٰذا وہ سب سے سبقت لے گئے ہیں خصوصاً وہ درویش جس نے جسم کو بھی لٹا دیا ہو اور مال کو بھی۔ کار فقر جسم۔ اصل فقیری جسمانی فقر ہے کہ انسان جسم کو گھلا دے، نہ کہ بھیک مانگنا۔

[3] سائل۔ بھکاری وہ بنتا ہے جس کا صرف مال گھلا ہو جس شخص نے جسم کو گھلا دیا وہ قانع اور صابر ہوتا ہے کبھی سائل نہیں بنتا۔ درد۔ مال کا درد ہو یا جسمانی درد اس کا شکوہ نہ کر کیونکہ وہ نیستی کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیگا۔ ایں قدر۔ نیستی اور ترک کے جو فضائل میں نے بیان کیے ہیں انکے علاوہ فضائل پر تو غور کر لے اور غور و فکر کو بیدار کرنے کا طریقہ ذکر اللہ ہے۔ ذکر۔ ذکر فکر کو بیدار کرتا ہے اور وہی کام کرتا ہے، جو ٹھہرے ہوئے کے لیے سورج کرتا ہے۔

ذکر آرد فکر را در اہتزاز
ذکر، فکر کو حرکت میں لے آتا ہے
ذِکر را خورشید ایں افسردہ ساز
ذکر کو اس ٹھٹھرے ہوئے کا سورج بنا دے

اصل[1] خود جذبست لیک ایخواجہ تاش
اصل، خودکشش ہے، لیکن اے آقا بھائی!
کارکن موقوف آں جذبہ مباش
کام کر، اُس کشش پر موقوف نہ رہ

زانکہ ترکِ کار چوں نازے بُود
چونکہ عمل کا ترک کرنا، ناز ہوتا ہے
نازکے در خوردِ جانبازے بُود
ناز، جانباز کے مناسب کب ہوتا ہے؟

نے قبول اندیش نے ردائے غلام
اے لڑکے! نہ قبولیت کو سوچ نہ رد کو
امر را و نہی را می بیں مُدام
ہمیشہ امر اور نہی کو دیکھتا رہ

مُرغِ[2] جذبہ ناگہاں پرّد ز عُش
جذب کا پرند، اچانک گھونسلے سے اُڑے گا
چوں بدیدی صبح شمع آنگہ بکُش
جب تو صبح کو دیکھ لے تب شمع بجھا دے

چشمہا چوں شُد گزارہ نورِ اُوست
جب آنکھیں کھل گئیں، اُس کا نور ہے
مغزہا می بیند اُو در عینِ پُوست
وہ بعینہ چھلکے میں گودوں کو دیکھ لیتا ہے

بیند اندر ذرّہ خورشیدِ بقا
وہ بقا کے سورج کو ذرّے میں دیکھ لیتا ہے
بیند اندر قطرۂ کُل بحر را
سب سمندر کو ایک قطرے میں دیکھ لیتا ہے

بارِ دیگر رجوع کردن بقصہء آں صوفی و قاضی

صوفی اور قاضی کے قصہ کی جانب دوبارہ واپسی

گفت[3] صوفی در قصاصِ یک قفا
صوفی نے کہا ایک طمانچہ کے بدلے میں
سر نشاید باد دادن از عمیٰ
اندھے پن سے، سر نہ گنوانا چاہیے

خرقہء تسلیم اندر گردنم
تسلیم کا خرقہ میری گردن میں ہے
برمن آساں کرد سیلی خوردنم
جس نے طمانچہ کھانا مجھ پر آسان کر دیا ہے

دید صوفی خصمِ خود را سخت زار
صوفی نے اپنے مخالف کو سخت کمزور دیکھا
گفت اگر مشتش زنم من خصم وار
سوچا اگر میں اس کے مخالفانہ گھونسا ماروں

اُو بہ یک مُشتم بریزد چوں رصاص
وہ میرے ایک گھونسے سے رانگ کی طرح بکھر جائے گا
شاہ فرماید مرا زجر و قصاص
شاہ میرے اوپر تنبیہ اور بدلے کا حکم فرما دے گا

خیمہ ویرانست و بشکستہ وَتَد
خیمہ ویران ہے اور کھونٹی ٹوٹ گئی
اُو بہانہ میکُند تا در فتد
وہ بہانہ ڈھونڈتا ہے تاکہ گر پڑے

---

1. اصل۔ محض ذکر و عبادت سے قرب میسر نہیں آتا جب تک اللہ کی جانب سے جذب و کشش نہ ہو لیکن انسان کو عبادت اور ذکر میں مشغول رہنا چاہیے جذب کے انتظار میں نہ بیٹھنا چاہیے۔ زانکہ۔ محنت کو چھوڑنا ناز دکھانا ہے جو عاشق جانباز کے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ نے قبول۔ بندہ کا کام بندگی ہے اُس کو مقبول ہونے یا مردود ہونے میں نہ پڑنا چاہیے۔ جو خدا کے احکام ہیں ان کی پابندی کرنی چاہیے۔
2. مرغ۔ جب تو برابر مجاہدہ کیے جائے گا تو جذب اپنے مقام سے اڑ کر تیرے پاس آ جائے گا پھر اسقدر مجاہدوں کی ضرورت نہ رہے گی جذب صبح ہے اور مجاہدے شمع ہیں صبح کو شمع کی ضرورت نہیں رہتی۔ چشمہا۔ جب بندہ نوافل کے ذریعہ تقرب حاصل کر لیتا ہے تو پھر اُس کے افعال حضرت حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں۔ بیند۔ اُس کو کائنات کے ہر ذرہ میں حق کا مشاہدہ نصیب ہو جاتا ہے۔
3. گفت صوفی۔ صوفی نے دل میں سوچا کہ اگر میں اس بیمار کے طمانچہ ماروں گا تو قصاص میں میرا سر کاٹ لیا جائے گا۔ تسلیم۔ یعنی قضاء خداوندی سے جو بات پیش آئے اُس پر سر تسلیم خم کر دینا پھر قاضی کے پاس اس لیے لے گیا تاکہ کچھ تنبیہ ہو اور دوسرے صوفیوں پر وہ ظلم نہ کرے۔ رصاص۔ رانگ۔ خیمہ۔ اُس بیمار کی حالت بوسیدہ خیمہ کی سی ہے جو ہوا کے ایک جھونکے سے گر جائے گا۔ وتد۔ کھونٹا جس سے خیمہ کی رسیاں باندھتے ہیں۔

بہرِ[1] این مُردہ دریغ آید دریغ — کہ قصاصم اُفتد اندر زیرِ تیغ
افسوس پر افسوس ہو گا اس مردے کی وجہ سے — کہ مجھ پر تلوار کے نیچے قصاص واقع ہو

چوں نیابانست کف بر خصم زد — عزمش آں شُد کش سُوے قاضی برد
جب وہ مخالف پر ہاتھ نہ مار سکا — اس کا ارادہ ہوا کہ اُس کو قاضی کی جانب لے جائے

کہ ترازوئے حق ست وکیلِ اُو — زاں سُوی حق ست دائم میلِ اُو
کیونکہ وہ حق کی ترازو اور پیانہ ہے — اسی لیے ہمیشہ اس کا جھکاؤ حق کی طرف ہے

مخلص ست از مکرِ دیو وحیلہ اش — مامَن ست از قیدِ دیو و قیلہ اش
شیطان کے مکر اور اس کے حیلہ سے خلاصی کا سبب ہے — شیطان کی قید اور اس کے قول سے امن کا سبب ہے

ہست اُو مقراضِ احقاد و جدال — قاطعِ جنگِ دو خصم و قیل و قال
وہ کینوں اور لڑائی کی قینچی ہے — وہ مخالفوں کی جنگ اور سوال و جواب کو قطع کرنیوالا ہے

دیو[2] در شیشہ کُند افسُونِ اُو — فتنہ ہا ساکن کُند قانونِ اُو
اُس کا منتر، بھوت کو شیشی میں اُتار لیتا ہے — اُس کا قانون، فتنے کو ساکن کر دیتا ہے

چوں ترازو دید خصمِ پُر طمع — سرکشی بگذارد و گردد تبع
جب لالچی مخالف نے ترازو دیکھی — سرکشی چھوڑ دیتا ہے اور تابع بن جاتا ہے

ور ترازو نیست گر افزون دہیش — از قسم راضی نگردد آں کہیش
اور اگر ترازو نہیں ہے اگر تو اس کو زیادہ دے — اُس کی چالاکی قسم سے راضی نہ ہو گی

کے شود راضی ز تو طبعِ تہیش — از پئے بے دانشی و ابلہیش
اس کی کھوکھلی طبیعت کب تجھ سے راضی ہو گی — اُس کی بیوقوفی اور بے عقلی کی وجہ سے

ہست[3] قاضی رحمت و دفعِ ستیز — قطرۂ از بحرِ عدلِ رُستخیز
قاضی رحمت اور لڑائی کا دفعیہ ہے — قیامت کے انصاف کے سمندر کا ایک قطرہ ہے

قطرہ گرچہ خُرد و کوتہ پا بُوَد — لُطفِ آبِ بحر ازو پیدا بُوَد
قطرہ اگرچہ چھوٹا اور کم رفتار ہوتا ہے — اُس سے سمندر کے پانی کی لطافت ظاہر ہو جاتی ہے

از غُبار ار پاک داری کلّہ را — تو زیک قطرہ بہ بینی دجلہ را
اگر تو کلّہ کو غبار سے صاف رکھے — تو ایک قطرے سے دجلہ کو دیکھ لے

جُزوہا بر حالِ کُلہا شاہد ست — چوں شفق غمّازِ خورشید آمد ست
اجزا مجموعوں کے حال پر گواہ ہیں — جس طرح شفق، سورج کی غمّاز بنی ہے

بہر ایں۔ یہ بیمار جو مردے کی طرح ہے اس کے بدلے میں سر کٹوانا مناسب نہیں ہے۔ کہ ترا۔ قاضی کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرے کسی کو کسی کا حق نہ مارنے دے۔ مخلص۔ شیطان غاصب کو جو حیلہ و مکر سکھاتا ہے قاضی کا فیصلہ اس کو ختم کر دیتا ہے۔ ہست او۔ مدعی اور مدعی علیہ کی جنگ و جدل اور بحث و تمحیص قاضی کے فیصلہ کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔

دیو۔ جو فریق شیطنت پر آمادہ ہوتا ہے، قاضی کے فیصلہ کے بعد اس کی شیطنت ختم ہو جاتی ہے۔ چون ترازو۔ جبکہ قاضی ترازو ہے تو اس میں ترازو کے اوصاف ہیں جب کوئی شخص حصہ سے زیادہ لینے کا خواہشمند ہوتا ہے تو ترازو کو دیکھ کر اس کی یہ تمنا ختم ہو جاتی ہے اگر ترازو نہ ہو اور دوسرا فریق قسمیں بھی کھائے تو یہ شخص راضی نہیں ہوتا۔

ہست۔ قاضی قیامت کے دن کے عدل کا ایک نمونہ ہے۔ قطرہ۔ قطرے سے دریا کے پانی کا مزا معلوم ہو جاتا ہے۔ کوتہ پا۔ قطرے میں وہ روانی نہیں جو دریا میں ہوتی ہے۔ از غبار۔ اگر تو قطرے میں سمندر کے جلوے دیکھنا چاہتا ہے تو کلی حلال کی عادت ڈال۔ جزوہا۔ اجزا کل پر اسی طرح دلالت کرتا ہے جس طرح شفق سورج کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔

آں[1] قسم بر جسمِ احمدؐ راند حق — آنچہ فرمودہ ست کلّا والشّفق
وہ قسم اللہ تعالیٰ نے احمدؐ کے جسم پر جاری فرمائی ہے — جو یہ فرمایا ہے کلا والشفق

مور بردانہ چرا لرزاں بُدے — گر ازاں یک دانہ خرمن در بُدے
چیونٹی دانہ کے بارے میں کیوں لرزتی؟ — اگر اُس دانہ کے بجائے، کھلیان میں ہوتی

برسرِ حرف آ کہ صُوفی بیدل ست — در مکافاتِ جزا مستعجِل ست
مطلب پر آ جا، کیونکہ صوفی بے دل ہے — بدلہ لینے میں جلد بازی کرنے والا ہے

اے تو کردہ ظلمہا چوں خوشدلی — از تقاضائے مکافا غافلی
اے وہ کہ تو نے بہت ظلم کیے ہیں، کیونکر خوشدل ہو — بدلے کے تقاضے سے تو غافل ہے

یا فراموشت شدست آں کردہات — کہ فروآویخت غفلت پردہات
یا وہ کارنامے تو بھول گیا — کہ غفلت نے تیرے اوپر پردے لٹکا دیے ہیں

گرنہ[2] خصمیہاستے اندر قفات — جرمِ گردوں رشک بُردے بر صفات
اگر تیرے درپے دُشمنیاں نہ ہوتیں — تیری صفائی پر آسمان کا جسم رشک کرتا

لیک محبوسی برایِ آں حُقوق — اندک اندک عُذر میخواہ از عقوق
لیکن تو اُن حقوق کی وجہ سے مقید ہے — نافرمانی سے تھوڑی تھوڑی معافی چاہ لے

تا بیک بارت نگیرد محتسب — آبِ خود روشن کُن اکنوں یا محبّ
تاکہ تجھے محتسب یکبارگی نہ پکڑ لے — اے پیارے! اپنے پانی کو صاف کر لے

رفتنِ صوفی سُویِ سیلی زنش و بُردنِ اُو را بقاضی

صوفی کے اپنے طمانچہ مارنے والے کی جانب جانا اور اُس کو قاضی کے یہاں لے جانا

رفت[3] صُوفی سُویِ آں سیلی زنش — دست زد چوں مدعی بر دامنش
صوفی اپنے اس طمانچہ مارنے والے کی جانب روانہ ہوا — مدعی کی طرح اُس کے دامن پر ہاتھ مارا

اندر آوردش برِ قاضی کشاں — کایں خرِ اِدبار را بر خرنشاں
اُس کو قاضی کے پاس کھینچتا ہوا لایا — کہ اس نحوست کے گدھے کو، گدھے پر بٹھا

یا بزخمِ دُرّہ اُو را دہ جزا — آنچنانکہ رایِ تو بیند سزا
یا دُرّے کی مار سے اس کو سزا دے — جس طرح تیری رائے مناسب سمجھے

کانکہ از زخمِ تو میرد در دَمار — برتو تاواں نیست باشد آں جُبار
کیونکہ جو شخص تیری مار سے سزا دینے میں مر جائے — تجھ پر تاوان نہیں ہے، وہ (خون) معاف ہو گا

---

1. آں قسم۔ قرآن پاک میں ہے فلا اُقسِمُ بِالشّفقِ میں قسم کھاتا ہوں شفق کی، مولانا نے شفق سے آنحضورؐ کا جسمِ اطہر مراد لیا ہے جو کہ روحِ احمدی کا مظہر ہے۔ مور۔ چیونٹی دانہ کے کم ہونے پر لرزتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اُس نے دانہ سے خرمن کو نہیں پہچانا۔ انسان بھی اگر ممکنات کے ذریعہ واجب کو پہچان لے تو کبھی کسی ممکن کے فوت ہونے سے نہ لرزے۔ برسر۔ پھر صوفی کے قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ مستعجل۔ جلدی میں مبتلا۔ مکافا۔ مکافات، بدلہ۔ کردہا۔ کارنامے۔

2. گرنہ خصمیہا۔ اگر انسان مظالم سے پاک وصاف ہو تو اس کا دل آسمان سے بھی زیادہ منور ہو۔ محبوسی۔ یعنی تاریکیوں میں مقید۔ عقوق۔ نافرمانی۔ محتسب۔ یعنی محاسبِ حقیقی۔ آب۔ نیک عمل سے کنایہ ہے۔

3. رفت۔ صوفی طمانچہ مارنے والے کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے گیا۔ برخرنشاں۔ رُسوا کرنے کے لیے مجرم کو گدھے پر بٹھا کر گھمایا جاتا تھا۔ دُرہ۔ مجرم کو کوڑے کی سزا دی جاتی ہے۔ کانکہ۔ اگر کوئی مجرم سزا کے دوران بغیر کسی زیادتی کے مر جائے تو قاضی پر تاوان نہیں آتا ہے۔

کانکہ[1] از زجرِ تو بیند مرگِ خویش — فارغ از دوزخ رود تا خلد پیش

جو تیری سزا سے اپنی موت دیکھے — دوزخ سے بچ کر آگے جنت تک چلا جائے گا

در حد و تعزیرِ قاضی ہر کہ مُرد — نیست بر قاضی ضماں کو نیست خُرد

قاضی کی حد اور تعزیر میں جو مرا — قاضی پر ضمان نہیں ہے کیونکہ وہ چھوٹا (آدمی) نہیں رہے

نائبِ حق ست و سایۂ عدلِ حق — آئینہ ہر مستحق و مستحق

اللہ کا نائب اور اللہ کے انصاف کا سایہ ہے — وہ ہر مدعی اور مدعیٰ علیہ کا آئینہ ہے

کو ادب از بہرِ مظلومے کند — نے برائے عرض و خشم و دخلِ خود

کیونکہ وہ مظلوم کی خاطر سزا دیتا ہے — نہ یہ کہ مال اور غصہ اور اپنی آمدنی کے لیے

چوں برائے حق و روزِ آجل ست — گر خطائی شُد دیت بر عاقلست

جبکہ اللہ اور قیامت کے لیے ہے — اگر غلطی ہوئی، عاقلہ پر دیت ہے

عاقلہ[2] اُو کیست دانی ہست حق — سُوئے بیت المال برگرداں ورق

اُس کے عاقلہ کون ہیں؟ تو جانتا ہے، اللہ ہے — بیت المال کی جانب ورق پلٹ

آنکہ بہرِ خود زند اُو ضامن ست — آنکہ بہرِ حق زند اُو آمن ست

جو اپنے لیے مارے وہ ضامن ہے — جو اللہ تعالیٰ کے لیے مارے وہ محفوظ ہے

گر پدر زد مر پسر را اُو بمُرد — آں پدر را خونبہا باید شُمرد

اگر باپ نے بیٹے کو مارا، وہ مر گیا — اُس باپ کو خونبہا شمار کر دینا چاہیے

زانکہ اُو را بہرِ کارِ خویش زد — خدمتِ اُو ہست واجب بر ولد

کیونکہ اُس نے اپنے معاملہ کے لیے مارا — اُس کی خدمت، لڑکے پر واجب ہے۔

چوں[3] معلّم زد صبی را شُد تلف — بر معلم نیست چیزے لَا تَخَف

جب اُستاد نے بچہ کو مارا اور وہ مر گیا — اُستاد پر کچھ نہیں ہے، تو نہ ڈر

کاں معلم نائبِ اُفتاد و امیں — ہر امیں را ہست حکمش ہم چنیں

وہ اُستاد نائب اور امین واقع ہوا ہے — ہر امین کا حکم اسی طرح ہے

نیست واجب خدمتِ اُستا برو — پس بزجرش نبُود اُستا کارجو

اُستاد کی خدمت اُس پر واجب نہیں ہے — تو اُس کے مارنے میں، اُستاد کام کا طالب نہیں ہے

---

[1] کانکہ۔ بعض علما کے نزدیک حدِ شرعی جاری ہونے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے اور مجرم معصوم بن کر جنت میں چلا جاتا ہے۔ نیست خُرد۔ قاضی معمولی شخصیت نہیں ہے وہ خدا کا قائم مقام ہے۔ مستحق۔ صیغہ اسم مفعول، مدعیٰ علیہ۔ مستحق۔ صیغہ اسم فاعل مدعی۔ کو ادب۔ قاضی جو سزا دے رہا ہے اُس میں اپنی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے بلکہ وہ مظلوم کے لیے سزا دیتا ہے۔ چوں۔ مجرم کے مرجانے پر کسی طرح کا ضمان نہ ہوتا تو جب تھا کہ سزا قاعدہ کے موافق دی جا رہی ہو لیکن اگر سزا میں کوئی زیادتی ہو اور مر جائے تو اب اُس کا ضمان ہے۔ روزِ آجل۔ قیامت کا دن۔

[2] عاقلہ۔ اگر قاتل نے خطاءً قتل کیا ہو تو مقتول کی دیت قاتل کے عصبات پر آتی ہے جن کو عاقلہ کہا جاتا ہے قاضی نے جو سزا دی تھی وہ کسی ذاتی غرض پر مبنی نہ تھی بلکہ خدا کے لیے تھی لہٰذا اُس کی غلطی سے اگر مجرم مرا تو اس کی دیت قاضی کے عاقلہ پر آئے گی اس کا عاقلہ اللہ تعالیٰ ہے۔ برگرداں ورق۔ بیت المال کے مسائل کتابوں میں دیکھو معلوم ہو جائے گا کہ ایسے شخص کی دیت بیت المال سے ادا کر دی جائے گی۔ آمن۔ قاضی بہرحال دیت سے بچ گیا خواہ دیت بیت المال سے ادا کر دی گئی۔ گر پدر۔ باپ بیٹے کو خدمت نہ کرنے پر مارتا ہے لہٰذا باپ پر بیٹے کا خونبہا واجب ہے۔

[3] چوں معلّم۔ اُستاد کی شاگرد کو مارنے میں کوئی ذاتی غرض نہیں لہٰذا وہ خونبہا سے بری ہے، اُستاد بچہ کو بچہ کے مفاد میں مارتا ہے شاگرد پر اُستاد کی خدمت واجب نہیں ہے کہ مارنا اس کے مطالبہ میں سمجھا جا سکے، باپ کی خدمت بیٹے پر واجب ہے اس کا مارنا خدمت کے مطالبہ کی وجہ سے ہے یہ امام ابوحنیفہؒ کا مرجوع قول ہے صاحبین کے نزدیک باپ پر خونبہا واجب نہیں ہے۔

ور پدر زد از برائے خود زدست
اگر باپ نے مارا تو اپنے لیے مارا ہے
لاجرم از خونبہا دادن نرست
لامحالہ خونبہا دینے سے نہ چھوٹا

پس[1] خودی را سر ببُر با ذوالفقار
تو ذوالفقار سے خودی کا سر کاٹ دے
بیخودے شو فانی و درویش وار
درویش کی طرح بے خود اور فانی بن جا

چوں شُدی بیخود ہرانچہ تو کنی
جب تو بے خود ہو گیا جو کچھ تو کرے گا
ما رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ ایمنی
"جب تو نے پھینکا تو نے نہ پھینکا" تو محفوظ ہے

آں ضماں برحق بُود نے بر امیں
وہ تاوان اللہ پر ہو گا نہ امانت دار پر
ہست تفصیلش بفقہ اندر ببیں
اُس کی تفصیل فقہ میں ہے، دیکھ لے

ہر دُکانے راست سودائے دگر
ہر دکان میں ایک دوسرا سودا ہے
مثنوی دُکانِ فقر ست اے پسر
اے بیٹا! مثنوی فقر کی دُکان ہے

در دکانِ کفش گر چرمست خوب
موچی کی دُکان میں اچھا چمڑا ہے
قالبِ کفش ست اگر بینی تو چوب
اگر تو نے لکڑی دیکھی تو جوتے کا فرمہ ہے

پیشِ قزازاں[2] خزادکن بُود
ریشمین کپڑا فروشوں کے سامنے ریشمی کالا کپڑا ہو گا
بہرِ گز باشد اگر آہن بُود
اگر لوہا ہو گا تو گز کے لیے ہو گا

مثنویِ ما دُکانِ وحدت ست
ہماری مثنوی وحدت کی دُکان ہے
غیرِ واحد ہر چہ بینی آں بُت ست
واحد کے علاوہ تو جو کچھ دیکھے وہ بُت ہے

بُت ستودن بہرِ دامِ عامہ را
بُت کی تعریف کرنا عوام کے جال کے لیے
ہم چناں داں كَالْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى
ایسا ہی سمجھ جس طرح الغرانیق العلیٰ کا قصہ

خواندش در سورۂ والنجم زود
اُس کو سورۂ والنجم میں جلدی سے پڑھ دیا
لیک آں فتنہ بُد از سورہ نبُود
لیکن وہ آزمائش تھی، سورت میں سے نہ تھا

جملہ[3] کفار آں زماں ساجد شُدند
اُس وقت سب کافر سجدہ کرنے والے بن گئے
ہم سرے بُود آنکہ سر بردر زدند
راز بھی تھا کہ انھوں نے در پر سر رکھ دیا

بعد ازیں حرفیست پیچا پیچ و دُور
اس کے بعد پیچ در پیچ حرف ہے
باسلیمانؑ باش و دیواں را مشور
(حضرت) سلیمانؑ کیساتھ رہ اور شیطان کو شورش میں مبتلا نہ کر

---

[1] پس۔ جب معلوم ہوا کہ اگر مارنے میں خودی اور اپنی غرض نہ ہو تو خون بھی معاف ہے، لہٰذا خودی کو ختم کر دے۔ چوں شدی۔ جب تو خودی چھوڑ کر فانی بن جائے گا تیرا فعل اپنا فعل نہ رہے گا۔ ہر دکانے۔ مثنوی میں فقہی مسائل بیان کرنا مقصود نہیں ہے اس لیے ہم نے دیت اور بیت المال کے مسائل کے لیے فقہ کی کتابوں کا حوالہ دیدیا ہے۔ مثنوی میں اصل مقصد توحید کا بیان ہے۔ در دکان۔ موچی کی دکان میں اصل مقصود چمڑا ہے اگر تو لکڑی کے فرمے دیکھے گا تو وہ اصل مقصود نہیں ہے اسی طرح ریشمی کپڑوں کی دکان میں اصل ریشمی تھان ہیں اگر لوہے کا گز ہے تو وہ اصل مقصود نہیں ہے۔

[2] قزاز۔ ریشمی کپڑا فروخت کرنے والا۔ خزادکن۔ ریشمی کالا کپڑا۔ مثنوی۔ مثنوی صرف توحید کی دکان ہے، توحید کے مضامین کے علاوہ جو کچھ مذکور ہے وہ بت ہے۔ بت۔ مثنوی میں توحید کے علاوہ جو کچھ بطور بُت کے بیان کیا گیا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آنحضورؐ کی زبان پر سورۂ والنجم کی تلاوت کے دوران تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى جاری ہو گیا تھا اور وہ حقیقتاً سورۂ والنجم کا جزو نہ تھا۔ محقق محدثین اس قصہ کو بے اصل سمجھتے ہیں۔

[3] جملہ کفار۔ جب کفار نے وہ الفاظ بتوں کی تعریف میں سنے تو سب سجدے میں گر گئے، اسی طرح عوام جب غیر توحیدی مضامین سنتے ہیں تو متوجہ ہو جاتے ہیں پھر توحیدی مضامین سننے کا بھی اُن کو اتفاق ہو جاتا ہے۔ بعد ازیں۔ بتوں کی تعریف آنحضورؐ کی زبان پر جاری ہونے میں اور باتیں بیان کی جاسکتی ہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ ان کے سوال و جواب میں نہ پڑنا چاہیے ورنہ شبہات پیدا کرنے والے مزید شبہات پیدا کریں گے لہٰذا تو بھی محققین کی راہ اختیار کر۔ سلیمان سے مراد محققین کا گروہ اور دیواں سے شبہات پیدا کرنے والے مراد ہیں۔

ہیں حدیثِ صوفی و قاضی بیار — واں ستمگارِ ضعیفِ زار زار

خبردار! صوفی اور قاضی کا قصہ لا — اور کمزور، لاغر، ظالم کا

ہم در تقریرِ قصۂ قاضی و صُوفی

قاضی اور صوفی کے قصہ کی تقریر

گفت[1] قاضی ثَبِّتِ العرش اے پسر — تا بر و نقشے کنم از خیر و شر

قاضی نے کہا اے بیٹا! تخت بچھا — تاکہ میں اُس پر بھلے اور بُرے کا نقش قائم کروں

کو زندہ کو محلِّ انتقام — ایں خیالے گشتہ است اندر سقام

مارنے والا کہاں ہے، انتقام کی جگہ کہاں ہے؟ — یہ تو بیماری میں، خیال بن گیا ہے

شرع بہرِ زندگان و اغنیاست — شرع بر اصحابِ گورستاں کجاست

شرع زندوں اور مال والوں کے لیے ہے — قبرستان کے باشندوں کے لیے شرع کہاں ہے؟

آں[2] گروہے کز فقیری بے برند — صد جہت زاں مُردگاں فانی ترند

وہ گروہ جس نے فقیری کا پتا لگا لیا ہے — سو حیثیتوں سے مُردوں سے زیادہ فانی ہیں

مُردہ از یک روست فانی در گزند — صُوفیاں از صد جہت فانی شُدند

مُردہ ایک حیثیت سے مرض میں فانی ہے — صوفیا سو حیثیتوں سے فانی ہو گئے ہیں

مرگ یک قتل ست و ایں سیصد ہزار — ہر یکے را خُونبہائے بے شمار

موت ایک قتل ہے اور یہ تین لاکھ — ہر ایک کا بے شمار خونبہا ہے

گرچہ کُشت ایں قوم را حق بارہا — ریخت بہرِ خوںبہا انبارہا

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بارہا قتل کیا ہے — خونبہا کے لیے انبار بہا دیے ہیں

ہمچو جرجیس[3] اندر ہریک در سرار — کشتہ گشتہ زندہ گشتہ شصت بار

باطن میں ہر ایک، جرجیس کی طرح ہے — ساٹھ بار قتل ہوا، زندہ ہوا

کشتہ از ذوقِ سِنانِ دادگر — می بزارد کہ بزن زخمِ دگر

منصف کی بھال کے ذوق سے مقتول — روتا ہے کہ دوسرا زخم لگا

واللہ از عشقِ وجودِ جاں پرست — کشتہ بر قتلِ دُوم عاشق ترست

خدا کی قسم جان پرست وجود کے عشق کی بہ نسبت — دوسرے قتل پر، یہ مقتول زیادہ عاشق ہے

گفت قاضی من قضا دارِ حیم — حاکمِ اصحابِ گورستاں کیم

قاضی نے کہا میں زندہ پر حکم لگانے والا ہوں — میں قبرستان کے باشندوں کا حاکم کب ہوں؟

---

[1] گفت۔ قاضی نے صوفی سے کہا مدعی علیہ کو متعین کر۔ ثبت۔ مشہور مثل ہے ثبت العرش ثم انقش، پہلے تخت بچھا پھر اس پر نقش بنا یعنی کام کرنے سے پہلے جگہ متعین کر۔ کو زندہ۔ مدعی علیہ تو محض خیالی انسان رہ گیا ہے اس سے بدلہ کہاں لیا جا سکتا ہے۔ شرع۔ ضمان اور تاوان تو زندہ اور مالدار سے لیا جا سکتا ہے مردے سے نہیں۔

[2] آں گروہے۔ مولانا نے اُن درویشوں کا بیان شروع کر دیا ہے جو سُکر کی حالت میں ہوتے اور خودی سے گزر کر مقام فنا حاصل کر لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ سیکڑوں حیثیتوں سے مُردہ ہیں حقیقی مُردہ تو محض ایک مرض سے مُردہ بن جاتا ہے۔ مرگ۔ شعر (کشتگانِ خنجرِ تسلیم را۔ ہر زماں از غیب جانے دیگر ست) ریخت۔ چونکہ اللہ ان کو قتل کرتا ہے اس نے خونبہا میں محبت اور قرب کے خزانے عطا کر دیے ہیں۔

[3] جرجیس۔ ان کو شاہِ وقت نے ساٹھ بار قتل کیا اور وہ ہر بار زندہ ہو گئے۔ دادگر۔ اللہ کے بھالے کا زخم ان کو ایسا پیارا ہے کہ دوسرے زخم کی تمنا میں روتے ہیں۔ وجودِ جاں پرست۔ یعنی عنصری زندگی جس میں زندگی سے محبت ہوتی ہے۔ گفت۔ قاضی نے کہا میں تو زندوں پر حکم جاری کرتا ہوں مردوں پر حکم جاری کرنا میرا کام نہیں۔

ایں بصورت گرنہ در گورست پست — گورہا در دودمانش[1] آمدہ است
یہ اگرچہ بظاہر قبر میں دبا ہوا نہیں ہے — بہت سی قبریں اُس کے خاندان میں ہیں

بس بدیدی مُردہ اندر گور تُو — گور را در مُردہ بیں اے کور تُو
تو نے قبر میں بہت سے مردے دیکھے ہیں — اے اندھے! تو مُردے میں قبر کو دیکھ لے

گرز گورے خشت بر تو اُوفتاد — عاقلاں از گور کے خواہند داد
اگر قبر کی اینٹ تیرے اوپر گر پڑے — عقلمند قبر سے کب انصاف چاہتے ہیں؟

گِردِ خشم و کینۂ مُردہ مگرد — ہیں مکن بانقشِ گرمابہ نبرد
مردے کے غصہ اور کینہ کے درپے نہ ہو — خبردار! حمام کی تصویر سے نہ جھگڑ

شُکر کن کہ زندہَ بر تو نزد — کانکہ زندہ ردکند حق کردرَد
شکر ادا کر کہ زندہ نے تجھے نہیں مارا — کیونکہ جس کو زندہ رد کر دے اللہ تعالیٰ رد کرتا ہے

خشمِ[2] احیا خشمِ حق و زخمِ اُوست — کہ بحق زندست آں پاکیزہ پوست
زندوں کا غصہ، اللہ کا غصہ اور مار ہے — کیونکہ وہ پاکیزہ کھال، باقی باللہ ہے

حق بکُشت اُورا و در پاچہ اش دمید — پوستش از سر چو قصاباں کشید
اللہ تعالیٰ نے اسکو قتل کیا اور پاؤں میں پھونک بھر دی — قصائیوں کی طرح اوپر سے کھال کھینچ لی

نفخ دَر وَے باقی آمد تاماٰب — نفخِ حق نبُود چو نفخِ آں قصاب
اُس میں قیامت تک پھونک باقی رہی — اللہ تعالیٰ کا پھونک بھرنا قصائی کے پھونک بھرنے کیطرح نہیں

فرق بسیار ست بین النفختین — اینہمہ زین ست و آں سر جملہ شین
دونوں پھونکوں میں بڑا فرق ہے — یہ بالکلیہ خوبی ہے، وہ اور اس جانب سب برائی ہے

ایں حیات ازوے بُرید و شد مضر — واں حیات از نفخِ حق شُد مستمر
اس نے اس سے زندگی جدا کر دی اور مضر ہوئی — وہ زندگی اللہ تعالیٰ کی پھونک سے دائمی ہو گئی

ایندم[3] آں دم نیست کاید آں بشرح — ہین بر آزیں قعرِ چہ بالائے صرح
یہ پھونک وہ پھونک نہیں ہے جس کی تشریح ہو سکے — خبردار! کنویں کی اس گہرائی سے، قلعہ کے اوپر آ جا

نیستش بر خر نشاندن مجتہد — نقشِ ہیزم را کسی برخرنہد
اُس کو گدھے پر سوار کرنا، محلِ اجتہاد نہیں ہے — ایندھن کے نقش کو کوئی گدھے پر لادتا ہے

برنشستِ اُو نہ پُشتِ خر سزد — پشتِ تابوتیش اولیٰ ترسزد
اس کی نشست کے لیے گدھے کی پشت مناسب نہیں ہے — تابوت کی پشت اس کے لیے زیادہ لائق ہے

---

1. دودمانش۔ یعنی اس مدعی علیہ کا جسم۔ گور۔ کیونکہ صوفی اُس کو مردہ نہ سمجھ رہا تھا اس لیے اس کو کہہ رہا ہے۔ گر۔ جبکہ مدعی علیہ مجسم قبرستان ہے اگر قبرستان میں سے کوئی اینٹ کسی پر آ پڑے تو اس پر کون دعویٰ کرتا ہے۔ گرد۔ جبکہ مدعی علیہ مردہ ہے تو اُس پر غصہ نہ کر وہ تو محض ایک بے جان تصویر ہے اُس سے جھگڑا کرنا بیوقوفی ہے۔ زندہ۔ اب اُس شخص کا ذکر شروع فرمایا ہے جس کو بقا اور زندگی بحق حاصل ہو گئی ہو اُس کا ہر فعل اللہ کا فعل ہوتا ہے۔

2. خشم۔ ایسے باقی باللہ کا غصہ اللہ کا غصہ ہوتا ہے۔ حق بکشت۔ اس باقی باللہ کو اللہ نے پہلے فنا کیا اور اُس کو رذائل بشری سے پاک کر دیا اور پھر اُس میں نفخ روح کر دیا۔ قصاباں۔ قصائی بکرے کی کھال کھینچ کر پھر اس میں پھونک بھرتے ہیں تاکہ چربی وغیرہ پھول جائے اور گوشت چکنا معلوم ہونے لگے۔ نفخ۔ قصائی اور اللہ کے پھونک بھرنے میں فرق ہے۔ ایں ہمہ۔ اللہ کا قتل کرنا اور پھونک بھر کر پھر زندہ کرنا بڑی خوبی ہے، قصائی کا معاملہ برا ہے اس لیے کہ قصائی اس کی زندگی ہمیشہ کے لیے ختم کر کے پھونک بھرتا ہے۔

3. ایندم۔ باقی باللہ میں جو اللہ کا نفخ ہے وہ ایک ذوقی چیز ہے اس کی شرح نہیں ہو سکتی تو اس دنیا کے کنویں سے نکل کر اعلیٰ مقام حاصل کر لے خود پتا لگ جائے گا۔ نیستش۔ جبکہ وہ مردہ ہے اس کو گدھے پر بٹھانا مناسب نہیں اس کے مناسب تو مردے کا تابوت ہے لکڑیاں گدھے پر لادی جاتی ہیں نہ کہ لکڑیوں کی تصویر۔

ظلم[1] چہ بُود وضعِ غیرِ موضعش | ہیں مکُن در غیرِ موضع ضائعش
ظلم کیا ہے؟ غیر جگہ پر اُس کا رکھنا | خبردار! غیر جگہ میں اُس کو برباد نہ کر

گفت صُوفی پس رواداری کہ اُو | سیلیم زد بے قصاص و بے تسُو
صوفی نے کہا تو پھر تم اس کو جائز سمجھتے ہو کہ اُس نے | میرے طمانچہ مارا بغیر قصاص اور بغیر دمڑی کے

کے روا باشد کہ ہر خرسِ قلاش | صُوفیاں را صفع اندازد بلاش
کب جائز ہو گا کہ ہر ریچھ بے آبرو | صُوفیوں کے طمانچہ کھینچ مارے، بغیر کسی چیز کے؟

گفت صوفی را چہ باک از صفع خیز | باچنیں بیمار کمتر کن ستیز
اس نے کہا صوفی کو طمانچہ کی کیا پروا، اُٹھ | ایسے بیمار سے جھگڑا نہ کر

گفت قاضی توچہ داری بیش و کم | گفت دارم در جہاں من شش درم
قاضی نے کہا، تو کم و بیش کیا رکھتا ہے؟ | اُس نے کہا دنیا میں میرے پاس چھ درہم ہیں

گفت قاضی سہ درم تو خرج[2] کن | آں سہ دیگر را بدِہ بے سخن
قاضی نے کہا، تین درہم تو خرچ کر لے | دوسرے تین، اُس کو بغیر حجت دے دے

زار و رنجورست و درویش و ضعیف | سہ درم باید ترا بہرِ رغیف
کمزور اور بیمار ہے اور فقیر و ضعیف ہے | تین درہم روٹی کھانے کے لیے تجھے چاہییں

قاضی و صوفی بہم در قال و قیل | لیک آں رنجور برگشتہ سبیل
قاضی اور صوفی آپس میں بات چیت میں تھے | لیکن وہ بیمار، راستہ سے بھٹکا ہوا

برقفایِ قاضی اُفتادش نظر | از قفایِ صُوفی آمد خوب تر
اُس کی نظر قاضی کی گدی پر پڑی | وہ صوفی کی گدی سے بہتر معلوم ہوئی

راست[3] میکرد از پئے سیلیش دست | کہ قصاصِ سیلیم ارزاں شُدست
اُس کے طمانچہ مارنے کے لیے ہاتھ سیدھا کیا | کہ میرے طمانچہ کا بدلہ سستا ہو گیا ہے

سُویِ گوشِ قاضی آمد بہرِ راز | سیلیے آورد قاضی را فراز
راز کی بات کے لیے قاضی کے کان کے پاس آیا | قاضی کے ایک طمانچہ مارا

گفت ہرشش را بگیرید اے دو خصم | من شوم آزاد و بے خرخاش و وصم
بولا اے دونوں مخالفو! تم سب پورے چھ لے لو | میں آزاد اور بغیر خرخشہ اور بے عیب ہو جاؤں گا

---

1 ظلم۔ کسی چیز کو بے موقع رکھنا ظلم ہے تو اس کو گدھے پر بٹھانا ظلم ہوا۔ گفت صوفی۔ صوفی نے قاضی سے کہا پھر تو آپ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جو میرے طمانچہ مارا ہے نہ اس کا جسمانی بدلہ ہے نہ مالی۔ کے روا۔ اگر آپ اس کو اس طرح چھوڑ دیں گے تو پھر صوفیوں کی خیر نہیں ہر آوارہ بے آبرو صوفیوں کو مارا کرے گا۔ بلاش۔ بلاشی یعنی بغیر کسی عوض کے۔ گفت۔ قاضی نے صوفی سے کہا کہ صوفی تو بہت مجاہدے کرتا ہے ایک طمانچہ کی اس کو کیا پروا ہو سکتی ہے۔ بیش و کم۔ قاضی نے کہا جھگڑا تو بغیر کسی عوض کے ختم ہو جانا چاہیے پھر بھی تجھے کچھ دلائے دیتا ہوں اور قاضی نے بیمار سے پوچھا تیرے پاس کچھ ہے بیمار نے کہا میرے پاس چھ درہم ہیں۔

2 تو خرچ کن۔ قاضی نے بیمار سے کہا ان چھ درہموں میں سے تین تو خرچ کے لیے رکھ لے اور تین صوفی کو دے دے۔ زار۔ صوفی سے یہ کہا کہ وہ بیمار اور کمزور ہے تو تین درہم اس کے پاس رہنے دے اور تین درہم اپنی خوراک کے لیے لے لے۔ قاضی۔ قاضی اور صوفی میں تو یہ گفتگو چل رہی تھی ادھر اس بیمار کی نظر قاضی کی گدی پر پڑی جو اس کو طمانچہ مارنے کے لیے صوفی کی گدی سے بھی بہتر معلوم ہوئی۔

3 راست۔ اس بیمار نے یہ سوچ کر کہ طمانچہ بلا عوض تو بہت سستا ہو گیا ہے اپنے ہاتھ کو طمانچہ مارنے کے لیے تیار کیا۔ سُوی۔ قاضی کے پاس اس طرح پر آیا جیسے اس نے کوئی راز کی بات کہے گا اور قاضی کی گدی پر ایک طمانچہ مار دیا۔ گفت۔ قاضی کے طمانچہ مار کر بیمار بولا اب تم دونوں مدعی ہو دونوں تین تین درہم لے لو میرا سب مال چلا جائے گا تو نہ کوئی خرخشہ باقی رہے گا اور نہ مالدار ہونے کا عیب رہے گا۔

تیرہ[1] شُدنِ قاضی از سیلیے آں درویشِ رنجور و

اُس بیمار فقیر کا طمانچہ سے قاضی کا مکدر ہونا اور صوفی

سرزنش کردن صُوفیِ قاضی را

کا قاضی کو ملامت کرنا

گشت قاضی تیرہ صُوفی گفت ہے — حکمِ تو عدل ست لاشک نیست غَے

قاضی مکدر ہوا، صوفی نے کہا، ہائیں — آپ کا حکم بے شک انصاف ہے، گمراہی نہیں ہے

آنچہ[2] نہ پسندی بخود اے شیخِ دیں — چوں پسندی بربرادر اے امیں

اے دین کے شیخ! جو آپ اپنے لیے پسند نہیں کرتے — اے امانتدار! بھائی کے لیے کیوں پسند کرتے ہیں؟

ایں ندانی کزپئے من چہ کنی — ہمدراں چہ عاقبت خود افگنی

آپ یہ نہیں جانتے کہ میرے لیے جو کنواں کھودیں گے — اُس کنویں میں انجام کار آپ خود گریں گے

مَن حَفَرَ بِئْرًا نخواندی از خبر — آنچہ خواندی کُن عمل جانِ پدر

حدیث میں آپ نے مَن حَفَرَ بِئرًا نہیں پڑھا — اے جانِ پدر! جو آپ نے پڑھا ہے، اُس پر عمل کیجیے

ایں یکے حکمت چنیں بُد در قضا — کو تُرا آورد سیلے در قفا

فیصلہ میں آپ کا یہ حکم ایک ایسا حکم تھا — جس نے آپ کی گدی پر طمانچہ وارد کیا

وایِ بر احکامِ دیگرہائے تو — تاچہ آرد بر سر و بر پایِ تُو

ہائے، آپ کے دوسرے فیصلے — آپ کے سر پاؤں پر کیا لائیں گے؟

ظالمے[3] را رحم آری از کرم — کہ برایِ نفقہ بدہش سہ درم

آپ نے کرم کر کے ظالم پر رحم کیا — کہ اُس کے خرچ کے لیے تین درہم دیے

دستِ ظالم را ببرچہ جایِ آں — کہ بدستِ اُو نہی حکم و عناں

ظالم کا ہاتھ کاٹو، بجائے اس کے — تو نے اُس کے ہاتھ میں حکم اور باگ دے دی

تو بداں بزِ مانی اے مجہول داد — کہ نژادِ گرگ را اُو شیر داد

اے مجہول العدل! تو اُس بکری کی طرح ہے — کہ بھیڑیے کے بچہ کو اُس نے دودھ پلایا

جواب دادنِ قاضی صوفی را

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی واجب آید ماں رضا — ہر قفا و ہر جفا کآرد قضا

قاضی نے کہا، ہماری رضامندی ضروری ہے — ہر اُس طمانچہ اور ظلم پر جو قضا لائے

---

[1] تیرہ شدن۔ قاضی طمانچہ کھا کر بدمزہ ہوا تو صوفی نے قاضی سے کہا۔ حکمِ تو۔ بے شک آپ کا یہ فیصلہ کہ طمانچہ کا عوض تین درہم ہوتے ہیں بالکل منصفانہ تھا اس میں کوئی گمراہی نہ تھی اس فیصلہ کو آپ کو بھی بلا تامل قبول کرنا چاہیے۔

[2] آنچہ۔ ہرچہ برخود نہ پسندی بدیگراں مپسند۔ مَن حَفَرَ۔ مشہور مقولہ ہے مَن حَفَرَ بِئرًا لِاَخِیهِ فَقَد وَقَعَ فِیهِ ”جس نے اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودا وہ خود اُس میں گرا“۔ تیرا فیصلہ خود تیرے لیے طمانچہ کا سبب بنا ہے۔ وائے۔ یہ تو ایک فیصلہ کی پاداش تھی نہ معلوم دوسرے فیصلے تیرے اوپر کیا ظلم ڈھائیں گے۔

[3] ظالمے۔ تو نے ظالم کو خرچ کے تین درہم دلائے۔ دست۔ ظالم کا تو ہاتھ کاٹنا چاہیے تھا نہ کہ فیصلہ اُس کے ہاتھ میں دینا۔ تو بداں۔ تیری مثال تو اس بڑھیا کی سی ہے جس نے بھیڑیے کے بچہ کو بکری کا دودھ پلا کر پالا اور آخر میں وہ بھیڑیا اس کی بکری کو کھا گیا۔ گفت قاضی۔ قاضی نے کہا قضاءِ خداوندی جو بھی نازل کرے خواہ طمانچہ ہو یا سزا اُس پر راضی ہونا ہمارا فرض ہے۔

خوش دلم در باطن از حکم زُبُر[1]
کتابوں کے حکم سے میں باطن میں خوشدل ہوں
گرچہ شُد رُویم تُرش کَالْحَقُّ مُرّ
اگرچہ میرا چہرہ تُرش ہو گیا کیونکہ حق کڑوا ہے

ایں دلم باغست و چشمم ابروش
میرا یہ دل باغ ہے اور میری آنکھ ابر کی طرح ہے
ابر گرید باغ خندد شاد و خوش
ابر روتا ہے، باغ خوش اور شاد ہو کر ہنستا ہے

سالِ قحط از آفتابِ خیرہ خند
قحط کے سال میں بے باکی سے ہنسنے والے سورج سے
باغہا در مرگ و جانکندن رسند
باغ موت اور جاں کنی میں پہنچ جاتے ہیں

زاہرِ[2] حق وَابْکُوْا کَثِیْرًا خواندہٗ
اور زیادہ روؤ تو نے خدائی حکم پڑھا ہے
چوں سرِ بریاں چہ خنداں ماندہَ
بھنی ہوئی سری کی طرح تو کیوں ہنس رہا ہے؟

روشنیِ خانہ باشی ہمچو شمع
تو گھر کی روشنی ہو گا، شمع کی طرح
گر فروباری تو ہمچوں شمع دمع
اگر تو شمع کی طرح آنسو بہائے گا

آں تُرش رُویِ مادر یا پدر
ماں باپ کی تُرش رُوئی
حافظِ فرزند شُد از ہر ضَرَر
ہر نقصان سے لڑکے کی نگہبان بنی

ذوقِ خندہ دیدہَ اے خیرہ خند
اے بیہودہ، ہنسنے والے! تو نے ہنسی کا مزہ چکھ لیا
ذوقِ گریہ بیں کہ ہست آں کانِ قند
رونے کا مزہ دیکھ جو شکر کی کان کی طرح ہے

چوں[3] جہنم گریہ آرد یادِ آں
جب جہنم کی یاد رُلائے
پس جہنم خوش تر آید از جناں
تو جہنم جنتوں سے زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے

خندہا در گریہا آمد کتیم
ہنسیاں، رونے میں چھپی ہوئی ہیں
گنج در ویرانہا جُو اے سلیم
اے بھولے! خزانے ویرانوں میں تلاش کر

ذوق در غمہاست پے گم کردہ اند
مزا، غموں میں ہے، انھوں نے نشان گم کر دیا ہے
آبِ حیواں را بظلمت بُردہ اند
آبِ حیات کو تاریکی میں لے گئے ہیں

باژگونہ نعل در رہ تا رُباط
راستہ میں منزل تک اُلٹے نعل ہیں
چشمہا را چار کُن در احتیاط
احتیاط میں چار آنکھیں کر لے

چشمہا را چار کُن در اعتبار
عبرت حاصل کرنے میں چار آنکھیں کر لے
یار کُن با چشمِ خود دو چشمِ یار
یار کی دو آنکھوں کو اپنی آنکھوں کا ساتھی بنا لے

اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بخواں اندر صحف
پاروں میں اَمرُہم شُورٰی پڑھ لے
یار را باش و مکن از ناز اُف
یار کا ہو جا اور ناز سے اُف نہ کر

---

[1] زُبُر۔ زبور کی جمع ہے، بمعنی کتاب۔ الحق مر۔ سچی بات کڑوی لگتی ہے۔ ایں دلم۔ آنکھ کے رونے سے دل میں شادابی پیدا ہوتی ہے جس طرح ابر سے باغ میں شادابی آتی ہے۔ سالِ قحط۔ سورج کی چمک کو سورج کا خندہ قرار دیا ہے جس کو باغ کے جلنے کا سبب قرار دیا ہے۔

[2] زاہر حق۔ قرآن پاک میں ہے فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا "چاہیے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں"۔ سر بریاں۔ جب سری کو آگ پر بھونا جاتا ہے تو کھال سکڑ کر دانت کھل جاتے ہیں۔ روشنی۔ موم آنسو کی طرح گرتا ہے تو شمع روشن رہتی ہے۔ مادر۔ ماں باپ کی سختی بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ ذوق۔ یادِ الٰہی میں رونے میں جو لطف ہے وہ ہنسنے میں نہیں ہے۔

[3] چوں۔ جہنم کا خوف رُلائے تو وہ جنت کی یاد سے زیادہ بہتر ہے۔ خندہا۔ گریہ کا انجام ہنسنا ہے۔ ذوق۔ غموں میں لذت اسی طرح چھپی ہوئی ہے جس طرح آبِ حیات تاریکی میں۔ باژگونہ۔ منزل کو چھپانے کے لیے جوتوں میں اُلٹے نعل لگا لیے جاتے ہیں۔ رباط۔ منزل۔ چشمہا۔ جبکہ نشان پوشیدہ ہے تو اپنی آنکھوں کے ساتھ شیخ کی آنکھوں کو جوڑ لے تب نشانِ منزل کا پتا چلے گا۔ چشمہا۔ عبرت حاصل کرنے اور نشان کو پہچاننے کے لیے اپنی آنکھوں کے ساتھ شیخ کی آنکھیں شامل کر لے۔ امرہم۔ صحابہ کے لیے فرمایا گیا ہے کہ وہ باہمی مشورے سے کام کرتے ہیں۔ اُف۔ شیخ سے بے نیازی نہ برت۔

یار۱ باشد راہ را پشت و پناہ
یار راستہ کا مددگار ہوتا ہے
چونکہ نیکو بنگری یارست • راہ
جب تو غور کرے گا یار، راستہ ہے

چونکہ در یاراں رسی خامُش نشیں
جب تو یاروں میں پہنچے چپ بیٹھ جا
اندراں حلقہ مکن خود را نگیں
اُس حلقہ میں اپنے آپ کو نگ نہ بنا

در نمازِ جمعہ بنگر خوش بہوش
جمعہ کی نماز میں اچھی طرح ہوش سے دیکھ لے
جملہ جمع اند ویک اندیش و خموش
سب جمع ہیں اور ایک خیال کے اور چپ ہیں

رختہا را سُوئے خاموشی کشاں
سامان کو خاموشی کی جانب کھینچ لے جا
چوں نشاں جوئی مکن خود را نشاں
جب کہ تو نشان تلاش کرتا ہے اپنے آپ کو نشان نہ بنا

گفت پیغمبرؐ کہ در بحرِ ہموم
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ فکروں کے سمندر میں
در دلالت داں تو یاراں را نجُوم
تو رہنمائی میں یاروں کو ستارے سمجھ

چشم۲ در استارگاں نہ، رہ بجُوی
ستاروں پر آنکھ جمادے، راستہ تلاش کر
نطق تشویشِ نظر باشد، مگوی
بولنا دیکھنے کے لیے پریشان کن ہوتا ہے نہ بول

گردد حرفِ صدق گوئی اے فلاں
اے فلاں! اگر تو سچائی کے دو حرف بولے گا
• گفت تیرہ در تبع گردد رواں
مکدر گفتگو پیچھے پیچھے روانہ ہو جائے گی

ایں نخواندی کالکلام اے مُستہام
اے حیران! یہ تو نے نہیں پڑھا کہ گفتگو
فِیۡ شُجُوۡنٍ جَرَّہٗ جَرُّ الۡکَلَام
مختلف شعبوں میں ہے، گفتگو کا کھینچنا اسکو کھینچتا ہے

ہیں۳ مشو شارع دراں حرفِ رَشد
خبردار! تو اُس بھلی بات کو شروع کرنے والا نہ بن
چوں سخن پیشک سخُن را می کشد
کیونکہ یقیناً بات، بات کو کھینچتی ہے

نیست در ضبطت چو بکُشادی دہاں
جب تو نے منہ کھول دیا، تیرے قابو میں نہیں ہے
از پئے صافی شود تیرہ رواں
صاف کے پیچھے، مکدر روانہ ہو جاتا ہے

آنکہ معصومِ رہِ وحیِ خداست
جو خدائی وحی کی راہ کا معصوم ہے
چوں ہمہ صافست بکشاید رَواست
جبکہ وہ سب صاف ہے منہ کھولے تو مناسب ہے

زانکہ ما یَنۡطِقُ رَسُوۡلٌ بِالۡھَوٰی
کیونکہ کوئی رسول خواہشِ نفس سے بات نہیں کرتا
کے ہوا زاید ز معصومِ خدای
خدائی معصوم سے ہوائے نفسانی کب پیدا ہوتی ہے؟

۱ یار۔ شیخ راستہ کا مددگار ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ خود راستہ ہے۔ چونکہ۔ بزرگوں کی مجلس میں خودنمائی مناسب نہیں ہے خاموشی سے بیٹھ کر اُن سے استفادہ کر "صحبتِ پیراز ذکر وفکر برتر ست" درنماز۔ جمعہ کی نماز میں سب خاموشی سے خطبہ سنتے ہیں۔ رختہا۔ سالک کو شیخ کی صحبت میں زیادہ خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ گفت۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّھِمۡ اَقۡتَدَیۡتُمۡ اَھۡتَدَیۡتُمۡ "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم نے جسکی اقتدا کی ہدایت یافتہ بنے۔"

۲ چشم۔ ستاروں سے ہدایت جبھی حاصل ہوگی کہ خاموشی سے اُن پر نظر کرو گے، بولنا نظر میں خلل انداز ہوتا ہے۔ گردد حرف۔ عام حالت میں بھی بولنا مفید نہیں ہے انسان دو باتیں صحیح کہتا ہے تو اُن کے ساتھ غلط باتیں بھی زبان سے نکل جاتی ہیں۔ اَلۡکَلَامُ فِیۡ شُجُوۡنٍ۔ یعنی گفتگو مختلف شعبوں میں واقع ہوتی ہے۔ جَرُّہٗ جَرُّ الۡکَلَام۔ کلام کا دراز کرنا اُس کو کھینچ لاتا ہے یعنی جب گفتگو شروع ہو جاتی ہے تو پھر مختلف گوشوں تک پہنچتی ہے۔

۳ ہیں۔ انسان بھلی بات شروع کرتا ہے تو کلام کی درازی اُس کو بری بات تک پہنچا دیتی ہے۔ نیست۔ جب ڈاٹ کھول کر بوتل کو اُلٹا کرو تو صاف کے بعد تلچھٹ آتی ہے۔ آنکہ۔ یہ صرف معصوم انبیاء کی شان ہے کہ اُن کی زبان سے کوئی غلط بات نہیں نکلتی ہے۔ ما ینطق۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کے بارے میں فرمایا گیا ہے "مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی" "وہ خواہشِ نفس سے کلام نہیں کرتے ہیں وہ وحی ہے جو ان کو بھیجی جاتی ہے"۔

خویشتن را ساز منطقیے[1] ز حال تاگردی ہمچو من سُخرہ مقال

اپنے آپ کو حال سے بہت بولنے والا بنا لے تاکہ تو میری طرح گفتگو سے مغلوب نہ ہو

سوال کردنِ صُوفی از قاضی

صوفی کا قاضی سے سوال کرنا

گفت صوفی چوں ز یک کان ست زر ایں چرا نفع ست و آں دیگر ضرر

صوفی نے کہا جبکہ سونا ایک کان کا ہے یہ نفع کیوں ہے اور وہ دوسرا نقصان کیوں ہے؟

چونکہ ایں جُملہ ز یک دست آمد ست ایں چرا ہشار و آں مست آمد ست

جبکہ یہ سب ایک ہی ہاتھ سے ہے یہ ہوشیار اور وہ مست کیوں بنا ہے؟

چوں[2] ز یک دریا ست ایں جُوہا رواں ایں چرا نوش ست و آں زہرِ دہاں

یہ نہریں جب ایک دریا سے رواں ہیں شہد اور وہ منہ کا زہر کیوں ہے؟

چوں ہمہ انوار از شمسِ بقاست صُبحِ صادق صبحِ کاذب از چہ خاست

جبکہ سب نورِ آفتاب بقا کے ہیں سچی صبح اور جھوٹی صبح کیوں پیدا ہوئی؟

چوں ز یک سُرمہ است ناظر را کحل از چہ آمد راست بینی و حَوَل

جب آنکھ کا سرمہ ایک ہی سرمہ سے ہے صحیح دیکھنا اور بھینگا پن کیسے ہوا؟

چونکہ دارُالضَّرب را سلطاں خداست نقد را چوں ضرب خوب و نارواست

جبکہ ٹکسال کا بادشاہ خدا ہے سکہ پر کھرا ٹھپہ اور کھوٹا ٹھپہ کیوں ہے؟

چوں[3] خدا فرمود رہ را راہِ من ایں خفیر از چیست و آں یک راہ زن

جبکہ خدا نے فرمایا راستہ، میرا راستہ ہے یہ راہنما اور رہزن کیوں ہے؟

از یک اشکم چوں رسد حبر و سفیہ چوں یقیں شُد کالولد سِرُّ ابیہ

ایک ہی پیٹ سے عالم اور جاہل کیوں پیدا ہوئے؟ جبکہ یقینی ہے کہ بیٹا باپ کا راز ہے

وحدتے کہ دید با چندیں ہزار صد ہزاراں جنبش از عینِ قرار

اتنے ہزار کے ہوتے ہوئے وحدت کس نے دیکھی ہے؟ لاکھوں جنبشیں عین قرار سے

جواب گفتنِ آں قاضی صوفی را

قاضی کا اُس صوفی کو جواب دینا

---

1. منطقیے ز حالؔ۔ زبان حال کے ذریعہ بہت بولنے والا۔ تاگردیؔ۔ مولانا نے اپنے آپ کو فروتنی کے اعتبار سے مغلوب مقال کہا ہے۔ سوالؔ۔ پہلے قاضی نے کہا تھا کہ تمام مقدرات پر راضی رہنا چاہیے تو صوفی سوال کرتا ہے کہ ذات خداوندی جبکہ واحد بسیط ہے تو اُس سے متضاد چیزیں جفا و وفا، سخط و رضا، منع و عطا، کا صدور کسطرح ہوتا ہے۔ گفت صوفی۔ جبکہ سب کا خالق ایک ہے تو ایک مفید اور مضر کیوں ہے۔ یک دست۔ جبکہ ایک دستِ قدرت کے پیدا کردہ ہیں تو ایک عقلمند اور ایک مست کیوں ہے۔
2. چوں۔ ایک دریا کی نہروں کے پانی کا ایک مزا ہوتا ہے لیکن مخلوق کوئی شیریں اور کوئی کڑوی ہے۔ چوں ہمہ۔ جبکہ سب ذات باقی کے نور ہیں تو ایک صبح صادق اور ایک صبح کاذب کیوں ہے۔ یک سرمہ۔ جبکہ سب کی آنکھیں ایک ہی سرمہ سے سرگیں ہیں تو پھر راست بینی اور کج بینی کیوں ہے۔ چونکہ۔ جب سب ایک ٹکسال سے ڈھلے ہوئے ہیں تو بعض سکے کھرے بعض کھوٹے کیوں ہیں۔
3. چوں خدا۔ جبکہ خدا نے دین کے راستہ کو اپنا راستہ فرمایا ہے تو اس میں راہنما اور راہزن کا فرق کیوں ہے۔ از یک اشکم۔ جبکہ سب ایک پیٹ کی پیداوار ہیں اور بیٹے میں باپ کے اوصاف ظاہر ہوتے ہیں تو پھر اسی ایک پیٹ سے ایک عالم اور ایک جاہل کیسے پیدا ہوا ہے۔ وحدتے۔ خدا کی وحدت اور غیر متغیر اور غیر متضاد ہونے کا تو یقین ہے پھر اس سے اس قدر کثیر متغیر اور متضاد چیزیں کیسے صادر ہوئی ہیں۔ مصدر میں سکون اور صادر میں حرکتیں ہونا بھی سمجھ سے باہر ہے، غرضیکہ واحدِ حقیقی سے اس قدر کثیر اور متضاد چیزوں کا مخلوق ہونا مستبعد معلوم ہوتا ہے۔

گفت[1] قاضی صوفیا خیره مشو
قاضی نے کہا، اے صوفی! تو حیران نہ ہو
یک مثالے در بیانِ ایں شنو
اس کے بیان میں ایک مثال سُن لے

ایں ببیں و حالِ آں را نیک داں
یہ دیکھ لے اور اُس کے حال کو خوب جان لے
ورنہ بینی حال را نیکو بخواں
اگر نہ دیکھے، حال کو خوب پڑھ لے

ہمچنانکہ بیقراریِ عاشقاں
جس طرح کہ عاشقوں کی بے قراری
حاصل آمد از قرارِ دلستاں
معشوق کے قرار سے پیدا ہوتی ہے

او چوکُہ در ناز ثابت آمده
وہ پہاڑ کی طرح ناز پر قائم ہے
عاشقاں چوں برگہا لرزاں شُده
عاشق پتوں کی طرح لرزتے ہیں

خندۂ او گریہا انگیختہ
اُس کے ہنسنے نے رونے پیدا کیے
آبرولیش آبرُوہا ریختہ
اس کے چہرے کی رونق نے آبروئیں بہا دیں

ایں ہمہ چون و چگونہ چوں زبد
یہ سب کیفیات جھاگ کی طرح
بر سر دریائے بیچوں می طپد
بے کیفیت دریا کے اُوپر حرکت کرتی ہیں

ضِدّ[2] ونِدّش نیست در ذات و عمل
اُس کا ضد اور ند ذات اور فعل میں نہیں ہے
زاں بپوشیدند ہستیہا حلل
اسی لیے موجودات نے لباس پہن لیے ہیں

ضد ضد را بُود و ہستی کے دہد
ضد، ضد کو وجود اور ہستی کب دیتا ہے؟
بلکہ زُو بگریزد و بیروں جہد
بلکہ اُس سے بھاگتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے

نِدّ[3] چہ بُود مِثل، مِثلِ نیک و بد
ند کیا ہے؟ مثل ہے، نیک اور بد کی مثل
مِثل، مِثلِ خویشتن را کے کند
مثل، اپنی مثل کو کب بناتی ہے؟

چونکہ دو مثل آمدند اے متقی
اے پرہیز گار! جبکہ دو چیزیں مثل ہیں
ایں چہ اولیٰ تر ازاں در خالقی
یہ دوسرے سے خالق ہونے میں بہتر کیوں ہے؟

برشمارِ برگِ بُستاں ضِدّ و نِدّ
ضد اور ند باغ کے پتوں کی شمار پر
چوں کفے بر بحر بے نِدّست و ضِدّ
بے ند اور بے ضد دریا پر جھاگ کی طرح ہیں

بے چگونہ بیں تو بُرود و ماتِ بحر
سمندر کی مات اور بُرد بے کیف سمجھ
چوں چگونہ گنجد اندر ذاتِ بحر
کیف، سمندر کی ذات میں کیسے سما سکتا ہے؟

---

1. گفت قاضی۔ قاضی نے کہا ذات غیر متغیر اور غیر متضاد کا، متغیر اور متضاد چیزوں کے مبداء بننے سے حیران نہ ہو ایک مثال سُن لے اور حال کو سمجھ لے۔ ہمچنانکہ۔ معشوق کا قرار اور سکون عاشقوں کی بیقراری کا مبداء ہے معشوق پہاڑ کی طرح ناز پر جما ہوا ہے اور عاشق پتوں کی طرح لرزتے ہیں معشوق کا مسکرانا عاشقوں کے رونے کا مبداء ہے تو ان باتوں سے سمجھ میں آ جاتا ہے کہ مبداء اور اس کے آثار میں یکسانیت ضروری نہیں ہے۔ ایں ہمہ۔ چون و چگونہ سے کیفیات اور وہ ممکنات جن پر کیفیات طاری ہوتی ہیں مراد ہیں۔ بیچوں۔ ذات باری تعالیٰ جو عوارض سے منزہ ہے۔

2. ضِدّ ونِدّ۔ مبداء اور اثر، علت اور معلول میں مشابہت اور ایک دوسرے کی مثل ہونا تو شرط نہیں ہے البتہ تضاد نہ ہونا چاہیے، اب ثابت کرتے ہیں کہ مبداء جو ذات واحد ہے اور اس کے آثار جو ممکنات ہیں اُن میں تضاد نہیں ہے اور نہ کوئی اس کی ذات اور افعال میں اس کا مثل ہے۔ زاں۔ چونکہ ذات باری اور ممکنات میں تضاد نہیں ہے اسی لیے ممکنات نے وجود کا لباس پہنا ہے۔ ضد۔ ایک ضد دوسری ضد کو موجود نہیں کر سکتا ہے یعنی اس کی علت نہیں بن سکتا ہے بلکہ اُس سے بھاگتا اور گریز کرتا ہے تو دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔

3. ند۔ ذات باری کا ند اور مثل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ند مثل کو کہتے ہیں اور ایک ہستی اپنے مثل کو وجود عطا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ دونوں یکساں ہیں تو ایک کو خالق اور دوسرے کو مخلوق کہنا بلا وجہ ترجیح ہے جو باطل ہے۔ برشمار۔ اب پھر سابق مضمون کیطرف رجوع کیا ہے کہ تمام ممکنات جو ایک دوسرے کی ضِدّ اور نِدّ ہے بحر وحدت پر جو بے ضِدّ و نِدّ ہے جھاگ کیطرح نمودار ہیں۔ بے چگونہ۔ اسکے تمام افعال ایسے ہیں کہ انکی کیفیت کی گہرائی تک نہیں پہنچا جا سکتا ہے تو پھر ذات کی کنہ تک کہاں رسائی ہو سکتی ہے۔

کمترینِ[1] لُعبتِ اُو جانِ تُست
تیری جان اُس کا چھوٹا سا کھلونا ہے
ایں چگونہ و چوں جاں کے شُد درست
جان کے لیے چون و چگون کب درست ہیں؟

پس چناں بحرے کہ در ہر قطرہ زاں
ایسا سمندر کہ اُس کے ہر قطرے سے
زیں بدن ناشی تر آمد عقل و جاں
اس جسم سے زیادہ عقل اور جان پیدا ہوتی ہیں

کے بگنجد در مَضیقِ چند و چوں
وہ مقدار اور کیفیت کے تنگ مقام میں کب سما سکتی ہے؟
عقلِ کُل آنجا ست از لَا یَعْلَمُوْں
وہاں عقل کل (بھی) ناواقفوں میں سے ہے

عقل گوید مرجسد را کاے جماد
عقل، جسم سے کہتی ہے کہ اے بے روح
بُوِی بُردی ہیچ ازاں بحرِ معاد
تو نے اس بحر معاد کا کچھ پتا پایا؟

جسم گوید من یقیں سایۂ توام
جسم کہتا ہے میں یقیناً تیرا سایہ ہوں
یاریِ از سایہ کہ جُوید جانِ عم
اے چچا جان! سایہ سے کون مدد چاہتا ہے؟

عقل گوید کایں نہ آں حیرت سراست
عقل کہتی ہے کہ یہ ایسا حیرت کدہ نہیں ہے
کہ سزا گستاخ تر از نا سزاست
کہ قابل، ناقابل سے زیادہ دلیر ہو

اندریں[2] جا آفتابِ انورے
اُس جگہ روشن سورج
خدمتِ ذرّہ کُند چوں چاکرے
خادم کی طرح ذرّے کی خدمت کرتا ہے

شیر ایں سُو پیشِ آہو سرنہد
یہاں شیر، ہرن کے سامنے سر رکھ دیتا ہے
باز ایں جا پیشِ تیہو پرنہد
یہاں باز، تیتر کے سامنے پر بچھاتا ہے

ایں تُرا باور نیاید مصطفیٰؐ
اگر تجھے اس کا یقین نہیں ہے تو مصطفیٰؐ
چوں ز مسکیناں ہمی جُوید دُعا
مسکینوں سے دُعا کیوں چاہتے ہیں؟

گر[3] بگوئی از پئے تعلیم بُود
اگر تو کہے سکھانے کے لیے تھی
عینِ تجہیل از چہ رُو تفہیم بُود
بعینہٖ جہالت میں مبتلا کرنا، سمجھانا کیونکر تھا

بلکہ میداند کہ گنجِ بے شمار
بلکہ وہ جانتے تھے کہ لاتعداد خزانہ
در خرابیہا نہد آں شہریار
وہ شاہ ویرانوں میں رکھ دیتا ہے

---

[1] کمترین۔ روح اُس کی معمولی مخلوق ہے۔ اُس کی حقیقت اور کنہ تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ پس چناں۔ وہ ذات باری جو لاتعداد عقلوں اور جان کی علت ہے اُس کی حقیقت تک کیسے رسائی ہو سکتی ہے وہ کسی طرح بھی کیفیات کی قید میں مقید نہیں ہو سکتی، اُس کی حقیقت کے بارے میں عقلِ کامل بھی ناواقف ہے۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا لَآ اُحْصِی ثَنَآءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَآ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ "اے خدا میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنے نفس کی تعریف کی ہے"۔ عقل گوید۔ جب عقل کامل کا یہ حال ہے تو عام عقلیں لامحالہ اُس کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتی ہیں۔ جماد۔ جسم بغیر روح کے بے جان ہے۔ بحر معاد۔ ذات باری تعالیٰ۔ سایہ۔ یعنی تابع۔ عقل گوید۔ جسم کا جواب سن کر عقل کہتی ہے کہ ذات باری کی حقیقت کے ادراک کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں قابلِ ادراک اور ناقابلِ ادراک یکساں ہیں۔

[2] اندریں جا۔ عقل نے چونکہ جسم ناقابل ادراک سے ذات باری کی کنہ معلوم کرنی چاہی تھی اور اس نے جواب دیا تھا کہ جب تجھے ہی معلوم نہیں تو تیرا مجھ سے سوال کرنا کیا مناسب ہے۔ تو عقل کہتی ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ یہاں اعلیٰ ادنیٰ سے استفادہ کرتا ہے سورج ذرے کی خدمتگاری کرتا ہے، شیر ہرن سے عاجز ہے، باز تیتر کے مقابلہ میں عاجز ہے۔ ایں ترا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضورؐ صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک کر لینا۔

[3] گر بگوئی۔ آنحضورؐ کی دعا کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ استفادہ کے لیے نہ تھی بلکہ بسا اوقات آنحضورؐ اپنے مقام سے تنزل اختیار کرتے تھے اور تعلیم امت کے لیے اس قسم کا طریقہ اختیار کر لیتے تھے تو مطلب یہ ہوا کہ آنحضورؐ نے یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا تا کہ امت کو تعلیم دیں کہ انھیں کا اعلیٰ فرد ادنیٰ فرد سے استفادہ کیا کرے اور یہ بات مسلّم ہو کہ اعلیٰ ادنیٰ سے استفادہ نہیں کر سکتا تو پھر آنحضورؐ کی یہ تعلیم کہاں ہوئی یہ تو امت کو جہالت میں مبتلا کرنا ہوا۔ بلکہ۔ آنحضورؐ کا دعا کے لیے فرمانا تعلیم کے لیے نہ تھا بلکہ آنحضورؐ جانتے تھے کہ خزانے ویرانے میں ہوتے ہیں اور جنت حق تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے بسا اوقات ان لوگوں کے پاس ہوتے ہیں جو بظاہر معمولی نظر آتے ہیں۔

بدگمانی[1] نعلِ معکوسِ ویست | گرچہ ہر جزویش جاسوسِ ویست
بدگمانی، اُس کا اُلٹا نعل ہے | اگرچہ اُس کا ہر جز اُس کا جاسوس ہے

بل حقیقت در حقیقت غرقہ شُد | زیں سبب ہفتاد بل صد فرقہ شُد
بلکہ درحقیقت، حقیقت غائب ہو گئی | اس لیے ستر بلکہ سو فرقے ہو گئے

باتو قُلْ مَا شِئْتَ خواہم گفت ہاں | صُوفیا خوش پہن بکشا گوشِ جاں
میں تجھ سے ایک نکتہ کہوں گا، خبردار! | اے صوفی! جان کے کان کو خوب کھول لے

مرترا ہر زخم کاید ز اسماں | منتظر می باش خلعت بعد ازاں
تجھے جو تکلیف آسمان سے پہنچے | اس کے بعد تو خلعت کا منتظر رہ

آں قفا دیدی صفا را ہم ببیں | گردِراں[2] باگردن آمد اے امیں
تو نے وہ طمانچہ تو دیکھا، خلوص بھی دیکھ لے | اے امین! ران کا گوشت گردن کے ساتھ ہے

کُونہ آں شاہ ست کت سیلی زند | کہ نہ تاج و تخت بخشد مُستند
کیونکہ وہ ایسا شاہ نہیں ہے کہ تیرے طمانچہ مارے | اور سہارے کا تخت اور تاج نہ بخشے

جُملہ دنیا را پرِپشہ بہا | سیلیئے را رشوتِ بے مُنتہا
تمام دنیا کی قیمت مچھر کا پر ہے | ایک طمانچہ کا عطیہ لاتعداد ہے

گردنت زیں طوقِ زرینِ جہاں | چُستہ در دُزد و زحق سیلی ستاں
تو اپنی گردن دنیا کے اس زریں طوق سے | جلد نکال لے، اور اللہ کا طمانچہ لے لے

آں[3] قفاہا کانبیا برداشتند | زاں بلا سرہائے خود افراشتند
وہ طمانچے جو انبیاء نے برداشت کیے ہیں | اُس بلا سے اپنے سروں کو بلند کیا ہے

لیک حاضر باش در خود اے فتیٰ | تابخانہ اُو بیابد مر تُرا
لیکن اے جوان! تو اپنے اندر موجود رہا کر | تاکہ وہ تجھے گھر میں پا لے

ورنہ خلعت را برد اُو باز پس | کہ نیابیدم بخانہ ہیچ کس
ورنہ وہ خلعت کو لوٹا لے جائے گا | کہ میں نے گھر میں کسی کو نہ پایا

---

[1] بدگمانی۔ شعر (خاک سامانِ جہاں را بحفاظت نگر۔ تو چہ دانی کہ دریں گردسوادے باشد) مساکین اور بظاہر حقیر انسانوں کے ساتھ بدگمانی اُلٹا نعل ہے جس سے انسان غلط راہ اختیار کر لیتا ہے اگرچہ عقلمند انسان کی نظر میں اُس کا جز جز جاسوس اور مخبر بنا ہوا ہے جو اُس کی رہنمائی کرتا ہے۔ بل۔ گمراہوں کے لیے یہ معکوس نعل صرف اُلٹا نشان ہی نہیں ہے بلکہ اُن کی نگاہوں سے حقیقت بالکل چھپ گئی ہے اسی لیے اُن کے ستر، بلکہ سو فرقے بن گئے ہیں۔ باتو۔ قاضی کے اصل جواب کی طرف عود ہے کہ راضی بالقضا رہنا چاہیے۔ قلِ شئ۔ قل ماشئت کا مخفف ہے اس کے معنی بکواس اور گھر کے سامان کے ہیں یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی میں تجھ سے ایک اور کی بات کہتا ہوں غور سے سن لے کہ اللہ کی جانب سے ہر سزا کے ساتھ عطا بھی ہے۔ آں قفا۔ تو نے وہ طمانچہ تو دیکھ لیا اُس سے جو باطن کی صفائی ہوئی وہ بھی دیکھ لے۔

[2] گردراں۔ جب قصائی ران کا حصہ کاٹ کر دیتا ہے اور اُس میں ہڈی کم اور گوشت زیادہ ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ گردن کا حصہ بھی دیتا ہے جس میں ہڈی زیادہ ہوتی ہے اب اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر اچھائی برائی کے ساتھ ہے، خدا کی ذات سے یہ توقع نہیں ہے کہ وہ صرف سزا دے اور اُس کے ساتھ عطا نہ ہو۔ جملہ دنیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی سے دنیا کی کوئی چیز چھینتا ہے تو اُس کی حقیقت مچھر کے پر سے زیادہ نہیں ہے اُس کے بدلے میں لاتعداد نعمتیں عطا کر دیتا ہے۔ طوقِ زریں۔ یعنی دنیا کی نعمتیں۔

[3] آں قفاہا۔ انبیا نے جو تکالیف برداشت کی ہیں وہ اُن کی سرفرازی کا سبب بنی ہیں۔ لیک۔ سزا کے عوض میں عطا کی شرط یہ ہے کہ حضور مع الحق ہو۔ یعنی اللہ کی جانب رضا اور محبت کے ساتھ قلب کے ذریعہ رجوع ہو۔ تابخانہ۔ وہ تیرے دل پر فیضان کرے گا۔ ورنہ۔ اگر حضورِ قلب نہ ہوگا تو خلعت واپس ہو جائے گی کیونکہ گھر میں کوئی نہ تھا جس کے سپرد کر دی جاتی۔

باز سُوال کردنِ آں صُوفی ازاں قاضی
پھر اُس صوفی کا اُس قاضی سے سوال کرنا

گفت¹ صوفی کہ چہ بودے کایں جہاں — ابروئے رحمت گشادے جاوداں
صوفی نے کہا کیا ہو جاتا؟ کہ یہ عالم — ہمیشہ رحمت کی ابرو کو کشادہ رکھتا

ہر دمے شورے نیاوردے بہ پیش — بر نیاوردے ز تلوینہاش نیش
ہر لحہ شور سامنے نہ لاتا — اپنی نیرنگیوں سے ڈنک نہ نکالتا

شب نہ دُزدیدے چراغِ روز را — دے نبودے باغِ عیش اندوز را
رات، دن کے چراغ کو نہ چُراتی — عیش والے باغ کے لیے خزاں نہ ہوتی

جامِ صحت را نبودے سنگِ تب — ایمنی را خوف ناوردے کرب
صحت کے جام کے لیے بخار کا پتھر نہ ہوتا — اطمینان کو مصیبت نہ ڈراتی

خود چہ کم گشتے ز جُود و رحمتش — گر نبودے خرخشہ در نعمتش
اُس کی سخاوت اور رحمت میں خود کیا کمی آ جاتی؟ — اگر اُس کی نعمت میں خرخشہ نہ ہوتا

حال² بُودے خوب و خوش بر جُملگاں — تیرہ کم بُودے روانِ انس و جاں
سب کی حالت اچھی اور بہتر ہوتی — انسانوں اور جنوں کی روح مکدر نہ ہوتی

جاوداں بُودے حضور و ذوقِ خوش — دائما در جاں بُدے ہم شوقِ خوش
حضور اور عمدہ ذوق ہمیشہ ہوتا — روح میں بھی ہمیشہ بہترین شوق ہوتا

جوابِ³ قاضی سوالِ صُوفی را و قصۂ تُرک و درزی را مثل آوردن
صوفی کے سوال پر قاضی کا جواب دینا اور ترک اور چور کے قصہ کی مثال دینا

گفت قاضی بس تہی رُو صوفیی — خالی از فطنت چو کافِ کوفیی
قاضی نے کہا، تو بہت خشک دماغ صوفی ہے — تو کوفی کے کاف کی طرح سمجھ سے خالی ہے

تو نہ بشنیدی کہ آں پُرقند لب — غدرِ خیّاطاں ہمی گفتے بشب
تو نے نہیں سُنا کہ وہ شیریں لب — رات کو درزیوں کی غداری بیان کر رہا تھا

خلق را در دُزدیِ آں طائفہ — می نمود افسانہائے سالفہ
لوگوں کو اس گروہ کی چوری کے بارے میں — پہلے قصے سنا رہا تھا

قصۂ پارہ رُبائی در بُریں — می حکایت کرد اُو با آن و ایں
تراشنے میں ٹکڑا چرا لینے کا قصہ — اس اور اُس سے بیان کر رہا تھا

---

¹ گفت صوفی۔ صوفی نے کہا کہ یہ بات تو سمجھ میں آ گئی کہ دو متضاد چیزوں کا ایک مبداء سے صدور ہو سکتا ہے لیکن یہ بات باقی ہے کہ متضاد چیزوں کے صدور میں کیا حکمت ہے، اگر رحمت ہی رحمت ہوتی اور زحمت نہ ہوتی تو کیا مضائقہ تھا۔ شب۔ دن ہی دن ہوتا رات نہ ہوتی، موسم بہار ہوتا خزاں نہ ہوتی۔ جامِ صحت۔ صرف صحت ہوتی بیماری نہ ہوتی۔ خرخشہ۔ بے موقع جھگڑا۔

² حال۔ اگر صرف رحمت ہوتی تو سب خوش رہتے کسی کی طبیعت میں تکدر نہ پیدا ہوتا۔ جاوداں۔ شعر (پراگندہ روزی پراگندہ دل۔ خداوند روزی بحق مشتغل)

³ جواب۔ قاضی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر محض عیش و عشرت ہوتا تو اس سے بہت سی دینی مضرتیں پیدا ہو جاتیں اسی مناسبت سے ترک اور درزی کا قصہ سنایا ہے کہ ترک نے مسرت میں پڑ کر اپنا کپڑا گنوا دیا۔ کاف کوفی۔ کاف نقطہ سے خالی ہے۔ تو نہ۔ ایک شیریں سخن، درزیوں کی چوری کے قصے سنا رہا تھا۔ طائفہ۔ گروہ۔ سالفہ۔ گذشتہ۔ بریں۔ کتائی۔

در سمر[1] می خواند در زی نامۂ — گردِ اُو جمع آمدہ ہنگامۂ
لسانہ گوئی میں درزی نامہ پڑھ رہا تھا — مجمع اُس کے چاروں طرف جمع تھا

تفسیر قولہٗ علیہِ السّلام اِنَّ اللّٰہَ یُلَقِّنُ الْحِکْمَۃَ علٰی لِسَانِ الْوَاعِظِیْنَ بِقَدْرِ ہِمَمِ الْمُسْتَمِعِیْنَ

آنحضورؐ کے قول کی تفسیر اللہ تعالیٰ واعظوں کی زبان سے سننے والوں کی ہمت کی بقدر تلقین کرتا ہے

مستمع چوں یافت جاذبِ آں وقود — جملہ اجزائش حکایت گشتہ بُود
جبکہ اُس آتش بیان نے، سننے والے کو قبول کرنیوالا پایا — اُس کے سارے اجزاء حکایت بن گئے تھے

جذبِ سمع ست ار کسے را خوش لبی ست — گرمی وجدِ معلم از صبی ست
اگر کسی میں خوش بیانی ہے تو سننے کی کشش ہے — اُستاد کی سرگرمی اور کوشش بچہ کی وجہ سے ہے

چنگیے را کو نوازد بست و چار — چوں نیابد گوش گردد چنگ وار
وہ سارنگ بجانے والا جو چوبیس راگ گاتا ہے — جب کان نہیں پاتا سارنگی کی طرح ہو جاتا ہے

نے[2] حرارہ یادش آید نے غزل — نے دہ انگشتش بجنبد در عمل
نہ اُس کو ترانہ یاد آتا ہے، نہ غزل — نہ عمل میں اُس کی دس انگلیاں ہلتی ہیں

گر نبُودے گوشہائے غیب گیر — وحی ناوردے ز گردوں یک بشیر
اگر غیب کو قبول کرنے والے کان نہ ہوتے — ایک بشارت دینے والا بھی وحی نہ لاتا

ور نبُودے دیدہائے صنع بیں — نے فلک گشتے نہ خندیدے زمیں
اگر کاریگری کو دیکھنے والی آنکھیں نہ ہوتیں — نہ آسمان گردش کرتا، نہ زمین مسکراتی

آں دمِ لولاک[3] ایں باشد کہ کار — از برائے چشمِ تیزست و نزار
لولاک کا مضمون یہی ہے کہ تخلیق — باریک اور تیز آنکھ کے لیے ہے

عامہ را از عشقِ ہمخوابہ و طبق — کے بُود پروائے عشقِ صنعِ حق
عوام کو ہم بستر اور دسترخوان سے عشق کی وجہ سے — اللہ کی کاریگری کی پروا کب ہوتی ہے؟

آبِ تُتماجی نریزی در تغار — تاسگے چندے نباشد طعمہ خوار
تو آش کا پانی تغار میں نہ ڈالے گا — جب تک کہ چند کتے خوراک کھانے والے نہ ہوں گے

روسگِ کہفِ خداوندیش باش — تارہاندزیں تغارت اصطفاش
جا، اُس کی خداوندی کے غار کا کتا بن جا — تاکہ اُس کی برگزیدگی تجھے اس تغار سے چھڑا دے

---

1. سمر۔ قصہ گوئی۔ تفسیر۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس قدر سننے والے کی صلاحیت ہوتی ہے اُسی قدر اس کو وعظ کے بیان سے دانائی کا حصہ ملتا ہے۔ مستمع۔ سننے والے شوقین ہوتے ہیں تو واعظ بھی دل جمعی سے وعظ کہتا ہے۔ وقود۔ یعنی قصہ سنانے والا۔ جذب سمع۔ اگر کسی واعظ کی خوش بیانی دیکھو تو سمجھ لو کہ سننے والوں کی کشش ہے، بچہ ذہین ہوتا ہے تو اُستاد محنت سے پڑھاتا ہے۔ چنگیے۔ اگر سننے والے ماہر اور شائق نہیں ہوتے ہیں تو سارنگی نواز کا دل بجھ جاتا ہے۔
2. نے حرارہ۔ سارنگی نواز نہ چند ملی جلی آوازیں یاد آتی ہیں نہ غزل نہ اُس کی انگلیاں کام کرتی ہیں۔ گر نبودے۔ اگر انبیاء میں وحی سننے کی استعداد نہ ہوتی تو جبرئیل وحی لے کر نہ آتے۔ ور نبودے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی صنعت کو دیکھنے والے نہ ہوتے تو نہ آسمان پیدا ہوتا نہ زمین پیداوار دیتی۔
3. لولاک۔ آنحضورؐ کے بارے میں لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ "اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا" کا مطلب یہی ہے کہ چونکہ آپ کامل صاحب نظر ہیں اس لیے آسمان پیدا کیے گئے ہیں۔ محدثین نے اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔ عامہ۔ عوام، معشوق اور دسترخوان کے شیدائی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرنے کی توفیق کہاں ہے۔ تتماجی۔ ایک قسم کا آش ہے۔ طعمہ۔ لقمہ۔

دعویٰ[1] کردن و گرو بستنِ تُرک کہ درزی از من چیزے نتواند بُرد

ایک تُرک کا دعویٰ کرنا اور بازی لگانا کہ کوئی درزی میری کوئی چیز نہیں چرا سکتا

چونکہ دُزدیہائے بیرحمانہ گفت — کہ کُنند آں در زیاں اندر نہفت

جب اُس نے ظالمانہ چوریاں بیان کیں — جو درزی چپکے سے کرتے ہیں

اندراں ہنگامہ تُرکے از خطا — سخت تیرہ شُد ز کشفِ آں غطا

اُس مجمع میں خطا کا رہنے والا ایک تُرک — اُس پردے کے کھلنے سے سخت مکدر ہو گیا

شب چوروزِ رُستخیز آں راز ہا — کشف میکرد ازپئے اہلِ نُہی

رات کے وقت، قیامت کے دن کی طرح رازوں کو — وہ عقلمندوں کے لیے کھول رہا تھا

ہر کجا آئی تو در کُنجِ فراز — بینی آنجا دو عدُو در کشفِ راز

تو جہاں کہیں بھی کسی گوشہ میں پہنچے گا — راز کھولنے میں دو دشمنوں کو دیکھے گا

آں زباں را محشرِ مذکور داں — واں گلوئے راز گو را صُورداں

زبان کو تو مذکور محشر سمجھ — اور راز کہنے والے گلے کو صُور سمجھ

کہ خدا[2] اسبابِ خشمی ساخت ست — واں فضائح را بکُوی انداخت ست

کیونکہ خدا نے غصہ کے اسباب پیدا فرمائے ہیں — اور رُسوائیوں کو کوچہ میں ڈال دیا ہے

بس کہ غدرِ در زیاں را ذکر کرد — حیف آمد تُرک را و خشم و درد

اُس نے درزیوں کی بہت سی غداریوں کا ذکر کیا — تُرک کو افسوس اور غصہ اور درد ہوا

نشان جستنِ تُرک خانۂ درزی را

تُرک کا درزی کے گھر کا پتا معلوم کرنا

گفت اے قصاصِ در شہرِ شما — کیست اُستا تر دریں مکر و دغا

اُس نے کہا اے قصہ گو! تمہارے شہر میں — اس مکر اور دغا میں سب سے زیادہ اُستاد کون ہے؟

گفت[3] خیاطیست نامش پورشش — اندریں دُزدی و چُستی خلق کُش

اُس نے کہا ایک درزی ہے، اُس کا نام پورشش ہے — اِس چوری اور چالاکی میں لوگوں کو ذبح کرنے والا ہے

گفت من ضامن کہ باصد اضطراب — اُو نیارد بُرد پیشم رشتہ تاب

اُسنے کہا میں ضامن ہوں، سیکڑوں ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود — وہ میرے سامنے ایک بٹا ہوا دھاگا نہیں لے جا سکتا

پس بگفتندش کہ از تو چُست تر — ماتِ اُو گشتند در دعویٰ مپر

لوگوں نے اُس سے کہا کہ تجھ سے زیادہ چالاک — اُس سے مات کھا گئے ہیں، دعوے میں پرواز نہ کر

---

[1] دعویٰ۔ تُرک نے دعویٰ کیا کہ وہ درزی میرا کپڑا کبھی نہ چُرا سکے گا۔ اندراں۔ اس مجمع میں خطا کا رہنے والا ایک تُرک تھا جو درزیوں کی چوری کے قصے سن کر برہم ہو گیا۔ اہلِ نُہی۔ عقلمند لوگ۔ ہر کجا۔ رازوں کے فاش ہونے کا سبب ایک زبان ہے اور ایک راز کہنے والے کا گلا ہے۔

[2] کہ خدا۔ راز فاش کرنے کا سبب عداوت اور دشمنی ہوتی ہے اور راز فاش ہونے سے رُسوائی ہوتی ہے۔ بس۔ جب اُس نے درزیوں کی چوریوں کا ذکر کیا تو تُرک کو بہت افسوس اور دُکھ ہوا۔ قصاص۔ قصہ گو۔ اُستا تر۔ زیادہ استاد۔

[3] گفت۔ قصہ گو نے کہا سب سے زیادہ اُس چالاک درزی کو، پورشش کہتے ہیں۔ گفت۔ تُرک نے کہا کہ وہ باوجود اپنی حرکتوں کے میرے سامنے بٹا ہوا ایک دھاگا بھی نہیں چرا سکے گا۔ پس۔ لوگوں نے تُرک سے کہا کہ تجھ سے زیادہ ہوشیاروں کو وہ دھوکا دے چکا ہے۔

تو[1] بعقلِ خود چنیں غرّہ مباش — کہ بشوی یاوہ تو در تزویرہاش

تو اپنی عقل پر ایسا مغرور نہ ہو — کیونکہ اُس کی چالاکیوں میں تو گم ہو جائے گا

گرم تر شد تُرک و بست آنجا گرو — کہ نیارد بُرد نے کُہنہ نہ نو

تُرک اور گرما گیا اور وہاں بازی لگائی — کہ وہ نہیں لے جا سکتا نہ پُرانا نہ نیا

مُطمعانش گرم، تر کردند زود — اُو گرو بست و دہاں را بر کشُود

بھڑکانے والوں نے اُس کو فوراً بھڑکا دیا — اُس نے شرط لگائی اور بولا

کہ گرو ایں مرکبِ تازیِ من — بدہم ار دُزدد قماشم را بفن

کہ میرا یہ عربی گھوڑا گروی ہے — اگر فریب سے اُس نے میرا کپڑا چرا لیا، دے دوں گا

ورنتاند بُرد اسپے از شُما — داستانم بہرِ رہنِ مبتدا

اور اگر نہ اڑا سکا، تم سے ایک گھوڑا — ابتدائی رہن کے مقابلہ میں لے لوں گا

تُرک را آں شب نبُرد از غصہ خواب — باخیالِ دُزد میکرد اُو حراب

ترک کو غصہ سے اُس رات نیند نہ آئی — وہ چور کے خیال سے لڑائی لڑتا رہا

بامداداں اطلسے زد در بغل — شُد ببازار و دُکانِ آں دغل

صبح کو اطلس بغل میں دبائی — اُس مکار کے بازار اور دُکان پر پہنچا

پس[2] سلامش کرد گرم و اُستاد — جست از جالب، پرسُشش بر گشاد

اُس نے اس کو گرمجوشی سے سلام کیا اور اُستاد — جگہ سے اُٹھا، اُس کی مزاج پرسی کے لیے لب کشائی کی

گرم پُرسیدش ز حدِ تُرک بیش — تا فگند اندر دلِ اُو مہرِ خویش

اُسنے ترک کی اسکے مرتبہ سے زیادہ گرمجوشی سے پرسش کی — حتیٰ کہ اُس کے دل میں اپنی محبت ڈال دی

چوں شُنید ازوے نوائے بُلبلے — پیش افگند اطلسِ اصطبلے

اُس نے جب اُس سے بلبل کا نغمہ سنا — استنبولی اطلس اُس کے سامنے ڈال دی

کہ[3] بُبر ایں را قبائے روزِ جنگ — زیرِ دامن واسع و بالاش تنگ

کہ اس کی جنگ کے دن کی قبا تراش دے — نیچے کا دامن وسیع ہو اور اس کا اوپر کا حصہ تنگ ہو

تنگ بالا بہرِ جسم آرائے را — زیر واسع تانگیرد پائے را

اوپر کا تنگ حصہ، جسم کی آرائش کے لیے — نیچے کا وسیع تاکہ پاؤں نہ اُلجھے

گفت صد خدمت کُنم اے ذو وِداد — در قبولش دست بر سینہ نہاد

اُس نے کہا اے دوست! میں سو خدمتیں بجا لاؤنگا — اُس کے قبول کرنے میں سینہ پر ہاتھ رکھا

---

[1] تو بعقلِ خود۔ تو اپنی عقل پر گھمنڈ نہ کر اُس کی مکاریوں میں تو گم ہو جائے گا۔ گرم تر۔ لوگوں کی ان باتوں سے تُرک اور گرما گیا اور اُس نے بازی لگائی۔ کہ۔ اگر وہ میرا کپڑا لے گا تو اپنا عربی گھوڑا ہار جاوے گا۔ ورنتاند۔ اور اگر وہ نہ چرا سکا تو تم سے ایک گھوڑا لوں گا۔ ترک۔ اس رات کو ترک غصہ سے نہ سو سکا اور ساری رات اس کی چوری کے داؤں پیچ اور اس کے توڑ کو سوچتا رہا۔ دغل۔ کمینہ، مکار۔

[2] پس۔ تُرک اطلس لے کر درزی کی دُکان پر پہنچا تو درزی اپنی جگہ سے اٹھا اس کو سلام کیا اور اس کی مزاج پرسی شروع کر دی۔ گرم۔ جس قدر ترک کی مزاج پُرسی کرنی تھی اُس سے بہت زیادہ مزاج پُرسی کی جس سے تُرک کے دل میں اس کی محبت پیدا ہو گئی۔ اصطبلے۔ استنبولِ استنبولی اطلس مشہور تھا۔

[3] کہ بُبر۔ ترک نے درزی سے کہا اس اطلس کی قبا سی دے اوپر سے چست ہو اور دامن فراخ ہوں۔ تنگ۔ اوپر کا حصہ تنگ ہوگا تو سینہ اور ڈنڈ حسین معلوم ہوں گے، دامن وسیع ہوں گے تو پاؤں نہ الجھیں گے۔ ذو وِداد۔ دوست۔ در قبولش۔ سینہ پر ہاتھ رکھنا بات تسلیم کرنے کا اشارہ ہے۔

پس بہ پیمود و بدید اُو رُویِ کار ۔۔۔ بعدازاں بگشاد لب را دَر فُشار[1]
پھر ناپا اور کام کا اندازہ کیا ۔۔۔ اس کے بعد بکواس کے لیے اس نے ہونٹ کھول دیا

از حکایتہائے میرانِ دگر ۔۔۔ وز کرمہائے و عطایِ آں نفر
دوسرے سرداروں کی حکایتوں کا ۔۔۔ اور اُس جماعت کے کرم اور عطا کا

وز بخیلان و ز تخسیراتِ شاں ۔۔۔ از برایِ خندہ داد اُو ہم نشاں
اور بخیلوں اور ان کے گھٹانے کا ۔۔۔ ہنسانے کے لیے اُس نے پتا بھی بتایا

ہمچو آتش کرد مقراضے بُروں ۔۔۔ می بُرید و لب بر افسانہ و فسُوں
آگ جیسی ایک قینچی نکالی ۔۔۔ کاٹ رہا تھا اور قصہ اور منتر ہونٹ پر تھا

مضاحک گفتنِ درزی تُرک را و از قوتِ خندہ بستہ شُدن دو چشمِ تنگ و فرصت یافتنِ درزی در دُزدی

درزی کا تُرک سے ہنسی کی باتیں کرنا اور ہنسی کی زیادتی کی وجہ سے دو چھوٹی آنکھوں کا بند ہو جانا اور درزی کا چوری کا موقع پانا

یک[2] مضاحک چُست گفت آں اُوستاد ۔۔۔ تُرکِ مست از خندہ شُد سُست و فتاد
اُس اُستاد نے ایک ہنسی کی بات فوراً کہی ۔۔۔ مست تُرک ہنسی سے سُست ہو گیا اور گر پڑا

تُرک خندیدن گرفت از داستاں ۔۔۔ چشمِ تنگش گشت بستہ آں زماں
قصہ سے، تُرک نے ہنسنا شروع کر دیا ۔۔۔ اُس وقت اُس کی تنگ آنکھ بند ہو گئی

پارۂ دُزدید و کردش زیرِ راں ۔۔۔ غیرِ حق از جملۂ اَحیَا نہاں
اُس نے ایک ٹکڑا چرایا، اُس کو ران کے نیچے کر لیا ۔۔۔ خدا کے علاوہ، سب زندوں سے پوشیدہ

حق[3] ہمیدید آں ولے ستار خُوست ۔۔۔ لیک چوں از حد بری غماز اُوست
اللہ تعالیٰ اُسکو دیکھ رہا تھا لیکن وہ پردہ پوشی کی عادت والا ہے ۔۔۔ لیکن جب تو حد سے گذرے، وہ غماز ہے

تُرک را از لذتِ افسانہ اش ۔۔۔ رفت از دل دعویِ پیشانہ اش
اُس کے قصہ کی لذت سے تُرک کے ۔۔۔ دل سے اُس کا پہلا دعویٰ جاتا رہا

اطلسے چہ دعوی چہ رہن چہ ۔۔۔ تُرک سرمست ست در لاغ اے اَچہ
کیسی اطلس، کیسا دعویٰ، کیسا رہن؟ ۔۔۔ اے بھائی! تُرک مذاق میں مست ہے

لابہ کردش تُرک کز بہرِ خدا ۔۔۔ لاغ می گوکاں مرا شد مغتذی
تُرک نے اُس کی خوشامد کی کہ خدا کے لیے ۔۔۔ مذاق کی بات سنا کیونکہ وہ میری غذا بن گئی ہے

---

[1] نشار۔ بیہودہ کلام۔ از حکایتہائی۔ اُس درزی نے اُس تُرک کو دوسرے سرداروں کی عطا اور بخشش کے قصے سنائے اور بخیلوں کے قصے بھی سنائے۔ مقراض۔ درزی نے تیز قینچی نکالی اور قصے سناتا رہا۔ مضاحک۔ مضحکہ کی جمع ہے ہنسنے کی باتیں مولانا نے اس کو مفرد کے معنی میں بولا ہے۔ دو چشم تنگ۔ ترکوں کی آنکھیں فراخ نہیں ہوتی ہیں۔

[2] یک مضاحک۔ درزی نے ہنسی کی ایک بات شروع کی جس سے وہ ترک ہنستے ہنستے سُست پڑ گیا اور گر گیا اور ہنسی میں اس کی دونوں چھوٹی چھوٹی آنکھیں بند ہو گئیں۔ پارہ۔ درزی نے موقع پا کر اطلس کا ایک ٹکڑا ران کے نیچے چھپا لیا جو سب سے پوشیدہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ اُس کو دیکھ رہا تھا۔

[3] حق۔ خدا کی صفت ستاری ہے وہ پردہ پوشی کرتا ہے لیکن جب معاملہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو راز فاش کر دیتا ہے۔ تُرک۔ تُرک درزی کی باتوں سے ایسا خوش ہوا کہ اپنے دعوے کو بھی بھلا بیٹھا۔ اطلسے۔ اب اس کو نہ اطلس کی پروا تھی نہ دعوے کی نہ اُس گھوڑے کی جو اس نے گروی رکھا تھا۔ اچہ۔ ترکی لفظ ہے، برادر۔ لابہ۔ خوشامد۔

گفت[1] لاغِ خندہ انگیز آں دغا — کہ فتاد از قہقہہ اُو بر قفا
اُس مکار نے ہنسانے والی ایسی بات کہی — کہ قہقہہ کی وجہ سے وہ چت گر گیا

پارۂ اطلس سُبک بر نیفہ زد — تُرکِ غافل خوش مضاحک می مزد
اُس نے جلدی سے اطلس کا ٹکڑا نیفہ میں لگا لیا — غافل ترک ہنسانے والی بات چوس رہا تھا

ہم چنیں بارِ سِوُم تُرکِ خطا — گفت لاغے گوئے از بہرِ خدا
اسی طرح خطا کے ترک نے تیسری بار — کہا، خدا کے لیے مذاق کی بات سُنا

گفت لاغے خندہ میں ترزاں دوبار — کرد اُو ایں تُرک را کلّی شکار
اُس نے دوبار سے زیادہ ہنسی لانے والی بات سُنائی — اُس نے اس ترک کو پورا شکار کر لیا

چشم بستہ عقل جستہ مُولہہ — مست، تُرکِ مدعی از قہقہہ
آنکھ بند، عقل روانہ شُدہ، فریفتہ — مدعی ترک، قہقہے سے مست تھا

پس[2] سِوُم بار از قبا دُزدید شاخ — کہ ز خندش یافت میدانِ فراخ
پھر تیسری بار اُس نے قبا میں سے ٹکڑا چرایا — کہ اس کو اُس کی ہنسی کی وجہ سے وسیع میدان ملا

چوں چہارم بار آں تُرکِ خطا — لاغ زاں اُستاہی کرد اقتضاء
جب اُس خطا کے تُرک نے چوتھی بار — اُس اُستاد سے مذاق کی بات کا تقاضا کیا

رحم آمد بروے آں اُوستاد را — کرودر باقی فنِ - بیداد را
اُس اُستاد کو اُس پر رحم آ گیا — ظلم کے فن کو باقی (لوگوں) کے لیے رکھ چھوڑا

گفت مُولع[3] گشتہ ایں مفتوں دریں — بیخبر کیں چہ خسارت و غبیں
کہا یہ پاگل اس پر فریفتہ ہو رہا ہے — اس سے بے خبر کہ یہ کیا خسارہ اور نقصان ہے؟

بوسہ افشاں کرد بر اُستاد اُو — کہ بمن بہرِ خدا افسانہ گو
اُس نے اُستاد پر بوسہ نثار کیا — کہ خدا کے لیے مجھ سے افسانہ کہہ

اے فسانہ گشتہ و محو از وجود — چند افسانہ بخواہی · آزمود
اے شخص! تو فسانہ بن گیا اور اپنے وجود سے بے خبر ہے — فسانے کو کہاں تک آزمائے گا؟

خندہ میں تر از تو ہیچ افسانہ نیست — برلبِ گورِ خرابِ خویش ایست
تجھ سے زیادہ ہنسانے والا کوئی افسانہ نہیں ہے — اپنی برباد قبر کے کنارے کھڑا ہو جا

خطاب با ہر نفسے کہ بمثلِ ایں بلا مبتلا ست

اس نفس کو خطاب جو اس جیسی بلا میں پھنسا ہے

---

[1] گفت۔ درزی نے پھر کوئی ہنسی کا قصہ سنایا جس سے ترک چت لیٹ گیا۔ پارَۂ۔ اب چونکہ ترک بالکل غافل تھا درزی کو موقع ملا اُس نے اطلس کا ٹکڑا ران کے نیچے سے نکال کر نیفے میں اڑس لیا۔ ہم چنیں۔ تُرک نے تیسری بار پھر فرمایش کی۔ کرد اُو۔ اب درزی نے ایک اور ٹکڑا بھی چرا لیا۔ از قہقہہ۔ قہقہے مارنے سے ترک کی آنکھیں بند تھیں عقل بھاگ چکی تھی اور وہ قصہ پر فریفتہ تھا۔

[2] پس۔ اب تیسری بار۔ شاخ۔ یعنی اطلس کا ٹکڑا۔ فراخ۔ وسیع۔ چون چہارم۔ چوتھی بار پھر تُرک نے فرمائش کی۔ اقتضا۔ تقاضا کرنا۔ رحم۔ اب درزی کو اُس تُرک پر رحم آیا اور اُس نے اپنے فن کو دُوسرے لوگوں یا دوسرے وقت کے لیے اٹھا رکھا۔

[3] مُولع۔ فریفتہ۔ مفتوں۔ پاگل۔ غبیں۔ ٹوٹا۔ بوسہ۔ اُس تُرک نے اُس درزی کا خوشامد میں بوسہ بھی لیا۔ اے فسانہ۔ انسان کا وجود کٹ کر وہ محض افسانہ رہ جاتا ہے۔ خندہ میں تر۔ اے انسان تجھ سے زیادہ ہنسی کا کوئی افسانہ نہیں ہے تو قبر کے کنارے جا کر اپنا انجام سوچ۔

اے فرو رفتہ بقبرِ جہل و شک — چند جوئی لاغ[1] و دستانِ فلک

اے نادانی اور شک کی قبر میں اُترے ہوئے — فلک کا مکر اور مذاق کہاں تک طلب کرے گا؟

تا بکے نوشی تو عشوہ ایں جہاں — کہ نہ عقلت ماند بر قانوں نہ جاں

تو کب تک اس دنیا کا فریب کھائے گا؟ — کہ نہ تیری عقل قاعدے میں رہی نہ رُوح

لاغِ ایں چرخِ ندیمِ کُرد و مُرد — آبرُوئے صد ہزاراں چوں تو بُرد

اس آسمان کے مذاق نے جو کُرد و بے ریش کا ہمنشین ہے — تجھ جیسے لاکھوں کی آبرو برباد کی ہے

می درّد می دوزد ایں درزیِ عام — جامہ صد سالگان و طفلِ خام

یہ عام درزی، پھاڑتا ہے اور سیتا ہے — سو سالہ اور ناتجربہ کار بچے کے کپڑے

پیر و طفلاں شستہ پیشش بہرِ گد — تا بسعد و نحس او لاغے کند

بوڑھے اور بچے اس کے سامنے بھیک کے لیے بیٹھے ہیں — تا کہ وہ نیک اور بدبخت سے مذاق کرے

لاغِ[2] او گر باغہا را داد داد — چوں دے آمد دادہا برباد داد

اُس کے مذاق نے اگر باغوں کو عطا دی ہے — جب خزاں آئی اُس نے عطاؤں کو برباد کر دیا ہے

گفتنِ درزی تُرک را کہ ہے خموش کن کہ اگر مضاحکِ دیگر بگویم قبایت تنگ آید

ترک سے درزی کا کہنا کہ خبردار! چپ ہو جا، کہ اگر ہنسی کی دوسری بات کہوں گا، تیری قبا تنگ ہو جائے گی

گفت درزی تُرک را ازیں در گذر — وائے بر تو گر کُنم لاغِ دگر

درزی نے ترک سے کہا اس کو جانے دے — تیری حالت پر افسوس ہو گا اگر میں اور مذاق کروں گا

بس قبایت تنگ آید باز پس — ایں کند باخویشتن خود ہیچ کس

پھر تیری قبا بہت تنگ ہو جائے گی — اپنے ساتھ ایسا کوئی کرتا ہے؟

سِرّ[3] ایں خندہ اگر دانستے — آں ز صد گریہ بتر دانستے

اس ہنسی کا راز اگر تو جان لیتا — تو اس کو سو رونوں سے بدتر سمجھتا

ترکِ خندہ کن ایا اے تُرکِ مست — زانکہ عُمرت رفت، خواہی گشت پست

اے مست ترک! تو ہنسی کو چھوڑ دے — کیونکہ تیری عمر گذر گئی، تو پست ہو جائے گا

چونکہ بنہاد آں قبا درزی ز دست — اسپ را برباد داد آں تُرکِ مست

جب اُس درزی نے قبا ہاتھ سے رکھی — اُس مست ترک نے گھوڑا برباد کر دیا

---

[1] لاغ۔ بیہودہ بات۔ دستاں۔ مکر۔ عشوہ۔ فریب۔ لاغ۔ فلک کے مذاق نے لاکھوں کو برباد کیا ہے۔ کُرد۔ ایک قوم ہے یہاں مراد ڈاڑھی والے ہیں۔ مُرد۔ اَمرد کی جمع ہے نوخیز لڑکا۔ میدرد۔ یہ آسمان انسانوں کے ساتھ وہی کرتا ہے جو درزی نے ترک کے ساتھ کیا۔ صد سالگاں۔ پرانی عمر کے لوگ۔ تا بسعد۔ آسمان اپنے سعد اور نحس کے ذریعہ لوگوں سے مذاق کرتا ہے۔

[2] لاغِ او۔ آسمان کا مذاق یہ ہے کہ اگر موسم بہار میں وہ باغ کو بخشش دیتا ہے تو خزاں میں چھین لیتا ہے۔ گفتن۔ درزی نے ترک سے کہا کہ بس اب چپ ہو جا اگر میں اور کوئی ہنسی کی بات سناؤں گا تو تیری قبا بہت تنگ ہو جائے گی۔ ایں کند۔ تیرا ہنسی کی بات کو طلب کرنا اپنا کپڑا چوری کرانا ہے ایسا کوئی اپنے ساتھ نہیں کیا کرتا۔

[3] سِر۔ درزی نے کہا کہ اگر تو اس ہنسی کا راز سمجھ جاتا کہ میں تجھے کیوں ہنسا رہا ہوں تو اس ہنسی کو سیکڑوں رونوں سے بدتر سمجھتا۔ ترک خندہ۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اے مخاطب تو بھی مذاق، دل لگی چھوڑ دے کیونکہ زیادہ عمر تو گذر گئی ہے اب بھی باز نہ آئے گا تو بالکل برباد ہو جائے گا۔ چونکہ۔ جب درزی نے ہاتھ سے اطلس رکھ دی اور ظاہر ہو گیا کہ اس میں چوری ہو چکی ہے تو وہ ترک گھوڑا بھی ہار گیا۔

مخلصش[1] بشنو توئی آں ترکِ گول — عالمِ غدّار خیاطِ چو غول

اُس کا خلاصہ سُن، وہ احمق ترک تو ہے — غدار عالم، بھوت جیسا درزی ہے

اطلسے کز بہرِ تقویٰ و صلاح — دوختت باید خرچ کردی از مزاح

وہ اطلس جو تقوے اور نیکی کے لیے — سینا چاہیے تھا، تو نے مذاق سے اس کو خرچ کر دیا

اَطلست عُمر و مَضاحِک شہوت ست — روز و شب مقراض و خندہ غفلت ست

تیرا اطلس عُمر ہے، ہنسانے والی باتیں شہوت ہے — دن اور رات قینچی ہے اور ہنسنا غفلت ہے

اسپ[2] ایمان ست و شیطاں در کمیں — باخود آ افسانہ را بگذار ہیں

گھوڑا ایمان ہے اور شیطان گھات میں ہے — خبردار! ہوش میں آ، افسانہ کو چھوڑ

بیان آنکہ بیکاراں و افسانہ جُویاں مثلِ آں تُرک اند و عالمِ

اس کا بیان کہ بیکار اور افسانے کے جویاں اُس ترک جیسے ہیں اور

غدارِ غرّار ہمچوں آں درزی و شہوات و زناں، مضاحِک

دھوکے باز غدار عالم اُس درزی کی طرح ہے اور شہوت اور عورتیں اس دنیا کی

گفتن ایں دنیا ست و عُمر ہمچوں آں اطلس پیشِ ایں درزی

ہنسانے والی باتیں کہنا ہے اور عُمر اس اطلس کی طرح ہے اُس درزی کے سامنے

جہتِ قبائے بقا و لباسِ تقویٰ ساختن

بقا کی قبا اور تقویٰ کا لباس بنانے کے لیے

اطلسِ عُمرت بمقراضِ شہور — بُرد پارہ پارہ خیاطِ غرور

مہینوں کی قینچی سے تیری عمر کا اطلس — دھوکے کا درزی ٹکڑے ٹکڑے کر کے لے اُڑا

تو تمنای بری کاختر مُدام — لاغ کردے سعد بُودے بر دوام

تو تمنا کرتا ہے کہ ستارہ ہمیشہ — ہمیشہ مذاق کرتا (اور) سعد ہوتا

سخت می[3] تولی ز تربیعاتِ اُو — وز وبال و کینہ و آفاتِ اُو

تو اُس کی نحوستوں سے سخت گھبراتا ہے — اور اُس کے وبال اور کینہ اور آفتوں سے

سخت می رنجی ز خاموشیِ اُو — وز نحوس و قبض و کیں کوشیِ اُو

اس کی خاموشی سے تو سخت رنجیدہ ہوتا ہے — اور اس کی نحوست اور قبض اور کینہ وری سے

مُشتری و زُہرہ چوں در رقص نیست — چونکہ بہرام و زُحل را نقص نیست

جب مشتری اور زُہرہ رقص میں نہیں ہیں — جبکہ بہرام اور زُحل میں گھاٹا نہیں ہے

---

[1] مخلصش۔ اب مولانا قاضی کی زبان سے فرماتے ہیں کہ اے انسان تو مست ترک ہے، اور یہ دنیا غدار درزی ہے، تیری عمر اطلس ہے، اور تیری شہوت ہنسی مذاق کی باتیں ہیں اور دن رات قینچی ہے، اور غفلت ہنسنا ہے۔

[2] اسپ۔ گھوڑا تیرا ایمان ہے اور شیطان اسی طرح گھات میں ہے، جس طرح شرط باندھنے والے تھے۔ اطلسِ عمرت۔ تیری عمر کی اطلس کو ماہ و سال کی قینچی سے زمانہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے چرا رہا ہے۔ تو تمنا۔ یعنی اے صوفی تو یہ تمنا کرتا ہے کہ تیرے ستارے ہمیشہ سعد رہتے اور وہ ہمیشہ تجھ سے ہنسی خوشی کی باتیں کرتے۔

[3] می تولی۔ فعلِ حال ہے تولیدن سے بمعنی رمیدن، بھاگنا یعنی رنجیدہ ہونا۔ تربیع۔ کسی ستارہ کا برج سوم ہے جو ربع فلک ہے کسی دوسرے ستارے پر نظر کرنا یہ نحوست سے کنایہ ہے۔ سخت می رنجی۔ تجھے ستاروں کی تاثیرات سے بہت رنج ہوتا ہے۔ مشتری۔ یعنی ان ستاروں کی اچھی تاثیرات نہ ہوں تب تو رنجیدہ ہوتا ہے۔

کہ چرا زہرہ طرب در رقص نیست / برسعود[1] و رقص و سعدِ اُو مایست

کہ مستی کی زہرہ رقص میں کیوں نہیں ہے؟ / تو اُس کے سعود اور رقص اور سعد پر نہ ٹھہر

اخترت گوید کہ گر افزوں کنم / لاغ را پس کلیت مغبوں کنم

تجھ سے ستارہ کہتا ہے کہ اگر میں بڑھا دوں / مذاق کو تو تجھے بالکل ٹوٹے میں کر دوں گا

تو مبیں قلابیِ ایں اختراں / عشقِ خود بر قلب زن بیں اے فلاں

تو ان ستاروں کی گردش کو نہ دیکھ / اے فلاں! اپنے عشق کو گردش دینے والے پر دیکھ

تمثیلِ[2] ایں جہاں در تسکینِ فقیراں از جورِ روزگار

زمانہ کے ظلم سے فقیروں کو تسکین دینے میں اس دنیا کی مثال دینا

آں یکے می شُد برہ سوئے دُکاں / پیشِ رہ رابستہ دید اُو از زناں

ایک شخص دُکان کی جانب راستہ پر پڑا / اُس نے راستہ کا آگا، عورتوں سے بند دیکھا

پائے اُو می سوخت از تعجیل و راہ / بستہ از جُوقِ زنانِ ہمچو ماہ

جلدی کی وجہ سے اُس کا پاؤں جل رہا تھا اور راستہ / چاند جیسی عورتوں کے مجمع سے بند تھا

رُو بیک زن کرد و گفت اے مستہاں / ہے چہ بسیارند ایں دختر چگاں

اُس نے ایک عورت کی جانب منہ کیا اور کہا اے ذلیل! / اوہو، یہ نوعمر لڑکیاں کتنی زیادہ ہیں

رُوئے[3] بدُو کرد آں زن و گفت اے مہیں / ہیچ بسیاریِ ما منگر چنیں

اُس عورت نے اس کی طرف منہ کیا اور کہا اے ذلیل! / ہماری کثرت کو کبھی ایسا نہ دیکھ

بیں کہ بابسیاریِ ما بر بساط / تنگ می آید شمارا انبساط

دیکھ، فرش پر ہماری کثرت کے باوجود / تمہیں خوش عیشی تنگ معلوم ہوتی ہے

در لواطہ می فتید از قحطِ زن / فاعل و مفعول رسوائے زمن

عورتوں کے ناپید ہونے سے تم لواطت میں مبتلا ہوتے ہو / فاعل اور مفعول جہاں میں رسوا ہوئے ہیں

تو مبیں ایں واقعاتِ روزگار / کز فلک می گردد اینجا ناگوار

تو زمانہ کے ان واقعات پر نظر نہ کر / جو اس جگہ فلک سے ناگوار ہوتے ہیں

تو مبیں تخسیرِ روزی و معاش / تو مبیں ایں قحط و خوف و ارتعاش

تو روزی اور معاش کو کم نہ سمجھ / تو اس قحط اور ڈر اور لرزہ کو نہ دیکھ

---

[1] برسعود۔ انسان کو ستاروں کی سعادت اور نحوست کا پابند نہ ہونا چاہیے۔ اخترت۔ اگر تو ہمیشہ خوشی میں رہے گا تو اس ٹرک کی طرح بالکل ٹوٹے میں پڑ جائے گا۔ تو مبیں۔ ان ستاروں کی گردش پر نظر نہ کرنی چاہیے بلکہ جوذات ان کو گھما رہی ہے اس سے عشق پیدا کر۔ شعر (چھوڑ پروائے کواکب نہ ہو پابندِ فلک۔ وہی ہوتا ہے جو کرتا ہے خدائے فلک)

[2] تمثیل۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ ستاروں کی گردش نہ دیکھ بلکہ گردش دینے والے کو دیکھ اس قصہ میں بھی عورت نے یہی کہا ہے کہ ہماری کثرت کو نہ دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ ہماری کثرت کے باوجود لوگ کس بدکرداری میں مبتلا ہیں۔ جوق۔ مجمع۔ ہمچو ماہ۔ حسین عورتیں تھیں۔ رو بیک زن۔ اُس شخص نے ایک عورت سے مخاطب ہو کر کہا کہ عورتیں اس قدر زیادہ ہو گئیں کہ راستہ چلنا دشوار ہے۔

[3] رُو بدُو کرد۔ اُس عورت نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہماری کثرت دیکھنے کے قابل نہیں بلکہ غور کرنے کی یہ بات ہے کہ ہماری کثرت کے باوجود بدفعل لوگ بدفعلی میں مبتلا ہوتے ہیں اور دونوں رُسوا ہوتے ہیں۔ تو مبیں۔ اسی طرح اے صوفی تو آسمان اور زمانہ کی تلخیوں کو نہ دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ ان کے باوجود تو زمانہ پر جان دیتا ہے اور دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ تخسیر۔ خسارہ میں ڈالنا۔ ارتعاش۔ لرزہ۔

ہیں کہ با ایں جُملہ تلخیہائے اُو
خبردار! کہ اُس کی ان تمام تلخیوں کے باوجود
مُردۂ اُویندو ناپروائے اُو
اُس پر مٹے ہوئے ہیں اور اُس سے بے پروا ہیں

رحمتے[1] داں امتحانِ تلخ را
تلخ امتحان کو تو رحمت جان
نقمتے داں مُلکِ مَرو و بلخ را
مَرو اور بلخ کی سلطنت کو عذاب سمجھ

آں ابراہیم از تلف بگریخت و ماند
وہ ابراہیم تلف سے بھاگا اور رہ گیا
ایں ابراہیمؑ از شرف بگریخت و راند
یہ ابراہیمؑ وجاہت (دنیوی) سے بھاگے اور آگے بڑھ گئے

ایں[2] نسوزد ویں بسوزد اے عجب
یہ نہ جلے اور یہ جلے، تعجب ہے
نعلِ معکوس ست در راہِ طلب
طلب کے راستہ میں اُلٹا نعل ہے

باز مُکرّر کردنِ صوفی آں سوال را
صوفی کا اُس سوال کو پھر مکرر کرنا

گفت صوفی قادر ست آں مُستعاں
صوفی نے کہا وہ مددگار قادر ہے
کہ کُند سودائے مارا بے زیاں
کہ ہمارے معاملہ کو بغیر نقصان کا بنا دے

آنکہ آتش را کُند وَرد و شجر
جو آگ کو پھول اور درخت بنا دیتا ہے
ہم تواندکرد ایں را بے ضرر
اس کو بھی بغیر نقصان والا بنا سکتا ہے

آنکہ گُل آرد بروں از عینِ خار
جو بعینہٖ کانٹے سے پھول پیدا کر دیتا ہے
ہم تواند کرد ایں دے را بہار
اس خزاں کو بھی بہار بنا سکتا ہے

آنکہ زُو ہر سرو آزادی کُند
وہ کہ جس کی وجہ سے ہر سرو آزادی برتتا ہے
قادرست از غصہ را شادی کُند
وہ قادر ہے اگر غصہ کو خوشی بنا دے

آنکہ شُد موجود از وے ہر عدم
وہ کہ جس سے ہر عدم موجود بنا
گر بدارد باقیش اُو را چہ غم
اگر وہ اُس کو باقی رکھے تو کیا غم ہے؟

آنکہ[3] تن را جاں دہد تا حَی شود
وہ جو جسم کو جان عطا کرتا ہے حتیٰ کہ وہ زندہ ہو جاتا ہے
گر نمیراند زیانش کے شود
اگر وہ اس کو نہ مارے اُس کا نقصان کب ہو گا؟

خود چہ باشد گر بجشد آں جواد
خود کیا ہو جائے گا اگر وہ سخی عطا فرما دے
بندہ را مقصودِ جاں بے اجتہاد
بندہ کو جان کا مقصد بغیر مجاہدے کے؟

[1] رحمتے۔ جس تلخ امتحان سے تو گریزاں ہے اس کو رحمت سمجھ کیونکہ وہ صبر و رضا کے ظہور کا سبب ہے اور دنیاوی عیش و عشرت کو عذاب سمجھ کیونکہ وہ غفلت اور اللہ سے دوری کا سبب ہے۔ آں ابراہیم۔ ابراہیم نامی ایک یہودی بہرام گور کے زمانہ میں تھا جو بخل اور [illegible] ضرب المثل ہے۔ از تلف۔ یعنی مال کے خرچ کرنے سے گریز کرتا تھا۔ ماند۔ یعنی نجات پانے سے رہ گیا۔ ایں ابراہیمؑ۔ یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ شرف۔ یعنی دنیاوی وجاہت۔ راند۔ یعنی دربارِ حق میں سواری بڑھا دی اور مقربِ بارگاہ ہو گئے۔

[2] ایں نسوزد۔ حضرت ابراہیمؑ نے دنیا پر لات ماری اور تکالیف برداشت کیں تو ان کو آگ نہ جلا سکی۔ ویں بسوزد۔ ابراہیم بخیل مال و دولت کے تلف کی سوزش سے بچا لیکن جہنم کی آگ میں جلا۔ نعلِ معکوس۔ جس طرف مطلوب کے نہ ہونے کا خیال ہے ادھر چلو تو مطلوب تک پہنچو گے۔ گفت صوفی۔ صوفی کے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ لذتوں کو تلخیوں سے خالی کر کے بے ضرر بنا دے، ایسا کیوں نہیں کیا۔

[3] آنکہ۔ حضرت حق تعالیٰ جبکہ آگ کو چمن بنا سکتا ہے وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ اس کو بے ضرر بنا دے، جو ذات خار سے پھول پیدا کر سکتی ہے، وہ خزاں کو بہار بھی بنا سکتی ہے، جو ذات زمین میں گڑے ہوئے سرو کو آزادی بخش سکتی ہے، وہ رنج کو خوشی بھی بنا سکتی ہے، جس ذات نے معدوم کو موجود بنایا وہ موجود کو باقی اور دائم بھی بنا سکتی ہے، جو مردہ جسم کو حیات عطا کرتا ہے وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ زندہ کو موت نہ آئے۔ خود۔ اس میں کیا مضائقہ تھا کہ بغیر کوشش کے مقاصد حاصل ہو جایا کرتے، وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ کمزوروں پر شیطان کو غالب نہ آنے دے۔

دُور دارد از ضعیفاں در کمیں　　مکرِ نفس و فتنۂ دیوِ لعیں
کمزوروں سے، گھات میں دور رکھے　　نفس کا مکر اور ملعون شیطان کا فتنہ

جواب[1] گفتنِ قاضی صوفی را

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی گر نبُودے امرِ مُر　　ورنبُودے خوب و زشت و سنگ و دُر
قاضی نے کہا، اگر تلخ معاملہ نہ ہوتا　　اور اگر اچھا اور بُرا اور پتھر اور موتی نہ ہوتا
ورنبُودے نفس و شیطان و ہوا　　ورنہ بُودے زخم و چالیش و وغا
اور اگر نفس اور شیطان اور خواہش نفسانی نہ ہوتی　　اور اگر زخم اور حملہ اور جنگ نہ ہوتی
پس بچہ نام و لقب خوانَدے مَلِک　　بندگانِ خویش را اے منہتِک
تو شاہ کس نام اور لقب سے پکارتا؟　　اے پردہ درا! اپنے بندوں کو
چوں بگفتے اے صبُور واے حلیم　　چوں بگفتے اے شجاع واے حکیم
اے بہت صبر کرنے والے اور اے بردبار کیسے فرماتا؟　　اے بہادر اور اے دانا کیسے فرماتا؟
صابرین و صادقین و منفِقین　　چوں بُدے بے رہزنِ دیوِ لعین
صبر کرنے والے اور سچے اور خرچ کرنے والے　　بغیر ملعون، ڈاکو، شیطان کے کیسے ہوتے؟
رُستم و حمزہؓ مخنث یک بُدے　　علم و حکمت باطل و مُندک بُدے
رستم اور حمزہؓ اور ہجڑا ایک ہوتے　　علم اور دانائی باطل اور ریزہ ریزہ ہو جاتی
علم و حکمت بہرِ راہ و بیرہی ست　　چوں ہمہ رہ باشد آں حکمت تہی ست
علم اور دانائی راہ اور بے راہی کی وجہ سے ہے　　جب سب راہ ہوتی، حکمت خالی ہوتی
بہرِ[2] ایں دُکانِ طبع، شورہ آب　　ہر دو عالم را رواداری خراب
کھاری پانی، مزاج کی اس دکان کے لیے　　تو دونوں عالم کا خراب ہونا روا رکھتا ہے
من[3] ہمیدانم کہ تو پاکی نہ خام　　ویں سوالت ہست از بہرِ عوام
میں جانتا ہوں کہ تو پاک ہے، نہ کہ خام　　تیرا یہ سوال، عوام کے لیے ہے
جورِ دوران و ہرآں رنجیکہ ہست　　سہل تر از بُعدِ حق و غفلت ست
زمانہ کا ظلم اور ہر وہ تکلیف جو ہے　　اللہ سے دوری اور غفلت سے آسان ہے

---

[1] جواب گفتن۔ قاضی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مصرتیں اور تلخیاں بالکل ختم ہو جائیں تو پھر ابتلا اور امتحان باقی نہ رہے گا جس کا ثمرہ اور نتیجہ آخرت کا اجر اور روحانی کمال ہے۔ ورنبودے۔ یعنی نفس اور شیطان کی پیدا کردہ برائیاں اور تلخیاں نہ رہیں۔ پس بچہ۔ اللہ کی جانب سے کسی کو صبور کسی کو حلیم اور کسی کو شجاع اور حکیم کہا گیا ہے وہ نہ کہا جاتا اس لیے کہ جب مصائب نہ ہوں تو صبر نہ پایا جائے گا اور جب برائیاں نہ ہوں تو نہ حلم کا تحقق ہوگا نہ شجاعت اور حکمت کا۔ صابرین۔ یہ خطابات بھی بغیر شیطان کے وجود کے ممکن نہ تھے۔ رستم۔ بہادر اور بزدل یکساں ہوتے۔ علم وحکمت۔ علم اور دانائی کا تحقق بھی جب ہی ہے کہ راہ روی اور گمراہی ہو۔

[2] بہر ایں دکان۔ تو اپنے کڑوے کسیلے مزاج کی وجہ سے یہ چاہتا ہے کہ دونوں عالم برباد ہو جائیں، آخرت تو اسی لیے ہے کہ فضائل حاصل کیے جائیں اور وہاں اُن کا بدلہ ملے۔ جب ابتلا اور امتحان ہی ختم ہو جائے گا تو فضائل اعمال حاصل نہ ہوں گے اور نہ دنیا مزرعۃ الآخرۃ بنے گی لہٰذا دونوں عالم ویران ہو جائیں گے۔

[3] من ہمیدانم۔ قاضی نے صوفی سے نعمت، اور جہل کی نفی کرتے ہوئے بتایا کہ صوفی کے یہ سوالات عوام کے شبہات دور کرنے کے لیے تھے۔ جور دوراں۔ اگر مصائب نہ ہوں تو حق تعالیٰ سے غفلت ہو جائے گی۔

زانکہ[1] اینہا بگذرد واں نگذرد — دولت آں دارد کہ جاں آگہ برَد

کیونکہ یہ گذر جائیں گی اور وہ ختم نہ ہو گی — دولت وہ رکھتا ہے، جو آگاہ جان لے جائے

رنج و درد و جور و فقرِ ایں دیار — صعب نَبود چوں فراق و بُعدِ یار

اس جہان کا رنج اور درد اور ظلم اور افلاس — دوست کی دوری اور فراق سے سخت نہیں ہے

حکایت در تقریرِ آنکہ صبر در رنجِ کار سہل تر، از صبر در فراق یار و محنتِ اُو باشد

اس بیان میں حکایت کہ رنج پر صبر کر لینا، دوست کے فراق پر صبر کرنے اور اُس کی مشقت سے زیادہ آسان ہے

آں[2] یکے زن شُوئ خود را گفت ہے — اے مُروّت را بیک رہ کرد طے

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا خبردار! — اے شخص جس نے یکبارگی مروت کو لپیٹ دیا ہے

ہیچ تیمارم نمیداری چرا — تا بکے داری دریں خُواری مرا

تو کیوں میری خبرگیری نہیں کرتا ہے؟ — تو مجھے اس ذلت میں کب تک رکھے گا؟

گفت شُو من نفقہ چارہ می کنم — گرچہ عورم دست و پائے می زنم

شوہر نے کہا میں خرچ کی تدبیر کرتا ہوں — میں اگرچہ مفلس ہوں، ہاتھ پاؤں مارتا ہوں

نفقہ و کِسوہ ست واجب اے صنم — ازمنَت ایں ہر دو ہست و نیست کم

اے صنم! خرچ اور لباس واجب ہے — میری جانب سے یہ دونوں ہیں اور کم نہیں ہیں

آستینِ پیرہن بنمود زن — بس دُرشت و پُر وَسخ بُد پیرہن

عورت نے کرتے کی آستین دکھائی — کرتا بہت موٹا اور میلا تھا

گفت[3] از سختی تنم را میخورد — کس کسے را کِسوہ زینساں آورد

بولی، سختی کی وجہ سے میرے بدن کو کاٹتا ہے — کوئی کسی کو ایسا لباس لا کر دیتا ہے

گفت اے زن یک سوالت میکنم — مردِ درویشم ہمیں آمد فنم

اُس نے کہا اے بیوی! میں ایک بات پوچھتا ہوں — میں فقیر انسان ہوں میری تدبیر یہی ہے

ایں دُرشت ست و غلیظ و ناپسند — نیک اندیشہ کُن اے اندیشمند

یہ سخت اور موٹا اور ناپسند ہے — اے سوچنے والی! خوب سوچ لے

ایں دُرشت و زشت تر یا خود طلاق — ایں تُرا مکروہ تر یا خود فراق

یہ زیادہ سخت اور بھدا ہے یا طلاق — یہ تجھے زیادہ ناپسند ہے یا جدائی

---

[1] زانکہ۔ دُنیا کے مصائب برداشت کرنا آسان ہیں چونکہ وہ اس زندگی کے بعد ختم ہو جائیں گی لیکن اگر اللہ سے دوری ہے تو اس کے مصائب دائمی ہیں۔ حکایت۔ اس حکایت میں شوہر نے بیوی سے یہی کہا کہ کپڑے اور روٹی کی تنگی طلاق سے سہل تر ہے۔

[2] آں یکے۔ بیوی نے شوہر سے نان نفقہ کی کمی کی شکایت کی۔ تیمار۔ خبر گیری۔ خواری۔ نفقہ کی کمی۔ چارہ۔ تدبیر۔ عور۔ ننگا، مفلس۔ نیست کم۔ خرچ اور لباس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ آستیں۔ بیوی نے اپنے کرتے کی آستین دکھائی جو بہت میلی اور موٹے کپڑے کی تھی۔

[3] گفت۔ بیوی نے کہا کہ یہ کرتا میرے بدن کو کھائے جاتا ہے۔ گفت اے زن۔ شوہر نے بیوی سے کہا کہ میرے مقدور میں جو کچھ ہے میں کرتا ہوں بے شک یہ لباس گھٹیا ہے اگر تو اس میں گذارہ نہیں کر سکتی تو پھر باہمی تفریق مناسب ہے اب تو غور کر لے کہ یہ لباس بہتر ہے یا طلاق؟

ہمچناں[1] اے خواجۂ تشنیع زن — از بلاؤ فقر از رنج و محن
اسی طرح اے طعنہ زن صاحب! — بلا اور افلاس اور رنج اور محنت کے بارے میں

لاشک ایں ترکِ ہوا تلخی دہ است — لیک از تلخیِ بُعدِ حق بہ است
یقیناً یہ خواہش کا چھوڑنا کڑواہٹ پیدا کرتا ہے — لیکن اللہ کی دوری کی کڑواہٹ سے بہتر ہے

گر جہاد و صوم سخت ست و خشن — لیک آں بہتر ز بُعد اے ممتحن
اگرچہ جہاد اور روزہ سخت اور درشت ہے — لیکن اے آزمانے والے! دوری سے بہتر ہے

رنج کے ماند دمے کاں ذوالمنن — گویدت چونی تو اے رنجورِ من
اُس وقت رنج کہاں رہے گا جب وہ احسانوں والا — تجھے یوں کہے اے میرے بیمار تو کیسا ہے؟

ورنہ گوید کِت نہ آں فہم و فن ست — لیک آں ذوقِ تو پرسش کردن ست
اور اگر وہ نہ کہے کیونکہ تجھ میں وہ سمجھ اور فن نہیں ہے؟ — لیکن تیرا ذوق، پرسش کرتا ہے

آں[2] ملیحاں کہ طبیبانِ دل اند — سُوئے رنجوراں بہ پُرسش مائل اند
وہ حسین جو دل کے طبیب ہیں — بیماروں کی جانب، پرسش پر مائل ہیں

ور حذر از ننگ و از نامی کنند — چارۂ سازند و پیغامی کنند
اور اگر ننگ و نام کی وجہ سے اندیشہ کرتے ہیں — تو تدبیر کرتے ہیں اور پیغام بھیجتے ہیں

ورنہ در دل شاں بُود آں مفتکر — نیست معشوقے ز عاشق بیخبر
ورنہ وہ اپنے دل میں فکر مند ہوتے ہیں — کوئی معشوق، عاشق سے بے خبر نہیں ہوتا

اے تو جویائے نوادر داستاں — ہم فسانہ عشق بازاں را بخواں
اے شخص تو جو نادر داستانوں کا جویاں ہے — عاشقوں کا فسانہ بھی پڑھ لے

بس[3] بجوشیدی دریں عہدِ مَدید — تُرک جوشے ہم نگشتی اے قدید
تو اس دراز وقت میں بہت جوش میں آیا — اے گوشت کے سوکھے پارچے! تو آدھا بھی نہ پکا

دیدۂ عمرے تو داد و داوری — وانگہ از نادیدگاں ناسی تری
تو نے عمر بھر عطا اور حکومت دیکھی — پھر بھی تو نہ دیکھنے والوں سے زیادہ بھول میں ہے

ہر کہ شاگردیش کرد اُستاد شد — تو سپس تر رفتۂ اے گولِ لُد
جس نے اُس کی شاگردی کی اُستاد بن گیا — اے جھگڑالو احمق! تو زیادہ پیچھے کو لوٹا

---

1. ہمچناں۔ بلا اور فقر کا نہ ہونا جبکہ اللہ سے دوری کا سبب ہے تو بلا اور فقر کی تلخی زیادہ بہتر ہے۔ گر جہاد۔ عبادات کی تلخی اللہ کی دوری سے بہتر ہے۔ رنج۔ اس لیے کہ یہ تکالیف عارضی ہیں جب خدا اپنا کہہ کر پکارے گا تو ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی۔ ورنہ گوید۔ الہام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا لیکن ایک قلبی سکون اکثر اہل نسبت محسوس کر لیتے ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ کی پکار سمجھ لو۔

2. آں ملیحاں۔ اس کو سمجھنے کے لیے مجازی عاشقوں اور معشوقوں کے بارے میں سمجھ لو معشوق بیمار عاشق کی مزاج پرسی کرتا ہے اور اگر بدنامی کی وجہ سے نہیں آتا ہے تو پیغام کے ذریعہ مزاج پُرسی کرتا ہے۔ ورنہ۔ اگر پیغام بھیجنا بھی ممکن نہیں ہوتا تو دل میں متفکر ہوتا ہے بہرحال معشوق عاشق سے بے خبر نہیں ہوتا۔ اے تو۔ عشقبازوں کی داستان پڑھو یہ باتیں معلوم ہو جائیں گی۔

3. بس بجوشیدی۔ اوپر کے اشعار میں اللہ سے دوری کی مذمت تھی اب بیان کرتے ہیں کہ تمام عمر تو نے اس برائی کے ازالہ کی کوشش نہ کی۔ تُرک جوش۔ نیم پختہ کے معنی میں ہے تُرک ادھکچرا گوشت کھاتے تھے پورا جوش نہ دیتے تھے۔ دیدۂ۔ ایسے اسباب موجود تھے جن سے تو تنبیہ حاصل کر سکتا تھا۔ ناسی۔ بھولنے والا۔ ہر کہ۔ اگر ان چیزوں سے تنبیہ حاصل کر لیتا تو اُستاد بن جاتا۔

خود نبُود از والدینت[1] اعتبار ہم نبُودت عبرت از لیل و نہار

تجھے نہ اپنے ماں باپ سے عبرت ہوئی نہ تجھے دن و رات سے عبرت ہوئی

مثَل پُرسیدنِ عارفے از کشیش کہ تو بزرگ تری از ریش یا ریش از تو

ایک عارف کی ایک پادری سے دریافت کرنے کی مثال کی تو ڈاڑھی سے زیادہ عمر کا ہے یا ڈاڑھی تجھ سے

عارفے پُرسید زاں پیرِ کشیش کہ توئی خواجہ مُسن تر یا کہ ریش

اُس بوڑھے پادری سے ایک عارف نے دریافت کیا کہ اے صاحب! تم زیادہ عمر کے ہو یا ڈاڑھی

گفت نے من پیش ازو زائیدہ ام بے ز ریشی بس جہاں را دیدہ ام

اُس نے کہا نہیں میں اس سے پہلے پیدا ہوا ہوں میں نے دنیا کو بے ڈاڑھی کا ہوتے ہوئے بہت دیکھا ہے

گفت ریشت شُد سفید از حال گشت خُوئے زِشتِ تو نگردیدست وَشت

اُس نے کہا تیری ڈاڑھی سفید ہوگئی، حالت سے بدل گئی تیری بُری عادت بھلی نہ ہوئی

اُو پس از تو زاد و از تو بگذرید تو چنیں خشکی ز سودائ ثرید[2]

وہ تیرے بعد پیدا ہوئی اور تجھ سے سبقت لے گئی تو ثرید کے عشق میں ویسا ہی خشک ہے

تو براں رنگی کہ اوّل زادہَ یک قدم زاں پیشتر ننہادہَ

تو ایسا ہی رنگ پر ہے جس پر شروع میں پیدا ہوا اُس سے ایک قدم آگے نہیں رکھا ہے

دُوغِ تُرشی ہمچناں در معدنی خود نگردی زُو مُخلص روغنی

تو معدن میں اُسی طرح کھٹی چھاچ ہے اُس سے چھوٹ کر، تو روغن نہ بنا

ہم خمیری خمّرہٗ الطینہ دری گرچہ عمرے در تنورِ آذری

تو خمیر ہی ہے آب و گل کے خمیر میں ہے اگرچہ ایک زمانہ سے آگ کے تنور میں ہے

چون[3] حشیشی پا بگلِ برہشتہٴ گرچہ از بادِ ہوس سرگشتہٴ

تو نے گھاس کی طرح مٹی میں پاؤں جما رکھا ہے اگرچہ ہوس کی ہوا سے سرگرداں ہے

ہمچو قومِ موسیٰؑ اندر حرّ تیہ ماندہَ چل سال بر جا اے سفیہ

(حضرت) موسیٰؑ کی قوم کی طرح تیہ کی گرمی میں اے بیوقوف! تو چالیس سال سے (ایک) جگہ پر ہے

میروی ہر روز تا شب ہر ولہ خویش می بینی در اوّل مرحلہ

تو ہر روز رات تک بھاگ کر چلتا ہے اپنے آپ کو پہلی منزل پر دیکھتا ہے

---

[1] والدینت۔ اپنے ماں باپ سے ہی عبرت حاصل کرتا کہ وہ آج کہاں ہیں۔ مثَل۔ اس مثال سے اپنی اصلاح نہ کرنے پر شرم دلاتے ہیں۔ کشیش۔ راہب، پادری۔ مُسن۔ زیادہ عمر والا۔ حال۔ یعنی پہلے کالی تھی اب سفید ہوگئی۔ وشت۔ خوب، خوش۔ اوپس۔ ڈاڑھی بعد میں پیدا ہوئی اور اس میں تبدیلی آ گئی لیکن تو اس سے پہلے پیدا ہوا پھر بھی تجھ میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

[2] ثرید۔ یعنی لذیذ کھانا۔ دوغ معدن۔ اُس ہنڈیا کو کہتے ہیں جس میں دہی بلو کر روغن نکالا جاتا ہے یعنی چھاچ کی طرح اصل حالت پر ہے۔ ہم خمیری۔ ایک روایت میں حضرت حق نے فرمایا خمّرت طینۃ آدم اربعین صباحا "یعنی آدمؑ کی مٹی چالیس دن تک خمیر کی حالت میں رہی"۔ آذر۔ آگ۔

[3] چوں حشیشی۔ ہوا اپنی جگہ کھڑی ہوئی ہلتی ہے۔ یہی تیری حالت ہے کہ تو جہاں تھا وہیں ہے۔ تیہ۔ تیہ میدان میں حضرت موسیٰؑ کی قوم چکر کاٹتی رہی اور جہاں تھی وہیں رہی۔ ہر ولہ۔ تیز روی کی ایک کیفیت ہے۔

نگذری[1] زیں بُعدِ سہ صد سالہ تُو
تو اس تین سو سالہ مسافت کو طے نہ کر سکے گا
تا کہ داری عشقِ آں گوسالہ تُو
جب تک تو اُس بچھڑے کا عشق رکھتا ہے

تاخیالِ عجل شاں از جاں نرفت
جب تک بچھڑے کا خیال اُن کی جان سے نہ نکلا
بُد بر ایشاں تیہ چوں گردابِ زفت
اُن کے لیے تیہ سخت بھنور کی طرح تھا

غیرِ ایں عجلے، کز و یابیدہٗ
وہ اس بچھڑے کے علاوہ ہے، کہ تو نے اُس سے پائی ہے
بے نہایت لُطف و نعمت دیدہٗ
بے انتہا مہربانی اور نعمت دیکھی ہے

گاؤ طبعی زاں نکوئیہائے زفت
تو بیل کی سی طبیعت والا ہے اسی لیے بڑی بھلائیاں
از دلت در عشقِ آں گو سالہ رفت
بچھڑے کے عشق میں تیرے دل سے نکل گئیں

بارے اکنوں تو زہر جزوت پُرس
آخر، اب تو اپنے ہرجز سے دریافت کر لے
صد زباں دارند ایں اجزائے خرس
یہ گونگے اجزا سیکڑوں زبانیں رکھتے ہیں

ذکرِ[2] نعمتہائے رزّاقِ جہاں
جہان کے رزّاق کی نعمتوں کا تذکرہ
کہ نہاں شد آں در اوراقِ زماں
جو زمانہ کے اوراق میں پوشیدہ ہو گئی ہیں

روز و شب افسانہ جویائی تو چُست
تو مستعدی سے دن رات افسانہ کا جویاں ہے
جُزو جُزوِ تو فسانہ گوئی تُست
تیرا جُز جُز تیرا افسانہ بیان کرنے والا ہے

جُزوت[3] جُزوت تا برستت از عدم
جب سے تیرا جُز جُز عدم سے پیدا ہوا ہے
چند شادی دیدہ است و چند غم
اُس نے کتنی خوشیاں اور کتنے غم دیکھے ہیں

زانکہ بے لذّت نروید ہیچ جُزو
اس لیے کہ کوئی جُز بغیر لذت کے نہیں اُگتا ہے
بلکہ لاغر گردد از ہر ہیچ جُزو
بلکہ جُز ہر غم سے لاغر ہو جاتا ہے

جُزو ماند و آں خوشی از یاد رفت
جُز رہ گیا اور وہ خوشی حافظہ سے نکل گئی
بل نرفت آں خُفیہ شد از پنج و ہفت
بلکہ نکلی نہیں، پانچ اور سات سے پوشیدہ ہو گئی

ہمچو تابستاں کہ ازوے پُنبہ زاد
گرمی کے موسم کی طرح کہ اُس سے روئی پیدا ہوئی
ماند پُنبہ رفت تابستاں زیاد
روئی رہ گئی، گرمی کا موسم حافظہ سے چلا گیا

یا مثالِ یخ کہ زاید از شتا
یا جیسے یخ، جو جاڑے کے موسم سے پیدا ہوا
شُد شتا پنہان و آں یخ پیشِ ما
جاڑے کا موسم چھپ گیا، وہ یخ ہمارے سامنے ہے

---

[1] نگذری۔ جب تک تیرا عشق دنیا سے ہے تیرا مقام نہ بدل سکے گا۔ بعدِ سہ صد سالہ۔ یعنی طویل مسافت۔ تاخیالِ۔ جب تک حضرت موسیٰ کی قوم کے دل سے گوسالہ کی محبت نہ نکلی وہ تیہ میں چکر کاٹتی رہی۔ غیر۔ جس سے تجھے عشق کرنا چاہیے۔ وہ گوسالہ نہیں ہے اُسکے علاوہ ہے اُسکی لاکھوں نعمتوں سے تو بہرہ اندوز ہے۔ گاؤ طبعی۔ چونکہ تیرا مزاج شیطانی ہے لہٰذا شیطان ہی سے تجھے عشق ہے۔ بارے۔ جو خدائی نعمتیں تو فراموش کر بیٹھا ہے اُن پر تیرا جُز جُز گواہ ہے۔ خرس۔ اُخرس کی جمع گونگا۔

[2] ذکرِ نعمتہای۔ اجزا سے اُن نعمتوں کو دریافت کرلے تو بھول گیا ہے۔ روز و شب۔ تو افسانے سننے کا شوقین ہے اپنے اجزا سے نعمتوں کے افسانے سن لے۔ جزو جزوت۔ تو جب سے وجود میں آیا ہے تیرے اجزا نے سیکڑوں شادیاں اور غم دیکھے ہیں۔ زانکہ۔ غم تو تجھے یاد ہیں شادیاں یاد نہیں شادی دیکھنے کی یہ دلیل ہے کہ تیرے اجزا نے خوشی کی لذت سے نشوونما پایا ہے اور تو بچپن سے جوان، اسی لذت کی وجہ سے ہوا ہے۔

[3] جزو ماند۔ تیرے اجزا تو باقی ہیں لیکن وہ خوشیاں تیرے حافظہ سے نکل گئی ہیں۔ بلکہ نکلی بھی نہیں ہیں تیرے حواسِ خمسہ اور ہفت اندام سے مخفی ہو گئی ہیں۔ پنج۔ حواسِ خمسہ۔ باصرہ، شامہ، سامعہ، ذائقہ، لامسہ۔ ہفت۔ یعنی ہفت اندام، سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔ تابستاں۔ جاڑوں اور گرمیوں کا موسم چلا جاتا ہے اور اُن کی یادگار یہ روئی اور یخ پانی رہ جاتا ہے۔

ہست آں یخ زاں صعوبت یادگار — یادگارِ صیف در دے ایں ثمار
وہ یخ اُس دشواری کی یادگار ہے — یہ پھل موسم خزاں میں گرمی کے موسم کی یادگار ہیں

ہمچناں[1] ہر جزو جزوت اے فتے — در تنت افسانہ گوئے نعمتے
اے نوجوان! اسی طرح تیرا ہر ہر جز — تیرے جسم میں ایک نعمت کا افسانہ گو ہے

چوں زنے کہ بیست فرزندش بُود — ہر یکے حاکیِ حالِ خوش بُود
جیسی کہ وہ عورت جس کے بیس اولادیں ہوں — ہر ایک اچھی حالت کی ناقل ہو

حمل نبُود بے ز مستی و ز لاغ — بے بہارے کے شود زایندہ باغ
بغیر مستی اور مذاق کے حمل نہیں ٹھہرتا — بغیر بہار، باغ کب جنتا ہے؟

حاملان و بچگاں شاں در کنار — شُد دلیلِ عشقبازی با بہار
حمل والے اور اُن کی بغل میں بچے — بہار کے ساتھ عشقبازی کی دلیل ہیں

ہر[2] درختے در رضاعِ کودکاں — ہمچو مریمؑ حامل از شاہِ جہاں
ہر درخت بچوں کو دودھ پلانے میں — شاہِ جہاں سے حضرت مریمؑ کی طرح حمل والا ہے

گرچہ در آب آتشے پوشیدہ شُد — صد ہزاراں کف برُو جوشیدہ شُد
اگرچہ آگ پانی میں پوشیدہ ہو گئی — لاکھوں جھاگ اُس پر جوش مارنے لگے

گرچہ آتش سخت پنہاں می تند — کف بدہ انگشت اشارت میکُند
اگرچہ آگ بہت مخفی طور پر اُٹھ رہی ہے — جھاگ دس انگلیوں سے اشارہ کر رہا ہے

ہم چنیں اجزائے مستانِ وصال — حامل از تمثالہائے حال[3] و قال
اسی طرح وصال کے مستوں کے اجزاء — حال اور قال کے پیکروں سے حمل والے ہیں

در جمالِ حال وامانده دہاں — چشم غایب ماندہ از نقشِ جہاں
حال کے حُسن میں منہ کھلا رہ گیا — دنیا کے نقش سے آنکھ غیر حاضر ہو گئی

آں موالید از رہِ ایں چار نیست — لاجرم منظورِ ایں ابصار نیست
وہ پیداوار ان چار کے طریقہ کی نہیں ہے — لامحالہ ان نگاہوں سے نظر آنے والی نہیں ہے

آں موالید از تجلّی زادہاند — لاجرم مستورِ پردہ سادہ اند
وہ پیداوار تجلّی سے جنی ہوئی ہے — لامحالہ بے رنگ پردے میں پوشیدہ ہے

---

[1] ہمچناں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی پہلی نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں اور اُن کی یادگار جسم کا جزو جزو باقی رہ جاتا ہے۔ چون زنے۔ جماع کی لذت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی نشانی اولاد باقی رہتی ہے۔ حمل۔ استقرارِ حمل اُس وقت ہوتا ہے جبکہ زوجین میں مستی اور نفسی مذاق ہو جب تک موسمِ بہار کی مستی نہیں آتی چمن میں پھول نہیں کھلتا۔ حاملاں۔ درختوں کا پھلنا اور پھولنا اس کی دلیل ہے کہ اُن درختوں نے موسمِ بہار سے عشق بازی کی ہے۔

[2] ہر درخت۔ حضرتِ حق کے حکم سے ہر درخت اسی طرح حاملہ بنتا ہے جس طرح حضرت مریمؑ بنیں تھیں۔ گرچہ در آب۔ پانی میں آگ کی گرمی نظر نہیں آتی لیکن اس کے آثار بلبلے نظر آتے ہیں اور وہ گرمی کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ ہم چنیں۔ جس طرح ان چیزوں میں مؤثر پوشیدہ ہے اور ظاہری آثار اس پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح جو لوگ وصالِ حق سے مست ہیں اُن کے اجزا میں حال وقال مخفی ہے اور اُن مستوں کے اجزا اُن پر دلالت کرتے ہیں۔

[3] حال وقال۔ حال وہ کیفیت ہے جو مشاہدۂ حق سے انسان پر طاری ہوتی ہے قال سے مراد بھی وہ مضامین اور کلامِ نفسی ہے جو مشاہدۂ حق سے پیدا ہوتا ہے۔ در جمال۔ جب انسان پر حال طاری ہوتا ہے تو حیرانی میں منہ کھلا رہ جاتا ہے اور آنکھ دنیا کے نقش نہیں دیکھ پاتی ہے۔ آں موالید۔ وہ حال وقال عنصری نہیں ہے لہٰذا عنصری آنکھیں اُن کو نہیں دیکھ سکتی ہیں۔ از تجلی۔ وہ تجلی رب کی پیداوار ہے لہٰذا بے رنگی کے پردے میں مخفی ہیں۔

زادہ[1] گفتیم و حقیقت زاد نیست
ہم نے جنا ہوا کہہ دیا اور جننے کی حقیقت نہیں ہے
ایں عبارت جز پئے ارشاد نیست
عبارت سوائے رہنمائی کے نہیں ہے

ہیں خمش کن تا بگوید شاہ قُل
خبردار! چُپ ہو جا جب تک کہ شاہ کہے کہ کہہ
بلبلی مفروش با ایں جنسِ گل
پھول کی اس جنس کے ساتھ بلبل پن نہ جتا

ایں گلِ گویاست پُرجوش و خروش
یہ جوش و خروش سے بھرا ہوا پھول بولنے والا ہے
بلبلا ترکِ زباں کن باش گوش
اے بلبل! زبان کو ترک کر، کان بن جا

ہر دو گوں تمثال پاکیزہ مثال
دونوں قسم کے پاکیزہ مثال پیکر
شاہدِ عدل اند بر سرّ وصال
وصال کے راز پر، عادل گواہ ہیں

ہر دو گوں حسنِ لطیفِ مُرتضیٰ
دونوں قسم کے پسندیدہ لطیف، حسن
شاہدِ احیا و حشرِ ما مضیٰ
گزشتہ بقا اور فنا پر گواہ ہیں

ہمچو یخ[2] کاندر تموزِ مستجد
جیسا کہ یخ، جدید موسم گرما میں
ہر دم افسانہ زمستاں می کند
ہر وقت جاڑوں کا ذکر کرتا ہے

ذکرِ آں اریاحِ سردِ زمہریر
سخت سرد ہواؤں کا ذکر
اندراں ایام و ازمانِ عسیر
جو اُن دنوں اور سخت زمانوں میں تھیں

ہمچو آں میوہ کہ در وقتِ شتا
اُس میوے کی طرح جو کہ جاڑوں کے موسم میں
می کند افسانۂ لُطفِ صبا
صبا کے لطف کا قصہ بیان کرتا ہے

قصۂ دورِ تبسمہائے شمس
سورج کی مسکراہٹوں کے زمانہ کا قصہ
واں عروسانِ چمن را طمس و لمس
چمن کی دلہنوں کو چھونے اور ملنے کا (قصہ)

حال رفت و ماند جُزوت یادگار
حال چلا گیا اور تیرا جُز یادگار رہ گیا
یا ازو واپُرس یا خود یاد آر
یا اُس سے پُوچھ لے یا خود یاد کر لے

چوں[3] فرو گیرد غمت گر چستیی
اگر تو چست ہوتا، جب تجھے غم گھیرتا
زاں دمِ نومید کن وا جستیی
تو مایوس کرنے والے وقت سے مطالبہ کرتا

گفتیش اے غصۂ منکر بحال
تو اس سے کہتا، اے غصے! حالت کے ذریعہ منکر
راتبہ انعامہا را زاں کمال
کمال والے کی جانب مقررہ انعاموں کے

ہر دمت گر نہ بہار و خرمی ست
اگر تجھے ہر وقت بہار اور خوشی نہیں ہے
ہمچو چاشِ گل تنت انبار چیست
پھولوں کے تودے کی طرح تیرا جسم ڈھیر کیوں ہے؟

---

1. زادہ۔ ان دونوں کو جنا ہوا کہنا محض سمجھانے کے لیے ہے ورنہ وہاں جننے کی حقیقت نہیں ہے۔ قُل۔ جب تک خدائی حکم نہ ہو اُس وقت تک حال وقال کی تفصیل نہ کر۔ ایں گل۔ یہ حال وقال خود زبان حال سے گویا ہیں تو چپ رہ اُن کی بات سُن۔ ہر دو گوں۔ حال وقال اللہ سے وصل کے گواہ ہیں۔ احیا و حشر۔ بقا و فنا۔
2. یخ۔ یخ جاڑوں کی یاد دلاتا ہے اور جاڑے کی سخت ٹھنڈی ہواؤں کا ذکر کرتا ہے۔ ہمچو۔ گرمیوں کا پیدا شدہ میوہ جاڑوں میں گرمیوں کی یاد دلاتا ہے۔ قصہ۔ سورج کی شعاعوں سے پھل پکتے ہیں۔ حال رفت۔ گذری ہوئی نعمتوں کے بارے میں اپنے اجزا سے دریافت کرلے یا خود یاد کرلے۔
3. چوں فرو۔ جب تجھے مصائب گھیریں اور اُن کی وجہ سے تجھ پر غم و غصہ طاری ہو تو اُس غصے سے یہ دریافت کر کہ اگر تو ان نعمتوں کا منکر ہے تو پھر بتا کہ تیرے جسم نے نشوونما کیسے پایا۔ چاش۔ ڈھیر۔

چاشِ[1] گل تن، فکرِ تو ہمچوں گلاب — منکرِ گل شد گُلاب اینت عُجاب

جسم پھولوں کا ڈھیر، تیری فکر گلاب کی طرح — گلاب، گل کا منکر ہوا، یہ تعجب ہے

از کپی خویانِ کفراں کہ دریغ — بر نبی خویاں نثارِ مہر و میغ

بندر خصلت ناسپاس لوگوں سے، گھاس (بھی) دریغ ہے — نبی خصلت لوگوں پر سورج اور ابر نثار ہے

آں لجاج و کفر قانونِ کپی ست — واں سپاس و شُکر منہاجِ نبی ست

جھگڑا اور کفر، بندر کا قانون ہے — اور شُکر اور سپاس نبی کا راستہ ہے

با کپی[2] خویاں تہتکہا چہ کرد — با نبی رُویاں تنُسکہا چہ کرد

بندر خصلت لوگوں کے ساتھ پردہ دری نے کیا کیا؟ — نبی خصال لوگوں کے ساتھ عبادات نے کیا کیا؟

در عمارتہا سگانند و عقور — در خرابہاست گنجِ عزّ و نُور

عمارتوں میں کُتے ہیں اور کٹ کھنے کُتے — ویرانوں میں عزت اور نور کا خزانہ ہے

گر نبودے ایں بزوغ اندر کسوف — گم نکردے راہ چندیں فیلسوف

اگر یہ طلوع (سورج) گرہن میں نہ ہوتا — تو اتنے فلاسفر راہ گم نہ کرتے

زیرکاں و موشگافانِ دہی — دیدہ بر خرطوم داغِ ابلہی

ذہین اور عقلمند باریک بینوں نے — بیوقوفی کا داغ، ناک پر دیکھ لیا

قصہ[3] فقیر روزی طلب بے واسطہء کسب و رنج

اُس فقیر کا قصہ جو بغیر کمائی اور مشقت کے روزی طلب کرتا تھا

آں یکے بیچارۂ مفلس ز درد — کہ ز بے چیزی ہزاراں زخم خورد

ایک بے چارہ مفلس درد سے — جس نے بے سروسامانی کیوجہ سے ہزاروں تکالیف برداشت کی تھیں

لابہ کردے در نماز و در دُعا — کاے خداوند و نگہبانِ رُعا

نماز اور دُعا میں خوشامد کرتا — کہ اے خداوند اور گلہ کے محافظ!

بے ز جہدے آفریدی مرمرا — بے فنِ من روزیم دہ زیں سرا

تو نے مجھے بغیر مشقت کے پیدا کیا — اس دنیا سے بغیر ہنر کے مجھے روزی عطا کر

پنج گوہر دادیم دُرّ دُرجِ سر — پنج حسِ دیگرے ہم مُستتر

تو نے مجھے سر کی ڈبیہ میں پانچ موتی عطا کیے — دوسرے پانچ حواس باطنی بھی

---

[1] چاشِ۔ جسم پھولوں کا ڈھیر ہے اور فکر اُس کا عرق ہے یہ تعجب کی بات ہے کہ عرقِ گلاب، گلاب کا انکار کرے۔ از کپی۔ کفران کی برائی اور شکر کی تعریف ہے، خدا کرے ناسپاس لوگ گھاس کے تنکے تک سے محروم ہوں اور شکرگزاروں پر علوی چیزیں نثار ہو جائیں۔ آں لجاج۔ ناسپاسی بندروں کی خصلت ہے اور شکرگزاری انبیا کا طریقہ ہے۔ منہاج۔ راستہ۔

[2] با کپی خویاں۔ ناشکرگزار دنیا میں بھی رُسوا ہوئے اور آخرت میں بھی۔ تہتکہا۔ شکرگزاروں کے مراتب بلند ہوئے۔ در عمارتہا۔ جو تن پرور ہیں وہ کتے بلکہ کٹ کھنے کتے ہیں اور جن لوگوں نے مجاہدات میں بدن کو ویران کیا ہے اُن کی روحیں نور اور عزت کا خزانہ ہیں۔ گر نبودے۔ اگر یہ خزانے چھپے ہوئے نہ ہوتے تو فلاسفر گمراہ نہ ہوتے اُس کو سمجھنے کے لیے عقلِ دین کی ضرورت ہے۔ زیرکاں۔ جو شخص عقلِ دنیاوی رکھتے ہیں اُن کی بیوقوفی نمایاں ہو گئی۔ دہی۔ داہی، چالاک۔

[3] قصہ۔ اس قصے سے بھی عقلِ دنیاوی کی بیوقوفیاں واضح کی ہیں۔ ز درد۔ یعنی درد سے نماز اور دعا میں عاجزی کرتا تھا۔ رُعا۔ گلہ۔ بے ز جہدے۔ انسان کی پیدائش میں انسان کے کسب کا کوئی دخل نہیں ہے لہٰذا اسی طرح مجھے دنیا میں زندہ باقی رکھ اور بغیر کسب کے روزی عنایت کر۔ پنج گوہر۔ باصرہ، سامعہ، شامہ، ذائقہ، لامسہ۔ پنج حس۔ حسِ مشترک، خیال، وہم، حافظہ، متخیلہ۔

لَا یَعُدُّ ایں داد وَلَا یُحْصٰی ز تو　　من کلیلم[1] از بیانش شرم رُو
تیری عطا لاتعداد اور بے شمار ہے　　میں اُس کے بیان سے عاجز اور شرمندہ ہوں

چونکہ در خلّاقیم تنہا توئی　　کارِ رزّاقیم کن تو مستوی
جبکہ میرے پیدا کرنے میں تو تنہا ہے　　میری رزق رسانی کے کام کو درست کر دے

سالہا زُو ایں دُعا بسیار شُد　　عاقبت زاریِ اُو برکارشد
اُس کی جانب سے یہ دُعا سالوں بہت ہوئی　　بالآخر اس کی عاجزی کار آمد ہو گئی

ہمچو آں شخصے کہ روزیِ حلال　　از خدا میخواست بے کسب و کلال
اُس شخص کی طرح جو حلال روزی　　خدا سے بغیر کمائے اور تھکن کے چاہتا تھا

گاوٗ آوردش سعادت عاقبت　　عہدِ داوٗدِ لدُنّی مَعدلت
بالآخر نیک بختی اُس کے پاس بیل لے آئی　　(حضرت) داوٗد کے زمانہ میں جو خدائی انصاف والے تھے

ایں مُتَیَّم نیز زاریہا نمود　　ہم ز میدانِ اجابت گُور بُود
اس دردمند نے (بھی) عاجزیاں دکھائیں　　یہ بھی قبولیت کے میدان سے گیند جیت لے گیا

گاہ بَدظن میشُدے اندر دُعا　　از پئے تاخیرِ پاداش و جزا
کبھی دعا کے دوران بدظن ہو جاتا　　نتیجہ اور جزا کی تاخیر کی وجہ سے

باز اِرجائے خداوندِ کریم　　دردلش بشّار گشتے و زعیم
پھر خداوند کریم کا امید دلانا　　اس کے دل کو خوشخبری دینے والا اور ذمہ دار بن جاتا

چوں شُدے نومید در جَہد از کلال　　از جنابِ حق شُنیدے کہ تعال
جب محنت میں تھکن کی وجہ سے ناامید ہوتا　　اللہ تعالیٰ کی جانب سے سنتا، آ جا

خافض[2] ست و رافعست ایں کرد گار　　بے ازیں دو بر نیاید ہیچ کار
خداپست کرنے والا اور بلند کرنے والا ہے　　ان دو کے بغیر کوئی کام نہیں بنتا

خفضِ[3] ارضی بین و رفعِ آسماں　　بے ازیں دو نیست دورانش اے فلاں
زمین کی پستی اور آسمان کی بلندی کو دیکھ　　اے فلاں! ان دو کے بغیر اس کی گردش نہیں ہے

خفض و رفعِ ایں زمیں نوعِ دگر　　نیم سالے شورہ نیمی سبز و تر
اس زمین کی پستی اور بلندی دوسرے قسم کی بھی ہے　　نصف سال شور اور نصف سال سبز و تر ہے

خفض و رفعِ روزگارِ با کُرَب　　نوعِ دیگر نیم روز و نیم شب
پُر مصائب، زمانہ کی پستی اور بلندی　　دوسری قسم کی ہے، آدھا دن ہے اور آدھا رات ہے

---

[1] کلیل۔ درماندہ۔ برکارشد۔ دعا مقبول ہوگئی۔ آں شخصے۔ اُس شخص کا قصہ دفتر سوم میں مذکور ہے۔ کلال۔ تھکن۔ گاوٗ۔ اُس شخص کے گھر میں خود بیل گھس آیا تھا۔ لدُنّی معدلت۔ خدائی انصاف والا۔ متیم۔ فریفتہ، عاشق۔ گاہ بدظن۔ دعا کے دور میں اُس پر مختلف کیفیتیں گذر رہی تھیں۔ ارجا۔ امید دلانا۔ بشّار۔ خوشخبری دینے والا۔ زعیم۔ کفیل۔ تعال۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے الہام ہوتا کہ "آ جا" دعا کر قبول ہوگی۔

[2] خافض۔ چونکہ پہلے شعر میں متضاد کیفیتوں کا ذکر تھا اب ذکر کرتے ہیں کہ عالم میں متضاد کیفیتیں حکمت کی بنا پر ظہور پذیر ہوتی ہیں حضرت حق تعالیٰ پست بھی کرتا ہے اور بلند بھی کرتا ہے، دنیا کے کام دونوں صفتوں سے مکمل ہوتے ہیں۔

[3] خفض۔ زمین کو پست کیا اور آسمان کو بلند کیا تب ہی دورانِ فلک ہوسکا۔ خفض و رفع۔ یہ دونوں صفتیں دو چیزوں میں ہی نہیں بلکہ ہر ایک چیز میں دونوں کا ظہور ہے، بنجر بھی پڑا رہنا زمین کا پست ہونا ہے سرسبز ہونا اُس کا بلند ہونا ہے۔ روزگار۔ زمانہ کا پست اور بلند ہونا رات اور دن کا ہونا ہے۔

خفض و رفعِ ایں مزاجِ[1] ممتزج — گاہ صحت گاہ رنجوریِ مضج

اس مرکب مزاج کی پستی اور بلندی — کبھی صحت، کبھی شور کرنے والی بیماری

ہم چنیں داں جملہ احوالِ جہاں — قحط و خصب و صلح و جنگ و افتتاں

دنیا کے سب احوال اسی طرح سمجھ لے — قحط اور ارزانی اور صلح اور جنگ اور فتنوں میں پڑنا

اینجہاں با ایں دو پر اندر ہوا ست — زیں دو جانہا موطنِ خوف و رجا ست

یہ عالم انہی دو پروں سے ہوا میں ہے — انہی دونوں سے جانیں خوف اور امید کا مقام ہیں

تاجہاں لرزاں بُود مانندِ برگ — در شمال و در سموم و بعث و مرگ

تاکہ جہان پتے کی طرح لرزتا رہے — شمالی ہوا میں اور لُو میں اور حیات اور موت میں

تاخُمِ[2] یک رنگیِ عیسیٰ ما — بشکند نرخِ خُمِ صد رنگ را

تاکہ ہمارے عیسیٰ کا یک رنگی مٹکا — سو رنگ والے مٹکے کے نرخ کو سستا کر دے

کاں جہاں ہمچو نمکسار آمد ست — ہرچہ آنجا رفت بے تلویں شُد ست

کیونکہ وہ جہاں نمک کی کان کی طرح ہے — جو وہاں گیا، وہ بے رنگ ہو گیا

خاک رابیں خلقِ رنگارنگ را — می کُند یک رنگ اندر گورہا

مٹی کو دیکھ، رنگا رنگ مخلوق کو — قبروں میں ایک رنگ کر دیتی ہے

ایں نمکسارِ جسومِ ظاہر ست — خود نمکسارِ معانی دیگر ست

یہ ظاہری جسموں کی کانِ نمک ہے — باطنی چیزوں کی کانِ نمک دوسری ہے

ایں[3] نمکسارِ معانی معنویست — از ازل آں تا ابد اندر نویست

باطنی اشیا کی کانِ نمک، باطنی ہے — ازل سے ابد تک تازگی میں ہے

ایں نوی را کہنگی ضدّش بُود — آں نوی بے ضدّ و بے ندّ و عدد

اس تازگی کی، کہنگی ضد ہے — وہ تازگی بغیر ضد اور بغیر مقابل اور عدد کے ہے

آں چناں کز صقلِ نُورِ مصطفٰیؐ — صد ہزاراں نوعِ ظلمت شُد ضیا

جیسے کہ مصطفٰیؐ کے نُور کی صیقل سے — لاکھوں قسم کی تاریکیاں روشنی بنیں

از جہود و مشرک و ترسا و مُغ — جملگی یکرنگ شُد زاں الپ و اُلغ

یہودی اور مشرک اور نصرانی اور مجوسی — اُس بزرگ کے ذریعہ سب یک رنگ ہوئے

---

[1] مزاج۔ انسانی مزاج کی پستی اور بلندی اس کی بیماری اور صحت ہے۔ مضج۔ شور کرنے والا۔ ہم چنیں۔ دنیا کے احوال کو اسی طرح سمجھ لو قحط بھی ہے اور ارزانی بھی، صلح بھی ہے اور جنگ و فتنہ میں مبتلا ہونا بھی ہے۔ اینجہاں۔ عالم کا بقا انہی متضاد کیفیتوں سے ہے اور جانوں میں امید و بیم انہی کی وجہ سے ہے۔ تاجہاں۔ اسی امید و بیم کی وجہ سے دنیا لرزتی رہتی ہے اور اس پر مختلف کیفیتیں طاری ہوتی ہیں۔

[2] تاخُم۔ دنیا میں متضاد کیفیتیں اسی لیے پیدا کی گئی ہیں تاکہ عالمِ آخرت کی قدر ہو کہ وہاں راحت ہی راحت ہے، مصائب نہیں ہیں۔ عیسیٰ ما۔ حضرت حق تعالیٰ ہے۔ خُمِ صدرنگی۔ عالمِ دنیا۔ نمکسار۔ نمک کی کان میں جو چیز پہنچ جاتی ہے وہ نمک ہی بن جاتی ہے۔ خاک۔ قبر، عالمِ آخرت کی ابتدا ہے وہاں پہنچ کر بھی تیرہ رنگی ختم ہو جاتی ہے۔ ایں۔ قبر جسموں کے لیے نمک کی کان ہے۔ نمکسارِ معانی۔ ارواح کا نمکسار عالمِ آخرت ہے۔

[3] ایں نمکسار۔ عالمِ آخرت میں نیا پرانا نہیں ہے بلکہ وہاں ہر چیز نئی ہے کیونکہ نئے پن کے بعد پرانا ہونا بے رنگی ہے۔ ایں نوی۔ دنیا میں نئے پن کے بعد پرانا ہونا بے رنگی ہے۔ ایں نوی۔ دنیا میں نئے پن کے بعد کہنگی آجاتی ہے۔ آں چناں۔ عالمِ آخرت کی یک رنگی اسی طرح کی ہوگی جیسے کہ آنحضورؐ کے نور سے مختلف قسم کے کفر کی تاریکیاں ایک قسم کے نور میں تبدیل ہو گئیں۔ مُغ۔ آتش پرست۔ الپ اُلغ۔ دلیر و بزرگ۔

صد ہزاراں سایہ[1] کوتاہ و دراز — شُد یکے در نُورِ آں خورشیدِ راز
لاکھوں چھوٹے اور بڑے سائے — اُس معنوی سورج کی روشنی میں ایک ہوئے

نے درازی ماند و نے کوتہ نہ پہن — گونہ گونہ سایہ در خورشید رہن
نہ درازی رہی اور نہ کوتاہی نہ چوڑا پن — قسم قسم کے سائے سورج میں رہن ہو گئے

لیک یکرنگی کہ اندر محشرست — بر بد و بر نیک کشف و ظاہرست
لیکن وہ یک رنگی جو محشر میں ہے — بد پر اور نیک پر واضح اور ظاہر ہے

کہ معانی آں جہاں صُورت شود — نقشہا ماں در خورِ خصلت شود
کیونکہ مخفی چیزیں اُس عالم میں ظاہر بن جائیں گی — ہماری صورتیں، عادت کے مطابق ہو جائیں گی

گردد انگہ فکر، نقشِ نامہا — ایں بطانہ رُوئے کارِ جامہا
اُس وقت فکر، خطوں کی تحریر بن جائے گا — یہ استر کپڑوں کا ابرا (بن جائے گا)

ایں[2] زماں سِرّ ہا مثالِ گاوِ پیس — دُوکِ نُطق اندر ملل صد رنگ ریس
اس وقت راز، چتکبرے بیل کی طرح ہیں — گویائی کا تکلہ مذہب میں سو رنگ کاتنے والا ہے

نوبتِ صد رنگی ست و صد دلی — عالمِ یک رنگ کے گردد جلی
صد رنگی اور صد دلی کا وقت ہے — یک رنگ عالم کب ظاہر ہو گا؟

نوبتِ زنگی ست و رومی شُد نہاں — ایں شب ست و آفتاب اندر رہاں
حبشی کا زمانہ ہے اور رومی پوشیدہ ہو گیا ہے — یہ رات ہے اور سورج قید میں ہے

نوبتِ[3] گرگ ست و یوسف زیرِ چاہ — نوبتِ قبطی ست و فرعون ست شاہ
بھیڑیے کا زمانہ ہے اور یوسف کنویں میں ہے — قبطی کا دور دورہ ہے اور فرعون، بادشاہ ہے

تا زرزقِ بے دریغ و خیرہ خند — ایں سگاں را حصہ باشد روز چند
تاکہ بے روک ٹوک رزق اور بیہودہ ہنسی — چند روز ان کتوں کا حصہ بنے

در درونِ بیشہ شیراں منتظر — تا شود اَمرِ تعالوا منتشر
کچھار میں شیر منتظر ہیں — تاکہ "آ جاؤ" کا حکم پھیل جائے

پس بروں آیند آں شیراں ز مَرج — بے حجابے حق نماید دخل و خرج
تو چراگاہ سے وہ شیر باہر آئیں گے — اللہ بغیر پردے کے حجاب آمد و خرچ کر دے گا

جوہرِ انساں بگیرد برّ و بحر — پیسہ گاواں بسملانِ روزِ نحر
انسان کا جوہر بر و بحر پر قبضہ کر لے گا — چتکبرے بیل قربانی کے دن ذبح ہوں گے

---

1 سایہ۔ کفر کی تاریکی۔ نے درازی۔ ان کفروں کا تضادات ختم ہو گیا۔ لیک۔ عالم آخرت کی یک رنگی پوشیدہ ہے لیکن محشر کی یک رنگی سب پر ظاہر ہو جائے گی۔ کہ معانی۔ وہاں پر معنوی چیز ظاہری صورت اختیار کرلے گی۔ گردد۔ وہاں کانچ کا استر جو اندر کی چیز ہے ابرا بن جائے گا، جو ظاہر ہے۔ بطانہ۔ استر۔ روی کار جامہ۔ ابرا۔

2 ایں زماں۔ اخروی باتیں اس دنیا میں چتکبرے جانور کی طرح ہیں کہ اس میں مختلف رنگ ہوتے ہیں انہی اخروی باتوں کے بارے میں مختلف قسم کے خیالات ہیں اور مذہبی باتوں میں زباں کا تکلا مختلف رنگ کا دھاگا کات رہا ہے۔ عالم یک رنگ۔ عالم آخرت۔ نوبت زنگی۔ اس دنیا میں حقائق پر پردہ ہے۔ زنگی۔ یعنی بدرنگی۔ رومی۔ یعنی خوش رنگی۔ رہاں۔ گروی۔

3 نوبت گرگ۔ یعنی باطل غالب اور حق مغلوب ہے۔ تا۔ یہ فیصلہ الٰہی ہے کہ اہل باطل بھی کچھ دن مزے اُڑا لیں۔ در دروں۔ حقائق مخفی ہیں ظاہر ہونے میں حکم کے منتظر ہیں۔ مرج۔ چراگاہ۔ دخل و خرج۔ جمع خرچ۔ جوہر۔ پھر حق کا غلبہ ہو جائیگا، باطل فنا ہو جائیگا۔ روز نحر۔ قیامت کا دن عید کا ہو گا جسمیں مومن خوشی منائیں گے اور کفار ہلاک ہونگے۔

روزِ نحرِ رُستخیزِ سہمناک — مُومناں را عید و گاواں را ہلاک
خوفناک قیامت کا قربانی کا دن — مومنوں کی عید اور بیلوں کی ہلاکت ہے

جُملہ[1] مُرغانِ آب آں روزِ نحر — ہمچو کشتیہا رواں بر رُوئے بحر
پانی کے سب پرند اُس قربانی کے دن — سمندر پر کشتیوں کی طرح رواں ہوں گے

تا کہ یَھْلِکَ مَنْ ھَلَکَ عَنْ بَیِّنَہ — تا کہ یَنْجُوْا مَنْ نَجَاوَا شْتَیْقَنَہ
تاکہ جو ہلاک ہو وہ گواہوں کے ذریعہ ہلاک ہو — تاکہ نجات پائے اس حال میں کہ اُس دن کا یقین ہو

تا کہ بازاں جانبِ سُلطاں روند — تا کہ زاغاں سُوئے گورستاں روند
تاکہ باز، شاہ کی جانب روانہ ہوں — تاکہ کوّے قبرستان کی جانب جائیں

کاستخواں و اجزائے سرگیں ہمچو ناں — نُقلِ زاغاں آمدست اندر جہاں
کیونکہ ہڈیاں اور گوبر کے اجزا روٹی کی طرح — دنیا میں کوّوں کی غذا بنے ہیں

قندِ[2] حکمت از کُجا زاغ از کُجا — کِرمِ سرگیں از کُجا باغ از کُجا
کہاں دانائی کی شکر، کہاں کوّا؟ — کہاں گوبر کا کیڑا کہاں چمن؟

نیست لائق غز و نفسِ مردِ غر — نیست لائق عُود و مُشک و کُونِ خر
بزدل مرد کا نفس، جہاد کے لائق نہیں ہے — عُود اور مشک، گدھے کی مقعد کے مناسب نہیں ہے

چوں غزا ندہد زناں را ہیچ دست — کے دہد آنکہ جہادِ اکبرست
جبکہ عورتوں کو جہاد کا موقع نہیں — تو جہادِ اکبر کا کیا موقع ہے؟

جُز بنادر در تنِ زن رُستمے — گشتہ باشد خُفیہ ہمچوں مریمےؑ
سوائے نادر کے، عورت کے جسم میں کوئی بہادر — پوشیدہ ہو (حضرت) مریمؑ کی طرح

آنچناں[3] کہ در تنِ مرداں زناں — خُفیہ اند و ماندہ از ضُعفِ جناں
جیسے کہ مردوں کے جسم میں عورتیں — پوشیدہ ہیں اور وہ قلبی کمزوری کی وجہ سے عاجز ہیں

آنجہاں صُورت شود در مادگی — ہر کہ در مَردی ندید آمادگی
وہ اُس عالم میں مادہ کی صُورت میں ہو گا — جس نے مردانگی پر آمادگی نہ دیکھی ہو

روزِ عدل و عدل و داد اندر خورست — کفش زانِ پا کلاہ آنِ سرست
وہ انصاف کا دن ہے، اور انصاف اور عطا مناسب ہیں — جوتا پاؤں کی ملکیت اور ٹوپی سر کی ملکیت ہے

تا بمطلب در رسد ہر طالبے — تا بغربِ خود رود ہر غاربے
تاکہ ہر طالب مطلوب تک پہنچ جائے — تاکہ ہر غروب ہونے والا، اپنے غروب کو پہنچ جائے

---

[1] جُملہ مرغاں۔ مومناں کی مثال دریائی پرندوں کی سی ہوگی جو سمندر کی سطح پر تیریں گے، وہ پل صراط پر آرام سے گذر جائیں گے۔ تاکہ۔ حقائق اس لیے واضح کیے جائیں گے کہ نجات اور ہلاکت پورے ثبوت کے ساتھ ہو۔ بازاں۔ نجات پانے والے۔ زاغاں۔ بد باطن لوگ۔ کاستخواں۔ ان کوّوں کی جو غذا دنیا میں تھی وہی آخرت میں ہوگی۔

[2] قندِ حکمت۔ دانائی اور کوّے، گبرونڈے اور چمن میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ نیست۔ جہاد اور بزدل، عود و مشک اور گدھے کی مقعد میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ چوں۔ صوفیا کے نزدیک کافروں سے جہاد، جہادِ اصغر اور نفس سے جہاد، جہادِ اکبر ہے۔ مریم۔ حدیث شریف ہے، مرد تو بہت سے مکمل ہوئے عورتوں میں صرف حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؑ مکمل ہوئیں اور حضرت عائشہؓ کو عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جس طرح تمام کھانوں میں ثرید افضل ہے۔

[3] آنچناں۔ بہت سے مرد جو زنانہ صفت ہیں آخرت میں ان کی صفت واضح ہو جائے گی۔ روزِ عدل۔ عالمِ آخرت میں قیامت کا دن انصاف کا دن ہوگا وہاں پاؤں جوتا پہنے گا اور سر ٹوپی اوڑھے گا۔ تا بمطلب۔ تاکہ ہر طالب کو اس کا مطلوب مل جائے اور ہر انسان اپنے صحیح مقام پر پہنچ جائے۔

نیست[1] ہر مطلوبے از طالب دریغ — جُفتِ تابشِ شمس و جُفتِ آب میغ
کوئی مطلوب، طالب سے ممنوع نہیں ہے — تپش کا جوڑا سورج اور پانی کا جوڑا ابر ہے

ہست دُنیا قہرخانۂ کردگار — قہر بیں چوں قہر کردی اختیار
دنیا اللہ تعالیٰ کا قہرخانہ ہے — جب تو نے ظلم کرنا اختیار کیا تو قہر کو بھی دیکھ

استخوان و مُوئے مقہوراں نگر — تیغِ قہر افگندہ اندر بحر و بر
قہر میں مبتلا لوگوں کی ہڈیاں اور بال دیکھ — قہر کی تلوار نے ان کو سمندر اور خشکی میں بکھیر دیا ہے

پرّ و بالِ مُرغ بیں برگردِ دام — شرحِ قہرِ حق کنندہ بے کلام
جال کے چاروں طرف، پرند کے پر و بال دیکھ لے — جو اللہ تعالیٰ کے قہر کی، بغیر لفظوں کے شرح کر رہے ہیں

مُرد[2] اُو برجائے خرپُشتہ نشاند — وانکہ کُہنہ گشت پُشتہ ہم نماند
وہ مر گیا جگہ پر بڑا ڈھیر چھوڑ گیا — اور جو پرانا ہو گیا ڈھیر بھی نہ رہا

ہر کسے را جُفت کردہ عدلِ حق — پیل را با پیل و بق را جنسِ بق
اللہ کے انصاف نے ہر چیز کا جوڑ لگا دیا ہے — ہاتھی کا ہاتھی سے، اور مچھر کا مچھر کی جنس سے

مُونسِ احمدؐ بمجلس چار یار — مُونسِ بُوجہل عتبہ و ذُوالخمار
احمدؐ کی مجلس میں چار یار دوست ہیں — ابُوجہل کے دوست، عتبہ اور ذوالخمار ہیں

کعبۂ جبریل و جانہا[3] سِدرہَ — قبلۂ عبدالبطوں شُد سُفرہَ
جبریل اور روحوں کا قبلہ سدرہ ہے — پیٹ کے بندوں کا قبلہ دسترخوان ہے

قبلۂ عارف بُود نُورِ وصال — قبلۂ عقلِ مُفلسِت شُد خیال
عارف کا قبلہ وصال کا نور ہے — فلسفی کی عقل کا قبلہ وہم ہے

قبلۂ زاہد بُود یزدانِ برّ — قبلۂ مطمع بُود ہمیانِ زر
زاہد کا قبلہ محسن خدا ہے — لالچی کا قبلہ سونے کی ہمیانی ہے

قبلۂ مردانِ حق اعمالِ نیک — قبلۂ نا اہلِ جہلِ مُرد ریگ
مردانِ خدا کا قبلہ نیک اعمال ہیں — نااہل کا قبلہ ذلیل جہل ہے

قبلۂ معنی وراں صبر و درنگ — قبلۂ صورت پرستاں نقشِ سنگ
اہلِ باطن کا قبلہ، صبر اور سکون ہے — ظاہر پرستوں کا قبلہ، پتھر کا نقش ہے

---

[1] نیست۔ اللہ کے یہاں انصاف ہے ہر طالب کو اُس کا مطلوب مل جاتا ہے۔ تپش کا مطلوب سورج، اور پانی کا مطلوب ابر ہے۔ ہست دنیا۔ دنیا میں بھی حضرتِ حق تعالیٰ کے قہر کا ظہور ہو جاتا ہے۔ جب انسان ظلم کرتا ہے تو اُس پر قہر خداوندی نازل ہوتا ہے۔ مقہوراں۔ جن پر قہر خداوندی نازل ہوا ہے اُن کا انجام دیکھ لو۔ پر و بال۔ جال میں پھنسے ہوئے پرند کے جو پر و بال جال کے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں وہ اُس کے مقہور ہونے کی زبانِ حال سے شرح کرتے ہیں۔

[2] مرد۔ جن پر قہر خداوندی ہے مرنے کے بعد صرف قبر کی مٹی کا ڈھیر اُن کا نشان رہ جاتا ہے اور وہ بھی چند دن بعد مٹ جاتا ہے۔ ہر کسے۔ جس شخص کو جس شخص سے مناسبت ہوتی ہے قدرت اُس کا جوڑ اس سے لگا دیتی ہے۔ احمد۔ آنحضورؐ کا جوڑ ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم سے لگایا۔ عتبہ۔ مکہ کا مشہور کافر سردار تھا جو جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ ذوالخمار۔ ایک کاہن تھا، اپنا منہ ڈھکے رہتا تھا اس لیے وہ "اوڑھنی والا" کے نام سے مشہور تھا۔

[3] سدرہ۔ بیری کا درخت جو ساتویں آسمان پر ہے اور وہ مخلوق کے علم اور حضرت جبرئیلؑ کا منتہیٰ ہے۔ عبدالبطون۔ پیٹو انسان۔ سفرہ۔ دسترخوان۔ قبلہ۔ باخدا انسان نورِ وصال کا طالب ہے اور فلسفی کا مقصود وہم ہے۔ زاہد۔ زاہد کا مقصود خدا ہے اور لالچی انسان کا مقصود دولت ہے۔ قبلہ مرداں۔ جو خدا پرست ہیں اُن کا مطمع نظر نیک اعمال ہیں۔ معنی وراں۔ اہلِ باطن۔ نقشِ سنگ۔ پتھر کی مورتی۔

قبلۂ باطن[1] نشیناں ذوالمنن
خلوت گزینوں کا قبلہ، خدا ہے
قبلۂ ظاہر پرستاں روئے زن
ظاہر پرستوں کا قبلہ، عورت کا چہرہ ہے

قبلۂ عاشق حق آمد اے پسر
اے بیٹا! عاشق کا قبلہ، خدا ہے
قبلۂ باطن بلیس ست اے پدر
اے باوا! باطل کا قبلہ، شیطان ہے

قبلۂ فرعون نیلے سر بسر
فرعون کا قبلہ، سراسر نیل ہے
قبلۂ خربندہ چہ بُوَد کونِ خر
گدھے والے کا قبلہ کیا ہو گا؟ گدھے کی مقعد؟

ہم چنیں بر می شمر تازہ و کہن
اسی طرح نئے اور پُرانے کو شمار کر لے
ور ملولی برو تو کارِ خویش کن
اور اگر تو تنگ دل ہے، جا اپنا کام کر

رزقِ ما در کاسِ زرّیں شُد عقار
ہمارا رزق، زرّیں پیالہ میں شراب ہے
واں سگاں[2] را آبِ تتماج و تغار
اُن کتوں کے لیے تتماج اور تغار کا پانی ہے

لائقِ آں کہ بُد اُو خود دادہ ایم
جس کے وہ لائق تھا وہ ہم نے خود دے دیا
در خورِ آں را رزق اُو بفرستادہ ایم
اُس کے لائق ہم نے رزق بھیج دیا ہے

عاشقِ ناں ساختیم آں خواجہ را
اُن صاحب کو ہم نے روٹی کا عاشق بنا دیا ہے
سیر از جاں ساختیم ایں را چرا
اس کو ہم نے جان سے بیزار کر دیا ہے کیوں؟

خُوئے آں را عاشقِ ناں کردہ ایم
ہم نے اُس کی عادت کو روٹی کا عاشق بنا دیا
جانِ ایں را مستِ جاناں کردہ ایم
اس کی جان کو جاناں کا مست بنا دیا ہے

چوں[3] بخوئے خود خوشی و خُرمی
جبکہ تو اپنی عادت پر خوش و خرم ہے
پس چرا از خوردِ خویت می رمی
تو پھر اپنی عادت کے مناسب سے تو کیوں بھاگتا ہے؟

مادگی خوش آیدت چادر بگیر
تجھے زنانہ پن پسند ہے، تو چادر لے لے
رُستمی خوش آیدت خنجر بگیر
تجھے رُستمی بھلی لگتی ہے، خنجر تھام لے

غازیی خوش آیدت جوشن بپوش
تجھے جہاد اچھا لگتا ہے، زرہ پہن لے
ور بحیزی مائلی روگوں فروش
اگر تو ہیجڑے پن پر مائل ہے، جا مقعد بیچ

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ فقیر
گشتہ است از زخمِ درویشی عقیر
محتاجی کے زخم سے زخمی ہو گیا ہے

---

1. باطن نشیں۔ خلوت گزیں۔ بلیس۔ ابلیس۔ قبلۂ فرعون۔ فرعون کا مطلوب دنیا اور دریائے نیل ہے۔ گدھے والے کا مقصد گدھے کا مقعد ہے۔ شمر۔ ان مثالوں یا اور مثالوں کو شمار کر لے۔ کارِ خویش۔ اپنے کام میں لگ یہ تیرا کام نہیں ہے۔ عقار۔ شراب یعنی مضامینِ حالیہ میں جن سے ایک مضمون یہ بھی ہے۔
2. سگاں۔ دنیا دار۔ آبِ تتماج۔ یعنی آشِ تتماج جو تتماج ایک ترش پھل سے تیار کیا جاتا ہے۔ مراد دنیوی لذتیں۔ لائق۔ پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے۔ عاشق۔ ایک کو روٹی کا عاشق بنایا ہے اور ایک کو جان سے بھی بے نیاز بنایا ہے اس کی وجہ ہے۔ خوی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کی باطنی سرشت کو چونکہ اُس میں اُس کے آثار تھے روٹی کا عاشق کر دیا چونکہ اُس میں اُس کے آثار تھے۔
3. چوں۔ جب انسان اپنی بُری عادتوں پر خوش ہے اور وہی جزا کا سبب ہیں تو اُس سے کیوں گریز کرتا ہے۔ مادگی۔ جب زنانہ پن پسند ہے تو دوپٹہ اوڑھنا بھی پسند کرنا چاہیے بہادری پسند ہے تو خنجر باندھنا بھی پسند ہونا چاہیے۔ جوشن۔ زرہ۔ کون۔ مقعد۔ ایں سخن۔ خدائی انصاف کا بیان۔ عقیر۔ زخمی۔

قصہء[1] آں گنج نامہ کہ گفتند پہلوئے قُبّہ رُوی بقبلہ کُن و تیر

اُس گنج نامہ کا قصہ کہ اُنھوں نے کہا، قُبّہ کے پہلو میں قبلہ کو رُخ کر اور تیر

در کمان نہ و بینداز آنجا کہ اُوفتند گنج ست

کمان میں رکھ اور پھینک، جس جگہ وہ گرے خزانہ ہے

دید در خواب اُو شبے و خواب کو
اُس نے ایک رات کو خواب میں دیکھا، اور خواب کہاں؟
واقعہ بے خواب صُوفی راست خُو
بغیر خواب کے واقعہ (دیکھنا) صوفی کی عادت ہے

ہاتفے[2] گفتش کہ اے دیدہ تعب
ہاتف نے اُس سے کہا اے مشقت جھیلے ہوئے!
رُقعہ در مشقِ ورّاقاں طلب
ایک پرچہ ردّی فروشوں کے عشق (شدہ کاغذوں) میں سے لے لے

خفیہ زاں ورّاق کت ہمسایہ است
چپکے سے اپنے پڑوسی ردّی فروش کے
سُویِ کاغذ پارہاش آورد تو دست
کاغذ کے ٹکڑوں کی جانب تو ہاتھ بڑھا

رُقعہء شکلش چناں رنگش چنیں
ایک ایسی شکل کا پرچہ جس کا رنگ ایسا ہے
پس بخواں آں را بخلوت اے حزیں
اے غمگین! پھر اُس کو تنہائی میں پڑھنا

چوں بُدزدی آں ز ورّاق اے پسر
اے بیٹا! جب تو اُس کو ردّی فروش سے اُڑا لے
پس بروں روز انہی و شور و شر
تو مجمع اور شور و شر سے باہر نکل جا

توبخواں آں را بخود در خلوتے
تو تنہائی میں اُس کو خود پڑھ
ہیں مجُو در خواندنِ آں شرکتے
خبردار! اُس کے پڑھنے میں شرکت کی جستجو نہ کرنا

ور[3] شود آں فاش ہم غمگیں مشو
اور اگر وہ ظاہر بھی ہو جائے تو بھی غمگین نہ ہونا
کہ نیابد غیرِ تو زاں نیم جَو
کیونکہ اسمیں تیرے سوا کوئی اور آدھا جو بھی نہیں حاصلکر سکتا

ور کشد آں دیر ہیں زنہار تُو
اور اگر اُس میں دیر لگے خبردار! تو
وردِ خود کُن دمبدم لَا تَقْنَطُوْا
ہر وقت اپنا ورد لا تقنطوا رکھنا

ایں بگفت و دستِ خود آں مُژدہ ور
یہ کہا اور اُس خوشخبری دینے والے نے اپنا ہاتھ
بردلِ اُو زد کہ رَو زحمت ببر
اُس کے دل پر رکھ دیا کہ جا محنت کر

چوں بخویش آمد ز غیبت آں جواں
جب وہ جوان غیب سے ہوش میں آیا
می نگنجید از فرح اندر جہاں
خوشی سے دُنیا میں نہ سماتا تھا

---

1 قصہ۔ اُس درویش کو ہاتف نے کہا ردّی فروش کے یہاں ایک پرچہ ہے وہ لے لے۔اس نے وہ پرچہ لے لیا تو اُس میں لکھا تھا کہ فلاں قبہ کے پاس جا کر تیر چلا جہاں وہ تیر گرے اُس جگہ خزانہ مدفون ہے وہ نکال لینا۔ دید۔ اُس نوجوان نے خواب میں دیکھا پھر خود مولانا فرماتے ہیں خواب کی حالت نہ تھی بلکہ جس حالت میں اُس نے دیکھا وہ نیند اور بیداری کی درمیانی ایک کیفیت تھی اسی کو اصطلاح میں واقعہ کہا جاتا ہے جو صوفیوں کو پیش آتا رہتا ہے۔

2 ہاتف۔ غیب سے آواز دینے والا۔ ورّاق۔ کاغذ فروش مراد ردّی کاغذ فروش ہے۔ رُقعہ۔ اُس پرچہ کی علامتیں بتائیں۔ حزیں۔ غمگین۔ بدزدی۔ حقیقت میں چوری نہ تھی اس لیے کہ ردّی کے ٹکڑے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ تو بخواں۔ پھر اس کو تنہائی میں بلاشرکتِ غیرے پڑھنا تاکہ راز نہ کھلے۔

3 ور شود۔ ان احتیاطوں کے باوجود اگر راز کھل جائے تو غمگین نہ ہونا کیونکہ وہ خزانہ صرف تجھے ہی مل سکے گا۔ ور کشد۔ اگر خزانہ ملنے میں دیر ہو تو مایوس نہ ہونا۔ لا تقنطوا۔ تم مایوس نہ ہو۔ ایں بگفت۔ اب وہ ہاتف نسوار بھی ہو گیا اور اس نے اُس نوجوان کے سینہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ تاکہ اس کو سکون حاصل ہو۔ غیبت۔ نیند اور بیداری کی کیفیت۔

زہرہ[1] او بر دریدے از قلق
دھڑکن سے اُس کا پِتّہ پھٹ جاتا

گر نبودے رِفق و حِفظ و لُطفِ حق
اگر خدا کی نرمی اور حفاظت اور مہربانی نہ ہوتی

یک فرح آں کز پسِ ہفصد حجاب
ایک خوشی یہ کہ سات سو پردوں کے پیچھے سے

گوشِ او بشنید از حضرت جواب
اُس کے کان نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب سُنا

از حجب چوں حسِ سمعش در گذشت
جب اُس کے سننے کی حس پردوں سے بڑھ گئی

شُد سرافراز و ز گردوں برگذشت
وہ سربلند ہو گیا اور آسمان سے بڑھ گیا

چوں[2] گذارہ شُد حسِ سمعش ز حُجب
اُس کے سننے کی حس جب پردوں سے گذر گئی

بر فلک بُرد او سرافرازی ز عُجب
خود پسندی سے وہ اپنی سربلندی کو آسمان پر لے گیا

کے بُود کاں حسِ چشمش ز اعتبار
کب ہوگا کہ اس کی آنکھ کی حس عزت حاصل کرنے میں

زاں حجابِ غیب ہم یابد گذار
اُن غیب کے پردوں سے بھی گذر جائے

چوں گذارہ شُد حواسش از حجاب
جب اُس کے حواس، پردے سے گذر جائیں

پس پیا پے گردش دید و خطاب
تو اُس کو پے در پے دیدار اور خطاب حاصل ہو گا

چوں سپاہِ زنگ پنہاں شد ز رُوم
جب حبش کا لشکر، روم والوں سے چھپ گیا

تیغ زد خورشید و پیدا شُد علوم
سورج نے تلوار چلا دی اور علوم پیدا ہو گئے

یک[3] فرح آں کز سُوال آمد خلاص
ایک یہ خوشی کہ سوال سے خلاصی ہو گئی

خواہدش حاصل شُدن آں گنجِ خاص
اُس کو وہ خاص خزانہ حاصل ہو جائے گا

یک فرح آنکہ نشُد ردّش دُعا
ایک یہ خوشی کہ اُس کی دُعا رد نہ ہوئی

عاقبت آمد اجابت مر وُرا
بالآخر اُس کو قبولیت حاصل ہو گئی

جانبِ دُکّانِ ورّاق آمد او
وہ ردّی فروش کی دُکان پر آیا

دست میزد او بمشقش سُو بسُو
اُس کے مشقی کاغذوں پر ادھر اُدھر ہاتھ مارتا تھا

پیشِ چشمش آمد آں مکتوب زُود
بہت جلد وہ لکھا ہوا (کاغذ) اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا

باعلاماتے کہ ہاتف گفتہ بُود
اُن علامتوں کے ساتھ جو ہاتف نے بتائی تھیں

در بغل زد گفت خواجہ خیر باد
اُس نے بغل میں دبا لیا کہا جناب خیریت سے رہیں

ایں زماں وامیرسم اے اُوستاد
اے استاد! میں ابھی واپس آتا ہوں

---

[1] زہرہ۔ اس قدر خوش تھا کہ دھڑکن سے پِتّہ پھٹ جاتا اگر اللہ تعالیٰ اُس کی حفاظت نہ فرماتا۔ یک فرح۔ اس کی خوشی کی بہت سی وجہیں تھیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو دعا کا جواب دیا۔ ہفصد۔ سات سو بعض نسخوں میں نہصد نو سو ہے، پردوں کی کثرت مراد ہے۔ کے بُود۔ جس طرح اُس کی قوت سماعت حجابات سے گذر کر سامع بن گئی اسی طرح یہ کب ہوگا کہ اُس کی چشمِ دل، حجابات سے گذر جائے اور اُس کو قلبی مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے۔

[2] چوں گذارہ شُد۔ جب سالک کی قوت سامعہ اور باصرہ حجابات کو طے کر جاتی ہے تو پھر اسکو مسلسل اللہ تعالیٰ کی دید اور کلام حاصل ہونے لگتا ہے۔ چوں۔ اب سالک کی ایک تیسری کیفیت کا ذکر ہے کہ اُسکے قلب پر واردات ہونے لگتی ہیں اُسکو علوم و معارف لدنی حاصل ہونے لگتے ہیں۔ سپاہِ زنگ۔ یعنی اوصاف بشری۔ رُوم۔ یعنی انوار خداوندی۔ تیغ زد خورشید۔ اب وجودِ حقیقی فنا کی تلوار چلا دیتا ہے اور یہ فانی ہو کر بقا باللہ حاصل کر لیتا ہے اور حضرت حق کی صفتِ علیہ سے مستفید ہونے لگتا ہے۔

[3] یک فرح۔ خوشی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اب اس کو خزانہ مل جائے گا۔ یک فرح آنکہ۔ خوشی کی تیسری وجہ یہ تھی کہ اُس کی دعا مقبول ہو گئی۔ جانب۔ ہاتف کی آواز سننے کے بعد وہ پڑوسی ردّی فروش کے یہاں گیا اور اُس نے وہ پرچہ تلاش کیا اور وہ اُس کو مل گیا۔ خیر باد۔ خدا آپ کو خیریت سے رکھے۔ وامیرسم۔ اس وقت کام ہے میں جا رہا ہوں پھر فوراً واپس آ جاؤں گا۔

رفت کنجِ خلوتے آں را بخواند | وز تحیُّر والہ[1] و حیراں بماند
وہ تنہائی کے گوشہ میں گیا، اُس کو پڑھا | اور حیرانی سے سرگشتہ اور ششدر رہ گیا

کہ بدینساں گنج نامہ بے بہا | چوں فتادہ ماند اندر مشقہا
کہ اس طرح سے بے بہا گنجنامہ | مشق کاغذوں میں کیسے پڑا رہ گیا؟

باز اندر خاطرش ایں فکر جست | کز پئے ہر چیز یزداں حافظ ست
پھر اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا | کہ خدا ہر چیز کا نگہبان ہے

کے گذارد حافظ اندر اکتناف | کہ کسے چیزے رباید از گزاف
نگہبان، اپنی حفاظت میں کب موقع دیتا ہے؟ | کہ کوئی آدمی کوئی چیز خواہ مخواہ اُڑا لے

گر بیاباں پُرشود زرّ و نقود | بے رضائے حق جوے نتواں ربُود
اگر جنگل سونے اور نقد سے بھر جائے | اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ایک جو نہیں لیا جا سکتا

ور بخوانی صد صُحُف بے سکتۂ | بے قدر یادت نماند نکتۂ
اگر تو سو کتابیں بغیر وقفہ کے پڑھ جائے | تقدیر کے بغیر تجھے ایک نکتہ یاد نہ رہے گا

ور کُنی خدمت نخوانی یک کتیب | علمہائے نادرہ یابی زجیب
اگر تو خدمت کرے اور ایک کتاب (بھی) نہ پڑھے | تو گریباں میں سے نادر علوم حاصل کر لے گا

شُد ز[2] جیب آں کفِ موسیٰؑ ضوفشاں | کاں فزوں آمد زماہِ آسماں
(حضرت) موسیٰؑ کا ہاتھ گریبان میں سے نورافشاں ہوگیا | جو آسمان کے چاند سے بڑھ گیا

کانکہ می جستی زچرخ باتہیب | سر برآوردست اے موسیٰؑ زجیب
کہ تو جس چیز کو پُرہیبت آسمان میں تلاش کرتا تھا | اے موسیٰؑ! وہ گریبان میں سے نمودار ہو گئی ہے

تابدانی کآسمانہائے سمی | ہست عکسِ مُدرکاتِ آدمی
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ بلند آسمان | انسان کے علوم کا عکس ہیں

نے[3] کہ اوّل دستِ یزدانِ مجید | از دو عالم پیشتر عقل آفرید
کیا نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ کے دست (قدرت) نے | دونوں جہاں سے پہلے عقل پیدا فرمائی؟

ایں سخن پیدا و پنہا نست و بس | کہ نباشد محرمِ عنقا مگس
یہ بات بہت واضح اور مخفی ہے | کیونکہ عنقا کی محرم مکھی نہیں ہے

---

[1] والہ۔ سرگشتہ۔ بے بہا۔ اس قدر قیمتی پرچہ کہ اُس کی قیمت کا اندازہ نہ لگایا جا سکے، ردّی کاغذوں میں کیسے پڑا رہ گیا۔ باز۔ پھر اُس کے دل میں خیال آیا کہ جب اللہ کسی چیز کا محافظ ہو تو غیر مستحق اس کو کہاں لے جا سکتا ہے۔ گر بیاباں۔ یہ پرچہ تو چھپا ہوا تھا اگر بیابان سونے سے بھرا ہوا ہو جو سب کو نظر آئے تب بھی خدا کی مرضی کے بغیر اُس میں سے ایک دمڑی بھی نہیں لے سکتا۔ ور بخوانی۔ اسباب میں بھی تاثیر خدا ہی پیدا فرماتا ہے، ورنہ سب بیکار ہے۔ ور کُنی۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر اسباب کے بھی مسبّب کو پیدا فرما دیتا ہے۔

[2] شُد۔ حضرت موسیٰؑ کا ہاتھ گریبان میں ڈالنے سے چمکنے لگا تھا اور اُن کو یہ دکھا دیا گیا کہ جس نور کو تم آسمان سے طلب کر رہے تھے وہ تمھارے گریبان میں بھی موجود ہے۔ تابدانی۔ حضرت موسیٰؑ کو گریبان میں سے نور عطا کرنے میں یہ تنبیہ بھی مقصود تھی کہ بلند آسمان بھی انسان کی قوتِ مدرکہ عقلِ کامل کا عکس یعنی تابع ہے، اس سے انسان کی آسمانوں پر افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

[3] نے کہ۔ بعض احادیث میں ہے اوّل ما خلق اللہ العقل۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا، عقل سے مراد کامل عقل ہے جو معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ایں سخن۔ عقلِ کامل کی افضلیت جس قدر رسمی ہے وہ تو ظاہر ہے اور اس کا کشفی حصہ اہلِ قال کی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ اس کی اور اہلِ قال کی سمجھ کی مثال عنقا اور مکھی کی ہے۔

بازِ[1] سُوئے قصہ باز آ اے پسر قصۂ گنج و فقیر آور بسر
اے بیٹا! پھر قصہ کی جانب واپس آ جا خزانہ اور فقیر کا قصہ ختم کر

تمامیِ قصۂ آں فقیر و نشانِ جائے آں گنج
اُس فقیر کا قصہ کی تکمیل اور اُس خزانہ کی جگہ کا پتا

اندراں رُقعہ نوشتہ بُود ایں کہ بِرونِ شہر گنجے داں دفیں
اُس پرچہ میں یہ لکھا تھا کہ شہر کے باہر ایک خزانہ مدفون سمجھ

آں فلاں قُبّہ کہ دروے مشہدست پشتِ اُو در شہر و رُو در فدفدست
وہ فلاں قبہ جس میں مزار ہے جس کی پشت شہر کی طرف اور اگلا حصہ جنگل میں ہے

پشت باوے کُن تو رُو با قبلہ آر وانگہاں از قوس تیرے واگذار
تو اُس کی طرف پشت کر اور مُنہ قبلہ کی جانب کر پھر کمان سے تیر چلا

چوں فگندی تیر از قوس اے سُعاد برکَن آں موضع کہ تیرت اُو فتاد
اے محبوب! تو جب کمال سے تیر پھینکے جس جگہ تیر گرے اُس کو کھود

پس[2] کمانِ سخت آورد آں فتیٰ تیر پرّانید در صحنِ فضا
وہ نوجوان ایک سخت کمان لایا (اور) میدان کے صحن میں تیر پھینکا

بیل آورد و تبر اُو شاد شاد کند آں موضع کہ تیرش اُوفتاد
(اور) وہ خوشی خوشی بیلچہ اور پھاوڑا لایا جس جگہ تیر گرا اُس کو کھودا

کُند شُد ہم اُو و ہم بیل و تبر خود ندید از گنجِ پنہانی اثر
وہ بھی کُند ہو گیا، اور بیلچہ اور پھاوڑا بھی (اُس) مخفی خزانہ کا کوئی نشان نہ دیکھا

ہم چنیں ہر روز تیر انداختے لیک جائے گنج را نشناختے
وہ روزانہ اسی طرح تیر پھینکتا لیکن خزانہ کی جگہ نہ پہچانتا

چونکہ[3] ایں را پیشہ کرد اُو بردوام فجفجے در شہر اُفتاد و عوام
چونکہ اُس نے مسلسل یہ پیشہ بنا لیا شہر اور عوام میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں

فاش شُدنِ خبرِ آں گنج و رسیدنِ بگوشِ پادشاہ
اُس خزانہ کی خبر کا پھیلنا اور بادشاہ کے کان میں پہنچنا

ہر کسے در گفتگوئے اُو فتاد کایں چنیں بازی نباشد در نہاد
ہر شخص ایک بات کہنے لگا کہ اس طرح کا کھیل کسی کی طبیعت میں نہیں ہوتا ہے

---

[1] باز۔ لہٰذا اس بحث کو ختم کر کے اسی فقیر اور خزانہ کا قصہ شروع کرنا چاہیے۔ اندراں۔ وہ پرچہ جو اُس کورڑی فروش کی دُکان سے نِکلا تھا اُس میں لکھا تھا کہ شہر سے باہر ایک خزانہ مدفون ہے۔ مشہد۔ مزار۔ فدفد۔ جنگل، ہموار زمین۔ سُعاد۔ عرب کی ایک مشہور محبوبہ کا نام ہے یہاں مطلقاً محبوب کے معنٰی میں ہے۔

[2] پس کمان۔ مطلب تو یہ تھا کہ تیر کمان میں رکھ کر بغیر چلہ کھینچے چھوڑ نا وہ سخت قسم کی کمان لایا اور زور سے چلہ کھینچ کر تیر چلایا اسی لیے اُس کو پریشانی ہوئی۔ کند۔ کھودتے کھودتے وہ بھی تھک گیا اور بیلچہ اور تیر بھی کند ہو گیا۔ ہم چنیں۔ وہ روز مرہ زور سے تیر چلاتا اور تیر گرنے کی جگہ کو کھودتا لیکن خزانہ کا کوئی نشان نہ ملتا۔

[3] چونک۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ شخص روز یہ کام کر رہا ہے اُس میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ فاش شُدن۔ مشہور ہو جانا۔ کایں چنیں۔ اس کا کام کوئی کھیل تو نہیں ہے بلکہ اس کے کام میں کوئی خاص راز ہے۔

ہرکسے در گفتگوئ فاسدے ہرطرف برخاستش یک حاسدے

ہر شخص ایک بیہودہ بات میں ہر جانب اُس کا ایک حاسد پیدا ہو گیا

پس[1] خبرکردند سُلطاں را ازیں آں گروہے کہ بُدند اندر کمیں

پھر انھوں نے اس کی بادشاہ کو خبر دی اُن لوگوں نے جو گھات میں تھے

عرض کردند آں سخن را زیر دست کہ فلانے گنجنامہ یافت ست

انھوں نے وہ بات مخفی طور پر کہہ دی کہ فلاں کو گنجنامہ ملا ہے

چوں شنید آں شخص کیں باشہ رسید جُز کہ تسلیم و رضا چارہ ندید

جب اُس نے سُنا کہ یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی سوائے تسلیم اور رضا کے چارہ نہ دیکھا

پیش ازاں کاشکنجہ بیند زاں قباد رُقعہ آورد و بہ پیشِ شہ نہاد

اس سے پہلے کہ اُس بادشاہ کی جانب سے کوئی سختی دیکھے پرچہ لایا اور بادشاہ کے سامنے رکھ دیا

گفت[2] تا ایں رقعہ را یابیدہ ام گنج نے ورنج بیحد دیدہ ام

عرض کیا کہ جب سے میں نے یہ پرچہ پایا ہے خزانہ تو نہیں، البتہ بے حد تکلیف دیکھی ہے

خود نشُد یک حبّہ از گنج آشکار لیک پیچدم بسے من ہمچو مار

خزانہ کی ایک دمڑی ظاہر نہ ہوئی لیکن میں نے سانپ کی طرح بہت بل کھائے

مُدتِ ماہے چنینم تلخ کام کہ زیان و سُود ایں برمن حرام

ایک ماہ کی مدت سے میں اسی طرح ناکام ہوں کہ اُس کا نقصان و نفع مجھ پر حرام ہے

بُو کہ بختت برکند زیں کاں غطا اے شہ پیروز جنگ و دژگشا

ہوسکتا ہے کہ آپ کا نصیبہ اس معدن سے یہ پردہ ہٹا دے اے جنگ میں کامیاب اور قلعہ کشا شاہ!

مُدتِ[3] شش ماہ و افزوں پادشاہ تیر می انداخت و برمی کند چاہ

چھ مہینے سے کچھ زیادہ مدت تک بادشاہ تیر چلاتا تھا اور کنواں کھودتا تھا

ہر کجا سختہ کمانے بُود چُست تیر می انداخت ہر سُو گنج جُست

جہاں کہیں بھی کوئی سنجیدہ کمان والا چالاک آدمی تھا وہ تیر پھینکتا اور ہر جانب خزانہ کو تلاش کرتا تھا

غیرِ تشویش و غم و طامات نے ہمچو عنقا نام فاش و ذات نے

سوائے پریشانی اور غم اور بیہودگی کے کچھ نہیں عنقا کی طرح نام مشہور اور ذات ندارد

نومید شُدنِ آں پادشاہ از نایافتنِ آں گنج و ملول

اُس خزانہ کے نہ پانے سے پادشاہ کا نامید ہونا اور اُس

---

[1] پس۔ لوگوں کو جستجو سے پتہ چل گیا کہ وہ خزانہ کی تلاش میں ہے اور اس کے ہاتھ کوئی گنجنامہ آیا ہے تو حاسدوں نے بادشاہ سے جا کہا۔ چون شنید۔ جب اُس فقیر نے سنا کہ بادشاہ تک خبر پہنچ گئی ہے تو اس سے پہلے کہ گنجنامہ مجبوراً بادشاہ کو دینا پڑے اپنی خوشی سے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔

[2] گفت۔ بادشاہ سے یہ بھی کہا کہ جب سے یہ گنج نامہ ملا ہے دُور کھدائی کرتا ہوں لیکن سوائے تکلیف کے اب تک کچھ حاصل نہیں ہوا ہے۔ مار ہے۔ سانپ کا بل کھانا مشہور ہے۔ تلخ کام۔ ناکام۔ کوزیاں۔ اگر خزانہ مل جاتا تو اس سے تجارت کرنے میں مجھے نفع و نقصان پہنچ سکتا تھا۔ بُو کہ۔ بُود کہ۔ غطا۔ ڈھکن۔ اے شہ۔ اے شاہ آپ جو کہ فاتح جنگ اور قلعوں کو فتح کرنے والے ہیں۔

[3] مدت۔ چھ ماہ تک بادشاہ تیر اندازی کرتا رہا اور جگہ اتنی گہری کھدواتا رہا کہ کنواں بن جاتا تھا۔ ہرکجا۔ بادشاہ ہر جگہ سے تیرانداز بلواتا تھا اور تیر گرنے کی جگہ خزانہ تلاش کرتا تھا۔ سختہ کمان۔ کمان کو صحیح تول کر تیر چلانے والا۔ طامات۔ بیہودہ باتیں۔

شدنِ اُو از طلب آں گنجِ سعادت

نیک بختی کے خزانہ کی طلب سے اُس کا عاجز آ جانا

چونکہ[1] تعویق آمد اندر عرض و طول ٭ شاہ شُد زاں گنج دل سیر و ملول
جبکہ عرض و طول میں رکاوٹ آئی ٭ بادشاہ کا اُس خزانہ سے دل بھر گیا اور ملول ہو گیا

دشتہا را گز گزاں شہ چاہ کند ٭ می ندید از گنجِ اُو جز ریشخند
جنگلوں میں ایک ایک گز پر بادشاہ نے کنواں کھدوا دیا ٭ خزانہ سے، سوائے مذاق کے کچھ نہ دیکھا

پس طلب کرد آں فقیرِ درد مند ٭ رُقعہ را از خشم پیشِ اُوفگند
پھر اُس نے اُس دردمند فقیر کو طلب کیا ٭ غصہ سے پرچہ اُس کے سامنے پھینک دیا

گفت گیر ایں رُقعہ کِش آثار نیست ٭ تو بدیں اولیٰ تری کت کار نیست
کہا یہ پرچہ لے لے اس کے کچھ نشان نہیں ہیں ٭ تو اس کے مناسب ہے، چونکہ تجھے کوئی کام نہیں ہے

نیست ایں کارِ کسے کش ہست کار ٭ گر بسوزد گل نگردد گردِ خار
یہ اُس کا کام نہیں ہے، جسے کوئی کام ہو ٭ اگر پھول جل جائے تو وہ کانٹے کے چکر نہیں کاٹتا ہے

نادر[2] افتد اہلِ ایں ماخولیا ٭ منتظر کش روید از آہن گیا
ایسے ماخولیے والے کم ہوتے ہیں ٭ جو منتظر ہوں کہ اُن کے لیے لوہے سے گھاس اُگے

سخت جانے باید ایں فن را چو تُو ٭ تو کہ داری جانِ سخت ایں را بجُو
اس کام کے لیے تجھ جیسا سخت جان چاہیے ٭ چونکہ تو سخت جان ہے اس کی تلاش کر

گر نیابی نبُودت ہرگز ملال ٭ ور بیابی آں بتُو کردم حلال
اگر تو نہ پائے گا تجھے رنج نہ ہو گا ٭ اور اگر تو پا لے گا تو میں نے تیرے لیے حلال کیا

عقل راہِ نااُمیدی کے رود ٭ عشق باشد کاں طرف برسر دود
عقل، نااُمیدی کے راستہ پر کب دوڑتی ہے؟ ٭ عشق ہی ہوتا ہے جو اُس جانب سر کے بل دوڑتا ہے

لا[3] اُبالی عشق باشد نے خرد ٭ عقل آں جُوید کزاں سُودے برد
بے پروا عشق ہوتا ہے، نہ کہ عقل ٭ عقل وہ تلاش کرتی ہے، جس سے نفع اُٹھائے

ترکتازو تن گداز و بے حیا ٭ در بلا چوں سنگ زیرِ آسیا
غارتگر اور بدن گھلانے والا ہے اور بے شرم ہے ٭ مصیبت میں چکی کے نچلے پاٹ کی طرح ہے

سخت رُوئی کہ ندارد ہیچ پُشت ٭ بہرہ جُوئی را درونِ خویش کُشت
ایسا ڈھیٹ کہ پشت نہیں پھیرتا ٭ اُس نے اپنے اندر مقصد برآری کو فنا کر دیا ہے

---

1. چونکہ۔ جب خزانہ کے ملنے میں لمبی چوڑی تاخیر ہوئی تو بادشاہ رنجیدہ ہو گیا۔ ریشخند۔ مذاق۔ تو بدیں۔ چونکہ تجھے اور کوئی کام نہیں ہے لہٰذا یہ بیکار کام کر تا رہ۔ گر بسوز۔ یعنی اصل مقصد حاصل نہ ہو تو بیکار کام میں نہیں لگتا ہے۔
2. نادر افتد۔ خزانہ کا کھودنا تو ایسی دیوانگی ہے کہ کوئی لوہے میں سے گھاس اُگانا چاہے۔ ملال۔ تجھے رنج نہ ہو گا اس لیے کہ تجھے اور کام نہ تھا۔ عقل۔ بادشاہ کی جستجو عقلی تھی وہ مایوس ہو گیا لیکن اُس فقیر کی جستجو عشق کی بنیاد پر تھی وہ مایوس نہ ہوا۔
3. لا اُبالی۔ عشق بے پروا ہے اور عقل فائدے کی طرف دوڑتی ہے۔ ترکتاز۔ عشق اپنی ہر چیز لٹا دیتا ہے اور ننگ و ناموس کی پروا نہیں کرتا ہے، چکی کے نچلے پاٹ کی طرح مصائب جھیلتا ہے۔ سخت رُوئی۔ ڈٹ جاتا ہے کبھی رُوگردانی نہیں کرتا ہے وہ مقصود جوئی کو فنا کر چکا ہے۔

پاک[1] می بازد نہ جوید مزدِ اُو
پاکبازی اختیار کرتا ہے، مزدوری کی جستجو نہیں کرتا ہے
آنچناں کہ پاک می گیرد ز ہُو
جیسا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پاک حاصل کرتا ہے

می دہد حق ہستیش بے علتے
اللہ تعالیٰ ان کو کسی غرض کے بغیر وجود عطا کرتا ہے
می سپارد باز بے علت فتے
پھر کسی سبب کے بغیر جوان اس کو واپس کر دیتا ہے

کہ فتوت دادنِ بے علت ست
کیونکہ جوانمردی، بغیر غرض کے دینا ہے
پاکبازی خارج ہر ملت ست
پاکبازی ہر ملت سے خارج ہے

زانکہ مِلت فضل جُوید یا خلاص
کیونکہ ملت ثواب ڈھونڈتی ہے یا نجات
پاکبازانند[2] قُربانانِ خاص
پاکباز لوگ، ذات کے قربان ہیں

نے خدارا امتحانے می کنند
نہ وہ خدا کو آزماتے ہیں
نے درِ سُود و زیانے می زنند
نہ وہ نفع اور نقصان کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں

نومید شدن و باز دادنِ پادشاہ آں گنج نامہ رابآں فقیر کہ بگیر

پادشاہ کا ناامید ہو جانا اور گنج نامہ کو اس فقیر کو واپس کر دینا کہ لے

کہ ما از سرِ ایں گنج در گذشتیم

کیونکہ ہم اس خزانہ کے خیال سے باز آئے

چونکہ رُقعۂ گنجِ پُر آشوب را
جب پُرفتنہ خزانہ کا پرچہ
شہ مُسلّم داشت آں مکروب را
شاہ نے اُس مصیبت زدہ کے سپرد کر دیا

گشت ایمن اُو زخصمان و زنیش
وہ دشمنوں اور نیش (زنی) سے مطمئن ہو گیا
رفت و می پیچید در سودائے خویش
وہ چلا گیا (اور) اپنے شوق میں پیچاں (اور غلطاں) ہو گیا

یار کرد اُو عشقِ درد[3] اندیش را
اُس نے درد اندیش عشق کو دوست بنا لیا
کلب لیسد خویش ریشِ خویش را
کُتا اپنے زخم کو خود چاٹتا ہے

عشق را در پیچش خود یار نیست
پیچ (وتاب) میں عشق کا کوئی دوست نہیں ہے
محرمش در دہ یکے دیّار نیست
اُس کا محرم، گاؤں میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

نیست از عاشق کسے دیوانہ تر
عاشق سے زیادہ دیوانہ کوئی نہیں ہے
عقل از سودایِ اُو کورست و کر
عقل، اُس کے جنون سے اندھی اور بہری ہے

زانکہ ایں دیوانگیِ عام نیست
کیونکہ یہ عام دیوانگی نہیں ہے
طب را ارشادِ ایں احکام نیست
طب کو ان احکام کی راہبری (حاصل) نہیں ہے

---

[1] پاک۔ یعنی پاکباز ہے، اُس کے کام غرض سے خالی ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کے کام بغیر غرض کے ہیں۔ می دہد۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو وجود بغیر کسی غرض کے عطا کیا وہ بھی اپنا وجود اللہ کی جناب میں بغیر غرض کے پیش کر دیتا ہے۔ کہ فتوت۔ اصل جوانمردی یہی ہے کہ بغیر کسی غرض کے داد و دہش ہو اس طرح کی جوانمردی ملت کے ظاہر پرستوں میں نہیں ہوتی ہے۔ زانکہ۔ ظاہر پرست مذہبی انسان عبادت یا ثواب حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے یا دوزخ سے خلاصی کے لیے کرتا ہے۔

[2] پاکباز۔ بے غرض لوگ صرف ذات خداوندی پر قربان ہیں۔ چونکہ۔ جب بادشاہ نے اس کو پرچہ واپس کر دیا تو اب وہ ہر طرح مطمئن ہو گیا اور پھر اپنی دُھن میں لگ گیا۔ پُر آشوب۔ اس پرچہ کی وجہ سے کھدائی کی مصیبتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ مکروب۔ مصیبت زدہ۔ نیش۔ یعنی دشمنوں کی نیش زنی۔

[3] درد اندیش۔ عشق درد اور غم و الم کی سوچتا ہے۔ کلب۔ جس طرح کتا خود اپنے زخم کا علاج کرتا ہے اسی طرح عاشق اپنے عشق میں کسی دوسرے کا سہارا نہیں ڈھونڈتا۔ عشق را۔ عشق کا کوئی ساتھی نہیں نہ اس کا کوئی محرم ہے۔ دیوانہ تر۔ کوئی عقل کی بات نہیں سوچتا اس لیے عقل کو اس کے کاموں کی کوئی خبر نہیں ہے۔ زانکہ۔ طب میں عام جنونوں کا علاج ہے عشق کی دیوانگی میں طب کوئی راہنمائی نہیں کرتی۔

گر طبیبے[1] را رسد زیں گوں جنوں
اگر کسی طبیب کو اس قسم کا جنون ہو جائے
دفترِ طب را فروشوید بخُوں
وہ خون سے، طب کا دفتر دھو ڈالے

طبِ جُملہ عقلہا مدہوشِ اُوست
تمام عقلوں کی طب اُس سے حیران ہے
روئِ جملہ دلبراں رُوپوشِ اُوست
تمام معشوقوں کا چہرہ اُس کا پردہ ہے

رُوئِ در رُوئِ خود آرائے عشق کیش
اے عاشق! اپنا رُخ اپنی طرف کر
نیست اے مفتوں ترا جز خویش خویش
اے دیوانے! تیرے سوا تیرا کوئی اپنا نہیں ہے

قبلہ از دل ساخت آمد در دُعا
اُس نے دل سے قبلہ بنایا، دعا میں لگ گیا
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
انسان کے لیے نہیں ہے، مگر وہ جو وہ کوشش کرے

پیش[2] ازاں کو پاسخے نشنیدہ بُود
اس سے پہلے کہ اُس نے جواب نہ سُنا تھا
سالہا اندر دُعا پیچیدہ بُود
سالوں دعا سے لپٹا رہا تھا

بے اجابت بر دُعاہا می تنید
بغیر قبولیت کے دعاؤں پر مستعد تھا
از کرم لبیک پنہاں می شُنید
کرم سے، مخفی لبیک سُنتا تھا

چونکہ بیدف رقص میکرد آں علیل
جبکہ وہ بیمار بغیر دف کے رقص کرتا تھا
زاعتمادِ جُودِ خلاقِ جلیل
بزرگ خلاق کی سخاوت کے بھروسہ پر

سُوئِ اُو نے ہاتف و نے پیک بُود
اس کی جانب نہ کوئی ہاتف تھا اور نہ قاصد
گوشِ اُمیدش پُر از لبیک بُود
اُس کی امید کا کان لبیک سے پُر تھا

بے[3] زباں می گفت اُمیدش تعال
امید اُس کو بغیر زبان کے کہتی تھی، آ جا
ازدلش می رفت آں دعوت ملال
وہ بلانا اُس کے دل سے ملال کو صاف کر دیتا تھا

آں کبوتر را کہ بام آموخت ست
جس کبوتر کو اٹاری (پر بیٹھنا) سکھا دیا ہے
تو مخواں میرانش کاں پرُدوخت ست
تو اس کو نہ بلا، اس کو بھگا کیونکہ اس کے پر سلے ہوئے ہیں

اے ضیاء الحق حُسام الدین برانش
اے ضیاء الحق حُسام الدین! اُس کو بھگا
کز ملاقاتِ تو بر رُستست جانش
کیونکہ تیری ملاقات سے اُس کی جان اُگی ہے

گر برانی مُرغِ جانش از گزاف
اگر تو بے وجہ اس کے مرغِ جان کو بھگائے گا
ہم بگردِ بامِ تو آرد طواف
وہ تیری اٹاری کا چکر لگائے گا

---

1. گر طبیبے۔ یہ تو وہ بیماری ہے کہ اگر طبیب کو بھی لگ جائے تو وہ خون کے آنسوؤں سے طب کی کتابوں کو دھو ڈالے۔ طب۔ تمام عقلی طبیں عشق کے معاملہ میں حیران ہیں تمام معشوقوں کا چہرہ اُس عشق کا برقعہ ہے جس میں جمالِ عشق پوشیدہ ہے اور صورت پرست ان صورتوں کو مقصود سمجھ بیٹھے ہیں اور اُن کو اپنا رفیق بنانا چاہتے ہیں حالانکہ عشق کا کوئی رفیق نہیں ہے۔ رُوی۔ جبکہ عشق کا کوئی رفیق نہیں ہے تو کسی دوسرے کی جانب رفاقت کی نظر سے نہ دیکھ، تو خود ہی اپنا رفیق ہے۔ قبلہ۔ یعنی اس فقیر نے دل کی طرف توجہ کر کے دُعا شروع کر دی۔ لیس۔ دعا اس لیے شروع کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انسان کی کوشش ہی اُس کے کام آتی ہے۔
2. پیش ازاں۔ گنج نامہ نہ ملا تھا جب بھی وہ دعا کرتا تھا اب تو اس کو بشارت بھی مل گئی تھی۔ بے اجابت۔ دعا کی قبولیت کی بشارت بھی نہ ملی تھی لیکن دل سے دعا کرتا تھا اور لبیک کی مخفی آواز سنتا تھا یعنی سمجھتا تھا کہ دعا کی توفیق خدا کی قبولیت ہے۔ چونکہ۔ جبکہ بغیر دف یعنی بشارت کے اس کا رقص یعنی دعا کی مصروفیت تھی تو اب کیوں نہ ہوتی۔ ہاتف۔ اُس کو غیبی آواز نے پرچہ کی بشارت نہ دی تھی لیکن وہ قبولیت سے پُر امید تھا۔
3. بے زباں۔ جب اس کی امید اللہ تعالیٰ کی جانب اس کو دعوت دیتی تھی تو اس کی سب تھکن اتر جاتی تھی۔ آں کبوتر۔ ایسی روح جیسی اُس فقیر کی تھی، پالتو کبوتر ہے اس کو بلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اے ضیاء الحق۔ جن شخصوں کی رُوح اُس فقیر کی روح کی طرح ہے اگر تم ان کو اپنی جناب سے ہٹاؤ گے تب بھی وہ تمہاری صحبت ترک نہ کریں گے۔ گزاف۔ یعنی بلاوجہ بھی بھگاؤ گے تو وہ کبیدہ خاطر نہ ہوگا۔

چینہ[1] و نُقلش ہمہ بر بامِ تُست
اُس کا دانہ اور غذا سب تیری اٹاری پر ہے
پر زناں براوجِ مستِ دامِ تُست
بلندی پر پرواز کرتا ہوا تیرے جال کا عاشق ہے

گر دمے منکر شود دُزدانہ رُوح
اگر روح کسی وقت چوروں کی طرح منکر بنتی ہے
در ادای شُکرت اے فتحِ فتوح
اے فیوض کی کشادگی! تیرے شکر کی

شحنۂ عشقِ مکرّر کینہ اش
مکرر کینہ والا عشق کا کوتوال
طشتِ آتش می نہد بر سینہ اش
اُس کے سینہ پر آگ کا طشت رکھ دیتا ہے

کہ بیا سُوی مہ و بگذر ز گرد
کہ سورج کی جانب آ اور گرد سے گذر جا
شاہِ عشقت خواند زُو تر باز گرد
تجھے عشق کے شاہ نے بلایا ہے جلد پلٹ

گردِ ایں بام و کبوتر خانہ من
میں اس اٹاری اور کبوتر خانہ کے گرد
چوں کبوتر پر زنم مستانہ من
کبوتر کی طرح مستی میں اُڑتا ہوں

جبرئیلِ[2] عشقم و سِدرم توئی
میں عشق کا جبرئیل ہوں اور تو میرا سدرہ ہے
من سقیم عیسیٰ مریم توئی
میں بیمار ہوں اور میرا عیسیٰ (ابن) مریم تو ہے

جوش دہ آں بحرِ گوہر بار را
موتی برسانے والے اُس سمندر کو جوش میں لا
خوش پُرس امروز ایں بیمار را
آج اُس بیمار کی اچھی طرح (مزاج) پُرسی کر لے

چوں تو آنِ اُو شُدی بحر آنِ تُست
جب تو اُس کا ہو گیا سمندر تیری ملکیت ہے
گرچہ ایں دم نوبتِ بحرانِ تُست
اگرچہ اس وقت تیرے بحران کی باری ہے

ایں خود آں نالہ ستُ کُو کرد آشکار
یہ وہ نالہ ہے جس کو اُس نے ظاہر کیا ہے
آنچہ پنہان ست یا رب زینہار
جو چھپا ہوا ہے، خدا کی پناہ

دو[3] دہاں داریم گویا ہمچو نے
ہم "نے" کی طرح دو بولنے والے منہ رکھتے ہیں
یک دہاں پنہانست در لبہائے وے
ایک منہ اُس کے ہونٹوں میں پوشیدہ ہے

یک دہاں نالاں شدہ سُوئے شما
ایک منہ تمھاری جانب نالہ کر رہا ہے
ہائے و ہوئے در فگندہ در ہوا
اُس نے فضا میں شور برپا کر دیا ہے

لیک داند ہر کہ اُو را منظر ست
لیکن ہر وہ شخص جانتا ہے جس میں نظر ہے
کہ فُغانِ ایں سرے ہم زاں سرست
کہ اس جانب کی فریاد بھی اُس جانب کی ہے

---

[1] چینہ۔ چونکہ ان روحوں کو آپ کی محبت سے غذا ملتی ہے لہٰذا وہ اُسی کی شیدائی ہیں۔ گردمے۔ اگر کسی وقت یہ روح منکر ہوتی ہے یعنی تقاضائے عشق و محبت کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے تو شحنۂ عشق پھر آگ کو بھڑکا دیتا ہے۔ مکرر۔ یعنی شحنۂ عشق بار بار اپنا کینہ نکالنے والا ہے۔ کہ بیا۔ عشق کا کوتوال کہتا ہے کہ چاند یعنی محبوب کی طرف رجوع کر۔ شحنۂ عشق سے خود عشق مراد لیا جائے اور شاہِ عشق سے مراد محبوب ہے۔ گرد۔ مولانا فرماتے ہیں ضیاء الحق کی اٹاری کا کبوتر ہوں۔

[2] جبرئیل۔ حضرت جبرئیلؑ کا ملجیٰ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ جوش۔ اپنے فیوض و برکات کے سمندر کو جوش دیجئے اور مجھ بیمار کی اچھی طرح پرسش کیجیے۔ چوں۔ بحر سے مراد حق تعالیٰ ہے حدیث شریف ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ "جو خدا کا ہو گیا خدا اُس کا ہو گیا" گرچہ۔ فی الحال اگرچہ تجھے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ ایں خود۔ میں التجا اور زاری کر رہا ہوں یہ بھی اُسی کا عطیہ ہے اور یا اُس درد کا تھوڑا سا اظہار ہے۔

[3] دو دہاں۔ جس طرح بانسری کے دو منہ ہوتے ہیں ایک بجانے والے کے منہ میں دوسرا سامعین کی جانب اور جو کچھ سننے والے سنتے ہیں وہ وہی ہوتا ہے جو نے نواز کا منہ اُس کے منہ میں پھونکتا ہے اسی طرح میرا نالہ و شیون بھی اُس محبوب کا فعل ہے۔ لیک۔ جو صاحب نظر ہے وہ جانتا ہے کہ میری آہ و فغان میری نہیں ہے بلکہ وہی محبوب مجھ سے کرا رہا ہے۔

دمدمہ[1] ایں نایِ از دمہائے اُوست
اس ''نے'' کا شور اُس کی پھونکوں سے ہے

ہائے ہوئے رُوح از ہیہائے اُوست
روح کی ہائے و ہو اس کی ہائے و ہو کی وجہ سے ہے

گر نبودے بالبش نے را سمر
اگر ''نے'' کا اُس کے ہونٹوں سے وصل نہ ہوتا

نے جہاں را پُر نکردے از شکر
''نے'' دنیا کو شکر سے پُر نہ کرتی

با کہ خفتی وزچہ پہلو خاستی
آپ کس کے ساتھ سوئے اور کس پہلو سے بیدار ہوئے؟

کہ چنیں پُرجوش چوں دریاستی
کہ آپ ایسے جوش میں، دریا کی طرح ہیں

یا اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ خواندیٔ
یا آپ نے ''میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں'' پڑھا ہے

دردلِ دریایِ آتش راندیٔ
اپنے آپ کو آگ کے دریا کے وسط میں ڈال دیا ہے

نعرہ[2] یا نارُکُوْنِیْ بَارِدًا
''اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا'' کا نعرہ

عصمتِ جانِ تو گشت اے مقتدا
اے مقتدا! آپ کی جان کی حفاظت بن گیا ہے

اے ضیاء الحق حُسام الدین و دل
اے ضیاء الحق! آپ دیں اور دل کی تلوار ہیں

کے تواں اندود خورشیدے بگل
سورج کو مٹی میں کب چھپایا جا سکتا ہے؟

قصد کردستند ایں گِلِ پارہا
ان مٹی کے ڈھیلوں نے ارادہ کیا ہے

کہ بپوشانند خورشیدِ ترا
کہ آپ کے سورج کو چھپا دیں

دردلِ کہ لعلہا دلّالِ تُست
پہاڑ کے دل کے لعل آپ کے دلال ہیں

باغہا از خندہ مالا مالِ تُست
باغ مسکراہٹ میں آپ سے مالا مال ہیں

محرمِ مردیت را کو رُستمے
آپ کی جوانمردی کا رازدار رستم کہاں ہے؟

تاز صد خرمن یکے جو گفتمے
کہ سیکڑوں انباروں میں سے ایک جو بھر بیان کر دیتا

چوں[3] بخواہم کز سرت آہے کنم
میں جب چاہتا ہوں کہ آپ کے راز کی ایک آہ کروں

چوں علیؓ سر را فرو چاہے کنم
(حضرت) علیؓ کی طرح سر کنویں میں کرتا ہوں

چونکہ اِخواں را دل کینہ ورست
چونکہ بھائیوں کا دل کینہ ور ہے

یوسفم را قعرِ چہ اولیٰ ترست
میرے یوسف کے لیے کنویں کی گہرائی زیادہ بہتر ہے

مست گشتم خویش بر غوغا زنم
میں مست ہوگیا ہوں میں اپنے آپ کو شوروغل پر جھٹکے مارتا ہوں

چہ چہ باشد خیمہ بر صحرازنم
کنواں کیا ہوتا ہے، جنگل میں خیمہ لگاتا ہوں

---

[1] دمدمہ۔ اس بانسری کا جو کچھ نوحہ ہے وہ اس کی پھونکوں کا اثر ہے۔ اَلسُّلْطَانُ یَتَصَرَّفُ فِی مِلْکِہٖ کَیْفَ یَشَآءُ ''بادشاہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے''۔ گر نبودے۔ اگر یہ نالہ وزاری محبوب کی جانب سے نہ ہوتی تو اس میں اس قدر جذب نہ ہوتا اور وہ دنیا کو شکر سے پُر نہ کرتا۔ با کہ خفتی۔ اے ضیاء الحق یقیناً آپ رات کو عشق کے ہم آغوش تھے تب ہی آپ میں اس قدر جوش وخروش ہے۔ یا ابیت۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ فَیُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ ''میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں تو مجھے کھلا پلا دیتا ہے، یعنی آپ کو رات میں وصال حق میسر آتا ہے۔

[2] نعرہ۔ باوجود اس کے کہ آپ نے خود کو دریائے آتش میں ڈال دیا پھر بھی آپ زندہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ والا معجزہ پیش آیا ہے۔ اے ضیاء الحق۔ جبکہ تمہارے جوش وخروش سے بہت سے مستفید ہو رہے ہیں تو چند حاسدوں کے سورج پر مٹی ڈالنے سے سورج نہیں چھپ سکتا۔ گل پارہا۔ مٹی کے ڈھیلے۔ محرم۔ آپ میں جو کمالات ہیں اگر کوئی ان کو سننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس خرمن میں سے ایک جو کی بقدر بیان کر سکتا ہوں اس شعر میں ''را'' زاید ہے۔

[3] چوں نخواہم۔ حضرت علیؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جب بعض اسرار کے چھپانے سے عاجز آ جاتے تھے اور کوئی ہمراز نہ ملتا تھا جس کو سنا کر دل ہلکا کر سکیں تو کنویں میں منہ ڈال کر وہ راز کہہ دیتے تھے۔ چونکہ۔ جب باہر دشمن ہی دشمن ہوں تو پھر کنواں ہی بہتر ہے۔ اس میں جان تو بچی رہے گی۔ مست۔ لیکن اب میری کیفیت یہ ہے کہ مستی کی زیادتی کی وجہ سے رازوں کے چھپانے پر قدرت نہیں ہے لہٰذا اب میں علی الاعلان راز کہہ دوں گا۔

برکفِ[1] من نہ شرابِ آتشیں ‏ وانگہاں کرّ و فرِ مستانہ بیں
میرے ہاتھ پر آتشیں شراب رکھ دو ‏ پھر مستانہ شان و شوکت دیکھو

منتظر گو باش بے گنج آں فقیر ‏ زانکہ ما غرقیم ایں دم در عَصیر
کہہ دو، وہ فقیر بغیر خزانہ کے منتظر رہے ‏ کیونکہ ہم اس وقت شراب میں غرق ہیں

از خدا خواہ اے فقیر ایں دم پناہ ‏ از منِ غرقہ شُدہ یاری مخواہ
اے فقیر! اس وقت خدا سے پناہ چاہ ‏ مجھ ڈوبے ہوئے سے مدد نہ چاہ

کہ مرا پروائے ایں اَسناد نیست ‏ از خود و از ریشِ خویشم یاد نیست
کیونکہ مجھے اس سند کی پروا نہیں ہے ‏ مجھے اپنی اور اپنی ڈاڑھی کی یاد نہیں ہے

بادِ سُبلت کے بگنجد و آبِ رُو ‏ در[2] شرابے کہ نگنجد تارِ مُو
آبرو اور غرور کہاں سمائے گا؟ ‏ اُس شراب میں جس میں بال نہیں سماتا ہے

در دہ اے ساقی یکے رطلِ گراں ‏ خواجہ را از ریش و سُبلت وارہاں
اے ساقی! ایک بھاری جام دے ‏ خواجہ کو ڈاڑھی اور مونچھوں سے نجات دے

نخوتش برما سبالے میزند ‏ لیک ریش از رشکِ ما برمیکند
اُس کا تکبر ہم پر مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے ‏ لیکن وہ ہمارے رشک سے ڈاڑھی نوچتا ہے

ماتِ اُو شو ماتِ اُو شو ماتِ اُو ‏ کہ ہمیدانیم تزویرات اُو
تو اُس سے مات کھا، تو اُس سے مات کھا، اُس سے مات ‏ کیونکہ ہم تو اُس کی مکاریاں جانتے ہیں

از[3] پسِ صد سال اُنچہ آید برُو ‏ پیر می بیند مُعیّن مُو بمُو
سو سال بعد جو اس پر آئے گا ‏ شیخ معین طریقہ پر سب موجود دیکھ لیتا ہے

اندر آئینہ چہ بیند مردِ عام ‏ کہ نہ بیند پیر اندر خشتِ خام
عام انسان آئینہ میں وہ کونسی چیز دیکھتا ہے؟ ‏ جو شیخ کچی اینٹ میں نہ دیکھ لے

آنچہ لحیانی بخانہ خود ندید ‏ ہست برکوسہ یکایک آں پدید
جو کچھ ڈاڑھی والے نے اپنے گھر میں نہ دیکھا ‏ وہ بے ریش پر ایک ایک ظاہر ہے

---

1. برکف۔ ایک توجہ اور ڈال دیجئے پھر میری مستی کی شان دیکھیے۔ منتظر۔ اگرچہ فقیر کا قصہ خزانہ ملنے تک میں پورا نہیں کر سکا ہوں اور وہ اس خزانہ کا منتظر ہے لیکن مجھ پر شراب کی مستی طاری ہے۔ اب مجھے اُس کی جگہ کی تلاش کی فرصت نہیں ہے۔ عَصیر۔ یعنی انگور کا نچوڑ، شراب۔ از خدا۔ اب میں فقیر کی کوئی مدد نہیں کر سکتا وہ صرف خدا کی پناہ چاہ لے۔ اسناد۔ یعنی وہ پرچہ جس میں خزانہ کی بات مذکور تھی۔ از خود۔ میں خود اپنے آپ کو فراموش کر چکا ہوں تو پرچہ کی مجھے کیا پروا ہے۔ بادِ سبلت۔ تکبر و غرور۔ آبرو۔ وجاہت۔

2. در شرابے۔ جو شراب اس قدر مصفّی ہے کہ اس میں بال بھی نظر آ جاتا ہے اُس شراب کے بعد انسان میں تکبر اور حبِ جاہ بالکل باقی نہیں رہتی۔ در دہ۔ تکبر و غرور کے ازالہ کا یہی علاج ہے کہ انسان شرابِ عشق پئے۔ رطلِ گراں۔ بڑا پیمانہ۔ نخوتش۔ چونکہ وہ خواجہ شرابِ عشق سے خالی ہے اور ہماری مستی کے خلاف مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے یعنی تفاخر کرتا ہے لیکن اُس کے اس فعل کا ضرر اُسی کو پہنچتا ہے اور وہ خود اپنی ڈاڑھی نوچتا ہے۔ ماتِ اُو شو۔ اب اُس خواجہ کو تو ہنا کہتے ہیں اچھا اگر تو ہم فقیروں سے تکبر کرتا ہے تو کرتا رہ ہمیں اس کا کوئی نقصان نہ پہنچے گا ہم اس تکبر کی مکاریوں سے واقف ہیں۔

3. از پس۔ تجھے لامحالہ اپنے اس غرور کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا تو اس کی سزا کو فی الحال نہیں دیکھ رہا ہے لیکن ہمیں وہ نظر آ رہی ہے۔ اندر آئینہ۔ سزا اور تکبر کے بدنتائج جو تو سو سال کے بعد دیکھے گا ہمیں ابھی سے نظر آ رہے ہیں عوام جس چیز کو آئینہ میں دیکھتے ہیں شیوخ اُس کو کچی اینٹ میں دیکھ لیتے ہیں جس پر معمولی جلا بھی نہیں ہوتی ہے۔ لحیانی۔ گھر کے اندر کی چیز جو ڈاڑھی والا نہیں دیکھ پاتا بچہ اُس کو دیکھ لیتا ہے محرموں کے چھپے ہوئے اعضا بڑی عمر کا انسان نہیں دیکھ پاتا بچے دیکھ لیتے ہیں۔

رو[1] بدریائے کہ ماہی زادۂ — ہمچو خس در ریش چوں افتادۂ

تو دریا میں جا کیونکہ تو مچھلی کا جنا ہے — ڈاڑھی میں تنکے کی طرح کیوں پڑا ہے؟

خس نۂ، دور از تو، رشکِ گوہری — درمیانِ موج و بحر اولیٰ تری

تو تنکا نہیں ہے، تجھ سے دور، تو رشکِ گوہر ہے — تو موج اور سمندر میں زیادہ مناسب ہے

بحرِ وحدانیست فرد و زوج نیست — گوہر و ماہیش غیر از موج نیست

وہ وحدانی سمندر ہے، وہ فرد اور زوج نہیں ہے — اُس کا گوہر اور مچھلی موج کے سوا نہیں ہے

اے محال و اے محال اشراکِ اُو — دور ازاں دریا و موجِ پاکِ اُو

اے مخاطب! محال در محال ہے اُس کا شریک کرنا — اُس دریا اور اُس کی پاک موج سے بعید ہے

نیست[2] اندر بحر شرک و پیچ پیچ — لیک با احوال چگویم ہیچ ہیچ

دریا میں شرک اور پیچ پیچ نہیں ہے — لیکن بھینگے سے کیا کہوں، کچھ نہیں کچھ نہیں

چونکہ جُفتِ احولانیم اے شمن — لازم آمد مُشرکانہ دم زدن

اے برہمن! چونکہ ہم بھینگوں کے ساتھی ہیں — مشرکانہ باتیں کرنا ضروری ہو گیا

آں یکے کہ زانسوئے وصفست وحال — جز دُوئی ناید بمیدانِ مقال

وہ ذات جو وصف اور خیال سے وراء ہے — گفتگو کے میدان میں بجز دوئی کے نہیں آتی

یا چو[3] اَحول ایں دُوئی را نوش کُن — یادہاں بربند و خوش خاموش کُن

یا تو بھینگے کی طرح اس دوئی کو پی جا — یا منہ بند کر لے اور اچھی طرح چپ ہو جا

یا بنوبت گہ سکوت و گہ کلام — اَحولانہ طبل می زن والسلام

یا باری باری، کبھی خاموشی اور کبھی گفتگو — بھینگوں کی طرح نقارہ بجا والسلام

چوں بہ بینی محرمے گو سِرِّ جاں — گُل بہ بینی نعرہ زن چو بلبلاں

جب تو کوئی محرم دیکھے، جان کا راز کہہ — پھول دیکھے تو بلبلوں کی طرح نعرہ لگا

---

[1] روبدریا۔ پھر مغرور کو خطاب ہے کہ تو عاشق زادہ ہے آدمؑ کی اولاد ہے تیرا ماوٰی اور ملجا دریائے عشق ہے تو تنکے کی طرح ڈاڑھی یعنی غرور و تکبر میں کیوں مبتلا ہے۔ خس نہ۔ ڈاڑھی سے تو تنکے کا تعلق ہے موتی کا تعلق دریا سے ہے۔ تو موتی ہے نہ کہ تنکا۔ بحر۔ چونکہ گذشتہ اشعار میں حضرت حق تعالیٰ کو بحر سے تشبیہ دی تھی اور اُس بحر کے لیے موتی، یہ مچھلی اور موج ثابت کی تھی اس سے جو شبہات پیدا ہوتے تھے اُن کا ازالہ شروع کیا ہے کہ خدا بحر تو ہے لیکن وہ ایسا بحر وحدانیت ہے کہ نہ اُس کو فرد کہا جا سکتا ہے نہ زوج یعنی وہ کسی عدد کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا۔ امام اعظمؒ کا مقولہ ہے اَللّٰهُ وَاحِدٌ لَيْسَ وَحْدَتُهٗ كَوَحْدَةِ الْاَعْدَادِ بَلْ بِمَعْنٰى اَنَّهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ”خدا واحد ہے لیکن اُس کی وحدت عددوں کی وحدت نہیں ہے بلکہ اُس کے یہ معنی ہیں کہ اُس کا کوئی شریک نہیں ہے“۔ اُس کے گوہر یعنی ملائکہ اور مقربین ہیں اور اُس کی مچھلی یعنی عاشق، اُن کا وجود عینِ وجودِ حق ہے۔

[2] نیست۔ اُس بحر کا کوئی شریک نہیں ہے وہاں موجود بھی عین ذات ہے ”لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ“۔ سوائے اللہ کے وجود مستقل سے کوئی متصف نہیں ہے۔ احول۔ بھینگا جس کو ایک وجود کے دو وجود نظر آتے ہیں۔ وجود واجب کے علاوہ کسی اور کو وجود مستقل سے موصوف ماننا تو شرک ہے، لیکن صوفیا کے نزدیک بغیر اس عقیدے کے کسی کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو وجود مستقل کے ساتھ کیا جاتا ہے، یہ بھی شرک ہے بھینگے کو وجود کی وحدت سمجھانا مشکل ہے لہٰذا میں اُن سے کچھ نہیں کہتا ہوں۔ لازم آمد۔ مجبوراً سمجھانے کے لیے متکلمین کو کہنا پڑتا ہے کہ موجودات سے صانع کے وجود کو سمجھو حالانکہ ممکنات کا وجود وجود ہی نہیں ہے۔ آں یکے۔ حضرت حق تعالیٰ کی وحدت وصف یعنی بیانِ لفظی اور خیالی یعنی تصوّر سے بالاتر ہے اب اگر اس کو سمجھاؤ گے تو لامحالہ دوئی پیدا ہوگی۔

[3] یا چو احول۔ اب یا تو بھینگے کی طرح اس دوئی کو گوارا کر لو ورنہ خاموش رہو۔ یا بنوبت۔ یا ایسا کر لو کہ جب صاحبِ باطن ملے اُس کو سمجھا دو ورنہ خاموشی اختیار کر لو۔ چوں بہ بینی۔ جب راز دار ملے تو اُس سے توحیدِ عارفین کی بات کر لیا کرو وہ محرم بمنزلہ گُل کے ہے اُس کے سامنے بلبلانہ نعرے لگا۔

چوں[1] بہ بینی مَشک پُر مکر و مجاز
جب تو کوئی مَشک، مکر اور مجاز سے پُر دیکھے

لب بہ بندو خویشتن را خُب ساز
(تو) ہونٹ بند کر لے اور اپنے آپ کو مٹکا بنا لے

دشمنِ آبست پیشِ اُو مجب
وہ پانی کا دشمن ہے اُس کے سامنے نہ ہل

ورنہ سنگِ جہلِ اُو بشکست خُب
ورنہ اُس کی جہالت کا پتھر مٹکا پھوڑ دے گا

با سیاستہائے جاہل صبر کن
جاہل کی تکالیف پر صبر کر

خوش مدارا کن بعقلِ مِن لَدُن
خدائی عقل کے ذریعہ اچھی خاطر تواضع کر

صبر با نااہل اہلاں را جلے ست
نااہلوں کے ساتھ اہلوں کا صبر کرنا جلا ہے

صبر صافی میکند ہر جادلے ست
جہاں کہیں کوئی دل ہے، صبر اس کو صاف کر دیتا ہے

آتشِ[2] نمرُود ابراہیمؑ را
نمرود کی آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لیے

صفوتِ آئینہ آمد در جلا
جلا میں آئینہ کی صفائی ثابت ہوئی

جورِ کفرِ نوحیان و صبرِ نوحؑ
نوحؑ والوں کے کفر کا ظلم اور (حضرت) نوحؑ کا صبر

نوحؑ راشد صیقلِ مرأتِ رُوح
(حضرت) نوحؑ کے لیے روح کے آئینہ کا صیقل بنا

حکایتِ آں مُرید شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کے مرید کا قصہ

رفت درویشے ز شہرِ طالقان
ایک درویش طالقان سے روانہ ہوا

بہرِ صیتِ بوالحسنؒ تا خارقاں[3]
خارقان کے لیے ابوالحسنؒ کی شہرت کی وجہ سے

کوہہا، ببرید و وادیٔ دراز
پہاڑ اور دراز وادی قطع کی

بہرِ دیدِ شیخ با صدق و نیاز
سچائی اور نیازمندی کے ساتھ شیخ کے دیدار کے لیے

آنچہ در رہ دید از جور و ستم
جو ظلم و ستم اُس نے راستہ میں دیکھے

گرچہ در خوردست کوتہ می کُنم
اگرچہ (بیان کے) لائق ہیں میں مختصر کرتا ہوں

چُوں بمقصد آمد از راہ آں جواں
جب وہ جوان راستہ سے مقصود پر پہنچا

خانۂ آں شاہ را جُست اُو نشاں
اُس نے اُن شاہ کے گھر کا پتا تلاش کیا

چوں بصد حُرمت بزد حلقہ درش
جب بصد احترام اُس نے اُن کے دروازے کی کنڈی بجائی

زن بروں کرد از درِ خانہ سرش
عورت نے دروازے سے باہر اپنا سر نکالا

کہ چہ میخواہی بگوائے بُوالکرم
اے صاحب کرم! بتا تو کیا چاہتا ہے؟

گفت بر قصدِ زیارت آمدم
اُس نے کہا کہ میں زیارت کے ارادہ سے آیا ہوں

---

[1] چوں بہ بینی۔ جب تو غیر عارف کو دیکھے اور وہ ایک مشک ہے جو مکر اور مجاز سے پُر ہے تو سر بمہر مٹکے کی طرح بن جا اور ہونٹ نہ ہلا۔ دشمن۔ یعنی وہ اسرار کا دشمن ہے جو تجھ میں ہیں اور تو ظاہر کرے گا تو وہ تجھے ستائے گا۔ با سیاستہائے۔ لیکن اگر وہ بغیر اظہار اسرار کے بھی ستائیں تو اُن کی ایذا رسانی کی وجہ سے تو اُن کو ایذا نہ پہنچا، صبر کر اس میں تیرا فائدہ ہے تیرے دل میں صفائی پیدا ہوگی۔

[2] آتش۔ نمرود کی آگ نے حضرت ابراہیمؑ کے قلب کو مزید مصفّٰی کر دیا۔ جورِ کفر۔ حضرت نوحؑ کو قوم نے ستایا تو اُن کے مراتب روحانی اور بلند ہو گئے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کو بیوی کی اذیتیں برداشت کرنے سے بڑے مراتب حاصل ہوئے تھے۔ طالقاں۔ ایک شہر کا نام ہے۔ صیت۔ شہرت۔

[3] خارقان۔ خراسان کے نزدیک ایک گاؤں ہے اُس کو خرقان بھی کہتے ہیں اسی لیے شیخ کی نسبت خرقانی ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ وہ مصائب بیان کرنے کے قابل ہیں لیکن میں بات کو مختصر کیے دیتا ہوں۔ آں شاہ۔ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ۔ حلقہ در۔ دروازے کی کنڈی۔ زن۔ یعنی شیخ کی بیوی۔ زیارت۔ یعنی شیخ کی زیارت۔

خندهٔ زد زن کہ خہ خہ[1] ریش بیں — ایں سفر گیری و ایں تشویش بیں

عورت نے قہقہہ لگایا، کہ واہ واہ ڈاڑھی دیکھ — اس سفر کرنے اور پریشانی کو دیکھ

خود تُرا کارے نبُود آں جایگاہ — کہ بہ بیہودہ کُنی ایں عزمِ راہ

اُس جگہ تجھے کوئی کام نہ تھا؟ — کہ تو نے خواہ مخواہ راستہ کا ارادہ کیا

اشتہایِ گول گردی آمدت — یا ملولیِ وطن غالب شُدست

تجھے احمقانہ گردش کی خواہش ہوئی — یا وطن کی تکلیف تجھ پر غالب ہوئی

یا مگر دیوت دو شاخہ بر نہاد — برتو وسواسِ سفر را در کشاد

یا شاید شیطان نے دو شاخہ رکھ دیا — تجھ پر سفر کے وسوسہ کا دروازہ کھول دیا

گفت نافرجام و فحش و دمدمہ — من[2] نتانم باز گفتن آں ہمہ

اُس نے نامناسب اور فحش اور لغو باتیں کیں — میں وہ سب نہیں کہہ سکتا ہوں

از مثل وز ریشخند بے حسیب — آں مُرید افتاد از غم در نشیب

مثل اور بے حساب مذاق — وہ مرید غم سے گڑھے میں گر گیا

پُرسیدنِ آں وارِد از حرمِ شیخ کہ شیخ کجاست و کجا جویم و
اُس آنے والے کا شیخ کی بیوی سے معلوم کرنا کہ شیخ کہاں ہیں اور کہاں تلاش
جوابِ نافرجام دادنِ حرمِ شیخ آں مرید را
کروں اور اُس مرید کو شیخ کی بیوی کا نامناسب جواب دینا۔

اَشکش از دیدہ بجُست و گفت اُو — باہمہ آں شاہِ شیریں نام گو

اُس کی آنکھ سے آنسو بہہ پڑے اور اُس نے کہا — باوجود اس کے وہ شیریں نام شاہ کہاں ہیں؟

گفت[3] آں سالوس زرّاقِ تہی — دامِ گولان و کمندِ گمرہی

اُس نے کہا وہ مکار، ریاکار، کورا — احمقوں کا جال اور گمراہی کا پھانسہ

صد ہزاراں خام ریشاں ہمچو تو — اُوفتادہ از وے اندر صد عتُو

تجھ جیسے لاکھوں بے عقل — اُس کی وجہ سے صدہا سرکشی میں مبتلا ہو گئے ہیں

گر نہ بینیش و سلامت وارَوی — خیرِ تو باشد نگردی زُو غوی

اگر تو اُسے نہ دیکھے اور سلامتی سے واپس چلا جائے — تیرے لیے بہتر ہوگا، تو اُس کی وجہ سے گمراہ نہ ہوگا

لاف کیشے کاسہ لیسے طبل خوار — بانگِ طبلش رفتہ اطراف و دیار

شیخی باز، لالچی، پیٹو ہے — اس کے ڈھول کی آواز اطراف اور ملکوں میں پہنچ گئی ہے

---

1. خہ خہ۔ واہ، واہ، کیا خوب ریش یعنی اپنی ڈاڑھی کو دیکھ اُس کے ہوتے ہوئے یہ بیوقوفی۔ خود۔ تجھے اپنے گھر کوئی کام نہ تھا کہ یہ بیہودہ سفر اختیار کیا۔ اشتہای۔ یا تو تجھے احمقوں کی طرح آوارہ گردی پسند ہے یا تجھے وطن کاٹتا ہے۔ دوشاخہ۔ ایک لکڑی تھی جس سے گردن کو شکنجہ میں کستے تھے۔
2. من نتانم۔ اُن کا نقل کرنا بھی گستاخی ہے۔ بے حسیب۔ بے حساب۔ نشیب۔ گڑھا۔ وارد۔ آنے والا۔ حرمِ شیخ۔ شیخ کی بیوی۔ اشکش۔ بیوی کے شیخ کو بُرا بھلا کہنے سے وہ رو پڑا اور بولا کہ بہرحال یہ بتادے کہ شیخ کہاں ہیں۔
3. گفت۔ وہ شیخ کو بُرے بُرے القاب سے ذکر کر کے بولی اگر تو اس کو نہ دیکھے تو اسی میں تیری خیر ہے۔ خام ریشاں۔ ناتجربہ کار، بے عقل، عتو۔ سرکشی یعنی گمراہی۔ غوی۔ گمراہ۔

سبطی[1] اند ایں قوم گو سالہ پرست — برچنیں گاوے ہمی مالند دست
یہ بچھڑے کی پجاری قوم سبطی ہے — وہ ایسے بیل پر ہاتھ پھیر رہے ہیں

جیفۃُ اللیلِ ست و بطالُ النہار — ہر کہ او شد غرّۂ ایں طبل خوار
وہ رات کا مُردار اور دن کا جھوٹا ہے — جو اس پیٹو پر فریفتہ ہوا

ہشتہ اند ایں قوم صد علم و کمال — مکر و تزویرے گرفتہ کاینست حال
اس قوم نے سیکڑوں علم و کمال چھوڑے — مکر اور فریب اختیار کر لیا، کہ یہ حال ہے

آلِ موسیٰ کو دریغا تا کنوں — عابدانِ عجل را ریزند خوں
افسوس موسوی کہاں ہیں؟ کہ اب — بچھڑے کے پجاریوں کی خوں ریزی کریں

کو رہِ پیغمبر و اصحابِ او — کو نماز و سبحہ و آدابِ او
کہاں ہے پیغمبر اور اُن کے صحابہ کا راستہ؟ — کہاں ہے نماز اور تسبیح اور اُس کے آداب؟

شرع[2] و تقویٰ را فگندہ سُوئے پُشت — کو عمرؓ کو امر معروفِ دُرشت
شریعت اور تقوے کو پس پشت پھینک دیا ہے — کہاں ہیں عمرؓ، کہاں ہے بھلائی کا سخت حکم؟

کایں اباحت زیں جماعت فاش شُد — رخصت ہر مفلس و قلّاش شُد
کیونکہ یہ اباحت اس جماعت سے پھیلی ہے — ہر مفلس اور آوارہ کو رخصت مل گئی

جواب گفتنِ مُرید و زجر کردنِ اُو آں طعّانہ را از کفر و بیہُودہ گفتن

مُرید کا جواب دینا اور اُس طعنہ زن کو کفر اور بیہودہ گوئی سے جھڑکنا

بانگ زد بروے جوان و گفت بس — روزِ روشن از کُجا آمد عسس
جوان اُس پر چیخ پڑا اور بولا بس — روشن دن میں رات کا کوتوال کہاں سے آ گیا؟

نورِ[3] مرداں مشرق و مغرب گرفت — آسمانہا سجدہ کردند از شگفت
مردانِ خدا کے نور نے مشرق اور مغرب کو گھیر لیا — آسمانوں نے تعجب سے سجدہ کیا

آفتابِ حق برآمد از حَمَل — زیرِ چادر رفت خورشید از خجل
حمل سے حق کا سورج طلوع کر آیا — سورج، شرمندگی سے چادر کے نیچے چلا گیا

تُرّہاتِ چوں تو ابلیسے مرا — کے بگرداند ز خاکِ ایں سرا
تجھ جیسے شیطان کی بکواس مجھے — اس گھر کی خاک سے کب ہٹا سکتی ہے؟

من ببادے نادمم ہمچوں سحاب — تا بگردے باز گردم زیں جناب
میں ابر کی طرح ہوا کے ذریعہ نہیں آیا ہوں — کہ ایک گرد سے اُس درگاہ سے واپس ہو جاؤں

1. سبطی اند۔ اُس کے مرید بھی وہ اسرائیلی ہیں جو بچھڑے کو پوجنے لگے۔ چنیں گاوے۔ یعنی شیخ۔ جیفہ۔ جو شخص اُس کا مُرید اور معتقد ہے وہ رات کو مُردار کی طرح پڑا رہتا ہے اور دن کو بھی اُس کے کچھ اشغال نہیں ہیں۔ ہشتہ۔ تمام صوفی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ علم و کمال کو چھوڑ کر کہتے ہیں کہ یہ ایک باطنی حال ہے۔ آلِ موسیٰ۔ یعنی علماءِ حق کہاں صوفیوں نے رسولؐ اور صحابہ کی سنت کو مٹا دیا اور نماز روزہ ختم کر دیا۔ سبحہ۔ تسبیح۔
2. شرع۔ ان لوگوں نے شریعت اور تقوے کو پس پشت ڈال دیا اس وقت حضرت عمرؓ جیسے شخص کی ضرورت ہے۔ اباحت۔ یعنی حرام کو حلال سمجھا۔ قلّاش۔ بے نام و ننگ، مفلس۔ طعانہ۔ طعنہ زن عورت یعنی شیخ کی بیوی۔ عسس۔ حفاظت کیلئے رات کو پہرے دینے والا شیخ کو روزِ روشن سے تعبیر کیا اور بیوی کو رات کا کوتوال کہا ہے۔
3. نورِ مرداں۔ تو بزرگوں اور صوفیوں کو برا کہہ رہی ہے حالانکہ اُن کی شان یہ ہے کہ مشرق اور مغرب اُن کے نور سے منور ہے اُن کی عظمت کے سامنے آسمان کا سر جھکا ہوا ہے۔ آفتاب۔ اُن میں جو نور ہے وہ آفتاب میں کہاں ہے۔ ترّہات۔ جب میرے یہ عقیدے ہیں تو تجھ شیطان کے بہکانے سے میں اس شیخ کے در کو کب چھوڑ سکتا ہوں۔ من ببادے۔ میں ہوائی باتیں سن کر نہیں آیا ہوں لہٰذا تیری کر یعنی گالی گلوچ مجھے اس بارگاہ سے واپس نہیں کر سکتی ہے۔

عجل[1] باآں نور شد قبلۂ کرم
اُس نور کے ہوتے ہوئے بچھڑا بھی قبلۂ کرم ہو گیا
قبلہ بے آں نور شد کفر و صنم
اُس نور کے بغیر قبلہ، کفر اور بت ہو گیا

ہست اباحت کز ہوا آمد ضلال
جو ''اباحت'' خواہشِ نفس سے آئے وہ گمراہی ہے
ہست اباحت کز خدا آمد کمال
جو ''اباحت'' خدا کی جانب سے آئے وہ کمال ہے

کفر ایماں گشت و دیو اسلام یافت
کفر ایمان ہو گیا اور شیطان نے اسلام پا لیا
آں[2] طرف کاں نورِ بے اندازہ یافت
جس طرف وہ غیر محدود نور چمکا

مَظہرِ عشق ست و محبوبِ بحق
عشق کا مظہر ہے اللہ (تعالیٰ) کا محبوب ہے
از ہمہ کرّوبیاں بُردہ سبق
تمام (مقرب بارگاہ) فرشتوں سے بڑھ گیا

سجدہ آدمؑ را بیانِ سبقِ اُوست
آدمؑ کو سجدہ اس کی افضلیت کا بیان ہے
سجدہ آرد مغز را پیوستہ پُوست
جُدا ہوا چھلکا مغز کو سجدہ کرتا ہے

شمعِ حق را پف کنی تو اے عجوز
اے بڑھیا! تو خدائی شمع کو پھونک مار رہی ہے
ہم تو سوزی ہم سرت اے گندہ پُوز
اے گندہ ذہن! تو بھی جل جائے گی اور تیرا سر بھی

کے شود دریا ز پوزِ سگ نجس
کتے کے منہ سے دریا کب ناپاک ہوتا ہے؟
کے شود خورشید از تُف منطمس
سورج، پھونک سے کب مٹتا ہے؟

حکم بر ظاہر اگر ہم می کنی
اگر تو ظاہر پر بھی حکم لگاتی ہے
چیست ظاہر تر بگوزیں روشنی
تو بتا اس روشنی سے زیادہ ظاہر کیا ہے؟

جملہ[3] ظاہرہا بہ پیشِ ایں ظہور
اس ظہور کے سامنے سب ظاہر
باشد اندر غایتِ نقص و قصور
کمی اور کوتاہی میں انتہا پر ہیں

ہر کہ بر شمعِ خدا آرد پفو
جو خدائی شمع پہ پھونک مارے
شمع کے میرد بسوزد پوزِ او
شمع کب بجھے گی، اُس کا منہ جل جائے گا

چوں تو خفاشاں بسے بینند خواب
تجھ جیسی چمگادڑیں بہت خواب دیکھتی ہیں
کایں جہاں ماند یتیم از آفتاب
کہ یہ دنیا سورج سے یتیم رہ جائے

موجہائے تیز دریاہائے رُوح
روح کے دریاؤں کی تیز موجیں
ہست صد چندانکہ بُد طوفانِ نوحؑ
جتنا (حضرت) نوحؑ کا طوفان تھا اس سے کئی سو گنا ہیں

---

1. عجل۔ تو نے اُن کے مریدوں کو بچھڑا پوجنے والا کہا ہے تو سُن لے کہ شیخ میں جو نور [illegible] حق ہے اگر وہ بچھڑے میں بھی نمودار ہو جائے تو بچھڑا قبلہ بن جائے اور اگر وہ نور قبلہ سے مفقود ہو جائے تو پھر اُس کو سجدہ کرنا کفر اور صنم پرستی بن جائے۔ اباحت۔ [illegible] نے کہا ہے کہ اس گروہ سے اباحت پیدا ہوئی تو سمجھ لے کہ اباحت کی دو قسمیں ہیں، ایک اباحت تو وہ ہے جس کو اہلِ کلام اباحت کہتے ہیں یعنی حرام کو حلال سمجھ [illegible] خواہش نفسانی سے پیدا ہوتی ہے اور گمراہی ہے ایک اباحت وہ ہے جو غلبہ حال سے پیدا ہوتی ہے جیسے سماع اور وجد یہ خدا کی جانب سے ہے اور کمال ہے۔
2. آں طرف۔ اس سے مراد آنحضورؐ ہیں آپ نے فرمایا میرے ساتھ بھی ایک شیطان ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے برخلاف میری مدد کی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ مظہرِ عشق۔ ایسے نور والا عشق کا مظہر ہے اور خدا کا محبوب اور فرشتوں سے افضل ہے۔ سجدہ۔ حضرت آدمؑ کو فرشتوں سے سجدہ کرانا اسی فضیلت کا بیان ہے مفضول افضل کو سجدہ کیا کرتا ہے۔ شمع حق۔ یعنی شیخ۔ گندہ پوز۔ گندہ ذہن۔ کے شود۔ تیرے بُرا کہنے سے شیخ بُرا نہ ہوگا۔ منطمس۔ مٹنے والا۔ حکم۔ اگر تو شیخ کے باطنی اوصاف کو نہیں دیکھ سکتی اور ظاہر پر حکم لگاتی ہے تو بتا اس ظاہر سے زیادہ روشن کس کا ظاہر ہے۔
3. جملہ۔ تمام انسانوں کے ظاہری اعمال شیخ کے اعمال کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ ہر کہ۔ شعر (چراغے را کہ ایزد بر فروزد۔ ہر آنکہ پف کند ریشش بسوزد)۔ چو تو۔ تجھ جیسی چمگادڑ کی وجہ سے شیخ جیسا آفتاب معدوم نہیں ہو سکتا۔ موجہائے۔ روح کے دریا کی موجیں طوفانِ نوحؑ کی موجوں سے تیز ہوتی ہیں اُن سے ڈرتی رہ۔

لیک اندر چشمِ کنعان[1] مُوئے رَست | نوحؑ و کشتی را بہشت و کوہ جَست
لیکن کنعان کی آنکھ میں پڑوال اُگ آیا | (حضرت) نوحؑ اور کشتی کو چھوڑا اور پہاڑ پر کودا

کوہ و کنعاں را فرو بُرد آں زماں | نیم موجے تابقعرِ امتہاں
اُس وقت پہاڑ کو اور کنعان کو بہا لے گئی | ذلت کی گہرائی میں، آدھی موج

مہ فشاند نور و سگ وَع وَع کُند | سگ ز نورِ ماہ کے مرتع کُند
چاند نور افشانی کرتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے | کتا چاند کے نور سے کب اقتباس کرتا ہے؟

شبروان و ہمرہانِ مہ بتگ | ترکِ رفتن کے کُنند از بانگِ سگ
رات کے مسافر اور دوڑ میں چاند کے ساتھی | کتے کے بھونکنے سے چلنا کب چھوڑتے ہیں؟

جُزو سُوئے کُل رواں مانندِ تیر | کے کُند وقف ازپئے ہر گندہ پیر
جُز کُل کی جانب، تیر کی طرح رواں ہے | وہ بڑھیا کی وجہ سے کب ٹھہرتا ہے؟

جانِ شرع و جانِ تقویٰ عارف ست | معرفت محصُول زُہدِ سالف ست
عارف، شرع کی جان اور تقوے کی جان ہے | معرفتِ خداوندی پہلے تقوے کا نتیجہ ہے

زہد[2] اندر کاشتن کوشیدن ست | معرفت آں کشت را رویدن ست
تقویٰ کھیتی میں کوشش کرتا ہے | معرفت اُس کھیتی کا اُگنا ہے

پس چہ تن باشد جہاد و اعتقاد | جانِ ایں کِشتن نبات ست و حصاد
مجاہدہ اور اعتقاد جسم کی طرح ہے | اس بونے کا مقصد پیداوار اور کاٹنا ہے

امرِ معروف اُو و ہم معروف اُوست | کاشفِ اسرار و ہم مکشوف اُوست
وہ امر بالمعروف بھی ہیں اور معروف بھی | وہ رازوں کے کھولنے والے ہیں اور راز بھی وہی ہیں

شاہِ امروزینہ و فردائے ماست | پُوست بندہ مغز نغزش دائماست
وہ ہمارے آج اور کل کے شاہ ہیں | چھلکا، عمدہ مغز کا ہمیشہ غلام ہے

چوں[3] انا الحق گفت شیخ و پیش بُرد | پس گلوئ جملہ کُوراں را فشرد
جب شیخ نے اناالحق کہا اور آگے بڑھ گئے | تو تمام اندھوں کے گلے کو دبا دیا

چوں انائ بندہ لا شد از وجود | پس چہ ماند تو بیندیش اے جحود
جب بندے کا وجود (ذہنی) وجود کے اعتبار سے "لا" بن گیا | اے منکر! تو سوچ کہ کیا رہ گیا؟

---

[1] کنعان۔ حضرت نوحؑ کے بیٹے کنعان نے حضرت نوحؑ اور ان کی کشتی کو چھوڑ کر کہا سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ "میں پہاڑ پر ٹھکانا بنالوں گا وہ مجھے محفوظ رکھے گا۔ کوہ۔ ایک معمولی موج آئی اور اُس نے کنعان اور پہاڑ کو ڈبو دیا۔ مہ۔ کتوں کے بھونکنے سے چاند اپنی ضوفشانی نہیں چھوڑتا ہے۔ مرتع۔ چراگاہ۔ شبرواں۔ رات کے مسافر چاند کی روشنی سے فائدہ اُٹھا کر سفر کرتے رہتے ہیں کتوں کے بھونکنے سے وہ نہیں رکتے ہیں۔ جزو۔ یعنی مرید و معتقد۔ کل۔ یعنی شیخ۔ گندہ پیر۔ بوڑھی عورت۔ جانِ شرع۔ عارف باللہ شریعت اور تقوے کا خلاصہ ہوتا ہے اس کو جو معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ تقویٰ ہی کا نتیجہ ہے۔

[2] زہد۔ زہد اور تقویٰ کھیتی کرنے کی کوشش کی طرح ہے اور معرفت خداوندی اُس کھیتی کا اُگنا ہے۔ جہاد۔ یعنی عملِ صالح اور عقیدہ جسم کی طرح ہوئے اور اس بونے یعنی عمل اور عقیدہ کی جان روئیدگی اور اُس کا کاٹنا (معرفت) ہے۔ امر معروف۔ بھلی بات کا حکم یعنی تو نے کہا تھا کہ عرفہاں ہیں جو بھلائی کا حکم دیں یعنی شیخ میں بھلائی نہیں ہے تو سمجھ لے وہ خود مجسم امر بالمعروف اور خود بھلے ہیں اور اُن کے باطن کا حال یہ ہے کہ وہ کاشفِ اسرار ہیں اور خود مجسم اسرار ہیں یعنی شیخ ظاہراً و باطناً مکمل ہیں۔ شاہِ امروزینہ۔ وہ دنیا میں بھی ہمارے شاہ ہیں اور عقبیٰ میں بھی ہم پوست ہیں وہ مغز ہیں اور ہم ان کے غلام ہیں۔

[3] چوں انا الحق۔ شیخ مجسم شریعت ہے اگر وہ انا الحق کہے اور ظاہر بینوں کے نزدیک حد سے تجاوز کر جائے اور اس کی وجہ سے ظاہر بین غصہ میں مبتلا ہوں تو یہ بھی خلافِ شرع نہیں ہے۔ چوں۔ جب بندہ کی اپنی ہستی اس کے ذہن سے فراموش ہوگئی تو پھر تو خود نہیں رہا اب سوائے خدا کچھ نہیں رہا۔

گر ترا[1] چشم ست بکشا در نگر　　بعدِ لا آخر چہ می ماند دگر
اگر تیرے آنکھ ہے، کھول، دیکھ　　"لا" کے بعد آخر اور کیا رہ گیا؟

اے بُریدہ آں لب و حلق و دہاں　　کہ کُند تُف سُوئے مہ یا آسماں
اے (بڑھیا) وہ ہونٹ اور حلق اور منہ کٹ جائے　　جو چاند یا آسمان کی طرف تھوکے

تُف بروئیش باز گردد بے شکے　　تُف سُوئے گردوں نیابد مسلکے
بے شک تھوک اس کے منہ پر واپس آ جائے گا　　تھوک آسمان کی جانب راہ یاب نہیں ہوتا

تا قیامت تُف بَرُو بارد ز رب　　ہمچو تبّت بر روانِ بُولہب
اللہ تعالیٰ کی جانب سے قیامت تک اس پر تھوک برسے گا　　جیسا کہ ابولہب کی روح پر تبّت

طبل و رایت ہست مِلکِ شہریار　　سگ کسے کہ خواند اُو را طبل خوار
طبل اور جھنڈا بادشاہ کی ملکیت ہے　　وہ کتا ہے، جو اُس کو پیٹو کہے

آسمانہا[2] بندۂ ماہِ وے اند　　شرق و مغرب جملہ ناں خواہِ وے اند
آسمان اُس کے چاند کے غلام ہیں　　مشرق و مغرب سب اس کی روٹی کے بھکاری ہیں

زانکہ لولاکَ ست بر توقیعِ اُو　　جملہ در انعام و در توزیعِ اُو
کیونکہ اُس کے طغرے میں "لولاک" ہے　　سب اُس کے انعام اور بخشش میں ہیں

گر نبودے[3] اُو نیابیدے فلک　　گردش و نُور و مکانیِ ملک
اگر وہ نہ ہوتا آسمان کو حاصل نہ ہوتی　　گردش اور نور اور فرشتے کا مکان بنا

گر نبودے اُو نیابیدے بحار　　ہیبتِ ماہی و دُرِّ شاہوار
اگر وہ نہ ہوتا سمندر کو حاصل نہ ہوتی　　مچھلی اور دُرِّ شاہوار کی صورت

گر نبودے اُو نیابیدے زمیں　　در دروں گنج و بیروں یاسمیں
اگر وہ نہ ہوتا تو زمین کو حاصل نہ ہوتا　　اندر خزانہ اور باہر چنبیلی

رزقہا ہم رزق خوارانِ وے اند　　میوہا لب خشکِ بارانِ وے اند
رزق بھی اُس کے رزق خور ہیں　　میوے اُس کی بارش کے پیاسے ہیں

ہیں کہ معکوس ست در امر ایں گرہ　　صدقہ بخشِ خویش را صدقہ بدہ
امر (خداوندی) میں یہ اُلٹا عقیدہ ہے　　اپنے صدقہ دینے والے کو تو صدقہ دے

---

1. گرترا۔ اگر تیری حقیقت میں آنکھ ہے تو غور کر لے۔ اے بریدہ۔ اگر اب بھی کوئی انا الحق پر اعتراض کرے تو آسمان کی طرف تھوکتا ہے جس کی برائی خود اس پر آئے گی۔ تف۔ ایسے بزرگوں کی تکفیر کرنے والا خود اس میں مبتلا ہے۔ تا قیامت۔ اور ایسے لوگوں پر خدا کی تف قیامت تک رہے گی جس طرح ابولہب کے بارے میں سورۂ تبت کی بددعا برستی رہتی ہے۔ طبل۔ جبکہ شیخ شاہ ہیں، اور شاہ نقارہ اور جھنڈے کا مالک ہوتا ہے تو ان کو طبل خوار یعنی پیٹو وہی کہے گا جو خود کتا ہو۔

2. آسمانہا۔ جبکہ شیخ میں نورِ حق ہے تو زمین و آسمان اُس کے غلام ہیں اور بقاءِ کائنات اُسی کے طفیل ہے۔ زانکہ۔ یعنی وہ نور ہے جو آنحضورؐ میں تھا جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان کو نہ پیدا کرتا اور شیخ کو وہی نور حاصل ہوا ہے تو اب تمام عالم اُن کا طفیلی ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مصداق ہیں۔

3. گر نبودے۔ چونکہ ان میں وہ نور ہے کہ اگر وہ نور نہ ہوتا تو زمین و آسمان نہ ہوتے لہٰذا آسمان کی گردش اور اُس کا نور، اس کا فرشتوں کا مقام ہونا، سمندروں میں مچھلی اور موتی، زمین کے اندر کے خزانے اور باہر کے بیل بوٹے سب اُن کے طفیل سے ہیں۔ رزقہا۔ رزق خواروں کا رزق اور پھلوں کے لیے بارش سب اُن کے طفیل ہے۔ ہیں۔ فقراء کو جو صدقہ دینے کا حکم ہے اس میں یہ عجب لطیفہ ہے کہ فقرا اور شیوخ ہی کے طفیل ہمیں دولت ملی ہے تو گویا وہ دولت انھوں نے ہمیں عطا کی ہے اب ہم سے کہا جا رہا ہے کہ جن لوگوں نے تجھے صدقہ دیا ہے تو ان کو صدقہ دے۔

از فقیرستت ہمہ زرّ و حریر — ہیں[1] غنی را دہ زکاتے اے فقیر

تیرا تمام سونا اور حریر فقیر کی وجہ سے ہے — اے فقیرا! تو مالدار کو زکوٰۃ ادا کر

چوں تو ننگے جُفتِ آں مقبولِ روح — چوں عیالِ کافراندر عقدِ نوحؑ

تجھ جیسی ذلیل کا اس مقبول روح کی بیوی ہونا — جیسے کہ (حضرت) نوحؑ کے نکاح میں کافر بیوی

گرنبُودے نسبتِ توزیں سرا — پارہ پارہ کردمے ایں دم تُرا

اگر اس گھر سے تیری نسبت نہ ہوتی — اسی وقت میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا

دادمے آں نوح را از تو خلاص — تا مُشرّف گشتمے من در قصاص

اس نوحؑ کو تجھ سے نجات دلاتا — تاکہ میں قصاص سے مشرف ہو جاتا

لیک[2] باخانہ شہنشاہِ زمن — ایں چنیں گستاخی ناید زمن

لیکن شاہِ زمانہ کے گھر کے ساتھ — مجھ سے ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی

رو دُعا کن کہ سگِ ایں موطنی — ورنہ اکنوں کردمے من کردنی

جا دعا دے کہ تو اس جگہ کی کتیا ہے — ورنہ میں جو کچھ کرنا تھا کر گزرتا

باز گشتنِ مُرید از وثاقِ شیخ و پُرسیدن از مردم و نشان دادنِ ایشاں کہ شیخ بفلاں بیشہ رفتہ است

شیخ کے گھر سے مرید کا لوٹنا اور لوگوں سے دریافت کرنا اور اُن کا پتا بتا دینا کہ شیخ فلاں جنگل میں گئے ہیں

بعد ازاں پُرساں شد اُو از ہر کسے — شیخ را می جُست از ہر سُو بسے

اُس کے بعد وہ ہر شخص سے سوالی بنا — وہ ہر جانب شیخ کو بہت ڈھونڈ رہا تھا

پس کسے گفتش کہ آں قطبِ دیار — رفت تا ہیزم کشد از کوہسار

تو کسی نے اُس سے کہا، کہ وہ قطبِ عالم — گئے ہیں تاکہ پہاڑ سے لکڑیاں لائیں

آں مریدِ ذوالفقار[3] اندیش تفت — در ہوایِ شیخ سوئے بیشہ رفت

وہ تیز سمجھ والا مرید جلد — شیخ کی محبت میں جنگل کی طرف چل دیا

دیو می آورد پیشِ ہوشِ مرد — وسوسہ تا خفیہ گردد مہ زگرد

شیطان مرد کی عقل کے سامنے لاتا تھا — وسوسہ تاکہ چاند گرد میں چھپ جائے

کایں چنیں زن را چرا ایں شیخِ دیں — دارد اندر خانہ یار و ہمنشیں

کہ دین کے شیخ نے ایسی عورت کو کیوں — گھر میں یار اور ساتھی بنایا ہے؟

---

1. ہیں۔ تو اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ ہم فقیروں سے کہا جا رہا ہے کہ تو غنی یعنی فقیر اور شیخ کو صدقہ دے۔ چوں تو۔ شیخ کے مفاخر اور فضائل بیان کرنے کے بعد بیوی کو سرزنش شروع کی ہے کہ تجھ جیسی عورت اس شیخ کے گھر میں ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے حضرت نوحؑ کے گھر میں کافر عورت تھی۔ گرنبودے۔ تجھے شیخ سے نسبت ہے ورنہ تیری گستاخی پر تیرے ٹکڑے کر ڈالتا اور نوح صفت شیخ کو تجھ سے نجات دلاتا۔ مشرف۔ اگر تیرے قتل کرنے پر مجھے بدلے میں قتل کیا جاتا تو میرے لیے باعث شرف ہوتا۔
2. لیک۔ مجبوری یہی ہے کہ تجھے شیخ سے نسبت ہے۔ رو دعا کن۔ جا دعا دے کہ تو اس در کی کتیا ہے اس لیے میرے ہاتھ سے بچ گئی۔ بعد ازاں۔ بیوی کو یہ ملامتیں کرنے کے بعد وہ مرید شیخ کی جستجو میں لگ گیا۔ ہیزم کشد۔ کسی نے اس کو بتایا کہ شیخ جنگل سے لکڑیاں لینے گئے ہیں۔
3. ذوالفقار اندیش۔ یعنی اُس کا ذہن ایسا ہی تیز تھا، جیسے کہ حضرت علیؓ کی ذوالفقار تلوار تیز تھی۔ دیو۔ شیطان نے شیخ کی بیوی کے سلسلہ میں مرید کے دل میں وسوسے پیدا کرنے شروع کر دیے۔ کایں چنیں۔ وسوسہ یہ تھا کہ شیخ نے اس بدزبان عورت کو بیوی کیوں بنا رکھا ہے شاید شہوت سے مغلوب ہیں۔

ضد رابا ضد ایناس[1] از کجا
ضد کو ضد سے اُنس کہاں ہے

با امام الناس ، نسناس از کجا
انسانوں کے امام کے ساتھ بن مانس کہاں سے

باز اُو لَا حَول میکرد آتشیں
پھر وہ آتشی لاحول پڑھتا

کاعتراضِ من برُو کُفر ست و کیں
کہ میرا اُن پر اعتراض کرنا کفر اور کینہ ہے

مَن کہ باشم با تصرُّفہائے حق
اللہ تعالیٰ کے تصرُّفات کے روبرو میں کون ہوتا ہوں

کہ برآرد نَفسِ من اشکال و ذَق
کہ میرا نفس اِشکال اور اعتراض کرے

باز نفسش حملہ می‌آورد زود
پھر اُس کا نفس جلد حملہ کرتا

زیں تعرُّض دردلش چوں کاہ دُود
اس تعرض سے اسکے دل میں جسطرح گھاس دھواں پیدا کرتی ہے

کہ چہ نسبت دیو را با جبرئیل[2]
کہ شیطان کو جبرئیلؑ سے کیا نسبت؟

کہ بُود با اُو بصحبت ہم مقیل
کہ وہ صحبت میں اُس سے ہمخواب ہو

چوں تواندساخت با آزر خلیل
خلیل، آزر کے ساتھ کیسے نباہ کر سکتا ہے؟

چوں تواند ساخت با رہزن دلیل
رہنما، ڈاکو کے ساتھ کیسے نباہ کر سکتا ہے؟

یافتنِ آں مُرید مُرادِ او ملاقاتِ اُو با شیخ نزدیک آں بیشہ

مرید کا مراد حاصل کر لینا اور جنگل کے قریب شیخ سے اُس کی ملاقات

اندریں بُود اُو کہ شیخِ نامدار
وہ اسی میں تھا کہ نامور شیخ

زُود پیش اُفتاد برشیرے سوار
ایک شیر پر سوار بہت جلد سامنے آ گئے

شیرِ غرّاں ہیزمش را میکشید
شیر غراتا ہوا اُن کا ایندھن کھینچ رہا تھا

برسرِ ہیزم نشستہ آں سعید
وہ نیک بخت ایندھن پر بیٹھے ہوئے تھے

تازیانہ اش مارِ نر بُود از شرف
بزرگی کی وجہ سے اُن کا کوڑا نر سانپ تھا

مار را بگرفت چوں خرزن بکف
سانپ کو کوڑے کی طرح ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے

تو[3] یقیں میداں کہ ہر شیخے کہ ہست
تو یقین کر کہ جو شیخ بھی ہے

ہم سواری میکند برشیر مست
وہ مست شیر پر سواری بھی کرتا ہے

گرچہ آں محسوس و ایں محسوس نیست
اگرچہ وہ محسوس اور یہ محسوس نہیں ہے

لیک آں برچشمِ جاں ملبُوس نیست
لیکن وہ باطن کی آنکھ پر پوشیدہ نہیں ہے

صد ہزاراں شیر زیرِ رانِ شاں
لاکھوں شیر اُن کی ران کے نیچے

پیش دیدہ غیب داں ہیزم کشاں
غیب داں آنکھ کے سامنے لکڑیاں ڈھونے والے ہیں

---

[1] ایناس۔ محبت۔ امام الناس۔ یعنی شیخ۔ نسناس۔ بن مانس یعنی بیوی۔ کاعتراض۔ یعنی شیخ پر بدگمانی۔ ذَق۔ اعتراض۔ تصرفہای۔ ایسی بدعورت کا شیخ کی بیوی ہونا خدائی تصرُّف ہے وہ خود مصلحت جانتا ہے ہمیں اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ باز۔ وہ لاحول پڑھتا لیکن نفس پھر اُس کے دل میں اسی طرح وسوسہ پیدا کر دیتا جیسا کہ گھاس بہت دھواں پیدا کر دیتی ہے۔ دیو۔ شیطان یعنی بیوی۔

[2] جبرئیل یعنی شیخ۔ ہم مقیل۔ ہمخواب۔ آزر۔ حضور ابراہیمؑ کا باپ۔ اندریں۔ مرید اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ شیخ ایک شیر پر سوار اُس کے سامنے آگیا۔ شیر غراں۔ اس نے دیکھا کہ شیر غرا رہا ہے اور اسکی کمر پر لکڑیاں ہیں اور شیخ اُن لکڑیوں پر بیٹھے چلے آ رہے ہیں۔ تازیانہ۔ ہاتھ میں ایک سانپ ہے جس سے کوڑے کا کام لے رہے ہیں۔

[3] تو یقین۔ شیخ ابوالحسنؒ ہی نہیں بلکہ ہر شیخ مست شیر پر سوار ہے۔ گرچہ۔ فرق اتنا ہے کہ شیخ ابوالحسنؒ کا شیر نظر آ رہا تھا دوسرے شیوخ کے شیر عوام کو نظر نہیں آتے ہیں صرف ان لوگوں کو نظر آتے ہیں جن کو چشم بصیرت حاصل ہو۔ صد ہزاراں۔ بزرگوں اور شیوخ کی سواری میں لاکھوں شیر ہیں جو ان کی خدمت کرتے ہیں مولانا کی مراد شیروں سے نفسِ امارہ ہے جیسا کہ گذشتہ دفتروں میں لومڑی اور شیر کے قصہ سے واضح ہو رہا ہے۔

لیک آں یک را خدا محسوس کرد
تا کہ بیند نیز اُو کہ نیست مرد[1]
لیکن خدا نے اس ایک کو ظاہر کر دیا
تا کہ وہ بھی دیکھ لے جو مرد (میدان) نہیں ہے

دیدش از دور و بخندید آں خدیو
گفت آں را مشنو اے مفتونِ دیو
انھوں نے اُس کو دور سے دیکھا اور وہ شاہ ہنس پڑے
فرمایا اے شیطان کے فریب خوردہ اُس کی نہ سُن

از ضمیر اُو بدانست آں جلیل
ہم زنورِ دل بلے نعم الدّلیل
اُن بزرگ نے اُس کے دل میں سے جان لیا
دل کے نور سے، ہاں وہ اچھا رہنما ہے

خواند بروے یک بیک آں ذوفنوں
انچہ در رہ رفت باوے تاکنوں
اُن ہنرمند نے ایک ایک بتا دیا
جو اُس پر راستہ میں اب تک گذرا

بعدازاں[2] در مشکلِ انکارِ زن
بر گشاد آں خوش سَرایندہ دہن
اُس کے بعد عورت کے انکار کے اشکال کے سلسلہ میں
اُن خوش گو نے، منہ کھولا

کاں تحمل از ہوایِ نفس نیست
آں خیالِ نفسِ تُست اینجا مایست
کہ وہ برداشت، نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے
وہ تیرے نفس کا وہم ہے، اس جگہ قائم نہ رہ

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن
کے کشیدے شیرِ نر بیگارِ من
اگر بیوی کے بوجھ کو میرا صبر برداشت نہ کرتا
تو نر شیر، میری بیگار کب برداشت کرتا؟

اشترانِ بختیم اندر سبق
مست و بیخود زیرِ محملہائے حق
ہم مسابقت میں بختی اونٹ ہوں
اللہ کے کجاووں کے نیچے، مست اور بے خود ہوں

من[3] نیم در امر و فرماں نیم خام
تا بیندیشم من از تشنیعِ عام
میں حکم اور فرمان کے بارے میں ادھ کچرا نہیں ہوں
کہ عوام کے (طعن و) تشنیع کی فکر کروں

عامِ ما و خاصِ ما فرمانِ اُوست
جانِ ما بر رُو دواں جویانِ اُوست
ہمارے عام اور ہمارا خاص اُس کا حکم ہے
ہماری جان منہ کے بل، اُس کی تلاش میں دوڑ رہی ہے

دورم از تحسین و تشویقش ہمہ
فارغ از تکذیب و تصدیقش ہمہ
میں اُن کی تعریف اور شوق دلانے سے بالکل دُور ہوں
اُن کے جھٹلانے اور تصدیق سے بالکل بے نیاز ہوں

فردیِ ما جفتیِ ما نہ از ہواست
جانِ ما چو مُہرہ دردستِ خداست
ہمارا اکیلا پن اور جوڑا ہونا نفس کی خواہش سے نہیں ہے
ہماری جان نرد کی طرح خدا کے ہاتھ میں ہے

بارِ آں ابلہ کشیم و صد چو اُو
نے زعشقِ رنگ و نے سودائے بُو
ہم اُس بیوقوف کا اور اُس جیسے سیکڑوں کا بار برداشت کرتے ہیں
نہ رنگت کے عشق سے اور نہ خوشبو کے خیال سے

---

[1] مرد۔ یعنی عوام بھی دیکھ لیں۔ آں را مشنو۔ یہ شیطان کے وسوسہ کی بات نہ سننا۔ از ضمیر۔ شیخ نے جو اُس کو نصیحت کی، اس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کو کشف سے اُس کے دل کا وسوسہ معلوم ہو گیا تھا۔ نعم الدلیل۔ اُس کے دل کی بات کیوں نہ معلوم ہوتی۔ کشف بہترین راہنما ہے۔ خواند۔ اُسکے دل پر جو وساوس گذرے وہ سب اُسکو بتا دیے۔

[2] بعدازاں۔ عورت نے شیخ کی بزرگی کا ارنکاز کیا تھا اس سے اُس کے دل میں اشکال پیدا ہوا تھا کہ ایسی عورت کو بیوی کیوں بنا رکھا ہے، شیخ نے اس کا جواب دینا شروع کیا۔ کاں تحمل۔ اُس کو میں نے نفسانی خواہش کی وجہ سے بیوی نہیں بنا رکھا ہے۔ بلکہ اپنے نفس کی اصلاح اور صبر کی طاقت بڑھانے کے لیے بیوی بنا رکھا ہے۔ اشتراں۔ ہم صوفیوں کی مثال نیکیوں کی جانب سبقت کرنے میں بختی اونٹوں کی سی ہے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کا بوجھ مستی اور بیخودی سے برداشت کرتے ہیں۔

[3] من نیم۔ میں بھی خدا کے احکام کے بارے میں کچا نہیں کہ کسی معاملہ میں عام بدنامی، یا خاص بدنامی سے ڈروں۔ عام ما۔ ہمارا عوام وخواص سے واسطہ نہیں، ہمارا تعلق تو صرف فرمانِ خداوندی سے ہے۔ دورم۔ مجھے لوگوں کی تعریف کی پروا ہے نہ مذمت کی۔ فردی۔ کسی سے علیحدگی یا کسی کے ساتھ رہنا اپنی خواہش سے نہیں ہے بلکہ منشائے خداوندی کے مطابق ہے۔ بار آں۔ اس بیوقوف بیوی ہی کا کیا میں اُس جیسے سیکڑوں کا بار صرف رضائے خداوندی کے لیے برداشت کرتا ہوں۔

لینقدر[1] خود درسِ شاگردانِ ماست — کرّ و فرِّ ملحمہ ماتا کجاست

اتنا تو ہمارے شاگردوں کا سبق ہے — ہماری جنگ کا کروفر کہاں تک ہے؟

تا کجا آنجا کہ جا را راہ نیست — جز سَنا برقِ مہِ اللہ نیست

وہاں تک ہے، جہاں مکان کے لیے راستہ نہیں ہے — سوائے اللہ تعالیٰ کے چاند کے نور کی چمک نہیں ہے

از ہمہ اوہام و تصویرات دُور — نور نور نور نورِ نورِ نور

تمام وہموں اور تصوروں سے دور ہے — نور ہی نور، نور ہی نور، نور کا نور ہے

بہرِ تو من پست کردم گفتگو — تا بسازی با رفیقِ زشت خُو

تیری خاطر میں نے پست گفتگو کی — تاکہ تو بد خو ساتھی سے بنائے رکھے

تا کشی خندان و خوش بارِ حرج — از پئے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجْ

تاکہ تو تنگی کا بار، ہنسی خوشی برداشت کر لے — "صبر کشادگی کی کنجی ہے" کی خاطر

چوں[2] بسازی باخسیِ ایں خساں — گردی اندر نورِ سُنّتہا رساں

جب تو اُن کمینوں کے کمینہ پن سے بنا لے گا — سنتوں کے نور میں پہنچ جائے گا

کانبیا رنجِ خساں بس دیدہ اند — از چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند

کیونکہ نبیوں نے کمینوں سے بہت تکلیف اٹھائی ہے — ایسے سانپوں سے بہت پیچ و تاب میں رہے ہیں

چوں مُراد و حکمِ یزدانِ غفور — بُوذ در قدمت تجلّی و ظہور

چونکہ اللہ غفور کا مقصود اور حکم — ازل میں تجلی اور ظہور تھا

بے[3] ز ضدّے ضدّ را نتواں نمُود — واں شہِ بیمثل را ضدّے نبُود

کسی ضد کے بغیر ضد کو نہیں دکھایا جا سکتا — اور اُس بے مثل شاہ کا کوئی ضد نہ تھا

حکمت در اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

"میں زمین میں قائم مقام بنانے والا ہوں" میں حکمت

پس خلیفہ ساخت صاحب سینۂ — تا بُود شاہیش را آئینۂ

اس نے صاحب دل کو خلیفہ بنا دیا — تاکہ وہ اُس کی شاہی کا آئینہ ہو

پس صفائی بیحدو دش داد اُو — وانگہ از ظلمت ضدش بنہاد اُو

پھر اُس نے اسکو بے حد صفائی اور آراستگی بخش دی — پھر اُس نے اُس کی ضد تاریکی سے بنا دی

---

[1] لینقدر۔ جس قدر تعلق مع اللہ اور اس کے احکام کے اتباع کا ذکر ہے یہ تو ہمارے شاگردوں کو بھی ہے اور خدا کے کرم سے ہمارا مرتبہ تو اس سے بہت زیادہ ہے۔ تا کجا۔ ہماری پہنچ تو ذاتِ لامکانی کے مشاہدہ میں ہے جہاں نور ہی نور ہے اور جو تصور اور خیال سے بالاتر ہے۔ بہرِ تو۔ میں نے جو اپنے آپ کو بختی اونٹ بتایا تھا اور کہا تھا کہ ہم بیوقوفوں کی صحبت اصلاحِ نفس کے لیے برداشت کرتے ہیں یہ اپنے مقام سے پست گفتگو تیری نصیحت کے لیے کی تھی تاکہ تو صبر کی عادت ڈال لے۔

[2] چوں بسازی۔ جب تو کمینوں کے کمینہ پن کو برداشت کرے گا تو رسولوں کی سنت کا عامل بن جائے گا۔ کانبیا۔ رسولوں اور نبیوں نے کمینوں کے ہاتھوں بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور صبر کیا ہے اور ان سانپ بچھوؤں سے بہت پیچ و تاب میں رہے ہیں۔ چوں مرا۔ اب اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ ابرار و اشرار کی یہ آویزش کیوں ہے۔ حضرت حق تعالیٰ نے اپنی تجلی اور ظہور چاہا تو ظاہر ہے کہ ایک چیز کا پورا علمی ظہور جب ہو سکتا تھا کہ اس کی ضد بھی پیدا کر دی جائے۔

[3] بے ز ضدے۔ جبکہ علمی اعتبار سے ایک چیز کا ظہور دوسری ضد کے ظہور پر موقوف ہے اور حق تعالیٰ کی کوئی ضد نہ تھی تو حضرت حق تعالیٰ نے ایک اپنا خلیفہ بنایا تاکہ اُس کے اوصافِ کمالی حضرتِ حق تعالیٰ کے اوصاف کا آئینہ بن جائیں۔ پس۔ اللہ تعالیٰ نے اس خلیفہ میں اثباتی صفات ودیعت فرما دیں اور اس کے بالمقابل ایک مخلوق ایسی پیدا فرما دی جو تاریکی سے پُر ہے۔ دش۔ خود آراستگی۔

دو¹ علم برساخت اِسفید و سیاہ — آں یکے آدمؑ دگر ابلیس راہ
سفید اور سیاہ دو جھنڈے بلند کر دیے — ایک آدمؑ کا دوسرا شیطانی راستہ

درمیانِ آں دو لشکر گاہِ زفت — چالش و پیکار آنچہ رفت رفت
ان دو عظیم لشکر گاہ میں — جنگ و پیکار جو بھی ہوئی وہ ہوئی

ہمچناں دورِ دوم ہابیل شُد — ضدِ نورِ پاکِ اُو قابیل شُد
اسی طرح دوسری بار ہابیل ہوا — اُس کے پاک نور کی ضد قابیل ہوا

ہمچناں ایں دوعلم از عدل و جَور — تا بہ نمرود آمد اندر دَور دَور
اسی طرح انصاف اور ظلم کے یہ دو جھنڈے — سلسلہ بہ سلسلہ نمرود تک آئے

ضدِ ابراہیمؑ گشت و خصمِ اُو — واں دو لشکر کین گذار و جنگجو
وہ (حضرت) ابراہیمؑ کی ضد اور دشمن ہوا — اور وہ دونوں لشکر کینہ کش اور جنگجو رہے

چوں² درازیِ جنگ آمد ناخوشش — فیصلِ آں ہر دو آمد آتشش
جب اُس کو جنگ کا طول ناگوار ہوا — اُن دونوں کا فیصلہ کرنے والی اس کی آگ آ گئی

حکم کرد اُو آتشے را و نکر — تا شود حلِّ مُشکل آں دو نفر
پھر اُس نے آگ اور عذاب کو حکم دے دیا — تاکہ دونوں شخصوں کی مشکل حل ہو جائے

دَور دَور و قَرن قَرن ایں دو فریق — تا بفرعون و بموسیٰؑ شفیق
زمانہ بہ زمانہ اور قرن بہ قرن یہ دونوں فریق — فرعون اور مہرباں موسیٰؑ تک

سالہا اندر میاں شاں حرب بُود — چوں زحد رفت و ملولی میفزود
اُن کے درمیان سالوں جنگ ہوئی — جب حد سے بڑھ گئی اور ملال بڑھانے لگی

آبِ³ دریا را حکم سازید حق — تا کہ ماند کہ بَرد زیں دو سبق
اللہ تعالیٰ نے دریا کے پانی کو حکم بنایا — کہ کون ہارتا ہے اور ان دونوں میں کون بازی لے جاتا ہے

تا کہ فرعوں را باآں فرعونیاں — آبِ دریا غرق شاں کرد آں زماں
یہاں تک کہ فرعون کو مع فرعونیوں کے — اُس وقت اُن کو دریا کے پانی میں ڈبویا

ہم نکر سازید از بہرِ ثمود — صیحہ کہ جانِ شاں را در ربُود
ثمود کے لیے بھی عذاب بنا دیا — وہ چیخ کہ جو اُن کی جان کو اُچک لے گئی

ہم نکر سازید بہرِ قومِ عاد — زُود خیزے تیز رو یعنی کہ باد
قوم عاد کے لیے بھی عذاب بنا دیا — جلد اٹھنے والی تیز رفتار یعنی ہوا کو

¹ دوعلم۔ تو اب دو شخصیتیں رونما ہو گئیں ایک سفید اور ایک سیاہ یعنی حضرت آدمؑ اور شیطان۔ درمیان۔ اب دونوں قسم کی مخلوق میں متضاد اوصاف ہیں اور ہر ایک خدا کی متضاد صفات کا مظہر ہے سب سے پہلے تو حضرت آدمؑ اور شیطان ان صفات کے مظہر ہیں۔ دور دوم۔ پھر ہابیل اور قابیل مظہر ہیں۔ ضد ابراہیمؑ۔ پھر حضرت ابراہیمؑ اور نمرود میں کشمکش ہوئی اور وہ دونوں مظہر بنے۔

² چون درازی۔ جب ابراہیمؑ اور نمرود کی جنگ دراز ہو گئی، تو آگ کو دونوں کا حَکم بنا دیا اور اُس نے فیصلہ کر دیا کہ ابراہیمؑ حق پر ہیں اور نمرود باطل پر ہے۔ دَور دَور۔ ہر زمانہ میں اسی طرح کے دو گروہوں میں کشمکش جاری ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون میں یہی کشمکش تھی اور ان کی ایک جنگ وجدل نے طول پکڑا۔

³ آب دریا۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی باہمی آویزش میں دریائے نیل کو حکم دے دیا اُس نے حضرت موسیٰؑ کو جتا دیا اور فرعون غرق ہو کر ہار گیا۔ بہر ثمود۔ ثمود چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ قوم عاد۔ اس قوم کو تیز ہوا نے ہلاک کر دیا۔

ہم[1] نگر سازید برقاروں زکیں
غصہ سے قارون کے لیے بھی عذاب بنا دیا
تا فروبردش چو اژدرہا زمیں
حتیٰ کہ زمین اسکو اژدھے کی طرح نگل گئی

تا حلیمی زمیں شد جملہ قہر
حتیٰ کہ زمین کی بردباری سب قہر بن گئی
بُرد قاروں را و گنجش را بقعر
قارون اور اُس کے خزانے کو گہرائی میں لے گئی

لقمہ راکاں ستونِ ایں تن ست
اُس لقمہ کو جو اس جسم کا ستون ہے
دفعِ تیغ جوع ناں چوں جوشن ست
روٹی کی بھوک کی تلوار کے دفعیہ کیلیے زرہ کی طرح ہے

چونکہ حق قہرے نہد در نانِ تُو
جب خدا تیری روٹی میں قہر پیدا کر دیتا ہے
چوں خُناق آں ناں بگیرد در گلُو
وہ روٹی گلے میں خناق کیطرح پھنس جاتی ہے

ایں[2] لباسے کہ ز سرما شُد مجیر
یہ لباس جو سردی میں پناہ دینے والا تھا
حق دہد اُو را مزاجِ زمہریر
اللہ تعالیٰ اُس میں ٹھٹھر کا مزاج پیدا فرما دیتا ہے

تاشود برجسمت ایں جُبّہ شگرف
حتیٰ کہ یہ عجب جُبّہ تیرے جسم پر ہو جاتا ہے
سرد ہمچوں یخ گزندہ ہمچو برف
یخ کی طرح ٹھنڈا، برف کی طرح کاٹنے والا

تاگریزی از وشق ہم از حریر
حتیٰ کہ تو پوستین اور حریر سے بھی گریز کرے گا
زُو پناہ آری بسُوئے زمہریر
(اور) اُس سے زمہریر کی طرف پناہ پکڑے گا

تو دو قلہ نیستی یک قلہٌ
تو دو قلّے نہیں ہے ایک قلّہ ہے
غافل از قصۂ عذابِ ظُلّہٗ
یوم الظلہ کے عذاب کے قصہ سے غافل ہے

امرِ حق آمد بشہرستان ودہ
شہر اور گاؤں میں اللہ تعالیٰ کا حکم آیا
خانہ و دیوار را، سایہ مدہ
گھر اور دیوار کو، سایہ نہ دے

مانع[3] از باراں مباش و آفتاب
بارش اور سورج سے مانع نہ بن
تابداں مُرسل شُدند اُمت شتاب
یہاں تک کہ امت جلد اُس رسول کے پاس گئی

کہ بمُردیم اغلب اے مہتر اماں
کہ ہم زیادہ تر مر گئے، اے سردار! اماں
باقیش از دفترِ تفسیر خواں
اس کا باقی تفسیر کی کُتاب میں پڑھ لے

چوں عصا را مار کرد آں چُست دست
جبکہ اُس چابک دست نے لاٹھی کو سانپ بنا دیا
گر تُرا عقلے ست ایں نکتہ بس ست
اگر تیرے اندر عقل ہے، یہ نکتہ کافی ہے

ہم چنیں تا دور و طورِ مصطفےٰ
اسی طرح مصطفیٰ کے طور اور دور تک
با ابُوجہل آں سپہدارِ جفا
ابوجہل کے ساتھ، جو ظلم کا سپہ سالار تھا

---

1. ہم نگر۔ قارون کیلیے زمین جیسی پُر وقار اور بردبار چیز کو سبب عذاب بنا دیا اور وہ اسکو اژدہے کی طرح نگل گئی۔ لقمہ۔ زمین میں بردباری تھی لیکن قارون کیلیے قہر آلود ہوگئی وہ تو غذا جیسی چیز کو جو انسان کی مددگار اور مدار حیات ہے موت کا سبب بنا دیتا ہے۔ خناق۔ یہ ایک مرض ہے جسمیں گلے اور حلق پر ورم آ جاتا ہے اور سانس بند ہو جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

2. ایں لباسے۔ گرم کپڑوں میں ٹھنڈک پیدا فرما دیتا ہے اور وہ برف کی طرح ہو جاتے ہیں۔ وشق۔ پوستین۔ زمہریر۔ سخت ٹھنڈک یعنی تو زمہریر کو اُس گرم کپڑے سے زیادہ غنیمت سمجھے گا۔ دو قلہ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر دو مٹکے پانی ہو اور اسمیں نجاست گرے تو ناپاک نہیں ہوتا یعنی تو مرد کامل نہیں ہے۔ عذاب ظلہ۔ اصحاب ایکہ پر عذاب آیا تو خدا نے مکانات اور در و دیوار کو حکم دے دیا کہ وہ اُن پر سایہ نہ کریں اور وہ لوگ سورج کی گرمی سے مر گئے۔

3. مانع۔ جب مکانات وغیرہ بارش اور دھوپ سے مانع نہ بنے تو وہ لوگ بھاگ کر اپنے رسول حضرت شعیبؑ کے پاس گئے۔ کہ بمُردیم۔ جا کر کہنے لگے کہ ہم مرنے کے قریب ہیں، امن دے دیجئے اب ہم اس قصہ کو چھوڑتے ہیں تو تفسیر کی کتابوں میں پڑھ لینا۔ چست دست۔ چابکدست یعنی حضرت موسیٰ۔ ایں نکتہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کمال کو ثابت اور حق کو قبول کرنے کیلیے کچھیں۔ آنحضورؐ اور ابوجہل کا مقابلہ رہا اور آنحضورؐ سے یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ اسکے ہاتھ کی کنکریوں نے اُنکی رسالت کی گواہی دی۔

سنگ در تسبیح آمد در شتاب　　از میانِ اصبعینِ آفتاب[1]

فوراً، سنگ (ریزے) تسبیح کرنے لگے　　آفتاب کی انگلیوں میں سے

منکر آں دید و فرونا ورد سر　　دشمنی اُو کور کردش از نظر

منکر نے اُس کو دیکھا اور سر نہ جھکایا　　دشمنی نے اس کو دیکھنے سے اندھا کر دیا

تو نظر داری ولے امعانش نیست　　چشمۂ افسردہ است و کردہ ایست

تو نظر رکھتا ہے لیکن اُس میں گہرائی نہیں ہے　　ٹھہرا ہوا چشمہ ہے اور وہ رُک گیا ہے

زیں ہمی گوید نگارندہ فکر　　کہ بکن اے بندہ اِمعانِ نظر

اسی لیے عقل کا (نقش و) نگار کرنے والا فرماتا ہے　　کہ اے بندے! گہری نظر کر

آں نمی خواہد کہ آہن کوب سرد　　لیک اے پولاد بر داوُدؑ گرد

وہ نہیں چاہتا کہ تو ٹھنڈا لوہا کوٹے　　لیکن اے فولاد! داؤدؑ کا چکر کاٹ

تن[2] بمُردت سُوئ اسرافیل راں　　دل فسردت رو بخورشیدِ رواں

تیرا جسم مر گیا ہو تو اسرافیلؑ کے پاس جا　　تیرا دل ٹھٹھر گیا ہو تو روح کے آفتاب کے پاس جا

درخیال از بسکہ گشتی ملتبِسی　　نِک بسُوفسطائی بدظن رسی

تو خیالات کو بہت پہننے والا بن گیا　　اب تو بدظن سوفسطائی کے پاس جاتا ہے

اُو خود از لُبِ خرد معزول بُود　　شد ز حس محروم و معزول از وُجود

وہ خود عقل کے جوہر سے جُدا تھا　　حس سے محروم اور وجود سے جدا ہو گیا

گر ز خود و زلُبِ خود معزول گشت　　از وجودِ حس خود مفصول گشت

وہ اگر اپنے آپ سے اور عقل سے جُدا ہوا　　(تو) اپنے حس کے وجود سے جدا ہو گیا

ہیں[3] سخن خا، نوبتِ لب خائی ست　　گر بگوئی خلق را رُسوائی ست

خبردار! اے باتیں بنانیوالے! ہونٹ چبانے کا موقع ہے　　اگر عوام سے کہے گا، رسوائی ہے

چیست اِمعاں؟ چشمہ را کردن رواں　　چوں ز تن جاں رست گویندش رواں

امعان کیا ہے؟ چشمہ کو جاری کرنا　　جب جان جسم سے چھوٹی اس کو 'رواں' کہتے ہیں

---

[1] آفتاب۔ آنحضورؐ۔ منکر۔ ابوجہل نے یہ معجزہ دیکھا لیکن پھر بھی سرِ تسلیم خم نہ کیا اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کا غور و فکر صحیح نہ تھا۔ تو نظر داری۔ اب نظر کی صحت اور اُس کی نفع رسانی کا بیان شروع کیا ہے کہ اگر نظر میں گہرائی نہ ہو تو وہ مفید نہیں ہوتی ہے۔ زیں ہمی گوید۔ قرآن پاک میں ہے فارْجِعِ الْبَصرَ کَرَّتَیْنِ "دومرتبہ نظر ڈال" نظر کی تکرار بھی اُس کو گہرائی میں لے جاتی ہے۔ آں نمی خواہد۔ نظر کے صحیح ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ خدا کے نیک بندوں سے جو حق کے متبع ہوں مدد حاصل کی جائے ورنہ محض فلاسفر کی طرز پر غور کرنا تو ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا ہے۔

[2] تن بمردت۔ حضرت اسرافیلؑ تو جسم کو حیات بخشنے والے ہیں اور اہل اللہ روح کو زندہ کر دیتے ہیں لہٰذا اُن کی صحبت اختیار کرے گا تو تجھے صحیح نظر حاصل ہو جائے گی۔ درخیال۔ چونکہ تو فاسد اوہام میں مبتلا ہے لہٰذا اپنے ہم جنس فلسفی کے پاس جاتا ہے اور چونکہ وہ بھی فاسد خیالات میں مبتلا ہے وہ تجھے بھی صحیح نظر نہیں عطا کر سکے گا۔ او زخود۔ چونکہ وہ سوفسطائی خود عقل سے بیگانہ ہے نتیجہ یہ ہے کہ اپنے وجود کو بھی ایک موہوم شے سمجھتا ہے۔ گر ز خود۔ جبکہ وہ اپنی عقل اور وجود سے بیگانہ ہے تو اُس میں حس بھی باقی نہیں لہٰذا اس کی صحبت تیرے لیے بالکل نفع بخش نہیں ہے۔

[3] ہیں سخن خا۔ گفتگو یہ ہو رہی ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کا ظہور مخلوق کے وجود کے واسطے سے ہے یہ مسئلہ عوام نہ سمجھ سکیں گے لہٰذا خاموشی اختیار کر ورنہ سوائے رسوائی کے کچھ حاصل نہ ہو گا لہٰذا جہاں سے بات شروع ہوئی تھی یعنی صحیح نظر اور امعان نظر کی وہی بات کرنی چاہیے۔ چیست۔ امعان کے لغوی معنی چشمہ کو جاری کرنے اور روانہ کرنے کے ہیں چونکہ روح جسم سے جدا ہو کر روانہ ہوتی ہے اس لیے اُس کو رواں کہتے ہیں لہٰذا امعان کے معنی نظر کو گہرائی کی طرف روانہ کرنے کے ہوئے۔

آں حکیمے[1] را کہ جاں از بندِ تن ‏ ‏ باز رَست و شُد رواں اندر چمن

وہ حکیم کہ جس کی جان جسم کی قید سے ‏ ‏ چھوٹی اور چمن میں روانہ ہوئی

یارواں شُد خود بسُوئے ھاویہ ‏ ‏ ہمچُو مُوش از زاویہ در زاویہ[2]

یا جہنم کی جانب روانہ ہوئی ‏ ‏ (یا) چوہے کی طرح، ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں

دو لقب را اُو بریں ہر دو نہاد ‏ ‏ بہرِ فرق اے آفریں بر جانش باد

اُس نے ان دونوں کے دو لقب بنائے ‏ ‏ فرق کرنے کے لیے اُس کی جان پر آفریں ہے

دربیانِ آنکہ بر فرماں رَوَد ‏ ‏ گر گلے را خار خواہد آں شود

اُس شخص کے بیان کے لیے جو حکم پر چلے ‏ ‏ اگر پھول کو کانٹا بنانا چاہے تو ہو جائے

معجزۂ ہود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام در تخلیصِ

پیغمبر ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہوا کے نازل

مُومنانِ اُمت بوقتِ نزولِ باد

ہونے کے وقت امت کے مومنوں کے بچانے کے لیے

ہودؑ گردِ مُومناں خطّے کشید ‏ ‏ تاز باد آں قوم اُو رنجے ندید

ہودؑ نے مومنوں کے چاروں طرف ایک لکیر کھینچ دی ‏ ‏ یہاں تک کہ اُس قوم نے ہَوا سے کوئی تکلیف نہ دیکھی

مُومناں از دستِ بادِ ضارہ[3] ‏ ‏ جُملہ بنشستند اندر دائرہ

مومن نقصان رساں ہوا کے ہاتھ سے بچ کر ‏ ‏ سب دائرے میں بیٹھ گئے

باد طوفاں بُود و اُو کِشتی عسے ‏ ‏ ہست ازیں طوفاں و ایں کِشتی بسے

ہوا طوفان تھی اور وہ یقیناً کشتی تھا ‏ ‏ اس طرح کے طوفان اور کشتیاں بہت ہیں

باد طوفاں بُود و کِشتی لُطفِ ہُو ‏ ‏ بس چنیں کِشتی و طوفاں دارد اُو

ہوا طوفان تھی اور کشتی اللہ تعالیٰ کی مہربانی ‏ ‏ وہ ایسی بہت سی کشتیاں اور طوفان رکھتا ہے

پادشاہے را خدا کِشتی کند ‏ ‏ تا بحرصِ خویش برصفہا زند

اللہ تعالیٰ بادشاہ کو، کشتی بنا دیتا ہے ‏ ‏ یہاں تک کہ وہ اپنی حرص کی وجہ سے صفوں پر حملہ کرتا ہے

---

1. آں حکیمے۔ شیخ بوعلی سینا نے رسالہ معراجیہ میں کہا ہے کہ انسان میں دو روحیں ہیں ایک کو روحِ حیوانی کہا جاتا ہے وہ لطیف بخارات ہیں اور ایک کو روحِ انسانی جو بدن سے نکل کر روانہ ہو جاتی ہے اور وہ روح حیوانی کو نفس حیوانی اور جان سے تعبیر کرتا ہے اور روح انسانی کو نفسِ ناطقہ اور رواں سے تعبیر کرتا ہے تو اُس نے بھی رواں میں روانگی اور جاری ہونے کے معنی کا لحاظ کیا اسی طرح اِمعانِ نظر میں نظر کو گہرائی میں جاری کرنے اور روانہ کرنے کا مفہوم ماخوذ ہے۔ یارواں۔ شیخ بوعلی سینا کی بعض علما نے تکفیر کی ہے اس لیے مولانا نے فرمایا ہے کہ اس کا نفسِ ناطقہ اور رواں بدن سے جدا ہو کر چمن میں ہے یا ہاویہ یعنی جہنم کے گڑھے میں، ہاویہ۔ جہنم۔
2. زاویہ۔ گوشہ یعنی جہنم کے ایک قید خانہ سے دوسرے قید خانہ کی جانب۔ دولقب۔ شیخ نے دونوں چیزوں کے لیے دولقب تجویز کیے ہیں ایک کو جان کہا دوسری کو رواں کہا ہے۔ دربیان۔ اس مضمون کا مقصد اُس شخص کی حالت بیان کرنے کے لیے ہے جو خدا کے حکم کو بجالاتا ہے اگر وہ خدا سے دعا کرے کہ کانٹا پھول بن جائے تو وہ پھول بن جائے۔ معجزہ۔ اس قصہ سے یہ مقصود ہے کہ مقربین بارگاہ کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ کشید۔ یعنی ہوا کا عذاب آنے کے وقت۔
3. ضارہ۔ نقصان رساں۔ اُو کشتی۔ یعنی دائرہ ان کے لیے کشتی تھا۔ عسے۔ عسیٰ کا امالہ ہے جو یقین کے معنی میں بھی مستعمل ہو جاتا ہے۔ بسے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو ہوا کے طوفان کی طرح ہلاکت کا سبب اور کشتی کی طرح ذریعہ نجات بنا دیتا ہے۔ بادشاہے۔ جس طرح کشتی ذریعہ حفاظت ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُس بادشاہ کو مفسدین سے حفاظت کا سبب بنا دیتا ہے جس کا دراصل ملک گیری مقصد ہوتا ہے۔

قصد[1] شاہ آں نے کہ خلق ایمن شوند
بادشاہ کا یہ قصد نہیں ہے، کہ مخلوق محفوظ ہو
قصدش آنکہ مُلک گردد پائے بند
اُس کا قصد یہ ہے کہ ملک پابند ہو جائے

آں خراسی میدود قصدش خلاص
چکی کا بیل دوڑتا ہے، اُس کا قصد خلاصی حاصل کرنا ہے
تابیابد اُو ز زخم آں دم مناص
تاکہ فوراً مار سے چھٹکارا حاصل کر لے

قصدِ اُو آں نے کہ آبے برکشد
اُس کا یہ قصد نہیں ہے کہ پانی کھینچے
یا کہ کُنجد را بداں روغن کُند
یا اُس کے ذریعہ تلوں کو تیل بنائے

گاوَ بشتابد زبیمِ زخمِ سخت
بیل سخت مار کے ڈر سے دوڑتا ہے
نے برائے بُردنِ گردوں و رخت
نہ کہ گاڑی اور سامان کے لے جانے کے لیے

لیک دادش حق چنیں خوف و وَجع
لیکن اللہ نے اُس کو ایسا خوف اور درد عطا کیا ہے
تا مصالح حاصل آید در تبع
کہ ضمناً مصلحتیں حاصل ہو جائیں

ہم چنیں ہر کاسبے[2] اندر دُکاں
اسی طرح دکان میں ہر کمانے والا
بہرِ خود کوشد نہ اصلاحِ جہاں
اپنے لیے کوشش کرتا ہے، نہ دنیا کے فائدے کے لیے

ہر یکے بر درد جُوید مرہمے
ہر شخص درد کے لیے مرہم تلاش کرتا ہے
در تبع قائم شُدہ زیں عالمے
ضمناً یہ جہاں قائم ہو گیا ہے

حق ستونِ ایں جہاں از ترس ساخت
اللہ تعالیٰ نے اس جہان کا ستون خوف سے بنایا ہے
ہر یکے از ترسِ جاں درکار باخت
ہر شخص جان کے ڈر سے ایک کام میں لگا ہوا ہے

حمد ایزد را کہ ترسے را چنیں
اللہ کی تعریف ہے کہ خوف کو اس طرح
کرد اُو معمار و اصلاحِ زمیں
اُس نے معمار اور زمین کی اصلاح بنا دیا

ایں[3] ہمہ ترسندہ اند از نیک و بد
یہ سب اچھے اور برے سے ڈرنے والے ہیں
ہیچ ترسندہ نترسد خود ز خود
کوئی ڈرنے والا خود بخود نہیں ڈرتا ہے

پس حقیقت برہمہ حاکم کسے ست
تو حقیقتاً سب پر کوئی حاکم ہے
کہ قریب ست و اگر محسوس نیست
جو قریب ہے اگرچہ محسوس نہیں ہے

ہست اُو اندر کمیں اے بوالہوس
اے بوالہوس! وہ گھات میں ہے
تانگردی فارغ از شب اے عسس
تاکہ اے چوکیدار! تو رات سے بے نیاز نہ ہو جائے

---

1. قصدِ شاہ۔ اُس بادشاہ کا مقصد مخلوق کو مطمئن کرنا نہیں ہوتا بلکہ ملک گیری ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اُس سے مخلوق کی حفاظت کا کام لے لیتا ہے۔ خراسی۔ وہ جانور جو چکی چلاتا ہے۔ خلاص۔ یعنی مار سے بچنے کے لیے دوڑتا ہے۔ مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ یا کہ۔ یعنی تلوں میں سے تیل نکالنا اُس کا مقصد نہیں ہے۔ گاوَ۔ یعنی گاڑی کا بیل۔ گردوں۔ گاڑی۔ لیک۔ یہاں مقاصد دوسرے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اُن سے ان کے مقاصد کے علاوہ لوگوں کے نفع کا کام لے لیتا اور منزل کشتی بنا دیتا ہے۔

2. کاسب۔ یعنی دوکاندار، دوکانداری اپنے نفع کے لیے کرتا ہے لیکن اُس کی وجہ سے لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ ہر یکے۔ ہر انسان اپنی غرض کے لیے کام کرتا ہے پھر بھی اس سے نظامِ عالم قائم ہے اور لوگوں کا مفاد وابستہ ہو جاتا ہے۔ حق ستون۔ ہر انسان اپنے مقصد کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور اسی خوف سے نظامِ عالم قائم ہے۔ حمد ایزد۔ اُس خدا کے لیے تعریف ہے جس نے اس خوف کو اس دنیا کا معمار اور آباد کنندہ بنا دیا ہے۔

3. ایں ہمہ۔ دنیا کا ہر نیک و بد اپنے مقصود کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور یہ ڈر خود بخود نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ اُس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ پس۔ معلوم ہوا کہ ہر شخص پر کوئی ذات حاکم ہے اور اُس شخص کو ذات سے محکومیت کا قرب حاصل ہے لیکن وہ ذات اُس کو محسوس نہیں ہوتی ہے۔ ہست۔ محسوس تو وہ نہیں ہے لیکن وہ تیری گھات میں ہے تاکہ تو اپنے فریضہ سے غافل نہ ہو۔

هست[1] اُو محسوس اندر مکمنے — لیک محسوسِ حسِ ایں خانہ نے
وہ محسوس ہے، گھات میں — لیکن اس جہان کے حس کا محسوس نہیں ہے

آں حسے کہ حق براں حس مُظہرست — نیست حسِ ایں جہاں آں دیگرست
وہ حس جس پر اللہ تعالیٰ ظاہر ہے — وہ اس جہاں کی حس نہیں ہے، وہ دوسری ہے

حسِ حیواں گر بدیدے آں صُوَر — بایزیدؒ وقت بُودے گاوٗ وخر
گر حیوانی حسن اُن صورتوں کو دیکھ سکتی — تو گاوٗ و خر (اپنے) وقت کے بایزید ہوتے

آنکہ تن را مَظہرِ ہر رُوح کرد — وانکہ کشتی را بُراقِ نوحؑ کرد
جس نے جسم کو ہر روح کا مظہر بنایا — اور جس نے کشتی کو نوحؑ کا بُراق بنایا

گر بخواہد عینِ کشتی را بخُو — اُو کُند طوفانِ تو اے نُور جُو
اگر وہ چاہے تو کشتی کو عادت میں — اے نور کے تلاش کرنے والے! وہ تیرا طوفان بنا دے

ہر[2] دمت طوفان و کشتی اے مُقِل — باغم و شادیت کرد اُو متصل
اے نادار! تیرے طوفان اور کشتی کو ہر وقت — اُس نے تیری خوشی اور غمی سے وابستہ کر دیا ہے

گرنہ بینی کشتی و دریا بہ پیش — لرزہا بیں در ہمہ اجزائے خویش
اگر تو کشتی اور دریا کو سامنے نہیں دیکھتا ہے — اپنے تمام اجزا میں کپکپی کو دیکھ لے

چوں نہ بیند اصل ترسش را عیوں — ترس دارد از خیالِ گوناگوں
جب اس کے ڈر کی اصل کو آنکھیں نہیں دیکھتی ہیں — تو وہ قسم قسم کے خیالات سے ڈرتا ہے

مُشت براعمٰی زند یک جِلف مست — کور پندارد لکد زن اُسترست
ایک گنوار، مست اندھے کے مکا مارتا ہے — اندھا سمجھتا ہے مکا مارنے والا خچر ہے

زانکہ[3] آں دم بانگِ اُستر می شنید — کور را گوش ست آئینہ، نہ دید
کیونکہ اُس نے اُس وقت خچر کی آواز سُنی تھی — اندھے کا آئینہ، کان ہیں نہ کہ نظر

باز گوید کور نے ایں سنگ بُود — یا مگر از قبہ پُر طنگ بُود
پھر کہتا ہے نہیں یہ پتھر تھا — یا شاید پُر صدا قبہ سے تھا

ایں نبُود و آں نبُود و اُو نبُود — آنکہ اُو ترس آفرید اینہا نمود
یہ نہ تھا اور وہ نہ تھا اور وہ بھی نہ تھا — جس نے خوف پیدا کیا ہے اس نے ان کو رونما کیا

---

1 ہست۔ اُس کو عقلِ کامل والے محسوس بھی کر لیتے ہیں عوام کے لیے غیر محسوس ہے چونکہ اس مکمن تک اُن کی رسائی نہیں ہے۔ آں حسے۔ خدا جس حس کا محسوس ہے وہ اس دنیا کی ظاہری حس نہیں ہے وہ دوسرے عالم کی حس ہے۔ حسِ حیواں۔ یعنی ظاہری حس جو حیوانات میں بھی ہے۔ گاوٗ و خر۔ جو پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت میں مبتلا ہیں۔ آنکہ۔ وہ ذات جو غیر کشتی کو کشتی بنا دیتی ہے اُس میں یہ قدرت بھی ہے وہ کشتی کو طوفان بنا دے یعنی وہی چیز جو ذریعہ نجات تھی ہلاکت کا سبب بن جائے۔

2 ہر دمت۔ تیرا یہ غم اور خوشی تیرے لیے طوفان اور کشتی بنا دیا ہے اور پھر غم کو خوشی کا سبب بنا دیا جاتا ہے۔ گرنہ بینی۔ اگر تیرا غم اور خوشی تجھے نظر نہیں آتے ہیں تو اُن کے آثار سے اُن کو سمجھ لے۔ چوں نہ بیند۔ فلسفی چونکہ اس خوف کی اصل کو جو خدا سے ہے نہیں دیکھتا ہے تو وہ طبعی اسباب کو خوف کا سبب قرار دیتا ہے جو عموماً غلط ہوتا ہے۔ مشت۔ اُس فلسفی کی مثال اُس اندھے کی سی ہے جس کے کسی گنوار مدہوش نے مکا مارا ہو اور وہ اس کا سبب خچر کی لات کو سمجھے۔

3 زانکہ۔ خچر کو مکا مارنیوالا اس لیے سمجھے کہ اسوقت اس نے خچر کا ہنہنانا سنا تھا اور اندھے کے کان اُسکی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ باز گوید۔ پھر وہ اندھا یہ کہتا ہے کہ نہیں یہ گدھے کی لات نہ تھی بلکہ کسی نے پتھر پھینک کر مارا ہے یا شاید کسی پُر آواز قبہ سے آ کر لگا ہے۔ طنگ۔ صدا قبہ پُر طنگ سے مراد پہاڑ ہو سکتا ہے۔ ایں نبود۔ اندھے نے پتھر کے لگنے کے تین سبب سمجھے گدھے کی لات، پھینکنے والا، پہاڑ اور تینوں غلط تھے جس ذات نے خوف پیدا کیا تھا اُسی نے اس اندھے کے یہ خیالات پیدا کر دیے۔

ترس[1] و لرزہ باشد از غیرے یقیں
یقیناً خوف اور کپکپی غیر سے ہوتی ہے
ہیچکس از خود نترسد اے حزیں
اے غمگین! کوئی شخص اپنے آپ سے نہیں ڈرتا ہے

آں حکیمک وہم خواند ترس را
وہ فلسفی اس ڈر کو وہم بناتا ہے
فہم کژ کردست اُو ایں درس را
اُس نے اس سبق کے سلسلہ میں سمجھ کو ٹیڑھا کر لیا ہے

ہیچ وہمے بے حقیقت کے بُود
بغیر حقیقت کے کوئی وہم کب ہوتا ہے؟
ہیچ قلبے بے صحیحے کے رود
کوئی کھوٹا بغیر صحیح کے کب چلتا ہے؟

کے[2] دروغے قیمت آرد بے زر است
سچائی کے بغیر جھوٹ کے دام کب اُٹھتے ہیں؟
در دو عالم ہر دروغ از راست خاست
دونوں جہان میں ہر جھوٹ سچ سے بنا ہے؟

راست رادید اُو رواجے و فروغ
اُس نے سچ کا چالو ہونا اور فروغ دیکھا
بر اُمیدِ آں رواں کرد اُو دروغ
اس اُمید پر اس نے جھوٹ چالو کر دیا

اے دروغے کہ ز صِدقت ایں نواست
اے جھوٹ کہ تیرا سازوسامان سچ ہے
شکرِ نعمت کن مکن انکارِ راست
نعمت کا شکر ادا کر، سچ کا انکار نہ کر

از مفلسِف گویم و سودائے اُو
فلسفی اور اُس کے خیال کی بات کروں
یا ز کشتیہا و دریاہائے اُو
یا کشتیوں اور اُس کے دریاؤں کی

بل ز کشتیہاش کاں بندِ دلست
بلکہ اس کی کشتیوں کی، کیونکہ وہ دل کا مسخر کرنے والا ہے
گویم از کُل جُزو درو ے داخل ست
کُل کی بات کروں، جُز اُس میں داخل ہے

ہر ولی را نوح و کشتیباں شناس
ہر ولی کو نوح اور کشتی بان سمجھ
صحبتِ ایں خلق را طوفاں شناس
ان عوام کی صحبت کو طوفان سمجھ

کم[3] گریز از شیر و اژدرہائے نر
شیر اور نر اژدہے سے نہ ڈر
ز آشنایاں وز خویشاں کن حذر
دوستوں اور اپنوں سے بچ

در تلاقی روزگارت می برند
ملاقات میں تیرا وقت ضائع کرتے ہیں
یادہا شاں غائبی ات می چرند
اُن کی یادیں تیری غیبت کو چرتی ہیں

چوں خرِ تشنہ خیالِ ہر یکے
ہر شخص کا خیال پیاسے گدھے کی طرح
از قفِ تن فکر را شربت مکے
جسم کے قیف سے فکر کا شربت چوستا ہے

[1] ترس۔ یہ خوف اور لرزہ خود بخود نہیں پیدا ہوتا ہے کسی سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ آں حکیمک۔ وہ فلسفی وہم کو خلاق قرار دے کر اُس کو خوف کا خالق قرار دیتا ہے یہ اُس کی کج فہمی ہے۔ ہیچ وہمے۔ وہم کسی چیز سے جب ہی پیدا ہوتا ہے جبکہ اس چیز سے کبھی وہ چیز پیدا بھی ہوئی ہو مثلاً زید کو یہ وہم کہ مجھے کوئی مار نہ ڈالے جب ہی ہوا جبکہ ایسے واقعات حقیقتاً ہوتے بھی ہیں تو جب وہم کسی حقیقت پر مبنی ہوتا ہے تو لامحالہ اس حقیقت کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جس کی وجہ سے یہ وہم رونما ہوا ہے، اس کو اس طرح سمجھو کہ وہم بمنزلہ کھوٹے سکے کے ہے اور کھرا اسکہ حقیقت ہے تو کھوٹا تب ہی چلتا ہے جب کھرا چلتا ہے۔

[2] کے دروغے۔ جھوٹ اسی لیے ہوا کہ لوگوں نے سچ کا رواج دیکھا ہے۔ اے دروغ۔ سچ کا جھوٹ پر یہ احسان ہے کہ اُس کی وجہ سے اس کا رواج ہوا ہے۔ از مفلسف۔ فلسفی اور خدا کی کشتیوں کا بیان ہو رہا تھا اب میں سوچتا ہوں کہ مزید گفتگو فلسفی کے بارے میں کروں۔ گویم۔ کشتی کا بیان کرتا ہوں اُس کے ضمن میں فلسفی کا بھی رد ہو جائے گا۔ ہر ولی۔ اہل اللہ بمنزلہ نوح اور کشتی کے ہیں اور عوام بمنزلہ طوفان کے ہیں۔

[3] کم گریز۔ انسان کے لیے شیر اور سانپ اس قدر مہلک نہیں ہیں جس قدر دوست اور اپنے مہلک ہیں۔ در تلاقی۔ ان کی موجودگی میں ملاقات سے تضیع اوقات ہوتا ہے اور غیر موجودگی میں اُن کی یاد میں تمہارا فکر برباد ہوتا ہے۔ چوں خرِ تشنہ۔ دوستوں اور اپنوں کی یاد تمہاری قوتِ فکریہ کو پیاسے گدھے کی طرح چوستی ہے۔ قف۔ قیف جس کے ذریعہ بوتل وغیرہ میں تیل بھرتے ہیں۔

نشف[1] کرد از تو خیالِ آں وشات — شبنمے کہ داری از بحر الحیات

اُن چغلخوروں کی یاد نے تجھ سے چوس لیا — اُس تری کو جو تو آبِ حیات سے رکھتا تھا

پس نشانِ نشفِ آب اندر غصون — آں بُود کہ می نجنبد در رکون

شاخوں میں چوسنے کی علامت — یہ ہوتی ہے کہ وہ میلان میں جنبش کرتی ہیں

عضو چوں شاخِ تروتازہ بُود — می کشی ہر سُو کشیدہ می شود

عضو، تروتازہ شاخ کی طرح ہوتا ہے — جس جانب تو کھینچے، وہ کھنچ جاتا ہے

گر سبد خواہی توانی کردنش — ہم توانی کرد چنبر گردنش

اگر تو ٹوکری چاہے، تو اُس کو بنا سکے گا — اُس کی گردن کو تو حلقہ بھی بنا سکے گا

چوں شُد آں ناشف زنشفِ بیخِ خود — ناید آں سُوئے کہ امرش میکشد

جب وہ چوسنے والی اپنی جڑ کے چوسنے سے جدا ہو گئی — وہ اُس جانب نہ آئے گی کہ حکم اس کو کھینچتا ہے

پس بخواں قَامُوْا کُسَالیٰ از نُبے — چوں نیابد شاخ از بیخش طبے

تو قرآن میں "قاموا کسالیٰ" پڑھ لے — جب شاخ اپنی جڑ سے پستان نہ پائے

آتشین[2] ست ایں نشاں کوتہ کنم — بر فقیر و گنج و احوالش زنم

یہ علامت آتشین ہے، مختصر کرتا ہوں — فقیر اور خزانہ اور اس کے احوال پر متوجہ ہوتا ہوں

آتشے دیدی کہ سوزد او نہال — آتشِ جاں بیں کزو سوزد خیال

تو نے وہ آگ دیکھی ہے جو پودے کو جلا دیتی ہے — جان کی آگ کو دیکھ لے، جس سے خیال جل جاتا ہے

زاتشِ عشق ست سوزاں جان و دل — لیک بے انوار زُو آں جان و دل

جان اور دل عشق کی آگ سے جلنے والے ہیں — لیکن وہ جان اور دل اُس سے بے نور ہے

نے[3] خیال و نے حقیقت را اماں — زیں چنیں آتش کہ شُعلہ زد زجان

نہ خیال کو امن ہے، نہ حقیقت کو — ایسی آگ سے جس نے جان میں آگ لگا دی

خصم بر شیر آمد و ہر رُوبہ او — كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

وہ شیر اور ہر لومڑی پر غالب آ گیا — اُس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہو جانے والی ہے

در وجوہِ وجہِ اُو رَو خرج شو — چوں الف در بسم دَر رَو ورج شو

اُس کی ذات کی تجلیات میں جا، خرج ہو جا — الف کی طرح بسم میں چلا جا، داخل ہو جا

---

1. نشف۔ دوستوں اور عزیزوں کی یاد تعلق باللہ کو زائل کرتی ہے۔ وشات۔ چغلخور۔ پس نشان۔ شاخوں کے جڑ سے پانی چوسنے کی علامت یہ ہے کہ ان میں لچک ہوتی ہے۔ غصون۔ غصن کی جمع ہے، شاخ۔ رکون۔ میلان۔ عضو۔ اسی طرح جب اعضا میں تری ہوتی ہے تو ہر طرف کو مڑ جاتے ہیں۔ گر سبد۔ تر شاخ کو موڑ کر ٹوکری بھی بنا سکتے ہیں اس کو گول موڑ کر گردن میں بھی ڈال سکتے ہیں۔ چوں۔ جب وہ اپنی جڑ سے پانی چوسنا چھوڑ دے تو اس میں یہ صفات نہیں رہتی ہیں۔ پس بخواں۔ اسی طرح جب قوی ارادیہ سے اعضا سیراب نہیں ہوتے ہیں تو ان میں جنبش کی کمی ہوتی ہے، کفار کے بارے میں قرآن پاک میں ہے واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی "اور وہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو کسل مند ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔
2. آتشیں۔ یہ تعلق مع اللہ کا بیان عوام نہ سمجھ سکیں گے اور ان کو مضر ہو گا لہٰذا اب میں فقر اور خزانہ کی بات شروع کرتا ہوں۔ آتشے۔ تو نے یہ آگ تو دیکھی ہے عشق کی آگ کو بھی دیکھ لے جو جان و دل کو ہی نہیں بلکہ انانیت کے خیال کو بھی جلا ڈالتی ہے لیکن جس جان و دل میں تجلیات کی صلاحیت نہیں ہے اُن میں سوزندگی تو ہے مگر اس کی روشنی بھی محسوس نہیں ہوتی ہے۔
3. نے خیال۔ یہ عدم صلاحیت کی بات ہے ورنہ وہ آتش عشق جبکہ جان کو جلا ڈالتی ہے تو اس سے جلنے سے نہ خیال بچتا ہے نہ حقیقت باقی۔ خصم۔ عشق ایسی چیز ہے کہ شیر یعنی حقیقت اور لومڑی یعنی خیال پر غالب آ جاتا ہے اور ہر دو کو فنا کر ڈالتا ہے۔ کل شی۔ اس عشق سے ماسویٰ اللہ سب جل کر خاک ہو جاتے ہیں۔ وجوہ وجہ۔ ذات کی تجلیات۔ خرج شو۔ اپنے کو فنا کر دے۔ چوں الف۔ در بسم۔ بسم دراصل باسم تھا اور اس کے وصل کی وجہ سے درمیاں کا الف یعنی ہمزہ فنا ہو گیا ہے تو بھی اسی طرح فنا ہو جا۔

آں ۱ الفِ در بسم پنہاں کردہ ایست — ہست اُو در بسم وہم در بسم نیست
اُس "الف" نے "بسم" میں خفیہ قیام کیا ہے — وہ "بسم" میں ہے بھی اور نہیں بھی

ہم چنیں جُملہ حروف گشتہ مات — وقتِ حذف حرف از بہرِ صِلات
اسی طرح وہ تمام حروف جو فنا ہو جاتے ہیں — اِتصال کے لیے حرف کے حذف کے وقت میں

اُو صلہ ست و بے وسیں زو وصل یافت — وصل بے وسین الف را بر نتافت
وہ صلہ ہے اور "با" اور "سین" اس کی وجہ سے جڑے — "با" اور "سین" کے وصل کو "الف" برداشت نہ کر سکا

چونکہ حرفے برنتابد ایں وصال — واجب آمد کہ کُنم کوتہ مقال
جب یہ وصال ایک حرف کی گنجائش نہیں رکھتا — تو ضروری ہو گیا کہ گفتگو کو مختصر کردوں

چوں یکے حرفے فراقِ زسین و بے ست — خامشی اینجا مہم تر واجب ست
جبکہ ایک حرف "با" اور "سین" کی جدائی ہے — تو اس جگہ چپ رہنا بہت زیادہ ضروری ہے

چوں ۲ الف از خود فنا شد مُکتنِف — بے وسیں بے اُو ہمی گویند اَلِف
جب پہلو میں آنیوالا الف اپنائیت سے فنا ہو گیا — تو "با" اور "سین" اُس کے بغیر "الف" کہہ رہے ہیں

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ بے ویست — ہم چنیں قَالَ اللہ از ضمنش بجست
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" اُس کے بغیر ہے — اسی طرح "اللہ نے کہا" اس کے ضمن میں مستفاد ہوا

تا بُوَد دارو ندارد اُو عمل — چونکہ شُد فانی کند دفعِ عِلل
جب تک دوا موجود ہے، وہ عمل نہیں کرتی — جب فانی ہو گئی بیماریوں کا دفعیہ کرتی ہے

گر ۳ شود بیشہ قلم دریا مدید — مثنوی را نیست پایانی اُمید
اگر جنگل قلم اور سمندر روشنائی بن جائے — مثنوی کے ختم کی توقع نہیں ہے

چار چوبِ خشت زن تا خاک ہست — میدہد تقطیع شعرش نیز دست
پتھیے کا سانچہ جب مٹی تک ہے — اُس کے شعروں کی تقطیع بھی میسر رہے گی

چوں نماند خاک و بادش ھف کند — خاک سازد بحرِ اُو چوں کف کند
جب مٹی نہ رہے گی اور اُس کو ہوا صاف کردیگی — جب اُس کا سمندر جوش مارے گا مٹی بنا لے گا

---

۱ آں الف۔ وہ ہمزہ جو بسم میں پوشیدہ ہوگیا معنی کے اعتبار سے موجود ہے اور لفظوں کے اعتبار سے معدوم ہے تو بھی اسی طرح اُس ذات میں فنا ہو جا یعنی حسی اعتبار سے سند ہے۔ اُو۔ وہ ہمزہ وصل تھا جب ب اور س کا وصل ہوا وہ وصل اس ہمزہ کو برداشت نہیں کرتا تو میرا وصل باللہ میری تقریر کو کیسے برداشت کرے گا تو یہ میری تقریر اور بیان فنا کے خلاف ہے لہٰذا مجھے خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ چون یکے حرفے۔ جب ہمزہ کا وجود ب اور س کے وصل سے مانع ہے تو مقامِ فنا میں پہنچ کر خاموشی ضروری ہے بولنا وجود کے آثار میں سے ہے جو فنا کے منافی ہے۔

۲ چوں الف۔ جب ہمزہ نے خود کو فنا کر دیا تو اب ب اور س اس کو بتا رہے ہیں اسی طرح جب بندہ فانی فی ذات اللہ ہو جائے گا تو اس کو بقا بذات اللہ حاصل ہو جائے گا۔ ما رمیت۔ آنحضورؐ نے جنگ بدر میں ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی تو وہ اندھے ہو گئے، چونکہ آنحضورؐ کو مقامِ فنا حاصل تھا اس لیے آنحضورؐ کے اس فعل کا آنحضورؐ کے بجائے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا کہ تم نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا تو جب فانی کا فعل فانی کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا ہے تو اس کا قول بھی اس کی طرف منسوب نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو لٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ آنحضورؐ نے نہیں کہا بلکہ اللہ نے کہا۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔

۳ گر شود۔ چونکہ مولانا نے گزشتہ اشعار میں بہت بلند مضامین ذکر فرمائے ان کے پیشِ نظر مثنوی کی تعریف شروع کر دی۔ بیشہ۔ جنگل یعنی اس کے درخت۔ مدید۔ مداد کا امالہ ہے، روشنائی۔ مثنوی۔ اس کے مضامین کلمات اللہ ہیں اور ان کے بارے میں قرآن پاک میں یہی کہا گیا ہے۔ چار چوب۔ جب تک زمین ہے یعنی دنیا قائم ہے زمین سے اینٹیں پتھتی رہیں گی اور اس وقت تک اس مثنوی کے اشعار بھی دستیاب رہیں گے۔ چوں نماند۔ جب یہ روئے زمین ختم ہو جائے گی اور قیامت کے دن کی ہوائیں اس کو تہ و بالا کر دیں گی تو اس مثنوی یعنی کلمات کا سمندر جوش مارے گا اور عالمِ آخرت میں ایک زمین بنا لے گا۔

چوں[1] نماند بیشہ و سر در کشند — بیشہا از عینِ دریا سر کشند

جب جنگل نہ رہیں گے اور سر چھپا لیں گے — یعنی دریا سے جنگل سر اُبھاریں گے

بہرِ ایں گفت آں خداوندِ فرج — حَدِّثُوا عَن بَحرِنَا اِذ لَاحَرَج

اسی لیے کشادگی کے خدا نے فرمایا — ہمارے سمندر سے بیان کرو کیونکہ تنگی نہیں ہے

باز گرد از بحر، رُو در خشک نہ — ہم زلعبت گو کہ کودک راست بہ

سمندر سے واپس ہو جا، خشکی کی جانب رُخ کر — کھیل کی بات کر کیونکہ بچے کے لیے وہ بہتر ہے

تاز لعبت اندک اندک در صبا — جانش گردد با یمِ عقل آشنا

تاکہ بچپن میں کھیل سے تھوڑا تھوڑا — اُس کی جان عقل کے سمندر سے آشنا ہو جائے

عقل زاں بازی ہمی گیرد صبی — گرچہ با عقل ست در ظاہر ابی

بچہ کھیل سے عقل حاصل کرتا ہے — اگرچہ وہ بظاہر عقل کے منافی ہے

کودکِ دیوانہ بازی کے کند — جُزو باید تاکہ کُل راپے کُند

دیوانہ بچہ کب کھیلتا ہے؟ — جز چاہیے تاکہ کُل کا پتا لگائے

رجوع کردن بقصۂ قبہ و گنج

قبہ اور خزانہ کے قصے کی جانب رجوع

نِک[2] خیالِ آں فقیرِ بے ریا — عاجز آورد از بیاؤ از بیا

اُس مخلص فقیر کے خیال نے — آ جا، آ جا کے ذریعہ عاجز کر دیا

بانگِ اُو تو نشنوی من بشنوم — زانکہ در اسرار ہمرازِ ویم

تو اس کی آواز نہیں سنتا، میں سُن رہا ہوں — کیونکہ میں رازوں میں اُس کا ہمراز ہوں

طالبِ گنجش مبیں خود گنج اُوست — دوست کے باشد بمعنی غیرِ دوست

اس کو خزانہ کا طالب نہ سمجھ وہ خود خزانہ ہے — باطن میں دوست، دوست کا غیر کب ہوتا ہے؟

سجدہ خود را می کند ہر لحظہ اُو — سجدہ پیشِ آئینہ ست از بہرِ رُو

وہ ہر لحظہ اپنا سجدہ کرتا ہے — آئینہ کے ساتھ سجدہ کرنا چہرے کے لیے ہے

گر[3] بدیدے زائینہ اُو یک پشیز — بے خیالِ اُو نماندے ہیچ چیز

اگر وہ آئینہ سے ایک دمڑی دیکھ لیتا — اُس کے خیال کے سوا کچھ نہ رہتا

---

[1] چوں نماند بیشہ۔ جب یہ عالم دنیا کے جنگل ناپید ہو جائیں گے تو مثنوی یعنی کلمات اللہ اور عالم آخرت کے جنگل پیدا ہو جائیں گے۔ بہرایں۔ چونکہ کلمات اللہ غیر محدود ہیں لہٰذا اُن کی باتیں بھی لامحدود ہیں ان کو بیان کیے جاؤ کوئی تنگی نہ آئے گی۔ باز گرد۔ اب کلمات اللہ اور اسرار کے سمندر کی باتوں سے خشکی کی طرف یعنی ظاہری باتوں کی طرف رجوع اور کچھ کھیل کود کی بات کر وہ بچہ کے لیے مفید ہے جب وہ لکڑی کی تلوار سے کھیلنا سیکھ لیتا ہے تو اصلی تلوار خوب چلاتا ہے۔ تاز لعبت۔ کھیل کود سے عقل آشنا ہو جاتی ہے۔ بازی۔ کھیل کود سے بچہ ہنر سیکھ لیتا ہے اگرچہ بظاہر عقل اور کھیل میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ کودک۔ کھیل سے عقل آتی ہے اور عقل ہی سے کھیل آتا ہے پاگل بچہ کبھی کھیل میں نہیں لگتا ہے۔

[2] نکس۔ اُس مخلص فقیر کا خیال مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں اُس کے قصہ کو پورا کروں۔ بانگِ اُو۔ چونکہ میں اُس فقیر کا ہمراز ہوں اُس کی آواز بلانے کی مجھے آ رہی ہے۔ طالب گنجش۔ اُس فقیر کو خزانہ کا طالب نہ سمجھ بلکہ وہ خود خزانہ ہے کیونکہ دوست باطن کے اعتبار سے دوست کا غیر نہیں ہوتا ہے بلکہ مطلوب، طالب کا آئینہ ہوتا ہے اور آئینہ کی جانب سجدہ کرنا اپنے لیے ہی سجدہ کرنا ہے، انسان کسی چیز کا طالب اپنی غرض کے لیے ہوتا ہے تو گویا وہ مطلوب خود طالب ہے۔

[3] گر بدیدے۔ طالب نے مطلوب کے آئینہ میں خود ہی کو دیکھا تو طلب میں اس قدر منہمک ہو گیا لیکن اگر وہ مطلوب میں اُس حقیقت کو دیکھ لیتا جس حقیقت کے لیے مخلوق اور مطلوب آئینہ ہے تو وہ اس حقیقت کے درپے ہو جاتا اور اُس کے ذہن سے ہر مطلوب خیال زایل ہو جاتا اور اُس حقیقت کے آئینہ بن جانے سے جب اس میں اپنا چہرہ نظر آتا تو منصور کی طرح انّی انا اللہ کا نعرہ لگانے لگتا۔

ہم خیالاتش ہم او فانی شُدے
اُس کے خیالات اور خود وہ بھی فانی ہو جاتے
دانشِ او محوِ نادانی شُدے
اُس کا علم بے علمی میں فنا ہو جاتا

دانشِ دیگر ز نا دانیؔ ما
ہماری بے علمی سے دوسرا علم
سر برآوردے عیاں کانّی انا
کھلم کھلا سر اُبھارتا کہ "انی انا"

اُسْجُدُوْا[1] لِآدَم ندا آمد ہمے
آدم کو سجدہ کرو آواز آ رہی تھی
کادمید و خویش بینید ش دمے
کہ تم آدم ہو اور تھوڑی دیر کے لیے اپنے آپ کو آدم سمجھو

اَحولی از چشمِ ایشاں دُور کرد
اُن کی آنکھ سے بھینگا پن دُور کر دیا
تازمیں شد عینِ چرخِ لاجورد
یہاں تک کہ زمین بعینہٖ نیلا آسمان ہو گئی

لَا اِلٰہ گفت و اِلَّا اللّٰہ گفت
اُس نے "لا الہ" کہا اور "الا اللہ" کہا
گشت لَا اِلَّا اللّٰہ و وحدت شگفت
"لا" الا اللہ" بن گیا اور وحدت ظاہر ہو گئی

آں[2] حبیب و آں خلیلِ بارشد
وہ حبیب اور ہادی دوست
وقت آں آمد کہ گوشِ ما کشد
اس کا وقت آ گیا کہ ہمارے کان کھینچے

سُوئے چشمہ کہ دہاں زینہا بشُو
چشمہ کی جانب، کہ ان سے منہ دھوئے
آنچہ پوشیدیم از خلقاں مگو
جو ہم نے مخفی کیا ہے، لوگوں سے نہ کہہ

ور بگوئی خود نہ گردد آشکار
اگر تو کہے گا واضح نہ ہو گا
تو بقصدِ کشف گردی جُرم دار
تو اظہار کے ارادے میں مجرم ہو گا

لیک[3] من اینک پریشاں می تنم
لیکن میں اب پراگندہ بات کر رہا ہوں
قائلِ ایں، سامعِ ایں ہم منم
اس کا کہنے والا بھی اور سننے والا بھی میں ہی ہوں

صورتِ درویش و نقشِ گنج گو
درویش کی ظاہری صورت اور خزانہ کا نشان بیان کر
رنج کیشند ایں گروہ از رنج گو
یہ لوگ زحمت پسند ہیں زحمت کی بات کر

چشمۂ رحمت بر ایشاں شُد حرام
رحمت کا چشمہ ان پر حرام ہو گیا ہے
می خورند از زہرِ قاتل جام جام
زہرِ قاتل کے جام پر جام پیتے ہیں

---

[1] اُسْجُدُوا۔ آدمؑ فرشتوں کے مسجود اس لیے تھے کہ وہ مظہرِ حقیقت تھے تو بنی آدم کے لیے یہ اشارہ ہے کہ وہ بھی آدمؑ کی طرح مظہرِ حقیقت ہیں اور اُن کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اس حقیقت کا مظہر سمجھیں۔ احولی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی آنکھ سے بھینگا پن دور کر دیا اور انھوں نے آدمؑ کو مٹی کو اسی طرح مہبطِ انوار دیکھا جس طرح فلک مہبطِ انوار ہے۔ لا الہ۔ اُس کا انّی انا اللّٰہ کہنا لا الٰہ الاّ اللّٰہ ہی کہنا تھا جبکہ لا الہ یعنی غیر اللہ مظہرِ الا اللہ بن گیا تو لا الہ یعنی غیر الا اللہ عین حقیقت بن گیا۔ تو گویا انی انا اللہ کہنا بعینہٖ لا الہ الا اللہ کہنا تھا یعنی یہ محض دو عنوان ہیں معنون ایک ہی ہے۔

[2] آں حبیب۔ اب ان اسرار کا بیان اس درجہ پر آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا کان کھینچ کر شرعی احکام کی طرف لے جائے اور حکم دے کہ شریعت کے چشمہ سے منہ دھولے تاکہ ان اسرار کے بیان کا منہ میں جو اثر ہے وہ زائل ہو جائے اس لیے کہ شریعت اس طرح کے کلمات کی اجازت مغلوب الحال کے سوا کسی کو نہیں دیتی ہے اور یہ وہ اسرار ہے جو شریعت نے عوام سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ ور۔ اگر ان اسرار کو بیان بھی کیا جائے گا تو اسرار واضح نہ ہوں گے اور اس طرح کے کلمات کہنے والا مجرم قرار دیا جائے گا اور شریعت کے احکام کے اعتبار سے سولی کا مستحق ہو گا۔

[3] لیک۔ میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں وہ بھی پراگندہ باتیں ہیں جن سے اسرار کی حقیقت واضح نہیں ہوتی۔ نیز اُن کا کہنے والا بھی میں ہی ہوں اور سننے والا بھی میں ہی ہوں، چونکہ اور کوئی سمجھنے والا نہیں ہے لہٰذا میں عوام سے راز ظاہر کرنے کا مجرم بھی نہیں ہوں۔ صورتِ درویش۔ اسرار کا بیان تو اب ختم ہوا اب دو باتیں اور کہنی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ایک، درویش کا قصہ دوسرا چشمۂ رحمت یعنی شریعت کا ذکر۔ رنج کیشند۔ عوام کو وہی باتیں پسند ہیں جن کا ذکر غیر خدا کا ذکر ہے اور وہ ہمارے لیے تکلیف دہ ہیں لیکن عوام کا چونکہ یہ مزاج بن گیا ہے لہٰذا مجبوراً ہمیں اس طرح کے قصے بیان کرنے پڑ رہے ہیں۔ چشمۂ رحمت۔ شریعت کی باتیں ان عوام نے اپنے اوپر حرام کر لی ہیں اور دوسرے قصے جو زہر ہیں اس کے عادی ہو گئے ہیں۔

خاکہا[1] پُر کردہ دامن می کشند — تا کنند ایں چشمہا را خشک بند
دامن کو مٹی سے بھر کر لا رہے ہیں — تاکہ ان چشموں کو خشک اور بند کر دیں

کے شود ایں چشمۂ دریا مدد — ملتبس زیں مُشتِ خاکِ نیک و بد
یہ دریا کا امدادی چشمہ کب ہو سکتا ہے — پٹا ہوا؟ اس اچھی بُری مٹی کی مٹھی ہے

لیک گوید باشما من بستہ ام — بے شما من با ابد پیوستہ ام
لیکن وہ کہتا ہے تمھارے اعتبار سے میں بند ہوں — تمھارے علاوہ میں ابد سے وابستہ ہوں

قومِ معکوس اند اندر مشتہا — خاک خوار و آب را کردہ رہا
مطلوب کے بارے میں وہ اُلٹی قوم ہے — مٹی پیتی ہے، پانی کو چھوڑ رکھا ہے

ضدِ[2] طبع انبیاء دارند خلق — اژدہا را متّکا دارند خلق
لوگ انبیاء کی طبیعت کی ضد ہیں — یہ لوگ اژدہے کو تکیہ گاہ بنائے ہوئے ہیں

چشمِ بندِ خلق چوں دانستۂ — ہیچ دانی ازچہ دیدہ بستۂ
جبکہ تو نے لوگوں کی آنکھ کے پردے کو سمجھ لیا — تو جانتا ہے کہ تو نے کس چیز سے آنکھ بند کر لی ہے؟

برچہ بکشادی بدلِ ایں دیدہا — یک بیک بئس البدل داں آں ترا
تو نے آنکھوں کو بدلہ میں کس چیز پر کھولا ہے؟ — اپنے لیے اُس کو سراسر بُرا بدلہ سمجھ

لیک خورشیدِ عنایت تافتہ است — آئیساں را از کرم دریافتہ است
لیکن مہربانی کا سورج چمکا ہے — اُس نے کرم سے، مایوں کو پا لیا ہے

نردبس[3] نادر زرحمت باختہ — عینِ کُفراں را اِنابت ساختہ
اُس نے رحمت سے عجب نرد کھیلی ہے — یعنی کفر کو رجوع (الی اللہ) بنا دیا ہے

ہم ازیں بدبختیِ خلق آں جواد — منفجر کردہ دو صد چشمۂ و داد
اُس سخی نے مخلوق کی اسی بدبختی سے — محبت کے دو سو چشمے جاری کر دیے

غنچہ را از خار سرمایہ دہد — مُہرہ را از مار پیرایہ دہد
وہ غنچہ کو کانٹے سے سرمایہ عطا کرتا ہے — وہ مہرہ کو سانپ سے لباس عطا کرتا ہے

از سوادِ شب بروں آرد نہار — وز کفِ مُعسِر برویاند یسار
وہ رات کی سیاہی سے دن ظاہر کرتا ہے — وہ تنگدست کے ہاتھ سے مالداری پیدا کر دیتا ہے

---

1. خاکہا۔ یہ لوگ شریعت کے مسائل کو اپنی خرافات سے دبانا چاہتے ہیں لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ ملتبس۔ اگر نون سے ہے تو پوشیدہ کے معنی ہیں اور اگر با سے ہے تو پٹا ہوا کے معنی ہیں۔ لیک۔ مخالفوں کی مخالفت سے شریعت تو نہ مٹے گی، ہاں وہ محروم رہیں گے۔ قوم معکوس۔ یہ دین میں تاویلات کرنے والے اوندھی طبیعت کے ہیں کہ اُن کو شریعت کا صاف چشمہ پسند نہیں آتا اور تاویلات کی خاک چاٹتے ہیں۔

2. ضدِ طبع۔ انبیا تو حق کہتے تھے خواہ عوام کو پسند نہ آئے، یہ عوام پر تکیہ کرتے ہیں اور ان کو خوش کرنے کے لیے تاویلات کرتے ہیں۔ چشم بند۔ یہی فلسفیانہ توجیہات اُن کی آنکھوں کا پردہ ہیں انھوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ برچہ۔ شریعت کے اسرار کے بجائے فلسفیانہ تاویلات اُن کے پیشِ نظر ہیں جو حقائق شرعیہ کا بدترین بدل ہیں۔ لیک۔ اُن عقلی موشگافیاں کرنے والوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اصل شریعت کا تو انکار نہیں کرتے ہیں لیکن بعض جگہ سلف کے خلاف تاویلات کرتے ہیں اُن کو قدرے خدا کے کرم نے سنبھال لیا ہے۔

3. نردبس نادر۔ اللہ نے اُن پر کرم کیا اور ان کے بعض عقائد سلف کے خلاف ہوتے ہوئے بھی ان کو معذور قرار دیا ہے۔ ہم ازیں۔ ان کے بعض عقائد فاسدہ سے ہی اپنی محبت کے چشمے جاری کر دیے ہیں۔ غنچہ۔ اللہ تعالیٰ ایک ضد سے دوسری ضد پیدا فرما دیتا ہے خار سے غنچہ اور سانپ میں مہرہ پیدا کر دیتا ہے، جو سکھیا زہر کا تریاق ہے، رات سے دن پیدا کر دیتا ہے، مفلس کے ہاتھ سے مالداری پیدا کر دیتا ہے، حضرت ابراہیمؑ نے ریت سے گیہوں کا آٹا پیدا فرما دیا۔ پہاڑ کو حضرت داؤدؑ کا ہم زبان بنا دیا۔

آرد سازد ریگ را بہرِ خلیلؑ — کوہ[1] با داوٗدؑ گردد ہم رسیل

وہ خلیل (ابراہیمؑ) کے لیے ریت کو آٹا بنا دیتا ہے — پہاڑ (حضرت) داوٗدؑ کا ہم آواز بن جاتا ہے

کوہِ[1] باوحشت دراں ابرِ ظلم — برگشاید بانگِ چنگ و زیر و بم

وحشت ناک پہاڑ، تاریک ابر میں — چنگ کی آواز اور زیر و بم کو ظاہر کرتا ہے

خیز اے داوٗدؑ از خلقاں نفیر — ترکِ آں کردی عوض از ما بگیر

اے لوگوں سے متنفر داوٗدؑ! اُٹھ — تو نے اُس کو چھوڑا ہم سے اس کا بدلہ لے لے

انابتِ آں طالبِ گنج بحق تعالیٰ بعد از طلبِ بسیار وعجز

بہت سے عجز اور مجبوری کے بعد اُس خزانہ کے طلبگار کا، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا

و اضطرار کہ اے ولیُّ الاظہار تو کن آں پنہاں را آشکار

کہ اے ظاہر کرنے کے والی تو اُس پوشیدہ کو ظاہر کر دے

گفت آں درویش اے دانایِ راز — از پئے ایں گنج کردم یاوہ تاز

اُس فقیر نے کہا، اے راز داں — میں نے اس خزانہ کے لیے، بیہودہ بھاگ دوڑ کی

دیوِ حرص و آز مستعجل تگی — نے تأنّیِ جست و نے آہستگی

دوڑ میں عجلت کرنے والے لالچ اور حرص کے دیونے — نہ آہستہ روی کو طلب کیا اور نہ آہستگی کو

من[2] ز دیگے لقمۂ نند و ختم — کف سیہ کردم دہاں را سوختم

میں نے دیگ میں سے ایک لقمہ نہ حاصل کیا — ہاتھ کالا کر لیا، منہ جلا لیا

خود نگفتم چوں دریں ناموقنم — زاں گرہ زن ایں گرہ را حل کنم

میں نے نہ کہا، جبکہ میں اس میں یقین کرنے والا نہیں ہوں — اُس گرہ لگانے والے سے، اس گرہ کو کھلواؤں

قولِ حق راہم ز حق تفسیر جو — ہیں مخاژاژ از گماں اے یاوہ گو

اللہ کے قول کی، اللہ سے تفسیر چاہ — اے بیہودہ گو! گمان سے بکواس نہ کر

آں گرہ کوزد ہمو بکشایدش — مہرہ[3] کو انداخت او بربایدش

جو گرہ اُس نے لگائی ہے وہی اُس کو کھولتا ہے — جو مُہرہ اُس نے بٹھایا ہے، وہی اس کو اُٹھاتا ہے

گرچہ آسانت نمود ایں ساں سخن — کے بود آساں رموزِ مِن لَدُن

اگرچہ تجھے اس قسم کا کلام آسان معلوم ہوتا ہے — لدنیہ رموز آسان کب ہوتے ہیں؟

گفت یا رب توبہ کردم زیں شتاب — چوں تو دربستی تو کن ہم فتحباب

اس نے کہا، اے خدا! میں نے اس جلد بازی سے توبہ کی — جب آپ نے دروازہ بند کیا ہے آپ ہی دروازہ کھولیے

---

1. کوہ۔ حضرت داوٗدؑ کے ساتھ، پہاڑ زبور اور تسبیح پڑھنے میں ہم آواز رہتا تھا۔ خیز۔ حضرت داوٗدؑ عوام سے گھبرا کر گوشہ تنہائی میں گئے تو پہاڑ اُن کا ہم آواز بنا۔ انابت۔ جب وہ فقیر خزانہ کی جستجو میں تھک گیا تو اس نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ آں پنہاں۔ یعنی خزانہ۔ یاوہ تاز۔ بیکار بھاگ دوڑ۔ مستعجل تگی۔ جلد بازی۔

2. من زد دیگے۔ یعنی خزانہ کی تلاش میں سوائے تکلیف کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ خود نگفتم۔ میری یہ غلطی تھی کہ تیر پھینکنے کی تفسیر پر یقین نہ ہوتے ہوئے بھی تیری طرف رجوع نہ کیا۔ قولِ حق۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی تفسیر خود کر سکتا ہے چنانچہ قرآن، قرآن کی تفسیر ہے۔

3. مہرہ۔ جو نرد اُس نے جس جگہ بٹھائی ہے وہی اس کو اُٹھا کر بازی جیت سکتا ہے دوسرے کی مجال نہیں ہے۔ گرچہ۔ قرآن پاک کو آسان بھی کہا ہے لیکن اُس کے رموز خدا ہی حل کرتا ہے۔

برسر[1] حرفہ شدم بارِ دگر
در دعا کردن بدم من بے ہنر
میں دوبارہ ہنر کے سر ہو گیا
میں دعا کرنے میں بے ہنر تھا

گو ہنر، گو من، کجا دل مستوی
ایں ہمہ عکسِ تو است و خود توئی
کہاں ہنر، کہاں میں، کہاں پُر قرار دل
یہ سب آپ کا عکس ہے اور خود آپ ہی ہیں

ہر شبے تدبیر و فرہنگم بخواب
ہمچو کشتی غرقہ میگردد در آب
ہر رات کو سونے میں، میری تدبیر اور عقل
کشتی کی طرح پانی میں ڈوب جاتی ہے

خود نہ من می مانم و نے آں ہنر
تن چو مُردارے فتادہ بے خبر
نہ خود میں رہتا ہوں اور نہ وہ ہنر
جسم مُردے کی طرح بے خبر پڑا ہوتا ہے

تاسحر[2] جملہ شب آں شاہِ علا
خود ہمی گوید الست و ہم بلیٰ
تمام رات صبح تک وہ بلندی کا شاہ
خود ہی "الست" کہتا ہے۔اور خود ہی بلیٰ

گو بلیٰ گو، جملہ را سیلاب بُرد
یا نہنگے کرد کل را خُرد مُرد
"بلیٰ" کہنے والے کہاں ہیں سب کو بہاؤ لے گیا
یا ناکے نے سب کو ریزہ ریزہ کر دیا

صبحدم چوں تیغِ گوہر دارِ خود
از نیامِ ظلمتِ شب برکشد
صبح کا وقت جب اپنی جڑاؤ تلوار
رات کی تاریکی سے سونتا ہے

آفتابِ شرق شب راطے کند
ایں نہنگ آں خوردہا راقے کند
مشرق کا سورج، رات کو طے کرتا ہے
یہ ناکہ کھائی ہوئی چیزوں کو اُگل دیتا ہے

رستہ چوں یونسؑ زمعدہ آں نہنگ
منتشر گردیم اندر بُو و رنگ
اُس ناکے کے معدہ سے (حضرت) یونسؑ کی طرح نکل کر
بو اور رنگ میں ہم پھیل جاتے ہیں

خلق[3] چوں یونسؑ مسبح آمدند
کاندراں ظلمات پُر راحت شُدند
مخلوق (حضرت) یونسؑ کی طرح تسبیح پڑھنے والی بن گئی
کیونکہ اُن تاریکیوں میں آرام سے ہو گئی

ہر یکے گوید بہنگام سحر
چوں ز بطنِ حُوتِ شب آید بدر
ہر شخص صبح کے وقت کہتا ہے
جب رات کی مچھلی کے پیٹ سے باہر آتا ہے

کاے کریمے کاندراں لیلِ وحش
گنجِ رحمت بنہی و چندیں چشش
کہ اے کریم! اُس وحشت ناک رات میں
تو رحمت کا خزانہ اور اس قدر لذت رکھتا ہے

چشم تیز و گوش تازہ تن سُبک
از شبِ ہمچوں نہنگِ ذوالحبک
آنکھ تیز، کان تازہ اور جسم ہلکا ہو گیا
رات کی وجہ سے جو ناکے کی طرح کالی زُلفوں والی ہے

---

1. برسر حرفہ۔ یعنی میں نے دُعا اسی طرح نہ کی کہ خزانہ کا ملنا بھی ہلاک ہو جاتا اور اس کے تلاش کرنے میں مجھے محنت اور تدبیر کرنی پڑ گئی یہ میری دعا کا قصور تھا۔ گو۔ انسان ہیچ در ہیچ ہے جو کچھ ہے خدا کا عکس ہے بلکہ عینِ خدا ہے۔ ہر شبے۔ انسان کے ہنر اور تدبیر کا حال تو یہ ہے کہ وہ ہر رات کو غائب ہو جاتا ہے۔ خود۔ نیند کی حالت میں انسان کے تمام ہنر ختم ہو جاتے ہیں اور وہ ایک مردے کی صورت میں ہوتا ہے۔
2. تاسحر۔ صبح تک سب انسان مردہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے اُن میں جواب دینے کی صلاحیت نہیں رہتی ہے۔ نہنگ۔ مگرمچھ۔ خُرد مُرد۔ ریزہ ریزہ۔ صبحدم۔ صبح کے وقت جب سورج نکلتا ہے انسان کے ہوش وحواس واپس آ جاتے ہیں۔ تیغ۔ یعنی سورج۔ نہنگ۔ یعنی رات۔ رستہ۔ اب صبح کو انسان بیدار ہو کر پھر دنیا کے رنگ وبُو میں منہمک ہو جاتا ہے۔
3. خلق۔ جس طرح حضرت یونسؑ نے فرمایا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ ہر انسان اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ پُر راحت۔ انسان کو رات میں سونے سے بڑی راحت حاصل ہوتی ہے۔ کاے۔ سو کر جب اُٹھتا ہے تو یہ تسبیح کرتا ہے۔ گنج رحمت۔ اسی خزانے سے حواس کو یہ طاقت ملتی ہے کہ بیداری پر وہ تیز ہو جاتے ہیں اور بدن ہلکا ہو جاتا ہے۔ ذوالحبک۔ حُبیکہ۔ بالوں کا مجموعہ۔

از[1] مقاماتِ وحش رُوزیں سپس — ہیچ نگریزیم ما باچوں تو کس
اس کے بعد وحشت ناک مقامات سے — آپ جیسی ذات کے ہوتے ہوئے کبھی نہ بھاگیں گے

موسیٰ آں را نار دید و نُور بُود — زنگی دیدیم شب را حُور بُود
موسیٰ نے اُس کو آگ سمجھا، وہ نور تھا — ہم نے رات کو حبشی سمجھا، وہ حُور تھی

ما نمی خواہیم غیر از دیدہٗ — دیدہٗ تیزے گشتے بگزیدہٗ
ہم آنکھ کے سوا کچھ نہیں چاہتے ہیں — منتخب، اچھی، تیز آنکھ

بعد ازیں مادیدہ خواہیم از تو بس — تانپوشد بحر را خاشاک و خس
اس کے بعد ہم تجھ سے بس آنکھ مانگتے ہیں — تاکہ سمندر کو کوڑا کرکٹ نہ چھپائے

ساحراں را چشم چوں رَست ازعمیٰ — کف زناں بُوندد بے ایں دست وپا
جادوگروں کی آنکھ جب اندھے پن سے نجات پا گئی — وہ اس ہاتھ پاؤں کے بغیر ہتھیلیاں بجا رہے تھے

چشم بندِ خلق جُز اسباب نیست — ہر کہ لرزد برسبب ز اصحاب نیست
مخلوق کی آنکھ کا پردہ سوائے اسباب کے کچھ نہیں ہے — جو سبب سے لرزے، وہ اصحاب (دید) میں سے نہیں ہے

لیک[2] حق اصحاب و نا اصحاب را — در کشاد و بُرد تاصدرِ سرا
لیکن اللہ تعالیٰ نے اصحاب اور غیر اصحاب کے لیے — دروازہ کھول دیا ہے اور مکان کے صدر تک لے گیا ہے

باکفش نامستحق و مستحق — مُعتقانِ رحمت اند از بندِ رِق
اُس کی ہتھیلی میں مستحق اور غیر مستحق — غلامی کی قید سے رحمت کے آزاد کردہ ہیں

درعدم ما مستحقاں کے بُدیم — کہ بریں جان و بریں دانش زدیم
عدم میں ہم مستحق کب تھے؟ — کہ ہم اس جان اور اس عقل پر پہنچ گئے

اے بکردہ یار ہر اغیار را — وے بدادہ خلعتِ گُل خار را
اے وہ ذات جس نے غیروں کو دوست بنایا ہے — اور اے وہ کہ جس نے کانٹے کو پھول کا لباس عطا فرمایا ہے

خاکِ ما راثانیا پالیز کُن — ہیچ نے را بارِ دیگر چیز کُن
ہماری مٹی کو دوبارہ سرسبز کر دے — ناچیز کو دوبارہ چیز بنا دے

ایں[3] دُعا تو امر کردی زابتدے — ورنہ خاکے را چہ زہرہ ایں بُدے
شروع سے، اس دُعا کا تو نے حکم دیا ہے — ورنہ ایک مٹی کو یہ حوصلہ کہاں ہوتا؟

چوں دُعا ماں امر کردی اے عُجاب — ایں دُعائے خویش را کُن مستجاب
جب تو نے ہمیں دعا کا حکم دیا ہے اے عجیب! — اپنی اس دعا کو مقبول بنا

---

[1] ازمقامات۔ جبکہ وحشت ناک رات میں اللہ کی اس قدر رحمتیں مضمر ہیں تو اب خدا کی ذات کے سہارے کسی وحشت ناک سے گریز نہ کرنا چاہیے۔ موسیٰ۔ ہر چیز ہمارے خیال کے مطابق نہیں ہوتی حضرت موسیٰ نے نور کو نار خیال کیا ہم نے رات کو بُرا سمجھا جو صحیح نہ تھا۔ مانمی خواہیم۔ سب سے بڑی نعمت صحیح آنکھ ہے جو ہر چیز کو اصلی حالت پر دکھا دے ہمیں اُس کی دعا کرنی چاہیے۔ گشتے۔ خوب۔ تانپوشد۔ تاکہ ہماری نگاہ صحیح کام کرے اور ہماری نظر کے لیے خس وخاشاک دریا کو نہ چھپا سکے۔ ساحراں۔ فرعون کے جادوگروں کو صحیح نظر حاصل ہو گئی تھی وہ ان جسمانی ہاتھ پاؤں کو کچھ نہ سمجھتے تھے اُن کے کٹنے پر رقص کر رہے تھے۔ چشم بند۔ صحیح نظر وہی ہے جو اسباب کے پردے اٹھا کر مسبب الاسباب کو دیکھ لے۔

[2] لیک۔ جو صحیح نظر نہیں رکھتے ہیں وہ بھی مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ اُن کی بھی رہنمائی فرما دیتا ہے۔ باکفش۔ اس کا دست کرم مستحق اور غیر مستحق سب کو عطا کرتا ہے۔ درعدم۔ جبکہ ہم معدوم تھے اُس کا ہم پر کرم ہوا اور اُس نے وجود اور حواس عنایت کر دیے حالانکہ ہم میں کوئی استحقاق نہ تھا۔ اے بکردہ۔ اللہ کی رحمت کافروں پر بھی ہے۔ خاک مارا۔ ابتدا جسمانی وجود عطا فرمایا اب روحانی حیات عطا فرمادے۔ پالیز۔ کھیت، چمن۔

[3] ایں دعا۔ دعا بھی ہم تیرے حکم اور توفیق سے کر رہے ہیں ورنہ ہماری ہمت کہاں تھی کہ تجھ سے دعا مانگتے۔ چوں دعا۔ جب تو نے دعا کی توفیق دی ہے تو یہ ہماری نہیں بلکہ تیری دعا ہے تو اس کو قبول بھی فرمالے۔

شب[1] شکستہ کشتیِ فہم و حواس ۔۔۔ نے اُمیدے ماندہ نے خوف و نہ یاس
رات کو سمجھ اور حواس کی کشتی شکستہ ہو گئی ۔۔۔ نہ اُمید رہی نہ ڈر اور نہ مایوسی

بُردہ در دریائے حیرت ایزدم ۔۔۔ تاز چہ فن پُر کند بفرستدم
اللہ تعالیٰ مجھے حیرت کے دریا میں لے گیا ۔۔۔ دیکھ! مجھے کس ہنر سے پُر کر کے بھیجتا ہے؟

آں یکے را کردہ پُرنور و جلال ۔۔۔ ویں دگر را کردہ پُر وہم و خیال
اُس ایک کو نور اور جلال سے پُر کر دیا ۔۔۔ اور اس دوسرے کو وہم اور خیال سے پُر کر دیا

گر بخویشم ہیچ رائے و فن بُدے ۔۔۔ رائے وتدبیرم بحکمِ من بُدے
اگر میری اپنی کوئی رائے اور فن ہوتا ۔۔۔ تو میری رائے اور تدبیر میرے قابو میں ہوتی

شب نرفتے ہوش بے فرمانِ من ۔۔۔ زیرِ دامِ مَن بُدے مُرغانِ من
رات کو میرے حکم کے بغیر ہوش روانہ نہ ہوتا ۔۔۔ میرے پرند میرے جال میں ہوتے

بُودے[2] مے آگہ ز منزل ہائے جاں ۔۔۔ وقتِ خواب و بیہشی و امتحاں
میں روح کی منزلوں سے باخبر ہوتا ۔۔۔ خواب اور بے ہوشی اور امتحان کے وقت

چوں کفم زیں حلّ و عقدِ اُو تہی ست ۔۔۔ اے عجب ایں معجبیِ من ز کیست
جب میرا ہاتھ اُس کے حل و عقد سے خالی ہے ۔۔۔ تعجب ہے! میری خود بینی کس وجہ سے ہے؟

دیدہ را نا دیدہ خود انگاشتم ۔۔۔ باز زنبیلِ دُعا برداشتم
میں نے دیکھے ہوئے کو ان دیکھا سمجھ لیا ۔۔۔ میں نے دُعا کی جھولی کو پھر اُٹھایا ہے

چوں اَلِف[3] چیزے ندارم اے کریم ۔۔۔ جُزدلے دل تنگ تر از چشمِ میم
اے کریم! میں الف کی طرح کوئی چیز نہیں رکھتا ہوں ۔۔۔ سوائے ایک دل کے جو ''میم'' کی آنکھ سے زیادہ سنگدل ہے

ایں اَلِف ایں میم اُمِّ بُودِ ماست ۔۔۔ میمِ اُم تنگ ست اَلِف زُو نر گداست
یہ ''الف'' یہ میم ہمارے وجود کی ماں ہے ۔۔۔ اُم کا میم تنگ ہے ''الف'' اس سے بھی زیادہ گدا ہے

ایں اَلِف چیزے ندارد غافلی ست ۔۔۔ میم دلتنگ آں زمانِ عاقلی ست
یہ ''الف'' کوئی چیز نہیں رکھتا، یہ غفلت کی حالت ہے ۔۔۔ ''میم'' دلتنگ ہے، وہ زیادہ عقلمندی کا ہے

در زمانِ بیخودی خود ہیچ من ۔۔۔ در زمانِ ہوش اندر پیچ من
میں بیہوشی کے وقت خود ہیچ ہوتا ہوں ۔۔۔ ہوش کے زمانہ میں پیچا پیچ میں ہوتا ہوں

ہیچ دیگر برچنیں ہیچی مَنِہ ۔۔۔ نامِ دولت بر چنیں گیجی مَنِہ
ایسے ناکارہ پر مزید ناکارہ پن نہ ڈال ۔۔۔ ایسے بھینگے پن کا نام دولت نہ رکھ

[1] شب۔ رات کو حواس اور اُس کے آثار یعنی خوف وبیم سب ختم ہو جاتے ہیں۔ پردہ۔ شب کو اللہ تعالیٰ حواس کو دریائے حیرت میں غرق کر دیتا ہے پھر ان کو پُر ہنر بنا کر واپس کرتا ہے۔ آں یکے۔ عارفین کو نور سے پُر کرتا ہے۔ ویں دگر۔ دنیا داروں اور فلاسفہ کو وہم و خیال سے پُر کر دیتا ہے۔ گر بخویشم۔ اگر حواس و ہنر ہمارے ذاتی ہوتے تو پھر ہمارے حکم کے تابع ہوتے۔ شب۔ رات کو ہماری اجازت کے بغیر ہم سے جدا نہ ہوا کرتے۔

[2] بودے۔ ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ ہماری روح کہاں کہاں کی سیر کر رہی ہے۔ امتحان۔ نیند کی حالت امتحان کی ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ہمارے حواس اور روح ہمارے قبضہ کی نہیں ہے۔ چوں کفم۔ جب ہم اپنے حواس اور عقل سے بھی تہی دست ہیں تو غرور اور تکبر کا کیا کام ہے۔ دیدہ۔ یہاں سے پھر اُس فقیر کی دُعا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ اب تک جو دعا میں غلطی ہوئی اور باوجود خزانہ کا پتہ چل جانے کے خزانہ نہ ملا اس سب کو کالعدم قرار دے کر میں ازسرِ نو دعا کرتا ہوں۔

[3] اَلِف۔ نقطہ سے خالی ہے میم کا سر یعنی چشم تنگ ہوتی ہے۔ اُم۔ اصل یعنی ہمارا اصل وجود اور اس کے لوازم سب الف اور میم کے سرے کی طرح ہیں۔ ایں۔ ہماری غفلت کا وقت ہو یا ہوش کا دونوں الف اور میم کی طرح ہیں۔ درزماں۔ غفلت اور ہوش کے جملہ اوقات پریشان کن ہیں۔ بیخودی کے وقت بالکل ناچیز ہوتا ہوں اور ہوش اور عقلمندی کے وقت دنیا کے دھندوں میں پیچ در پیچ ہوتا ہوں۔

خود[1] ندارم ہیچ بہ سازد مرا — کہ زوہم ست ایں کہ دارم صد عنا

میں خود کچھ نہیں رکھتا ہوں وہ مجھے بہتر بناتا ہے — یہ سیکڑوں رنج جو میں رکھتا ہوں وہم کی وجہ سے ہیں

ورندارم ہم تو دارائیم کن — رنج دیدم راحت افزائیم کن

اور اگر میں کچھ نہیں رکھتا ہوں، تو میری رکھوالی کر — میں نے تکلیف دیکھی ہے، تو میری راحت افزائی کر دے

ہم در آبِ دیدہ عُریاں نیستم — بردرِ تو چونکہ دیدہ نیستم

میں آنکھ کے آنسو کے معاملہ میں ننگا کھڑا ہوں — تیرے در پر، چونکہ میرے آنکھ نہیں ہے

زابِ دیدہ بندۂ بے دیدہ را — سبزۂ بخش و نباتے زیں چرا

بے بصیرت بندے کو آنکھ کے آنسو سے اس چراگاہ سے — سبزہ اور پیداوار بخش دیجئے

ورنماند آب آبم دہ ز عین — ہمچو عینینِ نبی ہطّالتین

اگر آنسو نہ رہے تو آنکھ سے مجھے آنسو عطا کر — جیسی نبیؐ کی دو جاری رہنے والی آنکھیں

اُو[2] چو آبِ دیدہ جُست از جودِ حق — باچناں اِجلال و اِقبال و سبق

جبکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی بخشش سے آنسو مانگے — ایسی بزرگی اور اقبال اور سبقت کے ہوتے ہوئے

چون نباشم ز اشکِ خوں باریک ریس — من تہیدستِ فضولِ کاسہ لیس

تو میں خونی آنسو کے ساتھ باریک بیں کیوں نہ بنوں — میں خالی ہاتھ، فضول، خوشامدی

چوں چناں چشم اشک رامفتون بُود — اشکِ من باید کہ صد جیحوں بُود

جبکہ ایسی آنکھ، آنسو کی عاشق ہو — تو میرے لیے سیکڑوں جیحوں آنسو چاہیے

قطرۂ زاں زیں دو صد جیحوں بہ است — کہ بداں یک قطرہ جن و انس رَست

اُس کا ایک قطرہ، ان دو سو جیحوں سے بہتر ہے — کیونکہ اُس قطرے سے جن اور انسان نجات پا گئے

چونکہ[3] باراں جست آں روضۂ بہشت — چوں نجوید آب، شورہ خاک زشت

جبکہ جنت کے اُس باغیچہ نے بارش مانگی — تو میری شوریلی زمین پانی کیوں نہ مانگے؟

اے اُخی دست از دُعا کردن مدار — با اِجابت یا رَدِ اُویت چہ کار

اے بھائی! دعا کرنے سے ہاتھ نہ ہٹا — اُس کے قبول کرنے یا رد کرنے سے تجھے کیا کام؟

ناں کہ سدّ و مانعِ ایں آب بُود — دست زاں نانی می باید شست زود

وہ روٹی جو اس پانی کی روک اور مانع ہو — اس روٹی سے جلد ہاتھ دھو لینا چاہیے

---

1. خود۔ جبکہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو میرا کارساز بن جا۔ کہ زوہم۔ انسان اپنے کچھ ہونے کے وہم سے سیکڑوں مصیبتوں میں پھنسا ہے یہی وہم دنیاوی اور دینی ترقی سے مانع بنتا ہے۔ ور۔ جبکہ یقیناً میرے پاس کچھ نہیں ہے تو شاہی برت اور میری رکھوالی کر۔ ہم۔ میں دعا کے آداب سے بھی محروم ہوں دعا کیلئے آنسوؤں کی ضرورت ہے میں اس سے بھی محروم ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس حقیقت بیں نظر ہی نہیں ہے۔ زاب۔ میری آنکھ میں آنسو پیدا فرما کر میرے اعمال کو سرسبز کر دیجئے۔ زیں چرا۔ یعنی دنیا جو آخرت کا کھیت اور چراگاہ ہے۔ ورنماند۔ اگر میری آنکھوں میں آنسو نہ رہیں تو آنسو بھی عنایت کر جس طرح تو نے آنحضورؐ کی آنکھوں کو آنسو عطا کر دیئے تھے۔ ہطّالتین۔ حدیث شریف ہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ہَطَّالَتَیْنِ اے خدا مجھے دو جاری ہونے والی آنکھیں عنایت کر دے۔
2. او۔ آنحضورؐ باوجود تمام بزرگیوں اور فضائل کے رونے والی آنکھوں کے طالب بنے۔ چوں نباشم۔ تو پھر ہم جیسوں کے لیے وہ بہت ہی ضروری ہیں اور ہماری نجات کے لیے تو سیکڑوں جیحوں دریا کی بقدر آنسو درکار ہیں۔ قطرہ۔ آنحضورؐ کی آنکھ کا ایک آنسو دو سو جیحوں برابر آنسوؤں سے افضل ہے اس لیے کہ اس قطرۂ آنسو کے ساتھ جب دُعا کی تو جن و انس قیامت میں حساب کتاب کے انتظار سے نجات پا گئے اور آنحضورؐ کی اس سلسلہ میں شفاعت منظور ہو گئی ایسی صورت میں تو ہمیں دو سو جیحوں برابر نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ آنسو درکار ہیں۔
3. چونکہ۔ آنحضورؐ جو خود جنت کے باغیچہ کی طرح ہیں جب آنسوؤں کی بارش کے طالب بنے تو ہم جو کہ بدترین زمین ہیں ہمیں آنسوؤں کی بارش کی ضرورت کیوں نہ ہوگی۔ اے اخی۔ جب تجھے دعا کی فضیلتیں معلوم ہو گئیں تو اب دعا کرتا رہ اور تجھے اس سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیے کہ وہ مقبول ہوئی ہے یا مردود۔ ناں۔ دعا میں اگر گریہ نہیں ہے تو اس کے موانع کو دور کر اور وہ دنیا کی لذتیں ہیں۔

خویش[1] را موزوں و چُست و سختہ کُن ۔۔۔ زاب دیدہ نانِ خود را پختہ کُن

اپنے آپ کو موزوں اور چست اور سنجیدہ بنا ۔۔۔ آنکھ کے آنسو سے اپنی روٹی کو پختہ کر لے

آواز دادنِ ہاتف مر طالبِ گنج را و اعلام کردن از حقیقتِ سرِّ آں

غیبی آواز کا خزانہ کے طلبگار کو آواز دینا اور اس کے راز کی حقیقت سے باخبر کرنا

اندریں بُود اُو کہ اِلہام آمدش ۔۔۔ کشف شُد ایں مُشکلات از ایزدش

وہ اس ہی میں تھا، کہ اُس کو اِلہام ہوا ۔۔۔ اُس کی یہ مشکلیں خدا کی جانب سے کھل گئیں

اندریں بُود اُو کز اِلہامِ خدا ۔۔۔ مشکلش حل گشت و حاجت شُد روا

وہ اس ہی میں تھا، کہ خدا کے الہام سے ۔۔۔ اُس کی مشکل حل ہو گئی اور ضرورت پوری ہو گئی

گفت گفتم در کماں تیرے بنہ ۔۔۔ کے بگفتم من کہ اندر کش توزہ

اُس نے کہا، میں نے کہا تھا کہ کمان میں تیر رکھ ۔۔۔ میں نے کب کہا تھا کہ چلے کو کھینچ؟

من نگفتم کایں کماں را سخت کش ۔۔۔ در کماں نہ گفتمت نے بر کَنِش

میں نے یہ نہیں کہا تھا، کہ کمان کو خوب کھینچ ۔۔۔ میں نے تجھ سے کہا تھا، کمان میں رکھ نہ کہ اس کو باہر کر

از فضولی تو کماں افراشتی ۔۔۔ صنعتِ قوّاسیِ برداشتی

تو نے بیہودہ پن سے کمان بلند کی ۔۔۔ (اور) تیر اندازی کی کاریگری برداشت کی

تَرک ایں سختہ کمانی رو بگو ۔۔۔ در کماں نہ تیر و پرّیدن مجو

جا اس سختہ کمانی کو چھوڑ ۔۔۔ کمان میں تیر رکھ اور اُڑنے کی فکر نہ کر

چوں[2] بیفتد برکن آنجا می طلب ۔۔۔ زور بگذار و بزاری جُو ذہب

جب وہ گر پڑے، کھود اُس جگہ تلاش کر ۔۔۔ زور چھوڑ دے زاری سے زر طلب کر

آنچہ حق ست اقرب از حبل الورید ۔۔۔ تو فگندہ تیرِ فکرت را بعید

جوحق ہے، وہ شہ رگ سے بھی قریب ہے ۔۔۔ تو نے فکر کے تیر کو دور پھینکا

اے[3] کمان و تیرہا برساختہ ۔۔۔ صید نزدیک و تو دور انداختہ

اے وہ! جو تیر اور کمان تیار کئے ہوئے ہے ۔۔۔ شکار نزدیک ہے اور تو نے دور چلایا

ہر کہ اُو دُورست دُور از روئے اُو ۔۔۔ کازماید قوّتِ بازویِ اُو

جو اُس سے دور ہے، اُس کے چہرے سے دُور ہے ۔۔۔ کہ وہ اپنی قوت بازو آزما رہا ہے

ہرکہ دُور انداز تر اُو دُور تر ۔۔۔ وز چنیں گنج ست اُو مہجور تر

جوشخص دور پھینکنے والا ہے، وہ زیادہ دور ہے ۔۔۔ اور وہ ایسے خزانہ سے، زیادہ محروم ہے

---

[1] خویش۔ اپنے آپ کو دعا اور گریہ میں چست کر لے اور ان آنسوؤں کے ذریعہ آخرت کا توشہ تیار کر لے۔ اندریں۔ وہ فقیر اس دعا میں مصروف تھا کہ اُس کو غیب سے الہام ہوا جس میں اُس کی مشکلات حل ہو گئیں۔ گفت۔ ہاتف نے کہا کہ ہم نے تجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ تیر کمان میں رکھ کر چلہ کھینچ کر زور سے پھینک بلکہ صرف اتنا کہا تھا کہ کمان میں رکھ کر گرا دے۔ افراشتی۔ جس طرح تیر انداز کمان اونچی کر کے تیر چلاتے ہیں۔ صنعت۔ تو نے اپنی کمان بازی کی کاریگری شروع کر دی۔ سختہ کمانی۔ تیر اندازی کی مہارت۔

[2] چوں بیفتد۔ چلہ کھینچ تیر نہ چلا، کمان میں تیر رکھ کر گرا دے جہاں وہ گرے اُس جگہ کو کھود۔ زور۔ طاقت اور زور سے بچ اور عجز سے سونے کا طلبگار بن۔ آنچہ۔ مولانا فرماتے ہیں حق اور مقصد، قریب جگہ میں تھا وہ تیر دور پھینک کر اُس جگہ کو کھود کر خزانہ تلاش کرتا تھا، اللہ تعالیٰ جو حق ہے وہ انسان کی شہ رگ سے قریب ہے اُس کے بارے میں فکر کو دور نہ دوڑانا چاہیے۔

[3] اے۔ انسان کا مقصود حقیقی اس کے قریب ہے وہ اس کو اِدھر اُدھر تلاش کرتا پھرتا ہے۔ ہر کہ۔ جو مقصود کو دور سمجھ رہا ہے وہ مقصود سے بہت دور ہے وہ اپنی قوت بازو آزما رہا ہے جس سے مقصود حاصل نہ ہوگا۔ ہر کہ۔ جو عقلی تیر چلاتا ہے وہ مقصود سے زیادہ دور رہتا ہے۔

فلسفی[1] خود را ز اندیشہ بکُشت — گو بدُو گو را سُوی گنجست پُشت

فلسفی نے خود کو غور (فکر) سے مار ڈالا — اس سے کہہ دے، کہ اس کی خزانہ کی جانب پُشت ہے

گُو بُدو چندانکہ افزوں میدود — از مرادِ دل جدا تر میشود

اُس سے کہہ دے کہ وہ جتنا دوڑتا ہے — دل کی مُراد سے زیادہ جدا ہو رہا ہے

جَاهِدُوْا فِيْنَا بگفت آں شہریار — جَاهِدُوْا عَنَّا نگفت اے بیقرار

اُس شاہ نے "جاھدُوا فینا" کہا ہے — اے بیقرار! اُس نے "جاھدُوا عنا" نہیں کہا ہے

ہمچو[2] کنعاں کو ز ننگِ نوحؑ رفت — بر فرازِ قُلّۂ آں کوہِ زفت

کنعان کی طرح جو (حضرت) نوحؑ کی ذلّت سے بھاگا — بڑے پہاڑ کی چوٹی کی بلندی پر

ہر چہ افزوں تر ہمی جُست اُو خلاص — سُوی کُہ میشُد جُدا تر از مناص

اُس نے جس قدر خلاصی کی زیادہ جستجو کی — وہ بچاؤ کی جگہ سے پہاڑ کی جانب زیادہ جُدا ہو گیا

ہمچو ایں درویش بہرِ گنج و کاں — ہر صباحی سخت تر، جُستے کماں

جیسا کہ یہ فقیر، خزانہ اور کان کی خاطر — ہر صبح کو زیادہ سخت کمان تلاش کرتا

ہر کمانے کو گرفتے سخت تر — بُودے از گنج و نشاں بدبخت تر

ہر وہ کمان جس کو وہ زیادہ سخت پکڑتا — خزانے اور پتا سے زیادہ بدبخت بنتا

ایں[3] مثل اندر زمانہ جانی ست — جانِ ناداں برنج ارزانی ست

زمانہ میں یہ مثال جان کے قابل ہے — نادان کی جان، تکلیف کے لائق ہے

زانکہ جاہل داشت ننگ از اُوستاد — لاجرم رفت و دُکانِ نو کُشاد

کیونکہ جاہل نے اُستاد سے ذلّت محسوس کی — لامحالہ وہ گیا اور اُس نے نئی دُکان کھول لی

آں دُکاں بالائے اُستادانِ کار — گندہ و پُرکژدُم ست و پُر ز مار

وہ دُکان جو فن کے اُستادوں سے اُوپر ہے — وہ گندی، بچھوؤں اور سانپ بھری ہے

زُود ویراں کُن دُکاں و باز گرد — سُوی سبز و گلستان و آب خورد

تو دُکان کو جلد ویران کر دے اور پلٹ — سبزہ اور چمن اور نہر کی جانب

نے چو کنعاں کو ز کبر و ناشناخت — از کُہِ عاصم سفینۂ فوز ساخت

نہ کہ کنعان کی طرح جس نے تکبّر اور جہالت سے — بچانے والے پہاڑ کو کامیابی کی کشتی بنایا

---

[1] فلسفی۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش میں فلسفی کا بھی یہی حال ہے اُس سے کہہ دو کہ مقصود کی طرف اُس کی پشت ہے۔ گو۔ اس سے کہہ دو کہ وہ جس قدر دوڑے گا مقصد سے دُور ہوتا جائے گا کیونکہ مقصود کی طرف اُس کی پشت ہے۔ جاھدوا۔ قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کے صحیح طور پر طلب کرنے والوں کے لیے اللہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ جَاهِدُوْا فِيْنَا۔ یعنی ہماری طرف آنے میں جو کوشش کرتے ہیں۔ جَاهِدُوْا عَنَّا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہماری جانب سے جانے میں کوشش کرتے ہیں۔

[2] ہمچو کنعاں۔ ایسی ہی بُری کوشش کی مثال حضرت نوحؑ کا لڑکا کنعان ہے جس نے حضرت نوحؑ کی کشتی میں بیٹھنے سے ذلت محسوس کی اور طوفان سے بچاؤ کے لیے پہاڑ کی چوٹی کی طرف بھاگا۔ ہر چہ۔ وہ جس قدر کوشش کر رہا تھا بچاؤ کی جگہ سے دور ہو رہا تھا جو حضرت نوحؑ کی کشتی تھی۔

[3] ایں مثل۔ مقصد سے دُور ہونے کی وجہ اس مثال سے سمجھ میں آ جائے گی جو جان رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی شاگرد اُستاد سے ذلت محسوس کرنے لگے اور اپنی دکان خود کھول بیٹھے۔ ظاہر ہے ایسا شاگرد مقصد سے دُور ہو جائے گا۔ آں دکاں۔ ایسے شاگرد کی دکان ہنر سے خالی ہوگی اور نقصان رساں ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقصد تک پہنچنے کا راستہ اِحق کا اتباع ہے۔ زود۔ ایسے شاگرد کو چاہیے کہ فوراً اپنی دُکان کو ویران کر دے اور اُستاد کی شاگردی اختیار کر کے پھلے پھولے۔ نے۔ کنعان کی طرح نہ بنے کہ اس نے سیدھا راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کیا۔

علمِ[1] تیر اندازیش آمد حجیب
واں مراد او را بُدے حاضر بجیب
اُس کا تیر اندازی کا فن، پردہ بنا
اور وہ مقصد اُس کی جیب میں موجود تھا

اے بسا علم و ذکاوات و فطن
گشتہ رہرو را چو غول و راہزن
اے (مخاطب)! بہت سے علم اور ذہانتیں اور سمجھداری
سالک کے لیے چھلاوہ اور راہزن بنی ہیں

بیشتر اصحابِ جنّت ابلہ اند
تاز شرِّ فیلسوفی میرہند
اہلِ جنت زیادہ تر بھولے ہیں
جب ہی تو فلسفی کے شر سے محفوظ رہتے ہیں

خویش را عُریاں کُن از فضل و فضول
تا کند رحمت تُرا ہر دم نزول
اپنے آپ کو فضول اور فضیلت سے عاری کر لے
تاکہ ہر وقت تجھ پر رحمت نازل ہو

زیرکی[2] ضدِ شکست ست و نیاز
زیرکی بگذار و باگولی بساز
ذہانت، تواضع اور عاجزی کی ضد ہے
ذہانت چھوڑ اور بھولا پن اختیار کر

زیرکی داں دام بردد طمع گاز
تاچہ خواہد زیرکی را پاک باز
ذہانت کو سوہان سائی کا جال اور حرص کو گائی سمجھ
پھر ذہانت کو پاکباز کیا چاہے گا؟

زیرکاں با صنعتے قانع شدہ
ابلہاں از صنع در صانع شدہ
ذہین، کاریگری پر بس کرنے والے ہو گئے
بھولے، کاریگری سے کاریگر میں پہنچ گئے

زانکہ طفلِ خُرد را مادر نہار
دست و پا باشد نہادہ بر کنار
کیونکہ چھوٹے بچے کے لیے ماں، دن میں
بغل میں لیے ہوئے، ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہوتی ہے

داستانِ[3] آں سہ مسافر مسلمان و ترسا و جہود و آنکہ بمنزلے قُوتے یافتند ترسا و جہود سیر بُودند، گفتند آں قُوت را فردا خوریم مسلمان صائم بُود و گرسنہ ماند ازاں کہ مغلوب بُود

تین مسافروں نصرانی اور یہودی اور مسلمان کا قصہ، اُن کو راستہ میں کھانے کو ملا نصرانی اور یہودی پیٹ بھرے تھے اُنھوں نے کہا کھانا کل کھائیں گے مسلمان روزہ دار اور بھوکا رہا کیونکہ وہ عاجز تھا

یک حکایت بشنو اینجا اے پسر
تانگردی ممتحن اندر ہُنر
اے بیٹا! یہاں ایک حکایت سُن لے
تاکہ تو ہنر میں آزمائش میں نہ پڑے

آں جہود و مؤمن و ترسا مگر
ہمرہی کردند باہم در سفر
اُس یہودی اور مومن اور عیسائی نے
سفر میں ہمراہی اختیار کی

---

[1] علمِ تیر۔ اس فقیر کو اس کے تیر اندازی کے علم نے ہی خزانہ سے دور رکھا ورنہ خزانہ بالکل اُس سے قریب تھا۔ اے بسا۔ مذموم ذہانت تباہ کن ہے اور مطلوب سے دُور کرتی ہے۔ بیشتر۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيمٌ "مومن بھولا بھالا شریف ہوتا ہے" نیز مشہور مثل ہے أَهْلُ الْجَنَّةِ بُلْهٌ "جنتی بھولے بھالے ہوتے ہیں"۔ خویش۔ ایسی مذموم ذہانت سے اپنے آپ کو بچالے پھر تجھ پر رحمت نازل ہوگی۔

[2] زیرکی۔ انسان کو ایسی غلط ذہانت اور چالاکی کو چھوڑ کر بھولا پن اختیار کرنا چاہیے۔ دام بُرد۔ یہ ذہانت سوہانِ روح ہے۔ زیرکاں۔ مذموم ذہین دنیا میں اُلجھ کر رہ جاتے ہیں اور بھولے آدمی صانع یعنی خدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ زانکہ۔ جسطرح نادان بچہ کیلئے ماں ہاتھ پاؤں کا کام کرتی ہے اسیطرح بھولے مومن کی خدا دستگیری فرماتا ہے۔

[3] داستاں۔ اس قصہ میں مذکور ہے کہ ایک سفر میں یہودی، نصرانی اور مسلمان ہمسفر بنے، راستہ میں حلوا ملا تو دونوں نے چالاکی سے مسلمان کو حلوے سے محروم کرنا چاہا لیکن قدرت نے ایسا بندوبست کر دیا کہ حلوا مسلمان ہی کو ملا اور قدرت نے اُس کی دستگیری فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ چالاکی اللہ کو پسند نہ آئی اور بھولے مسلمان پر رحمت نازل ہوئی۔ تانگردی۔ تو اس قصہ کو سن کر چالاکی سے بچے گا اور اس میں ہنر مندی دکھا کر آزمائش میں گرفتار ہوگا۔ آں جہود۔ ان تینوں کا قصداً ساتھ ہو گیا یا اتفاقاً۔

بادو گمرہ ہمرہ آمد مؤمنے
ایک مومن دو گمراہوں کے ہمراہ ہو گیا

مرغزی و رازی اُفتند در سفر
مرغز کا رہنے والا اور رے کا رہنے والا سفر میں

در قفس اُفتند زاغ و چغد و باز
پنجرے میں کوا اور چغد اور باز واقع ہو جاتے ہیں

کردہ منزل شب بیک موضع بہم
رات میں ایک جگہ مل کر پڑاؤ کیا

ماندہ[2] در منزل ز رہ خُرد و شگرف
چھوٹے اور بڑے راستہ سے منزل میں رہ گئے

چوں کُشاید راہ و بردارند بند
جب راستہ کھل جائے گا اور وہ روک کو اٹھا دیں گے

چوں قفص را بشکند شاہِ خِرد
جب عقل کا شاہ پنجرے کو توڑ دے گا

پرگشادہ پیش ازیں پُر شوق و یاد
اس سے پہلے شوق اور یاد سے بھرے ہوئے پر کھولے ہوئے تھے

پرگشادہ[3] ہر دمے با اشک و آہ
ہر وقت آنسو اور آہ کے ساتھ پر کھولے ہوئے تھے

چونکہ رہ یابد پرد ہریک چوباد
جب راستہ پالیتا ہے ہر ایک ہوا کی طرف اُڑ جاتا ہے

آں طرف کش بُود اشک و سُوز و آہ
جس جانب اُس کا آنسو اور سوزش اور آہ تھی

در تنِ خود بنگر ایں اجزائے تن
اپنے جسم میں جسم کے ان اجزا کو دیکھ

آبی و خاکی و بادی و آتشی
آبی اور خاکی اور بادی اور آتشی

چوں[1] خرد با نَفس و با آہر منے
جس طرح عقل نفس اور شیطان کے ساتھ

ہمرہ و ہم سفرہ پیشِ ہمدگر
ہمراہ اور شریکِ دسترخوان ایک دوسرے کے سامنے ہوتا ہے

جُفت شُد در حبس پاک و بے نماز
قید خانہ میں پاک اور بے نماز جمع ہو گئے

مشرقی و مغربی قانع بہم
مشرقی اور مغربی نے آپس میں صابر بن کر

روزہا باہم ز سرما و ز برف
ایک دوسرے کیساتھ بہت دن تک سردی اور برف کیوجہ سے

بگسلند و ہریکے جائے روند
ایک دوسرے سے جدا ہو جائینگے اور ہر شخص ایک جگہ چلا جائیگا

جمع مُرغاں ہریکے سُوئے پرد
پرندوں کا مجمع ہر ایک، ایک جانب کو اُڑ جائے گا

در ہوائے جنسِ خود سُوئے معاد
لوٹنے کی جگہ کی جانب، اپنے (ہم) جنس کی محبت میں

لیک پریدن ندارد روئے وراہ
لیکن اُڑنے کی صورت اور راستہ نہ تھا

سُوئے آں کز یادِ آں پر میگشاد
اُس کی جانب جس کی یاد میں پر کھولتا تھا

چونکہ فرصت یافت آں سُو کوفت راہ
جب موقع ملا اُس جانب چلنا شروع کر دیا

از کجا جمع آمدند اندر بدن
کہ جسم میں کہاں سے جمع ہو گئے ہیں؟

عرشی و فرشی و رومی و کشی
عرشی اور فرشی اور رومی اور کشی

---

1. چوں۔ یہ دونوں، نفس اور شیطان جیسے تھے اور مومن بمنزلہ عقل کے تھا۔ مرغزی۔ مرغز کا رہنے والا۔ رازی۔ رے کا رہنے والا۔ سفرہ۔ دسترخوان۔ در قفص۔ یہ جوڑا ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک پنجرے میں بے جوڑے پرند جمع ہو جاتے ہیں یا قید خانہ میں مختلف قسم کے آدمی یک جا ہو جاتے ہیں۔ کردہ منزل۔ ایسا بھی اتفاقاً ہو جاتا ہے۔

2. ماندہ۔ یہی مثال اس عالم دنیا میں انسان کی ہے۔ چوں کشاید۔ راستہ کھلنے پر پڑاؤ کے مسافر اپنی اپنی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ چوں قفص۔ پنجرا کھلنے پر پرندا اپنے ہم جنس کی طرف اُڑ جاتا ہے۔ پرگشاد۔ وہ پنجرے میں واپسی کی جگہ کے شوق میں پرندے پھڑ پھڑاتے ہیں۔

3. پرگشادہ۔ یہ پرند وطن کے شوق میں پر پھیلائے ہوئے ہیں لیکن اُڑنے کا راستہ نہیں ہے۔ چونکہ۔ راستہ ملنے پر تمنا پوری ہوتی ہے۔ در تنِ خود۔ انسان کے بدن کے اجزا کا یہی حال ہے۔ آبی۔ انسان عناصرِ اربعہ سے بنا ہے۔ کشی۔ کش شہر کا رہنے والا۔

از[1] اُمیدِ عَود ہریک بستہ طرف
ہر ایک واپسی کی اُمید پر نظر جمائے ہوئے ہے
اندریں منزل ہم از بیمِ برف
برف کے ڈر سے اس پڑاؤ میں جمع ہیں

برف گوناگوں جمودِ ہر جماد
قسما قسم برف ہر جماد کا سکون ہے
درشتایِ بُعدِ آں خورشیدِ داد
انصاف کے اس سورج کی دوری کے جاڑے میں

چوں بتابد تفتِ آں خورشیدِ خشم
جب قہر کے اُس سورج کی گرمی چمکے گی
کوہ گردد کاہ، ریگ و کاہ پشم
پہاڑ، تنکا، ریت اور گھاس اُون بن جائے گا

در گداز آید جماداتِ گراں
بھاری جمادات پگھل جائیں گے
چوں گدازِ تن بوقتِ نقلِ جاں
جس طرح جسم، روح کے منتقل ہونے کے وقت

چوں رسیدند ایں سہ ہمرہ منزلے
جب یہ تینوں ہمراہی ایک پڑاؤ پر پہنچے
ہدیہ شاں آورد حلوا مقبلے[2]
ایک نصیبہ ور اُن کے لیے حلوا لایا

بُرد حلوا پیشِ آں ہرسہ غریب
ان تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا
محسنے از مطبخِ اِنّی قَرِیْب
ایک محسن ''اِنّی قَرِیب'' کے مطبخ سے

نانِ گرم و صحنِ حلوائے عسل
گرم روٹی اور شہد کے حلوے کا طباق
بُردکاں اندر ثوابش بُد امل
وہ شخص لایا کہ اُس کو ثواب کی اُمید تھی

اَلْکِیَاسَۃُ وَالْاَدَبُ لِاَھْلِ الْمَدَر
ذہانت اور ادب شہریوں میں ہے
اَلضِّیَافَۃُ وَالْقِرٰی لِاَھْلِ الْوَبَر
مہمان نوازی اور کھانا دیہاتیوں میں ہے

اَلضِّیَافَۃُ لِلْغَرِیْبِ[3] وَالْقِرٰی
مہمان نوازی اور کھانا مسافر کے لیے
اَودَعَ الرَّحمٰنُ فِیْٓ اَھْلِ الْقُرٰی
اللہ تعالیٰ نے گاؤں والوں میں رکھی ہے

کُلَّ یومٍ فِی الْقُرٰی ضَیْفٌ حَدِیْث
دیہات میں ہر روز ایک نیا مہمان ہے
مَالَہٗ غَیرُ الا لٰہِ مِن مُّغِیْثٌ
جس کا خدا کے سوا کوئی فریاد رس نہیں

کُلَّ لَیْلٍ فِی الْقُرٰی وَفْدٌ جَدِیْد
دیہات میں ہر رات کو نیا قافلہ ہے
مَالَھُم ثَمَّ سِوَی اللّٰہِ الْمَجِیْد
جن کے لیے وہاں سوائے اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہے

تخمہ بُودند آں دو بیگانہ ز خور
اُن دو بیگانوں کو کھانے سے تخمہ لگ گیا تھا
بُود صائم روز آں مُومن مگر
وہ مومن دن بھر کا روزہ دار تھا

چوں نمازِ شام آں حلوا رسید
جب مغرب کی نماز کے وقت وہ حلوا آیا
بُود مُومن ماندہ در جُوعِ شدید
مومن سخت بھوک کی حالت میں تھا

[1] ازامید۔ انسان کے اجزاء اپنے مراکز کی طرف منتقل ہونے کے منتظر ہیں۔ برف۔ یہ ٹھہراؤ اسی وقت تک ہے جب تک حضرت حق کے سامنے تجلی نہیں ہوتی ہے۔ چوں بتابد۔ جب جلال خداوندی کی گرمی پڑے گی قیامت کا منظر سامنے آجائے گا۔ جماداتِ گراں۔ پہاڑ۔ چوں۔ پھر تینوں مسافروں کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] مقبلے۔ گاؤں کا کوئی مہمان نواز ہوگا۔ اِنّی قریب۔ قرآن پاک میں ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں بس میں نزدیک ہوں''۔ ثوابش۔ وہ میزبان مسلمان تھا اُس کو مہمان نوازی میں ثواب کی امید تھی۔ الکیاسہ۔ ذہانت۔ اَھْلُ الْمَدَر۔ شہری۔ القِرٰی۔ مہمانداری۔ اَھْلُ الْوَبَر۔ خیمہ بدوش، دیہاتی۔

[3] الغریب۔ مسافر۔ اَھلُ القُرٰی۔ دیہاتی۔ مغیث۔ مددگار۔ تخمہ بودند۔ یہودی اور عیسائی نے کھانا زیادہ کھالیا تھا جس سے ان کو دست اور قے آرہی تھی مومن روزے سے تھا اس لیے اس کو خوب بھوک لگی ہوئی تھی۔ چوں۔ مغرب کی نماز کے وقت وہ حلوا آیا۔

آں دو کس گفتند ما از[1] خور پُریم
اُن دو شخصوں نے کہا، ہم کھانے سے پُر ہیں
امشبش بنہیم و فرداِیش خوریم
آج کی رات اس کو رکھ دیں اور کل کو کھائیں گے

صبر گیریم از خور امشب تن زنیم
ہم کھانے سے صبر کر لیں، آج کی رات چپ رہیں
بہرِ فردا لُوت را پنہاں کنیم
کل کے لیے عمدہ کھانا چھپا کر رکھ دیں

گفت مومن امشب ایں خوردہ شود
مومن نے کہا یہ آج کی رات کھا لیا جائے
صبر را بنہیم تا فردا بُود
کل ہونے تک صبر کو اُٹھا رکھیں

پس بدو گفتند زیں حکمت گری
تو اُنھوں نے اس سے کہا کہ تیرا اس چالاکی سے
قصدِ تو آنست تا تنہا خوری
یہ ارادہ ہے، کہ تو تنہا کھا لے

گفت[2] اے یاراں کہ نے ماسہ تنیم
اُس نے کہا اے دوستو! کیا ہم تین شخص نہیں ہیں؟
چوں خلاف اُفتاد ما قسمت کنیم
جب اختلاف ہو گیا، ہم بانٹ لیں

ہر کہ خواہد قسمِ خود برجاں زند
جو چاہے اپنا حصہ جان کو لگا لے
وانکہ خواہد قسمِ خود پنہاں کند
اور جو چاہتا ہے، اپنا حصہ چھپا دے

آں دو گفتندش ز قسمت در گذر
اُن دونوں نے اس سے کہا کہ بانٹنے سے درگذر کر
گوش کن قسّام فی النّار از خبر
قسام جہنمی ہے، حدیث سے سُن لے

گفت قسّام آں بُود کو خویش را
اُس نے کہا قسام وہ ہوتا ہے جس نے اپنے آپ کو
کردِ قسمت برہوا نے برخدا
خواہشِ نفسانی پر تقسیم کر دیا، نہ کہ خدا پر

مِلکِ[3] حق و جملہ قسمِ اُوستی
تو خدا کی ملکیت اور سب اُس کا حصہ ہے
قسمِ دیگر را دہی دو گوستی
تو دوسرے کو حصہ دیتا ہے تو وہ کہنے والا ہے

ایں اسد غالب شُدے ہم برسگاں
یہ شیر کتوں پر بھی غالب ہو جاتا
گر نبُودے نوبتِ آں بدر گاں
اگر اُن بدطینتوں کا دور دورہ نہ ہوتا

ایں اسد کہ نیست غالب بربقُور
یہ شیر جو گایوں پر غالب نہیں ہے
نوبتِ گاواں بدُو آں گاوِ زُور
گایوں اور اُس مکار گائے کا دور دورہ ہے

قصدِ شاں آں کاں مسلماں غم خورد
اُن کا یہ ارادہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھائے
شب برو در بینوائی بگذرد
اُس پر بے سروسامانی میں رات بسر ہو

بُود مغلوب اُو بتسلیم و رضا
وہ مغلوب تھا اُس نے تسلیم کرنے اور رضامندی سے
گفت سَمْعًا طَاعَةً اَصْحَابَنَا
کہا اے ہمارے ساتھیو! سُن لیا اور مان لیا

[1] از خور۔ کھانا پیٹ میں زیادہ بھرا ہوا تھا۔ لوت۔ لذیذ کھانا۔ گفت۔ مومن نے کہا حلوا آج کھا لیا جائے صبر کل کے لیے رکھ دیا جائے۔ پس۔ ان دونوں نے کہا کہ تیرا مقصد تنہا خوری ہے کیونکہ ہم تو اس وقت نہیں کھا سکتے۔

[2] گفت۔ مومن نے کہا میں تنہا سب نہیں کھانا چاہتا بلکہ چاہتا ہوں کہ تقسیم کر لیا جائے۔ قسم۔ حصہ۔ خبر۔ قَسَّامُ فِی النَّار "بانٹنے والا جہنمی ہے"۔ اگر یہ حدیث ہے تو اُس کا مطلب وہ نہیں ہے جو ان دونوں نے مُراد لیا بلکہ صحیح وہ ہے جو مومن نے بیان کیا۔ برہوا۔ یعنی تقسیم میں نفسانی غرض ہو۔

[3] مِلک۔ انسان اللہ کی ملک ہے اب اگر وہ اپنے آپ کو اور اپنے افعال کو تقسیم کرے کچھ خدا کے لیے اور کچھ کسی دوسرے کے لیے تو گویا وہ مشرک ہے۔ ایں اسد۔ مومن کی بیائے نہ مانی گئی اور وہ غالب نہ آیا۔ بقور۔ بقرہ کی جمع ہے۔ زور۔ مکار۔ قصدِ شاں۔ اُن دونوں کا مقصد یہ تھا کہ مومن رات کو بھی بھوکا رہے۔ بُود۔ مومن ایک تھا اور وہ دو تھے مجبوراً اس نے اُن کا کہنا مان لیا۔

پس بخفتند آں شب و برخاستند — بامداداں خویش را آراستند

پھر وہ اُس رات سو گئے اور بیدار ہوئے — صبح کو اپنے آپ کو آراستہ کیا

رُوی[1] شُستند و دہان و ہر یکے — داشت اندر وِرد راہ و مسلکے

اُنھوں نے چہرہ اور منہ دھویا اور ہر ایک — وظیفہ میں ایک راہ اور مسلک رکھتا تھا

یک زمانے ہر یکے آورد رُوی — سُوی وِردِ خویش از حق فضل جُوی

تھوڑی دیر ہر ایک متوجہ ہوا — اپنے وظیفہ کی طرف اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا طالب تھا

مُؤمن و ترسا جہود و گبر و مُغ — جُملہ را رُو سُوی آں سُلطاں اُلُغ

مومن اور عیسائی اور یہودی اور کافر اور آتش پرست — سب کا رُخ سلطانِ معظم کی طرف ہے

مُؤمن و ترسا جہود و نیک و بَد — جملگاں را ہست رُو سُوی احد

مومن اور عیسائی اور یہودی اور نیک اور بد — سب کا رُخ خدا کی جانب ہے

بلکہ سنگ و خاک و کوہ و آب را — ہست واگشتِ نہانی باخدا

بلکہ پتھر اور مٹی اور پہاڑ اور پانی کا — پوشیدہ طور پر خدا کی طرف رجوع ہے

ایں سخن پایاں ندارد ہرسہ یار — رُو بہم کردند آں دم یار وار

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، تینوں دوستوں نے — دوستانہ، ایک دوسرے کی طرف رُخ کیا

آں[2] یکے گفتا کہ ہریک خوابِ خویش — آنچہ دید اُو دوش گو آور بہ پیش

ایک شخص نے کہا کہ ہر ایک اپنا خواب — جو اُس نے گذشتہ شب دیکھا، کہو کہ پیش کرے

ہر کہ خوابش بہتر ایں را اُو خورَد — قسمِ ہر مفضول را فاضل بَرَد

جس کا خواب اچھا ہوا، اُس کو وہ کھا لے — گھٹیا کا حصہ بڑھیا لے جائے

آنکہ اندر عقل بالاتر رود — خوردنِ اُو خوردنِ جملہ بُود

جو عقل میں برتر ہو — اُس کا کھا لینا، سب کا کھا لینا ہو گا

فائق[3] آید جانِ پُر انوارِ اُو — باقیاں را بس بُود تیمارِ اُو

اُس کی انوار سے بھری ہوئی جان اونچی ہو گئی — بقیہ کے لیے اُس کی خدمت کافی ہو گی

عاقلاں را چوں بقا آمد ابد — پس بمعنیٰ ایں جہاں باقی بُود

عقلمندوں کے لیے چونکہ ہمیشہ کی بقا ہے — تو معنیٰ یہ عالم باقی ہو گا

پس جہود آورد آنچہ دیدہ بُود — تا کُجا شب رُوحِ اُو گرویدہ بُود

پھر یہودی لایا جو اُس نے دیکھا تھا — کہ کہاں اُس کی روح رات میں گھومتی تھی

1. رُوی۔ چہرہ اور منہ دھویا۔ وِرد۔ عبادت کا معمول۔ از حق۔ مقصد سب کا اللہ کا فضل طلب کرنا تھا۔ مومن۔ ہر شخص خدا کا طالب ہے خواہ اُس نے طلب کا غلط طریقہ اختیار کر رکھا ہو۔ اُلُغ۔ معظم۔ بلکہ۔ کائنات کی ہر چیز خدا کی عبادت اور تسبیح، اپنے حال کے مطابق کرتی ہے۔ ایں سخن۔ سب کا مقصود خدا کا ہونا۔

2. آں یکے۔ ایک بولا ہر شخص رات کا خواب بیان کرے۔ جس کا خواب بڑھیا ہو گا وہ حلوے میں سے سب کا حصہ حاصل کر لے گا۔ مفضول۔ جس کا خواب گھٹیا ہو گا۔ فاضل۔ جس کا خواب بڑھیا ہو گا۔ آنکہ۔ جس کا خواب بہتر ہو گا یقیناً اُس کی عقل بھی بہتر ہو گی۔ خوردن۔ ایسے عقلمند کا کھانا سب کا کھانا ہو گا۔

3. فائق آید۔ جس کی عقل بالاتر ہو گی یقیناً اُس کی رُوح پُر انوار ہو گی اور ایسے بزرگ کی خدمت اور اپنے حصہ کا حلوا اس کو کھلا دینا برکت کا سبب ہو گا۔ عاقلاں۔ مومنین جن کی عقل کامل ہے اُن کو حیاتِ ابدی حاصل ہے۔ پس جہود۔ سب سے پہلے یہودی نے اپنا خواب بیان کیا۔

گفت[1] در رہ موسیٰؑ آمد بہ پیش گربہ بیند دُنبہ اندر خواب خویش
اس نے کہا راستہ میں حضرت موسیٰؑ میرے سامنے آئے بلی اپنے خواب میں دُنبہ دیکھتی ہے

در پئے موسیٰؑ شُدم تا کوہِ طور ہرسہ ماں گشتیم ناپیدا ز نور
میں حضرت موسیٰؑ کے پیچھے کوہ طور تک گیا ہم تینوں نور سے ڈھپ گئے

ہرسہ سایہ محو شُد زاں آفتاب بعدازاں زاں نور شُد یک فتحِ باب
اُس سورج سے تینوں سائے مٹ گئے اُس کے بعد اُس نور سے فتحِ باب ہوا

نورِ دیگر از دلِ آں نور رُست پس ترقی جُست آں ثانیش چُست
اُس نور کے بیچ سے ایک اور نور پیدا ہوا پھر اس کے دوسرے نے بہت جلد ترقی کی

ہم[2] من و ہم موسیٰؑ و ہم کوہِ طور ہرسہ گم گشتیم زاں اِشراقِ نور
میں بھی اور حضرت موسیٰؑ بھی اور کوہ طور بھی اُس نور کی چمک سے، ہم تینوں گم ہو گئے

بعد ازاں دیدم کہ کُہ سہ شاخ شُد چونکہ نورِ حق درو نفاخ شُد
اُس کے بعد میں نے دیکھا کہ پہاڑ تین ٹکڑے ہو گیا چونکہ اللہ تعالیٰ کا نور اُس میں پھونک مارنے والا تھا

وصفِ ہیبت چوں تجلّی زد بروُ می شکست از ہم ہمی شُد سُو بسُو
ہیبت کی صفت نے جب اُس پر تجلّی کی ایک دوسرے سے جدا ہو گیا، الگ الگ جانب ہو گیا

زاں یکے شاخے کہ آمد سُوی یم گشت شیریں آبِ تلخ ہمچو سم
اُس ایک ٹکڑے سے جو سمندر کی طرف آیا زہر جیسا کھاری پانی میٹھا ہو گیا

آں[3] یکے شاخش فروشُد در زمیں چشمہء زاد و بُروں آمد معیں
اُس ٹکڑے کی وجہ سے جو زمین دھنسا چشمہ پیدا ہو گیا اور جاری ہو کر باہر آ گیا

کہ شفای جُملہ رنجوراں شُد آب از ہمایونیِ وحیِ مُستطاب
وہ پانی سب بیماروں کے لیے شفا ہو گیا پاکیزہ وحی کی برکت سے

واں یکے شاخے دگر پرّید زُود تاجوارِ کعبہ کہ عرفات بُود
اور ایک دوسرا ٹکڑا جلدی سے اُڑا کعبہ کے قریب تک، جو عرفات (پہاڑ) ہو گیا

باز زاں صعقہ چو با خود آمدم طور برجا بُود نے افزوں نہ کم
میں جب اُس بے ہوشی سے ہوش میں آیا (کوہ) طور اپنی جگہ پر تھا نہ زیادہ نہ کم

لیک زیرِ پایِ موسیٰؑ ہمچو یخ می گدازید و نماندش شاخ و شخ
لیکن حضرت موسیٰؑ کے پاؤں کے نیچے یخ کی طرح پگھل رہا تھا اور اس میں شکستگی اور کرختگی نہ رہی

---

[1] گفت۔ اُس نے کہا میں چلا جارہا تھا راستہ میں حضرت موسیٰؑ مل گئے۔ گربہ۔ مولانا کا مقولہ ہے یعنی بلی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں۔ در پئے۔ میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کوہ طور پر پہنچا تو اس قدر نور دیکھا کہ میں اور حضرت موسیٰؑ اور کوہ طور اُس میں چھپ گئے۔ فتح باب۔ دوسرا دروازہ کہ اُس نور سے ایک نور پیدا ہوا۔

[2] ہم۔ یہ دوسرا نور اس قدر تاباں تھا کہ ہم تینوں اُس میں بالکل گم ہو گئے۔ بعدازاں۔ اُس نور کی تجلّی سے کوہ طور کے تین ٹکڑے ہو گئے اُس تجلّی میں اس قدر ہیبت تھی۔ زاں یکے۔ کوہ طور کا ایک ٹکڑا سمندر میں گیا تو اس کا زہر جیسا پانی شیریں ہو گیا۔

[3] آں یکے۔ دوسرا ٹکڑا زمین میں دھنس گیا تو اس سے ایک چشمہ پیدا ہو گیا جو بیماریوں کے لیے صحت کا باعث تھا۔ وحی۔ کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ کو وحی آئی تھی۔ عرفات۔ تیسرا ٹکڑا اُڑ کر خانہ کعبہ کے پاس پہنچ کر عرفات پہاڑ بنگیا۔ صعقہ۔ یعنی نور میں گم ہونا۔ لیک۔ اب کوہ طور میں دوسرا تغیر شروع ہوا کہ حضرت موسیٰؑ کے قدموں میں آسمان سے گرنے والی یخ کی طرح نرم ہو گیا۔ شاخ۔ یعنی پہاڑ کی چوٹی۔ شخ۔ کرختگی۔

بازمیں ہموار شُد کہ از نہیب — گشت بالالیش ازاں ہیبت نشیب
پہاڑ، ہیبت سے زمین سے ہموار ہو گیا — اُس ہیبت سے اُس کی بلندی پستی بن گئی

بازؔ[1] باخود آمدم زاں اِنتشار — باز دیدم طور و موسیٰؑ برقرار
میں پھر اُس انتشار سے ہوش میں آیا — میں نے پھر طور اور حضرت موسیٰ کو برقرار دیکھا

واں بیاباں سربسر در ذیلِ کوہ — پُر خلائق شکلِ موسیٰ باشکوہ
اور وہ میدان پہاڑ کے دامن میں پورا — (حضرت) موسیٰ کی شکل کی دبدبہ والی مخلوق سے بھرا ہوا تھا

چوں عصا و خرقہء اُو خرقہ شاں — جُملہ سُوئے طور خوش دامن کشاں
اُن کی لاٹھی اور اُن کی کفنی اُن کی کفنی کی طرح — سب خوشی خوشی طور کی جانب روانہ ہیں

جملہ کفہا در دُعا افراختہ — نغمہ ارَنِی بہم در ساختہ
سب، دعا میں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں — مل کر "ارنی" کا ترانہ بنائے ہوئے ہیں

بازآں غِشیاں چو از من رفت زُود — صورتِ ہریک دگر گُونم نمُود
پھر وہ بیہوشی جب جلد مجھ سے چلی گئی — مجھے ہر ایک کی صورت دوسری طرح کی دکھائی دی

انبیاؔ[2] بُودند ایشاں اہلِ وُد — اتّحادِ انبیا ام فہم شُد
وہ دوستی والے نبی تھے — نبیوں کا اتحاد میری سمجھ میں آ گیا

باز اَملاکے ہمی دیدم شگرف — صُورتِ ایشاں بُد از اجرامِ برف
پھر میں نے عجیب فرشتے دیکھے — اُن کی صورتیں برف کے جسموں کی تھیں

حلقہء دیگر ملائک مستعیں — صورتِ ایشاں ہمہ بُد آتشیں
مدد مانگنے والے فرشتوں کی ایک دوسری جماعت تھی — اُن سب کی صورت آتشی تھی

زیں نسق می گفت آں شخصِ جہود — بس جہُودے کاخرش محمُود بُود
وہ یہودی شخص اس طرح سے کہہ رہا تھا — بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے

ہیچؔ[3] کافر را بخواری منگرید — کہ مسلماں مُردنش باشد اُمید
کسی کافر کو ذلت سے نہ دیکھو — کیونکہ اُس کے مسلمان ہو کر مرنے کی اُمید ہے

چہ خبرداری ز ختمِ عُمرِ اُو — تا بگردانی ازُو یکبارہ رُو
اُس کی عمر کے خاتمہ کا تجھے کیا پتا؟ — کہ تو اُس سے فوراً منہ پھیرتا ہے

بعدازاں ترسا در آمد در کلام — کہ مسیحم رُو نمود اندر منام
اُس کے بعد عیسائی نے بات شروع کی — کہ مجھے خواب میں (حضرت) مسیح نظر آئے

[1] باز۔ اس کے بعد پھر میرے حواس درست ہوئے تو حضرت موسیٰ اور کوہ طور کو اصلی حالت پر دیکھا۔ واں۔ بیاباں۔ لیکن اب یہ عجیب بات دیکھی کہ اُس کوہ کا دامن عجیب مخلوق سے پُر ہے۔ چوں عصا۔ ہر شخص کے ساتھ میں حضرت موسیٰ کا عصا اور اُنکے بدن پر حضرت موسیٰ جیسا خرقہ ہے اور وہ سب خراماں خراماں کوہ طور کی طرف جار ہے ہیں۔ ارنی۔ حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر دعا کی تھی ارنی کیف یحیی الموتیٰ "اے خدا مجھے دکھادے تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے"۔

[2] انبیاء۔ اب میں یہ سمجھا کہ یہ انبیا کا مجمع تھا اور اُس سے میں سمجھ گیا کہ انبیا سب اپنی دعوت میں متحد ہیں۔ باز۔ پھر مجھے فرشتوں کی ایک ایسی جماعت نظر آئی جیسے وہ برف کے بنے ہوئے ہوں۔ حلقہ۔ فرشتوں کی ایک دوسری جماعت بھی تھی جو آتشیں معلوم ہوتی تھی۔ زیں نسق۔ اس خواب پر تعجب نہ کرو ہو سکتا ہے کہ اُس یہودی کا انجام اور خاتمہ بہتر حالت میں ہوا ہو اور اس نے مرتے وقت شرک وغیرہ سے توبہ کر لی ہو۔

[3] ہیچ۔ کسی کافر کے بارے میں بھی حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا، ہو سکتا ہے کہ اس کو آخر وقت میں توبہ میسر آ گئی ہو۔ بعد ازاں۔ اس یہودی کے بعد عیسائی نے اپنا خواب بیان کیا کہ مجھے حضرت مسیح خواب میں نظر آئے۔

من شُدم با اُو بچارم[1] آسماں ۔ مرکز و مثوائے خورشیدِ جہاں
میں اُن کے ساتھ چوتھے آسمان پر پہنچا ۔ جو دنیا کے سورج کا مرکز اور ٹھکانا ہے

خود عجب ہائے قِلاعِ آسماں ۔ نسبتش نبوُد بآیاتِ جہاں
آسمان کے قلعوں کے عجائب کو خود ۔ کوئی نسبت نہیں ہے، دنیا کے عجائب کے ساتھ

ہرکسے دانند اے فخر البنیں ۔ کہ فزوں باشد فنِ چرخ از زمیں
اے فخرِ فرزنداں! ہر شخص جانتا ہے ۔ کہ آسمان کا حال، زمین سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

حکایتِ[2] شتر و گاوٗ و قچ کہ در راہ بندِ گیاہ یافتند ہر یکے

اونٹ اور بیل اور دُنبہ کا قصہ جنھوں نے راستے میں گھاس کا مُٹھا پایا(اور) ہر ایک

می گفت کہ من میخورم گفتند ہر کہ از ما پیر تر اُو بہ برد

کہتا تھا کہ میں کھاؤں گا اُنھوں نے کہا جو ہم میں زیادہ بوڑھا ہے وہ لے جائے گا

اُشتر و گاوٗ و قچے درپیشِ راہ ۔ یافتند اندر روش بندِ گیاہ
راستہ کے سامنے اونٹ اور بیل اور دُنبہ نے ۔ چلنے میں گھاس کا ایک مُٹھا پایا

گفت قچ بخش ار کنیم ایں را یقیں ۔ ہیچ کس از ما نگردد سیر ازیں
دُنبہ نے کہا ہم اس کو بانٹیں گے، یقیناً ۔ اس سے ہم میں سے کسی کا پیٹ نہ بھرے گا

لیک عُمرِ ہر کہ باشد بیشتر ۔ ایں علف اُو راست اولیٰ گو بخور
لیکن جس کی عمر سب سے زیادہ ہو ۔ یہ چارہ اُس کے مناسب ہے کہہ دے، کہ کھا لے

کہ[3] اکابر را مُقدّم داشتن ۔ آمدست از مصطفیٰؐ اندر سُنن
کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا ۔ حدیثوں میں حضرت مصطفیٰؐ سے آیا ہے

گرچہ پیراں را دریں دورِ لئام ۔ در دو موضع پیش میدارند عام
اگرچہ بڑوں کو کمینوں کے اس دور میں ۔ عوام دو موقعوں پر آگے رکھتے ہیں

یادراں لُوتے کہ اُو سوزاں بُوَد ۔ یا براں پُل کز خلل ویراں بُوَد
یا تو اُس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو ۔ یا اُس پُل پر جو خلل سے ویران ہو

خدمتِ شیخے بزرگے قائدے ۔ عام نارد بے قرینہ فاسدے
کسی راہنما، بزرگ، شیخ کی خدمت ۔ عوام کسی فاسد غرض کے بغیر نہیں کرتے ہیں

خیرِ شاں اینست چہ بُوَد شرِ شاں ۔ قبحِ شاں را بازداں از فرِ شاں
اُن کی بھلائی یہ ہے تو اُن کی برائی کیسی ہو گی؟ ۔ اُن کی برائی کو اُن کی بھلائی سے پہچان لے

---

[1] چارم۔ حضرت مسیحؑ کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام کا خیال ہے، حدیث سے اُن کا دوسرے آسمان پر ہونا ثابت ہے۔ سورج کا چوتھے آسمان میں ہونا بھی محض ایک تخمینہ ہے۔ خود۔ بظاہر آسمانی چیزیں زمین کی چیزوں سے بڑھیا ہیں۔ فن۔ حال۔

[2] حکایت۔ عیسائی نے یہ کہہ کر کہ سب جانتے ہیں کہ آسمان کی چیزیں زمین کی چیزوں سے افضل اور اعلیٰ ہیں اپنے خواب کو اعلیٰ اور اپنے آپ کو حلوے کا مستحق قرار دیا اس حکایت میں اونٹ کی بھی اسی قسم کی تقریر ہے۔ قچ۔ دُنبہ۔ بندِ گیاہ۔ گھاس کا مٹھا۔ روش۔ رفتار۔ بخش کردن۔ تقسیم کرنا۔ لیک۔ دُنبہ نے کہا کہ جس کی عمر زیادہ ہو وہ یہ گھاس کھا لے۔

[3] کہ اکابر۔ حدیث شریف ہے کَبِّرِ الْکُبْرَ "بڑے کو بڑھا" گرچہ۔ لیکن اس زمانہ میں صرف دو جگہوں پر بڑوں کو آگے بڑھاتے ہیں ایک جبکہ کھانا بہت گرم ہو اور اس کے کھانے سے منہ جل جائے، دوسرے ٹوٹے ہوئے پل پر جس سے گذرنا خطرناک ہو۔ خدمتے۔ اگر کوئی کسی بڑے کی خدمت کرتا ہے تو اس کی تہ میں اس کی کوئی فاسد غرض ہوتی ہے۔ خیرِ شاں۔ ان کمینوں کی بزرگوں کے ساتھ بھلائی کا تو یہ حال ہے اب برائی کا اندازہ خود کر لو۔

حکایت[1] در بیانِ حال خود پرستاں و شرّ ایشاں در لباسِ خیرات

خود پرستوں کی، اور بھلائی کے پردے میں اُن کی برائی کی حالت کے بیان میں حکایت

سُوئے جامع می شد آں یک شہریار — خلق را میزد نقیب و چوبدار
ایک بادشاہ جامع مسجد کو جا رہا تھا — لوگوں کو نقیب اور چوبدار مار رہا تھا

آں یکے را سر شکستے چوب زن — واں دگر را بر دریدے پیرہن
لاٹھی مارنے والا ایک کا سر توڑتا تھا — اور دوسرے کے کپڑے پھاڑتا تھا

درمیانہ بیدلے دہ چوب خورد — بے گناہے، کہ برو از راہ گرد
درمیان میں ایک آزاد شخص نے دس بیدیں کھائیں — بغیر کسی خطا کے، کہ جا راستہ سے ہٹ جا

خوں چکاں رُو کرد با شاہ وبگفت — ظلمِ ظاہربیں چہ پُرسی از نہفت
خون ٹپکتے ہوئے نے، بادشاہ کا رُخ کیا اور بولا — کھلا ہوا ظلم دیکھ لے، چھپا ہوا کیا پوچھتا ہے؟

خیرِ تو اینست جامع میروی — تاچہ باشد شرّ و ضرّت اے غوی
تیری، نیکی تو یہ ہے کہ تو جامع مسجد جا رہا ہے — اے گمراہ! تیری بدی اور مضرت کیا ہو گی؟

یک[2] سلامے نشنود پیر از خسے — تانہ پیچد عاقبت ازوے بسے
شیخ، کسی کمینہ سے ایک سلام بھی نہیں سنتا ہے — تاکہ نتیجہ میں وہ اس سے زیادہ نہ لپٹے

گرگ در یابد. ولی را بہ بُود — زانکہ در یابد ولی را نفسِ بد
ولی کو بھیڑیا پکڑ لے یہ بہتر ہے — اس سے کہ ولی کو کوئی بد نفس ملے

زانکہ[3] گرگ ارچہ کہ بس استم گریست — لیکش آں فرہنگ و کیدو مکر نیست
اس لیے کہ بھیڑیا اگرچہ بہت ستمگر ہے — لیکن اس میں وہ تدبیر اور مکر اور چالاکی نہیں ہے

ورنہ کے اندر فتادے اُو بدام — مکر اندر آدمی باشد تمام
ورنہ وہ جال میں کب پھنستا — پورا مکر، آدمی میں ہوتا ہے

مکرزانِ اُوست گودارد درم — بشنود آواز و گوید ننگرم
مگر اُس کا ہے جو پیسے رکھتا ہے — وہ آواز سنتا ہے اور کہتا ہے میں نہیں دیکھتا ہوں

بازگشتن بحکایت شتر و گاؤ و قچ و ہر یکے از تاریخ عمرِ خود ظاہر کردن

اونٹ اور بیل اور دُنبہ کی حکایت کی جانب واپسی اور ہر ایک کا اپنی عمر کی تاریخ ظاہر کرنا

گفت قچ با گاؤ و اشتر کاے رفاق — چوں چنیں اُفتاد مارا اتفاق
دُنبہ نے بیل اور اونٹ سے کہا اے ساتھیو! — جبکہ ہمیں ایسا اتفاق ہوا ہے

---

[1] حکایت۔ اس سے یہ بتانا ہے کہ اس بادشاہ کے نماز پڑھنے جانے میں تو یہ شر تھا اب شر کا اندازہ اس سے کرلیا جائے۔ نقیب۔ بادشاہ کا پیشرو محافظ۔ از راہ گرد۔ راستہ سے ہٹ جا۔ خوں چکاں۔ جس صاحب دل کو نقیب نے مار کر زخمی کیا تھا اس نے بادشاہ سے کہا کہ ظاہری ظلم تو دیکھ لے کہ بدن سے خون ٹپک رہا ہے دل کو جو مخفی صدمہ پہنچا ہے اُس کا تو بیان ہی نہیں ہوسکتا۔ خیر تو۔ بادشاہ سے کہا کہ تیری خیر میں جب اس قدر شر ہیں تو شر کا اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔

[2] یک سلامی۔ پھر عوام کا جو بزرگوں کے ساتھ معاملہ ہے اس کا بیان شروع کیا ہے۔ تانہ پیچد۔ سلام سے چونکہ فاسد غرض ہوتی ہے پھر وہ شیخ سے پوری کرتا ہے اور شیخ پیچ وتاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ گرگ۔ بزرگوں کو بھیڑیے سے وہ نقصان نہیں پہنچتا ہے جو بد نفس مریدوں سے پہنچتا ہے۔

[3] زانکہ۔ بھیڑیے میں وہ مکر اور فریب نہیں ہوتا جو بد نفس مرید میں ہوتا ہے۔ ورنہ۔ بھیڑیے میں اگر مکر ہوتا تو وہ جال میں نہ پھنسا کرتا۔ مکر۔ مالدار کا مکر دیکھو غریب سائل کی آواز پر مکاری سے بہرا اور اندھا بن جاتا ہے۔ گفت قچ۔ دنبہ نے کہا کہ ہر ایک اپنی عمر بتائے تاکہ معلوم ہوجائے کہ عمر میں کون بڑا ہے۔ رفاق۔ رفیق کی جمع ہے، سفر کا ساتھی۔

هر یکے تاریخِ عُمر اِملا کنید — پیر تر اولیٰ ست باقی تن زنید
ہر ایک عمر کی تاریخ بیان کرے — زیادہ بوڑھا مستحق ہے، باقی چپ رہیں

گفت قُچ مرج[1] من اندر آں عُہود — با قُچِ قربانِ اسمٰعیلؑ بُود
دُنبہ نے کہا، میری چراگاہ اُن دنوں — (حضرت) اسماعیلؑ کی قربانی کے دُنبہ کیساتھ تھی

گاؤ گفتا بُودہ ام من سالخورد — جُفتِ آں گاوے کِش آدم جُفت کرد
بیل نے کہا، میں پرانا ہوں — اُس بیل کی جوڑی ہوں جس کی آدمؑ نے جوڑی بنائی

جُفتِ آں گاوم کہ آدم جدِّ خلق — در زراعت برزمیں میکرد فلق
میں اُس بیل کی جوڑی ہوں کہ جس سے مخلوق کے دادا — کھیتی میں زمین جوتتے تھے

چوں[2] شنید از گاؤ و قُچ اُشتر شگفت — سر فرود آورد و آں را بر گرفت
جب اونٹ نے بیل اور دُنبہ کی عجیب بات سنی — سر نیچے کیا اور اُس کو اٹھا لیا

در ہوا برداشت آں بندِ قصیل — اشترِ بُختی سبک بے قال و قیل
چارے کے اُس مٹھے کو ہوا میں اُٹھا لیا — بختی اُونٹ نے، کسی تامل کے بغیر

کہ مرا خود حاجتِ تاریخ نیست — کایں چنیں جسمے و عالی گردنیست
کہ مجھے خود تاریخ بتانے کی ضرورت نہیں ہے — کیونکہ ایسا جسم اور اونچی گردن ہے

خود ہمہ کس داند اے جانِ پدر — کہ نباشم از شما من خُرد تر
اے جانِ پدر! ہرشخص خود جانتا ہے — کہ میں تم سے چھوٹا نہ ہوں گا

داند[3] ایں را ہر کہ ز اصحابِ نُہٰاست — کہ نہادِ من فزوں تر از شماست
اس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو عقلمندوں میں سے ہے — کہ میرا وجود تم سے بڑھا ہوا ہے

جُملگاں دانند کایں چرخِ بُلند — ہست صد چندانکہ ایں خاکِ نژند
سب جانتے ہیں کہ یہ بلند آسمان — بہ نسبت اس پست زمین کے سیکڑوں گنا ہے

کو گشادِ قلعہائے آسماں — کو نہادِ بُقعہائے خاکداں
آسمانوں کے قلعوں کی وسعت کہاں — زمین کے ٹکڑوں کا وجود کہاں؟

کو عجائبہائے بامِ آسماں — کو غرائبہائے کُنجِ خاکداں
آسمان کے بالاخانہ کے عجائب کہاں — زمین کے خزانہ کے عجائب کہاں؟

جوابِ گفتنِ مسلمان آنچہ دید بترسا و جہود و حسرت خوردنِ ایشاں

عیسائی اور نصرانی کو مسلمان کا جواب دینا جو اُس نے دیکھا اور اُن کا حسرت کرنا

[1] مرج۔ میں اُس دُنبہ کے ساتھ چرا ہوں جو حضرت اسماعیلؑ کے بجائے قربان ہوا تھا یعنی میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کا ہوں۔ گاؤ۔ بیل نے کہا میں اُس جوڑی کا بیل ہوں جس سے حضرت آدمؑ نے کھیتی کی تھی لہٰذا میری عمر دُنبہ سے زیادہ ہے۔

[2] چوں شنید۔ اونٹ نے جب دُنبہ اور بیل کی یہ عجیب باتیں سنیں تو نیچے کو منہ کر کے وہ گھاس منہ میں لیکر سر بلند کر دیا۔ کہ مرا۔ اونٹ نے کہا کہ مجھے اپنی تاریخ پیدائش بتانے کی ضرورت نہیں ہے میرا جسم اور میری گردن خود بتا رہی ہے۔ خود ہمہ کس۔ میرے جسم اور گردن سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میں تم دونوں سے کم عمر نہیں ہوں۔

[3] داند۔ ہر عقلمند جانتا ہے کہ میرا وجود تم سے بڑھا ہوا ہے۔ جملگاں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ آسمان بلندی کی وجہ سے پست زمین سے بڑھا ہوا ہے اور آسمان میں زمین سے زیادہ عجائب ہیں لہٰذا میرا خواب یقیناً یہودی کے خواب سے بڑھا ہوا ہے۔

پس مسلماں گفت کاے یارانِ من
پھر مسلمان نے کہا کہ اے میرے دوستو!
پیشم آمد مصطفیؐ سُلطانِ من
میرے شاہ مصطفیٰ میرے سامنے آئے

سیدِ سادات و سلطانِ رُسُل
جو سرداروں کے سردار اور رسولوں کے شاہ ہیں
مفخرِ کونین و ہادیِ سُبُل
دونوں جہان کیلئے باعثِ فخر اور راستوں کیلئے ہدایت کرنیوالے

پس مرا گفت آں یکے برطور تاختہ
پس مجھ سے فرمایا، وہ ایک تو طور پر جا پہنچا
با کلیم اللہؑ نردِ عشق باخت
اور اُس نے (حضرت) کلیم اللہ کے ساتھ عشق کی بازی کھیلی

واں دگر را عیسیِ صاحبقراں
اور اس دوسرے کو صاحبقراں عیسیٰؑ
بُرد بر اوجِ چہارم آسماں
چوتھے آسمان کی بلندی پر لے گئے

خیز[1] اے پس ماندۂ دیدہ ضرر
اے بچھڑے ہوئے، نقصان اٹھائے ہوئے، اٹھ
بے توقّف زُود حلوا را بخور
بے تامل جلد حلوا کھا لے

آں ہنرمندانِ پُر فن راندند
وہ ہنرمند صاحبِ تدبیر روانہ ہو گئے
نامۂ اقبال و منصب خواندند
انھوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھ لیا

آں دو فاضل فضلِ خود دریافتند
اُن دو فضیلت والوں نے اپنی فضیلت حاصل کر لی
باملائک[2] از ہنر دربافتند
ہُنر کی وجہ سے فرشتوں سے منسلک ہو گئے

اے سلیمِ گول واپس ماندہ ہیں
اے بھولے، کم فہم بچھڑے ہوئے، ہاں
برجَہ و برکاسۂ حلوا نشیں
اُٹھ اور حلوے کے پیالہ پر بیٹھ جا

من بفرمانِ چناں شاہِ جہاں
میں نے ایسے شاہجہاں کے حکم پر
خوردم آں دم کاسۂ حلوا وناں
فوراً حلوے کا پیالہ اور روٹی کھا لی

پس بگفتندش کہ آنگہ تو حریص
تو انھوں نے اُس سے کہا کہ اس وقت اے لالچی!
اے عجب خوردی ز حلوائے خبیص
تعجب ہے تو نے چھوارے کا حلوا کھا لیا

گفت چوں فرمود آں شاہِ مطاع[3]
اس نے کہا کہ اس واجب الاطاعت شاہ نے فرمایا
من کہ باشم تا کنم زاں امتناع
میں کون ہوتا ہوں کہ اس سے رکوں؟

تو جہود از امرِ موسیٰؑ سرکشی
تو یہودی حضرت موسیٰؑ کے حکم سے سرکشی کر سکتا ہے؟
گر بخواند در خوشی یا ناخوشی
خواہ خوشی یا رنج میں بلائیں

تو مسیحی ہیچ از امرِ مسیحؑ
تو عیسائی ہے حضرت مسیحؑ کے حکم سے کبھی
سرتوانی تافت از خیر و قبیح
بھلائی اور برائی میں سرتابی کر سکتا ہے؟

---

1 خیز۔ آنحضورؐ نے جواب میں کہا کہ تیرے ساتھیوں کو بہت عروج حاصل ہوا تو تُو ٹوٹے میں رہا اس ٹوٹے کو حلوا کھا کر پورا کر لے۔ راندند۔ یعنی طور اور آسمان پر پہنچے دو فاضل۔ یعنی یہودی اور عیسائی۔

2 باملائک۔ انھوں نے خواب میں فرشتوں سے ملاقات کا ذکر کیا تھا۔ سلیم۔ بھولا۔ گول۔ بیوقوف۔ من بفرماں۔ مومن نے کہا میں نے آنحضورؐ کے حکم سے حلوا اور روٹی کھالی۔ خبیص۔ چھواروں کا حلوا۔

3 مطاع۔ جس کی تابعداری کی جائے۔ امتناع۔ رکنا۔ تو جہود۔ تو یہودی ہے تو خود بتا کیا اگر حضرت موسیٰؑ تجھے کوئی حکم دیں خواہ وہ تجھے گوارا ہو یا ناگوار تو سرکشی کر سکتا ہے؟ تو مسیحی۔ عیسائی کو بھی یہی کہا۔

من[1] ز فخرِ انبیاء چوں سر کشم
میں انبیاء کے فخر سے کیسے سرکشی کروں؟
خوردہ ام حلوا و ایں دم سر خوشم
میں نے حلوا کھا لیا اور میں اس وقت خوش ہوں

پس بگفتندش کہ واللہ خواب راست
تو انھوں نے اُس سے کہا کہ واللہ سچا خواب
توبدیدی ویں بہ از صد خوابِ ماست
تو نے دیکھا اور وہ ہمارے سیکڑوں خوابوں سے بہتر ہے

خوابِ تو بیداری ست اے بُو نظر
اے صاحب نظر! تیرا خواب بیداری ہے
کہ بہ بیداری عیانستش اثر
کیونکہ بیداری میں اُس کا اثر نمایاں ہے

خوابِ تو بیداریست اے خوش نہاد
اے خوش سرشت! تیرا خواب، بیداری ہے
کہ تو در خوابت رسیدی بامُراد
کیونکہ تو اپنے خواب میں مراد کو پہنچ گیا

خوابِ تو بیداریست اے نیک خُو
اے نیک خصلت! تیرا خواب بیداری ہے
کہ ازاں خوابت رسدامرِ کُلُوْا
کیونکہ اُس خواب میں تجھے "تم کھا لو" کا حکم آیا

خوابِ تو بیداریست ایک نیک مرد
اے نیک مرد! تیرا خواب بیداری ہے
کہ ازاں خوابِ تو رُوئے ماست زرد
کیونکہ تیرے اُس خواب کی وجہ سے ہم زرد رُو ہیں

خوابِ[2] تو بیداریست اے سیر جاں
اے پیٹ بھری روح! تیرا خواب بیداری ہے
کہ ہُماں را ظاہراً دیدی عیاں
کہ اُس کو تو نے ظاہر میں عیاں دیکھ لیا

خوابِ تو مانند خوابِ انبیا ست
تیرا خواب انبیاء کے خواب کی طرح ہے
کہ شُد ایں خوابِ تو بے تعبیر راست
کہ یہ تیرا خواب، بغیر تعبیر کے سچا ہو گیا

درگذر از فضل و از جلدی و فن
بڑائی اور بہادری اور ہنر سے باز آ
کارِ خدمت دارد و خلقِ حسن
خدمت اور اچھا اخلاق، کام آتا ہے

بہرِ ایں آورد مایزداں بُرون
اسی کے لیے خدا ہمیں باہر لایا ہے
مَا خَلَقْتُ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن
"میں نے انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ عبادت کریں"

سامری[3] را آں ہنر چہ سُود کرد
سامری کو اُس ہنر نے کیا فائدہ دیا؟
کاں فن از بابُ اللّٰہش مردود کرد
کہ اُس ہنر نے اس کو خدا کے در سے مردود بنا دیا

چہ کشید از کیمیا قاروں ببیں
قارون نے کیمیاء سے کیا حاصل کیا؟
کہ فرو بُردش بقعرِ خود زمیں
کہ زمین اُس کو اپنے گڑھے میں لے گئی

بُوالحکم آخر چہ بربست از ہنر
ابوجہل نے ہُنر سے کیا جمع کیا؟
سرنگوں رفت اُو ز کفراں در سقر
وہ کفر کی وجہ سے جہنم میں اوندھا گیا

---

[1] من۔ تو پھر میں مسلمان ہو کر آنحضورؐ کے حکم کو کیسے نہ مانتا؟ پس۔ تب دونوں نے کہا کہ تیرا ہی خواب سچا ہے اور ہمارے سیکڑوں خوابوں سے بہتر ہے۔ بونظر۔ صاحب نظر۔ اثر۔ یعنی تو نے حلوا کھا لیا۔ بامراد۔ یعنی تجھے حلوا مل گیا۔ کلوا۔ تجھے آنحضورؐ نے حکم دیا کہ کھا لو۔ روئے ماست زرد۔ ہم شرمندہ ہیں۔ سیر جاں۔ تیری روح پیٹ بھری ہے۔ کہ ہماں۔ اس خواب کو ظاہر میں دیکھ لیا یعنی حلوا کھا لیا۔

[2] خوابِ تو۔ انبیاء بسا اوقات جو خواب میں دیکھتے ہیں وہ بعینہ سامنے آ جاتا ہے۔ درگذر۔ اب مولانا پھر نصیحت فرماتے ہیں کہ انسان کو بڑائی اور بہادری اور ہنر کا مدعی نہ ہونا چاہیے انسان کے کام آنے والی چیز خدمت یعنی عبادت اور طاعت اور اچھے اخلاق ہیں۔ بہر ایں۔ خدا نے ہمیں اسی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اس آیت میں یہی فرمایا گیا ہے۔ ما خلقت، پوری آیت یہ ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔

[3] سامری۔ سامری نے ہنر مندی دکھائی اور گؤسالہ بنایا اُس سے وہ مردود بنا۔ قارون۔ لیکن کیمیا گری اور خزانے نے قارون کو زمین میں دھنسایا۔ بوالحکم۔ یہ ابوجہل کی پہلی کنیت ہے۔ سقر۔ جہنم۔

خود[1] ہُنر آں داں کہ دید آتش عیاں — نے گپِ دَلَّ عَلَی النَّارِ الدُّخَان

خود ہُنر اُس کو سمجھ کہ آگ کو عیاں دیکھا — نہ یہ دعوٰی کہ آگ نے دھویں پر دلالت کی

اے دلیلت گندہ تر پیشِ لبیب — درحقیقت از دلیلِ آں طبیب

اے شخص! تیری دلیل عقلمند کے سامنے بہت گندی ہے — حقیقت میں اُس طبیب کی دلیل ہے

چوں دلیلت نیست جُز ایں اے پسر — گوہ می خور در گمیزے می نگر

اے بیٹا! جب تیرے پاس اس کے سوا دلیل نہیں ہے — گوہ کھاتا رہ، پیشاب کو دیکھتا رہ

اے[2] دلیلِ تو مثالِ آں عصا — در کفت دَلَّ عَلٰی عَیْبِ الْعَمٰی

اے شخص! تیری دلیل اُس لاٹھی کی طرح ہے — جو تیرے ہاتھ میں ہے، جس نے اندھے پن کے عیب پر دلالت کی

اے دلیلِ ماچو فکرِ ما ذلیل — پیشیِ ما پیشِ دانایاں قلیل

اے شخص! ہماری دلیل ہمارے فکر کی طرح ذلیل ہے — عقلمند کے سامنے ہماری حاضری بہت تھوڑی ہے

غلغل و طاق و طرم و گیر و دار — کہ نمی بینم مرا معذور دار

غلغلہ اور دھوم دھام اور پکڑ دھکڑ — کہ میں نہیں دیکھتا ہوں مجھے معذور سمجھ

منادی کردنِ سیدِ مَلِکِ ترمذ کہ کسے باشد بسمرقند رود بسہ روز بفلاں مہم، خلعت و مال بدہم و شنیدنِ دلقک در دِہ و آمدن بُالاغ نزدِ آں سیدِ مَلِک کہ من بارے نتوانم

ترمذ کے بادشاہ سردار کا منادی کرانا کہ کون ہوگا جو تین دن میں فلاں ضروری کام کے لیے سمرقند جائے، ہم خلعت اور مال دیں گے، ایک مسخرے کا گاؤں میں سننا اور قاصد بن کر سید بادشاہ کے پاس آنا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا

سیدِ[3] ترمذ کہ آنجا شاہ بُود — مسخرۂ اُو دلقکِ دلخواہ بُود

ترمذ کا سردار، جو وہاں بادشاہ تھا — اُس کا مسخرہ ایک دلچسپ دلقک تھا

داشت کارے در سمرقند اُو مہم — جُست اُلاغے تا شود اُو مستتِم

وہ (بادشاہ) ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا — اُس نے ایک قاصد تلاش کیا جو تکمیل کرنے والا ہو

زد منادی کانکہ اُو در پنج روز — آردم زانجا خبر بدہم کنوز

اُس نے اعلان کرایا جو پانچ دن میں — وہاں سے خبر لے آئے، میں اس کو خزانے دوں گا

بخشم اُو را زرّ و گنجِ بے شمار — تا شود میرو عزیز اندر دیار

میں اُس کو سونا اور بے شمار خزانہ دوں گا — یہاں تک کہ وہ ملک میں سردار اور عزت والا بن جائے

---

[1] خود۔ یعنی ہنر معارف نقلیہ اور علوم دینیہ ہیں نہ کہ علوم عقلیہ ہیں۔ لبیب۔ یعنی عارف۔ درحقیقت۔ عارف عقلی دلائل کو اس دلیل سے بھی گندہ سمجھتا ہے جو طبیب کی ہوتی ہے یعنی قارورہ جس کو دیکھ کر طبیب مرض پر استدلال کرتا ہے۔ چوں دلیلت۔ اگر تیرے پاس عقلی علوم کے سوا کچھ نہیں ہے تو گوہ کھاتا پھر اور پیشاب کو دیکھتا رہ۔ گمیز بوزن گریز، جانوروں کا پیشاب۔

[2] اے۔ عقلی دلائل اندھے کی لاٹھی ہے جو اس کے اندھے پن کی دلیل ہے۔ دلیل۔ عقلی دلائل اور اس کے مدعی دونوں عارفوں کے نزدیک ذلیل اور حقیر ہیں۔ غلغل۔ دلائلِ عقلیہ کی شان و شوکت تو بہت ہے لیکن مدعی بالکل حقیر ہے اور اس کی مثال یہ ہے کوئی اندھا اپنے اندھے پن کے ثبوت کے لیے غل غپاڑہ مچائے۔ منادی کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ مسخرے نے معمولی سی بات کے لیے بڑا اہتمام کیا۔ دلقک۔ ایک مسخرے کا نام ہے، مطلقاً مسخرہ۔

[3] سید ترمذ۔ ترمذ کے بادشاہ کو یہ ضرورت تھی کہ کوئی سمرقند جا کر وہاں کے احوال معلوم کر کے آئے اس مقصد کے لیے اس نے منادی کرائی تو مسخرہ ایک گاؤں سے بدحال ہو کر بھاگا آیا اور صرف یہ کہنے آیا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس مہم کو سر کر سکوں۔

دلقک اندر دہ بُدو آں راشنید — برنشست[1] و تا بہ ترمذ میدوید
مسخرہ گاؤں میں تھا اور اُس نے وہ سُنا — سوار ہوا اور ترمذ تک دوڑنے لگا

مرکبِ دو اندراں رہ شد سَقَط — از دوانیدن فرس رازاں نمط
اُس راستہ میں دو گھوڑے ہلاک ہو گئے — اُس طور پر گھوڑا دوڑنے سے

پس بدیواں دردوید از گردِ راہ — وقتِ ناہنگام رہ جست اُو بشاہ
پھر وہ راستہ کے گرد و غبار سے کچہری میں دوڑا گیا — اُس نے نامناسب وقت بادشاہ کی جانب راستہ ڈھونڈا

فجفجے در جُملہء دیواں فتاد — شورشے دروہم آں سُلطاں فتاد
کچہری میں چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں — بادشاہ کے خیال میں پریشانی واقع ہوئی

خاص و عامِ شہر را دل شُد زدست — تاچہ تشویش و بلا حادث شُدست
شہر کے عوام اور خواص کا دل بے قابو ہو گیا — کہ کیا پریشانی اور مصیبت پیدا ہوئی ہے؟

یا عدُوّے قاہرے در قصدِ ماست — یا بلائے مہلکے از غیب خاست
یا کوئی سخت دشمن ہمارے قصد میں ہے — یا کوئی مہلک مصیبت غیب سے اٹھی ہے

کہ زدہ دلقک بسیرانِ دُرشت — چند اسپ قیمتی در راہ کُشت
کہ مسخرہ نے سخت رفتار میں — چند قیمتی گھوڑے مار ڈالے

جمع[2] گشتہ برسرایِ شاہ خلق — تاچرا آمد چنیں اِشتاب دلق
لوگ بادشاہ کے محل پر جمع ہو گئے — کہ مسخرہ اس قدر تیزی سے کیوں آیا ہے؟

از شتابِ اُو و جِدّ و اجتہاد — غلغل و تشویش در ترمذ فتاد
اُس کی جلدی اور کوشش اور محنت سے — ترمذ میں شور اور پریشانی واقع ہوئی

آں یکے دو دست بر زانو زناں — واں دگر از وہم واویلے کُناں
کوئی دونوں ہاتھ ران پر مار رہا تھا — اور دوسرا وہم سے واویلا کر رہا تھا

از نفیر و فتنہ و خوف و نکال — ہردلے رفتہ بصد گونہ خیال
فریاد اور فتنہ اور خوف اور عذاب سے — ہر دل سو خیالوں کی طرف جا رہا تھا

ہرکسے[3] فالے ہمیزد از قیاس — تاچہ آتش اُوفتاد اندر پلاس
ہر شخص قیاس سے ایک فال نکال رہا تھا — کہ ٹاٹ میں کونسی آگ لگی ہے

راہ جُست و راہ دادش شاہ زُود — چوں زمیں بوسید گفتش ہے چہ بُود
اس نے راستہ چاہا اور بادشاہ نے اسکو فوراً راستہ دیدیا — جب اسنے زمین بوسی کی بادشاہ نے اُس سے کہا کیں کیا ہوا؟

---

1. برنشست۔ یعنی سواری پر۔ مرکب دو۔ اس بھاگ دوڑ میں اُس نے دو گھوڑے ہلاک کر دیے۔ پس۔ راستہ کی گرد بھی صاف نہ کی اور سیدھا بادشاہ کی کچہری میں پہنچ گیا۔ فجفجے۔ کانا پھوسی، یعنی دلقک کے گھبرائے ہوئے آنے سے اور اس طریقہ سے بادشاہ کے پاس پہنچنے سے کچہری کے لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور بادشاہ بھی کچھ گھبرایا۔ خاص و عام۔ ہر شخص کو یہ خیال ہوا کہ دلقک کوئی خوفناک خبر لایا ہے۔ کہ زدہ۔ کوئی خوفناک بات ہے تب ہی دلقک نے اس قدر تیزی سے سفر کیا کہ دو گھوڑے راستہ میں مر گئے۔
2. جمع گشت۔ ان افواہوں سے کچہری پر مجمع ہو گیا۔ دلق۔ دلقک کا مخفف ہے۔ از شتاب۔ دلقک کی عجلت اور کوشش سے پورا شہر تشویش میں مبتلا ہو گیا سب نے یہ سمجھا کہ کسی بڑی مصیبت کی خبر لایا ہے۔ آں یکے۔ تمام کی پریشانی کا یہ حال تھا کہ کوئی رانیں پیٹتا کوئی واویلا کرتا۔ از نفیر۔ ہر شخص فتنہ و فساد کے خیال سے طرح طرح کے خیال میں مبتلا تھا۔
3. ہر کسے۔ ہر شخص اٹکل لگا رہا تھا کہ نہ معلوم کونسی آگ ٹاٹ میں لگی ہو گی یعنی کونسا عظیم حادثہ پیش آیا ہوگا۔ راہ جست۔ دلقک نے پہلے حال دربار میں حاضری چاہی اور بادشاہ نے فوراً اس کو باریابی کی اجازت دی دلقک دربار میں زمین بوس ہوا تو بادشاہ نے دریافت کیا کیا حال ہے۔

ہرکہ[1] می پُرسید حالے زاں ترش　　دست برلب می نہاد اُو کہ خَمُش
اُس بدحال سے جو کوئی حالت دریافت کرتا　　وہ ہونٹ پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چپ

وہم می افزوں زیں فرہنگِ اُو　　جُملہ در تشویش گشتہ دنگِ اُو
اُس کی اس عقلمندی سے اور وہم بڑھتا تھا　　سب اُس کے سبب پریشانی میں دنگ ہو رہے تھے

کرد اِشارت دلق کاے شاہِ کرم　　یک دمے بگذار تامن دم زنم
مسخرے نے اشارہ کیا کہ اے شاہِ کرم!　　تھوڑی دیر ٹھہیے تاکہ میں سانس لے لوں

تاکہ باز آید بمن عقلم دمے　　کہ فتادم در عجائب عالمے
تاکہ میری عقل ذرا ٹھکانے آ جائے　　کیونکہ میں عجیب عالم میں گرفتار ہوں

بعد[2] یک ساعت کہ شاہ از وہم و ظن　　تلخ گشتش ہم گلو و ہم دہن
تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ، وہم اور گمان سے　　اُس کا گلا بھی اور منہ بھی کڑوا ہو گیا

گوندیدہ بُود دلقک را چنیں　　کہ ازو خوشتر نبُودش ہمنشیں
کیونکہ اُس نے مسخرہ کو اس حالت میں نہ دیکھا تھا　　کیونکہ اُس سے زیادہ خوش مزاج اس کا کوئی ہمنشیں نہ تھا

دائماً دستان و لاغ افراشتے　　شاہ را اُو شاد و خنداں داشتے
وہ ہمیشہ داستان اور مذاق ابھارتا تھا　　وہ بادشاہ کو خوش اور ہنستا رکھتا تھا

آنچناں خندانش کردے در نشست　　کہ گرفتے شہ شِکم را با دو دست
وہ اُس کو مجلس میں اس قدر ہنساتا تھا　　کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ تھام لیتا تھا

کہ ز زورِ خندہ خوی کردے تنش　　رُو در افتادی ز خندہ کردنش
ہنسی کی زیادتی سے اُس کے جسم کو پسینہ آ جاتا تھا　　اپنے ہنسنے سے اوندھا گر جاتا تھا

باز[3] امروز ایں چنیں زرد و تُرش　　دست برلب میزند کاے شہ خَمُش
پھر آج اسی طرح سے زرد اور تُرش　　ہونٹ پر ہاتھ رکھتا ہے کہ اے بادشاہ چپ

وہم در وہم و خیال اندر خیال　　شاہ را تا خوچہ آید از نکال
وہم در وہم اور خیال در خیال　　بادشاہ کو کہ دیکھیے کیا وبال آتا ہے؟

کہ دلے شہ باغم و پرہیز بُود　　زانکہ خرم شاہ بس خونریز بُود
کیونکہ بادشاہ کا دل رنجیدہ اور پُر حذر تھا　　کیونکہ خرم شاہ بہت خونریز تھا

---

[1] ہرکہ۔ بادشاہ یا کوئی وزیر جب بھی دلقک سے حالت پوچھتا تو وہ اپنے ہونٹ پر ہاتھ رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کرتا۔ وہم۔ اُس کی اس حرکت سے اور زیادہ پریشانی بڑھ گئی۔ کرد۔ دلقک نے بادشاہ سے اشارے سے کہا کہ مجھے سانس لے لینے دیجئے۔ تاکہ۔ میں ذرا اپنے حواس درست کرلوں اس وقت میری عجیب حالت ہے پھر کچھ بتاؤں گا۔

[2] بعد یک ساعت۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر انتظار کیا اور انتظار میں اس کو سخت ناگواری ہوئی۔ گوندیدہ۔ دلقک بہترین خوش طبع ہم نشیں تھا اُس کی کبھی پریشان کن حالت نہ ہوئی تھی۔ دائما۔ دلقک ہمیشہ داستان گوئی اور مذاق سے بادشاہ کو خوش رکھتا تھا۔ آنچناں۔ وہ بادشاہ کو اس قدر ہنساتا تھا کہ بادشاہ ہنسی کی زیادتی کی وجہ سے پیٹ پکڑ لیتا۔ کو۔ وہ بادشاہ کو اس قدر ہنسا دیتا تھا کہ بادشاہ کو پسینے چھوٹ جاتے تھے اور اوندھا گر جایا کرتا تھا۔

[3] باز۔ پھر آج اُس کی یہ حالت کہ بدحال ہے اور بادشاہ کو بھی چپ رہنے کے اشارے کر رہا ہے۔ وہم۔ اس سے بادشاہ کو طرح طرح کے خیال آ رہے تھے اور بادشاہ سوچنے لگا کہ نہ معلوم کیا مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔ کہ دلے۔ بادشاہ کو خوارزم شاہ، شاہِ سمرقند سے بہت ڈر لگ رہا تھا اس لیے وہ دلقک کی حالت سے یہ سمجھا کہ دلقک کے علم میں اُس کے حملہ کی خبر آئی ہوگی۔ خرم شاہ۔ خوارزم شاہ کا مخفف ہے۔

جائے[1] تختِ اُو سمرقندِ گزیں
اُس کا پایۂ تخت منتخب سمرقند تھا

بُد وزیرِ داہے او را ہمنشیں
ایک چالاک وزیر اُس کا ہم نشیں تھا

بس شہانِ آں طرف را کُشتہ بُود
اُس جانب کے سب بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا

یا بحیلت یا بسطوت آں عُنود
وہ سرکش، یا حیلہ سے یا حملہ سے

ایں شہِ ترمذ ازو در وہم بُود
شاہِ ترمذ اُس سے وہم میں تھا

وز فنِ دلقک خود آں وہمش فزود
اور مسخرے کی چال سے اس کا وہم بڑھ رہا تھا

گفت زُو ترباز گو تا حال چیست
اُس نے کہا جلد بتا کیا حال ہے؟

ایں چنیں آشوب و شورِ تو زکیست
تیری اس قدر پریشانی اور شور کس کی وجہ سے ہے؟

گفت من درِدہ شنیدم آنکہ شاہ
اُس نے کہا میں نے گاؤں میں یہ سنا کہ بادشاہ نے

زد منادی برسرِ ہر شاہ راہ
ہر بڑی سڑک کے سرے پر منادی کرائی ہے

کہ[2] کسے خواہم کہ تازد درسہ روز
کہ میں ایسا آدمی چاہتا ہوں جو تین دن میں دوڑ کر جائے

تاسمرقند و دہم او را کنوز
سمرقند تک اور میں اُس کو خزانے بخشوں گا

گنجہا بدہم وُرا اندر عوض
اُس کو بدلے میں خزانے دوں گا

چوں شود حاصل ز پیغامش غرض
جب کہ اُس کے پیغام سے مقصد حاصل ہو جائے گا

من شتابیدم بَرِ تو بہرِ آں
میں اس لیے آپ کے پاس دوڑ کر آیا ہوں

تا بگویم کہ ندارم آں تواں
تا کہ میں کہہ دوں کہ میں وہ قوت نہیں رکھتا ہوں

ایں چنیں چستی نیاید از چو من
مجھ جیسے سے ایسی چستی نہیں ہو سکتی ہے

تارِ ایں امید را برمن متن
امید کا تار مجھ پر نہ تنئے

گفت[3] شہ لعنت بریں زودیت باد
بادشاہ نے کہا تیری اس جلدی پر لعنت ہو

کہ دو صد تشویش در شہر اوفتاد
کہ شہر میں دو سو تشویشیں پیدا ہو گئیں

از برائے ایں قدر اے خام ریش
محض اتنی سی بات کے لیے اے احمق!

آتش افگندی دریں مَرج و حشیش
تو نے اس چراگاہ اور گھاس میں آگ لگا دی

ہمچو ایں خامانِ باطبل و علَم
ان خام کار جھنڈے اور ڈھول والوں کی طرح

کہ اماما ئیم در فقر و عدم
کہ ہم فقر و فنا میں امام ہیں

---

[1] جائے۔ خوارزم شاہ کا پائے تخت سمرقند تھا اور اُس کا وزیر بڑا چالاک اور ذہین تھا۔ بس شہاں۔ وہ بہت سے بادشاہوں کو تدبیر یا حملہ سے قتل کر چکا تھا۔ ایں شہ۔ ترمذ کے بادشاہ کو بھی اس کا ڈر لگا ہوا تھا اور دلقک کی اس حالت سے اُس کا ڈر اور خوف اور بڑھ گیا تھا۔ گفت۔ بادشاہ نے دلقک سے کہا جلد بات بتا۔ گفت من۔ اس پر دلقک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں آپ کی منادی سنی تھی۔

[2] کہ کسے۔ میں نے منادی میں سنا تھا کہ آپ کسی شخص کو سمرقند بھیج کر احوال معلوم کرانا چاہتے ہیں۔ گنجہا۔ اور آپ نے یہ اعلان کرایا ہے کہ خبر لانے والے کو آپ بہت انعام دیں گے۔ من شتابیدم۔ میں دوڑ کر اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو بتا دوں کہ میں یہ مہم سر نہیں کر سکتا۔ ایں چنیں۔ ایسی چستی اور چالاکی کہ فوراً سمرقند جا کر میں احوال معلوم کر سکوں مجھ سے ممکن نہیں ہے آپ مجھ سے یہ امید وابستہ نہ کریں۔

[3] گفت۔ جب پہاڑ کھودنے پر چوہا برآمد ہوا تو بادشاہ نے کہا تیری اس جلد بازی پر لعنت ہو تو نے تمام شہر کو پریشان کر ڈالا۔ از برائے۔ اس معمولی پیغام کے لیے تو نے تمام انسانوں میں آگ لگا دی۔ ہمچو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہی حالت ہے جو دلقک کی تھی کہ ایک معمولی بات کے لیے اس قدر طمطراق دکھاتے ہیں۔ ایں خاماں۔ یہ ناقص شیوخ بھی ڈھول پیٹتے ہیں کہ ہم فقر و فنا کے امام ہیں اور شیخی بگھار کر اپنے آپ کو بایزیدؒ ثابت کرتے ہیں۔

لافِ شیخی در جہاں انداختہ — خویشتن را بایزیدےؒ ساختہ

دنیا میں شیخیت کی ڈینگیں مارتے ہیں — اپنے آپ کو بایزیدؒ بنا رکھا ہے

ہم[1] ز خود سالک شدہ واصل شدہ — محفلے واکردہ در دعویٰ کدہ

خود ہی سالک اور وصل بن بیٹھا ہے — دعوے خانہ، میں ایک محفل کھول رکھی ہے

خانۂ داماد پُر آشوب و شر — قومِ دختر را نبودہ زیں خبر

داماد کا گھر شورش سے پُر ہے — سسرال والوں کو اُس کی خبر نہیں

ولولہ کہ کار نیمے راست شُد — شرطہائے کاں ز سُوئے ماست شُد

جوش ہے کہ آدھا کام بن گیا ہے — جو شرطیں ہماری طرف سے ہیں وہ ہو گئیں

خانہا را رُوفتیم آراستیم — زیں ہوس سرمست و خوش برخاستیم

ہم نے گھروں میں جھاڑو دے لی، آراستہ کر لیا ہے — ہم اس ہوس سے مست اور خوش اُٹھے ہیں

زاں طرف آمد یکے پیغام نے — آمد ایں سُو مُرغکے زاں بام نے

اُس جانب سے ایک پیغام بھی نہیں آیا — اُس جانب سے اس جانب ایک چھوٹا سا پرندہ نہیں آیا

زیں[2] رسالاتِ مزید اندر مزید — یک جوابے از حوالے شاں رسید

ان مزید در مزید پیغاموں میں سے — ایک جواب اُن کی جانب سے پہنچا؟

نے، ولیکن یارِ ما زیں آگہ ست — زانکہ از دل سُوئے دل لابُد رہست

نہیں، لیکن ہمارا دوست اس سے باخبر ہے — کیونکہ لامحالہ دل سے دل کی جانب راہ ہے

پس ازاں یارے کہ اُمیدِ شماست — از جوابِ نامہ رہ خالی چراست

پھر اُس دوست کی جانب سے جو تمھاری امید گاہ ہے — نامہ کے جواب سے راستہ کیوں خالی ہے؟

صد[3] نشانست از سِرار و از جہار — لیک بس کُن پردہ زیں در برمدار

باطن اور ظاہر سے سو علامتیں ہیں — لیکن بس کر، اس در سے پردہ نہ ہٹا

باز رو تا قصۂ آں دلقِ گول — کہ بلا برخویش آورد از فضول

اُس احمق مسخرہ کے قصے کی جانب پھر چل — کہ خواہ مخواہ، اپنے اُوپر بلا لایا

پس وزیرش گفت اے حق را ستُن — بشنو از بندۂ کمینہ یک سخن

پھر وزیر نے اس سے کہا اے حق کے ستون! — کمینہ خادم سے ایک بات سُن لیجیے

---

[1] ہم زخود۔ یہ شیوخ بالکل بے پیرے ہیں خود بخود سالک بنے اور پھر خود بخود واصل بحق ہو گئے ہیں اور دعوے شروع کر دیے ہیں۔ خانہ داماد۔ ان کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے کوئی اپنے گھر شادی کی کروفر دکھا رہا ہو اور لڑکی والوں کو اُس کی کوئی خبر تک نہ ہو۔ ولولہ۔ اُس شوہر کے گھر میں دھوم دھڑ کا برپا ہے اور شادی کی تمام ضروریات مہیا کی جا رہی ہیں۔ خانہا۔ اور کہہ رہا ہے کہ ہم نے شادی کی پوری تیاری کر لی ہے مکان پر چونہ قلعی بھی کرا لیا ہے اور اس ہوس میں مست ہو رہا ہو۔ زاں طرف۔ حالانکہ لڑکی والوں کی جانب سے نہ کوئی پیغام ہے نہ سلام۔ مرغکے۔ کبوتر کو پیغامبر مانا جاتا ہے۔

[2] زیں رسالات۔ یہاں سے پیغاموں کے ڈھیر ہیں وہاں سے ایک بھی جواب نہیں۔ نے۔ اگر کوئی اُس سے پوچھتا ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے بھی کوئی پیغام آیا تو کہتا ہے کہ نہیں وہاں سے کوئی جواب تو نہیں آیا لیکن انھیں سب کچھ معلوم ہے کیونکہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ یہی حال مکار شیوخ کا ہے کہ اُن کی جانب سے مقبولِ بارگاہ ہونے کے دعوے ہیں اور حضرت حق کی جانب سے مقبولیت کے کچھ بھی آثار نہیں ہیں۔ پس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اگر تعلق مع اللہ کے دعوے میں کچھ بھی صداقت ہے تو پھر اُدھر سے جواب سے کیوں محروم ہے۔

[3] صدنشانست۔ خدا سے تعلق کے بہت سے باطنی آثار ہیں جن کو بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ باز رو۔ اس مسخرے کے قصے کی تکمیل کرو اور اس بیہودے نے خواہ مخواہ اپنے اوپر بلا نازل کی بادشاہ نے اس کو جیل بھیجنے کا حکم دے دیا۔ پس۔ وزیر نے کہا کہ اس مسخرے کو یہاں کوئی کام تھا جس کی وجہ سے یہ بھاگا آیا ہے۔ اب اُس کی کام سے رائے بدل گئی تو اُس نے یہ بہروپ بھرا ہے اس کا اصل مقصد یہ خبر دینا نہیں ہے۔

دلقک ازدہ بہر کارے آمد ست
مسخری گاؤں سے کسی کام کے لیے آیا ہے
رائے اُو گشت و پشیمانش شد ست
اس کی رائے بدل گئی ہے اور وہ اُس سے پشیمان ہوا ہے

زاب[1] و روغن کُہنہ را نو میکُند
پانی اور تیل سے پرانے کو نیا کرتا ہے
اُو بمسخرگی بروں شو میکند
وہ مسخرے پن کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کرتا ہے

غمد را بنمود و پنہاں کرد تیغ
اُس نے نیام دکھائی اور تلوار چھپائی ہے
باید افشردن مر اُورا بیدریغ
اُس کو بے دریغ بھینچنا چاہیے

اُو میاں بنمود و پنہاں کرد کارد
اس نے غلاف دکھایا اور چھری چھپائی ہے
بیگماں اُو را ہمی باید فشارد
بلاشبہ اُس کو کسنا چاہیے

پستہ را یا جوز را تا نشکنی
تو پستہ یا اخروٹ کو جب تک نہ توڑے
نے نماید دل نہ بدہد روغنی
وہ نہ مغز ظاہر کرتا ہے، نہ چکنائی دیتا ہے

مشنو ایں دفعِ وَے و فرہنگِ اُو
اُس کے ٹالنے اور تدبیر کو نہ سنیئے
در نگر در ارتعاش و رنگِ اُو
اُس کے کانپنے اور رنگ کو دیکھیے

گفت[2] حق سِیْمَاهُمْ فِیْ وَجُوْهِهِمْ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان کی نشانی ان کے چہرے میں ہے
زانکہ غماز ست سیما و مُنِم
کیونکہ نشانی غماز اور چغلخور ہے

ایں معاین ہست ضدِّ آں خبر
یہ مشاہدہ اُس خبر کے خلاف ہے
کہ بشر بسرشتہ آمد ایں بشر
کہ یہ بشر شر سے گوندھا ہوا ہے

گفت دلقک با فغان و باخروش
مسخرے نے فریاد اور خروش سے کہا
صاحبا در خونِ ایں مسکیں مکوش
اے صاحب! اس مسکین کے خون کی کوشش نہ کیجئے

بس[3] گمان و وہم آید در ضمیر
دل میں بہت سے وہم و گمان آتے ہیں
کاں نباشد حق و صادق اے امیر
اے امیر! جو کہ صحیح اور سچے نہیں ہوتے ہیں

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ست اے وزیر
اے وزیر! بعض گمان گناہ ہے
نیست استم راست خاصہ بر فقیر
ستم کرنا خصوصاً فقیر پر درست نہیں ہے

شہ نگیرد آنکہ میرنجاندش
شاہ اس کی بھی گرفت نہیں کرتا ہے جو اس کو ستائے
از چہ گیرد آنکہ میخنداندش
جو اس کو ہنسائے اس کی کس وجہ سے گرفت کرے گا؟

گفتِ صاحب پیشِ شہ جاگیر شد
وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جم گئی
کاشفِ ایں مکرو ایں تزویر شد
اس مکر اور جھوٹ کو کھولنے والی ہو گئی

---

[1] زاب وروغن۔ یہ چالاکی کر رہا ہے اور اصل مقصد کو چھپا رہا ہے۔ غمد۔ تلوار کی نیام۔ افشردن۔ یعنی شکنجہ میں دبانا۔ اُو۔ یہ غلاف دکھا رہا ہے اور چھری چھپا رہا ہے یعنی آنے کا اصل مقصد ظاہر نہیں کر رہا ہے۔ پستہ۔ پستہ اور اخروٹ میں سے اصل حقیقت تب ظاہر ہوتی ہے جب اس کو دبایا جائے اس کو جب شکنجہ میں دبایا جائے گا اصل حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ مشنو۔ اس کی بات پر نہ جایئے اُس کی ظاہری علامتوں پر نظر رکھیے۔

[2] گفت۔ اللہ تعالیٰ بھی نیکی اور بدی کے ظاہری نشان کی جانب اشارہ فرماتا ہے۔ ایں معاین۔ ظاہری علامتیں اُس کے قول کے برخلاف ہیں اور یہ بشر شر سے بنا ہوا ہے۔ گفت۔ دلقک نے جب وزیر کی گفتگو اپنے خلاف سنی تو وزیر سے بولا اے وزیر میرے خون کے درپے نہ ہو۔

[3] بس۔ میرے اوپر تیری یہ بدگمانی ہے، جو گناہ ہے۔ نیست۔ ظلم خود برا ہے اور فقیر پر ظلم کرنا تو بہت ہی برا ہے۔ شہ نگیرد۔ شاہ مخالفوں پر بھی نہیں ظلم کرتا ہے تو دوستوں پر کیسے کرے گا۔ صاحب۔ وزیر۔ کاشف۔ بادشاہ وزیر کی گفتگو سے مسخرے کے مکر کو سمجھ گیا۔

گفت دلقک را سوئے[1] زنداں برید
اُس نے کہا، مسخرے کو جیل خانہ کی جانب لے جاؤ
چاپلوس و زرقِ اُو را کم خرید
اُس کی چاپلوسی اور جھوٹ کو قبول نہ کرو

میزنیدش چوں دُہل اِشکم تہی
خالی پیٹ ڈھول کی طرح اُس کو پیٹتے رہو
تا دُہل وار اُو دہد ماں آگہی
تا کہ ڈھول کی طرح وہ ہمیں بات بتا دے

زانکہ ہم پُرہم تہی باشد دہل
کیونکہ ڈھول بھرا ہوا بھی ہوتا ہے اور خالی بھی
بانگ اُو آگہ کند ما را ز کل
اُس کی آواز، ہمیں سب بات سے باخبر کر دیتی ہے

تانگوید سِرّ خود را ز اضطرار
تاکہ وہ مجبور ہو کر اپنا راز ظاہر کر دے
آنچنانکہ گیرد ایں دلہا قرار
اس طور پر کہ دل مطمئن ہو جائیں

چوں طمانین ست صدقِ با فروغ[2]
چونکہ روشن سچائی باعث اطمینان ہے
دل نیارامد بگفتارِ دروغ
جھوٹی بات سے دل مطمئن نہیں ہوتا ہے

کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں
جھوٹ تنکے کی طرح ہے اور دل منہ کی طرح
خس نگردد در دہاں ہرگز نہاں
تنکا منہ میں کبھی نہیں چھپتا ہے

تا درو باشد زبانے میزند
جب تک وہ اس میں ہوتا ہے زباں ہلاتا ہے
تابدانش از دہاں بیروں کند
حتیٰ کہ عقلمندی سے اُسے باہر نکال دیتا ہے

خاصہ کاندر چشم اُفتد خس زباد
خصوصاً وہ تنکا جو ہوا سے آنکھ میں گر جائے
چشم اُفتد در نم و بند و کشاد
آنکھ آنسو اور بند ہونے اور کھلنے میں پڑ جاتی ہے

ما پس ایں خس را زنیم اکنوں لکد
تو ہم بھی اب اس تنکے کے لاتیں ماریں گے
تا دہان و چشم زیں خس وا رہد
تاکہ منہ اور آنکھ اس تنکے سے نجات پا جائے

گفت[3] دلقک کاے مَلِک آہستہ باش
دلقک نے کہا اے بادشاہ! توقف کر
رُویِ حلم و مغفرت را کم خراش
بردباری اور معاف کرنے کے چہرے کو زخمی نہ کر

تابدیں حد چیست تعجیلِ نقم
سزاؤں میں اتنی جلدی کیوں ہے؟
من نمی پرّم، بدستِ تو درم
میں اُڑ نہیں رہا ہوں تیرے ہاتھ میں ہوں

آں ادب کہ باشد از بہرِ خدا
جو سزا خدا کے لیے ہوتی ہے
اندراں مستعجلی نبود روا
اُس میں جلد بازی مناسب نہیں ہوتی

وانچہ باشد طبع و خشمِ عارضی
اور جو مزاج اور عارضی غصہ کی وجہ سے ہو
می شتابد تانگردد مُرتضی
اُسمیں جلدی کرتا ہے، تاکہ رضامندی نہ آ جائے

---

[1] سوی زنداں۔ بادشاہ نے حکم دے دیا کہ مسخرے کو جیل خانہ بھیج دیا جائے۔ میزنیدش۔ ڈھول جب پٹتا ہے تو دوسروں کو خبر پہنچاتا ہے۔ زانکہ۔ ڈھول میں دونوں باتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس میں ہوا بھری ہوئی ہے دوسرے یہ کہ اُس میں اور کوئی دوسرا جسم نہیں ہے لہٰذا وہ بھرا ہوا بھی ہے اور خالی بھی ہے۔ تا بگوید۔ جب یہ دلقک پٹے گا تو وہ سچی بات کہہ دے گا جس سے دل مطمئن ہو جائے گا۔ چوں۔ سچ بات سے دل مطمئن ہو جاتا ہے۔

[2] فروغ۔ روشنی۔ دروغ۔ جھوٹی بات دل کو مطمئن نہیں کرتی ہے۔ کذب۔ جھوٹ دل میں اس طرح کھٹکتا ہے جس طرح تنکا منہ میں۔ تا درو۔ تنکا جب تک منہ میں رہے گا، منہ زبان ادھر ادھر گھماتا رہے گا۔ خاصہ۔ اگر تنکا آنکھ میں گر جاتا ہے، تو آنکھ میں پانی بھر جاتا ہے اور کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے۔ ما پس۔ ہم بھی اس دلقک، تنکے کو لاتیں ماریں گے تاکہ منہ اور آنکھ سے دور ہو جائے۔

[3] گفت۔ دلقک نے کہا اے شاہ سزا کے حکم میں جلدی نہ کیجئے آپ کے قبضہ میں ہوں۔ آں ادب۔ جو شخص خدا کے لیے سزا دیتا ہے اس میں جلد بازی مناسب نہیں ہوتی۔ وانچہ۔ جو سزا خدا کے لیے نہیں بلکہ اپنے ذات کی وجہ سے دیتا ہے اُس میں وہ جلد بازی کرتا ہے تا کہ رضامندی مانع نہ آ جائے۔

ترسد[1] ار آید رضا خشمش رود — انتقام و ذوقِ آں فائت شود

ڈرتا ہے اگر رضا آ گئی غصہ جاتا رہے گا — بدلہ لینا اور اس کا مزا فوت ہو جائے گا

شہوتِ کاذب شتابد در طعام — خوفِ فوتِ ذوق ہست آں خود سقام

جھوٹی بھوک کھانے میں جلدی کرتی ہے — مزے کے جانے کا ڈر، خود بیماری ہے

اشتہا صادق بُود تاخیر بہ — تاگوارندہ شود آں بے گرِہ

سچی بھوک ہو تو تاخیر بہتر ہے — تاکہ بغیر کراہت کے خوب ہضم ہو جائے

تو پئے دفعِ بلایم می زنی — تا بہ بینی رخنہ را بندش کنی

آپ مجھے مصیبت ٹالنے کے لیے مارتے ہیں — تاکہ آپ شگاف دیکھ لیں، اس کو بند کر دیں

تا ازاں رخنہ بروں ناید بلا — غیرِ آں رخنہ بسے دارد قضا

تاکہ اُس شگاف سے مصیبت باہر نہ آئے — قضاءِ (خداوندی) اس کے علاوہ بہت سے شگاف رکھتی ہے

چارۂ[2] دفعِ بلا نبود ستم — چارۂ احسان باشد و عفو و کرم

مصیبت کے ٹالنے کی تدبیر ظلم نہیں ہے — احسان اور معاف کرنا اور بخشنا، تدبیر ہے

گفت اَلصَّدَقَةُ تَرُدُّ لِلْبَلَا — دَاوِ مَرضَاكَ بِصَدَقَةٍ يَا فَتيٰ

فرمایا ہے صدقہ مصیبت کو لوٹا دیتا ہے — اے نوجوان! صدقہ سے اپنے مریضوں کا علاج کر

صدقہ نبود سوختن درویش را — کور کردن چشمِ حلم اندیش را

درویش کو جلانا، صدقہ نہیں ہے — اور بُردباری سوچنے والی آنکھ کو اندھا کرنا

گفت شہ نیکوست خیر و موقعش — لیک چوں خیرے کنی در موضعش

بادشاہ نے کہا بھلائی اور اُس کا موقع بہتر چیز ہے — لیکن جبکہ تو بھلائی اُس کے موقع پر کرے

موضعِ[3] رُخ شہ نہی ویرانی ست — موضعِ شہ پیل ہم نادانی ست

تو رُخ کی جگہ، شاہ کو بٹھا دے تو تباہی ہے — شاہ کی جگہ، پیلہ بھی بے وقوفی ہے

در شریعت ہم عطا ہم زجر ہست — شاہ را صدر و فرس را در گہ است

شریعت میں جزا بھی ہے اور سزا بھی — شاہ کی جگہ صدر اور گھوڑے کی جگہ دروازہ ہے

عدل چہ بُود وضع اندر موضعش — ظلم چہ بُود وضع در ناموقعش

عدل کیا ہوتا ہے؟ اس کا جگہ پر رکھنا — ظلم کیا ہے؟ اُس کا بے جگہ رکھنا۔

---

[1] ترسد۔ اُس شخص کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ اگر رضامندی آ جائے گی سزا اور اُس کا مزا جاتا رہے گا۔ شہوت کاذب۔ جس کی جھوٹی بھوک ہوتی ہے وہ جلد کھانے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں بھوک نہ جاتی رہے۔ حالانکہ یہ جھوٹی بھوک خود ایک بیماری ہے۔ اشتہا۔ اگر سچی بھوک ہے تو کھانے میں تاخیر بہتر ہوتی ہے تاکہ بھوک میں اور اضافہ ہو اور کھانا بغیر کسی ناگواری کے ہضم ہو جائے۔ تو پئے۔ آپ مجھے اس لیئے مارنا چاہتے ہیں کہ آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ مجھے کوئی خوفناک بات معلوم ہوئی ہے اور وہ میں نہیں بتا رہا ہوں اگر بتا دوں گا تو آپ تدبیر کر لیں گے اور مصیبت آنے کے راستہ کو بند کر دیں گے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مصیبت کے آنے کا کوئی ایک راستہ نہیں ہوتا ہے اگر آپ ایک راستہ بند کریں گے اور وہ مصیبت مقدر ہے تو دوسرے راستہ سے آ جائے گی۔

[2] چارۂ۔ مصیبت ٹالنے کی یہ ترکیب نہیں ہے کہ مجھے مار کر اس کے ٹالنے کی تدبیر کی جائے بلکہ اصل ترکیب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ احسان دعفو اور کرم کا معاملہ کیا جائے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ صدقہ، مصیبت کو دفع کرتا ہے تو اصل مرض کا علاج صدقہ ہے۔ صدقہ۔ صدقہ کی یہ کوئی صورت نہیں کہ آپ مجھ درویش کو ستائیں اور اپنی بردباری کی آنکھ کو بند کر لیں۔ گفت شہ۔ بادشاہ نے کہا کہ بھلائی اچھی چیز ہے لیکن جبکہ موقع ہو، بے موقع بھلائی تباہی ہے۔

[3] موضع رُخ۔ شطرنج کے مہروں میں اگر رُخ کے بجائے شاہ کو بٹھا دیا جائے تو بازی ویران ہو جائیگی۔ در شریعت۔ شرع نے جزا اور سزا کا حکم دیا ہے اور دونوں چیزیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں شاہ کیلئے صدر مجلس اور گھوڑے کیلئے دروازہ بہتر جگہ ہے۔ عدل۔ کسی چیز کو اُس کے مقام پر رکھنا عدل ہے۔ ظلم۔ کسی چیز کو بے موقع رکھنا ظلم ہے۔

عدل چہ بُود آب[1] دہ اشجار را — ظلم چہ بُود آب دادن خار را
عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے — ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دے

نیست باطل ہرچہ یزداں آفرید — از غضب و ز حلم و ز نصح و مکید
جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے بے کار نہیں ہے — غصہ اور بردباری اور خلوص اور مکر

خیرِ مُطلق نیست زینہا ہیچ چیز — شرِّ مُطلق نیست زینہا ہیچ نیز
ان میں سے کوئی چیز، مطلقاً خیر نہیں ہے — نیز ان میں کوئی چیز، مطلقاً شر نہیں ہے

نفع و ضرِّ ہریکے از موضع ست — علم زیں رُو واجب ست و نافع ست
ہر ایک کا نفع اور نقصان ایک مقام سے ہے — اس اعتبار سے، علم ضروری اور مفید ہے

اے بسا زجرے کہ بر مسکیں رود — در ثواب از نان و حلوا بہ بُود
اے شخص! بسا اوقات وہ جھڑکی جو مسکین پر ہو — ثواب میں روٹی اور حلوے سے بہتر ہے

زانکہ حلوا گرمی و صفرا کند — سیلیش از خُبث مُستنقِی کند
کیونکہ حلوا گرمی اور صفرا پیدا کرتا ہے — طمانچہ اُس کو خباثت سے صاف کر دیتا ہے

سیلیے[2] در وقت بر مسکیں بزن — کہ رہاند آتش از گردن زدن
مسکین کے، ہر وقت طمانچہ مار — تاکہ وہ اُس کو قتل ہو جانے سے بچا لے

زخم در معنٰی فتد بر خُوئِ بد — چوب برگرد اوفتد نے برنمد
چوٹ، حقیقتاً بُری عادت پر پڑی ہے — لکڑی، گرد پر پڑی ہے، نہ کہ نمدے پر

بزم[3] و زنداں ہست ہر بہرام را — بزم، مخلص را و زنداں، خام را
ہر بادشاہ کی مجلس اور قید خانہ ہوتا ہے — مجلس مخلص کے لیے اور قید خانہ ناقص کے لیے

شق باید ریش را مرہم کنی — چرک را در ریش مستحکم کنی
زخم کو شگاف چاہیے، تو مرہم لگائے — میل کو زخم میں جما دے گا

تا خورد مرگوشت را در زیرِ آں — نیم سُودے باشد و پنجہ زیاں
یہاں تک کہ وہ اُس کے نیچے گوشت کو کھا جائے گا — آدھا فائدہ ہو گا اور پچاس گنا نقصان

از تَفِ آں اندروں ویراں شود — مرگِ ناگہ درمیاں پنہاں شود
اُس کی گرمی سے اندر کا حصہ خراب ہو جائے گا — اچانک موت درمیان میں چھپ جائے گی

---

[1] آب۔ پانی درختوں کو دینا عدل ہے، کانٹے کو پانی دینا ظلم ہے۔ نیست باطل۔ اگر ہر جگہ جزا ضروری اور مناسب ہو تو پھر سزا کا پیدا کرنا عبث ہو جائے گا۔ خیرِ مطلق۔ کوئی چیز نہ مطلقاً خیر ہے نہ مطلقاً شر، خیر کو اگر بے موقع استعمال کیا جائے تو شر ہے شر کو با موقع استعمال کیا جائے تو خیر ہے۔ نفع۔ نفع اور ضرر کا مقام جداگانہ ہے علم کی ضرورت اور نفع یہی ہے کہ انسان کو اُس سے صحیح جگہ معلوم ہو جاتی ہے۔ مسکین۔ کسی فقیر کے طمانچہ مارنے میں بسا اوقات وہ ثواب حاصل ہوتا ہے جو اسکو روٹی اور حلوا کھلانے سے نہیں ملتا ہے۔ زانکہ۔ حلوا تو اسمیں گرمی اور صفرے کا اضافہ کردے گا اور طمانچہ اس کی باطنی خباثت کو صاف کردے گا۔

[2] سیلیے۔ اگر مسکین کوئی ایسی حرکت کر رہا ہے جس سے اُس کی گردن ماری جانے کا خیال ہے تو اس کے طمانچہ مار کر روک دے۔ زخم۔ تو کسی مسکین کی بدعادت پر جب اس کے طمانچہ مارتا ہے تو مسکین کو نہیں مارتا ہے بلکہ اس کی بدعادت کو مارتا ہے، کمبل پر اگر گرد چڑھی ہوئی ہے، تو لکڑی سے تو گرد کو مارتا ہے کمبل کو نہیں۔

[3] بزم۔ بادشاہوں کے یہاں محفلِ نشاط بھی ہوتی ہے اور جیل خانہ بھی محفل، مخلص دوستوں کے لیے ہے اور جیل خانہ ناقصوں کے لیے ہے۔ شق باید۔ پھوڑا نشتر کو چاہتا ہے اگر تو اس پر مرہم رکھے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تو پھوڑے میں پیپ اور میل کو جما رہا ہے۔ تا خورد۔ وہ پیپ اس کے گوشت کو اور گلا دے گی تو مرہم سے آدھا فائدہ اور پچاس گنا نقصان ہوگا۔ از تف۔ پھوڑے میں سے سوزش ہوگی اور اس کا اندرونی حصہ اور تباہ ہو جائے گا نتیجہ میں موت آجائے گی۔

گفت[1] دلقک من نمی گویم گذار　لیک می گویم تحرّی پیش آر
دلقک نے کہا میں یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ دیجئے　لیکن میں کہتا ہوں، تحقیق کو پیش نظر رکھئے

ہیں رہِ صبر و تأنّی در مبند　صبر کُن اندیشہ می کُن روز چند
ہاں صبر اور بردباری کا راستہ بند نہ کیجئے　صبر کیجئے، چند دن غور کر لیجئے

در تأنّی بر یقینے بر زنی　گوشمالِ من بایقانے کنی
تامل کرنے پر آپ یقینی بات پر پہنچ جائیں گے　مجھے یقین کے ساتھ سزا دیں گے

در روش یَمْشِیْ مُکِبًّا خود چرا　چوں ہمی شاید شُدن در استوا
رفتار میں "یمشی مکبا" خود کیوں ہو؟　جبکہ سیدھی حالت میں وہ ممکن ہو سکے

مشورت کن باگروہِ صالحاں　بر پیمبرؐ امر شَاوِرْھُمْ بداں
نیکوں کی جماعت سے مشورہ کر لیجئے　پیغمبرؐ کے لیے شاورھُم کا حکم سمجھ لیجئے

اَمْرُھُمْ[2] شُوْرٰی برائے ایں بُود　کز تشاور سہو و کژ کمتر شود
امرُھُم شُوریٰ اسی کے لیے ہے　کہ باہمی مشورے کرنے سے بھول اور کجی نہیں ہوتی ہے

ایں خردہا چوں مصابیحِ انور ست　بیست مصباح از یکے روشن ترست
یہ عقلیں چراغوں کی طرح روشن ہیں　بیس چراغ، ایک چراغ سے زیادہ روشن ہیں

بُو کہ مصباحے فتد اندر میاں　مشتعل گشتہ ز نورِ آسماں
ہو سکتا ہے کہ درمیان میں کوئی چراغ ایسا ہو　جو آسمان کے نور سے روشن ہوا ہو

غیرتِ حق پردہٗ انگیختہ ست　سفلی و علوی بہم آمیختہ ست
اللہ تعالیٰ کی غیرت نے پردہ ڈال دیا ہے　سفلی اور علوی کو باہم ملا دیا ہے

گفت[3] سِیْرُوا می طلب اندر جہاں　بخت و رُوزی را ہمی کُن امتحاں
سیروا فرمایا ہے دنیا میں طلب کر　نصیبہ اور رزق کو، آزماتا رہ

در مجالس می طلب اندر عقول　آنچناں عقلے کہ بُود اندر رسولؐ
مجلسوں میں ڈھونڈتا رہ، عقلوں میں سے　ایسی عقل جو رسولؐ کے اندر تھی

زانکہ میراث از رسول آنست و بس　کو بہ بیند غیبہا از پیش و پس
کیونکہ رسولؐ کی میراث فقط وہی ہے　جو کہ آگے اور پیچھے سے چھپی باتوں کو دیکھ لے

[1] گفت دلقک۔ دلقک نے کہا کہ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے چھوڑ دیجئے بلکہ مقصد یہ ہے کہ پوری تحقیق کر کے عمل کیجئے۔ ہیں۔ صبر اور بُردباری کا دروازہ بند نہ کیجئے چند دن اس معاملہ پر غور کر کے کسی نتیجہ پر پہنچئے۔ درتأنّی۔ تحمل کے نتیجہ میں معاملہ کا یقین حاصل ہو جاتا ہے پھر اگر سزا بھی دینا ہے تو جرم کے یقین پر دی جائے گی۔ درروش۔ جب سیدھا کھڑے ہو کر چلنا ممکن ہو تو اوندھے منہ لیٹ کر نہ چلنا چاہیے۔ سزا میں بھی صحیح طریقہ یہی ہے کہ جرم کا یقین حاصل کر لیا جائے۔ مشورت کن۔ پھر کسی رائے پر پہنچنے کے لیے نیکوں سے مشورہ بھی کر لینا چاہیے آنحضور کو حکم تھا کہ وہ مشورہ کر لیا کریں۔

[2] امرُہم شوریٰ۔ صحابہ کے بارے فرمایا گیا کہ ان کا معاملہ مشورہ سے طے ہوتا ہے، وہ اس لیے کہ مشورے کی صورت میں سہو اور غلطی واقع نہیں ہوتی۔ ایں خرد۔ ایک عقل اور چند عقلوں کی مثال ایک چراغ اور چند چراغوں کی سی ہے۔ بُو کہ۔ ہو سکتا ہے کہ مشیروں میں کوئی ایسا بھی ہو جس کو آسمان سے فیض حاصل ہوتا ہو۔ غیرتِ حق۔ چونکہ بسا اوقات، اللہ کی غیرت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی نظروں سے مخفی رکھے تو ہم نہیں سمجھتے کہ اُن لوگوں میں وہ ہے یا نہیں۔

[3] گفت سیروا۔ اللہ کا حکم ہے کہ چلو پھرو تو جس طرح چلنے پھرنے سے انسان کو وہ نصیبہ اور روزی حاصل ہو جاتی ہے جو وہاں اُس کے لیے مقدر تھی اسی طرح چلنے پھرنے سے کوئی صاحب باطن اور صاحب عقلِ نورانی بھی مل جاتا ہے جس سے وہ مقدر جاگ جاتا ہے۔ درمجالس۔ چل پھر کر مجلسوں میں اُس صاحب عقل کی تلاش کر جس کو آنحضور کی میراث پہنچی ہو۔ زانکہ۔ حدیث شریف ہے کہ علما انبیا کے وارث ہیں اور ان کو ورثہ میں علم ملا ہے۔ کو بہ بیند۔ جس کو رسول کا علم ورثہ میں ملا ہوگا اُس کا علم صرف حاضر کو محیط نہ ہوگا بلکہ غائب کو بھی محیط ہوگا۔

در بصرہا[1] می طلب ہم آں بصر ۔۔۔ کہ نتابد شرحِ آں ایں مختصر
بینائیوں میں اس بینائی کو طلب کر ۔۔۔ جس کی تفصیل کو یہ مختصر تحمل نہیں کر سکتا

بہرِ ایں کردست منع آں باشکوہ ۔۔۔ از ترہُّب وز شدن خلوت بکوہ
اسی لیے اُس عظیم الشان نے منع فرمایا ہے ۔۔۔ رہبانیت سے اور پہاڑ کی خلوت سے

تانگردد فوت ایں نوعِ اِلتقا ۔۔۔ کاں نظر بخت ست و اِکسیرِ بقا
تاکہ اس طرح کی ملاقات فوت نہ ہو جائے ۔۔۔ کیونکہ وہ نظر نصیبہ اور بقا کی کیمیا ہے

درمیانِ صالحاں یک اصلحے ست ۔۔۔ برسرِ توقیعش از سُلطاں صحے ست
نیکوں میں ایک زیادہ نیک ہے ۔۔۔ جس کے فرمان پر شاہ کی جانب سے صح بنا ہوا ہے

کاں دُعا شُد با اجابت مُقترن ۔۔۔ کفوِ اُو نبُود کبارِ انس و جن
کہ وہ دعا قبولیت سے وابستہ ہو گئی ۔۔۔ اُس کی برابر انس و جن کے بڑے بھی نہیں ہیں

در مِرے[2] اش آنکہ حلو و حامض ست ۔۔۔ حجتِ ایشاں برحق داحض ست
اُس سے جھگڑے میں جو شخص میٹھا اور کھٹا ہے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کی دلیل لچر ہے

کہ چوما اُو را بخود افراشتیم ۔۔۔ عذر و حجت از میاں برداشتیم
کیونکہ جب ہم نے خود اُس کو بلند کر دیا ہے ۔۔۔ تو عذر اور جھگڑے کو درمیان سے اٹھا دیا ہے

قبلہ را چوں کرد دستِ حق عیاں ۔۔۔ پس تحرّی بعد ازاں مردود داں
جب اللہ تعالیٰ کے دستِ (قدرت) نے قبلہ ظاہر کر دیا ۔۔۔ اُس کے بعد اٹکل کو مردود سمجھ

ہیں بگرداں از تحرّی رُو و سر ۔۔۔ کہ پدید آمد معاد[3] و مستقر
خبردار! اٹکل سے منہ اور سر پھیر لے ۔۔۔ کیونکہ لوٹنے کی جگہ اور ٹھہرنے کی جگہ ظاہر ہو گئی

یک زماں زیں قبلہ گر ذاہلِ شوی ۔۔۔ سُخرَہَ ہر قبلۂ باطل شوی
تھوڑی دیر کے لیے بھی اگر تو اس قبلہ سے غافل ہو گا ۔۔۔ تو ہر باطل قبلہ کا بیگاری بن جائے گا

چوں شوی تمیزہ را ناسپاس ۔۔۔ بجہد از تو خطرَہَ قبلہ شناس
جب تو تمیز عطا کرنے والے کا ناشکر گزار بنے گا ۔۔۔ تو وہ خیال جو قبلہ کو پہچاننے والا ہے تجھ سے نکل بھاگے گا

گر ازیں انبار خواہی برّ و بُر ۔۔۔ نیم ساعت رُو ز ہمدرداں مبُر
اگر تو اس کھلیان سے نیکی اور گیہوں چاہتا ہے ۔۔۔ تو تھوڑی دیر کے لیے بھی ہمدردوں سے منہ نہ پھیر

---

[1] دربصرہا۔ بینائیوں میں سے اس بینائی کی تلاش کر جس کی تفصیل اس مختصر مجموعے میں نہیں کی جا سکتی۔ بہرِ ایں۔ رہبانیت اور خلوت کی اسی لیے مخالفت ہے کہ انسان ہمیشہ کے لیے ایسے صاحب علم و نظر سے محروم ہو جاتا ہے۔ درمیان۔ نیک لوگوں میں کوئی ایسا مقبولِ بارگاہ بھی ہوتا ہے جس کی سند پر شاہ کی جانب سے لفظ "صح" لکھا ہوا ہے یہ علامت اس بات کا اشارہ ہوتی ہے کہ اس فرمان میں جو حکم ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ کاں دعا۔ اور اس علامت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی ہے اور عند اللہ بہت مقبول اور بخشا بخشایا ہے۔

[2] درمِرے۔ یہ بزرگ اس قدر اللہ کا مقبول ہوتا ہے کہ اُس سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی اور اُسکے مخالف کی ہر دلیل اللہ کے نزدیک لچر اور کمزور ہوتی ہے۔ کہ چو۔ اللہ فرما دیتا ہے کہ جب ہم نے اسکو مقبول بنا لیا تو اس سے کسی کو اختلاف کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ قبلہ۔ اس شخص کی بات کو نہ ماننا اور دوسری بات کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ آنکھوں کے سامنے ہو اور پھر انسان اٹکل سے قبلہ متعین کرے۔ ہیں۔ جب قبلہ سامنے آ گیا تو اب اٹکل سے روگردانی ضروری ہے۔

[3] معاد و مستقر۔ یعنی قبلہ۔ یک زماں۔ اس صاحب عقل کو اپنا قبلہ بنا لے اور سمجھ لے کہ اگر تو نے اُس سے غفلت کی تو باطل قبلہ کا غلام بن جائے گا۔ چوں شوی۔ جب تو اُس قبلہ کی قدر نہ کرے گا تو تیری ناسپاسی کی وجہ سے وہ نظر بھی تجھ سے چھن جائے گی جس سے تو قبلہ کو پہچانتا۔ گر ازیں انبار۔ اگر تو نیکی اور اس کے رزق کا طالب ہے تو ایسے ہمدردوں سے تھوڑی دیر کے لیے بھی قطع نظر نہ کر۔

کاندراں[1] دم کہ ببری زاں مُعین — مبتلا گردی تو بابئس القرین
اسی وقت جبکہ تو اُس مددگار سے جُدا ہو گا — بُرے ساتھی کے ساتھ مبتلا ہو جائے گا

حکایتِ تعلقِ مُوش با چغز و بستن پائے ہر دو بر شتۂ دراز و برکشیدنِ زاغ مُوش را و معلق شُدنِ چغز و نالیدن و پشیماں شُدنِ اُو از تعلق باغیر جنس و باجنسِ خود ناساختن

حکایت چوہے اور مینڈک کا تعلق اور دراز دھاگے میں دونوں کے پاؤں باندھنا اور کوے کا چوہے کو کھینچنا اور مینڈک کا لٹک جانا اور رونا اور اُس کا اپنی جنس سے ہٹ کر دوسری جنس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر پشیمان ہونا

از قضا مُوشے و چغزے باوفا — برلبِ جُو گشتہ بُودند آشنا
مقدر سے ایک چوہا اور ایک وفادار مینڈک — نہر کے کنارے پر، دوست ہو گئے تھے

ہر دو تن مربُوطِ میقاتے شُدند — ہر صباحے گوشۂ می آمدند
دونوں ایک وقت کے پابند ہو گئے تھے — ہر صبح کو ایک جگہ آجایا کرتے تھے

نردِ[2] دل باہمدگر میباختند — از وساوس سینہ میپرداختند
دل کی نرد ایک دوسرے سے کھیلتے تھے — اور وسوسوں سے سینہ کو خالی کرتے تھے

ہر دو را دل از تلاقی منبسط — ہمدگر را قصہ خوان و مستمع
ملاقات سے دونوں کا دل کھلتا تھا — ایک دوسرے سے قصہ کہتے اور سنتے تھے

رازگویاں -بازبان و بے زباں — اَلْجَمَاعَۃُ رَحْمَۃٌ را تاویل داں
زبان اور بغیر زبان کے راز کہتے تھے — ”جماعت رحمت ہے“ کے معنیٰ جاننے والے تھے

آں اشر چوں جُفت ایں شاد آمدے — پنجسالہ قصہ اش یاد آمدے
وہ خودپسند، جب اس مسرور کے ساتھ ہوتا — اُس کو پانچ سال کا قصہ یاد آجاتا

جوشِ[3] نُطق از دل نشانِ دوستی ست — بستگیِ نُطق از بے اُلفتی ست
دل سے گفتگو کا جوش دوستی کی علامت ہے — گویائی کا بند ہونا، بے اُلفتی کی وجہ سے ہے

دل کہ دلبر دید کے ماند تُرش — بلبلے گُل دید کے ماند خمش
جس دل نے معشوق کو دیکھ لیا وہ منقبض کب رہتا ہے؟ — جس بلبل نے گُل کو دیکھا وہ کب چپ رہتی ہے؟

ماہیِ بریاں ز آسیبِ خضرؑ — زندہ شد در بحر گشت اُو مستقر
بھنی ہوئی مچھلی (حضرت) خضرؑ کے اثر سے — زندہ ہو گئی اور سمندر میں روانہ ہو گئی

[1] کانداں۔ اسلئے کہ اچھے ساتھی کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بُرا ساتھی ملتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے بُرے ساتھی کے بُرے انجام کو سمجھایا ہے، مینڈک نے مینڈکوں کا ساتھ چھوڑ کر چوہے کا ساتھ اختیار کیا اور مارا گیا۔ چغز۔ مینڈک۔ ہر دو تن۔ چوہا اور مینڈک ایک مقرر وقت کے پابند ہو گئے اور دونوں ایک جگہ جمع ہو جاتے۔

[2] نرد دل۔ ایک دوسرے سے دل کی بازی لگانا اور باتیں کر کے دل کی بھڑاس نکالنا۔ منبسط۔ دونوں کے دل میں کشادگی پیدا ہوتی ایک دوسرے کو قصہ سناتا اور اس کا قصہ سنتا۔ بے زباں۔ یعنی اپنی حالت سے۔ تاویل داں۔ اسی لیے اُس پر عمل کر رہے تھے۔ اشر۔ خودپسند، متکبر۔ ایں شاد۔ یعنی مسرور مینڈک۔

[3] جوش۔ مولانا فرماتے ہیں دل سے گفتگو کا جوش الفت دوستی کی علامت ہے اور بے الفتی میں زبان بات کرنے سے رُکتی ہے۔ دل۔ جب عاشق محبوب کو دل کی نگاہ سے دیکھ لیتا ہے تو اُس کا انقباض ختم ہو جاتا ہے اور دل بھر کر باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ بلبل گل کو دیکھ کر خوب چہکتی ہے۔ ماہی بریاں۔ عاشق، بریاں مچھلی ہے اور معشوق کی دید آبِ حیات ہے۔ خضرؑ۔ جہاں حضرت موسیٰؑ کی خضرؑ سے ملاقات ہوئی وہاں آبِ حیات کا چشمہ تھا حضرت موسیٰؑ کے ناشتہ کی بھنی ہوئی مچھلی کو وہ پانی لگا تو زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی تھی۔

یار[1] چوں بایارِ خود بنشستہ شُد
یار جب اپنے یار کے پاس بیٹھا
صد ہزاراں لوحِ دل دانستہ شُد
دل کی لاکھوں تختیاں معلوم ہو جاتی ہیں

لوحِ محفوظ ست پیشانیِ یار
یار کی پیشانی لوحِ محفوظ ہے
رازِ کونینش نماید آشکار
اُس کو دونوں جہان کے راز آشکارا کر دیتی ہے

ہادیِ راہ است یار اندر قدوم
یار، سلوک میں طریقت کا رہنما ہے
مصطفیٰؐ زیں گفت اصحابی نجوم
اسی لیے حضرت مصطفیٰؐ نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں

نجم اندر ریگ و دریا رہنما ست
ستارہ، ریگستان اور دریا میں رہنما ہے
چشم اندر نجم نہ کو مقتداست
ستارے پر آنکھ جمائے رکھ کیونکہ وہ مقتدا ہے

چشم[2] را با رُوئِ اُو میدار جُفت
آنکھ اُس کے چہرے سے جوڑے رکھ
گرد منگیزاں زراہِ بحث و گفت
بحث اور گفتگو کے طریقہ پر گرد نہ اُڑا

زانکہ گردد نجم پنہاں زاں غبار
کیونکہ اُس گرد سے ستارہ چھپ جائے گا
چشم بہتر از زبانِ باعِثار
پُر لغزش زبان سے آنکھ بہتر ہے

تابگوید آنکہ وحیستش شعار
تاکہ وہ کہے جس کا شعار وحی ہے
کاں نشاند گرد و نَنگیزد غبار
کیونکہ وہ گرد کو بٹھا دے گا، غبار نہ اُڑائے گا

چوں شُد آدمؑ مظہرِ وحی و وِداد
جب آدمؑ وحی اور محبت کے مظہر ہوئے
ناطقہ اُو علم الاسماء گشاد
اُن کی قوت ناطقہ نے علم الاسماء کو کھول دیا

نام[3] ہر چیزے چنانکہ ہست آں
ہر چیز کا نام جس طرح ہے
از صحیفۂ دل رَوی گشتش زباں
اُن کی زبان، دل کے صحیفہ سے سیراب ہو گئی

فاش می گفتے زباں از رویتش
اُس کے دیکھنے سے، زبان صاف کہہ رہی تھی
جملہ را خاصیت و ماہیتش
سب کی خاصیت اور ماہیت

آنچناں نامے کہ اشیا را سزد
ایسے نام جو چیزوں کے مناسب تھے
نے چنانکہ حیز را خوانند اسد
نہ ایسے کہ بزدل کو شیر کہہ دیتے ہیں

نوحؑ نہ صد سال در راہِ سوی
نوحؑ کا سو سال تک سیدھے راستہ میں
بُود ہر روزیش تذکیرِ نوی
ہر روز اُن کا نیا وعظ ہوتا

---

[1] یار۔ مرید جب شیخ کے سامنے بیٹھتا ہے تو شیخ کے قلب کے اسرار اُس پر منعکس ہوتے ہیں۔ لوحِ محفوظ۔ شیخ کی پیشانی لوحِ محفوظ ہے، جس میں دونوں جہان کے اسرار محفوظ ہیں۔ ہادی۔ شیخ راہِ سلوک کا ہادی ہے جس کو دیکھ کر مقصد تک پہنچ سکتے ہو اسی لیے آنحضورؐ نے صحابہ کو ستارے قرار دیا جن کے ذریعے ریگستان اور سمندر میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ چشم۔ لہٰذا مرید کا فرض ہے کہ وہ اپنی نظر شیخ پر جمائے رکھے۔

[2] چشم۔ شیخ کے دیدار سے رہنمائی حاصل کر، بحث و گفتگو کی گرد اُڑا کر اُس ستارے کو پوشیدہ نہ کر، شیخ کی زیارت زیادہ نافع ہے بحث و مباحثہ میں زبان لغزش کرتی ہے۔ تا بگوید۔ تاکہ وہ ذات جس کا براہِ راست وحی شعار ہے جیسے انبیاء یا وہ ذات جس کا وحی سے بالواسطہ تعلق ہے جیسے اولیاء خود بات کرے اُس سے شکوک و شبہات کی گرد بیٹھ جاتی ہے اور غبار اُس ستارے کو نہیں چھپاتا ہے۔ چوں شد آدمؑ۔ حضرت آدمؑ وحی کے مظہر بنے تو اُن کو خود بخود تمام چیزوں کے نام یاد ہو گئے۔

[3] نامِ ہر چیزے۔ جس قدر چیزیں بھی اُن کی زبان دل کے صحیفہ سے سیراب ہو کر سنا دیتی تھی۔ فاش۔ وہ لوحِ دل سے پڑھ کر ہر چیز کا نام اس کی خاصیت اور ماہیت بتا دیتے تھے۔ آنچناں۔ ہر چیز کا وہ نام بتا دیتے تھے جو اُس چیز کے مناسب تھا یہ نہ ہوتا تھا کہ بزدل کو شیر کہہ دیں۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک ہر روز نیا وعظ فرماتے رہے مولانا نے سیکڑے کے جُز کو چھوڑ کر نو سو سال فرمایا ہے۔

لعلِ[1] اُو تازہ ز یاقوتُ القلوب
اُن کا لعل دلوں کے یاقوت سے تازہ ہوتا
نے رسالہ خواندہ نے قُوتُ القلوب
نہ انھوں نے "رسالہ" پڑھا نہ "قوت القلوب" پڑھی

وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح
انھوں نے شرحوں سے کچھ وعظ نہ سیکھا تھا
بلکہ ینبوعِ کشوف و شرحِ رُوح
بلکہ مکاشفوں کے چشمہ اور روح کے انشراح سے

زاں مے کاں مے چو نوشیدہ شوَد
اُس شراب سے، کہ جب وہ شراب پی لی جائے
آبِ نطق از گنگ جوشیدہ شود
گویائی کا پانی گونگے میں سے جوش مارنے لگے

طفلِ[2] نوزادہ شود حِبر و فصیح
نیا پیدا شدہ بچہ عالم اور فصیح بن جائے
حکمتِ بالغ بخواند چوں مسیحؑ
(حضرت) مسیحؑ کی طرح اونچی حکمت پڑھنے لگے

از گہے کہ یافت زاں مے خوش لبی
اُس وقت سے کہ اُس شراب سے خوش گفتاری حاصل کی
صد غزل آموخت داؤدِ نبی
(حضرت) داؤدؑ نبی نے سیکڑوں غزلیں سیکھ لیں

جملہ مُرغاں ترک کردہ چیک چیک
سب پرند چیہو چیں چھوڑ کر
ہمزبان و یارِ داؤدِ ملیک
شاہ داؤدؑ کے ہمزبان اور یار ہو گئے

چہ عجب گر مُرغ گردد مستِ اُو
اگر پرند اُن سے مست ہو گئے تو کیا تعجب ہے
چوں شنید آہن ندائے دستِ اُو
جبکہ اُن کے ہاتھ کی آواز لوہے نے سُن لی

صرصرے برعاد قتّالے شُدہ
تیز ہوا سر پر شاہ کے تخت کو لے کر چلتی تھی
مر سلیمانؑ را چو حمّالے شُدہ
ایک مہینہ کا راستہ، ہر صبح اور ہر شام کو

صرصرے میبُرد برسر تختِ[3] شاہ
وہ تیز ہوا سر پر شاہ کے تخت کو لے کر چلتی تھی
ہر صباح و ہر مسا یک ماہہ راہ
ایک مہینہ کا راستہ، ہر صبح اور ہر شام کو

ہم شُدہ حمّال و ہم جاسوسِ اُو
وہ بار بردار بھی بنی اور جاسوس بھی
گفتِ غائب را کناں محسوسِ اُو
غائب کی گفتگو کو محسوس کرانے والی

باد چوں گفتارِ غائب یافتے
ہوا جب غائب کی گفتگو کو پا لیتی
سُوئے گوشِ آں مَلِک بشتافتے
اُن شاہ کے کان کی جانب دوڑتی

کاں فلانے ایں چنیں گفت ایں زماں
کہ اُس فلاں نے اس وقت ایسا کہا
اے سلیمانؑ شہِ صاحبقراں
اے شاہِ صاحبقران سلیمانؑ!

تدبیر کردن مُوش بچغز کہ من نمی توانم آمدن برتو بوقتِ

چوہے کی مینڈک سے تدبیر کرنا، کہ میں ضرورت کے وقت تیرے پاس پانی میں نہیں آ سکتا ہوں

---

[1] لعل۔ یعنی ہونٹ۔ یاقوت القلوب۔ حضرت نوحؑ کا دل جو دوسرے دلوں کے مقابلے میں بمنزلہ یاقوت کے تھا۔ رسالہ۔ یعنی امام قشیریؒ کا رسالہ مکیہ۔ قوت القلوب۔ یعنی ابوطالب مکی کی کتاب۔ شروح۔ یعنی تفاسیر اور وعظوں کی بڑی بڑی کتابیں۔ ینبوع۔ چشمہ۔ کشوف۔ مکاشفات۔ شرح روح۔ یعنی روح کا انبساط۔ زاں۔ وہ وعظ اُس خدائی شراب سے حاصل ہوا تھا جس کو پینے سے گونگا بھی فصیح و بلیغ بن جاتا ہے۔

[2] طفلِ نوزادہ۔ حضرت مسیحؑ نے بچپن میں فرمادیا تھا "میں خدا کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے"۔ از گہے۔ حضرت داؤدؑ نے جب وہ شراب پی تو پرلطف اور شیریں کلام فرمانے لگے۔ جملہ مرغاں۔ پرند بھی اُس سے مست ہو کر حضرت داؤدؑ کے نغمہ میں شریک ہو جاتے تھے۔ چہ عجب۔ پرند تو جاندار ہیں لوہا تک اُن سے متاثر تھا موم بن جاتا تھا۔ صرصرے۔ جب حضرت سلیمانؑ نے وہ شراب پی لی تو وہی ہوا جس کے اثر سے قوم عاد تباہ ہوئی انکی خدمتگار بنگئی۔

[3] تختِ شاہ۔ وہی ہوا اُنکا تخت سر پر لاد کر ہر صبح اور ہر شام کو ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی تھی۔ باد۔ وہی ہوا حضرت سلیمانؑ کو دور کی خبریں لا کر دیتی تھی۔ تدبیر۔ چوہے اور مینڈک نے ایک ایسی تجویز کی کہ جب چوہا دریا کے کنارے پہنچے تو مینڈک کو اسکی خبر ہو جائے، جب مینڈک چوہے کے سوراخ پر پہنچے تو اسکو خبر ہو جائے۔

حاجت، در آب درمیانِ ما وسیلتے باید کہ چوں من برلبِ
ہمارے درمیان کوئی وسیلہ چاہیے کہ میں جب پانی کے کنارے آؤں
آب آیم تُرا توانم خبر کردن و چوں تو بردرِ سُوراخ آں موش
تجھے خبر کر سکوں اور جب تو چوہے کے گھر کے سوراخ کے دروازے
خانہ آئی مرا توانی خبر کردن
پر آئے مجھے خبر کر سکے

ایں[1] سخن پایاں ندارد گفت مُوش
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چوہے نے کہا
چغز را روزے کہ اے مصباحِ ہوش
ایک روز مینڈک سے، کہا اے ہوش کے چراغ!

وقتہا خواہم کہ گویم با تو راز
بسا اوقات میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے راز کہوں
تو درونِ آب داری تُرکتاز
تو پانی میں دوڑ لگاتا پھرتا ہے

برلبِ جُو من تُرا نعرہ زناں
میں نہر کے کنارے تجھے آواز دیتا ہوں
نشنوی در آب بانگِ عاشقاں
تو عاشقوں کی آواز پانی میں نہیں سنتا ہے

من دریں وقتِ معیّن اے دلیر
اے بہادر! میں اس مقرر وقت میں
من نگردم از محاکاتِ تو سیر
تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا ہوں

پنج[2] وقت آمد نماز اے رہنمون
اے رہنما! نماز پانچ وقت ہے
عاشقاں را فِیْ صَلٰوۃٍ دَآئِمُوْن
لیکن عاشقوں کے لیے ہے کہ "وہ ہمیشہ نماز میں ہیں"

نے بہ پنج آرام گیرد آں خُمار
وہ خمار پانچ سے آرام نہیں حاصل کرتا ہے
کاندراں سرہاست نے پانصد ہزار
جو اُن سروں میں ہے، نہ پانچ لاکھ سے

نیست زُرغِبا نشانِ عاشقاں
عاشقوں کی علامت "گاہے ماہے زیارت کر" نہیں ہے
سخت مستسقی ست جانِ صادقاں
صادقوں کی جان سخت پیاسی ہے

نیست[3] زُرغِبا وظیفۂ ماہیاں
مچھلیوں کا معمول "کبھی کبھی زیارت کر" نہیں ہے
زانکہ بے دریا ندارند اُنسِ جاں
کیونکہ دریا کے بغیر وہ رُوح کا اُنس نہیں رکھتی ہیں

آبِ ایں دریا کہ ہائلِ بُقعہ ایست
اس دریا کا پانی جو خوفناک جگہ ہے
باخُمارِ ماہیاں خود جُرعہ ایست
مچھلیوں کے خمار کے سامنے خود ایک گھونٹ ہے

یک دمِ ہجراں برِ عاشق چو سال
عاشق کے نزدیک ہجر کا ایک لمحہ، سال جیسا ہے
وصلِ سالِ متصل پیشش خیال
سال بھر کا مسلسل وصل، اس کے لیے ایک خیال ہے

---

[1] ایں سخن۔ اللہ کی شرابِ محبت پینے کے آثار کا بیان۔ مصباحِ ہوش۔ چوہے نے مینڈک کے ہوش وحواس کو چراغ کہا۔ وقتہا۔ مقرر وقت کے علاوہ بسا اوقات جی چاہتا ہے کہ تجھ سے کوئی راز کی بات کہوں لیکن تو دریا میں دوڑتا پھرتا ہے۔ برلب۔ میں دریا کے کنارے پر تجھے آوازیں دیتا ہوں تو مجھ جیسے عاشقوں کی آواز نہیں سن پاتا ہے۔ من دریں وقت۔ مقرر وقت میں باتوں سے دل نہیں بھرتا ہے تو دوسرے وقت بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

[2] پنج وقت۔ نماز میں اللہ سے پانچ وقت باتیں ہوتی ہیں تو یہ مقرر اوقات تو عوام کے لیے ہیں، لیکن عاشقانِ خدا تو ہر وقت نماز یعنی خدا سے گفتگو میں لگے رہتے ہیں۔ نے بہ پنج۔ صرف پانچ وقت میں بات کرنے سے اُن کا دل مطمئن نہیں ہوتا اس لیے کہ ان دلوں میں تو لاکھوں راز ہیں جو وہ اللہ سے کہنا چاہتے ہیں۔ زُرغِبا۔ ایک دن چھوڑ کر ملاقات کر، یہ حکم عاشقوں کے لیے نہیں ہے، عاشقوں کی جان بہت پیاسی ہے اُس کی سیری کے لیے تو ہر وقت ملاقات درکار ہے۔

[3] نیست۔ دریا کے بارے میں مچھلی سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تو دریا سے ایک روز چھوڑ کر ملاقات کر کیونکہ مچھلی بغیر دریا کے تھوڑی دیر میں روح سے بیزار ہو جاتی ہے۔ آب۔ مچھلی تو دریا کے سمندر کو ایک گھونٹ پانی سمجھتی ہے۔ یکدم۔ عاشق کیلئے ہجر کا ایک لمحہ سال برابر اور مسلسل ایک سال کا وصال بھی محض ناپائیدار خیال کیطرح ہے۔

عشق[1] مستقی ست مستقی طلب
عشق پیاسا ہے، پیاسے کا طلبگار ہے
روز بر شب عاشق ست و مضطر ست
دن رات پر عاشق ہے اور بے چین ہے
نیست شاں از جستجو یک لحظہ ایست
اُن کو جستجو سے ایک لحظہ بھی رکاوٗ نہیں ہے
ایں گرفتہ پائے آں، آں گوشِ ایں
اس نے اس کا پاؤں پکڑا ہے، اُس نے اس کا کان
دردلِ[2] معشوق جملہ عاشق ست
معشوق کے دل میں جو کچھ ہے وہ عاشق ہی ہے
دردلِ عاشق بجز معشوق نیست
عاشق کے دل میں معشوق کے سوا کچھ نہیں ہے
بریکے اُشتر بُوَد ایں دو درا
دونوں گھنٹے ایک اونٹ پر ہیں
ہیچکس باخویش زُرْغِبا نمُود
کسی شخص نے اپنے ساتھ ایک دن چھوڑ کر زیارت کرکو ظاہر کیا ہے
آں[3] یکی نے کہ عقلش فہم کرد
وہ یگانگت ایسی نہیں ہے کہ عقل اُس کو سمجھے
جُز مگر مردے کہ پیش از مرگ مُرد
سوائے اُس شخص کے جو مرنے سے پہلے مر گیا
ور بعقل اِدراکِ ایں ممکن بُدے
اور اگر عقل سے اس کا علم ممکن ہوتا
باچناں رحمت کہ دارد شاہِ ہُش
اُس رحمت کے ہوتے ہوئے جو شاہِ عقل رکھتا ہے

در پئے ہم این و آں چوں روز و شب
یہ اور وہ، دن اور رات کیطرح ایکدوسرے کے پیچھے ہیں
چوں بہ بینی شب بُرو عاشق ترست
جب تو غور کرے، رات اُس پر زیادہ عاشق ہے
از پئے ہم شاں یکے دم ایست نیست
ایک دوسرے کے پیچھے سے اُنھیں ایک لحہ بھی توقف نہیں ہے
ایں براں مدہوش و آں بیہوشِ ایں
یہ اُس پر مدہوش ہے اور وہ اس پر بیہوش ہے
دردلِ عذرا ہمیشہ وامق ست
عذرا کے دل میں ہمیشہ وامق ہے
درمیاں شاں فارق و مفروق نیست
ان کے درمیان کوئی جدا کرنیوالا اور جدائی کا سبب نہیں ہے
پس چہ زُرْغِبا بگنجد ایں دورا
تو ان دونوں میں "ایک دن چھوڑ کر زیارت کر" کی گنجائش کہاں ہے
ہیچ کس باخود بنوبت یار بُود
کوئی شخص باری سے اپنا یار بنا ہے
فہمِ ایں موقوف شُد برمرگِ مرد
اس کا سمجھنا انسان کے مرنے پر موقوف ہے
رختِ ہستی را بسُوئے یار بُرد
ہستی کا سامان، یار کی جانب لے گیا
قہرِ نفس از بہرِ چہ واجب شُدے
تو نفس کا مجاہدہ کیوں ضروری ہوتا؟
بے ضرورت چوں بگوید نفس کش
بغیر ضرورت کیوں کہتا کہ نفس کشی کر؟

---

[1] عشق۔ یعنی معشوق بھی عاشق کا پیاسا ہے اور اس کا طلبگار ہے۔ روز۔ عاشق اور معشوق کا حال ایسا ہی ہے جیسے دن اور رات کا کہ ایک دوسرے پر عاشق ہے۔ نیست۔ نہ دن کو رات کی طلب میں قرار ہے نہ رات کو دن کی طلب میں، ہر وقت ایک دوسرے کے درپے ہے۔ ایں گرفتہ۔ دن اور رات نے ایک دوسرے کا کان اور پاؤں پکڑ رکھا ہے اور ایک دوسرے پر مدہوش ہے۔

[2] دردل۔ معشوق کے دل میں عاشق کے تصور کا غلبہ ہے۔ عذرا۔ عرب کی مشہور معشوقہ ہے۔ وامق۔ عرب کا مشہور عاشق ہے۔ درا۔ دال کا زبر اور زیر دونوں جائز ہے، جرس، گھنٹہ یعنی عاشق اور معشوق دونوں اس طرح جڑے ہوئے ہیں جیسے اونٹ کے گلے میں دو گھنٹیاں پڑی ہوتی ہیں تو ان کے لیے کبھی کبھی ملاقات کرنے کا حکم نہیں ہو سکتا۔ ہیچکس۔ معشوق اور عاشق میں اتحاد ہے، اب اگر عاشق سے یہ کہا جائے کہ تو معشوق کی کبھی کبھی زیارت کیا کر تو گویا یہ صورت ہے کہ اس سے کہا جا رہا ہے کہ تو اپنی گاہے گاہے زیارت کیا کر۔

[3] آں یکی۔ محبوب حقیقی اور محب کا اتحاد عقلی نہیں ہے یہ مرنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے۔ جز۔ اس دنیا میں بھی وہ شخص اس کو سمجھ سکتا ہے جس نے مقام فنا حاصل کر لیا ہو۔ ور بعقل۔ اگر نظری عقل سے یہ اتحاد سمجھ میں آ سکتا تو اللہ تعالیٰ انسان کو مجاہدہ کا حکم نہ دیتا۔ باچناں۔ اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم ہے وہ بلاوجہ مشقت میں مبتلا نہیں کرتا ہے، مجاہدوں کے بعد یہ ذوق پیدا ہوتا ہے کہ اس اتحاد کو سمجھا جا سکے۔

مبالغہ[1] کردنِ مُوش در لابہ و زاری کردن و وصلت جستن از چغزِ آبی

خوشامد میں چوہے کا مبالغہ کرنا اور عاجزی کرنا اور پانی کے مینڈک سے جوڑ چاہنا

گفت اے یارِ عزیزِ مہر کار
اُس نے کہا اے مہربان پیارے دوست!
من ندارم بے رُخت یکدم قرار
میں تیرے رُخ کے بغیر ایک لمحہ قرار نہیں رکھتا ہوں

روز نور و مکسب و تابم توئی
دن میں میرا نور اور کمائی اور روشنی تو ہے
شب قرار و سلوت و خوابم توئی
رات میں میرا قرار اور بے غمی اور نیند تو ہے

از مروت باشدار شادم کنی
مروت ہو گی، اگر تو مجھے خوش کر دے
وقت و بے وقت از کرم یادم کنی
وقت اور بے وقت کرم کر کے تو مجھے یاد کر لے

درشبا روزے وظیفۂ چاشتگاہ
دن رات میں، چاشت کے ورد کے وقت
راتبہ کردی وصال اے نیک خواہ
اے خیرخواہ! تو نے وصال مقرر کر دیا ہے

من بدیں یکبار قانع نیستم
میں اس ایک بار پر صابر نہیں ہوں
در ہوایت طُرفہ انسانیستم
تیری محبت میں، عجب انسان ہوں

پانصد[2] اِستقاستم اندر جگر
میرے جگر میں پانچ سو استقاء ہیں
باہر اِستقا قریں جُوعُ البقر
اور ہر استقاء کے ساتھ جوع البقر ہے

بے نیازی از غمِ من اے امیر
اے حاکم! تو میرے غم سے لاپروا ہے
دہ زکاتِ جاہ و بنگر در فقیر
رُتبہ کی زکات دے اور فقیر کی طرف دیکھ

ایں[3] فقیرِ بے ادب نادر خورست
یہ بے ادب فقیر، نالائق ہے
لیک لُطفِ عامِ تو زاں برترست
لیکن تیری عام مہربانی اس سے بالا ہے

می نجوید لُطفِ عامِ تو سند
تیری عام مہربانی سند نہیں ڈھونڈتی
آفتابے بر حدثہا میزند
سورج، ناپاکیوں پر اثر کرتا ہے

نورِ اُورا زاں زیانے نابُدہ
اس کے نور کو گلاپ سے کوئی نقصان نہ پہنچا
واں حدث از خشکی ہیزم شُدہ
اور وہ ناپاکی خشکی کی وجہ سے ایندھن بن گئی

تاحدث در گلخنی شُد نُور یافت
یہاںتک کہ ناپاکی بھٹی میں گئی، روشنی ہو گئی
بر درو دیوارِ حمامے بتافت
حمام کے در و دیوار پر چمکی

---

1. مبالغہ۔ چوہے نے مینڈک کی خوشامدیں شروع کر دیں تاکہ آپس میں وصل رہے۔ مہر کار۔ مہربان۔ روز۔ دن اور رات کے جو مقاصد ہوتے ہیں وہ صرف تیری ذات ہے۔ از مروت۔ تیری مروت کا تقاضا ہے کہ مجھے وقتِ معین اور اس کے علاوہ بھی بلا لیا کرے۔ درشبا روزے۔ اب تو دن اور رات میں صرف ایک ملاقات مقرر ہے لیکن مجھے اس پر قناعت نہیں ہو سکتی۔ میں تو محبت میں عجب چیز بن گیا ہوں۔
2. پانصد۔ تیری محبت میں میرے دل میں پانچسو استقاء ہیں جس میں پیاس نہیں بجھتی اور ہر استقاء کو جوع البقر ہے جس میں بھوک نہیں جاتی۔ بے نیازی۔ تو میرے عشق سے بے نیاز ہے ورنہ تو بھی خود بکثرت ملاقات کی کوئی تدبیر سوچتا تو عشق کے معاملہ میں امیر ہے اور حسن سے مالا مال ہے اپنے رتبہ کی کچھ زکوۃ مجھے دے۔
3. ایں فقیر۔ مولانا نے مجازی معشوق سے حقیقی معشوق کی طرف انتقال کیا ہے یعنی میں نالائق اور بے ادب ہوں لیکن تیری مہربانیاں صرف لائقوں کے لیے نہیں۔ سند۔ یعنی قابلیت کی سند۔ آفتاب۔ سورج کا فیض عام ہے۔ نور او۔ سورج کی دھوپ اگر نجاست پر پڑتی ہے تو سورج میں کوئی نقصان نہیں آتا وہ نجاست کار آمد ہو جاتی ہے۔ تاحدث۔ گوبر دھوپ سے خشک ہو کر بھٹی کے کام آ جاتا ہے اور خود منور ہو جاتا ہے جس سے حمام کے درو دیوار روشن ہو جاتے ہیں۔

یُودِ[1] آلائش شُد آرائش کنوں || چوں برُو برخواند خورشید آں فسوں

وہ آلودگی تھی اب زینت بن گئی || جب سورج نے اُس پر وہ منتر پڑھ دیا

شمس ہم معدۂ زمیں را گرم کرد || تا زمیں باقی حدثہا را بخورد

سورج نے زمین کے معدے کو بھی گرم کر دیا || یہاں تک کہ باقی ناپاکی کو زمین نگل گئی

جُزوِ خاکی گشت و رست ازوے نبات || ھٰکذا یَمحُو الالٰہُ السَّیِّاٰت

وہ مٹی کا جز بنی اور اُس سے نباتات اُگیں || اسی طرح اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے

جُزوِ خاکی گشت ازوے پُرز نور || ھٰکذا یَغفِر لِمَن یُعطِی الغفور

اُس سے خاکی جُز پُرنور ہو گیا || اس طرح غفور، مغفرت کرتا ہے جسکو عطا کرتا ہے

جُزوِ خاکی گشت ازوے بارِشاد || ھٰکذا یَرحَم اِلٰہ لِلعِبَاد

اُس سے خاکی جُز با صلاحیت بن گیا || اس طرح اللہ تعالیٰ بندوں پر رحم کرتا ہے

باحَدَث[2] کاں بدترین ست ایں کُند || کش نبات و نرگس و نسریں کُند

ناپاکی کے ساتھ جو بدتر ہے، یہ کرتا ہے || کہ اُس کو نباتات اور نرگس اور نسرین کر دیتا ہے

تابہ نسرینِ مناسک در وفا || حق چہ بخشد در جزا و در عطا

تو وفا میں عبادتوں کی نسرین کے ساتھ || اللہ تعالیٰ جزا اور عطا میں کیا کچھ بخشے گا؟

چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہد || طیّبیں را تاچہ بخشد دَر رَسد

جب خبیثوں کو ایسی خلعت عطا کرتا ہے || تو حصہ میں، پاکوں کو کیا کچھ بخشے گا؟

آں دہد حق شاں کہ لَا عَین رَأت || کہ نگنجد در زبان و در لُغت

اللہ تعالیٰ اُن کو وہ دیتا جو نہ آنکھ نے دیکھا || جو زبان اور لغت میں نہیں سما سکتا

ماکئیم[3] ایں را بیاں کن یارِ من || روزِ من روشن کن از خلقِ حسن

اے میرے دوست! تو بتا ہم کون ہیں؟ || بہتر اخلاق سے میرے دن کو روشن کر دے

منگر اندر زشتی و مکرَ و ذمیم || کہ ز پُر زہرے چومارِ کوہیم

میرے بھدے پن اور مکروہ ہونے کو نہ دیکھ || کیونکہ میں پہاڑی سانپ کی طرح زہر سے پُر ہوں

ایکہ من زشت و خصالم جملہ زشت || چوں شوم گُل چوں مرا اُو خار کِشت

اے محبوب! میں بُرا اور میری سب عادتیں بُری ہیں || میں پھول کیسے بن جاؤں جبکہ اس نے مجھے خار بنایا ہے؟

نوبہارا حسنِ گُل دہ خار را || زینتِ طاؤس دہ ایں مار را

اے نوبہارا! تو کانٹے کو پھول کا حسن دے دے || تو اس سانپ کو مور کی زینت عطا کر دے

---

1. بود۔ وہ پہلے آلائش تھا اب آرائش بن گیا۔ شمس۔ یہ تو اُس نجاست کا ذکر تھا جو خشک ہونے کے بعد حمام میں پہنچی اگر حمام میں نہ جائے تو زمین اُس کو نگل جائے گی۔ جزو۔ اور اب وہ مٹی میں مل کر کھاد بن کر نباتات کی پیداوار کا سبب بنے گی۔ ہکذا۔ جس طرح سورج نے نجاست کو دُور کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ بُرائیوں کو مٹا دیتا ہے۔ جزو۔ ایک مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ یرحم۔ قرآن پاک میں ہے فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِم حَسَنٰت "پس یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا"۔
2. باحدث۔ جب سورج (اللہ تعالیٰ) کا نجاستوں (گنہگاروں) کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ اُس نجاست (گناہ) سے پھول بوٹے (نیکیاں) اُگ پڑی ہیں تو پھولوں (نیکیوں) پر جو اثرات مرتب ہوں گے تو ان کو تو وہی جانتا ہے۔ خبیثاں۔ نجاستیں، گنہگار۔ طیبین۔ پھول بوٹے، نیکیاں۔ آں۔ جنت کی وہ نعمتیں ملیں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ اُن کا تصور کیا جا سکتا ہے اور وہ زبان و بیان میں نہیں سما سکتی ہیں۔
3. ماکئیم۔ ہم ان نعمتوں کا بیان نہیں کر سکتے آپ خود بیان کر دیجئے اور اپنے خلقِ حسن سے اُنمیں سے کچھ ہمیں عطا کر کے ہمارے دن کو روشن کر دیجئے۔ منگر۔ میری نااہلی پر نظر نہ کیجئے میرے اندر تو زہر ہی زہر ہے۔ چوں۔ جبکہ میں خار ہوں خود پھول بن جانے سے عاجز ہوں۔ نوبہارا۔ آپ میں قدرت ہے کہ مجھ خار کو پھول بنا دیں۔

در[1] کمالِ زشتیم من منتہی　لُطفِ تو در فضل و در فن منتہی
میں برائی کے کمال میں انتہا پر پہنچنے والا ہوں　تیری مہربانی فضل اور ہنر میں انتہا پر پہنچنے والی ہے

حاجتِ ایں منتہی زاں منتہی　تو برآر اے غیرتِ سروِ سہی
اس انتہا پر پہنچنے والے کی حاجت اُس انتہا پر پہنچنے والی ہے　پوری کر دے، اے سروِ سہی کے رشک!

چوں بمیرم فضلِ تو خواہد گریست　از کرم، گرچہ ز حاجت اُو بریست
جب میں مر جاؤں گا، تیرا کرم رُوئے گا　مہربانی سے، اگرچہ وہ حاجت سے پاک ہے

برسرِ[2] گورم بسے خواہد نشست　خواہد از چشمِ لطیفش اشک جست
میری قبر کے سرہانے بہت دنوں بیٹھا رہے گا　اُس کی مہربان آنکھ سے آنسو بہیں گے

نوحہ خواہدکرد بر محرومیم　چشم خواہدبست از مظلومیم
وہ میری محرومی پر نوحہ کرے گا　میرے مظلوم ہونے سے آنکھ بند کر لے گا

اندکے زاں لُطفہا اکنوں بکُن　حلقہء در گوشِ من کُن بے سخن
اُن مہربانیوں میں سے تھوڑی سی اب کر دے　بغیر بات کے میرے کان میں حلقہ ڈال دے

آنکہ[3] خواہی گفت تو باخاکِ من　برفشاں بر مدرکِ غمناکِ من
جو تو میری خاک سے کہے گا　میرے غمگین احساس پر چھڑک دے

دست گیرم در چنیں بیچارگی　شاد گردانم دریں غمخوارگی
ایسی بیچارگی میں میری دستگیری کر　اس غمخواری میں مجھے خوش کر دے

لابہ کردنِ مُوش مرچغز را کہ بہانہ میندیش و درنسیہ منداز
چوہے کا مینڈک کی خوشامد کرنا، کہ بہانہ نہ سوچ اور میری ضرورت کے پورا
انجاح آں حاجتِ مرا، کہ فی التاخیر آفات والصوفی
کرنے کو اُدھار میں نہ ڈال، کیونکہ تاخیر میں مصیبتیں ہیں اور صوفی ابن الوقت
ابنُ الوقت و ابن دست از دامنِ پدر باز ندارد و ابِ
ہے اور بیٹا باپ کے دامن سے ہاتھ نہیں ہٹاتا ہے اور صوفی کا مہربان
مُشفقِ صوفی کہ وقت ست اُو را بنگرش فردا محتاج
باپ جو کہ وقت ہے اُس کی نگہداشت کرتا ہے آیندہ کے لیے اس کو محتاج
نگرداند چندانش مستغرق دارد در گلزار مرتع الحسناتِ خویش
نہیں بناتا ہے اور اُس کو اپنے حسنات کی چراگاہ کے چمن میں اسقدر مصروف رکھتا ہے

1. درکمال۔ میں برائی کی انتہا پر ہوں اور تیری مہربانی کرم کی انتہا پر ہے۔ حاجت۔ مجھ جیسے انتہا درجہ کے گنہگار کو تیرا انتہائی فضل درکار ہے۔ چوں بمیرم۔ اب پھر حقیقی محبوب سے مجازی محبوب کی جانب انتقال کیا ہے یعنی چوہے نے مینڈک سے کہا کہ میری زندگی میں تو بے نیازی برت رہا ہے، لیکن میرے مرنے کے بعد تو روئے گا اور یہ رونا ازراہِ کرم ہوگا ورنہ تجھ کو میری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

2. برسرگورم۔ قبر پر آ کر روئے گا اور اشک بہائے گا۔ نوحہ۔ میری وصل سے محرومی پر نوحہ کرے گا، اور میری مظلومیت کی وجہ سے نظریں نیچی ہوں گی۔ اندکے۔ اے محبوب میرے مرنے کے بعد جو تیری مہربانیاں ہوں گی اُن میں سے تھوڑی سی ابھی کر دے اور جو باتیں قبر پر آ کر کرے گا اُن کا مجھے اسی وقت حلقہ بگوش کر دے۔

3. آنکہ۔ جو محبت آمیز باتیں قبر پر آ کر کرے گا اسی وقت غمگین احساس پر نچھاور کر دے۔ دست گیرم۔ اسی بیچارگی میں میری دستگیری کر دے اور غم میں مجھے خوش کر دے، اُدھار سے نقد بہتر ہوتا ہے جو کچھ کرنا ہے اب کر دے۔ لابہ۔ اس قصہ سے یہی بات بتائی ہے کہ اُدھار سے نقد بہتر ہے۔

کہ چوں عوام منتظر مستقبل نباشد نہ دہری باشد و نہ قدری نہ
کہ وہ عوام کیطرح آنے والے زمانہ کا منتظر نہیں ہوتا ہے، وہ نہ دہری ہوتا ہے، نہ قدری نہ منع کرنے
نہری باشد ونہ دہری کہ لَیْسَ عِنْدَاللّٰہِ صَبَاحٌ وَلَا مَسَآءٌ ماضی
والا ہوتا ہے، اور نہ زمانہ سے ساز باز کرنے والا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ صبح ہے نہ شام گذرا
و مستقبل و ازل و ابد آنجا نباشد آدمؑ سابق و دجّال مسبوق
ہوا زمانہ اور آنے والا زمانہ اور ازل اور ابد وہاں نہیں ہے، آدمؑ پہلے اور دجال بعد میں
نباشد کہ ایں رسوم در خطۂ عقلِ جُزوی ست و روحِ حیوانی
نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ باتیں جزوی عقل کے دائرہ میں ہیں اور عالم لامکان و
را در عالمِ لامکان و لازمان ایں رسوم نباشد پس اُو ابنِ
لازمان میں حیوانی روح کے لیے یہ رسمیں نہیں ہیں، تو وہ
وقت ست کہ لَا یُفْهَمُ مِنْهُ اِلَّا تَفرِقَةُ الْاَزْمِنَةِ چنانکہ اِنَّ
ابن الوقت ہے کہ اس سے زمانوں کے تفرقہ کے کچھ سمجھ نہیں آتا جس طرح اللہ تعالیٰ
اللّٰہَ تَعَالیٰ وَاحِدٌ فہم شود و نفیِ دوئی نہ حقیقتِ واحدی
ایک ہے سمجھ میں آتا ہے اور دوئی کی نفی نہ کہ واحدی حقیقت

صوفی را گفت خواجہ سیم پاش
چاندی بخشنے والے ایک صاحب نے ایک صوفی سے کہا
اے قدمہائے تُرا جانم فراش
اے وہ! کہ میری جان تیرے قدموں کا فرش ہے

یک درم خواہی تو امروز اے شہم
اے میرے شاہ! تو آج ایک درہم لینا چاہتا ہے
یا کہ فردا چاشتگاہے سہ درم
یا کل کو چاشت کے وقت تین درہم

گفت[1] امروز ایں درم راضی ترم
اُس نے کہا میں آج ایک درہم پر زیادہ راضی ہوں
زانکہ امروز این و فردا صد درم
اس سے بھی کہ آج ایک ہو اور کل سو درہم ہوں

سیلیئے نقد از عطائے نسیہ[2] بہ
نقد طمانچہ، ادھار بخشش سے بہتر ہے
نک قفا پیشت کشیدم نقد دہ
اب میں نے تیرے سامنے گدی کر دی نقد دے دے

خاصہ آں سیلی کہ از دستِ تواست
خصوصاً وہ طمانچہ جو تیرے ہاتھ سے ہو
کہ قفا و سیلیش مستِ تواست
کیونکہ گدی اور اس کا طمانچہ تجھ پر عاشق ہے

ہیں بیا اے شادیِ جان و جہاں
خبردار! اے جاں اور جہان کی خوشی! آجا
خوش غنیمت دار نقدِ ایں زماں
اس کے وقت نقد کو بہت غنیمت سمجھ

---

1. گفت ۔صوفی نے کہا آج ایک درہم کے بجائے کل کو تین درہم کیا سو درہم بھی مجھے پسند نہیں ہے ۔سیلیئے ۔نقد تو ایسی چیز ہے کہ اُس کا چپت بھی ادھار کی عطا سے اچھا ہے۔
2. نسیہ ۔اُدھار ۔خاصہ ۔خصوصاً تیرا چپت تو بہت ہی بہتر ہے کیونکہ میری گدی اور اُس پر چپت لگنا تیرے عاشق ہیں ۔ ہیں ۔ جب نقد بہر حال بہتر ہے تو تُو ابھی آجا۔

درمدُزد[1] آں رُوئِ ماہ از شب رواں — سرمکش زیں جوئے اے آبِ رواں

چاند کا وہ چہرہ، رات کے چلنے والوں سے نہ چھپا — اے جاری پانی! اس نہر سے روگردانی نہ کر

تالبِ جُو خندد از ماءِ معیں — وز لبِ جُو سَر برآرد یاسمیں

تاکہ جاری پانی سے، نہر کا کنارہ مسکرا پڑے — اور چنبیلی نہر کے کنارے سے سر اُبھارے

چوں بہ بینی برلبِ جُو سبزہ مست — پس بداں از دور کانجا آب ہست

تو جب نہر کے کنارے پر جھومتا سبزہ دیکھے — دور سے سمجھ جا کہ وہاں پانی ہے

گفت[2] سِیْمَاھُمْ وُجُوْھُھُمْ کردگار — کہ بُوَد غمازِ باراں سبزہ زار

اللہ تعالیٰ ''ان کے چہروں پر علامتیں ہیں'' فرمایا ہے — کیونکہ سبزہ زار، بارش کا مخبر ہے

گر ببارد شب نہ بیند ہیچ کس — کہ بُوَد در خواب ہر نفس و نفس

اگر رات میں برسے کوئی شخص نہ دیکھے — کیونکہ ہر انسان اور سانس نیند میں ہوتا ہے

تازگیِ ہر گلستانِ جمیل — ہست برباراںِ پنہانی دلیل

ہر خوبصورت چمن کی تازگی — مخفی بارش کی دلیل ہے

رجوع بحکایت مُوش و چغزِ آبی

چوہے اور پانی کے مینڈک کی حکایت کی جانب رجوع

اے اخی من خاکیم تو آبئی — لیک شاہِ رحمت و وہابئی

اے میرے بھیا! میں خاکی ہوں تو آبی ہے — لیکن تو رحمت کا شاہ اور عطا کرنے والا ہے

آنچناں[3] کن از عطا و از قسم — کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم

تو حصہ اور عطا میں ایسا کر — کہ وقت اور بے وقت خدمت میں پہنچتا رہوں

برلبِ جُومن بجاں میخوانمت — می نہ بینم از اِجابت مرحمت

نہر کے کنارے، میں تجھے دل سے پکارتا ہوں — میں منظوری کی عنایت نہیں دیکھتا ہوں

آمدن در آب برمن بستہ شُد — زانکہ ترکیبم زخاکے رُستہ شُد

پانی میں آنا، مجھ پر بند ہے — کیونکہ میری ساخت مٹی سے ہوئی ہے

یارسولے یا نشانے کن مدد — تاتُرا از بانگِ من آگہ کُند

یا کوئی قاصد یا کوئی علامت مددگار بنا — تاکہ میرے پکارنے سے تجھے باخبر کر دے

بحث کردند اندریں کار آں دویار — آخرِ آں بحث ایں آمد قرار

اس معاملہ میں اُن دونوں دوستوں نے بحث کی — اس بحث کے آخر میں یہ طے ہوا

---

1. درمدُزد۔ میں رات کا مسافر ہوں تیرا چہرہ چاند ہے، چاند کو رات کے مسافر سے چھپانا مناسب نہیں۔ میں نہر ہوں تو آبِ رواں ہے پانی کو نہر میں آنا چاہیے۔ تا لب۔ پانی پہنچنے سے نہر کے کنارے مسکرا پڑتے ہیں اور اُن پر پھول بوٹے نمودار ہو جاتے ہیں۔ چون بہ بینی۔ اے مخاطب جب تو نہر کے کنارے سبزہ دیکھے تو دور سے سمجھ لے کہ نہر میں پانی ہے یعنی کسی شخص کے انوار و برکات سے اُس کے صاحبِ نسبت ہونے کو سمجھ لے۔

2. گفت۔ نیکی کے آثار پیشانی پر ہوتے ہیں یہ اسی لیے ہے کہ سبزہ زار اشارہ کرتا ہے کہ وہاں پانی ہے۔ گر ببارد۔ اگر رات میں بارش ہوتی ہے بارش کو کوئی نہیں دیکھتا ہے۔ لیکن صبح کو سبزے پر تازگی دیکھتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ رات بارش ہوئی ہے۔ اے اخی۔ پھر چوہے کی گفتگو شروع کی ہے، چوہے نے مینڈک سے کہا کہ اگرچہ میں خاکی ہوں اور تو آبی اس لیے میں تیرا ہم جنس نہیں ہوں لیکن تو شاہِ رحمت اور عطا کی طرف منسوب ہے اور عطا کے لیے ہم جنس ہونا ضروری نہیں ہے۔

3. آنچناں۔ مجھے ایسا موقع دے دے کہ وقت بے وقت تجھ سے مل لیا کروں۔ برلب جو۔ چوہے نے مینڈک سے کہا کہ میں نہر کے کنارے پر آ کر آپ کو پکارتا ہوں لیکن آپ جواب عنایت نہیں کرتے۔ آمدن۔ چونکہ میں خشکی کا جانور ہوں اس لیے پانی میں نہیں جا سکتا۔ یارسولے۔ یا تو کوئی پیغامبر یا اور کوئی ایسی علامت مقرر کر دیجئے کہ میری آواز آپ کو پہنچ جایا کرے۔ دویار۔ چوہا اور مینڈک۔

کہ[1] بدست آرند یک رشتہ دراز — تا ز جذبِ رشتہ گردد کشفِ راز
کہ ایک لمبا ڈورا حاصل کر لیں — تاکہ ڈورے کے کھینچنے سے راز کھل جائے

یکسرے برپائے ایں بندہ دو تو — بستہ باید، دیگرش برپائے تُو
ایک سرا اس خمیدہ بندہ کے پاؤں پر — بندھا ہوا ہونا چاہیے اور اس کا دوسرا سرا تیرے پاؤں پر

تاہم آئیم زیں فن ما دو تن — اندر آمیزیم چوں جاں با بدن
تاکہ اس ترکیب سے ہم دونوں جمع ہو جائیں — مل جل جائیں، جس طرح جان بدن سے

ہست تن چوں ریسماں برپائے جاں — می کشاند برزمینش ز آسماں
جسم، جاں کے پاؤں پر ڈورے کی طرح ہے — اُس کو آسمان سے زمین پر کھینچ لاتا ہے

چغزِ جاں در آبِ خوابِ بیہشی — رَستہ از مُوشِ تن آید در خوشی
جان کا مینڈک، بے ہوشی کی نیند کے پانی میں — جسم کے چوہے سے چھوٹ کر خوشی میں ہے

مُوشِ[2] تن زاں ریسماں بازش کشد — چند تلخی زیں کشش جاں می چشد
جسم کا چوہا اس ڈورے کے ذریعہ اس کو پھر کھینچ لیتا ہے — اس کھچاؤ سے جان بہت سی کڑواہٹیں محسوس کرتی ہے

گر نبُودے جذبِ مُوشِ گندہ مغز — عیشہا کردے درونِ آب چغز
اگر گندہ دماغ چوہے کی کشش نہ ہوتی — تو مینڈک، پانی میں مزے اُڑاتا

باقیش چوں روز برخیزی ز خواب — بشنوی از نور بخشِ آفتاب
اس کا باقی، جس روز تو نیند سے بیدار ہو گا — تو سورج کو نور عطا کرنے والے سے سُن لے گا

یک سرِ رشتہ گرہ بر پائے من — زاں سَرِ دیگر تو برپا عقد زن
ڈورے کے سرے کی ایک گرہ میرے پاؤں پر — دوسرے سرے کی گرہ تو اپنے پاؤں پر لگا لے

تاتوانم من دریں خشکی کشید — مرتُرا نک[3] شُد سرِ رشتہ پدید
تاکہ میں اس خشکی میں کھینچ سکوں — تجھے اب ڈورے کا سرا ظاہر ہو گیا

تلخ آمد بر دلِ چغز ایں حدیث — کہ مرا در عقد آرد ایں خبیث
یہ بات مینڈک کے دل کو کڑوی لگی — کہ یہ خبیث مجھے گرہ میں پھانستا ہے

ہر کراہت در دلِ مردِ بہی — چوں در آید زافتے نبُود تہی
بہتر انسان کے دل میں جو کراہت — آتی ہے، وہ مصیبت سے خالی نہیں ہوتی

وصفِ حق داں آں فراست را نہ وہم — نورِ دل از لوحِ کل کردست فہم
اُس فراست کو اللہ تعالیٰ کی صفت سمجھ نہ کہ وہم — دل کے نور نے، لوحِ محفوظ سے سمجھا ہے

[1] کہ بدست آرند۔ چوہے اور مینڈک میں یہ طے ہو گیا کہ ایک بڑا ڈورا ہو، جس کا ایک سرا چوہے کے پاؤں میں اور ایک سرا مینڈک کے پاؤں میں بندھا ہوا ہو۔ تاہم۔ جب ضرورت ہو تو دونوں میں سے ہر ایک اس ڈورے کو کھینچ لیا کرے دوسرے کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ بلا رہا ہے۔ ہست۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جسم کا تعلق روح کے پاؤں کا ڈورا ہے جو اس روح کو آسمان سے کھینچ لاتا ہے۔ چغز۔ روح کا مینڈک، نیند کی حالت میں جسم کے چوہے سے رہائی پا کر خوشی محسوس کرتا ہے۔

[2] مُوشِ۔ جسم کا چوہا پھر اسکو کھینچ لاتا ہے۔ گرنبُودے۔ اگر جسم کا چوہا روح کے مینڈک سے وابستہ نہ ہوتا تو روح کا مینڈک پانی میں عیش کرتا۔ باقیش۔ جسم اور روح کا یہ تو دنیاوی زندگی میں حال ہے، قیامت میں پھر جب روح جسم سے وابستہ ہوگی تو اس کے احوال اللہ تعالیٰ سے سن لینا۔ یک سر رشتہ۔ یہ چوہے کا مقولہ ہے۔ تاتوانم۔ چوہے نے کہا جب تیرے پاؤں میں ڈورا بندھا ہوا ہو گا میں تجھے خشکی میں کھینچ کر لا سکوں گا۔

[3] نک شد۔ اب معاملہ حل ہو گیا۔ تلخ۔ مینڈک کو یہ بات ناگوار گذری کہ یہ چوہا مجھے پھانسنا چاہتا ہے۔ ہر کراہت۔ روشن ضمیر انسان کو جو بات ناگوار ہوتی ہے وہ یقیناً کسی مصیبت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ وصفِ حق۔ مومن میں یہ فراست اللہ کی صفت ہے جو مومن کے دل کے نور نے اللہ تعالیٰ کے علم سے حاصل کی ہے۔ لوحِ کل۔ اللہ تعالیٰ کا علم۔

امتناعِ[1] پیل از سیراں بہ بیت — با جدِ آں پیلبان و بانگِ ہیت
بیت اللہ کی طرف جانے سے ہاتھی کا رُکنا — فیلبان کی کوشش اور "آجا" کی آواز سے

جانبِ کعبہ نرفتے پائے پیل — باہمہ لت نے کثیرو نے قلیل
ہاتھی کا پاؤں کعبہ کی جانب نہ چلتا تھا — باوجود پوری لاتیں مارنے کے نہ بہت اور نہ تھوڑا

گفتیی خود خشک شد پاہایِ اُو — یا بمُرد آں جانِ ہول افزائے اُو
تو کہتا، خود اُس کے پاؤں سوکھ گئے ہیں — یا اُس کی خوفناک جان مُردہ ہو گئی ہے

چونکہ کردندے سرش سُوئے یمن — پیلِ نرِ[2] دو اسپہ گشتے گام زن
جب اُس کا سر یمن کی جانب کرتے — نر ہاتھی دوڑ کر قدم اٹھانے لگتا

حسِ پیل از زخمِ غیب آگاہ بُود — چوں بُود حسِ ولیِ باورُود
ہاتھی کی حس غیب کی مصیبت سے واقف تھی — جیسی کہ واردات والے ولی کی حس ہوتی ہے

نے کہ یعقوبِ نبیؑ گفت آں زماں — کہ از و جُستند یوسفؑ را کہاں
کیا یہ نہیں ہوا کہ یعقوب نبیؑ نے جس وقت — اُن سے یوسفؑ کو بڑوں نے مانگا؟

نے کہ یعقوبِ نبیؑ آں پاک خُو — بہرِ یوسفؑ باہمہ اخوانِ اُو
کیا یہ نہیں ہوا کہ یعقوب نبی پاک خصلت نے — یوسفؑ کے لیے اُن کے سب بھائیوں سے

از پدر چوں خواستند آں داوراں — تا برندش سُوئے صحرا یک زماں
جب اُن بھائیوں نے باپ سے مانگا — تاکہ تھوڑی دیر کے لیے جنگل کی جانب لے جائیں

جملہ گفتندش میندیش از ضرر — یک دو روزش مہلتے دہ اے پدر
سب نے اُن سے کہا کہ آپ نقصان کا خیال نہ کریں — اے ابا! ایک دو روز اُن کو موقع دے دیجیے

تو چرا[3] مارا نہ پنداری امین — یوسفؑ خود نسپری با حافظین
آپ ہمیں محافظ کیوں نہیں سمجھتے؟ — اپنے یوسفؑ کو محافظوں کے سپرد نہیں کرتے

تا بہم در مرجہا بازی کنیم — ما دریں دعوت امین و محسنیم
تاکہ ہم مل کر سبزہ زاروں میں کھیلیں — ہم اس درخواست میں امین اور نکوکار ہیں

گفت ایں دانم کہ نقلش از برم — میفروزد در دلم رنج و سقم
انھوں نے فرمایا یہ میں جانتا ہوں کہ انکو میرے پاس سے لیجانا — میرے دل میں رنج اور بیماری کو مشتعل کرے گا

ایں دلم ہرگز نمی گوید دروغ — کہ ز نورِ عرش دارد دل فروغ
میرا یہ دل کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے — کیونکہ عرش کے نور سے دل روشنی رکھتا ہے

---

1. امتناع۔ یہ بات کہ آنے والی مصیبت کو مومن کا دل تاڑ لیتا ہے، اللہ تعالیٰ بسا اوقات یہ بات جانور کے دل میں بھی پیدا فرما دیتا ہے۔ جانب کعبہ۔ ابرھہ جب اپنا ہاتھی لے کر خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لیے چلا تو وہ ہاتھی آنے والی مصیبت کو تاڑ گیا تھا اور اس کا قدم خانہ کعبہ کی طرف نہ اُٹھتا تھا۔ چونکہ۔ جب اُس ہاتھی کا رُخ یمن کی طرف موڑتے تھے تو دوڑنے لگتا تھا۔
2. دو اسپہ۔ تیز رفتار۔ چوں بود۔ جب ہاتھی کا یہ خیال تھا تو سمجھ لو کہ جس ولی پر قلبی واردات ہوں اُس کا کیا حال ہوگا۔ نے کہ۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خفیہ بات کو تاڑ گئے تھے۔ کہاں۔ یعنی بڑے بھائی۔ داوراں۔ براوراں۔ جملہ گفتند۔ سب بھائیوں نے کہا کہ نہ ڈریے اور یوسفؑ کو اجازت دے دیجیے۔
3. تو چرا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ہمیں امین کیوں نہیں سمجھتے ہیں ہم تو اس کی حفاظت کریں گے۔ مرجہا۔ چراگاہیں۔ گفت۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا یوسفؑ کو جدا کرنے سے مجھے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ ایں دلم۔ یہ میرا دل کبھی صحیح بات سے تکلیف محسوس نہیں کرتا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے نور سے روشنی حاصل ہے۔

آں[1] دلیلِ قاطعی بُد برفساد — وز قضا آں رانگرد اُو اعتداد

وہ فساد پر پکی دلیل تھی — قضاء خداوندی سے وہ اس کو گنتی میں نہ لائے

درگذشت از وے نشانے آنچناں — کہ قضا در فلسفہ بُود آں زماں

ایسی علامت اُن سے چھوٹ گئی — کیونکہ قضاءِ خداوندی اس وقت حکمت میں تھی

ایں عجب نبُود کہ کور اُفتد بچاہ — بُوالعجب افتادنِ بینائے راہ

یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اندھا کنویں میں گر جائے — بڑا تعجب، راستہ دیکھنے والے کا گرنا ہے

ایں قضا را گونہ گوں تصریفہاست — چشم بندش یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاست

اس قضاءِ خداوندی کے طرح طرح تصرّف ہیں — ''اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے'' اس کی چشم بندی ہے

ہم[2] بداند ہم نداند دل فنش — موم گردد بہرِ آں مُہر آہنش

دل اُس کے ہنر کو جانتا بھی ہے اور نہیں بھی جانتا ہے — اُس کا لوہا اُس کی مہر کے لیے موم بن جاتا ہے

گوئیا دل گوید اے کہ میلِ اُو — چوں دریں شُد ہرچہ اُفتد باش گو

گویا دل کہہ دیتا ہے کہ اے شخص اس قضا کا جھکاؤ — جب اُس میں ہے جو بھی ہو، ہونے دے

خویش را ہم زیں مغفّل می کند — در عقالش جاں معقّل می کند

وہ اپنے آپ کو اس غفلت میں کر دیتا ہے — اُس کی رسّی میں جاں کو باندھ دیتا ہے

گر شود مات اندریں آں بُوالعُلا — آں نباشد مات، باشد ابتلا

اگر وہ بلند مرتبہ اس معاملہ میں مات کھا جاتا ہے — وہ مات نہیں ہوتی، آزمائش ہوتی ہے

یک[3] بلا از صد بلا اش واخرد — یک ہبوطش بر معارجہا برد

اس کو ایک مصیبت سو مصیبتوں سے نجات دے دیتی ہے — ایک بار نیچے اُترنا اس کو بہت سی بلندیوں پر لے جاتا ہے

خام شوخے کہ رہانیدش مُدام — از خُمارِ صد ہزاراں زشتِ خام

وہ ناقص شوخ کہ اس کو شراب نے رہائی دے دی — لاکھوں بھدے خاموں کے خمار سے

عاقبت اُو پختہ و اُستاد شد — جست از رِقِ جہاں آزاد شُد

انجام کار وہ پختہ اور اُستاد ہو گیا — اُس نے دنیا کی غلامی سے چھلانگ لگائی، آزاد ہو گیا

از شرابِ لایزالی گشت مست — شُد ممیّز از خلائق باز رست

وہ نہ مٹنے والی شراب سے مست ہو گیا — وہ لوگوں سے ممتاز ہو گیا، چھوٹ گیا

[1] آں دلیل۔ حضرت یعقوبؑ کو قلبی احساس سے پورا یقین ہو گیا تھا کہ بھائیوں کی بات میں فساد مخفی ہے لیکن اس کے باوجود قضاء خداوندی میں چونکہ ایسا ہونا تھا لہٰذا وہ پھر بھی راضی ہو گئے۔ درگذشت۔ انھوں نے دل کی بات سے درگذر کی چونکہ اس معاملہ میں اللہ کی جانب سے ایک حکمت پوشیدہ تھی۔ ایں عجب۔ حضرت یعقوبؑ کو نورِ دل حاصل تھا پھر بھی وہ فریب میں آ گئے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے اگر کوئی دل کا اندھا فریب کھا جاتا تو تعجب نہ ہوتا۔ ایں قضا۔ قضاءِ خداوندی کے بھی عجیب تصرّفات ہیں وہ بینا کو بھی نابینا بنا دیتی ہے اور خدا کی مشیت اس کی آنکھ کا پردہ بن جاتی ہے۔

[2] ہم بداند۔ جب تقدیرِ خداوندی کسی معاملہ میں آڑے آتی ہے تو انسان یقینی بات میں بھی تذبذب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ موم۔ یعنی دل کا پختہ ارادہ نرم پڑ جاتا ہے۔ گوئیا۔ گویا دل اپنے ارادہ کے خلاف اس قضا کے فیصلہ پر راضی ہو جاتا ہے۔ خویش۔ وہ دل اپنے ارادہ سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتا اور باگ قضا کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ گر شود۔ اگر کوئی باطنی نور والا اپنے احساس کے خلاف سے مغلوب ہو جاتا ہے تو وہ دراصل مغلوبیت نہیں ہے بلکہ قدرت کی جانب سے آزمائش ہے کہ اپنے ارادہ کے خلاف پر قضا سے وہ راضی ہے یا نہیں؟

[3] یک بلا۔ قضا کی وجہ سے جب وہ بلا میں پھنستا ہے اور اس پر رضا کا اظہار کرتا ہے تو سیکڑوں مصیبتوں سے نجات پا جاتا ہے اور ایسا یہ گرنا اسکو بلندیوں پر لیجاتا ہے۔ خام شوخے۔ بےدلیری میں ناقص تھا اب جبکہ اس آزمائش میں کامیاب ہو گیا تو سیکڑوں فاسد خیالات سے نجات پا جاتا ہے۔ عاقبت۔ اُس کامیابی کے نتیجہ میں وہ پختہ اور استاد بن جاتا ہے اور دنیا کے وسوسوں سے آزاد ہو جاتا ہے اب غیر اللہ سے نجات پا کر وہ توحید کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ شد ممیّز۔ اسکو ایک خاص امتیاز حاصل ہو جاتا ہے۔

زاعتقادِ[1] سُست پُر تقلیدِ شاں　وز خیالِ دیدۂ بے دیدِ شاں

ان کے تقلید سے پُر، کمزور اور اعتقاد سے　اُن کی بے بصر کے آنکھ کے خیال سے

اے عجب چہ فن زند اِدراکِ شاں　پیشِ جزر و مدِّ بحرِ بے نشاں

تعجب ہے، اُن کا عِلم کیا تدبیر کرے گا؟　بے نشاں دریا کے اُتار اور چڑھاؤ کے سامنے

زاں بیاباں ایں عمارتہا رسید　مُلک و شاہی و وزارتہا رسید

اُس بیابان سے یہ عمارتیں آئی ہیں　ملک اور بادشاہی اور وزارتیں آئی ہیں

زاں بیابانِ عدم مستانِ شوق　میرسند اندر شہادت جوق جوق

اُس بیابانِ عدم سے، شوق کے مست　جماعت در جماعت (عالمِ) شہادت میں آ رہے ہیں

کارواں بر کارواں زیں بادیہ　میرسد در ہر مساء و غادیہ

اُس صحرا سے قافلہ در قافلہ　ہر شام و صبح کو پہنچ رہے ہیں

آید[2] و گیرد وثاقِ ما گرو　کہ رسیدم نوبتِ ما شد تو رو

آتا ہے اور ہمارا گھر گروی کر لیتا ہے　کہ میں آ گیا، ہماری باری آ گئی، تو چلا جا

چوں پسر چشمِ خرد را واگشاد　زُود بابا رخت برگردوں نہاد

جب بیٹے نے عقل کی آنکھ کھولی　بادا نے سامان جلدی سے آسمان پر جا رکھا

جادۂ شاہ ست آں زیں سُو رواں　واں ازاں سُو صادران و وارداں

وہ شاہراہ ہے، اس جانب سے رواں ہے　وہ اُس جانب سے صادر اور وارد ہیں

نیک بنگر مانشستہ میرویم　می نہ بینی قاصدِ جائے نویم

خوب غور کر لے، ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں　تو یہ نہیں دیکھتا ہے کہ ہم نئی جگہ کا ارادہ کرنے والے ہیں

بہرِ[3] حالے می نگیری راس مال　بلکہ از بہرِ غرضہا در مآل

تو موجودہ وقت کے لیے اصل دولت نہیں لیتا ہے　بلکہ مستقبل کی غرضوں کے لیے

پس مسافر آں بُود اے رہ پرست　کہ مَسیر و رُوش در مستقبل ست

پس اے چلنے والے! مسافر وہ ہے　کہ اُس کا چلنا اور رُخ مستقبل کی طرف ہے

ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال　دمبدم در میرسد خیلِ خیال

جس طرح، بغیر تھکن کے دل کے پردے سے　خیال کا لشکر، پے در پے پہنچتا ہے

---

[1] زاعتقاد۔ عام لوگ غیرحق کے وجود کو معتدبہ سمجھتے ہیں یہ اُس سے نجات پا جاتا ہے۔ اے عجب۔ قضاوقدر کے لامحدود سمندر کے مقابلہ میں انسان کا علم واحساس کیا ہُنر دکھا سکتا ہے۔ زاں۔ عالمِ شہود میں جو کچھ ہے وہ اسی عالمِ غیب سے آیا ہے۔ بیابانِ عدم۔ یعنی عالمِ غیب۔ مستانِ شوق۔ یعنی کائنات جو خدائی حکم بجالانے کی مشتاق ہے۔ شہادت۔ عالمِ شہادت۔ بادیہ۔ یعنی بیابانِ عدم۔ غادیہ۔ صبح کا وقت۔

[2] آید و گیرد۔ عالمِ شہادت میں ایک نئی چیز آ کر پرانی چیز کی جگہ لے لیتی ہے۔ چوں پسر۔ بیٹا، باپ کی جگہ سنبھال لیتا ہے بادا عالمِ آخرت کو سدھار جاتا ہے۔ جادۂ شاہ۔ یہ سمجھ کہ عالمِ شہادت اور عالمِ غیب کے درمیان ایک بڑی کھلی سڑک ہے جس پر ہر وقت آمد و رفت ہے۔ نیک۔ ہمیں محسوس نہیں ہوتا ورنہ عمر کا جو دن گذر رہا ہے ہم اس میں عالمِ آخرت کی طرف چل رہے ہیں۔

[3] بہرِ حال۔ انسان جو کاروبار کرتا ہے اور نفع کمانے کی کوشش کرتا ہے وہ کسی وقتی ضرورت کے پیشِ نظر نہیں کرتا ہے بلکہ آیندہ کی بنا پر کاروبار کرتا ہے تو بھی اپنی عمر کے مال کی تجارت آخرت کے پیشِ نظر صرف کر موجودہ زندگی میں عمر صرف نہ کر۔ پس مسافر۔ صحیح مسافر وہی ہے جس کی نظر منزل پر ہو۔ ہمچناں۔ جس طرح خارجی موجودات کا سلسلہ ہے یہی صورت ذہنی موجودات کی ہے، مضامین اور خیالات عالمِ غیب سے دل میں آتے ہیں۔

گرنہ تصویرات از یک مغرسند — درپے ہم سُوئے دل چوں میرسند

اگر یہ تصورات ایک کھیت کے نہیں ہیں — تو آگے پیچھے دل کی جانب کیوں آ رہے ہیں؟

جوق جوق اسپاہِ تصویراتِ ما — سُوئے چشمۂ دل شتاباں از ظما

ہمارے تصورات لشکر در لشکر — پیاس سے دل کے چشمہ کی طرف دوڑتے ہیں

جرّہا پُرمیکنند و میروند — دائما پیدا و پنہاں میشوند

وہ گھڑے بھرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں — ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں

فکرہا را اخترانِ چرخ داں — دائر اندر چرخِ دیگر آسماں

افکار کو آسمان کے ستارے سمجھ — دوسرے آسمان کے دائرہ میں گھوم رہے ہیں

سعد دیدی شکر کن ایثار کن — نحس دیدی صدقہ و استغفار کن

تو نے سعد دیکھا، شکر ادا کر اور ایثار کر — تو نے نحس دیکھا خیرات اور توبہ کر

ما کئیم ایں را بیا اے شاہِ من — طالعم مُقبل کن و چرخے بزن

ہم اس کے لیے کیا ہیں؟ اے میرے شاہ! آجائیے — میرے طالع کو بااقبال کر دیجئے اور گھما دیجئے

رُوح را تاباں کُن از انوارِ ماہ — زاں کز آسیب ذَنب شُد جاں سیاہ

چاند کے انوار سے روح کو روشن کر دیجئے — کیونکہ روح ذَنب کے اثر سے کالی ہو گئی ہے

رُوح رازاں نورِ مہ کُن ملتہب — کہ سیہ شد جانِ من ز آسیبِ تب

رُوح کو اُس چاند کے نور سے روشن کر دیجئے — کیونکہ بخار کے اثر سے میری جان کالی ہو گئی ہے

از خیال و وہم و ظن بازش رہاں — ازچہ وجورِ رسن بازش رہاں

اس کو خیال اور وہم اور گمان سے چھڑا دیجئے — کنویں اور رسّی کے ظلم سے اس کو چھڑا دیجئے

تاز دلداریِ خوبِ تو دلے — پر برآرد بر پرد زآب و گلے

تاکہ ایک دل تیری اچھی دلداری سے — پر نکال لے اور پانی اور مٹی سے اُڑ جائے

اے عزیزِ مصرِ جانم دستگیر — عُذرِ ایں زندانیِ خود در پذیر

اے میری جان کے مصر کے شاہ! دستگیری کیجئے — اپنے اس قیدی کا عذر قبول کر لیجئے

اے عزیزِ مصر در پیماں درُست — یوسفِ مظلوم در زندانِ تست

اے مصر کے شاہ! عہد و پیمان میں درست — مظلوم یوسف تیرے قید خانہ میں ہے

گرنہ۔ ان کا پے درپے آنا یہ بتاتا ہے کہ وہ سب ایک جگہ سے آرہے ہیں اور ان کا مخزن ایک ہے۔ جوق در جوق۔ جس طرح پیاسے پانی کی طرف دوڑ کر آتے ہیں اسی طرح خیالات دل میں آتے ہیں اور اپنی پیاس بجھا کر واپس ہوتے ہیں کچھ نمایاں رہتے ہیں کچھ بالکل پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ فکرہا اختراں۔ جس طرح ستارے آسمان میں گردش کرتے ہیں خیالات دل کے آسمان میں گردش کرتے ہیں۔

سعد۔ جس طرح نجومی ستاروں کو سعد اور نحس سمجھتے ہیں تو بھی ان خیالات کو ایسا ہی سمجھ۔ اچھا خیال ہو تو اس سے دوسرے کو بھی فیض پہنچا برا خیال آئے تو صدقہ کر اور توبہ کر۔ ما کئیم۔ فاسد خیالات کی نحوست سے بچنے کا علاج ہم نے صدقہ و استغفار بتایا لیکن دراصل ان سے محفوظ رکھنا فضلِ خداوندی کا کام ہے۔ طالعم۔ یعنی میرے منحوس حالات کو تبدیل کر دیجئے اور اس نحس کو گھما دیجئے تاکہ سعد طلوع کر آئے۔ ماہ۔ یعنی نیکیوں کے نور سے روح کو روشن کر دیجئے وہ گناہوں کے اثرات سے کالی پڑ گئی ہے۔ ذَنب۔ وہ نقطہ جس میں آکر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے۔ تب۔ یعنی گناہ کی تپش۔

از خیال۔ میری رُوح کو معاصی کے خیالات سے نجات دے دیجئے۔ ازچہ۔ مضر اعمال۔ تاز دلداری۔ آپ کی عنایت اور مہربانی سے میرے دل میں پرِ پرواز پیدا ہو جائے اور وہ دنیاوی دھندوں سے نجات پا جائے۔ عزیز۔ مصر کے بادشاہ اور وزیر کو کہا جاتا تھا یہاں حضرت حق تعالیٰ مراد ہے اور رُوح کو حضرت یوسف سے تشبیہ دی ہے اسے عزیز۔ قرآن پاک میں ہے وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ اور خدا سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے۔

درِ[1] خلاصِ او یکے خوابے ببیں — زود، کَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْن
اُس کی نجات کے لیے ایک خواب دیکھ لیجئے — جلدی سے، کیونکہ اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

ہفت گاوِ لاغرے و پُر گزند — ہفت گاوِ فربہش را میخورند
نقصان رسیدہ اور سات کمزور بیل — اُس کے سات موٹے بیلوں کو کھا رہے ہیں

ہفت خوشہ خشک و زشت و ناپسند — سُنبلاتِ تازہ اش را می چرند
سات خشک اور بُرے اور ناپسند خوشے — اُس کی تازہ بالوں کو چر رہے ہیں

قحط از مصرش برآمد اے عزیز — ہیں مباش اے شاہ ایں را مستجیز
اے شاہ! اُس کے مصر سے قحط برآمد ہو گیا ہے — اے شاہ! ہاں اُس کو روا، نہ رکھیے

یوسفم در حبسِ تو اے شہ نشاں — ہیں ز دستانِ زنانم وارہاں
اے شاہ! میں تیری قید میں یوسف ہوں، نشانی عطا کر — ہاں مجھے عورتوں کے مکر سے نجات دیدے

از سُوی عرشے کہ بُودم مربطِ او — شہوتِ مادر فگندم کاہْبِطُوْا
اُس عرش کی جانب سے جو میرا مسکن تھا — ماں کی شہوت نے مجھے گرایا کہ اُترو

پس فتادم زاں کمالِ[2] مستتم — از فنِ زالے بزندانے رحم
تو میں اس مکمل کمال سے گرا — ایک بوڑھی کے مکر سے رحم کے زنداں میں

رُوح را از عرش آرد در حطیم — لاجرم کیدِ زناں باشد عظیم
رُوح کو عرش سے، ٹوٹے ہوئے گھر میں لے آتا ہے — بے شک عورتوں کا مکر عظیم ہوتا ہے

اوّل و آخر ہبوطِ من ز زن — چونکہ بُودم رُوح و چوں ہستم بدن
میرا پہلا اور آخری نزول عورت سے ہوا — جبکہ میں رُوح تھا اور جبکہ میں جسم ہوں

بشنو[3] ایں زاریِ یوسفؑ در عثار — یا براں یعقوبؑ بیدل رحم آر
لغزش کے بارے میں یوسفؑ کی یہ زاری سن لیجئے — یا اُس بیدل یعقوبؑ کے اوپر رحم کیجئے

نالہ از اِخواں کنم یا از زناں — کہ فگندندم چو آدمؑ از جناں
شکوہ بھائیوں کا کروں، یا عورتوں کا — کہ جنھوں نے مجھے آدمؑ کی طرح جنتوں سے گرا دیا

زاں مثالِ برگِ دے پژمُردہ ام — کز بہشتِ وصل گندم خوردہ ام
میں اسی وجہ سے خزاں کے پتے کی طرح مرجھایا ہوا ہوں — کہ میں نے وصل کی بہشت نے گیہوں کھا لیا

---

[1] درِ خلاص۔ عزیزِ مصر کے خواب میں یوسفؑ کی رہائی کی بشارت تھی۔ زود۔ اللہ جبکہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے تو خود کیوں احسان نہ کرے گا۔ ہفت گاو۔ میرے گناہ میری بھلائیوں کو نگل رہے ہیں۔ قحط۔ مجھ میں نیکیوں کا قحط ہے اس کو جائز نہ رکھ۔ یوسف۔ حضرت یوسف زنانِ مصری کی سازش سے جیل خانہ میں گئے تھے۔ نشاں۔ یعنی رہائی کا حکم۔ از سوی۔ انسان کی شہوت نفس اس کے عالمِ بالا سے گرنے کا سبب بنی۔

[2] کمالِ مستتم۔ یعنی عالمِ علوی کی سکونت۔ از فنِ زالے۔ ماں کی شہوت اس کا سبب بنی کہ میں رحمِ مادر میں قیدی بنا۔ در حطیم۔ یعنی دنیا۔ اول و آخر۔ پہلی بار نیچے اترنا روح کا تھا جو حضرت آدمؑ کے ضمن میں ہوا وہ حضرت حوا کی شہوتِ بطن کی وجہ سے وقوع میں آیا دوسرا نیچے اترنا جسم کا تھا جو ماں کی شہوت کی وجہ سے ہوا اور جسم کی پیدائش ہوئی۔

[3] بشنو۔ یا تو میری زاری سن کر مجھ پر رحم کر دیجئے۔ یا براں یعقوبؑ۔ یا میرا شیخ جو میرے لیے دعا کرتا ہے اس کی دعاؤں کی وجہ سے مجھ پر رحم کر دیجئے۔ نالہ از اخواں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی اُن کو مصر پہنچنے کا سبب بنے جہاں وہ قید ہوئے اور عورتوں کی سازش نے ان کو قید میں پھنسایا مراد اس سے انسان کی قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانی ہے جو گناہوں کا سبب ہیں۔ زاں۔ میرے معاصی مجھے قرب سے دور کئے ہوئے ہیں اس لیے میں خزاں کے پتے کی طرح مرجھایا ہوا ہوں۔

چوں[1] بدیدم لُطف و اکرامِ تُرا
جب میں نے تیرا لطف اور اکرام دیکھا
واں سلامِ سِلم و پیغامِ تُرا
اور تیرے صلح کے سلام اور پیغام کو

من سپند از چشمِ بد کردم پدید
میں نے نظرِ بد کی وجہ سے کالا دانہ نکالا
در سپندم نیز چشمِ بد رسید
میرے کالے دانہ کو بھی نظرِ بد لگ گئی

دفعِ ہر چشمِ بد از پیش و پس
آگے اور پیچھے سے ہر نظرِ بد کے دفعیہ کے لیے
چشمہائے پُر خُمارِ تست و بس
صرف تیری نشیلی آنکھیں ہیں

چشمِ بد را چشمِ نیکویت شہا
اے شاہ! تیری حسین آنکھ نظرِ بد کو
مات و مستاصل کند نِعمَ الدَّوَا
مغلوب اور ملیامیٹ کر دیتی ہے، وہ بہتر دوا ہے

بل ز چشمت کیمیاہا میرسد
بلکہ تیری آنکھ سے کیمیا پہنچتی ہے
چشمِ بد را چشمِ نیکو میکند
نظرِ بد، کو، نیک نظر بنا دیتی ہے

چشمِ[2] شہ بر چشمِ بازِ دل زدست
شاہ کی آنکھ نے دل کے باز کی آنکھ پر اثر کیا ہے
چشمِ بازش سخت باہمت شُدست
اُس کے باز کی آنکھ بہت باہمت ہو گئی ہے

تاز بس ہمت کہ یابید از نظر
یہاں تک کہ پوری ہمت کی وجہ سے جو اس نے آنکھ سے حاصل کی ہے
می نگیرد بازِ شہ جُز شیرِ نر
شاہ کا باز، نر شیر کے علاوہ نہیں پکڑتا ہے

شیر چہ، کاں شاہبازِ معنوی
شیر کیا ہوتا ہے؟ بلکہ وہ معنوی شاہ باز
ہم شکارِ تست و ہم صیدش توئی
تیرا شکار بھی ہے اور تو اسکا شکار بھی ہے

شُد صفیرِ بازِ جاں در مرجِ دین
دین کی چراگاہ میں جان کے باز کی آواز
نعرہائے لَآ اُحِبُّ الاٰفِلِیْن
"میں غروب کر جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں کے نعرے ہیں

بازِ[3] دل را کز پئے تو می پرید
دل کا باز، جو تیرے لیے اُڑ رہا تھا
از عطاۓ بیحدت چشمے رسید
تیری بے حد عطا سے اس کو آنکھ حاصل ہو گئی

یافت بینی بُوی و گوش از تو سماع
ناک نے بُو اور کان نے سننا تجھ سے حاصل کیا
ہر حِسے را قسمتے آمد مُشاع
ہر حِس کا حصہ مشرک ہے

ہر حِسے را چوں دہی رہ سُوی غیب
جس حس کو تو غیب کی جانب راستہ عطا کر دے
نبُود آں حِس را فتورِ مرگ و شیب
اُس حس میں موت اور بڑھاپے کی کمزوری نہیں ہوتی

مالکُ المُلکی بحِسّ چیزے دہی
تو مالک الملک ہے تو حس کو کوئی چیز دے دیتا ہے
تا کہ برحِسہا کند آں حِس شہی
تا کہ وہ حس، حواس پر بادشاہی کرے

[1] چوں بدیدم۔ جب میں نے تیرے لطف اور کرم پر نظر کی اور یہ پیغام سنا کہ تو توبہ کو قبول کرتا ہے تو شیطان کی نظرِ بد کو دفع کرنے کے لیے ہرمل نکالا کہ اس کی دھونی دوں یعنی توبہ کی تو اس توبہ کو نظرِ بد لگ گئی۔ واقع۔ معلوم ہوا کہ توبہ کرنا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اصل اس کی قبولیت ہے جو تیری پر لطف نظرِ کرم ہے۔ چشمِ بد۔ شیطان سے بچاؤ کا مضبوط ذریعہ تیری نظرِ کرم ہے۔ بل ز چشمت۔ تیری نظرِ کرم کی تاثیر تو یہ ہے کہ وہ نظرِ بد کو نیک نظر بنا دیتی ہے۔

[2] چشمِ شہ۔ اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم جن پر ہو جاتی ہے ان کے باز یعنی دل کی ہمت بلند ہو جاتی ہے۔ می نگیرد۔ اب وہ دل صرف شیرِ نر یعنی امورِ آخرت کا شکار کھیلتا ہے۔ شیر چہ۔ ان اولیا کا مقصد امورِ آخرت کیا معنیٰ صرف ذاتِ خداوندی ہوتی ہے جس کے وہ طالب بن جاتے ہیں۔ شد۔ اور ان اولیاء کا نعرہ یہ ہوتا ہے کہ ہم دنیا کی فانی چیزوں سے کوئی محبت نہیں رکھتے ہیں۔

[3] بازِ دل۔ اولیاء اللہ کا دل جو تیری طلب میں پرواز کرتا ہے ان کو تیری عطا سے خاص حواس حاصل ہو جاتے ہیں۔ یافت۔ ان کے حواس خدائی صفات سے متصف ہو جاتے ہیں، جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ ہر حسے۔ اب ان کے حواس کا تعلق عالمِ حقائق سے ہو جاتا ہے اور اُن حواس میں موت یا بڑھاپے سے کوئی کمزوری نہیں آتی۔ مالک الملک۔ جب ان میں خدائی صفات پیدا ہو جاتی ہیں تو جس طرح خدا مالک الملک ہے ان کے حواس کو بھی عوام کے حواس پر شاہی حاصل ہو جاتی ہے۔

جہد[1] کُن تا حسِ تو بالا رود تا کہ کارے حس ازاں بالا شود
تو کوشش کر تاکہ تیرا حس اوپر جائے تاکہ حس کا کام اُس سے بلند ہو جائے

حکایتِ شب و دزداں کہ شاہ محمود میانِ ایشاں اُفتاد

رات اور چوروں کا قصہ کہ سلطان محمود اُن میں پہنچ گیا

کہ من نیز یکے از شما ام و بر حالِ ایشاں مطّلع شُد الخ

کہ میں بھی تم میں کا ایک ہوں اور ان کی حالت سے باخبر ہو گیا

شب چوشہ محمود بر می گشت فرد باگروہِ قومِ دُزداں باز خورد
رات کو جب سلطان محمود اکیلا گشت کر رہا تھا چوروں کی قوم کے گروہ سے جا بھڑا

پس بگفتندش کہٕ اے بُوالوفا گفت شہ من ہم یکے ام از شما
انھوں نے اس سے کہا اے وفادار! تو کون ہے؟ سلطان نے کہا میں بھی تم میں سے ایک ہوں

آں یکے گفت اے گروہِ مکر کیش تا بگوید ہر یکے فرہنگِ خویش
ایک نے کہا اے مکّار گروہ! ہر ایک اپنا ہنر بیان کرے

تا بگوید با حریفاں در سمَر[2] کوچہ دارد در جبلّت از ہُنر
تاکہ دوستوں سے قصہ گوئی میں کہے کہ وہ فطرت میں کیا ہُنر رکھتا ہے؟

آں یکے گفت اے گروہِ فن فروش ہست خاصیت مرا اندر دوگوش
ایک نے کہا اے ہنر کے دعویدار گروہ میرے دونوں کانوں میں یہ خاصیت ہے

کہ بدانم سگ چہ می گوید بانگ قوم گفتندش زدیناری دو دانگ
کہ میں جان لیتا ہوں کہ کتا آواز میں کیا کہتا ہے قوم نے اُس سے کہا تو دینار میں سے دو دانگ ہے

آں دگر گفت اے گروہ زر پرست جملہ خاصیت مرا چشم اندرست
دوسرے نے کہا اے زر کے پجاری گروہ! مکمل خاصیت میری آنکھ میں ہے

ہرکہ[3] را شب بینم اندر قیرواں روز بشناسم من اُو را بیگماں
جس کو میں رات کے اندھیرے میں دیکھ لوں میں اُس کو بے شبہ دن میں پہچان لوں

گفت یک خاصیتم در بازوست کہ زنم من نقبہا بازورِ دست
ایک نے کہا، میری خصوصیت بازو میں ہے میں ہاتھ کی طاقت سے نقب لگا دیتا ہوں

گفت یک خاصیتم در بینی ست کارِ من در خاکہا بُو بینی ست
ایک نے کہا، میری خصوصیت ناک میں ہے میرا کام مٹیوں میں سے بُو سونگھ لینا ہے

---

1. جہد کُن۔ خطاب ہے کہ انسان کو ایسے ہی بالائی حواس حاصل کرنے چاہئیں۔ حکایت۔ اس حکایت سے جس کے بالا ہونے کے نفع کو واضح کیا ہے۔ برمی گشت فرد۔ اکیلا گھوم رہا تھا۔ پس۔ چوروں نے سلطان سے دریافت کیا تو کون ہے تو اس نے کہہ دیا کہ میں تم میں سے ہی ہوں۔ آں یکے۔ ایک چور نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہر ایک اپنا ہنر ظاہر کرے۔ حریفاں۔ ساتھی۔
2. سمر۔ قصہ کہانی۔ جبلت۔ فطرت۔ فن فروش۔ ہنر کا مدعی۔ کہ بدانم۔ ایک نے کہا کہ میں کتے کی بولی سمجھ لیتا ہوں۔ دانگ۔ درہم کا چھٹا حصہ اور درہم، دینار کا دسواں حصہ ہے دانگ دینار کا ساٹھواں حصہ ہوا، یعنی یہ کوئی قابلِ وقعت ہنر نہیں ہے۔
3. ہرکہ۔ ایک نے کہا کہ میری آنکھ میں یہ تاثیر ہے کہ جس شخص کو اندھیرے میں بھی دیکھ لیتا ہوں دن کو اُس کو فوراً پہچان لیتا ہوں۔ بازو۔ ایک نے کہا میرے بازو میں اس قدر طاقت ہے کہ پنجہ کے زور سے بغیر کسی اوزار کے دیوار میں نقب لگا دیتا ہوں۔ گفت یک۔ ایک نے کہا کہ میری ناک کی یہ خصوصیت ہے کہ زمین کی مٹی سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں خزانہ ہے یا نہیں؟

سرّ[1] اَلنَّاسُ مَعَادِنُ داد دست ۔۔۔ کہ رسولؐ آں راپئے چہ گفتہ است
"لوگ کانیں ہیں" کا راز حاصل ہو گیا ہے ۔۔۔ کہ رسولؐ نے وہ کس وجہ سے فرمایا ہے؟

من ز خاکِ تن بدانم کاندراں ۔۔۔ چند نقدست و چہ دارد بیگماں
میں جسم کی مٹی سے جان لیتا ہوں، کہ اُس میں ۔۔۔ کتنا نقد ہے اور وہ بلاشبہ کیا رکھتا ہے

در یکے کاں زرِ بے اندازہ درج ۔۔۔ واں دگر دخلش بُود کمترز خرج
ایک کان میں بے اندازہ سونا داخل ہے ۔۔۔ دوسری میں آمدنی، خرچ سے کم ہوتی ہے

ہمچوں مجنوں بُو کنم من خاک را ۔۔۔ خاکِ لیلیٰ را بیابم بے خطا
میں مجنوں کی طرح مٹی کو سونگھ لیتا ہوں ۔۔۔ بغیر غلطی کے لیلیٰ کی خاک کو پا لیتا ہوں

بُو کنم دائم ز ہر پیراہنے ۔۔۔ گر بُود یوسفؑ و گر آہرمنے
میں ہر لباس میں سے ہمیشہ سونگھ لیتا ہوں ۔۔۔ خواہ یوسفؑ ہو اور خواہ شیطان ہو

ہمچو[2] احمدؐ کہ بَرد بُو از یمن ۔۔۔ زاں نصیبے یافت ایں بینیِ من
احمدؐ کی طرح کہ یمن کی جانب سے بُو پاتے ہیں ۔۔۔ اس سے میری ناک نے ایک حصہ پا لیا

کہ کدامیں خاکِ ہمسایہ زرست ۔۔۔ یا کدامیں خاک صِفر و ابتر ست
کہ کونسی مٹی سونے کی پڑوسی ہے ۔۔۔ یا کونسی مٹی، خالی اور ابتر ہے

گفت یک ایں خاصیت در پنجہ ام ۔۔۔ کہ کمندے افگنم طولِ علم
ایک نے کہا میرے پنجہ میں یہ خاصیت ہے ۔۔۔ کہ پہاڑ کی اونچائی پر کمند پھینک دیتا ہوں

قصر اگرچہ چند باشد بس بُلند ۔۔۔ کنگرہ اش در سخت گردانم کمند
قلعہ خواہ کتنا ہی اونچا ہو ۔۔۔ اُس کے کنگرے میں مضبوط کمند ڈال دیتا ہوں

ہمچو احمدؐ کہ کمند افگند جانش ۔۔۔ تا کمندش بُرد سُوئے آسمانش
احمدؐ کی طرح کہ اُن کی رُوح نے کمند ڈالی ۔۔۔ یہاں تک کہ وہ کمند اُن کو آسمان کی جانب لے گئی

ہمچو احمدؐ کہ کمند انداخت سخت ۔۔۔ کہ کمندش بُرد سوئے[3] بخت و تخت
احمدؐ کی طرح کہ اُنھوں نے سخت کمند ڈالی ۔۔۔ وہ کمند اُن کو نصیبے اور تخت کی جانب لے گئی

گفت حقّش اے کمند اندازِ بیت ۔۔۔ آں زمن داں مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ
اُن سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بیت معمور پر کمند ڈالنے والے ۔۔۔ میری جانب سے سمجھ تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا

پس پرسیدند زاں شہ کاے سند ۔۔۔ مر تُرا خاصیت اندر چہ بُود
پھر سب نے اس سلطان سے پوچھا کہ اے معتمد ۔۔۔ تیری خصوصیت کس چیز میں ہے

---

[1] سِر۔ حدیث شریف ہے اَلنَّاسُ مَعَادِنُ کَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ "انسان سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں"۔ مولانا فرماتے ہیں اس حدیث کے معنی اس قصہ سے سمجھ میں آگئے مطلب یہ ہے کہ جس طرح اُن لوگوں کے اوصاف مختلف تھے اسی طرح دین سے متعلق خواص، انسانوں میں مختلف ہیں۔ من ز خاک۔ اُس چور نے کہا کہ میں زمین کی مٹی سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں کس قدر مال دفن ہے۔ در یکے۔ کسی کان میں بے اندازہ سونا ہوتا ہے کسی میں اتنا بھی نہیں ہوتا کہ کھدائی کا خرچہ بھی نکل سکے۔ ہمچو مجنوں۔ مجنوں کو لیلیٰ کی قبر کسی نے نہ بتائی اُس نے مٹی سونگھ کر اس کی قبر پہچان لی تھی۔

[2] ہمچو احمدؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں خدائی سانس وہاں سے محسوس کر رہا ہوں اور یمن کی طرف اشارہ فرمایا۔ زاں۔ اسی طرح کے سونگھنے کا مجھے بھی حصہ مل گیا ہے۔ گفت یک۔ چور نے کہا کہ میرے پنجہ میں یہ خصوصیت ہے کہ میں پہاڑ جیسے بلند قلعہ کی دیوار پر بھی کمند پھینک دیتا ہوں۔ علم۔ پہاڑ۔ کنگرہ۔ بلند قلعہ کے کنگرے میں مضبوط کمند ڈال دیتا ہوں۔ ہمچو احمد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے بھی عشق الٰہی کی کمند پھینکی جس کے ذریعہ وہ معراج میں آسمان تک پہنچے۔

[3] سوی بخت۔ آنحضورؐ نے ایسی کمند پھینکی جو آپ کو تخت الٰہی عرش اور بخت یعنی قرب الٰہی تک لے گئی۔ بیت۔ یعنی بیت المعمور، آنحضورؐ نے معراج میں اس کی بھی سیر کی۔ آں زمن۔ اس کمند اندازی کے بارے میں خدا نے فرمایا کہ یہ فعل بھی آپ کا نہیں ہے بلکہ ہمارا ہے جیسا کہ غزوۂ بدر میں کنکریوں کا پھینکنا آپ کا فعل نہ تھا۔

گفت[1] در ریشم بود خاصیتم — کہ رہانم مجرماں را از نِقم

اُس نے کہا، میری خاصیت میری ڈاڑھی میں ہے — کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں

مجرماں را چوں بجلاداں دہند — چوں بجنبد ریشِ من ایشاں رہند

جب مجرموں کو جلادوں کے سپرد کرتے ہیں — جب میری ڈاڑھی ہل جاتی ہے، وہ چھوٹ جاتے ہیں

چوں بجنبانم برحمت ریش را — طے کنند آں قتل و آں تشویش را

جب میں رحم سے ڈاڑھی ہلا دیتا ہوں — وہ اس قتل اور پریشانی کو لپیٹ دیتے ہیں

قوم گفتندش کہ قطبِ ما توئی — کہ خلاصِ روزِ محنتہا شوی

قوم نے اُس سے کہا کہ تو ہی ہمارا قطب ہے — کہ مشقتوں کے دن خلاصی کا باعث تو ہو گا

بعد[2] ازاں جملہ بہم بیروں شُدند — سُوی قصرِ آں شہِ میموں شُدند

اُس کے بعد سب مل کر باہر نکلے — اُس مبارک سلطان کے قلعہ کی طرف چلے

چوں سگے بانگے بزد از سُوی راست — گفت میگوید کہ سُلطاں باشماست

جب کتے نے داہنی جانب سے آواز کی — اُس نے کہا، کہتا ہے کہ سلطان تمھارے ساتھ ہے

خاک بُو کرد آں دگر از ربوہٗ — گفت ایں ہست از وثاقِ بیوہٗ

دوسرے نے ٹیلے کی مٹی سونگھی — بولا، یہ ایک بیوہ کے گھر کی ہے

پس کمند انداخت اُستادِ کمند — تاشُدند آں سُوی دیوارِ بلند

پھر کمند کے اُستاد نے کمند پھینکی — یہاں تک کہ وہ بلند دیوار کے اُس طرف پہنچ گئے

جایِ دیگر خاک را چوں بوئے کرد — گفت خاکِ مخزنِ شاہے ست فرد

جب اُس نے دوسری جگہ مٹی سونگھی — بولا بادشاہ کا بے مثال خزانہ ہے

نقب[3] زن زد نقب در مخزن رسید — ہر یکے از مخزن اسبابے کشید

نقب لگانے والے نے نقب لگایا خزانہ میں پہنچ گیا — ہر ایک نے مخزن سے سامان نکالا

بس زر و زربفت و گوہرہایِ زفت — قوم بُردند و نہاں کردند تفت

بہت سونا اور زربفت اور بھاری جواہر — قوم لے گئی اور جلد چھپا دیا

شہ معیّن دید منزل گاہِ شاں — حلیہ و نام و پناہ و راہِ شاں

سلطان نے متعین طور پر ان کی قیام گاہ دیکھ لی — اُن کا حلیہ اور نام اور پناہ گاہ اور راستہ

خویش را دُزدید ز ایشاں بازگشت — روز در دیواں بگفت آں سرگذشت

اپنے آپ کو اُن سے چھپا کر واپس ہو گیا — دن میں کچہری میں وہ سرگذشت سنائی

---

1. گفت۔ سلطان نے چوروں کے سوال پر فرمایا کہ میری ڈاڑھی میں یہ خاصیت ہے کہ میں جب ڈاڑھی ہلا دوں تو مجرم سزا سے بچ جاتے ہیں۔ مجرماں۔ جب مجرموں کو جلاد کے سپرد کر دیں اور میں ان کی رہائی کے لیے سر سے اشارہ کردوں جس سے ڈاڑھی ہل جائے گی تو وہ مجرم فوراً چھوڑ دیے جائیں گے۔ قوم گفتند۔ چوروں نے کہا تو ہمارا قطب اور پیش رو ہے۔ کیونکہ مصیبت اور گرفتاری کے وقت تو ہی کام آئے گا۔

2. بعد ازاں۔ اس گفتگو کے بعد سب چور چوری کرنے چل دیے۔ چوں سگے۔ ایک کتا بھونکا تو جس چور نے اپنی خاصیت یہی بتائی تھی اُس نے کہہ دیا کہ کتا کہہ رہا ہے کہ سلطان تمھارے ساتھ ہے۔ ربوہ۔ ٹیلہ۔ وثاق۔ مکان۔ پس کمند۔ شاہی قلعہ کی بلند دیوار پر کمند ڈال دی۔ جای دیگر۔ قلعہ کی فصیل کے اندر پہنچ کر ایک نے مٹی سونگھ کر بتا دیا کہ یہاں بادشاہ کا بے مثال خزانہ ہے۔

3. نقب زن۔ نقب لگانیوالے نے صرف ہاتھ کے ذریعہ نقب لگایا اور چوروں نے خزانہ کا سامان لوٹنا شروع کر دیا۔ نہاں۔ سونا اور زربفت کپڑا اور جواہر زمین میں دفن کر دیے۔ شہ۔ سلطان ان سبکو پہچان چکا تھا اور اسنے سب کچھ دیکھا تھا۔ خویش۔ سلطان چپکے سے انسے جدا ہو کر واپس ہو گیا اور کچہری میں پہنچکر رات کی سب سرگذشت سنا دی۔

پس[1] رواں گشتند سرہنگانِ مست ۔ تا کہ دُزداں را گرفتند و بہ بست
پھر مست سپاہی روانہ ہو گئے ۔ حتیٰ کہ انھوں نے چوروں کو پکڑ لیا اور باندھ لیا

دست بستہ سُوئے دیواں آمدند ۔ وزنہیبِ جانِ خود لرزاں شدند
وہ دست بستہ کچہری میں آئے ۔ اور اپنی جان کے ڈر سے لرزنے لگے

چونکہ اِستادند پیشِ تختِ شاہ ۔ یارِ شب شاں بُود آں شاہِ چوماہ
جب سلطان کے تخت کے سامنے کھڑے ہوئے ۔ وہ چاند جیسا سلطان، اُن کا رات کا یار تھا

آنکہ شب بر ہرکہ چشم انداختے ۔ روز دیدے بے شکش بشناختے
وہ شخص کہ جو جس پر رات کو نظر ڈال دیتا ۔ دن میں دیکھتا تو بلاشبہ پہچان لیتا

شاہ را بر تخت دید و گفت ایں ۔ بُود مارا دوش شب گردد قریں
اس نے سلطان کو تخت پر دیکھا اور کہا یہ ۔ گذشتہ رات ہمارا ساتھی اور رات کو چکر لگانے والا تھا

آنکہ[2] چندیں خاصیت درریشِ اُوست ۔ ایں گرفتِ ماہم از تفتیشِ اُوست
وہ کہ جس کی ڈاڑھی میں اس قدر خاصیتیں ہیں ۔ ہماری یہ گرفتاری بھی اس کی جستجو کی وجہ سے ہے

عارفِ شہ بُود چشمش لاجرم ۔ برگشاد از معرفت لب با حشم
اُس کی آنکھ لامحالہ سلطان کو جاننے والی تھی ۔ پہچان لینے کے بارے میں مجمع سے ہونٹ کھولا

وَھُوَ مَعَکُمْ گفت اُو ایں شاہ بُود ۔ فعلِ ما میدید و سِرِّ ماں شنُود
اس نے کہا ''اور وہ تمھارے ساتھ ہے'' یہ سلطان تھا ۔ وہ ہمارا کام دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا

چشمِ من رہ بُرد شب شہ را شناخت ۔ جُملہ شب بارُوئے ماہش عشق باخت
میری آنکھ نے راستہ پالیا رات، سلطان کو پہچان لیا ۔ تمام رات اُس کے چاند جیسے چہرے سے عشق بازی کی

اُمتِ[3] خود را بخواہم من ازُو ۔ کو نگرداند ز عارف ہیچ رُو
میں اُس سے اپنی قوم کو مانگ لوں گا ۔ کیونکہ وہ جاننے والے سے کبھی منہ نہ موڑے گا

چشمِ عارف داں امانِ ہر دو کون ۔ کہ بدُو یابید ہر بہرام عون
عارف کی آنکھ کو دو جہان کی امن سمجھ ۔ کیونکہ ہر بادشاہ نے اس سے مدد پائی ہے

زاں محمدؐ شافعِ ہر داغ بُود ۔ کہ زجز حق چشمِ اُو مازاغ بُود
اسی لیے محمدؐ ہر زخم کے سفارشی ہوئے ہیں ۔ کیونکہ حق کے سوا سے اُن کی آنکھ ''مازاغ'' تھی

درشبِ دُنیا کہ محجوب ست شید ۔ ناظرِ حق بُود و زو بودش اُمید
دنیا کی رات میں جبکہ سورج پوشیدہ ہے ۔ وہ اللہ کو دیکھنے والے تھے اور اسی سے ان کی امید تھی

---

[1] پس۔ بادشاہ کے کہہ دینے پر چوروں کی گرفتاری کے لیے سپاہی روانہ ہو گئے اور انھوں نے چوروں کو گرفتار کرکے ان کی مشکیں کس دیں۔ نہیب۔ خوف۔ یارِ شب۔ انھوں نے پہچان لیا کہ سلطان تو رات اُن کا ساتھی تھا۔ آنکہ۔ جس چور کی آنکھ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ رات کے اندھیرے میں دیکھے ہوئے انسان کو دن میں پہچان لیتا تھا اُس نے کہا سلطان تو رات ہمارے ساتھ تھا۔

[2] آنکہ۔ سلطان کی ڈاڑھی میں بہت خصوصیتیں ہیں اسکی جستجو سے ہماری گرفتاری عمل میں آئی۔ عارف۔ چونکہ بادشاہ کو وہ چور پہچانتا تھا اسلئے اسنے کہا، وَھُوَ مَعَکُم '' اور وہ تمھارے ساتھ ہے'' کا مصداق یہی سلطان ہے اُسنے ہمارے کارنامے اور راز دیکھ لیے ہیں۔ چشم من۔ میں رات سلطان کو پہچان گیا تھا اور اسکے چہرے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

[3] امت خود۔ خود مجھے معلوم ہے بادشاہ جان پہچان والوں سے مروت برتتا ہے ان کی بات نہیں ٹالتا میں تم لوگوں کی سفارش کرکے چھڑا لوں گا۔ چشم عارف۔ چور کے عارف ہونے سے مولانا نے عارفین باللہ کا ذکر شروع فرمادیا کہ ان کی آنکھ دونوں جہان کے لیے باعث امن ہے اور ہر بادشاہ انسے مدد حاصل کرتا ہے وہ بقاءِ عالم کا سبب ہوتا ہے۔ زاں۔ چونکہ آنحضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی نظر کے بارے میں قرآن نے مَازَاغَ الْبَصَرُ فرمایا ہے یعنی آنحضورؐ کی منظورِ نظر صرف ذاتِ حق تھی اور غیر سے وہ پھری ہوئی تھی اس لیے آنحضورؐ کو شفاعت کا حق اور حشر میں باعثِ امن بنے۔ درشب دنیا۔ دنیا رات ہے اور اس میں سورج یعنی ذاتِ حق مخفی ہے پھر بھی آپ کی منظورِ نظر ذاتِ حق ہے اور وعدہ کی بنیاد پر ذاتِ حق سے آنحضورؐ شفاعت دینے کے بارے میں پرامید تھے۔

از[1] اَلَم نَشرَح دو چشمش سُرمہ یافت ‏ ‏ دید آنچہ جبرئیل آں برنتافت
"اَلَم نَشرَح" سے ان کی دونوں آنکھوں نے سرمہ پایا ‏ ‏ وہ دیکھ لیا جس کو جبرئیل نے برداشت نہ کیا

ہر یتیمے را کہ سُرمہ حق کشد ‏ ‏ گردد اُو دُرِّ یتیم با رشد
جس یتیم کے اللہ (تعالیٰ) سُرمہ لگا دے ‏ ‏ وہ یکتا موتی ہدایت یافتہ بن جاتا ہے

نورِ اُو بر ذرّہا غالب شود ‏ ‏ آنچناں مطلوب را طالب شود
اُس کا نور ذرّوں پر غالب ہو جائے ‏ ‏ وہ ایسے مطلوب کا طالب بن جائے

درنظر بُودش مقاماتُ العباد ‏ ‏ لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
اُس کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے ‏ ‏ لامحالہ اللہ (تعالیٰ) نے اُس کا نام شاہد رکھ دیا

آلتِ[2] شاہد زبان و چشمِ تیز ‏ ‏ کہ ز شب خیزش ندارد سِر گریز
گواہ کا آلہ، زبان اور تیز نگاہ ہے ‏ ‏ کیونکہ آپکے راتکو بیدار رہنے والے قلب سے کوئی راز گریز نہیں کرتا

گر ہزاراں مدعی سر برزند ‏ ‏ گوش قاضی جانبِ شاہد کند
مدعی خواہ ہزار سر پٹخے ‏ ‏ قاضی، کان گواہ کی طرف کرتا ہے

قاضیاں را در حکومت ایں فن ست ‏ ‏ شاہد ایشاں را دو چشمِ روشن ست
قاضیوں کا فیصلہ کرنے میں یہی فن ہے ‏ ‏ اُن کی گواہ دو روشن آنکھیں ہیں

گفتِ[3] شاہد زاں بجای دیدہ است ‏ ‏ کہ بدیدہ بیغرض سِر دیدہ است
گواہ کی بات اسی وجہ سے آنکھ کے قائم مقام ہے ‏ ‏ کیونکہ اُس نے بے غرض آنکھ سے حقیقت کو دیکھا ہے

مُدعی دیدہ است اما با غرض ‏ ‏ پردہ باشد دیدۂ دل را غرض
مدعی نے دیکھا ہے لیکن غرض کے ساتھ ‏ ‏ غرض دل کی آنکھ کے لیے پردہ ہو جاتی ہے

حق ہمی خواہد کہ تو زاہد شوی ‏ ‏ تا غرض بگذاری و شاہد شوی
اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تو زاہد بن جائے ‏ ‏ تاکہ غرض کو چھوڑ دے اور گواہ بن جائے

حق ہمی گوید غرض را ترک کن ‏ ‏ تاقبول اُفتد تُرا با ما سخن
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے غرض کو چھوڑ دے ‏ ‏ تاکہ تیری بات ہمارے نزدیک مقبول ہو جائے

---

1. از اَلَم نشرَح۔ قرآن میں مذکور ہے کہ ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ کر دیا ہے، اور اس شرحِ صدر کا سُرمہ آپ کی آنکھوں میں تھا اسی لیے آنحضورؐ نے اُن تجلیات کو بھی دیکھ لیا جن کو جبرئیل نہ دیکھ سکے اور سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہ بڑھے۔ ہر یتیمے۔ ایسا سُرمہ کسی یتیم کے لگ جائے تو وہ دُرِ یکتا اور ہادی بن جاتا ہے جیسے کہ آنحضورؐ بنے۔ نورِ او۔ اُس کی روشنی کے مقابلہ میں دوسروں کی بصیرت سورج کے بالمقابل ذرّوں کی چمک ہے پھر وہ اس بصیرت کے ذریعہ ایسے ہی مطلوب (ذاتِ حق) کا طالب بن جاتا ہے۔ درنظر۔ پھر اس کی نظر کے سامنے لوگوں کے احوال واضح ہو جاتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو شاہد، دیکھنے والا، گواہ کا لقب عنایت فرمایا۔

2. آلت۔ آنحضور کو قرآن میں شاہد اور گواہ قرار دیا گیا ہے گواہی کا مدار دو چیزوں پر ہے ایک تو یہ کہ گواہ کے زبان ہو تاکہ عدالت میں گواہی دے سکے دوسرے یہ کہ آنکھ تیز ہو جس سے وہ واقعہ کو دیکھ سکے لہٰذا آپ میں یہ دونوں چیزیں مکمل تھیں۔ کہ ز شب خیزش۔ چونکہ آپ کا قلب نیند کی حالت میں بھی بیدار رہتا تھا اس لیے آپ کے ایسے بیدار قلب سے کوئی راز چھپا نہ رہتا تھا بلکہ آپ کو اس راز پر ایسا ہی یقین ہوتا تھا جیسے کہ آپ نے اس کو دیکھا ہو۔ گر ہزاراں۔ صرف مدعی کے کہنے پر قاضی اُس کے قول کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا ہے بلکہ گواہی کو سنتا ہے۔ قاضیان۔ قاضیوں کا یہی طریقہ ہے اور ان کو گواہ کے ذریعہ علمِ مشاہدہ حاصل ہوتا ہے تو گویا گواہ قاضی کی آنکھ ہے۔

3. گفت شاہد۔ گواہ کی گواہی قاضی کے لیے مشاہدہ اس لیے تھی کہ اس گواہ نے بے غرضی کے ساتھ اس واقعہ کو دیکھا ہے۔ مدعی۔ مدعی نے بھی اس بات کو دیکھا ہے لیکن اس کی غرض نے اس واقعہ کے بعض پہلوؤں کو مخفی کر دیا ہے لہٰذا اُس کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ انسان بے غرض بن جائے تاکہ اس کو گواہ کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔

کایں[1] غرضہا پردۂ دیدہ بُوَد — برنظر چوں پردہ پیچیدہ بُوَد
کیونکہ یہ غرضیں آنکھ کا پردہ ہیں — وہ نظر پر پردے کی طرح لپٹی ہوئی ہوتی ہیں

پس نہ بیند جملہ را با طِمّ ورم — حُبُّکَ الْاَشْیَآءَ یُعْمِیْ وَیُصِمّ
تو وہ کل کو اچھے برے کے ساتھ نہیں دیکھتا — چیزوں سے تیرا محبت کرنا اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

دردلش خورشید چوں نورے فشاند — پیشش اختر را مقادیرے نماند
اُن کے دل میں جب سورج نے نور افشانی کی — اُن کے سامنے ستاروں کی قدریں نہ رہیں

پس بدید اُو بے حجاب اَسرار را — سیرِ رُوحِ مومن و کفّار را
تو انھوں نے اسرار کو بغیر پردے کے دیکھ لیا — مومن اور کفار کی روح کی رفتار کو

در[2] زمیں حق را و در چرخِ سَمی — نیست پنہاں تر ز رُوحِ آدمی
اللہ تعالیٰ کی کوئی چیز زمین اور بلند آسمان میں — آدمی کی روح سے زیادہ مخفی نہیں ہے

بازکرد از حق دو چشمِ خویشتن — آنکہ صاحبِ رفعت آمد در سُنن
اللہ تعالیٰ کی مدد سے اُس شخص نے اپنی دونوں آنکھیں کھول لی ہیں — جو احادیث میں بلندی والا بن گیا ہے

بازکرد از رطب و یابس حق نورد — رُوح را مِن اَمْرِ رَبِّیْ مُہر کرد
اللہ تعالیٰ نے رطب و یابس سے لپیٹ کھول دیا — رُوح پر "من امر ربی" سے مُہر لگا دی

پس چودید آں رُوح را چشمِ عزیز — پس برو پنہاں نماند ہیچ چیز
پھر جب اُس معزز آنکھ نے رُوح کو دیکھ لیا — تو اُس پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی

شاہدِ[3] مطلق بُوَد در ہر نزاع — بشکند گفتش خمارِ ہر صُداع
وہ ہر جھگڑے میں کامل گواہ ہو گا — آپ کی بات ہر دردِ سر کے خمار کو توڑ دے گی

نامِ حق عدلست شاہد آنِ اوست — شاہدِ عدلست زیں رُو چشمِ دوست
اللہ تعالیٰ کا نام عدل ہے، گواہ اُس کا مقرب ہوتا ہے — اس اعتبار سے دوست کی آنکھ عادل گواہ ہے

منظرِ حق دل بُوَد در دو سرا — کہ نظر در شاہد آید شاہ را
دل دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر ہے — کیونکہ بادشاہ کی نظر گواہ پر ہوتی ہے

عشقِ حق و سِرِّ شاہد بازیش — بُود مایۂ جملہ پردہ سازیش
اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُس کی محبت کا راز — اُس کی تمام تر پردہ سازی کا سرمایہ ہوتا ہے

---

[1] کایں غرضہا۔ انسان کی غرضیں اُس کو گواہی کے لیے نا قابل بناتی ہیں۔ طِمّ ورم۔ طِم دریا کا پانی، رم نمناک مٹی اس سے مراد رطب و یابس ہوتا ہے۔ حبک۔ انسان کو محبوب کی برائی نظر نہیں آتی نہ وہ اس کی بُری بات کو سنتا ہے۔ دردلش۔ نورِ خداوندی کی وجہ سے آپ کا علم و معرفت اس قدر مکمل تھا کہ دوسروں کا علم اس کے مقابلہ میں ہیچ تھا۔ پس بدید۔ آپ سے اسرار مخفی نہ تھے اور آپ جان گئے تھے کہ مومن کی روح کی رفتار کس طرف ہے اور کافر کی روح کی رفتار کدھر ہے۔

[2] در زمیں۔ دونوں جہان میں رُوح سے زیادہ پوشیدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ بازکرد۔ جن لوگوں نے قرآن و حدیث کا علم حاصل کر لیا ہے انھوں نے اپنی دونوں آنکھوں کو کھول لیا۔ از رطب۔ اُن کو تمام معلومات حاصل ہو گئیں لیکن رُوح کی حقیقت اُن کے لیے بھی واضح نہ ہوئی کیونکہ اُس کے بارے میں قرآن نے صرف مجملاً اس قدر فرمایا کہ وہ خدائی امر سے ہے۔ پس۔ لیکن آنحضورؐ نے اس رُوح کو دیکھ لیا تو پھر آپ کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔

[3] شاہدِ مطلق۔ جبکہ آنحضورؐ کو اسرار کا بھی مشاہدہ ہے تو قیامت میں آپ گواہ بنیں گے اور آپ کی گواہی اختلاف کے دردِ سر کو رفع کر دے گی۔ نامِ حق۔ آنحضورؐ کو محبوبیت کا درجہ اسی لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور جس گواہ میں عدالت ہوتی ہے وہ عادل کا محبوب ہوتا ہے تو آپ عادل گواہ ہونے کے اعتبار سے دوست یعنی حق تعالیٰ کی قوت باصرہ ہیں۔ منظرِ حق۔ چونکہ عادل گواہ حاکم کا محبوب ہوتا ہے اس لیے قلب اللہ کا منظورِ نظر اور محبوب ہے چونکہ وہ بھی عادل گواہ ہے۔ عشقِ حق۔ اللہ کو جو آنحضورؐ سے محبت ہے وہی تمام عالم کا سبب بنی ہے۔ شاہد بازی۔ عشق۔ پردہ سازی۔ یعنی ایجادِ عالم۔

پس[1] ازاں لَولَاکَ گفت اندر لقا — در شبِ معراج شاہد با زما
تو اسی لیے لولاک فرمایا ملاقات میں — معراج کی رات میں، ہمارے عاشق نے

ایں قضا برنیک و بد حاکم بُود — بر قضا شاہد نہ حاکم می شود
یہ قضاءِ (خداوندی) بھلے اور بُرے پر حاکم ہوتی ہے — کیا قضاءِ (خداوندی) پر گواہ حاکم نہ ہو گا؟

شُد اسیرِ آں قضا میرِ قضا — شادباش اے چشمِ تیزِ مُرتضیٰ
وہ ذات جو قضاءِ خداوندی کی قیدی تھی قضا خداوندی کی، حاکم بنگئی — اے مرتضیٰ کی تیز آنکھ! شاباش ہے

عارف[2] از معروف بس درخواست کرد — کاے رقیبِ ما تو اندر گرم و سرد
جاننے والے نے پہچانے ہوئے سے درخواست کی — کہ اے اچھے برے میں ہمارے نگراں!

اے مُشیرِ ما تو اندر خیر و شر — از اشارتہایِ دل ما بیخبر
اے کہ تو بھلائی اور برائی میں ہمارا مشیر ہے — ہم دل کے اشاروں سے بے خبر ہیں

اے یَرَانَا لَا نَرَاہُ روز و شب — چشم بندِ ما شُدہ دیدِ سبب
اے کہ دن اور رات میں وہ ہمیں دیکھتا ہے ہم اسکو نہیں دیکھتے — سبب کو دیکھنا ہماری آنکھ کا پردہ بنا ہے

چشمِ من از چشمہا بگزیدہ شُد — تا کہ در شب آفتابم دیدہ شُد
میری آنکھ دوسری آنکھوں سے ممتاز ہو گئی — یہاں تک کہ مجھے رات میں سورج نظر آ گیا

لُطفِ[3] معروفِ تو بُود اے منتہی — پس کَمَالُ البِرِّ فِیْٓ اِتْمَامِهٖ
اے کامل! تیری مشہور، مہربانی ہو چکی ہے — احسان کا کمال اُس کے مکمل کر دینے میں ہے

رَبِّ اَتْمِمْ نُوْرَنَا فِی السَّاهِرَةْ — وَانْجِنَا مِنْ مُّفْضِحَاتِ الْقَاهِرَةْ
اے رب! ہمارے نور کو محشر میں مکمل کر دے — اور ہمیں رسوا کرنے والے قہروں سے نجات دے

یارِ شب را روزِ مہجوری مدہ — جانِ قربت دیدہ را دُوری مدہ
رات کے دوست کو فراق کا دن نہ دے — قربت دیکھی ہوئی جان کو دوری نہ دے

بُعدِ تُو مرگیست بادرد و نکال — خاصہ بُعدے کاں بُود بعدَ الوصال
تیری دوری درد اور عذاب سے بھری ہوئی موت ہے — خصوصاً وہ دوری جو وصال کے بعد ہو

آنکہ دیدستت مکُن نادیدہ اش — آب زن بر سبزۂ بالیدہ اش
جس نے تجھے دیکھا ہے اس کو ان دیکھا نہ بنا — اُس کے اُگے ہوئے سبزے پر پانی چھڑک دے

---

1. پس۔ چونکہ ایجادِ عالم آنحضورؐ سے محبت کی وجہ سے فرمائی گئی اسی لیے شبِ معراج میں آنحضورؐ سے فرمایا گیا: لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ "اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ ایں قضا۔ حاکم کا حکم سب انسانوں پر حاکم ہے۔ بر قضا۔ لیکن حاکم کا حکم شاہد کے تابع ہوتا ہے۔ شُد۔ آنحضورؐ عام بشریت کے اعتبار سے قضا کے محکوم تھے لیکن چشمِ بصیرت کی وجہ سے شاہد اور گواہ بنے تو آپ کو اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار سے اپنے فیصلہ کا حَکَم بنادیا ہے۔

2. عارف۔ پہلے فرمایا تھا کہ عارف مخلوق کی امان کا سبب ہوتا ہے اب اسی مناسبت سے فرماتے ہیں، عارف یعنی انبیاء اور اولیاء اللہ۔ نے معروف یعنی حضرتِ حق سے بہت سی درخواستیں کی ہیں جن کا مولانا ذکر فرماتے ہیں۔ از اشارتہای۔ ہمارا دل ہمیں بھلائی کے اشارے کرتا ہے لیکن ہم اُن کو نہیں سمجھ پاتے ہیں یعنی بسا اوقات اُن پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ اے۔ خدا ہمیں ہر وقت دیکھتا ہے ہم اس کو نہیں دیکھ پاتے کیونکہ سبب یعنی عالمِ اسباب کی مشغولیت ہمارے لیے پردہ بن گئی ہے۔ چشمِ من۔ مشاہدہ کے بھی مراتب ہیں عارف باوجود مشاہدہ کے اور اعلیٰ مرتبہ کے لیے دعا کرتا ہے۔

3. لطفِ تو۔ تو انعام میں منتہی ہے اور تیرا یہ لطف ایک درجہ کا مشاہدہ ہو گیا ہے جو مجھے حاصل ہے لیکن تیری عطا کا کمال یہ ہے کہ مجھے مزید مراتب عطا کر دے۔ ساہرہ۔ یعنی محشر کی زمین۔ یارِ شب۔ تو نے جب دنیا میں کرم فرمایا تو آخرت میں بھی کرم فرما دے یارِ شب اُس عارف چور کی طرف تلمیح ہے۔ بُعد۔ وصال کے بعد فراق بڑی مصیبت ہے۔ آنکہ۔ جس کو ایک بار دیدار حاصل ہو چکا ہے اس کو اب دیدار سے محروم نہ کر بلکہ اس کے سبزۂ دید میں اور بالیدگی فرما دے۔

مَن[1] نکردم لا اُبالی در رَوِش — تو مکُن ہم لا اُبالی در خَلِش
میں نے روش میں لاپروائی نہیں کی — تو بھی عذاب میں لاپروائی نہ برت
ہیں مراں از رُوئے خود اُو را بعید — آنکہ اُو یک بار آں رُوئے تو دید
خبردار! اپنے چہرے سے اُس کو دُور نہ کر — جس نے ایک بار تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے
دید رُوئے جُز تو شُد غُلِّ گلو — کُلُّ شَیْءٍ مَّا سِوَی اللّٰہِ بَاطِلٌ
تیرے غیر کے چہرے کا دیدار گلے کا طوق ہے — اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے
باطلند و می نمایندم رَشد — زانکہ باطل باطلاں را می کشد
وہ باطل ہیں اور مجھے خوبی دکھاتی ہیں — کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے
ذرّہ[2] ذرّہ کاندریں ارض و سماست — جنسِ خود را ہر یکے چوں کہرباست
ایک ایک ذرّہ جو اس زمین اور آسمان میں ہے — اپنی جنس کے لیے کہربا جیسا ہے
معدہ ناں را می کشد تا مستقر — می کشد مرآب را تفِ جگر
معدہ، روٹی کو ٹھہراؤ کی جگہ تک کھینچتا ہے — جگر کی حرارت پانی کو کھینچتی ہے
چشم جذّابِ بُتاں زیں کویہا — مغز جویاں از گلستاں بُویہا
آنکھ اُن کوچوں سے معشوقوں کو کھینچنے والی ہے — دماغ، چمنوں سے خوشبوؤں کا جویاں ہے
زانکہ حسِ چشم آمد رنگ کش — مغز و بینی می کشد بُوہائے خوش
کیونکہ آنکھ کی حس رنگ کو کھینچنے والی ہے — دماغ اور ناک عمدہ خوشبوؤں کو کھینچتے ہیں
زیں کششہا اے خدائے رازداں — تو بجذبِ لُطفِ خود ماں دہ اماں
اے رازوں کو جاننے والے خدا! ان کششوں سے — تو اپنی مہربانی کی کشش کے ذریعہ ہمیں امن دے دے
غالبی بر جاذباں اے مُشتری — شاید ار درماندگاں را واخری
اے خریدار! تو کششوں پر غالب ہے — مناسب ہو گا اگر تو بچھڑے ہوؤں کو خرید لے
رُو بشہ[3] آورد چوں تشنہ با بر — آنکہ بُود اندر شبِ قدر آں چو بدر
اُس نے سلطان کی جانب منہ کیا جسطرح پیاسا ابر کیجانب — جو کہ شب قدر میں، بدر کی طرح تھا
چوں لسان و جانِ اُو بُود آنِ اُو — آنِ اُو با اُو بُود گستاخ گو
کیونکہ اُس کی زبان اور جان اُس سے وابستہ تھی — اُس سے متعلق، اُس سے جرأت سے بات کرنے والا ہوگا
گفت ما گشتیم چوں جاں بندِ طیں — آفتابِ جاں توئی در یومِ دیں
اُس نے کہا ہم ایسے ہو گئے ہیں جیسے کہ جان مٹی کی قیدی — بدلہ کے دن تو جان کا سورج ہے

1. من نکردم۔ میں نے تجھ سے کسی وقت استغفار نہیں برتا تو بھی مجھ سے استغفار نہ برت۔ ہیں۔ جس کو دیدار کا قرب حاصل ہو چکا ہے اب اسکو محروم نہ کر۔ دید۔ تیرے ماسوا کو دیکھنا وبال جان ہے کیونکہ تیرے سوا ہر چیز لغو اور فانی ہے۔ باطلند۔ چونکہ میں خود باطل ہوں اسلئے یہ باطل چیزیں مجھے اچھی نظر آتی ہیں اور اپنی طرف کھینچتی ہیں۔
2. ذرہ ذرہ۔ اس عالم کی ہر چیز اپنی ہم جنس کے لیے باعثِ کشش ہے۔ معدہ۔ معدہ روٹی کو، جگر کی گرمی پانی کو کھینچتی ہے۔ چشم۔ معشوق بن سنور کر نکلتے ہیں تاکہ ان کو کوئی دیکھے تو آنکھ ان کو کھینچتی ہے دماغ خوشبو کی تلاش کرتا ہے۔ زانکہ۔ آنکھ میں اور رنگ و روپ میں مناسبت ہے ناک اور دماغ اور خوشبوؤں میں مناسبت ہے۔ زیں کششہا۔ ان باطلوں میں جو ہمارے لیے کشش ہے تو اپنی مہربانی کی کشش کے ذریعہ ان کششوں سے ہمیں بچا دے۔ غالبی۔ ان سب کششوں پر تو غالب ہے اگر ہم درماندوں کو تو کھینچ لے تو تیری کشش کے شایانِ شان ہوگا۔
3. رُو بشہ۔ شاہ شناس ذرّے یعنی شاہ کے عارف چور نے بادشاہ کیطرف اسطرح رُخ کیا جیسا کہ پیاسا ابر کیطرف کرتا ہے۔ آنکہ۔ اس شاہ کیطرف جو شب قدر کا چودھویں کا چاند تھا۔ چوں۔ چونکہ اسکی اور شاہ کی جان پہچان تھی اسلئے درخواست میں اس نے ہمت سے کام لیا۔ گفت۔ اس شاہ شناس نے عرض کیا ہم اس وقت مقید ہو گئے ہیں جیسا کہ روح جسم میں مقید ہے۔ آفتابِ جاں۔ حشر میں حضرت حق تعالیٰ روح کیلئے باعث رحمت بنے گا جسطرح دنیا میں سورج روح کے انشراح اور راحت کا سبب ہے۔

وقت[1] آں شُد اے شہِ مکتومِ سیر
اے مخفی رفتار کے سلطان! اس کا وقت آ گیا

کز کرم ریشے بجُنبانی بخیر
کہ تو کرم کر کے بھلائی کے لیے ڈاڑھی ہلا دے

ہر یکے خاصیتِ خود وا نمُود
ہر ایک نے اپنی خاصیت دکھائی

آں ہُنرہا جملہ بدبختی فزُود
اُن سب ہنروں نے بدبختی بڑھائی

آں ہُنرہا گردنِ ما را بہ بست
اُن ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی

زاں مناصب سرنگو نساریم و پست
ان منصبوں سے ہم اوندھے اور پست ہیں

آں ہُنر فِیْ جِیْدِ ھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدْ
وہ ہُنر اُس کی گردن میں مُونج کی رسّی ہے

روز مُردن نیست زاں فنہا مدد
مرنے کے دن اُن فنوں سے مدد نہیں ہے

جُز ہُماں خاصیتِ آں خوش حواس
اس بہترین حواس والے کی اُس خصوصیت کے علاوہ

کہ بشب بُد چشمِ اُو سُلطاں شناس
کہ اُس کی آنکھ رات میں سلطان کو پہچاننے والی تھی

آں ہُنرہا جُملہ غُولِ راہ بُود
وہ سب ہُنر راستہ کے چھلاوہ تھے

غیرِ[2] چشمے کوز شاہ آگاہ بُود
بجز اُس آنکھ کے جو سلطان سے آگاہ تھی

شاہ را شرم آمد ازوے روزِ بار
باریابی کے دن سلطان کو اس سے شرم آ گئی

کہ بشب بر رُوئے شہ بُودش نظار
اس لیے کہ رات میں سلطان کے چہرے پر اس کی نظر تھی

واں سگِ آگاہ از شاہِ وداد
وہ کتا جو محبوب، سلطان سے واقف تھا

خود سگِ کہفش لقب باید نہاد
اُس کا لقب، خود سگِ کہف رکھنا چاہیے

خاصیت در گوش ہم نیکو بُود
کان کی خاصیت بھی بھلی تھی

گو ببانگِ سگ ز شیر آگہ شود
کیونکہ وہ کتے کی آواز سے شیر سے آگاہ تھا

سگ چو بیدارست شب چوں پاسباں
کتا جب رات کو محافظ کی طرح بیدار ہے

بیخبر نبُود ز شب خیزِ شہاں
وہ شاہوں کی شب خیزی سے بے خبر نہیں ہے

ہیں[3] زبدناماں نباید ننگ داشت
خبردار! بدناموں سے ذلت محسوس نہ کرنی چاہیے

ہوش بر اسرارِ شاں باید گماشت
اُن کے رازوں پر ہوش مسلط رکھنا چاہیے

ہر کہ اُو یک بار خود بدنام شُد
جو خود ایک بار بدنام ہو گیا ہو

خود نباید نام جُست و خام شُد
خود نام ڈھونڈنا اور خام نہ ہونا چاہیے

اے بسا زر کہ سیہ تابش کنند
اے مخاطب بہت سا سونا ہے کہ اسکو سیاہ رنگ کر دیتے ہیں

تاشود ایمن ز تاراج و گزند
تاکہ وہ لوٹ اور نقصان سے محفوظ ہو جائے

---

[1] وقت۔ اب اسکا وقت آ گیا ہے کہ آپ اپنی ڈاڑھی کی خاصیت دکھا کر ہمیں قید سے رہائی دلا دیں۔ آں ہنرہا۔ دوسرے ساتھیوں کے ہُنر تو ہماری قید کا باعث بن گئے۔ مناصب۔ عہدے۔ فی جیدھا۔ یہ آیت پوری: فی جیدھا حبل من مسد "اُسکی گردن میں مونج کی رسّی ہے" ابولہب کی بیوی کے بارے میں ہے۔ جُز ہماں۔ اور چوروں کی جو خصوصیات تھیں وہ سب تباہی اور قید کا سبب بنیں صرف اُس چور کی خصوصیت کام آئی جو رات کے دیکھے ہوئے کو دن میں پہچان لیتا ہے۔

[2] غیر چشمے۔ وہ آنکھ کام آئی جس نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا۔ شاہ۔ بدلے کے دن بادشاہ کو اس کو سزا دیتے ہوئے شرم آئے گی۔ بار۔ بارگاہ۔ واں سگ۔ جس کتے نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا وہ کتا بھی اس قابل ہے کہ اس کو اصحاب کہف کا کتا کہا جائے۔ خاصیت۔ جو چور کتے کی آواز سن کر سمجھ لیتا تھا اس کی خاصیت بھی اچھی تھی اس لیے کہ اس سے اس کو شیر یعنی شاہ سے آگاہی حاصل ہوئی۔ سگ۔ اب مولانا ایک مستقل مضمون بیان فرماتے ہیں کہ کتا جو شب بیداری کرتا ہے وہ شب خیزوں سے واقف ہو جاتا ہے اور یہ کتے میں ایک خوبی ہوئی۔

[3] ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ کتے جیسے بدنام جانور سے بھی بالکل نفرت کرنا مناسب نہیں اس کے پوشیدہ اچھے اوصاف پر نظر رکھنی چاہیے۔ ہر کہ اُو۔ اگر کوئی ایک بار بدنام ہو گیا ہے تو کسی کو محض اس کا ڈھونڈنا اپنے آپ کو خام کار بنانا مناسب نہیں ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر کوئی خوبی بھی مضمر ہو۔ اے بسا۔ محض ظاہر پر حکم نہ لگانا چاہیے کیونکہ بسا اوقات خالص سونے کو کالا کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کو کوئی نہ لوٹے۔

هرکسے[1] کے پے برد در سرِّ ما   باز کن دو چشم سوی ما بیا
ہر شخص ہمارے راز کا کب پتا لگا سکتا ہے   دونوں آنکھیں کھول ہماری جانب آ جا

قصہء آں گاوِ بحری کہ گوہرِ کاویانی از قعرِ دریا برآوردہ

اُس سمندری بیل کا قصہ جو ایک قیمتی گوہر دریا کی گہرائی سے نکال کر

شب بر ساحلِ دریا نہد و در دُرخش و تابِ آں می چرد
رات کو دریا کے کنارے پر رکھتا ہے اور اس کی روشنی اور چمک میں چرتا ہے
و بازرگان از کمین بیروں آید چوں گاوَ از گوہر دور
اور تاجر گھات سے باہر آتا ہے جب بیل گوہر سے زیادہ دور چلا
تر رفتہ باشد بازرگاں بلجم و باگلِ تیرہ گوہر را پوشاندو بر
جاتا ہے تاجر تلچھٹ اور کالی مٹی سے چھپا دیتا ہے اور درخت
درخت گریزد
پر بھاگ جاتا ہے

گاوِ[2] آبی گوہر از بحر آورد   بنہد اندر مرج و گردش می چرد
دریائی بیل، سمندر سے گوہر لاتا ہے   چراگاہ میں، رکھتا ہے اور اس کے گرد چرتا ہے
در شعاعِ نورِ گوہر گاوِ آب   می چرد از سُنبل و سوسن شتاب
دریائی بیل، گوہر کے نور کی شعاع میں   جلد سُنبل اور سوسن چرتا ہے
زاں فگندہ گاوِ آبی عنبرست   کہ غذایش نرگس و نیلوفر ست
اسی لیے دریائی بیل کا فضلہ عنبر ہے   کہ اُس کی غذا نرگس اور نیلوفر ہے
هرکہ[3] باشد قُوتِ اُو نورِ جلال   چوں نزاید از لبش سحرِ حلال
جس کی روزی اللہ تعالیٰ کا نور ہے   اُس کے ہونٹ سے حلال جادو کیوں نہ پیدا ہو گا؟
هرکہ چوں زنبور و حیش نقل   چوں نباشد خانہء اُو پُر عسل
شہد کی مکھی کی طرح جس کی غذا وحی ہو   اُس کا گھر شہد سے پُر کیوں نہ ہو گا؟
می چرد در نورِ گوہر آں بقر   ناگہاں گردد ز گوہر دُور تر
وہ بیل گوہر کے نور میں چرتا ہے   اچانک گوہر سے بہت دور ہو جاتا ہے
تاجرے برِدُر نہد وحلِ سیاہ   تاشود تاریک مرج و سبزہ گاہ
ایک تاجر موتی پر کالی کیچڑ رکھ دیتا ہے   تاکہ چراگاہ اور سبزہ زار تاریک ہو جائے

1. ہرکسے۔ وہ سیاہ سونا زبان حال سے کہتا ہے کہ ہر شخص میرے راز کو نہیں سمجھتا ہے تو میرے پاس آ۔ کر دیکھ تب تو سمجھے گا۔ قصہ۔ اس قصہ سے یہی بتایا ہے کہ اس سمندری موتی کو دریائی بیل نہ پہچان سکا اس لیے کہ اس کی نظر ظاہر پر رہی تاجر اس کے باطن سے واقف تھا لہٰذا وہ اُس کو لے گیا۔ کاویانی۔ کاوہ لوہار کی چیتے کی کھال کو فریدوں نے اپنا جھنڈا بنایا اور ضحاک کے مقابلہ میں کامیاب ہوا تو اس کو زرو جواہر سے مرصع کر کے اپنا جھنڈا اختیار کیا جس کو درفش کاویانی کہا جاتا تھا، پھر کاویانی قیمتی چیز کو کہا جانے لگا۔
2. گاوِ آبی۔ سمندری بیل۔ مرج۔ چراگاہ۔ زاں۔ مولانا نے عنبر کو دریائی بیل کا گوبر قرار دیا ہے کچھ لوگوں نے اسے عنبر مچھلی کا فضلہ قرار دیا ہے کچھ سمندری چشمے کی پیداوار مانتے ہیں اور بعض لوگ دریائی گھاس سمجھتے ہیں۔
3. ہرکہ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح دریائی بیل کا خوشبودار چیزوں کے کھانے کا نتیجہ خوشبودار ہے اسی طرح اگر کوئی ذکر اللہ کے نور کی روحانی غذا حاصل کرے گا تو اس کی زبان سے سحر حلال یعنی موثر کلام صادر ہوگا۔ ہرکہ۔ جو شخص وحی الٰہی سے خوراک حاصل کرے گا اس کا گھر یعنی منہ شہد سے کیوں نہ ہوگا۔ وحل۔ کیچڑ۔

پس[1] گریزد مردِ تاجر بر درخت
پھر تاجر جو شخص، درخت پر بھاگ جاتا ہے
گاوجویاں مر وُرا با شاخِ سخت
بیل اُس کو سخت سینگ سے ڈھونڈتا ہے

بیست بار آں گاوَ تازد گردِ مرج
وہ بیل بیس مرتبہ چراگاہ کے گرد دوڑتا ہے
تا کند آں خصم را در شاخ درج
تاکہ اُس مخالف کو سینگ میں بیندھ لے

چوں ازو نومید گردد گاوِ نر
جب بیل، اُس سے نااُمید ہو جاتا ہے
آید آنجا کہ نہادہ بُد گہر
اُس جگہ آتا ہے جہاں گوہر رکھا تھا

وحل بیند فوق دُرِّ شاہوار
دُرِ شہسوار پر کیچڑ دیکھتا ہے
پس زطیں بگریزد اُو ابلیس وار
وہ شیطان کی طرح مٹی سے بھاگ جاتا ہے

کاں بلیس از متنِ طیں کور و کر ست
کیونکہ شیطان مٹی کے درمیان سے اندھا اور بہرا ہے
گاوَ کے داند کہ در گِل گوہر ست
بیل کیا جانے کہ مٹی میں گوہر ہے؟

اِهْبِطُوْا افگند جاں را در حضیض
"نیچے اُترو" نے جان کو پستی میں ڈال دیا
از نمازش کرد محروم آں محیض
حیض نے اُس کو نماز سے محروم کر دیا

اے رفیقاں زیں مقیل و زاں مقال
اے ساتھیو! اس نیند اور اس قول سے
اِتَّقُوْا اِنَّ الْهَوٰی حَیْضُ الرِّجَال
بچو، نفسانی خواہش مردوں کا حیض ہے

اِهْبِطُوْا[2] افگند جاں را در بدن
"تم نیچے اُترو" نے جان کو جسم میں ڈال دیا
تا بگِل پنہاں بُود دُرِّ عدن
تاکہ عدن کا موتی مٹی میں چھپ جائے

تاجرش داند و لیکن گاوَ نے
اس کو تاجر جانتا ہے، نہ کہ بیل
اہلِ دل دانند ہر گِل کاوَ نے
اہلِ دل جانتے ہیں، نہ کہ ہر مٹی کھودنے والا

ہر گِلے[3] کاندر دلِ اُو گوہر یست
جس مٹی کے دل کے اندر گوہر ہے
گوہرش غمازِ طینِ دیگر یست
اُس کا گوہر دوسری مٹی کا مخبر ہے

واں گِلے کز رَشِّ حق نورے نیافت
وہ مٹی جس نے اللہ تعالیٰ کے نور سے چھڑکاؤ حاصل نہ کیا
صحبتِ گلہائے پُر دُر بر نتافت
وہ موتیوں سے پُر مٹی کی صحبت برداشت نہ کر سکی

ایں سخن پایاں ندارد مُوشِ ما
یہ بات آخر نہیں رکھتی، ہمارا چوہا
ہست بر لبہائے جُو برگوشِ ما
نہر کے کناروں پر ہمارے کان میں ہے

رجوع کردن بقصہء طلب کردن آں مُوش آں چغز را از لبِ جُو
اُس چوہے کے اُس مینڈک کو نہر کے کنارے سے طلب کرنے کا قصہ کی طرف واپسی

---

[1] پس گریزد۔ وہ جوہری تاجر اُس گوہر کو کیچڑ میں دبا کر درخت پر چڑھ گیا۔ شاخِ سخت۔ مضبوط سینگ۔ پس زطیں۔ جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ کے صرف ظاہر کو دیکھا اور ان سے گریز کیا اسی طرح یہ دریائی بیل اس گوبر کے اوپر کی مٹی کو دیکھ کر گریز کرتا ہے۔ کاں بلیس۔ شیطان حضرت آدمؑ کے باطنی اوصاف سے اندھا بہرا تھا اسی طرح بیل یہ نہ سمجھا کہ اسی مٹی کے اندر گوہر ہے۔ متن۔ تیر کے پر اور میان کا درمیانہ حصہ۔

[2] اِهبطوا۔ عوام کی روح کو تکوینی اعتبار سے "نیچے اترو" کے حکم نے پستی میں ڈال دیا پھر گناہوں کے ارتکاب نے اُس کو اور بدتر کر دیا۔ زیں مقیل۔ یعنی خواب و خور۔ مقال۔ یعنی موجب گناہ۔ حیض الرجال۔ نفسانی خواہش انسان کو نماز یعنی قربِ الٰہی سے محروم کر دیتی ہے۔ اِهبطوا۔ عالمِ بالا سے روح کا جسم میں آنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عدنی موتی کا مٹی میں چھپ جانا۔ تاجرش۔ جب روح جسم میں آ گئی تو اب اس کو جوہری پہچان سکتا ہے عام انسان دنیادار نہیں سمجھ سکتا۔

[3] ہر گِلے۔ جس مٹی میں گوہر ہوتا ہے وہ گوہر والی دوسری مٹی کو بھی پہچان لیتا ہے مشہور ہے ولی را ولی شناسد واں۔ گِلے جس جسم پر اللہ کے نور کا چھڑکاؤ نہیں ہے وہ اولیاء کے جسم کی صحبت کو برداشت نہیں کرتا ان سے نفرت کرتا ہے۔ گوشِ ما۔ ہم چوہے کی بات بھولے نہیں ہیں اس کی آواز ہمارے کان میں آ رہی ہے۔ رجوع۔ چوہے نے مینڈک کو دریا میں سے بلانے کے لیے وہ ڈورا کھینچا جو مینڈک کے پاؤں میں بندھا ہوا تھا۔

کشیدنِ اُو سرِ رشتہ تا چغز در آب خبردار شود از طلبِ اُو

اور اُس کا ڈورے کے سرے کو کھینچنا تاکہ مینڈک پانی میں اسکے بلانے سے خبردار ہو جائے

آں سرشتہ[1] عشق رشتہ می کشد — بر اُمیدِ وصلِ چغزِ بارشد

وہ محبت میں گندھا ہوا، ڈورا کھینچتا ہے — ہدایت یافتہ، مینڈک کے وصل کی امید پر

می تند بر رشتۂ دل دمبدم — کہ سرِ رشتہ بدست آوردہ ام

وہ ہردم، دل کے ڈورے پر تن رہا ہے — کہ میں نے ڈورے کا سرا ہاتھ میں لے لیا ہے

ہمچو تارے شُد دل و جاں در شہُود — تاسرِ رشتہ بمن رُوئے نمُود

مشاہدہ میں دل اور جان تار کی طرح ہو گئے — تب ڈورے کا سرا مجھے نظر آیا

چوں غرابُ البین آمد ناگہاں — درشکارِ مُوش و بُردش زاں مکاں

اچانک جب فراق کا کوا آیا — چوہے کو شکار کرنے کے لیے اور اس کو اس جگہ سے لے گیا

چوں برآمد برہوا مُوش از غراب — منسحب شد چغز نیز از قعرِ آب

کوے کی وجہ سے جب چوہا فضا میں پہنچا — مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے کھنچ گیا

مُوش در منقارِ زاغ و چغز ہم — در ہوا آویختہ پا در رتم

چوہا کوے کی چونچ میں اور مینڈک بھی — پاؤں ڈورے میں بندھا فضا میں معلق

خلق[2] می گفتند زاغ از مکر و کید — چغزِ آبی را چگونہ کرد صید

لوگ کہہ رہے تھے کوے نے مکر اور چالاکی سے — پانی کے مینڈک کو کس طرح شکار کر لیا؟

چوں شُد اندر آب و چونش در ربود — چغزِ آبی کے شکارِ زاغ بُود

وہ پانی میں کیسے گیا اور اس کو کیسے اچک لیا؟ — پانی کا مینڈک کوے کا شکار کب تھا؟

چغز گفتا ایں سزائے آں کسے — کو چو بے آباں شود جُفتِ خسے

مینڈک نے کہا یہ اُس کی سزا ہے — جو بے آبروؤں کی طرح کمینہ کا ساتھی بنے

اے فُغاں از یارِ ناجنس اے فغاں — ہمنشینِ نیک جوئید اے مہاں

فریاد ہے ناجنس دوست سے، فریاد ہے — اے بزرگو! نیک ساتھی تلاش کرو

عقل[3] را افغاں ز نفسِ پُر عیوب — ہمچو بینی بدے بر رُوئے خوب

عیبوں بھرے نفس سے عقل کی فریاد ہے — جیسے حسین چہرے پر بھدی ناک

عقل می گفتش کہ جنسیت یقیں — از رہِ معنیٰ ست نے از آب و طیں

عقل اُس سے کہتی تھی کہ یقیناً ہم جنس ہونا — اوصاف کے لحاظ سے ہے نہ پانی اور مٹی سے

---

1. سرشتہ عشق محبت میں چور یعنی چوہا۔ می تند۔ وہ اس پر غرور اور ناز کر رہا تھا۔ سر رشتہ۔ یعنی محبت کا ایک ذریعہ۔ ہمچو۔ دیدار کے مطالعہ میں میرا دل اور جان تار کی طرح ہو گئے تھے اب ایک ذریعہ ہاتھ آیا ہے۔ چوں۔ اب اس ڈورے کا انجام ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ فراق کا کوا آیا اور چوہے کو اس جگہ سے اڑا لے گیا۔ غراب البین۔ جدائی کا کوا، کوے کے بولنے کو دوستوں کی جدائی کی علامت مانا جاتا ہے۔ چوں۔ جب کوا چوہے کو لے کر اڑا تو مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے کھنچ آیا۔ رتم۔ وہ ڈورا جو ہاتھ کی انگلی میں بطور یادگار کے باندھا جاتا ہے۔

2. خلق۔ لوگ اس واقعہ کو دیکھ کر کہہ رہے تھے کہ کوے نے پانی کے مینڈک کو کس طرح شکار کر لیا۔ چوں۔ کوا پانی میں کیسے گھسا، پانی کا مینڈک تو کوے کا شکار نہیں بنتا ہے۔ چغز۔ مینڈک نے کہا جو بے آبروؤں کی طرح کسی کمینہ کا ساتھی بنے اس کی یہی سزا ہے۔ اے فغاں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ناجنس کی صحبت سے بچو اور ہم جنس یعنی نیک کی صحبت تلاش کرو۔

3. عقل۔ ہم جنس سے مراد یہ ہے کہ اوصاف میں باہمی شرکت ہو، عقل اور نفس تقریباً ہم جنس ہیں لیکن اوصاف دونوں کے جدا ہیں، لہٰذا عقل، برے نفس سے فریاد کرتی ہے جس طرح حسین چہرہ بھدی ناک پر فریاد کرتا ہے۔ عقل۔ عقل نفس سے کہتی ہے کہ ہم جنس ہونا باطنی اوصاف کی یکسانیت سے ہوتا ہے نہ جسمانی مشابہت سے۔

ہیں مشو صورت پرست و ایں[1] مگو — سِرِّ جنسیت بصورت در مجو

خبردار! تو صورت پرست نہ بن اور یہ نہ کہہ — ہم جنس ہونے کی حقیقت، صورت میں تلاش نہ کر

صُورت آمد چوں جمادو چوں حجر — نیست جامد را ز جنسیت خبر

صورت جماد اور پتھر کی طرح ہے — جامد کو ہم جنس ہونے کا پتا نہیں ہے

جاں چو مورو تن چو دانہ گندمے — میکشاند سُو بسُویش ہر دمے

جان چیونٹی کی طرح اور جسم گیہوں کے دانہ کی طرح ہے — وہ اُس کو ہر وقت اِدھر اُدھر کھینچتی ہے

مور داند کاں حبُوبِ مُرتہن — مُستحیل و جنسِ مَن خواہد شُدن

چیونٹی سمجھتی ہے کہ قبضہ کے دانے — تبدیل اور میری جنس ہو جائیں گے

آں یکے مورے گرفت از راہ جو — مورِ دیگر گندمے بگرفت و دو

ایک چیونٹی نے راستہ میں سے جو لے لیا — دوسری نے گیہوں اور بھاگنا لے لیا

جَو سُوِیِ گندم نمی تازد ولے — مُور سُویِ مور می آید بلے

جو گیہوں کی طرف نہیں دوڑتا لیکن — ہاں چیونٹی، چیونٹی کی جانب آ رہی ہے

رفتنِ[2] جَو سُوِیِ گندم تابع ست — مور رابیں کو بجنسش راجع ست

جو کا گیہوں کی جانب جانا تابع ہے — چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنی جنس کی طرف پلٹ رہی ہے

تومگو گندم چرا شُد سُوِیِ جَو — چشم را بر خصم نہ نے بر گرو

تو یہ نہ کہہ کہ گیہوں جو کی جانب کیوں گیا؟ — نظر مقابل پر رکھ، نہ کہ گروی پر

مورِ اسود برسرِ لبدِ سیاہ — مُور پنہاں دانہ پیدا پیشِ راہ

کالی چیونٹی سیاہ نمدے پر — چیونٹی مخفی ہو گی، دانہ راستے کے سامنے ظاہر ہو گا

عقل گوید چشم را نیکو نگر — دانہ ہرگز کے رود بیدانہ بر

عقل آنکھ سے کہتی ہے، غور کر لے — دانہ بغیر دانہ لیجانے والے کے کبھی نہیں چلتا

زیں[3] سبب آمد سُوِیِ اصحابِ کلب — ہست صورتہا حبوب و مُور قلب

اسی سبب سے کُتا اصحاب کی جانب آیا — صورتیں دانہ ہیں اور دل چیونٹی ہے

زاں شود عیسیٰؑ سُوِیِ پاکانِ چرخ — بُد قفسہا مختلف یک جنس فرخ

اسی لیے عیسیٰؑ آسمان کے قدسیوں کی جانب جاتے ہیں — پنجرے مختلف تھے، چوزے ایک جنس کے تھے

---

[1] ایں مگو۔ صورت کی مشابہت سے ہم جنس ہونے کا قائل نہ بن۔ صورت۔ صورت ایک بے جان چیز ہے اس میں جنسیت کا احساس نہیں ہے۔ جاں۔ جسم میں احساس اور حرکت جان کی وجہ سے ہے جیسا کہ گیہوں کے دانے میں حرکت چیونٹی کی وجہ سے ہوئی ہے جو اس کو لے جا رہی ہے۔ مور داند۔ چیونٹی کی دانہ کی طرف کشش بھی جنسیت کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ہضم ہو کر اس کا ہم جنس بن جاتا ہے۔ آن یکے۔ ایک چیونٹی نے راستہ میں جو کا دانہ لے لیا دوسری نے گیہوں کا دانہ لے لیا اب وہ ایک دوسری کی طرف چلی تو گیہوں کا دانہ جو کے دانہ کی جانب نہیں دوڑ رہا ہے بلکہ چیونٹی چیونٹی کی جانب دوڑ رہی ہے۔

[2] رفتنِ جو۔ جو کا گیہوں کے درانہ کی طرف چلنا تبعا ہے، چیونٹی کو دیکھ لے تو سمجھ آ جائے گا۔ تو مگو۔ جو اور گیہوں کے دانے کی حرکت کی وجہ سے یہ نہ سمجھ کہ وہ چل رہے ہیں اُن کے بالمقابل جو چیز ہے یعنی چیونٹی اس کو دیکھ یہ تو اس کے قبضہ میں ہیں۔ مور اسود۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیونٹی تو نظر نہیں آتی وہ کالے نمدے پر چل رہی ہے اور دانہ چلتا ہوا نظر آتا ہے۔ عقل۔ تو عقل سے سمجھ لے کہ دانہ کو لے جانے والی چیونٹی ہے جو چل رہی ہے۔

[3] زیں سبب۔ چونکہ اصل ہم جنسیت اوصاف کے اعتبار سے ہے نہ کہ صورت کی وجہ سے اسی لیے اصحاب کہف کے کتے کی کشش اصحاب کہف کی طرف تھی صورتوں کو دانہ سمجھ اور دل اور اوصاف باطنی کو چیونٹی سمجھ۔ زاں شود۔ حضرت عیسیٰؑ اور ملائکہ میں اوصاف کے اعتبار سے ہم جنسیت تھی۔ قفسہا۔ یعنی اجسام۔ فرخ۔

این[1] قفس پیدا و آں فرخش نہاں ۔ بے قفس کش کے قفس گردد رواں

یہ پنجرا ظاہر اور اُس کا چوزہ پوشیدہ ہے ۔ پنجرا بغیر پنجرا کھینچنے والے کے کہاں چلتا ہے؟

اے خنک چشمے کہ عقلستش امیر ۔ عاقبت بیں باشد و حبر و قریر

اے (مخاطب)! وہ آنکھ ٹھنڈی ہے عقل جس کی حاکم ہو ۔ انجام کو دیکھنے والی اور عالم اور ٹھنڈی ہو

فرقِ زشت و نغز از عقل آورید ۔ نے ز چشمے کز سیہ گفت و سپید

بُرے اور بھلے کا عقل سے فرق کرو ۔ نہ کہ آنکھ سے، جو سیاہ اور سفید بتاتی ہے

چشم غرہ شُد بخضرایِ دِمن ۔ عقل گوید بر محکِ ماش زن

آنکھ کوڑی کے سبزے پر فریفتہ ہوئی ۔ عقل کہتی ہے، اس کو ہماری کسوٹی پر رگڑ

آفتِ[2] مُرغست چشمِ کام بیں ۔ مخلصِ مُرغست عقلِ دام بیں

خود غرض آنکھ، پرند کی تباہی ہے ۔ جال کو دیکھنے والی آنکھ پرند کو نجات دینے والی ہے

دامِ دیگر بُد کہ عقلش در نیافت ۔ وحیِ غائب بیں بداں سُوزاں شتافت

ایک دوسرا جال تھا جس کو عقل نہ محسوس کر سکی ۔ غیب کو دیکھنے والی وحی اس وجہ سے اُس جانب دوڑی

جنس و ناجنس از خرد تانی شناخت ۔ سُویِ صورتہا نشاید زُود تاخت

تو جنس اور ناجنس کو عقل سے پہچان سکتا ہے ۔ جلدی سے صورت کی طرف نہ دوڑنا چاہیے

نیست جنسیت بصورت لی و لک ۔ عیسیٰؑ آمد در بشر جنسِ ملک

میرے اور تیرے لیے جنسیت صورت سے نہیں ۔ عیسیٰؑ انسانوں میں فرشتے کی جنس تھے

برکشیدش فوقِ ایں نیلی حصار ۔ مُرغِ گردونی چو چغزش زاغ وار

اُن کو اس نیلے قلعہ پر کھینچ لیا ۔ آسمانی پرند نے، اُس چوہے کو کوے کی طرح

قصہ[3] عبد الغوث و ربودنِ پریاں اُو را وسالہا درمیانِ پریاں ساکن شُدن و بعد ازاں بشہرِ خود باز آمدن و فرزنداں را دیدن و از پریاں ناشکیفتن بحکمِ جنسیّت و ہمدلی با ایشاں

عبدالغوث کا قصہ اور اُس کو پریوں کا لے جانا اور سالوں پریوں میں رہنا اور اُس کے بعد اپنے شہر میں آ جانا اور اولاد کو دیکھنا اور پریوں سے صبر نہ کرنا اُن کے ساتھ ہم جنس اور ہم دل ہونے کی وجہ سے

بُود عبدالغوث ہم جنسِ پری ۔ چوں پری نُہ سال در پنہاں پری

عبدالغوث پری کا ہم جنس تھا ۔ پری کی طرح نو سال تک مخفی پرواز میں تھا

---

1. ایں قفس۔ جسم ظاہر ہے روح مخفی ہے لیکن سمجھ لے کہ جسم روح کی وجہ سے حرکت میں ہے۔ اے خنک۔ آرام سے وہی ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ حبر۔ عالم۔ قریر۔ ٹھنڈا۔ فرق۔ بھلے برے میں عقل ہی تمیز کر سکتی ہے آنکھ تو صرف ایک روپ کو دیکھتی ہے۔ چشم۔ آنکھ کوڑی کے سبزے پر مائل ہو جاتی ہے عقل جان لیتی ہے کہ اس کی تہ میں کیا ہے۔

2. آفت۔ جو پرند عقل سے کام نہ لے صرف آنکھ سے دیکھے وہ جال میں پھنس جاتا ہے۔ دام دیگر۔ کچھ باتیں ایسی ہیں کہ وہاں یہ عقلِ جزوی کام نہیں دیتی ہے صرف وحیِ الٰہی رہبری کرتی ہے۔ جنس۔ جنسیت کا مدار جبکہ باطنی اوصاف پر ہے تو اس کو عقل پہچان سکتی ہے نہ کہ آنکھ۔ نیست۔ محض صورت کے اعتبار سے جنسیت نہیں ہے، ورنہ حضرت عیسیٰؑ جنسِ بشر ہوتے فرشتہ کی جنس نہ ہوتے۔ برکشیدش۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی لیے فرشتوں سے ملا دیا۔

3. قصہ۔ عبدالغوث کوئی شخص ہے جو اوصاف کے اعتبار سے جن اور صورت کے اعتبار سے انسان تھا وہ انسانوں سے مانوس نہ تھا جنوں میں رہنا پسند کرتا تھا اس کے بال بچے بھی ہوئے لیکن پھر بھی اس کا دل پریوں اور جنوں میں لگتا تھا۔ پری۔ جن۔ در پنہاں۔ پری یعنی جنوں کی طرح چھپی ہوئی پرواز میں نو سال تک رہا۔

شُد زنش را نسل از شویِ دگر — واں یتیمانش ز مرگش درسمر[1]

اس کی بیوی کے دوسرے شوہر سے اولاد ہو گئی — اور اُس کے یتیم اُس کی موت کی کہانیوں میں تھے

کہ مر اُورا گرگ زد یا رہزنے — یا فتاد اندر چہے یا مکمنے

کہ اس کو بھیڑیے نے، یا ڈاکو نے مار دیا — یا کسی کنویں میں گر گیا، یا کسی پوشیدہ جگہ میں

جُملہ فرزندانش در اشغال مست — خود نگفتندے کہ بابائے بُدست

اُس کے تمام لڑکے کاموں میں مست تھے — وہ یہ بھی نہ کہتے کہ (اُن کا) کوئی باوا تھا

بَعدِ نُہ سال آمد آں ہم عاریہ — گشت پیدا باز شُد متواریہ

وہ نو سال کے بعد بھی عارضی طور پر آیا — ظاہر ہوا، پھر چھپ گیا

یک بیک فرزند و زن را دید باز — گشت پنہاں کس ندیدش باز راز

اُس نے اچانک اولاد اور بیوی کو دیکھا — پوشیدہ ہو گیا اور پھر کسی نے اس کا راز نہ دیکھا

یک مہے مہمانِ فرزندانِ خویش — بُود و زاں پس کس ندیدش رنگ پیش

ایک مہینہ اپنی اولاد کا مہمان — رہا اور اس کے بعد اُس کا رنگ سامنے کسی نے نہ دیکھا

بُرد ہم جنسیِ پریانش چُناں — کہ رُباید رُوح را زخمِ سناں

اُس کو پریوں کی ہم جنسی اس طرح لے گئی — جس طرح بھالے کا زخم، روح کو اڑا لے جاتا ہے

چوں بہشتی جنسِ جنت آمد ست — ہم ز جنسیت شود یزداں پرست

چونکہ جنتی جنت کی جنس ہے — جنسیت کی وجہ سے، وہ خدا پرست ہوتا ہے

نے[2] نبیؐ فرمود جود و محمدہ — شاخِ جنت داں بدنیا آمدہ

کیا نبیؐ نے نہیں فرمایا کہ سخاوت اور اچھائی کو — جنت کی شاخ سمجھ، جو دنیا میں آ گئی ہے

مہرہا را جُملہ جنسِ مہر خواں — قہرہا را جملہ جنسِ قہر داں

محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس سمجھ — ظلموں کو ظلم کی جنس سمجھ

لا اُبالی لا اُبالی آورد — زانکہ جنسِ ہم بُوند اندر خرد

لاپروا، لاپروا کو لاتا ہے — کیونکہ وہ عقل میں ہم جنس ہوتے ہیں

بُود[3] جنسیت در ادریسؑ از نجوم — ہشت سال اُو با زُحل بُد در قدوم

حضرت ادریسؑ میں ستاروں کی جنسیت تھی — وہ آٹھ سال تک زحل سے ہم رفتار رہے

در مشارق در مغارب یارِ اُو — ہم حدیث و محرمِ اسرارِ اُو

مشرقوں اور مغربوں میں اُس کے یار رہے — اُس کے ہم سخن اور اُس کے رازداں رہے

---

1. درسمر۔ اُس کے بال بچے اُس کے مرجانے کے قصے بیان کرتے تھے۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ عاریہ۔ عارضی۔ متواریہ۔ چھپنے والی۔ یک بیک۔ اچانک بچوں کو دیکھنے آیا اور پھر ایسا غائب ہوا کہ اُسکا راز کسی کے سامنے نہ کھلا۔ سناں۔ بھالا۔ چوں بہشتی۔ جنتی، جنت کا ہم جنس ہوتا ہے اسلیے وہ خدا کی عبادت کرکے جنت میں جاتا ہے۔
2. نے نبیؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے سخاوت جنت کا درخت ہے اُس کی ایک شاخ دنیا میں ہے جو اس کو پکڑ لیتا ہے وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔ مہرہا۔ محبتیں، محبتوں کی ہم جنس اور قہر، قہر کا ہم جنس ہے۔ لاابالی۔ لاپروا، لاپروا کی جنس ہے۔
3. بُود جنسیت۔ حضرت ادریسؑ کو ستاروں سے ہم جنسیت تھی اسی لیے وہ ساتویں آسمان پر زحل ستارے کے ساتھ آٹھ سال تک رہے، یہ سارا قصہ محض شہرت پرمبنی ہے، قرآن وحدیث میں اسکا بیان نہیں ہے۔ درمشارق۔ زحل ستارہ مشرق ومغرب میں پہنچتا تھا تو یہ بھی ساتھ ہوتے تھے اور اس سے باتیں کرتے رہتے اور ہمراز ہوتے تھے۔

بعدِ[1] غیبت چونکہ آورد او قدوم — در زمیں می گفت او درسِ نجوم
غائب رہنے کے بعد جب ان کی تشریف آوری ہوئی — وہ زمین پر ستاروں کا درس دیتے تھے

پیشِ او استارگاں خوش صف زدہ — اختراں در درسِ او حاضر شدہ
اُن کے سامنے ستارے عمدہ صف باندھے ہوئے تھے — اُن کے درس میں ستارے حاضر ہوئے

آنچنانکہ خلق آوازِ نجوم — می شنیدند از خصوص و از عموم
اس طرح کہ ستاروں کی آواز — خواص اور عوام سنتے تھے

جذبِ جنسیت کشیدہ تا زمیں — اختراں را پیشِ او کردہ مبیں
جنسیت نے زمین تک کھینچ لیا — ستاروں کو اُن کے سامنے بیان کرنے والا بنا دیا

ہریکے نامِ خود و احوالِ خود — باز گفتہ پیشِ او شرحِ رَصَد
ہر ایک اپنا نام اور احوال — اُنکے سامنے (آلاتِ) رصد کی طرح کہہ دیتا

چیست جنسیت یکے نوعِ نظر — کہ بداں یابند رہ در ہمدگر
جنسیت کیا ہے؟ ایک قسم کی نظر — جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پا لیں

آں[2] نظر کہ کرد حق در وَے نہاں — چوں نہد در تُو تُو گردی جنسِ آں
اللہ تعالیٰ نے جو نظر اس میں پوشیدہ کر دی ہے — جب وہ تیرے اندر رکھ دے تو اس کی جنس بن جائے

ہر طرف چہ می کشد تن را نظر — بے خبر را کہ کشاند با خبر
جسم کو ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے؟ نظر — بے خبر کو کون کھینچ رہا ہے؟ باخبر

چونکہ اندر مرد خُوئے زن نہد — اُو مخنث گردد و گاں می دہد
جب مرد میں عورت کی عادت رکھ دے — وہ ہیجڑا بن جائے گا اور مفعول بنے گا

چوں نہد در زن خدا خُوئے نری — طالب زن گردد آں زن سَحتری
جب اللہ تعالیٰ عورت میں مرد کی خاصیت رکھ دے — وہ سحتری عورت، عورت کی طلبگار بن جاتی ہے

چوں[3] نہد در تو صفاتِ جبرئیلؑ — ہمچو فرخے بر ہوا جوئی سبیل
جب تجھ میں جبرئیلؑ کی صفات رکھ دے — تو چوزے کی طرح ہوا میں راستہ ڈھونڈے

منتظر بنہادہ دیدہ در ہوا — از زمیں بیگانہ عاشق بر سما
ہوا میں آنکھ جمائے، منتظر — زمین سے اجنبی، آسمان پر عاشق

---

1. بعد غیبت۔ نو سال کے بعد جب وہ زمین پر آئے تو ستاروں کے احوال کا درس دیا کرتے تھے۔ پیش او۔ ستارے بھی اُن کے درس میں موجود رہتے تھے۔ آنچنانکہ۔ درس میں شریک سب آدمی اُن ستاروں کی آوازیں سنتے تھے۔ جذب۔ ستاروں کو زمین پر حضرت ادریسؑ کی جنسیت کھینچ کر لے آئی تھی۔ ہر یکے۔ ہر ستارہ اپنا نام اور حالات بتاتا تھا اور اسکی تشریح کرتا جس طرح رصد سے ان کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں۔ نوع نظر۔ جنسیت نظر اور فکر کے اتحاد کا نام ہے۔
2. آں نظر۔ جب حق تعالیٰ دو روحوں میں ایک سے خیالات پیدا فرما دیتا ہے تو وہ ایک دوسرے کی ہم جنس ہو جاتی ہیں۔ ہر طرف۔ جسم کی کشش نظر و فکر کی وجہ سے ہے۔ بے خبر۔ جسم جو بے خبر ہے اس کو باخبر روح کھینچتی ہے۔ چونکہ۔ جب مرد میں عورت کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ ہیجڑا بن جاتا ہے اور عورتوں کی طرح اپنے ساتھ جماع کراتا ہے۔
3. چوں نہد۔ جب کسی عورت میں مردانہ صفات پیدا ہو جاتے ہیں وہ عورتوں کے ساتھ جماع کرتی ہے۔ سحتری۔ وہ عورت جو عورتوں سے جماع کرے۔ صفات جبرئیلؑ۔ جب کسی بشر میں ملکوتیت کا غلبہ ہوتا ہے تو پرندے کے بچے کی طرح ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کے راستے تلاش کرتا ہے۔ منتظر۔ اس کا دھیان ملاء اعلیٰ کی طرف رہتا ہے اور زمین سے بیزار رہتا ہے۔

چوں نہد در تو صفتہایِ[1] خری
جب تیرے اندر گدھے کی صفات رکھ دے
صد پرت گر ہست بر آخُر پری
اگر تیرے سو پر ہیں طویلہ پر اُڑے گا

از پئے صورت نیامد مُوش خوار
چوہا صورت کی وجہ سے ذلیل نہ بنا
از خبیثی شُد زبونِ مُوش خوار
خباثت کی وجہ سے چوہے کھانے والے کا مغلوب بنا

طُعمہ جُوی وخائن و ظلمت پرست
لُقمہ کی جستجو کرنے والا، خائن اور اندھیرے کا پجاری ہے
از پنیرو فستق و دوشاب مست
پنیر اور پستہ اور انگور کے شیرے سے مست ہے

بازِ اشہب را چو باشد خُوئے موش
سفید باز میں جب چوہے کی خصلت ہو
ننگِ مُوشاں باشد و عارِ وُحوش
تو وہ چوہوں کیلئے باعث ذلت اور وحشی جانوروں کیلئے عار بنجائے

خُویِ آں ہاروت و ماروت اے پسر
اے بیٹا! ہاروت و ماروت کی خصلت
چوں بگشت و داد شاں خُوئے بشر
جب بدل گئی اور اُن کو انسان کی خصلت دے دی

در[2] فتادند از لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ
وہ "بے شک ہم صف بنانے والے ہیں" سے گر گئے
درچہِ بابل بہ بستہ سرنگون
بابل کے کنویں میں، بندھے ہوئے، اوندھے

لوحِ محفوظ از نظرِ شاں دُور شُد
لوحِ محفوظ اُن کی نظر سے دُور ہو گئی
لَوحِ ایشاں ساحر و مسحُور شُد
اُن کی لوح، ساحر اور مسحور بن گئی

پَرہماں و سر ہماں ہیکل ہماں
پَر وہی اور سر وہی، وہی صورت
موسیٰؑ بر عرش و فرعونے مَہاں
(حضرت) موسیٰؑ عرش پر، اور فرعون ذلیل

درپئے خُوباش و باخُوش خو نشیں
خصلت کے درپے ہو اور خوش خصلت کے ساتھ بیٹھ
خُو پذیری روغن و گُل را ببیں
تیل اور پھول کی عادت قبول کرنے کو دیکھ لے

خاکِ گور[3] از مردِ حق یابد شرف
مردِ خدا سے قبر کی مٹی شرافت پا جاتی ہے
تانہد بر گورِ اُو دل رُوی و کف
یہاں تک کہ اُس کی قبر پر دل منہ اور ہاتھ رکھ دیتا ہے

خاک از ہمسائگیِ جسمِ پاک
پاک جسم کی پڑوسی ہونے سے، مٹی
چوں مُشرّف آمد و اقبالناک
جبکہ شریف اور اقبال والی ہو گئی

پس تو ہم اَلۡجَارُثُمَّ الدَّارُ گو
پس تو بھی "پڑوسی پھر گھر" کہہ
گردلے داری برو دلدار جو
اگر تو دل رکھتا ہے، جا دلدار کی جستجو کر

---

1. صفاتِ خرؔی۔ اگر انسان میں بہیمیت کا غلبہ ہوتا ہے تو اُسکو ہر وقت کھانے کی فکر رہتی ہے۔ از پےؔ۔ چوہا صورت کی وجہ سے ذلیل نہیں ہے بلکہ باطنی خباثت کی وجہ سے ذلیل ہے۔ طعمہ جوؔ۔ یہ اُس کی باطنی خباثتیں ہیں۔ فستقؔ۔ پستہ۔ دوشابؔ۔ انگور کا شیرہ۔ باز اشہبؔ۔ اشہب باز جو نہایت قیمتی ہے اگر اُس میں خباثت پیدا ہو جائے تو وہ چوہوں اور بقیہ وحشی جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ خویؔ۔ ہاروت و ماروت فرشتے تھے لیکن اُنمیں بشری اوصاف تھے اسی لیے فرشتوں کی صف سے خارج ہو گئے۔
2. درفتاؔند۔ فرشتوں کی صفوں سے نکل کر بابل کے کنویں میں سزا میں سرنگوں ہو گئے۔ لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ۔ بے شک ہم صف باندھنے والے ہیں یہ فرشتوں کی خصوصیت ہے۔ لوحِ محفوظؔ۔ پہلے اُن کی نظر لوحِ محفوظ پر رہتی تھی پھر جادو کی لوحوں پر رہنے لگی۔ پر ہماؔ۔ یعنی دست و بازو۔ موسیٰؔ۔ موسیٰ اور فرعون میں جسمانی جنسیت تھی لیکن اوصاف جداگانہ تھے۔ در پےؔ۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ جنسیت اوصاف کے اعتبار سے ہے تو تجھے نیکوں کی صحبت حاصل کرنی چاہیے اور صحبت کی تاثیر دیکھنی ہو تو تیل کو دیکھ لے کہ پھولوں کی صحبت سے اُس میں کیسی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔
3. خاکِ گورؔ۔ انسان تو در کنار اگر مٹی بزرگوں کی ہم صحبت ہو جاتی ہے تو اُس میں بزرگی آ جاتی ہے، چنانچہ اولیاء کی قبر کی مٹی پر دل قربان ہوتا ہے۔ خاکؔ۔ قبر کی مٹی کو یہ شرافت اُس بزرگ کے جسم کی صحبت سے حاصل ہو گئی۔ الجارؔ۔ مشہور مقولہ ہے کہ گھر لینے سے پہلے پڑوسی کا انتخاب کرو۔ دلدارؔ۔ یعنی ولی کامل۔

خاکِ اُو ہم سیرتِ جاں میشود — سُرمہ[1] چشم عزیزاں میشود
اُس کی خاک جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے — معزز لوگوں کی آنکھ کا سُرمہ بن جاتی ہے

اے بسا در گور خفتہ خاک وار — بہ ز صد احیاء بنفع و انتشار
اے (مخاطب) بہت سے مٹی کی طرح قبر میں سوئے ہوئے — نفع اور بشارت حاصل کرنے میں سیکڑوں زندوں سے بہتر ہے

سایہءِ بُود اُو و خاکش سایہ مند — صد ہزاراں زندہ در سایۂ ویند
وہ سایہ تھا اور اُس کی مٹی سایہ دار ہو گئی — لاکھوں زندے، اُس کے سایہ میں ہیں

داستانِ آں مرد کہ وظیفہ داشت در تبریز از محتسب و وامہا کردہ بُود بر امیدِ آں وعدہ و وظیفہ و اُو را خبر نبُود از وفاتِ محتسب، حاصل از ہیچ زندہ وامِ اُو گزارد نشُد اِلّا از محتسب متوفی گزاردہ شُد چنانکہ گفتہ اند ۔ بیت

اُس شخص کی داستان جس کا محتسب کی جانب سے تبریز میں وظیفہ مقرر تھا اور اُس کے وظیفہ اور وعدے کی اُمید پر اُس نے قرض کر لیے تھے اور اس کو محتسب کے مر جانے کی خبر نہ تھی، نتیجہ یہ ہے کہ کسی زندہ سے اُس کا قرض ادا نہ ہوا مگر وفات پائے ہوئے محتسب کی جانب سے ادا ہوا چنانچہ کہا ہے

لَيسَ[2] مَن مَّاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَيِّتٍ اِنَّمَا الْمَيِّتُ مَيِّتُ الْاَحْيَاءِ

جو مر گیا اور اُس نے راحت پا لی وہ مُردہ نہیں ہے مُردہ، زندوں میں کا مُردہ ہے

آں یکے درویش ز اطرافِ دیار — جانبِ تبریز آمد وام دار
ملک کے اطراف سے، ایک فقیر — قرضدار ہو کر تبریز کی جانب آیا

نُہ ہزارش وام بُود از زرگر — بُود در تبریز بدرالدیں عُمر
شاید نو ہزار اشرفیاں اُس پر قرض تھیں — تبریز میں، بدرالدین عمر تھے

محتسب بُود و بدل بحر آمدہ — ہر سرِ مُویش یکے حاتم کدہ
وہ کوتوال تھے اور دل کے دریا تھے — اُن کا ہر بال ایک حاتم خانہ تھا

حاتم[3] ار بُودے گدائے اُو شدے — سرنہادے خاکپائے اُو شُدے
اگر حاتم ہوتا تو اُن کا بھکاری ہوتا — سر رکھ دیتا اور خاکِ پا بن جاتا

گر بدادے تشنہ را بحرِ زُلال — وز کرم شرمندہ بُودے زاں نوال
اگر وہ پیاسے کو صاف پانی کا سمندر دے دیتے — شرافت کی وجہ سے اُس عطا سے شرمندہ ہوتا

---

[1] سُرمہ۔ صاحب نسبت کی نسبت، صاحب قبر کے فیض سے بڑھ جاتی ہے۔ اے۔ جبکہ بزرگوں کی قبر سے بھی فیض ہوتا ہے تو زندگی میں اس کی صحبت کس قدر مفید ہو گی۔ سایہ بُود۔ وہ بزرگ انسانوں کے سر کا سایہ تھا اور اب اُس کی قبر سایہ دار ہے جس سے لاکھوں انسان مستفید ہوتے ہیں۔ داستان۔ اس قصہ میں یہ بتایا ہے کہ اُس نخی سے مرنے کے بعد بھی فیض حاصل ہوا۔ وظیفہ۔ محتسب کے دربار سے اُس کا وظیفہ مقرر تھا۔ گزاردہ نشد وہ قرض وفات یافتہ محتسب سے ہی ادا ہوا۔

[2] لیس۔ جو شخص قبر میں سے بھی دوسروں کو فیض پہنچا رہا ہے وہ مردہ نہیں ہے مردہ تو وہ زندہ ہے جو بالکل بے فیض ہے۔ دیار۔ ملک۔ وام۔ قرض۔ نُہ۔ اُس پر نو ہزار دینار قرض ہو گئے۔ محتسب۔ اُن کا نام بدرالدین عمر اور عہدہ کوتوال تھا۔ بدل۔ ان کا دل جود و سخا میں سمندر تھا۔ ہر سر مویش۔ ان کا ہر ہر رونگٹا حاتم کا گھر معلوم ہوتا تھا۔

[3] حاتم۔ اگر اُس زمانہ میں حاتم طائی زندہ ہوتا تو وہ ان کا غلام ہوتا۔ گر بدادے۔ اگر وہ پیاسے کو میٹھے پانی کا سمندر بھی دیتے تو اپنی سخاوت کی وجہ سے شرمندہ ہوتے اور اپنی عطا کو حقیر سمجھتے تھے۔

ورﻟ بکردے ذرّہ را مشرقے — بُود آں ہمتش نالائقے
اگر وہ ذرے کو مشرق بنا دیتے — تو وہ بھی اُس کی ہمت کے لائق نہ تھا

بر اُمید او بیامد آں غریب — کو غریباں را بُدے خویش و نسیب
وہ پردیسی اُن کی اُمید پر آیا — کیونکہ وہ پردیسیوں کے لیے اپنے اور رشتہ دار تھے

بادرش بُود آں غریب آموختہ — وام بیحد از عطایش توختہ
وہ پردیسی اُن کے دروازے کا ہلا ہوا تھا — اُن کی عطا سے بیحد قرض اُتار چکا تھا

ہم[2] بہ پشتی آں کریم او وام کرد — کہ بہ بخششہاش واثق بُود مرد
اُس سخی کے بھروسے پر اُس نے قرض لیا — کیونکہ وہ اُن کی بخششوں پر بھروسہ رکھتا تھا

لا اُبالی گشتہ او و وام جو — براُمیدِ قُلزمِ اِکرام خو
وہ لاپروا اور قرض لینے والا بن گیا تھا — اکرام خصلت، دریا کی امید پر

وام داراں رُو ترش او شاد کام — ہمچو گُل خنداں ازاں روضُ الکرام
مقروض رنجیدہ تھے، وہ خوش تھا — پھول کی طرح خنداں تھا اس شرفا کے چمنوں کی وجہ سے

گرم شُد پشتش ز خورشید عرب — چہ غمستش از سبالِ بُولہب
عرب کے سورج سے اُس کی کمر گرم ہو گئی — ابولہب کی مونچھوں سے اُسے کیا غم ہے؟

چونکہ[3] دارد عہد و پیوند سحاب — کے دریغ آید ز سقایانش آب
جب کوئی شخص ابر سے ملاقات اور تعلق رکھتا ہو — اس کو سقوں کو پانی دینے سے بخل کب ہو گا؟

ساحرانِ واقف از دستِ خدا — کے نہند ایں دست و پا را دست و پا
خدا کے ہاتھ سے باخبر، جادوگر — ان ہاتھ پاؤں کو ہاتھ پاؤں کے مرتبہ میں کب دیکھتے ہیں

روبہے کہ ہست زاں شیرانش پُشت — بشکند کلّۂ پلنگاں را بمُشت
جس لومڑی کی اُن شیروں سے پُشت پناہی ہو — وہ گھونسے سے چیتوں کا جبڑا توڑ دے گی

آمدنِ جعفر طیار رضی اللہ عنہ بگرفتنِ قلعہ تنہاو مشورت

(حضرت) جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے تنہا آنا اور اُس قلعہ

کردنِ ملک آں قلعہ با وزیر و دفع کردنِ وزیر ملک را کہ

کے بادشاہ کا وزیر سے مشورہ کرنا اور وزیر کا بادشاہ کو روکنا کہ خبردار سپُرد

---

[1] دربکردے۔ اگر وہ ذرے کو مشرق بنا دیتے جس سے خود سورج طلوع ہوا کرتا تو بھی اپنی ہمت کے اعتبار سے اُس کو حقیر ہی سمجھتے۔ برامید آو۔ اُن کی عطا کی امید پر دہ پردیسی تبریز آیا۔ بادرش۔ چونکہ وہ پردیسی ان کے دروازے سے عطا حاصل کر چکا تھا اور اس سے بہت سے قرضے ادا کر چکا تھا۔

[2] ہم بہ پشتی۔ اُس مسافر نے اُن کے سہارے ہی قرض کر لیا تھا کیونکہ اُس کا یقین تھا کہ جب جا کر مانگوں گا وہ دے دیں گے۔ لا اُبالی۔ چونکہ اس کو اُن کی عطا پر اعتماد تھا لہٰذا قرض لینے میں بھی جری ہو گیا تھا۔ وام داراں۔ دوسرے مقروض جن کا محسب سے تعلق نہ تھا وہ متفکر رہتے تھے لیکن یہ شخص اُس سخی کی وجہ سے قرض سے بے فکر رہتا تھا اور مسکراتا رہتا تھا۔ گرم شد۔ جس شخص کو آنحضور کی مدد حاصل ہو وہ ابولہب سے کیا ڈرے گا۔

[3] چونکہ دارد۔ اگر کسی شخص کا ابر سے جوڑ لگ گیا ہو تو وہ پانی پلانے والوں کو پانی دینے میں کب بخل کر سکتا ہے۔ ساحراں۔ فرعون کے دربار کے جادوگروں کو جب خدائی ہاتھ سے واقفیت ہو گئی وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے بے نیاز ہو گئے۔ روبہے۔ اگر لومڑی کو بھی شیر کی پشت پناہی حاصل ہو جائے تو وہ گھونسے سے چیتوں کا جبڑا توڑ دے۔ جعفر طیارؓ۔ اب اسی مناسبت سے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بہادری کا ذکر کرتے ہیں کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی پشت پناہی حاصل تھی تو وہ بڑے بڑے لشکروں سے نہ ڈرتے تھے۔

زنہار تسلیم کن و از جہل تہور مکن کہ ایں مرد مؤیدست از
کردے اور نادانی سے جسارت نہ دکھا کیونکہ اُس شخص کو خدا کی تائید

حق و جمعیتِ عظیم دارد در جانِ خویش
حاصل ہے اور اپنی جان میں بڑا مجمع رکھتا ہے

چونکہ¹ جعفرؓ رفت سُوئے قلعۂ — قلعہ پیشِ کامِ خشکش جُرعۂ
جب جعفرؓ قلعہ کی جانب گئے — قلعہ اُن کے خشک گلے کے لیے ایک گھونٹ تھا

یک سوارہ تاخت تا قلعہ بکر — تا درِ قلعہ بہ بستند از حذر
حملہ کر کے تنہا قلعہ کی طرف دوڑے — یہاں تک کہ انھوں نے ڈر سے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا

زہرہ نے کس را کہ پیش آید بجنگ — اہلِ کشتی راچہ زہرہ بانہنگ
کسی کا پتہ نہ تھا کہ جنگ کرنے سامنے آئے — ناکے کے سامنے کشتی والوں کا کیا پتہ؟

رُوی آورد آں ملک سُوئے وزیر — کہ چہ چارہ است اندریں وقت اے مُشیر
اُس بادشاہ نے وزیر کی طرف رُخ کیا — کہ اے مشیر! اس وقت کیا تدبیر ہے؟

گفت آنکہ ترک گوئی کبر و فن — پیشِ² اُو آئی بشمشیر و کفن
اُس نے کہا یہ ہے کہ تو تکبر اور تدبیر کو چھوڑ — تلوار اور کفن لے کر اُن کے سامنے چلا جا

گفت آخر نے یکے مردیست فرد — گفت منگر خوار در فردیِ مرد
اُس نے کہا آخر کیا وہ ایک تنہا انسان نہیں ہے؟ — اُس نے کہا مرد کے اکیلے پن کو حقارت سے نہ دیکھ

چشم³ بکشا قلعہ را بنگر نکو — ہمچو سیمابست لرزاں پیشِ اُو
آنکھیں کھول قلعہ کو غور سے دیکھ — اُن کے سامنے پارے کی طرح تھرا رہا ہے

شستہ در زیں آنچناں محکم پے ست — گوئیا شرقی و غربی با وَیست
وہ زین پر اس قدر ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے — گویا شرقی اور غربی اُس کے ساتھ ہیں

چند کس ہمچوں فدائی تاختند — خویشتن را پیشِ اُو انداختند
چند شخص قربانی کی طرح دوڑ پڑے — انھوں نے اپنے آپ کو اُن کے سامنے لے جا ڈالا

ہر یکے را اُو بگرزے می فگند — سرنگونسار اندر اقدامِ سمند
انھوں نے ہر ایک کو گرز سے پھینک دیا — گھوڑے کے قدموں میں اوندھا

دادہ بُودش صنعِ حق جمعیتے — کہ ہمیزد یک تنہ بر اُمتے
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے ان کو جمعیت قلبی عطا فرما دی — کہ تنہا ایک قوم پر حملہ کر دیتے تھے

---

¹ چونکہ جعفرؓ۔ جب وہ قلعہ پر حملہ آور ہوئے تو قلعہ ان کی ہمت کے سامنے حقیر تھا۔ یک سوارہ۔ وہ تنہا قلعہ پر حملہ آور ہو گئے اور دشمن نے ڈر سے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ زہرہ نے۔ کسی کی یہ ہمت نہ تھی کہ اُن کے مقابلہ پر آتا۔ اہلِ کشتی۔ جو تیرنا بھی نہ جانتا ہو اور کشتی کی پناہ میں دریا کا سفر کرے وہ ناکے کے مقابلہ میں کیسے آ سکتا ہے۔ روی۔ بادشاہ نے اس معاملہ میں وزیر سے مشورہ کیا۔

² پیشِ او۔ یعنی ان کے مقابلہ میں تکبر اور جنگ نہ کریں بلکہ عاجزانہ تلوار اور کفن لے کر سامنے چلے جائیں جس میں اشارہ ہوتا تھا کہ ہم اپنی تلوار لائے ہیں کہ اس سے ہمیں قتل کر دو اور کفن بھی ساتھ لائے ہیں کہ دفن کر دو۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا کہ آخر وہ تنہا ہی تو ہیں اس قدر خوف زدہ کیوں ہوں۔ وزیر نے کہا ان کے اکیلے پن کو حقارت سے نہ دیکھ۔

³ چشم بکشا۔ آنکھیں کھول کر دیکھ کہ قلعہ یا اس کے باشندے سیماب کی طرح لرز رہے ہیں۔ گوئیا۔ گویا مشرق اور مغرب کے لوگ اُس کے ساتھ ہیں۔ چند کس۔ ابتدا میں چند لوگ قربانی کے بکروں کی طرح اُن کی طرف دوڑے۔ ہر یکے۔ انھوں نے ہر ایک کو سرنگوں کر کے گھوڑے کے قدموں میں گرا دیا۔ جمعیتے۔ یعنی اطمینانِ قلبی۔

چشمِ[1] من چوں دید رُوئے آں قباد　　کثرتِ اعداد از چشمم فتاد

جب میری آنکھ نے اُس شاہِ معظم کا چہرہ دیکھا　　دشمنوں کی کثرت کی میری نظر میں وقعت نہ رہی

اختراں بسیار خورشید ار یکسیت　　پیشِ او بنیادِ ایشاں مُندَ کیست

اگر ستارے بہت اور سورج ایک ہے　　اُس کے سامنے اُن کی بنیاد ریزہ ریزہ ہے

گر ہزاراں مُوش پیش آرند سَر　　گُربہ را نے ترس باشد نے حذر

اگر ہزاروں چوہے سر اُبھاریں　　بلی کو نہ ڈر ہے نہ خوف

کہ بہ پیش آید مُوشاں اے فلاں　　نیست جمعیت درونِ جانِ شاں

اے فلاں! چوہے کب سامنے آتے ہیں؟　　اُن کی جان میں جماؤ نہیں ہے

ہست[2] جمعیت بصورتہا فُشار　　جمعِ معنیٰ خواہ ہیں از کردگار

صورتوں کے اعتبار سے کثرت لغو ہے　　ہاں، خدا سے باطن کی جمعیت مانگ

نیست جمعیت زبسیارئ جسم　　جسم را برباد قائم داں چواسم

جسموں کی کثرت سے جمعیت نہیں ہے　　جسم کو نام کی طرح ہوا پر قائم سمجھ

دردلِ مُوش ار بُدے جمعیتے　　جمع گشتے چند مُوش از حمیتے

چوہے کے دل میں اگر جمعیت ہوتی　　اپنایت سے چند چوہے جمع ہو جاتے

برزدندے چوں فدائی حملۂ　　خویش را بر گربۂ بے مُہلۂ

ایک حملہ میں فِدائی کی طرح دے مارتے　　بلی پر اپنے آپ کو، بلا مہلت

آں[3] یکے چشمش بکندے از ضراب　　واں دگر گوشش دریدے ہم بناب

ایک، ضرب سے اُس کی آنکھ نکال لیتا　　دوسرا، کچلی سے اُس کا کان پھاڑ دیتا

واں دگر سُوراخ کردے پہلویش　　از جماعت گم شُدے بیروں شوش

دوسرا اُس کے پہلو میں سُوراخ کر دیتا　　مجمع کی وجہ سے، اُس کا بھاگنا ممکن نہ ہوتا

لیک جمعیت ندارد جانِ مُوش　　بجہد از جانش ببانگِ گربہ ہُوش

لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی ہے　　بلی کی آواز سے اس کی جان کا ہوش بھاگ جاتا ہے

خشک گردد مُوش ازاں گربہ عیار　　گر بُود اعدادِ مُوشاں صد ہزار

اس مکار بلی سے چوہا خشک ہو جاتا ہے　　خواہ چوہوں کا شمار لاکھوں میں ہو

ازرِمہ انبُہ چہ غم قصّاب را　　انبہیِ ہش چہ بندد خواب را

گلّے کے مجمع سے قصائی کو کیا فکر؟　　ہوش کی کثرت نیند کو کیا روکے؟

---

[1] چشمِ من۔ وزیر نے کہا میری نظر جب اُس بڑے بادشاہ پر پڑی تو مجھے یقین ہوگیا کہ ایسے بہادر کے سامنے دشمنوں کی تعداد کی کثرت کوئی چیز نہیں ہے۔ اختراں۔ اب مولانا ایسی مثالیں ذکر کرتے ہیں جن میں ایک کے مقابلہ میں کثرت کوئی چیز نہیں ہے سورج کے مقابلہ میں ستاروں کی کثرت بے معنی ہے۔ گر ہزاراں۔ ایک بلی کے مقابلہ میں سیکڑوں چوہے بے وقعت ہیں۔ نیست۔ چوہوں کی جمعیتِ قلبی نہیں ہے۔

[2] ہست جمعیت۔ جسموں اور صورتوں کی کثرت اور جمعیت بیکار ہے۔ جسم۔ جسم اور نام کی کوئی حقیقت واقعیہ نہیں ہے۔ حیت۔ اپنے کی طرفداری، حفاظت۔ برزدندے۔ فدائیوں کی طرح بلی پر حملہ آور ہو جاتے۔

[3] آں یکے۔ کوئی اُس کی آنکھ پھوڑتا کوئی اس کے کان کاٹتا۔ واں دگر۔ کوئی اُس کے پہلو میں سوراخ کر دیتا۔ بیروں شو۔ مخلص۔ لیک۔ چوہوں میں جمعیت قلبی نہیں ہے بلی کی آواز سے اُن کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ ازرمہ۔ ایک قصاب کے مقابلہ میں بکریوں کا گلہ بے معنی ہے۔

مَالِکُ[1] المُلک ست جمعیت دہد — شیر را تا بر گلہ گوراں جہد
وہ مالک الملک جمعیت دیتا ہے — شیر کو یہاں تک کہ وہ گورخروں کے گلے پر کود پڑتا ہے

درزمانے شاں بسازد ترت و مرت — کس نیارد گفتنش از راہ پُرت
تھوڑی دیر میں اُن کو زیر و زبر کر دیتا ہے — کوئی اس سے نہیں کہہ سکتا کہ راستہ سے ہٹ

صد ہزاراں گور. دہ شاخِ دلیر — چوں عدم باشند پیشِ ہول شیر
لاکھوں گورخر، دس سینگوں والے، بہادر — شیر کے خوف کے آگے کالعدم ہو جاتے ہیں

مالک الملک ست بدہد مُلکِ حُسن — یوسفؑ راتا بُود چوں ماءِ مُزن
مالک الملک ہے جو حُسن کی سلطنت عطا کر دیتا ہے — ایک یوسفؑ کو، یہانتک کہ وہ ابر کے پانی کی طرح بن جاتا ہے

در[2] رُخے بنہد شعاعِ اخترے — کہ شود شاہے غلامِ دُخترے
کسی رُخسار میں ستارے کی چمک رکھ دیتا ہے — حتیٰ کہ بادشاہ، ایک لونڈی کا غلام بن جاتا ہے

بنہد اندر رُوئِ دیگر نُورِ خود — کہ بہ بیند نیم شب ہر نیک و بد
دوسرے چہرے میں اپنا نور رکھ دیتا ہے — حتیٰ کہ وہ آدھی رات میں اچھے اور برے کو پہچان لیتا ہے

یوسفؑ و موسیٰؑ ز حق بُردند نُور — در رُخ و رُخسار و در ذاتُ الصُّدور
یوسفؑ اور موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے نور حاصل کیا تھا — رُخ اور رُخسار میں اور سینوں والے دل میں

رُوئِ موسیٰؑ بارِقے انگیختہ — پیشِ رُو اُو توبرہ آویختہ
حضرت موسیٰؑ کے چہرے سے ایک برق پیدا کرتا تھا — اُن کے چہرے کے سامنے نقاب لٹکا ہوا تھا

نُورِ[3] رُویش آنچناں بُردے بصر — کہ زمرّد از دو دیدہ مارِ کر
اُن کے چہرے کا نور اس طرح بینائی کو اُچک لیتا — جیسا کہ زمرد بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے

اُوز حق درخواستہ تا توبرہ — گردد آں نورِ قوی را سَاترہ
انھوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تاکہ نقاب — اُس قوی نور کو. چھپانے والا بن جائے

توبرہ گفت از گلیمت ساز ہیں — کاں لباسِ عارفے آمد امیں
فرمایا، نقاب اپنی کملی کا بنا لو، ہاں — کیونکہ وہ عارف کا لباس ہے

کاں کسا از نور صبرے یافتہ است — نورِ جاں در تار و پودش تافتہ است
کیونکہ اُس کملی نے نور سے صبر حاصل کر لیا ہے — جان کا نور اُس کے تانے اور بانے میں روشن رہا ہے

---

1. مَالِکُ المُلک۔ جب خدا جمعیت قلبی عنایت کر دیتا ہے تو شیر گورخروں کے گلے پر حملہ کر دیتا ہے۔ ترت ومرت۔ تا اور میم کے فتح کے ساتھ زیر و زبر۔ پرت۔ پا کے ضمہ کے ساتھ، جا، راستہ سے ہٹ۔ گور۔ گورخر۔ مالک الملک۔ اللہ کی عطا صرف جمعیت قلبی نہیں ہے بلکہ اس کی اور بھی عطایا ہیں یوسفے۔ کوئی حسین۔ ماءِ مزن۔ ابر کا صاف پانی۔

2. در رُخے۔ کسی حسین کے رُخ میں ستارے کی چمک پیدا فرما دیتا ہے، جس کی وجہ سے ایک شاہ لونڈی کا غلام بن جاتا ہے۔ بنہد۔ حسنِ ظاہر کے علاوہ حسن باطن قائم کر دیتا ہے تو وہ بزرگ آدمی رات میں بھی نیک و بد کو پہچان جاتا ہے۔ یوسف و موسیٰ۔ حضرت یوسفؑ کے رُخ کا نور مشہور ہے، تجلی طور کے بعد حضرت موسیٰ کے چہرے میں بھی ایسا نور پیدا ہو گیا تھا جس کو دیکھنے کی ہر شخص تاب نہ لاتا تھا۔ ذات الصدور۔ قلب۔ روی۔ حضرت موسیٰ کے منہ پر ایسی چمک تھی کہ کوئی اس کو دیکھ نہ سکتا تھا اس لیے انھوں نے منہ پر نقاب ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ بارق۔ برق، چمک۔ توبرہ۔ یعنی نقاب۔

3. نور رویش۔ حضرت موسیٰ کے چہرے کا نور دیکھنے سے آنکھیں اندھی ہو جاتی تھیں۔ زمرد۔ زمرد پتھر پر اگر سانپ کی نظر پڑ جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے یہ ایک مشہور بات ہے۔ مارکر۔ سانپ کی ایک قسم بہری ہے جس کا زہر قاتل ہے۔ ساترہ۔ چھپانے والی۔ توبرہ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے جواب میں فرمایا کہ اپنی کملی کا نقاب بنا کر لیا کرو اس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اس نور کا تحمل کر لے گی کوئی کپڑا اس نور کے چھنے کو نہ روک سکے گا۔ عارفے۔ یعنی حضرت موسیٰ۔ کسا۔ چادر، کملی۔ نور۔ حضرت موسیٰ کی کملی ان کے نور کو برداشت کرتی تھی اور اس کا تانا بانا نور سے روشن تھا۔

جُز چنیں خرقہ نخواہد شُد صِواں[1] — نُورِ ما را برنتابد غیرِ آں
اس کملی کے سوا کوئی محافظ نہیں ہو سکتا — اُس کے سوا ہمارے نور کو برداشت نہیں کر سکتا

کوہِ قاف - ارپیش آید بہرِ سدّ — ہمچو کوہِ طور نورش بر درد
اگر روک کے لیے کوہِ قاف سامنے آ جائے — نور، اُس کو کوہ طور کی طرح پھاڑ دے

از کمالِ قدرت ابدانِ رِجال — یافت اندر نُورِ بیچوں اِحتمال
قدرت کے کمال کی وجہ سے مردانِ خدا کے جسموں نے — بے کیف نور میں تحمّل پایا ہے

آنچہ طورش برنتابد ذرّہ — قدرتش جا سازد از قارورہٗ
جس کے ذرے کو طور نہ برداشت کرے، — قدرت ایک شیشہ میں اُسکی جگہ بنا دیتی ہے

آنچہ طورش برنتابد اے کیا — قدرتش اندر زُجاجے ساخت جا
اے پاکیزہ! جس کو طور نہ برداشت کر سکا — قدرت نے ایک شیشہ میں اس کی جگہ بنا دی

گشت[2] مشکوٰۃِ زجاجی جایِ نور — کہ ہمی درّد ز نورِ آں قاف و طور
شیشے والا طاقچہ، نور کی جگہ بن گیا — کہ جس کے نور سے کوہ قاف اور طور ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے

جسمِ شاں مشکوٰۃ داں دلشاں زُجاج — تافتہ بر عرش و افلاک ایں سراج
اُن کے جسم کو طاقچہ اور اُن کے دل کو شیشہ سمجھ — یہ چراغ عرش اور آسمان پر روشن ہوا

نورِ شاں حیرانِ ایں نُور آمدہ — چوں ستارہ زیں ضُحٰی فانی شُدہ
اُن کا نور اِس نور سے حیران ہو گیا — ستارے کی طرح اس چاشت کے وقت سے غائب ہو گیا

زیں حکایت کرد آں ختمِ رُسُل — از ملیکِ لَا یَزَالُ لَمْ یَزَلْ
رسولوں کے خاتم نے اسی سے یہ حکایت کی ہے — شہنشاہ ابدی اور ازلی سے

کہ[3] نگنجیدم در افلاک و خلا — در عقول و در نفوسِ باعُلا
کہ میں آسمانوں اور فضا میں نہیں سماتا ہوں — علوی عقلوں میں اور نفوس میں

دردلِ مُومن بگنجیدم چو ضیف — بے زچون و بے چگونہ بے ز کیف
مومن کے دل میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں — بغیر چوں اور بغیر چگون اور بغیر کیف کے

تا بدلّالیِ آں دل فوق و تحت — یابد ازمن پادشاہیہائے بخت
تاکہ اُس دل کے واسطہ سے اُوپر اور نیچے — مجھ سے نصیبہ کی بادشاہیاں حاصل کریں

---

[1] صِواں۔ جامہ دان۔ کوہِ قاف۔ کوہ قاف جو کوہ طور سے بڑا مانا جاتا ہے وہ رکاوٹ بنے گا تو کوہ طور کی طرح پارہ پارہ ہو جائے گا۔ از کمال۔ اللہ تعالیٰ کا کمالِ قدرت ہے کہ اُس نے قلبِ مومن میں اُس نور کے تحمّل کی طاقت پیدا کر دی ہے۔ قارورہ۔ شیشہ یعنی قلب۔ کیا۔ پاکیزہ۔ زجاج۔ شیشہ یعنی قلب۔

[2] گشت۔ قرآنِ پاک میں ہے مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ "اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال ہے کہ ایک طاقچہ ہو جس میں چراغ ہے وہ چراغ شیشہ میں ہے" مولانا نے طاقچہ سے مومن کا جسم مصباح سے نورِ حق اور زجاجہ سے قلبِ مومن مراد لیا ہے۔ تافتہ۔ مردِ کامل جبکہ تخلیقِ عالم کا سبب ہے گویا وہ عرش و افلاک کے نور سے حیران ہے اور اُس کے مقابلہ میں مضمحل ہے۔ زیں۔ چونکہ عرش و افلاک پر نور، قلبِ مومن کے واسطہ سے ہے اسی لیے اس حدیثِ قدسی میں یہ مضمون آیا ہے جو آیندہ اشعار میں مذکور ہے۔

[3] کہ نگنجیدم۔ یہ اس حدیثِ قدسی کا مفہوم ہے جو صوفیوں میں مشہور ہے۔ خلاء۔ یعنی آسمانوں کے اوپر۔ باعُلا۔ علوی۔ ضیف۔ مہمان محترم ہوتا ہے۔ بے ز چوں۔ اس نورِ حق کا قلب سے تعلق بے کیف ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ مظروف کا ظرف سے ہوتا ہے۔ تا بدلالی۔ اس قلب کے واسطے اور دلالی سے علوی اور سفلی مجھ سے فیض حاصل کریں۔

بےؔ چنیں آئینہ ایں خوبیِ من
ایسے آئینہ کے بغیر میرے اس حُسن کو
برنتابد نے زمین و نے زمَن
کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ زمانہ

بَردوکون اسپ ترحم تاختیم
ہم نے دونوں جہان پر رحم کا گھوڑا دوڑا دیا
پس عریض آئینہ برساختیم
پھر ہم نے بہت وسیع آئینہ بنایا

ہردمے زیں آئینہ پنجاہ عُرس
ہروقت اس پچاس شادیوں والے آئینہ سے
بنگر آئینہ ولے شرحش مپُرس
آئینہ کو دیکھ لیکن اُس کی شرح نہ پوچھ

حاصل آں کز لبس خویشش پردہ ساخت
خلاصہ یہ ہے کہ ان موسیٰؑ نے اپنے لباس سے نقاب بنایا
کہ نفوذِ آں قمر را می شناخت
کیونکہ وہ اُس چاند کے نفوذ کو پہچانتے تھے

گر بُدے پردہ ز غیرِ لبسِ اُو
اگر اُن کے لباس کے سوا کا نقاب ہوتا
پارہ گشتے گر بُدے کوہِ دو تو
ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اگر دو گونے پہاڑ کا ہوتا

زاہنیں[2] دیوارہا نافذ شُدے
لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا
تو برہ بانُورِ حق چہ فن زدے
نقاب اللہ تعالیٰ کے نور کے سامنے کیا ہُنر دکھاتا

گشتہ بُود آں توبرہ صاحب تفے
وہ نقاب شورش (عشق) کا ساتھی رہا تھا
بُود وقتِ شور خرقہ عارفے
وہ شورش کے وقت ایک عارف کا خرقہ تھا

گشتہ بُود آں توبرہ ستارِ نُور
وہ نقاب نور کا پردہ پوش رہا تھا
زانکہ بُود از خرقۂ یک باحضور
کیونکہ وہ ایک حاضر باش کی کفنی (کا جزو) تھا

زاں شود آتش رہینِ سوختہ
آگ اسی لیے سوختہ کی مرہون ہوتی
کوست باآتش ز پیش آموختہ
کیونکہ وہ پہلے سے آگ سے سدھا ہوا ہے

وز ہوایِ و عشقِ آں نورِ رشاد
اُس ہدایت کے نور کے عشق و محبت سے
خود صفورا ہر دو دیدہ باد داد
خود (حضرت) صفورا نے دونوں آنکھیں برباد کر دیں

اولاً[3] بربست یک چشم و بدید
پہلے ایک آنکھ بند کی اور دیکھا
نورِ رُویِ اُو و آں چشمش پرید
ان کے چہرے کا نور اُن کی وہ آنکھ غائب ہوگئی

بعد ازاں صبرش نماند و آں دگر
اُس کے بعد اُن کو صبر نہ رہا اور دوسری
برکشاد و کرد خرجِ آں قمر
کھول دی اور اُس چاند پر خرچ کر دی

ہمچناں مردِ مجاہد ناں دہد
اسی طرح مجاہد آدمی روٹی دیتا ہے
چوں بروز د نورِ طاعت جاں دہد
جب اُس پر اطاعت کا نور حملہ کرتا ہے، جان دے دیتا ہے

---

1. بے چنیں۔ قلب مومن کے واسطے کے بغیر علوی اور سفلی میری تجلی کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ بردوکون۔ قلب مومن کو آئینہ تجلیات بنا دینے میں اللہ کا بڑا کرم ہے۔ عریض۔ آئینہ۔ یہ قلب مومن کی وسعت کی طرف اشارہ ہے۔ مصرع سنئے تو دلِ عاشق پھیلے تو زمانہ ہے۔ ہردمے۔ اس آئینہ کے احوال کا اجمالی ذکر سن لے تشریح میں نہ جا۔ حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے بعد جب حضرت موسیٰ نے اپنی کملی کو نقاب بنالیا چونکہ ان کو معلوم تھا کہ اور کوئی چیز اُس نور کے نفوذ کو نہ روک سکے گی۔ گر بُدے۔ پہاڑ کا دوگنا حجم بھی ہو تو وہ اس نور کی تجلی سے پارہ پارہ ہو جائے۔
2. زاہنیں۔ وہ نورِ حق لوہے کی دیواروں کو بھی پار کر جاتا ہے۔ گشتہ۔ حضرت موسیٰ کی کملی نے عشق کی حرارت اور شورش کو برداشت کیا تھا۔ عارف۔ حضرت موسیٰ۔ باحضور۔ یعنی قربِ الٰہی۔ سوختہ۔ وہ کپڑا جس کے ذریعہ آگ سلگائی جائے۔ صفورا۔ حضرت موسیٰ کی زوجہ مطہرہ۔
3. اولاً۔ حضرت صفورا نے پہلے ایک آنکھ بند کر کے ایک آنکھ سے اس نور کو دیکھا تو وہ آنکھ جاتی رہی۔ بعد ازاں۔ پھر دوسری آنکھ سے دیکھا وہ بھی جاتی رہی۔ ہمچناں۔ مجاہدہ کرنے کا پہلا درجہ لذتوں کو ترک کرنا ہے پھر جب محبت کا غلبہ ہوتا ہے تو جان کو فنا کر دیتا ہے اور مقام فنا میں پہنچ جاتا ہے۔

پس زنے گفتش ز چشم عبہری[1] | کہ ز دستت رفت حسرت میخوری
اُن سے ایک عورت نے کہا، نرگسی آنکھوں سے | جو تمھارے ہاتھ سے چلی گئیں، تم حسرت کرتی ہو؟

گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار | دیدہ بودے تا ہمی کردم نثار
انھوں نے کہا، مجھے حسرت ہے کہ ایک لاکھ | آنکھیں ہوتیں تاکہ میں نثار کر دیتی

روزنِ چشمم زمہ ویراں شُدست | لیک مہ چوں گنج در ویراں شُد ست
میری آنکھ کا دریچہ، چاند سے ویران ہوا ہے | لیکن چاند خزانہ کی طرح ویرانہ میں آ گیا ہے

کے[2] گذارد گنج کایں ویرانہ ام | یاد آرد از رواق و خانہ ام
خزانہ کب موقع دے گا کہ یہ میرا ویرانہ | میرے محل اور گھر کو یاد کرے؟

حق شنید ایں زود چشم باز داد | دیدِ موسیٰؑ را ز نورش ساز داد
اللہ (تعالیٰ) نے یہ سنا فوراً میری آنکھیں لوٹا دیں | حضرت موسیٰؑ کے دیدار کے لیے اسکے نور سے ساماں دیدیا

از نظر آں نور زُو پنہاں نشُد | از خزینہ خاص بُد ویراں نشُد
وہ نور، اُن کی نظر سے غائب نہ ہوا | خاص خزانہ کا تھا، ویران نہ ہوا

نُورِ رُویِ یوسفؑ وقتِ عبور | می فتادے در شُباک و در قصور
حضرت یوسفؑ کے چہرے کا نور گذرتے وقت | جالیوں اور محلات پر پڑتا تھا

پس بگفتندے درونِ خانہ در | یوسفستؑ ایں سُو بسیراں درگذر
لوگ گھر میں کہا کرتے تے | یوسفؑ اس طرف چلتے ہوئے گذر رہے ہیں

زانکہ بر دیوار دیدندے شعاع | فہم کردندیش اصحابِ بقاع
کیونکہ وہ دیوار پر شعاع دیکھتے تھے | اُس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے

خانہ[3] را کش دریچہ ست آں طرف | دارد از سیرانِ آں یوسفؑ شرف
جس گھر کی کھڑکی اس طرف ہے | اُس یوسفؑ کے چلنے سے شرف رکھتا ہے

ہیں دریچہ سُویِ یوسفؑ باز کُن | وز شگافش فرجۂ آغاز کُن
خبردار! یوسفؑ کی جانب کھڑکی کھول لے | اُس کے شگاف سے تفریح شروع کر

عشق ورزی آں دریچہ کردن ست | کز جمالِ دوست سینہ روشن ست
عشق کرنا، وہ کھڑکی بنانا ہے | کیونکہ دوست کے حسن سے سینہ روشن ہے

---

[1] عبہری۔ نرگس کی وہ قسم جس کا پھول درمیان میں سے زرد ہوتا ہے اگر درمیانی حصہ کالا ہو تو وہ شہلا کہلاتی ہے۔ گفت۔ حضرت صفورا نے فرمایا حسرت تو اس کی ہے کہ لاکھوں آنکھیں کیوں نہ ہوئیں کہ ان سب کو قربان کر دیتی۔ روزن۔ اگرچہ میری آنکھ کا دریچہ ویران ہو گیا اور اس میں بصارت نہ رہی لیکن اب اس ویرانہ میں اُس حسن کا دفینہ ہے۔

[2] کے گذارد۔ اب میں اس خزانہ کی وجہ سے پورے جسم سے بے نیاز ہوں۔ حق۔ حضرت صفورا کی یہ گفتگو حضرت حق کو پسند آئی اور اس نے ان کی آنکھیں فوراً لوٹا دیں، اپنا نور عنایت کر دیا جس سے وہ حضرت موسیٰؑ کا دیدار کر سکیں۔ از نظر۔ اب وہ نور چونکہ نور خداوندی تھا اس لیے اس نے اس جمال موسوی کو برداشت کر لیا۔ نور روی یوسفؑ۔ حضرت موسیٰؑ کے جمال کے بیان سے فارغ ہو کر حضرت یوسفؑ کے جمال کا ذکر شروع کیا ہے۔ شباک۔ جالی۔ پس۔ جب نور جالیوں سے جھلکتا تھا تو گھر والے سمجھ جاتے تھے کہ حضرت یوسفؑ ادھر سے گذر رہے ہیں۔ بقاع۔ بقعہ کی جمع ہے سرزمین۔

[3] خانہ۔ اب یہاں سے محبوبِ حقیقی کی تجلی کا ذکر شروع کیا ہے یعنی جس دل کا دریچہ محبوبِ حقیقی کی جانب کھلا ہوتا ہے وہ اس محبوبِ حقیقی کی تجلیات سے فیض یاب ہوتا ہے۔ ہیں۔ انسان کو دل کی کھڑکی حضرتِ حق تعالیٰ کی جانب کھولنی چاہیے اور پھر عالمِ ملکوت کی سیر اور تفریح کرنی چاہیے۔ عشق۔ کھڑکی کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے عشق کر۔

پس[1] ہمارہ رُوئ معشوقہ نگر
ہمیشہ معشوقہ کا رُخ دیکھتا رہ
ایں بدستِ تُست بشنو اے پسر
اے بیٹا! سن لے یہ تیرے قبضہ میں ہے

راہ کُن در اندرونہائے خویش را
اپنے باطنوں میں راستہ بنا
دور کُن ادراکِ غیر اندیش را
دوسرے کو سوچنے والے احساس کو دور کر دے

کیمیا داری دوائے پوست کن
تو کیمیا رکھتا ہے، کھال کا علاج کر لے
دشمناں را زیں صناعت دوست کن
اس ہنر سے، دشمنوں کو دوست بنا لے

چوں شُدی زیبا بداں زیبا رسی
جب تو حسین ہو جائے گا اُس حسین تک پہنچ جائے گا
کہ رہاند رُوح را از بیکسی
جو رُوح کو بے کسی سے چھڑا دیتا ہے

پرورش[2] مر باغِ جانہا رانمش
جانوں کے باغ کی اُس کی نمی سے پرورش ہے
زندہ کردہ مُردۂ غم را دمش
غم کے مارے ہوئے کو اس کے دم نے زندہ کر دیا ہے

نے ہمہ مُلکِ جہانِ دوں دُہد
صرف یہ نہیں ہے کہ وہ کمتر جہان کا ملک عطا کرتا ہے
صد ہزاراں مُلکِ گونا گوں دہد
بلکہ لاکھوں، قسما قسم ملک عطا کرتا ہے

برسرِ ملکِ جمالش داد حق
اُن کے حسن کے علاوہ اللہ (تعالیٰ) نے عطا فرمائی
مُلکتِ تعبیر بے درس و سبق
تعبیر کی مملکت، بغیر درس اور سبق کے

مُلکتِ حُسنش سُوئ زنداں کشید
حسن کی مملکت نے اُن کو قید خانہ کی جانب کھینچا
ملکتِ علمش سُوئ کیواں کشید
علم کی مملکت اُن کو زحل کی جانب لے گئی

شہ[3] غلام اُو شُد از علم و ہنر
علم اور ہنر کی وجہ سے بادشاہ اُن کا غلام بنا
ملکِ علم از ملکِ حُسن آسودہ تر
علم کی مملکت حُسن کی مملکت سے زیادہ اچھی ہے

رجوع بحکایتِ آں شخصِ وام کردہ، و آمدنِ اُو بامیدِ عنایتِ آں محتسب بسُوئ تبریز

قرض لئے ہوئے شخص کی حکایت کی طرف رجوع اور اُس کا محتسب کی مہربانی کی امید پر تبریز کی جانب آنا

آں غریبِ ممتحن از بیمِ وام
وہ مصیبت کا مارا، پردیسی قرض کے ڈر سے
در رہ آمد سُوئ آں دارالسلام
اُس دارالسلام کی جانب، راستہ میں آیا

شُد سُوئ تبریز و کوئے گلستاں
تبریز اور گلستان کے کوچہ کی طرف چلا
خفتہ امیدش فرازِ گل ستاں
اُس کی امید پھولوں کی سیج پر چت لیٹی تھی

---

[1] پس ہمارہ۔ اس طور پر تو معشوقِ حقیقی کا مشاہدہ کر سکے گا۔ یہ تیری اختیاری بات ہے۔ راہ کن۔ انفس میں جو آیات الٰہیہ ہیں ان پر غور کر اور غیر اللہ کے خیال کو دور کر دے۔ کیمیا۔ معشوقِ حقیقی کی طرف دریچہ کھولنا ایسی کیمیا ہے کہ تو اس سے نفسانی رذائل دور کر سکتا ہے اور دشمنوں یعنی شیطان وغیرہ کو رام کر سکتا ہے۔ چوں شدی۔ جب تو کھال کا علاج کر کے حسین بن جائیگا اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ جائے گا کیونکہ وہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور پھر وہ تیری روح کو بیکسی سے نجات دیدیگا۔

[2] پرورش۔ اُس کی رحمت کی ادنیٰ بارش تیری رُوح کے باغ کو شاداب کر دے گی اور تیری مردگی دور کر دے گی۔ نے ہمہ۔ اس کی عطا صرف دنیا کی دولتیں نہیں ہیں وہ اس طرح کی صدہا سلطنتیں عطا کر دیتا ہے۔ برسر۔ حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے صرف حسن کی سلطنت ہی نہیں خواب کی تعبیر کی مملکت بھی عطا کی تھی۔ مملکت۔ ان کا حسن قید خانہ کا سبب بنا اور خواب کی تعبیر کا علم بلندی اور زحل پر لے گیا شاہِ مصر نے ان کو مقرب بنایا۔

[3] شہ غلام۔ شاہِ مصر ان کا فرمانبردار بن گیا معلوم ہوا کہ علم کی سلطنت زیادہ آرام دہ ہے۔ آں غریب۔ وہ پردیسی مقروض عطا حاصل کرنے کے لیے تبریز کی جانب روانہ ہوا۔ دارالسلام۔ یعنی تبریز۔ ستاں۔ چت لیٹنا۔

زد[1] ز دارُالملک تبریزِ سنی — بر اُمیدش روشنی بر روشنی
چمکدار، پائے تخت تبریز سے بڑی — اُس کی اُمید پر، روشنی پر روشنی

جانش خنداں شُد ازاں روضۂ رجال — از نسیمِ یوسف و مصرِ وصال
اس باغِ مرداں سے اُس کی روح خوش ہو گئی — یوسف کی نسیم اور وصال کے مصر سے

گفت یَا حَادِیْ اَنِخْ لِیْ نَاقَتِیْ — جَآءَ اِسْعَادِیْ وَطَارَتْ فَاقَتِیْ
بولا، اے حدی خواں میری اونٹنی بٹھا دے — میری کامیابی آ گئی اور میرا فاقہ اُڑ گیا

اُبْرُکِیْ یَانَاقَتِیْ طَابَ الْاُمُوْر — اِنَّ تَبْرِیْزًا مُنَاجَاتُ الصُّدُوْر
اے میری اونٹنی بیٹھ جا، کام خوب ہو گئے — بیشک تبریز سینوں کی گفتگو کی جگہ ہے

اِسْرَحِی نَاقَتِیْ حَوْلَ الرِّیَاضْ — اِنَّ تَبْرِیْزًا لَّنَا نِعْمَ الْمَفَاضْ
اے میری اونٹنی! باغوں کے گرد چرتی رہ — بے شک تبریز ہمارے لیے بہترین فیض کی جگہ ہے

ساربانا[2] بار بگشا ز اشتراں — شہرِ تبریز ست و کوی دلستاں
اے ساربان! اونٹوں سے سامان کھول دے — شہر تبریز ہے اور محبوب کا کوچہ ہے

فرِ فردوسی ست ایں فالیز را — شعشعۂ عرشی ست ایں تبریز را
اس چمن کے لیے جنت کی سی شان ہے — اس تبریز کے لیے عرشی نور ہے

ہر زمانے موجِ رُوح انگیز جاں — از فرازِ عرش بر تبریزیاں
ہر وقت جان کی روح انگیز موج ہے — تبریز والوں پر، عرش کے اوپر سے

چوں وُثاقِ محتسب جُست آں غریب — خلق گفتندش کہ بگذشت آں حبیب
جب اُس پردیسی نے محتسب کا مکان ڈھونڈا — لوگوں نے کہا کہ وہ محبوب گذر گیا

اُو پریر از دارِ دنیا نقل کرد — مرد و زن از واقعہ اُو رُوی زرد
وہ پرسوں دارِ دُنیا سے انتقال کر گیا — مرد و زن اس کے حادثہ سے زرد رُو ہیں

رفت آں طاؤسِ عرشی سُوی عرش — چوں رسید از ہاتفانش بُوی عرش
وہ عرشی مور، عرش کی جانب چلا گیا — جبکہ اُس کے پاس ہاتفوں سے عرش کی خوشبو پہنچی

سایہ[3] اش گرچہ پناہِ خلق بُود — در نورد دید آفتابش زُود زُود
اس کا سایہ اگرچہ لوگوں کی پناہ تھا — اُس کو سورج نے جلد جلد لپیٹ دیا

راند اُو کشتی ازیں ساحل پریر — گشتہ بُود آں خواجہ زیں غمخانہ سیر
اُس نے پرسوں اس ساحل سے کشتی روانہ کر دی — وہ خواجہ اس غمکدے سے سیر ہو گیا تھا

---

1. زد۔ تبریز سے اُس کی بہت سی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ سنی۔ روشن۔ روضہ۔ یعنی تبریز۔ رجال۔ یعنی عطا کے طلب گار۔ یوسف۔ یعنی محتسب۔ مصر۔ مصرِ وصال، مصر میں حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ سے وصل ہوا تھا یہاں تبریز مراد ہے۔ حادی۔ اونٹ کو تیز چلانے کے لیے حُدی کے اشعار پڑھنے والا۔ مناجات الصدور۔ یہی وہ جگہ ہے جس کے بارے میں، میں دل دل میں باتیں کیا کرتا تھا۔
2. ساربان۔ اونٹ والا۔ فالیز۔ کھیت۔ شعشعہ۔ چمک۔ وثاق۔ گھر۔ بگذشت۔ یعنی دنیا سے گذر گیا۔ آں حبیب۔ محتسب۔ پریر۔ پرسوں۔ طاؤس۔ عرشی یعنی محتسب۔
3. سایہ اش۔ محتسب کی ذات سے مخلوق کو راحت تھی۔ آفتاب۔ یعنی موت۔ سیر۔ اب محتسب دنیا کی زندگی سے اُکتا گیا تھا۔

نعرہ[1] زد مرد و بیہوش اُوفتاد — گویا اُو نیز درپے جاں بداد
اُس شخص نے نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا — گویا اُس نے بھی (اُس کے) پیچھے جان دے دی

پس گُلاب و آب بر رُویش زوند — ہمرہاں بر حالتش گریاں شُدند
لوگوں نے اُس کے مُنہ پر گلاب اور پانی چھڑکا — ساتھی اُس کی حالت پر رونے لگے

تاشب بیخویش بُود و بعد ازاں — نیم مُردہ باز گشت از غیب جاں
وہ رات تک بے ہوش تھا اور اس کے بعد — جان، غیب سے نیم مردہ واپس ہوئی

باخبر شُدنِ آن غریب از وفاتِ آں محتسب و استغفارِ
اُس پردیسی کا محتسب کی وفات سے باخبر ہونا اور اس کا مخلوق پر
اُو از اعتماد بر مخلوق و تعویل بر عطائے مخلوق و یادِ
بھروسہ کرنے اور مخلوق کی عطا پر اعتماد کرنے سے استغفار پڑھنا اور
نعمت ہای حق سبحانہ و تعالیٰ کردن و اِنابت بحق از
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اپنے قصور سے اللہ تعالیٰ
جُرمِ خود ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ
کی طرف رجوع کرنا، پھر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اپنے رب کا مثل قرار دیتے ہیں
هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا
وہ وہی ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت مقرر کی

چوں[2] بھُوش آمد بگفت اے کردگار — مُجرمم بُودم بخلق اُمیدوار
جب وہ ہوش میں آیا بولا، اے خدا! — میں قصور وار تھا کہ مخلوق سے امیدوار ہوں

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد و جُود — ہیچ آں کُفوِ عطایٔ تو نبُود
اگرچہ خواجہ نے بہت جُود و سخا کی — کچھ بھی وہ تیری عطا کا ہمسر نہ تھا

اُو کُلہ بخشید و توسر پُر خِرد — اُو قبا بخشید و تُو بالا و قد
اُس نے ٹوپی دی اور تو نے عقل بھرا سر — اُس نے قبا بخشی اور تو نے قدوقامت

اُو[3] زرم داد و تُو دستِ زر شمار — اُو ستورم داد و تو عقلِ سوار
اُس نے مجھے سونا دیا تو نے سونا گننے والا ہاتھ — اُس نے مجھے سواری دی، تو نے سوار ہونے والی عقل

خواجہ شمعم داد و تو چشمِ قریر — خواجہ نُقلم داد و تو طعمہ پذیر
خواجہ نے مجھے شمع دی اور تو نے ٹھنڈی آنکھ — خواجہ نے مجھے چبینا دیا اور تو نے کھانے کو قبول کرنیوالا

---

[1] نعرہ۔ محتسب کی موت کی خبر سے یہ مسافر نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر گیا۔ باخبر۔ جب اُس مسافر کو ہوش آیا تو یہ بھی ہوش آیا کہ غیر اللہ پر بھروسہ کرنا غلطی تھی اور وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر اللہ کی طرف راجع ہوا۔

[2] چوں بھُوش۔ جب اس کو ہوش آیا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ گرچہ۔ اس نے خدا سے عرض کیا کہ بے شک محتسب بہت سخی تھا لیکن تیری سخاوت کا ہمسر نہ تھا۔ آو۔ محتسب نے ٹوپی دی تو سر عنایت کیا اس نے قبا دی تو نے وہ قدوقامت عطا کیا جس سے میں اُس قبا سے فائدہ اُٹھا سکا۔

[3] آو۔ محتسب نے سونا عطا کیا تو نے وہ ہاتھ عطا فرمایا جس سے میں نے اُس کو شمار کیا اُس نے سواری دی تو نے عقل دی جس کی وجہ سے میں اُس پر سوار ہو سکا۔ خواجہ۔ محتسب نے مجھے شمع دی تو نے وہ آنکھ دی جس کے ذریعہ شمع میرے لیے کار آمد ہوئی۔ قریر۔ ٹھنڈی۔ نُقل۔ کھانے کی چیز۔ طعمہ پذیر۔ یعنی معدہ۔

اُو[1] وظیفہ داد تو عمر و حیات — وعدہ اش زر وعدهٔ تو طیّبات

اُس نے تنخواہ دی، تو نے عمر اور زندگی — اُس کا وعدہ سونا تھا تیرا وعدہ پاک چیزیں

اُو وُثاقم داد و تو چرخ و زمیں — در وُثاقت اُو وصد چوں اُو سمیں

اُس نے مجھے گھر دیا اور تُو نے آسمان و زمین — تیرے گھر میں وہ اور اُس جیسے سیکڑوں فربہ ہیں

آنچہ اُو داد اے مَلِک ہم از تُو داد — کہ دل و دستِ وُرا کردی تُو راد

اے شاہ! جو اُس نے دیا وہ بھی تیری طرف سے دیا — کیونکہ اُس کے ہاتھ اور دل کو تو نے سخی بنایا

زر ازانِ تُست اُو زر نافرید — نان از آنِ تُست ناں از تُش رسید

سونا تیری ملکیت ہے، اُس نے سونا پیدا نہیں کیا — روٹی تیری ملکیت ہے، روٹی تجھ سے اُسے پہنچی

آں سخا و رحم ہم تُو دادیش — کز سخاوت میفزودے شادیش

وہ سخاوت اور رحم بھی تو نے ہی اس کو دیا — کیونکہ سخاوت سے اُس کی خوشی میں اضافہ ہوتا تھا

من مر اُو را قبلهٔ خود ساختم — قبلہ سازِ اصل را انداختم

میں نے اُسی کو اپنا قبلہ بنایا — اصل قبلہ ساز کو نظرانداز کیا

ماکجا[2] بُودیم کاں دیّانِ دیں — عقل می کارید اندر ما وطیں

ہم کہاں تھے کہ وہ حکم کا حاکم — عقل کو پانی اور مٹی میں بو رہا تھا

چوں ہمیکرد از عدم گردوں پدید — ویں بساطِ خاک را می گسترید

جبکہ وہ آسمان کو عدم سے پیدا کر رہا تھا — اِس خاک کے بستر کو بچھا رہا تھا

زاختراں می ساخت اُو مصباحہا — وز طبائع قُفل با مِفتاحہا

وہ ستاروں سے چراغ بنا رہا تھا — اور طبیعتوں سے قفل، مع کنجیوں کے

اے بسا بنیادہا پنہاں و فاش — مضمر ایں سقف کرد و ایں فراش

اے (مخاطب) بہت سی چھپی اور کھلی بنیادیں — اِس چھت اور اِس بستر میں رکھ دی ہیں

آدمؑ اُصطرلابِ اوصافِ علوست — وصفِ آدمؑ مظہرِ آیاتِ اُو ست

آدمؑ بالائی اوصاف کا اُصطرلاب ہیں — آدمؑ کا وصف اُس کی آیات کا مظہر ہے

ہرچہ[3] دروے می نماید عکسِ اُو ست — ہمچو عکسِ ماہ کاندر آبِ جُو ست

جو اُس میں نظر آتا ہے، اُس کا عکس ہے — جس طرح نہر کے پانی میں چاند کا عکس ہے

بر صُطرلابش نقوشِ عنکبوت — بہرِ اوصافِ ازل دارد ثبوت

اُس کے اصطرلاب پر مکڑی کے نقوش ہیں — جو ازلی اوصاف کے ثبوت رکھتے ہیں

---

[1] اُووظیفہ۔ اُس نے تنخواہ دی تو نے زندگی دی جس کے بغیر وہ تنخواہ بیکار ہوتی۔ سمیں۔ فربہ، توانا۔ آنچہ اُو۔ پھر جو اُس نے دیا اُس میں بھی تیرا کرم شامل ہے کیونکہ تو نے ہی اُس کو سخی بنایا ہے۔ زر۔ وہ جو کچھ دیتا تھا اُس کا نہ تھا تیرا تھا۔ آں سخا۔ اُس میں سخاوت کا مادہ تو نے پیدا کیا تھا اُس کو سخاوت کر کے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ من مراُو را۔ یہ میری خطا تھی کہ میں نے محتسب کو قبلۂ اُمید بنایا اور جو اُس قبلہ کو بنانے والا ہے اس کو بھلا دیا۔

[2] ماکجا بودیم۔ اب اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اُس کے ساتھ مخصوص ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اُس نے ہمیں عقل عنایت کی۔ بساطِ خاک۔ زمین۔ مصباح۔ چراغ۔ قفل۔ یعنی مسببات۔ مفتاحہا۔ اسباب۔ بنیادہا۔ مصنوعات۔ آدمؑ۔ اب اُن نعمتوں کا ذکر ہے جو خود انسان کے اندر مضمر ہیں۔ اُصطرلاب۔ وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ سورج کے فاصلوں وغیرہ کا اندازہ کیا جاتا ہے پہلے مصرعہ میں انسان کو اسماءِ الٰہی کا مظہر قرار دیا ہے دوسرے مصرع میں اُس کو حقائقِ کونیہ کا جامع قرار دیا ہے۔

[3] ہرچہ۔ چونکہ انسان اسماءِ الٰہی اور حقائق کا مظہر ہے تو اس میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ خدا کا عکس ہے جس طرح چاند کا عکس دریا کے پانی میں نظر آتا ہے۔ عنکبوت۔ مکڑی، اُصطرلاب کا پہلا پرت مکڑی کے جالے کی طرح سوراخ دار ہوتا ہے یعنی صفاتِ انسانی اللہ کے صفات کا ثبوت ہیں۔

تا ز چرخِ غیب وز خورشیدِ رُوح [1]
تا کہ غیب کے آسمان اور رُوح کے سُورج کا
عنکبوتش درس گوید از شرُوح
اُس کی مکڑی مع شرحوں کے سبق پڑھائے

عنکبوت و ایں صُطرلابِ رشاد
مکڑی اور یہ رہنمائی کا اصطرلاب
بے منجّم در کفِ عام اُوفتاد
نجومی کے بغیر، عوام کے ہاتھ آ گیا

انبیا را داد حق تنجیم ایں
اللہ تعالیٰ نے اس کی منجمی کا حق انبیا کو دیا ہے
غیب را چشمے بباید غیب بیں
غیب کے لیے غیب کو دیکھنے والی آنکھ چاہیے

درچہِ [2] دنیا فتادند ایں قروں
یہ اہلِ زمانہ دنیا کے کنویں میں گر پڑے ہیں
عکسِ خود را دید ہریک چہ دروں
ہر ایک نے کنویں میں اپنا عکس دیکھ لیا ہے

عکس درچہ دید و از بیروں ندید
عکس کو کنویں میں دیکھا اور باہر سے نہ دیکھا
ہمچو شیرِ گول کاندرچہ دوید
اُس احمق شیر کی طرح جو کنویں میں دوڑ گیا

از بُروں داں ہرچہ در چاہت نمُود
جو کچھ تجھے کنویں میں نظر آیا، اُس کو باہر سے سمجھ
ورنہ آں شیری کہ درچہ شُد فرُود
ورنہ تو وہی شیر ہے جو کنویں میں اُترا

بُرد خرگوشیش ازرہ کاے فلاں
اُس کو خرگوش نے راستہ سے ہٹایا کہ اے فلاں!
در تگِ چاہست آں شیرِ ژیاں
وہ غضبناک شیر کنوئیں کی تہ میں ہے

در رَو اندر چاہ و کیں ازوے بکش
کنویں میں جا اور اُس سے کینہ نکال
چوں ازو غالب تری سر بر کنش
جبکہ تو اُس سے زیادہ غالب ہے، اس کا سر اُکھاڑ دے

آں مقلد سخرۂ خرگوش شُد
وہ مقلد، خرگوش کا تابع بن گیا
از خیالِ خویشتن پُرجوش شُد
اپنے خیال سے جوش میں آ گیا

اُو [3] نگفت، ایں نقش، اُو در آب نیست
اُس نے یہ نہ کہا کہ عکس ہے اور وہ پانی میں نہیں ہے
ایں بجز تقلیب آں قلّابِ نیست
یہ اُس پلٹ دینے والے کی پلٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

توہم از دشمن چو کینے می کشی
تو بھی جب دشمن سے کینہ نکال رہا ہے
اے زبونِ شش غلط در ہرششی
اے چھ (جہات) کے تابع تو چھ (جہات) میں غلط ہے

آں عداوت اندرو عکسِ حق ست
اُس میں وہ عداوت اللہ تعالیٰ کا عکس ہے
کز صفاتِ قہر آنجا مشتق ست
کیونکہ وہاں کے قہر کی صفات سے بنی ہے

---

[1] تاز چرخ۔ جس طرح اصطرلاب کے عنکبوت سے آسمانوں اور سورج کے احوال معلوم کیے جاتے ہیں اسی طرح انسانی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کی تشریح کرتی ہیں۔ رشاد۔ نجومیوں کے اصطرلاب سے تو نجومی ہی احوال معلوم کر سکتے ہیں لیکن انسان کے صفات کے ذریعہ عوام بھی صفاتِ خداوندی کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ انبیا۔ عوام انبیا کی تعلیم کے واسطہ سے خود یہ علوم حاصل کر سکتے ہیں۔

[2] درچاہ۔ انسان دوسرے انسان میں جو کچھ سمجھتا ہے، اُس کو اصل سمجھتا ہے، حالانکہ وہ عکس ہے تو انسان کی مثال اُس شیر کی سی ہے جو کنویں میں عکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ از بروں۔ اگر تو انسان کے فعل کو اصل سمجھے گا تو وہی احمق شیر بنے گا جو عکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ برد۔ اُس احمق شیر کو خرگوش نے گمراہ کیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ کنویں میں غضبناک شیر ہے۔ دررو۔ کنویں کے اندر جا کر اُس سے بدلہ لے اور اُس کا سر اُکھاڑ دے۔ آں مقلد۔ وہ بیوقوف شیر اُسکے بہکانے میں آ گیا۔

[3] اُو نگفت۔ اس نے یہ نہ کہا کہ یہ تو میرا نقش ہے اور وہ شیر جو خرگوش بتا رہا ہے پانی میں نہیں ہے۔ ایں۔ یہ تصرف بھی خدائی ہے کہ وہ حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔ تو ہم۔ تو بھی دشمن سے دشمنی کرنے میں حقیقت تک نہیں پہنچتا ہے۔ اے زبون شش۔ تو شش جہات کا تابع ہے۔ غلط در ہرششی۔ اور ہر جہت میں غلطی پر ہے۔ آں عداوت۔ دشمن میں جو جذبہ عداوت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ قہر کا عکس ہے کیونکہ وہ اُسی صفتِ قہر سے پیدا ہوئی ہے۔

وال[1] گنہ در وے ز عکسِ جرمِ تُست
اور اُس میں وہ گناہ تیرے جُرم کا عکس ہے
باید آں خُورا ز طبعِ خویش شُست
اُس عادت کو اپنے مزاج میں سے دھونا چاہیے

خُلقِ زشتت اندرو رُویت نمُود
تیرا بُرا اخلاق تجھے اُس میں نظر آیا
کہ تُرا اُو صفحۂ آئینہ بُود
کیونکہ وہ تیرے لیے آئینہ کی سطح ہو گیا

چونکہ قبحِ خویش دیدی اے حسن
اے بھلے! جبکہ تو نے اپنی برائی دیکھی ہے
اندر آئینہ، بر آئینہ مزن
آئینہ میں، آئینہ کو نہ مار

میزند[2] بر آبِ استارہ سنی
روشن ستارہ پانی پر پڑ رہا ہے
خاک تو بر عکسِ اختر میزنی
تو ستارے کے عکس پر ڈلا مار رہا ہے

کایں ستارہ نحس در آب آمدست
کہ یہ نحس ستارہ، پانی میں آ گیا ہے
تا کُند اُو سعدِ ما را زیرِ دست
تاکہ وہ ہمارے سعد (ستارے) کو مغلوب کر لے

خاکِ استیلا بریزی برسرش
غلبہ کی خاک تو اُس کے سر پر ڈال رہا ہے
چونکہ پنداری ز شبہ اخترش
چونکہ تو اُس کو شبہ میں ستارہ سمجھتا ہے

عکس پنہاں گشت و اندر غیب راند
عکس چھپ گیا اور غائب ہو گیا
تو گماں بُردی کہ آں اختر نماند
تو نے یہ خیال کیا کہ وہ ستارہ نہ رہا

آں[3] ستارہ نحس ہست اندر سما
وہ نحس ستارہ آسمان میں ہے
ہم بداں سُو بایدش کردن دوا
اُسی طرف اُس کی تدبیر کرنی چاہیے

بلکہ باید دل سُوئے بیسُوئے بست
بلکہ دل کو بے جہت کی جانب لگانا چاہیے
نحسِ ایں سُو عکسِ نحسِ بیسُوست
اِس طرف کی نحوست، بے جہت کے سوء القضا کا عکس ہے

داد، دادِ حق شناس و بخشش
بخشش کو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطا سمجھ
عکسِ آں دادست اندر پنج و شش
اُسی عطا کا عکس پانچ حواس اور چھ جہات میں ہے

گر بُود دادِ خساں افزوں زریگ
اگر کمینوں کی عطاریت سے بھی زیادہ ہو
تو بمیری واں بماند مُرد ریگ
تو مر جائے گا اور وہ میراث میں رہ جائے گی

عکسِ آخر چند پاید در نظر
آخر عکس کب تک نظر میں ٹھہرے گا
اصل بینی پیشہ کن اے کژنگر
اے کج نظر! اصل کو دیکھنے کا پیشہ بنا

حق چو بخشش کرد بر اہلِ نیاز
اللہ تعالیٰ نے جب نیاز مندوں پر بخشش کی
باعطا بخشید شاں عُمرِ دراز
عطا کے ساتھ اُن کو دراز عُمر بخش دی

---

[1] وال گنہ۔ دشمن جو گناہ کر رہا ہے وہ تیرے کسی جرم کا عکس ہے، تو اپنی اس جُرم والی عادت کو اپنے اندر سے دھو دے۔ خلقِ زشتت۔ تیری بُری عادت کا دشمن میں عکس ہے۔ چونکہ۔ جب تو نے اُس کو اپنی برائی کا عکس سمجھ لیا تو اب دشمن کو جو بمنزلہ آئینہ کے ہے نہ مار۔

[2] می زند۔ تیری مثال یہ ہے کہ کوئی پانی میں ستارے کا عکس دیکھے اور اُس پر خاک ڈالے۔ کایں۔ اور یہ کہے کہ یہ ستارہ منحوس ہے اور میرے سعد ستارے کو دبانے آیا ہے۔ خاک۔ تو اس عکس کو منحوس ستارہ خیال کر کے اُس پر مٹی ڈال رہا ہے۔ عکس۔ تھوڑی دیر میں عکس غائب ہو گیا تو تُو سمجھا کہ ستارہ غائب ہو گیا۔

[3] آں ستارہ۔ جس کو تو اپنے خیال سے منحوس سمجھ رہا ہے وہ ستارہ تو آسمان پر ہے اگر کوئی تدبیر بھی کرنی تھی تو آسمان کی طرف کرنی تھی۔ بلکہ۔ اگر ستارہ کی نحوست سے بچنا تھا تو خدا سے التجا کرنی چاہیے تھی۔ داد۔ جس طرح اشیا کی نحوست من جانب اللہ ہے اِسی طرح عطا بھی دراصل من جانب اللہ ہے۔ پنج۔ یعنی وہ عطائیں اور نعمتیں جو پانچ حواس اور چھ جہت میں ہیں۔ گر بُود۔ انسانوں کی عطا مفید نہیں ہے عارضی ہے۔ عکس۔ عکسوں کو دیکھنا چھوڑ دے اصل پر نظر رکھ۔ حق۔ اللہ تعالیٰ جس کو اعمالِ صالح کی نعمت بخشتا ہے اس کو جنت کی عمر دراز دیتا ہے تاکہ وہ اس سے پورے طور پر نفع اُٹھا سکے۔

خَالِدِیْں شُد نعمت و مُنعَم عَلَیہ | محیِ[1] الموتیست فاجنارُوا اِلَیہ
نعمت اور جس پر نعمت ہوئی ہمیشہ رہنے والے بن گئے | وہ مردے کو زندہ کرنے والا ہے، اُس سے التجا کرو

دادِ حق باتُو در آمیزد چو جاں | آنچنانکہ آں تُو باشی و تُو آں
اللہ تعالیٰ کی عطا تجھ سے جان کی طرح گھل مل جاتی ہے | اِس طرح کہ وہ تو اور تو وہ ہو جاتا ہے

گرنماند اشتہایِ نان و آب | بدہدت بے ایں دو، قُوتِ مُستطاب
اگر پانی اور روٹی کی خواہش نہ رہے | وہ تجھے اِن دونوں کے بغیر پاکیزہ غذا دیتا ہے

فربہی[2] گر رفت حق در لاغری | فربہی پنہانت بخشد آں سَری
اگر فربہی جاتی رہی اللہ تعالیٰ لاغری میں | اُس جانب کی باطنی فربہی عطا کر دیتا ہے

چوں پَری را قُوت از بُو میدہد | ہر مَلک را قُوتِ جاں اُو میدہد
جس طرح جن کو بُو سے روزی دے دیتا ہے | ہر فرشتہ کو جان کی غذا وہ دیتا ہے

جاں چہ باشد کہ تُو سازی زُو سند | حق بعشقِ خویش زندت می کُند
جان کیا ہوتی ہے، کہ اُس کا سہارا ڈھونڈتا ہے؟ | اللہ تعالیٰ اپنے عشق سے تجھے زندہ کر دیتا ہے

زُو حیاتِ عشق خواہ و جاں مخواہ | تو ازو آں رزق خواہ و ناں مخواہ
اُس سے عشق کی زندگی چاہ اور جان نہ چاہ | تو اُس سے وہ رزق چاہ اور روٹی نہ چاہ

خلق[3] را چوں آب داں صاف و زُلال | اندراں تاباں صِفاتِ ذُوالجلال
مخلوق کو پانی کی طرح صاف اور نیر سمجھ | اس کے اندر (اللہ) ذوالجلال کی صفتیں روشن ہیں

علمِ شاں و عدلِ شاں و لُطفِ شاں | چوں ستارۂ چرخ در آبِ رواں
اُن کا علم اور اُن کا عدل اور اس کی محبت | رواں پانی میں آسمان کے ستارے کی طرح ہیں

پادشاہی زیبدآں خلّاق را | پادشاہاں جملگی عاجز وُرا
بادشاہی، اُس خلاق کو زیب دیتی ہے | سب بادشاہ، اُس کے سامنے عاجز ہیں

پادشاہاں مظہرِ شاہیِ حق | فاضلاں مرآتِ آگاہیِ حق
بادشاہ، اللہ کی شاہی کے مظہر ہیں | (عالم) فاضل لوگ اللہ کے علم کا آئینہ ہیں

قرنہا بگذشت و ایں قرنِ نویست | ماہ آں ماہ است آب آں آب نیست
زمانے گذر گئے اور یہ نیا زمانہ ہے | چاند وہی ہے، پانی وہ پانی نہیں ہے

عدل آں عدل ست فضل آں فضل ہم | لیک مُستبدل شُد آں قرن و اُمم
عدل وہی عدل ہے، فضل وہی فضل ہے | لیکن وہ زمانہ اور لوگ بدل گئے

---

[1] محیی۔ اللہ کی شانِ مُردوں کو زندہ کرنا ہے تو دراز زندگی بخشنا بھی ہے، اُس کی طرف پناہ پکڑنی چاہیے۔ دادِ حق۔ خدا جب عطا کرتا ہے تو وہ عطا جان کا جزو بن جاتی ہے۔ گرنماند۔ اُس کی عطا کا یہ حال ہے کہ اگر کثرتِ ذکر و شغل سے روٹی پانی کی طرف رغبت نہ رہے تو وہ روحانی غذا عطا فرما دیتا ہے۔

[2] فربہی۔ اگر جسمانی فربہی نہیں رہتی تو وہ روحانی فربہی عطا فرما دیتا ہے۔ چوں پری۔ روحانی روزی پر تعجب نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ جنوں کا پیٹ خوشبو سے بھر دیتا ہے۔ ہر ملک۔ فرشتوں کو عبادت سے غذا حاصل ہو جاتی ہے۔ جاں۔ حیات کا مدار صرف جان پر نہیں ہے اللہ تعالیٰ عشق کو وجہ حیات عطا فرما دیتا ہے۔ زُو۔ اللہ تعالیٰ سے اُس زندگی کی درخواست کر جس کا مدار عشق پر ہے۔

[3] خلق۔ اب پھر مخلوق کے مظہر ہونے کا بیان ہے۔ علم۔ انسان کی جملہ صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہیں۔ پادشاہی۔ اصل بادشاہی بھی اللہ تعالیٰ کی ہے یہ بادشاہ اُس کا مظہر ہیں۔ فاضلاں۔ جو علم و فضل والے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہیں۔ قرنہا۔ یہ مظاہر بدلتے رہتے ہیں اور ظاہر وہی ہے۔ عدل۔ عدل صفتِ خداوندی ہے اور ازلی و ابدی ہے مظاہر بدلتے رہتے ہیں۔

قرنہا[1] بر قرنہا رفت اے ہُمام ‌ ‌ ایں معانی برقرار و بر دوام
اے سردار! قرنوں پر قرن گذر گئے ‌ ‌ یہ معانی برقرار اور دوام پر ہیں

آب مُبدّل شد دریں جُو چند بار ‌ ‌ عکسِ ماہ عکسِ اختر برقرار
اس نہر میں پانی چند بار تبدیل ہوا ‌ ‌ چاند کا عکس اور ستارے کا عکس برقرار ہے

پس بنا اش نیست بر آبِ رواں ‌ ‌ بلکہ براقطارِ عرضِ آسماں
کیونکہ اُس کی بنیاد رواں پانی پر نہیں ہے ‌ ‌ بلکہ آسمان کے عرض کے اطراف پر ہے

ایں صفتہا چوں نجومِ معنویست ‌ ‌ دانکہ بر چرخِ معانی مُستویست
یہ صفتیں، معنوی ستاروں کی طرح ہیں ‌ ‌ جان لے، معانی کے آسمان پر قائم ہیں

خُوبرویاں[2] آئینۂ خوبیٔ او ‌ ‌ عشقِ ایشاں عکسِ مطلوبیِ اُو
حسین اُس کے حُسن کا آئینہ ہیں ‌ ‌ اُن کا عشق اُس کی معشوقیت کا عکس ہے

ہم باصلِ خود رود ایں خدّوخال ‌ ‌ دائماً در آب کے ماند خیال
یہ خدوخال اپنی اصل کی طرف چلے جاتے ہیں ‌ ‌ عکس پانی میں ہمیشہ کب رہتا ہے؟

جملہ تصویرات، عکسِ آبِ جُوست ‌ ‌ چوں بمالی چشمِ خود خود جملہ اُوست
سب صورتیں، نہر کے پانی کا عکس ہیں ‌ ‌ جب تو اپنی آنکھ مل لے گا تو سب خود وہی ہے

باز عقلش گفت بگذار ایں حول ‌ ‌ خَل، دو شاب ست و دو شاب ست خَل
پھر اُس کی عقل نے کہا اس بھینگے پن کو چھوڑ ‌ ‌ سرکہ شیرہ ہے اور شیرہ سرکہ ہے

خواجہ[3] را چوں غیر گفتی از قصور ‌ ‌ شرم دار اے اَحول از شاہِ غیور
اگر کوتاہی سے تو نے خواجہ کو غیر کہا ہے ‌ ‌ اے بھینگے! غیرت مند شاہ سے شرم کر

خواجہ را کُو در گذشت ست از اثیر ‌ ‌ جنسِ ایں مُوشانِ تاریکی مگیر
خواجہ کو جو کرۂ ناری سے گذر گیا ‌ ‌ اندھیرے کے ان چوہوں کی جنس نہ سمجھ

خواجہ را جاں بیں مبیں جسمِ گراں ‌ ‌ مغز بیں اُو را مبینش اُستخواں
خواجہ کو جان سمجھ، بھاری جسم نہ سمجھ ‌ ‌ گودا سمجھ، اُس کو ہڈی نہ سمجھ

خواجہ را از چشمِ ابلیسِ لعیں ‌ ‌ منگر و نسبت مکُن اُو را بطیں
خواجہ کو ملعون شیطان کی نظر سے ‌ ‌ نہ دیکھ، اور اُس کی نسبت مٹی کی جانب نہ کر

ہمرہِ خورشید را شپّر مخواں ‌ ‌ آنکہ اُو مسجود شُد ساجد مداں
سورج کے ساتھی کو چمگادڑ نہ کہہ ‌ ‌ جو مسجود ہو گیا اُس کو سجدہ کرنے والا نہ جان

1. قرنہا۔ صفاتِ قدیم اپنی جگہ پر ہیں اور زمانہ بدل رہا ہے۔ آب۔ مظاہر بدل رہے ہیں اور ظاہر قائم ہے۔ پس۔ اس ستارے کی بنیاد پانی پر نہیں ہے آسمان پر ہے۔ ایں صفتہا۔ صفات کا تعلق بھی ذاتِ باری سے ہے۔ چرخِ معانی۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔

2. خوبرویاں۔ حسین اُس کے حُسن کا آئینہ ہیں اور انسانوں میں عشق اُس کے عشق کا عکس ہے۔ ہم۔ حسینوں کا حُسن ڈھل جاتا ہے اور اصل کی طرف حُسن واپس ہو جاتا ہے۔ چوں بمالی۔ جب صحیح نظر پیدا کر لو گے تو معلوم ہوگا کہ "ہمہ اوست" باز عقلش۔ پہلے اُس غریب الوطن نے خواجہ مرحوم اور حضرتِ حق کو مغائر سمجھا تھا پھر اُس کی عقل نے اُس کو کہا یہ بھینگا پن چھوڑ اور خواجہ اور حق تعالیٰ کی مثال شیرہ اور سرکہ کی سمجھ دونوں میں اتحاد ہے۔

3. خواجہ۔ خواجہ کو غیر کہنا بھینگا پن ہے جس سے ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ خواجہ۔ خواجہ اب ملاءِ اعلیٰ میں پہنچ گیا وہ دنیا کا چوہا نہ تھا۔ جسمِ گراں۔ خواجہ کا جسم نہ تھا بلکہ پاک روح تھی۔ منگر۔ شیطان نے صرف حضرت آدمؑ کی مٹی کو دیکھا تو ایسا نہ کر خواجہ کے اوصاف پر نظر رکھ۔ ہمرہِ خورشید۔ خواجہ کو ذاتِ الٰہی سے قربت حاصل تھی۔ مسجود۔ جس حیثیت سے حضرت آدمؑ مسجودِ ملائکہ تھے ساجد نہ تھے۔

عکسہا[1] را مانَد و ایں عکس نیست ۔ در مثالِ عکس حق بنمود نیست

عکسوں کے مشابہ ہے اور یہ عکس نہیں ہے ۔ جیسے عکس کی مثال میں اللہ تعالیٰ تجلّی میں ہے

آفتابے دید و اُو جامد نماند ۔ روغنِ گُل روغنِ کُنجد نماند

اُس نے سورج دیکھا اور جامد نہ رہا ۔ پھول والا تیل، تِل کا تیل نہ رہا

چوں مُبدّل گشتہ اند ابدالِ حق ۔ نیستند از خلق برگرداں ورق

اللہ کے ابدال جبکہ تبدیل ہو گئے ہیں ۔ وہ مخلوق میں سے نہیں ہیں ورق پلٹ دے

قبلہ[2] وحدانیت دو چوں بُوَد ۔ خاک مسجودِ ملائک چوں شود

توحید کے قبلے دو کیسے ہو سکتے ہیں؟ ۔ مٹی ملائک کی مسجود کیسے ہو سکتی ہے؟

چوں دریں جُو دید عکسِ سیب مرد ۔ دامنش را دید آں پُرسیب کرد

جب کسی شخص نے ایک نہر میں سیب کا عکس دیکھا ۔ اُس کے دیکھنے نے اُس کے دامن کو سیب سے بھر دیا

آنچہ در جُو دید کے باشد خیال ۔ چونکہ شد از دیدنش پُر صد جوال

جو کچھ اُس نے نہر میں دیکھا خیال کب ہو سکتا ہے؟ ۔ جبکہ اُس کے دیکھنے سے سیکڑوں بورے بھر گئے

تن مبیں و جاں مکن کاں بُکمٌ وَّصمٌ ۔ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَ هُمْ

جسم نہ دیکھ اور جان کو تباہ نہ کر کیونکہ ان گونگوں اور بہروں نے ۔ حق کو جھٹلایا، جب وہ اُن کے پاس آیا

مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ احمدؐ بُدست ۔ دیدنِ اُو دیدنِ خالق شُد ست

"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" احمدؐ ہوئے ۔ اُن کا دیکھنا خدا کا دیکھنا بنا ہے

حق مر اُو را برگزید از اِنس و جاں ۔ رحمۃ لِّلعالمینش خواند ازاں

اللہ تعالیٰ نے اُن کو انسانوں اور جنوں میں سے چُن لیا ۔ اسی لیے اُن کو سب جہانوں کی رحمت فرمایا ہے

خدمتِ اُو خدمتِ حق کردن ست ۔ روز[3] دیدن دیدنِ آں روزنِ ست

اُن کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے ۔ دن کا دیکھنا، اس دریچہ کا دیکھنا ہے

خاصہ ایں روزن درخشاں از خودست ۔ بے ودیعت آفتاب و فرقدست

خصوصاً یہ دریچہ جو خود روشن ہے ۔ سورج اور فرقد کے ذریعہ کے بغیر

ہم ازاں خورشید زد بر روزنے ۔ لیک ازراہ و سُوئے معہُود نے

اسی سورج سے دریچہ پر روشنی پڑی ہے ۔ لیکن متعارف راستہ اور جہت سے نہیں

[1] عکسہا۔ وہ خواجہ بظاہر بشر تھا لیکن اُن میں تجلّیِ حق نمایاں تھی۔ آفتابے۔ مشاہدۂ حق کی وجہ سے اُس کی جمادیت اور جسمیت ختم ہوگئی تھی۔ روغن۔ تِل کا تیل جب پھولوں میں بسا دیا جاتا ہے تو پھر اُس کو تِل کا تیل نہیں کہا جاتا ہے۔ ابدال۔ اہل اللہ کی ایک جماعت ہے جب اُن کے اوصاف بشری اوصافِ خداوندی سے بدل گئے تو اب اُن کو عام مخلوق میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ برگرداں۔ اب اس موضوع کو ختم کر دے۔

[2] قبلہ۔ توحیدی نظر والے کے دو قبلے نہیں ہو سکتے ملائک کی مسجود آدمؑ کی مٹی نہیں ہو سکتی۔ چوں۔ بعض عکس محض عکسوں کے مشابہ ہیں بلکہ اصل ہیں، اس کو اس طرح سمجھو کہ نہر میں سیب کے درخت کا عکس دیکھا ہوا اور اُس کے سیبوں سے دامن بھرا ہوا ہو تو وہ بظاہر عکس ہے لیکن حقیقتاً وہ درخت ہے تو آدمؑ میں بھی دراصل صفاتِ حق تھیں اگرچہ بظاہر وہ عکوس تھے۔ جوال۔ سامان لادنے کا بورا۔ تن مبیں۔ آدمؑ کو محض جسم سمجھ کر جان کو ہلاک نہ کر اس لیے کہ یہ کام تو اندھوں بہروں کا تھا کہ انھوں نے محض انبیاء کے جسم دیکھ کر ان کی تکذیب کر دی تھی۔ مارمیت۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضورؐ کو حق تعالیٰ کی عینیت حاصل تھی اور آپ کا دیدار خدا کا دیدار تھا۔ رحمت۔ آنحضور کو رحمۃ اللعالمین اسی وجہ سے کہا گیا کہ آپ جن وانس کے سردار تھے۔

[3] روز۔ جس دریچہ پر دھوپ پڑ رہی ہے اس کو دیکھنا سورج اور دن کو دیکھنا ہے۔ از خود۔ آنحضورؐ کسی سے فیض یافتہ نہ تھے بلکہ دیگر انبیا اور اولیا نے آپ سے فیض اور نور حاصل کیا۔ آفتاب۔ یعنی انبیا۔ فرقد۔ فرقدین دو ستارے ہیں قطبِ شمالی کے قریب طلوع کرتے ہیں اور شام سے صبح تک نمودار رہتے ہیں۔ ہم ازاں۔ آنحضورؐ پر اللہ کا نور ایک بے کیف خاص راستہ سے پڑا تھا۔

درمیانِ[1] شمس و ایں روزن رہے
ہست، روز نہا نشد زاں آگہے
سورج اور اُس دریچہ کے درمیان راستہ
ہے، دریچے اس سے واقف نہیں ہیں

تا اگر ابرے برآید چرخ پوش
اندریں روزن بُود نورش بجوش
تاکہ اگر کوئی ابر آسمان کو چھپانے والا آ جائے
اُس دریچہ میں اُس کا نُور جوش میں رہے

غیرِ راہِ ایں ہوا و شش جہت
درمیانِ روزن و خور مالفت
اس ہوا اور چھ جہتوں کے راستہ کے سوا
دریچہ اور سورج کے درمیان اُلفت ہے

مدحت و تسبیح او تسبیحِ حق
میوہ می روید ز عینِ ایں طبق
اُن کی تعریف اور تنزیہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے
اسی طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے

سیب روید زیں طبق خوش لخت لخت
عیب نبود گر نہی نامش درخت
اس طباق سے بار بار عمدہ سیب پیدا ہوتا ہے
اگر تو اُس کا نام درخت رکھ دے تو بُرائی نہ ہو گی

ایں[2] سبد را تو درختِ سیب خواں
کہ میانِ ہر دوراہ آمد نہاں
تو اِس ٹوکرے کو سیب کا درخت کہہ دے
کیونکہ دونوں کے درمیان چھپا ہوا راستہ ہے

آنچہ روید از درختِ بار ور
زیں سبد روید ہماں نوع از ثمر
جو کچھ پھل دار درخت سے پیدا ہوتا ہے
اِسی قسم کا پھل اِس ٹوکرے سے پیدا ہوتا ہے

پس سبد را تو درختِ بخت بیں
زیرِ سایہ ایں سبد خوش می نشیں
پس تو ٹوکرے کو نصیبہ ور درخت سمجھ
اِس ٹوکرے کے سایہ میں آرام سے بیٹھ

ناں چو اطلاق آورد اے مہرباں
ناں چرا میخوانیش محمودہ خواں
اے مہربان! روٹی جب دست لگا دے
تو اُس کو روٹی کیوں کہتا ہے؟ سقمونیا کہہ

خاکِ[3] رہ چوں چشم روشن کرد و جاں
خاکِ او را سُرمہ بیں و سُرمہ داں
راستہ کی گرد نے جب آنکھ اور جان روشن کر دی
اُس کی گرد کو سُرمہ دیکھ اور سُرمہ جان

چوں ز رُوئے ایں زمیں تابد شروق
من چرا بالا کنم رُو در عیوق
جب اس روئے زمین سے روشنی چمکے
میں عیوق میں سر اُونچا کیوں کروں؟

شُد فنا ہستش مخواں اے چشمِ شوخ
در چنیں جُو خشک کے ماند کلوخ
اے شوخ چشم! وہ فنا ہو گئے ان کو "ہست" نہ سمجھ
ایسی نہر میں ڈھیلا سوکھا کب رہ سکتا ہے؟

---

[1] درمیان۔ اللہ تعالیٰ کا فیض ایسے راستہ سے آنحضورؐ کو پہنچا جس سے دُوسرے انبیا واقف نہیں ہیں۔ تا اگر۔ آنحضورؐ کی خصوصیت اس بنا پر تھی کہ اگر نور کے لیے کوئی مانع بھی آ جائے تو آنحضورؐ میں جو نور ہے وہ خود بہ خود جوش مارتا ہے، اولیا کے لیے حجاباتِ بشریہ استفادۂ نور سے مانع بن جاتے ہیں۔ غیرِ ایں راہ۔ عام دریچوں میں سورج کی روشنی ہوا کے منکیف ہونے اور شش جہات سے پہنچتی ہے لیکن آنحضورؐ وہ دریچہ ہیں کہ سورج کو اُس سے الفت خاصہ ہے۔ مدحت۔ اب اِس اتحاد کی وجہ سے آپ کی تنزیہ اور تعریف خدا کی تنزیہ اور تعریف ہے۔ میوہ۔ اگر کسی طباق سے خود میوہ اُگ پڑے تو اگر اُس کو درخت کہیں تو کوئی عیب نہ ہوگا۔

[2] ایں سبد۔ جب طباق اور ٹوکرے میں یہ خصوصیت پیدا کر دی جائے کہ اس میں خود بخود پھل اُگ پڑیں تو اس کو پھلدار درخت سمجھ کیونکہ درخت اور اِس ٹوکرے میں خاص نسبت ہوئی۔ پس سبد۔ تجھے اس ٹوکرے کو درخت سمجھ کر ٹوکرے کے سایہ میں بیٹھنا چاہیے۔ ناں۔ صورت کا اعتبار نہیں سیرت معتبر ہے جس روٹی کے کھانے سے دست آنے لگیں اس کو سقمونیا کہنا چاہیے جس کی خاصیت دست لانا ہے۔ محمودہ۔ سقمونیا جس کے کھانے سے دست آ جاتے ہیں۔

[3] خاک۔ مٹی میں اگر سُرمہ کی خاصیت ہو تو اس کو سُرمہ کہا جا سکتا ہے۔ چوں ز روئے۔ جب سفلی اجسام میں علوی اجرام کا خاصہ پیدا ہو جائے تو ان کے ساتھ علوی اجرام کا سا معاملہ کیا جائے۔ عیوق۔ اس میں یا مشدد ہے شعری ضرورت سے مخفف پڑھی جائے گی ایک سُرخ ستارہ ہے جو کہکشاں کی داہنی جانب ہوتا ہے۔ شُد۔ آنحضورؐ کے اوصافِ بشریہ فنا ہو چکے تھے پھر توحید میں غوطہ کھانے سے بشری صفت کہاں رہ سکتی ہے۔

پیشِ[1] ایں خورشیدؐ کے تابد ہلال
اِس سورج کے سامنے چاند کب چمکتا ہے؟
باچناں رستم چہ باشد زورِ زال
ایسے رستم کے سامنے بُڑھیا کا زور کیا ہو گا؟

طالب ست و غالب ست آں کردگار
وہ خدا طالب اور غالب ہے.
تاز ہستیہا برآرد اُو دَمار
حتیٰ کہ ہستیوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے

دُو مگوے و دو مخوان و دو مداں
دوئی کا قائل نہ ہو دوئی نہ پڑھ دوئی نہ سمجھ
بندہ را در خواجۂ خود محو داں
غلام کو اپنے آقا میں مٹا ہوا سمجھ

خواجہ ہم در نورِ خواجہ آفریں
خواجہ بھی، خواجہ کو پیدا کرنے والے نُور میں ہے
فانی ست و مُردہ و مات و دفیں
فانی ہے اور مُردہ ہے اور میت ہے اور مدفون ہے

چُوں[2] جُدا بینی ز حق ایں خواجہ را
اگر تو اِس خواجہ کو خدا سے جدا سمجھے گا
گم کُنی متن و ہم دیباجہ را
تو تُو اصل اور دیباچہ کو گُم کر دے گا

چشمِ دِل را ہیں گذارہ کُن ز طیں
خبردار! دل کی آنکھ کو مٹی سے آگے بڑھا
ایں یکے قبلہ است دو قبلہ مبیں
یہ ایک قبلہ ہے، دو قبلے نہ دیکھ

چوں دو دیدی ماندی از ہر دو طرف
جب تو نے دو دیکھے تو دونوں طرف سے گیا
آتشے در خف[3] فتاد و رفت خَف
سوختہ میں آگ لگی اور سوختہ جل گیا

مثلِ دوبیں ہمچو آں غریبِ شہرِ کاش عُمر نام کہ از یک دکانش
دو دیکھنے والے کی مثال اُس کا شہر کے پردیسی کی ہے جس کا عمر نام تھا کہ
بسبب آں نام نانبا بدکانِ دیگر حوالہ می کرد و اُو فہم نہ
اُس نام کی وجہ سے نانبائی ایک دُکان سے دوسری دُکان کا حوالہ دے دیتا تھا اور وہ نہ سمجھا
کرد کہ ہمہ دکانہا یکے ست دریں معنٰی کہ بعمر نام، نان
کہ تمام دکانیں یکساں ہیں اِس سلسلہ میں کہ عمر نامی کے ہاتھ روٹی نہیں بیچتے
نفروشند ہم ایں جا تدارک کنم کہ من غلط کردم نامم عمر
ہیں، اسی جگہ تدبیر کر لوں کہ میں نے غلطی کی ہے میرا نام عمر نہیں
نیست چوں بدیں دکان تدارک و توبہ کُنم نان یا بم از
ہے جب اِسی دُکان پر تدارک اور توبہ کر لوں گا شہر کی تمام

---

1. پیشِ ایں خورشید۔ آنحضورؐ پر وہ تجلی خاص تھی کہ آپ کی ذات اُس میں سما گئی تھی۔ رستم۔ تجلیِ حق۔ زال۔ یعنی آنحضور کی بشریت۔ طالب۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے فنا کا طالب ہوتا ہے تو اُس کی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔ دومگوی۔ اب فنا کے بعد اِس اعتبار سے اتحاد اور وحدت ہو جاتی ہے کہ بندہ آقا میں محو ہو جاتا ہے اور یہ مرتبہ فنافی الشیخ کا ہے۔ خواجہ۔ پھر چونکہ شیخ بھی فانی فی اللہ ہے تو اب مرید مزید ترقی کر کے فنافی اللہ کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔
2. چوں جُدا۔ اور اگر تو شیخ کو فانی فی اللہ نہ سمجھے گا اور ان میں دوئی کا قائل رہے گا تو مقصد اور راہ دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ چشمِ دل۔ تو اِس شیخ کی صورت سے گذر اور ایک قبلہ سمجھ دو نہ سمجھ۔ آتشے۔ محرومی اِس طرح کی ہو گی جیسے چقماق سے سوختہ میں آگ لگے اور کوئی سوختہ سے قطع نظر کر کے چقماق کی طرف متوجہ ہو جائے اور سوختہ جل کر ختم ہو جائے اب وہ آگ سے بالکل محروم ہو جائے گا۔ کیونکہ اب سوختہ ہی نہیں جس کے ذریعہ چقماق سے فائدہ اُٹھا سکے۔
3. خف۔ سوختہ۔ مثل۔ دوبینی کے مضر اثرات پر یہ قصہ نقل کیا ہے۔ کاش۔ ایک شہر کا نام ہے مولانا کبھی کاش کہتے ہیں کبھی کاشان شاید دونوں نام ایک ہی شہر کے ہیں اُس کے تمام باشندے رافضی تھے عُمر نام سے چڑتے تھے اور جس شخص کا نام عُمر ہوتا ہے اُس سے کوئی لین دین گوارا نہ کرتے تھے۔

ہمہ دُکانہائے شہر، و اگر بے تدارک ہم چنیں عُمر نام باشم ازیں دکان
دکانوں سے روٹی حاصل کرلوں گا اور اگر بغیر تدارک کے اِسی عمر نام کے ساتھ رہوں گا تو اس دُکان
در گذرم محروم مانم و احوالِ ایں دکانہا از ہم جدا دانستہ باشم
سے چلا جاؤں گا محروم رہوں گا اور اِس دکان کے احوال بھی میں جداگانہ سمجھتا رہوں گا

گر[1] عُمر نامی تُو اندر شہرِ کاش — کس نیفروشد بصد دانگت لواش
اگر تو عمر نام کا ہے، کاش شہر میں — تجھے سو دانگ میں بھی کوئی روٹی نہ بیچے گا

چوں بیک دُکاں بگفتی عُمرَم — ایں عُمر را ناں فروشید از کرم
جب تو نے ایک دُکان پر کہا کہ میں عُمر ہوں — مہربانی سے اِس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دو

اُو بگوید رو بداں دیگر دکاں — زاں یکے ناں بہ کزیں پنجاہ ناں
وہ کہے گا جا، اُس دوسری دُکان پر — کیونکہ وہاں کی روٹی یہاں کی پچاس روٹیوں سے بہتر ہے

گر نبودے احوَل او اندر نظر — اُو بگفتے نیست دُکانِ دگر
اگر وہ نظر میں بھینگا نہ ہوتا — وہ کہہ دیتا دُوسری دُکان ہی نہیں ہے

پس[2] زدے اشراقِ آں نا احوَلی — بر دلِ کاشی شُدے عُمرٌ علی
اُس بھینگا نہ ہونے کی چمک پڑتی — کاشی کے دل پر، عُمر علی بن جاتا

ایں ازیں جاگوید آں خبّاز را — ایں عُمر را ناں فروش اے نانبا
یہ یہیں سے اُس نانبائی سے کہتا ہے — اے نانبائی! اِس عمر کو روٹی بیچ دے

چوں[3] شنید اُو ہم عُمر از احوَلی — در کشید آں ناں کہ ہست آنِ علی
جب اُس نے عمر (نام) سُنا اُس نے بھی بھینگے پن سے — وہ روٹی ہٹا لی کہ یہ علی کی ہے

پس فرستادش بدکانِ بعید — ناں ز پیشِ رُوی اُو اندر کشید
پھر اُس کو دور دُکان پر بھیج دیا — اِس نے روٹی اُس کے سامنے سے ہٹا لی

کیں عُمر را نان دہ اے انبازِ من — راز یعنی فہم کُن ز آوازِ من
اے میرے شریک! اِس عمر کو روٹی دے دے — یعنی میری آواز سے راز سمجھ جا

اُو ہمت زاں سُو حوالہ می کند — ہیں عُمر آمد کہ تا برناں زند
وہ بھی تجھے اُس جانب حوالہ کر دے گا — خبردار! عمر آیا ہے تاکہ روٹی حاصل کر لے

---

1 گر عُمر۔ اگر تیرا نام عمر ہے تو کاش والے بہت قیمت ادا کرنے پر روٹی نہ دیں گے۔ لواش۔ ایک خاص قسم کی روٹی ہے۔ چوں۔ اگر تو ایک دُکان پر جا کر اپنا نام عمر بتا دے گا تو وہ تجھے ٹال دے گا اور کہے گا کہ دوسری دُکان سے خرید لے وہاں کی روٹی بہت اچھی ہے۔ گر نبود۔ یہ شخص اپنے بھینگے پن سے دکانوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ عمر نام کے ہاتھ روٹی نہ فروخت کرنے میں وہ ایک ہیں۔

2 پس زدے۔ اگر وہ مسافر بھینگا پن چھوڑ کر یہ سمجھ لیتا کہ سب دکانیں ایک ہیں اور اپنا نام بجائے عمر کے علی بتا دیتا ہے تو یہ تدبیر چل جاتی اور وہ کاشی دُکان دار اُس عمر کو علی سمجھ کر روٹی دے دیتا۔ ایں۔ یہ پہلا نانبائی دُوسرے نانبائی کو آواز دے کر کہہ دیتا ہے کہ عمر آ رہا ہے اس کو روٹی دے دے اور مقصد اُس نانبائی کا اُس کے نام کا اظہار ہوتا تاکہ وہ بھی روٹی دینے سے انکار کر دے۔

3 چوں شنید۔ دوسرے نانبائی کا یہ بھینگا پن ہے کہ وہ روٹی کو علی کی سمجھ کر عمر کو روٹی دینے سے انکار کر رہا ہے حالانکہ عمرؓ اور علیؓ دو نہیں ہیں بلکہ دونوں حقیقتاً ایک ہیں۔ فرستادش۔ اُس دوسرے نانبائی نے نانبائی کو آواز دے کر کہہ دیا کہ عمر آ رہا ہے اس کو روٹی دے دے اور میری آواز سے راز سمجھ جا کہ مقصد اُس کا عمر نام بتانا ہے۔ اُو ہمت۔ اُو ہم ترا۔ یعنی وہ تیسرا نانبائی دوسرے کا حوالہ دے کر زور سے کہہ دیتا ہے کہ عمر آ رہا ہے اس کو روٹی دے دے۔

چوں[1] بیک دُکاں عُمر بُودی برو
جب تو ایک دُکان پر عُمر ہو گیا، چلا جا

در ہمہ کاشاں زناں محرُوم شو
پورے کاشان میں روٹی سے محروم رہ

ور بیک دُکاں علی گفتی بگیر
اور اگر ایک دُکان پر تو نے علی کہہ دیا لے لے

ناں ازینجا بے حوالہ بے زحیر
روٹی اس ہی جگہ سے بغیر حوالہ، بغیر کلفت کے

احولِ دوبیں چوبے برشُد ز نوش
جب دو دیکھنے والا بھینگا، شہد سے محروم ہو گیا

احولِ صد بینی اے مادر فروش
اے مادر بخطا! تو سو۔دیکھنے والا بھینگا ہے

اندریں کاشانِ دنیا ز احولی
دُنیا کے اِس کاشان میں بھینگے پن سے

چوں عُمر میگرد چوں نُبوی علی
عُمر کی طرح چکر لگا جبکہ تو علی نہیں ہے

ہست اَحول را دریں ویرانہ دیر
بھینگے کے لیے اِس ویران بُت کدے میں

گوشہ گوشہ نقلِ نو کہ ثُمَّ خیر
گوشہ گوشہ میں از سرِنو پھرتا ہے کہ وہاں بھلائی ہے

وردو[2] چشمِ حق شناس آمد ترا
اور اگر تجھے حق شناس دو آنکھیں حاصل ہو جائیں

دوست پُر بیں عرصۂ ہر دوسرا
دونوں جہاں کے میدان کو دوست سے پُر دیکھ

وارہیدے از حوالہ جابجا
تو جگہ جگہ کے حوالے سے نجات پا جاتا

اندریں کاشانِ پُر خوف و رَجا
اِس امید و خوف سے بھرے ہوئے کاشان میں

اندریں جُو غُنچہ دیدی با شجر
تو نے اِس نہر میں غُنچہ مع درخت کے دیکھ لیا

ہیچو ہر جُو تو خیالش ظن مبر
اس کے بارے میں ہر نہر کی طرح گمان نہ کر

کہ تُرا از عینِ ایں عکسِ نقوش
کہ تیرے لیے عین اِن نقشوں کے عکس سے

حق حقیقت گردد و میوہ فروش
حق، حقیقت اور میوہ فروش بن جائے

چشم ازیں آب از حِوَل حُر میشود
اس پانی سے، آنکھ بھینگے پن سے آزاد ہو جاتی ہے

عکس می بیند سَبَد پُر میشود
عکس دیکھتا ہے، ٹوکرا بھر جاتا ہے

پس[3] بمعنی باغ باشد ایں نہ آب
حقیقت میں یہ باغ ہوتا ہے، نہ کہ پانی

پس مشو عُریاں چو بلقیس از حباب
تو بلقیس کی طرح بلبلے سے ننگا نہ بن

بارِ گونا گونست بر پُشتِ خراں
گدھوں کی کمر پر قسما قسم کے بوجھ ہیں

ہیں بیک چوب ایں خراں را تومراں
خبردار! اِن گدھوں کو ایک لکڑی سے نہ ہانک

---

1. چوں بیک دکان۔ جب تو ایک دکان پر عمر بن گیا تو اب سارے کاشان میں گھومتا پھر تجھے روٹی نہ ملے گی۔ ور بیک۔ اگر وہ ان دکانوں کو چند دکانیں نہ سمجھتا اور شروع میں ہی اپنا نام علی بتاتا تو فوراً روٹی مل جاتی۔ احولِ دوبین۔ اس مسافر کا بھینگا پن جو معمولی تھا وہ اُس کی محرومی کا سبب بنا تو وہ بھینگا جو جملہ کائنات کو مستقل موجود سمجھ کر بھینگا بن رہا ہے اُس کی محرومی کو اس پر قیاس کرلے کہ کس قدر ہوگی۔ مادر فروش۔ ماں سے زنا کرا کر کمائی کھانے والا۔ دنیا۔ یہ دنیا بھی کاشان ہے جب تو بھینگا پن نہ چھوڑے گا مارا مارا پھرے گا۔ گوشہ گوشہ۔ جو کائنات کو حقیقی موجود سمجھے گا وہ کبھی کسی طرف متوجہ ہوگا کبھی کسی کی طرف، بھلائی سمجھ کر متوجہ ہوگا۔
2. وردو چشم۔ اگر صحیح نظر حاصل ہوگئی تو سب موجودات کو ایک موجودِ حقیقی کا سایہ سمجھے گا اور صرف اُس کی طرف توجہ کرے گا۔ وارہیدی۔ جابجا مارے مارے پھرنے سے نجات پا جائے گا۔ اندریں۔ اب اُن اولیا کا جو خدائی اخلاق سے آراستہ ہوگئے ہیں اللہ کا مظہر ہونا ثابت کرتے ہیں کہ جب تو کوئی ایسا عکس دیکھے جو پھل اور پھول والا درخت ہے اس کو اور عکسوں کی طرح نہ سمجھ۔ کہ۔ یعنی عین حقیقت حق بن جائے اور وہ حقیقت تجھے میوے عطا کرنے لگے۔ چشم۔ اہل اللہ کی صحبت سے صحیح نظر حاصل ہو جاتی ہے، یہ عکس ہیں لیکن انہی سے اصل کا فائدہ ہو جاتا ہے اور مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔
3. پس۔ یہ اہل اللہ صرف پانی نہیں ہیں کہ اس میں خیالی عکس نظر آئے بلکہ عینِ حقیقت اور باغ ہیں۔ پس۔ تو اس طرح دھوکا نہ کھا جس طرح بلقیس نے غیر آب کو آب سمجھ لیا یعنی اُن بزرگوں کو باغ کے بجائے آب سمجھ بیٹھے۔ سارے اہل اللہ اور عوام کو ایک نظر سے نہ دیکھ۔

بر یکے[1] خر بارِ لعل و گوہرست　بر یکے خر، بارِ سنگ و مرمرست
ایک گدھے پر لعل و گوہر کا بوجھا ہے　دوسرے گدھے پر پتھر اور مرمر کا بوجھا ہے

بر ہمہ جُوہا تو ایں حکمت مراں　و اندریں جُو ماہ بیں عکسش مخواں
تو سب نہروں پر اپنا حکم نہ چلا　اُس نہر میں چاند کو دیکھ، اُس کو اُس کا عکس نہ کہہ

آبِ خضرست ایں نہ آبِ دام و دد　ہرچہ اندر وے نماید حق بُود
یہ خضرؑ کا پانی ہے، نہ کہ چرندہ اور درندہ کا پانی　اس میں جو کچھ نظر آئے وہ واقعی ہے

زیں[2] تگِ جُو ماہ گوید مَن مہم　مَن نہ عکسم، ہمحدیث و ہمرہم
اس نہر کی گہرائی سے چاند کہتا ہے، میں چاند ہوں　میں عکس نہیں ہوں، میں ہم کلام اور ہمراہی ہوں

اندریں جُو آنچہ بر بالاست ہست　خواہ بالا خواہ دروے دار دست
اس نہر میں، جو اُوپر ہے وہی ہے　خواہ اُوپر، خواہ اندر، ہاتھ بڑھا

از دگر جُوہا مگیر ایں جُوئے را　ماہ داں ایں پرتوِ مہروئے را
دوسری نہر پر اس نہر کو قیاس نہ کر　اِس ماہ رُو عکس کو تو چاند سمجھ

اندریں[3] جُو ہرچہ داری تو مُراد　باز بیں و شکر گو بہرِ زیاد
تو جو مراد رکھتا ہے، اِس نہر میں تلاش کر لے　پھر دیکھ لے اور زیادتی کے لیے شکر ادا کر

اندریں جُو ہرچہ می خواہی بہیں　از نعیم و ناز و تاج و مُلک و دیں
تو جو چاہتا ہے، اِس نہر میں دیکھ لے　ناز و نعم اور تاج اور سلطنت اور دین

جملہ مطلوباتِ خلقِ ہر دو کون　گشت موجود اندر و بے بُعد و بون
دونوں جہاں کی مخلوق کے تمام مقاصد　اس کے اندر بغیر بعد اور دوری کے موجود ہیں

ایں سخن پایاں ندارد آں غریب　بس گریست از درد خواجہ شُد کسیب
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ پردیسی　بہت رویا، خواجہ کے درد سے غمگین ہو گیا

توزیع کردنِ پایمرد در جملہ شہرِ تبریز و جمع شُدن اندک

روزگار کا تمام شہر تبریز میں چندہ جمع کرنا اور بہت تھوڑا جمع

چیز و رفتن آں غریب بتربتِ محتسب بزیارت و ایں قصہ

ہونا اور اس پردیسی کا محتسب کی قبر کی زیارت کو جانا اور نوحہ

رابر سرِ گورِ اُو گفتن بطریقِ نوحہ

کے طریقے پر اِس قصہ کو اسکی قبر پر کہنا

---

[1] بر یکے۔ مختلف انسان اس طرح ہیں کہ کسی پر لعل وجواہر لدے ہوئے ہیں کسی پر پتھروں کا بوجھ ہے۔ بر ہمہ۔ سب نہروں کو یکساں نہ سمجھ ایک نہر میں بعینہٖ چاند موجود ہے اُس کو عکس نہ سمجھ۔ آب۔ اِس نہر کا پانی آبِ حیاۃ ہے وہ محض جانوروں کے پینے کا پانی نہیں ہے، اس میں جو نظر آئے گا وہ محض عکس نہ ہوگا بلکہ عین حقیقت ہوگی۔

[2] زیں تگ۔ اس نہر کی تہ میں چاند خود بول رہا ہے کہ میں ہم سخن اور ہم راہ ہوں جو عکس نہیں ہوسکتا۔ اندریں۔ اس نہر میں جو اوپر ہے وہی اندر ہے تو جہاں سے فیض حاصل کرے گا وہی ایک فیض ہوگا۔ از دگر۔ دوسری نہروں میں تو چاند کا عکس ہے اس کو تو بعینہٖ چاند سمجھ۔

[3] اندریں۔ اِس نہر سے تیرے اُخروی اور دنیاوی سب مقاصد پُورے ہوجائیں گے۔ تجھ میں اور مقاصد میں کوئی دوری اور جدائی نہ رہے گی۔ توزیع کردن۔ چندہ جمع کرنا۔ پایمرد۔ مددگار۔

واقعہ[1] آں وامِ اُو مشہور شُد
اُس کے قرض کا قصہ مشہور ہو گیا
پائمرد از دردِ اُو رنجور شُد
مددگار، اُس کے رنج سے متاثر ہوا

از پئے توزیع گردِ شہر گشت
چندہ جمع کرنے کے لیے شہر کے چاروں طرف گھوما
از طمع میگفت ہرجا سرگذشت
لالچ سے، ہر جگہ ماجرا بیان کرتا تھا

ہیچ ناورد ازرہِ کدیہ بدست
بھیک کے ذریعہ ہاتھ میں کچھ نہ آیا
غیرِ صد دینار آں کدیہ پرست
اُس بھکاری کے، سوائے سو دینار کے

پائمرد آمد بدو دستش گرفت
مددگار آیا اور اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا
شُد بگورِ آں کریمِ بس شگفت
اُس عجیب سخی کی قبر پر گیا

گفت[2] چوں توفیق یابد بندہَ
بولا، جب کسی بندے کو توفیق حاصل ہو
کو کند مہمانیِ فرخندہَ
کہ وہ کسی بابرکت کی مہمانداری کرے

مالِ خود ایثارِ راہِ اُو کُند
اُس کے راستہ میں اپنا مال صرف کرے
جانِ خود ایثارِ جاہِ اُو کند
اُس کی عزت میں اپنی جان خرچ کرے

شکرِ اُو شکرِ خدا باشد یقیں
اُس کا شکریہ ادا کرنا یقیناً خدا کا شکریہ ہے
چوں باحساں کرد توفیقش قریں
کیونکہ اُسی نے اُس کی توفیق کو احسان کا ساتھی بنایا

ترکِ شکرش ترکِ شکرِ حق بُود
اُس کا شکر نہ کرنا، اللہ کا شکر نہ کرنا ہے
حقِ اُو لا شک بحق ملحق شود
اُس کا حق اللہ تعالیٰ کے حق سے وابستہ ہو گیا

شکر میکُن مرخدا را در نِعم
نعمتوں کے بارے میں خدا کا شکر ادا کرتا رہ
نیز میکُن شکر و ذکرِ خواجہ ہم
نیز خواجہ کا ذکر اور شکر بھی کر

رحمتِ[3] مادر اگرچہ از خدا ست
ماں کی محبت اگرچہ خدا کی جانب سے ہے
خدمتِ اُو ہم فریضہ ست و سزا ست
اُس کی خدمت بھی فرض اور مناسب ہے

زیں سبب فرمودہَ حق صَلُّوْا عَلَيْهِ
اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اُن پر درود بھیجو
کہ محمدؐ بُود محتاجٌ اِلَيْهِ
کیونکہ محمدؐ کی جانب احتیاج ہے

در قیامت بندہ را گوید خدا
قیامت میں خدا بندہ کو کہے گا
ہیں چہ کردی آنچہ دادم مرترا
ہاں تو نے کیا کیا جو میں نے تجھے دیا تھا

گوید اے رب شکرِ تو کردم بجاں
وہ کہے گا اے خدا! میں نے دل و جان سے تیرا شکر کیا
چوں ز تو بُودِ اصلِ آں روزی و ناں
کیونکہ اُس روزی اور روٹی کی اصل تیری جانب سے تھی

---

1. واقعہ۔ اُس پردیسی سے قرض کا قصہ تبریز میں مشہور ہوا تو ایک شخص اُس کا ہمدرد بن گیا۔ توزیع۔ تقسیم یعنی اُس نے اُس کا قرض لوگوں پر بانٹ کر جمع کرنے کے لیے شہر کا گشت شروع کردیا، اس لالچ سے کہ لوگ رحم کھا کر اِس کو چندہ دے دیں اُن کا سارا قصہ بیان کرنا شروع کردیا۔ ہیچ۔ اُس مددگار کو سارے شہر سے صرف سو دینار چندے میں ملے۔ کدیہ پرست۔ بھکاری یعنی مددگار۔ پائمرد۔ اس قلیل مقدار سے مددگار کو مایوسی ہوئی تو وہ اس پردیسی کا ہاتھ پکڑ کر محتسب کی قبر کے پاس لے گیا۔
2. گفت۔ راستہ میں مددگار نے اُس سے کہا کہ اگر کسی کو کسی بابرکت مہمان کی مہمانداری کی توفیق میسر ہو۔ اور وہ اُس مہمان کا پورا اعزاز کرے تو ایسے میزبان کا شکریہ ادا کرنا خدا کا شکریہ ادا کرنا ہے چونکہ اللہ ہی نے اُس میزبان کو توفیق عطا کی ناشکری اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہوگی۔ شکری کن۔ چونکہ محتسب نے تجھ پر احسان کیے ہیں تو خدا کا شکر ادا کر اور محتسب کا بھی شکر گزار بن۔
3. رحمتِ مادر۔ ماں میں رحم کا مادہ اگرچہ خدا نے پیدا کیا ہے لیکن پھر بھی ماں کی خدمت فرض اور مناسب ہے۔ زیں سبب۔ چونکہ ہم آنحضورؐ کے محتاج ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ہمارے لیے واسطہ ہیں اس لیے ہمیں اُن کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اُن پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ در قیامت۔ خدا قیامت میں بندے سے کہے گا میں نے تجھے نعمتیں دی تھیں تو نے کیا کیا وہ کہے گا چونکہ اصل روزی دینے والا تو تھا میں نے تیرا شکریہ ادا کیا۔

گویدش¹ حق نے نکردی شکرِ من — چون نکردی شکرِ آں اکرام و فن
اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا تو نے میرا شکریہ ادا نہیں کیا — جبکہ تو نے اُس اکرام اور ہنر کا شکریہ نہ ادا کیا

بر کریمے کردۂ ظلم و ستم — نے ز دستِ اُو رسیدت نعمتم
تو نے سخی پر ظلم اور ستم کیا — کیا میری نعمتیں اُس کے ہاتھ سے تیرے پاس نہیں پہنچیں؟

چون بگورِ آں ولیِ نعمت رسید — گشت گریاں زار و آمد در نشید
جب وہ اُس انعام دینے والے کی قبر پر پہنچا — (زار، زار) رونے لگا اور پڑھنے لگا

گفت اے پُشت و پناہِ ہر نبیل — مُرتجا و غوثِ ابناء السبیل
بولا اے ہر شریف کی پشت و پناہ — مسافروں کی اُمید گاہ اور مدد!

اے² غمِ ارزاقِ ما بر خاطرت — اے چو رزقِ عام احسان و بِرّت
اے وہ کہ ہماری روزیوں کا تیری طبیعت پر بار تھا — اے وہ کہ تیرا احسان اور بھلائی عام رزق کی طرح تھا

اے فقیراں را عشیر و والدین — در خراج و خرج و در ایفائے دین
اے وہ کہ فقیروں کا خاندان اور ماں باپ تھا — آمدنی اور خرج میں اور قرض ادا کر دینے میں

اے چو بحر از بہرِ نزدیکاں گہر — دادہ تحفہ سُوی دُوراں از مطر
اے سمندر جیسے! نزدیکوں کے لیے موتی — دیئے، دُور والوں کو بارش کا تحفہ

پشتِ ما گرم از تُو بُود اے آفتاب — رونقِ ہر قصر و گنجِ ہر خراب
اے سورج! ہماری کمر تجھ سے گرم تھی — تو ہر قصر کی رونق اور ہر ویرانہ کا خزانہ تھا

اے در ابرویت ندیدہ کس گرہ — اے چو میکائیل³ راد و رزق دہ
اے وہ کہ تیری ابرو پر کسی نے شکن نہیں دیکھی — اے وہ کہ میکائیلؑ کی طرح سخی اور رزق دینے والا تھا

اے دلت پیوستہ با دریایِ غیب — اے بقافِ مکرمت عنقائے غیب
اے وہ کہ تیرا دل ہمیشہ غیب کے دریا سے وابستہ تھا — اے وہ کہ شرافت کے (کوہ) قاف میں غائب عنقا ہے

یاد ناوردہ کہ از مالم چہ رفت — سقفِ قصرِ ہمّت ہرگز نکفت
تو نے نہ سوچا کہ میرے مال میں سے کیا گیا — تیری ہمت کے قلعے کی چھت میں کبھی شگاف نہ ہوا

اے من و صد ہمچوں من در ماہ و سال — مر ترا چوں نسلِ تو گشتہ عیال
اے وہ کہ میں اور مجھ جیسے سیکڑوں (ہر) ماہ اور سال میں — تیرے لیے تیری نسل کی طرح اولاد بن گئے تھے

نقدِ ما و جنسِ ما و رختِ ما — نامِ ما و فخرِ ما و بختِ ما
ہماری نقدی اور ہماری جنس اور ہمارا سامان — ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا نصیبہ

---

¹ گویدش۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبکہ تو نے محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا تو گویا میرا بھی شکریہ ادا نہیں کیا۔ بر کریمے۔ جس سخی کے ہاتھ سے میں نے تجھے روٹی دلائی تھی تو نے اس کا شکریہ ادا نہ کرکے اُس پر ظلم و ستم کیا ہے، یہ سب باتیں مددگار نے اُس پردیسی سے کہیں تاکہ وہ اپنے محسن محتسب کا شکریہ دعائے مغفرت کی صورت میں ادا کرے۔ ولیِ نعمت۔ محسن یعنی محتسب۔ نشید۔ اشعار۔ نبیل۔ شریف۔ ابناء السبیل۔ مسافرین۔

² اے۔ قبر کے پاس پہنچ کر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگا کہ ہمیں رزق پہنچانے کا تجھے فکر لگا رہتا تھا اور تیرا احسان اور نیکی اسی طرح عام تھا جس طرح تیرا دسترخوان عوام کے لیے کھلا ہوا تھا۔ عشیر۔ خاندان۔ خراج۔ آمدنی۔ اے۔ سمندر ساحل پر موتی پھینکتا ہے اور دُور والوں کو بارش سے فیض پہنچاتا ہے۔ پشت۔ تو ہمارا پشت پناہ تھا۔ خراب۔ ویرانہ۔ اے در ابرویت۔ کبھی کسی کو دیکھ کر تیری پیشانی پر گرہ نہ پڑی تھی سب کو خوش آمدید کہتا تھا۔

³ میکائیل۔ حضرت میکائیلؑ مخلوق کو رزق پہنچانے پر مقرر ہیں۔ دریائے غیب۔ دریائے غیب کبھی منقطع نہیں ہو سکتا۔ عنقا۔ معزز پرندہ ہے۔ نکفت۔ از کفتن بمعنی شگافتن۔ من۔ میرا اور مجھ جیسے ہزاروں کا تو اولاد کی طرح خیال رکھتا تھا۔ نقدِ ما۔ پردیسی نے کہا ہماری تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھیں اور تو اُن کا واسطہ اور ذریعہ تھا اور تو ہم میں اور اللہ تعالیٰ میں رابطہ پیدا کر دیتا تھا۔

ایں ہمہ از حق بدُو تُو واسطہ ۔۔۔ درمیانِ ما و حق تُو رابطہ

یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھا اور تو واسطہ تھا ۔۔۔ ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تو رابطہ تھا

تونمُردی[1] ناز و بختِ ما بمُرد ۔۔۔ عیشِ ما و رزقِ مستوفا بمُرد

تو نہیں مرا، ہمارا ناز اور نصیبہ مر گیا ۔۔۔ ہمارا عیش اور ہمارا پورا رزق مر گیا

واحد کالف در رزم و کرم ۔۔۔ صد چو حاتم گاہِ ایثارِ نعم

(تو) ایک، ہزار کی طرح تھا، شجاعت اور سخاوت میں ۔۔۔ نعمتیں صرف کرنے کے وقت سو حاتم کی طرح تھا

حاتم ار مُردہ بمُردہ میدہد ۔۔۔ گِردگانہایِ شمردہ میدہد

حاتم اگر بے جان (چیز) بے جان کو دیتا تھا ۔۔۔ کنتی کے اخروٹ دیتا تھا

تو حیاتے میدہی در ہر نفس ۔۔۔ کز نفیسی می نگنجد در نفس

تو ہر سانس میں ایسی زندگی دیتا تھا ۔۔۔ کہ جو خوبی سے بیان میں نہیں سماتی ہے

تو حیاتے میدہی بس پائدار ۔۔۔ نقد زرِ بے کساد و بے شمار

تو بہت پائدار زندگی دیتا تھا ۔۔۔ کھرا نقد بغیر کھوٹ کے اور بے شمار

وارثے[2] نابُودہ یک خُویِ تُرا ۔۔۔ اے فلک سجدہ کُناں کویِ تُرا

تیری ایک عادت کا کوئی وارث نہ بنا ۔۔۔ اے وہ کہ تیرے کوچہ کو آسمان سجدہ کرتا ہے

خلق را از گرگِ غم لُطفت شُباں ۔۔۔ چوں کلیم اللہ شُبانِ مہرباں

مخلوق کے لیے غم کے بھیڑیے سے تیری مہربانی نگہبان تھی ۔۔۔ جیسے کہ کلیم اللہ مہربان محافظ

گریختن گوسفندے از موسیٰ علیہ السلام و شفقت و مہربانیِ موسیٰ علیہ السلام بروے

ایک بکری کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھاگنا اور اُس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مہربانی اور شفقت

گوسفندے از کلیم اللہ گریخت ۔۔۔ پایِ موسیٰؑ آبلہ شُد نعل[3] ریخت

ایک بکری (حضرت) کلیم اللہ سے بھاگ گئی ۔۔۔ (حضرت) موسیٰؑ کے پاؤں میں آبلہ ہو گیا اور تھک گئے

درپے اُو تا بشب در جستجو ۔۔۔ واں رِمہ غائب شُدہ از چشمِ اُو

اُس کے پیچھے رات تک تلاش میں رہے ۔۔۔ وہ گلہ اُن کی نگاہ سے غائب ہو گیا

گوسپند از ماندگی شُد سُست و ماند ۔۔۔ پس کلیم اللہ گرد ازوے فشاند

بکری تکان سے سُست ہو گئی اور رہ گئی ۔۔۔ تو کلیم اللہ نے اُس کی گرد جھاڑی

---

[1] تونمردی۔ آج صرف تو نہیں مرا بلکہ ہمارے سارے منافع مُردہ ہو گئے۔ واحد۔ تو ایک نہ تھا بلکہ رزم و بزم میں ہزار کے قائم مقام تھا اور انعام دیتے وقت سیکڑوں حاتموں کی طرح تھا۔ حاتم۔ حاتم صرف دنیاوی حقیر نعمتیں عطا کرتا تھا جو فانی تھیں۔ تو حیاتے۔ تیری عطا زندگی ہے اور پائدار ہے یعنی روحانی عطیات اور ظاہری عطیات بھی کھرے اور بے شمار ہیں۔

[2] وارثے۔ تیری ان فضیلتوں میں تیرا کوئی قائم مقام نہیں ہے۔ خلق۔ مخلوق کو رنج و غم سے تو ایسا ہی محفوظ رکھتا تھا جس طرح حضرت موسیٰ اپنی بکریوں کے محافظ اور مہربان تھے۔ گریختن۔ اب حضرت موسیٰ کے اس قصہ سے ان کی بکریوں کی حفاظت اور اُن پر شفقت کا بیان مقصود ہے۔

[3] نعل ریخت۔ نعل ریختن۔ گھوڑے کا دوڑنے سے عاجز آ جانا۔ واں رمہ۔ جس گلہ کی وہ بکری تھی اُس گلہ سے حضرت موسیٰ بہت دور ہو گئے۔ گوسپندے۔ بکری بھاگتے بھاگتے تھک کر گر گئی حضرت موسیٰ نے اُس کے پاس پہنچ کر اس کی گرد جھاڑی اور ماں کی طرح اس پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے لگے۔

کف ہمی مالید بر پُشت و سرش — می نوازش کرد ہمچو مادرش
اُس کی کمر اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے — ماں کی طرح اُس پر مہربانی کرتے تھے

نیم[1] ذرّہ تیرگی و خشم نے — غیرِ مہر و رحم و آبِ چشم نے
آدھا ذرّہ کدورت اور غصہ نہ تھا — سوائے مہربانی اور رحم اور آنسو کے (کچھ) نہ تھا

گفت گیرم برمنت رحمے نبُود — طبعِ تو برخود چرا اِستم نمُود
فرمایا، میں نے مانا، تجھے مجھ پر رحم نہ آیا — تیری طبیعت نے اپنے اوپر کیوں ظلم کیا؟

باملائک گفت یزداں آں زماں — کہ نبُوّت را ہمی زیبد فلاں
خدا تعالیٰ نے اُس وقت فرشتوں سے فرمایا — کہ فلاں نبوت کے لائق ہے

مصطفیٰؐ فرمود خود کہ ہر نبی — کرد چو پانیش برنا[2] یاصبی
خود (حضرت) مصطفیٰؐ نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے — جوانی یا بچپن میں بکریاں چرائی ہیں

بے شُبانی کردن و آں امتحاں — حق ندادش پیشوائیِ جہاں
چرواہا پن اور اُس آزمائش کے بغیر — حق (تعالیٰ) نے اُسکو دنیا کی پیشوائی نہیں دی

تا شُود پیدا وقار و صبرِ شاں — کرد شاں پیش از نبُوّت حق شُبا
تاکہ اُن کا وقار اور صبر ظاہر ہو جائے — اللہ (تعالیٰ) نے ان کو نبوت سے پہلے چرواہا بنایا ہے

گفت سائل ہم تُو نیز اَے پہلواں — گفت من ہم بُودہ ام دہرے شُباں
ایک سوال کرنے والے نے کہا آپ بھی اے سردار! — فرمایا میں بھی ایک زمانہ تک چرواہا رہا ہوں

ہر[3] امیرے کو شبانیِ بشر — آنچناں آرد کہ باشد موتمر
ہر حاکم جو انسانوں کا چرواہا پن — اِس طرح کرے جیسا کہ حکم ہوا ہے

حلمِ موسیٰؑ وار اندر رعیِ خود — اُو بجا آرد بتدبیر و خِرد
اپنے چرواہے پن میں (حضرت) موسیٰؑ کی بردباری کیطرح — وہ تدبیر اور عقل سے بجا لائے

لاجرم حقش دہد چوپانیے — بر فرازِ چرخ مہ رُوحانیے
لامحالہ (اللہ تعالیٰ) اس کو چوپانی عطا فرما دے گا — روحانی چاند کے آسمان کی بلندی پر

آنچنانکہ انبیا را زیں رُعا — برکشید و داد رعیِ اصفیا
جس طرح انبیا کو اِس چرواہے پن سے — بلند کر دیا اور برگزیدہ لوگوں کی چوپانی دے دی

خواجہ بارے تو دریں چوپانیت — کردی آنچہ کور گردد شانیت
اے خواجہ! البتہ تو نے اِسی چوپانی میں — وہ کیا جس سے تیرا دشمن اندھا ہو جائے

---

1. نیم۔ بکری کی اِس حرکت سے انھیں ذرہ برابر غصہ نہ آیا اور اس کی درماندگی پر آنسو بہانے لگے۔ گفت۔ اور فرمانے لگے کہ اگر تجھے میرے بھاگنے دوڑنے پر رحم نہ آیا تو نہ سہی تو نے اپنے اوپر بھی رحم نہ کیا۔ باملائک۔ حضرت موسیٰؑ کی یہ باتیں سن کر حضرت حق تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ موسیٰؑ جیسا بُردبار نبوت کے لائق ہے۔ مصطفیٰ۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔
2. برنا۔ نوجوان۔ بے شبانی۔ بکری چرانے والے میں بہت ہی حلم اور بردباری پیدا ہو جاتی ہے، بکری گلّہ سے اِدھر اُدھر بہت بھاگتی ہے اور اُس پر غصہ بھی نہیں اتارا جا سکتا معمولی چوٹ سے مر جاتی ہے۔ گفت۔ جب حضورؐ نے یہ فرمایا کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے بھی چرائی ہوں گی تو آپ نے فرمایا میں نے بھی مکہ والوں کی بکریاں چرائی ہیں۔
3. ہر امیرے۔ مولانا فرماتے ہیں جو حضرت موسیٰؑ کی طرح مخلوقِ خدا کی چوپانی کرے گا اور اپنی تدبیر اور عقل سے ان کی دیکھ بھال کریگا۔ لاجرم۔ اللہ تعالیٰ اُس کو لامحالہ چوپانی کا روحانی مقام عنایت فرما دیتا ہے۔ آنچناں۔ جس طرح انبیا کو اِسی چوپانی سے منصب نبوت حاصل ہوا ہے۔ خواجہ۔ یہ مسافر کا مقولہ ہے کہ اے محتسب تو نے چونکہ انسانوں کی چوپانی کی ہے۔ شانی۔ دشمن۔

دانم[1] آنجا در مُکافات ایزدت
میں جانتا ہوں کہ بدلہ میں اُس جگہ تجھے خدا
سروری جاودانہ بخشدت
ہمیشہ کی سرداری عنایت کر دے گا

بر اُمیدِ کفِ چوں دریایِ تُو
تیرے دریا جیسی ہتھیلی کی اُمید پر
بر وظیفہ دادن و ایفائے تُو
تیرے وظیفہ دینے اور (وعدے کا ایفا کرنے پر)

وام کردم نہ ہزار از زر گزاف
میں نے نو ہزار اشرفیاں بے احتیاطی سے قرض کر لیں
تو کجائی تا شود ایں دُرد صاف
تو کہاں ہے؟ تاکہ یہ تلچھٹ صاف ہو جائے

تو کُجائی تاکہ صد چنداں کرم
تو کہاں ہے؟ تاکہ سو گنا کرم
با منِ خستہ بجا آری نعم
ہاں، مجھ عاجز کے ساتھ بجا لائے

تو کُجائی تا دو صد لُطف و عطا
تو کہاں ہے؟ تاکہ دو سو مہربانیاں اور عطا
باغریبِ خستہ دل آری بجا
خستہ دل، پردیسی کے ساتھ بجا لائے

تو کُجائی تاکہ خنداں چوں چمن
تو کہاں ہے؟ تاکہ چمن کی طرح مسکراتا ہوا
گوئیم بِستاں دو صد چنداں زمن
تو مجھ سے کہے، مجھ سے دو سو گنا لے لے

تو کُجائی تا مرا خنداں کُنی
تو کہاں ہے؟ تاکہ مجھے ہنسا دے
لُطف و احساں چوں خداونداں[2] کُنی
آقاؤں کی طرح، مہربانی اور احسان کرے

تو کُجائی تا بری در مخزنم
تو کہاں ہے؟ تاکہ مجھے خزانے میں لے جائے
تا کُنی ازوام و فاقہ ایمنم
تاکہ مجھے قرض اور فاقہ سے مطمئن کر دے

من ہمی گویم بس و تو مُفضلم
میں کہوں بس، اور تو بڑا مہربان مجھ سے
گفتہ کایں ہم گیر از بہرِ دلم
کہے کہ یہ بھی میری خاطر لے لے

چوں ہمی گنجد جہانے زیرِ طیں
مٹی کے نیچے، ایک عالم کیسے سماتا ہے؟
چوں بگنجد آسمانے در زمیں
ایک آسمان، زمین کے نیچے کیسے سماتا ہے؟

حاش لِلّٰہ تو بروُنی زیں جہاں
حاش لِلّٰہ، تو اس دنیا کے باہر ہے
ہم بوقتِ زندگی ہم ایں زماں
زندگی کے وقت میں بھی، اس وقت بھی

در ہوائے غیب مُرغے می پرد.
غیب کی فضا میں ایک پرند اُڑ رہا ہے
سایۂ اُو بر زمیں می گسترد
اُس کا سایہ زمین پر بچھ رہا ہے

جسم سایۂ سایۂ سایۂ دلست[3]
جسم، دل کے سائے کے سائے کا سایہ ہے
جسم کے اندر خورِ پایہ دلست
جسم، دل کے رُتبہ کے لائق کب ہے؟

---

[1] دانم۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے تجھے بھی دائمی سرداری بخش دی ہے۔ برامید۔ اس پردیسی نے کہا میں نے تیری عطا کے بھروسے پر قرض لینے میں بے پروائی برتی اور نوہزار قرض کرلیا اب تو کہاں ہے کہ میرے مکدر عیش کو صاف کردے۔ تو کجائی۔ اب تو کہاں ہے کہ مجھے نعمتیں عطا کرے۔ تا دو صد۔ اب اس کی موت کی حسرت کے ساتھ اپنی مُردہ تمناؤں کا ذکر کرتا ہے۔ گوئیم۔ تو مجھ سے کہے کہ اپنے قرض سے دو سو گنا مجھ سے لے جا۔

[2] خداونداں۔ آقا لوگ۔ مخزن۔ خزانہ۔ من ہمی گویم۔ میں کہوں کہ یہ عطا میرے لیے کافی ہے اور تو کہے کہ میری خاطر اور لے لے۔ مفضل۔ بہت احسان کرنے والا۔ چوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تجھ جیسا آسمان زمین میں کیسے سما گیا۔ حاش۔ اب کہتا ہے یہ میری غلطی ہے کہ میں تجھے زیرِ زمین سمجھ رہا ہوں تو زندگی میں بھی ملاءِ اعلیٰ میں تھا اور اب بھی وہاں ہی ہے۔ در ہوا۔ تو دراصل روح تھا جو ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے اور جسم جو زمین پر ہے بمنزلہ اُس کے سایہ کے ہے۔

[3] دلست۔ جسم کو سایہ قرار دیا اب اس سایہ کی حقیقت بتاتے ہیں کہ قلب روح ہے اور روح کی دو قسمیں ہیں ایک روح سراجی جو روحِ اعظم ہے اور وہ تمام ارواح کا منبع ہے دوسری روح زجاجی جو ہر شخص میں جدا ہے اور اس کا تعلق ہر شخص سے روح حیوانی کے ذریعہ ہے تو جسم روح حیوانی سے استفادہ کرتا ہے اور وہ روح زجاجی کے تابع ہے اور روح زجاجی روح سراجی کے تابع ہے۔ تو جسم اس روح سراجی کے سایہ کے سایہ کا سایہ ہوا لہٰذا جسم کو وہ رُتبہ کہاں مل سکتا ہے جو روح کو حاصل ہے۔

مَردِ[1] خُفتہ رُوحِ اُو چوں آفتاب
انسان سویا ہوا ہے، اس کی رُوح سورج کی طرح ہے
در فلک تابان و تن در جامۂ خواب
آسمان میں چمکتی ہوئی اور جسم بستر میں ہے

جاں نہاں اندر خلا ہمچوں سجاف
رُوح، خلا میں گوٹ کی طرح مخفی ہے
تن تقلُّب می کُند زیرِ لحاف
جسم، لحاف کے نیچے کروٹیں بدل رہا ہے

رُوح چوں مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ مختفی ست
رُوح چونکہ میرے رب کے امر میں ہے، پوشیدہ ہے
ہر مثالے کہ بگویم منتفی ست
میں جو مثال بھی کہوں وہ جداگانہ ہے

اے عجب کُو لعلِ شکّر بارِ تُو
ہائے تعجب، وہ تیرا شکر برسانے والا لعل کہاں ہے؟
واں جواباتِ خوش و اسرارِ تُو
وہ تیرے بھلے جواب اور اسرار کہاں ہیں؟

اے عجب کُو آں عقیقِ قندخا
ہائے تعجب، وہ شکر چبانے والا عقیق کہاں ہے؟
آں کلید قُفلِ مُشکلہائے ما
وہ ہماری مشکلوں کی کنجی (کہاں ہے)؟

اے عجب کُو آں دمِ چوں ذُوالفقار
ہائے تعجب، وہ ذوالفقار جیسا کلام کہاں ہے؟
آنکہ کردے عقلہا را بیقرار
وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا

چند ہمچو فاختہ کاشانہ جُو
گھونسلہ ڈھونڈنے والی فاختہ کی طرح کب تک
گُو و گُو و گُو و گُو و گُو و گُو
کوکو اور کوکو اور کوکو

گُو ہمانجا[2] کہ صفاتِ رحمت ست
کہاں ہے؟ وہاں جہاں رحمت کی صفات ہیں
قدرت ست و نزہت ست و فِطنت ست
قدرت ہے اور پاکیزگی ہے اور سمجھ ہے

گُو ہمانجا کہ دل و اندیشہ اش
کہاں ہے؟ اُس جگہ ہے کہ دل اور اُس کا خیال
دائم آنجا بُد چو شیر و بیشہ اش
ہمیشہ وہاں تھا شیر اور اُس کی کچھار کی طرح

گُو، ہمانجا کہ اُمید مردوزن
کہاں ہے؟ وہاں ہے کہ جہاں مردوزن کی اُمید
میرود در وقتِ اندوہ و حزن
رنج اور غم کے وقت جاتی ہے

گُو، ہمانجا کہ بوقتِ علّتے
کہاں ہے؟ وہاں ہے کہ بیماری کے وقت
چشم پرّد بر اُمیدِ[3] صحّتے
صحت کی اُمید پر آنکھ اُٹھتی ہے

آں طرف کہ بہرِ دفعِ زشتیے
اُس طرف، کہ بُرائی کے دفعیہ کے لیے
باد جُوئی بہرِ کِشت و کشتیے
کھیتی اور کشتی کے لیے تو ہوا کو تلاش کرتا ہے

آں طرف کہ دل اِشارت میکُند
اُس جانب، کہ دل اشارہ کیا کرتا ہے
چوں زباں یَاہُو عبارت میکُند
جب زُباں "یا ھُو" کہتی ہے

1 مردخفتہ۔نیند کی حالت میں جسم، لحاف میں سویا ہوا ہوتا ہے اور رُوح عالمِ مجردات میں درخشاں ہے۔رُوح۔روح کو قرآن نے امرِ رب کہہ کر مخفی رکھا ہے تو وہ کسی مثال کے ذریعہ بھی نہیں سمجھائی جاسکتی۔اے عجب۔اب پھر محتسب کے فضائل کا ذکر ہے۔عقیقِ قندخا۔یعنی شیریں کلام ہونٹ۔کلید۔یعنی زبان۔ دَم۔یعنی کلام۔آنکہ۔اس قدر فصیح کلام تھا کہ عقلا اُس کی فصاحت و بلاغت سے حیران ہو جاتے تھے۔چند۔فاختہ کی کوکو بمعنی کجا کجا ہے یعنی فاختہ اپنے گھونسلے کی تلاش میں کہتی ہے کہ وہ کہاں ہے۔

2 گو۔تو کہتا ہے کہ محتسب کہاں ہے تو سن لے کہ وہ اُسی جگہ ہے جہاں حق تعالیٰ کی صفات ہیں یعنی اُس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے۔کہ دل۔یعنی محتسب اُس جگہ ہے جہاں اُس کا خیال اِسی طرح لگا رہتا تھا جیسا کہ شیر کا خیال اپنی کچھار پر، یعنی دربارِ خداوندی پر۔

3 اُمید۔یعنی دربارِ خداوندی۔آں طرف۔جس وقت ہوا کے رُک جانے سے کھیتی اور کشتی کو نقصان پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔دل اشارت۔جب ذکر کرنے والا یاہُو کا ذکر کرتا ہے تو قلب اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اُوؔ[1] مع اللّٰہست بے گوگو ہے
وہ بغیر کوکو کے اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ ہے

کاش جولاہانہ "ماکو" گفتمے
کاش ہم جولاہوں کی طرح "ماکو" کہتے

عقلِ ماگو تا ببیند غرب و شرق
ہماری عقل کہاں ہے تا کہ غرب اور شرق کو دیکھے

رُوحہا را می زند صد گونہ برق
سیکڑوں قسم کی روشنیاں روحوں پر پڑ رہی ہیں

جزر و مدّش بُد بہ بحرے در زبد
جھاگ میں رہتے ہوئے اس کے لیے گھٹاؤ بڑھاؤ تھا

منتہی شُد جزر و باقی ماند مد
گھٹاؤ ختم ہوگیا، بڑھاؤ باقی رہ گیا

نہؔ[2] ہزارم وام و من بیدست رس
میرے اُوپر نو ہزار قرض اور میں بے دسترس ہوں

ہست صد دینار ازیں توزیع و بس
اِس چندے سے سو دینار ہیں اور بس

حق کشیدت، ماندہ ام در کشمکش
اللہ (تعالیٰ) نے تجھے کھینچ لیا، میں کشمکش میں رہ گیا

میروم نومید اے خاکِ تو خوش
اے پاک تربت! (تیرے مزار سے) میں مایوس، جاتا ہوں

ہمتے میدار در پُر حسرتت
کچھ توجہ ڈال، اپنے حسرت بھرے پر

اے ہمایوں رُوی و دَست و ہمت
اے کہ تیرا چہرہ اور ہاتھ اور توجہ مبارک ہے

آمدم بر چشمۂ اصلِ عیوں
میں چشموں کی جڑ، چشمہ پر آیا

یافتم درو ے بجایِ آب خوں
میں نے اُس میں، پانی کی جگہ خون پایا

چرخ آں چرخ ست وتاب آں تاب نیست
آسمان وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں ہے

جُوی آں جُویست آب آں آب نیست
نہر وہی نہر ہے، پانی وہ پانی نہیں ہے

محسناںؔ[3] ہستند گو آں مستطاب
احسان کرنے والے ہیں؟ وہ پاکیزہ کہاں ہے؟

اختراں ہستند گو آں آفتاب
ستارے ہیں وہ سورج کہاں ہے؟

تو شُدی سُوی خدا اے محترم
اے محترم! تو خدا کے پاس چلا گیا

پس بسُوئے حق روم من نیز ہم
تو میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں

مجمع و پایۂ عَلَمْ مَا وَی اَلْقُرُوْن
جمع ہونے کی جگہ اور جھنڈے کا سایہ اور زمانوں کا ملجا

ہست حق کُلٌّ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن
اللہ (تعالیٰ) ہے، ہر چیز ہمارے پاس حاضر ہے

نقشہا گر بے خبر گر با خبر
نقش خواہ بے خبر ہوں یا باخبر

در کفِ نقّاش باشد مختصر
نقّاش کے ہاتھ میں حاضر ہوتے ہیں

---

[1] اُو۔ اُس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے اور بغیر گو کے ہے۔ یعنی اُس کے متعلق "کجا" نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ مقام لامکانی ہے۔ کاش۔ ہمیں "آن کجا" کے بجائے "تا کجا" کہنا چاہیے کیوں کہ ہم مکانی ہیں۔ ماکو۔ اس کے دو معنی ہیں ایک یہ "ہم کہاں ہیں" دوسرے جولاہوں کی نالی جس میں وہ لپٹا ہوا دھاگا رکھ کر تانے میں بانا بنتے ہیں۔ عقل۔ اگر ہمیں عقل ہوتو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ مشرق و مغرب میں اہل اللہ کی روحوں میں سیکڑوں قسم کی تجلیاں وارد ہو رہی ہیں۔ جزر۔ اہل اللہ کی رُوح کو وفات کے بعد تو معیتِ حق حاصل ہو ہی جاتی ہے زندگی میں جبکہ روح جسم کے جھاگ میں تھی اُس میں قربِ الٰہی کے اعتبار سے گھٹاؤ بڑھاؤ تھا جب وفات ہو جاتی ہے تو گھٹاؤ ختم ہو جاتا ہے اور بڑھاؤ ہی رہتا ہے۔

[2] نہ ہزار۔ اس مقروض نے کہا مجھ پر نو ہزار قرض ہے جو میری دسترس سے باہر ہے اس لیے کہ اس چندہ میں بھی سو دینار ملے ہیں۔ حق کشیدت۔ اللہ نے تجھے عالم بالا کی جانب کھینچ لیا میں اب کشمکش میں ہوں اور واپس جا رہا ہوں۔ ہمتے۔ اب کچھ روحانی توجہ ڈال دے۔ بجائے آب۔ اشرفیاں تو نہ ملیں رنج و غم حاصل ہوا۔ چرخ۔ آسمان و زمین وہی ہے لیکن تیرے مرنے سے اب اس میں رونق اور سخاوت نہیں ہے۔

[3] محسناں۔ دنیا میں احسان کرنے والے ہیں لیکن تجھ سا کہاں ہے تو سورج تھا دوسرے ستارے ہیں۔ تو شدی۔ تو خدا کے پاس پہنچ گیا اب میں بھی پہنچتا ہوں۔ مجمع۔ "کُلٌّ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن" "سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہیں"۔ سب کو خدا کی طرف لوٹنا ہے۔ پای علم۔ لشکر کے لوگ، جھنڈے کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ نقشہا۔ مر کر تو سب خدا کی طرف لوٹیں گے زندگی میں بھی سب اُس ہی کے تصرّف میں ہیں۔

دمبدم[1] در صفحۂ اندیشہ شاں — ثبت و محوے میکند آں بے نشاں
ہر وقت اُن کے فکر کے صفحہ پر — وہ بے نشان قایم اور محو کرتا ہے

خشم می آرد رضا را میبرد — بخل می آرد سخارا میبرد
غصہ کو لاتا ہے، رضامندی کو لے جاتا ہے — بُخل لاتا ہے، سخاوت کو لے جاتا ہے

گہہ برد حِقد و صفا آرد ہمی — بدرود عجز و عطا کارد ہمی
کبھی کینہ کو لے جاتا ہے اور خلوص کو لاتا ہے — عجز کو کاٹتا ہے، بخشش کو بوتا ہے

نیم لحظہ مُدرکاتم شام و غدو — ہیچ خالی نیست زیں اثبات و محو
میری احساس کرنیوالی قوتیں شام اور صبح آدھے لحظہ کیلئے — کبھی اِس اثبات اور محو سے خالی نہیں ہیں

کوزہ گر با کوزہ باشد کار ساز — کوزہ از خود کے شود پہن و دراز
کمہار، کوزہ بناتا ہے — کوزہ ازخود کب چوڑا اور لمبا ہوتا ہے؟

چوب در دستِ درو گر معتکِف — ورنہ چوں گردد بُریدہ موتلِف
لکڑی بڑھئی کے ہاتھ میں قائم ہوتی ہے — ورنہ منقطع، اور، مرکب کب بنے؟

جامہ[2] اندر دستِ خیّاطے بُود — ورنہ از خود چوں بدوزد یا درد
کپڑا درزی کے ہاتھ میں ہوتا ہے — ورنہ از خود کب سِلتا یا پھٹتا ہے؟

مشک با سقا بُود اے منتہی — ورنہ ازخود چوں شود پُر یا تہی
اے منتہی! مشک سقے کے ساتھ ہوتی ہے — ورنہ ازخود کب پُر یا خالی ہوتی ہے؟

ہر دمے پُر می شوی تی می شوی — پس بداں کہ در کفِ صُنع وئی
تو ہر وقت پُر ہوتا ہے، خالی ہوتا ہے — تو جان لے کہ تو اس کی کاریگری کے ہاتھ میں ہے

چشم بند از چشم دوزے کے رود — صُنع از صانع چساں شیدا شود
بند آنکھ، آنکھ پیدا کرنے والے سے کہاں جا سکتی ہے — مصنوع، صانع سے کب آوارہ ہو سکتا ہے؟

چشم[3] داری تو بچشمِ خود نگر — منگر از چشمِ سفینۂ بے خبر
تو آنکھ رکھتا ہے، اپنی آنکھ سے دیکھ لے — بیوقوف، بے خبر کی آنکھ سے نہ دیکھ

گوش داری تو بگوشِ خود شنو — گوش گولاں را چرا باشی گرو
تو کان رکھتا ہے، اپنے کان سے سُن — تو احمقوں کے کان کا کیوں پابند ہوتا ہے؟

بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن — ہم برائے عقلِ خود اندیشہ کن
بغیر تقلید کے نظر کرنے کا پیشہ بنا لے — اپنی عقل کی رائے سے بھی سوچ

---

[1] دمبدم۔ اُس کا تصرف ہے کہ انسان کے دل میں ہر وقت خیالات آتے جاتے ہیں۔ خشم۔ کسی وقت وہ انسان میں غصہ پیدا فرماتا ہے کبھی خوشی، کبھی بخل پیدا کرتا ہے کبھی سخاوت، یہ سب اُس کا تصرف ہے۔ گہہ۔ کینہ اور خلوص کم ہمتی اور عطا کی ہمت سب اُس کے تصرفات ہیں۔ نیم لحظہ۔ کسی وقت بھی انسان اس کے تصرف سے باہر نہیں ہے۔ کوزہ۔ مصنوع، صانع کے تصرف میں ہے۔ چوب۔ لکڑی بڑھئی کے تصرف میں ہے۔

[2] جامہ۔ کپڑا درزی کے تصرف میں ہے، وہ خود نہ سلتا ہے نہ پھٹتا ہے۔ مشک۔ مشک پر سقے کا تصرف ہے۔ ہردمے۔ انسان بھی کبھی خیالات سے پُر اور کبھی خالی ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ صانع کے تصرف میں ہے۔ تی۔ مخفف تہی یعنی خالی۔

[3] چشم داری۔ صانع کی صنعت کو تو خود اپنی چشمِ بصیرت سے دیکھ اس آنکھ سے نہ دیکھ جس کے پاس نہ دلائلِ عقلیہ ہوں نہ دلائلِ نقلیہ۔ گوش داری۔ تجھے خدا نے کان دیئے ہیں تو اُن سے سُن دوسروں کی سُنی سنائی بات پر بھروسہ نہ کر۔ بے ز تقلید۔ اور تحقیقی نظر ڈال تقلیدی نظر کافی نہیں ہے۔

بشنو[1] از من یک حکایت در نظیر		تا شوی از سِرِّ گفتِ من خبیر
مثال میں مجھ سے ایک قصہ سن لے		تاکہ تو میری بات کے راز سے واقف ہو جائے

دیدنِ خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ در سیران در موکبِ خود اسپے
خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفر میں اپنے جلوس میں ایک نادر گھوڑے
بس نادر و تعلقِ دلِ شاہ بخوبی و حُسن و چستیِ آں اسپ و
کو دیکھنا اور شاہ کے دل کا اُس گھوڑے کی چستی اور حسن اور خوبی سے تعلق اور
سَرد کردنِ عمادُ الملک آں اَسپ را در دلِ شاہ و گزیدنِ
عمادُ الملک کا، شاہ کے دل میں اُس گھوڑے کو بے وقعت کر دینا اور
شاہ گفتِ اُو را بر دیدۂ خویش چنانکہ حکیم سنائی
شاہ کا اُس کی بات کو اپنے مشاہدہ پر اختیار کر لینا، جیسا کہ حکیم سنائی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دَر الٰہی[2] نامہ می فرماید
رحمۃ اللہ علیہ الٰہی نامہ میں فرماتے ہیں

چوں زبانِ حسد شود نخّاس		یوسفے یابی از گزِ کرباس
جب حسد کی زباں بردہ فروش ہو		ایک گز کپڑے کے عوض تو یوسف کو حاصل کر لے گا

از دلالیِ برادرانِ[3] یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام حسودانہ
یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کی حاسدانہ دلالی کی وجہ سے
دردلِ مُشتریاں آں چنداں حُسن[1] پوشیدہ شُدہ، زشت
خریداروں کے دل میں اس قدر زیادہ حُسن چھپ کر برا
نمودن گرفت وَكَانُوا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ
نظر آنے لگا اور وہ ان میں بے رغبت تھے

بُود امیرے را یکے اسپ گزیں		در گلۂ سلطاں نبُودش یک قریں
ایک سردار کا ایک منتخب گھوڑا تھا		بادشاہ کے گلہ میں اُس کے جوڑ کا کوئی نہ تھا
اُو سوارہ گشت در موکب پگاہ		ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ
وہ صبح کو جلوس میں سوار ہوا		خوارزم شاہ نے اچانک گھوڑا دیکھ لیا
چشمِ شہ را فرّ و رنگِ اُو ربود		تا برجعت چشمِ شہ بر اَسپ بُود
شاہ کی نظر کو اس کی شان اور رنگت نے اُچک لیا		شاہ کی نظر واپسی تک گھوڑے پر تھی

1. بشنو۔ اب تو ایک قصہ سُن لے تاکہ تحقیق اور تقلید کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لے۔ دیدن۔ خوارزم شاہ نے گھوڑے کو تقلیدی نظر سے دیکھا فوراً عماد الملک کے کہنے سے اُس کا خیال بدل گیا اگر تحقیق کی نظر سے کام لیتا تو گھوڑے سے محروم نہ رہتا۔ حکیم سنائی۔ مشہور صوفی شاعر ہیں۔
2. الٰہی نامہ۔ حکیم سنائی کی مشہور کتاب ہے۔ چوں۔ یہ شعر الٰہی نامہ کا ہے، اگر بردہ فروش دلال کی زبان حاسد ہو تو غلام بے وقعت ہو جاتا ہے اور معمولی قیمت میں فروخت ہو جاتا ہے حضرت یوسف جیسے غلام کی قیمت بھی ایک گز کپڑا رہ جاتی ہے۔
3. برادراں۔ حضرت یوسف کے بھائی چونکہ حاسد تھے اس لیے خریدار ان کے خریدنے کے زیادہ شائق نہ بنے۔ بُود۔ ایک سردار کا اس قدر منتخب گھوڑا تھا کہ اُس جیسا گھوڑا بادشاہ کے پاس بھی نہ تھا۔ موکب۔ شاہی جلوس۔ چشم۔ بادشاہ اُس کو واپسی تک ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔

بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر ہر یکش خوشتر نمودے زاں دگر

وہ اُس کے جس عضو پر نظر ڈالتا ہر ایک دوسرے سے زیادہ اچھا نظر آتا

غیر[1] چستی و کشی و روحت حق بُرو افگندہ بُد نادر صفت

چستی اور خوبی اور سبک روی کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اُس میں نادر صفتیں رکھی تھیں

پس تجسس کرد عقلِ بادشاہ کایں چہ باشد کو زند بر عقل راہ

پھر بادشاہ کی عقل نے ٹٹول کی کہ یہ کیا چیز ہے؟ جو عقل کا راستہ روکتی ہے

چشمِ من پُرست و سیر ست و غنی از دو صد خورشید دارد روشنی

میری آنکھ پُر اور سیر اور بے نیاز ہے دو سو سورجوں کی روشنی رکھتی ہے

اے رُخِ شاہاں بَرِمن بیذقے نیم اسپم در رُباید بے حقے

اے (مخاطب)! شاہوں کا رُخ میرے لیے پیادہ ہے مجھے آدھا (معمولی) گھوڑا خواہ مخواہ فریفتہ کرتا ہے

جادوئی[2] کردست جادو آفریں جذبہ باشد آں نہ خاصیاتِ ایں

جادو پیدا کرنے والے نے، جادو کیا ہے وہ کشش اُس کی ہے، نہ اِس کی خصوصیتیں

فاتحہ خواند و بسے لاحول کرد فاتحہ اش در سینہ می افزود دَرد

اُس نے فاتحہ اور بہت لاحول پڑھی فاتحہ اُس کے سینے میں درد بڑھاتی تھی

زانکہ اُو را فاتحہ خود می کشید فاتحہ در جر و دفع آمد وحید

کیونکہ اُس کو فاتحہ خود کھینچ رہی تھی فاتحہ کشش اور دفعیہ میں یکتا ہے

گر نماید غیرہم تمویہ اُوست ور رود غیر از نظر تنبیہ اُوست

اگر وہ غیر کو دکھاتا ہے، تو وہ اُس کا ملمع کرتا ہے اور اگر غیر، نظر سے گرے تو اُس کی تنبیہ ہے

پس[3] یقیں گشتش کہ جذبہ آں سریست کارِ حق ہر لحظہ نادر آوریست

تو اُس کو یقین ہو گیا کہ اُس جانب کی کشش ہے اللہ (تعالیٰ) کا کام ہر وقت نادر کو پیدا کرنا ہے

اسپ سنگیں، گاوِ سنگیں ز ابتلا می شود مسجود از مکرِ خدا

پتھر کا گھوڑا، پتھر کا بیل، ابتلا کی وجہ سے خدا کی تدبیر سے مسجود بن جاتا ہے

پیشِ کافر. نیست بُت را ثانیے نیست بُت را فرّ و نے رُوحانیے

کافر کے سامنے بُت کا کوئی ثانی نہیں ہے نہ بُت میں شان ہے اور نہ روحانیت ہے

---

[1] غیر۔ گھوڑے میں چستی اور خوبی اور سبک روی کے علاوہ اور بھی صفات تھیں۔ روحت۔ اِس لغت کا سبکروی ترجمہ ہم نے دوسروں کی پیروی میں کیا ہے، اصل لغت سے اس کے کوئی معنی واضح نہیں ہوئے۔ پس۔ شاہ کو حیرانی ہوئی کہ یہ گھوڑا کیسا ہے کہ اُس نے دیوانہ بنا دیا ہے۔ چشمِ من۔ میں سیر چشم ہوں اور بے نیاز ہوں میری آنکھ میں دو سو سورجوں کی روشنی ہے۔ رُخ۔ شطرنج کا معزز مہرہ ہے۔ بیذق۔ پیادہ شطرنج کا معمولی مہرہ ہے۔ نیم اسپم۔ لیکن اِن باتوں کے باوجود ایک گھوڑے نے میری عقل کو حیران کر دیا ہے۔

[2] جادو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی سحر کاری ہے اور اُس کی یہ کشش ہے، گھوڑے کی عمدگی کی یہ کشش نہیں ہے۔ فاتحہ۔ گھوڑے کے خیال کو دور کرنے کے لیے اُس نے سورۂ فاتحہ اور لاحول پڑھنی شروع کی لیکن فاتحہ نے بھی اُس کے درد میں اور اضافہ کر دیا۔ زانکہ۔ اُس کے درد میں اس لیے اضافہ ہوا کہ یہ کشش فاتحہ والے کی تھی اور وہ کشش میں یکتا ہے۔ فاتحہ۔ یعنی فاتحہ کا رب، اللہ تعالیٰ۔ گر نماید۔ اگر اللہ تعالیٰ غیر کو حسین کر کے دکھا دیتا ہے تو یہ اس کا ملمع کرنا ہے اور اگر غیر کو وہ برا کر کے دکھا دیتا ہے تو یہ اس کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے۔

[3] پس۔ تو اب شاہ کو یقین ہو گیا کہ گھوڑے کی جانب یہ کشش منجانب اللہ ہے۔ اسپ سنگین۔ اللہ تعالیٰ جب کسی اپنے غیر کو حسین بناتا ہے تو اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ انسان گھوڑے اور بیل کے بُت کو پوجنے لگتا ہے۔ ثانیے۔ وہ کافر اُس بت کو عدیم المثال سمجھنے لگتا ہے حالانکہ نہ وہ جاندار ہے نہ اس میں کوئی شان و شوکت ہے۔

چیست[1] آں جاذب نہاں اندر نہاں ———— در جہاں تابندہ از دیگر جہاں
مخفی در مخفی وہ کھینچنے والا کیا ہے؟ ———— دُنیا میں دوسرے جہاں سے چمکنے والا

عقل محجوب ست و جاں ہم زیں کمیں ———— من نمی بینم تو می تانی ببیں
اس مخفی سے عقل بھی پردے میں ہے اور جان بھی ———— میں نہیں دیکھتا ہوں، اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ لے

چونکہ خوارزم شہ ز سیراں باز گشت ———— با خواصِ مُلکِ خود ہمراز گشت
جب خوارزم شاہ، سیر سے لوٹا ———— اپنے ملک کے خواص سے ہمراز ہوا

پس بسرہنگاں بفرمود آں زماں ———— تا بیارند اسپ رازاں خانداں
پھر اُسی وقت سپاہیوں کو حکم دیا ———— کہ اس خاندان سے گھوڑا لے آئیں

ہمچو[2] آتش در رسیدند آں گروہ ———— ہمچو پشّے گشت امیرِ ہمچو کوہ
وہ لوگ آگ کی طرح پہنچ گئے ———— پہاڑ جیسا سردار، اُون جیسا ہو گیا

جانش از درد و غبیں تا لب رسید ———— جُز عمادُالملک زنہارے ندید
اُس کی جان درد اور ٹوٹے سے ہونٹ تک آ گئی ———— اُس نے عمادالملک کے سوا پناہ نہ دیکھی

کہ عمادُالملک بُد پایۂ علَم ———— بہرِ ہر مظلوم و ہر مغبونِ غم
کیونکہ عمادُالملک جھنڈے کا پایہ تھا ———— ہر مظلوم اور ہر غم کے مارے کا

محترم تر خود نہ بُد زُو سرورے ———— پیشِ سُلطاں بُود چوں پیغمبرے
کوئی سردار اُس سے زیادہ محترم نہ تھا ———— وہ سلطان کے نزدیک پیغمبر جیسا تھا

بے طمع . بُود و اصیل[3] و پارسا ———— رائض و شب خیز و حاتم در سخا
بے طمع اور اصیل اور نیک تھا ———— ریاضت کرنے والا اور شب بیدار اور سخاوت میں حاتم تھا

بس ہمایوں رائے و باتدبیر و داد ———— آزمُودہ رائے اُو در ہر مُراد
بہت مبارک رائے اور مدبر اور منصف ———— وہ ہر مقصد میں آزمودہ رائے تھا

ہم ببذلِ جاں سخی و ہم بمال ———— طالبِ خورشید غیب اُو چوں ہلال
جان کے خرچ میں بھی سخی اور مال میں بھی ———— وہ ابتدائی راتوں کے چاند کیطرح غیب کے سورج کا طالب تھا

دَر امیری اُو غریب و محتبس ———— در صفاتِ فقر و خُلت ملتبس
وہ امارت میں غریب اور پابند تھا ———— فقر اور خُلت کے صفات سے وابستہ تھا

بُود ہر محتاج را ہمچوں پدر ———— پیشِ سُلطاں شافع و دفعِ ضرر
وہ ہر محتاج کے لیے باپ جیسا تھا ———— وہ بادشاہ کے سامنے سفارشی اور ضرر کو دفع کرنے والا تھا

---

1. چیست۔ یہ انسان کے لیے کشش والی کیا چیز ہے جو مخفی در مخفی ہے، اور عالمِ غیب سے اس عالم میں آ کر انسان کو متاثر کرتی ہے۔ عقل۔ اس کو نہ عقل سمجھ سکتی ہے نہ روح، وہ قدر کا راز ہے جس میں بحث کرنا بھی ممنوع ہے۔ چونکہ۔ اب پھر اصل قصہ شروع کیا ہے کہ جب خوارزم شاہ واپس آیا تو اُس نے اپنے خواص سے مشورہ کیا۔ پس۔ پھر سپاہیوں کو روانہ کر دیا کہ وہ اُس سردار کا گھوڑا جبراً لے آئیں۔

2. ہمچو۔ وہ سردار بھی تھا لیکن سپاہیوں کے بالمقابل اس کی کچھ نہ چلی۔ جانش۔ وہ سردار اُس گھوڑے کے صدمہ سے جان بلب ہو گیا اور سوچا کہ اس مصیبت کو صرف عماد الملک ٹال سکتا ہے۔ پائے علَم۔ جھنڈے کا پایہ یعنی لوگوں کا مرجع۔ مغبوں۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ محترم۔ خوارزم شاہ عمادُالملک کی بہت عزت کرتا تھا اور اس کے کہنے کو نبی کے فرمان جیسا سمجھتا تھا۔

3. اصیل۔ شریف النسب۔ رائض۔ ریاضت کرنے والا۔ آزمودہ۔ یعنی تجربہ کار تھا۔ ہم۔ جان و مال خرچ کرنے میں سخی تھا۔ طالب۔ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح کسب فیض کرتا تھا جس طرح ہلال سورج سے کرتا ہے۔ در امیری۔ امیر تھا لیکن اپنے آپ کو غریبوں میں شمار کرتا تھا اور اُنکا پابند تھا۔ خُلت۔ یعنی خدا کیساتھ دوستی۔ دفع۔ دافع۔

مَر بداں[1] راستر چوں حلمِ خُدا — خُلقِ اُو برعکسِ خَلقاں و جدا

اللہ (تعالیٰ) کی بادباری کی طرح بُروں کے لیے پردہ تھا — اُس کے اخلاق لوگوں کے برعکس اور جُدا تھے

بارہا میشُد بسُوئے کوہ فرد — شاہ با صد لابہ اُو را منع کرد

بارہا، پہاڑ کی جانب اکیلا چلا جاتا تھا — بادشاہ نے سو خوشامدوں سے اُسے منع کیا تھا

ہردَم ارصد جُرم را شافع شُدے — چشمِ سُلطاں را ازُو شرم آمدے

ہر وقت اگر سو جرموں کا سفارشی بنتا — بادشاہ کی آنکھ کو اُس سے شرم آتی

رَفت اُو پیشِ عمادُالملک راد — سَر برہنہ کرد و برخاک اُوفتاد

وہ، جوانمرد عمادُالملک کے سامنے گیا — سَر ننگا کیا اور خاک پر گر گیا

کہ[2] حرم با ہر چہ دارم گو بگیر — تا بگیرد حاصِلم را ہر مُغیر

کہدے، کہ لونڈی مع ہر چیز کے جو میرے پاس ہو لے لے — حتیٰ کہ ہر لوٹنے والا میرے ماحصل کو لے لے

آں یکے اسپ ست جانم رہنِ اُو ست — گر برد مُردم یقیں اے خیر دوست

وہ ایک گھوڑا ہے، میری جاں اُس میں گروی ہے — اے بھلے دوست! اگر وہ لے لے گا میں یقیناً مر جاؤں گا

گر بَرد ایں اِسپ را از دستِ من — مَن یقیں دانم نخواہم زیستن

اگر وہ میرے ہاتھ سے اِس گھوڑے کو لے جائے گا — میں یقین سے جانتا ہوں، میں نہ جی سکوں گا

چوں خدا پیوستگی اَم دادہ است — برسَرم مال اے مسیحا زُود دست

چونکہ خدا نے (اُس سے) مجھے دل چسپی دی ہے — اے مسیحا! جلد میرے سر پر ہاتھ پھیر دے

اززن[3] و زَر و عقارم صبر ہست — ایں تکلُّف نیست بے تزویریست

زن اور زر اور جائداد سے مجھے صبر (حاصل) ہے — یہ بناوٹ نہیں ہے سچائی ہے

اندریں گر، می نداری باورم — اِمتحاں کُن اِمتحاں گُفت و فرم

اگر اِس بارے میں تجھے میرا یقین نہیں ہے — میرے قول اور وعدے کا امتحان لے لے امتحان

آں عمادُالملک گریاں چشم مال — پیشِ سُلطاں درروید آشُفتہ حال

عمادُالملک روتا ہوا، آنکھیں ملتا ہوا — پریشان حال، بادشاہ کے پاس دوڑ گیا

لب بہ بست و پیشِ سُلطاں ایستاد — راز گویاں باخدا ربُّ العباد

ہونٹ بند کر لیے اور بادشاہ کے پاس کھڑا ہو گیا — ربُّ العباد، خدا سے راز کہتا ہوا

ایستادہ رازِ سُلطاں می شُنید — و اندراں اندیشہ اَش ایں می تنید

وہ کھڑا ہوا بادشاہ کا راز سُن رہا تھا — اُس دوران میں اُس کا خیال یہ بنا رہا تھا

---

[1] مَر بداں را۔ بُروں کی بُرائی کو اللہ تعالیٰ کی بُردباری کی طرح چھپاتا تھا۔ بارہا۔ اس قدر بہادر تھا کہ اکیلا پہاڑوں کی طرف چلا جاتا تھا جہاں قاتل ڈاکو اور درندے بکثرت ہوتے ہیں۔ ہردم۔ اگر وہ ایک دوقت میں سو سفارشیں بھی کرتا تو شاہ اُس کی بات ٹالنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔ رفت۔ وہ سردار جس کا گھوڑا چھنا تھا عمادالملک کے دربار میں ننگے سر زمین پر جا گرا۔

[2] کہ۔ عمادُالملک سے عرض کیا کہ بادشاہ سے کہدیجیے کہ میری محبوبہ لونڈی اور سارا مال وزر لے لے اور لوٹنے والوں کو لوٹ کا حکم دے دے۔ آں یکے۔ بس میرا گھوڑا چھوڑ دے کیوں کہ میری جان اُس میں اٹکی ہے اُس کے بغیر میں زندہ نہ رہ سکوں گا۔ چوں خدا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اُس کی محبت پیدا کردی ہے اگر وہ میرے پاس سے چلا گیا تو میں مر جاؤں گا لہذا آپ مسیحائی دکھایئے۔

[3] اززن۔ اگر بادشاہ گھر بار نقد و جائیداد لے لیگا تو میں صبر کرلوں گا۔ تزویری۔ سچائی۔ فر۔ شان وشوکت، یہاں دعویٰ مُراد ہے۔ چشم مال۔ آنکھیں ملتے ہوئے۔ راز گویاں۔ عمادُالملک بادشاہ کے دربار میں کھڑا ہوا اور خدا سے راز کی باتیں کررہا تھا جنکا ذکر آئیندہ اشعار میں ہے۔ راز سلطان۔ بادشاہ کی باتوں سے اُسکے دلی خیال معلوم کر رہا تھا۔

کاے[1] خدا گر آں جواں کژ رفت راہ
کہ اے خدا! اگر وہ جوان ٹیڑھا راستہ چلا ہے
کہ نشاید ساختن جز تو پناہ
کیونکہ تیرے سوا کسی کو پناہ نہ بنانا چاہیے

تو از آنِ خود بکن بر وَے مگیر
تو اپنے شایانِ شان کر، اُس کی گرفت نہ کر
گرچہ اُو خواہد خلاص از ہر اَسیر
اگرچہ وہ ہر قیدی سے اپنی خلاصی چاہے

زانکہ محتاج اند ایں خلقاں ہمہ
کیونکہ سب مخلوق محتاج ہے
از گدائے گیر تا سُلطاں ہمہ
سب، فقیر سے لے کر بادشاہ تک

باحضورِ[2] آفتابِ باکمال
مکمّل سورج کے ہوتے ہوئے
رہنمائی جستن از شمع و ذُبال
بتّی اور شمع سے رہنمائی حاصل کرنا

باحضورِ آفتابِ خوش مساغ
خوش رفتار سورج کے ہوتے ہوئے
رہنمائی جُستن از شمع و چراغ
شمع اور چراغ سے رہنمائی ڈھونڈنا

بیگماں ترکِ اَدب باشد زما
بے شک ہمارا ترکِ ادب ہے
کفرِ نعمت باشد و فعلِ ہوا
نعمت کا کفر اور خواہشِ نفس کا کام ہے

لیک اَغلب ہوشہا در اِفتکار
لیکن سوچنے میں اکثر عقلیں
ہمچو خُفّاش اند ظلمت دوستدار
چمگادڑ کی طرح اندھیرے کو پسند کرنے والی ہیں

در شب از خُفّاش کِرمے می خورد
چمگادڑ، رات میں اگر کوئی کیڑا کھاتی ہے
کِرم را خورشید جاں می پَرورد
کیڑے کی جان کو سورج پالتا ہے

درشب از خُفّاش از کِرمے ست مست
اگر چمگادڑ رات میں کیڑے سے مست ہے
کِرم از خورشید جُنبیدہ شدہ است
کیڑا سورج کی وجہ سے حرکت کرنے والا بنا ہے

آفتابے[3] کہ ضیا زُو می زہد
سورج جس سے روشنی اُبلتی ہے
دشمنِ خود را نوالہ می دہد
اپنے دشمن کو خوراک دیتا ہے

لیک خُفّاشے کہ اُو رہ گم کند
لیکن چمگادڑ جو کہ راستہ گم کرتی ہے
آخر از خورشید ہم یابد سند
آخر وہ بھی سورج سے سہارا پاتی ہے

لیک شہبازے کہ اُو خفّاش نیست
لیکن وہ شہباز جو چمگادڑ نہیں ہے
چشمِ بازش راست بین و روزشنیست
اُس کی کھلی ہوئی آنکھ، صحیح دیکھنے والی اور روشن ہے

گر بشب جُوید چو خُفّاش اُو نمو
اگر وہ چمگادڑ کی طرح رات کو خروج کرے
در اَدب خورشید مالد گوشِ اُو
سورج، سزا میں اُس کا کان اینٹھ دے

---

[1] کاے خدا۔ خدا سے یہ راز کہہ رہا تھا کہ اے خدا اگرچہ اس سردار کی یہ غلطی ہے کہ اُس نے تجھے چھوڑ کر میری پناہ لی ہے۔ تو از آن۔ اے خدا تو اس کی خطا پر گرفت نہ فرما اور اپنے شایانِ شان اُس سے معاملہ کر۔ اسیر۔ کسی قیدی کے ذریعہ قید سے نجات چاہنا بیوقوفی ہے۔ زانکہ۔ مخلوق، مخلوق سے کچھ چاہے تو ایسا ہی ہے کہ ایک بھکاری دوسرے بھکاری سے بھیک مانگے۔

[2] باحضور۔ خدا کے ہوتے ہوئے بندہ سے مدد چاہنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی سورج کے ہوتے ہوئے شمع اور چراغ کی بتّی سے روشنی حاصل کرے۔ بیگماں۔ یقیناً انسان کا یہ فعل خدا کی شان میں گستاخی ہے۔ فعلِ ہوا۔ یہ شیطانی نفس کی خواہش ہے۔ لیک۔ لیکن اکثر انسان چمگادڑ صفت ہیں مسبب الاسباب سے قطع نظر کر کے اسباب سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ درشب۔ حالانکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ اسباب سے جو حاصل ہوتا ہے وہ بھی اُسی کی دین ہے۔ کرمے۔ چمگادڑ جو کیڑا کھاتی ہے اُس کو سورج کی روشنی نے پالا ہے۔

[3] آفتابے۔ سورج اپنے دشمن چمگادڑ کو غذا دیتا ہے خدا کافروں کو بھی رزق پہنچاتا ہے۔ لیک۔ اسباب پر اعتماد کرنے والے بھی مسبب الاسباب کے سہارے مقاصد حاصل کر رہے ہیں۔ لیک۔ عوام اسباب پر اعتماد کرلیں لیکن خواص کا یہ جرم ہے چمگادڑ رات کو رزق تلاش کرلے باز اگر ایسا کرے گا تو مجرم ہے۔

گویدش[1] گیرم کہ آں خُفّاشِ لُد — علّتے دارد، تُرا بارے چہ شُد
سو اُس سے کہے گا، میں نے مانا کہ سرکش چمگادڑ — عیب رکھتی ہے، لیکن تجھے کیا ہوا ہے؟
مالِشت بدہم بزجر و اکتیاب — تابنتابی سر، دگر از آفتاب
میں تجھے جھڑکی اور غم کی سزا دوں گا — تاکہ تو پھر سورج سے سرتابی نہ کرے

مُواخذہ یوسفِ صدیق علٰی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
(حضرت) یوسف صدیق کا (ہمارے نبی اور اُن پر درود اور سلام ہو) قید خانہ
بحبسِ بضعِ سنین بسببِ یاری خواستن از غیرِ حق
کے ذریعہ کچھ سال مواخذہ، اُن کے خدا کے غیر سے مدد چاہنے اور کہنے کے
و گفتن وَاذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ الٰی اخرالاٰیۃ
سبب کہ ''اور میرا ذکر کر دے اپنے آقا کے سامنے''

آنچنانکہ یوسفؑ از زندانیے — بانیازے خاضعے سعدانیے[2]
جیسا کہ (حضرت) یوسفؑ نے ایک قیدی سے — جو عاجز، پست، گرہ گیر تھا
خواست یاری، گفت چوں بیروں رَوی — پیشِ شہ گردد اُمورت مُستوی
مدد چاہی، کہا جب تو باہر جائے — بادشاہ کے سامنے تیرے معاملے ٹھیک ہو جائیں
یادِ مَن کُن پیشِ تختِ آں عزیز — تامراہم واخرد زیں حبس نیز
اُس عزیز کے تخت کے سامنے مجھے یاد رکھنا — تاکہ مجھے بھی وہ اس قید سے چھڑوا لے
کے دہد زندانیے در اقتناص — مردِ زندانی دیگر را خلاص
قیدی پھنساؤ کی حالت میں کب دے سکتا ہے — نجات، دوسرے قیدی شخص کو؟
اہلِ[3] دُنیا جُملگاں زندانی اَند — اِنتظارِ مرگِ دارِ فانی اند
دنیا دار سب قیدی ہیں — دارِ فانی کی موت کے منتظر ہیں
جُز مگر نادر یکے فردانیے — تن بزنداں جانِ اُو کیوانیے
بجز کسی نادر یکتا کے — جس کا جسم قید خانہ میں اور رُوح زحل پر ہو
پس جزائے آنکہ دید اُو را مُعین — ماند یوسفؑ حبس در بضعِ سنیں
تو اُس کی سزا کہ اُنھوں نے اُس کو مددگار سمجھا — (حضرت) یوسفؑ چند سال قید میں رہے

---

[1] گویدش۔ سورج باز کو کہے گا چمگادڑ میں تو بیماری تھی جس کی وجہ سے اُس کی روش غلط ہوئی تو نے کیوں غلطی کی۔ مالشت۔ لہٰذا باز سزا کا مستحق ہے تاکہ دوبارہ ایسی غلطی نہ کرے۔ مواخذہ۔ خواص اگر اسباب پر بھروسہ کریں تو مجرم ہیں اس کو حضرت یوسفؑ کے واقعہ سے ثابت فرمایا ہے حضرت یوسفؑ نے رہائی کی امید دوسرے قیدی سے وابستہ کی تو سزا ملی اور اُنکو مزید جیل خانہ میں رکھا گیا۔ بانیازے۔ وہ قیدی خود عاجز اور ذلیل تھا حضرت یوسفؑ نے اسکا سہارا ڈھونڈا۔

[2] سعدانیے۔ سعدان والا، سعدان ایک خاردار گھاس ہے اور ترازو کی گرہ کو بھی کہتے ہیں، ہم نے اِسی مناسبت سے گرہ گیر ترجمہ کیا ہے یعنی اس کے دل میں غم کی گرہیں تھیں۔ گفت۔ قرآن نے حضرت یوسفؑ کا مقولہ نقل کیا ہے۔ وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ ''اور کہا (یوسف نے) اُس آدمی سے جس کے بارے میں گمان کیا کہ وہ دونوں میں سے نجات پانے والا ہے کہ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کر دینا''۔ یادکُن۔ اُس شخص سے کہا کہ عزیزِ مصر کے یہاں میرا ذکر کر دینا۔ عزیز۔ مصر کے گورنر کو کہا جاتا تھا۔ اقتناص۔ شکار کا جال میں پھنسنا۔

[3] اہلِ دُنیا۔ دنیا کے لوگوں سے مدد چاہنا قیدی سے رہائی میں مدد چاہنا ہے۔ مرگ۔ انسان کو مرنے پر دنیا کے قید خانہ سے نجات ملتی ہے۔ جُز۔ ہاں کسی باخدا انسان سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔ کیوان۔ زحل ستارہ جو ساتویں آسمان پر مانا جاتا تھا۔ پس۔ چونکہ حضرت یوسفؑ سے یہ لغزش ہوئی اس لیے ان کو مزید قید بھگتنی پڑی۔

یادِ[1] یوسفؑ دیو از عقلش سترد
شیطان نے (حضرت) یوسفؑ کی یاد اُسکے ذہن سے مٹادی
وز دلش دیو آں سخن از یاد برد
اور شیطان نے وہ بات اُس کے دل سے بھلا دی

زیں گنہ کامد ازاں نیکو خصال
اس گناہ کی وجہ سے جو اُن نیک خصلت سے سرزد ہوا
ماند در زنداں ز داور ہفت سال
وہ خدا (تعالیٰ) کی جانب سے سات سال قید میں رہے

کہ چہ تقصیر آمد از خورشید داد
کہ عطا کے سورج سے کیا کمی ہوئی تھی؟
تاتو چوں خفاش افتی در سواد
جس سے تو چمگادڑ کی طرح تاریکی میں گر گیا

ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب
ہاں، سمندر اور ابر کی جانب سے کون سی کوتاہی ہوئی؟
تاتو یاری خواہی از ریگ و سراب
جس سے توریت اور سراب سے مدد چاہنے لگا

عام[2] اگر خفاش طبع اند و مجاز
عوام اگرچہ چمگادڑ کی طبیعت والے اور مجاز ہیں
یوسفاً داری تو آخر چشم باز
اے یوسفؑ! آخر تو تو کھلی ہوئی آنکھ رکھتا ہے

گر خفاشے رفت در کور و کبود
اگر کوئی چمگادڑ اندھے پن اور تاریکی میں چلی گئی
بازِ سلطاں دیدہ را بارے چہ بود
آخر شاہ کو دیکھے ہوئے باز کو کیا ہوا؟

پس ادب کردش بدیں جرم اوستاد
تو اس خطا پر اُستاد نے اُن کو سزا دی
کہ مساز از چوبِ بوسیدہ عماد
کہ پُرانی لکڑی کا ستون نہ بنا

لیک یوسفؑ را بخود مشغول کرد
لیکن (حضرت) یوسفؑ کو اپنے میں مشغول کر لیا
تانیاید در دلش زاں حبس درد
تاکہ اُس قید سے اُن کے دل میں درد نہ آئے

آنچنانش[3] انس و مستی داد حق
اللہ (تعالیٰ) نے اُن کو ایسی اُنسیت اور مستی عطا کی
کہ نہ زنداں ماند پیشش نے غسق
کہ نہ اُن کے سامنے قید خانہ رہا نہ تاریکی

نیست زندانے وحش تر از رحم
کوئی قید خانہ رحمِ (مادر) سے زیادہ وحشت ناک نہیں ہے
ناخوش و تاریک و پُر خون و وخم
ناخوش اور تاریک اور خون بھرا اور ناموافق

چوں کشادت حق دریچہ سوئے خویش
جبکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے کھڑکی اپنی جانب کھول دی
دَر رحم ہر دَم فزاید تنت بیش
ہر وقت رحم میں تیرا جسم بڑھتا ہے

---

[1] یادِ یوسف۔ قرآن پاک میں ہے فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ "اُس قید خانہ سے چھوٹنے والے کو شیطان نے آقا کے پاس ذکر کرنا بھلا دیا"۔ زیں گنہ۔ یہ معصیت نہ تھی زلّت تھی۔ ہفت سال۔ قرآن میں بضع کا لفظ فرمایا ہے جو تین سال سے نو سال تک کی مدت کے لیے بولا جاتا ہے۔ مولانا نے سات سال متعین کیے ہیں۔ کہ چہ۔ حضرت یوسفؑ پر ناراضی کا اظہار اس طریقہ پر کیا کہ ہماری جانب سے تمہاری مدد میں کیا کمی آئی کہ تم نے دوسروں کی مدد چاہی۔ ہیں۔ ہاں۔ بحر وسحاب۔ یعنی رحمتِ خداوندی۔ ریگ وسراب۔ یعنی وہ قیدی جس سے مدد چاہی۔

[2] عام۔ عوام تو اندھے ہیں وہ دوسروں سے مدد چاہتے ہیں سور وعتاب نہیں ہیں، اے یوسفؑ تمہاری تو آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ گر خفاشے۔ اگر چمگادڑ تاریکی چاہے تو اتنی قصوروار نہیں جتنا کہ شاہی باز مشہور ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ "نیکوں کی نیکیاں بارگاہ کے مقربوں کی برائیاں ہیں" یعنی وہی ایک بات جس پر نیکوں کو بھلائی ملتی ہے وہ بات اگر مقربِ بارگاہ کرے تو اس کی گرفت ہو جاتی ہے۔ اوستاد۔ اللہ تعالیٰ۔ چوب۔ اسباب۔ لیک۔ چونکہ یوسفؑ بہر حال محبوب خدا تھے اس لیے اس سزا میں بھی اُن کو راحت عطا کر دی گئی۔

[3] آنچنانش۔ اس قید کی حالت میں اُن پر وہ تجلیات تھیں جن سے وہ اس قید خانہ کو قید خانہ سمجھتے تھے نہ وہاں کی تاریکی کو تاریکی۔ نیست۔ اس پر تعجب نہ کرو، ماں کے رحم سے زیادہ تاریک کونسا قید خانہ ہوگا، لیکن خدا اُس رحم کا دریچہ اپنی طرف کھول دیتا ہے اور بچہ کس قدر خوش وخرم ہو کر بڑھتا ہے۔

اندراں[1] زنداں ز ذوقِ بیقیاس
اُس قید خانہ میں، بے اندازہ ذوق سے
خوش شگفت از غرسِ جسمِ تو حواس
تیرے جسم کے پودے سے عمدہ حواس کھل گئے،

زاں رحم بیروں شُدن بر تُو درشت
اُس رحم سے باہر آنا تیرے لیے ناگوار ہو گیا
می گریزی از زہارش سُوئے پُشت
تو اُس کی شرمگاہ سے کمر کی طرف بھاگنے لگا

راہِ لذّت از دروں داں نز بروں
لذت کا راستہ اندر سے سمجھ، نہ کہ باہر سے
اَبلہی داں جُستنِ قصر و حصوں
محل اور قلعوں کی جستجو، بے وقوفی سمجھ

آں یکے در کُنجِ مسجد مست و شاد
ایک مسجد کے کونے میں مست اور شاد ہے
واں یکے در باغ تُرش و بیمراد
اور وہ دوسرا باغ میں منہ بنائے اور بے مُراد ہے

قصر چیزے نیست ویراں کُن بدن
محل کوئی چیز نہیں ہے، بدن کو ویران کر دے
گنج در ویرانی ست اے میرِ من
اے میرے سردار! خزانہ ویرانی میں ہے

ایں نمی بینی کہ در بزمِ شراب
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ شراب کی محفل میں
مست آنگہ خوش شود کُو شُد خراب
مست اُس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ ویران ہوجائے

گرچہ[2] پُر نقش ست خانہ بر کَنش
اگرچہ گھر پُرنقش (و نگار) ہے اس کو اُکھاڑ دے
گنج جُو وز گنج آباداں کُنش
خزانہ تلاش کر اور خزانہ سے اُس کو آباد کر دے

خانۂ پُر نقش و تصویر و خیال
گھر، نقش اور تصویر اور خیال سے بھرا ہوا
ویں صُور چوں پردہ بر گنجِ وصال
اور یہ صورتیں وصل کے خزانہ پر پردے کی طرح ہیں

پرتوِ گنج ست و تابشہائے زر
خزانے کا عکس اور سونے کی چمک ہے
کہ دریں سینہ ہمی جوشد صُور
کہ یہ صورتیں سینے میں جوش مارتی ہیں

ہم[3] ز لُطف و عکسِ آبِ باشرف
شریف پانی کے عکس اور لُطف سے بھی
پردہ شُد بر رُوئے آب اجزائے کف
پانی کی سطح پر جھاگ کے اجزا پردہ ہو گئے ہیں

ہم ز لُطف و جوشِ جانِ باثمن
قیمتی جان کے جوش اور لطف سے بھی
پردہٗ بر رُوئے جاں شُد شخصِ تن
جسم کا وجود، جان کے چہرے پر پردہ بن گیا ہے

پس مثل بشنو کہ در افواہ خاست
تو وہ مثل سُن لے جو زبانوں پر جاری ہے
کانچہ بر ما میرود آں ہم زما ست
کہ جو کچھ ہم پر گذرتی ہے وہ ہماری طرف سے ہے

---

[1] اندراں۔ اِسی رحمِ مادر کے قید خانہ میں بچہ کے حواس کے پھول کھلتے ہیں۔ زاں۔ بچہ اِس رحم سے نکلنا پسند نہیں کرتا پیدائش کے وقت پیچھے کو بھاگتا ہے۔ زہار۔ شرمگاہ۔ راہِ لذت۔ لذت کا مدار خارجی اسباب پر نہیں ہے سکونِ قلب پر ہے، دولت اور قلعوں میں لذت کی تلاش بیوقوفی ہے۔ آں یکے۔ جس کو اللہ تعالیٰ قلبی سکون دے دیتا ہے وہ مسجد کے کونے میں مست رہتا ہے، ورنہ چمن میں رنجیدہ رہتا ہے۔ قصر۔ معلوم ہوا کہ لذت قلعہ اور محل میں نہیں ہے لہٰذا تو اِس جسم کے قلعہ کو مجاہدے سے برباد کر دے پھر دیکھ ویرانے میں تجھے کیسا خزانہ ملتا ہے۔ ایں نمی بینی۔ شرابی کو اُس وقت لذت آتی ہے جب بزمِ شراب خراب اور اُسکے حواس ویران ہوجاتے ہیں۔

[2] گرچہ۔ جسم کے نقش ونگار کی پسندیدگی کی وجہ سے اُس کے ویران کرنے سے نہ گھبرا اس لیے کہ اِس کو ویران کرنے کے بعد اس میں سے بہت قیمتی خزانہ برآمد ہوگا۔ خانہ۔ اِس گھر کی بنیاد میں خزانہ مدفون ہے اور یہ حسین مکان اُس کا پردہ ہے۔ پرتو گنج۔ سینہ میں جو حسین تصویر اُبھرتی ہے۔ اُس اصل خزانہ کا عکس ہے۔

[3] ہم زلطف۔ جس طرح انسان جھاگ کی وجہ سے اصل پانی کے نظارہ سے محروم رہتا ہے اِسی طرح اِس جسم کے نقش ونگار کی وجہ سے رُوح کے خزانہ کے لطف سے محرومی ہے۔ ہم زلطف۔ انسان کا بدن، روح کے خزانہ کا پردہ اور حجاب ہے۔ پس۔ جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ ہمارا جسمانی نقش ونگار ہی روح کے خزانہ کے دیدار سے محرومی کا سبب ہے تو یہ مثل ہم پر بالکل صادق آگئی کہ ہمارے مصائب خود ہمارے پیدا کردہ ہیں۔

زیں[1] حجاب ایں تشنگانِ کف پرست — زابِ صافی اُوفتادہ دُور دست
یہ پیاسے، جھاگ کے پجاری اِس پردے کی وجہ سے — صاف پانی سے دُور جا پڑے ہیں

آفتابا باچو تو قبلہ و اُمیم — شب پرستی و خُفاشی می کنیم
اے آفتاب! تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے — ہم شب پرستی اور چمگادڑ پن کر رہے ہیں

سُوئے خود کُن ایں خُفاشاں را مطار — زیں خُفاشی شاں بخر اے مستجار
اِن چمگادڑوں کی اُڑان اپنی طرف کر دے — اے پناہ گاہ! اِس چمگادڑ پن سے نجات دے دے

ایں جواں زیں جُرم ضالست و مُغیر — کہ بمن آمد ولے اُو را مگیر
یہ جوان اِس جرم کی وجہ سے گمراہ اور تباہی مچانے والا ہے — کہ میرے پاس آیا، لیکن اُس کی گرفت نہ کر

در عمادالملک ایں اندیشہا — گشت جوشاں چوں اسد در بیشہا
عمادالملک میں یہ خیالات — جوش مار رہے تھے، جیسے کہ شیر کچھاروں میں

ایستادہ[2] پیشِ سُلطاں ظاہرش — در ریاضِ غیب جانِ طائرش
اُس کا ظاہر بادشاہ کے سامنے کھڑا تھا — اُس کی رُوح کا پرند، غیب کے باغوں میں تھا

چوں ملائک اُو باقلیمِ الست — ہر دمے می شُد ز شُربِ تازہ مست
وہ فرشتوں کی طرح الست کے مُلک میں تھا — وہ ہر لحظہ نئی شراب نوشی سے مست ہو رہا تھا

اندروں سُور و بروں چوں پُرغمے — در تنِ ہمچوں لحد خوش عالمے
اندر خوشی اور باہر غمگین جیسا — لحد جیسے جسم میں، ایک اچھا عالم تھا

اُو دریں حیرت بدُو در انتظار — تاچہ[3] پیدا آید از غیب و سِرار
وہ اِسی حیرت اور انتظار میں تھا — کہ غیب اور راز سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

اَسپ را اندر کشیدند آں زماں — پیشِ خُرم شاہ سرہنگاں کشاں
اُسی وقت گھوڑے کو اندر کھینچ لائے — سپاہی خرم شاہ کے سامنے، کشاں کشاں

الحق اندر زیرِ ایں چرخِ کبُود — آنچناں اَسپے بقد و تگ نبُود
واقعی اِس نیلے آسمان کے نیچے — ایسا گھوڑا قد اور رفتار میں نہ تھا

می ربودے رنگِ اُو ہر دیدہ را — مرحبا آں برق و مہ زائیدہ را
اُس کا رنگ ہر آنکھ کو اُچک لیتا تھا — مرحبا ہے اُس برق اور چاند کے بچے پر

---

[1] زیں حجاب۔ جھاگ کے پُجاری اِسی جھاگ کے پردے کی وجہ سے پانی سے محروم ہیں۔ آفتابا۔ مسبب الاسباب کے ہوتے ہوئے اسباب پر توکل ہمارا چمگادڑ پن ہے۔ سُوئے خود کن۔ ان اسباب پرستوں کو اپنی طرف متوجہ کردے تاکہ تجھ پر بھروسہ کریں۔ ایں جواں۔ جس کا گھوڑا چھینا ہے اُس نوجوان نے میرا سہارا ڈھونڈا ہے یہ اُس کی انتہائی غلطی ہے۔ در عمادالملک۔ عمادالملک کے دل میں یہ باتیں جوش مار رہی تھیں جو اوپر کے اشعار میں مذکور ہوئیں۔

[2] ایستادہ۔ اُس کا جسم بادشاہ کے سامنے تھا اور روح غیب کے چمن زاروں میں اِس مناجات میں مشغول تھی۔ چوں ملائک۔ فرشتوں کی طرح اُس کی روح اِس مقام میں تھی جہاں خدا سے مکالمہ ہو رہا تھا۔ اندروں۔ اِس ہم کلامی کی مستی سے اُس کے باطن میں سرور تھا اور جسم اُس مظلوم کی وجہ سے غمگین تھا۔ لحد۔ اس تنگ لحد جیسے جسم میں ایک عالم مسرت تھا۔

[3] تاچہ۔ اُس گھوڑے کے بارے میں عالم غیب کا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ خرم شاہ۔ خوارزم شاہ ہی کو کہا جاتا ہے۔ الحق۔ عمادالملک نے جب اس گھوڑے کو دیکھا تو واقعی وہ بے نظیر گھوڑا تھا۔ می ربودے۔ اس قدر حسین رنگ تھا کہ آنکھوں کو اُچک رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گھوڑا گھوڑے اور گھوڑی سے نہیں پیدا ہوا بلکہ چاند اور برق سے پیدا ہوا ہے۔

ہمچو[1] مہ ہمچوں عطارُد تیز رَو
چاند جیسا، عطارد کی طرح تیز رفتار
گویا صَرصَر علَف بُودش نہ جَو
گویا تیز ہوا اُس کا چارہ تھی نہ کہ جَو

ماہ عرصہ آسماں را در شبے
چاند، ایک رات میں آسمان کے میدان کو
می برد اندر مسیرو مذہبے
چلنے اور رفتار میں قطع کرتا ہے

چوں بیک شب مہ بُرید ابراج را
جب چاند نے ایک رات میں بُرجوں کو قطع کر لیا
از چہ مُنکر میشوی معراج را
تو تُو معراج کا کیوں منکر بنتا ہے؟

صد چو ماہ است آں عجب دُرِ یتیم
وہ عجیب دُرِ یکتا، سو چاند جیسا ہے
کہ بیک ایمائے اُو شُد مہ دونیم
کہ اُس کے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا

آں عجب کو در شگافِ مہ نمود
وہ عجیب بات، جو چاند کے ٹکڑے ہونے میں دکھائی
ہم بقدرِ ضُعفِ حِسِ خلق بُود
وہ مخلوق کے ادراک کی کمزوری کے بقدر تھی

کاروبارِ[2] انبیا و مُرسلوں
انبیا اور رسولوں کے کاروبار
ہست از افلاک و اخترہا بروں
آسمانوں اور ستاروں سے باہر ہیں

تو بروں روہم ز افلاک و دوار
تو بھی آسمانوں اور گھومنے والے سے باہر نکل
وانگہاں نظارہ کن آں کاروبار
تب اُس کاروبار کا نظارہ کر

درمیانِ بیضۂ چوں فرخہا
تو چوزوں کی طرح انڈے میں ہے
نشنوی تسبیحِ مُرغانِ ہوا
تو ہوا کے پرندوں کی تسبیح نہیں سُنتا ہے

معجزات اینجا نخواہد شرح گشت
معجزوں کی اِس جگہ تشریح نہ ہو سکے گی
زاسپ و خُرم شاہ گوی و سرگذشت
گھوڑے اور خُرم شاہ اور سرگذشت کی بات کر

آفتابِ[3] لطفِ حق بر ہرچہ تافت
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کا سورج جس پر بھی چمک گیا
از سگ و از اسپ فرِ کہف یافت
کتے اور گھوڑے پر اُس نے کہف کی شان وشوکت حاصل کر لی

تابِ لطفش را تو یکساں ہم مداں
تو اُس کی مہربانی کی چمک کو یکساں بھی نہ سمجھ
سنگ را و لعل را داد اُو نشاں
پتھر اور لعل کو اُس نے نشانی دی ہے

لعل را زاں ہست گنجِ مقتبس
لعل کے پاس اُس سے حاصل شُدہ خزانہ ہے
سنگ را گرمی و تابانی و بس
پتھر کے لیے گرمی اور تابش ہے اور بس

---

1. ہمچو۔ چاند اور عطارد کی طرح تیز رو تھا معلوم یہ ہوتا تھا کہ وہ جو اور دانے کے بجائے تیز ہوا سے پلا ہے۔ ماہ۔ چاند کی تیز روی کا بیان ہے۔ از چہ۔ جب آنحضورؐ سے کم درجہ چاند کی یہ رفتار آنکھوں نے دیکھی ہے تو آنحضورؐ کی سیر معراج پر کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ صد چو ماہ۔ آنحضورؐ کا درجہ تو یہ ہے کہ چاند اُن کی اُنگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ آں عجب۔ یہ تعجب خیز معجزہ چاند میں اس لیے دکھایا گیا کہ ہمارا ضعیف احساس اِسی کا ادراک کر سکتا تھا، آپ کے وہ عجائب ہیں جو ہمارے احساس اور ادراک میں نہیں سما سکتے۔

2. کاروبار۔ انبیاء کے اصل معجزے ان مادیات سے وراء ہیں۔ تو بروں رو۔ تو اِس مادی دنیا سے نکل پھر انبیا کے عجائب کا نظارہ کر۔ درمیاں۔ اِن مادیات میں رہتے ہوئے تیری مثال انڈے کے اندر کے چوزے کی سی ہے جو فضا کے پرندوں کی تسبیح نہیں سُن سکتا۔ معجزات۔ معجزوں کی بحث کی یہاں گنجائش نہیں ہے گھوڑے اور خرم شاہ اور اُس واقعہ کی بات کرنی چاہیے۔

3. آفتاب۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا سورج جس پر چمک جاتا ہے وہ کتا ہو یا گھوڑا اُس میں اصحاب کہف کے کہف کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ تاب۔ لیکن اِس چمک کو یکساں نہ کہہ۔ پتھر اور لعل کی صلاحیتوں کے فرق سے اِس میں فرق ہے۔ لعل لعل اِسی چمک سے خزانہ حاصل کر لیتا ہے پتھر میں صرف گرمی اور تابش پیدا ہوتی ہے۔

آنکہ[1] بر دیوار افتد آفتاب — آنچناں نبود کز آب و اضطراب
جو دھوپ دیوار پر پڑتی ہے — ایسی نہ ہو گی جیسی کہ پانی اور حرکت سے

رجوع بحکایتِ سلطان و اسپ و عمادالملک و پشیمان کردن شاہ را

سلطان اور گھوڑے اور عمادالملک کے قصہ کی جانب رجوع اور شاہ کو شرمندہ کرنا

چوں دمے حیراں شُد ازوے شاہ فرد — رُوی خود سُوی عمادالملک کرد
جب تھوڑی دیر یکتا شاہ اُس سے حیران ہوا — اُس نے اپنا رُخ عمادالملک کی جانب کیا

کاے اخی بس خوب اسپے نیست ایں — از بہشت ست ایں مگرنے از زمیں
کہ اے بھائی! کیا بہترین گھوڑا نہیں ہے؟ — شاید یہ بہشت کا ہے، نہ کہ زمین کا

پس[2] عمادُالملک گفتش اے خدیو — چوں فرشتہ گردد از میلِ تو دیو
تو عمادالملک نے اُس سے کہا اے شاہ! — آپ کے میلان سے، شیطان فرشتہ جیسا بن جاتا ہے

در نظر آنچہ آوری گردید نیک — پس کش و رعنا ست ایں مرکب و لیک
جو چیز آپ پسند کریں وہ اچھی (ہی) ہو گی — یہ سواری بہت عمدہ اور زیبا ہے، لیکن

ہست ناقص آں سر اندر پیکرش — چوں سرِ گاوَست گوئی ایں سرش
اُس کے جسم میں سر ناقص ہے — گویا اُس کا یہ سر بیل کے سر کی طرح ہے

وَردلِ خُرم شہ ایں دَم کارکرد — اَسپ را در منظرِ شہ خوار کرد
خُرم شاہ کے دل میں یہ بات کارگر ہو گئی — شاہ کی نظر میں گھوڑے کو ذلیل کر دیا

چوں غرض دلاّلہ گشت و واصفے — از سہ گز کرباسُ یابی یوسفےؑ
جب غرض دلال اور بیان کرنے والی ہو جائے — تو تین گز سوتی کپڑے سے یوسف کو حاصل کر لے گا

چوں[3] کہ ہنگامِ فراقِ جاں شود — دیو دلاّلِ دُرِ ایماں شود
جب رُوح کی جدائی کا وقت ہوتا ہے — شیطان، ایمان کے موتی کا دلال بن جاتا ہے

پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب — اندراں تنگی بیک ابریقِ آب
تو بیوقوف، ایمان کو فوراً فروخت کر دیتا ہے — اُس تنگی میں، ایک لوٹے پانی کے بدلے

واں خیالے باشد و ابریق نے — قصدِ آں دلاّلہ جُز تخریق نے
وہ ایک خیال ہوتا ہے اور لوٹا نہیں ہے — اُس دلال کا ارادہ ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے

ایں زماں کہ تو صحیح و فربہی — صِدق رابہرِ خیالے میدہی
اِس وقت کہ تو تندرست اور فربہ ہے — تو ایک خیال میں سچائی کو دے ڈالتا ہے

---

[1] آنکہ۔ سورج کی روشنی قبول کرنے میں دیوار اور پانی کی سطح خصوصاً جبکہ وہ متحرک ہو برابر نہیں ہے۔ چوں۔ اُس گھوڑے کے حسن پر تھوڑی دیر شاہ حیران رہا پھر عمادالملک کی جانب رُخ کر کے بولا۔ از بہشت۔ یہ گھوڑا زمین کی پیداوار نہیں ہے شاید بہشت سے آیا ہے۔

[2] پس۔ عمادُالملک نے شاہ سے کہا کہ آپ کی پسندیدگی سے شیطان بھی فرشتہ بن جاتا ہے۔ ولیک۔ اس کا تعلق آئندہ شعر سے ہے یعنی گھوڑے میں اور تو خوبیاں ہیں لیکن اس کا سر ناقص ہے۔ بیل کا سا معلوم ہوتا ہے۔ چوں۔ چونکہ عمادُالملک کی غرض اِس گھوڑے کو بُرا کہنے سے وابستہ تھی لہٰذا اُس نے اُس کو بُرا کہا اور گھوڑے کی وقعت گر گئی۔ از سہ گز۔ مشہور ہے کہ حضرت یوسف کو خریداروں نے معمولی قیمت پر خرید لیا تھا۔

[3] چونکہ۔ موت کے وقت کی پریشانی میں شیطان ایمان کو اِس قدر حقیر کر کے دکھاتا ہے کہ بیوقوف آدمی اُس کو ایک لوٹے پانی کے بدلے میں فروخت کر دیتا ہے۔ قصد۔ شیطان کا مقصد تو ایمان کو برباد کرنا ہوتا ہے۔ ایں زماں۔ ایمان کے بیچنے کے قصہ میں تعجب کی کیا بات ہے انسان زندگی میں بھی معمولی نفع کے خیال پر جھوٹ بول دیتا ہے۔

می[1] فروشی ہر زماں دُرّے زکاں — می سِتانی ہمچو طِفلے گِردگاں

تو ہر وقت، کان میں سے ایک موتی فروخت کر دیتا ہے — بچہ کی طرح اخروٹ لے لیتا ہے

پس دراں رنجوری و روزِ اجل — نیست نادر گر بُود اینت عمل

اُس تکلیف اور موت کے دن — تعجب نہیں ہے، اگر تیرا یہ عمل ہو

در خیالت صُورتے جوشیدہَ — ہمچو جوزے وقتِ دَق بوسیدہَ

تیرے خیال میں ایک صورت جوش مارتی ہے — توڑنے کے وقت سڑے ہوئے اخروٹ کی طرح ہے

ہست از آغاز چوں بدر آنخیال — لیک آخر میشود ہمچوں ہلال

شروع میں وہ خیال چودھویں کے چاند کی طرح ہے — لیکن آخر میں ہلال کی طرح ہو جاتا ہے

گر تُو اوّل بنگری در آخرش — فارغ آئی از فریبِ فاترش

اگر تو شروع میں اُس کے آخر کو دیکھ لے — اُس کے سُست فریب سے خالی ہو جائے

جوزِ[2] بوسیدست دنیا اے امیں — امتحانش کم کُن از دُورش ببیں

اے امانتدار! دنیا گلا ہوا اخروٹ ہے — اُس کو نہ آزما اس کو دُور سے دیکھ لے

شاہ دید آں اسپ را باچشمِ حال — واں عمادُالملک باچشمِ مآل

شاہ نے اُس گھوڑے کو حال کی نگاہ سے دیکھا — اور اُس عمادُالملک نے انجام کی نگاہ سے

چشمِ شہ دو گز ہمیدید از لُغز — چشمِ آں پایاں نِگر پنجاہ گز

شاہ کی آنکھ پیچیدہ سوراخ سے دو گز دیکھتی تھی — اُس انجام بین کی نگاہ نے پچاس گز

تاچہ سُرمہ ست آنکہ یزداں میکشد — کز پسِ صد پردہ بیند جاں رشد

کیسا سُرمہ ہے جو خدا لگا دیتا ہے؟ — کہ سو پردوں کے پیچھے سے روح راہِ راست کو دیکھ لیتی ہے

چشمِ[3] مہتر چوں بآخر بُود جُفت — پس بداں دیدہ جہاں را جیفہ گُفت

سردار کی آنکھ چونکہ انجام سے وابستہ تھی — تو اُس آنکھ سے دنیا کو مُردار فرمایا ہے

زیں یکے ذَمّش کہ بشنود و حسب — بس فسرد اندر دلِ شہ مہرِ اَسپ

اُس کی ایک بُرائی سے جو بادشاہ نے سنی اور بس — شاہ کے دل میں گھوڑے کی محبت بہت افسردہ ہو گئی

چشمِ خود بگذاشت چشمِ اُو گزید — ہوشِ خُود بگذاشت قولِ اُو شنید

اُس نے اپنی آنکھ چھوڑ دی، اس کی آنکھ اختیار کر لی — اپنا ہوش چھوڑا، اُس کی بات سُن لی

---

1. می فروش۔ معمولی نفع کے عوض سچائی کو فروخت کرنا ایسا ہے جیسے بے عقل بچہ موتی کے عوض چند اخروٹ خرید لیتا ہے۔ پس دراں۔ اُس وقت انسان مجبور بھی نہیں ہے موت کے وقت تو اُس کو پیاس لگی ہوگی۔ در خیالے۔ یہ خیال جس کی وجہ سے انسان سچائی کو فروخت کر دیتا ہے ایک سڑا ہوا اخروٹ ہے۔ ہست۔ شروع میں وہ خیال بڑا بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن انجام کار وہ حقیر بن جاتا ہے۔ گر تو۔ اگر انسان ابتداءً ہی انجام پر نظر کر لے تو فریب سے بچ جائے۔

2. جوز۔ یہ دنیا کا نفع ایک بوسیدہ اخروٹ ہے اور یہ اس قدر واضح بات ہے کہ اس کو آزمانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے اُس گھوڑے کے موجودہ حُسن و جمال پر نظر کی اور عمادُالملک نے اس کے انجام پر کہ اس گھوڑے کے اس طرح چھننے سے کتنا بڑا ظلم ہوگا اور انجام کیا ہوگا۔ چشم۔ بادشاہ کی نظر دو گز تک دیکھ رہی تھی اور وہ بھی ٹیڑھے سوراخ میں سے عمادُالملک کی نظر پچاس گز تک دیکھ رہی تھی۔ لغز۔ چوہے کا سوراخ جو عموماً آڑا ترچھا ہوتا ہے۔ تاچہ۔ اللہ تعالیٰ جس کو بصیرت عطا فرماتا ہے تو وہ ایسا سُرمہ ہے کہ سو پردوں کے پیچھے بھی چیز کو دکھا دیتا ہے۔

3. چشمِ مہتر۔ آنحضورؐ نے دنیا کو جو مُردار کہا ہے وہ انجام کے اعتبار سے کہا ہے۔ زیں یکے۔ عمادُالملک کے صرف یہ کہنے سے کہ اس گھوڑے کا سر ناقص ہے وہ گھوڑا شاہ کے دل سے اُتر گیا۔ چشم۔ بادشاہ نے اپنی آنکھ اور بات پر عمادُالملک کی آنکھ اور بات کو ترجیح دی۔

ایں بہانہ بُود، آں دیانِ فرد   ازنیاز[1] آں دَر دلِ شہ سَرد کرد
یہ ایک بہانہ تھا اِس یکتا بدلہ دینے والے نے   نیاز کی وجہ سے اُس کو شاہ کے دل میں سرد کر دیا

دَر بہ بست از حُسنِ . اُو پیشِ بصر   آں سخن بُد درمیاں چوں بانگِ در
نظر کے سامنے اُس کے حسن کا دروازہ بند کر دیا   وہ بات درمیان میں دروازہ کی آواز کی طرح تھی

پردہ کرد آں نکتہ را بر چشمِ شہ   کہ ازاں پردہ نماید مہ سیہ
اُس نکتہ کو شاہ کی آنکھ کا پردہ بنا دیا   کہ اُس پردے سے چاند کالا نظر آتا ہے

پاک[2] بنّائے کہ برسازد حُصوں   دَر جہانِ غیب از گفت و فسوں
اُس پاک بنانے والے نے جو قلعے بنا دیتا ہے   گفتگو اور سحر کے، عالمِ غیب میں

بانگِ دَر داں گفت را از قصرِ راز   تاکہ بانگِ واشُدست ایں یا فراز
گفتگو کو، راز کے قلعہ کے دروازہ کی آواز سمجھ   کہ یہ کھلنے کی آواز ہوئی یا بند ہونے کی

بانگِ در محسوس و در از حس بُروں   تُبْصِرُوْن ایں بانگ ودَر لَا تُبْصِرُوْن
دروازہ کی آواز محسوس ہے اور دروازہ حس سے خارج ہے   تم اِس آواز کو دیکھتے ہو اور در کو نہیں دیکھتے

چنگِ حکمت چونکہ خوش آواز شُد   تاچہ در از روضِ جنت بازشُد
دانائی کی سارنگی جبکہ خوش آواز بنی   دیکھ، جنت کا کونسا دروازہ کھلا؟

بانگِ گفتِ بَد چو در وامیشود   از سقرتا خود چہ در وامیشود
بُری بات کی آواز جب معلّق ہوتی ہے   تو دیکھ جہنم کا کونسا دروازہ کھلتا ہے؟

بانگِ در بشنو چو دوری ازدرش   اے خنک آں را کہ واشُد منظرش
جبکہ تو اُس کے در سے دُور ہے دروازہ کی آواز سُن لے   وہ چین سے ہے، جس کا منظر کشادہ ہو گیا

چوں[3] تو می بینی کہ نیکی می کُنی   بَرحیات و راحتے بَرمی تنی
جب تو دیکھے کہ نیکی کر رہا ہے   تو زندگی اور راحت کی تیاری کر رہا ہے

چونکہ تقصیر و فسادے میرَوَد   آں حیات و ذوق پنہاں میشود
جب قصور اور فساد ہو رہا ہے   وہ زندگی اور ذوق چھپ رہا ہے

دیدِ خود مگذار از دیدِ خساں   کہ بمُردارت کشند ایں کرگساں
کمینوں کی مدد کی وجہ سے، تو اپنی دید کو نہ چھوڑ   کیونکہ یہ گدھ تجھے مُردار کی جانب کھینچتے ہیں

---

1. ازنیاز۔ چونکہ عمادالملک نے نیازمندی سے دُعا کی تھی کہ شاہ سے یہ ظلم سرزد نہ ہو۔ لہٰذا خدا نے اس کی بات کو اس دعا کی منظوری کا ایک سبب اور بہانہ بنا دیا۔ در بہ بست۔ شاہ کے گھوڑے کو ناپسند کرنے کا اصل سبب اللہ تعالیٰ ہے اس لیے کہ اس نے اصل دروازہ جو اس کے حسن کو دیکھنے کا تھا بند کر دیا اور عمادالملک اُس کی ایک ظاہری علامت تھا۔ مکان کی چیزیں دروازہ بند کرنے سے چھپ جاتی ہیں اور جس شخص نے دروازہ نہ دیکھا ہو وہ دروازہ بند ہونے کی آواز کو چیزوں کے مستور ہونے کا سبب سمجھتا ہے۔ پردہ۔ عمادالملک کی بات کو اللہ تعالیٰ نے نظر کا پردہ بنا دیا اور شاہ کی نظر سے گھوڑے کا حسن پوشیدہ ہو گیا۔

2. پاک۔ انسان کی بات کے نتائج عالمِ آخرت میں نمودار ہوتے ہیں۔ گفت۔ تو اپنی آواز کو دروازہ کی آواز سمجھ اور پہچان کہ اس آواز سے دروازہ بند ہوا ہے یا کھلا ہے۔ بانگِ در۔ انسانوں کو در کی آواز جو خود اُن کی گفتگو ہے محسوس ہوتی ہے وہ جس دروازہ کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز ہے وہ دروازہ نظر نہیں آتا۔ وہ عالمِ غیب میں ہے۔ چنگ۔ انسان کوئی دانائی کی بات کرتا ہے تو جنت کا دروازہ کھلتا ہے۔ بانگ۔ بُرے کلمہ کی آواز دوزخ کا دروازہ کھولتی ہے۔ دروا۔ معلق، سرنگوں۔ بانگِ در۔ جبکہ تجھے دروازہ نظر نہیں آتا تو اُس کی آواز سُن لے اور اس کے ذریعہ اس دروازہ کو سمجھ لے۔

3. چوں تو۔ جب انسان نیکی کرتا ہے تو اُس کا محل جنت میں تیار ہوتا ہے۔ حیات۔ یعنی جنت کی ابدی زندگی۔ راحتے۔ یعنی جنت کی راحت۔ چونکہ۔ جب انسان گناہ کرتا ہے تو جنت کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ دیدِ خود۔ دنیا کی فانی نعمتوں کو اپنی چشمِ بصیرت سے دیکھ دنیاداروں کی بات کا اعتبار نہ کر یہ گدھ ہیں جو تجھے مُردار کی طرف لے جاتے ہیں۔

چشم[1] چوں نرگس فرو بندی کہ چی — ہیں عصا ام کش کہ کورم اے اخی

تو نے نرگس کی طرح آنکھ بند کر لی، کہ کیا ہے؟ — ہاں اے بھائی! میری لاٹھی (پکڑ کر) کھینچ کیونکہ میں اندھا ہوں

ویں عصا کش کہ گزیدی در سفر — چوں بہ بینی باشد از تو کور تر

اور یہ لاٹھی کھینچنے والا جو تو نے سفر میں منتخب کیا — جب تو غور کرے گا، وہ تجھ سے زیادہ اندھا ہو گا

دست کورانہ بحبلِ اللہ زن — جز بر امر و نہیِ یزدانی متن

اندھا دُھند اللہ کی رسّی پر ہاتھ ڈال — خدائی! امر و نہی کے سوا ارادہ نہ کر

چیست حبلُ اللہ رہا کردن ہوا — کیں ہوا شد صرصرے مر عاد را

اللہ کی رسّی کیا ہے، خواہشِ (نفسانی) کو چھوڑنا — کیونکہ یہ خواہش (نفسانی) عاد کے لیے آندھی تھی

خلق در زنداں نشستہ از ہواست — مُرغ را پرہا بہ بستہ از ہواست

مخلوق خواہش (نفسانی) کی وجہ سے قید خانہ میں بیٹھی ہے — پرند کے پر خواہش (نفسانی) کی وجہ سے بندھے ہیں

ماہی[2] اندر تابہ گرم از ہواست — رفتہ از مستوریاں شرم از ہواست

مچھلی گرم توے میں، خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے — مستورات سے خواہشِ (نفسانی) کیوجہ سے شرم روانہ ہو رہی ہے

خشمِ شحنہ شعلۂ نار از ہواست — چار میخ و ہیبت دار از ہواست

کوتوال کا غصہ، آگ کی چنگاری خواہشِ (نفسانی) کیوجہ سے ہے — سزا اور سولی کا خوف خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے

شحنۂ اجسام دیدی بر زمیں — شحنۂ احکامِ جاں راہم بہ بیں

تو نے زمین پر جسموں کا کوتوال دیکھا ہے — روح کے احکام کے کوتوال کو بھی دیکھ لے

رُوح را در غیب خود اشکنجہاست — لیک تانجہی شکنجہ در خفاست

خود رُوح کے لیے غیب میں شکنجے ہیں — لیکن جب تک تو نہیں نکلتا شکنجہ پوشیدگی میں ہے

چوں[3] رہیدی بینی اشکنجہ دمار — زانکہ ضد از ضد گردد آشکار

جب تو چھوٹے گا ہلاکت کا شکنجہ دیکھ لے گا — کیونکہ ایک ضد دوسری ضد سے واضح ہوتی ہے

آنکہ در چہ زاد و در آبِ سیاہ — اُو چہ داند لطفِ دشت و رنجِ چاہ

جو شخص کنوئیں اور کالے پانی میں پیدا ہوا — وہ جنگل کے لطف اور کنوئیں کی تکلیف کو کیا جانے؟

چوں رہا کردی ہوا از بیمِ حق — در رسد سُغراق از تسنیمِ حق

جب تو نے اللہ (تعالیٰ) کے ڈر سے خواہشِ (نفسانی) چھوڑ دی — اللہ (تعالیٰ) کی تسنیم سے پیالہ پہنچے گا

---

[1] چشم۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بھی چشمِ بصیرت عطا کی ہے تو تکلف اندھانہ بن۔ چی۔ چہ یعنی اندھوں کی طرح دریافت نہ کر۔ ویں عصا کش۔ جس کو تو اپنا رہبر بنا رہا ہے وہ دنیادار تجھ سے زیادہ اندھا ہے۔ دست کورانہ۔ اگر تو مجتہد نہیں ہے تو اللہ کی رسّی پکڑ لے اور اُس کے کھلے ہوئے احکام کی پابندی کر لے۔ چیست۔ اللہ کی رسّی خواہشِ نفس کو ترک کرنا ہے، قومِ عاد اِسی نفسانی خواہش کی وجہ سے تباہ ہوئی اور اُن پر آندھی کا عذاب آیا۔ خلق۔ ہر جاندار نفسانی خواہش کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔

[2] ماہی۔ مچھلی اگر چارے کا لالچ نہ کرے تو کبھی کانٹے میں پھنس کر توے پر نہ بھنے، عورتیں اِس لالچ سے فواحش میں مبتلا ہوتی ہیں۔ شحنہ۔ کوتوال کا غصہ و غضب انسان پر اِسی خواہشِ نفسانی کی وجہ سے نازل ہوتا ہے اور اس کو چار میخ اور سولی کی سزا اِسی وجہ سے ملتی ہے۔ شحنہ۔ تو دنیاوی کوتوال کو دیکھتا ہے آخرت کے کوتوال کو بھی مدنظر رکھ۔ رُوح۔ رُوح کے لیے عذاب کے آلات ہیں جو مرنے کے بعد نظر آئیں گے۔ تنجی۔ یعنی جب تک تو دنیا سے نہ جائے گا۔

[3] چوں رہیدی۔ جب تو عالمِ آخرت کی وسعتوں میں پہنچے گا تو اِس دنیا کا شکنجہ ہونا سمجھے گا اس لیے کہ ضد کو دیکھ کر اُس کی ضد پوری طرح سمجھ میں آتی ہے۔ آنکہ۔ کنوئیں کا مینڈک جب تک چمن کی سیر نہیں کرتا۔ اُس کو کنوئیں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے نہ چمن کے لطف کا۔ چوں۔ جب تو نفسانی خواہش کو ترک کر دے گا تو آخرت کی نعمتوں کا لطف محسوس کرنے لگے گا۔ سُغراق۔ پیالہ۔ تسنیم۔ جنت کی نہر ہے۔

لَا تَطْرُقْ فِيْ هَوَاكَ سَلْسَبِيْل[1]
اپنی خواہشِ (نفسانی) پر نہ چل راستہ کی درخواست کر
مِنْ جَنَابِ اللّٰهِ نَحْوَالسَّلْسَبِيْل
خدا کے دربار سے سلسبیل کی جانب

لَا تَكُنْ طَوْعَ الْهَوٰى مِثْلَ الْحَشِيْش
گھاس کی طرح خواہشِ (نفسانی) کا تابعدار نہ بن
اِنَّ ظِلَّ الْعَرْشِ اَوْلٰى مِنْ عَرِيْش
بے شک عرش کا سایہ، جھونپڑی سے بہتر ہے

گفت سلطاں اسپ را واپس برید
بادشاہ نے کہا، گھوڑا واپس لے جاؤ
زُودتر زیں مظلمہ بازم خرید
بہت جلد، مجھے اِس ظلم سے نجات دو

بادلِ خود شہ بفرمود ایں قدر
شاہ نے اپنے دل سے اتنا فرمایا
شیر را مفریب زیں راسُ البقر
بیل کے اس سر سے شیر کو فریب نہ دے

پایِ گاوَ اندر میاں آری ز داوَ
تو حیلہ سے بیل کا پاؤں درمیان میں لے آتا ہے
رَو، ندوزد حق بر اسپے شاخِ گاوَ
جا، اللہ (تعالیٰ) گھوڑے پر بیل کے سینگ نہیں جڑتا ہے

بس مناسب صنعت ست ایں شہرزاوَ
اس شہر کا بنانے والا بہت موزوں کاریگری والا ہے
کے نہد بر جسمِ اَسپ اُو عضوِ گاوَ
وہ گھوڑے کے جسم پر، بیل کا عضو کب رکھتا ہے؟

زاوَ[2] ابداں را مناسب ساختہ
بنانے والے نے، جسموں کو مناسب بنایا ہے
قصرہائے منتقل پرداختہ
منتقل ہونے والے قلعے بنائے ہیں

درمیانِ قصرہا تخریجہا
قلعوں کے اندر نالیاں ہیں
از سُویِ ایں سُویِ آں صہریجہا
اِس کی جانب سے اُس کی جانب وہ نہریں ہیں

وز دروں شاں عالمے بے منتہا
اور اُن کے اندر ایک لاانتہا جہان ہے
درمیانِ خرگہے چندیں فضا
ایک خیمہ کے اندر بہت میدان ہیں

گہ[3] چو کابُوسے نماید ماہ را
وہ کبھی چاند کو کابوس کی طرح دکھاتا ہے
گہ نماید روضہ قعرِ چاہ را
اور کبھی کنویں کی تہ کو چمن دکھاتا ہے

قبض و بسطِ چشم و دل از ذُوالجلال
آنکھ اور دل کا سمٹاؤ اور پھیلاؤ خدا کی جانب سے
دمبدم چوں می کند سحرِ حلال
ہر وقت کس طرح سے حلال جادو کرتا ہے

زیں سبب درخواست از حق مصطفٰیؐ
اسی لیے، مصطفٰیؐ نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی
زِشت راہم زِشت و حق را حق نما
بُرے کو بُرا اور حق کو حق دکھا

[1] سلسبیل۔ راستہ کی درخواست کر۔ سلسبیل۔ جنت کا ایک چشمہ ہے۔ لاتکن۔ گھاس، ہوا کے ہر جھونکے سے جھک جاتی ہے۔ ظل العرش۔ جو خواہشِ نفس کو ترک کر دے گا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ عریش۔ جھونپڑی۔ گفت۔ بادشاہ کو اب احساس ہوا کہ اُس سردار سے گھوڑا چھیننا ظلم ہے۔ بادلِ خود۔ پھر شاہ نے عمادالملک کو مخاطب بنانے کے بجائے اپنے دل کو مخاطب بنا کر کہا مجھ جیسے شیر کو گھوڑے کے سر کو بیل کا سر کہہ کر فریب نہ دے۔ پایِ گاوَ۔ درمیان آوردن، بے موقع بات کہنا۔ داوَ۔ مکر حیلہ۔ ندوزد۔ اللہ تعالیٰ گھوڑے پر بیل کے سینگ نہیں لگاتا ہے۔ زاوَ۔ معمار۔ شہرزاوَ۔ شہر کو بنانے والا۔

[2] زاوَ۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو قلعہ کی طرح تعمیر فرمایا ہے اور یہ انسانی جسم چلتے پھرتے قلعے ہیں۔ تخریج۔ نالی، موری۔ صہریج۔ پانی کی نالی۔ وز دروں۔ انسانی جسم میں ایک عالم ہے صوفیا انسان کو عالمِ اکبر کہتے ہیں کیونکہ جس طرح ساری کائنات اسماءِ الٰہی کا مظہر ہے تنہا انسان اُن سب کا مظہر ہے۔ خرگہ۔ خیمہ یعنی انسانی جسم۔

[3] گہ۔ حضرت حق تعالیٰ کے تصرفات انسانی جسم پر بصورت قبض و بسط طاری ہوتے ہیں اور اس قبض سے کبھی وہ اچھے کو بُرا دکھا دیتا ہے اور بسط کے ذریعہ بُرے کو اچھا دکھا دیتا ہے۔ کابوس۔ ایک مرض ہے جب وہ لاحق ہو جاتا ہے تو انسان کا گلا گھٹتا ہے اور بولنے پر قادر نہیں رہتا۔ زیں سبب۔ چونکہ حضرت حق تعالیٰ کی تجلی قبض و بسط میں مختلف صورتیں دکھا دیتی ہے اسی لیے آنحضورؐ نے دعا کی ہے کہ اچھے کو اچھا دکھا اور بُرے کو بُرا دکھا۔

تاباَخر[1] چوں بگردانی ورق ۔۔۔ از پشیمانی نیفتم در قلق

تا کہ آخر میں جب تو ورق پلٹے ۔۔۔ میں شرمندگی سے پریشانی میں نہ پڑوں

مکر کہ کرد آں عمادُالملک فرد ۔۔۔ مالکُ الملکش بداں ارشاد کرد

جو تدبیر یکتا عمادُالملک نے کی ۔۔۔ مالکُ الملک نے اُس کی اس طرف رہنمائی کی

حیلۂ محمود ایں باشد ولیک ۔۔۔ تو ممیّز باش مر بد را ز نیک

یہ پسندیدہ تدبیر ہوتی ہے، لیکن ۔۔۔ تو بُری کو بھلی سے ممتاز کرنے والا بن

مکرِ حق[2] سرچشمۂ ایں مکرہاست ۔۔۔ قلب بین الاصبعین کبریاست

اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر ان تدبیروں کا سرچشمہ ہے ۔۔۔ قلب اللہ (تعالیٰ) کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

آنکہ سازد در دِلت مکر و قیاس ۔۔۔ آتشے داند زدن اندر پلاس

جو تیرے دل میں سوچ اور قیاس پیدا کرتا ہے ۔۔۔ وہ ٹاٹ میں آگ لگانا بھی جانتا ہے

رجوع کردن بقصۂ آں پائمرد و آں غریب وامدار وبازگشتنِ ایشاں از سرِ گورِ خواجہ و خواب دیدنِ پائمرد خواجۂ محتسب را

مددگار اور اُس قرض دار پردیسی کے قصہ کی طرف رجوع اور اُن کا خواجہ کی قبر کے سرہانے سے واپس آنا، اور مددگار خواجہ محتسب کو خواب میں دیکھنا

بے نہایت آمد ایں خوش سرگذشت ۔۔۔ چوں غریب از گورِ خواجہ بازگشت

یہ عمدہ قصہ بغیر انجام کے رہ گیا ۔۔۔ وہ پردیسی جب خواجہ کی قبر سے لوٹا

پائمردش[3] سُویِ خانۂ خویش بُرد ۔۔۔ مُہرِ صد دینار را با اُو سپُرد

مددگار اُس کو اپنے گھر کی جانب لے گیا ۔۔۔ سو دینار کی مہر اُس کو دے دی

لُوتش آورد و حکایتہاش گفت ۔۔۔ کز اُمید اندر دلش صد گل شگفت

مزیدار کھانا لایا اور اُس سے ایسے قصے کہے ۔۔۔ کہ اُس کے دل میں اُمید سے سو پھول کھل گئے

آنچہ بعد العُسر یُسر اُو دیدہ بُود ۔۔۔ باغریب از قصۂ آں لب کشود

اُس نے تنگی کے بعد جو آسانی دیکھی تھی ۔۔۔ اُس نے اُس کا قصہ پردیسی کو سُنایا

نیم شب بگذشت افسانہ کُناں ۔۔۔ خواب شاں انداخت تا مرعایِ جاں

باتیں کرتے ہوئے آدھی رات گزر گئی ۔۔۔ نیند نے اُن کو رُوح کی چراگاہ میں لے جا ڈالا

---

1. تاباَخر۔ یہ دعا اس لیے ہے تا کہ زندگی کا ورق پلٹنے کے بعد شرمندگی نہ ہو۔ مکر۔ شاہ کے دل سے گھوڑے کی محبت دُور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر سکھائی تھی۔ حیلہ۔ بھلائی کے لیے حیلہ کرنا بھلا ہے بُرائی کے لیے حیلہ کرنا بُرا ہے۔

2. مکرِ حق۔ انسان کو اپنی کسی تدبیر پر مغرور نہ ہونا چاہیے کیونکہ ان تدبیروں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہے اور انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پھیر دیتا ہے۔ آنکہ۔ جو ذات تجھے یہ حیلہ سکھا دیتی ہے وہ تیرے علم کو ضائع بھی کر سکتی ہے۔ پلاس۔ ٹاٹ۔ وامدار۔ قرض دار۔ بے نہایت۔ یعنی یہ قصہ ادھورا رہ گیا۔

3. پائمردش۔ وہ مددگار اس پردیسی کو گھر لے گیا۔ مہر۔ یعنی سو دینار کی تھیلی جو مہر زدہ تھی اس پردیسی کو دے دی۔ لُوتش۔ اُس پردیسی کو کھانا کھلایا اور ایسے قصے سنائے جس سے اُس کا غم ہلکا ہوا۔ آنچہ۔ اس کو اپنے ایسے قصے سنائے جن میں پریشانیوں کے بعد راحت میسر آئی تھی تا کہ پردیسی کی تسلی ہو جائے۔ نیم شب۔ وہ اس پردیسی کو آدھی رات تک قصے سناتا رہا پھر ان کو نیند آ گئی۔ خواب۔ نیند میں انسان کی روح اِدھر اُدھر کی سیر کرتی ہے۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔

دیدہ[1] پا مرد آں ہمایوں خواجہ را
اُس مددگار نے، مبارک خواجہ کو دیکھا

اندراں شب خواب در صدرِ سرا
اُس رات، خواب میں مکان کے صدر (نشین) ہیں

خواجہ گفت اے پایمردِ بانمک
خواجہ نے کہا، اے ملیح مددگار!

آنچہ گفتے من شُنیدم یک بیک
وہ جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک سُنا

لیک پاسخ دادنم فرماں نبُود
لیکن مجھے جواب دینے کا حکم نہ تھا

بے اشارت لب نیارستم کشُود
بغیر اشارے کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا

ماچو واقف گشتہ ایم از چون و چند
ہم چونکہ کیفیت اور کمیت سے واقف ہو گئے ہیں

مُہر بر لبہایِ ما بنہادہ اند
اُنھوں نے ہمارے ہونٹوں پر مہر لگا دی ہے

تانگردد[2] رازہائے غیب فاش
تاکہ غیب کے راز نہ پھیلیں

تانگردد مُنہدم عیش و معاش
تاکہ زندگی اور ذریعۂ زندگی نہ ڈھے جائے

تاندرّد پردۂ غفلت تمام
تاکہ غفلت کا پردہ پورا نہ پھٹ جائے

تانماند دیگِ محنت نیم خام
تاکہ محنت کی دیگ، ادھ کچری نہ رہ جائے

تانگردد ہیچکس واقف بداں
تاکہ اُس سے کوئی واقف نہ ہو

تانسوزد پردۂ دعویٰ وراں
تاکہ اُس میں دعوے کرنے والوں کا پردہ نہ جل جائے

تانیفتد از طبق سرپوشِ غیب
تاکہ طباق سے غیب کا ڈھکن نہ ہٹ جائے

می نبیند دیدنی را عینِ ریب
دیکھنے کی چیز کو شک کی نگاہ نہیں دیکھتی ہے

ماہمہ[3] گوشیم گر شُد نقشِ گوش
ہم مجسم کان ہیں اگرچہ کان کا نقش جاتا رہا

ماہمہ نطقیم لیکن لب خموش
ہم مجسم گویائی ہیں، لیکن خاموش لب ہیں

ماہمہ عیلیم گر شُد نقشِ عین
ہم مجسم آنکھ ہیں اگرچہ آنکھ کا نقش جاتا رہا

بل ہمہ شمسیم ما بے میغ و غین
بلکہ ہم مجسم سورج میں بغیر ابر و غبار کے

غرقِ دریائیم گرچہ قطرہ ایم
ہم دریا میں غرق ہیں، اگرچہ قطرہ ہیں

جملگی شمسیم گرچہ ذرّہ ایم
ہم مجسم سورج ہیں، اگرچہ ذرّہ ہیں

بے حجابِ دُردِ کُل آبیم صاف
ہم بغیر غبار کے پردے کے، صاف پانی میں

در جہانِ جاوداں گشتہ مُعاف
ہمیشگی کے جہان میں معاف ہو گئے ہیں

---

[1] دید۔ سونے کی حالت میں مددگار نے محتسب کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک مکان کے صدر جگہ میں بیٹھا ہے۔ بانمک۔ ملیح، حسین۔ آنچہ۔ محتسب نے خواب میں اُس مددگار سے کہا کہ اُس پردیسی نے میری قبر پر جو باتیں کہیں وہ میں نے سب سُنی ہیں۔ لیک۔ مُردہ سب باتیں سنتا ہے جواب نہیں دے سکتا ہے۔ ماچو۔ مُردوں کو بولنے کی اجازت اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ رازوں سے واقف ہو چکے ہیں اگر بولیں گے تو غیب کے اسرار کھل جائیں گے۔

[2] تانگردد۔ اگر تکوینیات کے تمام راز کھل جائیں گے تو نظام عالم درہم ہو جائے گا۔ پردہ۔ نظامِ عالم انسان کی غفلت کے پردوں سے چل رہا ہے۔ تانماند۔ راز کھلنے سے ترکِ عمل ہو جائے گا۔ تانسوزد۔ حقیقت کھل جانے پر غلط دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ می نہ بیند۔ دیدنی چیز جو ان دیکھی بنی ہوئی ہے وہ اُسی غفلت کے پردے کی وجہ سے ہے۔

[3] ماہمہ۔ محتسب نے خواب میں کہا کہ اگرچہ ہمارے کان ختم ہو گئے ہیں لیکن اب ہم ہمہ تن کان ہیں ہم بغیر زبان کے مجسم گویائی ہیں لیکن بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ عیلیم۔ ہم مجسم آنکھ ہیں بغیر آنکھ کے، جس طرح مُردے سنتے ہیں، دیکھتے بھی ہیں۔ بل ہمہ۔ ہم بغیر ابر و غبار کا سورج ہیں جس کا ادراک بہت قوی ہے۔ غرق۔ باوجودیکہ ہم ہیچ ہیں لیکن قرب کے اعتبار سے ہمیں ذاتِ حق سے اتحاد ہے۔ بے حجاب۔ اب ہماری ذات گناہوں کی کدورت سے صاف ہو چکی ہے اور ہمیں معافی کی حالت میں دوامی زندگی حاصل ہو گئی ہے۔

ہرچہ[1] ما دادیم دیدیم ایں زماں
ہم نے جو کچھ دیا، اب دیکھ لیا
اینجہاں پردست و عین ست آنجہاں
یہ جہان پردہ ہے، وہ جہان ظاہر ہے

روزِ کِشتن روزِ پنہاں کردن ست
بونے کا دن، پوشیدہ کرنے کا دن ہے
تخم در خاکے پریشاں کردن ست
بیج کو مٹی میں بکھیر دینا ہے

وقتِ بدرودن گہہ منجل زدن
کاٹنے کا وقت، درانتی چلانے کا وقت
روزِ پاداش آمد و پیدا شُدن
بدلے اور ظاہر ہونے کا دن ہے

گفتنِ خواجہ در خواب بآں پایمرد وُجوہِ وامِ آں دوست
خواجہ کا خواب میں اُس مددگار سے اُس دوست کے قرض کی ادائگی کے طریقے

راکہ آمدہ بُود، و نشان دادنِ جاي دفنِ آں سیم را و
بتا دینا جو آیا تھا اور چاندی کے مدفون ہونے کی جگہ کا پتا بتانا اور

پیغامِ کردن بوارثاں کہ البتہ آں را بسیار نہ بینند و
وارثوں کو پیغام دینا کہ کبھی اُس کو بہت نہ سمجھیں اور اُس میں

ہیچ باز نگیرند اگرچہ قبول نہ کند یا بعضے ہمانجا بگذارد
سے کچھ نہ لیں اگرچہ وہ قبول نہ کرے یا کچھ وہاں چھوڑ دے یا وہ

یا بہر کہ خواہد بدہد کہ من باخدا نذر کردہ‌ام کہ ازاں سیم
جس کو چاہے دے کیونکہ میں نے خدا سے منت مانی ہے کہ اُس چاندی میں سے

بمن و متعلقانِ من حبّہ باز نگردد
میں اور میرے متعلقین ایک حبّہ واپس نہ لیں گے

بشنو[2] اکنوں دادِ مہمانِ جدید
اب نئے مہمان کی بخشش کا (حال) سُن
مَن ہمی دیدم کہ اُو خواہد رسید
میں سمجھتا تھا، کہ وہ آئے گا

مَن شنیدہ بُودم از وامش خبر
میں نے اُس کے قرض کی خبر سُن لی تھی
بستہ بہرِ اُو دوسہ پارہ گُہر
میں نے جواہر کے دو تین ٹکڑے اُس کے لیے باندھ دیے

کہ[3] وفاي وامِ اُو ہست آن و بیش
جو اُس کے قرض کے لیے کافی اور زیادہ ہیں
تاکہ ضیفم را نگردد سینہ ریش
تاکہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو

وام دارد از ذہب اُو نُہ ہزار
وہ سونے کے نو ہزار قرض رکھتا ہے
وام را از بعضِ ایں گو واگذار
کہہ دے کہ اِس میں سے قرض ادا کر دے

---

[1] ہرچہ۔ ہم نے جو عمل دنیا میں کیا اب اُس کے نتائج دیکھ لیے ہیں۔ ایں جہاں۔ دنیا۔ آں جہاں۔ آخرت۔ روزِ کشتن۔ جس دن کاشتکار بوتا ہے تو وہ بیج کو زمین میں چھپاتا اور بکھیرتا ہے دنیا بھی کاشت کا وقت ہے۔ وقتِ بدرودن۔ جب کاشتکار کھیتی کاٹتا ہے تو اُس کے چھپائے ہوئے بیج کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے آخرت اِس کی مثال ہے۔ گفتن۔ خواجہ محتسب نے مددگار کو خواب میں بتایا کہ میں نے اُس پردیسی کے قرض ادا کرنے کے لیے بہت سا مال فلاں جگہ رکھ دیا ہے وہ اُس کو دے دیں اور اُس میں سے خود کچھ نہ لیں۔

[2] بشنو۔ اب یہ قصہ سنو کہ محتسب نے اُس پردیسی کا قرض ادا کرنے کے لیے کس طرح عطا کی۔ من ہمی دیدم۔ محتسب نے کہا کہ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ پردیسی مقروض ہو کر میرے پاس ضرور آئے گا۔ من شنیدہ۔ میں سُن چکا تھا کہ وہ مقروض ہو گیا ہے میں نے اس کے لیے دو تین جواہر باندھ کر رکھ دیے ہیں۔

[3] کہ وفای۔ وہ گوہر اس قدر قیمتی ہیں کہ اُن سے اُس کا قرض ادا ہو جائے گا اور بچ بھی رہے گا۔ وام۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ اُس پر نو ہزار دینار قرض ہیں اِن جواہر میں سے کچھ فروخت کر کے ادا کر دے۔

فضلہ[1] ماند زیں بسے گو خرج کن — دَر دُعا گوئی مرا ہم درج کن
اُس میں سے بہت بچے گا، کہہ دے خرچ کرے — دعا میں مجھے بھی شامل کر لے
خواستم تا آں بدستِ خود دہم — دَر فلاں دفتر نوشتست ایں رقم
میں نے چاہا تھا کہ اُس کو خود اپنے ہاتھ سے دوں — فلاں رجسٹر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے
خود اجل مُہلت نداد تا کہ مَن — خفیہ بسپارم بدُو دُرِّ عدَن
مجھے موت نے فرصت نہ دی، کہ میں — عدن کے موتی چپکے سے اُسے دے دوں
لعل و یاقوت ست بہرِ وامِ اُو — درخنورے و نوشتہ نامِ اُو
اُس کے قرضہ کے لیے لعل اور یاقوت ہے — ایک پیالے میں اور اُس کا نام لکھا ہوا ہے
دَر فلاں طاقیش مدفوں کردہ ام — مَن غمِ آں یار پیشیں خوردہ ام
میں نے اُس کو فلاں طاق میں دفن کر دیا ہے — میں نے اُس دوست کی پہلے ہی فکر کر لی ہے
قیمتِ آں را نداند جُز ملوک — فَاجْتَهِدْ بِالْبَيْعِ اَنْ لَّا يَخْدَعُوْكَ
شاہوں کے سوا کوئی اُن کی قیمت نہیں جانتا — بیچنے میں محنت کر، تاکہ وہ تجھے دھوکا نہ دے دیں
در[2] بیوع آں کن تو از خوفِ غرار — کہ رسولؐ آموخت سہ روز اختیار
معاملوں میں دھوکے کے ڈر سے وہ کر — جو تین روز کا اختیار رسولؐ نے سکھایا ہے
از کسادِ آں مترس و در میفت — کہ رواجِ آں نخواہد ہیچ خُفت
اُن کے نرخ گرنے سے نہ ڈر اور نہ گر — کیونکہ اُن کا رواج سُست نہ ہو گا
وارثانم را سلامِ مَن بگو — ویں وصیت را بگو ہم مُو بمُو
میرے وارثوں سے میرا سلام کہہ دے — اور اِس وصیت کو بھی پورا کہہ دے
تاز بسیاریِ آں زر نشکہند — بے گرانی پیشِ آں مہماں نہند
تاکہ اُس زر کی کثرت سے نہ ڈریں — بغیر کسی گرانی کے اُس مہمان کے سامنے رکھ دیں
وَر بگوید اُو نخواہم ایں فرہ[3] — گو بگیر و ہر کرا خواہی بدہ
اور اگر وہ کہے، میں یہ بہت نہیں چاہتا — کہہ دے، لے لے اور جس کو تو چاہے دے دے
زانچہ دادم باز نستانم نقیر — سُوئ پستاں باز ناید ہیچ شیر
جو میں نے دے دیا ہے اُس میں سے ایک ذرہ واپس نہ لونگا — دودھ، پستان میں ہرگز نہیں لوٹتا
گشتہ باشد ہمچو سگ قے را اکول — مُستردِ نحلہ برقولِ رسولؐ
کتے کی طرح قے کو چاٹنے والا ہو جاتا ہے — عطیہ کو واپس لینے والا، رسولؐ کے قول کے مطابق

[1] فضلہ۔ جو بچے اُس کو بھی خرچ کرے اور مجھے دعاءِ خیر میں یاد رکھے۔ خود دہم۔ تاکہ کسی کو پتا نہ چلے اور وہ شرمندہ نہ ہو لیکن مجھے موت نے یہ موقع نہ دیا۔ لعل و یاقوت۔ وہ جواہر لعل اور یاقوت میں ایک پیالہ میں رکھے ہیں اور اُس پیالہ پر میں نے اُس کا نام لکھ دیا ہے۔ خنور۔ پیالہ، پانی کا مٹکا۔ درفلاں۔ اُس پیالہ کو فلاں طاق میں دفن کر دیا ہے۔ قیمت۔ وہ بہت قیمتی ہیں کوئی دھوکا دے کر سستا نہ خرید لے۔

[2] در بیوع۔ فروخت کرنے میں اپنے لیے تین روز کا اختیار رکھ لینا، اگر قیمت کم لگی ہو تو بیع کو فسخ کر دینا۔ غرار۔ دھوکا۔ از کساد۔ واپس لینے میں اِس سے نہ ڈرنا کہ اُن کی قیمت گھٹے گی۔ وارثانم۔ محتسب نے اُس مددگار سے یہ بھی کہا کہ میرے وارثوں سے میرا سلام کہہ دے اور یہ میری وصیت اُن کو پہنچا دے۔ تاز بسیاری۔ وارثوں سے اِس لیے کہہ دینا کہ اِس قدر زیادہ مال ایک پردیسی کو دینے سے گھبرا نہ جائیں۔ نشکہند۔ شکوہیدن۔ ڈرنا۔

[3] فرہ۔ بوزنِ گرہ زیادتی، یعنی اگر پردیسی یہ کہے کہ اِس قدر مال کی مجھے ضرورت نہیں تو کہہ دینا وہ لے کر کسی اور کو دے کر ثواب حاصل کر لے۔ زانچہ۔ وصیت کرنا گویا دے دینا ہے۔ نقیر۔ وہ گڑھا جو کھجور کی گٹھلی کے سرے پر ہوتا ہے، حقیر چیز مراد ہوتی ہے۔ سوی۔ پستان میں سے دودھ نکلا ہوا واپس نہیں لوٹتا ہے۔ گشتہ۔ آنحضورؐ نے عطیہ دے کر واپس لینے والے کو اُس کتے کی مثل قرار دیا ہے جو قے کر کے چاٹتا ہے۔ نحلہ۔ عطیہ۔

وَر ببندد[1] در نباید آں زَرش ‏ تا بریزند آں عطا را بَر درش
اگر وہ دروازہ بند کر لے کہ وہ زر اُس کو نہ چاہیے ‏ اُس عطا کو اُس کے دروازے پر بکھیر دیں

ہر کہ آنجا بگذرد زَر میبَرد ‏ نیست ہدیہ مخلصاں را مُسترد
جو وہاں سے گذرے، سونا لے جائے ‏ مخلصوں کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہے

بہرِ اُو بنہادہ ام آں از دو سال ‏ کردم ام من نذرہا با ذُوالجلال
میں نے وہ دو سال سے اِس کے لیے رکھا ہے ‏ میں نے اللہ (تعالیٰ) سے منتیں مانی ہیں

وَر رَوا دارند چیزے زاں ستد ‏ بیست چنداں خود زیاں شاں اُوفتد
اگر وہ اُس میں سے کچھ لینا جائز سمجھیں گے ‏ اُن کو خود بیس گنا نقصان ہو گا

گرؔ[2] رَوانم را پژولانند زُود ‏ صَد درِ محنت بر ایشاں بر کشود
اگر وہ میری رُوح کو پریشان کریں گے تو جلدی ‏ پریشانی کے سیکڑوں دروازے اُن پر کھلیں گے

از خدا امید دارم من لَبِق ‏ کہ رساند حق را با مستحق
میں زبان آور اللہ (تعالیٰ) سے امید کرتا ہوں ‏ کہ وہ، حق مستحق کو پہنچا دے گا

دو قضیہ دیگر اُو را شرح داد ‏ لب بذکرِ آں نخواہم برگشاد
اُس نے دو دوسرے معاملے اُس پر ظاہر کیے ‏ میں اُن کے ذکر میں ہونٹ نہ کھولوں گا

تابماند دو قضیہ سِرّ و راز ‏ ہم نگردد مثنوی چندیں دراز
تاکہ دونوں قصے سِرّ اور راز رہیں ‏ نیز مثنوی بہت لمبی نہ ہو جائے

برجہید[3] از خواب انگشتک زناں ‏ گہ غزل گویان و گہ نوحہ کُناں
وہ چٹکیاں بجاتا ہوا نیند سے بیدار ہوا ‏ کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا

گفت مہماں درچہ سوداہاستی ‏ پایمردا مست و خوش برخاستی
مہماں نے کہا، تو کن خیالات میں ہے ‏ اے مددگار! تو مست اور خوش اُٹھا ہے

تاچہ دیدی خواب دوش اے بُوالعلا ‏ کہ نمی گنجی تو در شہرِ وفا
اے بلند مرتبہ والے! گذشتہ رات تو نے خواب میں کیا دیکھ لیا؟ ‏ کہ تو شہر اور جنگل میں نہیں سما رہا ہے

خواب دیدہ پیلِ تو ہندوستاں ‏ کہ رمیدستی ز حلقۂ دوستاں
تیرے ہاتھی نے ہندوستان، خواب میں دیکھ لیا ہے ‏ کہ تو دوستوں کے حلقے سے بھاگ رہا ہے

گفت سوداناک خوابے دیدہ ام ‏ دردلِ خود آفتابے دیدہ ام
اُس نے کہا کہ میں نے ایک عشقناک خواب میں دیکھا ہے ‏ میں نے اپنے دل میں سورج کو دیکھا ہے

---

1. دربہ بندد۔ اگر وہ عطیہ قبول نہ کرے اور دروازہ بند کر لے تو اُس کے دروازہ پر ڈال دینا۔ می برد۔ تاکہ گذرنے والا اُس کو اُٹھا کر لے جائے۔ نیست۔ اُس کو یہ چاہیے کہ وہ یہ عطیہ لینے سے انکار نہ کرے اِس لیے کہ مخلص کا ہدیہ واپس کرنا بُرا ہے۔ بہرِ اُو۔ میں نے دو سال سے یہ مال اُس کے لیے رکھ چھوڑا ہے اور خدا سے اُس کے دینے کی منت مانی ہے۔ وررَوا۔ میرے وارثوں کو سمجھا دینا کہ اگر انھوں نے اُس رقم میں سے کچھ لیا تو جتنا لیں گے اُس کا بیس گنا اُن کو نقصان پہنچ جائے گا۔
2. گر روانم۔ وارثوں سے کہہ دینا کہ اگر میری وصیت کے خلاف کر کے میری رُوح کو ستائیں گے تو اُن پر سیکڑوں مصائب آ جائیں گے۔ لَبِق۔ چرب زبان۔ دو قضیہ۔ مولانا فرماتے ہیں محتسب نے اُس مددگار سے دو باتیں اور کہیں تھیں وہ راز ہیں اُن کو میں بیان نہ کروں گا۔ ہم۔ ایک تو راز ہونے کی وجہ سے میں بیان نہ کروں گا پھر یہ بھی خیال ہے کہ بیان کروں تو مثنوی بہت طویل ہو جائے گی۔
3. برجہید۔ وہ مددگار نیند سے خوش ہوتا ہوا اُٹھا تو چٹکیاں بجا رہا تھا اور بشارت کی خوشی میں غزل پڑھ رہا تھا اور کبھی محتسب کی وفات کی وجہ سے رونے لگتا تھا۔ دوش۔ رات کا اکثر حصہ گذر چکا تھا۔ فلا۔ فلات، جنگل۔ خواب دیدہ۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے دوسرے ملک میں خواب میں ہندوستان کو دیکھ لیتا ہے تو وطن کی یاد میں زنجیریں توڑنے لگتا ہے۔ سوداناک۔ عشق ناک۔ آفتاب۔ یعنی محتسب۔

خواجہ را دیدم بخواب اے بُوالعلا — آں سپردہ[1] جاں برائے کبریا

اے بلند رتبہ والے! میں نے خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے — اُس، خدا پر جان باختہ کو دیکھا ہے

خواب دیدم خواجۂ بیدار را — آں سپُردہ جاں پئے دیدار را

میں نے خواب میں، بیدار خواجہ کو دیکھا ہے — اُس، دیدار پر جان باختہ کو دیکھا ہے

خواب دیدم خواجۂ معطی المُنیٰ — کَواحدٌ کالالف از امرِ خدا

میں نے خواب میں تمنائیں پوری کرنیوالے خواجہ کو دیکھا ہے — جو خدا کے حکم سے اکیلا ہزار کی طرح کا ہے

مست و بیخود ایں چنیں بر می شمُرد — تا کہ مستی عقل و ہوشش را بُبرد

مست اور بیخود اسی طرح شمار کر رہا تھا — حتیٰ کہ مستی نے اُس کی عقل اور ہوش کو ختم کر دیا

درمیانِ خانہ اُفتاد اُو دراز — خلق انبہ گردِ اُو آمد فراز

وہ گھر کے درمیان، لمبا گر گیا — مخلوق کا مجمع اس کے گرد فراہم ہو گیا

باخود آمد گفت اے بحرِ خوشی — اے نہادہ ہوشہا در بیہوشی

ہوش میں آیا، بولا اے خوشی کے سمندر! — اے وہ کہ جس نے بے ہوشی میں بہت سے ہوش رکھے ہیں

خواب[2] در بنہادۂ بیداریے — بستہ در بیدلی دلداریے

تو نے خواب میں، بیداری رکھی ہے — تو نے بے دلی سے، دلداری وابستہ کر دی

خواجگی پنہاں کُنی در ذُلِ فقر — طوقِ دولت بستہ اندرِ غُلِ فقر

تو ذلت اور فقر میں آقائی کو پوشیدہ کر دیتا ہے — دولت کے طوق کو، فقر کے طوق سے وابستہ کر دیا ہے

ضد اندر ضد پنہاں مُندرج — آتش اندر آبِ سوزاں مندرج

ضد، ضد میں مخفی طور پر داخل ہے — گرم پانی کے اندر آگ پوشیدہ ہے

روضہ[3] اندر آتشِ نمرُود درج — دخلہا رُویاں شُدہ از بذل و خرج

نمرود کی آگ میں چمن درج ہے — صرف اور خرچ سے آمدنیاں اُگی ہیں

تا بگفتہ مصطفیٰ شاہِ نجاح — اَلسَّماحُ یَآ اُولِی النِّعَمَا رَبَاحٌ

حتیٰ کہ کامیابی کے شاہ، مصطفیٰ نے فرمایا — اے اہل نعمت! سخاوت کرنا نفع کمانا ہے

مَا نَقَصَ مَالٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ قَطُّ — اِنَّمَا الْخَیْرَاتُ نِعْمَ الْمُرْتَبَطْ

صدقوں سے مال کبھی نہیں گھٹتا — خیرات کرنا بہت اچھا رابطہ ہے

جوشش و افزونیِ زر در زکوٰۃ — عصمت از فحشا و منکر در صلوٰۃ

زکوٰۃ میں مال کا جوش اور بڑھاؤ ہے — نماز میں فحش اور بُری باتوں سے بچاؤ ہے

---

[1] سپردہ۔ یعنی وہ محتسب جس نے اللہ تعالیٰ پر جان قربان کر دی ہے۔ مست۔ وہ مددگار مستی اور بیخودی کی حالت میں محتسب کے اوصاف گنتا گنتا بیہوش ہو گیا۔ درمیاں۔ وہ مددگار بیہوش ہو کر گر پڑا اور لوگ اُس کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ بحرِ خوشی۔ اللہ تعالیٰ۔ ہوشہا۔ بے ہوشی یعنی نیند کی حالت میں اُس کو بہت سے عالی مضامین سکھائے گئے ہیں۔

[2] خواب در۔ خواب میں وہ باتیں معلوم ہوئی ہیں جو بیداری میں بھی معلوم نہ تھیں۔ بستہ۔ جو بیدل یعنی عاشقِ خدا ہوتا ہے وہ محبوب ازحق کا دلدار بھی ہو جاتا ہے۔ ضد اندر ضد۔ اس پر تعجب نہ کرو کائنات میں مشاہدہ کر لو اللہ کی قدرت نے ایک ضد کو دوسری ضد میں مخفی کر دیا ہے گرم پانی میں آگ پوشیدہ ہے اُسکے اجزاء سے پانی گرم ہے۔

[3] روضہ۔ نمرود کی آگ میں خلیل اللہ کے لیے چمن پوشیدہ تھا۔ دخلہا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ السماح۔ آنحضورؐ نے سخاوت کو نفع فرمایا ہے۔ ما نقص۔ خیرات اللہ سے ربط پیدا کر دیتی ہے تو مال میں برکت ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ۔ زکوٰۃ دینے سے برکت ہوتی ہے۔ در صلوٰۃ۔ نماز کی نیکی فحش اور منکر کی بدی سے بچانے پر مشتمل ہے۔

آں[1] زکوٰتت کیسہ اَت را پاسباں ۔۔۔ واں صلوٰتت ہم ز گرگانت شباں

تیری وہ زکوٰۃ، تیری تھیلی کی محافظ ہے ۔۔۔ اور وہ تیری نماز، بھیڑیوں سے تیری نگہبان ہے

میوہٴ شیریں نہاں در شاخ و برگ ۔۔۔ زندگیِ جاوداں در زیرِ مرگ

شاخ اور پتے میں میٹھا میوہ چھپا ہے ۔۔۔ موت کے ماتحت ہمیشگی کی زندگی ہے

زِبل گشتہ قُوتِ خاک از شیوہٴ ۔۔۔ زاں غذا زادہ زمیں را میوہٴ

نجاست کی روش سے مٹی کی روزی بنی ۔۔۔ زمین میں اُس غذا سے میوہ پیدا ہوا

دَر عدم پنہاں شُدہ موجودیٴ ۔۔۔ در سرشتِ ساجدے مسجُودیٴ

عدم میں پوشیدہ ہوا، موجود ہونا ۔۔۔ سجدہ کرنے والے کی طینت میں مسجود ہونا ہے

آہن و سنگ از بروںش مُظلمے ۔۔۔ اندروں نورے و شمعِ عالمے

لوہا اور پتھر باہر سے تاریک ہیں ۔۔۔ باطن میں نور اور عالم کی شمع ہے

درج دَر خوفے ہزاراں ایمنی ۔۔۔ در سوادِ چشم چنداں رُوشنی

خوف میں، ہزاروں اطمینان درج ہیں ۔۔۔ آنکھ کی سیاہی میں، کس قدر روشنی ہے

اندرونِ[2] گاوِ تن شہزادہٴ ۔۔۔ گنج دَر ویرانہٴ بنہادہٴ

بیل کے جسم میں، ایک شہزادہ ہے ۔۔۔ خزانہ ویرانے میں رکھا ہوا ہے

تاخرے پیرے گریزد زاں نفیس ۔۔۔ گاوْ بیند، شاہ نے، یعنی بلیس

تاکہ اُس عمدہ چیز سے ایک بوڑھا گدھا بھاگ جائے ۔۔۔ بیل کو دیکھے، شاہ کو نہیں، یعنی شیطان

حکایتِ[3] آں پادشاہ و وصیت کردنِ سہ پسرِ خویش را کہ

اُس بادشاہ کی حکایت اور اُس کا اپنے تین لڑکوں کو وصیت کرنا کہ اِس

دریں سفر در ممالکِ مَن در فلاں جا چنیں نہیدو

سفر میں میرے ملکوں میں فلاں جگہ اِس طرح سے ترتیب قائم کرو اور

فلاں جا چنیں نوّاب نصب کنید واما اللہ اللہ بفلاں

فلاں جگہ اتنے قائم مقام مقرر کرو لیکن خدا کے لیے فلاں قلعہ میں

قلعہ مروید و گردِ آں مگردید

نہ جانا اور اُس کے چاروں طرف چکر نہ کاٹنا

بُود شاہے، شاہ را بُد سہ پسر ۔۔۔ ہرسہ صاحب فطنت و صاحب نظر

ایک بادشاہ تھا، بادشاہ کے تین لڑکے تھے ۔۔۔ تینوں سمجھ دار اور صاحب نظر تھے

---

[1] آں زکوٰتت۔ زکوٰۃ دینے والے کا مال ضائع نہیں ہوتا۔ صلوٰتت۔ تیری نماز شیطانی بھیڑیوں سے محافظ ہے۔ شاخ۔ درخت کی شاخوں اور پتوں میں میوہ پوشیدہ ہے۔ مرگ۔ موت، جاوداں زندگی پر مشتمل ہے۔ زبل۔ کھاد، میویوں پر مشتمل ہے۔ درعدم۔ عدم سے ہی وجود آتا ہے۔ ساجدے۔ حضرت آدمؑ ساجد ہو کر مسجودِ ملائکہ بنے۔ آہن۔ لوہے اور پتھر کی سیاہی میں نور مضمر ہے۔ درج۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ عذاب کی سیکڑوں مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ سوادِ چشم۔ آنکھ کی پُتلی سیاہ ہے اور اُس میں روشنی مضمر ہے۔

[2] اندروں۔ انسان کا جسم بیل کے جسم سے مشابہ ہے اور اُس میں روح جو بمنزلہ شہزادے کے ہے مضمر ہے۔ گنج۔ ویرانہ کے اندر خزانہ ہوتا ہے۔ تاخرے۔ ان باتوں میں یہ حکمت مضمر ہے کہ خرِ پیر یعنی شیطان صفت لوگ ظاہر کو دیکھ کر بھاگ جائیں، شیطان نے حضرت آدمؑ کے ظاہری جسم کو دیکھا اور اُنکے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔

[3] حکایت۔ اِس حکایت میں بھی یہی بتایا ہے کہ تینوں شہزادوں میں سے کوئی شاہ کی حسین لڑکی پر عاشق ہوا اور شاہ کے باطنی کمالات کی طرف متوجہ نہ ہوا کوئی اس کے باطن کی طرف متوجہ ہو کر کامیاب بنا۔ بود شاہے۔ اِس بادشاہ کے تینوں لڑکے سخاوت اور جنگ اور کر و فر میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھے، اگرچہ شاہ کے باطنی اوصاف پر نظر کرنے میں یکساں تھے۔

ہر یکے از دیگرے اِستودہ تر — دَر سخا و دَر وغا و کرّ و فر
ہر ایک دوسرے سے زیادہ قابلِ تعریف تھا — سخاوت اور جنگ اور کروفر میں

پیشِ شہ شہزادگاں اِستادہ جمع — قرۃ العینانِ[1] شہ ہمچوں سہ شمع
بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوئے — شمع کی طرح بادشاہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے

ازرہِ پنہاں ز عینینِ پسر — می کشید آبے نخیلِ آں پدر
لڑکے کی آنکھوں سے مخفی راستہ ہے — اُس باپ کا کھجور کا درخت پانی کھینچتا ہے

تاز فرزند آبِ ایں چشمہ شتاب — میرود سُوی ریاضِ مام و باب
یہاں تک کہ لڑکے کے اِس چشمہ کا پانی جلد — ماں اور باپ کے باغیچوں کی جانب جاتا رہتا ہے

تازہ میباشد ریاضِ والدین — گشتہ جاری عینِ شاں زیں ہر دو عین
ماں باپ کے باغ تازہ رہتے ہیں — اِن دونوں آنکھوں سے اُن کا چشمہ جاری رہتا ہے

چوں[2] شود چشمہ ز بیماری علیل — خشک گردد شاخ و برگِ آں نخیل
جب چشمہ، مرض سے بیمار ہو جاتا ہے — اُس کھجور کے درخت کی شاخ اور پتے خشک ہو جاتے ہیں

خشکیِ نخلش ہمی گوید پدید — کہ ز فرزنداں شجر نم می کشید
اس کے کھجور کے درخت کی خشکی صاف کہتی ہے — کہ درخت فرزندوں سے نمی کھینچتا ہے

اے بسا کاریز پنہاں ہم چنیں — متصل باجانِ تاں یا غافلیں
اِسی طرح بہت سے پوشیدہ چشمے — اے غافلو! تمہاری جان سے متصل ہیں

اے کشیدہ ز اسمان و از زمیں — مایہا تا گشتہ جسمِ تو سمیں
اے (مخاطب)! آسمان اور زمین سے کھینچے ہیں — مادے، یہاں تک کہ تیرا جسم موٹا ہوا ہے

تن[3] ز اجزائے جہاں دُزدیدہٗ — پارہ پارہ زین و آں ببریدہٗ
تو نے جہان کے اجزا سے جسم کو چُرایا ہے — تو نے اِس اور اُس سے ٹکڑا ٹکڑا کاٹا ہے

از زمین و آفتاب و آسماں — پارہا بر دوختی بر جسم و جاں
زمین اور سورج اور آسمان سے — تو نے جسم اور جان پر پیوند گانٹھے ہیں

تاتو پنداری کہ بُردی رایگاں — باز نستانند از تو این و آں
خبردار! تو سمجھتا ہے تو مفت لے اُڑا — یہ اور وہ تجھ سے واپس نہ لیں گے

کالۂ دُزدیدہ نبُود پائیدار — لیک آرد دُزد را تا پائدار
چُرایا ہوا سامان پائیدار نہیں ہوتا ہے — لیکن چور کو سولی تک لے آتا ہے

---

1. قرۃ العینان۔ دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک، خوشی وراحت میں آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے رنج میں گرم آنسو بہتے ہیں۔ ازرہ۔ باپ کے جسم کی تروتازگی اولاد سے ہے۔ تاز فرزند۔ مخفی طور پر اولاد ماں باپ کے بدن کے چمن کو سیراب کرتی ہے۔ تازہ۔ اولاد کی آنکھوں سے مخفی چشمے جاری ہیں جو والدین کے جسم کے باغیچہ کو پانی دیتے ہیں۔
2. چوں۔ اسی لیے جب اولاد بیمار ہو جاتی ہے اور چشمہ میں کمزوری آتی ہے تو ماں باپ کا جسم سوکھنے لگتا ہے۔ خشکی۔ اس حالت میں والدین کے جسم کا سوکھنا ظاہر کرتا ہے کہ اُن کا درخت اولاد کی آنکھوں کے چشموں سے سیراب ہوتا تھا۔ اے بسا۔ جس طرح والدین اولاد کے مخفی چشموں سے سیراب ہوتے ہیں اسی طرح انسان کی جان مخفی چشموں سے سیرابی حاصل کر رہی ہے۔ اے کشیدہ۔ انسان کا جسم عالم کی بہت سی چیزوں سے بنتا ہے۔ سمیں۔ موٹا۔
3. تن۔ انسانی جسم کی ترکیب، عالم کے بہت سے مادوں سے ہوئی ہے۔ از زمیں۔ کائنات عالم کے اجزا جسم انسانی نے حاصل کیے ہیں۔ تاتو۔ انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اجزا جو اس کے جسم نے حاصل کیے ہیں ان کو واپس لوٹانا نہیں ہے۔ کالہ۔ یہ چرائے ہوئے اجزا ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں چوری ہی موت کا سبب ہے۔

عاریہ[1] ست ایں کم ہمی باید فشارد کانچہ بگرفتی ہمی باید گزارد
یہ مانگا ہوا ہے، پاؤں نہ جمانا چاہیے کیونکہ جو تو نے لیا ہے، ادا کرنا چاہیے
جز نفختُ کاں ز وہّاب آمدست رُوح را باش، آں دِگرہا بیہدست
"میں نے پھونکا" کے سوا کیونکہ خدا کی جانب سے آئی ہے رُوح کا بن، دوسری چیزیں بیہودہ ہیں
بیہدہ نسبت بجاں میگویمش نے بہ نسبت با صنیع محکمش
میں اُن کی رُوح کے اعتبار سے بیہودہ کہہ رہا ہوں نہ کہ اُس کے مضبوط مصنوع کے اعتبار سے

بیانِ[2] استمدادِ عارف از سرچشمۂ حیاتِ ابدی و مستغنی شُدنِ اُو از استمداد

عارف کا ابدی زندگی کے سرچشمہ سے مدد حاصل کرنے کا بیان اور اُس کا بے وفا پانیوں کے

و انجذاب از چشمہایِ آبہایِ بیوفا کہ عَلَامَۃُ ذٰلِکَ التَّجَافِی

چشموں سے جذب کرنے اور مدد حاصل کرنے سے بے نیاز ہونا کہ اُس کی علامت دھوکے کے

عَنْ دَارِ الْغُرُورِ کہ آدمی چوں بر مدد ہای چشمہا اعتماد کند در طلبِ

گھر سے جدائی ہے کیونکہ انسان جب چشموں کی مدد پر بھروسہ کرتا ہے،

چشمۂ باقی سُست شود چنانکہ حکیم الٰہی می فرماید ---- رُباعی

باقی رہنے والے چشمہ کی طلب سُست پڑ جاتی ہے چنانچہ حکیم الٰہی فرماتے ہیں۔۔۔ رُباعی

کاریز درونِ جانِ تو می باید کز عاریہا تُرا درے نکشاید
تیری جان میں چشمہ چاہیے کیونکہ مانگے ہوں سے تیرے لیے در نہیں کھلتا ہے
یک چشمۂ آب از درونِ خانۂ بہ زاں جُویِ کہ از بُروں می آید
گھر کے اندر پانی کا ایک چشمہ اُس نہر سے بہتر ہے جو باہر سے آتی ہے

حبّذا[3] کاریز اصلِ چیزہا فارغت آرد ازیں کاریزہا
خوب چشمہ ہے جو چیزوں کی اصل ہے وہ تجھے ان چشموں سے بے نیاز کر دے گا
چشمۂ آبی دُرونِ خانۂ بہ ز رودے کاں نہ در کاشانۂ
گھر کے اندر پانی کا ایک چشمہ اُس نہر سے بہتر ہے جو گھر میں نہیں ہے
تو ز صد ینبوع شربت می کشی ہرچہ زاں صد کم شود کاہد خوشی
تو سیکڑوں چشموں سے شربت کھینچ رہا ہے اُن سیکڑوں میں سے جو کم ہو جائے خوشی گھٹ جاتی ہے

---

1. عاریہ۔مانگی ہوئی چیز واپس کرنی پڑتی ہے تو بدن کے ان اجزاء کو بھی ایک روز واپس دینا ہے۔جز نفخت۔البتہ رُوح کا عطیہ اللہ کی جانب سے ہے جو مستقل اور باقی ہے۔بیہدہ۔جسم کے اجزا کو بیہودہ روح کے اعتبار سے کہا گیا ہے ورنہ یہ بھی اللہ کی تخلیق ہے لہٰذا اُس کی مخلوق بیہودہ نہیں ہوسکتی ہے۔

2. بیان۔چوں کہ بدن کے اجزاء مانگے ہوئے ہیں اور رُوح عطیہ خداوندی باقی رہنے والی ہے تو انسان کو جسم کے چشموں سے زیادہ رُوح کے چشمہ کو حاصل کرنا چاہیے، چنانچہ عارف باللہ جسم کے چشموں سے فیضیاب ہونے سے زیادہ رُوح کے چشمہ سے فیض حاصل کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے اور اسی لیے وہ دارالغرور یعنی دنیا سے بچتا ہے۔کاریز۔بوزن فالیز، وہ نہر جو کاشت کار زمین کے نیچے سے کھود کر اس طریقہ سے نکالتے تھے کہ اوپر کے کھیتوں کو وہ پانی دیتی تھی۔

3. حبذا۔جو نہر رُوح کو سیراب کرتی ہے وہ علوم کی اصل ہے۔وہ حاصل کرلے گا تو پھر حواسِ ظاہرہ کے مُدرکات سے تو بے نیاز ہو جائے گا۔چشمہ۔جو چشمہ گھر میں ہو وہ باہر کی نہر سے بہتر ہوتا ہے۔ینبوع۔چشمہ، تو بیرونی چشموں سے لطف حاصل کرتا ہے اگر اُن میں سے کسی میں بھی کمی آجائے تو تیری خوشی ناقص ہو جاتی ہے۔

چوں[1] بجوشد از دروں چشمہ سنی — ز استراقِ چشمہا گردی غنی
جب اندر سے کوئی روشن چشمہ جوش مارتا ہے — چشموں کے چُرانے سے تو بے نیاز بن جاتا ہے

قُرۃ العینت چو زاب و گِل بُوَد — راتبہ ایں قُرّہ دردِ دل بُوَد
جب تیری آنکھ کی ٹھنڈک پانی اور مٹی سے ہو — تو اِس ٹھنڈک کا نتیجہ، دِل کا درد ہو گا

قلعہ را چوں آب آید از بُروں — دَر زمانِ اَمن باشد بر فزُوں
قلعہ میں جب پانی باہر سے آئے — تو امن کے زمانہ میں کثرت سے ہو گا

چونکہ دشمن گردِ آں حلقہ کُند — تا کہ اندر خونِ شاں غرقہ کُند
جب دشمن اُس قلعہ کا محاصرہ کر لے — تا کہ اُن کو خون میں ڈبوئے

آبِ بیروں را بُبرند آں سپاہ — تا نباشد قلعہ را زانہا پناہ
وہ لشکر، پانی کو باہر سے قطع کر دے گا — تا کہ قلعہ کو اُن سے پناہ نہ حاصل ہو

آں[2] زماں یک چاہ شورے از دروں — بہ ز صد جیجونِ شیریں از بُروں
اُس وقت اندر کا ایک کھارا کنواں — باہر کے سیکڑوں میٹھے جیحوں سے اچھا ہو گا

قاطعُ الاسباب لشکرہائے مرگ — ہمچو دے آید بقطعِ شاخ و برگ
موت کے لشکر، اسباب کو کاٹنے والے — خزاں کی طرح شاخ اور پتے کاٹنے آتے ہیں

دَر جہاں نبُوَد مدد شاں از بہار — جُز مگر در جاں بہارِ رُوئِ یار
دنیا میں تو اُن کو بہار سے مدد نہیں پہنچتی ہے — علاوہ ازیں کہ جان میں یار کے چہرے کی بہار ہو

زاں[3] لقب شُد خاک را دارُالغُرور — کو کشد پا را سپس یومِ العبور
اسی لیے زمین کا لقب دھوکے کا گھر ہوا — کیونکہ وہ گذرنے کے دن پاؤں پیچھے کو کھینچ لیتی ہے

پیش ازاں بر راست و برچپ میدوید — کہ بچیم دردِ تو چیزی نچید
اُس سے پہلے دائیں اور بائیں دوڑتا پھرتا ہے — کہ میں تیرا دُکھ چُن لوں گا (اور) کچھ نہ چُنا

اُو بگفتے مر تُرا وقتِ غماں — دور از تو رنج و دہ کہ درمیاں
وہ تجھ سے غموں کے وقت کہتا تھا — رنج تجھ سے دُور ہے اور دس پہاڑ درمیان میں ہیں

چوں سپاہِ رنج آمد بست دم — خود نمی گوید تُرا من دیدہ ام
جب رنج کا لشکر آیا اُس نے دم سادھا — تجھ سے نہیں کہتا ہے، کہ میں نے تجھے دیکھا ہے

---

[1] چوں بجوشد۔ جب تیرے اندر خوشی کا منبع ہو تو پھر بیرونی اسباب کی ضرورت نہیں رہتی۔ قرۃ۔ اگر تجھے آنکھ کی ٹھنڈک کسی آب وگل کے پتلے سے حاصل ہے تو فراق کی صورت میں اُس کا انجام بردِ دل ہے۔ قلعہ۔ جس قلعہ میں باہر سے پانی آئے تو امن کی حالت میں پانی خوب آتا رہتا ہے۔ چونکہ۔ لیکن جب باہر سے دشمن محاصرہ کرتا ہے اور اُس نہر کو بند کر دیتا ہے تو تیری حالت تباہ ہو جاتی ہے۔

[2] آں زماں۔ محاصرہ کے بعد پھر تیری حالت یہ ہوتی ہے کہ تو اندرونی کھارے پانی کے کنویں کو باہر کی میٹھی سیکڑوں نہروں سے بہتر سمجھتا ہے۔ قاطع الاسباب۔ موت جب لذت کے سارے خارجی ذرائع ختم کر دے گی تو اب خارجی بہار سے تجھے کوئی نفع نہ ہو گا صرف وہ بہار باعثِ لذت ہو گی جو رُوئے یار سے تجھے حاصل ہوئی ہو۔ شعر (ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما)

[3] زاں۔ چوں کہ موت لذت کے دنیاوی ذرائع کو ختم کر دیتی ہے اور یہ ذرائع تیرا ساتھ نہیں دیتے ہیں اسی لیے دنیا کو دھوکے کا گھر قرار دیا گیا ہے۔ یہ دنیا مرتے وقت تیرا ساتھ نہیں دیتی اپنا قدم پیچھے کو ہٹا لیتی ہے۔ پیش ازاں۔ دنیوی یار تیرے دائیں بائیں دوڑا پھرتا تھا اور دعوے کرتا تھا کہ تیرا درد دکھ میں اُٹھا لوں گا لیکن اُس نے کچھ نہ اُٹھایا۔ چوں سپاہ۔ جب موت کے سپاہی تیرا محاصرہ کرتے ہیں تو وہ اس کا بھی اقرار نہیں کرتا کہ کبھی تیری اُس کی جان پہچان بھی تھی۔

حق[1] پئے شیطاں بدیںساں زد مثل — کو تُرا در رزم آرد با حِیَل
اللہ (تعالیٰ) نے شیطان کی اِسی طور پر مثل بیان کی ہے — کہ وہ تجھے حیلوں سے جنگ میں لے آتا ہے

کہ تُرا گوید کہ پُشتم مَن ترا — دَر بلا و در جفا و در عَنا
کہ تجھ سے کہتا ہے، کہ میں تیرا مددگار ہوں — بلا اور جفا اور مشقت میں

کہ تُرا یاری دہم من باتو اَم — در خطرہا پیشِ تو من می دَوَم
کہ میں تیری مدد کروں گا، میں تیرے ساتھ ہوں — میں خطروں میں تیرے آگے دوڑوں گا

اِسپرت باشم گہٖ تیرِ خدنگ — مخلصِ تو باشم اندر وقتِ تنگ
خدنگ کے تیر کے وقت میں تیری ڈھال بنوں گا — میں تنگ وقت میں تجھے بچانے والا بنوں گا

جاں[2] فدایِ تو کُنم در انتعاش — رُستمی شیری ہلا مردانہ باش
میں خوشی میں تیرے اوپر جان قربان کروں گا — تو رُستم ہے تو شیر ہے خبردار! مرد بن

سُویِ کفرش آورد زیں عشوہا — آں جُوالِ خُدعہ و مکرو دَغا
اِن فریبوں سے اُس کے کفر کی جانب لے آتا ہے — وہ دھوکے اور مکر اور وفا کا تھیلا

چوں قدم بنہاد در خندق فتاد — اُو بقاہا قاہ خندہ لب گشاد
جب قدم رکھا، خندق میں گر گیا — اُس نے ہنسی کے قہقہہ کے ساتھ ہونٹ کھولا

ہیں بیا من طمعہا دارم ز تُو — گویدش رَو رَو کہ بیزارم ز تُو
ہاں، آ جا میں تجھ سے اُمیدیں رکھتا ہوں — وہ اُس سے کہہ دیتا ہے، جاجا میں تجھ سے بیزار ہوں

تو نترسیدی ز عدلِ کردگار — من ہمی ترسم، تو دست از من بدار
تو خدا کے انصاف سے نہ ڈرا — میں ڈرتا ہوں، تو مجھ سے توقع نہ رکھ

گفت[3] حق اُو خود جُدا شد از بہی — تو بدیں تزویرہا ہم کے رہی
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ خود نیکی سے جدا ہوا — تو بھی اِن حیلوں سے کب نجات پائے گا؟

گفت حق اُو خود ز نیکی شد جُدا — کے رہی ہم تو بدیں تزویرہا
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ خود نیکی سے علیحدہ ہوا — تو بھی اِن مکاریوں سے کب چھوٹے گا؟

فاعل و مفعول دَر روزِ شمار — رُو سیاہ اند و حریف و سنگسار
فاعل اور مفعول، گنتی کے دن — کالا منہ ہیں اور ساتھی اور سنگسار

رہزدہ و رہزن یقیں در حکم و داد — دَر چہٖ بُعد اند و در بئسَ المِہاد
یقیناً بھٹکا ہوا اور بھٹکانے والا فیصلے اور انصاف میں — دوری کے کنویں میں اور بُرے بستر میں ہیں

---

[1] حق۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی یہ حالت بیان کی ہے کہ تجھے حیلہ اور تدبیر سے جنگ میں پھنسا دیتا ہے۔ کہ۔ یہ کہتا ہے کہ میں ہر مصیبت کے وقت تیری مدد کروں گا۔ درخطرہا۔ ہر خطرہ میں تجھ سے آگے رہوں گا۔ اسپرت۔ تیر چلے گا تو تیری ڈھال بنوں گا ہر مصیبت کے وقت تیرا مخلص رہوں گا۔

[2] جان فدا۔ تجھ پر خوشی خوشی قربان ہو جاؤں گا۔ رستمی۔ تو خود بھی رستم اور شیر ہے، جنگ سے نہ گھبرا۔ سوی۔ شیطان انسان کو اسی طرح کے دھوکے دے کر کفر پر آمادہ کر دیتا ہے۔ چوں قدم۔ اب جب انسان تباہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے تو وہ اُس کی ہر حالت پر قہقہے لگاتا ہے۔ ہیں۔ انسان اُس شیطان کو مدد کے لیے بلاتا ہے تو وہ اُس انسان سے اپنی بیزاری کا اظہار کر دیتا ہے۔ تو نترسیدی۔ اُس سے کہتا ہے کہ تو خدا سے نہ ڈرا میں تو خدا سے ڈرتا ہوں میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتا۔

[3] گفت حق۔ انسان اپنی معذرت میں یہ کہے گا کہ شیطان نے مجھے دھوکا دے دیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ خیر سے خود جدا تھا اور یہ سب کو بتا دیا گیا تھا، تو نے اُس کا کہنا کیوں مانا اب اِس معذرت کے حیلے سے نجات حاصل نہ کر سکے گا۔ فاعل۔ یعنی بہکانے والا شیطان مفعول جو بہکایا ہوا ہے یعنی انسان دونوں سزا پائیں گے۔ روز شمار۔ یعنی جس دن نیکیاں اور برائیاں گنی جائیں گی۔ رہزدہ۔ شیطان نے گمراہ کیا۔ رہزن۔ یعنی شیطان۔ بُعد۔ خدا سے دوری۔ بئس المہاد جہنم۔

غولؔ[1] را و گول را گو را فریفت از خلاص و فوز میباید شکیفت

شیطان کو بھی اور اُس احمق کو بھی جس کو اُس نے فریفتہ کیا نجات اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہیے

ہم خر و خرگیر اینجا در گلند غافل اند اینجا و آنجا آفِلند

گدھا اور گدھے والا بھی دونوں اِس جگہ کیچڑ میں ہیں یہاں غافل ہیں اور وہاں غائب ہیں

جُز کسانے را کہ واگروند ازاں دَر بہارِ فضل آیند از خزاں

سوائے اُن کے جو اُس سے لوٹ جائیں خزاں سے مہربانی کی بہار میں آ جائیں

توبہ آرند و خُدا توبہ پذیر اَمرِ اُو گیرند و اُو نِعم الامیر

توبہ کر لیں اور خدا توبہ قبول کرنے والا ہے اُس کا حکم جان لیں اور وہ بہترین حاکم ہے

چوںؔ[2] برآرند از پشیمانی حنین عرش لرزد از اَنِیْنِ الْمُذْنِبِیْن

وہ جب شرمندگی سے رونے کی آواز نکالتے ہیں گنہگاروں کے رونے سے عرش لرزتا ہے

آنچناں لرزد کہ مادر بر ولد دَستِ شاں گیرد بَبالا می کشد

اِس طرح لرزتا ہے جس طرح ماں بچہ پر اُن کی دستگیری کرتا ہے، اوپر کھینچ لیتا ہے

کاے، خدا تاں واخریدہ از غرور ہِک ریاضِ فضل و ہِک ربِ غفور

کہ اے لوگو! تمھیں خدا نے دھوکے سے بچا لیا اب مہربانی کا باغ ہے اور اب بخشنے والا خدا ہے

بعدازیں تاں برگ و رزقِ جاوداں از ہوای حق بُوَد نز ناوداں

اِس کے بعد تمھارا سامان اور مستقل رزق اللہ (تعالیٰ) کی ہوا سے ہو گا نہ کہ پرنالے سے

چونکہؔ[3] دریا بر وسائط رشک کرد تشنہ چوں ماہی بترکِ مشک کرد

جب دریا نے واسطوں پر رشک کیا مچھلی کی طرح پیاسے نے مشک چھوڑ دی

قصۂ شہزادگاں آور بہ پیش کایں حدیث از حدِ امکانست بیش

شہزادوں کا قصہ پیش کر کیونکہ یہ مضمون حدِّ امکان سے باہر ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز راں جانبِ احوالِ آں شہزادگاں

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی پھر چل شہزادوں کے احوال کی جانب

رَواں شُدنِ ہر سہ شہزادہ در ممالکِ پدر بعد از وداع

تینوں شہزادوں کا باپ کے ممالک میں روانہ ہونا اِن کا شاہ کو رخصت

کردنِ ایشاں شاہرا و اِعادہ کردنِ شاہ وقتِ وداع

کرنے کے بعد اور شاہ کا وصیت کو دہرانا

---

1 غولؔ۔ یعنی شیطان۔ گولؔ۔ یعنی گمراہ۔ خلاصؔ۔ یعنی جنت کی کامیابی۔ شکیفتؔ: شکیفتن، صبر کرنا۔ خرؔ۔ یعنی گمراہ۔ خرگیرؔ۔ یعنی شیطان۔ غافلؔ۔ یعنی حق کی طرف توجہ کرنے سے۔ آفلؔ۔ غائب یعنی جنت سے۔ جُز کسانےؔ۔ یعنی اُس شخص کے علاوہ جس کو شیطان نے گمراہ کیا لیکن اُس نے پھر توبہ کر لی۔ امرؔ۔ توبہ کے بعد نیک کام کرنے لگیں۔

2 چوںؔ۔ جب گنہگار ندامت سے روتا ہے تو عرش اس طرح سے کانپتا ہے جس طرح ماں بچہ کے رونے سے کانپتی ہے۔ حنینؔ اور انینؔ۔ رونے کی آواز۔ دستِ شاںؔ۔ ماں محبت میں روتے ہوئے بچہ کو گود میں لے لیتی ہے اِسی طرح عرش رونے والے گنہگار کو اوپر اٹھا لیتا ہے اور تسلی دیتا ہے۔ کاےؔ۔ یہ کہتا ہے کہ تجھ پر رب غفور نے رحم کر دیا تو اُس کی مہربانی کے باغیچہ میں پہنچ گیا ہے۔ از ہواؔ۔ یعنی اب رزق بغیر محنت کے ملے گا۔

3 چونکہؔ۔ جب حضرتِ حق اپنے محبوب کے لیے وسائط کو پسند نہیں کرتا تو بغیر اسباب کے رزق پہنچاتا ہے اور وہ محبوب بھی مشکؔ یعنی اسباب کو ترک کر کے دریا کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ قصۂؔ۔ شہزادوں کا قصہ بیان کر و اس لیے کہ مضمونِ توکل اور دنیا کا دارالغرور ہونا پورا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ وداعؔ۔ رخصت کرنا۔

وصیت را کہ بقلعہ ہوش رُبا نروید

ہوش اُڑانے والے قلعہ میں نہ جانا

عزمِ[1] رہ کردند آں ہر سہ پسر — سُوی املاکِ پدر رسمِ سَفَر
تینوں لڑکوں نے راستہ کا پختہ ارادہ کر لیا — سفر کے طریقہ پر، باپ کے ممالک کی جانب

دَر طوافِ شہرہا و قلعہاش — از پئے تدبیرِ دیوان و معاش
اُس کے شہروں اور قلعوں کے دورے میں — دفتر اور آمدنی کی تدبیر کے لیے

خواستند از شہ اجازت گاہِ عزم — داد اجازت شاں چونیت دید حزم
ارادۂ (سفر) کے وقت انھوں نے بادشاہ سے اجازت چاہی — چونکہ اُس نے نیت پختہ دیکھی، ان کو اجازت دے دی

دست بُوسِ شاہ کردند و وداع — پس بدیشاں گفت آں شاہِ مُطاع
انھوں نے شاہ کی دست بوسی کی اور رخصت کیا — پھر حاکم شاہ نے اُن سے کہا

ہرکجا تاں دل کشد عازِم شوید — فی امان اللہ دست افشاں روید
جہاں تمھیں دل لے جائے ارادہ کر لو — اللہ کی حفاظت میں خوش ہوتے ہوئے روانہ ہو جاؤ

غیرِ[2] آں یک قلعہ نامش ہشُربا — تنگ آرد بر کلہ داراں قبا
سوائے اُس ایک قلعہ کے جس کا نام ہوش رُبا ہے — وہ تاجداروں پر قبا تنگ کر دیتا ہے

اللہ اللہ، زاں دژِ ذاتِ الصُّوَر — دُور باشید و بترسید از خطر
خدا کے لیے اُس تصویروں والے قلعہ سے — دور رہنا اور خطرے سے ڈرنا

رُوی و پشت و بُرجہاش و سقف و پست — جُملہ تمثال و نگار و صورتست
اُس کے رو اور پشت پر برجیاں اور چھت اور فرش — سب تصویر اور نقش اور صورت ہیں

ہمچو آں حجرہ زلیخا پُر صُوَر — تا کُند یوسفؑ بنا کامش نظر
زلیخا کے تصویروں سے بھرے حُجرے کی طرح — تاکہ (حضرت) یوسفؑ بغیر قصد کے اُن پر نظر کریں

چونکہ[3] یوسفؑ سُوی اُو می ننگرید — خانہ را پُر نقشِ خود کرد آں مکید
چونکہ (حضرت) یوسفؑ اس کی جانب نہ دیکھتے تھے — اُس مکار نے گھر کو اپنی تصویروں سے بھر دیا

تا بہر سُوکاں نگرد آں خوش عِذار — رُویِ اُو را بیند اُو بے اختیار
تاکہ وہ خوبصورت رُخ والا جس طرف بھی دیکھے — بے اختیار اُس کا چہرہ دیکھ لے

بہرِ دیدہ روشناں یزدانِ فرد — شش جہت را مظہرِ آیات کرد
روشن آنکھ والوں کے لیے، یکتا خدا نے — چھ جانبوں کو دلائل کا مظہر بنایا ہے

---

[1] عزم۔ تینوں شہزادوں نے ملکی انتظام کے لیے سفر کا ارادہ کر لیا۔ دیوان۔ دفتر۔ معاش۔ گذارہ کا ذریعہ، آمدنی۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ مُطاع۔ جس کی اطاعت کی جائے یعنی سردار اور حاکم۔ دست افشاں۔ ہلسی خوشی۔

[2] غیرِ آں۔ بس "ہوش رُبا" قلعہ میں نہ جانا۔ اللہ اللہ۔ خدا سے ڈرو۔ دژ۔ قلعہ۔ ذاتِ الصُّوَر۔ تصویروں والا۔ تنگ۔ بہت سے بادشاہ اُس تصویر کو دیکھ کر جس کی وہ تصویر ہے اُس پر عاشق ہو کر پریشان ہوئے ہیں۔ رُوی۔ اس قلعہ میں ہر جگہ پر تصویریں ہیں۔ ہمچو۔ زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو پھانسنے کے لیے اپنی تصاویر محل میں جگہ جگہ لگا دی تھیں تاکہ اُن کو دیکھ کر حضرت یوسفؑ زلیخا پر عاشق ہو جائیں وہ زلیخا کو نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔

[3] چونکہ۔ حضرت یوسفؑ عفت کی وجہ سے زلیخا پر نظر نہ ڈالتے تھے۔ عذار۔ رُخسار۔ روشناں۔ عارفین۔ شش۔ شعر
(برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار — ہر ورق دفتریست معرفتِ کردگار)

تا بہر[1] حیوان و نامی کانگرند
تا کہ وہ جس حیوان اور بڑھنے والے کو دیکھیں
از ریاضِ حُسنِ ربانی چرند
خدائی حُسن کے باغوں سے غذا پائیں

بہر ایں فرمود باآں اِسپہ اُو
اسی لیے اُس گروہ سے اُس نے فرمایا
حَیْثُ وَلَّیْتُم فَثَمَّ وَجْهُهٗ
تم جس طرف بھی رُخ کرو اُس کا چہرہ ہے

از قدح گر در عطش آبے خورند
وہ اگر پیاس میں پیالے سے پانی پیتے ہیں
در درونِ آب، حق را ناظر اند
پانی کے اندر خدا کو دیکھنے والے ہیں

آنکہ عاشق نیست اُو در آب دَر
جو عاشق نہیں ہے، وہ پانی میں
صورتِ خود بیند اے صاحب نظر
اے صاحب نظر! اپنی صورت دیکھتا ہے

صورتِ عاشق چو فانی شُد درُو
عاشق کی صورت جب اُس میں فانی ہو گئی
پس در آب اکنوں کرا بیند بگو
تو بتا، اب وہ پانی میں کس کو دیکھتا ہے؟

حُسنِ حق بینند اندر رُوئے[2] حُور
وہ حور کے چہرے میں اللہ (تعالیٰ) کا حُسن دیکھتے ہیں
ہمچو مہ دَر آب از صُنعِ غیُور
غیور کی کارسازی کی وجہ سے جس طرح چاند پانی میں

غیرتش بر عاشقے و صادقیست
اُس کی غیرت، عاشق اور صادق پر ہے
غیرتش بر دیو و بر استور نیست
اُس کی غیرت شیطان اور چوپائے پر نہیں ہے

دیوے[3] اگر عاشق شود ہم گوی بُرد
شیطان اگر عاشق ہو گیا اُس نے بھی بازی جیت لی
جبرئیلے گشت و آں دیوے بمُرد
وہ جبرئیل بن گیا اور وہ شیطان مر گیا

اَسْلَمَ الشَّیْطَانُ درینجا شد پدید
"شیطان مسلمان ہو گیا" اُس نے بھی بازی جیت لی
کہ یزیدے شُد ز فضلش بایزید
کہ یزید، اُس کی مہربانی سے بایزیدؒ ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اے گروہ!
ہیں نگہدارید ازاں قلعہ وجوہ
خبردار! اُس قلعہ سے چہروں کو محفوظ رکھنا

ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ ہوس تمھیں بھٹکا دے
کہ فتید اندر شقاوت تا ابد
کہ تم ہمیشہ کے لیے بدبختی میں جا گرد

[1] تا بہر حیواں۔ جب عارفین کائنات میں کمالِ قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اُن کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسپہ۔ گروہ، یعنی عارفوں کی جماعت سے کہا ہے کہ جس طرف تم رُخ کرو گے تمھیں ہمارا جلوہ نظر آئے گا۔ از قدح۔ عارف پانی کے کٹورے میں حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ شعر (ما در پیالہ رُخ یار دیدہ ایم۔ اے بے خبر زلذتِ شربِ مدامِ ما)۔ آنکہ۔ غیر عارف پانی کے کٹورے میں اپنی صورت دیکھتا ہے لیکن عارف جبکہ اپنی ذات کو حق تعالیٰ میں فنا کر چکا ہے تو جو کچھ کٹورے میں نظر آ رہا ہو وہ اُس کے چہرے کا عکس نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کا عکس ہے۔

[2] رُوئے حُور۔ حسین حور کا دیدار بھی اُن کا مقصود نہیں بلکہ اُس میں بھی حُسنِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہمچو مہ۔ جیسا کہ چاند کا عاشق پانی کی طرف نظر کرتا ہے تو اُس کا مقصد چاند کا عکس دیکھنا ہے جو پانی میں ہے۔ از صُنعِ غیور۔ عارف چونکہ محبوبِ حق ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی غیرت کا تقاضا ہے کہ وہ غیر پر نظر نہ کرے۔ غیرتش۔ شیطان اور جانور بھی پانی میں خود اپنا چہرہ دیکھتے ہیں وہاں غیرتِ حق آڑے نہیں آتی کہ وہ اپنے چہرے کے بجائے خدا کا چہرہ دیکھیں۔

[3] دیو۔ شیطان صفت اگر توبہ کر کے عاشقِ خدا بن جاتا ہے تو اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اسلم۔ آنحضورؐ کا شیطان کے بارے میں ارشاد ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِیْ فَاَسْلَمَ لیکن اللہ نے میری مدد کی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ مولانا فرماتے ہیں اس کے یہی معنی ہیں کہ اگر شیطان توبہ کر لے تو عارف بن جاتا ہے، اور یزید جیسا ظالم بایزیدؒ بسطامی بن جاتا ہے۔ ایں سخن۔ یعنی عارفین کے احوال۔ ہیں۔ بادشاہ نے شہزادوں سے کہا کہ ہوس تمھیں ہوش رُبا قلعہ کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے ورنہ ابدی بدبختی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

از خطر پرہیز آمد مفترض
خطرے سے بچنا فرض ہے
بشنوید از من حدیثِ بیغرض[1]
مجھ سے بے غرض بات سُن لو

در فرج جوئی خرد سر تیز بہ
کشادگی کی طلب میں سر کی عقل کا تیز ہونا بہتر ہے
از کمین گاہِ بلا پرہیز بہ
مصیبت کی کمین گاہ سے، پرہیز بہتر ہے

گر نمی گفت ایں سخن را آں پدر
اگر وہ باپ یہ بات نہ کہتا
ور نمی فرمود ازاں قلعہ حذر
اور اگر اُس قلعہ سے بچنے کا حکم نہ دیتا

خود بداں قلعہ نمی شد خیلِ شاں
اُس قلعہ کی جانب اُن کی جماعت خود نہ جاتی
خود نمی اُفتاد آں سُو میلِ شاں
خود ہی اُس طرف اُن کا میلان نہ ہوتا

کاں نہ بُد معروف و بس مہجور بُود
کیونکہ وہ مشہور نہ تھا اور بہت غیر آباد تھا
از قِلاع و از مناہج دُور بُود
قلعوں اور راستوں سے دُور تھا

چوں بکرد آں منع دل شاں زاں مقال
چونکہ اُس نے منع کیا، اُن کا دل اُس گفتگو سے
در ہوس افتاد و در کوئی خیال
ہوس اور خیال کے کوچہ میں پڑ گیا

رغبتے زیں منع دردل شاں بُرست
اِس ممانعت سے اُن کے دل میں رغبت پیدا ہو گئی
کہ بباید سِرِّ آں را باز جُست
کہ اُس کے راز کی کھوج لگانی چاہیے

کیست[2] کز ممنوع گردد ممتنع
کون ہے؟ جو روکی ہوئی چیز سے رُک جائے
چونکہ اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ مَا مُنِعْ
جبکہ انسان ممنوع چیز پر حریص ہے

نہی بر اہلِ تُقیٰ تبغیض شُد
متقیوں پر ممانعت مبغوض بتانا ہوئی
نہی بر اہلِ ہوا تحریض شُد
خواہشِ نفسانی والوں پر ممانعت، ترغیب بنی

پس ازیں یُغْوِیْ بِہٖ قَوْمًا کَثِیْر
پس اسلیے ہے، اسکے ذریعہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیتا ہے
ہم ازیں یَھْدِیْ بِہٖ قَلْبًا خَبِیْر
نیز اسی لیے ہے باخبر دل کو اس کے ذریعہ ہدایت دیدیتا ہے

کے[3] رمد از نے حمام آشنا
ہلا ہوا کبوتر، بانس سے کب اُڑتا ہے
بل رمد زاں نے حماماتِ ہوا
بلکہ اُس بانس سے ہوائی کبوتر بھڑکتے ہیں

پس بگفتندش کہ خدمتہا کنیم
پھر انھوں نے کہا ہم خدمتیں کریں گے
بر سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا تنیم
"ہم نے سنا اور ہم نے مانا" پر عمل کریں گے

رُو نگردانیم از فرمانِ تُو
آپ کے حکم سے رُوگردانی نہ کریں گے
کُفر باشد غفلت از احسانِ تُو
آپ کے احسان سے غفلت کفر ہے

---

[1] بے غرض۔ بے غرض بات مخلصانہ ہوتی ہے۔ درفرج۔ جس طرح خوشی کی جستجو ضروری ہے مصیبت سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔ گرنمی گفت۔ اگر بادشاہ اُن کو نصیحت نہ کرتا اور قلعہ میں جانے سے نہ روکتا تو اُن کا اس قلعہ کی جانب میلان نہ ہوتا اور وہ وہاں نہ جاتے۔ کاں۔ چونکہ وہ قلعہ کوئی مشہور قلعہ نہ تھا تو اُن کو وہاں جانے کا خیال بھی نہ آتا۔ چوں بکرد۔ چونکہ شاہ نے منع کیا اس لیے اُن کو اُس قلعہ میں جاکر راز معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہوگئی۔

[2] کیست۔ ایسے لوگ کم ہیں جو ممنوع چیز سے رُکیں کیوں کہ انسان ممنوع چیز کا اور حریص ہو جاتا ہے۔ نہی۔ جو متقی ہیں اور کم ہیں ان کے لیے ممانعت اُس چیز سے بغض کا سبب بن جاتی ہے اور جو خواہش کے بندے ہیں اور وہ بہت ہیں اُن کے لیے ممانعت اور آمادگی کا سبب بن جاتی ہے۔ پس ازیں۔ اسی لیے قرآن کی صفت یہ ہے کہ بہت سے اُس سے گمراہ ہو جاتے ہیں لیکن جن کے قلب بیدار اور باخبر ہیں وہ ہدایت حاصل کرلیتے ہیں۔

[3] کے رمد۔ بانس کی چھڑ ہلانے سے پالتو کبوتر گھر واپس آجاتے ہیں جنگلی کبوتر بھاگ جاتے ہیں، ایک ہی چیز کی دو خاصیتیں ہیں۔ رُو نگردانیم۔ شہزادوں نے شاہ سے کہا ہم آپ کا کہنا مانیں گے آپ محسن ہیں اور محسن سے غفلت کفر ہے۔

لیک[1] اِستثناء و تسبیحِ خدا ۔۔۔ ز اعتمادِ خود بُد از ایشاں جُدا

لیکن انشاء اللہ کہنا اور خدا کی تسبیح ۔۔۔ اپنے اوپر بھروسہ کرنے کی وجہ سے اُن سے جدا تھی

ذکرِ استثناء و حزمِ ملتوی ۔۔۔ گفتہ شُد در ابتدایِ مثنوی

انشاء اللہ کہنے اور لپٹی ہوئی احتیاط کا ذکر ۔۔۔ مثنوی کے شروع میں کیا گیا ہے

صد کتاب ار ہست جُز یک باب نیست ۔۔۔ صد جہت را قصدِ جُز محراب نیست

اگر سو کتابیں بھی ہیں تو ایک باب کے سوا کچھ نہیں ۔۔۔ سو جانبوں کا مقصد، محراب کے سوائے کچھ نہیں

ایں طُرق را مخلصش یک خانہ است ۔۔۔ ایں ہزاراں سُنبل از یک دانہ ست

اِن راستوں کا منتہا ایک گھر ہے ۔۔۔ یہ ہزاروں بالیں، ایک دانہ کی ہیں

گونہ[2] گونہ خوردنیہا صد ہزار ۔۔۔ جُملہ یک چیز ست اندر اعتبار

قسم قسم کی لاکھوں کھانے کی چیزیں ۔۔۔ غور کرنے سے سب ایک چیز ہیں

از یکے چوں سیر گشتی تُو تمام ۔۔۔ سَرد شُد اندر دلت پنجہ طعام

جب تو ایک سے پورا سیر ہو جائے ۔۔۔ تو تیرے دل میں پچاس کھانے بے وقعت ہو گئے

در مجاعت بس تو اَحول بُودہَ ۔۔۔ کہ یکے را صد ہزاراں دیدہَ

تو بھوک میں بھینگا ہو رہا تھا ۔۔۔ کہ تو ایک کو، لاکھوں سمجھ رہا تھا

گُفتہ بُودیم از سِقامِ آں کنیز ۔۔۔ وز طبیبان و قصورِ فہم نیز

ہم نے اُس لونڈی کی بیماری کی بات کہی تھی ۔۔۔ اور طبیبوں اور سمجھ کی کمی کی بھی

کاں[3] طبیباں ہمچو اسپِ بے فسار ۔۔۔ غافل و بے بہرہ بُودند از سوار

کہ وہ طبیب بے رسّی کے گھوڑے کی طرح ۔۔۔ سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے

کامِ شاں پُر زخم از قرعِ لگام ۔۔۔ سُمِ شاں مجرُوح از تحویلِ گام

اُن کا تالو، لگام کے جھٹکوں سے زخمی ہے ۔۔۔ اُن کے سُم، قدم پھرنے سے زخمی ہیں

ناشُدہ واقف کہ نِک بر پُشتِ ما ۔۔۔ رائضِ چُست ست اُستادی نما

وہ واقف نہ ہوئے کہ اب ہماری کمر پر ۔۔۔ اُستادی دکھانے والا چست سدھانے والا ہے

نیست سرگردانیِ ما زیں لگام ۔۔۔ جُز ز تصریفِ سوارِ دوستکام

اس لگام سے ہمارے سر کا چکراؤ نہیں ہے ۔۔۔ سوائے کامیاب سوار کے تصرُّف کی وجہ سے

---

[1] لیک۔اُن شہزادوں نے اطاعت کا وعدہ تو کیا اور اللہ کو یاد کر کے انشاء اللہ نہ کہا، اپنے اوپر بھروسہ کیا۔ذکر۔انشاء اللہ اور احتیاط کی باتیں ہم پہلے دفتر میں بیان کر چکے ہیں۔مثنوی۔یعنی استثنا کے ذکر کے ضمن میں۔صد کتاب۔ پہلا دفتر اور یہ دفتر کوئی دو چیزیں نہیں ہیں وہاں کی تفصیل یہاں کافی ہے۔صد جہت۔دنیا کے ہر گوشہ سے لوگ ایک خانہ کعبہ کی طرف رُخ کرتے ہیں تو وہ سب متحد ہیں۔ایں طرق۔جب سب راستے ایک مکان تک پہنچتے ہوں تو باوجود تعدُّد کے اُن میں بھی اتحاد ہے۔ایں ہزاراں۔جو بالیں ایک دانہ سے پیدا ہوئی ہیں وہ بھی متحد ہیں۔

[2] گونہ گونہ۔کھانے کی لاکھوں چیزوں میں اتحاد ہے۔از یکے۔اسی اتحاد کا نتیجہ ہے کہ ایک چیز سے پیٹ بھر جائے تو بقیہ کھانوں سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔در مجاعت۔بھوک میں انسان غلطی سے ان کو جداگانہ سمجھتا ہے۔گفتہ بودیم۔جب انشاء اللہ نہ کہنے اور اسباب پر اعتماد کرنے کی بات کہی تھی تو لڑکی کا قصہ اور طبیبوں کی بیوقوفی یعنی اسباب پر بھروسہ کرنے کی بات کہی تھی۔

[3] کاں طبیباں۔وہ طبیب متصرفِ حقیقی سے ایسے ہی غافل تھے جیسے کہ بے سوار کا گھوڑا سوار سے غافل ہوتا ہے۔کامِ شاں۔حالانکہ خدا کے تصرُّفات اُن پر جاری تھے۔ناشدہ۔یہ اس سے غافل تھے کہ اُن پر سدھانے والا سوار ہے۔نیست۔اپنے حالات سے اُن کو سمجھنا چاہیے تھا کہ کوئی متصرف ذات اُن پر مسلط ہے۔

ماپے[1] گُل سُوئے بُستانہا شُدہ
گُل نمودہ آن و آں خارے بُدہ

ہم پھول کے لیے باغوں کی جانب گئے
وہ پھول نظر آیا اور وہ کانٹا تھا

ہیچ شاں ایں نے کہ گویند از خرد
بر گلوئے ما کہ می کوبد لگد

اُن کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے
ہمارے گلے پر کون لاتیں مار رہا ہے

آں طبیباں آنچناں بندہ سبب
گشتہ اند از مکرِ یزداں محتجب

وہ طبیب سبب کے غلام، اس طرح
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر سے پردے میں ہو گئے

گر بہ بندی در صطبلے گاوٴ نر
بازیابی در مقامِ گاوٴ خر

اگر تو اصطبل میں بیل باندھ دے
پھر تو بیل کی جگہ، گدھا پائے

از[2] خری باشد تغافل خفتہ وار
کہ نجوئی تا کیست ایں خُفیہ کار

سوئے ہوئے کی طرح کا تغافل، گدھے پن سے ہوگا
کہ تو تلاش نہ کرے کہ یہ چھپی کاریگری کرنیوالا کون ہے؟

خود نگفتہ کایں مبدّل تا کیست
نیست پیدا اُو مگر افلاکیست

خود نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنے والا کون ہے؟
وہ ظاہر نہیں ہے، شاید وہ آسمانی ہے

تیر سُوئے راست پرّانیدہٴ
سُوئے چپ رفتہ اُست تیرت دیدہٴ

تو نے داہنی جانب تیر چلایا
تو نے دیکھا تیرا تیر بائیں جانب گیا

سُوئے آہوئے بصیدی تاختی
خویش را تو صیدِ خُوکے ساختی

تو شکار میں، ایک ہرن کی طرف دوڑا
تو نے اپنے آپ کو سؤر کا شکار بنا لیا

دَرپئے[3] سُودے دویدہ بہرِ کبس
نارسیدہ سُود و افتادہ بحبس

کوئی لوٹنے کے لیے نفع کی طرف دوڑا
نفع نہ ہوا اور قید میں پھنس گیا

چاہہا کندہ برائے دیگراں
خویش را دیدہ فتادہ اندراں

دوسروں کے لیے کنویں کھودے تھے
اُن میں اپنے آپ کو گرا ہوا دیکھا

در سبب چوں بیمرادت کرد رب
پس چرا بدظن نگردی در سبب

جب تجھے خدا نے سبب میں ناکام کر دیا
تو سبب سے تو بدگمان کیوں نہ ہوا؟

بس کسے از مکسبے خاقاں شُدہ
دیگرے زاں مکسبہ عُریاں شُدہ

بہت سے آدمی ایک کمائی سے شاہ بنے
دوسرا اِس کمائی سے ننگا ہو گیا

بس کس از عقدِ زناں قاروں شُدہ
بس کس از عقدِ زناں مدیوں شُدہ

بہت سے عورتوں کے نکاح سے قارون ہو گئے
بہت سے عورتوں کے نکاح سے قرضدار ہو گئے

[1] ماپے۔ یہ لوگ اسباب اختیار کرتے ہیں اور پھر مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ ہیچ۔ اُن کو سوچنا چاہیے کہ اسباب کے خلاف کون سی ذات متصرف ہے۔ آں طبیباں۔ یہ بھی خدا کا تصرف ہے کہ یہ طبیب محض اسباب کے بندے بن گئے ہیں۔ گر بہ بندی۔ واقعات کی ترتیب کے بعد جب خلاف واقعہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے تو اُن کو غور کرنا چاہیے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔

[2] ازخری۔ اِن حالات میں بھی اگر کوئی نہ سوچے تو پھر وہ خود گدھا ہے۔ خودنگفتہ۔ ان حالات میں اس کو ایک مخفی متصرف کا قائل ہونا چاہیے۔ تیر۔ انسان اپنے ارادہ سے تیر دائیں جانب چلاتا ہے اور وہ بائیں جانب جاتا ہے آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔ سوئے آہو۔ ارادہ ہرن کے شکار کا کرتا ہے اور خود سؤر کا شکار بن جاتا ہے، یہ کیوں ہے؟

[3] درپے۔ انسان نفع کی کوشش کرتا ہے اور بجائے نفع کے نقصان حاصل ہوتا ہے یہ کیوں ہے۔ چاہہا۔ انسان دوسرے کے لیے کنویں کھودتا ہے اور خود اُس میں گر جاتا ہے۔ درسبب۔ انسان ایک مقصد کے اسباب اختیار کرتا ہے اور پھر اسکو مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے تو اسباب سے بدظن کیوں نہیں ہوتا۔ بس۔ ایک ہی سبب ہے جو ایک کے لیے مفید اور دوسرے کے لیے مضر ہوتا ہے۔ عقدِ زناں۔ شادی بیاہ کسی کو ایسا راس آتا ہے کہ وہ اسکے عروج کا سبب بنتا ہے دوسرے کیلئے وہی تباہ کن ہو جاتا ہے۔

پَس[1] سبب گرداں چو دُمِ خر بُود — تکیہ بَروے کم کُنی بہتر بُود
تو سبب، گدھے کی دُم کی طرح گھومتا ہے — تو اُس پر بھروسہ نہ کرے تو بہتر ہے

دَرسبب گیری نگردی ہم دلیر — کہ بس آفتہاست پنہانش بزیر
سبب اختیار کرنے میں بھی بہادر نہ بن — کیونکہ اُس کے نیچے بہت سی آفتیں پوشیدہ ہیں

سِرِّ استثناست ایں حزم و حذَر — زانکہ خر را بُز نماید ایں قدر
استثنا کا راز یہی احتیاط اور بچاؤ ہے — اِس لیے کہ یہ تقدیر گدھے کو بکری دکھا دیتی ہے

آنکہ چشمش بست گرچہ گربُز ست — ز اَحولی اندر دو چشمش خر بُزست
جس کی آنکھیں بند کر دیں اگرچہ سیانا ہو — بھینگے پن سے اُس کی دو آنکھوں میں گدھا بکری ہے

چوں[2] مُقلِّب حق بُود اَبصار را — اُو بگرداند دل و اَفکار را
جب اللہ (تعالیٰ) بینائیوں کو پلٹنے والا ہے — وہ دل اور خیالات کو پلٹ دیتا ہے

چاہ را تو خانۂ بینی لطیف — دام را تو دانۂ بینی طریف
تو کنویں کو ایک عمدہ گھر دیکھتا ہے — تو جال کو تازہ دانہ دیکھتا ہے

مُشرکاں را در دو چشمِ اہلِ بدر — کم نمودہ تا ندارند ہیچ قدر
بدر والوں کی دونوں آنکھوں میں مشرکوں کو — کم دکھایا تاکہ وہ وقعت نہ کریں

ایں تسفسط نیست تقلیبِ خداست — می نماید کہ حقیقتہا کجاست
یہ سوفسطائیت نہیں ہے، خدا کا تصرُّف ہے — وہ دکھاتا ہے کہ حقائق کہاں ہیں؟

آنکہ[3] انکارِ حقائق می کُند — جملگی اُو بر خیالے می تند
جو شخص حقیقتوں کا اِنکار کرتا ہے — وہ بالکلیہ خیال کے چکر کاٹتا ہے

اُو نمی گوید کہ حُسبانِ خیال — ہم خیالے باشدت چشمے بمال
وہ یہ نہیں کہتا کہ خیال سمجھنا — بھی تیرا خیال ہو گا، آنکھیں مل

رفتنِ پسرانِ سلطان سُوئے قلعہ بحکم آنکہ

بادشاہ کے لڑکوں کا قلعہ کی جانب جانا، اس لیے کہ

اَلانسانُ حَرِیصٌ عَلٰی مَا مُنِعَ

انسان جس چیز سے روکا جائے اُس کا لالچی ہو جاتا ہے

---

[1] پَس۔ تو معلوم ہوا کہ ایک ہی سبب کے مختلف نتیجے اور تاثرات ہیں لہٰذا اسباب پر بھروسہ مناسب نہیں ہے۔ درسبب۔ سبب کو اختیار بھی کرے تو اُس کو مستقل مؤثر نہ سمجھ اور غیر ضروری اسباب اختیار نہ کر اس لیے کہ وہی سبب جس کو تو راحت کا سبب سمجھتا ہے مصیبت بھی لا سکتا ہے وہ گدھے کی دُم کی طرح گھومتا ہے۔ سرِ استثنا۔ انشاء اللہ کہنے کا راز یہی ہے کہ اِس سبب کی تاثیر کو انشاء اللہ کے حوالہ کر دیتا ہے۔ زانکہ۔ اس لیے کہ اگر مشیتِ خداوندی نہ ہو تو پھر انسان گدھے کو بکری سمجھنے لگتا ہے۔ گربز۔ حیلہ گر، مکار۔

[2] چوں مقلب۔ جبکہ اللہ تعالیٰ حواسِ ظاہری کو بدل سکتا ہے تو فکری تبدیلی تو بہت آسان ہے اس میں از خود بھی غلطی کا زیادہ امکان ہے۔ چاہ۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نگاہ میں تبدیلی کرتا ہے وہ کنویں کو عمدہ گھر اور جال کو دانہ دیکھتا ہے۔ مُشرکاں۔ چنانچہ صحابہ کی نگاہ میں جنگ بدر کے اندر مخالفوں کی مقدار کم کر کے دکھا دی تاکہ وہ صحابہ کی نگاہ میں بے قدر ہو جائیں اور بہادری سے لڑیں۔ ایں تسفسط۔ سوفسطائی فرقہ تو حقیقت کا ہی انکار کرتا ہے اور ہر چیز کو محض خیالی سمجھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تبدیلی حقیقت کا انکار نہیں بلکہ یہ بتاتا ہے کہ حقائق تو موجود ہیں اور وہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

[3] آنکہ۔ سوفسطائی حقیقت کا انکار کرتا ہے اور ہر چیز کو خیال محض قرار دیتا ہے اگر وہ صحیح معنیٰ میں اس کا قائل ہے تو اس اپنے عقیدہ اور خیال کو بھی خیال محض اور غیر حقیقی سمجھنا چاہیے۔ چشمے بمال۔ یہ اس کی آنکھ کی غلطی ہے وہ آنکھ کو ملے اور دیکھے تو حقیقت نظر آ جائے گی۔

ما بندگیِ خویش نمودیم و لیکن — خوئے بدِ تو بندہ ندانست خریدن
ہم نے اپنی غلامی دکھائی لیکن — تیری بد عادت، غلام کو خریدنا نہ جانی

آں ہمہ وصیتہائے پدر زیر پانہادند تا در چاہِ بلا افتادند
اُن سب نے باپ کی نصیحت کو پامال کر دیا یہاں تک کہ مصیبت کے گڑھے میں
و می گفت ایشاں را نفوسِ لوامہ اَلَمْ یَأْتِکُمْ نَذِیْر و
گر گئے اور اُن سے لوامہ نفوس کہہ رہے تھے کیا تمھارے پاس ڈرانے والا نہ آیا تھا اور
ایشاں گریاں و پشیمان می گفتند لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ
وہ روتے ہوئے اور شرمندہ، کہہ رہے تھے "اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو
مَا کُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ
ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے"

این[1] سخن پایاں ندارد آں فریق — برگرفتند ازپئے آں دژ طریق
یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، اُس فریق نے — اُس قلعہ کے لیے راہ اختیار کر لی

بردرختِ گندمِ منہی زدند — از طویلۂ مخلصاں بیروں شدند
ممنوع گیہوں کے درخت کے پاس جا پہنچے — مخلصوں کی احاطہ سے باہر نکل گئے

چوں شدند از منع و نہیش گرم تر — سوئے آں قلعہ بر آوردند سر
چونکہ اُسکے منع کرنے اور ممانعت سے بہت گرم ہو گئے تھے — اُس قلعہ کی جانب سر اُبھارا

برستیزِ قولِ شاہِ مجتبیٰ — تابقلعہ صبر سوزِ ہش رُبا
برگزیدہ شاہ کے قول کے برخلاف — صبر کو پھونکنے والے ہوش کو اُڑانے والے قلعہ کی جانب

آمدند از رغمِ عقلِ پند توز — درشب[2] تاریک برگشتہ ز روز
ناصح عقل کے برخلاف پہنچ گئے — دن سے اندھیری رات کی جانب مُڑ گئے

اندراں قلعہء خوش ذات الصُّوَر — پنج در در بحر و پنجے سوئے بَر
اُس حسین، تصویروں والے قلعہ میں — پانچ دروازے دریا کی جانب اور پانچ خشکی کی جانب تھے

پنج[3] ازاں چوں حسِ ظاہر رنگ بُو — پنج ازاں چوں حسِ باطن راز جُو
اُن میں سے پانچ رنگ و بو کے ظاہر حس کی طرح تھے — ان میں سے پانچ باطن حس کی طرح راز کو تلاش کرنیوالے

زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار — می شدند از سُو بسُو خوش بیقرار
اُن ہزاروں صورتوں اور نقش و نگار کی وجہ سے — اِدھر اُدھر خوش خوش بیقرار آ جا رہے تھے

[1] ایں سخن۔ یعنی اللہ کی جانب سے نگاہ اور دل کی تبدیلی کا بیان۔ بردرخت۔ جس طرح حضرت آدمؑ ممنوع گیہوں کے پودے کے پاس پہنچ گئے تھے اسی طرح یہ شہزادے ممنوع قلعہ میں جا پہنچے۔ ازطویلہ۔ بادشاہ کے مخلص اور فرمانبرداروں کے مسکن سے جدا ہو گئے۔ از منع۔ مخالفت کی وجہ سے اُن کا شوق اور تیز ہو گیا تھا۔

[2] شب۔ یعنی رنج و غم۔ روز۔ یعنی راحت و آرام۔ اندراں۔ اُس ہوش رُبا تصویروں والے قلعہ کے پانچ در، دریا کی جانب کھلتے تھے تاکہ آنے والا دریائی سفر سے اُس میں بسہولت داخل ہو سکے اور پانچ دروازے خشکی کی طرف کھلتے تھے تاکہ خشکی کا مسافر آرام سے داخل ہو سکے۔

[3] پنج۔ پانچ در کو انسان کے ظاہری حواس کی طرح سمجھو پانچ در کو باطنی حواس کی طرح انسان انہی حواس کے مدرکات سے بسا اوقات مسلوب العقل ہو جاتا ہے اسی طرح اُن دروازوں سے داخل ہونے والا مسلوب العقل ہو جاتا تھا۔ زاں۔ اُس قلعہ کی اُن ہزاروں تصویروں کو وہ خوشی خوشی دیکھتے پھر رہے تھے اور کسی ایک کو دیکھنے کے لیے اُن میں قرار نہ تھا۔

زیں[1] قدحہای صُوَر کم باش مست
صورتوں کے ان پیالوں سے مست نہ ہو

تانگردی بُت تراش و بُت پرست
تاکہ تو بُت تراش اور بت پرست نہ بنے

از قدحہای صُور بگذر مایست
صورتوں کے پیالوں سے گذر جا، نہ ٹھہر

بادہ در جام ست لیک از جام نیست
شراب جام میں ہے، لیکن جام سے نہیں ہے

سُوی بادہ بخش بگشا پہن گوش
شراب بخشنے والے کی جانب چوڑے کان کھول

تا ازاں سُو بشنوی بانگ و خروش
تاکہ اُس جانب سے آواز اور شور سُنے

گوش دار آوازت آید دمبدم
سُن، تجھے دم بدم آواز آئے گی

چوں رسد بادہ نیاید جام کم
جب شراب آئے گی، جام کی کمی نہ ہو گی

آدما[2] معنیِ دلبندم بجُوی
اے آدمؑ! میرے دل پسند معنیٰ کو تلاش کر

ترکِ قشر و صورتِ گندم بگوی
گیہوں کے چھلکے اور صورت کو چھوڑ

چونکہ ریگے آرد شُد بہرِ خلیلؑ
جبکہ خلیل (اللہؑ) کے لیے ریت آٹا ہو گیا

دانکہ معزولست گندم اے نبیل
اے بزرگ! جان جا کہ گیہوں جداگانہ چیز ہے

صورت از بیصورت آمد در وُجود
صورت، بے صورت سے وجود میں آئی ہے

ہمچناں کز آتشے زادست دُود
جیسے کہ دھواں آگ سے پیدا ہوا ہے

کمتریں عیبے مُصوَّر در خیال
خیال میں مصور (چیز) کا چھوٹا سا عیب یہ ہے

چوں پیاپے بینیش آرد ملال
جب تو اس کو پے در پے دیکھے گا، وہ ملال پیدا کردے گا

حیرتِ محض آردت بے صورتے
بے صورت تیرے اندر محض حیرت پیدا کرتا ہے

زادہ[3] صد گوں آلت از بے آلتے
بے آلہ سے سیکڑوں قسم کے آلے پیدا ہوتے ہیں

بے ز دستے دستہا بافدہمی
وہ بغیر ہاتھ کے ہاتھوں کو مرتّب کرتا ہے

جانِ جاں سازد مُصوِّر آدمی
رُوح الروح، آدمی کو مصوّر بناتی ہے

آنچناں کاندر دل از ہجر و وصال
جس طرح ہجر اور وصال سے دل میں

می شود بافیدہ گوناگوں خیال
قسم قسم کے خیال مرکب ہوتے ہیں

---

[1] زیں۔اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تصویروں کے پیالوں سے پی کر مست نہ بن ورنہ تو بھی بُت تراش اور بُت پرست کی طرح ہو جائے گا جس کا تعلق محض صورت سے ہے۔ از قدحہای۔ بے شک ان صورتوں کا حسن بھی شراب کی سی مستی پیدا کر دیتا ہے لیکن وہ حُسن اُن کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مُستعار حسن ہے تجھے اصل حسن اور ان کو حسن عطا کرنے والے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ سُوی۔ جس ذات نے اُن صورتوں کے جام میں شرابِ حُسن بھری ہے اُس کی طرف توجہ کر پھر تجھے قلبی واردات محسوس ہوں گی۔ چوں رسد۔ جب وہ شرابِ عشق حاصل ہو جائے گی پھر تو کسی صورت کا پابند نہ رہے گا کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کا مظہر معلوم ہوگا۔

[2] آدما۔ حضرت آدمؑ کے واسطے سے بنی آدمؑ کو خطاب ہے کہ حقیقت کے طالب بنو اور صورت سے قطع نظر کرو۔ چونکہ۔ صورت بے معنیٰ ہے، گیہوں کی صورت نہ تھی حضرت ابراہیمؑ کو ریت سے آٹا حاصل ہوا۔ صورت۔ صورت کی علت، بے صورت ذات ہے لہٰذا توجہ کے قابل علت ہے دھوئیں کی علت آگ ہے لہٰذا وہ اصل ہے۔ کمتریں۔ صورت تو ایسی چیز ہے کہ اگر انسان کو مصور خیال بار بار آتا ہے تو وہ اس سے تنگ دل ہو جاتا ہے۔ حیرت۔ جب تو ذات سے صورت کی طرف توجہ کرے گا تو ملال نہیں بلکہ طبیعت میں حیرت پیدا ہو گی جو مزید توجہ اور کھوج کا سبب بنتی ہے۔

[3] زادہ۔ اُس نے آلت و بے صورت ذات سے ہزار ہا قسم کے صورت اور آلہ والے پیدا ہوتے ہیں لہٰذا وہ اصل ہے۔ بے ز دستے۔ جو ذات ہاتھ سے منزہ ہے اُس نے کروڑوں ہاتھ بنا دیے روح الروح (ذاتِ خداوندی) نے آدمی کو مصور پیدا فرمایا تو اصل وہ ہے۔ آنچناں۔ غیر مصور، مصور میں اس طرح موثر ہے جس طرح ہجر و وصال، طرح طرح کے خیالات کا مصور ہے اور وہ خود غیر مصور ہے۔

ہیچ[1] ماند ایں مؤثّر با اَثر
یہ مؤثر اثر کے ساتھ کوئی مناسبت رکھتا ہے؟
ہیچ ماند بانگ و نوحہ با ضَرر
آواز اور رونا، رنج سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

نوحہ را صورت، ضرر بیصورت ست
رونے کی صورت ہے، رنج بے صورت ہے
دَست خایند از ضرر کش نیست دست
لوگ اُس رنج سے ہاتھ چباتے ہیں جس کے ہاتھ نہیں ہے

ایں مثل نالائق ست اے مُستدِل
اے دلیل بیان کرنے والے! یہ مثال مناسب نہیں ہے
حیلۂ تفہیم را جہدُ المُقِل
سمجھانے کی تدبیر کے لیے، ایک نادار کی کوشش ہے

صُنعِ بیصورت نگارد صورتے
بے صورت کی کاریگری صورت بناتی ہے
تن بروید با حواس و آلتے
جسم کو مع حواس اور آلہ کے پیدا کرتی ہے

تاچہ[2] صورت باشد آں بر وَفقِ خود
تاکہ اپنے موافق جو بھی صورت ہو
اندر آرد جسم را در نیک و بد
جسم کو اچھی اور بُری میں لے آئے

صورتِ نعمت بُود شاکر شود
نعمت کی صورت ہو تو شکر گزار بن جاتا ہے
صورتِ مُہلت بُود صابر شود
تاخیر کی صورت ہو تو صابر بن جاتا ہے

صُورتِ رحمے بُود شاداں شود
رحم کی صورت ہو تو وہ خوش ہوتا ہے
صورتِ زخمے بُود نالاں شود
رنج کی صورت ہو تو وہ رنجیدہ ہوتا ہے

صورتِ شہرے بُود گیرد سفر
کسی شہر کی صورت ہو تو وہ سفر اختیار کرتا ہے
صورتِ تیرے بُود گیرد سپر
تیر کی صورت ہو تو وہ ڈھال سنبھالتا ہے

صورتِ[3] خوباں بُود عشرت کُند
حسینوں کی صورت ہو تو عیش کرتا ہے
صورتِ غیبی بُود خلوت کُند
غیبی صورت ہو تو خلوت اختیار کرتا ہے

صورتِ محتاجی آرد سُوئے کسب
ضرورت کی صورت کمائی کی طرف لاتی ہے
صورتِ بازو وَری آرد بہ غصب
قوتِ بازو کی صورت چھینا پیدا کرتی ہے

ایں زحد و اَندازہا باشد بروں
یہ حد اور اندازوں سے باہر ہے
داعیِ فعل از خیالِ گونہ گوں
مختلف خیال سے کام کرانے والا

[1] ہیچ۔ موثر اور اثر میں مشابہت ضروری نہیں ہے ضرر اور تکلیف رونے اور چلانے کا موثر ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ نوحہ۔ نوحہ اور رونا ایک مصوّر چیز ہے اور ضرر ایک اضافی چیز ہے جو مصوّر نہیں ہے۔ دست۔ انسان رنج سے ہاتھ چباتا ہے ان دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ ایں مثل۔ حق تعالیٰ جو کہ مؤثر ہے اور کائنات جو کہ اُس کا اثر ہے اُس کی یہ مثالیں ناقص ہیں محض سمجھانے کے لیے ایک ایسے شخص کی کوشش ہے جو اُس کی صحیح مثال دینے پر قادر نہیں ہے۔ صنع۔ ذات بے صورت یہ صورتیں مع حواس کے پیدا فرمادیتی ہے۔

[2] تاچہ۔ اللہ نے ان صورتوں کو اس لیے بنایا ہے تاکہ وہ صورت اپنے مناسب حال انسانی جسم سے نیکی اور بدی کرے، صورتِ نعمت۔ اگر وہ نعمت کی صورت ہے تو جسم سے شکر گذاری کراتی ہے اگر وہ صورت مہلت اور دیر کی ہے تو انسانی جسم سے صبر کراتی ہے۔ صورتِ رحمے۔ اگر یہ صورت ہوتی ہے کہ اُس پر کوئی رحم کریگا تو وہ خوش ہوتا ہے رنج کی صورت ہو تو وہ نالاں ہوتا ہے۔ صورتے شہر۔ کسی شہر کی صورت ہو تو نتیجہ سفر ہوتا ہے اگر تیر کی صورت ہو تو ڈھال سنبھالتا ہے۔

[3] صورتِ خوباں۔ اگر خیال میں حسینوں کی صورت آتی ہے تو اُن سے خوش وقتی کرتا ہے۔ صورتِ غیبی۔ اگر غیبی تجلیات کی صورت خیال میں آتی ہے تو گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے۔ صورتِ محتاجی۔ کسی ضرورت اور احتیاج کی صورت آجاتی ہے تو کمائی کرتا ہے۔ صورتِ بازو۔ اپنی طاقت کی صورت خیال میں آتی ہے تو لوگوں کی چیزیں چھینتا ہے۔ ایں۔ یہ بات کہ قسم قسم کے خیالات فعل کے داعی بنتے ہیں شمار سے باہر ہے۔

بے نہایت[1] کیشہا و پیشہا
لامحدود مذاہب اور پیشے
جملہ ظلِ صورتِ اندیشہا
سب خیالات کی صورت کا سایہ ہیں

برلبِ بام ایستادہ قوم خوش
(کوئی) قوم اچھی خاصی بالاخانہ پر کھڑی ہے
ہر یکے را بر زمیں بیں سایہ اش
ہر ایک کا زمین پر سایہ دیکھ لے

صورتِ فکرست بر بامِ مشید
فکر کی صورت بلند بالا خانہ پر ہے
واں عمل چوں سایہ بر ارکاں پدید
اور وہ عمل سایہ کی طرح اعضا پر ظاہر ہے

فعل بر ارکان و فکرت مکتتم
عمل اعضا پر ہے اور فکر پوشیدہ ہے
لیک در تاثیر و وصلت دو بہم
لیکن تاثیر اور میل میں دونوں اکٹھے ہیں

آں صُوَر در بزم کز جامِ خوشی ست
وہ صورتیں جو مجلس میں خوشی کے جام کی ہیں
فائدۂ اُو بیخودی و بیہشی ست
اُن کا نتیجہ بے خودی، اور بیہوشی ہے

صورتِ مردوزن و لعب و جماع
مرد اور عورت، اور مذاق اور ہمبستری کی صورت
فائدہ اش بیہوشی وقتِ وقاع
جماع کے وقت اُس کا نتیجہ مدہوشی ہے

صورتِ[2] نان و نمک کاں نعمت ست
نان و نمک کی صورت جو نعمت ہے
فائدہ اش آں قوّتِ بیصورت ست
اُس کا نتیجہ بے صورت طاقت ہے

در مصاف آں صورتِ تیغ و سپر
میدانِ جنگ میں تلوار اور ڈھال کی صورت
فائدہ اش بیصورتی یعنی ظفر
اُس کا اثر فتح مندی ہے جو بے صورت ہے

مدرسہ و تعلیق و صورتہایِ وے
مدرسہ اور متعلقات اور ان کی صورتیں
چوں بدانش متصل شد گشت شے
جب علم سے وابستہ ہوگئیں وہ شے بن گئیں (موجود ہوگئیں)

ایں صُوَر چوں بندۂ بیصورت اند
یہ صورتیں، بے صورت اور غلام کی طرح ہیں
پس چرا در نفیِ صاحب نعمت اند
تو انعام دینے والے کے انکار میں کیوں ہیں؟

پس[3] صُوَرہا بندۂ بیصورت اند
تو صورتیں بے صورت کی غلام ہیں
پیشِ اُو رُویند و در نفی اُوفتند
اس کے سامنے اُگیں اور اُس کے انکار میں مبتلا ہوگئیں

ایں صُوَر دارد ز بیصورت وجود
یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں
چیست پس بر مُوجدِ خویشش جحود
تو اپنے وجود عطا کرنے والے سے ان کا انکار کیا ہے؟

خود ازو یابد ظہورِ انکارِ او
اُس کا انکار خود اُسی سے موجود ہوتا ہے
نیست غیرِ عکسِ خود ایں کارِ او
اُس کا یہ کام خود اس کے عکس کے سوا کچھ نہیں ہے

[1] بے نہایت۔ دنیا کے مذہب اور پیشے بھی خیالات کی پیداوار ہیں۔ برلب بام۔ خیالات کا سبب ہونے کی اور افعال کے مسبب ہونے کی مثال یہ سمجھو کہ کچھ لوگ بالا خانہ پر ہوں اور اُن کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہو۔ صورت فکر۔ خیال کی صورت دماغ کے بالا خانہ پر ہے اور عمل سایہ کی طرح اعضا پر ہے۔ فعل۔ عمل کا تعلق اعضا سے ہے اور خیال دماغ میں پوشیدہ ہے لیکن دونوں باہم جُڑے ہوئے ہیں عمل کے ساتھ وہ خیال بھی موجود رہتا ہے۔ آں صُوَر۔ جام خوشی سے جو صورتیں پیدا ہوتی ہیں اُن کا اثر اور نتیجہ بے ہوشی اور بے خودی ہے۔ صورت۔ مرد اور عورت اور جماع کے تصور سے جماع کے وقت مدہوشی طاری ہوتی ہے۔

[2] صورت۔ غذاؤں کی صورت کا نتیجہ بے صورت قوت ہے۔ در مصاف۔ میدان جنگ میں تلوار اور ڈھال کی صورت کی علت فائی بے صورت کامیابی ہے۔ مدرسہ اور اس سے متعلقات کی صورتیں علم و دانش سے متعلق ہوئیں تو وہ بے صورت علم موجود ہوگیا۔ ایں صور۔ جب یہ صورتیں ایک ذات بے صورت کے تابع یہ صورتیں یعنی دہر یے اس کے منکر کیوں ہیں۔

[3] پس صُوَرہا۔ یہ بے صورت جبکہ ان صورتوں کا سبب اور علت ہے تو اس سے پیدا ہو کر اس کی منکر کیوں ہیں۔ ایں صُوَر۔ وہ بے صورت اِن صورتوں کا موجد ہے صورتیں اُس کا کیوں انکار کرتی ہیں۔ خود۔ منکر کا انکار خود اس بے صورت کا اثر ہے تو پھر یہ منکر اس کے وجود کا کیوں منکر ہے۔

صورتِ[1] دیوار و سَقفِ ہرَ مکاں — سایۂ اندیشۂ معمار داں

ہر مکان کی چھت اور دیوار کی صورت — معمار کے فکر کا سایہ سمجھ

گرچہ خود اندر محلِ اِفتکار — نیست سنگ و چوب و خشتے آشکار

اگرچہ سوچنے کی جگہ میں — پتھر اور لکڑی اور اینٹ ظاہر نہیں ہیں

فاعلِ مُطلق یقیں بے صورتست — صورت اندر دستِ اُو چوں آلتست

فاعلِ مطلق یقیناً بے صورت ہے — صورت اُس کے ہاتھ میں آلہ کی طرح ہے

گہ گہ آں بیصورت از کتمِ عدَم — مر صُوَر را رُو نماید از کرم

کبھی کبھی وہ بے صورت پردۂ غیب سے — صورتوں (والوں) کے لیے کرم سے رُونمائی کر دیتا ہے

تا مدد گیرد ازو ہر صورتے — از کمال و از جمال و قدرتے

تاکہ ہر صورت اُس سے مدد حاصل کرے — کمال و جمال اور قدرت سے

باز بیصورت چو پنہاں کرد رُو — آمدند از بہر گد دَر رنگ و بُو

پھر جب بے صورت نے رُخ چھپا لیا — وہ لوگ بھیک کے لیے رنگ و بو میں آ گئے

صورتے[2] از صورتِ دیگر کمال — گر بجوید باشد آں عینِ ضلال

ایک صورت دوسری صورت سے کمال — اگر ڈھونڈے وہ عین گمراہی ہو گی

جُز مگر آں صورتے کاں شیر زاد — بابتِ ارشاد کردش ازو داد

علاوہ اُس صورت کے جو اُس شیر نے پیدا کر دی ہے — محبت نے اُس کو رہنمائی کے قابل کر دیا

پس چہ عرضہ می کُنی اے بے ہُنر — احتیاجِ خود بمُحتاجِ دِگر

تو اے بے ہُنر! تو کیا پیش کرتا ہے — اپنی ضرورت دوسرے ضرورت مند کی طرف؟

چوں صُوَر بند ست بریزداں مگُو — ظن مبر صورت بہ تشبیہش مجُو

جبکہ صورتیں قید ہیں، خدا پر اطلاق نہ کر — صورت کا گمان نہ کر، اس کو تشبیہ کے ذریعہ تلاش نہ کر

در[3] تضرُّع جُو و در افنائے خویش — کز تفکر جُز صُوَر ناید بہ پیش

زاری میں تلاش کر اور اپنے آپ کو فنا کرنے میں — کیونکہ سوچنے سے صورتوں کے علاوہ کچھ سامنے نہ آئے گا

ور ز غیرِ صورتت نبُود فِرہ — صورتے کاں بے تُو زاید در تُو بہ

اگر تجھے بغیر صورت کے انبساط نہ ہو — توجہ صورت تیرے اندر بغیر تیرے پیدا ہو وہ بہتر ہے

---

[1] صورتِ دیوار۔ مکان کی صورت یہ معمار کے خیال کا اثر ہے اگرچہ اُس معمار کے ذہن کے اندر مکان کے اجزا موجود نہیں ہیں۔ فاعلِ مطلق۔ تمام دلائل کا نتیجہ یہ ہے کہ اُن صورتوں کو پیدا کرنے والا بے صورت ہے اور یہ صورتیں اُس کے لیے بمنزلہ آلہ کے ہیں۔ گہ گہ۔ کبھی وہ بے صورت اپنی تجلیات بھی رونما کر دیتا ہے۔ تا مدد گیرد۔ اُس تجلی سے مقصود کمال اور جمال اور قدرت کا افاضہ ہے۔ باز۔ پھر جب وہ تجلی غائب ہو جاتی ہے تو لوازمِ بشریت اُبھر آتے ہیں۔

[2] صورتے۔ کمال تو بیصورت سے حاصل کیا جاتا ہے، ایک صورت دوسری صورت سے کمال کی طالب ہو تو گمراہی ہے۔ جز۔ ہاں اولیاء اللہ جن کو خدا نے رہنمائی کے لیے منتخب فرمایا ہے اُن سے کمال کی طلب کی جا سکتی ہے۔ پس۔ ورنہ صورت خود محتاج ہے اُس پر احتیاج کو پیش کرنا کون سی عقلمندی ہے۔ چوں صور۔ جب صورتیں بے صورت کی غلام ہیں تو اُس بے صورت پر صورت کا گمان نہ کر اور مشبہہ فرقہ کی طرح تشبیہوں کے ذریعہ اُس کی تلاش نہ کر۔

[3] در تضرع۔ اُس بے صورت کو صورتوں سے تلاش نہیں کیا جا سکتا بلکہ فنا اور تضرع وزاری کے ذریعہ تلاش کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ سوچنے اور تفکر سے صورتیں ہی خیال میں آتی ہیں اور وہ بے صورت ہے۔ ور۔ اگر مجاہدے سے بھی بغیر صورت کے اُس کا تصور نہیں ہوتا تو پھر تیرے تصور کیے بغیر جو اُس کی صورت سامنے آئے اُس سے سہارا پکڑ لے۔ فِرہ۔ بوزن گرہ، انبساط وخوشی۔

صورتِ[1] شہرے کہ آنجا میروی — ذوقِ بے صورت کشیدت اے روی
اس شہر کی صورت تو جہاں جاتا ہے — اے سیراب! تجھے بے صورت ذوق نے کھینچا ہے

پس بمعنی میروی تا لامکاں — کہ خوشی غیرِ زمانست و مکاں
تو باطن میں تو لامکان میں جا رہا ہے — کیونکہ خوشی، غیر فانی اور غیر مکانی ہے

صورتے یارے کہ سُوئے اُو شوی — از برائے مُونسی اش میروی
اُس دوست کی صورت جس کی طرف تو جا رہا ہے — اُس کی محبت کی وجہ سے تو جا رہا ہے

پس بمعنی سُوئے بیصورت شُدی — گرچہ زاں مقصود غافل آمدی
پس دراصل تو بیصورت کی طرف جا رہا ہے — اگرچہ تو اُس مقصود سے غافل ہے

پس حقیقت حق بُود معبودِ کُل — کز پئے ذوق ست سیرانِ سُبُل
تو درحقیقت اللہ (تعالیٰ) سب کا معبود ہے — کیونکہ راستوں کو طے کرنا ذوق کی وجہ سے ہے

لیک[2] بعضے رُو سُوئے دُم کردہ اند — گرچہ سر اصلست سَرگم کردہ اند
لیکن بعض نے دم کی طرف رُخ کر لیا ہے — اگرچہ سر اصل ہے، انھوں نے سر کو گم کر دیا ہے

لیک آں سر پیشِ ایں ضالانِ گم — می دہد دادِ سَرے از راہِ دُم
لیکن سر، ان گمراہوں کے نزدیک گم ہے — وہ سر کی عطا، دُم کے راستہ سے عطا کر دیتا ہے

آں[3] ز سر میابد آں داد ایں ز دُم — قومِ دیگر پا و سر کردند گم
وہ سر سے وہ عطا پاتا ہے، یہ دُم سے — دوسرے لوگوں نے پاؤں اور سر گم کر دیا ہے

چونکہ گم شُد جملہ جُملہ یافتند — از گم آمد، سُوئے کُل بشتافتند
چونکہ سب گم ہو گیا، انھوں نے سارا پا لیا — گم ہو جانے سے، وہ کل کی جانب دوڑ پڑے

دیدنِ ایشاں در قصرِ آں قلعۂ ذات الصُّور نقشِ دُخترِ
اُس تصویروں والے قلعہ کے قصر میں اُن کا شاہِ چین کی لڑکی کی
شاہِ چین و بیہوش شُدنِ ہرسہ و در فتنہ اُفتادن
تصویر کو دیکھنا اور تینوں کا بے ہوش ہو جانا اور فتنہ میں پڑنا

---

[1] صورت۔ پھر پہلے مضمون کی جانب عود کیا ہے کہ ذوق جو بیصورت ہے وہ تجھے شہر کی صورت کی طرف لے جاتا ہے۔ پس۔ اگرچہ بظاہر تو شہر کی صورت کی طرف جا رہا ہے لیکن حقیقتاً تو لامکانی اور لازمانی ذوق کی طرف جا رہا ہے۔ صورتے یارے۔ دوست کی صورت کی طرف جانے کی غایت اُنس و محبت ہے جو بے صورت ہے۔ پس معنی۔ دوست اور شہر کی طرف تیرا جانا ایک بے صورت کی وجہ سے اگرچہ تو اُس سے غافل ہے۔ پس حقیقت۔ چونکہ ذوق کا مقصود ہونا پہلی مثالوں سے ثابت ہو گیا ہے تو یہ ثابت ہو گیا کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سب کا معبود ہے کیونکہ سب راستوں کا چلنا ذوق کی وجہ سے ہے اور ذوق بخشی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

[2] لیک۔ اب اُس معبود کے ساتھ بعض کا معاملہ تو یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے توابع کی طرف رُخ کر رکھا ہے یعنی افعال باری تعالیٰ کی جانب توجہ کر رکھی ہے حالانکہ مقصود اُس کی ذات ہے چونکہ وہ اصل ہے۔ آں سر۔ اُن کو بھی ذات سے استفادہ ہوتا ہے اور اُن کی توجہ بھی مقبول ہے، عبادت گذاروں کے مختلف مرتبے ہیں ایک تو وہ ہیں جن کی توجہ اور طلب حق، افعال حق کے ذریعہ اور واسطے سے ہے یہ درجہ عوام کا ہے، دُم سے مراد افعال باری ہیں۔

[3] آں ز سر۔ سر سے مراد صفات باری تعالیٰ ہیں یہ لوگ صفات کے ذریعہ فیض حاصل کرتے ہیں یہ درجہ خواص کا ہے۔ قوم دیگر۔ اخص الخواص کا درجہ یہ ہے کہ وہ صرف ذات کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور اُس سے بلاواسطہ استفادہ کرتے ہیں۔ چونکہ۔ اِن لوگوں نے نہ افعال کو مقصود بنایا نہ صفات کو بلکہ ذات کو مقصود بنایا لہٰذا ذات باری تعالیٰ اُن کو حاصل ہوئی۔ دیدن۔ وہ تینوں شہزادے قلعہ ہوش رُبا میں پہنچ گئے اور انھوں نے شاہ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھا اور بیہوش ہو گئے اور فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور یہ جستجو شروع کر دی کہ یہ تصویر کس کی ہے۔

و تفحص کردن کہ ایں صورتِ کیست

اور اس کی جستجو کرنا کہ، یہ تصویر کس کی ہے؟

ایں[1] سخن پایاں ندارد آں گروہ
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اُس گروہ نے
صورتے دیدند با حُسن و شکوہ
ایک حسین اور شاندار تصویر دیکھی

خوب تر زاں دیدہ بُودند آں فریق
اُس فریق نے اُس سے زیادہ حسین دیکھے تھے
لیک زیں رفتند در بحرِ عمیق
لیکن اِس سے وہ گہرے دریا میں اُتر گئے

زانکہ افیوں شاں ازیں کاسہ رسید
کیونکہ اُنھیں افیون اِس پیالہ سے پہنچی
کاسہا محسوس، افیوں ناپدید
پیالے تو محسوس تھے اور افیون پوشیدہ تھی

کرد فعلِ خویش قلعہ ہُش رُبا
ہوش رُبا، قلعہ نے اپنا کام کر دیا
ہر سہ را انداخت در چاہِ بلا
تینوں کو مصیبت کے کنویں میں ڈال دیا

تیرِ[2] غمزہ دوخت دل را بیگماں
ناز و انداز کے تیر نے اچانک اُن کا دل چھید دیا
الاماں یا ذا الاماں زیں بے اماں
اے امن والے! اس بے پناہ سے پناہ دیجئے

قرنہا را صورتِ سنگے بسوخت
ساتھیوں کو پتھر کی مورتی نے جلا دیا
آتشے در دین و دل شاں بر فروخت
اُن کے دین و دل میں آگ لگا دی

چونکہ رُوحانی بُوَد خود چوں بُوَد
اگر وہ رُوح والی ہوتی تو کیا ہوتا؟
فتنہ اش ہر لحظہ دیگر گوں بُوَد
اُس کا فتنہ ہر لحظہ دوسرے قسم کا ہوتا

عشقِ صورت در دلِ شہزادگاں
شہزادوں کے دل میں تصویر کا عشق
چوں خلِش میکرد مانندِ سِنان
چونکہ بھالے کی طرح چُبھ رہا تھا

اشک[3] میبارید ہریک ہمچو میغ
ہر ایک ابر کی طرح آنسو بہاتا تھا
دست میخائید و می گفت اے دریغ
ہاتھ چباتا تھا اور کہتا تھا، ہائے افسوس

ماکنوں دیدیم شہ ز آغاز دید
ہم نے اب دیکھا، شاہ نے اوّل سے دیکھ لیا تھا
چند ماں سوگند داد آں بے ندید
اُس بے نظیر نے، ہمیں کتنی قسمیں دی تھیں

انبیا را حقِ بسیارست ازاں
اِسی وجہ سے انبیاء کے بہت حقوق ہیں
کہ خبر کردند از پایانِ ما
کہ اُنھوں نے ہمارے انجام سے باخبر کر دیا ہے

کانچہ میکاری نُروید جُز کہ خار
کہ جو کچھ تو بو رہا ہے بجز کانٹے کے کچھ نہ اُگے گا
ویں طرف پرّی نیابی زُو مطار
تو اِس طرف اُڑ رہا ہے اُس سے تو اُڑنے کی جگہ نہ پائے گا

---

[1] ایں سخن۔ یعنی طالب ذات کے مرتبہ کے ذکر۔ خوب تر۔ ان شہزادوں نے ایک تصویر دیکھی جو حسین تھی اگر چہ وہ اُس سے بھی زیادہ حسین تصویریں دیکھ چکے تھے لیکن وہ اِس تصویر کو دیکھ کر عشق کے گہرے سمندر میں ڈوب گئے۔ زانکہ۔ حُسن کو افیون سے تشبیہ دی ہے، پیالہ سے مراد صورت ہے۔ کاسہا۔ صورتیں تو نظر آتی ہیں لیکن اُن کی افیون غیر محسوس ہے۔ کرد فعلِ خویش۔ غرضیکہ قلعہ ہوش رُبا نے اپنا کام کر دیا اور تینوں کو مصیبت میں پھنسا دیا۔

[2] تیرِ غمزہ۔ اُس حسین کے غمزے کے تیر نے اُن کے دل کو چھید دیا۔ الاماں۔ یہ تیر بے اماں ہے، خدا اِس سے پناہ دے۔ قرنہا۔ ساتھی یعنی تینوں شہزادے۔ صورتِ سنگے۔ یعنی شہزادی کا بُت۔ روحانی۔ جاندار۔ سِنان۔ بھالا۔

[3] اشک۔ وہ تینوں شہزادے رو رہے تھے۔ میغ۔ ابر۔ ماکنوں۔ جو مصیبت ہم نے اب دیکھی شاہ نے پہلے سے دیکھ لی تھی۔ ندید۔ نظیر۔ انبیا۔ ہم پر انبیا کے اِسی لیے بے پناہ حقوق ہیں کہ انھوں نے ہمیں انجام سے باخبر کر دیا ہے۔ کانچہ۔ انبیا نے بتا دیا ہے کہ نفسانی خواہش سے تم جو کام کرو گے اُس سے کانٹے اُگیں گے۔ ویں طرف۔ تیری رفتار دنیا کی طرف ہے اُس میں نجات نہیں ہے۔

تخمِ¹ از من بر کہ تا رَیعے دہد — با پرِ من پَر کہ تیر آں سُو جہد
تو بیج مجھ سے لے جا، تاکہ پیداوار دے — میرے پَر سے پرواز کر، تاکہ تیر اس جگہ جائے

تو ندانی واجبیِ آن و ہست — ہم تو گوئی آخر آں واجب بُدست
تو اُس کی ضرورت کو نہ سمجھا اور وہ ہے — آخر میں تو بھی کہے گا، کہ وہ ضروری تھی

از تو ست امّا نہ ایں تُو کہ تن ست — آں توئی کہ بَرتَر از ما و من ست
وہ "تُو" ہی سے ہے لیکن نہ اس "تُو" سے کہ جو جسم ہے — اُس "تو" سے جو "ماومن" سے برتر ہے

ایں توئی ظاہر کہ پنداری توئی — ہست اندر سُو و تو در بیسوئی
جس ظاہری "تو" کو "تو" سمجھتا ہے — یہ جہت میں ہے اور (وہ) "تو" بے جہت ہے

بر² صدف لرزاں چرائی اے گُہر — تویِ خود را نئے مداں میداں شکر
اے موتی! تو سیپ پر کیوں لرزتا ہے؟ — اپنے "تو" کو تو نئے نہ سمجھ، شکر سمجھ

توئی بیگانہ است باتو ایں توئی — تویِ خود دریاب و بگذر از دوئی
یہ توئی ایسی ہے جو تجھ سے بیگانہ ہے — اپنے "تو" کو حاصل کر لے اور دوئی سے گذر جا

تویِ آخر سُویِ تویِ اوّلت — آمد است از بہرِ تنبیہ وصلت
تیرا آخری "تو" تیرے ابتدائی "تو" پر — آیا ہے تنبیہ اور وصل کے لیے

تویِ³ تو در دیگرے آمد دفیں — مَن غلامِ مردِ خود بینِ چنیں
تیرا "تو" دوسرے میں مدفون ہے — میں ایسے خود بیں شخص کا غلام ہوں

آنچہ در آئینہ می بیند جواں — پیر اندر خِشت بیند پیش ازاں
جوان جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے — شیخ اُس سے پہلے اینٹ میں دیکھ لیتا ہے

ز اَمرِ شاہ خویش بیروں آمدیم — با عنایاتِ پدر باغی شُدیم
ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے — باپ کی مہربانیوں کے باغی ہو گئے

سہل دانستیم قولِ شاہ را — واں عِنایتہائے بے اشباہ را
ہم نے بادشاہ کی بات کو معمولی جانا — اور اُن بے نظیر عنایتوں کو

لِک در افتادیم در خندق ہمہ — کُشتہ و خستہ بلا بے ملحمہ
اب ہم سب خندق میں گر گئے — بغیر جنگ کے مصیبت کے مارے ہوئے اور زخمی

---

¹ تخم۔ انبیا نے بتادیا کہ ہمارے طریقہ پر عمل کرو اس سے فائدہ حاصل ہوگا ہمارے طریقہ پر چلو گے تو معصیت کا تیر اس طرف ہی گر جائے گا تم تک نہ پہنچے گا۔ تو ندانی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان انبیا کے اتباع کو ضروری نہیں سمجھتا حالانکہ ان کا اتباع ضروری ہے آخر میں اس کو سمجھے گا۔ از تو۔ انبیا کے پر سے اُڑنا خود ان کے مخاطب کا ہی عمل ہے لیکن اے مخاطب تیرے تُو ہونے کے دو حصے ہیں ایک تُو تیرا بدن ہے دوسرا تُو تیری روح ہے وہ ما و من یعنی جسمی قیود سے بالاتر ہے۔ ایں توئی۔ جس "تو" کو تو "تو" سمجھتا ہے یعنی جسم، یہ تو جہات میں مقید ہے اور اصل "تو" روح ہے جو جہت سے منزہ ہے۔

² بر صدف۔ تو جسم کی تباہی سے لرزتا ہے حالانکہ یہ سیپ ہے اور اصل "تو" تیری روح ہے جو موتی ہے اصل "تو" گنے یعنی جسم کو نہ سمجھ بلکہ جو اس میں شکر یعنی روح ہے اس کو سمجھ۔ ایں توئی۔ جسم کا "تو" ہونا پرائی چیز ہے تو اپنے آپ تک پہنچ جو کہ روح ہے اور اس دوئی کو یعنی جسم کو روح کے ساتھ جوڑنے کو چھوڑ دے۔ توئی آخر۔ یعنی روح۔ توئی اول۔ جسم جس کا ذکر پہلے کیا ہے۔

³ توئی۔ تیری روح تیرے جسم میں چھپ گئی ہے میں اُس کا غلام ہوں جو خود کو یعنی روح کو دیکھ لے۔ آنچہ۔ شہزادوں نے کہا ہم نے جو اب دیکھا وہ ہمارے بوڑھے باپ نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔ خشت۔ یعنی لوہے کا ٹکڑا جس سے آئینہ بنایا جاتا ہے۔ ز امر۔ ہم شاہ کے حکم کے اندر نہ رہے۔ ملحمہ۔ جنگ۔

تکیہ[1] بر عقلِ خود و فرہنگِ خویش　بُود ماں تا ایں بلا آمد بہ پیش

اپنی عقل اور اپنی دانائی پر بھروسہ　ہمیں ہوا، حتیٰ کہ یہ مصیبت سامنے آ گئی

بے مرض دیدیم خویش و بے ز رقِ　آنچناں کہ خویش را بیمار دق

بغیر مرض اور بغیر غلامی کے ہم نے اپنے آپ کو سمجھا　جیسا کہ دق کا بیمار اپنے آپ کو

علتِ پنہاں کنوں شُد آشکار　بعد ازاں کہ بند گشتیم و شکار

چھپی ہوئی بیماری اب کھل گئی　اِس کے بعد کہ ہم قیدی اور شکار ہو گئے

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق　یک قناعت بہ کہ صد لوت و طبق

رہبر کا سایہ، ذکرِ حق سے بہتر ہے　سیکڑوں کھانوں اور طباقوں سے ایک قناعت بہتر ہے

در قناعت خواندہ باشی اے حَسَن　ذکرِ ذکرِ حق و ذکرِ بُوالحسن[2]

اے حسن! تو نے قناعت کے بارے میں پڑھا ہو گا　حق کے ذکر کا تذکرہ اور ابوالحسن کا تذکرہ

چشمِ بینا بہتر از سہ صد عَصا　چشم بشناسد گُہر را از حصا

بینا آنکھ تین سو لاٹھیوں سے بہتر ہے　آنکھ موتی اور کنکری کو شناخت کر لیتی ہے

در تفحّص آمدند از لدُّہاں　صورتِ کہ بُود عجب ایں در جہاں

غموں کی وجہ سے جستجو میں پڑے　دنیا میں یہ عجیب تصویر کس کی ہے؟

بعد بسیارِ تفحّص در مسیر　کشف کرد آں راز را شیخِ بصیر

سفر کے دوران میں بہت جستجو کے بعد　ایک صاحب بصیرت شیخ نے راز کو واضح کر دیا

نز[3] طریقِ گوش بل از وحیِ ہوش　رازہا بُد پیشِ اُو بے رُوئے پوش

کان کے راستہ سے نہیں، بلکہ ہوش کی وحی کے ذریعہ　اُس کے لیے راز بغیر پردے کے تھے

گفت نقشِ رشکِ پروینست ایں　صورتِ شہزادۂ چینِ ست ایں

اُس نے کہا یہ پروین کے (لیے باعث) رشک کی تصویر ہے　یہ چین کی شہزادی کی تصویر ہے

دُخترے دارد شہِ چیں بیہمال　در بہاؤ در کمال و در جمال

شاہِ چین ایک بے مثال لڑکی رکھتا ہے　خوبی میں، اور کمال میں اور حُسن میں

ہمچو جان و چوں پَری پنہانست اُو　در مکتّم پردۂ ایوانست اُو

وہ پری اور جان کی طرح پوشیدہ ہے　وہ قلعہ کے چھپانے والے پردے میں ہے

---

1. تکیہ۔ہم نے اپنی عقل اور سمجھ پر گھمنڈ کیا اور نصیحت نہ سُنی۔بے مرض۔ہم اپنے آپ کو مرض اور مرض کی غلامی سے آزاد سمجھتے تھے۔علت۔ہم اپنی خام کاری کو اب سمجھے جبکہ پھنس گئے۔سایہ رہبر۔شیخ کی صحبت سے خلوص اور استعداد پیدا ہوتی ہے جو ذکر اللہ کے نافع ہونے کی شرط ہے اور شرط پر عمل سے پہلے مشروط پر عمل اچھا نہیں ہے، جس طرح کہ وضو اور نماز، بغیر وضو کے نماز سے وضو کی مشغولیت بہتر ہے۔یک قناعت۔شیخ کی صحبت قناعت اور صبر پیدا کر دے گی جو بلندی کے لیے ذکر کے ہزاروں کھانوں سے زیادہ مفید ہے۔

2. بوالحسن۔حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کو ذکر سے اس وقت فائدہ پہنچا جبکہ اُنھوں نے حضرت بایزید بسطامیؒ کی قبر کی صحبت حاصل کر لی یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔چشم بینا۔شیخ کو چشم بینا حاصل ہے اور تجھے صرف ذکر کی لاٹھی کا سہارا حاصل ہے۔حصا۔کنکری۔در تفحص۔شہزادے جب اُس بُت کے عشق میں مبتلا ہو گئے تو جستجو شروع کی کہ یہ کس حسینہ کا بُت ہے۔شیخ بصیر۔کوئی ایسے بزرگ تھے جن کو قلبی بصیرت حاصل تھی۔

3. نز۔یہ بات اُنھوں نے کسی سے سنی نہ تھی بلکہ کشف کے طور پر اُن کو معلوم ہو گئی تھی۔گفت۔اُن بزرگ نے بتایا کہ یہ بُت چین کے شاہ کی لڑکی کا ہے جو اس قدر حسین ہے کہ اُس پر پروین بھی رشک کرتی ہے۔دُخترے۔شاہِ چین کی وہ لڑکی حُسن و جمال میں بے مثال ہے۔ہمچو۔وہ پری اور روح کی طرح مخفی ہے اور قلعہ کے پردوں میں رہتی ہے۔

سُوئے[1] اُو نے مرد رہ دارد نہ زن — شاہ پنہاں کردہ اُو را از فتن

اُس کی جانب نہ مرد راستہ رکھتا ہے، نہ عورت — شاہ نے اُس کو فتنوں سے چھپا رکھا ہے

غیرتے دارد مَلِک بَرنامِ اُو — کہ نپرّد مُرغ ہم بَر بامِ اُو

اُس کے نام پر (بھی) شاہ کو اِس قدر غیرت آتی ہے — کہ اُس کے بالا خانے پر پرندہ بھی پر نہیں مارتا ہے

وایِ آں دل کِش چنیں سودا فتاد — ہیچکس را ایں چنیں سودا مباد

اُس دل کی شامت ہے، جس کو ایسا عشق لگا — خدا کرے ایسا عشق کسی کو نہ ہو

ایں سزایِ آنکہ تخمِ جہل کاشت — واں نصیحت را کساد و سہل داشت

یہ اُس کی سزا ہے جس نے نادانی کا بیج بویا — اور اُس نے نصیحت کو کھوٹا اور معمولی سمجھا

اعتمادے[2] کرد بر تدبیرِ خویش — کہ برم من کارِ خود با عقل پیش

اُس نے اپنی تدبیر پر بھروسہ کیا — کہ میں اپنا کام عقل سے چلا لوں گا

نیم ذرّہ زاں عنایت بہ بُوَد — کہ ز تدبیرِ خِرد سہ صد رَصد

اُس توجہ کا آدھا ذرہ بہتر ہے — جس کے ذریعہ عقل کی تدبیر میں تین سو گنا حفاظت ہو

ترکِ مکرِ خویشتن گیر اے امیر — پا بکش پیشِ عنایت خُوش بمیر

اے امیر! تو اپنی تدبیر کو چھوڑ — توجہ کے سامنے پاؤں بڑھا، خوشی سے جان دے دے

ایں[3] بقدرِ حیلۂ معدود نیست — زیں حِیَل تا تو نمیری سُود نیست

یہ گِنے چُنے حیلوں کی بقدر نہیں ہے — جب تک تو فنا نہ ہو گا اِن تدبیروں سے فائدہ نہیں ہے

تا نمیری سُود کے خواہی رَبود — رَو بمیر و بہرہ بردار از وجود

جب تک تو فنا نہ ہو گا، فائدہ کہاں اُٹھائے گا؟ — جا فنا ہو جا، وجود سے فائدہ اُٹھا لے

حکایت صدرِ جہانِ بخاری کہ ہر سائلے کہ بزبان بخواستے

صدرِ جہاں بخاری کی حکایت، کہ جو سائل زبان سے مانگتا اُس کے عام

از صدقۂ عامِ اُو محروم شُدے و آں دانشمند درویش بفراموشی

صدقے سے محروم ہو جاتا اور اُس عقلمند درویش نے بھول کر اور

و تعجیل بزبان خواست و صدرِ جہاں رُوی ازُو بگردانید

جلدی میں زبان سے مانگ لیا اور صدرِ جہاں نے اُس سے منہ پھیر لیا

و اُو ہر روز حیلۂ نوساختے و خود را گاہ زن کردے

اور وہ ہر روز ایک نیا حیلہ کرتا اور اپنے آپ کو کبھی چادر کے اندر عورت بناتا

---

[1] سُوئے اُو۔ اُس کے پاس نہ مرد جا سکتا ہے نہ عورت، شاہ نے اُس کو فتنوں سے بچا رکھا ہے۔ غیرتے۔ اگر کوئی اُس کا نام بھی لے تو شاہ کو غیرت آتی ہے، اُس کے بالا خانے پر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی۔ وایِ۔ مولانا فرماتے ہیں ایسی معشوقہ کا عشق خدا کرے کسی کو نہ ہو جس کا حصول ناممکن ہو۔ ایں۔ یہ مصیبت ناک عشق اُس کی سزا ہے جو نادانی سے کام کرے اور بزرگوں کی نصیحت کو معمولی اور کھوٹا سمجھے۔

[2] اعتمادے۔ جو شخص محض اپنی تدبیر پر گھمنڈ کرے اور یہ سمجھے کہ میں خود اپنا کام چلا لوں گا اور مجھے شیخ کی ضرورت نہیں ہے۔ نیم ذرّہ۔ شیخ کی تھوڑی سی توجہ اپنی سیکڑوں تدبیروں سے بہتر اور نافع ہے۔ ترک۔ اپنی تدبیر کو ترک کر کے شیخ کی توجہ کی طرف چل پڑ اور اُس کے سامنے اپنے آپ کو فنا کر دے۔

[3] ایں۔ شیخ کی توجہ تیری گنی چنی تدبیروں سے بہت زیادہ مفید ہے جب تک تو شیخ میں اپنے آپ کو فنا نہ کر دے گا یہ تدبیریں مفید نہ ہوں گی۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بھی بتایا ہے کہ اُس سائل نے صدرِ جہاں کے سامنے بہت سی تدبیریں کیں لیکن عطا حاصل نہ کر سکا جب مر کر دکھایا تو عطا مل گئی۔

زیرِ چادر و گاہ نابینا و گاہ رُوی خود بہ بستے و اُو بفراستش بشناختے

اور کبھی اندھا اور کبھی اپنا چہرہ چھپا لیتا اور وہ اُس کو ذہانت سے پہچان لیتا

در[1] بخارا خُوی آں صدرِ اَجل — بُود با خواہندگاں حُسنِ عَمل

بخارا میں، اُس صدرِ اعظم کی عادت — تھی سائلوں کے ساتھ بہتر سلوک

دادِ بسیار و عطایِ بے شمار — تاشب بُودے ز جُودش زر نثار

بہت بخشش اور بے شمار عطا — رات تک اُس کی سخاوت سے سونا نثار ہوتا

زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بُود — تا وجودش بُود می افشاند جُود

سونے کو کاغذ کے پُرزوں میں لپیٹ لیتا — جب تک وہ رہتے سخاوت کرتا رہتا

ہمچو[2] خورشید و چو ماہِ پاکباز — آنچہ گیرند از ضیا بدہند باز

پاکباز سورج اور چاند کی طرح — کہ وہ جو کچھ روشنی حاصل کرتے ہیں دے دیتے ہیں

خاک را زر بخش کہ بُود آفتاب — زر ازوور کان و گنج اندر خراب

مٹی کو سونا بخشنے والا کون ہوتا ہے؟ سورج — سونا کان میں اور خزانہ ویرانہ میں اُس کی وجہ سے ہے

ہر صباحے یک گرُہ را راتبہ — تانماند اُمّتے زُو خائبہ

ہر صبح کو ایک (الگ) گروہ کا وظیفہ تھا — تاکہ کوئی جماعت اُس سے محروم نہ رہے

مُبتلایاں[3] را بُدے روزے عطا — روزِ دیگر بیوگاں را آں سخا

ایک دن بیماروں کو بخشش ہوتی — دوسرے دن وہ سخاوت بیواؤں کے لیے ہوتی

روزِ دیگر بر علویانِ مُقِل — با فقیہانِ فقیر مشتغل

ایک دن نادار علویوں پر — (دوسرے دن) فقیر طالب علموں کے ساتھ مشغول (ہوتا)

روزِ دیگر برتہیدستانِ عام — روزِ دیگر بر گرفتارانِ وام

ایک روز عام مفلسوں پر — دوسرے دن قرض داروں پر

روزِ دیگر بریتیمِ بے پدر — روزِ دیگر پر اسیرِ حبسِ دَر

ایک روز بے باپ کے یتیموں پر — ایک دن قید خانہ میں قیدیوں پر

روزِ دیگر بہر ابناءِ السبیل — روزِ دیگر مرمُکاتَب را کفیل

ایک روز مسافروں کے لیے — ایک روز مکاتب کا کفیل ہوتا

شرطِ اُو بُود آں کز وکس با زباں — زر نخواہد ہیچ و نکشاید دہاں

اُس کی شرط یہ تھی کہ کوئی اُس سے زبان سے — کبھی مال نہ مانگے اور لب کشائی نہ کرے

---

1. در بخارا۔ بخارا میں ایک صدرِ اعظم تھا اور وہ سائلوں سے بہتر سلوک کرتا تھا۔ داد۔ بہتر سلوک یہ تھا کہ بہت عطا کرتا تھا اور دن بھر اُن پر سونا نثار کرتا رہتا تھا۔ زر۔ سونے کی پڑیاں بنائے رکھتا اور جب تک وہ رہتیں دیتا رہتا۔

2. ہمچو خورشید۔ سورج اور چاند کو اللہ تعالیٰ جو روشنی عطا کرتا ہے وہ دوسروں کو عطا کر دیتے ہیں۔ خاک را۔ کان میں سونا اور ویرانہ میں خزانہ سورج کی عطا ہے۔ ہر صباحے۔ جو لوگ خیرات کے مستحق ہیں اُن میں سے ہر قسم کے لوگوں کا ایک ایک دن مقرر کر رکھا تھا۔ راتبہ۔ مقرر روزینہ۔ خائبہ۔ محروم۔

3. مبتلایاں۔ مریض لوگ۔ علویاں۔ حضرت علیؓ کی وہ نسل جو حضرت فاطمہؓ کے پیٹ سے نہیں ہے۔ مُقِل۔ نادار۔ فقیہاں۔ طلبہ۔ تہیدستاں۔ فقراء۔ گرفتارانِ وام۔ مقروض لوگ۔ روزِ دیگر۔ ایک روز یتیموں کا تھا۔ حبسِ در۔ درِ حبس۔ ابناءِ السبیل۔ مسافرین۔ مکاتب۔ وہ غلام جس کو آقا نے کہہ دیا ہو کہ تو اس قدر رقم ادا کرے گا تو آزاد ہے۔ شرط۔ لیکن اُس کے دینے کی شرط یہ تھی کہ سائل زبان سے کچھ نہ مانگے۔

لیک خامش بر حوالیِ رَہش
لیکن اُس کے راستے کے اطراف میں خاموش

ایستادہ مُفلساں دیواروش
مفلس، دیوار کی طرح کھڑے ہو جاتے

ہرلے[1] کہ کردے ناگہاں بالب سُوال
جو شخص اتفاق سے منہ سے سوال کرتا

زُو نبُردے زیں گنہ یک حَبّہ مال
وہ اُس سے اِس خطا کی وجہ سے مال کا ایک حَبّہ نہ لے سکتا

مَن صَمَت مِنکُم نَجابُد یاسہ اَش
اُسکا قانون تھا "جو تم میں سے خاموش رہا اُس نے نجات پائی"

خامُشاں را بُود کیسہ و کاسہ اَش
اُس کی تھیلی اور پیالہ، خاموشوں کے لیے تھا

برنکوشی داشت عشق و تاسہ اَش
کوشش نہ کرنے پر، اپنا عشق اور بے قراری رکھتا تھا

بر خموشی بُود عشق و یاسہ اش
اُس کا عشق اور قانون خاموشی پر تھا

نادرا روزے یکے پیرے بگفت
اتفاقاً ایک روز ایک بوڑھے نے کہا

دِہ زکاتم کہ منم باجوع[2] جُفت
مجھے زکوٰۃ دیدے، میں بھوک سے دوچار ہوں

منع کرد از پیر و پیرش جد گرفت
اسنے بوڑھے کو منع کیا اور بوڑھے نے اس سے اصرار شروع کردیا

ماند خلق از جدِ پیر اندر شگفت
لوگ بوڑھے کے اصرار سے تعجب میں تھے

گفت بس بے شرم پیری اے پدر
اُس نے کہا اے باوا! تو بہت بے شرم بوڑھا ہے

پیر گفت از من توئی بے شرم تر
بوڑھے نے کہا تو مجھ سے زیادہ بے شرم ہے

کایں جہاں خوردی و خواہی توز طمع
تو اس جہان کو کھا گیا اور لالچ سے چاہتا ہے

کاں جہاں با ایں جہاں گیری بجمع
کہ اُس جہان کو اِس جہان کے ساتھ جمع کر لے

خندہ[3] اش آمد مال داد آں پیر را
اُس کو ہنسی آ گئی اُس بوڑھے کو مال دے دیا

پیر تنہا بُرد آں توفیر را
اُس تمام مال کو بوڑھا تنہا لے گیا

غیرِ آں پیر آنچہ خواہندہ ازُو
بجز اُس بوڑھے کے کسی مانگنے والے نے اُس سے

نیم حَبّہ زر ندید و نے تسُو
نہ آدھا حبّہ سونا دیکھا اور نہ کوڑی

نوبت و روزِ فقیہاں ناگہاں
اچانک فقیہوں کے دن اور باری میں

یک فقیہ از حرص آمد در فُغاں
لالچ سے ایک فقیر فریاد کرنے لگا

کرد زاریہا بسے چارہ نبُود
اُس نے بہت زاری کی مفید نہ ہوئی

گفت ہر نوعے نبُودش ہیچ سُود
ہر قسم کی بات کہی اُس کو کوئی فائدہ نہ ہوا

روزِ دیگر با رَکو پیچیدہ پا
کسی دن پاؤں کو چیتھڑوں میں لپیٹے ہوئے

پا کشاں اندر صفِ قومِ مبتلا
پاؤں کو گھسیٹتا ہوا مریضوں کی صف میں

---

1. ہرکہ۔ جو سائل زبان سے مانگ بیٹھتا وہ اس بخشش سے محروم رہتا۔ مَن صمت۔ وہ اِس قانون "جو چپ رہا اُس نے نجات پائی" پر سختی سے عامل تھا۔ یاسہ۔ قانون۔ تاسہ۔ بےقراری۔ کیسہ۔ تھیلی۔
2. باجوع جفت۔ یعنی بھوکا ہوں۔ گفت۔ صدر جہاں نے کہا اے بوڑھے تو بہت لالچی ہے میرے منع کرنے سے بھی نہیں ٹل رہا ہے۔ پیر گفت۔ بوڑھے نے صدر جہاں سے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ لالچی ہے۔ کایں۔ تو نے دنیا کی دولتیں اور مزے حاصل کر لیے پھر بھی پیٹ نہیں بھرتا اب آخرت کی دولتیں لوٹ رہا ہے۔
3. خندہ اش۔ اِس لطیفہ پر صدر جہاں کو ہنسی آ گئی اور اُس کو بہت سا مال دے دیا۔ حبّہ۔ ماشہ کی بقدر وزن یعنی رتّی۔ تسو۔ دو رتّی۔ فقیہاں۔ فقہ پڑھنے والے طالب علم۔ کرد۔ اُس طالب علم نے بہت عاجزی کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بارکو۔ پھٹا پرانا چیتھڑا۔ مبتلا۔ مریض۔

تختہہا[1] برساق بست از چپ و راست — تا گماں آید کہ او اشکستہ پاست
دائیں اور بائیں چھپٹیاں پنڈلی پر باندھیں — تا کہ خیال ہو کہ وہ لنگڑا ہے

دیدش و بشناختش چیزے نداد — روزِ دیگر رو بپوشید از لباد
اُس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہ دیا — اُس نے کسی دن نمدہ سے منہ چھپایا

تا گماں آید کہ نابیناست او — درمیانِ اعمیاں برخاست او
تا کہ خیال ہو کہ وہ اندھا ہے — وہ اندھوں کے درمیان کھڑا ہو گیا

ہم بدانستش ندادش آں عزیز — از گناہ و جرمِ گفتن ہیچ چیز
اُس عزیز نے اس کو پھر بھی پہچان لیا اور اس کو نہ دی — کوئی چیز، کہنے کی خطا اور جرم کی وجہ سے

چونکہ عاجز شد ز صد گونہ مکید — چوں زناں او چادرے برسر کشید
جب وہ سیکڑوں قسم کے حیلوں سے عاجز آ گیا — اُس نے عورتوں کی طرح سر پر چادر اوڑھی

درمیانِ بیوگاں رفت و نشست — سرفروافگند و پنہاں کرد دست
بیوہ عورتوں کے درمیان میں چلا گیا، اور بیٹھ گیا — سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیا

ہم[2] شناسیدش ندادش صدقۂ — در دلش آمد زحرماں حُرقۂ
پھر بھی وہ اس کو پہچان گیا اس کو کوئی خیرات نہ دی — اُس کے دل میں محرومی سے جلن ہوئی

رفت او پیشِ کفن خواہے پگاہ — کہ بہ پیچم در نمد، نہ پیشِ راہ
وہ صبح کو ایک کفن کے بھکاری کے پاس گیا — کہ مجھے نمدے میں لپیٹ دے، راستہ پر رکھ دے

ہیچ مکشا لب، نشیں و می نگر — تا کند صدرِ جہاں زیں جا گذر
ہونٹ بالکل نہ کھول، بیٹھ جا اور دیکھتا رہ — جب تک صدرِ جہاں، اس جگہ سے گذرے

بُو[3] کہ بیند مُردہ پندارد بظن — زر در اندازد پئے وجہِ کفن
ہو سکتا ہے کہ وہ دیکھے اور مُردہ خیال کر کے — کفن کے خرچ کے لیے سونا پھینک دے

ہرچہ بدہد نیم آں بدہم بتو — ہمچناں کرد آں فقیرِ حیلہ جُو
وہ جو کچھ دے گا اُس میں سے آدھا تجھے دے دوں گا — اُس حیلہ جُو فقیر نے ایسا ہی کیا

دَر نمد پیچید و در راہش نہاد — معبرِ صدرِ جہاں آنجا فتاد
اس کو نمدے میں لپیٹا اور راستہ پر رکھ دیا — صدرِ جہاں کا اُس جگہ سے گذر ہوا

زر در اندازید بر رُویِ نمد — دست بیروں کرد از تعجیل خود
اُس نے نمدے پر سونا ڈال دیا — اُس نے خود جلدی سے ہاتھ باہر کر دیا

[1] تختہا۔ پاؤں پر لکڑی کے ٹکڑے اِس طرح باندھ کر آیا جیسے کہ پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔ لباد۔ نمدہ۔ تا گماں۔ منہ نمدے میں اس لیے لپیٹا کہ اُس کو اندھا سمجھا جائے۔ اعمیان۔ اندھے۔ جرمِ گفتن۔ اُس کا قصور یہ تھا کہ اُس نے زبان سے مانگا تھا۔ چونکہ۔ وہ طالب علم جب اور تدبیروں سے کامیاب نہ ہوا تو چادر اوڑھ کر بیواؤں میں جا بیٹھا سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیا تا کہ پہچان میں نہ آئے۔

[2] ہم۔ اُس صدرِ جہاں نے پھر بھی اُس کو پہچان لیا۔ رفت۔ وہ طالب علم ایک شخص کے پاس گیا جو کفن کے لیے چندہ جمع کیا کرتا تھا اور کہا کہ مجھے ایک نمدے میں لپیٹ کر مردے کی طرح راستہ کے کنارے پر رکھ کر بیٹھ جا۔ ہیچ۔ زبان سے کچھ نہ کہنا ورنہ صدرِ جہاں اپنی عادت کے مطابق کچھ نہ دے گا۔

[3] بو کہ۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے مردہ سمجھ کر کفن کے لیے کچھ دے گا آدھا تیرا اور آدھا میرا ہوگا۔ در نمد۔ کفن کے بھکاری نے ایسا ہی کیا۔ معبر۔ گذرگاہ، گذر۔ زر۔ صدرِ جہاں نے نمدے پر کچھ رکھا تو اُس طالب علم نے جلدی سے نمدے سے ہاتھ باہر نکالا۔

تا نگیرد آں کفن خواہ آں صِلہ
تاکہ وہ عطیہ وہ کفن مانگنے والا نہ لے لے
تا نہاں نکُند ازُو آں دہ دِلہ[1]
تاکہ وہ پریشان آدمی اُس کو اُس سے نہ چھپا لے

مُردہ از زیرِ نمد برکرد دست
مُردے نے نمدے کے نیچے سے ہاتھ باہر کر دیا
سَر برُوں آمد پئے دستش ز پست
ہاتھ کے بعد، اُس نے نیچے سے سر باہر نکالا

گفت با صدرِ جہاں چوں بُستدم
صدرِ جہاں سے کہا میں نے کیسا وصول کیا؟
اے ببستہ برمن ابوابِ کرم
اے وہ کہ جس نے میرے اُوپر کرم کے دروازے بند کر دیے تھے

گفت لیکن تانمُردی اے عنُود
اُس نے کہا اے سرکش! لیکن جب تک تو مر نہ گیا
از جنابِ من نبُردی ہیچ سُود
میرے دربار سے تو نے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا

سِرِّ مُوتُوا قبلَ موتَ ایں بُوَد
"تم موت سے پہلے مرو" کا راز یہ ہے
کز پسِ مُردن غنیمتہا رسد
کہ مرنے کے بعد غنیمتیں آتی ہیں

غیرِ[2] مُردن ہیچ فرہنگِ دگر
مرنے کے علاوہ دوسری ہوشیاری
درنگیرد با خدا اے حیلہ گر
اے حیلہ گر! خدا (کے دربار) میں اثر نہیں کرتی ہے

یک عنایت بہ ز صد گوں اجتہاد
ایک عنایت سیکڑوں قسم کی کوششوں سے بہتر ہے
جہد را خوف ست از صد گوں فساد
کوشش میں سو قسم کے فساد کا ڈر ہے

واں عنایت ہست موقوفِ ممات
اور وہ عنایت مرنے پر موقوف ہے
تجربہ کردند ایں رہ را ثِقات
معتبر لوگوں نے اِس راستہ کا تجربہ کر لیا ہے

بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست
بلکہ اُس کی موت بھی مہربانی کے بغیر نہیں ہے
بے عنایت ہاں و ہاں جائے مائیست
خبردار! خبردار بے عنایت کے کسی جگہ نہ ٹھہر

آں زمرد باشد ایں افعیِ پیر
وہ اِس بوڑھے سانپ کا زمرد ہے
بے زمرّد کے شود افعیَ ضریر
بغیر زمرد کے سانپ کب اندھا ہوتا ہے؟

حکایت[3] آں دو برادر یکے کوسہ و یکے امرد در عزب خانہ
ان دو بھائیوں کی حکایت جو ایک چگی ڈاڑھی والا اور ایک بغیر ڈاڑھی کا تھا وہ ایک رات
بخفتند، شبے اتفاقاً امرد خشتے چند بردرِ مقعدِ خود انبار
اتفاقاً مردانہ مکان میں سو گئے بغیر ڈاڑھی والے نے اپنی مقعد کے در پر اینٹوں کا ڈھیر
کرد و عاقبت دبّاب دب آورد و آں خشتہا را بحیلہ از
لگا لیا اور انجام کار معلم نے اغلام کیا اور اُس نے اِن اینٹوں کو تدبیر سے

---

[1] دہ دلہ۔ متردّد انسان۔ مُردہ۔ اُس طالب علم نے پہلے ہاتھ نکالا پھر اس نمدے کے نیچے سے سر بھی نکالا۔ گفت۔ پھر صدرِ جہاں سے کہا دیکھ میں نے کیسا وصول کیا۔ اے عنود۔ صدرِ جہاں نے جواب میں کہا جب تک تو مر نہ گیا مجھ سے نہ لے سکا انکار تو تجھے دینے سے کیا تھا۔ سرِ مُوتُوا۔ اِس مقولہ "مرنے سے پہلے مر جاؤ" کا راز اب ہم سمجھے کہ مرنے کے بعد انعام اور عطیہ حاصل ہوتا ہے۔

[2] غیرِ مردن۔ خدا کی جناب میں بھی جب تک فنا نہ حاصل کرو گے اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ یک عنایت۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک جذب سیکڑوں مجاہدوں سے بہتر ہے کیونکہ مجاہدوں میں عجب در یا پیدا ہو جانے کا خوف ہوتا ہے۔ واں عنایت۔ جذبِ الٰہی اُس وقت آتا ہے جبکہ انسان فنا حاصل کر لے۔ بلکہ۔ اصل جذبِ الٰہی ہے، فنا کا مقام بھی بغیر جذبِ الٰہی کے حاصل نہیں ہوتا۔ آں۔ جذب کو زمرد اور نفس کو سانپ سمجھو سانپ زمرد سے ہی اندھا ہوتا ہے۔

[3] حکایت۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈاڑھی کے دو تین بال جو عطائے خداوندی تھے وہ اُس چگی ڈاڑھی والے کیلیے فساد سے بچاؤ کا سبب بنے۔ عزب خانہ۔ جہاں صرف وہ لوگ ہوں جن کی بیویاں نہیں ہیں لہٰذا باب۔ معلم۔ دب۔ اغلام۔

بالائے مقعدِ اُو بر می داشت و آں کودک بیدار
مقعد سے ہٹا رہا تھا، وہ لڑکا جاگ گیا
شدُ و بخشم گفت کہ خشتہا گو چرا برداشتی و
اور غصہ سے کہا ، کہ بتا اینٹوں کو تو نے کیوں ہٹایا؟ اور
اُو گفت چرا بنہادی
اُس نے کہا تو نے کیوں رکھیں؟

اَمردے[1] و کوسۂ در انجمن
ایک مجلس میں ایک امرد اور ایک چگی ڈاڑھی والا
آمدند و مجمعے بُد در وطن
آئے اور مجمع شہر ہی میں تھا
مشتغل مانند قومِ منتخب
منتخب لوگ مشغول رہے
روز رفت و شُد زمانِ ثُلث شب
دن چلا گیا اور ایک تہائی رات کا وقت ہو گیا
زاں عزبخانہ نرفتند آں دو کس
اُس مردانے گھر سے وہ دونوں شخص نہ گئے
ہم بخفتند آں شب از بیمِ عسس
کوتوال کے ڈر سے اُس رات وہیں سو بھی گئے
کوسہ[2] را بُد بر زنخداں چار مو
چگی ڈاڑھی والے کی ٹھوڑی پر چار بال تھے
لیک ہمچوں ماہ بدرش بُود رُو
لیکن اُس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا
کودکِ امرد بصورت بُود زشت
نوخیز لڑکا صورت میں بُرا تھا
ہم نہاد اندر پسِ کوں بیست خشت
پھر بھی اُس نے مقعد کے پیچھے بیس اینٹیں رکھ لیں
لُوطی دَب بُرد شب از گمرہی
اغلام باز نے بدنیتی سے رات میں اغلام (کا ارادہ) کیا
خِشتہا را نقل کرد آں مشتہی
اُس شہوت نلک نے اینٹیں ہٹا دیں
دَست بروے زد اُو از جائے جست
اُس نے اُس پر ہاتھ ڈالا وہ اپنی جگہ سے کُودا
گفت ہے تو کیستی اے سگ پرست
بولا ہائے اے سگ پرست! تو کون ہے؟
گفت[3] ایں سی خِشت چوں انباشتی
اُس نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کیں؟
گفت توسی خِشت چوں برداشتی
اُس نے کہا تو نے تیس اینٹیں کیوں ہٹائیں؟
گفت اے فی النارِ خرسِ مردہ ریگ
اُس نے کہا اے جہنمی، ریچھ، کمینے
اَبلہ و بے خاصیت مانندِ ریگ
احمق اور بے نفع، ریت جیسے
کودکے بیمارم و از ضُعفِ خود
میں بیمار لڑکا ہوں اور اپنی کمزوری سے
کردم ایں جا احتیاط و مُرتقد
اِس جگہ احتیاط کی تھی اور سونے کی جگہ بنائی

---

1. امرد۔ نوخیز بغیر ڈاڑھی کا لڑکا۔ کوسہ۔ چگی ڈاڑھی والا۔ انجمن۔ یعنی خانقاہ۔ مشتغل۔ منتخب لوگ قوالی وغیرہ میں مصروف ہو گئے اور ایک تہائی رات تک یہ مصروفیت رہی۔ زاں۔ وہ دونوں کوتوال کے ڈر سے خانقاہ ہی میں سو گئے کہ کہیں کوتوال آوارہ گردی میں نہ پکڑ لے۔
2. کوسہ۔ چگی ڈاڑھی والے کی ٹھوڑی پر دو چار بال تھے اور بہت حسین تھا۔ کودک۔ لڑکا بدصورت تھا پھر بھی اُس نے احتیاطاً اپنی مقعد کے پیچھے اینٹیں رکھ لیں۔ لوطی۔ وہاں کوئی شخص تھا جس کو لواطت کی عادت تھی۔ سگ۔ یعنی نفس۔
3. گفت۔ لوطی نے کہا تو نے اینٹیں کیوں اڑائیں، امرد نے کہا تو نے اینٹیں کیوں ہٹائیں۔ گفت۔ امرد نے کہا او جہنمی ریچھ۔ مُردہ ریگ۔ حقیر، کمینہ۔ ایں جا۔ خانقاہ ہے یہاں کوئی بدمعاشی نہ ہوگی۔

گفت اگر[1] داری ز رنجوری تفے
اُس نے کہا، اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے

چوں نرفتی جانبِ دار الشفے
تو شفا خانہ کیوں نہ گیا؟

یا بخانہ یک طبیبے مشفقے
یا کسی مہربان طبیب کے گھر

کو گشادے از سِقامت مُغلقے
کہ وہ تیری بیماری کے پھندے کو کھول دیتا

گفت آخر من کجا یارم شُدن
اُس نے کہا آخر میں کہاں جاؤں؟

کہ بہر جامے روم من ممتحن
کیونکہ میں مصیبت زدہ جہاں بھی جاتا ہوں

چوں تو زندیقے پلیدے مُلحدے
تجھ جیسا بددین، ناپاک، ملحد

می برآرد سر بہ پیشم چوں ددے
میرے سامنے درندہ کی طرح سر اُبھارتا ہے

خانقاہے کہ بُوَد بہتر مکاں
خانقاہ جو بہتر جگہ ہے

من ندیدم یک دمے دروے اماں
میں نے اس میں ایک لمحہ کے لیے امن نہ دیکھا

رُو بمن آرند مُشتے خمر خوار
شراب نوشوں کا گروہ میری طرف رُخ کرتا ہے

چشمہا پُر نطفہ کف خایہ فشار
آنکھیں مستی سے بھری ہوئی ہاتھ خایہ پر پھیرتے ہوئے

یارِ[2] مر ناموس را غیرِ نظر
آبرو والے کے لیے سوائے نظر (بازی) کے

نیست لیکن زاں نظر دیں پُر خطر
(کچھ) نہیں ہے لیکن اُس نظر سے دین خطرے میں ہے

وانکہ ناموسی ست خود از زیرِ زیر
وہ جو آبرو والا ہے، خود نیچے نیچے

غمزہ دُزدد، میدہد مالش بکیر
چھپے اشارے کرتا ہے، خایہ کو ملتا ہے

خانقہ چوں ایں بُوَد بازارِ عام
خانقاہ جب یہ عام بازار ہو

چوں بُوَد خرگلۂ و دیوانِ خام
تو گدھوں کے گلّے اور خام (کار) شیطانوں کا کیا حال ہوگا؟

خر کُجا ناموس و تقویٰ از کجا
کہاں گدھا اور کہاں ناموس اور تقویٰ

خر چہ داند خشیت و خوف ورجا
خوف ورجا اور خدا سے ڈرنے کو گدھا کیا جانے؟

عقل[3] باشد ایمنی و عدل جُو
امن اور انصاف کی جویاں عقل ہوتی ہے

برزن و بر مرد اما عقل کو
مرد کے لیے اور عورت کے لیے، لیکن عقل کہاں ہے؟

ور گریزم من تروم سُوی زناں
اور اگر میں گریز کرتا ہوں، عورتوں کی جانب جاتا ہوں

ہمچو یوسفؑ اُفتم اندر افتناں
(حضرت) یوسفؑ کی طرح فتنوں میں پڑ جاتا ہوں

یوسفؑ از زن یافت زندان و فشار
(حضرت) یوسفؑ نے عورت کی وجہ سے قید خانہ اور شکنجہ بھگتا

من شوم توزیع بر پنجاہ دار
میں پچاس سولیوں پر منقسم ہوتا ہوں

---

[1] اگر۔لوطی نے کہا اگر بیمار تھا تو ہسپتال جاتا، یا کسی طبیب کے گھر چلا جاتا خانقاہ میں کیوں سویا۔ دار الشفی۔شفاخانہ۔سقامت۔بیماری۔گفت آخر۔لڑکے نے کہا کہاں جاؤں جہاں جاتا ہوں مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہوں۔دد۔درندہ۔خانقاہے۔جب خانقاہ میں بھی امن نہ ملی تو کہاں ملے گی۔

[2] یار۔جو لوگ بدنامی سے ڈرتے ہیں وہ چپکے چپکے اشارے اور نظر بازی کرتے ہیں جو دین، کے لیے خطرناک ہے۔خانقہ۔جب خانقاہ میں بھی بازاری لوگ ہیں تو اوباشوں کا اس سے اندازہ لگا لیا جائے۔خر۔عوام اور اوباش جو گدھوں کی طرح ہیں اُن میں نہ ناموس ہے نہ تقویٰ نہ خدا کا خوف اور نہ اُمید وبیم جو اصل ایمان ہے۔

[3] عقل۔نیکی تو عقل کا تقاضا ہے لیکن اُن لوگوں میں عقل کہاں ہے۔ور گریزم۔یہ تو مردوں کا حال تھا اب عورتوں کا یہ حال ہے کہ ان کی وجہ سے مصیبت میں پھنستا ہوں۔یوسفؑ۔حضرت یوسفؑ کو تو عورتوں نے قید میں پھنسایا میرے لیے ہر طرف سولی ہی سولی ہے، مردوں کی طرف سے بھی اور عورتوں کے سبب سے بھی۔

آں[1] زناں از جاہلی برمن تنند

وہ عورتیں نادانی سے میرے چکر کاٹتی ہیں

اولیا شاں قصدِ جانِ من کنند

اُن کے سرپرست میری جان کے درپے ہوتے ہیں

نے ز مرداں چارہ دارم نز زناں

میرے لیے نہ مردوں سے مفر ہے، نہ عورتوں سے

چوں کُنم چوں نے ازینم نے ازاں

میں کیا کروں جبکہ میں نہ ان میں سے ہوں نہ ان میں سے؟

بعد ازاں کودک بکوسہ بنگریست

اُس کے بعد لڑکے نے چگی ڈاڑھی والے کو دیکھا

گفت اُو با ایں دو مُو از غم بریست

بولا وہ ان دو بالوں کی وجہ سے غم سے بری ہے

فارغست از خشت و از پیکارِ خشت

اینٹ اور اینٹ کی لڑائی سے بے نیاز ہے

وز چو تو مادر فروشِ کنگ و زشت

اور تجھ جیسے مادر فروش، ہٹے کٹے اور بدمعاش سے

برزخ[2] زنخ سہ چار مُو بہرِ نموں

ٹھوڑی پر، دکھاوے کے تین چار بال

بہتر از سی خشت گردا گردِ کوں

مقعد کے چاروں طرف تیس اینٹوں سے بہتر ہیں

ذرّۂ سایہ عنایت بہتر ست

عنایت کے سایہ کا ایک ذرہ بہتر ہے

از ہزاراں کوششِ طاعت پرست

اطاعت گذار کی ہزاروں کوششوں سے

زانکہ شیطاں خشت طاعت بر کَند

کیونکہ شیطان، اطاعت کی اینٹ ہٹا دیتا ہے

گر دو صد خشتست خود را رہ کُند

اگر دو سو اینٹیں ہوں اپنے لیے راستہ بنا لیتا ہے

باعنایت اُو ندارد زَہرۂ

عنایت کے ہوتے ہوئے اُس کا پتا نہیں ہے

تا بسازد خویشتن را بہرۂ

کہ اپنے لیے کوئی حصہ لگائے

خشت[3] گر پُرست بنہادہ تُو است

اینٹیں اگر بھری ہوئی ہیں، تیری رکھی ہوئی ہیں

آں دوسہ مُو از عطای آنسُو است

وہ دو تین بال، اُس جانب کی عطا ہیں

در حقیقت ہریکے مُو را ازاں

حقیقت کے اعتبار سے اُن میں سے ہر بال کو

خُرد منگر ہمچو کوہے داں کلاں

چھوٹا نہ سمجھ، پہاڑ کی طرح بڑا سمجھ

کاں اماں نامہ و صلہ شاہنشہی ست

کیونکہ وہ شاہی امن نامہ اور عطیہ ہے

خلعتِ خانِ قُطبِ آگہی ست

قطب معرفت کی سرداری کا خلعت ہے

تو اگر صد قفل بنہی بر درے

تو اگر ایک دروازے پر سو تالے لگا دے

برکند آں جملہ را خیرہ سرے

کوئی سر پھرا اُن سب کو توڑ دے گا

---

[1] آں زناں۔ عورتیں مجھ پر گرتی ہیں اور اُن کے سرپرست میرے خون کے درپے ہوتے ہیں۔ نے ز مرداں۔ میرے لیے مرد بھی مصیبت کا سبب ہیں اور عورتیں بھی۔ چوں کُنم۔ میں نہ مردوں میں ہوں نہ عورتوں میں، مرد مجھے عورت سمجھتے ہیں عورتیں مجھے مرد سمجھتی ہیں۔ بعد ازاں۔ ان باتوں کے بعد اُس امرد نے چگی ڈاڑھی والے کو دیکھا اور بولا کہ یہ ان دو چار بالوں کی وجہ سے سب غموں سے بے نیاز ہے۔ فارغست۔ یہ اینٹوں سے بھی بے نیاز ہے اور اینٹوں کے جھگڑے سے بھی مجھے اینٹیں اڑانی پڑیں اور پھر اینٹیں ہٹانے کے بارے میں تجھ سے جھگڑنا پڑا اور یہ تجھ جیسے ہٹے کٹے بدمعاش سے بھی بے نیاز ہے۔

[2] برزنخ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو ڈاڑھی کے دو چار بال تیس اینٹوں سے بہتر ثابت ہوئے۔ ذرہ۔ اسی طرح اللہ کے جذب کا ایک ذرہ، عبادت کی ہزار کوششوں سے بہتر ہے۔ زانکہ۔ شیطان عبادت کی اینٹیں اُکھاڑ دے گا اور اپنا راستہ بنا لے گا۔ باعنایت۔ اگر جذب خداوندی ہے تو شیطان اُس میں اپنا حصہ نہ بنا سکے گا۔

[3] خشت۔ عبادت کی اینٹیں تیری جمع کی ہوئی ہیں اور جذب، بالوں کی طرح عطیہ خداوندی ہے۔ در حقیقت۔ ڈاڑھی کے ایک بال کو بھی حقیر نہ سمجھ وہ کوہ گراں ہے۔ کاں۔ ڈاڑھی اللہ کی جانب سے امن نامہ ہے اور وہ خلعت ہے جو قطب معرفت کو دی جاتی ہے۔ تو۔ اگر یہ عنایت اور مجاہدہ کے فرق کے لیے ایک مثال ہے کہ اگر انسان خود کسی جگہ سو تالے لگا لے تو اس کو توڑ لیا جاتا ہے کوتوال اگر موم کی بھی مہر لگا دیتا ہے تو بڑے بڑے بہادر توڑنے کی ہمت نہیں کرتے۔

شحنۂ از موم اگر مُہرے نہد — پہلواناں را ازاں دل بشکہد
کوتوال اگر موم کی مُہر لگا دیتا ہے — اُس سے پہلوانوں کا دل گھبراتا ہے

شحنہ گر مُہرے نہد از مومِ نرم — زاں بُود کوتاہ پنجہ شیرِ گرم
کوتوال، اگر نرم موم کی مُہر لگا دے — اُس سے پچاس غصیلے شیر عاجز ہوتے ہیں

آں[1] دوسہ تارِ عنایت ہمچو کوہ — سَد شُدہ چوں فرِّ سیما در وجوہ
وہ دو تین عنایت کے تار، پہاڑ کی طرح — آڑ ہو گئے، جیسا کہ چہروں پر عظمت کا نشان

خِشت را مگذار اے نیکو سرشت — لیک ہم ایمن مخسپ از دیوِ زشت
اے نیک طبیعت! اینٹ کو بھی نہ چھوڑ — لیکن بد شیطان سے بے خوف نہ سو

رَو دو تا مُو زاں کرم با دست آر — وانگہاں ایمن بخُسپ و غم مدار
جا، اُس کرم کے دو عدد بال حاصل کر لے — اور تب اطمینان سے سو، اور فکر نہ کر

نومِ عالم از عبادت بہ بُود — آنچناں علمے کہ متنبہ بُود
عالم کا سونا، عبادت سے بہتر ہے — ایسا علم جو آگاہی دینے والا ہو

آں[2] سکونِ سابح اندر آشنا — بہ ز جہدِ اعجمے با دست و پا
تیراکی میں تیراک کا سکون — اناڑی کی ہاتھ پاؤں کی کوشش سے بہتر ہے

دست و پا ساکن بآب اندر سباح — بہ رود از اعجمے با انتطاح
ہاتھ اور پاؤں ٹھہرے ہوئے، تیرنے میں — وہ بہتر چلے گا اناڑی سے باوجود ٹکر مارنے کے

اعجمی زد دست و پا و غرق شد — میرود سَباح ساکن چوں عمد[3]
اناڑی نے ہاتھ پاؤں مارے اور ڈوب گیا — تیراک، شہتیر کی طرح ساکن جا رہا ہے

عِلم دریائیست بیحدّ و کنار — طالبِ عِلم ست غوّاصِ بحار
علم ایک لامحدود بے ساحل کا دریا ہے — علم کا طالب، سمندروں کا غوطہ زن ہے

گر ہزاراں سال باشد عمرِ او — اُو نگردد سیر خود از جستجو
اگر اُس کی عمر ہزاروں سال کی ہو — وہ جستجو سے سیر نہ ہو گا

---

[1] آں دوسہ۔ وہ دو تین بال شر کے حفاظت کے لیے پہاڑ کی طرح تھے اور وہ ایسی علامت تھی جیسی عبادت گذاروں کے چہروں پر سجدوں کے نشان کی علامت۔ خشت۔ یعنی شیطان سے بچاؤ کی تدبیر اور مجاہدہ کرتا رہ لیکن صرف اس پر بھروسہ نہ کر۔ رو۔ جذب الٰہی اور عنایت کے دو چار بال حاصل کر لے پھر قدرے مطمئن ہو جا۔ نوم عالم۔ اب اللہ تعالیٰ کی عنایت کی مجاہدے پر ترجیح کے لیے ایک حدیث کا مضمون بیان فرمایا ہے، عالم کی نیند کو عبادت قرار دیا گیا اور ظاہر ہے کہ عارف و عالم کی عبادت، جاہل کی عبادت سے افضل ہے لہٰذا عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے افضل ہوا۔ متنبہ۔ وہ علم جو دنیا اور آخرت کے نقصانات سے تنبیہ کرنے والا ہو۔

[2] آں سکوں۔ عالم سونے میں ساکن پڑا ہے اور غیر عالم عبادت میں ہاتھ پاؤں ہلا رہا ہے بایں ہمہ اُس کی یہ مثال سمجھو کہ ایک تیراک جو ماہر ہے وہ سکون سے پانی پر لیٹا ہوا تیر رہا ہے اور ایک اناڑی ہاتھ پاؤں مار کر تیر رہا ہے۔ سابح۔ تیراک۔ سباح۔ تیراکی۔ انتطاح۔ ٹکر مارنا۔

[3] عمد۔ لکڑی کے شہتیر کی طرح پانی پر چلا جا رہا ہے، جس طرح اس تیراک کا سکون دوسرے کی حرکات سے افضل ہے اسی طرح عالم کی نیند کا سکون جاہل کی عبادت کی حرکت سے بہتر ہے، اس کے سونے میں اتنا اخلاص اور صحیح نیت ہو گی کہ جاہل کی عبادت میں بھی نہ ہو گی اور فضیلت کا مدار نیت اور اخلاص پر ہے۔ علم۔ اب علم کی فضیلت بیان کر کے اس کی طلب کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ علم ناپیدا کنار دریا ہے اور طالب علم اُس میں سے موتی نکالتا ہے۔ گر ہزاراں۔ علم کی وہ لذت ہے کہ طالب علم کی اس سے کبھی سیری نہیں ہوتی ہے۔

کاں[1] رسولِ حقؐ بگفت اندر بیاں　ایں کہ مَنْهُوْمَانِ هُمَا لَا يَشْبَعَانِ
کیونکہ رسولِ حقؐ صلی اللہ نے بیان میں فرمایا　یہ کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے ہیں

در تفسیرِ ایں خبر کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ مَنْهُوْمَانِ
اس حدیث کی تفسیر جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی دو حریص ہیں جو
لَا يَشْبَعَانِ طَالِبُ الدُّنْيَا وَطَالِبُ الْعِلْمِ کہ ایں علم
سیر نہیں ہوتے ہیں، دنیا کا طلب گار اور علم کا طلب گار کہ یہ علم دنیا کے
غیرِ علمِ دنیا باشد تا دو قسم باشد امّا علمِ دنیا ہم دنیا باشد
علم کے علاوہ ہو گا تاکہ دو قسمیں بن سکیں لیکن دنیا کا علم بھی دنیا ہے بغیر
بے آخرت و اگر ہمچنیں باشد کہ طالبُ الدُّنیا و
آخرت کے اور اگر ایسا ہو کہ دنیا کا طالب اور دنیا کا
طالبُ الدُّنیا تکرار بُوَد نہ تقسیم مع تقریرہٖ
طالب ہے تو تکرار ہو جائے گا نہ کہ تقسیم مع اُس کی پوری تقریر کے

طَالِبُ[2] الدُّنْيَا وَ تَوْفِيْرَاتِهَا　طَالِبُ الْعِلْمِ وَ تَدْبِيْرَاتِهَا
دنیا کا طالب اور اُس کی ترقیوں کا　علم کا طالب اور اُس کی تدبیروں کا

پس دریں قسمت چو بگماری نظر　غیرِ دنیا باشد ایں علم اے پدر
تو اس تقسیم میں جب نظر کو جمائے گا　اے باوا! یہ علم دنیا کا غیر ہو گا

غیرِ دنیا پس چہ باشد آخرت　کِت کند زینجا و باشد رہبرت
تو دنیا کا غیر کیا ہوتا ہے؟ آخرت　جو تجھے یہاں سے اُکھاڑے اور تیرا رہنما ہو

غیرِ دُنیا آخرت باشد یقیں　کاں برد زینجات آنجا اے امیں
دنیا کا غیر، یقیناً آخرت ہے　اے امین! کہ وہ تجھے اِس جگہ سے اُس جگہ لے جائے

بحث کردنِ آں سہ شہزادہ در تدبیرِ ایں واقعہ
اُن تین شہزادوں کا اِس واقعہ کی کھود کرید کرنا

رُوبہم[3] کردند ہرسہ مفتتن　ہرسہ را یک درد و یک رنج و حُزن
تینوں فتنہ میں مبتلا آپس میں متوجہ ہوئے　تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و غم تھا

ہرسہ در یک فکر و یک سودا ندیم　ہرسہ از یک رنج و یک علت سقیم
تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ساتھی تھے　تینوں ایک رنج اور ایک بیماری کے بیمار تھے

---

[1] کاں۔ آنحضورؐ نے اِسی لیے فرمایا ہے کہ دو لالچی ایسے ہیں کہ کبھی ان کا پیٹ نہیں بھرتا ہے ایک علم کا طالب اور دوسرا دنیا کا طالب۔ در تفسیر۔ مولانا نے فرمایا کہ یہاں علم سے مراد دین اور آخرت کا علم ہے اگر دنیوی علوم مراد لیے جائیں گے تو پھر تقسیم درست نہ رہے گی اس لیے کہ طالب دنیا اور طالب علم دنیا ایک چیز ہے۔

[2] طالب الدنیا۔ ایک سیر نہ ہونے والا دنیا اور اُس کی ترقیوں کا طالب ہے دوسرا سیر نہ ہونے والا علم اور اُس کی تدبیروں کا طالب ہے۔ قسمت۔ یعنی ایک دوسرے کا قسیم اور بالمقابل ہے، تو علم سے مراد علمِ آخرت ہوگا۔ کت۔ وہ علم دنیا میں مصروف نہ ہونے دے گا اور آخرت کا رہبر ہوگا۔ غیرِ دنیا۔ دنیا سے آخرت ہی میں ہو جاتا ہے تو دنیا کے سوا وہی جگہ ہے۔

[3] روبہم۔ تینوں شہزادے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ مفتتن۔ فتنہ میں پڑا ہوا۔ یک فکر۔ تینوں کی ایک ہی فکر تھی ایک ہی قسم کا رنج اور ایک ہی قسم کی بیماری تھی یعنی تینوں شاہ کی حسین لڑکی کے فراق میں مبتلا تھے۔

در[1] خموشی ہرسہ را خطرت یکے در سخن ہم ہرسہ را حجت یکے
خموشی میں، تینوں کا ایک ہی خیال تھا گفتگو میں، تینوں کی ایک ہی دلیل تھی
یک زمانے اشک ریزاں ہرسہ شاں بر سرِ خوانِ مصیبت خونفشاں
کسی وقت تینوں آنسو بہانے والے ہوتے مصیبت کے خوان پر خون چھڑکنے والے
یک زماں از آتشِ دل ہرسہ کس برزدہ با سوز چوں مجمر نفس
کسی وقت تینوں دل کی آگ کی وجہ سے انگیٹھی کی طرح سوزش کے ساتھ سانس لیتے

مقالتِ برادرِ بزرگ ترین
سب سے بڑے بھائی کی گفتگو

آں بزرگیں[2] گفت اے اخوانِ خیر مانہ نر بودیم اندر نصحِ غیر
اُس بڑے نے کہا اے بھلے بھائیو! کیا ہم دوسرے کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے؟
از حشم ہر کہ بما کردے گلہ از بلاؤ خوف و فقر و زلزلہ
متعلقین میں سے جو ہم سے شکوہ کرتا بلا اور خوف اور فقر اور زلزلہ کا
ماہمی گفتیم کم نال از حرج صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
ہم کہا کرتے تھے کہ تنگی سے نالاں نہ ہو صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے
ایں[3] کلیدِ صبر ما اکنوں چہ شد اے عجب منسوخ شد قانوں چہ شد
ہمارے صبر کی یہ کنجی اب کہاں گئی ہائے تعجب، قانون منسوخ ہو گیا، کیا ہو گیا؟
ما نمی گفتیم کاندر کشمکش اندر آتش ہمچو زر خندید خوش
کیا ہم نہیں کہا کرتے تھے کہ کشمکش میں آگ کے اندر سونے کی طرح خوب ہنسو؟
ہرسپہ را وقتِ تنگا تنگِ جنگ گفتہ ما کہ ہیں مگردانید رنگ
جنگ کی تنگی، ترشی میں ہر سپاہی کو ہم نے کہا خبردار! رنگ متغیر نہ کر
آں زماں کہ بود اسپاں را وطا جملہ سرہا بریدہ زیرِ پا
جس وقت گھوڑوں کی روند ہوتی تمام کٹے ہوئے سر پاؤں کے نیچے ہوتے
ماسپاہِ خویش را ہے ہے کناں کہ بہ پیش آئید قاہر چوں سناں
ہم اپنے لشکر کو ہائیں ہائیں کرتے کہ غلبہ کے ساتھ بھالے کی طرح آگے بڑھو
جملہ عالم را نشاں دادہ بصبر زانکہ صبر آمد چراغ و نورِ صدر
ہم نے تمام دنیا کو صبر کا پتا بتایا کیونکہ صبر، سینہ کا چراغ اور نور ہے

1. در خموشی۔ چپ رہیں تو سب کا ایک ہی خیال یعنی شہزادی کا تصور تھا۔ در سخن۔ بات کریں تو ایک ہی بات یعنی شہزادی کا ذکر تھا۔ یک زماں۔ کبھی تینوں مل کر رونے لگتے کبھی تینوں گرم آہیں بھرنے لگتے۔ مجمر۔ انگیٹھی۔ نفس۔ سانس۔
2. بزرگیں۔ یعنی تینوں میں سے بڑا۔ اخوان۔ بھائی۔ نر۔ یعنی بہادر۔ از حشم۔ جب کبھی متعلقین میں سے کوئی مصیبت کا شکوہ کرتا تو ہم اس کو صبر کی تلقین کیا کرتے تھے لہٰذا ہمیں بھی صبر سے کام لینا چاہیے۔ اس سے مقصد پورا ہوگا۔
3. ایں کلید۔ ہم دوسروں کو صبر دلاتے تھے اب صبر کی وہ کنجی جس سے کشادگی آتی ہو ہمارے ہاتھ سے کہاں چلی گئی۔ مانمی گفتیم۔ ہم دوسروں کو کہتے تھے کہ مصیبت کا وقت خندہ پیشانی سے گذرنا چاہیے۔ رنگ۔ یعنی ڈر سے زرد نہ بن۔ وطا۔ پامالی۔ ماسپاہ۔ ہم اپنے لشکر سے کہتے تھے بھالے اور تیر کی نوک کی طرح آگے گھس جاؤ۔ جملہ عالم۔ ہم سب کو صبر کی تلقین کرتے تھے کہ صبر سے دل روشن ہوتا ہے۔

نوبتِ[1] ما شد چہ خیرہ سر شدیم
جب ہماری باری آئی ہم کیسے حیران ہو گئے
چوں زنانِ زشت در چادر شدیم
بدصورت عورتوں کی طرح ہم چادر میں ہو گئے

اے دلے کہ جملہ را کردی تو گرم
اے دل! کہ تو نے سب کو مستعد کیا
گرم کن خود را و از خود آر شرم
اپنے آپ کو مستعد کر، اور اپنے سے شرم کر

اے زباں کہ جُملہ را ناصح بُدی
اے وہ زبان! جو سب کو نصیحت کرنے والی تھی
نوبتِ تو گشت از چہ تن زدی
تیری باری آئی تو تُو خاموش کیوں ہو گئی؟

اے خِرد کو پندِ شکرخایِ تو
اے عقل! تیری میٹھی نصیحت کہاں گئی؟
دورِ تست ایندم چہ شُد ہیہایِ تُو
اب تیری باری ہے، تیری ہائے ہُو کہاں گئی؟

اے زدلہا بُردہ صد تشویش را
اے (عقل)! تو دلوں سے سیکڑوں پریشانیوں کو دور کیا کرتی ہے
نوبتِ تو شُد بجُنباں ریش را
تیری باری آ گئی، ڈاڑھی ہلا دے

از غری ریش اَرکنوں دُزدیدہَ
اگر اب بدلی کی وجہ سے تو نے ڈاڑھی کو چھپا لیا ہے
پیش ازیں بر ریشِ خود خندیدہَ
اس سے پہلے تو اپنی ڈاڑھی پر ہنسی تھی

وقتِ[2] پندِ دیگرانے ہائے ہائے
دوسروں کو نصیحت کے وقت، ہائے ہائے
درغمِ خود چوں زنانے وائے وائے
اپنے غم میں عورتوں کی طرح، وائے وائے

چوں بدردِ دیگراں درماں بُدی
جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھی
درد مہمانِ تُو آمد تن زدی
درد تیرا مہمان بن کر آیا، تو خاموش ہو گئی

بانگِ بر لشکر زدن بُد سازِ تُو
لشکر کو للکارنا تیرا طریقہ تھا
بانگ برزن چہ گرفت آوازِ تُو
(اب) للکار، تیری آواز کو کس نے پکڑ لیا؟

آنچہ پنجہ سال بافیدی بہُوش
جو تو نے پچاس سال ہوشیاری سے بُنا
زاں نسیجِ خود بغلطاقے بپُوش
اُس بُنے ہوئے سے ایک بغلطاق پہن لے

از[3] نوایت گوشِ یاراں بُود خوش
تیری آواز سے دوستوں کے کان خوش تھے
دست بیروں آرو گوشِ خود بکش
ہاتھ باہر نکال اور اپنا کان کھینچ

سَربُدی پیوستہ خود را دُم مکن
تو ہمیشہ سر تھی اپنے آپ کو دُم نہ بنا
پاؤ دست و ریش و سُبلت گم مکن
پاؤں اور ہاتھ اور ڈاڑھی اور مونچھ گم نہ کر

بازی آنِ تست بر رُوی بساط
بساط پر بازی تیری ملکیت ہے
خویش را در طبع آر و در نشاط
اپنے آپ کو (خوش) طبعی اور نشاط میں لا

---

1. نوبت۔ جب ہماری باری آئی تو ہم عورتوں کی طرح ٹسوے بہانے بیٹھ گئے۔ اے دل۔ پھر اپنے دل کو دلاسا دیتا۔ اے زباں۔ اُس شہزادے نے اپنی زبان کو نصیحت کی کہ تو دوسروں کو نصیحت کرتی تھی اب کیوں خاموش ہے۔ اے خرد۔ اپنی عقل کو کہا تو بڑی نصیحتیں کرتی تھی اب کیوں چپ ہے۔ بجُنباں ریش را۔ پہلے قصہ گذرا ہے کہ سلطان محمود نے کہا تھا میں ڈاڑھی ہلا دیتا ہوں تو لوگوں کی مصیبت ٹل جاتی ہے۔ غری۔ بددلی۔ بر ریشِ خود۔ پہلے تو دوسروں کی ڈاڑھی پر ہنسا کرتی تھی اب معلوم ہوا کہ وہ ہنسی تیری خود اپنی ڈاڑھی پر تھی۔
2. وقت۔ دوسروں کو نصیحت کرتے وقت تو اُن کو تنبیہ کرتی تھی اب عورتوں کی طرح وائے وائے کر رہی ہے۔ درماں۔ تو دوسروں کے مرض کا علاج تھی، اب اپنے مرض کے وقت کیوں چپ ہے۔ بانگ۔ لشکر پر چیختی تھی اب تیری آواز کیوں بیٹھ گئی۔ نسیج۔ بُنا ہوا کپڑا۔ بغلطاق۔ قبا، بڑی ٹوپی۔
3. ازنوایت۔ تیری آواز سے دوست خوش تھے اب اپنے ہاتھ سے اپنی گوشمالی کر۔ سربدی۔ تو سر تھی اب اپنے آپ کو دُم نہ بنا اور ذلیل نہ کر اور اپنی قوت وہمت پر عمل کر۔ بازی۔ رنجیدہ نہ ہو اور طبیعت میں نشاط پیدا کر کے بازی جیت لے۔ بساط۔ شطرنج کا فرش۔

ایں[1] حکایت گوش کن اے با خرد　　تابدانی اندریں معنی سند
اے عقلمند! یہ حکایت سن لے　　تاکہ اس سلسلہ میں ایک سند کو جان جائے

ذکر آنکہ پادشاہے دانشمندے را باکراہ در مجلس در آورد
اس کا ذکر کہ ایک بادشاہ ایک فقیہ کو جبراً مجلس میں پکڑ لایا
و بنشاند و ساقی شراب براں دانشمند عرضہ کرد روی
اور بٹھا دیا اور ساقی نے اس فقیہ کے سامنے شراب پیش کی اس
از ساغر بگردانید و ترشی و تندی آغاز کرد، شاہ ساقی را
نے جام سے منہ پھیر لیا اور ناگواری اور بدمزاجی شروع کر دی بادشاہ
گفت ہیں در طبعش آر ساقی مشت چند برسرش کوفت
نے ساقی سے کہا، ہاں اس کا مزاج ٹھکانے کر دے ساقی نے چند گھونسے اس کے
و شراب بخوردش داد
سر پر مارے اور اس کو شراب پینے کے لیے دے دی

پادشاہے مست اندر بزم خوش　　می گذشت آں یک فقیہے بردرش
ایک بادشاہ خوشی کی محفل میں مست تھا　　اس کے دروازے پر ایک فقیہ گذر رہا تھا

کرد اشارت کش دریں مجلس کشید　　ویں شراب لعل در خوردش دہید
اس نے اشارہ کر دیا کہ اس کو اس مجلس میں کھینچ لاؤ　　اور یہ سرخ شراب اس کو پینے کے لیے دے دو

پس کشیدندش بشہ بے اختیار　　شست در مجلس ترش چوں زہر مار
وہ اس کو جبراً بادشاہ کے پاس کھینچ لائے　　وہ زہرمار کی طرح مجلس میں منہ بنا کر بیٹھ گیا

عرضہ[2] کردش مے نہ پذ رفت او بخشم　　از شہ و ساقی بگردانید چشم
اُنہے اسکے سامنے شراب پیش کی اس نے غصہ سے قبول نہ کی　　بادشاہ اور ساقی نے نگاہ پھیر لی

کہ بعمر خود نخوردستم شراب　　خوشتر آید از شرابم زہر ناب،
کہ میں نے زندگی بھر شراب نہیں پی ہے　　مجھے خالص، زہر، شراب سے اچھا لگتا ہے

ہیں[3] بجائی مے مرا زہرے دہید　　تامن از خویش و شما از من رہید
ہاں! مجھے شراب کی بجائے زہر دے دو　　تاکہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤں

مے نخوردہ عربدہ آغاز کرد　　گشتہ در مجلس گراں چوں مرگ و درد
بغیر شراب پیے، لڑائی دنگا شروع کر دیا　　وہ موت اور درد کی طرح مجلس میں گراں بن گیا

---

[1] ایں حکایت۔ اس حکایت میں بھی طبیعت کو نشاط میں لانے کا ذکر ہے۔ پادشاہے۔ ایک بادشاہ محفل نشاط میں شراب نوشی کر رہا تھا دروازے کے سامنے سے ایک فقیہ طالب علم گذرا۔ کرد۔ بادشاہ نے مصاحبوں کو اشارہ کیا کہ اس کو پکڑ لائیں اور شراب پلائیں۔

[2] عرضہ کردش۔ ساقی نے اس کو شراب دی، اس نے بادشاہ اور ساقی سے منہ پھیر لیا۔ کہ بعمر۔ میں نے تمام عمر شراب نہیں پی مجھے زہر دے دو وہ اس شراب سے اچھا ہے۔ زہر ناب۔ خالص تر زہر۔

[3] ہیں۔ وہ فقیہ بولا بہتر یہ ہے کہ مجھے شراب کے بجائے زہر دے دو تاکہ میں نجات پا جاؤں۔ عربدہ۔ لڑائی جھگڑے کی وجہ سے وہ سب کے لیے مصیبت بن گیا۔

ہمچو[1] اہلِ نفس و اہلِ آب و گِل
جس طرح اہلِ نفس اور اہلِ جسم

در جہاں بنشستہ با اصحابِ دل
اصحابِ دل کے ساتھ دنیا میں بیٹھے ہوئے ہیں

حق ندارد خاصگاں را در کمون
اللہ (تعالیٰ) خاص لوگوں کو پوشیدگی میں نہیں رکھتا

از مئے ابرار، جُز در یشربون
نیکوں کی شراب سے سوائے اسکے کہ وہ پینے والوں میں ہیں

عرضہ میدارند بر محجوب جام
وہ محجوب پر جام پیش کرتے ہیں

حِس نمی یابد ازاں غیرِ کلام
حس اُس سے بجز کلام کے کچھ حاصل نہیں کرتا

رُو ہمی گرداند از ارشادِ شاں
وہ اُن کے ارشاد سے رُوگردانی کرتا ہے

کہ نمی بیند بدیدہ دادِ شاں
کیونکہ وہ آنکھ سے اُن کی عطا کو نہیں دیکھتا

گرز گوشش تا بحلقش رَہ بُدے
اگر اُس کے کان سے، اُس کے حلق تک راستہ ہوتا

سِرِ نُصح اندر درونش در شُدے
تو نصیحت کا راز اُس کے اندر پہنچتا

چوں[2] ہمہ نارست جانش نیست نُور
کیونکہ اُس کی جان بالکل آگ ہے، نور نہیں ہے

کہ افگند در نار سوزاں جُز قشور
چھلکوں کے سوا جلتی آگ میں کون ڈالتا ہے؟

مغز بیروں ماند و قشر گفت رفت
مغز باہر رہا اور گفتگو کا چھلکا (اندر) گیا

کے شود از قشر معدہ گرم و زفت
چھلکے سے معدہ گرم اور موٹا کب ہوتا ہے؟

نارِ دوزخ جُز کہ قشر افشار نیست
دوزخ کی آگ پوست گیر کے سوا کچھ نہیں

نار را باہیچ مغزے کار نیست
آگ کو کسی مغز سے سروکار نہیں ہے

ور بوُد بر مغز نارے شعلہ زن
اور اگر مغز پر کوئی آگ شعلہ زن ہو

بہرِ پختن داں نہ بہرِ سوختن
پکانے کے لیے جان، نہ کہ جلانے کے لیے

تا کہ[3] باشد حق حکیم، ایں قاعدہ
جب تک اللہ (تعالیٰ) حکیم ہے، یہ قاعدہ

مستمر داں تا بری زاں فائدہ
جاری سمجھ، تاکہ تو اُس سے فائدہ اُٹھا لے

مغز نُغز و قِشرہا مغفور ازُو
مغز عمدہ ہے اور اُس کی وجہ سے چھلکے بخشے ہوئے ہیں

مغز را پس چوں بسوزد، دُور ازُو
تو وہ مغز کو کیسے جلا دے گا؟ اُس سے بعید ہے

از عنایت گر بکوبد بر سرش
عنایت سے اگر اللہ تعالیٰ اُس کا سر کوٹ دیں

اشتہا آرد شرابِ احمرش
وہ اُس کو سُرخ شراب کی خواہش پیدا کر دیتا ہے

---

1. ہمچو۔ پہلے ظاہری شراب نہ پینے والے کا شرابیوں سے اعراض اور انقباض کا ذکر تھا اب مولانا نے معنوی شراب نہ پینے والوں کا شرابِ معرفت پینے والوں سے انقباض کا ذکر کیا ہے۔ اہلِ نفس۔ یعنی وہ لوگ جن کو شرابِ معرفت حاصل نہیں ہے۔ اصحابِ دل۔ اہلِ دل، اصحابِ معرفت۔ حق ندارد۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو بروقت شرابِ معرفت پلاتا رہتا ہے۔ عرضہ۔ یہ لوگ دنیاداروں پر وہ شراب پیش کرتے ہیں لیکن وہ اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچتے ہیں۔ کہ۔ کیونکہ اُن کی نظر، اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ گرز گوشش۔ اگر اُن کے کان سے حلق تک راہ ہوتی تو اُس کلام کی حقیقت اُن کے دل پر اثر کرتی۔
2. چوں ہمہ۔ اُن لوگوں کے دل پر شہوت کی آگ ہے اور آگ تک چھلکے ہی پہنچتے ہیں۔ مغز۔ کلام کا مغز تو باہر رہ گیا معدے میں صرف چھلکے پہنچے اُن سے کوئی قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔ نارِ دوزخ۔ آگ میں صرف چھلکے جھونکے جاتے ہیں اسی لیے جہنم میں وہ لوگ جائیں گے جو مغزِ حقیقت سے خالی ہوں گی۔ ور بود۔ اگر مومنین جہنم میں جائیں گے تو وہ پختہ کرنے کے لیے بھیجے جائیں گے اور اُس سے ان کی معصیتوں کا ازالہ ہو جائے گا۔
3. تا کہ۔ جب تک اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے حکمت والا ہے، یہ قاعدہ جاری رہے گا کہ وہ مغز کو جہنم میں نہ جلائے گا۔ مغز۔ مغز والے تو اس قدر بہتر ہوں گے کہ ان کی شفاعت سے چھلکوں والے بھی بخشے جائیں گے۔ از عنایت۔ اگر عنایتِ خداوندی اور جذبِ الٰہی اعراض کرنے والے کی سرکوبی کر دے تو اس کو شراب کی خواہش پیدا ہو جائے گی جس طرح اس فقیہ میں پیدا ہو گئی تھی۔

ورنہ[1] کوبد مانَد اُو بستہ دہاں
اور اگر نہ کوٹیں وہ بستہ دہن رہ جائے
گفت شہ با ساقیش اے نیک پے
شاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم!
ہست پنہاں حاکمے بَر ہر خِرد
ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے
آفتاب[2] و مشرق و تنویرِ اُو
سورج اور مشرق اور اُس کی روشنی
چرخ را چرخ اندر آرد در زمن
آسمان کو فوراً چکر میں لے آئے
عقل کو عقلِ دِگر را سخرہ کرد
جس عقل نے دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو
چند سیلی برسرش زد گفت گیر
چند چپت اُس کے سر پر لگائے، کہا لے لے
مست گشت و شاد و خنداں شد چو باغ
مست اور خوش ہو گیا اور باغ کی طرح کھل گیا
شیر[3] گیر و خوش شُد انگشتک بزد
نیم مست اور خوش ہوا، چٹکیاں بجانے لگا
یک کنیزک بُود در مبرز چو ماہ
بیت الخلا میں چاند جیسی ایک لونڈی تھی
چوں بدید اُو را دہانش باز ماند
جب اُس نے اُسے دیکھا اُس کا منہ کھلا رہ گیا
عُمرہا بُودہ عزب مُشتاق و مست
عُمر بھر کنوارا، مشتاق اور مست رہا تھا
پس طپید آں دُختر و نعرہ فراشت
وہ لڑکی مچلی اور شور کیا

چوں فقیہ از شُرب و بزمِ ایں شہاں
شاہوں کی محفل اور شراب سے، فقیہ کی طرح
چہ خموشی دہ بطبعش آرہے
تو کیوں چپ ہے، دے، ہاں اُس کا مزاج ٹھیک کر دے؟
ہر کرا خواہد بفن از خود برد
جس کو چاہے، تدبیر سے خودی سے نکال دے
چوں اسیراں بستہ در زنجیرِ اُو
قیدیوں کی طرح اُس کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں
چوں بخواند در دماغش نیم فن
جب اُس کے دماغ میں تھوڑا سا فن پڑھ دے
مُہرہ زُو دارد ویست اُستادِ نرد
وہ مہرہ اُس سے رکھتی ہے، نرد کا استاد وہی ہے
در کشید از بیمِ سیلی آں زحیر
وہ مصیبت زدہ چپت کے ڈر سے چڑھا گیا
در ندیمی و مضاحک رفت ولاغ
مصاحبت اور خوش مذاقی اور تمسخر میں لگ گیا
سُوی مُبرز رفت تا میزک کند
بیت الخلا کی جانب گیا، تاکہ پیشاب کر لے
سخت زیبا رُو ز قرناقانِ شاہ
شاہ کے خادموں میں سے، بہت خوبصورت
عقل رفت و تن ستیم پرداز ماند
عقل چلی گئی مظلوم جسم رہ گیا
بَر کنیزک دَر زماں دَر زد دو دست
فوراً لونڈی پر دونوں ہاتھ رکھ دیے
برنیامد باوے و سُودے نداشت
اُس سے کچھ بن نہ پڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

---

[1] ورنہ کوبد۔ اور اگر عنایت خداوندی سرکوبی نہ کرے تو اُس فقیہ کی طرح اُن بادشاہوں کی شراب سے محروم رہے گا جو سرکوبی سے پہلے محروم تھا۔ گفت شہ۔ شاہ نے ساقی سے کہا کہ اِس فقیہ کے مزاج ٹھکانے لگا دے وہ۔ یعنی اُس کو شراب دے۔ ہست۔ جس طرح ساقی نے فقیہ کے مزاج ٹھکانے لگا دیے اسی طرح عقل پر ایک پوشیدہ ذات حاکم ہے جو عقل کو خودی سے بے خود کر دیتی ہے۔

[2] آفتاب۔ اُس ذات کے قبضہ میں پوری کائنات ہے۔ چرخ۔ آسمان اُس کے معمولی حکم کا پابند ہے۔ عقل۔ اگر کسی کی عقل میں تابع کر لینے کی قوت ہے تو وہ اُسی کی عطا کردہ ہے۔ چند سیلی۔ ساقی نے اُس فقیہ کے چند چپت لگائے تو اُس کی عقل ٹھکانے آ گئی۔ زحیر۔ یعنی پیچ و تاب میں پڑا ہوا۔ ندیمی۔ مصاحبت۔ مضاحک۔ ہنسی کی باتیں۔ لاغ۔ مذاق۔

[3] شیر گیر۔ نشہ کا ایک درجہ ہے۔ مبرز۔ بیت الخلا۔ میزک۔ پیشاب۔ قرناقاں۔ قرناق کی جمع ہے، خدمت کار، کنیزک۔ عزب۔ غیر شادی شدہ مرد، کنوارا۔ در زد۔ یعنی دونوں ہاتھوں سے اس کو گرفت میں لے لیا۔ پس طپید۔ اس لڑکی نے گرفت سے چھوٹنے کی بہت کوشش کی۔ برنیامد۔ کچھ بن نہ پڑا۔

زن[1] بدستِ مرد در وقتِ لِقا — چوں خمیر آمد بدستِ نانبا

ملاقات کے وقت، عورت مرد کے ہاتھ میں — نانبائی کے ہاتھ میں خمیر کی طرح ہوتی ہے

بسرشد گاہیش نرم و گہ درشت — زو برآرد چاق چاقے زیرِ مُشت

وہ اُس کو کبھی نرم گوندھتا ہے اور کبھی سخت — مٹھی کے نیچے اُس کی آواز کھچا کھچ نکلتی ہے

گاہ پہنش واکشد بر تختۂ — در ہمش آرد گہے یک لختۂ

کبھی اُس کو تختے پر پھیلا دیتا ہے — کبھی اُس کو ایک دم سے سمیٹ لیتا ہے

گاہ دروے ریزد آب و گہ نمک — از تنور و آتشش سازد محک

کبھی اُس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک — تنور اور آگ سے اُس کا امتحان کرتا ہے

ایں[2] چنیں پیچند مطلوب و طلوب — اندریں لَعب اند مغلوب و غلوب

اِسی طرح عاشق اور معشوق لپٹ جاتے ہیں — اِس کھیل میں غالب، اور مغلوب ہوتے ہیں

ایں لعب تنہا نہ شُورا بازن ست — ہر عشیق و عاشقے را ایں فن ست

یہ کھیل نہ صرف شوہر کا بیوی سے ہے — ہر عاشق و معشوق کا یہی طریقہ ہے

از قدیم و حادث و عین و عرض — پیچشے چوں ویس و رامیں مفترض

قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض کا — ویس اور رامین کی طرح گتھنا ضروری ہے

لیک لعب ہریکے رنگے دگر — پیچشِ ہریک ز فرہنگے دگر

لیکن ہر ایک کا کھیل دوسرے رنگ کا ہے — ہر ایک کا گتھنا دوسرے طریقہ کا ہے

شُوی وزن را گفتہ شُد بہرِ مثیل — کہ[3] مکُن اے شوی زن را بدگسیل

شوہر اور بیوی مثال کے لیے کہہ دیے گئے ہیں — کہ اے شوہر بیوی کو بُری طرح رخصت نہ کر

آں شبِ گردک نہ ینگا دست او — خوش امانت داد اندر دستِ شُو

کیا نہیں ہے کہ چھپر کھٹ کی رات، مشاطہ نے اُس کا ہاتھ — شوہر کے ہاتھ میں بہتر امانت کے طور پر دیا

کانچہ با اُو تو کُنی اے مُعتمد — از بدو نیکی، خدا باتو کُند

کہ اے معتمد! جو تو اُس کے ساتھ کرے — بھلی بُری، خدا تیرے ساتھ کرے گا

ایں زنِ دنیا کہ ہست اُو مستِ تُو — حق امانت دادش اندر دستِ تُو

یہ دنیا عورت، جو تجھ پر فریفتہ ہے — اللہ نے تیرے ہاتھ میں اُس کو امانت دیا ہے

---

1. زن۔ ایسے وقت میں عورت مرد کے ہاتھ میں اِس طرح ہوتی ہے جس طرح خمیر نانبائی کے ہاتھ میں۔ بسر شد۔ باز ائدہ ہے سرشد سرشتن بمعنی گوندھنا کا فعل مضارع ہے۔ گاہ۔ نانبائی خمیر کو کبھی پھیلاتا ہے کبھی سمیٹتا ہے یہی حال مرد، عورت کا کرتا ہے۔ گاہ دروے۔ غرضیکہ جس طرح نانبائی خمیر میں تصرفات کرتا ہے اِسی طرح مرد عورت کے ساتھ کرتا ہے۔

2. ایں چنیں۔ طلوب اور غلوب یعنی شوہر مطلوب اور مغلوب یعنی عورت سے لپٹتا ہے۔ ہر عشیق۔ یعنی کائنات میں سے ہر عاشق کا اپنے معشوق کے ساتھ یہی طریقہ ہے عالم کی اشیا میں باہمی تجاذب ہے اور ایک دوسرے پر عاشق ہے جس کو مولانا متعدد مقامات پر بیان کر چکے ہیں۔ ویس۔ مشہور معشوقہ ہے۔ رامیں۔ مشہور عاشق ہے۔ لیک۔ مرد اور عورت کی ملاعبت اور طرح کی ہے اور کائنات کی دوسری چیزوں کی ملاعبت اور چمٹنا دوسری طرح کی ہے۔ شوی۔ قرآن پاک میں مرد اور عورت کے حقوق کا تذکرہ بطور تمثال کیا گیا ہے ورنہ یہ جوڑ صرف مرد و عورت ہی کا نہیں ہے۔

3. کہ مکن۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ شوہر اگر عورت کو طلاق دے اور جدا بھی کرے تو بُری طرح نہ کرے فرمایا گیا اَو تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ "یا اُس کو خوبی کے ساتھ جدا کرنا ہے" گردک۔ دلہن کا چھپر کھٹ۔ ینگا۔ یانون سے پہلے ہے بھاوج، چچی، مشاطہ۔ ایں زن۔ جس طرح مرد و عورت کے حقوق ہیں اسی طرح انسان پر زنِ دنیا کے بھی حقوق ہیں یہ بھی اللہ نے بطور امانت انسان کے ہاتھ میں دی ہے۔

حاصلِ[1] اینجا آں فقیہ از بیخودی — نے عفیفی ماندش و نے زاہدی
خلاصہ یہ ہے کہ اُس جگہ بے خودی کی وجہ سے اُس فقیہ میں — نہ پاکدامنی رہی اور نہ پرہیزگاری

آں فقیہ اُفتاد برآں حُور زاد — آتشِ اُو اندراں پنبہ فتاد
وہ فقیہ اُس حور کے بچے پر پڑ گیا — اُس کی آگ روئی میں لگ گئی

جاں بجاں پیوست و قالبہا تخید — زن چو مُرغِ سَر بُریدہ می طپید
جان جان سے پیوستہ ہو گئی اور جسم سکڑ گئے — لڑکی سر کٹے مرغ کی طرح تڑپ رہی تھی

چہ سَقایا، چہ مِلک، چہ اَرسلاں — چہ حَیا، چہ دیِن و زُہد و خوفِ جاں
کیسا جام، کیسا بادشاہ، کیسا ارسلان؟ — کیسی حیا، کیسا دین اور زہد اور جان کا ڈر؟

چشم شاں اُفتادہ اندر عین[2] و غین — نے حُسن پیداست انجا نے حُسین
اُن کی آنکھیں عین اور غین میں پڑ گئی تھیں — وہاں نہ حُسن ظاہر تھا، نہ حُسین

یافت ہریک شاں ازاں دیگر مُراد — طبع ہریک خُرم و دل گشت شاد
ہر ایک نے دوسرے سے مقصود پا لیا — ہر ایک کی طبیعت خوش اور دل شاد ہو گیا

شد دراز و کو طریقِ بازگشت — اِنتظارِ شاہ ہم از حد گذشت
دیر ہو گئی اور واپسی کا راستہ کہاں؟ — بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گزر گیا

شاہ آمد تابہ بیند واقعہ — دید آنجا زلزلہ والقارِعہ
بادشاہ آ گیا، تاکہ واقعہ دیکھے — وہاں اُس نے زلزلہ اور قارعہ دیکھا

آں فقیہ از بیم برجست و برفت — سُوئے مجلس، جام را بربود تفت
وہ فقیہ ڈر سے کھڑا ہو گیا اور چل دیا — مجلس کی جانب اور فوراً جام اُچک لیا

شہ[3] چو دوزخ پُر شرار و پُر نکال — تشنۂ خونِ دو جُفتِ بد فعال
بادشاہ دوزخ کی طرح چنگاریوں اور عذاب سے پُر — بدکار جوڑے کے خون کا پیاسا

چوں فقیہش دید رُخ پُر خشم و قہر — تلخ و خونیں گشتہ ہمچوں جام زہر
فقیہ نے جب اُس کا چہرہ غصہ اور غضب سے بھرا ہوا دیکھا — کہ زہر کے پیالہ کی طرح کڑوا اور خونی ہو گیا ہے

بانگ زد بر ساقیش کاے گرم دار — چہ نشستی خیرہ دہ در طبعش آر
اُس نے ساقی کو آواز دی کہ اے (مجلس کو) گرم رکھنے والے — سُست کیوں بیٹھا ہے، دے، اس کو مزاج پر لا

خندہ آمد شاہ را گفت اے کیا — آمدم باطبع آں دُختر ترا
بادشاہ کو ہنسی آ گئی، بولا اے پاکیزہ! — میں مزاج پر آ گیا، وہ لڑکی تیرے لیے ہے

1- حاصل۔ مولانا نے پھر اُس فقیہ کا ذکر شروع کیا ہے کہ اس لونڈی کے ساتھ وہ ایسا بے خود ہوا کہ اس سے پاکدامنی اور زہد و تقویٰ رخصت ہو گیا۔ آں فقیہ۔ وہ فقیہ اُس لونڈی کو چپٹ گیا اور اسکی آتش شہوت لونڈی کی روئی میں لگ گئی۔ تخید۔ تخیدن، جماع کے وقت اپنے آپکو سمیٹنا۔ سقایہ۔ یعنی جام شراب۔ اَرسلاں۔ شیر یعنی بادشاہ۔

2- عین و غین۔ دونوں اندھے کے معنی میں ہیں مراد اندھا ہے۔ حسن و حسین۔ یعنی بڑا چھوٹا۔ یافت۔ دونوں نے اپنی مراد حاصل کر لی اور ہر ایک کا دل خوش ہو گیا۔ دراز۔ یعنی واپسی کا وقت۔ زلزلہ۔ یعنی عورت کا کانپنا۔ القارعہ۔ یعنی مرد کا عورت کو کھٹکھٹانا۔ آں فقیہ۔ وہ فقیہ لونڈی کے پاس سے فوراً مجلس میں پہنچ گیا اور جام ہاتھ میں تھام لیا۔

3- شہ۔ بادشاہ دوزخ کی طرح بھڑک رہا تھا اور دونوں بدکاروں کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ چوں۔ جب فقیہ نے بادشاہ کے غصہ کی یہ حالت دیکھی۔ بانگ۔ فوراً زور سے ساقی کو کہا کہ سست کیوں بیٹھا ہے بادشاہ کو جام دے اور اس کو نشاط پر لا، یہ وہی جملہ ہے جو بادشاہ نے فقیہ کی ناگواری کے وقت کہا تھا۔ گرم دار۔ یعنی محفل کو گرمانے والا۔ نشستی۔ نشستی۔ کیا۔ پاکیزہ، پہلوان، آقا۔ آں دختر۔ میں نے یہ لونڈی تجھے بخشی۔

پادشاہم[1] کارِ مَن عدلست و داد
میں بادشاہ ہوں، میرا کام انصاف اور عطا ہے
آنچہ آں را مَن نہ نوشم ہمچو نوش
میں جس چیز کو شہد کی طرح نہ پیوں
آنچہ آں را می خورم از نوش و خوش
جو میٹھی اور اچھی چیز میں کھاتا ہوں
زاں خورانم مَن غلاماں را کہ من
میں غلاموں کو اُسی میں سے کھلاتا ہوں
زاں خورانم بندگاں را از طعام
میں غلاموں کو وہی کھلاتا ہوں
من چو پوشم از خز و اطلس لباس
میں جو ریشمین اور اطلس پہنتا ہوں
شرم[2] دارم از نبیؐ ذوفنون
مجھے ہُنرمند نبیؐ سے شرم آتی ہے
مصطفیٰؐ کرد ایں وصیت با بنوں
(حضرت) مصطفیٰؐ نے فرزندوں کو یہ وصیت کی ہے
شُد فقیہ و بُرد با خود جُفتِ خوب
فقیہ روانہ ہوگیا اور حسین بیوی کو اپنے ساتھ لے گیا
دیگراں را بس بطبع آوردۂ
تو دوسروں کو بہت مزاج پر لایا ہے
ہم[3] بطبع آور بمردی خویش را
اپنے آپ کو بھی مردانگی سے
چوں قلاوُزیِ صبرت پَر شود
جب صبر کی رہنمائی تیرا پر بن جائے
مصطفیٰؐ بیں چونکہ صبرش شُد بُراق
(حضرت) مصطفیٰؐ کو دیکھ لے، صبر جب اُن کا براق بن گیا

زاں خورم کہ یار را جُودم بداد
میں وہی کھاتا ہوں جو میرے دوست کو میری سخا نے دیا ہے
کے دہم درخوردِ یارِ خویش و توش
میں اپنے دوست کی خوراک اور توشہ میں کب دوں گا؟
مید ہم درخوردِ یار از پخ و شش
ہر چیز میں سے دوست کے لائق دیتا ہوں
می خورم برخوانِ خاصِ خویشتن
جو میں اپنے مخصوص دسترخوان پر کھاتا ہوں
کہ خورم مَن خود ز پختہ یا کہ خام
جو میں خود پختہ یا کچا کھاتا ہوں
زاں بپوشانم حَشم را نے پلاس
میں متعلقین کو وہی پہناتا ہوں، نہ کہ ٹاٹ
اَلْبِسُوْھُمْ گفت مِمَّا تَلْبَسُوْن
فرمایا ہے ''اُن کو وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو''
اَطْعِمُوا الْاَذْنَابَ مِمَّا تَاْکُلُوْن
''متعلقین کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو''
از عطایِ خاصِ کشّاف الکروب
مصائب کو رفع کرنے والے کی خاص عطا سے
در صبوری چُست و راغب کردۂ
صبر کرنے میں چست اور رغبت کرنے والا بنایا ہے
پیشوا کُن عقلِ صبر اندیش را
صابر عقل کو پیشوا بنا
جاں باوجِ عرش و کرسی برشود
جان، عرش و کرسی کی بلندی پر پہنچ جائے
برکشانیدش بیالائے طباق
وہ اُن کو طبقوں کے اُوپر لے گیا

---

[1] پادشاہم۔ میں بادشاہ ہوں میرا کام انصاف اور عطا ہے میں بھی وہی کھاتا ہوں جو کسی دوسرے کو کھلاتا ہوں۔ آنچہ۔ جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں دوست کے لیے بھی ناپسند کرتا ہوں۔ توش۔ توشہ۔ پخ وشش۔ یعنی ہر قسم کی چیز۔ زاں۔ جو کچا پکا میں کھاتا ہوں غلاموں کو بھی وہی کھلاتا ہوں۔ خز۔ پشمینہ۔ پلاس۔ ٹاٹ۔

[2] شرم۔ آنحضورؐ کا غلاموں کے بارے میں فرمانا ہے کہ ''جس قسم کا تم پہنو اُسی قسم کا اُن کو پہناؤ جو تم کھاؤ وہی اُن کو کھلاؤ''۔ اذناب۔ یعنی متعلقین۔ شُد فقیہ۔ بادشاہ کی اجازت پر وہ فقیہ روانہ ہوگیا اور لونڈی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ کشاف الکروب۔ حضرت حق تعالیٰ۔ دیگراں۔ یہ پھر بڑے بھائی کا مقولہ شروع ہوا ہے اُس بڑے بھائی نے اپنے آپ کو خطاب کر کے کہا تو دوسروں کو صبر دلاتا تھا اب خود صبر کر۔

[3] ہم بطبع۔ اپنی مردانگی سے اپنا مزاج ٹھکانے کر اور عقل صبر اندیش کو رہنما بنالے۔ چوں قلاوزی۔ صبر کی رہنمائی ہوگی تو عرش و کرسی کی بلندی حاصل ہوگی۔ مصطفیٰ۔ آنحضورؐ نے کفار کی ایذا رسانی پر صبر کیا تو براق پر بیٹھ کر آسمانوں کے طبقوں کے اُوپر پہنچے۔

چون صبوری پیشه کرد ایوبؑ[1] راد | از بلا اُو را درِ رحمت کشاد

جب بہادر ایوبؑ نے صبر کرنے کو پیشہ بنایا | تو مصیبت سے اُن کے لیے رحمت کا دروازہ کھل گیا

صبر صدر آمد بہر حالت کہ ہست | صبر را مگذار تا بتواں زدست

جو حالت بھی ہو صبر، صدر ثابت ہوا ہے | جب تک ممکن ہو صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے

صبر مِفتاحُ الفَرَج نشنیدہَ | کاندریں تعجیل دَر پیچیدہَ

تو نے نہیں سُنا ہے صبر کشادگی کی کنجی ہے | کہ تو اِس جلد بازی میں پھنسا ہے

حَد ندارد ایں سخن کوتاہ کُن | وز حدیثِ عاشقاں بر گو سخن

اس بات کی حد نہیں ہے، مختصر کر دے | اور عاشقوں کی بات کر

باز[2] گرد اے عاشق و زُو تَر براں | کانتظارِ تُست آں شہزادگاں

اے عاشق تو واپس ہو اور جلد چلا | کیونکہ وہ شہزادے تیرے انتظار میں ہیں

رواں شُدنِ شہزادگاں بعد از اِتمامِ بحث و ماجرا بجانبِ ولایتِ چین سُوئے معشوق و مقصود تا بقدرِ امکان بمقصود نزدیک تر شوند اگرچہ راہِ وصل مسدُودست بقدرِ امکان نزدیک تر شُدن محمود ست

بحث اور واقعہ کے پورا کرنے کے بعد شہزادوں کا اپنے معشوق اور مقصود کی طرف چین کی ولایت کی جانب روانہ ہونا، تاکہ بقدرِ امکان مقصود سے زیادہ نزدیک ہو جائیں، اگرچہ وصل کا راستہ بند ہے، بقدرِ امکان نزدیک تر ہونا اچھا ہے

ہرسہ[3] شہزادہ چوکار اُفتاد شاں | عشق درخور گوشمالی داد شاں

تینوں شہزادے جب اُنھیں واسطہ پڑا | عشق نے اُن کی مناسب گوشمالی کی

ایں بگفتند و رواں گشتند زُود | ہرچہ بُود اے یارِ من آں لحظہ بُود

اُنھوں نے یہ کہا اور فوراً روانہ ہو گئے | اے میرے یار! جو کچھ ہونا تھا، اُسی وقت ہو گیا

صبر بگزیدند و صدّیقیں شُدند | بعدازاں سُوئے بلادِ چیں شُدند

اُنھوں نے صبر اختیار کیا اور صدیقین (میں سے) ہو گئے | اُس کے بعد چین کے شہروں کی جانب روانہ ہو گئے

والدین و مُلک را بگذاشتند | راہِ معشوقِ نہاں برداشتند

ماں باپ اور ملک کو چھوڑا | چھپے ہوئے معشوق کی راہ اختیار کی

---

[1] ایوبؑ۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے۔ صدر آمد۔ یعنی صبر بہت اعلیٰ چیز ہے۔ صبر۔ جبکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے تو عجلت میں کیوں پڑا ہے۔ ایں سخن۔ صبر کے فضائل۔

[2] باز گرد۔ پھر شہزادوں کا قصہ شروع کیا ہے، تینوں شہزادے ملک چین کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ محبوبہ سے قریب ہو سکیں۔ اگر محبوبہ کا وصل حاصل نہ ہو تب بھی جتنا قرب ہو جائے بہتر ہے۔

[3] ہرسہ۔ شہزادے دوسروں کو تو صبر کی تلقین کرتے تھے لیکن جب خود عشق میں مبتلا ہوئے تو اُس عشق نے ان کی کافی گوشمالی کی۔ ہرچہ بُود۔ یعنی جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اور اُنھوں نے مزید انتظار نہ کیا فوراً چین کو روانہ ہو گئے یا مطلب یہ ہے کہ یہ روانگی ہی سب کچھ تھی اور آئندہ کے واقعات اسی کی فروعات ہیں۔ صبر۔ یعنی اب اُنھوں نے عشق پر جماؤ اختیار کیا اور اس کی عملی تصدیق کر دی۔ معشوقِ نہاں۔ چین کی شہزادی جو پردوں میں تھی۔

ہمچو[1] ابراہیم ادھمؒ از سریر — عشق شاں بے پاؤ سر کرد و فقیر
ابراہیمؒ ادھم کی طرح تخت سے — عشق نے اُن کو بے سروپا اور فقیر کر دیا

یا چو ابراہیمؑ مُرسل سرخوشے — خویش را افگند اندر آتشے
یا (حضرت) ابراہیمؑ نے عمدہ رسول کی طرح — اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا

یا چو اسمٰعیلؑ صابرِ مجید — پیشِ عشق و خنجرش حلقے کشید
یا بزرگ و صابر (حضرت) اسمٰعیلؑ کی طرح — عشق اور اُس کے خنجر کے سامنے گلا رکھ دیا

حکایت[2] امرؤالقیس کہ پادشاہِ عرب بُود و بصُورت
امرؤالقیس کی حکایت جو عرب کا بادشاہ اور صورت میں اپنے دور کا

یوسفؑ وقت خود و زنانِ عرب زلیخا وار مُردہٗ اُو و اُو
یوسف تھا اور عرب کی عورتیں زلیخا کی طرح اُس پر قربان تھیں

شاعر طبع بُود و ایں شعرِ اُو ست:
اور وہ شاعر مزاج تھا اور یہ شعر اُس کا ہے:

قِفَا نَبْکِ من ذِکْرَی حَبِیْبٍ وَّ مَنْزِلٍ
تم دونوں ٹھہرو ہم محبوب اور منزل کے ذکر سے رو لیں

چوں ہمہ زناں اُو را بجان می جُستند اے عجب غزل و
جبکہ تمام عورتیں دل و جان سے اُس کی جستجو میں تھیں تعجب ہے، اس کی غزل اور

نالۂ اُو بہرِ چہ بُود مگر دانست کہ اینہا ہمہ تمثالِ صورتے اند
نالہ کس لیے تھا؟ شاید اُس نے جان لیا تھا کہ یہ تمام تصویریں ہیں جو

کہ برتختہائے خاک نقش کردہ اند آخرالامر امرؤالقیس را
مٹی کے تختوں پر نقش کر دی ہیں، بالآخر امرؤالقیس کی ایسی

حالے پیدا شُد کہ نیم شب از مُلک و فرزنداں گریخت و خود
حالت ہو گئی کہ آدھی رات کو ملک اور اولاد سے بھاگ نکلا اور اپنے

رابدلقے پنہاں کرد و از اقلیمے باقلیمِ دیگر برفت بطلبِ
آپ کو گدڑی میں چھپا لیا اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں اُس ذات

آنکہ از اقلیم منزہ است وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ
کی طلب میں چل پڑا جو ملک سے پاک ہے اور اللہ (تعالیٰ) اپنی رحمت سے

مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ
جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے

[1] ہمچو ابراہیمؒ۔ابراہیمؒ ابن ادھم کی طرح سلطنت کو خیر باد کہہ دیا۔ابراہیمؑ۔حضرت ابراہیمؑ نے بخوشی آگ میں جانا پسند کیا اور اپنی دعوت سے منحرف نہ ہوئے۔ اسمٰعیلؑ۔حضرت اسمٰعیلؑ اپنی قربانی دینے پر آمادہ ہو گئے۔

[2] حکایت۔حقیقی عشاق کے ذکر سے مجازی عاشق کی حکایت کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔امرؤالقیس۔جو آنحضورؐ کے زمانہ سے چوبیس سال پہلے گذرا ہے وہ تو ایک فاسق و فاجر شاعر تھا ہو سکتا ہے کہ مولانا کی مراد کوئی اور شاعر ہو جو مجاز سے عشقِ حقیقی تک پہنچ گیا ہو اور جو شعر سرخی میں مذکور ہے وہ مولانا نے ذکر نہ کیا ہو کسی اور کا اضافہ ہو۔

امرؤالقیس[1] از ممالک خشک لب
امرؤالقیس کو پیاسا، ملکوں سے

ہم کشیدش عشق از خطہٴ عرب
عشق نے اس کو بھی عرب کے خطہ سے کھینچا

بُود نازک طبع و ہم صاحب جمال
نازک مزاج اور حسین تھا

شاعر و صاحب اُصول اندر کمال
شاعر اور کمال میں صاحب اصول تھا

چونکہ زد عشقِ حقیقی بَر دِلش
جب عشقِ حقیقی نے اُس کے دل پر اثر کیا

سَرد شُد مُلک و عیال و منزلش
تو اُس پر ملک اور بال بچے اور مکان سرد پڑ گیا

نیم شب دلقے بپُوشید و بَرفت
آدھی رات کو گدڑی اوڑھی اور چلا گیا

از میانِ مملکت بگریخت تفت
فوراً سلطنت سے بھاگ گیا

تابیامد خِشت میزد در تبوک
یہاں تک کہ تبوک میں آیا اینٹیں پاتھتا تھا

با[2] مَلِک گفتند شاہے از مُلوک
لوگوں نے بادشاہ سے کہا، بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ

امرؤالقیس آمدست اینجا بگد
یہاں امرؤالقیس بھکاری بن کر آیا ہے

در شکارِ عشق و خشتے میزند
عشق کے شکار میں، اور اینٹیں پاتھتا تھا

آں مَلِک برخاست شب شُد پیشِ اُو
وہ بادشاہ رات میں اُٹھا، اُس کے سامنے آیا

گفت اُو را اے ملیکِ خُوبرُو
اُس سے کہا، اے خوبصورت بادشاہ!

یوسفِ وقتی دو مُلکت شُد کمال
تو یوسف دوراں ہے، تیرے لیے دو ملک مکمل ہیں

مرتُرا رام از بلاد و از جمال
شہر اور حُسن تیرے تابع ہیں

گشتہ[3] مرداں بندگاں از تیغِ تُو
مرد، تیری تلوار کی وجہ سے غلام بن گئے

واں زناں مِلکِ مہِ بے میغِ تُو
اور وہ عورتیں تیرے بے ابر چاند کے ملکیت ہیں

پیشِ ما باشی تو بختِ ما بُود
اگر تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے

جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود
ہماری جان تیرے وصل سے سو جان بن جائے

ہم مَن و ہم مُلکِ مَن مملوکِ تُو
میں بھی اور میرا مُلک بھی تیرا مملوک ہے

اے بہمت مِلکہا متروکِ تُو
اے وہ کہ تیری ہمت کیوجہ سے بہت ملک چھوڑے ہوئے ہیں

فلسفہ گفتش بسے و او خموش
اُس نے اس سے بہت سی دانائی کی باتیں کہیں اور وہ چپ تھا

ناگہاں واکرد از سَر رُوی پوش
اچانک اُس نے سر سے نقاب اُٹھایا

---

[1] امرؤالقیس۔ وہ امرؤالقیس جو سلطنت سے محروم ہوا اُس کو بھی عشق نے خطۂ عرب سے جُدا کر دیا۔ بود۔ حسین بھی تھا اور شاعر اور اپنے فن کا مکمل شخص تھا۔ چونکہ زد عشق۔ جب اس پر عشق کا اثر ہوا تو ہر چیز سے اس کا دل سرد ہو گیا۔ نیم شب۔ امرؤالقیس پر جب اللہ تعالیٰ کے عشق کا اثر ہوا سلطنت چھوڑ کر آدھی رات کو بھاگ نکلا۔ در تبوک۔ اپنا وطن چھوڑ کر تبوک کے علاقہ میں پہنچا اور وہاں اینٹیں پاتھنے لگا۔

[2] با ملک۔ لوگوں نے شاہ تبوک سے ذکر کیا کہ امرؤالقیس بادشاہ یہاں گدا بن کر آ گیا ہے اور اینٹیں پاتھتا ہے عشق نے اس کا شکار کر لیا ہے۔ آں ملک۔ تبوک کا بادشاہ رات میں امرؤالقیس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ تو حسن و جمال میں یوسف دوراں ہے اور ملک و حسن تیرا غلام ہے۔

[3] گشتہ۔ مرد تیری تلوار کی وجہ سے تیرے غلام ہیں اور عورتیں تیرے حُسن کی وجہ سے تیری باندیاں ہیں۔ پیش ما۔ اگر تو میرے پاس مقیم ہو جائے تو میری خوش نصیبی ہو گی۔ ہم من۔ تو نے اپنی مردانہ ہمت سے اپنے ملکوں کو چھوڑا میں اور میرا ملک اب تیرا ہے۔ فلسفہ۔ شاہ تبوک نے اُس سے بہت سی دانائی کی باتیں کہیں لیکن وہ خاموش رہا پھر اس نے اپنے سر سے نقاب ہٹایا۔

تاچہ[1] گفتش اُو بگوشِ از عشق و دَرد
(نہ جانے) اسنے اسکے کان میں عشق و درد کی کیا بات کہی
ہمچو خود دَر حال سَر گردانش کرد
اس کو اُس نے فوراً اپنی طرح سرگرداں کر دیا

دَستِ اُو بگرفت و با اُو یار شُد
اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اُس کا یار ہو گیا
اُو ہم از تخت و کمر بیزار شُد
وہ بھی تخت اور پٹکے سے بیزار ہو گیا

تابِلادِ دُور رَفتند آں دوشہ
یہاں تک کہ دونوں بادشاہ دور شہروں میں چلے گئے
عشق یک کرَّت نکرد ست ایں گنہ
عشق نے یہ گناہ ایک بار نہیں کیا ہے

بَر بزرگاں شہد و برطفلانست شیر
وہ بڑوں کے لیے شہد اور بچوں کے لیے دودھ ہے
اُو بہر کشتی بُود منٌ الآخیر
وہ ہر کشتی کا آخری وزن ہے

کہ[2] چو در کشتی رود غرقش کند
کہ جب وہ کشتی میں پہنچ جائے اس کو ڈبو دے
تابقعر از پای تا فرقش کشد
اُس کو پاؤں سے سر تک گہرائی میں کھینچ لے

غیرِ ایں دو بس مُلوکِ بے شمار
ان دونوں بادشاہوں کیعلاوہ جہت سے بیشمار بادشاہ ہوئے ہیں
عِشق شاں از مُلک بربود و تبار
عشق نے ان کو سلطنت اور خاندان سے جدا کر دیا ہے

قصۂ کیخسرو آں شاہِ زماں
اُس شاہِ زماں، کیخسرو کا قصہ
ہست شہرہ درمیانِ اِنس و جاں
انسانوں اور جنوں میں مشہور ہے

جانِ[3] ایں سہ شہ بچہ ہم گردِ چیں
ان تینوں شہزادوں کی جان بھی چین کے چاروں طرف
ہمچو مُرغاں گشتہ ہر سُو دانہ چیں
پرندوں کی طرح ہر جانب دانہ چگتی پھرتی تھی

زَہرہ نے تالَب کشاید از ضمیر
طاقت نہ تھی کہ دل کی بات پر لب کشائی کریں
زانکہ رازِ باخطر بُود و خطیر
کیونکہ راز خطرناک اور عظیم تھا

صَد ہزاراں سَر بپُولے آں زماں
لاکھوں سر اُس وقت ایک پیسہ کے ہوتے ہیں جب
عشقِ خشم آلود زہ کردہ کماں
غضب ناک عشق کمان پر چلّہ چڑھا لے

عشق خود بےخشم در وقتِ خوشی
خوشی کے وقت میں عشق بغیر غصہ کے
خُوی دارد دمبدم خیرہ کُشی
ہر وقت بیباکانہ قتل کی عادت رکھتا ہے

[1] تاچہ۔ معلوم نہیں کہ امرءُالقیس نے شاہ تبوک کے کان میں عشق و درد کی کیا بات کہی ہے کہ اُس کو بھی اپنا جیسا بنا دیا۔ دستِ اُو۔ شاہِ تبوک نے امرءُالقیس کا ہاتھ پکڑا اور اُس کا ساتھی بن گیا اور اُس کو تختِ شاہی اور پٹکے سے بیزاری ہو گئی۔ تابلادِ دور۔ دونوں بادشاہ دور دراز ممالک کی جانب چل کھڑے ہوئے۔ عشق۔ عشق سے یہ کرامت پہلی بار صادر نہیں ہوئی یہ کام وہ سیکڑوں بار کر چکا ہے۔ بر بزرگاں۔ عشق کی یہ تاثیر بڑوں پر ہی نہیں ہے بچوں پر بھی ہے۔ منٌ الآخیر۔ وہ بوجھ جس کے رکھنے پر اتنا وزن بڑھ جائے کہ کشتی ڈوبنے لگے۔

[2] کہ چو۔ عشق وہ وزن ہے جس کے رکھنے سے انسان کی کشتی غرق ہو جاتی ہے۔ غیرِ ایں دو۔ امرءُالقیس اور شاہِ تبوک کے علاوہ سیکڑوں بادشاہوں کو عشق نے خانہ ویران کیا ہے۔ کیخسرو۔ اُس کا باپ سیاوش اپنے باپ کیکاؤس سے ناراض ہو کر توران کے بادشاہ افراسیاب کے پاس چلا گیا تھا جس کو کسی وقت افراسیاب نے مار ڈالا کیخسرو توران ہی میں پیدا ہوا اور اُس نے وہیں پرورش پائی پھر اپنے دادا کیکاؤس کے پاس آ گیا اور دادا کے مرنے کے بعد تخت نشین ہو کر اس نے افراسیاب سے اپنے باپ کا انتقام لیا اور پھر ایک وقت آیا کہ اپنے فرزند لہراسپ کو تخت پر بٹھا کر یادِ الٰہی میں جنگلوں میں نکل گیا اور لا پتا ہو گیا۔

[3] جانِ ایں سہ۔ تینوں شہزادے چین پہنچ کر مارے مارے پھرتے تھے۔ زہرہ۔ اپنے عشق کا راز بھی خطرناک ہونے کی وجہ سے ظاہر نہ کرتے تھے۔ صد ہزاراں۔ جب عشق میں معشوق یا اُس کے سرپرستوں کے غصہ کی وجہ سے غضب ناکی پیدا ہو جاتی ہے تو پھر عاشقوں کے سر کوڑیوں کے مول کے ہوتے ہیں۔ در وقتِ خوشی۔ عشق کی خوشی میں معشوق کی ادائیں قتل کرتی ہیں جب اس کی خوشی کی حالت کا یہ اثر ہو تو غصہ کی حالت کی کیا بات بتائی جائے۔

این بُود آں لحظہ کو خوشنود شُد　　من چہ گویم چونکہ خشم آلود شُد
یہ اُس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ خوش ہوتا ہے　　میں کیا بتاؤں جب وہ غضب ناک ہوتا ہے؟

لیک[1] مَرتعِ جاں فدایِ شیرِ اُو　　بَس گُشد این عشق و این شمشیرِ اُو
لیکن جان کی چراگاہ اُس کے شیر پر قربان ہے　　جس کو یہ عشق اور اُسی کی تلوار قتل کر دے

کُشتگی بِہ از ہزاراں زندگی　　سلطنتہا مُردۂ این بندگی
قتل ہو جانا، ہزاروں زندگیوں سے بہتر ہے　　سلطنتیں اِس غلامی پر قربان ہیں

باکنایت رازہا باہم دگر　　پست گفتندے بصد خوف و خطر
آپس میں ایک دوسرے سے راز کی باتیں　　سیکڑوں خوف اور خطروں کے ساتھ آہستہ کہتے

راز را غیرِ خدا محرم نبُود　　آہ را، جُز آسماں ہمدم نبُود
خدا کے ہوا راز کا کوئی محرم نہ تھا　　آسمان کے سوا آہ کا کوئی ساتھی نہ تھا

اصطلاحاتے میانِ ہمدگر　　داشتندے بہرِ ایرادِ خبر
آپس میں کچھ اصطلاحیں　　خبر دینے کے لیے رکھتے تھے

زیں لسانُ الطّیر عام آموختند　　طُمطراقِ سَروری اندوختند
پرندوں کی اِس بولی سے عوام نے سیکھ لیا ہے　　بڑائی کی شان و شوکت حاصل کر لی ہے

صورتِ[2] آوازِ مُرغست آں کلام　　غافِل ست از حالِ مُرغاں مَردِ خام
وہ کلام، پرند کی آواز کی صورت ہے　　وہ ناقص انسان پرندوں کی حالت سے غافل ہے

کو سلیمانؑ کہ داند لحنِ طیر　　دیو گرچہ مُلک گیرد ہست غیر
سلیمانؑ کہاں ہے جو پرندوں کی بولی سمجھے؟　　دیو اگرچہ مُلک پر قبضہ کر لے، اجنبی ہے

دیو برشبۂ سُلیماں کردہ ایست　　علمِ مکرش ہست عَلّمِناش نیست
دیو نے سلیمانؑ کی مشابہت پر قیام کیا　　اُس کو مکر کا علم ہے "علمنا" کا نہیں ہے

چوں سلیمانؑ از خدا بشّاش بُود　　منطقُ الطّیرے ز عَلّمِناش[3] بُود
چونکہ سلیمانؑ خدا کی جانب سے خوش تھے　　اُن کی پرندوں کی بولی عُلّمنا سے تھی

تو ازاں مُرغِ ہوائی فہم کُن　　کہ ندیدستی طُیورِ مِنْ لَدُن
تو ہوائی پرندے سمجھ لے　　کیونکہ تو نے "من لدن" کے پرند نہیں دیکھے

---

1. لیک۔عاشق بہرحال اُس پر جان قربان کرنے کا خواہشمند رہتا ہے۔ کشتگی۔فراق کی ہزاروں زندگیوں سے عاشق مرجانے کو بہتر سمجھتا ہے اور عشق کی غلامی پر سیکڑوں سلطنتیں قربان کر دیتا ہے۔ باکنایت۔ چونکہ راز کے ظاہر ہونے میں خطرہ تھا اس لیے تینوں شہزادوں نے اس معاملہ میں باہمی بات چیت کے لیے کچھ اصطلاحیں بنالی تھیں۔ راز۔اُن کے راز کا سوائے خدا کے کوئی محرم نہ تھا اُن کی آہ کا سوائے آسمان کے کوئی ساتھی نہ تھا۔ اصطلاحاتے۔جب وہ آپس میں دردِ عشق کی بات کرتے تو اُن اصطلاحوں میں کرتے تھے۔ زیں۔ مولانا نے ان شہزادوں کی اصطلاح سازی کی طرف انتقال فرمایا ہے کہ عوام بزرگوں کی اصطلاحیں سیکھ لیتے ہیں اور اُن کے حقیقی معانی سے بےخبر ہوتے ہیں اور اُن اصطلاحوں کو اپنی شان و شوکت بڑھانے کے کام میں لاتے ہیں۔
2. صورت۔وہ بزرگوں کی اصطلاحیں اُن کے لیے ایسی ہیں کہ کوئی شخص پرندوں کی محض بولی سن لے اور جو اُن کا مقصد ہے اُس کو نہ سمجھ سکے۔ کو سلیمانؑ۔ پرندوں کی بولی حضرت سلیمانؑ ہی سمجھ سکتے تھے اسی طرح عارفین کے کلام کو عارف سمجھ سکتا ہے۔ دیو۔ صخر نامی دیو نے اگر حضرت سلیمانؑ کے ملک پر قبضہ بھی کر لیا اور ان کی سی صورت بنالی تو وہ اس منطق الطیر کو نہیں سمجھ سکتا ہے۔ یہی حال مزوّرین کا ہے۔
3. عَلّمنا۔حضرت سلیمانؑ نے فرمایا تھا کہ ہمیں پرندوں کی بولی سکھا دی گئی ہے۔ تو۔اے مخاطب تو ان ہوائی پرندوں کو دیکھ کر بات سمجھ لے کہ ان کی بولی تو سُن لیتا ہے لیکن ان کا مفہوم نہیں سمجھتا ہے۔ طیور من لدن۔وہ عارفین جن کو اصل سمجھ ہے۔

جایِ[1] سیمرغاں بُوَد آں سُوئے قاف
سیمرغوں کی جگہ قاف سے اُس جانب ہے

ہر خیالے را نباشد دست باف
وہ ہر خیال کے لیے آسان نہیں ہے

ہر خیالے را کہ دید آں اتفاق
جس خیال نے اُس کو اتفاقاً دیکھا

آنگہش بعد العیاں اُفتد فراق
فوراً مشاہدہ کے بعد فراق واقع ہو جائے گا

نے فراقِ قطع بہرِ مصلحت
قطع (تعلق) کا فراق نہیں، مصلحت کی وجہ سے

کایمن ست از ہر فراق آں منقبت
کیونکہ وہ فضیلت ہر قسم کے فراق سے محفوظ ہے

بہرِ استبقایِ آں جسمِ چو جاں
اُس جان جیسے جسم کی بقا کے لیے

لحظۂ دَر اَبر گردد خُور نہاں
سورج تھوڑی دیر کے لیے ابر میں چھپ جاتا ہے

بہرِ[2] استبقایِ آں رُوحی جسد
اُس رُوحانی جسم کی بقا کے لیے

آفتاب از برف یک دَم دَر کشد
سورج تھوڑی دیر کے لیے برف سے جُدا ہوجاتا ہے

بہرِ جانِ خویش جُوز ایشاں صلاح
تو اُن سے اپنی جان کی صلاح تلاش کر

ہیں مَدُزد از حرفِ ایشاں اِصطلاح
خبردار! اُن کے حرفوں کی اصطلاح نہ چُرا

آں زلیخا از سپنداں تابعُود
اُس زلیخا، کالے دانہ سے لے کر اگر تک

نامِ جملہ چیز یوسفؑ کردہ بُود
سب چیزوں کا نام یوسفؑ کر رکھا تھا

نامِ اُو در نامہا مکتوم کرد
اُن کا نام ناموں میں چھپا ہوا تھا

محرماں را سِرِّ آں معلوم کرد
محرموں کو اُس کا راز بتا دیا تھا

چوں[3] بگفتے موم زآتش نرم شُد
جب وہ کہتی موم آگ سے نرم ہو گیا

ایں بُدے کاں یار باما گرم شُد
یہ (مطلب) ہوتا کہ وہ یار ہم پر مہربان ہو گیا

وَر بگفتے مہ بَرآمد بنگرید
اور اگر وہ کہتی دیکھو چاند نکل آیا

وَر بگفتے سبز شُد آں شاخِ بید
اور اگر وہ کہتی اُس بید کی شاخ سبز ہو گئی

وَر بگفتے آبہا خوش می تنند
اور اگر وہ کہتی پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں

وَر بگفتے خوش ہمی سُوزد سپند
اور اگر وہ کہتی کالا دانہ خوب جل رہا ہے

1. جایِ سیمرغاں۔ جا[illegible] ... کی روح ہے جس کا مقام عرش سے بھی بالا ہے ہر خیال کے لیے آسان نہیں ہے کہ وہ اُس کے مقام اور استفاضہ کو دیکھ سکے۔ ہر [illegible] آں ... اس مقام [illegible] ... رہتے ہیں [illegible] نہیں کرتے بلکہ کچھ احوال میں مشاہدہ کرتے ہیں پھر ان کو فراق حاصل ہو جاتا ہے۔ نے فراق۔ اُن کی یہ جدائی قطع تعلق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ جسم سے تعلق کی مصلحت کی بنیاد پر ہے اس لیے کہ اس استفاضہ کے لیے جسم کا بقا بھی ضروری ہے لہٰذا وہ مشاہدہ منقطع کر دیا جاتا ہے اور تجلیات کا سورج ابر میں غائب ہو جاتا ہے۔

2. بہرِ استبقا۔ چونکہ جسم کو بھی قائم رکھنا ہے لہٰذا تجلیات، اس روحی جسم سے مخفی ہو جاتی ہے تاکہ بدن کے اس برف کو سورج کی تجلیات بالکل نہ گھلا دیں۔ بہرِ جاں۔ عارفین سے اپنی روح کی اصلاح کرا ان کی اصطلاحوں کو چُرا کر استعمال نہ کر۔ آں زلیخا۔ زلیخا نے رازداری کے لیے مختلف اصطلاحیں بنا رکھی تھیں سپند اور عُود بول کر حضرت یوسف مُراد لیتی تھی۔ سپند۔ کالا دانہ۔ نظر لگ جانے پر جس کی دھونی دی جاتی ہے۔ عُود اگر۔ وہ لکڑی جو خوشبو کے لیے جلائی جاتی ہے۔ محرماں۔ جو اس کے ہمراز تے وہ اُن لفظوں سے حضرت سے متعلق بات سمجھ جاتے تھے۔

3. چوں بگفتے۔ اگر وہ یہ کہتی تھی کہ موم آگ سے نرم ہو گیا تو مطلب ہوتا کہ آج حضرت یوسف نے مجھ پر مہربانی کی۔ ور بگفتے۔ اگر وہ کہتی کہ دیکھو چاند نکل آیا تو اُس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یوسف آ گئے۔ سبز شُد۔ اگر وہ کہتی کی بید کی شاخ سبز ہو گئی تو مُراد ہوتی تھی کہ وصل کی اُمید ہری ہو گئی ہے۔ آبہا۔ اس کا مطلب ہوتا کہ اُمیدوں کا دریا موجزن ہے۔ سوزد۔ مطلب یہ ہوتا کہ رقیب جل رہا ہے۔

ور بگفتے برگ‌ہا[1] خوش می طپند — دست برہم رقص و مستی می کنند

اور اگر وہ کہتی، پتے خوب لہلہا رہے ہیں — تالیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں

ور بگفتے گل بہ بلبل راز گفت — ور بگفتے شہ سِرِّ شہباز گفت

اور اگر وہ کہتی، پھول نے بلبل سے راز کہہ دیا — اور اگر وہ کہتی، شاہ نے شہباز کا راز کہہ دیا

ور بگفتے چہ ہمایونست بخت — ور بگفتے کہ بر افشانید رخت

اگر وہ کہتی، نصیبہ کیسا مبارک ہو گیا — اگر وہ کہتی، سامان جھاڑ لو

ور بگفتے کہ سقا آورد آب — ور بگفتے کہ برآمد آفتاب

اور اگر وہ کہتی کہ سقّہ پانی لے آیا — اور اگر وہ کہتی، کہ سورج نکل آیا

ور بگفتے دوش دیگے پختہ اند — یا حوائج از پزش یک لختہ اند

اگر وہ کہتی، کل رات انھوں نے دیگ پکائی ہے — یا مصالحے، پکنے سے ایک جان ہو گئے ہیں

ور بگفتے ہست نانہا بے نمک — ور بگفتے عکس میگردد فلک

اور اگر وہ کہتی، روٹیاں بے نمک ہیں — اور اگر وہ کہتی، آسمان اُلٹا گھومتا ہے

ور بگفتے کہ بدرد آمد سرم[2] — ور بگفتے دردِ سر شُد خوشترم

اور اگر وہ کہتی، میرے سر میں درد ہو گیا — اور اگر وہ کہتی، میرے سر کا درد اچھا ہو گیا

محرماں رازاں خبر بُد کہ چہ گفت — کہ مُخالف باموافق گشت جُفت

محرم سمجھ جاتے کہ اس نے کیا کہا — کہ مخالف موافق کا ساتھی ہو گیا

گرستودے اعتناقِ اُو بُدے — ور نکوہیدے فراقِ اُو بُدے

اگر وہ تعریف کرتی تو اُن کے گلے ملنا ہوتا — اور اگر وہ برائی کرتی تو اُن کی جدائی ہوتی

صد[3] ہزاراں نام گر برہم زدے — قصدِ اُو و خواہِ اُو یوسفؑ بُدے

اگر وہ ہزاروں نام ملا دیتی — اُس کا ارادہ اور اُس کی خواہش، یوسف ہوتے

گرسنہ بُودے چو گفتے نامِ اُو — می شُدے اُو سیر و مست از جامِ اُو

جب وہ بھوکی ہوتی اُن کا نام لیتی — وہ اُن کے جام سے سیر اور مست ہوتی

تشنگیش از نامِ اُو ساکن شُدے — نامِ یوسفؑ شربتِ باطن شُدے

اُس کی پیاس اُن کے نام سے بُجھ جاتی — (حضرت) یوسف کا نام باطن کا شربت بن جاتا

ور بُدے دردیش زاں نامِ بُلند — دردِ اُو درحال گشتے سُود مند

اور اگر اُس کے کوئی درد ہوتا، اُس بلند نام سے — اُس کا درد فوراً آرام بن جاتا

---

[1] برگہا۔ تو مطلب ہوتا کہ ہر حسین حضرت یوسف کا دلدادہ ہے۔ گل۔ تو مطلب ہوتا کہ آج تنہائی میں باتیں ہوئیں۔ شہ۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ آج حضرت یوسف نے میرے حال کا ذکر کیا۔ بخت۔ تو مطلب ہوتا کہ آج دیدار میسر آیا۔ رخت۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ میرے پاس محرم راز کے علاوہ کوئی نہ رہے۔ سقا۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے پانی سے سیرابی کا وقت آ گیا ہے۔ آفتاب۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کی کرن نمودار ہو گئی ہے۔ دیگے۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے اسباب مہیا ہو گئے ہیں۔ بے نمک۔ مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے اسباب سازگار نہیں ہیں۔ عکس۔ مطلب ہوتا کہ وصل کی تدبیر کا اُلٹا نتیجہ نکلا۔

[2] سرم۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ فراق کے اثرات پڑ رہے ہیں۔ خوشترم۔ درد اچھا ہونے کا مطلب یہ ہوتا کہ وصل کی جھلک نظر آ گئی ہے۔ محرماں۔ جو رازداں تھے وہ مطلب سمجھ جاتے تھے اور یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا تھا کہ رازدانوں میں بھی غیر تھے۔ گر ستودے۔ اگر وہ کسی چیز کی تعریف کرتی تو اُس چیز سے مُراد حضرت یوسف کا وصل ہوتا اور اگر بُرائی کرتی تو اُن کا فراق ہوتا۔

[3] صد ہزاراں۔ لاکھوں اصطلاحوں سے اُس کا مقصود حضرت یوسف ہوتے۔ گرسنہ۔ اگر وہ اُن کا تذکرہ کرتی تو وہ اُس کے لیے غذا کا کام دیتا۔ تشنگیش۔ اس طرح حضرت یوسف کے ذکر سے وہ اپنی پیاس بجھاتی تھی اور ان کا ذکر اُس کے لیے شربت بن جاتا تھا۔ ور بدے۔ اُن کا ذکر اُس کے درد کا علاج تھا۔

وقتِ[1] سَرما بُودے اُو را پُوستیں
جاڑے کے وقت وہ اُس کا پوستین ہوتا
ایں کُند در عشق نامِ دُوست ایں
دوست کا نام، عشق میں یہی کرتا ہے

عام می خوانند ہَردم نامِ پاک
عوام ہر وقت، پاک نام کہتے ہیں
ایں عمل نکُند چو نبُود عشقناک
جبکہ وہ عشق بھرا نہ ہو یہ کام نہیں کرتا

آنچہ عیسیٰؑ کردہ بُود از نامِ ہُو
(حضرت) عیسیٰؑ نے جو کچھ اللہ کے نام سے کیا
می شُدے پیدا وُرا از نامِ اُو
وہ خود اُن کے نام سے بھی اُن کے لیے ظاہر ہوجاتا

چونکہ باحق متصل گردید جاں
جب جان اللہ (تعالیٰ) سے وابستہ ہو گئی
ذکرِ آں اینست ذکرِ اینست آں
اُس کا ذکر یہ ہے، اِس کا ذکر وہ ہے

خالی[2] از خود بُود و پُر از عشقِ دوست
وہ اپنے آپ سے خالی اور دوست کے عشق سے پُر تھے
پس زکوزہ آں تراوَد کہ دروست
تو پیالے سے وہی ٹپکے گا جو اُس میں ہے

خندہ بُوئے زعفرانِ وصل داد
مسکرانا، وصل کے زعفران کی خوشبو دے گا
گریہ بُوہائے پیاز اندر بعاد
فراق میں رونا پیاز کی بوئیں

ہریکے را ہست دردل صد مُراد
ہر ایک کے دل میں سیکڑوں مرادیں ہیں
ایں نباشد مذہبِ عشق و وداد
عشق و محبت کا یہ مذہب نہیں ہوتا

یارآمد[3] عشق را روز آفتاب
عشق کے لیے دن میں یار، سورج ہے
آفتاب آں رُوی را ہمچوں نقاب
سورج، اُس چہرے کا نقاب ہے

آنکہ نشناسد نقاب از رُوئے یار
جو شخص نقاب کو یار کے چہرے سے ممتاز نہ کرے
عابدِ الشمس دست ست ازوے بدار
وہ سورج کا پجاری، اُس سے دستبردار ہو جا

روز اُو و روزیِ عاشق ہم اُو
روز وہی ہے اور عاشق کی روزی بھی وہی ہے
دل ہم اُو دلسوزیِ عاشق ہم اُو
دل بھی وہی ہے اور عاشق کی دلسوزی بھی وہی ہے

ماہیاں را نقد شُد از عینِ آب
مچھلیوں کے لیے پانی سے حاصل ہو گئی
نان و آب و جامہ و دارو وخواب
روٹی اور پانی اور لباس اور دوا اور نیند

[1] وقتِ سرما۔ جاڑوں میں اُن کے ذکر سے بدن میں حرارت پیدا کرتی تھی۔ عام۔ خواص اللہ کے ذکر سے یہی فائدے اُٹھاتے ہیں لیکن عوام کے ذکر میں چونکہ عشق شامل نہیں لہٰذا ذکر کی وہ تاثیرات بھی نہیں ہیں۔ آنچہ۔ خدا کا نام عشق کے ساتھ تو اثر کرتا ہی ہے لیکن فنا کے مقام پر پہنچنے کے بعد خود فانی کا نام وہی اثر کرتا ہے جو خدا کا نام اثر کرتا ہے، اب حضرت عیسیٰؑ کا قم باذنی کہنا وہی معنی اور اثر رکھتا ہے جو قم باذن اللہ کا تھا۔ چونکہ۔ جب فانی کی جان ذات باری سے متصل ہوگئی تو اُس جان کا ذکر کرنا خدا کا ذکر کرنا ہے اور خدا کا ذکر کرنا اُس جان کا ذکر کرنا ہے۔

[2] خالی۔ فانی اب اپنی ذات سے خالی ہے اور اللہ کے عشق سے پُر ہے تو پیالہ میں سے وہی ٹپکے گا جو پیالہ کے اندر ہے۔ خندہ۔ اب اُس فانی کے طبعی افعال بھی حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کے مظہر ہوں گے اُس کا ہنسنا وصل کی وجہ سے ہوگا اور اُس کا رونا فراق کی وجہ سے ہوگا۔ ہر یکے۔ عام انسانوں کے دلوں میں سیکڑوں مُرادیں ہیں یہ عشق کا مذہب نہیں ہے، عاشق کے دل میں صرف معشوق کے حصول کی مراد ہوتی ہے۔

[3] یار آمد۔ عاشق کے لیے تو ہر چیز میں معشوق کی جھلک نظر آتی ہے سورج میں بھی وہ معشوق کی جھلک سمجھتا ہے، سورج اپنا ذاتی نور نہیں سمجھتا ہے بلکہ اُس کو صرف نورِ حق کا مظہر سمجھتا ہے اور سورج کو محض اُس محبوب کے چہرے کا نقاب سمجھتا ہے۔ آنکہ۔ جو سورج کا اپنا ذاتی نور سمجھے وہ سورج کا پجاری ہے اُس سے تعلق توڑ لے۔ روز۔ عاشق کا تو سب کچھ وہی معشوق ہے اس کا دن بھی وہی ہے، اُس کی خوراک بھی وہی ہے، دل بھی وہی ہے اور دلسوزی بھی وہی ہے۔ ماہیاں۔ مچھلی کو سب کچھ پانی ہی سے حاصل ہے۔ اسی طرح خدا کے عاشق کو بھی سب کچھ عین ذات سے حاصل ہوتا ہے خواہ خوراک ہو یا پوشاک۔

ہمچو[1] طفل ست اُو زپستاں شیر گیر — اُو نداند در دو عالم غیرِ شیر

وہ بچے کی طرح پستان سے دودھ حاصل کرنے والا ہے — وہ دونوں جہان میں دودھ کے سوا کچھ نہیں جانتا

طفل داند ہم نداند شیر را — راہ نبُود ایں طرف تدبیر را

بچہ دودھ کو جانتا ہے، نہیں بھی جانتا — اس طرف کسی تدبیر کی راہ نہیں ہے

گیج کرد ایں گرد نامہ روح را — تانیابد فاتح و مفتوح را

اس بھاگے ہوئے کے تعویذ نے روح کو بیوقوف بنا دیا — تا کہ وہ فاتح اور مفتوح کو نہ پائے

گیج[2] نبُود در روش بلکہ اندرُو — حاملش دریا بُود نے سیل و جُو

سلوک میں بیوقوف نہیں ہوتا بلکہ اُس میں — اُس کا حامل دریا ہوتا ہے، نہ کہ بہاؤ اور نہر

چوں بیاید اُو کہ یابد گم شود — ہمچو سیلے غرقۂ قلزم شود

جب وہ آتا ہے تا کہ حاصل کرے گم ہو جاتا ہے — بہاؤ کی طرح سمندر میں ڈوب جاتا ہے

دانہ گم شُد انگہے اُو تیں شود — تانمُردی زر نداوم ایں بُود

دانہ گم ہوا تو وہ انجیر بنا — جب تک تو نہ مرا میں نے سونا نہ دیا یہ ہوتا ہے

بعد از مکث و مُتواری شُدن در بلادِ چین در شہرِ تختگاہ

ٹھہرنے اور چین کے شہروں شہر دارالخلافہ میں چھپے رہنے اور صبر کے دراز ہو جانے

و دراز شدنِ صبر و بے صبر شُدنِ برادرِ بزرگ تر کہ من

کے بعد اور سب سے بڑے بھائی کا بے صبر ہو جانا کہ میں جاتا ہوں

رفتم تا خود را بر شاہِ چین عرضہ کنم و نصیحتِ برادران اُو را سُود ناداشتن

کہ اپنے آپ کو شاہِ چین کے سامنے پیش کروں اور بھائیوں کی نصیحت کا اُس کو فائدہ نہ دینا

اِمَّا[3] قَدمِیْ یُنِیْلُنِیْ مَقْصُوْدِیْ — اَوْ اَلْقِیْ رَاْسِیْ کَفُؤَادِیْ ثَمَّہٖ

یا میرا قدم، مجھے میرا مقصود عطا کرے — یا میں اُس جگہ، دل کی طرح اپنا سر ڈال دوں گا

یا پایٔ رساندم بمقصود مرا — یا سر بنہم ہمچو دل از دست آنجا

یا پاؤں مجھے مقصود تک پہنچا دے — یا دل کی طرح میں اُس جگہ سر ہاتھ سے رکھ دوں گا

یَا عَاذِلَ الْعَاشِقِیْنَ دَعْ فِئَۃً — اَضَلَّھَا اللّٰہُ کَیْفَ تُرْشِدُھَا

اے عاشقوں کو ملامت کرنے والے، اُس جماعت کو چھوڑ — جس کو خدا نے گمراہ کیا ہے تو اس کو کیسے ہدایت دے گا؟

---

[1] ہمچو طفل۔ عاشق معشوق کے سوا کسی سے تعلق نہیں رکھتا جیسا کہ شیر خوار بچہ صرف دودھ کو جانتا ہے۔ ہم نداند۔ بچہ دودھ کو فی الجملہ جانتا ہے اُس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا۔ یہی حال عارف کا ہے کہ وہ ذاتِ خداوندی کا عاشق ہے لیکن اُس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے۔ گیج کرد۔ عوام، عارف کے اِس علم سے بھی محروم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بدنی تعلق نے اُن کی رُوح کو محروم کر دیا ہے۔ گردنامہ۔ وہ تعویذ جو کسی بھاگے ہوئے کے لیے کیا جاتا ہے تا کہ وہ اپنے وطن کو واپس لوٹ آئے مراد بدنی تعلقات ہیں۔ تا۔ اب اُس کی رُوح فاتح (حق تعالیٰ) اور مفتوح (مخلوق) میں امتیاز نہیں کرتی ہے۔

[2] گیج نبُود۔ عام انسان کی یہ حالت سلوک سے پہلے ہوتی ہے، جب وہ راہِ سلوک اختیار کر لیتا ہے تو اُس کی یہ حالت نہیں رہتی اُس کے تعلقاتِ بدنی ختم تو نہیں ہوتے لیکن اب دریائے حقیقت اُس کا حامل بن جاتا ہے۔ چوں بیاید۔ سالک جب اُس حقیقت کو تلاش کرتا ہے تو خود گم ہو جاتا ہے جس طرح بہاؤ سمندر میں پہنچ کر گم ہو جاتا ہے تو وہ انجیر بن کر رُولما ہوتا ہے۔ صدرِ جہاں، کے مقولہ 'تا نمردی' کا یہی مطلب تھا۔

[3] اِمّا۔ بڑے بھائی نے یہ کہا کہ یا تو میرے قدم مجھے مقصود تک پہنچا دیں گے ورنہ دل کی طرح سر وہیں قربان کر دوں گا۔ یا پای۔ یہ عربی شعر کا ترجمہ ہے یا عاذل ملامت گر کو خطاب ہے کہ تیری نصیحت بیکار ہے جبکہ عاشق کو خدا نے گمراہ کیا ہے تو اس کو راہِ راست پر کیسے لا سکتا ہے۔

آں[1] بزرگیں گفت اے اخوانِ من ز انتظار آمد بلب ایں جانِ من
اُس بڑے نے کہا، اے میرے بھائیو! انتظار سے یہ میری جان ہونٹ پر آ گئی

لاابالی گشتہ ام صبرم نماند مرمرا ایں صبر در آتش نشاند
میں لاپروا بن گیا ہوں، مجھ میں صبر نہیں رہا اِس صبر نے مجھے آگ میں بٹھا دیا

طاقتِ من زیں صبوری طاق شُد واقعہء مَن عبرتِ عُشّاق شُد
اس صبر سے میری طاقت اکیلی رہ گئی میرا واقعہ، عاشقوں کی عبرت بن گیا

من ز جاں سیر آمدم اندر فراق زندہ بُودن در فراق آمد نفاق
میں فراق میں جان سے سیر ہو گیا فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے

چند دردِ فُرقتش بکُشد مرا سر بُبرُتا عشق سر بخشد مرا
اُس کے فراق کا درد مجھے کتنا قتل کرے گا سر کاٹ دے، تاکہ عشق مجھے سر بخش دے

دینِ[2] من از عشق زندہ بُودن ست زندگی زیں جان و سرننگِ منست
میرا دین، عشق کے ذریعہ زندہ رہنا ہے اِس جان اور سر سے جینا میری توہین ہے

تیغ، جانہا را کند پاک از عیوب زانکہ سیف اُفتاد محّاء الذُّنوب
تلوار، جانوں کو عیبوں سے پاک کر دیتی ہے کیونکہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی واقع ہوئی ہے

چوں غُبارِ تن بشُد ماہم بتافت ماہِ جانِ مَن ہوایِ صاف یافت
جب جسم کا غبار ختم ہوا، میرا چاند چمکا میری جان کے چاند نے صاف فضا پا لی

عُمرہا بر طبلِ عشقِ آں صنم اِنَّ فِیْ مَوتِیْ حَیَاتِیْ میزنم
اُس معشوق کے عشق کے نقارہ پر عرصہ دراز سے "بے شک میری موت میں میری زندگی ہے" صدا لگا رہا ہوں

دعویِ[3] مُرغابی کردست جاں کے ز طوفانِ بلا دارد فُغاں
میری جان نے مُرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ بلا کے طوفان سے کب فریاد کرتی ہے؟

بط را از اشکستنِ کشتی چہ غم کشتیش بَر آب بس باشد قدم
بطخ کو کشتی کے ٹوٹنے کا کیا غم ہے؟ پانی پر اُس کی کشتی، پاؤں ہی ہوتا ہے

زندہ زیں دعویٰ بُود جان و تنم من ازیں دعویٰ چگونہ تن زنم
اس دعوے سے میری جان اور جسم زندہ ہے میں اِس دعوے سے کیسے چپ رہوں؟

خواب می بینم ولے درؔ خواب نے مُدّعی ہستم ولے کذّاب نے
میں خواب دیکھتا ہوں لیکن خواب نہیں ہے میں مُدّعی ہوں، لیکن جھوٹا نہیں ہوں

---

1. آں بزرگیں۔ بڑے بھائی نے دونوں چھوٹے بھائیوں سے کہا اب میں صبر کی وجہ سے جاں بلب ہوں، اب مجھے موت کی کوئی پروا نہیں، موت آتشِ فراق سے بہتر ہے۔ طاقت۔ اب میری طاقت سے باہر ہے۔ زندہ بودن۔ فراق کی حالت میں زندہ رہنا نفاق ہے جو مناسب نہیں ہے۔ چند۔ فراق مجھے ہر وقت قتل کرتا ہے اب میرا سر قلم کرو، تاکہ فنا کے بعد بقا حاصل ہو جائے۔
2. دینِ من۔ میں معنوی زندگی حاصل کرنا چاہتا ہوں ظاہری زندگی میرے لیے ذلت ہے۔ تیغ۔ شہید گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ چوں غبار۔ جسمانی علائق سے جدا ہو کر رُوح اور منور ہو جاتی ہے۔ عُمرہا۔ میں طویل عرصہ سے یہ صدا دے رہا ہوں، "میری موت میں میری زندگی ہے"۔
3. دعویٰ۔ مرغابی، پانی کے طوفان سے نہیں ڈرتی میں بھی قتل سے خائف نہیں ہوں۔ بط۔ بطخ کا پاؤں خود کشتی ہے وہ کشتی کے ٹوٹنے سے نہیں ڈرتی ہے۔ ازیں دعویٰ۔ جبکہ عشق کے دعوے سے میں کیسے خاموشی اختیار کروں۔ خواب۔ یہ میری استغراقی کیفیت ہے عوام اس کو نیند سمجھتے ہیں لیکن وہ نیند نہیں ہے۔

گرمرا¹ صد بار تو گردن زنی — ہمچو شمعم بر فروزم روشنی

اگر تو سو بار میری گردن کاٹے — میں شمع کی طرح ہوں، میں روشنی بڑھاؤں گا

آتش ار خرمن بگیرد پیش و پس — شبرواں را خرمنِ آں ماہ بس

اگر کھلیان کو آگے اور پیچھے سے آگ پکڑ لے — رات کے مسافروں کے لیے اُس چاند کا کھلیان کافی ہے

کردہ یوسفؑ را نہاں و مختبی — حیلتِ اخواں ز یعقوبِ نبیؑ

(حضرت) یوسفؑ کو پوشیدہ اور مخفی کر دیا تھا — بھائیوں کے حیلے نے (حضرت) یعقوبؑ نبی سے

خُفیہ کردندش بحیلت سازیئے — کرد آخر پیرہن غمازیئے

انھوں نے اسکو ایک حیلہ سازی سے پوشیدہ کر دیا تھا — بالآخر، لباس نے چغل خوری کی

آں² دو گفتندش نصیحت در سمر — کہ مکُن ز اَخطارِ خود را بے خبر

اُن دونوں نے اُس کو قصہ میں نصیحت کی — کہ اپنے آپ کو خطروں سے بے خبر نہ بنا

ہیں منہ بر ریشہایِ ما نمک — ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک

ہمارے ہاں زخموں پر نمک نہ چھڑک — جلدی اور شک سے یہ زہر نہ کھا

جُز بتدبیر یکے شیخ خبیر — چوں رَوی چوں نبُوّت قلبِ بصیر

کسی باخبر شیخ کی تدبیر کے بغیر — جبکہ تیرے پاس، بینا دل نہیں ہے کیوں چلتا ہے؟

وائ آں مُرغے کہ ناروئیدہ پر — بر پرد بر اَوج و اُفتد در خطر

اُس پرند پر افسوس ہے جو بغیر پر نکلے — بلندی پر پرواز کرے اور خطرے میں پڑ جائے

عقل³ باشد مرد را بال و پرے — چوں ندارد عقل، عقلِ رہبرے

آدمی کے لیے عقل، بال و پر ہوتی ہے — اگر عقل نہ رکھے، تو رہبر کی عقل

یا مُظفّر جُوی باش — یا نظرور، یا نظرور جوی باش

یا کامیاب، یا کامیاب کا جویاں بن — یا صاحب نظر، یا صاحبِ نظر کا جستجو کرنے والا بن

بے ز مفتاحِ خرد ایں قرعِ باب — از ہوا باشد نہ ازرُویِ صواب

بغیر کنجی کے اس دروازے کو کھٹکھٹانا — خواہشِ نفسانی سے ہو گا، نہ کہ درست طریقہ پر

عالمے در دام می بیں از ہوا — وز جراحتہایِ ہمرنگِ دوا

ایک جہاں کو خواہش (نفسانی) کیوجہ سے جال میں دیکھ لے — اور دوا کے ہمرنگ زخموں کی وجہ سے

---

1. گرمرا۔ عشق میں سر کا کٹنا ایسا ہی ہے جیسے شمع کا گل جھاڑنا جس سے اُس کی روشنی اور بڑھ جاتی ہے۔ آتش۔ آتش عشق اگر جسم کے خرمن کو فنا کر دے تو کوئی پروا نہیں خرمنِ جسم کے بغیر خرمنِ محبوب اُس کے لیے کافی ہے۔ کردہ یوسف۔ عشق لامحالہ کامیابی کا سبب بنتا ہے، حضرت یعقوبؑ کے عشق نے اُن کو کامیاب کر دیا بھائیوں نے اگرچہ اُن کا جسم اُن سے مخفی کر دیا تھا لیکن حضرت یوسف کی قمیص نے غمازی کر دی اور حضرت یعقوبؑ سمجھ گئے کہ وہ زندہ ہیں اسی طرح اگرچہ میری محبوبہ پوشیدہ ہے لیکن کامیابی ضرور ہوگی۔

2. آں دو۔ دونوں بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا کہ اپنے آپ کو خطروں سے بے خبر نہ بنا۔ مانمک۔ ایک تو ہم بھی عشق میں مبتلا ہیں اب تیری جدائی مزید ہو گی۔ ایں زہر۔ یہ خطرناک بات ہے جلدی اور اس خیال سے کہ شاید خطرناک نہ ہو، یہ خطرہ مول نہ لے۔ تجز۔ خطرناک راستہ تجربہ کار کی تدبیر سے طے کیا جا سکتا ہے۔ وائ۔ جس پرند کے پر نہ اُگے ہوں اگر وہ بلند پروازی اختیار کرے گا خطرے میں پڑ جائے گا۔

3. عقل باشد۔ انسان کے بال و پر انسان کی عقل ہے اگر اُس کی عقل کامل نہ ہو تو کسی رہبر کی عقل کو رہنما بنا لے۔ یا مظفر۔ یا انسان خود مکمل ہو ورنہ کسی مکمل کی تلاش کرے خود صاحب نظر ہو ورنہ کسی صاحب نظر کو تلاش کر لے۔ بے ز مفتاح۔ عقل و نظر کے بغیر اس راہِ سلوک کا دروازہ کھٹکھٹانا درست نہ ہوگا بلکہ نفسانی خواہش ہو گی۔ عالمے۔ خواہش نفس اور دوا کے ہمرنگ زخموں کی وجہ سے ایک عالم جال میں پھنسا ہوا ہے۔

مار[1] استادہ است بر سینہ چو مرگ
سانپ، موت کی طرح سینہ پر کھڑا ہے
در دہاں بگرفتہ بہرِ صید برگ
شکار کے لیے منہ میں پتہ لیے ہوئے

در حشایش چوں حشیشے او بپاست
وہ، گھاسوں میں گھاس کی طرح کھڑا ہے
مرغ پندارد کہ او شاخِ گیاست
پرند سمجھتا ہے کہ وہ گھاس کی شاخ ہے

چوں نشیند بہرِ خور بر رُوی برگ
جب وہ کھانے کے لیے پتے پر بیٹھتا ہے
دَرفتد اندر دہانِ مارِ مرگ
موت کے سانپ کے منہ میں گر جاتا ہے

کردہ تمساحے دہانِ خویش باز
مگرمچھ نے اپنا منہ کھولا ہے
گردِ دندانہاش کرمانِ دراز
اُس کے دانتوں کے چاروں طرف لمبے لمبے کیڑے ہیں

از بقیہ خور کہ در دندانش ماند
بقیہ خوراک کی وجہ سے جو اس کے دانتوں میں رہ گئی ہے
کرمہا روئید و بر دنداں نشاند
کیڑے پیدا ہو گئے اور اُس نے دانتوں پر بٹھا لیے

مرغکاں بینند کرم و قوت را
پرند، کیڑوں اور روزی کو دیکھتے ہیں
مرج پندارند آں تابوت را
اُس تابوت کو چراگاہ سمجھتے ہیں

چوں[2] دہاں پُرشد ز مرغ او ناگہاں
جب پرندوں سے منہ بھر گیا اُس نے اچانک
در کشد شاں و فروبندد دہاں
اُن کو اندر کھینچ لیا اور منہ بند کر لیا

ایں جہانِ پُرز نقل و پُر ز ناں
یہ دنیا جو چبینے اور روٹی سے پُر ہے
چوں دہانِ باز آں تمساح داں
اُس مگرمچھ کے کھلے ہوئے منہ کی طرح سمجھ

بہرِ کرم و طعمہ اے روزی تراش
اے روزی تراشنے والے! کیڑوں اور لقمہ کے لیے
از فنِ تمساحِ دہر ایمن مباش
زمانے کے مگرمچھ کے مکر سے مطمئن نہ ہو

روبہ افتد پہن اندر زیرِ خاک
لومڑی مٹی کے نیچے پھیل کر پڑ جاتی ہے
برسرِ خاکش حبوبِ مکرناک
اُس کی مٹی پر مکر بھرے دانے ہوتے ہیں

تا بیابد[3] زاغِ غافل سُوی آں
تاکہ غافل کوا اُس کی جانب آئے
پایِ او گیرد بمکر آں مکرداں
وہ مکار، مکر سے اُس کا پاؤں پکڑ لے

صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست
جب حیوان میں لاکھوں مکر ہیں
چوں بود مکرِ بشر کو مہتر ست
انسان کا مکر کیسا ہو گا جبکہ وہ سردار ہے؟

مصحفے بر کف چو زین العابدین
زین العابدین کی طرح ہاتھ میں قرآن ہے
خنجرے پُر زہر اندر آستیں
آستین میں زہر میں بجھا ہوا خنجر ہے

[1] مار۔ نفس کی مکاریوں کی ایک مثال تو یہ ہے کہ وہ سانپ ہے جو سینہ پر موت کی طرح منہ میں کوئی پتہ دبائے کھڑا ہو۔ درحشایش۔ وہ سانپ گھاس میں، گھاس کی شاخ کی طرح کھڑا ہے۔ پرند یہ سمجھ کر کہ وہ بھی کوئی شاخ ہے پتے پر کھانے کے لیے آ بیٹھتا ہے اور موت کے منہ میں آ گرتا ہے۔ کردہ تمساحے۔ یا یہ مثال سمجھو کہ ایک مگرمچھ منہ کھولے ہوئے ہو اور اُس کے دانتوں پر لمبے لمبے کیڑے اُس گوشت سے پیدا ہو گئے ہیں جو اُس نے کسی چیز کا پہلے کھایا تھا پرند اُن کیڑوں کو اپنی خوراک سمجھ کر اُن پر آ گرتے ہیں اور مگرمچھ اپنا منہ بند کر لیتا ہے۔

[2] چوں دہاں۔ اس مگرمچھ کا منہ جب پرندوں سے بھر جاتا ہے تو وہ فوراً اپنا منہ بند کر لیتا ہے۔ ایں جہاں۔ اس نقل اور نان سے بھری دنیا کو اسی طرح کا مگرمچھ سمجھ۔ روبہ۔ لومڑی بھی مٹی میں اپنے آپ کو چھپا کر شکار کھیلتی ہے۔

[3] تابیابد۔ لومڑی اپنے آپ کو مٹی میں چھپا لیتی ہے تاکہ کوئی کوا دھوکے سے وہاں آ جائے اور وہ مکار اس کا پاؤں پکڑ لے۔ صد ہزاراں۔ جب حیوان میں اس طرح کے لاکھوں مکر ہیں تو انسان کے مکروں کا خود اندازہ لگا لیں۔ مصحفے۔ انسان کا مکر یہ ہوتا ہے کہ ہاتھ میں قرآن اور آستین میں زہر میں بجھا ہوا خنجر ہوتا ہے۔ زین العابدین۔ یعنی ایسے نیک آدمی کی طرح ہاتھ میں قرآن لیے ہوئے ہے جو تمام عبادت گذاروں کے لیے باعثِ زینت ہے۔

گویدت[١] خنداں کہ اے مولای من　　دردلِ او بابلے پُر سحر و فن

تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے، کہ اے میرے آقا!　　(اور) اسکے دل میں جادو اور فن سے بھرا ہوا ایک بابل ہے

زہرِ قاتل، صورتش شہدست و شیر　　ہیں مرو بے صحبتِ پیرِ خبیر

وہ قاتل زہر ہے، اُس کی صورت شہد اور دودھ ہے　　خبردار! باخبر پیر کی صحبت کے بغیر نہ چل

جُملہ لذاتِ ہوا مکرست و زرق　　سوز و تاریکی ست گردِ نُورِ برق

خواہش (نفسانی) کی تمام لذتیں، مکر اور دھوکا ہیں　　برق کی روشنی کے چاروں طرف جلن اور تاریکی ہے

بَرقِ نورِ کوتہ و کذب و مجاز　　گردِ او ظلمات و راہِ تو دراز

ناقص نور اور جھوٹ اور مجاز کی چمک ہے　　اُس کے چاروں طرف اندھیریاں ہیں اور تیرا راستہ لمبا ہے

نے بنورش نامہ تانی خواندن　　نے بمنزل اَسپ تانی راندن

تو اُس کی روشنی میں نہ خط پڑھ سکتا ہے　　نہ منزل تک گھوڑا چلا سکتا ہے

لیک[٢] جرمِ آنکہ باشی رہنِ برق　　از تو رُو اندر کشد انوارِ شرق

لیکن اُس جرم میں کہ تو چمک کا مرہون (منت) ہے　　مشرق کے نور تجھ سے رُوگردانی کرتے ہیں

خشم گیرد بر دلت آں آفتاب　　چوں تو جوئی از عُطارد نُور و تاب

وہ سورج تیرے دل پر غصہ کرتا ہے　　جب تو عطارد سے روشنی اور چمک ڈھونڈتا ہے

می کشاند مکرِ برقت بے دلیل　　دَر مفازہ مُظلمے شب مِیل مِیل

تجھے برق کا مکر بغیر رہنما کے لیے جا رہا ہے　　تاریک میدان میں رات کو ایک ایک میل کر کے

گاہ بَرکہ گاہ بر جُو اُوفتی　　گہ بدیں سُو گہ بداں ہُو اُوفتی

تو کبھی پہاڑ پر کبھی نہر پر گرتا ہے　　کبھی اِدھر کبھی اُدھر گرتا ہے

خود[٣] نہ بینی تو دلیل اے راہ جُو　　ور ببینی رُو بگردانی ازو

اے راستہ کے جویاں! تو خود رہنما کو نہیں دیکھتا　　اور اگر دیکھتا ہے تو اس سے منہ پھیر لیتا ہے

کہ سفر کردم دریں رہ شصت میل　　مرمرا گمراہ گوید آں دلیل

کہ میں نے اِس راستہ پر ساٹھ میل سفر کر لیا　　وہ رہنما مجھے بھٹکا ہوا کہتا ہے

گرنہم من گوش سُوی آں شگفت　　اَمرِ او راہم ز سر باید گرفت

اگر میں اُس عجیب بات پر کان دھروں　　اُس کے معاملہ کو بھی از سرِ نو شروع کرنا چاہیے

---

١ گویدت۔ زبانی تو تجھے اپنا مولیٰ اور آقا کہہ رہا ہے لیکن دل میں تیری عداوت بھری ہوئی ہے۔ بابل۔ بابل کا جادو مشہور ہے۔ زہرِ قاتل۔ حقیقتاً قاتل زہر ہے بظاہر شہد اور دودھ نظر آتا ہے۔ ہیں۔ جب نفس کی یہ دھوکے بازی ہے تو سلوک، بغیر پیر کے اختیار نہ کر۔ جملہ لذات۔ نفس کی ساری لذتیں مکر اور دھوکا ہیں اور اُس کی مثال بجلی کی کوند ہے۔ اُس میں چمک ہوتی ہے اور اُس کے اِدھر اُدھر سوزش اور اندھیرا ہوتا ہے۔ برق۔ نہ بجلی میں مختصری روشنی ہوتی ہے وہ بھی غلط اور مجازی اور اس کے چاروں طرف اندھیرا ہوتا ہے جس کی وجہ سے تیرا راستہ دراز ہو جاتا ہے۔ نے۔ بجلی کی اس کوند میں نہ تو خط پڑھ سکتا ہے نہ گھوڑے کو منزل تک لے جا سکتا ہے۔

٢ لیک۔ چونکہ تو نفس کے دھوکے میں مبتلا ہے اور ناپائیدار برق سے روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے اس جرم میں تجھ سے کاملین اعراض کرنے لگتے ہیں۔ آفتاب۔ یعنی کاملین۔ عطارد۔ یعنی بجلی کی چمک۔ می کشاند۔ وہ بجلی کی چمک تجھے تاریک جنگل میں پہنچا رہی ہے۔ گاہ۔ تیری رفتار بھی یہ ہوتی ہے کبھی پہاڑ پر چڑھتا ہے کبھی نہر میں اور اِدھر اُدھر گرتا ہے۔

٣ خود۔ تو خود رہبر کامل کو نہیں دیکھتا ہے اور اگر وہ کامل از راہِ کرم تجھ پر نظر کر کے تجھے نصیحت کرتا ہے تو تو اس سے روگردانی کرتا ہے۔ کہ سفر۔ اور یہ سوچتا ہے کہ میں نے کافی سفر کر لیا لیکن یہ کامل مجھے راہ سے بھٹکا ہوا سمجھتا ہے۔ گرنہم۔ اگر میں اس کی بات پر عمل کروں تو پھر از سرِ نو سفر شروع کرنا ہوگا۔

مَن¹ دریں رَہ عمرِ خود کردم گرو — ہرچہ بادا باد اے خواجہ برو

میں نے اس راستہ میں اپنی عمر گروی کر دی — اے صاحب! جا جو بھی ہو سو ہو

راہ گردی لیک در ظنِ چو برق — عُشرِ آں رَہ کُن پئے وحیِ چو شرق

تو نے راستہ پر گردش کی لیکن برق جیسے گمان میں — اُس کا دسواں حصہ سورج جیسی وحی کے اتباع میں

ظَنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقّ خواندہَ — وز چناں برقے ز شرقے ماندہَ

تو نے "گمان حق کے مقابلہ میں کام نہیں آتا" پڑھا ہے — تو ایسی ہی بجلی کی وجہ سے سورج سے رہ گیا ہے

ہے در آ، در کشتیِ ما اے نژند — یا تو ایں کشتیِ برآں کشتی بہ بند

خبردار، اے سرگشتہ! ہماری کشتی میں آ جا — یا تو اس کشتی کو اُس کشتی سے باندھ لے

گوید² او چوں ترک گیرم گیرو دار — چوں روم مَن در طُفیلت کور وار

وہ کہتا ہے میں دھوم دھام کیسے چھوڑ دوں — میں تیرے طفیل میں اندھوں کی طرح کیسے چلوں؟

کور با رہبر بہ از تنہا یقیں — زاں یکے ننگ ست وصد ننگ ست ازیں

اندھا، رہبر کے ساتھ یقیناً تنہا سے اچھا ہے — کیونکہ اُس سے ایک ذلت ہے اور اس سے سو ذلتیں ہیں

می گریزی از پشہ در اژدہا — می گریزی از نمی در بحرہا

تو مچھر سے، اژدہوں کی طرف بھاگتا ہے — تو نمی سے دریاؤں میں بھاگتا ہے

می گریزی از جفاہایِ پدر — درمیانِ لُوطیانِ شور و شر

تو باپ کی سختیوں سے بھاگتا ہے — شور و شر والے اغلام بازوں کے درمیان

می گریزی³ ہمچو یوسفؑ زاں دہے — تاز نَرْتَعْ نَلْعَبْ افتی در چہے

تو (حضرت) یوسف کی طرح اُس گاؤں سے بھاگتا ہے — حتیٰ کہ "ہم چریں اور کھیلیں" کی وجہ سے کنویں میں گرتا ہے

دَر چہ اُفتی زیں تفرج ہمچو اُو — مر تُرا لیک آں عنایت یار کو

تو اس تفریح کی وجہ سے اُن کی طرح کنویں میں گر پڑے گا — لیکن تیرے لیے دوست کی وہ مہربانی کہاں ہے؟

گر نبودے آں بفرمانِ پدر — بر نیاوردے ز چہ تا حشر سر

اگر وہ باپ کی اجازت سے نہ ہوتا — تو قیامت تک کنویں سے سر نہ نکالتے

آں پدر بہرِ دلِ او اِذن داد — گفت چوں اینست میلت خیر باد

اُن باپ نے اُن کے دل کی خاطر اجازت دے دی — فرما دیا جب تیری یہ خواہش ہے، خدا بہتر کرے

---

1. مَن۔ اُس کامل سے کہہ دیتا ہے کہ میں نے کافی عمر خرچ کر ڈالی جو کچھ ہونا ہے وہ ہو جائے گا آپ مجھ سے کچھ نہ کہیں۔ راہ گردی۔ کامل اُس سے کہتا ہے کہ یہ تیرا محض خیال ہے کہ تو نے راستہ طے کر لیا ہے تو وحی کی روشنی میں تھوڑا سا سفر کر لے منزل تک پہنچ جائیگا۔ ظن۔ تو نے محض اپنے گمان سے راستہ طے کیا ہے اور حق کے معاملہ میں گمان کچھ مفید نہیں ہوتا ہے اور اسی گمان کی وجہ سے تو سورج سے محروم ہے۔ ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ تو ہماری بات پر عمل کر لے یا اپنی بات میں ہم سے مشورہ کر لیا کر۔

2. گوید۔ وہ اس کامل سے کہتا ہے کہ اب میں خود مستقل پیر ہوں میں اندھا دُھند کسی کا طفیل بننا نہیں چاہتا۔ کور۔ مولانا فرماتے ہیں اندھا بن کر کسی کے ساتھ سفر کرنا تنہا سفر کرنے سے بہر حال بہتر ہے، رہبر کے ساتھ اندھا دُھند چلنے میں تو صرف اتباع کی ذلت ہے اور تنہا چلنے میں دنیا و آخرت کی سیکڑوں ذلتیں ہیں۔ می گریزی۔ اس ایک ذلت سے بچ کر تنہا چلنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی مچھر سے ڈر کر اژدہے کے منہ میں یا نمی سے بھاگ کر دریاؤں میں پناہ لے۔ می گریزی۔ کامل مربی سے بھاگنے والے کی مثال اُس لڑکے کی سی ہے جو باپ کی تنبیہ سے بھاگ کر اوباشوں میں جا پھنسے۔

3. می گریزی۔ حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ سے کھیل کود کے شوق میں دُور ہوئے اور نتیجہ میں کنویں میں گرے۔ در چہ۔ تو بھی کنویں میں گرے گا لیکن فرق یہ ہے کہ اُن کی تو خدا کی مہربانی نے دستگیری کر لی تیرے لیے وہ عنایت کہاں ہے۔ گر نبودے۔ اور پھر فرق یہ ہے کہ اُن کی مربی سے دُوری خود مربی کی اجازت سے تھی ورنہ اُن کی بھی دستگیری نہ ہوتی۔ آں پدر۔ حضرت یوسف کی یہ مصیبت حضرت یعقوبؑ کی رائے کی بدولت نہیں آئی بلکہ رائے خود حضرت یوسف کی تھی انھوں نے اُن کا دل رکھنے کے لیے اجازت دی تھی۔

ہر ضریرے[1] کز مسیحے سر کشد
جو اندھا کسی مسیحؑ سے سرکشی کرے

او جہودانہ بماند از رشد
وہ یہود کی طرح ہدایت سے دُور رہ جائے گا

قابلِ ضو بُود اگرچہ کُور بُود
اگرچہ وہ اندھا تھا لیکن روشنی کو قبول کرنے والا تھا

شُد ازیں اِعراض اُو کور و کبُود
وہ اس اعراض سے اندھا اور کالا ہو گیا

گویدش عیسیٰؑ بزن درمَن دو دست
اُس سے عیسیٰؑ کہتے ہیں، مجھے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لے

اے عَمیٰ کحلِ ضریری با مَن ست
اے اندھے! اندھے پن کا سرمہ میرے پاس ہے

از من ار کوری بیابی روشنی
اگر تو اندھا ہے مجھ سے روشنی پا لے گا

بر قمیصِ یوسفِ جاں برزنی
جان کے یوسفؑ کی قمیص سے جا ملے گا

کاروبارے کِت رسد بعدِ شکست[2]
وہ کاروبار جو تجھے شکست کے بعد ملے

اندراں اِقبال و منہاجِ راہ است
اُس میں نصیبہ وری اور سیدھا راستہ ہے

کاروبارے کاں ندارد پاو دست
وہ کاروبار جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں

ترک گیر اے بُوالفضولِ گیج مست
چھوڑ دے، اے بیکار، احمق مست!

کاروبارے کہ ندارد پا و سر
وہ کاروبار جس کا سر اور پیر نہ ہو

ترک کُن ہے پیرِ خر اے پیرہ خر
چھوڑ دے خبردار، اے بوڑھے گدھے! پیر بنا لے

غیرِ پیر اُستاد و سرِ لشکر مباد
خدا کرے پیر کے علاوہ اُستاد اور سپہ سالار نہ ہو

پیرِ گردوں نے ولے پیرِ رَشاد
زمانہ کا بوڑھا نہیں، لیکن ہدایت کا پیر

دَر زماں چوں پیر را شُد زیرِ دست
فوراً ہی جب راہنما پیر کے ماتحت ہوا

روشنائی دید آں ظلمت پرست
اُس تاریکی کے پجاری نے روشنی دیکھ لی

شرط[3] تسلیم ست نے کارِ دَراز
شرط سپرد کر دینا ہے، نہ کہ لمبا کام

سُود نبُوَد در ضلالت تُرک تاز
گمراہی میں بھاگ دوڑ مفید نہیں ہے

مَن نجویم زیں سپس راہِ اثیر
اس کے بعد میں آسمان کا راستہ تلاش نہ کروں گا

پیر جُویم پیر جُویم پیر پیر
پیر کو تلاش کروں گا، پیر کو تلاش کروں گا، پیر کو پیر کو

پیر باشد نَردبانِ آسماں
آسمان کی سیڑھی پیر ہے

تیر پرّاں از کہ گردد، از کماں
تیر کس سے چلتا ہے؟ کمان سے

---

[1] ہر ضریرے۔ جو ناقص مُربّی سے سرکشی کرے گا، اُس کا حال یہود کا سا ہوگا جنھوں نے حضرت مسیحؑ سے سرکشی کی۔ قابل۔ اس ناقص میں صلاحیت تھی مُربّی سے اعراض کرنے کی وجہ سے وہ بھی اُس نے برباد کردی۔ گویدش۔ مُربّی اُس ناقص سے کہتا ہے کہ میرا اتباع کر لے اس اندھے پن کا سُرمہ میرے پاس ہے۔ از من۔ اگر تو اندھا ہے تو تجھے مجھ سے بینائی حاصل ہو جائے گی اور تو یوسفؑ کی قمیص حاصل کر لے گا جس سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔

[2] شکست۔ یعنی شیخ کی تابعداری۔ ندارد۔ یعنی تیرا بے ڈھنگا عمل۔ کاروبارے۔ اپنے اس بے ڈھنگے سلوک کو چھوڑ دے۔ غیر پیر۔ خدا کرے پیر کا اتباع نصیب ہو اور پیر سے مراد عُمر کا بوڑھا نہیں ہے بلکہ راہِ سلوک کا پیر مُراد ہے۔ در زماں۔ جب وہ اتباع کرلے گا فوراً اس کو روشنی نظر آ جائے گی۔

[3] شرط تسلیم۔ سلوک میں منزل تک پہنچنے کی شرط اپنے آپ کو پیر کے سپرد کر دینا ہے۔ نہ کہ دوڑ بھاگ بغیر پیر کے یہ دوڑ بھاگ منزل سے دُور کر دے گی۔ من نجویم۔ مولانا فرماتے ہیں جب پیر کی ضرورت ثابت ہوگئی تو خود آسمان پر اُڑنے کی کوشش نہ کر پیر کو تلاش کر لے۔ پیر باشد۔ عروج کا ذریعہ پیر ہے۔ جس طرح تیر بغیر کمان کے پرواز نہیں کرتا مرید بھی بغیر شیخ کے پرواز نہیں کرتا ہے۔

بے[1] ز ابراہیمؑ نمرودِ گراں کرد با کرگس سفر بر آسماں

(حضرت) ابراہیمؑ کے بغیر مست نمرود نے گدھ کے ذریعہ سے آسمان کا سفر کیا

از ہوا شُد سُوئے بالا اُو بسے لیک بر گردوں نپرّد کرگسے

وہ ہوا سے بہت اونچا ہوا لیکن گدھ آسمان پر نہیں اُڑتا

گفتش ابراہیمؑ اے مردِ سفر کرگست من باشم اینت خوبتر

(حضرت) ابراہیمؑ نے اُس سے کہا، اے سفر کے مرد! میں تیرا گدھ بن جاؤں، یہ تیرے لیے بہتر ہے

چوں ز من سازی ببالا نردباں بے پریدن بر رَوی بر آسماں

جب تو اُوپر کے لیے میری سیڑھی بنائے گا تو بغیر اُڑے آسمان پر چلا جائے گا

آنچنانکہ[2] میرود تا غرب و شرق بے ز زاد و راحلہ دل ہمچو برق

جیسے کہ مغرب سے مشرق تک چلا جاتا ہے دل برق کی طرح توشہ اور سواری کے بغیر

آنچنانکہ میرود شب ز اغتراب حسِ مردم شہرہا در وقتِ خواب

جس طرح رات کو مسافرت کی وجہ سے چلے جاتے ہیں نیند کے وقت انسانوں کے حواس شہر در شہر

آنچنانکہ عارف از راہِ نہاں خوش نشستہ میرود دَر صَد جہاں

جس طرح عارف مخفی راستہ سے سو جہانوں میں اچھا بیٹھا ہوا چلا جاتا ہے

گر ندا دستش چنیں رفتار دست ایں خبرہا زاں ولایت از کیست

اگر اس طرح کی رفتار اُس کے ہاتھ نہیں آئی اِس ملک کی یہ خبریں کس کی جانب سے ہیں؟

ایں[3] خبرہا ویں روایاتِ مُحِق صَد ہزاراں پیر بروے متفق

یہ خبریں اور یہ سچی روایتیں لاکھوں پیر اُن پر متفق ہیں

یک خلافے نے میانِ ایں عیُوں آنچنانکہ ہست در علمِ ظنُوں

ان بزرگوں میں ایک اختلاف نہیں جیسا کہ ظنّی علوم میں ہوتا ہے

آں تحرّی آمد اندر لیلِ تار ویں حضورِ کعبہ و وسطِ نہار

اٹکل، تاریک رات میں ہے اور یہ کعبہ کی موجودگی اور دوپہر ہے

خیز اے نمرود پَر جُوی از کساں نردبانے نایدت از کرگساں

اے نمرود! اُٹھ مردوں سے پر مانگ گدھوں سے تجھے سیڑھی نہ ملے گی

عقلِ جُزوی کرگس آمد اے مُقِل پرِّ اُو باجیفہ خواری متصل

اے نادار! جُزوی عقل گدھ ہے اُس کے پر مردار کھانے سے وابستہ ہیں

---

[1] بےز۔ابراہیمؑ۔نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو عروج و پرواز کا ذریعہ نہ بنایا اپنی خواہشِ نفس کو بنایا مردود ہوگیا۔کرگس۔گدھ، یعنی خواہشِ نفس، شیطان۔ چوں۔حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اگر تو میرا اتباع کرے گا تو تجھے عروج حاصل ہوجائے گا۔برآسماں۔یعنی تجھے تعلق مع اللہ حاصل ہوجائے گا۔

[2] آنچنانکہ۔دل، مشرق و مغرب کی سیر بغیر توشہ اور سواری کے کرلیتا ہے، یہی حال عارف کا ہے کہ اُس کو بغیر اسبابِ ظاہری کے ملکوت کی سیر حاصل ہوجاتی ہے۔حسِ مردم۔حواس باطنی بھی خواب میں شہر در شہر بغیر اسبابِ ظاہری کے سیر کرتے ہیں۔عارف۔اپنے مراقبہ میں عوالم کی سیر کرتا ہے۔گر۔اگر ان کی سیر نہیں ہے تو پھر انھوں نے اُن عوالم کی خبر کیسے دے دی۔

[3] ایں خبرہا۔اُن کی یہ خبریں تواتر کا درجہ رکھتی ہیں جن سے یقین حاصل ہوجاتا ہے۔علم ظنون۔علوم عقلیہ میں عقلا مختلف ہیں لیکن اولیا اور انبیا عوالم کی خبروں میں متفق ہیں۔آں تحری۔یہ خبریں اٹکل سے نہیں دی گئی ہیں بلکہ مشاہدے کے بعد دی ہیں۔خیز۔لہٰذا انسان کو نمرود نہ بننا چاہیے بلکہ شیوخ کے ذریعہ پرواز کرنی چاہیے۔عقلِ جزوی۔عقل ناقص گدھ ہے اس کی پرواز مُردار کی جانب ہے۔

عقلِ[1] ابدالاں چو پرِّ جبرئیل
ابدال کی عقل (حضرت) جبرئیل کے پر کی طرح ہے
می پرد تا ظلِّ سدرہ میل میل
جو سدرۃ المنتہیٰ کے سایہ تک میل بمیل اُڑتی ہے

بازِ سُلطانم گشم نیکو پیم
میں شاہی باز ہوں، اچھا ہوں، نیک قدم ہوں
فارغ از مُردارم و کرگس نیم
میں مُردار سے بے نیاز ہوں اور میں گدھ نہیں ہوں

ترک کرگس کُن کہ من باشم کست
گدھ کو چھوڑ، تاکہ میں تیرا دوست بنوں
یک پرِ مَن بہتر از صد کرگس ست
میرا ایک پر سیکڑوں گدھوں سے بہتر ہے

چند برعمیا دوانی اَسپ را
تو گھوڑے کو اندھا دُھند کب تک دوڑائے گا؟
باید اُستا پیشہ را و کسب را
پیشہ اور ہنر کے لیے اُستاد چاہیے

خویش[2] را رُسوا مکُن در شہرِ چین
چین کے شہر میں اپنے آپ کو رُسوا نہ کر
عاقلے جُو خویش ازوے در مچین
کوئی عقلمند تلاش کر لے اپنے آپ کو اس سے جدا نہ کر

آنچہ گوید آں فلاطونِ زماں
وہ افلاطونِ دوراں جو کچھ کہے
ہین ہوا بگذار و رو بر وفقِ آں
خبردار! ہوا (نفسانی) کو چھوڑ اسکے مطابق چل

جُملہ میگویند اندر چیں بجد
چین میں سب اصرار سے کہتے ہیں
بہرِ شاہِ خویشتن کہ لَمْ یَلِدْ
اپنے بادشاہ کے بارے میں کہ اس کے اولاد نہیں ہوئی

شاہِ ماخود ہیچ فرزندے نزاد
خود ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا
بلکہ سُوئے خویش زن را رہ نداد
بلکہ اُس نے اپنی جانب کسی عورت کو راہ نہ دی

ہرکہ از شاہاں ازیں نوعش بگفت
بادشاہوں میں سے جس نے اس طرح کی بات کہی
گردنش با تیغِ بُرّاں گشت جُفت
اُس کی گردن تیز تلوار سے وابستہ ہو گئی

شاہ[3] گوید چونکہ گفتی ایں مقال
بادشاہ کہہ دیتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی
زود ثابت کُن کہ من دارم عیال
جلد ثابت کر کہ میں اولاد رکھتا ہوں

مرمرا دختر اگر ثابت کُنی
اگر تو میرے لیے لڑکی ثابت کر دے
یافتی از تیغِ تیزم ایمنی
(تب) تو نے میری تیز تلوار سے امن پایا

ورنہ بیشک من بِبُرّم حلقِ تُو
ورنہ میں بلا شک تیری گردن کاٹ دوں گا
برکشم از صوفیِ جاں دلقِ تُو
تیری صوفی روح سے گدڑی اُتار دوں گا

سَر نخواہی بُرد ہیچ از تیغ تُو
تو کبھی تلوار سے سر بچا کر نہ لے جا سکے گا
اے بگفتہ لاغ کذبِ آمیز تُو
اے وہ شخص جس نے جھوٹی بکواس کی

---

[1] عقلِ ابدالاں۔ عارفین کی عقل کامل ہے اور اُس کی پرواز حضرت جبرئیل کی طرح سدرۃ المنتہیٰ تک ہے۔ بازِ سلطانم۔ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود سے فرمایا میرا اتباع کر وہ تیرے لیے نفس کے اتباع سے بہتر ہے۔ چند۔ اندھا دھند گھوڑا دوڑانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

[2] خویش را۔ چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا۔ مچیں۔ کسی عقلمند سے مشورہ کر لے۔ آنچہ۔ وہ عقلمند جو کہے اُس پر عمل کر۔ جملہ۔ سب چینی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بادشاہ کے کوئی اولاد ہی نہیں ہے۔ بلکہ۔ بچہ پیدا ہونا تو درکنار اس نے کسی عورت سے محبت ہی نہیں کی۔ ہرکہ۔ اگر کسی بادشاہ نے اس کے یہاں شادی کا پیغام دیا ہے تو اس کی گردن کٹی ہے۔

[3] شاہ گوید۔ اس پیغام دینے والے سے شاہ کا مطالبہ ہوتا ہے کہ پہلے یہ ثابت کر کہ میرے اولاد ہے۔ مرمرا۔ اگر تو یہ ثابت کر دے گا کہ میرے کوئی لڑکی ہے تو میری تلوار سے بچ سکے گا۔ برکشم۔ جان صوفی اور جسم اس کی گدڑی ہے۔ سر۔ بادشاہ کہہ دیتا ہے کہ اب جبکہ تو نے یہ جھوٹ بولا ہے جب تک تو اس کا ثبوت نہ دے گا تیری جان نہ بچے گی۔

بنگر[1] اے از جہل گفتہ ناحقے | پُر ز سرہای بُریدہ خندقے
اے وہ جس نے نادانی سے ناحق بات کہی، دیکھ لے | کٹے ہوئے سروں سے بھری ہوئی خندق

خندقے از قعرِ خندق تا گلو | پُر ز سرہائے بُریدہ زیں غلو
ایک خندق تلی سے کنارے تک | اس مبالغہ کی وجہ سے کٹے ہوئے سروں سے پُر ہے

جُملہ اندر کارِ ایں دعویٰ شُدند | گردنِ خود را بدیں دعویٰ زدند
جو لوگ اس دعوے میں لگے | انھوں نے اس دعوے سے اپنی گردن کاٹ دی

ہاں ببیں ایں را بچشمِ اعتبار | ایں چنیں دعویٰ میندیش و میار
خبردار! اس کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ لے | ایسا دعویٰ نہ سوچ، اور نہ کر

تلخ[2] خواہی کرد برما عمرِ ما | کہ بریں میدارد اے دادر ترا
تو ہم پر ہماری زندگی تلخ کر دے گا | اے بھائی! تجھے اِس پر کون آمادہ کر رہا ہے؟

گر رود صد سال آنکہ آگاہ نیست | برعَمیٰ آں از حسابِ راہ نیست
جو واقف نہیں ہے، اگر وہ سو سال چلے | اندھا دھند، وہ راستہ کے حساب میں نہیں ہے

بے سلاحے در مرو در معرکہ | ہمچو بیباکاں مرو در تہلکہ
میدانِ جنگ میں بغیر ہتھیار کے نہ جا | لاپرواؤں کی طرح ہلاکت میں نہ پڑ

ایں ہمہ گفتند و گفت آں ناصبور | کہ مرا زیں گفتہا آید نفور
انھوں نے یہ سب کچھ کہا، اور اس بے صبرے نے کہا | کہ مجھے ان باتوں سے نفرت آتی ہے

سینہ[3] پُر آتش مرا چوں منقل ست | کِشت کامل گشت، وقتِ منجل ست
میرا سینہ انگیٹھی کی طرح آگ سے بھرا ہے | کھیتی پک گئی، درانتی کا وقت ہے

صدر را صبرے بُد اکنوں آں نماند | بر مقامِ صبر عشق آتش نشاند
سینہ میں صبر تھا، وہ اب نہیں رہا | عشق نے صبر کی جگہ آگ بٹھا دی

صبرِ مَن مُرد آں شبے کہ عشق زاد | درگذشت و حاضراں را عُمر باد
جس رات کو عشق پیدا ہوا میرا صبر مر گیا | وہ مر گیا اور حاضرین کی عمر ہو

اے محدث از خطاب و از خطوب | زاں گذشتم آہنِ سردے مکوب
اے خطابت اور مصائب کی باتیں کرنے والے | میں اس سے آگے بڑھ گیا، ٹھنڈا لوہا نہ کوٹ

سرنگونم آ بہ رہا کن پایِ من | فہم کو در جملۂ اجزائے من
میں اوندھا ہوں، خبردار! میرا پاؤں چھوڑ | میرے تمام اجزا میں سمجھ کہاں ہے؟

---

[1] اے وہ جس نے ... خندق کو جا کر دیکھ لے جس میں اس طرح کی بات کہنے والوں کے سر کٹے ہوئے پڑے ہیں۔ غلو۔ یعنی یہ کہنا کہ بادشاہ کے لڑکی ہے۔ جملہ۔ بھائیوں نے کہا ان سب نے یہی بات کہی تھی اور اس طور پر اپنے قتل کا سبب بنے ہیں۔ ہاں۔ خبردار تو ایسی بات نہ کہنا اور اُن کٹے ہوئے سروں ... پر اعتبار ...

[2] ... تو اِن باتوں ... ہماری زندگی ہم پر مزید تلخ کر دے گا۔ داور۔ برادر۔ گر رود۔ اگر راستہ سے واقف سو سال بھی چلے تو اُس کا چلنا صحیح راستہ کے حساب میں نہیں لگتا ہے۔ بے سلاحے۔ کسی عقلمند کے مشورہ کے بغیر تیرا یہ کام ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص بغیر ہتھیار کے میدانِ جنگ میں جائے۔ ایں ہمہ۔ ... مجھے ان باتوں سے نفرت آتی ہے۔

[3] ... انگیٹھی بنا ہوا ہے، کھیتی پک چکی ہے اور اس کے کٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ صبر من۔ جس وقت عشق پیدا ہوا صبر مر گیا۔ اے محدث۔ اب صبر کی تلقین ایسی ہی ہے جیسے کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا۔ سرنگونم۔ میں اب حوادث کے لیے آمادہ ہوں اب میرا جزو جزو دیوانہ ہے۔

اُشترم[1] مَن تا توانم می کشم — چوں فتادم زار با کُشتن خوشم
میں اونٹ ہوں جب تک ہو سکے گا کھینچوں گا — جب عاجز ہو کر گر جاؤں گا، ذبح ہونے پر خوش ہوں

بر سرِ مقطوع اگر صد خندق ست — پیشِ دردِ من مزاحِ مُطلق ست
کٹے ہوئے سر پر اگر سو خندقیں (مشتمل) ہوں — وہ میرے درد کے سامنے خالص مذاق ہیں

من نخواہم زَددگر از خوف و بیم — ایں چنیں طبلِ ہوا زیرِ گلیم
میں ڈر اور خوف سے، نہ بجاؤں گا — ہوا (نفسانی) کے نقارے کو گدڑی کے اندر

مَن عَلَم اکنوں بصحرا میزنم — یا سَر اندازی و یا رُوی صنم
اب میں میدان میں جھنڈا گاڑ دوں گا — یا سر کٹانا ہے، یا محبوب کا چہرہ

حلق[2] کاں نبُود سزایِ ایں شراب — آں بُریدہ بہ بشمشیرِ ضراب
جو حلق اس شراب کے لائق نہ ہو — وہ تلوار بازی کی تلوار سے کٹا ہوا اچھا

دیدہ کو نبُود ز وصلش در فرہ — آنچناں زیدہ سفید و کُور بہ
وہ آنکھ جو اُس کے وصل سے تازگی میں نہ ہو — ایسی آنکھ کا سفید اور اندھا ہونا اچھا

گوش کاں نبُود سزایِ رازِ اُو — برکنش کہ نبُود آں بر سَر نکُو
وہ کان جو اُس کے راز کے لائق نہ ہو — اُس کو اُکھاڑ دے کیونکہ وہ سر پر اچھا نہیں ہے

اندراں دستے کہ نبُود آں نصاب — آں شکستہ بہ بساطورِ قصاب
جس ہاتھ میں وہ مال نہ ہو — وہ قصائی کے چھرے سے، ٹوٹا ہوا اچھا

آنچناں پایِ کہ از رفتارِ اُو — جاں نہ پیوند د بہ نرگس زارِ اُو
وہ پاؤں جس کی رفتار — جان کو اُس کے نرگس زار سے نہ جوڑ دے

آنچناں پادر حدید اولیٰ ترست — کانچناں پا عاقبت دردِ سرست
ایسا پاؤں، لوہے میں زیادہ اچھا ہے — کیونکہ ایسا پاؤں بالآخر دردِ سر ہے

بیانِ[3] مجاہد کہ دست از مجاہدہ باز ندارد اگرچہ داند کہ بسطتِ
اُس مجاہدہ کرنے والے کا بیان، جو مجاہدہ سے دستبردار نہیں ہوتا اگرچہ وہ جانتا ہے کہ

عطائے حق آں مقصود از طرفِ دیگر و بسببِ نوعِ عملِ دیگر
اللہ تعالیٰ کی عطا کی وسعت اُس مقصود کو دوسری جانب سے اور دوسری قسم کے عمل کے سبب سے

---

[1] اُشترم۔ مصائب کا بوجھ اُٹھانے سے نہ گھبراؤں گا اگر ان کا انجام فنا ہے تو میں اس کے لیے بخوشی آمادہ ہوں۔ بر سر۔ میرا سر کٹنے کے بعد سو خندقوں میں بھی مدفون ہو تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے یہ میرے لیے ایک تفریح کی بات ہے۔ نی نخواہم۔ اب میں اس عشق کو مخفی نہیں رکھ سکتا ہوں۔ من علم۔ اب عشق کا جھنڈا میدان میں گاڑوں گا یا وصل حاصل ہو یا موت آئے۔

[2] حلق۔ جو حلق شرابِ وصل نہ پی سکے اُس کا کٹ جانا بہتر ہے۔ دیدہ۔ جس آنکھ کو محبوب کا دیدار میسر نہ آئے اُس آنکھ کا اندھا ہو جانا بہتر ہے۔ فرہ۔ تازگی۔ گوش۔ وہ کان جو محبوب کا راز نہ سُن سکے وہ سر کے لیے باعث ننگ ہے۔ اندراں۔ جس ہاتھ کی، دولتِ عشق تک دسترس نہ ہو اُس کا کٹنا بہتر ہے۔ ساطور۔ بڑا چھرا۔ پای۔ جو پاؤں محبوب کے چمن تک نہ پہنچائے وہ پاؤں بیڑیوں کے لائق ہے۔

[3] بیانِ مجاہد۔ جس طرح مجاز میں یہ ہے کہ انسان سعی اور کوشش جاری رکھے خواہ مقصود تک رسائی ہو یا نہ ہو، اسی طرح حقیقت کے طالب کا فرض ہے کہ وہ مجاہدہ جاری رکھے خواہ اُس کو یہ محسوس ہو کہ یہ مجاہدہ حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں ہے انسان کا کام کوشش کرنا ہے نتیجہ انسان کے قبضہ میں نہیں ہے اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ۔ ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک سبب اختیار کر کے سعی اور کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی دوسرے سبب سے اس کا مطلوب پورا فرما دیتا ہے۔ یَرْزُقُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ کے یہی معنی ہیں انسان کا کام تدبیر کرنا ہے اور مقدرات اللہ کے قبضہ میں ہیں۔

بدُو رساند کہ در وہم اُو نبُودہ باشد و اُو ہمہ وہم و امید دریں
اُس کو پہنچا دے گا جو اُس کے وہم میں بھی نہیں ہے اور اُس نے تمام وہم اور امیدیں
طریقِ مُعین بستہ و ہمیں حلقہ در میزند بُو کہ حق تعالیٰ
اُسی مُعین راستہ سے وابستہ کر رکھی ہیں اور اُسی در کی کنڈی کھٹکھٹا رہا ہے ہو سکتا ہے
آں روزی را از درِ دیگر بدُو رساند کہ اُو آں تدبیر نکردہ
کہ اللہ تعالیٰ اُس روزی کو دوسرے دروازے سے اُسے پہنچا دے جس کی اُس نے کوئی تدبیر نہ
باشدوَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ، اَلْعَبْدُ يُدَبِرُ وَ اللّٰهُ
کی ہو اور اللہ اُس کو اُس جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جس کا اس کو گمان نہ ہو بندہ تدبیر کرتا ہے
يُقَدِّرُ و بُود کہ بندہ را وہمِ بندگی بُود کہ مرا از غیرِ ایں در
اور اللہ تعالیٰ تقدیر لکھتا ہے اور ہوتا ہے کہ بندہ کو بندگی کا خیال ہو کہ مجھے اُس در کے غیر سے وہ
برساند اگرچہ من حلقۂ ایں در میزنم حق سُبحانہٗ و تعالیٰ
پہنچائے گا اگرچہ میں اُس در کی کنڈی پیٹتا ہوں، اللہ تعالیٰ اُس کو اُسی در
اُو راہم ازیں دَر روزی رساند فی الجملہ ایں ہمہ درہای
سے روزی پہنچا دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب ایک مکان
یک سرای ست
کے دروازے ہیں

یا دریں[1] رَہ آیدم آں کامِ مَن — یا چو بازآیم رَوم سُوی وطن
یا اسی راستہ سے میرا مقصد مجھے حاصل ہو — یا جب میں واپس آؤں، وطن کی جانب جاؤں

بُو کہ موقوفست کامم بر سفر — چوں سفر کردم بیابم در حضر
ہو سکتا ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو — جب سفر کر لوں، حضر ہی میں پالوں

یار را[2] چنداں بجُویم جدّ و چُست — تابدانم کہ نمی بایست جُست
مستعدی اور چُستی سے محبوب کو اتنا تلاش کروں گا — جب تک کہ یہ جان لوں کہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے

آں معیتؐ کے رود در گوشِ من — تانگردم گردِ دَورانِ زمن
وہ معیت میرے کان میں کب پہنچے گی؟ — جب تک میں زمانہ کے دائرے کے گرد نہ پھر لوں

تاحسابِ[3] خُطوتان و قد وصل — گردم روشن شود اشکالِ حل
تاکہ ”دو قدم ہیں اور وصال ہوا“ کا حساب — میرے لیے روشن ہو جائے، اشکال حل ہو جائے

---

[1] یادریں۔ مجاہدہ کرنے والا کہتا ہے کہ میں کوشش بہرحال جاری رکھوں گا خواہ مقصود اس سفر میں حاصل ہو یا واپسی پر وطن میں حاصل ہو میں بہرحال سفر کی سعی جاری رکھوں گا۔ بو کہ۔ ہوسکتا ہے کہ میری اس سعی پر مقصد کا حصول موقوف ہو خواہ وہ مقصد دوسرے سبب سے حاصل ہو جائے مقصود سے مراد اللہ تعالیٰ کی معیت ہے اور سفر سے مراد مجاہدہ اور حضر اور وطن سے خود مجاہدہ کی فطرت اور طبیعت مراد ہے۔

[2] یار را۔ میں اپنے محبوب کی تلاش میں سرگرداں رہوں گا جب تک وہ مل نہ جائے۔ آں معیت۔ یعنی حق تعالیٰ کی معیت۔ نگردم۔ سفر سے مراد مجاہدہ ہے۔

[3] تاحساب۔ مشہور مقولہ ہے خُطْوَتَانِ مَنْ قَطَعَهُمَا فَقَدْ وَصَلَ ”دو قدم ہیں، جس نے وہ طے کر لیے اُس کو وصال حاصل ہو گیا“ جس کا مطلب یہ ہے ”یک قدم در فرقِ خود نہ داں دگر در کوی دوست“۔

کے[1] کُنم مَن از معیّت فہمِ راز | جُز مگر بعد از سفرہائے دراز
میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں | دراز سفروں کے بعد کے سوا

حق معیّت گفت و دل را مُہر کرد | تا کہ عکس آید بگوشِ دل نہ طرد
اللہ (تعالیٰ) نے معیت کی خبر دی اور دل پر مُہر لگا دی | تا کہ دل کے کان میں عکس آئے، نہ کہ طرد

چوں سفرہا کرد و دادِ راہ داد | بعدازاں مُہر از دلِ اُو بر کشاد
جب بہت سفر کر لیے اور راستہ کا حق ادا کر دیا | اُس کے بعد اُس کے دل سے مُہر کھول دی

چوں[2] خطائیں آں حسابِ با صفا | گرددش روشن ز بعدِ دو خطا
جیسے اُس مصفّٰی حساب کی دو خطائیں | دو خطاؤں کے بعد اُس کے لیے روشن ہو جاتا ہے

بعدازاں گوید اگر دانستمے | ایں معیت را کے اُو را جُستمے
اُس کے بعد کہتا ہے، کہ اگر میں جان جاتا | اِس معیت کو، تو میں اُس کو کب ڈھونڈتا؟

دانشِ آں بُود موقوفِ سفر | ناید آں دانش بہ تیزیِ فکر
اُس کا علم سفر پر موقوف تھا | فکر کی تیزی سے، وہ علم حاصل نہیں ہوتا

آنچنانکہ[3] وجہِ وامِ شیخ بُود | بستہ و موقوفِ گریہ آں وجود
جیسے کہ شیخ کے قرضہ کا ذریعہ | اُس وجود کے لیے رونے پر موقوف اور وابستہ تھا

کودکِ حلوائی بگریست زار | توختہ شُد وامِ آں شیخِ کبار
حلوائی کا بچہ زار (زار) رویا | اُس عظیم شیخ کا قرض ادا کر دیا گیا

گفتہ شُد آں داستانِ معنوی | پیش ازیں اندر خلالِ مثنوی
وہ بامعنٰی قصّہ کہہ دیا گیا ہے | اثنائے مثنوی میں اس سے پہلے

ایں سخن در دفترِ دوئیم گذشت | گر نمیدانی کُن آنجا بازگشت
یہ بات دفتر دوم میں گذر گئی | اگر تجھے معلوم نہیں تو وہاں پلٹ

در دلت خوف افگند از موضعے | تانباشد غیرِ آنت مطمعے
تیرے دل میں ایسی جگہ سے خوف ڈال دیتا ہے | کہ اُس کے علاوہ تیرے لیے اُمید گاہ نہ ہو

---

[1] کے کُنم۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ "وہ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو"۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے کہ میں تمھارے ساتھ ہوں لیکن دل پر مُہر لگادی ہے تا کہ محض اُس کا مفہوم تو سمجھ میں آ جائے اور ذوقی معیت بغیر مجاہدے کے سمجھ میں نہ آ سکے۔ عکس۔ یعنی تعریف کا افراد کے لیے جامع ہونا۔ طرد۔ تعریف کا دوسرے افراد کے لیے مانع ہونا۔ چوں۔ جب انسان سفر یعنی مجاہدہ کرتا ہے تو اُسے معیت خداوندی کی جامع مانع تعریف حاصل ہو جاتی ہے اور اُس کی ذوقی حقیقت کھل جاتی ہے۔

[2] چوں خطائین۔ کسی عددِ مجہول کو معلوم کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اُن میں سے ایک خطائین کا عمل ہے، اس میں دو خطاؤں پر عمل کرنے سے عددِ مجہول معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح مجاہد کی دو غلطیاں جن کا غلط ہونا مقصود کے حاصل ہو جانے کے بعد محسوس ہوتا ہے معیت کے حصول کا سبب بن جاتی ہیں ایک غلطی یہ تھی کہ مجاہد سمجھتا تھا کہ مجھے معیت حاصل نہیں ہے دوسری غلطی یہ تھی کہ مجاہد سمجھتا تھا کہ وہ معیت مجاہدہ سے حاصل ہوگی۔ بعدازاں۔ جب وہ معیت خود اس کی فطرت سے اس کو حاصل ہو جاتی ہے تو یہ کہتا ہے کہ میں خود اسکو تلاش کرتا پھرا۔ دانش۔ اس معیت کا علم سفر و مجاہدہ پر موقوف تھا محض فکر کی تیزی سے یہ ذوقی معرفت و علم حاصل نہیں ہوتا ہے۔

[3] آنچنانکہ۔ اس معیت فطری کی باعتبار ذوق کے مجاہدوں سے حصول کی مثال شیخ کا قرض ہے جس کی ادائیگی حلوائی کے بچہ کے رونے پر موقوف تھی۔ ظاہر ہے کہ قرض کے ادا ہونے اور بچہ کے رونے میں کوئی خاص تعلق نہیں ہے اسی طرح اس معیت کے حصول اور مجاہدہ میں کوئی خاص تعلق نہیں مجاہدہ اس کے حصول میں ایک بہانہ ہے۔ رحمت حق بہانہ می جوید۔ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔ گفتہ شد۔ شیخ کے قرض کی ادائیگی کا قصہ دفتر دوم میں گذر چکا ہے۔ در دلت۔ اسباب کی سببیت محض خدا کی دین ہے انسان جس کو سبب سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں سے سببیت کو سلب کر لیتے ہیں اور بسا اوقات نفع کے سبب کو نقصان کا سبب بنا دیتے ہیں جس جگہ سے نفع کو لالچ ہو وہ خوف کی جگہ بن جاتی ہے۔

در طمع[1] خود فائدہ دیگر نہد
خود اُمید میں دوسرا فائدہ رکھ دیتا ہے
واں مُرادت از کسے دیگر دہد
اور وہ تیری مُراد کسی دوسرے سے عطا کر دیتا ہے

اے طمع بربستہ در یکجایِ سخت
اے دوشخص! جو ایک جگہ سے بہت اُمید وابستہ کیے ہوئے ہے
کایدم میوہ ازاں عالی درخت
کہ مجھے اُس بلند درخت سے میوہ ملے گا

آں طمع زاں جانخواہد شد وفا
وہ اُمید اُس جگہ سے پوری نہ ہو گی
بل ز جایِ دیگر آید آں عطا
بلکہ وہ عطا دوسری جگہ سے حاصل ہو گی

آں طمع را پس چرا در تو نہاد
اُس اُمید کو پھر کس نے تیرے اندر رکھا؟
چوں نبُودش نیتِ اکرام و داد
جبکہ اُس کی نیت اِکرام اور عطا کی نہ تھی

از برائے حکمتے و صنعتے
ایک حکمت اور صنعت کے لیے
نیز تا باشد دلت در حیرتے
اِس لیے بھی کہ تیرا دل حیرت میں پڑ جائے

تادلت حیراں بُود اے مُستفید
اے فائدہ مند! تاکہ تیرا دل حیران ہو جائے
کہ مُرادم از کُجا خواہد رسید
کہ میری مُراد کہاں سے پوری ہو گی؟

تابدانی[2] عجزِ خویش و جہلِ خویش
تاکہ تو اپنے عجز اور اپنی نادانی کو جان لے
تاشود ایقانِ تو در غیب بیش
تاکہ غیب پر تیرا یقین بڑھ جائے

ہم دلت حیراں بُود در منتجع
نیز چراگاہ میں تیرا دل حیران ہو جائے
کہ چہ رُویاند مُصرّف زیں طمع
کہ تصرف کرنے والا اس لالچ سے کیا پیدا فرماتا ہے

طمع[3] داری روزیِ در درزیِ
تو درزی پن میں، روزی کا لالچ رکھتا ہے
تا ز خیّاطی بُری زر تازیِ
تاکہ جب تک تو زندہ ہے درزی پن سے زر حاصل کر لے

رزقِ تو در زرگری آرد پدید
وہ تیرا رزق سُنار پن میں پیدا کر دیتا ہے
کہ ز وَہمت بُود آں مکسب بعید
کہ وہ کمائی کا ذریعہ تیرے وہم سے (بھی) دُور تھا

پس طمع دَر درزیِ بہرچہ بُود
تو تیری طمع درزی پن میں کس لیے تھی
چوں نخواست آں رزق زان جانب کشود
جبکہ اُس نے اُس جانب سے رزق نہ کھولنا چاہا

بہرِ نادر حکمتے در علمِ حق
کسی عجیب حکمت کے لیے جو اللہ (تعالیٰ) کے علم میں ہے
کہ نبشت آں حکم را در ما سبق
کہ اُس حکم کو پہلے ہی لکھ دیا ہے

[1] در طمع۔ جس کو تو نفع کا سبب سمجھا تھا اُس سے تیری طمع اُس لیے وابستہ ہوئی کہ وہ دوسرے سبب سے تیری اُس طمع کو پورا کر دے گا۔ اے۔ انسان ایک خاص درخت کے میوے کی طمع کرتا ہے وہ وہاں سے اُس کو حاصل نہیں ہوتا خدا دوسری جگہ سے اُس کو عطا کر دیتا ہے۔ آں طمع۔ جس سبب سے تیری طمع پوری نہیں ہوئی اُس سے طمع کو وابستہ کرنے میں یہ حکمت ہے کہ تو حیرانی میں مبتلا ہو کر اسباب کو غیر مؤثر سمجھنے لگے اور یہ سمجھے کہ: (ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال)

[2] تابدانی۔ تاکہ تو یہ سمجھ لے کہ انسان باوجود اسباب کے میسر آ جانے کے عاجز ہے اور مؤثر حقیقی کوئی دوسری ذات ہے۔ ہم دلت۔ ایک سبب کو غیر مؤثر بنا کر کسی دوسری چیز کو سبب بنا دینے میں انسان پر حیرانی طاری ہوتی ہے جو ایک خاص تجلی ہے۔ منتجع۔ چراگاہ۔ مُصرّف۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ۔

[3] طمع داری۔ انسان اپنے لیے درزی پن کو روزی کا سبب سمجھتا ہے لیکن اُس کا رزق سُنار پن میں مقدر ہوتا ہے اور وہاں سے اُس کو ملتا ہے۔ پس طمع۔ انسان کو اُس سبب کی طرف متوجہ کر دینے میں جس سے روزی حاصل ہو گی کچھ حکمتیں پوشیدہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔

نیز[1] تا حیراں بُود اندیشہ اَت — تا کہ حیرانی بُود کُل پیشہ اَت
نیز تا کہ تیری سمجھ حیران ہو جائے — تا کہ حیرانی تیرا مکمل پیشہ بن جائے

یا وصالِ یار زیں سعیم رَسَد — یاز راہِ خارج از سعیِ جَسَد
یا دوست کا وصال میری اس کوشش سے حاصل ہو جائے — یا ایسے راستہ سے جو جسم کی کوشش سے باہر ہو

مَن نگویم زیں طریق آید مُراد — می[2] طپم تا از کجا خواہد گشاد
میں نہیں کہتا کہ اس راستہ سے مراد حاصل ہو گی — میں تو مضطر ہوں، دیکھئے کہاں کشادگی آئے گی؟

سَر بُریدہ مُرغ ہر سُو می فتد — تا کدامیں سُو رہد جاں از جسد
سر کٹا ہوا پرند ہر جانب گرتا ہے — دیکھئے کس جانب سے جان جسم سے نجات پائے

یا[3] مُرادِ مَن برآید زیں خروج — یاز بُرجِ دیگر از ذاتُ البروج
یا میری مراد اس سفر سے بر آئے گی — یا بُرجوں والے (آسمان) کے کسی دوسرے بُرج سے

حکایتِ آں شخص کہ در خواب دید کہ آنچہ می طلبی از یسار بمصر، وفا شود آنجا گنجے ست در فلاں محلّہ در فلاں خانہ

اس شخص کی حکایت جس نے خواب میں دیکھا کہ جو مالداری تو چاہتا ہے وہ مصر میں ملے گی، وہاں فلاں گھر میں فلاں محلّہ میں، ایک خزانہ ہے وہ

چوں بمصر آمد کسے گفت من خوابے دیدہ ام کہ گنجے ست در بغداد در فلاں خانہ و در فلاں محلّہ نامِ محلّہ و خانہ بگفت آں شخص فہم کرد کہ آں گنج در مصر گفتن جہتِ آں بُود کہ مرا یقین کنند کہ در غیر خانہ خود نمی بایست جُست و لیکن ایں گنج معیّن و محقّق جز در مصر حاصل نہ شود

جب مصر میں پہنچا ایک شخص نے کہا، کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فلاں گھر میں فلاں محلّہ میں بغداد میں ایک خزانہ ہے، اُس نے محلّہ اور گھر کا نام لیا تو وہ شخص سمجھ گیا، کہ خزانہ کو مصر میں کہنے کا سبب یہ تھا کہ مجھے یقین دلا دیں کہ اپنے گھر کے سوا تلاش نہ کرنا چاہیے لیکن یہ معین اور یقینی خزانہ مصر کے علاوہ حاصل نہ ہو گا

بُود زر میراثیِ را بے شمار — جُملہ را خورد و بماند اُو عور زار
ایک میراث پانے والے کے پاس بے شمار زر تھا — وہ سب کھا گیا اور ننگا عاجز رہ گیا

---

[1] نیز۔ یہ حکمت بھی ہے کہ انسان سبب پر پورا بھروسہ نہ کرے اور حیرانی کی کیفیت اُس پر طاری رہے۔ یا وصال۔ شہزادے نے یہی کہا کہ میں اس طریقہ کو وصال کا سبب نہیں سمجھتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اس طریقہ سے وصل ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کوئی اور ذریعہ پیدا فرما دے۔

[2] می طپم۔ میں تو حیران اور مضطر ہوں کہ دیکھئے کس راستہ سے مقصد کا فتح باب ہوتا ہے۔ سر بریدہ۔ ذبح شدہ پرند اپنی جان جسم سے نکالنے کے لیے مختلف جانبوں میں گرتا ہے کہ نہ معلوم کون سے رُخ سے گرنا سبب بنتا ہے۔

[3] یا مراد۔ شہزادے نے کہا بادشاہِ چین تک پہنچنا وصل کا سبب ہو یا ممکن ہے بُرجوں والے آسمان کا کوئی بُرج سبب وصل بنے۔ میراثی۔ یعنی وارث۔ عور۔ ننگا۔

مالِ[1] میراثے ندارد خود وفا — چوں بناکام از گذشتہ شُد جُدا

وراثت کا مال، خود وفا نہیں رکھتا — جبکہ ناکامی کے ساتھ وہ مرنے والے سے علیحدہ ہو گیا

اُو نداند قدرِ ہم کآساں بیافت — کو بکدّو رنج و کسبش کم شتافت

وہ قدر بھی نہیں جانتا، کیونکہ آسانی سے پا لیا — کیونکہ وہ اس کی مشقت اور تکلیف اور کمائی میں نہ دوڑا

قدرِ جاں زاں می ندانی اے فلاں — کہ بداوت حق بہ بخشش رائگاں

اے فلاں! تو جان کی قدر اسی لیے نہیں جانتا — کیونکہ وہ تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بخشش میں مفت دیدی ہے

نقد رفت و کالہ رفت و خانہا — ماند چوں چغداں دَراں ویرانہا

نقد چلا گیا اور سامان چلا گیا اور گھر — وہ چغدوں کی طرح ان ویرانوں میں رہ گیا

گفت[2] یارب برگ دادی رفت برگ — یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ

اُس نے کہا اے خدا! تو نے ساماں دیا، وہ سامان چلا گیا — یا سامان عطا کر دے اور یا موت بھیج دے

چوں تہی شد یادِ حق آغاز کرد — یارب و یارَبِّ اَجِرْنِیْ ساز کرد

جب خالی ہو گیا اللہ (تعالیٰ) کی یاد شروع کر دی — اے خدا اے خدا! مجھے پناہ دے (کہنا) شروع کر دیا

چوں پیمبرؐ گفت مومن مِزمرست — در زمانِ خالیے نالہ گرست

جیسا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا، مومن بانسری ہے — خالی ہونے کے وقت نالہ کرنے والی ہے

چوں شود پُر مُطربش بنہد ز دست — پُر مشو کاسیب دستِ اُو خوش ست

جب وہ بھر جاتی ہے گویا اس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے — تو پُر نہ ہو کیونکہ اس کے ہاتھ کا اثر اچھا ہے

تی[3] شُو و خوش باش بین الاصبعین — کز مئے لا ایں سرمست ست ایں

تو خالی رہ اور دو انگلیوں کے درمیان خوش رہ — کیونکہ مکان، لامکانی شراب سے مست ہے

رفت طغیاں آب از چشمش کُشاد — ابرِ چشمش زرعِ دیں را آب داد

سرکشی جاتی رہی، پانی اُس کی آنکھ سے بہہ نکلا — اُس کی آنکھ کے ابر نے دین کی کھیتی کو پانی دیا

در دُعا و لابہ در زد ہر دو دست — زر طلب شُد بےتعب آں زر پرست

وہ دعا اور عاجزی میں مصروف ہو گیا — وہ زر پرست، بغیر محنت کے زر کا طالب بنا

سببِ تاخیرِ اجابتِ دُعایِ مُومن

موٗمن کی دُعا کی قبولیت میں تاخیر کا سبب

اے بسا مُخلص کہ نالد دَر دُعا — دُودِ اخلاصش برآید تا سما

اے (مخاطب) بہت سے مخلص دعا میں روتے ہیں — اُن کے اخلاص کا دُھواں آسمان پر پہنچتا ہے

---

[1] مالِ۔ ورثہ کا مال وفادار نہیں ہوتا اُس میں اگر وفاداری ہوتی تو مرنے والے سے کیوں جُدا ہوتا۔ اُو نداند۔ وارث کو بھی ورثہ میں ملنے والے مال کی قدر نہیں ہوتی کیونکہ اس کو حاصل کرنے میں کوئی محنت نہیں اٹھانی پڑتی ہے۔ قدرِ جاں۔ انسان کو رُوح بھی چونکہ بلا محنت حاصل ہوئی ہے اس لیے وہ اُس کی قدر نہیں کرتا ہے۔ نقد۔ اُس وارث کا مال اور گھر سب برباد ہو گیا اور وہ چغدوں کی طرح ویرانے میں رہ گیا۔

[2] گفت۔ اُس نے دعا کرنی شروع کر دی کہ خدا مجھے مال دے دے یا موت دے دے۔ چوں تہی۔ انسان افلاس میں خدا کو یاد کرنا شروع کر دیتا ہے۔ چوں پیمبرؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا مؤمن کی مثال بانسری کی سی ہے جب تک وہ کھوکھلی ہے اس میں نالہ پیدا ہوتا ہے۔ چوں شود۔ اگر بانسری کا سُوراخ بھر جائے تو گویا اُس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے۔ پُر مشو۔ مولانا فرماتے ہیں تو بھی خالی رہ تاکہ مُطرب کے ہاتھ میں رہ سکے۔

[3] تی شو۔ تو خالی رہے گا تو اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان رہے گا اور غیب کے نغمہ سے سرمست رہے گا۔ رفت۔ اب اس وارث میں مالداری کی سرکشی نہ رہی تھی اور اس کے آنسوؤں کی بارش سے دین کی کھیتی سیراب ہو رہی تھی۔ در دعا۔ اب پوری طرح دعا میں مصروف تھا۔ اے بسا مخلص۔ سب سے مخلص نیک بندے دعا میں آہ وزاری کرتے ہیں اور ان کی آہوں کا دُھواں ملاءِ اعلیٰ تک پہنچتا ہے۔

تا رود بالایِ ایں سقفِ بریں ۔۔۔ بُویِ مجمرِ[1] از انینِ المذنبین
یہاں تک کہ اُس بلند چھت کے اوپر پہنچتی ہے ۔۔۔ گنہگاروں کے رونے کی انگیٹھی کی بُو

پس ملائک با خدا نالند زار ۔۔۔ کاے مجیبِ ہر دُعا و مُستجار
پھر فرشتے خدا کے سامنے عاجزی سے روتے ہیں ۔۔۔ کہ اے ہر دعا کو قبول کرنے والے اور پناہ گاہ!

بندۂ مؤمن تضرع میکُند ۔۔۔ اُو نمیداند بجز تو مُستند
ایک مومن بندہ، گڑگڑا رہا ہے ۔۔۔ وہ تیرے سوا کسی کو سہارا نہیں سمجھتا ہے

تو عطا بیگانگاں را میدہی ۔۔۔ از تُو دارد آرزو ہر مشتہی
تو غیروں کو عطا دیتا ہے ۔۔۔ ہر خواہش مند تجھ سے اُمید رکھتا ہے

حق[2] بفرماید نہ از خواریِ اُوست ۔۔۔ عینِ تاخیرِ عطا یاریِ اُوست
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اس کی ذلت کی وجہ سے نہیں ہے ۔۔۔ عطا میں تاخیر بعینہٖ اُس کی مدد ہے

نالۂ مُؤمن ہمیداریم دُوست ۔۔۔ گو تضرُّع کُن کہ ایں اعزازِ اُوست
ہم مُؤمن کے رونے کو دوست رکھتے ہیں ۔۔۔ کہہ دو کہ گڑگڑائے کیونکہ یہ اُس کا اعزاز ہے

حاجت آوردش ز غفلت سُویِ مَن ۔۔۔ آں کشیدش موکشاں در کویِ من
اُس کی حاجت غفلت سے اس کو میری طرف لائی ہے ۔۔۔ اُس نے بال پکڑ کر اُس کو میرے کوچہ میں پہنچایا ہے

گر برآرم حاجتش اُو وا رود ۔۔۔ ہمدراں بازیچہ مُستغرق شود
اگر میں اُس کی حاجت پوری کردوں وہ واپس چلا جائیگا ۔۔۔ اسی کھلونے میں مصروف ہو جائے گا

گرچہ[3] می نالد بجاں یا مُستجار ۔۔۔ دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
اگرچہ وہ دل سے گڑگڑا رہا ہے اے پناہ گاہ (کہہ کر) ۔۔۔ دل شکستہ، سینہ خستہ، غمگین

خوش ہمی آید مرا آوازِ اُو ۔۔۔ واں خدایا گفتن و آں رازِ اُو
مجھے اُس کی آواز بھلی لگتی ہے ۔۔۔ اور اُس کا یاخدا کہنا۔ اور اُس کا وہ راز

وانکہ اندر لابہ و در ماجرا ۔۔۔ می فریباند بہر نوعے مرا
اور یہ کہ وہ خوشامد اور واقعہ میں ۔۔۔ ہر طرح سے مجھے پھسلاتا ہے

طوطیان و بُلبلاں را از پسند ۔۔۔ از خوش آوازی قفس در میکشند
طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے ۔۔۔ (اور) خوش آوازی کیوجہ سے پنجرے میں بند کردیتے ہیں

زاغ را و چغد را اندر قفص ۔۔۔ کے کنند ایں خود نیامد در قصص
کوے کو اور چغد کو پنجرے میں ۔۔۔ کب کرتے ہیں؟ یہ خود کہانیوں میں نہیں آیا

---

[1] مجمر۔انگیٹھی۔انین۔رونے کی آواز۔پس ملائک۔فرشتے جنابِ باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں کہ ایک مومن بندہ رو رہا ہے تو جب غیروں کو عطا کرتا ہے تو اِس مومن کی عطا میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟

[2] حق بفرماید۔اللہ تعالیٰ فرشتوں کے جواب میں فرماتا ہے کہ یہ تاخیر اس لیے نہیں ہے کہ ہم اس کو حقیر سمجھتے ہیں بلکہ یہ تو اُس کی ایک مدد ہے۔نالہ۔مومن کا رونا ہمیں پسند ہے اور اس تاخیر میں اُس کا اعزاز ہے۔حاجت۔اُس کی حاجت نے اُس کو ہماری طرف متوجہ کیا ہے۔گر برآرم۔اگر اُس کی دعا جلد قبول ہو گئی اور حاجت رفع ہو گئی تو وہ ہم سے رخصت ہو کر کھیل کود میں لگ جائے گا۔

[3] گرچہ۔وہ دل سے ہمیں پکار رہا ہے، شکستہ دل سے ہمیں اُس کی آواز اور یاخدا کہنا اور خوشامد اور واقعہ بیان کرنے میں ہمیں پھسلانا یہ سب ہمیں پسند ہے۔طوطیان۔اس کی مثال یہ ہے کہ طوطی کی خوش آوازی کی وجہ سے لوگ اُس کو پنجرے میں قید کر کے رکھتے ہیں۔زاغ۔کوے اور چغد کو کسی نے آج تک پنجرے میں بند کر کے نہیں پالا۔

پیش[1] شاہد باز چوں آید دو تن
عاشق صفت کے سامنے جب دو شخص آئیں
آں یکے کمپیرو دیگر خوش ذقن
ایک بوڑھی عورت اور دوسری خوبصورت ٹھوڑی والی

ہر دوناں خواہند اُو زوتر فطیر
دونوں روٹی مانگیں، وہ بہت جلد روٹی
آرد و کمپیر را گوید کہ گیر
لائے گا اور بوڑھی سے کہے گا کہ لے لے

واں دگر را کہ خوشستش قد وخد
اور اُس دوسری کو جس کا قد اور رخسار خوبصورت ہیں
کے دہد ناں بل بتاخیر افگند
روٹی کب دے گا، بلکہ تاخیر میں ڈال دے گا

گویدش[2] بنشیں زمانے بے گزند
اُس سے کہے گا کہ اطمینان سے تھوڑی دیر بیٹھ جا
کہ بخانہ نانِ تازہ میپزند
کیونکہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں

چوں رسد آں نانِ گرمش بعد کد
جب مشقت کے بعد اُس کے پاس گرم روٹی آ جائے گی
گویدش بنشیں کہ حلوا میرسد
اُس سے کہے گا، کہ بیٹھ جا حلوا آ رہا ہے

ہم بدیں فن دارِش میکُند
اسی تدبیر سے اس کو ٹھہر جا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے
و ز رہِ پنہاں شکارش می کُند
اور چپکے چپکے، اُس کا شکار کرتا رہتا ہے

کہ مرا کاریست با تو یک زماں
کہ مجھے تجھ سے تھوڑا سا کام ہے
منتظر میباش اے خوبِ جہاں
اے حسینِ عالم! انتظار کر لے

تابدیں حیلت فریباند وُرا
یہاں تک کہ اس تدبیر سے اُس کو پھسلائے
تا مُطیع و رام گرداند وُرا
کہ اُس کو فرماں بردار اور رام کر لے

مثلِ[3] آں کمپیر داں بیگانگاں
غیروں کو اُس بوڑھی عورت کی طرح سمجھ
شاہدِ خوش رُوی مثلِ مُومناں
خوبصورت معشوق مومنوں کی مثال ہے

ایں جہاں زندانِ مومن زیں بُود
یہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اسی لیے ہے
کافراں را جنتِ عالی شوَد
کہ کافروں کے لیے فی الحال جنت ہے

بے مُرادی مُومناں از نیک و بد
مومنوں کی نامرادی خواہ نیک ہوں یا بد
تو یقیں میداں کہ بہرِ ایں بُود
تو یقین کر لے اسی وجہ سے ہوتی ہے

رجوع بقصۂ آں شخص کہ بأونشانِ گنج دادند بمصر و بیانِ
اُس شخص کے قصہ کی طرف واپسی جس کو مصر میں خزانہ کا پتا دیا اور فقر

تضرّع وَے از درویشی بحضرتِ جلّ جلالُہ
کی وجہ سے اُس کا اللہ (تعالیٰ) جل جلالہ کے دربار میں عاجزی کرنا

---

1. پیشِ شاہد۔ دوسری مثال یہ ہے کہ کسی حُسن پرست کے سامنے اگر دو عورتیں آئیں ایک بوڑھی اور ایک حسین تو وہ بوڑھی کو فوراً روٹی دے کر رخصت کر دیتا ہے اور خوبصورت کو مختلف بہانوں سے روٹی دینے میں دیر لگاتا ہے۔
2. گویدش۔ اُس خوبصورت عورت سے کہتا ہے کہ ذرا بیٹھ جانا تازہ روٹی پک رہی ہے اُس میں سے دوں گا۔ چوں رسد۔ جب روٹی آ جاتی ہے تو اُس کو حلوے کا منتظر بنا کر بٹھاتا ہے۔ ہم بدیں۔ ان ترکیبوں سے اُس کو ٹھہر جا ٹھہر جا کہتا رہتا ہے اور نظر بازی سے اُس کا شکار کرتا رہتا ہے۔ تابدیں۔ ان تدبیروں سے اُس کو فریب دیتا ہے اور اُس کو اپنے قابو میں رکھتا ہے۔
3. مثلِ آں۔ تو بیگانوں اور مومنوں کی مثال ان دو عورتوں سے سمجھ لے۔ ایں جہاں۔ مومنین کی خوبیوں کی وجہ سے یہ دنیا اُن کا پنجرا ہے اور کافروں کی برائیوں کی وجہ سے یہ دنیا اُن کے لیے جنت اور باغ ہے جس میں وہ کھلے پھرتے ہیں۔ بے مرادی۔ مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے ساتھ مصروف رکھنا چاہتا ہے۔

خواجہ[1] چوں میراث خورد و شد فقیر　آمد اندر یا رب و گریہ و نفیر
خواجہ نے جب میراث کھولی اور فقیر ہو گیا　تو یارب اور آہ و بکا میں مصروف ہو گیا

خود کہ کوبد ایں درِ رحمت نثار　کو نیابد در اجابت صد بہار
رحمت کی بکھیر والے اس در کو خود کون کھٹکھٹاتا ہے؟　جو کہ قبولیت میں سو بہار نہ پاتا ہو

خواب دید و ہاتفے گفت اُو شنید　کہ تمنایت بمصر آید پدید
اُس نے خواب دیکھا اور ہاتف نے کہا اور اس نے سُنا　کہ تیری آرزو مصر میں ظاہر ہو گی

رَو بمصر آنجا شود کارِ تو راست　کرد کدیہ ات را قبول اُو مُرتجاست
مصر جا، وہاں تیرا کام ٹھیک ہو گا　تیرے سوال کو قبول کر لیا ہے، وہ امید گاہ ہے

دَر[2] فلاں موضع یکے گنجیست زفت　درپے آں بایدت تا مصر رفت
فلاں جگہ ایک بھاری خزانہ ہے　اُس کی تلاش میں تجھے مصر جانا چاہیے

بیدرنگے ہیں ز بغداد اے نژند　رَو بسُوئے مصر و منبت گاہِ قند
اے افسردہ! بغداد سے بغیر تاخیر کے　مصر کی جانب اور شکر اُگنے کی جگہ جا

چوں ز بغداد آمد اُو تا سُوئے مصر　گرم شُد پُشتش چودید او رُوئے مصر
وہ جب بغداد سے مصر کی جانب آیا　جب اُس نے مصر کا رُخ دیکھا اس کی کمر مضبوط ہوگئی

براُمیدِ وعدہٴ ہاتف کہ گنج　یا بد اندر مصر بہرِ دفعِ رنج
ہاتف کے وعدے کی امید پر کہ خزانہ　مصیبت کے دفعیہ کے لیے مصر میں پا لے گا

دَر[3] فلاں کوئے و فلاں موضع دفیں　ہست گنجِ سخت نادر بس گزیں
فلاں کوچہ میں اور فلاں جگہ مدفون　ہے، نہایت نادر بہت منتخب خزانہ

لیک نفقہ اش بیش و کم چیزے نماند　خواست دَقّے بر عوام الناس راند
لیکن اُس کے لیے خرچہ تھوڑا بہت کچھ نہ رہا　اُس نے عام لوگوں سے بھیک مانگنی چاہی

لیک شرم و ہمتش دامن گرفت　خویش را در صبر افشردن گرفت
لیکن شرم اور ہمت نے اُس کا دامن پکڑ لیا　اُس نے اپنے آپ کو صبر میں دبانا شروع کر دیا

باز نفسش از مجاعت بر طپید　ز انتجاع از خواستن چارہ ندید
پھر اس کا نفس بھوک سے تڑپا　روزی حاصل کرنے میں بھیک مانگنے کے سوا چارہ نہ دیکھا

گفت شب بیروں روم من نرم نرم　تاز ظلمت نایدم از کدیہ شرم
سوچا کہ رات کو چپکے چپکے سے باہر نکلوں گا　تاکہ اندھیری میں بھیک مانگنے سے شرم نہ آئے

---

[1] خواجہ۔ میراث پانے والا جب فقیر ہو گیا دعا اور گریہ وزاری میں مصروف ہو گیا۔ خود۔ جو اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ ضرور اپنی مُراد پالیتا ہے۔ رحمت نثار۔ یعنی وہ دروازہ جس سے رحمت کی بکھیر ہوتی ہے۔ ہاتف۔ غیبی آواز نے اس سے کہا تجھے خزانہ مصر میں ملیگا۔ مُرتجا۔ اُمید گاہ۔

[2] درفلاں۔ ہاتف نے اُس کو بتا دیا کہ خزانہ فلاں جگہ مصر میں ہے۔ منبت گاہ قند۔ مصر میں شکر بہت پیدا ہوتی تھی۔ گرم شد۔ ہاتف کی بشارت کی وجہ سے۔ براُمید۔ ہاتف کے کہنے کی وجہ سے اُس کو اُمید تھی کہ مصر میں خزانہ ہاتھ آ جائے گا۔

[3] درفلاں۔ ہاتف نے اُس کو خزانہ کا پورا پتا بتا دیا۔ نفقہ اش۔ نفقش پڑھا جائے گا۔ دق۔ یعنی بھیک کے لیے دروازہ پیٹنا۔ درصبر۔ یعنی صبر کے ذریعہ اپنی خواہش کو دبانا چاہا۔ انتجاع۔ دانہ پانی طلب کرنا۔ گفت۔ اُس نے دل میں سوچا کہ میں بھیک مانگنے کے لیے رات کو نکلوں تاکہ کسی سے آنکھیں دو چار نہ ہوں اور شرم نہ آئے۔

ہمچو شبکوکے[1] کنم من ذکر و بانگ　تا رسد از بامہایم نیم دانگ
شبکوک کی طرح میں ذکر اور آواز کروں گا　تاکہ بالا خانوں سے مجھے نیم دانگ مل جائے
اندریں اندیشہ بیروں شد بکو　و اندریں فکرت ہمی شد سُو بسُو
اِس خیال میں کوچہ سے باہر نکلا　اور اِس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا
یک زماں مانع ہمی شد شرم و جاہ　یک زمانے جوع می گفتش بخواہ
کسی وقت شرم اور رُتبہ اس کے لیے مانع بنتا　کبھی اس سے بھوک کہتی، مانگ
پایِ پیش و پایِ پس تا ثلث شب　کہ بخواہم یا بخسپم خشک لب
ایک قدم آگے اور ایک قدم پیچھے تہائی رات تک　کہ مانگوں یا میں سُوکھے ہونٹ سو جاؤں

رسیدنِ[2] آں شخص بمصر و شب بیروں آمدن بکوی از بہر
اُس شخص کا مصر میں پہنچنا اور رات کو ایک کوچہ میں شبکوکی اور گدائی کے لیے
شبکوکی و گدائی و گرفتن عسس اُو را و مرادِ اُو حاصل شدن
باہر نکلنا اور کوتوال کا اُس کو پکڑ لینا اور کوتوال کے ذریعہ بہت
از عسس بعد از خوردنِ زخم بسیار عَسٰی اَنۡ تَکۡرَهُوۡا
پٹنے کے بعد اُس کا مُراد کا حاصل ہو جانا، قریب ہے کہ تم کسی چیز
شَیۡئًا وَّهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَقَوۡلُهٗ تَعَالٰی اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ
کو ناپسند کرو اور وہی چیز تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول بے شک
یُسۡرًا وَقَوۡلُهٗ عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِشۡتَدِّیۡ اَزۡمَةُ
تنگی کے ساتھ سہولت ہے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مصیبت ہو تو
تَنۡفَرِجِیۡ وَجَمِیۡعُ الۡقُرۡاٰنِ وَالۡکُتُبِ الۡمُنَزَّلَةِ فِیۡ تَقۡرِیۡرِ هٰذَا
سخت ہو جا، کھل جائے گی، اور سارا قرآن اور آسمانی کتابیں اِس کو ثابت کرنے میں

ناگہانی[3] خود عسس اُو را گرفت　چوبہا زد بے محابا نا شگفت
اچانک خود کوتوال نے اس کو پکڑ لیا　بغیر مروّت کے بے توقف ڈنڈے مارے
اِتفاقًا اندراں شبہائے تار　دیدہ بُد مُردم ز شب دُزداں ضِرار
اتفاقًا ان اندھیری راتوں میں　لوگوں نے رات کے چوروں سے مضرت دیکھی تھی
بُود شبہائے مخوف و منحس　پس بجد می جست دُزداں را عسس
خوفناک اور منحوس راتیں تھیں　کوتوال اہتمام کے ساتھ چوروں کی جستجو میں تھا

---

1 شبکوک۔ وہ فقیر جو درخت پر بیٹھ کر رات کو بھیک مانگے تاکہ اُس کو کوئی نہ دیکھ سکے۔ اندیشہ۔ یعنی بھیک مانگنے کا خیال۔ سُو بسُو۔ اِسی فکر میں اِدھر اُدھر ٹہلتا پھرا۔ یک زماں۔ شرم، بھیک مانگنے سے روکتی تھی اور بھوک بھیک مانگنے پر آمادہ کرتی تھی۔ ثلث شب۔ اِسی شش و پنج میں ایک تہائی رات گذر گئی۔

2 رسیدنِ آں شخص۔ یہ مصر میں پہنچا وہ وہاں شب گردی کی وجہ سے گرفتار ہو گیا کوتوال نے گرفتار کر کے مارا لیکن اس کے بعد اُس کی مشکل حل ہو گئی گرفتار ہونا اُس کی مشکل کا حل ہونا بنا۔ انسان کسی چیز کو بُرا سمجھتا ہے اور اسی میں اُس کی بھلائی ہوتی ہے مصیبت جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے پھر ٹل جاتی ہے۔

3 ناگہانی۔ رات کو گھومتا دیکھ کر چور ہونے کے شبہ میں کوتوال نے اُس کو بے تحاشا پیٹا۔ اتفاقًا۔ گرفتاری کی وجہ یہ ہوئی کہ اُس زمانہ میں مصر میں چوریاں بہت ہو رہی تھیں۔ بُس۔ اس لیے کوتوال چوروں کی گرفتاری میں بہت کوشاں تھا۔

تا خلیفہ[1] گفتہ کہ بُبرید دست	ہر کہ شب گردد اگر خویشِ منست
حتیٰ کہ بادشاہ نے کہہ دیا تھا کہ ہاتھ کاٹ دے	جو رات کو گھومے، خواہ میرا رشتہ دار ہو
بر عسس کردہ ملک تہدید و بیم	کہ چرا باشید بر دُزداں رحیم
بادشاہ نے کوتوال کو ڈر اور دھمکی دی تھی	کہ تم چوروں پر رحم کھانے والے کیوں ہو؟
عِشوہ شاں را از چہ رُو باور کنید	یا چرا ز ایشاں قبولِ زر کنید
اُن کی مکاری کا کس وجہ سے یقین کر لیتے ہو	یا کیوں اُن سے رقم قبول کرتے ہو؟
رحم بَر دُزدان و ہر منحوس دست	بر ضعیفاں زحمت و بیرحمی ست
چوروں پر اور ہر منحوس ہاتھ پر رحم کرنا	کمزوروں پر رحمت اور بے رحمی ہے
ہیں[2] ز رنجِ خاص مکسل ز انتقام	رنجِ اُو بگزیں و بنگر رنجِ عام
خبردار! کسی خاص شخص کی تکلیف کی وجہ سے انتقام لینے سے درگزر نہ کر	اُس کی تکلیف کو پسند کر اور عوام کی تکلیف کو مدنظر رکھ
اِصبع ملدوغ بُر در دفعِ شر	دَر تعدّی و ہلاکِ تن نگر
شر کو رفع کرنے کے لیے ڈسی ہوئی انگلی کاٹ دے	متعدی ہونے اور جسم کی تباہی کو دیکھ
گشتہ دزد انبُہ دراں ایام بس	کاں فقیر اُفتاد در دستِ عسس
اُن دنوں میں چور بہت ہو گئے تھے	کہ وہ فقیر کوتوال کے ہاتھ پڑ گیا
اِتفاقاً اندراں ایام دُزد	گشتہ بُوذ انبوہ پختہ و خام دُزد
اتفاقاً ان دنوں میں چور	بہت ہو گئے تھے، پکے اور کچے چور
در[3] چنیں وقتش بدید و سخت زد	برسر و بر پُشت چوبِ بے عدد
اس کو ایسے وقت میں دیکھا اور بہت مارے	اَن گنت ڈنڈے، سر اور کمر پر
نعرہ و فریاد زاں درویش خاست	کہ مزن تا من بگویم حال راست
اس فقیر سے نعرہ اور فریاد نکلی	کہ نہ مار، تاکہ میں سچا حال بیان کروں
گفت اینک دادمت مُہلت بگُو	تا بشب چوں آمدی بیروں بگُو
اُس نے کہا، اب میں نے تجھے مہلت دے دی، کہہ	بتا تو رات میں باہر کیوں نکلا؟
تونہٖ زینجا، غریب و منکری	راستی گو تا بچہ مکر اندری
تو یہاں کا نہیں ہے، پردیسی اور اجنبی ہے	سچ بتا، تو کس تدبیر میں ہے؟
اہلِ دیواں بر عسس طعنہ زدند	کہ چرا دُزداں کنوں انبہ شُدند
دفتر والے کوتوال کو طعنہ دیتے ہیں	کہ اب چور کیوں زیادہ ہو گئے ہیں؟

[1] تاخلیفہ۔ حاکم نے یہ حکم دے دیا تھا کہ جو بھی رات کو گھومتا پایا جائے اُس کو گرفتار کر کے چوری کی سزا دے دی جائے خواہ میرا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ برعسس۔ چوریوں کی کثرت کی وجہ سے کوتوال پر عتاب ہو رہا تھا۔ عشوہ۔ کوتوال سے کہا گیا تھا یا تو تم لوگ چوروں کے چکموں میں آ جاتے ہو یا اُن سے رشوت لے لیتے ہو۔ رحم۔ حالانکہ چوروں پر رحم کرنا کمزوروں پر ظلم ہے۔

[2] ہیں زرنج۔ عوام کی راحت کی خاطر کسی ظالم پر رحم نہ کرنا چاہیے۔ اصبع۔ اگر انگلی میں کوئی زہریلا جانور کاٹ لے تو بقیہ جسم کو بچانے کے لیے اُس کا کاٹنا بہتر ہے۔ گشتہ۔ چونکہ شہر میں چوروں کی کثرت تھی اس لیے شب میں اُس کی گرفتاری عمل میں آئی۔

[3] درچنیں۔ ان حالات میں چونکہ اس شخص کو کوتوال نے گھومتا دیکھا تو گرفتار کر کے سخت سزا دی۔ کہ مزن۔ اُس نے کہنا شروع کیا کہ مجھے نہ مار میں صحیح حال بتاتا ہوں۔ گفت۔ کوتوال نے مارنا چھوڑ دیا اور کہا صحیح بات بتا دے۔ تو نہٖ۔ تو مصری نہیں ہے پردیسی ہے سچ بتا کہ تو کیوں گھوم رہا تھا۔ اہلِ دیواں۔ شاہی دفتر کے افسران پولیس کو طعنے دے رہے ہیں۔

انبہی[1] از تست و از امثالِ تست — وانما یارانِ زشتت را نخست
کثرت تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہے — پہلے اپنے برے ساتھیوں کو ظاہر کر

ورنہ کینِ جملہ را از تو کشم — تا شود آیمن ز شر ہر محتشم
ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا — تاکہ ہر معزز شر سے محفوظ ہو جائے

گفت اُو از بعد سوگندانِ پُر — کہ نیم من خانہ سوز و کیسہ بُر
اُس نے بھرپور قسموں کے بعد کہا — کہ میں گھر پھونکنے والا اور گرہ کٹ نہیں ہوں

مَن نہ مردِ دُزدی و بیدادیم — مَن غریبِ مصرم و بغدادیم
میں چوری اور ظلم والا آدمی نہیں ہوں — میں مصر کا پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں

در بیانِ[2] ایں حدیثِ شریف کہ اَلصِّدْقُ طَمَانِیْنَۃٌ وَّالْکِذْبُ رِیْبَۃٌ

اس حدیث شریف کا بیان کہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے

قِصہ آں خواب و گنجِ زر بگفت — پس ز صدقِ اُو دلِ آنکس شگفت
اُس نے اس خواب اور سونے کے خزانہ کا قصہ سنایا — اُس کے سچ سے اُس کا دل شگفتہ ہو گیا

بُوی صدقش آمد از سوگندِ اُو — سوزِ اُو پیداشد از اسپند اُو
اُس کو اُس کی قسم سے سچائی کی خوشبو آئی — اُس کی سوزش، اُس کے کالے دانہ سے ظاہر ہو گئی

دل بیارامد بگفتارِ صواب — آنچناں کہ تِشنہ آرامد بآب
صحیح بات سے دل آرام پا جاتا ہے — جس طرح پیاسا پانی سے آرام پاتا ہے

جُز دلِ[3] محجوب کو را علتیست — از نبی اَش تا غبی تمیز نیست
سوائے محجوب کے دل کے جس میں کوئی بیماری ہے — جس کو نبی اور غبی میں تمیز نہیں ہے

ورنہ آں پیغام کز موضع بُوَد — بر زند برمہ شگافیدہ شود
ورنہ وہ پیغام جو جگہ سے ہو — وہ چاند پر اثر کرتا ہے، وہ شق ہو جاتا ہے

مہ شگافد واں دلِ محجوب نے — زانکہ مردودست اُو محبوب نے
چاند شق ہو جاتا ہے اور وہ محجوب دل نہیں — کیونکہ وہ مردود ہے، محبوب نہیں ہے

چشمہ شُد چشمِ عسس ز اشکِ مُبِل — نے ز گفتِ خشک بل از بُوی دل
کوتوال کی آنکھ تر کرنے والے آنسوؤں سے چشمہ بن گئی — خشک گفتگو سے نہیں، بلکہ دل کی بُو سے

یک سخن از دوزخ آید سُوی لب — یک سخن از شہرِ جاں در کُوی لب
ایک بات دوزخ سے ہونٹ تک آتی ہے — ایک بات جان کے شہر سے ہونٹ کے کوچہ میں

---

[1] انبہی۔ چوروں کی کثرت تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہوئی ہے۔ وانما۔ اپنے بُرے ساتھیوں کا پتا بتا ورنہ سب کے بدلے کی سزا تجھ کو دوں گا۔ محتشم۔ باعزت۔ خانہ سوز۔ یعنی ڈاکو۔ کیسہ بُر۔ گرہ کٹ۔ من غریب۔ میں مصر میں پردیسی ہوں میرا دیس بغداد ہے۔

[2] در بیان۔ حدیث شریف ہے کہ سچائی سے دل کو اطمینان ہو جاتا ہے اور جھوٹی بات دل میں شک وشبہ پیدا کرتی ہے۔ آنکس۔ یعنی کوتوال۔ اسپند۔ کالے دانہ کو آگ پر ڈالتے ہیں تو وہ دُھواں دیتا ہے تو اُس کا دُھواں آگ کے وجود کی دلیل ہے اسی طرح اُس کی باتوں سے اُس کی اندرونی سوزش کا پتا چل گیا۔ دل۔ کوتوال اُس کی باتوں سے مطمئن ہو گیا اس لیے کہ سچی بات سننے والے کے دل کو مطمئن کر دیتی ہے۔

[3] جزدلِ محجوب۔ کافروں کے دل چونکہ پردے میں ہیں اس لیے سچی بات اُن کے دل پر اثر نہیں کرتی ہے۔ از نبی۔ اسی لیے کافر جھوٹے سچے میں تمیز نہیں کر سکتا۔ ورنہ۔ انبیا کے کلام کی تاثیر کا تو یہ حال ہے کہ چاند پر اثر ہوا تو شق القمر کا معجزہ رونما ہو گیا۔ چشمہ۔ اُس پردیسی کی باتوں سے کوتوال رو پڑا۔ یک سخن۔ انسان کا نفس بمنزلہ دوزخ کے ہے اس کی بات دوزخی ہے، جان کی بات جنتی ہے۔

بحرِ[1] جاں افزا و بحرِ پُر حَرج — درمیانِ ہر دو بحر ایں لَب مَرَج
جان کو بڑھانے والا سمندر اور تنگی سے بھرا ہوا سمندر — دونوں سمندروں کے درمیان، یہ ہونٹ ملاپ (کی جگہ) ہیں

بحرِ جاں افزا و بحرِ عمر کاہ — ہر دو آں برلب گذر دارند و راہ
جان کو بڑھانے والا اور عمر کو گھٹانے والا سمندر — دونوں ہونٹ پر گذر اور راہ رکھتے ہیں

چوں بیلپلو درمیانِ شہرہا — از نواحی آمد آنجا بہرہا
جیسے کہ شہروں کے درمیان میں منڈی — اِس جگہ اطراف سے حصے آتے ہیں

کالۂ معیوب و قُلبِ کیسہ بُر — کالۂ پرسُود و مستشرق چو دُر
عیب دار سامان اور گانٹھ کاٹنے والا کھوٹا — نفع بخش اور موتی کی طرح چمک دار سودا

زیں[2] بیلپلو ہرکہ بازرگاں ترست — بر سرہ و بر قلبہا دیدہ وَرست
اِس منڈی سے جو شخص اچھا سوداگر ہے — وہ کھرے اور کھوٹوں کو تاڑنے والا ہے

شُد بیلپلو مرد را دارُالرَّباح — واں دگر را از عَمیٰ دارالجُناح
منڈی کسی کے لیے نفع کا گھر ہے — اور اُس دوسرے کے لیے اندھے پن کی وجہ سے گناہ کا گھر ہے

ہریکے ز اجزائے عالم یک بیک — بر غبی بندست و بر اُستاد، فک
عالم کے تمام اجزا ایک ایک — غبی کی قید ہیں اور استاد پر قید سے رہائی

بر یکے قند ست و بر دیگر چو زہر — بر یکے لُطف ست و بر دیگر چو قہر
ایک پر شکر ہے اور دوسرے پر زہر جیسا — ایک پر رحم ہے اور دوسرے پر قہر جیسا

بر یکے[3] دیو ست و بر دیگر چو حُور — بر یکے نارست و بر دیگر چو نُور
ایک پر شیطان ہے اور دوسرے پر حُور جیسا — ایک پر آگ ہے اور دوسرے پر نور جیسا

بر یکے گنج ست و بر دیگر چو مار — بر یکے وَردست و بر دیگر چو خار
ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر سانپ جیسا — ایک پر پھول ہے اور دوسرے پر کانٹے کی طرح

بر یکے شیریں و بر دیگر تُرش — بر یکے مبہوت و بر دیگر چو ہُش
ایک پر میٹھا ہے اور دوسرے پر کھٹا — ایک پر مدہوش ہے اور دوسرے پر ہوش جیسا

بر یکے پنہاں و بر دیگر عیاں — بر یکے سُودست و بر دیگر زیاں
ایک پر پوشیدہ ہے اور دوسرے پر ظاہر — ایک پر نفع ہے دوسرے پر نقصان

بر یکے بندست و بر دیگر گشاد — بر یکے قیدست و بر دیگر مُراد
ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی — ایک پر بیڑی ہے اور دوسرے پر مقصود

---

1. بحرِ جاں۔ نفس اور روح دونوں کی باتیں ہونٹ سے ٹکراتی ہیں۔ مرج۔ یعنی ملنے کی جگہ۔ بحرِ عمر کاہ۔ نفس کی باتیں تو زندگی کی تباہی کا سبب ہیں۔ بیلپلو۔ بوزن سخن کو منڈی۔ بہرہا۔ یعنی مالوں کے حصے۔ کالہ۔ سامان۔ کیسہ بُر۔ کھوٹا مال جیب تراش کی طرح جیب صاف کردیتا ہے۔

2. زیں۔ منڈی میں ہر طرح کا سودا ہے اچھا تاجر کھرے کھوٹے میں امتیاز کرلیتا ہے اِسی طرح ہونٹ پر آئے ہوئے سچ اور جھوٹ میں ماہر امتیاز کرلیتا ہے۔ شُد۔ منڈی کسی کے نفعوں کا گھر ہے کسی کے لیے گناہوں یعنی ٹوٹے کا گھر ہے۔ ہر یکے۔ منڈی ہی کیا دنیا کے جُز جُز کا یہی حال ہے کسی کے لیے مفید اور کسی کے لیے مضر ہے۔ فک۔ قید سے چھڑانا۔

3. بر یکے۔ کسی کے لیے عالم کافر شیطان ثابت ہوتا ہے کسی کے لیے حور ثابت ہوتا ہے۔ مار۔ مشہور ہے کہ خزانہ پر سانپ ہوتا ہے، مولانا نے بہت سے اشعار میں یہی بتایا ہے کہ عالم کے ہر جز کے مختلف شخصیتوں کے اعتبار سے مختلف اثرات ہیں۔

بر یکے نوش ست و بر دیگر چو نیش
بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش

ایک پر شہد ہے اور دوسرے پر ڈنک جیسا
ایک پر بیگانہ ہے دوسرے پر اپنے کی طرح

بر یکے نقص. ست و بر دیگر کمال
بر یکے ہجر ست و بر دیگر وصال

ایک پر عیب ہے اور دوسرے پر کمال
ایک پر ہجر ہے اور دوسرے پر وصال

ہر[1] جمادے با نبی افسانہ گو
کعبہ با حاجی گواہ و نُطق جُو

ہر بے جان نبی سے بات کرنے والا ہے
کعبہ حج کرنے والے کے لیے گواہ اور بات کرنے والا ہے

بَر مُصلّی مسجد آمد ہم گواہ
کو ہمی آمد بمن از دُور راہ

مسجد، نمازی کی بھی گواہ ہے
کہ وہ میرے پاس لمبے راستہ سے آیا تھا

بر خلیل آتش بُود ریحان و ورد
لیک بَر نمرود آں مرگست و دَرد

آگ خلیل (اللہ) پر خوشبودار بوٹا اور گلاب کا پھول ہے
لیکن نمرود پر وہ موت اور درد ہے

بارہا گفتیم ایں را اے حسن
می نگردم از بیانش سیر من

اے بھلے! میں نے یہ بارہا کہا ہے
اُس کے بیان سے میں سیر نہیں ہوتا ہوں

بارہا خوردی[2] تو ناں دفع ذبول
ایں ہماں نان ست چوں بنُوی ملول

تو نے کمزوری کو رفع کرنے کے لیے بارہا روٹی کھائی ہے
یہ وہی روٹی ہے، تو ملول کیوں نہیں ہوتا؟

دَر تُو جوعے میرسد نو ز اعتدال
کہ ہمی سوزد ازو تخمہ و ملال

تیرے اندر صحت کی وجہ سے ایک تازہ بھوک پہنچ جاتی ہے
کہ اُس کی وجہ سے بدہضمی اور ملال سوخت ہو جاتا ہے

ہرکرا دردِ مجاعت نقد شُد
نوشدن با جُزو جُزوش عقد شُد

جس کے لیے بھوک کا درد حاصل ہو گیا
نیا ہونا اُس کے جز جز سے وابستہ ہو گیا

لذت[3] از جوعست نے از نقلِ نَو
با مجاعت از شکر بہ نانِ جَو

لذت بھوک کی وجہ سے ہے، نہ کہ غذا سے
بھوک کے ہوتے ہوئے جو کی روٹی شکر سے بہتر ہے

پس ز بے جو عیست و ز تخمہ تمام
آں ملالت نے ز تکرارِ کلام

پس بھوک نہ ہونے اور پوری بدہضمی کی وجہ سے
وہ تنگ دلی ہے، نہ کہ کلام مکرر ہونے سے

چوں ز دُکان و امکیس و قیل و قال
در فریب مردمت ناید ملال

کیوں دکان اور بھاؤ کی کھینچ تان اور بحث ہے
جو لوگوں کو فریب دینے میں ہے، تنگ دلی نہیں ہوتی؟

بر یکے روزست و بر دیگر چو شب
بر یکے عیش ست و بر دیگر تعب

ایک پر دن ہے اور دوسرے پر رات کی طرح
ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تھکن

---

[1] ہرجمادے۔ آنحضورؐ کو پتھر سلام کرتے تھے۔ کعبہ۔ یہ بھی پتھر ہیں مومنوں کے لیے گواہی دیں گے۔ بارہا۔ یہ مضمون کہ ایک چیز کے مختلف اثرات ہیں، میں کئی بار بیان کر چکا ہوں لیکن میری سیری نہیں ہوتی ہے اسی لیے اس مضمون میں تکرار ہے۔

[2] خوردی۔ تم روٹی بار بار کھاتے ہو اُس سے تم میں کوئی ملال پیدا نہیں ہوتا۔ در تو جوعے۔ تمہاری خواہش تمہیں روٹی سے ملال نہیں ہونے دیتی۔ ہر کرا۔ غرضیکہ ملال کا سبب کسی چیز کی تکرار نہیں ہے بلکہ اُس چیز کی خواہش نہ ہونا ہے۔

[3] لذت۔ کھانے کی لذت کا مدار خواہش پر ہے بھوک ہو تو جو کی روٹی پلاؤ قورمہ ہے، ورنہ پلاؤ قورمہ سے بھی ملال پیدا ہوگا۔ مکیس۔ یعنی بھاؤ میں کھینچ تان۔ بر یکے۔ پھر مولانا نے وہی مضمون شروع فرمایا کہ ایک چیز کے مختلف اثرات ہیں۔

بر یکے محبوب و بر دیگر عدو — بر یکے راح[1] ست و بر دیگر کدو

ایک پر دوست ہے اور دوسرے پر دشمن — ایک پر شراب ہے دوسرے پر کدو

بر یکے آبست و بر دیگر چو خُوں — بر یکے اعجاز و بر دیگر فسُوں

ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون کی طرح — ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر جادو

بر یکے حلوا و بر دیگر چو سم — بر یکے سنگ ست و بر دیگر صنم

ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر زہر کی طرح — ایک پر پتھر ہے اور دوسرے پر بُت

بر یکے جسم ست و بر دیگر چو رُوح — بر یکے حبس ست و بر دیگر فتوح

ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر روح جیسے — ایک پر قید ہے دوسرے پر فتوحات

بر یکے تیرست و بر دیگر کماں — بر یکے نان ست و بر دیگر سِناں

ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان — ایک پر روٹی ہے اور دوسرے پر بھالا

چوں ز غیبت و اکلِ لحمِ مردماں — شصت سالت سیری نامد ازاں

کیوں غیبت اور لوگوں کا گوشت کھانے سے — ساٹھ سال میں تجھے اُس سے سیری حاصل نہ ہوئی؟

شعرہا در عشقِ قحبہ گفتہ تُو — بے ملالت ہمچو گل بشگفتہ تُو

تو نے رنڈی کے عشق میں بہت سے شعر کہے — بغیر ملال کے تو پھول کی طرح کھلا رہا

مدحہا در صید شلّہ گفتہ تُو — بے ملولی بارہا بشگفتہ تُو

تو نے شرمگاہ کا شکار کرنے میں بہت تعریفیں کیں — بغیر ملال کے تو بارہا شگفتہ رہا

بارِ[2] آخر گوئیش سوزان و چُست — گرم تر صد بار از بارِ نخست

تو پھر اس کو دوسری بار گرم اور چست ہو کر کہتا ہے — پہلی بار سے، سو گنا گرم ہو کر

درد، داروئے کہن را نو کند — درد ہر شاخِ ملولے خُو کُند

درد، پُرانی دوا کو نیا بنا دیتا ہے — درد ملال کی ہر شاخ کو کاٹ دیتا ہے

کیمیائے نو کنندہ دردہاست — کو ملولی آں طرف کہ درد خاست

درد، نئی کیمیا بنانے والے ہیں — وہاں تنگدلی کہاں ہے جہاں درد اُٹھا؟

ہیں[3] مزن تو از ملولی آہِ سرد — درد جُو و درد جُو و درد درد

تو تنگدلی سے ٹھنڈی آہ نہ بھر — درد کی تلاش کر اور درد کی تلاش کر اور درد، درد

خادعِ درد اند درمانہائے ژاژ — رہزنند و زر ستاناں رسم باژ

بیہودہ معالجے درد کو دھوکا دینے والے ہیں — ڈاکو ہیں اور خراج کے طریقہ پر روپیہ وصول کرنیوالے ہیں

---

[1] راحؔ۔شراب۔کدو۔جس میں شراب بھر کر رکھتے ہیں۔سنگ۔پتھر معمولی چیز ہے۔صنم۔بت کی عبادت کرتے ہیں۔چوں زغیبت۔انسان غیبت کرتا ہے جو دوسروں کا گوشت کھاتا ہے اس سے انسان ملول نہیں ہوتا چونکہ اس کی رغبت ہے۔قحبہ۔زانیہ۔شلّہ۔عورت کی شرمگاہ۔

[2] بارِ آخر۔اس طرح کے اشعار تو مکرر کہتا ہے اور تکرار میں تیرا جوش اور شوق بڑھتا رہتا ہے۔درد۔جب درد اٹھتا ہے تو وہی دوا پیتا ہے جو پہلے بارہا پی چکا ہے۔خو۔قطع۔

[3] ہیں مزن۔جس طرح ظاہری درد پرانی دوا کو نیا بنا دیتا ہے اور انسان تکرار سے ملول نہیں ہوتا، اسی طرح تو نصیحت کی باتوں سے ملول ہو کر ٹھنڈی آہیں نہ بھر بلکہ اپنے دل میں آخرت کا درد پیدا کر۔خادع۔چونکہ آخرت کا درد بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے تو مولانا بناوٹی بزرگوں سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں کہ اُن کی صحبت درد پیدا کرنے کا دھوکا ہے۔

آبِ[1] شورے نیست درمانِ عطش — وقتِ خوردن گر نماید سرد و خوش

کھاری پانی پیاس کا علاج نہیں ہے — اگرچہ پینے کے وقت ٹھنڈا اور اچھا لگے

لیک خادع گشت و مانع شُد ز جُست — زاب شیرینی کزو صد سبزہ رُست

لیکن وہ ڈھونڈنے سے دھوکا دینے والا اور مانع بن گیا — میٹھے پانی کے، جس سے سیکڑوں سبزے اُگتے ہیں

ہم چنیں ہر زرِ قلبے مانع ست — از شناسِ نقدِ زر ہرجا کہ ہست

اس طرح ہر کھوٹا سونا مانع ہے — کھرے کی پہچان سے، وہ جہاں کہیں بھی ہو

بال و پرّت را بہ تزویرے بُرید — کہ مُرادِ تو منم گیر اے مُرید

اُس نے مکاری سے تیرے بال و پر کاٹ دیے — کہ اے مُریدا! میں تیری مراد ہوں، لے لے

گفت[2] دردت چینم و خود درد بُود — باطناً خار و بظاہر وَرد بُود

اس نے کہا، میں تیرا درد چُن لوں گا اور وہ خود درد تھا — باطن میں کانٹا اور بظاہر پھول تھا

روز درمانِ دروغیں می گریز — تاشود دردت مُطیّب مُشک بیز

جا، جھوٹے علاج سے بھاگ — تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک کی خوشبو دینے والا بن جائے

گفتنِ عسس خوابِ خود را با غریب مسکین و نشانِ گنج دادن ہم در خانہ اُو

کوتوال کا مسکین پردیسی سے اپنا خواب بیان کرنا اور اُسی کے گھر میں خزانہ کا پتا دینا

گفت نے دُزدی تو و نے فاسقی — مردِ نیکی لیک گول و احمقی

اُس نے کہا نہ تو چور ہے نہ بدکار — تو نیک انسان ہے لیکن بیوقوف اور احمق ہے

برخیالِ[3] خواب چندیں رہ کنی — نیست عقلت را تسوئے روشنی

خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ طے کرتا ہے — تیری عقل میں ایک دمڑی روشنی نہیں ہے

برخیالے ایں چنیں راہِ دراز — پیش گیری از سرِ جہل و ز آز

ایک خیال پر، ایسا لمبا راستہ — تو نادانی اور لالچ کی وجہ سے اختیار کرتا ہے

بارہا من خواب دیدم مُستمر — کہ بہ بغداد ست گنجے مُستتر

میں نے مسلسل کئی بار خواب دیکھا ہے — کہ چھپا ہوا خزانہ بغداد میں ہے

در فلاں کوی و فلاں خانہ دفیں — بُود آں خود نامِ خانہ و کوی ایں

فلاں کوچہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے — وہ خود اُس کے گھر کا اور کوچہ کا نام تھا

ہست در خانہ فلانے رو بجُو — نامِ خانہ و نامِ اُو گفت آں عدو

وہ فلانے گھر میں ہے، جا تلاش کر — اُس دشمن نے گھر کا اور اُس کا نام بتا دیا

---

1. آبِ شورے۔ جس طرح کھاری پانی سے پیاس نہیں بجھتی ہے۔ اسی طرح غلط صحبتوں سے مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ہم چنیں۔ جس طرح ان دھوکے باز پیروں میں پھنس کر انسان صحیح پیر سے محروم ہو جاتا ہے اسی طرح کھوٹے سکے کھروں سے رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ بال و پرت۔ وہ صحیح بزرگوں تک تیری پرواز کو ختم کر دیتے ہیں۔
2. گفت۔ وہ جھوٹا پیر کہتا ہے کہ میں تیرے درد کا علاج ہوں حالانکہ وہ علاج کیا ہوتا خود درد ہے۔ تا خود۔ تیری اِس طلب کے بہتر اثرات رونما ہوں۔
3. برخیال۔ اُس کوتوال نے اُس پردیسی سے کہا کہ بات تو تیری سچی ہے لیکن تو احمق اور بیوقوف ہے کہ ایک خواب و خیال پر بغداد سے مصر پہنچا۔ بارہا۔ میں نے متعدد بار خواب میں دیکھا کہ وہ خزانہ بغداد میں ہے۔ درفلاں۔ اور اُس کوتوال نے اُس خزانہ کا پورا پتا بتا دیا۔ بود۔ جہاں کا اُس نے پتا بتایا وہ خود اُس پردیسی کے کوچہ اور گھر کا پتا تھا۔ آں عدو۔ کوتوال۔

دیدہ ام[1] خود بارہا ایں خواب مَن | کہ بہ بغداد ست گنجے در وطن
میں نے خود بارہا یہ خواب دیکھا ہے | کہ وطن میں، بغداد میں ایک خزانہ ہے

ہیچ مَن از جا نرفتم زیں خیال | تو بیک خوابے بیائی بے ملال
میں اِس خیال سے کبھی جگہ سے نہ ہلا | تو بغیر ملال کے ایک خواب کی وجہ سے چلا آیا

خوابِ احمق لائقِ عقلِ ویست | ہمچو اُو بے قیمت ست و لاشئی ست
بیوقوف کا خواب اُس کی عقل کے مناسب ہے | اُسی کی طرح بے قیمت اور ہیچ ہے

خوابِ زن کمتر ز خوابِ مرد داں | از پئے نقصانِ عقل و ضُعفِ جاں
عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم سمجھ | عقل کی کمی اور جان کی کمزوری کی وجہ سے

خوابِ[2] ناقص عقل و گول آید کساد | پس ز بے عقلی چہ باشد خواب باد
ناقص عقل والے اور احمق کا خواب کھوٹا ہوتا ہے | تو بے عقلی سے کیسا خواب ہو گا؟ ہوا

گفت با خود گنج در خانۂ من ست | پس مرا آنجا چہ فقر و شیون ست
اُس نے اپنے آپ سے کہا خزانہ میرے گھر میں ہے | پھر مجھے اُس جگہ کیا افلاس و شکوہ ہے؟

برسرِ گنج از گدائی مُردہ ام | زانکہ اندر غفلت و در پردہ ام
میں خزانہ کے اوپر بیٹھا ہوا، بھکاری پن سے مُردہ ہوں | کیونکہ میں غفلت میں اور پردے میں ہوں

زیں بشارت مست شد دردش نماند | صد ہزار الحمد زیرِ لب بخواند
وہ اس خوشخبری سے مست ہو گیا اس کا درد نہ رہا | لاکھوں الحمد آہستہ آہستہ پڑھیں

گفت[3] بُد موقوفِ ایں لُت لُوتِ من | آبِ حیواں بُود در حانوتِ من
اُس نے کہا میرا لذیذ کھانا اُس لذت پر موقوف تھا | آبِ حیات میری دُکان میں تھا

رو کہ بر لُوتِ شگرفے بر زدم | کوریِ آں وہم کہ مفلس بُدم
چل، کہ میں نے عجیب مزیدار کھانے پر ہاتھ مارا ہے | اِس وہم کے اندھے پن پر کہ میں مفلس تھا

خواہ احمق دان و خواہی عاقلم | یافتم ہرچہ کہ میخواہد دلم
تو مجھے خواہ احمق سمجھ اور خواہ عقلمند | جو کچھ میرا دل چاہتا تھا میں نے پا لیا

خواہ احمق داں مرا خواہی فرو | آنِ من شُد ہرچہ میخواہی بگو
تو مجھے خواہ احمق سمجھ، خواہ کمتر | وہ میری ملکیت ہو گیا تو جو چاہے کہہ

مَن مُرادِ خویش دیدم بے گماں | ہرچہ خواہی گو مرا اے بد دہاں
یقیناً میں نے اپنی مُراد دیکھ لی | اے بدزبان! تیرا جو جی چاہے مجھے کہہ لے

[1] دیدہ ام۔ میں نے یہ خواب بارہا دیکھا ہے لیکن میں اپنی جگہ سے نہ ہلا اور بغداد کی راہ نہ لی۔ تو بیک۔ تیری یہ حماقت ہے کہ ایک خواب پر دوڑ پڑا۔ خواب۔ جیسا تو بے عقل ہے، تیری خواب بھی ایسی ہی ہے۔ خوابِ زن۔ اس لئے عورت کی خواب اتنی صحیح نہیں ہوتی جیسی کہ مرد کی ہوتی ہے چونکہ عورت کی عقل ناقص ہے۔

[2] خوابِ ناقص عقل۔ جب ناقص عقل کی خواب بھی قابلِ بھروسہ نہیں تو بے عقل کی خواب تو محض ہوائی ہوگی۔ گفت۔ پردیسی نے کوتوال کی خواب سُن کر اپنے آپ سے کہا کہ جب خزانہ خود میرے گھر میں ہے تو میں یہاں فقر اور شکوے کی حالت میں کیوں گھوم رہا ہوں۔ زانکہ۔ یہ سب کچھ میری غفلت کا نتیجہ ہے۔ دردش۔ سفر کی تکلیف یا کوتوال کی مار کا درد۔

[3] گفت بُد۔ اس نے دل میں سوچا کہ خزانہ کا ملنا کوتوال کی مار پر موقوف تھا۔ آبِ حیواں۔ یعنی خزانہ۔ خواہ احمق۔ اُس نے دل ہی دل میں کوتوال کو کہا۔ فرو۔ کمتر۔ اے بد دہاں۔ یعنی کوتوال جس نے اس کو احمق اور بیوقوف کہا تھا۔

تو مرا پُر درد[1] گو اے محتشم ‌ ‌ پیشِ تو پُر درد و پیشِ خود خوشم

اے معزز! تو مجھے مریض کہہ ‌ ‌ میں تیرے نزدیک مریض اور اپنے نزدیک بھلا ہوں

وایِ گر برعکس بُودے ایں مطار ‌ ‌ پیشِ تو گلزار و پیشِ خویش خار

افسوس ہوتا، اگر یہ مقامِ پرواز برعکس ہوتا ‌ ‌ تیرے نزدیک گلزار اور اپنے نزدیک کانٹا ہوتا

بافقیرے گفت روزے یک خسے ‌ ‌ کہ تُرا ایں جا نمیداند کسے

ایک کمینہ نے ایک روز ایک فقیر سے کہا ‌ ‌ کہ تجھے یہاں کوئی نہیں جانتا

گفت او گر میندادند عامیم ‌ ‌ خویش را من نیک میدانم کیم

اُس نے کہا، اگر عام آدمی مجھے نہیں جانتا ‌ ‌ میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں کہ میں کون ہوں؟

وایِ[2] گر برعکس بُودے درد و رِیش ‌ ‌ اُو بُدے بینایِ مَن، مَن کورِ خویش

افسوس ہوتا، اگر درد اور زخم اُلٹا ہوتا ‌ ‌ وہ مجھے دیکھنے والا ہوتا، میں اپنے بارے میں اندھا ہوتا

احمقم گیر احمقم من نیک بخت ‌ ‌ بخت بہتر از لجاج و رُویِ سخت

تو مجھے احمق فرض کر، میں نیک بخت احمق ہوں ‌ ‌ چمٹا لو پن اور ترشروئی سے، نصیب بہتر ہے

ایں سخن بر وفقِ ظنت می جہد ‌ ‌ ورنہ بختم دادِ عقلم می دہد

یہ بات تیرے گمان کے مطابق نکل رہی ہے ‌ ‌ ورنہ میرا نصیبا میری عقل کی داد دے رہا ہے

بازگشتنِ آں مردِ شادماں و مُراد یافتہ و شکر گویاں و سجدہ کُناں و

اُس شخص کا خوش خوش اور مُراد حاصل کر کے اور شکر ادا کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے

حیراں در غرائبِ اشارتِ حق سُبحانہ و تعالیٰ و ظہورِ تاویلاتِ

اور اللہ تعالیٰ کے اشاروں کے عجائب میں حیران واپس لوٹنا اور ان کی تاویلات کا ایسے

آں بر وجہیکہ ہیچ عقلے و فہمے آں جا نرسد

طریقہ پر ظاہر ہونا کہ کوئی عقل اور سمجھ وہاں نہیں پہنچتی ہے

بازگشت[3] از مصر تا بغداد اُو ‌ ‌ ساجد و راکع ثناگو شکر گو

وہ مصر سے بغداد واپس لوٹا ‌ ‌ سجدہ اور رکوع کرتے ہوئے تعریف کرتے ہوئے شکر ادا کرتے ہوئے

جُملہ رہ حیران و مست اُو زیں عجب ‌ ‌ ز انعکاسِ روزی و راہِ طلب

وہ تمام راستہ حیران اور مست اس عجیب بات سے ‌ ‌ طلب کے راستہ اور روزی کے برعکس ہونے سے

کز کجا امیدوارم کردہ بُود ‌ ‌ وز کُجا افشاند برمن سیم و سُود

کہ مجھے کہاں کا امیدوار کیا تھا؟ ‌ ‌ اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار کیا؟

---

[1] پُر درد۔ یعنی حماقت کا مریض۔ وائی۔ ہاں اگر تیرے سامنے اچھا ہوتا اور خود مریض ہوتا تو افسوس کی بات تھی۔ بافقیرے۔ اس کی یہ مثال ہے کہ کسی نے ایک درویش کو یہ کہا کہ یہاں تجھے کوئی نہیں جانتا۔ گفت۔ اُس درویش نے جواب دیا کہ اگر مجھے عوام الناس نہ جانیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، میں اپنے آپ کو جانتا ہوں کہ اللہ نے مجھے کیا کمالات دیے ہیں۔

[2] وائی۔ ہاں اگر معاملہ بالعکس ہوتا کہ لوگ مجھے سب کچھ جانتے اور میں کچھ نہ ہوتا تو افسوس کی بات تھی۔ لجاج۔ مفلسی میں جھگڑا اور تُرشروئی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ۔ اپنی بیوقوفی کو تیرے قول کے مطابق تسلیم کر رہا ہوں ورنہ نصیبہ بتا رہا ہے کہ میں عقلمند ہوں۔

[3] بازگشت۔ کوتوال سے خواب سُننے کے بعد وہ بغداد کی جانب واپس ہوا شکر ادا کر رہا تھا شکرانہ کی نفلیں پڑھ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کر رہا تھا۔ جُملہ رہ۔ وہ واپسی میں راستہ بھر حیران رہا کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں کا امیدوار بنایا اور کہاں مقصد پورا فرمایا۔ کجا۔ یعنی مصر۔ کجا۔ یعنی بغداد۔

اینؔ[1] چہ حکمت بُود کاں قبلہ مُراد — کردم از خانہ بروں گمراہ و شاد
یہ کیا حکمت تھی کہ اُس قبلۂ حاجت نے — مجھے گمراہ اور خوش کر کے گھر سے نکالا؟

تا شتاباں در ضلالت می شُدم — ہر دَم از مطلب جُدا تر می بُدم
حتیٰ کہ میں گمرہی میں تیز دوڑا — ہر لحظہ مقصد سے زیادہ دُور ہوتا جاتا تھا

باز آں عینِ ضلالت را بجُود — حق وسیلت کرد اندر رُشد و سُود
پھر بعینہٖ اُس گمرہی کو بخشش سے — اللہ (تعالیٰ) نے ہدایت اور نفع کا وسیلہ بنایا

گمرہی را منہجِ ایماں کُند — کژروی را مقصدِ احساں کُند
وہ گمراہی کو ایمان کا راستہ بنا دیتا ہے — وہ کج روی کو اخلاص کا مقصد بنا دیتا ہے

تا نباشد ہیچ محسن بے وجا — تا نگردد ہیچ خائن بے رَجا
تاکہ کوئی نکوکار بے خوف نہ ہو — تاکہ کوئی خیانت کرنے والا نااُمید نہ ہو

اندرونِ[2] زہر تریاق آں خفی — کرد تا گویند ذُواللُّطفِ الخفی
اُس نے زہر کے اندر تریاق کو مخفی — کر دیا، تاکہ اُس کو چھپی مہربانی والا کہیں

نیست مخفی در نماز آں مکرمت — دَر گُنہ خِلعت نہد آں مغفرت
نماز میں وہ کرم مخفی نہیں ہے — وہ گناہ میں مغفرت کی خلعت رکھ دیتا ہے

منکراں را قصدِ اذلالِ ثقات — ذُل شُدہ عزّ و ظہورِ معجزات
منکروں کا مقصد، ثقہ لوگوں کو ذلیل کرنا تھا — ذلت، عزت اور معجزوں کا ظہور بن گئی

قصدِ[3] شاں ز انکار ذُلِ دیں بُدہ — عینِ ذُل عِزِّ رَسُولاں آمدہ
اُن کے انکار کا مقصد، دین کی ذلت تھا — ذلت بعینہٖ، رسولوں کی عزت بن گئی

گر نہ اِنکار آمدے از ہر بدے — معجزہ بُرہاں چرا نازل شُدے
اگر ہر بُرے کی جانب سے اِنکار نہ ہوتا — معجزہ اور دلیل کیوں نازل ہوتی؟

تا نگردد خصمِ تو مصداق خواہ — کے کُند قاضی تقاضائے گواہ
جب تک تیرا مخالف ذریعۂ تصدیق کا خواہشمند نہ ہو — قاضی گواہ کا تقاضا کب کرتا ہے؟

معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی — بہرِ صدقِ مُدّعی در بیشکی
معجزہ، عادل گواہ کی طرح ہے — شک رفع کرنے میں، مدعی کی سچائی کے لیے

---

[1] ایں۔اس میں کیا حکمت تھی کہ مجھے وطن سے بے وطن اور خزانہ کے خلاف رہنمائی کردی جس پر میں خوشی سے دوڑ رہا تھا اور میرا جو قدم مصر کی جانب اٹھتا تھا میں خزانہ سے دور ہو رہا تھا۔باز۔پھر اسی میری گمراہی کو کامیابی کا ذریعہ بنادیا مصر میں کوتوال کے ہاتھوں پٹا اور وہی کوتوال مقصد کا وسیلہ بن گیا۔گمرہی۔چونکہ خزانہ گمان کے خلاف حاصل ہوا اب اللہ تعالیٰ کے بعض اسی طرح کے تصرفات کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ انسان کا خدا پر بھروسہ بڑھے اور وہ اسباب کو مستقل نہ سمجھے اللہ تعالیٰ بسا اوقات انسان کی گمراہی کو ایمان کا سبب بنا دیتا ہے اور احسان وعبادت کے نتیجہ میں انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔تا نباشد۔اس میں یہ حکمت ہے کہ کوئی عبادت گذار خوفِ خدا سے خالی نہ ہو اور کوئی بد رحمت سے مایوس نہ ہو۔

[2] اندروں۔بُرائی میں بھلائی کو اس لیے مخفی کیا ہے تاکہ اُس کے اسم ذوالُّلطف مخفی کا مظہر سامنے آتا رہے۔نیست۔عبادت گذار کو بخشنا، اللہ کا مخفی لطف نہیں ہے۔درگنہ۔گناہ گار کو مغفرت سے نوازنا لطفِ خفی ہے۔منکراں۔عجائب قدرت میں سے یہ بھی ہے کہ منکروں کا انکار سے مقصد انبیا کو ذلیل کرنا ہوتا ہے لیکن اُس سے اُن کی عزت اور بڑھ جاتی ہے اور ان کے انکار کے سبب سے معجزے ظاہر ہوتے ہیں جس سے انبیا کی عزت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

[3] قصدِ شاں۔اُن منکروں کا قصد تو یہ تھا کہ ان کے انکار سے دین کی ذلت ہو جائے گی لیکن وہی چیز اُن کی عزت کا سبب بن گئی۔گر نہ انکار۔اگر منکروں کا انکار نہ ہوتا تو معجزوں کی ضرورت نہ ہوتی نہ ان کا ظہور ہوتا۔تا نگردد۔معجزے تو رسول کی صداقت کے گواہ ہیں اگر فریق مخالف دعوے کو تسلیم کرلے تو قاضی پھر گواہ طلب نہیں کرتا ہے۔زکی۔یعنی وہ گواہ جس میں عدالت ہو۔

طعنہ[1] چوں می آمد از ہر ناشناخت
ہر نہ پہچاننے والے کی جانب سے جب طعنہ آتا ہے
معجزہ میداد حق و می نواخت
حق (تعالیٰ) معجزہ دیتا تھا اور نوازتا تھا

مکرِ آں فرعون سیصد تو بُدہ
اُس فرعون کا مکر تین سو تہوں کا تھا
جملہ ذُلّ اُو و قمعِ اُو شُدہ
وہ سب اُس کی ذِلّت اور (قلع) قمع بنا

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد
وہ اچھے اور بُرے ساحر حاضر لایا
تاکہ جرح معجزہَ موسیٰ کند
تاکہ (حضرت) موسیٰ کے معجزہ پر جرح کرے

تا عصارا باطل و رُسوا کند
تاکہ عصا کو باطل اور رسوا کرے
اعتبارش را ز دلہا برکَند
اُس کے اعتبار کو دلوں سے دُور کرے

عینِ آں مکر آیتِ موسیٰ شُدہ
وہ مکر بعینہٖ (حضرت) موسیٰ کا معجزہ بنا
اعتبارِ آں عصا بالا شُدہ
اُس عصا کا اعتبار (وہ) بالا ہو گیا

لشکر[2] آرد اُو پگہ تا حولِ نیل
وہ صبح کو نیل کے گرد لشکر لاتا ہے
تازند بر موسیٰ و قومش سبیل
تاکہ (حضرت) موسیٰ اور ان کی قوم کی رہزنی کرے

ایمنیِ اُمّتِ موسیٰ شود
وہ (حضرت) موسیٰ کی قوم کا امن بن جاتا ہے
اُو بتحت الارض و ہاموں در رود
وہ زمین اور جنگل کے نیچے چلا جاتا ہے

گر بمصر اندر بُدے اُو نامدے
اگر وہ مصر کے اندر ہوتا، نہ آتا
وہم از سبطی کجا زائل شُدے
سبطی سے وہم کہاں مٹتا؟

آمد و در سبط افگند اُو گداز
وہ آیا اور اس نے سبطیوں میں خوف ڈالا
کہ بداں کہ امن در خوف ست راز
تاکہ جان لے کہ امن خوف میں مخفی ہے

ایں[3] بُوَد لُطفِ خفی کُو را صمد
لطفِ خفی یہ ہے، کہ اُس کو اللہ (تعالیٰ)
نار بنماید خود آں نُورے بُوَد
آگ دکھا دے، وہ خود نور ہو

نیست مخفی مُزد دادن دَر تُقا
پرہیزگاری میں اجر دینا مخفی نہیں ہے
ساحراں را اجر بیں بعد از خطا
غلطی کے بعد جادوگروں کے اجر کو دیکھ

نیست مخفی وصل اندر پرورش
پرورش میں وصل مخفی نہیں ہے
ساحراں را وصل داد اُو در بُرِش
اُس نے قطع و بُرید میں ساحروں کو وصل عطا فرمایا

---

[1] طعنہ۔ اُن منکروں کے طعنوں کی بدولت معجزوں کا ظہور ہوا۔ مکر۔ اسی طرح فرعون کا مکر بھی اُلٹا ہو گیا۔ ساحراں۔ اُس نے جادوگروں کو اس لیے جمع کیا تھا تاکہ وہ موسیٰ کے معجزے پر جو بمنزلہ گواہ کے تھا جرح کر کے اُس کی صداقت کو باطل کر دیں اور وہ معتبر گواہ نہ رہے۔ عین آں۔ لیکن یہی مکر اُلٹا ہو گیا حضرت موسیٰ کا گواہ اور زیادہ معتبر ثابت ہوا اور عصا کی عدالت وصداقت دوبالا ہو گئی۔

[2] لشکر آرد۔ حضرت موسیٰ اور اُن کے ساتھی سبطیوں کے تعاقب میں فرعون مصر سے نکلا تاکہ اُن کی رہزنی کرے۔ ایمنی۔ لیکن یہ حرکت نتیجہ میں سبطیوں کے لیے باعثِ اطمینان ہو گئی اور وہ دریا میں غرق ہو کر زمین کے نیچے پہنچ گیا۔ گر بمصر۔ اگر وہ مصر میں رہتا تو سبطیوں کو پورا اطمینان نہ ہوتا بلکہ ڈرتے رہتے کہ کسی وقت حملہ کر دے گا۔ آمد۔ وہ فرعون سبطیوں کے تعاقب میں نکلا تاکہ اُن کو خوفزدہ کرے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود غرق ہو گیا اور سبطی مطمئن ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ جان لیا جائے کہ امن خوف میں پوشیدہ ہے۔

[3] ایں بود۔ لطفِ خفی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر حضرت موسیٰ کو نار میں نور دکھلا دیا۔ نیست۔ عبادت گزاروں کو اجر دینا لطفِ خفی نہیں ہے۔ لطفِ خفی تو یہ ہے کہ فرعون کے جادوگر آئے مقابلہ کرنے کے لیے اور اُن پر مہربانی ہو گئی اور وہ مومن بن گئے۔ پرورش۔ ظاہری انعامات میں لُطفِ خفی نہیں ہے لطفِ خفی تو یہ ہے کہ ساحروں کے ہاتھ پاؤں کٹوائے۔

نیست مخفی[۱] سیر با پائے روا　ساحراں را سیر بیں در قطعِ پا
چلتے پاؤں کے ہوتے ہوئے چلنا مخفی نہیں ہے　جادوگروں کا چلنا، پاؤں کٹنے میں دیکھ

عارفاں زانند دائم آمنوں　کہ گذر کردند از دریایِ خوں
عارف اسی لیے ہمیشہ امن میں ہیں　کیونکہ وہ خون کے دریا کو پار کر گئے

امنِ شاں از عینِ خوف آمد پدید　لاجرم باشند ہر دم در مزید
اُن کا امن بعینہٖ، خوف سے ظاہر ہوا ہے　لامحالہ وہ ہر وقت ترقی میں رہتے ہیں

امن دیدی گشتہ در خوفے خفی　خوف بیں ہم در اُمیدے اے صفی
تو نے وہ امن دیکھ لیا جو خوف میں مخفی ہے　اے برگزیدہ! تو خوف کو بھی امن میں دیکھ لے

آں امیر از مکر بر عیسیٰؑ تند　عیسیٰؑ اندر خانہ رُو پنہاں کند
وہ امیر مکر سے (حضرت) عیسیٰؑ کے درپے ہوتا ہے　(حضرت) عیسیٰؑ گھر میں منہ چھپا لیتے ہیں

اندر آید تاشود اُو تاجدار　خُود ز شِبہِ عیسیٰؑ آمد تاجدار
وہ اندر آ جاتا ہے تاکہ وہ تاجدار بنے　وہ خود (حضرت) عیسیٰؑ کی مشابہت سے سولی پر چڑھتا ہے

ہیں[۲] میا و یزید، من عیسیٰؑ نیم　من امیرم بر جہوداں، خوش پیم
خبردار مت لٹکاؤ، میں عیسیٰؑ نہیں ہوں　میں یہودیوں کا حاکم ہوں میں مبارک قدم ہوں

زُو ترش بردار آویزید کو　عیسیٰؑ ست از دستِ ما تخلیص جُو
اُس کو بہت جلد سُولی پر لٹکاؤ، کیونکہ وہ　عیسیٰؑ ہے، ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے

چند لشکر میرود تا بر خورد　برگِ اُو بر گردد و برسر خورد
چند لشکر جاتے ہیں تاکہ نفع اُٹھائیں　اُن کا سامان الٹ جاتا ہے اور سر پر (مار) کھاتے ہیں

چند بازرگاں رود بر بُوی سُود　عید پندارد بسوزد ہمچو عُود
بہت سے تاجر نفع کی اُمید پر جاتے ہیں　عید سمجھتے ہیں عود کی طرح جلتے ہیں

چند[۳] در عالم بُود در عکس ایں　زہر پندارد بُود آں انگبیں
بہت سی مرتبہ دنیا میں اس کا اُلٹا ہوتا ہے　زہر سمجھتا ہے، وہ شہد ہوتا ہے

بس سپہ بنہاد دل بر مرگِ خویش　روشنیہا و ظفر آید بہ پیش
بہت سے سپاہی ہیں کہ جنھوں نے مرنے کی ٹھان لی　ان کو روشنیاں، اور فتح پیش آ جاتی ہیں

ابرہہ با پیل بہرِ ذُلِّ بیت　آمدہ تا افگند حی را چو میت
ابرہہ، ہاتھی کے ساتھ بیت (اللہ) کو ذلیل کرنے کے لیے　آیا تاکہ زندہ کو مُردہ کی طرح گرا دے

---

۱ مخفی۔ ہاتھ پاؤں کے ہوتے ہوئے چلنا کوئی مخفی امر نہیں ہے مخفی وہ سیر ہے جو فرعون کے ساحروں کو بغیر ہاتھ پاؤں کے حاصل ہوئی۔ عارفاں۔ عارف چونکہ ہر قسم کے خطرات سے گذر چکے ہیں لہٰذا وہ بالکل امن میں ہیں۔ امنِ شاں۔ وہ دیکھ چکے ہیں کہ بہت سے خوف کے اسباب سے اُن کو امن حاصل ہوا ہے۔ امن دیدی۔ جس طرح امن خوف میں مخفی ہوتا ہے اسی طرح خوف بھی امن میں مخفی ہوتا ہے۔ آں امیر۔ وہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے گیا تاکہ ان کی جگہ سرداری حاصل کر لے، حضرت عیسیٰؑ چھپ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ بنا دیتا ہے۔

۲ ہیں۔ قوم اس کو حضرت عیسیٰؑ سمجھ کر پکڑتی ہے اور سُولی پر چڑھاتی ہے وہ ہر چند یہ کہتا ہے کہ میں عیسیٰؑ نہیں ہوں لیکن کوئی اُس کا یقین نہیں کرتا۔ زُو ترش۔ قوم کہتی ہے کہ یہ عیسیٰؑ ہے یہ بہانہ بنا کر ہم سے چھوٹنا چاہتا ہے بالآخر وہ سُولی پر چڑھا دیا جاتا ہے، جو فعل اس نے باعثِ امن سمجھا اس میں خوف مخفی تھا۔ چند لشکر۔ لشکر دشمن پر فتح کے لیے حملہ کرتا ہے اور اس میں اس کی موت مضمر ہوتی ہے۔ چند بازرگاں۔ تاجر نفع کے لیے جاتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔

۳ چند در عالم۔ عالم میں بہت سے واقعات ہوئے ہیں کہ انسان ان کو مفید سمجھتا ہے اور وہ مضر ہوئے ہیں۔ بس سپاہ۔ لشکر گھر جاتا ہے اور یقین کر لیتا ہے کہ اب مخالف کے ہاتھوں مرنا ہے لیکن بالآخر کامیابی ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ ابرہہ۔ ابرہہ حبش کا گورنر مکہ والوں سے انتقام لینے اور اُن پر فتح پانے چلا، ہلاک ہوا۔

تا حریمِ کعبہ را ویراں کند — جملہ را ز انجای سرگرداں کند
تاکہ کعبہ کے حرم کو تباہ کر دے — سب کو وہاں سے پریشان کر دے

تا ہمہ[1] زوّار گِردِ او تنند — کعبۂ او را ہمہ قبلہ کنند
تاکہ سب زیارت کرنیوالے اس کے گرد جمع ہوں — سب اُس کے کعبہ کو قبلہ بنا لیں

وز عرب کینہ کشد اندر گزند — کہ چرا در کعبہ ام آتش زنند
اور نقصانِ پہنچا کر عرب سے کینہ نکالے — کہ وہ کیوں میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں؟

عینِ سعیش عزتِ کعبہ شدہ — موجبِ اعزازِ آں بیت آمدہ
اُس کی کوشش بعینہٖ کعبہ کی عزت ہو گئی — وہ اس بیت (اللہ) کے اعزاز کا سبب بن گیا

مکیاں را عزّ یکے بُد صد شدہ — تاقیامت عزِّ شاں ممتد شدہ
مکہ والوں کی ایک عزت تھی سو بن گئی — قیامت تک اُن کی عزت دراز ہو گئی

اُو[2] و کعبۂ اُو شدہ مخسوف تر — از چیست ایں از عنایاتِ قدر
وہ اور اُس کا کعبہ زیادہ دھنسا ہوا ہو گیا — یہ کیوں رہے؟ تقدیر کی مہربانیوں سے (ہے)

از جہازِ ابرہہ خیلِ عرب — گشتہ مستغنی زفضہ و ز ذہب
عرب کی جماعت، ابرہہ کے سامان کی وجہ سے — چاندی اور سونے سے بے نیاز ہو گئی

از جہازِ ابرہہ ہمچوں ددہ — آں فقیرانِ عرب منعم شدہ
درندے جیسے ابرہہ کے سامان سے — وہ عرب کے فقیر دولت مند ہو گئے

از جہازِ ابرہہ دونِ دنی — ایں فقیرانِ عرب منعم شدہ
کمتر، کمینہ ابرہہ کے سامان سے — یہ عرب کے فقیر مال دار ہو گئے

اُو گماں بُردہ کہ لشکر می کشد — بہرِ اہلِ بیت اُو زر می کشد
اُس نے خیال کیا کہ وہ لشکر لے جا رہا ہے — (حالانکہ) وہ بیت (اللہ) والوں کے لیے سونا لے جارہا تھا

اندریں[3] فسخِ عزائم ویں ہمم — در تماشا بُود در رہ ہر قدم
وہ انہی ارادوں کے فسخ کرنے اور اپنے حوصلوں میں — راستہ میں ہر قدم پر تماشے میں تھا

خانہ آمد گنج را اُو بازیافت — کارش از لطفِ خدائی ساز یافت
وہ گھر آ گیا، اُس نے خزانہ پا لیا — خدا کی مہربانی سے اُس کا کام سرانجام ہوا

تابدانی حکمت فردِ حکیم — ایمنیہا می نہد در خوف و بیم
تاکہ تو یکتا دانا کی حکمت کو دیکھ لے — وہ خوف وخطر میں بہت سے اطمینان پیدا کر دیتا ہے

---

1. تاہمہ۔ اُس کا منشا یہ تھا کہ مکہ کے کعبہ کو ڈھا دے تاکہ سب اُس کے کعبہ کا جش جا کر طواف کیا کریں۔ وزعرب۔ اُس کے بنائے ہوئے کعبہ میں کسی نے پاخانہ کر دیا یا آگ لگا دی تھی اس کے انتقام کے لیے وہ چلا لیکن اُس کا یہ کام جس میں وہ اپنی کامیابی اور مکہ کی توہین سمجھتا تھا مکہ کے اعزاز کا سبب بن گیا اور مکہ والوں کی قیامت تک عزت کا سبب بن گیا۔

2. اُو۔ ابرہہ اور اُس کا کعبہ نیست و نابود ہو گیا۔ از جہاز۔ اُس کے لشکر کا اس قدر سامان اور نقد مکہ والوں کے ہاتھ آیا کہ وہ مالدار ہو گئے۔ اوگماں۔ وہ سمجھا کہ میں مکہ والوں پر لشکر کشی کر رہا ہوں ثابت یہ ہوا کہ وہ مکہ والوں کے لیے دولت لے کر جا رہا ہے۔

3. اندریں۔ وہ بغدادی پردیسی مصر میں اپنے احوال کا تماشا کر رہا تھا۔ خانہ آمد۔ اُس نے بغداد میں آ کر کوتوال کے خواب کے مطابق گھر کھودا تو اُس کو خزانہ مل گیا۔ تابدانی۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ اس کو بتا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ مضر باتوں میں نفع پوشیدہ فرما دیتا ہے۔

یادم[1] آمد قصہ شہزادگاں گوشِ ہوش آور بمن بشنو بیاں
مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا میری جانب ہوش کے کان لا، بیان سُن

مکرّر کردنِ برادران پند دادنِ برادر بزرگ تر را و تاب
بھائیوں کا سب سے بڑے بھائی کو مکرر نصیحت کرنا اور اُس کا
نا آوردن پند را از ایشان و شیدا و بیخود رفتن و خود را
اُن کی نصیحت کی تاب نہ لانا اور مجنون اور بے خود ہو کر چلا جانا اور
دربار گاہِ پادشاہ انداختن و دستوری خواستن لیک از
اپنے آپ کو بادشاہ کے دربار میں لے جا ڈالنا اور اجازت چاہنا لیکن محبت اور
فرطِ عشق و محبت نہ از گستاخی و لاابالی
عشق کی زیادتی کی وجہ سے نہ کہ گستاخی اور لاپروائی سے

بیدل گماں مبر کہ نصیحت کُند قبول من گوش استماع ندارم لِمَن یَّقُول
بیدل کے بارے میں گمان نہ کر کہ وہ نصیحت قبول کریگا جو شخص کہتا ہے، میں اسکے سننے کے لیے کان نہیں رکھتا

آں دو گفتندش کہ اندر جانِ ما ہَست پاسخہا چو نجم اندر سما
اُن دونوں نے اُس سے کہا کہ ہمارے دل میں جوابات ہیں، جس طرح آسمان میں ستارے
گر نگویم آں نیاید راست نرد ور بگویم آں دلت آید بدرد
اگر وہ ہم نہیں کہتے تو بازی درست نہیں ہے اور اگر وہ ہم کہتے ہیں تیرا دل دکھتا ہے
ہمچو[2] چغزیم اندر آب از گفتِ الم وز خموشی اِختناقست و سقم
تکلیف دہ بات کہنے میں ہم پانی کے مینڈک کی طرح ہیں اور چپ رہنے سے گلے کی گھٹن اور بیماری ہے
گر نگویم آشتی را نُور نیست ور بگویم آں سخن دستور نیست
اگر ہم نہیں کہتے ہیں، دوستی میں نور نہیں ہے اور اگر ہم وہ بات کہتے ہیں، تو اجازت نہیں ہے
در[3] زماں برجست کاے خویشاں وداع اِنَّمَا الدُّنیَا وَمَا فِیہَا مَتَاع
وہ فوراً کھڑا ہو گیا کہ اے اپنو! رخصت دنیا اور جو کچھ اُس میں ہے محض چند روزہ سامان ہے
پس بروں جست اُو چو تیرے از کماں کہ مجالِ گفت کم بُود آں زماں
وہ باہر نکل گیا جیسا کہ تیر کمان سے کیونکہ اُس وقت گفتگو کی گنجائش نہ تھی
اندر آمد مست پیشِ شاہِ چیں زُود مستانہ ببُوسید اُو زمیں
وہ بیخود ہو کر شاہ چین کے سامنے آیا اُس نے جلدی سے مستانہ وار زمین کو بوسہ دیا

---

[1] یادم۔ اب پھر ان شہزادوں کا قصہ شروع ہوا ہے۔ آں دو۔ دونوں چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا کہ تمہاری ساری تقریر کا ہمارے پاس جواب ہے۔ گر نگویم۔ وہ جوابات اگر ہم نہیں دیتے ہیں تو کام خراب ہوتا ہے اور اگر دیتے ہیں تو تم کو تکلیف ہوگی۔

[2] ہمچو۔ مینڈک پانی میں منہ کھول کر بات کرے تو منہ میں پانی بھر جائے بات نہ کہے تو دل گھٹتا رہے گا۔ گر نگویم۔ نہ کہنا صلح اور دوستی کے خلاف ہے اور کہنے کی آپ کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔

[3] در زماں۔ بھائی یہی تقریر کر رہے تھے کہ وہ فوراً اُٹھ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ دنیا اور اس کی زندگی چند روزہ فائدہ کی ہے۔ پس۔ اور فوراً چل دیا کچھ کہنے کا موقع نہ دیا۔ اندر۔ وہ فوراً شاہ چین کے دربار میں پہنچا اور زمین بوس ہوا۔

شاہ[1] را مکشوف یک یک حالِ شاں
ان کا ایک ایک حال شاہ پر کھلا ہوا تھا
اوّل و آخر غم و زلزالِ شاں
غم کی ابتدا اور آخر اور اُن کا تذبذب

میش مشغولست در مرعایِ خویش
بھیڑ، اپنی چراگاہ میں مشغول ہے
لیک چوپاں واقفست از حالِ میش
لیکن چرواہا، بھیڑ کی حالت سے واقف ہے

کُلُّکُمْ رَاعٍ بداند از رمہ
وہ ”تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے“ کی وجہ سے جانتا تھا کہ گلہ میں سے
کہ علف خوار ست و کہ در ملحمہ
کون گھاس کھانے والا ہے اور کون لڑائی میں ہے

گرچہ در صورت ازاں صف دور بُود
اگرچہ بظاہر اُس صف سے دور تھا
لیک چوں دف درمیانِ سُو ربُود
لیکن ڈھپڑے کی طرح شادی کے درمیان میں تھا

واقف از سوز و لہیبِ آں وفود
وہ اُس گروہ کی سوزش اور لپٹ سے واقف تھا
مصلحت آں بُد کہ خشک آوردہ بُود
مصلحت یہ تھی کہ خشک کر رکھا تھا

درمیانِ جانِ شاں بُود آں سمی
وہ بلند مرتبہ اُن کی جان کے درمیان تھا
لیک قاصد کردہ خود را اعجمی
لیکن قصداً خود کو گونگا بنا رکھا تھا

صورتِ[2] آتش بُود پایانِ دیگ
آگ کی صورت، دیگ کے نیچے ہوتی ہے
معنیِ آتش بُود درجانِ دیگ
آگ کا باطن، دیگ کے اندر ہوتا ہے

صورتش بیروں و معنیٰ اندروں
اس کی صورت باہر ہے اور باطن اندر ہے
معنیِ معشوقِ جاں در رگ چو خوں
جان کے معشوق کا باطن خون کی طرح رگ میں ہے

شاہزادہ پیشِ شہ زانو زدہ
شہزادہ بادشاہ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا
دہ مُعرِّف شارحِ حالش شدہ
مقامی تعارف کرانے والا اس کے حال کی شرح کرنے والا تھا

گرچہ شہ عارف بُد از کل پیش پیش
اگرچہ شاہ بہت پہلے سے سب کچھ جاننے والا تھا
لیک میکردے مُعرِّف کارِ خویش
لیکن تعارف کرنے والا اپنا کام کرتا تھا

دردروں[3] یک ذرّہ نُورِ عارفی
باطن میں معرفت کے نور کا ایک ذرّہ
بہ بُود از صد مُعرِّف اے صفی
اے برگزیدہ! سو تعارف کرانے والوں سے بہتر ہے

گوش را رہنِ مُعرِّف داشتن
کان کو تعارف کرنے والے کا گروی رکھنا
آیتِ محجوبی ست و حزر و ظن
پردے میں ہونے اور تخمین اور گمان کی علامت ہے

آنکہ اُو را چشمِ دل شُد دید باں
جس کے لیے دل کی آنکھ دیکھنے والی ہے
دید خواہد چشمِ اُو عین العیاں
اُس کی آنکھ بالکل معائنۃً دیکھے گی

---

1. شاہ۔ شاہِ چین صاحبِ باطن تھا اس کو اُن سب کے حالات بطور کشف معلوم تھے۔ میش۔ شاہ اور ان کی یہی حالت تھی جیسے کہ بھیڑ اور اُس کا چرواہا، بھیڑ اپنے کام میں مشغول ہے لیکن چرواہا اس پر نظر رکھتا ہے اور اس کی ہر حالت سے واقف رہتا ہے۔ کلکم۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان راعی ہے اور قیامت میں اُس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ راعی۔ چرواہا اپنے گلہ کی حالت سے واقف ہوتا ہے کونسا جانور چر رہا ہے اور کون سا لڑ رہا ہے۔ خشک۔ یعنی زبان پر خشکی لائے ہوئے تھا اور راز نہ کھولتا تھا۔ سمی۔ بلند یعنی شاہِ چین۔ اعجمی۔ یعنی بے زبان۔

2. صورتِ آتش۔ دور ہوتے ہوئے اُن میں ہونے کی مثال یہ ہے کہ آگ دیگ کے اندر کے کھانے سے دور ہے لیکن اُس کا اثر کھانے کے اندر ہے۔ معنی۔ روح کو بمنزلہ معشوق ہے جسم مادی سے علیحدہ چیز ہے لیکن اس کا اثر رگ رگ میں خون کی طرح جاری ہے۔ دہ معرف۔ دہ معرف وہ شخص جو دربار میں آنے والے کو اُس کے مناسب مقام پر بٹھا کر بادشاہ سے اُس کا تعارف کراتا ہے۔ لیک۔ تعارف کرانے والا اپنا منصبی فرض ادا کر رہا تھا۔

3. دردروں۔ اگر باطن میں عرفان کا ایک ذرّہ بھی ہوتا ہے تو اس سے جو کشف ہوتا ہے وہ کسی بتانے والے کے اعتبار سے بہت زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ گوش۔ کشف حاصل کرنا چاہیے۔ حزر۔ تخمینہ۔ آنکہ۔ جس کے دل کی آنکھ کھل جاتی ہے اس کو حقیقی معائنہ حاصل ہو جاتا ہے۔

با تواتر[1] نیست قانع جانِ او
اُس کی جان، تواتر پر قناعت کرنے والی نہ ہو گی
بَل ز چشمِ دل رَسد ایقانِ او
بلکہ اُس کا یقین، دل کی آنکھ سے پہنچتا ہے

پَس مُعرِّف پیشِ شاہِ منتجب
پھر تعارف کرانے والے نے برگزیدہ شاہ کے سامنے
دَر بیانِ حالِ اُو بکشُود لب
اُس کے حال کے بیان میں لب کشائی کی

گفت شاہا صیدِ احسانِ تُو است
اُس نے کہا، اے بادشاہ! (وہ) تیرے احسان کا شکار ہے
پادشاہی کُن کہ اُو آنِ تُو است
شاہی برتیے، کیونکہ وہ آپ کا ہے

دَست در فتراکِ ایں دولت زدست
اُس نے اِس سلطنت کے شکار بند کو پکڑ لیا ہے
برسَرِ سَرمستِ اُو بر مال دست
اُس کے مست سر پر ہاتھ پھیر دیجئے

گفت شہ ہر منصبے و مُلکتے
بادشاہ نے کہا جس عہدے اور ملک کی
کالتماسش ہست یابد آں فتے
بخشش کی درخواست ہو وہ نوجوان حاصل کر لے گا

بیست چنداں مُلک گوشد زاں بری
جس مُلک سے وہ بیزار ہوا ہے اُس کا بیس گُنا
بخشمش اینجا و مَن خود برسَری
میں اُسکو اس جگہ بخش دوں گا اور میں خود علاوہ ہوں

گفت[2] تا شاہیت دروے عشق کاشت
اُس نے کہا جب سے آپ کی شاہی نے اس میں عشق بویا ہے
جُز ہوایِ تو ہوایِ کے گذاشت
سوائے آپکی خواہش کے اُس نے کونسی خواہش باقی رکھی ہے؟

بندگیِ تُش چناں در خورد شُد
آپ کی غلامی ایسی موافق ہوئی ہے
کہ شہی اندر دلِ اُو سَرد شُد
کہ بادشاہی اُس کے دل میں سَرد ہو گئی ہے

شاہی و شہزادگی در باختہ است
اُس نے شاہی اور شہزادگی، سب، ہار دی
از پئے تو در غریبی ساختہ است
آپ کی خاطر اُس نے مسافرت سے نباہ کیا ہے

صُوفیے کانداخت خِرقہ وجد در
جس صوفی نے وجد میں گدڑی اُتار پھینکی
کے رَوَد اُو برسَرِ خِرقہ دِگر
وہ دوسرے گدڑی پر کب توجہ کرتا ہے؟

مَیلِ سُویِ خرقۂ دادہ نَدم
دی ہوئی گدڑی کی طرف میلان اور ندامت
آنچناں باشد کہ مَن مغبوں شُدم
ایسا ہے جیسا کہ میں ٹوٹے میں ہو گیا ہوں

بازدہ[3] آں خِرقہ ایں سُو اے قریں
اے ساتھی! اِس گدڑی کو اِدھر واپس دے
کہ نمی ارزید آں یعنی بدیں
کہ وہ اُس کی قیمت کی نہیں ہے

دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش
عاشق سے بعید ہے کہ اُس کو یہ خیال آئے
وَر بیاید خاک برسر بایدش
اور اگر آئے تو اُس کے سر پر خاک چاہیے

---

1. تواتر۔ کسی خبر کو بہت سے لوگوں سے سننا۔ با تواتر۔ اگر لوگ کثرت کے ساتھ بھی اس کو خبر دیں وہ قناعت نہیں کرتا بلکہ اس کو قلبی مشاہدہ سے یقین آتا ہے۔ پس معرف۔ دربار میں تعارف کرنے والے نے شہزادہ کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ پادشاہی کن۔ اُس کے ساتھ اپنی شاہی شان کے مطابق معاملہ کیجئے۔ دست۔ وہ آپ سے وابستہ ہو گیا ہے، اُس کے سر پر ہاتھ رکھ دیجئے۔ برسری۔ علاوہ یعنی علاوہ ازیں میں اُس کا ہوں۔
2. گفت۔ تعارف کرانے والے نے کہا کہ جب سے وہ آپ کے عشق میں مبتلا ہوا ہے بجز آپ کے اس کے دل میں کوئی خواہش باقی نہیں رہی۔ شاہی۔ اپنے ملک کی شاہی اور شہزادگی چھوڑ کر آپ کی خاطر غریب الوطن بنا ہے۔ صوفی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح اُس شہزادے نے سلطنت کی گدڑی اُتار پھینکی اور پھر اُس کو واپس لینے کو تیار نہ ہوا اسی طرح صوفی جب وجد میں آ کر اپنی گدڑی اتار کر پھینک دیتا ہے تو وہ کوئی گدڑی لینا پسند نہیں کرتا۔ میل۔ اگر وہ اُتاری ہوئی گدڑی کی خواہش کرے اور پھینک دینے پر نادم ہو تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ وجد کے عوض گدڑی دے ڈالنے میں اپنا نقصان سمجھا۔
3. بازدہ۔ اگر صوفی اُتاری ہوئی گدڑی پر افسوس کرے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میری گدڑی واپس کر دو وہ میرا وجد اس قیمت کا نہیں تھا کہ میں گدڑی دے کر اُس کو خرید لوں۔ آں۔ یعنی وجد۔ ایں۔ یعنی گدڑی۔ دور۔ خدا کرے عاشق کو یہ خیال بھی نہ آئے اور اگر آتا ہے تو وہ ذلیل اور خوار ہے۔

عشق[1] ارزد صد چو خرقہ کالبد — کہ حیاتے دارد و حِس و خرد

عشق اِس جسم کے سو گدڑیوں کی قیمت کا ہے — جو زندگی اور حِس اور عقل رکھتا ہے

خاصہ خرقہ مُلکِ دنیا کابترست — پنج دانگ ہستیش دردِ سرست

خصوصاً دُنیا کی سلطنت کی گدڑی جو ناقص ہے — اُس کی پانچ کوڑی کی ہستی، دردِ سر ہے

مُلکِ دُنیا تن پرستاں را حلال — ما غلام مُلکِ عشقِ بے زوال

دنیا کی سلطنت تن پرستوں کے لیے حلال ہے — ہم تو عشق کی لازوال سلطنت کے غلام ہیں

عامِلِ عشق ست معزولش مکن — جُز بعشقِ خویش مشغولش مکن

وہ عشق کا عہدیدار ہے، اُس کو معزول نہ کیجئے — اُس کو اپنے عشق کے سوا مشغول نہ کیجئے

منصبے کانم زرویت محجب ست — عینِ معزولی ست نامش منصب ست

وہ عہدہ جو مجھے آپ کے دیدار سے روکنے والا ہے — وہ بعینہٖ معزولی ہے، وہ نام کا عہدہ ہے

مُوجبِ[2] تاخیر ایں جا آمدن — فقدِ استعداد بُود و ضُعفِ تَن

اس جگہ پہنچنے میں تاخیر کا سبب — استعداد کا نہ ہونا اور جسم کی کمزوری تھی

بے ز استعداد بَر کانے روی — بر یکے حَبّہ نگردی محتوی

اگر تو بغیر تیاری کے کان پر جائے — تو ایک حبہ کا احاطہ کرنے والا نہ ہو گا

ہمچو عِنّینے کہ بِکرے را خُرد — گرچہ سیمیں تَن بُود کے بَرخورَد

اُس نامرد کی طرح جو کسی باکرہ کو خرید لے — اگرچہ وہ چاندی جیسے جسم والی ہو، کب اُس سے لذت اُٹھائے گا؟

چوں[3] چراغِ بے ز زیت و بے فتیل — نے کثیرستش ز نُور و نے قلیل

بے بتی اور بے تیل کے چراغ کی طرح — اُس کو روشنی نہ زیادہ حاصل ہے نہ تھوڑی

در گلستاں اندر آید اخشمے — کے شود مغزش ز ریحاں خُرمے

باغ میں کوئی اخشم آتا ہے — اُس کا دماغ ریحان سے کب خوش ہو گا؟

ہمچو خوبے دلبرے مہمانِ غَر — بانگِ چنگ و بَربطے درپیشِ کر

جیسے کوئی حسین معشوق نامرد کا مہمان ہو — بہرے کے سامنے چنگ اور بربط کی آواز ہو

ہمچو مُرغِ خاک کاید درِ بحار — زاں چہ یابد جُز ہلاک و جُز خِسار

جیسے کہ خشکی کا پرند سمندروں میں — وہ اُس سے سوائے ہلاکت اور ٹوٹے کے کیا پائے گا؟

---

[1] عشق۔ گدڑی تو بے جان چیز ہے۔ عشق تو ہزاروں جاندار جسموں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ خاصہ۔ جبکہ عشق جسم سے بھی قیمتی ہے تو دُنیا اس کے مقابلہ میں ہیچ در ہیچ ہے۔ ملکِ دُنیا۔ یہ حقیر چیز دنیاداروں کے لیے مناسب ہے عاشقوں کو تو عشق کی لازوال سلطنت چاہیے۔ عامل۔ تعارف کرانے والے نے کہا شہزادہ سلطنتِ عشق کا عہدے دار ہے اُس کو عہدے سے برخاست نہ کیجئے۔ منصبے۔ شہزادہ بھی بزبانِ حال آپ سے یہ کہتا ہے کہ جو عہدہ آپ کے دیدار کا حجاب بنے اور آپ سے دُور کر دے وہ عہدہ نہیں بلکہ معزولی ہے۔

[2] موجب تاخیر۔ آپ اس کی حاضری میں تاخیر عشق کی کمی کے سبب سے نہ سمجھیں بلکہ یہ اپنے اندر استعداد پیدا کرنے میں لگا رہا اور جسم کی لاغری تاخیر کی وجہ سے ہوئی، اس حالت میں نہ فیضِ روحانی حاصل کرنے کی صلاحیت تھی نہ جسمانی خدمت گزاری کی قابلیت تھی۔ بے ز استعداد۔ جب تک مقصد کے حصول کی استعداد نہ ہو کوشش بیکار ہے اگر کسی میں کان کنی کی استعداد اور ہنر نہیں ہے کان سے کچھ حاصل نہ کرے گا۔ ہمچو۔ اگر انسان میں مردانہ قوت نہیں ہے تو حسین معشوقہ سے فائدہ نہ اُٹھا سکے گا۔

[3] چوں چراغ۔ بے استعداد مُرید، بے تیل اور بے بتی کا چراغ ہے۔ در گلستاں۔ اگر ناک میں خوشبو سونگھنے کی استعداد نہیں ہے تو چمن سے فائدہ نہ اُٹھا سکے گا۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ہمچو۔ بے استعداد مرید اور شیخ کامل کی مثال نامراد اور حسین محبوبہ کی اور بہرے اور چنگ و بربط کے گانے کی سی ہے۔ ہمچو مرغ۔ جس پرند میں تیرنے کی استعداد نہ ہو اُس کے لیے دریا ہلاکت ہے۔

ہمچو بےگندم[1] شُدہ در آسیا
جس طرح بغیر گیہوں کے چکی پر پہنچا ہوا
جُز سفیدی ریش و مُو نبُوَد عطا
ڈاڑھی اور بال کے سفید کرنے کے سوا اُس کا انعام نہ ہوگا

آسیایِ چرخ بر بے گندماں
بے گیہوں والوں کو آسمان کی چکّی
مُو سپیدی بخشد و ضُعفِ میاں
بالوں کی سفیدی اور کمر کی کمزوری بخشتی ہے

لیک بابا گندماں ایں آسیا
لیکن گیہوں والوں کے لیے یہ چکّی
مُلک بخش آمد دہد کار و کیا
ملک عطا کرنیوالی بنی ہے، کام اور بادشاہی عطا کرتی ہے

اوّل استعدادِ جنّت بایدت
پہلے تجھے جنت کی استعداد چاہیے
تاز جنت زندگانی زایدت
تاکہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو

طفلِ[2] نورا از شراب و از کباب
نوزائیدہ بچے کے لیے شراب اور کباب سے
چہ حلاوت از قصور و از قباب
کیا مزا قلعوں سے اور قبّوں سے؟

حد ندارد ایں سخن کم جُو سخن
یہ بات حد نہیں رکھتی، بات نہ تلاش کر
تو برو تحصیلِ استعداد کُن
تو جا، استعداد حاصل کر

بہرِ استعداد تا اکنوں نشست
وہ استعداد کے لیے اب تک بیٹھا رہا
شوق از حد رفت و آں ماند بدست
شوق حد سے گزر گیا اور وہ ہاتھ نہ آئی

گفت اِستعداد ہم از شہ رَسد
اُس نے کہا استعداد بھی شاہ سے حاصل ہوتی ہے
بے ز جاں کے مُستعِد گردد جَسد
جان کے بغیر جسم کب ذی استعداد بنتا ہے؟

لُطفہائے[3] شہ غمش را در نوشت
شاہ کی مہربانیوں نے اُس کے غم کو لپیٹ دیا
شُد کہ صیدِ شہ کُند اُو صید گشت
چلا کہ شاہ کا شکار کرے وہ (خود) شکار بن گیا

ہر کہ در اشکار چوں تو صید شُد
جو تجھ جیسے شکار کے شکار میں آ گیا
صَید را ناکردہ قید، اُو قید شُد
شکار کو قید نہ کر کے، خود قید ہو گیا

ہر کہ جُویایِ امیری شُد یقیں
جو شخص امیری کا طالب ہوا، یقیناً
پیش ازاں اُو دَر اسیری شُد رہیں
اُس سے پہلے وہ قید میں گروی ہو گیا

عکس میداں نقشِ دیباجۂ جہاں
عالم کے چہرے کے نقش کو اُلٹا سمجھ
نامِ ہر بندۂ جہاں خواجۂ جہاں
جہاں کے ہر غلام کا نام، جہان کا آقا ہے

---

[1] بےگندم۔ مرید کا بغیر استعداد کے شیخ کے پاس جانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بغیر گیہوں کے چکی پر جائے تو وہ وہاں سے گرد و غبار میں ڈاڑھی اور بال سفید کر کے لوٹے گا۔ آسیایِ چرخ۔ بے استعداد لوگوں کو بھی آسمان کی گردش سے سوائے بڑھاپے کے آثار کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لیک۔ آسمان کی یہ چکی بھی اُن کو نفع دیتی ہے جن کے پاس عمل و عقیدہ کا گیہوں ہو۔ اوّل۔ اعمالِ صالحہ کے ذریعہ جنت کی استعداد پیدا کرنی چاہیے۔

[2] طفلِ نو۔ بچہ میں شراب و کباب اور قصور و قبّوں سے لذت اُٹھانے کی استعداد نہیں ہے۔ حد ندارد۔ بغیر استعداد مستفید نہ ہونے کی بے شمار مثالیں ہیں تو کہاں تک سُنے گا جا استعداد پیدا کر۔ بہرِ استعداد۔ تعارف کرانے والے نے یہ بھی کہا کہ یہ اب تک استعداد کے حصول میں آپ سے دُور رہا اگرچہ اب بھی پوری استعداد پیدا نہ ہوئی لیکن عشق سے مجبور ہو کر حاضر ہو گیا ہے۔ گفت۔ اس نے اب یہ سوچا کہ استعداد کی تکمیل بھی جناب کی صحبت سے ہوگی۔ بے ز جاں۔ پوری استعداد جسم میں روح آنے کے بعد آتی ہے اور وہ آپ عنایت کریں گے۔

[3] لطفہای۔ جناب کی مہربانیوں کی توقع نے اس کو سب غم بھلا دیے ہیں۔ شُد۔ گھر سے اس لیے چلا تھا کہ اپنے کمالات سے آپ کو مسخر کرے، اب یہ آپ کا مسخر ہو گیا۔ ہر کہ۔ ظاہر ہے جو آپ کو مسخر کرنے چلے گا وہ خود مسخر ہو کر رہے گا۔ ہر کہ۔ ہر محبوب چیز کا قاعدہ یہی ہے کہ انسان اس کو حاصل کرنے کے بجائے اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر بیٹھتا ہے۔ عکس۔ دنیا کی باتوں کو برعکس سمجھو جو دنیا کا اسیر ہے وہ دنیا کا امیر کہلاتا ہے۔

اے[1] تنِ کژ فکرتِ معکوس رَو — صَد ہزار آزاد را .کردی گرو

اے کج فہم اُلٹی چال والے جسم! — تُو نے لاکھوں آزاد (روحوں) کو گروی کر دیا

مُدّتے بگذار ایں حیلت پزی — چند دَم پیش از اجل آزاد زی

تھوڑی دیر کے لیے اس حیلہ گری کو چھوڑ دے — موت سے پہلے چند گھنٹے آزاد جی لے

وَر در آزادیت چوں خر راہ نیست — ہمچو دلوت سیر جُز در چاہ نیست

اور اگر گدھے کی طرح آزادی میں تیرا راستہ نہیں ہے — تیری سیر، ڈول کی طرح کنویں کے علاوہ نہیں ہے

مُدّتے[2] رَو ترکِ جانِ مَن بگو — رَو حریفے دیگرے جُز مَن بجُو

تھوڑی دیر کے لیے چلا جا، میری جان چھوڑ دے — جا، میرے علاوہ کوئی دوسرا ساتھی تلاش کر لے

نوبتِ مَن شُد مرا آزاد کُن — دیگرے را غیرِ مَن داماد کُن

میری باری ختم ہو گئی، مجھے آزاد کر دے — میرے علاوہ دوسرے کو داماد بنا لے

اے تنِ صَد کارہ ترکِ مَن بگو — عُمرِ مَن بُردی کسے دیگر بجُو

اے مصروف جسم! مجھے چھوڑ دے — تو نے میری عمر برباد کر دی کسی دوسرے کو تلاش کر لے

مفتوں شُدنِ قاضی برزنِ جوحی و در صندوق ماندن

قاضی کا جوحی کی بیوی پر عاشق ہو جانا اور صندوق میں رہ جانا

و نائبِ قاضی، صندوق را خریدن، باز سالِ دوم

اور قاضی کے نائب کا صندوق کو خریدنا پھر گزشتہ سال کی امید پر جوحی

آمدن زنِ جوحی بر امید پارینہ و بارِ دیگر گفتنِ قاضی،

کی بیوی کا آنا اور قاضی کا دوسری مرتبہ میں کہنا کہ

کہ مرا آزاد کُن و دیگرے را بخواہ

مجھے آزاد کر دے اور کسی دوسرے کو تلاش کر لے

ہر زماں[3] جوحی ز درویشی بفَن — تُو بزن کردے کہ اے دلخواہِ مَن

جوحی ہر وقت افلاس کی وجہ سے مکر سے — بیوی کا رُخ کرتا، کہ اے مری پسندیدہ!

چوں سلاحت ہست رَو صیدے بگیر — تا بدوشانیم از صیدِ تو شیر

جب تیرے پاس ہتھیار ہے، جا شکار پکڑ — تاکہ ہم تیرے شکار سے، دودھ دوہیں

قوسِ ابرُو تیرِ غمزہ دامِ کید — بہر چہ دادت خدا؟ از بہرِ صَید

ابرو کی کمان، ادا کا تیر، مکر کا جال — خدا نے تجھے کس لیے دیا ہے؟ شکار کے لیے

---

[1] اے تن۔ چونکہ جسم کی وجہ سے روح قیدی بنتی ہے تو رُوح کا جسم کو خطاب ہے کہ تو نے لاکھوں آزاد روحوں کو قیدی بنایا ہے۔ مُدّتے۔ تھوڑی دیر کے لیے اپنے مال و جاہ کے کمانے کے حیلوں کو ترک کر دے اور کچھ دن مرنے سے قبل آزادی کی زندگی گزار لے۔ ور۔ اگر گدھے کی طرح تیری آزادی ناممکن ہے اور ڈول کی طرح تو کنوئیں میں گرنے کا عادی ہے۔

[2] مُدّتے۔ کم از کم مجھے ہی رہا کر دے اور میری جگہ کسی اور کو ساتھی بنا لے۔ نوبت۔ اب میری رہائی کا وقت آ گیا مجھے آزاد کر دے اور کسی اور کو داماد بنا لے جیسا کہ آیندہ حکایت میں مذکور ہے کہ قاضی نے جوحی کی بیوی سے کہا تھا۔ صدکارہ۔ سو کاموں والا، مصروف۔

[3] ہر زماں۔ جوحی مفلس بھی تھا اور مکار بھی وہ اکثر بیوی سے کہا کرتا کہ تیرے پاس جب ہتھیار ہیں تو شکار کرتا کہ تیرے شکار سے ہمیں فائدہ پہنچے۔ قوس۔ تیرے ہتھیار تیری ابرو کی کمان اور تیری ادا کا تیر اور تیرے مکر کا جال ہے، یہ خدا نے تجھے اسی لیے عطا کیے ہیں تاکہ تو لوگوں کا شکار کرے۔

رو[1] بپئے مُرغِ شگرفے دام نِہ　　دانہ بنما لیک در خوردش مدِہ
جا کسی عجیب پرند کے لیے جال بچھا　　دانہ دکھا، لیکن اُس کو کھانے نہ دے

کام بنما و کُن اُو را تلخ کام　　کے خورد دانہ چو شد در حبسِ دام
مقصد دکھا دے اور اُس کو ناکام کر دے　　دانہ کب کھاتا ہے جب جال کی قید میں ہو گیا

شُد زنِ اُو نزدِ قاضی در گلہ　　کہ مرا افغاں ز شویِ دہ دلہ
اُس کی بیوی شکوہ کرنے قاضی کے پاس گئی　　کہ پراگندہ خیال شوہر سے میری فریاد ہے

قصہ کوتہ کُن کہ قاضی شُد شکار　　از مقال و از جمالِ آں نگار
قصہ مختصر کر، کہ قاضی شکار ہو گیا　　اُس حسین کے حسن اور گفتگو سے

گفت[2] ایدر محکمہ است و غُلغلہ　　مَن نتانم فہم کردن ایں گِلہ
اُس نے کہا، اب تو کچہری اور شور ہے　　میں اس شکوے کو نہ سمجھ سکوں گا

گر بخلوت آئی اے سَروِ سہی　　وز سِتمگاریِ شُو شَرحم دہی
اے سروِ سہی! اگر تو تنہائی میں آئے　　اور شوہر کے ظلم کی مجھ سے تفصیل بیان کرے

فہمِ آں بہتر کُنم بدہم سزاش　　آنچہ حق باشد توزیں غمگیں مباش
میں اُس کو اچھی طرح سمجھ لوں گا، اس کو سزا دوں گا　　جو کچھ حق ہو گا، تو اُس سے غمگین نہ ہو

مَر مرا معلوم گردد حالِ تُو　　شوہرت را نرم سازم بے عتُو
مجھے تیرا حال معلوم ہو جائے　　تیرے شوہر کو بغیر اکڑ کے، نرم کر دوں گا

گفت زن در خانۂ تو نیک و بد　　ہر دم از بہرِ گلہ آید رَوَد
عورت نے کہا، آپ کے گھر میں اچھا اور بُرا　　شکایت کرنے ہر وقت آتا جاتا ہے

گفت خانۂ تو زہر نیک و بدے　　باشد از بہرِ گلہ آمد شُدے
اُس نے کہا آپ کے گھر، ہر بھلے بُرے کی　　شکایت کے لیے آمدورفت ہوتی ہے

خانۂ[3] سر جُملہ پُر سودا بُوَد　　صدر پُر وسواس و پُر غوغا بُوَد
سر کا سب خانہ سودا سے پُر ہوتا ہے　　صدر، وسوسہ سے پُر اور غل سے پُر ہوتا ہے

باقی اعضا ز فکر آسودہ اند　　واں صدور از صادراں فرسودہ اند
بقیہ اعضا فکر سے آسودہ ہیں　　اور وہ صدور، آنے والوں سے گھسے ہوئے ہیں

ہمچو شاخ از برگ و از میوہ کُہن　　گرد خالی، تا رسد از امرِ کُن
شاخ کی طرح پُرانے پتہ اور میوہ سے　　خالی بن جا، تاکہ کُن کے حکم سے (پھل) آئیں

---

1. رو۔ تو جا کسی اچھے پرند کو پھانس اُس کو دانہ دکھا اور کھانے نہ دینا، اپنے حُسن کا گرویدہ کرلے لیکن اُس سے پھنس نہ جانا۔ تلخ کام۔ محروم۔ کے خورد۔ جال میں پھنس جانے کے بعد پرند سے دانہ نہیں کھایا جاتا۔ شُد زن۔ جوحی کی بیوی قاضی کو شکار بنانے کی فکر میں لگی اور قاضی کی عدالت میں جا کر شوہر کی شکایتیں کیں۔ دہ دلہ۔ یعنی اُس کا تعلق مختلف عورتوں سے ہے۔ شکار۔ قاضی جوحی کی بیوی کے دام میں آ گیا۔
2. گفت۔ قاضی نے جوحی کی بیوی سے کہا کہ اس وقت تو کچہری کا وقت ہے اور یہ شور وغل ہے میں اس وقت پوری طرح تیری شکایت نہ سمجھ سکوں گا۔ سروِ سہی۔ وہ سرو کا درخت جس کے دو شاخیں سیدھی ہوں۔ بے عتو۔ یعنی تیرے شوہر میں سرکشی نہ رہے گی۔ گفت زن۔ عورت نے کہا آپ کے گھر میں تنہائی نہ ہو سکے گی لوگوں کی آمدورفت زیادہ ہے۔
3. خانہ سر۔ مولانا نے قاضی کے گھر کی تشبیہ دے کر دنیاداروں کے قلب و دماغ کے بارے میں ارشادی بیان شروع کر دیا ہے کہ ان لوگوں کے سر فکروں سے پُر رہتا ہے اور سینہ میں ہر وقت وسوسے بھرے رہتے ہیں۔ باقی۔ اعضاء رئیسہ مصیبت میں رہتے ہیں اور باقی اعضا آرام سے رہتے ہیں۔ صادراں۔ یعنی ولی افکار۔ ہمچو۔ اُن لوگوں کو چاہیے کہ جوحی کے گھر کی طرح اپنے قلب و دماغ کو خالی کرلیں جب یہ خالی ہوں گے پھر خداوندی حکم سے پاکیزہ خیالات نمودار ہوں گے۔

برگہا[1] و میوہ ہائے نورِ غیب — از پئے آں کہنگی بے ہیچ ریب

غیب کے نور کے پتے اور میوے — اُس پرانے پن کے بعد بغیر کسی شک کے

در خزان و بادِ خوفِ حق گریز — آں شقائقہای پاریں را بریز

اللہ (تعالیٰ) کے ڈر کی ہوا اور خزاں کی طرف بھاگ — لالہ کے اُن پرانے پھولوں کو گرا دے

کیں شقائق منعِ نو اِشگوفہاست — کہ درختِ دل برائے آں نماست

کیونکہ یہ گلِ لالہ اُن نئے شگوفوں کی روک ہیں — جن کے لیے دل کے درخت کا (نشوونما) ہے

خویش را در خواب کُن زیں افتکار — سَرز زیرِ خواب در یقظت برآر

اپنے آپ کو اس فکر سے نیند میں کر دے — سر کو نیند کے نیچے سے بیداری میں نکال

ہمچو[2] آں اصحابِ کہف اے خواجہ زُود — رَو بَایْقَاظًا کہ تَحْسَبُہُم رُقُوْد

اے صاحب! اصحابِ کہف کی طرح جلد ہی سے — ”تو ان کو بیدار سمجھتا ہے وہ سوئے ہوئے ہیں“ کی طرف جا

گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست — گفت خانہ ایں کنیزک بس تہیست

قاضی نے کہا، اے صنم! تدبیر کیا ہے؟ — بولی، اس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے

خصم دَر دِہ رَفت و حارس نیز نیست — بہرِ خلوت سخت نیکو مسکنے ست

مدعیٰ علیہ، گاؤں کو گیا ہے اور چوکیدار بھی نہیں ہے — تنہائی کے لیے بہت عمدہ گھر ہے

اِمشب ار امکاں بُود آنجا بیا — کارِ شب بے سمعہ است و بے ریا

اگر ممکن ہو تو آج رات وہاں آ جایئے — رات کا کام بغیر شہرت اور بغیر دکھاوے کے ہوتا ہے

جُملہ[3] جا سُوساں زخمرِ خواب مَست — زنگیِ شب جُملہ را گردن زَدست

سب جاسوس نیند کی شراب سے مست ہیں — رات کے حبشی نے سب کی گردن کاٹ دی ہے

خواند بر قاضی فسونہائے عجب — آں شکر لب وَانگہانے از چہ لب

قاضی پر عجیب منتر پڑھے — اُس شکر لب نے اور پھر کیسے لب سے

چند با آدمؑ بلیس افسانہ کرد — چونکہ حوّا گفت خور انگاہ خورد

شیطان نے (حضرت) آدمؑ کے ساتھ بہت افسانے کہے — جب حوّا نے کہا، کھا لیجئے تب کھا لیا

اوّلیں خوں دَر جہانِ ظلم و داد — از کفِ قابیل بہرِ زن فتاد

ظلم اور انصاف کی دنیا میں سب سے پہلا خون — عورت کی خاطر قابیل کے ہاتھ سے ہوا

نوحؑ برتابہ چو بریاں ساختے — واہلہ بر تابہ سنگ انداختے

(حضرت) نوحؑ جب توے پر بھونتے — واہلہ توے پر پتھر ڈال دیتی

---

1. برگہا۔ غیبی خیالات اُس وقت آئیں گے جبکہ پرانے خیالات ختم کر دیے جائیں۔ درخزاں۔ اُن پرانے خیالات کے گُل و برگ کو جھاڑ دے گی۔ کیں۔ دنیاوی خیالات کے ازالہ کے بعد صحیح خیالات پیدا ہوں گے۔ خویش را۔ ان فکروں سے اپنے آپ کو نیند میں کر دے اور پھر وہ خیالات پیدا ہوں گے جو دراصل بیداری ہیں ورنہ دنیوی خیالات تو خوابِ غفلت ہیں۔

2. ہمچو۔ جس طرح اصحابِ کہف کو لوگ سمجھتے تھے کہ وہ جاگ رہے ہیں اور حقیقتاً وہ سوئے ہوئے تھے اسی طرح تو اپنے آپ کو دنیوی خیالات کے اعتبار سے بنا لے یعنی لوگ تجھے اِن خیالات سے باخبر سمجھیں اور تو اُن سے بے خبر ہو۔ قاضی۔ قاضی نے کہا کہ اگر خلوت کے لیے میرا گھر مناسب نہیں ہے تو پھر کیا ہونا چاہیے۔ کنیزک۔ جوحی کی بیوی نے کہا میرا گھر بالکل خالی ہے شوہر گاؤں کو گیا ہے اور وہاں کوئی نگراں بھی نہیں ہے۔ امشب۔ آپ رات میں وہاں آ جایئے، شب میں جو کام ہوتا ہے وہ چھپا رہتا ہے لوگ اس کو نہیں دیکھ سکتے۔

3. جملہ جاسوساں۔ رات نے جاسوسوں کو بھی سُلا دیا ہوگا۔ خواند۔ قاضی، جوحی کی بیوی کے فریب میں آ گیا۔ حوا۔ حضرت آدمؑ بھی حوا سے فریب کھا گئے تھے۔ قابیل۔ حضرت آدمؑ کی اولاد میں قابیل نے بھی ہابیل کو عورت کی وجہ سے قتل کیا تھا۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ وعظ کہتے تھے تو ان کی کافرہ بیوی واہلہ ان کے خلاف سازش کرتی تھی۔

مکرِ[1] زن برفنِ اُو چیرہ شُدے — آبِ صافِ وعظِ اُو تیرہ شُدے
عورت کا مکر اُن کی تدبیر پر غالب آ جاتا — اُن کے وعظ کا صاف پانی، گدلا ہو جاتا

قوم را پیغام کردے از نہاں — کہ نگہدارید دیں از گمرہاں
وہ چپکے سے قوم کو پیام بھیج دیتی — کہ دین کو ان گمراہوں سے بچاؤ

لوطؑ رازن ہم چنیں بُد کافرہ — خواندہ باشی قصۂ آں فاجرہ
اسی طرح (حضرت) لوطؑ کی بیوی کافرہ تھی — تو نے اُس بدکار کا قصہ پڑھا ہو گا

یوسفؑ از کیدِ زلیخایِ جواں — ماند در زنداں برایِ امتحاں
(حضرت) یوسفؑ جوان زلیخا کے مکر سے — آزمائش کے لیے قید خانہ میں رہے

ہر بَلا کاندر جہاں بینی عَیاں — باشد از شومیِ زن در ہر مَکاں
تو دنیا میں جو مصیبت بھی کھلی دیکھے گا — ہر جگہ عورت کی نحوست سے ہو گی

رفتنِ[2] قاضی بخانۂ زنِ جوحی و حلقہ زدن جوحی تُند بخشم بر

قاضی کا جوحی کی بیوی کے گھر پہنچنا اور جوحی کا غصہ سے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹانا

دَر و گریختنِ قاضی در اندرونِ صندوق چوں محلِ دیگر نبُود

اور قاضی کا صندوق کے اندر گھس جانا چونکہ دوسری جگہ نہ تھی

مکرِ زن پایاں ندارد رفت شب — قاضیِ زیرک سُویِ زن بہر دَب
عورت کا مکر انتہا نہیں رکھتا، چلا رات کو — سمجھ دار قاضی عورت کی جانب بدفعلی کے لیے

زن چو شمع و نُقلِ مجلس راست کرد — زاں نوازش شاد شُد قاضیِ فرد
جب عورت نے شمع اور مجلس کا نُقل تیار کر لیا — یکتا قاضی اُس نوازش سے خوش ہو گیا

چونکہ بنشستند باہم ساعتے — تا برآسایند اندر خلوتے
جب دونوں تھوڑی دیر مل کر بیٹھے — تاکہ تنہائی میں آرام کریں

چوں نشست اُو پہلوئے زن با مُراد — گشت جانِ پُر غمش زاں وصل شاد
وہ جب عورت کے پہلو میں بامُراد بیٹھا — اُس کی غم بھری جان اُس کے وصل سے خوش ہو گئی

اندر[3] آں دَم جوحی آمد دَر بزَد — جُست قاضی مَہربے تادر خزد
فوراً ہی جوحی آیا، دروازہ کھٹکھٹایا — قاضی نے بھاگنے کی جگہ تلاش کی تاکہ گھس جائے

غیرِ صندوقے ندید اُو خلوتے — رَفت در صندوق از خوفِ آں فتے
صندوق کے سوا اُس نے کوئی خلوت نہ دیکھی — وہ اُس جوان کے ڈر سے صندوق میں گھس گیا

---

1. مکرِزن۔ اُنکے وعظ ونصیحت کے صاف پانی کو مکدر کر دیتی تھی۔ قوم۔ لوگوں سے کہتی تھی کہ اِس بے دین سے اپنے دین کو بچاؤ۔ لوطؑ۔ حضرت لوطؑ کے امرد مہمانوں کی خبر قوم کو دے دیتی تاکہ وہ بدکاری کریں۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ زلیخا کے مکر کی وجہ سے قید خانہ میں رہے۔ ہر بلا۔ اکثر فتنہ وفساد کا سبب عورتیں ہیں۔
2. رفتنِ قاضی۔ قاضی جوحی کے گھر پہنچ گیا اور نتیجہ میں صندوق میں بند ہو گیا۔ مکرِ زن۔ عورتوں کے مکر کے لاتعداد فتنے ہیں ان کو کہاں تک بیان کیا جائے۔ دب۔ اغلام یعنی زنا کاری۔ زن۔ عورت نے شمع اور نُقلِ محفل تیار کیا تو قاضی بہت خوش ہوا۔ چونکہ۔ قاضی جوحی کی بیوی سے مل کر بیٹھا تاکہ تنہائی میں آرام کرے تو بہت خوش ہوا۔
3. اندر۔ جس وقت دونوں مل کر بیٹھے فوراً ہی جوحی آ پہنچا۔ مہرب۔ بھاگنے کی جگہ۔ غیرِ صندوقے۔ بھاگنے کے لیے کوئی جگہ نہ ملی تو وہاں جو صندوق تھا اُس میں گھس کر بیٹھ گیا۔ فتے۔ نوجوان یعنی جوحی۔

اندر[1] آمد جوحی و گفت اے حریف
جوحی اندر آیا اور بولا، او دشمن!
اے وبالم در ربیع و در خریف
او ربیع و خریف میں میرا وبال!

من چہ دارم کہ فدایت نیست آں
میں کیا رکھتا ہوں، جو تجھ پر فدا نہیں ہے
کہ زمن فریاد داری ہر زماں
کہ تو ہر وقت میری شکایت کرتی ہے

گفت شخصے نزدِ قاضی رفتۂ
ایک شخص نے بتایا، کہ تو قاضی کے پاس گئی
در حقِ ما ناگفتنیہا گفتۂ
میرے بارے میں تو نے بہت سی ان کہنی کہیں

برلبِ[2] خشکم کشاد ستی زباں
میرے خشک ہونٹ پر تو نے زبان کھولی
گاہ مفلس خوانیم گہ قلتباں
تو کبھی مجھے مفلس کہتی ہے، کبھی دیوث

ایں دو علت گر بود ایجاں مرا
اے جان! اگر یہ دو علتیں ہیں بھی
آں یکے از تست و دیگر از خدا
تو ایک تیری طرف سے اور دوسری خدا کی جانب سے ہے

من چہ دارم غیرِ ایں صندوق و کاں
میں صندوق کے علاوہ کیا رکھتا ہوں، کہ وہی
ہست مایہ تہمت و پایہ گماں
تہمت کا سرمایہ، اور (بد) گمانی کی جڑ ہے

خلق پندارند زر دارم دروں
لوگ سمجھتے ہیں میں اندر سونا رکھتا ہوں
داد واگیرند از من زیں ظنون
ان گمانوں سے لوگ مجھ سے بخشش روک لیتے ہیں

صورتِ صندوق بس زیبا ست لیک
صندوق کی صورت بہت اچھی ہے، لیکن
از عروض و سیم و زر خالیست نیک
سامان اور چاندی اور سونے سے بالکل خالی ہے

چوں تنِ زرّاق خوب و باوقار
مکار کے جسم کی طرح اچھا اور باوقار ہے
اندراں سلّہ نیابی غیرِ مار
تو اُس پٹارے میں بجز سانپ کے کچھ نہ پائے گا

من[3] برم صندوق فردا را بکو
میں صندوق کو کل کوچہ میں لے جاؤں گا
پس بسوزم درمیانِ چار سُو
پھر چوراہے میں جلاؤں گا

تا بہ بیند مومن و گبر و جہود
تاکہ مسلمان اور نصرانی اور یہودی دیکھ لیں
کاندریں صندوق جز لعبت نبود
کہ اِس صندوق میں سوائے مذاق کے کچھ نہ تھا

گفت زن ہی در گذر اے مرد زیں
عورت نے کہا ہاں اے مرد! اس سے درگذر کر
خورد سوگند آں کہ نکنم جز چنیں
اُس نے قسم کھائی کہ میں اس کے سوا کچھ نہ کروں گا

بارس صندوق را در دم بہ بست
صندوق کو فوراً رسّی سے باندھا
خویشتن را کردہ بد مانندِ مست
اُس نے اپنے آپ کو دیوانہ کی طرح بنا رکھا

---

1 اندر۔ جوحی گھر میں آ کر بیوی پر بگڑا کہ تو میرے لیے ہر موسم میں وبال ہے۔ من چہ دارم۔ میں نے تیرے اوپر اپنی ہر چیز قربان کر رکھی ہے پھر تو کیوں پھرتی ہے۔ گفت۔ مجھے ایک شخص نے بتایا ہے کہ تو نے قاضی کے یہاں جا کر میرے بارے میں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔

2 برلبِ خشکم۔ یعنی میری ہر طرح کی خاموشی کے باوجود تو نے زبان درازی کی ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ آں یکے۔ اگر میں دیوث ہوں تو اس کا سبب تیری ہی۔ دیگر۔ اگر میں مفلس ہوں تو خدا نے مجھے مفلس بنایا ہے۔ من چہ دارم۔ گھر میں صندوق کے علاوہ اور کیا ہے اُسی کی وجہ سے مجھ پر تہمتیں لگتی ہیں، لوگ کہ اُس میں بہت کچھ مال و زر ہے حالانکہ یہ خالی ہے۔ خلق۔ اسی صندوق کی وجہ سے لوگ مجھے مالدار سمجھ کر صدقہ و خیرات بھی نہیں دیتے ہیں۔ صورت۔ صند سے تو بہت اچھا ہے لیکن اندر سے خالی ہے۔ چوں۔ اس کی حالت وہی ہے جیسے مکار پیر کی۔ مار۔ یعنی بُرے اخلاق۔

3 من برم۔ میں تہمت کی اس جڑ کو صبح کو چوراہے پر پھونکوں گا۔ لعبت۔ یعنی مذاق۔ گفت زن۔ عورت نے کہا ایسا نہ کرنا اُس نے قسم کھا کر کہا ضرور کروں گا۔ بارس نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا اُس نے فوراً صندوق کو رسّی سے باندھ دیا۔

از پگہ[1] حمّال آورد اُو چو باد
صبح سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا
زُود آں صندوق بر پُشتش نہاد
فوراً صندوق اُس کی کمر پر رکھا

اندر آں صندوق قاضی از نکال
اُس صندوق کے اندر قاضی تکلیف سے
بانگ میزد کاے حمّال واے حمّال
چیخ رہا تھا کہ اے حمال اور اے حمال!

کرد آں حمّال پیش و پس نظر
اُس حمال نے آگے اور پیچھے دیکھا
کز چہ سُو در میرسد بانگ و خبر
کہ آواز اور اطلاع کس جانب سے آ رہی ہے؟

ہاتِف ست ایں داعیِ مَن اے عجب
ہائے تعجب! یہ مجھے پکارنے والا غیبی فرشتہ ہے
یا پَری ام می کُند پنہاں طلب
یا پری خفیہ طور پر مجھے بلا رہی ہے

چوں پیاپے گشت آں آواز بیش
جب وہ آواز پے در پے بڑھی
گفت ہاتِف نیست باز آمد بخویش
بولا غیبی فرشتہ نہیں ہے، ہوش میں آیا

عاقبت[2] دانست کاں بانگ و فُغاں
انجام کار سمجھ گیا، کہ وہ آواز اور فریاد
بُد ز صندوق و کسے دروَے نہاں
صندوق میں سے تھی اور اس میں کوئی چھپا ہوا ہے

عاشقے کُو در غمِ معشوق رَفت
وہ عاشق جو معشوق کے غم میں پڑا
گرچہ بیرونست در صندوق رَفت
اگرچہ باہر ہے، وہ صندوق میں گیا

عُمر دَر صندوق بُرد از اندُہاں
اُس نے غموں سے صندوق میں عمر گزاری
جُز کہ صندوقے نہ بیند دَر جہاں
وہ صندوق کے سوا دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا

آں[3] سَرے کہ نیست فوقِ آسماں
وہ سَر جو آسمان کے اوپر نہیں ہے
از ہوس اُو را دراں صندوق داں
ہوس کی وجہ سے، اُس کو صندوق میں سمجھ

چوں ز صندوقِ بدن بیروں رَوَد
وہ جب جسم کے صندوق سے باہر جائے گا
اُو ز گورے سُویِ گورے می شَوَد
تو ایک قبر سے دوسری قبر کی جانب جا رہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد قاضیش
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، قاضی نے اس سے
گفت اے حمّال و اے صندوق کَش
کہا اے حمال! اور اے صندوق لے جانے والے!

از مَن آگہ کُن درونِ محکمہ
میرے بارے میں دفتر میں خبر کر دے
نائبم را زُود تَر با ایں ہمہ
میرے نائب کو، بہت جلد مع اس واقعہ کے

تاخرد ایں را بزر زیں بے خِرد
تاکہ اس بے عقل سے، روپے دیکر اُس کو خرید لے
ہم چنیں بَستہ بخانہ ما بَرد
اسی طرح بندھا ہوا ہمارے گھر لے جائے

[1] از پگہ۔ صبح کو ہوا کی طرح دوڑ کر ایک حمال کو بلالایا۔ اندر۔ جب حمال صندوق لے کر چلا گیا تو قاضی حمال کو آوازیں دینے لگا۔ کرد۔ حمال حیران ہو کر آگے پیچھے دیکھنے لگا۔ ہاتف۔ حمال کو جب کوئی نظر نہ آیا تو سوچا کوئی غیبی فرشتہ یا پری مجھے پکار رہی ہے۔ چوں پیاپے۔ مسلسل آوازوں کی وجہ سے سمجھا کہ ہاتف نہیں ہے۔

[2] عاقبت۔ بالآخر سمجھ گیا کہ کوئی صندوق میں بند ہے اور وہ پکار رہا ہے۔ عاشقے۔ مولانا فرماتے ہیں عاشق بھی اگرچہ بظاہر باہر ہے لیکن وہ عشق کے صندوق میں بند ہے۔ عمر۔ عاشق کی عمر بھی غموں کے صندوق میں گذرتی ہے اس کو دنیا کی کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی۔

[3] آں سرے۔ عاشق کی تخصیص نہیں بلکہ جو شخص بھی زمین کی چیزوں کا دلدادہ ہو اُس کا یہی حال ہے۔ چوں۔ یہ مرتے وقت گویا ایک صندوق سے قبر کے صندوق میں منتقل ہوا ہے۔ گفت۔ بالآخر قاضی نے حمال سے کہا تو دوڑ کر میری اس حالت کی خبر میری عدالت میں میرے نائب کو پہنچا دے۔ تاخرد۔ تاکہ میرا نائب آ کر اس صندوق کو جوحی سے خرید لے اور صندوق بند کا بند میرے گھر پہنچا دے۔

اے[1] خدا بگمار قومِ رحم مَند
اے خدا! رحم والی قوم کو مقرر کر دے
تاز صندوقِ بدن ماں وَاخرند
تاکہ جسم کے صندوق سے ہمیں خرید لے

خَلق را از بندِ صندوقِ فسُوں
جادو کے صندوق کی قید سے مخلوق کو
کہ خرد جُز انبیا و مرسلوں
کون خریدتا ہے انبیا اور رسولوں کے علاوہ؟

از ہزاراں یک کسے خوش منظر ست
ہزاروں میں سے کوئی ایک خوش نظر ہے
کہ بداند کُو بصندوق اندر ست
کہ سمجھ لے، کہ وہ صندوق میں ہے

آنکہ داند تو نشانش ایں شناس
جو جانتا ہے اُس کی نشانی تو یہ سمجھ لے
کہ ز رَوحِ ایں جہاں دارد ہراس
کہ وہ اِس دنیا کی راحت سے ڈرتا ہے

اُو جہاں رادیدہ باشد پیش ازاں
اُس نے جہان (عالمِ آخرت) کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا
تا بداں ضِد ایں ضِدش گردد عیاں
جس سے اُس ضِد کے ذریعہ یہ ضد ظاہر ہو گئی

زیں[2] سبب کہ عِلمِ ضالّۂ مُومن ست
اس لیے کہ علم مُومن کی گم شدہ چیز ہے
عارفِ ضالّہ خود ست و مُوقن ست
وہ اپنی گم شدہ چیز کو پہچاننے والا اور یقین کرنے والا ہے

آنکہ ہرگز روزِ نیکو خُود ندید
وہ شخص جس نے اپنا بھلا دن کبھی نہیں دیکھا
اُو دریں اِدبار کے خواہد طپید
وہ اس نحوست میں کب تڑپے گا؟

یا بطفلی دَر اسیری اُو فتاد
یا تو بچپن سے قید میں پھنس گیا ہے
یا خود از اوّل ز مادر بندہ زاد
یا خود شروع ہی سے، ماں سے غلام پیدا ہوا ہے

ذوقِ[3] آزادی ندیدہ جانِ اُو
اُس کی جان نے آزادی کا مزہ نہیں دیکھا
ہَست صندوقِ صُوَر میدانِ اُو
صورتوں کا صندوق اُس کا میدان ہے

دائماً محبوسِ عقلش دَر صُوَر
اُس کی عقل ہمیشہ صورتوں میں مقید ہے
از قفص اندر قفص دارد گذَر
پنجرے سے پنجرے میں گذر رکھتا ہے

منفذش نے از قفص سُوئِ عُلا
اُس کا پنجرے سے بلندی کی طرف راستہ نہیں ہے
در قفصہا میرود از جابجا
پنجروں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پھر رہا ہے

درنُبے اِن اسۡتَطَعۡتُمۡ فَانۡفُذُوۡا
قرآن میں "اگر تم سے ہو سکے نکل جاؤ"
ایں سخن با جن و اِنس آمد ز ہُو
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے یہ خطاب جن وانس کو آیا ہے

---

[1] اے خدا۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو متوجہ کردے کہ وہ ہمیں بھی اسی طرح خرید لیں۔ خَلق۔ وہ خریدار انبیا اور رسول ہیں اور ان کے وارث۔ از ہزاراں۔ اہلِ دنیا صندوق میں بند ہیں لیکن یہ احساس، بہت کم لوگوں کو ہے۔ آنکہ۔ جس کو یہ احساس ہے اُس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس دنیا کی راحتوں سے گھبراتا ہے۔ اُو جہاں را۔ وہ اس تنگ دنیا کو صندوق اس لیے سمجھے گا کہ عالمِ آخرت کی فراخی دیکھ چکا ہوگا ایک ضد، دوسری ضد کے دیکھنے کے بعد خوب سمجھ میں آتی ہے۔

[2] زیں سبب۔ مُومن کا اصل وطن چونکہ عالمِ آخرت ہے اس لیے وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے بالمقابل دنیا کو ایک صندوق سمجھتا ہے اس لیے آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ ہر حکمت اور دانائی مسلمان کی ایک گم شدہ چیز کی طرح ہے وہ جہاں بھی اُس کو دیکھتا ہے پہچان لیتا ہے کہ یہ چیز تو میری ہے۔ آنکہ۔ جس شخص نے اچھے دن دیکھے ہوں وہ نحوست میں تڑپے گا اور جس کی پوری زندگی نحوست میں گذری ہو وہ نحوست سے کب بے چین ہوگا۔ یا بطفلی۔ جس شخص کی پوری زندگی غلامی میں گذری ہو یا مادرزاد غلام ہو وہ آزادی کی لذت سے واقف نہیں ہوتا۔

[3] ذوق۔ آزادی کی اس کو کوئی قدر نہ ہوگی اس کی پوری زندگی غلامی کے صندوق میں گذری ہے۔ دائما۔ وہ محض صورتوں میں مبتلا ہے اس کی عقل صورت کے ایک پنجرے سے صورت کے دوسرے پنجرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ منفذش۔ اس کے پنجرے میں کوئی ایسا سوراخ بھی نہیں ہے جس سے وہ بلندی کی طرف نظر کر سکے۔ درنُبے۔ قرآن میں انہی بے سوراخ کے پنجرے میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لیے فرمایا گیا ہے: اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا "اگر ہو سکے کہ تم آسمانوں اور زمین سے گذر جاؤ تو گذر جاؤ"۔

گفت[1] منفذ نیست از گردونِ شاں
جز بسُلطان و بوحیِ آسماں

فرمایا اُن کے لیے آسمان سے راستہ نہیں ہے
قوت اور آسمان کی وحی کے علاوہ

گر ز صندوقے بصندوقے رَوَد
اُو سَمائی نیست صندوقی بُوَد

اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جاتا ہے
وہ آسمانی نہیں ہے، صندوقی ہے

فرجۂ صندوقِ نو نو مُسکرست
در نیابد کو صندوق اندر ست

نئے نئے صندوق کو تفریح مدہوش کرنے والی ہے
وہ نہیں جانتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے

گر نشد غرّہ بدیں صندوقہا
ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا

اگر وہ اِن صندوقوں پر فریفتہ نہیں ہوا
تو وہ قاضی کی طرح چھٹکارا اور رہائی ڈھونڈ لے گا

آنکہ[2] داند ایں نشانش آں شناس
کو نباشد بے فغان و بے ہراس

جو جانتا ہے یہ اُس کی نشانی سمجھ
کہ وہ بے فریاد اور بے خوف نہ ہو گا

ہمچو قاضی باشد اُو در ارتعاد
کے شود زاں غم دلش یک لحظہ شاد

وہ قاضی کی طرح لرزنے میں ہو گا
اُس کا دل اِس غم سے ایک لحہ کے لیے کب خوش ہو گا؟

رَہروے را گفت آں حمال شاد
کہ برو در محکمہ قاضی چو باد

اُس حمال نے ایک راہگیر سے خوش ہو کر کہا
کہ ہوا کی طرح قاضی کے دفتر میں چلا جا

نائبش را گوی کیں شُد واقعہ
برسرِ قاضی بیامد قارِعہ

اُس کے نائب سے کہہ دے کہ یہ واقعہ ہوا
قاضی کے سر پر قیامت آ گئی

شُغل[3] را بگذار و زُود اینجا بیا
زُو بخر سربستہ این صندوق را

کام کو چھوڑ دے اور جلد یہاں آ جائے
فوراً اس بند صندوق کو خرید لے

چونکہ رَہرو شُد رسالت را رساند
ہر کہ زُو بشنید ایں خیرہ بماند

جب وہ راہگیر پہنچا، پیغام پہنچایا
جس نے اُس سے یہ سُنا حیران ہو گیا

بُرد القصہ خبر صندوق کش
نائبِ قاضی حسن را از غمش

قصہ مختصر صندوق اُٹھانیوالے کی اطلاع نے مدہوش کر دیا
قاضی حسن کے نائب کو اس کے غم کی وجہ سے

آتشے برکردہ جوحی از ملا
کہ بخواہم سوخت ایں صندوق را

جوحی نے برملا آگ جلا رکھی تھی
کہ میں اِس صندوق کو جلاؤں گا

برسرِ بازار جوشش عامۂ
چیست جوحی می نہد ہنگامۂ

سرِ بازار عوام کا جوش ہے
کیا ہے؟ جوحی نے ہنگامہ برپا کر رکھا ہے

---

[1] گفت۔ قرآن نے اُن لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اُن کے لیے اگر کوئی منفذ اور گذرنے کا راستہ ہے تو وحیِ الٰہی اور طاقت کے ذریعہ ان کو حاصل ہوسکتا ہے۔ گر۔ یہ دنیا کا صندوق ہے۔ فرجہ۔ یہ دنیا کے لذائذ میں مست ہے جس کی وجہ سے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ وہ صندوق میں بند ہے۔ گر نشد۔ اگر وہ اُن صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوتا تو قاضی کی طرح اُن سے نکلنے کی کوشش کرتا۔

[2] آنکہ۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کے صندوق میں مقید ہے وہ ہر وقت آہیں بھرتا ہے۔ ہمچو قاضی۔ وہ جوحی کے صندوق میں بند قاضی کی طرح لرزتا ہے۔ رہروے۔ اب پھر قاضی کا قصہ شروع کیا۔ قاضی کے کہنے سے حمال نے ایک رہرو سے کہا کہ جلد جا کر قاضی کے نائب کو سارا قصہ بتا دے۔ قارعہ۔ قیامت کے ناموں میں سے ہے۔

[3] شغل را۔ نائب سے کہہ دے کہ وہ کام چھوڑ کر جلد آ جائے اور اس بند صندوق کو خرید کر لے جائے۔ چونک۔ اُس شخص کی بات پر قاضی کے متعلقین حیران رہ گئے۔ برد۔ الغرض اُس آدمی کی اطلاع نے قاضی حسن کے نائب کے ہوش اُڑا دیے۔ آتشے۔ اس طرف جوحی نے یہ حرکت کی کہ چوراہے پر آگ جلائی کہ میں آج اس صندوق کو جلا کر رہوں گا۔ برسرِ بازار۔ جوحی کے اس شور و شر سے چوراہے پر مجمع ہو گیا۔

آمدنِ[1] نائبِ قاضی میانِ بازار و خرید کردنِ صندوق را از جوحی

قاضی کے نائب کا بازار میں آنا اور جوحی سے صندوق خرید لینا

نائب آمد گفت صندوقت بچند — گفت نہصد بیشتر زر میدہند
نائب آیا، اُس نے کہا صندوق کتنے کا ہے؟ — اُس نے کہا نو سو سے زیادہ قیمت دے رہے ہیں

من نمی آیم فروتر از ہزار — گر خریداری گشا کیسہ بیار
میں ایک ہزار سے نیچے نہ اُتروں گا — اگر تو خریدار ہے، تھیلی کھول، لا

گفت شرمے دار اے کوتہ نمد — قیمتِ صندوق خود پیدا بُوَد
اُس نے کہا، اے مفلس! شرم کر — صندوق کی قیمت خود ظاہر ہے

گفت شرمے دار ز اہلِ خرد — کس بدیں مقدار ایں را کے خرد
اس نے کہا، عقلمندوں سے شرما — کوئی اِس مقدار پر اس کو کب خریدے گا؟

گفت[2] بے رُویت شرٰی خود فاسدیست — بیع ما زیرِ گلیم ایں راست نیست
اُس نے کہا بغیر دیکھے خود خریداری فاسد ہے — گدڑی کے نیچے، ہماری بیع صحیح نہیں ہے

بر گشایم گر نمی ارزد مخر — تانباشد بر توحیفے اے پدر
میں کھولتا ہوں، اگر اتنے کا نہ ہو نہ خرید — تاکہ اے باوا! تجھ پر ظلم نہ ہو

گفت اے ستار بر مکشای راز — سر بہ بستہ می خرم با من بساز
اُس نے کہا اے پردہ پوش! راز نہ کھول — میں بندھا ہوا خریدتا ہوں مجھ سے طے کر لے

ستر کن تا بر تو ستاری کنند — تانہ بینی ایمنی برکس مخند
پردہ پوشی کر تاکہ تجھ پر پردہ پوشی کریں — جب تک تو اطمینان نہ دیکھ لے، کسی پر نہ ہنس

پس[3] دریں صندوق چوں تو ماندہ اند — خویش را اندر بلا بنشاندہ اند
اس صندوق میں تجھ جیسے بہت سے رہے ہیں — انھوں نے اپنے آپ کو بلا میں بٹھا رکھا ہے

آنچہ بر تو خواہِ آں باشد پسند — بر دگرکس آں کُن از نفع و گزند
جس چیز کی خواہش تجھے اپنے لیے پسند ہو — نفع اور نقصان سے دوسرے پر وہی کر

آنچہ تو بر خود روا داری ہماں — می بکُن از نیک و از بد باکساں
جس چیز کو تو اپنے لیے روا رکھے، وہی — اچھے اور برے میں سے لوگوں کے ساتھ کر

---

[1] آمدن۔ اُس آدمی کی اطلاع پر قاضی حسن کا نائب چورا ہے پر پہنچ گیا۔ نائب۔ نائب نے آکر جوحی سے صندوق کی خریداری کا معاملہ شروع کیا تو جوحی نے ہزار اشرفیاں قیمت بتائی اور کہا کہ نو سو اشرفیاں لگ چکی ہیں لیکن میں ہزار سے کم میں نہ دوں گا اگر تو خریدار ہے تو تھیلی نکال اور ہزار اشرفیاں دے دے۔ گفت۔ نائب نے جوحی سے کہا کہ کچھ شرم کر معمولی صندوق کی اتنی قیمت مانگتا ہے۔

[2] گفت۔ جوحی نے نائب کو مزید پریشان کرنے کے لیے کہنا شروع کردیا کہ بغیر اچھی طرح دیکھے چیز کو خریدنا درست نہیں ہے۔ برگشایم۔ میں اس صندوق کو کھول کر دکھائے دیتا ہوں اگر اس قیمت میں لینا پسند کرے تو لے لینا ورنہ تو کیوں ٹوٹے میں پڑتا ہے۔ گفت۔ نائب نے گھبرا کر فوراً کہا نہیں کھولنے کی ضرورت نہیں ہے اب راز کی پردہ پوشی کر، میں صندوق کو بند ہی خرید لوں گا۔ ستر کن۔ جوحی سے کہا اب تو قاضی کا پردہ رکھ خدا تیری پردہ پوشی کرے گا۔ تانہ بینی ایمنی۔ جب تک اپنی نجات کا یقین نہ ہو کسی گنہگار کی مذاق نہ اُڑانی چاہیے۔

[3] پس۔ تیری ہی طرح دوسرے دنیا کے صندوق میں بند ہیں۔ آنچہ۔ جس طرح تو اپنے صندوق میں بند ہونے پر مذاق پسند نہیں کرتا ہے دوسروں کی بھی مذاق نہ اُڑا۔ آنچہ۔ جو کچھ اچھا بُرا، انسان اپنے لیے پسند کرے وہی دوسرے کے لیے پسند کرے۔

انچہ[1] نہ پسندی بخُود از نفع و ضَر
جو نفع اور نقصان تو اپنے لیے پسند نہ کرے
بَر کسے مپسند ہم اے بے ہُنر
اے بے ہُنر! کسی کے لیے بھی پسند نہ کر

زانکہ بر مر صاد حق اندر کمیں
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) گذرگاہ پر کمین گاہ میں سے
می دہد پاداش پیش از یومِ دیں
قیامت کے دن سے پہلے بدلہ دے دیتا ہے

آں عظیم العرش عرشِ اُو محیط
وہ بڑے عرش والا ہے، اُس کا عرش احاطہ کرنے والا ہے
تختِ دادش ہر ہمہ جانہا بسیط
اُس کے انصاف کا تخت تمام جانوں پر احاطہ کرنے والا ہے

گوشۂ عرشش بتُو پیوستہ است
اُس کے عرش کا کنارہ، تجھ سے لگا ہوا ہے
ہیں مجُنباں جز بدین و داد دست
خبردار! دین اور انصاف کے سوا ہاتھ نہ ہلا

تو مُراقب باش بر احوالِ خویش
تو اپنے احوال کا نگراں بن
نوش بیں در داد و بَعد از ظلم نیش
تو انصاف میں شہد دیکھ لے اور ظلم کے بعد نشتر دیکھ لے

پس[2] ہمیں جا خُود جزایِ نیک و بد
اسی جگہ اچھے اور بُرے کا بدلہ
میرسد باہر کسے چوں بنگرد
ہر شخص کے پاس پہنچ جاتا ہے، جب وہ غور کر لے

واں جزا کانجا رسد در یومِ دیں
اور وہ بدلہ جو قیامت کے دن وہاں ملے گا
ہیچ آں با ایں نماند نیک بیں
وہ اِس جیسا نہیں ہے، غور کر لے

بے حَد و بے عد بُوَد آنجا جزا
وہاں بدلہ بے حد اور اَن گنت ہے
دوزخ و نار ست جایِ نا سزا
نالائق کی جگہ جہنم اور آگ ہے

گفت آرے آنچہ کردم استم ست
اُس نے کہا ہاں جو میں نے کیا ظُلم ہے
لیک ہم میداں کہ بادی اظلم ست
لیکن یہ بھی سمجھ لے کہ ابتدا کرنے والا زیادہ ظالم ہے

گفت نائب یک بیک ما بادئیم
نائب نے کہا ہم سب ابتدا کرنے والے ہیں
با سوادِ رُو چہ اندر شادئیم
منہ کی کالک کے ہوتے ہوئے کیسے خوش ہیں

ہمچو[3] زنگی کو بُوَد شادان و خوش
حبشی کی طرح کہ وہ مسرور اور خوش ہے
اُو نہ بیند غیرِ اُو بیند رُخش
وہ نہیں دیکھتا، دوسرا اُس کا چہرہ دیکھتا ہے

ماجرا بسیار شُد در مَن یزید
نیلام میں بہت قصہ ہوا
داد صَد دینار و آں ازوے خرید
اُس نے سو دینار دیے اور وہ اُس سے خرید لیا

ہر دَمے صندوقیِ اے بَد پسند
اے برائی کے پسند کرنیوالے! تو ہر وقت ایک صندوق ہے
ہاتفان و غیبیانت می خرند
تجھے ہاتف اور غیبی خرید رہے ہیں

---

1. انچہ۔ ہرچہ برخودنہ پسندی بدیگراں مپسند۔ زانکہ۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی گذرگاہ پر ہے اُس سے کسی کا کام پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور وہ اکثر قیامت سے پہلے بھی عمل کی جزا دے دیتا ہے۔ آں عظیم۔ اُس کا انصاف سب پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔ گوشہ۔ تو بھی اس کے عدل کے ماتحت ہے جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ تو مراقب۔ بھلا کرے گا بھلا ہوگا بُرا کرے گا بُرا ہوگا۔

2. پس۔ انسان غور کرے تو انسان کو اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی مل رہی ہے۔ آں جزا۔ قیامت میں جو بدلہ ملتا ہے وہ غیر معمولی ہے اور بد اعمال کا بدلہ قیامت میں جہنم ہے۔ گفت۔ جوحی نے کہا کہ بے شک قاضی کے ساتھ جو میں نے کیا وہ میرا ظلم ہے لیکن چونکہ برائی کی ابتدا قاضی نے کی کہ میری بیوی سے بُرا ارادہ کیا تو وہ مجھ سے زیادہ ظالم ہے لہٰذا اس کے اوپر ظلم بے جا نہیں ہے۔ گفت۔ نائب نے کہا کہ دوسرے کو اپنے سے زیادہ ظالم قرار دینا درست نہیں ہے ہم سب گناہوں میں ملوث ہیں اور سب ہی برائی کی ابتدا کرنے والے ہیں۔

3. ہمچو۔ ہم اپنے آپ کو بے قصور اور دوسرے کو برا سمجھنے میں اُس حبشی کی طرح ہیں جو اپنی روسیاہی کو نہیں دیکھتا دوسروں کی سیاہی کو دیکھتا ہے۔ من یزید۔ یعنی وہ خرید و فروخت جس میں یہ ہو کہ جو بڑھ کر دام لگائے سو اُسی کو ملے جیسا کہ اس زمانہ کا نیلام ہے۔ ہردمے۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ ہر انسان معصیتوں اور دنیا کے صندوق میں مقید ہے اور ہاتف غیبی یعنی اہل اللہ اسے خرید رہے ہیں۔

ایں[1] یقیں میداں کا سیر و بندہَ　زانکہ در صندوقِ غمہا ماندہَ
تو یقین کر لے کہ تو قیدی اور ظالم ہے　کیونکہ تو غموں کے صندوق میں رہا ہے

بندِ ہرچہ گشتہ از نیک و بد　ہر یکے بر تُو چُو صندوقیست سد
بھلے اور بُرے میں سے تو جس میں مقید ہے　تجھ پر ایک صندوق کی طرح روک ہے

تانگردی زیں ہمہ آزاد تُو　کے شوی اے جاں ز غم دلشاد تُو
جب تک تُو ان سب سے آزاد نہ ہو گا　اے پیارے! تو غم سے دلشاد کب ہو گا؟

در بیانِ خبرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمودن مَنْ کُنْتُ
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا بیان کہ فرمایا ''میں جس کا آقا ہوں

مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَّوْلَاہُ تا منافقاں طعنہ کردند کہ ایں بس
پس علیؓ اُس کا آقا ہے'' حتیٰ کہ منافقوں نے طعنہ دیا کہ یہ کافی نہ تھا

نُبود کہ ما مطیع شُدیم وے را کہ مُطاوِعت کودکے فرماید
کہ ہم اُن کے فرمانبردار ہو گئے، کہ وہ ایک لڑکے کی تابعداری کا حکم کر رہے ہیں

زیں[2] سبب پیغمبرؐ با اجتہاد　نامِ خود و آں علیؓ مولا نہاد
اسی لیے باسعی پیغمبرؐ نے　اپنا اور اُن علیؓ کا نام مولیٰ رکھا

گفت ہر کو را منم مولا و دُوست　ابنِ عمِّ مَن علیؓ مولایِ اُوست
فرمایا جس کا میں مولیٰ اور دوست ہوں　میرے چچا کا بیٹا علیؓ اُس کا مولیٰ ہے

کیست مولیٰ آنکہ آزادت کُند　بندِ رِقّیت ز پایت برکند
مولیٰ کون ہے؟ وہ جو تجھے آزاد کرے　تیرے پاؤں سے، غلامی کی زنجیر نکال دے

چوں بآزادی نبوّت ہادی ست　مؤمناں را ز انبیا آزادی ست
چونکہ نبوت آزادی کی راہنما ہے　مؤمنوں کو انبیا کی وجہ سے آزادی (حاصل) ہے

اے[3] گروہِ مؤمناں شادی کُنید　ہمچو سَرو و سوسن آزادی کُنید
اے مومنوں کی جماعت! خوشی مناؤ　سَرو اور سوسن کی طرح آزادی مناؤ

لیک می گوئید ہر دَم شُکرِ آب　بے زباں چوں گلستانِ خوش خضاب
لیکن ہر وقت پانی کا شکر ادا کرو　بغیر زُبان کے، خوش رنگ چمن کی طرح

بے زباں گویند سَرو و سبزہ زار　شُکرِ آبے شُکرِ عدلِ نوبہار
سرو اور سبزہ زار، بغیر زبان کے ادا کرتے ہیں　پانی کا شکریہ (اور) نو بہار کے انصاف کا شکریہ

---

[1] ایں یقیں۔ تجھے یقین کر لینا چاہیے تو بھی قاضی کی طرح غموں اور فکروں کے صندوق میں مقید ہے۔ بند۔ دل پسند اور ناپسند جو بھی تیرا دنیاوی مطلوب ہے وہ تیرے لیے صندوق اور راہِ آخرت کے لیے رکاوٹ ہے۔ تانگردی۔ جب تک تو اُن علائق کو توڑ کر آزاد نہ ہوگا تجھے حیاتِ طیبہ نصیب نہ ہوگی۔ در بیان۔ اس حدیث سے اِس آزادی کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

[2] زیں سبب۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ''جس کا میں مولیٰ اور آقا ہوں علیؓ اُس کا مولیٰ ہے''۔ چوں بآزادی۔ نبوت انسانوں کی رہنمائی کرتی ہے اور دنیاوی علائق سے آزادی دلاتی ہے۔

[3] اے گروہ۔ مومنوں کو اس آزادی سے خوشی منانی چاہیے سرو اور سوسن کو پھلدار نہ ہونے کی وجہ سے آزاد کہا جاتا ہے۔ لیک۔ اپنے مُربّی کا اسی طرح شکر ادا کرتا ہے۔ بے زباں۔ محض زبان سے شکر، شکر نہیں ہے بلکہ دل اور حال سے شکر ادا کرو۔ چمن کے پودے احوال سے شکر ادا کرتے ہیں۔

حُلّہہا¹ پوشیدہ و دامن کشاں — مَست و رَقّاص و خوش و عنبر فشاں

جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کھینچتے ہوئے — مست اور ناچنے والے اور خوش اور عنبر چھڑکنے والے

جُزو جُزو آبستن از شاہِ بہار — جسمِ شاں چوں دُرجِ پُر دُرِّ ثمار

شاہِ بہار سے، جز جز حاملہ ہے — اُن کا جسم ڈبّے کی طرح پھلوں کے موتیوں سے بھرا ہوا ہے

مریماں بے شوی آبست از مسیح — خامُشاں بے لاف و گفتارِ فصیح

بہت سے مریمیں بغیر شوہر کے مسیح سے حاملہ ہیں — چپ ہیں، بغیر دعوے اور گفتگو کے فصیح ہیں

ماہِ ما بے نُطق خوش بر تافتہ است — ہر زباں نُطق از فرِ اُو یافتہ است

ہمارا چاند بغیر گویائی کے خوب چمکتا ہوا ہے — ہر زبان نے اُس کے نور سے گویائی حاصل کی

نُطقِ² عیسیٰؑ ازفرِ مریمؑ بُود — نُطقِ آدمؑ پرتوِ آں دَم بُود

(حضرت) عیسیٰؑ کی گویائی (حضرت) مریمؑ کے نُور سے ہے — (حضرت) آدمؑ کی گویائی اُس نفخ کے پَرتو سے ہے

تا زیادت گردد از شکر اے ثقات — پس نباتِ دیگرست اندر نبات

اے ثقہ لوگو! تاکہ شکر کی وجہ سے زیادتی ہو — نباتات میں بہت سی دوسری نباتات ہیں

عکسِ آں اینجا ست ذَلَّ مَنْ قَنَعْ — اندریں طور ست عَزَّ مَنْ طَمَعْ

یہاں "ذلیل ہوا جس نے قناعت کی" کا اُلٹا ہے — اس راستہ میں ہے "عزت پائی جس نے لالچ کیا"

در³ جُوالِ نفس خود چندیں مَرو — از خریدارانِ خود غافل مشو

اپنے نفس کے بورے میں اتنا نہ گھس — اپنے خریداروں سے غافل نہ ہو

باز آمدنِ زنِ جوحی بمحکمۂ قاضی سالِ دُوم بر اُمید آنکہ وظیفۂ

دوسرے سال جوحی کی بیوی کا قاضی کی کچہری میں آنا اس امید پر کہ

پارسال بجا آورد و شناخت قاضی اُو را

گزشتہ سال کا معاملہ انجام دے اور قاضی کا اسکو پہچان لینا

بعد سالے باز جوحی از محن — رُو بزن کرد و بگفت اے چُست زن

مصیبتوں کی وجہ سے ایک سال بعد پھر جوحی نے — بیوی کی طرف رُخ کیا اور کہا اے چالاک عورت!

آں وظیفہ پار را تجدید کُن — پیشِ قاضی از گلۂ من گو سخن

پارسال والے معاملہ کی تجدید کر — قاضی کے سامنے میرے شکوے کی بات کر

ا خلّہہا۔ چمنوں کا شکریہ ادا کرنا یہ ہے کہ انھوں نے نئی پوشاکیں پہنی ہیں اور ناز و ادا دکھا رہے ہیں اور خوشبو مہکا رہے ہیں۔ جزو۔ چمن اور باغ کا ہر جزو بہار کا شکریہ اس طور پر ادا کرتا ہے کہ اُس کا جُز جُز پھلوں سے پُر ہو گیا ہے۔ مریماں۔ یعنی درخت۔ مسیح۔ یعنی پھل۔ خامشاں۔ سب خاموش ہیں لیکن اُن کے احوال گویا ہیں۔ ماہِ ما۔ چمن کہتا ہے کہ جس طرح ہم بغیر گویائی کے شکر گزار ہیں اس طرح ہمارے محسن موسمِ بہار میں گویائی نہیں ہے لیکن دوسری گویائیاں اُس کا فیض ہیں اُن کا نشو و نما موسمِ بہار کرتا ہے۔

۲ نطقِ عیسیٰ۔ موسمِ بہار سے زبان کی گویائی حاصل ہونا اسی طرح ہے جس طرح سے حضرت عیسیٰؑ کو بچپن ہی میں گویائی حضرت مریم کے نور سے حاصل ہوئی اور حضرت آدمؑ کو گویائی اللہ تعالیٰ کے نفخ سے حاصل ہوئی۔ اے ثقات۔ شکر کی اس لیے تلقین کی جا رہی ہے کہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ نبات۔ یعنی نعمتوں کے اندر مزید نعمتیں ہیں جو شکر سے حاصل ہوں گی۔ عکس۔ دنیا کی اشیا کے بارے میں ہے: عز من قنع، جس نے قناعت کی اس نے عزت پائی اور ذل من طمع جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا لیکن دینی نعمتوں کے بارے میں معاملہ اُلٹا ہے اُن میں جو قناعت کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے اور جو لالچ کرتا ہے وہ عزت پاتا ہے۔

۳ در جُوال۔ نفس کے صندوق سے باہر نکل تیرے خریدار ہیں اُن کی اطاعت کر یہی ان کا شکریہ ہے۔ بعد سالے۔ جوحی نے کچھ دن اُس روپے سے مزے اُڑائے پھر افلاس سے پریشان ہو کر عورت سے کہا۔ آں وظیفہ۔ گذشتہ سال کی طرح قاضی کو پھر پھنسا۔

زَن[1] بر قاضی در آمد با زَناں مَر زَنے را کرد آں زَن تَرجماں

عورت، عورتوں کے ساتھ قاضی کے پاس آئی اُس عورت نے ایک عورت کو ترجمان بنایا

تا نہ بشناسد ز گفتن قاضیش یاد ناید از بلایِ ماضیش

تاکہ بولنے سے قاضی اُس کو نہ پہچانے اُس کو گذشتہ مصیبت، یاد نہ آ جائے

ہست فتنہ غمزہَ غمازِ زَن لیک آں صَد تو شود ز آوازِ زَن

عورت کی چغل خور ادا فتنہ ہے لیکن وہ عورت کی آواز سے سو گنا ہو جاتا ہے

چوں نمی تانست آوازے فراشت غمزہَ تنہایِ زَن سُودے نداشت

چونکہ وہ آواز بلند نہ کر سکتی تھی عورت کی اکیلی ادا مفید نہ ہوئی

گفت قاضی رو تو خصمت را بیار تا دہم کارِ ترا با اُو قرار

قاضی نے کہا جا تو اپنے مدعٰی علیہ کو لے آ تاکہ اُس کے ساتھ تیرا معاملہ طے کر دوں

جوحی[2] آمد قاضیش نشناخت زُود کہ بوقتِ لُقیہ در صندوق بُود

جوحی آ گیا، قاضی نے اُس کو جلد نہ پہچانا کیونکہ وہ ملاقات کے وقت صندوق میں تھا

زُو شنیدہ بُود آواز از بروں در شریٰ و بیع و در نقص و فزوں

اُس نے اُس کی آواز باہر سے سُنی تھی خرید و فروخت اور کمی و بیشی میں

گفت نفقہء زَن چراندہی تمام گفت از جاں شرع را ہستم غلام

اُس نے کہا تو عورت کا پورا خرچ کیوں نہیں دیتا؟ اُس نے کہا میں شریعت کا جان سے غلام ہوں

لیک[3] اگر میرم ندارم من کفن مفلسِ ایں لعبم و شش پنج زَن

لیکن اگر میں مر جاؤں تو میں کفن بھی نہیں رکھتا ہوں میں اس کھیل سے مفلس ہوں اور مکر و فریب کرتا ہوں

زیں سخن قاضی مگر بشناختش یاد آورد آں دَغل واں باختش

قاضی نے شاید اس بات سے اُس کو پہچان لیا اُس کو وہ مکر اور اُس کی وہ بازی یاد آ گئی

گفت آں شش پنج با من باختی پار اندر شش درم انداختی

کہا، وہ شش پنج تو نے میرے ساتھ کھیلا تھا گذشتہ سال تو نے مجھے ششدر میں پھنسایا تھا

نوبتِ من رفت امسال آں قمار با دِگرکس باز و دست از من بدار

میری باری گذر گئی، اس سال وہ جُوا کسی دوسرے سے کھیل اور مجھ سے ہاتھ اُٹھا لے

[1] زَن۔ جوحی کی بیوی کچھ عورتوں کو ساتھ لے کر قاضی کی کچہری میں پہنچی اور ایک عورت کو اپنا ترجمان بنایا۔ تانہ بشناسد۔ جوحی کی بیوی خود اس لیے نہ بولی کہ قاضی اُس کی آواز سے اس کو نہ پہچان لے اور گزشتہ سال کی مصیبت قاضی کو یاد نہ آ جائے۔ ہست۔ عورتوں کی ادائیں بھی فتنہ ہیں لیکن آواز کے ساتھ مل کر وہ سو فتنے بن جاتی ہیں۔ چوں۔ جب عورت کی آواز ادا کے ساتھ نہ ہو تو محض ادا اتنا کام نہیں کرتی۔ گفت۔ قاضی چونکہ اس بار فریفتہ نہ ہوا تو اُس نے کہا کہ شوہر کو حاضر کر۔

[2] جوحی۔ وہ عورت اپنے شوہر جوحی کو بلا لائی قاضی جوحی کو نہ پہچان سکا اس لیے کہ اس کی ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں بند تھا۔ زُو۔ قاضی نے جوحی کی صرف آواز سُنی تھی جب وہ نائب سے صندوق کا سودا کر رہا تھا۔ گفت۔ قاضی نے جوحی سے کہا تو بیوی کو پورا خرچ کیوں نہیں دیتا۔ از جان۔ جوحی نے کہا میں شریعت کے احکام کا غلام ہوں۔

[3] لیک۔ لیکن میں اس قدر مفلس ہوں کہ اگر مر جاؤں تو کفن بھی نہیں ہے۔ شش پنج زن۔ حیلہ و مکاری کرنے والا۔ زیں سخن۔ ان باتوں سے قاضی جوحی کو پہچان گیا اور اُس کو اُس کی گذشتہ سال کی مکاری یاد آ گئی۔ گفت۔ قاضی نے کہا تو نے گذشتہ سال میرے ساتھ مکاری کی تھی اور مجھے ششدر میں پھنسایا تھا۔ نوبت۔ میری باری تو گذر گئی اب کسی اور کو پھانس۔

از[1] شش و از پنج عارف گشت فرد
عارف شش اور پنج سے جدا ہو گیا
محترز گشت ست زیں شش پنج نرد
بازی کے اس شش و پنج سے پرہیز کرنیوالا بن گیا

رست اُو از پنج حِس و شش جہت
وہ پانچ حواس اور چھ جہت سے چھوٹ گیا
از وَرای آں ہمہ کرد آگہت
تجھے اُن سب کے آگے سے آگاہ کیا

شُد اشاراتش اِشاراتِ ازل
اُس کے اشارے ازل کے اشارے ہو گئے
جَاوَزَ الْاَوْهَامَ طُرًّا وَاعْتَزَلْ
وہ سب وہموں سے گذر گیا ہے اور یکسو ہو گیا ہے

زیں چہ شش گوشہ گر نبُود بروں
اگر وہ اس چھ گوشے والے کنویں سے باہر نہ ہو
چوں برآرد یوسفؑ را از دروں
یوسف کو اندر سے کیسے نکالے؟

واردے بالائے چرخِ بے ستن
وہ بغیر ستون کے آسمان کے اوپر سے اُترنے والا ہے
جسمِ اُو چوں دَلو درچہ، چارہ کُن
اُس کا جسم ڈول کی طرح کنویں میں تدبیر کرنے والا ہے

یوسفاں[2] چنگال در دَلوش زدہ
یوسفوں نے اُس کے ڈول کو پکڑ لیا ہے
رَستہ از چاہ وشہِ مصری شُدہ
کنویں سے نجات پا کر مصری بادشاہ بن گئے ہیں

دَلوہای دیگر از چہ آب جُو
دوسرے ڈول کنویں میں سے پانی کے جویاں ہیں
دَلوِ اُو فارغ ز آب، اصحاب جُو
اسکا ڈول پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈنے والا ہے

دَلوہا غوّاصِ آب از بہرِ قُوت
(دوسروں کے) ڈول روزی کیلیے پانی میں غوطہ لگانیوالے ہیں
دَلوِ اُو قُوتِ و حیاتِ جانِ حُوت
اُس کا ڈول جان کی مچھلی کے لیے روزی اور زندگی ہے

دَلوہا وابستہ‌ء چرخِ[3] بُلند
(دوسروں کے) ڈول اونچی گھرِی سے وابستہ ہیں
دَلوِ اُو در اصبعینِ زور مند
اُس کا ڈول قوی کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

دَلو چہ و حبل چہ و چرخ چی
کیسا ڈول اور کیسی رسّی، اور کیسا آسمان!
ایں مثالے بس رکیک ست اے اچی
اے بڑے بھائی! یہ مثال بہت کمزور ہے

از کُجا آدم مثالِ بے شکست
میں سالم مثال کہاں سے لاؤں؟
کفوِ اُو نے آید و نے آمد ست
اُس کی مثل نہ آئے، اور نہ آیا ہے

صَد ہزاراں مَرد پنہاں دَر یکے
لاکھوں انسان ایک میں پوشیدہ ہیں
صَد کمان و تیر درجِ ناوکے
سیکڑوں تیر و کمان ایک تیر میں داخل ہیں

---

[1] از شش۔ عارف شش و پنج سے فارغ ہوتا ہے۔ رست۔ پنج سے مراد پانچ حواس اور شش سے مراد چھ جہتیں ہیں۔ شُد اشاراتش۔ اب اُس کا ادراک حواسِ خمسہ اور دنیا کے شش جہات سے بالاتر ہے اب اُس کو علوی علوم حاصل ہیں وہ اوہام سے گذر گیا ہے اور یکسو ہو گیا ہے۔ زیں۔ اگر وہ دنیا کے چھ گوشے والے کنویں کے اندر ہوتا تو دوسرے کو کنویں سے باہر کیسے نکال سکتا۔ یوسفے۔ یعنی مرید۔ وارد۔ قرآن پاک میں ہے فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ یعنی انھوں نے پانی بھرنے والے کو بھیجا یہی وارد تھا جس نے حضرت یوسفؑ کو کنویں سے نکالا، اسی طرح مریدوں کو کنویں میں سے نکالنے والا یعنی شیخ دنیا سے بالا ہے صرف اُس کا جسم دنیا کے اس کنویں میں ڈول کی طرح آتا جاتا ہے جو کنویں میں محبوس نہیں ہوتا ہے۔

[2] یوسفاں۔ مرید اُس کے اس جسم سے وابستہ ہو کر دنیا کے کنویں سے نجات پا کر حضرت یوسفؑ کی طرح شاہِ مصر بنتے ہیں۔ دَلوہای۔ دنیاداروں کے ڈول تو دنیا حاصل کرتے ہیں اور شیخ کا ڈول دنیا سے باہر نکالتا ہے۔ دَلوہا۔ دوسرے کے ڈول پانی حاصل کرنے کے لیے کنویں میں جاتے ہیں اس کا ڈول مچھلی کو روزی اور زندگی عطا کرتا ہے۔ حوت۔ مچھلی یعنی مرید۔

[3] چرخِ بلند یعنی گھرِی جو کنویں کے اوپر ہوتی ہے۔ دَر اصبعین۔ یعنی اللہ کے تصرف میں ہے۔ دَلو۔ یہاں عارف باللہ کے جسم کو ڈول وغیرہ سے تشبیہ دی اب فرماتے ہیں عارف کے لیے یہ مثالیں بالکل ناقص ہیں۔ از کجا۔ اس کی مثال کائنات میں کوئی نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ وہ عارف ایک ذات ہے لیکن پوری ایک اُمت ہوتا ہے اور وہ ایک تیر ہے جس میں سیکڑوں تیر و کمان پوشیدہ ہیں۔

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ فِتنۂ [1]
وہ "تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" ایک امتحان ہے
صد ہزاراں خرمن اندر حفنۂ
ایک مٹھی میں لاکھوں کھلیان ہیں

آفتابے دَر یکے ذرّہ نہاں
سورج ایک ذرے میں پوشیدہ ہے
ناگہاں آں ذرّہ بکشاید دہاں
(اگر) وہ ذرہ اچانک منہ کھول دے

ذرّہ ذرّہ گردد افلاک و زمیں
آسمان اور زمین ذرہ ذرہ ہو جائے
پیشِ آں خورشید چوں جَست از کمیں
اُس سورج کے سامنے جب وہ کمینگاہ سے نکلے

ایں چنیں جانے چہ در خوردِ تن ست
ایسی جان جسم کے کیا لائق ہے؟
ہیں بشُو اے تن ازیں جاں ہردو دست
خبردار! اے جسم اِس جان سے دونوں ہاتھ دھو لے

اے[2] تنِ گشتہ وثاقِ جاں بس ست
اے جسم! جو روح کا گھر بنا ہوا ہے، بس ہے
چند تاند بحر در مشکے نشست
سمندر، ایک مشک میں کہاں سما سکتا ہے؟

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
خبردار! بشر میں ہزاروں جبرئیل ہیں
اے مسیحاں نہاں دَر جوفِ خَر
آگاہ ہوجا، گدھے کے پیٹ میں بہت سے مسیح پوشیدہ ہیں

اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد
خبردار! کملی میں کلیم اللہ پوشیدہ ہے
واقفِ از خوف و رست از نیک و بد
جو خوف سے واقف ہے اور نیک و بد سے چھوٹ گیا ہے

اے حبیب اللہ نہاں دَر غارِ تن
خبردار! جسم کے غار میں اللہ کا محبوب پوشیدہ ہے
گنجِ ربّانی نہاں درمارِ تن
جسم کے سانپ میں خدائی خزانہ پوشیدہ ہے

اے[3] ہزاراں کعبہ پنہاں در کنیس
خبردار! ہزاروں کعبے گرجا گھر میں پوشیدہ ہیں
اے غلط اندازِ عفریت و بلیس
اے! بھوت اور شیطان کو غلطی میں مبتلا کرنے والے

سجدہ گاہِ لامکانی در مکاں
تو مکان، میں لامکانی کی سجدہ گاہ ہے
مر بلیساں را ز تو ویراں دُکاں
تیری وجہ سے شیطانوں کی دُکان ویران ہے

کہ چرا من خدمتِ ایں طیں کنم
کہ میں اِتنی مٹی کی خدمت کیوں کروں؟
صورتِ دوں را لقب چوں دیں کنم
کم درجہ کی صورت کو دین کا لقب کیوں دوں؟

نیست صورت چشم را نیکو بمال
صورت نہیں ہے، آنکھ خوب مل لے
تابہ بینی شعشعِ نورِ جلال
تاکہ تو جلال کے نُور کی چمک دیکھے

باز آمدن بقصۂ شہزادہ و ملازمتِ اُو بحضرتِ شاہ
شہزادے کے قصہ کی طرف واپسی اور اُس کی شاہ کے دربار سے وابستگی

---

1 مَا رَمَیْتَ۔وہ عارف خدا سے وحدت رکھتا ہے۔فتنہ۔لوگوں کے لیے آزمائش ہے کہ وہ لوگ محض اُس کے جسم کو دیکھ کر شیطانی نظر اختیار کرتے ہیں۔حفنہ۔یعنی مٹھی بھر غلہ۔آفتابے۔اُس کی روح ایک آفتاب ہے جو جسم کے ذرّے میں پوشیدہ ہے۔ذرّہ۔زمین اُس آفتاب کی تاب نہیں لاسکتی۔ایں چنیں۔جبکہ رُوح کی وسعت اور عظمت کا یہ حال ہے تو وہ اس جسم کے لائق کہاں ہے۔

2 اے تن۔جو جسم روح کا گھر بنا ہوا ہے رُوح کا اُس میں تھوڑی دیر کا قیام کافی ہے سمندر جیسی روح مشک کے جسم میں کب تک ٹھہر سکتی ہے۔اے ہزاراں۔رُوح بمنزلہ ہزاروں جبرئیل کے ہے اور جسم ایک بشر ہے، رُوح مسیح ہے اور جسم خر ہے۔اے۔یہ رُوحِ عارف کو خطاب ہے۔خوف۔یعنی علمِ معرفتِ خداوندی۔نیک و بد۔یعنی دنیاوی امور۔حبیب اللہ۔آنحضورؐ ہجرت کے وقت غارِ ثور میں پوشیدہ رہے تھے۔

3 اے ہزاراں کعبہ۔یہ تمام تشبیہیں رُوح اور جسم کی ہیں۔غلط۔شیطان محض جسم کو دیکھ کر غلطی میں مبتلا ہوگیا۔لامکانی۔یعنی فرشتے۔در مکاں۔ایک قول کے مطابق فرشتوں نے آدم کو زمین پر سجدہ کیا تھا۔کہ چرا۔یہ دُکان کی ویرانی کا بیان ہے۔نیست۔مولانا شیطان سے فرماتے ہیں آنکھ مل کر دیکھ یہ محض جسم نہیں ہے۔باز آمدن۔شہزادہ کا قصہ پھر شروع کیا ہے۔

شاہزادہ پیشِ شہ حیرانِ ایں ‏— ہفت[1] گردوں دیدہ در یکمشتِ طیں

شہزادہ، بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا ‏— سات آسمان اُس نے ایک مُٹھی مٹی میں دیکھے

ہیچ ممکن نے بہ بحثے لب کشود ‏— لیک جاں با جاں دمے خامُش نبُود

بحث میں لب کشائی کسی طرح ممکن نہیں؟ ‏— لیکن جان، جان کے ساتھ ایک لمحہ کے لیے خاموش نہیں ہے

آمدہ در خاطرش کیں بس، خفی ست ‏— ایں ہمہ معنی ست پس صورت ز چیست

اُس کے دل میں آیا، کہ یہ بہت پوشیدہ ہے ‏— یہ سب باطن ہے، تو صورت کس لیے ہے

صورتے از صورتت بیزار کن ‏— خُفتہ مَر خُفتہ را بیدار کن

یہ ایک صورت تجھے صورت سے بیزار کرنے والی ہے ‏— ایک سُویا ہوا سُوئے ہوئے کو بیدار کرنے والا ہے

آں[2] کلامت می رہاند از کلام ‏— وان سِقامت می جہاند از سِقام

تجھے وہ کلام، کلام سے چھڑاتا ہے ‏— اور وہ بیماری، تجھے بیماری سے نجات دیتی ہے

پس سِقامِ عشق جانِ صحت ست ‏— رنجہایش حسرتِ ہر راحت ست

عشق کی بیماری صحت کی رُوح ہے ‏— اُس کے رنج ہر راحت کا رشک ہیں

اے تن اکنوں دستِ خود از جاں بشُو ‏— وَر نمی شوئی جُز ایں جانے بجُو

اے جسم! اب اپنا ہاتھ جان سے دھو لے ‏— اور اگر تو نہیں دھوتا اس کے علاوہ کوئی جان تلاش کر لے

در بیانِ نوازش و احترامِ شاہِ چین شاہزادۂ غریب عاشق را

شاہِ چین کے پردیسی، عاشق شہزادے، کو نوازنے اور احترام کرنے کے بیان میں

حاصل[3] آں شہ نیک اُو را می نواخت ‏— اُو ازاں خورشید چوں مہ می گداخت

خلاصہ یہ ہے کہ شاہ اُس کو خوب نوازتا تھا ‏— وہ اُس سورج سے، چاند کی طرح گھلتا تھا

آں گدازِ عاشقاں باشد نمُو ‏— ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رُو

عاشقوں کا وہ گھلنا، بڑھتا ہے ‏— جس طرح چاند گھٹا وہیں تازہ رُو ہے

جُملہ رنجوراں دَوا دارند اُمید ‏— نالد ایں رنجور کم افزوں کُنید

سب بیمار، دوا کی اُمید کرتے ہیں ‏— یہ بیمار روتا ہے، کہ میری بیماری بڑھاؤ

جُملہ رنجوراں دَوا جویند و ایں ‏— رنج افزوں جُوید و درد و حنیں

سب مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ ‏— زیادہ رنج اور درد اور رونا تلاش کرتا ہے

---

[1] ہفت گردوں۔ رُوحِ کامل اس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ یکمشت طیں۔ یعنی جسم۔ ہیچ۔ جو اشکالات شہزادے کے ذہن میں آئے تھے وہ زبان سے تو بیان نہ کرتا تھا لیکن باہمی رُوحی مکالمہ ہوتا تھا۔ آمدہ۔ شہزادے کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا جبکہ سب فضائل اور خواص رُوح کے ہیں تو جسم سے اُس کا تعلق کیوں کیا گیا ہے۔ صورتے۔ رُوحِ کامل کو صورت سے اس لیے وابستہ کر دیا گیا ہے کہ صورت اختیار کر کے تیرے اندر وہ فیض پہنچائے کہ تو صورت سے بیزار ہو جائے اُس کا یہ فیض رُوحِ مجرد سے تو حاصل نہ کر سکتا تھا تو گویا اُس کی مثال ہوئی کہ ایک خفتہ یعنی صورت نے تجھ خفتہ کو بیدار کر دیا کہ تو صورت سے بیزار ہو گیا۔

[2] آں کلامت۔ اس رُوح سے جبکہ وہ صورت سے وابستہ ہے کلام صادر ہوتا ہے جو تجھے اُس کلام سے باز رکھتا ہے جو مقصود سے مانع ہو۔ واں سقامت۔ جسمانی بیماریوں کو اللہ تعالیٰ گناہوں کی بیماریوں کی دوا بنا دیتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ رُوحِ کامل کے جسم پر جب عشق کی بیماری طاری ہوتی ہے تو اُس کے آثار کو دیکھ کر لوگ اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ سقامِ عشق۔ ہم نے عشق کو بیماری کہا ہے لیکن یہ ایسی بیماری ہے جو صحت کی جان ہے اور اسکی تکالیف راحتوں کے لیے باعثِ حسرت ہیں جو صحت سے مقصود ہوتی ہیں۔ اے تن۔ اے جسم اب اس جان کا پیچھا چھوڑ دے اور اگر تو بالکل رُوح کو چھوڑنا نہیں چاہتا تو جیسا کہ قاضی نے کہا کوئی رُوح تلاش کر لے۔

[3] حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ شاہِ چین اُس شہزادے کو نوازتا تھا لیکن عشق اس کو گھلا رہا تھا۔ عاشقاں۔ جن کو حقیقی عشق ہو وہ جتنے گھلتے ہیں اُتنے ہی تازہ دم ہوتے ہیں۔ جملہ۔ دوسرے بیمار دوا تلاش کرتے ہیں۔ مریضِ عشق، عشق بڑھنے کی تمنا کرتا ہے۔ کم۔ کرام۔

خوب[1] تر زیں سَم ندیدم شَربتے — زیں مَرض خوشتر نباشد صحتے

میں نے اِس زہر سے زیادہ اچھا کوئی شربت نہیں دیکھا — کوئی صحت اس بیماری سے زیادہ اچھی نہ ہو گی

زیں گُنہ بہتر نباشد طاعتے — سَالہا نسبت بدیں دم ساعتے

کوئی ۔ طاقت اِس گناہ سے بہتر نہیں ہے — بہت سے سال، اس سانس کی نسبت سے ایک گھنٹہ ہیں

مُدّتے بُد پیش آں شہ زیں نَسَق — دل کباب و جاں نہادہ بَر طبق

وہ ایک مدت تک اُس شاہ کے سامنے اِسی طریقہ پر رہا — دل کباب تھا اور جان طباق پر رکھے ہوئے

گفت شاہ از ہر کسے یکسر بُرید — مَن ز شہ ہر لحظہ قربانم جدید

بولا، شاہ نے ہر شخص کا ایک سر کاٹا — میں بادشاہ کی وجہ سے ہر لحظہ نیا قربان ہو رہا ہوں

مَن[2] فقیرم از زر و از سرغنی — صَد ہزاراں سَر خلف داد آں سَنی

میں زر سے فقیر اور سَر سے بے نیاز ہوں — اُس روشنی نے لاکھوں سر نتیجہ میں دے دیے ہیں

با دو پا در عشق نتواں تاختن — با یکے سَر عشق نتواں باختن

عشق میں دو پاؤں سے نہیں دوڑا جا سکتا — ایک سر سے عشق کی بازی نہیں کھیلی جا سکتی

ہَر کسے را خود دو پا و یک سرست — با ہزاراں پاؤ سر تن نادرست

ہر شخص کے خود دو پاؤں اور ایک سر ہے — ہزاروں پاؤں اور سر کا جسم کمیاب ہے

زیں سبب ہنگامہا شُد کُل ہدر — ہست ایں ہنگامہ ہَر دم گرم تر

اسی لیے سب ہنگامے ضائع ہو گئے — یہ ہنگامہ ہر لحہ تیزی پر ہے

معدنِ گرمی ست اندر لامکاں — ہفت دوزخ از شرارش یک دُخاں

گرمی کی کان، لامکان میں ہے — سات دوزخیں اُس کی چنگاری کا ایک دُھواں ہیں

در[3] بیانِ آنکہ دوزخ گوید کہ قنطرۂ صراط برسرِ اُو ست

اِس کا بیان کہ وہ دوزخ کہ پل صراط اُس کے اوپر ہے، کہتی ہے اے

اے مُومن زُود تر بشتاب و بگذر تا عظمتِ نورِ تو آتشِ مرا نکُشد

مومن جلد کر اور گذر جا تاکہ تیرے نور کی عظمت میری آگ نہ بجھا دے

جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَأَ نَارِیْ

اے مومن! گذر جا بے شک تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

ز آتشِ مُومن ازیں رُو اے صَفی — میشود دوزخ ضعیف و مُنطفی

اے برگزیدہ! اِسی وجہ سے مومن کی آگ سے — دوزخ کمزور اور بجھنے والی ہو جاتی ہے

---

[1] خوب تر۔ عشق اگرچہ زہر ہے لیکن اُس کا مٹھاس سب سے بڑھا ہوا ہے۔ یہ مرض ہے لیکن ہر صحت سے بہتر ہے۔ زیں گنہ۔ یعنی جس کو مخالف گناہ سمجھتے ہیں۔ سالہا۔ عشق میں سالہا بمنزلہ ایک ساعت کے ہیں۔ مدتے۔ ایک عرصہ تک وہ اسی طریقہ پر بادشاہ کے پاس رہا کہ دل کباب تھا اور جان قربان کرنے کی فکر میں تھا۔ گفت۔ جن لوگوں نے شاہ کی لڑکی کی تمنا کی اُن کا ایک بار سر کٹا میں ہر وقت بار بار قربان ہو رہا ہوں۔

[2] من فقیرم۔ میں زر اور سر قربان کر چکا ہوں۔ صد ہزاراں۔ فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ با دو پا۔ اس عشق میں دو پاؤں اور ایک سر سے کام نہیں چلتا۔ ہر کسے۔ عوام اسی لیے اس عشق سے محروم ہیں کیونکہ اُن کے ایک سر اور دو پاؤں ہیں۔ نادر۔ عاشقانِ خدا نادر ہیں۔ زیں سبب۔ عشق مجازی کا ہنگامہ سر اور پاؤں کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ ایں ہنگامہ۔ لیکن عشق حقیقی کا ہنگامہ روز بروز تیز ہوتا ہے۔ معدن۔ چونکہ اس عشق کا منبع لامکانی اور غیر فانی ہے ہفت دوزخ۔ اس عشق کی گرمی کے سامنے دوزخ کی گرمی ہیچ ہے۔

[3] در بیان۔ مومن میں چونکہ عشق کی گرمی ہے اس لیے دوزخ اس کو برداشت نہیں کرتی ہے اور مومن سے کہتی ہے جلد گذر جا ورنہ تیرا نور میری نار کو بجھا دے گا۔ ز آتش۔ مومن میں عشق کی آتش ہے اُس سے دوزخ کی آگ کمزور ہو کر بجھ جاتی ہے۔

گویدش بگذر سُبک اے مُحتشم — ورنہ زاتشہائے تو مُرد آتشم

اُس سے کہتی ہے، اے باحشمت! جلدی سے گذر جا — ورنہ تیری آگ سے میری آگ بجھی

کفر[1] کہ کبریتِ دوزخ اُوست بَس — بیں چہ می نچساند اُورا ایں نفس

کفر، جو بس دوزخ کی گندھک ہے — دیکھ لے، وہ اُس کو اس وقت کس طرح پژمردہ کر دیتی ہے

کُفر کاں کبریتِ نارِ دوزخ ست — بیں کہ چوں میرد ازُو اے خود پرست

کفر جو دوزخ کی آگ کی گندھک ہے — اے خود پرست! دیکھ لے اُس سے کس طرح مر جاتی ہے

زُود کبریتت بدیں سُو وَا سپار — تانہ دوزخ بر تو تازد نے شرار

تو جلد اپنی گندھک اس طرف سپُرد کر دے — تاکہ تجھ پر نہ دوزخ دوڑے، نہ چنگاری

گویدش[2] جنّت گذر کُن ہمچو باد — ورنہ گردد ہرچہ مَن دارم کساد

اُس سے جنت کہتی ہے، ہوا کی طرح گذر جا — ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ کھوٹا ہو جائے گا

کہ تو صاحب خرمنی مَن خوشہ چیں — مَن بُتے اَم تو ولایتہائے چیں

کیونکہ تو کھلیان والا ہے اور میں خوشہ چُننے والی ہوں — میں ایک بُت ہوں، تو چین کی ولایتیں ہے

ہست لرزاں زُو جحیم و ہم جناں — نے مرا ایں را نے مرآں را زُو اَماں

اُس سے دوزخ بھی لرزنے میں ہے اور جنتیں بھی — اُس سے نہ اس کو امن، نہ اُس کو

وفات یافتنِ برادرِ بزرگ از شاہزادگاں و ملازمت

شہزادوں میں سے بڑے بھائی کا مر جانا اور درمیانی بھائی کی

کردنِ برادرِ میانہ پادشاہِ چین را

شاہِ چین کی صحبت اختیار کرنا

رفت[3] عُمرش چارہ را فرصت نیافت — صبر بَس سوزاں بُدو جاں بَر نتافت

اُس کی عمر ختم ہو گئی، علاج کی فرصت نہ پائی — صبر بہت جلانے والا تھا اور جان برداشت نہ کر سکی

مُدّتے دنداں کناں ایں می کشید — نارسیدہ عُمرِ اُو آخر رسید

ایک مدت تک ڈرتے ہوئے اس کو برداشت کرتا رہا — مقصود حاصل کیے بغیر اُس کی عمر آخر ہو گئی

صُورتِ معشوق ازو شُد در نہفت — رَفت و شُد با معنیِ معشوق جُفت

اُس سے معشوق کی صورت چھپ گئی — وہ مر گیا اور معشوق کی حقیقت کا ساتھی بن گیا

گفت لُبسش گر ز شعرِ شُشترست — اعتناقِ بے حجابش خُوشترست

اُس نے کہا اگر اُس کا لباس شوستر کے پشینہ کا ہے — اُس کا بغیر پردے کے گلے لگنا زیادہ اچھا ہے

---

[1] کفر۔ دوزخ کی آگ کو بھڑکانے والی گندک، کفر ہے دیکھو دنیا میں مومن کے ایمان سے کفر کیسا مضمحل ہو جاتا ہے تو جب مومن جہنم پر سے گذرے گا تو دوزخ کی گندھک یعنی کفر مضمحل ہو جائے گا۔ زُود۔ تو اپنے اندر سے بہت جلد اس مادے کو دُور کر دے اور اپنی ہستی کو کسی صاحب عشق و معرفت کے سپرد کر دے تاکہ اس میں مادہ ہی نہ رہے جس کو دوزخ کی آگ پکڑ سکے۔

[2] گویدش۔ مومن کے اعتبار سے جنت بھی کم رتبہ ہے، قلب مومن ذات خداوندی کا مظہر اتم ہے، جنت میں یہ صفت نہیں ہے اعلیٰ سے ادنیٰ شرماتا ہے لہٰذا جنت کا یہ قولِ خود کو گھٹیا ہونا بتانے کے لیے ہے۔ ہست۔ غرضیکہ مومن جنت سے بھی افضل ہے اور جہنم سے بھی۔

[3] رفت۔ اُس بڑے شہزادے کی عمر اسی حالت میں ختم ہو گئی اور وصل کی کوئی تدبیر نہ ہو سکی۔ مدتے۔ ایک مدت تک اظہار عشق سے ڈرتا رہا اور آخرکار وصل کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ صورت۔ اب معشوق جو کہ مظہر تھا وہ اس کی نظروں سے غائب ہو گیا اور جو اس مظہر میں ظاہر تھا یعنی حسنِ خداوندی اُس سے جا ملا۔ گفت۔ اب وہ مجاز میں حقیقت دیکھنے کے بجائے بلا کسی حجاب کے حقیقت سے ہم کنار ہو گیا۔

مَن[1] شُدم عُریاں ز تَن اُو از خیال — می خرامم در نہایات الوصال

میں جسم سے ننگا ہو گیا وہ خیال سے — میں وصال کی انتہاؤں میں خراماں جا رہا ہوں

ایں مباحث تا بدینجا گفتنی ست — ہرچہ آید زیں سپس بنہفتنی ست

یہ بحثیں یہاں تک کہنے کی ہیں — اس کے بعد جو کچھ آتا ہے، وہ چھپانے کا ہے

گر بکوشی وَر بگوئی صد ہزار — ہَست بیکار و نگردد آشکار

اگر تو لاکھ کوشش کرے اور اگر لاکھ کہے — بیکار ہے، اور وہ واضح نہ ہو گا

تا بدریا سیرِ اسپ و زیں بُود — بعد ازانت مرکبِ چوبیں بُود

گھوڑے اور زین کی دوڑ دریا تک ہوتی ہے — اس کے بعد تیرے لیے، لکڑی کی سواری ہوتی ہے

مرکبِ[2] چوبیں بخشکی اَبترست — خاص آں دریائیاں را رہبرست

لکڑی کی سواری خشکی میں ناقص ہے — وہ خاص دریا والوں کے لیے راہنما ہے

ایں خموشی مَرکبِ چوبیں بُود — بحریاں را خامُشی تلقیں بُود

یہ خاموشی لکڑی کی سواری ہے — سمندر والوں کے لیے خاموشی تلقین ہے

ہر خموشی کاں ملولت میکُند — نعرہائے عشق زاں سُو میزند

جو خاموشی تجھے ملول کرتی ہے — وہ اُس جانب عشق کے نعرے لگاتی ہے

تو ہمی گوئی عجب خامُش چراست — اُو ہمی گوید عجب گوشش کجا ست

تو کہتا ہے، تعجب ہے وہ چپ کیوں ہے؟ — وہ کہتا ہے تعجب ہے؟ اُس کا کان کہاں ہے؟

مَن[3] ز نعرہ کر شُدم اُو بے خبر — تیز گوشاں زیں سَمر ہَستند کَر

میں نعرے سے بہرا ہو گیا، وہ بے خبر ہے — تیز کانوں والے، اس قصہ سے بہرے ہیں

آں یکے در خواب نعرہ میزند — صد ہزاراں بحث و تلقیں میکُند

ایک شخص خواب میں نعرے لگا رہا ہے — لاکھوں بحثیں اور گفتگوئیں کر رہا ہے

ایں نشستہ پہلوئے اُو بے خبر — خُفتہ خود آنست و کر زاں شور و شر

یہ اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے — وہ خود اس سے سویا ہوا ہے اور اُس شور وشر سے بہرا ہے

واں کسے کش مرکبِ چو بیں شکست — غرقہ شد در آب اُو خود ماہی ست

اور وہ شخص جس کی لکڑی کی سواری ٹوٹ گئی — وہ پانی میں ڈوب گیا، وہ خود مچھلی ہے

---

1 مَن شدم۔ اب وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں جسم سے عریاں ہو گیا اور جسم اُس شہزادی کے خیال سے عریاں ہو گیا اور اب میں حقیقت کے وصل کی طرف جا رہا ہوں۔ ایں مباحث۔ یعنی وصلِ خداوندی کے مباحث جو ذکر کر دیے بس یہی گفتگو میں سما سکتے تھے اس سے آگے کے احوال محض ذوقی ہیں۔ گر بکوشی۔ ذوقی چیزیں گفتگو سے بیان نہیں کی جا سکتی ہیں۔ تا بدریا۔ آگے کی باتوں کے لیے گفتگو ذریعہ نہیں اس کی مثال اس طرح سمجھ لو کہ گھوڑے کی سواری دریا کے کنارے تک کام دیتی ہے پھر وہ بیکار ہے، دوسری سواری کی ضرورت ہوتی ہے یعنی کشتی کام دیتی ہے۔

2 مرکب چوبیں۔ اہلِ قال کو حال نہیں سمجھا جا سکتا اس کو صرف اہل حال ہی سمجھ سکتے ہیں، جس طرح کشتی خشکی میں کام نہیں دے سکتی۔ ایں خموشی۔ گفتگو سے خاموشی اہلِ حال کے لیے گفتگو ہے۔ ہر خموشی۔ اگر تو اہلِ حال میں سے ہے تو گفتگو سے خاموشی سے طول ہو گا لیکن اہلِ حال کے لیے وہ عشق کے نعرے ہیں۔ تو ہمی گوئی۔ تو اس خاموشی کو خاموشی سمجھتا ہے۔ صاحب حال کہتا ہے کہ تیرے کان نہیں ہیں کہ تو اس حال کی گفتگو کو سمجھ سکے۔

3 مَن ز نعرہ۔ وہ صاحب ذوق کہتا ہے کہ میں تو عشق کے نعروں سے بہرا ہوا جا رہا ہوں اور یہ بے خبر ہے۔ تیز گوشاں۔ دنیادار تیز کان والے عشق کے نعروں سے بہرے ہوتے ہیں۔ آں یکے۔ اس کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص خواب میں نعرے لگاتا ہے اور بہت کچھ باتیں کرتا ہے۔ ایں نشستہ۔ دوسرا شخص جو اس کے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے اس سے بے خبر ہے تو یہ اگرچہ جاگ رہا ہے لیکن سویا ہوا بھی ہے۔ واں کسے۔ یہ حال تو اہلِ ذوق کا تھا اب جو فنا اور استغراق کے مقام میں ہیں اُن کا ذوق بھی فنا ہو چکا ہے اب وہ خود مچھلی ہیں ان کو اس کشتی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

نہ[1] خموش ہست و نہ گویا نادریست — حالِ اُو را در عبارت نام نیست

وہ نہ خاموش ہے اور نہ بولنے والا، کچھ عجیب ہے — اُس کی حالت کا لفظوں میں کوئی نام نہیں ہے

نیست زیں دو، ہر دو ہست آں بوالعجب — شرحِ ایں گفتن برُوں ست از ادب

وہ ان دونوں میں سے نہیں ہے اور وہ عجیب یہ دونوں ہے — اس کی شرح کرنا تہذیب سے باہر ہے

ایں مثال آمد رکیک و بے وُرُود — لیک در محسوس زیں بہتر نبُود

یہ مثال کمزور اور منطبق نہ ہونے والی ہے — لیکن محسوس میں اس سے بہتر (مثال) نہ تھی

حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت — جانش پُر درد و جگر پُر سُوز و تفت

خلاصہ یہ ہے کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا — اس کی جان پُر درد تھی اور جگر پُر سوز اور گرم تھا

آمدنِ برادر میانگیں بجنازۂ برادر کہ ایں کوچک صاحبِ فراش بُود از رنجوری و نواختنِ پادشاہ میانگیں را و صد ہزار غنایمِ غیبی و عینی بدُو رسیدن از نظرِ شاہ

بچلے بھائی کا بھائی کے جنازے پر آنا، کیونکہ چھوٹا بیماری کی وجہ سے بستر پر تھا اور بادشاہ کا بچلے کو نوازنا اور بادشاہ کی نظر سے اُس کو لاکھوں غیبی اور عینی دولتیں حاصل ہونا

کوچکیں[2] رنجور بُود و آں وسط — بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط

چھوٹا بیمار تھا اور وہ بچلا — فقط، اُس بڑے کے جنازے پر آیا

شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست — کہ ازاں بحر است ویں ہم ماہی ست

شاہ نے اُس کو دیکھا، قصداً کہا کہ یہ کون ہے؟ — کیونکہ اُسی سمندر کا ہے اور یہ بھی مچھلی ہے

پس مُعرِّف گفت پورِ آں پدر — ایں برادر زاں برادر خُرد تر

تعارف کرنے والے نے کہا اسی باپ کا بیٹا ہے — یہ بھائی، اُس بھائی سے چھوٹا ہے

شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار — کرد اُو راہم بداں پُرسش شکار

شاہ نے اُس کو نوازا کہ تو یادگار ہے — اُس نوازش سے اُس کو بھی شکار کر لیا

از[3] نوازشہای آں شاہِ وحید — در تنِ خود غیرِ جاں جانے بدید

اُس یکتا شاہ کی نوازشوں سے — اُس نے اپنے جسم میں جان کے علاوہ ایک اور جان دیکھی

در دلِ خود دید عالی غلغلہ — کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ

اس نے اپنے دل میں ایک عالیشان غلغلہ دیکھا — جس کو صوفی سو چلوں میں نہ پائے

---

[1] نہ خموش۔ یہ صاحبِ مشاہدہ نہ صاحبِ ذوق کی طرح خاموش ہے اور نہ گویا ہے یہ ایک نادر شخصیت ہے اور اس کی اس کیفیت کا پورا بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ نیست۔ اس کو نہ خاموش کہہ سکتے ہیں نہ گویا اور وہ خاموش بھی ہے اور گویا بھی۔ اب اُس کی تشریح کے لیے شریعت کا ادب مانع ہے۔ ایں مثال۔ اس کو مچھلی سے تشبیہ دینا۔ حاصل۔ بڑے شہزادے کے احوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اُسی دردِ عشق اور سوز کی حالت میں دنیا سے چلا گیا۔

[2] کوچکیں۔ سب سے چھوٹا شہزادہ بیمار تھا وہ بڑے بھائی کے جنازے پر نہ آسکا صرف منجھلا آیا۔ قاصد۔ شاہ کشف سے سمجھ گیا تھا پھر بھی اُس نے دریافت کیا۔ بحر۔ بحرِ عشق۔ ماہی۔ عاشق۔ پس۔ تعارف کرانیوالے نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے اور مرنے والے سے چھوٹا ہے۔ یادگار۔ یعنی مرنے والے کی۔

[3] از نوازشہای۔ شاہ کی توجہ سے اس کی قلبی کیفیت بدلی اور قلب میں زندگی محسوس ہونے لگی۔ در دل۔ اس نے اپنے دل میں عشقِ الٰہی کا ایسا جوش وخروش دیکھا جو صوفی کو سو چلوں میں بھی حاصل نہیں ہوتا۔

در دلِ خود یافت عالی عالمے[1]
اُس نے اپنے دل میں ایک عالیشان عالم پایا
کاں نیابد کس بصد خلوت ہمے
جس کو کوئی سو خلوتوں میں نہ پائے

عرصہ و دیوار و کوہ و سنگ تافت
میدان اور دیوار اور پہاڑ اور پتھر چمک اُٹھے
پیشِ اُو چوں نارِ خنداں می شگافت
اس کے سامنے خنداں انار کی طرح پھٹے پڑتے تھے

ذرّہ ذرّہ پیشِ اُو چوں آفتاب
اُس کے سامنے ذرّہ ذرّہ، سورج کی طرح تھا
دمبدم می کرد صد گوں فتحباب
ہر دم سو طرح سے اُس کے لیے فتح باب کرتا تھا

باب گہ روزن شُدے گاہے شُعاع
دروازہ کبھی روزن بن جاتا، کبھی شُعاع
خاک گہ گندم شُدے و گاہ صاع
مٹی کبھی گیہوں بن جاتی اور کبھی صاع

در نظرہا چرخ بس کُہنہ و قدید
آسمان اُس کی نظروں میں بہت پُرانا اور سُوکھا ہوا گوشت تھا
پیشِ چشمش ہر دمے خلقِ جدید
اس کی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک نئی مخلوق تھی

رُوحِ[2] زیبا چونکہ وارَست از جسد
حسین روح جب جسم سے چھوٹ جاتی ہے
از قضا بیشک چنیں چشمش رسد
بے شک قضائے(خداوندی) سے اس کو ایسی آنکھ مل جاتی ہے

صد ہزاراں غیب پیشش شُد پدید
لاکھوں غیب اُس کے سامنے ظاہر ہو گئے
آنچہ چشمِ محرماں بیند بدید
جو کچھ محرموں کی آنکھ دیکھتی ہے اُس نے دیکھا

آنچہ اُو اندر کُتُب برخواندہ بُود
جو کچھ اس نے کتابوں میں پڑھا تھا
چشم را در صورتِ آں بر کشُود
آنکھ کو اُس کی صورت پر کھولا

از غبارِ مُوکبِ آں شاہِ نر
اُس بڑے بادشاہ کے جلوس کے غبار سے
یافت اُو کحلِ عزیزی در بصر
اس نے بینائی میں عزیزی سُرمہ پایا

برچنیں[3] گلزار دامن می کشید
اِس طرح کے چمن پر وہ دامن کھینچتا تھا
جُزو جُزوش نعرہ زن هَلْ مِن مَّزِيْد
"اُس کا جزو جزو "کیا کچھ اور ہے" کا نعرہ مارتا تھا

گلشنے کز بقل رُوید یک دَم ست
جو چمن سبزی سے اُگے، تھوڑی دیر کا ہے
گلشنے کز عقل رُوید خُرّم ست
جو چمن عقل سے اُگے وہ تازہ ہے

گلشنے کز گل دَمد گردد تباہ
وہ چمن جو پھولوں سے اُگے وہ تباہ ہو جاتا ہے
گلشنے کز دل دَمد وافرحتاہ
جو چمن دل سے اُگے سبحان اللہ

علمہائے بامزہ دانستہ ماں
ہمارے جانے ہوئے مزیدار علوم کو
زاں گلستاں یک دوسہ گلدستہ داں
اُس چمن سے ایک دو گلدستے سمجھ

1 عالمے۔ یعنی علم و معرفت کی دنیا۔ عرصہ۔ انعکاسی انوار سے سب عالم روشن ہو گیا اور اُس میں واردات اور معارف منکشف ہونے لگے اور ہر چیز مظہرِ صفات و کمال نظر آنے لگی۔ ذرّہ۔ اب عالم کا ذرّہ ذرّہ اس کے کشف کا ذریعہ بن گیا اور اس کے ذریعہ علوم و معارف کا دروازہ کھلنے لگا۔ باب۔ وہ علم کا دروازہ کبھی روشندانوں کی طرح علم کا ذریعہ بنتا تھا کبھی خود علم بنتا تھا۔ خاک۔ خاک کبھی مقصود بالذات بن جاتی تھی اور کبھی مقصود کا ذریعہ اور آلہ۔ در نظر۔ اب عالمِ ناسوت اس کو بے قدر معلوم ہوتا تھا اور اس کی نگاہوں کے سامنے عالمِ ملکوت تھا۔

2 رُوحِ زیبا۔ شہزادے کا یہ کشف تعجب کی بات نہیں ہے رُوحِ زیبا جب جسمانی لذتوں سے آزاد ہو جاتی ہے تو خواہ مجاہدے سے ہو، یا صحبتِ شیخ سے اس کو اس قسم کے انکشافات حاصل ہونے لگتے ہیں۔ صد ہزاراں۔ شہزادے کو شیخ کی صحبت سے یہ درجہ حاصل ہو گیا۔ آنچہ۔ استدلالی علوم اب مشاہدہ بن گئے۔ از غبار۔ شاہ کی صحبت سے اس کو باطنی سرمہ حاصل ہو گیا۔ عزیزی۔ یعنی صاحب باطن کا سُرمہ۔

3 برچنیں۔ یعنی باطنی علوم کے چمن میں وہ ناز سے ٹہل رہا تھا اور اہلِ باطن کی طرح مزید کے لیے نعرے لگا رہا تھا۔ گلشن۔ اس کو جو معنوی چمن حاصل ہوا تھا وہ دائمی تھا سبزے کا چمن عارضی ہوتا ہے۔ کز دل۔ جو چمن دل میں اُگتا ہے وہ پائیدار ہوتا ہے۔ علمہائے۔ رسمی علوم اُس چمنِ معرفت کے فقط دو تین گُل دستے ہیں۔

زاں[1] زبونِ یک دوسہ گُلدستہ ایم
ہم اسی لیے ایک دو گلدستوں سے مغلوب ہیں
کاں درِ گلزار برخود بستہ ایم
کیونکہ ہم نے اپنے اُوپر چمن کا دروازہ بند کر لیا ہے

آں چُناں مِفتاحہا ہردم بَناں
ایسی کُنجیاں ہر وقت روٹی کے بدلے
می فتد. ایجاں دریغا از بُناں
ہائے افسوس اے جان! اُنگلیوں سے گر رہی ہیں

وَردَمے ہم فارغ آرندت زناں
اگر تھوڑی دیر کے لیے تجھے روٹی سے فارغ کر دیتے ہیں
گِرد چادر گردی و عشق و زناں
تو چادر اور عشق اور عورتوں کے چکر لگاتا ہے

باز استقات چوں شُد موجزن
پھر جب تجھ میں استقاء موج زن ہوتی ہے
ملک و شہرے بایدت پُر نان و زن
روٹی اور عورتوں سے ملک و شہر بھرا ہوا تجھے چاہیے

مار بُودی اژدہا گشتی مگر
تو سانپ تھا، شاید اژدہا بن گیا
یکسرت بُود ایں زمانے ہفت سر
تیرے ایک سر تھا اب سات سر ہیں

اژدہایِ[2] ہفت سَر دوزخ بُود
سات پھنوں والا اژدہا دوزخ ہے
حرصِ تو دانہ است و دوزخ فخ بُود
تیری حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے

دام را بَدرّاں بسُوزاں دانہ را
جال کو پھاڑ ڈال، دانہ کو جلا دے
باز کُن دَرہایِ نَو ایں خانہ را
اس گھر کے نئے دروازوں کو کھول

چوں تو عاشق نیستی. اے نرگدا
اے بے شرم مفلس! چونکہ تو عاشق نہیں ہے
ہمچو کوہے بے خبر داری صَدا
تو پہاڑ کی طرح بے خبر آواز رکھتا ہے

کوہ را گفتار کے باشد ز خود
پہاڑ کی اپنی گفتگو کب ہوتی ہے؟
عکسِ غیرست آں صدا اے مُعتمد
اے معتمد! وہ صدا دوسرے کا عکس ہے

گفت[3] تو زاں رُو کہ عکسِ دیگریست
تیری گفتگو جس طرح سے دوسرے کا عکس ہے
جُملہ احوالت بغیرِ عکس نیست
تیرے سارے احوال عکس کے سوا نہیں ہیں

خشم و ذوقت ہر دو عکسِ دیگراں
تیرا غصہ اور ذوق دونوں دوسروں کا عکس ہیں
شادیِ قوّادہ و خشمِ عواں
دلالہ کی خوشی اور سپاہی کے غصہ (کی طرح)

آں عواں را آں ضعیف آخر چہ کرد
اُس کمزور نے آخر اُس سپاہی کا کیا بگاڑا ہے؟
کہ دہد اُو را بکینہ ز جرو دَرد
کہ وہ اُس کو کینہ سے جھڑکی اور تکلیف دیتا ہے

تا بکے عکسِ خیالِ لامِعہ
ایک چمکدار خیال کا عکس کب تک؟
جہد کُن تا گرددت ایں واقعہ
کوشش کر تا کہ تیرے لیے یہ حقیقت بن جائے

---

[1] زاں۔ ہم ان ہی کی علوم پر اس لیے فریفتہ ہیں کہ ہم نے ان علوم حقیقی کا دروازہ اپنے اوپر بند کر رکھا ہے۔ آنچناں۔ جن کنجیوں سے اُن علوم کے خزانے کھلتے ہیں وہ لذتِ دہن کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے گر جاتی ہیں۔ ور دمے۔ جب کبھی انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو پھر وہ فرج کی شہوت کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ باز۔ پھر انسان کی ہوس اور بڑھتی ہے تو نان وزن سے پُر شہروں اور ملکوں کے درپے ہو جاتا ہے۔ مار بُودی۔ پہلے وہ سانپ تھا جس کے ایک سر تھا اب وہ سات سروں والا اژدہا بن جاتا ہے۔

[2] اژدہای۔ دوزخ سات سروں والا اژدہا ہے دوزخ کے سات دروازے ہیں جن سے جہنمی اس میں داخل ہوں گے حرص انسان کے لیے دانہ اور دوزخ جال ہے۔ باز کن۔ اس دانہ اور جال سے دُور ہو جا پھر معارف وعلوم لدنیہ کے گھر کا دروازہ کھلے گا۔ چوں تو۔ اگر تو خدا کا عاشق نہیں ہے جو اُن علوم و معارف کا حامل ہوتا ہے تو پھر تو ایک پہاڑ ہے جس سے صدائے بازگشت پیدا ہوتی ہے اور وہ پہاڑ اس سے لاعلم ہوتا ہے یعنی تیرے علوم بھی محض پہاڑ کی صدائے بازگشت ہیں۔

[3] گفت تو۔ تو جس طرح تیری گفتگو صدائے بازگشت ہے اسی طرح تیرے عارضی جہاں بھی کسی دوسرے کا عکس ہیں۔ خشم۔ تیرا غصہ اور تیرا ذوق دوسروں کا عکس ہے جس طرح دلالہ کی خوشی اور سپاہی کا غصہ کہ اس کا سبب دُوسرے ہوتے ہیں۔ آں عواں۔ سپاہی کا غصہ اُس روپے کا عکس ہے جس کا اس کو لالچ ہے۔ تا بکے۔ ان عکسی احوال پر اکتفا نہ کر۔ واقعہ۔ وصفِ حقیقی۔

تاکہ[1] گفتارت ز حالِ تو بُوَد ‏ سَیرِ تو با پرّ و بالِ تو بُوَد
تاکہ تیرا قال تیرے حال سے ہو ‏ تیری پرواز تیرے بال و پر سے ہو

صَید گیرد تیرہم با پرِّ غیر ‏ لاجرم بے بہرہ اَست از لحمِ طیر
دوسرے کے پر سے، تیر بھی شکار پکڑ لیتا ہے ‏ لامحالہ وہ پرند کے گوشت سے بے نصیب ہے

باز، صید آرد بخود از کوہسار ‏ لاجرم شاہش خوراند کبک و سار
باز، خود پہاڑ سے شکار لاتا ہے ‏ لامحالہ شاہ اُس کو چکور اور تلیر کھلاتا ہے

باز، با پرِّ خود آرد صیدِ شبک ‏ لاجرم شاہش خوراند لحمِ کبک
باز، اپنے پروں سے جال کا شکار لاتا ہے ‏ لامحالہ شاہ اس کو چکور کا گوشت کھلاتا ہے

منطقے کز وحی نبُود از ہواست ‏ ہمچو خاکے دَر ہوا و در ہَباست
وہ گفتگو جو وحی سے نہ ہو، خواہشِ (نفسی) سے ہے ‏ وہ خاک کی طرح ہوا اور ذرّوں میں ہے

گر[2] نماید خواجہ را ایں دَم غلط ‏ زاوّل والنجم بر خواں چند خط
اگر صاحب کو یہ دعویٰ غلط نظر آتا ہے ‏ ''والنجم'' کے شروع سے چند نقش پڑھ لیں

تاکہ مَا یَنطِقُ مُحَمَّدٌ عَنْ هَوَا ‏ اِن هُوَ اِلَّا بوَحْیٍ احْتَوٰی
''محمدؐ'' خواہشِ (نفس) سے نہیں بولتے تک ‏ نہیں ہے وہ مگر وحی کے ذریعہ، جس کا انھوں نے احاطہ کیا

تا بَدانی کہ محمدؐ از ہَوا ‏ وانگفت و گفت از وحیِ خدا
تاکہ تو جان لے کہ محمدؐ نے خواہشِ (نفس) سے ‏ نہیں کہا اور خدا کی وحی سے کہا ہے

احمدا چوں نیستت از وحی یاس ‏ جسمیاں رادہ تحرّی و قیاس
اے احمدؐ! آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے ‏ جسم والوں کو تحری اور قیاس عطا کر دیجئے

بیدرا[3] گر میوہ نے باشد ظلال ‏ کز ضرورت ہَست مُردارے حلال
بید کے اگر پھل نہیں ہے، سایہ ہوتا ہے ‏ کیونکہ ضرورت کے وقت مُردار حلال ہے

گر تحرّی نیست در کعبۂ وصال ‏ لیک ہست اندر بیابانِ ضلال
اگر کعبۂ وصال میں تحری نہیں ہے ‏ گمشدگی کے بیابان میں تحری ہے

بے تحرّی و اجتہاداتِ ہُدیٰ ‏ ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوا
تحری اور ہدایت کے اجتہادوں کے بغیر ‏ جو خواہشِ (نفس) سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے

---

[1] تاکہ۔ جب تیرے اندر حقیقی وصف پیدا ہو جائے گا تو تیری گفتار خود اپنی ہوگی اور تیری رفتار خود اپنے بال و پر سے ہوگی۔ صید۔ تیر کے پر لگائے ہوئے ہیں اس کے اپنے نہیں ہیں لہٰذا وہ شکار کے گوشت سے محروم ہے۔ باز۔ باز اپنے پروں کے ذریعہ شکار کرتا ہے وہ چکور اور تلیر کھاتا ہے۔ لاجرم۔ نقال، پر کی طرح اور صاحبِ حال باز کی طرح ہے۔ کبک۔ چکور۔ سار۔ تلیر۔ شبک۔ جال۔ منطقے۔ علومِ بے بصیرت اور احوال بے حقیقت کا تعلق وحی سے نہیں ہے بلکہ وہ محض نفسانی چیزیں ہیں۔

[2] گرنماید۔ سورہ والنجم میں ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُوحٰی ''آنحضورؐ کا کلام وحی سے ماخوذ ہے خواہشِ نفسی سے نہیں ہے''۔ اِحتویٰ۔ یعنی جس وحی کا آنحضورؐ نے احاطہ کر لیا ہے۔ احمدا۔ آنحضورؐ کے جملہ علوم وحی سے متعلق تھے۔ جسمیاں۔ جو لوگ جسمانی ہیں اور اُن کا تعلق روحانی ملائکہ سے نہیں ہے، اُن کے لیے تحری اور اجتہاد، وحی کے قائم مقام ہے لہٰذا اجتہادی مسائل بھی نفسانی نہیں ہیں آنحضورؐ کو بھی اجازت تھی جب وحی نہ آئے تو قیاس سے کام لیں۔

[3] بیدرا۔ وحی نہ ہوتے ہوئے قیاس سے فائدہ اٹھانا ہے کہ اگر بید کے پھل نہیں ہیں تو اُس کے سایہ کا فائدہ حاصل کر لیا جاتا ہے۔ گرتحری۔ جس وقت کعبہ سامنے ہو سمتِ قبلہ کی تحری میں انکل لگانا جائز نہیں لیکن اگر انسان ایسے جنگل میں ہو جہاں دلیلِ قطعی سے سمتِ کعبہ متعین نہ کی جا سکے تو انکل سے متعین کرنا جائز ہے۔ بے تحری۔ اگر بے انکل اور بغیر اجتہاد کے کوئی عمل ہوگا تو وہ بدعت ہے۔

ہمچو[1] عادش بر بَرد باد و کُشد
ہوا اُس کو عاد کی طرح برباد اور ہلاک کر دے گی

نے سلیمانؑ ست تا تختش کشد
وہ سلیمانؑ نہیں ہے کہ اس کے تخت کو کھینچے

عاد را با دست حمالِ خذُول
عاد کے لیے ہوا، مخالف بار بردار ہے

ہمچو بَرّہ در کفِ مردِ اکُول
جس طرح پیٹو کے ہاتھ میں بکری کا بچہ

ہمچو فرزندش نہادہ بَر کنار
وہ اُس کو اولاد کی طرح بغل میں دبائے ہوئے

می بَرد تا بکُشدش قصاب وار
لے جا رہا ہے، تاکہ اُس کو قصائی کی طرح ذبح کر دے

عادیاں[2] را باد ز اِستکبار بُود
عاد والوں کے لیے ہوا تکبر کی وجہ سے تھی

یار خود پنداشتند اغیار بُود
اُنھوں نے اپنا دوست سمجھا، وہ اغیار تھی

چوں بگردانید ناگہ پوستیں
جب اُس نے اچانک پوستین اُلٹ دیا

خُرد شاں بشکست آں بئسَ القرِیْن
اُس بُرے ساتھی نے اُن کو ریزہ ریزہ کر دیا

باد را بشکن کہ بس فتنہ است باد
ہوا کو توڑ دے، کیونکہ ہوا بہت فتنہ ہے

پیش ازاں کت بشکند اُو ہمچو عاد
اس سے قبل کہ وہ تجھے عاد کی طرح توڑے

ہودؑ دادے پند کاے پُر کبر خیل
(حضرت) ہودؑ نصیحت کرتے کہ اے تکبر بھری جماعت

برکند از دستِ تاں ایں باد ذیل
یہ ہوا تمھارے ہاتھ سے دامن چھڑا دے گی

لشکرِ حق ست باد و از نفاق
ہوا اللہ (تعالیٰ) کا لشکر ہے اور نفاق کی وجہ سے

چند روزے باشما کرد اِعتناق
چند روز تم سے گلے ملی ہے

اُو بسرّ با خالقِ خود راست ست
وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ سچی ہے

چوں اَجل آید بر آرد باد دَست
جب وقت آئے گا، ہوا ہاتھ نکالے گی

ایں[3] ہماں باد ست کایمن می گذشت
یہ وہی ہوا ہے، جو اطمینان سے گذرتی تھی

بُود ہمچوں جان و ہمچوں مرگ گشت
جان کی طرح تھی اور موت جیسی ہو گئی

دست آنکس کو بکردت دست بوس
اُس شخص کا ہاتھ جو تیرے ہاتھ چومتا تھا

وقتِ خشم آں دست می گردد دَبوس
غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز بن جاتا ہے

باد را اندر دہن بیں رہگذر
ہوا کا منہ میں راستہ دیکھ

ہر نفس آیاں رواں دَر کرّ و فر
ہر وقت کرّ و فر کے ساتھ آنے جانے والی ہے

حَلق و دندانہا ازُو ایمن بُوَد
حلق اور دانت اُس سے محفوظ ہیں

حق چو فرماید بدنداں دَر رَوَد
اللہ (تعالیٰ) حکم دیتا ہے تو دانتوں میں گھس جاتی ہے

---

[1] ہمچو۔ بغیر اجتہاد کے جیسے کہ ہوائے نفس ہے تو یہ ہوائے نفس اُس کو اسی طرح برباد کر دے گی جس طرح عنصری ہوا نے قوم عاد کو برباد کیا تھا۔ نے سلیمانؑ۔ اگر اس نے اجتہاد سے کام لیا ہے تو پھر ہوا اُس کے لیے اس طرح مفید ہوگی جس طرح حضرت سلیمانؑ کے لیے مفید تھی۔ عاد۔ قوم عاد کے لیے ہوا ایسی ہی تھی جیسے کہ پیٹو انسان کے پاس بکری کا بچہ جس کو وہ اولاد کی طرح گود میں اُٹھا کر لے جا رہا ہے اور پھر قصابوں کی طرح اُس کو ذبح کر ڈالتا ہے۔

[2] عادیاں۔ قوم عاد میں تکبر کی ہوا بھری ہوئی تھی جو تباہی کا سبب بنی، وہ ابتداءً اُس کو دیکھ کر خوش ہوئے پھر اُسی سے تباہ ہوئے۔ یار خود۔ قوم عاد نے ہوا کو ابتداءً مفید سمجھا پھر اسی کے ذریعہ ہلاک ہوئے۔ باد۔ انسان کو اُس تکبر کی ہوا سے بچنا چاہیے ورنہ وہ ہلاک کر دے گی۔ ہودؑ۔ حضرت ہودؑ انکو تکبر چھوڑنے کو کہتے تھے۔ لشکر۔ یہ سمجھاتے تھے کہ ہوا بھی اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے تمھیں نفاق سے کچھ فائدہ پہنچا رہی ہے۔ چوں اجل۔ جب اللہ کے غصہ کا وقت آ جائے گا پھر یہی تمھیں برباد کر دیگی۔

[3] ایں ہماں۔ پہلے یہی ہوا مدارِ زندگی تھی اب ہلاکت کا سبب بن گئی۔ دست۔ وہی شخص جو تمہاری دست بوسی کرتا ہے غصہ کے وقت اُس کا ہاتھ گرز بن جاتا ہے۔ باد۔ سانس کے ساتھ ہوا کس عمدگی سے حلق میں آتی جاتی ہے۔ حق۔ لیکن جس وقت خدا چاہتا ہے وہ دانت کے اندر گھس جاتی ہے۔

کوہ¹ گردد ذرّہٴ باد و ثقیل — درد دنداں داردش زار و علیل

ہوا کا ذرہ پہاڑ اور بھاری بن جاتا ہے — دانتوں کا درد اُس کو عاجز اور بیمار کر دیتا ہے

یا رب و یا رب برآرد اُو ز جاں — کہ ببر ایں باد را اے مستعاں

وہ جان سے اے خدا اے خدا نکالتا ہے — کہ اے مددگار! اس ہوا کو لے جا

اے دہاں غافل بُدی زیں باد رَو — از بُنِ دنداں در استغفار شو

اے منہ! تو اس ہوا سے غافل تھا، جا — عاجزی سے استغفار میں لگ جا

چشمِ سختش اشکہا باراں کند — منکراں را دَرد اللہ خواں کند

اُس کی سخت آنکھ آنسو برساتی ہے — درد منکروں کو اللہ کو پکارنے والا بنا دیتا ہے

چوں دَمِ یزداں نہ پذ رفتی ز مَرد — وحیِ حق راہیں پذیرا شو ز دَرد

جبکہ تو نے اللہ (تعالیٰ) کے کلام کو مردِ (حق) سے قبول نہ کیا — خبردار! اللہ کی وحی کو درد سے قبول کر لے

باد² گوید پیکم از شاہِ بشر — گہہ خبرِ خیر آورم گہہ شور و شر

ہوا کہتی ہے، میں شاہِ بشر کی قاصد ہوں — کبھی بھلائی کی خبر لاتی ہوں کبھی شور و شر کی

مَن چو تو غافل ز شاہِ خود کیم — زانکہ ماموروم امیرِ خود نیم

میں تیری طرح اپنے شاہ سے کب غافل ہوں؟ — کیونکہ میں محکوم ہوں، اپنی حاکم نہیں ہوں

گر سُلیمانؑ وار بُودے حالِ تُو — چوں سُلیمانؑ گشتمے حمّالِ تُو

اگر تیرا حال سلیمانؑ کی طرح ہوتا — سلیمانؑ کی طرح تیری حمال بنتی

عاریستم گشتمے ملکِ کفت — کردمے بر رازِ خود مَن واقفت

میں مانگی ہوئی ہوں تیرے ہاتھ کی مملوک بن جاتی — میں تجھے اپنے راز سے واقف کر دیتی

لیک³ چوں تو باغیی مَن مُستعار — می کُنم خدمت تُرا روزے سہ چار

لیکن چونکہ تو باغی ہے اور میں مانگی ہوئی ہوں — میں تیری تین چار روز خدمت کرتی ہوں

بَس چو عادت سِر نگونیہا دہم — ز اسپہٴ تو باغیانہ برجہم

پھر تجھے عاد کی طرح اوندھا کر دوں گی — تیرے لشکر سے بغاوت کر کے نکل جاؤں گی

تابالغیب ایمانِ تو محکم شود — آں زماں کایمانت مایہٴ غم شود

انجام یہ ہے کہ تیرا غیب پر ایمان مضبوط ہو گا — جبکہ تیرا ایمان غم کا سرمایہ ہو جائے گا

آں زماں خود جملگاں مؤمن شوند — آں زماں خود سرکشاں برسَر دَوند

اس وقت سب خود مومن ہو جائیں گے — اُس وقت سرکش خود سر کے بل دوڑیں گے

---

¹ کوہ۔ جب وہ دانت میں گھس جاتی ہے تو اُس کا ایک ذرہ پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور انسان دانت کے درد سے بے چین ہو جاتا ہے۔ یارب۔ اب وہ درد میں خدا سے دُعا کرتا ہے اور اس ہوا کو نکالنے کی درخواست کرتا ہے۔ اے دہاں۔ جبکہ یہ چیزیں اللہ کے حکم کے تابع ہیں تو اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ چشم۔ اس درد کا یہ فائدہ ہے کہ یہ خدا کی یاد دلاتا ہے اور سخت دلوں کو رُلا دیتا ہے۔ ز مرد۔ مردانِ خدا کی نصیحت کو تو نے قبول نہ کیا اب درد کی وجہ سے ہی اُن باتوں کو تسلیم کر لے۔

² باد۔ ہوا دلالتِ حال سے کہتی ہے کہ میں خدا کی قاصد ہوں کبھی بشارت دیتی ہوں کبھی ڈراتی ہوں۔ من چو تو۔ اور کہتی ہے کہ میں انسان کی طرح خدا سے غافل نہیں ہوں میں حکم کی پابند ہوں حاکم نہیں ہوں۔ گر سلیمانؑ۔ اگر تو سلیمانؑ کی طرح خدا کا مطیع ہوتا تو میں تیری خادم ہوتی۔ عاریستم۔ اب میں تیری ملکیت نہیں ہوں، عارضی طور پر تیرے پاس ہوں۔ راز۔ ہوا اپنا اللہ تعالیٰ کی آیت ہونا واضح کر دیتی ہے۔

³ لیک۔ لیکن چونکہ تو اللہ تعالیٰ کا باغی ہے لہٰذا دو چار روز تجھے دنیوی نفع پہنچا رہی ہوں۔ پس۔ ان دنوں کے بعد تجھے قوم عاد کی طرح جہنم میں اوندھا گرا دوں گی۔ تالغیب۔ میری بغاوت کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس وقت تیرا ایمان بالغیب مضبوط ہو جائے گا لیکن اس وقت ایمان مفید نہ ہو گا بلکہ باعث حسرت ہو گا۔ فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا، جب انھوں نے ہماری سختی دیکھی تو اُن کا ایمان اُن کے لیے مفید نہ تھا"۔

آں[1] زماں زاری کنند و افتقار
اُس وقت عاجزی اور ضرورت کا اظہار کرتے ہیں
ہمچو دُزد و راہزن دَر زیرِ دار
جس طرح چور اور ڈاکو سُولی کے نیچے

لیک گر در غیب گردی مُستوی
لیکن اگر تو غیب میں ٹھیک ہو جائے
مالکِ دارین و شحنہ خود توئی
تُو خود دونوں جہان کا مالک اور کوتوال ہے

رُو نماید بادشاہیِ مقیم
ہمیشہ کی بادشاہت رُونما ہو
نے دو روزہ مُستعارست و سقیم
وہ دو روزہ مانگی ہوئی اور مریض نہیں ہے

رَستی از بیگار و کارِ خود کُنی
تو بیگار سے چھوٹ جائے اور اپنا کام کرے
ہم تو شاہ و ہم تو طبلِ خود زَنی
تو بادشاہ بھی ہو جائے اور خود اپنا نقارہ بجائے

چوں گلو تنگ آورد بَر ما جہاں
جب حلق ہم پر دنیا کو تنگ کر رہا ہے
خاک خوردے کاشکے حلق و دہاں
کاش کہ حلق اور منہ خاک پھانکے

ایں دہاں خود خاک خوارے آمدہ است
یہ منہ خود خاک کھانے والا ہے
لیک خاکے را کہ آں رنگیں شُدہ است
لیکن اُس خاک کو جو رنگین ہو گئی ہے

ایں[2] کباب و ایں شراب و ایں شکر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر
خاکِ رنگین است و نقشیں اے پسر
اے بیٹا! رنگین اور نقشین خاک ہے

چونکہ خوردی و شُد آنہا لحم و پُوست
جب تو نے کھا لیا اور وہ گوشت و پوست بن گئی
رنگ لحمش داد و اینہم خاکِ کُوست
اس کو گوشت کا رنگ دے دیا اور یہ بھی کوچہ کی خاک ہے

ہم ز خاکے بخیہ بَر گِل میزنند
خاک ہی سے مٹی پر بخیہ کرتے ہیں
جُملہ راہم باز خاکے می کُنند
پھر سب کو خاک کر دیتے ہیں

ہندو و قپچاق و رُومی و حبش
ہندوستانی اور قپچاقی اور رومی اور حبشی
جُملہ یک رنگ اَند اندر گور خوش
اچھی طرح قبر میں سب ایک رنگ کے ہیں

تابدانی[3] کاں ہمہ رنگ و نگار
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ سب رنگ و نقش
جُملہ رُوپوش ست و مکر و مُستعار
سب پردہ اور مکر اور مُستعار ہیں

زانکہ باقی صبغۃ اللہ ست و بس
کیونکہ باقی رہنے والا اللہ کا رنگ ہے اور بس
غیرِ آں بر بَستہ داں ہمچوں جَرس
دوسرے کو گھنٹہ کی طرح بندھا ہوا سمجھ

---

[1] آں زماں۔ جب عذاب نازل ہونے لگتا ہے تو پھر توبہ اور ایمان نافع نہیں ہوتے، سُولی پر پہنچ کر مجرم کی توبہ مفید نہیں ہے۔ لیک۔ ہاں اگر انسان اس حالت میں سیدھا ہو جائے جبکہ عذاب غائب تھا اور اُس نے اس کو دیکھا نہ تھا تو پھر وہ خود شاہ ہے، اُس کو کوئی نہ ستائے گا۔ رونماید۔ جبکہ ایمان بالغیب ہو تو مستقل بادشاہی حاصل ہو جاتی ہے۔ رستی۔ پھر تیری غلامانہ زندگی نہ ہوگی بلکہ تو آزاد ہوگا۔ چوں گلو۔ یہ منہ اور حلق کی لذتیں ہمارے لیے وبالِ جان ہیں، عذاب کے وقت انسان حسرت سے کہے گا کاش میں نے ان لذیذ چیزوں کے بجائے خاک پھانکی ہوتی۔ ایں دہاں۔ دنیا میں جو کچھ انسان کھا رہا ہے لذیذ چیزیں بھی دراصل خاک ہیں اُن پر صرف رنگ چڑھا ہوا ہے۔

[2] ایں کباب۔ دنیا کی جس قدر مرغوبات ہیں دراصل وہ رنگین اور نقشین خاک ہیں۔ چونکہ۔ پہلے اس مٹی پر پھل اور غذا کا رنگ تھا اب جبکہ وہ جزو بدن بنی اُس پر گوشت پوست کا رنگ آ گیا پھر وہ گوشت و پوست انجام کار کوچہ کی خاک بن جائے گا۔ ہم زخاکے۔ جسم جو خود خاک ہے اس کا نشو و نما خاک کے ذریعہ ہو رہا ہے پھر مرنے کے بعد سب خاک ہو جاتا ہے۔ ہندو۔ انسان خواہ کہیں کا رہنے والا ہو قبر میں جا کر سب یکساں مٹی بن جاتے ہیں۔ قپچاق۔ ایک مشہور صحرا ہے وہاں کی ترک قوم قزاقی میں مشہور ہے۔

[3] تابدانی۔ سب کا یہ انجام عبرت کے لیے ہے اور یہ بتانے کے لیے کہ یہ رنگ و نگار عارضی ہے۔ زانکہ۔ باقی صرف اللہ کا رنگ ہے جو اعمالِ صالحہ سے چڑھتا ہے۔ جرس۔ گھنٹا جو جانور کے گلے میں باندھا جاتا ہے وہ جانور کا جز نہیں ہوتا محض ایک عارضی چیز ہوتی ہے۔

رَنگِ[1] صدق و رنگِ تقویٰ و یقیں | تا اَبد باقی بُوَد بر عابدیں
سچائی کا رنگ اور تقوے اور یقین کا رنگ | عبادت گذاروں پر ہمیشہ کے لیے باقی رہے گا

رَنگِ شک و رَنگِ کفران و نفاق | تا اَبد باقی بُوَد برجانِ عاق
شک کا رنگ اور کفر و نفاق کا رنگ | نافرمان جان پر ہمیشہ کے لیے باقی رہے گا

چوں سیہ رُوئیِ فرعونِ دَغا | رنگِ اُو باقی و جسمِ اُو فنا
جیسی کہ مکار فرعون کی سیاہ روئی | اُس کا رنگ باقی اور جسم فانی ہے

برق و فرِّ رُوئیِ خوبِ صادقیں | تَن فنا شُد واں بجا تا یومِ دیں
سچوں کے حسین چہرے کی چمک اور شان | جسم تو فنا ہو گیا اور وہ قیامت تک باقی ہے

زِشت آں زِشت ست وخوب آں خوب وبس | دائم آں ضحّاک و ایں اندر عبس
بُرا وہ بُرا ہے اور بھلا وہ بھلا ہے، بس | وہ ہمیشہ ہنسنے والا اور یہ ترشروئی میں ہے

خاک را رنگ و فن و شنگے دہد | طفل خویاں را بداں جنگے دہد
وہ خاک کو رنگ اور فن اور شوخی دیتا ہے | طفلانہ مزاج والوں کو اُس سے جنگ میں مبتلا کردیتا ہے

از[2] خمیرے اُشتر و شیرے پزند | کودکاں از حرصِ آں کف می مزند
آٹے کے اُونٹ اور شیر پکاتے ہیں | بچے اُس کی حرص سے ہاتھ چاٹتے ہیں

شیر و اُشتر ناں شود اندر دہاں | دَر نگیرد ایں سخن با کودکاں
شیر اور اُونٹ منہ میں روٹی بن جاتے ہیں | یہ بات بچوں پر اثر نہیں کرتی

دامنِ پُرخاک ما چوں کودکاں | رَفتہ از سَرجہدِ اسباب و دُکاں
ہم بچوں کی طرح دامن خاک سے بھرے ہوئے ہیں | اسباب اور دکان کی کوشش سر سے نکل گئی ہے

کودک[3] اندر جہل و پندار و شکیست | شکرِ باری قوّتِ اُو اندکیست
بچہ نادانی اور گمان اور شک میں ہے | خدا کا شکر ہے کہ اس میں تھوڑی سی طاقت ہے

وایِ زاں طفلاں کہ پیری می کنند | لنگ موراند و میری می کنند
اُن بچوں پر افسوس ہے جو بُڑھاپا برت رہے ہیں | لنگڑی چیونٹیاں ہیں اور سرداری کر رہے ہیں

طفل را استیزہ و صد آفت ست | شکر ایں کو بے فن و بے آلت ست
بچہ میں سو لڑائی جھگڑے ہیں | شکر ہے کہ وہ بے تدبیر اور بے ہتھیار ہے

وایِ زیں پیرانِ طفلِ نا ادیب | گشتہ از قوّت بلایِ ہر رقیب
افسوس ان بے ادب بوڑھے بچوں پر ہے | جو طاقت کی وجہ سے ہر نگہبان کی مصیبت بن گئے ہیں

[1] رنگِ صدق۔ نیک اعمال کا جو رنگ ہے وہ دائمی اور باقی ہے۔ رنگِ شک۔ اِسی طرح بد اعمال کا رنگ بھی دائمی ہے۔ عاق۔ نافرمان۔ فرعون۔ فرعون کا جسم فنا ہو گیا اُس کی سیاہ روئی باقی ہے۔ برق۔ جو سچے ہیں ان کے جسم تو فنا ہو جائیں گے لیکن اُن کے اعمال قیامت تک قائم رہیں گے۔ زِشت۔ برائی بھلائی جسم کی نہیں ہے بلکہ اعمال کی ہے جو قائم ودائم ہے۔ خاک۔ جسم کا رنگ وروپ بے معنی ہے اُس کا لالچ بچوں کا سا لالچ ہے۔

[2] ازخمیرے۔ بچوں کے لیے آٹے کے شیر اور اُونٹ پکا دیے جاتے ہیں جن پر وہ فریفتہ ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ وہی روٹی ہے۔ شیر واشتر۔ آٹے کے پکے ہوئے شیر و شتر کے بارے میں بچوں کو سمجھاؤ کہ اُن میں اور روٹی میں کوئی فرق نہیں تو اُس کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ دامن۔ ہم نے بھی بچوں کی طرح مٹی دامن میں بھر رکھی ہے اور اصل سودے اور دُکان سے غافل ہو رہے ہیں۔

[3] کودک۔ بچہ کا جہل اور نادانی زیادہ مضر نہیں ہے، کیونکہ اس میں زیادہ طاقت نہیں ہے اگر اُن کے جہل کا نتیجہ لڑائی ہے تو وہ معمولی قسم کی ہے۔ وای۔ قابلِ افسوس تو یہ نابالغ پیر ہیں کہ دراصل لنگڑی چیونٹیاں ہیں اور امرت کے مدعی ہیں۔ طفل۔ بچہ لڑتا ہے لیکن خدا کا شکر ہے نہ کوئی لڑائی کا فن آتا ہے نہ اس کے پاس ہتھیار ہیں۔ وائے بر ان نابالغ بوڑھوں کی جہالت آفتِ جان ہے۔

چوں[1] سلاح و جہل جمع آید بہم
جب ہتھیار اور جہالت آپس میں جمع ہو جائیں
گشت فرعونے جہاں سوز از ستم
تو وہ ظلم سے جہاں سوز فرعون بن جاتا ہے

شکر کن اے مردِ درویش از قصور
اے درویش مرد! تو کمی پر شکر کر
کہ ز فرعونی رہیدی و ز کفور
کہ فرعونیت اور کفر سے نجات پا گیا

شکر کہ مظلومی و ظالم نۂ
تو شکر کر کہ مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے
ایمن از فرعونی و ہر فتنۂ
فرعونیت اور ہر فتنہ سے محفوظ ہے

اِشکمِ تی لافِ اللّٰہی نزد
خالی پیٹ نے، خدائی ڈینگ نہیں ماری
کاتشش را نیست از ہیزم مدد
کیونکہ اُس کی آگ کو ایندھن سے مدد نہیں ہے

اِشکمِ خالی بُوَد زندانِ دیو
خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ ہے
کِش غمِ ناں مانعست از مکر و ریو
کیونکہ اس کے لیے روٹی کی فکر، مکر اور چالاکی سے مانع ہے

اِشکمِ پُرلوت[2] داں بازارِ دیو
تو لذیذ غذا سے پُر پیٹ کو شیطان کا بازار سمجھ
تاجرانِ دیو را دروَے غریو
شیطان تاجروں کا اُس میں شور ہے

تاجرانِ ساحرِ لاشیٔ فروش
جادوگر تاجر، لاشے فروشوں نے
عقلہا را تیرہ کردہ از خروش
شور سے عقلوں کو مکدر کر دیا ہے

خُم رواں کردہ ز سحرے چوں فرس
انھوں نے مٹکے کو جادو سے گھوڑے کی طرح چلا رکھا ہے
کرد کرباسے ز مہتاب و غلس
چاندنی اور تاریکی سے کپڑا بنا رکھا ہے

چوں بریشم خاک را بر می تنند
خاک کو ریشم کی طرح تن رہے ہیں
خاک در چشمِ ممیز میزنند
امتیاز کرنے والے کی آنکھ میں دھول جھونک رہے ہیں

جندلے[3] را رنگِ عُودی می دہند
پتھر پر عود کا رنگ چڑھا رہے ہیں
بر کلوخے ماں حسودی می دہند
ڈھیلے پر، ہمیں حسد میں مبتلا کر رہے ہیں

پاک آں کو خاک را رنگے دہد
وہ ذات پاک ہے، جو خاک کو رنگ عطا کرتی ہے
ہمچو کودک ماں براں جنگے دہد
بچہ کی طرح ہمیں اُس پر جنگ میں مبتلا کر دیتی ہے

دامنِ پُر خاکِ ماں چوں طفلگاں
بچوں کی طرح ہمارا دامن خاک سے پُر ہے
درنظرِ ما خاک، ہمچوں زرِ کاں
ہماری نظر میں خاک، کان کے سونے کی طرح ہے

طفل را با بالغاں نبُوَد جدال
بچے کی بالغوں سے جنگ نہیں ہوتی
طفل را حق کے نشاند با رِجال
اللہ (تعالیٰ) بچہ کو مردوں کے ساتھ کب بٹھاتا ہے

---

[1] چوں۔ جب ہتھیار اور جہالت جمع ہو جائے تو پھر انسان فرعون بن جاتا ہے۔ شکر کن۔ مفلس کو شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ نے اُس کو گمراہی کے اسباب سے محفوظ رکھا ہے۔ شکر۔ مفلس عموماً مظلوم ہوتا ہے ظالم نہیں ہوتا۔ اشکم تی۔ خدائی کا دعویٰ، پیٹ بھرا کرتا ہے بھوکے میں یہ فرعونیت نہیں ہوتی ہے۔ اشکم۔ اگر پیٹ خالی ہو تو شیطان اُس میں قیدی ہو جاتا ہے کیونکہ بھوکے کو روٹی کی فکر سے فرصت نہیں ملتی۔

[2] پُرلوت۔ جو پیٹ لذیذ غذاؤں سے پُر ہے وہ شیطان کا بازار ہے جہاں مکر و فریب کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں اور انسان ان کو خریدتا ہے۔ تاجراں۔ شیطان تاجروں کی ہماہمی سے انسان کی عقل خراب ہو جاتی ہے اور فریب میں آ جاتا ہے۔ خم رواں۔ یہ شیاطین جادوگر اپنی جادوگری سے مٹکے کو گھوڑے کی طرح رواں کر دیتے ہیں۔ کرد۔ چاندنی اور اندھیرے کا سفید و سیاہ کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ خاک۔ دھول سے ریشمین کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔

[3] جندل۔ بوزن صندل بڑا پتھر۔ عود۔ اگر کی لکڑی۔ پاک۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، کسی قبیح چیز کو پیدا کرنا قبیح نہیں ہے۔ ہمچو کودک۔ ہم بچوں کی طرح اس رنگین خاک پر لڑتے ہیں۔ دامن۔ دامن بھری ہوئی ٹھیکریوں کو بچہ سونے کی اشرفیاں سمجھتا تھا۔ طفل۔ جب کہ دنیادار بچہ صفت ہیں تو ان کو بزرگوں سے اختلاف نہ کرنا چاہیے اور ان کی بات مان لینی چاہیے۔

میوہ[1] گر کہنہ شود تا ہست خام ‏ پختہ نبود غورہ گویندش بنام
پھل اگرچہ پُرانا ہو جائے، جب تک وہ کچا ہے ‏ (اور) پختہ نہ ہو، اُس کا نام غورہ بولتے ہیں

گر شود صد سالہ آں خام تُرش ‏ طِفل و غُورہ است اُو بر ہر تیزہُش
اگرچہ وہ کچا ترش سو سال کا ہو جائے ‏ وہ ہر سمجھدار کے نزدیک بچہ اور غورہ ہے

گرچہ باشد مُوی و ریشِ اُو سپید ‏ ہمدراں طفلی و خوفست و اُمید
اگرچہ اُس کے بال اور ڈاڑھی سفید ہو جائیں ‏ وہ اُسی بچپن اور خوف اور امید میں ہے

ماند[2] خواہم نارسیدہ یارسم ‏ حق کُند با مَن غضب یا خود کرم
میں بے پہنچے رہ جاؤں گا، یا پہنچوں گا ‏ اللہ (تعالیٰ) مجھ پر غصہ کرے گا، یا کرم

گر رسم یا نارسیدہ ماندہ ام ‏ اے عجب با مَن کُند لُطف و کرم
خواہ میں پہنچوں، یا بغیر پہنچے رہ جاؤں ‏ تعجب ہے، وہ میرے ساتھ لطف و کرم کرے گا

با چنیں نا قابلی و دوریے ‏ بخشد ایں غورہ مرا انگوریے
باوجود ایسی ناقابلیت اور دُوری کے ‏ وہ میرے غورے کو انگور پن بخش دے گا

نیستم اُمیدوار از ہیچ سُو ‏ واں کرم میگویدم لَاتَیْأَسُوا
میں کسی جانب سے اُمید وار نہیں ہوں ‏ اور وہ کرم مجھ سے "تم مایوس نہ ہو" کہتا ہے

دائماً[3] خاقانِ ما کرد ست طُو ‏ گوشِ ما را می کشد لَا تَقْنَطُوْا
ہمارے شہنشاہ نے ہمیشہ جشن منایا ہے ‏ "تم مایوس نہ ہو" ہمارا کان کھینچتا ہے

گرچہ مازیں نااُمیدی در گویم ‏ چوں صلا زد دست اندازاں رویم
اگرچہ ہم اس ناامیدی سے گڑھے میں ہیں ‏ جب اُس نے آواز دی ہے ہم رقص کرتے ہوئے جا رہے ہیں

دَست اندازیم چوں اسپاں سپس ‏ در دویدن سُویِ مرعایِ اُنس
اس کے بعد ہم رقص کر رہے ہیں گھوڑوں کی طرح ‏ محبت کی چراگاہ کی جانب دوڑنے میں

---

[1] میوہ۔ دنیاداروں کا بڑھاپا ان کو بچپن سے نہیں نکالتا ہے۔ غورہ۔ جو انگور پک نہ پائے اور ٹھٹھر کر کچا رہ جائے اگر وہ سال بھر بیل میں لگا رہے گا تو وہ غورہ یعنی کچا ہی کہلائے گا اسی طرح اگر بڑھاپے میں بھی عقل نہ آئے تو وہ بچہ ہی ہے۔ گر چہ۔ جو عقل کے اعتبار سے بچہ ہے اگرچہ اس کی ڈاڑھی اور بال سفید ہو جائیں لیکن اُس میں وہی طفلانہ حرکتیں ہیں۔ خوفست۔ خوف اور رجا یعنی امید و بیم ایک تو کاملین کے ہیں جو شریعت کا مقصود ہے اَلْإِيْمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ "ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے" اِن کی حقیقت تو یہ ہے کہ انسان شریعت اور اوامر ونواہی کی پوری پابندی کرے اور پھر اپنے اعمال کو ہیچ سمجھ کر ڈرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھ کر قبولیت کا امیدوار بنے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک کاشتکار خوب زمین جوتے اور بیج ڈالے اور پھر اللہ کی رحمت کی بارش کا انتظار کرے اور ایک خوف و امید طفلانہ ہے اور یہ کہ ترکِ عمل کرے اور پھر رحمت کی امید رکھے۔ یہ ایسا ہے کہ کوئی کاشتکار بیج تو نہ ڈالے اور کھیتی کا امیدوار بنے یہ حقیقت میں غرور اور دھوکا ہے، یا کوئی شخص اللہ کی عظمت کے خوف سے اور اپنے عمل کو ہیچ سمجھ کر عمل ترک کر دے اور یہ کہے کہ اللہ بڑا کریم ہے بے عمل پر بھی فضل فرما دیتا ہے یہ خوف نہیں ہے بلکہ جبن اور بزدلی ہے، یہی خوف و اُمید ہے جو بے عمل اختیار کرتے ہیں جو محض طفلانہ حرکت ہے۔

[2] ماند۔ طفلانہ خوف ورجا میں انسان یہ کہتا رہتا ہے کہ معلوم نہیں میں دربار تک پہنچوں گا اور خدا مجھ پر رحم کرے گا میں مردودِ بارگاہ ہوں گا اور بغیر عمل کے ان خیالات میں وقت گذارتا ہے۔ گر رسم۔ پھر اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ خواہ کیسا ہی ہوں خدا تو مجھ پر لطف و کرم کرے گا۔ با چنیں۔ میں کچا ہوں یا دور ہوں خدا مجھے اپنی رحمت سے انگور پن دے گا۔ نیستم۔ ویسے تو مجھے کوئی امید نہیں لیکن خدا نے چونکہ فرمایا ہے "مایوس نہ ہو" اس لیے امیدوار ہوں۔

[3] دائما۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جشن مناتا ہے اور جشن کے موقع پر "مایوس نہ ہو" کا شاہی اعلان فرماتا ہے۔ گر چہ ما۔ اب مولانا نے خوف ورجاء شرعی اور کاملین کا ذکر شروع کیا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کے ہوتے ہوئے عمل کو ہیچ سمجھے اور خدا کی رحمت پر بھروسہ کرے۔ نا امیدی۔ ہمارے اعمال اس قابل نہیں کہ اُن سے اُمید وابستہ کریں۔ گو۔ گڑھا۔ دست اندازیم۔ یعنی عمل کرتے ہوئے۔ صلا زد۔ یعنی "مایوس نہ ہو" کا اعلان۔ مرعایِ اُنس۔ محبت کی چراگاہ یعنی مقعدِ صدق۔

گام ہا[1] اندازیم و آنجا گام نے
ہم قدم اٹھا رہے ہیں اور وہاں قدم نہیں ہے
جام پردازیم و آنجا جام نے
ہم جام خالی کر رہے ہیں اور وہاں جام نہیں ہے

زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست
اس لیے کہ وہاں سب چیزیں روحانی ہیں
معنی اندر معنی و ربانی ست
خلاصہ کا خلاصہ اور خدائی ہیں

ہست صورت سایہ معنی آفتاب
صورت سایہ ہے اور معنی سورج ہے
نورِ بے سایہ بُوَد اندر خراب
بے سایہ نور، ویرانہ میں ہوتا ہے

چونکہ[2] آنجا خشت برخشتے نماند
کیونکہ وہاں اینٹ پر اینٹ نہ رہی
نورِ مہ را سایۂ زشتے نماند
چاند کے لیے برا سایہ نہ رہا

خشت گر زرّیں بُوَد بر کندنیست
اینٹ خواہ سونے کی ہو اکھاڑنے کے قابل ہے
چوں بہایِ خشت وحی و روشنی ست
جبکہ اینٹ کے عوض، وحی اور روشنی ہو

کوہ بہرِ دفعِ سایہ مُند کیست
پہاڑ، سایہ کے دفع کرنے کے لیے پارہ پارہ ہے
پارہ گشتن بہرِ ایں نور اندکیست
اس نور کے لیے پارہ پارہ ہو جانا معمولی بات ہے

بر برونِ[3] کُہ چوزَد نورِ صمد
جب پہاڑ کے ظاہر پر اللہ (تعالیٰ) کا نور پڑا
پارہ شُد تادر درونش ہم زند
ٹکڑے ہو گیا، تاکہ اُس کے اندر بھی پڑے

گرسنہ چوں بر کفش زد قرصِ ناں
بھوکے کے ہاتھ پر، جب روٹی لگتی ہے
وَاشگافد از ہوس چشم و دہاں
ہوس سے، آنکھ اور منہ پھاڑتا ہے

صد ہزاراں پارہ گشتن ارزد ایں
اس کے لیے لاکھوں ٹکڑے بن جانا مناسب ہے
اَز میانِ چرخ برخیز اے زمیں
اے زمین! آسمان کے درمیان سے اُٹھ جا

تاکہ نورِ چرخ گردد سایہ سوز
تاکہ آسمان کا نور سایہ کو جلانے والا بن جائے
شب ز سایۂ تُست اے یاغیِ روز
اے دن کے دشمن! رات تیرے سایہ کی وجہ سے ہے

ایں زمیں چوں گاہوارہ طفلکاں
یہ زمین، بچوں کے پالنے کی طرح ہے
بالغاں را تنگ میدارد مکاں
بالغوں کے لیے تنگ جگہ رکھتی ہے

بہرِ طفلاں حق زمیں را مَہد خواند
اللہ (تعالیٰ) نے بچوں کے لیے زمین کو پالنا فرمایا
و اندرُو زاں شیر بر طفلاں فشاند
اور اُس میں اس دودھ میں سے بچوں پر بہا دیا

---

[1] گام۔ یعنی ہاتھ پیر مار رہے ہیں لیکن وہ عمل ہیچ ہے۔ جام۔ عشق و محبت کے جام پی رہے ہیں لیکن وہ جام قابلِ اعتبار نہیں۔ زانکہ۔ وہاں ہر چیز روحانی درکار ہے جس میں کوئی شائبہ ریا اور شرک کا نہ ہو غرضیکہ اعمال ضروری ہیں اور ان کی تاثیر رحمت اور جذبِ حق پر موقوف ہے۔ ہست۔ اب فرماتے ہیں کہ اعمال خلاصہ سلوک ہے اور رحمت کا نتیجہ جذبِ حق ہے، جذب پر جو آثار مرتب ہوتے ہیں یعنی فنا اور بقا اب اُن کے خواص بیان کرتے ہیں صورت یعنی اعمالِ جسم سایہ ہیں اور معنی یعنی روحانی احکام سورج ہے۔ نورِ بے سایہ تب پڑتا ہے جب فنا کا درجہ حاصل ہو جائے۔

[2] چونکہ۔ آبادی میں درودیوار کا سایہ نور سے مانع ہوتا ہے جب فنا کا مقام آ جاتا ہے اور اوصافِ بشری کی اینٹیں بالکل مفقود ہو جاتی ہیں تو پھر نور کے مانع نہیں رہتا۔ خشت۔ جبکہ اینٹ اکھاڑنے سے روشنی حاصل ہوتی ہے تو وہ اینٹ خواہ کتنی ہی قیمتی ہو اکھاڑ دینے کے لائق ہے۔ کوہ۔ تجلی کے نے اپنے جسم کو ریزہ ریزہ کر لیا تھا تاکہ وہ تجلی اس کے اندر پہنچ سکے۔

[3] بر بروں۔ جب کوہِ طور کے ظاہری حصہ پر تجلی ہوئی تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تاکہ نور اندر پہنچ جائے۔ گرسنہ۔ بھوکے کے ہاتھ پر جب روٹی لگتی ہے تو وہ شوق اور منہ پھاڑ دیتا ہے یہی حال طور کا ہوا۔ صد ہزاراں۔ جسم بمنزلہ زمین کے ہے جو سایہ کا سبب بنتی ہے اور سورج کے نور سے مانع بن جاتی ہے اور رات ہو جاتی ہے۔ ایں زمین۔ جسم اور عالمِ ناسوت نابالغ دنیاداروں کا گہوارہ ہے اور گہوارہ بالغوں کے لیے تنگ جگہ ہے۔ بہرِ طفلاں۔ ان نابالغ بچوں کے لیے ناسوتی منافع بمنزلہ دودھ کے ہیں۔

خانہ[1] تنگ آمد ازیں گہوارہا طفلکاں را زود بالغ کن شہا
ان پالنوں سے گھر تنگ ہو گیا اے شاہ! بچوں کو جلد بالغ کر دے
ہاں مکن اے گاہوارہ خانہ تنگ تا تواند رفت بالغ بیدرنگ
خبردار! اے گہوارے جگہ تنگ نہ کر تاکہ بالغ، بلا توقف چل پھر سکے
خانہٴ گہوارہ راضیق مدار تاتواند کرد بالغ انتشار
پالنے کے گھر کو تنگ نہ رکھ تاکہ بالغ پھیلاؤ کر سکے

وسوسہٴ کہ پادشاہزادہ را پیدا شُد از سببِ استغنا و کشفے کہ
اُس وسوسہ کی جو شہزادے میں استغنا اور اُس کشف کی وجہ سے پیدا ہوا جو
از شاہ، دلِ اُو را حاصل شُدہ بُود و قصدِ ناشکری و سرکشی
اُس کے دل میں شاہ کی وجہ سے حاصل ہوا تھا اور وہ شاہ سے سرکشی اور
می کرد، شاہ را ازراہِ الہام ازیں خبر شُدو دلش درد کرد
ناشکری کا ارادہ کر رہا تھا، شاہ کو الہام کے راستہ کی خبر ہو گئی اور اُس کا دل دکھا
رُوحِ اُو را زخمے زد چنانکہ صورتِ شاہزادہ را خبر نبُود
اس کی روح کو زخمی کیا ایسے طریقہ پر (خبر ہوئی) کہ شہزادے کو خبر نہ ہوئی

چوں[2] مُسلّم گشت بے بیع و شریٰ از درونِ شاہ در جانش جریٰ
جب بغیر خرید اور فروخت کے مسلّم ہو گیا شاہ کے باطن سے اُس کی جان کے لیے روزینہ
قُوّت می خوردے ز نورِ جانِ شاہ ماہِ جانش ہمچو از خورشید ماہ
شاہ کی جان کے نور سے روزی حاصل کرتا اس کی جان کا چاند، جس طرح چاند سورج سے
راتبہ جانی ز شاہِ بے ندید دمبدم برجانِ مستش می رسید
بے نظیر شاہ سے، روحانی روزینہ ہر وقت اُس کی مست جان کو پہنچتا تھا
آں[3] نہ کش ترسا و مُشرک میخورند زاں غذائے کش ملائک میخورند
وہ نہیں جو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں اُس غذا سے جس کو فرشتے کھاتے ہیں
اندرونِ خویش استغنا بدید گشت طُغیانی ز استغنا پدید
اُس نے اپنے اندر بے نیازی دیکھی بے نیازی سے، سرکشی رُونما ہوئی
کہ نہ مَن ہم شاہ و ہم شہزادہ ام چوں عِنانِ خود بدیں شہ دادہ ام
کہ کیا میں شاہ اور شہزادہ نہیں ہوں؟ میں نے اپنی باگ اس شاہ کو کیوں دی ہے؟

---

[1] خانہ۔ان بچوں کے گہواروں سے گھر میں تنگی ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ انکو جلد بالغ کر دے۔ اھدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ "اے خدا میری قوم کو ہدایت دے دے" کیطرف اشارہ ہے۔ اے گاہوارہ۔ان نابالغوں کے موانع ختم ہو جائیں اور بالغ پھیل کر اپنا کام کر سکیں۔وسوسہ۔اس شہزادے کو شاہِ چین کے فیوض و برکات سے اپنے کمال کا شبہ ہو گیا اور یہ خیال کرنے لگا کہ اب مجھے شاہ کی خدمت اور تابعداری کی کیا ضرورت ہے اس وسوسہ اور خیال کا یہ نتیجہ ہوا کہ اُس سے سب برکات چھن گئیں۔

[2] چوں۔شہزادہ شاہ سے استفادہ کرنے لگا اور اس کی مجلس میں اس کو روحانی غذا حاصل ہونے لگی۔قُوّت۔وہ اسی طرح شاہ سے مستفید ہو رہا تھا جس طرح چاند سورج سے نور حاصل کرتا ہے۔راتبہ۔اس کو روح کی ایک مقررہ خوراک روزانہ شاہ سے حاصل ہوتی تھی۔

[3] آں نہ۔وہ غذا نصرانیوں اور مشرکوں کی جسمانی غذا نہ تھی بلکہ ملائکہ کی خوراک، روحانی غذا تھی۔اندروں۔اُس شہزادے نے اپنے اندر ایک بے نیازی دیکھی اور اُس بے نیازی سے اُس میں شاہ سے ایک سرکشی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔کہ نہ مَن۔سرکشی یہ پیدا ہوئی کہ اُس نے اپنے بارے میں یہ خیال قائم کر لیا کہ میں شاہ اور شہزادہ ہوں یعنی باکمال ہوں تو دوسرے کے ہاتھ میں اپنی باگ کیوں دوں۔

چوں¹ مرا ماہے برآمد بالمع
جبکہ میرا روشن چاند طلوع ہو چکا ہے
پس چرا باشم غبارے را تبع
پھر میں غبار کے طابع کیوں بنوں؟

آب در جوئ منست و وقتِ ناز
میری نہر میں پانی ہے اور ناز کا وقت ہے
نازِ غیر از چہ کشم من بے نیاز
میں بے نیاز، دوسرے کا ناز کیوں برداشت کروں؟

سر چرا بندم چو دردِ سر نماند
جب دردِ سر نہیں رہا میں سر کیوں باندھوں؟
وقتِ رُوئ زرد و چشمِ تر نماند
تر آنکھ اور زرد چہرے کا وقت نہیں رہا

چوں² شکر لب گشتہ ام عارض قمر
جب میں شکر لب اور قمر جیسے رُخسار والا ہو گیا ہوں
باز باید کرد دُکانِ دگر
دوسری دُکان کھولنی چاہیے

زیں منی چوں نفس زائیدن گرفت
اس انانیت سے جب نفس پھولنا شروع ہوا
صد ہزاراں ژاژ خائیدن گرفت
لاکھوں بکواسیں بکنی شروع کر دیں

صد بیاباں زاں سوئ حرص و حسد
حرص و حسد سے، اُس جانب سو بیابان ہیں
تا بدانجا چشمِ بد ہم میرسد
تب بھی اُس جگہ نظرِ بد پہنچ جاتی ہے

بحر³ شہ کہ مرجعِ ہر آبِ اوست
شاہ کا سمندر، جو ہر پانی کا مرجع ہے
چوں نداند آنچہ اندر سیل و جوست
وہ اس کو کیسے نہ جانے گا جو بہاؤ اور نہر میں ہے؟

شاہ را دل درد کرد از فکرِ او
اُس کے خیال سے شاہ کا دل دُکھا
ناسپاسئ عطائ بکرِ او
اُس کی نئی عطا کی ناشکر گذاری سے

گفت آخر اے خسِ واہی ادب
اُس نے کہا، آخر اے کمینے اور بدتمیز
ایں سزای دادِ من بود اے عجب
تعجب ہے، میری عطا کی یہ سزا تھی

من چہ کردم با توزیں گنجِ نفیس
اس عمدہ خزانہ سے میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟
توچہ کردی بامن از خوئ خسیس
تو نے کمینہ عادت کی وجہ سے میرے ساتھ کیا کیا؟

من ترا ماہے نہادم در کنار
میں نے تیری بغل میں ایسا چاند رکھ دیا
کہ غروبش نیست تا روزِ شمار
جس کا قیامت تک غروب نہیں ہے

در جزائ آں عطائ نورِ پاک
اُس پاک نور کی بخشش کے بدلے میں
توزدی در دیدۂ من خار و خاک
تو نے میری آنکھ میں کانٹا اور خاک جھونکی

من ترا بر چرخ گشتہ نردباں
میں تیرے لیے آسمان کی سیڑھی بنا
تو شدہ در حربِ من تیر و کماں
تو مجھ سے لڑنے میں تیر و کمان بن گیا

---

¹ چوں مرا۔ جب قلب خود منور ہو گیا ہے تو میں دوسرے کے نور کا جو بمنزلہ غبار ہے کیوں تابع بنوں۔ آب۔ اب میں خود صاحب کمال ہوں تو دوسرے کے ناز کیوں اُٹھاؤں۔ سر چرا بندم۔ جب مجھ میں باطنی امراض نہیں ہیں تو پھر معالجہ میں شیخ کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

² چوں شکر لب۔ اب مجھ میں خود باطنی کمالات ہیں مجھے خود مستقل شیخ بننا چاہیے۔ زیں منی۔ جب اس میں یہ خودی اور انانیت پیدا ہوئی تو لاکھوں بکواسیں بکنے لگا۔ صد بیاباں۔ حرص و حسد سے نظر بد بہت دُور تک کام کرتی ہے تہذیب اخلاق کے بعد بھی فسادِ حال کا اندیشہ ہے۔

³ بحر شہ۔ شیخ کا دل۔ آب۔ یعنی مریدین۔ عطائ بکر۔ جو فیض شاہ سے پہنچا تھا۔ واہی۔ کمزور، سُست۔ گنج نفیس۔ روحانی خزانہ۔ من ترا۔ یعنی میں نے تجھے منور قلب عطا کیا۔ خار۔ یعنی ناسپاسی سے تکلیف پہنچائی۔ نردبان۔ سیڑھی۔

دردِ[1] غیرت آمد اندر شہ پدید　عکسِ دردِ شاہ اندر وے رسید
غیرت کا درد، شاہ میں رُونما ہوا　شاہ کے درد کا عکس اُس کے اندر پہنچا

مُرغِ دولت در عتابش بر طپید　پردۂ آں گوشہ گشتہ بر درید
دولت کا پرند اُس کے عتاب سے تڑپا　اُس نے اُس کنارے کئے ہوئے کا پردہ چاک کر دیا

چوں درونِ خود بدید آں خوش پسر　از سیہ کاریِ خود کردہ اثر
اُس بھلے لڑکے نے جب اپنا باطن دیکھا　اپنی سیہ کاری کا اثر کیا ہوا دیکھا

آں وظیفہ لُطف و نعمت گم شدہ　خانۂ شادیِ اُو پُر غم شدہ
وہ لُطف اور نعمت کا روزینہ گم ہو گیا　اُس کی خوشی کا خانہ، غم سے بھر گیا

باخود آمد اُو ز مستیِ عُقار　زاں گُنہ گشتہ سَرش خانہ خُمار
وہ شراب کی مستی سے ہوش میں آیا　اُس خطا سے، اُس کا سَر خمار کا خانہ بن گیا

ہر کہ[2] خود بینی کُند در راہِ دُوست　مغز را بگذاشت کُلّی دید پُوست
جس کسی نے دوست کی راہ میں خود بینی کی　اُس نے مغز کو بالکل چھوڑا، چھلکا دیکھا

دُشمنِ مَن در جہاں خود بیں مَباد　زانکہ از خود بیں نیاید جُز فساد
(خدا کرے) میرا دُشمن (بھی) دنیا میں خود بین نہ بنے　کیونکہ خود بین سے سوائے فساد کے کچھ نہیں ہوتا

مے ازاں آمد حرام اندر جہاں　کہ خوری خود بیں شوی اندر زماں
شراب اسی لیے دنیا میں حرام ہوئی　کہ (اگر) تو پئے فوراً خود بیں ہو جاتا ہے

بہتر از خود در تصور نایدت　ویں ہمہ از نفسِ خود بیں زایدت
تیرے تصور میں اپنے سے بہتر نہیں آتا　یہ سب خود بیں نفس کی وجہ سے تیرے اندر پیدا ہوا

آنکہ با خودی خوردمے باخود ست　ایں چنیں مے خوار خوار و مُرتد ست
جو خودی کے ہوتے ہوئے شراب پیتا ہے وہ خودی میں ہے　ایسا شرابی ذلیل اور مُرتد ہے

ہر کہ[3] با اُو می خورد بادش حلال　وانکہ بے اُو دَم زند بادش وبال
جو اس کے ساتھ شراب پیتا ہے اس کے لیے حلال ہے　اور وہ جو اس کے بغیر "انا" کا دم بھرے اس کیلئے وبال ہے

چونکہ با اُو مے خورد از جامِ ہُو　چشم بکشایم بہ بینم رُویِ اُو
جبکہ اس کے ساتھ شراب پیتا ہے، اس کے جام سے ہے　میں آنکھ کھولتا ہوں، اُس کا چہرہ دیکھتا ہوں

بعدازاں از خود بکلّی بگسلم　ہم زمے خوردن شود ایں حاصلم
اُس کے بعد میں اپنے سے بالکل جدا ہو جاتا ہوں　شراب پینے سے میرا حاصل یہ ہے

---

1. غیرت۔ اس بات پر غیرت آئی کہ اس قدر احسان کے باوجود یہ شہزادہ سرکشی کر رہا ہے۔ مرغِ دولت۔ یعنی شہزادے کی قلبی کیفیت۔ پردہ۔ یعنی قلب کا پردہ۔ گوشہ گشتہ۔ شہزادہ جس نے شاہ سے کنارہ کشی کا ارادہ کیا تھا۔ وظیفہ۔ روحانی خوراک جو شاہ سے ملتی تھی۔ عقار۔ شراب یعنی تکبر۔ خمار۔ اعضا شکنی جو شراب کے نشہ کے اُتار کے وقت ہوتی ہے۔

2. ہر کہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص راہ طریقت میں تکبر کرتا ہے، وہ حقیقت سے خالی ہو جاتا ہے۔ دشمن۔ یہ وہ تباہی ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو۔ مے۔ شراب کی حرمت اس وجہ سے ہوئی کہ اُس کو پی کر انسان خود بین بن جاتا ہے۔ بہتر۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ اور عداوت و دشمنی کا سبب عموماً خود بینی ہے۔ آنکہ۔ جو شخص اپنی خودی کے ہوتے ہوئے انانیت کی شراب پیتا ہے اور اس پر مستی طاری ہو وہ خود بیں اور مردود ہے جیسا کہ شہزادہ تھا۔

3. ہر کہ با اُو۔ جو شخص معیتِ حق کے ساتھ انانیت کی شراب پیے وہ حلال ہے جیسا کہ اہل اللہ۔ بے اُو۔ معیت حق حاصل نہ ہو اور پھر انانیت برتے وہ انانیت اس کے لیے وبال ہے۔ چشم بکشایم۔ معیت حق کے ساتھ شراب پینے والا یہ کہتا ہے کہ میں جب آنکھ کھولتا ہوں تو اس کی تجلیات نظر آتی ہیں۔ بعدازاں۔ یہ بھی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں بالکل فانی ہوتا ہوں میری شراب نوشی کا یہ خلاصہ ہے کہ میری انانیت بالکل محو ہو جاتی ہے۔

اے[1] کہ می خواہی کہ ازخود بگسلی
اے وہ! کہ تو چاہتا ہے کہ اپنے آپ سے جدا ہو جائے

تا کے اندر بندِ ایں جان و دلی
تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے؟

جاں بجاناں وا گذار اے جانِ من
اے جانِ من! جان جاناں کے سپرد کر دے

تا بہ بینی یارِ دل رنجانِ من
تا کہ تو میرے دل کو ستانے والے یار کو دیکھے

دل بدلدارے دہ و آزاد شو
دل دلدار کو دے دے اور آزاد ہو جا

غمخورِ اُو باش و ازوے شاد شو
اُس کا غم خوار بن اور اُس سے خوش رہ

نفسِ خود برخود مگر داں چیرِ تُو
تو اپنے نفس کو اپنے اُوپر غالب نہ بنا

زُود اُو را باز گیر از شیرِ تُو
تو جلد اُس کا دودھ چھڑا دے

ہرچہ ہست آں مستیے دارد یقیں
جو چیز بھی ہے وہ یقیناً مستی رکھتی ہے

خواہ شیر و خواہ خمر و انگبیں
خواہ دودھ ہو اور خواہ شراب اور شہد

مستیِ گندم بداں اے آدمی
اے آدمی! گیہوں کی مستی کو جان لے

کہ بکرد آں آدمؑ را اعجمی
کہ اُس نے آدمؑ کو ناواقف بنا دیا

خورد[2] گندم حلّہ زُو بیروں شدہ
انھوں نے گیہوں کھایا اُن سے لباس علیحدہ ہو گیا

خُلد بروے بادیہ و ہاموں شدہ
جنت اُن کے لیے دشت اور صحرا ہو گئی

دیدکاں شربت وُرا بیمار کرد
اُس نے دیکھا کہ اُس شراب نے اُن کو بیمار کر دیا

زہرِ آں ما و منیہا کارکرد
اُس ''ماومن'' کے زہر نے کام کر دیا

جان چوں طاؤس در گلزارِ ناز
وہ جان جو ناز کے چمن میں مور کی طرح تھی

ہمچو چُغدے شُد بویرانہ مجاز
وہ مجاز کے ویرانے میں چغد جیسی ہو گئی

ہمچو آدمؑ دور ماند اُو از بہشت
وہ آدمؑ کی طرح بہشت سے دُور رہ گیا

دَر زمیں میراند گاوے بہرِ کشت
جو کھیتی کے لیے زمین میں بیل چلاتے تھے

اَشک[3] میراند اُو کہ اے ہندویِ زاو
وہ آنسو بہاتا تھا کہ اے قوی ڈاکو!

شیر را کردی اسیرِ دُمِ گاوَ
تو نے شیر کو بیل کی دُم کا قیدی بنا دیا

کردہَ اے نفسِ بَد باردنفس
اے نفسِ بد، سرد مہرا! تو نے کی

بیحفاظی با شہِ فریادرس
بے لحاظی، فریاد رس شاہ کے ساتھ

دام بگزیدی ز حرصِ گندمے
تو نے گیہوں کے لالچ میں جال پسند کیا

برتو شُد ہر گندم اُوکژ دُمے
تیرے لیے اُس کا ہر گیہوں بچھو بن گیا

---

[1] اے کہ۔ مولانا اس مقام کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ اگر تو یہ مقام چاہتا ہے تو اپنے دل و جان کی قید سے آزاد ہو جا۔ جان۔ اپنا سب کچھ محبوب کے سپرد کر دے تب مشاہدہ ہوگا۔ دلِ رنجاں۔ یعنی دل میں دردِ عشق پیدا کرنے والا۔ نفسِ خود۔ اپنے نفس سے مغلوب نہ ہو اور لذتوں سے اس کو محروم کر دے۔ ہر چہ۔ خود بینی کی مستی جس چیز سے بھی پیدا ہو خواہ وہ حلال ہو یا حرام اس کو ترک کر دے۔ مستیِ گندم۔ ہر چیز سے مستی پیدا ہوتی ہے دیکھ حضرت آدمؑ کی مستی گیہوں سے پیدا ہوئی اُسی نے ان کو ناواقف بنا دیا اور دھوکا کھا گئے۔

[2] خورد۔ گیہوں کھانے کے بعد حضرت آدمؑ کا لباس اُن سے جدا ہو گیا اور وہ جنت سے محروم ہو گئے۔ دید۔ اب اس شہزادے کو محسوس ہوا کہ اُس خود بینی کی شراب نے اس کو مریض بنا دیا۔ ما و منیہا۔ یعنی اُس میں جو انانیت اور خودی پیدا ہوئی تھی۔ در گلزار۔ یعنی اُس کا عروج۔ ویرانہ۔ تنزل کی حالت۔ ہمچو۔ حضرت آدمؑ نے زمین پر آ کر ہل جوتا۔

[3] اشک۔ وہ اپنی حالت پر رویا۔ ہندو۔ چور یعنی نفس۔ زاو۔ قوی یعنی نفس۔ دمِ گاوَ۔ یعنی جسمانی علائق۔ باردنفس۔ جس کے کلام میں کوئی گرمی نہ ہو۔ بیحفاظی۔ یعنی دوسرے کے حق کی حفاظت نہ کرنا۔ حرصِ گندم۔ یعنی تکبر کا لالچ اور حرص۔

دَر سَرت آمد ہوائے ما و مَن — قیدِ[1] بیں بر پائے خود پنجاہ مَن

تیرے سر میں ''مادمن'' کی ہوا بھری — اپنے پاؤں پر پچاس من کی بیڑی دیکھ لے

نوحہ می کرد ایں نمط بر جانِ خویش — کہ چرا گشتم ضِدِ سُلطانِ خویش

وہ اپنی جان پر اس طرح سے نوحہ کر رہا تھا — کہ میں اپنے شاہ کا مخالف کیوں بنا؟

آمد اُو با خویش اِستغفار کرد — با اِنابت چیزِ دیگر یار کرد

وہ ہوش میں آیا اُس نے توبہ کی — توبہ کے ساتھ ایک دوسری چیز ساتھ کی

درد کاں از وحشتِ ایماں بُود — رحم کُن کاں درد بیدرماں بُود

وہ درد جو ایمان کی دہشت سے ہو — رحم کر، کیونکہ وہ درد ناقابل علاج ہے

مَر بشر را[2] خود مبا جامہ درست — چوں رہید از صبر درحیں صَدر جُست

(خدا کرے) انسان کا جامہ درست نہ ہو — جب وہ صبر سے ہٹا، اُس نے فوراً صدر (جگہ) تلاش کی

مَر بشر را پنجہ و ناخن مباد — کو نہ دیں اندیشد آنگہ نے سداد

(خدا کرے) انسان کے پنجہ اور ناخن نہ ہوں — کیونکہ وہ اُس وقت نہ دین کا خیال کرے گا نہ درستگی کا

آدمی اندر بلا گشتہ بہ است — نفس کافرِ نعمت ست و گمرہ است

مصیبت میں مبتلا انسان بہتر ہے — نفس، نعمت کا کافر ہے، اور گمراہ ہے

نفسِ کافر خود ہمی ندہد اماں — گشت طاغی چونکہ فارغ شُد زناں

کافر نفس خود امن نہیں دیتا — جب وہ روٹی سے بے فکر ہوا سرکش بن جاتا ہے

آدمی[3] خود مبتلا بہتر بُود — زانکہ زار و عاجز و مُضطر بُود

آدمی خود مبتلا بہتر ہے — کیونکہ وہ ذلیل اور عاجز اور مجبور ہوتا ہے

خطابِ حق تعالیٰ بعزرائیل علیہ السلام کہ تُرا رحم بر کہ بیشتر آمد

اللہ تعالیٰ کا خطاب عزرائیل علیہ السلام کو کہ تجھے ان لوگوں میں سے سب سے زیادہ کس پر

ازیں خلائق کہ قبضِ جانِ ایشاں کردی و جوابِ اُو حضرتِ عزت را

رحم آیا جن کی تو نے جان قبض کی اور اُن کا حضرت عزت کو جواب

حَق بعزرائیلؑ می گفت اے نقیب — بر کہ رحم آمد تُرا از ہر کئیب

اللہ (تعالیٰ) نے عزرائیلؑ سے فرمایا کہ اے نقیبِ حق! — تجھے سب غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا؟

گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد — لیک ترسم اَمر را اِہمال کرد

انھوں نے کہا میرا دل درد سے سب پر جلتا ہے — لیکن میں حکم کی تعمیل نہ کرنے سے ڈرتا ہوں

---

[1] قید۔ اب اس بیڑی کی وجہ سے سیر الی اللہ رک گئی۔ نوحہ۔ وہ اس بات پر نوحہ کر رہا تھا کہ میں نے بادشاہ کی مخالفت کا کیوں خیال کیا۔ چیزِ دیگر۔ شاید بادشاہ سے معافی مُراد ہو۔ وحشتِ ایماں۔ ایمان سے کامل ایمان مراد ہے یعنی عرفان اور فیضِ الٰہی، وحشت سے مراد وہ وحشت ہے جو اس کیفیت کے مفقود ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ بے درماں۔ یعنی اُس کا علاج بہت مشکل ہے۔

[2] مر بشر را۔ جیسے کہ کمال پر خود پسندی اور خود بینی تباہی کا سبب ہے اسی طرح مال پر خود بینی بھی موجب ہلاکت ہے۔ صبر۔ جو مال کی کمی سے حاصل تھا۔ صدر۔ یعنی اپنی بڑائی۔ پنجہ۔ انسان کو جب مال و دولت کی طاقت حاصل ہوتی ہے پھر وہ کچھ نہیں دیکھتا ہے۔ آدمی۔ انسان کے لیے ضرورت سے زیادہ دولت مضر ہے۔ نفس۔ نفس ایک تو خود ہی تباہ کرنے والا ہے جب اس کو مال مل جائے تو پھر تباہی کا کیا پوچھنا ہے۔

[3] آدمی۔ عام انسانوں کے لیے حالتِ ابتلا بہتر ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہر کہ۔ نمرود کے قصہ سے یہ بتانا ہے کہ اُس کا کمال اور مال موجب زوال بنا۔ نقیب۔ سردار۔ کئیب۔ رنجیدہ۔ امر۔ جان قبض کرتے ہوئے بہت رحم آتا ہے لیکن آپ کے حکم سے مجبور ہو کر کرتا ہوں۔

تا بگویم[1] کاشکے یزداں مرا — در عوض قرباں کُند بہرِ فتا
یہاں تک کہ میں کہتا ہوں، کاش خدا مجھے — جو ان کے بدلے میں قربان کر دے

گفت بر کہ بیشتر رحم آمدت — از کہ دل پُرسوز و بریاں تر شُدت
فرمایا کہ تجھے سب سے زیادہ کس پر رحم آیا؟ — تیرا دل کس کی وجہ سے زیادہ جلا اور بھُنا؟

گفت روزے کشتیِ بر موجِ تیز — من شکستم ز امرتا شُد ریز ریز
عرض کیا ایک دن تیز موج پر ایک کشتی — میں نے حکم سے توڑ دی، حتیٰ کہ وہ ریزہ ریزہ ہوگئی

پس بگفتی قبض کُن جانِ ہمہ — جُز زنے و طفلکے را زاں رَمہ
پھر آپ نے فرمایا سب کی جان قبض کر لے — اِس گروہ میں سے، ایک عورت اور چھوٹے بچہ کے علاوہ

ہر دو بر یک تختہ درماندند — تختہ را آں موجہا می راندند
وہ دونوں ایک تختہ پر رہ گئے — تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں

چوں بساحل اُوفگند آں تختہ باد — از خلاصِ ہر دو اَم دل گشت شاد
جب ہوا نے اُس تختہ کو ساحل پر ڈال دیا — دونوں کی نجات سے میرا دل خوش ہوا

باز[2] گفتی جانِ مادر قبض کُن — طِفل را بگذار تنہا ز امرِ کُن
پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر لے — "امرِ کُن" کی وجہ سے بچہ کو تنہا چھوڑ دے

چوں ز مادر بگسلیدم طِفل را — خود تومیدانی چہ تلخ آمد مرا
جب میں نے بچہ کو ماں سے جدا کر دیا — آپ جانتے ہیں کہ مجھے کس قدر کڑوا لگا

پس بدیدم دَردِ ماتمہائے زفت — تلخیِ آں طفل از فکرم نرفت
پھر میں نے بھاری ماتموں کا درد دیکھا — اُس بچہ کی کڑواہٹ میرے فکر سے نہ گئی

گفت[3] حق آں طفل را از فضلِ خویش — موج را گفتم فگن در بیشہ ایش
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں نے اپنے کرم سے اس بچہ کیلئے — موج سے کہا، اُس کو ایک جھاڑی میں ڈال دے

بیشۂ پُرسوسن و ریحان و گُل — پُر درخت و میوہ دار و خوش اُکُل
ایک ایسی جھاڑی جو سوسن اور ریحان اور گُل سے پُر تھی — درختوں سے پُر تھی اور میوہ دار اور عمدہ خوراک والی تھی

چشمہائے آبِ شیرینِ زُلال — پروریدم طِفل را باصد دَلال
صاف شیریں پانی کے چشموں سے (پُر تھی) — میں نے بچہ کو سو نازوں سے پالا

صد ہزاراں مُرغِ مطرِب خوش صَدا — اندراں رَوضہ فگندہ صد نَوا
لاکھوں خوش آواز گانے والے پرندوں نے — اُس باغ میں سیکڑوں آوازیں پیدا کر رکھی تھیں

---

[1] تا بگویم۔ یہاں تک رنج ہوتا ہے کہ بسا اوقات تمنا ہوتی ہے کہ اُس کے بدلے میں میری جان لے لی جاتی۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب سے زیادہ رحم تجھے کس کی جان لینے میں آیا۔ موجِ تیز۔ تیز دھارا۔ امر۔ آپ کے حکم سے۔ رمہ۔ جماعت۔ چوں بساحل۔ جب وہ بچہ اور اُس کی ماں خشکی پر پہنچ گئے تو میں خوش ہوا کہ اب یہ بچ جائیں گے۔

[2] باز گفتی۔ لیکن آپ کا پھر حکم ہوا کہ اب اس بچہ کی ماں کی رُوح قبض کر لے۔ چوں زمادر۔ جب میں نے بچہ کو ماں سے محروم کیا تو آپ کو علم ہے کہ مجھ پر یہ کام کتنا بھاری پڑا۔ پس۔ میرے دل میں درد کی انتہا نہ تھی اور اس کا غم دل سے جدا نہ ہوتا تھا۔

[3] گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر میں نے اُس موج کو حکم دیا تھا کہ وہ اُس بچہ کو ایک ایسی جھاڑی میں پھینک دے جو پھولوں سے بھری ہو اُس میں سایہ دار درخت ہوں اور درختوں پر لذیذ پھل لگے ہوں۔ چشمہائی۔ اُس میں میٹھے پانی کے چشمے ہوں اس طرح سے میں نے اُس بچہ کو سو نازوں سے پالا۔ صد ہزاراں۔ اُس جھاڑی میں لاکھوں خوش آواز پرندے اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔

بسترش[1] کردم ز برگِ نسترن ۔۔۔ کردم اُو را ایمن از صدمۂ فتن
میں نے اُس کے لیے سیوتی کی پتیوں کا بستر بچھایا ۔۔۔ میں نے اُس کو فتنوں کے صدمہ سے محفوظ کر دیا

گفتہ مَن خورشید را کُورا مگز ۔۔۔ باد را گفتہ برُو آہستہ وَز
میں نے سورج سے کہہ دیا کہ اُس کو گزند نہ پہنچا ۔۔۔ ہوا سے کہہ دیا، اُس پر آہستہ چل

اَبر را گفتہ برُو باراں مریز ۔۔۔ بَرق را گفتہ برُو مگرای تیز
آسمان سے کہہ دیا، اُس پر بارش نہ برسا ۔۔۔ بجلی سے کہہ دیا، اُس پر تیزی سے مائل نہ ہو

زیں چمن اے دے مبر آں اعتدال ۔۔۔ پنجہ اے بہمن بریں روضہ ممال
اے خزاں! اس چمن سے اعتدال نہ لے جانا ۔۔۔ اے بہمن! اس چمن پر ہاتھ نہ پھیر

کراماتِ شیخ شیبان راعی قدّس اللہ سِرَّہٗ العزیز

شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز کی کرامات

ہمچو آں شیباں[2] کہ از گرگِ عنید ۔۔۔ وَقتِ جمعہ بَر رُعا خط می کشید
اُن شیبان کی طرح کہ سرکش بھیڑیئے کی وجہ سے ۔۔۔ جمعہ کے وقت گلہ پر خط کھینچ دیتے تھے

تابرُوں ناید ازاں خط گو سپند ۔۔۔ نے در آید گرگ و دُزدِ باگزند
تاکہ کوئی بکری اُس خط سے باہر نہ نکلے ۔۔۔ بھیڑیا اور نقصان رساں چور نہ آئے

برمثالِ دائرۂ تعویذِ ہُود ۔۔۔ کاندراں صَرصَر امانِ آل بُود
(حضرت) ہودؑ کے تعویذ کے دائرے کی طرح ۔۔۔ جو اُس آندھی میں اولاد کی حفاظت تھا

ہشت روزے اندریں خط تن زنید ۔۔۔ وز بروں مُثلہ تماشا می کنید
آٹھ دن، اُس دائرے میں چپ رہو ۔۔۔ اور باہر، ہاتھ پاؤں کٹنے کا تماشا دیکھو

بَرہوا[3] بُردے فگندے بَر حَجر ۔۔۔ تا دریدے لَحم و عظم از ہمدگر
وہ فضا میں لے جاتی پتھر پر پٹخ دیتی ۔۔۔ حتیٰ کہ گوشت اور ہڈی اک دوسرے سے جدا کر دیتی

یک گرُوہ را بَر ہَوا برہم زدے ۔۔۔ تاچو خشخاش اُستخواں ریزہ شُدے
ایک گروہ کو فضا میں آپس میں ٹکرا دیتی ۔۔۔ یہاں تک کہ ہڈی خشخاش کی طرح چورا چورا ہو جاتی

آں سیاست را کہ لرزید آسماں ۔۔۔ مثنوی اندر نہ گنجد شرحِ آں
وہ سزا جس نے آسمان کو لرزا دیا ۔۔۔ اس کی تفصیل مثنوی میں نہیں سما سکتی

گر بطبع ایں می کُنی اے بادِ سَرد ۔۔۔ گردِ خط دائرۂ آں ہودؑ گرد
اے ٹھنڈی ہوا! اگر تو (اپنی) طبیعت سے یہ کرتی ہے ۔۔۔ تو (حضرت) ہودؑ کے دائرے کے خط کے گرد چکر کاٹ

---

1. بسترش۔ میں نے سیوتی کے پتوں سے اُس کا بستر تیار کر دیا۔ نسترن۔ نسرین، سیوتی۔ مگز۔ گزیدن کا نشا، ڈسنا۔ مگرای۔ گرائیدن مائل ہونا، جھکنا۔ دے۔ ماگھ، جو خزاں کا مہینہ ہے۔ بہمن۔ پھاگن، ماگھ سے ملا ہوا مہینہ۔ کرامات۔ جس طرح اس بچہ کے بارے میں ہوا کو نقصان نہ پہنچانے کا حکم کر دیا گیا تھا اسی طرح ایک نبی اور ایک ولی کے بارے میں بھیڑیے اور ہوا کو حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ نقصان نہ پہنچائیں۔
2. شیبان۔ یہ بزرگ بکریاں چراتے تھے اور جمعہ کی نماز کو جب شہر جاتے تھے بکریوں کے چاروں طرف حصار کھینچ کر چلے جاتے تھے کوئی بکری اُس سے باہر نہ نکلتی تھی اور کوئی بھیڑیا اس میں داخل نہ ہوتا تھا۔ برمثال۔ حضرت ہودؑ نے اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ایک حصار کھینچ دیا تھا آندھی کا طوفان اس میں داخل نہ ہوتا تھا۔ مثلہ۔ کافروں کے ہاتھ پاؤں اُس ہوا سے کٹ کر گرتے تھے۔
3. برہوا۔ وہ آندھی اُن کو فضا میں اُڑا کر لے جاتی تھی اور پھر پہاڑ پر پٹخ دیتی تھی جس سے اُن کا گوشت پوست بکھر جاتا تھا۔ یک گرہ۔ کچھ لوگوں کو فضا میں باہمی ٹکرا کر پاش پاش کر دیتی تھی۔ آں سیاست۔ ان کو جو سزا ملی اُس سے آسمان لرزنے لگا مثنوی میں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ گر بطبع۔ اگر یہ ہوا کے کام محض اس کی طبیعت اور مزاج سے خود بخود صادر ہوتے ہیں تو ہوا سے کہہ دو ذرا حضرت ہودؑ کے دائرے کا تو چکر لگائے۔

ور بحرص[1] ایں می کُند گرگِ نژند ۔۔۔ گو بیادر خطِ داعی کُن گزند
اور اگر غضبناک بھیڑیا حرص کرتا ہے ۔۔۔ کہہ دو (حضرت شیبانؒ) داعی کے خط کے اندر نقصان پہنچائے

اے طبیعی فوقِ طبع ایں مُلک بیں ۔۔۔ یا بیا و محو کُن از مُصحف ایں
اے فلسفی! طبیعات سے اُوپر اس ملک کو دیکھ ۔۔۔ یا آ جا، اور قرآن سے یہ مٹا دے

مُقریاں را منع کُن پندے بنہ ۔۔۔ یا مُعلّم را بمال و سہم دہ
میانجیوں کو روک، نصیحت کر ۔۔۔ یا پڑھانے والے کو سزا دے اور ڈرا

عاجزی و خیرہ کایں عجز از کجاست ۔۔۔ عجزِ تو دانی ازاں روزِ جزا ست
تو عاجز اور حیران ہے، کہ یہ عاجزی کہاں سے ہے ۔۔۔ تو جان لے، تیرا عجز قیامت کے دن سے ہے

عجزہا داری تو در پیش اے لجوج ۔۔۔ وقت شُد پنہانیاں را نک خروج
اے جھگڑالو! تو بہت سے عجز درپیش رکھتا ہے ۔۔۔ اب پوشیدہ چیزوں کے ظہور کا وقت ہوا ہے

خُرم[2] آنکہ عجز و حیرت قُوتِ اُوست ۔۔۔ دَر دو عالم خُفتہ اندر ظلِّ دُوست
مبارک ہے وہ شخص جس کی غذا عجز اور حیرت ہے ۔۔۔ وہ دونوں جہان میں دوست کے سایہ میں سویا ہوا ہے

ہم دَر اوّل عجزِ خود را اُو بدید ۔۔۔ مُردہ شُد دینِ عجائز را گزید
اُس نے شروع ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا ۔۔۔ مُردہ ہو گیا، بوڑھیوں کے دین کو اختیار کر لیا

چوں زلیخا یوسفش بروے بتافت ۔۔۔ از عجوزی دَر جوانی راہ یافت
زلیخا کی طرح اُس کا یوسف اُس پر چمکا ۔۔۔ اُس نے بڑھاپے سے جوانی کی راہ پا لی

زندگی[3] در مُردن و در محنت ست ۔۔۔ آبِ حیواں دَر درونِ ظلمت ست
زندگی مر جانے اور مجاہدہ میں ہے ۔۔۔ آبِ حیات، تاریکی کے اندر ہے

قصۂ پروردنِ حق تعالیٰ نمرود را بے واسطۂ مادر و دایہ در طفلی

اللہ تعالیٰ کا نمرود کو بچپن میں بغیر ماں اور دایہ کے واسطے کے پرورش کرنے کا قصہ

حاصل آں روضہ چو جانِ عارفاں ۔۔۔ از سموم و صَرصَر آمد دَر اماں
خلاصہ یہ ہے کہ وہ چمن جو عارفوں کی جان کی طرح تھا ۔۔۔ لُو اور آندھی سے محفوظ رہا

یک پلنگے بچہ نوزادہ بُود ۔۔۔ گفتم اُو را شیردہ طاعت نمود
ایک چیتے نے ایک نیا بچہ جنا تھا ۔۔۔ میں نے اُس سے کہا دودھ پلا، اس نے اطاعت کی

---

[1] ور بحرص۔ اگر بھیڑیے کا پھاڑنا محض اُس کا اپنا فعل ہے تو اس سے کہو کہ حضرت شیبانؒ کے حصار میں پہنچ کر بکری کو پھاڑے جو ناممکن ہے۔ نژند۔ غضبناک۔ اے طبیعی۔ وہ فلسفی جو طبیعات کا ماہر ہے اور اشیا میں محض طبعی خواص مانتا ہے، اُس سے کہو کہ عالمِ طبیعات سے اُوپر ایک اور عالم ہے جو اس میں مؤثر ہے جس کو قرآن بتا رہا ہے۔ مصحف۔ قرآن میں یہ قصہ موجود ہے جو حضرت ہودؑ اور مومنوں کی نجات کو بتا رہا ہے۔ عاجزی۔ تو اپنے عجز پر حیران ہے اور اس کی وجہ نہیں سمجھ رہا ہے سمجھ لے کہ اصل عجز قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔ عجزہا۔ انسانوں کا عجز تو آگے آنے والا ہے قیامت کے روز ہر چیز کا عجز ظاہر ہو جائے گا اور وہ قیامت بالکل قریب ہے۔

[2] خرم۔ پہلے عجزِ نامحمود کا ذکر تھا اب عجزِ محمود کا ذکر کرتے ہیں وہ یہ کہ انسان اپنی قدرت اور ارادہ کو بالکل فنا کر دے اور حق تعالیٰ کی رضا کے تابع بن جائے ایسے لوگ جو اس عجز اور حیرت کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں، وہ آرام سے اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوتے ہیں۔ ہم در اوّل۔ اُس نے شروع ہی میں اپنے عجز کو محسوس کر لیا اور اپنی قدرت و ارادہ کے اعتبار سے مُردہ ہو گیا اور اس نے بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کر لیا جس میں عموماً تابع داری اور اعتقاد کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ حدیث شریف ہے عَلَيْكُم بِدِيْنِ الْعَجَائِزِ "تم بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کرو"۔ از عجوزی۔ اس فنا کے بعد بقا حاصل ہو جائے گی۔

[3] زندگی۔ اصل بقا فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے جس طرح آبِ حیات تاریکی کے بعد آتا ہے۔ قصہ۔ پھر نمرود کی پرورش کے قصہ کا بیان ہے۔ آں روضہ۔ جس جھاڑی میں نمرود کی پرورش ہو رہی تھی وہ عارفوں کی رُوح کی طرح تھا۔ یک پلنگے۔ اس جنگل میں ایک چیتے کے بچہ پیدا ہوا تھا اللہ نے اس کو حکم دیا کہ وہ نمرود کو اپنا دودھ پلا دیا کرے چنانچہ اس نے ایسا ہی کرنا شروع کر دیا اور وہ نمرود جوان ہو گیا۔

پَس بداداش شیر و خدمتہاش کرد
تو اُس نے اُس کو دودھ پلایا اور خدمتیں انجام دیں
تا کہ بالغ گشت و زَفت و شیر مرد
یہاں تک کہ وہ بالغ اور بڑا اور شیر مرد ہو گیا

چوں[1] فِطامش شُد بگفتم با پری
جب اُس کا دودھ چھوٹا، میں نے جنات سے کہا
تا در آموزید نطق و داوری
کہ بولنا اور حکومت کرنا سکھاؤ

پرورش دادم مر اُو را زاں چمن
میں نے اُس کو اس چمن سے ایسا پرورش کیا
کہ بگفت اندر نگنجد فنِ من
کہ میرا تصرُّف، گفتگو میں نہیں سماتا

دادہ مَن ایوبؑ را مہرِ پدر
میں نے (حضرت) ایوبؑ کو باپ کی سی محبت دی تھی
بہرِ مہمانیِ کِرماں بے ضرر
کیڑوں کی مہمانی کے لیے بغیر نقصان پہنچائے

دادہ کِرماں را برُو مہرِ ولد
کیڑوں کو ان کے لیے اولاد کی سی محبت دی تھی
بَر پدر من اینت قدرت اینت ید
باپ پر، مجھے عجیب قدرت، عجیب طاقت ہے

مادراں[2] را مہرِ مَن آموختم
میں نے ماؤں کو محبت سکھائی
چوں بُود شمعے کہ مَن افروختم
وہ شمع کیسی ہو گی جو میں نے روشن کی؟

صَد عنایت کردم و صد رابطہ
میں نے سو عنایتیں کیں اور سو علاقے
تا بہ بیند لُطفِ من بے واسطہ
تا کہ وہ میری مہربانی بغیر واسطہ کے دیکھے

تانباشد از سبب در کشمکش
تا کہ وہ سبب کی وجہ سے کشمکش میں نہ ہو
تابُود ہر استعانت از منش
تا کہ اُس کی ہر مدد میری جانب سے ہو

تاخود از ما ہیچ عُذرے نبُودش
تا کہ خود اُس کو ہماری جانب سے کوئی عذر نہ رہے
شکوہَ نبُود زہر یارِ بدش
اُس کو کسی بُرے یار کا شکوہ نہ ہو

ایں حِضانت دید باصد رابطہ
اُس نے یہ پرورش سو علاقوں سے دیکھی
کہ بہ پروردم وُرا بے واسطہ
کیونکہ میں نے اُس کو بے واسطہ پرورش کیا

شکرِ[3] اُو آں بُود اے بندہ جلیل
اے جلیل بندے! اُس کا شکر، یہ وہ ہوا
کہ شُد اُو نمرود و سو زِندہَ خلیلؑ
کہ وہ نمرود (حضرت) خلیلؑ کو جلانے والا بنا

ہمچناں کیں شاہزادہ شکرِ شاہ
ایسے ہی جیسا کہ اس شہزادے نے شاہ کا شکریہ
کردز استکبار و استکثارِ جاہ
تکبر اور رُتبہ کو بڑھانے سے کیا

کہ چرا من تابعِ غیرے شوم
کہ میں غیر کا تابع کیوں بنوں؟
چونکہ صاحبِ ملک و اقبالے بُوم
جبکہ میں صاحب ملک اور اقبال ہوں

---

[1] چوں فطامش۔ جب اُس نمرود کا دودھ چھڑا دیا گیا تو تربیت اور تعلیم کے لیے جنوں کو مقرر فرما دیا۔ پرورش۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس طرح پرورش کی جو بیان سے باہر ہے۔ دادہ۔ میرے عجیب تصرفات یہ ہیں کہ میں نے ایوبؑ میں اُن کیڑوں کے لیے جو کہ اُن کے بدن سے غذا حاصل کرتے تھے ایسی محبت پیدا کر دی تھی جیسے کہ باپ کی محبت اولاد سے ہوتی ہے۔ کرماں۔ چنانچہ اگر کوئی کیڑا اُن کے بدن سے گر پڑتا تھا تو وہ اس کو اٹھا کر پھر اپنے بدن پر بٹھا لیتے تھے۔ کرماں۔ کیڑے بھی اُن سے ایسے مانوس تھے جیسے کہ بچہ باپ سے مانوس ہوتا ہے۔

[2] مادراں۔ ماں کے دل میں اولاد کی محبت کی عجیب شمع روشن ہے۔ صد۔ اس بچہ پر میں نے بلا واسطہ غذائیں پیش کیں جن میں اسباب کو دخل نہ تھا۔ تانباشد۔ ہم نے نمرود کی بغیر اسباب کے اس لیے پرورش کی تا کہ وہ اسباب اختیار کرنے سے پریشان نہ ہو اس لیے کہ سبب کبھی اپنے مسبب کا ذریعہ نہیں بنتا اور وہ سبب کو چھوڑ کر براہِ راست ہم سے مدد حاصل کرے۔ تاخود۔ وہ یہ عذر کر سکتا تھا کہ اسباب کی طرف توجہ سے میں آپ سے غافل ہو گیا اس عذر کو بھی ختم کرنا تھا اور وہ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ فلاں یار نے مجھے گمراہ کر دیا تھا۔ حضانت۔ پرورش۔ بے واسطہ۔ یعنی بغیر اسباب کے۔

[3] شکرِ اُو۔ لیکن اُسے سب باتوں کا شکریہ اس طرح ادا کیا کہ وہ نمرود بنا اور حضرت ابراہیمؑ کو اس نے آگ میں ڈالا۔ بندہ جلیل۔ یعنی عزرائیلؑ۔ ہم چناں۔ اس نمرود کی یہی حالت تھی جو حالت اُس شہزادے کی تھی جس نے شاہ کے شکر کے بجائے کفر کیا اور تکبر کرنے لگا۔

لُطفہایِ[1] شہ کہ ذکرِ آں گذشت — از تجبّر بردلش پوشید گشت
شاہ کی وہ عنایتیں جن کا ذکر گذرا — اکڑ کی وجہ سے، اُس کے دل پر پوشیدہ ہو گئیں

ہمچناں نمرُود آں الطاف را — زیرِ پا بنہادہ از جہل و عَما
اسی طرح نمرود نے اُن مہربانیوں کو — نادانی اور اندھے پن سے پاؤں کے نیچے رکھ دیا

ایں زماں کافر شدو رہ میزند — کبر و دعویِ خدائی می کُند
اب وہ کافر ہوا ہے اور راہ زنی کرتا ہے — تکبّر اور خدائی کا دعویٰ کرتا ہے

رَفت سُوی آسمانِ با جلال — باسہ کرگس تا کُند بامن قتال
پُر عظمت آسمان کی طرف چلا — تین گِدھ لے کر تاکہ مجھ سے جنگ کرے

صَد ہزاراں طفل بے تلویم را — کُشت وے تا یابد ابراہیمؑ را
لاکھوں ناقابلِ ملامت بچے — اُس نے قتل کیے تاکہ (حضرت) ابراہیمؑ کو پکڑ لے

کہ[2] منجم گفت اندر حُکمِ سال — زاد خواہد دُشمنے بہرِ قتال
کیونکہ نجومی نے اُس سے کہا کہ سال کے حُکم کے اندر — ایک دشمن قتال کے لیے پیدا ہو گا

ہیں بکُن دَر دفعِ آں خصم احتیاط — ہرکہ میزائید می کُشت از خباط
خبردار! اُس دُشمن کے دفع کرنے میں احتیاط کر — جو پیدا ہوتا تھا وہ خبط سے اس کو قتل کر دیتا تھا

کوریِ اُو رَست طفلِ وحی کش — ماند خونہائے دگر در گردنش
اس کے اندھے پن سے بچہ وحی کی کشش کرنے والا بچا رہا — دوسرے خون، اُس کی گردن پر رہے

از پدر یابید آں مُلک اے عجب — تاغرورش داد ظلماتِ نسب
وہ سلطنت اُس نے باپ سے پائی تھی؟ تعجب ہے — کہ اُس کو نسب کی اندھیریوں نے مغرور کر دیا

دیگراں راگر اُم و اَب شُد حجیب — اُو ز ما یابید گوہرہا بجیب
اگر دوسروں کے لیے ماں اور باپ پردہ بنے — اُس نے (تو) جیب میں موتی ہم سے پائے ہیں

گرگ[3] درّندہ است نفسِ بد یقیں — چہ بہانہ می نہی بَر ہر قریں
یقیناً نفس بد پھاڑنے والا بھیڑیا ہے — تو ہر ساتھی پر کیا بہانہ دھرتا ہے؟

دَر ضلالت ہست صَد کُل را کُلہ — نفسِ زِشتِ کفرناکِ پُر سفہ
گمراہی میں سو گنجوں کی ٹوپی ہے — کفر ناک بے وقوفی سے پُر برا نفس

زیں سبب میگویم اے بندہ فقیر — سلسلہ از گردنِ سگ بر مگیر
اے فقیر بندے! میں اسی لیے کہتا ہوں — کتے کی گردن سے زنجیر نہ نکال

---

1. لطفہای۔ اُس شہزادے کے کفر کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شاہ کی عنایتوں سے محروم ہو گیا۔ ہمچناں۔ نمرود نے بھی اسی طرح پر تمام مہربانیوں کو پاؤں سے روندا۔ ایں زماں۔ اب دیکھو اُس کی یہ حالت ہے کہ کافر ہے لوگوں کو دین سے روکتا ہے اور خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ رفت۔ تین گدھ لے کر آسمان کی طرف چلا تا کہ مجھ سے جنگ کرے۔ صد ہزاراں۔ چونکہ کسی نجومی نے اس سے کہہ دیا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہو گا جو تیری سلطنت کو درہم برہم کر دے گا اُس نے لاکھوں بچے قتل کرا دیے تا کہ وہ ابراہیمؑ کو بھی قتل کر سکے۔ بے تلویم۔ یعنی معصوم بچے جن سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔
2. کہ منجم۔ کسی نجومی نے اس کو بتا دیا کہ ایک بچہ پیدا ہو گا جو تجھ سے جنگ کرے گا۔ خباط۔ خبط، پاگل پن۔ وحی کش۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ۔ ماند۔ چونکہ ان بچوں کو بغیر قصور کے قتل کرایا۔ از پدر۔ یہ تمام نعمتیں اور سلطنت اس کو براہِ راست ہم سے ملی تھیں۔ دیگراں۔ ماں باپ کے ذریعہ جن لوگوں کو نعمتیں اور مال و دولت ملتا ہے وہ تو یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چیزیں ہمیں ماں باپ نے دیں لیکن اس کو تو یہ چیزیں براہِ راست ہم سے ملی تھیں۔
3. گرگ۔ ماں باپ بے شک ظاہری گمراہی کا سبب بنتے ہیں لیکن دراصل گمراہی کا سبب انسان کا نفس ہے۔ در ضلالت۔ یہی نفس ہے جو انسان کو اپنی برائیاں نہیں دیکھنے دیتا جس طرح گنجے کی ٹوپی اس کے گنج کو چھپاتی ہے۔ سلسلہ۔ لہٰذا اس کتے کے گلے میں مجاہدوں کی زنجیر ڈالے رکھنا چاہیے۔

گر معلّم[1] گشت ایں سگ ہم سگ ست
اگر یہ کتا سدھایا ہوا ہو گیا ہے، پھر بھی کتا ہے
باش ذِلّت نفسہٗ کو بد رگ ست
"اُس کا نفس ذلیل ہوا" بن کر رہ کیونکہ وہ بدرگ ہے

فرض می آری بجا گر طائفی
تو فرض ادا کر رہا ہے، اگر تو چکر کاٹنے والا ہے
بر سہیلے چوں ادیم طائفی
سہیل پر، طائف کی نری کی طرح

تا سہیلت وا خرد از تنگِ پوست
تاکہ سہیل تجھے چمڑے کی ذلت سے نجات دے دے
تا شوی چوں موزہ ہم پایِ دوست
تاکہ تو موزے کی طرح دوست کا ساتھی بن جائے

جملہ[2] قرآں شرحِ خُبثِ نفسہا ست
تمام قرآن نفسوں کی خباثت کی شرح ہے
بنگر اندر مُصحف آں چشمت کجا ست
قرآن میں دیکھ لے، تیری وہ آنکھ کہاں ہے؟

ذکرِ نفسِ عادیاں کالت بیافت
عاد والوں کے نفس کا ذکر جنھوں نے آلہ پایا
در قتالِ انبیا مُو می شگافت
انبیا کے قتال میں مُوشگافی کرتے تھے

قرن قرن از نفسِ شوم بے ادب
ہر ہر دور میں بے ادب منحوس نفس کی وجہ سے
ناگہاں اندر جہاں میزد لہب
اچانک جہان میں شعلہ بھڑکتا ہے

رجوع بداں قصہ شہزادہ کہ بہ نقصان آمد بداں طُغیان و زخم خورد از خاطرِ شاہ و پیش از استکمالِ فضائلِ دیگر از دُنیا برفت

اُس شہزادے کے قصہ کی جانب رجوع جو اُس سرکشی کی وجہ سے ٹوٹے میں پڑا اور اُس نے بادشاہ کے قلب سے زخم کھایا اور دوسری فضیلتوں کو مکمل کیے بغیر دنیا سے چلا گیا

قصہ کوتہ کن کہ رایِ نفسِ کور
قصہ مختصر کر کہ اندھے نفس کی رائے
بُرد اُو را بعد سالے سُویِ گور
اُس کو ایک سال بعد قبر میں لے گئی

شاہ[3] چوں از محو شُد سُویِ وجُود
شاہ جب محویت سے ہستی کی طرف آیا
خشمِ مریخیش آں خوں کردہ بُود
اُس کا مریخ جیسا غصہ وہ خون کر چکا تھا

چوں بترکش بنگرید آں بے نظیر
جب اُس بے نظیر نے ترکش کو دیکھا
دید کم از ترکشش یک چُو بہ تیر
اُس نے اپنے ترکش میں ایک چوب تیر کم دیکھا

گفت کو آں تیر و از حق باز جُست
اُس نے کہا وہ تیر کہاں ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے جستجو کی
گفت اندر حلقِ اُو آں تیرِ تُست
فرمایا، اُس کے حلق کے اندر تیرا ہی تیر ہے

---

1. معلّم۔ اگر کتے کو سدھا بھی لیا جائے تو پھر بھی وہ کتا ہی ہے۔ ذلت نفسہ۔ تو اپنے نفس کو ذلیل رکھ۔ فرض۔ لیکن یہ بھی سمجھ لے کہ محض مجاہدے کافی نہیں ہیں بلکہ شیخ کی صحبت کے فرض کی بجا آوری ضروری ہے تو اُس کا طواف کرتا رہ تاکہ تو اُس سے فیض حاصل کرتا رہے۔ سہیل۔ ستارہ ہے اُس کی شعاعوں سے رنگے ہوئے چمڑے میں لطافت آ جاتی ہے۔ ادیم۔ رنگا ہوا چمڑا، نری۔ طائفی۔ حجاز کے شہر طائف کی نری مشہور تھی۔ تا سہیلت۔ سہیل کی شعاعوں سے نری کو عمدہ بنا کر اُس سے موزے بناتے تھے، تو بھی شیخ کی صحبت سے دوست کے پاؤں کا موزہ بن جائے گا۔
2. جملہ قرآں۔ قرآن میں نفس کی خباثتوں اور اُن کی وجہ سے انجامِ بد کی تفاصیل مذکور ہیں۔ ذکر نفس۔ قومِ عاد کے نفس نے اُن کو انبیا سے جنگ پر آمادہ کیا۔ قرن۔ ہر زمانہ میں نفس کی خباثت ہی دنیا میں آگ لگاتی ہے۔ قصہ۔ قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہزادہ نفس کی نحوست سے ایک سال بعد مر گیا۔
3. شاہ۔ جب شاہ سُکر سے صحو کی طرف آیا تو اس کو محسوس ہوا کہ شہزادہ میرے غصہ کی وجہ سے مر گیا۔ مریخ۔ اس ستارے کو جلادِ فلک کہا جاتا ہے نبی اور ولی کا غصہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا سبب بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے انبیا اور اولیا کا بدلہ لیتا ہے وہ بدلہ اللہ کا فعل ہے ہاں اگر نبی یا ولی اپنی ہمت سے ہلاک کرے تو اس کی طرف وہ فعل منسوب ہوگا یہاں اُس شاہ کا غصہ اللہ کے غصہ کا سبب بنا اور وہ شہزادہ اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہلاک ہوا۔ چوں۔ سرکش۔ اب صحو کے بعد جب شاہ نے غصہ کی کیفیت فرو دیکھی تو خدا کی طرف رجوع کیا اور غصہ کے فرو ہونے کا سبب دریافت کیا تو حضرتِ حق نے آگاہ کیا کہ اُس شہزادے سے چونکہ بدلہ لے لیا گیا ہے لہٰذا غصہ فرو ہو گیا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو ہم نے تیرے غصہ کی وجہ سے فنا کر دیا۔

عفو[1] کرد آں شاہِ دریا دل ولے
آمدہ بُد تیرِ اُو بر مَقتلے
اُس دریا دل شاہ نے معاف کر دیا، لیکن
وہ تیر اُس کی قتل گاہ پر لگ چکا تھا

کشتہ شُد دَر نوحہ اُو میگریست
اُوست جُملہ ہم کُشندہ ہم ولیست
وہ مارا گیا، وہ اُس کے نوحہ میں روتا تھا
وہ سب کچھ ہے، قتل کرنے والا بھی، ولی بھی

ورنہ باشدؔ ہر دو اُو پس جملہ نیست
ہم کُشندہ خلق وہم ماتم کُنی ست
اور اگر وہ دونوں نہ ہو، تو وہ سب کچھ نہیں ہے
وہ مخلوق کو مارنے والا اور ماتم کرنے والا بھی ہے

شکر می کرد آں شہید زردخد
کاں بزد بر جسم و بر معنیٰ نزد
وہ زرد رُو، شہید شکر کرتا تھا
کہ اُس نے جسم پر مارا اور رُوح پر نہ مارا

جسمِ ظاہر عاقبت خود رفتنیست
تا اَبد معنیٰ بخواہد شاد زیست
ظاہری جسم انجام کار، خود چلا جانے والا ہے
ابد تک رُوح خوش زندہ رہے گی

آں[2] عتاب ار رفت ہم بر پوست رَفت
دوست بے آزار سُوی دوست رَفت
وہ غصہ اگر بیتا، تو بھی کھال پر بیتا
دوست بغیر تکلیف کے دوست کی جانب چلا گیا

گرچہ اُو فتراکِ شاہنشہ گرفت
آخر از عین الکمال اُو رَہ گرفت
اگرچہ اُس نے شاہ کا فتراک پکڑا تھا
آخر کار نظرِ بد سے اُس نے راستہ بند کر دیا

واں سُوم کاہل ترینِ ہَر دو بُود
صورت و معنیٰ بکلّی اُو ربُود
اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ سُست رو تھا
اُس نے صورت اور معنیٰ سب حاصل کر لیا

دختر و ملک و خلافت اُو گرفت
می سزد گر زیں بمانی در شگفت
لڑکی اور سلطنت اور خلافت سب اُس نے لے لی
مناسب ہے، اگر تو اس سے تعجب میں رہے

من[3] ز طولِ قصہ گشتستم ملُول
من غریقِ بحرِ معنیٰ تو عجُول
میں قصہ کی درازی سے ملول ہوں
میں معنیٰ کے دریا میں ڈوبا ہوا ہوں تو جلد باز ہے

وانگہے از ذلت و عجز و نیاز
یافت مقصود از کریمِ کارساز
اور اُس وقت ذلت اور عجز اور نیازمندی کی وجہ سے
اُس نے کریمِ کارساز سے مقصود پا لیا

1 عفو کرد۔ شاہ نے اُس کو معاف کیا لیکن قدرِ الٰہی کا تیر اُس کے مقتل پر لگ چکا تھا۔ مقتل۔ وہ عضو جس پر چوٹ لگنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ گشتہ شد۔ شہزادہ تو مر گیا اور شاہ نے رونا شروع کر دیا اس لیے کہ اگرچہ وہ اُس کی موت کا سبب بنا لیکن اُس کا ولی اور سرپرست بھی تو وہی تھا تو وہ صاحب تصرف بھی تھا اور ولی و مُربّی بھی۔ ورنہ۔ کمال جب ہے کہ یہ دونوں صفتیں ہوں چونکہ وہ شاہ جامع تھا لہٰذا اُس میں دونوں صفتیں تھیں اگر صرف تصرُّف کی طاقت ہو اور اس میں ولایت نہ ہو تو کمال نہیں ہے۔ شکر۔ وہ شہزادہ اس پر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس غلطی کی سزا صرف جسم نے بھگتی، رُوح اور ایمان محفوظ رہا۔ جسمِ ظاہر۔ جسم تو لامحالہ فانی ہے اگر رُوح مر جاتی تو تباہی تھی۔

2 آں عتاب۔ غصہ جسم پر پڑا روح روحِ اعظم سے جا ملی۔ گرچہ۔ اس شہزادے نے اگرچہ شاہ کو سلوک کا ذریعہ بنایا تھا لیکن نظرِ بد سے اُس نے راستہ بند کر دیا۔ کاہل۔ متحمل، جس نے بڑے بھائی کی طرح نہ وصل میں جلد بازی کی اور نہ منجھلے کی طرح کمال کے دعوے میں جلدی برتی۔ صورت۔ یعنی شاہِ چین کی لڑکی اور سلطنت۔ معنیٰ۔ یعنی خلافتِ باطنی۔ می سزد۔ اس طرح کا تحمل نادر ہے جو باعثِ تعجب ہے۔

3 من۔ میں اس قصہ کی طوالت سے ملول ہوں کیونکہ قصہ کے ہر جزو سے اسرار کی طرف منتقل ہو جاتا ہوں اور معنیٰ میں غرق ہو جاتا ہوں۔ تو عجول۔ تو چاہتا ہے کہ میں جلد صورتِ قصہ کو بیان کر دوں۔ وانگہے۔ تحمل سے دختر اور سلطنت اور خلافت حاصل کر لی اور ذلت اور نیازمندی سے قرب اور قبولیت کی دولت اللہ کارساز سے پالی، یہ مرتبہ صرف عطاءِ خداوندی ہے۔

مَثَلِ[1] وصیت کردنِ آں شخص کہ سہ پسر داشت و میراثِ

اُس شخص کی وصیت کی مثال جس کے تین لڑکے تھے اور اُس نے

خود را بکاہل ترین پسر داد و بہ قاضی نیز گفت

اپنی میراث سب سے زیادہ کاہل لڑکے کو دی اور قاضی سے بھی کہہ دیا

آں یکے شخصے بوقتِ مرگِ خویش ۔۔۔ گفتہ بُد اندر وصیت بیش بیش
اُس ایک شخص نے اپنی موت کے وقت ۔۔۔ اپنی وصیت میں، بار بار کہا تھا

سہ پسر بُودش چو سہ سَرْوِ رَواں ۔۔۔ وقفِ ایشاں کردہ اُو جان و رَواں
اُس کے تین لڑکے، سرو رواں جیسے تھے ۔۔۔ اُس نے ان پر جان اور رُوح وقف کر دی تھی

گفت[2] ہرچہ کالہ وسِیم و زَرست ۔۔۔ آں بَرَد زیں ہرسہ کو کاہل ترست
اُس نے کہا کہ جو کچھ سامان اور چاندی اور سونا ہے ۔۔۔ وہ لے، جو تینوں میں زیادہ کاہل ہے

گفت با قاضی و بس اندرز کرد ۔۔۔ بعدازاں جامِ شرابِ مرگ خورد
قاضی سے کہا اور بہت نصیحت کی ۔۔۔ اُس کے بعد اُس نے موت کا جام پی لیا

گفت فرزنداں بقاضی کاے کریم ۔۔۔ نگذریم از حکمِ اُو ما سہ یتیم
لڑکوں نے قاضی سے کہا، اے کریم! ۔۔۔ ہم تینوں یتیم اُس کے حُکم سے درگذر نہ کریں گے

سمع و طاعت می کنیم اُو دست ست ۔۔۔ ہرچہ اُو فرمود بَرما نافذست
ہم سمع اور اطاعت کرتے ہیں، اختیار اُس کا ہے ۔۔۔ جو کچھ اُس نے کہا ہے، وہ ہم پر نافذ ہے

ماچو[3] اسمٰعیلؑ ز ابراہیمؑ خود ۔۔۔ سر نہ پیچیم ارچہ قرباں می کند
ہم (حضرت) اسماعیلؑ کی طرح اپنے ابراہیمؑ سے ۔۔۔ سر نہ موڑیں گے اگرچہ وہ قربان کر دے

گفت قاضی ہریکے با عاقلیش ۔۔۔ تا بگوید قصہ از کاہلیش
قاضی نے کہا، ہر ایک اپنی سمجھ سے ۔۔۔ اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے

تا بہ بینم کاہلِ ہریکے ۔۔۔ تا بدانم حالِ ہریک بیشکے
تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی کو سمجھ لوں ۔۔۔ تاکہ ہر ایک کا حال بے شبہ جان لوں

عارفاں از دوجہاں کاہل ترند ۔۔۔ زانکہ بے شد یار خرمن می برند
عارف، دونوں جہانوں سے بہت کاہل ہیں ۔۔۔ کیونکہ بغیر کھیت تیار کئے کھلیان اُٹھاتے ہیں

کاہلی را کردہ اند ایشاں سَنَد ۔۔۔ کارِ ایشاں را چو یزداں می کند
اُنھوں نے کاہلی کو سہارا بنایا ہے ۔۔۔ چونکہ خدا اُن کا کام کر دیتا ہے

---

1 مثَل۔ چونکہ تیسرے شہزادے کو کاہل کہا اس مناسبت سے تین کاہلوں کا ذکر فرماتے ہیں کسی کی کاہلی محمود ہے جو امورِ دنیا میں ہے کسی کی کاہلی مذموم ہے جو عقبیٰ کے کاموں میں ہے۔ آں یکے۔ ایک شخص کے تین لڑکے تھے اُس نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرا وارث وہ ہے جو سب سے زیادہ کاہل ہو۔ بیش بیش۔ بار بار۔ سَروِ رواں۔ سرو کی ایک قسم ہے۔

2 گفت۔ اس نے وصیت میں یہ کہا کہ میرا ورثہ اُس کو ملے گا جو سب سے زیادہ کاہل ہوگا۔ گفت با قاضی۔ قاضی سے یہ کہہ کر وہ شخص مرگیا۔ گفت۔ لڑکوں نے قاضی سے کہا کہ ہم باپ کی وصیت پر عمل کریں گے۔ دست۔ یعنی اختیار۔ نافذ۔ جاری۔

3 ماچو اسمٰعیل۔ حضرت اسماعیلؑ نے ذبح کے معاملہ میں حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تھی۔ قاضی۔ قاضی نے سب سے زیادہ کاہل کا اندازہ لگانے کیلئے اُن سے کہا اپنی سمجھ سے ہر ایک اپنے کاہل ہونے کا کوئی قصہ سنائے۔ عارفاں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اہل اللہ اپنے توکل سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں وہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ کاہل ہیں۔ شدیار۔ وہ زمین جس کو الٹ پلٹ کر تخم ریزی کیلئے تیار کرتے ہیں۔ کاہلی۔ عارفین دنیا کے کاموں میں توکل سے کام لیتے ہیں۔

کارِ[1] یزداں را نمی بینند عام — می نیاسایند از کد صبح و شام
اللہ (تعالیٰ) کے کام کو عوام نہیں دیکھتے — وہ محنت سے صبح و شام آرام نہیں پاتے

کارِ دنیا را ز کُل کاہل ترند — دَر رہِ عقبیٰ ز مہ گو میبرند
وہ دنیا کے کام میں، سب سے زیادہ کاہل ہیں — آخرت کی راہ میں چاند سے بازی لے جاتے ہیں

ایں گزیند ہر کہ اُو باشد رَشید — ہیں کہ دنیا رفت و عقبیٰ دَر رسید
اس کو وہی اختیار کرتا ہے جو ہدایت یافتہ ہو — آگاہ! دنیا گئی اور آخرت آ پہنچی

مہتریں را گفت قاضی باز گو — قصہ از کاہلی اے مال جُو
قاضی نے سب سے بڑے کو کہا، بتا — کاہلی کا قصہ، اے مال کے، طالب!

ہیں ز حدِ کاہلی گویَد باز — تا بدانم حدِ آں از کشفِ راز
ہاں کاہلی کی انتہا بیان کرو — تاکہ راز کھلنے سے میں اس کی انتہا سمجھ لوں

ہیں ز حدِ کاہلی شرحے دہید — تابدانم مَن بچہ حد کاہلید
ہاں کاہلی کی حد، تفصیل سے بیان کرو — تاکہ میں جان لوں کہ تم کس حد تک کاہل ہو؟

بیگماں[2] خود ہر زباں پردۂ دل ست — چوں بجُنبد پَردہ رُویت حاصل ست
یقیناً ہر زبان خود دل کا پردہ ہے — جب پردہ ہٹ جاتا ہے، دیدار حاصل ہو جاتا ہے

پردۂ کوچک چو یک شُرحہ کباب — می بپوشد صورتِ صد آفتاب
چھوٹا پردہ، کباب کے ایک ٹکڑے جیسا — سو سورجوں کی صورت کو ڈھانکو دیتا ہے

گر بیانِ نُطق کاذِب نیز ہَست — لیک بُوی از صدق و کذبش مخبر ست
اگر گویائی کا بیان جھوٹا بھی ہے — لیکن بُو اس کے سچ اور جھوٹ کو بتا دینے والی ہے

آں[3] نسیمے کہ بیاید از چمن — ہست پیدا از سمومِ گولخن
وہ ہوا جو چمن سے آتی ہے — وہ بھٹی کی لُو سے جُداگانہ ہے

بُوئِ صدق و بُوئِ کذبِ گول گیر — ہست پیدا در نفس چوں مشک و سیر
سچ کی بُو اور احمق کو پھنسانیوالی جھوٹ کی بُو — سانس میں مشک کی بُو اور لہسن کی طرح ظاہر ہے

بُوئِ اخلاص و نفاقِ بے مزہ — ہست ظاہر ہمچو عُود و انگزہ
اخلاص اور بے مزہ نفاق کی بُو — "اگر" اور "ہینگ" کی طرح ظاہر ہیں

---

[1] کاریزداں۔ عوام کی نگاہ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے تصرفات نہیں وہ صبح وشام محنت کرتے ہیں۔ دررہِ عقبیٰ۔ عارفین صرف دنیا ہی کے کام میں ست ہیں آخرت کے کاموں میں تیز روی میں چاند سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایں۔ یہ حالت اُس شخص کی ہوتی ہے جو یہ سمجھے کہ دنیا جارہی ہے اور آخرت آرہی ہے۔ مہتریں۔ تینوں لڑکوں میں سے سب سے بڑے سے قاضی نے کہا سب سے زیادہ کاہلی کا قصہ سنا۔ ہیں۔ دوسروں سے بھی کہا کہ اپنی سب سے زیادہ کاہلی کا قصہ سناؤ تاکہ میں اندازہ لگالوں کہ تم کس کس درجہ کے کاہل ہو۔

[2] بیگماں۔ اب مولانا نے یہ بیان شروع فرمایا کہ بولنے سے انسان کے عیب وہنر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ شعر (تامرد سخن نگفتہ باشد۔ عیب وہنرش نہفتہ باشد) مولانا نے اسی مضمون پر کتاب ختم کردی ہے اور تیسرے لڑکے کے قصہ کو پورا بیان نہیں فرمایا۔ چوں بجنبد۔ زبان چلے گی تو دل کے راز ظاہر ہوں گے۔ پردۂ کوچک۔ زبان کے پردے میں لاکھوں اسرار چھپے ہوئے ہیں اس پر تعجب نہ کرو چھوٹی سی چیز بڑی چیزوں کو ڈھانپ لیتی ہے آنکھ پر انگلی رکھ دی جائے تو اگر سیکڑوں آفتاب ہوں تب بھی نظر نہ آئیں گے۔ شرحہ۔ ٹکڑا۔ گر بیان۔ زبان سے کشفِ راز ضرور ہو جاتا ہے اگر انسان جھوٹ بھی بولے گا تو وہ پہچان لیا جائے گا اور حقیقت واضح ہو کر رہے گی۔

[3] آں نسیمے۔ انسان چمن کی ہوا اور بھٹی کی ہوا کو پہچان لیتا ہے اسی طرح سچ اور جھوٹ میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ بُوی۔ سچ اور جھوٹ میں ایسا ہی امتیاز ہے جیسا کہ مشک اور لہسن میں۔ اخلاص۔ اخلاص اور نفاق کی بُو میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ اگر اور ہینگ کی بُو میں۔ انگزہ۔ انگوژہ انگ ہینگ دال نسبت کی ہے ژ کو گ ندژا، کوزا سے اور دال کو ہاء سے تبدیل کرلیا گیا ہے۔

گر نَدانی[1] یار را از دہ دِلہ — از مشامِ فاسدِ خود کُن گِلہ
اگر تو یار کو منافق سے نہ پہچانے — اپنے خراب دماغ کا گلہ کر

وَر ندانی تو عجوز از شاہدے — بیگماں گشت ست چشمت فاسدے
اور اگر تو بوڑھی کو معشوقہ سے ممتاز نہ کرنے — یقیناً تیری آنکھ خراب ہو گئی ہے

وَرتو نشناسی شکر را از صَبِرِ — بیگماں شُد حسِ ذوقِ تو خَدِر
اور اگر تو شکر کو ایلوا سے ممتاز نہ کرے — بے شک تیرے ذوق کا حس بے حس ہو گیا ہے

ور یکے شُد صَوتِ بلبل با غُراب — ہَست بیشک حِسِ سمعِ تُو خراب
اور اگر بلبل کی آواز کوّے کے ساتھ ایک ہے — بے شک تیرے سننے کی حس خراب ہے

ور یکے گشتت سمور[2] و خار پُشت — حسِ لمسِ تُو بتُو بنمود پُشت
اور اگر سمور اور سہی تیرے لیے ایک ہو گیا ہے — تو تیرے چھونے کی حس نے تجھے پشت دکھا دی ہے

بانگِ حیزان و شُجاعانِ دلیر — ہست پیدا چوں فنِ روباہ و شیر
بزدلوں اور دلیر بہادروں کی آواز — واضح ہے لومڑی اور شیر کے ہنر کی طرح

چارۂ کارِ حواسِ خویش کُن — وانگہے راہِ طلب در پیش کُن
اپنے حواس کا علاج کر — پھر طلب کی راہ کو سامنے رکھ

یا زباں ہمچوں سَرِ دیگیست راست — چوں بجُنبد تو بدانی چہ اَباست
یا زبان بالکل دیگ کے ڈھکن کی طرح ہے — جب وہ سرکتا ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے

از بخارِ آں بداند تیز ہُش — دیگِ شیریں راز سکباجِ تُرش
تیز ہوش اُس کی بھاپ سے جان لیتا ہے — میٹھی دیگ کو، کھٹے آتش سے

دَست[3] بَر دیگِ نوی چوں زد فتی — وقتِ بخریدن بدید اِشکستہ را
جب نوجوان نے نئی ہانڈی پر ہاتھ مارا — خریدنے کے وقت، اُس نے ٹوٹی ہوئی کو دیکھ لیا

آں یکے پُرسید صاحب درد را — گفت دَر چندے شناسی مَرد را
کسی ایک شخص نے صاحب درد سے دریافت کیا — اُس نے کہا تو انسان کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے؟

گفت دانم مَرد را در حیں ز پوز — ورنگوید دانمش اندر سہ روز
اُس نے کہا میں انسان کو منہ سے فوراً پہچان لیتا ہوں — اور اگر وہ نہ بولے، اُس کو تین دن میں پہچان لیتا ہوں

واں دگر گفت اربگوید دانمش — ور نگوید در سخن پیچانمش
اور دوسرے نے کہا، اگر وہ بولے تو میں اُس کو پہچان لیتا ہوں — اور اگر نہ بولے تو اُس کو بات میں اُلجھا دیتا ہوں

---

[1] گر ندانی۔ اگر تو دوست اور ہرجائی کی خوشبو میں امتیاز نہیں کرسکتا تو تیرا دہ حاسہ جس میں سونگھنے کی قوت ہے خراب ہے۔ اس کا شکوہ کر۔ دہ دلہ۔ وہ شخص جس کا دل کسی ایک سے وابستہ نہ ہو۔ ور۔ اگر تو معشوقہ اور بڑھیا میں امتیاز نہ کرسکے تو اپنی آنکھ کا شکوہ کر۔ ورتو نشناسی۔ اگر تو شکر اور ایلوے میں فرق نہیں کرسکتا تو اپنی قوتِ ذائقہ کی شکایت کر۔ خدر۔ بے حس۔ ور یکے شد۔ اگر تو کوّے اور بلبل کی آواز میں فرق نہیں کرسکتا تو اپنی قوتِ سامعہ کی شکایت کر۔

[2] سمور۔ لومڑی کی قسم کا ایک برفانی جانور ہے۔ جس کی کھال سُرخ مائل بسیاہی ہوتی ہے اس کے بال بہت نرم ہوتے ہیں اس سے پوستین بناتے ہیں۔ خار پشت۔ سہی جس کی کمر پر بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں۔ حیزاں۔ حیز، مخنث، بزدل۔ راہِ طلب۔ یعنی شیخ کی طلب۔ یا زبان۔ یہ زبان کی دوسری تشبیہ ہے۔ ابا۔ سالن۔ سکباج۔ وہ شوربا جس میں سرکہ ہو۔

[3] دست۔ اسی طرح انسان جب کوئی نئی ہانڈی خریدتا ہے تو اس کو بجا کر پہچان لیتا ہے کہ وہ ٹوٹی ہوئی ہے یا سالم۔ آں یکے۔ حقیقت کو پہچاننے میں انسانوں کے مختلف مراتب ہیں ایک شخص نے ایک ہمدرد انسان سے پوچھا تو دوسرے کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے۔ گفت۔ اس نے کہا اگر وہ بولے تو فوراً پہچان لیتا ہوں اور اگر نہ بولے تو چال ڈھال سے تین روز میں پہچان لیتا ہوں۔ واں دگر۔ دوسرے نے کہا اگر وہ بولا تو پہچان لوں گا اور اگر نہ بولا تو کسی تدبیر سے بولنے پر مجبور کروں گا۔

گفت[1] اگر ایں مکر بشنیده بُود　لب به بندد در خموشی دَر رَود
اُس نے کہا اگر وہ یہ تدبیر سُن چکا ہو　ہونٹ بند کر لے اور خاموشی میں چلا جائے

گفت میرو گوئی تا ہفتم زمیں　تا اَبد پوشیدہ بادم حالِ ایں
اُس نے کہا تو کہہ دے، کہ وہ ساتویں زمین تک چلا جائے　مجھ پر قیامت تک، اُس کا حال پوشیدہ رہے گا،

حالِ یک تَن گر ندانم چه شوَد　و اندرُو نقصانِ دینم چه بُوَد
اگر میں ایک شخص کا حال نہ جانوں گا تو کیا ہو جائے گا؟　اور اُس میں میرے دین کا کیا نقصان ہو گا؟

مثل

آنچناں[2] که گفت مادر بچه رَا　گر خیالے آیدت دَر شب فرا
جیسا کہ ماں نے بچے سے کہا　اگر رات میں کوئی خیال تیرے قریب آئے

یا بگورستان و جائے سہمگیں　تو خیالے زِشت بینی دَر کمیں
یا قبرستان میں اور خوفناک جگہ میں　تو کسی بُرے خیال کو کمین گاہ میں دیکھے

دل قوی دار و بکُن حمله برُو　اُو بگرداند ز تو دَر حال رُو
دل کو مضبوط کر لے اور اس پر حملہ کر دے　وہ فوراً تجھ سے منہ موڑ لے گا

زانکه بے تَرسے بسُویش ہر که رَفت　آنخیالِ دیوِش بگریخت تفت
اس لیے جو بے خوف ہو کر اُس کی طرف گیا　وہ شیطان صفت خیال، فوراً بھاگا

گفت کودک با خیالِ دیوِش　ایں چنیں گر گفته باشد مادرش
بچے نے کہا، شیطان صفت خیال سے　اگر اُس کی ماں نے بھی یہی کہا ہو؟

حمله آرد اُفتد اَندر گردنم　ز امرِ مادر پَس مَن آنگه چوں کُنم
وہ حملہ کر دے، میری گردن میں آ پڑے　ماں کے حکم سے، پھر اُس وقت میں کیا کروں گا؟

توہمی آموزیم که چُست ایست　آں خیالِ زشت را ہم مادریست
تو مجھے سکھاتی ہے، کہ مضبوط کھڑا رہ　اُس بُرے خیال کی بھی (کوئی) ماں ہو گی

دیوِ[3] مَردم را مُلقِّن آں یکے ست　غالب ازوے گردد ارخصم اندکے ست
انسانوں کے شیطان کو تلقین کرنے والا وہ ایک ہی ہے　اس کی وجہ سے غالب آ جاتا ہے، اگرچہ لڑنے والا کمزور ہے

تاکدامیں سُوی باشد آں یَراش　اللہ اللہ رَو توہم آں سُوی باش
وہ توجہ خواہ کسی طرف ہو　اللہ اللہ، جا تو اُسی جانب رہ

---

[1] گفت۔ اس نے کہا اگر وہ تیری اُس تدبیر کو پہلے سے سمجھے ہوئے ہو اور نہ بولے تو کیا ہو گا۔ میرو۔ اس نے کہا جا تو اُس سے کہہ دے نہ بولے اور زمین میں دھنس جائے اگر اس کو نہ پہچانوں گا تو میرا کیا بگڑے گا۔ حالِ یک تن۔ اگر مجھے ایک انسان کا حال معلوم نہ ہو تو میرے دین میں کیا نقصان آ جائے گا لہٰذا یہ تیرا سوال ہی لغو ہے۔ حل۔ ایک اور لغو سوال کی مثال دیتے ہیں۔

[2] آنچنانکہ۔ ماں نے بچے سے کہا کہ اگر تجھے کوئی ڈراؤنا خیال آئے یا قبرستان وغیرہ میں یہ خیال ہو کہ ایک خوفناک چیز گھات میں بیٹھی ہے تو دل مضبوط کر کے اُس پر حملہ کر دینا وہ فوراً بھاگ جائے گا۔ زانکہ۔ ایسے خیال پر جو بلاخوف حملہ کرتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔ گفت کودک۔ بچے نے کہا کہ اگر اس کی ماں نے بھی اسے یہی بات سمجھائی ہو گی تو وہ آ کر میرے گلے میں چپٹ جائے گا جس طرح تو مجھے سمجھا رہی ہے اس خیال کی بھی کوئی ماں ہو گی جس نے اس کو اسی طرح سمجھایا ہو گا۔

[3] دیو مردم۔ مولانا کو خیال آیا کہ اگر شیطان کے بارے میں کوئی ایسا ہی سوال کر بیٹھے جیسا کہ اس بچے نے ماں سے سوال کیا شیطان کے بارے میں قرآن نے کہا ہے اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ یعنی شیطان کا قابو اُن لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یعنی ایمان اور توکل اختیار کرو تو شیطان تم پر غالب نہ آئے گا اب اگر کسی نے یہ سوال کر دیا کہ اگر شیطان کو بھی ایسی ہی تعلیم دے دی گئی ہو تو کیا علاج ہے، مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ خیال کے بارے میں ماں بچے نے جو احتمال نکالا تھا شیطان کے معاملہ میں یہ احتمال نہیں ہے اس لیے کہ یہاں تو سمجھانے والی ایک ہی ذات ہے۔ یراش۔ توجہ۔

گفت[1] اگر از مکر ناید در کلام — حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام
اُس نے کہا اگر وہ مکر سے بات کرنے میں نہ آئے — وہ بڑا حیلے کو جانتا ہو

سرِّ اُو را چوں شناسی راست گو — گفت من خامُش نشینم پیشِ اُو
تو اُس کے راز کو کیسے پہچانے گا؟ صحیح بتا — بولا، میں اُس کے سامنے خاموش بیٹھ جاؤں گا

صبر را سُلَّم کنم سُوئے درج — تا برآیم بر سَرِ بامِ فرج
درجہ کی جانب صبر کو سیڑھی بناتا ہوں — تاکہ میں کامیابی کے بالاخانہ پہنچ جاؤں

ہَست . مرہر صَبر را آخر ظفر — ہَست روزی بعدِ ہر تلخی شکر
ہر صبر کا انجام کامیابی ہے — ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے

چوں بجوشد در حضورش از دلم — منطقے بیروں ازیں شادی و غم
جب اُس کی موجودگی میں میرے دل سے جوش مارتا ہے — کوئی کلام، جو اس خوشی اور غم کے علاوہ ہو

من بدانم کو فرستاد آں بمن — از[2] ضمیرِ چوں سہیل اندر یمن
میں سمجھتا ہوں، کہ وہ اُس نے میرے پاس بھیجا ہے — دل سے، جو یمن میں سہیل جیسا ہے

مَن بزرگیِ وُرا گردن نہم — منّتے ہم بردل و بَرتن نہم
میں اُس کی بزرگی کے لیے گردن جھکا دیتا ہوں — دل اور جسم پر بھی احسان جتاتا ہوں

دَردلِ مَن ایں سخن زاں میمنہ است — زانکہ از دل جانبِ دل روزنہ است
یہ بات میرے دل میں اُس کی جانب سے ہے — کیونکہ دل سے دل کی جانب سُوراخ ہے

چوں[3] فتاد از روزنِ دل آفتاب — ختم شُد واللہ اعلم بالصواب
جب دل کے روزن سے سورج ڈھل گیا — ختم ہو گئی اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خاتمہ لوَلِدہ العارف الکامل المحقق مولانا بہاء الملۃ والدین قُدّس سِرّہٗ

اُن کے صاحبزادے عارف، کامل، محقق، مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہ کا اختتام

مُدّتے زیں مثنوی چوں والدم — شُد خمش گفتم وُرا کاے زندہ دم
میرے والد جب ایک مُدت تک اس مثنوی سے — خاموش رہے، میں نے اُن سے کہا اے زندہ دم!

از چہ تُو دیگر نمی گوئی سخن — بہرِ چہ بستی درِ علمِ لدُن
آپ کس وجہ سے اور بات نہیں کر رہے ہیں؟ — علم لدنی کا دروازہ آپ نے کیوں بند کر دیا؟

---

1. گفت۔ پھر سوال کرنے والے کی حکایت کی طرف رجوع کیا ہے، سوال کرنے والے نے کہا کہ اگر وہ تدبیر بھی کام نہ آئے پھر اُس کا راز معلوم کرنے کی کیا صورت ہے۔ من خامش۔ اس نے جواب دیا کہ میں صبر سے اس کے سامنے بیٹھا رہوں گا اور صبر کو مقصود کا ذریعہ بناؤں گا۔ ہست۔ صبر کے بعد ظفر اور کامیابی ہے ہر تلخی کے بعد شکر ہے یعنی مراقب ہو کر بیٹھوں گا۔ چوں بجوشد۔ اب جو خیالات میرے قلب پر منعکس ہوں گے اگر وہ دنیوی خیالات نہیں ہیں تو میں سمجھوں گا کہ یہ خیالات اُس نے میرے دل میں بھیجے ہیں۔
2. از ضمیر۔ یعنی اُس کے قلبی خیالات میں۔ سہیل۔ ایک مشہور ستارہ ہے جو بلادِ عرب میں موسمِ گرما کے آخر میں نظر آتا ہے۔ من بزرگی۔ جب اُس کے ضمیر کا میرے دل پر عکس پڑتا ہے تو میں اس کی بزرگی کا قائل ہو جاتا ہوں اور اس کا شکر گذار ہوتا ہوں۔ دردل۔ میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ میرے قلبی خیالات اسی مبارک شخص کے دل سے آئے ہیں اس لیے کہ دل سے دل کی طرف راہ ہوتی ہے۔
3. چوں فتاد۔ اب القاءِ مضامین کا آفتاب میرے دل کے سوراخ سے ڈھل گیا تو اب میں کتاب کو بھی ختم کرتا ہوں اور خدا اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے۔ الحمدُ لِلّٰہِ علٰی ما وَفّقنی لاِتمامِ ھٰذا الکتاب۔ ۸ جولائی ۷۸ء، یومَ الأربعاءِ في السّابعِ والعشرینَ من ربیعِ الثّانی۔ چہارشنبہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ۔ خاتمہ۔ مثنوی میں تیسرے شہزادے کا قصہ ناقص چھوڑ کر مولانائے روم نے مثنوی ختم کر دی ہے۔ مولانا کے صاحبزادے نے یہ خاتمہ لکھ کر اس طریقہ کار کی کچھ وضاحت کی ہے۔ والدم۔ یعنی مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ علم لدن۔ مثنوی کے مضامین لدنی علوم ہیں۔

قصہ[1] شہزادگاں نامد بسَر
شہزادوں کا قصہ ختم نہ ہوا
گفت لطقم چوں شتر زیں پس بخفت
فرمایا اس کے بعد میری گویائی اونٹ کی طرح ہو گئی
ہَست باقی شرحِ ایں لیکن درون
اس کی شرح باقی ہے، لیکن وہ اندر
ہمچو اُشتر ناطقہ اینجا بخُفت
قوتِ گویائی اس جگہ اُونٹ کی طرح سو گئی
وقتِ رحلت آمد و جستن ز جُو
کوچ اور نہر کو کود جانے کا وقت آ گیا
باقیِ ایں گفتہ آید بے زباں
اس کا بقیہ بغیر زبان کے کہا ہوا آ جائے گا
گفتگو آخر رسید و عمر ہم
بات ختم ہو گئی اور عمر بھی
دَر جہانِ جاں کُنم جولاں ہمے
جان کے جہاں میں جولانی کروں گا
زانکہ ایں عالم زنم زندہ ست و خوش
کیونکہ یہ جہان، نمی سے زندہ اور خوشنما ہے
چونکہ جاں در خاک و نم زندہ بُود
جبکہ جان مٹی اور تری میں زندہ ہے
یم[3] چو شہر ست و چو دروازہ ست نم
سمندر شہر کی طرح ہے اور نمی دروازے کی طرح
زیں نمی گو ہمچو جانست اندر آ
اس نمی سے جو جان کی طرح ہے، اندر آ
چونکہ نم از بحرِ جانست ایں طرف
چونکہ اس جانب، جان کے سمندر کی نمی ہے

مانند ناسُفتہ دُرِ سُومیں پسر
تیسرے لڑکے کا موتی، بغیر بندھا رہ گیا
نیستش با ہیچکس تا حشر گُفت
اُس کی حشر تک، کسی سے بول چال نہیں ہے
بَستہ شُد دیگر نمی آید برُوں
بند ہو گئی، اب وہ باہر نہیں آتی ہے
اُو بگوید مَن دہاں بستم ز گفت
وہ (گویائی) کہتی ہے کہ میں نے گفتگو سے منہ بند کر لیا
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ
بجز اُس کی ذات کے ہر چیز ہلاک ہونیوالی ہے
دردلِ آنکس کہ دارد زندہ جاں
اُس شخص کے دل میں، جو زندہ جان رکھتا ہے
مُژدہ[2] آمد وقتِ آں کز تن رہم
اُس وقت کی خوشخبری آ گئی، جبکہ میں جسم سے چھوٹوں گا
بگذرم زیں نم در آیم دَر یمے
اس نمی سے گذر جاؤں گا سمندر میں پہنچ جاؤں گا
از یے نم یافت زاں خوب ست و کش
اُس نے سمندر سے نمی پائی ہے اس لیے اچھا اور خوش ہے
در جہانِ یم ببیں تاچوں شوَد
غور کر، سمندر کی دنیا میں کیسی رہے گی
نم چو قطرہ داں و بے اندازہ یم
نمی کو قطرے کی طرح سمجھ اور سمندر بے اندازہ ہے
دریمِ جاناں کہ تا یابی بقا
جاناں کے سمندر میں، تاکہ تو بقا حاصل کر لے
پس زراہِ جاں طلب کُن آں شرف
تو اُس بڑائی کو جان کے راستہ سے طلب کر

---

[1] قصہ شہزادگاں۔ تینوں شہزادے جو شاہِ چین کی خدمت میں پہنچے تھے۔ دُرِ سومیں۔ یعنی تیسرا سب سے چھوٹا شہزادہ۔ گفت لطقم۔ یعنی والد صاحب نے فرمایا۔ شرح ایں۔ یعنی تیسرے لڑکے کا قصہ۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی۔ اُو۔ یعنی قوتِ ناطقہ۔ جستن ز جو۔ یعنی دنیا کی نہر کو پار کرنا۔ باقیِ ایں۔ یعنی اس قصہ کا بقیہ۔ دردل۔ اب کوئی صاحب باطن ہوگا جس کے دل میں بغیر میرے کہے وہ قصہ آ جائے گا اور وہ اُس کی تکمیل کر دے گا۔

[2] مژدہ۔ اب میری موت کی بشارت آ گئی ہے۔ در جہانِ جان۔ اب میں عالمِ ارواح میں چلا جاؤں گا اُس سمندر کے مقابل ناسوت ایک معمولی نمی ہے۔ زانکہ۔ اس عالم ناسوت میں عالم ارواح کا معمولی سا اثر ہے۔ کش۔ شاداب۔ چونکہ۔ یہ روح، عالم ناسوت کی خاک اور معمولی نمی میں زندہ ہے تو عالم ارواح میں اُس کی زندگی کا تم خود اندازہ لگالو کیسی ہوگی۔

[3] یم۔ یہ عالم ناسوت، عالم ارواح اور ملکوت کے شہر کے لیے بمنزلہ دروازے کے ہے اور اس کی اس کے مقابلہ میں قطرے اور دریا کی مثال ہے۔ نمی۔ یہ نمی جان ہے، اور سمندر جاناں سے اتصال کے اندر ہے۔ چونکہ۔ یہاں جو کچھ ہے وہ روحِ اعظم کا اثر ہے تو اُس روحِ اعظم سے اتصال پیدا کرنے کی عزت حاصل کر۔

تا ترا[1] آنجا بَرد کو بُوده اَست
تا کہ تجھے اُس جگہ لے جائے جہاں وہ ہے
جُستن اندر خاک، یَم بیہودہ اَست
خشکی میں سمندر ڈھونڈنا، لغو ہے

جُزوِ ہر خاکے بخاکستاں بَرد
ہر خاک کا جُز، خاکستان کی جانب لے جاتا ہے
مَوجِ بحرِ جاں سُوی جاناں بَرد
جان کے سمندر کی لہر، جاناں کی طرف لے جاتی ہے

پَس ز جاں کُن وصلِ جاناں را طلب
جاناں کے وصل کو (دل و) جان سے طلب کر
بے لَب و بے کام می گونامِ رَبّ
بغیر ہونٹ اور بغیر تالو کے خدا کا نام لے

تا رہی زیں حبس و ایں فانی جہاں
تا کہ تو اس قید اور اس فانی جہان سے نجات پا جائے
در جہانِ جاں بمانی جاوداں
ہمیشہ جان کے جہاں میں رہے

تخمہائے عُمر را دَر شورہ خاک
عمر کے بیجوں کو، شور زمین میں
می بکاری تا شوی آخر ہلاک
تو بو رہا ہے، تا کہ تو بالآخر ہلاک ہو جائے

ایں[2] چنیں عُمرِ عزیزِ بے بہا
ایسی قیمتی پیاری عمر کو
بے عوض ضائع کُنی ہَر دم چرا
تو بغیر عوض کے کیوں ضائع کرتا ہے؟

غبن می ناید تُرا اے مَردِ کار
اے کام کے آدمی! کیا تجھے ٹوٹا نہ ہو گا؟
تا دہی گلزار و گیری خار زار
کہ تو چمن دیتا ہے اور خارستان لیتا ہے

عُمر کاں شُد صرف در دنیا، نماند
جو عمر دنیا میں صرف ہوئی، نہ رہی
خُرّم آنکش حق بسُوئے خویش خواند
مبارک ہے وہ جس کو اللہ (تعالیٰ) نے اپنی جانب بلا لیا

عُمرِ مَعدودِ شمُردہ چوں دہی
تو جب گنی چنی عُمر دے دے گا
در رہِ حق گردد آں نا منتہی
اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں وہ، لا انتہا ہو جائے گی

بے شمار و بے حد و بے عد شود
بے شمار اور بے حد اور اَن گنت ہو جائے
عُمرِ دہ روزہ کہ در طاعت رَود
وہ دس روزہ زندگی جو بندگی میں بسر ہو

ہیں[3] تجارت کُن دریں بازار تُو
خبردار! تو اس بازار میں تجارت کر لے
صَد ہزاراں گُل بَر از یک خار تُو
تو ایک کانٹے کے عوض لاکھوں پھول لے جا

از یکے دانہ کاری صَد ہزار
تو جو ایک دانہ بوئے، لاکھوں
دانہ برگیری ز فضلِ کردگار
دانے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے حاصل کر لے

خود شمار آنجا بُود کاخر بُوَد
شمار وہاں ہوتا ہے، جہاں آخر ہو
بیشمارست آں طرف کاں بَر بُوَد
وہ جانب بے شمار ہے جہاں خدا ہو

[1] تا ترا۔ وہ راستہ تجھے وہاں پہنچا دے گا جہاں رُوحِ اعظم ہے، عالمِ ناسوت میں اُس کی جستجو بیکار ہے۔ جزو۔ انسان کا خاکی جسم اُس کو قبرستان کی طرف لے جاتا ہے رُوح اُس کو محبوب کی طرف لے جاتی ہے۔ پَس۔ رُوح کو ذکر اللہ میں لگا۔ تارہی۔ جب تیری رُوح ذاکر ہو جائے گی تو تجھے ابدی زندگی حاصل ہو جائے گی۔ تخمہائ۔ عمر کو جسم کی پرورش میں ختم نہ کر، ورنہ تباہ ہو جائے گا۔

[2] ایں چنیں۔ عمر جیسی قیمتی چیز کو جسم کی پرورش میں ضائع نہ کر۔ غبن۔ ٹوٹا۔ مردِ کار۔ معاملہ کرنیوالا، بونے والا۔ گلزار۔ عالمِ آخرت۔ خارزار۔ دنیا۔ عمر۔ زندگی کا وہ حصہ جو دنیاوی دھندوں میں صرف ہوا وہ ضائع ہوا۔ معدود۔ دنیا کی محدود زندگی کو اگر اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کر دیا جائے تو ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔

[3] ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ صد ہزاراں۔ یعنی جنت۔ یک خار۔ دنیوی متاع۔ از یکے۔ ایک نیکی کا ستر گنا ثواب ملتا ہے اور جس کو خدا چاہے وہ زیادہ بھی دے دیتا ہے۔ خود شمار۔ شمار تو دنیاوی فانی چیزوں کی ہے آخرت کی نعمتوں کی شمار نہیں۔

سوئے[1] کلِ خود روا اے جزوِ جدا — از خودی بگذر گریز اندر خدا
اے علیحدہ جز اپنے کل کی جانب جا — خودی سے گزر جا، خدا (کی پناہ) میں بھاگ جا

در تنِ ہمچو سبو ہستی چو آب — گفتگو و صلح و جنگت چوں حباب
تو ٹھلیا جیسے جسم میں، پانی کی طرح ہے — تیری گفتگو اور صلح اور جنگ بلبلے کی طرح ہے

چوں حبابست ایں نقوش و ایں صُوَر — برسرِ آبِ دروں اے نامور
یہ نقوش اور یہ صورتیں، بلبلے کی طرح ہیں — اے نامور! اندرونی پانی کے اوپر

یا چو کفے برسرِ آبِ دروں — تاشود سِرِّ دروں پیدا بروں
یا اندرونی پانی پر جھاگ کی طرح — تاکہ باطن کا راز باہر ظاہر ہو جائے

از[2] تف و از کف و از بوئے قدور — مینماید خوردنیہا در تنور
گرمی سے اور جھاگ سے اور ہانڈیوں کی بُو سے — تنور میں کھانے کی چیزیں واضح ہو جاتی ہیں

تاکہ شیرینی و یا ترشی ست آں — میشود ظاہر برِ پیر و جواں
کہ وہ شیرینی ہے یا ترشی — بوڑھے اور جوان پر ظاہر ہو جاتی ہے

ہم چنیں از فعل و قولِ مردماں — میشود پیدا کہ چہ سانست جاں
اس طرح انسانوں کے فعل اور قول سے — ظاہر ہو جاتا ہے، کہ جان کیسی ہے

جانِ او در مرتبہ چونست چیست — مومن ست و یا کہ کافر یا ولی ست
اس کی جان رتبہ میں کیسی ہے، کیا ہے — مومن ہے یا کافر، یا ولی ہے؟

آب را اندر سبو بے یم مدار — تانگردد آبِ شیریں ناگوار
ٹھلیا میں پانی، بغیر سمندر (کی مدد) کے نہ رکھ — تاکہ میٹھا پانی، ناگوار نہ بن جائے

کاب ساکن بے مدد ناخوش شود — رنگ و بوئے و طعمِ خوب ازوے رود
بغیر مدد کے ٹھہرا ہوا پانی برا ہو جاتا ہے — اس میں سے اچھا رنگ اور بُو اور مزہ جاتا رہتا ہے

گفت[3] احمدؐ ہر کہ دو روزش یکسیست — ہست مغبون و گرفتارِ شکیست
(حضرت) احمدؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے دو روز یکساں ہوں — وہ ٹوٹے میں اور شک میں گرفتار ہے

بے یقینے می زید در ابلہی — پُر ز بادے ہمچو انبانِ تہی
بے وقوفی میں، بغیر یقین کے جی رہا ہے — خالی تھیلے کی طرح، ہوا سے پر ہے

ہر دمے پس میرود از پیشِ صف — می شود صافیش دُردے ہمچو کف
صف کے آگے سے، ہر لحظہ پیچھے جا رہا ہے — اس کا صاف، جھاگ کی طرح تلچھٹ بن رہا ہے

---

1. سوئے کل۔ رُوحِ اعظم سے اتصاف پیدا کر جس کا طریقہ ترکِ خودی اور فنا ہے۔ حباب۔ بلبلہ۔ یا چو۔ جسم کی تشبیہ سبو اور رُوح کی تشبیہ پانی سے دی۔ اب فرماتے ہیں کہ یا جسم کو پانی کے جھاگ سے تشبیہ دے دو۔

2. از تف۔ ہانڈی کی گرمی، اُبال اور خوشبو بتا دیتی ہے کہ تنور میں کیا پک رہا ہے۔ ہم چنیں۔ اسی طرح انسان کے جسم کا قول و فعل، رُوح کی حالت بتا دیتا ہے۔ جانِ او۔ انسان کا قول و فعل رُوح کے مرتبہ کفر و ایمان اور ولایت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ آب۔ رُوح کے پانی کا تعلق رُوحِ اعظم کے دریا سے پیدا کرلے ورنہ گھڑے کا ٹھہرا ہوا پانی متغیر ہو جاتا ہے۔

3. گفت احمدؐ۔ حدیث شریف ہے مَنِ استوٰی یوماہ فھو مغبون "جس کے دو دن یکساں ہوں وہ ٹوٹے میں ہے" یعنی اُس نفع سے محروم ہے جو اُس کو دوسرے دن کمانا چاہیے تھا۔ انباں۔ چمڑے کا تھیلا۔ ہردمے۔ جس کو یقین کا مرتبہ حاصل نہیں وہ تنزل اختیار کرتا رہتا ہے اور دریا سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے اُس کی رُوح کا پانی مکدر ہو جاتا ہے۔

رنجِ اُو ہر لحظہ بدتر می شوَد ہر دمے اُو زِشت و ابتر می شوَد
اُس کا رنج ہر لمحہ بدتر ہو رہا ہے وہ ہر لحظہ بُرا اور ناقص ہو رہا ہے

سُوئے[1] دوزخ میرود آں رَدِّ باب بے عذابِ بحرِ در نار و عذاب
وہ مردُودِ بارگاہ، دوزخ کی جانب جاتا ہے بغیر سمندر کے شیریں پانی کے آگ اور عذاب میں

پیش ازانکہ کارِ تو آنجا رسد ہر دمے غفلت ترا واپس بَرد
اس سے پہلے کہ تیرا معاملہ وہاں تک پہنچے (اور) غفلت کا ہر سانس تجھے اُلٹا لوٹائے

رَو بسُوئے اصلِ خود ہمچوں خلیل[1] بگذر از استارہ و چرخِ چونیل
(حضرت) خلیلؑ کی طرح اپنی اصل کی جانب جا ستارے اور نیل جیسے آسمان سے گذر جا

پائے[2] ہمت برخور و برماہ نہ سَر براں ایوان و آں درگاہ نہ
ہمت کا پاؤں، سورج اور چاند پر رکھ دے اُس بارگاہ اور اُس درگاہ پر سر رکھ دے

ایں خُودی را خرج کُن اندر خُدا تانمانی ہمچو ابلیسے جُدا
اس خودی کو خدا میں صرف کر دے تاکہ تو شیطان کی طرح جدا نہ رہے

آبِ جاں را ریز اندر بحرِ جاں تاشوی دریائے بیحد و کراں
جان کے سمندر میں جان کے پانی کو بہا دے تاکہ تو بے حد اور بے ساحل دریا بن جائے

قصّہ کوتہ کُن کہ رفتم در حجاب ہیں خمش وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
قصہ مختصر کر کہ میں پردے میں چلا گیا ہاں چپ ہو جا اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

شکر ایں نامہ بعنوانے رسید گم نشد نقد و باخوانے رسید
شکر ہے، یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمہ) تک پہنچ گیا نقد، گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا

نردبانِ آسمانست ایں[3] کلام ہر کہ ازیں بر رود آید ببام
یہ کلام، آسمان کی سیڑھی ہے جو اِس کے ذریعہ اُوپر جائے گا، چھت پر پہنچ جائے گا

نے ببامِ چرخ کاں اخضر بُود بل ببامے کز فلک برتر بُود
آسمان کی چھت پر نہیں جو سبز ہے بلکہ اُس چھت پر جو آسمان سے اُونچی ہے

بامِ گردوں را ازو آید نوا گردشش باشد ہمیشہ زاں ہوا
اُس کے لیے سامان، گردوں کی چھت سے آتا ہے اسی خواہش سے، اُس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

---

1. سُوئے دوزخ۔ جس کو ایمان کا مرتبہ حاصل نہیں وہ مردودِ بارگاہ ہے اور جہنم کی طرف جا رہا ہے۔ پیش۔ اس حالت سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کر لے۔ خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں کی الوہیت کا انکار فرمایا تھا۔
2. پائے ہمت۔ چاند، سورج سب مخلوق ہیں ان سے گذر کر خالق کی بارگاہ میں پہنچ جا۔ ایں خودی۔ فنا حاصل کر جب وصل ہوگا ورنہ شیطان کی طرح جُدا رہے گا۔ قصہ۔ اب اس خاتمہ کو ختم کرو اور چپ ہو جاؤ۔ شکر۔ میرے پاس جو مضامین تھے وہ میں نے اپنے پیر بھائیوں کو پہنچا دیے۔
3. ایں کلام۔ مثنوی۔ ببام۔ بام سے آسمان کی بلند سطح مراد نہیں ہے بلکہ بارگاہِ خداوندی مُراد ہے۔ بامِ گردوں۔ اس بام کو اُسی بام سے خوراک ملتی ہے اور یہ اُسی کے عشق میں سرگرداں ہے۔

اِختتامِ مثنوئِ مولوئِ معنوی

اِفتتاحِ کلام بہ تمہیدِ اختتامِ سراپا احتشام مثنوی معنوی مولانا جلال الدین رُومی قُدِّسَ سِرَّہ

از حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

جذبِ ذوق و شوقِ مولانا حُسام[1] — میکشد مارا بسُوئے اختتام
مولانا حسام (الدین) کے ذوق و شوق کی کشش — ہمیں خاتمہ کی جانب کھینچ رہی ہے

اختتامِ مثنوئِ معنوی — میکشد جاں را براہِ مُستوی
مثنوی معنوی کو خاتمہ تک پہنچانا — جان کو سیدھے راستہ پر کھینچ رہا ہے

می تراوَد خود بخود از لبِ سخن — آنچہ خواہی اے ضیاالدین بکُن
ہونٹ سے خود بخود کلام ٹپک رہا ہے — اے ضیاء الدین! آپ جو چاہیں کریں

چوں زِمامِ عقلِ من دَر دستِ تُست — ہر کجا خواہی بکش جاں مَستِ تُست
چونکہ میری عقل کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہے — جس جگہ آپ چاہیں کھینچ لیں، جان آپ سے مست ہے

پَرتوِ خور چوں دَر آبے اُوفتاد — آب، دادِ آفتابے را بداد
سورج کا عکس جب کسی پانی پر پڑا — پانی نے سورج کی عطا کی داد دی

رُوحِ مولانا جلال الدین رُوم — مہرِ[2] بُرجِ معرفت، بحرِ علُوم
مولانا جلال الدین رُومیؒ کی رُوح — جو علوم کے سمندر (اور) معرفت کے بُرج کے چاند ہیں

پَرتوے زَد چونکہ بر طُورِ دلم — گشت نُورانی تنِ آب و گِلم
جب میرے دل کے (کوہ) طور پر عکس ڈالا — میرا آب و گِل کا جسم نورانی بن گیا

ہر زمانم آں مہِ چرخِ بَریں — میزند چشمک ببامِ دل کہ ہیں
بلند آسمان کا وہ چاند ہر لحظہ — بامِ دل پر اشارہ کرتا ہے، کہ ہاں

اختتامِ مثنوی آغاز کُن — نامۂ سَربستۂ اَم را باز کُن
مثنوی کے خاتمہ کا آغاز کر — میرے سربستہ نامہ کو کھول

آں حکایت گُو کہ ناگُفتہ بماند — نظم کُن آں دُر کہ ناسُفتہ بماند
وہ حکایت کہہ، جو بغیر کہی رہ گئی — اُس موتی کو پرو، جو بغیر پرویا رہ گیا

زُود دَر سِلکِ بیاں درکش وُرا — در[3] رَسد فیضانِ رُوحانی زما
جلد اُس کو لڑی میں پرو — ہمارا روحانی فیضان، ضرور پہنچے گا

چونکہ حدِّ خود ندیدم تن زَدم — بَر درش از عُذر سَر رامَن زَدم
چونکہ میں نے اپنا مرتبہ نہ دیکھا میں خاموش ہو گیا — عُذر سے میں نے اپنا سر اُن کے دَر پر رکھ دیا

---

[1] حُسام۔ حُسام الدین۔ اختتام۔ یعنی مثنوی کا خاتمہ لکھنا۔ می کشد۔ یعنی جذب۔ ضیاء الدین۔ ضیاء الحق۔ داد۔ عطا یعنی سورج کا جب عکس پانی پر پڑتا ہے تو پانی بھی اس کو نمایاں کرتا ہے، اسی طرح مولانا حسام الدینؒ کی رُوح کے عکس کو جو میری رُوح پر پڑا میں نمایاں کر رہا ہوں۔ طُور۔ کوہِ طور۔

[2] مہر۔ یعنی مولانا جلال الدینؒ شریعت اور طریقت کے جامع ہیں۔ مہ۔ یعنی مولانائے روم۔ میزند۔ یعنی مولانا جلال الدین آنکھ سے اشارہ کر رہے ہیں کہ خاتمہ لکھ۔ ناگفتہ۔ یعنی تیسرے شہزادے کا قصہ۔

[3] در رسد۔ بقول مولانا بہاء الدین کے مولانا رُومؒ نے فرمایا تھا۔ شعر (باقی ایں گفتہ آید بے زباں۔ در دلِ آنکس کہ دارد نورِ جاں) تن زدم۔ میں خاموش ہو گیا۔

چونکہ قولِ آں ایازِ پاکِ[1] دید — در نگاہِ دیدۂ دل می خلید

چونکہ اُس پاک نظر، ایاز کا قول — دل کی آنکھ کی نظر میں چُبھ رہا تھا

کاشکنِ اَمر از گُہر دُشوار تر — لاجرم بستم بامرِ اُو کمر

کیونکہ حکم کا توڑنا، موتی کے توڑنے سے زیادہ دشوار ہے — لامحالہ میں نے اُن کے حکم سے کمر باندھ لی

اے خدا اے قادرِ بیچون و چند — رازہا کردی درونِ سینہ بند

اے خدا اے بے کم و کیف پر قادر! — تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے

سینہ را صندوقِ سرہا کردۂ — واندراں مخزوں گُہرہا کردۂ

تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے — اور اُس میں موتی، خزانہ کر دیے ہیں

رَبطِ دادی سینہ را باسینۂ — ربطِ ایں آئینہ با آئینۂ

تو نے سینہ کو سینہ سے ربط دیا ہے — جس طرح، اس آئینہ کا آئینہ سے ربط ہے

نقشِ ایں آئینہ در دیگر پدید — کردی از صنعِ خود اے رَبِّ مجید

اس آئینہ کا نقش دوسرے میں ظاہر — کر دیا، اے ربّ مجید! تو نے اپنی کاریگری سے

آب از جُوئے بجُوئے می رَوَد — باز یکسُو گشتہ تا دریا دَوَد

پانی ایک نہر سے دُوسری نہر میں جاتا ہے — پھر اکٹھا ہو کر دریا میں دوڑ جاتا ہے

رَفت چوں در بحرِ آبِ جُویہا — جُملہ یکذات و یک آبست اے فتا

جب نہروں کا پانی سمندر میں چلا گیا — اے نوجوان! سب ایک ذات اور ایک پانی ہے

باتو رَمزے[2] گفتم اے جاں گوش کُن — جُملہ تَن جاں باش و جاں را ہوش کُن

اے جان! سُن میں نے تجھ سے ایک رمز کہہ دی — مجسّم جان بن جا، اور جان کو ہوش بنا لے

رَو بسُوی آں وصیّت باز گرد — ز انتظارِ آں سہ پسر رادل بدَرد

چل اُس وصیت کی جانب پلٹ — اُن تین لڑکوں کے دل، انتظار سے درد میں ہیں

آغاز داستان بیانِ کردنِ آں سہ پسر کاہلیِ خود را و طلبِ حکم از قاضی بصدق و صفا

اُن تینوں لڑکوں کا اپنی کاہلی کو بیان کرنے کی داستان کا آغاز اور سچائی اور صفائی کے ساتھ قاضی سے فیصلہ چاہنا

گفت قاضی کاہلیِ خود شُما — سَربسَر گوئید تفصیلاً بما

قاضی نے کہا تم اپنی کاہلی — پوری پوری تفصیل سے، ہم سے کہو

---

1. پاک دید۔ پاک نظر۔ کمر بستن۔ تیار ہو جانا۔ ربط۔ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں علوم منتقل ہوتے ہیں جس طرح ایک آئینہ سے دوسرے آئینہ میں عکس آجاتا ہے۔ آب۔ وہ علوم جو مولانائے روم کے سینہ میں تھے وہ میرے سینہ میں آ گئے۔ باز یکسو۔ ان مضامین کا مقصد ایک ہے۔

2. رمزے۔ یعنی مطالب کا اتحاد اور اُن کا ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں منتقل ہو جانا۔ وصیت۔ باپ نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ سب ترکہ میری اولاد میں سے، سب سے زیادہ کاہل کو دیا جائے۔

ہر یکے باید کہ گوید حالِ خویش — تابدانم کاہلی کیست بیش

ہر ایک کو اپنا حال بیان کرنا چاہیے — تاکہ میں سمجھ لوں کس کی کاہلی بڑھی ہوئی ہے

در سخن پنہاں ست حالِ مردماں — مرد در زیرِ سخن باشد نہاں

انسانوں کی حالت گفتگو میں پوشیدہ ہے — انسان گفتگو میں پوشیدہ ہوتا ہے

حقہ سربستہ جانِ آدمی[1] ست — باز مفتاحش زبانِ آدمی ست

انسان کی جان، ایک سربستہ ڈبہ ہے — پھر اُس کی کنجی آدمی کی زبان ہے

آدمی را از سخن باید شناخت — غیرِ کشتی برسرِ دریا کہ تاخت

آدمی کو گفتگو سے پہچاننا چاہیے — کشتی کے بغیر دریا میں کون دوڑ سکتا ہے؟

اوّلیں گفتا بداں حد کاہلم — کاوستاد و تنبلاں را تنبلم

پہلے نے کہا، میں یہاں تک کاہل ہوں — کہ اُستاد اور کاہلوں کا کاہل ہوں

ہیں تو بشنو حالِ مارا اے سنی — بُد شبِ باران و فقدِ روشنی

اے بزرگ! تو ہمارا حال سن لے — بارش کی رات تھی اور روشنی مفقود تھی

برف می بارید و باراں زمہریر — عالمے مانندِ یخ بستہ قریر

برف برستی تھی اور بارش (اور) جاڑا — جہان جمے ہوئے برف کی طرح ٹھنڈا تھا

تشنہ گشتم آتشم پُر دُود گشت — آتشِ باطن بزد برکوہ و دشت

میں پیاسا ہو گیا، میری آگ دُھویں سے بھر گئی — باطن کی آگ، پہاڑ اور جنگل میں جا لگی

نفس نالاں درپئے آبِ خنک — تنبلی ام گفت بنشیں سیکنک[2]

ٹھنڈے پانی کے لیے نفس نالاں تھا — میری کاہلی نے کہا، آہستہ بیٹھ (ٹھہرجا)

از گراں جانی بخواب اندر شدم — گشتہ کاہل، پایِ بربستر زدم

میں سُستی کی وجہ سے، سونے لگا — کاہل بن کر، میں بستر پر چڑھ گیا

خواب نامد اندراں عطشانیم — دمبدم افزود سر گردانیم

اس پیاسے پن میں مجھے نیند نہ آئی — لحہ بہ لحہ میری پریشانی بڑھی

آخرش برخاستم بہرِ وضو — قصد کردم جانبِ آب و سبو

بالآخر میں وضو کے لیے اُٹھا — پانی اور ٹھلیا کی جانب میں نے ارادہ کیا

یادِ من آمد حدیثے از انسؓ — اسبغ امرِ آں رسولِ خوش نفس

مجھے (حضرت) انسؓ کی حدیث یاد آ گئی — اُس خوش دم رسول کا حکم کہ "وضو مکمل کر"

1۔ آدمی۔ یعنی انسان کا باطن بمنزلہ دریا کے ہے اور زبان کشتی ہے، دریا کے احوال کشتی کے ذریعہ معلوم کیے جا سکتے ہیں اسی طرح باطن کا حال زبان سے معلوم کیا جا سکتا ہے، یہ اہل ظاہر کے لیے ہے اور شریعت اسی کو معتبر مانتی ہے، اہل باطن کشف سے بھی باطنی احوال معلوم کر لیتے ہیں، لیکن کشف دوسرے پر حجت نہیں ہے۔ سنی۔ بلند، روشن۔ دُود۔ یعنی ابخرات۔ کوہ و دشت۔ یعنی اعضا۔

2۔ سیکنک۔ آہستہ۔ اسبغ۔ آنحضورؐ کا حکم ہے وضو مکمل کیا کرو مکمل وضو کرنے والے قیامت میں منور چہرے اور منور اعضا والے ہوں گے۔

طالبِ غُرِّ[1] مُحَجَّل گشتہ زُود
میں فوراً غُرِّ مُحَجَّل کا طالب بن کر

در وضو گشتم شتاباں اے وَدُود
اے محبّ! جلد وضو میں لگ گیا

کردم اِسباغِ وضو زاں آبِ سَرد
میں نے اس ٹھنڈے پانی سے وضو کی تکمیل کی

سردیِ اُو دست و پا بیکار کرد
اُس کی ٹھنڈک نے ہاتھ اور پاؤں بیکار کر دیے

غالب آمد کاہلی برمَن چُناں
مجھ پر کاہلی ایسی غالب آئی

کہ نکردم جُرعہ زاں اندر دہاں
کہ اُس کا ایک گھونٹ مُنہ میں نہ ڈالا

از عَطَش می مردم و اعضا چو برف
میں پیاس سے مر رہا تھا اور برف جیسے اعضا نے

بردِ ظاہر را بباطن کردہ صرف
ظاہری ٹھنڈک کو باطن پر صرف کیا

از کسالت گفتم ایں بردِ وجُود
میں نے کاہلی کی وجہ سے کہا یہ جسم کی ٹھنڈک

حَرِّ باطن عاقبت خواہد رَبود
انجام کار، باطن کی گرمی کو دُور کر دے گی

کاہلی از آب خوردن منع کرد
کاہلی نے پانی پینے سے روک دیا

آب در دستَ و بدست اسبابِ[2] بَرد
پانی ہاتھ میں تھا اور ٹھنڈک کے اسباب ہاتھ میں

لیک از دستم دہاں بَس دُور بُود
لیکن میرا ہاتھ منہ سے بہت دُور تھا

از کسالت کے مرا مقدور بُود
کاہلی کی وجہ سے مجھے قدرت کہاں تھی؟

گفت رمزے گفتہ ام زاں کاہلی
اُس نے کہا میں نے اس کی طرف ایک اشارہ کر دیا ہے

قاضیا تو فہم کن گر عاقلی
اے قاضی! اگر تو سمجھ دار ہے، تو سمجھ لے

زاہداں درکارِ دُنیا کاہل اَند
زاہد، دُنیا کے کام میں کاہل ہیں

دَر اَدایِ بارِ عُقبیٰ کامل اَند
آخرت کا بوجھ اُتارنے میں، کامل ہیں

نَفس را بکُشند بہرِ نان و آب
روٹی اور پانی کی خاطر نفس کو مارتے ہیں

یکدمِ آبی بُود شاں را شراب
پانی کا ایک گھونٹ اُن کے لیے شراب ہے

نفسِ کافر را بَس ست از فربہی
کافر نفس کے مٹاپے کے لیے کافی ہے

آنکہ بہرِ ہر عطش آبش دہی
یہ کہ تو ہر پیاس کے وقت اُسے پانی دے دے

نفسِ سرکش را بسندست از قساوَ
قساوت کی وجہ سے سرکش نفس کے لیے کافی ہے

کو خورد آبے بہر رغبت چوگاوَ
کہ وہ ہر خواہش کے وقت بیل کی طرح پانی پی لے

---

1. غُر۔ اغر کی جمع ہے، روشن رُو، وہ گھوڑا جس کی پیشانی پر سفیدی ہو۔ مُحَجَّل۔ وہ گھوڑا جس کے پاؤں سفید ہوں۔ از کسالت۔ میں نے سُستی کی وجہ سے یہ تصور کرلیا کہ یہ بدن کی ٹھنڈک پیاس کی گرمی کو بجھا دے گی۔
2. اسبابِ برد۔ یعنی پانی جس سے پیاس کی گرمی کو رفع کیا جا سکتا تھا۔ کسالت۔ سُستی۔ زاہداں۔ یہ صاحب مثنوی کا مقولہ ہے۔ شراب۔ یعنی نفس کشی کے لیے پیاس کے وقت پانی سے ایسا ہی پرہیز کرتے ہیں جیسے کہ شراب سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ آنکہ۔ چونکہ وہ نفس کو موٹا کرنا نہیں چاہتے اور اُس کے مُٹاپے کے لیے یہی کافی ہے کہ تو اُس کی خواہش پر اُس کو پانی پلاتا رہے۔ بسند۔ کافی۔ قساوَ۔ دل کی سختی۔

اَمرِ نفسِ خویش را دانی کشاوؔ[1] — میبَرد ہر سُو تُرا ایں نفسِ گاوؔ
تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان سمجھتا ہے — یہ بیل جیسا نفس، تجھے ہر جانب لے جاتا ہے
کارِ مَرداں کاہلی درکارِ تن — چابکی جُستن بطاعت دَر مِحَن
بہادروں کا کام جسم کے کام میں کاہلی ہے — (اور) مشقتوں میں فرماں برداری کیساتھ چستی تلاش کرنا
باش کاہل بلکہ میرِ کاہلاں — از ہمہ تدبیرِ دنیا اے فلاں
کاہل بن جا، بلکہ کاہلوں کا سردار — اے فلاں! دنیا کی تمام تدبیروں سے
کارِ عقبیٰ میکند دنیات خُوب — رَو ز راہِ دیں درِ دُنیا بکُوب
آخرت کا کام، تیری دنیا کو اچھا کر دے گا — جا، دین کے راستہ سے دنیا کا دروازہ کھٹکھٹا
گفت پیغمبرؐ کہ ہرکس مُنقطِع — سُوی حق شُد گشت کارش مجتمع
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص انقطاع کر لینے والا — اللہ کی جانب ہوا، اُس کا کام مجتمع ہو گیا
سُوی دنیا ہرکرا شُد انقطاع — گشت تفویضش بد نیا بے نزاع
جس کا انقطاع دنیا کی جانب ہوا — بلا اختلاف اُس کی سپردگی دنیا کی طرف ہو گئی

داستان برسبیلِ تمثیل کہ اختیارِ کارِ عقبیٰ برکارِ دنیا اولیٰ ست

مثال کے طور پر ایک داستان کہ آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے

بُود مردِ صالحے با زُہد و وَرَع — داشت وجہِ قُوتِ خود از حرثؔ[2] و زَرع
ایک شخص نیک، زاہد اور پرہیز گار تھا — جو اپنی روزی کی سبیل، کھیت اور کیاری سے رکھتا تھا
بُود یک اُشتر مر اُو را بس حَرُوں — بارہا بگریختے کردے زبُوں
اُس کا ایک بہت سرکش اُونٹ تھا — بارہا بھاگ جاتا، عاجز عاجز کر دیتا
اِتفاقاً روزِ جمعہ آمد بہ پیش — اُشترش بگریخت از مرعایِ خویش
اتفاق سے جمعہ کا دن آ گیا — اُس کا اُونٹ، اپنی چراگاہ سے بھاگ گیا
واندراں جمعہ اَش سِقایِ زَرع بُود — آبِ نہر آں روز بہرش میکشود
اور اُس جمعہ کو اُس کی کھیتی کو پانی دینا تھا — اُس روز اُس کے لیے نہر کا پانی چالو ہوتا تھا
مَرد حیراں گشت و گفتا یا خدا — نوبتِ سقی آمدہ اکنوں مَرا
مرد حیران ہو گیا اور بولا اے خدا! — اب میری سیرابی کی باری آ گئی
گر سِقایت میکنم اُشتر کُجا — ہم کُجا یابم نمازِ جُمعہ را
اگر میں سیرابی کروں، اُونٹ کہاں ہے؟ — نیز جمعہ کی نماز کہاں پاؤں گا؟

---

1. کشاوؔ۔ شاہی فرمان یعنی تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان کی طرح واجب الاتباع سمجھتا ہے۔ مِحَن۔ مشقتیں۔ کارِ عقبیٰ۔ جو اللہ کے کاموں میں لگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دنیا خود سنوار دیتا ہے۔ سُوی۔ جو شخص دنیا کے پیچھے پڑتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اُس کی کوئی مدد نہیں فرماتا بلکہ اُس کا معاملہ دنیا کے سپرد فرما دیتا ہے۔
2. حرث۔ کھیتی۔ حرون۔ سرکش۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔

ور کُنم اندر سِقایت مَن درنگ — میشود از یُبس کارِ زرع تنگ
اور اگر میں سیراب کرنے میں دیر کرتا ہوں — تو خشکی کی وجہ سے کھیتی کا معاملہ تنگ ہو جائے گا

بہرِ اُشتر رُو بصحرا گر کُنم — وز تفحص در بیاباں بَرتنم
میں اگر اُونٹ کی خاطر جنگل کا رُخ کروں — اور جستجو میں جنگل میں پھروں

پس نماز و زرع ہردو میرود — وہ نمیدانم کہ حالم چوں شود
تو نماز اور کھیتی دونوں جا رہی ہیں — ہائے میں نہیں سمجھتا کہ میرا کیا حال ہو گا؟

زیں تردُّدہا دلِ اُو شاخ شاخ[1] — رَہنِ صد گونہ ز اَشجاں بُود و راخ
اس تردُّد سے اُس کا دل ٹکڑے ٹکڑے تھا — غموں اور درد میں سو طرح گروی تھا

عاقبت بعد از تردُّد گفت خُوب — بہرِ جمعہ رَو درِ حق را بکُوب
انجام کار، تردُّد کے بعد بولا، ہاں — جمعہ کے لیے جا، اللہ (تعالیٰ) کا دروازہ کھٹکھٹا

کیں مَتاعِ باقی و آں فانی ست — دل بفانی بستن از نادانی ست
کیونکہ یہ باقی رہنے والی چیز ہے اور وہ فانی ہے — فانی سے دل وابستہ کرنا نادانی ہے

ابنِ عباسؓ از پیمبر نقل کرد — ہست جمعہ حجِ مسکینانِ فرد
(حضرت) ابن عباسؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے — جمعہ یکتا مسکینوں کا حج ہے

کرد پَس تبکیرِ مسجد اختیار — کَش[2] ثوابِ بدنہ، آمد در شُمار
اُس نے سویرے سویرے مسجد میں جانا پسند کیا — کیونکہ شمار کرنے میں اس کے لیے اُونٹ کا ثواب آیا ہے

رَفتہ در مَسجد بحق مَشغول شُد — جُملہ ز افکارِ جہاں مَعزول شُد
مسجد میں جا کر حق (تعالیٰ) کے ساتھ مشغول ہو گیا — دنیا کی تمام فکروں سے جُدا ہو گیا

بانیازِ دل بصد جزع و خُضُوع — گشت باحق در سجُود و در رُکُوع
دل کے نیاز کے ساتھ سیکڑوں خشوع اور خضوع سے — اللہ (تعالیٰ) کے لیے سجود اور رکوع میں (مشغول) ہو گیا

چوں فراغت یافت از وِرد و نماز — مَرد کرد آہنگِ خانہ زُود باز
جب نماز اور وظیفہ سے فارغ ہوا — اُس شخص نے جلد گھر کی واپسی کا ارادہ کیا

تادریں دَم کارِ دنیا ہم کُند — یکزمانے برمَکاسِب بَرتَند
تاکہ اِس وقت، دنیا کا کام بھی کرے — تھوڑی دیر کے لیے کمائی میں مصروف ہو جائے

---

1. شاخ شاخ۔ پارہ پارہ۔ اشجان۔ شجن کی جمع ہے، غم۔ راخ۔ درد و غم۔ ابن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے نقل فرمایا ہے کہ جس کے پاس حج کے اخراجات نہ ہوں اُس کو اللہ تعالیٰ جمعہ میں حج کا ثواب فرما دیتا ہے، جمعہ اور حج اس اعتبار سے یکساں ہیں کہ دونوں میں مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ تبکیر۔ کام کو صبح سویرے کرنا۔ فرد۔ یعنی وہ مسکین جو مال سے اکیلے ہیں۔

2. کش۔ حدیث شریف میں ہے جو صبح سویرے جامع مسجد میں پہنچتا ہے اُس کو اُونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ بدنہ۔ قربانی کا اُونٹ۔ جزع۔ ڈر۔ مکاسب۔ کمائی کے ذرائع۔

دید اُشتر بر مُناخش[1] بَستہ اَست — بَس غریب و عاجز و تَن خستہ است

اُس نے دیکھا اونٹ اپنے باڑے میں بندھا ہے — بہت تھکا ہوا اور عاجز اور زخمی بدن ہے

گفت زَن را ایں شُتر چوں آمدہ — گفت ایں را خستہ آوردہ دَدَہ

اُس نے بیوی سے کہا، یہ اونٹ کیسے آیا؟ — اُس نے کہا اُس کو درندہ زخمی کر کے لایا ہے

درپئے اُو گرگِ زَفت اُفتادہ بُود — تا بدینجا ایں حَروں را رَہ نمُود

موٹا بھیڑیا اُس کے پیچھے پڑا تھا — حتیٰ کہ اس سرکش کی یہاں تک رہنمائی کر دی

مَرد را ہر مُو زبانِ شُکر گشت — کایں شُتر را حق بیاوردہ زدشت

مرد کا ہر ہر رونگٹا شکر کی زبان بن گیا — کہ اس اونٹ کو خدا جنگل سے لایا ہے

بایدم حالا بسُوئے زَرع رَفت — تادہم آبے بکشتِ خویش تفت

اب مجھے کھیتی کی جانب جانا چاہیے — تاکہ فوراً اپنی کھیتی کو پانی دے لوں

آنچہ ناید کلِّ آں دَردستِ تُو — ہیں تو مگذار اے برادر جُزوِ اُو

جس کا کُل تیرے ہاتھ میں نہ آئے — خبردار، اے بھائی! اُس کے جز کو نہ چھوڑ

آخرش شُد سُوئے کِشتِ خود دَواں — دید خوش سبز و دَراں آبے رَواں

بالآخر وہ اپنی کھیتی کی جانب دوڑا — اُس نے بہت سبز دیکھا اور اُس میں پانی جاری تھا

در تعجب آمد آں مردِ خدا — کیں زراعت را چگونہ شُد سِقا

وہ مردِ خدا تعجب کرنے لگا — کہ اِس کھیتی کی کس طرح سیرابی ہوئی؟

نیست در ہمسایہ اِحساں آنقدر — کودہد آں آب را ایں سُوگذر

پڑوسی میں اس قدر احسان نہیں ہے — کہ وہ پانی کو اس جانب گذرنے دے

آخرش پُرسید از جارِ عَقار[2] — کایں زراعت را کہ آورد آبشار

بالآخر اس نے زمین کے پڑوسی سے پوچھا — کہ اس کھیتی میں پانی کا چشمہ کون لایا؟

گفت حقّا کہ عجب کارِ شگرف — خُود بخُود گردید ایں سُو آب صَرف

اُس نے کہا، یقیناً عجیب معاملہ ہے — پانی خود بخود اس جانب پھر گیا

آب را میراندم اندر کِشتِ خویش — آں رَواں می شُد بزرعت پیش پیش

میں اپنی کھیتی میں پانی چلاتا تھا — وہ آگے آگے تیری کھیتی میں جاتا تھا

مَنع میکردیم و پُشتہ میزدیم — چوں ندیدم حاصلے عاجز شُدیم

میں روکتا تھا اور پُشتہ باندھتا تھا — جب میں نے کوئی نتیجہ نہ دیکھا میں عاجز آ گیا

حکمِ حق ایں آب در کشتِ تُو راند — مَرد شاداں گشت والحمدے بخواند

اس پانی کو اللہ کے حکم نے تیری کھیتی میں چلا دیا — مرد خوش ہو گیا اور الحمد پڑھی

---

[1] مناخ۔ اونٹوں کا باڑہ۔ ددہ۔ درندہ۔ آخرش۔ اُس حال کا اخیر۔ سِقا سیرابی۔ ہمسایہ۔ یعنی پڑوس کی زمین کا مالک۔ جار۔ پڑوسی۔

[2] عقار۔ زمین۔ شگرف۔ عجیب۔ صرف۔ خرچ۔

ہر کہ[1] کارِ دیں کُند دنیایِ دُوں — بر سَرش ریزد زبون و سَرنگوں

جو شخص دین کا کام کرتا ہے، کمینی دنیا — عاجز اور سرنگوں ہو کر اُس کے سر پڑتی ہے

ور بُدنیا سَر فروآرد ز شِک — لَا یُبَالِ اللّٰهُ فِي وَادٍ هَلَکَ

اور اگر شک سے دنیا کی جانب سر جھکاتا ہے — اللہ تعالیٰ پروا نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰؐ — کہ اَتتکَ رَاغِمًا مِّن نَفسِہَا

اسی لیے احمد مجتبیٰؐ نے فرمایا — کہ وہ تیرے پاس ذلیل ہو کر خود بخود آئے گی

دَر بیانِ ایں شنُو یک داستاں — کایں چنیں باشد طریقِ راستاں[2]

اس کے بیان میں ایک داستان سُن لے — کہ سچوں کا راستہ ایسا ہوتا ہے

حکایت در بیانِ حالِ آں درویش کہ از دنیا عُزلت گزیدہ بُود و دنیا

اُس درویش کے حال کے بیان میں حکایت جس نے دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی تھی

رُوبدُو آورد و سُویش دوید ہر چند کہ او پاکشید بیشتر رَسید

اور دنیا نے اس کا رُخ کیا اور ب کی جانب دوڑی جتنا وہ پیچھے ہٹا وہ آگے آئی

بُود درویشے بَسے صاحبدلے — دَر رہِ حق چُست و چابک کاملے

ایک درویش بہت صاحبِ دل تھا — اللہ (تعالیٰ) کے راستہ میں پورا چست اور تیز تھا

رُو ز این و آنِ خلقاں تافتہ — جاں بتار و پُودِ وحدت بافتہ

مخلوق کے اِس اور اُس سے اُس نے منہ موڑ لیا تھا — جان کو وحدت کے تانے بانے سے بُنا تھا

خلق را بگذاشت در غارے نشست — دَر بُرویِ خلق و عالم جملہ بَست

اُس نے مخلوق کو چھوڑا، ایک غار میں بیٹھ گیا — مخلوق اور جہاں پر دروازہ بند کر لیا

در فضایِ تیہ و صحرایِ بعید — قُربِ یزداں را بخاطر بَرگزید

تیہ کی فضا اور دور جنگل میں — اللہ (تعالیٰ) کے قرب کو دل میں پسند کر لیا

بُود در صحرائیکے غارِ نہاں — مختفی گردید عارِف اندراں

جنگل میں ایک چھپا ہوا غار تھا — عارف اُس میں چھپ گیا

بَرنمی آمد ازاں دَر ہیچ گاہ — جُز کہ اَغراضِ ضروری گاہ گاہ

اُس میں سے کسی وقت برآمد نہ ہوتا تھا — کبھی کبھی ضروری غرضوں کے سوا

دَر حرا ہمچوں نبیؐ بگرفت جا — دل خنیدہ از جہانِ بے وفا

اس نے جگہ پکڑ لی جس طرح نبیؐ نے غارِ حرا میں — بے وفا دنیا سے دل برداشتہ ہو کر

---

1. ہر کہ۔ جو دنیا کو ٹھکراتا ہے دنیا ذلیل ہو کر خود اس کے سامنے آتی ہے۔ ز شک۔ یعنی اس کو اللہ پر بھروسہ اور یقین نہ ہو۔
2. راستاں۔ یعنی باخدا۔ این و آں۔ یعنی لوگوں کا مال و دولت۔ تار و پُود۔ کپڑے کا تانا بانا۔ دَر۔ یعنی وہ لوگوں سے نہ ملتا تھا۔ تیہ۔ حیران کن جنگل۔ اغراضِ ضروری۔ یعنی قضاءِ حاجت وغیرہ۔ حرا۔ مکہ کا مشہور پہاڑ ہے جس کے غار میں آنحضور مبعوث سے پہلے خلوت اختیار کیا کرتے تھے۔

بعدِ ہفتہ قُوتِ اُو برگِ شجر
کمترک خُوردے نخفتے تا سحر
اُس کی خوراک ایک ہفتہ کے بعد درخت کے پتے ہوتے
تھوڑے سے کھاتا، صبح تک نہ سوتا

مُدّتے ز انساں دراں صحرا و دشت
آں غزالِ[1] راہِ دیں آوارہ گشت
اُس صحرا اور دشت میں ایک زمانہ تک اسی طرح
دین کی راہ کا یہ ہرن آوارہ پھرتا رہا

واندراں آوارگی تعمیر بُود
گونہ گونہ نور را تیسیر بُود
اور اُس آوارگی میں تعمیر تھی
قسم قسم کے انوار کی سہولت تھی

ہرکہ بُرّد زیں جہاں آنسو رَود
فصلِ اینجا وصلِ عقبیٰ میشود
جو اُس دنیا سے کٹتا ہے، اُس جانب جاتا ہے
اس جگہ (دُنیا) سے علیحدگی آخرت کا وصل بن جاتی ہے

فصل وَصل آمد بُرش پیوند گشت
شہر ویرانہ ست معمُورست دَشت
فراق وصل بنا، جدائی جوڑ بنی
شہر ویرانہ ہے، جنگل آباد ہے

نعلِ[2] معکوس ست جُملہ ایں جہاں
تانہ پے ہرگز بَود کَس رایگاں
یہ دنیا، سب اُلٹا نعل ہے
تاکہ خواہ مخواہ، کوئی پتا نہ لگائے

جِدّ و کوشش شرطِ راہِ دوست ست
جَاھِدُوا مغزست باقی پُوست ست
دوست کے راستہ کی شرط جدوجہد ہے
"اُنھوں نے کوشش کی" مغز ہے بقیہ چھلکا ہے

سخت باریک ست راہِ آں حبیب
کے رَود بر استقامت جُز لبیب
اس دوست کا راستہ بہت تنگ ہے
عقل مند کے سوا سیدھائی کے ساتھ کون جا سکتا ہے؟

ہست عَقبات اندریں راہِ گراں
طے نگردد بے قلاوُز اے فلاں
اس سخت راستہ میں، گھاٹیاں ہیں
اے فلاں! بغیر رہنما کے طے نہ ہوں گی

زیں سبب فرمُود آں شاہِ شفیقؒ
کَالرَّفِیق اوّل بُوَد ثُمَّ الطَّرِیق
اسی لیے اُس مہربان شاہ نے فرمایا ہے
کہ سفر کا ساتھی پہلے ہے بعد میں راستہ ہے

رَہبرے جُو تارَوی توراہِ راست
ورنہ دررَہ بس مُغاک و چاہ ہاست
کوئی رَہبر تلاش کر لے تاکہ تو سیدھا راستہ چلے
ورنہ راستہ میں بہت سے گڑھے اور کنویں ہیں

ہچو پرکارے ہمیشہ در ذِہاب
لیک یک جا ماندہَ بے اِنقلاب
تو پرکار کی طرح ہمیشہ چلنے میں ہے
لیکن بغیر جگہ بدلے، تو ایک جگہ پڑا ہے

---

[1] غزالؔ۔ ہرن، یعنی وہی درویش۔ واندراںؔ۔ اُس درویش کا یہ عمل بظاہر آوارگی تھی لیکن دراصل باطن کی تعمیر تھی۔ تیسیرؔ۔ اس کو خلوت میں نورِ باطنی میسر آتا ہے۔ فصلؔ۔ یعنی دنیا سے جدائی۔ وصلؔ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب۔

[2] نعلِ معکوسؔ۔ ڈاکو اپنے جوتوں میں اُلٹا نعل جڑ لیتے ہیں تاکہ کھوج لگانے والا مغالطہ میں پڑ جائے۔ جاھدواؔ۔ قرآن پاک میں ہے اَلَّذِینَ جَاھَدُوا فِینَا لَنَھدِیَنَّھُم سُبُلَنَا "جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن کو اپنے راستوں کی ہدایت دے دیتے ہیں"۔ لبیبؔ۔ عقل مند۔ عقباتؔ۔ عقبہ کی جمع ہے، دشوار گذار گھاٹی۔ قلاوُزؔ۔ راہبر۔ مغاکؔ۔ گڑھا۔

سالہا۱ کردی نماز و روزہ را — نورِ آں صوم و صلوٰۃِ تُو کجا
تو نے سالوں نماز اور روزہ ادا کیا — تیری اُس نماز اور روزے کا نور کہاں ہے؟

جُملہ عُمرت در عِبادتہا گذشت — زانچہ اوّل بُود حالِ دل نگشت
تیری تمام عُمر عبادتوں میں گذری — دل کا حال جو پہلے تھا وہ نہ بدلا

گر کُنی عادت بہ تیر و یا بہ تیغ — از حذاقتہات خلقے دَر دریغ
اگر تو تیر یا تلوار کی عادت ڈالتا ہے — تیری مہارتوں سے مخلوق تعجب کرتی ہے

تاچہل سال ایں عبادت کردۂ — تاکنوں حِرص و ہوا را بَردۂ
تو نے چالیس سال یہ عبادت کی — تو اب تک حرص اور خواہشِ نفس کا غلام ہے

چوں نمازت فحش و منکر را نبُرد — داں کہ در خُمِ تُو خالص ہست دُرد
جب تیری نماز نے فحش اور برائی کو جُدا نہ کیا — سمجھ لے کہ تیرے مٹکے میں خالص تلچھٹ ہے

چوں نہ نہیت زُو عنِ الفحشا بُود — مُنہی ست اُو زانکہ رَجعت میشوَد
جب کہ اُس کی وجہ سے تیرا فحش سے رُکاؤ نہ ہو — وہ تجھے آگاہ کرنے والا ہے کہ واپسی ہو رہی ہے

ہمچو قومِ موسیٰ اندر تیہ۲ و دَشت — واں مَناخِ کُہنہ منزل گاہ گشت
(حضرت) موسیٰ کی قوم کی طرح تیہ اور صحرا میں — وہی پُرانا پڑاؤ، منزل گاہ بنی رہے

اِتباعِ آں قلاوز را بکُن — تابمنزل گہ رسی تو بے سخن
تو اس راہنما کا اتباع کر — تاکہ تو لا کلام منزل گاہ تک پہنچ جائے

ورنہ چوں آں قومِ موسیٰ اے سَفیہ — مُدّتے آوارۂ در جوفِ تیہ
ورنہ اے بیوقوف! (حضرت) موسیٰ کی اُس قوم کی طرح — تو تیہ کے اندر ایک مُدت تک آوارہ ہے

از سحر تا شب ہمی رفتند شاں — باز شب را بر مَناخِ خود ہماں
وہ صبح سے شام تک چلتے رہتے تھے — پھر رات کو اپنے اسی پڑاؤ پر ہوتے تھے

ایں چنیں شُد ترکِ امرِ پیرہا — بے کماں پَرّد چگونہ تیرہا
پیروں کا حکم کا چھوڑنا ایسا ہی ہے — تیر، بغیر کمان کے کس طرح چلیں؟

ہیچ تیرے دیدہ باشی بے کماں — کہ رَسد اُو بر ہدف یا گِردِ آں
تو نے بغیر کمان کے کبھی کوئی تیر دیکھا ہے — کہ وہ نشانہ پر، یا اُس کے آس پاس پہنچے

---

۱ سالہا۔ انسان اگر سالوں نماز پڑھے اور اُس کا وہ نتیجہ نہ نکلے جو قرآن نے بتایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَر ''بے شک نماز بری باتوں اور منکر سے روکتی ہے''۔ تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ اس کی نماز اس کے درجات کی ترقی کا باعث نہیں ہے اور اس کی نماز ناقص ہے۔ دریغ۔ تعجب۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ منہی۔ خبر دینے والا۔

۲ تیہ۔ وہ جنگل تھا جس میں حضرت موسیٰ کی قوم چالیس برس پریشان پھرتی رہی۔ مناخ۔ اونٹوں کا باڑا۔ پیرہا۔ یعنی شیوخ کا کہنا نہ ماننے کا یہی اثر ہوتا ہے بعض نسخوں میں بے ریا ہے اُس کا خلاصہ بھی یہی ہے۔

این سخن بسیار طولانی ست ہاں — حالِ آں درویش را بشنو بجاں
یہ بہت لمبی بات ہے، ہاں — اُس درویش کا حال دل سے سُن لے

پیش آمدنِ دنیا بصورتِ زنِ نازنیں درپیشِ آں مردِ خلوت نشیں

اُس خلوت نشین مرد کے سامنے دنیا کا نازنین عورت کی صورت میں آنا

درمیانِ غارِ تنگ آں خوش لقا[1] — ہمچو ابراہیمؑ کردہ بُود جا
اُس پاک سیرت نے تنگ غار میں — (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح جگہ بنا لی تھی

مُدّتے دہ سال بُد مصروفِ کار — پا ز سَر کردہ بیامد پیشِ یار
دس سال تک وہ کام میں لگا رہا — سر کے بل، یار کے سامنے پہنچا

ناگہاں روزے زنے صاحب جمال — باہزاراں خوبی و غنج[2] و دلال
اچانک ایک دن ایک خوبصورت عورت — ہزاروں حُسن اور ناز و ادا سے

غرقِ گوہر بُود از پاتا سَرش — باجِ عالم بُود ہریک زیورش
جو سر سے پاؤں تک جواہر میں ڈوبی ہوئی تھی — اُس کا ہر ایک زیور، جہان کا خراج تھا

آمد و دَر خدمتِ اُو ایستاد — دَست بَست و از ادب لَب برکشاد
آئی اور اُس کی خدمت میں کھڑی ہو گئی — ہاتھ باندھے اور ادب سے لب کشائی کی

گرنہی دستِ قبولی برسَرم — نُبودے اے سلطانِ دیں دور از کرم
اگر آپ قبولیت کا ہاتھ میرے سر پر رکھ دیں — اے شاہِ دین! کرم سے بعید نہ ہو گا

حاضرم در خدمتِ تو صبح و شام — وانچہ فرمائی بجا آرم تمام
میں صبح و شام، آپ کی خدمت میں حاضر ہوں — جو آپ حکم دیں گے پورا بجا لاؤں گا

مَردِ کامل از رہِ نُورِ دروں — یافت کیں پیش آمدم دُنیائے دوں
مرد کامل نے باطنی نور سے — محسوس کر لیا کہ یہ کمینی دنیا میرے سامنے آئی ہے

گفت نے نے سُوی من ہرگز میا — کہ مُطلّق کردہ ام چوں مَن تُرا
فرمایا نہیں نہیں، میرے طرف کبھی نہ آ — کیونکہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے

مَن گریزاں از تو اینجا آمدم — دور گشتم از تو در غارے شُدم
میں تجھ ہی سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں — تجھ سے دُور ہوا ہوں، غار میں آ گیا ہوں

باز می آئی تو اینجا اے پلید — اے ز مکرت خائف آمد ہر سعید
اے ناپاک! تو پھر یہاں آ رہی ہے — اے وہ کہ تیرے مکر سے ہر نیک خائف ہے

---

1 خوش لقا۔خوش منظر۔پا زسر کردہ۔یعنی سر کو پاؤں بنا کر، سر کے بل۔

2 غنج۔غمزہ۔دلال۔کرشمہ۔باج۔خراج، آمدنی یعنی اُس کا ہر زیور ایک ملک کی آمدنی کی قیمت کا تھا۔مردِ کامل۔اُس درویش نے باطنی نور کے ذریعہ سمجھ لیا کہ یہ دُنیا ہے جو ایک حسین عورت کے رُوپ میں میرے سامنے آئی ہے۔

گفت اے درویش اینک آمدم — مَن بحکمِ[1] آں شہِ ملکِ قِدَم
اُس نے کہا اے درویش! اب میں آئی ہوں — ازلی ملک کے شاہ کے حکم سے

منعِ تو درباب مَن اکنوں چہ سُود — چونکہ حکمِ حاکم اینست اے وُدُود
اب تیرا مجھے منع کرنا کیا مفید ہے؟ — اے محبّ! جبکہ حاکم کا یہی حکم ہے

ایں بگفت و از نظر مفقود گشت — واقعہ را دید و بَس مرعود گشت
اُس نے یہ کہا اور نگاہ سے غائب ہو گئی — اُس نے واقعہ دیکھا اور بہت لرزا

گفت خوب آید اگر دُورش کُنم — ورنگردد مَصرفِ گورش کنم
اُس نے کہا اگر میں اس کو دور کروں تو بہتر ہو گا — اور اگر وہ نہ لوٹے تو اُس کو قبر کا خرچہ بناؤں گا

صَرف سازم در رَہِ عقبیٰ و دیں — تاشوَد دَر عاقبت ما را مُعیں
آخرت اور دین کے راستہ میں خرچ کروں گا — تاکہ وہ آخرت میں ہماری مددگار بنے

مالِ دنیا ہَست زہرِ سَہمناک — گر بیابی بازش اندازی بخاک
دنیا کا مال خوف ناک زہر ہے — اگر تو پائے (اور) پھر اس کو خاک میں ملا دے

یعنی بہرِ گور خود انباز کُن — دفن کُن اینجا و آنجا باز کُن
یعنی اپنی قبر کا ساتھی بنا لے — اس جگہ دفن کر دے، اُس جگہ کھول لے

گردرینجا بہرِ حق سازی تو صَرف — حق دہد آنجا عِوض صَد بار ژرف
اگر تو اس جگہ خدا کے لیے صرف کرے گا — اللہ (تعالیٰ) اُس جگہ سو گنا نادر عوض دے گا

اَقرِضُوا اللّٰہ را ز قرآں برگزیں — وز حِرَف غیر از سخاوت بَر مچیں
''اللہ کو قرض دو'' قران سے اختیار کر لے — اور ہنروں میں سے سخاوت کے علاوہ اختیار نہ کر

چونکہ[2] چیزے خواہد آں رَبِّ مجید — میکند در ظاہر اسبابش پدید
وہ رب مجید، جب کوئی چیز چاہتا ہے — ظاہر میں اُس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے

تابدہ سال اندراں غار آں فقیر — بُود در یادِ خُدائے مستجیر
وہ فقیر اُس غار میں دس سال تک — یادِ خدا میں پناہ گزین تھا

می نیامد اندراں صحرا کسے — زانکہ دور از عامرہ بُود اُو بسے
اُس جنگل میں کوئی نہ آتا تھا — کیونکہ وہ آبادی سے بہت دُور تھا

---

1. مَن بحکم۔ اُس عورت نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے تیرے پاس آئی ہوں اب مجھے بھگانا بیکار ہے اب تو لامحالہ دنیا میں پھنسے گا۔ مرعود۔ وہ شخص جس پر کپکپی طاری ہو جائے۔ گفت۔ اُس درویش نے سوچا اگر دنیا میرے بھگانے سے بھاگ گئی تو بہتر ہے ورنہ اس کو آخرت کے کام میں لاؤں گا۔ مصرفِ گور۔ قبر کا خرچہ۔ یعنی آخرت میں کام آنے والا۔ انباز کن۔ شریک بنا لے، دنیا کا لیا دیا قبر اور آخرت میں کام آتا ہے۔ حِرَف۔ حرفہ کی جمع ہے، پیشہ۔ سخاوت۔ سخاوت کے فضائل بہت ہیں۔

2. چونکہ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ فرما دیتا ہے تو اُس کے ظاہری اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے چونکہ اُس درویش کو دنیا میں مبتلا کرنا تھا تو اس کا ظاہری سبب پیدا کر دیا جس کا ذکر آئندہ آ رہا ہے۔ مستجیر۔ پناہ چاہنے والا۔ عامرہ۔ آبادی۔

اُشتر و گاوَ و خر از بہرِ چرا
اونٹ اور بیل اور گدھا چرنے کے لیے
ہم نمی آمد دَر آنجا مُطلقا
بھی اُسی جگہ مطلقاً نہ آتا تھا

از قضا قحطے بسالے اُوفتاد
تقدیر سے ایک سال قحط پڑا
کاہ و زَرع از خشکی آمد در فساد
گھاس اور کھیتی خشکی سے فساد میں آ گئی

راعیاں بہرِ چراگاہ از بَعید
چرواہے، چراگاہ کے لیے دور سے
قصد میکردند سُوئے ہر صَعید[1]
ہر زمین کی جانب قصد کرتے تھے

چند چوپاں دَر جوارِ غارِ اُو
چند چرواہے اُس کے غار کے پڑوس میں
بہرِ کاہے آمدند از جستجو
گھاس کی جستجو کے لیے آ گئے

کاہ بسیار ست و مرعیٰ نیز خُوب
گھاس بہت ہے اور چراگاہ بھی اچھی ہے
آمدند آنجا بگاوانِ حلوب
وہ اُس جگہ دودھ دینے کے قابل گایوں کو لے آئے

روزے از تقدیرِ ربانی فقیر
ایک دن خدائی تقدیر سے درویش
بہرِ حاجت بیروں آمد زاں نقیر
اُس غار سے ضرورت کے لیے باہر آیا

دید چندے از بنی نوعِ بَشر
اُس نے چند انسان دیکھے
جمع گشتہ با سوائم گاوَ و خر
چرنے والی گایوں اور گدھے کے ساتھ جمع ہیں

چوں ز اکل و شُرب بُود اُو منقطع
چونکہ وہ کھانے اور پینے سے جدا تھا
نورِ حق بود از جبینش مستطع
اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کی پیشانی سے طلوع کرنے والا تھا

جُملہ چوپاناں بدو راغب شُدند
سب چرواہے اُس کی جانب راغب ہو گئے
باہزاراں خواہشش طالِب شدند
لاکھوں خواہشوں کے ساتھ اُس کے طالب بن گئے

مَردِ فارغ در تبتّل فرد بُود
فارغ مرد انقطاع میں یکتا تھا
پیشِ اُو ایں چاپلوسی سَرد بُود
اُس کے سامنے یہ خوشامد بیکار تھی

آخرش از راہِ عجز و صد نیاز
بالآخر عاجزی اور سیکڑوں نیاز مندیوں کے ساتھ
جملہ گفتندش کہ شاہِ پاکباز
سب نے اُس سے کہا کہ اے پاکباز شاہ!

گردلت چیزے بخواہد حُکم کن
اگر تیرا دل کسی چیز کو چاہے تو حکم دے دے
تابجا آرم وُرا چوں[2] اَمرِ کُن
تاکہ ہم کُن کے حکم کی طرح اس کو بجا لائیں

دید چوں درویش ز ایشاں خواہشے
جبکہ درویش نے اُن کی خواہش دیکھی
وزغناوَ کبرِ شاں را کاہشے
اور استغنا اور تکبر سے اُن کا گھٹاؤ

---

[1] صعید۔ پیداوار کی زمین۔ حلوب۔ یعنی وہ گائیں جن کو اگر چارہ ملتا تو دودھ دینے کے قابل تھیں لیکن چوں کہ ان کو چارہ نہ ملتا تھا لہٰذا وہ دودھ سے بھاگ گئی تھیں۔ نقیر۔ یعنی غار۔ مستطع۔ روشن۔ تبتل۔ مخلوق سے جدائی۔

[2] چوں امر کن۔ یعنی فی الفور۔ کاہشے۔ یعنی یہ سمجھا کہ میرے انکار سے اُن کی دل شکنی ہوگی۔

گفت اگر شیرے بُود قدرے بیار
کہا اگر دودھ ہو تھوڑا سا لے آ
تابُرَم[1] زہرِ ایں نفسِ چومار
تاکہ اس سانپ جیسے نفس کا زہر اتاروں

عرض کردندش کہ از قحطِ مطر
اُنھوں نے اُن سے عرض کیا کہ بارش کے قحط سے
جُملہ بے شیر اند چہ گاوٗ چہ خر
سب بغیر دودھ کی ہیں کیا گائے کیا گدھی

بعد چندیں عجز و زاریہائے ما
ہماری اتنی عاجزی اور خوشامدوں کے بعد
خواستی واں را نداریم وائے ما
آپ نے چاہا، اور وہ ہمارے پاس نہیں ہے، ہم پرافسوس ہے

گفت درویش ازہمہ یک را بدوش
درویش نے کہا سب میں سے ایک کو دوہ لے
حق کنند اِتمام لیکن تو بکوش
اللہ (تعالیٰ) پورا کرے گا لیکن تو کوشش کر

جہد شرطِ کار آمد اے عزیز
اے عزیز! کام کی شرط کوشش ہے
جُہد میکن جُہد گرداری تمیز
اگر تجھے تمیز ہے، تو کوشش کر کوشش کر

گفتہ اَست آں سیدِ پاکیزہ خُو
پاکیزہ خصلت سیدؐ نے فرمایا ہے
اَلْمُجَاھِدُ مَنْ یُّجَاھِدُ نَفْسَہٗ
مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے

بے مَساعی کس نہ منزل طے نمُود
کوششوں کے بغیر کس نے منزل طے کی ہے
برسرِ راہے نشستی چہ سُود
کیا فائدہ، تو سرِ راہ بیٹھ گیا ہے؟

رَو قدم برگیر و قطعِ راہ کُن
جا، قدم اُٹھا اور راستہ طے کر
بعدازاں منزل بقصرِ شاہ کُن
اُس کے بعد شاہ کے محل میں پڑاؤ کر

مَردِ رَہ رَو را کُجا آرام و خواب
مسافر کے لیے آرام اور نیند کہاں ہے؟
دَر قلق باید دلش از اضطراب
پریشانی سے اُس کا دل مضطرب رہنا چاہیے

راہِ حق را چوں تو آساں دیدۂ
تو نے خدا کی راہ کو کیوں آسان سمجھا ہے؟
از سفر داماں چرا وَاچیدۂ
سفر سے دامن کو کیوں سمیٹ لیا ہے؟

رَہ برو دامن[2] بُبر در راہ شو
جا دامن چھڑا، راستہ اختیار کر
تانہ پیچد در دوگام اے راہرو
تاکہ اے مسافر! دونوں پاؤں میں نہ لپٹ جائے

منزلے بس پُرخطر باخار ہاست
منزل بہت خطروں کانٹوں والی ہے
گر تُو بے جامہ رَوی دروے بجاست
اگر تو اُس میں بغیر کپڑے کے چلے تو مناسب ہے

جامہ ہاۓ جسم را کوتاہ کُن
جسم کے کپڑوں کو مختصر کر لے
بادلِ فارغ تو قصدِ راہ کُن
تو فارغ البالی سے راستہ کا ارادہ کر

---

۱ تابرم۔ان کے اصرار پر کہنا نہ ماننا نفس کا تکبر اور زہر تھا، دودھ زہر کو قطع کرتا ہے۔ ازہمہ۔یعنی تم سب میں سے جس بکری کو چاہو۔

۲ دامن ببر۔یعنی دنیوی علائق سے دامن چھڑالے۔دوگام۔دونوں پاؤں۔گرتو۔اگر جسم پر کپڑے ہوتے ہیں تو کانٹوں میں الجھتے ہیں اسی
• طرح علائقِ دنیا راہِ سلوک سے مانع بنتے ہیں۔

راہ بس دُور ست ہرسُو بیشہ[1] است
راستہ بہت لمبا ہے اور ہر جانب جھاڑی ہے

گر توانی رَو چو باتُو تیشہ اَست
اگر تیرے ساتھ کلہاڑا ہے تو چل سکے گا

ورنہ بے تیشہ تنت پارہ شوَد
ورنہ بغیر کلہاڑے کے تیرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا

سَدِ راہت سنگ و ہم خارہ شوَد
تیرے راستہ کی روک پتھر اور سنگ خارہ ہو گا

تیشہ[2] چہ بُوَد آں ز نفیِ لا الہ
کلہاڑا کیا ہوتا ہے؟ وہ لا الہ کی نفی کا ہے

سنگِ غیریت کہ برتابد ز راہ
جو غیریت کے پتھر کو راستہ سے ہٹا دیتا ہے

خیمہ را در قصرِ الّا اللہ کُن
الا اللہ کے قلعہ میں خیمہ لگا

سیرِ آنجا با دلِ آگاہ کُن
باخبر دل سے اُس جگہ کی سیر کر

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! اس بات کی انتہا نہیں ہے

قصۂ درویش را بشنُو تو نیز
تو درویش کے قصہ کو بھی سُن لے

قصہ دوشیدنِ گاوَ نازادہ ز راہِ امتحان و سُوءِ اعتقاد

بغیر بیاہی ہوئی گائے کا آزمائش اور بد اعتقادی کی وجہ سے دوہنے کا قصہ

زاں شُباں برخاست یک ژولیدہ مَرد
ان چرواہوں میں سے ایک اُلجھا ہوا انسان

رفت سُویِ گاوِ بکرے قصد کرد
گائے کی جانب چلا، بے بیاہی کا ارادہ کیا

تا بگیرد امتحانِ آں فقیر
تاکہ اُس درویش کو آزمائے

کِش ز پستانِ توکل ہست شِیر
جس کے لیے توکل کے پستان سے دودھ ہے

زد بہ پستانش چو دستِ امتحاں
جب اُس کے تھن پر آزمائش کے لیے ہاتھ مارا

جُویِ شیرے ز اندرونش شُد رواں
دودھ کی نہر اس میں سے جاری ہو گئی

عاجزانہ پیشِ درویش آمدند
وہ نیازمندی سے درویش کے سامنے آئے

وز عقیدت سَر بہ پایِ اُو زدند
اور عقیدت سے اُس کے پاؤں پر سر رکھ دیے

شِیر آوردند و صوفی نوش کرد
وہ دودھ لائے اور صوفی نے پیا

باز سُویِ آں حرا رُوپوش کرد
پھر اُسی حرا کی جانب رُوپوش ہو گیا

جوق چوپاناں بشہر اندر شُدند
چرواہوں کا گروہ شہر میں چلا گیا

لیک زیں خرق آں ہمہ معجب بُدند
لیکن اس کرامت پر سب متعجب تھے

---

1. بیشہ۔ جھاڑی راہ کی رکاوٹ ہوتی ہے۔ تیشہ۔ کلہاڑا۔ سَد۔ رکاوٹ۔ خارہ۔ پتھر کی ایک قسم ہے جو بہت سخت ہوتی ہے۔
2. تیشہ۔ راہِ سلوک کا کلہاڑا غیر اللہ کی نفی ہے۔ قصہ۔ اُس بد اعتقاد چرواہے نے اُس درویش کی کرامت کو آزمانے کے لیے ایک ایسی گائے منتخب کی جو کبھی گیابھن نہ ہوئی تھی۔ حرا۔ یعنی وہ غار جس میں وہ درویش معتکف تھا۔ خرق۔ پھاڑنا یعنی وہ معجزہ یا کرامت جو عام حالات کے خلاف ظہور پذیر ہو۔

چند روزے زیں نمط بر می گذشت　　آمدندے راعیاں بر غار و دشت
چند دن اسی طریقہ پر گزرتے رہے　　چرواہے غار اور جنگل میں آ جاتے

رفتہ رفتہ درمیانِ شہر ہم　　یافت شُہرہ قصۂ شیر و نعم[1]
آہستہ آہستہ شہر میں بھی　　دودھ اور جانوروں کے قصہ نے شہرت پکڑ لی

برزبانِ خلق اُفتاد ایں سخن　　تا بگوشِ شہ رسید از شاخ و بُن
یہ بات لوگوں کی زبان پر آ گئی　　حتیٰ کہ شاخ اور جڑ کے ذریعہ بادشاہ کے کان میں پہنچ گئی

گفت شہ اُورا زیارت کردنیست　　در جہاں دیگر بہ ازوے مرد نیست
شاہ نے کہا وہ زیارت کرنے کے قابل ہے　　دنیا میں اس سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے

نزدِ درویش آمد و تشویش داد　　صحبتِ میر و وزیر آمد فساد
وہ درویش کے پاس آیا اور پریشان کیا　　امیر اور وزیر کی صحبت فساد ہے

مرد باید کز سلاطیں وا رہد　　وز امیراں ہمچو تیراں بر جہد
انسان کو چاہیے کہ بادشاہوں سے جدا رہے　　سرداروں سے تیروں کی طرح کود جائے

باعثِ تشویشِ[2] وقت اند ایں گروہ　　گشت شیطاں ہم ز مکرِ شاں ستوہ
یہ گروہ وقت کی پریشانی کا باعث ہے　　شیطان بھی اُن کے مکر سے عاجز ہے

کبر و نخوتہا بخاطر پرورند　　ہر دمے چوں گرگ میشے بر درند
انھوں نے دل میں تکبّر اور نخوتیں پالی ہیں　　ہر وقت بھیڑیے کی طرح بھیڑ کو پھاڑتے ہیں

پیشِ سلطان و امیراں پس مرو　　تا بکے باشی رعونت را گرو
پس بادشاہ اور سرداروں کے سامنے نہ جا　　تو تکبر کا کب تک گروی رہے گا؟

صحبتِ شاں کبر و غفلت آورد　　واں قباہای قناعت بر درد
ان کی صحبت تکبّر اور غفلت پیدا کرتی ہے　　اور قناعت کی قباؤں کو چاک کر دیتی ہے

زیں جہت فرمود سلطانِ زماں　　سیدِ عالم نبیِؐ ذو مکاں
سلطانِ دوراں نے اسی لیے فرمایا ہے　　عالم کے سردار رُتبے والے نبیؐ نے

عالماں ہستند امینِ دینِ حق　　با امیراں گر نباشند ہم طبق
علما دینِ حق کے امین ہیں　　اگر وہ حاکموں کے ہم پیالہ نہ ہوں

خالطوھم پس لصوصِ دیں شدند　　فاحذروھم در حقِ ایشاں زدند
وہ اُن سے گھلے ملے تو دین کے ڈاکو بنے　　پس اُن سے بچو اُن کے بارے میں فرمایا ہے

---

[1] نعم۔ چوپائے۔ شاخ۔ یعنی وہ لوگ جنھوں نے وہ کرامت چرواہوں سے سُنی۔ بن۔ یعنی چرواہے جنھوں نے وہ کرامت خود دیکھی تھی۔

[2] تشویش کرد۔ یعنی اُس درویش کی جمعیت خاطر کو پراگندہ کیا۔ تیراں۔ یعنی راست باز لوگ۔ ستوہ۔ عاجز۔ میش۔ بھیڑ، یعنی غریب لوگ۔ رعونت۔ تکبّر۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ عالماں۔ جو علما اُمرا کی صحبت سے گریز کرتے ہیں وہ دین کے امانت دار ہیں اور جو اُن کے ہم پیالہ وہم نوالہ ہیں وہ دین کے رہزن ہیں۔

چونکہ سلطاں بعدِ عجز و لابہ[1] یافت رَہ چوں قند دَر دو شابۂ

جب شاہ نے عاجزی اور خوشامد کے بعد راستہ پا لیا جیسے کہ شکر انگور کے شیرے میں

پیشِ درویش آمدن آغاز کرد مکر دیگر از سرِنو سازکرد

فقیر کے پاس آنا شروع کر دیا ازسرِنو ایک مکر تیار کیا

گفت بادستورِ خود کاے پُرخِرد گر بشہرِ خود بریمش خوش بُود

اُس نے اپنے وزیر سے کہا کہ اے عقل مند! اگر ہم اُسے اپنے شہر میں لے جائیں تو اچھا ہو گا

باعثِ برکاتِ رحمانی ویست سایہ سدراتِ ربّانی ویست

وہ خدائی برکتوں کا سبب ہے وہ خدائی سدرۃ (المنتہیٰ) کا سایہ ہے

ایں چنیں مَردے بشہرِ شہ نشیں زیبِ شاہی ہست وفرِّ چترِ دیں

ایسا انسان پایۂ تخت میں بادشاہی کی رونق اور دین کے چتر کی شان وشوکت ہے

اَلغرض آمد وزیرِ حیلہ جُو کرد با صوفی ازیں رُو گفتگو

الغرض بہانہ باز وزیر آیا صوفی سے اس طرح کی بات کی

مَردِ درویش از ہمہ آزادہ بُود گفت مارا در خلش رفتن چہ سُود

درویش مرد سب سے آزاد تھا کہا ہمیں خلش میں جانے سے کیا فائدہ؟

میلِ طبعم سُوئے ویرانہ بَسے ست طالبِ آرامِ خود را ہَرکسے ست

میرا ویرانہ کی جانب بہت میلان ہے ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے

طالبِ آرامِ نفس خود نیَم طالبِ آرامِ جاں رُوحانیم

میں اپنے نفس کے آرام کا طالب نہیں ہوں میں رُوحانی جان کے آرام کا طالب ہوں

درحقِ مَن مصلحت عُزلت[2] نمُود درمیانِ گاوٗ و خرماندن چہ سُود

میرے بارے میں تنہائی مناسب نظر آتی ہے گاوٗ و خر کے درمیان رہنے سے کیا فائدہ؟

گفت پیغمبرؐ سلامت وحدت ست آفتِ جانِ مِہاں ایں کثرت ست

پیغمبرؐ نے فرمایا تنہائی سلامتی ہے بڑوں کی جان کی آفت یہ کثرت ہے

گفت اگر بگزیدے عُزلت را رسولؐ کے رسیدے دیں بفرعاں از اصول

اُس نے کہا اگر رسول تنہائی اختیار فرماتے دین، اصول سے فروع تک کب پہنچتا؟

---

1. لابہ۔ خوشامد۔ دوشابہ۔ انگور کا شیرہ۔ برکات۔ برکات میں راء کا سکون شعری ضرورت سے ہے۔ سدرات۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک بیری کا درخت ہے جو حضرت جبرئیلؑ کے عروج کی سرحد ہے۔ شہ نشین۔ پائے تخت۔ چتر۔ چھتری، چھتر۔ طالب آرام۔ ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے میری رُوح کو بھی خلوت میں آرام ملتا ہے۔

2. عزلت۔ گوشہ نشینی۔ گاوٗ و خر۔ بے عقل دنیادار۔ رسولؐ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم گوشہ نشینی اختیار کر لیتے تو صحابہ رضی اللہ عنھم بھی گوشہ نشین بن جاتے اور دین کی اشاعت نہ ہوتی۔ فرعاں۔ یعنی تابعین۔ کثرت۔ یعنی مخلوق کی کثرت۔ اصول۔ یعنی صحابہ۔

اولیا زیں گونہ گر گشتے وحید   راہِ حق با اہلِ عالم چوں رسید
اولیا اگر اس طرح سے اکیلے ہوتے   دنیاوالوں کو حق کا راستہ کیسے پہنچتا؟

سُنّتِ پیغمبراں دعوت[1] بُوَد   آں ولی ہم برطریقِ اُو رَود
پیغمبروں کی سُنت دعوت دینا ہے   ولی بھی اُنہی کے راستہ پر چلتا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ یَہدِی اللّٰہُ بِکَ   خَیر مِّن حُمرِ النَّعَم اِن کَانَ لَکَ
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اللہ تیرے ذریعہ سے ہدایت دے دے   تیرے لیے سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے اگر وہ تجھے حاصل ہوں

گفت درویش ایں ہمہ حق ست و لیک   ہر کہ[2] بیمارست گو پرہیز نیک
درویش نے کہا یہ سب درست ہے، لیکن   جو بیمار ہے کہہ دے، پرہیز اچھا ہے

ورنہ پرہیزی ز جاں دستے بشُو   رنج زائد گشت و صحت شد فرو
اور اگر تو پرہیز نہیں کرتا تو جان سے ہاتھ دھو لے   بیماری بڑھی اور صحت گھٹی

وانکہ صحت یافت مُطلق از مرض   بادوا و حمیہ اُو راچہ غرض
اور جس نے مرض سے پوری صحت پا لی   دوا اور پرہیز سے اُسے کیا غرض؟

انبیاء و اولیایِ راسخاں   رَستہ انداز رنجِ مُطلق اے فلاں
انبیا اور پکے ولی   اے فلاں! بیماری سے بالکل بچ گئے ہیں

لیک درمن شمۂ بیماری ست   زیں سبب از حمیہ اَم ناچاری ست
لیکن مجھ میں کچھ بیماری ہے   اس لیے میرے لیے پرہیز ضروری ہے

باز فرمود آں وزیرِ نیک خُو   کیں ہمہ از ہضمِ نفسِ خود مگو
اس نیک مزاج وزیر نے پھر کہا   یہ سب اپنی کسرِ نفسی سے نہ فرمایئے

ترکِ دنیا دادی و خود نامدی   مابہ پیشت آمدیم از عامدی
آپ نے دنیا چھوڑی اور خود (دنیا کی جانب) نہیں آئے   ہم قصداً آپ کے پاس آئے ہیں

نفسِ پاکت جانِ ماروشن نمود   آفتابے گشت گرچہ تیرہ بُود
آپ کے پاک نفس نے ہماری روح روشن کر دی   اگرچہ وہ مکدر تھی سورج بن گئی

درحضورت از ہَوا و از ہوس   می نماند دَردلِ کس ہیچو خَس
آپ کی موجودگی میں ہوا .اور ہوس   کسی کے دل میں تنکے کی. برابر نہیں رہتی

---

1. کثرت۔ مخلوق کی کثرت اور مجمع۔ دعوت۔ یعنی دین کی طرف بلانا۔ گفت پیغمبرؐ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ اگر تیرے ذریعہ کسی ایک کو ہدایت دے دے تو تیرے لیے دنیا کی دولتوں سے بہتر ہے۔ حمر النعم۔ سرخ اونٹ یہ عرب کا بہت قیمتی مال تھا۔
2. ہر کہ بیمار۔ ہر چیز کا کھانا صحت مند کے لیے درست ہے بیمار کے لیے پرہیز ضروری ہے مجھ میں بھی باطنی بیماری موجود ہے لہٰذا مجمع سے پرہیز بہتر ہے۔ حمیہ۔ پرہیز۔ انبیاء۔ نبی اور ولی پورے صحت مند ہیں ان کو کوئی چیز مضر نہیں ہے۔ کیں ہمہ۔ یعنی اپنے مریض ہونے کی بات۔ ترک۔ آپ نے دنیا کو چھوڑ دیا، دنیا خود آئے تو اس کو قبول کرنا چاہیے۔ درحضورت۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دوسروں کے امراض زائل ہوتے ہیں تو آپ کے اندر مرض کہاں ہے۔

چونکہ خَیرُ النّاسِ مَن یَّنفَعُ شُدست
چونکہ لوگوں میں وہ بہتر ہے جو لوگوں کو نفع پہنچانے آیا ہے

تو بدیں حَبلُ المَتِیں[1] آویز دست
آپ اس مضبوط رسّی کو پکڑ لیں

غافلاں از فیضِ تو ذاکر شوند
آپ کے فیض سے غافل ذاکر بن جائیں گے

واں کفورانِ نِعَم شاکر شوند
اور وہ نعمتوں کے کافر شاکر بن جائیں گے

گفت صوفی چاہ برتشنہ نرفت
صوفی نے کہا، کنواں پیاسے کے پاس نہیں گیا ہے

تِشنہ را باید کہ آید چُست و تَفت
پیاسے کو چاہیے کہ چُست اور جلد آئے

دردلِ ہرکس کہ میل و رغبت ست
جس شخص کے دل میں میلان اور رغبت ہو

گوبیا کایں گوی و ایں میدان ہست
کہہ دے، آ جا یہ گیند اور یہ میدان ہے

مُدّتے بگذشت تا عرضش قبول
ایک زمانہ گذر گیا کہ اُس کی گذارش قبول

می نکرد آں صوفیِ عینِ[2] الوصول
نہ کرتا تھا وہ صوفی وصول (الی اللہ) کا چشمہ

آخرش چوں دید اِبرامِ وزیر
بالآخر جب اُس نے وزیر کا اصرار دیکھا

کرد دردل حیلہ آں مَردِ بصیر
اُس مردِ بصیر نے دل میں ایک تدبیر کی

گفت خوب اِمروز بہرِ فرحِ تُو
کہا اچھا آج تیری خوشی کی خاطر

سُوی قصرِ شاہ کردم راہ جُو
راستہ تلاش کرتا ہوا، شاہ کے قلعہ کی جانب آ جاؤں گا

بعدازاں ہرچہ صلاحِ وقت ہست
اس کے بعد جو بھی وقت کے مناسب ہو گا

حسبِ حالت درعمل آوردن ست
حسب حال عمل میں لانا ہے

رفت آں درویش ہمراہِ وزیر
وہ درویش وزیر کے ساتھ چل دیا

سُوی دولت خانۂ شاہِ کبیر
سلطانِ معظم کے دولت خانہ کی جانب

چوں ز دورش دیدشہ از جا بجَست
جب بادشاہ نے اس کو دور سے دیکھا کھڑا ہو گیا

بہرِ استقبال ایساد اُوچو مَست
وہ بیخود کی طرح استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا

بہرِ استخلاصِ خُود آں پیرِ مَرد
اس پیر مرد نے اپنے چھٹکارے کے لیے

سنگہا برتافتن آغاز کرد
پتھر پھینکنے شروع کر دیے

بے محابا زد بسلطاں آنچناں
بادشاہ کے بے تکلف اس طرح مارے

کو فراری گشت زاں سنگِ گراں
کہ وہ اُس بھاری پتھر سے فرار کرنے والا بن گیا

رَفت زاں صُفّہ بروں بگریخت تفت
وہ اس سائبان کے نیچے سے باہر نکل گیا جلد بھاگا

تا رہد زاں سنگہائے گُنگ و زفت
تا کہ اُن موٹے بھاری پتھروں سے بچ جائے

---

1. حبل المتین۔ مضبوط رسّی۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کو فائدہ پہنچائے۔ گفت صوفی۔ درویش نے کہا پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے کنواں پیاسے کے پاس نہیں آتا۔

2. عین الوصول۔ یعنی وہ درویش وصول الی اللہ کا چشمہ تھا۔ ابرام۔ عاجز کر دینا۔ بہرِ استخلاص۔ اُس درویش نے اپنے چھٹکارے کے لیے پتھر مارنے شروع کر دیے تا کہ اُس کو دیوانہ سمجھ کر ہی چھوڑ دیں۔ برتافتن۔ برانداختن۔ صُفّہ۔ سائبان والا چبوترہ۔ گُنگ۔ قوی ہیکل۔

مَردِ درویش از ہنر مستانہ وار ۔۔۔ سنگ پرتابید از یک تا ہزار
درویش مرد نے ہنرمندی سے دیوانہ وار ۔۔۔ ایک سے ہزار تک پتھر پھینکے

میزد او کشکنجر[1] وصد منجنیق ۔۔۔ سُوئے آں شاہ وفادارِ عشیق
وہ گولہ اور سیکڑوں گوپھن پھینکتا تھا ۔۔۔ اُس وفادار عاشق شاہ کی جانب

کہ بدیں حیلہ خلاصِ مَن شود ۔۔۔ خواندم دیوانہ ترکِ مَن دہد
کہ اس تدبیر سے میری خلاصی ہو جائے ۔۔۔ مجھے دیوانہ کہہ دے، مجھے چھوڑ دے

شاہ چوں بیروں برآمد زاں مکاں ۔۔۔ حیلۂ دیگر بیامد ز آسماں
بادشاہ جب اُس مکان سے باہر نکلا ۔۔۔ آسمان سے دوسری تدبیر ہو گئی

سَقفِ آں خانہ فتاد از بیخ و بُن ۔۔۔ جُز کہ نامے نہ ازاں سُورِ کہُن
بیخ و بنیاد سے اس گھر کی چھت گر گئی ۔۔۔ اس پُرانی دیوار کے نام کے سوا کچھ نہ رہا

شاہ دانست ایں ہمہ از لطف بُود ۔۔۔ در شکستِ اُو ہزاراں ہست سُود
شاہ نے سمجھا یہ سب مہربانی تھی ۔۔۔ اُس کے گر جانے میں ہزاروں فائدے ہیں

اُو خلاصی جُست و شد زنجیر چُست ۔۔۔ ایں چنیں حکمِ قضا بُود از نخست
اُس نے بھاگنا چاہا اور زنجیر سخت ہو گئی ۔۔۔ قضاء (خداوندی) کا پہلے ہی سے یہ فیصلہ تھا

آمد و از صِدق دَر پایش فتاد ۔۔۔ کہ نہاں در جورِ تو صد لُطف و دَاد
آیا، اور سچائی سے اُس کے پاؤں پر گر گیا ۔۔۔ کہ آپ کے ظلم میں سیکڑوں مہربانیاں اور عطائیں ہیں

خضرؑ[2] کشتی را شکستے میدہد ۔۔۔ وز شکستنش کِشتی از ظالم رَہد
خضرؑ کشتی کو توڑتے ہیں ۔۔۔ اُن کے توڑنے سے کشتی ظالم سے بچ جاتی ہے

تو مراچوں خِضرؑ برساحل کشی ۔۔۔ از ہزاراں ورطۂ قاتل کشی
تو مجھے خضرؑ کی طرح کنارے پر کھینچتا ہے ۔۔۔ ہزاروں قاتل گڑھوں سے کھینچتا ہے

گفت صوفی ایں ہمہ حکمِ خداست ۔۔۔ رَفت چوں حکمِ خداچارہ کجاست
صوفی نے کہا یہ سب خدا کا حکم ہے ۔۔۔ جب خدا کا حکم ہو گیا، تدبیر کہاں ہے؟

بر مَشیتہائے اُو باید تنید ۔۔۔ چند روزے زہر[2] ہم باید چشید
اُس کی مشیتوں پر چلنا چاہیے ۔۔۔ چند دن زہر بھی چکھنا چاہیے

لاجرم گفتِ شہنشہ راشنید ۔۔۔ پازغارِ چوں حرا بیروں کشید
اُس نے لامحالہ بادشاہ کی بات مان لی ۔۔۔ حرا جیسے غار سے قدم باہر نکال لیا

---

۱ کشکنجر۔ قلعہ شگاف، گولہ۔ منجنیق۔ فلاخن، گوپھن۔ حیلۂ دیگر۔ دوسری تدبیر جس کا بیان آیندہ اشعار میں آئے۔ شاہ دانست۔ بادشاہ نے یہ سمجھا کہ درویش کو چونکہ کشف سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ مکان گرنے والا ہے لہٰذا پتھر مار کر مجھے اُس میں سے بھگایا ہے۔ اُو۔ اس حرکت کے بعد درویش نے بھاگنا چاہا تو دروازے کی کُنڈی نہ کھلی اور وہ بھاگ نہ سکا۔

۲ خضرؑ۔ حضرت خضرؑ نے کشتی توڑ کر بظاہر نقصان کیا لیکن اُس میں کشتی کا بچاؤ پوشیدہ تھا۔ گفت۔ جب صوفی کی یہ تدبیر بھی اُلٹی پڑی تو دل میں سوچا کہ یہی خدا کا حکم ہے کہ میں اُس بادشاہ کے ساتھ رہنا شروع کردوں۔ زہر۔ یعنی بادشاہ کی صحبت۔

شاہ قصر و خانقاہے خوب ساخت — وز دُر و گنج و گہر بیحد نواخت

بادشاہ نے عمدہ محل اور ایک خانقاہ بنا دی — اور بے شمار موتی اور خزانہ اور جواہر سے نوازا

کرد صوفی را مکینِ آں مکاں — ہمچو مہ در خرمنِ ہالہ[1] چماں

صوفی کو اُس مکان کا مکین بنا دیا — چاند کی طرح ہالہ کے خرمن میں ٹہلنے والا

آں فقیرِ پاک جان و راستباز — شد بظاہر درجوارِ عزّ و ناز

وہ پاک جان اور راستباز فقیر — بظاہر عزت اور ناز کی پناہ میں آ گیا

لیک پنہاں از ہمہ در حُجرۂ — زاشِ جو پیشش کشیدے سُفرۂ

لیکن ایک حجرے میں سب سے چھپ کر — آش جو کا دسترخوان اپنے سامنے بچھاتا

پوستین و دَلق راکردے بَبَر — درجہادِ نفس بُودے مُستمر

پوستین اور گدڑی کو پہنتا — نفس کے جہاد میں لگا رہتا

چوں ایاز آں چارق و آں پوستیں — در مُقفّل حُجرہ چوں گنجِ دفیں

ایاز کی طرح وہ چپل اور وہ پوستین — مقفل حجرہ میں مدفون خزانہ کی طرح تھے

عشق باآں پوستیں خوش باختے — خویش را برفقر محکم ساختے

اُس پوستین کے ساتھ اچھا عشق رکھتا — اپنے آپ کو فقر پر مضبوط بناتا

ہیچ زیں دولت نبُودش حاصلے — غیر ایثارِ فقیرے فاضلے

اُس دولت سے اُس کو کچھ حاصل نہ تھا — فاضل فقیر پر ایثار کرنے کے علاوہ

گرچہ دنیا ہست ملعُونِ ازل — لیک دارُالحمد شُد بیتُ العمل

اگرچہ دنیا ازلی ملعون ہے — لیکن عمل گاہ دارالحمد ہے

مالِ دنیا گرچہ زہر آگندہ ہست — چوں بمصرف میدہی فرخندہ ہست

دنیا کا مال اگرچہ زہر بھرا ہے — اگر تو مصرف میں خرچ کرے مبارک ہے

گرکنی رادی[2] شہِ اسکندری — ورنہ برجیفہ سگِ بلغندری

اگر تو سخاوت کرے تو اسکندر بادشاہ ہے — ورنہ تو مُردار پر جھپٹنے والا کتا ہے

مالِ دنیا را بقائے گرچہ نیست — بہرِ صیدِ مُرغِ عُقبیٰ خوش فنی ست

دنیا کے مال کے لیے اگرچہ بقا نہیں ہے — آخرت کے پرند کے شکار کے لیے بہترین ترکیب ہے

ابتلا و امتحانِ ایزدی — داد شیطاں را زر وسیمِ رَدی

خدائی آزمائش اور امتحان نے — شیطان کو بُرا سونا اور چاندی دے دیا

---

[1] ہالہ۔ خرمنِ ماہ، چاند اور سورج کے چاروں طرف روشنی کا دائرہ جو کبھی نمایاں ہوتا ہے۔ آش۔ ہر وہ کھانا جو پیا جا سکے جیسے شوربا یا دلیا۔ سُفرہ۔ دسترخوان۔ چوں ایاز۔ ایاز نے اپنے عروج کے وقت میں بھی اپنی غربت کے چپل اور پوستین کو مقفل کر رکھا تھا اور اُس کو عبرت کے لیے دیکھا کرتا تھا۔ غیر ایثار۔ یعنی اپنی دولت سے فقرا کو فائدہ پہنچاتا تھا۔ لیک۔ اگر انسان دنیا کو دار العمل بنائے تو وہ دار الحمد ہے۔ فرخندہ۔ مبارک۔

[2] رادی۔ جواں مردی، سخاوت۔ جیفہ۔ مردار۔ بلغندر۔ جھپٹنے جھگڑنے والا۔ ابتلا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسانوں کی آزمائش کے لیے یہ تصرف دے دیا ہے کہ وہ چاندی سونے سے جو نفس الامر میں بیکار چیز ہے انسان کو پھنسا دیتا ہے۔

بُودنِ دنیا بدانا خوشتر ست — زانکہ جاہل راخود اوسم و ضرست
عقل مند کے پاس دنیا کا ہونا اچھا ہے — کیونکہ وہ جاہل کے لیے خود زہر اور نقصان ہے

ہرکہ افسوں داند از مارش چہ ضر — مار اُو را یار باشد بے خطر
جوشخص منتر جانتا ہے اس کو سانپ سے کیا نقصان؟ — سانپ اُس کے لیے بے خطر دوست ہو گا

وَر ندانی تو فسوں گردش مگرد — تانبازی جانِ خود را بے نَبرد
اور اگر تو منتر نہیں جانتا اُس کے گرد نہ گھوم — تاکہ تو بغیر جنگ کے اپنی جان نہ ہارے

دربیانِ معنیِ آں حدیث کہ اَلدُّنیَا[1] مَزرعَۃُ الآخِرَۃ وتفصیلِ آں

اس حدیث کے معنی کا بیان کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے اور اس کی تفصیل

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰؐ — مزرعۃ الآخرت ہست ایں سَرا
اسی لیے احمد مجتبیٰؐ نے فرمایا — یہ سرائے آخرت کا کھیت ہے

گر ز دستت میشود تخمے بکار — تابرآری خرمنے روزِ شمار
اگر تیرے ہاتھ سے ہو سکے تو بیج بو — تاکہ حساب کے دن تو کھلیان اُٹھا لے

ور نہ کاری مُفلسی یومُ التَّناد — گشتہ مغبون و خاسِر بے مُراد
اور اگر تو نہ بوئے تو قیامت کے دن مفلس ہے — تو ٹوٹے میں بے مقصد اور نقصان اٹھانے والا بن گیا

تخم را میکارو آبے ہم بپاش — تابری یوُمُ الحصاد[2] از غلہ ہاش
بیج بو اور پانی بھی چھڑک — تاکہ کاٹنے کے دن تو اُس کی پیداوار اُٹھائے

ور نمیکاری چہ برداری ازو — روزِ محشر اے عُتُل و اے عُتو
اور اگر نہ بوئے گا تو اس سے کیا اٹھائے گا؟ — محشر کے دن اے ستم گار اور اے سرکش!

ہیچ مَن یَّعمَل بقرآں خواندہٗ — ایں چنیں کاہل چرا وَاماندہٗ
تو نے کبھی "من یعمل" قرآن میں پڑھا ہے — تو ایسا کاہل کیوں پڑا ہے؟

ہست حکمِ پاک اُو شَرًّا یَّرَہٗ — باز بہرِ صالحاں خَیرًا یَّرَہٗ
اس کا پاک حکم "شرًّا یرہٗ" ہے — پھر نیکوں کے لیے "خیرًا یرہٗ" ہے

ور نپاشی آب، دانہ خشک شُد — واں ہمہ رنج و تعَب خود لغو بُد
اور اگر تو پانی نہ چھڑکے گا بیج سوکھ جائے گا — وہ سب تکلیف اور تھکن لغو تھی

---

1. الدُّنیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنیا آخرت کا کھیت ہے یعنی جو یہاں بوؤ گے وہاں کاٹو گے۔ یوم التَّناد۔ پکار کا دن، محشر۔ مغبوَن۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔
2. یوَم الحصاد۔ کھیتی کے کاٹنے کا دن، محشر۔ مَن یَعمَل۔ قرآن میں ہے فَمَن یَّعمَلْ مِثقَالَ ذَرَّۃٍ خَیرًا یَّرَہٗ وَمَن یَّعمَلْ مِثقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ، جوشخص ذرّہ برابر بھلائی کرے گا اُس کو دیکھے گا اور جوشخص ذرہ برابر برائی کرے گا اُس کو دیکھے گا"۔

آب دہ از چشمۂ چشم اے جواں
اے جوان! آنکھ کے چشمے سے پانی دے
تاشود حرثِ[1] تو سبز و کامراں
تاکہ تیری کھیتی سبز اور کامیاب ہو

ہم زُدزد اے جانِ من غافل مباش
اے میری جان! چور سے بھی غافل نہ رہ
تانبُرد خام را آں بدقماش
تاکہ وہ بدفطرت کچی نہ کاٹ لے

دُزد پنہاں از نظرہاے عوام
چور عوام کی نگاہ سے چھپا ہوا
میدود در فکرِ زرعت صبح و شام
تیری کھیتی کی فکر میں صبح و شام دوڑتا رہتا ہے

پس ہمہ شب کُن حراست دار پاس
پس تمام رات حفاظت کر، خیال رکھ
تانہ مُستاصِل کند دُزدش زداس
تاکہ چور اُس کو درانتی سے نہ اُکھاڑ لے

گر دمے غافل شوی از پاسِ اُو
اگر تو اُس کی حفاظت سے تھوڑی دیر کے لیے غافل ہوگا
می نہد در کشتِ تو صدداس اُو
تو وہ تیری کھیتی میں سیکڑوں درانتیاں رکھ دے گا

کُستہ خرمن راز کشمانت[2] بُرد
تیرے روندے ہوئے کھلیان کو تیرے کھیت سے لے جاتا ہے
یک بیک اعضا چو کُشتارت بُرد
تیرے ایک ایک عضو کو مُرغِ بسمل کی طرح کاٹ دیتا ہے

گر بغفلت خُفتی ورَیعِ تو رَفت
اگر تو غفلت سے سو گیا اور تیری پیداوار چلی گئی
یابہ نسیاں شُد گناہے از تو زَفت
یا تجھ سے بھولے سے کوئی بھاری گناہ ہو گیا

باخود آ زُود و ندامت پیشہ کُن
جلد ہوش میں آ جا اور ندامت اختیار کر
وز حسابِ روزِ حشر اندیشہ کُن
حشر کے دن کے حساب سے ڈر

گر تو غافل گردی اُو زَرعت بُرد
اگر تو غافل بنا وہ تیری کھیتی کاٹ لے گا
بلکہ از تو آں کسیرج رابَرد
بلکہ تجھ سے وہ موتی لے جائے گا

کار با ہُشیاری و بیداری ست
معاملہ ہوشیاری اور بیداری کا ہے
ہرکہ غافل گشت میداں ناری ست
جو غافل بنا جان لے جہنمی ہے

پاسبانِ توبہ را بروے گمار
توبہ کا محافظ اُس پر مقرر کر دے
تابوقتِ خواب تو آید بکار
تاکہ تیری نیند کے وقت وہ تیرے کام آئے

توبخواب اُو خوشِ نگہبانی کُند
تو نیند میں ہے، وہ اچھی نگہبانی کرتا ہے
ایں چنیں حارس خدا ما را دِہَد
خدا ایسا نگہبان ہمیں عطا کر دے

ایں سخن پایاں ندارد نیک مَرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اے نیک مرد!
سُوی حالِ صوفیِ خود باز گرد
اپنے صوفی کے حال کی جانب واپس چل

---

[1] حَرث۔کھیتی۔حراست۔حفاظت۔مستاصل۔جڑ سے اُکھڑا ہوا۔داس۔درانتی۔کُستہ۔کوفتہ۔

[2] کشمان۔کھیت۔کشتار۔مرغِ بسمل۔رَیع۔پیداوار۔کسیرج۔مروارید یعنی ایمان۔ناری۔جہنمی۔حارس۔نگہبان۔

رجوع بداستانِ درویش و وَداع شُدنِ دنیا ازاں مردِ حقیقت اندیش

درویش کی داستان کی طرف رجوع اور اس حقیقت اندیش مرد سے دنیا کا رخصت ہو جانا

مُدّتِ دہ سال ہم زینساں گذشت　　ہیچ صوفی از طریقِ خود نگشت

دس سال اسی طریقہ سے گذرے　　صوفی اپنے راستہ سے نہ ہٹا

بُود رسمِ شہ چو اُو گشتے سَوار　　بہرِ نظمِ مُلک یا سُوئِ شکار

بادشاہ کی عادت تھی جب وہ سوار ہوتا　　سلطنت کے انتظام کے لیے یا شکار کی جانب

وقتِ رَجعت[1] سُوئِ درویش آمدے　　وقفہ کردے زائرِ آں مہ شُدے

وہ واپسی کے وقت درویش کی جانب آتا　　ٹھہرتا، اُس چاند کی زیارت کرنے والا بنتا

ہم بریں منوال بُودش کاروبار　　بُود بر مہرِ فقیر اُو جاں نثار

اُس کا کاروبار اِسی طریقہ پر تھا　　وہ فقیر کی محبت پر جان چھڑکنے والا تھا

وندریں اثنا شہِ آں کاروزار　　داشت با پروردگارِ خود نیاز

اور اِس اثنا میں وہ کاروزار کا شاہ　　اپنے پروردگار کے ساتھ نیازمندی رکھتا

ناگہاں آں[2] زن کہ اوّل آمدش　　بارِ دیگر گشت پیدا از دَرش

اچانک وہ عورت جو اس کے پاس پہلے آئی تھی　　اس کے دروازے سے دوسری بار نمودار ہوئی

گفت صوفی ہے چہ آوردی بگو　　چیست باز ایں سُو چرا کردی تورُو

صوفی نے کہا، ہائیں کیا لائی ہے بتا؟　　کیا ہے؟ تو نے پھر اس طرف رُخ کیوں کیا؟

گفت بہرِ رخصت تو آمدم　　الوداع اے جاں کہ من رخصت شدم

اُس نے کہا آپ سے رخصت ہونے کے لیے آئی ہوں　　اے جان! الوداع کہ میں رخصت ہوتی ہوں

گفت دُور اے بیوفا مکّار زال　　صَد ہزاراں دام داری زیرِ چال

اُس نے کہا اے بیوفا مکار بوڑھی! دُور ہو جا　　تو کنویں کے نیچے ہزاروں جال رکھتی ہے

تو فسونِ خود بہرکس می دمی　　گشت چوں رامِ تو آخر می رمی

تو ہر شخص پر اپنا منتر پھونکتی ہے　　وہ جب تیرا فرمانبردار ہوگیا انجام کار تو بھاگ جاتی ہے

ہاں برو کایں دلقِ من ویں پوستیں　　ہر دو موجود ست پیشِ من ببیں

ہاں چلی جا، کیونکہ یہ میری گدڑی اور یہ پوستین　　دیکھ لے، دونوں میرے سامنے موجود ہیں

من فریب از غدرِ تو کے خوردہ ام　　پے بضُعفِ عہدت اوّل بُردہ ام

تیری غداری سے میں نے فریب کب کھایا ہے؟　　میں نے تیرے عہد کی کمزوری کا پہلے ہی پتا لگا لیا ہے

---

[1] رجعت۔ واپسی۔ وقفہ۔ ٹھہراؤ۔ مہ۔ یعنی درویش۔ منوال۔ طریقہ۔ مہر۔ محبت۔ وندریں۔ اس وقفہ میں درویش اپنے مجاہدوں میں لگا رہتا۔

[2] آں زن۔ یعنی دنیا جو عورت کی صورت میں آئی تھی۔ ہے۔ تعجب۔ چال۔ چاہ، کنواں ہا کو لام سے بدل لیا جاتا ہے۔ در تفکر۔ جب دنیا نے الوداع کہا تو درویش سوچنے لگا کہ یہ دنیا مجھ سے کیسے جدا ہوگی، میرے چاروں طرف کا مجمع کیسے غائب ہو جائے گا میں اور بادشاہ جو تیل اور کھل ہیں کیسے ایک دوسرے سے جدا ہوں گے بادشاہ کے چہرے پر شکن کیسے آئے گی۔

زُود باش اے بے حیا زیں جا برو
اے بے حیا! جلدی کر اِس جگہ سے چلی جا

تا بکے داری بافسونم گرو
مجھے منتر میں کب تک پھنسائے گی؟

از نظر غائب شُد آں فتّانہ[1] زن
وہ فتنہ میں مبتلا کرنے والی عورت نظر سے غائب ہو گئی

در تفکّر رفت صُوفی از فتن
فتنوں . سے صوفی سوچ میں پڑ گیا

چوں رود ایں شورشِ بلغاکِ مَن
یہ میرے غوغا کی شورش کیسے جائے گی؟

چوں گشنہاکم شود زیں انجمن
اس محفل سے جھگڑے کیسے جائیں گے؟

شیرج و کُسبہ چساں گردد جدا
تیل اور کھل کیسے جدا ہوں گے؟

یرغ بر رُوئے جواں اُفتد چرا
جوان کے چہرے پر شکن کیوں پڑے گی؟

کزچہ[2] زاید تاہمہ دولت رَوَد
کس بات سے ہو گا کہ تمام دولت چلی جائے گی؟

آفتابِ عزّمن کاسِف شوَد
میری عزت کا سورج گرہن میں ہو جائے گا

خواند لاحول و بحق مشغول گشت
اس نے لاحول پڑھی اور اللہ (تعالیٰ) سے مشغول ہو گیا

کانَ امرُ اللہ چوں مفعول گشت
خدائی حکم تھا، جبکہ واقع ہوا

چوں قضا آید شود برعکس کار
جب قضا آئی ہے، کام اُلٹا ہو جاتا ہے

جملہ تدبیرات باطل گشت و زار
تمام تدبیریں باطل اور کمزور ہو جاتی ہیں

حق چو میخواہد کہ کارے رانَند
جب خدا چاہتا ہے کہ کوئی کام کرے

سِلسلۂ اسباب را جُنبش دہد
اسباب کے سلسلہ کو حرکت دے دیتا ہے

از قضادر صبحِ آں روزِ سعید
تقدیر سے اُس اچھے دن صبح کو

شاہ سُوئے کوہ شُد بہرِ مَصید
بادشاہ، شکار کے لیے پہاڑ کی جانب گیا

محنتے بسیار کردو رنج بُرد
بڑی محنت کی اور تکلیف برداشت کی

ہیچ باصیدے در آنجا وانخورد
کوئی شکار اُس جگہ نہ ملا

تعب بیحدے چشید و رنجِ سخت
بیحد تھکن اور سخت تکلیف چکھی

شد ز تابِ مہر جانش لخت لخت
سورج کی گرمی سے اُس کی جان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی

در اَیاب آں شاہ بر رَسمِ قدیم
وہ شاہ .قدیم عادت کے مطابق واپسی میں

قاصدِ درویش شُد اُو زاں رقیم
اس پہاڑ سے درویش کا قصد کرنے والا بن گیا

---

1. فتّانہ۔ فتنہ میں مبتلا کرنے والی۔ فتن۔ فتنہ کی جمع ہے۔ بلغاک۔ شور و غوغا۔ گشن۔ بوزن، چمن، بسیار، انبوہی۔ شیرج۔ تل کا تیل۔ کسبہ۔ کھل۔ یرغ۔ شکن۔ جوان۔ یعنی بادشاہ۔
2. کزچہ۔ یہ کس بات سے ہو گا کہ دنیا مجھ سے بھاگ جائے گی اور میری دولت نہ رہے گی اور میری عزت کا چاند گرہن ہو گا۔ خواند۔ اس فکر پر اُس نے لاحول پڑھی اور یادِ خدا میں لگ گیا۔ کانَ امر اللہ۔ لیکن اس درویش سے دنیا کا چلا جانا خدائی حکم تھا جو ہو کر رہا۔ از قضا۔ زوال کے اسباب کا بیان ہے۔ مصید۔ شکار۔ تاب مہر۔ سورج کی تپش۔ ایاب۔ واپسی۔ رقیم۔ پہاڑ، غار۔

آمده بر پای صوفی اوفتاد
آیا صوفی کے پاؤں پر گر گیا
بوسہا زد بردو پایش ز اعتقاد
اعتقاد سے اُس کے دونوں پاؤں چومے

وقتِ گرما بود و تاباں آفتاب
گرمی کا وقت تھا اور سورج چمک رہا تھا
اندکے آسود شہ زاں حر و تاب
اُس گرمی اور تابش کی وجہ سے شاہ نے تھوڑا سا آرام کیا

تکیہ بر دیوار زد خوابش بُبرد
دیوار کا سہارا لیا، اُس کو نیند آ گئی
سُوی سایہ ہر کسے رہ می سپُرد
سایہ کی جانب ہر شخص راستہ اختیار کرتا ہے

شاہ تنہا ماند و آں صوفیِ صاف
شاہ اور صوفی صافی تنہا رہ گئے
ازمیانِ شاہ خنجر خوش غلاف
شاہ کی کمر سے عمدہ غلاف کا خنجر

در تقلّبہا[1] فتادش بر شکم
کروٹیں لینے میں اُس کے پیٹ پر گر گیا
مَردِ درویش ازرہِ لطف و کرم
درویش مرد نے لطف و کرم کے طریقہ پر

خواست کاں را از شکن یکسو کند
چاہا کہ اس کو اس کے پیٹ سے علیحدہ کر دے
جای دیگر دور تر ازوے نہد
دوسری جگہ اس سے دور رکھ دے

چشمِ شہ یکبارگی بیدار شد
شاہ کی آنکھ اچانک کھل گئی
دید چوں خنجر برہنہ زار[2] شد
جب کھلا ہوا خنجر دیکھا عاجز رہ گیا

زود برجست و بقصرِ خویش رفت
فوراً اٹھا اور اپنے قلعہ میں چلا گیا
لیک جانش از غضب سوزاں و تفت
لیکن غصہ سے اُس کی جان جل بھن گئی

گفت زود آرید آں دستور را
حکم دیا فوراً وزیر کو لاؤ
تا براندازد سرِ ایں بے نور را
تاکہ وہ اس بے نور کا سر اُڑا دے

من چہ خوبیہا بجایش کردہ ام
میں نے اُس کے ساتھ کس قدر بھلائیاں کی ہیں
بارہا سر را بپایش کردہ ام
بارہا اُس کے قدم پر سر رکھا ہے

پس سزای نیکوئی زینساں بود
تو بھلائی کا بدلہ ایسا ہوتا ہے؟
کہ برای کشتنم خنجر کشد
کہ میرے قتل کرنے کو خنجر سونتے

شد وزیر آگاہ و استغفار کرد
وزیر آگاہ ہوا اور معافی چاہی
در شفاعت پیشِ شہ اصرار کرد
شاہ کے سامنے سفارش میں اصرار کیا

گفت بخشیدم بتُو جانش خموش
اُسنے کہا میں نے تیری وجہ سے اسکی جان بخشی، خاموش ہو جا
کن بدر وے را بیک بینی دوگوش
اُس کو ایک ناک دوکان کے ساتھ نکال دے

1 تقلبہا۔ یعنی نیند میں کروٹیں بدلنے سے۔
2 زار۔ عاجز۔ دستور۔ وزیر۔ تا براندازد۔ اُس کا سر قلم کردے۔ کن بدر۔ نکال دے۔ بیک بینی۔ یعنی سب مال و دولت چھین کر

ایں بُوَد صدق و وفایِ پُر دَوَل[1] — کز پئے وہمے بعدواں شُد بَدل

دولت مندوں کی سچائی اور وفاداری یہ ہوتی ہے — کہ ایک وہم کی وجہ سے عداوت میں بدل گیا

دل مَنِہ بر لُطفِ میران و وزیر — در دَمے خُلد اند و درد گر سَعیر

سرداروں اور وزیروں کی مہربانی سے دل نہ لگا — گھڑی میں جنت ہیں اور گھڑی میں دوزخ ہیں

از یکے وہم آں تلطُّف کینہ شُد — ہمچو کانوں در تلہُّب سینہ شُد

ایک وہم سے وہ مہربانی کینہ بن گئی — لپٹیں مارنے میں سینہ بھٹی بن گیا

می نہ بندی دل بآں سُلطاں چرا — گو ہزاراں جُرم بخشد از عطا

تو اُس شاہ کے ساتھ دل کیوں نہیں وابستہ کرتا؟ — جو بخشش سے ہزاروں خطائیں معاف کر دیتا ہے

جُرمہا دیدہ وظیفہ میدہد — از چنیں جُود و عَطا کس چوں جہد

خطائیں دیکھتے ہوئے روزی دیتا ہے — ایسی سخاوت اور عطا سے کوئی کیوں گریز کرے؟

ہر خطا کردی و با زار آمدی — از خواصِ خاصِ دربارش شُدی

تو نے جو خطا کی اور عاجزی سے آیا — اُس کے دربار کا خاص الخاص بن گیا

مالِ دنیارا وفا خود ایں بُوَد — دل درو بستن ز نقصِ دیں بُوَد

دنیا کے مال کی بھی وفاداری ہوتی ہے — اس سے دل وابستہ کرنا دین کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے

جاں بُرد از مکرِ دنیا مردِ خوش — چوں نہ بست اُو دلبراں مغرور کُش

بھلا آدمی دنیا کے مکر سے جان بچا لے گیا — چونکہ اپنے اس فریب خوردہ کو قتل کرنیوالی سے دل وابستہ نہ کیا

گر فتادے[2] اندرو گشتے ہلاک — ہمچو بلعم می شُدے مسجونِ خاک

اگر اُس میں مبتلا ہو جاتا، ہلاک ہو جاتا — بلعم کی طرح مٹی کا قیدی بن جاتا

زیرِ تیغِ بیدریغِ شاہِ دُوں — میشدے درویش بس زار و زبوں

کمینہ بادشاہ کی بے دریغ تلوار کے نیچے — درویش بہت عاجز اور مغلوب ہو جاتا

چونکہ حزم و احتیاطے کردہ بُود — میل سُوی مالہا ناوردہ بُود

چونکہ اس نے حزم اور احتیاط کی تھی — مالوں کی جانب میلان نہ کیا تھا

جاں سلامت بُرد ازیں خداعہ اُو — دل بزہرِ اُو مبند اے یار تو

وہ اس دھوکے باز سے جان بچا لے گیا — اے یار! تو بھی اس زہر کی رونق سے دل وابستہ نہ کر

باز سُوی داستانِ خود رَوَم — وہ چرا از نصحِ تو غافل شوم

میں پھر اپنی داستان کی جانب لوٹتا ہوں — ہائے میں تیری نصیحت سے کیوں غافل بنوں

---

1. پُر دول۔ دولتوں کا مالک۔ عدواں۔ عداوت۔ در دمے۔ یہ بادشاہ کسی وقت جنت کسی وقت دوزخ ہوتے ہیں۔ تلطف۔ مہربانی کرنا۔ کانوں۔ بھٹی۔ بآں سلطاں۔ خدائے تعالیٰ۔

2. گر فتادے۔ اگر وہ درویش دنیا میں پھنس جاتا تو تباہ ہو جاتا۔ بلعم۔ یہ شخص بڑا عبادت گذار تھا لیکن آخر عمر میں برباد ہو گیا۔ مسجون۔ قیدی۔ زبوں۔ عاجز۔ خداعہ۔ دھوکا باز، مکار۔

باز سُوئے داستاں من آمدم — وہ دریں دریاچہ دست و پا زدم

میں پھر داستان کی جانب آ گیا — ہائے اس دنیا میں مَیں نے کیسے ہاتھ پاؤں مارے

واں دوم[1] کاہل شد از تطویلِ من — کاہلاں را کرد کاہل پیلِ من

اور وہ دوسرا میرے طول دینے سے کاہل بن گیا — کاہلوں کو میرے ہاتھی نے کاہل بنا دیا

بیان نمودن آں پسر دوم حالِ کاہلیِ خود با قاضی

دوسرے لڑکے کا اپنی کاہلی کا حال قاضی سے بیان کرنا

دومی گفتا کہ بشنو حالِ من — قرعۂ میراث زن در فالِ من

دوسرے نے کہا کہ میرا حال سُن — میری فال پر میراث کا قرعہ نکال دے

نصرت الدخل نگر دربیت مال — تابیابم از پدر مال و منال

بیت مال میں نصرت الداخل پر غور کر — تاکہ میں باپ کی جانب سے مال و متاع حاصل کرلوں

گفت من تنبل ترم از تنبلاں — ہستم از کوہِ گران ترہم گراں

اس نے کہا میں تمام کاہلوں سے زیادہ کاہل ہوں — میں بھاری پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہوں

گر فتد[2] کوہے نجنبم از مکاں — یابَرد سیلاب مارا رائگاں

اگر پہاڑ بھی گرے میں جگہ سے نہ سرکوں — یا خواہ مخواہ مجھے سیلاب لے جائے

یا چو ابراہیمؑ گر آتش بُوَد — می نتابم سَر ازو ہم تا اَبد

یا (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح اگر آگ ہو — میں اس سے بھی کبھی سر نہ موڑوں گا

یا چو زکریا شگافد ارّہٴ — بَرندارم من سَرِ خود ذرّہٴ

یا (حضرت) زکریاؑ کی طرح اگر آرہ چیر دے — میں ذرہ برابر اپنا سر نہ اٹھاؤں

یا چو اسمٰعیلؑ زیرِ خنجرے — برندارم من سَرِ خود ازمرے

یا (حضرت) اسمٰعیلؑ کی طرح خنجر کے نیچے سے — جھگڑے سے میں اپنا سر نہ اٹھاؤں

گر بریزد برتنم صد بارنیش — یاشود سر تا قدمم از تیغ ریش

اگر سو بار میرے جسم پر نشتر لگے — یا سر سے پاؤں تک تلوار سے زخمی ہو جائے

من ز تنبل بَر نہ جنبانم دودست — میرود گو برسرِ مَن ہَرچہ ہست

میں کاہلی سے دونوں ہاتھ نہ ہلاؤں — کہہ دے کہ جو کچھ بھی میرے سر پر گذر جائے

گر بہ پرّد سُوئ من صد تیر راست — از کسالت برنگردم چپ و راست

اگر میری طرف سو تیر سیدھے آئیں — میں کاہلی سے دائیں بائیں کروٹ نہ لوں

---

[1] دوم۔ پہلے لڑکے کی کاہلی کا بیان طویل ہو گیا تو دوسرا لڑکا میرے طویل بیان سے سُست ہوگیا۔ کاہلاں۔ یعنی اہلِ آخرت کی دنیا کے کاموں میں کاہلی کو میں نے خوب بیان کر دیا۔ پیل۔ یعنی بیان۔ گفتا۔ یعنی قاضی سے کہا۔ نصرت الداخل۔ ریل کی ایک شکل ہے جب وہ زائچہ کے دوسرے خانہ میں آتی ہے جس کو بیت المال کہتے ہیں تو وہ مال و دولت کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ منال۔ سامان۔

[2] گر فتد۔ اگر پہاڑ بھی گرے یا دریا بہا لے جائے تو بھی اپنی جگہ سے نہ ہلوں۔ مرے۔ جھگڑا۔

برسرِ من آنچہ بہ پسندی رَواست — حکم حکمِ تست[1] بندہ خود فنا ست
تو جو میرے سر پر پسند کرے مناسب ہے — حکم تیرا ہی حکم ہے بندہ خود فنا ہے

جملہ خواہشہا دراں خواہش گُم ست — صلح و تدبیر و ہمہ چالش گُم ست
تمام خواہشیں اس خواہش میں گم ہیں — صلح اور تدبیر اور پورا اکڑ کر چلنا گم ہے

چوں جمادم حرکت و خواہش نماند — تنبلیم دست از عالم فشاند
جب پتھر کی طرح مجھ میں حرکت اور تمنا نہیں رہی — میری کاہلی نے دنیا سے ہاتھ جھاڑ لیا

ہمچو میّت دَر یدِ غسّال شو — از ارادت وز تکلّم لال شو
مُردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں مُردے کی طرح بن جا — ارادہ سے اور بولنے سے گونگا بن جا

چوں کفیلِ من شُد اُو درکارہا — پس چرا چوں خر کشم من بارہا
جب کاموں میں وہ میرا کفیل ہو گیا — تو میں گدھے کی طرح بوجھ کیوں اُٹھاؤں؟

بہ ز من تدبیرِ من میداند اُو — ہر بلا را بہ ز من میراند اُو
وہ مجھ سے بہتر میری تدبیر جانتا ہے — وہ ہر مصیبت کو مجھ سے بہتر ٹالتا ہے

پس چرا در نفع و ضرِّ خود تنم — از کنف ہاے حمایت چوں پرم
تو میں اپنے نفع اور نقصان کا چکر کیوں کاتوں؟ — اپنایت کے پہلو سے کیوں اُڑوں

ایں سخن پایاں ندارد الغرض — گفت با قاضی کہ اے دفع المرض
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے الغرض — اس نے قاضی سے کہا کہ اے مرض کے دفعیہ!

درمیانِ ہرسہ تن کاہل ترم — وزہمہ نفع و ضرر جاہل ترم
تینوں شخصوں میں میں زیادہ کاہل ہوں — اور تمام نفع نقصان سے زیادہ جاہل ہوں

سُود و نقصانِ دو عالم ہرچہ ہست — کاہلیِ من ز ہر دو بہتر ست
دونوں جہان کا نفع اور نقصان جو بھی ہے — میری کاہلی دونوں سے بہتر ہے

دَربیانِ ایں شنو یک قصہء — تابری از تنبلِ من حصہء
اس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے — تاکہ تجھے میری کاہلی کا حصہ حاصل ہو جائے

بہرِ کارے آمدم در مُلکِ خوز[2] — در رباطے گشتم آسودہ دوروز
میں مُلکِ خوز میں ایک کام لیے آیا — ایک سرائے میں دو دن آرام کیا

شاہِ آنجا بس سخی و بحرِ جُود — کانِ لُطف و معدنِ احسان بُود
اس جگہ کا بادشاہ بہت سخی اور سخاوت کا دریا تھا — مہربانی کی کان اور احسان کی معدن تھا

---

1. حکم حکمِ تست۔ یہ خدا تعالیٰ کو خطاب ہے۔ جملہ۔ میں راضی برضا ہوں اور اپنی تدابیر ختم کر چکا ہوں۔ ہمچو۔ اللہ کی مرضیات کے سامنے انسان کو ایسا ہونا چاہیے جس طرح مُردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لال۔ گونگا۔ کنف۔ پہلو۔
2. خوز۔ خوزستان ایک ملک ہے یعنی دنیا۔ رباط۔ سرائے۔ شاہِ آنجا۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

چاوش[1] اُو ہر زماں کردے گذر
اس کا نقیب ہر وقت گذرتا
بانگہا کردے برائے کور و کر
اندھے اور بہرے کو آوازیں دیتا

شاہ ہر شب برسرِ تختِ کرم
کرم کے تخت پر شاہ ہر رات کو
می نشیند اے گدایانِ دژم
بیٹھتا ہے اے غمگین فقیرو!

ہرکہ را میلے بمال و جاہ است
جس کو مال اور رتبہ کی خواہش ہے
دین و دنیا در رکابِ شاہ ہست
دین اور دنیا شاہ کے جلو میں ہے

ہرکہ بکشاید لبِ انبانِ خویش
جو بھی اپنے تھیلے کا منہ کھولتا ہے
پُرکند در وَے دُر و مَرجانِ[2] خویش
وہ اپنے موتی اور مونگے اس میں بھر دیتا ہے

سیم و زَر بَس دُرّ و گوہرہاِ سُود
چاندی اور سونا نفع کے لیے بہت سے موتی اور جواہر
ہرکہ بکشودہ زباں بیشک ربود
جس نے زبان کھولی بے شک حاصل کر لیے

خوانِ یغمایش بدشمنہا و دوست
اس کا لوٹ کا دسترخوان دشمنوں اور دوست کے لیے ہے
صرفِ محتاجاں بُود با مغز و پوست
مغز اور پوست کے ساتھ محتاجوں میں صرف ہوتا ہے

آنچہ خواہد از درش ہرکس بَرد
جو چاہے ہر شخص اس کے در سے لے جائے
نیست با اعدایِ خود اُورا حسد
اس کو اپنے دشمنوں پر بھی حسد نہیں ہے

دوست دشمن پَرورد از لطف و جُود
وہ دوست اور دشمن کو مہربانی اور سخاوت سے پرورش کرتا ہے
ہرکہ لابہ کرد پیشش یافت سُود
جس نے اُس کے سامنے خوشامد کی نفع پا لیا

دمبدم طَول و سخایش در وفور
ہر لحہ اس کی طاقت اور سخاوت زیادتی میں ہے
نیست در اَنبانِ جُودِ اُو فتور
اس کی سخاوت کے تھیلے میں کمی نہیں ہے

جنبشِ لب کافی آمد بردرش
اس کے در پر ہونٹ ہلا دینا کافی ہے
بہرِ استمطارِ غیثِ ہامرش
اس کی بہنے والی بارش کے برسوانے کے لیے

بردرش آید کسے گر صبح و شام
اگر کوئی صبح اور شام اس کے دروازے پر آ جائے
کارِ اُو یابد بکلی انتظام
اس کا کام بالکل منظم ہو جائے

گر بیائی بردرِ اُو صبح گاہ
اگر تو صبح کے وقت اس کے دَر پر آئے
آنچہ خواہی میدہد آں بادشاہ
تو جو چاہے وہ بادشاہ دے دے

گرکسے درنیم شب کوبد درش
اگر کوئی آدھی رات کو اس کا دروازہ پیٹے
میدہد گوہر بہ از سیم و زرش
وہ اس کو چاندی اور سونے سے بہتر جوہر دے دیتا ہے

جملہ شاہاں شب بہ بستر غافلند
تمام بادشاہ رات کو بستر پر غافل ہیں
وز خبر گیریِ خلقاں عاطلند
اور لوگوں کی خبرگیری سے معطل ہیں

1 چاوش۔نقیب یعنی انبیاواولیاء۔دژم۔افسردہ۔
2 مرجاں۔مونگا۔یغما۔لوٹ۔طول۔طاقت۔استمطار۔برسوانا۔ہامر۔برسنے والا۔انتظام۔درستی۔عاطل۔بیکار۔

شاہِ ما بیدار و ہردم ہوشیار
ہمارا شاہ بیدار اور ہر وقت ہوشیار ہے
عالمے را خود بذات اُو پاسدار
وہ خود اپنی ذات سے دنیا کا نگہبان ہے

بسکہ چاؤشاں حکایت ساختند
بہت سے نقیبوں نے قصہ سنایا
میلِ آں شہ دَر دلم انداختند
انھوں نے میرے دل میں اس شاہ کی خواہش پیدا کر دی

بَردرش رفتم شبان و صبحگاہ
میں رات کو اور صبح کو اس کے در پر پہنچا
آستانش را نمودم سجدہ گاہ
میں نے اس کی چوکھٹ کو سجدہ گاہ بنایا

رُوئ اُو دیدہ ز خود رفتم چناں
اس کا رُخ دیکھ کر میں ایسا بیخود ہو گیا
کہ نیامد حرفِ اِعطِ[1] برزباں
کہ "عطا کر" کا حرف زبان پر نہ آیا

مُدّتے بگذشت و من از کاہلی
ایک مدت گزر گئی اور میں کاہلی سے
ماندم اندر حیرت و بے حاصلی
حیرت اور بے مرادی میں رہا

کاہلیِ من زبانم را بہ بَست
میری کاہلی نے میری زبان بند کر دی
ہمچو محوِ بادۂ و مستِ الست
الست کے مست اور شراب میں محو کی طرح

کاہلیِ من مرا رخصت نداد
میری کاہلی نے مجھے موقع نہ دیا
کہ بخواہم از شہِ باجود و داد
کہ میں سخی اور بخشش والے شاہ سے مانگوں

واصلاں اینگونہ ازہر دو جہاں
واصل (بحق) لوگ اس طرح سے دونوں جہان سے
کاہلند و غافلند اے زاہداں
اے زاہدو! کاہل ہیں اور غافل ہیں

نہ ز حق خواہند دنیا نہ بہشت
اللہ (تعالیٰ) سے نہ دنیا مانگتے ہیں نہ جنت
ہر دو را بہرِ خدای خود ہشت
دونوں کو اپنے خدا کی خاطر چھوڑ دیا ہے

جُز خدارا از خدا خود خواستن
خدا سے خود خدا کے علاوہ کو مانگنا
نیست افزونی بُوَد جاں کاستن
بڑھوتری نہیں ہے جان کو گھٹانا ہے

گرخدارا[2] بہرِ جنّت عابدی
اگر تو جنت کے لیے خدا کا عبادت گذار ہے
در رفاہِ نفسِ خود بس قاصدی
تو صرف اپنے نفس کے آرام کا ارادہ کرنے والا ہے

حُسنِ ذاتیِ الوہیت چہ شُد
خدائی کا ذاتی حُسن کیا ہوا؟
آہ آں حقِّ ربوبیّت چہ شُد
افسوس وہ پرورش کا حق کیا ہوا؟

ہست اُو معبود بالذات اے پسر
اے بیٹا! وہ ذات کے اعتبار سے معبود ہے
درمیانش پس وسائط را مخر
تو واسطوں کو درمیان میں پسند نہ کر

مرخدارا بہرِ اُو عابد شوید
خدا کے عبادت گذار اُس کے لیے ہی بنو
نہ کہ بہرِ حُور و جنّت میدوید
نہ کہ حور اور جنت کے لیے تم دوڑتے رہو

---

[1] اُعطِ۔ تو عطا کر۔ الست۔ عہدِ الست۔ ہشت۔ بگذاشت۔
[2] گرخدا۔ اگر خدا کی عبادت جنت کے لیے ہے تو یہ عبادت اپنے نفس کے آرام کے لیے ہے۔ وسائط۔ یعنی جنت اور دوزخ۔

حقِ آں ذاتِ خدای پاک کو — خود بده انصاف پاسخ[1] را بگو
اُس خدائے پاک کی ذات کا حق کہاں ہے؟ — تو خود انصاف کر لے، جواب دے

گر پرستی بہرِ نار و یاجناں — عابدِ اینہا شدی اے کامراں
اگر تو جہنم یا جنتوں کے لیے عبادت کرتا ہے — اے کامیاب! تو ان کا عبادت گذار بن

گرنبودے جنت و نار اے لئیم — بود معبودِ حقیقی آں رحیم
اے کمینہ! اگر جنت اور جہنم نہ ہوتی — وہ رحیم (پھربھی) حقیقی معبود ہوتا

نار و جنت ہر دو سوطِ کاہل ست — کاہلاں را تازیانہ ناقل ست
جہنم اور جنت دونوں کاہل کے لیے کوڑا ہیں — کاہلوں کو کوڑا چلانے والا ہے

اسپ بحر از تازیانہ برجہد — خود بخود پادر رہِ عجلت نہد
تیز گھوڑا کوڑے سے بدکتا ہے — وہ خود بخود عجلت کے راستہ پر قدم رکھتا ہے

طفل را گویند در مکتب برو — جوز و لوزے میدہم ہاں زود شو
بچے سے کہتے ہیں مکتب میں جا — میں اخروٹ اور بادام دیتا ہوں ہاں جلد جا

پیش اُستاخوانِ نعمتہا بسے ست — فاکہہ واعناب بہرِ ہرکسے ست
استاد کے سامنے نعمتوں کے خوان بہت ہیں — پھل اور انگور ہر ایک کے لیے ہیں

گر روی پیشش نوازد مر ترا — ورنہ بدہد زیں تغافلہا سزا
اگر تو اس کے پاس جائے گا وہ تجھے نوازے گا — ورنہ ان غفلتوں کی سزا دے گا

از طبانچہ روی گلگونت[2] کند — سخت زندانی و محزونت کند
طمانچہ سے تیرا منہ لال کر دے گا — تجھے سخت قیدی اور غمگین کر دے گا

طفل ازاں ترغیب و ترہیب پدر — رُو سوی مکتب نماید سَربسَر
بچہ باپ کے اِس پھسلانے اور ڈرانے سے — پورا رُخ مکتب کی جانب کرتا ہے

چونکہ طفلی رفت و آمد عقل خوب — نیست محتاجِ رغوب و ہم رہوب
جب بچپن جاتا رہا اور خوب عقل آ گئی — تو وہ پھسلاووں اور ڈراووں کا محتاج نہیں ہے

خود بخود درپیشِ اُستا میرود — ہر سحرگاہے بسویش میدود
وہ خود بخود اُستاد کے سامنے چلا جاتا ہے — ہر صبح کو اس کی جانب دوڑتا ہے

حُسنِ ذاتی بین و حق شاہیش — غرق شو در بحر ہمچوں ماہیش
ذاتی حسن اور اس کی شاہی کا حق دیکھ — سمندر میں اس کی مچھلی کی طرح ڈوب جا

بیخودی شو وز خودی یکسر برآ — از برای حق خدارا داں خدا
بے خود بن اور خودی سے بالکل نکل — خدا کے لیے خدا کو خدا جان

---

1. پاسخ۔جواب۔سوط۔کوڑا۔اسپ بحر۔تیزروگھوڑا۔جوز۔اخروٹ۔لوز۔بادام۔اُستا۔اُستاد۔فاکہہ۔پھل۔اعناب۔عنب کی جمع،انگور۔
2. گلگوں۔سرخ۔محزوں۔غمگین۔ترغیب۔رغبت دلانا۔ترہیب۔ڈرانا۔

مطلبِ دنیا و عقبیٰ را بہل — ہر دو انبان را بینداز از بغل
دنیا اور آخرت کا مقصد چھوڑ — بغل میں سے دونوں تھیلوں کو پھینک دے

بہرِ اُو را عبادت کردنیست — عابدِ جنت طلب ہم مرد نیست
اس کی عبادت اس کے لیے کرنے کی ہے — جنت کے لیے عبادت کرنے والا مرد نہیں ہے

اُو بذاتِ خود عبادت را سزاست — نز برای نار و جنت وے خداست
وہ اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت کے لائق ہے — نہ کہ وہ جہنم اور جنت کی وجہ سے خدا ہے

أعْبُدُ اللّٰهَ لَهُ يَاذَا النُّهٰى — واطرِ حُوالاَغْيَارَ عَنْ عَيْنِ الدَّهَا
اے عقل مندا! اللہ کی عبادت اس (اللہ) کے لیے کر — عقل کی آنکھ کے ذریعہ غیروں کو پھینک دو

فَامْحُ نَقْشَ الْغَيْرِ عَنْ لَوحِ الصُّدُوْر — إنَّهُ الْمَعْبُوْدُ مِنْ غَيْرِ الْفُتُوْر
غیر کا نقش سینوں کی تختی سے مٹا دے — بے شک بغیر نقصان کے وہی معبود ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز — منہی[1] حالِ خود ست آں سوم نیز
اے پیارے! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے — وہ تیسرا بھی اپنی حالت کی خبر دینے والا ہے

حکایت نمودنِ آں پسرِ سوم کاہلیِ خود را بہ پیشِ قاضی کہ کاہل بکارِ دین و چابک بکارِ دنیا بود و آنست بیکار و کاہلِ حقیقی

اس تیسرے لڑکے کی اپنی کاہلی کو قاضی کے سامنے پیش کرنے کی حکایت جو دین کے معاملہ میں کاہل اور دُنیا کے معاملہ میں تیز تھا اور بیکار اور حقیقی کاہل وہی ہے

گفت قاضی آں سوم را کاے فلاں — کاہلیِ خود بہ پیشم کُن بیاں
قاضی نے اس تیسرے سے کہا، کہ اے فلاں! — اپنی کاہلی میرے سامنے بیان کر

گفت، قاضی! تنبلِ من بیشتر — ہمچو آتش ہست پُردود و شرر
اس نے کہا، اے قاضی میری کاہلی بڑھی ہوئی ہے — جو آگ کی طرح دھوئیں اور چنگاریوں سے پُر ہے

در بیانش داستانے میزنم — حالِ مخفی برتو روشن میکنم
میں اس کے بیان میں ایک قصہ سناتا ہوں — چھپا ہوا حال تجھ پر ظاہر کرتا ہوں

دوش بردم سوی صحرا گاؤ را — پاسبانی می نمودم کاؤ را
میں کل ایک بیل کو جنگل میں لے گیا — میں کوشش کی نگرانی کر رہا تھا

برسرِ جوی کہ بُد سبزہ رغید — گاؤ خود بگذاشتم اُو می چرید
ایک نہر کے کنارے جس پر بہت سبزہ تھا — میں نے اپنا بیل چھوڑ دیا وہ چر رہا تھا

در چرا می گشت تدریجا بعید — سبزہ تر می یافت ہرجا میدوید
وہ چراگاہ میں رفتہ رفتہ دُور ہو رہا تھا — جہاں تر سبزہ پاتا تھا دوڑ جاتا تھا

---

[1] منہی۔ خبردینے والا۔

بود سبزہ پہن و صحرای دراز
سبزہ وسیع اور جنگل لمبا تھا

می چرید اُو دور دور از راہِ آز
وہ لالچ کے طور پر دور دور چر رہا تھا

چیست[1] دنیا سبزہ زارِ خوش فضا
دنیا کیا ہے؟ عمدہ فضا والا سبزہ

تو چوگاوے اندراں مرعٰی چرا
اس چراگاہ میں تو بیل کی طرح ہے

خود چرآں کاہے کہ در وَے خار نیست
تو وہ گھاس چر جس میں کانٹا نہیں ہے

خار واژون وقتادہ زار نیست
وہ چر چشہ اور قتادہ اُگنے کی جگہ نہیں ہے

تانگیرد در گلویت خارِ اُو
تاکہ اس کا کانٹا تیرے حلق میں نہ لگ جائے

روزِ محشر گردی آخر زارِ اُو
بالآخر محشر کے دن تو اس سے عاجز ہو جائے

می چرد ایں گاوِ نفس اندر جہاں
یہ نفس کا بیل دنیا میں چر رہا ہے

سبز کاہے ہرکجا بیند عیاں
سبز گھاس جہاں بھی نمایاں دیکھتا ہے

ویں نداند از شکم پروردنی
اور شکم پروری کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتا

کیں مراشد خوردنی ناخوردنی
کہ یہ نہ کھانے کی چیز میرے کھانے کی چیز بن گئی

آخرش دردِ شکم آرد تُرا
بالآخر وہ تیرے پیٹ میں درد پیدا کر دیتی ہے

تخمہ آرد خیرہ[1] گرداند تُرا
تخمہ لگا دیتی ہے تجھے حیران کر دیتی ہے

گرخوری آں را بحکمِ آں حکیم
اگر تو اُسے اُس حکیم کے حکم کے مطابق کھائے

کو سمیع ست و بصیرست و علیم
جو سمیع ہے اور بصیر ہے اور علیم

تخمہ و قولنج و ہیضہ ناوَرد
وہ تخمہ اور قولنج اور ہیضہ نہ لائے گی

ہیچ نفخے درشکم نے ہیچ دَرد
نہ پیٹ میں اپھارا نہ کوئی درد

بہرِ ایں حکمت رسیدند انبیا
انبیا اسی حکمت کے لیے آئے ہیں

تاتو در تخمہ نیفتی اے کیا
اے صاحب! تاکہ تو تخمہ میں مبتلا نہ ہو

تو مریضی جسمِ تو یک سَر سقیم
تو مریض ہے تیرا جسم بالکل بیمار ہے

رو بپرہیز و بہ پُرس از ہر حکیم
جا پرہیز کر اور ہر حکیم سے دریافت کر لے

ہمچو گاوے خودسَری ہرگز مکن
بیل کی طرح کبھی خودسری نہ کر

برخلافِ نفسِ خود کُن ہر سخن
ہر بات اپنے نفس کے خلاف کر

درمعنیٔ ایں حدیث اِنَّ لِکُلِّ مَلِکٍ حِمًی وَ حِمَی[2] اللّٰہِ مَحَارِمُہٗ

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ ہر بادشاہ کا ایک حمیٰ ہے اور اللہ کا حمیٰ اس کے محرمات

[1] چیست دنیا۔ یہ ناظم کا مقولہ ہے۔ مرعٰی۔ چراگاہ۔ چر۔ چریدن کا صیغہ امر ہے۔ خار واژوں۔ چرچشہ۔ قتادہ۔ ایک خاردار گھاس ہے جس کے چھونے سے ہاتھ میں خارش پیدا ہو جاتی ہے۔ خیرہ۔ حیران۔

[2] حمٰی۔ وہ علاقہ بادشاہ جس میں دوسروں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیتا ہے اس میں نہ کسی کا جانور چر سکتا ہے نہ اس میں کوئی آ جا سکتا ہے اگر کسی کا مجرم اس میں پناہ پکڑ لے تو وہ بادشاہ کی پناہ میں سمجھا جاتا ہے۔

رواه نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

ہیں اس کو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے

نفسِ سرکش راعناں گر وادہی ۔۔۔ میرود اُوتا چراگاہِ شہی[1]

اگر تو سرکش نفس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دے گا ۔۔۔ وہ شاہی چراگاہ تک چلا جائے گا

رفتہ رفتہ درحمای شہ رَود ۔۔۔ گوشمالیہا بسے زاں شہ خورد

آہستہ آہستہ شاہ کے حمی میں پہنچ جائے گا ۔۔۔ اس شاہ سے بہت سزائیں پائے گا

بہرِ ایں فرمود خیرالانبیاءؐ ۔۔۔ خاص باشد بہرِ ہر سلطاں حما

اسی لیے خیر الانبیاءؐ نے فرمایا ہے ۔۔۔ ہر بادشاہ کا ایک خاص حمی ہوتا ہے

از حمی اللہ آں محارم آمدہ ۔۔۔ حمیہ اصلِ کُل مکارم آمدہ

محرمات خدا کا حمی ہیں ۔۔۔ تمام بھلائیوں کی جڑ تقویٰ ہے

تاجِ کَرَّمنَا بسَر افراشتی ۔۔۔ لیک برسَر خاکہا انباشتی[2]

تو نے "ہم کو عزت دی" کا تاج سر پر رکھا ۔۔۔ لیکن سَر پر بہت خاک ڈال لی

اِنَّ اَکرَم عِندَہٗ اَتقَا بگو ۔۔۔ ہست "کَرَّمنَا" بتقویٰ اے عمو

"اسکے نزدیک زیادہ متقی زیادہ بھلا ہے" کا قائل ہو جا ۔۔۔ اے چچا! "ہم نے عزت دی" تقوے کی وجہ سے ہے

گر نہ تقویٰ داری از گاوی بتر ۔۔۔ گوش کُن بَل ھُم اَضَلّ اے دیدہ وَر

اگر تو تقویٰ نہیں رکھتا تو بیل سے بدتر ہے ۔۔۔ اے دیدہ ور! "بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں" کو سن لے

رجوعِ کلام بحکایتِ آں پسرِ سوم و دور تر رفتنِ گاوِ او

کلام کی واپسی اس تیسرے کی حکایت کی طرف اور اُس کے بیل کا دُور چلا جانا

ہیں بیاکاں گاوِ اُو بس دُور رفت ۔۔۔ میرود آں گاو سوئے سبزہ تفت

ہاں، آ کہ وہ اس کا بیل بہت دُور چلا گیا ۔۔۔ وہ بیل سبزے کی جانب تیز جا رہا ہے

گاو می شد دور و من از کاہلی ۔۔۔ می نمودم در رجوعش غافلی

بیل دور ہو رہا تھا اور میں کاہلی سے ۔۔۔ اس کی واپسی میں غفلت دکھا رہا تھا

در تردُّد می رَوم باز آرمش ۔۔۔ یا ہمیں از دُور پاسے دارمش

تردُّد میں، میں جاؤں اس کو واپس لاؤں ۔۔۔ یا اسی طرح دُور سے اس کی نگہبانی کرتا رہوں

---

1 شہی۔ شاہی یعنی محرمات میں مبتلا ہو جائے گا۔ گوشمالیہا۔ حمی میں داخلہ پر سزا دی جاتی تھی۔ محارم۔ اللہ تعالیٰ نے جو محرمات بنائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا حمی ہیں۔ حمیہ۔ پرہیز، تقویٰ۔ مکارم۔ مکرمہ کی جمع ہے، بزرگی۔ کرّمنا۔ قرآن میں ہے وَلَقَد کَرَّمنَا بَنِی آدَمَ "ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی"۔

2 انباشتی۔ انداختی۔ گوش کن۔ قرآن پاک میں ہے اُولٰئِکَ کَالاَنعَامِ بَل ھُم اَضَلّ "یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں۔ تفت۔ گرم، تیز۔

می فشردم در تردُّد سخت سخت | شد دلم از کاہلی بس لخت لخت[1]
میں تردُّد میں سخت بھینچ رہا تھا | کاہلی کی وجہ سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

ایں تردُّد ہست بُنیادِ غموم | بر تو می آرد الٰہا زو ہجوم
یہ تردُّد غموں کی بنیاد ہے | اسی وجہ سے تجھ پر غم ہجوم کرتے ہیں

رَو تو یکدل باش و مَردِ عزم باش | نقشِ این و آں ز لَوحِ دل خراش
جا تو ایک دل بن اور پختہ ارادہ کا آدمی بن | اس اور اُس کا نقش دل کی تختی سے چھیل دے

درگذر زاں کیں بہ است و آں بہ است | از ہمہ بہ آں تردُّدہا دِہ است
اس سے گذر جا کہ یہ بہتر ہے اور وہ بہتر ہے | وہ تردُّد پیدا کرنے والا سب سے بہتر ہے

از عدم بر تو تردُّد ریختند | امتحاں را حیلۂ انگیختند
انھوں نے عدم سے تیرے اوپر تردُّد بہایا ہے | آزمائش کے لیے ایک حیلہ پیدا کر دیا ہے

زین و آں بگذر بداں سُو کن شتاب | کہ بہر کارے اِلی اللہ المآب[2]
اس اور اُس سے گذر جا اُس جانب جلدی کر | کیونکہ ہر کام کا مرجع اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہے

از سحر تا شام من در فکرِ گاوَ | برہماں جُو بودم و دل فتنہ کاوَ
میں صبح سے شام تک بیل کی فکر میں | اُسی نہر پر رہا اور دل فتنہ کی کاوش میں

ظہر و عصرِ من دریں غم شد قضا | گر روم در سجدہ گردم زُو عَمیٰ
ظہر و عصر (کی نماز) اسی فکر میں قضا ہو گئی | کہ اگر میں سجدہ میں جاؤں گا تو اُس سے اندھا ہو جاؤں گا

من شوم گر در نماز و در نیاز | گاوَ گیرد آں طرف راہِ دراز
اگر میں نماز میں اور نیاز میں لگوں گا | بیل اس جانب لمبا راستہ لے لے گا

آخرش چوں قرصِ خورشید در غروب | گشت ضو از زنگیِ ظلمت ہروب
بالآخر جب سورج کی ٹکیہ غروب میں چلی گئی | روشنی تاریکی کے حبشی سے بھاگنے والی بن گئی

چشمِ من شد خیرہ از دیدارِ گاوَ | می ندیدم ہیچ من زاثارِ گاوَ
میری آنکھ بیل کے دیدار سے تاریک ہو گئی | میں نے بیل کے نشانات میں سے کچھ نہ دیکھا

چشمِ من از دیدِ اُو تاریک شد | گاوَ زاں مَرعاش در تحریک شد
میری آنکھ اس کے دیدار سے تاریک ہو گئی | بیل اپنی چراگاہ سے حرکت میں آ گیا

---

[1] لخت لخت۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ ایں تردُّد۔ یہ ناظم کا مقولہ ہے۔ درگذر۔ انسان کو تردُّد سے گزر کر تردُّد پیدا کرنے والی ذات کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ امتحان۔ یہ تردُّد اُس اختیار کی دلیل ہے جو مدار امتحان ہے۔

[2] مآب۔ مرجع۔ فتنہ کاوَ۔ فتنہ کی کھود کرید کرنے والا۔ عَمیٰ۔ یعنی بیل میری نگاہوں سے غائب ہو جائے گا۔ ہروب۔ بھاگنے والا۔ خیرہ۔ حیران، تاریک۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔

رفت آں گاوَ و نشاں معلوم نے
وہ بیل چلا گیا اور پتا معلوم نہیں

وآں کدِ[1] من جملہ جز معدوم نے
اور وہ میری مشقت معدوم کے سوا کچھ نہیں

روزِ من شد دیر و گاوَ از دست شد
میرا دن برباد ہوا اور بیل ہاتھ سے گیا

سہ نمازِ من قضا چوں مست شد
دیوانہ کی طرح میری تین نمازیں قضا ہو گئیں

اہلِ دنیا در چنیں اشغالہا
دنیا دار ایسے ہی شغلوں میں

می کنند ایثارِ دنیا اے کیا
اے بزرگ! دنیا کو اختیار کرتے ہیں

مرد آں باشد کہ عقبیٰ راتند
مرد وہ ہے جو آخرت کے لیے کوشش کرے

کارِ دنیا را چو جیفہ رَد کُند
دنیا کے کام کو مردار کی طرح رَد کر دے

اے برایِ گاوِ نفسِ بے حیا
اے (مخاطب) بے حیا نفس کے بیل کے لیے

می کنی ہردم نمازے را قضا
تو ہر دم ایک نماز قضا کرتا ہے

یادِ اُو ہمچوں نمازِ فرض داں
اس کی یاد کو فرض نماز کی طرح سمجھ

می کُنی تو کاہلی غافل ازاں
تو اس سے غافل ہو کر سُستی کرتا ہے

درجہاں فانی چنیں فانی شدی
تو فانی دنیا میں ایسا فانی ہو گیا

کزرہِ عقبیٰ زنادانی شدی[2]
تو نادانی سے آخرت کے راستہ سے ہٹ گیا

گر برایِ حق ز دنیا بگذری
اگر تو اللہ (تعالیٰ) کے لیے دنیا سے گذر جائے گا

پیشت آید زالِ دنیا سَرسَری
تیرے سامنے بوڑھی دنیا آسانی سے آ جائے گی

دربیانِ آنکہ دنیا طالب ہارب خود وہارب از طالب خود ست

اس کا بیان کہ دنیا اپنے سے بھاگنے والے کی طالب اور اپنے طالب سے بھاگنے والی ہے

صوفیِ صاحبدلے اندر رباط
ایک صاحب دل صوفی سرائے میں

بُدنشستہ ہمچو گل باصد نشاط
پھول کی طرح سو خوشیوں کے ساتھ بیٹھا تھا

جمع رہطے مُستفیداں برسَرش
مریدوں کا ایک مجمع اُس کے پاس

معتقد بودند ہمچوں حیدرشؓ
حضرت علیؓ کی طرح اس کے معتقد تھے

ناگہاں سہ جانور از سمتِ شرق
اچانک تین جانور مشرق کی جانب سے

آمدند از سُرعتِ طیراں چو برق
تیز پرواز سے بجلی کی طرح آئے

ہریکے زاں دیگرے بد دُرگُریز
اُن میں سے ہر ایک دوسرے سے بھاگ رہا تھا

واں دگر در جستجویش تیز تیز
اور وہ دوسرا اس کی جستجو میں تیز تھا

---

[1] کدّ۔محنت۔ایثار۔ترجیح دینا۔جیفہ۔مُردار۔

[2] شدی۔رفتی۔سرسری۔آسانی۔رباط۔سرائے،خانقاہ۔رہط۔گروہ۔مستفیداں۔یعنی مریداں۔حیدر۔حضرت علی کرم اللہ وجہ۔طیران۔پرواز۔ہر یکے۔تینوں آگے پیچھے اُڑ رہے تھے کبوتر سب سے آگے تھا جو زرّیں مُرغ سے بھاگ رہا تھا اور زرّیں مُرغ اس کو پکڑنا چاہتا تھا۔یہی حال زرّیں مُرغ اور کوّے کا تھا۔

کفترے[1] بس لاغرے ژولیدۂ — پیش پیش از ہرسہ بُد پرّیدۂ
ایک کبوتر بہت کمزور پریشان — تینوں میں سے آگے آگے اُڑ رہا تھا

درپسِ اُو بُود زرّیں مُرغ و زَفت — باہزاراں زیب و زینت گرم و تفت
اُس کے پیچھے موٹا زرّیں مُرغ تھا — ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ گرم اور تیز

دَرپئے آں مُرغِ زرّیں زاغِ شوم — ہمچو بادِ تُند میرفت آں غشوم
اُس زرّیں مُرغ کے پیچھے منحوس کوّا — وہ ظالم تیز ہوا کی طرح جا رہا تھا

ہریکے زیں مُرغ کردے جہدِ نیک — یک دگر را می نیابیدند لیک
ان پرندوں میں سے ہر ایک بہت کوشش کرتا — لیکن ایک دوسرا کو پکڑ نہ پاتے تھے

حاضراں گفتند کاے قطبِ زماں — زیں عجب تر ماندیدم از جہاں
حاضرین نے کہا، کہ اے قطبِ زماں! — دنیا میں میں نے اس سے زیادہ عجب نہیں دیکھا

دَرپئے عاجز کبوتر چیست مُرغ — وزپئے مُرغست چوں ایں زاغ یرغ[2]
عاجز کبوتر کے پیچھے مرغ کیوں ہے؟ — اور مرغ کے پیچھے یہ تیز رو کوّا کیوں ہے؟

کفترے را مُرغ پس رَوشدُ چہ خاست — زاغِ لاغی تابعِ مُرغے چراست
مرغ کبوتر کے پیچھے چلنے والا کیوں ہوا؟ — بکواسی کوّا مرغ کے پیچھے کیوں ہے؟

جنس‌ہای مختلف را چہ فتاد — اِتباعِ یک دگر چوں دست داد
مختلف جنسوں کو کیا ہوا ہے؟ — ایک نے دوسرے کا پیچھا کیوں کیا ہے؟

ہرکسے مرجنسِ خود را طالب ست — جنس ہا مر جنس ہا را جالب ست
ہر ایک اپنی جنس کا طالب ہے — جنسیں، جنس کو کھینچنے والی ہیں

جنس سُوی جنس دارد خُو و میل — روز با روزست و بالیلست لیل
جنس، جنس کی جانب عادت اور میلان رکھتی ہے — دن، دن کے ساتھ ہے اور رات رات کے ساتھ

مَیلِ مُؤمن سُویِ مُومن میشود — مَیلِ کافر سُویِ کافر می رَود
مومن کا میلان مُومن کی جانب ہوتا ہے — کافر کا میلان کافر کی جانب ہوتا ہے

صالحاں با صالحاں منضم شوند — طالحان با طالحاں محرم شوند
نیک، نیکوں کے ساتھ ملتے ہیں — بُرے، بُروں کے محرم ہوتے ہیں

زاغ با زاغاں کُند پروازہا — بُلبلے با بُلبلاں آوازہا
کوّا، کوؤں کے ساتھ اُڑانیں بھرتا ہے — بُلبل، بلبلوں کے ساتھ آوازیں بلند کرتی ہے

---

[1] کفتر۔ کبوتر۔ غشوم۔ ظالم۔
[2] یرغ۔ تیز رو۔ حاضراں۔ مریدوں نے اُس درویش سے اس بھاگ دوڑ کی وجہ دریافت کی۔ جالب۔ کھینچنے والا۔ روز۔ یعنی ایمان۔ لیل۔ یعنی کفر۔ طالحاں۔ بدکاران۔

انبیاؑ[1] زیں رہ بشر ہا بودہ اند
انبیا اسی وجہ سے انسان ہوئے ہیں

از تجانس راہِ حق بنمودہ اند
ہم جنس ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھایا ہے

بوئے جنسیت رسد فیضش شتاب
جنسیت کی بو کا فیض جلد پہنچتا ہے

از ملک آدم نگشتے بے حجاب
فرشتہ سے انسان بے تکلف نہیں ہوتا

کافراں گفتند در حقِ نبیؐ
کافروں نے نبیؐ کے بارے میں کہا

کاں فرشتہ چوں نیامد از خفی[2]
کہ غیب سے وہ فرشتہ (بن کر) کیوں نہ آیا؟

ایں نہ فہمیدند کیں جسمِ بشر
وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ انسان کا جسم

بہرِ روپوشِ جہولست اے پسر
اے بیٹا! نادان کے حجاب کے لیے ہے

جاہلاں چوں از ملائک می رمند
ناواقف چونکہ فرشتوں سے بھاگتے ہیں

انبیا از بوئے جنسیت کشند
انبیا جنسیت کی بو سے کھینچتے ہیں

ورنہ در معنیٰ ملک گردِ وے ست
ورنہ فرشتہ حقیقت میں اُس کی گرد ہے

چوں نبی در قرب و عرفاں اُو کے ست
وہ قرب و معرفت میں نبی کی طرح کب ہے؟

یک خلافِ جنسِ آمد صد حجاب
جنس کا ایک اختلاف سو حجاب ہے

وز تجانس می شود صد فتح باب
اور ہم جنس ہونے سے سیکڑوں دروازے کھلتے ہیں

روح چوں از عالمِ امر آمدہ است
روح چونکہ عالمِ امر سے آئی ہے

زاں بطاعات و ہدیٰ راغب شدہ است
اسی لیے عبادتوں اور ہدایت کی جانب راغب ہوئی ہے

جسم چوں از عالمِ خلقست باز
پھر جسم چونکہ عالمِ خلق سے ہے

سوئے خواب و خور کشد بے امتیاز
(اس لیے) بلاامتیاز سونے اور کھانے کی جانب کھینچتا ہے

زیں دو چوں بزاید نتیجہ نفسہا
نفوس چونکہ ان دونوں سے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں

ہر دو خوزا بوئیں در طبعش سزا
ماں باپ کیطرف سے دونوں خصلتیں اسکی طبیعت کے مناسب ہیں

گر بسوئے خاکِ سفلی میرود
اگر وہ سفلی خاک کی جانب جاتا ہے

آں زماں وے نفسِ امّارہ شود
تب وہ نفسِ امّارہ بن جاتا ہے

ور بسوئے روحِ علوی سر کشد
اور اگر علوی روح کی جانب رُخ کرتا ہے

آں زماں لوّامہ گشت و بارشد
تب وہ لوامہ اور باہدایت بن جاتا ہے

میلِ مُلکِ امر چوں زاید دروُ
جب اُس میں عالمِ امر کی خواہش پیدا ہوتی ہے

سوئے لوّامہ برآید سرخوش اُو
وہ مست ہو کر (نفس) لوامہ کی جانب آ جاتا ہے

---

1. انبیاء۔ انسانوں کو انبیا اسی لیے بنایا گیا ہے کہ وہ انسانوں کے ہم جنس ہیں فرشتہ اگر نبی ہوتا تو انسان اس سے مانوس نہ ہو سکتے۔

2. خفی۔ پوشیدہ یعنی عالمِ غیب۔ جاہلاں۔ عوام فرشتہ کی طرف نہ کھنچے۔ گرد۔ خاک۔ تجانس۔ ہم جنس ہونا۔ عالمِ امر۔ وہ عالم جو کلمہ کُن سے وجود میں آیا ہے۔ عالمِ خلق۔ وہ عالم جو مادہ کے ذریعہ وجود میں آیا ہے۔ دو۔ روح اور جسم۔ نفسِ امارہ۔ وہ نفس جو انسان سے بدی کرتا ہے۔ نفسِ لوامہ۔ جو برائی کے صدور پر انسان کو ملامت کرتا ہے۔

گر ز کوشش سوئے لاہوتی تند — دم بسوئے مُلہمہ[1] وامیزند
وہ اگر کوشش سے (عالمِ) لاہوت کی جانب چلتا ہے — مُلہمہ کی جانب سانس لیتا ہے
بعدِ تہذیب و کمالِ اجتہاد — مُطمئنہ گردد و اہلِ سَداد
تہذیب اور پورے مجاہدے کے بعد — درست اور مطمئنہ بن جاتا ہے
ایں سخن را نیست پایاں اے فتا — سوئے شرحِ آں سہ طائر باز آ
اے جوان! اس بات کا اخیر نہیں ہے — اُن تین پرندوں کی شرح کی طرف واپس آ

جواب گفتنِ آں صوفی برائے تسکینِ خاطرِ مُریداں و شرحِ
اُس صوفی کا مریدوں کی تسکین کے لیے جواب دینا اور ان تین پرندوں
حالِ آں سہ طائر کہ یکے درپئے دیگر می بُود
کے حال کی شرح، جو ایک دوسرے کے پیچھے رہتا تھا

بردلِ صوفی نِدا آمد نہاں — کیں سہ مُرغ آمد مثالِ آں کساں
صوفی کے دل پر، مخفی آواز آئی — کہ یہ تین پرند اُن لوگوں کی مثال ہیں
کہ ز دنیا ہاربِ اَند و طالبِ اَند — جُملہء شاں یک دگر را جالب اَند
کہ جو دنیا سے بھاگنے والے اور طالب ہیں — سب ایک دوسرے کو کھینچنے والے ہیں
میگریزد ایں کبوتر از ہمہ — از فسونِ مُرغِ زرّیں دَمدَمہ
یہ کبوتر ان سب سے بھاگ رہا ہے — مُرغ زرّیں کے منتر (اور) مکر سے
مُرغِ زرّیں درپئش جویانِ اُو — میدود ہرسُو بدل قربانِ اُو
زرّیں مُرغ اُس کے پیچھے اُس کا جویاں ہے — ہر جانب دوڑ رہا ہے، دل سے اُس پر قربان ہے
زاغ بہرِ مُرغِ زرّیں می پَرد — درپئش از حرص ہر سُو می دَوَد
کوّا، زرّیں مُرغ کے لیے اُڑ رہا ہے — لالچ سے ہر جانب دوڑ رہا ہے
لیک زینہا یک دگر را کس نیافت — گرچہ در پرواز ہر یک زُو شتافت[2]
لیکن ان میں سے ایک نے دوسرے کو نہ پایا — اگرچہ ہر ایک نے اُڑنے میں جلدی کی
ہست عارف چوں کبوتر درگریز — دائما سُوئے خدا زیں خاک بیز
عارف کبوتر کی طرح گریز کرتا ہے — ہمیشہ خدا کی جانب، اس خاک چھاننے والے سے
درپئش دنیا کہ زرّیں مُرغ اُوست — می دوَد ہرسُو و گرمِ جستجو ست
اس کے پیچھے دنیا ہے، جو زرّیں مُرغ ہے — ہر جانب دوڑ رہی ہے اور جستجو میں سرگرم ہے

---

1. مُلہمہ۔ وہ نفس جو انسان کے دل میں بھلائی کے خیالات پیدا کرتا ہے۔ مطمئنہ۔ وہ نفس ہے جس کو کمالِ معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ سہ مرغ۔ کبوتر اُس شخص کی مثال ہے جو دنیا سے بھاگتا ہے۔ مرغِ زرّیں۔ دنیا ہے جو اس کے پیچھے لگی ہے اور کوّا دنیادار ہے۔
2. زُو شتافت۔ زود شتافت۔ خاک بیز۔ دنیادار۔

زاغ یعنی اہلِ دنیا از شرہ[1] — می دَوَد بر وَے نمی یابد فرہ
کوّا، یعنی دنیادار حرص کی وجہ سے — دوڑ رہا ہے اُس پر غلبہ نہیں پاتا ہے

اہلِ دنیا دَرپئے دنیایِ دُوں — می دَوند و می پَرند اے ذوفنوں
دنیا دار، کمینی دنیا کے پیچھے — اے ہنرمند! دوڑتے ہیں اور اُڑتے ہیں

لیک آں مکّارہ زیشاں می رَمد — دَرپئے آں مَردِ حقّانی دَود
لیکن وہ مکارہ اُن سے بھاگتی ہے — ربّانی مرد کے پیچھے دوڑتی ہے

می رَمد آں مَردِ حقّانی ازو — جستجویش می کُند آں زِشت جُو
وہ ربانی مرد اُس سے بھاگتا ہے — وہ بد عادت، اُس کی جستجو کرتی ہے

می کُند اُو درپیش پَروازہا — لیک وَے بَر می جَہد چوں بازہا
وہ اُس کے پیچھے اڑانیں بھرتی ہے — لیکن وہ بازوں کی طرح بھاگتا ہے

ہا، بیاکاں سہ پسر از کاہلی — طالبِ حکم اند زاں قاضی ولی
ہاں، آ وہ تینوں لڑکے کاہلی کے ذریعہ — اُس صاحبِ اختیار قاضی سے فیصلہ کے طلب گار ہیں

عرض نمودنِ آن سہ پسر بجنابِ قاضیِ پُرہنر
اُن تینوں لڑکوں کا ہنرمند قاضی کی عدالت میں عرض کرنا اور
و فتویٰ خواستن در بابِ میراثِ پدر
باپ کی میراث کے بارے میں فتویٰ چاہنا

ہرسہ با قاضی بگفتند اے حَمید — حالِ ما اینست کُن حکمِ رَشید
تینوں نے قاضی سے کہا اے محمود! — ہمارا یہ حال ہے صحیح فیصلہ کر دے

خلق بہرِ حکمِ اُو شُد مجتمع — ہَریکے ایں ماجرا را مُستمع
لوگ اُس کے فیصلہ کے لیے جمع ہو گئے — ہر ایک اس قصہ کو سننے والا تھا

تابدانند آنچہ قاضی حکم کرد — می چہ گوید اندریں آں مردِ فرد
تاکہ قاضی جو فیصلہ کرے اُس کو جان لیں — وہ یکتا انسان اس معاملہ میں کیا کہتا ہے؟

گفت قاضی ایں ہمہ مالِ پدر — مرسُوم[2] را گشت از حکمِ قدر
قاضی نے کہا، باپ کا یہ سارا مال — مقدر کے فیصلہ سے تیسرے کا ہو گیا

خَلق آمد در فُغاں زیں ماجرا — کیں سخن را شرح کُن بہرِ خدا
لوگ اس فیصلہ سے فریاد کرنے لگے — کہ خدا کے لیے اس بات کی تشریح کیجئے

عالَمے زیں حکم حیرت در شُدند — کیں دوچوں محرومِ مال و زر شدند
ایک جہان اس فیصلہ سے حیرت میں پڑ گیا — کہ یہ دونوں مال و زر سے کیوں محروم ہوئے؟

---

1 شرہ۔حرص۔فرہ۔غلبہ۔مکارہ۔یعنی دنیا۔
2 مرسُوم۔جس نے نماز بھی کھوئی اور بیل بھی کھویا۔

کاہلی ہر سہ شُد باہم قریب
تینوں کی کاہلی قریب قریب ہے
وجہِ ترجیحش چہ باشد اے لبیب
اے عقل مندا! اُس کی ترجیح کی کیا وجہ ہے؟

گفت قاضی ہست کاہل تر سُوم
قاضی نے کہا تیسرا زیادہ کاہل ہے
شُد فزوں تر اُو ز اوّل وز دُوم
وہ پہلے اور دوسرے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے

زانکہ ایں کاہل بکارِ[1] اُخرویست
کیونکہ یہ آخرت کے کام میں کاہل ہے
چُست و چابک در امورِ دُنیویست
دنیوی معاملوں میں چست اور چالاک ہے

برگزید اُو کارِ دنیا بر نماز
اُس نے دنیا کے کام کو نماز پر ترجیح دی
ایں بُوَد خود کاہلیِ اہلِ آز
اہلِ حرص کی کاہلی بھی ہوتی ہے

کاہلی درکارِ دنیا چُستی ست
دنیا کے کام میں کاہلی چستی ہے
کاہلی از نار و جنّت سُستی ست
جہنم اور جنت سے کاہلی سُستی ہے

مَردِ کاہل بہرِ حق کاہل بُوَد
اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں کاہل شخص کاہل ہوتا ہے
کاہل از دارین بَس عاقل بُوَد
دونوں جہانوں سے کاہل بہت عقل مند ہوتا ہے

بہرِ ذاتِ حق گذارَد ہر دو را
اللہ (تعالیٰ) کی ذات کے لیے دونوں کو چھوڑ دیتا ہے
ایں چنیں کاہل بُوَد مَردِ خدا
مردِ خدا، ایسا ہی کاہل ہوتا ہے

کاہلیِ اوّلیں در زہد بُرد
پہلے کی کاہلی زہد میں لی گئی
کرد اِسباغِ وضو قطرہ نخُورد
اس نے وضو مکمل کیا، ایک قطرہ نہ پیا

براُمیدِ جنّت اُو بردے کشید
اُس نے جنت کی اُمید پر سردی برداشت کی
نفس را ہم از عطش گردن بُرید
پیاس سے نفس کی گردن بھی کاٹ دی

واں دُوم[2] از بہرِ حق کاہل شُدست
اور وہ دوسرا اللہ تعالیٰ کے لیے کاہل بنا
از مَتاعِ ہر دو کون، غافل شُد ست
دونوں جہان کے سامان سے غافل ہوا

غیرِ حق را چوں ندید اُو ہیچ قدر
خدا کے سوا کی چونکہ اس نے کوئی قدر نہ دیکھی
کاہلیِ اُوست از چُستی و مکر
اُس کی کاہلی چستی اور تدبیر کی وجہ سے ہے

کاہلیِ عقبیٰ مُرادم چابکی ست
آخرت کے کام میں کاہلی سے میری مُراد چُستی ہے
دَر توکّل کاہلی و بے تگی ست
(کیونکہ) کاہلی اور کوشش نہ ہونا، توکل کی وجہ سے ہے

---

[1] کارِ اُخروی۔ بیل کے چرانے کی فکر میں نمازیں قضا کر دیں۔ امورِ دنیوی۔ بیل کو اچھی اچھی گھاس کھلاتا رہا اور اُس کی فکر میں لگا رہا۔ کاہلی در کارِ دنیا۔ جو دنیاوی معاملہ میں کاہلی برتتے وہ دراصل چست ہے۔ کاہلی از نار۔ جو آخرت کے معاملہ میں سُستی برتتے دراصل کاہل وہ ہے۔ اوّلیں۔ پہلے لڑکے نے وضو خوب کیا تو آخرت کے کام میں چُستی دکھائی خود پانی نہ پیا تو دنیا کے کام میں سُستی دکھائی۔

[2] دوم۔ دوسرے لڑکے میں توکّل بڑھا ہوا تھا تو آخرت کے معاملہ میں چست تھا، کارِ دنیا میں کاہل تھا۔ مآلِ عقبیٰ۔ یہ دوسرا آخرت کے مال کا وارث ہے۔

مالِ عقبیٰ بہرِ ایں کاہل بُوَد　　مالِ دنیا[1] بہرِ آں کاہل بُوَد
آخرت کا مال اِس کاہل کے لیے ہوتا ہے　　دنیا کا مال، اس کاہل کے لیے ہوتا ہے

ایں سُوم کوکارِ حق را خوار کرد　　بہرِ گاوے شُد فدا روزش بدَرد
اور اس تیسرے نے اللہ کے کام کو ذلیل کیا　　بیل کے لیے اس کا دن تکلیف کے ساتھ قربان ہوا

کاہل و جاہل ز جُملہ ایں کس ست　　دولتِ دنیا مرایں کس رابس ست
سب سے زیادہ کاہل اور جاہل یہ شخص ہے　　دنیا کی دولت اس کے لیے کافی ہے

واں دو. را عقبیٰ و ایں را دولت ست　　نیست ایں دولت بپایاں ذلت ست
اُن دونوں کے لیے آخرت اور اسکے لیے دنیا کی دولت ہے　　انجام کار یہ دولت نہیں ہے ذلت ہے

زیں سبب فرمود پیغمبرؐ مگر　　اِنَّهٗ لَو کَانَ لِلدُّنْیَا قَدَر
شاید پیغمبرؐ نے اسی لیے فرمایا　　بے شک، اگر دنیا کی قدر ہوتی

مَا سَقٰی مِنهَا لِکَافِر شُربَةً　　بلکہ می انداخت بَروے صَدمِحَن
کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ نہ پلاتا　　بلکہ اُس پر سو مشقتیں ڈال دیتا

دربیانِ معنیِ ایں حدیث کہ اَلدُّنیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

ہَست دنیا جنّت آں کفّار را　　اہلِ فسق و ظلم و آں اشرار را
دنیا کافروں کے لیے جنت ہے　　فاسقوں اور ظالموں اور اُن شریروں کے لیے

بہرِ مُومن ہست زنداں ایں مقام　　نیست زنداں جایِ عیش و احتشام[2]
یہ جگہ مومن کے لیے قید خانہ ہے　　قیدخانہ عیش اور حشمت کی جگہ نہیں ہے

جَہد کُن تاخود ازیں زنداں رَہی　　مَخلصی جاں را ازیں مَحبَس دہی
کوشش کر تاکہ تو اس قید خانہ سے نجات پا لے　　جان کو اِس قیدخانہ سے چھٹکارا دے دے

زُود فکرِ ژرف می بایدگزید　　پا ازیں زنداں بُروں بایدکشید
بہت جلد گہرا فکر اختیار کرنا چاہیے　　اس قید خانہ سے پاؤں باہر نکالنا چاہیے

آشیانِ تُست عرشِ اِعتلا　　چوں بیفتادی دریں دامِ بَلا
تیرا آشیانہ بُلندی کا عرش ہے　　تو مصیبت کے اس جال میں کیوں گر پڑا؟

ہیچ ناری یاد ازاں کاشانۂ　　مَست گشتی چوں بریں گہدانۂ
تو کبھی اُس محل کو یاد نہیں کرتا ہے　　تو اُس پائے خانہ پر کیسا مست ہو گیا ہے

---

1. مالِ دنیا۔ دنیا کا مال تیسرے کے لیے ہے کیوں کہ کاہل کاہل یہی ہے یہ دنیا کے کام میں چُست اور آخرت کے کام میں کاہل ثابت ہوا۔ واں دو۔ پہلے اور دوسرے کو آخرت ملے گی تیسرے کو یہ دنیا کی دولت جو دراصل ذلت ہے دی جائے گی۔ پیغمبرؐ۔ آنحضور نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی پرِ پشہ کی برابر بھی قدر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔

2. احتشام۔ صاحب شوکت وحشمت ہونا۔ مَحبس۔ قیدخانہ۔ ژرف۔ گہرا۔ اعتلا۔ بلند ہونا۔ گہدان۔ بیت الخلا۔

می دہندت دانہ عُمرت می خرند
تجھے دانہ دے دیتے ہیں، تیری عمر خرید لیتے ہیں

گاوِ گردوں زرعِ عُمرت می چرند
آسمان کے بیل تیری عمر کی کھیتی چر جاتے ہیں

روزیِ ہر روزہ پنداری تو مُفت
تو ہر دن کی خوراک مفت سمجھتا ہے

عمر ہر روزہ بگیرند ایں شگفت
ہر روز تیری عمر لے لیتے ہیں یہ تعجب ہے

تو بدانہ دام را بگزیدۂ
تو نے دانہ کی وجہ سے جال کو پسند کر لیا ہے

وز لئیمی بر فخے[1] پیچیدۂ
اور کمینہ پن سے جال میں اُلجھ گیا ہے

رَوبداں سُو پَر بزن کاشانہاست
جا، اُس جانب پرواز کر، محلات ہیں

آں سُویِ چرخِ بریں بس دانہاست
اِس بلند آسمان پر بہت دانے ہیں

لَب بہ بند از گفتگویِ این و آں
اس اور اُس کی بات سے ہونٹ بند کر لے

تا بیابی نورِ حق دردل عیاں
تا کہ تو اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دل میں ظاہر پائے

خویش را رُسوایِ عالم کردۂ
تو نے اپنے آپ کو رُسوائے عالم بنایا ہے

بہرِ تصویرِ جہاں[2] چوں گردۂ
جبکہ تو دنیا کی تصویر کے لیے نقشہ ہے

لَوحِ تُو پُر از خیالاتِ جہاں
تیری تختی دنیا کے خیالات سے پُر ہے

فکرو ذکرش چوں شود دردل جہاں
اس کا فکر و ذکر دل میں کیسے پیدا ہونے والا ہوگا؟

از ہمہ می بُر بدُو پیوند کُن
سب سے کٹ جا، اُس سے جُڑ جا

بردرِ یک یار خود را بند کُن
ایک یار کے در پر اپنے آپ کو پابند کر

یارِ ہرجائی ترا مرغوب نیست
ہرجائی یار، تجھے پسند نہیں ہے

کے سَزد آں را کہ چوں اُو خوب نیست
اسکے لیے کب مناسب ہوگا جسکی طرح کا کوئی حسین نہیں ہے

حکایت برسبیلِ تمثیل

تمثیل کے طور پر ایک حکایت

بُد زنے سیمیں تنے عشوہ گرے
ایک چاندی جیسے بدن والی ناز دکھانے والی عورت تھی

برزمیں تاباں چو فرّخ اخترے
زمین پر مبارک تارے کی طرح روشن

زُلف و رُخسار و لبِ اُو رَشکِ حُور
اس کی زلف اور رخسار اور ہونٹ حُور کا رشک (تھے)

در زنخدانش دلِ خلقے حصُور
اُس کی ٹھوڑی میں لوگوں کا دل گھرا ہوا (تھا)

از تبختر چوں تدروِ خوش نہاد
ناز سے چلنے میں خوش فطرت چکور کی طرح (تھی)

برسَرِ کوئے گذارے اُوفتاد
اُس کا کوچہ پر سے گذر ہوا

اِتفاقاً یک جوانے تُفتہ دل
اتفاقاً ایک جوان سوختہ دل

شُد دوچارِ اُو زدستش رَفتہ دل
اُس کے سامنے آ گیا، اُس کا دل بے قابو ہو گیا

---

[1] فخ۔جال۔گردہ۔وہ مٹی جس پر نمونہ کے لیے نقش ونگار بنا لیتے ہیں۔

[2] جہاں۔جھندہ۔فرّخ۔مبارک۔زنخداں۔ٹھوڑی۔حصور۔گھرا ہوا۔تبختر۔ناز سے چلنا۔تدرو۔چکور۔

دید اُورا گشت تصویرِ خیال
اُس نے اُس کو دیکھا، تصویرِ خیال بن گیا
رفت ہوش ازسر بجانش صد نکال
ہوش سر سے روانہ ہوگیا، اسکی جان میں سوعذاب پیدا ہوگئے

گشت چوں تصویر حیران اندرُو
اُس میں تصویر کی طرح حیران ہو گیا
چشم برہم می نزد از شوقِ اُو
اُس کے شوق سے پلک نہ جھپکاتا تھا

زن[1] چو اُورا والہ و شیدا بدید
عورت نے جب اُس کو عاشق اور شیدا دیکھا
تیرِ عشقِ اُو بجانِ زن رسید
اُس کے عشق کا تیر عورت کی جان میں لگا

گفت اے سادہ چہ می بینی بگو
اُس نے کہا، اے بھولے! کیا دیکھ رہا ہے بتا؟
از چہ حیراں گشتی اے آئینہ رُو
اے آئینہ رو! تو کس چیز سے حیران ہو گیا ہے؟

رو برای کارِ خود آمادہ باش
جا، اپنے کام پر آمادہ رہ
پا بزنجیرے مَنہ آزادہ باش
پاؤں میں زنجیر نہ ڈال، آزاد رہ

گفت[2] عشقت ہوش و عقلِ مَن ربود
اُس نے کہا تیرا عشق میرا ہوش اور عقل لے اُڑا
گو مرا پروای کارِ نفع و سُود
مجھے نفع اور فائدہ کے کام کی پروا کہاں ہے؟

جز توکارِ دیگرم باقی نماند
میرے لیے تیرے سوا دوسرا کام نہیں رہا
عشقِ تو در بسترم خارے فشاند
تیرے عشق نے میرے بستر پر کانٹے بچھا دیے

کاروبارِ مَن بجز عشقِ تونیست
میرا کاروبار تیرے عشق کے سوا نہیں ہے
حُسنِ تمثیلِ تو جاں را رہزنیست
تیری تصویر کا حُسن، جان کا رہزن ہے

گفت ہیں واپس نگر ہمشیرِ مَن
اُس نے کہا خبردار! پیچھے دیکھ میری ہمشیر
از عقب می آید آں غنچہ دہن
پیچھے آ رہی ہے، وہ غنچہ دہن

صدرہ ازمَن در جمالِ اُو خوب تر
وہ مجھ سے حُسن میں سو گنا بڑھی ہوئی ہے
کہ نیرزد پیشِ رُوی اُو قمر
کیونکہ اُسکے رُخ کے مقابلہ میں چاند کی قیمت کا نہیں ہے

آں جوانِ سادہ، رُو ازوے بتافت
اُس بھولے جوان نے اُس سے مُنہ موڑ لیا
سُوی محبوبے، نشاں کزوے نیافت
اُس محبوب کی جانب جس کا نشان نہ پایا

زَن بروئیش زد طپانچہ آنچناں
عورت نے اُس کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا
کہ بُرو صد رَشک بُردے ارغواں
کہ گلِ بابونہ اُس پر سو رشک کرے

گفت اے اَبلہ اگر تو عاشقی
بولی اے بیوقوف! اگر تو عاشق ہے
دَر بیانِ دعویِ خود صادقی
اپنے دعوے کے بیان میں تو سچا ہے

---

[1] زَن۔عورت کے دل میں اُس عاشق کا عشق پیدا ہوگیا۔آئینہ رُو۔حیران۔زنجیرے۔یعنی عشق کی زنجیر۔

[2] گفت۔عورت نے کہا کہ میری بہن مجھ سے زیادہ حسین ہے وہ پیچھے آرہی ہے۔آں جواں۔وہ جوان پیچھے کو مڑکر دیکھنے لگا لیکن اُس نے کوئی عورت آتی ہوئی نہ دیکھی۔زَن۔عورت نے اُس کے طمانچہ مارا کہ اگر تو میرا عاشق ہے تو پھر تو نے دوسرے کی طرف نظر اُٹھا کر کیوں دیکھنا چاہا۔

سُوئے غیرِ مَن چرا کردی نظر
میرے غیر کی جانب تو نے نظر کیوں کی؟
دعویٔ عشق ایں بُود اے خیرہ سَر
اے پراگندہ دماغ! عشق کا دعویٰ یہ ہوتا ہے

ایں چنیں باشد وفایِ عاشقاں
عاشقوں کی وفا ایسی ہوتی ہے
رُو بغیر آرند ظاہر یا نہاں
ظاہر یا پوشیدہ دوسرے کی طرف رُخ کرتے ہیں؟

چونکہ دیدِ غیر در عشقِ مجاز
جبکہ مجازی عشق میں دوسرے کو دیکھنا
ننگِ عشق آمد حقیقت راچہ ساز
عشق کا عیب ہے تو حقیقت سے کیا تعلق؟

عاشقِ حقّی و بینی غیر را
تو اللہ (تعالیٰ) کا عاشق ہے اور غیر کو دیکھتا ہے
کعبہ می خواہی کہ سازی دَیر را
تو کعبہ چاہتا ہے؟ جب بت خانہ کا ارادہ کرتا ہے

کلمکے[1] داری بُرویِ دل ز غیر
تو دل پر غیر کا زخم رکھتا ہے
ونگہاں خواہی بکُوئے دوست سَیر
پھر دوست کے کوچہ میں سیر چاہتا ہے

تا فشک[2] داری بکشمانِ وجود
جب تک تو وجود کے کھیت میں دیمک رکھتا ہے
حَبّ حُبّ اللّٰہ درو کشتن چہ سُود
اس میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت کا دانہ بونے سے کیا فائدہ؟

غیرِ اُو را از نظر بیروں فگن
اس کے غیر کو نظر سے باہر پھینک دے
چشمِ دل نہ بر جمالِ ذُوالمنن
احسانوں والے کے حسن پر، دل کی آنکھ رکھ

کیست دیگر درجہاں غیر از خدا
دنیا میں خدا سے علاوہ دوسرا کون ہے؟
از چہ اَحول گشتہ اے ژاژخا
اے بیہودہ گو! تو بھینگا کیوں ہوا ہے؟

خود توئی گر غیرِ حق خود را بسوز
اگر تو خود حق کا غیر ہے تو خود کو جلا دے
چشمِ دل بر وحدۂ ہر دَم بدُوز
دل کی آنکھ ہر وقت اس تنہا پر لگا

جُز وجودِ مطلق و ہستیِ پاک
وجودِ مطلق اور پاک ہستی کے سوا
آنچہ آید دَر خیالت ہَست خاک
جو کچھ تیرے خیال میں آئے، خاک ہے

تو کجا و مَن کُجا عالَم کُجا
تو کہاں اور میں کہاں، عالم کہاں؟
ہَست یک نورِ منزہ اے فتا
اے نوجوان! ایک پاکیزہ نور ہے

ظاہر و باطن نہان و آشکار
ظاہر اور باطن، پوشیدہ اور کھلا
شمع یک شمع ست قندیلش ہزار
شمع تو ایک شمع ہے اس کے قندیل ہزار ہیں

درہزاراں آئینہ یک صورت ست
ہزاروں آئینوں میں صورت ایک ہے
زیں تکثُّر ہم خِرد را حیرت ست
اس کثرت سے بھی عقل حیرت میں ہے

---

1. کلمکے۔ چھوٹا سا زخم۔
2. فشک۔ دیمک۔ کشمان۔ کھیت۔ احول۔ بھینگا، مشرک بھینگا ہے ایک کے دو دیکھتا ہے۔ ظاہر۔ جملہ کائنات صرف ایک نورِ وحدت کا مظہر ہے ایک روشنی مختلف رنگ کے آئینوں میں سے مختلف نظر آتی ہے۔

کثرتِ آئینہ آمد از کجا　　ایں ز اَسماؤ صفات ست اے کیا

آئینہ کی کثرت کہاں سے آئی؟　　اے بزرگ! یہ اَسما اور صفات کی وجہ سے ہے

ایں[1] سخن پایاں ندارد لب بہ بند　　ہردو لبہای مرا بربستہ قند

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ہونٹ بند کر لے　　شکر نے میرے دونوں ہونٹ سی دیے ہیں

زیں شکر ہر دولبِ مَن بَستہ شُد　　وز قیودِ گفتگو دل رَستہ شُد

اس شکر سے میرے دونوں ہونٹ بستہ ہو گئے　　اور گفتگو کی بیڑیوں سے دل نجات پا گیا

رجوع بحکایت شاہزادۂ سُوم کہ از بادشاہ شرفِ قرابت و عزّ و

تیسرے شہزادے کی حکایت کی طرف رجوع جس نے بادشاہ سے رشتہ داری کا شرف اور

وجاہت یافت و بمنزل گاہِ زَوَّجنَاھُم بحُورٍ عِینٍ شتافت

عزت اور وجاہت پائی ''ہم کے حورعین سے اُن کی شادی کر دی'' کی منزل گاہ کی طرف دوڑ گیا

اے حُسام الدّیں شہِ مُلکِ یقیں　　حالِ شہزادۂ سُوم برگو توہیں

اے حسام الدین! ملکِ یقین کے شاہ　　ہاں آپ تیسرے شہزادے کا حال بیان کریں

اے ضیاء الحق حُسام الدّیں حَسَن　　جذبِ جاں کردی توچوں بادِ یمن[2]

اے ضیاء الحق حُسام الدین حَسَن!　　آپ نے یمن کی ہوا کی طرح جاں جذب کر لی

می کشد مارا اَبر عرشِ عُلا　　پَرِّ پروازت چو جبریلِؑ صَفا

ہمیں بلندی کے عرش پر کھینچتا ہے　　تیرا پَر پرواز جبرئیلؑ باصفا کی طرح

بُردۂ جاں را تو در باغِ خلُود　　سینہ ام پُرگل ازانست اے وُدُود

آپ جان کو ہمیشگی کے باغ میں لے گئے　　اے محبوب! اسی لیے میرا سینہ پھولوں سے پُر ہے

خود ز تُست ایں گفتگوۓ پُرشکر　　کز زبانم می تراود شعرِ تر

یہ شکر بھری گفتگو آپ کی جانب سے ہے　　کہ میری زبان سے تازہ شعر ٹپک رہے ہیں

حالِ خود را بَر زبانم گفتۂ　　خود تو دانی چونکہ ایں در سُفتۂ

آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے　　چونکہ آپ نے یہ موتی پرویا ہے آپ خود جانتے ہیں

مَن نے خالی بُدم نائی توئی　　مثنوی را گر بیفزائی تُوئی

میں خالی نے ہوں نوازنے والے آپ ہیں　　اگر مثنوی کو بڑھا رہے ہیں تو آپ ہیں

نالۂ مَن ازدمِ گرمِ تُو ہَست　　لُطفِ تُو ایں تہمتے برمَن بہ بست

میرا نالہ آپ کے گرم سانس کی وجہ سے ہے　　آپ کی مہربانی نے مجھ پر یہ تہمت باندھی ہے

---

[1] ایں۔خالص ذات وحدت سے متصف ہے، یہ تکثر اسماء وصفات کے مظاہر ہیں۔

[2] بادِ یمن۔آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے یمن کی جانب سے خدائی سانس کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اس کا مصداق وہ کشش تھی جو اویس قرنیؓ کی جانب سے آنحضورؐ میں پیدا ہوئی تھی۔اَبر۔ ہمزہ زیادہ ہے۔نائی۔نے نواز۔

اختتام[1] مثنوی خود کردهٗ | خود تو میگوئی و لے در پردهٗ
مثنوی کا اختتام آپ نے کیا ہے | خود آپ کہہ رہے ہیں لیکن آپ پردے میں ہیں
ایں مَن و ما جز کہ پردہ بیش نیست | پیشِ آں عقلِ مآل اندیش نیست
یہ ''من و ما'' پردے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے | انجام سوچنے والی عقل اُس کے سامنے نہیں ہے
در صُوَر گر کثرتے بینی عیاں | معنیِ جُملہ یکست اے نکتہ دَاں
تو اگر صورتوں میں کثرت ظاہر دیکھتا ہے | ایک نکتہ داں! حقیقت سب کی ایک ہے
شمع، در آئینہ خانہ گر نہی | پیش ہر آئینہ اَش راہے دہی
اگر تو شیش محل میں شمع رکھ دے | ہر آئینہ کے سامنے تو اس کو راستہ دے دے گا
در حقیقت یک بُوَد اے ہوشیار | پیشِ چشمِ تُو نمایاں صد ہزار
اے ہوشیار! حقیقت میں وہ ایک ہے | تیری آنکھ کے سامنے ہزاروں نمایاں ہیں
ذاتِ شمع آں یک بُوَد از کثرتے | مرتُرا ز آئینہ باشد حیرتے
شمع کی ذات ایک ہے، کثرت کی وجہ سے | تجھے آئینہ سے حیرت ہو گی
بے تکثُّر شمع یک چوں شُد ہزار | وحدتِ ہستیِ مُطلق ہوشدار
بغیر کثرت کے جب ایک شمع ہزار ہو گئیں | مطلق ہستی کی وحدت کو سمجھ لے
گر[2] بپُرسی آئینہ شُد از کُجا | شمع ہست آں خود قدیم و باضیا
اگر تو پوچھے آئینہ کہاں سے پیدا ہوا؟ | وہ شمع خود قدیم اور منوّر ہے
آئینہ داں جُملہ اَسماء و صفات | اقتضا کردند فضلِ کائنات
تمام اسماء و صفات کو آئینہ سمجھ | جنہوں نے بقیہ کائنات کو چاہا
زیں سخن بگذر کہ شہزادہ سُوم | چوں شنید از مَرگ آں دادر دُوَم
اس بات سے گذر، کیونکہ تیسرے شہزادے نے | جب دوسرے بھائی کی موت کے بارے میں سُنا

بیانِ حالِ شہزادہٗ سُوَم کہ بَعدِ مرگِ برادرِ دُوَم تقرُّبِ

تیسرے شہزادے کے حال کا بیان جس نے دوسرے بھائی کے مرنے کے بعد شاہ

سُلطان و قُرب و عِرفان یافت

کا تقرُّب اور قرب و معرفت حاصل کر لی

حاضر آمد در جنابِ پادشاہ | طالبِ محبُوبِ خود با دَرد و آہ
وہ بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا | اپنے محبوب کا درد اور آہ کے ساتھ طالب بن کر

---

1. اختتام۔ یہ خاتمہ آپ نے لکھوایا ہے۔
2. گر بپُرسی۔ ذات ایک ہے صفات میں کثرت ہے اور یہ کائنات صفات کا مظہر ہے۔ دادر۔ برادر۔

پس معرّف گفت بہرِ مصلحت — کیں سوم بیش ست جائے مرحمت
مصلحت کے طور پر تعارف کرنے والے نے کہا — کہ یہ تیسرا زیادہ رحم کا مستحق ہے

ہردو بازویش بعشقِ تو شکست — مر شکستش را جبیرہ[1] بستن ست
اُس کے دونوں بازو آپ کے عشق میں شکستہ ہو گئے — اُس کی شکست پر پٹی باندھنی ہے

شاہِ رحمت کرد اُو را پیش خواند — وز تلطف بر سریرِ خود نشاند
شاہ نے رحم کیا اُس کو آگے بُلایا — اور مہربانی سے اپنے تخت پر بٹھایا

گرچہ میدانست حالش را بکشف — جملہ می پُرسید با رائیِ شگرف
اگرچہ وہ اُس کی حالت کو کشف کے ذریعہ جانتا تھا — عجیب رائے سے تمام (احوال) پوچھتا رہا

آنچناں از لُطف پُرسشہا نمود — کاں غم و کربت زجانِ اُو ربُود
مہربانی سے اس قدر پُرسش کی — کہ وہ غم اور مصیبت اس کی جان سے نکال دی

آں برادر مُردہ را تدفیں نُمود — زندہ رابا رُوحِ خود تضمیں نمود
اُس نے مُردہ بھائی کی تدفین کر دی — زندہ کو اپنی رُوح سے وابستہ کر لیا

بعد چندیں صحبتِ اُو گرم شُد — شاہ را بروے بسے دل نرم شُد
تھوڑے دن بعد اُس کی صحبت گرم ہو گئی — اُس پر بادشاہ کا دل بہت نرم ہو گیا

پُوتہ[2] و پُوتک مرا اُورا جملہ داد — داخلِ شاہانہ بہرِ اُو گشاد
بڑا چھوٹا خزانہ سب اس کو دے دیا — دیوان خانہ اُس کے لیے کھول دیا

از دَمِ جاں بخشِ شاہِ بحرِ جُود — غنچۂ اُو در شگفتن رُو نمود
سخاوت کے سمندر، جان عطا کرنے والے شاہ کے دم سے — اُس کا غنچہ کھلنے لگا

رازہا اندر دلش تخمیر گشت — ہمچو آں دومیں ہمہ تنویر گشت
اُس کے دل میں بہت سے راز پوشیدہ ہو گئے — وہ منجھلے بھائی کی طرح مجسم نور بن گیا

منزلِ قُربِ وجود و معرفت — بیشتر زاں دومیں شُد در صفت
قُربِ وجود اور معرفت کی منزل میں — صفت میں اُس منجھلے بھائی سے زیادہ ہو گیا

کسب ہا میکرد و رہ طے می نُمود — جہدہا میکرد و نورش می فزود
مجاہدے کرتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا — وہ کوشش کرتا تھا اور اس کا نور بڑھ رہا تھا

لیک اُو خود عبرتے بگرفتہ بُود — زاں دو دادر پندہا پذ رفتہ بُود
لیکن اُس نے خود ایک عبرت حاصل کر لی تھی — اُن دونوں بھائیوں سے نصیحت قبول کر لی تھی

عقبہائے راہ وا دانستہ بُود — حزمہا میکرد و بُد شایستہ خود
وہ راستہ کی گھاٹیوں کو خوب جان چکا تھا — احتیاطیں برتتا تھا اور خود شائستہ تھا

---

1. جبیرہ۔ ٹوٹے ہوئے عضو کو کسنے کی پٹی۔
2. پوتہ و پوتک۔ بڑا اور چھوٹا خزانہ۔ زاں دو دادر۔ بڑے نے عجلت میں جان دی چھوٹے کو تکبر نے مار ڈالا۔

دیدکاں اوّل ز عُجلت جاں بداد — واں دُوُم را عُجب درگورے نہاد
اُس نے دیکھا کہ اُس پہلے نے جلدی میں جان دے دی — اور اُس دوسرے کو خود پسندی نے قبر میں رکھ دیا

مَرد را باید کہ اندر راہِ یار — در تانّی[1] کوشد و صبر و قرار
انسان کو چاہیے کہ یار کے راستہ میں — آہستہ روی اور صبر و قرار سے کوشش کرے

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ — رِفق راس الحکمت آمد اے فتیٰ
احمدؐ مجتبیٰ نے اسی لیے فرمایا ہے — اے نوجوان! نرمی دانائی کی جڑ ہے

ابنِ مسعودؓ از پیمبرؐ نقل کرد — نصفِ ایمان ست صبر اے نیک مَرد
ابن مسعودؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے — اے نیک مردا! صبر نصف ایمان ہے

ورنہ حُسنِ یار نورِ مُطلق ست — چشمِ دل اندر جمالش مُندق ست
ورنہ یار کا حسن نورِ مطلق ہے — اس کے جمال میں دل کی آنکھ پارہ پارہ ہے

تاب ناری دیدنش را یک بیک — آئینہ مَصقول میکُن سیکنک
تو یک بیک اُس کے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا — آئینہ پر آہستہ آہستہ صیقل کر

ایں تانّی بہرِ استعداد ہَست — کے جمالِ بے حجابش در بہ بَست
یہ آہستہ روی استعداد کے لیے ہے — اس کے بے حجاب جمال نے دروازہ کب بند کیا ہے؟

یارِ چوں شمس ست در وسط السّماء — لیک اے خفّاش کُو چشمے تُرا
یار آسمان کے وسط میں سورج کی طرح ہے — لیکن اے چمگادڑ! تیری آنکھ کہاں ہے؟

رَو تو اوّل چشم را پیدا بکُن — بَعدازاں دیدہ بسویش وَا بکُن
جا، تو پہلے آنکھ پیدا کر — اُس کے بعد اُس کی طرف آنکھ کھول۔

بَرنتابی ورنہ آں نور و شرُوق — نجمِ توگردد ز مہرش در خفُوق
ورنہ اس نور اور چمک کی تو تاب نہ لا سکے گا — اُس کے سورج سے تیرا ستارہ غروب کر جائے گا

یابمیری یا شوی دیوانہ خُود — زیں سببہا اکثرے مجذوب[2] شُد
یا تو مر جائے گا یا دیوانہ ہو جائے گا — اسی وجہ سے بہت سے مجذوب ہو گئے ہیں

برنتابد کاہ بارِ کوہ را — مَرد باید ایں غم و اَندوہ را
تنکا، پہاڑ کا بوجھ نہیں سہار سکتا — اس رنج و غم کے لیے مرد چاہیے

آں نخستیں دادرش تعجیل کرد — وصلِ عریاں راطپاں تحصیل کرد
اُس کے پہلے بھائی نے جلدی کی — عُریاں وصل کو تڑپتے ہوئے حاصل کیا

---

1. تانّی۔ آہستہ روی۔ احمدؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ آہستہ روی تمام حکمتوں کی جڑ ہے۔ مُندق۔ ریزہ ریزہ۔ ایں تانّی۔ آہستہ روی اس لیے ضروری ہے کہ تجھ میں استعداد پیدا ہو جائے اور اُس نور کا تحمل کر سکے۔ یابمیر۔ اگر بغیر استعداد کے تجلی پڑتی ہے تو سالک مر جاتا ہے یا دیوانہ ہو جاتا ہے۔

2. مجذوب۔ وہ انسان جس کے ہوش و حواس جذبِ الٰہی نے گم کر دیے ہوں۔

چوں نبُود آں وصلِ لُب درخوردِ اُو — در طپش اُفتاد و خست و مُرد او

چونکہ خالص وصل اُس کے مناسب نہ تھا — وہ تڑپنے لگا اور خستہ ہو گیا اور مر گیا

تا کہ رفعِ ایں حجابِ تَن نشُد — وصلِ عُریاں کے بدست آید ز لُد[1]

جب تک جسم کا یہ پردہ نہ ہٹے — جھگڑے سے عریاں وصل کب ہاتھ آتا ہے؟

لیک شیرِ عشق چوں تازد شتاب — لُقمہ گردد عاشق اُو را چوں کباب

لیکن عشق کا شیر جب جلد دوڑ پڑتا ہے — عاشق کباب کی طرح اُس کا لُقمہ بن جاتا ہے

ز اضطرابِ عشق جلدیہا کُند — چکرہ را ہمچوں صَدف لَب وا کُند

عشق کے اضطراب کی وجہ سے جلد بازیاں کرتا ہے — سیپ کی طرح قطرے کے لیے منہ کھول دیتا ہے

لیک پیش از ابرِ نیساں فتحِ لَب — نیست زاں حاصل بجز رنج و تعب

لیکن ابرِ نیساں سے پہلے منہ کھولنا — اُس سے سوائے تکلیف اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں

زَن نباشد طامِثہ یا بالغہ — باشد از احوائے نُطفہ زائغہ

جو عورت حائضہ یا بالغہ نہ ہو — وہ نُطفہ کے گھیرنے میں کجرو ہوتی ہے

داستانِ آں مطبخی کہ بدونِ استعداد ازراہِ تعجیلِ دل

اُس نان بائی کا قصہ جس نے بغیر استعداد کے جلد بازی کے طور پر

بوصلِ عُریاں نہاد و جاں بَداد

وصلِ عریاں کے ساتھ دل وابستہ کیا اور جان دے دی

عارفے[2] را مطبخی ہمسایہ بُود — بَس سخی و عاقل و پُرمایہ بُود

ایک عارف کا ایک نان بائی پڑوسی تھا — بہت سخی اور عقل مند اور سرمایہ دار تھا

اکثر استفسار کردے حالِ شیخ — بستہ بُودے چشم بَراحوالِ شیخ

اکثر شیخ کا حال معلوم کرتا — شیخ کے احوال پر آنکھ لگائے ہوئے تھا

چونکہ فقر از شانِ فخرِ اولیا ست — اِفتقار از سنتِ خیرالوریٰ ست

چونکہ فقر اولیا کے فخر کی شان ہے — حاجت مندی خیر الوریٰ کی سنت ہے

باوجودِ حزم اِخفایِ کمال — گر شُدے احیاناً اُو دانایِ حال

باوجود کمال کے اخفاء کی پختہ کاری کے — اگر وہ کبھی حال کا واقف کار بن جاتا

---

1. لَد۔ جھگڑا۔ مفتی صاحب نے جھگڑے کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ چکرہ۔ قطرہ۔ صدف۔ سیپ۔ نیساں۔ چیت کا مہینہ اپریل۔ طامثہ۔ حائضہ۔ زائغہ۔ کجرو۔

2. عارف۔ صاحب معرفت شخص، ولی بزرگوں سے سُنا ہے کہ یہ قصہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اُس نان بائی کی قبر بھی اُن کے مزار کے پاس موجود ہے۔ مطبخی۔ نانبائی۔ افتقار۔ فقر میں مبتلا ہونا آنحضورؐ کا ارشاد ہے ''اَلفقرُ فخری''، ''فقر میرا فخر ہے''۔

خدمتے کردے بصد عجز و نیاز
سیکڑوں عاجزیوں اور نیازمندیوں سے خدمت کرتا

باکمالِ اعتقاد و امتیاز
پورے اعتقاد اور امتیاز کے ساتھ

اِتفاقاً چند مہمانِ عزیز
اتفاقاً چند معزز مہمان

شُد قنق[1] روزے بآں صاحبِ تمیز
ایک روز ان صاحبِ تمیز کے مہمان بن گئے

چونکہ فقدِ نُزل بُود و ہم عشا
چونکہ مہمانی کے سامان اور کھانے کا بھی فقدان تھا

مرد عارف گشت دَر رنج و عَنا
(وہ) عارف مرد رنج اور تکلیف میں (مبتلا) ہو گیا

چوں لِیُکْرِم ضَیْفَہٗ حکمِ رسُولؐ
چونکہ "چاہیے کہ آپ مہمان کا اکرام کرے" رسول کا حکم ہے

دردلِ عارف ز نشتر بد عجُول[2]
وہ عارف کے دل میں نشتر سے زیادہ جلدی کرنے والا تھا

یک دوبار از خانقہ تاخانہ رفت
ایک دو مرتبہ خانقاہ سے گھر تک گیا

تا کند مہمانیِ شاں چست و زَفت
تاکہ ان کی مہمانی اچھی اور بھرپور کریں

لیک در خانہ یَسارِ اُو نبُود
لیکن اُن کے گھر میں مالداری نہ تھی

زیں سبب تشویشِ وقتِ اُو فزُود
اس لیے ان کے وقت کی پریشانی بڑھ رہی تھی

مطبخی آں شیخ را بر رَغمِ طبع
نان بائی نے شیخ کو اُن کے مزاج کے خلاف

دیدگہ در خانقہ گاہے بربع
کبھی خانقاہ میں کبھی گھر میں دیکھا

بَردرِ اُو آمد و تفتیش کرد
وہ ان کے دروازے پر آیا اور جستجو کی

ماجرا دریافت و بس تشویش کرد
معاملہ سمجھ گیا اور بہت پریشان ہوا

زُود از دوکانِ تُتماج و ثرید
فوراً دکان سے دلیا اور پنیر

نان و قلیہ ماہیِ بریان گزید
روٹی اور شوربا، بھنی ہوئی مچھلی لی

بُرد نزدِ شیخ کاے مردِ خدا
شیخ کے پاس لے گیا کہ اے مردِ خدا!

صرف کُن ایں جملہ اے نور الہُدیٰ
اے نورِ ہدایت! اس سب کو خرچ کر لیجئے

ہرکجا خواہی مرآں را صرف کُن
آپ جہاں چاہیں اُس کو خرچ کر لیں

جملہ کردم مِلکِ تو از بیخ و بُن
میں نے جڑ اور بنیاد سے سب آپ کی ملک کیا

شیخ شاداں گشت و مہماناں نواخت
شیخ خوش ہو گئے، مہمانوں کو نوازا

جُملہ را زاں خوانِ نعمت سیر ساخت
اُس خوانِ نعمت سے سب کا پیٹ بھر دیا

آنچہ باقی ماند بخشید اہل را
جو کچھ بچا گھر والوں کو دے دیا

رَفت تشویش و دلش آمد بجا
ان کی پریشانی رفع ہو گئی اور دل ٹھکانے آ گیا

---

[1] قنق۔مہمان۔نُزل۔مہمانی کا کھانا۔عَنا۔مشقت۔چوں۔آنحضورؐ کا حکم ہے "جوشخص مومن ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے" یہ حکم چوں کہ رسول کا حکم ہے اس لیے شیخ کے قلب میں نشتر سے بھی زیادہ اثر کر رہا تھا۔

[2] عجُول۔جلدی کرنے والا۔یسار۔مالداری۔بررَغمِ طبع۔خلافِ عادت۔ربع۔مکان۔تتماج۔پینے والی غذا جیسے دلیا،شوربا۔دلش۔یعنی شیخ کی پریشانی جاتی رہی۔

مطبخی را گفت چہ خواہی بگو
نان بائی سے فرمایا تو کیا چاہتا ہے بتا؟
ہر دُرے خواہی ازیں دریا بجو
تجھے جو موتی چاہیے اس دریا میں تلاش کر لے

بحرِ مَن درجوش آمد ایں زماں
اس وقت میرا سمندر جوش میں آ گیا ہے
آنچہ میخواہی بگیر و واستاں
تو جو چاہے حاصل کر لے اور لے لے

مطبخی گفتا کہ از لُطفِ شما
نان بائی نے کہا آپ کی مہربانی سے
وُلد[1] و مال و جاہ شُد حاصل مرا
اولاد اور مال اور رُتبہ مجھے حاصل ہے

نیست دَر دنیا بچیزے حاجتم
مجھے دنیا میں کسی چیز کی حاجت نہیں ہے
از رہِ شکر و قناعت ساکتم
شکر و قناعت کے طریقہ پر میں خاموش ہوں

حق چوبیش از حاجتِ مَن رحم کرد
جب اللہ (تعالیٰ) نے میری ضرورت سے زیادہ عطا فرمایا ہے
چوں کُنم دیگر طلب اے نیک مَرد
اے نیک مردا پھر اور کیا طلب کروں؟

باز چوں دریای حق درجوش بُود
پھر چونکہ اللہ (تعالیٰ) کا دریا جوش میں تھا
عارف اَندر خواہ خواہش میفزود
شیخ (اس سے) خواہش کے طلب کرنے میں اضافہ کرتے تھے

مطبخی گفتا کہ میخواہم شہا
نان بائی بولا اے شاہ! میں چاہتا ہوں
ہمچو خود عارف کُنی بے فرقہا
بغیر فرق کے اپنی طرح مجھے عارف بنا دیجئے

غیرِ ازیں دیگر مرا حاجت چونیست
اس کے علاوہ چونکہ میری کوئی حاجت نہیں ہے
زیں عطایم گر نوازی خوش فنیست
اگر آپ اس بخشش سے مجھے نواز دیں تو بہتر کام ہے

عارف اندر فکر رَفت و گفت ہیں
عارف متفکر ہو گئے اور فرمایا خبردار!
زیں[2] سوالِ خام رَو، دیگر گزیں
اس ناقص سوال سے ہٹ جا دوسرا اختیار کر لے

گفت نے نے من ہمیں را خواستم
اُس نے کہا نہیں نہیں، میں یہی چاہتا ہوں
وز سَرِ مال و جہاں برخاستم
مال اور دنیا کے خیال سے میں علیحدہ ہوں

گفت عارف گرچو من عارف شوی
شیخ نے فرمایا اگر تو میری طرح عارف بنے گا
غرق بحرِ لا شوی وز خود رَوی
''لا'' کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اور اپنے سے جاتا رہیگا

تارو پود اُسطقست بگسلد
تیرے عناصر کا تانا بانا بکھر جائے گا
طوطیِ تو ایں قفس دردَم ہلد
تیری طوطی فوراً پنجرے کو چھوڑ دے گی

گفت ازیں بہتر چہ باشد اے کریم
عرض کیا اے کریم! اس سے بہتر کیا ہو گا؟
واصلِ حق گشتہ، برخیزم سلیم
واصلِ بحق ہو کر میں سالم اٹھوں گا

---

[1] وُلد۔ اولاد۔ خواہ۔ یعنی بار بار اُس سے فرمار ہے تھے کہ مانگ لے جو مانگتا ہے۔ ہمچو خود۔ مجھے اپنا جیسا عارف خدا بنا دیجئے۔

[2] زیں سوال۔ یہ تیری نامناسب درخواست ہے اس سے رُوگردانی کر۔ غرق۔ یعنی تو فنا ہو جائے گا۔ اسطقس۔ چاروں عناصر۔ طوطی۔ یعنی روح۔ سلیم۔ یعنی پیر کی یاد سے بچا ہوا ہو۔

گفت عارف اندرونِ حُجرہ آ | ساعتے بنشیں مراقب پیشِ ما
شیخ نے فرمایا، حجرے کے اندر آ جا | تھوڑی دیر مراقبہ کر کے میرے سامنے بیٹھ جا

خلوتے کردند آں عارف تمام | صرفِ ہمت[1] کرد در سَقی المُدام
اُن شیخ نے پوری خلوت کر لی | شراب (معرفت) پلانے میں توجہ لگا دی

بعدِ یک ساعت چو بیروں آمدند | صورت و معنیٰ ہمہ یکساں شُدند
تھوڑی دیر کے بعد وہ جب باہر آ گئے | ظاہر اور باطن میں ایک سے ہو گئے

خلق ہم از جمعِ مِثلیں خیرہ شُد | عقلِ جُزوی از تمیز تیرہ شُد
دو یکساں کے جمع ہونے سے لوگ حیران ہو گئے | جزوی عقل امتیاز کرنے سے عاجز آ گئی

آخرش بعد از زمانے مطبخی | در طپش جاں داد چوں مُرغ اے اخی
انجام کار تھوڑی دیر کے بعد نانبائی نے | اے بھائی! مُرغ کی طرح تڑپنے میں جان دے دی

اَلغرض جاں را بجاناں بازداد | ہمچو شہزادہ نخستیں[2] بے مُراد
الغرض اس نے جان جاناں کو واپس دے دی | پہلے بے مراد شہزادے کی طرح

نامُرادش گفتنم در صورت است | ورنہ در معنیٰ وصالِ حیرت است
اُس کو میرا نامُراد کہنا ظاہر میں ہے | ورنہ حقیقت میں وصالِ حیرت ہے

حَبّذا خِرمن کزیں برق اُو بسوخت | تیرِ آں دلدار مُرغِ جانش دُوخت
وہ کھلیان کیا ہی اچھا ہے جو اس بجلی سے جل گیا | اُس محبوب کے تیر نے اُس کی جان کے پرند کو بیندھ دیا

صورتِ تکمیل اگرچہ تام نیست | وصل حاصل شُد بمعنیٰ خام نیست
اگرچہ تکمیل کی صورت پوری نہیں ہے | وصل حاصل ہو گیا، حقیقت میں ناقص نہیں ہے

حَبّذا جانے کہ در راہش دہی | مَرحبا آں سَر کہ در کویش نہی
وہ جان کیا ہی اچھی ہے جو تو اس کی راہ میں دے دے | قابلِ تحسین ہے وہ سر جس کو تو اس کے کوچہ میں رکھ دے

بہرِ اُو مُردن بہ از صد زندگیست | کایں چنیں موت ست بس فرخندگیست
اس کے لیے مر جانا سو زندگی سے بہتر ہے | کیونکہ اس طرح کی موت بہت مبارک ہے

ایں سخن را اندکے کوتاہ کن | وز حدیثِ آں سُوم آگاہ کن
اس بات کو تھوڑا سا مختصر کر دے | اور اُس تیسرے کی بات سے آگاہ کر

---

1 ہمت۔ یہ توجہ اتحادی کہلاتی ہے۔ مدام۔ یعنی شراب وحدت و معرفت۔ مثلیں۔ یعنی خواجہ صاحب اور نان بائی بالکل ایک جیسے تھے اُن دونوں میں صورتاً بھی کوئی فرق نہ تھا۔

2 نخستیں۔ جس طرح پہلا شہزادہ عجلت کی وجہ سے مرا تھا۔ نامراد۔ میں نے ان دونوں کو نامراد محض ظاہری طور پر مرجانے کی وجہ سے کہہ دیا ورنہ یہ وصالِ حیرت ہے کیوں کہ دونوں نے محبوب کے فراق میں جان دی ہے۔ تکمیل۔ اگر چہ یہ سلوک کی تکمیل نہیں ہے لیکن بہرحال وصلِ یار تو حاصل ہو ہی گیا۔

بیانِ حالِ شہزادۂ سُوم و اکتسابِ اُو مَر کمالاتِ صوری و معنوی و
تیسرے شہزادے کے حال کا بیان اور اُس کا صوری اور معنوی کمالات کو حاصل کرنا اور
صبر کردنِ اُو از بیانِ حاجتِ خود و بمحبوبِ خود رسیدن
اُس کا اپنی ضرورت کے بیان کرنے سے صبر کرنا اور اپنے مطلوب کو پہنچ جانا

واں سُوم شہزادہ باصد حزم[1] و صبر
اور وہ تیسرا شہزادہ سو احتیاط اور صبر سے
می کشید از یَمّ عرفاں ہمچو ابر
عرفان کے سمندر سے ابر کی طرح کھینچتا تھا

ہر شبے تازے ز صحبت ہای شاہ
ہر رات کو شاہ کی صحبتوں سے دوڑتے
دردلش ز انوارِ وحدت ہا پگاہ
صبح کو وحدت کے انوار اُس کے دل میں

کسبِ استعداد و توفیرِ حِکَم
استعداد کا کسب اور حکمتوں کی زیادتی
می نمود از فیضِ شاہ اُو دَمبدم
اُس کے لیے شاہ کے فیض سے دمبدم ظاہر ہوئی

دردلش ہردَم ز سُلطاں چوں قمر
چاند جیسے شاہ کی جانب سے اس کے دل میں ہر وقت
نورِ نو وارد شُدے شام و سحر
صبح و شام نئے نور وارد ہوتے

دَم نمی زد لیکن از مطلوبِ خود
وہ سانس نہیں لیتا تھا لیکن اپنے مقصود کی وجہ سے
داشت دردل شُعلۂ محبوبِ خُود
اپنے محبوب کے دل میں شعلہ رکھتا تھا

باچنیں[2] شاہِ پُر از جُود و سَخا
ایسے جود اور سخا سے پُر بادشاہ سے
حرفِ مطلب برزباں آرم چرا
میں مطلب کا حرف زبان پر کیوں لاؤں؟

لُطفِ اُو بے گفتہ صَد نعمت دَہد
اس کی مہربانی بغیر کہے سیکڑوں نعمتیں دیتی ہے
سُوی گفتن چوں دلِ مَن برجہد
کہنے کی جانب میرا دل کیسے کودے؟

بے طلب بخشید چوں جان و تنم
جبکہ اس نے بغیر مانگے مجھ کو جان اور جسم عطا فرمایا
بَردرش پَس چوں تبوراکے زنم
پھر اُس کے دروازے پر ڈھپڑی کیوں بجاؤں؟

شاہِ ما آئینۂ صافی دل ست
ہمارا شاہ صاف دل آئینہ ہے
خطرہ اَم را دردلِ شہ منزل ست
شاہ کے دل میں میرے خطرے کی منزل ہے

گر سَزاوارم بداں دُرِّ ثمین
اگر میں اُس قیمتی موتی کے لائق ہوں
خود شہم بنوازد از لُطفِ گزیں
پسندیدہ مہربانی سے خود بادشاہ مجھے نوازے گا

لُطفِ اُو ہر صاحبِ اِستعداد را
اُس کی مہربانی ہر صاحب استعداد کو
حسبِ حالش میدہد بے امترا
بے شک اُس کے حسب حال عطا کر دیتی ہے

---

1. حزم۔پختہ کاری۔یَمّ۔سمندر۔توفیر۔زیادتی حاصل کرنا،آمدنی۔
2. باچنیں۔اس کی خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ کہتا تھا۔تبوراک۔وہ ڈھپڑا جو کھیت سے چڑیاں اُڑانے کے لیے بجایا جاتا ہے۔

ہر چکاوے[1] را کہ اہلیت بُوَد — چترِ شاہی بر سَرش از شہ رسَد

جس مٹری میں اہلیت ہوتی ہے — شاہ کی جانب سے اُس کے سر پر شاہی چتر پہنچ جاتا ہے

نیست یکتارہ برآں شہ چوں خفا — در طلب پُویم جگارہ مَن چرا

اُس شاہ پر جب سُوئی کا نکوا بھی مخفی نہیں ہے — میں طلب میں مختلف راستوں پر کیوں دوڑوں؟

از فضولی چوں سخن پیشش کُنم — ازچہ پیدا حاجتِ خویشش کُنم

اُس کے سامنے بیکار بات کیسے پیش کروں؟ — اُس پر اپنی حاجت کیوں ظاہر کروں؟

شاہِ ما روشن ضمیر ست و خبیر — میدہد آخر مرادِ دل بدیر

ہمارا شاہ روشن ضمیر اور باخبر ہے — انجام کار دل کی مراد دے دیتا ہے

صبر کُن اے دل کہ مِفتاحِ خوشی ست — درمیانِ صبر بَس عیش و کُشی ست

اے دل! صبر کر کیوں کہ وہ خوشی کی کنجی ہے — صبر میں بہت عیش اور خوشی ہے

شاہ روزے گفت کاے جانِ کرم — بحرِ صبر و حِلمی و کانِ کرم

ایک دن شاہ نے کہا اے جانِ کرم! — تو صبر اور حلم کا سمندر اور کرم کی کان ہے

خاطرم زیں سلطنت بگرفتہ اَست — دل بتختِ اوجِ وحدت بَستہ است

میری طبیعت اس سلطنت سے ملول ہے — وحدت کی بلندی کے تخت سے دل وابستہ ہے

جانشینِ مَن شو و خود کامراں — تارہم مَن از خراشِ این و آں

میرا جانشین بن جا اور خود کام چلا — تاکہ میں اِس اور اُس کی خلش سے نجات پا جاؤں

رُو بخلوت خانۂ خاصے کُنم — از سخن گفتن مَن اکنوں تَن زنم

میں اب خاص خلوت خانہ کا رُخ کرتا ہوں — میں اب بات کرنے سے خاموش ہوتا ہوں

گفت پیغمبرؐ کلام ار فِضّہ اَست — مُرسکوت از تبر[2] خالص نِضّہ اَست

پیغمبرؐ نے فرمایا کلام خواہ چاندی ہے — خاموشی بغیر اَن گھڑ خالص سونے سے ہے

تختِ ارشادست اگرچہ بَس سَنی — لیک اَندر بے خودی صَد روشنی

رہنمائی کا تخت اگرچہ بہت بلند ہے — لیکن بے خودی میں سیکڑوں روشنیاں ہیں

از تفکُّرہا دلم خالی شوَد — مظہرِ انوارِ اِجلالی شوَد

میرا دل فکروں سے خالی ہو جائے گا — انوارِ جلالی کا مظہر ہو جائے گا

---

1. چکاوٗ۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی سر کی کھوپڑی کے کیے ہیں غیاث اللغات میں چکاد، دال کے ساتھ بمعنی پیشانی لکھا ہے۔ یکتارہ۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی سرِ سوزن کے لکھے ہیں اور غیاث اللغات میں یکتار کو اندک کے معنیٰ میں لکھا ہے۔ جگارہ۔ مختلف راستے بعض نسخوں میں چکارہ بمعنی بیکار لکھا ہے۔
2. تبر۔ سونے کا پترا۔ نضہ۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی بغیر ٹھپہ کا سونا لکھے ہیں، بعض لغات میں نضّ اور ناض کے معنی نقد کے لکھے ہیں۔ سَنی۔ بلند، روشن۔ فکر۔ حدیث شریف ہے فِکْرُ سَاعَةٍ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِنَةٍ "تھوڑی دیر کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

فکرِ ساعت بہتر از طاعاتِ سال — ایں[1] تفکّر ہست حیرت دَر جمال
ایک گھنٹہ کا فکر، سال بھر کی عبادتوں سے بہتر ہے — یہ تفکّر جمال میں حیرت ہے

چونکہ شہزادہ شُنید ایں ماجرا — زَد ز تعظیمِ ادب سَر را بپا
جب شہزادے نے یہ قصہ سُنا — ادب کی تعظیم سے پاؤں پر سر رکھ دیا

کہ مباد آں دَم کہ از مَسند رَوی — یا بخلوت خانہ گردی مُنزوِی
خدا کرے وہ وقت نہ ہو کہ آپ مسند سے جائیں — یا خلوت خانہ میں خلوت نشین ہوں

سایۂ تو برسرِ مَن مُستدام — ظلِّ گُستر باد تا یومِ القیام
ہمیشہ آپ کا سایہ میرے سَر پر — قیامت تک سایہ فگن ہو

تاجِ ایں سَر سایۂ اقبالِ تُست — سُلّمِ مَن پایۂ اقبالِ تُست
اس سر کا تاج آپ کے اقبال کا سایہ ہے — میری سیڑھی، آپ کے اقبال کا پایہ ہے

یاربم ہرگز بقا چنداں مَباد — کہ بہ بینم مَسندِ شہ را خَماد
اے خدا! میری اتنی زندگی ہرگز نہ ہو — کہ میں شاہ کی مسند کا بجھاؤ دیکھوں

زیں نمط بسیار می شُد گفتگو — لیک شہ از اِمتحاں در جستجو
اس طریقہ پر بہت گفتگو ہوئی — لیکن شاہ امتحاناً جستجو میں تھا

کہ وُرا در دل بُوَد از حُبِّ جاہ — یا شکوہِ سلطنت مانندِ شاہ
کہ اُس کے دل میں حُبِّ جاہ ہو — یا شاہ کی طرح سلطنت کا دبدبہ ہو

ہیچ دردل عُجب یا پندار[2] ہَست — یا درونش از مئے شوقست مَست
دل میں کوئی تکبر یا غرور ہے؟ — یا اُس کا باطن شوق کی شراب سے مَست ہے؟

دیدکاں در سَرِسِرّ دیگر نہ پُخت — برنہالش جز نیازے بَر نہ پُخت
اُس نے دیکھا کہ اُس نے سر میں کوئی خیال نہیں پکایا — اُس کے پودے پر نیازمندی کے پھل کے علاوہ نہیں پکا

حُبِّ جاہ شاہی و حرص و ہَوا — دَرسَرش راہے ندارد ماسوا
رُتبہ اور شاہی کی محبت اور حرص اور خواہش — اُس کے سَر میں ماسوا راستہ نہیں رکھتا

جُز خدا و حُبِّ خاصانِ خدا — دردلِ اُو نیست راہے ہیچ را
خدا اور خاصانِ خدا کی محبت کے علاوہ — اُس کے دل میں کسی کا راستہ نہیں ہے

جُملہ اَحوالش بطبقِ وضع یافت — ہرقدم برشاہ راہِ شرع یافت
اُس کے تمام احوال وضع کے مطابق پائے — ہر قدم کو شریعت کی شاہراہ پر پایا

---

1 ایں تفکر۔ تفکر جمالِ باری تعالیٰ میں، حیرت کو کہتے ہیں۔ زَد۔ یعنی اپنا سر شاہ کے قدموں پر رکھ دیا۔ منزوِی۔ گوشہ نشین۔ مُستدام۔ ہمیشہ۔ یوم القیام۔ روزِ محشر۔ سُلّم۔ سیڑھی۔ خَماد۔ بجھاؤ۔ لیک۔ بادشاہ کی ان باتوں کا مقصد اُس کا امتحان تھا۔ عُجب۔ تکبر۔

2 پندار۔ غرور۔

دَردلش مَیلے بسُوی مُلک نَے   طالبِ بحرست و رَہنِ فُلک¹ نے
اُس کے دل میں سلطنت کی طرف میلان نہیں ہے   سمندر کا طالب ہے اور کشتی کا گروی نہیں ہے

برمحکِّ اِمتحاں بس آزمُود   غیر زرِّ دَہ دہی آں جا نبُود
اُس نے امتحان کی کسوٹی پر بہت آزمایا   سوائے خالص سونے کے وہاں کچھ نہ تھا

گفت بااَصحابِ شہ کیں نوجواں   می نیرزد جز بآں دُختِ چوجاں
شاہ نے مصاحبوں سے کہا کہ یہ نوجوان   اُس جان جیسی لڑکی کے سوا کے لائق نہیں ہے

ماہ را بامہر پیوندی خوش ست   جِسم را با رُوح پابندی خوش ست
چاند کا سورج سے جوڑ بہتر ہے   جسم کی رُوح سے وابستگی بہتر ہے

ایں مر اُورا اُو مر ایں را لائق ست   ہر یکے اَقرانِ خودرا فائق ست
یہ اُس کے اور وہ اِس کے لائق ہے   ہر ایک اپنے ساتھیوں سے بڑھا ہوا ہے

ایں چنیں دُختر مر اینکس را سَزا ست   آں چناں فَصّ اندریں خاتم رَواست
ایسی لڑکی اِس شخص کے مناسب ہے   ویسا نگ اِس انگوٹھی میں دُرست ہے

جُملگی تحسینِ رائش را بدل   کردہ گفتند اَلعجل نِعمَ المحل
سب نے دل سے اُس کی رائے کی تحسین   کر کے کہا جلدی کیجئے بہتر موقع ہے

شاہ گفتا، مجلسے آراستند   بزمِ طوئی بس سَنی افراشتند
بادشاہ نے حکم دیا انھوں نے مجلس آراستہ کی   شادی کی محفل، بہت اعلیٰ مقام کی

ہردو مشتاقِ ازل یک جان و دل   گشت ایجاب و قبولِ مستحِل²
ایک جان و دل دونوں ازلی مشتاقوں کا   حلال کرنے والا ایجاب و قبول ہو گیا

ہر یکے زاں دیگرے سَرمست شُد   جاں بجان و دل بدل پیوست شُد
ہر ایک دوسرے سے مست ہو گیا   جان، جان سے اور دل، دل سے جُڑ گیا

از تَأنِّی کارِ دارین ست راست   زیں سبب تعجیل از شیطاں بخاست
آہستہ روی سے دونوں جہانوں کے کام درست ہیں   اس لیے جلدبازی شیطان سے پیدا ہوئی

صبر را فرمود حق عزم الامُور   می بَرد بے رَیب اربِ خود صبُور
اللہ (تعالیٰ) نے صبر کو معاملوں کا عزم فرمایا   بے شبہ صابری اپنی خواہش حاصل کر لیتا ہے

---

1 فُلک۔ کشتی۔ دَہ دہی۔ خالص سونا جو تپانے سے کم نہ ہو۔ دُخت۔ دختر۔ اقران۔ ساتھی، ہم عمر۔ فص۔ انگشتری کا نگینہ۔ العجل۔ یعنی اب دونوں کے نکاح میں جلدی کی ضرورت ہے، بہت اچھا موقع ہے۔ طوئی۔ شادی۔ سَنی۔ بلند۔

2 مستحِل۔ حلال کرنے والا، ایجاب و قبول کے بعد بیوی شوہر کے لیے حلال ہو جاتی ہے۔ از تانّی۔ مشہور ہے اَلتَّأَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعُجْلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ "آہستہ روی خدا کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے"۔ عزم الامور۔ صبر کو ہمت کا کام فرمایا ہے۔ ارب۔ حاجت۔

ہر کہ رنجے بُرد گنجے ہم بہ بُرد — وانکہ کاہل گشت در سختی بمُرد
جس نے تکلیف برداشت کی خزانہ بھی حاصل کیا — اور جو کاہل بنا وہ تنگی میں مرا

لیک کاہل کاہلِ دنیا خوش ست — عجلت اندر کارِ دنیا ناخوش ست
لیکن کاہل، دنیا کا کاہل بہتر ہے — دنیا کے کام میں عجلت بُری ہے

صبر کُن تو کیلِ[1] دنیا کُن بدُو — خیروشرّت را بہ از تُو داند اُو
صبر کر، دنیا اُس کے سپرد کر دے — وہ تجھ سے زیادہ تیرا بُرا بھلا جانتا ہے

کاہلِ دنیا شود چابک بدیں — ہمچو آں شہزادۂ کاں سُوّمیں
دنیا کا کاہل دین میں چست ہوتا ہے — اُس شہزادے کی طرح جو تیسرا ہے

تمثیلاتِ چند در بیان آنکہ کارِ دنیا جُملہ برعکس کارہاست

چند مثالیں اِس بیان میں کہ دنیا کے سب کام، کاموں کے بالعکس ہیں

کارِ دنیا جُملہ عکسِ کارہاست — درخوشی غم ہست و زغم فرح خاست
دنیا کے سب کام، کاموں کے اُلٹے ہیں — خوشی میں غم ہے اور غم سے خوشی پیدا ہوتی ہے

ہر کہ[2] گریان ست اُو خنداں بُود — وانکہ شاداں زیست اُو گریاں بُود
جو روتا ہے، وہ ہنستا ہے — اور جو خوش جیا، وہ رونے والا ہوتا ہے

نعلِ معکوس ست نقشِ ایں جہاں — مَیلِ ہر چیزے بسُوئے ضِد بداں
اس دنیا کا نقش اُلٹا نعل ہے — ہر چیز کا میلان ضِد کی جانب سمجھ

ہر کہ را خوانند سُلطاں اُو گداست — زانکہ وطرش کامل از اوطارِ ماست
لوگ جس کو بادشاہ کہتے ہیں وہ فقیر ہے — اسلیے کہ اُس کی حاجت ہماری حاجتوں سے بڑھی ہوئی ہے

کاں فلاں را ایں رعایت کردن ست — وز فلاں مال فلانے بُردن ست
کہ اُس فلاں کی یہ رعایت کرنی ہے — اور فلاں سے فلاں مال لینا ہے

گر گدارا بنی اُو سلطانِ وقت — مالکِ وقت و پدر شد زانِ وقت
اگر تو فقیر کو دیکھے وہ وقت کا شاہ ہے — وہ وقت کا مالک ہے اور وقت کی ملکیت کیوجہ سے باپ بنکیا ہے

خود ابُوالوقت ست در احوالِ خویش — نے چو سُلطاں ابنِ وقت و حالِ خویش
وہ اپنے حالات میں ابُوالوقت ہے — بادشاہ کی طرح اپنے وقت اور حال کا بیٹا نہیں ہے

ہم چنیں بخل و سخا را در نگر — نام برضِد آمد اے نیکو سیَر
اسی طرح بخل اور سخاوت کو سمجھ — اے نیک سیرت! نام بالعکس ہے

---

1. تو کیل۔ وکیل بنادینا، سپرد کردینا۔ سُوّمیں۔ تیسرا شہزادہ دنیا کے کاموں میں سُست اور آخرت کے کاموں میں چُست تھا۔
2. ہرکہ۔ جو دنیا میں رونے لگا وہ آخرت میں مسکرائے گا۔ سلطاں۔ دنیاوی بادشاہ دراصل فقیر ہے۔ وطر۔ حاجت اوطار اُس کی جمع ہے۔ کاں۔ بادشاہ ہر وقت فکروں میں مبتلا رہتا ہے۔ گدا۔ فقیرا اپنے اوقات کا مالک ہے اور ابُو الوقت ہے۔ سیَر۔ سیرت کی جمع ہے، عادت، خصلت۔

از بخیل[1] آمد سخی تر گو کدام
بتا بخیل سے زیادہ سخی کون ہے
مالِ خود را می گذارد بہرِ عام
وہ اپنا مال عوام کے لیے چھوڑ جاتا ہے

نفسِ خود را جملہ زُو محروم داشت
اپنے نفس کو اُس سے بالکل محروم رکھا
بہرِ خرجِ وارثاں معصوم داشت
وارثوں کے خرچ کے لیے محفوظ رکھا

خود نخورد و ناکس از دست داد
نہ خود کھایا اور نہ کسی کو ہاتھ سے دیا
کیں دو راجع سُوئے اُو ہست المراد
کیونکہ یہ دو (ہی) اس سے متعلق ہیں المراد

ہرکہ را خوانی سخی اُو شُد بخیل
تو جس کو سخی کہتا ہے وہ بخیل ہے
زانکہ غیرے را نداد اُو یک فتیل
کیونکہ اُس نے غیر کو قلیل چیز (بھی) نہ دی

یا بدُنیا خود خورد یا مید ہد
یا دنیا میں خود کھاتا ہے، یا دے دیتا ہے
بہرِ عقبیٰ دَر لحد یکسر نہد
آخرت کے لیے سب قبر میں رکھ دیتا ہے

دیگرے از مالِ اُو نفعے نہ بُرد
دوسرے نے اس کے مال سے نفع نہ اُٹھایا
ہم خورانید اُو بمسکیں یا بخورد
اُس نے مسکین کو کھلا دیا یا خود کھا لیا

صَرف در راہِ خدا بہرِ خُود ست
خدا کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لیے ہے
تابوقتِ بے کسی آید بدست
تاکہ بے کسی کے وقت ہاتھ آئے

چونکہ در محشر درم دینار نیست
چونکہ محشر میں درہم، دینار نہیں ہے
ویں دو موزوں را در آنجا بار نیست
ان دونوں تلنے والی چیزوں کا وہاں دخل نہیں ہے

اندراں وقتش رَسد آں مالِ اُو
اُس کا وہ مال اُس وقت میں پہنچ جاتا ہے
پُرشود میزانِ[2] فرخ فالِ اُو
اُس کی بابرکت ترازو بھر جاتی ہے

دوستی و دشمنیِ ایں جہاں
اس دنیا کی دوستی اور دشمنی
ہم چنیں برعکس آمد اے فلاں
اے فلاں! اسی طرح اُلٹی ہے

ہرکہ باتو دوست تر دشمن ترست
جو تیرا زیادہ دوست ہے، وہ زیادہ دشمن ہے
نخلِ عُمرت را بافسوں زُو بُرست
وہ تیری عمر کے پودے کو منتر کے ذریعہ جلد کاٹنے والا ہے

ہرکہ دشمن گشت نامد سُوئے تُو
جو دشمن بن گیا وہ تیرے پاس نہ آیا
نامد اُو گاہے ندید اُو رُوی تُو
نہ وہ کبھی آیا، نہ اُس نے تیرا چہرہ دیکھا

درحقیقت اُو بُوَد از دوستاں
درحقیقت وہ دوستوں میں سے ہے
نقدِ عمرت را نگشتہ اُو سِتاں
وہ تیری نقد عمر لینے والا نہ بنا

[1] بخیل۔ دنیا کا بخیل، سخی ہے اپنا مال خود خرچ کرتا ہے دوسروں کے لیے چھوڑ کر مر جاتا ہے۔ خود کھالیتا یا اپنے ہاتھ سے غریبوں کو دے دیتا ہے تو وہ مال اُس کے کام آتا اور اُس کا سمجھا جاتا ہے۔ سخی۔ دنیا کا سخی بخیل ہے اس لیے کہ سب مال اُس کے کام آیا یا خود کھالیا آخرت کے لیے خرچ کر دیا جو اُس کے کام آئے گا دوسروں کے لیے نہ چھوڑا۔ فتیل۔ کھجور کی گٹھلی کے شگاف کا ریشہ، حقیر چیز۔

[2] میزان۔ اعمال کی ترازو۔ زوبرست۔ زود برندہ است۔ ستاں۔ گیرندہ۔

دوستاں[1] تضییع عُمرت می کنند | در فسادِ وقت و حالت می تنند
دوست تیری عمر ضائع کرتے ہیں | تیرے حال اور وقت کے فساد میں کوشاں ہیں

برتو حالے آمد، اُو آمد ز دُور | حالِ دل بَرگشت و پیدا شد نفُور
تیرے اُوپر ایک کیفیت طاری ہوئی وہ دور سے آیا | دل کی کیفیت بدل گئی اور نفرت پیدا ہوئی

برتو حالے آمد، اُو آمد ز دَر | بہرِ گفتِ بیہودہ بہرِ سمر[2]
تیرے اُوپر ایک حال طاری ہوا وہ دروازے سے آیا | بیہودہ باتیں کرنے کے لیے (اور) قصہ گوئی کے لیے

صحبتِ عامی بلایِ اکبرست | بہرِ عینِ قلب غینِ اُسترست
عوام کی صحبت، بڑی مصیبت ہے | دل کی آنکھ کے لیے بہت چھپانے والا ابر ہے

غینِ رَین آمد بقُرصِ آفتاب | پَس دلِ مَہ را ازوچہ بُود حساب
سورج کی ٹکیا پر سیاہی کا ابر آیا | تو چاند کے دل کو اُس سے کیا واسطہ؟

در بیانِ مغلوبیتِ حالِ خود و پرتوِ نورِ اجلال مولانا جلال الدین

اپنے حال کی مغلوبیت کا بیان اور مولانا جلال الدین قدس سرہ کے نور

قُدِّس اللہ سِرَّہُ العزیز کہ کاشانہ سوز خودی گشتہ

اجلالی کا سایہ جو خودی کے گھر کو جلانے والا بن گیا

جلوۂ برقِ تجلّیِ جَلال | آتش اندر خرمنم زَد چیست حال
تجلّی جلال کی برق کے جلوے نے | میرے کھلیان میں آگ لگا دی، کیا حال ہے؟

نُورِ اجلال از جلال الدین رُوم | مخزنِ اَسرارِ حق صَدر النجوم
(حضرت) جلال الدین رُومیؒ کا نورِ اجلال | جو کہ اللہ (تعالیٰ) کے رازوں کے خزانہ، ستاروں کے صدر ہیں

از درونم خود بخود سَر میزند | ز آشیانم باز شہپر میزند
میرے باطن سے خود بخود اُبھرتا ہے | پھر میرے آشیانے سے بازو پھڑپھڑاتا ہے

مَن ندانم مَن کیَم گوینده چیست | ویں شرَر دَر پُنبہ اَم از بَرقِ کیست
میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں، کہنے والا کیا ہے؟ | یہ چنگاریاں میری روئی میں کس کی برق کی ہیں؟

نالۂ مَن از کدامیں پَرده اَست | حیرتم در بحرِ عماں بُرده است
میرا نالہ، کون سے پردے سے ہے | حیرت مجھے گہرے سمندر میں لے گئی ہے

می تراوَد بے مَن و بے سعیِ مَن | ازنئ دل نالۂ مَوزوں پُر شجن
میرے بغیر اور میری کوشش کے بغیر ٹپکتا ہے | دل کی نے سے، غموں سے بھرا موزوں نالہ

---

[1] دوستاں۔ دوست بڑا وقت برباد کرتے ہیں۔ حالے۔ جمعیت وقت سے تجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی ہے دوست آ کر اُس کیفیت میں خلل ڈال دیتے ہیں۔

[2] سمر۔ قصہ گوئی۔ عین۔ چشم۔ غین۔ ابر۔ استر۔ زیادہ چھپانے والا۔ رین۔ سیاہی کا دھبہ۔ پس۔ جب کالا دھبہ سورج کی روشنی کے لیے نقصان رساں ہے تو پھر چاند تو کس حساب میں ہے۔ پردہ۔ ساز کا پردہ۔ بحرِ عماں۔ گہرا سمندر۔ شجن۔ غم۔

قافیہ مضموں پئے رُوپوش ہَست
مضمون کا قافیہ پردے کے لیے ہے
معنی از دل ہمچو شیر از بیشہ جَست
دل میں سے، معانی جھاڑی سے شیر کی طرح نکلتے ہیں

ہم مرا خوردی و ہم وہمِ خودی
آپ نے مجھے کھا لیا اور خودی کے خیال کو بھی
اے حُسام الحق مگر درمَن شُدی
اے حسام الدین! شاید آپ میرے دل میں پہنچ گئے ہیں

آمدی دَرمَن مرا بُردی تمام
آپ مجھ میں آ گئے اور مجھے بالکل فنا کر دیا
اے تو شیرِ حق مرا خُوردی تمام
آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں آپ نے مجھے پورا نگل لیا

مَن چہ دانم آنچہ می دانی بگُو
میں کیا جانتا ہوں، آپ جو جانتے ہیں کہیں
شُد بدستِ تو زمام اے نیک خُو
اے نیک خصلت! باگ آپ کے ہاتھ میں ہے

ازچہ رُو کردی مرا رُوپوشِ خُود
آپ نے مجھے اپنا پردہ کیوں بنایا؟
مَن ندارم از سَر و پاہوشِ خُود
مجھے تو خود اپنے سر پیر کا ہوش نہیں ہے

چند نالۂ زار کہ از نَے بیقرار، درد آثارِ غمگسار سَر زدہ و بیانِ منازل کلّیِ وجود و عروج و نزولِ اطوارِ ہستی بَر مرتبۂ شہُود

چند نالۂ زار جو غمگین، درد آثار بیقرار نے سے نکلے اور وجود کے تمام منازل اور عروج اور ہستی کے شہود کے مرتبہ پر نزول کا بیان

بشنو از نَے چوں حکایت میکُند
نے سے سُن کیا حکایت کر رہی ہے؟
قصۂ ہجراں روایت میکُند
جدائی کا قصہ بیان کر رہی ہے

کز وجودِ مُطلقم چوں کندہ اند
کہ جب سے مجھے مطلق وجود سے جُدا کیا ہے
مَن بگریہ، مرداں در خندہ اند
میں رونے میں، لوگ ہنسنے میں ہیں

حالِ زارِ مَن نمیداند کسے
کوئی میرا حال زار نہیں جانتا
ہستم اندر آتشِ غم چوں خسے
میں غم کی آگ میں تنکے کی طرح ہوں

چونکہ[1] از قوسِ اَحد مُنزل شُدم
جب میرا "قوسِ احد" سے تنزّل ہوا
خود بخُمِ واحدیت حَل شُدم
میں خود، واحدیت کے مٹکے میں گھل گئی

منزلِ لاہوت را کردم عبُور
میں نے "لاہوت" کی منزل کو عبور کیا
کرم از جبروتِ اِسمی ہم مرُور
میں "اسمی جبروت" سے بھی گذر گئی

[1] چونکہ۔ وجود کے اجمالی مراتب کا ذکر کیا ہے، وجود کا پہلا مرتبہ قوسِ اَحدیت ہے، وجود کا یہ مرتبہ ذاتِ مجرّد ہے اِس کو ذاتِ بحت عینیت ہویّت۔ اَحدیتِ مُطلقہ کہا جاتا ہے، اِس مرتبہ میں نہ اُس کا صفات سے اتصاف ہے، نہ نعوت سے، نہ وہ مطلق ہے، نہ وہ مقیّد، یہ مرتبہ تنزیہ اور تشبیہ سے بالاتر ہے اور کشف وعیاں سے بھی برتر ہے اسی کو لاہوت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسرا مرتبہ قوسِ واحدیت ہے۔ یہ مرتبہ ذات مع الصفات کا ہے اسی کو عالمِ جبروت کہا جاتا ہے۔ تیسرا مرتبہ ارواحِ مجردہ اور عقول کا ہے اسی کو عالمِ ملکوت کہا جاتا ہے اس کے بعد چوتھا درجہ عالمِ مثال کا ہے، وجود کے یہ جملہ مراتب عالمِ امر کہلاتے ہیں، اس کے بعد عالمِ خلق کا مرتبہ ہے جس کو عالمِ شہادت اور ملک اور عالمِ ناسوت بھی کہا جاتا ہے یہ سب وجود کے نزول کے مراتب ہیں۔

رفتہ رفتہ عالمِ ملکوت شُد | عالمِ روحانیِ منعوت شُد
رفتہ رفتہ "عالمِ ملکوت" ہو گیا | موصوف "عالمِ روحانی" بن گیا

بعدۂ در عالمِ مُلک و شہود | گشت ظاہر جملہ اَطوارِ وجود
اُس کے بعد "عالمِ ملک و شہود" میں | وجود کے تمام مراتب ظاہر ہو گئے

مُنتہایش عالمِ ناسوت گشت | زیں تنزّلہا دلم مبہوت گشت
اُس کا منتہا "عالمِ ناسوت" ہو گیا | ان تنزلات سے میرا دل حیران ہو گیا

کے بُود یارب کہ معراجے شوَد | رُوح سُوئِ قوسِ احدیت روَد
اے خدا کب ہو گا کہ "معراج" ہو گی؟ | رُوح "قوسِ احدیت" کی جانب جائے گی

ہر تنزّل را عروجے[1] لازِم ست | قطرہ سُوی بحرِ اَخضر عازِم ست
ہر تنزل کے لیے عروج ضروری ہے | قطرہ بحرِ اخضر کے لیے ارادہ کرنے والا ہے

لیک اَقسامِ عروج ایجاں سہ است | برکس از فیضِ خدا ایں دَر نہ بست
لیکن اے جان! عروج کی تین قسمیں ہیں | خدا کے فیض کا یہ دروازہ کسی پر بند نہیں ہوا

شُد عروجِ عامہ مَرگِ جسمِ خاک | بَس تعرُّج ہست درموت و ہلاک
عوام کا عروج، خاکی جسم کی موت ہے | موت اور ہلاکت میں عروج ہے

قدرِ مَرگِ خود نمیدانی چرا | میدہد[2] در مَرجِ لاہوتی چرا
تو اپنی موت کی قدر کیوں نہیں جانتا؟ | وہ تجھے "لاہوتی" چراگاہ میں خوراک دیتی ہے

موت قبل[2] الموت اگر دستت نداد | میکُند کارت اَجل حسبُ المراد
موت قبل از موت کا اگر تجھے موقع نہ ملا | موت مُراد کے مطابق تیرا کام کر دیتی ہے

موت جسرِ مُوصِل آمد سویِ یار | مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار
موت یار کی جانب پہنچانے والا پُل ہے | اے ہوشیار موت کے لیے آمادہ رَہ

وہ چہ خوش باشد کہ سُوی شہ رَوم | واصلِ درگاہِ آں بیچوں شوم
واہ، کیا اچھا ہو گا کہ میں شاہ کی طرف جاؤں گا | اُن بے چون کے دربار سے متصل ہو جاؤں گا

وقت آمد کز جہانِ بیکسی | پایِ کوباں سُویِ بامِ اُو رَسی
وقت آگیا کہ بے کسی کی دنیا سے | تو رقص کرتا ہوا اس کے بالاخانہ کی جانب پہنچ جائے

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰؐ | تُحفۃُ المؤمن کہ اَلموت اے فتا
اسی لیے احمدؐ مجتبیٰ نے فرمایا | اے نوجوان! موت مؤمن کا تحفہ ہے

---

[1] عروج۔ وجود کے تنزّلات کے بعد عروج شروع ہوتا ہے پہلا عروج وہ ہے جو موت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ عالمِ برزخ کی جانب عروج ہوتا ہے، دوسرا عروج وہ ہے جو جنت اور جہنم میں حاصل ہوتا ہے، وہ قوسِ واحدیت کی جانب عروج ہے، یہ عروج مومن کا جمال کے راستہ سے ہے اور کافر کا جلال کے راستہ سے ہے۔ تیسرا عروج وہ ہے جو خدائی کشش کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

[2] میدہد۔ موت کے ذریعہ انسان کا عروج عالمِ لاہوت کی جانب ہوتا ہے۔ الموت۔ موت کو آنحضورؐ نے مومن کا تحفہ اسی لیے قرار دیا ہے کہ وہ وصلِ یار کا سبب ہے۔

گر نبودے موت در دنیایِ دُوں
اگر کمینی دنیا میں موت نہ ہوتی
سخت می گشتیم عاجز بَس زبوں
ہم سب عاجز اور مغلوب بن جاتے

شکرِ حق گو مخلصی بنہادہ است
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ نجات کا موقع رکھ دیا ہے
غرفہ سُویِ آں جہاں بکشادہ است
اُس جہان کی جانب کھڑکی کھول دی ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے عزیز! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے
از عروجِ بعدِ مُردن گو تُو نیز
مرنے کے بعد کے عروج کے متعلق بتا

زاں[1] عرُوجے کردہ در برزخ رَود
اُس کے ذریعہ عروج کر کے برزخ میں جاتا ہے
درمیانِ قبر تا محشر بُوَد
قبر کے اندر، محشر تک رہتا ہے

پَس عرُوجے ہَست در محشر پدید
پھر ایک عروج محشر میں ظاہر ہوتا ہے
بعدازاں در نار یا جنّت کشید
اُس کے بعد جہنم میں یا جنت میں لے جاتا ہے

پَس بسُویِ واحدیت تا اَحد
پھر ''واحدیت'' کی جانب ''احد'' تک
سَر بر آرد از تعیُّن می رَہد
سَر اُبھارتا ہے، تعیُّن سے نجات پا جاتا ہے

مُنتہی سُویِ خدا شُد زیں سبَب
اس لیے منتہٰی اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہوا
ہَست رُجعیٰ سُویِ اُو خود بے طلب
خود بغیر مانگے، اُس کی جانب واپسی ہے

مُومن از نورِ جمالے میرسَد
مؤمن کو نورِ جمال کے ذریعہ سے پہنچتا ہے
ثمرہا از باغِ رُویت می چشد
دیدار کے باغ کے پھل چکھتا ہے

کافر از نورِ جلالی گو رسید
کافر گویا نورِ جلالی کے ذریعہ پہنچتا ہے
لیک محجوب ست و خُسرانے کشید
لیکن وہ محجوب ہے اور اُس نے نقصان اُٹھایا ہے

معنیِ کُلٌّ اِلَینَا رَاجِعُون
''ہر ایک ہماری طرف لوٹنے والا ہے'' کے معنیٰ
فہم کن وَاللّٰہُ اَعلَم بِالفُنُون
سمجھ لے اور خدا فنون کو زیادہ جانتا ہے

ایں[2] عرُوجِ اِضطراری عام ہَست
یہ اضطراری عروج عام ہے
بہرِ ہرنا پُختہ و ہَر خام ہَست
ہر نہ پکے ہوئے اور ہر کچے کے لیے ہے

زیں سبب فرمود آں احمد لبیبؐ
اُن عقلمند، احمدؐ نے اسی لیے فرمایا
موت جسرِ مُوصِل آمد تا حبیب
موت، دوست تک پہنچانے والا پُل ہے

واں عروجِ دُومی شُد ز اختیار
وہ دوسرا عروج اختیار سے ہوا
اولیا و انبیا را ز اعتبار
اولیا اور انبیا کے اعتبار سے

---

[1] زاں عروج۔ مرنے سے عالمِ برزخ کی طرف عروج ہوتا ہے، قبر برزخی چیز ہے۔ پَس۔ قبر سے محشر کی جانب عروج ہوتا ہے پھر محشر سے جنت اور دوزخ کی طرف عروج ہوتا ہے۔ پس۔ پھر قوسِ واحدیت اور قوسِ احدیت کی جانب عروج ہوتا ہے۔ رُجعیٰ۔ سورۂ اقراء میں ہے وَاِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی ''اور بے شک تیرے ربّ کی جانب واپسی ہے''۔

[2] ایں عروج۔ موت کے ذریعہ عروجِ اضطراری ہے جو ہر ایک کے لیے ہے۔ جسر۔ پُل۔ عروجِ دُوَمی۔ موت کے ذریعہ جو عروج ہے وہ انبیا اور اولیا کو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے ذریعہ اختیاری طور پر حاصل ہوتا ہے۔

از رہِ علم و عمل عارج شدند | پس بموتِ معنوی خارج شدند
وہ علم و فضل کے راستہ سے عروج حاصل کرنے والے بنے | وہ معنوی موت کے ذریعہ نکلنے والے بنے

پیشِ مُردن مُردہ گرد و شو فنا | تا عُروجے حاصل آید مرتُرا
مرنے سے پہلے مُردہ بن اور فنا ہو جا | تاکہ تجھے عروج حاصل ہو

ازمنازلہا کہ سالک آمد ست | جہد کردہ ہم بدانسو پاز دست
سالک جن مراتب سے آیا ہے | کوشش کر کے اُسی جانب قدم بڑھایا ہے

تاکہ وجہِ حق برُو ظاہر شوَد | دَر تجلّی واحدی[1] اَحدی رَود
تاکہ اُس پر حق کی وجہ ظاہر ہو جائے | "واحدی احدی" تجلی میں چلا جائے

خود فنا گردد بقا حاصل کند | قطرہ را تا بحرِ کل واصل کند
خود فنا ہو جائے، بقا حاصل کر لے | قطرے کو بحرِ کل سے جوڑ دے

سُوئیں معراج جذبِ ایزدی | گو کشد در لحہ سُوی بے خُودی
تیسری معراج، ایزدی جذب ہے | جو ایک لحہ میں بے خودی کی جانب کھینچ لیتی ہے

چوں رسولِ مجتبیٰؐ در یک نفَس | وارہید از قیدِ ایں نازک قفس
جس طرح رسولِ مجتبیٰؐ ایک سانس میں | اس نازک پنجرے کی قید سے چھوٹ گئے

دفعۃً تاقاب قوسین اُو پرید | راہِ صد سالہ بیک جنبش بُرید
دفعۃً وہ "قاب قوسین" تک اُڑے | سو سالہ راستہ ایک جنبش میں طے کیا

در دَم از ظاہر سُوی باطن رَود | واں کثافت خود لطافتہا شوَد
فوراً ظاہر سے باطن کی جانب چلا جاتا ہے | وہ کثافت، خود لطافتیں بن جاتی ہے

ظلمتِ خاکی ز جسمِ تو رَود | نورِ یزدانی بہفت اعضا دَود
خاکی ظلمت تیرے جسم سے چلی جاتی ہے | خدائی نور سات اعضا میں دوڑ جاتا ہے

لیکن[2] ایں در اختیارِ عبد نیست | بندہ را فعلے بجز درجہد نیست
لیکن یہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے | بندے کا کام کوشش کے سوا نہیں ہے

ز اجتبا گشتند محبوباں مُصیب | واں دگرہا گشتہ يَهْدِيْ مَنْ يُّنِيْبُ
محبوب "اجتباء" کی وجہ ٹھیک پہنچنے والے ہیں | اور وہ دوسرے "وہ اسکو ہدایت کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے" کے مصداق ہے

ہر مُرید آخر مُرادے می شوَد | طالبے مطلوبِ رادے می شوَد
ہر مرید آخر میں مُراد بن جاتا ہے | طالب، جوان کا مطلوب بن جاتا ہے

---

1. واحدی احدی۔ یعنی قوسِ واحدیت اور قوسِ احدیت۔ دفعۃً۔ آنحضورؐ کو معراج میں جذبِ الٰہی سے دفعۃً عروج ہوا اور مقامِ قرب تک پہنچ گئے۔

2. لیک۔ جذبِ الٰہی کا یہ عروج بندہ کے اختیار میں نہیں ہے۔ دگرہا۔ جو سعی کرتے ہیں اُن کا بیان يَهْدِيْ مَنْ يُّنِيْبُ میں ہے "خدا اُس کو ہدایت کر دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے"۔

نے[1] مشابہ آنکہ کار آخر کند — ہر مُرید ایں اجتبا را کے سزد
نہ وہ مرتبہ جو کام مکمل کر دے — ہر مرید اس "اجتبا" کے لائق کہاں ہے؟
قدرِ حالِ خود مُرید آمد مُراد — زیں سبب فرمود آں رَبُّ العباد
مُرید اپنے حال کے اندازہ سے مُراد بنتا ہے — اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
مَن تَقَرَّب شِبرَبَاعًا کُنتُ لَه — مَنْ اَتٰی یَمْشِیْ اَتَیْتُ هَرْوَلَه
جو ایک بالشت قریب ہوا میں چار ہاتھ ہوا — جو چل کر آیا، میں بھاگ کر آیا
جَہد کُن کز جَہدہا عارِج شوی — ز آشیانِ آب و گِل خارِج شوی
کوشش کر کیوں کہ مجاہدوں سے تو صاحبِ معراج ہوگا — آب و گل کے آشیانہ سے نکل جائے گا
ازچہ[2] نورِ پاک و خوش آمد مَلک — ازچہ صاف و روشن آمد ایں فلک
فرشتہ پاک نور اور بھلا کس وجہ سے ہے؟ — یہ آسمان صاف اور روشن کس وجہ سے ہے؟
زانکہ از خاکِ مکدّر برتر اُوست — زانکہ از نفسِ دَنِیِ مُطَہَّر اُوست
اس لیے کہ مکدّر خاک سے وہ بالا رہے — اس لیے کہ وہ کمینہ نفس سے پاک ہے
نفسِ خیرہ پاک تیرہ شُد بہم — بربَلا آمد بَلا اے خوش قدم
بے باک نفس اور مکدر مٹی اکٹھے ہوئے — اے خوش قدم! مصیبت بالائے مصیبت ہوئی
جہد کُن تاخاک را صافی کُنی — زیں ہمہ آلودگی ہا بَر کَنی
کوشش کر تاکہ تو مٹی کو صاف کر لے — تو اِن سب آلودگیوں سے جُدا ہو جائے
نفسِ خیرہ را بدہ بس گوشمال — تادَمَد از خاکِ جسمت صَد نہال
بے باک نفس کو بہت سزا دے — تاکہ تیرے جسم کی مٹی سے سیکڑوں پودے اُگیں
جَہد کُن اندک زمانہ روز چند — چند شب گریہ بکُن باقی بخند
چند دن تھوڑے وقت مجاہدہ کر لے — چند راتیں رولے، باقی ہنس
زیں سبب فرمود قرنِی اویسؓ — سَاعَةٌ دُنْیَا وَ فِیْهَا الرَّوْحُ لَیْس
اسی لیے اویس قرنیؓ نے فرمایا — دنیا کچھ وقت ہے اور اس میں آرام نہیں ہے
کاہلی درکارِ دنیا در سُپار — چابکی میکن پئے روزِ شمار
دنیا کے کام میں کاہلی اختیار کر — حساب کے دن کے لیے چُستی برت

[1] نے مشابہ۔ اجتہاد اور کوشش سے وہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا ہے جو جذبِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ مَن تقرب۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَن تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا "جو میرے ایک بالشت قریب ہوا میں اُس کے چار ہاتھ قریب ہوا" مَنْ اَتَی اِلَیَّ یَمْشِیْ اَتَیْتُ اِلَیْهِ هَرْوَلَةً "جو میری جانب چل کر آیا میں اُس کے پاس دوڑتا ہوا آیا"۔

[2] ازچہ۔ فرشتہ اور آسمان اس لیے پاک صاف ہیں کہ وہ کدورت اور نفس سے پاک ہیں۔ نفس۔ انسان میں یہ دونوں خرابیاں ہیں اُن کے ازالہ کی ضرورت ہے۔

زُہد[1] در دنیا چہ جایِ فخرِ تُست
دنیا میں زہد، تیرے فخر کا کیا موقع ہے؟

مَیل سُوئ جیفہ ننگ و خُسرتست
مُردار کی طرف میلان، ذلت اور ٹوٹا ہے

قدرِ اُو حقا چو پَرِّ پشہ نیست
یقیناً اُس کی قدر مچھر کے پَر کی طرح (بھی) نہیں ہے

پیشِ بحرِ آں جہاں جُز رَشّہ نیست
اُس جہان کے سمندر کے سامنے ایک چھینٹے کے سوا نہیں ہے

کرد اِحسانے خداوندِ بُلند
خدائے برتر نے بڑا احسان فرمایا

زُہدِ ایں ناچیز را از ما پسند
کہ اِس ناچیز سے ہماری بے رغبتی، پسند کر لی

زُہدِ نامرغوب چیزے بَس حقیر
بہت حقیر ناپسندہ چیز سے بے رغبتی کو

از کرم بنوشت اُو شَیْئًا کَثِیْر
کرم سے اُس نے "گھنی چیز" لکھ دیا

از عِنایتہائِ خاصِ ایزدست
اللہ (تعالیٰ) کی خاص عنایتوں میں سے ہے

کو شبہ گیرد دہد گوہر بَدست
کہ وہ پوتھ لے لیتا ہے اور موتی عطا کرتا ہے

عُمرِ مَعدودِ قلیلے بے ثُبات
ناپائیدار، تھوڑی، گنی چُنی عُمر

طاعتے کردی و رَفتی درحیات
تو نے عبادت کی اور (ابدی) زندگی میں چلا گیا

آں حیاتِ باقیِ بے انتہا
وہ لامحدود باقی رہنے والی زندگی

نے عدم گردش بگردود نے فنا
جس کے چاروں طرف، نہ عدم گردش کرتا ہے نہ فنا

لَا یَحُوْمُ حَوْلَهُ الْاَعْدَامُ قَط
نیستیاں اُس کے گرد کبھی چکر نہیں کاٹتیں

صِرْتَ رُوْحًا بَاقِیًا حَیًّا فقط
تو بس باقی رہنے والی زندگی، رُوح بن گیا

عُمرِ دنیا پیشِ عُقبیٰ ساعت ست
آخرت کے بالمقابل دنیا کی عُمر ایک گھڑی ہے

ساعتے را لاتناہی راحت ست
ایک گھڑی کی وجہ سے لامحدود راحت ہے

ہے کجائی فہم و عقلِ توچہ شُد
ہائیں تو کہاں ہے؟ تیری سمجھ اور عقل کیا ہوئی؟

پاسِ انفاسِ چو گوہر دارِ خُود
اپنے موتی جیسے سانسوں کا لحاظ رکھ

ہرنفس[2] بہرِ مسیحائیت چُست
ہر سانس تیری مسیحائی کے لیے تیار ہے

گر نداری پاسِ اُو از جہلِ تُست
اگر تو لحاظ نہ رکھے تیری نادانی ہے

قیمتِ یک دَم جہانے گر دہی
تو اگر ایک سانس کی قیمت ایک دینار دے

نیست ممکن کز اَجل یک دم رَہی
ممکن نہیں ہے کہ ایک سانس کے لیے موت سے نجات پائے

---

[1] زُہد۔ اگر انسان دنیا سے بچاؤ اختیار کرتا ہے تو اس کے لیے کوئی خاص فخر نہیں ہے دنیا ہے ہی ایسی چیز کہ اس سے بچاؤ کرنا چاہیے تھا۔ رشّہ۔ چھینٹا۔ کرد۔ اللہ تعالیٰ کا ہمارے زُہد کو پسند کر لینا اُس کا کرم ہے ورنہ یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ شبہ۔ کنج کا دانہ۔ عُمرِ دنیا۔ آخرت کی زندگی کے اعتبار سے دنیا کی زندگی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ہے یہاں آ کر انسان نیک عمل کر لیتا ہے تو آخرت میں لاانتہا آرام ملتا ہے۔

[2] ہرنفس۔ تیرا ہر سانس تجھ کو مسیحائی دے سکتا ہے۔ قیمت۔ جب تیرا وقت ختم ہو گیا تو دنیا کی دولتیں دے کر بھی ایک سانس نہیں خرید سکتا۔

آنچنیں انفاسِ خوش ضائع مکن
ایسی بہتر سانسیں ضائع نہ کر
غفلت اندر شہرِ جاں شائع مکن
جان کے شہر میں، غفلت کو رائج نہ کر

بر سپرخی[1] سہ روزہ می تنی
تو تین روز کی خوشی کے گرد گھومتا ہے
چوں ستاع آخر بپاسے برزنی
بالآخر بانجھ عورت کی طرح ایک سانس میں گر جائے گا

در زغارہ چوں زخارہ سانِ سال
نمناک مٹی میں، سبز شاخ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے
بند بندت گردد آخر اے فلاں
بالآخر تیرا جوڑ جوڑ، ہو جائے گا اے فلاں!

سامۂ عہدِ ازل را یاد کن
ازل کے عہد کے وعدہ کو یاد کر
زخشۂ فطرت چوداری باد کن
جبکہ تو فطرت کا شعلہ رکھتا ہے، ہوا دے

ہر عبادت را ز حق وقت آمدست
ہر عبادت کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے وقت مقرر ہے
در صلوٰۃ و صوم میقاتے[2] شُد ست
نماز اور روزے کا ایک وقتِ معیّن ہے

ہم زکوٰۃ و حج فرضِ وقتی ست
زکوٰۃ اور حج بھی وقتی فرض ہے
غفلت اندر وقتِ آں بدبختی ست
اُس کے وقت میں غفلت بدبختی ہے

جُزکہ ذکرِ آں خدائے پاک ذات
اُس خدائے پاک ذات کے ذکر کے سوا
نیستش وقتِ معیّن از خدات
خدا کی جانب سے تیرے لیے اُس کا وقت معین نہیں ہے

نوطِ ذکرِ حق بہ نسیاں داشتند
انھوں نے اللہ (تعالیٰ) کی یاد کا بھول سے تعلق کر دیا
ذکر را دائر بہ نسیاں ساختند
ذکر کو بھول میں دائر کر دیا

گفت اُذْکُرْ رَبَّکَ آں شاہِ جہاں
اُس شاہجہاں نے ''تو اپنے آپ کو یاد کر'' فرمایا
وقتِ نسیاں اِذْ نَسِیْتَ رابخواں
بھول کے وقت ''جبکہ تو بھولے'' پڑھ لے

ظرفِ اُذْکُرْ اِذْ نَسِیْتَ آمد ست
''تو ذکر کر'' کا وقت ''جبکہ تو بھولے'' آیا ہے
پس بہر نسیاں قریں ذکرے شُد ست
تو ہر بھول کا ساتھی ذکر ہے

ہرگہت نسیاں بتازد ذکر گو
جس وقت تجھ پر بھول حملہ کرے ذکر کر
تانماند غیرِ ذکر و فکرِ ہُو
تاکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر کے سوا کچھ نہ رہے

جُز خدائے وحدہٗ چہ بُود دِگر
خدائے وحدہٗ کے علاوہ دوسرا کیا ہے؟
نامِ اُو برجان و دل شیر و شکر
اُسی کا نام جان اور دل کے لیے شیر و شکر ہے

ذکر کن مذکور تاگردد عیاں
(ایسا) ذکر کر کہ جس کا ذکر ہوا مشاہد ہو جائے
نے ہمیں ذکر کہ باشد برزباں
نہ وہ ذکر جو (صرف) زبان پر ہو

---

1. سپرخی۔خوشی۔ستاع۔بانجھ عورت۔سامۂ۔عہد۔زخشہ۔آگ کا شعلہ۔باد کن۔اُس کو ہوا دے کر بڑھا۔
2. میقات۔وقت۔نوط۔تعلق۔گفت۔قرآن پاک میں ہے وَاذْکُر رَبَّکَ اِذَا نَسِیتَ ''اور یاد کر اپنے خدا کو جس وقت تو بھولے''۔قرین۔ساتھی۔ہو۔خدا۔

ذکرِ لفظی غیرِ عارض بیش نیست
لفظی ذکر، ایک عارض سے زیادہ کچھ نہیں
ذکرِ رُوحی جز فنِ درویش نیست
رُوحی ذکر درویش کے ہُنر کے سوا نہیں ہے

چونکہ بُربایدؔ[1] تُرا سُلطانِ ذکر
جب سلطان الذکر تجھے اُڑا لے
آں زماں گشتی سَراپا کانِ ذِکر
اُس وقت تو مجسّم ذکر کی کان بن گیا

ذاکر و مذکور و ذِکر آید یکے
ذاکر اور مذکور اور ذکر ایک ہو جائے گا
غیرِ حق باقی نماند بے شکے
بے شک اللہ (تعالیٰ) کے سوا باقی نہ رہے گا

عالمے دیگر بدل زاید تُرا
تیرے دل میں ایک دوسرا ایسا عالم پیدا ہو گا
کیں سَماو ارض شُد آنجا ہَبا
کہ یہ آسمان اور زمین وہاں ذرّہ ہیں

آفتابِ دیگر از مَشرق تَند
مشرق سے دوسرا سورج طلوع کرے گا
ذرّہ اَت اِشراقِ خورشیدے کُند
اُس کا ایک ذرّہ سورج کو روشن کر دے گا

مہر چوں آئینہ را گردد مُحیط
سورج، جب آئینہ کو گھیر لیتا ہے
آئینہ خود جلوہ گر شُد زاں بَسیط[2]
اُس پھیلے ہوئے سے، خود آئینہ جلوہ گر ہو جاتا ہے

بعدازیں گفتن اِجازت کے بُوَد
اُس کے بعد کہنے کی اجازت کہاں ہے؟
نَحنُ اَقرَب ہر زمانم وَے بُوَد
ہر وقت تیرے لیے ''ہم زیادہ نزدیک ہیں'' وہ ہوتا ہے

دَر رَگ و در پُوست و اُندر اُستخواں
رَگ میں اور کھال میں اور ہڈی میں
بَرق زَد چندانکہ رَفت از مَن نشاں
ایسی بجلی گری، کہ میرا نشان مٹ گیا

شُعلۂ عشق از گریباں سَر بَرَد
عشق کے شعلہ نے گریبان سے سر اُبھارا
احمدا اکنوں مجو غیر از اَحد
اے احمد! اب اَحد کے غیر کو تلاش نہ کر

شُد گریباں صورتِ مقراضِ لا
گریبان ''لا'' کی قینچی کی صورت بن گیا
مَن کجاو ہستیِ فانی کُجا
(اب) میں کہاں اور فانی ہستی کہاں؟

قارِعہ آمد ز عِشقِ ذُوالجلال
ذوالجلال کے عشق کی قیامت آ گئی
ریزہ ریزہ کرد مینایِ خیال
جس نے خیال کی صراحی کو ریزہ ریزہ کر دیا

در قیامت رازِ عشق است اے فلاں
اے فلاں! قیامت میں عشق کا راز ہے
صد قراعِ چوں کتائب اَلاماں
لشکروں کو سو مرتبہ کھٹکھٹانے کی طرح، الامان

دَرتاویل برتصوّف سُورۃ اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْقَارِعَةُ

تصوّف کے اعتبار سے اس سورت کی تفسیر ''القارعہ، کیا ہے القارعہ اور کس چیز نے تجھے بتایا کیا ہے القارعہ''

1. بُربَاید۔ جب سلطان الذکر کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان کو اُس میں لذت محسوس ہونے لگتی ہے اور وہ انسان کی غفلت کی حالت اور دوسری مشغولیت میں بھی جاری رہتا ہے۔ ذاکر۔ اب فنا کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ عالَم۔ پھر عجیب تجلیات طاری ہوتی ہیں۔
2. بسیط۔ منتشر۔ بعدازیں۔ جب خدا ہم سے زیادہ قریب ہے تو اب اُس سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ احمدا۔ یعنی عارف۔ مَن کجا۔ یعنی اس عشق نے مجھے فنا کر دیا۔ قارعہ۔ کھڑکھڑا دینے والی چیز۔ مینا۔ شیشہ۔ کتائب۔ کتیبہ کی جمع ہے، لشکر۔

قارِعہ دانی کہ چہ بُود قارِعہ
تو قارعہ کو جانتا ہے قارعہ کیا ہے؟
ہست بہرِ کوبِ دلہا سارِعہ
دلوں کو کوٹنے کے لیے جلدی کرنے والی ہے

پَس چہ آگاہی بگو زاں قرعِ سخت
تو بتا تو کیا جانتا ہے سخت کوٹنے کے بارے میں؟
کُو کُند دلہائے عاشق لَخت لَخت
جو عاشقوں کے دلوں کو ٹکڑے کر دیتا ہے

قَرعِ عشق آں روز باشد بردِلت
تیرے دل پر عشق کا کوٹنا اُس روز ہو گا
تابدیں نوبت رَساند منزلت
حتیٰ کہ تیرا مقام اِس نوبت پر پہنچا دے گا

پیشِ تو شاہ و امیر و ہَر کبیر
تیرے سامنے شاہ اور امیر اور ہربڑا
جُملہ چوں پروانگاں باشد حقیر
سب پروانوں کی طرح حقیر ہوں گے

درنظر کس را نباشد وزنِ جَو
نظر میں کسی کا جو برابر وزن نہ ہو گا
دل نباشد باکسے ہرگز گرو
دل ہرگز کسی کا پابند نہ ہو گا

روزنِ عُجب و رِیا مسدود[1] شُد
تکبر اور ریاکاری کا سوراخ بند ہو گیا
تاتُرا خلق از نظر مفقود شُد
حتیٰ کہ مخلوق تیری نظر سے گُم ہو گئی

غیرِ حق را قدر نبُود در دلت
تیرے دل میں حق کے غیر کی قدر نہ ہو گی
مُردہ گردد خواہشِ آب و گِلت
تیری آب و گِل کی خواہش مُردہ ہو جائے گی

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوْشِ
اور ہو جائیں گے پہاڑ دُھنی ہوئی روئی کی طرح

کوہہای سَخت چوں پُنبہ شوَد
سخت پہاڑ روئی کی طرح ہو جائیں گے
ازنظر ہمچوں سَحابے میرود
نظر کے سامنے اَبر کی طرح چلیں گے

عالمے گردد ہبا[2] پیشِ نظر
آنکھ کے سامنے عالم ذرّات بن جائے گا
غیرِ حق را مُرتفع گردد اَثر
حق کے غیر کا اثر اُٹھ جائے گا

چیست عالم آں عَرضہا مجتمع
عالم کیا ہے؟ جمع شدہ عرض ہیں
در یکے عینِ بَسیطِ مُتّسع
ایک وسیع چوڑے عین میں

نیست چوں اَعراض را ہرگز بقا
چونکہ اعراض کے لیے ہرگز بقا نہیں ہے
ہرچہ موجودست ہست اکنوں فنا
جو موجود ہے، اب فنا ہے

عالم امواجیست در بحرِ وجود
وجود کے سمندر میں عالم موجیں ہیں
لیک چوں آبیست سَیّال اے ودود
لیکن اے دوست! پانی کی طرح بہنے والا ہے

1۔ مسدود۔ بند۔ مفقود۔ گم۔
2۔ ہبا۔ وہ ذرّے جو فضا میں اُڑتے رہتے ہیں۔ عرضہا مجتمع۔ صوفیا کے نزدیک تمام عالم اعراض کا مجموعہ ہے جو ایک عین قائم بالذات سے قائم ہے اور وہی پھیلا ہوا عین تمام عوالم کا حامل ہے۔

ہمچو[1] آں جوالہ شعلہ دائرہ — در نظر آید، بسرعت سائرہ
جس طرح دائرے میں گھومنے والا شعلہ — نظر میں تیز چلنے والا نظر آتا ہے

نیست در واقع بجز نقطہ دگر — ایں فساد از حسِ تو شد اے پسر
واقع میں سوائے ایک نقطہ کے دوسری چیز نہیں ہے — اے بیٹا! یہ فساد، تیری حس سے ہوا

ہمچناں کہ قطرہائے نازلہ — نزدِ تو شد مستقیم و واصلہ
جیسے کہ نیچے آنے والے قطرات — تیرے نزدیک سیدھا (خط) اور جڑے ہوئے ہیں

بسکہ اُو جنبش بسرعت میکند — حسِ تو بر فقدِ اُو کے می تند
وہ صرف تیزی سے حرکت کر رہے ہیں — تیرا حس اُس کے نہ ہونے کو کب محسوس کرتا ہے

ہست در تجدیدِ[2] اکواں ایں جہاں — میشود مثلش مُجدّد ہر زماں
اس دنیا کی کائنات نیا ہونے میں ہے — اُسی جیسا ہر لحہ نیا آ جاتا ہے

لیک حسِ ظاہرت از اشتباہ — دائم آں یک شے بہ بیند در نگاہ
لیکن تیری ظاہری حس اشتباہ کی وجہ سے — ہمیشہ نظر میں ایک چیز کو دیکھتی ہے

درنظر آمد نظامِ متسق — ہست در ہر آں و لیکن ممحق
نگاہ میں متصل نظام ہے — جو ہر آن موجود ہوتا ہے، لیکن مٹنے والا ہے

نیست در یک لحہ عالم را قرار — ہمچو موجِ آب دائم در فرار
عالم کو ایک لحہ کے لیے قرار نہیں ہے — پانی کی موج کی طرح ہمیشہ روانگی میں ہے

ہرزماں از فیضِ سابق لاحقے — ہمچو اُو مَوجود گردد فائقے
ہر لحہ، پہلے کے فیض کا ایک لاحق ہے — ایک بڑھا ہوا اُس جیسا موجود ہو جاتا ہے

مُوجد و مُفنی ہماں یکذاتِ دوست — اِختفا باخود ظہورِ نورِ اُوست
پیدا کرنیوالی اور فنا کرنیوالی دوست کی وہی ایک ذات ہے — اُس کا مخفی ہونا خود اس کا ظہور ہے

سُرعتِ کون و فساد ایں سحر کرد — شُد ز حسِ مُشترک تمییز فرد
بننے اور بگڑنے کی تیزی نے یہ جادو کیا ہے — حسِ مشترک سے تمیز جدا ہو گئی ہے

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ — ایں زماں ست آشکارا اے عمو
ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کی ذات — اے چچا! اسی وقت ظاہر ہے

---

1. ہمچوں۔ عالم میں تجدد امثال ہو رہا ہے ایک عرض دوسرے عرض کی جگہ لے رہا ہے لیکن تمھاری نگاہ میں وہ قائم نظر آتا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ آگ کے انگارے کو اگر تیزی سے گھماؤ تو پورا دائرہ ایک قائم چیز نظر آتا ہے حالانکہ اُس میں صرف ایک انگارہ ہے جو جگہ بدل رہا ہے۔ یہ صرف تمھاری نظر کا فریب ہے ورنہ دائرہ نہیں ہے صرف ایک انگارہ ہے۔ ہمچناں۔ اسی طرح ایک قطرہ جو تیزی سے گرتا ہے وہ تمھیں پانی کی لڑی نظر آتا ہے حالانکہ وہ صرف ایک قطرہ ہے۔

2. تجدید۔ اسی طرح ہر عرض کی جگہ دوسرا عرض اُسی طرح آ رہا ہے لیکن تم سمجھتے ہو کہ وہ پہلا عرض قائم ہے۔ متسق۔ مسلسل۔ ممحق۔ مٹا ہوا۔ ہمچو موج۔ دریا کا پانی ہر لحہ بدل رہا ہے لیکن تمھیں ایک قائم سطح نظر آ رہی ہے۔ اختفاء۔ مخفی ہونے اور ظاہر ہونے میں اس قدر سرعت ہے کہ دونوں ایک چیز نظر آ رہے ہیں۔ کُلُّ شیءٍ۔ عالم میں جو اعراض ہیں ان کی فنا اور عین۔

لیک فیضِ حق مَدد آرد ز جُود　　ہر دمش بخشد سَرِنو نو وجُود

لیکن سخاوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فیض مدد پہنچاتا ہے　　اس کو ہر دم از سرِ نو نیا وجود عطا کر دیتا ہے

ہَر دَمت اے جاں فنا و زندگیست　　غیرِ وجہ اللہ کرا پایندگیست

اے جان! تیری ہر وقت فنا اور زندگی ہے　　اللہ کی ذات کے سوا کس کے لیے بقا ہے؟

قارِعہ[1] اینساں چُو برجانت زَند　　ضَربتِ آں تیشہ ہَستت راکَند

کھڑکھڑانیوالی (قیامت) اسی طور پر جب تیری جان پر پڑتی ہے　　اُس تیشہ کی ضرب تیری ہستی کو اُکھاڑ دیتی ہے

مُستمِر بینی عدم اَعیان را　　نیست موجودے بجُز ذاتِ خدا

تو ہمیشہ موجودات کا عدم دیکھے گا　　خدا کی ذات کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے

کوہہا گردد ترا مرّ السحاب　　مُرتفع شُد چونکہ از چشمت حجاب

پہاڑ تیرے لیے اَبر کا چلنا ہو جائے گا　　جبکہ تیری نظر سے پردہ ہٹ گیا

فَاَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُه فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ اِلٰى آخِرِهٖ

لیکن وہ شخص جس کی ترازوئیں بھاری ہوئیں پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہے الخ

ہرکرادر ضربتِ عشق و قراع　　کِفۂ میزانِ عقلش شد مراع

عشق اور کھڑکھڑانے کی ضرب میں　　جس کی عقل کی ترازو کا پلڑا رعایت کیا گیا ہو گیا

کِفۂ میزانِ عقلش شد گراں　　از نہیبِ عشق نامد در زیاں

اس کی عقل کی ترازو کا پلڑا بھاری ہو گیا　　عشق کی دہشت سے وہ نقصان میں نہ پڑا

گرچہ[2] کُنْتُ سَمْعَهٗ بِیْ يَسْمَعُ اُوست　　خودکہ بِیْ يُبْصِرُ وَبِیْ يَبْطِشُ زدوست

''اگر چہ میں اسکا کان بنجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے'' وہ ہے　　''وہ خود دوست کیجانب سے میرے ذریعہ دیکھتا ہے'' ہے

لیک درشورِ فنا از جا نشُد　　در مقامِ جمع شطحِ افزا نشُد

لیکن فنا کے شور میں وہ جگہ سے نہ ہٹا　　وہ جمع کے مقام میں خلافِ شریعت بات بڑھانیوالا نہ بنا

حدِّ خود را داشت مطمُوحِ نظر　　آنچہ می بیند نگفت اُو از حَذَر

اُس نے اپنی حد کو منظورِ نظر رکھا　　جو کچھ وہ دیکھتا ہے، احتیاط کی وجہ سے اُس نے وہ نہ کہا

---

1. قارعہ۔ جب جسموں پر قیامت بپا ہوگی تو تجھے نظر آ جائے گا کہ کائنات کا وجود بجز ذاتِ واحد کے کچھ نہ تھا۔ ہرکرا۔ جب عشق کے غلبہ میں فنا کا درجہ آتا ہے اگر اس وقت عقل سالم رہی اور انا الحق نہ کہہ بیٹھا تو اس کو عشق سے کوئی ظاہری نقصان بھی نہیں پہنچتا ہے۔

2. گرچہ۔ حدیث قدسی ہے کہ میں انسان کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے انسان اس مقام کی شورش سے بچ گیا اور شطحیات پر نہ اُتر آیا اور شریعت کا پاس ولحاظ رکھا تو وہ بچ جاتا ہے۔ شطح۔ وہ قول جو صوفیا سے خلافِ شریعت جذب اور فنا کی حالت میں صادر ہو جاتا ہے جیسے اَنَا الْحَق یامَافِی جُبَّتِیْ غَیْرُاللّٰہِ۔ خلیل۔ دوستی کا ایک مقام ہے جس سے خلیل بنا ہے اور آنحضورؐ نے فرمایا ہے ''میرا خلیل سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے''۔

اُوست در عیشِ پسندیدہ مُدام
وہ ہمیشہ پسندیدہ زندگی میں ہے
درمقامِ خُلّت از کاسُ الکرام
"خُلت" کے مقام پر سخیوں کے پیالہ سے

وانکہ شُد میزانِ عقلِ اُو سُبک
اور وہ شخص جس کی عقل کی ترازو ہلکی پڑی
رَفت درجام از حدآں ظرفِ تنک
وہ کم ظرف (ایک) جام میں حد سے گزر گیا

شورشے و وَحشتے آغاز کرد
شورش اور وحشت شروع کر دی
خویشؔ[1] را با قُرصِ خُور انباز کرد
اُس نے اپنے آپ کو اپنی ٹکیہ کے ساتھ شریک کر لیا

گشت دَر آئینہ تاباں آفتاب
سورج آئینہ میں روشن ہوا
محو شُد آئینہ رخشاں آفتاب
آئینہ محو ہو گیا، سورج روشن ہے

خود گمانِ آفتابے اُو نمود
اُس نے سورج ہونے کا گمان ظاہر کیا
لیک در واقع بجز عکسِ اُو نبُود
لیکن واقع میں اُس کے عکس کے سوا کچھ نہ تھا

گشت منصور[2] و سَرے بَرباد داد
وہ منصور بن گیا اور سر برباد کیا
وز شرارِ عشق آتشہا فتاد
عشق کی چنگاریوں سے آگیں نکلیں

بَرق از جان و دلش سَر برزَند
اُس کی جان و دل سے بجلی نکلتی ہے
شُعلۂ شوقش چو خاکستر کند
اُس کو شوق کا شعلہ راکھ کی طرح کر دیتا ہے

شعلۂ غیرت بَدل گرم اُوفتاد
غیرت کا شعلہ دل میں لگا
آتشِ عشق اَفسرِ سُوزش بداد
عشق کی آگ نے سوزش کا تاج پہنا دیا

تیز تر شُد برقِ عشقِ بے نشاں
بے نشان عشق کی بجلی۔ زیادہ تیز ہو گئی
سُوختہ چوں یافت سوزد بے گماں
جب اُس نے ایندھن پایا وہ یقیناً جل جائے گا

پَس شود جایِ دلش دَر ہاویہ
اُس کے دل کی جگہ ہاویہ ہو گئی
ہیچ میدانی چہ باشد ماہیہ
تو کچھ جانتا ہے وہ کیا ہوتی ہے "وہ کیا ہے"

آتشِ سوزِندہ نقشِ غیر را
غیر کے نقش کو جلا دینے والی آگ
کہ بسُوزد پرِّ طیر و سَیر را
جو اُڑنے اور سیر کرنے والے پر کو جلا دیتی ہے

ازلَہیبِ آتشِ ہجراں بسُوخت
وہ ہجر کی آگ کی لپٹ سے جل گیا
ہرکہ زاں شمسِ مشعشع دیدہ دُوخت
جس نے اُس شعاع دار سورج پر آنکھ جمائی

اے ایاز ار حدِّ خود بشناختی
اے ایاز! (اگر) تو اپنا مرتبہ پہچان جاتا
جاں بجانِ شاہِ بیحد سَاختی
جان کو لامحدود شاہ کی جان سے وابستہ کرتا

---

[1] خویش۔ یعنی اپنے آپ کو خدا کے ساتھ شریک کرنے لگے۔
[2] منصور۔ منصور حلاج نے انا الحق کہہ دیا۔ افسر۔ تاج۔ کہ بسوزد۔ ایسے شخص کا عشق کی گرمی سے پر پرواز جل جاتا ہے اور وہ سیر فی اللہ سے رُک جاتا ہے۔ جاں بجانِ شاہ۔ وصلِ تام حاصل ہونا۔

باز رجوع نمودن بتفصیل و تاویل قصہ شہزادگاں و
شہزادوں کے قصہ کی تاویل اور تفصیل کی جانب رجوع کرنا اور اس کی
تطبیق نمودنِ او بر منازلِ عرفان
عرفان کے مراتب کے ساتھ مطابقت کرنا

یادم آمد قصہ شہزادگاں
مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا
بازگردانم بسوئے آں عناں
اس کی جانب پھر باگ موڑتا ہوں

اعتبارے گیر ازیں قصہ تمام
اس قصہ سے پوری عبرت حاصل کر لے
تابری زیں داستاں حصہ تمام
تاکہ تو اس داستان سے پورا حصہ حاصل کر لے

مرد را باید کہ کارِ خود کند
انسان کو چاہیے کہ اپنا کام کرے
نے بر افسون و فسانہ برتند
نہ کہ افسوں اور افسانہ پر انحصار کرے

عمرہا کردی در افسانہ تمام
تو نے عمر افسانہ میں ختم کر دی
صبح نزدیک ست برخیز از منام[1]
صبح قریب ہے، نیند سے بیدار ہو جا

صبحِ پیری آمد و وقتِ رحیل[2]
بڑھاپے کی صبح آ گئی اور کوچ کا وقت ہے
در اساطیر و سمر کم شو دخیل
کہانیوں اور قصہ میں دخل نہ دے

آں بکن کہ زادِ راہے باشدت
وہ کر جو تیرے راستہ کا توشہ ہو
در لحد روشن چو ماہے باشدت
جو چاند کی طرح تیرے لیے قبر میں روشن ہو

شام شد آمد غروبِ آفتاب
شام ہو گئی آفتاب کے غروب کا وقت ہو گیا
وقت بیگہ شد بخانہ روشتاب
دیر ہو گئی، جلد گھر جا

نان و حلوا خوردۂ تو مدتے
تو نے ایک مدت تک روٹی اور حلوا کھایا ہے
ہیچ زاں دیدی بباطن عدتے
اس سے باطن میں تو نے کوئی ذخیرہ دیکھا؟

نفس را پروردی و گاوے شدی
تو نے نفس کو پالا اور بیل بن گیا
کے بمنزلگاہِ خود شاوے زدی
تو نے کب اپنی منزل کی جانب قدم اٹھایا؟

چوں ستاکے تازہ سر افراختی
تو نے نئی شاخ کی طرح سر ابھارا
خود ستاوندے معلّی ساختی
اپنے آپ کو اونچا بنگلہ بنایا ہے

سنگ را سنبیدی از ناخن بزور
تو نے طاقت کے ناخن کے ذریعہ پتھر میں سوراخ کر دیا
شیر را رنجاندی از قوت چوگور
تو نے قوت کی وجہ سے شیر کو گورخر کی طرح ستایا

---

1. منام۔نیند۔
2. رحیل۔کوچ۔اساطیر۔بے اصل کہانیاں۔عدہ۔ذخیرہ۔شاو۔قدم۔ستاک۔شاخ۔ستاوند۔وہ مکان جس کی چھت ایک ستون پر قائم ہو جیسے بنگلہ۔

آخر انفاست سکنجیدن[1] کُند
بالآخر تیرے سانس گھٹنے لگیں گے
چوں چغک در مرگ چغزیدن کُند
چڑیا کی طرح مرتے وقت ڈریں گے

پس بکن امروز بہرِ مرگ ساز
پس تو آج موت کے لیے تیاری کر لے
درگذر سُوئے حقیقت از مجاز
مجاز سے حقیقت کی جانب چلا جا

نان و حلوا خوردی و لمتر شُدی
تو نے روٹی اور حلوا کھایا تو موٹا ہو گیا
در وَحلہاۓ گُنہ چوں خَر شُدی
گناہ کی کیچڑوں میں گدھے کی طرح رہ گیا

نعمتِ الوانِ دیگر خوردہ گیر
فرض کر لے تو نے قسم قسم کی نعمتیں کھائیں
خویشتن را آخر اے جاں مُردہ گیر
اے جان! بالآخر اپنے آپ کو مُردہ فرض کر لے

چرب و شیریں خوردہ گیر اے شیر زَفت
اے موٹے شیر! فرض کر لے تو نے چکنی اور میٹھی غذائیں کھائیں
در دو روزہ تب ہمہ آں زور رفت
دو دن کے بخار میں وہ سب طاقت ختم ہو گئی

آں بخور کاں نورِ دل افزایدت
وہ کھا، جو تیرے دل کا نور بڑھائے
غُرفہ سُوئے آں جہاں بگشایدت
اُس جہان کی جانب تیری کھڑکی کھول دے

رَفت عُمرِ بے بہا در کاہلی
تیری قیمتی عُمر سُستی میں ختم ہوئی
چند روزے ماندہ اَست و غافلی
چند دن رہے ہیں اور تو غافل ہے

رَفت رَفت اکنوں بیاہم سُوئے دوست
جو گذرا سو گذرا، اب بھی دوست کی جانب آ جا
تیز ترنہ گام اَندر کُوئے دوست
دوست کے کوچہ میں تیز قدم اُٹھا

آنچہ باقی ماندہ از دستت مِدہ
جو کچھ باقی ہے اُس کو ہاتھ سے نہ دے
پا ز سَر کُن سَر بہ پائے یار نہ
سر کے بل چل، سر کو یار کے پاؤں پر رکھ دے

آنکہ گر صَد سال عِصیانش کُنی
اے وہ کہ اگر تو سو سال اُس کی نافرمانی کرے
باز در بازست چوں حلقہ زنی
پھر بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اگر تو کنڈی کھٹکھٹائے

زیں چنیں یارے نِکو ببریدہَ
تو ایسے بھلے دوست سے کٹا ہے
خاک بَر فرقت[2] کہ بَد فہمیدہَ
تیرے سر پر خاک، تو غلط سمجھا ہے

کارِ حق برطاقِ نسیاں داشتی
تو نے اللہ (تعالیٰ) کا معاملہ تو طاقِ نسیاں میں رکھ دیا
در ہَوا چندیں علَم افراشتی
تو نے نفس کی خواہش میں اتنے جھنڈے بلند کیے

پُنبہٴ غفلت بُدر از گوش کُن
غفلت کی روئی، کان سے نکال
پندم ایجاں بشنو اندک ہوش کُن
اے جان! میری نصیحت سُن لے، تھوڑا سا ہوش کر

---

1 سکنجیدن۔ سانس کا رُکنا۔ چغک۔ چغوک، سرخاب، چڑیا۔ چغزیدن۔ ترسیدن۔ لمتر۔ موٹا تازہ۔ وَحل۔ کیچڑ۔
2 فرق۔ سر کی مانگ۔ بدر کردن۔ نکالنا۔

چیست رُوح آں طائرِ قدسی صفت
رُوح کیا ہے؟ وہ قُدسی صفت پرند ہے
در قفس محبوس بہرِ معرفت
معرفت کے لیے پنجرے میں بند ہے

چیست رُوح آں طائرِ قُدسی نژاد
رُوح کیا ہے؟ وہ قدسی نسل پرند ہے
بہرِ کسبے اندریں زنداں فتاد
کمائی کے لیے اس قید خانہ میں پڑا ہے

بہرِ تعلیم ست طوطی در قفس
طوطی، پنجرے میں سکھانے کے لیے ہے
تا بیاموزد صفیر[1] از خوش نفس
تاکہ وہ خوش آواز سے سیٹی (بجانا) سیکھ لے

آمدہ بہرِ تجارت از عدم
تجارت کے لیے عدم سے آئی ہے
رُو بداں سُو باشد اُو را دمبدم
اُس کا رُخ ہر وقت اُس جانب رہے

نفسِ تو ہمچوں پدر در تربیت
تیرا نفس تربیت میں باپ جیسا ہے
میکند منع از حصارِ[2] مُدہشت
تجھے دہشت ناک قلعہ سے روکتا ہے

نفسِ امّارہ بعصیاں راندت
نفسِ امارہ تجھے گناہ کی طرف چلاتا ہے
سُوئے فسق و کفر و طُغیاں خواندت
تجھے فسق اور کفر اور سرکشی کی جانب بلاتا ہے

منع آرد زاں حِصارِ پرصُور
اُس تصویروں بھرے قلعہ سے منع کرتا ہے
کاں رُباید ہوشِ دنیا سَربسَر
کہ وہ دنیاوی عقل بالکل اُڑا دیتا ہے

حِصنِ دینِ احمدی بابُرج و بار
بُرج اور بزرگی والا احمدی دین کا قلعہ
می رُباید ہوشِ دنیا ز اعتبار
عبرت کی وجہ سے دنیاوی ہوش اُڑا دیتا ہے

اَندراں تصویرِ شاہ و دُختِ اُوست
اُس میں شاہ اور اُس کی دختر کی تصویر ہے
ذکرِ حُور و جنّت و عشقِ نکُوست
حور اور جنّت اور اچھے عشق کا ذکر ہے

چونکہ زَوَّجنَا بِحُورٍ عِینٍ گفت
چونکہ "ہم نے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی کردی" فرمایا
گوہرِ دل را بتارِ طمع سُفت
دل کے موتی کو، لالچ کے تار سے گوندھ دیا

چونکہ انسانست مجبول از ازل
چونکہ انسان ازل سے پیدا کیا ہوا ہے
سُوئے جلبِ نفع و دفعِ ہر خلل
نفع کمانے اور ہر نقصان کو دفع کرنے کی جانب

زیں سبب در حصنِ شرع خوش نظر
اسی لیے شریعت کے قلعہ میں
کردہ اند از رغبت ورہبت صُوَر
رغبت اور خوف دلانے کی تصویریں بنا دی ہیں

گہ زراہِ طمع بَر راہ آورَند
کبھی لالچ کے طریقہ سے راستہ پر لگاتے ہیں
گاہ خوفِ قعرِ دوزخ میدہَند
کبھی دوزخ کی گہرائی کا خوف دلاتے ہیں

---

[1] صفیر۔ پرند کی سیٹی۔ نفس۔ نفس کی مثال اُس بادشاہ کی طرح ہے جس نے تینوں شہزادوں کو تصویروں بھرے قلعہ میں داخل ہونے سے منع کیا تھا نفس بھی انسان کو شریعت کے پُرنقش ونگار قلعہ میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔

[2] حصارِ پُرصور۔ تصویروں بھرا قلعہ۔ بار۔ بزرگ، باریابی۔ گفت۔ قرآن میں اہلِ جنت کے لیے فرمایا گیا ہے زَوَّجنٰاھُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ "ہم نے اُن کا نکاح بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کردیا"۔ مجبول۔ مخلوق۔ جلب۔ کھینچنا۔ رہبت۔ ڈرانا۔

تازیانہ نفسہایِ سرکشاں — جبر و کرہاً می برد سُوئِ شہاں

سرکش نفوس کو کوڑا — جبراً اور قہراً شاہوں کی طرف لے جاتا ہے

تاکہ طوعاً یا کرہاً ایں نفوس — سُوئِ شاہ و دخترش گردد انوس[1]

تاکہ یہ نفس خوشی سے یا جبر سے — شاہ اور اُس کی لڑکی کی جانب مانوس ہو جائیں

لیک چوں شہزادگاں یعنی بَشَر — بر سہ قسم اند از سلوک اے دیدہ وَر

لیکن شہزادوں کی طرح یعنی انسان — اے دیدہ ور! سلوک میں تین قسم کے ہیں

ظَالِمٌ مِّنْهُمْ لِنَفْسِهِ مُقْتَصِدٌ — سَابِقٌ بِالْخَيْرِ بعضے شُد ز جد

اُن میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور میانہ رو ہے — بعض کوشش سے بھلائی کی جانب سبقت کرنے والا بنا

اوّلیں شہزادہ گشت اُو نفسِ خود — از گروہِ ظالمانِ نفس شُد

پہلا شہزادہ اُس نے اپنی جان کو ہلاک کیا — وہ نفس پر ظلم کرنے والوں کے گروہ میں سے ہو گیا

در طپش[2] آں دُرِّ جانش از کف فتاد — دادِ کسب و معرفت ہرگز نداد

اُس کی جان کا موتی طپش میں ہاتھ سے گر گیا — اُس نے کسب اور معرفت کی کوئی داد نہ دی

لیک لُطفِ شاہ دستش را گرفت — شُد ز منظورانِ درگاہ ایں شگفت

لیکن شاہ کی مہربانی نے اُس کی دستگیری کی — وہ مقبولانِ بارگاہ میں سے ہو گیا، یہ تعجب ہے

ہرکہ بہرش جاں دہد جانش دَہند — وانکہ یاقوتے دہد کانش دَہند

جواس کے لیے جان دے دیتا ہے وہ اسکو جان دیدیتے ہیں — اور جو ایک یاقوت دیتا ہے اس کو کان دے دیتے ہیں

سوخت از یک شُعلہ چوں پروانگاں — دَر چَہے افتاد۔ چوں دیوانگاں

وہ پروانوں کی طرح ایک شُعلہ سے جل گیا — دیوانوں کی طرح ایک کنوئیں میں گر گیا

مَرد باید، در نبردِ شیرِ عِشق — تابقدرِ وُسع گردد سیرِ عشق

عشق کے شیر کی جنگ میں بہادر درکار ہے — تاکہ وسعت کی بقدر عشق سے سیراب ہو

گر بمُردن یار دَردست آمدے — پَس رہِ حق سخت آساں تَر بُدے

اگر مرنے سے دوست ہاتھ آ جایا کرتا — تو خدا کا راستہ، بہت آسان ہوتا

ہست اینجا ہر نَفَس مَرگے دگر — کز مُرارش موت دارد صَد خطر

یہاں ہردم ایک دوسری موت ہے — جس کی تلخی سے موت سو خطرے محسوس کرتی ہے

---

[1] انوس۔ مانوس۔ ظالم۔ انسانوں کی مثال اُن تین شہزادوں کی سی ہے کچھ لوگ تو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں یہ لوگ پہلے شہزادے کی طرح ہیں کچھ لوگ میانہ روی اختیار کرتے ہیں وہ دوسرے شہزادے کی طرح ہیں۔ کچھ لوگ بھلائیوں کی جانب دوڑ کر جاتے ہیں وہ تیسرے شہزادے کی طرح ہیں۔

[2] در طپش۔ پہلے شہزادے نے عشق کی طپش کی وجہ سے موتی جیسی رُوح کھو دی، لیکن شاہ نے اپنے کرم سے اُس کو نواز دیا۔ گر بمردن۔ محض مرنے سے وصل حاصل نہیں ہوتا۔ شعر (عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال۔ صد سال می تواں بہ تمنا گریستن) اینجا۔ راہِ عشق میں تو بارہا مرنا پڑتا ہے جب کہیں وصل ہوتا ہے۔

واں دُوَم[1] تحصیل کرد و اجتہاد — لیک دَر عُجبے فتاد و در فساد

اور اُس دوسرے نے تحصیل اور کوشش کی — لیکن تکبّر میں اور فساد میں پڑ گیا

خویش را با آفتاب انباز کرد — دعویٔ قولِ انا الحق ساز کرد

اپنے آپ کو سورج کا شریک بنایا — ''انا الحق'' کے قول کا دعویٰ شروع کر دیا

دررَہِ اُو ہم توقُّف بیش شُد — منزلِ دار آں سَرش را پیش شُد

اُس کی راہ میں بھی توقف زیادہ ہوا — سُولی کی منزل اُس کے سر کے سامنے آئی

ماند در راہ از کمالِ احمدی — جُرعۂ نوشید از جمالِ احمدی

کمالِ احمدی سے راستہ میں رہ گیا — اُس نے احمدی جمال کا ایک گھونٹ پیا

لُطفِ شہ اُو را بجاں مقبول کرد — باوصالِ خویشتن مشغول کرد

شاہ کی مہربانی نے اس کو (دل و) جان سے مقبول بنایا — اپنے وصال میں مشغول کر دیا

نے ز استعداد و استحقاق بُود — ایں ہمہ لُطفِ شہِ خلّاق بُود

استعداد اور استحقاق کی وجہ سے نہ ہوا — یہ سب کچھ پیدا کرنے والے شاہ کی مہربانی تھی

واں سُوم شہزادہ بُود از سابقاں — گشت، ز ہر دو برادر سابق آں

اور وہ تیسرا شہزادہ سبقت لے جانے والوں میں تھا — وہ دونوں بھائیوں سے آگے بڑھ گیا

از طریقِ معرفت آگاہ شُد — باحقیقتہایِ شہ ہمراہ شُد

معرفت کے راستہ سے باخبر ہو گیا — شاہ کی حقیقتوں کا ہمراہ بن گیا

کرد جَہد و کسبِ عرفانی نمود — قُربِ آں شہ دمبدم بَرمی فزود

اُس نے مجاہدہ اور کسب کیا، عرفان ظاہر ہوا — دمبدم اُس شاہ کا قرب بڑھ رہا تھا

چوں[2] ز ترغیبِ اہلِ ایماں میروند — سُویِ شاہ از عشقِ دختر میدوند

چونکہ اہل ایمان رغبت دلانے سے چلتے ہیں — شاہ کی جانب لڑکی کے عشق سے دوڑتے ہیں

چوں نظر برشہ فتاد از خود شُدند — عِشقِ دختر. مُستتر بر شَہ زدند

جب اُن کی نظر شاہ پر پڑی ازخود رفتہ ہو گئے — پوشیدہ لڑکی کا عشق، شاہ سے وابستہ کر دیا

چونکہ استعدادِ کامل دید شاہ — در حبالش داد دختر ز انتباہ

شاہ نے چونکہ مکمل استعداد دیکھی — آگاہی کی وجہ سے لڑکی اُس کے نکاح میں دے دی

واں دو را ہم شُد ز دختر گو نصیب — لیک کو آں رُتبہ و قُربِ عجیب

اگرچہ اُن دونوں کو بھی لڑکی سے حصہ ملا — لیکن وہ رتبہ اور عجیبؔ قرب کہاں؟

---

1. واں دُوم۔ دوسرے شہزادے نے وصل کے لیے کوشش کی لیکن تکبر اور غرور میں مبتلا ہو گیا اور اپنے آپ کو شیخ کا ثانی سمجھنے لگا۔ دار۔ سولی۔ جُرعہ۔ گھونٹ۔ لُطفِ شہ۔ بادشاہ کے کرم نے اُس کو مقبول بنالیا حالانکہ اُس کو استحقاق نہ تھا۔ سُوم۔ تیسرا شہزادہ سابقین میں سے بن گیا۔
2. چوں ز ترغیب۔ ابتداءً مومن جنت کے شوق میں کوشش کرتا ہے، لیکن مشاہدہ کے بعد پھر صرف ذاتِ خداوندی کا شوق رَہ جاتا ہے اور حق تعالیٰ استعداد دیکھ کر جنت خود عطا کر دیتا ہے۔

ناقصے را شاہ برمَسند نشاند | خویش خواند و برسَرش زَرہا فشاند
ناقص کو بھی شاہ نے مسند پر بٹھایا | اپنا کہا اور اُس کے سر پر زرافشانی کر دی
ہَست از نقصانِ خود اُو منفَعِل[1] | برسَریرِ سلطنت محزوں خجِل
وہ خود اپنی کمی سے شرمندہ ہے | وہ سلطنت کے تخت پر غمگین، شرمندہ ہے
دردلش از زَلّتِ خود خارہا | میکشد زاں منقصت آزارہا
اُس کے دل میں اپنی لغزش سے کانٹے ہیں | اُس کمی سے تکلیفیں برداشت کر رہا ہے
زیں سبب فرمود آں خیرُالبشرؐ | نیست غم در جنت از غفلت مگر
اسی لیے خیرالبشرؐ نے فرمایا | جنت میں کوئی غم نہیں ہے، مگر غفلت سے
عاصیاں را گر بجنت رَہ دہند | چترِ سُلطانی و قصرِ شہ دہَند
اگر گنہگاروں کو جنت میں راستہ دیتے ہیں | شاہی چتر اور شاہی قلعہ دے دیتے ہیں
ہمچو طاؤس[2] اُو ز پایِ زِشتِ خویش | مُنفعِل، دارد سَر افگندہ بہ پیش
وہ اپنے بھدے پاؤں سے، مور کی طرح | شرمندہ ہے، سامنے کو سر لٹکائے ہوئے ہے
زنگی را ز آئینہ خانہ چہ سُود | ہرطرف آئینہ ہَست اُو را حسُود
حبشی کو شیش محل سے کیا فائدہ؟ | اُس کے لیے ہر جانب، حاسد آئینہ ہے
صورتِ زشتش در آئینہ بَلاست | دیدنِ خود برسَرِ اُو ارّہا ست
اُس کی بھدی صورت آئینہ میں مصیبت ہے | اُس کا خود دیکھنا اُس کے سر پر آرے ہیں
ایں سخن پایاں ندارد اے عمُو | حالِ آں سُلطاں کہ شُد لاحق بگو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے | اُس بادشاہ کا قصہ بتا جو آ مِلا

رجوع آوردن بحکایتِ آں بادشاہ کہ در اثنایِ راہ ترکِ سلطنت کردہ ملحق بایں سہ گرویدہ بُود

اُس بادشاہ کی حکایت کی جانب رجوع جو سلطنت چھوڑ کر درمیان راستہ میں، اُن تینوں سے آ مِلا تھا

اے ضیاء الحق حُسام الدّیں حَسَن | باز گو حالِ شہِ چارم بمَن
اے ضیاء الحق حُسام الدّیں حسن! | مجھ سے چوتھے بادشاہ کا حال کہیے
چونکہ شُد اُو تارکِ آں سلطنت | ماند با شہزادگاں در مسکنت
جبکہ وہ اُس سلطنت کو چھوڑنے والا بن گیا | وہ شہزادوں کے ساتھ مسکنت میں رہا

---

[1] منفعِل۔متاثر۔محزوں۔غمگین۔زَلّت۔لغزش۔
[2] طاؤس۔مور اپنے پاؤں دیکھ کر غمگین ہوتا ہے۔

مُلک را بگذاشت شُد شاں را رفیق ... ہمرہی میکرد در قطعِ[1] طریق

اُس نے سلطنت کو چھوڑا اُن کا ساتھی بن گیا ... راستہ طے کرنے میں ہمراہی کر رہا تھا

خدمتے میکرد سَرگرمِ وِفاق ... بادلِ خالص منزّہ از نفاق

موافقت میں سرگرم رہ کر خدمت کرتا رہا ... نفاق سے پاک، خالص دل سے

پَرتوے از عشقِ شاں اُو را ربود ... دَر سفر با ہر سہ ہمراہی نمُود

اُن کے عشق کے پرتو نے اُس کو اُچک لیا ... سفر میں ان تینوں کی ہمراہی دکھائی

عشق رازینساں بسے تاثیرہاست ... مَردلِ آزادہ را زنجیرہاست

عشق کی اس طرح کی بہت سی تاثیریں ہیں ... آزاد دل کے لیے زنجیریں ہیں

صحبتِ عاشق تُرا عاشق کُند ... صحبت فاسق تُرا فاسق کُند

عاشق کی صحبت تجھے عاشق بنا دیتی ہے ... فاسق کی صحبت تجھے فاسق بنا دیتی ہے

ہَرکسے از دیگرے خُویِ بَرد ... خربُزہ از خربُزہ بُویِ بَرد

ہر شخص دوسرے سے اخلاق حاصل کرتا ہے ... خربوزہ خربوزے سے خوشبو حاصل کرتا ہے

منکر از تاثیرِ صحبت جاہل ست ... ہرکہ از صحبت رَمد بس غافل ست

صحبت کی تاثیر کا منکر نادان ہے ... جو صحبت سے بھاگے وہ بہت غافل ہے

رنگ گیرد خربزہ زانِ دگر ... صحبت انساں نہ بخشد چوں اثر

خربوزہ دوسرے خربوزہ سے رنگ پکڑتا ہے ... انسان کی صحبت اثر کیوں نہ پیدا کرے گی؟

ہمرہِ اَصحابِ کہف آں کلب شُد ... تاسگی ازوَے بکلّی سَلب شُد

وہ کتا اصحابِ کہف کا ہمراہی بنا ... حتیٰ کہ اُس سے کتا پن بالکل جدا ہو گیا

باش مَردانِ خدا را خاکِ پا ... تارَسد از مہرِ اُو نُورے تُرا

مَردانِ خدا کے پاؤں کی خاک بن جا ... تاکہ تجھے اُس کے چاند سے نور حاصل ہو

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰؐ ... لَا تُصَاحِبْ اَنْتَ اِلَّا مُؤْمِنًا

اس لیے احمد مجتبیٰؐ نے فرمایا ... تو بجز مومن کے مصاحبت اختیار نہ کر

مشک گرداند معطر طبلہ[2] را ... پُشک بخشد مُنْتِنِیہا زَبلہ را

مشک ڈبیہ کو معطر کر دیتا ہے ... مینگنی کوڑی کو بدبوئیں بخشتی ہے

چونکہ روغن کرد خود را صَرفِ گُل ... گشت در طیّب روائح ظَرفِ گُل

جب تیل نے اپنے آپ کو پھول میں صَرف کر دیا ... وہ خوشبوؤں میں پھول کا ظرف بن گیا

---

1 قطعِ طریق۔ راستہ طے کرنا۔ خربُزہ۔ مشہور ہے خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ بدلتا ہے۔

2 طبلہ۔ ڈبیہ۔ منتنی۔ سڑاوَ۔ زبلہ۔ کوڑی۔ ظرفِ گل۔ اُس میں پھول کی خوشبو آجاتی ہے۔

چلچلہ [1] از صحبتِ خود بیضہ را
انجن ہاری اپنی صحبت سے انڈے کو
می کُند مانندِ خود بے اِمترا
بے شک اپنی طرح (انجن ہاری) بنا لیتی ہے

بُود آں شہ ہمرہِ شہزادگاں
وہ شاہ، شہزادوں کے ساتھ تھا
تا دو دادر زیں سہ تَن دادند جاں
جب ان تینوں میں سے دو بھائیوں نے جان دے دی

گشتہ با شہزادۂ سُوم رفیق
وہ تیسرے شہزادے کا ساتھی بن گیا
ہرنفس حاضر بہ پیشش چوں عشیق [2]
ہر دم اُس کے سامنے عاشق کی طرح حاضر تھا

واں سُوم چوں گشت صہرِ شاہِ چیں
وہ تیسرا جب شاہِ چین کا داماد بن گیا
درخواصش بُود ایں مَردِ گزیں
یہ برگزیدہ مرد اُس کے خواص میں سے تھا

شاہِ چیں چوں دید خُلتہاش بیش
شاہِ چین نے جب اُس کی بہت محبتیں دیکھیں
اِختصاصِ خاص با محبوبِ خویش
اپنے محبوب کے ساتھ خاص خصوصیت

یافت چوں یک جاں دو قالب ہر دورا
اُس نے جب دونوں کو یک جان دو قالب پایا
مَیل شُد شہ را بسُویش از وِلا
شاہ کا دوستی سے اُس کی طرف میلان ہو گیا

گفت باشہزادہ ازرُوئِ کرم
اُس نے ازرُوئے کرم شہزادے سے کہا
کیں رفیقِ تُست پوپِ ہر خَدم
کہ یہ تیرا ساتھی ہر خادم کی کلغی ہے

غیرِ خدمت نہ تتر بویش نہ لاغ
خدمت کے علاوہ اُس کا مزاح ہے نہ دل لگی
در خیالت دارد از عالم فراغ
تیرے خیال میں جہان سے فارغ ہے

ایں چنیں کس را نوازش لازم ست
ایسے شخص کو نوازنا ضروری ہے
کو ہوائے نفسِ خود را عادِم ست
جو اپنے نفس کی خواہش کو معدوم کر دینے والا ہے

دَر ہوایِ تو ہوایِ خویش باخت
تیری مرضی میں اپنے مرضی کو ہار دیا
ایں چنیں کس را بَسے باید نواخت
ایسے شخص کو بہت نوازنا چاہیے

کرد شہزادہ زمیں بوس و بگفت
شہزادے نے زمین بوسی کی اور عرض کیا
آشکارا برتو ہرچہ ازما نُہفت
جو ہم سے مخفی ہے، آپ پر واضح ہے

چوں بامّیدِ تقرّبہایِ شاہ
جب شاہ کی قربتوں کی امید پر
از وطن آوارہ اُفتادم براہ
میں وطن سے آوارہ، راہ پر پڑا

ایں کہ شاہِ کامرانِ مُلک بُود
یہ جو مُلک کا کامیاب بادشاہ ہے
در رفاقتہائے ما چُستی نمود
اس نے ہماری رفاقتوں میں چُستی دکھائی

---

1. چلچلہ۔ مشہور ہے کہ انجن ہاری کیڑے کو پکڑ کر اپنے گھر میں بند کر لیتی ہے اور وہ کیڑا چند روز میں اُسی کی صورت کا بن جاتا ہے لہٰذا اس شعر میں بیضہ کے بجائے کِرم ہونا چاہیے۔
2. عشیق۔ عاشق۔ خُلتہا۔ دوستیاں۔ ولا۔ دوستی۔ پوپ۔ مور کے سر کا تاج۔ خدم۔ خادم کی جمع ہے۔ تتر بوی۔ مزاح۔ عادم۔ مٹانے والا۔

مُلک و دولت بہرِ ما بگذاشت ست — در وفاقِ از دل علَم افراشت ست
اُس نے ملک اور دولت ہماری خاطر چھوڑی ہے — موافقت میں دل سے جھنڈا بلند کیا ہے

تار و بارش بہرِ ما بسیار شُد — مُلکِ خود درباخت مارا یار شُد
ہماری وجہ سے اُس پر بہت نشیب و فراز آئے — اپنے ملک کو چھوڑا ہمارا دوست بن گیا

آنچہ لُطفِ شہ تقاضا می کُند — جائے لطف و مرحمت ہست اے سند
شاہ کی مہربانی کا جو تقاضا ہے — اے معتمد! لطف و رحم کا مقام ہے

شاہ گفتا مُلک و ادرارش کنند — درخورِ اُو روز[1] بازارش کنند
شاہ نے کہا اُس کو ملک اور عطا کر دیں — اُس کے مناسب گرمیِ بازار دیں

لُطف فرمود و زحد بنواختش — تِلوِ آں ہر دو برادر ساختش
مہربانی فرمائی اور حد سے زیادہ اُس کو نوازا — اُس کو اُن دو بھائیوں کا تابع بنا دیا

قصرہا[2] و مُلکہا اندازہ بیش — از طفیلِ ایں سُوم آورد پیش
اندازہ سے زیادہ قلعے اور مُلک — اس تیسرے کے طفیل وہ سامنے لے آیا

آنچہ لَا عَین رَأَت اُو را بداد — وانکہ لَا اُذن سَمِع پیشش نہاد
جو کچھ آنکھ نے نہ دیکھا وہ اُس کو دے دیا — اور جو کچھ کان نے نہ سنا اس کے سامنے رکھ دیا

گشت آں شہ واصلِ مقصود نیز — چوں طفیلی باکہ، مہمانِ عزیز
وہ شاہ بھی مقصود تک پہنچ گیا — جیسے کہ طفیلی کس کے ساتھ! معزز مہمان کے ساتھ

زیں سبب فرمود آں شاہِ رئیس — کہ هُمْ قَوْمٌ فَلَا يَشْقَى جَلِيْس
اُس شاہِ رئیس نے اسی لیے فرمایا ہے — کہ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہم نشین محروم نہیں رہتا

پاسِ دِلہا کردن و خدمت گری — سازدت مخدوم و بخشد سَروری
دلوں کی پاسداری اور خدمت گذاری — تجھے مخدوم بناتی ہے اور سرفرازی بخش دیتی ہے

خاصہ خدمتگاریِ مَردِ خُدا — خوش قبولی بخشدت نزدِ خدا
خصوصاً، مردِ خدا کی خدمت گاری — تجھے خدا کے نزدیک بہترین مقبولیت عطا کر دیتی ہے

ہرکہ شُد مَقبول مَقبولِ اِلٰہ — لُطفِ حق مَبذولِ اُو گردد ز شاہ
جو شخص خدا کے مقبول کا مقبول بن جاتا ہے — اُس پر شاہ کی جانب سے اللہ کا لطف خرچ ہوتا ہے

ہرکہ شُد مَقبولِ مقبولانِ حق — گردد اُو لُطفِ خدارا مستحق
جو اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں کا مقبول بنا — وہ خدا کی مہربانی کا مستحق ہو جاتا ہے

---

١ تارو بار۔ زیروزبر۔ روزِبازار۔ گرمیِ بازار۔ تِلو۔ تابع۔

٢ قصرہا۔ یعنی جنت میں۔ آنچہ۔ جنت کی نعمتوں کے بارے میں ہے کہ وہ ایسی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سُنا ہوگا اور نہ اُن کا دماغ میں تصور آیا ہوگا۔ کہ۔ حدیث شریف ہے "اولیا اللہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کا ہم نشین بھی محروم نہیں رہتا"۔ ہرکہ۔ اللہ اپنے پیاروں کے پیاروں پر کرم کردیتا ہے۔

ہرکہ مَردانِ خدا را دل بجُست | در اَدایِ خدمتِ شاں گشت چُست
جس شخص نے مردانِ خدا کی دلداری کی | اُن کی خدمت گذاری میں چُست بنا

گشت ملحوظِ عنایتہایِ حق | مَست و محظوظ[1] از حمایتہایِ حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایتوں کا منظورِ نظر بنا | وہ اللہ (تعالیٰ) کی حمایتوں کا مست اور حصہ دار بنا

ابنِ مسعودؓ از پیمبرؐ نقل کرد | اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اے نیک مرد
(حضرت) ابن مسعودؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے | اے نیک مرد! انسان اسکے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے

مَن اَحَبَّ القومَ مِنھم آمدہ | حُبِّ اہلِ اللہ نورِ جاں شُدہ
"جس نے جس قوم سے محبت کی وہ ان میں سے ہوا" آیا ہے | اہل اللہ کی محبت جان کا نُور بنی

حُبُّ لِلّٰہِ بُغضُ لِلّٰہِ کُن شِعار | تابیابی بر درِ دلدار بار
محبت اللہ کے لیے، بُغض اللہ کے لیے شعار بنا لے | تاکہ تو دلدار کے در پر باریاب ہو

چوں نبُود ایں شاہِ مُلحق راجہاد | حُبِّ پاکاں شمع بَر راہش نہاد
جب کہ اُس ساتھی شاہ کا مجاہدہ نہ تھا | پاکوں کی محبت نے اس کے راستہ پر شمع رکھ دی

کو نبُودش جَہد و استعداد و کسب | صحبتِ مرداں بکار آمد فحسب[2]
وہ جس کے لیے مجاہدہ اور استعداد اور کسب نہ تھی | مردوں کی صحبت کام آئی اور بس

جَہد کُن تاخود ز مَقبولاں شوی | یا بمقبولانِ حق شو مُنطوی
کوشش کر تاکہ تو خود مقبولوں میں سے ہو جائے | یا اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں پر مشتمل ہو جا

مَرد باش و یاکہ خود پۓ مَرد گرد | پُوتک و پُوتہ رَسد زاں مَرد فَرد
مرد بن جا، یا خود مَرد کے پیچھے گردش کر | بڑا اور چھوٹا خزانہ اس یکتا انسان سے ملے گا

زیں دوکس یک ہم گر اے جاں نیستی | روزِ محشر سخت رُسوا ایستی
اے جان! اگر تو ان دونوں میں سے ایک نہیں ہے | تو محشر کے دن سخت رُسوا اُٹھے گا

زیں سبَب فرمود در قرآں خُدا | خود طلب میکن وسیلہ در ہُدیٰ
اسی لیے خدا (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا | ہدایت میں تو خود وسیلہ طلب کر

بے مُرَبّی کس مُربا چوں خورد | مُرغ بے پر دَر ہوا گوچوں پَرد
تربیت دینے والے کے بغیر مُربا کس نے کھایا ہے | بتا، پرند بغیر پَر کے کیسے اُڑے؟

دشت پُرخون ست و پُردام و ددست | ہرطرف راہِ کژی پیدا شُدست
جنگل خون سے بھرا اور جال اور درندہ سے بھرا ہے | ہر جانب کجی کا راستہ کھلا ہے۔

---

1. محظوظ۔ بانصیب۔ المرء۔ حدیث شریف ہے "انسان کا حشر اُن کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے"۔ بار۔ باریابی۔ جہاد۔ مجاہدہ، کوشش۔
2. فحسب۔ بس۔ منطوی۔ مشتمل۔ وسیلہ۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔ مربی۔ تربیت کرنے والا۔ مربا۔ شکر کے قوام میں پڑا ہوا پھل۔ دد۔ درندہ۔

دشت پُر مار و بہر سُو سبزہ زار — بے فسوں گر، پامنہ گردی توزار
جنگل سانپوں سے بھرا ہے اور ہر جانب سبزہ زار ہے — بغیر منتر پڑھنے والے کے قدم نہ رکھ، تو عاجز آ جائے گا

ہست دنیا سبزہ زار و نفس مار — وشتِ پُرخوں راہِ دیں را می شمار
دنیا سبزہ زار اور نفس سانپ ہے — دین کے راستہ کو پُرخون جنگل سمجھ

گر گزد مارت شوی خستہ ملول — بے فسوں گر ایمنی ہستی تو گول[1]
اگر تجھے سانپ ڈس لے گا تو خستہ اور ملول ہے — تو بغیر منتر پڑھنے والے کے مطمئن ہے، تو احمق ہے

گر خلد خارے بپایِ دل تُرا — تارہ گر نبُود برآری چوں وُرا
اگر تیرے دل کے پاؤں میں کانٹا چُبھ جائے — اگر سوئیں کی نوک نہ ہو تو اس کو تو کیسے نکالے گا؟

فکرِ تارہ کُن فسوں را یاد گیر — رَہبرے جُو تا بَری راہِ عسیر
سوئیں کی نوک کی فکر کر، منتر یاد کر لے — کوئی رہبر تلاش کر لے تاکہ تو دشوار راستہ طے کر لے

دشتِ پُرخار و بہر سُو راہہاست — برسَرِ ہَر ہَر قدم بیں چاہہاست
جنگل کانٹوں بھرا اور ہر جانب راستہ ہے — دیکھ، ہر ہر قدم پر کنویں ہیں

دشت بَس خونخوار و رَہزن مختفی — رَہبرے جُو، باش، وَرا مقتفی[2]
جنگل بہت خوفناک ہے اور ڈاکو چھپا ہوا ہے — کوئی رہبر تلاش کر لے، اور اُس کا متبع بن

راہ بَس دشوار غُولے ہر طرف — بَرسَرِ رَہ می زند صَد چنگ و دَف
راستہ بہت دشوار ہے، ہر جانب چھلاوا ہے — جو راستہ پر سیکڑوں چنگ اور دف بجا رہا ہے

راہ بَس سخت و شبِ تار است پیش — گر نگیری دستِ کس رَفتی ز خویش
راستہ بہت دُشوار ہے اور سامنے تاریک رات ہے — اگر تو نے کسی کا ہاتھ نہ پکڑا، اپنے سے گیا

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز — مثنوی را ختم باید کرد نیز
اے پیارے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — مثنوی کو بھی ختم کرنا چاہیے

کارِ حق را نیست پایاں اے غلام — مثنوی را کردہ باید اختتام
اے لڑکے! اللہ (تعالیٰ) کے کام کا خاتمہ نہیں ہے — مثنوی کو ختم کرنا چاہیے

اختتامِ مثنویِ معنوی — شُد ز فیضِ مولویِ اَولوِی
مثنوی معنوی کا خاتمہ — مولوی اَولوی کے فیض سے ہو گیا

اختتامِ کلام بہ پریدنِ طائرِ روحِ خود کام، بسُویِ شاہِ عالیمقام
خود پسند رُوح سے پرند کی پرواز، عالی مقام شاہ کی جانب کی گفتگو پر خاتمہ

---

[1] گوَل۔ بے وقوف۔ تارہ۔ سوئیں کی نوک۔ عسیر۔ دشوار۔
[2] مقتفی۔ پیچھے چلنے والا۔ اولوی۔ اَولی۔ بمعنی افضل کی طرف منسوب۔ منتہی۔ منتہا کو پہنچنے والا، یعنی رُوح جو عالمِ ناسوت تک پہنچتی ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکُند — مُنتہٰی قصدِ ہدایت[1] میکُند

نے سے سُن کیا حکایت کر رہی ہے — آخر، ابتدا کا ارادہ کر رہا ہے

بازِ شہ اکنوں سُوئے سُلطاں پَرید — پردہای عاریت را بَردرید

شاہ کا باز، اب شاہ کی جانب اُڑ گیا — عارضی پردوں کو پھاڑ دیا

ہَست چوں کُل اِلَینَا رَاجِعُون — می شوَم مر اصلِ خود را سَرنگوں

''سب ہماری جانب لوٹنے والے ہیں'' جب ہے — میں اپنی اصل کے لیے سرنگوں ہوتا ہوں

شُد نئے من خالی از صوتِ انَا — خالی از خُود گشت و دَرنائی فنا

میری نے ''انا'' کی آواز سے خالی ہو گئی — خودی سے خالی اور نے نواز میں فنا ہو گئی

شُد تہی از خود، نئے مَن گشت نیست — جُز نَفَختُ فِیہِ دروے ہیچ نیست

میری نے خودی سے خالی ہو گئی، نیست ہو گئی — ''میں نے اُس میں پھونکا'' کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے

سوختم ایں نے و خاکستر شُدم — درنیستاں رفتم و مُضمَر شُدم

میں نے یہ نَے جلا دی اور میں راکھ ہو گیا — میں نیستاں میں چلا گیا اور پوشیدہ ہو گیا

احمدا چوں دورہَ میم از تو رَفت — ماند اَحد دیگر مَشو تو گرم و تَفت

اے احمد! جب میم کا دائرہ آپ میں سے گیا — اَحد رہ گیا اب آپ گرم اور تیز نہ ہوں

دَورہَ میم آں تعیُّن ہائے تُست — لا کُن ایں راتا شود اِلّات چُست

میم کا دائرہ، تیرے تعینات ہیں — اِن کو ''لا'' بنا تاکہ تیرا ''تو'' چست ہو جائے

وقت آں آمد کزیں فخ[2] بَر پَرم — رَخت سُوئے مُلکِ لاہوتی بَرم

وہ وقت آ گیا کہ میں اِس جال سے پرواز کر جاؤں — لاہوتی مُلک کی جانب سامان لے جاؤں

ہم کزاں جا آمدم آنجا رَوم — باجمالِ یار بے پَردہ شوَم

جس جگہ سے میں آیا ہوں اُسی جگہ چلا جاؤں — یار کے حُسن کے ساتھ، بے پردہ ہو جاؤں

چوں تجلّی کرد بَر طورِ وجُود — گشت کاہِ کوہ جسمانی چو دُود

جب اُس نے وجود کے طور پر تجلّی کی — جسمانی پہاڑ کا تنکا، دھویں جیسا ہو گیا

خَرَّ مُوسیٰؑ صَاعِقًا خاموش شُد — رَفت عقلِ جُزوی و بیہوش شُد

''موسیٰ بے ہوش ہو کر گرے''، خاموش ہو گئے — جزوی عقل چلی گئی اور بے ہوش ہو گئے

اللہ اللہ، غیرِ اللہ نیست کَس — اللہ اللہ، گشت ما را ہم نفس

اللہ اللہ، کوئی اللہ کا غیر نہیں ہے — اللہ اللہ، ہمارا ساتھی ہو گیا

---

1 ہدایت۔ یعنی رُوحِ اعظم۔ پردہا۔ یعنی مادی پردے۔ نائی۔ نے نواز۔

2 تجو۔ حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے نَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوْحِى ''میں نے اس میں اپنی رُوح پھونکی''۔ نیستاں۔ ذاتِ واحد۔ دورہَ میم۔ لوازمِ بشری لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ انانیت ختم ہو جانے کے بعد صرف ذاتِ خدا رہ جاتی ہے۔ فخ۔ جال یعنی وجودِ مادّی۔ طور۔ کوہِ طور یعنی مادّی جسم۔ دود۔ دھواں۔ ہم نفس۔ ساتھی۔

اللہ اللہ، مَن کُجاو ایں خطاب ختم کُن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّواب
اللہ اللہ، میں کہاں اور یہ خطاب کہاں؟ ختم کر دے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

اِرجاعِ کلام باستمدادِ روحانی از جناب مولانا جلال الدین
کلام کا لوٹانا روحانی مدد حاصل کرنے کے لیے جناب مولانا، جلال الدین بزرگ

ہُمَامُ قُدِّسَ سِرُّہٗ عَلَی الدَّوَامِ
سے ہمیشہ کے لیے اُن کا راز مقدس کیا گیا

شَمسِ حقّانی جلال الدّیں ہُمام[1] چونکہ خود فرمود وقتِ اختتام
فدائی سورج، جلال الدین، بزرگ چونکہ ختم کرنے کے وقت خود انھوں نے فرمایا

باقیِ ایں گفتہ آید بے زباں دردلِ آں کس کہ دارد زندہ جاں
اس کا باقی بغیر کہے، آ جائے گا اُس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہو گا

خواستم از رُوحِ پاکِ اُو مَدد خود وَفائے وعدہ ہم زاں مُعتمد
میں نے اُن کی پاک روح سے مدد مانگی (اور) ان معتمد سے وعدے کی وفا بھی

وَعدہَ اہلِ کرم گنجے بُوَد وعدہَ نااہل چوں رَنجے بُوَد
اہلِ کرم کا وعدہ ، خزانہ ہوتا ہے نااہل کا وعدہ، رنج جیسا ہوتا ہے

رَشحہ زاں بحر بَرجانم بریخت رشتہء ماوَمَنِ ما را گسیخت
اُس دریا کے قطرات میری جان پر پڑے ہمارے ما و من کے دھاگے کو توڑ دیا

بازبانِ بے زبانی خود بگفت دُرہائے نُغز را در سِلک تفت
اُنھوں نے اپنی بے زبانی کی زبان سے فرمایا قیمتی موتی لڑی میں پروئے

حَدِّ سعی مَن نبُود ایں گفتگو خود تو ایں دُر را چو آوردی ز جو
یہ گفتگو میری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے خود آپ جبکہ اِس موتی کو دریا سے لائے

گر اِجازت باشد اِظہارش شوَد ویں سفینہ ہم بہ بحرِ تو رَوَد
اگر اجازت ہو تو اُس کا اظہار ہو یہ کشتی بھی آپ کے دریا میں چلے

بے اجازت ذرّہ را یارا کُجاست کو ز خورشیدے بجُوید نورِ چاشت
بغیر اجازت کے ذرّہ کی طاقت کہاں ہے؟ کہ وہ سورج سے، چاشت کا نور طلب کرے

خُود تودانی از تو شُد رَدّ و قبول من چہ گویم پیشِ تو حرفِ فضُول
آپ خود جانتے ہیں کہ رَدّ اور قبول آپ کی جانب سے ہے میں آپ کے سامنے بیکار بات کیا کہوں؟

آنچہ در پردہ بگفتی اے ہُمام ساز مقبول، اے ضیاء الحق حُسام
اے بزرگ! آپ نے جو کچھ درپردہ فرمایا اے ضیاء الحق حُسام، اُس کو قبول فرما لیں

---

[1] ہُمام۔سردار۔رَشحہ۔چھڑکاؤ۔اِرتقا۔بلندی۔بَرَتَم۔برمن۔

مُناجاتِ بجنابِ قاضی الحاجات

قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دُعا

اے خدا سازندۂ عرشِ بَریں
اے بلند عرش کو بنانے والے خدا!
شام را دادی تو زُلفِ عنبریں
تو نے شام کو عنبریں زُلف عطا کی

روز را باشمعِ کافور اے کریم
اے کریم! دن کا کافوری شمع کے ساتھ
کردۂ روشن تر از عقلِ سَلیم
تو نے عقلِ سلیم سے زیادہ روشن کر دیا

خوں بنافِ نافۂ مُشکے کُنی
تو ناف کے خون کو مشک کا نافہ بنا دیتا ہے
سُنبل و رَیحاں چَرد پشکے کُنی
وہ سُنبل اور ریحان چرتا ہے، تو مینگنی بنا دیتا ہے

قادرا قدرت تو داری برکمال
اے قادر! تو کمال پر قدرت رکھتا ہے
اَنۡتَ رَبِّیۡ اَنۡتَ حَسۡبِیۡ ذُوالۡجَلَال
اے ذوالجلال! تو ہی میرا رب ہے، تو ہی مجھے کافی ہے

اے خدا قربانِ احسانت شوم
اے خدا! میں تیرے احسان پر قربان ہوں
کانِ اِحسانی بقُربانت شوم
تو احسان کی کان ہے میں تجھ پر قربان ہوں

مَعدنِ اِحسانی و اَبرِ کرم
تو احسان کی کان اور کرم کا اَبر ہے
فیضِ تُو چوں اَبرِ ریزاں برسَرم
تیرا فیض، میرے سَر پر اَبر کی طرح برستا ہے

از عَدم دادی بہ ہستی اِرتقا
تو نے عدم سے، وجود کو ترقی عنایت کی
زاں سپس ایمان و نورِ اہتدا
اِس کے بعد ایمان اور ہدایت کا نور

اے خدا اِحسانِ تو اَندر شمار
اے خدا! تیرا احسان شمار میں
کے توانم بازبانِ صد ہزار
لاکھ زبانوں سے کب کر سکتا ہوں؟

مَن بخواب و پاسانِ مَن توئی
میں نیند میں ہوں اور میرا محافظ تو ہی ہے
مَن چو طِفل و حرزِ جانِ مَن توئی
میں بچہ کی طرح ہوں اور میری جان کی حفاظت تو ہی ہے

مَن بعصیاں صَرفِ وقتِ خود کُنم
میں اپنا وقت نافرمانی میں صرف کرتا ہوں
بنی و از حلم می پُوشی برم
تو دیکھتا ہے اور بُردباری سے میری پردہ پوشی کرتا ہے

روزیت را خوردہ عصیاں میکُنم
تیری روزی کھا کر میں نافرمانی کرتا ہوں
نعمت از تو من بغیرے می تنم
نعمت تیری ہے، میں غیر کے چکر کاٹتا ہوں

جُملہ می بینی نگیری اِنتقام
تو سب کچھ دیکھتا ہے، بدلہ نہیں لیتا ہے
از درِ حِلم و کرم آئی مُدام
تو ہمیشہ بُردباری اور کرم کے دروازے سے آتا ہے

بردلِ مَن سہ صد و شصت از نظر
میرے دل پر تین سو ساٹھ شفقتیں
می کُنی ہر روز اے رَبُّ البشر
اے رب البشر! تو ہر دن کرتا ہے

لیک مَن غافل ز لُطفِ بیکراں
لیکن میں، بے حد مہربانی سے غافل ہوں
چشم دارم ہر زماں با این و آں
میں ہر وقت اِس اور اُس سے اُمید باندھتا ہوں

دوست را برمَن نظر شُد دُوختہ
دوست کی نگاہ، مجھ پر جمی ہوئی ہے
حیف مَن بادیگراں دل توختہ
افسوس ہمیں نے دوسروں سے دل وابستہ کیا ہے

مَن گُنہ آرم تو سَتّاری کُنی
میں گناہ کرتا ہوں۔تو پردہ پوشی کرتا ہے
جُرم مَن دارم تو مِعذاری[1] کُنی
میں جرم کرتا ہوں تو بہت معذور قرار دیتا ہے

جُرمہا بینی و خشم ناوری
تو خطائیں دیکھتا ہے اور مجھ پر غصہ نہیں کرتا
اے بقُربانت چہ نیکوداوری
میں تجھ پر قربان، تو کس قدر اچھا خدا ہے

دَر مَصائب، در حوادثہائے زار
مصیبتوں میں (اور) عاجز کرنے والے حوادث میں
چونکہ برمَن تنگ شُد از درد کار
جبکہ درد کی وجہ سے مجھ پر معاملہ تنگ ہو گیا

یار و خویشانم مَرا بگذاردَند
اپنوں اور دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا
زار دردستِ غمم بسپاردَند
مجھ عاجز کو غم کے ہاتھ میں دے دیا

جُز تُوکے دیگر دراں سختی رَسَد
اُس سختی میں تیرے علاوہ کب پہنچتا ہے؟
در مَتاعِبہا[2] تو کشتی مَدَد
تکالیف میں تو مدد بنا ہے

در رَسیدی زُود بگرفتی مَرا
تو جلد پہنچا، تو نے مجھے پکڑا
وَارہاندی از ہمہ سختی مَرا
مجھے تمام سختیوں سے رہا کر دیا

چوں شمارم مَن ز احسانِ تو چوں
میں تیرے احسان کیسے شمار کروں؟ کیونکہ
گر زباں ہَر مُو شود لُطفت فزوں
اگر ہر بال زبان بن جائے تیری مہربانی بڑھی ہوئی ہے

شُکر و احسانِ تُرا چوں سَرکُنم
تیرے شکر اور احسان کو کیسے انجام دوں؟
اندریں رَہ گو قدم از سَر کُنم
اس راستہ میں اگرچہ سر کو قدم بنا لوں

جان و گوش و چشم و ہوش و پاو دست
جان اور کان اور آنکھ اور ہوش اور ہاتھ پاؤں
جُملہ از دُرہائے احسانت پُرست
سب تیرے احسان کے موتیوں سے پُر ہیں

ایں کہ شکرِ نعمتِ تو می کُنم
یہ کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں
ایں ہم از تو نعمتے شُد مُغتنم
یہ بھی تیری ایک مُغتنم نعمت ہے

شُکرِ ایں شُکر از کُجا آرم بجا
اس شکر کا شکریہ کہاں سے بجا لاؤں؟
مَن کِیَم از تُست توفیق اے خدا
میں کون ہوتا ہوں؟ اے خدا توفیق تیری جانب سے ہے

دَست و پاؤ ایں زبان و لفظِ شکر
ہاتھ اور پاؤں اور یہ زبان اور لفظِ شکر
عاریت از تُست بے از ہیچ نکر
بغیر کسی انکار کے، تجھ سے مانگے ہوئے ہیں

طاعت و توفیق طاعت ہم ز تُو
بندگی اور بندگی کی توفیق بھی تیری جانب سے ہے
لُطفِ تو برمانوشتہ صَد نکو
تیری مہربانی نے ہم پر سیکڑوں بھلائیاں لکھ دی ہیں

1 معذار۔بہت زیادہ عذرخواہ۔داور۔حاکم۔
2 متاعب۔دردورنج۔ایں کہ۔نعمت کا شکرادا کرنا بھی خداوندی نعمت ہے۔نکر۔انکار۔

خود چه شیرین ست نامِ پاکِ تُو
تیرا پاک نام خود کس قدر میٹھا ہے؟
خوشتر از آبِ حیات اِدراکِ[1] تُو
تیری معرفت، آبِ حیات سے بہتر ہے

نامِ تو چوں برزبانم می رَوَد
جب تیرا نام زبان پر جاری ہوتا ہے
ہَر بُنِ مُو از عَسَل جُوئے شَوَد
ہر بال کی جڑ شہد کی نہر ہو جاتی ہے

اللہ اللہ، ایں چه شیرین ست نام
اللہ اللہ، یہ نام کس قدر میٹھا ہے
شِیر و شکّر میشود جانم تمام
میری پوری جان شیر و شکر بن جاتی ہے

اللہ اللہ، ایں چه نامِ خوش مذاق
اللہ اللہ، یہ نام کس قدر خوش ذائقہ ہے
حرفِ حرفش میدہد جانرا رَواق
اُس کا ایک ایک حرف جان کو مستی عطا کرتا ہے

اللہ اللہ، ایں چه احساں کردهٔ
اللہ اللہ، یہ تو نے کیا احسان کیا ہے؟
در چنیں برزخ چساں در پردهٔ
ایسے برزخ میں تو کس طرح پردے میں ہے؟

ایں چنیں حَبلُ المتیں دادی مرا
تو نے مجھے ایسی مضبوط رسّی عطا فرمائی
کاعتِصامش عَرش راشُد مُرتقیٰ
کہ اُس کے پکڑنے سے، عرش تک رسائی ہوئی

اللہ اللہ، خود چه نیکو کردهٔ
اللہ اللہ، تو نے خود کیسی بھلائی کی ہے
آشکارا، ہستی و در پردهٔ
تو ظاہر ہے اور درپردہ ہے

وہ چه بدکارم که جُملہ نیستم
ہائے، میں کس قدر بدکار ہوں بلکہ میں مجسم نیستی ہوں
پس چرا پیشت بہ ہستی ایستم
تو تیرے سامنے وجود کے ساتھ کیوں کھڑا ہوں؟

اَللّٰه اَللّٰه، اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْل
اللہ اللہ، تو میرے لیے بہترین وکیل ہے
اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ یَا جَلِیْل
اے جلیل! تو میرا رب ہے تو مجھے کافی ہے

اَللّٰه اَللّٰه، لَیْسَ غَیْرُكَ فِی الْوُجُوْد
اللہ اللہ، تیرے سوا کوئی وجود میں نہیں
هَلْ تَرَی الدَّیَّارَ فِیْ دَیْرِ الشُّهُوْد
شہود کے دیر میں کوئی چلنے والا ہے؟

اللہ اللہ، لَا اِلٰہ بہرِ چیست
اللہ اللہ، "لا الٰہ" کس لیے ہے؟
چونکہ اِلَّا اللہ خورشیدِ جلیست
جبکہ "الا اللہ" روشن سورج ہے

چشمِ ظاہر بیں بنفی آمد مُقِل
ظاہر بیں آنکھ نفی کے ذریعہ رفع کرنیوالی ہے
می تواں کردن بلیٰ جہدُ المُقل
(تاکہ) نادار کی کوشش، بلیٰ کہہ سکے

اللہ اللہ، اسمِ ذاتِ پاک دوست
اللہ اللہ، دوست کا پاک اسم ذات
اِسمِ اعظم از برائے قُربِ اوست
اسم اعظم اُس سے قرب کے لیے ہے

اللہ اللہ، گو بَرد تاسقفِ عرش
اللہ اللہ کہہ، عرش کی چھت تک لے جائے گا
پیشِ معراجِ تُو گردد چرخ فرش
تیری معراج کے سامنے آسمان فرش بن جائے گا

---

1. اِدراک۔معرفت۔مذاق۔ذائقہ۔رواق۔خوشی و مستی۔دیار۔چکر کاٹنے والا۔دیر۔بُت خانہ۔

چوں بَرآرم دَم باللہ الصمد
جب میں ''اللہ الصمدؒ'' کا نعرہ لگاتا ہوں
چرخ نعرہ لَیتَنِی[1] کُنتُ زَند
آسمان ''کاش میں ہوتا'' کا نعرہ مارتا ہے

اسمِ اعظم ہست اللہ العظیم
اللہ العظیم! اسم اعظم ہے
جانِ جان و محیِّ عَظمِ رمیم
جو جان کی جان اور پرانی ہڈی کو زندہ کر دینے والا ہے

اللہ اللہ، مستم از نامِ خدا
اللہ اللہ، میں خدا کے نام سے مست ہوں
می چکد از ہر رگم راوَق جُدا
میری ہر رگ سے شراب جدا ہو کر ٹپکتی ہے

ساقیم آں بادہ اَندر جام کرد
ساقی نے وہ شراب میرے جام میں کر دی ہے
کہ زماوَ من بَر آوردست گرد
جس نے ''ماومن'' کی گرد اُڑا دی ہے

ریخت دَر جام مئے ازکاف و نون
''کاف ونون'' کی وہ شراب میرے جام میں ڈالی ہے
لَيْسَ فِيهَا غَوْلٌ وَّلَاهُمْ يُنْزَفُوْن
جس میں نہ اینٹھن ہے اور نہ وہ بے عقل ہوتے ہیں

بیخودم زاں بادہَ و اکنوں مرا
میں اُس شراب سے بیخود ہوں اور اب میرے لیے
نیست فرق از جان وتَن و زسَر زپا
جان اور جسم اور سر اور پاؤں میں فرق نہیں ہے

ریخت در کامم جلالے جُرعۂ
''جلال'' نے میرے حلق میں ایک گھونٹ ڈال دیا
میزنم برلَوحِ وحدت قُرعۂ
میں وحدت کی تختی پر قُرعہ ڈالتا ہوں

رَشحۂ بحرِ[2] جلالش بَردلم
اُس کے جلال کے سمندر کا ایک چھینٹا میرے دل پر
آمد و بَربود ازیں آب و گِلم
آیا اور مجھے آب و گِل سے اُچک لے گیا

شورشِ بحرِ حُسامی آمدست
حسامی سمندر کی ایک شورش آئی ہے
زیں صَدف ایں درکہ نامی آمدست
اُس سبب سے کہ یہ نامی موتی آیا ہے

فیضِ مولانا جلالؒ و ہم حُسامؒ
مولانا جلالؒ کے فیض اور حسامؒ نے
نخلِ جاں راداد سَیرابی تمام
جان کے پودے کو پوری سیرابی دے دی ہے

نورِ مہر و مہ بطُورِ دل بتافت
سورج اور چاند کا نور دل کے طُور پر چمکا
سَنگِ مَن زاں تابِ یاقوتی بیافت
میرے پتھر نے اُس گرمی سے یاقوت بن جانا پا لیا

بَر اَدیمم تافت چوں نجمِ یمن
یمن کے ستارے کی طرح میری اُدھوڑی پر چمکا
عَنبریں شُد جُملہ چوں مُشکِ خُتن
وہ سب ختن کے مُشک کی طرح خوشبودار بن گئی

پیش ازیں خلقے ز انفاسِ خوشش
اس سے پہلے بہت سے لوگ اُن کے اچھے سانسوں سے
مقتبس از نورِ عرفاں گشت و خوش
معرفت کے نور کے حاصل کر لینے والے اور بھلے بنے

---

[1] لَیتَنِی کُنتُ۔ آسمان سے یہ نعرہ لگاتا ہے کہ کاش میں مٹی ہوتا تو اس ذکر کرنے والے کی خاکِ پا بنتا۔ رمیم۔ بوسیدہ۔ راوَق۔ شراب۔ غوَل۔ اینٹھن جو خمار کی حالت میں پیدا ہوتی ہے۔

[2] بحرِ جلال۔ یعنی مولانا جلال الدینؒ کا علم۔ بحرِ حسام۔ یعنی مولانا حسام الدینؒ کا علم۔ مہر ومہ۔ یعنی مولانا جلال الدین اور مولانا حسام الدینؒ۔

صَد ہزاراں یافتند از مثنوی
ارتقا سُوئے صراطِ مُستوی

مثنوی کے ذریعہ لاکھوں نے حاصل کی
سیدھے راستہ کی جانب بلندی

مَن ہم از فیضانِ اَنفاسِ جلالؒ
در رسیدم تا جلیلِ ذُوالجلال

میں بھی جلالؒ کے سانسوں کے فیضان سے
جلیلِ ذُوالجلال تک پہنچ گیا

نیست دُور از لُطفِ اخوان[1] الصّفا
در رسید ایں بندہ ہم سُوئے خدا

بزرگوں کی مہربانی سے بعید نہیں ہے
یہ بندہ بھی خدا کی جانب پہنچ گیا

چہ عجب شمس ار نوازد ذرّہ را
اَبرِ خوش سیراب سازد ترّہ را

کیا تعجب ہے اگر شمس ذرّے کو نوازے
ابر سبزی کو اچھی طرح سیراب کر دے

رُو بحق آرد بکُن ختمِ کتاب
دَم مزن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

اللہ (تعالیٰ) کی جانب رُخ کر اور کتاب ختم کر دے
دَم نہ مار، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

رَبَّنَا فَالْحَمْدُ لَکَ فِیْ کُلِّ حَال
اَنْتَ مَعْنَی السِّرِّ فِیْ کُلِّ الْمَقَال

اے ہمارے رب! ہر حال میں تیرے ہی لیے تعریف ہے
ہر قول میں معنیٰ راز تو ہی ہے

اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ اِلَیْکَ وُجْهَتِیْ
خَالِصًا لِلّٰهِ کَانَتْ نُهْمَتِیْ

تو ہی میرا مقصود ہے، تیری ہی طرف میرا رُخ ہے
میرا ارادہ خالص اللہ کے لیے ہے

یَا مُحِیْطَ الْکُلِّ یَا کَهْفَ الْوَرٰی
یَآ اِلٰهَ الْعَرْشِ یَا رَبَّ الثَّرٰی

اے سب کو محیط! اے مخلوق کے کہف!
اے عرش کے خدا! اے زمین کے رب!

کُنْ اَنِیْسَ الْقَلْبِ وَاخْتِمْ لِیْ بِخَیْر
اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ کَافِیْ لَیْسَ غَیْر

تو دل کا غمخوار بن اور میرا خاتمہ بالخیر کر
تو مجھے کافی ہے تو میرے لیے کفایت کرنیوالا، دوسرا نہیں ہے

در ختم و سالِ تاریخِ اختتامِ مثنوی، مذکور میشود ۱۲۱۶ ہجری

ختم شُد ایں نسخہ در سالِ غیور[2]
غیرتِ حق داردش از غیر دُور

(لفظ) غیور کے سال میں یہ نسخہ ختم ہوا
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت اُس کو غیر سے دُور رکھے

دستِ غیر از دامنِ اُو دُور باد
ہر کہ از نورش رَمد بے نُور باد

غیر کا ہاتھ، اُس کے دامن سے دُور رہے
جو اُس کے نور سے بھاگے، خدا کرے بے نور رہے

غیر آں کز یادِ حق بیگانہ اَست
در پئے دنیائے دُوں دیوانہ اَست

غیر وہ ہے جو اللہ (تعالیٰ) کی یاد سے بیگانہ ہے
کمینی دنیا کے پیچھے دیوانہ ہے

---

[1] اخوان الصفا۔ برادرانِ صفا۔ صوفیا۔ شمس۔ شمس تبریزی۔ نُہمتی۔ خواہش۔
[2] غیور۔ ابجد کے حساب سے اس لفظ کے ۱۲۱۶ عدد ہیں۔ یہ اس خاتمہ کی تاریخ ہے۔ آو۔ خاتمہ۔

در پئے مالِ جہاں مجنوں بُود	حُبِّ جاہ اُو را بدل مکنوں[1] بُود
دنیا کے مال کے پیچھے پاگل ہو	اُس کے دل میں رُتبہ کی محبت پوشیدہ ہو
اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ اَوْلَادُکُمْ	فتنۂ فرمود حقِ ذُوالحِکَم
بیشک تمہارے اموال، تمہاری اولاد	حکمتوں والے اللہ تعالیٰ (ان کو) فتنہ فرمایا ہے
تا توانی غیرِ حق را دُور کُن	بَعدازاں عزمِ دژِ آں سُور کُن
جتنا ہو سکے اللہ (تعالیٰ) کے غیر کو دُور کر	اُس کے بعد اُس فصیل کے قلعہ کا ارادہ کر
باخودی بینی اگر ایں اِختتام	خود برُونِ دَر بمانی والسلام
اگر تو اِس خاتمہ کو خودی کے ساتھ دیکھے گا	خود باہر رہ جائے گا، والسلام
وَز خودی بیروں برآ و یار باش	وَر بہ پندارِ خودی اَغیار باش
خودی سے باہر نکل اور یار بن	اور اگر تو خودی کے غرور میں ہے غیروں میں سے رہ
بہرِ یک رنگ ایں سخن یک رنگ شُد	بہرِ رجم آں شیاطیں سنگ شُد
یک رنگ کے لیے یہ کلام یک رنگ ہے	اُن شیطانوں کے سنگسار کرنے کے لیے پتھر ہے
دَخلِ غیر اندر چنیں حصنِ حصیں	کے شود بے صلح و رَفعِ حَرب و کیں
ایسے محفوظ قلعہ کے اندر غیر کا دخل	بغیر صلح اور لڑائی اور کینہ کے ہٹائے بغیر کب ہو سکتا ہے؟
با دلِ صاف از برایِ حق ببیں	از گُلِ اُو تابری بُویِ یقیں
خدا کے لیے، صاف دل کے ساتھ دیکھ	تاکہ تو اس کے پھول سے یقین کی خوشبو سونگھ لے
وَرنہ درچون و چرا آزارہاست	ہر کجا گُل ہست آنجا خارہاست
ورنہ چون و چرا میں تکالیف ہیں	جہاں کہیں پھول ہے، وہاں کانٹے ہیں
لفظ رُوپوش ست مَقصد معنیٰ ست	غیرِ حق جُستن ازیں لایعنیٰ ست
لفظ نقاب ہے اور معنیٰ مقصود ہیں	اس سے حق کے سوا ڈھونڈنا لایعنی ہے
حق بجُو و حق بگُو و حق بخواں	ہَرزماں حق حق بگو حق را بداں
حق کو تلاش کر اور حق کہہ اور حق پڑھ	ہر وقت حق حق کہتا رہ حق کو جان
ہرکہ حق را جُست حقّانی ست اُو	رَحمتِ حق بادِ رحمانی ست اُو
جس نے حق کو تلاش کیا، وہ حقانی ہے	وہ اللہ کی رحمت، خدائی ہوا ہے
کارِ شیطانی مکُن شیطاں مباش	بَرغبارِ جانِ کس آبے بپاش
شیطانی کام نہ کر، شیطان نہ بن	کسی کے جان کے غبار پر آب پاشی کر
وقت را با غیرِ حق ضائع مکُن	بَطن را پُر رُوح را جائع مکُن
وقت کو غیر حق میں برباد نہ کر	پیٹ کو پُر اور رُوح کو بھوکا نہ بنا

1. مکنون۔ چھپا ہوا۔ دژ۔ قلعہ۔ سُور۔ چہار دیواری۔ حصنِ حصین۔ مضبوط قلعہ۔

پردۂ پندارِ تست ایں نقشِ غیر
یہ غیر کا نقش تیرے پندار کا پردہ ہے
نیست جز آں یک صنم در جملہ دَیر
تمام بت خانہ میں اس ایک صنم کے علاوہ نہیں ہے

فانی ازخود شو، بشو باقی بحق
اپنے اعتبار سے فانی بن، باقی باللہ بن
سَر دہد از باطنت رَبُّ الْفَلَقْ
رَبُّ الفلق تیرے اندر سے نمودار ہو گا

مثنوی در شش مجلّد یک نواست
چھ دفتروں میں مثنوی کی ایک آواز ہے
حاصل آں غوطہ دَر بحرِ فناست
اس کا خلاصہ، فنا کے سمندر میں غوطہ لگانا ہے

گر رَہِ حق بایدت ہُشیار باش
اگر تجھے خدا کا راستہ چاہیے، ہوشیار بن
غفلت ازخود دور کُن بیدار باش
اپنے اندر سے غفلت دُور کر، بیدار بن

باشی اوّل نَہ شریعت اُستوار
پہلے شریعت پر استقامت کر
بعد ازاں سُوئے طریقت رُوبیار
پھر طریقت کی جانب، رُخ کر

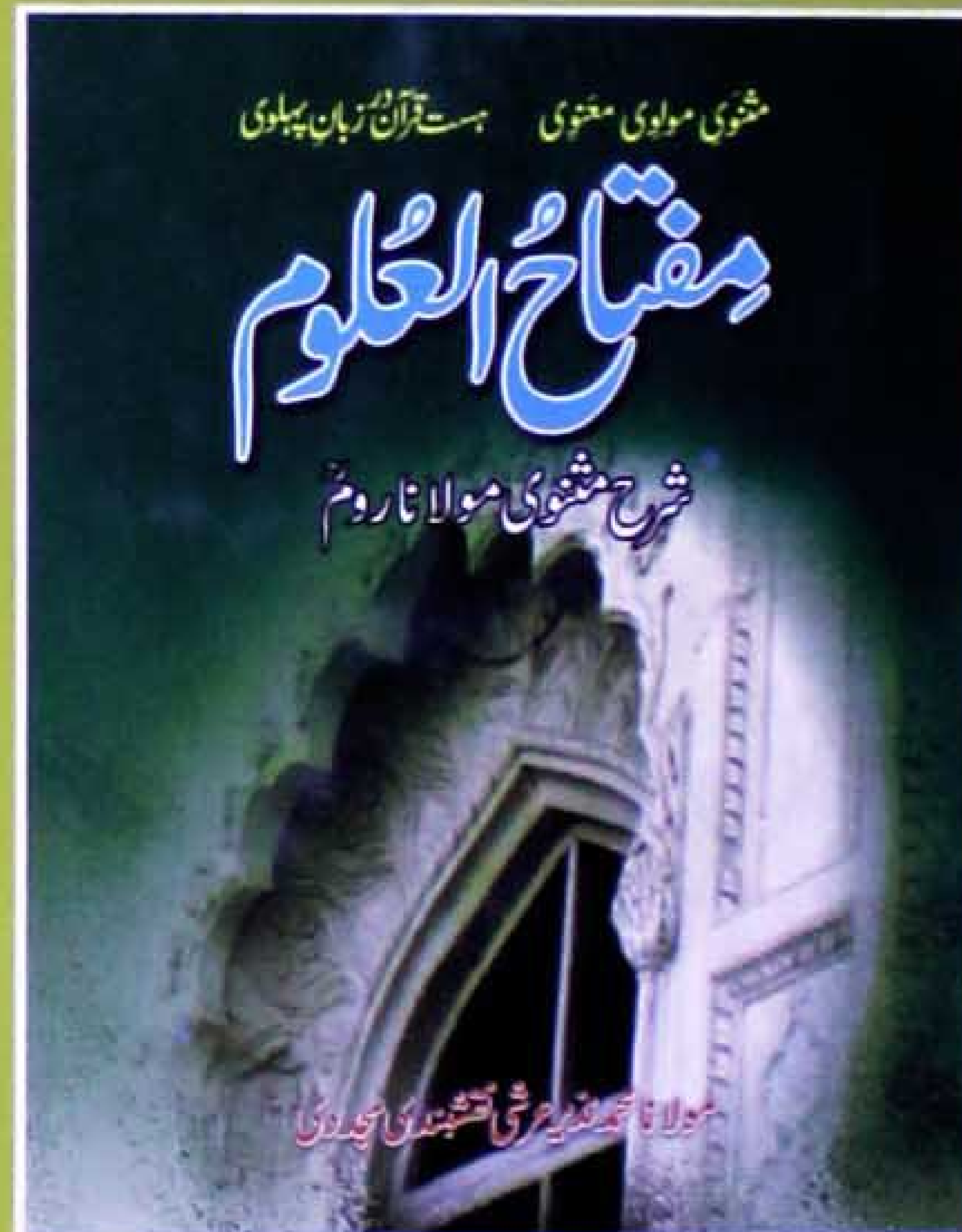
گام اوّل مُستقیم شرع شو
پہلے قدم پر، شرع پر جم
بعد ازاں راہِ طریقت را بَرَو
اس کے بعد طریقت کا راستہ چل

تخلیہ با تحلیہ باید ضرور
آراستگی کے ساتھ صفائی ضروری ہے
تانمائی بحرِ عرفاں را عبُور
تاکہ تو معرفت کے سمندر کو عبور کر سکے

ایں سخن را نیست ہرگز اختتام
اس بات کا کبھی خاتمہ نہیں ہے
پس سخن کوتاہ باید والسلام
تو بات کو مختصر کر دینا چاہیے، والسلام

قد تمّتَ الدّفتر السّادسُ منَ الکِتابِ المثنوی المعنوِی لِلمولوِی المعنوِی

☆☆☆



اسلامی ادبیات کی عظیم الشان اور لازوال مثنوی، جس کے 1,26,660 اشعار میں تصوف واخلاق کے مسائل کو سبق آموز حکایات اور نصیحت آموز تمثیلوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔

گذشتہ سات صدیوں سے مثنوی مولانا روم مسلمانان عالم میں عقیدت واحترام سے پڑھی جارہی ہے۔ براعظم پاک وہند میں اس کے بے شمار ترجمے ہوئے اور شرحیں لکھی گئیں۔ یہ نیک کام کرنے والوں میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، مولانا محمد رضا، مولانا بحر العلوم، مولانا احمد حسن کان پوری اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسے نامور مشاہیر شامل ہیں۔ لیکن جو شہرت ومقبولیت مولانا محمد نذیر عرشی نقشبندی مجددی کو نصیب ہوئی، وہ کسی اور کے حصے میں نہ آسکی۔

مولانا عرشی کے ترجمے اور شرح کے ساتھ انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب چھ جلدیں۔

Design By: MUHAMMAD AHSAN
MOHSAN GRAPHICS 0300-4329621

ISBN 969-503-466-7
9789695034668

الفیصل
ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور